لہو سے لال

انیشہ عمر

انتساب!

مجھ سمیت تمام خساروں سے دوچار روحوں کے نام!

اور میرے مرحوم بھائی عمیر حمزہ کے نام.....جو میرا خسارہ ہے۔

پیش لفظ؛

السلام علیکم۔۔!

"لہو سے لال" میرا پہلا ناول ہے۔ یہ ایک قسط وار ناول تھا جس کو تکمیل کے بعد کتابی شکل دی گئی ہے۔۔ یہ جاری تھا تو اس دوران میں نے کچھ نوٹ لکھے تھے۔ "لہو سے لال" میرے دل کے انتہائی قریب ہے۔ اس میں آپکو مختلف عنوانات ملیں گے جن کو کور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں ذاتی انتقام سے لے کر فلسطین کے معصوموں کی جنگ لڑنے تک کے عنوانات شامل ہیں۔ یہ ایک پیچیدہ تحریر ہے پرفیکٹ نہیں ہے۔ چونکہ یہ میری پہلی تحریر ہے اس لئے اس میں بہت ساری غلطیاں آسکتی ہیں میں ہمیشہ کہتی ہوں کہ۔۔

"توبہ اور اصلاح کا در ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔۔ کبھی احساس ندامت ہو، پلٹ آؤ۔"

"لہو سے لال" ایک ایسی داستان ہے جس کے ہر لفظ میں جذبات اپنی انتہا پر محسوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ خالص دل سے نکلے ہیں۔ اس سے پہلے کہ اس داستان سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے میں بتاتی چلوں کہ اس داستان کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو ہر ان کے اردگرد موجود ہے اور ان کے ساتھ ساتھ ہی چلتی رہتی ہے کیونکہ یہ کہانی ارتقاء کی کہانی ہے۔ ان ارتقاء کا نام ہے، یہ مسلسل چلتے رہنے کا نام ہے۔ جہاں ان رکتے وہیں پر اسکا اختتام ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ ایک ایسی کہانی نہیں ہے جس کا کوئی اختتام ہو سکتا ہو۔

حق و باطل کی اصل جنگ ان کے اردگرد وقوع پذیر ہوتی ہے اور یہ جنگ مسلسل ہے۔ یعنی اس میں شکست و فتح کا کوئی تصور نہیں ہے یہ جنگ ان کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے۔ ایسی ہی جنگ لڑتے آرہے ہیں اس کہانی کے کچھ کردار۔ اپنے اندر کی سیاہی کو روشنی میں بدلنے کی جنگ، خودغرضی سے خودی تک کے سفر کرنے کی جنگ اور انا سے ایثار تک کی مسافت کی جنگ۔

زندگی ہر کسی کے لئے ایک جیسی نہیں ہوتی، ہر کسی کی نعمت الگ ہوتی ہے اور ہر کسی کی آزمائش بھی اسکی نعمت کے حساب سے ہی ہوتی ہے۔ لہذا آپ ان کی نعمت دیکھ کر اس سے حسد نہ کریں کیونکہ اس شخص کی آزمائش سے آپ شاید واقف نہیں ہیں۔ اور کچھ لوگوں پر اللہ مہربان ہوتا ہے۔ لہذا ہم اللہ سے بھی شکوہ نہیں کر سکتے کہ وہ کسی پر حد سے زیادہ کیوں مہربان ہے۔ یہ اسی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ میں ہمیشہ یہ بات کہتی ہوں کہ زندگی اور موت، یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو کہ پری ڈیسائڈڈ ہیں اور ہمارا ان پر اختیار نہیں ہے۔ تو ہمارا اختیار کہاں پر چل سکتا ہے؟ آخر کو ہمیں خلیفہ بنایا گیا ہے اس کرہ ارض پر تو، کوئی تو اختیار ہمیں بھی ہی ہوگا۔

ہمارا اختیار اس کے بیچ میں چلتا ہے۔ یعنی زندگی اور موت کے درمیان جو کچھ ہوتا ہے اس پر کچھ حد تک ہمارا اختیار ہوتا ہے۔ اور یہی کچھ اختیار ہے جس کو استعمال کرتے ہوئے لوگ اپنا اور دوسروں کا روٹ آف لائف بدلتے ہیں۔ اس اختیار کو "عمل" کہتے ہیں۔ ہم زمین پر چلتے ہیں، ہم قدم اٹھاتے ہیں جس کی طاقت اللہ نے بخشی ہے اور زمین ہمیں آگے کی سمت میں دھکیلتی ہے کیونکہ یہ اسکا کام ہے۔۔ ان وسائل کو استعمال کرتے ہوئے ہمارا عمل کیا ہے، اور ہمارا عمل کیا ہوگا یہ ہم خود طے کرتے ہیں۔ انہیں ٹنگوں کو ایک ڈاکٹر استعمال کرتا ہے اور لوگوں کی مسیحائی کرتا ہے اور انہیں ٹنگوں کو ایک قاتل استعمال کرتا ہے اور لوگوں سے زندگی چھینتا ہے۔ یعنی وسائل سب کے لئے یکساں ہیں استعمال اپنا اپنا۔ طاقت سب کو ملتی ہے کوئی عام ہو جاتا ہے اور کوئی اڑ جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ کو زمین میں اڑ کر چلنے والے پسند نہیں۔

اس کہانی میں کوئی بھی کردار پرفیکٹ نہیں ہے کیونکہ اس دنیا میں کامل شخصیت صرف ہمارے آقا ﷺ کی ہے۔ لہذا کسی بھی کردار کی غلطیوں پر اسکو جج کرنے کی بجائے اس کے

سفر سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں۔اور ہرا ن سے خواہ وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو،غلطی کی امید رکھیں۔غلطیاں،اصلاح کی طرف پہلا قدم ہیں۔مجھے امید ہے کہ میرے
قار میری اس ب ت کو سمجھ گئے ہیں۔اَ نہیں تو سمجھ جا گے۔ا اور ب ت جو میں جاتے جاتے کہنا چاہوں گی کہ خسارے . کے حصے میں آتے ہیں۔ ان خساروں
کے پیش نہ تو خود کو غمِ مسلسل میں رکھیں اور نہ ہی اپنے غم سے دوسروں کو اذ ۔ ت دیں۔
امید ہے کہ یہ تحر ۔آ پکی خود سے قات کروادے گی۔

والسلام انیشہ عمر

.ب اول؛

''مدو.ز''

''سجل۔!سجل۔۔!''

گورسی ہاوس میں ایسی ہی آواز گونج رہی تھی۔۔جبکہ جس کو پکارا جارہا تھا وہ اپنی دنیا میں مگن ایسی کارڈ کو کینچی سے تراش تراش کر کچھ بنا رہی تھی۔''سجل۔!''تھوڑی دیر میں اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔سامنے منال بیگم دروازے میں ہی پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔''سجل۔!''انھوں نے ایک بار پھر سے پکارا۔ مقابل کے کانوں میں کے پپ کے گانے گونج رہے تھے۔ وہ بیڈ پہ آلتی پالتی مارے مگن سی کینچی چلا رہی تھی۔''اب تو یہ لڑکی کانوں میں ائیر بڈز لگا کر گم ہوجاتی ہے۔آس پاس کی ہوش نہیں ہوتی۔''وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے آ اور اسکو کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

''جی ماما۔''اس نے فورا کانوں سے ائیر بڈز نکالے۔

''لڑکی میں تمہیں کب سے آوازیں دے رہی ہوں؟''وہ غضبناک ہوئی۔

''سوری ماما وہ میں بھائی کے لئے تھڑے کارڈ بنا رہی تھی۔''اس نے چہک کر ایک خوبصورت سا تھڑے کارڈ سامنے کیا۔

''بہت خوبصورت ہے۔''منال بیگم کا غصہ ہوا ہوَا تھا۔انھوں نے کارڈ کھولا تو اس میں ایک بچے کی خوبصورت تصاویر تھیں۔''میرا شہزادہ۔!''انھوں نے اپنے بچے کی تصویر کو بوسہ دیا۔

''لائیں مجھے دیں ابھی اسکا تھوڑا سا کام رہتا ہے۔''اس نے کارڈ واپس پکڑ لیا۔

''اچھا یہ لو۔''اسکو کارڈ واپس دے کر وہ پلٹی۔جبکہ سجل دوبارہ گلوسٹک پکڑ کر کچھ چپکانے لگی۔''ارے میں تو بھول ہی گئی کس کام سے آئی تھی۔''وہ ماتھا پیٹ کر دوبارہ کمرے میں آئی۔

''جی ماما۔!''سجل متوجہ ہوئی۔

''آج لڑکی والے آرہے ہیں۔تمہارے بھائی کی تصویر دیکھی تھی انہوں نے۔''

''تو؟ بھائی کو تو دیکھ لیا اب کیا کرنے آرہے ہیں؟''سجل نے معصومانہ سوال کیا۔

''سجل۔!''انھوں نے اسکو ایک چپت لگائی۔''پگل لڑکی وہ لوگ گھر دیکھنے آرہے ہیں۔''

''اچھا ماما۔مارنے کی کیا ضرورت تھی۔''اس نے اپنے گال ٹھیک کئے۔

''اس لئے کہ تم اسکے سامنے کوئی بونگی مت مار دینا۔تم بھی اب اٹھارہ کی ہوجاوگی بہت جلد رشتے آنے لگیں گے۔''انھوں نے پیار سے کہا آنکھوں میں تنبیہ بھی تھی۔

''ماما۔!بھائی پینتیس کے ہوکر بھی کنوارے پھر رہے ہیں اور آپ مجھ اٹھارہ سالہ معصوم بچی کے سر پہ تلوار لٹکا رہی ہیں؟''اس نے منہ بنایا۔

''ہمم۔''انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''میری بچی مردوں کی کوئی بات نہیں ہوتی۔اکثر ستر سال کی عمر میں بھی لوگ بیٹی دے دیتے ہیں۔پر اک بیٹی کے سر میں چاندی چمکنے لگے تو لوگ منہ پھیر لیتے ہیں۔''انھوں نے اداسی سے کہا۔

''ماما۔''سجل نے حیرت سے اپنی ماں کا اداس ہوا چہرہ دیکھا۔''کیا میں بوجھ ہوں آپ پہ؟''وہ اپنی بڑی بڑی روشن سی آنکھوں میں آنسو لئے بولی۔

''نہیں میرا بچہ۔''انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔''بیٹیاں اپنے گھروں میں اچھی لگتی ہیں۔خیر تم ان باتوں کو چھوڑو اور نیچے آجاو۔کچن میں ہاتھ بٹاو میرا۔''وہ اسے

کہتیں. ہر نکل گئیں۔

****

قریشی ہاؤس میں اس وقت ا ہو کا عالم تھا۔ سارے زم لاونج میں ہاتھ . ھے کھڑے تھے۔ سامنے صوفے پ ٹ َ پ ٹ َ جمائے بیٹھا شخص خاموش تھا۔ اور اسکی خاموشی کو موت سے تشبیح دی جاتی تھی۔ اس وقت وہ . زم اپنی اپنی جان کی سلامتی کی دعا ما َ رہے تھے۔ سامنے وہ شخص ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ۔ کہ وہ اچا ٔ سیدھا ہوا۔ زم کا ٔ پ کر رہ گئے۔

''آ ٔ ی. ر پوچھ رہا ہوں کہ میری اسٹڈی میں کل رات کون َ ی تھا؟'' وہ آہستہ آواز میں کہہ رہا تھا۔ اسکی آواز کی و ش ۔ پورے قریشی ہاؤس کو اپنے سحر میں جکڑے ہوئے تھی۔

''مم۔ مالک! ہم میں سے کوئی نہیں َ ی۔'' ا بوڑھا زم ہمت کر کے بولا۔ جبکہ سامنے بیٹھا شخص صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب تمام زمین کے چہروں پ خوف اور دہشت دیکھی جا سکتی تھی۔ وہ لوگ اس وقت کا ٔ پ رہے تھے۔ ا وجود پسینے میں شرابور تھے۔ ۔ وہ چلتا ہوا اس بوڑھے زم کے پ س پہنچا۔

''چاچا۔ ۔!'' اس نے اس بوڑھے زم کا کالر جھاڑا۔ ۔ وہ بوڑھا زم لرز رہا تھا۔ ''وہ کیا ہے ٔ کہ . . نے آپکی جان کی ضما ۔ لے رکھی ہے مجھ سے۔ آپ ا پ انے وفادار ہیں۔ ۔ ۔!'' وہ ا لمحے کو رکا۔ ''اس کا یہ مطلب ہر َ نہیں ہے کہ آپ . قیوں کی جان کی امان بھی حاصل کریں گے۔ ۔'' یہ الفاظ پورے قریشی ہاؤس میں گونجے تھے۔ اوپ والی منزل پ ا کمرہ تھا جس کے ا کونے میں زمین پ ا لڑکی کانوں میں ا َ یں ٹھو بیٹھی تھر تھر کا ٔ پ رہی تھی۔ اس نے کانوں میں ا َ یں ہونے کے . وجود وہ دھاڑ سنی تھی۔ اب اسکا سارا وجود پسینے میں نہا َ ی تھا۔ ۔ اسکے پورے وجود پ پ طاری ہو چکی تھی۔

''مالک۔ ! معاف کر دیں۔'' بوڑھا رحم دین بمشکل بولا۔

''معاف؟'' وہ ا قدم پیچھے ہٹا۔ ''مجھے لگتا ہے مجھے ان . کو آج ختم کر دینا چاہیئے۔'' کہتے اس نے اپنی پینٹ کی بیلٹ میں نصب گن نکالی۔ سارے زموں نے خوف سے ا . ر یں اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا۔ ا آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

''تو کیا یہ ہمیں ہماری اس غلطی کے لئے مار دے گا جو ہم نے کی ہی نہیں؟'' ان . کے ذہنوں میں ا ہی سوال تھا۔ جواب کسی کے پ س نہ تھا۔ کیو اس شخص سے کسی بھی چیز کی امید کی جا سکتی تھی۔

''ا َ تم لوگ میرے گھر کی حفاظت نہیں کر ۔ تو کوئی حق نہیں ہے تم لوگوں کو جینے کا۔'' کہتے اس نے اپنی پستول کا بیرل کھینچا اور اسکو لوڈ کر لیا۔

''مالک۔ ۔!'' بوڑھا رحم دین آگے . ٹھا اور اسکے قدموں سے لپٹ َ ی۔ ۔ ''مالک۔ معاف کر دیں۔ آئندہ کوئی کو ۔ ہی نہیں ہوگی۔'' وہ َ ٹ ا۔

''رحم دین۔ !'' وہ دھاڑا۔ ''ہٹو۔ ۔'' اس نے رحم دین کو ٹھڈا مارا۔ وہ دور جا َ ا۔ جبکہ وہ اب ا زم کے سامنے پستول ۔ نے ہوئے تھا۔ ''چلو بھئی کلمہ شلمہ پ ھ لو۔'' کہتے اس نے ٹ َ پ انگلی رکھی۔ ۔ سامنے ا تھا۔ اس نے ا اپنے سامنے کھڑے موت کے فرشتے کو دیکھا اور ز . کلمہ پ ھا۔ جبکہ ساتھ کھڑے . قی زمین کی اب ہمت جواب دے گئی تھی۔ ۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی اب زور زور سے درود پ ھ رہی تھی۔

''یا اللہ پلیز بچا لیں۔'' وہ جھول جھول کر خود کو پ طاری پ پ ہٹ کو قابو کر رہی تھی۔ ۔ کہ اتنی د یں میں قریشی ہاؤس میں فا َ کی آواز گو تھی۔ وہ سا ۔ ہوئی۔ ۔ اسکی آنکھوں کی پ ۔ یں پھیل گئیں۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا بے ر َ ۔ جیسے کسی مردے کا ہو۔ وہ اگلے ہی لمحے زمین بوس ہوئی۔

''صفا۔ ۔!!!'' اسکے کمرے میں کا دروازہ کھلا تھا۔ سامنے اسکی ماں منہ پ ہاتھ رکھے زمین پ پ ڑے بے جان وجود کو دیکھ رہی تھی۔ ۔ اسکے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ ''صفا۔ ۔! میری بچی۔'' وہ بھاگ کر گئیں اور اسکا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔ ''صفا میری بچی ہوش کرو۔ ۔'' وہ اسکا گال تھپتھپا رہی تھیں۔

****

''پ گل ہو گئے ہو تم زاو ر۔ ۔!'' ا بھاری مردانہ آواز قریشی ہاؤس میں گو تھی۔ اس آدمی کے سفید . ل تھے۔ اور سفید ہی داڑھی۔ کندھوں پ مردانہ شال ا ا . اعتماد اور پ ر . شخصیت بنا رہی تھی۔ وہ اب زاو ر قریشی کے ہاتھ سے پستول چھین کر کھڑے تھے۔ جبکہ سامنے کھڑے نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں تھی۔ ''جاؤ تم

لوگ۔۔'' وہ آدمی پیچھے مڑ کر دھاڑا تو سارے زمین وہاں سے اپنے کوارٹر میں چلے گئے۔۔اب وہ زاویر کی جانب متوجہ ہوئے۔''زاویر۔۔!یہ تم کیا کر رہے تھے؟اَ میں ایک لمحہ دیر کر دیتا تو تم نے اس معصوم کی جان لے لی تھی۔''ا آنکھوں میں خون اتا ا۔

''..آپ نہیں جانتے میری اسٹڈی سے میری فائل غائب ہے۔اور ان لوگوں۔۔''

''تو کیا تم اس فائل کی خاطر سارے زمین کی جان لے لوگے؟''انھوں نے زاویر کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔۔

''لیکن...۔۔''وہ بے بس ہوَا تھا۔

''بس۔۔!''انھوں نے ہاتھ کھڑا کر کے اسکو خاموش کروایا۔''آئندہ اس گھر میں گولی کی آواز نہ گونجے۔۔سمجھے تم؟''وہ اسکی جانب متوجہ ہوئے۔جبکہ مقابل مٹھیاں بھینچ گیا۔''میری بیٹی تمہاری وجہ سے ٹراما کا شکار ہو چکی ہے زاویر۔۔!''وہ دھاڑے۔

''شاہ صاحب۔۔!''دوسری منزل سے ایک پکار آئی تھی۔

''صفا۔۔!''وہ ہڑبڑی میں سیڑھیاں پھاند گئے۔

****

''سجل بی بی آپکا فون۔''وہ اس وقت کچن میں سلاد کاٹ رہی تھی۔زمہ اسکا فون لئے آئی۔

''لاؤ۔''اس نے چھری ایک طرف رکھی اور فون دیکھا۔''یہ آکا فون؟''اس نے سکرین پہ نمبر دیکھا۔''یا اللہ خیر۔''اس نے جلدی سے کال اٹینڈ کی۔

''مم۔۔میں ابھی آتی ہوں آپ۔'' کہتے اس نے فون بند کیا تو منال بیگم اسی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟ ٹھیک ہے؟''انھوں نے پریشانی سے سجل کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

''ماما وہ۔صفا۔!''اس نے بے چارگی سے اپنی ماں کی جانب دیکھا۔

''سجل۔۔!''ا ماتھے پہ بل پڑے۔

''ماما پلیز۔۔!''اس نے ہاتھ جوڑے۔

''سجل۔۔!اسکے گھر والے ہیں اسکو سنبھالنے کے لئے۔تمہارا یوں رقریشی ہاؤس جانا ہم کو نہیں پسند اور تمہارے بھائی نے سختی سے کیا ہوا ہے۔''وہ غضبناک ہوا۔

''ماما پلیز۔۔!''اس نے اسکا ہاتھ پکڑے۔''وہ بہت بیمار ہے اور اسکو صرف میں ہینڈل کر سکتی ہوں۔''اسکی آنکھوں میں پانی چمکا۔

''لیکن سجل۔۔!''منال بیگم کی آنکھوں میں سختی در آئی۔

''ماما میں آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤں گی۔پلیز۔ماما۔۔!''وہ اب ان سے سماجت کر رہی تھی۔

''آدھے گھنٹے سے ایک منٹ بھی۔''

''اوہ نہیں ہوگا۔'' کہتے وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی۔اس نے چادر اٹھائی اور سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے اتری۔

''سجل آدھا گھنٹہ۔۔'' کچن سے منال بیگم کی آواز گونجی تھی۔جبکہ وہ اب گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

''چلو۔۔''اس نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ڈرائیور کو کہا تو اس نے گاڑی دی۔

****

صحرا میں اس وقت ریت کا طوفان آیا ہوا تھا۔اس طوفان کی وجہ ہوا نہیں تھیں۔بلکہ کسی کی زلفیں بکھرتی ہوئی پیچھے تھی۔اسکے پیچھے درجنوں تتلیاں اور بھی تھیں۔سر پہ کفیہ جھے اور آنکھوں پہ سیاہ چشمہ لگائے اور اپنی پیچھے کو ہواؤں میں اڑا رہا تھا۔اور اپنے پیچھے دھول اڑاتا ہوا وہ بے پرواہ سا ہر لمحے اپنی پیچھے کی رفتار بڑھا رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد اسکی پیچھے رکی اور اسکے پیچھے آتی تتلیاں بھی اس سے کچھ فاصلے پہ رک گئیں۔اس نے اپنی پیچھے سے پانی کی بوتل نکالی اور اپنے سکارف کو زرا سا ہٹایا۔تو اسکے

چہرے کے ش واضح ہوئے۔اسکی شربتی آنکھوں کو ڈھانپتی سیاہ پلکیں کسی پہرہ دار کی عکاس تھیں۔اسکے سیاہ ل اسکی دن کی پشت کو ڈھک دیتے تھے۔جو کہ کفیہ پہننے کے وجود آتے تھے۔اسکا چوڑا کسرتی سینہ واضح کرتا تھا کہ وہ کوئی آسان ہدف نہیں ہے۔اسکے عربی جبے کی آستینیں اسکے کسرتی زوں کی تب نہیں لا پا رہی تھیں۔ اس نے بوتل کا ڈھکن اتارا اور اس میں سے گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔اسکے حلق سے اترتا پانی اسکی شہ رگ کو ابھار کر اسکی مزید کشش بنا رہا تھا۔۔

''ا. اہیم۔۔!'' سامنے سے آتا آدمی چلتا ہوا آرہا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔وہ چلتا ہوا آیا اور اسکے سامنے کھڑا ہوا۔ا. اہیم نے ایک اسکو دیکھا اور پانی کی بوتل کا ڈھکن بند کیا۔

''ہمم۔'' اس نے بیگ کی جانب اشارہ کیا۔اس آدمی نے بیگ کو بیڈ کے بونٹ پر رکھا۔۔وہ اب اس کیس کے لاک کھول رہا تھا کہ ا. اہیم نے اسکو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔وہ آدمی وہیں رکا۔اس نے اپنی جیب سے بجتا ہوا فون نکالا۔

''یس مائی ڈارلنگ۔۔!'' اس کے ستے ہوئے چہرے پر اچانک سے مسکراہٹ آئی تھی۔''میری جان۔!قلبی روحی۔۔!

'' I'll be there in thirty minutes

''میری نورنگیں۔۔میری مہ جبیں۔۔!'' وہ شرارتی مسکراہٹ لئے سامنے والی ہستی کو محبت سے بھرپور القابات سے نواز رہا تھا۔جبکہ سامنے کھڑے شخص کا حیرت کے مارے منہ کھلا۔۔''ٹھیک ہے میں پہنچ جاوں گا۔تم بس ریڈی ہو جاو۔میرے دل پر بجلیاں گرانے کے لئے۔'' وہ تیکھی سی مسکان لئے سامنے والی ہستی کو شرمانے پر مجبور کر رہا تھا۔''اچھا اب شرما لیا ہو تو جا کر تیار ہو جاو ورنہ تمہارے کہیں گے تم ا. اہیم کی وجہ سے لیٹ ہوئی ہو۔ٹھیک ہے سویٹ ہارٹ۔لو یو۔اور ہاں۔!میرے شہزادوں کو اچھا سا تیار کرنا۔اور میری شہزادی کو آج خاص اٹینشن ملنا چاہئے۔'' وہ ان تینوں کو کیسے بھول سکتا تھا۔''ٹھیک ہے لو یو۔'' کہتے اس نے فون بند کر دیا۔سامنے والے شخص کا منہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔

''منہ بند کرلو ورنہ مکھی گھس جائے گی۔'' اس نے کہتے اس سے لیف کیس پکڑا۔

''لیکن اسکو پیک کرلو۔'' سامنے والے آدمی نے فکرمندی سے لیف کیس کو دیکھا۔

''ا. اہیم گورسی کو دھوکہ دینے والے جہنم میں جا کر بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔۔'' کہتے اس نے چشمہ آنکھوں پر لگایا اور اپنی سیٹ میں سوار ہوا۔اس نے ساتھ والی نشست پر لیف کیس رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ سٹارٹ کی۔'' دوسرا آدمی جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔''اگلی ملاقات میں ہوگی۔'' اس نے چشمہ زرا نیچے کر کے آنکھ دبائی تو دوسرا آدمی افسوس میں سر جھٹک کر رہ گیا.....جبکہ ا. اہیم گورسی کی گاڑی ایک بار پھر سے اپنے پیچھے دکھ طوفان چھوڑ کر جا چکی تھی۔

****

''آ۔۔!'' اس نے لاونج میں پہنچ کر پکارا۔

''سجل۔۔!'' وہ دوسری منزل پر کھڑی اسکو پکار رہی تھیں۔سجل نے چادر سنبھالی اور سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی کہ وہ کسی چٹان جیسے وجود سے ٹکرائی۔

''دکھائی نہیں دیتا؟'' سامنے والا شخص تنے ابرو لئے غرایا۔

''سوری بھائی۔۔وہ۔''

''وہ کیا؟'' سامنے زاویر قریشی اپنی فائل پکڑے اسکا راستہ روکے کھڑا تھا۔سجل کی سانس اٹکی تھی۔وہ بچپن سے ہی اس سے خوف کھاتی تھی۔

''سجل۔!'' اوپر سے پھر سے آواز آئی۔

''آئی آم۔'' وہ سامنے کھڑے شخص کو اگنور کرتی سیڑھیاں پھلانگ گئی۔جبکہ وہ ماتھے پر تیوری چڑھائے اپنی فائل تھامے باہر نکلا۔۔

''کیا ہوا صفا کو؟'' وہ دونوں اب اسکے کمرے کے باہر کھڑی تھیں۔

''آج پھر سے گھر میں گولی چلی۔اور وہ اب کسی کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ڈاکٹر نے انجیکشن دیے وہ ہنوز اسی حالت میں ہے۔'' وہ سجل کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔

''اچھا آپ فکر نہ کریں میں دیکھتا ہوں۔'' وہ اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھے بولی۔۔تو انھوں نے اپنی آنکھ سے سجل کی جانب دیکھا۔

سجل اندر چلی گئی سامنے کمرے کا منظر واضح ہوا۔وہ اپنے کونے میں زمین پر بیٹھی کانپ رہی تھی۔

''صفا۔۔!صفا میری جان۔۔!'' سجل فوراً اس تک پہنچی۔''کیا ہوا میری جان؟'' وہ اسکو اپنے سینے سے لگائے اسکے بال سہلانے لگی۔جبکہ صفا اپنی ہی سمت میں دیکھے جا رہی تھی۔سجل نے اسکا چہرہ تھاما۔''صفا۔!میری جان ادھر دیکھو۔!'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔جبکہ صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت کی تھی۔''ہاں۔میں۔ادھر دیکھو۔اپنی سجل کی جانب دیکھو۔'' وہ بمشکل اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروا رہی تھی۔صفا نے غیر یقینی کی سی کیفیت میں سجل کا چہرہ دیکھا پھر وہ رو دی۔پھوٹ پھوٹ کر۔

سجل نے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔''بس۔بس۔!بس میری جان۔'' وہ اسکے بال سہلانے لگی۔

''سجل۔وہ۔وہ گ۔۔گولی۔۔!'' وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کرنے لگی۔سجل نے شکر کا سانس لیا کہ کم از کم وہ بولنے لگی ہے۔

''کچھ نہیں ہوا۔کسی کو کچھ نہیں ہوا۔ٹھیک ہیں۔'' سجل اسکے بال سہلاتے اسکو پرسکون کر رہی تھی۔

''نہیں سجل۔وہ۔وہ۔۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تو سجل نے اسکا چہرہ تھام کر سامنے کیا۔

''میں۔آئی تو تمہارے لئے سوپ بنا رہا تھا۔اسکو کیا ہونا ہے بھلا؟'' سجل نے مسکرا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کک۔کیا؟شش۔۔زندہ ہے؟'' وہ بمشکل بولی۔

''ہاں۔لکل۔ٹھیک ہیں۔وہ تو زاویر بھائی مذاق کر رہے تھے۔وہ لوگ کھیل رہے تھے۔جیسے بچپن میں زاویر بھائی ہمارے پیر۔رکھ کر نہ لگایا کرتے تھے؟'' سجل نے اسکو یاد دلایا تو صفا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا.....جبکہ سجل کی آنکھوں میں کرب اترا۔لیکن اگلے ہی لمحے اس نے خود کو کمپوز کیا۔''ہاں۔!لکل ویسے ہی وہ لوگ کھیل رہے تھے۔تم جانتی ہو زاویر بھائی کا نشانہ۔لکل ٹھیک ہے۔اس لئے کو کچھ نہیں ہوا۔بلکہ وہ۔۔تھا جسکے ٹکڑے ہوئے۔'' اس نے بیٹھے بیٹھے کہانی گھڑی تھی۔ہر۔رکی طرح۔

''اچھا؟'' صفا نے غیر یقینی سے سجل کو دیکھا۔

''لکل۔'' وہ اسکا چہرہ صاف کرتے بولی۔''اب اٹھو اور منہ ہاتھ دھولو۔اور پھر سوپ پی لو۔'' سجل اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھانے لگی۔

''لیکن۔۔سجل۔!'' وہ پھر سے ٹھٹکی۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں چلو آ جاؤ۔'' کہتے سجل اسکو واشروم میں لے گئی۔اسکا منہ دھلایا اور اسکو لئے روم میں آئی۔سامنے بیجہ بیگم سوپ لئے کھڑی تھیں۔۔سجل نے صفا کو سوپ پلایا۔۔اسکے انجیکشن کا اثر بھی ہونا تھا اور وہ گہری نیند سو گئی۔

''بہت بہت شکریہ بیٹا۔۔'' اب بیجہ بیگم اور سجل نیچے لاونج میں کھڑی تھیں۔بیجہ بیگم اسکا ہاتھ تھامے اسکا شکریہ ادا کر رہی تھیں۔

''نہیں آنٹی۔!سفا میری دوست ہے۔وہ صرف دوست ہی نہیں میری بہن بھی ہے۔اسکے لئے میری جان بھی قربان ہے۔'' اس نے محبت سے کہا تو بیجہ بیگم نے مشکور نگاہوں سے اسکو دیکھا۔''اچھا میں اب چلتی ہوں۔ورنہ بھائی ناراض ہو جائیں گے اگر انکو معلوم ہوا تو۔'' سجل نے گھڑی پر وقت دیکھا تو اسکی مہلت ختم ہو چکی تھی۔

''ٹھیک ہے بیٹا۔'' انھوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ پھیرا۔

****

اپنے عالیشان محل کے سامنے اپنی آن کر رکی تھی۔اہیم گورسی اپنی سیٹ سے اٹھا اور اس نے چشمہ اتارا۔گارڈ بھاگ کر آیا اور اس سے چابی پکڑ لی۔وہ اب اپنی کو پورچ میں لے گیا تھا۔جبکہ اہیم شاہانہ چال لئے اندر کی جانب بڑھا تو۔لاونج کا دروازہ کھلا تو اہیم گورسی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔اس نے اپنا نچلا کاٹ۔۔اور وہیں سے بنہیں پھیلائے آگے بڑھا۔اس نے ہال کے بیچ و بیچ کھڑی اپنی مصری شہزادی کو اپنے حصار میں لیا۔اس خوبصورت مصری شہزادی نے اہیم گورسی کے گلے میں بنہیں حمائل کیں۔

''کون کہتا ہے کہ گنہگاروں کو جنت نہیں ملتی؟'' اہیم گورسی گھر لوٹتا ہے تو اسکی جنت بنہیں پھیلائے استقبال کرتی ہے۔کہتے اس نے اس مصری شہزادی کے

ماتھے پہ بوسہ دیا۔اور اسکو اپنے سے لگایا۔حوریہ اسکی پناہوں میں سما گئی۔وہ جھک کر اسکی مہک کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔

''آہ۔سلام روحی المضطربۃ (Peace of my restless soul)۔'' کہتے وہ اسکے بالوں میں چہرہ چھپانے لگا۔جبکہ حوریہ اس سے الگ ہوئی۔

''تیار ہو جا کر۔۔کی تین کالز آ چکی ہیں۔'' وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اس سے کہہ رہی تھی۔جبکہ مقابل کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

''میرے ان مومنٹس کو اب مت کیا کرو روح من۔!'' کہتا وہ اسکو کھینچ کر اپنے حصار میں لے گیا۔

''۔۔۔!!!'' کہ اسکو سیڑھیوں سے ایک ننھی سی آواز نے ہوش دلایا۔اس نے رخ موڑ کر دیکھا تو اسکی چھوٹی سی شہزادی خوبصورت سا فراک پہنے سیڑھیوں پہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''ان تحفوں کا کیسے شکریہ ادا کروں میں؟'' اس نے نہال ہو کر حوریہ کو دیکھا۔اسکے گال سرخ ہوئے۔وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا اور اپنی ننھی پری کو گود میں اٹھا لیا۔''ایک عورت کم تھی مجھے پاگل کرنے کے لئے کہ اللہ نے ایک اور خوبصورت پٹاخہ دے ڈالی مجھے۔'' وہ اسکا گال کھینچتا بولا.....جبکہ وہ ننھی سی پری مسکرائی۔''دل کرتا ہے تمہارے یہ گال کھا جاوں میں''۔وہ اسکے پھولے ہوئے گال چوم کر بولا۔اب ان دونوں باپ بیٹی کی محبت کا سین آن ہو چکا تھا۔حوریہ مکمل طور پہ اگنور ہو چکی تھی۔اس نے حیرت سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ابراہیم نے حوریہ کی نگاہیں خود پہ مرکوز پائیں۔

''سوری بیگم۔یہ والا پیار صرف اور صرف میری دینا کے لئے ہے۔۔'' اس نے اداچکا کر حوریہ کو ورکروایا۔

''اور۔۔ہم؟'' اس نے مڑ کر دیکھا تو دو جڑواں بچے کھڑے تھے۔جنکی عمر سات آٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔

''تم دونوں تو شہزادے ہو میرے۔'' وہ دینا کو گود میں اٹھائے آگے بڑھا۔جبکہ وہ دونوں اپنی ماں کے پاس چلے گئے۔''واٹ؟'' اس نے حیرت سے ان تینوں ماں بیٹوں کو دیکھا۔

''اگر آپکا پیار صرف دینا کے لئے ہے تو یقوت اور مرجان اپنی ماما سے پیار وصول کر لیتی ہیں۔'' کہتے حوریہ زمین پہ بیٹھی اور ان دونوں کے گال چومے۔جبکہ ان دونوں نے باری باری حوریہ کا ہاتھ تھاما اور اسکے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیا۔

''یہ تو دھوکہ ہے۔۔'' وہ وہیں کھڑا بڑبڑایا۔جبکہ حوریہ ان دونوں کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔پھر ابراہیم نے دینا کو آگے بڑھایا۔اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔اسکی ایک خوبصورت مکمل فیملی۔

****

سجل ہانپتی ہوئی لاونج میں داخل ہوئی تو سامنے صوفے پہ سفیان گورسی بیٹھے دکھائی دیئے۔وہ ایک درمیانی عمر کے شاندار سے مرد تھے۔جنکے بال کنپٹی سے سفید ہو چکے تھے۔اور داڑھی بھی سفید تھی۔پوری داڑھی نہیں تھی البتہ ایک خط سا تھا۔وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھے کوئی اخبار پڑھ رہے تھے۔سجل کے قدموں کی رفتار سست پڑی۔وہ چادر سنبھالتی ہوئی اندر آئی۔انھوں نے اپنے چشموں کے اوپر سے جھانکا۔

''کہاں گئی تھی اس وقت؟'' انھوں نے سجل سے پوچھا جو بیرونی دروازے میں ہی کھڑی تھی۔

''وہ۔۔۔!'' وہ کاٹنے لگی۔

''وہ کیا سجل؟ میرا بیٹا کہاں گئی تھی شام ہو رہی ہے؟'' انھوں نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا اور اخبار فولڈ کر کے رکھا اور چشمہ اتار کر سامنے ٹیبل پہ رکھا۔

''وہ۔۔وہ دراصل۔۔!'' سجل کے پاس الفاظ جمع نہیں ہو پا رہے تھے۔

''وہ دراصل میں نے اسکو بھیجا تھا پلوشہ آپا کا فون آیا تھا ایمرجنسی تھی۔۔'' منال بیگم نے وقت پہنچ کر سجل کی جان بچائی۔

''ہاں تو ڈیزائن سمجھ نہیں آ رہا تھا تو وہ خود آ جاتیں۔۔اس طرح اکیلی بچی کو بھیجنے کا کیا تک تھا؟'' سفیان صاحب ہم دکھائی دیتے تھے۔

''ان کے کلائنٹ نے جلدی مچائی ہوئی تھی۔اور سجل کو ڈریس ڈیزائنگ کا پتہ ہے اس لئے انھوں نے اسکو بلوا لیا۔کیا ہوا وہ چلی گئی؟'' اب کی بار منال بیگم کو فت زدہ دکھائی دیتی تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' انھوں نے مزید بحث نہ کی۔ اور اسی کا فائدہ اٹھا کر سجل اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔ جبکہ منال بیگم نے دانت بھینچ لئے۔

سجل اپنے کمرے میں آئی اور اس نے اپنا فون اٹھایا۔ ویڈیو کال کی کچھ ہی دیر میں فون اٹھا لیا گیا تھا۔

''اسلام علیکم بھائی!!'' وہ پرجوش سی بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

''وعلیکم اسلام میری چھوٹی سی گڑیا!'' سامنے سکرین پر اویس کا وجیہہ چہرہ اسکو دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔ ''میری گڑیا کیسی ہے؟'' وہ بے حد محبت سے پوچھ رہا تھا۔

''بھائی میں ٹھیک ہوں۔ اور اب میں بڑی ہو گئی ہوں تو یہ گڑیا نہ کہا کریں۔'' اس نے منہ پھلایا۔

''میری گڑیا جتنی بھی بڑی ہو جائے میرے لئے وہ میری گڑیا ہی رہے گی۔'' سامنے والے کے لہجے میں محبت کی چاشنی تھی۔

''بھائی آپ اس تھڑے پر آرہے ہیں ناں؟'' اس نے پرجوشی سے پوچھا۔

''امم۔ میں تھوڑا مصروف ہوں۔'' مقابل نے سر کھجایا..... جبکہ سجل کی آنکھوں میں چمکتے سارے ستارے بجھ گئے۔ اہیم نے دیکھا تو اسکا دل ڈوبا۔

''ارے ارے میری لاڈو۔!'' وہ پریشان ہوا۔ ''میں آؤں گا۔ میری لاڈو اپنی آنکھوں کے یہ ستارے مت بند کرو۔'' وہ سمجھانے کرنے لگا۔ جبکہ سجل کی دا آ سے ایک آنسو نکل کر اسکی گال پر بہہ گیا تھا۔ ''سجل۔!'' اہیم نے اسکو محبت سے پکارا۔ میرا بیٹا اتنی جلدی رونے لگ جاتا ہے۔ کیا کرو گی تم زندگی میں؟'' وہ اسکیٹرے دن ایسے جانے کے لئے افسوس سے کہہ رہا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں کرنا اپنی زندگی میں۔ مجھے بس اپنوں کے ساتھ رہنا ہے بھائی۔ آپ پلیز جلدی آجائیے۔'' وہ ناک پونچھتی بولی۔

''ہاہاہا۔ میری گڑیا میں آرہا ہوں۔ اب رونا بند کرو۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر سجل کے آنسو صاف کرنا چاہے اگلے ہی لمحے وہ بے بس سا دکھائی دیا کیونکہ وہ سات سمندر پر تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' سجل نے چہرہ رگڑا اور دوبارہ پرجوش ہوئی۔ ''بھائی آپکو پتہ ہے آج آپکو دیکھنے لڑکی والے آرہے ہیں؟'' اہیم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''کیا مجھے دیکھنے؟ لیکن میں تو یہاں ہوں۔'' اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اسکو یاد دلایا۔

''جانتی ہیں کہ آپ وہاں ہیں۔ ان لوگوں نے آپکی تصویر دیکھ لی تھی۔ اور آپ بہت پسند آئے ہیں۔ وہ پسند کیوں نہ آتے میرا بھائی ہے ہی اتنا ہینڈسم۔'' سجل نے ہاتھ سے اہیم کی بلائیں لیں۔ ''اس لئے وہ اب بس گھر دیکھنے آرہے ہیں۔'' سجل نے خوشی خوشی اسکی معلومات میں اضافہ کیا۔ جبکہ مقابل کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ ''کم آن بھائی۔! آپ اتنے بڑے ہو گئے ہیں ابھی تک شادی کرنے سے گھبرا رہے ہیں؟ پتہ ہے میری ساری دوستوں کے بھائیوں کی شادیاں ہو گئی ہیں۔ مجھے کہہ رہی ہیں کہ تم ہمارے بھائیوں کے ولیموں کی دعوتیں اڑاتی رہو گی اور اپنے بھائی کا ولیمہ کھلاؤ گی؟'' سجل نے بے چارگی سے پنی کنڈ بتائی۔ جبکہ اہیم گورسی مسکراہٹ ضبط کر گیا۔

''اچھا تو کوئی بات نہیں گڑیا اس بار آؤں گا تو تم اپنی دوستوں کو میرا ولیمہ کھلا دینا۔'' اس نے دن موڑ کر اپنے جانب دیکھا اور دوبارہ سکرین کو دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے بھائی میں ماما سے کہتی ہوں کہ ایک پیاری سی لڑکی دیکھ کر رکھیں۔'' سجل چہکی۔

''اچھا میری گڑیا دیکھ لو۔'' کہتے اس نے اپنا نچلا کاٹ۔

''میں آپکا انتظار کر رہی ہوں جلدی سے آجائیے۔'' سجل نے ایسے آس سے کہا۔

''ٹھیک ہے گڑیا میں دو دن تک آرہا ہوں۔'' اہیم نے محبت سے کہا اور الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس نے فون جیسے میں رکھ کر دن موڑی تو سامنے وہ مصری شہزادی اپنے ہاتھ جوڑے خونی نگاہوں سے اسکو گھور رہی تھی۔ اہیم نے مسکراہٹ دبائی اور اسکے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

''میرا کوٹ۔!'' اس نے بیڈ پر پڑے کوٹ کی جانب اشارہ کیا۔ وہ ہمیشہ اسکو خود کوٹ پہنایا کرتی تھی۔ حوریہ نے اسکو گھورا اور کوٹ اٹھایا۔ کوٹ پہنا کر وہ اسکے سامنے کھڑی ہوئی اور اسکی ٹائی درست کرنے لگی۔

''تو کیا کہہ رہے تھے آپ؟ ولیمہ کھلا گے؟'' وہ اسکی ٹائی کو کس رہی تھی۔۔ا. اہیم گورسی نے ا اسکے چہرے کو دیکھا اور ا اسکی ٹائی پہ مظبوط ہوتی گرفت کو دیکھا۔

''میری جان۔۔!'' ا. اہیم گورسی کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ہاں ہاں بتا ۔'' وہ مسلسل اسکی ٹائی کو کس رہی تھی۔

''اتنا مت کسو اسکو ورنہ تمہارا ا. اہیم اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔'' وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رہی تھی۔جبکہ سامنے کھڑی شہزادی کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔اسکے چہرے پہ خوف در آیا۔''اوکے اوکے نہیں کرتا آئندہ ایسی بات۔'' وہ ا پل میں اسکا چہرہ پڑھ لیا کرتا تھا۔جبکہ اب تو حوریہ کی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔''کم آن۔'' وہ اسکو اپنے ساتھ لگا رہی تھی۔''کہاں آئندہ ایسی بات نہیں کروں گا۔آئی ایم سوری۔'' وہ اسکے بال سہلانے لگا۔

''ا. اہیم میں ہر دکھ داشت کر سکتی ہوں آپکی جدائی میرے لئے موت سے بدتر ہے۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی۔

''آئی ایم سوری میری جان۔۔!ا. اہیم بھی اپنی حوریہ کے بغیر ادھورا ہے۔'' وہ اسکے سر کا بوسہ لیتا اسکو یقین دلا رہا تھا۔

''تو آپ اپنے گھر والوں کو کیوں نہیں بتا دیتے کہ آپ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور اب تو آپکی تین اولادیں بھی ہیں۔''

وہ اسکے سینے میں منہ دیئے شکوہ کر رہی تھی۔

''بتا دوں گا میری جان۔!بس میں نہیں چاہتا کہ پاکستان میں کسی کو میری پہچان کا علم ہو کہ میں مصر کے پرنس کا داماد ہوں۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔

''لیکن آخر چھپا گے اس بات کو؟'' اب حوریہ اسکے سینے سے چہرہ نکال کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''بہت جلد بتا دوں گا۔اور تمہیں کس بات کی فکر ہے؟'' وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھامے بولا۔

''مجھے اسی بات کی فکر ہے کہ میں یہاں آپکا راستہ دیکھتی رہ جاوں گی اور ان لوگوں نے آپکو اغوا کر پھر سے دلہا بنا دینا ہے۔'' وہ سرخ ناک لئے بولی تو ا. اہیم گورسی کا قہقہہ گونجا۔

''کم آن۔تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو کر اپنے شوہر کی دوسری شادی پہ اعتراض نہیں کر سکتی۔۔وہ حیرت سے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔عرب تو ایک ساتھ ہی چار کر لیتا ہیں۔'' وہ اسکو مزید تپاتا گیا۔

''تو؟ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔بس آپ صرف اور صرف میرے ہیں۔میں آپکا سایہ بھی کسی کے ساتھ نہیں بانٹ سکتی۔'' حوریہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔ا. اہیم کو خود اپنی قسمت پہ ہی رشک آیا تھا۔

یا ا. اہیم گورسی صرف اور صرف آپکا ہے حوریہ رحمان۔!'' اس نے جتاتے ہوئے اسکی پیشانی پہ لب رکھے۔

شاندار گاڑیاں اک محل کے سامنے آ رکیں تھیں۔ایک گاڑی میں سے ا. اہیم گورسی اپنی حوریہ اور دینا کے ساتھ نکلا۔دوسری گاڑی میں سے اسکے دو شہزادے نکل کر آئے۔دونوں نے آ کر حوریہ کے ہاتھ تھامے۔جبکہ دینا ا. اہیم کی گود میں تھی۔وہ جو ڑا ہر کسی کی توجہ کا مرکز تھا۔ہر کوئی اسکو رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ا. اہیم گورسی کی شخصیت کو دیکھ کر ہر لڑکی اپنی سانس تک روک لیا کرتی تھی۔اور پھر ا. اہیم کی نگاہ ساتھ کھڑی حوریہ پہ جاتی تو وہ رشک بھری نگاہوں سی اس مصری شہزادی کو دیکھا کرتی تھیں۔یقیناً اسکا معیار ایک شہزادی ہی تھی۔اس سے کم اسکے ساتھ جچتا ہی نہ۔

وہ تینوں محل کے احاطے سے ہو کر ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچے جہاں کئی نگاہیں انکا ہی انتظار کر رہی تھیں۔۔وہ پانچوں وہاں داخل ہوئے تو سب نے نگاہ اٹھا کر ا. اہیم گورسی اور اسکی خوبصورت سی فیملی کو دیکھا۔

''کم آن مائی سن۔۔!'' ا درمیانی عمر کا شاندار مرد اسکی جانب بڑھا۔اور اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔ا. اہیم نے دینا کو گود میں اٹھائے رکھا۔''ہم لوگ تمہارا ہی ویٹ کر رہے تھے۔آ جاو۔۔'' انھوں نے دوستانہ انداز میں ا. اہیم کو اشارہ کیا تو وہ مسکرا کر ساتھ چلتا گیا۔جبکہ دینا کو حوریہ نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔وہ ایک فیملی گیدرنگ تھی۔رحمان کرداوی کے مینشن میں ایسی تقریبات ہوتی رہتی تھیں۔کسی بچے کی سالگرہ ہو،کسی نے امتحان میں ٹاپ کر لیا ہو۔کسی نے کوئی مقابلہ جیت لیا ہو۔تقریبا ہو

ا یہ عام سی بات تھی۔

رحمان کرداوی مصر کے موجودہ پینٹاگون تھے۔انکا خاندان بہت وسیع تھا جس میں ا بھائی اور ا اولادیں شامل تھیں۔ رحمان کرداوی کی صرف ایک ہی اولاد تھی اور وہ تھی حوریہ رحمان۔رحمان کرداوی کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔مصر میں اس وقت جمہوری حکومت تھی۔ سارے اختیارات ایک صدر ہونے کے ناطے رحمان کرداوی کے پاس ہی تھے۔دل کی میں وہ بس ایک مملکت کے صدر تھے۔ حقیقت یہی تھی کہ وہ بادشاہ تھے۔اور پچھلے دس سال سے مصر پر حکومت کر رہے تھے۔

وہ ایک اسٹڈی روم تھا۔جہاں سر باہی کرسی پر رحمان کرداوی بیٹھے تھے جبکہ سامنے کرسی سے ٹیک لگائے ابراہیم گورسی بیٹھا تھا۔اسکے پیچھے رحمان کرداوی کا وفادار اور انکا پرسنل اسسٹنٹ منصور حیات کھڑا تھا۔رحمان کرداوی نے ایک فائل کھول کر اسکے سامنے کی۔ابراہیم نے وہ فائل اپنے ہاتھوں میں پکڑی۔اور اسکے صفحات پلٹ کرنے لگا۔

''یہ ڈیل ہونی تھی ہماری روس کے ساتھ۔''انھوں نے خفیہ لہجے میں کہا۔

''تو پھر؟''ابراہیم نے سمجھنے کے انداز میں پوچھا۔

''اسکی ایمیشن لیک ہوئی ہے ابراہیم۔۔!''انھوں نے زور دے کر کہا۔

''لیکن یہ کون کر سکتا ہے؟''ابراہیم نے کندھے اچکائے۔

''نہیں جانا میرا۔نقصان ہو گیا ہے۔میں نے یہ ویپنز اپنی پائیلٹ آرمی کے لئے امپورٹ کروائے تھے۔ اسکی ایمیشن لیک ہو چکی ہے۔اگر عوام کو معلوم ہوا کہ ٹیکس کی رقم سے میں اپنی پائیلٹ آرمی بنا رہا ہوں تو وہ لوگ پروٹیسٹ کرتے ہیں۔اور تو اور رشین کمپنی نے بھی ہماری ڈیل کینسل کر دی ہے۔''انھوں نے افسوس سے سر جھٹکا۔یعنی اب مفت کی محنت ہو گی۔وہ ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گئے۔

''ہمم۔''ابراہیم نے سوچتے انداز میں سر ہلایا۔''آپ بے فکر ہو جائیں جس نے ایمیشن لیک کی ہے وہ آگے سیل نہیں کر سکے گا۔میں اس معاملے کو دیکھ لوں گا۔''اس نے یقین دلایا۔

''اور ڈیل؟''رحمان کرداوی کو امید کی کرن نظر آئی۔

''وہ تو اب گئی سمجھیں۔۔۔''اس نے مایوسی سے کہا۔

''لیکن ابراہیم۔۔!''وہ پر امید تھے کہ ابراہیم کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لے گا۔

''اس ڈیل کو فیل الحال پوسٹپون کر دیں۔میں پہلے ہیکر کا معاملہ دیکھ لوں پھر ڈیل کا سوچیں گے۔اس دوران اگر کوئی بات بھی ہے تو ہم اپنا دامن جھاڑ کر دکھا دیں گے کہ بھئی ہم نے کچھ بھی امپورٹ نہیں کیا۔''ابراہیم نے سمجھداری سے جواب دیا تو رحمان کرداوی نے رشک بھری نظروں سے اسکو دیکھا۔وہ دو رہ سیدھے ہو کر بیٹھے۔

''میری بیٹی کا انتخاب لاجواب ہے۔''انھوں نے قہقہہ لگایا تو ابراہیم گورسی کھلے دل سے مسکرایا۔

رات ہو چکی تھی گاڑی ابراہیم کے مینشن کے سامنے آ کر رکی تو وہ دینا کو گود میں اٹھائے گاڑی سے نکلا وہ سو چکی تھی۔جبکہ حوریہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ اسکے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔وہ لوگ لاونج میں پہنچے۔

''میں دینا کو سلا دیتا ہوں تم قوت اور مرجان کو کمرے میں لے جاؤ۔''اس نے دینا کو کندھے پر لئے حوریہ سے کہا تو وہ سر ہلا کر قوت اور مرجان کو کمرے میں لے گئی۔۔دینا ابھی تین سال کی تھی اس لئے وہ ان دونوں کے کمرے میں ہی ہوتی تھی۔اس نے دینا کو بے بی کاٹ میں سلا دیا اور خود اپنا فون اٹھائے ٹیرس پر آ گیا۔اس نے لکونی میں کھڑے ہو کر سگریٹ سلگھایا اور ایک ہاتھ میں فون پکڑا۔

''ہاں۔ضرار۔۔!''وہ کسی کے ساتھ فون پر بات کر رہا تھا۔''مال آج پہنچ جانا چاہئے۔!''''ہم۔۔ٹھیک ہے۔!''اس نے کچھ سن کر اثبات میں سر ہلایا اور ایک گہرا کش لیا۔''ٹھیک ہے۔۔ سینائی پر میری فوج کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے یہ ذہن میں رکھنا ضرار۔۔!!''اس نے دھواں ہوا میں چھوڑا تو وہ فضا کو آلودہ کرنے لگا۔''میں دو دن تک پاکستان جا رہا ہوں اس سے پہلے مجھے وہاں کی رپورٹ چاہیے۔'' کہتے اس نے دو رہ سگریٹ لبوں سے لگایا۔''ہاہا۔۔پینٹاگون کی تم فکر مت کرو۔وہ

بوڑھا ہو چکا ہے۔ر ۔ ۔ میں ر ۔ ۔ کیا ہوتی ہے یہ اب ا۔ اہیم گورسی بتائے گا ۔ کو۔۔''اس نے ا ۔ قہقہ لگا ۔

اسی دوران اسکے عقب میں گلاس ڈور کھلا۔۔اس نے مڑ کر دیکھا اور فون بند کر دی۔اس نے سگر ۔ ٹ کا آ ۔ ی کش لیا اور اسکو پ وں تلے مسل دی۔وہ چلتی ہوئی اسکے پ س آئی۔

''آ جاو جان من۔۔!'' کہتے اس نے ۔ نہیں پھیلا دیں۔۔وہ ۔ راض سی اسکے قر ۔ آئی۔''ارے میری بیوی ۔ راض ہے؟''اس نے حیرت سے اسکا ۔ راض سا چہرہ دیکھا۔جبکہ حوریہ نے اسکے پ وں تلے مسلی ہوئی سگر ۔ ٹ کو دیکھا۔''اچھا ۔ ں۔۔آئندہ نہیں پیوں گا۔'' کہتے وہ اسکو اپنے حصار میں قید کر ۔ ۔اپنی اس چھوٹی سی ۔ ک پ غصہ مت سجا ۔ کرو۔اور بھی پیاری لگنے لگتی ہو۔وہ اسکی ۔ ک چھو کر بولا۔

''آپ دو دن بعد پ کستان چلے جا گے؟''وہ منہ پھلائے اسکے کالر کو در ۔ کرتے بولی تو ا۔ اہیم گورسی کو اپنی شہزادی پ جی جان سے پیار آ ۔

''مجھے ابھی سے مس کرنے لگی ہو؟''وہ مسکرا ۔۔۔۔۔جبکہ حوریہ نے منہ پھلا ۔

'' ۔ واپس آ گے؟''وہ اسکی آنکھوں میں د ۔ ۔ کہنے لگی۔

''جلد آ جاوں گا۔وہ اسکی پیش پ ۔ ر ۔ ۔ کہہ رہا تھا۔تم فکر مت کرو میں دلہا نہیں بنوں گا۔''وہ ہنس دی۔جبکہ حوریہ نے غصے سے اسکو دیکھا۔

''آپ دلہا بن بھی نہیں ۔ ۔''وہ اسکو جتا گئی۔

''اب تم چیلنج مت کرو جان من۔۔!''وہ ا۔ واچکائے بولا تو حوریہ نے چو ۔ کر دیکھا۔''مجھے دوسری شادی کرنے سے نہ تم روک سکتی ہو اور نہ ہی اسلام روکتا ہے۔ میں چاہوں تو چار کر سکتا ہوں کیو ۔ میں افورڈ کر سکتا ہوں۔اور اللہ نے کہا ہے کہ اَ تم حق ادا کر سکو اور ا ۔ ف کر سکو تو بے شک کرو چار شادی ں۔اور تم جا ہو۔میں حق بھی ادا کر سکتا ہوں اور ا ۔ ف بھی۔''

وہ معنی خیز نگاہیں لئے اسکو دیکھنے لگا۔اسکے لبوں پ ا ۔ شرارتی سی مسکان تھی۔

''ا۔ اہیم۔۔!''حوریہ کی آواز لرزی تھی۔اسکا دل بند ہونے کو تھا۔کیسے وہ اسکے ۔ سے ۔ ڑے خوف کو اس طرح بیان کر رہا تھا جیسے کوئی ۔ ت ہی نہ ہو۔

''لیکن فی الحال۔۔!''وہ اسکے د ۔ فت تنگ کرتے مز ۔ بولا۔''میرے پ س ا ۔ ہی بیوی ہے تو میں اسکے حقوق جی جان سے ادا کر ۔ چاہتا ہوں۔۔تا کہ اسکے دل کے سارے وہم اور وسوسے دور ہو جا ۔''

حوریہ ۔ڈ ی ۔ڈ ی سیاہ آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھے گئی۔ا ۔ شادی کو دس سال ہو گئے تھے۔ ا۔ اہیم گورسی ہر دن ہر لمحہ حوریہ کو اس طرح محبت کرتا تھا کہ جیسے ا ۔ شادی کو ا ۔ ہی دن ۔ را ہو۔۔وہ اسکو ہر دن ہر رات اپنی بے پناہ محبتوں اور چاہتوں میں ر ۔ د کرتا تھا۔اور وہ سرشار سی اسکی محبتوں کو وصول کرتی رہتی۔ا۔ اہیم کی محبتیں اسکو دن ۔ ن نکھار رہی تھیں۔۔کوئی دیکھ کر کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ حوریہ رحمان تین بچوں کی ماں ہے۔اسکا سراپ دن ۔ ن نکھر رہا تھا۔اور اس نکھار میں اسکے شوہر کی بے پناہ محبتیں اور چاہتیں شامل تھیں۔

****

گورسی ہاوس میں اس وقت رونق لگی ہوئی تھی۔ڈ ۔ٹیبل پ مہمان بیٹھے تھے۔سفیان گورسی سر ۔ اہی نشست پ ۔ اجمان تھے۔وہ لوگ کھا ۔ کھا چکے تھے۔

''آ جا ۔ ۔''سفیان گورسی اٹھے اور ا ۔ لئے دو ۔ رہ لیو ۔ روم میں آ گئے۔مہمانوں میں ا ۔ درمیانی عمر کے مرد،ا ۔ نفیس سی درمیانی عمر کی خاتون اور ا ۔ پیاری سی لڑکی تھیں۔وہ ۔ لوگ اس وقت لیو ۔ روم میں موجود تھے۔

''ماشا اللہ آپکی بچی بہت پیاری ہے۔''منال بیگم نے نوال کو دیکھا جو کہ ا ۔ کمر عمر خوبصورت سی لڑکی تھی۔اور اس وقت اپنے ماں ۔ پ کے درمیان بیٹھی تھی۔''سجل۔! ''انھوں نے سجل کو پکارا جو کہ ا ۔ ساتھ والے صوفے پ بیٹھی تھی۔

''جی ماما۔!''سجل متوجہ ہوئی۔

''۔ جاو نوال کو گھر دکھاو۔۔''انھوں نے سجل کو گھورا۔

''جی ماما۔۔'' سجل فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔''آؤنوال۔۔'' وہ اسکو لئے سیڑھیاں چڑھ گئی۔۔یہ میرا کمرہ ہے۔وہ اسے لئے اپنے کمرے میں آئی۔نوال کا تعلق بھی اچھے خاندان سے تھا اس لئے وہ زیادہ متاثر نہ ہوئی۔''میں اپنا روم سمپل ہی رکھتی ہوں۔'' سجل نے نوال کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔''آؤ تمہیں بھائی کا روم دکھاوں تم یقیناً متاثر ہوجاوگی۔'' وہ ہنسی دبائے اسکو دوسری منزل کے ہی ایک الگ تھلگ سے پورشن میں لے گئی۔وہ ایک پورشن تھا۔جس میں ایک کمرہ، چھوٹا سا لیونگ روم، ایک اوپن کچن اور جم خانہ بنا ہوا تھا۔

سجل نے چابی گھما کر میں ڈور اوپن کیا تو نوال کا منہ کھلے کا کھلے رہ گیا۔سامنے سارے کمروں کی دیواریں گلاس سے بنی ہوئی تھیں۔جہاں سے معلوم ہوتا تھا کہ جم خانہ کو ہے اور لیونگ روم کو۔بیڈروم کا اندرونی منظر واضح نہ ہوسکا کیونکہ وہاں اس کمرے کے پردے پڑے ہوئے تھے۔نوال حیران سی سجل کے پیچھے چلتی گئی۔لیونگ روم میں عالیشان صوفہ سیٹ تھا۔اور ہر ٹیبل پہ ایک عدد اینٹیک پیس پڑا تھا۔نوال نے وہ کولیکشن زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔دیواروں پہ دیو قامت پینٹنگز اپنی قیمت خود چیخ چیخ کر بتا رہی تھیں۔۔ہر چیز انمول اور شاندار تھی۔اوپن کچن صاف ستھرا اور ماڈرن طرز کا تھا۔وہ ٹکٹکی کچن کو دیکھنے لگی۔

''دراصل بھائی کو کنگ خود کرتے ہیں۔ایک یہاں نہ تو کسی کا کھانا پسند آتا ہے اور نہ ہمیں اپنا پسند کے کھانے بنانے آتے ہیں۔'' سجل نے نوال کی نگاہوں کا تعاقب کر کے بتایا۔نوال نے تھوک نگلا۔

''تو کیا اسکو کسی کے ہاتھ کا کھانا پسند نہیں آتا؟'' نوال حیران ہوئی۔سجل نے نفی میں سر ہلایا۔

''البتہ تم کوشش کرنا شاید وہ اپنا ٹیسٹ چینج کرلیں۔'' سجل نے نوال کو کہنی ماری۔''آؤ بیڈروم دکھاوں۔'' کہتے سجل آگے بڑھی۔

''کیا تمہارے پاس چابی ہے؟'' نوال نے حیرت سے پوچھا۔

''آف کورس ہے۔میری پاس چابی نہیں ہوگی تو اور کس کے پاس ہوگی۔تمہیں پتہ ہے بھائی کی چیزوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا سوائے میرے۔صرف مجھے اجازت ہے اسکی کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے کی۔۔'' سجل آج چہک رہی تھی کر نوال کو اپنے بھائی کی زندگی میں اپنی اہمیت جتا رہی تھی۔وہ یوں ہی اہیم کی زندگی میں اپنی اہمیت کو جتایا کرتی تھی۔

''ہمم۔'' نوال نے اثبات میں سر ہلایا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے کا منظر توقع کے عین مطابق شاندار تھا۔کمرے کا تھیم سیاہ اور سفید تھا۔وہ پراسرار سا معلوم ہوتا تھا۔ہر چیز تو سیاہ تھی سفید۔اسکے علاوہ وہاں تیسرا رنگ موجود نہیں تھا۔۔وہ کمرہ اپنے مالک کی نفیس طبیعت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

''دیکھا.....!ہے نہ شاندار۔۔!'' سجل چہکی تو نوال ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔

''ہاں۔!ہاں بہت اچھا ہے۔'' وہ ٹکٹکی سی کمرے کو دیکھ رہی تھی۔کچھ دیر وہ لوگ یوں ہی کمرے کو دیکھتی رہیں اور سجل نوال کو اہیم کے بارے میں بتاتی رہی۔اور پھر منال کے بلانے پہ وہ دونوں نیچے چلی آئی۔

مہمان جا چکے تھے۔سجل اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پہ ڈھے گئی۔

''افف۔کتنا تھک گئی آج میں۔'' اس نے اپنا فون اٹھایا تو صفا کی مسڈ کالز دیکھ کر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اس نے وقت دیکھا تو رات کے دس بج رہے تھے۔پھر بھی اس نے نمبر ڈائل کیا۔اور اگلے ہی لمحے کال ریسیو ہوگئی تھی۔

''اسلام علیکم۔۔!اٹھ گئی میری چندا۔۔!'' سجل نے محبت پاش لہجے میں کہا۔

''ہاں۔'' صفا کی تھکی تھکی سی آواز گونجی تھی۔

''کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟'' سجل دور فکرمند ہوئی۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔بس انجیکشن کی وجہ سے سارا جسم مٹی ہوا پڑا۔۔'' وہ غنودگی میں بولی۔''تم بتاو کیا کر رہی تھی؟'' صفا نے جمائی لے کر سجل سے پوچھا۔

''کرنا کیا ہے آج بھائی کے رشتے والے آئے ہوئے تھے۔لڑکی اور اسکے ماں باپ۔'' سجل نے تکیہ گود میں رکھا اور اسکو بتانے لگی۔۔لڑکی بہت پیاری ہے صفا۔

اور میرا بھائی تو ہے ہی لاکھوں۔نہیں کروڑوں میں ایک۔سجل نے چہک کر کہا جبکہ صفا کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔اسکے چہرے پہ اداسی چھا گئی۔

''تو کیا تم لوگ ابھی ہیم کی شادی کرنے والے ہو؟'' وہ اداس سی بولی۔

''ہاں ظاہر سی بات ہے صفا۔!بھائی اس سال پینتیس کے ہو جائیں گے۔اگر انھوں نے مزید دیر کی تو پھر ان کے لئے بیواوں اور طلاق یافتہ لڑکیوں کے رشتے آنے لگیں گے۔'' کہتے سجل نے قہقہہ لگایا۔جبکہ صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''ہمم۔تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔''اچھا تم صبح کالج آو گی؟'' اس نے دفعتاً سجل سے پوچھا۔

''ہاں میں آؤں گی۔اور تم؟'' سجل نے سوال کیا۔

''ہاں میں بھی آوں گی۔گھر میں بور ہو جاتی ہوں۔۔'' صفا کے لہجے میں عجیب اداسی سی تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے کل ہم لوگ کالج کے بعد شاپنگ کے لئے جائیں گے۔پرسوں بھائی کا برتھڈے ہے اور مجھے کچھ چیزیں لینی ہیں۔'' سجل نے صفا کو اپنا پلین بتایا۔

''اچھا۔تو کیا ابھی ہیم واپس آرہے ہیں؟'' صفا نے دھڑکتے دل کو قابو کیا۔

''ہاں بھائی برتھڈے سے پہلے پہنچ جائیں گے انھوں نے وعدہ کیا ہے مجھ سے۔'' سجل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا.....جبکہ صفا کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔۔اسکا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔اسکے گال سرخ تھے۔اس نے بے یقینی سے اپنی حالت دیکھی۔۔اور اپنے گال تھپتھپائے۔

''اچھا ٹھیک ہے۔مجھے اب نیند آرہی ہے۔'' اس نے جلدی سے فون بند کر دیا۔جبکہ سجل نے بند سکرین کو گھورا۔

''عجیب لڑکی ہے۔'' سجل نے فون سائڈ ٹیبل پہ پٹکا اور سو گئی۔وہ آج بہت تھک گئی تھی اس لئے اسکو جلدی ہی نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

دوسری جانب صفا نے فون بیڈ پہ پٹکا۔۔اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''یا اللہ یہ کیسا احساس ہے؟ میرا دل اتنی زور سے کیوں دھڑک رہا ہے؟'' وہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔پھر اس نے فون اٹھایا اور اسکی گیلری اوپن کی جو کہ لاکڈ تھی۔۔اس میں ایک فولڈر تھا۔جس میں بس ابھیم گورسی کی تصاویر تھیں جو سجل اسکو بھیجتی رہتی تھی۔صرف یہ جتانے کے لئے کہ ابھیم زاویر سے زیادہ ہینڈسم ہے۔اور یہ مذاق مذاق میں بھیجی گئی تصاویر وہ جمع کرتی رہی یہاں تک کہ ایک بہت بڑا ذخیرہ اسکے پاس جمع ہو چکا تھا۔وہ اب ایک ایک تصویر کو دیکھ رہی تھی۔وہ سلائیڈ کرتی رہی اور ایک تصویر پہ اسکی نگاہ اٹک گئی۔وہ تھری پیس پہنے سن گلاسز لگائے فون پہ کسی سے بات کر رہا تھا۔اس تصویر میں اسکا رخ آدھا تھا۔اسکے ایک ہاتھ میں موبائل تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ غالباً اپنے کوٹ کا بٹن بند کر رہا تھا۔صفا نے وہ تصویر زوم کی۔اور کرتی رہی حتی کہ پوری سکرین پہ بس ابھیم گورسی کا روشن سا چہرہ دمک رہا تھا۔صفا نے سکرین پہ ہاتھ پھیرا۔

''آپ مجھ سے عمر میں بہت بڑے ہیں۔میں جانتی ہوں کہ ہم کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔'' وہ کسی ٹرانس کے تحت اس تصویر سے باتیں کر رہی تھی۔'' پھر بھی صفا صرف آپ سے محبت کرتی ہے۔صفا بس صفا۔ابھیم کہلانا چاہتی ہے۔'' وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جمائے سکرین کو دیکھ رہی۔صفا کی آنکھوں کی پتلیوں میں بھی ابھیم کا عکس آرہا تھا۔'' آپ کسی اور کے ہو جائیں گے یہ سوچ سوچ کر ہی میرا دل بند ہو رہا ہے۔ابھیم۔!'' اس نے ایک ہچکی لی۔'' کیا قسمت مجھ پہ مہربان نہیں ہو سکتی؟ کیا وہ آپکو میرے مقدر میں نہیں لکھ سکتی؟'' اسکو معلوم ہی نہ ہوا۔کب اسکی آنکھوں سے آبشار بہہ کر سکرین پہ گرنا شروع ہو گئے۔اس نے موبائل کو سینے سے لگایا اور آنکھیں موندے بیڈ کراون سے ٹیک لگا گئی۔

''بچپن میں زاویر بھائی مجھے ٹرپ کیا کرتے تھے۔وہ میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر گن سے نشانے لگایا کرتے تھے تو صرف آپ تھے جو مجھے بچایا کرتے تھے۔آپ سے آپ پردیس چلے گئے میں اکیلی ہو گئی۔میں ہر روز زاویر بھائی کا ٹرپ سہتی تھی۔اب مجھے تکلیف دے کر نہ جانے کون سا سکون ملتا ہے۔۔پلیز آپ واپس آجائیں اور مجھے اس جہنم سے نکال کر کہیں دور لے جائیں۔ابھیم۔!'' اس نے ایک آہ ہچکی لی۔

****

مصررات کے اندھیرے میں نہایا تھا۔اب بس آسمان پہ خوبصورت سا چاند دمک رہا تھا۔جو کہ ابھیم گورسی کی کھڑکی سے آرہا تھا۔اس کھڑکی سے جو بالکونی میں

کھلتی تھی۔وہ آنکھیں کھولے اسکے بالوں میں انگلیاں رہا تھا۔کمرہ تاریک تھا۔اس نے دادا جان کو دیکھا تو دینا بے بی کاٹ میں پرسکون نیند میں تھی۔۔اس نے اپنا ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا جبکہ دوسرا بازو حوریہ کے گرد حمائل تھا۔

اسکی آنکھوں کے سامنے ایک خوفناک سا منظر لہرایا تھا۔وہ خون میں لت پت کچھ جسم تھے۔ایک ماں رو رو کر فریاد کر رہی تھی۔ایک منظر میں ایک بچے کی لاش تھی جو کہ مسخ ہو چکی تھی۔ابراہیم گورسی نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

''میں تم لوگوں کا انتقام ضرور لوں گا۔پھر چاہے اس کے لئے مجھے پوری دنیا سے کیوں نہ ٹکر لینی پڑ جائے۔''

اس نے خود سے کیا یہ عہد ایک بار پھر سے دہرایا تھا۔وہ ہر رات سونے سے پہلے اپنا وہ عہد دہرایا کرتا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی رنگینیوں میں کھو کر کہیں ان معصوم جانوں کو نہ بھول جائے جو بے وجہ ضائع ہو گئی تھیں۔غزہ کے معصوم بچوں کی لاشیں اور ماؤں کی آہ و بکا۔ابراہیم گورسی کی نیند چھین لیا کرتی تھی۔اور اس نے خود سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ انتقام لے گا۔وہ ان سب کو جہنم واصل کرے گا جنھوں نے معصوموں کا خون بہایا ہے۔

****

صبح کی روشنی نے لاہور کے ہر گھر کے صحن کو روشن کر دیا تھا۔اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔گورسی ہاؤس کے کچن سے کافی کی تازہ مہک نے لیونگ روم کو بھی اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا۔منال بیگم زمہ کے ساتھ اس وقت کچن میں کھڑی تھیں۔

''ماما۔۔''!سجل اپنا بیگ اٹھائے لاونج میں آئی اور وہاں سے کچن میں۔''ماما میں کالج جا رہی ہوں۔''وہ کچن کے دروازے میں کھڑی تھی۔

''ٹھیک ہے۔شتہ کر لو۔''انھوں نے زمہ کو شتہ لگانے کا کہا۔

''نہیں ماما دیر ہو جائے گی۔''اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔

''سجل۔!کتنی بار کہا ہے جلدی سویا کرو۔ساری رات تم ڈرامے دیکھتی رہتی ہو اور صبح پھر شتے کے بنا ہی کالج بھاگ جاتی ہو۔''انھوں نے روز کی طرح اسکو ڈانٹا۔

''ماما۔میں سچی رات کو جلدی سو گئی تھی۔''اس نے اپنی شہ رگ پکڑ کر قسم کھائی۔

''سجل قسم مت کھایا کرو۔''انھوں نے گھورا۔''اچھا یہ لو لنچ باکس۔''انھوں نے جلدی سے ایک سینڈوچ پیک کر کے اسکو پکڑایا۔

''اوکے ماما۔لو یو۔''کہتے وہ لنچ باکس بیگ میں رکھتی اپنی چادر سنبھالتی وہاں سے لیونگ روم میں آئی تو سفیان صاحب ٹی سوٹ میں ملبوس باہر سے آتے دکھائی دیئے۔

''اسلام علیکم۔۔!''اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔''انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔''دھیان سے جانا میرا بیٹا۔۔''انھوں نے شفقت سے کہا۔

''۔۔وہ کیا میں مارکیٹ چلی جاوں؟ کالج کے بعد۔۔!''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''اپنی ماما کے ساتھ جہاں مرضی جاو۔''انھوں نے نرمل سے انداز میں کہا۔

''نہیں وہ مجھے بھائی کے لئے کچھ چیزیں لینی ہیں تو میں صفا کو لے جاوں گی ہم لوگ چھٹی کے بعد وہیں سے جائیں گے۔''اس نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔وہ کچھ دیر اسکو دیکھتے رہے۔پھر انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے چلی جاو۔ڈرائیور کو ساتھ رکھنا۔''انھوں نے تلقین کی۔

''شکریہ۔۔''وہ مسکرائی۔

''جیتی رہو۔''انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا اور آ کر صوفے پہ بیٹھے۔جبکہ سجل اب باہر نکل گئی تھی۔

****

دوپہر ہو رہی تھی سینائی پہ ایک ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا تھا۔گارڈز کی ایک بڑی تعداد نے ہیلی کاپٹر کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔جبکہ درجنوں گاڑیاں استقبال کے لئے موجود

تھیں۔ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا تو ا. اہیم گورسی معمول کے مطابق سن گلاسز لگائے تھری پیس پہنے زینے ا ا۔۔وہ ا۔ ہاتھ میں فون پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے کوٹ کے بٹن بند کر ہوا نیچے ا ا تو سارے گارڈز الرٹ ہو گئے۔اس کے پیچھے اسکا دائیاں. زو ضرار تھا۔جسکے ہاتھ میں ا۔ . یف کیس تھا۔

وہ شان بے زی سے چلتا ہوا آ ۔ا۔ گارڈ نے بھاگ کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور ا. اہیم گورسی اس سیاہ شیشوں والی گاڑی میں سوار ہو ۔۔۔۔۔جبکہ ضرار ا۔ دوسری گاڑی میں تھا۔۔اب گاڑیوں کا قافلہ رواں دواں تھا۔۔وہ ا۔ غیر آ. دعلاقہ تھا۔ ۔ ہ ئے سینا بحر احمر اور بحر روم کے درمیان ا۔ صحرائی علاقہ ہے جہاں آ. دی نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ مصر کا شمالی انتہائی علاقہ ہے جو عارضی طور پ 1956 سے 1957 اور پھر 1976 سے 1982 ۔ اسرا کے کنٹرول میں رہا تھا۔لیکن اس وقت وہ دو. رہ مصر کے کنٹرول میں تھا۔اسکی حدود شمال میں مصر کے ساتھ اور مشرق میں اسرا اور غزہ کی پٹی سے ملتی تھیں۔اس لئے یہ بہت اہم اور خطر ک علاقہ تھا۔چو مصر اور اسرا میں امن معاہدہ ہو چکا تھا اس لئے اب ۔ بندی ہو گئی تھی۔ ا. اہیم گورسی اسی جگہ کو استعمال کر رہا تھا معصوم جانوں کے انتقام لے لئے۔

****

اس دن اسکا مصر میں پہلا دن تھا۔اسکو القاہرہ یونیورسٹی میں اسکالر پ داخلہ تھا۔وہ بہت خوش تھا کیو اسکو شروع سے ریخ پڑھنے اور ر چ کرنے میں دل چسپی تھی۔اور مصر کی ریخ اسکو شروع سے ہی اٹ کرتی تھی۔اسکو اسکے ا دو نے ائیر پورٹ پ ریسیو کیا تھا۔اور وہ دو ضرار تھا۔۔وہ دونوں بچپن سے ا۔ ساتھ تھے۔ضرار کو پہلے سال ہی اسکالر پ مل گئی تھی اس لئے وہ پہلے ہی مصر پہنچ ۔ تھا۔جبکہ ا. اہیم نے دن رات محنت کی اور اگلے سال اسکالر پ حاصل کر لی تھی۔

''کیسا رہا سفر؟'' وہ دونوں ائیر پورٹ سے نکل کر ا۔ ٹیکسی میں تھے۔ . ضرار نے پوچھا۔

''ا۔ دم فر ٹ کلاس۔اب تو بس انتظار نہیں ہو ۔میں جلد از جلد اس منحوس مارے فرعون کو دیکھا چاہتا ہوں۔''ا. اہیم نے قہقہ لگا ۔ تو ضرار بھی ہنس د۔

''مل ۔ اپنے شا د سے بھائی پہلے کوارٹ چلیں؟'' ضرار نے ا. اہیم کو چھیڑا۔

''میرا شا د؟'' ا. اہیم اچھا خاصہ. مزہ ہوا۔

''ہاں تو اور کیا شیطانی حرکتوں میں تو تم فرعون کے بھی مرشد معلوم ہوتے ہو۔۔''

''پ ہو جاؤ ضرار ورنہ منجنیق میں ڈال کر آگ میں دوں گا تجھے۔۔''

''روہ کام نمرود کا تھا۔'' ضرار نے اپنے دماغ پ زور د۔

''جا ہوں۔۔میں سارے شیطانوں کا. پ ہوں۔'' اس نے ا۔ زوردار قہقہ لگا۔

****

''. . میں یونیورسٹی جا رہی ہوں۔۔'' ا۔ عالیشان محل میں ا۔ پیاری سی آواز گو تھی۔لاونج میں بیٹھے رحمان کرداوی نے چشمہ ا ا را اور اخبار فولڈ کیا۔۔اور ا۔ اپنی شہزادی کو دیکھا جو کہ عبا پہنے حجاب کئے کندھے پ بیگ ٹ ئے کھڑی تھی۔

''میری شہزادی تمہیں کیا ضرورت ہے ان درس گاہوں کے دھکے کھانے کی؟ میں تمہارے لئے گھر میں ہی . کچھ ارینج کر دیتا ہوں۔'' انھوں نے ہر. رکی طرح آفر کی۔

''نہیں . . جان۔!میں ا۔ رمل ز گی جینا چاہتی ہوں۔یہ شہزادیوں والے رکھ رکھاو سے ہٹ کر ا۔ رمل خوبصورت ز گی۔'' کہتے وہ صوفے پ بیٹھی اور اپنے . پ کے ہاتھ کی پشت پ بوسہ د۔

''اچھا ٹھیک ہے کم از کم اپنے گارڈز تو ساتھ لے جا کرو۔تمہیں پتہ ہے الیکشن ہونے والے ہیں اور میرے دشمن سر اٹھا رہے ہیں۔'' انھوں نے فکرمندی سے کہا۔

''. ان لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ میں اگلے پ ٹ رحمان کرداوی کی بیٹی ہوں تو خطرہ کیسا؟ اسی لئے تو میں اپنی پہچان خفیہ ر ہوں۔ کہ آپکو کوئی پ یشانی بھی نہ ہو اور میں ا۔ عام ز گی کے مزے لے سکوں۔'' اس نے ا۔ شرارتی مسکراہٹ لئے کہا۔رحمان کرداوی نے سکے سر پ ہاتھ رکھا۔

''تمہارا جو دل کرے وہ کرو۔ میں اپنی شہزادی پہ کوئی پابندی نہیں لگاؤں گا۔ بس اپنا خیال رکھا کرو۔ میرے پاس تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ میں تمہیں کھو افورڈ نہیں کر سکتا۔'' انھوں نے محبت اور فکر سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ جان۔۔! آپ فکر نہ کریں۔ مجھے اب دیر ہو رہی ہے میں جا رہی ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ یونیورسٹی گیٹ کے سامنے حیران و پریشان سا کھڑا تھا۔

''یہ تو بہت شاندار ہے۔'' اس نے ساتھ کھڑے ضرار سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''مصر کی ٹپ اور قدیمی یونیورسٹی ہے شاندار تو ہو گی ہی ں۔'' ضرار نے لقمہ دیا۔

''میں تو یہاں سے واپس نہیں جانے والا۔'' ابراہیم تو وہیں کا ہو کر رہنا چاہتا تھا۔

''اچھا میرے بھائی مت جا۔ ابھی تم انرجلو کیو اہم لیٹ ہو گئے تو شامت آ جائے گی۔ یہاں کے پروفیسرز اس معاملے میں سختی کرتے ہیں۔'' وہ اسکو لئے یونیورسٹی کے اندر داخل ہوا۔ ''تم یہاں رکو۔ میں زرا پیون سے بات کر کے آیا۔ کل میری ایک فائل رہ گئی تھی یہاں۔'' ضرار اسکو وہیں کھڑا کر کے گیا۔ جبکہ ابراہیم وہیں سے نگاہیں اٹھا کر یونیورسٹی کی شاندار سی عمارت کو دیکھنے لگا۔ وہ یوں ہی گھومتا ہوا مڑا کہ اچانک ایک وزک سے وجود سے ٹکرایا۔

اس لڑکی کا حجاب کھل گیا اور اسکے ریشمی بال اسکے شانوں پہ بکھر گئے۔ اسکے ہاتھ میں ایک فولڈر تھا جو کہ ٹکرانے کی وجہ سے گر گیا تھا۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری۔۔!'' کہتے ابراہیم نے آنکھیں بند کر لیں۔ ''پلیز پٹ آن یور حجاب۔'' اس نے رخ پھیر لیا۔ تاکہ وہ اس لڑکی کے بال نہ دیکھے۔ حوریہ نے حیرت سے اس نوجوان کو دیکھا۔ اتنا مہذب اتنا تمیز والا سلجھا ہوا اور عورت کا احترام کرنے والا مرد اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ ایک ٹک سی اسے دیکھے گئی۔ ''میڈم۔! کین آئی اوپن مائی آئیز؟'' (''محترمہ۔۔! کیا میں اپنی آنکھیں کھول سکتا ہوں؟'') اس نے وہیں رخ موڑے پوچھا تو حوریہ ہوش میں آئی۔

''ون منٹ پلیز۔'' اس نے جلدی سے اپنا حجاب درست کیا۔ وہ جانتی تھی۔ ''ویو کین اوپن یور آئیز۔۔'' (''اب آپ اپنی آنکھیں کھول سکتے ہیں۔'') اس نے سنبھلتے ہوئے کہا تو ابراہیم اسکی جانب مڑا۔

وہ ایک پل کے لئے مبہوت سا رہ گیا۔ کوئی لڑکی اتنی حسین کیسے ہو سکتی ہے۔ اسکا قد لمبا تھا۔ جیسے عموماً مصری عورتوں کے ہوتے ہیں۔ اسکے شانے کشادہ تھے۔ اسکی آنکھیں سیاہ اور ان پہ گھنی پلکوں نے پہرہ بٹھا رکھا تھا۔ میک اپ نامی چیز سے عاری اسکا صاف شفاف چہرہ اسکی زکی کا عکاس تھا۔ اگر زمین پہ حوریں ہوتیں تو یقیناً حوریہ انکی سردار ہوتی۔ اسکا قد کاٹھ اسکا حسین سراپا۔ ابراہیم کو ایک ہی لمحے میں اپنا اسیر کر گیا تھا۔ وہ پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔

''ح۔۔حور۔۔!'' وہ کسی ٹرانس کے تحت بولا۔

''ہاؤ ڈو یو نو مائی نیم؟'' (''آپ میرا نام کیسے جانتی ہیں؟'') حوریہ نے حیرت سے پوچھا۔

''کیا مطلب؟'' ابراہیم ٹھٹکا۔ وہ دونوں انگلش میں بات کر رہے تھے کیونکہ ابراہیم کو عربی زیادہ روانی سے بولنی آتی تھی اور نہ ہی حوریہ کو اردو۔

''میرا مطلب ہے کہ میرا نام حوریہ ہے۔ آپ کیسے جانتی ہیں؟ میں نے آپکو پہلی بار دیکھا ہے۔'' وہ خوشگوار حیرت لئے بولی تو ابراہیم گویا سکتے میں رہ گیا۔ یعنی وہ لڑکی صرف دل میں ہی حور نہیں تھی بلکہ وہ سچ میں حور تھی۔

وہ دونوں اس وقت کینٹین میں تھے۔ ابراہیم نے ضرار سے حوریہ کے بارے میں پوچھا۔

''وہ خوبصورت سی لڑکی؟'' ضرار نے حوریہ کی جانب دیکھ کر کہا جو کہ اسی طرف چلی آ رہی تھی۔

''ہاں یار وہ بہت پیاری ہے۔ اور تو اور اسکا پہننا اوڑھنا۔ اسکے آداب۔ مجھے وہ عام لڑکی نہیں لگتی۔ وہ بہت ذہین بھی ہے۔ میں نے اسکی اسائنمنٹ دیکھی تھی۔ اسکا فولڈر اٹھا رہا تھا۔''

''نہیں معلوم یار۔ وہ ایسا رسی لڑکی ہے۔ کسی کو اسکے خاندان کا نہیں معلوم۔ بس گاڑی میں آتی ہے۔ اسکے پیچھے کبھی کوئی نہیں آیا۔ نہ کوئی ماں باپ، نہ کوئی بہن بھائی۔'' ضرار جوس پیتا ہوا حوریہ کو دیکھ کر کندھے اچکا گیا جو کہ اب ایک لڑکی کے ساتھ لان میں کھڑی تھی۔ ابراہیم کی اس جانب پشت تھی۔ اسکا گلاس ویسے ہی پڑا تھا۔

''اچھا۔!لیکن کوئی اتنا پ اسرار کیسے ہوسکتا ہے؟''ا. اہیم کو کچھ عجیب لگا۔

''خیرتم کل تیار رہنا ہمارا ٹور جارہا ہے۔ا یر چ کے لئے۔میں تمہیں ب ر نہیں جگانے والا۔الارم ٹ کر کے سو ورنہ میں نے تمہیں چھوڑ کر چلے جا ہے۔'' ضرار نے اسکو خبردار کیا۔

''اچھا یراٹھ جاوں گا۔''اس نے بے زاری سے کہا۔

''اوشٹ۔۔!''اچا ضرار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ سامنے دیکھ رہا تھا جہاں کچھ د پہلے حوریہ کھڑی تھی۔

''کیا ہوا؟''ا. اہیم نے اچنبھے سے ضرار کو دیکھا اور پھر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو ا. اہیم منجمند ہو ۔''یہ۔یہ کون لوگ ہیں؟''وہ ضرار سے پوچھ رہا تھا۔

''یر۔۔تم نہیں جا یہاں آئے دن کوئی نہ کوئی پھڈا ہوتا رہتا ہے۔دو وپس ہیں آئے روز انکا جھگڑا ہوتا ہے۔''وہ سامنے دیکھتا بولا جہاں لڑکوں کے دو وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔دو لڑکوں نے ا دوسرے پ گن تانی ہوئی تھی۔

''یر لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں کوئی پولیس کو کیوں نہیں بلاتا؟''ا. اہیم ضرار کو دیکھ کر حیران ہوا۔

''خاموش ہوجاو اور نکلو یہاں سے۔پولیس انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ا خاندان مافیا سے تعلق رکھتے ہیں۔''ضرار ٹیبلز کے درمیان سے نکل کر ا. اہیم کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''مافیا زمائی فٹ۔۔!''ا. اہیم آگے بڑھنے لگا کہ ضرار نے اسکا ب زو پکڑ لیا۔

''یر چلو تم یہاں سے۔''وہ اسے کھینچتا ہوا لے ا خالی ہو چکا تھا۔اب لان میں بس دو وہ تھے۔عام طلبا وہاں سے نکل گئے تھے۔وہ لوگ ا راہداری سے ہوتے ہوئے نکل آئے۔اب وہ لوگ دور کھڑے تھے۔اچا وہاں فائرنگ شروع ہوگئی۔ا. اہیم نے حیرت سے ضرار کو دیکھا اور پھر سیکیورٹی کو جو کہ خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔

''یر کیا یہاں کوئی قانون نہیں ہے؟''وہ حیران پریشان سا کھڑا کے چہرے دیکھ رہا تھا۔لیکن پھر اگلے ہی لمحے ا. اہیم کا حلق خشک ہوا تھا۔اسکو لگا تھا کہ وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔اس نے سامنے دیکھا جہاں لان کے پ ونچ حوریہ کانوں پ ہاتھ رکھے زمین پ بیٹھی تھی۔جبکہ ارد دفاع ہو رہی تھی۔''شٹ۔!یہ وہاں کیا کر رہی ہے؟''ضرار نے حوریہ کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس نے مڑ کر ا. اہیم کو دیکھا تو وہاں موجود نہیں تھا۔جبکہ اگلے ہی لمحے ا. اہیم وہاں پہنچا تھا۔

''چلیں یہاں سے۔۔!''اس نے حوریہ کا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھایا۔وہ ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔''چلو پ گل لڑکی۔!''وہ ۔جبکہ حوریہ کی آنکھوں میں آ آگئے۔آج کوئی اس پ نہیں تھا۔''اوہ کم آن یر۔یہاں سے نکلو۔اگر زندہ بچ گئی تو رونا۔''وہ اسکو لیے ا پلر کے پیچھے ہو ۔وہ دونوں وہ اس وقت کچھ رکاوٹوں کی آڑ میں چھپ کر فائرنگ کر رہے تھے۔کچھ لوگ کینٹین کے عمارت کے پیچھے تھے جبکہ کچھ لائبریری کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔وہ لوگ عمارت کی اوٹ سے نکل کر ری ری فائر کر رہے تھے۔ا. اہیم پلر سے ٹیک لگائے پیچھے مڑ کر وہاں سے کا راستہ ڈھونڈ رہا تھا۔جبکہ حوریہ اسکے حصار میں کھڑی تھی۔تھوڑی د بعد گولیوں کی گھن ج میں کمی ہوئی تو ا. اہیم حوریہ کی جا متوجہ ہوا۔''چلو''اس نے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے کھینچتا ہوا لے ۔وہ لوگ لان کے پ ونچ کھڑے تھے۔کہ ا گولی فضا کو چیرتی ہوئی آئی۔ا. اہیم نے ا لمحے میں حوریہ کو اپنے حصار میں لیا تھا اور اس پ آئی گولی خود پ لے لی تھی۔وہ گولی ا. اہیم کے ب زو میں پیو ہوگئی تھی۔حوریہ نے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روکی تھی۔''چلو۔!''وہ وہاں رکا نہیں تھا۔اسکو گھسیٹتا ہوا ہر لے آ۔

وہ ا. اہیم کو لئے ہر گیٹ پ آئی۔اس کا گارڈ ہر وقت وہاں موجود ہوتا تھا۔

''تم جاو میں خود جاوں گا ہاسپٹل۔!''ا. اہیم نے حوریہ سے کہا۔

''نہیں ہرگز نہیں۔!''حوریہ نے اسکو گھورا۔ضرار بھی ا ساتھ تھا۔

''آپ چلیں میرے ساتھ۔۔''وہ اسکو گاڑی میں بٹھانے لگی۔ا. اہیم اسکی اس حرکت پ حیران ہوا۔ضرار دم بخود سا کھڑا تھا۔''آپ فکر نہ کریں۔یہ ٹھیک ہو

جا گےا ا کوارڑ پہنچادیا جائے گا۔'' حوریہ نے ضرار کی پریشانی بھانپتے ہوئے کہا۔ وہ اس لڑکی پہ حیران تھا۔ اسے آج وہ لڑکی عجیب لگی تھی۔ وہ کمابڑ زدے رہی تھی۔ وہ آرڈر زدے رہی تھی۔ اسکی جگہ کوئی نارمل لڑکی ہوتی تو خود ہی پینک ہوجاتی۔ وہ حوریہ رحمان تھی۔ ضرار انھیں سوچوں میں گم کھڑا تھا کہ گاڑی وہاں سے چلی گئی۔ وہ ایک دو قدم گاڑی کے پیچھے بھاگا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ اسکو آخر لے کر کہاں جارہی ہے۔ گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہوچکی تھی۔

وہ اسکو لئے اپنے مینشن پہنچی اسکو سیدھا گیسٹ روم میں لے گئی۔۔ گاڑی میں ہی اس نے ایمرجنسی پٹی باندھ کر ابیم کی بازو سے بہتا ہوا خون روک دیا تھا۔ وہ خاموشی سے اس لڑکی کی حرکتیں دیکھتا رہا..... لیکن مینشن پہنچ کر اسکی آنکھیں کھل گئیں تھی۔ حوریہ رحمان کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ یقیناً اسکا بیک گراؤنڈ ملٹی بلینیئر تھا۔۔ اس بات کا اندازہ ابیم کو اگلے ہی لمحے ہوچکا تھا۔ اسے بیڈ پہ بٹھا کر اس نے گارڈ سے ڈاکٹر کو لانے کا کہا۔ وہ فوراً ہر پہ۔ وہ لوگ عربی میں بات کررہے تھے۔ ابیم کو بس یہ دی سلام دعا ہی آتی تھی۔ تھوڑی دیر میں ایک ڈاکٹر گیسٹ روم میں آیا۔۔ اس نے ابیم کی بازو پہ کی۔ گولی چھو کر نکل گئی تھی۔ اس لئے اس نے ڈریسنگ کردی۔ اب وہ بیڈ پہ دراز تھا۔ ڈاکٹر حوریہ کو کچھ ہدایات دے کر گیا تھا۔ وہ اب سامنے پڑے ایک کاوچ پہ بیٹھی تھی کہ زمہ سوپ لے کر آئی۔ اس نے ٹرے پکڑ لی۔

''یہ لیں سوپ پی لیں۔'' وہ ٹرے لئے ابیم کے سامنے کھڑی تھی۔

ابیم نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ کہ آپ یہ کیا تھا؟ ''آپ جان جائیں گے۔ یہ کچھ آپکو راز رکھنا ہوگا۔۔'' وہ آہستہ آواز میں بولی۔

''لیکن یہ کیا ہے؟ تم کس کی بیٹی ہو؟ تمہارا خاندان کیا ہے؟ یہ گارڈز؟ یہ ؟'' وہ آکاربیڈ کراون سے ٹیک لگائے اپنے سوالات پوچھنے لگا۔ جبکہ حوریہ نے ایک پل اسکے ستے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ پھر وہ مسکرادی۔ سوپ کی ٹرے بیڈ پہ رکھی اور خود جا کر کاوچ پہ بیٹھی۔

''میں رحمان کرداوی کی بیٹی ہوں۔''

''اچھا۔'' ابیم نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''لیکن تمہارے ڈیڈ کرتے کیا ہیں؟'' وہ حیرت زدہ سا اگلا سوال پوچھنے لگا۔

حوریہ نے مسکرا کر اسکو دیکھا۔ ''کیا آپ مذاق کررہے ہیں؟''

''کیا مطلب؟'' ابیم نے سوپ کا چمچ بھر کر منہ میں ڈالا۔

''مطلب یہ کہ کیا آپ واقعی نہیں جانتے کہ رحمان کرداوی کون ہیں؟'' وہ اپنا سوال واضح کررہی تھی۔

''نہیں۔'' ابیم نے سر ہلایا۔ حوریہ کے چہرے پہ بے یقینی تھی۔ ''وہ دراصل میں کل ہی پاکستان سے آیا ہوں۔ کافی معلومات اکٹھی کی تھیں مصر کے متعلق اب کچھ گڈمڈ ہورہا ہے۔'' اس نے اپنے چکراتے ہوئے سر پہ ہاتھ رکھا۔ اسے لگا کہ شاید وہ کسی فلم اسٹار یا ڈائیریکٹر کی بیٹی ہے۔

''میرے ڈیڈ اگلے پیشنٹ ہیں۔۔'' اس نے ابیم کے چہرے پہ یں جمائے جواب دیا۔

''واٹ۔!'' سوپ کا گھونٹ اسکے حلق میں پھنس گیا تھا۔ وہ کھانسنے لگا۔

''اٹس اوکے۔'' وہ جلدی سے اٹھی اور ابیم کو پانی کا گلاس پکڑایا۔ ''ریلیکس۔۔! میں بس ایک بیٹی ہوں۔ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے''۔ وہ نارمل سے انداز میں بولی۔

''ریلیکس؟ تم جانتی بھی ہو ہمارے ملک کے پیشنٹ کے گیسٹ روم میں جانا یعنی ممکن کام کرنا۔ اور اسکی بیٹی سے دوستی مطلب۔۔''

''مطلب؟'' حوریہ حیران سی اسکے چہرے کا رنگ متفق ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''مطلب۔! فنش۔۔!'' اس نے اپنے گلے پہ انگوٹھا پھیر کر دکھایا۔

حوریہ نے قہقہہ لگایا۔ ''ریلیکس۔ یہاں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ ہنستے ہوئے جا کر کاوچ پہ بیٹھی۔

شام ہورہی تھی۔ وہ دوا کھا کر سویا تھا۔ رحمان کرداوی ہڑبڑی میں مینشن میں داخل ہوئے تو حوریہ سامنے لاونج میں ہی آگئی۔

''میری بچی تم ٹھیک تو ہو؟'' انھوں نے حوریہ کو شانوں سے تھاما۔

''جی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔'' اس نے اطمینان دلایا۔

''اور تمہیں کچھ ہوجاتا تو؟ وہ لوگ کون تھے؟ آخر یہ ہوا کیسے؟'' وہ پریشان آتے تھے۔

''ریلیکس۔۔ مجھے کچھ نہیں ہوا میں آپکے سامنے ہوں۔صحیح سلامت۔''اس نے اپنے پ ب کا ہاتھ تھام کر اسکی پشت پ بوسہ د ے۔

''میری بیٹی میں بہت ڈر ے تھا۔''انھوں نے اپنی متاع جان کو ے سے لگا ے۔

''۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔''اس نے دو ر ہ یقین دلا ے۔

''کہاں ہے وہ جس نے تمہاری جان بچائی؟''انھوں نے اسکو الگ کر کے پوچھا۔

''وہ گیسٹ روم میں ہے۔''اس نے جھجکتے ہوئے بتا ے۔

''ہم اسکے قرض دار ہیں۔میں اس پ ا مات کی۔ سات کر دوں گا اس نے رحمان کرداوی کی جان بچائی ہے۔میری پوری کائنات کو بچا ے ہے اس نے۔''انھوں نے سرشاری لئے کہا۔

''مل لیجیے گا۔وہ ریسٹ کر رہے ہیں۔''حور یہ نے سرخ چہرہ لئے کہا تو وہ چو ''کیا ہوا۔۔؟''اس نے حیرت سے اپنے۔پ کے چہرے کو دیکھا۔

''ڈو یو لا ہم؟''انھوں نے دوستانہ ا ازمیں پوچھا۔

''۔۔!''اس نے مسکراہٹ د ے سر جھکا ے تو رحمان کرداوی اسکی۔ت لمحوں میں سمجھ گئے تھے۔

****

اس دن نے ا۔ اہیم گورسی کی ز گی کو۔ ل کر رکھ د ے تھا۔ا ے دن۔۔فقط ا ے دن میں اسکو محبت ہوئی اور اسی دن اسکی محبت اسکی جھولی میں ڈال دی گئی۔ا۔ اہیم گورسی کو اپنی قسمت پ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔حتی کہ ان دونوں کی شادی بھی ہو گئی۔ا۔ اہیم کچھ دن تو میں رہا۔ پھر اس نے اس شادی کو خفیہ ر کا سوچا۔اور حور یہ نے بھی اسکا فیصلہ مان لیا۔۔حور یہ کو بس ا۔ اہیم چاہئے تھا۔خواہ وہ اسکو کسی بھی شرط پ مل جا ے۔شروع شروع میں تو ا۔ اہیم نے اس شادی کو اس لئے خفیہ رکھا کہ وہ اپنے ماں۔پ کا دل نہیں دکھا چاہتا تھا کہ ا مرضی ا اجازت کے بنا شادی کر لی۔جیسا کہ عموما پ کستانیوں کو ایسے حالات کا سامنا کر پڑ تا ہے۔ا وہ ماں۔پ سے دور رہ کر شادی کر لیں ا اجازت کے بنا یہ کام کر لیں۔یہ شادی اچا نہیں ہوئی تھی اس لئے وقت ر نے کے ساتھ ساتھ ا۔ اہیم کو چند اور وجوہات بھی مل چکی تھیں اس شادی کو خفیہ ر کی۔جن کی وجہ سے ا۔ اہیم نے نہ صرف پ کستان میں اپنی شنا چھپائی بلکہ مصر میں بھی وہ خود کو پ ٹ ٹ کا داماد ا ونس نہیں کر چاہتا تھا۔

اس نے حور یہ کو الگ گھر میں رکھا۔اس نے ڈ ی مکمل کی اور۔ نس کیا۔شروعات میں رحمان کرداوی نے اسکی مدد کی۔ وہ ا ذہین اور کامیات ا ن تھا۔جلد ہی اس نے۔ نس کی د میں اپنا لوہا منوا لیا اور اپنے سسر کا سارا قرض واپس کر د ے۔رحمان کرداوی اسکی خوداری سے بہت متا تھے۔ا اپنی بیٹی کی پسند پ ہمیشہ سے فخر رہا تھا۔لیکن ب صرف۔ نس۔ محدود نہیں رہی تھی۔وہ ا ایسی د میں قدم رکھ چکا تھا جہاں سے واپسی ممکن تھی۔

****

لنچ۔ ہو چکی تھی سجل اور صفا اس وقت لان میں بینچ پ بیٹھی تھیں۔

''آج ہم لوگ مارکیٹ چلیں گے کالج کے بعد۔''سجل نے کتاب ا طرف رکھی اور صفا کو بتا ے۔

''لیکن کس لئے؟''صفا نے ذ رل سے ا ازمیں پوچھا۔وہ یقیناً شتہ رات کی۔ت بھول چکی تھی۔

''میری جان بھائی آ رہے ہیں۔اول تو وہی میرے لئے تحفے لے کر آتے ہیں لیکن وہ اپنی۔ تھڑے پ آ رہے ہیں اس لئے میں بھی تو ا لئے تحفہ ے وں کی ں۔''اس نے مسکراہٹ سجائے کہا تو صفا کا دل دھڑکا تھا۔ا۔ اہیم کے ذکر پ اسکی دھڑ یوں ہی منتشر ہو جا کرتی تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے۔''صفا نے نگاہیں جھکائے جواب د ے۔

اور تم کل پ رٹی میں ضرور آ رہی ہو۔بھائی کل شام پہنچ جا گے۔پ رٹی ہم رات۔ رہ بجے سیلیبر ٹ کریں گے۔۔''سجل پ جوش سی اسکو بتا رہی تھی۔جبکہ صفا کا ر پھیکا پڑ ے۔

''نہیں سجل میں نہیں آ سکوں گی۔۔اس طرح لیٹ ٹ گھر سے۔ ہر رکنے کی اجازت نہیں ملے گی۔''اس نے اپنے ہاتھوں کی پشت کو گھورتے ہوئے جواب د ے۔

''اچھا تم چلو میں . یجہ آ سے خود اجازت لے لوں گی۔'' سجل کتابیں اٹھائے اسکا ہاتھ پکڑے کلاس روم میں چلی گئی۔

****

''. رڈ یکیور کا سامان تو . . منگوالیں گے۔ ہم گفٹ اور بھائی کی کچھ فیورٹ سویٹس لے . تے ہیں۔'' وہ دونوں اس وقت مارکیٹ میں پھر رہی تھیں ا. شاپنگ مال میں پہنچیں تو صفا کی ا. اسٹیشنری کی شاپ پر گئی۔۔ وہ بے ساختہ سی اس جا . . ٹھ گئی۔ جبکہ سجل ا. اور دکان میں چلی گئی۔۔ وہ ا. اہیم کے لئے کچھ جینز اور ٹ ئیاں دیکھنے لگی۔

''یہ دکھادیں۔'' اس نے ر. میں لگے ا. خوبصورت نفیس کی جا . اشارہ کیا۔

''یہ والا؟'' دکا . ار نے پوچھا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دی۔

''جی جی یہی والا۔۔'' دکا . ار نے نکال کر اسکے سامنے رکھا۔

''. جی یہ اینٹیک پیس ہے۔ بہت شا . ار ہے۔'' وہ خوش سا کی خصوصیات بتا رہا تھا۔

''شا . ار کی کیا . ت ہے تو ہی ہوتے ہے۔ اس میں بھی سیاہی بھر کر آ . لکھنا ہی ہے۔'' ا. آدمی وہاں کھڑا بولا۔

''نہیں بھائی آپکو شا ٔ معلوم نہیں کچھ چیزیں صرف استعمال کے لئے نہیں ہوتیں۔۔ وہ تحفے دینے کے لئے ہوتی ہیں اور یہ ا. کمال کی چیز ہے۔'' دکان دار اپنے کی شان میں گستاخی . داشت نہیں کر پا . تھا۔ جبکہ صفا اس کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔ اسکی بیرونی سطح سیاہ تھی۔ ا. اہیم کا فیورٹ کلر۔۔ سطح چمک دار بھی تھی جس میں اس وقت صفا کی سرمئی آنکھوں کا عکس دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے کھولا تو اسکی . کی بناوٹ بتا رہی تھی کہ وہ یقیناً خاص تھا۔

''بھائی یہ پیک کر دیں۔'' اس نے مسکرا کر دکا . ار کو پکڑا ی۔

''ٹھیک ہے . جی اسکی قیمت ا. عام سے تھوڑی ز. دہ ہے۔'' اس نے پہلے قیمت بتانی لازمی سمجھی۔

''مجھے قیمت کی پ واہ نہیں۔ آپ پیک کر دیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ تو دکا . ار نے پیک کر کے اسکو پکڑا دی۔ صفا نے قیمت ادا کی اور وہاں سے نکل آئی۔ . ۔ سجل نے بھی ا. اہیم کے لئے کچھ شاپنگ کر لی تھی۔

****

سفیان صا . اپنے ڈرائینگ روم میں تھے۔ ان سے ملنے کوئی مہمان آئے ہوئے تھے۔

''شاہ صا . ۔۔! آپ نے زحمت کیوں کی؟ مجھے حکم کر دیتے میں حاضر ہو جا ۔'' وہ ا. سامنے مودب سے بیٹھے تھے۔ جبکہ سامنے صوفے پ جو شخصیت بیٹھی تھیں۔ وہ ا. ادھیڑ عمر . رگ تھے۔ ا. ل اور داڑھی سفید تھی ا. سر کے . ل ا . دن کی پشت . آتے تھے سر پ عمامہ تھا وہ ا. شا . ارا ن تھا ا. چہرے پ . رگی کے آ . ر . یں تھے۔

''کیوں سفیان میاں؟ کیا ہم آپ سے ملنے نہیں آ . ت؟'' انھوں نے دوستانہ ا . از میں کہا۔

''نہیں نہیں شاہ صا . . ۔! ایسی . ت نہیں ہے یہ آپکا گھر ہے . . چاہیں آ . ہم آپکے . مت َ . ار ہیں۔'' وہ شرمندہ ہوئے۔

''نہیں نہیں آپ شرمندہ مت ہوں میں تو بس اپنی سجل بیٹی کو دیکھنے آ . تھا کہاں ہے دکھائی نہیں دے رہی؟'' انھوں نے ادھر ادھر گھمائی۔

''شاہ جی وہ کہہ رہی تھی کہ آج کالج کے بعد صفا کے ساتھ مارکیٹ جائے گی۔ اس لئے شا ٔ ا . دیہو جائے۔'' وہ مسکرا کر جواب دے رہے تھے۔

''اچھا چلو ہم پھر کبھی مل لیں گے۔ میری صفا کے ساتھ پلی . ڑھی ہے مجھے . . جان کہتی ہے میں لاہور آ . تھا تو سوچا اپنی سجل سے بھی ملتا چلوں۔'' وہ اپنائیت سے بھرپور لہجہ لئے کہہ رہے تھے۔

میاں امداد شاہ کا تعلق پ کپتن کے مشہور و معروف شاہ خا . ان سے تھا۔ . یجہ بیگم ا. بیٹی ہیں۔ پہلے خیام قریشی اور سفیان گورسی ہمسائے ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ا. بچوں کی آپس میں دوستی تھی۔ لیکن ان بچوں میں صرف صفا اور سجل شامل تھیں۔ جبکہ ا. اہیم اور زاو . را . دوسرے کو دیکھنا . گوارہ نہیں کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ

لوگ دوسری کالونی میں شفٹ ہوگئے۔اس وقت سجل اور صفا دس دس سال کی تھیں۔لیکن انکا اسکول ایک ہی تھا۔اس لئے پہلے اسکول اور پھر کالج میں بھی ایک ساتھ داخلہ لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی پرچھائی تھیں۔پورے اسکول میں ا دوستی مشہور تھی۔جہاں سجل آتی وہیں صفا ہوتی تھی۔لوگ ا جڑواں سمجھتے تھے۔کیو اَ ایک کو مار پڑتی تو وہ دونوں رونے لگ جاتیں تھیں۔اَ ایک خوش ہوتی وہ دونوں مسکراتی تھیں۔ا دوستی کمال تھی۔بچپن میں وہ اکثر قریشی ہاوس چلی جایا کرتی تھی۔ پھر زاویار کی کچھ غلط حرکتیں ا۔ اہیم کے سامنے آ تو اس نے سجل کو ہاں جانے سے روک دیا۔سفیان گورسی بھی سجل کو کر دیتے تھے۔لیکن منال بیگم اپنی بیٹی کی ضد کے سامنے ہار جایا کرتیں اور کبھی کبھی اسکو چوری چھپے جانے دیا کرتی تھیں۔میاں امداد شاہ۔ بھی ٔ یجہ بیگم سے ملنے آتے تو صفا کے ساتھ ساتھ سجل کے لئے بھی تحفے لاتے تھے۔اس طرح وہ شروع سے ہی ان دونوں کو۔ ا۔ پیار دیتے آئے تھے۔۔اور سجل بھی صفا کی طرح ا ٔ ٔ جان کہتی تھی۔

میاں امداد قریشی کار ۔ ود۔ بہ بہت تھا۔اس لئے دونوں خا ٔ ان نہ صرف ا عزت کرتے تھے بلکہ انکا ہر حکم بھی بجالاتے تھے۔سفیان گورسی ان سے اکثر مشورہ کر کے کام کیا کرتے تھے۔اس طرح میاں امداد شاہ کا اٹ ورسوخ ان دونوں خا ٔ انوں پہ یکساں تھا

وہ لوگ یوں ہی مارکیٹ میں پھرتی رہی تھیں۔اب ا ٔ ھیرا چھا رہا تھا۔انھوں نے اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور واپسی کے لئے نکل پڑیں۔صفا نے گھر فون کر کے بتا دیا تھا۔

****

قریشی ہاوس میں سناٹا تھا کہ کسی کے بوٹوں کی آواز سے ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔وہ زاویار تھا۔وہ لاونج سے ہوتا ہوا ٔ یجہ بیگم کے کمرے میں پہنچا۔

''ماں صفا آ گئی؟''اس نے تیوری پہ ٹھائے پوچھا۔

''ہاں وہ اور سجل آج مارکیٹ گئی تھیں تھوڑی دیر پہلے فون آیا تھا کہہ رہی تھیں کہ پہنچ جا گی واپس تھوڑی دیر تا ۔'' وہ بیڈ پہ اپنی کوئی کتاب لئے بیٹھی تھیں۔

''کیا مطلب پہنچ جا گی؟ آپ نے وقت دیکھا ہے؟ گاڑی ہے اسکے پاس؟''وہ۔ ہم ہوا۔

''اسکو سجل ڈراپ کرے کی آج۔''انھوں نے بے فکری سے کہا۔جبکہ زاویار اگلے ہی لمحے وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکلا۔''یا اللہ میری بچی کو اس کے قہر سے بچا۔''انھوں نے بے بسی سے بند دروازے کو دیکھا۔

وہ دونوں گاڑی میں تھیں کہ منال بیگم نے اسکو ڈر کی وٹیو بنا کر بھیجی۔

''واو۔۔دیکھا صفا کتنی پیاری ڈر ہوئی ہے۔ن تھیما ے اور بلیک بھائی کا فیورٹ۔''اس نے موبائل سکرین سامنے کی۔

''ہاں بہت اچھی لگ رہی ہے۔''صفا نے مسکرا کر سکرین کو دیکھا۔

''میں نے ماما سے کہا تھا کہ آج ہی ڈر کا کام ختم کروالیں کل پھر کیک اور کیٹر کا کام دیکھنا ہوگا۔آ ٔ کار ا۔ اہیم گورسی کی سالگرہ ہے۔''اس نے چہک کر کہا تو صفا پھیکا سا مسکرا دی۔

''اچھا سجل۔!''تھوڑی دیر بعد صفا نے تھوک نگلا۔

''ہاں بولو۔۔''سجل نے موبائل بیگ میں رکھا۔

''یہ میں نے ا۔ اہیم کے لئے لیا تھا کیا تم ا دے دوگی؟''اس نے ایک لکڑی کا۔کس سامنے کیا۔

''یہ کیا ہے؟''سجل نے حیرت سے۔کس کھولا تو اس میں تھا۔

''ارے اسکا خیال مجھے کیوں نہیں آیا؟ میں نے بھی بھائی کے لئے ٔ ۔ تھا۔''سجل کو دیکھ کر پچھتا رہی تھی۔

''چلو تم یہ بے شک اپنی طرف سے گفٹ کر دینا۔''صفا نے معصومیت سے کہا۔

''ایسے کیسے؟ تم خود آ ٔ۔تھڑے پہ اور ا یہ گفٹ کر ۔''سجل نے واپس صفا کو پکڑایا۔

''نہیں تم یہ ا دے دینا میں شا ٔ آپ وں۔''اس نے سجل کو پکڑایا۔

''لیکن کیوں یر؟'' سجل نے منہ بنایا۔

''تم جا ہو مجھے شور شرابے اور گیدر سے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے میں ان کمفرٹیبل فیل کروں گی۔'' صفا نے معصومیت سجائے کہا تو سجل اسکی بات سمجھ گئی۔

''اچھا ٹھیک ہے میں تمہارا یہ گفٹ بھائی تک پہنچادوں گی۔'' سجل نے مسکرا کر والا کس اپنے بیگ میں رکھا۔ پھر ا۔ اہیم کا منکندا ہوا تھا۔ جس جو کہ صفا نے چپکے سے ا یکندا کرنے والی دکان سے کندا کروالیا تھا۔ اسی دوران گاڑی کو ا یک جھٹکا لگا اور گاڑی رک گئی۔

''اوہ نو گاڑی کو کیا ہو صفا۔'' سجل نے ہڑبڑی میں پوچھا۔

''یر تم اپنے ڈرائیور سے پوچھو۔'' صفا نے منہ بنایا۔ وہ پہلے ہی لیٹ ہوگئی تھی۔ ''اب تک زاویر بھائی بھی آگئے ہوں گے۔ انھوں نے ہنگامہ کھڑا کر دینا۔'' صفا اب پریشان ہو رہی تھی۔

''اچھا اچھا ریلیکس۔ میں دیکھتا ہوں۔'' سجل نیچے اتری۔ ڈرائیور بونٹ کھولے کھڑا تھا۔ ''بھیا کیا ہوا گاڑی کو؟'' وہ اسکے پاس آئی۔

''بی بی جی لگتا ہے بیٹری کا مسئلہ ہے۔ یہاں تو دور دور تک کوئی مکینک کی دکان بھی نہیں ہے۔'' وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''بھیا آپ دیکھیں شاید قریب کوئی مکینک مل جائے۔''

''لیکن میں آپ دونوں کو اس طرح چھوڑ کر تو نہیں جا سکتا بی بی۔'' وہ پریشان تھا۔

''اچھا میں ابھی کال کرتی ہوں وہ مکینک کو بھیج دیں گے۔'' کہتے وہ گاڑی میں سے موبائل لینے کے لئے بڑھی کہ ا یک سیاہ گاڑی پاس آرکی۔

****

سینا ئیپر شام اتر رہی تھی ریگستان کی تپش میں کمی آتی جا رہی تھی۔ آسمان پر ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی اس صحرا کو پُرفسوں بنا رہی تھی۔ اس پر چلتی ہوا ماحول کو آسودہ بنا رہی تھیں۔ ا۔ اہیم اپنے کیمپ میں موجود تھا۔ وہ ا یک فوجی کیمپ تھا۔ ا یک خفیہ فوجی کیمپ جس کے بارے میں ریگستان کو کوئی علم نہ تھا۔ اس نے خفیہ طور پر اپنی ا یک پرائیویٹ آرمی بنا رکھی تھی۔ لوگوں کی نظر میں وہ ا یک سکیورٹی گارڈز کی ایجنسی تھی۔ ا یک پرائیویٹ ایجنسی جو مختلف کمپنیوں کو سکیورٹی گارڈز فراہم کرتی تھی کیمپ کا اندرونی منظر سادہ سا تھا۔ ا یک کمرہ جو کہ کافی کشادہ تھا۔ قالین بچھا ہوا تھا۔ ا یک وسیع میز اور سر پر اہی کرسی۔ سامنے مہمان کے لئے دو کرسیاں۔ ا یک کونے میں نماز کے لئے جگہ مختص تھی۔ ا یک اٹیچ واشروم اور ا یک سنگل بیڈ۔ اس کوارٹر میں بس یہی اشیاء موجود تھے۔ کوارٹر کا وہ کمرہ کسی بھی آرائش کی چیز سے عاری تھا۔ سادہ سا کمرہ جس میں بس ضرورت کی چند اشیا۔ اس وقت وہ اپنی ٹیبل پر ا یک نقشہ بچھائے بیٹھا تھا۔ ساتھ ساتھ ڈائری میں کچھ لکھ رہا تھا۔ کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ سامنے ضرار تھا۔ وہ ا یک فائل تھامے آیا اور مہمان کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''ہمم؟'' ا۔ اہیم نے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

''یہ ا یک کمپنی کا پروپوزل ہے ا دس سکیورٹی گارڈز چاہییں۔'' اس نے فائل اسکے سامنے رکھی۔

''ہمم۔ انکار کر دو۔'' وہ مصروف سا کچھ لکھتا ہوا بولا۔

''لیکن ا۔ اہیم ہم اس طرح مسلسل کمپنیوں کو انکار کریں گے تو لوگوں کو شک ہو جائے گا۔'' ضرار نے پریشانی سے اسکا لاپرواہ سا چہرہ دیکھا۔

''ہو جائے۔ مجھے پرواہ نہیں۔'' وہ ہنوز ڈائری میں کچھ لکھ رہا تھا۔

''ا۔ اہیم مت بھولو کہ یہ ا یریا تمہارے قوانین کے پابند ہو۔'' ضرار اسکی دیدہ دلیری پر حیران تھا۔

''یہ ریاست میری ہے۔'' وہ دھاڑا۔ اور ڈائری بند کر کے ا یک طرف رکھی۔ اس نے فائل اٹھائی اور اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ ضرار حیرت زدہ سا اسکو دیکھے گیا۔

''یہ لوگ جو ہر مشقیں کر رہے ہیں۔ یہ میری فوج ہیں۔ میں ا کرائے پر نہیں دیتا۔ یہ میرے لوگ ہیں۔'' وہ ضرار کی آنکھوں میں دیکھ کر اٹل لہجے میں بولا۔

''ا۔ اہیم ہمیں کورکرنا ہوگا۔ یہ تیسرا پروپوزل ہے جسکو تم انکار کر رہے ہو۔''

''مجھے پرواہ نہیں۔ رہی بات کور کی اب اسکی ضرورت نہیں۔ ا۔ اہیم گورسی پر اب کوئی شک نہیں کرتا۔'' اس نے بے پرواہی سے سر جھٹکا۔ ضرار اسکی شربتی آنکھوں میں

روشن وہ شعلے دیکھے ۔ کچھ دیر بعد وہ پرسکون ہوا اور اس نے ڈائری ضرار کی جانب بڑھائی۔

''تم واپس جا رہے ہو؟'' ضرار نے ڈائری پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں مجھے پاکستان کے لئے دیر ہو رہی ہے۔'' کہتے وہ اپنا کوٹ اٹھائے نکلنے لگا۔ جبکہ ضرار پیچھے دانت بھینچ کر رہ گیا۔ ''اور ہاں۔۔'' وہ پلٹا۔ ''وہ جو رشیا سے شپمنٹ آ رہی ہے اسکو اچھی طرح پرکھ لینا۔ کوئی چیز ڈیفیکٹڈ نہ ہو۔'' وہ پھر سوچتا ہوا میں بولا۔

''تم بے فکر رہو۔ جو تم نے پرنٹ کی ڈیل پر ڈاکہ مارا ہے ناں۔ اس کا خیال رکھوں گا میں۔'' ضرار ہنس دیا۔ جبکہ ابیہم چھچھی سی مسکراہٹ لئے نکل گیا۔

وہ گاڑی سے نکلا سامنے ہیلی پیڈ تھا۔ ہیلی کاپٹر تیار کھڑا تھا۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ چشمے لگائے اور کوٹ کو درست کیا۔ ابیہم مڑ کر دیکھے کو دیکھا۔

''ائیر پورٹ چلو۔'' اس نے ساتھ چلتے اپنے گارڈ سے کہا۔

''اسلام علیکم جان ابیہم۔۔!'' وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھا تھا۔ فون کان سے لگائے مسکرا کر بات کر رہا تھا۔

''وعلیکم اسلام جان حوریہ۔۔!'' سامنے سے ویسا ہی جواب پکرا۔ ابیہم کھلکھلا کر ہنس دیا۔

''واہ۔ میری صحبت اثر دکھا رہی ہے جناب پر۔۔''

''میری صحبت؟'' وہ بھی آج اسی کے موڈ میں تھی۔

''اچھا میں نے بتانا تھا کہ میں ائیر پورٹ جا رہا ہوں۔ یہاں سے سیدھا پاکستان کے لئے نکلوں گا۔''

''کیا؟ لیکن آپ تو کل جانے والے تھے ناں۔'' حوریہ کے لہجے میں حیرت اور اداسی شامل تھی۔

''نہیں میں آج جا رہا ہوں۔ اپنی لاڈو کو سرپرائز دینا ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''بہت پیار کرتے ہیں آپ سجل سے۔ میری طرف سے بھی اسکو پیار دیجیے گا۔'' حوریہ نے محبت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''جی جناب ضرور۔ اور کوئی پیغام۔!'' وہ ہمہ تن گوش تھا۔

''پیغامات تو بہت سارے ہیں وہ لوگ میرے رحم و کرم پر ہی نہیں۔'' حوریہ نے شکوہ کیا۔

''جان جائیں گے بس تھوڑا انتظار کر لو۔ پھر تمہیں خود لاہور لے کر جاؤں گا۔ تم دیکھنا میرا لاہور کتنا پیارا ہے۔'' وہ کھو سا گیا۔

''اور میں اس دن کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔'' حوریہ نے شوخ سے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا لے کر آوں تمہارے لئے؟'' اس نے کچھ دیر توقف کے بعد پوچھا۔

''امم۔ میرے لئے؟ ہاں ناں خطائی کا ایک بڑا سا بکس لے آئے گا۔'' حوریہ کو جیسے ناں خطائی کا ذائقہ اپنے منہ میں گھلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''وہ تو ہر بار لے کر آتا ہوں۔ میری جان اس بار کچھ سپیشل لے کر آوں گا۔'' اس نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

''سپیشل کیا؟'' حوریہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

''خیر وہ بھی لاوں گا تو دیکھ لینا۔'' وہ ہنس دیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ میرے شہزادوں اور میری پرنسز کا خیال رکھنا۔ میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح تلقین کی۔

''جلدی آ جائیے گا۔'' حوریہ اداس ہوئی۔

''بے فکر رہو دلہا نہیں بنوں گا۔'' اس نے شرارتی مسکراہٹ لئے حوریہ کو ایک بار پھر سے چڑایا۔

''مجھے تو اب لگ رہا ہے کہ گھر والوں کے ساتھ ساتھ آپکو بھی دلہا بننے کا شوق چڑھ گیا ہے۔'' حوریہ کا ضبط جواب دے گیا۔

''اچھا اچھا ریلیکس، میں مذاق کر رہا تھا۔'' وہ کچھ دیر اسکو مناتا رہا محبت بھرے القابات سے پکارتا رہا اور پھر الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

****

سجل موبائل اٹھائے واپس پلٹی تو ٹھٹک گئی۔

''ز۔۔زاویر بھائی آپ؟'' اسکا رنگ فق ہوا تھا۔جبکہ گاڑی کے اندر بیٹھی صفا کی سانس اٹک گئی تھی۔

''ہاں کیوں کیا ہوا؟ تم لوگ اتنی دیر سے ہارن کیا کر رہی ہو؟ اور گاڑی یہاں کیوں روکی ہوئی ہے؟'' وہ بہم ہوا۔

''۔۔۔بھائی وہ دراصل گاڑی خراب ہوگئی تھی۔'' سجل نے تھوک نگلا۔اندر بیٹھی صفا کے ماتھے پر پسینے کے چند قطرے نمودار ہوئے۔زاویر نے مڑ کر گاڑی کے بونٹ کی جانب دیکھا۔ڈرائیور اب مودب سا کھڑا تھا۔

''ہمم۔کوئی ہیلپ چاہیئے؟'' اس نے کچھ سوچ کر سجل سے کہا۔

''جج۔جی وہ میں گھر فون کر ہی رہی تھی۔'' اس نے موبائل دکھایا۔

''آؤ تم لوگوں میں ڈراپ کر دیتا ہوں گاڑی ڈرائیور لے آئے گا۔میں مکینک بھیج دیتا ہوں۔'' اس نے سوچ کر کہا۔صفا بھی گاڑی سے نکل آئی تھی۔

''اسلام علیکم۔۔۔بھائی۔۔'' اس نے اپنی آواز کی لرزش کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔

''وعلیکم اسلام۔!چلو گاڑی میں بیٹھو تم۔'' اس نے خماری سے صفا کو دیکھا۔وہ نگاہیں جھکائے فوراً گاڑی میں بیٹھ گئی۔جبکہ سجل ویسے ہی کھڑی تھی۔''چلیں؟'' اس نے اب سجل کو دیکھ کر پوچھا۔

''جج۔جی چلیں۔'' سجل بھی نگاہیں جھکائے جا کر صفا کے ساتھ پیچھے بیٹھ گئی۔زاویر نے ڈرائیونگ سنبھالی۔اس نے مرر سے ایک بار ان دونوں کو دیکھا۔

''میں تم لوگوں کا ڈرائیور نہیں ہوں۔'' اس نے ماتھے پر تیوری پڑھائے کہا تو دونوں نے چونک کر دیکھا۔''دونوں میں سے ایک آ کر میرے ساتھ بیٹھے۔'' اس نے خماری سے حکم دیا۔صفا کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی۔سجل نے صفا کے کپکپاتے ہاتھ دیکھے تو اس نے صفا کے ہاتھ تھامے اور اسکو اشارہ کیا۔

''میں آتی ہوں بھائی۔'' سجل بمشکل مسکرائی اور زاویر کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔زاویر نے گاڑی دی۔

''سجل تم بھی آؤ نا پلیز!'' صفا گاڑی سے اتری تو اس نے سجل کو آفر کی۔

''نہیں صفا۔ماما انتظار کر رہی ہوں گی پہلے ہی بہت دیر ہوگئی ہے۔میں تم سے پرسوں کے بعد ملوں گی۔اور بہت ساری تصویریں بھی دکھاؤں گی۔'' اس نے صفا کو آنکھ ماری۔وہ گاڑی کے ادھ کھلے شیشے کے پار کھڑی تھی۔

صفا مسکرا کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔سجل نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''چلیں زاویر بھائی۔'' اس نے پرسکون سے لہجے میں کہا۔زاویر نے ایک اسکو دیکھا اور گاڑی دی۔وہ لوگ راستے میں تھے۔ہر طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔لیکن اب سجل قدرے پرسکون تھی کیونکہ لاکھ اختلافات سہی پھر بھی قریشی خاندان پر گورسی خاندان بھروسہ کرتا تھا۔اسکو یقین تھا کہ زاویر اسکو نہیں ڈانٹیں گے۔وہ یہی سوچ کر اب مسکرا رہی تھی۔وہ عبایہ پہنے ہوئے تھی اور سر پے حجاب لپیٹا ہوا تھا۔گاڑی کو جھٹکا لگا۔تو سجل کا سکارف کھل گیا۔اسکے لمبے بھورے بال اسکے شانوں پر بکھر گئے۔وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور جلدی سے سکارف ٹھیک کیا۔زاویر نے تیکھی اسکے سراپے پر ڈالی۔بچپن سے وہ اس سے خوفزدہ رہتی تھی۔اس لئے زاویر کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹکتی تھی۔لیکن آج وہ اسکا سراپا زرا غور سے دیکھ رہا تھا۔وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے گاہے بگاہے اس پر نگاہ ڈالتا۔اور سکارف کھلا اور سجل کے بھورے ریشمی بال بکھر گئے تو زاویر قریشی کا دل دھڑکنا بھول گیا۔اسکی آنکھوں میں کچھ تھا۔

کچھ دیر بعد سجل نے باہر روڈ پر دیکھا۔رات کے سائے گہرے ہونے کی وجہ سے دکانوں کے سائن بورڈ روشن ہو چکے تھے۔لیکن کچھ دیر بعد سجل ٹھٹکی۔

''زاویر بھائی یہ راستہ تو گھر کو نہیں جاتا۔'' اسکے چہرے سے بے چینی عیاں تھی۔جبکہ زاویر خاموش رہا۔''بھائی کیا یہ کوئی شارٹ کٹ ہے؟'' سجل نے ایک آس سے پوچھا۔جبکہ مقابل کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکان تھی۔سجل نے اسکو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔یہ مسکراہٹ الگ تھی۔۔کوئی بھی مرد نارمل حالات میں ایسے نہیں مسکراتا۔اور ایک عورت مرد کی مسکراہٹ ایک لمحے میں پہچان جایا کرتی ہے۔سجل کو کچھ عجیب لگا۔''بھائی میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔'' اس نے رخ موڑ کر زاویر کو دیکھا۔

''ریلیکس۔۔!!'' وہ کچھ دیر بعد ونڈ سکرین پر نظریں جمائے بولا۔

''لیکن بھائی آپکے گھر سے ہمارے گھر کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے۔تو ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' وہ اپنے دل کی تسلی چاہتی تھی۔

''سجل۔!'' وہ مدہم آواز میں مخاطب ہوا۔اس نے ایک جواب کی منتظر سجل کو دیکھا اور دوبارہ سکرین کے پر یں جما دیں۔''تم اتنی بھی بھولی نہیں ہو۔'' وہ خمار آلود آواز میں بولا۔

''کک۔کیا مطلب بھائی میں سمجھی نہیں۔۔'' وہ اب گھبرائی تھی۔

''بھائی نہیں ہوں میں تمہارا۔۔!'' وہ اچانک بلند آواز میں بولا تو سجل لرز کر رہ گئی۔

''لیکن بھائی۔!''

''کہا ں بھائی نہیں ہوں میں تمہارا۔'' وہ اب مڑ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر بولا۔

''لیکن میرے لئے آپ میرے بھائی ہی ہیں۔میں نے آپ میں اور ابیہم بھائی میں کوئی فرق نہیں کیا۔'' سجل نے مضبوط لہجے میں کہا تو زاویار کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔سجل کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

''پلیز۔۔بھائی مجھے گھر چھوڑ دیں۔'' اسکی آواز بھرائی تھی۔

''چلی جا ن۔'' اس نے سرخ آنکھیں لئے جواب دیا۔

''ایسے کیسے؟ مجھے دیر ہو رہی ہے۔پلیز گھر چلیں۔'' اب اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہو چکے تھے۔سجل نے کانپتے ہاتھوں سے فون بیگ سے نکالنے کی کوشش کی جبکہ زاویار نے ہاتھ بڑھا کر اس سے بیگ چھین لیا۔اس نے اس میں سے فون نکالا اور اپنے ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔''کک۔کیا کر رہے ہیں آپ؟ مجھے میرا فون دیں۔'' سجل کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''خاموش ہو جاؤ اب۔'' زاویار کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

''زاویار بھائی۔'' وہ روئی۔

''خاموش۔۔!وہ دھاڑا۔'' سجل لرز کر اپنی طرف کے شیشے سے لگ کر بیٹھ گئی۔

اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔وہ سسک رہی تھی۔وہ اس کے آگے منت سماجت کر رہی تھی۔وہ شخص بنا کسی تاثر کے بیٹھا رہا۔اور ہر لمحے گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا۔''دیکھیں۔پلیز۔۔میں آپکے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔آپ میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتے۔میں بھی تو آپکی بہن صفا جیسی ہوں۔'' اس نے آنسو ضبط کرتے رسما کہا۔

''کہا ں تم صفا نہیں ہو۔۔'' اس نے سٹیئرنگ پہ ہاتھ دے مارا۔

''بھائی پلیز۔۔'' وہ اب ہاتھ جوڑے سسک رہی تھی۔

****

''سفیان۔!سجل ابھی تک گھر واپس نہیں آئی۔اور میرا فون بھی نہیں اٹھا رہی۔میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' وہ اس وقت لاونج میں بیٹھے ٹی وی پہ کوئی ٹاک شو دیکھ رہے تھے۔منال بیگم ہاتھ میں موبائل اٹھائے آئیں۔

''ہاں وہ ڈرائیور کا فون آیا تھا۔گاڑی راستے میں خراب ہو گئی تھی۔وہ لوگ زاویار کے ساتھ واپس آ رہی ہیں۔'' انھوں نے ریموٹ سے چینل تبدیل کرتے پرسکون سے لہجے میں جواب دیا۔منال بیگم صوفے پہ ڈھے گئیں۔

''لیکن وہ فون کیوں نہیں اٹھا رہی۔؟'' وہ پریشانی سے بار بار فون پہ اسکا نمبر ملا رہی تھیں۔

''ارے بیگم۔!ہو سکتا ہے موبائل سائلنٹ پہ ہو۔آپ تو جانتی ہیں اسکی لاپرواہی کی عادت نہیں جاتی۔کالج میں فون سائلنٹ پر رہتا ہے۔ہو سکتا ہے ہر نکل کر سائلنٹ سے ہٹانا بھول گئی ہو۔'' انھوں نے ایک تجزیہ نگار اور کچھ سیاسی رہنما بیٹھے تھے۔جبکہ منال بیگم کی بے چینی کسی صورت ختم نہیں ہو رہی تھی۔

****

وہ گاڑی سے نکلا اور ائیر پورٹ کے احاطے میں داخل ہوا اسکا ٹکٹ پہلے ہی کنفرم ہو چکا تھا ا۔ زو پ اپنا کوٹ ٹ نگے اور ا۔ ہاتھ میں مو ئل پ کچھ ٹ پ کرتا وہ مصروف سا ا ر ٹ ھ ے ۔۔ وہ اب ویٹنگ میں بیٹھا تھا۔ اس نے فون نکالا۔ گیلری میں سے سجل کی تصو ی نکالی۔ اسکو زوم کیا اور دو ر ہ زوم آوٹ کر دی۔

''میری ٹ ی۔۔'' اسکے لبوں پ ا مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میں جا ہوں میری ٹ ی کو سر پ ائیز زپسند ہیں۔ اور مجھے یوں اچا ک سامنے دیکھ کر میری ٹ ی پ گل ہو جائے گی۔'' وہ ہنس دی۔ ''اس ر میں تمہیں تمہاری بھابھی کے ر ے میں بتا دوں گا۔ اور تمہارے بھتیجوں اور بھتیجی کی تصو یں بھی دکھاوں گا۔ میں جا ہوں۔'' اس نے آنکھیں چھوٹی کیں وہ ز ۔ تصو ے سے ۔ تیں کر رہا تھا۔ ''کہ تم پہلے حیران ہو گی۔ پھر مذاق سمجھو گی۔ اور پھر۔'' وہ رک کر دو ر ہ ہنس دی۔ ''اور پھر تم مجھے مارو گی۔۔'' اس نے مسکرا کر اپنی دن کی پشت پ ہاتھ پھیرا۔ ''لیکن تمہارے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ا۔ اہیم گورسی مار کھالے گا۔'' وہ کسی کیفیت کے تحت اس تصو ے سے ۔ تیں کرتا رہا۔ بلکل ایسے جیسے کہ سجل، اسکی ٹ ی، اسکی لاڈو اسکی آنکھوں کے سامنے بیٹھی اسکی ۔ تیں سن رہی ہو اور مسکرا رہی ہو۔ تصو میں سجل کا مسکراتا ہوا چہرہ اسکو بہت پیارا لگا تھا۔ پھر اس نے واٹس ا پ کھولی۔ آج سارا دن مصروفیت کے ۔ ش اس نے کوئی سوشل میڈ پلیٹ فارم کھول کر نہیں دیکھا تھا۔

سامنے ہی سجل کا پیغام تھا۔ اس نے سجل کی چیٹ کو پن کیا ہوا تھا۔ کہ اسکی ٹ ی کا میسج کبھی بھی لوگوں کے پیغامات کی بھیڑ میں گم نہ ہو سکے۔ اس نے مسکرا کر اسکی چیٹ کھولی وہاں ا ویڈ یو تھی یہ وہی ڈ ر کی وڈ یو تھی جو اسکو منال بیگم نے بھیجی تھی۔ ساتھ کیپشن تھا۔

''میرے بھائی کے استقبال کی ساری تیار یں ہو گئی ہیں۔ بس اب وہ کل رات ۔ رہ بجے اس د میں آجائے گا۔'' ساتھ ا مزاہیہ ایموجی تھا۔ پیغام پ ھ کر ا۔ اہیم بے اختیار ہنس دی۔

****

سیاہ شیشوں والی گاڑی ا فارم ہاوس کے سامنے آ رکی۔

''مم۔ مجھے گھر جا ہے بھائی۔!'' وہ مسلسل کہے جا رہی تھی جبکہ مقابل گاڑی سے ا ا اسکی جا ۔ کا دروازہ کھولا اور اسکو گھسیٹتا ہوا ا ر لے ۔ گارڈ اور چوکیدار ا دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ کیو وہ سجل کو جا تھے۔

''ر ڈائن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے زاو ر قریشی نے اپنے ہی گھر میں ڈاکہ مار لیا۔'' گارڈ نے افسوس سے چوکیدار سے کہا۔

''خاموش ہو جاو۔ ہماری منہ کھولنے کی اوقات نہیں ہے ا اس نے تمہیں یہ کہتے سن لیا تو جان لے لے گا ہم دونوں کی'' چوکیدار نے گارڈ کو وہیں خاموش کروا ا اور گیٹ بند کرنے لگا۔ جبکہ وہ شخص اس معصوم کلی کو لے کر ا ر کہیں غا ہو چکا تھا۔ گارڈ نے اپنی ۔۔ سے روئی نکالی اور اپنے کانوں میں ٹھونس لی چوکیدار نے افسوس سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

****

منال بیگم بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھیں جبکہ سفیان صا ۔ اب زادا کرنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

''ا اللہ میری بیٹی کی حفاظت کر ۔'' وہ مسلسل دعا ما رہ تھیں۔ اور ساتھ ساتھ اسکے مو ئل پ فون بھی کر رہی تھیں۔ سجل کا مو ئل زاو ر کے ڈیش بورڈ میں بجتا رہا۔ اور اسکو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔

****

''مم۔۔ مجھے جانے دیں پلیز۔۔!'' ا ر پھر سے اس نے التجا کی تھی۔ جبکہ زاو ر نے اسکو بیڈ پ پٹکا اور خود ہر نکل ۔ وہ دروازے کی جا پ روازہ ا ر سے بند تھا۔

''ا اللہ مجھے نکالیں یہاں سے۔'' وہ اللہ کی منت سما ۔ کرنے لگی۔ وہ دروازہ پیٹ رہی تھی، وہ رو رہی تھی ٹ ٹ ا رہی تھی۔ اسکی پکار والا کوئی نہ تھا۔ چیخ چیخ کر اسکے گلے کی رگیں بیٹھ گئیں تھیں۔ ''ا۔ اہیم بھائی۔!!!'' اس نے غا بانہ اپنے بھائی کو اپنے محافظ کو پکارا۔

ا۔ اہیم جو اس وقت فلا ٹ میں تھا۔ وہ ٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ا عجیب سا درد اٹھا اسکے دل میں کے وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''سجل۔۔!''اس نے زیر لب دہرایا۔اسکے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔وہ بس کلاس میں سفر کر رہا تھا۔اسکی ٹانگیں۔آرام دہ تھی اس آرام دہ ماحول میں بھی اسکو گھٹن محسوس ہوئی تھی۔وہ اپنی ٹائی ڈھیلی کرنے لگا۔''یا اللہ یہ کیسا احساس ہے؟''ابراہیم الجھ کر رہ گیا۔

''سر کچھ چاہیئے آپکو؟''ایئر ہوسٹس اسکے پاس آئی۔

''ہاں؟''وہ چونکا۔

''سر میں آپکی کیا مدد کر سکتی ہوں؟''اس نے ابراہیم کی حالت دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

''کک۔۔کچھ نہیں۔۔''وہ مسلسل اپنی ٹائی ڈھیلی کر رہا تھا اس نے سامنے پڑی پانی کی بوتل اٹھائی اور ایک ہی سانس میں ختم کر دی۔

''سر ہمارے پاس فرسٹ ایڈ ہے۔اگر آپکو گھٹن یا گھبراہٹ ہو رہی ہے تو ہم فرسٹ ایڈ کو بلوا لیتے ہیں۔''ہوسٹس اسکی حالت دیکھ کر اب پریشان ہو رہی تھی۔

''نن۔نہیں میں ٹھیک ہوں۔''اس نے اپنی غیر ہوتی حالت پر قابو پایا۔تو ہوسٹس وہاں سے چلی گئی۔اس نے کچھ دیر بعد اپنی جیب سے موبائل نکالا اور سجل کی تصویر نکال کر دیکھی اسکا ہشاش بشاش سا چہرہ دیکھ کر وہ قدرے پرسکون ہو گیا۔

رات لمحہ لمحہ گزر رہی تھی اب گورسی ہاؤس میں بھی بے چینی بڑھ گئی تھی۔سفیان گورسی نے خیام قریشی کو فون کیا۔انھوں نے بتایا کہ زاویار اور سجل تو صفا کو ڈراپ کر کے نکل گئے تھے۔اب ہر طرف ایک ہلچل سی تھی۔سفیان گورسی نے اپنی گاڑی نکالی اور سجل کو ڈھونڈنے نکل پڑے۔

''مجھے سجل کو اجازت دینی ہی نہیں چاہیئے تھی۔میری بچی نہ جانے کہاں ہوگی؟''وہ اپنے لب نوچتے ہوئے ڈرائیو کر رہے تھے۔''زاویار سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔وہ ایک نمبر کا آوارہ اور کردار کا دن ہے۔وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔''سوچ سوچ کر ہی سفیان گورسی کا حلق خشک ہو رہا تھا۔''کہاں لے کر گیا ہوگا وہ میری بچی کو؟''وہ اب اسکے ٹھکانے ڈھونڈ رہے تھے۔

ادھر خیام قریشی نے اجلت میں گاڑی نکالی تو بیگم بھی پیچھے آ گئیں۔

''کیا ہوا ہے؟اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟''وہ گیٹ پر کھڑی پوچھ رہی تھیں۔

''تمہارے بیٹے نے میرا جینا حرام کر کے رکھا ہوا ہے۔اس نے وہ حرکت کی ہے کہ میں اسکو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔''وہ دھاڑے۔

''لیکن ہوا کیا ہے؟''وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

''سجل کو لے کر نکلا ہوا ہے۔ابھی تک اسکو اسکے گھر چھوڑ کر نہیں آیا۔نہ جانے بچی کہاں ہوگی نہ جانے سجل کو کچھ ہوا میں زاویار کو اپنے ہاتھوں سے گولی ماروں گا۔''وہ کہتے رکے نہیں بلکہ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ڈرائیور نے گاڑی دی۔

زاویار دور کمرے میں داخل ہوا تو وہ فرش پر بیٹھی تھی۔حال سی۔دروازہ کھلنے پر وہ بھاگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔زاویار اسکو لاک کر چکا تھا۔

''دد۔۔دیکھیں زاویار بھائی پلیز.....''

''خاموش۔۔!''اس نے کہتے سجل کے چہرے پر طمانچہ رسید کیا۔وہ دور جا گری۔''کہا ں بھائی نہیں ہوں۔۔''وہ دھاڑا۔جبکہ سجل اب تک کی سی کیفیت میں زمین پر پڑی تھی۔پھر زاویار اسکی جانب بڑھا۔اسکو بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔''دیکھو سجل۔!''وہ نرم لہجے میں بولا۔سجل کو امید کی کوئی کرن آئی۔''آرام سے خود کو میرے حوالے کر دو۔میں زبردستی نہیں کروں گا۔۔''اسکے الفاظ پر سجل کے حواس شل ہوئے۔اسکی آخری امید بھی ٹوٹ گئی۔

''ہرگز نہیں۔''وہ اب سرخ آنکھیں لئے دھاڑی۔

''سجل گورسی۔۔!''وہ کہہ کر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔''اب فرار کی راہیں بند ہیں۔۔اب تمہارے پاس کوئی تیسرا آپشن نہیں ہے۔تو اپنی مرضی سے میرے پاس آ جاؤ نہیں تو زبردستی تو میں کروں گا ہی۔۔''''اگر مرضی سے آ گئی تو تمہیں واپس گھر بھی چھوڑ آوں گا اور تمہارے گھر والوں کے سامنے مضبوط سا عذر بھی پیش کر دوں گا۔''وہ کمینی ہنسی ہنستا اسکے قریب ہوا۔

''مم۔میں نے کیا بگاڑا ہے آپکا؟''وہ رو پڑی۔

''تم نے مجھے بہکا دیا ہے سجل۔۔!اور بہکے ہوئے زاویر سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔۔'' وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولا۔

''میں نے کبھی نہیں بہکایا آپکو۔'' وہ ئی۔

''تم نے انے میں بہکا دیا ہے۔'' وہ اسکو زو سے دبوچ چکا تھا۔سجل نے اس سے زو چھڑوایا اور دروازے کی جانب بڑھی وہ بند تھا۔اب کمرے میں بس زاویر کے قہقہے گونج رہے تھے۔سجل کی ٹیبل پر گئی۔وہاں پھلوں کی ٹوکری پڑی تھی۔اس میں ایک تیز دھار چھری تھی۔سجل ایک لمحہ ضائع کیے بنا ٹیبل کی جانب پڑھی اور چھری اٹھالی۔۔اس نے چھری کا رخ زاویر کی جانب کیا۔

''اگر میرے قریب آئے تو میں جان لے لوں گی۔'' اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''سجل۔چھوڑو اسکو۔'' زاویر نے گھبراہٹ چھپائی۔

''دروازہ کھولیں۔'' سجل اسکی جانب چھری لئے بڑھی۔

''سجل چھری پھینکو۔۔'' وہ اسکی جانب بڑھنے لگا۔سجل کو اپنا آپ کمزور محسوس ہوا۔۔اس نے چھری اپنی شہ رگ پر رکھی۔''سجل۔۔!'' وہ وہیں رک کر دھاڑا۔

''ایک قدم بھی آگے آپ نے میری جانب بڑھایا تو میں اپنی جان لے لوں گی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی۔

''سجل چھری دو۔۔'' وہ غرایا۔

''ہرگز نہیں۔۔''

''ٹھیک ہے۔بے شک مرجاو میں تمہاری لاش کو بھی روند ڈالوں گا۔'' کہتے وہ ہنسا اور اپنی شرٹ اتارنے لگا۔سجل کی آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔

(''میری ٹیچر۔۔!'' سجل کی آنکھوں کے سامنے ابیہم کا چہرہ لہرایا۔

''میری جان میری عزت ہے میری ٹیچر۔۔'' کچھ الفاظ تھے جو گونج رہے تھے۔۔سجل کو سامنے کھڑا زاویر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔اسکی آنکھوں میں بس ایک ہی شخص کا عکس تھا۔اور وہ شخص تھا ابیہم گورسی۔

''میری ٹیچر بہادر ہے۔'')

سجل نے میں سر ہلایا۔''آپکی ٹیچر بہادر نہیں ہے بھائی۔'' وہ کسی ٹرانس کے تحت خود کلامی کر رہی تھی۔زاویر ہنس دیا۔اس نے موقع پا کر سجل کے ہاتھ سے چھری پکڑ کر دور دی۔

سجل گورسی ہار گئی۔۔ابیہم کی سجل ہار گئی۔

****

صفا اپنے کمرے میں ہی تھی۔یحیہ بیگم لاونج میں ٹہل رہی تھیں وہ صفا کو یہ بات بتا کر اسکی جان اب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔وہ اسکو جانتی تھیں کہ وہ سجل کو لے کر کتنی حساس ہے۔صفا کو یہ بات سن کر ہی پینک اٹیک آجاتا تھا اس لئے وہ بس دعا کر رہی تھیں کہ سجل ٹھیک ہو۔

صفا کا کمرہ تاریک تھا۔وہ کپڑے تبدیل کر کے واشروم سے نکلی اور بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔پھر اس نے موبائل اٹھایا۔اپنی لاکڈ گیلری کھولی۔اس میں ایک ہی فولڈر تھا اس نے فولڈر کھولا اور ابیہم کا روشن سا چہرہ دیکھنے لگی اس نے ایک ایک تصویر ہزار ہزار دفعہ دیکھی ہوئی تھی۔ وہ ہر بار ایک تصویر کو ایسے دیکھا کرتی تھی جیسے کہ پہلی بار دیکھ رہی ہو۔ہر تصویر کو زوم ان اور پھر زوم آوٹ کرنا یہ اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا جو وہ ہر رات سونے سے پہلے دہراتی تھی۔

''کل آپ آجائیے گے۔۔میں آپکا انتظار کر رہی ہوں۔۔'' اس نے مسکرا کر ایک تصویر پہ ہاتھ پھیرا۔''اس بار میں آپکو اپنے دل کی بات بتا دوں گی۔میں جانتی ہوں آپ میری بات نہیں مانیے گے۔ہمارا ساتھ ممکن نہیں ہے۔ میں اپنے دل میں کوئی امید نہیں رکھنا چاہتی۔میں اپنے دل کی بات مزید اپنے دل میں نہیں رکھ سکتی ابیہم۔'' اس نے ایک اور تصویر کھولی اور اسکو زوم ان کیا۔''آپ ہمیشہ مجھے بچی سمجھتے رہے ہیں۔ اب صفا بچی نہیں رہی۔'' اس نے منہ پھلایا۔''صفا بڑی ہوگئی ہے اور وہ صفا ابیہم کو چاہتی ہے۔'' اس نے اپنی سرمئی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلائے۔

خیام قریشی اسکے سارے ٹھکانے کھنگالنے کے بعد اب فارم ہاوس کی جا. چل دیئے۔وہ پہلے وہاں اس لئے نہیں گئے کیو ا ا امید تھی کہ زاو ر ایسی حر - نہیں کرے گا۔اور اَ وہ سجل کو کہیں لے کر َ ہے تو وہ فارم ہاوس نہیں لے کر جائیگا کیو وہ اتنی آسان جگہ پہ یہ کام نہیں کرے گا انکا ا ازہ غلط ش. - ہوا تھا۔گاڑی فارم ہاوس کے دروازے پہ آکر رکی تو گارڈ بھاگ کرا پس َ ۔وہ گاڑی سے ا ت کر گیٹ میں داخل ہوئے تو پورچ میں ہی زاو ر کی گاڑی کھڑی تھی ا قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

''شاہ صا . وہ۔'' گارڈ نے کچھ کہنا چاہا کہ انھوں نے اسکو َ یبان سے پکڑا اور ا مکا اسکے چہرے پہ رسید کیا۔''شاہ صا . معاف کر دیں۔۔''وہ َ ڑ ا۔

''. تمہیں علم ہو َ تھا تو مجھے اطلاع کیوں نہیں کی۔'' وہ مسلسل اسکے چہرے پہ مکے. سار ہے تھے۔

''شاہ صاح۔۔''انھوں نے گارڈ کو دھکا دے وہ دور جا َ ا۔۔اب وہ زو ر کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہے تھے۔کمرے کے در و دیوار سے و ش - ٹپک رہی تھی۔سجل گوری بیڈ پہ مردہ حا - میں پڑی تھی۔وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا سگر ٹ پی رہا تھا۔

''زاو ر قرشی. ہر نکلو۔آج مجھے تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گا۔خیام قریشی دھاڑ رہے تھے۔'' ساتھ ساتھ وہ دروازہ پیٹ رہے تھے.....جبکہ وہ ا ر آنکھوں میں سرخی لئے اس مردہ وجود کو گھور ہوا سگر ٹ کے کش لے رہا تھا۔تھوڑی دیر میں گارڈ چابیاں لے کر خیام قریشی کے پس پہنچا انھوں نے چابی گھمائی اور دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتا تھا۔خیام قریشی سا - ہو گئے۔انکا چہرہ سپاٹ تھا۔بے ر َ ۔انھوں نے ا سجل کو دیکھا۔جس کی حا - دیکھ کر ا ازہ لگا جا سکتا تھا کہ وہ اب جانبر نہیں ہو سکے گی۔اگلے ہی لمحے وہ او ر کو گلے سے دبوچے ہوئے تھے۔''َ ڑ ا ن۔حرام خور۔۔ کردار۔۔''وہ اسکا گلا دا نے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ ا بوڑھے ہاتھ لرز رہے تھے۔گارڈ پیچھے کھڑا تھا۔اس نے سجل کی حا - دیکھی تو وہ منہ پہ ہاتھ رکھے وہاں سے . ہر نکل َ ۔

''یہ مر جائے گی زاو ر۔۔وہ آ ٔ کار دھاڑے۔''

''۔۔۔!''اس نے اپنا گلا چھڑوا ۔

وہ اسکو گلے سے پکڑ کر . ہر گھسیٹ کر لے گئے۔وہ شرٹ کے بنا کھڑا تھا۔انھوں نے اپنی ۔۔ سے گن نکالی اور اسکے ماتھے پہ رکھی۔''آج میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا زاو ر۔!''وہ غم و غصے میں پگل دکھائی دیتے تھے۔''اس لعنت کو میں اس د سے ہی ختم کر ڈالوں گا میرے کس َ ہ کی سزا ہو تم زاو ر؟''

ا آنکھوں میں سرخی تھی۔غم کی سرخی۔۔پچھتاوے کی سرخی۔۔بے بسی کی سرخی۔۔ ت اور غصے کی سرخی۔شور کی آواز سے سجل کی آ کھلی۔اس نے بمشکل اپنے وجود کو گھسیٹا۔اس نے ا اپنی حا - کو دیکھا۔

''میری َ ۔میری عزت۔'' وہی الفاظ گونجے تھے۔ اس . رو ہ الفاظ سجل کے زخموں پہ مرہم ش. - نہیں ہوئے تھے۔

اس کی زمین پہ ڑی چھری پہ گئی۔

منال بیگم کو سانس ۔ میں مشکل ہو رہی تھی۔ا گھبراہٹ اب . ھ رہی تھی۔انھوں نے سفیان صا . کو کئی . رفون ۔ وہ نہیں اٹھا رہے تھے۔اب انکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔وہ ٹ ھال سی صوفے پہ ہی ڈ ھے گئیں۔۔ زمہ لاونج میں آئی تو اس نے منال بیگم کی حا - دیکھی۔

''بی بی جی کیا ہوا آ پکو؟'' وہ ا پس بیٹھی ان سے پوچھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''زلیخا۔۔مم۔میری سجل۔!''وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کر رہی تھیں۔

''بی بی جی سجل بی بی . لکل ٹھیک ہوں گی۔آپ فکر نہ کریں۔آج کل ٹ یفک بھی تو بہت . ھ گئی ہے۔کہیں ٹ یفک میں پھنس گئی ہوں گی۔'' وہ ا ہاتھ ملتی ا حوصلہ دے رہی تھی۔

''نہیں زلیخا۔!میں ماں ہوں۔اب - میری ہمت قائم تھی اب میرا دل بیٹھ رہا ہے مجھے لگ رہا ہے جیسے کوئی میرے جسم کو کا ں پ گھسیٹ رہا ہو۔۔''وہ کسی ٹ انس کے تحت بولیں۔انکا ر َ پیلا پڑ رہا تھا۔

''بی بی جی آپ حوصلہ کریں۔آپ لوگوں نے کبھی کسی کے ساتھ . انہیں کیا۔اللہ آپ کے ساتھ کچھ. انہیں ہونے دے گا۔'' زمہ کی آنکھوں میں آ آ گئے تھے۔

''زلیخا۔! میرے نبی ﷺ نے کبھی کسی کے ساتھ۔ انہیں کیا تھا۔ لوگوں نے ا ساتھ۔ اکیا۔ زلیخا یہ د ہے۔ یہاں کوئی محفوظ نہیں۔'' ا آنکھیں خشک تھیں۔ ا آنکھوں کا کرب زلیخا دیکھ سکتی تھی۔

''بی بی آپ حوصلہ کریں۔ صا . جی سجل بی بی کو لے کر آتے ہی ہوں گے۔ آپ دیکھنا وہ. لکل ٹھیک ہوں گی۔'' زمہ نے نم آنکھوں سے ا حوصلہ دی۔ اور خود کو بھی۔ جبکہ منال بیگم ٹ ھال تھیں۔

****

سفیان گورسی کی گاڑی فارم ہاوس پہنچی۔ انھوں نے دیکھا کہ خیام قریشی پہلے ہی زاو ر پ گن تنے ہوئے ہیں۔

''میری بیٹی کہاں ہے؟ وہ پ گلوں کی سی حا تھ میں خیام قریشی سے پوچھ رہے تھے۔ انھوں نے ا رکمرے کی جا . دیکھا۔ تو سفیان گورسی ا لمحہ ضائع کئے بنا کمرے کی جا . ڑھ گئے۔ خیام قریشی نے ا زاو رکو دیکھا۔ انھوں نے گن کا ڑ د دی۔ وہ گولی فضا میں ہی تحلیل ہوگئی۔ وہ ا اولاد تھی۔ اور کسی بھی . پ کے لئے اپنی اولاد کی جان ۔ . سے کٹھن کام ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر اسکو پکڑائی۔

''دو گھنٹے ہیں تمہارے پ س۔ اس ملک سے دفع ہو جاو اور مجھے ساری ز گی اپنی منحوس شکل مت دکھا ۔'' کہتے انھوں نے زاو رکو دھکا دی۔ وہ سا تھ سا کھڑا تھا۔'' دفع ہو جاو لعنتی ا ن ۔۔'' وہ دھاڑے۔

سفیان گورسی نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ تو ا لگا کہ ا دل کی دھڑکن رک چکی ہے۔ ا قدم سا تھ ہوئے۔ وہ ہلنے سے قاصر تھے۔۔ وہ اپنی جگہ پ منجمند ہو چکے تھے۔۔ سامنے زمین پ ا وجود تھا۔ ا مردہ وجود۔۔ اسکی آنکھیں سا تھیں۔ ان میں سے آ ابھی تک بہہ رہے تھے۔ اسکی رنگت سفید تھی۔ آنکھوں کی پ یاں سفید پ گئی تھیں۔

اسکی شہ رگ ٹ چکی تھی۔

فرش پ ا گاڑھا سرخ رنگ کا مائع تھا۔

وہ لہو تھا۔ لہو سے بھی لال تھا۔

****

ا ہیم ائیر پورٹ سے نکلا۔۔ رات کا ا بج رہا تھا۔ وہ ا . زو پ کوٹ ڈ ئے تیز تیز قدم اٹھاتا ائیر پورٹ کے احاطے سے . ہر نکلا۔ اس نے اپنا فون نکالا اور اپنی سم کو فعال کیا۔ سامنے ہی ا گاڑی کھڑی تھی۔ وہ ا ٹیکسی تھی۔ پ کستان میں ا ہیم گورسی بس ا عام سا . نس مین تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا اور ڈرائیور کو ا ڑ ریس سمجھا۔ خود وہ ٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں مو ۔ ا ب ا سکون سا تھا۔ وہ آ کار اپنے ملک واپس پہنچ تھا۔ آج وہ اپنی ٹ کو سرپ ائیز دے گا۔ وہ خوشی سے مسکرا۔

****

گورسی ہاوس کے . ہر گاڑی آ کر رکی۔ منال بیگم بھاگ کر گیٹ آ ۔

''میری بچی آ گئی۔ اللہ تیرا شکر ہے۔'' وہ گیٹ کی جا . قدم ٹ ھاتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں۔۔ وہ بھاگ کر لان گئیں۔ گاڑی . ہر ہی رک گئی تھی۔ وہ اب لان میں کھڑی بے چین سی ان دونوں . پ بیٹی کا انتظار کر رہی تھیں۔ گیٹ کھل ۔ سامنے کا منظر بیان سے . ہر تھا۔ سفیان گورسی ا وجود کو . نہوں میں بھرے ا ر داخل ہوئے۔ وہ وجود سفید چادر میں پ ٹ ہوا تھا۔ منال بیگم کے حواس شل ہوئے۔ انھوں نے غیر یقینی سے سامنے سے آتے سفیان گورسی کو دیکھا۔ پھر ا ہاتھوں میں ا وجود پ گئی جو سفید چادر میں پ ٹ ہوا تھا۔ اس چادر پ دھبے تھے۔ وہ دھبے سرخ تھے۔ وہ کیوں سرخ تھے؟ یہ سوچنے کے لئے منال بیگم کا دماغ شٹ ڈاون ہو تھا۔ انکا دماغ خالی تھا۔ وہاں بس خاموشی تھی، سناٹ تھا۔ کسی سوال کا کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

سفیان گورسی کے پیچھے انکا گارڈ اور چوکیدار لپکے۔ سفیان گورسی لان کے وسط میں آ کر لڑکھڑائے۔ اور وہ زمین بوس ہوئے۔ وہ ٹ ں کے بل بیٹھے تھے۔ جبکہ ا لخت جگر کا بے جان وجود ا ہاتھوں میں تھا۔ وہ گھڑی قیامت تھی۔ قیامت سے بھی ہولناک۔ وہ ا حصے کی قیامت تھی۔

''سس۔۔سفیا۔ن۔۔'' منال بیگم ان سے چند قدم کے فاصلے پ تھیں۔وہ زمین پ بیٹھتی چلی گئیں۔''یہ۔۔یہ کککک۔۔کون ہے؟'' وہ ا آ ی تسلی چاہتی تھیں۔ انھوں نے اس لئے نہیں پوچھا تھا کیو وہ سچ جاننا چاہتی تھیں۔انھوں نے اس لئے پوچھا کیو وہ انکار چاہتی تھیں۔ہر اس وسوسے کا انکار جوا دل میں پہرہ بٹھا رہا تھا۔ہر اس واہمے کا انکار جوا دماغ سے سوچنے سمجھنے کی صلا یت چھین رہا تھا۔وہ انکار چاہتی تھیں۔وہ چاہتی تھیں کہ کوئی ا پکارے،ا جھنجوڑے اور اس ہولناک خواب سے جگادے۔گارڈ نے سفیان گورسی کو سنبھالنا چاہا۔تو انھوں نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔اس دوران سجل کے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا۔جبکہ اب گورسی ہاوس میں ا دھاڑ گو تھی۔ وہ ا پ کی دھاڑ تھی۔ا ہارے ہوئے بے بس پ کی دھاڑ۔جو اپنی بیٹی کی جان اور عزت دونوں ہار گیا تھا۔وہ دونوں بے بس ماں پ سردی کی یخ بستہ رات میں لان میں بیٹھے تھے۔جنکی لخت جگر لہو سے لت پت تھی۔وہ دونوں ٹانگوں کے بل اپنی اپنی جگہ بیٹھے تھے۔درمیان میں لان کی ٹھنڈی گھاس پ سجل کا بے جان وجود پڑا تھا۔

''سفیان۔۔!'' منال بیگم نے ہمت کر کے سفیان گورسی کا گریبان پکڑا۔''سفیان یہ کون ہے؟ میری سجل کہاں ہے؟'' وہ انکا گریبان پکڑ کر رہی تھیں۔جبکہ سفیان گورسی اب پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔''نن۔نہیں سفیان۔۔!یہ آپ کس کو لے کر آئے ہیں۔'' انھوں نے سجل کا سفید چہرہ دیکھا۔

''یہ ہماری سجل ہے منال۔۔!'' انھوں نے منال بیگم کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''نن۔نہیں۔ہر۔نہیں۔'' وہ مسلسل میں سر ہلا رہی تھیں۔ا آنکھیں خشک تھیں۔انکا چہرہ سپاٹ تھا۔''آ۔۔آپ پ گل ہو گئے ہیں؟ یہ میری سجل نہیں ہے۔۔'' وہ

۔

''یہی ہماری سجل ہے منال۔۔'' وہ پنجوں کے بل بیٹھے گھاس کو مٹھیوں میں جکڑے اپنے بند ہوتے دل کو سنبھال رہے تھے۔

''آپ سے کس نے کہا کہ یہ ہماری سجل ہے؟'' وہ اٹھ کھڑی ہو۔''یہ۔۔یہ میری سجل نہیں ہے۔'' وہ آہستہ آہستہ اپنے قدم پیچھے کی جا لے رہی تھیں۔شور سن کر کوارٹر سے زمین آ گئے تھے۔زلیخا نے لان میں پڑی سجل کی لاش دیکھی تو وہ ہل کر رہ گئی۔پھر اس نے منال بیگم کو دیکھا جو کہ اپنے قدم پیچھے کی جا لے رہی تھیں۔''مم۔۔میری سجل کا چہرہ سرخ تھا۔وہ تو اتنا سفید نہیں تھا۔۔'' وہ پگلوں کی سی کیفیت میں ہنس ہنس کر سفیان گورسی کا مذاق اڑا رہی تھیں۔''آپ نے اپنی بیٹی کو بھی نہیں پہچا سفیان؟ کیسے پ ہیں آپ؟ یہ۔یہ ہماری سجل نہیں ہے۔'' انھوں نے اپنے لرزتے ہاتھ اپنے منہ پ رکھے۔

''بی بی جی سنبھالیں خود کو۔'' زلیخا نے ا آ کر پکڑا۔

''زلیخا۔۔!'' انھوں نے ہیجانی کیفیت میں زلیخا کو دیکھا۔''یہ۔یہ سفیان پ گل ہو گئے ہیں۔پتہ نہیں کس کی لاش اٹھا لائے ہیں۔دیکھو یہ۔یہ میری سجل نہیں ہے زلیخا۔ تم۔۔تم تو جا ہو میری سجل ایسی نہیں ہے۔اسکا چہرہ سرخ ہے وہ اس طرح سفید نہیں ہے۔اور اسکی آنکھیں۔تم۔تم دیکھو یہ اسکی آنکھیں بھی سجل جیسی نہیں ہیں۔۔'' انھوں نے سجل کی ادھ کھلی آنکھوں کی جا اشارہ کیا۔''وہ کانچ کے جیسی تھیں۔جن میں ستارے چمکتے تھے۔یہ۔یہ بجھی ہوئی سفید آنکھیں میری سجل کی نہیں ہو سکتیں۔۔'' وہ آ ی بت پ ئی تھیں۔جبکہ سفیان گورسی بے جان سے سجل کے سرہانے بیٹھے تھے۔

''سفیان۔۔!'' وہ دو رہا جا ٹھیں۔ا سامنے بیٹھیں اور ا گریبان سے پکڑا۔''یہ۔یہ جس کو بھی لے کر آئے ہیں۔اس کو واپس چھوڑ کر آ ۔اسکے ماں پ ڈھونڈ رہے ہوں گے۔'' وہ ہیجانی کیفیت میں کہے جا رہی تھیں۔''میری سجل کو واپس لے کر آ ''

''منال۔۔!!'' انھوں نے منال بیگم کا چہرہ اپنے میں دفن کر لیا۔''منال یہ ہماری سجل ہے۔'' وہ لڑکھڑاتی زبان سے کہہ رہے تھے۔

''نہیں۔۔!!!!'' اب ا دلخراش چیخ گورسی ہاوس میں گو تھی۔اور یہ چیخ ا ماں کی تھی۔جس نے اپنی ہار تسلیم کر لی تھی۔جس نے سامنے پڑے وجود کو پہچان لیا تھا۔جس کے واہمے یت گئے تھے۔جسکو انکار نہیں تھا۔جسکو سچائی نے ڈس لیا تھا۔

خیام قریشی گھر میں داخل ہوئے تو لاونج میں بیجہ بیگم ابھی انکا انتظار کر رہی تھیں۔وہ سست قدم لیتے ا ر داخل ہوئے۔

''شاہ صا ۔۔!کیا ہوا؟'' انھوں نے پریشان حال خیام قریشی کو دیکھا۔وہ آ کر صوفے پ ڈھے گئے۔۔اور آنکھیں مو گئے۔''شاہ صا ۔۔!میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں؟ کیا سجل مل گئی؟ کیا وہ زاویر کے ساتھ تھی؟ پلیز بتا ں؟ کیا سجل ٹھیک ہے؟ زاویر کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آیا؟'' وہ ا ساتھ بیٹھیں سوال پ سوال

کر رہی تھیں۔ جبکہ خیام قریشی کے سرخ آنکھیں مسلیں اور سیدھے ہو کر بیٹھے۔ یحیٰ بیگم سوالیہ وں سے ا دیکھ رہی تھیں۔

''سجل۔۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''کیا ہوا سجل کو؟ آپ بتاتے کیوں نہیں؟ وہ ٹھیک ہے ن؟ پلیز شاہ صا بتا میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ زاو ر نے اسکے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا ن؟ ہے ن؟'' انھوں نے بھی جواب میں چاہی۔ میں جا تھی ''زاو ر ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ سجل اسکی بہنوں کی طرح۔''

''مر گئی ہے سجل۔۔'' یحیٰ بیگم کے منہ کو قفل لگ ا ز ن تو سے جا لگی۔ ''مر گئی ہے سجل۔ وہ معصوم مر گئی ہے یحیٰ۔ اور اسکا قتل ہمارے ٹے کے سر پ ہے۔ اسکا قتل ہم کے سر پ ہے۔ وہ معصوم اس د سے جا چکی ہے۔'' وہ دھاڑے۔ ا آنکھیں سرخ تھیں۔ ا آنکھیں جل رہی تھیں۔ ''اور زاو ر کا آج کے بعد کوئی اس گھر میں م نہیں لے گا۔'' کہتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''وہ میرے لئے مر ہے۔ وہ اس خا ان کے لئے مر چکا ہے۔ میرا کوئی ٹ نہیں ہے۔'' کہتے وہ وہاں سے نکل گئے۔ جبکہ یحیٰ بیگم پتھر آنکھیں لئے بیٹھی رہی۔

''امی۔۔!!!'' ا آنکھوں نے حر ت کی۔ ا ا ا انی آواز نے پکارا۔ اس آواز میں غیر یقینی تھی۔ انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو صفا سیڑھیوں پ کھڑی تھی۔ اسکی آنکھیں سا تھیں۔

''صفا۔۔!!'' وہ بھاگ کر اسکے پ س پہنچیں اور اسکو سہارا دے کر اسکے کمرے میں لے گئیں صفا کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ کچھ پوچھ نہیں رہی تھی۔ جبکہ یحیٰ بیگم اسکو بیڈ پ بٹھائے اسکے ہاتھ پ وں مسل رہی تھیں۔

''امی۔۔ کیا کہہ رہے تھے؟'' وہ کچھ د بعد ہوا میں گھرتی ہوئی بولی۔

''کچھ نہیں کہہ رہے تھے میری بچی۔ ٹھیک ہے۔'' انھوں نے اپنے آ وں کو پلکوں کے پیچھے کہیں دھکیل د۔

''نہیں امی۔ وہ کہہ رہے تھے۔۔''

''کچھ نہیں کہہ رہے تھے وہ۔۔'' وہ اٹھیں اور اسکا سر اپنے ی سے لگا۔

''امی۔۔!'' وہ دیوانوں کی سی کیفیت میں تھی۔

''امی سجل مر گئی؟'' اس نے سوال کیا تھا اس سوال نے یحیٰ بیگم کے ا ب شل کر دئے لیکن اگلے ہی لمحے انھوں نے خود کو سنبھالا۔

''نہیں تو۔ ایسی کوئی ت نہیں کی شاہ صا نے۔ تم پھر سے نیند میں چل رہی تھی۔ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔'' وہ اسکے ہاتھ پ وں مسل رہی تھیں۔

''نہیں امی۔ میں نے سنا۔'' اس نے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا جو اسکے قدموں میں بیٹھی اسکے پیروں کو مسل رہی تھیں۔ ''امی۔ سجل مر گئی؟'' اس نے پ گلوں کی طرح ہاتھ کا شارہ کر کے پوچھا۔

''صفا۔!'' وہ ٹ پ گئیں۔

''امی۔۔!!! امی سجل مر گئی۔؟'' وہ پھر سے بولی۔

''نہیں صفا۔۔!'' ا آواز لڑکھڑائی۔

''امی میری سجل مر گئی''؟ اس نے ا ر پھر سے پوچھا۔

''صفا۔۔!!!'' انھوں نے اسکے پ وں چھوڑے اور اٹھ کھڑی ہو وہ اب اسکا سر اپنے ی سے لگائے کھڑی تھیں۔ جبکہ وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی۔ صفا نے پلکیں جھپکیں۔ پھر اس نے کچھ سوچنا چاہا۔ اسکا دماغ کچھ بھی پ اسس نہیں کر پ رہا تھا۔

''امی۔۔!'' اسکی پھر سے آواز آئی۔

''صفا خاموش ہو جاو۔۔'' یحیٰ بیگم کی آواز لرزی۔

''امی۔۔!!!'' ا چیخ گو ۔

''صفا۔!! صفا میری بچی۔!'' انھوں نے اسکا چہرہ تھام کر سامنے کیا اب صفا کی آنکھیں الٹی ہو گئیں تھیں اسکا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔''صفا۔صفا میری بچی ہوش کرو۔'' انھوں نے اسکا چہرہ تھپتھپایا۔''شاہ صاحب۔۔!!'' وہ وہیں سے کوئی نہ آیا۔''شاہ صاحب۔۔! دیکھیں میری صفا کو کیا ہو گیا؟'' وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اسے پکار رہی تھیں.....جبکہ خیام قریشی گھر سے نکل چکے تھے۔

****

رات کے دو بجے گورسی ہاوس کا گیٹ ایک بار پھر سے کھلا تھا لان خالی تھا اور سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں وہ اپنا لیف کیس پکڑے اندر داخل ہوا۔گیٹ پہ نہ کوئی چوکیدار تھا اور نہ ہی گارڈ۔

''سچل بھی ں۔۔لگتا ہے سارے گھر والوں کو ڈرپ لگا ہوا ہے۔پگل ہے۔لکل۔۔''اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور مین ڈور کھولا۔

''سرپائز۔۔!''

سامنے لاونج میں ایک جنازہ پڑا تھا۔

''گگ۔۔ٹ۔۔!!'' ابراہیم گورسی نے پکارا اسکے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔سامنے فرش پہ اسکو اپنے ماں باپ بیٹھے آئے۔اردگرد کچھ زمین تھے۔وہ لوگ اب رو رو کر تھک چکے تھے۔ہار چکے تھے۔اس لئے بس اس جنازے کے سرہانے بیٹھے اس سفید چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ابراہیم کے ہاتھ سے اسکا بیگ گرا تھا۔سفیان گورسی نے چہرہ اوپر اٹھایا۔۔تو ابراہیم کو لگا کہ وہ اسکے بابا نہیں ہیں۔وہ سفیان گورسی نہیں تھا۔وہ کوئی سو سالہ بوڑھا بیمار شخص تھا۔وہ ایک تھکا ماندہ ہارا ہوا انسان تھا۔ابراہیم گورسی اپنی جگہ سے ساکت ہو چکا تھا۔اسکے قدم مجسمہ تھے۔۔وہ ہل نہیں پایا تھا۔

****

صبح کے چار بج چکے تھے صفا اس وقت دواوں کے زیر اثر تھی جبکہ بیجہ بیگم اسکے سرہانے بیٹھی تھیں۔مین گیٹ پہ ایک گاڑی آ کر رکی۔۔اس میں سے ایک شخص نکلا اسکے ہاتھ میں گن تھی۔گارڈ آگے بڑھا تو اس نے گارڈ کی ٹانگ میں گولی مار دی۔وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔چوکیدار نے مذاہمت کی وہ بھی اگلے ہی لمحے زمین پہ پڑا کراہ رہا تھا۔شور کی آواز سے بیجہ بیگم نیچے لاونج میں آئیں۔لاونج کا دروازہ ٹوٹا تو وہ لرز گئیں۔وہ ایک دم میں ان تک پہنچا۔گن اسکے ہاتھ میں ہی تھی۔بیجہ بیگم کے ہواس شل تھے۔

''ش۔شاہ صاحب گھر نہیں ہیں۔۔''وہ اتنا ہی بولیں۔

''زاویر۔۔!'' سامنے والے کی آنکھوں میں خون تھا۔

''ز۔۔زاویر بھی گھر نہیں ہے۔'' بیجہ بیگم نے اپنی پوزیشن روکی۔

''زاویر کہاں ہے؟'' اب کی بار وہ دھاڑا تھا۔

''نن۔۔نہیں ہے وہ گھر۔'' وہ لڑکھڑایا۔اوپر اندھیرے کمرے میں اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔

''امی۔۔! امی کہاں ہیں؟'' اس نے ادھر ادھر ٹٹولا۔پھر اگلے ہی لمحے اسکے دماغ میں کچھ آوازیں گونجیں۔''سچل مر گئی ہے۔''''س۔۔سچل۔! سچل۔سچل کہاں ہے؟'' وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی اٹھنے لگی۔

''زاویر قریشی ہر نکل۔۔آج میں تیرا کلیجہ چبا جاوں گا۔'' دور سے قریشی ہاوس میں ایک چیخ گونجی تھی۔

''زاویر ملک چھوڑ کر جا چکا ہے۔'' اسکے عقب سے آواز آئی تھی۔

''ششش۔شاہ صاحب۔!'' بیجہ بیگم پریشانی سے اٹھ جاگ بیٹھیں۔جبکہ انھوں نے اٹھ کر جانے کا اشارہ کیا۔وہ صفا کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔

''خیام قریشی۔۔!!'' ابراہیم تنے جبڑوں سے پکارا۔

''ا. اہیم۔۔!سجل۔'' ا آنکھوں میں سما. تھی، پچھتاوا تھا۔

''میری سجل کا م مت لو۔۔'' اس نے لاونج میں پڑی کانچ کی میز پہ مکا دے مارا۔۔وہ کرچی کرچی ہو ۔

''امی۔۔!!'' وہ کمرے کے دروازے تک پہنچی کہ یجہ بیگم ہڑبڑی میں ا ر داخل ہو ۔

''صفا۔۔!صفا تم ٹھیک ہو؟'' ا چہرے پہ تھا۔ وہ اس وقت صرف صفا کی خیر۔ چاہتی تھیں۔

''امی۔میری سجل۔!!'' وہ سرخ ہوتی آنکھیں لئے بمشکل بولی اور دروازے کے ساتھ ہی ڈھے گئی۔دوا کا اث تھا۔اس لئے اسکا دماغ پوری طرح کچھ بھی نہ تو قبول کر پا رہا تھا اور نہ ہی جھٹلا رہا تھا۔ یجہ بیگم نے کمرے کا دروازہ ا رسے لاک کیا اور اسکے پاس زمین پہ بیٹھ گئیں۔''امی۔!میری سجل چلی گئی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''بس میری بچی۔!'' وہ اسکو خود سے لگائے بیٹھی رہیں۔

''امی۔امی۔!'' اس نے ہیجانی کیفیت میں ا پکارا۔''امی مجھے ا ۔ سجل کا چہرہ دیکھنا ہے۔پلیز امی مجھے لے چلیں۔'' اس نے ہاتھ جوڑے۔

''خاموش ہو جاو صفا۔۔ا لفظ نہ نکلے تمہارے منہ سے۔'' انھوں نے صفا کے منہ پہ ہاتھ رکھا۔۔ا اس وقت ہر کھڑے ا. اہیم کا خوف تھا۔اسکے سر پہ خون سوار تھا۔اسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ آج قریشی ہاوس کو آگ لگا دے گا۔

''دیکھو ا. اہیم۔۔'' انھوں نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑ چاہا جبکہ ا. اہیم نے اپنی گن ا کن پٹی پہ رکھی۔

''خیام قریشی۔!زاور کو میرے حوالے کر دو۔اسی میں تمہارے خا ان کی بھلائی ہے۔ورنہ ا قتل کے ۔ لے یہاں تین تین لاشیں یں گے۔اور میں قریشی خا ان کو مٹی میں دوں گا۔'' وہ انگارہ ہوتی آنکھیں لئے غرا۔جبکہ خیام قریشی نے نہ اپنا یبان چھڑا اور نہ ہی اپنی کنپٹی سے پستول ہٹانے کی کوشش کی۔

''لے لو جان۔'' وہ پرسکون سے بولے۔''میری جان لے لو ا. اہیم۔۔''!انھوں نے دہرا۔''ا میری جان لے کر تمہارا انتقام پورا ہو تو ہے تو لے لو۔میں تمہیں اپنا خون معاف کرتا ہوں۔'' انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔

''جان کے ۔ لے جان۔۔عزت کے ۔ لے عزت۔'' ا. اہیم کے الفاظ قریشی ہاوس میں گونجے تھے۔سامنے کھڑے خیام قریشی نے آنکھیں کھول دیں۔

''نہیں۔۔ا. اہیم۔!'' انھوں نے غیر یقینی سے ا. اہیم کو دیکھا۔''تم۔تم میری جان لے لو۔'' انھوں نے گن پکڑ کر اپنی کنپٹی پہ رکھی۔

''امی۔مجھے جانے دیں پلیز۔'' وہ اٹھی اور یجہ بیگم کے روکنے سے پہلے ہی وہ دروازہ کھول کر بھاگ نکلی۔وہ پیچھے ہی لپکیں۔۔وہ سیڑھیوں پہ کھڑی تھی کہ اسکے کانوں سے ا مانوس سی آواز ٹکرائی۔

''اور مجھے دونوں چاہیں۔۔'' صفا کے قدم سا ۔ ہوئے۔وہ آ ی دو سیڑھیوں پہ آ کر رکی۔

''اب۔ا. اہیم۔!!'' اس نے ا نے میں سامنے کھڑے شخص کو پکارا۔وہ مڑا۔صفا نے اسکی آنکھیں دیکھیں۔وہ سرخ تھیں۔جبکہ پیچھے ہی یجہ بیگم بھاگتی ہوئی آ ۔

''صفا۔۔!'' انھوں نے صفا کو زور سے دبوچا۔''چلو یہاں سے۔'' وہ اسے ا ر لے جانے لگیں۔

''ا. اہیم میں زاور کو خود تمہارے حوالے کروں گا۔'' خیام قریشی کی خوفزدہ سی آواز آئی۔جبکہ وہ ٹ سا صفا کو دیکھ رہا تھا۔اس نے گن پہ فت مضبوط کی اور صفا کی جا ۔ ٹھا جسکو یجہ بیگم سیڑھیوں کی جا ۔ گھسیٹ رہی تھیں۔ وہ ٹ سی ا. اہیم کو دیکھے گئی۔

وہ اس شخص کو دیکھے گئی۔کیو وہ اسکو دیکھنا چاہتی تھی۔وہ شخص آج اسکے سامنے تھا۔جس کی تصو یں دیکھ دیکھ کر وہ وقت ارتی تھی۔آج وہ حقیقت بن کر اسکے سامنے کھڑا تھا۔صفا کے چہرے پہ آ وں سے لکیریں بن چکی تھیں۔اسکی آنکھیں ا ہی نقطے پہ مرکوز تھیں۔اور وہ نقطہ ا. اہیم گورسی کا چہرہ تھا۔وہ اگلے ہی لمحے اس تک پہنچا۔اسکا زور بوچا اور اسکو کھینچا۔وہ یجہ بیگم کی فت سے نکل کر اسکی فت میں آ گئی۔جبکہ صفا سا تھی۔خیام قریشی آگے بڑھے۔۔ا. اہیم نے صفا کی کنپٹی پہ پستول رکھا۔۔وہ وہیں رک گئے۔

''ا. اہیم میری بچی کو چھوڑ دو۔میں وعدہ کرتا ہوں کہ زاور کو خود تمہارے حوالے کروں گا۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑے تھے۔جبکہ یجہ بیگم زمین پہ ڈھے گئیں۔

''تو ٹھیک ہے۔ ۔ زاویر کو میرے حوالے کر دو گے۔ ۔ اپنی بیٹی کو لے جا۔'' اس نے گن پر گرفت مضبوط کی۔

اور اسکو گھسیٹ کر لے جانے لگا۔ صفا کا سکتہ ٹوٹ گیا تھا۔

''نن۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ۔ مجھے بچا لیں۔ ۔ امی پلیز۔'' وہ چیختی رہی۔ تڑپتی رہی۔ جبکہ وہ اسکو گھسیٹ کر لے جا چکا تھا۔ خیام قریشی اسکے پیچھے بڑھے۔ گاڑی وہاں سے نکل گئی تھی۔

''شاہ صاحب۔ میری بچی۔ ۔!!'' پیچھے بیگم نے پکارا۔

****

ابھی صبح پوری طرح طلوع نہیں ہوئی تھی۔ گورسی ہاؤس میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ پھر سے چیخ و پکار مچ گئی تھی۔ اب محلے اور کالونی والے جمع ہو رہے تھے۔ سفیان صاحب کے دو تین احباب اور رشتے دار آہستہ آہستہ پہنچ رہے تھے۔ گورسی ہاؤس میں قیامت کا سماں تھا۔ ہر سو چیخ و پکار سنی جا سکتی تھی۔ لاونج اور لان سارا لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ منال بیگم نڈھال سی سجل کی میت کے سرہانے بیٹھی تھیں..... جبکہ سفیان گورسی کو دو تین اور رشتے دار لیونگ روم میں لے جا چکے تھے۔

اسی دوران پولیس کی ایک گاڑی گورسی ہاؤس کے باہر آ رکی۔ کچھ اہلکار اور ایس ایچ او پولیس کی وردی میں ملبوس اندر داخل ہوئے۔ وہ لوگ لیونگ روم میں پہنچے جہاں سفیان صاحب اور اور دو تین احباب موجود تھے۔ انھوں نے دکھ کا اظہار کیا اور افسوس کیا۔ کچھ دیر توقف کے بعد ایس ایچ او اصل مدعے پر آیا۔

''سفیان صاحب۔ ہمیں اہل محلّہ نے اطلاع کی ہے کہ آپ کی بیٹی اغواء اور قتل ہوئی ہے۔ اور یہ۔'' وہ کہتے کہتے رکے۔ سفیان گورسی نے سرخ آنکھوں سے انکو جانچا۔ دیکھا۔ ''اور یہ کہ یہ اوپن اینڈ شٹ کیس ہے۔'' ایس ایچ او نے بات مکمل کی تو لیونگ روم میں سناٹا چھا گیا۔ سفیان گورسی کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ خاموش رہے۔ ''اس لئے ہمیں میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے کر جانا ہوگا۔۔'' ایس ایچ او ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' ایک تیسری آواز گونجی تھی۔ سب نے مڑ کر دیکھا تو دروازے میں ابیہم گورسی کھڑا تھا۔ ایس ایچ او اٹھ کھڑا ہوا۔

''دیکھیں جناب آپ قانون کو اپنی کاروائی مکمل کرنے دیں۔''

''قانون۔!! ابیہم زخمی سا ہنسا۔ ''کہاں تھا قانون اس وقت۔ ۔ میری سجل نوچی جا رہی تھی؟ کہاں تھا قانون۔ ۔ زاویر کی آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت درج ہوتی تھی۔ اَ قانون اسکو اس وقت لگام ڈالتا۔ تو آج میری بہن کی میت نہ پڑی ہوتی یہاں۔۔'' وہ دھاڑا۔ ایس ایچ او لرز گیا۔

''لیکن سر۔'' ایس ایچ او کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ وہ شرمندہ تھا۔

''آپ آئے تعزیت کی آپکا شکریہ۔ ہمیں اب آپکی کوئی مدد نہیں چاہئے۔'' ابیہم نے سپاٹ لہجے میں کہا تو ایس ایچ او اور باقی اہلکار وہاں سے چلے گئے۔۔ ابیہم آکر اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا۔ وہ نڈھال سے تھے۔ اب رونے کی سکت بھی باقی نہیں بچی تھی۔ کہ اسی دوران لیونگ روم کا دروازہ کھلا۔ سب نے چونک کر دیکھا۔ سفیان گورسی نے دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک سفید داڑھی اور سفید بالوں والے بزرگ لاٹھی لئے اندر داخل ہوئے۔ ابیہم اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ سفیان گورسی انکے گلے لگ کر رو دیئے۔۔ اس بزرگ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ بیٹھ گئے۔۔ کچھ دیر لیونگ روم میں سناٹا چھایا رہا۔

''سفیان۔! سجل ہماری بھی بچی تھی۔ ہمیں اسکے جانے کا اس قدر دکھ اور رنج ہے کہ بیان سے باہر ہے۔'' کہتے ہوئے انکی آواز رندھ گئی۔ ''لیکن۔۔!'' وہ ایک لمحے کو رکے اور ابیہم کی جانب دیکھا۔ ''جو ابیہم نے کیا ہے وہ بھی ہماری داشتہ سے باہر ہے۔'' انھوں نے ایک نگاہ ابیہم پر ڈالی۔ جبکہ سفیان گورسی چونکے۔ ''ابیہم گن پوائنٹ پر صفا کو لے آیا ہے۔'' انھوں نے سفیان گورسی کے تاثرات جانچ لئے کہ وہ اس بارے میں نہیں جانتے۔ سفیان گورسی نے ساتھ بیٹھے ابیہم کو دیکھا۔ ابیہم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرا ایک ہی مطالبہ ہے۔ اور وہ ہے زاویر قریشی۔ اسکو میرے حوالے کر دیں اور اپنی بیٹی لے جائیں۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا تو سفیان گورسی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ا. اہیم۔!'' وہ اسکا یبان پکڑ کر ئے۔''تم ایسی ی ہوئی حر ۔ کیسے کر ۔ ہو؟'' ا الفاظ اور ہاتھ لرز رہے تھے۔

''. . مجھے زاو یر قریشی چاہئے۔۔ان لوگوں نے اسکو ملک سے . ہر بھیج دیہے۔اسکو میرے حوالے کر دیں۔شا یں صفا کو جانے دوں۔'' وہ اٹل لہجے میں بولا۔

''ا. اہیم۔!'' شاہ صا . لاٹھی کا سہارا لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔''میرے بچے۔!تم . میرے لئے. ا. ہو۔ جو. م زاو یر نے کیا ہے اسکو اسکی سزا ملنی چاہئے۔لیکن صفا بے قصور ہے۔۔'' انھوں نے سما. ۔ ی کی۔

''شاہ صا . معاف کر دیں۔جنازہ ہو جائے میں صفا کو خود آپکے حوالے کو دوں گا۔'' سفیان گورسی ٹوٹے بکھرے سے ا جا . متوجہ ہوئے۔

''سفیان۔!'' شاہ صا . نے ا کندھے پہ ہاتھ رکھا۔''میں جا ہوں کہ یہ وقت اور صورتحال بہت ' زک ہے۔تم لوگوں کے دل ٹ چکے ہیں۔ا. اہیم کا دکھ میں سمجھ سکتا ہوں۔لیکن اس مشکل گھڑی میں ہم . کو جوش سے نہیں ہوش سے کام ۔ ہوگا۔ورنہ دونوں خا ' ان مٹ کر خاک ہو جا گے۔''

''ا یہ منٹ۔!''ا. اہیم نے ان کو ٹوکا۔''. . آپ کو جنازے کی . ت کر رہے ہیں؟. ۔ ت میں زار یر قریشی کا کلیجہ نہیں نکال ۔ سجل کے جنازے کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔میں اپنی بہن کو اس وقت ۔ مٹی کے سپرد نہیں کروں گا. ۔ ت کہ اسکا مجرم اپنے ا م کو نہیں پہنچ جا ۔'' وہ آنکھوں میں خون لئے دھاڑا۔

''ا. اہیم۔!'' سفیان صا . نے اسکے منہ پہ طمانچہ رسید کیا۔''میری بچی نے اپنی جان لے لی کیو وہ خود کو اور ہمیں رسوا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔اور تم یہ سارا تماشا کر کے میرے بچی کو زمانے بھر میں رسوا کر ' چاہتے ہو؟''ا. اہیم لڑکھڑا یا۔اسکو اپنے . پ کے منہ سے ان الفاظ کی توقع نہیں تھی۔

''لیکن . . ۔۔'' وہ د َ رہ َ ی تھا۔

''جنازہ ہو جائے۔صفا کو اسکے ماں . پ کے حوالے کر دو۔اور زاو یر کو ڈھونڈ و۔بس۔!'' انھوں نے اپنا فیصلہ سنا یا۔

''ہر َ نہیں۔۔!مجھے انتقام چاہئے۔جان کے . لے جان اور عزت کے . لے عزت۔'' اسکی آواز گو تھی۔شاہ صا . لڑکھڑائے۔انکا چہرہ سفید پ َ ۔۔انکا ا یہ پھول مسلا جا چکا تھا اور اب دوسرا پھول خطرے میں تھا۔

''کیا تم ونی چاہتے ہو؟'' شاہ صا . نے کچھ د یر بعد خود کو کہتے سنا۔

''میں انتقام چاہتا ہوں۔اور اس کے لئے مجھے نکاح کی ضرورت نہیں۔''ا. اہیم کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔سفیان گورسی کا دل بند ہوا۔وہ مڑے اور ا. اہیم کو َ یبان سے پکڑا۔

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟'' وہ دھاڑے۔

''یہ بکواس نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں کہ قریشی خا ' ان بھی اسی کرب سے َ رے جس کرب سے گورسی خا ' ان َ رر ہا ہے۔''ا. اہیم کا چہرہ سپاٹ تھا۔اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔

''بس۔!'' شاہ صا . بکھرے سے بولے۔''سفیان گورسی ہم خون بہا دیں گے۔اور ا. اہیم کو صفا سے نکاح کر ' ہوگا۔'' انھوں نے رک رک کر کہا۔

''مجھے منظور نہیں. . میری بہن کی عزت کی پ واہ نہیں کی گئی مجھے کسی کی پ واہ نہیں۔''ا. اہیم اس وقت سرکشی کی انتہا پ تھا۔

''ا. اہیم۔۔!'' سفیان صا . کی آواز لرزی تھی۔

''میری بچی کا تماشا مت بناو۔اس نے میری عزت رکھ لی اور تم میری عزت اچھال رہے ہو؟'' ا آنکھوں سے ا ۔ ر پھر سے آ رواں ہوئے۔ا. اہیم سر جھکائے کھڑا رہا۔''ہمیں خون بہا منظور ہے۔'' وہ شاہ صا . کی جا ' متوجہ ہوئے۔کیو وہ ا. اہیم کی آنکھوں میں خون دیکھ چکے تھے۔ا َ وہ لوگ نکاح نہ کرواتے تو وہ صفا کے ساتھ کیا کرتا یہ کوئی نہیں جا تھا۔ا. اہیم کو . جا تھے کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ سجل کے لئے اسکا گل پن . جا تھے۔اسکی سجل سے محبت سے . واقف تھے۔ اس لئے وہ سجل کا انتقام ۔ ' کے لئے کسی بھی حد سے َ ' رسکتا تھا۔

قریشی ہاؤس کے . ہر گاڑی آ کر رکی۔شاہ صا . ا ' ر داخل ہوئے۔

''. . جان۔!'' ' یجہ بیگم ان سے لپٹ کر رو دیں۔جبکہ خیام قریشی اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے۔اب وہ لوگ لاونج میں بیٹھے تھے۔''. . جان وہ لوگ کیا کہہ رہے

ہیں؟ میری بچی کو لے آ پلیز۔ میں جا ہوں سفیان گورسی آ پکی. ت نہیں ٹ لتے۔'' یجہ بیگم اپنے. پ کی سما. ت کر رہی تھیں۔

'' یجہ۔! خیام۔! تم دونوں میری. ت تحمل سے سنو۔'' شاہ صا . ان دونوں کی جا . متوجہ ہوئے۔ وہ دونوں چو گئے۔ ''اس وقت ہمیں صفا کی عزت اور جان بچانی ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکے۔

''کک۔ کیا مطلب.. جان؟'' یجہ بیگم کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

''میں نے ا. اہیم کو دیکھا ہے۔ اسکے سر پ خون سوار ہے۔ وہ کسی بھی حد سے َ رجائے گا۔ اس لئے میں نے ا یہ فیصلہ کیا ہے۔ جس سے صفا اور زاو ر دونوں محفوظ ہو جا گے۔''

کک۔۔کو فیصلہ؟ اب کی. رخیام قریشی بولے تھے۔

''ونی۔۔!'' لفظی جواب آ یا تھا۔

''نہیں۔۔!'' یجہ بیگم اٹھ کھڑی ہو ۔''میری بچی کا کیا قصور ہے؟ وہ کیوں جہنم میں جلے؟ کیا آپ نہیں جا .. جان کہ ونی ہوئی لڑکیوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟'' ا آواز لرز رہی تھی۔

'' یجہ ہوش کرو اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے ہمیں یہ مشکل فیصلہ کر ہوگا اور رہی. ت جہنم کی تو میں سفیان گورسی کو جا ہوں۔ وہ اتنا َ اہوا نہیں ہے کہ ہماری بچی کے ساتھ کوئی ز دتی ہونے دے۔'' وہ بمشکل بولے جبکہ یجہ بیگم اپنے منہ پ ہاتھ رکھے مسلسل میں سر ہلا رہی تھیں۔ ''خیام! کیا تمہیں یہ فیصلہ منظور ہے؟'' انھوں نے خیام قریشی کی جا . دیکھا۔ وہ نگاہیں جھکائے بیٹھے تھے۔ انکا کا قصور تھا کہ انکا شیرازہ بکھر َ یا تھا۔ ٹ کو انھوں نے خود اپنی ز گی سے بے دخل کر دیا اور بیٹی۔۔ وہ معصوم کسی کے کئے کی سزا کاٹ رہی ہے وہ خاموش رہے۔ ''دیکھو خیام۔! میں نے ا نکاح کے لئے راضی کیا ہے جبکہ ا. اہیم کچھ اور ہی چاہتا ہے۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولے تو خیام قریشی چو ۔

''کک۔ کیا مطلب؟'' ا آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔

''مطلب یہ کہ وہ صفا کی ساتھ وہی کرنے کا ارادہ ر ہے جو سجل کے ساتھ ہوا۔۔''

''نہیں۔۔'' یجہ بیگم کی چیخ قریشی ہاؤس میں گو تھی۔

اس لئے یہی ا راستہ ہے۔'' شاہ صا نے یں جھکا ۔

''وہ ایسا کیسے کہہ سکتا ہے.. جان؟'' خیام قریشی کو ا الفاظ پ یقین نہیں آ یا تھا۔

''وہ پ گل ہو چکا ہے خیام۔۔! اور ا پ گل ا ن سے کسی بھی شر کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ سجل کے لئے شروع سے پ گل تھا۔ اس وقت اسکا پ گل پن جنون کی شکل اختیار کر َ ہے۔ وہ صفا کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے اس سے پہلے کہ وہ صفا کی عزت ت ر کر دے۔ ہمیں صفا کو ا. اہیم کی ہی عزت بنا دینا ہوگا۔ پھر وہ اسکی عزت نو چنے کی بجائے اسکی عزت کی حفاظت کرے گا۔'' انھوں نے اپنی آ ی انتہائی کوشش کی ا راضی کرنے کی۔ خیام قریشی خاموش ہو گئے۔ ا سمجھ میں. ت آ گئی تھی۔ جبکہ یجہ بیگم روتی رہیں۔ َ ٹ اتی رہیں وہ ماں تھیں۔ اور ماں اپنی بیٹی کو کبھی ونی جیسی لعنت کی ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

****

شام ڈھل چکی تھی۔ اس وقت وہ ا ھیرے کمرے میں بیڈ پ اوندھے منہ پڑی تھی۔ اسکی آ کھلی تو وہ ہڑ. ٹ اکر اٹھی اور دروازے کی جا . پ ۔

''امی۔ امی مجھے یہاں سے نکالیں پلیز۔۔'' وہ دروازہ پیٹ رہی تھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ صفا کا سر چکرا رہا تھا وہ سر پکڑے دو. رہ آ کر بیڈ پ ڈھے گئی اس نے سر پکڑ کر کچھ سوچنا چاہا۔ دوا کا اث تھا جو وہ اس طرح. ر رسور ہی تھی۔ ''مم۔ میں کہاں ہوں؟ میں یہاں کیسے آئی؟'' وہ سر پکڑ کر. ٹ ائی۔ اگلے ہی لمحے . یل اسکی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔ اسکو یاد آ یا کہ کس طرح ا. اہیم اسکو اسکے ماں. پ کے گھر سے ز. دستی لے آ یا تھا۔

پھر اسکی گاڑی ا فارم ہاؤس پ رکی تھی۔ وہ جگہ ا ن تھی اس فارم ہاؤس کا نہ تو سجل نے کبھی ذکر کیا تھا اور نہ ہی صفا اسکے. رے میں جا تھی یعنی اس فارم ہاؤس کے

. رے میں کوئی نہیں جا تھا۔وہ گاڑی سے نیچے ا ۔ا۔اس نے صفا کی جا . کا دروازہ کھولا۔

''مم۔مجھے نہیں جا .''اس نے مذاہمت کی۔ مقابل نے اسکی ا نہ سنی اور اسکو گھسیٹتا ہوا ا رلے ۔ا را کمرے کا دروازہ کھولا اسکو بیڈ پہ پٹکا اور اسے چیختا ۔ ہوا چھوڑ کر وہاں سے نکل ۔''ا۔ اہیم۔!آپ مجھے یہاں قید نہیں کر ۔ا۔ اہیم۔۔!''وہ پیچھے تی رہی۔ دروازہ بند ہو ۔اور ہر سو سناٹ چھا ۔صفا کا پ لرزتی رہی۔ اسکو آج سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔لیکن چو یجہ بیگم نے کل رات ہی اسکو دوا دے دی تھی اس لئے اسکی حا ۔کنٹرول میں رہی۔

''سس۔۔سجل!''وہ ئی۔پھر اسکی آنکھوں سے آ رواں ہوئے۔وہ بیڈ پہ او ھے منہ ی اور روتے روتے . اسکی آ لگ گئی وہ جان ہی نہ سکی۔اس وقت وہ سر ہاتھوں میں ائے ان سارے ۔رے لمحوں کو یاد کر رہی تھی۔کہ ا . رپھر سے اسکی آنکھوں سے نمکین پانی بہنے لگا۔''میری سجل چلی گئی۔۔اللہ جی پلیز مجھے بھی اپنے پاس بلا لیں۔میں اپنی سجل کے بنا نہیں رہ سکتی۔''وہ سسکتی رہی۔''سجل۔۔!''وہ اسکو غائبانہ پکارتی رہی۔ اسکی سجل نہ آئی کیو وہ نہیں آسکتی تھی۔

****

گورسی ہاوس میں ا . رپھر سے کہرام۔ پ تھا۔اس معصوم کا جنازہ اس وقت گھر سے اٹھ چکا تھا۔پیچھے منال بیگم کا رو رو کر۔ احال تھا۔ا لخت جگر اب منوں مٹی تلے سو جائے گی۔وہ چیختی رہیں تی رہیں آ کا روہ ٹ ھال ہو کر ڈھے گئیں۔عورتیں ا سنبھالتی رہ گئیں۔

ا۔ اہیم اور سفیان گورسی نے وہ بھاری جنازہ اپنے کندھوں پ اٹھا ہوا تھا۔وہ جنازہ بہت بھاری تھا۔جس نے ان دونوں۔پ ٹ کی کمر توڑ دی تھی۔ا۔ اہیم گورسی جو ہر روز جم میں منوں کے حساب سے وزن اٹھا تھا۔ا پھول جتنے جسم کو اٹھاتے ہوئے آج اسکی کمر ٹوٹ گئی تھی۔اسکے قدموں میں چلنے کی سکت نہ تھی۔ وہ چلتا رہا۔آدھے راستے میں جا کر سفیان گورسی کی ہمت جواب دے گئی۔ا قدم لڑکھڑائے تو کچھ لوگوں نے ا سنبھال لیا اور ا الگ کر لیا۔

اب ا۔ اہیم اکیلا تھا جو اپنی ٹ کے جنازے کو کندھا دے رہا تھا اسکا دل بند ہو رہا تھا۔اسکی سانس اکھڑ رہی تھی اسکا سر رتی وجود آج اسکو ا تنکے سے بھی کمزور محسوس ہوا تھا۔کیو اس جنازے کو تین اور لوگ بھی کندھا دے رہے تھے۔ ا۔ اہیم کے لئے وہ بوجھ قابل۔ دا ۔تھا۔اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔وہ ضبط کے . ش سرخ تھیں۔ وہ حد درجہ لال تھیں۔وہ ر لہو سے بھی لال تھا۔وہ ر بے بسی کا تھا۔

. لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔سفیان گورسی کی حا ۔غیر ہو رہی تھی۔اس لئے ا دو ۔ا واپس لے گئے تھے۔

رات کا ا ھیرا ہر سو پھیل چکا تھا وہ وہیں بیٹھا تھا اپنی سجل کی آ ی آرام گاہ پ ،وہ اسکی قبر کی مٹی کو مٹھیوں میں بھرے وہیں بیٹھا رہا۔۔پھر اس نے قبر پ ہاتھ پھیرا۔

''میری ٹ ۔۔''ا۔ اہیم کی آواز کا تھی۔''تم سو جاو۔۔مم۔میں یہیں ہوں میری ٹ ۔۔'' اسکی آ سے پہلا موتی اتھا جو قبر کی مٹی میں۔ب ہو ۔ وہ موتی . سات کے پہلے قطرے کی ما تھا۔اسکے بعد. سات شروع ہو گئی۔ا۔ اہیم گورسی کی سرخ آنکھوں نے اپنے ضبط کے پیمانے چھلکانے شروع کئے۔اور ایسے پیمانے چھلکائے کہ رات کی ۔ریکی مزید ۔ ہو گئی۔اس ۔ر اور سنسان قبرستان میں ا مردکی سسکیاں گونج رہی تھیں۔جو کہ ماحول پ و ش ۔طاری کر رہی تھیں۔

''مجھے معاف کر دو میری ٹ ۔۔''وہ مٹی پ ہاتھ پھیرتے بولا۔۔''تمہارا بھائی تمہاری حفاظت نہیں کر پ ۔۔''وہ مسلسل مٹی پ ہاتھ پھیر رہا تھا۔''کاش۔کاش میں جلدی آ جا ۔میں اپنی زندگی کی رنگینیوں میں ایسا کھو ۔کہ اپنی ٹ کی حفاظت کر بھول ۔۔مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میری ٹ کس اذ ۔کس کرب سے ر رہی ہے۔''وہ مٹھیاں بھینچ کر دو . رہ ٹ ا۔''میری بچی مجھے معاف کر دو۔۔اپنے بھائی کو معاف کر دو۔''

''سجل۔۔تم۔۔تم چھوٹی سی تھی۔۔۔ . میں نے پہلی . رتمہیں اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔۔''وہ اپنے خالی ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔۔''پتہ ہے میں بہت ڈر رہا تھا کہ کہیں تم میرے ہاتھوں سے پھسل نہ جاو۔''وہ دو . رہ بلند آواز میں چیخا۔''اور دیکھو۔تم میرے ہاتھوں سے ر ۔کی طرح پھسل گئی۔۔اور میں کچھ نہ کر سکا۔۔''وہ قبر پ دونوں ہاتھ رکھے اب دوزانوں بیٹھا تھا۔

''سجل.....!!''ا دھاڑ گو تھی جس نے قبرستان کی خاموشی کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔کتنی ہی ساعتیں ر گئیں۔۔حتی کہ اسکو وہیں بیٹھے بیٹھے فجر ہو گئی۔اس نے ساری رات اپنی سجل کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔وہ اپنی سجل کی قبر کی پہلی رات میں اسکے پ س بیٹھا رہا۔ وہ منوں مٹی تلے اسکی سسکیوں سے بے خبر سوتی رہی۔

پو پھٹنے لگی تو لوگ گھروں سے نکل آئے اسکے کچھ دو ۔آئے اور اسکو ذ . دستی وہاں سے اٹھا کر لے گئے۔

ساری رات گزر گئی اگلی صبح بھی آ گئی۔آدھا دن گزر گیا صفا اسی اندھیرے کمرے میں قید رہی۔عجیب بات تھی کہ اسکو کچھ نہ ہوا۔نہ تو اسکو کوئی پینک اٹیک آیا اور نہ ہی اسکی سانس بند ہوئی۔وہ بس شل دماغ لئے دروازے کی جانب گھورتی رہی۔وہ انتظار کرتی رہی اس ظالم بے حس انسان کا جو اسکو وہاں قید کر کے گیا تھا اور مڑ کر یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گئی۔اسکے آنسو اب خشک ہو گئے تھے۔اب مزید رونے،چیخنے، چلانے کی سکت باقی نہ بچی تھی۔۔وہ بس خالی خالی آنکھیں لئے بند دروازے کو تکتی رہی۔

****

قل خوانی ہو چکی تھی۔منال بیگم انجیکشن کے زیر اثر اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔جبکہ ابراہیم اور سفیان گورسی لیونگ روم میں مردوں کے بیچ بیٹھے تھے۔کہ ایک بار پھر سے وہاں شاہ صاحب آئے وہ لوگ کچھ دیر خاموشی سی بیٹھے رہے۔

''سفیان۔!'' لالہ شاہ صاحب نے انہیں مخاطب کیا۔

''جی شاہ صاحب۔!''وہ زخمی سے انداز میں متوجہ ہوئے۔

''میں چاہتا ہوں کہ آج صفا اور ابراہیم کا نکاح ہو جائے۔اس بچی کو گورسی ہاؤس میں لایا جائے۔مجھے اسکی فکر ہے۔۔'' شاہ صاحب نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں نکاح نہیں کروں گا۔''ابراہیم سخت لہجے میں بولا۔

''تو پھر تم کیا چاہتے ہو ابراہیم؟'' شاہ صاحب نے بے بسی سے اسکو دیکھا۔

''میں کچھ نہیں چاہتا۔بس مجھے زاویار چاہیئے۔''وہ اپنی بات پہ قائم تھا۔

'' ابراہیم تمہارے والد خون بہا پہ راضی ہو گئے تھے۔'' شاہ صاحب اسکے لٹتے فیصلے پہ پیشان ہوئے۔

''لیکن میں راضی نہیں ہوں۔مجھے صرف خون چاہیئے۔خون بہا نہیں۔''وہ اٹل لہجے میں بولا تو شاہ صاحب کی سانس اٹکی تھی۔

''ابراہیم گورسی تم اپنی زبان سے نہیں پھر سکتے۔'' شاہ صاحب سخت لہجے میں بولے۔

''میں نے ایسی کوئی زبان نہیں دی تھی آپکو۔۔''وہ سرد مہری سے جواب دیتا رہا۔

''لیکن سفیان۔!''وہ اب سفیان گورسی کی جانب متوجہ ہوئے۔

''ابراہیم صفا کو گورسی ہاؤس لے کر آؤ۔''سفیان صاحب نے سختی سے کہا۔

''لیکن۔۔مجھے وٹنی نہیں چاہیئے۔مجھے صرف اور صرف انتقام چاہیے۔۔''اسکی آنکھوں کے سامنے حوریہ کا معصوم اور پیارا سا چہرہ لہرایا تھا۔

''ابراہیم۔صفا کو واپس لے کر آؤ۔یہ میرا حکم ہے۔''سفیان صاحب دھاڑے۔

''۔۔''اس نے بے چارگی لئے اپنے باپ کو دیکھا۔۔

''اسکا نکاح ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ ہو گا۔۔''انھوں نے اٹل لہجے میں کہا وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

صفا اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔فرش پہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی ٹکٹکی باندھے دروازے کو گھور رہی تھی۔اسکا دماغ خالی تھا۔وہ خالی خالی آنکھیں لئے بند دروازے کو گھور رہی تھی۔کل رات سے بھوکی پیاسی تھی۔ اسکی پروا نہ کسے تھی۔اسکے اندر اب رونے،چیخنے اور چلانے کی طاقت باقی نہ تھی۔

اسی دوران دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھلا۔صفا لرز گئی۔اس سے پہلے کہ وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھتی وہ اندر تیزی میں اس تک پہنچا اور اسکو بازو سے دبوچ کر گھسیٹ کر لے گیا۔۔وہ اسکے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔وہ اسے لئے لاونج سے ہوتا ہوا باہر نکلا۔گیٹ کے باہر اسکی گاڑی کھڑی تھی۔اس نے دروازہ کھولا اور اسکو اندر پھینکا۔اور خود آ کر اسکے برابر بیٹھا۔اب تک صفا ہوش میں آ چکی تھی۔اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

''ابراہیم۔!''اس نے غیر یقینی کی سی کیفیت میں اس سفاک انسان کو پکارا جسکی آنکھیں ضبط کے مارے ایک بار پھر سے لال انگارہ ہو چکی تھیں۔

''خاموش۔۔!ایک دم خاموش۔آواز نہ نکلے تمہاری۔''وہ غرایا اور گاڑی دی۔

وہ بیٹھی سسکتی رہی۔وہ جا تھی کہ سامنے والے کے سامنے اسکی منتیں سماجتیں کچھ نہیں کرسکتیں۔ پھر وہ خود ہی اپنے آپ سے بغاوت کررہی تھی وہ اس ا ن کے سامنے خود ہی مذاہمت نہیں کر چاہتی تھی۔ہائے رے محبت۔اپنے دشمن کو بھی معاف کردیتی ہے۔کچھ دیر بعد گاڑی قبرستان میں آکر رکی تو صفا نے چو کرادھرادھر دیکھا۔وہ گاڑی سے نکلا اور اسکی جا کا دروازہ کھولا۔

''چلو۔''اس نے صفا کو حکم دیا۔

''یہ۔۔یہ کہاں لے کر آئے ہیں آپ؟''اس نے سنسان سے قبرستان کو دیکھا۔

''زیادہ سوال نہیں۔چلو۔'' کہہ کر وہ سکا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے گیا۔اسکو لے جا کر ایک قبر پہ پٹکا۔وہ قبر نئی تھی۔اسکی مٹی ابھی گیلی تھی۔۔صفا نے ٹ ٹ کر قبر کا قطبہ دیکھا تو ایک دلخراش چیخ اس قبرستان میں گو تھی۔

''سجل۔۔!''وہ اس قبر سے لپٹ کر رودی۔''سجل۔تم۔کہاں ہو؟ پلیز مجھے پکارو سجل۔!''وہ روتی رہی ٹ ٹ اتی رہی۔اسکی سرمئی آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑ چکے تھے۔''میری سجل چلی گئی۔۔ا۔ اہیم دیکھیں میری سجل چلی گئی۔۔''وہ قبر کی مٹی کو مٹھیوں میں پکڑے چیختی رہی۔کل رات سے بنجر ہوئی آنکھیں ایک بار پھر سے برس رہی تھیں۔۔ ایک بار پھر سے اسکا دل چھلنی چھلنی ہو رہا تھا۔اسکا ضبط ایک بار پھر سے ریزہ ریزہ ہوا تھا۔اسکا جگر ٹ رہا تھا۔ اسکا دماغ شٹ ڈاون نہیں ہوا تھا۔وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی اسکے منہ سے جھاگ نکلی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ اس وقت اس لمحے کہیں غائب ہو جائے اسکی روح نکل جائے۔ اسکی ایک بھی خواہش پوری نہ ہوئی۔وہ کہتی تھی کہ وہ سجل کے بنا مر جائے گی وہ تو زندہ تھی۔وہ کیسے زندہ تھی۔وہ کیوں زندہ تھی؟

ہم مرنے والوں کے ساتھ مرنا چاہتے ہیں۔ وہ زندہ ہوتے ہیں تو ائی کا سوچ کر ہی ہماری روح کانپ لگتی ہے۔ وہ چلے جاتے ہیں ہم سے دور بہت دور تو ہم جیتے رہتے ہیں۔ہمیں کچھ نہیں ہوتا۔نہ تو ہمارا دل پھٹتا ہے اور نہ ہی دماغ کی شریانیں۔بلکہ سارا وجود قائم رہتا ہے ہمارے جگر کو چھلنی ہوتا دیکھنے کے لئے۔کتنی ہی دیر وہ اپنا غم اس مٹی کے ڈھیر کے ساتھ بانٹتی رہی۔پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''قبرستان پہنچ جا آپ لوگ میں یہیں ہوں۔''وہ کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا۔

''آ۔آپ کس کو بلا رہے ہیں؟''صفا نے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ اس سے پوچھا۔

''کہا ں۔۔سوال نہیں۔''فون بند کر کے وہ سرد لہجے میں غرایا۔

''ا۔ اہیم۔!آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟'' لآ اس نے سوال کیا۔

''ایک تو میری سجل چلی گئی۔اوپر سے آپکا رویہ۔یہ سلوک مجھے سمجھ نہیں آرہا۔''وہ الجھی سی ہچکیوں کے بیچ بولی۔ا۔ اہیم نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسکی جا دیکھا۔ وہ سرخ ک لئے بکھرا سا روپ لئے کھڑی اس سے سوال کر رہی تھی۔ا۔ اہیم نے اسکا گلا پکڑا۔۔صفا اس افتاد کے لئے تیار نہ تھی۔اسکا دم ٹ لگا۔وہ کھانسنے لگی۔

''تمہاری سجل؟ تمہاری سجل؟''وہ دھاڑا۔''وہ سجل گورسی تھی۔وہا۔ اہیم گورسی کی سجل تھی۔جس کو تمہارے بھائی نے نوچ ڈالا۔''وہ اسکے چہرے پہ پ رہا تھا۔صفا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''یہ۔یہ نہیں ہوسکتا۔''بمشکل بولی۔

''یہی سچ ہے صفا قریشی۔''وہ اسکے گلے پہ دباؤ بڑھاتا بولا تو صفا کی آنکھیں ابل پڑیں۔اسکی سانس بند ہو رہی تھی۔ا۔ اہیم نے اسکو جھٹکے سے چھوڑا۔''دل تو کر رہا ہے تمہارے سارے خاندان کو اسی قبرستان میں زندہ گاڑ دوں۔۔''وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔صفا اپنے گلے پہ ہاتھ رکھے مسل رہی تھی۔وہ اپنی سانس بحال کر رہی تھی۔''فی الحال صرف تم یہاں گاڑی جاوگی۔''صفا نے اسکو کہتے سنا تو اسکی سانس بند ہوئی۔

''کک۔کیا مطلب؟''وہ جو کچھ دیر پہلے مرنے کی خواہش کر رہی تھی اپنی موت کا پروانہ کے بعد خوفزدہ ہوئی۔یہی تو حقیقت ہے کہ ہم مرنا بھی چاہتے ہیں اور جینا بھی چاہتے ہیں۔اسی لئے اسکا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں نہیں۔مالک نے یہ فیصلہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ا۔ اہیم سرد مہری سے رخ پھیر۔''کیا مطلب آپ مجھے مار دیں گے؟ لیکن میرا قصور تو بتا ؟''وہ اس کی جا دیکھ کر سوال کرنے لگی۔جبکہ ا۔ اہیم سرد مہری سے کھڑا رہا۔اسی دوران گاڑیاں قبرستان کے داخلے راستے پہ آکر رکیں۔۔صفا

نے حیرت سے اس جا . دیکھا۔گاڑی سے شاہ صا . نکلے تو وہ ا جا . بھاگنے لگی۔ ا. اہیم نے اسکو جکڑ لیا۔

''خبردار۔!'' وہ اسکا ہاتھ جکڑے غرا۔دوسری گاڑی سے سفیان گورسی،ا مولوی اور تیسری گاڑی سے کچھ اور لوگ نکلے۔وہ . وہاں پہنچے۔

''یہ کیا مذاق ہے ا. اہیم؟'' سفیان گورسی آتے ہی اس پ . س پڑے۔

''میں یہاں نکاح کروں گا۔'' اس نے اٹل لہجے میں کہا تو صفا کو لگا کہ اسکو ·· میں غلطی ہوئی ہے۔

''·· جان۔۔!'' وہ بے بسی سے ا جا . دیکھ کر ٹ ٹ ائی۔وہ بے بسی سے رخ پھیر گئے تو صفا کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''ا. اہیم لڑکی کو لے کر گھر چلو۔مجھے یہاں تماشہ نہیں چاہیے۔'' سفیان گورسی نے اسکو تنبیہ کی۔

''ا یہاں نکاح کروا ت ہیں تو ٹھیک ہے۔ورنہ مجھے یہ نکاح قبول نہیں۔'' اس نے اٹل لہجے میں کہا۔صفا کبھی ا. اہیم کے ستے ہوئے چہرے کو دت ت تو کبھی سامنے کھڑے اپنے بے بس ·· جان کو دت ت ۔

''ٹھیک ہے۔مولوی صا . نکاح شروع کریں۔'' لآ سفیان گورسی نے ہار مانی۔ا. اہیم کا دل ا . رپھر سے ڈو . تھا۔

(''ا. اہیم میں ہر دکھ. داش کر سکتی ہوں آپکی . ائی میرے لئے موت سے . ت ہے۔''

''مجھے اسی . ت کی فکر ہے کہ میں یہاں آپکا راستہ دت ت رہ جاوں گی اور ان لوگوں نے آپکو ا . رپھر سے دلہا بنا دینا ہے۔''

''تو؟ مجھے کسی کی پ واہ نہیں۔بس آپ صرف اور صرف میرے ہیں۔میں آپکا سایہ بھی کسی کے ساتھ نہیں . ٹ سکتی۔'')

ان الفاظ کی . زگشت اسکے کانوں میں گو تھی اس نے ا . رصفا کی جا . دیکھا جو بکھری سی ہر چیز سے ا ن اسکے چہرے کو سوالیہ وں سے دیکھ رہی تھی۔لیکن اگلے ہی لمحے اس نے سجل کی قبر کو دیکھا۔اور وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر قبر کے سرہانے جا بیٹھا۔

''نکاح شروع کریں۔۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

****

''ماما فلاور۔'' حوریہ اپنے گارڈن میں تھی کہ اسکو ا معصوم سی آواز نے متوجہ کیا۔وہ اسکی جا . ڑھی تو دینا ا پھول ہاتھ میں اٹھائے کھڑی تھی۔

''سو پ یٹی جسٹ لا مائی فلاور۔'' حوریہ نے سرخ گلاب اپنے ہاتھ میں پکڑا اور دینا کے پھولے ہوئے گال پ بوسہ د ۔

''ماما۔۔'' وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پوچھ رہی تھی کہ۔۔ . آ گے۔

''۔۔ جلد آ گے اپنی پ کے پ س۔'' اس نے جھک کر دینا کو گود میں اٹھا لیا۔اس دوران حوریہ کی انگلی میں اس سرخ گلاب کی ڈ ٹ ی کے ساتھ لگا ا کا چبھ ے ''آوچ۔۔'' اس نے دینا کو وہیں چھوڑا اور اپنا ہاتھ دیکھا۔گلاب نیچے ا۔اور حویہ کی انگلی سے خون کی ا بو نکل کر اس گلاب پ ی۔اسی انگلی میں اس نے اپنی وٹ ر پہنی ہوئی تھی۔وہ پتلی سی سونے کی انگوٹھی خون آلود ہو گی۔''اوہو۔یہ کیا ہوا'' اس نے جلدی سے اپنی انگوٹھی صاف کی۔''کمال ہے۔اتنا سا کا لگنے سے اتنا خون نکل آ ۔لگتا ہے خون عطیہ کر دینا چاہئے۔'' وہ ہنس دی۔اس نے محبت اسے اپنی انگوٹھی کو دیکھا۔ا خوبصورت سا لمحہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا ۔

****

''جان ا. اہیم۔۔'' وہ ا شادی کی پہلی رات تھی۔حوریہ دلہن بنے بیٹھی تھی . ا. اہیم اسکے سامنے آ کر بیٹھا۔اس نے ا ڈبی کھولی اور اسکو پکارا۔حوریہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔وہ شخص اسکی سانسیں روک دیا کرتا تھا۔اس قدر وجیہہ۔وہ نہیں جان سکی تھی کہ اسکو ا. اہیم سے اتنی محبت . ہوئی؟ . وہ اس سے ٹکرا تھا؟ . اسکا حجاب کھل ا تھا؟ . اس نے اسکو گولیوں سے بچا تھا؟ اسکو اس سوال کا جواب آج ت نہیں تھا۔لیکن ا . ت وہ جا تھی کہ وہ ا. اہیم سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔اور یہ محبت بس . ڑھ سکتی ہے کبھی کم نہیں ہو سکتی۔

''قلبی۔۔روحی۔!'' اس کے پکارنے پ وہ ہوش میں آئی۔''یہ ا چھوٹ سا ن رانہ ہے۔'' کہتے اس نے ا مخملی ڈبی کھولی۔حوریہ نے اس چمکتی ہوئی سونے کی انگوٹھی کو دیکھا تو حوریہ کی آنکھیں بھی چمک پڑیں۔''یہ ا حقیر سا تحفہ ہے میری حور کے لئے۔'' وہ کہتے ہوئے شرمندہ ہوا۔''لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ ا دن ا. اہیم گورسی اپنی

حوریہ کو سونے میں تول دے گا۔'' اس نے آنکھوں میں چمک لئے حوریہ سے عہد کیا۔ حوریہ کچھ دیتو اسکی آنکھوں میں دیتی رہی۔ پھر وہ ہنس دی۔ ا. اہیم مزید شرمندہ ہوا۔ ''میں جانتا ہوں یہ بہت حقیر ہے۔ تم شہزادی ہو۔ لیکن میرے پاس ابھی بس یہی ہے۔ وہ اٹک اٹک کر بول رہا تھا کچھ عربی روانی سے نہیں آتی تھی اور کچھ اپنی شرمندگی کی وجہ سے۔

حوریہ نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ تو ا. اہیم نے پہلے چونک کر دیکھا اور پھر وہ انگوٹھی اس نے لرزتے ہاتھوں سے حوریہ کی مخروطی انگلی کی زینت بنادی۔ وہ انگوٹھی انمول ہو گئی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کی قیمت کس طرح بڑھانی ہے۔ اب اندازہ ہوا کہ تمہارا چھونا اسکو انمول بنا گیا ہے۔ تمہاری انگلیوں نے اسکو چھو کر اسے انمول کر دیا ہے۔'' وہ حیرت زدہ سا حوریہ کا خوبصورت ہاتھ دیکھ رہا تھا جو اسکے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔

''یہ انگوٹھی میرے لئے انمول ہے۔ کیونکہ یہ مجھے میرے شوہر نے گفٹ کی ہے۔ ساری دنیا کی دولت مل کر بھی اس انگوٹھی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔'' حوریہ نے سرشار ہو کر کہا تو ا. اہیم نے نگاہیں اٹھا کر اسکی آنکھوں میں جلتے محبت کے دیپ دیکھے۔ پھر اس نے حوریہ کے ہاتھ کی پشت کو لبوں سے لگایا۔

''مجھے مکمل کرنے کے لئے شکریہ۔۔'' ا. اہیم سرشار سا اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو حوریہ نگاہیں جھکا گئی۔

****

''ماما۔!'' دینا کی آواز نے اسکو ہوش دلایا۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری دینا۔'' اس نے دیکھا دینا ہاتھ اٹھائے کھڑی تھی۔ اس انتظار میں کہ حوریہ اسے گود میں اٹھائے گی۔ حوریہ نے اسکو گود میں اٹھایا اور انگلی جا بڑھ گئی۔ پیچھے سرخ گلاب مزید سرخ ہو گیا۔ کیونکہ اس میں خون کی سرخی شامل ہو گئی تھی۔

****

نکاح ہو چکا تھا۔ صفا قریشی صفا ا. اہیم بن گئی تھی۔ بس ایک لمحے میں اسکی زندگی اسکی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ جس شخص کو اس نے دعاوں میں مانگا تھا نہیں جانتی تھی کہ اسکا ساتھ اس طرح نصیب ہوگا۔ کہ اسکی خواہش اس طرح سیاہ کپڑے میں لپیٹ کر اسکے منہ پہ دے ماری جائے گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سیاہی اسکے نصیب کو اور کتنا سیاہ کر دے گی۔ کیا وہ اس سیاہی سے ہٹ کر کبھی نور دیکھ پائے گی؟ کیا وہ روشنی دیکھ پائے گی؟ یہ سیاہی اسکے مقدر کے ساتھ ساتھ اسکی زندگی کو سیاہ کر دے گی۔

ا. اہیم نے دستخط کرنے کے لئے نکالا تو صفا کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ سیاہ تھا۔ جس کے اوپر یہ الفاظ میں ا. اہیم کا منکدہ کیا ہوا تھا۔ یہ وہی تھا جو صفا نے ا. اہیم کے لئے لکھا تھا۔ یعنی اس نے اپنا نصیب لکھنے والے میں سیاہی خود بھری تھی۔ وہ قلم اس نے خود ہی چنا تھا جس قلم سے اسکا مقدر لکھا گیا تھا۔ صفا کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں اس نے دستخط کئے اور وہیں قبر کے سرہانے ڈھے گئی۔ صفا ا. اہیم مزید اپنے ہوش قرار نہیں رکھ پائی تھی۔ آنکار اسکی خواہش پوری ہوئی تھی۔ آنکار اسکو فرار ملا گیا تھا۔ اس لمحے سے فرار۔۔ اس وقت سے فرار اور اس موقع سے فرار۔۔

وہ اسکو بانہوں میں اٹھائے گورسی ہاوس میں داخل ہوا۔ سامنے منال بیگم کھڑی تھیں۔ وہ اپنی نگاہ ان پہ ڈالتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ سفیان صاحب ٹوٹے بکھرے سے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ آکر صوفے پہ ڈھے گئے۔ منال بیگم ساتھ آکر بیٹھیں۔ وہ اسے اٹھائے اپنے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ سے ڈور نوب گھمائی تو دروازہ کھلتا گیا۔ سرمئی اور سیاہ رنگوں کے امتزاج میں رنگا وہ کمرہ۔ آج اسکو حد سے زیادہ ویران لگا تھا۔ وہ وہاں اپنا سال بعد قدم رکھ رہا تھا۔

اسکی اور سجل کی سالگرہ ایک ہی ماہ میں ہوتی تھی۔ وہ سال کے اسی مہینے میں آتا اور دونوں کی سالگرہ منا کر جاتا گیا کرتا تھا۔ سجل ہر سال اسکا اسی طرح استقبال کرتی۔ لیکن اپنی سالگرہ پہ وہ گھوڑے بیچ کر سو جایا کرتی۔ اور انتظار کیا کرتی کہ کب ا. اہیم اسکو جگائے گا اور اسکی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر اسے شاپرٹی میں لے جائے گا۔ اور ہمیشہ ایسا ہوا بھی کرتا تھا۔ وہ اسکے لئے سرپرائز پرٹی ارینج کرتا۔۔ لیکن اس سرپرائز کا سجل کو پہلے ہی یقین ہوتا تھا۔ وہ اس چیز سے انجان رہتی تھی کہ سرپرائز کس طرز کا ہوگا۔ ہر بار الگ تھیم ہوتا تھا۔ الگ اور الگ طرح کی سیلیبریشن۔۔ ا. اہیم اپنی بیوی کو سرپرائز دینے کا عادی تھا کیونکہ اسکی بیوی سرپرائز کی عادی تھی۔ وہ صفا کو بیڈ پہ تقریبا گراتا اپنے واشروم میں گھس گیا۔ اس نے ٹھنڈا شاور آن کیا اور کتنی ہی دیر اپنے اندر جلتے انتقام، غم اور غصے کے الاو کو ٹھنڈا کرتا رہا۔ اسکی آنکھوں کی سرخی ہر لمحہ بڑھتی

جارہی تھی۔

''یہ۔ یہ صفا کو۔ اہیم کیوں لے کر آ ہے؟'' وہ اب سوال پوچھ رہی تھیں ا آنکھوں میں غنودگی تھی۔ اینٹی ڈپیسنٹس نے انکا دماغ مفلوج کر رکھا تھا۔

''ان کا نکاح ہوَ ہے۔'' انھوں نے بے ت چہرہ لئے کہا تو منال بیگم کا چہرہ سرخ ہوا۔

''کیا مطلب ہے آپکا کہ نکاح ہوَ ؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے'' وہ ہل کر رہ گئیں۔

''شاہ صا . نے ونی دی ہے۔'' ا جواب مختصر تھے۔

''ایسے کیسے ونی کی ہے؟ ہمیں انتقام چاہئے۔'' وہ -

''خاموش ہو جاو منال۔'' وہ تھکے سے ا از میں بولے۔

''میں کیوں خاموش ہو جاوں؟ ان لوگوں نے میری بچی کو بے رحمی سے کچل دیا اور ہم ا بیٹی کو اپنے سر کا ت ج بنا گے؟'' وہ دھاڑیں۔

''اس میں صفا کا کوئی قصور نہیں۔'' وہ تھک چکے تھے۔ ا تو چین سے ا بیٹی کا سوگ بھی منانے نہیں دیَ ۔

''میں اس لڑکی کو کبھی قبول نہیں کروں گی۔ . میری سجل ز ہ تھی ت . یہ اسکے ساتھ چمٹی رہتی تھی۔ میری بچی نے کتنی . را اسکی جان بچائی۔ اسکی کی ہوئی نیکیوں کا یہ صلہ ہے میری بیٹی کو؟'' وہ ہیجانی کیفیت میں رہی تھیں۔

''منال خاموش ہو جاو۔'' انھوں نے اپنی کنپٹی مسلی۔

''میں خاموش نہیں رہوں گی۔ میں اس لڑکی کو جان سے مار ڈالوں گی۔'' کہتیں وہ رکیں نہیں بلکہ سیڑھیاں پ ھ گئیں۔

''منال۔۔!'' وہ پیچھے سے پکارتے رہے وہ تن فن کرتیں سیڑھیاں پ ھنے لگیں۔

دھاڑ کی آواز کے ساتھ ا اہیم کے کمرے کے دروازہ کھلا تھا۔ منال بیگم نے اسکو بیڈ پ سویا ہوا پ تو انکا خون کھول اٹھا۔ وہ ا ۔ میں اس ت پہنچیں۔ ا تکیہ اٹھا اور بے ہوش پ ی صفا کے منہ پ رکھا اور د نے لگیں۔ وہ جو پہلے ہی اس د سے بے خبر بے ہوش تھی سانس کی کمی کی وجہ سے پھڑ پھڑانے لگی۔

''میں تجھے مار ڈالوں گی صفا۔!'' وہ ساتھ ساتھ کہتی جا رہی تھیں اور صفا کے منہ پ تکیے سے د ڈ ھا رہی تھیں۔ صفا نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اسکو کچھ دکھائی نہ دیا۔ اسکے منہ پ تکیہ تھا اور اسکا دم گھٹ رہا تھا۔

''امم۔۔ امم'' اسکی دبی دبی مذاہمتی آوازیں آ رہی تھیں۔

''صفا قریشی میں تیری جان لے لوں گی۔ تیری وجہ سے میری بیٹی مر گئی۔ نہ وہ تیرے ساتھ جاتی نہ زاو یر کے ہاتھ لگتی اور نہ یہ . ہوتا۔'' وہ مسلسل تکیے پ د ڈ ھا رہی تھیں۔ صفا کی مذاہمت دم توڑتی جا رہی تھی۔ اسکی تکیے پ فت کمزور پ تی گئی۔ وہ اب بس گنی چنی سانسیں لے رہی تھی اسکی ا آ سے آ لڑھکا۔

''ماما۔۔'' ا. اہیم واشروم کے دروازے سے ہی ۔

''ا. اہیم میں اسکو مار ڈالوں گی۔'' ا آنکھوں میں خون تھا۔

''ماما کیا کر رہی ہیں۔۔'' وہ ا ۔ میں ان ت پہنچا اور تکیہ اٹھا کر دور پھینکا۔ ''صفا۔۔! صفا۔۔!'' وہ اب اسکا گال تھپتھپا رہا تھا۔ ''صفا ہوش کرو۔۔'' وہ ا گھٹنہ بیڈ پ رکھے اس پ جھکا ہوا اسکو ہوش دلا رہا تھا۔ وہ بے جان رہی۔ ''ماما یہ آپ نے کیا کیا؟'' ا. اہیم کے چہرے کا رَ فق ہوا۔ ''صفا۔۔!'' وہ ہیجانی کیفیت میں اسکو پکار رہا تھا۔ تھوڑی د بعد صفا کی سانس بحال ہوئی۔ وہ کھانسنے لگی۔ ا. اہیم نے اسکی رنگت بحال ہوتے دیکھی تو ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنی ماں کے رو. وکھڑا ہوا وہ بے یقینی کی کیفیت میں ا. اہیم کو دیکھ رہی تھیں۔

''تم۔۔ تم ایسا کیسے کر ت ہوا. اہیم؟'' وہ خالی خالی آنکھوں سے سوال کر رہی تھیں۔

''ماما۔ پلیز۔ آپ میری . ت سنیں۔'' اس نے ا کندھے پ ہاتھ رکھنا چاہا انھوں نے جھٹک د ۔

''تم میری بیٹی کے قاتلوں کی بیٹی کے لئے فکر مند ہو۔۔ ا. اہیم؟'' وہ -

''ماما آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔'' وہ اپنی صفائی دے رہا تھا۔

''بس۔۔! تم نے میری سجل کی موت کو فراموش کر دیا۔ اہیم۔!'' وہ سر پکڑ کر ۔''تم اسکے لئے فکر کر رہے ہو جسکے بھائی نے تمہاری معصوم بہن کو نوچ ڈالا۔'' وہ ہچکیوں کے ۔ کہہ رہی تھیں۔ جبکہ ا۔ اہیم ضبط سے مٹھیاں بھینچ ۔ صفا جو کہ ابھی ۔ مکمل طور پہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔ کمرے میں گونجتی منال کی سسکیاں اور ت بھرے الفاظ سن کر اسکا دل پھٹ رہا تھا۔

''ماما۔۔'' ا۔ اہیم نے ا ساتھ لگا۔ ''آپ یہ۔ ت اپنے ذہن سے نکال دیں کے میں اپنی سجل کی موت کو فراموش کر سکتا ہوں۔ اسکی موت کا سودا کر سکتا ہوں۔ میں اسکا انتقام مر کر بھی لوں گا۔'' وہ ا ساتھ لگائے ان سے عہد کر رہا تھا۔ ''آپ کو اس لڑکی کے ساتھ جو کر ہے کریں۔۔ ۔'' وہ ا لمحے کے لئے رکا اور مڑ کر صفا کی ادھ کھلی آنکھیں دیکھیں۔'' اسکوز ہ رکھ کر۔'' اسکے الفاظ کی ۔ زگشت صفا کو سنائی دی تھی۔ ''میں نہیں چاہتا کہ اسکے ماں۔ پ کو رہائی ملے وہ لوگ ہر دن، ہر قت ہر لمحہ اسی اذ۔ ت سے ر یں گے جس اذ۔ ت سے آپ لوگ ر رہے ہیں۔'' اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔

صفا غیر یقینی کی سی کیفیت میں ا۔ اہیم کے منہ سے ت الفاظ۔ نہیں وہ الفاظ نہیں تھے وہ تو تیر تھے۔ ذہر آلود تیر جو کہ صفا کے دل اور جگر کو چھلنی کر رہے تھے۔ وہ ان الفاظ کو سن رہی تھی۔

''ا۔ اہیم۔! مجھے میری بچی کا انتقام چاہیے۔ میں زاو ر کو اپنے ہاتھوں سے دفناؤں گی۔'' وہ انگارہ آنکھیں لئے کہہ رہی تھیں۔

''ماما۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں زاو ر قریشی کو اسی قبرستان میں دفناوں گا۔۔ کہ مرنے کے بعد بھی وہ روز سجل کا سامنا کرے۔ وہ اسکا یبان پکڑے اور اسکے عذاب میں اضافہ کرے۔'' کہتے ہوئے ا۔ اہیم نے اپنی ماں کے سر کا بوسہ لیا۔ ''آپ ریسٹ کریں پلیز۔ میں آپ لوگوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ اب ر قریشی خا ان کی ہے۔ اب اذیتیں سہنا انکا مقدر ہے۔'' وہ اپنی ماں کے ہاتھ پکڑ کر سما ۔ کر رہا تھا۔ پھر وہ ا ساتھ لگائے کمرے سے ہر لے ۔

صفا نے اپنا وجود گھسیٹا اور بیڈ کراون سے ٹیک لگائی۔ اسکا دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلا ۔ سے محروم ہو چکا تھا۔ وہ ۔ ٹ سی بند دروازے کو گھورتی رہی جہاں سے ابھی ابھی ا۔ اہیم اپنی ماں کو لے کر ۔ تھا۔ اسکو اب بھوک لگ رہی تھی۔ اس وقت کھانے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ اس۔ ت کی امید ہر نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی آئے گا اور اسکو کھا دے گا۔ اسکے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے درد شروع ہو چکا تھا۔ وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے دہری ہوئی۔ اسکی آنکھوں سے آ رواں ہو گئے۔

''یا اللہ یہ کیسی آزمائش ہے؟ یہ پیٹ کیسی آزمائش ہے؟ کیوں یہ ہمارا درد ہماری تکلیف نہیں دیکھا۔ کیوں اس پیٹ کو بس اپنی بھوک مٹانی ہوتی ہے؟ یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ ہم کس قدر اذ۔ ت میں ہیں؟ یا اللہ یہ بھوک بہت ظالم چیز ہے۔ یہ پیٹ بہت خود غرض ہے یہ بس اپنے ۔ رے میں سوچتا ہے۔'' وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے دہری ہو کر اپنے اللہ کے سامنے ٹ ارہی تھی۔ ''میں مر چاہتی ہوں میں جینا نہیں چاہتی۔ یہ بھوک۔ یہ مجھے تکلیف دے رہی ہے اللہ جی۔'' وہ او ھے منہ بیڈ پہ ڈھے گئی۔

اب بس کمرے میں صفا کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھو ٹ گئی۔ کیو وہ سامنے والے ا ن کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ر تھی۔ سامنے سے کوئی ردعمل نہ پ کر اس نے سر اٹھایا۔ تو سامنے زلیخا کھانے کی ٹ ے لئے کھڑی تھی۔ صفا نے غیر یقینی سے زلیخا کو دیکھا اور پھر اسکے ہاتھ میں موجود کھانے کی ٹ ے کو۔ وہ چلتی ہوئی آ اور بیڈ پ ٹ ے رکھی۔

''کھا کھالو۔'' زلیخا نے نرمی سے کہا۔ صفا آ پو نچھتی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

''یہ۔۔ یہ کھا؟'' وہ کبھی کھانے کو ت تو کبھی زلیخا کو۔

''ا۔ اہیم نے بھیجا ہے۔ کہتا ہے تمہیں ہر حال میں ز ہ رکھنا ہے۔'' زلیخا نے ا سرد سی نگاہ صفا پ ڈالی۔

''تو کیا یہ کھا میری اذ۔ ت کم کرنے کے لئے نہیں بھیجا ۔؟ تو کیا یہ رزق بھی محض اس لئے بھیجا ۔ ہے کہ میں ز ہ رہوں اور دوسروں کے کئے ہوں کی سزا کاٹوں؟ یا اللہ یہ کیسا ف ہے؟'' اس نے خود سے سوال کیا۔ زلیخا کمرے سے جا چکی تھی۔ وہ اب سامنے پڑے کھانے کو ٹکٹکی ھ کر دیکھ رہی تھی۔ ''ا میں نے یہ کھا کھا لیا تو میں ز ہ رہوں گی۔ اور میری اذیتیں کم نہیں ہو گی۔ لیکن ا میں نہیں کھاتی تو میں شا ۔ شا مر جاوں۔۔ اس طرح میری اور میرے ماں۔ پ کی اذ۔ ت میں کمی ہو جائے گی۔'' اس کے دل میں ا آ ی امید جاگی۔ لیکن پھر کھانے سے اٹھنے والی بھاپ اور اسکی خوشبو۔ صفا کو اپنی جا ۔ کھینچ رہی تھی۔ وہ خود پ قابو پئے بیٹھی رہی۔

''نہیں۔میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گی۔میں کمزور ہوجاوں گی اور پھر۔ہاں اور پھر مرجاوں گی۔اس طرح میری اس اذیت سے جان چھوٹ جائے گی اور میں اپنی سجل سے بھی مل لوں گی۔'' وہ بے وقوفی کی انتہا تھی۔ اسکو اس وقت یہی ٹھیک لگا۔۔کہ کمرے کا دروازہ ایک بار پھر سے کھلا۔وہ سامنے کھڑا تھا۔اس نے ایک اسکو دیکھا اور پاؤں سے دروازے کو کک ماری۔دروازہ دھاڑ کی آواز سے بند ہوا صفا لرز گئی۔وہ چلتا ہوا اسکے پاس آ کر کھڑا ہوا۔اسکی آنکھیں خشک تھیں،سرد تھیں انکار کا لال تھا۔صفا یں جھکائے بیٹھی رہی۔

''کھانا کھاؤ۔۔''اسکی آواز اس کے کمرے میں گونجی تھی۔

''مم۔مجھے بھوک نہیں۔'' صفا نے اپنی پپڑی ہٹ چھپائی۔

''تمہیں ضرورت ہے۔'' وہ بیڈ پر ایک گھٹنہ رکھے جھکا۔

''مم۔مجھے ضرورت بھی نہیں۔۔'' صفا نے پپڑاتے ہاتھوں کی انگلیاں باہم دھنسا ئے۔

''تمہیں زندہ رہنا ہے۔'' وہ اسکی حالت دیکھا ہوا آنکھیں چھوٹی کئے بول رہا تھا۔

''مجھے زندہ ہی نہیں رہنا۔'' صفا نے آہستگی سے جواب دیا۔

اسکے بعد اسکے بال ابیم کی مٹھی میں تھے۔''تمہیں زندہ رہنا ہے یہ حکم ہے اسکا فیصلہ ابیم گورسی کرے گا تم نہیں۔'' وہ غرایا۔صفا نے اپنے بال چھڑوانے کی کوشش کی۔اسکی آنکھوں سے نمکین پانی رواں تھا۔

''مجھے چھوڑ دیں پلیز۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی۔

''کھاؤ کھاؤ۔'' مقابل نے بالوں پر گرفت مضبوط کیے حکم دیا۔

''مم۔۔مجھے نہیں کھانا۔'' صفا نے آنکھیں بند کرلیں۔''آپکو مجھے مارنا ہے تو بے شک ماردیں۔ میں اس گناہ کردہ کی سزا نہیں بھگتوں گی۔'' اس نے اپنی بچی کچی ہمت اکٹھی کر کے جواب دیا۔

''صفا ابیم۔!'' اسکو اپنا نام سنائی دیا۔

(''صفا بدی ہوگئی ہے اور وہ صفا ابیم نہیں چاہتی ہے۔'') اسکو اپنے ہی الفاظ کی بازگشت سنائی دی تھی۔وہ صفا ابیم بن گئی تھی۔ کیا اسکی قسمت میں اس طرح صفا ابیم نہیں لکھا تھا؟ یہ اسکو نہیں معلوم تھا۔

''کھانا کھاؤ۔۔'' ابیم اب کی بار دھاڑا تھا۔وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلی۔

''کھ۔کھاتی ہوں۔۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تو ابیم نے اسکے بال چھوڑ دیئے۔وہ اب سیدھا کھڑا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسکو دیکھ رہا تھا۔جبکہ صفا پپڑاتے ہاتھوں سے لقمے کھا رہی تھی۔اسکے لقمے اسکے حلق میں اٹک رہے تھے۔صفا کو وہ ایک لقمہ پتھر معلوم ہو رہا تھا جس کو نگلنا اس کے لئے محال تھا۔ وہ کھاتی رہی۔ حتی کی اسکے پیٹ کی آگ بجھ گئی۔اور وہ آنکھیں بند کر کے بیڈ کراون سے ٹیک لگا گئی۔وہ نڈھال ہوگئی تھی۔ابیم نے ایک اسکو دیکھا اور کمرے سے نکل گیا۔

****

مصر میں اس وقت رات ہو رہی تھی۔ہر سو اندھیرا چھا رہا تھا۔ پینٹاگون ہاوس میں اس وقت بھی دن کے کے اجالے جتنی روشنی تھی۔ہر سو ایک گہما گہمی سی تھی۔آج کسی یورپی ملک کا ڈیلیگیشن آیا ہوا تھا۔لیونگ روم میں اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔رحمان کرداوی کے سامنے چند لوگ بیٹھے تھے۔کانفرنس میز پر کچھ دستاویز بکھری ہوئی تھیں۔

''کرداوی صاحب ہمیں اس کے لئے ضمانت چاہیے ہوگی۔'' ایک آدمی بولا۔

''میں ایک صدر ہوں اور آپ لوگ مجھ سے ضمانت مانگ رہے ہیں؟'' رحمان کرداوی کا حیرت اور ضبط کے مارے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''ہم جانتے ہیں کہ آپ صدر ہیں۔لیکن کل کو اگر آپ کی عوام اس ڈیل کو مسترد کر دیتی ہے تو آپ کیا کریں گے؟۔'' وہ گورا بولا۔

''میں اس ملک کا صدر ہوں اور میرے پ س ہر طرح کی ڈیل کرنے کا اختیار ہے۔'' رحمان کرداوی کا بس نہیں چل رہا تھا سامنے۔ والوں کو گولی مار دے۔

''لیکن یہ فیصلہ آپ اپنے ملک کی خاطر نہیں لے رہے۔ اس میں آپکے اپنے خفیہ مفادات چھپے ہوئے ہیں۔۔'' وہ آدمی زرا آگے ہو کر بیٹھا۔

''دیکھو لس۔۔! میں جو چاہے وہ ۔ سکتا ہوں اور نہ سکتا ہوں۔ تم بس قیمت بتاو۔۔'' رحمان کروادی کو اس گورے پ اب غصہ آ رہا تھا۔

''اَ ر ۔ کو علم ہو ۔ کہ آپ ا ۔ پ ائیو ۔ ٹ آرمی بنا رہے ہیں جو بغاوت کی صورت میں آپکی ہی عوام پ بندوق اٹھائے گی تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ اس وقت کہاں کھڑے ہوں گے؟ ہمارا کام بیچنا ہے اور ہم بیچیں گے۔ ۔۔'' وہ آدمی ٹیبل پ کہنیاں جمائے آگے ہوا۔

'' کل کو آپ یو ۔ ئیٹڈ نیشنز کو کیا جواب دیں گے؟ اس طرح اَ آپ اس ڈیل سے جاتے ہیں تو ہمارے معاوضے کا کیا ہوگا؟ ہم کارو ۔ ری لوگ ہیں۔ لیکن ہم رسک نہیں لے ۔۔'' وہ آدمی دو ۔ رہ ٹیک لگا کر بیٹھا۔

''یو ۔ ئیٹڈ نیشنز نے پہلے کتنی ا ۔ نی حقوق کی پ سداری کروائی ہے جو اب ا ۔ پ واہ ہوگی؟ یہ ۔ صرف اور صرف چونچلے ہیں۔'' رحمان کرداوی نے ۔ ک سے مکھی اڑائی۔

''سر یہ ۔ ت کریں۔۔'' لس کے اسسٹنٹ نے اسکو فون تھما۔

''ہیلو۔ گڈ آفٹرنون مسٹر ۔ ث حسن آفندی!'' لس نے مسکراہٹ سجائے مقابل کو مخاطب کیا۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپکو کوئی ضما ۔ ۔ چاہیے؟'' مقابل کی آواز فون سے ۔ ہر نہیں آ رہی تھی۔

''جی مسٹر پ ۔ ئ ۔ ٹ کچھ سامان امپورٹ کروا ۔ چاہتے ہیں۔ ہم ضما نے چاہتے ہیں کہ کل اَ کسی قسم کا کوئی سکینڈل سامنے آ ۔ ہے تو اسکا ہماری ڈیل پ ا ثر نہیں ہوگا۔'' لس نے اپنی وضا ۔ ۔ پیش کی۔ ''آپ جا ہیں کہ ا رشیا کی شپمنٹ کی ا رمیشن لیک ہوگئی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے ڈیل کینسل کر دی۔ اور اب ہم کوئی رسک نہیں لے ۔۔'' لس نے رحمان کرداوی کے ۔ ث ات کی پ واہ کئے بنا اپنی وضا ۔ ۔ جاری رکھی۔

''آپ لوگوں کو میں ضما ۔ ۔ دیتا ہوں۔ اس ڈیل کو ڈن کریں۔۔ چاہے آ ۔ ھی آئے ۔ طوفان آپکی ڈیل ۔ اب نہیں ہوگی۔'' مقابل نے اپنی گمبھیر آواز میں اپنی ضما ۔ ۔ دی۔

''مسٹر ۔ ث حسن آفندی کی ضما ۔ ۔ مل گئی۔ اب ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' لس کی ۔ نچھیں کھل اٹھیں۔

''ٹھیک ہے تو ڈیل سائن کریں۔'' کہتے مقابل نے فون بند کر دیا۔ لس نے فون اپنے اسسٹنٹ کو پکڑا ۔ سامنے پڑا اٹھا اور ڈیل سائن کر دی۔

رحمان کرداوی ۔ میں تھے۔ آ ۔ کون ہے یہ ۔ ث آفندی جس کی ضما ۔ ۔ نے آج رحمان کرداوی کو اتنے ۔ ے نقصان اور شرمندگی سے بچا لیا۔؟ کون تھا وہ جو ہر ۔ ر ا ڈیل کی ضما ۔ ۔ دیکر تا تھا۔ کیسے ا ہر ۔ را کلائنٹ کا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ عین موقع پ ا ضما ۔ ۔ دیکر تا تھا۔ وہ بس اتنا جا تھے کہ ۔ ث حسن آفندی ا ٹ رو ولڈ کا ا ۔ جا ما ۔ ۔ م ہے۔ جہاں ا سوچ ختم ہوتی ہے وہاں سے ۔ ث حسن آفندی کی سوچ شروع ہوتی تھی۔ جہاں ا طاقت انکا ث ور سوخ ختم ہوتا تھا وہاں سے ۔ ث حسن آفندی کی ۔ وٹ ری شروع ہوتی تھی۔ آج ۔ ۔ وہ اس شخص کو دیکھ نہیں پ ئے تھے۔ ا ہزار کوشش کے ۔ وجود ا ۔ بھی موقع نہیں مل سکا تھا اس شخص سے مل کر اسکا شکریہ ادا کرنے کا۔

''گانگریٹس۔۔ مسٹر کرداوی۔!'' لس نے ہاتھ ۔ ٹھایا تو انھوں نے مصافحہ کیا۔ ''لگتا ہے مسٹر ۔ ث کا آپکے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے جو وہ آپکی اس طرح ضما ۔ ۔ دے رہے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر رحمان کرداوی سے کہا تو وہ ا ۔ وسکیڑ گئے۔ لیکن اگلے ہی لمحے انھوں نے ا ۔ مصنوعی مسکراہٹ سجائی۔

****

وہ اس وقت قبرستان میں موجود تھا۔ اسکے ساتھ ا ۔ گورگن کھڑا تھا۔

''یہاں ا ۔ قبر کھودو۔'' اس نے قبرستان کے ا ۔ کونے میں قبر کھودنے کا حکم دیا۔ گورگن سمجھ کر اپنا کام کرنے لگا۔ جبکہ ا ۔ اہیم آکر سجل کی قبر کے سرہانے بیٹھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسکی قبر کی مٹی کو ہاتھوں میں لئے اسکی خوشبو اپنے ا ۔ را ۔ ر رہا۔

''سجل۔!'' اسکی ٹوٹی سی آواز اس قبرستان کی خاموشی کو چیر رہی تھی۔ ''میری بچی۔! میرا بچہ۔! یہ خوشبو تو تمہاری نہیں ہے۔'' وہ لڑکھڑاتی آواز میں بول رہا تھا۔

''تمہارا بھائی تمہاری خوشبو پہچانتا ہے بچی۔۔! وہ اس خوشبو کو نہیں پہچانتا۔'' اس نے مٹھیوں میں بند مٹی کو دور قبر پر پھینکا۔ ''یہ مٹی کی خوشبو مجھے اچھی نہیں لگ رہی سجل۔!'' وہ اب دونوں ہاتھ قبر پر رکھے جھکا ہوا تھا۔ ''مجھے تمہاری خوشبو پسند ہے۔ پلیز واپس آجاؤ سجل۔!'' اس نے بکھری سی آواز میں پکارا۔

''سجل تم نے اپنی جان کیوں لی بچی؟ کیا تمہیں اپنے بھائی پر بھروسہ نہیں تھا؟ کیا تم نے اپنے بھائی کو اتنا کمزور سمجھا تھا کہ وہ اس دنیا کے سامنے ہار جائے گا؟ کیا تمہیں لگا تھا کہ ابراہیم گورسی اپنی سجل کا انتقام نہیں لے پائے گا؟ کیا تمہیں یہ لگا تھا کہ ابراہیم گورسی تمہیں قبول نہیں کر پائے گا اور دنیا کی نظروں سے چھپا نہیں پائے گا؟۔'' وہ ٹوٹ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں سے نمکین پانی رواں تھا۔

''کیا تمہیں ابراہیم گورسی کے انصاف پر یقین نہیں تھا؟ کیا تمہیں لگا کہ تمہارے ساتھ ہوئے ظلم کے لئے تمہارا بھائی تمہیں ہی قصوروار ٹھہرا دے گا؟ کیوں سجل؟ کیوں تم نے اپنی بھائی کی محبت پر اسکی عزت کو ترجیح دی؟ کیوں تم نے زندگی پر موت کو ترجیح دی؟'' وہ اب کی بار دھاڑا تھا۔ گورگن نے رک کر اسکی جانب دیکھا۔ اس تاریکی میں ابراہیم کی سسکیوں نے وحشت طاری کر دی تھی۔

وہ کچھ دیر یوں ہی اس مٹی کے ڈھیر سے اپنے سوالوں کا جواب مانگتا رہا۔ اسکو کوئی جواب نہ ملا۔ تھک ہار کر اب وہ دوزانوں بیٹھا تھا۔

''صاحب قبر کھود دی ہے۔'' گورگن نے آکر کہا۔ قبر کھود دی گئی تھی۔ وہ اٹھا اور گاڑی کی جانب بڑھا۔ اسکی ڈگی سے اس نے ایک قطبہ نکالا اور گورگن کو تھمایا۔

''اس کو نصب کرو۔'' گورگن نے لرزتے ہاتھوں سے قطبہ پکڑا۔ چاند کی مدھم سی روشنی اس پر پڑی تو اس پر لکھی تحریر واضح ہوئی۔ اس پر زاویر قریشی ولد خیام قریشی کا نام لکھا ہوا تھا۔ گورگن نے حیرت سے ابراہیم کی جانب دیکھا۔ ''اسکو نصب کرو۔ اور قبر کو کھلی چھوڑ دو۔ اسکو بند میں خود کروں گا۔''

''لیکن صاحب اس طرح جگہ مختص کیسے کی جا سکتی ہے؟'' وہ الجھا ہوا سا بولا۔

''انتظامیہ کو اس جگہ کی قیمت ادا کر چکا ہوں میں۔ اتنی کہ اس دور کی زمین کے لے وہ لوگ ایک پورا قبرستان بنا لیتے ہیں۔ اس لئے تم وہی کرو جو کرنے کا کہا ہے۔'' وہ حکم دیتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

****

رات گہری ہو رہی تھی۔ زیچہ بیگم دواوں کے زیر اثر سو رہی تھیں جبکہ خیام قریشی اپنے لاونج میں بیٹھے سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ وہ کیسے سو جاتے۔ انکا خاندان ایک ہی دن میں بکھر گیا تھا۔ ان سے نیند روٹھ چکی تھی انکا جگر دو حصوں میں بٹ چکا تھا ایک طرف انکا بیٹا تھا اور ایک طرف بیٹی۔ بیٹا گنہار تھا پھر بھی وہ تھا تو انکا بیٹا۔ بھلے وہ دنیا کی نظروں میں ایک بھیڑیا تھا خیام قریشی کا تو وہ خون تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ جس دن ابراہیم زاویر تک پہنچے گا وہ دن زاویر کا آخری دن ہوگا۔ دوسری جانب بیٹی نہ جانے اس وقت کس حال میں ہوگی۔ بس اب اپنی بیٹی سے ہی امید تھی کہ کاش وہ کسی طرح کوئی وجہ پیدا کر لے جس سے ابراہیم زاویر کو معاف کر دے۔ ایسا ہونا ناممکن تھا۔

زیچہ بیگم نے دیکھا کہ ایک جنگل ہے۔ وہ خاموش اور تاریک جنگل ہے۔

''امی۔امی۔۔!'' کہیں دور سے صفا کے پکارنے کی آواز آئی۔

''صفا میری بچی۔۔!'' وہ تیز قدم اٹھاتیں اسی سمت میں چلنے لگیں جہاں سے صفا کے پکارنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ''صفا میری بچی کہاں ہو تم۔۔'' وہ اسکو پکارتی ہوئی اسی سمت میں بڑھتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک جھیل کنارے پہنچ گئیں۔ سامنے کا منظر دل دہلا دینے والا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ جھیل کے پار ایک میدان ہے۔ جہاں ایک گڑھا کھدا ہوا ہے۔ اسکے گڑھے میں ایک لڑکی ہے جسکے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ اور کچھ لوگ اس پر مٹی ڈال رہے ہیں۔

''امی۔!'' اسی لڑکی نے پکارا تو زیچہ بیگم بے چینی سے آگے بڑھنے لگیں۔۔ اور راستے میں جھیل تھی۔

''صفا۔!'' وہ وہیں سے انھوں نے دیکھا کہ زاویر، خیام قریشی اور میاں امداد قریشی وہ اس گڑھے کے گرد جمع ہیں اور وہ لوگ صفا پر مٹی ڈال رہے ہیں۔ وہ اسکو زندہ درگور کر رہے تھے۔ ''صفا۔صفا۔!'' وہ غیر یقینی سے کھڑیں اپنے خاندان کو دیکھ رہی تھیں۔ ''شاہ صاحب۔!۔ جان۔! میری بچی کو نکالیں وہاں سے اسکو

درگورمت کریں۔'' آواز گونجی تھی۔لاونج میں بیٹھے خیام قریشی نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلا اور سیڑھیاں پھلانگتے گئے۔

وہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہ سامنے بیڈ پر پسینے میں شرابور بند آنکھوں سے صفا کو پکار رہی تھیں۔

''صفا۔!میری بچی۔!'' وہ مسلسل میں سر ہلاتے ہوئے اسکو پکارے جارہی تھیں۔

''یحیٰ۔۔یحیٰ ہوش کرو۔'' خیام قریشی نے آزوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھیں۔انھوں نے پہلے تو اردگرد دیکھا۔وہ جنگل میں نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے کمرے میں تھیں۔پھر انھوں نے سامنے بیٹھے خیام قریشی کو دیکھا۔

''شاہ صاحب۔!پلیز میری بیٹی کو لے آئیں۔'' وہ ہاتھ پکڑ کر سماجت کرنے لگیں۔

''یحیٰ ہوش کرو۔صبر کرو۔'' وہ بمشکل بولے ہالانکا اپنا اس وقت احوال تھا۔

''نہیں شاہ صاحب۔!مجھے میری بیٹی سے ملنا ہے۔ہاں مجھے اپنی صفا کو دیکھنا ہے۔ابھی اور اسی وقت۔!'' وہ کہتے اٹھ کر اپنی چپل پہننے لگیں۔

''یحیٰ تم پاگل ہوگئی ہو؟'' خیام قریشی نے آدھ رہ پکڑ کر بٹھایا۔''وہ ونی ہوئی ہے۔تم نے اسکو رخصت نہیں کیا جو تم اس طرح جانا چاہے اس سے ملنے چلی جاوگی۔یہ سمجھ لو کہ وہ جیتے جی درگور ہوگئی ہے۔'' انھوں نے آنکھیں جھکائے کہا۔۔آواز لڑکھڑائی تھی۔

''نہیں۔آپ مجھے ابھی اور اسی وقت لے کر چلیں۔ورنہ۔ورنہ۔۔'' وہ دیوانوں کی سی کیفیت میں ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔انھوں نے سائڈ ٹیبل پہ پڑی ایسیرپ کی بوتل اٹھائی۔اسکو ٹیبل کے کنارے پہ دے مارا کانچ بکھر گیا۔

''یحیٰ۔!'' خیام قریشی نے ان کے ہاتھ سے بوتل پکڑنی چاہی۔

''میں۔میں اپنی جان لے لوں گی۔'' کہتے انھوں نے وہ ٹوٹی ہوئی بوتل اپنی شہ رگ پر رکھی۔

''یحیٰ پاگل مت بنو۔۔'' وہ بے بس سے دکھائی دے رہے تھے۔

''مجھے میری بیٹی کے پاس لے چلیں۔'' آنکھوں میں وحشت تھی۔

''اچھا۔اچھا ٹھیک ہے۔لیکن پہلے اسکو دور پھینکو۔'' انھوں نے بمشکل ان سے کانچ کی بوتل پکڑ کر دور پھینکی۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے بعد گورسی ہاوس کے سامنے کھڑے تھے۔خیام قریشی نے کانپتے ہاتھوں سے گیٹ بیل دی۔اندر سے گارڈ نکلا پہلے تو وہ انکو دیکھ کر حیران ہوا۔پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے سلام کیا۔

''مجھے سفیان گورسی سے ملنا ہے۔'' خیام قریشی نے بمشکل الفاظ ادا کیے۔گارڈ پہلے ہچکچایا پھر اندر لئے لاونج میں آنے کا کہا۔

''آپ لوگ بیٹھیں میں صاحب کو بلا کر لاتا ہوں۔'' وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

''رک جاو۔'' عقب سے آواز آئی۔گارڈ وہیں رک گیا۔خیام قریشی نے چونک کر دیکھا تو داخلی دروازے پہ ابراہیم کھڑا تھا۔وہ اس وقت قبرستان سے واپس آرہا تھا۔وہ دونوں اسکو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔''تم جاو۔'' اس نے گارڈ کو حکم دیا وہ وہاں سے چلا گیا۔

''ابراہیم۔!'' خیام قریشی ٹوٹے بکھرے سے اسکی جانب بڑھنے لگے کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انکو وہیں روک دیا۔یحیٰ بیگم کی آنکھیں سرخ تھیں۔وہ رو رو کر اب سو چکی تھیں۔

''کیا کرنے آئے ہیں آپ لوگ؟'' ابراہیم نے تنے ابرو لئے پوچھا۔

''اسکی ماں کو ملنے دو۔'' کہتے خیام قریشی نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''میری ماں۔'' وہ کہتا ہوا قدم آگے بڑھا۔''اس وقت نیند کی دوا کھا کر سو رہی ہے۔وہ کہہ رہی تھی کہ اسکو سجل سے ملنا ہے۔'' وہ کہتا ہوا جانب قدم قدم بڑھ رہا تھا۔''لیکن کیا کروں؟ سجل تو قبر میں ہے۔'' اس نے سرد لہجے میں کہتے کندھے اچکائے۔

''ابراہیم میری بچی زندہ ہے۔مجھے اسکو واپس ملنے دو۔'' اب کی بار یحیٰ بیگم نے اسکی منت کی۔

''کس نے کہا کہ وہ زندہ ہے؟''ا. اہیم نے ا. واچکائے۔

''کک۔کیا مطلب؟'' یحیٰ بیگم کی سانس بند ہوئی۔

''مطلب یہ کہ آپ اسکو دفنی کر چکے ہیں۔اب وہ آپ لوگوں کے لئے مر چکی ہے۔ بلکل اسی طرح جس طرح میری سجل مر گئی۔اس لئے اب آپ لوگ اسکو نہیں دیکھ سکتے سمپل۔۔''اس نے زخمی سی مسکراہٹ لئے ہاتھ جھاڑے۔

''ا. اہیم یہ ظلم مت کرو۔میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔اس معصوم میں میری بچی کا قصور نہیں۔''خیام قریشی نے اپنے بوڑھے لرزتے ہاتھ اسکے سامنے جوڑے۔

''زاویار کو ہر بھگانے والے آپ تھے۔۔''ا. اہیم نے آنکھوں میں آنکھیں گاڑھیں تو وہ نگاہیں جھکا گئے۔''اسکا پتہ مجھے دے دیں۔میں وعدہ کرتا ہوں۔اسی دن آپکی بیٹی کو طلاق دے کر بھیج دوں گا۔۔''اس نے اٹل لہجے میں کہا۔تو خیام قریشی کی ٹانگیں لرزی تھیں۔وہ کیسے فیصلہ کرتے کہ اس وقت اپنی بیٹی چاہیے تھی یا بیٹی جو نہ جانے کس حال میں تھی اس یقین تھا کہ وہ زندہ ہے۔اور دوسری طرف بیٹا۔ا. اہیم اس تک پہنچ گیا تو وہ یقیناً اسکو زندہ نہیں چھوڑے گا۔وہ نگاہیں جھکائے کھڑے تھے۔

''امی۔۔!جان۔۔!''اوپر سے آواز آئی۔وہ بکھری سی حالت میں کھڑی تھی۔

''صص۔صفا میری بچی۔'' یحیٰ بیگم تڑپ کر رہ گئیں۔

''امی۔!وہ بھاگتی ہوئی نیچے آنے لگی۔ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی اتری تھی کہ سامنے سے سیڑھیاں پھلانگ کر آتے ہوئے شخص نے اسکا ہاتھ جکڑ لیا۔

''چلو۔!''وہ اسکو گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا۔

''نہیں۔۔مجھے میری امی سے ملنا ہے۔''وہ مچلنے لگی۔

''صفا۔میری بچی۔'' یحیٰ بیگم نیچے کھڑیں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھیں۔

''چھوڑیں مجھے۔میں نے اپنی امی سے ملنا ہے۔''وہ ہاتھ چھڑواتی رہی جبکہ وہ اسکی ایک نہ سنتے ہوئے اسے گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے گیا۔

''میری بچی۔۔!'' یحیٰ بیگم لاونج میں کھڑیں تڑپ رہی تھیں۔

''چلو یحیٰ۔''خیام قریشی نے انکا ہاتھ پکڑا اور لے جانے لگے۔

''شاہ صاحب لیکن میری بچی۔!''وہ بار بار سیڑھیوں کی جانب دیکھ رہی تھیں جہاں سے ابھی ابھی ا. اہیم صفا کو گھسیٹ کر لے گیا تھا۔

''چلو یحیٰ۔''وہ اسکو گھسیٹ کر لے گئے۔

ا. اہیم نے اسکو کمرے میں لا کر پٹکا۔وہ نیچے فرش پر ہی گر گئی۔اس نے دروازہ لاک کیا تو صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا وہ بیڈ کی پائنتی سے لگی بیٹھی تھی۔صفا اسکو اپنے قریب آتا دیکھ کر خود میں سمٹنے لگی۔

''کیا ہوا؟اب جاو. ہر۔''وہ غرایا۔

''مم۔مجھ سے دور رہیں۔''وہ اپنے پاوں سمیٹتی ہوئی خود میں ہی کہیں پہ کی کوشش کر رہی تھی۔

''کیوں؟ کہ تم دو. رہ اس کمرے سے نکلو؟۔''وہ اسکے پاس آ کر جھکا۔

''دد۔دیکھیں ا. اہیم۔!''صفا کے لہجے میں اس وقت خوف تھا وہ اپنے آپ پہ قابو پانے کی حد درجہ کوشش کر رہی تھی۔

''ہاں دکھاو کیا دکھانا ہے؟''وہ جھک کر مزید اسکے قریب ہوا۔صفا نے رخ پھیر لیا۔

''۔پلیز مجھے چھوڑ دیں۔۔''اسکی ہلکی سی آواز آئی۔

''ایسے کیسے صفا. اہیم؟ میرے انتقام کا کیا؟۔''وہ اسکو تھوڑی سے پکڑے اسکا رخ اپنی جانب کرتا بولا۔

''مم۔مجھ سے کون سا انتقام؟''صفا بمشکل بولی۔

''میری بہن کا انتقام۔!'' وہ دھاڑا۔

صفا کے پورے وجود پہ ہٹ جاری ہو چکی تھی۔اسکی آنکھوں کی پتلیاں سا ہو۔آج پہلی بار اسے اسی شخص سے خوف محسوس ہوا تھا جس کی وہ پناہ میں جانا چاہتی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ اہیم اسکو ساری دنیا سے چھپا کر اپنی دنیا میں لے جائے۔اپنی پناہ میں اسکو محفوظ بنا لے وہ جس کو محافظ سمجھ رہی تھی۔آج پہلی بار اسکو اپنے محافظ سے خوف محسوس ہوا تھا۔

پچھلے چند دنوں میں بہت کچھ ہوا تھا۔صفا کو اہیم سے خوف محسوس نہیں ہوا تھا۔وہ اسکے ردعمل کو اسکی تکلیف سمجھ رہی تھی۔وہ سمجھتی تھی کہ وہ سجل کے لاس کی وجہ سے یہ کر رہا ہے۔اس لئے اسکو اہیم سے بس ہمدردی تھی۔آج اس نے اہیم کی آنکھوں کچھ اور دیکھا تھا۔اہیم نے اسکی زرد پڑتی رنگت دیکھی تو اس نے حقارت سے صفا کا چہرہ جھٹک دیا اور آگے بڑھ گیا۔

''تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہارے وجود سے انتقام بھی پورا کروں لڑکی۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھا۔''میرے وجود پہ صرف اور صرف میری حور کا حق ہے۔'' وہ کہتا ہوا اپنا تکیہ درست کرنے لگا۔لیکن کچھ ہی لمحوں بعد دھپ کی آواز آئی تھی۔اہیم نے مڑ کر دیکھا تو صفا زمین بوس ہو چکی تھی۔اہیم چونکر اسکے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔صفا کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔۔اسکے ہاتھ پاؤں مڑ چکے تھے۔اور اسکی آنکھوں کی پتلیاں سا تھیں۔

''صفا۔۔!صفا۔۔!'' وہ اگلے ہی لمحے اسکے پاس زمین پہ بیٹھا اسکے گال تھپتھپا رہا تھا۔''لڑکی کیا تم نے ذہر کھایا ہے؟'' اسکو صفا کی حالت کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''دیکھو صفا اگر تم نے ذہر کھایا ہے تو بتاؤ مجھے۔میں قسم کھاتا ہوں تمہارے حلق سے ذہر نکال لوں گا۔تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔'' وہ اسکے گال تھپتھپاتا ہوا اسی کو کوس رہا تھا۔صفا کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا۔''شٹ۔۔!کیا مصیبت ہے یار۔!'' وہ اسکو بانہوں میں اٹھائے کمرے سے نکلا تھا۔

گورسی ہاؤس میں سناٹا تھا۔سفیان گورسی اور منال بیگم نیند کی دوا کھا کر سو چکے تھے۔وہ لاونج میں پہنچا۔ایک پل کے لئے صفا کے زرد چہرے کو دیکھا اور پھر اسے لئے باہر نکل آیا۔

''گاڑی نکالو۔'' اس نے ڈرائیور کو حکم دیا جو گارڈ کے پاس کھڑا تھا۔ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔''گاڑی نکالو ڈیم اٹ۔۔!'' اہیم گیٹ کی جانب بڑھتا ہوا دور کھڑا تو ڈرائیور نے فورا پورچ سے گاڑی نکالی۔

****

''شاہ صاحب مجھے میری بچی سے ملنا ہے۔'' خیام قریشی اسلئے لاونج میں پہنچے جبکہ وہ مسلسل ایک ہی بات دہرائے جا رہی تھیں۔انھوں نے لاونج میں صوفے پہ بٹھایا۔اور خود سامنے زمین پہ بیٹھے اور ہاتھ پکڑے۔

''بیجہ۔میری بات غور سے سنو۔'' وہ تحمل سے بولے۔بیجہ بیگم نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر دیکھا۔''اس وقت ہمارے پاس دو آپشنز ہیں۔ایک آپشن زاویار کی زندگی ہے۔''

''لیکن میری بچی۔۔'' انھوں نے خیام قریشی کو ٹوکا۔

''اور دوسرا آپشن ہے صفا۔اگر ہم صفا کو بچاتے ہیں تو ہمیں زاویار کی قربانی دینی ہوگی۔۔تم جانتی ہو اہیم زاویار کو جان سے مار ڈالے گا۔لیکن۔۔'' وہ سانس لینے کے لئے رکے۔''اگر ہم صفا کی ونی کو قبول کر لیتے ہیں تو صفا بھی زندہ رہے گی اور زاویار بھی۔'' انھوں نے نرم لہجے میں سمجھایا۔

''لیکن ایسی زندگی کا کیا کروں جس میں میری بچی روز مرے۔میں اسکو دیکھ نہیں سکتی۔ایسی زندگی کا کیا کروں میں؟ اور زاویار اگر وہ واپس آتا ہے تو اہیم اسکو کبھی نہیں چھوڑے گا۔پھر چاہے صفا اسکے نکاح میں ہو یا نہ ہو۔تو میں کیوں اپنی معصوم بچی کو اس جہنم میں جھونک دوں؟'' انھوں نے اپنے شل ہوتے اعصاب کو قابو کیا۔

''بس۔۔!'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔''تم نے زاویار کو جنم نہیں دیا۔اسی لئے تمہارا دل اسکی جانب سے اتنا پتھر ہو رہا ہے۔وہ میرا خون ہے بیجہ۔جتنا میرا دل صفا کے لئے کٹتا ہے اتنا ہی زاویار کے لئے کٹتا ہے۔وہ میرے خاندان کا وارث ہے۔وہ ہمارا چشم و چراغ ہے۔'' وہ انگارہ آنکھیں لئے دھاڑے۔

''شاہ صاحب۔!آپ میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے؟'' وہ بے قرار ہو۔

''تم میری بات کان کھول کر سن لو۔ یہ اور اچھی طرح سے سمجھ لو۔ آج کے بعد تم صفا کا نام اپنی زبان پر نہیں لاؤ گی۔'' انھوں نے سخت لہجے میں کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہو۔

''ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں آپ؟ صفا میری بیٹی ہے۔ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں اسکو کسی قیمت پر نہیں بھلا سکتی۔'' وہ رو پڑی۔

''اگر وہ کسی دوسرے ملک بیاہ کر چلی جاتی پھر بھی تو تم صبر کر ہی لیتی نا؟'' اب کی بار وہ نرم پڑے تھے۔

''وہ تو بیاہ کر جاتی اور خوش رہتی۔ اسکی خوشی میں میں بھی خوش رہتی۔ لیکن اس وقت صورتحال مختلف ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ میری بیٹی ایک جہنم میں رہ رہی ہے میں کیسے چین کی سانس لے سکتی ہوں شاہ صاحب۔'' وہ بے بسی کی انتہا پر تھیں۔

''جو بھی کرو۔ تمہیں صبر کرنا ہوگا۔'' کہتے وہ وہیں چھوڑ کر باہر نکل گئے..... جبکہ بیچاری بیگم صوفے پر ہی ڈھے گئیں۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ اس وقت وہ اسپتال کی ایمرجنسی کے باہر بیٹھا تھا۔ سر ہاتھوں میں گرائے۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر باہر نکلی۔ وہ بے چین سا اٹھ کر ڈاکٹر کے سامنے آیا۔

''کک۔ کیسی ہے وہ؟'' ابیہم کے چہرے پر بیقراری تھی اسکی آواز لرزی تھی۔

''شی از فائن نو۔ اسے پینک اٹیک آیا تھا۔ کیا پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے؟'' وہ اب کھڑیں ابیہم سے پوچھ رہی تھیں۔

''آئی ڈونٹ نو۔'' اس نے بے زاری سے کندھے اچکا دیئے۔ صفا کے پینک اٹیکس کا سجل نے کبھی ابیہم سے ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ حساس ہے ایسی کسی کنڈیشن کا اسکو علم نہیں تھا۔ یہ انکشاف ابیہم پر آج ہوا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ وہ اب نارمل ہیں۔ انجیکشن کی وجہ سے نیند میں ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ صبح ہونے کا ویٹ کریں۔''

''میں اسکو ابھی واپس لے جا سکتا ہوں؟'' اس نے ڈاکٹر کو ٹوکا۔

''ٹھیک ہے۔ وہ ہوش میں نہیں ہیں۔۔ اس وقت تو آپکو مشکل ہو سکتی ہے۔'' ڈاکٹر نے اسکی حالت بتائی۔

''اٹس اوکے۔ آئی ول مینیج۔ اس نے بے زاری سے کہا اور ایمرجنسی روم کی جانب بڑھ گیا۔''

وہ اس ہال کمرے میں داخل ہوا تو وہاں بس وینٹیلیٹرز سے آنے والی آوازیں تھیں۔ کچھ مریض جاگ رہے تھے اور کچھ سو چکے تھے۔ اکا دکا حقین اسرہانے بیٹھے تھے۔۔ چونکہ وہ ایک سرکاری اسپتال کی امرجنسی تھی اس لئے ایک روم میں قریباً دس مریض تھے۔ وہ ان کو دیکھتا ہوا صفا کے بیڈ کی جانب بڑھا۔ وہ اسکو تیسرے نمبر پر ہی آ گئی تھی۔ وہ بوجھل قدم اٹھاتا اسکی جانب آیا اور بیڈ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ وہ زرد پڑتی رنگت لیے ہوش کی دنیا سے بیگانہ پڑی تھی۔ ابیہم ایک لمحے کے لئے اسکو دیکھتا رہا۔ کیا وہ اس کی حق دار تھی جو اسکے ساتھ ہو رہا تھا؟ اسکے ضمیر کی آواز آئی۔

''بیوی ہے؟'' اس نے چونک کر دیکھا تو ایک بوڑھی عورت اسکے ساتھ کھڑی پوچھ رہی تھی۔

''ہاں؟'' ابیہم چونکا۔

''کیا لگتی ہے تمہاری؟'' اس عورت نے اپنا سوال دہرایا۔

''کک۔ کچھ بھی نہیں۔'' ابیہم یں پایا۔

''بیٹا اسکو لے کر آئے تھے تو حالت بہت خراب تھی اسکی سارے مریض اسکی حالت دیکھ کر سہم گئے تھے۔'' اس عورت نے بتانا شروع کیا۔ ابیہم نہ چاہتے ہوئے سن رہا تھا۔ ''یہ مسلسل بے ہوشی میں بس دو لوگوں کو پکار رہی تھی۔'' اس عورت نے صفا کی زرد رنگت کو دیکھ کر افسوس سے کہا۔

''کس۔ کس کو؟'' وہ بے ساختہ پوچھنے لگا۔

''پتہ نہیں۔ ایک لڑکی کا نام لے رہی تھی۔'' وہ عورت کچھ سوچنے لگی۔ ''ہاں۔ سجل۔ شاید یہی نام تھا۔ بس اسکو پکار رہی تھی۔'' ابیہم کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر صفا کو اٹھانے لگا کہ عورت دور سے بولی۔ ''اور کہہ رہی تھی۔ ابیہم مجھے یہاں سے لے جا۔'' ابیہم کے صفا کو اٹھاتے ہاتھ رکے۔ وہ پتھر ہو گیا۔ وہ اس وقت کو سمجھ

نہیں پہ تھا۔

''کک۔کیا کہہ رہی تھی؟'' وہ عورت کی جا ب مڑا۔

''یہی کہا۔ اہیم مجھے یہاں سے لے جا ۔اس جہنم سے دور لے جا ۔''اس عورت نے اٹ اٹ کر صفا کے الفاظ دہرائے۔وہ سا ۔ رہ ۔ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔وہ اپنے مجرم سے پناہ مانگنے کی بجائے اپنے مجرم کی ہی پناہ ما رہی تھی۔

''آپ کو ہ میں غلطی ہوئی ہوگی۔وہ ا۔ اہیم نہیں زاو ر کہہ رہی ہوگی۔'' کہتے ا۔ اہیم نے ہر خیال کو جھٹکا اور صفا کو اٹھائے وہاں سے نکل آ ۔

صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے ہی وہ صفا کو واپس گورسی ہاوس لے آ تھا۔کیو ا وہ اسکو صبح ۔ ا پ ل میں ر ۔ تو منال بیگم ا ہنگامہ۔ پ کر دیتیں۔صفا ابھی۔ انجیکشن کے اثر میں تھی وہ اسے اٹھائے لاونج میں آ ۔سامنے سفیان گورسی صوفے پ ہی بیٹھے تھے۔انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سا ۔ رہ گئے۔وہ اٹھ کر اسکے سامنے آئے۔

''کیا ہوا ہے اسکو؟'' وہ پریشانی سے صفا کا زرد چہرہ دیکھ رہے تھے۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ کہتے آگے ب ھنے لگا کہ سفیان گورسی کی آواز دو ر ہ سماعتوں سے ٹکرائی۔

''ا۔ اہیم۔!'' وہ وہیں رکا۔''تم اس بچی کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے۔کم از کم اسی ت کا خیال کر لو کہ یہ سجل کی دو ۔ تھی۔ایسی دو ۔ جس سجل اپنی جان چھڑکتی تھی۔'' وہ بکھرے سے لہجے میں بولے۔ا۔ اہیم مڑا نہیں تھا۔اس نے وہیں رک کر ا صفا کو دیکھا اور پھر سرد چہرہ لئے سیڑھیاں پ ھ ۔

اسے لا کر بیڈ پ لٹا ا اور اس پ لحاف در ۔ کیا۔لحاف اوڑھاتے وقت اسکا ہاتھ صفا کے ہاتھوں سے مس ہوا۔وہ سرد تھے۔ف کی ما سرد۔اس نے ا۔ وسکیٹر کر اسکو دیکھا۔اسکو اس لڑکی سے کوئی سروکار نہ تھا۔اس نے سر جھٹکا اور لحاف در ۔ کیا اور اپنی سگر ۔ ٹ کی ڈبی اٹھائے ب لکونی میں ۔

سلائ ٹ ڈور اوپن کیا تو ٹھنڈی یخ بستہ ہوا کا ا جھونکا اسکے چہرے کو چھو کر ر ا۔صبح آہستہ آہستہ ع ہو رہی تھی۔مشرق سے ع ہو ا ر سورج دھند کو دھکیلتا ہوا اپنا نور ہر سو بکھیر رہا تھا۔دھند پ ٹ جا رہی تھی اجالا ابھی جگہ بنا رہا ا۔ اہیم گورسی کے ا ر اس وقت بھی۔ ف جمی ہوئی تھی جو کسی اجالے کسی نور کو اپنے دل میں آنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

وہ سگر ۔ ٹ لبوں سے لگائے اسکو سلگھا ۔ ہوا ب لکونی کی ریلنگ پ ا ہاتھ ٹکائے دوسرے سے سگر ۔ ٹ کے گہرے کش ۔ لگا۔پ ٹ ہوئی دھند دو ر ہ گہری ہونے لگی کیو اس میں سگر ۔ ٹ کا آلودہ دھواں شامل ہو رہا تھا۔وہ یوں ہی کھڑا خالی خالی سی نگاہوں سے سامنے دیکھتا رہا۔اسکی ب لکونی سے لان کا منظر واضح ہو رہا تھا۔جہاں گھاس پ شبنم کے قطرے چمک تھے۔گھاس کی رنگت قدرے پیلی پ ٹ جا رہی تھی۔سردی کی شدت نے اس سبزے سے بھی اسکا نور چھین لیا تھا۔لیکن پھر اگلے ہی لمحے اسکو کچھ آوازیں سنائی دینے لگیں۔

''ابیو۔۔! میں ں جاوں گی۔'' وہ زخمی سا سامنے ا منظر دیکھ رہا تھا۔جس میں سجل ا سائیکل پ بیٹھی تھی اور وہ اسکو دھکا لگا رہا تھا۔اس منظر میں سجل کی عمر لگ بھگ دس سال تھی۔

''نہیں ں وگی ٹ ۔'' وہ مسلسل اسکی سائیکل کی رفتار ب ھا رہا تھا۔

''بھائی ا میں ں گئی ں ں۔۔تو دیکھنا ب سے شکا ۔ کروں گی۔'' وہ ت ہوئی اسکو دھمکیاں دے رہی تھی۔

''شکا ۔ ت ب ہی لگاوگی ں ں۔ ب میں تمہیں ں نے دوں گا۔'' وہ ہنستا ہوا کہے جا رہا تھا۔

''آہ۔'' سجل ں ی۔

''سجل۔!'' ادھر دھند میں کھڑے ا۔ اہیم نے بے ساختہ ہاتھ ب ھا کر اسکو تھامنا چاہا۔ وہ لمحہ کہیں دھند میں ہی تحلیل ہو ۔ اس نے سرخ آنکھوں سے سگر ۔ ٹ پیروں تلے مسل دی۔اور سلائ ٹ ڈور اوپن کر کے کمرے میں داخل ہوا۔وہ ہنوز اس د سے بے خبر سو رہی تھی۔وہ اس پ ا نگاہ ڈالتا اپنے کپڑے نکال کر واشروم میں گھس ں ۔

****

دبئی میں ابھی اجالا نہیں ہوا تھا۔ ابھی دبئی کی بلند و بالا عمارتیں رات کے پچھلے پہر کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں بس چند ہی گھڑیوں کے بعد یہ اندھیرا کٹنے والا تھا صبح طلوع ہونے والی تھی۔ فجر کی آذان ہوئی تو ایمینشن میں ہلچل ہونے لگی۔

وہ ایک وسیع و عریض مینشن تھا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوں تو سامنے ایک وسیع و عریض لان۔ ایک طرف پورچ جہاں دو کی مہنگی ترین گاڑیوں کی کولیکشن موجود تھی۔ وہاں سے اندر بڑھیں تو ایک وسیع ہال جہاں بالائی منزل کی سیڑھیاں بل کھاتے ہوئے اترتی تھیں۔ ایک زمانے میں جوس کا گلاس لئے سیڑھی پہ چڑھا تو دوسری منزل پہ کشادہ ٹی وی لاونج تھا۔ اسکے اندر سارے کمروں کے دروازے کھلتے تھے۔

سامنے ایک شاندار کمرہ تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک جم خانہ بنا ہوا تھا۔ زمان نے جم خانہ کا دروازہ کھولا تو ٹریڈمل پہ ایک تیس سالہ مرد اپنے ٹراوزر اور ڈھیلی سی شرٹ میں ملبوس ورزش کر رہا تھا۔ وہ ہر لمحہ ٹریڈمل کی رفتار بڑھا رہا تھا۔ کانوں میں ائیر بڈز تھے۔ وہ اپنی ورزش میں مگن تھا۔ اسکے بال پسینے کی وجہ سے گیلے ہو کر ماتھے سے چپک رہے تھے۔ پسینے کی بوندیں اسکے ماتھے سے ہوتی ہوئی اسکے رخساروں کا سفر طے کر کے اسکی لمبی کسرتی گردن سے نیچے اسکے کشادہ کسرتی سینے پہ لڑھک جاتی تھیں۔ اسکے تنکھے شانے اور اسکا قد کاٹھ بتا رہا تھا کہ وہ عربی نسل سے ہے۔ اسکی آنکھیں وہ تیز دھار تلوار کی مانند تھیں جو سامنے والے کو ایک ہی نگاہ میں چیر کر رکھ دیں۔

اسکی گھنی لمبی پلکیں اور گھنی بھنویں اسکی چمکتی رنگت کو نکھار رہی تھیں۔ بال خط کیئے ہوئے تھے نہ زیادہ لمبے اور نہ ہی چھوٹے۔ اسی طرح خط کی ہوئی داڑھی جو کہ زیادہ بڑھی ہوی نہ تھی۔ زمان نے ٹیبل پہ رکھی۔ تو اس نے گردن موڑ کر زمان کو دیکھا۔ زمان درمیانی عمر کا تھا۔ اپنے حلیے سے وہ باورچی معلوم ہو رہا تھا۔

''اسلام علیکم۔'' زمان نے مودب سے لہجے میں سلام کیا۔ اس نے اپنے کانوں سے ائیر بڈز نکالے اور تولیہ اٹھایا۔

''وعلیکم اسلام۔!'' اس نے خوش مزاجی سے جواب دیا اور جوس اٹھائے ایک کرسی پہ بیٹھا۔

''بس۔!'' زمان مودب سا بولا اسکے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''ہمم۔!'' اس نے گلاس لبوں سے لگایا۔

''بس وہ تیمور نے کچن سے کچھ پیا ہے۔'' وہ کہتا ہوا لرز رہا تھا۔

''ہاتھ کاٹ دو اسکے۔۔'' وہ مصروف سا بولا بنا کسی تاثر کے۔

''بس۔۔'' زمان کچھ کہتے ہوئے رکا۔

''غداری کی کوئی جسٹیفیکیشن نہیں ہوتی۔'' اس نے کہتے ہوئے اپنا فون اٹھایا۔

''بس اس نے غداری نہیں چوری کی ہے۔ وہ بھی بس ایک دودھ کی بوتل کی۔'' باورچی نے ہمت کر کے کہا۔

''آج دودھ کی بوتل پی ائی ہے۔ کل میرے لاکر کی چابیاں پی ائے گا۔ پرسوں میرے راز پی ائے گا۔'' وہ موبائل پہ یہ گاڑے کہہ رہا تھا۔ باورچی نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ وہ وہاں سے موبائل میں کچھ ٹائپ کرتا ہوا نکلا اور اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ اپنے آپ اسکی شاندار چوائس کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ سیاہ اور سنہرے رنگوں کے امتزاج سے سجا ہوا وہ کمرہ نہایت ہی شاندار تھا۔ وہ ایک طعش کمرہ تھا۔ جہاں سامنے ایک جہازی بیڈ جسکا رنگ بھی سیاہ اور سنہری تھا۔ اسکے ساتھ ایک کاوچ۔۔ بیڈ کے سامنے والی دیوار میں ایل ای ڈی نصب تھا۔ وہ ایک پورا میوزک سسٹم تھا۔ جہاں رنگ میں مختلف سی ڈیز پڑی تھیں۔

ایک دروازہ واشروم کا تھا اور اسکے بغل میں ہی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلتا تھا۔ بیڈ کی دوسری جانب ایک دروازہ تھا اور وہ اسٹڈی روم کا تھا۔ کمرے کی کھڑکیاں اسٹڈی روم کے دروازے کے بالکل مخالف سمت میں تھیں۔ جن پہ سیاہ اور سنہری پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ حصہ سامنے لان میں کھلتا تھا۔ جبکہ بالکونی عقبی سمت میں تھی۔ جسکی کھڑکیاں لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھیں اس نے موبائل بیڈ پہ پٹکا اور واشروم میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نہا کر نکلا۔۔ اس نے بال خشک کیے اور ڈریسنگ میں جا کر اپنے کپڑے پہنے۔ وہ ایک ڈھیلا ڈھالا سا عربی جبہ تھا۔ پھر وہ اپنے اسٹڈی روم کی جانب بڑھا۔ اندر آ کر اس نے ایک دراز سے جائے نماز نکالی اور فجر کی نماز ادا کی۔ اب وہ وہیں جائے نماز پہ بیٹھا تسبیح کر رہا تھا۔ اسکے ہاتھوں میں ایک سیاہ دانوں والی چھوٹی سی تسبیح تھی۔

****

ا. اہیم اس وقت اپنے فارم ہاوس پ تھا گورسی ہاوس میں لوگ تعز ۔ کے لئے آرہے تھے اور وہ کسی کا سامنا نہیں کر چاہ رہا تھا۔اس وقت وہ اپنے لان میں ڈ ۔ چیئر پ دراز تھا۔سامنے سویمنگ پول کے ٹھنڈے پ نی میں اسکے بنگلے کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ زم کافی لے آ ۔اس نے اشارہ کیا تو وہ ساتھ پ ے اسٹول پ رکھ کر مودب سا کھڑا ہو ۔

''صا . کچھ اور چاہیے؟'' وہ ہاتھ . ھے کھڑا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے ۔ لفظی جواب د اور مو ئل اٹھا جبکہ زم جا چکا تھا اس نے فون گیلری کھولی۔اور سجل کی تصو وں کو سلائیڈ کرنے لگا کہ اسکی سکرین پ ا ننھا سا چہرہ نمودار ہوا۔ا. اہیم کے تنے ا ب ڈھیلے پ ے اور اس نے کال اٹھائی۔

''اسلام علیکم . ۔۔'' سامنے سکرین پ دینا کا چہرہ دمک رہا تھا۔وہ اس وقت اپنے ٹ ڈریس میں ہی تھی۔یعنی اس نے اٹھتے ہی اپنے . کو فون کرنے کی ضد کی تھی۔

''وعلیکم اسلام مائی پ ۔'' ا. اہیم کے چہرے پ ا زخمی سی مسکراہٹ آئی۔

''صبح اٹھتے ہی ضد کرنے لگی کہ پہلے . سے . ت کروا پھر فریش ہوں گی۔'' حوریہ سامنے آئی۔

''ہمم۔اچھا کیا۔'' اسکا چہرہ دو . رہ ۔

''کیا ہوا ا. اہیم؟'' حوریہ نے اسکی آنکھوں کی سرخی دیکھی۔

''حوریہ۔۔!'' ا. اہیم کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

''ا. اہیم ہوا کیا ہے؟'' حوریہ اب کی . ربے چین ہوئی۔وہ اٹھ کر لاونج میں آ گئی۔کیو وہ دینا کے سامنے اسکے . کو کمزور پ تے نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔وہ آ کر صوفے پ بیٹھی۔''پلیز۔ا. اہیم مجھے بتا وہاں . ٹھیک ہ ں؟ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' حوریہ نے اسکی حا ۔ دیکھتے پ یشانی سے پوچھا۔

''حوریہ سجل۔۔!'' کہتے ا. اہیم کے الفاظ بکھر گئے۔

''کیا ہوا سجل کو؟'' حوریہ نے پہلو . لا۔

''وہ چلی گئی حوریہ۔! میری سجل مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔'' وہ اپنے ضبط کی انتہا پ تھا۔

''ا منٹ۔کہاں چلی گئی سجل؟'' حوریہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔

''ا. اہیم نے فون گود میں ا اور ضبط سے آنکھیں مو ۔۔''

''ا. اہیم۔۔!'' حوریہ کی آوازیں ہنوز گونج رہی تھیں۔ا. اہیم کے لئے اپنے آ وں پ بندھ . ھنا مشکل ہو ۔ تھا۔حوریہ واحد عورت تھی جس کے سامنے وہ بکھر سکتا تھا۔اس نے کچھ د بعد فون اٹھا اور اپنی آنکھیں ر ڑیں۔اور پھر وہ پ تے لبوں کے ساتھ خود پ ری قیامت کی داستان سنانے لگا۔

دوپہر ہو رہی تھی گورسی ہاوس کے لیو روم میں اس وقت بھی کچھ لوگ موجود تھے۔کچھ عورتیں ا رلاونج میں منال بیگم کے پ س بیٹھیں تھیں۔وہ ٹ ھال سی دکھائی دیتی تھیں۔ . کوا ہی کہانی سنا سنا کر ان دونوں ماں . پ کی بس ہو چکی تھی۔اور لوگ۔لوگ دلاسہ دینے کم اور زخم کر نے ز دہ آتے تھے۔اس وقت بھی ا . بنس مین کی بیوی اور ماں بیٹھی تھیں۔

''بس جی اللہ . کی بچیوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔'' اس بوڑھی عورت نے کہا تو منال بیگم نے اثبات میں سر ہلا ۔

''کیا سجل اور زاو ر میں دوستی تھی؟'' وہ بوڑھی عورت بولیں تو ا بہو نے ا جا . حیرت سے دیکھا۔

''امی۔کیا کہہ رہی ہیں؟'' وہ خود ٹ ۔ائی۔جبکہ منال بیگم نے زخمی سی نگاہ اس خاتون پ ڈالی۔

''نہیں۔میری بچی کی کسی کے ساتھ دوستی نہیں تھی۔'' وہ نگاہیں جھکائے کہہ رہی تھیں۔

''بس جی آجکل کو بچے گھر میں بتاتے ہیں۔اسی وقت علم ہوتا ہے . کوئی حادثہ ہو جاتا ہے اللہ معاف کرے ۔ پھر بچیاں گھر سے بھاگ جاتی ہیں۔'' اس خاتون

نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا تو منال بیگم نے چو· کر ا جا· . دیکھا۔

''اماں جی۔! میری بیٹی ہم سے کچھ نہیں چھپاتی تھی۔اور رہی ب ت حادثے کی تو وہ کسی کی بیٹی کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ . ۔ ہم مظلوم کی ڈھارس بندھانے کی بجائے ظالم کی پ دہ پوشی کرتے رہیں گے ت . ۔ یہ حادثے ہوتے رہیں گے۔'' ا حلق میں آ وں کا گولہ اٹکا۔

''ارے نہیں نہیں منال آ پ۔۔امی کا تو آپکو پتہ ہے پ انے خیالات کی ہیں۔آپ پلیز ا . ت کا. انہ ما ۔'' مسز ہمدانی نے .ڑی مشکل سے . ت کو رکی۔ ز .ن سے نکلے ہوئے الفاظ کبھی واپس نہیں لوٹتے۔وہ ا . رز .ن سے نکل جا تو مقابل کا کلیجہ چیر کر ہی ' ۔ ہیں وہ بھی اس پ ر۔منال بیگم خاموش ہوگئیں۔زلیخا نے ا ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔

''بی بی جی آ پکی دوا کا وقت ہو َ ہے۔آپ چلیں ا· ر۔'' زلیخا نے ا حا ۔ سمجھتے ہوئے بہانہ بنا ۔منال بیگم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''او کے ہم چلتے ہیں۔'' مسز ہمدانی شرمندہ سی اٹھ کھڑی ہو ۔وہ لوگ جا چکی تھیں۔جبکہ منال بیگم ابھی ۔ وہیں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ا. اہیم لاونج میں داخل ہوا۔اس نے اپنی ماں کی بکھری سی حا ۔ دیکھی تو ساتھ آ کر بیٹھ َ ۔اس نے اپنی ماں کے َ دا ہاتھ حمائل کیا۔

''ا. اہیم ۔ٹ تمہاری لئے کھا· لگواؤں؟'' زلیخا نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔مجھے بھوک نہیں ہے۔۔'' وہ اپنی ماں کے َ د زو حمائل کر کے بیٹھ َ ۔ وہ وہاں سے کچن میں چلی گئیں۔''ماما۔۔!!'' ا. اہیم کی دبی دبی سی آواز آئی۔وہ خاموش رہیں۔۔''ماما۔ مجھے واپس جا· ہوگا۔'' اس نے ہوا میں گھورتے ہوئے کہا تو منال بیگم نے چو· کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟ تم مجھے اور اپنے .. کو اس حا ۔ میں چھوڑ کر چلے جاو گے ا. اہیم؟'' وہ غیر یقینی کی سی کیفیت میں اسکی جا· . رخ موڑے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''ماما۔دراصل کچھ کام ایسے ہیں جنکا ·ٹ · ضروری ہے۔'' ا. اہیم نے نگاہیں پ ا ۔

''ا. اہیم۔!'' انھوں نے غیری یقینی سے اسکو پکارا۔

''ماما۔میں جلدی لوٹ آوں گا۔اور پھر واپس نہیں جاوں گا۔یہیں . کچھ کرلوں گا۔۔ پلیز۔اس کے لئے مجھے ا . رواپس جا· ہوگا۔'' اس نے نگاہیں جھکائے اپنی وضا ۔ دی۔

''تم۔واپس آ جاوا. اہیم۔'' انھوں نے آ ں سے ۔ آنکھیں لئے کہا تو ا. اہیم کو لگا کہ اسکی ساری د ڈوب گئی ہے۔

''ماما۔۔'' وہ ا اپنے ساتھ لگائے بیٹھا رہا۔کچھ لمحے اس خاموش ماتم کی ہوگئے۔

''ا. اہیم کھا· کھالو ۔ٹ ۔'' زلیخا کی آواز پ وہ چونکا۔

''مجھے۔'' وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ زلیخا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ سمجھا ۔''ماما۔آپ نے کھا· نہیں کھا ؟'' اس نے مڑ کر اپنی ماں سے پوچھا۔

''میرے حلق میں نوالے اٹکتے ہیں ا. اہیم۔۔! میری بچی۔وہ بھوکی پیاسی چلی گئی۔نہ جانے اسکو پ نی کا گھو· ٹ نصیب ہوا ہوگا کہ نہیں۔۔'' وہ ا . ر پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''ماما۔پلیز۔'' وہ ضبط سے آنکھیں بند کر َ ۔پھر وہ انکا ہاتھ پکڑے ڈائننگ ٹیبل کی جا· . لے َ ۔ا کرسی کھینچ کر بٹھا ۔''کھا· لگا ۔۔'' اس نے ی ۔ ت ہوئے زلیخا کو کہا تو وہ کھا· لگانے لگی۔پھر اس نے اپنی ماں کو اپنے ہاتھوں سے کھا· کھلا ۔اور دوا دے کر سلا د ۔وہ منال بیگم کے کمرے سے نکلا تو اپنے پورشن کے بند دروازے پ گئی۔

''زلیخا اماں۔!'' اس نے ریلنگ کو تھام کر نیچے کھڑی زلیخا کو آواز دی۔

''جی ۔ٹ ۔'' وہ فورا متوجہ ہو ۔

''صفا نے کھا· کھا ؟'' اس نے تنز ا ب لئے پوچھا۔

''نہیں۔اس نے تو صبح سے دروازہ ہی نہیں کھولا۔'' اس نے لا پ واہی سے جواب د ۔ا. اہیم جبڑے بھینچ َ ۔

''تو کیا کسی نے جا کر بھی نہیں دیکھنا تھا؟'' وہ وہیں سے دھاڑا تو زلیخا لرز گئی۔ آجل اسکے منہ سے بس انگارے ہی. ستے تھے تو آتے جاتے ا ن کو جلا کر را کھ کر دیتے تھے یہ دیکھے بنا کہ سامنے کون ہے کون نہیں۔ وہ ا ر سے جھلس رہا تھا اس آگ میں ہر اس شخص کو بھی جلا رہا تھا جو اسکے راستے میں آجا ۔

''معاف کر . ۔ میں بی بی کو . راض نہیں کر چاہتی تھی۔'' زلیخا نے تھوک نگلا۔

''کھا . لے کر آ ۔'' وہ تنے ا . ولئے حکم دیتا اپنے پورشن کی جا . . ڑھ ۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ اسی حا - میں پڑی تھی جس حا - میں وہ اسکو چھوڑ کر ۔ تھا۔ اس نے جبڑے بھینچ لیے۔ اور چلتا ہوا بیڈ کے پ س آ ۔ اس نے بے ساختہ صفا کا ماتھا چھوا۔ بخار نہیں تھا۔ ماتھا سرد تھا۔ صبح ہاتھ بھی ٹھنڈے تھے اسکے۔ ا. اہیم کے دل میں عجیب خوف سا اٹھا۔ اس نے جھک کر اپنا چہرہ صفا کے چہرے کر قر . کیا۔ وہ اسکی سانس محسوس کر رہا تھا کہ کہیں وہ مر تو نہیں گئی۔ اسی دوران صفا نے آنکھیں کھول دیں۔ اسکو خود پ جھکا ہوا پ ۔ تو اس نے ا ز وردار چیخ ماری۔ ا. اہیم ہر . ڑا کر پیچھے ہٹا۔ اور اسکے منہ پ ہاتھ رکھ کر اسکی چیخ د . ئی۔

''پ گل ہو گیا۔'' ا. اہیم غرا ۔ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ا. اہیم نے اپنا ہاتھ ہٹا یا تو صفا خود کو سنبھالتی بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔ ''کھا . کیوں نہیں کھا یا ابھی - ؟ اور دوا۔ کیا دوا بھی نہیں لی تم نے؟'' وہ سائیڈ ٹیبل پ پڑا دواوں کا لفافہ دیکھ کر جا جو کہ ویسے ہی پڑا تھا جیسے وہ چھوڑ کر ۔ تھا۔ صفا مز ۔ بیڈ کراون سے چپک گئی۔ ا. اہیم نے اسکو دیکھا اور ا ۔ ر پھر سے جھکا۔ اسکا چہرہ ہاتھ میں دبوچا تو صفا کی ا ۔ سسکی نکلی۔ ''یہ مت سوچو کہ تم مر کر اس جہنم سے نکل جاو گی۔ تم قیمت ادا کرنے کے لئے بھیجی گئی ہو اور تم اپنے بھائی کے . ہ کی قیمت چکاو گی۔'' وہ اسکے چہرے پ پ . رر ہا تھا۔ صفا کی آنکھوں میں نمی ا ۔ آئی۔ ا. اہیم نے اسکی ڈ . ۔ تی آنکھیں دیکھیں تو جھٹکے سے اسکو چھوڑا۔ اور فاصلے پ ہو کر کھڑا ہوا۔

''میرا قصور کیا ہے ا. اہیم ۔ ۔!'' وہ ہچکیوں کے ت بولی۔

''تمہارے بھائی کا ہے۔ اور تمہارے . پ نے اسکو چھپا لیا ہے۔ اس لیے . ۔ وہ زاو ر کو میرے حوالے نہیں کر تمہیں یہ سہنا ہو گا۔'' وہ جبڑے بھینچ کر اسکو آنے والے وقت کے . رے میں بتا رہا تھا۔

''لیکن میں کیوں؟ کیوں آ . مجھے یہ . سہنا ہو گا؟ ا. اہیم۔! اللہ ا ف کر تا ہے اور ا ف کرنے والوں کو پسند کر تا ہے۔'' صفا نے ا ۔ آس سے اس سے کہا۔ جو انگارہ آنکھیں لئے اب اپنا کوٹ ا ۔ ر رہا تھا۔ وہ کوئی جواب دیے بنا ڈریسنگ میں ۔ ۔ صفا بے یقینی سے اس بند دروازے کو گھورتی رہی۔ کمرے کے دروازے پ دستک ہوئی۔ اور زلیخا کھانے کی ٹ ے لیے ا ر داخل ہوئی۔ اس نے ٹ ے صفا کے سامنے بیڈ پ رکھی۔

''کھا . کھا لو۔'' زلیخا نے . گواری سے کہا۔

''مجھے نہیں کھا . لے جاو اپنا کھا . ۔'' صفا نے رخ موڑا تو ا. اہیم ڈریسنگ سے نکلا وہ اب ا ۔ ٹی شرٹ اور ٹ اوز میں ملبوس تھا۔ اس نے صفا کو گھورا۔ وہ ٹ . ئی۔ اپنی ضد پ قائم رہی۔ زلیخا وہیں کھڑی تھی۔

''زلیخا اماں۔ اسکو کھا . کھلا کر وہ دوا پ ی ہے وہ کھلا دیجیے گا۔ اور ہاں میری گاڑی کی ڈ گی میں کچھ سامان پ ا ہے وہ لے آیئے گا۔'' وہ اسکے ت ات کی پ واہ کیے بنا کما ٹ ز دیتا رہا۔

''مجھے کھا . ۔ ۔'' صفا نے انکار کرتے ہوئے ا ۔ ر پھر سے ا. اہیم کی جھلسا دینے والی نگاہیں خود پ مرکوز پ ۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔ جبکہ ا. اہیم آ کر سامنے اپنے کاوچ پ دراز ہو ۔ ۔ اسکا اب نیند کی وجہ سے سر درد ہو رہا تھا۔ وہ مسلسل تین راتوں سے جاگ رہا تھا۔ صفا ۔ ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔ ۔ وہ اپنی آنکھوں پ . زور رکھے سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کھا . کھا لو۔'' ا ۔ ر پھر سے زلیخا نے کہا تو وہ متوجہ ہوئی۔ وہ بمشکل نوالے ٹ . گی۔ پھر زلیخا نے اسکو دوا کا لفافہ پکڑا یا اور پ نی ڈال کر د ۔ ۔ اس نے پ پ چاپ دوا کھا لی۔ ''میں سامان لے کر آتی ہوں۔'' زلیخا کھانے کی ٹ ے لئے . ہر نکل گئی۔ جبکہ اب صفا دو . رہ اسکو دیکھنے لگی۔

''لائ ٹ آف کر دو۔'' اسکی غنودگی میں ڈوبی آواز آئی تو صفا چو ۔ اسے لگا تھا وہ سو چکا ہے۔

''جج۔۔جی؟''اس نے مجھی سے پوچھا۔

''مجھے یہ دے کہ میں نے صاف شفاف اردو میں ہی بولا ہے۔''ا. اہیم نے الٹا جواب دیا تو صفا نے جلدی سے لیمپ آف کر دیا۔کمرے کے پردے ہوئے تھے۔اس لئے جو تھوڑی بہت روشنی لیمپ سے پھوٹ رہی تھی وہ بھی جاتی رہی۔

وہ اب دو رہ بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔انجیکشن کی وجہ سے وہ کافی پرسکون تھی۔کوئی تکلیف دہ یاد اسکے دماغ پر سوار نہیں ہو پا رہی تھی۔ایک بار پھر سے دل میں سامنے لیٹے ہوئے شخص کے لئے محبت کا ایک گلاب کھلا تھا۔

''کیا میرے مقدر میں ایسے صفا. اہیم نے لکھا تھا؟ میں نے ایسے تو نہیں چاہا تھا۔''وہ اسکا اندھیرے میں ڈوبا ہوا سراپا دیکھتے ہوئے اپنے دل میں ہی خود سے ہمکلام تھی۔''اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ایک دن یہ قیامت آنی ہے ا. اہیم تو میں آپ سے محبت ہی نہ کرتی۔کہ اتنی تلخی،اتنی بے عزتی سہنے کے بعد میں کم از کم آپ سے بات تو کھل کر کر لیتی۔آپ نے میرے دل کے ان گنت ٹکڑے کر ڈالے ہیں ہر ٹکڑا آپکا ہی طلب گار ہے۔''اب صفا کی آنکھوں سے ایک بار پھر سے آنسو لڑیوں کی صورت بہنا ہو گئے تھے۔

وہ خاموش آنسو کمرے کی تاریکی میں ہی مندمل ہو گئے۔''کاش میں نے آپکو دعاوں میں نہ مانگا ہوتا ا. اہیم۔۔!کاش آپ میرے لئے لاحاصل ہی رہتے۔''اس کے دل نے دہائی دی۔''کم از کم مجھے آپکا یہ روپ تو نہ دیکھنا پڑتا۔کم از کم میرے دل میں آپکا مقام تو قائم رہتا۔میں آپکو ہمیشہ بے لوث یکطرفہ چاہتی رہتی۔کاش ہم اس طرح ایک دوسرے کی زندگی میں نہ ہوتے ا. اہیم۔!''وہ دل ہی دل میں اس شخص سے ہمکلام تھی جو اسکی پرواہ کیے بنا مسلسل سونے کی کوشش کر رہا تھا۔اسی دوران دو تین بار دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجا ئے۔''ا. اہیم جو سونے کی کوشش میں تھا اچانک بولا تو صفا نے اپنے آنسو پونچھے اور لیمپ آن کیا۔

''یہ سامان میں لے آئی ہوں۔''زلیخا نے کچھ شاپنگ بیگز لا کر بیڈ پر رکھے۔

''ہمم۔ٹھیک ہے آپ جا ئے۔''ا. اہیم نے بنا دیکھے کہا۔وہ مڑنے لگیں کہ دو تین سکی آواز آئی۔''اب مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔اب میں نہ سویا تو پاگل ہو جاوں گا۔'' وہ کہتا کروٹ لے کر لیٹ گیا۔اب اسکا رخ صفا کی جانب تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔''زلیخا باہر نکل گئی۔جبکہ صفا خالی خالی آنکھوں سے شاپنگ بیگز کو دیکھ رہی تھی۔

''تمہارے لیئے ہی ہیں۔بعد میں دیکھ لینا۔فی الحال لائٹ آف کر دو۔''وہ بند آنکھوں سے ہی بولا تھا۔صفا نے آنکھیں اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''مجھے نہیں چاہیے کوئی چیز۔''وہ سرد لہجے میں بولی۔

''لڑکی فی الحال میرا تم سے بحث کا موڈ نہیں ہے۔فار گاڈ سیک لائٹ آف کر دو۔''اب کی بار وہ اونچی آواز میں دھاڑا۔تو صفا لرز گئی۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے لیمپ آف کر دیا۔

****

گاڑی کرداوی مینشن میں آ کر رکی تو اس میں سے حوریہ،قوت،مرجان اور دینا نکلے۔

''ماما۔کیا آج ہم دادو جان کے گھر رکیں گے؟''قوت نے پوچھا۔

نہیں ہم رات کو واپس چلے جا ئے گے۔وہ دینا کو اٹھائے آگے آگے چل رہی تھی۔وہ لوگ مینشن میں داخل ہوئے تو رحمان کرداوی استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

''آجاو میرے شہزادو۔!''انھوں نے جھک کر قوت اور مرجان کو پیار کیا۔اور پھر اٹھ کر حوریہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔اور دینا کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔وہ سب بیٹی آ کر لاونج میں بیٹھے۔جبکہ قوت اور مرجان کھیلنے کے لئے ہرلان میں چلے گئے۔

''کیا ہوا کچھ اداس لگ رہی ہو؟''کرداوی صاحب نے پوچھا۔

''۔۔وہ ا. اہیم کی بہن کا انتقال ہو گیا۔''حوریہ نے سر جھکائے جواب دیا۔

''اوہو۔ان للہ وان الیہ راجعون۔''انھوں نے افسوس کیا اور فاتحہ پڑھی۔''اللہ مرحوم کو جنت میں جگہ دے۔''انھوں نے چہرے پر ہاتھ پھیرا''تو اب ا. اہیم کچھ دن تو رکے گا

وہاں۔''انھوں نے حوریہ سے کنفرم کیا۔

''جی۔۔''وہ دینا کا گال سہلاتی بولی۔

''ہم۔تم مینشن میں اکیلی ہوگی۔کیوں نہ کچھ دن یہاں رہ لو۔''انھوں نے شفقت بھرے ا ٔ ازمیں کہا۔

''نہیں۔۔ا۔ اہیم کی غیر موجودگی میں میں اسکے گھر کی محافظ ہوں۔میں اس طرح گھر کو خالی نہیں چھوڑ سکتی۔''وہ دینا کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے ا پشت سہلا رہی تھی۔یہ اسکا مشغلہ تھا۔ بھی دینا اسکی گود میں ہوتی وہ اسکے ہاتھوں اور گالوں کے ساتھ کھیلتی رہتی تھی۔وہ ا نے میں ایسا کیا کرتی تھی اب یہ اسکی ا عادت سی بن گئی تھی۔

''ٹھیک ہے میری بیٹی جیسے تمہاری مرضی۔''انھوں نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلا۔''اچھا صبح حسن کا میسج آ تھا۔وہ آ رہا ہے کچھ دنوں ۔''انھوں نے سرسری سے ا ٔ ازمیں بتا۔

''حسن؟ کیوں وہ کیوں آ رہا ہے۔''حوریہ نے تیوری پ ٹھائی۔

''حوریہ۔!. ی. ت۔''انھوں نے اسکو ٹوکا۔

''۔۔آپ جا ہیں کتنا تنگ کر ہے۔ہر وقت مذاق اور اسکا ز چ کر ۔مجھے بہت پ ٹ ہوتی ہے۔''وہ منہ پھلائے بولی۔

''تم دونوں کبھی نہیں سدھر ۔بچپن سے لڑتے آئے ہو اور آج بھی اسی طرح لڑتے ہو۔''انھوں نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''اچھا۔ آ رہا ہے؟''حوریہ نے پھر بھی پوچھا۔

''کہہ رہا تھا اسی ہفتے آئے گا۔اور کچھ دن رہے گا۔''انھوں نے حوریہ کی آنکھوں میں دیکھ کر بتا۔

''کچھ دن۔ کچھ مہینے؟''حوریہ دو رہ پ گئی۔

''ہاہاہا۔اب یہ تو وہی جا ہے۔''انھوں نے کندھے اچکا دیئے۔

''سالوں سال غا ٔ رہتا ہے۔ ۔دآ جا ہے کہ اسکا ا عدد چچا اور اسکی ا عدد چچازاد بھی ہے تو آ جا ہے بور ۔بستر اٹھا کر۔''حوریہ نے شکوہ کیا۔

''وہ مصروف رہتا ہے۔''انھوں نے حسن کا دفاع کیا۔

''ایسی بھی کیا مصروفیت کے اپنوں کی خیر خبر ہی نہ لے بندہ۔''وہ دینا کے ہاتھوں کے ساتھ کھیلتی منہ پھلائے شکوہ کر رہی تھی۔

''اچھا اچھا۔۔اس ر آئے گا تو میں اسکے کان کھینچوں گا۔''وہ ہنس دیئے۔

''میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔۔بچپن سے حسن کو بھائی ما آئی ہوں۔وہ میرا ہم عمر ہے مجھے اس پ ا ۔ڑے بھائی جتنا مان ہو ہے۔''حوریہ کہتے کہتے کھو سی گئی۔''ہم دونوں بچپن سے لڑتے جھگڑتے آ رہے ہیں۔ ہم دونوں میں محبت بھی بہت ہے۔''وہ اب خوش سی آتی تھی۔

''جا ہوں۔''رحمان کرداوی نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔''اپنے ماں۔پ کی حادثاتی موت کے بعد بہت۔ل سا ۔ ہے وہ۔ایسا بھی کیا غم کے بندہ اپنے ملک سے ہی کنارہ کش ہو جائے۔''انھوں نے اداسی سے کہا۔

''۔۔آپ جا ہیں اسکا غم ۔ا ہے۔''حوریہ نے اس۔ر حسن کا دفاع کیا۔انکا رشتہ ایسا ہی تھا۔ا چوہے بلی جیسا۔لڑتے بھی تھے ا دوسرے کی پ واہ بھی کرتے تھے۔حسن نے ہمیشہ حوریہ کے لاڈ اٹھائے تھے۔ ساتھ ساتھ وہ اسکے ساتھ۔ا ی کی سطح پ مقابلے۔زی بھی کر آ تھا۔وہ بیس سال کا تھا۔ اسکے ماں۔پ کی گاڑی ا حادثے کا شکار ہو گئی۔اور حسن اکیلا ہو ۔لوگ کہتے ہیں کہ وہ محض ا کار حادثہ تھا جو۔ کے فیل ہونے کی وجہ سے پیش آ تھا۔ کیا واقعی وہ بس ا حادثہ تھا؟ کیو کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ۔ش کرداوی کی گاڑی کی۔ جان بوجھ کر فیل کی گئی تھیں۔کوئی دشمن تھا جس نے یہ ۔کروا تھا آج ۔ اس۔ت کی سچائی کوئی نہیں جان پ تھا۔

****

امر میں اس وقت دن ع ہو رہا تھا۔ا۔ ۔رہ منزلہ عمارت کے ا۔ فلیٹ میں سے ا۔ آدمی نکلا جسکے چہرے پ ماسک تھا اور اس نے اپنا آپ ا۔ ہڈی کے زریعے چھپا رکھا تھا۔وہ لفٹ سے ا۔ ا اور ا۔ ر اوٹ پ رکنگ میں پہنچا۔وہاں سے اس نے اپنی گاڑی نکالی اور مارکیٹ ۔ ۔وہ جلدی میں آ۔ تھا۔وہ ا۔ سپر سٹور میں داخل ہوا۔اس نے جلدی جلدی کچھ چیزیں اپنی ٹوکری میں ڈالیں۔جن میں ۔ ٹ ، جام ، ا۔ ٹ ے ، مکھن اور کچھ دودھ کی بوتلیں تھیں۔اسکے علاوہ کچھ ٹوائلٹ پیپرز اور مز۔ گھر کی ضرورت کا سامان تھا۔

وہ اب کاونٹر پ کھڑا بے چینی سے اپنی ۔ ری کا انتظار کر رہا تھا۔چو ابھی دن پوری طرح ع نہیں ہوا تھا اس لئے سٹور میں ز۔ دہ رش نہ تھا۔ پھر بھی اکا دکا لوگ موجود تھے۔اسکی ۔ ری آئی۔اور اسکا سارا سامان سکین ہوا۔وہ بے چین سا کھڑا اپنا پ وں زمین میں مار رہا تھا۔

''از ایوری تھنگ او کے سر؟'' کاونٹر پ موجود لڑکی نے پوچھا۔

''یس۔ پ فیکٹلی فائن۔'' اس نے مسکرا کر جواب د۔ اسکا چہرہ ا۔ ماسک کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔لڑکی کو اسکی گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اس نے کندھے اچکا دیے سامان اور کارڈ اسکے حوالے کیا۔اس نے جلدی سے سامان پکڑا اور گاڑی میں آ بیٹھا۔گاڑی میں بیٹھ کر اس نے اپنی سانس بحال کی اور اپنے چہرے سے ماسک ہٹا۔وہ اب سامنے سڑک پ کھڑے ا۔ پولیس آفیسر کو دیکھ رہا تھا۔اس نے بے چینی سے ۔ کاٹے۔اور پھر گاڑی دی۔

آفیسر نے اسکی گاڑی روکی۔کچھ تلاشی لی اور اسکو جانے د۔اسکی جان اٹکی ہوئی تھی۔ پھر جانے کا اشارہ ملتے ہی اسکی سانس بحال ہوئی۔اس نے ا۔ مصنوعی مسکراہٹ پولیس آفیسر کی جا۔ ۔ اچھالی اور گاڑی کی سپیڈ ۔ ٹھا دی۔

****

پ کستان میں ابھی شام ہو رہی تھی۔ا۔ اہیم کے کمرے میں ۔ ریکی تھی۔وہاں عجیب خاموشی تھی۔اور اس خاموشی میں بس ا۔ اہیم کی سا س کی آواز گونج رہی تھی۔وہ تھکا ہوا تھا۔ بلکہ وہ تھکا ہارا ہوا تھا۔اس لئے وہ سو تو اسکو وقت کا ا۔ ازہ ہی نہ ہوا۔اور اب عشاء کا وقت ہو رہا تھا۔صفا نے بوجھل پلیں اٹھا کر اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔ وہ ہنوز سو رہا تھا۔وہ بوجھل قدم اٹھاتی واش روم کی جا۔ ۔ ٹھی۔اس نے واش روم کا دروازہ ۔ می سے بند کیا کہ کہیں اسکی آواز سے ا۔ اہیم کی نیند نہ ٹوٹ جائے۔وہ واش روم میں داخل ہوئی تو لا ٹ خود بخود آن ہو گئی۔سامنے دیوار میں ا۔ دیو قامت آئینہ تھا۔صفا نے اس آ ئ ۔ میں اپنی حا ۔ زار دیکھی۔

اسکا لباس مٹی سے آلودہ ہو چکا تھا۔اسکے ۔ ل بکھرے ہوئے تھے۔اور چہرے پ آ وؤں سے لکیریں بن گئی تھیں۔اسکی آنکھیں۔ان میں سرخ ڈورے پ ڑ گئے تھے ایسا معلوم ہو۔ تھا کہ وہ آشوب چشم کی مریضہ ہے۔اس نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور واش بیسن کی جا۔ ۔ ٹھی۔اسکے سامنے بھی آئینہ تھا۔وہ اب اپنے چہرے پ پ نی کے پ ۔ ٹ مار رہی تھی۔اسکی آنکھوں میں پ نی چبھ رہا تھا۔صفا نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں پھر اس نے پ س پ اتولیہ اٹھا یا اور اپنا چہرہ تھپتھپا یا۔اسکے کپڑے۔۔وہ اب ہو چکے تھے۔پہلے مٹی لگی ہوئی تھی اور اب پ نی کے پ ۔ ٹ پ ڑنے کی وجہ سے وہ مٹی گارا بن کر ساتھ ہی چپک گئی۔

صفا نے ادھر ادھر دیکھا۔اسکو کوئی اور کپڑا نہ آ۔اس نے ا۔ الماری کھولی تو اس میں ا۔ ۔ تھ روب ہینگر کے ساتھ لٹک رہا تھا۔صفا نے اپنے ۔ کچلتے ہوئے کچھ سوچا۔پھر اس نے سر جھٹکا اور الماری بند کرنے لگی کہ دو۔ رہ اپنے کپڑوں پ گئی۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔اور پھر دو۔ رہ الماری کھولی۔

ا۔ اہیم کی آ ا۔ فون کال سے کھلی تھی۔وہ فون سائیلنٹ کر۔ بھول ۔ تھا۔وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔اور اس نے فون سکرین کو دیکھا۔

''اسلام علیکم۔!'' اس نے مودب سے ا۔ ازمیں سلام کیا۔''جی۔میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے تھکے سے لہجے میں جواب د۔

''ا۔ اہیم ۔ ٹ۔! مجھے آج حوریہ نے اس۔ رے میں بتا۔ بہت دکھ ہوا۔ ٹ۔'' وہ رحمان کرداوی تھے۔ا۔ اہیم جواب میں خاموش رہا۔''میں تمہارا دکھ سمجھ سکتا ہوں۔ ٹ۔ اس معاملے میں تمہیں میری کوئی بھی مدد چاہیے ہو تو لا۔ زمی بتا۔''

''جی۔ضرور۔'' اس نے مختصر جواب د۔

''اچھا ٹھیک ہے۔اپنا خیال رکھنا۔'' کہتے انھوں نے فون بند کر د۔ا۔ اہیم نے بے زاری سے فون ساتھ پ ڑی ٹیبل پ پٹکا اگلے ہی لمحے اسکو خیال آ۔ کہ اسکے کمرے میں ا۔ اور وجود بھی موجود ہے۔اور وہ اس طرح اپنے مصری رشتہ داروں سے ۔ ت نہیں کر سکتا۔

''لڑکی لائ ٹ آن کرو۔''اس نے جھجکتے ہوئے صفا کو پکارا صرف یہ جاننے کے لئے کہ وہ جاگ رہی ہے۔ سو رہی ہے سامنے سے کوئی جواب نہ آیا۔ اسکے بعد ا. اہیم نے چو. کر بیڈ کی جا. دیکھا۔ وہاں وہ موجود نہیں تھی۔ اس نے اٹھ کر جلدی سے کمرے کی ساری لائٹس آن کیں وہ وہاں نہیں تھی۔

''صفا۔۔!صفا۔۔!''وہ اسکو ادھر ادھر ڈھو. ڑ رہا تھا۔ پھر اسکو کوئی خیال آیا۔ وہ فورا. ہر کی جاب پ ۔۔وہ ننگے پاؤں سیڑھیاں ا. تے لاونج میں آیا۔''زلیخا اماں۔!''ا س نے پکارا تو وہ کچن سے نکلیں۔

''کیا ہوا. ٹ کچھ چاہیے؟''انھوں نے سرسری ا. از میں پوچھا۔

''اماں۔!صفا کہاں ہے؟''اس نے تنے جبڑوں سے پوچھا۔

''پتہ نہیں. ٹ میں تو اسکے بعد تمہارے پورشن کی جا. گئی ہی نہیں۔''

''وہ نیچے آئی تھی؟''وہ اب کی. رغرا. ا۔

''نہیں آئی۔''زلیخا نے سر ہلا. ا۔

''زلیخا اماں۔!ا. اہیم ا. قدم آگے. ٹھا۔''کیا. . نے اسکو اسکے ماں. پ سے ملنے بھیجا ہے؟''وہ آہستہ آواز میں غرا. ا۔

''نہیں۔نہیں ا. اہیم۔!''وہ پ یشان ہو ۔

''دیکھیں زلیخا اماں۔۔!''اس نے انگلی کھڑی کی۔''ا. کسی نے اسکو اس گھر سے ' میں اسکا ساتھ دیا ہے تو بتا دیں۔ میں معاف کر دوں گا۔۔ پ ا. مجھے بعد میں علم ہوا تو میں کسی کو نہیں بخشوں گا۔ پھر خواہ وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں؟''اس نے سیڑھی کی ریلنگ پ زور سے ہاتھ دے مارا۔ زلیخا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی۔

''ابب ۔ا. اہیم ٹ ۔!میں سچ کہہ رہی ہوں۔ وہ نیچے نہیں آئی۔ میں سارا وقت یہیں موجود تھی۔''زلیخا نے اطمنان دلانے کی کوشش کی۔ جبکہ وہ چابیاں اٹھا. ہر نکلا. ' سے پہلے اس نے مین ڈور کے ساتھ پڑی ا. چپل پیروں میں اڑس لی۔ کیو وہ ا. رجا کر جوتے پہننے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ گاڑی میں آ کر بیٹھا۔ اس نے گاڑی پورچ سے نکالی۔ اسکا قہر دیکھ کر گارڈ نے جلدی سے گیٹ کھولا۔ وہ اب گاڑی کو ہوا میں اڑا. ہوا لے کر جا رہا تھا۔ ا اور اسکی منزل تھی قریشی ہاوس۔

''لڑکی۔!تم نے اچھا نہیں کیا۔ ا. تم وہاں ہوئی تو میں تمہاری ٹ نگیں توڑ دوں گا. ۔ کہ دو. رہ تم گورسی ہاوس سے ' سے پہلے ا. لاکھ دفعہ سوچو۔''وہ گاڑی کے سٹیر. پ ا. ہاتھ جمائے دوسرا. لوں میں پھیر. صفا کے ہولناک ' ین ا. م کے. رے میں سوچ رہا تھا۔''چند گھنٹے۔۔محض چند گھنٹے سو کیا. ' میں۔تم نے سمجھا کہ ا. اہیم گورسی مر. ' ہے؟''وہ دھاڑا۔''ہونہہ۔لیکن. . اپنے ہی سکے کھوٹے ہوں تو ا. ن کس سے شکوہ کرے۔۔۔۔!آپ نے اچھا نہیں کیا۔''اس نے ساتھ ساتھ سفیان گورسی کو بھی کوسا۔''صفا ا. اہیم۔۔!ا. تم آج قریشی ہاوس میں ہوئی تو میں سارے قریشی ہاوس کو مٹی کا ڈھیر بنا دوں گا۔ پھر ا. معلوم ہو گا کہ انتقام کہتے کس کو ہیں۔''وہ ٹ. ٹا. ہوا مسلسل اپنی گاڑی کی رفتار. ٹھا. رہا تھا۔

' یجہ بیگم لاونج سے منسلک ا. پیئر حال میں زادا کر رہی تھیں۔ انھوں نے ز مکمل کی اور دعا مانگنے لگیں۔

''یا اللہ۔۔!''ا. الفاظ نے ساتھ چھوڑ دیا اور آ. بہنے لگے۔ وہ سجدے میں ' گئیں۔ اور ٹ ٹ ا کر اپنی بچی کی حفاظت کی فریاد کرنے لگیں۔''یا اللہ میری بچی بہت معصوم ہے۔ اسکو اس زمانے کے وفر. کا نہیں پتہ اللہ جی۔! میری بچی کو اپنی پناہ میں رکھنا۔ میری بچی کی حفاظت کر. ۔ اسکے شوہر کے دل میں اسکے لئے رحم ڈال دینا۔''وہ مسلسل دعا ما. رہی تھیں۔''یا اللہ ا. اسکا نصیب ا. اہیم ہے تو ا. اہیم کے دل میں صفا کے لئے ' م گوشہ پیدا کر دیں۔ لیکن ا. ان دونوں کا ساتھ بس ا. انتقام کی وجہ سے ہے تو اس رشتے کو ختم کر دیں۔ اور میری بیٹی مجھے واپس لوٹ دیں۔''وہ روتی رہیں اور دعا مانگتی رہیں۔ کہ اچا. ' لاونج کا دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھلا۔ انھوں نے چو. کر دیکھا۔ وہاں سے لاونج کا سارا منظر دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ جلدی سے آ. صاف کرتی ہوئی اٹھیں اور لاونج میں آ. ۔ سامنے وہ شخص صوفے پ بیٹھا تھا ٹیک لگائے۔ ٹ. ' پ. ' جمائے۔

''ا. . ۔ا. اہیم۔!'' ' یجہ بیگم کے الفاظ بکھر گئے۔

''نہیں۔ا. اہیم نہیں۔''اس نے سر جھٹکا۔ ' یجہ بیگم نے بے چارگی سے اسکی جا. دیکھا۔''قریشی خا. ان کی موت۔''وہ دھاڑا اور اٹھ کر سامنے پڑے ' ٹیبل

میں مکا دے مارا۔ وہ ٹیبل کرچی کرچی ہوا تھا۔ دھماکے کی وجہ سے ' یجہ بیگم نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔ ''صفا کہاں ہے۔'' وہ َ جا۔

''۔۔۔ ۔تم کیا کہہ رہے ہو۔ ا ہیم؟'' وہ ' سمجھی سے اسکی جا ' دیکھنے لگیں۔

''دیکھو۔ میں آرام سے پوچھ رہا ہوں کہ میری بیوی کہاں ہے؟ کہاں چھپا کر رکھا ہے اسکو؟'' اسکی َ ج سے پورا قریشی ہاؤس لرز اٹھا تھا۔

''ا ۔ ۔ا۔ ا ہیم۔! وہ تو تمہارے پ س ہے۔'' انھوں نے بمشکل الفاظ ادا کیئے۔

''ز دہ ہوشیاری نہیں۔'' کہتے ا۔ ا ہیم نے اپنی ۔۔ سے گن نکالی۔ اور سیڑھیاں پ ھ ۔

''ا۔ ا ہیم۔ وہ یہاں نہیں ہے۔'' وہ منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہچکیاں روک رہی تھیں۔ ''یا اللہ َ میری بیٹی اسکے پ س نہیں ہے تو کہاں چلی گئی؟'' اب ا پ یشانی میں مز اضافہ ہو َ تھا۔

اس نے صفا کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کھولا نہیں بلکہ لات مار کر توڑا ہی تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ وہاں سناٹ تھا۔ ا۔ ا ہیم نے فوراً واشروم کا دروازہ کھولا۔ وہ بھی کھل َ ۔ واشروم بھی خالی تھا۔ وہ وہاں سے نکلا اور سیڑھیاں پھلا نگتے ٹیرس پہ پہنچا۔ وہاں اس نے ادھر ادھر دیکھا کوئی بندہ نہ بشر۔

''کہاں ہو تم لڑکی۔'' اس نے گن سے اپنا ماتھا ر ٹ ا۔ اور پھر نیچے ا آ ۔ اس نے ا نگاہ پ یشان حال کھڑی ' یجہ بیگم کو دیکھا۔ پھر ا گن کے اشارے سے ہی وارن کر وہاں سے َ ۔

''یا اللہ میری بچی کہاں گئی۔؟'' اب ا نئی آزمائش، ا نئی پ یشانی نے انکا حلق خشک کر دیا تھا۔ رات کا ا ھیرا ہر سو پ ا جا رہا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر گاڑی سڑک پہ گھما ا رہا۔ پھر اس نے گاڑی گھر کی جا ' موڑ دی۔ وہ ستے ہوئے چہرے کے ساتھ لاونج میں داخل ہوا تو زلیخا سامنے آئی۔

''کیا ہوا ا۔ ا ہیم۔! صفا کا کچھ پتہ ؟'' اس نے پ یشانی کے عالم میں پوچھا۔

''نہیں۔ اور دعا کریں کہ وہ اب مجھے نہ ملے۔ ا َ وہ مل گئی تو اب جان سے جائے گی۔'' وہ کہتا سیڑھیاں پ ھنے لگا۔

''تم۔ تم نے ۔ لکونی دیکھی؟ واشروم؟'' اب زلیخا اماں پیچھے سے ا ازے لگا رہی تھیں۔ ا۔ ا ہیم ٹ ۔ وہ ہڑ ۔ ڑی میں سیڑھیاں پھلا َ ۔ اس نے سلائ َ ڈور اوپن کیا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ اب اسکا رخ واش وم کی جا ' تھا۔

اس نے وہاں دستک دی تو ا ' ر بیٹھی صفا نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی سانس ۔ روک لی تھی۔ ا َ اس نے اسکو اپنے ۔ تھ روب میں دیکھ لیا تو؟ صفا دم سادھے بیٹھی تھی۔ ا۔ ا ہیم نے دو تین ۔ ر دستک دی ا ' ر سے کوئی آواز نہ آئی۔ کہیں وہ بے ہوش تو نہیں ہو گئی؟ ا۔ ا ہیم کا دماغ پھک سے اڑ ۔ ۔اس نے ا ۔ لمحہ ضائع کیے بنا واشروم کا دروازہ کھول د ۔ا۔ ا ہیم نے سامنے کا منظر دیکھا تو وہ پ گل ہو ۔ ۔ وہ ۔ تھ روب پہنے۔ فرش پ بیٹھی اپنے کپڑے دھو رہی تھی۔ صفا نے گھبرا کر ا۔ ا ہیم کو دیکھا۔ اور پھر ۔ تھ روب سے آتی اپنی ٹ نگوں کو دیکھا۔ اسکی پنڈلیاں آ رہی تھیں۔

''آ ہہ۔۔!'' اس نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ا چیخ ماری تو ا۔ ا ہیم ہوش میں آ ۔

''لاحولہ ولاقوۃ۔۔'' اس نے ۔ ٹ ۔ اتے ہوئے آنکھیں بند کیں۔

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' صفا نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہی پوچھا۔

''پ گل لڑکی۔!'' ا۔ ا ہیم بند آنکھوں سے ہی غرا ۔

''آپ ۔ ہر جا پلیز۔'' صفا نے رخ موڑ کر کہا۔

''تم۔ تم جلدی ۔ ہر آؤ۔'' اسے حکم دیتا وہ فوراً واشروم کا دروازہ بند کرتے اپنے کمرے میں آ ۔ ا۔ ا ہیم نے بیڈ پہ اپنی گن پٹکی۔ اور ۔ لوں میں ا َ یں دھنسائے کھڑا ہوا۔ ''افففف۔ یہ لڑکی۔ آج مرتے مرتے بچی ہے۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''ا۔ ا ہیم ۔ ٹ ۔۔!'' ۔ ہر سے زلیخا اماں کی آواز آئی۔

''جی اماں۔ وہ یہیں ہے۔'' اس نے کوفت زدہ لہجے میں جواب د ۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' وہ شکر ادا کرتی نیچے چلی گئیں۔ ا. اہیم بے چینی سے کمرے میں ٹہلتا رہا وہ. ہر نہ آئی۔ حتی کہ آدھا گھنٹہ ن ر ی۔ اس نے غصے میں آ کر دو. رہ واشروم کے دروازے پ دستک دی۔

''لڑکی کیا وہیں پناہ ی ن کا ارادہ ہے؟'' اسکے لہجے میں غصہ اور تکان واضح تھی۔ صفا جو کہ اب. تھ ٹ. کے کنارے ی ن پ ہاتھ. ن ھے بیٹھی سامنے ہینگر پ لٹکتے کپڑوں کو گھور رہی تھی اچا ن متوجہ ہوئی۔

''نن۔۔نہیں تو۔'' اس نے بمشکل جواب دی۔

''تو پھر. ہر آو جلدی۔۔'' وہ ا ی. رپھر سے ی تو ا ن ر بیٹھی صفا لرز گئی۔ اسکے. ل گیلے تھے۔ وہ پہلے نہائی تھی پھر اس نے. تھ روب پہن کر اپنے کپڑے دھونے شروع کر دیے تھے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ سامنے لٹکتے ہوئے کپڑوں میں سے پ نی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ نہ تو گیلے کپڑے پہن کر. ہر جا سکتی تھی اور نہ ہی. تھ روب پہن کر۔ اس لیے وہ وہیں بیٹھی ٹھٹھرتی رہی۔

''وہ میں ابھی نہیں آ سکتی. ہر۔'' تھوڑی دی بعد صفا نے بمشکل کہا۔ . ہر کھڑے ا. اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''لڑکی میں نے کہا. ہر آو۔ اگلے دو منٹ میں تم. ہر آو ورنہ میں ا ن ر آ جاوں گا۔ اور ا ی میں ا ن ر آ ی۔ تو پھر۔'' وہ کہتے کہتے رکا. صفا کی آواز دو. رہ سماعتوں سے ٹکرائی۔

''دراصل میرے کپڑے نہیں سوکھ رہے۔''

''کیا؟'' اس نے حیرت سے بند دروازے کو دیکھا۔

''میں نے اپنے کپڑے دھوئے تھے۔ ابھی وہ گیلے ہیں، . سوکھ جا گے تو پہن کر. ہر آجاوں گی۔'' وہ وہیں سے ئی۔

''پ گل لڑکی۔! تمہارا دماغ ٹھکانے پ ہے؟ موسم دیکھا ہے تم نے؟ وہ کپڑے ڈرائیر کے بنا خشک نہیں ہوں گے۔ اور تم۔۔تم . ۔ وہاں رہو گی؟'' وہ جبڑے بھینچ کر رہ ی۔

''یہاں تو ڈرائیر نہیں ہے۔'' صفا نے ادھر ادھر دوڑائی۔

''وہ اس لئے کہ لا ٹ ری روم نیچے ہے۔ بے وقف کم عقل لڑکی۔!'' اسکی ج دو. رہ گو تو صفا لرز کر رہ گئی۔

''کک۔ کیا مطلب؟ تو اب میں کیا کروں؟'' صفا نے . کاٹے۔

''ہمم۔'' ا. اہیم نے ا ی ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی ا ی آ ن ی کوشش کی۔

''ا ی عقل سے کام لیتی تو ان شا پنگ کو دیکھ لیتی ا ی ۔۔!'' وہ او آواز میں بولا۔

''مم۔ مجھے وہ کپڑے نہیں چاہیئں۔'' وہ ڈھٹائی سے جواب دے رہی تھی۔ ا. اہیم کی آنکھیں غصے اور حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے واش روم کے بند دروازے کو گھورا۔

''لڑکی۔۔! تم سردی سے مر جاو گی۔۔'' اس نے دروازے پ مکا دے مارا۔

''مر جانے دیں۔۔'' صفا ہمیشہ مرنے کے لئے تیار رہتی تھی۔

''ہاں۔ اور جیسے میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔'' وہ ٹ. ٹا ہوا بیڈ کی جا ن. ٹھا۔ شا پنگ ویسے ہی پ ے تھے ان چھوئے۔ اس نے ا ی بیگ اٹھا ی۔ اس میں سے ا ی سوٹ نکالا۔ وہ و ٹ کا. اون ڈریس تھا۔ ا. اہیم نے مٹھی میں جوڑا پکڑا اور واش روم کی ڈور ب گھمائی۔ صفا نے ڈور ب گھومتی دیکھی تو وہ ہڑ. ا کر اٹھی۔ دروازہ کھلا۔ وہ سامنے آنکھوں پ ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

''یہ لو۔ یہ پہن کر ا ی منٹ میں. ہر آو۔'' اس نے ا ی ہاتھ آنکھوں پ رکھے دوسرے ہاتھ سے جوڑا صفا کی جا ن. ٹھا ی۔

''مم۔ مجھے نہیں چاہیے۔'' اسکی پ پ ہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اس وقت شد ی ٹھنڈی محسوس کر رہی ہے۔

''لڑکی۔! آ ی دفعہ کہہ رہا ہوں۔ اسکے بعد جو ہوگا اس کی زمہ دار تم خود ہوگی۔'' اس نے وارننگ دی۔ صفا . کاٹنے لگی۔ ''میں تین- گنوں گا۔ یہ پکڑ لو اور پہن کر . ہر آو۔ ورنہ میں خود ا رآوں گا۔ اور تمہیں ز. دستی پہناوں گا۔ اور تم جا ہو کہ میں یہ کر سکتا ہوں۔'' وہ غرا ۔ تو صفا نے جلدی سے آگے ہو کر کپڑے پکڑ لئے۔

''آ۔ آپ جا پلیز۔!'' اس نے التجا کی تو ا. اہیم نے دروازہ . ہر سے بند کر د ۔ صفا جو کہ سانس رو کے کھڑی تھی۔ اپنی سانس بحال کرنے لگی۔ پھر اس نے پ پ تے ہاتھوں سے اپنے کپڑے تبدیل کیئے۔ اسکے . ل گیلے تھے۔ وہ اب شد ۔ پ ہٹ کا شکار ہو چکی تھی۔

ا. اہیم کی پشت وا شروم کے دروازے کی جا . تھی۔ وہ کھڑا مو ئل پ کچھ ٹ کر رہا تھا۔ اچا . دروازہ کھلا تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ صفا وہ. اون فراک پہنے ہوئے کھڑی تھی۔ اسکے پ س دوپٹہ نہیں تھا۔ اسکے گیلے . ل اسکے چہرے پ چپکے ہوئے تھے۔ اور وہ کھڑی ٹھٹھر رہی تھی۔۔ اسکا جبڑا بھی پ پ رہا تھا۔ وہ اس وقت ا ۔ معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔ ا ۔ معصوم سی چھوٹی سی پ ۔ جو کہ سردی کی وجہ سے پ پ رہی ہو۔ ا. اہیم نے مو ئل بیڈ پ پٹکا۔ اور ا ۔ . - میں اس- پہنچا۔ اور اسکو کندھوں سے دبوچا۔

''پ گل لڑکی۔! مرنے کا ارادہ ہے تو بتاو۔ اپنے ہاتھوں سے ماروں گا۔ اس طرح تم نہیں مرو گی۔ چاہے قسم لے لو۔'' وہ جبڑے بھینچے دبے دبے غصے میں کہہ رہا تھا۔ جبکہ صفا مسلسل کا پ رہی تھی۔ ا. اہیم نے افسوس سے اسکی جا . دیکھا۔ اور واش روم کی جا . ٹھا۔ وہ واپس آ ۔ تو اسکے ہاتھ میں ا ۔ تولیہ تھا۔ اس نے تولیہ صفا کی جا . اچھالا۔

''خشک کرو اپنے . ل۔'' وہ حکم دیتا جا کر کاوچ پ بیٹھ ۔

صفا کا پ ۔ ہاتھوں سے . ل خشک کرتی بیڈ پ بیٹھی۔ . ل تھوڑے خشک ہوئے تو ا. اہیم دو . رہ کھڑا ہوا۔ صفا نے خوفزدہ ہو کر اسکی جا . دیکھا۔ ا. اہیم نے قہر بھری نگاہ اس پ ڈالی اور جا کر سائ ٹیبل کی دراز سے ا ۔ ہیر ڈرائیر نکالا۔ اور صفا کے آگے پھینکا۔

''. ل اچھی طرح خشک کرو۔'' وہ دو . رہ حکم دیتا کمرے سے نکل سے ۔ پیچھے صفا نے کا پ ۔ ہاتھوں سے ہیئر ڈرائیر اٹھا ا ۔ اور بیڈ کی دوسری جا . جا کر بیٹھی۔ اس نے لیمپ کے سوئچ بورڈ میں ہیئر ڈرائیر کا سوئچ لگا ا ۔ اور . ل سکھانے لگی۔ ڈرائیر سے آتی ہوئی م ہوا نے صفا کر قدرے سکون بخشا اسکی پ پ ہٹ اب قدرے کم ہو گئی تھی۔ کچھ ہی د ۔ میں اسکے سنہرے ریشمی . ل خشک ہو گئے تو اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے پ وں بیڈ پ رکھے اور ڈرائیر کی مدد سے ا حرارت پہنچائی۔ اب صفا کی پ پ ہٹ ختم ہو چکی تھی اس نے لحاف میں اپنا آپ چھپا لیا۔ م م لحاف نے اسکی روح- میں سکون ا ۔ رد ۔ وہ پ سکون ہو کر لیٹی ہی تھی کہ دروازہ دو . رہ کھلا۔ سامنے زلیخا اماں کھڑی تھیں ا ہاتھ میں ا ۔ ٹ تھی۔ صفا نے چو . کر دیکھا اور بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔ زلیخا نے ٹ ے اسکے سامنے رکھی تو اس میں سوپ تھا۔ م م سوپ سے - بھاپ نے صفا کو پ سکون سا کر د ۔ زلیخا ٹ ے رکھ کر سیدھی کھڑی ہو ۔

''یہ پی لو۔ اسکے بعد تمہیں دوا بھی دینی ہے۔'' وہ وہیں کھڑی تھیں۔ صفا نے ا ۔ سوپ کو دیکھا۔ اسکا دل کیا کہ وہ م م سوپ پی لے- کہ اسکی سردی کی شدت کم ہو جائے۔ پھر اس نے اگلے ہی لمحے اس خیال کو جھٹک د ۔

''لے جا ۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔'' وہ رخ پھیر گئی۔

''پی لو صفا۔!'' زلیخا اماں کا لہجہ آج م تھا۔

''کہا . نہیں پی ۔ لے جا ۔'' اس نے رخ پھیرے پھیرے جواب د ۔ زلیخا کچھ کہنے لگی کہ ا ۔ مردانہ آواز نے ٹوکا۔

''آپ جا زلیخا اماں۔!'' اسکی آواز پ صفا نے چو . کر دیکھا۔ وہ کھلے دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے ٹیڑھا سا ۔ پ ہاتھ . ھے کھڑا تھا۔ صفا ڈر کے مارے سیدھی ہو کر بیٹھی۔ جبکہ زلیخا . ہر نکل گئی۔ اس نے پیر کی مدد سے ہی دروازہ بند کیا۔ اور چلتا ہوا بیڈ کے پ س آ ۔ صفا کی آنکھوں میں جہاں کچھ د ۔ پہلے ڈھٹائی اور بے خوفی تھی وہاں اب خوف در آ ۔ تھا۔ وہ بنا کچھ کہے اسکے سامنے ۔ پ ہاتھ . ھ کر کھڑا ہو ۔

''آرام سے سوپ پی کر دوا کھا لو میں دو . رہ ا پ ل لے کر نہیں جاوں گا۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ تو صفا نے حیرت سے دیکھا۔

''کہا . ں۔'' وہ بولنے لگا کہ اس سے پہلے ہی صفا نے سوپ کا پیالہ اٹھا ا ۔ اور چمچ بھر بھر کر پ ۔ نے لگی۔ ا. اہیم کچھ د ۔ وہیں کھڑا رہا۔ سوپ ختم ہو ۔ صفا نے پیالہ رکھا اور ا. اہیم کی جا . دیکھا۔ ا. اہیم نے سائ ٹیبل پ پڑی دوا کی جا . اشارہ کیا۔ صفا نے خاموشی سے دوا کی ڈبیاں اٹھا اور گولیاں پ نی کے ساتھ نگل لیں۔ ا. اہیم نے ا ۔

اسکو دیکھا۔اور دو ۔رہ زلیخا کو آواز دی۔

''اماں۔۔تن لے جا ۔''وہ وہیں کھڑے کھڑے پکارا تو زلیخا فوراً کمرے میں داخل ہو ۔کیو وہ دروازے کے ۔ہر ہی کھڑی تھیں۔انھوں نے حیرت سے خالی پیالے کو دیکھا۔اور ا صفا کو دیکھا۔جو سہمی سی بیٹھی تھی۔

''کمال ہے۔ا۔اہیم نے ا لفظ کہے بنا ہی اسکو قائل کر لیا۔''وہ دل ہی دل میں کہتی ۔تن لے گئیں۔

جبکہ وہ اب ڈریسنگ میں گھس ۔رات کافی ہو چکی تھی۔ وہ۔ ۔ہر نکلا تو تیار سا تھا۔اس نے اپنا فون اٹھایا اور کمرے کو ۔ہر سے لاک کر کے ۔صفا نے غیر یقینی سے بند دروازے کو دیکھا۔اور وہ ٹ ھال سی ڈھے گئی۔اس نے لحاف در ۔کیا۔دوا نے جلد ہی ا ثر دکھا دیا اور وہ گہری نیند سو گئی۔

وہ لاونج میں آیا تو سفیان گورسی پریشانی کے عالم میں ا ۔ردا خل ہوئے۔وہ ۔ہر جا رہا تھا۔دونوں ۔پ۔ٹ ا دوسرے کو دیکھ کر ٹ ۔

''کہاں سے آ رہے ہو؟''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولے۔

''کہیں سے بھی نہیں۔''ا۔اہیم کندھے اچکا ۔

''صفا کہاں ہے۔''انھوں نے دو ۔رہ پوچھا۔

''کمرے میں ہے کیوں؟''وہ لا پ واہ سا بولا۔

''تم قریشی ہاوس کیا کرنے گئے تھے؟''اب کی ۔را آواز میں غصہ تھا۔

''اپنی بیوی کو ڈھونڈ نے ۔''وہ لا پ واہ بنا رہا۔

''اور کہاں تھی تمہاری وہ چند دن کی بیوی؟''انھوں نے چبا چبا کر الفاظ ادا کیئے۔

''واش روم میں۔''وہ مختصر جواب دے رہا تھا۔جبکہ سفیان گورسی کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

''تم پ گل ہوا۔اہیم؟''اب کی ۔روَ جے۔

''۔۔میں ضروری کام سے جا رہا ہوں۔آ کر ۔ت کروں؟''اس نے اجازت مانگی۔اسکا مود ۔نا ۔ازسفیان گورسی کو مز ۔تپا ۔ وہ خاموش رہے۔''میں تھوڑی د ۔ آ ۔ہوں۔آپ ا سو گئے تو صبح ۔ت کر لیں گے۔''وہ آرام سے کہتا وہاں سے نکل ۔

رات گئے وہ اپنے فارم ہاوس پ پہنچا۔اپنی جیکٹ کی زپ کھلو ۔ہوا وہ گاڑی سے نکلا۔وہ گیٹ کے ا ۔ردا خل ہوا تو سامنے ا لڑکا کھڑا تھا۔

''کہاں ہے۔۔''اس نے چلتے چلتے اس لڑکے سے پوچھا۔

''سر نیچے بیسمنٹ میں ہے۔''عاصم نے بتا ۔اور ساتھ ساتھ تیز تیز قدم اٹھا ۔ چلتا رہا۔

''ٹھیک ہے۔میرا سامان لے آو۔۔''کہتے وہ بیسمنٹ کی جا ۔ ۔ٹ ھ ۔جبکہ عاصم دوسری منزل پ ۔وہ سیڑھیاں ا ۔کر بیسمنٹ میں پہنچا تو وہ ۔ ر ۔تھی۔اس نے دیوار میں نصب ا بورڈ پ ہاتھ مارا تو بٹن آن ہوا اور ا بلب جو کہ بیسمنٹ کے عین وسط میں چھت کے ساتھ لٹک رہا تھا۔وہ چھت کے ا ۔رنصب نہیں تھا۔بلکہ اسکو ۔ ۔تھا۔وہ ا ۔ر کے ساتھ نیچے جھول رہا تھا۔سامنے کا منظر واضح ہوا تو ا نوجوان لڑکا کرسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔اسکے ہاتھ اسکی پیٹھ کے پیچھے بندھے ہوئے تھے جبکہ اسکے پ وں کرسی کی دونوں ٹ نگوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔اور اسکے منہ کو ا ٹیپ کی مدد دے مقفل کیا ۔تھا۔وہ ٹ ھال سا ا جا ۔ لڑھکا ہوا تھا۔

ا۔اہیم اسکی جا ۔ چلتا ہوا آ ۔اسکو تھوڑی سے دبوچا اور جھٹکا دے کر اسکا رخ اپنی جا ۔ کیا۔اس لڑکے نے آنکھیں کھولنی چاہیں آنکھوں کو چندھیا دینے والی تیز روشنی جو اسکے عین سر پ لٹکتے بلب سے آ رہی تھی اس نے اسکی آنکھوں کو کھلنے نہیں دیا۔

''کک۔کون ہے؟''وہ بمشکل بولا آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی۔اسکو سامنے کھڑے شخص کا چہرہ سہی سے دکھائی نہیں دے رہا تھا کیو وہ بلب کے نیچے کھڑا تھا اور اسکے چہرے پ اسی کی ہڈی کا سایہ پڑ رہا تھا جو اسکی جیکٹ کے ساتھ اٹیچ تھی۔ا۔اہیم نے جھٹکے سے اسکے منہ سے ٹیپ ا ۔ردی تو وہ کراہ کر رہ ۔

''زاو ۔رکہاں ہے۔۔''کچھ د ۔بعد اس لڑکے کی سماعتوں سے ا بھاری مردانہ آواز ٹکرائی۔

''کون ہو تم؟ اور کیوں ۔ ھا ہوا ہے مجھے۔۔'' وہ لڑکا۔ اہیم کی ۔ ت کے سوال کی پ واہ کیئے بنا بولا۔ا۔ اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ ا۔ قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے اپنے دا ہاتھ کا مکا بنا۔ اور اس لڑکے کے منہ پ دے مارا۔ اس لڑکے کو زار دار جھٹکا لگا اسکے ہو ٹ پھٹ گئے اسکو لگا کہ کوئی لوہے کا ہتھوڑا اسکے چہرے پ آ لگا ہے۔ اب کی ۔ ت اسکی غنودگی میں ڈوبی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔ ''کک۔ کون ہو تم؟'' وہ خون آلود چہرہ لئے ا۔ اہیم کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''تیری موت۔۔!'' وہ غرا۔

''لیکن میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟'' وہ لڑکا گھبرا ۔ تھا۔

''زاو ۔ رکہاں ہے۔ا۔ ۔ رمیں ہی جواب دے دو۔ اب ا پوچھا کہ میں کون ہوں تو تمہاری ز ۔ ن میرے سوال کا جواب دینے لائق بھی نہیں رہے گی۔۔''ا۔ اہیم اسکی تھوڑی دبوچ کر بولا تو اسکے پھٹے ہوئے ہو ں سے ۔ خون ا۔ اہیم کے ہاتھ پ لگ ۔ ۔ اس نے حقارت سے اپنا ہاتھ اسی لڑکے کے کپڑوں سے صاف کیا۔

''مم۔ میں نہیں جا کہ وہ کہاں ہے۔'' وہ لڑکا ہمت کر کے بولا۔

''ٹھیک ہے۔''ا۔ اہیم کہتے پیچھے ہٹا اور اپنی دن کے بل نکالے تو ٹ ا کے ۔ کی آواز آئی۔ ''عاصم۔۔! کہاں مر گئے ہو؟'' بیسمنٹ میں ا۔ دھاڑ گو تھی۔

''آ ۔ سر۔۔!'' عاصم ہڑ ۔ ڑی میں بیسمنٹ میں داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں ا۔ ۔ یف کیس تھا۔ اس نے وہ۔ یف کیس لا کر سامنے ا۔ اسٹول پ رکھا اور خود مودب سا کھڑا ہوا ۔ ۔ وہ اسٹول ا۔ کرسی کے سامنے پ ڑا تھا۔ا۔ اہیم اس کرسی پ بیٹھا اور۔ یف کیس کھولا۔ وہ لڑکا ادھ کھلی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ا۔ اہیم نے۔ یف کیس میں سے ا۔ کٹر نکالا تو اس لڑکے کا حلق خشک ہوا۔ جبکہ عاصم نے افسوس سے اس بندھے ہوئے لڑکے کو دیکھا۔ا۔ اہیم نے وہ کٹر اسٹول پ رکھا۔ پھر پھر اس نے کچھ ۔ ریں نکالیں۔ جنکے سرے ننگے تھے۔ اس نے وہ ۔ ریں عاصم کو پکڑا ۔

''ا بیٹری کے ساتھ لگاو۔۔ اور ہاں وولیٹیج فل کر دینا۔'' وہ اسکو ۔ رمل سے ا۔ از میں حکم دے رہا تھا۔ جبکہ بندھے ہوئے لڑکے کا سارا جسم پسینے میں نہا ۔ ۔ تھا۔ اس کا دل دھڑک دھڑک کر حلق کو آ رہا تھا۔ ابھی ا۔ اہیم کا کام ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نے کچھ کیل نکال کر کٹر کے پ س رکھے اور۔ یف کیس میں سے اب ا۔ ہتھوڑا نکالا اور وہ ان کیلوں کے ساتھ رکھا۔ وہ اپنے اوزار ایسے چن چن کر رکھ رہا تھا جیسے ا۔ سرجن سر۔ ی سے پہلے اپنے آلات۔ اہی کو سنبھال سنبھال کر اپنی اپنی جگہ پ ر ۔ ہے۔ کہ وقت پ ڑنے پ اسکو کوئی چیز ادھر ادھر تلاش نہ کرنی پ ڑے۔ بندھے ہوئے لڑکے نے تھوک نگلا۔

''دد۔ دیکھو۔ مم۔ میں نہیں جا ۔'' وہ ٹ ا۔

ا۔ اہیم اب ا۔ تیز دھار خنجر اسٹول پ رکھ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا تو لڑکے کے سارے وجود پ ہ طاری ہو گئی۔ وہ اب اپنی تھوڑی پ انگلی جمائے سوچ ا۔ از میں ۔ چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ کہ کہیں کچھ رہ تو نہیں ۔ ۔

''سر یہ وا ۔'' عاصم نے ننگی ۔ ریں اسکی جا ۔ ۔ ٹھا ۔ا۔ اہیم نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو روکا۔

''نہیں۔۔ ا ضرورت ۔ سے آ ۔ میں پیش آئے گی۔'' وہ سوچ ا۔ از میں اسٹول پ پڑے آلات کو دیکھ رہا تھا۔ ''ا مم۔ ۔ سے پہلے اسکے ۔ خن اکھاڑیں گے۔'' وہ ساتھ ساتھ اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ جبکہ وہ بندھا ہوا لڑکا خوف اور حیرت سے سامنے کھڑے بے رحم ا ن کے منصوبے سن رہا تھا۔ ''اسکے بعد اسکے ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھو گے۔'' وہ انگلی تھوڑی پ جمائے اپنا لائحہ عمل بتا ۔ ۔ ''پھر ا اس نے کچھ نہ بتا ۔ تو اس کی ز ۔ ن کاٹ دیں گے۔'' وہ کہتے ہنس دی۔ جبکہ اس ۔ ر عاصم کے چہرے پ بھی خوف تھا۔ا۔ اہیم نے سرخ آنکھوں سے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا۔ اس لڑکے نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ اسکو لگا کہ وہ اسکو اپنی آنکھوں سے ہی جلا ڈالے گا۔ شربتی آنکھیں اس وقت آگ کا شعلہ معلوم ہوتی تھیں۔ ''کیو جوز ۔ ن ا۔ اہیم گورسی کے کام نہ آ سکے۔ وہ پھر کسی کام کی نہیں رہتی۔'' وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کہہ رہا تھا۔

''اور سر پھر؟'' عاصم نے تھوک ۔ ۔ ت پوچھا۔

''اور پھر آ ۔ میں اسکو ہائی وولیٹیج کے اتنے جھٹکے لگائے جا گے کہ اسکا دماغ دو ۔ رہ کسی ۔ ت کو ۔ در ۔ کے قابل نہ رہے۔ کیو ا اس بھیجے میں ا۔ اہیم گورسی کی ۔ تیں نہیں گھس رہیں تو پھر کسی ۔ ت کو حق نہی کہ وہ اس دماغ میں اپنی جگہ بنا سکے۔'' وہ مسلسل اس لڑکے کی جا ۔ ۔ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد۔ اہیم جھکا اور ا۔ کٹر اٹھایا۔ وہ کٹر

اٹھائے قدم قدم اس لڑکے کی جا ۔ ۔ ھر رہا تھا۔ یہاں ۔ کہ وہ اس سے ا ۔ قدم کر فاصلے پ تھا۔ لڑکے نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اسکے ہاتھ پکڑنے کے لئے جھکا تھا کہ وہ لڑکا بول پڑا۔

''امر ۔۔امیر ۔۔امر ۔۔!'' وہ لڑکا پ ۔ ہوا کہے ۔۔

''ہمم ۔۔'' ا. اہیم نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ اس نے غور سے اس لڑکے کا چہرہ دیکھا۔ وہ خوف کی وجہ سے کا ۔ پ رہا تھا۔

''ر ۔ ۔ ؟'' ا. اہیم کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے۔

''کک ۔۔کیلیفور ۔۔''

''اٹ رس؟''

''نہیں معلوم ۔؟ وہ آنکھیں بند کر کے لڑکھڑاتی آواز میں بولا تو ا. اہیم قہقہہ لگا کر پیچھے ہٹا۔ لڑکے نے حیرت سے اسکو دیکھا۔

''عاصم ۔۔!'' اس نے مڑے بنا عاصم کو پکارا۔

''جج ۔ جی سر ۔!'' وہ فوراً سامنے آ ۔۔

''میرا ٹول ۔ کس لے جاو ۔ آج بھی اسکو استعمال کرنے کا موقع نہیں ۔'' وہ ہنسی د ۔ ئے کہہ رہا تھا۔ جبکہ سامنے بندھے لڑکے نے ا ۔ گہری سانس خارج کی جو وہ ۔ سے روکے ہوئے تھا۔

''لیکن ۔۔!'' دو ۔ رہ ا. اہیم کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو اسکی سانس اٹکی۔ وہ چلتا ہوا آ ۔ اور اس بندھے ہوئے لڑکے کے سامنے جھکا۔'' ۔ ۔ قبر بند نہیں ہوگی۔ تم یہیں رہو گے۔'' اسکی آنکھیں کافی تھیں سامنے والے کی روح پ ۔ کے لئے۔ وہ اگلے ہی لمحے بے ہوش ہو ۔۔'' یہ تو لڑھک ۔۔'' کہتے ا. اہیم ہاتھ جھاڑ ۔ ہوا پیچھے ہٹا۔ وہ وہاں سے ا ۔ فون ۔ ہوا نکلا..... جبکہ عاصم نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور ٹول ۔ کس سمیٹنے لگا۔

''کیلیفور ۔۔!'' ۔ لفظی حکم دیتا وہ گاڑی میں سوار ہوا۔

****

امریکی ر ۔ ۔ کیلیفور نے اس وقت دن کا اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔ اس ۔ رہ منزلہ عمارت کے ا ۔ فلیٹ میں اس وقت سناٹ تھا۔ وہ ا ۔ چھوٹ سا فلیٹ تھا۔ جس میں ا ۔ لاونج، اس لاونج میں ہی ا ۔ کچن تھا۔ لاونج میں ا ۔ صوفہ پڑا تھا اور سامنے ایل ہی ڈی ٹیبل تھا جو کہ بند تھا۔ صوفوں کے سامنے پڑی میز کسی ڈ لیش کین کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ سوفٹ ڈر ۔ کے کین، ۔ ز کے خالی ر ، کیچپ کے پیکٹس، اور اس نپ پڑی ا ۔ ایش ٹ ے اور اس میں مسلے ہوئے ان گنت سگر ۔ ٹ کے آدھے آدھے ٹکڑے۔ لاونج سے ہو کر سامنے ا ۔ کمرے میں داخل ہوں تو وہ ا ۔ بیڈ روم تھا۔ جس کے وسط میں ا ۔ کنگ سائ ۔ بیڈ اور بس ا ۔ چھوٹ سا کاوچ موجود تھا۔ بیڈ پ آڑھی ۔ چھی حا ۔ میں ا ۔ مرد ۔ ٹ ہوا تھا۔ اسکے جسم پ بس شارٹس تھیں۔ اور وہ لحاف کے او پ ۔ پڑا سو رہا تھا۔

اسکا فون اسکے سائ ۔ ٹ بیل پ ۔ پڑا بج رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ لیکن مو ۔ ئل میں مسلسل پیدا ہونے والی تھرتھراہٹ نے اسکی نیند کو توڑا۔ اس نے او ۔ ھے منہ ۔ ٹ ۔ ہی ادھر ادھر ہاتھ مارا تو اسکا ہاتھ سائ ۔ ٹ بیل پ ۔ پڑے مو ۔ ئل کو لگا۔ اس نے مو ۔ ئل اٹھانے کی کوشش کی مو ۔ ئل زمین پ ۔ ۔ ۔

''افف ۔ کیا مصیبت ہے ر ۔۔!'' وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر اس نے کوفت زدہ چہرے کے ساتھ نیچے پڑا مو ۔ ئل اٹھایا۔ سکرین پ ۔'' ۔ ۔'' کے ن م سے ا ۔ نمبر شو ہو رہا تھا۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے فون کان کو لگایا۔

''جی ۔ ۔ ۔!'' وہ غنودگی بھرے لہجے میں بولا۔

''تم ٹھیک ہو زاو ۔ ر؟'' سامنے سے ا ۔ پریشان حال آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

''جی ۔ ۔ ۔ مجھے کیا ہو ۔۔؟'' وہ خجلت میں بولا۔

''ا. اہیم تمہیں ہر طرف ڈھونڈ رہا ہے۔ ۔ ٹ اپنا خیال رکھنا۔'' انھوں نے فکرمندی سے کہا۔

''کم آن . . ۔ ۔ وہ یہاں نہیں پہنچ سکتا۔'' اس نے تکان سے بھرپور لہجے میں سامنے والے شخص کو یقین دلایا۔

''لیکن زاویر۔ ۔ تم جا نہیں ہو۔ وہ بہت خطرنک ہے۔'' انھوں نے بے چینی سے کہا۔

''. . ۔ وہ بس ایک معمولی سا بزنس مین ہے۔ کوئی مافیا نہیں ہے جو آپ اس سے اس طرح ڈر رہے ہیں۔ اور وہ مجھے نہیں ڈھونڈ سکتا۔ آپ بے فکر ہو جا ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ پلیز۔ مجھے تھوڑی دیر اور سونے دیں۔ اور ہاں۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ ''میرے اکاؤنٹ میں کچھ پیسے ٹرانسفر کر دیجیے گا۔'' اس نے چہرے پر گوارئی لئے کہا۔

''ٹھیک ہے کر دوں گا۔ ۔ تم محتاط رہنا۔'' وہ باپ تھے۔ اور باپ کا کلیجہ اپنی اولاد کے لئے یوں ہی منہ کو آتا ہے۔ اسکو اپنی اولاد ذرا سی بھی خطرے میں آئے۔

''اوکے . . ۔'' اس نے کہتے فون بیڈ پر پٹکا۔ اور دوبارہ بیڈ پر اوندھے منہ گرا۔

****

بیجہ بیگم پریشان حال سی ادھر ادھر ٹہل رہی تھیں کہ خیام قریشی کمرے میں داخل ہوئے۔

''شاہ صاحب ۔ ! وہ صفا۔'' وہ پوچھنے کے لیے جا بڑھیں۔

''بے فکر رہو وہ گورسی ہاؤس میں ہی ہے۔ مجھے سفیان نے بتا دیا تھا۔'' وہ آ کر صوفے پر ڈھے گئے۔

''لیکن وہ ابراہیم تو کہہ رہا تھا۔ ۔'' وہ پریشانی سے آ کر ساتھ بیٹھیں۔

''وہ واشروم میں تھی اور وہ پگلا ان اسے سڑکوں پر ڈھونڈ رہا تھا۔'' خیام قریشی کو ابراہیم پر اتنا غصہ آیا کہ انکا دل کیا اسکو اڑا کر رکھ دیں۔

''میں بہت ڈر گئی تھی۔ جس طرح وہ آیا اور۔ ۔ اور نے وارننگ دی۔'' بیجہ بیگم رو پڑیں۔ خیام قریشی نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

''پلیز بیجہ۔ ! ہر وقت ایسی ہی باتیں مت کیا کرو۔ میں سارا دن انہیں مسائل سے الجھتا ہوں۔ اب مجھے تھوڑا آرام کرنے دو۔'' وہ بے بسی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔ بیجہ بیگم کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''شاہ صاحب ۔ ! کیسے باپ ہیں آپ؟ آپکی بیٹی اس جہنم میں پل پل جھلس رہی ہے اور آپ آرام کرنے کی باتیں کر رہے ہیں؟'' وہ رخ موڑے جاتے دیکھ کر کہہ رہی تھیں۔ لہجے میں غصہ اور افسوس شامل تھا اور اس سے بڑھ کر بے بسی تھی آواز میں۔

''بیجہ۔ !'' انھوں نے نرم آواز میں پکارا۔ ''کچھ دنوں بعد ابراہیم واپس مصر جائے گا میں سفیان سے کہوں گا وہ ہمیں صفا سے ملنے دے گا۔ مجھے امید ہے کہ سفیان گورسی ہماری درخواست ضرور سنے گا۔ اور اس نے ایسا نہ کیا تو میں شاہ جی سے سفارش لگواؤں گا وہ ابراہیم کو نہیں ٹالتا اس لئے تم بس تھوڑے دن صبر کر لو۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بند آنکھوں سے ہی بولے تھے۔

وہ بیجہ بیگم پر چاہتے تھے۔ کہنا چاہتے تھے کہ وہ باپ ہیں وہ بے بس ہیں۔ انھوں نے نرمی سے سمجھایا کیونکہ سامنے بیٹھی عورت صرف ایک بیوی نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک ماں تھی۔ ایک ایسی ماں جس کی اولاد خیام قریشی کی اولاد کے کئے ہوئے گناہ کی سزا کاٹ رہی تھی۔

بیجہ بیگم کے ساتھ دوسری شادی تھی۔ پہلی شادی بیجہ بیگم کی بڑی بہن سے ہوئی تھی۔ جن کا ایک بیٹا زاویر تھا۔ شادی کے چند سالوں بعد ہی وہ زاویر کو جنم دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اس لئے میاں امداد شاہ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ دے دیا کہ وہ خالہ ہونے کے ناطے زاویر کی بہتر پرورش کر سکیں گی۔ انھوں نے بہتر پرورش کی بھی۔ زاویر نہ جانے کس مٹی سے بنا تھا کہ اسکے اندر کا شیطان دن بدن ابھرتا ہی گیا۔ اور تو اور اپنی بیٹی کی جان لے لالے پڑ گئے تھے۔ زاویر سترہ برس کا تھا جب صفا پیدا ہوئی۔ اس سے پہلے تو اس نے احتجاج کیا کہ اس عمر میں وہ دو برس بھائی نہیں بن سکتا۔ لڑ کے اسکا مذاق بنا گے۔ پھر اس نے نئی منطق گھڑی کہ بیٹی پیدا کیوں نہیں ہوا۔ اسکو بھائی چاہیئے تھا نہ کہ بہن۔ اس طرح وہ پہلے دن سے صفا سے نفرت کا شکار رہا تھا۔

وہ چھوٹی سی تھی۔ وہ قریبی لڑکیوں کو اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھتی تو وہ بھی زاویر سے کہتی کہ وہ اسکے ساتھ کھیلے۔ زاویر اسکے ساتھ کھیلنے کے بجائے اسکے کھلونے ہی توڑ دیتا تھا۔ صفا روتی دھوکر سجل کی طرف چلی جایا کرتی۔ وہاں وہ دونوں سارا دن کھیلتی رہتیں۔ پھر ابراہیم کالج سے واپس آتا تو وہ بھی اسکے ساتھ کھیلنا شروع

ہو جاتا۔

ا. اہیم کا سجل کے لئے پیار دیکھ کر صفا کا دل مزید ٹوٹ جاتا تھا۔ کیوں اسکا بھائی اس سے اس طرح پیار نہیں کرتا تھا جس طرح سجل کا بھائی کرتا تھا۔ کیوں زاویر صفا سے کسی اجنبی وجود کی طرح کراہت محسوس کرتا تھا؟ وہ یہ سوچتی رہ جایا کرتی تھی۔

ا. اہیم سجل کو سائیکل پہ بٹھا کر لان کے چکر کاٹ رہا ہوتا تو صفا پنجوں کے بل کھڑی ہو کر دیکھتی رہتی تھی۔ اسکی آنکھوں سے کتنے ہی خاموش آنسو بہہ جاتے کرتے نہ تو وہ آنسو کبھی سجل دیکھ پائی تھی اور نہ ہی ا. اہیم۔

****

رات کے پچھلے پہر وہ گھر واپس لوٹا تھا۔ سفیان گورسی کے سو چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اسکا انتظار کرنا فضول ہے۔ اس نے اپنے کمرے کی چابی گھمائی تو کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ا. اہیم نے لائٹ آن کی تو وہ سکون سے سو رہی تھی۔ اپنے بیڈ پہ کسی اور کا اس طرح قبضہ دیکھ کر ا. اہیم کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جیکٹ اتار کر ڈریسنگ میں گھس گیا۔ وہ واپس آیا تو اس نے سادہ سے کرتے میں ملبوس تھا۔ اسکے ساتھ اس نے ایک ڈھیلا سا ٹراوزر پہن لیا تھا۔ اس نے اپنی الماری سے ایک کمبل نکالا اور اسکو لئے کاوچ پہ آ گیا۔ وہ یہ لگا کہ اسکی کمر میں ٹیس اٹھی۔ وہ شام کو بھی کاوچ پہ سو رہا تھا جسکی وجہ سے اسکی کمر اکڑ چکی تھی۔

''افف۔ کیا مصیبت ہے یار۔'' وہ خجلت سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ لیکن پھر وہ لیٹ گیا۔ اور کمبل اپنے اوپر کر لیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسکو عجیب عجیب سی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ا. اہیم نے جھٹکے سے کمبل اپنے چہرے سے ہٹایا۔ اور اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ رک کر آوازیں سننے لگا۔ وہ کسی کے کراہنے کی آواز تھی۔ ا. اہیم نے فوراً کمبل اتارا اور لائٹ آن کی۔ وہ آوازیں بیڈ سے آ رہی تھیں۔ وہ فوراً صفا کے پاس پہنچا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے اسکا لحاف اتارا تو وہ کانپ رہی تھی۔

''اب اسکو کیا ہوا؟'' اس نے خجلت سے اسکا لحاف ایک طرف کیا۔ پھر اس نے بے ساختہ صفا کا ماتھا چھوا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ ''شٹ۔!'' ا. اہیم نے ہاتھ جھٹکا۔ اسکے چہرے پہ بے زاری واضح تھی۔ ''ٹاگین یار۔'' اسکو پتا تھا کہ صفا کو نم سے بھی کوفت ہوتی تھی۔ گزشتہ رات بھی اس نے مشکل سے چند گھنٹے وہاں گزارے تھے۔

''صفا۔۔!'' اس نے اسکا کندھا ہلایا۔۔ وہ کانپ رہی تھی۔ ''اے لڑکی۔۔!'' اسکے چہرے پہ سختی در آئی۔ صفا کو نہ اسکی سختی دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی بے زاری وہ ہنوز بخار میں تپ رہی تھی۔ ''فائن۔ تمہیں کس نے کہا تھا اتنی سردی میں اس طرح گھومو۔ اب بھگتو۔۔'' کہتے وہ مڑنے لگا۔ ''ویسے بھی تم تو مرنا چاہتی ہو۔ چلو آج ٹرائے کر لو۔ ڈرامہ تم نہیں مرو گی۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا اپنے کاوچ کی جانب بڑھنے لگا۔ پھر اسکو کوئی خیال آیا۔ اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور صفا کی ویڈیو بنائی۔ جس میں وہ. ی طرح لرز رہی تھی اور کانپ رہی تھی۔ ا. اہیم نے وہ ویڈیو اس اینگل سے بنائی کہ صفا کی حالت دیکھ کر سفاک سے سفاک انسان کو بھی رحم آ جائے۔ ویڈیو بنانے کے بعد اس نے صفا کا لحاف ٹھیک کر دیا۔ وہ مسکراتا ہوا آ کر کاوچ پہ بیٹھا۔ اس نے خیام قریشی کا نمبر نکالا اور وہ ویڈیو سینڈ کر دی۔

''کیا خیال ہے؟ شوکو کا ٹینیو کیا جائے یا تم لوگ زاویر کا اریسٹ ریس بھیج رہے ہو؟'' اس نے ایک ڈیول والا ایموجی لگا کر وہ پیغام سینڈ کر دیا۔ اسکے بعد اس نے اپنا موبائل سائیلنٹ پہ کر دیا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا صفا کی جانب دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر اسکے پاس آیا۔ اس نے سائڈ ٹیبل کی دراز سے کچھ گولیاں نکالیں۔۔ اور صفا کو سہارا دے کر بٹھایا۔

''یہ لو لڑکی۔ یہ دوا کھا لو۔'' وہ اسکو بٹھا کر پانی کا گلاس اٹھانے لگا کہ صفا دوبارہ لڑھک گئی۔ ا. اہیم نے چونک کر دیکھا۔ ''کم آن یار۔ بخار ہوا ہے فالج نہیں کہ تم بیٹھ بھی نہیں سکتی۔'' وہ سر پیٹ کر رہ گیا۔ پھر وہ کسی احساس کے تحت بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھا اور صفا کو اپنے سہارے بٹھایا۔ وہ اسی کے سہارے بیٹھی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے گولی نکال کر صفا کے منہ میں رکھی اور اسکو پانی پلایا۔ صفا نے بمشکل گولی نگل لی۔ لیکن وہ دراز تھی تو پانی اسکے حلق کو لگا۔ وہ. ی طرح کھانسنے لگی۔ اسکو سانس نہیں آ رہی تھی۔ ا. اہیم جلدی سے سیدھا ہو کر بیٹھا اور اسکو بھی سیدھا کیا۔ اور صفا کی کمر دن کے پچھلے حصے پہ مساج کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں اسکی سانس بحال ہو گئی۔ ا. اہیم نے محسوس کیا کہ وہ خود بھی سانس روکے ہوئے تھا۔

صفا نے ایک لمبی سانس لی تو ا. اہیم نے بھی سانس خارج کی۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا۔ ایسا کیوں تھا؟ اس نے اپنی سانس کیوں روکی ہوئی تھی۔ لیکن پھر اسکو ایک

نیچرل ردعمل قرار دے کر اس نے سر جھٹکا۔ اس نے نمی سے صفا کا سر تکیے پر رکھا۔ اور اسکے دلحاف اچھی طرح لپیٹ دیا۔ وہ کچھ دیر کھڑا اسکو دیکھتا رہا۔ اور پھر آ کر کاوچ پر بیٹھ گیا۔ وہ مسلسل دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم دھنسائے اور تھوڑی کے نیچے ٹکائے اسکی جانب دیکھتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں اسکے کراہنے کی آوازیں کم ہو گئیں۔ اسکی سانس میں بھی کمی آ گئی۔ ابراہیم کے موبائل کی سرین بلنک ہوئی۔ اس نے مسکرا کر موبائل اٹھایا۔

''ابراہیم۔! تم سے سفاک، ظالم اور جاہل انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ صفا معصوم ہے۔ تم اسکے ساتھ آئندہ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ ابراہیم زاویار کاظمی ریس تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ چاہے اس کے لئے تم میری جان لے لو۔'' پیغام پڑھ کر ابراہیم کی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

''جان تو میں لے کر رہوں گا۔ زاویار کی۔'' اس نے زیر لب اپنا عہد دہرایا اور فون کو الٹا کر رکھ دیا۔ کیونکہ اب اسکی سکرین پر سفیان گورسی کی کالز آ رہی تھیں۔ وہ کسی خیال کے تحت اٹھا۔ کمرے سے نکلا۔ اس نے اپنے پورشن کو باہر سے لاک لگا دیا۔ یعنی اب سفیان گورسی آنا چاہتے بھی تو وہ اسکے کمرے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ آ کر آرام سے کمبل اوڑھ کر سو گیا۔ موبائل بجتا رہا۔ سفیان موبائل کان سے لگائے اسکے پورشن کے دروازے پر بے بس سے کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک دو بار دروازہ بجایا باہر سے کوئی نہ آیا۔

''اس لڑکے نے الگ سے جینا حرام کر دیا ہے میرا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب چلے گئے۔

''کیا ہوا؟'' منال بیگم آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھیں۔ جبکہ سفیان نے فون بیڈ سائڈ ٹیبل پر پٹکا اور مٹھیاں بھینچ کر بیڈ پر بیٹھ گئے۔ ''کیا ہوا سفیان؟'' منال اٹھ کر سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ ''خیر تو ہے؟'' انھوں نے سفیان کے چہرے کے تاثرات دیکھے جہاں غصہ اور پریشانی دونوں موجود تھے۔

''کچھ نہیں ہوا منال۔ تمہارے بیٹے نے جینا حرام کر دیا ہے میرا۔'' وہ دبے دبے غصے سے بولے۔

''اب کیا کیا ہے ابراہیم نے؟'' ادکھ ہوا کہ ابراہیم کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں۔

''کرنا کیا ہے۔ پتہ نہیں اس بچی کے ساتھ کیا کیا ہے۔ پھر وہ کانپنے لگی تو اسکی ویڈیو بنا کر اسکے باپ کو بھیج دی ہے۔ اور اب موصوف نہ میرا فون اٹھا رہے ہیں اور نہ اپنا پورشن لاک کر کے بیٹھے ہیں۔'' انھوں نے غصے سے جبڑے بھینچ لئے۔

''اوہ۔ اچھا۔'' منال بیگم ابکے پرسکون سی آواز میں بولیں۔ وہ جا کر اپنی طرف بیٹھ گئیں۔ وہ اپنا لحاف درست کرنے لگیں تو سفیان گورسی نے تاسف سے اسے جاتے دیکھا۔

''تم دونوں ماں بیٹا اتنے سفاک کب سے بن گئے ہو؟'' وہ منہ دوسری طرف موڑ کر منال بیگم کو دیکھ رہے تھے جو کہ اب بڑبڑانے لگی تھیں۔

''کب سے ہمارے پھول کو بے رحمی سے کچلنے لگ گئے ہو۔'' وہ سپاٹ چہرہ لئے جواب دیتیں آنکھیں بند کر گئیں۔

جبکہ سفیان نے افسوس سے سر جھٹکا۔ ''لیکن تم لوگوں کا ٹارگٹ غلط ہے۔ اس بچی کے ساتھ ایسا کر کے تم لوگ خود میں اور زاویار میں موجود فرق کو مٹا رہے ہو۔'' انھوں نے آئینہ کوشش کی اسے سمجھانے کی۔

''سو جا۔'' وہ سپاٹ لہجے میں کہتیں کروٹ لے کر سو گئیں۔ جبکہ سفیان گورسی کتنی ہی دیر ان دونوں ماں بیٹے کی سفاکیت پر افسوس کرتے رہ گئے۔

صبح ہوئی تو ابراہیم نے سب سے پہلے اٹھ کر صفا کو دیکھا۔ اس نے اسکا لحاف ہٹا کر اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔ اب بخار کم تھا۔ ابھی بھی ٹمپریچر تھا۔ پھر وہ دور رہ اسکا لحاف درست کرتا واشروم میں گھس گیا۔ واشروم میں آتے ہی اسکی صفا کے گیلے کپڑوں پر گئی جو ابھی تک گیلے تھے۔ ابراہیم نے افسوس سے سر ہلایا۔ وہ آنکھیں چھوٹی کیے ان کپڑوں کو دیکھتا رہا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے ماضی کے کچھ سائے سے لہرائے۔

اس دن بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔ سردی کی سہ پہر اور تند و تیز بارش۔۔ وہ اپنی کالج وین سے اترا۔ اور اپنے سر پر اپنا رجسٹر رکھے جلدی جلدی گھر کی جانب بڑھا۔ وہ گیٹ پر پہنچا تو اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ قریبا آٹھ سالہ صفا گیٹ کے باہر کھڑی تھی۔ اسنے اپنی ٹانگیں لگائے وہ ٹھٹرتی ہوئی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ ابراہیم نے جلدی سے گیٹ بیل دی۔ اور اسکو دیکھا۔

''صفا۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ اپنے سر پر رجسٹر رکھے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ میں سجل کے ساتھ کھیلنے آئی تھی۔''اس نے پپ تے لبوں سے بمشکل بتایا۔

''تم پگل ہو؟اتنی رش میں گھر سے نکل آئی ہو؟تمہارے ماں باپ نے نہیں روکا؟''وہ حیران رہ گئی۔

''ہہ۔۔ہاں وہ۔وہ امی گھر نہیں تھیں۔تو میں سس۔۔سجل کے۔ ۔۔پس آ گئی۔''وہ پپ رہی تھی۔ا ہیم مسلسل بیل دیتا رہا کسی نے گیٹ نہ کھولا۔''گگ۔گیٹ کوئی نہیں کھول رہا۔''وہ بھی پپ تی ہوئی بولی۔

ا ہیم نے صفا کے جامنی ہوتے ہوئے ہو ں کو دیکھا اور گیٹ زور زور سے بجانے لگا۔صفا پپ رہی تھی۔اسکے ہونٹ سردی کی شدت سے جامنی ہو رہے تھے۔ ا ہیم نے افسوس سے اسکی جان دیکھا اور غصے سے دور گیٹ پہ مکا مارا۔پھر ا ہیم نے کھڑے کھڑے اپنا کوٹ اتارا اور صفا کے گرد لپیٹ دیا۔وہ بری طرح ٹھٹھر رہی تھی۔

''کوئی ہے؟دروازہ کھولو۔''ا ہیم اور گیٹ میں لات ماری۔تھوڑی ہی دیر میں گیٹ کھلا۔سامنے زلیخا چھتری لئے کھڑی تھیں۔

''ا ہیم بیٹا۔آجاو۔''اس نے چھتری ا ہیم کی جانب بڑھائی۔

''کہاں مر گئے تھے لوگ۔ سے بیل دے رہا ہوں۔؟''وہ ا ہاتھ سے چھتری تھامتے ہوئے بولا۔

''بیٹا بجلی بند ہے۔اس لئے بیل کام نہیں کر رہی۔وہ تو میں نے گیٹ بجنے کی آواز سنی تو بھاگی آئی۔''وہ کہتی جلدی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔جبکہ ا ہیم نے چھتری صفا کے اوپر کی۔

''چلو۔''وہ اسکا چھوٹا سا ہاتھ پکڑے اسکو اندر لے گیا۔لاونج میں وہ دونوں پہنچے تو منال بیگم ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہو ۔

''اوہو۔میرا بیٹا کتنا بھیگ گیا ہے۔جاو جلدی سے کپڑے بدلو۔''انھوں نے کہا لیکن پھر ا ساتھ کھڑی صفا پہ گئی۔''ارے صفا!تم اتنی رش میں کیا کر رہی ہو؟''وہ حیرانی سے صفا کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جو کہ اب جامنی پڑتا جا رہا تھا۔

''وہ۔وہ مم۔۔میں۔۔''

''امی اسکو پلیز لے جا کر خشک کریں۔اسکو سجل کا کوئی ڈریس پہنا دیں۔اور ہیٹر آن کر دیں۔اسکی حالت سہی نہیں لگ رہی مجھے۔''صفا سے پہلے ا ہیم بولا۔

''لیکن یہ یہاں آئی کیسے؟اتنی رش میں۔۔''منال بیگم ابھی شاک میں تھیں۔

''امی۔سجل کے ساتھ کھیلنے چلی آئی۔بچہ آ گھر نہیں ہیں۔تو شاید زاور کے ڈر سے یہاں آ گئی۔ رش شروع ہو گئی۔نہ جانے سے گیٹ پہ کھڑی تھی۔''وہ اپنے کپڑے نچوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

''چلو آ وصفا۔''منال بیگم اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو سجل کے کمرے میں لے گئیں۔صفا بری طرح سے کانپ رہی تھی۔تھوڑی دیر بعد ا ہیم خشک کپڑے پہن کر سجل کے کمرے میں گیا تو صفا اسکے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔وہ دروازے میں کھڑا ہو گیا۔

''سجل۔تمہیں پتہ ہے آج امی صبح ہی آ کے گھر چلی گئی تھیں۔انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ جلدی آجا گی۔ پھر رش شروع ہو گئی۔''

''اچھا تم پریشان مت ہو آ جلدی آجا گی۔۔''سجل نے صفا کے سرد ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔وہ دونوں بہت چھوٹی تھیں۔ ۔ وہ ساتھ بیٹھی باتیں کیا کرتیں تو ا باتیں سن کر بڑے بھی حیران رہ جایا کرتے تھے۔

''لیکن پھر سجل پتہ ہے کیا ہوا؟صفا نے بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھا۔

''کیا ہوا؟''سجل نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے۔

''لائٹ چلی گئی۔سارے گھر میں اندھیرا ہو گیا۔اور۔اور۔۔''وہ کہتے کہتے خوفزدہ سی ہو گئی۔

''اور پھر کیا ہوا صفا؟''سجل نے پوچھتے ہوئے اسکے سرد ہاتھوں پہ اپنے منہ سے بھاپ دی۔ا ہیم نے ٹ سا ان چھوٹی چھوٹی سی سہیلیوں کو دیکھا۔

''میرے کمرے میں سائے سے تھے۔۔''صفا کے چہرے پہ خوف تھا۔وہ بچی تھی اور بچے اندھیرے میں اپنے سائے سے بھی ڈر جایا کرتے ہیں۔

''اوہ۔پھر؟اب کی۔رسجل کے چہرے پہ بھی خوف تھا۔

''میں بھاگ کر لاونج میں آئی تو وہاں زاویر بھائی بیٹھے تھے۔مجھے کہتے یہاں سے دفع ہو جاو۔'' بتاتے ہوئے صفا کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''اٹس اوکے صفا۔!وہ یقیناً کسی اور بات کی وجہ سے غصے میں ہوں گے اور تم پہ غصہ نکال دیا۔'' کہتے سجل نے صفا کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''لیکن۔مجھے ڈر لگ رہا تھا۔میں اپنے کمرے میں نہیں جانا چاہتی تھی۔تو میں تمہارے پاس چلی آئی۔'' اس نے ہچکیوں کے بیچ بتایا۔تو سجل اسکے بالوں پہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیرنے لگی۔

''کوئی بات نہیں۔اب تم یہیں رہو۔جب یہ آ جائے گی تو تم واپس چلی جانا اوکے؟'' سجل نے اسکو الگ کر کے اسکے آنسو پونچھے۔

''اوکے۔'' صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔لیکن اسکو اسی وقت ابیہام کی چھینک آئی۔

''ہیلو لیڈیز۔۔!'' ابیہام ان دونوں کے پاس آیا۔

''ایبو!۔آپ کو ٹھنڈ تو نہیں لگ رہی؟ آپ اتنی دیر شاور میں کھڑے رہے۔'' سجل نے پریشانی سے اپنے بھائی سے پوچھا۔

''نہیں میری بہن۔مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی۔'' اس نے کھڑے کھڑے سجل کے پھولے ہوئے گال کھینچے۔

''آہ۔بھائی۔!'' اس نے اپنا گال سہلایا۔

''لیکن مجھے لگتا ہے کہ تمہاری اس دوست کو ٹھنڈ لگ گئی ہے۔اس لئے زلیخا اماں سے کہہ کر اسکے لئے سوپ بنوا دو پھر میں اسکو دوا دے دوں گا۔'' وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسکے سامنے کھڑا تھا۔جبکہ وہ دونوں بیڈ پہ بیٹھی تھیں۔

''صفا۔کیا تمہیں سردی لگ گئی ہے؟ سجل نے پریشانی سے پوچھا صفا نے نفی میں سر ہلایا۔اور ابیہام چھینک لی۔

''لگ گئی ہے۔'' اب کی بار ابیہام بولا تو سجل بیڈ سے اتری اور زلیخا اماں سے سوپ بنوانے چلی گئی۔ابیہام کچھ دیر صفا کی سرخ سی ناک دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

****

''تم ابھی تک ویسی ہی ہو۔'' ابیہام بڑبڑایا۔اسکو اندازہ ہی نہ ہوا کہ وہ کب سے واشروم میں ایک ہی جگہ کھڑا ان گیلے کپڑوں کو گھورے جا رہا تھا۔پھر اس نے سر جھٹکا اور شاور آن کر دیا۔

****

دوبئی میں اس وسیع مینشن کے وسیع و عریض لان میں وہ کرسی پہ بیٹھا تھا۔دن کا اجالا پھیل چکا تھا۔اپنی ڈیسک چیئر پہ بیٹھا وہ کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔کہ زمان ٹرے میں بلیک کافی لے کر آیا۔اس نے اخبار فولڈ کر کے پاس پڑے اسٹول پہ رکھا اور کافی کا کپ اٹھایا۔زمان مودب سا کھڑا تھا۔

''مغیث کو بلاو۔'' اس شناسا سے آدمی نے حکم دیا جو کہ اس وقت ایک ٹو پیس میں ملبوس تھا۔زمان اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے نکلا۔اس نے دو سپ ہی لئے تھے کہ ایک نوجوان سا لڑکا مودب سا کھڑا تھا۔

''جی سر۔!'' اس نے اپنی موجودگی ظاہر کی۔

''تیمور کے گھر بیس ہزار درہم بھیج دو۔'' اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے حکم دیا۔

''اوکے سر۔۔!'' مقابل نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اسکے گھر میں کتنے افراد ہیں؟'' اب وہ دوبارہ بولا اور کافی کا کپ اسٹول پہ رکھا۔

''سر اسکے ماں باپ اور ایک بہن ہے۔وہ چھوٹی ہے ابھی پڑھ رہی ہے۔'' مغیث نے ایک ہی سانس میں ساری ڈیٹیل بتائی۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔اسکے گھر کا سارا خرچہ ہر ماہ میرے اکاونٹ سے جائے گا۔اور اسکی بہن کی تعلیم کا بھی۔'' کہتے ہوئے وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔

''او کے سر۔!'' مغیث نے اثبات میں سر ہلایا۔تو وہ آدمی گیٹ کی جانب بڑھا۔اسکی گاڑی تیار کھڑی تھی۔گارڈ نے مودب سے انداز میں گاڑی کا دروازہ کھولا اور وہ سوار ہوگیا۔پیچھے مغیث نے ایک گہری سانس خارج کی۔جس کو وہ نہ جانے کب سے روکے ہوئے تھا۔''کمال ہے۔۔یہ سیدی۔!'' وہ بڑبڑایا۔''پہلے ہاتھ کٹوا دیتے ہیں اور پھر اس بندے کے محسن بھی بن جاتے ہیں آپ۔'' وہ حیرت سے اس راستے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے ابھی ابھی وہ شخص گزرا تھا۔''اور اسی طرح شہ حسن آفندی اپنے دشمنوں کو قابو کرتا ہے۔کیونکہ اسکا کوئی دشمن دشمن رہتا ہی نہیں۔'' مغیث کے چہرے پر ایک انوکھی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔''شہ حسن آفندی اپنے دشمنوں پر اتنے احسان کرتا ہے کہ جب وہ اپنے دشمن کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو دشمن کو سمجھ نہیں آتی کہ شہ حسن آفندی کا شکریہ ادا کرے، معافی مانگنی ہے یا پھر مقابلہ کرنا ہے۔'' اب کی بار مغیث کھلے دل سے مسکرایا۔

****

صبح کے دس بج رہے تھے۔منال بیگم لاونج میں آئیں تو زلیخا شیشے کی ٹرے اٹھائے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

''زلیخا۔۔!'' انھوں نے لاونج میں بیٹھے بیٹھے ہی اسکو آواز دی۔

''جی بی بی۔!'' زلیخا وہیں سے پلٹی۔

''یہ شیشہ کس کے لئے لے کر جا رہی ہو؟ابھی تو ابراہیم کا جا چکا ہے باہر۔'' انھوں نے آنکھیں چھوٹی کر کے زلیخا کو گھورا۔

''وہ بی بی یہ۔صفا کے لئے ہے۔'' زلیخا نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔منال بیگم اٹھ کھڑی ہوئیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔وہ زلیخا کے پاس سے گزر گئیں۔

''اس بی بی کو تو میں شیشے کروا تی ہوں۔اسکو یہاں بستر توڑنے کے لئے نہیں لایا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے ابراہیم کے پورشن کی جانب بڑھ رہی تھیں۔صفا کی آنکھ کھلی تو اس نے کمرے کو خالی پایا۔اسکے جسم میں ابھی تک درد تھا۔بخار کم تھا ابھی تک۔اسکے جسم میں بخار کی حدت قائم تھی اس نے اپنے آپ کو گھسیٹا اور بمشکل بیڈ کراون سے ٹیک لگائی۔لیکن اگلے ہی لمحے دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھلا۔اس سے پہلے کی وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر سامنے سے آتے انکو دیکھتی۔اسکے بال منال بیگم کی مٹھی میں تھے۔

''آہ۔'' صفا کراہ کر رہ گئی۔

''تجھے کیا لگتا ہے تجھے یہاں آرام کرنے اور روٹیاں توڑنے کے لئے بھیجا ہے۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اسکو بالوں سے دبوچ کر گھسیٹ رہی تھیں۔

''آہ پلیز۔۔!'' صفا نے اپنا بال چھڑوانے کی کوشش کی۔وہ اسکو گھسیٹتے ہوئے نیچے لاونج میں لے آئی۔

صفا کے پاؤں ننگے تھے۔ٹھنڈے فرش نے اسکو کپکپانے پر مجبور کر دیا۔انھوں نے اسکو لاونج میں لا کر پٹکا۔وہ وہیں ڈھے گئی۔زلیخا چپ چاپ سی کھڑی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔وہ بچی جو گھر میں کھیلتی ہوئی پلی بڑھی تھی آج اسکے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر اس گھر کے در و دیوار کانپ گئے تھے۔وہ بے بس تھے۔منال بیگم نے حقارت سے اسکو دیکھا اور صوفے پر بیٹھیں۔جبکہ صفا فرش پر بیٹھی خود میں ہی سمٹ رہی تھی۔بخار نے اسکو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔اسکے بدن میں طاقت نامی کوئی چیز باقی نہ بچی تھی۔

''زلیخا۔'' تھوڑی دیر بعد لاونج میں منال بیگم کی آواز گونجی تو زلیخا مودب سی اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''جاو۔صفائی کرنے والی بالٹی اور پوچھا لے کر آو۔آج سارے گورسی ہاوس کی صفائی یہ لڑکی کرے گی۔'' انھوں نے بیٹھے بیٹھے حکم دیا۔تو زلیخا نے ایک کانپتی ہوئی صفا کو دیکھا۔''جاو کس چیز کو انتظار کر رہی ہو؟'' منال بیگم دوبارہ دھاڑیں تو وہ جلدی سے وہاں سے چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد زلیخا واپس آئی تو اسکے ایک ہاتھ میں جھاڑو تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں پوچھا اور پانی کی بالٹی اس نے ساری چیزیں لا کر صفا کے سامنے رکھیں۔''چلو لڑکی۔ہو جاو شروع۔ایک گھنٹے میں سارا گورسی ہاوس شیشے کی طرح چمک جانا چاہیے۔'' منال نے اسکو حکم دیا تو صفا نے اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھایا۔

پھر اس نے اپنا نڈھال سا وجود اٹھایا اور جھاڑو ہاتھ میں پکڑا۔اسکی آنکھوں کے سامنے اسکا ماضی لہرایا کہ کس طرح بچپن بیگم اسکو کھیل کھیل میں بھی کوئی کام نہیں کرنے دیتی تھیں۔ایک دن وہ زمہ کے ساتھ صفائی کروا رہی تھی تو بچپن بیگم نے زمہ کو بہت ڈانٹا تھا کہ ایک بیٹی بہت نازک ہے۔وہ محلوں میں پلی بڑھی ہے۔یہ کام اسکے

کرنے کے نہیں ہیں۔صفا کو اپنی ماں کی ا ا ت ی د آئی۔ اس وقت نہ تو سامنے اسکی ماں تھی اور نہ ہی وہ اپنے محل میں تھی۔وہ اس وقت ا ایسی جہنم میں تھی جہاں اسکو جلنے کے لئے جھلنے کے لئے بھیج د ی ا تھا۔جہاں اب وہ بس اللہ کے رحم وکرم پ تھی۔جہاں اسکا کوئی پ سان حال نہ تھا اس نے ا ہچکی لی۔اور جھاڑو اٹھائے صفائی کرنے لگی۔وہ جھاڑو لگاتی جا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اسکے آ ٹ پ ٹ تے جا رہے تھے۔وہ آ گورسی ہاوس کے ا ا کونے میں اس معصوم پ ہونے والے ظلم وستم کی داستان رقم کرتے چلے گئے۔

آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔اسکے جسم میں مز سقت ب ق نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے پوچھا اٹھا اور ٹھنڈے فرش پ ننگے پ وں بیٹھی ٹھنڈے پ انی سے بھگو بھگو کر پوچھا لگانے لگی۔۔آ ساتھ ساتھ رواں تھے۔۔آدھا گھنٹہ مز ا ر ی۔ ابھی ت اس نے صرف لاونج کی صفائی بھی مکمل نہیں کی تھی۔

''لڑکی۔۔لگتا ہے تمہاری رفتار بہت کم ہے۔''منال بیگم نے اسکی جا ب حقارت سے دیکھا۔''کیسے تیز ہو گی۔ساری ز ن گی کسی کام کو ہاتھ لگا یا ہو ت ں۔''انھوں نے ا ہنکارہ بھرا۔پھر ا آنکھوں میں نمی در آئی۔''میری سجل بھی اسی طرح پلی ب ڑی تھی۔کبھی ا کھر وچ بھی آنے نہیں دی تھی میں نے اسکو۔ا کبھی کبھی کر اسکو ذرا سی کھر وچ آ بھی جاتی تو پورے گورسی ہاوس میں ہلچل مچ جاتی تھی۔وہ رو رو کر سارے گھر والوں کو اکٹھا کر لیا کرتی۔۔''بتاتے بتاتے منال بیگم کی آنکھوں سے آ رواں ہو گئے۔جبکہ صفا کی آنکھیں پہلے ہی رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔''جانے کتنا روئی ہو گی میری بیٹی۔کتنا ٹ پی ہو گی۔ تیرے بھائی نے اس پ رحم نہیں کھایا۔''اب کی ب ر منال بیگم نے صفا کی جا ب دیکھا تو صفا ا آنکھوں کی و ش ت دیکھ کر گھبرا گئی۔جبکہ منال بیگم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو ا آنکھوں میں عجیب قہر تھا۔انھوں نے صفا کو ز ور سے دبوچا اور اسلو لئے لان میں آ گئیں۔۔اسکو لا کر دکھا د یا تو وہ دور جا ی۔صفا کی کہنیاں چھل گئیں۔ وہ زمین پ بیٹھی روتی سسکتی رہی۔''زلیخا وہ پ انی کی ب الٹی لے کر آو۔''انھوں نے حکم د یا تو صفا نے چو کر دیکھا۔

ذلیخا گندے پ انی کی ب الٹی لے آئی۔انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ب الٹی پکڑی اور صفا کے سر پ ا ٹ دی۔وہ گندہ پ انی صفا کو آلودہ کر ا۔ صفا کو اسکی گندگی نے نہیں بلکہ اسکی ٹھنڈک نے تکلیف دی تھی۔وہ ب ی طرح کانپ رہی تھی۔جبکہ منال بیگم اب وہاں کھڑیں اسکو حقارت سے دیکھ رہی تھیں۔

اسی دوران گیٹ کھلا۔اور ب اہیم کی گاڑی ا ر داخل ہوئی۔پورچ میں گاڑی پ رک کر کے وہ اس طرف آ یا تو اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔سامنے زمین پ صفا بھیگی بیٹھی تھی۔وہ اپنے دونوں ب ازو اپنے گ رد پیٹ بیٹھی۔ ب ی طرح کانپ رہی تھی۔

''ماما۔۔!؟؟!۔اہیم نے وہیں سے پکارا اور بھا گتا ہوا اس جا ب آ یا۔''یہ۔یہ ب کیا ہے ماما؟''اس نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''ا۔اہیم تم خاموش رہو۔۔یہ میرا مسئلہ ہے۔''وہ ابھی بول ہی رہیں تھی کہ ا۔اہیم نے اپنا کوٹ ا تار کر صفا کے گ رد لپیٹا اور اسکو ب انہوں میں اٹھائے ا ر کی جا ب ڑھ گ یا۔''ا۔اہیم۔۔!''پیچھے منال بیگم اسکو پکارتی رہ گئیں۔۔ ب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گ یا تو انھوں نے پ وں پٹکے اور ا ر کی جا ب ڑھ گئیں۔

وہ اسکو اٹھائے سیڑھیاں پ ڑھتا ہوا آ یا۔اسکی سانس پھول رہی تھی۔جبکہ اب صفا کے ہونٹ جامنی ہو شروع ہو گئے تھے۔

''ریلیکس۔!''وہ ب ڑ ا ت ہوا اسکو لئے اپنے کمرے میں آ یا اور سیدھا واشروم میں گ یا۔اور اسکو ب تھ ب میں بٹھایا۔صفا ب ی طرح پ پ رہی تھی اسکے ہونٹ جامنی تھے۔اسکا رنگ زرد پ ت جا رہا تھا۔ا۔اہیم نے گیزر آن ک یا۔اور شاور ہاتھ میں پکڑے اس پ م پانی ڈ انے لگا۔صفا کی حا ت بہت خ اب تھی۔وہ م پانی اس پ بہا ت رہا۔ ب اس پ لگی گندگی صاف ہو گئی تو ا۔اہیم نے شاور پھینکا اور کمرے میں واپس آ یا۔وہ جلدی سے ب ہر نکلا اور زلیخا اماں کو آوازیں دینے لگا۔

''جی ی ٹ۔''وہ ہڑ ب ڑی میں اسکے پ اس پہنچیں۔

''پلیز ا ر آ ۔''وہ اسکو لئے کمرے میں آ یا اور ا ڈریس نکال کر زلیخا کو پکڑا یا۔

''وہ ا ر ہے۔پلیز۔اسکو جلدی سے چینج کروا دیں۔''ا۔اہیم کے چہرے سے پ یشانی عیاں تھی۔زلیخا ت سی ا۔اہیم کے چہرے کو دیکھے گئی۔''پلیز۔!جلدی کریں۔!''وہ ی تو وہ جلدی سے کپڑے لئے واشروم کی جا ب ڑھ گئی۔وہ دونوں واشروم میں تھیں جبکہ ا۔اہیم ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔''پلیز۔!زلیخا اماں جلدی کریں۔''وہ اب تیسری ب ر یا تھا۔

''ہو گ ا۔''زلیخا نے ا ر سے ہی جواب د یا تو وہ جلدی سے واش روم میں پہنچا۔اس نے دیکھا کہ صفا ب ہال سی زلیخا کے سہارے کھڑی ہے۔ا۔اہیم نے اسکو سہارا

دیا اور لا کر بیڈ پہ بٹھایا۔

''پلیز اماں۔! اس کے لئے سوپ لے کر آ ۔'' وہ اسکو بیڈ پہ بٹھا ۔ زلیخا کو حکم دے رہا تھا۔ زلیخا جلدی سے کمرے سے نکلیں۔ جبکہ ا. اہیم نے ا یہ تولیہ اٹھا اور صفا کے .ل خشک کئے۔ وہ ٹ ھال سی بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اسکے .ل تولیے سے خشک کرنے کے بعد اس نے ڈرائیر اٹھایا۔ وہ اسکے .لوں کو ڈرائیر سے سکھا رہا تھا کہ منال بیگم تن فن کرتیں کمرے میں داخل ہو ۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ ٹ ھ کر رہ گئیں۔

''ا. اہیم۔۔!'' وہ وہیں سے دھاڑیں۔

''پلیز۔ ماما۔ ہم بعد میں .ت کرتے ہیں۔'' اس نے مڑے بنا اپنی ماں کو جواب دیتا مزید آگ لگ گئی۔

''ا. اہیم یہ تم صحیح نہیں کر رہے۔'' وہ اور اسکا کوئی ردعمل نہ آنے پہ وہاں سے چلی گئیں۔

وہ اسکے .لوں کی ا یا ٹ پکڑ کر سکھا رہا تھا۔ صفا نے ادھ کھلی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھا۔ کیا وہ. اتھا؟ کیا وہ اچھا تھا؟ وہ کیسا تھا؟ اَ وہ اسکو یہاں اپنے انتقام کی خاطر لے کر آیا ہے تو اسکو تکلیف میں کیوں نہیں رہنے دیتا۔ اسکو مرنے کیوں نہیں دیتا؟ وہ کیوں اسکو موت کی نہج پہ پہنچا کر واپس کھینچ لاتا ہے؟ کتنے ہی سوال تھے صفا کے دماغ میں جن کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس نے ڈرائیر ٹیبل پہ رکھا اور ڈریسنگ کی جا . ٹ ھا۔ جبکہ صفا یوں ہی ٹکٹکی . ھ کر اسکی ا یا حر ت دیکھتی رہی۔ وہ دراز کھول کر ادھر ادھر کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ ا یا ر. ٹ بینڈ تلاش کر رہا تھا۔ پھر اسکے دراز میں حر ت کرتے ہاتھ رکے۔ اس نے زور سے دراز بند کی۔ اور .لوں میں ا ں دھنسا ۔

''ڈیم۔ اٹ''۔ صفا چو ۔''ا یا ر. بینڈ بھی نہیں ہے تمہاری دراز میں یر۔'' اس نے خود کو کوسا۔

صفا کے . ہلے۔ ''وہ۔ وہ۔ میں چوٹی بنا لوں گی۔ آپ رہنے دیں۔'' کہتے وہ خود ہی اپنے .ل سمیٹنے لگی۔ ا. اہیم نے پلٹ کر اسکو ا دیکھا۔ وہ وہیں کھڑا تھا کہ زلیخا اماں سوپ لے آئی۔ وہ آ کر ا. اہیم کے پ س رکی۔

''اسکو پلا دیں۔ اور وہ دوا پڑی ہے ٹیبل پہ وہ بھی کھلا دیجیے گا۔'' وہ چہرے پ گواری سجائے ا آرڈر دیتا وہاں سے نکل ۔۔ اب ا . ر پھر سے اسکو منال بیگم کا سامنا کر تھا۔ زلیخا صفا کے پ س آ کر بیٹھی اور اسکو اپنے ہاتھ سے سوپ پلانے لگی۔ صفا نے حیرت سے دیکھا۔ تو زلخا کی آنکھوں میں آ تھے۔

''کیا ہوا اماں؟'' صفا نے پوچھا تو انھوں نے چو کر دیکھا۔

''کچھ نہیں۔'' انھوں نے آ صاف کئے اور ا اور چمچ صفا کی جا . ٹ ھا یا وہ سوپ پیتی رہی۔ پھر کچھ لمحوں بعد وہ بولیں۔

''اتنی چھوٹی سی ہوا کرتی تھی تم۔۔'' وہ کہتے ا . ر ماضی میں کھو گئیں۔ ''. . بھی تمہیں سردی لگتی تھی میں ہی سوپ بنا کر پلا کرتی تھی۔ بلکہ تمہیں . ا چھینک بھی آتی تو یجہ بیگم تمہیں میرے پ س بھیج دیا کرتیں۔ اور کہا کرتیں کہ آپکا مریض آ ہے۔ اسکو اپنا جادوئی سوپ پلا تا کہ یہ جلدی سے صحتیاب ہو جائے۔'' وہ زخمی سا مسکرا ۔ صفا ٹ سی ا دیکھے گئی۔

''آ۔۔ آپ کو دہے؟'' صفا کے پوچھنے پ انھوں نے حیرت سے صفا کی جا . دیکھا۔

''مجھے . کچھ دہے صفا۔ تم اور سجل میرے ہاتھوں میں پلی .ٹ ھی ہو۔'' جبکہ سجل کا م سن کر ان دونوں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ''اچھا تم یہ سوپ ختم کرو اور پھر جلدی سے دوا کھا لو۔۔'' زلیخا نے شفقت سے چور لہجے میں کہا تو صفا کو ان پ ٹوٹ کر پیار آیا کہ چلو کوئی تو ہے جس کو صفا دہے۔ ورنہ یہاں . کو بس یہ دتھا کہ وہ زاویر کی بہن ہے۔ اسکے علاوہ . لوگ اسکی شنا ت بھول چکے تھے۔۔

ا. اہیم جھجکتے ہوئے منال بیگم کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بیڈ پہ دراز تھیں۔

''ماما۔۔!'' ا. اہیم آ کر ا پ س بیٹھا اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ جبکہ منال بیگم نے اپنا رخ پھیر لیا۔ ''ماما پلیز۔!'' اس نے التجا کی۔

''ا. اہیم۔۔! کیا تم بھول گئے ہو کہ وہ لڑکی کہاں سے آئی ہے؟ اسکے بھائی نے ہمارے خا ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟ کیا تم اپنی بہن کی کٹی ہوئی شہ رگ بھول چکے ہو؟'' سرخ آنکھیں لئے غرا کہ ا. اہیم کو لگا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں غرق ہو جائے۔

''میں کچھ بھی نہیں بھولا ماما۔'' اس نے اپنی ماں کا ہاتھ دو رہ تھا ماوہ بولا تو اسکے . پ رہے تھے۔ کرب سے غصے سے۔

''تو پھر؟ کیوں کر رہے ہو اسکی بہن پہ اتنی مہر ں؟'' وہ اب کی ر ۔

''ماما۔۔پلیز۔مم۔میں چاہ کر بھی اس سختی نہیں کر پ رہا۔'' ا. اہیم اب کی ر بے بس سا دکھائی دیتا تھا۔منال بیگم نے پہلی ر ا. اہیم کی آنکھوں میں بے بسی دیکھی تھی۔

''یہ۔کیا کہہ رہے ہو تم؟ انھوں نے اپنا ہاتھ چھڑوا ۔

''ماما۔وہ بہت چھوٹی ہے۔میری سجل کی طرح۔وہ۔ پ تی ہے تو میرے ہاتھ رک جاتے ہیں۔ا. اہیم اپنی جگہ منجمند ہو جا ہے۔وہ۔وہ بہت معصوم ہے ماما۔!''

ا. اہیم کا چہرہ ضبط کے مارے لال ہو رہا تھا۔منال بیگم نے اپنے ٹ کا اتنا کمزور پہلو پہلی ر دیکھا تھا۔ وہ کچھ بول نہ سکیں۔''لیکن۔۔!'' کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اب کی ر اسکی آنکھوں میں جلال تھا۔منال بیگم نے نگاہ اٹھا کر اسکو دیکھا۔''میں زاو ر کی جان لوں گا۔اور خیام قریشی کو ا لمحہ سکون کا نصیب نہیں ہونے دوں گا۔اس کے لئے پھر چاہے مجھے اس لڑکی کو ہی استعمال کیوں کہ کر پ ے۔'' کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل ۔

زلیخا نے صفا کو دوا کھلا دی اور وہ اسکو لٹا کر اب اس پ لحاف در ۔ کر رہی تھی کہ دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھلا۔

ا. اہیم تن فن کرتا ا ر داخل ہوا۔زلیخا ٹھٹک کر اسکو دیکھنے لگی۔وہ ا جا . دیکھے بنا ڈریسنگ میں گھس ۔چینج کیا اور وہاں سے نکل ۔صفا اسکی پشت کو دیکھے گئی۔

وہ آ ھی کی طرح آ ا اور طوفان کی طرح ۔زلیخا بھی جا چکی تھی۔اب کمرے میں ا . ر پھر سے سناٹا تھا۔ا . ر سے وہی د ۔ و ش ۔ جہاں صفا کو اپنا دم ٹ ہوا محسوس ہوتا تھا۔وہ بے بسی سے آنکھیں مو گئی۔اسکے . ن میں طاقت نہ تھی کہ وہ مز کچھ سوچ سکے۔اس لئے نیند اس پ مہر . ن ہوئی اور اسکو اپنی آغوش میں لے کر ا نئے جہان میں لے گئی۔جہاں سکون تھا۔جہاں خواب تھے۔جہاں حقیقت ' می ' گ نہیں تھا جو اسکو ڈستا۔وہاں لاشعوری تھی اور لاشعوری میں سکون ہوتا ہے۔

****

حوریہ اس وقت اپنے گارڈن میں تھی۔دھوپ نکل آئی تھی۔اس لئے وہ دینا کے ساتھ وہیں چہل قدمی کر رہی تھی۔۔مالی ادھر ادھر گارڈن کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اور گیٹ پہ گارڈ موجود تھے۔کہ ا سیاہ مرسیڈیز وہاں آ کر رکی۔حوریہ نے وہیں سے گیٹ کی جا . دیکھا۔کچھ د بعد ا بلیو جینز اور وا ٹ ڈریس شرٹ پہنے۔آنکھوں پہ چشمہ لگائے ا لڑکا ا ر داخل ہوا۔وہ لگ بھگ تیس سال کا تھا۔حوریہ نے اسکو دیکھا تو اسکے . مسکراہٹ میں ڈھلے۔وہ دینا کو گود میں اٹھائے اسی کی جا . ٹھ گئی۔

''اسلام علیکم ا اختی۔۔!!'' وہ ا ہاتھ اپنے ۔ پہ رکھے جھکا کھڑا تھا۔

''وعلیکم السلام ا اخی۔!!'' حوریہ نے مسکرا کر جواب د ۔

''آہ۔۔یہ تو ہو فارمل طر ۔آ ٹ ی۔'' کہتے اس نے . نہیں پھیلا دیں۔حوریہ کا قہقہ بلند ہوا اور اس نے دینا کو اسکی جا . ٹھا د ۔حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میری بیٹی۔اب یہی تم سے گلے مل سکتی ہے۔۔'' حسن نے حیران سا ہو کر دینا کو اٹھا لیا۔

''خا۔۔خا۔خال۔۔'' دینا نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اسکو پکارا۔تو حسن کا قہقہ بلند ہوا۔اس نے جھک کر دینا کے گال پہ پیار کیا۔

''یو کین سمپلی کال می انکل۔۔!'' وہ اسکا گال کھینچ کر بولا۔''پچھلی . ر آ تھا تو تم نے دو جڑواں بچے میری گود میں ڈال دیئے تھے۔اس . ر یہ؟ سپیڈ کچھ ز دہ ہی تیز نہیں تم لوگوں کی؟ خیر ہے اگلی فٹ . ل ٹیم گھر سے ہی لانچ کرنے کا ارادہ تو نہیں؟'' حسن نے ہنستے ہوئے حوریہ سے کہا تو حوریہ نے ا ٹھو کہ اسکو رسید کیا۔

''آوچ۔'' ایسے استقبال کرتے ہیں؟'' وہ . مزہ ہوا۔

''جو سالوں بعد اپنے بھولے بچھڑے بہن بھائیوں کو دکرے اسکی راہ میں پھول نہیں نچھاور کئے جاتے۔'' حوریہ نے منہ پھلا کر ۔ پہ ہاتھ . ھے۔

''او کے سوری۔!اس نے ا ہاتھ سے اپنا کان پکڑا۔''

''خیر اسکی سزا تمہیں بعد میں دوں گی پہلے چلو ' ر شتہ لگواتی ہوں۔'' وہ آگے آگے چل دی تو حسن بھی دینا کو اٹھائے پیچھے ہو لیا۔

''شکر ہے اس بھوکے مسافر پہ بھی کسی کو ت س آ ۔ورنہ لوگ استقبال گلدستوں سے کرتے ہیں اور یہ میڈم ا بچہ میرے ہاتھ میں پکڑا دیتی ہے۔'' وہ او آواز میں

''شکر کرو جو اس طرح استقبال ہو جاتا ہے۔ ورنہ جو تمہاری حرکتیں ہیں ن۔ بندہ تمہیں دیکھتے ہی گولی سے اڑا دے۔'' حوریہ ہنستے ہوئے آ کر لاونج میں بیٹھی۔

''ویسے گولی سے یاد آیا تمہارا وہ کھڑس شوہر کہاں ہے؟'' اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔

''گولی سے کیوں یاد آیا؟ اور ہاں کھڑوس نہیں ہیں۔ میرے سویٹ سے ہز بنڈ ہیں۔'' حوریہ کو اپنے شوہر کی شان میں گستاخی پسند نہ آئی تھی۔

''گولی سے اس لئے کہ اسکی آنکھیں ہی ایسی ہیں کہ بندے کو آنکھوں سے ہی اڑا کر رکھ دے۔ عجیب شعلے سے جلتے رہتے ہیں۔'' بتاتے ہوئے حسن نے ایک جھرجھری سی لی۔ ''یہ رکیا تمہیں وہی تھا شادی کے لیئے؟ میں مر گیا تھا کیا؟'' اس نے مصنوعی سنجیدگی لئے کہا۔ ''تمہاری انہیں حرکتوں کی وجہ سے وہ پٹتے ہیں۔ یو پلے بوائے۔'' کہتے ہوئے حوریہ نے ایکشن اٹھا کر اسکو رسید کیا۔ ''آوچ۔۔ دیکھو دینا تمہاری ماں مجھ پر تشدد کر رہی ہے۔'' اس نے دینا سے شکایت کی۔

''ایکسکیوزمنٹ۔! تمہیں دینا کا نام کیسے معلوم؟'' وہ چونکا۔ کیونکہ گذشتہ تین سالوں میں انکا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔

''ابھی تم نے ہی تو بتایا۔'' حسن نے مسکرا کر جواب دیا۔

''نہیں تو۔ میں نے نہیں بتایا۔'' حوریہ نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''اوکم آن۔ تم بوڑھی ہو گئی ہے۔ او مائی گاڈ تمہیں بھولنے کی بیماری ہو گئی ہے کیا؟ کیا اب تم مجھے بھی بھول جاو گی؟ اوہ نو۔ تم الزائمر کا شکار ہو جاو گی۔ نہیں۔۔!'' اس نے مصنوعی فکرمندی سے کہا۔

''حسن۔!'' حوریہ نے ایکشن اسکو دے مارا۔ ''تم سدھر جاو ورنہ آج ہی میں تمہارا سر کھول دوں گی۔''

''تم بے شک میرا سر کھول کر میرا بھیجا بھی کھا لو۔ تب بھی تم حسن کرداوی نہیں بن سکتی۔'' وہ زہر خند آیا تھا۔

''آہ۔'' حوریہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی زمہ آ گئی۔

''میڈم۔ گذشتہ تیار ہے۔'' وہ ہاتھ باندھے مودب سی کھڑی تھی۔ وہ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ جسکے سیاہ بال ایک جوڑے میں بندھے ہوئے تھے۔ وائٹ ڈریس شرٹ اور لانگ سکرٹ جو پیروں تک آتی تھی۔ حسن ایک پل کے لئے اسکو دیکھتا رہ گیا۔ حوریہ نے حسن کی نگاہیں اس لڑکی پر دیکھیں تو اس حسن کو ایک گھوری سے نوازا۔

''تم جاو ہم آ رہے ہیں۔'' اس نے زمہ سے کہا تو وہ فورا وہاں سے چلی گئی۔ ''حسن وہ زمہ ہے'' حوریہ دانت بھینچے غرائی۔

''تو کیا ہوا۔ اسلام میں چار شادیاں جائز ہیں۔ کیا تم لوگوں کو مقام و مرتبے کی بنیاد پر جج کرو گی میری پیاری بہن؟'' حسن نے بلا کی معصومیت سجائے حوریہ کو مزید طیش دلایا۔ اس نے ایکشن اٹھایا تو وہ فورا اٹھ کھڑا ہوا۔ ''مجھے لگتا ہے میں مار کھا کھا کر تھک چکا ہوں۔ اب مجھے تھوڑی طاقت کی ضرورت ہے۔ اس لئے گذشتہ کر لیا جائے۔ کیوں دینا۔'' کہتے اس نے دینا کا پھولا ہوا گال کھینچا۔

''ادھر دو میری بیٹی۔'' حوریہ نے دینا کو اپنی گود میں اٹھایا۔ اور اسکا گال سہلایا۔ ''کیا تم دونوں میرے بچی کے گال کھینچتے رہتے ہو؟ وہ بھی ان ہے اسکو درد ہوتا ہے۔'' حوریہ نے دینا کے گال پر بوسہ دیا۔

''اوکے۔۔ نہیں کرتے تمہاری شہزادی پر کوئی ظلم۔!'' اس نے ہاتھ کھڑے کئے۔

''آ جاو گذشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' کہتے ہوئے حوریہ آگے آگے چل دی۔ جبکہ حسن نے مسکرا کر سر جھٹکا اور اسکے پیچھے ہو لیا۔ وہ دونوں گذشتہ کر رہے تھے۔ حسن نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ ابراہیم کہاں ہے۔''

''وہ پاکستان گئے ہیں۔'' حوریہ دینا کو گذشتہ کروا رہی تھی۔

''خیر سے؟'' اس نے جوس کا گھونٹ بھرا۔ جبکہ حوریہ کا چہرہ تن گیا۔

''ہمم۔ گئے تو خیر سے ہی تھے۔'' وہ کہتے کہتے رکی۔

'' ؟ کیا ہوا؟''حسن نے جوس کا گلاس واپس ٹیبل پر رکھا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم دھنسا ۔

''ا بہن کا انتقال ہو گیا۔''حوریہ نے سر جھکائے کہا۔ایک آنسو بھی لڑھک کر گال پر بہہ گیا۔

''اوہو۔اللہ مغفرت میں جگہ دے۔''حسن سنجیدہ ہوا۔

''ہمم۔لیکن یہ کوئی طبعی موت نہیں تھی۔''حوریہ نے سر اٹھا کر کہا تو حسن نے استفسار سے کہا''یہ ایکسیڈنٹ کیس ہے۔''کہتے حوریہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

''واٹ۔!''حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''ہمم۔''حوریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''لیکن کس نے کیا یہ ؟''حسن نے شاک کی حالت میں پوچھا۔

''ان لوگوں کا ہمسائیہ تھا۔بچپن سے ساتھ کھیل کر ہی جوان ہوئے تھے وہ .....لیکن اس شخص نے اپنے ہی گھر میں لگائی۔''کہتے حوریہ کا جبڑا تن گیا۔

''ایسے کیڑوں کو تو پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے۔''حسن نے ضبط کی شدت سے ٹیبل پر ہاتھ دے مارا۔

''لیکن حسن۔!ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ان کا ف قائم نہیں ہو گا۔''حوریہ نے دنیا کے منہ میں لقمہ ڈالا۔

''ان کا م بہت بوسیدہ ہو چکا ہے۔اب قاضی کی عدالت پر بھروسہ نہیں رہا۔اب کو اپنا جج خود بننا ہو گا۔''حسن ہوا میں گھورتے ہوئے کہہ گیا کہ حوریہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔حسن کے تاثرات ان ریلیبل تھے۔وہ سجل کو لے کر اتنا شدید ردعمل دے رہا تھا اسکے اندر کوئی اور بھی الاؤ جل رہا تھا۔

''ریلیکس۔حسن۔!ان شاء اللہ اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔اور مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ میں اس زاویر کو ڈی سے ڈی سزا ملے گی۔''حوریہ نے کرب سے کہا۔

''ہمم۔ملنی بھی چاہئے۔۔''کہتے اس نے نگاہیں پھیر لیں۔

****

وہ صبح سے گھر سے نکلا تھا اور اب شام ہو رہی تھی۔صفا دوا کھا کر سوئی تو اسکی آنکھ عصر کی آزان کے ساتھ کھلی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا کمرہ تاریک تھا۔سارے پردے گرے ہوئے تھے۔وہ کچھ دیر بیٹھی رہی۔پھر وہ کسی احساس کے تحت اٹھی اور سلائڈنگ ڈور کھولا۔وہ کمرے کا عقبی حصہ تھا۔وہاں بھی ایک لکونی تھی جو لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔ وہ وہاں کچھ دیر کھڑی رہی۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔سردی کی وجہ سے دن چھوٹے تھے اور سورج دوپہر کو نمودار ہوا کرتا تھا۔ دھند پڑتے ہی ویسے ہی سہ پہر ہو جایا کرتی اور سورج کے غروب ہونے کا وقت شروع ہو جایا کرتا۔لیکن ابھی جاتے ہوئے سورج کی کرن لکونی میں رہی تھیں۔اسکو اپنے چہرے پر ان کرنوں کی ماہٹ محسوس ہوئی تو صفا نے آنکھیں موند لیں۔ایک سکون سا اسکی روح میں اتر گیا۔کچھ لمحوں بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور لان کو دیکھنے لگی۔بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک کیاری بنی ہوئی تھی جس میں گیندے کے پیلے پھول کھلے ہوئے تھے۔ بیرونی دیوار پر خاردار تاریں لگی ہوئی تھیں۔اسکے علاوہ بس زرد پڑتی گھاس تھی۔۔اس گھاس پر دو ننھی سی شہزادیاں بیٹھی تھیں۔وہ دونوں سفید فراک کے ایک جیسے پیوں والے فراک پہنے ہوئے تھیں۔اور ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ہار تھا جس میں پیلے گیندے کے پھول پروئے ہوئے تھے۔اور وہ سوئی دھاگہ لے کر بیٹھی تھیں۔اور مسلسل اپنے اپنے ہار کی لمبائی بڑھا رہی تھیں کہ ایک نوجوان لڑکا وہاں آیا۔ان دونوں کی اس لڑکے کی جانب پشت تھی۔وہ دونوں اپنی اپنی تو میں مصروف تھیں جبکہ وہ لڑکا جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے چپکے سے کچھ سدا بہار کے پھول چنے اور اعلم ہوئے بغیر ہی دو پیارے پیارے سے کراون بنائے۔وہ لوگ اپنی اپنی تو میں مگن تھیں کہ اس نے ان دونوں کے سروں میں وہ کراون سجا دیئے۔

''ارے بھائی آپ کب آئے؟''سجل نے مڑ کر اہیم کو دیکھا۔

''اسی وقت۔تم دونوں اپنی اپنی تو میں مگن تھیں۔''وہ اب جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

سجل نے صفا کے سر پر کراون دیکھا۔''ارے صفا دیکھو یہ کراون کتنا پیارا ہے۔''اس نے صفا کو اشارہ کیا۔

صفا کے گال سرخ ہوئے۔ ''تمہارا بھی بہت پیارا ہے۔'' اس نے اپنے ہاتھ میں موجود اس ہار کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''آ۔ ہاں۔!'' سجل نے اپنے سر پہ سے کراون اتار کر دیکھا۔ ''لیکن تمہارا کراون زیادہ پیارا ہے۔'' سجل نے آنکھیں چھوٹی کر کے صفا کے بالوں میں لگا کراون دیکھا۔

''اچھا؟ تو تم یہ والا لے لو۔'' صفا نے مسکرا کر اپنے سر سے کراون اتارا اور سجل کو دیا۔

''نہیں نہیں یہ تمہارا ہے۔'' سجل نے مسکرا کر کراون دوبارہ صفا کے سر پہ ٹکا دیا۔ ابیہم ابا واٹھائے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''کم آن لیڈیز۔! آپ دونوں مجھے بھول گئی ہیں۔ یہاں آپ کے سامنے ایک خوبرو جوان بھی کھڑا ہے۔ اور آپ دونوں ایک عدد ہینڈسم لڑکے کو اس طرح اگنور نہیں کر سکتیں۔'' وہ دونوں ہاتھ پیچھے مصنوئی خفگی لئے بولا تو سجل اور صفا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی اپنی ہنسی دبائی۔

''او کے بھائی وی آر سوری۔۔!'' سجل نے شرارتی سی مسکان لئے کہا۔

''آجاو اب راب تم دونوں۔ ٹھنڈ بڑھ رہی ہے۔'' ابیہم نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

''بھائی پلیز تھوڑی دیر اور۔ بس ہمارے ورمالا مکمل ہونے ہی والے ہیں۔'' سجل نے مصروف سے انداز میں اپنے ہار میں ایک اور پھول پرویا۔

''کیا؟ ورمالا؟؟'' ابیہم کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''جی ہاں۔ میرے گڈے کی شادی صفا کی گڑیا سے ہو رہی ہے۔''

''لیکن یہ کیسی شادی ہے جس میں تم لوگ یہ ورمالا بنا رہی ہو؟'' وہ اب دلچسپی سے ان دونوں کے ہاتھوں میں موجود ہار دیکھ رہا تھا۔

''وہ سٹار پلس کے ڈرامے میں ایسے ہی شادی ہوتی ہے بھائی۔'' سجل نے کندھے اچک سے مکھی اڑائی۔

''افف۔ میں آج ہی یہ کیبل کٹوا تا ہوں۔ تم لوگوں کے دماغ خراب ہو رہے ہیں۔'' ابیہم کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔

''کم آن بھائی۔ شادیاں ایسے ہی ہوتی ہیں۔ اور آپ پلیز جائیں۔ ہمیں اور بھی بہت ساری تیاریاں کرنی ہیں۔ ابھی تو شادی کا منڈپ بھی تیار نہیں ہوا۔'' سجل نے آنکھیں گھماتے ہوئے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔

''افف۔۔'' ابیہم پیر پٹختا وہاں سے چلا گیا۔ ابیہم کو غصے میں دیکھ کر صفا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ سجل نے اسکو دیکھا تو فوراً اسکا ہاتھ پکڑا۔

''ڈونٹ وری۔ وہ کیبل نہیں کٹوا گے۔ میں جانتی ہوں ایسی دھمکیاں۔'' سجل نے صفا کو تسلی دی۔

''م۔ وہ غصہ تھے۔۔'' صفا نے معصومیت سے کہا تو سجل منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسنے لگی۔

''انکا غصہ میں جانتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔'' وہ سر جھٹک کر دوبارہ ہار پرونے لگی۔ اب سجل کے قہقہے لان میں گونج رہے تھے۔ دھیرے دھیرے وہ قہقہے مدہم ہوتے چلے گئے اور اس پیلی گھاس سے ڈھکے اس لان میں کہیں تحلیل ہو گئے۔ منظر خالی ہو گیا۔ سامنے بس اب زرد گھاس اور زرد گیندے کے پھول تھے۔ وہاں لان میں کوئی بھی نہیں تھا۔

صفا کی آنکھوں سے آنسو کے بہنا شروع ہو چکے تھے۔ اب اسکے گال آنسوؤں سے تر تھے۔ وہ بنا کسی شال کے کھڑی تھی۔ سرد ہوا کے جھونکے مزید سرد ہو رہے تھے۔ صفا اس سرد سے لان کھڑی سامنے کے منظر کے کہیں کھو جانے کا غم منا رہی تھی۔ اچانک اسکو اپنے شانوں پہ کسی کا لمس محسوس ہوا۔ صفا اپنی جگہ سے حرکت ہوئی وہ مڑی نہیں۔ ایک مخملی شال کو اس نے اپنے گرد لپٹتے دیکھا۔ وہ۔ ف کا مجسمہ بنے کھڑی تھی کہ وہ شخص اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اسکی شال اسکے گرد اچھے سے لپیٹ کر وہ اب پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ صفا نے نگاہیں زمین میں گاڑ دیں۔

''ابیہم کان کھول کر سن لو۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا تو صفا نے چہرہ اٹھا کر اسکو دیکھا مقابل کے ماتھے پہ نگواری سے ابھرتی ہوئی شکنیں تھیں اسکی آنکھوں میں عجیب کراہت تھی۔ صفا کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اپنے پسندیدہ مرد کی آنکھوں میں اپنے لئے بے زاری دیکھنا کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے کوئی اس وقت صفا سے پوچھتا۔ ''میں تمہیں ہاسپٹل لے کر نہیں جانے والا۔'' وہ سرد سے لہجے میں بولا تو صفا دوبارہ سر جھکا گئی۔ ''مجھے کوفت ہوتی ہے ہاسپٹل سے۔ اس لئے یہ بھول جاو کہ تم اگر جان بوجھ کر بیمار پڑو گی تو میں تمہیں ہاسپٹل لے کر جاوں گا۔ اور ابیہم ابراہیم۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ اس نے جھک کر صفا کے گالوں پہ چمکتے موتی دیکھے۔ ''میں تم پہ کسی قسم کا رحم

نہیں کھا رہا۔تم میرے لئے قابل رحم نہیں ہو۔تم میرے لئے بس زاویہ رقریشی کی بہن ہو۔جس کو میں ۔ ۔ استعمال کروں گا۔ ۔ ۔ میں زاویہ رقریشی کی قبر بند نہیں کر دیتا۔''اس نے ایک لمحے کے لئے رک کر صفا کے ۔ ات جانچنے کی کوشش کی وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔''اس لئے ۔ ۔ تمہیں زندہ رہنا ہوگا۔تم ہزار کوشش کر لو مرنے کی اجازت تمہیں مرنے نہیں دے گا۔'' صفا خاموش کھڑی رہی۔بنا کسی ۔ ش کے۔''لڑکی کیا تم سمجھ رہی ہو؟''اس نے اب کی بار صفا کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔تو وہ لرز کر رہ گئی۔''اس لئے یہ بے کار کی کوششیں بند کر دو۔ ۔ مجھے لگے گا کہ تمہاری ضرورت ختم ہوگئی ۔ ۔ میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔'' وہ الفاظ صفا کو اپنے کانوں میں گونجتے ہوئے محسوس ہوئے اسکو اپنا وجود ہوا میں معلق محسوس ہوا۔''اسکے بعد پھر چاہے سردی سے مر جاؤ یا بخار سے۔میری بلا سے۔'' کہتے اس نے جھٹکے سے اسکو چھوڑا۔صفا لڑکھڑائی۔

وہ ریلنگ کے ساتھ جا کر ٹکرائی۔اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے لڑکھڑا کر نیچے جاتی۔ اہیم نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔صفا نے ایک ہچکی لی۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے گردن موڑ کر نیچے دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی مر جاتی۔ابھی اسکی ۔ سے بڑی خواہش پوری ہو جاتی۔ اسکا خوف۔اس نے صفا کی آنکھوں کی پتلیوں سا ۔ ۔ کر ڈالیں۔

''اور یہاں سے کر مرنے کے ۔ رے میں تو سوچنا بھی مت۔''وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پہ تھا۔صفا کا ہاتھ اسکی مضبوط گرفت میں تھا۔اور وہ اسی کے سہارے کھڑی تھی۔اگر وہ اسکا ہاتھ چھوڑ دیتا تو وہ نیچے جاتی۔پھر اہیم نے جھٹکا دے کر اسکا ہاتھ کھینچا تو وہ اسکے سینے سے جا لگی۔اہیم ایک پل کے لئے سانس ۔ رہ گیا۔اسکی منتشر ہوتی دھڑکنیں اسکو اپنے کانوں میں سنائی دی تھیں۔ایک قابل ۔ ت وجود کی قربت ۔ ۔ میں تو دل اس طرح نہیں دھڑکا کرتا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پراسس کر پاتا۔اسکو وہ وجود لڑھکتا ہوا محسوس ہوا۔اس نے جلدی سے اس کی زلف وجود کو تھام لیا۔وہ ایک ۔ ر پھر سے اسکی بانہوں میں ہی لڑھک گئی تھی۔

''صفا۔!صفا۔''وہ اسکا گال تھپتھپا رہا تھا۔اب اہیم کے چہرے کے ۔ ات مختلف تھے۔جہاں کچھ دیر پہلے بے زاری تھی اب وہاں پریشانی تھی،فکر تھی۔وہ اسکو اٹھائے واپس کمرے میں آیا۔اسکو بیڈ پہ لٹا کر لحاف درست ۔ کیا۔وہ اب ایک فون کال کر رہا تھا۔''اسلام علیکم۔وہ دراصل ایک ایمرجنسی ہے۔پلیز ایک ڈاکٹر کو گورسی ہاؤس بھیج دیں جلدی۔''اس نے کچھ ہدایات دے کر فون بند کر دیا۔اس نے پانی کا گلاس اٹھایا اور اسکے سرہانے بیٹھا۔پانی ٹھنڈا تھا۔اہیم کے دل کو کچھ ہوا۔ ۔ پھر اس نے ضبط کر کے کچھ پانی صفا کے چہرے پہ مارے۔ وہ سانس ۔ رہی۔۔''کم آن۔میں تمہیں یہاں کس مقصد کے لئے لایا تھا اور تم مجھ سے کیا کروا رہی ہو۔''وہ جبڑے بھینچے بڑبڑایا۔

''صفا۔!آنکھیں کھول دو۔ورنہ مجھ سے ۔ کوئی نہیں ہوگا۔''وہ دبے دبے غصے میں اسکو تنبیہ کر رہا تھا۔

''آ۔۔آپ۔دد۔۔دھم۔دھمکی دے رہے ہیں۔۔''صفا کے ۔ ہلے۔وہ اٹک اٹک کر بولی تو اہیم نے سکون کی سانس لی اور پانی کا گلاس واپس ٹیبل پہ رکھا۔

''لڑکی۔تم پاگل ہو؟''وہ کچھ دیر بعد دھاڑا تو صفا لرز گئی۔

''سس۔۔سوری۔!''صفا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

''آئندہ اگر تم مجھے اس طرح ٹھنڈ میں کھڑی نظر آئی تو یقین مانو صفا۔!مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''اسکی شربتی آنکھوں میں شعلے جل اٹھے تھے۔

''آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں۔''وہ منہ پھلائے اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔

''اوہ رئیلی۔!''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہمم۔۔''صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔اہیم نے ایک لمحے کے لئے اسکو دیکھا۔پھر وہ جھکا اور صفا کو ٹھوڑی سے دبوچا۔

''جس دن میں۔ابن ۔ ں صفا۔!اس دن تمہیں علم ہوگا کہ۔ائی کہتے کس کو ہیں۔''وہ اسکے چہرے پہ ۔ رر رہا تھا۔

''آپ۔ے نہیں بن ۔ تے کیونکہ آپ۔ے پیدا نہیں ہوئے۔''صفا نے پہلی ۔ ربنا اٹکے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

''میری۔ائی دیکھنا چاہتی ہو؟''اہیم کو وہ جواب نہیں بلکہ ایک چیلنج لگا تھا۔

''آپ دکھا نہیں پائیں گے۔''آج ۔ جانے صفا کیا بول رہی تھی۔اسکو بھی اندازہ نہیں تھا۔شاید اس آدمی کو اپنے لئے فکر مند ہوتا دیکھ کر اسکا خوف ختم ہوتا جا رہا تھا۔

''وہ اس لئے کہ تم سہہ نہیں پاؤ گی۔''کہتے اہیم نے حقارت سے اسکا چہرہ جھٹکا۔صفا خاموش رہی۔وہ کچھ دیر اسکو دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے ۔ ۔

****

امریکی ر ۔ کیلیفور میں صبح ہوئی تو اس کے اپارٹمنٹ میں سناٹ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پ او ھے منہ آڑھی ت چھی حا ۔ میں سو ہوا تھا کہ اچا ٠ اسکے اپارٹمنٹ کی ڈوربیل ہوئی۔ پہلے تو زاو ر نے ۔ مزہ ہو کر کروٹ لی لیکن پھر ڈوربیل پ کسی نے ایسا ہاتھ رکھا کہ اٹھا ٠ ہی بھول ۔

''افف ۔ کیا مصیبت ہے ر ۔ ۔'' وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ اس نے پ س پڑے کاوچ سے اپنی ٹی شرٹ اٹھا کر پہنی۔ ڈوربیل ابھی ت بج رہی تھی۔ آ رہا ہوں ر۔ اس نے پیروں میں جوتے اڑ سے اور کمرے سے نکلا۔ وہ لاونج سے ہوت ہوا مین ڈورت ۔ بیل رک گئی تھی۔ وہ ٹ ۔ اس نے انٹرکام اٹھا کر پوچھا تو سامنے سے کوئی جواب نہ آ ۔ پھر اس نے بورہول سے دیکھا تو سامنے ا شخص کھڑا تھا۔ اسکے چہرے پ سیاہ ب تھا اور وہ ا ہڈی پہنے ہوئے تھا۔ زاور رکو کچھ ٹ ۔ لگی۔ اس شخص نے بھی بورہول سے جھانکا تو زاو ر فورا پیچھے ہٹا۔ وہ ا ٠ ردروازے کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ ا ۔ ر پھر سے ڈوربیل ر ۔ ہوئی۔ زاو ر خاموش رہا۔ کچھ د بعد پھر سے خاموشی چھا گئی۔ زاو ر کچھ د یوں ہی کھڑا رہا۔ پھر وہ بورہول کے پ س آ ۔ اس نے جھانکا تو وہ آدمی واپس جا چکا تھا۔

''لگتا ہے کوئی ڈیلیوری گائے ہوگا۔ اور غلط اڈ رس پ آ ۔'' اس نے سانس بحال کی۔ اور دروازا کھول کر ہر نکلا۔ اس نے دا جا ٠ دیکھا تو اس طرف لفٹ تھی۔ پھر اس نے ۔ جا ٠ ۔ دن موڑی تو وہ وہیں جم ۔ ۔ کیو کسی نے اسکے گلے میں ا رسی ڈال کر کھینچ لیا تھا۔

''امم ۔ ام ۔ ۔'' زاو ر کی مزاہمتی آواز نکلی وہ وہیں دب گئیں۔ وہ پھڑ پھڑا ت رہا۔ اس سے پہلے کہ زاو ر بے جان ہو کر زمین بوس ہوت سکے گلے پ ۔ فت کمزور ہوئی۔ اور پھر اگلے ہی لمحے دھپ کی آواز آئی۔ زاو ر نے کا پ ت ہوئے مڑ کر دیکھا تو حملہ آور زمین بوس ہو چکا تھا۔ اسکے سر سے خون نکل رہا تھا۔ کسی نے کوئی بھاری شے اسکے سر میں دے ماری تھی۔ لیکن پھر اس نے سامنے دیکھا تو تقریبا اسی حلیے میں ا اور آدمی کھڑا تھا۔

''کک ۔ ۔ کون ہو ت ۔ تم لوگ ۔ ۔'' زاو ہار ہکلا ۔

''ا ز ہ رہنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو۔ اور ا مر چاہتے ہو تو بے شک یہیں رہو۔'' وہ آدمی پ اسرار ا ز میں بولا تو زاو ر نے اچنبھے سے دیکھا۔

''لیکن ۔ ت ۔ تم ہو کون؟ میں ایسے کیسے یقین کر لوں۔'' وہ اپنے گلے پ ہاتھ پھیرت ہوا بولا جہاں رسی کی وجہ سے سرخ دھاری سی بن گئی تھی۔

''بس یہ سمجھ لو کہ ا طرف ز گی ہے اور ا طرف موت۔ کیا چنو گے۔'' وہ آدمی گمبھیر آواز میں بولا۔ ۔ زاو ر نے کچھ لمحوں کے لئے سوچا اور پھر اثبات میں سر ہلا د ۔ اسکو اب یقین کر تھا۔ کسی ا ن پ ز گی کے لئے۔

****

ا ۔ اہیم اس وقت اپنے فارم ہاوس پ ہی تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پ ٹ ہوا تھا۔ کاوچ پ ٹ ٠ سے جو اسکو کمر درد کا مسئلہ بن ۔ تھا اسکے لئے اسکو ریسٹ کرنی تھی اور اپنے گھر میں وہ بیڈ پ نہیں سو سکتا تھا۔ وہ بس یوں ہی ٹ ہوا تھا۔ نیند اسکی آنکھوں سے دور تھی ۔ ر ے دن ا ۔ ر پھر سے کسی ٠ گ کی طرح اسکو ڈسنے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ میں وہ تھا۔ جس پ ر ۔ الفاظ میں اسکا م لکھا ہوا تھا۔ ماضی کا ا سایہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا تھا۔

اس رات وہ گورسی ہاوس کے لاونج میں داخل ہوا تو سامنے سجل کی لاش پڑی تھی۔ جس سفید چادر سے اس لاش کو ڈھکا ۔ تھا اس کے اوپ ز خون کے دھبے موجود تھے۔ ا ۔ اہیم کے ہاتھ سے بیگ ا تو سفیان گورسی نے چہرہ اٹھا کر دروازے میں کھڑے اپنے لعل کو دیکھا۔

''۔ ۔ ۔'' اسکے ۔ ہلے۔ اسکو لگا کہ وہ کسی غلط گھر میں آ ۔ ہے۔ اسکی ماں نے ۔ اسکو دیکھا تو ا چیخ و پکار آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی۔

''ا ۔ اہیم ۔ ۔!'' منال بیگم نے وہیں سے پکارا تو ا ۔ اہیم کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ وہ وہیں دروازے میں ہی بیٹھتا ۔ ۔ منال اٹھ کر آ اور اس سے لپٹ گئیں۔

''ممم ۔ ماما ۔ ۔! یہ یہ کون ہے؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔ نگاہیں ابھی ت اس سفید چادر پ لگے خون کے دھبوں پ تھیں۔

''یہ تیری سجل ہے ا ۔ اہیم ۔ ۔!'' الفاظ گونجے تھے۔ جنھوں نے ا ۔ اہیم کے دل کی دھڑکن کو روک د تھا۔ اسکی سانس بند ہوئی تھی۔ اسکے کانوں میں سا سا ہوئی تھی۔ ا ۔ عجیب سی ہیپ سنائی دی تھی اسکو۔ ایسی ہیپ جس کے بعد ا ن اپنی سما ت کی طاقت کھو دیتا ہے۔ ا ۔ اہیم کو لگا کہ وہ بہرا ہو چکا ہے۔ اسکو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا ٠ ماں کی چیخ و پکار اور نہ ہی ب پ کی سسکیاں۔ ا ۔ اہیم کے لئے وہ لمحہ موت تھا۔ موت سے بھی ب ت ۔ کیو اپنی موت کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا موت سے بھی ہولناک ہوت ہے۔ وہ ت کی سی حا ت میں تھا۔ ''ا ۔ اہیم ۔!'' منال بیگم نے اسکو جھنجوڑا۔ وہ مسلسل اسکو جھنجوڑ رہی تھیں نہ تو اسکو کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سنائی۔ وہ ٠ جانے کتنی د ۔

اسی کیفیت میں بیٹھا رہا۔اس نے اٹھ کر نہ تو سجل کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور نہ ہی اپنے باپ کو گلے لگایا۔وہ بس بیٹھا تھا۔وہ زمین پر نہیں بیٹھا تھا۔وہ کہیں ہوا میں معلق تھا۔ کچھ ساعتیں گزریں۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ابھی بھی آنکھیں سے جاری نہ ہو سکا تھا۔

''کس نے کیا یہ؟'' وہ دھاڑا تھا اور وہ دھاڑ ان چیخ و پکار کا گلا گھونٹ گئی تھی۔ نے نگاہ اٹھا کر ابراہیم گورسی کی سرخ آنکھیں دیکھی تھیں۔

''زاویر۔۔!'' سفیان گورسی کی بکھری سی آواز گونجی تھی۔

ابراہیم انہیں قدموں پر پلٹا۔اس نے گیٹ پر گارڈ سے گن لیا اور اپنی گاڑی میں سوار ہوا۔ سے پہلے وہ فارم ہاؤس پہنچا۔اس نے گارڈز کو اچھا خاصہ جھنجھوڑا تھا۔انھوں نے بتایا کہ سفیان گورسی نے اسکو ہر بھیج دیا ہے۔وہ پلٹنے لگا کہ اسکی زاویر کی گاڑی پر گئی۔اس نے وہیں سے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اسکے شیشے توڑ ڈالے۔اسکی ٹانگ پر پڑے بیگ پر گئی۔یہ بیگ ابراہیم اسکے لئے مصر سے لے کر آیا تھا۔اس نے بیگ اٹھایا اور وہاں سے نکلا۔پھر وہ وہاں سے سیدھا قریشی ہاؤس گیا۔صفا کو وہاں سے گھسیٹتا ہوا لے آیا۔اور سیدھا اپنے فارم ہاؤس پہنچا۔وہ اسکو لئے اسی کمرے میں آیا جہاں اس وقت وہ موجود تھا۔اسے لا کر بیڈ پر پٹکا۔

''مم۔مجھے جانے دے۔'' صفا کی آہ و بکا اس وقت بھی ابراہیم کو اپنے کمرے میں گونجتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔اسی بیڈ پر وہ بیٹھی تھی اسکے سامنے ہاتھ جوڑے۔ وہ وہاں سے نکلا۔

دیکھتے دیکھتے وہ کہیں کھو گیا تھا۔اور اسکو ہوش دلایا فون کال نے۔ابراہیم نے فون کال اٹھائی۔

''ہاں بولو۔'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''بھائی میں اس تک پہنچ گیا تھا۔'' مقابل کی آواز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ درد سے کراہ رہا ہے۔

''کیا ہوا ہے سفیر؟'' ابراہیم کو کچھ غلط لگا۔

''۔۔۔بھائی۔وہ۔۔''

''کیا وہ۔۔وہ لگا رکھی ہے سفیر۔۔!'' وہ دھاڑا تو سفیر کے ہاتھ سے موبائل گرا۔

''بولو۔!'' دور سے ابراہیم کی آواز گونجی۔

''بھائی میں نے اسکو بس پکڑ ہی لیا تھا۔ وہاں عین موقع پر کوئی آیا۔اس نے پیچھے سے میرے سر پر وار کیا۔اور۔''

''اور کیا سفیر۔۔!'' ابراہیم نے دانت بھینچے۔

''اور۔ مجھے ہوش آیا تو اپارٹمنٹ خالی تھا۔'' سفیر نے ایک آہ سانس لے کر کہا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔!'' ابراہیم کی دھاڑ سے پورا فارم ہاؤس لرز کر رہ گیا تھا۔

''بھائی۔میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

''مجھے وہ آدمی چاہیے کسی بھی قیمت پر۔سمجھے تم؟'' ایک دھاڑ کے ساتھ اس نے فون بند کیا اور سامنے دیوار میں دے مارا وہ اب کھڑا اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

''تم جو کوئی بھی ہو۔تم نے ابراہیم گورسی کے راستے میں آ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔'' وہ غرایا۔''تم کھیلنا چاہتے ہو۔تو ٹھیک ہے۔ہم کھیلیں گے۔ تمہاری دن میرے ہاتھ میں ہوگی۔تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ دن مروڑی کیسے جاتی ہے۔'' اسکی آنکھوں میں عجیب خون تھا۔اسکی آنکھوں کی سرخی کو کوئی دیکھتا تو یقیناً خوف سے ہی ڈھے جاتا۔

****

اس وقت کو پندرہ دن گزر چکے تھے۔زاویر کہاں گیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔حتی کہ اب تو اسکا خیام قریشی سے بھی رابطہ نہیں تھا۔وہ الگ پریشان ہو گئے تھے۔ اس نے سب سے پہلے اپنے باپ کے لئے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ کسی محفوظ جگہ پر جا رہا ہے۔اس لئے وہ اب مزید رابطہ نہیں رکھ پائے گا۔ پھر بھی وہ پریشان تھے۔ابراہیم کا زیادہ وقت اپنے فارم ہاؤس پر ہی گزرتا تھا۔وہ بس صبح شام گھر لوٹتا تھا۔اس دوران صفا سوئی ہوئی ہوتی تھی۔لکوٹی میں کھڑی رہتی تھی۔اس دن کے بعد منال بیگم نے دوبارہ صفا

کو تنگ نہیں کیا تھا۔ وہ اب ا. اہیم کے واپس جانے کا انتظار کر رہی تھیں۔ کیو وہ جا تھیں کہ اَ وہ ا. اہیم کے سامنے اپنا غصہ صفا پ نکالیں گی تو ماں بیٹ مقابل آتے رہیں گے جو کہ ا گوارہ نہ تھا۔ اور عین ممکن تھا کہ ا. اہیم کے دل میں صفا کے لئے مز ہمدردی پیدا ہو جاتی۔ اس لئے وہ خاموش ہو گئیں۔

آج صبح ا. اہیم اپنے کمرے میں داخل ہوا تو صفا قدرے بہتر موڈ میں تھی۔ وہ صوفے پ کوئی کتاب لئے بیٹھی تھی اس نے ا سرسری سی نگاہ اس پ ڈالی اور اپنی ڈریسنگ کی جا . ٹھ ۔ صفا کن ا ں سے اسکو دیکھ رہی وہ واپس آ تو اسکے ہاتھ میں ا سوٹ کیس تھا۔ اس نے وہ سوٹ کیس بیڈ پ پٹکا اور اس میں اپنے کپڑے ر نے لگا۔ صفا نے اسکو پیکنگ کرتے دیکھا تو اسکا دل ا لمحے کے لئے بند ہوا تھا۔

''تو کیا ا. اہیم واپس چلے جا گے؟ کیا ان کے جانے کے بعد منال آ دو . رہ مجھے اسی اذ ۔ کا شکار بنا گی؟ ہاں۔ انھوں نے ا دو . رمجھے وارننگ دی ہے کہ . ا. اہیم واپس جائے گا تو میری صلی شامت اس دن آئے گی۔۔'' یہ سوچ سوچ کر ہی صفا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ہو ٹ چباتی ہوئی اٹھی اور اسکے مقابل آ کھڑی ہوئی۔ ا. اہیم کوئی چیز الماری سے ے کے لئے پلٹا تو صفا سے ٹکرا ۔ وہ لڑکھڑائی۔ ا. اہیم کا چہرہ ت ۔

''ا جگہ ٹ کر نہیں بیٹھ سکتی تم؟'' اس نے لہجے میں بیزاری لئے کہا تو صفا کا دل ٹ ۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ گورسی ہاوس میں ہی اپنی سزا مکمل کر لے۔ کم از کم اسکا دل تو نہیں ٹوٹے گا ہر روز۔ وہ اپنی سوچوں میں گم کھڑی اپنے . کاٹتی رہی کہ ا. اہیم کی آواز دو . رہ سماعتوں سے ٹکرائی۔ ''کیا؟ اب یوں ہی کھڑی میرا منہ دیکھتی رہو گی بولو گی بھی۔'' وہ خجلت سے بولا۔ تو صفا کی آنکھوں میں پ نی تیرنے لگا۔ ''مجھے یہ آ دیکھنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اَ کوئی ضروری . ت نہیں ہے تو ہٹو راستے سے۔'' وہ اسکو ا طرف کرتے ڈریسنگ کی جا . ٹھ ۔ صفا نے ا ہچکی لی۔

''اللہ۔ میں کیا کروں ا طرف کنواں ہے تو دوسری طرف کھائی۔ ا طرف میرا محبوب ہے جسکے ہاتھوں مجھے ہر روز زہر پی ہے۔ ٹ واہٹ کا، بے زاری کا، خجلت کا اور دھتکارے جانے کا۔ تو دوسری جا . اسکا خا ان جو ہر روز میرے جسم کو چھلنی کرے گا۔ ا طرف دل ہے تو دوسری جا . میرا کارہ وجود۔۔ کیا کروں میں۔'' وہ دل ہی دل میں اللہ سے سوال کر رہی تھی۔ اس دوران دو . رہ ڈریسنگ کا دروازہ کھلا۔ وہ ا چھوٹ سا بیگ اٹھائے وہاں سے نکلا۔ اس میں اس نے اپنے کچھ پ فیومز اور مز ضرورت کی چیزیں رکھیں۔

''آ۔ آپ واپس جا رہے ہیں؟'' اب کی . رصفا نے پوچھ ہی لیا۔ ا. اہیم اپنے بیگ پ جھکا ہوا تھا اسکی صفا کی جا . پشت تھی۔ اسکے سوال پ اسکے پیکنگ کرتے ہاتھ رکے۔ وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ اور مڑ کر صفا کے رو . وآ ۔

''ہاں۔'' ۔ لفظی جواب آ تھا۔

''مم۔ میں کہاں رہوں گی۔۔'' اس نے یں زمین میں گاڑے کہا۔

''تم گورسی ہاوس میں ہی رہو گی۔ اور خبردار۔۔!'' ا. اہیم نے انگلی کھڑی کی۔ ''خبردار جو تم نے گورسی ہاوس سے ا قدم بھی . ہر نکالا۔ ورنہ تمہاری ٹ نگیں توڑ کر بستر پ ڈال دوں گا ساری ز گی کے لئے۔ سمجھی۔!'' وہ جا۔ صفا لرز کر رہ گئی اسکی آنکھوں میں پھر سے بے ر موتی چمکے۔ ''اب یہ رو دھو وہاں جا کر کرو۔'' اس نے صوفے کیا جا . اشارہ کیا۔ ''مجھے پیکنگ مکمل کرنی ہے۔ اس لئے راستہ چھوڑو۔'' وہ اسکو ا ہاتھ سے سائ ٹ کرتا ا . رپھر سے ڈریسنگ میں گھس ۔ جبکہ صفا اپنے ہاتھوں کی پ پہٹ روکتی ہوئی آ کر صوفے پ بیٹھی۔ اسکی آنکھوں سے نمکین مائع بہہ رہا تھا۔ وہ وہاں بیٹھی خاموش آ بہاتی رہی۔ ا. اہیم نے پیکنگ مکمل کی اور ا فون کال ئی۔

''ہاں۔ اچھا آج رات کی ٹکٹ کروا دو میری۔'' فون پ کچھ ضروری ہدایت دیتے اس نے فون بند کر دیا۔ اور پھر کمرے سے نکل ۔ بنا اس آ بہاتی لڑکی پ ا نگاہ ڈالے۔ صفا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔

تو کیا اسکا وجود اس قدر بے معنی تھا؟ کیا اسکی ز گی بس اتنی محدود تھی؟ کیا وہ بس سزا نے کے لئے ز تھی اور وہ بھی ا ایسے ہ کی جو اس نے کیا ہی نہیں۔ اور جس نے وہ ہ کیا تھا وہ آزاد پھر رہا تھا۔ صفا خود ت سی کا شکار ہو چکی تھی۔ اسکو اپنا آپ . سے حقیر لگنے لگا تھا۔ اسکو لگا کہ اسے پیدا ہی نہیں ہو چاہئے تھا۔ وہ تو بس ا بوجھ تھی جس کو سر سے ا ر کر دیں اور جس نے اس بوجھ کو قبول کیا وہ بھی جلد از جلد اسکو اپنے کندھوں سے ا پھینکنا چاہتا تھا۔

اسکو اپنا آپ ا ندھیرے کمرے میں قید محسوس ہو تھا جہاں سے کوئی امید کوئی روشنی کوئی نور نہیں آ جہاں۔ جہاں بس قید تھی اور تنہائی تھی۔ لیکن اب اَ ا. اہیم

اسکو چھوڑ کر ے تو اسکا سانس ۔ بھی محال ہو جائے گا۔اور پھر شروع ہوگی اسکی قید ۔ مشقت کی سزا۔۔یہ سوچ سوچ کر ہی صفا کی جان حلق کو آ رہی تھی۔

وہ نیچے لاونج میں آ ۔ تو منال بیگم وہیں بیٹھیں تھیں۔وہ آ کر ا پ س بیٹھا۔

''کیسی ہیں ماما؟''اس نے ا ۔ ہاتھ اپنی ماں کے دھمائل کرتے پوچھا۔

''بہتر ہوں۔''انھوں نے قدرے ٹھہرے ہوئے ا ۔ از میں کہا۔

''ماما۔میں آج رات کو واپس جا رہا ہوں۔''اس نے کچھ د ۔ بعد کہا تو منال بیگم نے سما ۔ ۔ سے بھرپور نگاہ اس پ ڈالی۔''پلیز۔ماما۔مجھے کچھ وقت چاہیے۔میں بھی آپ لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ کچھ ایسی چیزیں ہیں جو میری ذات سے بھی زیادہ معنی ر ۔ ہیں۔''اس نے اپنی ماں کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

''ٹھیک ہے۔ جلدی واپس آ جا ۔۔''انھوں نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''آف کورس میں جلدی لوٹ آوں گا۔اور پھر کبھی واپس نہ جانے کے لئے لوٹوں گا۔''اس نے محبت سے چور لہجے میں جواب د ۔

''ہم ۔۔''انھوں نے اثبات میں سر ہلا ۔

''ماما۔۔!''اس نے کچھ د ۔ بعد ا مخاطب کیا۔

''ہاں بولو۔۔''انھوں نے رخ موڑ کر ا ۔ ہیم کا چہرہ دیکھا۔

''میں جا رہا ہوں۔اور وعدہ کر ۔ ہوں کہ زو ۔ رکوز ہ گاڑنے کے لئے یہاں لاوں گا۔ ۔۔''وہ کہتے کہتے رکا۔منال بیگم نے سوالیہ ا ۔ از میں اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

'' کیا؟''وہ آ ۔ کار بولیں۔

'' آپ۔پلیز۔صفا۔''

''خبردار۔!''انھوں نے اسکی ب ت مکمل نہیں ہونے دی۔''تم نے اپنی من مانی کر لی۔تم یہاں تھے میں نے اسکو کچھ نہیں کہا۔ تمہارے جانے کے بعد میں تمہیں کوئی گار نہیں دیتی۔پھر جو کچھ بھی ہوگا وہ میرے اور صفا کے ب ہوگا۔''انھوں نے اپنا فیصلہ سنا ۔

'' ماما۔پلیز۔!''ا ۔ ہیم کے لہجے میں التجا تھی۔جواب میں منال بیگم خاموش رہیں وہ کچھ د ۔ ا ساتھ بیٹھا رہا اور پھر ۔ ہر نکل ے ۔

****

شام ہو رہی تھی۔۔مالی لان میں پودوں کی ت اش ۔ اش کر رہا تھا۔اور کچھ گملوں میں سے نئے پودوں کی پنیری نکال نکال کر لگا رہا تھا۔وہ کچھ موسمی پھول تھے۔ قوت اور مرجان اوقت لان میں فٹبال کے ساتھ کھیل رہے تھے۔مرجان نے فٹبال کو کک ماری تو وہ جا کر مالی کو لگی۔

''مرجان یہ کیا کیا تم نے؟''قوت نے اسکو ڈا ۔

''اٹس اوکے ۔ و ۔زیادہ زور سے نہیں لگی ہوگی۔''اس نے ڈھٹائی سے کندھے اچکا دیئے۔

''ی ۔ ت مرجان۔!وہ ہمارے مالی ہیں۔ا ۔ لگی ہوگی۔''وہ فورا مالی کے پ س پہنچا جو کہ فٹبال لگنے کی وجہ سے پہلے چونکا تھا پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔''قوت نے اسکے پ س پڑا فٹبال اٹھایا۔''سوری مای ۔۔ہم سے غلطی ہوگئی۔''قوت نے معافی مانگی۔تو مالی ۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''نہیں نہیں۔آپ معافی مت مانگیں مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں نے جان بوجھ کر نہیں مارا ہوگا۔''وہ بھی ۔ دم سا ہوا۔

''سلامت رہیں۔۔''کہہ کر قوت وہاں سے ے ۔ وہ اور مرجان دو ۔ رہ کھیل میں مگن ہو گئے۔

اسی دوران گیٹ کھلا تو پورچ میں ا ۔ گاڑی آ رکی حسن اپنا چشمہ ا ۔ ر ت ہوا انہیں کی جا ۔ ۔ ٹھا۔مرجان نے ا ۔ ر پھر سے کک ماری تو حسن نے فٹبال اپنے پیروں ی مدد سے روک لی۔ان دونوں نے مڑ کر دیکھا تو حسن اب فٹبال کو اپنی شہادت کی انگلی پ گول گول گھما رہا تھا۔ قوت اور مرجان کے لئے یہ رہ ۔ قابل یقین تھا۔وہ دونوں بھاگ کر حسن کے پ س پہنچے۔''ماموں جان اسلام علیکم۔!''ان دونوں نے مودب سے ا ۔ از میں سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔!'' وہ مسلسل اپنی انگلی پہ فٹبال گھما رہا تھا۔

''ماموں جان کیا آپ یہ ٹرک ہمیں سکھا سکتے ہیں؟'' مرجان نے للچائی ہوں سے دیکھا۔

''نہیں۔!'' حسن نے مغرورانہ انداز میں جواب دیا۔

''لیکن کیوں؟'' اس بار یاقوت بولا تھا۔

''کیونکہ یہ کوئی ٹرک نہیں ہے۔ یہ بس بیلنس کا گیم ہے۔'' کہتے اس نے فٹبال اپنے ہاتھ میں پکڑی۔

''تو پھر ہمیں سکھا دیں نا یہ بیلینس گیم۔۔'' مرجان اور یاقوت یک زبان ہوئے۔

وہ دونوں جڑواں تھے اس لئے اکثر وہ ایک ہی وقت پہ ایک بات کہہ دیا کرتے تھے۔ ان کی شکل وصورت اور عادات ایک دوسرے سے بہت مختلف تھیں پھر بھی ان میں جڑواں والا کوئی نہ کوئی انداز موجود تھا۔ یاقوت طبیعت کا نرم اور دوسروں کا بے حد احساس کرنے والا۔ اسکا دل کسی پری کی طرح نرم تھا۔ وہ بہت حساس طبیعت کا مالک تھا۔ جبکہ مرجان اسکے بالکل برعکس تھا۔ اس کا دل بہت سخت تھا۔ وہ سامنے والے کو نقصان پہنچا کر زرا بھی شرمندہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ اسکے پاس ہر چیز کی جسٹیفیکیشن ہوا کرتی تھی۔ وہ اپنی غلطیوں کو اس طرح جسٹیفائی کرتا کہ سامنے والا خود کو قصوروار سمجھنے لگ جاتا تھا دوسرے لفظوں میں وہ ایک مینوپولیٹو طبیعت کا مالک تھا۔ وہ دوسروں کو اپنے الفاظ کے جال میں پھنسانے کا ہنر جانتا تھا۔

''یہ بیلنس گیم سکھایا نہیں جاتا۔ بلکہ یہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔'' حسن نے جھک کر ان دونوں سے کہا۔

''اور اسکا کنٹرول روم کہاں ہے؟'' مرجان کو دلچسپی ہوئی۔

''یہاں۔'' کہتے حسن نے مرجان کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ ''یہ جو دماغ ہے نا یہی کچھ کنٹرول کرتا ہے مرجان۔!'' حسن نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو مرجان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ کچھ دیر یوں ہی حسن کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ جیسے کہ حسن اسکو کنٹرول کر رہا ہو۔ وہ اپنے دونواح سے ایک لمحے کے لئے بے خبر ہو چکا تھا۔ یاقوت کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ کبھی حسن کو دیکھتا تو کبھی مرجان کو۔ مرجان پلکیں تک نہیں جھپک رہا تھا۔ وہ ہپناٹائز ہو چکا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں بوائز؟'' اپنی آواز نے اس سحر کو توڑا تو وہ تینوں متوجہ ہوئے۔ حور یہ چلتے ہوئے ان تینوں کے پاس آئی۔ اس وقت مرجان اور یاقوت دونوں اپنی ماں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جبکہ حسن ایک رخ سے سیدھا ہو کر کھڑا فٹبال کو اپنی انگلی پہ گھما رہا تھا۔

رحمان کرداوی کے آفس میں اس وقت کچھ لوگ موجود تھے۔ وہ لوگ غیر ملکی معلوم ہوتے تھے۔ یہ کوئی آفیشل میٹنگ نہیں تھی بلکہ یہ ایک غیر رسمی میٹنگ تھی جو کہ رحمان کرداوی کے مینشن میں ہی رکھی گئی تھی۔ وہ تین لوگ تھے۔ رحمان کرداوی کے ساتھ اسکا پی اے موجود تھا۔ رحمان کرداوی اپنی سربراہی نشست پہ براجمان تھے جبکہ وہ تینوں سامنے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نے فائل سامنے کی۔ رحمان کرداوی نے فائل کھولی۔ اسکا پہلا صفحہ پڑھنے کے بعد ہی اس نے فائل بند کی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

''کیا ہوا کرداوی صاحب؟'' ایک آدمی بولا۔

''مسٹر جوزف آپ ہمارا موقف جانتے ہیں۔ اسکے باوجود آپ اس طرح ایک پرائیویٹ میٹنگ میں مجھ سے کیا ڈسکس کرنے آئے ہیں؟'' رحمان کرداوی کے چہرے پہ ناگواری تھی۔

''ہم جانتے ہیں۔ وہ موقف ایک صدر کا ہے۔ اس پرائیویٹ میٹنگ میں ہم رحمان کرداوی کا موقف لے کر آئے ہیں۔'' اب کی بار درمیان میں بیٹھا آدمی بولا تو رحمان کرداوی نے ابرو اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''اور آپکو کیوں لگتا ہے کہ میرے اور صدر کے موقف میں کوئی فرق ہوگا؟'' رحمان کرداوی نے زرا سا منے جھک کر پوچھا۔

''کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ رحمان کرداوی ایک صدر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب بزنس مین بھی ہے۔ اور بزنس مین اپنے نفع نقصان کو کبھی بھی ملک وقوم کی وجہ سے پس پشت نہیں ڈالتا۔'' اب کی بار جوزف بولا۔

''مجھے پ واہ نہیں۔ میں بے شک اپنے .بنس کو لے کر زرا حساس ہوں یہ ا۔ شفاف موقف ہے۔ ہم اسرا کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کرنے والے۔'' انہوں نے فیصلہ کن ا ازمیں جواب د۔

''لیکن کیا آ پکو نہیں لگتا ہے کہ ہمیں دو - بن کر رہنا چاہیے؟ آ . - یوں .ً . کھیلتے رہیں گے۔؟'' جوزف نے زرا احتیاط سے کہا۔ رحمان کرداوی نے دونوں ہاتھ میز پ رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی ا ں. ہم دھنسا -

''مجھے لگتا ہے کہ مومن اور کافر کبھی دو - نہیں ہو - -۔'' انھوں نے جوزف کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب د۔

''جوزف نے مسکراہٹ ضبط کی۔ ''اور آ پکو کیوں لگتا ہے کہ آپ مومن ہیں؟'' وہ دبی مسکراہٹ لئے رحمان کرداوی کو طیش دلا ۔

''یو کین لیو و۔۔'' انھوں نے تنے جبڑوں سے کہا اور دو. رہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔ وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن جاتے جاتے انھوں نے ا۔ اور فائل کرداوی کی ٹیبل پ رکھی۔

''کوئی فیصلہ ۔ سے پہلے یہ فائل دیکھ لیجیے گا۔ آپکے فا ے کی .ت ہے۔'' جوزف نے جھک کر فائل کرداوی کے سامنے دھکیلی اور معنی خیز نگاہ ان پ ڈالتا وہاں سے نکل ۔ رحمان کرداوی نے وہ دونوں فائلیں حقارت سے پ ے دھکیل دیں۔

صفا اس وقت اپنے کمرے میں ہی تھی۔ وہ صوفے پ بیٹھی تھی۔ وہ اسی طرح جس جگہ بیٹھتی ٹ ں ں وہیں بیٹھی رہا کرتی تھی۔ وہ اپنی جگہ بھی نہیں .لتی تھی۔ بس یوں ہی بیٹھی ہوا میں گھورتی رہتی تھی۔ آج بھی صبح سے وہ وہیں اسی حا - میں بیٹھی ہوا میں کسی غیر مرعی نقطے کو گھورے جا رہی تھی۔ دروازے کے ساتھ والی دیوار کے ساتھ ا۔ سوٹ کیس پ ا تھا۔ جو بتا رہا تھا کچھ ٹ ں بعد یہ کمرہ خالی ہو جائے گا۔ پھر آ گے کیا ہو گا کوئی نہیں جا تھا۔ وہ . واپس آئے گا؟ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ کیو پہلے وہ سجل کی وجہ سے لوٹ کر آ کرتا تھا ا۔ سال بعد۔ اب وہ جائے گا تو جانے . لوٹ کر آئے گا؟ آئے گا بھی یا نہیں۔ یہی وہ سوچیں تھیں جو صبح سے صفا کے دل و دماغ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھیں۔ اس کے جانے کے بعد کیا ہو گا یہ صفا سوچ نہیں پ رہی تھی۔ کیو اسکو بس ا ھیرا آ رہا تھا۔ اسکی اگلی ز گی اسکو ر یکی میں ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ ا۔ ختم ہونے والی ر یکی۔

اسکی گاڑی گورسی ہاوس میں داخل ہوئی تو وہاں اس نے ا۔ اور گاڑی کو پ رک ہوئے دیکھا۔ وہ ان گاڑیوں کو پہچا تھا۔ ا. اہیم کے ا ب تن گئے۔ وہ تن فن کر گاڑی سے نکلا اور لیو روم کی جا . ٹھا۔ وہ دروازے پ ہی رک ۔ کچھ آوازیں اسکی سماعتوں سے ٹکرا -

''سفیان۔ ہم صفا سے ا۔ . رملنا چاہتے ہیں۔'' ا۔ . رگ کی آواز تھی۔

''شاہ صا . ا. اہیم کو آپ جا ہیں وہ کبھی بھی صفا کو آپ لوگوں سے ملنے نہیں دے گا۔'' سفیان گورسی بے بس سے دکھائی دیئے۔

''لیکن اسکی ماں۔ وہ بہت ٹ پ رہی ہے سفیان۔ ا۔ . ربس ا۔ . را سکی ماں کو ہی مل ۔ دو۔''. رگ نے التجا کی۔

''شاہ صا . ۔ پچھلی . را. اہیم نے بہت تماشا کیا تھا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ غصے میں اس بچی کو کوئی نقصان پہنچائے۔'' سفیان گورسی نے آ ی عذر پیش کیا۔ شاہ صا . کے چہرے پ مایوسی در آئی۔ ا بوڑھی آنکھوں میں بے ر موتی چمکنے لگے۔ ا. اہیم نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور وہاں سے پلٹنے لگا۔ ''لیکن۔!'' تھوڑی د۔ بعد پھر سے سفیان گورسی کی آواز گو ا. اہیم وہیں ٹھٹک کر رک ۔ ''آج رات ا. اہیم واپس جائے گا۔ تو میں کوشش کروں گا کہ اسکے علم میں لائے بنا آپ لوگوں کی صفا سے قات کروا دوں۔'' انھوں نے کہا تو شاہ صا . کے چہرے پ امید کی کرن آئی۔

دروازہ کھلا تو ان دونوں نے چو کر دروازے کی جا . دیکھا۔ تو ا. اہیم ستے ہوئے چہرے کے ساتھ سخت ٹ ات لئے کھڑا تھا۔

''ا. اہیم۔۔! یہ کیا. تمیزی ہے؟ سفیان گورسی نے اسکو ڈپٹا۔

''آپ لوگ میری مرضی کے خلاف میری بیوی کو کسی سے ملنے کے لئے مجبور نہیں کر ت۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''ا. اہیم!'' سفیان گورسی اٹھ کر اسکے رو. وآئے جبکہ شاہ صا . نے اپنی لاٹھی پ اپنی فت مضبوط کر کے اپنے غم و غصے کو ضبط کیا۔ ''تم ہوتے کون ہو یہ فیصلہ کرنے والے کہ وہ کس سے ملے گی اور کس سے نہیں؟'' سفیان گورسی نے اپنے غصے پ آ ی. رقابو پ۔

''اسکا شوہر۔'' وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا پُرسکون سے لہجے میں بولا۔

''اور تمہاری بیوی ہونے سے پہلے وہ کسی کی بیٹی ہے۔ مت بھولو تم۔!'' وہ دھاڑے۔

''تھی۔'' اس نے پُرسکون لہجے میں دیکھا اور ایک نظر شاہ صاحب پر ڈالی۔ وہ نگاہیں پھیر گئے۔ ''وہ بیٹی تھی۔ لیکن اب وہ صرف اور صرف ابیہم گورسی کی ملکیت ہے۔'' وہ دو بدو رہ سفیان گورسی کی جانب متوجہ ہوا۔

''وہ تمہارے نکاح میں ہے۔ نکاح کرنے سے تم اسکے مالک نہیں بن جاتے۔ وہ ایک جیتی جاگتی انسان ہے ابیہم۔۔!'' وہ غرائے۔

''اسے صرف نکاح ہوتے تو شاید آپکا یہ درست ہوتا یہ ملکیت ونی کا نکاح ہے۔'' اس نے ایک چبھتی ہوئی نگاہ شاہ صاحب پر ڈالی۔ ''اور ونی کا مطلب ہوتا ہے ملکیت سونپ دینا۔ اسکو خون بہا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ہالا میں نے انتقام مانگا تھا۔'' وہ ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہا تھا۔

''لیکن تم اسکو خود لے کر آئے تھے ابیہم۔۔!'' اس بار شاہ صاحب بھی اٹھ کھڑے ہوئے انکا صبر جواب دے چکا تھا۔

''میں نے اسکو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا میں بس انتقام چاہتا تھا۔ چاہتا ہوں اور ہمیشہ صرف انتقام ہی چاہوں گا۔'' اس نے اٹل لہجے میں جواب دیا۔ ''ونی کا فیصلہ آپ لوگوں کا تھا۔ اس لئے اب بھول جائیے کہ صفا کے غم کے ساتھ قریشی بھی لگتا ہے۔ وہ صرف اور صرف صفا ابیہم ہے۔!'' ابیہم کی آنکھوں میں جلتے الاؤ اس وقت وہاں موجود ہر شخص کو زیر کرنے کے لئے کافی تھے۔ ''اور ابیہم کا فیصلہ اٹل ہے۔'' اس نے انگلی کھڑی کی۔ ''میں زاویار کو نہیں بخشنے والا۔ چاہے جتنا بھی چھپا لیں اسکو۔'' اس نے شاہ صاحب کی جانب دیکھ کر تنبیہ کی اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ شاہ صاحب لڑکھڑائے تو سفیان گورسی نے انکا ہاتھ تھام کر بیٹھایا۔

''معاف کر دیں شاہ صاحب وہ انتقام کی آگ میں اپنی حدود بھولتا جا رہا ہے۔'' سفیان گورسی کی آنکھوں میں ندامت تھی۔ جبکہ شاہ صاحب نگاہیں جھکائے بیٹھے رہے۔

****

بیجہ بیگم کچن میں تھیں۔ شام ہو رہی تھی۔ خیام قریشی ابھی تک گھر واپس نہیں آئے تھے۔ وہ زمہ کے ساتھ کھانا بنوا رہی تھیں کہ مین ڈور کھلا۔

''خیام قریشی۔!'' ایک جانی پہچانی آواز گونجی تھی۔

''یا اللہ خیر۔!'' بیجہ بیگم فوراً لاؤنج میں آئیں۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔ ہاتھ میں اپنی گن لئے۔

''اب کیا لینے آئے ہو ابیہم؟'' اس کے لہجے میں غم اور تکان تھی۔

''صفا کا پاسپورٹ اور آئی ڈی کارڈ۔!'' اس نے اپنی ڈیمانڈ رکھی۔

''کک۔ کیا مطلب؟ تم نے اسکا پاسپورٹ کیا کرنا ہے؟ تم۔ تم اسکو کہاں لے کر جا رہے ہو ابیہم؟'' وہ سوچ کر ہی کانپ گئی تھیں۔

''میں چاہے اسکو جہنم میں لے کر جاؤں آپ لوگ سوال نہیں کریں گے۔'' وہ اٹل لہجے میں بولا۔ بیجہ بیگم کا حلق خشک ہوا۔ وہ دو قدم آگے آئیں اور آ کر ابیہم کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

''تمہیں انکا واسطہ ہے ابیہم۔!'' آواز لرزی۔ ''تم میری بیٹی کو کہیں مت لے کر جاؤ۔ اسکو یہیں رہنے دو۔ ابیہم۔!'' وہ تڑپ اٹھا۔

''میرا دماغ خراب مت کریں۔'' اس نے گن سے اپنا ماتھا رگڑا۔

''تت۔۔ تم ایسا مجھے اس سے ملنے دو۔'' انھوں نے بے بسی سے التجا کی۔

''میں آپ سے کیا کہہ رہا ہوں اور آپ کیا کہہ رہی ہیں۔'' ابیہم نے حیرت سے دیکھا۔

''ابیہم۔۔!''

''میں خود ہی لے آتا ہوں۔'' کہتے وہ سیڑھیاں پھلانگتا چلا گیا۔

''ابیہم۔۔ انتہیں انکا واسطہ ہے۔ میری بچی کو مت لے کر جانا کہیں۔'' وہ پیچھے تڑپتی رہ گئیں۔ جبکہ وہ ایک بھی سنے بغیر صفا کے کمرے میں پہنچا۔ اس نے آتے ہی الماری کھولی۔ سامنے ہی اسکے کچھ ڈاکیومنٹس پڑے تھے۔

صفا چو اسی سال اٹھارہ کی ہوئی تھی اس لئے اسکے ڈاکیومنٹس ابھی ریڈی نہیں تھے۔اسکا ایبے فارم پڑا تھا۔اور پاسپورٹ۔۔ آئی کارڈ نہیں تھا۔ا۔ اہیم نے وہ ڈاکیومنٹس اٹھائے اور ہر نکلے۔۔وہ لاونج میں پہنچا تو بیجہ بیگم نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

''ا۔ اہیم۔پلیز۔ایرملنے دو۔'' وہ ٹا۔ا۔ اہیم نے ایجھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑوایا۔اور مڑکر بیجہ بیگم کی جا رخ کیا۔انھوں نے ایامید سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''زاویر کو میرے حوالے کردو۔اور اپنی بیٹی کو لے جاو۔'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو بیجہ بیگم نے بے بسی سے نگاہیں جھکالیں۔جبکہ اس نے ایحقارت سے ا دیکھا اور جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس ۔

صفا واشروم سے نکل رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوا تو صفا نے چونکر دیکھا۔صفا کے ہاتھ میں تولیہ تھا اور وہ اپنا چہرہ تھپتا رہی تھی۔ا۔ اہیم اسکو دیکھے بنا ڈریسنگ میں ۔۔صفا بے دلی سے آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔یقیناً وہ تیار ہونے لگا۔وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھی اس سوٹ کیس کو گھورتی رہی۔

''میں اپنی سزا کے لئے تیار ہوں۔قید مشقت کے لئے تیار ہوں۔'' وہ ایہی سمت میں گھورے جا رہی تھی۔''آپ بھی مجھے بس درد ہی دیتے ہیں۔جو زخم آپ میری روح پر لگاتے ہیں ان سے اچھا ہے کہ میں اپنے ان کو تھکا لوں۔'' اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا۔''منال آ اب چاہے مجھے کاٹ پٹے جلتے ہوئے انگاروں پر لٹا۔مجھے کچھ منظور ہے۔'' صفا نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

''اور میں آپکا انتظار نہیں کروں گی۔۔میں بس موت کا انتظار کروں گی۔کیونکہ بس ایموت ہی ہے جو مجھے اس قید سے رہائی دلوا سکتی ہے۔'' وہ آنکھیں موندے دل ہی دل میں اپنے عہد دہرا رہی تھی۔اس نے دل ٹھہرا لیا تھا۔

ڈریسنگ کا دروازہ کھلا تو وہ ایاور سوٹ کیس اٹھائے وہاں سے نکلا صفا ہنوز آنکھیں موندے ہوئے تھی۔

''تیار ہو جاو۔آدھے گھنٹے تک ہم نکل رہے ہیں۔'' الفاظ گونجے تھے۔صفا سا ہوئی۔اسکو لگا اسکو میں غلطی ہوئی ہے۔نہیں۔اس نے سوچا کا کہ وہ فون پر کسی سے بات کر رہا ہے۔ہاں وہ فون پر بات کر رہا ہے۔سوچ کر صفا نے آنکھیں بند رکھیں۔اور اسی طرح بیٹھی رہی۔ہر چیز سے انجان۔

ا۔ اہیم نے اسکو دیکھا جو کوئی بھی ردعمل نہیں دے رہی تھی۔ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔اسکی کنپٹی کی رگیں ابھریں تھی۔اس نے ایگہری سانس خارج کر کے اپنے غصے کو قابو کیا اور چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔ا۔ اہیم نے ایاسکو دیکھا۔وہ ایزو آنکھوں پر رکھے درازسی تھی۔ا۔ اہیم نے اسکو زور بو چا تو صفا کی سسکی نکلی۔

''لڑکی۔!بہری ہو کیا؟ سنائی نہیں دیتا۔؟'' وہ آنکھوں میں خون لئے تو صفا کانپ کر رہ گئی۔وہ جلدی سے سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''کک۔کیا مطلب ہے آپکا؟'' وہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے بمشکل بولی۔

''مطلب یہ ہے کہ تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔اس لئے یہ فضول کے ڈرامے بند کرو اور تیار ہو جاو اٹھ کر۔'' وہ جھٹکے سے اسکا زو چھوڑتا ہوا اپنی اسٹڈی کی جا بڑھ گیا۔پیچھے صفا حیران و پریشان سی بیٹھی تھی۔تو کیا وہ شخص اسکو ساتھ لے کر جا رہا تھا۔؟ وہ جو اس سے اتنی نفرت کرتا تھا وہ اسکو اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا؟ صفا کو یقین نہیں آرہا تھا۔لیکن پھر صفا کی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں کا چہرہ لہرایا۔تو کیا وہ اسکو صرف اس لئے لے کر جا رہا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ سے دور رہ سکے؟ صفا کو سمجھ آگئی تھی۔وہ زخمی سا مسکرائی۔

''ہونہہ۔میں بھی کہوں آخر آپکو ایسی مجبوری پیش آگئی کہ آپ اس کارہ، بے کار وجود کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔'' صفا بڑبڑائی۔''آپ صرف اور صرف میرے ماں باپ کو اذیت پہنچانے کے لئے مجھے ان سے دور لے کر جا رہے ہیں۔'' صفا نے حیرت سے اسٹڈی کے بند دروازے کو گھورا۔کہ اچانک دروازہ کھلا۔صفا چونکی۔وہ وہاں سے کچھ فائلز اٹھائے نکلا۔اس نے ٹھٹھک کر دیکھا تو صفا اسی طرح بیٹھی تھی۔

''لڑکی۔!میں نے تم سے کہا تیار ہو جاو اور تم اسی طرح ڈھیٹ بنی بیٹھی ہو؟'' وہ اپنے بیگ میں فائلز ٹھونستا ہوا تو صفا فورا اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ اپنی آنکھیں چٹخانے لگی۔ا۔ اہیم نے اسکی جانب دیکھا تو اسکے پیکنگ کرتے ہاتھ رکے۔وہ تنے۔ا۔ اور لئے اسکے سامنے آیا۔''کیا چاہتی ہو تم؟'' اسکے لہجے میں خماری تھی۔

''کیا میرے کچھ چاہنے سے کچھ مل جائے گا؟'' صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

''نہیں۔!'' لفظی جواب آیا۔صفا نے حیرت سے سامنے کھڑے بے حس انسان کو دیکھا۔

''اب جا کر تیار ہو جاو۔کپڑے تبدیل کرو اور منہ ہاتھ دھولو۔اپنا حلیہ درست کرو۔یہ نہ لگے کہ تمہیں زبردستی کہیں لے جایا جا رہا ہے۔'' وہ نرمی سے پیار بھرے پرسکون لہجے میں بولا تو صفا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔''آئی ڈونٹ بلائیو۔''اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے صفا سے کہا۔وہ سمجھ نہ سکی۔

''کیا؟'' صفا نے سمجھی سے پوچھا۔

''تیار ہو جاو۔اب تم ایک پل کے لئے بھی یہاں رکی تو صفا۔!''ا۔ اہیم نے انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کرنا چاہا۔ وہ اگلے ہی لمحے واشروم میں گھس گئی۔''ڈرپوک۔!''ا۔ اہیم بڑبڑایا۔اور دوبارہ پیکنگ کرنے لگا۔

سفیان گورسی لاونج میں مٹھیاں بھینچے کھڑے تھے۔منال بیگم اپنے کمرے سے نیچے لاونج میں آتو بے چینی سے ٹہلتا دیکھ کر ٹھٹکیں۔وہ چلتی ہوئی پاس آ گئیں۔

''کیا ہوا سفیان؟''انھوں نے فکرمندی سے پوچھا۔

''منال۔!آج تمہارے بیٹے نے حد کر دی ہے۔'' وہ دبے دبے غصے میں غرائے۔

''لیکن کیا کیا ہے ا۔ اہیم نے؟ وہ تو آج واپس جا رہا ہے۔'' وہ ا۔ وسکیٹرے سمجھنے کے انداز میں بولیں۔

''کیا وہ اکیلا جا رہا ہے واپس؟''انھوں نے منال بیگم کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں۔بلکل اکیلا ہی جا رہا ہے۔''انھوں نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔

''آر یو شیور؟''انھوں نے ایک بار پھر سے منال بیگم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہا۔ہاں۔۔اس نے تو یہی بتایا تھا۔کیوں کیا ہوا؟''ا کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔سفیان گورسی نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ا سامنے سیڑھیوں پر گئی۔وہ وہیں خاموش ہو گئے۔منال بیگم نے انکا تعاقب کیا اور مڑ کر دیکھا تو وہ ششدر رہ گئیں۔ا۔ اہیم ایک ہاتھ میں سوٹ کیس پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں صفا کا ہاتھ پکڑے۔اسکو تقریبا گھسیٹتا ہوا لے کر آ رہا تھا۔پیچھے صفا کی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

''پلیز۔ایک بار رامی سے مل لینے دیں۔'' وہ پیچھے التجا کرتی ہوئی آ رہی تھی۔

''خاموش ہو جاو لڑکی۔'' وہ اسکو دھیمی آواز میں ڈپٹ ہوا گھسیٹ رہا تھا۔منال بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔جبکہ سفیان گورسی نے بے بسی سے لبوں میں ہاتھ پھیرا۔وہ اسکو لئے آخری زینہ اتو منال بیگم ایک دم سے میں اس تک پہنچیں۔

''یہ کیا ہے ا۔ اہیم؟''وہ

''ماما۔یہ ساتھ جا رہی ہے میرے۔''اس نے نگاہیں پھیر کر جواب دیا۔

''ا۔ اہیم۔۔!؟؟انھوں نے غیر یقینی سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔اسی دوران زم آیا۔ا۔ اہیم نے اسکو سوٹ کیس تھمایا۔

''ایک سوٹ کیس کمرے میں ہے وہ بھی اٹھا لاو۔''اس نے زم کو حکم دیا تو وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔جبکہ منال بیگم نے اپنے بیٹے کی ڈھٹائی دیکھی۔ا۔ اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنی ماں کی جانب متوجہ ہوا۔

''ماما۔پلیز۔!''وہ کچھ کہنے لگا کہ منال بیگم صفا کی جانب بڑھیں۔انھوں نے اسکا بازو دبوچا۔۔صفا نے ا۔ اہیم کے بازو کو پکڑ فت مضبوط کی۔

منال بیگم نے اسکو کھینچا صفا ا۔ اہیم کے ساتھ چپک گئی۔اسکو وہ شخص اپنا مسیحا ہی لگتا تھا۔اسے اگر منال بیگم ا۔ اہیم کے روپ میں سے کسی ایک کو چننے کو کہا جاتا تو وہ ا۔ اہیم کو چنتی۔کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اسکے دیئے زخم بھی پھول لگتے ہیں۔

''ماما۔۔پلیز۔!''ا۔ اہیم نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے قریب کیا جبکہ وہ مسلسل صفا کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔ا حاتا اس شیر کی طرح تھی جس سے اسکا شکار چھین لیا جائے۔

''ا. اہیم تم یہ صحیح نہیں کر رہے۔'' وہ جھٹکے سے صفا کا ز و چھوڑ کرا. اہیم کے سامنے آ ۔صفا بھیگی پلکیں لئے ا. اہیم کے پیچھے پناہ لئے کھڑی تھی۔

''ماما۔آپ یقین کریں۔میں اسکو کسی ہمدردی کے تحت نہیں لے کر جا رہا۔بس مجھے یہاں موجود لوگوں پ اب بھروسہ نہیں رہا۔'' کہتے ہوئے اس نے ا یہ نگاہ اپنے . پ پ ڈالی۔سفیان گورسی تلملا کر رہ گئے وہ ا یہ . ۔ میں اس ۔ پہنچے۔

''کیا کہا تم نے؟تمہیں اب اپنے . پ پ بھروسہ نہیں؟'' انھوں نے ا. اہیم کا َ یبان پکڑا۔

''میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' ا. اہیم نے یں پ ا ۔

''مت بھولو کہ میں تمہارا . پ ہوں۔نہ کہ تم میرے . پ ۔ا. اہیم۔!'' وہ تنے جبڑے لئے اس پ غرائے۔

''. .۔پلیز۔!'' وہ کچھ نہ بول سکا۔جبکہ صفا مسلسل ا. اہیم کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچے اپنی پ پ ہٹ پ قابو پ رہی تھی۔

''تم۔اسکو چاہے جہاں بھی لے جاوا. اہیم۔ مت بھولو کہ تم ٔ ا کے سامنے بھی جواب دہ ہو۔'' انھوں نے جھٹکے سے اسکا َ یبان چھوڑا۔

''میں جواب دے لوں گا. .۔ پلیز۔آپ لوگ میرے راستے کی رکاوٹ مت بنیں۔میں جا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے نگاہیں پ اتے ہوئے جواب د ۔

''ا َ تم نے اس بچی کے ساتھ کوئی ز دتی کی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا ا. اہیم۔!'' وہ آ ٔ ی . ردھاڑے۔بے بسی سے۔

''آپ بے فکر ہو جا میں اسکے خا ٔ ان کو ا یہ رات بھی چین کی نصیب نہیں ہونے دوں گا۔'' ا. اہیم نے ا یہ عہد کیا تھا۔سفیان گورسی اسکی ڈھٹائی پ حیران ہوئے تھے۔وہ ایسا تو نہیں تھا۔وہ اپنے ماں . پ کا فرمانبردار تھا۔وہ اپنی ماں کا لاڈلہ تھا،اپنے . پ کا غرور اور اپنی بہن کا مان۔وہ . کا چہیتا تھا۔وہ آج اس طرح سرد لہجے میں ان کو جواب دے رہا تھا وہ لوگ اس کی توقع نہیں کر رہے تھے۔اور اس وقت وہ یقین نہیں کر پ رہے تھے کہ سامنے انکا ہی . ٹ کھڑا ہے ۔کوئی اور ہے؟

''صا . ۔!سامان گاڑی میں رکھوا د ہے۔'' زم آ کر مودب سا کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے تم جاو۔'' ا. اہیم نے جواب د تو وہ فورا. ہر نکل َ ۔منال بیگم نے ا یہ آ ٔ ی . رکوشش کی صفا کو ا. اہیم سے الگ کرنے کی۔ ا. اہیم نے ا ہاتھ کے اشارے سے روک د ۔جبکہ سفیان گورسی دانے بھینچ کر رہ گئے۔

''اللہ حافظ۔اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ کہتے ز . دستی اپنے . پ کے ساتھ بغل گیر ہوا۔

''ماما۔پلیز۔اپنا اور . . کا خیال رکھیے گا۔'' کہتے اس نے اپنی ماں کو بھی ز . دستی ہی ساتھ لگا ۔

''تم اچھا نہیں کر رہے۔'' وہ . ٹ ا ۔اور ا یہ قہر بھری نگاہ پیچھے کھڑی صفا پ ڈالی۔

''آپ بے فکر ہو جا آپکا ٹ اپنا انتقام نہیں بھولے گا۔'' اس نے اپنی ماں کا سر چوما۔اور پیچھے ہٹا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ آنکھوں میں آ لئے ملتجی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔''چلو۔'' وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر لے َ بنا اسکی کسی بھی التجا کو خاطر میں لائے۔پیچھے منال بیگم نے حقارت سے صفا کی پشت کو دیکھا۔

خیام قریشی گھر واپس آئے تو ٔ یجہ بیگم لاونج میں ہی ٹہل رہی تھیں۔وہ دروازے میں پہنچے تو وہ ا پ س لپکیں۔

''شاہ صا . ۔۔!شاہ صا . میری بچی۔!'' وہ ہلکان ہو رہی تھیں۔

''کیا ہوا ٔ یجہ۔!'' انھوں نے پ یشانی سے ا شانوں سے تھاما۔

''شاہ صا . ۔!وہ ا. اہیم۔وہ آ یا تھا۔'' وہ آ وں سے ّ چہرہ لئے بولیں تو خیام قریشی نے مٹھّیاں بھینچ لیں۔

''کیا ٔ آ یا تھا وہ؟'' وہ غرائے۔

''وہ۔وہ میری صفا کو ٔ جانے کہاں لے َ ہے۔'' وہ سر پکڑ کر ۔

''تم۔تم یہاں آو۔'' انھوں نے ٔ یجہ بیگم کو صوفے پ بٹھا یا اور پ نی کا گلاس تھما ۔''یہ لو پ نی پیو۔'' وہ ا حا ّ ت دیکھ کر پ یشان ہو گئے تھے۔انھوں نے ا یہ گھونٹ پ نی کا بھرا وہ گلاس واپس پکڑا یا۔''اب بتاو کیا ہوا ہے؟'' انھوں نے گلاس ٹیبل پ رکھا اور ٔ می سے پوچھا۔

''وہ آج آیا تھا۔ آپ گھر نہیں تھے۔اور وہ صفا کا پاسپورٹ لے کر آیا ہے۔۔وہ میری بچی کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔اور ہم ساری زندگی صفا کی صورت نہیں دیکھ پائیں گے۔'' وہ آبدیدہ کار پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔خیام قریشی کے اعصاب ڈھیلے پڑے۔انھوں نے تکان سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''یحییٰ۔۔!'' وہ کچھ دیر بعد پکارے تو یحییٰ بیگم نے رخ موڑ کر انھیں دیکھا۔''وہ اب اسکی بیوی ہے۔اس لئے وہ جہاں چاہے اسکو لے کر جا سکتا ہے۔تم سمجھتی کیوں نہیں؟ انھوں نے اپنے داہنے ہاتھ کی درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے اپنی دونوں کنپٹیاں مسلتے ہوئے کہا تو یحییٰ بیگم غیر یقینی کی سی کیفیت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ۔آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپکو اس بات کا کوئی افسوس نہیں؟'' انھوں نے حیرت سے خیام قریشی کا پرسکون سا چہرہ دیکھا۔

''یحییٰ۔پلیز۔!'' انھوں نے تھکے سے لہجے میں سماجت کی۔

''ظاہر ہے۔آپکو کیا فرق پڑے گا۔آپ کا بیٹا تو محفوظ ہے۔اسکی جان تو محفوظ ہے۔میری بیٹی ہے جو اس جہنم میں پل پل جھلس رہی ہے۔'' انھوں نے حقارت سے کہا تو خیام قریشی نے تنفر سے لب بھینچ لئے دیکھا۔''آپ لوگ اپنی اپنی جگہ سکون میں ہیں۔بس ایک میری بیٹی ہے جو کہ مسلسل ایک قید میں ہے۔اور جانے وہ کب تک وہاں جھلستی رہے گی؟'' انھوں نے کرب سے چور لہجے میں کہا تو خیام قریشی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''مطلب کیا ہے تمہارا؟'' انکا لہجے میں سختی تھی۔

''مطلب یہی ہے کہ آپکو میری بیٹی کی کوئی پرواہ نہیں آپکو بس اس زاویر کی فکر ہے میری بیٹی جائے بھاڑ میں۔'' وہ آبدیدہ کار تھیں۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو کہ صفا میر بیٹی نہیں ہے؟'' وہ انکے مقابل آ کھڑے ہوئے۔

''آپکو اسکی پرواہ نہیں ہے۔'' انھوں نے رخ پھیر کر جواب دیا۔

''ادھر دیکھو یحییٰ۔!'' انھوں نے یحییٰ بیگم کا چہرہ اپنی جانب موڑا۔''وہ میری بیٹی ہے۔میرا خون ہے۔مجھے اسکی پرواہ ہے۔اس لئے خبردار جو تم نے آئندہ ایسی باتیں اپنے منہ سے نکالیں۔'' وہ غصے اور بے بسی کے ملے جلے تاثرات لئے بولے۔

''تو پھر اسکو اس جہنم سے نکال کر لاؤ۔'' وہ اٹل لہجے میں بولیں۔تو خیام قریشی نے اپنی کمر پہ ہاتھ دھر کر رخ پھیرا۔

''اسکا نکاح ہو چکا ہے۔اس لئے اب وہ وہیں رہے گی جہاں اسکا شوہر اسکو رکھے گا۔'' یحییٰ بیگم کی آنکھوں سے بہتے پانی میں اضافہ ہوا کیونکہ ایک آس ٹوٹ گئی تھی۔

''اور۔'' وہ مڑے۔اور یحییٰ بیگم کی آنکھوں میں دیکھا۔''جتنا جلدی ہو سکے اس بات کو سمجھ لو۔'' کہتے وہ وہاں سے چلے گئے۔

جبکہ یحییٰ بیگم بے بس سی صوفے پہ ڈھے گئیں۔وہ ماں تھیں۔اور ماں کا کلیجہ اپنی اولاد کے لئے یوں ہی کٹتا رہتا ہے۔۔ماں کو یقین نہیں ہو جاتا کہ اسکی اولاد محفوظ ہے اور خوش ہے۔

****

گاڑی ائیر پورٹ پہ آ کر رکی۔ وہ کچھ دیر گاڑی میں بیٹھا رہا۔وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔گاڑی میں ہیٹر آن تھا۔اس لئے صفا قدرے پرسکون سی بیٹھی تھی۔ اسکے دل کی کیفیت اس وقت بس وہی جانتی تھی۔وہ کنویں سے نکل کر کھائی میں گر گئی تھی اسکے ساتھ ساتھ اسکو اپنے ماں باپ سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے کا غم ستائے جا رہا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ واپس آئے گی۔کیا۔ اہیم اسکے زخموں پہ مرہم بنے گا یا مزید اسکی روح کو چھلنی کرے گا۔وہ بس اس وقت اپنی قسمت کے بھروسے تھی۔اور اسکو اپنی قسمت سے کچھ خاص اچھے کی امید نہ تھی۔

وہ یوں ہی بیٹھا سٹیئرنگ پہ انگلیاں تھرکاتا رہا۔جبکہ صفا ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھی تھی۔وہ گاڑی سے باہر چھائی دھند میں دمکتی کچھ روشنیاں دیکھ رہی تھی۔کچھ دیر بعد ایک اور گاڑی آ کر رکی۔تو اہیم گاڑی سے باہر نکلا۔صفا نے جھٹ سے کراس طرف دیکھا جس طرف اہیم چل کر آیا تھا۔اس گاڑی سے ایک لڑکا نکلا۔اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔اس نے وہ بیگ اہیم کو پکڑایا اور واپس گیا۔اہیم بیگ پکڑے واپس گاڑی کی جانب بڑھا۔

صفا نے اسکو پلٹتے دیکھا تو اس نے اپنی آنکھیں پھیر لیں۔وہ اسی کی جانب آ رہا تھا۔اہیم نے اسکو گاڑی کا شیشہ نیچے کرنے کا اشارہ کیا۔صفا نے پہلے تو چونک کر

دیکھااور پھر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

''تمہیں کچھ چاہئے؟''اس نے سرسری سے ا ٔ ازمیں پوچھا۔

''ہاں؟ کیا؟''صفا کو یقین نہ آ ۔

'' کچھ کھا ٔ ہے تو لا دوں؟''اس ۔ راس نے بے زاری سے پوچھا۔

''نن۔نہیں۔''صفا نے تھوک نگلا۔

''یہ لو۔یہ میڈیسن ہے تمہاری۔اَ بھوک نہیں ہے تو اپنی ڈوز لے لو۔'' کہتے ا۔ اہیم نے ا ٔ لفافہ اسکی جا ٔ ۔ ٹھا ۔صفا نے حیرت سے ا۔ اہیم کی جا ٔ ۔ دیکھا۔

'' پکڑ لو۔''اس نے جھنجلا کر کہا تو صفا نے لرزتے ہاتھوں سے لفافہ پکڑا۔''یہ لو۔یہ پنَ م ہے۔'' کہتے اس نے ا ٔ پنی کی بوتل اسکی جا ٔ ۔ ٹھائی۔وہ تھرموفلاسک تھی۔

صفا نے پنی کی بوتل بھی تھام لی۔''ابھی کچھ ٹ ئم ہے بورڈ ٔ میں ۔ا ٔ رو ٹ کرنہ ہے ۔یہاں ٹھیک ہے؟''اس نے ستے ہوئے چہرے کے ساتھ پوچھا۔صفا کو حیرت ہوئی وہ اس سے اسکی مرضی پوچھ رہا تھا۔ہالا وہ اپنی سانس بھی اسکی مرضی سے لے رہی تھی۔''یہ تم کیا ہرا ٔ منٹ کے بعد زوم آوٹ ہو جاتی ہو؟''وہ دو ۔ رہ خجلت سے بولا تو صفا نے چو ٔ کر دیکھا۔

''وہ۔یہیں ٹھیک ہے۔مم۔مجھے بھیڑ سے کوفت ہوتی ہے۔''اس نے اپنی انگلیوں کی پشت کو گھورتے ہوئے جواب د ٔ یا جو کہ اب پ ٔ ۔ شروع ہو گئیں تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے۔میں کچھ کھانے کے لئے لا ٔ ہوں۔خالی پیٹ دوا مت ٔ ۔پھر سے مصیبت میں ڈال دو گی۔'' وہ ۔ ٹ ٹاتے ہوئے وہاں سے ٔ ۔جبکہ صفا ٔ ٹ سی اسکی پشت کو دیکھے گئی۔

صفا نے دوا دیکھی اور اسکو ا ٔ سائ ٹ پر رکھا پھر اس نے گلاس میں پنی نکالا تو وہ ٔ م تھا اس نے ا ٔ دو گھونٹ پنی کے پی لئے۔صفا گاڑی کی ٔ ٹ کی پشت سے ٹیک لگا گئی ٔ ۔ راہوا وقت کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

ا ٔ سال پہلے۔!!

وہ تینوں اسی گاڑی میں تھے۔ وقت دوپہر کا تھا۔وہ اور صفا کالج گیٹ پ تھیں۔خود کو دھوپ سے بچا تیں ہو وہ دونوں اپنے سروں پ رجسٹر رکھے ہوئے تھیں۔اسی دوران گیٹ پ ا۔ اہیم کی گاڑی آ رکی۔وہ ان دنوں آ ٔ ہوا تھا اپنے کسی کار و ۔ ری سلسلے میں۔سجل خوشی سے اچھلی۔''دیکھو صفا یہ ا۔ اہیم بھائی کی گاڑی ہے ٔ ن۔'' اس نے ت ٔ چاہی۔

''ہاں انہیں کی لگ رہی ہے۔''صفا نے سرخ ہوتے گال چھپائے۔

''وہ آج خود آئے ہیں مجھے ی ٔ ۔''سجل کے پ ٔ وں خوشی کے مارے ۔ ر ۔ راچھل رہے تھے۔

''تو اس میں اتنا اچھلنے کی کیا ۔ ت ہے سجل۔!''صفا نے کوفت زدہ لہجے میں کہا۔

''وہ یقیناً آج جلدی فارغ ہو گئے ہیں اسی لیے ی ٔ آئے ہیں۔آج ہم دونوں پ رک میں جا گے۔''سجل نے ا ٔ منٹ پہلے بنا ٔ یا پلین صفا کو بتا ٔ یا تو وہ سر جھکا گئی اسکا دل ڈو ۔ تھا۔کیا اسکا بھائی اسکو کبھی ی ٔ نہیں آ سکتا؟ کیا اسکے بھائی کا دل نہیں کرتا کہ وہ اپنی بہن کو کالج سے پ ٔ کرے۔؟ لیکن نہیں۔وہ تو اس سے ت ٔ کرتا ہے وہ تو د ٔ کے سامنے یہ ت ٔ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ اسکی ا ٔ عدد بہن بھی ہے۔وہ تو بہن کو گالی سمجھتا ہے۔

''ہائے لیڈی ۔!''اسکو جانی پہچانی آواز قر ۔ سے آئی تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ آج مختلف حلیے میں تھا۔وہ عموماً تھری پیس ٹو پیس پہنتا تھا۔وا ٔ ٹ ڈریس شرٹ کے ساتھ وہ بلیو جینز پہنا کرتا تھا۔ آج۔صفا اسکو دیکھتی ت ٔ رہ گئی۔وہ روایتی قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔ہاتھ میں ڈھیلی سی کھڑی، کفلنکز لگے کف، ا ٔ ہاتھ میں چشمہ جو اس نے ابھی ابھی ا ٔ تارا تھا اور دوسرے میں مو ٔ بائل پکڑے وہ ان دونوں کے سامنے کھڑا تھا۔اسکے چمکدار جوتوں سے پھوٹتی روشنی بتاتی تھی کہ وہ ٔ دکو اپنے پ ٔ س بھی ۔ ٹ نہیں دیتا۔

''بھائی۔ ۔ ٹی ۔ ت ہے آج آپ مجھے ی ٔ آ گئے۔''سجل نے چہک کر کہا۔

''کیوں؟ میں نہیں ۔ سکتا اپنی ٹ ۔ کو؟''اس نے سجل کا گال کھینچا۔

''آہ ہ۔ بھائی۔''سجل نے اپنے گال پ ہاتھ رکھا۔

''اچھا چلو گی ۔ یوں ہی کھڑی رہنا ہے یہاں؟''ا. اہیم نے سر پ ٹتی دھوپ دیکھ کر پوچھا۔

''چلیں چلیں۔ ویسے بھی میں نے آپکو اپنے کچھ پلینز بتانے ہیں۔'' کہتے سجل اسکی بغل میں سے نکل گئی۔ جبکہ ا. اہیم اور صفا آمنے سامنے کھڑے تھے۔ صفا ہنوز نگاہیں زمین میں گاڑے ہوئے تھی۔

''و ۔ ٹ آمنٹ ۔ ۔!''ا. اہیم نے اسکو روکا۔ سجل وہیں ٹھٹکی۔ مڑی نہیں۔

''کون سے پلینز ۔؟''ا. اہیم نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔

''وہ ۔ آپ آ ں ۔! بتاتی ہوں۔''سجل نے ا. اہیم کو. زو سے پکڑ کر کھینچا۔ ا. اہیم مسکرا کر اسکے پ پہنچا۔ سجل آگے. ٹھنے لگی کہ ا. اہیم نے مڑ کر صفا کی جا. . دیکھا۔ وہ جوان دونوں کو بہت پیار سے دیکھ رہی تھی اچا. اسکی یں خود پ دیکھ کر ٹ. ٹائی اور نگاہیں پھیر گئی۔

''تم اپنی دو ۔ کو ایسے ہی دھوپ میں چھوڑ جاو گی؟''ا. اہیم نے صفا کی جا. . دیکھ کر پوچھا۔

''اسکی گاڑی آنے والی ہے۔''سجل نے بے فکری سے جواب دی۔

''لیکن دھوپ اتنی ہے۔''ا. اہیم نے صفا کی سرخ پ ٹتی رنگت دیکھی۔

''ہمم ۔ میں پوچھتی ہوں۔''سجل مڑ کر صفا کی جا. . ٹھی۔ صفا نے اسکو اپنی جا. . آتے دیکھا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔''صفا ۔!''سجل نے آ کر اسکو پکارا۔

''ہاں سجل؟''اس نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔

''تمہاری گاڑی . آئے گی؟ اتنی می ہو رہی ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔''سجل نے ا. ہی سانس میں ساری. ت کہہ دی تو صفا نے نچلا . کاٹ۔

''نہیں سجل گاڑی آجائے گی تھوڑی دی ۔ ۔ ویسے بھی دھوپ زی دہ نہیں ہے۔ اور تم فکر نہ کرو میں کیمپس کے ر چلی جاتی ہوں۔ . گاڑی آئے گی تو گارڈ انکل بتا دیں گے۔''صفا نے پ سکون سے لہجے میں کہا۔

ا. اہیم جو کچھ فاصلے پ کھڑا تھا ا جا. . آ۔ اور اس نے گیٹ کے ا. رجھانکا تو کیمپس تقریبا خالی ہو چکا تھا۔

''یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے، تم آجاو صفا میں خیام انکل کو بتا دیتا ہوں۔''اس نے مصالحانہ ا. از میں پیش ش کی۔ صفا پہلے تو ہچکچائی۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دی ۔ کیو وہ دونوں بھی اسکی وجہ سے دھوپ میں کھڑے تھے۔ صفا پچھلی ی ٹ پ آ کر بیٹھی اور سجل ا. اہیم کے ساتھ والی ی ٹ پ ۔ سجل نے ی ت ہوئے دروازہ دھڑام سے بند کیا تو ا. اہیم نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''ٹ ۔ یہ میری گاڑی ہے۔ مہر. نی کر کے اس پ تھوڑا ت س کھاو۔''وہ ی ٹ بیلٹ لگاتے ہوئے اسکو. ورکروا رہا تھا۔

پیچھے بیٹھی صفا نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا۔

''تو کیا ہوا۔ گاڑی ہی ہے ں ۔ میں تو آپکی بیوی اور آپکے بچوں کو بھی اسی طرح کر مارا کروں گی۔''سجل نے ک سے مکھی اڑائی اور اسکو اپنے خطر ک ارادوں کے . رے میں آگاہ ی ۔ ا. اہیم کا منہ کھل ی ۔

''میری ٹ ۔ اب اپنے بھتیجوں کو مارے گی؟''اس نے حیرت سے سجل کو دیکھا جو کہ اب سامنے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں کیوں نہیں مار سکتی؟ ویسے بھی میں چھوٹی تھی۔ آج ۔ بس آپ ہی تنگ کرتے آئے ہیں مجھے۔ اب میں اپنے سارے . لے لوں گی۔''اس نے آنکھیں چھوڑی کر کے اپنے ارادے بتائے تو صفا کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔ ا. اہیم نے مڑ کر اسکو دیکھا۔ صفا فورا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''تم دنوں کے میں نے جتنے لاڈ اٹھائے ہیں ں کوئی اور اٹھا کر دکھائے۔ اور اب تم لوگ شکریہ ادا کرنے کے بجائے میرے بچوں پ . ی رکھے ہوئے ہو؟''

ا. اہیم نے . ری. ری ان دونوں کو گھورا۔

''کم آن بھائی۔اتنا دل پہ کیوں لے رہے ہیں۔آپ تو ایسے ری ا کر رہے ہیں جیسے آپکے آلریڈی بچے ہوں۔''سجل نے نارمل سے انداز میں کہا تو ا. اہیم نے اپنی ہنسی دبائی۔''ابھی آپکی شادی ہونی ہے۔پھر جا کر کہیں بچے ہوں گے۔اور پھر جا کر مجھے موقع ملے گا۔'' کہتے ہوئے سجل نے رک کر شرارتی انداز میں ا. اہیم کو دیکھا۔

''اور پھر تم کچھ نہیں کرو گی۔'' کہتے ا. اہیم نے گاڑی دی۔

''اچھا ہم یہاں سے سیدھا پارک چلیں گے۔پھر آئس کریم کھا گے۔اور پھر۔'' کہتے کہتے سجل کے منہ کر. لگی. ا. اہیم نے بھنویں سکیڑ کر اسکے پلیز سنے۔''آپکو آپکے بچوں کا واسطہ پلیز۔!''سجل نے معصوم شکل بنا کر ا. اہیم کو پھنسایا۔

''مجھے تم لوگوں کو ڈراپ کر کے ایک جگہ پہنچنا ہے۔''اس نے بے چارگی سے کہا تو سجل کا منہ پھول گیا۔''اچھا شام کو لے چلوں گا۔پرامس۔!''ا. اہیم نے اسکی آنکھوں کے ستارے دیکھے۔

''رہنے دیں آپ۔۔!''سجل نے پہ ہاتھ جھٹکے منہ پھلایا۔ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اور گاڑی پارک کی جانب موڑ دی۔سجل فوراً پہ جوش ہوئی۔''میں جا تھی۔!''اس نے اپنے بھائی کا بازو پکڑا۔

''کم آن۔گاڑی لگ جائے گی۔''اسنے جلدی سے اپنا بازو چھڑایا۔اب گاڑی میں سجل کے قہقہے گونج رہے تھے۔

گاڑی کا دروازہ کھلا اور ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسکے ساتھ ہی ا. را تو صفا نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔وہ آکر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا اور ایک بیکٹ اسکی جانب بڑھایا۔صفا نے خالی خالی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔

''کھا لے ہے۔کھالو۔پھر دوا لے لینا۔'' کہتے ا. اہیم نے وہ پیکٹ اسکی جانب بڑھایا تو صفا نے خاموشی سے پیکٹ پکڑ لیا۔اس نے بے دلی سے پیکٹ کھولا اور کھانا نکالا۔جبکہ ا. اہیم کے ہاتھ میں ایک اور پیکٹ تھا۔اس میں دو کافی کے کپ تھے۔اس نے ایک کپ نکال کر صفا کی جانب بڑھایا اور خود لے کر بیٹھا۔صفا نے خاموشی سے کپ پکڑ لیا۔ صفا کو کافی بڑی لگتی تھی۔وہ چائے کی شوقین تھی کہ کافی کی۔لیکن وہ اس وقت سامنے والے کو یہ بتا کر مزید نہیں تپانا چاہتی تھی۔ا. اہیم خاموشی سے گھونٹ گھونٹ کافی پینے لگا۔صفا نے دیکھا کہ وہ خود کچھ نہیں کھا رہا۔

''آ۔آپ کچھ نہیں کھا گے؟''صفا نے خود کو کہتے سنا۔

''نہیں۔'' لفظی جواب دیتا وہ ونڈ سکرین کے پار دیکھنے لگا جہاں کچھ فاصلے پہ موجود ائیر پورٹ کی بلڈنگ چمکتی روشنیاں دھند کے وجود ماحول کر خوبصورت بنا رہی تھیں۔

''آپ۔بھی کھالیں۔۔'' کہتے صفا نے کھانا اسکی جانب بڑھایا۔

''تم کھالو۔مجھے بھوک نہیں ہے۔''وہ پہلی بار اتنے نارمل سے انداز میں بولا تھا۔اسکے لہجے میں نہ تو تلخی تھی،نہ تکان اور نہ ہی بے زاری۔صفا خاموشی سے کھانے لگی۔اس نے آدھا کھا لیا تھا کہ ا. اہیم نے خالی کافی کا کپ پاس گاڑی کے ہر ہی پڑے ڈسٹ بن میں پھینکا۔اس نے شیشہ دوبارہ اوپر کر کے ساتھ بیٹھے وجود پہ ایک نگاہ ڈالی۔وہ مزے سے کھا رہی تھی۔صفا کے ہونٹ کے کنارے پہ کیچپ لگا تو اس نے زبان پھیر کر مزے سے وہ چاٹ لیا۔ایک پل کے لئے ا. اہیم کو وہ بہت ہی حسین سا لگا تھا۔وہ لڑکی۔اسکو پیاری لگی تھی۔بے ضرر سی بھولی سی۔معصوم سی۔صفا نے اسکی نگاہیں خود پہ مرکوز پائیں تو اس نے بے ساختہ وہ آدھا کھانا اسکی جانب بڑھا دیا۔

''نہیں۔تم کھاؤ۔''ا. اہیم نے ہڑبڑا کر رخ موڑا۔

''میں کھا چکی ہوں۔آپ کھالیں۔''صفا نے دوبارہ وہ کھانا اسکی جانب بڑھایا۔ا. اہیم نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔کیا وہ اسکی فکر کر رہی تھی؟ کیوں؟ وہ تو اسکے ساتھ جو سلوک روا رکھے ہوئے تھا صفا کو اس سے نفرت کرنی چاہئے تھی وہ تو اسکو اپنا کھانا پیش کر رہی تھی۔صفا نے اسکو یوں گھورتے دیکھا تو اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔وہ یہ سمجھ کا گئی۔''اٹس اوے۔آئی نو۔یہ میرا جھوٹ ہے تو۔''وہ ابھی بول رہی تھی کہ ا. اہیم نے اسکے ہاتھ سے وہ کھانا پکڑ لیا۔صفا نے چونک کر دیکھا وہ اب کھانا کھا رہا تھا۔صفا اسکو دیکھ کر مسکرائی۔اس نے اپنا کافی کا کپ بھی اسکی جانب بڑھایا۔ا. اہیم نے چونک کر دیکھا۔

''وہ۔مجھے کافی پسند نہی ہے۔فکر نہ کریں میں نے ایک بھی سپ نہیں لیا تھا۔''وہ جلدی جلدی بولی۔تو ا. اہیم نے اسکو گھورا۔پھر اس نے وہ کافی کا کپ بھی پکڑ لیا۔

صفا نے سر جھکا لیا۔ ''اب دوا کھا لو اپنی۔ تھوڑی دیر ہم ا ٓ رچلیں گے۔'' اس نے کافی کا سپ یتے ہوئے کہا تو صفا سر ہلا کر فوراً اپنی دوا کھانے لگی۔

کچھ دیر بعد ا. اہیم کو فون آیا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلَ یا۔ وہ لڑکا جو اس سے ملنے آیا تھا وہ آگے بڑھا اور ڈگی سے سامان نکالنے لگا۔ وہ سامان لئے ا ٓ ر کی جانب بڑھَ یا۔ جبکہ ا. اہیم واپس پلٹا۔ اس نے صفا کی جانب کا دروازہ کھولا۔

''آجاو۔'' اس نے اشارہ کیا تو صفا نے جلدی سے اپنی دوا کا پیکٹ سنبھالا اور باہر نکلی۔ وہ آگے بڑھنے لگی کہ ا. اہیم نے اسکو ہاتھ سے اشارے سے روکا۔ وہ وہیں رک گئی۔ ''ایک منٹ۔!'' کہتے اس نے گاڑی کے ا ٓ ر سے ہی ایک شال نکالی اور صفا کے حوالے کر دی۔ پھر اس نے صفا کے ہاتھ سے وہ پیکٹ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں موجود اس چھوٹے سے بیگ میں رکھ لیا جو وہ لڑکا اسکو دینے آیا تھا۔ ''چلو۔'' وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا۔ جبکہ صفا سن سی اسکے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔

وہ لوگ اس وقت جہاز میں تھے۔ صفا بے چین سی بیٹھی تھی جبکہ ا. اہیم پرسکون سا اپنے کانوں میں ائیر بڈز لگائے بیٹھا تھا۔ ا ٓ نسمنٹ شروع ہوئی تو صفا کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ بڑھ گئی۔ ا. اہیم نے ایک اسکو دیکھا تو وہ اچانک سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اس نے ائیر بڈز نکالے اور ستے ہوئے چہرے کے ساتھ صفا کی جانب متوجہ ہوا۔

''اب میں تمہیں پیدل لے روڈ مصر نہیں لے جا سکتا۔'' اسکے لہجے میں ایک پھر سے بے زاری تھی۔

''وہ۔مم۔ مجھے گھب۔گھبراہٹ ہوتی ہے۔'' وہ مسلسل اپنے ہاتھوں کی ا ٓ یں باہم دھنسائے اپنی گھبراہٹ روک رہی تھی۔ ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''اور یہ گھبراہٹ دور کیسے ہوتی ہے؟'' وہ ہوا میں گھورتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''نن۔۔نہیں جا۔مم۔۔ امی۔'' کہتے ہوئے صفا خاموش ہو گئی۔

''امی کیا۔'' ا. اہیم نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔

''وہ۔وہ۔۔'' صفا بول نہ پائی۔

''بولو بھی یار۔۔!'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگا۔

اس دوران پلین ٹیک آف کرنے لگا تو صفا کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔ ا. اہیم کو اب صحیح معنوں میں گھبراہٹ ہوئی تھی۔ ''نو۔نو۔ پلیز۔ اس وقت نہیں۔'' وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔ اسکو وہ رات نہیں بھول رہی تھی۔ صفا اسکے سامنے بے ہوش ہوئی تھی۔

وہ۔۔وہ ممی۔ممیی۔۔'' صفا کے ہونٹ کپکپائے۔

''ریلیکس۔!'' ا. اہیم نے جلدی سے اسکے دایاں زو حمائل کیا اور اسکو اپنے ساتھ لگایا۔ صفا کی سانس رکی ہوئی تھی۔ ا. اہیم نے اسکو دم سادھے ہوئے دیکھا تو وہ مزید گھبرا گیا۔ اس نے جھک کر صفا کا چہرہ دیکھا۔ اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ''صفا۔!'' اس نے ایک ہاتھ سے اسکا گال تھپتھپایا۔

''ہمم۔۔'' اسکی کٹی کٹی سی آواز آئی۔

''ریلیکس۔! سانس لو۔ایک گہری سانس لو۔'' وہ نرمی سے اسکو ساتھ لگائے کہہ رہا تھا۔ جبکہ صفا نے کوئی ردعمل نہ دیا۔

ائیر ہوسٹس اسکے پاس آئی۔

''مے آئی ہیلپ یو سر؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''یس۔ایکچوئلی مائی وائف۔۔شی از ان کمفرٹیبل۔'' ا. اہیم کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے۔

''اٹس اوکے سر۔میم کم ود می۔'' وہ اسکو ہاتھ پکڑ کر اٹھانے لگی تو صفا مزید ا. اہیم کے ساتھ چپک گئی۔

''اٹس اوکے۔میں دیکھ لوں گا۔آپکا شکریہ۔'' وہ شرمندہ سا ہوا۔ ائیر ہوسٹس چلی گئی۔ ''صفا۔!!'' اس نے ایک پھر سے پکارا تو اب کی بار صفا نے ایک گہری سانس لی۔ ا. اہیم نے شکر کا سانس لیا۔ ''ادھر دیکھو۔'' اس نے صفا کی ٹھوڑی تھام کر اسکا چہرہ اوپر اٹھایا تو صفا کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ ''ریلیکس۔! دیکھو ٹیک آف ہو بھی گیا۔اب بس کوئی ڈر نہیں ہے۔دیکھو پرسکون ہیں۔'' اس نے اسکا دھیان بٹانے کی کوشش کی۔ صفا نے خالی خالی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔ ''یہ خوف ختم کر دو۔اب تمہیں اس طرح

سفر کر پڑے گا۔'' کہتے ا. اہیم نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور ا مسلنے لگا۔صفا کے چہرے کی رنگت بحال ہو شروع ہوئی۔وہ تھوڑی د ۔ اسکے ساتھ لگی بیٹھی رہی۔''اوکے و۔فیلنگ بیٹر؟''اس نے جھک کر صفا سے پوچھا۔

''ہمم۔۔''صفا نے اثبات میں سر ہلا۔اور آ پونچھتی ہوئی الگ ہو کر بیٹھی۔جبکہ اب ا. اہیم بھی سیدھا ہو کر بیٹھا۔صفا کے کانوں میں کچھ الفاظ گونجے۔

(''صفا۔میں ہوں یہاں۔تمہاری سجل تمہارے پاس ہے۔دیکھو صفا ٹھیک ہے۔'')وہ الفاظ سجل کے تھے۔وہ بھی اس طرح گھبراہٹ کا شکار ہوا کرتی تو سجل وہ واحد ا ن تھی جو اسکو بنا کسی دوا کے انجیکشن کے قابو کر لیا کرتی تھی۔ورنہ سجل کی غیر موجودگی میں تو اسکو ہاسپٹل جا کر ہوش آ۔ پھر گھر میں ڈاکٹر کو بلوا پڑ تا تھا۔لیکن آج کچھ الگ ہوا تھا۔آج سجل کی بجائے اسکو ا. اہیم نے کنٹرول کیا تھا۔اسکا ا ز وہی تھا۔جس طرح سجل اسکو کنٹرول کیا کرتی تھی۔وہ دونوں بہن بھائی اسکے طبیب تھے۔ان کی موجودگی میں اسکو کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔صفا اب پرسکون سی بیٹھی تھی۔ سجل کے ساتھ راہوا وقت ی آ تو اسکی آنکھوں سے ا . رپھر سے نمکین مائع بہنا شروع ہو ۔جبکہ ا. اہیم ا . رپھر سے کانوں میں ائیر ڈ زلگا کر بیٹھ ۔صفا نے اسکے مو ئل کی سکرین دیکھی تو وہاں پلے آ پشن میں سورۃ یوسف چل رہی تھی۔

سورۃ یوسف۔حسین لوگوں کی سورۃ۔معجزوں کی سورۃ۔بچھڑ کر مل جانے والوں کی داستان،دعاوں کے قبول ہو جانے کی داستان،اپنوں کو کھو کر پ ۔ والوں کی داستان،ا ئی کے ہار جانے اور حق کے غا . آنے کی داستان،یوسف کی داستان اور عز ۔مصر کی بیوی کی داستان جس نے عشق کیا اور اسکا عشق اسکی جھولی میں ڈال د ۔ ۔جس نے اپنے عشق میں اپنی . دشاہی اپنا مقام و مرتبہ . کچھ تیاگ د ۔اور پھر اسکو اسکا عشق کر د ۔ ۔جس نے صبر کیا اور اسکو اسکے صبر کا صلہ دے د ۔ ۔جس نے ا ا ن کی محبت میں فنا ہو کر ہمیشہ . قی رہنے والے کی محبت کو پ لیا۔یہ داستان احسن القصص کہلاتی ہے کیو یہ ا مکمل داستان ہے۔جس کی ا پ ی اینڈ ہے۔صفا کو اس داستان میں اپنا آپ یوسف کی طرح لگا۔جس طرح یوسف کو ا ا ندھے کنویں میں د ۔اور پھینکنے والے اسکے اپنے ہی تھے۔اسی طرح صفا کو بھی اسکے اپنوں نے ا ا ندھیرے کنویں میں د ۔یوسف کو ا قافلہ اپنے ساتھ لے ۔اور عز ۔مصر کے ہاتھ فر ت کر د ۔اسی طرح صفا کو بھی ا. اہیم کے ہاتھوں فرو ت کر د ۔اور اسکی قیمت تھی زو ر کی ز گی۔وہ اسکو آج اپنی سلطنت میں لے کر جا رہا تھا۔لیکن۔کیا صفا بھی یوسف کی طرح اس سلطنت کی . شاہی پائے گی۔اسکا مقدر ا عام غلام جیسا ہی رہے گا؟ کیا اسکو اس ز ان سے نکال کر کوئی تخت پ بٹھائے گا۔وہ ساری ز گی اسی ز ان میں قید رہ جائے گی۔بنا کوئی روشنی دیکھے۔بنا کوئی نور دیکھے؟

تقریبا ا گھنٹہ ر چکا تھا۔ا. اہیم ویسے ہی بیٹھا تھا۔آنکھیں مو ے۔تلاوت کا چیپٹر ختم ہو ۔تھا۔کہ اسکو کسی کے چھوٹے چھوٹے سے اٹوں کی آواز آئی۔اس نے دن موڑ کر دیکھا تو صفا سو رہی تھی۔وہ یقیناً دواوں کے ز اثر تھی۔ا. اہیم کچھ د کے لئے اسکے پرسکون سے چہرے کو دیکھتا رہا۔

کیا تھی یہ لڑکی۔؟ یہ تو اسکے دل کو م کر رہی تھی۔کیوں وہ چاہ کر بھی اپنا غصہ اپنا قہر اس پ ظاہر نہیں کر پا رہا تھا۔شا اسی لئے کہ وہ اس کی حق دار نہ تھی۔اور ا. اہیم حقوق کے معاملے میں اتنا بے حس اور ا ن نہ تھا۔جو ا ن جس چیز کا حق دار ہو تھا وہ ا. اہیم گورسی سے ہی شے پ تھا۔پھر چاہے وہ اسکا قہر ہو اسکی محبت۔

صفا ذرا سا کسمائی تو اس نے نیند میں ہی ا. اہیم کا ز و تھام لیا۔وہ چونکا،اس کے ماتھے پ بل پڑے۔اس نے صفا کا ہاتھ ہٹانے کے لئے اپنا دوسرا ہاتھ ب ھایا۔وہ رک ۔وہ ہاتھ ہٹا نہیں پایا تھا۔وہ جس استحقاق کے ساتھ اسکے ز و پ فت جمائے ہوئے تھی اسکو دیکھ کر ا. اہیم گورسی د رہ ۔اس نے صفا کے ہاتھ کو چھوا اسکو اپنے ز و سے ہٹانے کی سے۔ صفا مز اسکی پناہ میں سما گئی۔وہ اسکی ا ا حر ت نوٹ کر رہا۔ پھر وہ بے بس سا ہو ۔وہ صفا۔ا. اہیم کے استحقاق کا توڑ نہ سکا۔وہ اسکے آگے ہار مان ۔اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا اور سیدھا ہو کر بیٹھ ۔کچھ د بعد اس نے صفا کے چہرے پ نگاہ ڈالی وہاں اب بے چینی سی تھی۔وہ یقیناً کوئی. اخواب دیکھ رہی تھی۔اسکے ماتھے پ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

''صفا۔!''ا. اہیم نے اسکو پکارا۔وہ اسکو اس خواب میں رہنے نہیں دے سکتا تھا۔کیوں وہ اسکو اس خواب سے جگا رہا تھا۔وہ خود بھی نہیں جا تھا۔ صفا کا مضطرب سا چہرہ ا. اہیم کو گوارہ نہ تھا۔''صفا۔!اٹھو۔۔!''اس نے اس . راسکا کندھا پکڑ کر ہلا۔ اس نے صفا کے ہو ٹ ہلتے دیکھے وہ کچھ ب ڑا رہی تھی۔ا. اہیم نے اپنا کان اسکے چہرے کے قر . کیا۔

''نن۔نہیں۔مم۔مجھے چھوڑ دو۔!مجھے امی کے پاس جا ہے۔''صفا ب ڑا رہی تھی۔یقیناً وہ وہی منظر خواب میں دیکھ رہی تھی جس میں ا. اہیم اسکو ذ. دستی قریشی ہاوس سے لے کر آیا تھا۔ا. اہیم نے دا بھینچ لئے۔اسکی کنپٹی کی رگیں ابھر گئیں۔

''صفا۔!!''اس ۔راس نے او آواز میں اسکو پکارا۔تو وہ ہڑ۔ڑا کر اٹھی۔

''اُمم ۔۔امی ۔!''مم ۔میں کہاں ہوں؟امی کہاں ہیں ۔۔؟''وہ ہیجانی کیفیت میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔کچھ مسافروں نے بھی اسکی بے چینی محسوس کی۔

''اب لوگوں کو بھی شک ہو جائے گا کہ میں اسکو ذ۔ دستی لے کر جا رہا ہوں۔''ا۔ اہیم نے لوگوں کی مشکوک نگاہیں خود پ اور صفا پ مرکوز پ ۔وہ تماشہ نہیں چاہتا تھا۔ اور جو اسکی پہچان مصر میں تھی اس کے ساتھ تو وہ ایسا کوئی تماشہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔اَ اسکی کسی نے ویڈ یو بنالی؟اَ لوگوں نے سوشل میڈ۔پ کوئی ہنگامہ کر دیا کہ ا۔ لڑکی کو ذ۔ دستی مصر لا ۔ ہے۔اور لانے والے کی تصو۔یں منظر عام پ آ تو؟تو کیا ہوگا؟حور یہ اور رحمان کروادی کیا سوچیں گے؟اور ۔ سے ۔ڑھ کر اسکی پہچان اسکو خطرہ ہو سکتا ہے۔ا۔ اہیم نے جلدی سے میں سر جھٹکا۔صفا پھٹی پھٹی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔''ارے۔میری جان۔!کیا ہوا؟کوئی۔ اخواب دیکھ لیا کیا؟''ا۔ اہیم نے فوراً صفا کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھام کر اسکا رخ اپنی جا۔ کیا۔

''ہاں؟کیا؟''صفا چو ۔وہ اس سے کیسے ۔ت کر رہا تھا؟

''میری جان۔ہو جا۔ ہے کبھی کبھی۔اس طرح ۔ ہم فلا۔ٹ میں ہوتے ہیں تو ۔ٹ ۔ ۔ز معمولی ۔ت ہے۔''اس نے صفا کے گال صاف کئے جہاں آ تھے۔لوگوں نے اسکو صفا کی پ واہ کرتے اور صفا کو اسکے ساتھ پ سکون دیکھا تو وہ بھی نگاہیں پھیر گئے۔ اٹس جسٹ اے ۔رمل کپل ۔۔! ۔ نے بس یہی سوچا۔

''کک ۔کیا کہہ رہے ہیں؟''صفا کو اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں پ یقین نہ ہوا۔

''ریلیکس ۔بے بی ۔!اٹس او کے۔''ا۔ اہیم نے اسکی کسی ۔ت کا جواب دیے بنا اسکو اپنے ساتھ لگا۔ ۔صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ۔ لا کو دیکھ ۔ رہی ۔ا۔ اہیم زرا سا جھکا اور صفا کے کان میں سرگوشی کی۔''بولا تھا ۔ کہ کوئی تماشہ نہیں چاہیے؟تو پھر یہ ڈرامے ۔زی کیوں؟''وہ دا۔ ۔ بھینچے غرا۔ تو صفا کی جان حلق کو آئی۔

''وہ ۔۔وہ م ۔میں۔''

''اٹس او کے بے بی ۔ہو جا۔ ہے۔ریلیکس ۔میں ہوں ۔ن تمہارے پ س۔''اس نے ا۔ ۔ر پھر سے بلند آواز میں کہا۔''اب آرام سے بیٹھو۔اَ اب تم سوئی ۔ کوئی تماشہ کیا تو مجھ سے ۔ اکوئی نہیں ہوگا۔''وہ دبے دبے الفاظ میں اسکو دو ۔ رہ دھمکی دیتا پیچھے ہٹا۔صفا نے حیرت سے اسکی جا۔ ۔ دیکھا اور تھوک نگلا۔ا۔ اہیم نے ا۔ وارننگ سے بھرپور نگاہ اس پ ڈالی۔تو صفا نگاہیں جھکائے بیٹھ گئی۔

****

وہ ا۔ بلند و ۔لا عمارت تھی۔اسکے قریبا بیس فلور تھے۔انیسویں فلور پ موجود ا۔ فلیٹ تھا۔اس فلیٹ کا ا۔ کمرہ جس ا۔ پوری دیوار شیشے کی تھی۔اور اس شیشے سے سامنے کی مز۔ بلند و ۔لا عمارتیں دکھائی دیتی تھیں۔ان عمارتوں کی لائٹس روشن تھیں کیو آدھی رات کا وقت ہو رہا تھا۔اس کمرے کے بیڈ پ ا۔ آدمی آرام سے سو رہا تھا کہ اسکے دروز۔ پ دستک ہوئی۔وہ فوراً اٹھ کر بیٹھا۔اور آنکھیں ملتا ہوا دروازے ۔ آ۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ا۔ نوجوان سا لڑکا کھڑا تھا۔اسکے ہاتھ میں ا۔ بیگ تھا۔اس نے بیگ اس آدمی کی جا۔ ۔ڑھا۔

''اس میں کچھ سامان ہے تمہاری ضرورت کا۔کچھ کپڑے،جوتے اور مز۔ کچھ اشیاء۔''اس نے بیگ تھماتے ہوئے بتا۔

''شکر یہ بھائی ۔!''اس نے مشکور ہوتے ہوئے بیگ پکڑا۔وہ لڑکا مڑنے لگا تو اس آدمی نے آواز دی۔

''بھائی ۔۔مجھے کچھ پوچھنا ہے۔''اس نے جھجکتے ہوتے کہا۔

''ہاں بولو۔''وہ لڑکا متوجہ ہوا۔

''آ۔ مجھے یہاں کون لے کر آ۔ ہے؟اور کیوں کر رہا ہے مجھ پ یہ مہر۔نی؟''اس آدمی نے بیگ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں جا کہ کیوں لے کر آ۔ ہے۔اور کیوں مہر۔نی کی جا رہی ہے۔ وہ ''شا'' ہے۔۔جس نے تمہیں یہاں رکھا ہے۔''اس لڑکے نے پ اسرار ا۔ ازمیں جواب دیا۔

''لیکن یہ شا کون ہے؟اور کیوں کر رہا ہے یہ ۔؟کیا وہ مجھے جا ہے؟''اس نے تجسس سے پوچھا۔

''ان سوالوں کے جواب بس شا کے پ س ہیں۔اور وہ کسی کے سوالوں کے جواب نہیں دیتا۔''لڑ کے کے چہرے پ پ اسرارسی مسکان تھی۔

''لیکن۔۔!''

''تم آرام سے رہو۔اَ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں صبح آؤں گا بتا دینا۔'' اس لڑ کے کے چہرے پ اب ٔ گواری تھی۔

''کیا مجھے فون نہیں مل سکتا؟''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔!'' لفظی جواب آ تھا۔

'' کیوں؟''وہ جھنجلا ۔

''بولا ٔ۔کہ . تم شا سے پوچھا۔اَ اس نے جواب دے دی تو سمجھنا موت قر . ہے۔اَ وہ خاموش رہا تو سمجھ ٔ کہ ابھی موت دور ہے۔''اس لڑ کے نے کندھے اچکا دیئے۔

''کک۔کیا مطلب؟''وہ آدمی گھبرا ۔

''تم مطلب مت نکالو۔یہ .ٹوں کی . تیں ہیں۔''وہ کہہ کر وہاں سے َ ۔وہ آدمی آ کر بیڈ پ بیٹھا اور بیگ کھول کر دیکھا۔اس میں بس کچھ ضرورت کا سامان تھا۔

''رزاو رکہاں پھنس َ ہے تو؟''اس نے کوفت زدہ لہجے میں خود کو کوسا۔''اس ا. اہیم کے ہاتھ سے بچا ہے تو اس شا کے منہ میں آ َ اہے۔ جانے یہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔''اس نے بے دلی سے بیگ زمین پ پٹکا اور بیڈ پ ڈھے َ ۔

****

وہ لوگ ائیر پورٹ سے نکلے تو سامنے ا گاڑی کھڑی تھی۔ا. اہیم بیگ گھسیٹتا ہوا ہر آ رہا تھا۔جبکہ صفا اپنے َ دچادر پ ٹ سہی سی اسکے پیچھے چلی آ رہی تھی۔گاڑی میں سے ضرار نکلا اور ا. اہیم کی جا . ٹ ھا۔اس نے ا. اہیم سے بیگ پکڑ لئے اور ا گاڑی کی ڈ گی میں لا کر رکھا۔صفا وہیں کھڑی تھی۔

''ا ٔ ر بیٹھو۔!''ا. اہیم نے تنے ا ب لئے اسکو حکم دی تو وہ فورا پچھلی ٹ پ آ بیٹھی۔

''بہت افسوس ہوا ر۔!''ضرار نے نم آنکھوں سے ا. اہیم کو گلے لگا ۔ا. اہیم خاموش رہا کچھ دیر بعد وہ دونوں الگ ہوئے۔

''کام کا کیا ہوا؟''اس نے کھڑے کھڑے ہی پوچھا۔

''کام ہو َ ہے۔اَ تم پہلے بتا دیتے تو جلدی ہو جا تا لیکن خیر میں نے ہینڈل کر لیا تھا۔یونیورسٹی چانسلر اپنا ہی آدمی ہے اس لئے ز دہ مسئلہ نہیں ہوا۔''ضرار نے اسکو آ گاہ کیا تو ا. اہیم نے اثبات میں سر ہلا ۔''اچھا۔اب تم۔مینشن چلو گے ۔؟؟''ضرار نے ا گاڑی میں بیٹھی صفا کو دیکھ کر پوچھا۔

''مینشن ہی چلوں گا میں اسکو لے کر کوئی رسک نہیں لے سکتا۔''ا. اہیم نے بھی گاڑی میں بیٹھے اس وجود پ ا نگاہ ڈالی۔

''لیکن حوریہ۔!''ضرار بولتے بولتے رکا۔

''اسکو میں دیکھ لوں گا۔فی الحال چلو تم۔میں تھک َ ہوں۔''ا. اہیم نے ٔ گواری سے کہا تو ضرار نے فورا گاڑی کا دروازہ کھولا۔وہ ضرار کے ساتھ آ کر بیٹھا۔ضرار نے ڈرائیو َ ٹ سنبھال لی۔

حوریہ اس وقت ِ قوت اور مرجان کے کمرے میں تھی۔دینا سو چکی تھی۔اور وہ ان دونوں کو ا دیکھنے آئی تھی۔وہ یوں ہی رات کو اپنے گھر کا چکر لگا کرتی تھی۔ خاص کر ا. اہیم کی غیر موجودگی میں۔وہ ا سمجھدار اور سلجھی ہوئی لڑ کی تھی۔جو اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی، اپنے گھر کی اور اسکے مال کی حفاظت کر ٔ جا تھی۔اس نے اپنے دونوں شہزادوں کو ا پیار بھری نگاہ سے دیکھا۔وہ سکون سے سو رہے تھے۔ان دونوں کا روم ا ہی تھا وہاں دو الگ الگ سنگل بیڈ موجود تھے۔ِ قوت پ سے لحاف زرا سا سرکا ہوا تھا۔حوریہ نے مسکرا کر سر جھٹکا اور اسکا لحاف در ٹ کیا۔مرجان کی آ کھل گئی۔اس نے حوریہ کو دیکھا جو کہ اب ِ قوت کے ماتھے پ بوسہ دے رہی تھی۔یہ دیکھ کر مرجان نے جان بوجھ کر اپنا لحاف زمین پ َ ادی۔اور یوں ظاہر کیا کہ وہ سو رہا ہے۔حوریہ نے پلٹ کر دیکھا۔پھر اس نے مسکرا کر مرجان کا لحاف اٹھا ا اور اس پ در ٹ کیا۔وہ پلٹنے لگی کہ مرجان نے آنکھیں کھول دیں۔حوریہ چو ۔

''ماما۔آپ مجھے کس نہیں کریں گی؟'' حوریہ نے مسکرا کر اسکو دیکھا۔

''یو کسڈ یِ قوت۔۔ ٹ میرا بس آپ نے لحاف ٹھیک کیا۔ڈو ٹ یو لومی؟'' وہ پ ت یٹ ہوا اپنی ماں سے سوال کر رہا تھا۔حوریہ کی حیرت کے مارے آنکھیں پھیل گئی۔

''نو مائی سن۔۔!'' وہ فوراً جھکی اور مرجان کے ماتھے پ بوسہ دیِ۔''تم دونوں میرے لئے ا. ہو۔میرے جگر کے ٹکڑے ہو تم دونوں۔'' اس نے مرجان کے . لوں میں ہاتھ پھیرا۔

''تو آپ نے مجھے کس کیوں نہیں کیا؟'' اس کا سوال اپنی جگہ قائم تھا۔

''اس لئے کہ میں نے سوچا کہیں میرے ٹے کی نیند اب نہ ہو جائے۔'' وہ اسکے سرہانے ہی بیٹھ گئی۔

''رئیلی؟ تو پھر یِ قوت کی نیند کا کیا؟'' وہ اپنے سوالوں سے سامنے والے کو زیِ کرنے کا ہنر جا تھا۔حوریہ کے پ اس واقعی کوئی جواب نہ تھا۔وہ ششدر رہ گئی۔اس سے غلطی ہوئی تھی ا نے میں وہ واقعی ا یِ غلطی تھی۔اس نے ا نے میں اپنی اولاد میں امتیاز کیا تھا۔اس لئے وہ یں جھکا گئی۔

''آئی ایم سوری۔ٹ۔'' حوریہ شرمندہ ہوئی۔

''اٹس اوکے ماما۔ویسے بھی میری نیند یِ قوت سے زیِ دہ کچی ہے اسی لئے آپ نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔'' اس نے ا یِ پل میں اپنی ماں کو معاف بھی کر دیِ اور اپنی ماں کی غلطی کی جسٹیفیکیشن بھی دے ڈالی۔۔حوریہ نے اچنبھے سے دیکھا۔پھر اسکو اپنے ٹے پ ٹوٹ کر پیار آیِ۔وہ جھکی اور مرجان کے گال پ پیار کیا۔وہ خاموشی سے آنکھیں مونَ یِ۔

گاڑی ا. اہیم کے مینشن کے سامنے آ رکی تو ضرارات کر سامان ات رنے لگا۔۔دو گارڈز بھاگ کر ا جا. آئے۔انھوں نے بیگ پکڑ لئے اور ا. رلے گئے۔صفا گاڑی میں ہی بیٹھی تھی۔ا. اہیم. ہر نکلا۔ا یِ پل کے لئے اس نے اپنے گھر کو دیکھا۔اور ا یِ ٹھنڈی سانس خارج کی۔پھر وہ مڑا اور صفا کا دروازہ کھولا۔

''آ جاو۔!'' اس نے صفا کو پکارا۔وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ اسکی آواز پ چو ۔

''جی؟'' صفا نے غیر یقینی سے پوچھا۔

''لڑکی۔. ہر آ جاو۔گھر آ یِ ہے۔''ا. اہیم نے اس. رکو فت زدہ لہجے میں کہا تو صفا فوراً گاڑی سے نیچے ا ی۔اس نے گاڑی سے. ہر قدم رکھا کہ وہ لڑکھڑائی۔اس سے پہلے کہ وہ َ تی ا. اہیم نے اسکو اپنی مضبوط َ فت میں لے لیا۔''دھیان سے۔'' وہ اسکو سنبھالتا ہوا بولا۔صفا اپنی شال در یِ کرنے لگی۔

''اچھا اب کچھ. تیں ہیں تم اپنے پلے سے. ھلو۔''ا. اہیم اچا. اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔صفا نے پوری توجہ سے اسکے الفاظ سنے۔''یہ میرا گھر ہے۔'' اس نے اپنے عقب میں اشارہ کیا۔تو صفا نے ا. رنگاہ اٹھا کر اس عالیشان سے محل کو دیکھا . جا تھے کہ وہ مصر میں کا رو. رکرتہ ہے۔ اتنا عالیشان محل۔!یہ کسی نے نہیں سوچا تھا۔''اور دوسری. ت۔!''ا. اہیم کی آواز پ وہ متوجہ ہوئی۔''یہاں میری فیملی رہتی ہے۔'' صفا کو اسکی. ت سمجھ نہ آئی۔اس نے چو کرا. اہیم کی جا. دیکھا۔

''فیملی مطلب؟'' اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

''فیملی مطلب بیوی اور بچے۔'' وہ آرام سے کہَ یِ۔ وہ الفاظ صفا کی د ہلا دینے کے لئے کافی تھے۔اس نے سر جھٹکا۔

''کک۔کیا کہا آپ نے؟'' وہ دو. رہ پوچھ رہی تھی وہ یقین کر چاہتی تھی کہ اس نے جو سنا وہ صحیح تھا یا اسکو غلطی ہوئی ں میں۔

''یہی کہ یہاں میری ا یِ عدد بیوی، دو عدد ٹے اور ا یِ عدد بیٹی رہتی ہے۔''ا. اہیم نے تفصیل سے اپنی فیملی کا تعارف کروا یِ۔صفا کے قدم لڑکھڑائے۔ وہ سنبھل گئی۔''اس لئے جو میں کہوں جیسا کہوں تم۔وہی کرو گی۔تم یہ سمجھو کہ تم گونگی اور بہری ہو۔تم وہ کرو گی جو تم سے ا. اہیم گورسی کرنے کو کہے گا۔تم وہی بولو گی جو میں بولنے کو کہوں گا۔اور تم وہی سنو گی جو میں سناوں گا۔سمجھ گئی۔''ا. اہیم نے تَ چاہی۔جبکہ صفا یِ ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔''تمہاری پہچان وہی ہو گی جو میں بناؤں گا۔تم یہاں میری ں بن بن کر آئی ہو۔جس کا ایٹمشن القاہر یونیورسٹی میں ہوا ہے۔اس لئے تم اپنی ڈ ی مکمل کرنے یہیں رہو گی۔ا ٹرسٹینڈ؟'' اس نے زور دے کر پوچھا۔تو صفا نے کسی ٹ انس کے تحت اثبات میں سر ہلا دیِ۔''اب چلو ا. ر۔!'' وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو ا. رپھر سے گھسیٹتا ہوا ا. رلے یِ۔جبکہ صفا کے کانوں میں وہی الفاظ گونج رہے تھے۔**''یہاں میری ا یِ عدد بیوی، دو عدد ٹے اور ا یِ عدد بیٹی رہتی ہے۔''**

لاونج کا دروازہ کھلا تھا۔گارڈز سامان رکھ کر واپس آ چکے تھے۔حوریہ ان دونوں کے کمرے سے نکلی تو اس نے لاونج میں پڑے دیکھے۔وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔اسی دوران دروازے میں سے ا. اہیم اور اسکے ساتھ ا یلڑکی ا ردا خل ہوئے۔حوریہ کو بس ا. اہیم آیا تھا۔اسکی نگاہیں بس ا. اہیم ہی محدود ہوا کرتی تھیں۔

''ا. اہیم۔۔!'' وہ وہیں سے پکاری اور تقریبا بھاگ کر اس تک پہنچی۔

''حوریہ۔۔!'' ا. اہیم نے حوریہ کو دیکھا تو اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔آ کار وہ اس ہستی کے پاس پہنچ ئی تھا جس کے گلے لگ کر وہ اپنا غم ہلکا کر سکتا تھا۔ا یوہی تھی جس کے کندھے پہ وہ سر رکھ کر رو چاہتا تھا۔

''ا. اہیم۔۔!'' حوریہ ا یوں میں اس تک پہنچی۔ا. اہیم اسکے گلے سے لگا۔''ا. اہیم۔۔!'' حوریہ بھی رو دی۔وہ سجل سے ملی نہیں تھی۔ ا. اہیم کے منہ سے اس نے سجل کو اتنا سنا تھا کہ اسکو لگتا تھا کہ سجل ا ساتھ ہی رہتی ہے۔سجل وہاں نہ ہو کر بھی ان لوگوں کی زندگیوں کا حصہ تھی۔''ا. اہیم۔۔!سوری فار یور لاس۔'' حوریہ نے اسکی پیٹھ سہلائی۔

جبکہ صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔اپنے محبوب کو اسکے محبوب کے سے لگتے دیکھنے کا دکھ کیا ہوتا ہے یہ بس صفا جانتی تھی۔اپنے محبوب کو اسکے محبوب کی بانہوں میں دیکھنا۔یہ بہت بڑا دکھ ہے۔اور جو عورت یہ مرداس کرب سے گزرتے ہیں انکا دکھ بس وہی سمجھ سکتی ہیں۔جیسے کہ وہاں کھڑی صفا۔اسکے محبوب نے ابھی ابھی اسکے سر پہ آسمان ادیا تھا یہ بتا کر کہ نہ صرف شادی شدہ ہے بلکہ تین تین بچوں کا باپ بھی ہے۔اور تو اور جو دکھا ا. اہیم نے کسی کے ساتھ نہیں بانٹا تھا۔وہ آج اس لڑکی کے ساتھ بانٹ رہا تھا۔وہ اسکے کندھے پہ تھوڑی ٹکائے اپنے آ حوریہ کے شانے پہ بہا رہا تھا۔

''ا. اہیم۔۔صبر کریں۔'' وہ مسلسل اسکو تسلی دیتی رہی۔

''حوریہ۔!وہ بیٹی تھی میری۔!'' اس نے کرب سے چور لہجے میں کہا تو حوریہ کا دل کر گیا۔

''آپ۔آ بیٹھیں۔'' وہ اسکو لئے صوفے پہ آ بیٹھی۔ا. اہیم نے خود کو سنبھالا۔''یہ لیں پانی پئیں۔!'' حوریہ نے پانی کا گلاس اسکو تھمایا۔تو ا. اہیم نے دو گھونٹ بھرے اور اسکو گلاس واپس پکڑا یا۔حوریہ اسکے ساتھ بیٹھی تھی اسکے ہاتھ تھامے۔صفا دروازے میں ہی کھڑی تھی۔کتنی ان چاہی تھی وہ۔کہ کسی نے اس کو دیکھا تک نہیں۔۔کیا وہ کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی؟ کیا اسکا وجود اس قدر بے کار تھا کہ کسی نے مڑ کر اسکی جانب دیکھا تک نہ۔ا. اہیم نے اچانک دروازے میں کھڑی صفا کو دیکھا۔جو کہ جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی۔حوریہ نے ا. اہیم کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

''ا. اہیم یہ۔کون ہے؟'' حوریہ نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

''یہ؟'' ا. اہیم نے اپنے لبوں پہ زبان پھیری۔اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔وہ چلتا ہوا صفا کے پاس پہنچا۔صفا کو معلوم ہی نہ ہوا کہ کب ا. اہیم اسکے پاس پہنچا اور اس نے صفا کا ہاتھ پکڑا۔''یہ میری جان ہے حوریہ۔'' ا. اہیم کی آواز قریب سے آئی تو صفا چونکی۔وہ اسکے ساتھ کھڑا تھا۔

''اچھا؟'' حوریہ مسکرائی اور اٹھ کر صفا کے پاس آئی۔''نام کیا ہے اسکا؟'' اس نے خوش مزاجی سے پوچھا۔

''صفا۔!صفا نام ہے۔'' ا. اہیم کے گلے میں ا یگلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''صفا۔!کیسی ہو؟'' حوریہ شفاف اردو بول رہی تھی۔صفا کو حیرت ہوئی۔اس نے پلکیں اٹھا کر حوریہ کو دیکھا کیو حوریہ کا قد دراز تھا۔وہ ا. اہیم سے بس زرا سی جھکتی تھی۔ صفا۔اسکا قد کافی چھوٹا تھا۔اس نے اس مصری شہزادی کو دیکھا جو کہ ا یمیرون کلر گاون میں تھی۔اسکی جلد چاند کی چاندنی کی طرح روشن تھی۔وہ بہت حسین تھی۔صفا کو ا یپل میں اسکے اور اپنے تئیں فرق آیا۔وہ یں جھکا گئی۔

''یہ دراصل تھوڑا تھک گئی ہے۔سفر کرنے کی اتنی عادت نہیں ہے اسکو اور تھوڑی سٹر بھی ہے اس لئے اسکو آرام کرنے دو۔'' ا. اہیم نے صفا کی حالت سمجھتے ہوئے حوریہ سے کہا تو اس نے مسکرا کر صفا کا ہاتھ پکڑا۔

''آ جاو۔میں تمہیں تمہارا روم دکھا دوں۔'' وہ اسکو لئے وہاں سے چلی گئی۔صفا حوریہ کے ساتھ ساتھ چلی جا رہی تھی۔وہ دونوں اوپر فلور پہ ہی ا یگیسٹ روم میں جا رہی تھیں۔صفا نے پیچھے مڑ کر ا. اہیم کی جانب دیکھا تو ا. اہیم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں وارننگ دی اور اسکو کچھ دیر پہلے کا پڑھا یا ہوا سبق یاد کروایا۔

****

صبح ہوئی تو صفا کی آ ا شور سے کھلی تھی۔اس نے لحاف منہ سے ہٹا یا اور اپنی آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی اس نے ا ر تو گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔پھر اسکو کچھ لمحوں بعد کچھ یاد آ یا کہ وہ کہاں ہے۔اور کس کے گھر میں ہے۔ پھر سے شور اسکے کانوں سے ٹکرا یا۔اس نے دیکھا کہ ا کھڑکی جو کہ لان میں کھلتی تھی وہ کھلی ہوئی تھی۔پھر اسکو یاد آ یا کہ کل رات حور یہ اسکو چھوڑ کر چلی گئی تھی تو وہ کھڑکی کھول کر کتنی ہی دیر وہاں کھڑی رہی تھی۔اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے بال سمیٹے۔اسکے سنہرے بال بکھرے ہوئے تھے۔اس نے بے دلی سے ا ڈھیلا سا جوڑا بنا یا۔اور دوپٹہ سنبھالتی واش روم میں گھس گئی۔وہ منہ پونچھتی ہوئی باہر نکلی۔تو ا زمہ اسکا بستر ٹھیک کر رہی تھی۔۔صفا نے تولیہ ہینگر پر رکھا۔

''Gunaydin''اس زمہ نے مودب سے ا ازمیں کہا تو صفا چو ۔

اس لڑکی نے فوراً صفا کے چہرے کے تا ثرات پڑھ لئے۔''Ben Turkum''(میں ترک ہوں)اس نے جھجکتے ہوئے کہا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیا تمہیں انگلش کی سمجھ نہیں آتی؟''اب کی بار صفا نے انگریزی میں پوچھا تھا۔

''Hayir''(نہیں)اس لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا۔

صفا نے آنکھیں چھوٹی کیں۔''تو تمہیں اس بات کی کیسے سمجھ آئی؟''

''ہمارا ٹرانسلیٹر فل۔''اس لڑکی نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

''اوکے۔''صفا نے سمجھنے کے ا ازمیں سر ہلا یا۔وہ لڑکی کچھ دیر کمرہ صاف کرتی رہی اور پھر باہر نکل گئی۔صفا بے اختیار اس کھلی کھڑکی کی جانب بڑھی۔وہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔

وہ کھڑکی بند کرنے لگی کہ۔۔

''بوم۔۔!''صفا لڑکھڑائی۔''ہاہاہاہا۔یو سکیئرڈ؟''ا ایک چھوٹا سا بچہ پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنس رہا تھا۔صفا نے ا پر ہاتھ رکھے اپنی سانس بحال کی۔وہ بچہ اب کھڑا اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔ صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔''کم۔۔پلے وداس۔!''اس لڑکے نے صفا کو آفر کی۔

''واٹ۔می؟''اس نے اپنے ا پر ہاتھ رکھا۔

''یس۔۔یو۔پریٹی لیڈی۔!''وہ لڑکا آنکھوں میں شوخی لئے بولا تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا کہ اسی دوران ا اور لڑکا چلتا ہوا اس جانب آیا۔

''اسلام علیکم۔۔!''اس نے کھڑی میں کھڑی صفا کو سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔۔!''صفا اس ویلکم سے خوش تھی۔

''مرجان۔!تمہیں ماما بلا رہی ہیں۔!''دوسرا لڑکا کھڑا اب پہلے سے کہہ رہا تھا۔ وہ شفاف اردو بول رہا تھا۔اب کی بار صفا کی حیرت میں اضافہ ہوا۔''مائی سیلف قوت۔ئے داوے۔''دوسرا لڑکا حیران سی کھڑی صفا کی جانب متوجہ ہوا۔''یہ میرا بھائی مرجان ہے۔اور ہم دونوں جڑواں ہیں۔''اس نے مسکرا کر اپنے ساتھ کھڑے مرجان کو دیکھا۔

''میں اپنا تعارف کروا جا ہوں۔''مرجان کو اچھا نہیں لگا تھا یوں قوت کے منہ سے اپنا تعارف ''۔

''ان سے انکا تعارف سن لیں؟''قوت نے مرجان پر ا جتاتی ہوئی نگاہ ڈالی۔

''کم آن۔ماما نے بتایا ہے کہ یہ۔۔کی ون ہیں۔یہاں اپنی ڈیوٹی مکمل کرنے آئی ہیں۔''مرجان نے پرسکون ا ازمیں صفا کا انٹروڈیٹا بتایا تو قوت مسکرایا۔''دیکھا میں آپکے کام آ رہے میں کچھ جا ہوں پریٹی لیڈی۔۔!''اس نے اپنے ا پر ہاتھ رکھے صفا کو ویلکم کروایا۔صفا بے ساختہ مسکرا دی۔

''تم یہاں کھڑی ہو؟''صفا کے عقب سے ا انی آواز آئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔وہ حوریہ تھی۔صفا سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی۔

''وہ دراصل۔''اس نے کھڑکی جانب اشاری کیا جہاں قوت اور مرجان اب محظوظ سے کھڑے مسکرا رہے تھے۔

''یقوت میں نے تمہیں مرجان کو بلانے کے لئے بھیجا تھا اور تم بھی یہاں. توں میں لگ گئے؟ چلو آجاو. شتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' حوریہ نے ان دونوں کو گھورا تو وہ دونوں منظر سے غا ئب. ہو گئے۔ ''تم فریش ہو گئی؟'' وہ اب صفا کی جا ن. موجہ ہوئی۔

''جی۔!'' صفا نے چہرے پہ آئے ل کان کے پیچھے کئے۔

''آجاو. شتہ ریڈی ہے۔'' اس نے دوستانہ ا ز میں بلا یا۔ تو صفا نے سر ہلا یا۔ وہ دونوں. شتے کی ٹیبل ت پہنچیں تو یقوت اور مرجان پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ا ساتھ ا یک کرسی پہ ا یک خوبصورت سی پ ی بیٹھی تھی۔۔ صفا کو وہ ا یک پ ی ہی لگی تھی۔ خوبصورت سی ک ڑ ی۔ صفا نے رک کر اسکے چہرے کو دیکھا تو اسے اسکا چہرہ بھلا سا لگا۔ کیو ں اسکی آنکھیں اور اسکی. ک سجل جیسی تھی۔

''آجاو صفا۔!'' ا ی. ر پھر سے حوریہ کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ صفا جھجکتے ہوئے آکر آ ی کرسی پہ بیٹھی۔ سر. اہی کرسی کی جگہ خالی تھی۔ جبکہ اسکے. جا ن. حوریہ اور دینا بیٹھیں تھیں۔ اور دا جا ن. کی دونوں کرسیوں پہ یقوت اور مرجان تھے۔ اس طرح وہ آ ی کرسی پہ بیٹھ گئی جو سر. اہی کرسی کے عین سامنے تھی۔ صفا . وس سی بیٹھی تھی۔

زمہ. شتہ لگانے لگی۔

وہ پنچوں وہاں موجود تھے۔ صفا کی یں کسی اور کی متلاشی تھیں۔ اس نے کل رات سے اسکو دو. رہ نہیں دیکھا تھا۔

''زہرہ۔۔!Ibrahim'i kahvaltiya çagir'' (ا. اہیم کو. شتے کے لئے بلا کر لاو۔) حوریہ نے زمہ سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی سیڑھیوں کی جا ن. ڑھی۔ وہ وہیں ٹھٹک گئی کیو وہ پہلے ہی سیڑھیاں ا تر کر آ رہا تھا۔ ذہرہ واپس کچن میں چلی گئی۔ وہ کوٹ درو یہ کرتا ہوا اس جا ن. آیا تو صفا نے نگاہ اٹھا کر اسکی جا ن. دیکھا۔ ا. اہیم نے ا یک چھی سی نگاہ صفا پہ ڈالی اور آ کر سر. اہی نشست پہ بیٹھ ی۔

''زہرہ کافی۔۔!'' حوریہ نے آواز دی تو زہرہ فورا کافی لے آئی۔ اور ا. اہیم کے سامنے رکھی۔

''میں کچھ دنوں کے لئے ا ن. نس ٹ پہ جا رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے کافی کا سپ لیا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔ خیال سے جایئے گا۔'' حوریہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ وہ اب دینا کو. شتہ کروا رہی تھی۔ ا. اہیم کچھ دیر خاموشی سے. شتہ کرتا رہا۔ جبکہ صفا یوں ہی بیٹھی تھی۔

''تمہارا ا یڈمیشن ہو ی ہے۔ آج سنڈے ہے۔ کل سے یونیورسٹی چلی جا ن۔'' ا. اہیم نے کافی کا سپ یتے ہوئے کہا تو صفا نے چو. کر دیکھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کس کو کہہ رہا ہے۔

''ہاں صفا۔! آج تم آرام کرو۔ کل سے یونیورسٹی شروع ہو جائے گی تمہاری۔'' اب کی. ر حوریہ بولی تو صفا نے اچنبھے سے ا. اہیم کی جا ن. دیکھا۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے اسکو. اہیم کی کہی گئی. تیں یاد آ ۔ تو صفا خاموش ہو گئی۔ ''صفا. شتہ کرو۔!'' حوریہ نے دیکھا وہ ویسے ہی بیٹھی ہے۔ ا. اہیم نے ا ی گہری نگاہ صفا پہ ڈالی تو وہ ہڑ. ا کر . شتہ کرنے لگی۔

''اپنی دوا وقت پہ لے ی۔۔ مجھے اپنی غیر موجودگی میں کوئی پ یشانی نہیں چاہیے۔'' ا. اہیم مسلسل صفا کو گھور رہا تھا۔ جبکہ وہ اب. شتے کی پلیٹ پہ جھکی ہوئی تھی۔ ا. اہیم کے الفاظ پہ اس نے چو. کر دیکھا۔ وہ اسی کی جا ن. دیکھ رہا تھا۔ جبکہ حوریہ مصروف سی دینا کو. شتہ کروا رہی تھی۔ صفا نے خود پہ اسکی نگاہیں مرکوز تو وہ ہڑ. ا گئی۔

''ڈو ٹ وری۔۔ ہم آپکی. ن کا خیال رکھیں گے۔'' مرجان نے مسکرا کر صفا کی جا ن. دیکھا۔

''اینڈ آئی ٹ یو۔'' ا. اہیم نے مسکرا کر مرجان کی. ت کا جواب دیا۔ صفا نے ا ی نوالہ نگلا۔ وہ خود کو ان فٹ سمجھ رہی تھی۔ ا. اہیم کا خا. ان مکمل تھا۔ اسکی وہاں کوئی جگہ اور ضرورت نہ تھی۔ جس ا. اہیم کے خواب اس نے دیکھے تھے وہ کسی اور کا ہو چکا تھا۔ وہ اپنا ا ی جہان آ. دکر چکا تھا جس میں وہ اور اسکا خوبصورت خا. ان خوش تھے۔ اور صفا اس میں ا ی ان چاہا اضافہ تھی۔ اسکے نوالے اٹ رہے تھے۔ ا لگ سا درد تھا جو اسکے حلق میں اٹھ رہا تھا۔ وہ درد ان آ وں کا تھا جن کو وہ ا. رہی ا. رپی رہی تھی۔ وہ درد

ان ہچکیوں کا تھا جن کا وہ گلہ گھونٹ رہی تھی۔اس نے بمشکل ایک نوالہ نگلا اور پانی کا گلاس اٹھایا۔وہ اب پانی کی مدد سے اپنے خشک حلق کو تر کر رہی تھی تاکہ اسکا نوالہ آسانی سے حلق سے نیچے اتر جائے۔۔!!

تھوڑی دیر بعد ابراہیم اٹھ کھڑا ہوا تو حوریہ بھی مسکرا کر اسکے ساتھ ہی اٹھی۔ابراہیم نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ایک گارڈ آیا۔

''اوپر سے میرا بیگ لے آو۔''اس نے اشارہ کیا تو گارڈ اوپر والی منزل کی جانب بڑھ گیا۔

''اوکے لو(Okay Love)۔!میں چلتا ہوں۔کوشش کروں گا جلدی آجاوں۔''اس نے جھک کر دینا کے گال پر پیار کیا۔

''فی امان اللہ۔۔!''مرجان اور یاقوت نے یک زبان ہو کر کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔کتنا مس کیا تھا اس نے اپنے خاندان کو وہ خاندان جو اسکے سکون کا منبع تھا۔اس نے جھک کر ان دونوں کے گالوں پر بوسہ دیا۔

''آجا۔!''حوریہ نے اسکو دروازے سے چھوڑنے کا اشارہ کیا۔تو اس نے ایک صفا کو دیکھا جو کہ ان کی دیکھا دیکھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔گارڈ بھی اسکا سامان لے جا چکا تھا۔

''آجاو''۔ابراہیم نے اپنا کوٹ درست کیا اور دروازے کی جانب بڑھا۔جبکہ مرجان اور یاقوت دور اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔دینا بھی وہیں بیٹھی رہی۔ڈائننگ ہال سے مین ڈور آتا تھا۔صفا نے بے ساختہ گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔وہ مرکزی دروازے میں کھڑا حوریہ سے کچھ کہہ رہا تھا۔وہاں سے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔البتہ ابراہیم کا چہرہ ستا ہوا تھا۔

''حوریہ یہ بہت جلدی پینک ہو جاتی ہے۔پلیز۔اسکا خیال رکھنا''وہ چہرے پر گوارگی لئے کہہ رہا تھا۔

'' آپ فکر نہ کریں میں سنبھال لوں گی۔''حوریہ نے مسکرا کر اسکا کالر جھاڑا۔

''اسکو دوا کا یاد کروا تی رہنا۔یہ لاپرواہ ہے۔''اس نے ایک ڈائینگ ہال کی جانب دیکھا جہاں صفا ٹکٹکی باندھے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔صفا ہڑبڑائی۔اور فورا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''میں کروادوں گی۔بلکہ میں خود وقت پر دوا دے دوں گی۔''حوریہ نے اسکی پریشانی دور کی۔

''ہمم۔مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔''ابراہیم نے مشکور سے انداز میں حوریہ کو شانوں سے تھاما۔

''وہ مجھے آپکو کچھ بتانا تھا۔''حوریہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں بولو۔''وہ مصروفیت میں بھی اپنی بیوی کی بات غور سے سنا کرتا تھا۔

''وہ حسن آیا ہوا ہے۔''حوریہ نے محظوظ ہوتے اسکے چہرے کے تاثرات دیکھے۔

''کم آن۔مجھے پتہ ہے اس سے۔''ابراہیم نے گوارگی سے کہا۔

''مجھے بھی ہے۔''حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی۔'' وہ بھائی ہے میرا۔تو کیا کروں۔''حوریہ نے اضافہ کیا۔

''خیر تم اپنا خیال رکھنا۔میں اپنا کام نبٹا کر واپس آجاوں گا۔''ابراہیم نے حوریہ کے گال پر ہاتھ پھیرا۔

''پہلے آپ اتنے دن پاکستان میں گزار کر آئے ہیں۔اور اب دو رہ جا رہے ہیں۔''حوریہ نے اداسی سے کہا۔

''فکر مت کرو میری جان۔میں جلد واپس آوں گا۔''کہتے اس نے حوریہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔یہ منظر کسی اور نے دیکھا تھا۔وہ ایک پل رکا پھر سے مڑ کر جانا دیکھ رہی تھی۔

''میں آپکو مس کروں گی۔۔''حوریہ نے اداسی سے ابراہیم کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔ابراہیم نے ایک پل کے لئے دور رہ سامنے دیکھا۔وہ اس جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔

''میں جلدی واپس آوں گا۔''اس نے حوریہ کے بال سہلائے۔اور پھر وہ الوداعی کلمات کہہ کر رخصت ہوا۔جبکہ حوریہ کتنی دیر مرکزی دروازے میں کھڑی رہی۔اور پھر واپس آگئی۔

''پیٹی لیڈی کیا ہوآپ اداس ہیں؟'' مرجان نے اپنے بغل میں بیٹھی صفا پہ نگاہ ڈالی جس کی آ سے ایک آ ضبط کے سارے بندھ توڑ کر بغاوت کرتے بہہ نکلا تھا۔

''نن۔نہیں تو۔'' صفا نے فوراً گال صاف کیا۔

''گھر کی یاد آرہی ہوگی۔'' حوریہ نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''اٹس اوکے۔تم نشتہ کرلو پھر گھر ت کریں۔'' حوریہ نے آرام سے کہا۔ جبکہ صفا کے ذہن میں جھماکے ہوئے تھے۔تو کیا وہ یہاں اپنے ماں باپ سے رابطہ کرسکتی ہے؟ایک عجیب سی خوشی تھی جو اس کرب کے لمحات میں بھی اسکی روح میں سرائیت کر گئی تھی۔

''وہ۔مم۔۔میرے پاس فون نہیں ہے۔'' صفا نے کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

''اٹس اوکے۔میرا فون استعمال کریں۔اور پھر میں تمہارے لئے فون منگوادوں گی۔'' حوریہ نے بے فکری سے دینا کا منہ نیپکین سے صاف کرتے ہوئے کہا تو صفا کو اپنے کانوں پہ یقین نہ ہوا۔

''آج آپ ہمارے ساتھ کھیل سکتی ہیں پیٹی لیڈی؟'' مرجان نے صفا سے پوچھا۔قوت نے اسکو گھورا۔وہ مسلسل صفا سے فری ہو رہا تھا۔

''ہاں۔۔؟میں؟'' صفا نے حیرت سے مرجان کو دیکھا۔

''ہاں آپ۔!'' اس نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

''مرجان۔!تنگ مت کرو صفا کو۔وہ تھکی ہوئی ہے۔تم لوگ کھیلو جا کر۔'' حوریہ نے صفا کی حالت سمجھتے ہوئے جواب دیا تو مرجان منہ بنا کر رہ گیا۔

صفا کا کمرہ سیٹ کروادیا گیا تھا۔جو کپڑے ابیہم نے اسکے لئے لیے تھے وہی کچھ کپڑے تھے بس اسکے بیگ میں۔اور ان کو اسکی ڈریسنگ میں سیٹ کردیا گیا تھا۔ نشتے کے بعد حوریہ نے صفا کی دوا اسکے کمرے میں بھجوادی۔زہرہ ایک ٹرے میں پانی کا گلاس اور اسکی دوا لئے کھڑی تھی۔وہ واشروم سے کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلی تو چونک گئی۔

پھر اسکو یاد آیا کہ دوا ابیہم کے پاس ہی تھی۔اس نے بنا کچھ کہے دوا کھالی۔زہرہ خاموشی سے واپس چلی گئی۔

وہ آکر بیڈ پہ بیٹھی۔وہ کچھ دیر یوں ہی ہوا میں گھورتی رہی۔۔ابیہم اور اسکی پیاری فیملی کا نقشہ اسکی آنکھوں کے سامنے ابھرنے لگا۔پھر سے ضبط کرنے لگا۔اب آنسو بہنا شروع ہوگئے تھے۔کیونکہ اب اسکو کوئی خوف نہ تھا کہ کوئی دیکھ لے گا یا اسکو کوئی ڈانٹے گا۔

اس نے دونوں پاؤں بیڈ پہ رکھے۔اسمیٹا۔۔اور گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھایا تو اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔اسکے گال آنسوؤں سے تر تھے۔پھر اسکے ہونٹ پھڑپھڑائے۔

''یا اللہ۔!دیکھیں نا۔میں نے یہ تو نہیں چاہا تھا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔''یہ۔یہ کیا تھا؟ کیوں مجھے ایسے ان سے محبت ہوگئی جو پہلے ہی کسی اور سے محبت کرتا ہے۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ کہہ رہی تھی۔''اسکا ایک خوبصورت خاندان ہے۔میری جگہ کہیں نہیں ہے۔تو پھر کیوں مجھے ایسی دیوار میں لگا دیا ہے جس کی کسی اینٹ سے میں میل نہیں کھاتی۔'' اس نے سر اٹھا کر اپنے پیدا کرنے والے سے سوال کیا۔''کیوں مجھے ایسی دنیا کا حصہ بنا دیا جہاں سے میں بیلونگ ہی نہیں کرتی؟ کیوں مجھے میری محبت کے ہاتھوں آزمایا جا رہا ہے؟ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم جس چیز کی تمنا کرتے ہیں اسی چیز کو ہماری زندگی سے بڑی آزمائش بنا دیا جاتا ہے؟ کیوں اللہ جی؟ کیوں۔۔؟'' وہ مسلسل سسکیوں میں اپنے خالق سے سوال کر رہی تھی۔

''اللہ جی۔!'' اس نے آنسو پونچھے۔''آپ تو کسی پہ اسکی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے تو پھر کیوں؟ کیوں صفا پہ ایسا بوجھ ڈالا جا رہا ہے جس کو اٹھانے کی صفا میں طاقت نہیں ہے۔'' اس نے ایک آہ بھری ہچکی لی۔اب سوال وجواب کا۔۔بلکہ صرف سوالوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔وہ ویسے ہی ڈھے گئی۔بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے لگائے وہ نیند کی آغوش میں چلی گئی اسکو اندازہ ہی نہ ہوسکا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔اس وقت وہ بیسمنٹ میں موجود اپنے کوارٹر میں تھا۔ٹیبل پہ ایک نقشہ بچھائے وہ ایک مارکر سے کچھ نشان لگا رہا تھا۔کہ اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ضرار نے ایک اسکو اپنے کام میں مصروف دیکھا تو اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔اس نے ایک فائل ٹیبل پہ رکھی اور سامنے کرسی پہ بیٹھ

''یہ کیا ہے۔؟''ا. اہیم نے نقشے پ جھکے ہوئے ہی سوال کیا۔

''کرداوی کی ڈیل۔اس. رکامیاب ہوگئی۔!''حسن نے مایوس لہجے میں کہاتوا. اہیم نے سراٹھا کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟ایسے ضما۔۔ کے بنا کیسے؟''ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''ضما۔۔ مل گئی تھی۔''ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کس نے دی۔؟''اس. را. اہیم کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

''ش۔ حسن آفندی۔۔!''ضرار نے پ سکون سے لہجے میں بتا۔

''ہمم۔۔تو میرا۔ ازہ صحیح تھا۔''وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا۔

''کون سا۔ ازہ؟''ضرار نے حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''ش۔ حسن آفندی یہودیوں کی پشت پناہی کرر ہا ہے۔۔''اس نے حقارت سے آنکھیں بند کرلیں۔

''مجھے ایسا نہیں لگتا۔''ضرار نے یقین سے کہاتوا. اہیم نے آنکھیں کھول کر اسکی جا. دیکھا۔''وہ بس کارو. رکرر ہا ہے۔اسکو فرق نہیں پ۔ کہ سامنے مومن ہے۔ کافر۔!''ضرار نے اپنا نقطہ بیان کیا۔

''اور ایسا کارو. رجس سے ان یہودیوں کو نفع پہنچے جو ہمارے معصوموں کی کشی کرر ہے ہیں۔وہ تمہاری میں کیسا کارو. رہوگا۔''وہا. وسکیٹرے سامنے بیٹھے ضرار کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔

'' ابھی۔ نہ تو ش۔ کا یہودیوں کے ساتھ کوئی. اہ را ۔تعلق آ ہے اور نہ ہی کرداوی کا۔''ضرار ہڑ۔ا۔

''اور ا تمہیں مستقبل قر۔ میں ایسے معاہدے ہوتے آجا جن میں کہا جائے کہ عرب ملک یہودیوں کے ساتھ کارو. رکرنے کے لئے تیار ہیں تو۔؟''اس نے ا۔ لمحے کے لئے بھی ضرار کے چہرے سے اپنی شربتی آنکھیں نہیں ہٹا تھیں جن میں جلتے ہوئے شعلوں میں ہر لمحے اضافہ ہو رہا تھا۔

''۔۔ ۔تو۔ دیکھ لیں گے۔''ضرار نے. لآ۔ نگاہیں پ ا ۔

''اور اس سے پہلے کہ یہ ملک اس میں شامل ہو میں ایسے تمام عناصر کو مٹادوں گا۔''ا. اہیم سیدھا ہو کر بیٹھا۔''کما۔ڈ رسے رابطہ ہوا؟''اس نے کچھ د۔ بعد پوچھا تو ضرار فورا متوجہ ہوا۔

''ہاں۔ا کچھ مجاہدیں چاہییں۔''اس نے فورا بتا۔

''ٹھیک ہے۔جتنی تعداد چاہیے بھیج دو۔''وہ کہتے ا۔ رپھر سے نقشے پ جھک ۔

''ا. اہیم تم آگ سے کھیل رہے ہو۔''ضرار نے اسکا بے پ واہ سا چہرہ دیکھا۔

''کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے ضرار؟''اس نے سراٹھا کر ضرار کو دیکھا۔

''نہیں۔''ضرار نے اعتماد سے جواب دی۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے۔کھیل جاری رکھو۔'' کہتے وہ ز را سا مسکرا۔

''ہمم۔۔''ضرار سر ہلا۔ اٹھ کھڑا ہوا۔

''اور ہاں۔'' کہتے اس نے مار کرا۔ طرف رکھا اور ضرار کی جا. متوجہ ہوا۔''کچھ امدادی ٹ جا گے۔اور تم ا اپنی سکیورٹی میں وہاں پہنچاو گے۔''اس نے دونوں ہاتھوں کی ا۔ یں. ہم دھنسا کر ضرار کو حکم دی۔

''ٹھیک ہے۔بے فکر رہو۔''ضرار بمشکل مسکرا۔

''ضرار۔!'' اس نے ضرار کے چہرے کو دیکھ کر پکارا۔

''ہاں؟'' وہ اسی انداز میں بولا۔

''تمہیں پتہ ہے زندگی کی سب سے بڑی حقیقت کیا ہے۔؟'' اس نے دوبارہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''کیا؟'' ضرار اسکے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''موت۔۔!'' وہ پرسکون سے لفظی جواب دیتا ضرار کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جبکہ ضرار یوں ہی کھڑا رہا۔''اس لئے کبھی بھی خود کو زندہ رکھنے کے لئے مت تھکاو۔اگر خود کو تھکانا ہے تو کسی مقصد کے حصول کے لئے تھکاو۔اور یقین مانو ضرار۔!'' وہ ایک لمحے کے رکا۔ضرار ہمہ تن گوش تھا۔''اگر تم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں بھی ہوتے تب بھی تم کامیاب ہی کہلاو گے۔کیونکہ کامیابیات وہ ہوتا ہے جو کوشش کرتا ہے۔اور کوشش کرنے والے کو ناکام نہیں کہا جاتا۔کوشش کرنے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔کوشش کرنے والا زندہ رہتا ہے۔کوشش کرنے والے کو موت بھی نہیں مار سکتی کیونکہ وہ مرتے مرتے ایسے پودے لگا جاتا ہے جو اسکے جانے کے بعد بھی پھل دیتے رہتے ہیں۔'' وہ ضرار کے چہرے پہ نگاہیں جمائے کہتا جا رہا تھا۔

''اور اگر وہ درخت پھل نہ دے سکیں؟ اگر ان درختوں کو دیمک کھا جائے تو؟'' ضرار نے سوال کیا تو اہیم ہلکا سا مسکرایا۔اس نے ٹیک لگائے ہوئے ہی ٹیبل پہ پڑے ایک قلم کو اٹھایا جو لکڑی سے بنا ہوا تھا۔

''یہ قلم۔۔اور یہ کاغذ۔'' اس نے نقشے کی جانب اشارہ کیا۔''یہ درخت کی جڑیں یہاں ہیں۔اس درخت کو لگانے والے کو نہیں معلوم تھا کہ اس درخت کو پھل لگے گا یا اسکی لکڑی کو جوان ہونے سے پہلے ہی کاٹ لیا جائے گا۔دیکھو۔اس سے یہ قلم بنا۔اور اسکو میں استعمال کرتا ہوں۔ان یہودیوں کے مضموم عزائم لکھنے اور انکا تعاقب بنانے کے لئے۔اور یہ کاغذ۔'' اہیم نے قلم کی نوک کو نقشے پہ رکھا۔''یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے۔یہ رہبر ہے۔یہ مجھے راستہ دکھاتا ہے۔'' اس نے قلم ٹیبل پہ دے۔''اس لئے ضرار۔۔!'' اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہم دھنسا اور ٹیک لگائے اپنی کرسی جھلانے لگا۔''کوئی بھی درخت رائیگاں نہیں جاتا۔دیمک زدہ درخت بھی آگ جلانے کے کام آجایا کرتے ہیں۔'' اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تم صحیح کہتے ہو۔تم ہمیشہ ہی صحیح کہتے ہو۔'' ضرار نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے نکل گیا۔

صفا سو رہی تھی کہ اسکو باہر سے لان میں سے آوازیں آئیں۔اسکے کمرے کی وہ کھڑکی لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔اس لئے وہاں اکثر قوت اور مرجان کھیلتے پائے جاتے تھے۔وہ آنکھیں ملتی اٹھ بیٹھی۔۔اور بیڈ کراون سے ٹیک لگائی۔دوا کی وجہ سے ابھی بھی سر بھاری ہو رہا تھا۔ڈپریسٹریس کی دوا ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔جن سے انسان زیادہ سوچ نہیں پاتا وہ انسان کی اوور تھنکنگ کی ایبلیٹی کو کم کر دیتی ہیں۔لیکن اسکا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔اسکے باعث انکی چستی کم ہو جاتی ہے۔ایسا اکثر شروع شروع میں ہوتا ہے۔ایک لمبا عرصہ ان دواوں کو استعمال کرنے والے انسان کا جسم اس کا عادی ہو جاتا ہے۔شروعات میں جسم کے لئے ان دواوں کو قبول کرنا مشکل ہوتا ہے۔شور کی آوازیں مدھم ہوئیں۔وہ لوگ شاید کھیلتے ہوئے لان کی دوسری جانب چلے گئے تھے۔صفا اٹھی اور فریش ہونے واشروم میں چلی گئی۔

''ماموں جان۔!آپکو پتہ ہے کہ کیا ہوا کن آئی ہوئی ہیں۔''

وہ تینوں اب ایک بینچ پہ بیٹھے تھے۔مرجان نے چہک کر حسن کو بتایا۔

''ارے واہ۔تو تعارف نہیں کروایا تم لوگوں نے؟'' اس نے اوسکیئر کر مرجان کی جانب دیکھا۔

''وہ دراصل سو رہی ہیں۔'' قوت نے اضافہ کیا۔

''بڑی کوئی تھکی ہوئی مہمان ہے تم لوگوں کی۔'' حسن نے مسکراہٹ دبائے مرجان کو چھیڑا۔

''جی نہیں۔وہ بہت پیاری ہیں۔شی از سچ آ پریٹی لیڈی۔!'' مرجان نے چہرے پہ دلکش مسکان سجائے صفا کا تعارف کروایا۔

''رئیلی؟ کیا اتنی پریٹی ہیں وہ؟'' حسن نے حیرت سے متاثر سے مرجان کو دیکھا۔کیونکہ وہ اتنی آسانی سے کسی سے متاثر نہیں ہوا کرتا تھا۔

''یس۔۔ا سنہری ل ہیں۔۔'' مرجان نے سرگوشی آواز میں کہا۔

''اور؟'' حسن اب دلچسپی سے سن رہا تھا۔

''ا ہائیٹ کم ہے وہ بہت کیوٹ ہیں۔'' وہ بتا رہا تھا جبکہ یقوت اب مرجان کو گھور رہا تھا۔''اور ہاں۔ا آنکھیں۔۔واو۔۔'' مرجان کہتے کہتے کھو سا ئے۔

''آنکھیں کیا۔؟'' حسن نے مسکراہٹ دبائے مزید پوچھا اسکو اب صفا کو دیکھنے کا تجسس ہو رہا تھا۔

''ا آنکھیں ے ہیں۔یونو۔ لکل جیسے کوہ طور کا سرمہ۔۔'' اس نے آنکھیں بڑی کر کے حسن کو مزید متجسس کیا۔

''کیا واقعی؟ اتنی پیاری ہے وہ؟'' وہ اب حیرت سے یقوت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''ماموں۔آپ جا ہیں کہ اسکو اگنور ٹ کرنے کی عادت ہے۔'' یقوت کو کوئی دلچسپی نہ تھی مرجان کی فینٹسی سے۔

''اوہ کم آن یقوت۔تم سیلف آبسیسڈ ہو۔تم کسی اور کے حسن کو ایکسیپٹ ہی نہیں کر پاتے۔'' مرجان نے بھنویں سکیڑ کر یقوت کو وارن کروایا۔

''اوہ رئیلی؟'' یقوت نے چیلنجنگ نگاہ مرجان پہ ڈالی۔

''یس۔!'' اس نے جواب میں کندھے اچکا دیئے۔

''گائز۔کم آن۔! مجھے لگتا ہے ہمیں ا اٹھنے کا ویسٹ کرنا چاہئے۔میں خود دیکھ لوں گا کہ وہ کتنی حسین ہے۔'' حسن نے بات ختم کی۔

''ماموں آپ کسی کی بہن بیٹی کا حسن دیکھیں گے؟؟'' اس بار مرجان نے کہا تو حسن ششدر رہ گیا۔

''نن۔نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ اچانک ہکلایا۔

''.. کہتے ہیں کہ کسی کی بہن بیٹی کو اس طرح نہیں دیکھنا چاہیے۔'' وہ اب حسن کو قاعدہ گھور رہا تھا۔

''ارے.. میں اس طرح نہیں کہہ رہا تھا۔'' حسن کو آج اس چھوٹے سے بچے کے سامنے کوئی جسٹیفیکیشن دینی آ رہی تھی۔

''اور مرجان واٹ ابوٹ یو؟ تم بھی تو.. کی بہن کو اس سے دیکھ رہے تھے۔'' یقوت نے مرجان پہ کاری ضرب لگائی۔

''ایکسکیوزمنٹ۔!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔''پہلی بات وہ.. کی بہن نہیں ہن ہیں۔اور دوسری بات میں ابھی بچہ ہوں تو میری بات الگ ہے۔'' اس نے بے فکری سے کندھے اچکا دیئے۔

'' ہن بہن ہی ہوتی ہے۔اور بچہ ہونے کی وجہ سے تمہیں کس نے سرٹیفیکیٹ دیا کسی کی بہن بیٹی کو گھورنے کا؟'' یقوت آج مرجان کو مات دینے پہ تلا تھا۔

''بہن وہ ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی اولاد ہو۔اسکے علاوہ کوئی بہن بہن نہیں ہوتی۔۔'' مرجان نے یقوت کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو حسن کا منہ کھلا رہ گیا۔

''اوے۔تمہیں کس نے سکھایا یہ ؟'' حسن نے مرجان کو ایک ٹھوکا لگایا۔

''کم آن ماموں۔اتنا تو مجھے پتہ ہے۔'' وہ دوبارہ یقوت کی جانب متوجہ ہوا۔''اور دوسری بات۔میں ایک بچہ ہوں۔اس لئے میں نے اکسی اور سے دیکھا تھا۔ جیسے میں ماما کو دیکھتا ہوں۔ حسن ماموں یہ اس سے نہیں دیکھیں گے ن۔'' اس نے بنا سوچے حسن پہ وار کر دیا۔

''ویٹ ویٹ۔تمہیں کیسے پتہ میں اسکو کس سے دیکھوں گا۔'' حسن کو اپنا آپ کسی عدالت کے کٹہرے میں لگا۔

''کم آن۔آئی نو۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔جبکہ حسن دانت بھینچ کر رہ گیا۔وہ یقیناً اس سے بحث نہیں سکتا تھا۔وہ لوگ اسی بحث میں الجھے ہوئے تھے کہ ا لان میں ایک سالہرا دکھائی دیا۔وہ ایک انی وجود تھا جسکی جانب پشت تھی۔وہ جھک کر کیاری میں لگا گیندے کا پھول توڑ رہی تھی۔حسن بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا ماموں؟'' یقوت نے اسکو اس طرح کھڑے ہوتے دیکھا تو پوچھا۔

''کیا یہ ہیں وہ ن؟'' اس نے صفا کی جانب انگلی کی۔

''ہاں یہی ہیں۔'' مرجان نے ایک بار پھر سے محبت پاش نگاہ صفا پہ ڈالی۔

''کک۔کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟''حسن نے جھجکتے ہوئے مرجان کی جا. دیکھا۔

''کم آن۔آئی ٹ یو۔''مرجان نے سر کو خم دیا تو حسن کو لگا کہ وہ مرجان سے نہیں ا. اہیم سے اجازت ما رہا ہے۔وہ ا پل کے لئے ٹھٹک کر رہ ۔لیکن پھر وہ مڑا۔وہ قدم کیاری کے پاس کھڑی اس لڑکی کی جا. بڑھا دیئے۔

وہ اس وقت ا و ٹ کے میرون قمیض اور سلک کے پاجامے میں ملبوس تھی۔و ٹ کی قمیض اسکے ٹ ں سے ذرا نیچے آئی تھی۔آستینیں لمبی تھیں جن سے بس اسے ہاتھوں کی پشت ہی دکھائی دیتی تھی۔اپنی و ٹ کی شال وہ اپنے کندھوں پ پیٹ ہوئے تھی۔جبکہ سنہری ل ہوا سے اڑ اڑ کر اسکے چہرے پ آ رہے تھے۔وہ خود کو حسین نہیں سمجھتی تھی۔وہ خود کو بس ا . رمل سی شکل وصورت والی عام سی لڑکی تصور کیا کرتی تھی۔ دیکھنے والے اسکے حسن کو ا لمحے میں پہچان لیا کرتے تھے۔

وہ اشی گئی تھی۔اسکا حسن چھپا ہوا تھا جو بس غور کرنے پ اپنا جلوہ دکھا یا کرتا تھا۔جیسے کہ ا اسکے ش کو کچھ لمحوں کے لئے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ عام ش نہیں ہیں۔ان میں ا کشش سی تھی ا ایسی کشش جو کسی کو پ ٹ کرنے کی صلا ت رکھتی تھی۔اسکے ل سنہری تھے جن کو کلر کرنے کی ہمیشہ سجل ضد کیا کرتی تھی وہ کہتی تھی کہ اسکو سنہری چیزیں پسند ہیں۔اسکی آنکھوں کا حسن بھی اسی طرح تھا۔وہ عام طور پ معمولی معلوم ہوا کرتی تھیں . سورج کی کر اسکی آنکھوں کی پتلیوں پ پٹتیں تو وہ ان عام سی آنکھوں کو خاص بنا دیا کرتی تھیں۔

صفا نے پھول ہاتھ میں پکڑا۔ا . رپھر سے اسکے دماغ میں سجل کے قہقہے گونج رہے تھے۔بچپن کی وہ حسین تکلیف دہ یادیں اسکو کسی بھی وقت گھیر لیا کرتی تھیں۔اور وہ ہنسنے اور رونے کی ملی جلی سی کیفیت میں پھنس جا کرتی تھی۔اسکو سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ سجل کے قہقہوں کو محسوس کر کے ہنسے پھر اسکی . ائی کو یاد کر کے رو دے۔بس وہ خالی خالی آنکھوں سے ہوا میں گھورتی رہتی تھی۔جیسے یقین کر چاہتی ہو کہ وہ دور جا چکی ہے۔بہت دور۔

''السلام علیکم۔۔!''صفا کو اپنے عقب سے آواز آئی تھی۔ وہ ہڑ بڑ ائی اور اچا مڑی اسکے سامنے ا تیس سالہ خوبصورت مرد کھڑا تھا۔جس کی آنکھیں تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔ ان آنکھوں میں اس وقت کچھ اور تھا۔کچھ پیارا سا۔جو کسی پیاری چیز کو دیکھ کر آنکھوں میں آتا ہے شا ا خوشگوار سی حیرت۔وہ عربی ش والا وجیہہ مرد کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑنے کی صلا ت رکھتا تھا۔

''وعلیکم اسلام۔۔!''صفا نے سر کو خم دے کر جواب دیا۔

''کیسی ہیں آپ؟''اس نے شفاف اردو میں پوچھا تو صفا کو ا . رپھر سے حیرت ہوئی۔

''میں ٹھیک ہوں۔''اس نے حیرت سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے جواب دیا۔

''میں حوریہ کا بھائی۔دراصل ن۔یعنی بھائی۔''اس نے سر جھٹکا۔تھوڑی دیر پہلے مرجان کی بیان کی ہوئی تھیوری نے اسکا دماغ ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''اچھا۔۔!''صفا نے اپنے ہاتھ میں موجود اس پیلے گیندے کے پھول کر گھورت ہوئے جواب دیا۔وہ کچھ دیر یوں ہی کھڑا رہا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔اس وقت وہ ا بلیک ڈریس شرٹ اور بلیک جینز میں ہی ملبوس تھا۔کچھ دیر بعد صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔اسکی آنکھوں میں دھوپ پڑی تو اس نے آنکھیں سکیڑ لیں۔سورج کی کر اسکی ا نکھوں پ پڑیں تو اسکی آنکھوں کا سرمئی رنگ مزید دلکش ہو یا۔وہ اب چمک رہی تھیں۔ لکل کو ہ طور پ پڑے کسی سرمئی پتھر کی طرح۔

''مرجان صحیح تھا۔۔''وہ بڑ بڑ ا۔

''جی؟ کچھ کہا آپ نے؟''اس نے اپنے اڑتے ہوئے ل کان کے پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں تو۔کچھ سنا آپ نے؟''اس نے محظوظ ا از میں پوچھا۔

''سوری۔وہ مجھے لگا میں نے کچھ سنا۔''وہ دور نگاہیں جھکا گئی۔

''ا سورج کی روشنی میں ہی رکھیں پلیز۔''حسن کسی ٹ انس کے تحت بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کس کو؟''اس نے سمجھنے کے ا از میں پوچھا۔

''وہ۔وہ پھول۔ہاں پھول کی ت کر رہا تھا۔یہ مرجھا جائے گا ں۔''اس نے صفا کے ہاتھ میں پکڑے اس پھول کی جا اشارہ کیا۔

''اوہ اچھا۔۔جی۔وہ بس یوں ہی اچھالا گا تو توڑ لیا۔'' صفا شرمندہ ہوئی۔

''کوئی بات نہیں پھولوں کا کیا ہے۔اور کھل جا گے۔'' حسن نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ویسے ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔'' صفا نے اب کی بار ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''جی جی۔۔ضرور۔!'' حسن ہمہ تن گوش تھا۔

''یہاں کے لوگ اتنی اچھی اردو کیسے بول رہے ہیں۔؟ کیا آپ لوگ عرب نہیں ہیں؟'' اس نے آخر کار اپنے دماغ میں گھومنے والا سوال پوچھا۔

''ہم لوگ عرب ہی ہیں۔'' حسن مسکرایا۔''لیکن۔حوریہ کا ابا کی وجہ سے اردو سیکھ گئی۔آفٹر آل دس سال ہو گئے ان کی شادی ہو۔'' حسن نے ہوا میں گھورتے ہوئے اسکی معلومات میں اضافہ کیا تو صفا کا دل ڈوبکر رہ گیا۔دس سال۔۔دس سال۔کا عرصہ۔وہ دس سال سے ہی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ان دس سالوں میں اپنی خوبصورت دنیا میں مگن تھا۔''کہاں کھو گئیں؟'' حسن نے صفا کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

''ہاں؟ کہیں بھی تو نہیں۔'' صفا نے خود کو کمپوز کیا۔''اور آپ؟ آپ کیسے اردو بول رہے ہیں؟ کیا آپ بھی ابا کی وجہ سے ہی اردو سیکھ گئے ہیں؟'' اس نے اسی بات میں پوچھا تو توقع کے عین برعکس ایک قہقہہ گونجا۔صفا ٹھٹک کر رہ گئی۔وہ اب ہنس رہا تھا۔زور زور سے۔پھر وہ کچھ دیر بعد نارمل ہوا۔ ابھی تک ہنسی اسکے لبوں پر رقص کر رہی تھی۔''سوری۔میں نے کچھ غلط پوچھ لیا کیا؟'' صفا نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔وہ اس ردعمل کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

''نو۔نو۔ایکچلیولی۔میری اورا کا ابا کی اتنی ذہنیت نہیں ہے۔اس لئے دس سال تو دور ہم دس منٹ ساتھ گزار لیں بہت ہے۔'' وہ ہنسی دبائے بتا رہا تھا۔

''اوا چھا۔۔!'' صفا نے ایک بار پھر سے سر جھکا لیا۔

''میری ماں۔وہ دراصل پاکستان سے تھیں۔اس لئے میں اردو جانتا ہوں۔'' اس نے صفا کا جھکا ہوا سر دیکھا تو وضاحت دی۔

''اچھا۔؟ کیا واقعی؟'' صفا نے اس بار خوشگوار حیرت سے پوچھا۔۔

''ہاں۔وہ پاکستان سے تھیں۔وہ یہاں اپنی ڈگری مکمل کرنے آئی تھیں۔اور۔'' کہتے ہوئے حسن نے سر کھجایا۔

''اور؟'' اب صفا دلچسپی سے سن رہی تھی۔

''اور میرے ابو کو وہ پہلی نظر میں پسند آ گئیں۔'' حسن نے ایک گہری نگاہ صفا پر ڈالی۔

''کیا واقعی۔'' صفا مسکرائی۔

''ہاں۔وہ میرے ابو بہت ہینڈسم تھے۔اس لئے میری ماں بھی انکار نہ کر سکیں۔اور دیکھو ان دونوں کے کمبینیشن سے ایک اور ہینڈسم انسان وجود میں آیا۔'' حسن نے فخریہ انداز میں کہا تو صفا نے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی دبائی۔''کیوں آپکو میرے ہینڈسم ہونے پر کوئی شک ہے؟'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر صفا کو گھورا۔

''نہیں تو۔'' صفا نے چہرہ اوپر اٹھایا۔وہ اب قدرے سنجیدہ تھی۔

''اچھا تو یعنی آپ بھی اعتراف کر رہی ہیں کہ میں ہینڈسم ہوں۔'' اس نے ذرا سا جھک کر صفا کی آنکھوں میں جھانکا چاہی۔

''یہ کس نے کہا آپ سے۔۔'' صفا فوراً ہڑبڑائی۔

''ابھی ابھی آپ نے ہی تو کہا۔'' اس نے کندھے اچکائے اور سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔

''نن۔نہیں تو۔میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔'' صفا قدرے پریشان ہوئی۔

''صفا۔!'' اب کی بار صفا نے مڑ کر دیکھا تو حوریہ بہت قریب آ چکی تھی۔

''جی۔۔!'' وہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

''یقیناً اس نے تمہیں اپنی باتوں میں پھنسا لیا ہو گا۔'' حوریہ صفا کے قریب آ کر کھڑی ہوئی اور حسن پر ایک نگاہ ڈالی۔

''کم آن۔تم مجھے ایسا سمجھتی ہو؟'' وہ بے چارگی لئے حوریہ کی جانب متوجہ ہوا۔

''جیسے میں تو تمہیں جا ہی نہیں۔'' حوریہ نے حسن کو گھورا۔''تم بتاؤ صفا۔طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟ تھکاوٹ دور ہوئی؟''اس نے نرمی سے صفا سے پوچھا۔

''جی۔میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے نگاہیں جھکائے جواب دیا۔''اچھا تھوڑی دیر میں لنچ لگواتی ہوں۔پھر تم لوگ ارام سے آجانا۔اوکے؟''اس نے صفا کو محبت سے کہا۔

''جی ٹھیک ہے۔'' وہ مؤدبانہ سی بولی۔حوریہ کی موجودگی میں وہ ایسے ہی مؤدبانہ ہو جاتی تھی جیسے کہ وہ حوریہ کے اثر میں ہو۔حوریہ کی شاندار شخصیت کسی کو بھی اسکی موجودگی میں مؤدبانہ کر سکتی تھی۔اسکا پراعتماد سا انداز اور اسکی شخصیت کی کشش۔۔وہ سامنے والے کو بنا کچھ جتائے احساس کمتری میں مبتلا کر سکتی تھی۔''اور تم۔۔زرا آرام سے اپنا پراجیکٹ ڈسکس کرنا ہے میں نے۔'' اس نے جاتے جاتے حسن پر نگاہ ڈالی۔

''جی جی آرہا ہوں۔'' اس نے مودب سے لہجے میں جواب دیا۔جبکہ حوریہ مسکرا کر رکی جانب دیکھ گئی۔''جی۔تو میں کیا کہہ رہا تھا؟''حسن دوبارہ متوجہ ہوا تو صفا اب بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''مجھے ڈھونڈ رہی تھیں آپ؟'' اور آواز کو تو صفا نے اپنے جانب دیکھا۔وہاں مرجان کھڑا تھا ہاتھ میں فٹبال پکڑے۔صفا گہرا مسکرائی۔''آجا ہم کھیلتے ہیں۔'' مرجان نے اسکو اشارہ کیا تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا اور اجازت طلب نظروں سے حسن کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے۔آپ لوگ انجوائے کریں۔'' وہ سر کو خم دے کر کہتا رکی جانب بڑھ گیا۔اسکے جاتے ہی صفا نے ایک گہری سانس خارج کی جسے وہ جانے سے روکے ہوئے تھی مرجان نے اسکے چہرے کی بے چینی دیکھی۔

''آپ ایسا ویسا نہ لیں۔یہ ایسے ہی ہیں۔'' مرجان نے اس جانب دیکھ کر کہا جہاں سے ابھی ابھی حسن گزرا تھا۔صفا نے حیرت سے مرجان کو دیکھا۔

''ایسے نہیں کہتے۔وہ ماموں ہیں آپکے۔'' صفا کو لگا۔

''خیر۔آپ آجا ئیں۔'' وہ اب صفا کا ہاتھ پکڑے اسکو کھینچ کر لے گیا۔لان کے دوسرے حصے میں ایک چھوٹا سا فٹبال گراؤنڈ تھا جو کہ مرجان اور اسکے قوت کے لئے بنوایا گیا تھا۔

''لیکن مجھے فٹبال کھیلنا نہیں آتا۔'' صفا نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا کیونکہ وہ دونوں بھاگتے ہوئے اس سمت آئے تھے۔

''اٹس اوکے۔آپ بس ہمیں چیئر اپ کیجیے گا۔'' مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو ایک کرسی پر بٹھایا۔قوت دور کھڑا مرجان کا انتظار کر رہا تھا۔''اور ہاں۔'' مرجان صفا کے کان پر جھکا۔''صرف آپ نے مجھے چیئر اپ کرنا ہے۔قوت کو نہیں۔'' وہ سرگوشی کرتا ہوا پیچھے ہٹا تو صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔''آئی نیڈ اٹینشن مورڈین ہم۔۔پلیز۔!'' مرجان نے اسکی نگاہوں کو سمجھتے ہوئے وضاحت دی۔

''میں دونوں کو ہی چیئر اپ کروں گی۔'' صفا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پر ہاتھ جھاڑے۔

''اوکے فائن۔۔!'' مرجان پاؤں پٹختا وہاں سے گیا۔

''اس سال میری این جی اوز نے رورل ڈویلپمنٹ زاکتھی کی ہیں۔'' حوریہ اور حسن اس وقت لاونج میں ہی بیٹھے تھے۔وہ ایک فائل لئے بیٹھی تھی۔وہ دونوں آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھے تھے۔جبکہ اب حسن نے حوریہ سے فائل پکڑ لی تھی۔

''ہمم۔اچھی کارکردگی ہے تمہاری اس این جی او کی۔'' حسن متاثر سا صفحے پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

''لیکن میں اس سال ایک نئے پراجیکٹ کے بارے میں پلین کر رہی ہوں۔'' حوریہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو حسن نے فائل سامنے پڑی ٹیبل پر رکھی اور ٹانگ پر ٹانگ جمائے متوجہ ہوا۔

''کس قسم کا پراجیکٹ؟'' وہ اب سیریس ٹون میں پوچھ رہا تھا۔

''کچھ ایسا جس سے عورتوں کو فائدہ پہنچے۔!'' حوریہ نے دونوں ہاتھوں کو باہم جوڑا۔یوں کہ اسکے ہاتھ کی انگلیاں اسکے دا ہاتھ پر جم گئیں۔اور سونے کی وہ پتلی سی انگوٹھی اب سامنے آتی تھی۔

''اچھی بات ہے مجھے لگتا ہے کہ تمہیں بچوں کے لئے کچھ سوچنا چاہئے۔عورتوں کے لئے اور بھی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔'' حسن نے سر ہلا کر اس سے کہا۔

''جا ہوں اور بھی تنظیمیں ہیں۔ میں کچھ ایسا چاہتی ہوں جو کسی نے آج تک نہیں کیا۔'' حوریہ نے حسن کی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا مطلب؟ ایسا کیا ہے جو پہلے کسی نے نہیں کیا۔؟'' وہ اب آنکھیں چھوٹی کئے اسکا منصوبہ جاننے کے لئے بے قرار تھا۔

''ایک ایسی تنظیم جو کہ غیر ملکی عورتوں کو تحفظ دے۔'' حوریہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔!'' حسن واقعی متجسس تھا۔

''زہرہ۔ جانتے ہو ں اسکو؟'' اس نے حسن کو یاد دلایا۔

''ہاں وہ تمہاری دوست زمہ؟ بہت خوبصورت ہے۔'' حسن نے ایک گہری مسکراہٹ حوریہ کی جانب اچھالی۔

''تم جا کر آجاو حسن۔!'' حوریہ نے ایکشن اٹھا کر پھینکا جس کو حسن نے کیچ کر لیا۔ ''خیر۔ اسکو اسکا منگیتر یہاں لے آیا تھا۔ کہتی ہے کہ وہ اسکو محبت کے جال میں پھنسا کر لے آیا کہ وہ شادی کرے گا۔ اور وہ بے چاری اسکے ساتھ چلی آئی بنا کسی چیز کی پرواہ کئے۔'' حوریہ بتاتے ہوئے اداس ہوگئی۔

''اوہ۔ اچھا۔ تو پھر؟'' حسن متوجہ ہوا۔

''تو پھر یہ کہ اس نے زہرہ کو یہاں لا کر ایک ایجنسی کے ہاتھوں فروخت کر دیا جو کہ زم سپلائی کرتی تھی۔ اور تو اور اس نے زہرہ کی اگلی چھ ماہ کی ایجنٹ بھی ایڈوانس میں لے لی اور غائب ہو گیا۔'' حوریہ نے بات ختم کی تو حسن کی آنکھیں حیرت کے مارے کھل گئیں۔

''کیا؟ لیکن کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ وہ پولیس کے پاس نہیں گئی کیا؟'' حسن نے حیرت زدہ سا پوچھا۔

''ہمم۔'' حوریہ نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ ''اسکے ڈاکیومنٹس۔ وہ بھی وہ لڑکا لے گیا۔ وہ بے چاری اب پولیس کے پاس جاتی بھی ہے تو اسکو غیر قانونی سفر کی وجہ سے اور ڈاکیومنٹس پورے نہ ہونے کی وجہ سے جیل ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ بے بس ہے اور بس کام کر رہی ہے۔ تاکہ وہ کچھ پیسے پورے کرے اور اپنے کاغذات بنوا لے۔'' حوریہ نے افسوس سے کہا۔

''لیکن وہ ایجنسی ایسا کیسے کر سکتی ہے؟ مجھے بتاو اسکا تو میں بندوبست کرواتا ہوں۔'' حسن مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

''وہ لوگ بس کاروبار کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ انکا کاروبار کسی کی زندگی تباہ کر سکتا ہے۔'' حوریہ نے افسوس سے کہا۔

''خیر۔ میں اس معاملے میں کچھ مدد کر سکتا ہوں؟'' اس نے حوریہ کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔

''میں اسی لئے ایک ایسی این جی او بنانا چاہتی ہوں جو ایسی بے سہارا عورتوں کو تحفظ دے، انکا سہارا بنے اور انکے ایک قانونی جنگ لڑے تاکہ وہ عورتیں خیر وعافیت سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جا سکیں۔'' حوریہ نے پسوچ انداز میں اپنا آئیڈیا بتایا۔ تو حسن اثبات میں سر ہلانے لگا۔

''ہاں تم صحیح کہہ رہی ہو۔ پر وہ عورتیں واپس جانے سے انکار کر دیں؟ کیونکہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کو خاندان دوبارہ قبول نہیں کرتا۔'' حسن نے پسوچ انداز میں اپنا یہ بتایا۔

''ہاں۔ تو اس صورت میں ہم ان لڑکیوں کے کاغذات مکمل کروائیں گے اور انکو قانونی حیثیت دلوائیں گے تاکہ وہ اس ملک میں ایک معزز شہری کی طرح اپنی زندگی بسر کر سکیں۔'' حوریہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''یعنی اس میں قانونی مدد چاہیے ہوگی۔'' حسن نے پسوچ انداز میں سر ہلایا۔

''ہاں۔ مجھے اس کے لئے قانونی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ کیا تم میری مدد کرو گے حسن۔!'' حوریہ نے بڑے مان سے پوچھا۔

''میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں میری بہن۔!'' اس نے مان رکھ لیا تھا۔ ''لیکن۔!'' حسن کے لبوں پر پھر سے ایک شرارتی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

''لیکن کیا؟'' حوریہ نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''لیکن تم وعدہ کرو۔ کہ اپنی این جی او کی کسی حسین لڑکی سے میری شادی کرواو گی۔'' وہ مسکراہٹ دبائے بولا تو حوریہ نے ایک اور کشن اسکو رسید کیا۔ ''آوچ۔!'' اس نے مصنوعی بے چارگی لئے کشن کیچ کر لیا۔

****

خیام قریشی اس وقت اپنے آفس میں تھے۔۔ا سامنے فائلز کا ا رلگا ہوا تھا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بس ہوا میں گھورے جا رہے تھے۔ کتنے پل تھے جوا آنکھوں کے سامنےَ دش کر رہے تھے۔ آج ا بچے ان سے دور تھے۔ وہ نہیں جا تھے کہ ان کی دونوں اولادیں آج کس حال میں ہیں۔ وہ. پ تھے۔. پ سائبان ہوتا ہے وہ اپنی اولاد کی حفاظت کرنے میں· کام ہو گئے تھے۔ ماں رو رو کر اپنا غم غلط کر لیتی ہے . پ۔. پ بس اپنے ۔ میں اپنا ہر غم دفن کر کے ا مظبوط چٹان کا کردار ادا کرتا رہتا ہے۔ وہ ا جو کر کی طرح چہرے پ مسکان سجائے اپنے غموں کو اپنے ۔ میں دفن کئے پھرتا رہتا ہے۔

جو اولاد بچپن میں اپنے. پ کی کمر کی سواری کرتی ہے۔ وہی اولاد جوان ہو کر اپنے اعمال کی وجہ سے اپنے. پ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اور. پ۔ اپنی ٹوٹی ہوئی کمر کے ساتھ لنگڑاتا ہوا بھی اپنی اولاد کا سہارا بن کر جیتا رہتا ہے۔ وہ خود چاہے لاٹھی کے سہارے چل رہا ہو اپنی اولاد کے لئے ہمیشہ ا مظبوط سہارا اور ا ۔ سایہ بن کر جیتا ہے۔ ماضی کے کچھ لمحات ا آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح گھومنے لگے۔

اس وقت وہ لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جبکہ سجل اور صفا سامنے کھیل رہی تھیں۔ وہ تقریبا چھ. س کی تھیں۔ اس وقت ا گھر ساتھ ساتھ ہی ہوا کرتے تھے۔ وہ مسکرا کر ا جا. دیکھ رہے تھے۔ صفا کی آنکھوں پ پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ سجل کو پکڑ رہی تھی۔ ا وہ دونوں اس وقت پ یں معلوم ہو رہی تھیں۔ انھوں نے ا سپ لیا تو سامنے شور سا مچ ۔ انھوں نے چو· کر دیکھا تو سجل اب صفا کی پکڑ میں تھی۔ خیام قیریشی نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''انکل۔! انکل۔!'' انھوں نے چو· کر دیکھا تو سجل بھاگتے ہوئے ا جا. آ رہی تھی۔ پیچھے ہی صفا بھاگی آ رہی تھی۔

''ارے ارے!! دھیان سے چوٹ نہ لگ جائے میری پ یوں کو۔'' انھوں نے پ سامنے پڑی ٹیبل پ رکھا اور سیدھے ہو کر بیٹھے۔

''انکل۔ صفا نے چیٹنگ کی ہے۔'' سجل پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہہ رہی ہے۔

''صفا۔۔!'' نھوں نے ساتھ کھڑی صفا کو گھورا۔

''نہیں۔۔ میں نے چیٹنگ نہیں کی۔'' صفا نے اپنی آنکھیں. ڑی کر کے معصومت کے ر رڈ توڑے۔

''نہیں انکل اس نے چیٹنگ کی ہے۔ آپ دیکھ رہے تھے ں؟'' سجل نے انگلی ا جا. کی تو وہ ہڑ. ڑائے۔

''نہیں میرا. ۔ میں نے نہیں دیکھا۔ میں تو چائے پی رہا تھا۔'' وہ جلد از جلد ا ۔ سے · چاہتے تھے۔

''نہیں انکل میں نے دیکھا تھا آپ ہم لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔'' سجل نے منہ بنا۔

''نہیں میں چائے پی رہا تھا۔'' انھوں نے احتجاج جاری رکھا۔

''۔۔ یہ. بھی پکڑی جاتی ہے یوں ہی شور مچاتی ہے۔'' صفا نے اپنے پھولے ہوئے گال لئے شکا۔ کی۔

''او کے او کے۔ تو یہ مسئلہ اب کیسے سلجھے گا؟'' خیام قیریشی نے ہار مانی۔

''امم۔۔'' سجل نے اپنی تھوڑی پ انگلی جما کر سوچا۔

''ا آپ پ لٹی بھر دیں تو مسئلہ سلجھ جائے گا۔'' سجل نے آنکھیں چھوٹی کر کے ا دیکھا تو وہ ہڑ. ڑائے۔

''کیا مطلب بھئی؟ میں کس چیز کی پ لٹی بھروں؟'' ا سمجھ نہ آئی کہ ا کس چیز کی سزا مل رہی ہے۔

''چو آپ سامنے بیٹھے تھے۔ اس لئے آ پکو ا ایمپائر کی طرح ہم پ ر چاہیئے تھی آپ نے چائے پ فوکس کیا۔'' سجل اب ۔ پ ہاتھ. ھے ا ا غلطی بتا رہی تھی۔ جبکہ ا آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ''اس لئے اب آ پکو سزا بھگتنی ہو گی۔'' سجل نے. ت ختم کی۔

''اچھا بھئی۔ بتا میرا. مانہ۔'' کہتے انھوں نے ہار مانی اور اپنی. . سے اپنا وا ٹ نکالنے لگے۔

''اس ر. مانے سے کام نہیں چلے گا۔'' سجل نے اپنا فیصلہ سنا۔

''تو پھر؟'' ا پیسے گنتے ہاتھ رکے۔

''آپ ہمیں خود آئس کریم کھلانے لے کر جا گے۔''اب کی ر صفا بولی۔

''یعنی تم دونوں ملی ہوئی ہو۔؟''انھوں نے حیرت سے صفا کی جا ۔ دیکھا جو کہ اب مسکرا کر سجل کو دیکھ رہی تھی۔ان لوگوں نے خیام قریشی کو اپنے جال میں پھنسالیا تھا۔

''۔۔جان۔آپ نے اپنی سزا خود چنی ہے۔'' کہتے صفا انکا ہاتھ پکڑ کر ا اٹھانے لگی۔جبکہ وہ سر جھٹک کر ا ساتھ ہو لئے۔وہ دونوں اب ا آئس کریم پ لر لے کر جا رہی تھیں۔

''مے آئی کم ان سر۔۔!''ا ۔ آواز نے ا ہوش دلا ۔ تو انھوں نے پلیں جھپکیں۔کتنے آ تھے جو انھوں نے حلق میں ہی ا ۔ ر لئے تھے۔

''ہاں آجاو زر ب۔۔!''وہ سیدھے ہو کر بیٹھے۔

''سر اس فائل پ آپکے دستخط چاہییں تھے۔۔''اس نے ا ۔ فائل ا سامنے کی۔زر ب انکا پ سنل اسسٹنٹ تھا۔وہ ا ۔ پچیس سالہ نوجوان تھا جس نے حال ہی میں اپنی ڈ ی مکمل کی تھی اور انٹرن ش پ پ ا آفس میں آ ۔ تھا۔ اسکی قابلیت نے خیام قریشی کو متا ش کیا اور انھوں نے اسکو اپنا پی اے بنالیا۔

''ہمم۔۔''انھون نے اٹھا ۔ اور سائن کر دیئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

''سر آپ کہیں جا رہے ہیں؟''زر ب نے فائل سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔میں کچھ د ے کے لئے ۔ ہر جا رہا ہوں۔''وہ اپنا مو ئل اٹھاتے بولے۔

''سر تین بجے ہماری میٹنگ ہے۔''اس نے گھڑی پ وقت دیکھا جہاں اس وقت دو بج رہے تھے۔

''میں ۔ ۔ واپس آجاوں گا۔۔'' کہتے وہ بنا مز کوئی ۔ ت سنے اپنے آفس سے نکل گئے۔

****

لنچ کرنے کے بعد صفا اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔وہ یوں ہی کچھ د بیٹھی رہی۔اور پھر کھڑکی کھول کر کھڑی ہو گئی۔سردیوں کی ڈھلتی دوپہریں بہت پ اسرار ہوا کرتی ہیں۔کبھی کبھی یہ ا ن کے ا ردفن دوں کو ز ہ کرے اسکے سامنے کھڑا کر دیتی ہیں تو کبھی کبھی یہ یوں ہی ا ن کے سرد ہوتے وجود کو ا ۔ م م سا سکون کر دیتی ہیں۔ جس سے ا ن کی روح کو سکون حاصل ہو جا ۔ ہے اور وہ پ سکون سا اپنے دماغ کو خالی کر دیتا ہے ہر اس سوچ سے جو اسکو تکلیف دیتا ہے۔صفا بھی خالی دماغ کے ساتھ اس جاتی ہوئی دھوپ کو اپنے چہرے پ محسوس کرتی اپنے ا ر سکون ا ۔ ۔ ہوا محسوس کر رہی تھی۔

''Telefonunuz''(آپکا فون۔!)اسکو اپنے عقب سے آواز آئی تو صفا نے مڑ کر دیکھا۔زہرہ ہاتھ میں فون لئے کھڑی تھی۔صفا نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔''patron seninle konusacak.''(بس آپ سے ۔ ت کریں گے)۔صفا کو کچھ خاص سمجھ نہ آئی۔ اس نے فون سکرین کو دیکھا جہاں ا ۔ ہیم کا م لکھا ہوا تھا۔

صفا کے دل کی دھڑکن ۔ ھ گئی تھی۔صبح سے وہ اسکے ۔ رے میں سوچ نہ سکی تھی۔ قوت اور مرجان نے اسکو مصروف رکھا۔ اب۔اس وقت۔فرار کی راہیں بند تھیں۔''hanimefendi''(میڈم۔!)زہرہ نے دو ۔ رہ پکارا تو صفا نے لرزتے ہاتھوں سے فون تھام لیا۔

زہرا ب دروازے کے ۔ ہر جا کر کھڑی ہو گئی۔جبکہ صفا فون لئے کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔دوسری جا ۔ وہ اس وقت مشقی ا ۔۔ میں موجود تھا۔دور کچھ لڑکے فوجی مشقیں کرتے دکھائی دے رہے تھے۔تیز ہوا چل رہی تھی جس سے ا ۔ ہیم کے ۔ ل اڑ کر اسکے ماتھے پ آ رہے تھے۔وہ ٹوپیں پہنے فون کان کو لگائے۔ا ۔ ہاتھ ۔۔ میں ڈالے بھنویں سکیڑے سامنے دیکھ رہا تھا۔جہاں ر ۔ ت کے کچھ ٹیلے تھے۔

''اسلام علیم۔!''ا ۔ مدھم سی انی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ا ۔ ہیم کو ا ۔ پل کے لئے لگا کہ سامنے موجود ر ۔ ت کے ٹیلے کہیں ہوا میں ہی تحلیل ہو گئے ہیں۔منظر دھندلا سا ۔ ۔ تھا۔

''وعلیکم اسلام۔۔!''اس نے تنے ا ب لئے جواب د ۔''کیسی ہو؟''اس نے فورا پوچھا۔''صفا نے سر جھکا کر کھڑکی کی ریلنگ پ ہاتھ رکھا۔اور چوکھٹ پ ٹھنوں

سے کھروچنے لگی۔

''ٹھیک ہوں۔۔''اس نے مدہم کی آواز میں جواب دیا۔

''دوا کھالی تھی؟''پھر سے بے زار یت سے بھرپور آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

''جی کھالی تھی۔''اس نے حد درجہ کوشش کی کہ اسکا کوئی آہ نہ نکلے۔

''ہمم۔!''وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔جبکہ صفا یوں ہی ریلنگ پہ خن سے لکیریں بنانے لگی۔''حور یہ تمہاری گھر ت کروائے گی۔۔''اسکی آواز ابھری پھر سے گو توصفا نے چونک کر سر اٹھایا۔اسکے چہرے پہ ایک عجیب سکون سا آ اتھا۔ایک ان دیکھی سی مسکراہٹ ایک انی سی خوشی۔

''کیا واقعی۔۔!''اسکو یقین نہ آیا۔

''ہاں۔!''ا. اہیم نے یک لفظی جواب دیا۔توصفا نے غیر یقینی سے فون کان سے ہٹایا اور سکرین کو ایک محبت پاش نگاہ سے نوازا۔

''بہت بہت۔شک۔۔''وہ کچھ بولتی کہ دو رہ آواز آئی۔

''لیکن۔۔!''ا. اہیم نے گہری آواز میں کہا تو صفا کے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔

''لیکن کک۔کیا۔؟''اچا ک اسکے چہرے کی رونق مدہم ہوئی۔

''لیکن تم ت نہیں کرو گی۔۔!''وہ ایک سخت آواز تھی۔جسکی و ش ت صفا کو فون کے پ دوں سے بھی محسوس ہوئی تھی۔

''کک۔کیا مطلب؟''اس کے حلق میں دو رہ سے آ وں کا گولہ اٹکنے لگا۔

''مطلب صاف ہے۔۔میری مرضی کے بنا تم گھر ت نہیں کرو گی۔ا حور یہ کہے بھی تو تم کوئی بہانہ بنا دو گی۔لیکن صفا. اہیم۔۔!''وہ استحقاق سے بھرپور لہجے میں اسکا م پکارا تو صفا کے کان سرخ ہوئے۔ضبط سے،خوف سے اور غیر یقینی سے۔''تم ت نہیں کرو گی سمجھی تم۔۔!''وہ دھاڑا تو ادھر کھڑی صفا لرز کر رہ گئی۔''اور ا تم نے میری مرضی کے خلاف یہاں سے ایک قدم بھی ہر رکھا تو۔''

''نن۔۔نہیں رکھوں گی۔نن۔نہیں کروں گگ۔گی۔۔ ۔۔ت۔کسی سے۔''صفا لڑکھڑاتی آواز میں جلدی جلدی بولی تو ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''بہتر۔!''وہ م لہجے میں بولا تو صفا کی آ سے ایک آ لڑھکا۔''زہرہ کہاں ہے۔۔''کچھ د بعد ا. اہیم نے پوچھا۔۔تو صفا نے مڑ کر دیکھا۔

''وہ یہیں ہے۔دروازے میں کھڑی ہے۔''صفا نے جواب دیا۔

''ہمم۔۔یہ جو زہرہ ں صفا۔۔!''وہ پ اسرار سی آواز میں بولا۔''یہ سمجھ لو کہ یہ ایک سی سی ٹی وی کیمرہ ہے۔جس کے زریعے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''ا. اہیم کی محظوظ کن آواز گو توصفا نے بے یقینی سے دروازے میں کھڑی زہرہ کو دیکھا جو کہ سپاٹ چہرہ لئے اسکی جا. دیکھ رہی تھی۔

''کک۔کیا؟''صفا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔اور خبردار جو تم نے کوئی ہوشیاری کی۔تم صفا. اہیم ہو۔تم مجھ سے بی لو کرتی ہو۔اس لئے تم میری فرمانبردار ہو صفا. اہیم۔۔!''ا. پھر سے اسکی آواز بلند ہوئی تو صفا پہ طاری ہو گئی۔

''جج۔۔جی۔۔سمجھ گئی۔''اس نے تھوک نگلا۔اس کو اب دروازے میں کھڑا زہرہ سے خوف محسوس ہوا تھا۔

''حسن سے اتنی لمبی گفتگو کا مقصد؟''اگلے سوال نے صفا کی سانس روک دی تھی۔

''کک۔کوئی مم۔مطلب نن۔نہیں تھا۔بس۔ایسے ہی ت کر رہے تھے وہ۔''اس نے جلدی سے صفائی دی۔

''اس سے دس ٹ کی دوری۔۔کم از کم۔۔دس میٹر۔سمجھی تم؟''وہ ایک پھر سے غرایا۔

''جج۔جی سمجھ گئی۔''صفا کسی کٹھ پتلی کی طرح اسکی ہاں میں ہاں رہی تھی۔وہ اسکے ہر حکم پہ سر کو خم دے رہی تھی کچھ د کے لئے دوسری جا. خاموشی چھا گئی۔صفا .

کاٹنے لگی۔ وہ اب اگلے حکم کا انتظار کر رہی تھی۔

''میں جلد واپس آجاوں گا۔'' کچھ دیر بعد یہ لفاظ گونجے تھے۔ صفا نے بھیگی پلیں اوپر اٹھا تو ان میں ڈھلتے ہوئے سورج کی کرنوں نے اسکی سرمئی آنکھوں کر روشن کر دیا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ بس اتنا ہی بولی۔

''کل یونیورسٹی چلی جانا۔ میرا ایک گارڈ تمہارے ساتھ جائے گا۔ وہ سارے معاملات دیکھ لے گا۔ ایسے نارمل نیو اسٹوڈنٹ کی طرح اپنا دن گزارنا۔'' وہ اب اسکو اگلے دن کے لئے تیار کر رہا تھا۔

''یہ۔ ضروری ہے کیا؟'' صفا کو گھبراہٹ ہوئی۔

''ہاں۔ یہ ضروری ہے۔ تمہارا ڈیپارٹمنٹ میں نے آرٹس چنا ہے۔ آسانی ہوگی تمہیں۔ جو چاہے کرنا۔ کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بس وہاں ایسے نارمل ڈیسی اسٹوڈنٹ کی طرح وقت گزارنا۔'' وہ اسکو بتا رہا تھا جبکہ صفا بس اسکو سنے جا رہی تھی۔ ''مجھے امید ہے کہ تم یہ کرلوگی۔'' کچھ دیر بعد اس نے کہا چاہی۔

''جج۔ جی کرلوں گی۔'' اس نے فوراً جواب دیا۔

''ہمم۔ گڈ۔ یہ فون اپنے پاس رکھو۔ اس میں میرا نمبر سیو ہے۔ میرے علاوہ کسی دوسرے کو کال نہیں جا سکتی اس نمبر سے۔ اس لئے کوشش مت کرنا۔'' اس نے آخر میں تنبیہ دی تو صفا نے حیرت سے فون سکرین کو گھورا۔ ''لیکن فی الحال یہ فون زہرہ کو واپس پکڑا دو۔ کل تمہیں یہ فون مل جائے گا۔'' اس نے بات ختم کی۔

''جی ٹھیک ہے۔'' صفا نے بھی بات ختم کی۔

''کسی بات پہ پینک ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ فون رکھنے لگی کہ دور سے آواز آئی۔ یعنی ابھی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ رکھنے لگی۔ ''ہر طرف ان ہی بستے ہیں۔ جیسے تم اور میں۔ کی دو آنکھیں کان۔ اور ایک ہے۔ اس لئے کسی سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی؟'' وہ اب زور دے کر پوچھ رہا تھا۔

''جی سمجھ گئی۔'' صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''گڈ!'' وہ ایک لمحے کو رکا۔

''کیا۔؟'' صفا نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھ سے خوف کھاو۔'' اہیم کے الفاظ اسکو کسی نیزے کے طرح لگے تھے۔ ''کیونکہ میں انتقام کی آگ میں جل رہا ہوں۔ جب تک میرا انتقام پورا نہیں ہو جاتا تب تک مجھ سے ڈرو صفا اہیم۔!'' اسکی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس وقت قہر ڈھانے کے لئے تیار ہے۔ اسکی آنکھوں میں ایک پھر سے سرخی در آئی تھی۔ اسکی آواز میں وہ دہشت تھی جو کسی بھی ان کے قدم لڑکھڑانے پہ مجبور کر دے۔ اور صفا کے پاوں بھی لرز رہے تھے۔

''اور جب انتقام پورا ہو جائے تب؟'' وہ کسی طرح انس کے تحت بولی۔

ادھر کھڑے اہیم کی آنکھوں کے سامنے وہ ریت کے ٹیلے ایک پھر سے ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔ تیز چلتی ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اسکے بال اڑ کر اسکے چہرے پہ آ گئے۔ اسکی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھا گئی۔ آنکھوں کی سرخی مندمل سی ہو گئی۔ وہاں اب کچھ سوال تھے۔ انتقام پورا ہو جائے تب؟ کیا؟ کیا وہ صفا کو ڈرا بند کر دے گا؟ صفا کی اسکی زندگی میں کیا حیثیت ہوگی؟ کیا وہ اسکو آزاد کر دے گا؟ کیا وہ اس سے اپنا غم چھین لے گا؟ جس استحقاق سے وہ اسکو صفا اہیم پکارتا ہے کیا وہ اپنا وہ استحقاق کھو دے گا؟ تب وہ کہاں کھڑا ہوگا؟ اسکے دماغ میں کشمکش کرتے سوالوں نے اسکے دماغ کو مفلوج کر دیا تھا۔ اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت محدود ہو گئی تھی۔ وہ یوں ہی کھڑا رہا۔ خالی خالی نظروں سے سامنے ریت کے ٹیلوں کو گھورتا ہوا جو کہ اب ایک پھر سے ظاہر ہو رہے تھے۔ ہوا اب تھم رہی تھی۔ منظر اب صاف ہو رہا تھا۔

''تب کی دیکھی جائے گی۔'' اس نے تنے اعصاب لئے جواب دیا اور کال ڈسکنیکٹ کر کے فون جیب میں رکھا۔ صفا نے بند فون کی سکرین کو گھورا۔ وہ کچھ دیر یوں ہی فون کی سکرین کو تکتی رہی۔ پھر وہ مڑی تو زہرہ اسکے پاس آئی۔ اس نے فون زہرہ کو پکڑا دیا وہ سر کو خم دے کر وہاں سے چلی گئی..... جبکہ صفا ایک پھر سے کھڑکی میں کھڑی ہو گئی۔ اب آنکھوں میں پڑتی دھوپ کی وجہ سے اسکی آنکھیں مزید چمک رہی تھیں۔ کیونکہ وہاں اب ایک مائع تھا جس سے روشنی کی شعاعیں منعکس ہو رہی تھیں۔ اس

نے اپنے ہاتھوں کی پشت سے اپنے گال صاف کئے۔ جبکہ آنکھوں سے سیلاب کے ریلے وقفے وقفے سے بہہ کر اسکے رخسار بھگو رہے تھے۔

وہ کچھ دیر یوں ہی کھڑا رہا۔ خالی خالی نظروں سے سامنے کا منظر دیکھتا رہا۔ منظر میں وہ ٹیلے نہیں تھے۔ وہ منظر ماضی کا تھا۔ وہ تینوں ساتھ ہوا کرتے تھے۔ وہ، سجل اور صفا ساتھ بیٹھ کر گپیں لگایا کرتے تھے۔ اسکو دیکھا کیسے صفا اسکے سامنے خاموش سی ہو جایا کرتی جبکہ سجل کی باتیں ختم نہیں ہوا کرتی تھیں۔ وہ کتنی ہی دیر جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس اڑتی ہوئی ریت میں اپنے ماضی کو دیکھتا رہا۔

****

قبرستان کے سامنے گاڑی آ کر رکی۔ تو اس میں سے خیام قریشی نکلے۔ وہ چلتے ہوئے آئے اور سجل کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھے رہے۔ ان آنکھیں خشک تھیں۔ ان آنکھوں میں کتنی اداسی تھی۔ ان آنکھوں میں ناکامی تھی۔ ان آنکھوں میں پچھتاوے تھے۔ ان کی بوڑھی آنکھوں میں غم تھا۔ وہ یوں ہی قبر پہ ہاتھ پھیرتے رہے۔ پھر آدھے گھنٹے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فاصلے پہ گورگن کسی قبر کی مٹی درست کر رہا تھا۔

انھوں نے گورگن کو آواز دی تو وہ بیلچا وہیں رکھ کر ان کے پاس آیا۔

''اسلام علیکم شاہ جی۔!'' وہ مودب سا کھڑا تھا۔

''ہمم۔ وعلیکم اسلام۔۔'' کہتے انھوں نے اپنی جیب سے اپنا والٹ نکالا اور اس میں سے کچھ پیسے نکال کر گورگن کو دیئے۔

''شاہ جی اسکی کیا ضرورت تھی۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے پیسے پکڑ لئے۔

''یہ صدقہ ہیں۔ رکھ لو۔'' انھوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''شکریہ شاہ جی۔!'' وہ مشکور ہوا۔

''ہمم۔!'' وہ مرنے لگے کہ ایک کھلی قبر پہ پڑی جو کہ کچھ فاصلے پہ تھی۔ ''کوئی فوت ہوا ہے کیا؟'' انھوں نے گورگن سے پوچھا۔

''ن۔ نہیں شاہ جی وہ دراصل۔!'' وہ کاٹنے لگا۔ کیسے بتا دیتا کہ وہ انہیں کے بیٹے کی قبر ہے۔

''کیا ہوا؟ وہ قبر کس نے اس طرح کھلی چھوڑی ہوئی ہے؟'' وہ پوچھتے ہوئے اب اس جانب بڑھنے لگے۔

''شش۔۔ شاہ جی۔ اس طرف مت جائیے۔'' گورگن نے انکو روکنے کی کوشش کی وہ تب تک اس جگہ پہنچ چکے تھے۔

''یہ کیا بکواس ہے۔۔؟'' وہ دھاڑے تو فاصلے پہ کھڑا گورگن لرز کر رہ گیا۔ ''کس نے کیا ہے کہ؟'' وہ اب مڑ کر اس گورگن سے پوچھ رہے تھے۔

''وہ۔ جی۔ وہ دراصل۔۔!'' اسکے پاس الفاظ جمع نہیں ہو پا رہے تھے۔

''میں نے پوچھا کس کی حرکت ہے یہ؟'' انھوں نے اب کی بار گورگن کو گریبان سے پکڑا۔

''وہ۔ جی وہ۔ ابراہیم گورسی۔!'' گورگن نے ٹوٹتے پھوٹے الفاظ ادا کئے تو انھوں نے جھٹکے سے اسکا گریبان چھوڑا۔ چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ وہ اس سے اس طرح کے انتہائی قدم کی امید نہیں کر رہے تھے۔

''معاف کر دیں شاہ جی۔!'' وہ اب مودب سا کھڑا تھا۔

''بند کرواسکو فوراً۔ اور یہ قطبہ۔ یہ ہٹاؤ یہاں سے۔'' وہ دھاڑے۔

''نہیں کر سکتا شاہ جی۔!'' وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ بولا۔

''ایسے کیسے نہیں کرتے۔ میں ابھی انتظامیہ کو فون کرتا ہوں۔'' وہ جیب سے فون نکالنے لگے۔

''جی۔ انکی مرضی سے ہی ہوا ہے یہ سب۔'' گورگن کے جواب پہ وہ چونکے۔

''کیا بکواس ہے یہ۔؟'' وہ غرائے۔

''جی۔ ابراہیم گورسی نے اسکی قیمت ادا کی ہے۔ اس لئے یہ قبر بند نہیں ہو سکتی۔'' گورگن پھنس چکا تھا۔ ایک جانب۔ ابراہیم گورسی تو دوسری جانب خیام قریشی۔

''بے ہودہ ٹریفک کی ہے انتظامیہ نے۔ میں بھی دیکھتا ہوں یہ قبر کیسے کھلی رہتی ہے۔'' وہ تن فن کرتے وہاں سے نکلے اور آ کر گاڑی میں سوار ہوئے۔ گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے انھوں نے سٹیرنگ پر زور سے ہاتھ دے مارا۔''ا. اہیم گورسی۔! بہت ٹریفک کی ہے تم نے اس کے لئے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' انھوں نے جبڑے بھینچ کر کہا اور گاڑی دی۔

****

رات صفادور کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ حسن شام کو واپس آیا تھا۔ صفا کو ا. اہیم کی باتوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ آج ا. ایا پھر سے محبت پر خوف حاوی ہوا تھا۔ رات کے سائے گہرے ہونے لگے تو ا. اہیم گورسی کے ذہن پر بھی ریت کے ٹیلے بھی اندھیرے میں نہا گئے۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے اب چاندنی میں چمک رہے تھے۔ ان پر ہوا سے بنی ہوئی لکیریں چاند کی روشنی میں کوئی فن پارہ معلوم ہوتی تھیں۔

وہ ایک ٹیلے پر بیٹھا تھا۔ ایک چھوٹی سی چھڑی ہاتھ میں پکڑے۔ وہ یوں ہی کچھ لکیریں کھینچتا رہا۔ کچھ ماضی کی یادوں کو اپنے ذہن کے کونوں میں ایڈجسٹ کرتا رہا۔ کچھ یادوں کو تکلیف دہ ماضی کی کیٹیگری میں رکھنا تھا اور کچھ کو خوبصورت یادوں کے پاس ٹکانا تھا۔

پانچ سال پہلے۔!!

وہ اپنے کچن میں موجود تھا۔ ایک فرائنگ پین میں کچھ پکا رہا تھا۔ ایک وائٹ ڈریس شرٹ اور جینز پہنے وہ کسی ماہر کی طرح ہاتھ چلا رہا تھا۔ آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیئے۔ اون پہنے وہ فرائنگ پین میں کوئی سوس بنا رہا تھا۔ اسکے بعد اس نے چولہا بند کیا اور کچھ سبزیاں کاٹنے لگا۔ وہ تیز تیز چھری چلا رہا تھا۔ کہ اسکو اپنے کسی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ حائل ہوتے محسوس ہوئے۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ بس مسکرانے لگا۔

''میرا بھائی کیا بنا رہا ہے؟'' ایک خوبصورت سی آواز گونجی تھی۔

''پاستا۔'' ایک لفظی جواب دیتا وہ دوبارہ سبزیاں چوپ کرنے لگا۔

''بھائی۔! آپ ہمیشہ یہی کھانے کھاتے ہیں؟'' سجل اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''نہیں۔!'' وہ ہنوز چھری چلا رہا تھا۔

''تو پھر۔؟ آپ کیا بنا رہے ہیں۔؟'' وہ اپنے ہاتھ روکے کھڑی نئی فرمائش کر رہی تھی۔

''اچھا؟ میں بھی کہوں آج اچانک میرے کھانوں پر اعتراض کیسے بن آیا؟'' وہ اب مڑ کر کمر پر ہاتھ رکھے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

''ہاں ناں۔'' کہتے اس نے چھلانگ لگائی اور کاؤنٹر پر بیٹھی۔

''مجھے نہیں پسند یہ اٹیلین اور کورین کھانے، پلیز۔ آپ کیا بنا کر آج۔'' وہ ایک گال کا ٹکرا منہ میں رکھ کر فرمائش کرنے لگی۔

''نیچے جاؤ۔ زلیخا اماں سے کہو۔ وہ تمہیں کچھ بنا کر کھلا دیں گی۔'' وہ ایک بار پھر سے اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

''جی نہیں۔۔! ہاتھ کا کھانا کھا کھا کر میں تنگ آ گئی ہوں۔۔ مجھے اب آپکے ہاتھ کا کھانا کھانا ہے۔'' وہ منہ پھلائے بولی تو ا. اہیم نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''اس وقت تو میں اپنا ڈنر بنا رہا ہوں۔ اس لئے آپکی فرمائش کل لنچ کے وقت پوری کر دوں گا۔'' وہ اب سبزیاں فرائنگ پین میں ڈال رہا تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟ مجھے ابھی کھانی ہے۔'' وہ پاؤں جھلانے لگی۔

''کم آن۔ تم بچی نہیں ہو اب۔۔'' ا. اہیم نے بنا اسکی جانب دیکھے ہی جواب دیا۔

''اور آپ کہتے ہیں کہ میں آپکی ٹریٹ ہوں۔۔ میں کہتی ہوں کہ میں بڑی ہو گئی ہوں۔ تو آپ نہیں مانتے۔ اور آج اپنی مرضی سے مجھے بڑی کہہ رہے ہیں۔ دیٹس ناٹ فیئر ایبو۔'' اس نے منہ پھلائے شکوہ کیا۔

''ڈرامہ کوئین۔!'' اس نے مڑ کر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔ تو سجل قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ جبکہ ا. اہیم اب فرائنگ پین میں ابلا ہوا پاستا ڈال رہا تھا۔

''میں نکال کر لاتی ہوں۔'' سجل نے چھلانگ لگائی اور جا کر فریج کھول کر کھڑی ہو گئی۔ جبکہ ا. اہیم مسکرا کر سر جھٹک کر رہ گیا۔ وہ لوگ اب چاول ابال رہے تھے۔

جبکہ قورمہ دم پہ تھا۔کہ دروازے پہ بیل ہوئی۔

''آ گئی۔''سجل چہک کر بولی۔

''کون؟''ا. اہیم نے چاول کا ٹکڑا ہاتھ میں لے کر مسلتے ہوئے پوچھا۔

''صفا۔اور کون۔۔''سجل کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''اس وقت؟اسکو کس نے اجازت دی؟''ا. اہیم نے چونک کر پوچھا

''میں نے بلایا تھا۔اور چچو خیام انکل کو۔۔سے ملنا تھا تو وہ ا ساتھ آ گئی۔''کہتے سجل چھلانگے لگاتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی۔

''اسلام علیکم۔۔!''صفا ہال میں کھڑی منال بیگم سے مل رہی تھی۔اس وقت وہ دونوں قریبا تیرہ چودہ سال کی تھیں۔خیام قریشی نے گھر ل لیا تھا۔ سفیان قریشی سے وہ اکثر ملنے آجایا کرتے تھے۔اور اسی بہانے صفا بھی ا ساتھ آ جاتی۔وہ اسکی اور سجل کی دوستی جا تھے اس لئے اسکو ساتھ لے آتے۔

''وعلیکم اسلام۔!''منال بیگم نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''آ سجل کہاں ہے۔''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں یہاں ہوں۔''سیڑھیوں سے سجل کی آواز آئی تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''آ گئی تمہاری سجل۔۔''منال بیگم مسکرا کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

''آ گئی تم؟''سجل نے آ کر صفا کا ہاتھ پکڑا۔

''جی جناب۔آپ نے بلوایا تو میں چلی آئی۔''صفا نے اپنے سنہری ل کان کے پیچھے کئے۔

''آ جاو۔۔''سجل نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''لیکن کہاں؟''صفا نے اسکی خوشی دیکھی تو وہ بھی مسکرا دی۔

''بھائی آج ینی بنا رہے ہیں۔۔اسی لئے تو بلوایا ہے تمہیں۔''سجل نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔

''کیا واقعی؟''صفا نے خوشگوار حیرت سے اسکو دیکھا۔

''ہاں آ جاو۔اب انھوں نے دم پہ لگا دی ہوگئی۔''سجل اسکا ہاتھ پکڑے اسکو کھینچ کر لے گئی۔

سردی کا ہی موسم تھا۔کیو وہ سردی کے موسم میں آیا کرتا تھا۔اپنی اور سجل کی سالگرہ کے موقع پہ۔اس لئے صفا ایجینز ٹپ میں ملبوس تھی۔لیکن اس نے اوپر سے ایک کوٹ پہن رکھا تھا۔جو اسکے ٹخنوں تک آتا تھا۔اور ایک مشال جو کہ ایک تکون شکل کے سکارف کی مانند تھی وہ اسکے گلے کے گرد لپٹی ہوئی تھی۔جو زیبا پہنے وہ ایک پرفیکٹ ٹین ایجر لگ رہی تھی۔اسکے سنہری ل اسکے کندھوں پہ گرے ہوئے تھے۔جن کی لمبائی ابھی ذیادہ نہ تھی۔وہ بس کندھوں تک ہی آتے تھے۔کچھ بینگز کٹے ہوئے تھے جو کہ جھول جھول کر اسکے چہرے پہ آتے تھے۔وہ دونوں ا. اہیم کے پورشن میں پہنچیں۔وہ کچن سنک پہ کھڑا اب کچھ. تن دھو رہا تھا۔

''بھائی۔ہماری مہمان آ گئی۔کھانے میں کتنی دیر ہے؟''ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا تو سجل صفا کو لئے کچن کاونٹر سے کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی

''یعنی بن بلائی مہمان۔۔''ا. اہیم نے مسکراہٹ ضبط کی اور دوبارہ. تن دھونے لگی۔

''نن۔نہیں تو۔سجل نے بلایا تھا مجھے۔''صفا ہمیشہ کی طرح اسکی موجودگی میں نروس سی ہوگئی۔

''ارے ریلیکس صفا۔ایبو مذاق کر رہے ہیں۔''اس نے صفا کو کوہنی ماری صفا کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔کچھ دیر پہلے کی رونق اب ماند پڑ گئی تھی۔

''دم پہ لگا دی ہے آپکی۔ینی۔آپ لوگ جا کر وہ ٹ کریں۔''ا. اہیم نے مڑے بنا جواب دیا۔

''مم۔مجھے بھوک نہیں ہے۔''صفا نے سر جھکا لیا۔ا. اہیم کے. تن دھوتے ہاتھ رکھے۔وہ مڑا۔اس نے اپنا ان ایرا اور قدم قدم چلتا ان دونوں کے پاس آیا۔

''ادھر دیکھو۔''اس نے صفا سے کہا جو کہ اب سر جھکائے کھڑی تھی۔اسکے سنہری بینگز اب پھر سے اسکے چہرے پہ جھول رہے تھے۔صفا نے میں سر ہلایا۔ا۔ اہیم گہرا مسکرایا۔اس نے صفا کے بالوں کی ایک لٹ پکڑ کر کھینچی۔

''آہ۔''اس نے کراہ کر چہرہ اوپر اٹھایا۔''اب تم میری اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا مانو گی؟''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جہاں اب پانی تیرنے لگا تھا۔صفا پھر سے سر جھکا گئی۔جبکہ سجل اب مسکراہٹ دبائے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔''کم آن۔اتنی چھوٹی سی ہوتیں تھیں تم لوگ۔۔۔سے تم دونوں کے لئے اٹھا رہا ہوں۔اور آج تم مجھے موڈ دکھاو گی؟''اس نے ایک بار پھر سے صفا کی ایک لٹ پکڑ کر کھینچی۔

''پلیز۔نہ کریں۔''صفا نے اپنے بال چھڑوائے۔

''اچھا تو پھر موڈ ٹھیک کرو۔اگر کوئی کہانی ہے تو؟''ا۔ اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔صفا نے چہرہ اوپر اٹھایا تو آنسو لڑھک کر گال پہ بہہ گئے۔''کم آن۔بچے۔!''ا۔ اہیم نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اسکا گال صاف کیا۔''او کے آئی ایم سوری۔!''ا۔ اہیم نے کان پکڑے۔''مجھے نہیں پتا تھا کہ ہماری صفا اتنی حساس ہوگئی ہے۔''اس نے افسوس سے صفا کی جانب دیکھا۔

''نہیں سوری نہ بولیں۔''وہ منہ کاٹنے لگی۔

''کم آن۔آپ لوگوں کا ڈرامہ ختم ہو گیا ہو تو پلیز۔۔۔کوئی پیزا کر لیں۔میرا جلی ہوئی کوئی کھانے کا کوئی موڈ نہیں۔''اب کی بار سجل پٹ کر بولی تھی۔

''او کے میڈم۔''ا۔ اہیم نے ایک صفا کو دیکھا اور واپس کچن کاونٹر کی جانب بڑھ گیا۔

''اور تم کیا ہر چھوٹی چھوٹی بات پہ ٹسوے بہانے لگتی ہو؟ چلو۔ہم کوئی موووی لگاتے ہیں۔''وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔

''ٹوم اینڈ جیری کے علاوہ کسی سی ڈی کو ہاتھ مت لگانا۔''پیچھے سے ا۔ اہیم کی آواز گونجی جبکہ وہ دونوں اب لاونج میں پہنچ گئی تھیں۔

''ہم بڑے ہوگئے ہیں۔''سجل نے وہیں سے آواز لگائی۔

''تم ابھی چھوٹی ہو۔''ا۔ اہیم نے فوراً جواب دیا۔وہ اب دہی پھینٹ رہا تھا رائتہ کے لئے۔

''ابھی کچھ دیر پہلے مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ میں چھوٹی نہیں رہی۔''سجل نے ریموٹ کا بٹن دباتے ہوئے ایک اور آواز لگائی۔

''اور کچھ دیر پہلے کسی نے احتجاج کیا تھا کہ وہ ابھی چھوٹی بچی ہی ہے۔''وہ مسکرا کر وہیں سے اسکو جواب دے رہا تھا۔صفا اور سجل کوئی انیمیٹڈ موووی لگائے بیٹھی تھیں۔کیونکہ ا۔ اہیم جانتا تھا کہ وہ اسکے پورشن میں موووی دیکھنے ہی آیا کرتی ہے اس لئے وہ بس ایسی سی ڈی ہی رینٹ جو سجل کے لئے موزوں ہو۔پھر بھی وہ وارننگ دینا نہیں بھولتا تھا۔

''تم بھائی کے سامنے اتنی فضول کیوں ہو جاتی ہو میری جان؟''اب سجل نے ساتھ بیٹھی صفا کو گھور کر پوچھا۔

''ہاں۔؟ میں؟ نہیں تو۔؟''وہ جو موووی میں مگن تھی اسکی بات پہ چونکی۔

''جی ہاں تم۔اور میں تو ابھی ہوں موجود بھی نہیں سکتی۔تھوڑی دیر پہلے تم رو دی تھی صفا۔یہ رکم آن وہ بھائی ہیں۔وہ ہمیشہ سے ایسے ہیں۔کیا تم نہیں جانتی کہ انھوں نے بچپن سے ہی ہماری ہر خواہش پوری کی ہے۔وہ مذاق کر رہے ہوتے ہیں اور تم فضول ہو جاتی ہو۔''سجل نے منہ بنایا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔''صفا نے اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کی پشت کو گھورتے جواب دیا۔

''پلیز۔ایسا مت کیا کرو۔۔میرے دوستوں میں بس تم دونوں ہی تو شامل ہو۔اگر میرے دو دو دوست آپس میں ہی ایک دوسرے کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں رہیں گے تو مجھے کوفت ہوتی ہے۔''سجل نے ریموٹ سے ٹی وی میوٹ کیا اور صفا کی جانب مڑ کر سنجیدہ لہجے میں بولی۔

''نہیں سجل۔!میں ایسا ساتھ ان کمفرٹیبل نہیں ہوتی۔بس ایسے ہی۔مم۔مجھے رونا آجاتا چھوٹی چھوٹی باتوں پہ۔''وہ ایک بار پھر سے اپنی سرمئی آنکھوں میں پانی بھرنے لگی۔

''آئی نو۔تم زاویار بھائی کی وجہ سے ایسے ہوگئی ہو۔پلیز صفا۔!ایسا ویسے نہیں ہیں۔''اس نے صفا کا ہاتھ تھاما۔

''میں جا ہوں۔کہ ا. اہیم بہت اچھے ہیں۔ میں کیا کروں سجل؟ زاو یر بھائی نے مجھے کبھی محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ ا یہ بھائی کا پیارا یہ بھائی کی توجہ کیسی ہوتی ہے۔مم۔مجھے اب کسی بھی مرد کی موجودگی میں ٰ وسنس محسوس ہونے لگتی ہے۔یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔''اس نے ڈ ٹ تی آنکھوں میں ضبط کئے ہوئے ٰ ت کر لے کر سجل کی جا ٰ دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔۔!مجھے سمجھنا چاہئے تھا۔۔'' کہتے سجل نے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''ا. اہیم بہت اچھے ہیں۔مم۔مجھے ان سے خوف محسوس نہیں ہوتا۔مجھے ان سے آج تک کبھی بھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ وہ مذاق میں بھی مجھے کچھ دیں تو دل ٹوٹ سا جاتا ہے۔ا یہ واحد وہی مرد ہیں جنکی موجودگی میں مجھے خوف محسوس نہیں ہوتا۔''وہ سجل کے گلے لگ کر ہچکیوں کے ت بولی۔

ا. اہیم جو جانے سے کچھ فاصلے پ کھڑا ا تیں سن رہا تھا اسکے قدم منجمند ہو گئے۔وہ لڑکی کتنی حساس ہو گئی تھی۔وہ پچھلے پ نچ سال سے بیرون ملک تھا۔بس صفا سے کبھی کبھار قات ہوتی وہ بھی رسمی۔کیا وہ لڑکی اس قدر حساس ہو گئی تھی؟ وہ۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر یہ تھا ٰ صفا بھلے ذ یہ ا یکٹو نہ تھی سجل کی طرح وہ اتنی حساس نہیں تھی۔ا. اہیم کے ماتھے پ بل پ گئے۔اسکی آنکھوں میں عجیب کرب ا ا۔اسے آج زاو یر سے ا یر پھر سے ت ہو گئی تھی۔وہ شخص اپنی ہی بہن کو تحفظ اور اعتماد نہیں دے سکا تھا۔کیسا بھائی تھا وہ؟

کچھ د یہ بعد صفا سجل سے الگ ہوئی تو اسکی کچھ فاصلے پ کھڑے ا. اہیم پ پ ڑی۔وہ یں جھکا گئی۔

''اہم۔اہم۔۔''وہ گلہ صاف کرتے ا جا ٰ ٹھا۔

''کھا ٰ ر یڈی ہے ایبو؟''سجل نے چہک کر پوچھا۔

''جی کھا ٰ ر یڈی ہے۔اب سرو کرنے میں تو ہیلپ کرو مجھ بے چارے کی۔''وہ کمر پ ہاتھ رکھے ا جا ٰ بے چارگی لئے دیکھ رہا تھا۔

''اوہو۔ہم ابھی آئے۔چلو صفا۔''وہ اسکا ہاتھ پکڑے کچن میں لے جانے لگی کہ ا. اہیم نے صفا کا ہاتھ پکڑا۔وہ وہیں ٹھٹک گئی۔

''سجل۔تم ٹ تن نکالو۔''وہ اسکو کہتا صفا کا ہاتھ پکڑے اسے صوفے پ بٹھا کر اس سے کچھ فاصلے پ بیٹھ یہ۔سجل نے ا یہ ان دونوں کو دیکھا اور پھر کچن کی جا ٰ ٹھ گئی۔صفا ا یہ رپھر سے ٰ وس سی بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا ہے صفا؟ کیوں اتنی حساس ہو گئی ہو؟ میں ایسا تو نہیں چھوڑ کر یہ تھا تمہیں۔؟''ا. اہیم نے فکرمندی سے اسکا بجھا سا چہرہ دیکھا۔

''نن۔نہیں ایسی تو کوئی ٹ نہیں ہے۔''صفا یں جھکائے اپنے ہاتھوں کی پشت گھورتی جواب دے رہی تھی۔

''میں نہیں جا کہ تمہارے بھائی کا تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہے۔ میں ہمیشہ تمہارے لئے موجود ہوں۔ا یہ دو ت کی حیثیت سے۔''اس نے صفا کا جھکا ہوا سر دیکھا۔صفا نے اسکی ٹ پ سر اٹھا کر دیکھا۔''کوئی ٹ ہو۔کوئی مشکل ہو پ یشانی ہو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔سجل کے بعد مجھے اپنا دو ت سمجھو۔''اس نے مسکرا کر صفا کا معصوم سا چہرہ دیکھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔''صفا نے ا یہ مسکراہٹ سجائے جواب د یا۔

''ہمم۔اچھی ٹ ہے۔ پلیز اس طرح ٰ وس مت ہوا کرو۔ ہر ہم جیسے لوگ ہی بستے ہیں۔ کی دو آنکھیں کان اور ا یہ ٰ ک ہوتی ہے۔''اس نے کہا تو صفا بے اختیار ہنس دی۔ا. اہیم نے ا یہ ٹھنڈی سانس خارج کی۔''تھینک گاڈ۔تم ہنسی تو سہی۔''وہ مسکرا کر رہ یہ۔سجل ٹیبل پ ٹ تن لگا رہی تھی صفا کو ہنستے ہوئے دیکھا تو وہ مڑ کر ا جا ٰ دیکھنے لگی۔

''ارے واہ صفا۔تمہیں تو ایبو نے ہنسا د یا۔''وہ خوش آ رہی تھی۔

''ظاہر ہے بھئی۔ہماری وجہ سے انکا ا یہ آ ضائع ہوا تھا۔تو ہمارا فرض: تھا ہنسا ٰ۔''ا. اہیم اٹھ کھڑا ہوا۔وہ سجل کے پ س پہنچا اور اسکی ٰ ک پکڑ کر کھینچی۔''ا میں اسکو نہ ہنسا تو تم نے ساری ز گی طعنے دیتی رہنا تھا۔کہ ایبو نے میری دو ت کو رلا یا تھا۔'' وہ کہتا ہوا کچن کی جا ٰ ٹھ یہ۔

''یعنی مجھ سے ڈر گئے ایبو۔!''وہ ہنستی ہوئی پیچھے آئی۔وہ دونوں اب کھا ٰ لگا رہے تھے۔جبکہ صفا دیکھے مسکراتی رہی۔

****

وہ وہیں بیٹھا تھا کہ اسکے فون کی رَ ہوئی۔ا. اہیم نے چھڑی دور پھینکی اور اپنے کوارٹر میں آ ۔اس نے فون کال اٹھائی۔وہ ا ۔ ویڈیو کال تھی۔

''اسلام علیکم۔۔''سکرین میں اسکی مصری شہزادی کا چہرہ دمک رہا تھا۔

''وعلیکم اسلام۔''وہ مسکرادیے۔

''کیسے ہیں آپ؟اور ۔ ۔ ارادہ ہے واپسی کا؟''وہ لاونج میں صوفے پہ بیٹھی تھی۔جبکہ دینا سامنے کارپٹ پہ بیٹھی کھیل رہی تھی۔

''میری جان۔جلد آجاوں گا۔تم ٹھیک ہو؟ دینا، یقوت،مرجان؟ ۔ ٹھیک ہیں؟''اس نے ا ہی سانس میں اپنی کل کائنات کا حال احوال پوچھا۔

''ہاں۔ہم ۔ ٹھیک ہیں۔اور آپکی ن بھی ٹھیک ہے۔''حوریہ نے مسکرا کر اضافہ کیا۔

''اچھا۔۔!''ا. اہیم نگاہیں پ ا ۔

صفا نے دیکھا کہ اسکے کمرے میں پڑا پانی کا جگ خالی تھا۔وہ رات کو پانی پاس رکھ کر سوتی تھی۔اسکی دوا کچھ ایسی تھیں کہ اسکو ر ر پیاس لگتی۔اس نے جگ اٹھایا اور کمرے سے ہر آ گئی۔

''پلیز جلدی واپس آجا ں ا. اہیم۔!''حوریہ نے اداسی سے کہا تو ا. اہیم کے دل میں عجیب سی ٹیس اٹھی تھی۔

''آجاوں گا جان۔میں کوشش کروں گا کہ جلدی کام ٹ لوں۔۔''اس نے سکرین پہ دیکھا تو حوریہ کے عقب سے صفا ری۔''یہ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہے؟''ا. اہیم نے حوریہ سے پوچھا۔

''ہاں؟ کون؟''وہ جو سامنے دینا کو دیکھ رہی تھی اچا متوجہ ہوئی۔

''صفا۔۔!''ا. اہیم نے م لیا تو کچن کی جا ۔ ٹھتی صفا کے قدم رکے۔حوریہ نے دن موڑ کر دیکھا تو صفا کچن کے دروازے میں ہی کھڑی تھی۔اسکے ہاتھ میں جگ تھا۔''حوریہ مسکرا کر ا. اہیم کی جا ۔ متوجہ ہوائی۔

''وہ پانی آئی ہے کچن سے۔''اس نے مسکرا کر جواب دیا تو صفا کچن کے ا ر چلی گئی۔

''زہرہ کہاں ہے؟ کیا اس نے اسکے کمرے میں پانی نہیں رکھا تھا؟''ا. اہیم کے ماتھے پہ بل پڑے۔حوریہ ٹ ا گئی۔

''رکھا ہوگا۔شاید ختم ہو یہ ہو۔کیا ہو یہ ہے ا. اہیم۔؟اتنی چھوٹی سی ت پہ اوور ری ا کیوں کر رہے ہیں آپ؟''حوریہ کو اسکا رویہ عجیب لگا۔جبکہ وہ سامنے دا ۔ بھینچے بیٹھا رہا۔۔صفا کچن سے واپس نکلی تو حوریہ نے اسکو اشارے سے اپنے پاس بلوایا۔

''جی؟''وہ اسکے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ا نگاہ اسکے ہاتھ میں موجود موبائل پہ ڈالی جہاں وہ ستے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔

''پانی ختم ہو یہ تھا؟''حوریہ نے نرمی سے پوچھا۔

''جی۔وہ مجھے رات کو پیاس لگتی ہے تو میں اپنے پاس پانی رکھ کر سوتی ہوں۔''صفا نے سر جھکائے اپنی صفائی دی۔

''زہرہ نے پانی نہیں رکھا تھا؟''حوریہ نے دو رہ پوچھا۔لہجہ ہمیشہ کی طرح نرم اور اپنائیت سے بھرپور تھا۔

''وہ رکھا تھا۔مم۔میں نے پی لیا تھا۔''صفا نے سر جھکائے ہی جواب دیا تو حوریہ گہرا مسکرائی۔

''دیکھا ا. اہیم؟اب آپکو تسلی ہوگئی؟ کہ آپکی ن کی ت میں کوئی کمی نہیں آ رہی۔؟''حوریہ نے شرارتی مسکراہٹ سجائے ا. اہیم سے کہا تو اسکے ا ب ڈھیلے پڑے۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔''وہ مزید کچھ نہ بولا۔

''ٹھیک ہے صفا تم جا کر سو جاو۔''حوریہ نے نرمی سے کہا تو وہ وہاں سے چلی گئی۔''اب ٹھیک ہے؟''حوریہ نے ا ر پھر سے پوچھا تو ا. اہیم مسکرادیے۔

''مجھے اپنی بیوی پہ یقین ہے۔''وہ اب نرمل سے ا از میں اس سے ب تیں کرنے لگا۔''یقوت اور مرجان کہاں ہیں۔۔''اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''وہ دونوں اپنے کمرے میں ہیں۔۔کوئی وڈیو گیم کھیلنے کا کہہ رہے تھے۔'' حوریہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''ہمم۔اور دینا سوگئی۔؟'' دینا کے ذکر پر اہیم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نو۔نو۔۔۔۔'' دینا فوراً اٹھ کر حوریہ کے پاس آئی۔

''ہاہاہا۔میری پ ۔۔!'' وہ اب جھک کر دینا کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو کہ سکرین پر جگمگا رہا تھا۔

''۔۔کم۔۔'' دینا نے ہاتھ کے اشارے سے اہیم کو پکارا۔

''اوے۔اوے۔میری پ ۔۔ کو مس کر رہی ہے؟'' وہ گہرا مسکرایا۔

''یس۔!'' دینا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اوکے دینا۔۔ جلدی آجا گے۔ٹیک کیئر۔'' اس نے دینا کو ایئر فلائنگ کس دی۔اور جواباً دینا نے بھی وہی عمل دہرایا تو حوریہ کھل کر مسکرائی۔اس نے دینا کے گال پر بوسہ دیا۔

''ماما۔سلیپ۔'' دینا کو اب نیند آرہی تھی۔

''اوکے دینا کے۔۔اب دینا کو نیند آرہی ہے۔'' حوریہ نے اہیم کو بتایا تو وہ ہنس دیا۔

''دینا دیٹس نٹ فیئر۔اب۔۔ کے حصے کی اٹینشن بھی تم لے ہی ہو۔ میری بیوی کیا اب مجھ سے بات بھی نہیں کر سکتی؟'' اس نے منہ بنایا۔

''ہاہاہا۔یہ بات دینا کے۔۔ کو خود سوچنی چاہیئے کہ وہ اپنی فیملی کے حصے کی اٹینشن بھی اپنے بنس کو دے رہے ہیں۔'' حوریہ نے اسی انداز میں جواب دیا تو وہ اداسی سے مسکرایا۔کاش کہ یہ بس ایک بنس ہی ہوتا۔وہ بس دل میں سوچ کر رہ گیا۔

صفا اپنے کمرے میں واپس آئی۔اس نے بے دلی سے جگ سائڈ ٹیبل پر رکھا اور آکر بیڈ پر ڈھے گئی۔وہ کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔اس لئے اس نے بس اپنی دوا کھائی اور لیٹ گئی۔وہ سونے ہی لگی تھی کہ اسکے دروازے پر دستک ہوئی۔صفا فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''آجا ۔'' وہ اپنا دوپٹہ درست کرتی بولی تو حوریہ دروازے میں کھڑی تھی۔''آپ؟ آجا پلیز۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔حوریہ مسکرا کر صوفے پر بیٹھی۔جبکہ صفا سامنے کھڑی تھی۔

''آجاو۔یہاں بیٹھو۔'' حوریہ نے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔تو وہ جھجکتی ہوئی وہاں بیٹھی۔''تم اداس ہو؟'' حوریہ نے صفا کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔

''نہیں تو۔میں ٹھیک ہوں۔'' صفا نے فوراً جواب دیا۔

''یہ لو گھر بات کرلو۔اداسی دور ہو جائے گی۔'' کہتے حوریہ نے فون صفا کے سامنے کیا۔صفا کے ہاتھوں میں پہٹ ہونے لگی۔ اسکے دل نے فوراً کہا کہ بغاوت کر دو۔سارے وعدوں سے جاو۔نمبر ڈائل کرو اور اپنی ماں سے بات کرلو۔اپنے دل سے بات کرلو۔اپنا حال سنا دو۔اپنے دل کا سارا بوجھ اتار دو فوراً دماغ نے اسکو سمجھایا اور اسکے بغاوت کرتے دل کو لگام ڈالی۔

''اگر اہیم کو معلوم ہوا تو وہ کیا کرے گا۔یہ سوچا ہے کبھی؟'' اسکے دماغ نے اسکے دل کو سچ سے آگاہ کیا۔''لیکن اگر بات کرلوں گی تو کیا ہی کرلے گا وہ؟ جان سے تھوڑی مار ڈالے گا۔'' دل نے فوراً تجویز دی۔''جان نہیں لے گا۔بلکہ زندگی کو موت سے بدتر کر دے گا۔'' دماغ نے سمجھایا۔

''کیا ہوا؟ کہاں کھو گئی؟؟'' حوریہ نے اسکی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ ہوش میں آئی۔

''ہاں؟ نن۔نہیں کہیں بھی تو نہیں۔'' اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''یہ لو۔بات کرلو۔میں ہرلا ونج میں ہوں۔پھر فون دے جانا۔اور کل صبح تمہارا فون بھی آجائے گا۔'' وہ اسکو موبائل تھما کر اٹھ کھڑی ہوئی۔صفا نے لرزتے ہاتھوں سے فون پکڑ لیا۔جبکہ حوریہ مسکرا کر باہر نکل گئی۔صفا نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں میں فون پکڑا ہوا تھا۔اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔وہ اپنے ماں باپ سے اہ

کلک کی دوری پہ تھی۔ وہ کلک اسکو بہت مشکل لگ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بیٹھی یوں ہی سکرین کو گھورتی رہی۔ پھر اس نے لرزتے ہاتھوں سے ایک نمبر ڈائل کیا۔ بیل جانے لگی۔ وہ کاٹتی مضطرب سی بیٹھی رہی۔ اسکے پورے وجود میں کپکپاہٹ طاری تھی۔

''ہیلو۔!'' ایک بھاری مردانہ آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ صفا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اسکا دل دھڑک دھڑک کر بند ہونے کو تھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ ''بولو۔!'' مقابل دوبارہ بولا۔

''اسس۔ اسلام علیکم۔۔!'' اس نے ایک ہچکی لی۔

''وعلیکم اسلام۔! رو کیوں رہی ہو؟'' گمبھیر آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''کک۔ کیسی آزمائش ہے یہ آہ؟'' صفا ہچکیوں کے بیچ پوچھ رہی تھی۔

''جیسی بھی تھی۔ تم اس میں کامیاب ہوئی ہو۔'' مقابل نے پرسکون لہجے میں کہا تو صفا کی آنکھوں سے بہتے پانی میں روانی آئی۔

''پلیز۔! اہیم۔! مجھے یوں مت آزمانا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اہیم جو کہ اس وقت ایک بار پھر سے ان ریتلے ٹیلوں کو دیکھ رہا تھا۔ آسمان پہ چمکتے ستارے اور چاند۔ صحرا کی وہ رات بہت حسین تھی۔ یہ حسین رات میں بھی اہیم گورسی کے دل پہ چھائی دھند کو ختم نہ کر سکی۔ وہ یوں ہی کھڑا رہا۔ خاموش۔ بس فون میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

''سوجاو۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا تو صفا نے حیرت سے فون کی سکرین کو دیکھا۔

''سوجاوں؟! اہیم میں سوجاوں؟ کتنی آسانی سے کہہ دیا آپ نے۔؟ کیا آپکو اندازہ بھی ہے کہ میں کس کرب سے گزر رہی ہوں؟ میں ایک دودھاری تلوار پہ چل رہی ہوں۔ میرے پیروں سے خون رس رہا ہے۔ یہ خون جس کے لیے بہہ رہا ہے اسکو رتی بھر بھی پرواہ نہیں۔۔'' وہ آج کہہ گئی۔ اپنے دل کا کرب بیان کر گئی۔

''زیادتیاں مت کرو صفا۔!'' وہ دبے دبے غصے میں بولا۔

''کیوں نہ کروں میں زیادتیاں؟ آپ لوگ مجھے آزما رہے ہیں۔ مجھے ایسے گناہ کی سزا دے رہے ہیں جو میں نے کیا ہی نہیں۔ مجھے ایسی تکلیف سے گزار رہے ہیں جس کی میں حق دار نہیں۔ تو کیا میں کہہ بھی نہیں سکتی؟ میں شکوہ بھی نہیں کر سکتی؟'' وہ ہچکیوں کے بیچ سوال کر رہی تھی۔ اہیم کے پاس اسکے کسی سوال کا جواب نہ تھا۔ وہ کرب سے آنکھیں بند کر گیا۔ پھر سے چھوٹی سی معصوم سی صفا کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ ''آپ۔ آپ بہت سخت دل ہیں۔ بلکہ آپکے پاس میں دل ہی نہیں ہے۔ آپ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ بھول گئے کہ ہم کبھی ساتھ ہوا کرتے تھے۔ کیا کہتے تھے آپ؟ ہاں۔ صفا مجھے اپنا دوست سمجھو۔ تو کیا یہ دوستی تھی آپکی کہ آپکو اپنے انتقام کے آگے میں دکھائی ہی نہ دی؟ آپ کچھ بھول گئے؟'' وہ بولتی رہی۔ وہ پوچھتی رہی سامنے بس خاموشی تھی۔ لمبی خاموشی۔

صفا نے ٹھٹک کر فون کان سے ہٹا کر دیکھا کہ کہیں کال ڈسکنیکٹ تو نہیں ہوگئی۔ کال جاری تھی۔ بس وہ خاموش تھا۔ اس نے دوبارہ فون کان سے لگایا۔

''صفا۔'' لمبی خاموشی کے بعد اہیم کے الفاظ گونجے تھے۔ وہ خاموش ہوگئی۔ وہ اسکو جانا چاہتی تھی۔ ''دعا کرو کہ مجھے زاویار جلد سے جلد مل جائے۔'' کچھ الفاظ تھے۔ جو صفا کو سنائی دیے تھے۔ وہ ان الفاظ کو سمجھنے سے قبول کرنے سے قاصر تھی۔ کیا وہ یہ دعا کرتی کہ اسکا بھائی پکڑا جائے اور اہیم گورسی اسکو قتل کر دے؟ کیا یہ دعا کر کسی بھی بہن کے لئے ممکن ہے؟ ناممکن ہے بھی تو کیا کہ اتنا آسان ہے؟ جتنا اہیم نے سمجھ لیا تھا۔ بھائی چاہے جتنے بھی برے ہوں۔ وہ سگے ہوں سوتیلے۔ وہ بھائی ہوتے ہیں۔ کوئی بھی بہن اپنے بھائی کے مرنے کی دعا نہیں کر سکتی۔ زاویار نے صفا کو کبھی قبول نہیں کیا تھا صفا نے تو کیا تھا۔ وہ تو ہمیشہ اسکو اپنا بھائی ہی مانا آئی تھی۔ وہ ایک امید پہ زندہ تھی کہ ایک دن ایسا آئے گا۔ اسکا بھائی بھی اسکے سر پہ شفقت رکھے گا۔ اسکا بھائی بھی اس سے اسی طرح پیار کرے گا جیسے اہیم سجل سے کرتا تھا۔ وہ کیسے اپنی امید کو زخمی کر دیتی۔ وہ یہ دعا نہیں کر سکتی تھی۔

''تو پھر۔۔؟ پھر کیا ہوگا؟ اگر آپکو زاویار بھائی مل گئے اور آپکا انتقام پورا ہو گیا تو پھر؟'' صفا نے خود کو کہتے سنا۔

''تو پھر میں تمہیں آزاد کر دوں گا صفا۔'' اہیم گورسی کے وہ الفاظ ان ریتلے ٹیلوں نے سنے تھے۔ اس چاند نے سنے تھے جو اسکے سر پہ چمک رہا تھا۔ ان ستاروں نے سنے تھے جو اس رات کی تاریکی میں بھی اس صحرا کو پرنور بنا رہے تھے۔ اس ریت نے سنے تھے۔ جو اہیم گورسی کے قدموں سے لپٹی ہوئی تھی۔ صفا کے ہاتھ سے موبائل

ے۔وہ بے یقینی سے اس بند موبائل کی سکرین کو گھور رہی تھی۔فون کال اینڈ ہو چکی تھی۔

صفا لاونج میں آئی تو حوریہ وہیں بیٹھی تھی۔ٹی وی چل رہا تھا۔جبکہ دینا کو وہ سلا چکی تھی۔

''یہ لیں فون۔''صفا نے موبائل حوریہ کی جا. .ٹھایا۔

''. ت ہو گئی۔۔''اس نے مسکرا کر صفا سے پوچھا۔

''جی۔ہو گئی۔''صفا نے یں جھکا لیں۔

''گڈ۔اب تو اداس نہیں ہو. ؟''اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا جو کہ اب رخ ہو رہی تھیں۔

''نہیں۔۔!''صفا نے میں سر ہلا دیا۔

''چلو۔تم اب جا کر سو جاو۔صبح تم نے یونیورسٹی بھی جا. ہے۔''کہتے ہوئے وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جی۔۔!''صفا نے اثبات میں سر ہلا یا اور اپنے کمرے کی جا. . ھ گئی۔

رات کی ۔ ریکی نے آہستہ آہستہ ساری د کو اپنی لپیٹ میں ۔ شروع کر دیا تھا رحمان کرداوی ابھی ۔ اپنے اسٹڈی روم میں موجود تھے۔ا سامنے دو فائلز کھلی ہوئی تھیں۔وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔منصور عباس ا سامنے کرسی پ ہی بیٹھا تھا۔

''منصور۔۔!''وہ کچھ د بعد چھت کو گھورت ہوئے بولے۔

''جی سر۔۔!''منصور فورا متوجہ ہوا۔

''ا بل تیار کرو جو کہ آنے والے دنوں میں اسمبلی میں پیش ہو گا۔''وہ ہوا میں گھورت ہوئے بولے۔

''جیسے آپکا حکم سر۔۔!''وہ انکا ہر حکم بجالا ۔ تھا۔

''ہم اسرا کے ساتھ کارو. رکو فروغ دیں گے۔وہ لوگ ہمارے ملک میں اور ہم ا ملک میں انویسمینٹس کریں گے۔''انھوں نے اسی طرح ہوا میں گھورتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔منصور عباس کے چہرے پ بے یقینی کے آ ر یں تھے۔وہ اچا. سیدھے ہو کر بیٹھے۔۔''میرا ی خواب ہے منصور۔میں مصر کو د کا کامیاب ۔ ین ملک بنا. چاہتا ہوں۔کیو عروج مصر کی جڑوں میں ہے۔میں ا ی . ر پھر سے مصر کو د کے سامنے پیش کر. چاہتا ہوں۔اور اس کے لئے ہمیں آپسی دشمنیاں اور اختلافات چھوڑ کر وسیع ۔ مفادات کو دیکھنا ہو گا۔۔''انھوں نے منصور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وضا ۔ دی۔ہالا منصور کو وضا ۔ کی ضرورت نہیں تھی۔وہ آنکھیں بند کر کے رحمان کرداوی کا ہر حکم ما تھا۔شا. پھر وہ یہ وضا ۔ اور جسٹیفیکیشن خود کو دے رہے تھے۔وہ خود کو سمجھا رہے تھے کہ ا ا پنے ملک کو ۔ قی کی بلندیوں ۔ لے کر جا. ہے تو ا ایسے فیصلے کرنے ہوں گے جو ذاتی طور پ منظور نہ ہوں۔

''او کے سر۔۔!''منصور نے بے فکری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کابینہ اس بل کو ر یجیکٹ کرے گی۔''کہتے وہ ا ی . ر پھر سے ٹیک لگا گئے۔

''تو پھر سر؟ کابینہ کے سامنے بل پیش ہی کیوں کر. ہے؟''منصور کو سمجھ نہ آئی۔

''۔ کہ وہ لوگ سامنے آ جا جو اپنے مفادات اور اپنی مرضی کو چھوڑ کر ملک کے لئے سوچتے ہوں۔ پھر وہ لوگ بھی سامنے آ جا جو جانے . سے یہ چاہتے ہیں عوام کے د. وکی وجہ سے . ت نہیں کر پ تے۔۔''انھوں نے پ سکون سے ا. از میں کہا۔

''اور پھر؟ کیا آپ ا حما ۔ حاصل کریں گے۔۔''منصور نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔میں صدارتی آرڈیننس کے ذریعے بل منظور کرا لوں گا۔ ۔!''وہ کہتے کہتے رکے۔

'' ؟''منصور نے بے چینی سے ا دیکھا۔

'' اسکا ردعمل بہت سخت آنے والا ہے۔''وہ کہتے دو. رہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔

''تو پھر۔؟ کیسے نبٹیں گے آپ اس ردعمل سے؟''منصور نے تجسس سے پوچھا۔

''وکٹم کارڈ سے۔''انھوں نے نارمل سے انداز میں جواب دیا۔

''وکٹم کارڈ؟ لیکن کیسے؟''منصور آج حیران ہو رہا تھا۔

''ہمارے ملک کو اچانک سے اکانومی کے مسائل پیش آئیں گے۔ہمیں قرض نہیں ملے گا۔ملک پہلے بحران سے اور پھر بلیک لسٹ میں جائے گا۔مہنگائی عروج پہ ہوگی۔۔'' وہ آنکھیں چھوٹی کیے کہتے گئے۔

''اور پھر۔۔!''وہ دور سیدھے ہوئے۔''پھر ہماری مدد کو آئے گا ایسا ملک جس سے ہم بات کرتے ہیں۔''ان آنکھوں میں عجیب شیطانیت تھی کہ منصور عباس کو بھی کراہت محسوس ہوئی۔ وہ ضبط کر گئے۔''دیکھو منصور۔۔!''انھوں نے منصور کے چہرے کے تاثرات پڑھ لئے۔وہ کہنے لگے۔''ہم لوگ باقی ممالک کے ساتھ بھی تو کاروبار کرتے ہیں۔امریکہ اور یورپی ممالک۔اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ممالک انسانیت کے ساتھ ہیں۔وہ انسانیت کے ساتھ کھلم کھلا جرائم کرتے ہیں۔تو ہم کیسے خود کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہ ایک حرام چیز سے ہم کراہت محسوس کرتے ہیں جبکہ دوسری حرام چیزوں کو روٹی کے ٹکڑے میں لپیٹ کر کھا جاتے ہیں۔''انھوں نے اپنے عمل کی جسٹیفیکیشن دی تو منصور نے انکی آنکھوں میں دیکھا۔''ایسے مت دیکھو منصور۔!''وہ ایک بار پھر سے ٹیک لگا گئے۔

''اور سرا آرمی نے آپکے خلاف بغاوت کر دی تو؟''منصور نے اپنا خوف ظاہر کیا تو اسٹڈی روم میں ایک قہقہہ گونجا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں نے اس کے لئے تیاری نہیں کی ہوئی؟ میں اپنی پرائیویٹ آرمی اسی لئے بنا رہا ہوں۔کہ وقت پڑنے پہ میں ملک کی آرمی کو بھی نکیل ڈال سکوں۔''انھوں نے فخریہ انداز میں اپنا منصوبہ بتایا۔

''آپ یقیناً بہتر جانتے ہیں۔۔''منصور عباس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یقیناً۔''کرداوی ایک بار پھر سے ہنس دیے۔

****

ایک روشن کی صبح انہیم گورسی کے مینشن پہ طلوع ہوئی تھی۔آج چونکہ سوموار تھا اس لئے گھر میں گہما گہمی تھی۔قوت اور مرجان اسکول کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ جبکہ شتہ بھی آج جلدی ہی لگ گئی تھا۔صفا ابھی تک سو رہی تھی۔وہ رات دیر تک جاگتی رہی۔اور پھر قریبا رات کے پچھلے پہر جا کر اسکی آنکھ لگی تھی۔اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ سامنے بیڈ پہ لحاف اوڑھے سو رہی تھی۔اسکے سنہری بال اسکے تکیے پہ بکھرے ہوئے تھے۔اسکا چہرہ رونے کے بعد اب پرسکون سا تھا۔وہ نیند میں تھی اس لئے کرب کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔

''سچ آ سلیپنگ بیوٹی(Such A Sleeping Beauty)۔''اسکے سرہانے سرگوشی ہوئی تو صفا نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

''گڈ مارننگ پرنسیز لیڈی۔!''مرجان اپنے یونیفارم میں ملبوس اپنی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''ہاں۔؟ گڈ مارننگ۔!''وہ آنکھیں ملتی ہوئی بیڈ کراون سے ٹیک لگا گئی۔

''نیند اچھی آئی۔''وہ کسی بڑے کی طرح اس سے سوال کر رہا تھا۔صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔

''ہاں۔اچھی نیند آ گئی تھی۔''اسکے مسکراہٹ میں ڈھلے۔اس دشت و شت میں وہ بچے اسکے لئے کسی ٹھنڈی پھوار کی طرح تھے۔

''اچھا۔اب جلدی سے تیار ہو کر آجا۔اور شتہ کر لیں۔آج آپکا یونیورسٹی کا پہلا دن ہے۔''وہ اسی طرح کھڑا مسکرا کر اسکے علم میں اضافہ کر رہا تھا۔

''ہاں۔؟ یونیورسٹی؟''صفا چونکی۔اور پھر اسکو جھماکے سے یاد آیا کہ آج تو اسکو یونیورسٹی جانا ہے۔

''اب آپکی یاداشت واپس آ گئی ہے تو آجا۔ہر۔ہم آپکا شتے پہ انتظار کر رہے ہیں۔''اس چھوٹے سے شہزادے نے اسکو جتایا اور مسکرا کر سر ہلاتا ہوا ہر نکل آیا۔صفا جلدی سے اٹھی۔اس نے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور واشروم میں گھس گئی۔

''ماما۔!''حوریہ شتہ لگوا رہی تھی۔مرجان گیسٹ روم کی جانب سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

''جی بیٹا۔۔!'' وہ فوراً متوجہ ہوئی۔

''آج پیٹی لیڈی خود ہی یونیورسٹی جا گی۔'' وہ فکرمندی سے کہتا ہوا آ کر اپنی کرسی پہ بیٹھا۔

''ہاں وہ خود ہی جا گی لیکن کیوں؟'' حوریہ نے دینا کو اسکی کرسی پہ اڈجسٹ کرتے پوچھا۔

''وہ نئی نئی آئی ہیں۔ مجھے فکر ہے کہ کہیں گم ہی ہو جا ۔'' مرجان نے نیپکین گود میں رکھا تو حوریہ نے خوشگوار حیرت سے مرجان کو دیکھا۔

''ارے واہ۔ اتنی فکر؟'' وہ اسکے واچکائے پوچھ رہی تھی۔

''ماما۔ وہ۔۔ کی ون ہیں۔ اور۔۔ اسکو میرے بھروسے چھوڑ کر گئے ہیں۔ اب میں۔۔ کاٹ نہیں توڑ سکتا۔'' اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اوہ۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' وہ محظوظ ہوئی۔

''اسلام علیکم ماما۔!'' قوت سیڑھیاں اپنے کمرے سے آیا۔

''وعلیکم اسلام بیٹا۔!'' حوریہ نے ایک محبت پاش نگاہ قوت پہ ڈالی۔ وہ آ کر اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ ''تو اب کیا کیا جائے۔۔؟'' حوریہ ایک بار پھر سے مرجان کی جانب متوجہ ہوئی۔

''تو اسکا ایک سولیوشن ہے میرے پاس۔'' مرجان نے پوسچا ان ازمیں سر ہلایا۔ جبکہ قوت کبھی اپنی ماں کے چہرے کے تاثرات دیکھتا تو کبھی مرجان کے۔ اسے لگا وہ لوگ کوئی بہت پیچیدہ معاملہ ڈسکس کر رہے ہیں۔

''اور وہ سولیوشن کیا ہے؟'' حوریہ نے آنکھیں چھوٹی کیں۔ جیسے کہ وہ پہلے ہی جانتی ہو کہ مرجان کا جواب کیا ہوگا۔

''آپ مجھے اپنے ساتھ یونیورسٹی بھیج دیں۔ میں انکا خیال رکھوں گا۔ پھر وہ اپنے آپ سے اچھے سے گھل مل جائیں گی تو گم نہیں ہوں گی۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں اپنی ماں کو حل بتایا۔

''مرجان۔۔!'' حوریہ نے اسکو گھورا۔ جبکہ اب قوت مسکرا دیا۔

''ماما۔ آج ہمارا میتھ کا ٹیسٹ ہے۔ مرجان کل رات دیر تک ویڈیو گیم کھیلتا رہا۔ جس کی وجہ سے اس نے تیاری نہیں کی۔ اور اب یہ بہانے بنا رہا ہے اسکول سے چھٹی کے۔'' قوت نے اپنی گود میں نیپکن بچھاتے پرسکون سے انداز میں مرجان کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

حوریہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''مرجان۔۔!'' اس نے مرجان کو گھورا۔

''جی ماما۔!'' وہ کسی تابعدار اور فرمان بردار بیٹے کی طرح متوجہ ہوا۔

''قوت کیا کہہ رہا ہے؟'' اس نے اسکی ڈھٹائی دیکھی۔

''جو بھی کہہ رہا ہے۔ قسمتی سے صحیح کہہ رہا ہے۔'' وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گیا۔

''مرجان۔! آج کے ٹیسٹ کی رپورٹ مجھے شام کو میرے کمرے میں چاہیئے۔'' حوریہ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔

''اوکے ماما۔ اگر اچھے مارکس ہوئے تو مل جائے گی۔'' مرجان نے بےفکری سے جواب دیا۔

''اور اگر برے مارکس ہوئے تو؟'' اب کی بار قوت نے پوچھا۔

''تو تمہاری رپورٹ دے دوں گا۔ آخر کو ہم جڑواں ہیں۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ رپورٹ کارڈ تمہارا ہو یا میرا۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں کندھے اچکا دیے۔

''مرجان۔۔!'' حوریہ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ سامنے سے صفا آتی دکھائی دی۔ وہ ایک بلیک کلر کے فراک میں ملبوس تھی جو پیروں تک آتا تھا۔ اسکے ساتھ اس نے گولڈن کلر کا سکارف لیا ہوا تھا۔ اور گولڈن ہی دوپٹہ اسکے کندھوں پہ تھا۔ وہ فراک شیفون کا تھا۔ اس لئے اس نے اسکے اوپر ایک سویٹر پہن لیا تھا جو کہ بلیک ہی تھا۔

''اسلام علیکم۔۔!'' وہ سلام کرتی اپنی کرسی کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔

''وعلیکم اسلام۔! آو بیٹھو۔ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔'' حوریہ نے خوش دلی سے اسکو ویلکم کیا۔

''معاف کیجیے گا وہ آ د ے سے کھلی۔'' سفا شرمندہ سی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''اٹس اوکے۔ شتہ کرو۔'' حوریہ نے اشارہ کیا تو صفا شتہ کرنے لگی۔وہ لوگ ہی شتے میں مصروف تھے کہ ا. اہیم کے مینشن کے ہرا گاڑی آرکی۔

****

ا سنہری سی صبح ے پ ع ہوئی تھی۔وہ اپنے کوارٹ کے ہر ہی کھڑا تھا۔ا ڈھیلی سی ٹی شرٹ اور ٹ اوزر پہنے۔ ہاتھ میں ا کافی کا مگ تھامے۔وہ اس سیاہ ٹ وے مائع کو گھونٹ گھونٹ اپنے ا ر ر رہا تھا۔وہ مشرق کی جا رخ کئے کھڑا تھا۔ابھرتا ہوا سورج ا. اہیم کو پسند تھا۔صبح کا سورج جوا ھیروں کو کاٹ دیتا ہے۔جو اپنے ساتھ امید اور یقین لے کر آتا ہے۔جو اپنے ساتھ زندگی لے کر آتا ہے۔سورج کی کر اسکی شربتی آنکھوں کو میز دلکش بنا رہی تھیں۔اسکی آنکھوں کی پتلیاں چمک اٹھی تھیں۔وہ انکھیں چھوٹی کئے فضا میں گھورتا رہا۔کیونکہ ابھی اس سورج کی روشنی ا. اہیم کے دل کے تاریکونوں تک نہیں پہنچ پائی تھی۔وہاں ابھی تک ا ھیرا تھا، وہاں دھند تھی جس نے اس سے اسکی بینائی چھین لی تھی۔

''ا. اہیم۔۔!'' ضرار نے اسکے عقب میں کھڑے ہو کر پکارا تو وہ یوں ہی مڑا۔ا ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے جبکہ دوسرا ہاتھ ٹ اوزر کی جیب میں تھا۔

''ہاں بولو۔!'' وہ ا اور سپ تا بولا۔

''شا۔۔!'' ضرار نے ا ہی لفظ ادا کیا تو ا. اہیم کا چہرہ تن گیا۔

''کیا کیا ہے اس نے اب؟'' وہ. بھی گواری محسوس کرتا تو اسکے ماتھے پہ شکنیں پڑ جایا کرتی تھیں۔اور اس وقت اسکے ماتھے پہ موجود شکنیں گواہ تھیں کہ اسکی صبح خراب ہو چکی ہے۔

''وہ ا ڈیل کر رہا ہے۔اور یہ ا ڈرگ کی ڈیل ہے۔'' ضرار نے اٹ اٹ کر بتایا۔

''کیسی ڈرگ؟'' ا. اہیم مسلسل ضرار کے چہرے کو گھور رہا تھا۔

''ایمفیٹامین۔!'' ضرار نے الفاظ ادا کئے تو ا. اہیم کی آنکھیں مزید چھوٹی ہو گئیں۔

''اسکو آ ایمفیٹامین کی کیا ضرورت؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ اس سال اٹ رنر اوٹ ب کسنگ کا میچ ہے۔تو وہ۔'' کہتے ہوئے ضرار خاموش ہو گیا۔

''اوہ۔تو یعنی وہ اس رنر کو خون سے رنگنا چاہتا ہے۔؟ امپریسو۔'' ا. اہیم نے سر ہلایا اور کافی کا ا اور سپ لیا۔

''کیا تمہیں اعتراض نہیں؟'' ضرار نے اسکا پرسکون سا چہرہ دیکھا۔

''کیوں؟ کون سا میں نے رنر میں ا ہے۔'' اس نے ا آ ی سپ لیا اور کندھے اچکا دیئے۔

''لیکن کتنے لوگوں کی جان جا سکتی ہے۔'' ضرار حیران تھا۔

''تو وہ لوگ نہ جا اس غیر قانونی رنر میں۔'' ا. اہیم پ لئے اپنے کوارٹ کی جا ٹھا۔

''لیکن ا. اہیم۔! ہمیں اسکو روکنا چاہیئے۔'' ضرار پیچھے ہی پ ۔

''کم آن۔ضرار میرے پ س اور بہت سارے کام ہیں۔جن لوگوں کو مرنے کا شوق ہوا میں موت کے منہ سے کھینچ کر نہیں نکال سکتا۔'' وہ آ کر اپنی کرسی پ بیٹھا۔ سامنے نقشہ بچھا ہوا تھا۔اس نے اپنی ڈا ی اٹھائی اور اپنا اٹھانے لگا کہ غا تھا۔

''میرا کہاں ہے۔؟'' اس نے تنے ا. ولئے ضرار سے پوچھا۔

''نہیں معلوم۔!'' ضرار نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا مطلب نہیں معلوم؟ میری ڈ سے میرا غا ہے ضرار۔۔!'' وہ اچا اٹھ کھڑا ہوا اور پ یشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''میں اسٹیشنری سے دوسرا لے آتا ہے۔'' ضرار ہر لگا۔

''نہیں۔ مجھے میرا چاہیئے۔'' وہ عجیب طرح سے پینک ہو رہا تھا۔

''را ہی تو ہے۔ میں دوسرا لے آتا ہوں۔'' ضرار نے خجلت سے جواب دیا۔

''وہ میرا ہے ڈیم اٹ۔! کیسے کوئی اور اسکو ریپلیس کر سکتا ہے؟'' اب کی بار وہ دھاڑا تھا۔ اسکی گردن اور اسکی کن پٹی کی رگیں تن گئی تھیں۔ کیسا جنون سا تھا وہاں۔ ضرار ایک لمحے کو خوف زدہ ہوا۔

''ریلیکس۔ یہیں کہیں ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں۔'' ضرار ہٹ کی میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں وہ کمرہ مکمل کسی اجڑے ہوئے قافے کا منظر پیش کرنے لگا۔ ہر چیز ادھر ادھر بکھری پڑی تھی تھا کہ مل کے نہیں دے رہا تھا۔

''کہاں گیا؟'' ابہیم بولوں میں انگلیاں دھنسائے کمرے کے عین بیچ و بیچ کھڑا دھاڑا۔

''سر کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔؟'' ابہیم نے مڑ کر دیکھا تو ایک نوجوان سا لڑکا کھڑا تھا۔ وہ یونیفارم میں ملبوس تھا۔ اسی یونیفارم میں جس میں وہاں موجود سارے لڑکے ملبوس ہوا کرتے تھے۔

''ہاں بولو۔!'' ضرار فوراً دروازے کی جانب بڑھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ابہیم اپنا غصہ اس معصوم پہ نکال دے۔

''سر وہ۔ یہ تھا۔'' کہتے اس نے ایک سیاہ جس کے اوپر ریچھ الفاظ میں ابہیم کا نام لکھا ہوا تھا وہ آگے بڑھایا۔

''یہ۔ یہ کہاں سے تمہیں؟'' اس سے پہلے کہ ضرار اس کو پکڑتا ابہیم ایک دم میں ان تک پہنچا اور پکڑ لیا۔

''سر مشقی ایک سے۔۔ شاید گرا تھا۔ اس پہ آپکا نام لکھا ہوا تھا اس لئے ہم سمجھ گئے کہ یہ آپکا ہے۔'' وہ سپاہی مودب سا بولا۔

''ویلڈن۔!'' ابہیم نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔ ''چلو اسی خوشی میں تمہیں دو دن کی چھٹی۔ جاؤ گھر والوں کے ساتھ موج مستی کرو۔'' ابہیم مسکرا کر کہتا ہوا واپس مڑا کہ اسکے قدم رک گئے۔

''سر۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔'' ابہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا سر جھکائے کھڑا تھا۔ ابہیم کی آنکھوں میں کرب اتر آیا۔ ''سر دراصل میرا خاندان فلسطین زیارت کے لئے گیا تھا۔۔ ایک حادثے کی نذر ہو گیا۔'' اس لڑکی کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

''کیا ہوا تھا۔؟ کو حادثہ؟'' ابہیم نے اسکے چہرے پہ نگاہیں گاڑے جواب دیا۔

''وہ۔ ایک۔۔ ایک راکٹ لانچر حملہ تھا۔ گاڑی اڑ گئی۔'' اس لڑکے نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو وہ بے حد تھا۔

''سمجھ گیا۔'' ابہیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تم جاؤ۔ یہ سارے سپاہی تمہارا خاندان ہی ہیں۔ ان کے ساتھ موج مستی کرو۔ ٹھیک ہے۔؟؟'' ضرار نے اس لڑکے کو پیار سے تھپکی دی تو وہ سر ہلاتا ہوا وہاں سے تھا۔ ضرار مڑا تو ابہیم نے مٹھیاں بھینچ رکھیں تھیں۔ جس ہاتھ میں تھا۔ اس ہاتھ کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ اسکے جبڑے تن چکے تھے۔

''ریلیکس۔!'' ضرار نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''میچ ہوا ہے۔؟'' وہ آنکھوں میں سرخی لئے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں ابہیم۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔'' ضرار کے چہرے پہ بے چینی در آئی۔

''میں نے پوچھا میچ کس ریخ کو ہے۔؟'' اس نے مڑ کر ضرار کی آنکھوں میں اپنی شربتی آنکھیں ڈالیں جن میں شعلے جل رہے تھے تو ضرار ہٹ گیا۔

''میں کنفرم کر کے بتاتا ہوں۔'' ضرار کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''اور ہاں۔ کمانڈر کو ڈبل ایٹ پہنچاؤ۔ اسکو کہو کہ۔۔ ٹھوک کے رکھے۔ ان کافروں کے چیتھڑے اڑا دے۔'' وہ اگلا حکم دیتا اپنی کرسی پہ جا بیٹھا۔

''ٹھیک ہے۔'' ضرار نے اثبات میں سر ہلایا اور فوراً وہاں سے نکلا۔ جبکہ اب وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں میز پہ ٹکائے بیٹھا ہوا میں گھور رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں

جلتے شعلوں میں اضافہ ہوا تھا۔ پھر اسکی نگاہ سامنے پڑے پ گئی۔ تو ا. اہیم کے ا ب ڈھیلے پڑے۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ . کھولیں تو وہ شعلے بجھ چکے تھے۔ اس نے اٹھا یا اور اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا ۔ وہ یوں ہی ٹیک لگائے کو دیکھتا رہا۔ اس نے اپنے م پ ہاتھ پھیرا۔ کس قدر محبت سے م لکھوا ۔ تھا اسکا۔ پھر ا. اہیم زرا سا مسکرا ۔ اور کو اپنے لبوں سے لگا ۔

****

''اسلام علیکم۔!'' ڈائننگ ہال میں ا جانی پہچانی آواز گو ۔ حوریہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ وہ مسکرا دی۔ جبکہ ۔ قوت اور مرجان نے دن موڑ کر دیکھا۔ صفا بھی ٹھٹکی ۔ وہ مڑی نہیں۔

''آجا ماموں۔ شتر ڑی ہے۔'' ۔ قوت نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اسکو ویلکم کیا۔

''ضرور میرے شہزادے۔'' وہ آگے ب ھا۔ اس نے جھک کر مرجان اور ۔ قوت کو پیار کیا۔ اور سر. اہی کرسی کی جا . ٹھنے لگا۔'' آپ دونوں کیسی ہیں؟ حسین لید ۔!'' اس نے . ری . ری حوریہ اور صفا کو دیکھا۔

''ہم ٹھیک ہیں۔ آجاو۔'' حوریہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں تم بیٹھو۔ میں یہاں بیٹھ جاوں گا۔'' وہ سر. اہی کرسی کر ٹ لگا تو حوریہ فورا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں۔! وہ ا. اہیم کی کرسی ہے۔'' اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں وارننگ دی۔

''اوہ۔ مائی بیڈ۔!'' حسن نے ہاتھ کھڑے کر دئے۔ حوریہ دینا کی کرسی پ بیٹھی اور اسکو گود میں بٹھا کر شتہ کروانے لگی۔'' مجھے لگتا ہے اب ٹیبل . ل لو۔'' حسن نے گود میں نیپکن ر ۔ ہوئے صفا کی جا . دیکھا۔ وہ اپنی پلیٹ پ جھکی ہوئی تھی۔

''ہاں۔ شا ۔ اب . ل لینی چاہیے۔'' حوریہ چہکی۔'' اب میرا خا ان ب ھ رہا ہے۔ اور میں اس کے لئے بہت خوش ہوں۔۔'' حوریہ نے ا ۔ لقمہ بنا کر دینا کے منہ میں ڈالا۔

''میں تو خیر مہمان ہوں۔ جاوں گا۔ ویسے تمہاری دوسری مہمان . ۔ رکے گی۔'' اس نے اپنی پلیٹ میں آملیٹ ر ۔ ہوئے حوریہ سے پوچھا۔

''وہ ہمارے گھر کی فرد ہے۔۔ . ۔ چاہے رک سکتی ہے۔ اور ڈ ی مکمل ہونے ۔ تو وہ یہیں ہے۔ کیوں صفا۔؟'' حوریہ نے بتاتے ہوئے اچا ۔ صفا کو متوجہ کیا تو وہ چو ۔

''جی؟'' وہ حوریہ کی جا . دیکھنے لگی۔

''پ یٹی لیڈی۔! وہ پوچھ رہی ہیں کہ آپ ڈ ی مکمل ہونے ۔ تو ہمارے ساتھ ہی رہیں گی ۔؟'' مرجان نے زرا اسکی جا . جھک کر حوریہ کے الفاظ دہرائے۔

''جی۔ جی میں ۔ . ۔ یہیں رہوں گی۔'' صفا نے تھوک نگلا۔

''حوریہ۔!'' اچا ۔ سے حسن کی آواز گو ۔

''ہاں۔!'' وہ متوجہ ہوئی۔ جبکہ وہ خود اب ا. کا اور چھری کی مدد سے آملیٹ کاٹ رہا تھا۔

''تم پ کستان . ۔ جا رہی ہو؟ آئی مین۔ ا. اہیم تمہیں اپنے گھر والوں سے . ۔ ملوانے والا ہے؟ ملوائے گا بھی ۔'' وہ کہتے ہوئے ا. معنی خیز نگاہ صفا پ ڈال کر خاموش ہو ۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔؟'' حوریہ اب مکمل طور پ متوجہ تھی۔

''مطلب یہ کہ ا صفا یہاں آ گئی ہے۔ اور تم سے مل لی ہے۔ تو . قی رشتہ داروں سے . قات ہو گی؟ ۔ ابھی دس پندرہ بچے اور پیدا کرنے کا ارادہ ہے۔ ۔ کہ پ کستان کے ساتھ فٹبال میچ کرنے کے بعد ہی تم لوگ پ کستان پہنچو۔'' وہ ز . مسکرا کر اسکو کہہ رہا تھا۔ جبکہ حوریہ کے چہرے کے ۔ ات . لے۔

''حسن۔! کیوں میرے بچوں کو لگانے پ تلے ہوئے ہو؟ میں نے کوئی چیز اٹھا کر تمہارے سر میں مار دینی ہے۔'' وہ دبے دبے غصے میں بولی۔

''ارے یار۔ کیوں لگاوں گا۔۔ یہ تو میرے شہزادے ہیں۔ان پہ تو حکومت کرنی ہے میں نے۔'' وہ معنی خیز نگاہ یقوت اور مرجان پہ ڈالتا کہہ یا۔

''کیا مطلب حکومت کرنی ہے؟ یہ میرے شہزادے ہیں۔اور اپنے۔۔ کہ بعد یہ حکومت کریں گے۔'' حوریہ نے ہنس دیئے قوت اور مرجان کو دیکھا۔وہ دونوں ا یا۔ راپنی ماں کی جا۔ دیکھ کر مسکرا دیئے۔

''او کے۔۔۔ میں انکا وزیر بن جاوں گا۔'' وہ اب ہنس دیا۔

''ہاں۔ویسے بھی تم بوڑھے ہو جاو گے تو میرے شہزادوں کے وزیر بن جانا۔'' حوریہ نے فخر سے کہا اور دوبارہ دینا کو کھانا کھلانے لگی۔

''ویسے حد ہے۔میرا سوال ابھی تک اپنی جگہ باقی ہے۔۔'' حسن نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''مجھے پرواہ نہیں۔مجھے بس ابیم کی پرواہ ہے۔اس سے غرض ہے۔وہ میری زندگی میں ہے تو مجھے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔بس۔ابیم اور امحبت میرے لئے کافی ہے۔'' کہتے ہوئے حوریہ کے گال سرخ ہو گئے تھے۔جبکہ صفا کے حلق میں ایک پھر سے نوالے اٹک رہے تھے۔وہ وہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔اسکے لئے اپنے آپ کو ضبط کرنا محال ہو رہا تھا۔

''ماما۔ہمارے سکول کا ٹائم ہو گیا۔'' یقوت نے اچانک گھڑی دیکھی۔

''ہاں ٹھیک ہے۔زہرہ۔۔!'' حوریہ نے زہرہ کو پکارا تو وہ کچن سے نکلی۔

''جاو۔مرجان اور یقوت کے بیگ لے آو۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو زہرہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔

''تمہیں مشکل نہیں ہوتی اس سے تک زبان میں بات کرتے ہوئے؟'' حسن نے ایک نگاہ زہر پہ ڈالی جو کہ اب مرجان اور یقوت کے بیگ لینے جا چکی تھی۔

''نہیں۔ہم دونوں کو تک زبان آتی ہے۔''؟ حوریہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''وہ۔'' صفا نے بولنا چاہا الفاظ حلق میں اٹک رہے تھے۔

''ہاں صفا۔!تم فکر نہ کرو۔تمہاری گاڑی تیار ہے۔تم گارڈ کے ساتھ جاو گی۔'' حوریہ نے اسکی الجھن سمجھتے ہوئے فوراً جواب دیا۔وہ لڑکی ہر فن مولا تھی۔وہ واقعی ابیم کی بیوی تھی۔وہ ہر شے سے خبر ہوتی تھی۔حتی کہ لوگوں کی آدھی ادھوری باتیں بھی سمجھ لیا کرتی تھی۔

''شکریہ۔!'' صفا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسی دوران زہرہ یقوت اور مرجان کے بیگ لے آئی۔وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ایک منٹ۔!'' حوریہ نے اسکو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔جبکہ حسن کافی کا کپ لبوں سے لگائے ان دونوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔

''زہرہ۔وہ جو موبائل فون آیا تھا۔وہ آیا۔؟'' حوریہ نے زہرہ سے پوچھا۔

''جی میڈم۔میں لے کر آتی ہوں۔'' زہرہ مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔اب صفا بوس سی کھڑی تھی۔اسکو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یونیورسٹی کیا کرنے جا رہی ہے۔کیوں جا رہی ہے۔وہ وہاں کسی کو جانتی نہیں۔ہزاروں الجھنیں تھیں جو اسکے دماغ کو گھیرے ہوئے تھیں۔حوریہ اب دینا کو کرسی پہ ٹکانے کے بعد یقوت اور مرجان کی جانب بڑھی۔وہ تینوں اب لاونج میں کھڑے تھے۔حوریہ زمین پہ بیٹھی اور ان دونوں کے بیگ اور کالر درست کئے۔یہ اسکا معمول تھا۔پھر یقوت اور مرجان نے باری باری اسکا ہاتھ تھاما اور اسکے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیا۔

'ہمیشہ اللہ کے امان میں رہو میرے شہزادو۔۔!'' اس نے ان دونوں کے گال چومے۔جہاں صفا کھڑی تھی وہاں سے لاونج کا منظر آر پار تھا۔اب وہ سامنے کھڑی تھی۔جبکہ حسن کافی کے سپ لے رہا تھا۔اسکی نگاہیں سامنے بوس سی کھڑی صفا پہ تھیں۔صفا اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔اب اسکی گھبراہٹ واضح ہو رہی تھی۔

''از ایوری تھنگ آل رائٹ؟'' حسن نے لاتعلقی سے اس سے پوچھا۔کیونکہ اس طرح بلاوجہ کوئی کیوں بوس ہوگا۔

''جی۔؟ جی۔میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے اپنے ہاتھوں کی پشت رگڑی۔

''اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آج مت جاو یونیورسٹی۔'' حسن نے بے چینی سے کپ ٹیبل پہ رکھا۔

''نن۔نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔'' صفا نے ماتھے پہ آئے پسینے کے چند قطرے صاف کئے۔

''اللہ حافظ۔ ''حوریہ نے لآ ۔قوت اور مرجان کو الوداع کیا اور پلٹی۔

''میڈم۔فون۔!''زہرہ نے اسکو فون تھما۔

''شکریہ۔''اس نے فون پکڑا اور صفا کو ہاتھ کے اشارے سے وہیں بلا۔صفا نے ا سامنے بیٹھے حسن کو دیکھا۔جو کہ آنکھیں چھوٹی کئے مضطرب سا اسکی جا۔ ہی دیکھ رہا تھا۔اور پھر حوریہ کے پ س آ گئی۔''یہ لو۔یہ فون رکھو۔''اس نے صفا کو فون پکڑا۔تو صفا ا منٹ میں موبائل کو پہچان گئی۔یہ وہی موبائل تھا جس سے زہرہ نے اسکی ت کروائی تھی۔

''شکریہ۔''صفا بمشکل مسکرائی۔

''لاؤ۔میں اپنا نمبر بھی سیو کر دیتی ہوں۔کوئی مسئلہ ہو تو کال کر۔ ٹھیک ہے؟''وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح اسکو یونیورسٹی بھیج رہی تھی۔صفا نے فون حوریہ کو پکڑا۔'' یہ لو۔میں نے اپنا نمبر اڈ کر دیا ہے۔کوئی مسئلہ ہو تو کال کر۔ ڈین مجھے جا ہیں۔''حوریہ نے مسکرا کر صفا کو فون پکڑا۔

''ا منٹ۔!''حسن نے فورا صفا کے ہاتھ سے فون اچک لیا۔صفا جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔

''حسن۔یہ کیا حر تھی؟''حوریہ نے ی پ ہاتھ ھے اسکو ڈپٹا۔

''پیاری بہنا۔میں نے سوچا اپنا نمبر بھی اڈ کر دوں۔ا کوئی مسئلہ ہو تو میں آپکی مہمان کی مدد کو پہنچ سکوں۔۔''وہ مسکراہٹ د ئے اسکے فون میں اپنا نمبر اڈ کرنے لگا۔ جبکہ اب صفا کا حلق خشک ہو تھا۔۔صفا نے بے اختیار مڑ کر دیکھا تو زہرہ شتے کے۔تن سمیٹ رہی تھی۔زہرہ نے۔تن اٹھاتے ہوئے ا نگاہ صفا پ ڈالی۔صفا لرز کر رہ گئی۔کیا نہیں تھا اس نگاہ میں۔۔جیسے وہ کہہ رہی ہو۔کہ ا غلط قدم اور تم ختم۔!صفا نے فورا رخ موڑا۔''یہ لو۔میں نے اپنا نمبر اڈ کر دیا ہے۔تمہیں کوئی پ یشانی ہو۔مشکل ہو۔ تم مجھے کسی بھی وقت د کر سکتی ہو۔بندہ مت کے لئے حاضر ہو جائے گا۔''اس نے فون صفا کی جا۔ ٹھاتے ہوئے اپنی مات پیش کیں۔صفا کی حا ۔اس وقت کوئی نہیں جا تھا۔خوف نے اسکے پورے جسم کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔

(''دس ٹ۔کم از کم دس ٹ۔'')ا۔اہیم کے الفاظ کی زگشت اسکوا ر پھر سے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔

''مم۔میں چلتی ہوں۔''کہتے وہ فورا ہر پ منظر سے غائ ہو گئی۔سو وہ غائ ہو گئی۔وہ ہر نکلی تو گارڈ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

''آجا میڈم۔!''کہتا وہ اسکو لئے گاڑی کی جا ٹھا۔صفا نے نگاہ نہ اٹھا کر دیکھا۔اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ڈرائیور نے گاڑی دی تو صفا نے فورا گاڑی کا شیشہ نیچے سرکا۔اسکی سانس بند ہو رہی تھی۔ٹھنڈی ہوا کے جھو اسکے چہرے سے ٹکرائے تو اسکی سانس بحال ہو شروع ہو گئی۔وہ کچھ دیوں ہی ٹھنڈی ہوا کے جھو اپنے چہرے پ محسوس کرتی رہی۔اسے لگا کہ وہ سوں کی مسافت طے کر کے آ گئی ہے۔وہ آج سے پندرہ سولہ دن پہلے اپنے گھر میں تھی۔وہ سجل کے ساتھ تھی۔وہ دونوں کالج میں تھیں۔وہ شاپنگ کر رہی تھیں۔

پھر؟ پھر اچا سے کچھ کیسے بکھر۔وہ اتنی دور کیسے پہنچ گئی۔وہ ا الگ ہی د میں پہنچ گئی تھی۔کیا سے کیا ہو؟ کتنا کچھ ل تھا۔وہ ا ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے۔وٹ و سے ہر جھانکتی سوچ گئی۔اسکے سنہری ل اسکے سکارف سے نکل آئے تھے۔وہ اب ہوا سے اڑ اڑ کر اسکی آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔فون کی ر نے اسکو ہوش دلا۔صفا ہڑ بڑ ائی۔اس نے جلدی سے فون بیگ سے نکالا۔تو توقع کے عین مطابق ا۔اہیم کا فون ہی تھا۔

''اسس۔اسلام علیکم۔۔!''اس نے جلدی سے سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔۔!! گھر سے نکل آئی ہو؟''لہجے میں اذلی گواری۔

''جج۔جی نکل آئی ہوں۔گاڑی میں ہوں۔''صفا نے خشک ہوتے ہو ل پ ز ن پھیری۔

''ٹھیک ہے۔وہاں کسی سے ز دہ فری ہونے کی ضرورت نہیں خاص کر کسی بھی لڑکے سے۔''وہ اس وقت اپنے آفس میں ہی بیٹھا تھا۔کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ٹ پ جمائے ا ہاتھ سے فون کان کو لگائے جبکہ دوسرے میں کو اپنی انگلیوں پ گھما ہوا۔

''جی۔ٹھیک ہے۔''صفا نے سر جھکا لیا۔کتنے آ تھے جن کو وہ پی گئی۔

''ہم۔ٹھیک ہے۔کوئی پریشانی ہوتو گارڈ سے کہہ دینا۔۔یہ میرا سایہ ہے۔''ا۔ ا ہیم نے کچھ دیر بعد کہا تو صفا نے سر اٹھا کر مرر میں سے گارڈ کا چہرہ دیکھنا چاہا۔وہ ا۔ چالیس سالہ مرد تھا۔جو بڑی مہارت سے گاڑی رہا تھا۔

''جی ٹھیک ہے۔''اس نے مرر سے یں ہٹا ۔گاڑی کے شیشے سے ہوا کے جھو مسلسل آ رہے تھے۔

''تم نے گاڑی کا شیشہ کھلا چھوڑا ہوا ہے؟''ا۔ ا ہیم نے اچا ک سوال کیا تو صفا نے فورا شیشہ بند کیا۔

''جج۔جی وہ دراصل تھوڑی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔''اس نے جلدی سے صفائی دی۔

''ا ٹھنڈ لگ گئی تو؟ا بخار ہو یا تو؟۔''اسکی آواز بلند ہوئی

''سس۔۔سوری۔وہ بس ایسے ہی گھبراہٹ ہو رہی تھی تو۔''

''دیکھو صفا۔!میں یہاں ہر وقت تمہارے سر ہانے نہیں بیٹھ سکتا۔میرے ہزار کام ہیں۔تمہیں یہاں اپنا خیال خود رکھنا ہے۔سمجھ گئی۔''اب کی بار وہ زرا نرم لہجے میں بولا تو صفا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔''اب کیا ہوا۔؟اب دو بارہ رونے لگی ہو؟''وہ جیسے جان چکا تھا کہ اب صفا اپنا پسندیدہ مشغلہ سرا م دینے لگی ہے۔صفا نے فورا سر اوپر اٹھایا۔

''ہاں؟نہیں تو۔''اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں کے کنارے صاف کئے۔

''ہر بات پر رونا مت شروع ہو جایا کرو۔۔''وہ کوگھماتا ہوا ہوا میں گھورتے ہوئے نرم سے لہجے میں بولا تو صفا کہ لگا کہ وہ وہی پرانا ا۔ ا ہیم ہے۔جو اسکے رونے پر اسکو ڈپٹا کرتا تھا۔جو اسکا یار آ ضائع ہونے پر کفارہ ادا کیا کرتا تھا۔جو اسکے آنسو کے بدلے اسکو ہنسایا کرتا تھا۔محبت خوف پر حاوی ہو گئی۔دل کی ویران گہرائیوں میں امید کے دیئے روشن ہوئے۔جن کے نور سے صفا کی آنکھیں بھی جگمگا اٹھی تھیں۔

''آ۔آپ واپس آ گئے۔''وہ اپنی انگلیوں کی پشت کو گھورتے ہوئے بولی۔

''جلدی آ جاوں گا۔تم پلیز۔مینج کرو۔مجھے اپنے پیچھے کوئی پریشانی نہیں چاہیے۔''ا۔ ا ہیم کے لہجے میں تکان تھی۔وہ شخص تھک چکا تھا۔وہ گھوڑوں کی طرح کئی کئی دنوں تک بنا تھکے کام کرنے والا ان آج تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ان کو کام کی زیادتی نہیں بلکہ روح کے زخم تھکا دیا کرتے ہیں۔دل کے زخم ان کی کمر توڑ کر رکھ دیا کرتے ہیں۔

''ٹھیک ہے۔''صفا نے قدرے پرسکون سے لہجے میں جواب دیا۔جو بھی تھا وہ شخص اور اسکا ہر حکم اس کو دل و جان سے قبول تھا۔

''اوکے۔''ا۔ ا ہیم کچھ کہتے کہتے رکا۔

''اللہ حافظ۔!''صفا نے کہا۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔اللہ حافظ۔''فون بند ہو یا۔صفا نے فون کان سے ہٹایا۔۔وہ کتنی ہی دیر بند سکرین کو تکتا رہا۔ ا۔ ا ہیم نے فون ٹیبل پر پٹکا۔اس نے ا۔ اپنے ہاتھ میں موجود اس کو دیکھا۔اور ٹیبل پر زور سے ہاتھ دے مارا۔

''ا۔ را۔ رتم مجھے مل جاو زاور۔''وہ جبڑے بھینچ کر۔''تیری وجہ سے اس کی زندگی جہنم بن رہی ہے۔جس کو میں تجھ سے بچایا کرتا تھا۔''اسکی شربتی آنکھوں کے شعلے جل اٹھے تھے۔

ماضی کے کچھ تکلیف دہ باب پھر سے کھلنے لگے تھے۔!!

اس دن اسکو کالج جانا تھا۔وہ تیار ہو کر نیچے لاونج میں پہنچا تو سجل اپنا یونیفارم پہنے پورا ں کئے تیار سی کھڑی تھی۔

''اللہ حافظ ماما۔''وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ا ہاتھ میں ا فولڈر تھا جس میں کچھ نوٹس تھے۔

''ناشتہ نہیں کرو گے؟''منال بیگم کچن سے نکلیں۔

''نہیں ماما۔وہ اسائنمنٹ بنا تا رہا یا ساری رات۔اس لئے دیر سے آنکھ کھلی۔اب بالکل بھی ٹائم نہیں ہے ناشتے کا۔''وہ گھڑی پر وقت دیکھتا بولا۔''تمہیں کیا ہوا۔؟''اس نے ا۔ نگاہ سجل پر ڈالی جو کہ منہ پھلائے کھڑی تھی۔اس وقت وہ سات سال کی تھی۔سجل نے ا۔ زور سے پیر رخ پھیر لیا۔ اسکے پھولے ہوئے گال مزید پھول گئے۔

ا. ہیم نے مسکراہٹ ضبط کی۔''ماما۔۔اسکو کیا ہوا؟''اس نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''آج صفا نے چھٹی کی ہے۔تو انکا بھی چھٹی کا ارادہ تھا۔''انھوں نے مسکراہٹ د۔ئے وجہ بتائی۔

''یہ تو اچھی۔ت نہیں ہے سجل۔!''وہ اسکے پ۔س زمین پ۔ بیٹھا۔

''بھائی۔آپ نہیں جا ۔وہ ا۔ نمبر کی دھوکے۔ز ہے۔ہمارا آج پلین تھا کہ ہم۔ ۔ کے وقت ا۔ ہی ٹیم سے کھیلیں گے۔اور میں نے صرف صفا کی وجہ سے ہاں کی تھی کیو اسکی گیم مجھ سے اچھی ہے۔اور وہ خود آج چھٹی کر کے بیٹھ گئی۔''سجل نے منہ پھلائے ساری کہانی سنائی۔

''اچھا۔ایسی کون سی گیم ہے جس میں صفا اچھی ہے۔کیو مجھے نہیں لگتا کہ وہ کوئی گیم کھیلتی بھی ہوگی۔''ا. ہیم نے حیرت سے پوچھا تو سجل نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو گھورا۔

''میری دو ۔ست نہیں ہے۔''وہ مز۔ پ گئی۔

''اچھا۔۔آئی ایم سوری۔پ اب بتاو کہ کیا ہوا سکتا ہے؟''اس نے آ۔ ی حل پوچھا کیو وہ کتنی بھی اجلت میں کیوں نہ ہو وہ اپنی سجل کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

''ادھر کان لا ۔''سجل نے اشارہ کیا تو ا. ہیم نے منال بیگم کی جا۔ دیکھا۔انھوں نے ا. واچکائے۔

''ماما۔آپکو زلیخا اماں بلا رہی ہیں۔''ا. ہیم نے ا بہانے سے ا۔ ربھیجنا چاہا۔انھوں نے ا۔ ان دونوں کو دیکھا جو اپنی ماں کو ہی اپنا راز دار نہیں بنا رہے تھے اور پ۔ں پٹ۔ کچن کی جا۔ ۔ٹھ گئیں۔''اچھا اب بولو جلدی۔!''ا. ہیم نے کان سجل کے قر۔ کیا۔

''وہ۔ں۔ہم لوگوں نے ا۔ گیم کھیلنی تھی۔جس میں ا۔ بندہ اشارے سے سمجھا۔ ہے اور دوسرا بندہ اسکو بوجھتا ہے۔تو جو دوسری ٹیم کی لڑکی ہے وہ صفا کی دو ۔ ہے۔اس نے صفا کو کچھ الفاظ بتائے تھے جو وہ پوچھنے والی ہیں۔تو صفا نے ا اپنی ڈا۔ری میں لکھ لیا۔اب وہ آ نہیں رہی اور میں ہار جاوں گی۔''وہ آ۔ کا رمدعا بیان کر کے پیچھے ہٹی۔

''یہ تو چیٹنگ ہے سجل۔!''ا. ہیم نے اسکو گھورا۔

''نہیں بھائی۔ہم نے اسکی قیمت ادا کی۔''سجل نے فخر سے بتا۔ تو ا. ہیم کی آنکھیں کھل گئیں۔

''کک۔کیسی قیمت؟''وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔

''ا۔ ۔ اور کولڈر۔ ۔''صفا نے ب۔ل جھٹکے۔جو کہ پونی سے بندھے کر اسکے کانوں پ۔ لٹک رہے تھے۔

''یا۔اللہ۔کس قدر چالاک ہوگئی ہو تم دونوں۔''ا. ہیم نے حیرت کے مارے منہ پ۔ ہاتھ رکھا۔

''اچھا۔اب مجھے وہ ڈا۔ری چاہیے۔پلیز لا دیں۔''اس نے سما۔ ۔ کی۔ا. ہیم اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔تم دونوں تو ڈیلز کر رہی ہو۔''اسکو ابھی ۔ ا ڈیل پ۔ یقین نہیں آ۔ تھا۔

''بھائی پلیز۔''وہ اسکی ٹ۔نگوں سے لپٹ کر آنکھیں مٹکا مٹکا کر سما۔ ۔ کرنے لگی۔

''او کے فائن۔ تم لوگ ان سے معافی مانگو گی۔۔''ا. ہیم نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔

''امم۔ٹھیک ہے۔ا۔ ۔ر۔۔ جا پھر ہم لوگ اعتراف کر لیں گے۔''سجل نے فورا قبول کیا۔جبکہ وہ ان چھوٹی چھوٹی چالاک لومڑیوں کی حر ۔ پ سر جھٹک کر ر ہ۔۔

قریشی ہاوس میں اس وقت عجیب سی و ۔ ۔ چھائی ہوئی تھی۔خیام قریشی کی کوئی ب۔نس میٹنگ تھی۔وہ صبح صبح نکل گئے تھے۔جبکہ ن۔یجہ بیگم ۔ کو۔شتہ کروانے کے بعد اب گھر کی صفائی کروا رہی تھیں۔زاو۔ رلان میں بیٹھا اپنی بندوق صاف کر رہا تھا۔اسکی میز پ۔ گن آئل اور ا۔ رومال رکھا ہوا تھا۔اسکے علاوہ اسکی ا۔ رائفل جس کو وہ شکار کے لئے استعمال کر۔ اور دو پسٹلز رکھی ہوئی تھیں۔وہ ۔ری ۔ری اپنے ہتھیار اٹھا۔ ۔ا صاف کر۔ اور رکھ دیتا۔

ہ یجہ بیگم ا ۔ زمہ کے ساتھ لاونج میں تھیں ۔ وہ ا ۔ گلدان کو صاف کر رہی تھیں ۔ پ انے پھولوں کو انھوں نے ا ۔ خالی ٹوکری میں ڈلا اور گلدان صاف کیا ۔

''امی ۔ میں لان سے ت ۔ زہ پھول لے آوں گلدان میں ر ہ کے لئے ؟'' پ س کھڑی صفا نے چہک کر پوچھا ۔

''ٹھیک ہے میری ننھی پ ی ۔ لے آو ۔'' انھوں نے محبت سے صفا کے سر پ ہاتھ پھیرا ۔ تو وہ ا ۔ دوسری ٹوکری اٹھائے اٹکیلیاں بھرتی لان میں آئی جہاں ا ۔ وسیع کیاری بنی ہوئی تھی ۔ اس کیاری میں گلاب کے ت ۔ زہ پھول کھلے ہوئے تھے ۔

اس نے ا ۔ چھوٹی سی قینچی پکڑی ہوئی تھی ۔ وہ گلاب کے کچھ پھول کاٹنے لگی جن کو وہ گلدان میں سجا ہ چاہتی تھی ۔ زاو یر نے اپنی بندوق کی ہ لی پ کی وہ صاف ہو چکی تھی ۔ وہ یوں ہی ہ لی میں دیکھتا دیکھا مڑا تو سامنے کھڑی صفا پ ڑی ۔ زاو یر کے لبوں پ ا ۔ شیطانی سی مسکراہٹ پھیل گئی ۔

''صفا ۔ ۔!'' اس نے پکارا تو صفا کے ہاتھ سے پھولوں والی ٹوکری گ ئی ۔ وہ ۔ لان میں آئی تو اسکی زاو یر نہیں پ ڑی تھی ۔ ورنہ وہ اس جا ۔ آتی ہی ہ ۔

''جی بھائی ۔!'' وہ فورا سیدھی ہوئی ۔

''ادھر آو ۔'' اس نے ہاتھ سے اسکو اپنے پ س آنے کا اشارہ کیا ۔ صفا بوجھل قدم اٹھاتی اسکی جا ۔ ۔ ٹھی ۔ اسے اس شخص سے کسی اچھی چیز کی توقع نہ تھی ۔

''جی بھائی ۔؟'' وہ کچھ فاصلے پ جا کر کھڑی ہوئی ۔

''ادھر آو ۔'' اس نے دو ۔ رہ کہا تو صفا اسکے پ س پہنچی ۔ زاو یر نے پ س پ ڑی ٹوکری میں سے ا ۔ ۔ اٹھایا ۔ اس نے ا ۔ ٹ لی ۔ ''یہ لو ۔'' اس نے وہ ۔ ۔ صفا کی جا ۔ ٹھا دی ۔ صفا مسکرائی ۔ آ ہ کار ا ۔ ایسا دن آ ہی ہ ۔ ۔ اسکے بھائی نے اسکو کوئی چیز دی تھی ۔ اس نے فورا وہ ۔ ۔ پکڑ لیا ۔

''میں جاوں بھائی ۔؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا ۔

''نہیں ۔!'' وہ اپنی بندوق کا ی ہ ین لوڈ کر رہا تھا ۔

''تو ۔؟'' صفا کو کچھ سمجھ نہ آ ی ۔

''وہاں ۔ ۔ وہ اس کیاری کے پ س جا کر کھڑی ہو جاو ۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتا ی تو صفا سمجھی سے وہاں جا کر کھڑی ہوئی ۔ اسکے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں وہ ۔ ۔ تھا ۔ ''اس ۔ ۔ کو اپنے سر پ رکھو ۔'' کہتے وہ اپنی گن لوڈ کرنے لگا ۔

''جج ۔ جی بھائی ۔؟'' صفا پ پ ائی ۔ وہ اس چیز کی امید نہیں کر رہی تھی ۔

''میں نے کہا اسکو اپنے سر پ رکھو ۔ دھیان سے رکھنا ۔ ادھر ادھر ہوا تو تمہارا بھیجا اڑ جائے گا ۔'' وہ سخت دل تھا ۔ نہیں وہ پتھر دل تھا ۔ ی اسکے پ س دل ہی نہیں تھا ۔ وہ کوئی شیطان تھا ۔ صفا نے کا پ تے ہوئے ہاتھوں سے ۔ ۔ کو اپنے سر کے عین ٹ و پ ر رکھا ۔ اسکا پورا وجود پ پ ہٹ کا شکار تھا ۔ وہ کا پ رہی تھی ۔ سامنے والا بے حسی کی تصو ی بنا بیٹھا رہا ۔ اسکے لبوں پ شیطانی مسکراہٹ ن چ رہی تھی ۔

''صفا ہلنا مت ۔'' وہ ہنسی د ئے اس پ نہ ہ ھنے لگا ۔ جبکہ وہ پ پ ہٹ کی وجہ سے ر ر ہل رہی تھی ۔ ''صفا اب ا ت م ہلی تو میں تمہارا بھیجا اڑا دوں گا ۔'' وہ بندوق سے نگاہ ہٹائے سخت لہجے میں اسکو وارننگ دے رہا تھا ۔

''امی ۔ ۔!'' صفا نے پکار ہ چاہا ۔ خوف کے مارے اسکی آواز نہ نکل سکی ۔ اسکی آنکھوں سے آ رواں تھے ۔ گیٹ کھلا تو سامنے ا ۔ ابہیم سر جھکائے ا ہ ر آ رہا تھا ۔ اس نے دفعتا نگاہ اٹھا کر سامنے کا منظر دیکھا تو اسکے پیروں تلے زمین نکل گئی ۔

''یہ زاو یر پ گل ہو ی ہے کیا ۔؟'' اسکی آنکھیں حیرت اور غصے سے پھیل گئیں ۔

''صفا اب ہلنا نہیں او کے ۔؟ ون ۔ ۔ ٹو ۔ ۔'' وہ گن رہا تھا جبکہ صفا کی سانس اٹ گئی ۔ ۔ وہ معصوم اپنی سانس بھی روک کر کھڑی ہو گئی ۔

''زاو یر ۔!'' ا ۔ ابہیم وہیں سے ی ۔ زاو یر نے ا ۔ نگاہ ا ۔ ابہیم پ ڈالی ۔ اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی ۔

''صفا تمہارا سیوو ی آ ی ہے ۔'' وہ ہنس دی ۔ ''صفا نے خوف کے مارے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں ۔ وہ مڑ کر دیکھنے لگی کہ گولی چل گئی ۔

''صفا ۔ ۔!!!!'' ا ۔ ابہیم وہیں سے ی ۔

''یا اللہ۔!'' یجہ بیگم کچن میں کھڑیں تھیں۔انھوں نے بےاختیار اپنے ی پ ہاتھ رکھا۔

''بی بی۔وہ چھوٹے شاہ اپنی بندوق صاف کر رہے ہیں۔آپ فکر نہ کریں۔'' زمہ نے ا بےفکری سے بتا۔گولی کی آواز سے لان کے عقب میں موجود پ کے در ت پ بیٹھے کچھ پ ے اڑ گئے۔

''صفا۔!!''ا. اہیم ا ۔ ت میں اس ت پہنچا۔صفا کی آنکھوں کی پ یں سا یتھیں۔وہ ہل نہیں پ ئی تھی۔جبکہ ۔ کے ٹکڑے اسکے دبکھرے ہوئے تھے۔سامنے زاو ر ڈھٹائی سے بیٹھا ا ۔ ر پھر سے اپنی گن پ رومال پھیر رہا تھا۔''صفا۔تم ٹھیک ہو؟'' وہ زمین پ بیٹھا تھا اسکو کندھوں سے تھامے ہوئے۔صفا خاموش تھی۔ اسکی آنکھوں سے آ بہہ رہے تھے۔''زاو ر پ گل ہو گئے ہو تم؟'' وہ مڑ کر دھاڑا تھا۔

''جسٹ چل۔میرا نہ اتنا کچا نہیں ہے۔''زاو ر اپنی گن پ ہاتھ پھیرتے ہوئے فخر سے بتا رہا تھا۔

''ا اسکو لگ جاتی۔؟ زاو ر۔!وہ مر جاتی۔''ا. اہیم پھر سے دھاڑا۔

''نہیں مرتی ور تی یہ۔''زاو ر کے لہجے میں اتنی حقارت تھی کہ ا. اہیم کو یقین نہ آ۔وہ اپنی بہن کے ۔ رے میں ۔ ت کر رہا تھا۔جبکہ صفا یوں ہی سا ت کھڑی تھی۔

''صفا۔!ادھر دیکھو۔''اس نے صفا کا گال تھپتھپا ۔۔

صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے حر ت کی۔اس نے ا پل کے لئے سامنے بیٹھے ا. اہیم کو دیکھا۔

''ا. اہیم ۔۔!''وہ اب اسکے گلے لگ کر رو دی۔وہ بچی تھی۔وہ بلک بلک کر رو دی۔

''بس۔بس۔! ٹھیک ہے۔!''وہ اسکے ل سہلانے لگا۔

''شروع ہو گئے ان کے ڈرامے۔''زاو ر اپنی گن اٹھائے ۔ ہر نکل ۔

''ا. اہیم ۔۔!وہ۔وہ زاو ر۔بھائی۔ نے ۔۔کہا۔کہ۔''وہ اب ہچکیوں کے پ کہنے لگی۔

''ریلیکس بچے۔! ٹھیک ہے۔دیکھو تم ٹھیک ہو۔''اس نے صفا کو اپنے سامنے کھڑا کر کے اسکے آ صاف کئے۔

''امم۔ہمم۔۔''صفا نے میں سر ہلا ۔وہ مسلسل ہچکیوں میں رو رہی تھی۔وہ ڈری ہوئی تھی۔وہ سہم گئی تھی۔

''یجہ آ کہاں ہیں۔''اس نے اب کی ۔ زمی سے پوچھا۔

''وہ۔وہ امی۔ا ر۔۔''صفا نے ہاتھ کے اشارے سے بتا ۔

''اچھا۔آ جاو۔''ا. اہیم نے جھک کر اسکو اٹھا اور ا رکی جا ۔ ٹھ ۔''یجہ آ ۔!''وہ لاونج میں پہنچ کر پکارا تو وہ فورا کچن سے نکلیں۔انھوں نے سامنے صفا کو ا. اہیم کی گود میں ہچکیوں کے پ روتے ہوئے دیکھا تو انکا دل ٹ ۔وہ ا ۔ ت میں اس ت پہنچیں اور اسکو اٹھا ۔

''کیا ہوا اسکو۔؟''انھوں نے صفا کو اپنے ی سے لگا ۔

''آ ۔زاو ر ۔ ہر لان میں اسکے سر پ ۔ ۔ رکھ کر نے لگا رہا تھا۔''ا. اہیم نے ستے ہوئے چہرے کے ساتھ بتا ا تو ا حیرت کے مارے آنکھیں کھل گئیں۔

''کیا۔؟''انھوں نے حیرے سے پوچھا اور صفا کو صوفے پ بٹھا ۔

''میری بچی۔!''انھوں نے اسکا سہما سا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھاما۔''میری بچی تم ٹھیک ہو ۔۔؟''وہ اب نم آنکھیں لئے اس سے پوچھ رہی تھیں۔صفا نے اثبات میں سر ہلا دی۔''سعدیہ۔!''انھوں نے زمہ کو پکارا تو وہ فورا ا پس آ کر کھڑی ہوئی۔وہ ا جوان سی لڑکی تھی۔

''جی بی بی۔؟''اس نے ا ا. اہیم کو دیکھا۔اور یجہ بیگم کی جا ۔ متوجہ ہوئی۔

''پ نی لاو۔جلدی سے۔؟''انھوں نے مڑے بنا حکم دی۔کچھ ہی دی میں صفا ر مل ہو گئی تھی۔

''آ میں چلتا ہوں۔مجھے دی ہو رہی ہے۔''ا. اہیم نے ا صفا کو دیکھا۔وہ دوپٹہ سنبھالتی ہو اسکے پ پہنچیں۔

''شکریہ ٹ ۔تم وقت پہنچ گئے ورنہ جانے آج کیا ہو جا ت۔''انھوں نے اپنے آ چھپائے۔

''اٹس اوکے۔اسکا دھیان رکھا کریں۔یہ اپنے گھر میں ہی محفوظ نہیں ہے۔''ا. اہیم نے ا یت س بھری نگاہ صفا پ ڈالی۔ یجہ بیگم شرمندگی سے سر جھکا گئیں۔

****

مو بائل کی سکرین بلنک ہوئی تو ا. اہیم کا خواب ٹو ٹ تھا۔اس نے سر جھٹکا اور فون سکرین کو دیکھا۔''میں یونیورسٹی پہنچ گئی ہوں۔ ''ا یک مختصر سا پیغام تھا۔ا. اہیم کے ستے ہوئے چہرے پ ا یک مسکراہٹ سی پھیل گئی۔اس نے فون بند کر کے رکھا۔اور کرسی سے ٹیک لگا ی۔سورج اپنی آب و ت ب پ تھا۔اب دھند چھٹ رہی تھی۔اب سہی اور غلط میں فرق واضح ہو رہا تھا۔جو چیز دھند کی وجہ سے کوسوں دور دکھائی دیتی تھی۔اب معلوم ہوا کہ وہ تو قر ی ہی تھی۔وہ ہمیشہ سے سامنے ہی تھی۔ اس دھند نے اسکو دیکھنے ہی نہیں دی تھا۔

دل کے جو کونے سرد ہو چکے تھے۔جہاں بے حسی کی ف جم چکی تھی۔وہ اب چاہت کی آتش سے مار ہے تھے۔اب ف پ ٹ لگی تھی۔وہ کونے اب ا ی ر پھر سے م ہونے لگے تھے۔چاہتوں سے محبتوں سے رشتوں میں موجود انس سے۔

''نہیں معلوم تھا کہ ساری ز ندگی مجھے ہی تمہاری حفاظت کرنی پ جائے گی۔''وہ زخمی سا مسکرا ی۔''خیام قریشی نے اچھا نہیں کیا۔اس نے تمہاری معصومیت پ زاو یر کو ت یج دی۔تمہیں بے مول کر دیا اس نے۔۔ ۔!''وہ کہتے کہتے رکا۔'' اب ایسا نہیں ہوگا۔میں زاو یر کو ڈھو ڈ وں گا۔میں اسکو تلاش کروں گا۔چاہے وہ پ ا ل میں ہی کیوں نہ چھپ جائے۔میں اسکو اسکے ا م ت پہنچاوں گا۔اور پھر۔''وہ ا ر پھر سے خاموش ہو ی۔''پھر میں تمہیں آزاد کر دوں گا صفا۔!''اس نے کہتے ہوئے آنکھیں مو لیں۔

****

یوں تو دن چ ڑھ آ ی تھا۔ اس بلڈ ن کی وہ بیسمنٹ ابھی ت ر ی تھی۔اس بیسمنٹ میں ا ر ن بنا ہوا تھا۔ا ی ر کسنگ ر ن ۔اس میں دو لوگ موجود تھے۔ دونوں کے چوڑے کسرتی وجود واضح کرتے تھے کہ وہ ناقابل شکست ہیں۔

وہ دونوں ا ی دوسرے پ وار کرتے رہے۔اور ڈیفنس کرتے رہے۔ا ی شخص نے سرخ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی جبکہ دوسرے نے نیلی۔بیسمنٹ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔وہاں کچھ کھلاڑی موجود تھے۔ وہ ا ر کے ا دم سادھے ہوئے تھے۔سرخ شرٹ والے نے آ ناکا رایسی کاری ضرب لگائی کہ نیلی شرٹ والے کی ناک سے خون کی پھوار نکلی۔وہ اپنی ناک پ ہاتھ رکھے دہرا ہوا۔

''شا۔۔شا۔۔شا۔۔!''اب ر ن ا ی ہی م سے گونج رہا تھا۔۔شا کے م سے۔سرخ شرٹ والے نے جھک کر نیلی شرٹ والے کو ہاتھ پکڑا ی۔اس نے اسکا ہاتھ پکڑا تو اس نے جھٹکے سے اسکو اٹھا ی۔اور گلے سے لگا ی۔

''تیاری اچھی ہے۔ مجھے فیکشن چاہیے۔''وہ اسکو تھپکی دیتا کہہ رہا تھا۔

''شا آپ بے فکر ہو جا ۔''اس لڑکے نے ناک پ ہاتھ رکھا اور الگ ہوا۔

''مجھے ہر صورت یہ میچ ج ت ہے۔میرے کروڑوں لگے ہوئے ہیں۔''اس نے اس لڑکے کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''شا۔۔!آپکے کروڑوں کو اربوں میں ا ل دیں گے۔''اس لڑکے نے پ اعتماد لہجے میں کہا تو وہ گہرا مسکرا ی۔

''آئی لا دس کانفیڈنس۔!''وہ اسکا کندھا تھپتھپا ت وہاں سے نکل ی۔

وہ لوگ اس وقت القاہرہ یونیورسٹی کی مین اینٹرینس پ کھڑے تھے۔سامنے موجود شا ارسے مین اینٹرینس ڈوم نے اسکو کھلے دل سے ویلکم کیا تھا۔صفا نے میسج ٹ پ کر کے مو بائل اپنے بیگ میں رکھ لیا۔اسکا سکارف کھل چکا تھا۔اس نے ا ر وہیں کھڑے کھڑے اپنا سکارف در ت کیا۔

''چلیں؟''قادر نے کہا تو صفا نے سامنے نگاہ اٹھا کر ا ر پھر سے ڈوم کو دیکھا۔وہ شا ارگنبد اپنی پوری آب و ت ب سے کھڑا تھا۔صفا نے اردگرد دیکھا تو وہاں ا ی جہان آ دتھا۔لوگ ہی لوگ تھے۔لڑکے لڑکیاں۔وہاں افر ،ایشیا اور عرب ممالک سے طا ب علم آئے ہوئے تھے۔لڑکے عموما مغربی طرز کے لباس میں ملبوس تھے۔جبکہ لڑکیاں یہاں مختلف تھیں۔کچھ جینز ٹ پ پہنے ہوئے تھیں جبکہ ز یدہ ت لڑکیاں عبا اور حجاب میں تھیں۔کچھ نے اپنے لباس کے اوپ ہی اوورکوٹ پہن رکھے تھے۔ وہاں ا ی

بھیڑ تھی۔ایسی بھیڑ جس میں ا ن گم ہو جائے۔اور صفا جیسا ا ن تو واقعی گم ہو جائے۔

صفا کچھ د یوں ہی کھڑی رہی۔اسکا حلق خشک ہونے لگا۔بھیڑ میں اسکو یوں ہی گھبراہٹ ہوا کرتی تھی۔کالج اور اسکول میں سجل اسکا ہاتھ تھام کر چلتی تھی۔اس نے اکیلے چلنا سیکھا ہی نہیں۔ آج وہ وہاں اکیلی کھڑی تھی۔اسکا ہاتھ تھام کر چلنے والا کوئی نہ تھا۔سجل کی یاد یں ا ر پھر سے ذہن کے خانوں میں سے جھانکنے لگیں تو صفا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''اس طرح ٹوس مت ہوا کرو۔ ہر ہم جیسے لوگ ہی بستے ہیں۔بس کی دو آنکھیں،کان اور ا ک ہوتی ہے۔''

سوں پہلے کہے گئے کسی کے الفاظ صفا کے دماغ کے کسی کونے میں روشن ہوئے تو وہ بے اختیار مسکرا دی۔اسکی سنس قدرے کم ہو گئی تھی۔اس نے سامنے دیکھا تو اب اسکو ان لوگوں سے کوئی خوف محسوس نہ ہوا۔وہ اسی کے جیسے تو تھے۔عام۔بے ضرر ا ن۔صفا نے ا ٹھنڈی سانس خار۔ج کی۔

''للہ اتنی ڈی یونیورسٹی۔۔؟ میں گم ہو گئی تو؟ ہائے اللہ جی۔!'' ا لڑکی۔جس نے عبایہ پہنا ہوا تھا۔اسکے اوپر اس نے ا جینز کی چھوٹی سی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ آف وائٹ سکارف سے حجاب بنائے۔پیروں میں جوگز پہنے اور کندھے پہ ٹا ا چھوٹا سا بیگ جس کی سٹر پ اتنی لمبی تھی کہ بیگ اسکے ٹخنوں تک جھول رہا تھا۔اس نے گھوم کر ساری یونیورسٹی کا جائزہ لیا۔وہ گھومتی ہوئی مڑی تو اچانک ا زک سے وجود سے ٹکرائی۔''اوپس۔!!! آئی ایم سوری۔!''اس نے جلدی سے اس لڑکی سے معذرت کی جو تقریباً ہل کر رہ گئی تھی۔

''اسکیوزمی میڈم۔۔کان ٹ یو سی؟'' قادر فوراً آگے بڑھا۔

''ریلیکس۔اٹس جسٹ این ا ۔!''اس لڑکی نے ا وسکیپ کر کہا۔

''ا ؟واٹ اف شی فیل؟'' قادر فوراً ڈیفینس میں آیا۔جبکہ صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے قادر کو دیکھا۔

''اومسٹر؟ ہوازشی؟ازشی اے پ ؟''وہ لڑکی اب پ ہاتھ جھاڑ رہی تھی۔

''لیٹ می ٹیل یو ہوشی از۔!'' کہتے قادر نے اپنی جیب میں سے فون نکالا وہ لڑکی آنکھیں چھوٹی کیے اسکو گھور رہی تھی۔جبکہ صفا غیر یقینی سے ان دونوں کو دیکھ کر صورتحال سمجھ رہی تھی۔''There is an assasin at gate'' قادر نے کسی کو بتایا تو اس لڑکی کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''اوہیلو۔۔!میں کوئی حملہ آور یا قاتل نہیں ہوں۔؟'' وہ گھبراہٹ کے مارے اب اردو میں بات کرنے لگی۔

''Send security immediately'' قادر فون پہ کسی کو ہدایت دے رہا تھا۔

صفا جیسی کیفیت میں تھی۔یہ سب کیا تھا؟ یہ گارڈ کیا کر رہا تھا۔جبکہ سامنے والی لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔صفا فوراً آگے بڑھی اور اسکا ہاتھ تھاما۔

''آئی ایم سوری۔!'' وہ لڑکی بھیگی آواز میں بولی۔

''نہیں پلیز۔تم مت رو۔'' صفا کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے۔لیکن پھر وہ اچانک مڑی۔''یہ آپ نے کیا کیا؟ آکس کو فون کیا ہے آپ نے؟ایسا کیسے کر سکتی ہیں آپ؟'' صفا اب قاعدہ رو رہی تھی۔

''دیکھیں میڈم۔آپکی سیکیورٹی پہ کوئی رسک نہیں لے سکتا میں۔میں نے سکیورٹی کو کال کی ہے۔وہ لوگ پہنچتے ہی ہوں گے۔اس خاتون کو وہ لوگ دیکھ لیں گے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تو اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

''مم۔میں تو تم لوگوں کو جانتی بھی نہیں۔میرا آج پہلا دن ہے۔کیسے کر سکتی ہو تم لوگ یہ۔؟'' وہ حیرت سے کبھی قادر کو دیکھتی تو کبھی صفا کو۔

''اٹس اوکے۔کچھ نہیں ہو رہا یہاں۔'' صفا نے اسکے ہاتھ تھامے۔''اور آپ۔چلیں یہاں سے۔ہم کسی سکیورٹی کو نہیں بلوا رہے۔'' صفا نے مڑ کر قادر کو گھورا۔

''لیکن۔۔!'' قادر دانت بھینچ گیا۔

''آپ چلتے ہیں یا میں ا ہیم کو فون کروں؟ آج پہلے ہی دن یہاں تماشا بنا دیا آپ نے؟'' صفا نے اپنی پوری ہمت اکٹھی کر کے قادر کو گھورا۔

''اوکے چلیں۔'' قادر نے ہار مانی۔

''اٹس اوکے۔تم پریشان مت ہو پلیز۔'' صفا نے اس لڑکی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اس نے اپنے آ صاف کئے۔

''ہائے۔!مائی سیلف عینا۔'' اس نے پرجوش ہو کر ہاتھ آگے بڑھایا۔

''صفا۔!'' صفا نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

''اٹ ی۔؟'' عینا نے پوچھا۔

''نہیں۔پاکستان۔!'' صفا نے مسکرا کر جواب دیا۔

''یہ کھڑوس گارڈ کہاں سے لے آئی۔۔؟'' اب عینا نے قادر کو گھورتے ہوئے پوچھا جو فون پہ سکیورٹی کو آنے سے کر رہا تھا۔

''نہیں معلوم۔!'' صفا نے کندھے اچکا دیئے تو عینا کھلے دل سے ہنس دی۔

''کہیں یہ ڈی گارڈ فلم والا سلمان خان تو نہیں۔؟'' اس نے منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسی روکی۔

''مجھے نہیں معلوم۔!'' صفا نے مڑ کر قادر کو دیکھا جو کہ خونخوار آنکھیں لئے عینا کو گھور رہا تھا۔

''آ میں آپکو آپکے ڈیپارٹمنٹ لے چلوں۔'' قادر نے اپنی آنکھوں پہ چشمہ لگایا۔

''کو ڈیپارٹمنٹ ہے تمہارا؟'' عینا نے چہک کر پوچھا۔

''آرٹس۔۔!'' صفا نے ہچکچاتے ہوئے بتایا تو عینا کی بانچھیں کھل گئیں۔

''کیا واقعی؟ تم آرٹس میں ہو؟ کمال ہے۔'' عینا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔''میں بھی آرٹس کے لئے آئی ہوں۔مجھے میرے گھر والے کہتے تم پاگل ہو جو آرٹس پڑھنے بیرون ملک جا رہی ہو۔لاء سیریسلی؟ میں نے بھی کہہ دیا کہ میں قاہرہ یونیورسٹی سے ہی لیجو کروں گی۔پہلے بہت مذاق بنا پھر مان گئے۔'' اس نے قہقہہ لگا کر ہاتھ آگے کیا تو صفا جواباً تالی مارے۔ صفا یوں ہی کھڑی رہی۔وہ اب آکورڈ مومنٹ بنا رہی۔عینا نے جھجکتے ہوئے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''چلیں میڈم۔!'' اب کی بار قادر آگے آگے چل دیا تو صفا بھی پیچھے ہی پیچھے۔

''اوے۔رکو۔میں بھی آ رہی ہوں۔'' عینا بھی پیچھے ہو لی۔قادر نے مڑ کر ایک سخت نگاہ عینا پہ ڈالی۔ وہ ڈھٹائی سے چلتی رہی۔صفا مسکرا دی۔''میں اٹ ی سے ہوں۔ممبئی۔!'' اس نے چلتے چلتے اپنے بیگ کی اسٹریپ سنبھالی اور صفا کے علم میں اضافہ کیا۔

''ہمم۔میں لاہور سے ہوں۔'' صفا نے مدہم سی آواز میں جواب دیا۔

''ارے واہ۔لاہور۔۔!'' وہ لڑکی لاہور کا سن کر پرجوش ہوئی تو صفا نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔''میرا ننھال لاہور رہتا ہے۔'' اس نے صفا کی نگاہوں کا تعاقب کرتے جواب دیا۔

''اچھا۔یہ تو اچھی بات ہے۔'' صفا چلتی رہی۔

''لیکن۔میں کبھی لاہور نہیں گئی۔'' وہ لوگ ان کوریڈور میں داخل ہو

''اچھا؟'' صفا بمشکل اسکی باتوں کے جواب دے رہی تھی۔جیسے جیسے وہ لوگ ڈیپارٹمنٹ کے قریب پہنچ رہے تھے اسکے دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔

''ہاں۔لیکن مجھے لاہور دیکھنے کا بہت شوق ہے۔'' وہ تقریباً اٹکیلیاں بھرتی ہوئی آ رہی تھی۔

''تو تم آجاؤ لاہور۔'' صفا نے گردن موڑ کر اسکو مشورہ دیا۔

''ہاں۔اب تو میری دوست وہاں رہتی ہے۔میں ضرور جاؤں گی۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔تو صفا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔''کم آن۔ابھی ابھی تو ہماری دوستی ہوئی ہے یار۔۔'' اس نے معصومیت سے یاد دلایا تو صفا گہرا

مسکرائی۔''اب پلیز۔تم اس مجھے یہ مت کہنا کہ تمہارا ڈی گارڈ اجازت نہیں دے گا مجھ سے دوستی کے لئے۔'' عینا نے آگے آگے چلتے قادر کی پشت کو گھورتے ہوئے صفا سے کہا تو وہ ہنس دی۔

''نہیں ایسی کوئی ب ت نہیں ہے۔'' صفا نے قادر کو دیکھا۔ قادر نے مڑ کر ان دونوں کو دیکھا۔

''آپ پلیز۔ جلدی چلیں۔ فضول لوگوں سے ب ت نہ کریں تو اچھا ہوگا۔'' قادر نے رک کر کہا تو عینا بھڑک اٹھی۔

''ا ِ منٹ۔۔!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔ ''یہ فضول کس کو کہا؟'' اس نے قادر کو گھورا۔

''اس وقت یہاں اس راہداری میں تین لوگ ہیں۔ میں تو فضول ہر َ نہیں ہوں۔۔ اور صفا میڈم تو ہو نہیں سکتیں۔ ق آپ سمجھدار ہیں۔'' اس نے کندھے اچکائے اور دو ِ رہ چل دی۔ اسکے جواب پ عینا کے قدم وہیں جم گئے۔ اس نے مٹھّیاں بھینچ لیں۔ جبکہ صفا قادر کے پیچھے پیچھے چل دی۔

''سمجھتا کیا ہے یہ کھڑوس آدمی خود کو۔؟'' اس نے اپنی کمر پ ہاتھ رکھے۔

****

اس ا ٹ ر ا و ٹ ِ کسنگ کلب میں ا ِ ر پھر سے شور مچ َ ی تھا۔ اس ر َ میں دو لوگ تھے۔ وہ دونوں ہی ِ کسنگ چیمپین تھے۔ ان دونوں کے کسرتی وجود اس چیز کے گواہ تھے کہ وہ دونوں دن رات کی ڈ ی محنت اور لگن کے بعد اس جگہ پہنچے تھے۔ اس وقت ا ِ آدمی جس نے سرخ شرٹ پہن رکھی تھی وہ نیلی شرٹ والے آدمی پ بھاری پڑ رہا تھا۔ اب نیلی شرٹ والے آدمی کی حا ت غیر ہو رہی تھی۔ لیکن سرخ شرٹ والے آدمی نے اس کھیل کو کوئی اور ہی چیز سمجھ لیا تھا۔ اس کے ا ٰ رسپورٹس مین ش پ نہیں آ رہی تھی۔ وہ آدمی اپنا غصہ نکال رہا تھا۔ یوں معلوم ہو ت تھا کہ وہ اپنے قابو میں نہیں ہے۔ اس نے اس نیلی شرٹ والے آدمی کو زمین پ َ ا اور خود اسکے ی پ ڑھ کر بیٹھ َ ی۔ اب سارے ہال میں سناٹ تھا۔

ِ وہ میچ ِ کسنگ میچ کی بجائے ا ِ ریسلنگ میچ میں تبدیل ہو َ ی کسی کو ا ٰ ازہ نہ ہو سکا۔ اس وقت وہ آدمی اس نیلی شرٹ والے آدمی کے چہرے پ مکے ِ سار رہا تھا۔ وہ اپنے قابو میں نہیں لگ رہا تھا۔ نیلی شرٹ والے آدمی نے اپنے دونوں ہاتھ جن میں اس نے گلوز پہن رکھے تھے اپنے چہرے پ رکھے اپنا آپ بچا رہا تھا۔ اسکا ت اسکی حفاظت کرنے میں ٰ کام ہو چکا تھا۔ اب ہال میں موجود لڑکوں کے ا ٰ ر بے چینی پھیلنے لگی۔ سرگوشیاں ہونے لگیں۔ یہ تو گیم کا قانون نہ تھا۔ آ ٰ کیوں ہو رہا تھا ایسا۔؟ وہ لوگ ا ِ دوسرے کی جا ِ سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ ر ی ی پ ہاتھ ٰ ھے تماشائی بنا ہوا تھا۔ ِ نیلی شرٹ والا آدمی لہولہان ہو َ ی اور آ ٰ کار اسکی سانس اکھڑنے لگی تو سرخ شرٹ والا آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کھڑے ہو کر ا ِ ہال میں موجود اپنی ٹیم کو دیکھا۔ وہ لوگ سہمے ہوئے تھے۔

''کیا کوئی اور ایسا ہے جو یہ گمان ر ت ہو کہ وہ شا کو ہرا سکتا ہے؟''

اس نے ا ِ نگاہ سامنے کھڑے لڑکوں پ ڈالی۔ ان ِ نے خوف کے مارے میں سر ہلا دی۔ پھر وہ جھکا اس نے اس نیلی شرٹ والے آدمی کو ہاتھ دے کر کھڑا کیا۔ وہ اب اسی کے سہارے کھڑا تھا۔

''ِ تمہیں لگے کہ قانون اپنا کام سہی نہیں کر رہا تو تمہیں حق ہے کہ اپنا قانون خود بنا اور اسکو ٰ فذ کر دو۔''

اس نے نیلی شرٹ والے کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔ وہ ِ ر ِ رلڑھک رہا تھا۔

''ِ گیم میں تمہارا وقار اور مال داو پ لگا ہو تو بھول جاو کہ کوئی قانون ایگز ٹ کرتا ہے۔ تم ی تو قانون کو بچاو گے ی پھر اپنا وقار اور مال۔ اور جہاں ب ت پیسے کی آ جائے تو سمجھ جاو۔ یہ ا ِ ِنس ہے۔ اور ِنس میں بس نفع نقصان دیکھا جا ت ہے۔'' اس نے ا ِ ر پھر سے اس لڑکے کو سنبھالا۔ ''ا َ یہ صرف ا ِ کھیل ہے تو اسکو کھیل سمجھ کر کھیلو۔ پ ا َ یہ ِنس ہے تو پھر اسپورٹس مین ش پ کہیں مت دکھاو۔ تمہیں بس ی ت ہے۔ اور ہر صورت ی ت ہے۔ سمجھ گئے ِ ؟'' اس نے ا ِ نگاہ سامنے ہال میں موجود لڑکوں پ ڈالی۔ وہاں موت کے جیسا سناٹ تھا۔ ''کیا تم لوگ ڈر رہے ہو؟'' اس نے اب کی ِ ر تمسخر سے ا جا ِ دیکھا۔

''ہم سمجھ گئے۔!'' ِ نے ی ز ن ہو کر جواب دی۔

''ا َ تمہیں ی ت کے لئے حریف کی جان لینی پڑے تو تم لوگ َ ی نہیں کرو گے۔'' اس نے ا حکم دی۔

''جیسے آپکا حکم شا۔!'' وہ ِ لوگ کٹھ پتلیوں کی طرح سر اثبات میں ہلا رہے تھے۔

''کیو جان ی ں سے تمہارا خوف دور ہوگا اور حریف کے دل میں تمہارا ر ِ ڈھ جائے گا۔ اس طرح تم اگلا کھیل بنا کھیلے ہی ی ت جاو گے۔'' اس نے ان ِ کی

جا. دیکھ کر کہا۔ وہ لوگ آنکھیں بھی نہیں جھپک رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کلٹ کا حصہ ہیں۔ وہ لوگ بس ایک ہی بات دہرا رہے تھے۔ ''جیسے آپکا حکم شاہ۔!'' وہ لوگ اس وقت کوئی کٹھ پتلیاں معلوم ہوتیں تھیں۔ جن کی ڈوراس رحمٰن میں کھڑے آدمی کے ہاتھ میں تھی۔ جس کی آنکھیں تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔

سفیان گورسی گھر میں داخل ہوئے تو انکا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وہ لاونج میں پہنچے تو سامنے صوفے پہ منال بیگم بیٹھیں تھیں۔ وہ آکر پاس بیٹھ گئے۔ انکا چہرے پہ غصہ صاف ظاہر تھا۔

''کیا ہوا کوئی پریشانی ہے کیا؟'' انھوں نے سفیان گورسی کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پوچھا۔

''ابراہیم سے بات ہوئی تمہاری؟'' انھوں نے اسکیٹر کر پوچھا۔

''ہاں۔ صبح ہی بات ہوئی ہے۔ کیوں خیریت ہے۔؟'' انھوں نے پہلو بدلا۔

''ہمم۔'' انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کر کے اپنا غصہ دبایا۔

''آخر ہوا کیا ہے۔؟'' اب کی بار منال بیگم تھوڑی پریشان ہوئی تھیں۔

''اس نے زاویار کی قبر کھود رکھی ہے۔ اور اس پہ اسکے نام کا قطبہ بھی لکھوا رکھا ہے۔'' وہ کرب سے چور لہجے میں بولے۔

''یہ تو اچھی بات ہے۔ وہ اپنا انتقام نہیں بھولا۔'' منال بیگم پرسکون لہجے میں بولیں۔

''اگر وہ انتقام کو لے کر اس قدر سنجیدہ ہے تو پھر صفا کی زندگی کیوں برباد کر رہا ہے؟'' انھوں نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''پلیز سفیان۔! پھر سے شروع مت ہو جایئے گا۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اگر اتنی ہی ہمدردی جاگ رہی ہے اس لڑکی کے لئے تو لے آئیں اسکو اور آزاد کر دیں۔'' انھوں نے بے زاری سے جواب دیا۔

''منال۔!'' انھوں نے اپنے ماتھے پہ زور رکھا۔ وہ بہت دراز سے تھے۔

''جی۔!'' انھوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''کیا تمہیں صفا پہ ترس نہیں آتا؟ کیا تمہیں یہ نہیں کہ کس طرح ہماری سجل اس پہ جان چھڑکتی تھی؟'' انھوں نے آنکھیں موندے کرب بھرے لہجے میں سوال کیا۔

''میں نہیں جانتا کہ صفا کون ہے۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ وہ زاویار کی بہن ہے۔'' وہ اٹل لہجے میں بولیں تو سفیان گورسی ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے۔ وہ یقیناً صفا کی شناخت بھول گئیں تھیں۔ انھیں بس صفا کی ایک ہی شناخت یاد تھی اور وہ تھی زاویار کی بہن۔

اس وقت صفا اپنی کلاس میں موجود تھی۔ وہ بوس سی اپنی ڈیسک پہ بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی عینا بیٹھی تھی۔ کلاس تھوڑی دیر شروع ہو جانی تھی۔

''کیا ہوا۔ تم گھبرا رہی ہو؟'' عینا نے اسکی گھبراہٹ محسوس کی۔

''نہیں۔ ہاں وہ۔ دراصل۔ مم۔ مجھے تھوڑی پرابلم ہوتی ہے نئے لوگوں کے ساتھ۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

''اٹس اوکے۔ لوگ لوگ ہوتے ہیں۔ نئے پرانے کچھ نہیں ہوتا۔ اور نئے لوگوں میں کون سا کوئی فرق ہوتا ہے۔ وہی دو آنکھیں، دو کان اور ایک منہ۔'' عینا کہتے ہنس دی۔ جبکہ صفا نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔ وہ اسکو دیکھتی رہ گئی۔

''کیا ہوا۔؟'' کچھ دیر بعد عینا نے پوچھا تو صفا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اچھا ریلیکس۔! یہاں ہمارے جیسے ہی ہیں۔'' اور پھر سے عینا نے صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔ اسی دوران کلاس روم میں اسٹوڈنٹس داخل ہونا شروع ہو گئے۔ وہ اجلت میں اندر داخل ہوئے کیونکہ کلاس کا وقت شروع ہو چکا تھا۔

'Breath in... breath out'' صفا نے عینا کو کہتے سنا۔ ''بس یہ سمجھو کہ یہاں صرف تم ہو۔ اور کوئی بھی نہیں۔'' عینا نے سرگوشی کی۔ جبکہ اب کلاس روم میں سناٹا چھا چکا تھا۔ کلاس میں ایک پروفیسر داخل ہوئے۔ وہ ایک درمیانی عمر کے مصری پروفیسر تھے۔ انھوں نے مسکرا کر پورے پہ ایک نگاہ ڈالی۔ اسٹوڈنٹس نے بے چینی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ جبکہ صفا اب قدرے پرسکون سی بیٹھی تھی۔

''آپکے پروفیسرمزید کچھ دن نہیں آئیں گے۔اس لئے آپ لوگوں کو مزید کچھ دن یہ بوڑھی شکل دیکھنی ہوگی۔''انھوں نے مسکرا کر کلاس سے کہا تو ہنس دیئے جبکہ لڑکیوں نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یار۔کیا مصیبت ہے؟ سر آج پھر نہیں آئے؟''ایک لڑکی پیچھلی ڈیسک پر بیٹھی بولی۔تو صفا نے گردن موڑ کر دیکھا۔وہ بھی اردو میں بات کر رہی تھی۔اس لڑکی نے صفا پر کی جانب ایک مسکراہٹ اچھالی۔جواباً صفا بھی مسکرائی۔

''اسکا مطلب ہے یہ ہمارے اصل پروفیسر نہیں ہیں صفا۔!''عینا نے سرگوشی کی۔

''جو بھی ہو۔ہمیں تو پڑھنا ہے۔''صفا کو کوئی خاص فرق نہ پڑا۔

''اوکے اسٹوڈنٹس تو آرٹ ہسٹری کی کلاس شروع کرتے ہیں۔''کہتے انھوں نے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا۔وہ آرٹ ہسٹری پڑھاتے تھے۔جس میں آرٹ کو ہیومن ہسٹری سے جوڑا جاتا ہے کلاسز معمول کے مطابق چلتی رہیں۔صفا کی گھبراہٹ اور نروسنس آہستہ آہستہ ختم ہو چکی تھی۔آخر کار سہ پہر ہوگئی۔آخری کلاس ختم ہوئی تو عینا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اس نے مڑ کر صفا کی جانب دیکھا تو وہ اپنا موبائل دیکھ رہی تھی۔

''یار صفا۔!''اس نے ایک انگڑائی لے کر اسکو پکارا۔جبکہ باقی اسٹوڈنٹس اب باہر جا رہے تھے۔

''ہاں۔۔!''صفا نے موبائل اسکرین سے نگاہیں ہٹائے بغیر پوچھا۔

''تمہیں کچھ سمجھ آئی ان لیکچرز کی؟''اس نے تھکے سے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں کیوں۔اس میں نہ سمجھ آنے والی کیا بات تھی؟''صفا نے مایوسی سے فون بیگ میں رکھا۔

''یار۔میں نے سوچا تھا آرٹس پڑھیں گے۔یعنی۔پینٹنگ کریں گے۔کچھ ڈرائنگز بنائیں گے۔اور تو اور مجسمے بنائیں گے۔یہاں تو یہ لوگ نہ جانے کیا پڑھائے جا رہے ہیں۔۔''عینا نے آخری جملہ رونے کے انداز میں کہا تو صفا بے اختیار ہنس دی۔

''تم نے کیا سوچا تھا کہ تم پہلے دن ہی کسی ماہر فنکار کی طرح مجسمے بنانے لگو گی۔''اس نے مسکراہٹ دبائے عینا سے پوچھا۔

''جو بھی ہو یار۔میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔''اس نے منہ پھلایا۔

''اچھا اب چلو مجھے دیر ہو رہی ہے۔''کہتے صفا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یار۔تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔''وہ دونوں اب کوریڈور میں چلی جا رہی تھیں۔

''نہیں۔مجھے گھر پہنچنا ہے۔''صفا نے تیز تیز قدم اٹھائے۔

''اچھا تم مجھے اپنا نمبر دے دو۔''کہتے عینا نے اپنا فون نکالا۔

''ہاں؟ کیا نمبر؟''صفا ہڑبڑائی۔اسکے قدموں کی رفتار سست ہوئی اور پھر وہ رک گئی۔

''ہاں کیوں؟ نمبر۔!تاکہ ہم رابطے میں رہیں۔اور گم نہ ہو جائیں۔''عینا نے مشورہ دیا جبکہ صفا نے اپنا نچلا لب کاٹا۔

''کیا ہوا۔؟''عینا نے اسکا بازو پکڑ کر جھنجوڑا۔

''وہ۔دراصل۔!''

''میڈم آجائیں۔۔!''قادر کسی بھوت کی طرح حاظر ہوا تھا۔

''اف۔ایک تو تمہارا یہ بڈی گارڈ۔''عینا نے منہ بنایا۔

''اچھا۔کل ملاقات ہوگئی۔''صفا نے جلدی سے عینا سے ہاتھ ملایا۔اور آگے بڑھ گئی۔جبکہ عینا نے آنکھیں چھوٹی کر کے قادر کو گھورا۔

''اپنی حد میں رہو۔ان سے دور رہو۔''قادر ایک وارننگ دیتا وہاں سے ٹل گیا۔جبکہ عینا کا منہ کھلا رہ گیا۔

ابراہیم صحرائے سینا پر ہی موجود تھا۔وہ اپنے کمرے میں تھا کہ ضرار ہڑبڑی میں اندر داخل ہوا۔

''ا. ابیم۔۔!ا. ابیم۔۔!'' ضرار نے آ کر اسکو پکارا۔

''کیا ہوا۔؟'' وہ واشروم سے نکل رہا تھا۔ ہاتھ میں تولیہ تھا۔ اس نے ایـ ڈھیلا سا کرتہ پہن رکھا تھا۔ اسکے چہرے سے پـ نی کی بوـ ین ٹپک رہی تھیں۔ اسکے بـ ل بھی گیلے تھے۔ اس نے تولیہ پـ س پڑے ہینگر پـ پٹکا۔ اور وہیں ایـ اسٹول پـ پڑی جائے زا ٹھائی۔

''تم۔ زادا کرنے لگے ہو؟'' اسکو دیکھ کر ضرار ڑ ۔

''ہاں۔ کیوں کیا ہوا؟'' اس نے جائے زبچھاتے ہوئے آرام سے پوچھا۔

''نہیں۔ تم پہلے زادا کرلو۔ پھر بـ ت کرتے ہیں۔'' ضرار آ کر کرسی پـ بیٹھا۔ جبکہ ا. ابیم نے ایـ اسکو دیکھا۔ وہ پـ یشان سا دکھائی دیتا تھا۔ پھر وہ سر جھٹک کر زـ ادا کرنے لگا۔ ضرار نے کچھ دـ یبعدَ دن موڑ کر دیکھا تو وہ اـ ٹوں بیٹھا تھا۔ اپنی انگلیوں کے پوروں پـ کچھ پـ ڑھ رہا تھا۔ اسکے چہرے پـ عا. ٹی تھی انکساری تھی۔ وہاں ایـ کرب بھی تھا۔ پھر اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ کچھ دـ یوہ یوں ہی ہوا میں گھورتـ رہا۔ اسکے بـ ـ نہ ہلے۔ ضرار نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ چہرے پـ پھیرے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تم خاموش دعاماَ رہے تھے؟'' ضرار نے اسکو چھیڑا۔

''وہ جو دلوں کے حالات سے واقف ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اسکو بول کر سنایـ جائے۔ وہ بـ جا ہے۔'' کہتے ا. ابیم اپنی کرسی پـ آ بیٹھا۔ ''خیر۔! تم بتاو۔ کیا کہنا تھا؟'' ا. ابیم ڑَ پـ ڑَ جمائے ایـ کہنی کرسی کے ہینڈل پـ ٹکائے ہاتھ سے اپنی تھوڑی کھجاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔ وہ دراصل۔۔ یہ زاویـ رکے بـ رے میں ہے۔'' ضرار نے اـ ٹـ اـ ٹ کر کہا۔ جملہ مکمل ہونےتـ ا. ابیم کی آنکھوں کے شعلے جل اٹھے تھے۔ وہ فوراً سیدھا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ ٹیبل پـ دے مارے۔

''کہاں ہے وہ؟'' اس نے ضرار کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ کر پوچھا۔

''شا۔۔!'' یـ لفظی جواب نے ا. ابیم کو سا تـ کردیـ اسکے چہرے پـ پہلے حیرت اور پھر غصہ اـ ا۔ اسکی رگیں تن چکی تھیں۔

''شا کا اس سے کیا یـ دینا۔!'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''نہیں معلوم۔ جس آدمی نے اس دن سفیر کوَ ایـ تھا وہ شا کا آدمی تھا۔'' ضرار بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''شا۔۔شا۔۔شا۔!'' ا. ابیم نے تنے جبڑوں سے اسکا نـ م پکارا۔ ''آ یـ کون سی گیم کھیلنا چاہ رہے ہو تم؟'' اس نے مکا بنا کر ٹیبل پـ دے مارا۔

''اس بلڈ یـ کے سارے سی سی ٹی وی کیمرے ہیک کر لئے گئے تھے۔ اسی بلڈ یـ کے سامنے ایـ کافی شاپ تھی۔ اس دن وہ بند تھی۔ اَ وہ کھلی ہوتی تو یقیناً اسکے کیمرے بھی بند کروا دیئے جاتے۔ خوش قسمتی سے اسکا ایـ کیمرہ کام کر رہا تھا۔ وہیں سے معلوم ہو سکا ہے۔'' اب کی بـ ر ضرار نے تفصیلات بتا ـ

''تم یقین سے کیسے کہہ تـ ہو کہ وہ اسی کا آدمی تھا۔؟'' ا. ابیم ضرار کے مقابل آ یـ تو ضرار کا حلق خشک ہوا۔

''اسکے بـ ہاتھ پـ ایـ ن تھا۔ وہ ن صرف شا کے آدمیوں کے پـ س ہے۔'' کہتے اس نے ٹیبل پـ رکھا ایـ لفافہ اٹھایـ۔ اس میں کچھ تصاو یـ تھیں۔ اس میں اس آدمی کے ہاتھ پـ بنا وہ ٹیٹو دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے دستانے پہن رہے تھے۔ اپنا ماسک ٹھیک کرتے وقت اسکا دستانہ زرا سا سرکا تو اسکا وہ ن ظاہر ہوَ یـ۔ کافی ساری تصاو یـ دیکھ کر یہی اـ ازہ ہوا تھا۔

''یہ ن۔۔!'' ا. ابیم نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''یہ ن۔ تو کسی کلٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ تو کیا وہ ایـ کلٹ بنا رہا ہے؟'' ا. ابیم نے ا. وسکیٹر کر تصاو یـ دیکھیں۔

''شایـ۔ کیو اسکےَ وہ میں جتنے بھی لوگ ہیں۔ وہ پکڑے جانے پـ اپنی جان دے دیتے ہیں۔ وہ لوگ کٹھ پـ یـ ں ہیں۔ اور وہی لوگ شا کی طاقت ہیں۔'' ضرار نے اضافہ کیا۔

''ہمم۔۔ مجھے اسکے سارے کرتوتوں کی تفصیل چاہیے۔'' ا. ابیم نے کہتے وہ تصاو یـ ٹیبل پـ دیں۔

''ٹھیک ہے۔!'' ضرار ن تصاو یـ کو اکٹھا کرنے لگا۔

''کیا وہ رَ میں خود آ ے گا؟''ا. اہیم نے دو. رہ پوچھا تو ضرار کے ہاتھ رکے۔ وہ پلٹا۔

''تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے ا. ہیم؟'' وہ جو سمجھ رہا تھا وہ اسکو قبول نہیں کر. چاہتا تھ۔

''تم پتہ کرو۔ کیا وہ خود رَ میں آ ے گا؟'' کہتے ا. اہیم ا ۔ رپھر سے کرسی پ بیٹھا۔

''اور تم کیا کرو گے پھر؟'' ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''سوچ رہا ہوں۔ جو . سے ڈیل کر پھر ہے۔ ا ڈیل اس سے کروں۔ وہ جو شرط لگا کر کھیلتا ہے۔ ا شرط لگا کر میں بھی کھیلوں۔''ا. اہیم نے ٹیبل پ پڑا اپنا اٹھا۔

''نہیں۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔'' ضرار نے بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھا۔

''اور میں ایسا کیوں نہیں کروں گا؟'' وہ پ سکون سے لہجے میں جواب دیتا اپنے کو اپنی انگلیوں پ گھما رہا تھا۔

''تم نہیں جا ۔ وہ ڈر . ت ہے۔ وہ شیطان ہے۔ وہ ت نہیں ہے ا. اہیم۔! وہ اسکو ا . کسنگ میچ نہیں اکھاڑا سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ت . ت کھیلو . ت دونوں میں سے ا مر نہیں جا ۔'' ضرار پ یشانی سے اسکو تفصیلات بتا رہا تھا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے . ں۔ میں بھی ت . ت کھیلوں گا . ت وہ مر نہیں جا ۔'' وہ پ سکون لہجے میں بولا تو ضرار ا ۔ لمحے کو اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ شر بتی آنکھوں کے شعلے بجھے ہوئے تھے۔ اس سکوت میں بھی ا طوفان . پ تھا۔

''تم اسکا مقابلہ نہیں کر سکو گے ا. اہیم۔۔!'' ضرار نے افسوس سے اسکی جا . دیکھا۔

''اسکا فیصلہ تم کھیل ختم ہونے سے پہلے نہیں کر ت ضرار۔!'' اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ضرار نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''میرے خیال میں تمہیں گھر چلے جا . چاہیئے۔'' ضرار نے لفافہ سمیٹتے ہوئے اسکو مشورہ دی۔

''تم مجھے یہ بتاؤ کہ کرداوی نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' وہ اسکے کسی بھی مشورے کو خاطر میں لائے بنا اپنی ڈا ری کھولنے لگا۔

''اس نے ڈیل منظور کر لی ہے۔ اسکو وہ آہستہ آہستہ ظاہر کرے گا۔'' ضرار اب دو . رہ کرسی پ بیٹھ ۔

''مجھے اس سے یہی امید تھی۔''ا. اہیم کے لہجے میں حقارت تھی۔ ''کیا اس ملک نے اس لئے . لڑی تھی کہ کل آ کر کرداوی ساری قر . نیوں کو مٹی میں دے؟'' وہ ڈا ری پ کچھ لکھتا ہوا . ٹ . ا۔

''تم یہ . ۔ نہیں پ وگے ا. اہیم۔۔!'' ضرار نے اسکا چہرہ دیکھا۔

''ضرار۔! ا مجاہد . میدان میں ا ت ہے تو وہ یہ سوچ کر نہیں ا ت کہ وہ اس . کو ختم کرے گا۔ وہ بس اپنا ا کردار نبھا ت ہے۔'' وہ مسلسل کچھ لکھ رہا تھا۔

''تم اتنے ڈھیٹ کیوں ہوا. اہیم۔۔!'' ضرار نے ہار مان لی۔ ا. اہیم سر جھکائے مسکرا ۔ اسکی مسکراہٹ زخمی تھی۔

''د ۔ سین۔۔! کیا تمہیں د ۔ سین ۔ دے۔۔'' اس نے قلم پھینکا اور ضرار کی جا . متوجہ ہوا۔

''وہی گاؤں۔ جو ۔ ت المقدس کے قر . آ . دتھا۔؟'' ضرار نے کچھ سوچ کر بتا ۔

''ہاں۔ تمہیں پتہ ہے۔ ان لوگوں نے اس گاؤں کو مکمل ختم کر دی تھا۔ وہیں سے شروعات ہوئی تھی خوف کی۔!'' وہ دونوں ہاتھوں کی ا ں . ہم دھنسائے ا تھوڑی کے نیچے ٹکائے اس سے مخاطب تھا۔ ''لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ کیوں تباہ ہوئے؟'' اس نے ضرار سے پوچھا۔

''کیو یہودی تعداد میں ز . دہ تھے۔۔ اور طاقت ور بھی تھے۔'' ضرار نے کندھے اچکا دیے۔

''نہیں۔!'' وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔ ''اس لئے کیو ان لوگوں نے جہاد نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں نے جہاد کی بجائے امن کو ت جیح دی۔ انھوں نے اپنا ڈیفینس سسٹم بنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے ا ایسی ملعون قوم کے وعدے پ بھروسہ کیا جس پ آج ت لعنتیں ہی . ستی آئی ہیں۔'' ضرار نے دیکھا کہ ا. اہیم کی آنکھوں میں ا . رپھر سے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ ''وہ لوگ مطمین تھے کہ وہ قوم اپنے وعدے کی پ سداری کرے گی۔ جو قوم شروع دن سے وعدہ خلافی کرتی آئی ہو اس مکار اور ملعون قوم سے ایسی

امید رکھنا ہی بے وقوفی تھی۔''

''پھر؟ پھر کیا ہوا۔؟'' ضرار بے چین تھا۔

''ان یہودیوں نے الزام لگایا کہ اس گاوں میں کچھ شدت پسند عناصر چھپے ہوئے ہیں۔ جوان پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ اور اسی کو بنیاد بنا کر انھوں نے گاوں پر حملہ کر دیا۔'' وہ ہوا میں گھورتے ہوئے کہتا رہا۔

''تو کیا کسی نے بھی دفاع نہیں کیا۔؟'' ضرار نے پہلو بدلا۔

''کیا تھا۔ ابراہیم کو یقین ہو کہ اسکے گھر میں ہمیشہ امن ہی رہے گا۔ تو مجھ جیسے من چلوں کی کون ما ہے۔ ہم جیسے لوگ مستقبل کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ ہم لوگ امن کے حالات میں بھی جنگ کی تیاری کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے امن کے وعدے کو ذریعہ ہی سنجیدہ لے لیا تھا۔ اس لئے جن چند لوگوں نے دفاع کیا بھی وہ ڈھے گئے۔ کیونکہ امن کے دنوں میں کسی نے انکا ساتھ نہ دیا۔'' ابراہیم بول رہا تھا۔ جبکہ اب ضرار کو اسکی باتیں اچھے سے سمجھ آ رہی تھیں۔ ''یہ لوگ بہت مکار ہیں ضرار۔ یہ لوگ پیٹھ پیچھے سے وار کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ ان کے پاس جنگ لڑنے کا کوئی قانون نہیں ہے۔ یہ بس مکاری کرتے ہیں۔ ان میں اسپورٹس مین شپ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔'' اب ابراہیم کی رگیں دو رہ تن گئیں۔

''اس گاوں میں قریباً ساڑھے سات سو لوگ تھے۔ کچھ مارے گئے کچھ ہجرت کر گئے۔ لڑکیوں کی عصمتیں لٹ گئیں۔ یہاں سے تو کھیل شروع ہوا تھا۔ مکاری کا۔ عیاری کا۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ اسکی موبائل اسکرین پر پڑی جو کہ چمک رہی تھی۔ ضرار نے اسکے تاثرات کو بدلتے ہوئے دیکھا اسکے اب ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے فون اٹھایا۔ اور ایس ایم ایس اوپن کیا۔

''میں گھر کے لئے نکل گئی ہوں۔'' ایک چھوٹا سا جملہ۔ اس نے کوئی جواب دیئے بنا موبائل دوبارہ ٹیبل پر دے دیا۔

''اس لئے ضرار۔۔۔ جنگ کی تیاری کرو۔ یہ یاد رکھو کہ اگر تم جیتو گے نہیں تو شہید ہو جاو گے۔ اور ہمیشہ کا دوام حاصل کر لو گے۔ تمہیں لگے گا کہ میں پاگل ہوں۔ اور لگنا بھی چاہیئے۔ کیونکہ میں ایک چیونٹی ہو کر ایک ہاتھی کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''نن۔۔ نہیں میں ایسا نہیں سوچتا۔'' ضرار نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری۔

''ہمم۔ لیکن ضرار۔!'' اس نے اب کی بار ضرار کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''وقت آنے پر میں وہ مچھر بن جاوں گا جو نمرود کے دماغ میں گھس گیا تھا۔ اور اس نے اس خدائی کا دعوہ کرنے والے نمرود کو دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ میں چیونٹی ہوں میں ہاتھی کی سونڈ میں گھس جاوں گا۔ میں انکا دماغ کھا جاوں گا۔ میں انکا مفلوج کر دوں گا۔'' اس نے اک عزم سے کہا تو ضرار کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

گاڑی مینشن کے سامنے آ رکی قادر گاڑی سے نکلا اس نے صفا کی جانب کا دروازہ کھولا۔

''آجا صفا۔!'' اس نے کہا اور دروازہ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ جبکہ صفا موبائل ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی۔ وہ جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ ''ابراہیم۔۔! پلیز۔ ایک جواب ہی دے دیں۔'' اس کے دل نے سماجت کی۔ موبائل خاموش رہا۔

''آجا میڈم۔۔!!'' ایک بار پھر سے قادر کی آواز گونجی تو صفا بے دلی سے بیگ اٹھائے نکل آئی۔ وہ لاونج میں داخل ہوئی۔ لاونج خالی تھا۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے بیگ بیڈ پر پٹکا اور واشروم میں گھس گئی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے آئی۔ اب وہ ایک سیاہ ٹخنوں تک کے فراک میں ملبوس تھی۔ جس پر کشی سے کام ہوا ہوا تھا۔ اسکے گھیرے پر ریڑھ رہا تھا۔ اس پر ڈارک گولڈن تھا۔ وہ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی کمرے میں واپس آئی۔ اسکو اب بھوک لگ رہی تھی۔۔ اس نے وقت دیکھا تو شام کے چار بج رہے تھے۔ ڈنر کا وقت نکل چکا تھا۔

''ہمم۔ اب کیا کروں؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''کیا میں کچن میں چلی جاوں؟'' اس نے انگلی دانتوں میں دبائے سوچا۔ ''نہیں نہیں۔ حور یہ کیا سوچے گی۔'' اس نے جلدی سے میں سر جھٹکا۔ ''سارے گھر والے گئے کہاں؟'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر سوچا۔ اسی دوران اسکے موبائل کی رنگ ہوئی۔ اس نے فوراً بیگ میں سے موبائل نکالا۔

''صفا۔میں بچوں کو لے کر پارک میں آئی ہوں۔تم پلیز۔کھانا کھا لینا۔کھانا بنا پڑا ہے۔زہرہ سے کہنا وہ لگا دے گی۔کسی بھی چیز کی ضرورت ہو زہرہ سے کہہ دینا۔جھجکنا مت یہ اب تمہارا بھی گھر ہے۔ہم لوگ پانچ بجے تک واپس آجائیں گے۔''ایک سائل والی ایموجی کے ساتھ پیغام ختم ہوا تو صفا کے چہرے کی رونق بھی مدھم پڑ گئی۔اس نے ایک بار پھر سے ایس ایم ایس گیلری کھولی۔کوئی پیغام نہیں تھا۔اس نے اب بے دلی سے موبائل بیڈ پر پٹکا۔اور باہر نکل آئی۔اس نے آکر لاونج میں دیکھا۔پھر وہ کچن میں گئی۔وہاں زہرہ نہیں تھی۔

''ہمم۔لگتا ہے کہ بھی گھر نہیں ہے۔خیر اچھا ہی ہے۔ویسے بھی عجیب وسوسوں سے گھورتی رہتی ہے۔''صفا نے سر جھٹکا اور فریج کھولا۔کھانا بنا پڑا تھا بس اسکو اوون میں گرم کرنا تھا۔صفا نے ایک ڈبہ نکالا اس میں چاول تھے۔ایک اور ڈش میں اسٹیم روسٹ پڑا تھا۔اس نے دونوں ڈبے نکالیں۔اور الگ الگ اوون کی جانب بڑھ گئی۔اوون کا ٹائمر سیٹ کر کے اب وہ پاس ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

''ایک میسج ہی تو تھا۔کر دیتے تو کیا جاتا آپکا۔''اس نے منہ بنائے خود کلامی کی۔اوون کی لائٹ آف ہوئی تو وہ بے دلی سے کھانا نکالنے لگی۔اس نے دونوں ڈبے ٹیبل پر رکھیں۔اس نے ڈائننگ ٹیبل کی سرائی کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگی۔

ابھی اس نے ایک لقمہ ہی لیا تھا کہ لاونج کا دروازہ کھلا۔ایک گارڈ جلدی جلدی سے ایک بیگ اٹھائے اندر داخل ہوا۔صفا نے کھانا چبایا تو اسکی خوراک کی نالی جلنے لگی۔اس نے جلدی سے پانی کا گلاس اٹھایا۔''افف۔اتنی مرچیں کون ڈالتا ہے۔''اس نے پانی کا گلاس میز پر رکھا۔اس نے ایک اور لقمہ لیا مرچیں اور بھی زیادہ لگ گئیں۔''یا اللہ بچے تو اتنی مرچیں نہیں کھاتے۔کیا یہ میرے لئے ڈالی گئی ہیں۔''اس نے ایک بار پھر سے پانی پیا۔

''اسلام علیکم۔۔!''لاونج میں ایک گمبھیر مردانہ آواز گونجی تو صفا کے حلق میں پانی اٹکا۔وہ کھانسنے لگی۔اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے۔وہ آنکھیں بند کئے بس کھانسے جا رہی تھی۔اچانک صفا کو اپنے پیچھے کسی کے ہونے کا احساس ہوا۔کسی نے اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اسکا رخ آسمان کی جانب کیا۔صفا کی آنکھیں حیرت کے مارے کھل گئیں۔

''ریلیکس۔سانس لو۔!''اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے اسکا رخ آسمان کی جانب کئے۔''سانس لو۔''اس نے دہرایا۔تو صفا نے ایک گہری سانس لی۔''ہمم۔۔گھر والے کہاں ہیں۔۔؟''اس نے صفا کو چہرہ چھوڑا اور زرا فاصلے پر ہو کر کھڑا ہوا۔صفا فورا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''وہ۔وہ۔حوریہ۔اور بچے پارک گئے ہیں۔''اس نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بتایا۔آنکھوں سے پانی ابھی تک بہہ رہا تھا۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔''وہ کہتا وہاں سے نکلنے لگا۔صفا نے حیرت سے اسکی پشت کو گھورا۔وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔وہ یوں ہی۔۔بنے کھڑی رہی۔کیسا عجیب سا احساس تھا۔وہ واپس آیا تھا۔اور صفا کو لگا کہ اسکی دنیا میں ایک بار پھر سے رنگ لوٹ آئے ہیں۔اس کی آنکھوں میں اب محبت کے جگنو چمک اٹھے تھے۔ایک سکون سا اسکی روح میں اترنے لگا۔وہ اسی کیفیت میں کھڑی تھی کہ وہ واپس آتا دکھائی دیا۔صفا نے جلدی سے گلاس میں پانی ڈالا۔

وہ آکر صوفے پر بیٹھا۔چہرے پر اذلی گوارئی سجائے۔اس نے فون نکالا اور کچھ ٹائپ کرنے لگا۔صفا کچھ دیر گلاس کر گھورتی رہی۔لیکن پھر اس نے اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالا اور لاونج میں چلی آئی۔اس نے آکر پانی کا گلاس سامنے کیا تو ابیہم کے موبائل استعمال کرتے ہوئے ہاتھ رکے۔اس نے اٹھا کر دیکھا۔

''وہ۔پانی۔!''اس نے اتنی مدھم آواز میں کہا کہ ابیہم کو بھی سنائی نہ دیا۔

''میں نے پی لیا تھا۔''جواب دے کر وہ دوبارہ موبائل پر کچھ ٹائپ کرنے لگا۔

''کھانا لگا دوں؟''صفا نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ابیہم نے ایک بار پھر سے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''یہ کھانے کا وقت ہے؟''اس نے اب کی بار سوال کیا تو صفا کی آنکھوں میں جلتے دیے بجھ سے گئے۔

''وہ۔مجھے لگا آپ ابھی آئے ہیں تو۔۔!''وہ خاموش ہو گئی۔

''نہیں۔میں اب ڈنر نہیں کروں گا۔''کہتے وہ دوبارہ موبائل پر جھک گیا۔

''چائے بنا دوں؟''اس نے اب دوبارہ پوچھا تو اب کی بار ابیہم نے خجلت سے اسکی جانب دیکھا۔

''تم میری بیوی کیوں بن رہی ہو؟'' اس نے نگاہ اٹھا کر سوال کیا تو صفا کے حلق میں آ وں گا گولہ اٹکا۔

''مم۔ میں نے ویسے ہی پوچھا تھا۔'' وہ ٹوس سی بولی تو وہ اب اٹھ کھڑا ہوا۔ صفا نے ایک قدم پیچھے لیا۔ ابیم نے اسکی جھکی ہوئی پلکیں اور اسکے پپوٹے ہوئے دیکھتے۔ وہ گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔

''میری جان بن کر آئی ہو۔ بہتر ہے کہ جان بن کر ہی رہو۔ اور اگر تم امید کر رہی ہو کہ ان چیزوں سے متاثر ہو کر میں تمہارے گھر والوں کو تمہارا دیدار کروا دوں گا تو یہ بھی بھول ہے تمہاری۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہا تھا۔

''ای۔ ایسی بات نہیں ہے۔'' صفا کی آنکھیں اب بھیگ چکی تھیں۔

''رونا کیوں شروع کر دیا۔؟'' وہ جھنجلایا۔

''نن۔ نہیں تو۔'' صفا نے ایک ہاتھ سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔ ابیم کچھ دیر اسکو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کیں۔ پھر کھولیں تو صفا اسی حالت میں سامنے کھڑی تھی۔

''کھانا کھا لیا تم نے۔۔؟'' اس نے ایک ڈائننگ ہال کی جانب دیکھا۔ کیونکہ وہاں کھانا یوں ہی پڑا تھا ان چھوا۔

''نہیں۔!'' صفا نے میں سر ہلایا۔

''کیوں۔!'' اس نے ایک بار پھر سے اسکی جھکی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔

''وہ۔ وہ۔''

''یہ وہ۔ وہ کر کے تھکتی نہیں ہو تم؟'' وہ پٹخ کر بولا تھا۔

''نہیں۔ وہ دراصل۔!''

''جاؤ۔ جا کر کھانا ختم کرو۔!'' اس نے ہاتھ سے ڈائننگ ہال کی جانب اشارہ کیا تو صفا فوراً وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ ابیم دوبارہ صوفے پہ بیٹھ گیا۔ صفا نے پانی کا گلاس سامنے رکھا اور ایک نوالہ لیا۔ کھانے میں موجود مرچوں نے اسکی خوراک کی نالی جلا ڈالی تھی۔ وہ ایک لقمہ لیتی اور ایک پانی کا گلاس پیتی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پانی کا سارا جگ ختم کر دیا۔

ابیم نے دفعتاً گردن موڑ کر دیکھا تو صفا کسی پیاسے اونٹ کی طرح پانی پی رہی تھی۔ اسکا جگ خالی تھا۔ اس نے اچنبھے سے دیکھا۔ کچھ تو بڑبڑ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈائننگ ہال کی جانب بڑھا۔ صفا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد اسکو ایک ہاتھ اپنی پلیٹ کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔ صفا ٹھٹکی۔ ابیم نے ایک چمچ چاول منہ میں ڈالے تو اس نے اچنبھے سے صفا کی جانب دیکھا۔ وہ سر جھکا گئی۔ ابیم نے فوراً ٹشو اٹھایا اور نوالہ اس میں ڈال کر ڈسٹ بن میں دیا۔ اس نے پانی کا گلاس اٹھایا۔

''لڑکی۔۔! تم پاگل ہو؟'' وہ پانی کا گلاس رکھ کر حیرت سے بولا۔ صفا لرز گئی۔ ''یہ کھانا کس نے بنایا ہے۔؟'' وہ اب سخت لہجے میں بولا۔

''نہیں معلوم۔!'' صفا سر جھکائے جواب دے رہی تھی۔

''چھوڑو اسکو۔'' ابیم نے دونوں ڈشز اٹھائیں اور ڈسپوزآف کر دی۔ صفا وہیں بیٹھی رہی۔ ابیم نے فوراً فریج کھولا۔ اس میں اور کچھ بھی نہیں تھا کھانے کے لئے۔ ''میں کچھ آرڈر کر دیتا ہوں۔'' اس نے فریج کو اچھی طرح دیکھا۔

''مم۔ میں کھا چکی ہوں بس۔!'' صفا نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔ کچن اور ڈائننگ ایریا اکٹھے ہی تھے۔ بس ایک درمیان ایک چھوٹی سی پارٹیشن تھی۔ اور جہاں سے وہ لکڑی کی دیوار ختم ہوتی تھی وہاں سے کچن کا منظر واضح ہوتا تھا۔

''جانتا ہوں۔ بس پانی سے ہی پیٹ بھر رہی تھی تم۔!'' وہ اب ڈائننگ ایریا میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک آئس کریم کا باکس تھا۔ اس نے وہ باکس کھولا اور صفا کے سامنے رکھا۔ صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔ ''یہ کھا لو۔ جلن کم ہو جائے گی۔'' اس نے وہی گواری سجائے اسکو ایک چمچ پکڑایا۔ صفا نے خاموشی سے چمچ پکڑ لیا۔ جبکہ ابیم لاؤنج میں گیا۔ اس نے موبائل اٹھایا تاکہ وہ کھانا آرڈر کر سکے۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور موبائل دیا۔ صفا کن انکھیوں سے اسکی ساری حرکات دیکھ رہی

تھی۔وہ اب دو۔رہ کچن کی جا۔ ۔ٹھا۔اس نے اپنی وائ ٹ ڈریس شرٹ کی آستینیں فولڈ کیں اور فریج کھولا۔

صفا کے آئس کریم کھاتے ہاتھ رک گئے۔وہ اب فریج کھولے کھڑا تھا۔اس نے فریج میں سے سامان نکال نکال کر کاونٹر پہ رکھنا شروع کر دیا۔وہ یوں ہی ٹ اسکو دیکھے گئی۔تو کیا وہ کھا۔ بنانے لگا تھا؟ وہ صفا قریشی کے لئے کھا۔ بنائے گا؟ نہیں وہ صفا قریشی کے لئے نہیں بلکہ وہ صفا ا۔ اہیم کے لئے کھا۔ بنانے جا رہا تھا۔اس نے گوشت کا پیکٹ اور کچھ سبزیاں نکالیں۔صفا کچھ دیر بیٹھی دیکھتی رہی۔

''وہ کھا۔ بنا رہے ہیں اور میں یہاں ویسے ہی بیٹھی ہوں۔مجھے ا مدد کرنی چاہئے۔''صفا نے کاٹتے ہوئے سوچا۔''لیکن مجھے تو اٹ ابھی ا۔لنا نہیں آتا۔''اس نے اگلے ہی لمحے مدد آفر کرنے کا ارادہ ترک کیا۔

''۔یا نی بنا لوں؟'' کچھ دیر بعد کچن سے آواز آئی تو صفا نے چو۔ کر دیکھا۔

''جی۔۔!'' وہ ٹھٹکی۔

''کیا کھاو گی؟ اٹیلین کھا لو گی۔پاکستانی ہی بناوں؟''اس نے اب کی۔رمڑ کر پوچھا۔

''جج۔جو آپ بنا لیں۔''وہ سر جھکا گئی۔

''پھر مت کہنا کہ اٹیلین سے ابکائی آتی ہے۔''وہ وہیں سے بولا۔اور دو۔رہ گوشت کاٹنے لگا۔

''آپکو کیسے پتہ کہ مجھے اٹیلین اچھا نہیں لگتا؟''صفا نے خود کو کہتے سنا۔

''ہاں جیسے میں تو کچھ جا ہی نہیں۔میرے پکے ہوئے کھانے دیکھ کر کیسے منہ بنا یا کرتی تھی تم اور سج۔''اسکے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔وہ خاموش ہو یا۔صفا نے بے اختیار دن موڑ کر دیکھا۔وہ یوں ہی کھڑا تھا۔سا ۔کٹنگ بورڈ پہ گوشت کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔وہ ہاتھ میں چھری لئے ان گوشت کے ٹکڑوں کو گھورنے لگا۔صفا کے حلق میں آ وں گا گولہ اٹکا تھا۔اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے ضبط کیا کیو جو شخص سامنے کھڑا تھا اسکا غم شا صفا کے غم سے بھی ٹھا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور قدم قدم چلتی اس پہنچی۔صفا اس سے ایک قدم کے فاصلے پہ کھڑی تھی۔وہ اسکے عقب میں تھی۔ نہ تو اسکی زبان ساتھ دے رہی تھی اور نہ ہی اسکے پاس کوئی الفاظ جمع ہو رہے تھے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دلاسہ دینے کے لئے۔اسکو پرسہ دینے کے لئے اسکے پاس کچھ بھی تو نہ تھا۔وہ وہیں کھڑی رہی۔ا۔ اہیم منجمند تھا۔بظاہر وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔ اسکے دل و دماغ میں ایک چھڑ چکی تھی۔اور وہ تن تنہا کھڑا تھا۔اس میدان میں اپنی ذات لڑتا ہوا۔صفا نے اسکا ہاتھ دیکھا۔اسکی گرفت اس چھری پہ اتنی مظبوط تھی کہ مانو وہ کسی کا بھی خون کرنے کے لئے تیار تھا۔اسکی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔صفا نے اسکے ہاتھ پہ اپنا لرزتا ہوا ہاتھ رکھا۔

''اب۔ا۔ اہیم۔!''اسکی لرزتی ہوئی آواز ا۔ اہیم کی سماعتوں سے ٹکرائی۔وہ مڑا۔ایک پل کے لئے صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔وہ جلال۔ قابل۔داد تھا۔اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا اور نگاہیں جھکا گئی۔ا۔ اہیم نے اسکی زرد پڑتی رنگت دیکھی تو وہ دو۔رہ رخ پھیر یا۔وہ خود پہ ضبط پانے میں کامیاب رہا تھا۔وہ اپنی ذات پہ ۔۔۔ قابو پا یا تھا۔وہ ضبط کے میدان میں سرخ رو ہوا تھا۔

''بیٹھ جاو جا کر۔''اس نے مڑے بنا کہا تو صفا نے غیر یقینی سے اسکی پشت کو دیکھا۔

''مم۔میں ہیلپ کروا دوں۔''صفا نے کچھ دیر بعد کہا تو ا۔ اہیم کے چھری تھامتے ہاتھ رک گئے۔صفا دو۔رہ کانپنے لگی۔وہ مڑا۔''کک۔کوئی بھی کام۔!''صفا نے ایک زبردستی کی مسکراہٹ سجانے کی ایک ناکام سی کوشش کی تھی۔

''مثلا؟''وہ اب مڑ کر پورا زور پہ کھڑا تھا۔اب صفا کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے۔

''میں سبزیاں کاٹ دیتی ہوں۔''اس نے ا۔ اہیم کا پرسکون سا چہرہ دیکھ کر جواب دیا۔

''یہ لو۔''ا۔ اہیم نے چھری اسکی جا۔ ۔ٹھائی۔

''ہاں؟''صفا نے اپنی سرمئی آنکھوں سے اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔

''کاٹو۔۔!''ا۔ اہیم نے چھری آگے کی۔صفا نے چھری تھام لی۔''وہ پیاز پڑا ہے۔وہ کاٹ دو۔اسکے بعد ٹماٹر بھی کاٹ دینا۔''وہ کہتا ہوا سمیٹنے لگا۔صفا نے اپنے

ہاتھوں میں چھری دیکھی اور پھر سامنے پڑی ٹوکری میں پڑے پیاز دیکھے۔کیا وہ یہ پیاز کاٹ لے گی؟

''کیا ہوا؟''۔ اہیم فریج سے دہی کا پیکٹ لئے پلٹا تو وہ ویسے ہی کھڑی تھی۔

''کچھ نہیں۔کچھ بھی تو نہیں۔میں ابھی کاٹتی ہوں۔''صفا فوراً پیاز والی ٹوکری کی جا ب بڑھی۔وہ اب دہی میں کچھ مصالحے رہا تھا۔

شام ہو رہی تھی۔کچن کی ا کھڑکی لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔وہ ا قسم کا ایمرجنسی ایگزٹ تھی۔اَ کبھی کچن میں آگ لگ جائے دروازہ لاک ہو جائے تو اس کھڑکی سے نکلا جا سکے۔یہ بس ا اہیم کی منطق تھی۔وہ اپنی فیملی کو لے کر بہت پوزیسو تھا۔حالا حوریہ کو اسکی یہ منطق بس ا وہم لگتی تھی۔کیو گھر میں فائر کنٹرول سسٹم لگا ہوا تھا۔ پھر بھی ا اہیم اپنے دیسی ٹوٹکے اپنے گھر پہ لاگو کرتا رہتا۔اور حوریہ بس مسکرا کر رہ جاتی۔

ڈھلتے ہوئے سورج کی ر روشنی آسمان پہ اپنے رَ بکھیر رہی تھی۔کچھ دل آسمان پہ اس ڈھلتے ہوئے سورج کے سامنے رقصاں تھے۔وہ منظر حسین تھا۔قدرت کا ہر منظر ہی حسین ہوا کرتا ہے۔سورج کے سامنے دل۔وہ روئی کے گالے جو کہ نم اور نرم ہوا کرتے ہیں۔وہ اس آتش کے گولے کے سامنے آ کھڑے ہوا کرتے ہیں۔ پہلے تو وہ سورج اس نم سے گالے کی دیوہ دلیری پہ ہنستا ہے۔پھر وہ زرا اپنا غرور دکھاتا ہے اور اپنی کرنوں کو اس گالے کے آر پار کر دیتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہی دل اس سورج کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔وہ نرم سا گالا اس دیوہیکل آگ کے گولے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔وہ اسکی تپش کو اپنے اندر کہیں سمو لیتا ہے۔اور دکھاوا جو اس آگ کے گولے کے قہر کی وجہ سے جھلس رہی ہوتی ہے ا پل کے لئے پرسکون سی ہو جاتی ہے۔ہر سو ایک سکون اتر جاتا ہے۔

ا اہیم کو میری کر رہا تھا۔ہاتھوں پہ سیاہ دستانے چڑھائے وہ کسی ماہر کی طرح مصالحے مکس کر رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد اسکو کسی کے سسکنے کی آواز آئی۔ ا اہیم نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔پھر ا اہیم نے سامنے کھڑی صفا کو دیکھا۔جو کہ پیاز کے ساتھ تقریباً کشتی کر رہی تھی۔اس سے ا ایک سیدھا سا سلائس تک نہیں کاٹا جا رہا تھا۔اور آنسو تھے کہ ا سیلاب جاری تھا۔ا اہیم نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''میں نے بس ہیلپ آفر کی تھی۔مجھے کیا لگا تھا کہ مجھے پیاز کاٹنا پڑ جائے گا۔''وہ چھری رکھتے ہوئے بڑبڑائی۔اسکے سنہری بالوں کی لٹیں اب اسکے چہرے پہ جھول رہی تھیں۔کھڑکی سے آتی سورج کی کرن اسکی آنکھوں میں پڑیں تو وہ کوہ طور کا سرمہ چمک اٹھا تھا۔

''تو کس نے کہا تھا اتنی ہمت سے آ کر ہیلپ آفر کرنے کے لئے۔۔''صفا کو اپنے انتہائی قریب سے آواز آئی۔اس نے چونک کر اپنی دائیں جانب دیکھا۔وہ ا ایک ہاتھ سلیب پہ ٹکائے اور دوسرا اپنی کمر پہ رکھے ٹیڑھا سا کھڑا تھا۔

''ہاں تو کر تو رہی ہوں۔''صفا نے جس ہاتھ میں چھری پکڑی تھی اسی ہاتھ سے اپنے بال ہٹانے کی کوشش کی تو اسکا ہاتھ کسی نے پکڑ لیا۔

''کٹ گل ہو؟ چھری کی نوک آپ میں لگ گئی تو؟''اس نے صفا کا ہاتھ جھٹکا۔آنسو پہلے پیاز کاٹنے کی وجہ سے بہہ رہے تھے۔ اب اسکے جھڑکنے کی وجہ سے اس سیلابی ریلے میں اضافہ ہوا تھا۔''لاؤ دو۔میں خود ہی کر لوں گا۔''اس نے چہرے پہ بے زاری سجائے اس سے چھری چھین لی۔صفا یوں ہی کھڑی رہی۔''اب ادھر کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جا کر ہر بیٹھ جاؤ۔ورنہ پھر سے پیاز کی واہٹ آنکھوں میں جائے گی۔پتہ نہیں کیا بنے گا تم جیسی لڑکیوں کا جن کو ا پیاز تک نہیں کاٹنی آتی۔''وہ بڑبڑاتا ہوا کٹنگ بورڈ اپنی جانب کھسکا کر پیاز کاٹنے لگا۔

''ڈانٹ کیوں رہے ہیں۔؟''صفا اپنی ناک پونچھی۔

''یہ ڈانٹ ہے؟اسکو تم ڈانٹ کہتی ہو؟''اس نے مڑے بنا کہا تو صفا نے ا ہچکی لی۔

''صرف ڈانٹ نہیں بلکہ اسکو طعنے مارنا بھی کہتے ہیں۔''اس نے ا ٹشو نکال کر اپنا چہرہ صاف کیا۔

''ہاں تو کھانا بنانا آنا چاہیے لڑکیوں کو۔اس میں طعنہ مارنے کی کیا بات تھی۔''وہ کسی ماہر کی طرح چھری رہا تھا۔چند ہی لمحوں میں اس نے اپنی ضرورت کی ہر سبزی کاٹ لی تھی۔

''تو کیا ہوا آپکو کھانا بنانا آتا۔میں بھی سیکھ لوں گی۔''صفا نے منہ پھلایا۔

''بہتر ہے سیکھ لو۔میں ساری زندگی تو نہیں بناؤں گا تمہارے لئے کھانا۔''وہ اب ا ٹاہی چولہے پہ پتھا کر اس میں تیل ڈال رہا تھا۔

''تو کیا ہوا آپ کھانا بنالیں گے۔ میں دوسرے کام کرلیا کروں گی۔ ں۔'' صفا نے بنا سوچے سمجھے مشورہ دیا۔ ابیہم کے ٹاہی میں چمچ تے ہاتھ رکے۔

''کیا مطلب؟ تم یہاں ہمیشہ نہیں رہنے والی۔ یہ بات سمجھ لو۔'' اس نے دن موڑ کر جواب دیا تو صفا خاموش ہوگئی۔ وہ کچھ دیر اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ کیوں وہ اس بات پر اداس ہوگئی تھی؟ اسکو تو خوش ہونا چاہیے تھا۔ کیا وہ واپس نہیں جانا چاہتی؟ کتنے ہی ایسے سوال ابیہم کے دماغ میں اٹھے تھے۔

''میں رائتہ بنادوں؟'' صفا کی آواز نے اسکو ان سوچوں کے بھنور سے نکالا۔

''نہیں میں کرلوں گا۔'' اسکا آدھا کام ہو چکا تھا۔ بس اب گوشت کو دم لگانا رہتا تھا۔

''تو پھر میں سلاد کاٹ دیتی ہوں۔'' صفا نے اگا اٹھا کر اس سے کہا۔ ابیہم نے ایک پل کے لئے رک کر اسکو دیکھا۔ اسکی سرمئی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ پھر ابیہم اتنے میں اس تک پہنچا۔ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ اسکے قریب آیا۔ اسکو کمر سے جکڑا۔ یہ اتنی جلدی ہوا کہ وہ سمجھ نہ پائی۔ اگلے ہی لمحے وہ اسکو کاونٹر پر بٹھا چکا تھا۔ صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔ ابیہم نے اسکے دائیں جانب ہاتھ جمائے۔ وہ وہیں قید ہوگئی۔ وہ اب جھکا۔

'یہاں سے اب ہلنا مت۔'' اسکی آواز ایک سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

''کیا۔!'' صفا کے منہ سے نکلے۔

''مجھے اپنے کام میں ڈسٹربنس پسند نہیں ہے۔ اس لئے اب تم یہاں سے نہیں ہلو گی۔ اٹ از سٹینڈ؟'' اس نے اب کی بار آواز میں کہا تو صفا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''گڈ۔!'' وہ کہتا دوبارہ چولہے کی جانب بڑھا جبکہ صفا ابیہم کی ہی سمت میں گھورے جا رہی تھی۔ یہ ابیہم ہی پل میں کیا ہوا تھا۔ وہ پاسس کر رہی تھی۔ ''یونی میں دن کیسا رہا۔؟'' اسکی آواز دوبارہ گونجی تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔ اور اس جانب دن موڑ کر دیکھا۔ وہ بھگوئے ہوئے چاولوں کو ابلنے کے لئے رکھ رہا تھا۔

''اچھا۔ اچھا نارمل دن۔'' وہ جلدی جلدی بولی۔

''ہمم۔'' وہ دوبارہ سردست بات جمائے اپنا کام کرنے لگا۔ کچھ دیر کے لئے کچن میں دوبارہ سناٹا چھا گیا۔ بس ٹاہیوں سے پانی کے ابلنے کی وجہ سے جو بلبلے بن کر پھٹ رہے تھے ان کی آوازیں آرہی تھیں۔ ''کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔'' کچھ دیر بعد دوبارہ ابیہم کی آواز گونجی۔

''نہیں۔ آپکے اس سٹریل گارڈ نے کچھ سنبھال لیا تھا۔'' صفا نے منہ بنایا۔

''مطلب۔'' ابیہم چونکا کیونکہ قادر نے اسکو کسی خوشگوار واقعے کے متعلق نہیں بتایا تھا۔

''مطلب کچھ زیادہ ہی اوور ری ایکٹ کرتا ہے وہ بندہ۔ ایک لڑکی مجھ سے آکر کیا ٹکرائی سکیورٹی کو بلوالیا۔'' صفا نے گانا کاٹکڑا چبایا۔

''کیا؟ تم سے کوئی لڑکی آکر ٹکرائی؟'' ابیہم کے تاثرات بدلے۔ وہ فورا اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

''ہاں۔ وہ بس ایک ٹین لڑکی تھی۔'' صفا کو اسکا ری ایکشن سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''اسکے ہاتھ میں کچھ تھا کیا؟ اس نے تمہیں کوئی پن چبھوئی کیا؟ کوئی سرنج؟'' وہ پریشانی سے صفا کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

''نن۔ نہیں۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بس آکر ٹکرائی تھی۔'' صفا نے حیرت سے جواب دیا۔

''تم پاگل ہو؟ ایک ان لڑکی آکر تم سے ٹکرائی۔ اور تم نے اسکو سکیورٹی کے حوالے نہیں کرنے دیا۔'' وہ اب کی بار دھاڑا تو صفا لرز کر رہ گئی۔ اسکے ہاتھ سے وہ گانا بھی گر گئی۔

''ابیہم۔ ابیہم۔ کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا۔'' اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ لوگ اتنے حساس کیوں ہو رہے ہیں۔

''آئندہ تم اس لڑکی کے پاس بھی نہیں ٹھہرو گی۔ سمجھ آئی۔؟'' ابیہم نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔

''وہ میری دوست ہے۔'' صفا نے منہ بنایا۔

''واٹ؟ کیا کہا تم نے؟ ایک ہی دن میں ایک ہی ملاقات میں تم نے اسکو دوستی کا درجہ بخش دیا؟ واہ۔ واہ۔ صفا۔ ابیہم۔!'' وہ تالیاں بجانے لگا۔ جبکہ صفا کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔

''ہم لڑکیوں میں تو ایسے ہی دوستی ہوتی ہے۔'' صفا نے کندھے اچکا دیئے۔

''لیکن تم کوئی عام سی لڑکی نہیں ہو۔ سمجھی تم؟ تم صفا ا. اہیم ہو۔! یہ. ت اپنے دماغ میں بٹھالو۔'' ا. اہیم نے انگارہ آنکھیں لئے اسکو وارن کیا۔ صفا یوں ہی اسکا پل پل. لتا روپ دیکھے گئی وہ کچھ دیکھڑا رہا اور پھر پلٹ ۔

'' . ۔ ؟'' صفا نے خود کو کہتے سنا۔

''. . ۔ میں چاہوں گا۔'' جواب فورا آ. تھا۔ اس نے مڑ کر یہ نہیں پوچھا تھا کہ تم کس. رے میں پوچھ رہی ہو۔ کیو وہ اسکے سوال پہچا تھا۔ صفا خاموش ہوگئی۔

ا. لڑکی ا. ۔ بڑی سی چادر خود پ. پٹ گیٹ کے ا. ر داخل ہوئی۔

''کہاں سے آ رہی ہو تم؟'' گارڈ نے تنے ا. ولئے پوچھا۔

''.Marketten geliyorum'' ۔۔''(میں مارکیٹ سے آ رہی ہوں)'' جواب فورا آ. تھا۔

''افف ۔۔ جاوا. ر۔!'' گارڈ کو اسکی. ت سمجھ نہیں آئی تھی ذہرہ نے لاونج میں داخل ہوتے ہی اپنے جوتے ا. ر ے اور چادر ا. ر کر ہینگر پ. ٹ ئی۔ اس نے دوسرے جوتے پہنے اور ا. ر داخل ہوئی۔ وہ مصروف سی کچن میں داخل ہوئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسکا حلق خشک ہوا۔ وہ نہیں جا تھی کہ ا. اہیم واپس آ رہا ہیا. اہیم. ینی کو دم لگا کر پلٹا تو زہرہ سامنے دروازے میں ہی کھڑی تھی۔ وہ. ی طرح ہڑ. ٹائی۔ جبکہ صفا پ سکون سی سلیب پ بیٹھی تھی۔

''Nerelerdeydin?'' (کہاں تھی تم؟)'' وہ تنے ا. ولئے مخاطب ہوا۔

'' وہ. س وہ۔!'' اسکے پ س الفاظ نہیں تھے۔

''کہاں تھی تم ذہرہ۔؟'' ا. اہیم نے ا. ر پھر سے پوچھا۔ وہ دونوں خالص ت ک . ولہجے میں. ت کر رہے تھے صفا کبھی ا. اہیم کا ستا ہوا چہرہ د ت تو کبھی ذہرہ کا جہاں ہوائیاں اڑی ہو تھیں۔

''وہ۔ میری طبیعت ا. اب ہوگئی تھی۔ تو قر فارمیسی سے دوا. گئی تھی۔'' زہرہ نے خشک ہوتے ہو ں پ ز. ن پھیری۔

''دوا کہاں ہے؟'' ا. اہیم نے مشکوک نگاہوں سے پوچھا۔

''مم۔ میں دکھاتی ہوں۔'' زہرہ نے جلدی سے اپنی. سی کی. . . میں ہاتھ ڈالا اور ا. لفافہ نکال کر ا. اہیم کو دکھایا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔!'' اس نے سر ہلاتے ہوئے لفافہ زہرہ کو تھما. ۔ صفا کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''میں جاوں؟'' زرہ نے اجازت چاہی۔

''ہاں۔!'' کہتے ا. اہیم دو. رہ فریج کی جا. . بڑھا۔ زہرہ نے ماتھے پ آ. صاف کیا اور پلٹنے لگی صفا کو اسکی حا ت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں تھی۔ ''رکو۔!'' ا. اہیم نے دہی کا ا. پیکٹ نکالتے اسکو آواز دی تو زہرہ انہیں قدموں پ پلٹی۔

''جی. س۔۔!'' وہ مودب سی کھڑی تھی۔

''کھانے میں اتنی مرچیں کس نے ڈالیں۔ اور کیوں ڈالیں؟'' وہ پیکٹ رکھ کر اسکی جا. . متوجہ ہوا۔

''وہ. س حوریہ میڈم نے کہا تھا۔'' زہرہ نے پ سکون سے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا؟'' ا. اہیم کی آواز میں غیر یقینی اور حیرت یں تھی۔ جبکہ صفا نے بھی حیرت سے ا. اہیم کی جا. . دیکھا۔

''جی وہ انھوں نے کہا تھا کہ پ کستانی مصالحہ استعمال کر. ۔ اس لئے میں نے وہی مصالحہ استعمال کیا۔'' زہرہ نے سر جھکائے جواب دیا۔

''لیکن اتنی مرچیں کیوں ڈالیں تم لوگوں نے؟'' ا. اہیم کا سوال اپنی جگہ قائم تھا۔

''وہ اس لئے کیو صفا کھا. اچھے سے نہیں کھا رہی تھی۔'' اب کی. را. اور آواز گو تھی۔ ا. اہیم نے دیکھا تو حوریہ لاونج سے ہوتی ہوئی کچن کی جا. . چلی آ رہی تھی۔ ''السلام علیکم۔!'' کہتے حوریہ نے کچن کے وسط میں کھڑے ا. اہیم کو گلے لگا۔

''وعلیکم السلام۔روحی قلبی۔!''ا۔ اہیم کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ ۔ تھا۔

''ویلکم ہوم۔!''حوریہ نے الگ ہوتے ہوئے محبت سے چور لہجے میں کہا۔

''تھینکس وائفی۔!''ا۔ اہیم نے اسکے ماتھے پ بوسہ دی۔

''۔۔!!''ا۔ اہیم نے دیکھا کوئی ننھا سا وجود اسکی ٹ نگوں سے پ ٹ ہوا تھا۔اسکے چہرے پ مسکراہٹ پھیل گئی۔ا۔ اہیم نے جھک کر دینا کو گود میں اٹھا ی۔

''میری شہزادی۔''وہ اب دینا کے گال چوم رہا تھا۔

''کیسی ہو صفا؟''حوریہ پلٹی۔صفا یوں ہی سلیب پ بیٹھے ا۔ اہیم کا مکمل سا خا ان دیکھ رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔''وہ بمشکل مسکرائی۔

''۔۔!''ا۔ اہیم نے سامنے دیکھا تو قوت اور مرجان کھڑے تھے۔''السلام علیکم۔۔جان۔!''ان دونوں نے ی ز ن ہو کر کہا۔ا۔ اہیم نے نہال ہو کر ان دونوں اپنا ہاتھ پکڑا ی۔انھوں نے ری ری اپنے پ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔''خوش آمدی۔۔۔!''وہ دونوں ا ی ر پھر سے ی ز ن ہو کر بولے۔کچن میں عجیب بھیڑ سی لگ گئی تھی۔

''شکریہ میرے شہزادو۔۔!''وہ خوشی سے ا دیکھ رہا تھا۔

''معاف کر صفا اَ کھانے میں مرچیں ذی دہ ہو گئیں۔''حوریہ کی آواز گو تو متوجہ ہوئے۔''وہ دراصل تم اچھے سے کھا نہیں کھا رہی تھی۔مجھے لگا شا تمہیں ہمارے یہ پھیکے سے کھانے پسند نہیں آ رہے۔اس لئے میں نے زہرہ کو پ کستانی مصالحہ ڈال کر تمہارے لئے لنچ بنانے کو کہہ دی۔شا اس سے غلطی ہو گئی اور کھانے میں مرچیں ذی دہ ہو گئیں۔''حوریہ کی ت ختم ہوئی تو ا۔ اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''نہیں حوریہ آپی۔!ایسی ت نہیں ہے آپ معافی نہ مانگیں۔یہ یقیناً بس ا غلطی ہی تھی۔''صفا نے حوریہ کا ہاتھ تھاما۔

''آپکا دن کیسا رہا پ یٹی لیڈی؟''مرجان نے فوراً صفا سے آ کر پوچھا۔صفا نے چو کر دیکھا۔پھر وہ چھلا لگا کر کاونٹر سے ا ی۔

''میرا دن اچھا رہا۔۔''اس نے مسکرا کر مرجان کو جواب دی۔

''آجا پ یٹی لیڈی۔!مجھے آپ سے بہت ساری ت کرنی ہیں۔''کہتے مرجان نے صفا کا ہاتھ پکڑا تو اس نے حیرت سے ا۔ اہیم کی جا دیکھا۔

''مرجان۔!اس نے کھا کھا ہے ابھی۔!''ا۔ اہیم نے مرجان کو ٹوکا۔

''۔۔!آپ کھا لگا ہم تھوڑی دی آجا گے۔''مرجان نے آنکھیں مٹکا تو ا۔ اہیم کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔

''میں تم لوگوں کا ورچی نہیں ہوں۔!''ا۔ اہیم نے احتجاج کیا۔

''آج بن جا ۔!''کہتے مرجان صفا کا ہاتھ پکڑے اسکو اپنے ساتھ ٹ ہوئے اپنے کمرے میں لے ۔ پیچھے ہی قوت پ ۔

''زہرہ تم جا کر آرام کرو۔ہم لوگ کھا کھا لیں گے۔''ا۔ اہیم نے سامنے کھڑی زہرہ سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔

''کیا ہوا زہرہ کو؟''حوریہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

''کہہ رہی تھی کہ بخار ہو تھا تو دوا لے کر آئی ہوں۔''ا۔ اہیم نے بے فکری سے جواب دی۔

''۔ میں گھر سے گئی تھی ت تو اچھی بھلی تھی۔''حوریہ نے مشکوک نگاہوں سے دروازے کو گھورا۔

''ہو ہوگا بخار۔!''ا۔ اہیم خجلت سے بولا تو حوریہ اسکے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔

''آئی ایم سوری۔!میرا مقصد صفا کو ہرٹ کر نہیں تھا۔میں نے تو بس اسکے ٹیسٹ کا کھا بنوانے کی کوشش کی تھی۔''وہ اب شرمندہ سی کھڑی تھی۔

''اٹس اوکے میری جان۔!میں جا ہوں۔چلو اسی بہانے تم لوگوں کو آج میرے ہاتھ کی ی کھانے کا موقع مل ۔''اس نے محبت سے جواب دی تو حوریہ ا پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دی رہ گئی۔

''کیا گوری ایسے ہی ہوتے ہیں؟''حوریہ نے مسکراہٹ د ئے اسکو چھیڑا۔

''کیا مطلب؟ کیسے ہوتے ہیں۔'' دینا ابھی تک ابیہم کی گود میں تھی۔

''اپنی بیویوں کو بگاڑنے والے؟'' حوریہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''قیوں کا نہیں معلوم۔ میں تو ایسا ہی ہوں۔'' وہ مسکرادیے۔

''الحمدللہ۔!'' حوریہ نے بے اختیار کیا تو ابیہم مسکرادیے۔

''اسکو سنبھالو۔ میں زرا اپنی دوسری بیوی کو سنبھال لوں۔'' اس نے دینا کو حوریہ کی جانب بڑھایا۔

''کو دوسری بیوی؟'' حوریہ نے دینا کو پکڑتے اچنبھے سے پوچھا۔

''میری جانی۔!'' وہ کہتے ہوئے جانی کا دم دیکھنے لگا۔

''مجھے ڈرا دیا تھا آپ نے۔'' حوریہ نے مصنوعی ناراضگی ظاہر کی۔

''اورا میری واقعی ایک اور بیوی ہوتو؟'' وہ مسکراہٹ دبائے چاول دیکھ رہا تھا جو کہ مکمل طور پھر تیار ہو گئے تھے۔

''تو میں اسکو کھلے دل سے قبول کرلوں گی۔'' حوریہ نے ایک قہقہ لگایا اور کچن سے نکل گئی۔ پیچھے ابیہم گورسی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''آپکا دن کیسا رہا یونی میں؟'' ایک بار پھر سے مرجان نے پوچھا۔ وہ اسکو اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔ صفا کو بیڈ پہ بٹھا کر وہ اب اسکے سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

''میرا دن بہت اچھا گزرا مرجان گورسی۔!'' صفا نے اسکا گال کھینچا۔

''آہ۔اٹ ہرٹس۔!'' اس نے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔

''اوہ۔آئی ایم سوری۔!'' صفا فوراً شرمندہ ہوئی۔

''نٹ دیٹ مچ۔!'' مرجان نے اسکی آنکھوں کی چمک بحال کردی۔

''مرجان تم ٹیسٹ رزلٹ ماما کو دکھا رہے ہو؟'' قوت جو کہ اب اپنا لئے صوفے پہ بیٹھا تھا اس نے کن انکھیوں سے اسکو دیکھا۔

''تم اپنا ٹیسٹ رزلٹ مجھے دے دو گے۔'' مرجان نے صفا کے چہرے پہ نگاہیں جمائے جواب دیا۔

''تم پاگل ہو مرجان۔!'' قوت نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''کیا ہوا؟ ٹیسٹ اچھا نہیں ہوا تمہارا۔؟'' صفا نے پریشانی سے مرجان کی جانب دیکھا۔

''امم۔ہمم۔'' مرجان نے میں سر ہلایا۔

''اوہو۔اب تم کیا کرو گے۔؟ حوریہ آپی ناراض ہوں گی۔'' صفا نے دانت کاٹے۔

''اٹس اوکے۔ میں اپنی غلطی مان لوں گا۔ ماما معاف کردیں گی۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''یعنی تم شرمندہ ہو۔'' صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''یہ کس نے کہا؟'' مرجان نے صفا کی حیرت میں اضافہ کیا۔

''ابھی ابھی تو کہا تم نے کہ تم اپنی غلطی مان لوگے۔'' صفا نے اسکو اسی کی بات یاد دلائی۔

''ہاں تو ہر غلطی تسلیم کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا۔'' مرجان نے کندھے اچکائے۔

''تو پھر۔؟''

''یہ مصالحت ہے۔اس سے معافی اب نہیں ہوا کرتے ایک بیک جنبش سے اپنی غلطی مان جانے سے بات رک جایا کرتی ہے۔'' مرجان نے صفا کی پھیلی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر پرسکون سے لہجے میں جواب دیا۔

''تم اپنی ماما سے ۔ت کرنے کو ۔ کہہ رہے ہو؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں۔ ہاں البتہ اسکوڈ ومیسٹک لڑائی کہہ ۔ تہیں۔ یونو ۔ یٹی لیڈی۔ لڑائی چاہے گھر کی ہو ۔ میدان ۔ کی ۔ لڑائی کے قانون وہی ہوتے ہیں۔'' اس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا تو صفا حیران رہ گئی۔ ''لیکن ۔ لڑائی اپنوں کے ۔ ہوتو ری ٹ ۔ ٹ کرنے سے نقصان نہیں ہوتا ۔ بلکہ ا ۔ ٹ ی ۔ ہونے سے رک جاتی ہے۔ اپنوں سے ۔ جیتی نہیں جاتی ۔ یٹی لیڈی۔! اپنوں کو جیتا جاتا ہے۔'' وہ ۔ سکون سے لہجے میں جواب دے رہا تھا۔

''اور جنگی قیدیوں کے ۔ رے میں کیا رائے ہے تمہاری مرجان۔؟'' صفا کسی ٹ انس کے تحت بولی۔

''یہ شہنشاہ ۔ منحصر ہے کہ وہ اپنی تعلیمات ۔ اپنے غصے کو ترجیح دیتا ہے ۔ اپنی ذاتی ا ۔ اپنی تعلیمات کو اور اپنے ضمیر کو ترجیح دیتا ہے۔'' اس نے کندھے چکائے۔ ''جنگی قیدی کی قسمت کا فیصلہ اسکا شہنشاہ کی کرسکتا ہے ۔ یٹی لیڈی۔!'' وہ کچھ دیر بعد سوچ کر بولا۔

''کیا کبھی ایسا ہوا ہے مرجان؟ کہ جنگی قیدی اپنی قید سے رہائی نہ ۔ چاہے؟ کیا کبھی کسی جنگی قیدی نے اپنی اسیر کو اپنی رہائی ۔ ترجیح دی ہے؟'' وہ بولی تو مرجان اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''ویل۔ ہاں۔! ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جہاں قیدیوں نے اپنے ملک لوٹنے سے انکار کر دیا اور شہنشاہ کی سلطنت میں ہی اپنے گھر آ ۔ د کر لئے۔'' اب کی ۔ ر یقوت بولا تھا۔ ان دونوں نے یقوت کو مڑ کر دیکھا۔ ''کیا ہوا۔؟'' اس نے ان دونوں کی نگاہیں خود پر مرکوز ۔ ''کیا آپ لوگوں نے تاریخ نہیں پڑھی؟ تاریخ بھری پڑی ہے ایسے قصوں سے۔ اور حورم سلطان کو نہیں جانتا آپ لوگ؟'' یقوت نے ان دونوں سے کہا تو وہ دونوں واپس ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔

''یعنی میں انوکھی نہیں ہوں۔'' صفا زیر ۔ ۔ ب ٹائی۔

''کچھ کہا آپ نے ۔ یٹی لیڈی؟'' مرجان نے قریب ہو کر پوچھا۔

''نہیں تو۔'' صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''اگر شہنشاہ کا سلوک آپ کے ساتھ اچھا ہے تو اسکی سلطنت میں گھر بسانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' مرجان کچھ دیر بعد بولا۔

''اور اگر شہنشاہ ہی ظالم ہو۔'' صفا نے نظریں جھکائے سوال کیا۔ مرجان کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔

''تو پھر قیدی اپنی رہائی کا انتظار کرے اور اپنے دیس لوٹ جائے۔'' یقوت نے اپنے ۔ نگاہیں جمائے جواب دیا۔

''اور اگر قیدی کے ہم وطنوں نے ہی اسکو ملک ۔ رکر دیا ہو تو؟ کیا کرے وہ قیدی؟ کہاں جائے؟ کیا وہ ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جائے جنھوں نے اسکو بے مول کر دیا؟ صفا کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔

''تو پھر قیدی اس ظالم شہنشاہ کے دل کو فتح کر لے۔ کیو ۔ ا ۔ پاس نہیں جانا چاہیے جنھوں نے آپکو ٹھکرا دیا ہو ۔ یٹی لیڈی۔!'' مرجان نے صفا کی بھیگی پلکیں دیکھیں۔

''لیکن تم نے کہا تھا کہ اپنوں سے ۔ نہیں جیتی جاتی۔!'' صفا نے مرجان کا چہرہ دیکھا۔

''اپنے ہمیں ملک ۔ رنہیں کرتے ۔ یٹی لیڈی۔!'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جہاں بہت سارے ۔ ت تھے۔ صفا سر جھکا گئی۔ ایک آ ۔ لڑھک کر اسکی گال پر بہہ ۔ ۔ مرجان اپنے ٹ ۔ ں پر بیٹھا اور صفا کو گلے لگا لیا۔ وہ ششدر رہ گئی۔ ''آر یو او کے ۔ یٹی لیڈی۔؟'' وہ اسکے سنہری ۔ ل سہلاتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔؟ ہاں میں ٹھیک ہوں۔!'' صفا نے الگ ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

''آر یو شیور؟'' اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

''ہمم۔'' صفا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''او کے پھر آجا ۔ ہم اپنی ڈومیسٹک وار کا ا ۔ م دیکھیں۔'' مرجان نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور بیڈ سے نیچے اتر ا۔

''مطلب؟'' صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا جو کہ اپنے اسٹڈی ٹیبل کی جانب ۔ ڑھ رہا تھا۔

''یہ۔!''اس نے ا۔ پیپر لہرا۔ وہ اسکا ٹیسٹ رز ٹ تھا۔ صفا بے اختیار مسکرا دی۔

زہرہ اس وقت اپنے بیڈ پ بیٹھی تھی۔ اسکا کمرہ صفا کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔ وہ انگلی دانتوں میں د۔ ئے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی۔ اس نے اپنی . سی کی . . . سے ا۔ چھوٹی سی ڈبی نکالی اور اپنے کمرے سے نکل گئی۔ وہ لاونج میں پہنچی تو مرجان اور صفا لاونج میں ہی آ رہے تھے۔ وہ ان سے ٹکرائی۔

''تمہیں تو بخار ہے زہرہ۔ تم آرام کرو۔'' صفا نے فکرمندہ سے کہا۔ جبکہ زہرہ سر جھکائے اس سے معذرت کر رہی تھی کہ وہ ان دونوں سے ٹکرائی ہے۔

''اٹس اوکے۔'' مرجان نے زہرہ سے کہا تو وہ واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ مرجان نے سامنے لاونج میں دیکھا تو صوفے پ حوریہ اور ا. اہیم بیٹھے تھے۔ ٹی وی آن تھا۔ جبکہ دینا ا سامنے کارپ ٹ پ اپنے کھلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

''ہمم۔'' مرجان نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''کیا ہوا۔'' صفا نے مرجان کی جا. . دیکھا۔

''کچھ نہیں۔ آج ملکہ کے ساتھ ساتھ شہنشاہ سے بھی. ۔ لڑنی ہے۔'' اس نے افسوس سے سر جھٹکا تو صفا اسکی ڈرامے . زی پ گہرا مسکرائی۔

''اٹس اوکے مرجان۔! کچھ نہیں ہوگا۔'' صفا نے اسکے ہاتھ پ د. و. ٹھا۔ یا جو صفا کے ہاتھ میں ہی تھا۔ وہ دونوں کچھ فاصلے پ ہی کھڑے تھے کہ لاونج کا دروازہ کھلا۔ حوریہ اور ا. اہیم کوئی . ت کر رہے تھے کہ اس جا. . متوجہ ہوئے۔ صفا اور مرجان نے بھی چو. کر دیکھا۔

''السلام علیکم۔۔!'' حسن نے وہیں سے سلام کیا۔ حوریہ فورا اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ ا. اہیم وہیں بیٹھا رہا۔

''وعلیکم السلام حسن۔'' حوریہ نے آگے ب. ھ کر اسکو ویلکم کیا۔

''مجھے لگتا ہے تمہارے کھڑوس شوہر کو مجھے دیکھ کر کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی۔'' حسن نے پ س آ کر حوریہ کے کان میں سرگوشی کی۔ یہ منظر دیکھ کر ا. اہیم مزی. ت پ ۔''ریلیکس ا. اہیم گورسی۔! یہ بہن ہے میری۔!'' وہ مسکراہٹ د. ئے اسکو چھیڑتا ہوا آگے ب. ھا۔ جبکہ پیچھے حوریہ دا. ۔ بھینچ کر رہ گئی۔ ''السلام علیکم۔!'' حسن نے سلام کے لئے ہاتھ ب. ھایا۔

''وعلیکم السلام۔!'' ا. اہیم بمشکل اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس سے بغل گیر ہوا۔

''ماحول کافی کشیدہ ہو. ہے پ یٹی لیڈی۔! مجھے لگتا ہے ہمیں اپنی ڈومیسٹک وار پو ٹ پون کرنی پڑے گی۔'' مرجان ب. ڑا. یا تو صفا نے حیرت سے مرجان کو دیکھا جو کہ محظوظ سا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''کیسے ہو میرے دو ت؟'' حسن نے . ت ہوئے ا. اہیم سے پوچھا۔

''میں ہمیشہ ہی ٹھیک ہوتا ہوں۔'' وہ بے زاری سے جواب دے رہا تھا۔

''اتنے سالوں بعد بھی تم ویسے ہی ہو۔'' حسن نے مسکراہٹ د. ئے اسکو چھیڑا۔

''میں ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا۔'' وہ اپنا مو. ئل نکالنے لگا۔

''ہم۔ لگتا ہے آج کچھ سپیشل بنا ہے کھانے میں۔'' حسن نے نتھنے پھلا کر کچن کی جا. . دیکھا تو اسکی نگاہیں وہیں جم گئیں۔ سامنے صفا اور مرجان کھڑے تھے۔

''ارے۔ آپ؟ السلام علیکم۔!'' حسن نے مسکرا کر کھڑے ہو کر صفا کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔!'' صفا نے تھوک نگلا۔

''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟'' ا. اہیم نے صفا کی جا. . دیکھ کر پوچھا تو حسن اور حوریہ اچا. اسکے اس سخت لہجے پ متوجہ ہوئے۔

''وہ. . ہم۔!'' مرجان نے اپنے ہاتھ میں موجود ٹیسٹ رز ٹ دیکھا۔

''مرجان ہم اس . رے میں بعد میں . ت کریں گے تم صفا کو لے کر اپنے روم میں جاؤ۔'' ا. اہیم کی آنکھوں کی سختی قائم تھی۔

''ریلیکس ا. اہیم۔ کیا ہو. ۔؟'' حوریہ ا. اہیم کے ساتھ آ کر بیٹھی۔

''گو۔!'' ا. اہیم ا۔ . رپھر سے ان دونوں کی جا. دیکھ کر دھاڑا تو صفا نے فورا مرجان کا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے وہاں سے چلی گئی۔

''کیا ہو َ۔ ا. اہیم؟'' حوریہ کی آنکھوں میں حیرت اور. راضگی تھی۔

''تم چھوڑ واسکو حوریہ۔! تم جا کر کھا. لگواو۔ بہت بھوک لگی ہے۔'' حسن نے کشیدگی. ٹھتے ہوئے دیکھی تو فورا اپنا پیٹ سامنے کر لیا۔ حوریہ شرمندہ سی مسکرائی اور اٹھ کر کچن کی جا. . ٹھ گئی۔ ا. اہیم دو. رہ مو. ئل پ کچھ ُ پ کرنے لگا۔ ''خیر۔ ت ہے بھائی؟ ایسا بھی کیا چھپا رہے ہو؟'' حسن نے اسکو چھیڑا تو ا. اہیم نے مو. ئل اسکرین سے نگاہیں ہٹائی۔ ا۔ پل کے لئے اس نے حسن کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ان شرارتی آنکھوں کے انگارے حسن کو جھلساتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ فورا اٹھ کھڑا ہوا۔ ''حوریہ سسٹر۔! میں بھی آ رہا ہوں ہیلپ کروانے۔'' وہ ہڑ. ٹی میں کچن میں َ ۔

کھا. صلح صفائی سے کھالیا َ تھا۔ صفا بھی موجود تھی۔ حوریہ نے صبح کی ڈائننگ ٹیبل تبدیل کر لیا تھا۔ اس لئے آج اسکا خا. ان سکون سے بیٹھا تھا۔

''تو آپکا آج کا دن کیسا رہا یونیورسٹی میں؟'' حسن نے بیٹھے بیٹھے صفا سے پوچھا۔ حسن کی نگاہیں ا. اہیم کے چہرے پ مرکوز تھیں۔ جہاں ا۔ . رپھر سے دہشت در آئی تھی۔ حسن کی آنکھیں مسکرا تھیں۔

''جی۔ اچھا رہا دن۔!'' صفا نے بنا گھبرائے ا۔ اٹکے جواب د۔

''ہمم۔ گڈ۔! ا کوئی پ یشانی ہو تو بتایئے گا مجھے۔ میں وہاں . کو جا ہوں۔'' حسن نے مسکرا کر صفا کو پیش ش کی۔

''جی۔ شکریہ۔! ا. اہیم نے میرے لئے ا۔ گارڈ ہا ُ کر دیا ہے۔ قادر بھائی . کچھ سنبھال ت ہیں۔'' اس نے اسی مسکراہٹ کے ساتھ حسن کی پیش ش مسترد کر دی۔ وہ لوگ کھا. کھا چکے تھے۔ بس اب یوں ہی ڈائننگ ٹیبل پ موجود چھوٹی موٹی. تیں کر رہے تھے۔

''. . مجھے کچھ کنفیس کر. ہے۔'' مرجان نے سر جھکائے کہا تو . لوگ اسکی جا. متوجہ ہوئے۔

''ہاں بولو مرجان۔!'' ا. اہیم نے ا. وسکیٹر کر اس سے کہا۔

''وہ میں َ شتہ رات وی یو گیم کھیل رہا تھا۔ تو مجھے وقت کا ا. ازہ نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ سے میں اپنے ٹیسٹ کی تیاری نہ کر سکا اور میرا رز ٹ قابل قبول نہیں ہے۔'' وہ سر جھکائے اقبال. م کر رہا تھا۔

''مرجان۔!'' حوریہ نے اسکو ڈ. ٹنا چاہا ا. اہیم نے ہاتھ کے شارے سے اسکو روک د۔

''اس نے اپنا. م قبول کر لیا ہے حوریہ۔!'' ا. اہیم نے دھیمے لہجے میں کہتا تو صفا نے چو. کر دیکھا۔

''ا. اہیم یہ کوئی. َ نہیں ہے۔ یہاں آپ اپنے یہ بے ڈھنگے قانون نہیں ت۔'' حوریہ نے احتجاج کیا۔

''ماما۔ یہ ا۔ ڈومیسٹک وار ہے۔ اور میں اپنی شکست تسلیم کر کے ری ٹ ۔ ٹ کر رہا ہوں تو آپکو میرے ساتھ حسن سلوک کر. چاہیے. ں؟'' مرجان نے اپنی تھیوری بیان کی تو حوریہ کا منہ کھل َ ۔

''تم چیز کیا ہو مرجان؟'' آج حوریہ خود اپنے پ اڈ ٹ کے فیچرز سمجھنے سے قاصر تھی۔

''میں مرجان گورسی ہوں۔ ا. اہیم گورسی کا بیٹ ۔۔!'' اس نے معصومیت سے اپنا تعارف کروا ا۔ تو صفا نے مسکراہٹ د ئی۔

''بہت ہنسی آ رہی ہے. ں تمہیں؟'' اب کی ب. ار. اہیم نے صفا کی جا. دیکھا تو وہ ٹ ٹائی۔

''نن۔ نہیں وہ تو میں۔'' صفا خاموش ہو گئی۔

''مرجان گورسی۔!'' ا. اہیم نے اسکو مخاطب کیا۔

''جی. . جان۔!'' وہ مودب سا متوجہ ہوا۔

''چو تم نے غلطی کی ہے۔ بلکہ تم نے جان بوجھ کر اپنا ٹیسٹ پس پشت ڈال کر اپنی تفریح کو ت جیح دی ہے۔ اس لئے اَ اب تم اپنا. م قبول کر لو. بھی تمہیں. مانہ بھر. پڑے گا۔'' وہ نیپکن سے ہو. ٹ تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے. مانہ منظور ہے.. جان۔!'' وہ بھی مودب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم اور تمہاری اتحادی۔!'' ا. اہیم نے صفا کی جا. اشارہ کیا۔''تم دونوں آج. تن دھو گے۔'' کہتے ا. اہیم نے اپنی کمر پ. زو. ھے۔

''ا. اہیم۔! وہ بچہ ہے کیسے دھوئے گا۔؟ اور صفا کا اس میں کیا قصور اسکو تو پتہ بھی نہیں۔'' حوریہ نے مصالحت کی کوشش کی۔

''اس نے اسکی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور بچہ ہے تو اوبے کر. سیکھے۔ اَ یہ اپنے فیصلے. سیکھ چکا ہے اور اپنی جیجات چننا سیکھ ہے تو اسکو ذمہ داری نبھا. بھی سیکھنا چاہئے۔'' وہ اٹل لہجے میں بولا تو مرجان سر جھکا ۔

''مجھے. مانہ منظور ہے.. جان۔! پ یٹی لیڈی۔ وہ. تن نہیں دھو گی۔'' مرجان نے درخوا ت کی۔

''کیوں؟ اسکے ہاتھوں میں مہندی لگی ہے؟'' ا. اہیم نے مرجان کی جا. دیکھا۔ اس. ت پ حسن کا قہقہ گو ۔ جو کہ . سے اس سچوئشن کو انجوائے کر رہا تھا۔'' تمہیں بہت ہنسی آ رہی ہے؟ مہمان. تن دھوتے ہوئے اچھے نہیں لگیں گے۔'' ا. اہیم نے ا ٹ ی نگاہ حسن پ بھی ڈالی۔

''اوپس۔ آئی ایم آوٹ۔!'' کہتے حسن ہاتھ کھڑے کر کے فورا کھڑا ہوا۔''مجھے کوئی شوق نہیں. تن دھونے کا۔ اور میں اس. کا حصہ نہیں . والا۔'' وہ فورا لاونج میں جا کر بیٹھ ۔

''.. مجھے سزا دے دیں۔. ٹ پلیز۔ پ یٹی لیڈی نہیں۔!'' مرجان نے دو. رہ درخوا ت کی۔

کچھ د بعد ا. اہیم حسن اور حوریہ لاونج میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ یقوت اپنے کمرے میں جا چکا تھا کچن کا منظر کچھ الگ تھا۔ مرجان سنک پ کھڑا. تن دھو رہا تھا۔ جبکہ صفا ان. تنوں کو دھیان سے ر میں رکھ رہی تھی۔

''ڈش واشر ہے۔ نہیں مرجان کو سزا دینی ہے . نے۔'' وہ. ٹ. ٹا۔

''مرجان۔! میں دھو دیتی ہوں. ں۔'' صفا نے مدد آفر کی۔

''نہیں آپکے ہاتھ. اب ہو جا گے۔'' اس نے مڑے بنا جواب د تو صفا مسکرا کر رہ گئی۔

''یہ کافی کا پ بھی دھو دینا۔'' مرجان نے مڑ کر اپنے ظالم. پ کو دیکھا۔

''آنکھیں نیچے۔!'' ا. اہیم نے اسکی نگاہیں اپنے چہرے پ مرکوز پ تو اسکو گھورا۔

''.. میں نے اقبال. م کر لیا تھا۔'' وہ بیچارگی لئے بولا تو صفا کو اس پ ٹوٹ کر پیار آ ۔ اَ صفا کسی سلطنت کی ملکہ ہوتی تو وہ اپنی ساری سلطنت مرجان پ وار دیتی۔

''تو۔؟ یہ سزا تمہیں د دلائے گی کہ آئندہ اپنی جیجات کو کس طرح چننا ہے۔'' وہ اٹل لہجے میں بولا۔ صفا ا. جار کو کیبنٹ میں ر . کی کوشش کر رہی تھی۔ چو ا. اہیم اور حوریہ دونوں کے قد لمبے تھے اس لئے کیبنٹس ا ہائیٹ کے حساب سے تھے۔ صفا۔ اسکا قد چھوٹ تھا۔ وہ ا ٹھیاں اٹھائے اس جار کو کیبنٹ میں ر . کی کوشش کر رہی تھی۔ صفا کو ا خوشبو نے آ گھیرا۔ ا مدہوش کن مہک جو کسی کو بھی اپنا دیوانہ بنا دے۔ وہ اس خوشبو کو پہچا تھی۔

''لاو۔ میں رکھ دیتا ہوں۔'' اسکے عقب سے آواز آئی تھی۔ انتہائی قر. سے۔ وہ ہل نہ سکی۔ اَ وہ ہلتی تو وہ اپنے عقب میں کھڑے شخص کے . سے ٹکرا جاتی۔ وہ دم سادھے کھڑی تھی۔

**********محبت کی پہلی دستک**********

. ہمیں محبت ہوتی ہے تو ہم یقین سے نہیں کہہ ت کہ ہمیں اس شخص سے . اور کس جگہ محبت ہوئی۔ کیو محبت کا. ت احساس ہوتا ہے ت. ت محبت کی پ ٹ ہمارے دل میں اپنا گھونسلہ بنا چکی ہوتی ہے۔ وہ تو. پھڑ پھڑاتی ہے ت. ہمیں احساس ہوتا ہے کہ دل میں یہ ہلچل کیسی۔؟ ت. ہم اس ہلچل کو محسوس کرتے ہیں ت. ہم پہلی مرتبہ اس ا نے سے . بے سے واقف ہوتے ہیں۔ ت. ت بہت د ہو چکی ہوتی ہے۔ انسیت محبت کا روپ دھار چکی ہوتی ہے۔ لگاو عشق کے سانچے میں ڈھل چکا ہوتا ہے۔ اور ہمارے اختیار میں ان . ت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا۔

اور اس ہلچل کو م د یجا ت ہے محبت کی پہلی دستک کا۔!!!

****

صفااور سجل لاونج میں بیٹھیں تھیں۔اس دن موسم اب ہورہا تھا۔اس لئے سفیان گورسی نے پہلے ہی منال بیگم سے پکوڑوں کی فرمائش کرڈالی تھی۔جبکہ سجل اور صفا کچھ مصروف سی دکھائی دیتی تھیں۔سفیان گورسی گھر میں داخل ہوتو ان ننھی پریوں کو مصروف سا دیکھ کرا پس آ کر بیٹھے۔

''کیا کررہی ہیں میری شہزادیاں؟''انھوں نے مسکرا کران دونوں کو مخاطب کیا۔

''۔۔میرے گڈے کی شادی سجل کی ٹیسے ہورہی ہے۔تو ہم لوگ بس اسی کی تیاری میں مصروف ہیں۔''سجل نے ایک نوٹ ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور اس پ کچھ لکھ رہی تھی۔

''اچھا۔؟واہ بھئی۔تو کون کون آرہا ہے آپ کے گڈے کی شادی میں۔۔''سفیان گورسی محظوظ سے ا تیں انجوائے کرنے لگے۔

''ہم لوگ بس مہمانوں کی لسٹ ہی بنارہے ہیں۔''سجل نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

''اور کون کون شامل ہے اس لسٹ میں؟''سفیان گورسی نے اپنی عینک اٹھا کر لگائی۔اور نوٹ پکڑنے لگے۔

''یہ لیں۔آپ خود دیکھ لیں۔۔''سجل نے اٹھ کرا لسٹ تھمائی۔

''ہمم۔تو ہمارے دونوں خان مدعو ہوں گے۔''انھوں نے پسوچ انداز میں سر ہلایا۔

''جی۔۔بس زاویر بھائی کے علاوہ۔''سجل نے منہ بنائے جواب دیا۔

''ارے۔ایسا کیوں؟''انھوں نے سر اٹھا کر سجل کو دیکھا۔

''بس۔وہ ہم دونوں کو پسند نہیں۔''سجل نے یپ۔زو لپیٹتے رخ پھیرا۔

''ی بات۔!''سفیان گورسی نے اسکو گھورا۔

''۔۔صفا کو بھی پسند نہیں ہیں وہ۔اس لئے ہم انوائیٹ نہیں کررہے۔''سجل نے صفا کی جان دیکھا۔صفا نے اثبات میں سر ہلا کر سجل کی بات کی تائید کی۔

''اچھا بھئی۔تم لوگوں کی شادی ہے۔جس کو چاہے بلاو اور جس کو چاہے نہ بلاو''انھوں نے لسٹ واپس سجل کو تھمائی۔

''اچھا صفا ایبو تو میری جان سے ہوں گے۔تو تمہاری جان سے کون ہوگا۔؟''سجل نے یت ہوئے پوچھا۔

''۔۔!''صفا اداس سا مسکرائی۔

''۔تو ہوں گے دونوں طرف۔ بھائی بھی ہونا چاہیئے ناں۔''سجل نے اداسی سے صفا کی جان دیکھا۔

''تم جا ہوا ہم نے انوائیٹ کر بھی لیا تب بھی زاویر بھائی نہیں آ گے۔''صفا نے سر جھکایا۔

''اچھا۔؟چلو کوئی بات نہیں۔ایسا کریں گے۔ایبو تمہاری جان سے شر ہو جا گے۔پھر وہ رات کے ساتھ ہمارے ساتھ آ جا گے۔''سجل نے کچھ سوچتے ہوئے حل بتایا۔صفا نے کچھ دیر سوچا اور پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

''ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔''وہ بھی پرجوش ہوئی۔

''ماما۔ماما۔!''اچانک سے وہ لاونج میں داخل ہوا۔اسکے ہاتھ میں ایک پیپر تھا۔

''کیا ہوا۔اہیم۔۔؟''سفیان گورسی نے اسکو اس طرح اجلت میں دیکھا تو پوچھا۔

''۔۔۔۔!''وہ پرجوش سا جا کر بیٹھا۔

''کیا ہوا۔اہیم؟''وہ حیران سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''۔۔!''۔اہیم آ کر ان سے گلے لگ گیا۔

''کیا ہوا میرے بیٹے۔آج کس بات کی اتنی خوشی ہے۔''وہ مسکرا دیئے۔انھوں نے اہیم کی پشت پ تھپکی بھی دی۔

''..میری اسکالرشپ!'' کہتے وہ الگ ہوااور اپیپرا تھما۔انھوں نے حیرت سے پیپر پڑھا۔

''کیاہوااا. اہیم۔۔!''منال بیگم کچن سے نکل کرآ ۔

''ماما!''وہ بھاگ کرا پس پہنچااورا گلے گا۔

''میں آج بہت خوش ہوں۔''وہا اپنے ساتھ لگائے پ جوش سابولا۔

''میرے لعل تمہاری خوشیاں ہمیشہ سلامت رہیں۔! بتاوتوسہی کہ آ کو ایسی .ت ہے جس نے میرے .ٹے کواس قدرخوش کردی۔''انھوں نے خوشی اور حیرت کی ملی جلی کیفیت میں پوچھا۔

''ماما!''وہ الگ ہوااور منال بیگم کوشانوں سے تھاما۔''میری اسکالرشپ لگ گئی۔میں اب مصرجاوں گا۔مصرکی ٹپ یونیورسٹی میں میرااڈمیشن ہوگی ماما۔''اس نے پ جوش ہوکر بتایا۔

''ماشاءاللہ خوش رہومیرے لعل۔کامیابیاں یوں ہی ہمیشہ تمہارے قدم چومیں۔''انھوں نے نہال ہوکراپنے .ٹے کے ماتھے پ بوسہ دیا۔

''کیاہوااایبو۔!ہمیں بھی کچھ بتا ۔''ا. اہیم نے مڑکر دیکھاتوسجل کمر پ ہاتھ رکھے تفتیشی افسر کی طرح دیکھ رہی تھی۔

''ہاہا۔میری َ ٹ۔۔!''اس نے جھک کرسجل کوگود میں اٹھایااور پورے لاونج میں اسکوگول گول گھمایا۔حتی کے سجل کا سر چکرانے لگا۔

''بھائی۔بھائی۔!''وہ ئی۔

''ہاہا۔میں آج بہت خوش ہوں۔''کہتے اس نے سجل کے گال پ بوسہ دیا۔

''لیکن بتا توسہی۔''سجل نے منہ پھلائے اپنا گال رَ ا۔

''میرا مصرکی یونیورسٹی میں اڈمشن ہوَ ہے۔''اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''تو۔؟ کیااب آپ مصرچلے جا گے۔''سجل نے روشن سی آنکھوں سے ا. اہیم کی شرمیلی آنکھوں میں دیکھ کرسوال کیا۔

''آف کورس۔۔!اب ا. اہیم گورسی مصرکی ٹپ یونیورسٹی میں پڑھے گا۔''وہ پ جوش تھا۔جبکہ سجل کی آنکھوں کے سارے ستارے بجھ گئے۔وہ خاموش ہوگئی۔ا. اہیم ٹ ۔''کیاہواَ ٹ۔؟''وہ فورامتوجہ ہوا۔

''آپ چلے جا گے۔؟''اس نے منہ پھلائے دو. رہ سوال کیا۔

ا. اہیم چونکا۔وہ اپنی خوشی میں بھول ہی َ تھا کہ اسکواپنے خواب پورے کرنے کے لئے اپنوں سے دور جا پڑے گا۔اسکے ماں. پ اسکی خوشی میں خوش تھے کیو وہ .ڑے تھے۔انھوں نے اپنی محبت پ ا. اہیم کی کامیابی کو تیجیح دی تھی۔ سجل۔!وہ چھوٹی تھی۔اسکوبس خواب دیکھنے آتے تھے۔نہیں معلوم تھا کہ ان خوابوں کو سچ کرنے کے لئے ا ن کواپنوں سے . اہونٹ ہے۔لاونج میں ا پل کے لئے سناٹ چھاَ ۔ ا. اہیم نے َ دن موڑکراپنی گود میں سجل کودیکھا۔سجل کی آنکھوں میں پ نی تیر رہا تھا۔اسکی آنکھیں. سنے کو تیار تھیں۔

''نونونو۔۔''ا. اہیم ہر.ٹا۔''نہیں سجل۔!تم ایسانہیں کرسکتی۔''اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے گورسی ہاوس سجل کی چیخ وپکار سے گونج اٹھا تھا۔سفیان گورسی نے اپنے کانوں میں ا َ یں ٹھونس لیں۔جبکہ منال بیگم بھی شدت . ت سے رودیں۔اورا. اہیم چہرے پ بے چارگی سجائے کھڑا تھا۔سجل اسکے کان کے پ دے پھاڑنے کے درپے تھی۔''پلیز َ ٹ۔میری. ت۔۔''وہ کچھ کہتااس سے پہلے ہی سجل نے ا. اہیم پ مکوں اورگھو ں کی. سات کردی۔''آہ۔لیکن میری. ت توسن لو۔''وہ کراہ رہا تھا۔ وہ ہمت نہیں ہار رہا تھا۔۔اسکی مذاہمت جاری تھی۔''پلیز۔!''وہ سجل کو لئے صوفے پ آ۔''دیکھو َ ٹ۔میری. ت توسنو۔''وہ سما. ت کررہا تھا جبکہ سجل اسکی ا نہیں سن رہی تھی۔۔وہ ہار مان َ ۔اب وہ خاموشی سے بیٹھا تھا جبکہ سجل ا مرتبہ پھر سے گلہ پھاڑ پھاڑ کر رونے میں مصروف تھی۔

''پکوڑے تیار ہیں۔''تھوڑی د بعد منال بیگم ا ٹ میں پکوڑےاور چائے کئے لاونج میں آ ۔پیچھے ہی زلیخا آئی۔ا ٹ اسکے پ س تھی جس میں کچھ اورلوازمات تھے۔صفا سہمی سی خاموش سی بیٹھی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

''مجھے نہیں کھانا کچھ بھی۔!'' سجل نے روتے ہوئے جواب دیا۔

''امی کوئی بات نہیں۔ مجھے دے دیں۔ یہ تو پھر بھی کھاتی رہے گی جبکہ میں شاید اگلے سال ہی آپکے ہاتھ کے پکوڑے کھا سکوں۔'' ابیہم نے ایسا سجل کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مزید پگھل گئی۔ سجل نے ابیہم کی شرٹ سے ناک صاف کی۔

''ایسو۔'' ابیہم نے جان بوجھ کر منہ بنایا۔

''خبردار جو میرے پکوڑوں کو ہاتھ لگایا۔'' وہ اچھل کر نیچے اتری اور ٹیبل کے پاس جا کر کھڑی ہوئی۔

''ہاہاہا۔ سجل گورسی پکوڑوں کی خاطر تو پوری دنیا تیاگ سکتی ہے۔۔ابیہم کیا چیز ہے۔!'' وہ اب ہنس دیا۔ اور اس نے شکر ادا کیا کہ وہ کچھ نارمل ہوئی۔ ابیہم نے اپنے کان پہ ہاتھ رکھا۔ یقیناً وہ سجل کی چیخ و پکار کی وجہ سے اب درد کر رہا تھا۔ جبکہ سفیان گورسی اس سارے ڈرامے سے محظوظ ہوتے رہے۔ یہ ان دونوں بہن بھائیوں کو مسئلہ تھا اس لئے یہاں کوئی بھی انٹرفیئر نہیں کیا کرتا تھا۔ ابیہم نے دفعتاً اپنے جانب بیٹھی صفا کو دیکھا جو کہ خاموشی سے اپنے ہاتھ میں موجود پیپر کو گھور رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا۔؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ کچھ نہیں۔'' صفا ہڑبڑائی۔

''یہ کیا ہے۔؟'' کہتے ابیہم نے وہ کاغذ اچک لیا۔

''یہ۔ وہ دراصل۔!'' صفا کاٹتی اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''چائے۔!'' زلیخا نے ابیہم کے سامنے چائے کا کپ رکھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اب سجل ٹیبل کے پاس کھڑی پکوڑوں پہ ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ ابیہم نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ اور دوبارہ کاغذ کی جانب متوجہ ہوا۔

''بھئی یہ ہمارے دعوتنامے کی لسٹ ہے۔'' سفیان گورسی نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے ابیہم کو بتایا تو اس نے خوشگوار حیرت لئے صفا کو دیکھا۔ ''صفا کی آپی کی شادی سجل کے گڈے سے ہو رہی ہے۔ اس لئے ہمیں بھرپور شرکت کرنی ہے۔'' وہ مسکرا کر بتا رہے تھے۔

''ارے واہ۔! مینیو کیا ہوگا۔'' اب ابیہم بھی سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''جو آپکو پسند ہو۔'' صفا منمنائی۔

''پھر بھی۔ مجھے پتہ تو چلے کہ کیا پکاؤ گی تم لوگ۔ دیکھو میں تو بس کھانے کے لئے شرکت کروں گا اگر مجھے کھانا پسند نہ آیا میں نے مولوی کو اٹھوا دینا۔ پھر کرواتی رہنا اپنی آپی کی شادی۔!'' ابیہم نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے صفا کو چھیڑا۔

''نن۔ نہیں آپ جو کہیں گے وہیں پکے گا۔'' صفا نے سر جھکائے جواب دیا۔

''واہ۔ تو پھر ایسا کرو۔ امم۔۔'' ابیہم آنکھیں سکیڑے مینیو گنوانے لگا۔

''بریانی جانا ہے۔'' سفیان گورسی نے پوچھا تو وہ سنجیدہ ہوا۔

''۔۔! کلاسز سٹارٹ ہیں۔ اس لئے بس اگلے دو دن تک نکل جاؤں گا۔'' اس نے اب کی بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ جبکہ صفا نے آہ بھرا کرا۔ ابیہم کے ہاتھ سے اپنا پیپر اچک لیا۔ اور جا کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔ ابیہم نے کن انکھیوں سے دیکھا اور مسکرا دیا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔ لیکن خیال رکھنا۔ وہاں ماں نہیں ہوگی۔'' منال بیگم نے کہا تو ابیہم نے ایک پل کے لئے اپنی ماں کو دیکھا۔

''ماں کی دعا تو ہوں گی۔؟'' اس نے مسکرا کر اپنی ماں کا پرنور سا چہرہ دیکھا۔

''ماں صدقے جائے۔'' انھوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنے بیٹے کی بلائیں لیں۔

یہ دو دن ابیہم کے لئے مصروف رہے تھے۔ تیاری اور پیکنگ میں کافی وقت نکل گیا۔ صفا اور سجل نے اپنی آپی اور گڈے کی شادی پوسٹپون کر دی۔ آج وہ تیار ہو کر نیچے لاونج میں آیا۔ اسکے ہاتھ میں اسکا سوٹ کیس تھا۔

''سلامت رہو۔آ. درہو۔'' منال بیگم نے آ وں سے ّ چہرہ لئے اسکی بلا لیں۔

''ماں۔! کیوں رو رہی ہیں۔ان شاءاللہ ا یہ دن کامیاب ہوکر واپس لوٹوں گا۔'' اس نے اپنی ماں کا ماتھ چوما۔

''ماں ہوں ۔ا یہ پل کی . ائی بھی. داش نہیں ہوتی ماں ہے۔'' انھوں نے ا. اہیم کے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے۔

''سجل۔!'' صفا اسکے ساتھ ہی کھڑی تھی۔اپنی ٹ یکو ن سے لگائے۔

''ہاں صفا۔!'' سجل نے ک صاف کرتے پوچھا وہ دونوں ا یکونے میں کھڑیں تھیں۔سجل اب خاموش آ بہار ہی تھی۔

''سجل۔!ا. اہیم . واپس آ گے۔'' صفا نے ٹ یکو اپنے ن میں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

''شاء ا یہ سال بعد۔!'' سجل نے آ صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔تو صفا سر جھکا گئی۔

''کیا ہوا صفا۔؟'' سجل نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''کچھ نہیں۔کیا ہم ا. اہیم کے آنے کے بعد ہماری ٹ یکی شادی کریں گے۔'' اس نے ب. ڈی. ڈی سرمئی آنکھوں سے سجل کی جا . دیکھا۔

''ہاں۔ہم ابو کے واپس آنے کے بعد ہی شادی کریں گے۔'' سجل نے صفا کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''میری ٹ یبوڑھی تو نہیں ہوجائے گی ن۔۔؟'' صفا نے سر اٹھا کر سجل سے سوال کیا۔اسکا سوال لاونج میں ایسے گو تھا کہ وہاں موجود ہر شخص ا یہ پل کے لئے چو کر رہ ی۔اور پھر ا یہ زاردار قہقہ گو تھا۔وہ . روتے ہوئے چہرے اب ہنس رہے تھے۔صفا نے غیر یقینی سے . کو دیکھا۔ا. اہیم نے سر جھٹکا اور چلتا ہوا ان دونوں کے پ س آ یا۔اس نے ان دونوں کو د یدیکھا اور اپنی ہنسی کنٹرول کی۔پھر وہ زمین پ بیٹھا۔اس نے صفا کا ہاتھ تھاما۔صفا حیران سی اسکے چہرے کو دیکھے گئی۔

''تم فکر نہ کرو۔میں تمہاری ٹ یکے بوڑھے ہونے سے پہلے لوٹ آوں گا۔اور پھر ہم یہ شادی دھوم دھام سے کریں گے۔۔'' اس نے مسکراہٹ د ئے اس معصوم سی شہزادی کو حوصلہ دیا۔صفا نے ا دن موڑ کر ساتھ کھڑی سجل کو دیکھا۔

''ہاں صفا۔ہم تمہاری ٹ یکو بوڑھا نہیں ہونے دیں گے۔'' وہ بھی مسکرائی۔صفا ا یہ . رپھر سے سر جھکا گئی۔

''ا تم اس طرح شرماتی رہو گی تو کون آئے گا تمہای ٹ یکو بیاہنے؟'' اب کی . رمنال بیگم ا پس آ ۔انھوں نے پیار سے صفا کے سر پ ہاتھ پھیرا۔ا. اہیم اٹھ کھڑا ہوا۔

''ماما ان دونوں کا خیال ر یگا۔'' اس نے رسان سے کہا تو منال بیگم نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔پھر اس نے جھک کر ا یہ . رپھر سے سجل کو اٹھا یا۔رو رو کر سجل کی ک سرخ ہو رہی تھی۔''اچھا اب ئے تو بول دو اپنے ابو کو۔'' اس نے بے چارگی لئے کہا تو سجل نے رخ پھیرا۔''ایسے ن راض ہو کر بھیجو گی۔؟''ا. اہیم کا دل ڈو تھا۔سجل نے فورا اپنے بھائی کا چہرہ دیکھا۔ا. اہیم اپنے آ ضبط کئے کھڑا تھا۔اسکے حلق میں درد سا اٹھا۔کیا وہ اپنی ٹ یکے بنا رہ لے گا۔؟ یہی سوال تھا جو کسی ہتھوڑے کی طرح مسلسل اسکے دماغ پ . س رہا تھا۔

''آپ جلدی آیئے گا ابو۔۔!!'' کہتے سجل ا. اہیم کے گلے لگ کر ا یہ . رپھر سے رو دی۔

''میں جلدی آوں گا میری ٹ یے۔'' وہ اسکے ب ل سہلا ہوا بولا۔ا. اہیم کا لہجہ بکھر سا یہ تھا۔وہ ہر کسی کو الوداع بول سکتا تھا۔۔ سجل کو نہیں۔

''چلو ا. اہیم د یہو رہی ہے۔!'' سفیان گورسی اسکا بیگ تھامے کھڑے تھے۔

''۔۔میں لے چلتا ہوں۔'' اس نے سوٹ کیس اپنے ہاتھ میں اٹھا یا۔وہ ا یہ . رپھر سے پنے ب پ سے بغل گیر ہوا۔ا. اہیم کی گاڑی اب دور جا رہی تھی۔جبکہ سجل، منال بیگم اور صفا وہ گیٹ پ کھڑی تھیں۔سفیان گورسی اسکے ساتھ ائیر پورٹ پ گئے تھے۔

صفا اپنی ٹ یکو اپنے ن میں بھینچے خالی خالی وں سے اس خالی سے روڈ کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی ابھی ا. اہیم گورسی کی گاڑی ن ری تھی۔اسکی مہک ابھی وہاں رچی بسی تھی۔صفا نے آنکھیں بند کر کے ا یہ گہری سانس لی۔وہ اس خوشبو کی عادی تھی۔اسکو وہ خوشبو پسند تھی۔وہ نہیں جا تھی کہ دو . رہ . وہ اس خوشبو کو سو سکے گی۔ اس لئے وہ ا یہ ہی سانس میں اس ساری خوشبو کو اپنے ا. را. ر. ن چاہتی تھی۔

****

''کچھ اور رکھنا ہے کیبنیٹ میں۔؟'' صفا کو اپنے عقب سے آواز آئی تو وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے ہر نکلی۔

''ہاں۔۔!جی؟'' وہ چو ۔

''کچھ اور رکھنا ہے کیبنٹ میں؟''ا. اہیم نے اپنا سوال دہرا۔وہ اب اسکے پیچھے اپنی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

''نن۔نہیں بس۔!'' کہتے صفا احتیاط سے پلٹی۔وہ کچھ فاصلے پ کھڑا تھا۔

''۔۔!سارے. تن دھل گئے ہیں۔۔''مرجان نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے ہاتھ تولئے سے خشک کئے۔

''ہمم۔گڈ۔!''ا. اہیم نے سر ہلا۔

''ویسے۔۔!آپ نے پ یٹی لیڈی کو جائ سزا دی ہے۔وہ اس معاملے میں شر نہیں تھیں۔ا تو میرے ٹیسٹ کے. رے میں علم بھی نہیں تھا''مرجان ا. اہیم کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔ا. اہیم خالی خالی آنکھوں سے مرجان کو دیکھتا رہَ ۔اس نے صفا کو سزا کیوں دی؟ صرف اس لئے کہ وہ مرجان کی. ت پ مسکرائی تھی۔وہ اتنی سی. ت پ کیوں پ ۔ تھا۔؟ کسی اور. ت کا غصہ تھا۔''۔۔آر یو گلٹی؟''مرجان کے پکارنے پ وہ سوچوں سے نکلا۔

''نو۔!''ا. اہیم نے سخت لہجے میں جواب دی۔

''. ٹ یوشڈ بی۔!''مرجان نے ی. پ. زو پ ٹ۔

''تم میرے. پ نہ بنو۔!''ا. اہیم نے اسکو گھورا۔

''آپ نے غلط کیا ہے۔کیا سہی اور غلط بتانے والا صرف. پ ہوتا ہے؟ کیا چھوٹے آپکی غلطی کی ہی نہیں کر ۔؟''مرجان پ سکون سے لہجے میں کہہَ ۔ جبکہ ا. اہیم کے ا. وتن گئے۔

''مرجان۔چلو۔! وہ تم نے مجھے اپنی سٹوری بکس دکھانی تھیں ن۔؟''صفا نے ا. اہیم کے ت ات تبدیل ہوتے دیکھے تو فورا مرجان کے پس پہنچی۔''لیکن۔!'' مرجان کچھ کہنے لگا کہ صفا نے اسکا ہاتھ پکڑا۔''چلو مرجان۔!میں نے بھی تمہیں اپنی نئی دو ۔ کے. رے میں بتا تھا''صفا نے مسکرا کر مرجان کو دیکھا۔

''کیا وہ بھی آپکی طرح پ یٹی ہیں؟''مرجان نے فورا پوچھا۔صفا نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ ا. اہیم کو دیکھا۔وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔

''ہہ۔ہاں۔وہ بھی پ یٹی ہیں۔آجاو اب۔'' کہتے صفا نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو وہاں سے لے گئی۔جبکہ ا. اہیم وہیں کھڑا رہَ ۔

رات گہری ہونے لگی۔حسن. کا جا چکا تھا۔حوریہ دینا کو سلا نے اپنے کمرے میں چلی گئی۔صفا کافی دی ۔ مرجان کے ساتھ. تیں کرتی رہی۔اس نے اسکو عینا کے. رے میں بتا۔اور مرجان نے اپنی ساری اسٹوری بکس اسکو دکھا ۔پھر وہ اپنا ہوم ورک کرنے کے بعد اپنی وڈیو گیم لے کر بیٹھَ ۔جبکہ یقوت ا. کتاب اٹھائے بیٹھا تھا وہ اپنے کمرے میں آئی۔خالی کمرہ۔پھر سے وہی تنہائی۔وہی یدیں۔اور وہی کرب وہ بے جان سی ہو کر بیڈ پ ڈھے گئی۔

وہ کچھ دیر یوں ہی لیٹی رہی۔لیکن پھر ا. ننھا سا قطرہ اسکی. آ سے بہہَ ۔اور پھر ا. سیلاب تھا۔۔جس کے تھمنے کی کوئی امید نہ تھی۔

''شا۔!آپکی کافی۔!''وہ اپنی اسٹڈی میں اپنی لیپ ٹ پ سکرین پ نگاہیں جمائے بیٹھا تھا. زم اسکی کافی لے کر آ۔

''ہمم۔رکھ دو۔''اس نے لیپ ٹ پ سے نگاہیں ہٹائے بنا ہی حکم دی تو وہ کافی رکھ کر وہاں سے ۔

وہ کچھ دیر لیپ ٹ پ اسکرین کو گھورتا رہا۔پھر وہ اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا ۔اس نے کافی کا پ اٹھایا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔نگاہیں ا. پل کے لئے بھی سکرین سے نہیں ہٹیں تھیں۔

تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا د میں رکھا کیا ہے

وہ زیر لب کچھ اشعار دہرا رہا تھا کہ اچانک سیدھا ہوا۔اس نے کافی کا کپ ٹیبل پر رکھا اور دوبارہ لیپ ٹاپ سکرین کو گھورنے لگا۔

صفا کے کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ اچانک سیدھی ہو کر بیٹھی۔اس نے جلدی سے چہرہ رگڑا۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔؟؟''وہ دروازے میں کھڑا اجازت مانگ رہا تھا۔وہ جو اسکی مرضی کے بنا اسکی زندگی میں آ چکا تھا۔وہ آج اسکے کمرے میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔جس نے اسکی زندگی کی کتاب الٹ پلٹ کر کے رکھ دی تھی وہ کھڑا اجازت مانگ رہا تھا۔صفا زخمی سا مسکرائی۔

''آجاؤ۔!''وہ ایک بار پھر سے سیدھی ہو کر بیٹھی۔وہ آ کر سامنے کھڑا ہوا۔صفا سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''مرجان سے دور رہو۔!''اسکے الفاظ گونجے تو صفا نے سر اٹھا کر بے یقینی سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

''جی۔!''اس نے دوبارہ پوچھا۔

''میں نے کہا اس سے دور رہو''وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے پرسکون سا کھڑا تھا۔

''لیکن کیوں۔؟''صفا کی آنکھوں میں حیرت اور صدمہ تھا۔

''بس۔اس سے دور رہو۔وہ میرا پیٹ ہے۔میں نہیں چاہتا وہ تم سے ذرہ اٹیچ ہو''وہ سپاٹ چہرہ لئے کہہ رہا تھا جبکہ صفا کے دل کے جانے کتنے ٹکڑے ہوئے تھے۔

''وہ بچہ ہے۔!''صفا نے بکھری سی آواز میں احتجاج کیا۔

''اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ بچہ ہے۔وہ کچھ نہیں جانتا۔اور میں اسکی فطرت سے واقف ہوں۔وہ کسی سے اس طرح اٹیچ نہیں ہوتا جس طرح تم سے ہو رہا ہے۔اور مجھے ڈر ہے۔''

''کس بات کا ڈر ہے آپکو''صفا اب ٹھٹھک کھڑی ہوئی۔

''یہی کہ وہ جس چیز سے اٹیچ ہوتا ہے پھر اسکو خود سے دور نہیں ہونے دیتا۔وہ پوزیسو ہے''۔اہیم نے صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

''تو پھر۔؟اس میں کیا پریشانی ہے۔''صفا کے آنسو جاری ہو گئے۔اس شخص نے اس سے کچھ تو چھین لیا تھا۔اب اسی کی سلطنت میں کوئی ایسا تھا جو صفا کو عزیز ہو گیا تھا وہ شخص اس کو بھی اس سے چھین رہا تھا۔

''میں نے کہا وہ پوزیسو ہے۔سمجھ نہیں آ رہی میری بات؟''اہیم کی آواز بلند ہوئی۔

''میں مرجان سے دستبردار نہیں ہو سکتی اہیم۔!''صفا نے آنسوؤں سے تر چہرہ لئے اٹل لہجے میں کہا تو وہ ایک پل کے لئے ششدر رہ گیا۔اتنی ہمت۔؟اتنی ہمت اور کہاں سے آئی اس میں۔؟''آپ نے کچھ تو چھین لیا ہے۔اب مرجان نہیں۔!''صفا کی آواز دوبارہ بھیگ گئی۔

''وہ حساس ہے۔''اہیم نے نگاہیں پھیر لیں۔

''میں بھی تھی۔!''صفا نے اسکے چہرے پر نظریں جمائے جواب دیا تو اہیم فوراً اسکی جانب دیکھا۔

''تم کرنا کیا چاہتی ہو؟ کیا تم میری فیملی کو مجھ سے چھیننا چاہتی ہو؟''اہیم غرایا۔صفا کی آنکھیں حیرت اور غیر یقینی سے پھیل گئیں۔

''آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں۔؟''اس نے بکھری سی آواز میں پوچھا۔

''وہ تم سے مانوس ہو گیا تو اس کے لئے تم سے دور رہنا مشکل ہو جائے گا صفا۔!!سمجھتی کیوں نہیں۔؟''اہیم نے اب کی بار تھکے سے لہجے میں کہا۔

''تو کیوں رہے گا وہ دور؟''صفا کہہ گئی جبکہ اہیم منجمند ہو گیا۔

''تو کیا تم واپس نہیں جانا چاہتی؟''اس نے آخر کار پوچھ ہی لیا۔کیسا سوال تھا جسکا جواب نہ تو صفا قریشی کے پاس تھا اور نہ ہی صفا اہیم کے پاس۔وہ خاموش ہو گئی۔اس نے نگاہیں پھیر لیں۔''کیا مطلب ہے اسکا صفا۔۔؟''اہیم نے اچنبھے سے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔!''اس نے رخ پھیرے جواب دیا۔

''کیا تم واپس نہیں جا چاہتی۔؟ ادھر میری طرف دیکھو۔!'' کہتے اس نے صفا کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنی جا گھما۔

''میں نے ابھی اسکا فیصلہ نہیں کیا۔'' صفا نے اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا۔

''اور کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں اس فیصلے کا اختیار دینے والا ہوں۔؟'' اس نے جبڑے بھینچ کر جتا۔

''وقت بتا دے گا۔'' صفا ہنوز نگاہیں جھکائے جواب دے رہی تھی۔

''اور میں اس وقت بھی تمہیں اختیار نہیں دوں گا صفا اب۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ وہ ٹ ۔صفا نے سر اٹھا کر اسکی جا دیکھا۔ وہ صفا کے عقب میں دیکھ رہا تھا۔

''ہمم۔ انٹرسٹنگ۔!!'' اس نے کافی کا پ دو رہ لبوں سے لگا۔ سامنے پ ٹ پ اسکرین میں دو لوگ کھڑے آ رہے تھے۔ اس اسکرین میں کھڑا آدمی اب اسی جا آ رہا تھا۔ لیپ ٹ پ کے اس پر بیٹھے آدمی کو لگا کہ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا ہے۔ وہ آگے ٹھتا ہوا آ۔ شا اچا سیدھا ہوا۔ اس نے کافی کا پ ٹیبل پ رکھا۔ اور جلدی سے لیپ ٹ پ پ کچھ ٹ پ کرنے لگا۔

تھوڑی د بعد اس نے سکون کی سانس خارج کی ور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا ۔اب سکرین خالی تھی۔

ا اہیم صفا کی ڈریسنگ ٹیبل کی جا ٹھا۔ وہاں ا گلدان پ ا تھا۔ صفا الجھی سی اسکی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ لمحوں بعد وہ پلٹا۔

''کیا ہوا۔'' صفا نے فورا پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ ا کاکروچ تھا۔'' کہتے ا اہیم نے ہاتھ آگے ٹھایا اس میں واقعی ا کاکروچ تھا۔

''کیا۔؟'' صفا کی ا چیخ بلند ہوئی۔ ا اہیم نے ا واچکائے اور چہرے پ گواری سجائی۔

''بس ا کاکروچ ہے۔ اور تم ایسے ری ا کر رہی ہو جیسے کوئی اژدہا دیکھ لیا ہوا۔'' اس نے ا ہاتھ کان پ رکھے بمشکل کہا۔ جبکہ اب صفا بیڈ پ کھڑی اچھل رہی تھی۔

''کیا ہوا پ یٹی لیڈی۔!'' فورا کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے مرجان ا وا لئے کھڑا تھا۔ ا اہیم نے افسوس سے ان دونوں کو دیکھا۔ ''کیا ہوا۔؟ آپ ٹھیک ہیں؟'' مرجان فورا صفا کی جا آ۔

''وہ۔ وہ۔!'' صفا نے ا اہیم کی جا اشارہ کیا تو مرجان نے اچنبھے سے اپنے پ کی جا دیکھا۔ ا اہیم کاکروچ کو اسکی ر سی ٹ سے پکڑے ہوا میں ٹ ئے کھڑا تھا۔

''آہ۔!'' اب صفا اور مرجان دونوں بیڈ پ کھڑے تھے۔ صفا نے حیرت سے مرجان کو دیکھا جو کہ کچھ د پہلے ا سپر ہیرو کی طرح وا لئے کھڑا تھا اب اسی کے ساتھ بیڈ پ کھڑا اچھل رہا تھا۔

''مرجان۔!'' صفا نے غیر یقینی سے اسکو پکارا۔

''آئی ایم سوری پ یٹی لیڈی۔! میں کسی Assasin سے تو آپکو بچا سکتا ہوں اس سے نہیں۔'' اس نے آنکھوں پ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھے کہا تو ا اہیم بے اختیار ہنس د۔ صفا اور اسکے سپر ہیرو دونوں کو اب کسی تیسرے ہیرو کی ضرورت تھی وہ وہاں کھڑا ہنستا رہا۔ جبکہ وہ دونوں ا دوسرے کو پکڑے کھڑے تھے۔

''کیا ہوا ہے۔؟ کیسا شور ہے یہ۔؟'' اب حوریہ اور ی قوت بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

''.. مجھے دکھا ۔!'' ی قوت فورا آگے ٹھا اور ا اہیم کے ہاتھ سے اس کاکروچ کو پکڑنے لگا۔

''ی قوت۔!'' حوریہ ئی۔

''ریلیکس ماما۔ یہ کاٹتے نہیں ہیں۔!'' ی قوت نے مڑ کر پ سکون سے لہجے میں جواب د۔

''ی قوت۔ اس سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔'' حوریہ نے افسوس سے اس پ ٹ کو دیکھا۔

''اوکے اوکے۔ میں اسکو ہر پھینکنے جا رہا ہوں۔'' ا اہیم فورا اس کیڑے کو لے کر ہر نکل ۔

''ا. اہیم۔ہاتھ اچھے سے دھو لیجیے گا۔'' پیچھے سے حوریہ نے اسکو یاد دلایا۔

''فکر نہ کرواَ اسکے. اشیم لگ بھی گئے تو ہمارے گھر میں مزید کا کروچ پیدا نہیں ہوں گے۔'' وہ مسکراہٹ دبائے آگے بڑھ گئی۔

''ماما۔مزید کا مطلب؟'' مرجان فوراً متوجہ ہوا۔جبکہ اب صفا نے بھی اپنی سانس بحال کی۔

''مزید کا مطلب ہے وہ تم لوگوں کو کاکروچ کہہ گئے ہیں۔'' حوریہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئی۔

****

یہ بیگم سیڑھیاں چڑھ کر صفا کے کمرے میں آئی۔کمرے کا دروازہ کھولا تو وہاں تاریکی تھی۔آنکھیں ابل پڑیں۔پھر سے نم ہو گئیں تھیں۔انھوں نے کمرے کی لائٹس آن کیں اور آ کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔انھوں نے سائڈ ٹیبل سے صفا کی ایک تصویر اٹھائی۔وہ اسکی بچپن کی تصویر تھی جس میں وہ قریباً سات سال کی تھی۔لان میں کھڑی صفا اور اسکے ہاتھ میں ایک پھولوں والی ٹوکری۔ یہ بیگم اس فوٹو فریم پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ اس فریم پر گر رہے تھے۔اپنی لختِ جگر۔وہ کتنی دور جا چکی تھی۔اور کس طرح گئی تھی۔یہ سوچ کر ہی انکا دل ڈوبنے لگتا تھا۔وہ بس یعقوب کی طرح اپنی لختِ جگر کا انتظار کر رہی تھیں کہ ایک دن وہ آئے گی اور اپنی ماں کے سینے سے لگ کر اس دلِ بے تاب کو ٹھنڈک بخش دے گی۔

''بی بی۔۔!'' انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو زمہ کھڑی تھی۔

''ہاں سعدیہ۔!'' انھوں نے چہرہ رگڑتے ہوئے اسکی پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔''کوئی کام تھا۔؟'' انھوں نے دفعتاً سر اٹھا کر سعدیہ کو دیکھا۔

''بی بی۔۔ سے صفا گئی ہے۔یہ کمرہ ویسے ہی پڑا ہے۔اگر کہیں تو میں اسکی صفائی کر دوں۔؟'' اس نے نم آنکھوں سے سوال کیا۔

''نہیں سعدیہ۔!ہرگز نہیں۔'' انھوں نے اٹل لہجے میں جواب دیا۔

''لیکن بی بی۔ہر چیز پر دھول جم رہی ہے۔اس طرح تو کمرہ دھول مٹی سے اٹ جائے گا۔'' سعدیہ نے فکرمندی سے کمرے کی حالت دیکھی۔

''نہیں سعدیہ۔!اس کمرے سے میری صفا کی خوشبو آتی ہے۔میں۔میں کیسے اسکی خوشبو کو یہاں سے مٹا دوں۔؟'' انھوں نے ہیجانی کیفیت میں سر ہلایا۔

''بی بی۔!اگر چھوٹے شاہ۔ا. اہیم کو مل گئے تو کیا۔۔''

''سعدیہ۔!میری بچی ایک جنگی قیدی ہے۔اب جنگ ختم بھی ہو جائے۔وہ واپس لوٹ بھی آئے تب بھی میرے اور میری بیٹی کے زخم نہیں بھر سکیں گے۔'' انھوں نے صفا کی تصویر کو سینے سے لگایا۔

''لیکن کیا پھر وہ اسکو واپس بھیج دے گا۔؟'' سعدیہ نے ایک آس سے پوچھا کیونکہ وہ دن رات یہ بیگم تو تڑپتا ہوا دیکھ رہی تھی۔اس سے اب دیکھی نہیں جاتی تھی۔

''اللہ کرے۔کہ ایسا ہی ہو۔میری بچی میرے پاس لوٹ آئے۔'' وہ اب صفا کی تصویر کو سینے میں بھینچے پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''لیکن اگر صفا نے ا. اہیم سے طلاق لینے سے انکار۔''

''تم پاگل ہو۔؟'' انھوں نے سعدیہ کو ٹوکا۔

''نہیں۔وہ میرا مطلب تھا۔'' سعدیہ نے کاٹے۔

''وہ کیسے اس رشتے میں رہ سکتی ہے۔؟ کیا تم بھول گئی کیسے کاں پر سے گھسیٹ کر لے کر گیا ہے وہ اسکو۔؟ کیسے اس شخص نے اسکی روح کو چھلنی کر دیا ہے۔'' آنکھوں میں نفرت اور غصہ واضح تھا۔

سعدیہ نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر صفا کے ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ بنی ایک چھوٹی سی الماری کو دیکھا۔جس کا ڈور شیشے کا تھا اس میں کچھ کاسمیٹکس کا سامان تھا جو اس نے کبھی شاذ و نادر ہی استعمال کیا تھا۔اسکے علاوہ کچھ جیولری. کس اور ایک ریڈ میں ایک پیٹی تھی۔وہ پیٹی دلہن بنی ہوئی تھی۔۔وہ پیٹی انتظار کرتی رہ گئی تھی وہ بوڑھی ہو گئی تھی۔اس نے دس سال تک اپنے گڈے کا انتظار کیا تھا۔کسی نے مڑ کر اسکو دیکھا تک نہ۔ اپنی زندگی میں ایسے مگن ہو گئے کہ اس پیٹی کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔

''میں۔آپکے لئے چائے بنا کرلاتی ہوں۔'' سعدیہ نے اپنی آنکھوں کے کنارے صاف کئے اور کمرے سے نکل آئی۔اس نے آکر چولہے پہ چائے کی پتیلی چڑھائی۔

****

''سعدیہ۔!سعدیہ۔۔!'' ننھے سے الفاظ اسکی سماعتوں سے ٹکرائے تو منظر بدلنے لگا۔

''جی صفابی بی۔!'' وہ لان میں زمین پہ بیٹھی تھی.....جبکہ صفا گیٹ میں سے داخل ہوئی۔

''سعدیہ۔!'' صفا آکر اس سے لپٹ گئی۔

''کیا ہوا صفا۔!'' اس نے پیار سے صفا کے سنہری بال سہلائے۔

''سعدیہ۔میری آپی۔!'' سعدیہ نے محسوس کیا کہ صفا کی آواز بھیگی ہوئی ہے۔

''صفا۔! کیا ہوا۔؟'' سعدیہ نے اسکو شانوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔اسکی سرمئی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔

''وہ۔میری آپی کی شادی کینسل ہوگئی سعدیہ۔!'' کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کہ رونے لگی۔

''لیکن کیوں۔؟'' اس نے صفا کے آنسو صاف کئے۔

''وہ ابا۔ ابیم کی وجہ سے۔'' صفا نے منہ پھلایا۔

''وہ کیوں۔'' سعدیہ کو سمجھ نہ آئی۔

''وہ ابا۔ ابیم پڑھنے جارہا ہے۔اس لئے سجل کہتی ہے کہ وہ واپس آئے گا تو ہم یہ شادی کریں گے۔'' صفا نے اپنی آپی کے بال سہلاتے ہوئے معصومیت سے کہا تو سعدیہ کو اس پہ ٹوٹ کر پیار آیا۔

''تو کوئی بات نہیں۔۔ وہ واپس آئے گا تو شادی کرینا یہ شادی۔'' اس نے کہتے صفا کو اپنے ساتھ زمین پہ بٹھالیا۔

''لیکن۔مجھے پتہ ہے۔وہ لوگ بھول جائیں گے۔'' وہ سر جھکائے اپنے پھولے ہوئے گال مزید پھلائے کہہ رہی تھی۔

''ایسے کیسے بھول جائیں گے بھئی۔؟ آخر کار رشتہ طے ہوا ہے۔'' سعدیہ نے اسکو اپنے ساتھ لگایا۔

''رشتہ کیسے طے ہوتا ہے۔؟'' اس نے دن موڑ کر سعدیہ سے پوچھا۔

''امم۔۔اگر کسی لڑکی کو کوئی لڑکا۔ لڑکے کو کوئی لڑکی پسند آجائے تو ان دونوں کا رشتہ ہوجاتا ہے۔پھر شادی ہوجاتی ہے۔'' سعدیہ نے آسان ترین الفاظ میں سمجھایا۔

''لیکن میری آپی کو تو سجل کے گڈے نے پسند نہیں کیا تھا۔'' صفا نے منہ پھلایا۔

''تو کیا ہوا۔کچھ رشتے گھر والے طے کردیا کرتے ہیں۔جس طرح تم نے اور سجل نے کردیا۔'' سعدیہ نے اسکا پھولا ہوا گال کھینچا۔

''ہمم۔تو کیا میرا اور ابا۔ ابیم کا رشتہ ہمارے گھر والے طے کر رہے ہیں۔'' اس نے آنکھیں مٹکا کر سوال کیا تو سعدیہ کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔

''اس کا کیا مطلب؟'' سعدیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''یعنی۔اگر میں اور سجل گھر چلی جاوں تو میں اور سجل ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔اس طرح ہمیں اپنے گھر والوں کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی کھیلنے کے لئے۔'' صفا نے اپنی پوری بات بتائی تو سعدیہ کی سانس بحال ہوئی۔

''یعنی تم سجل کی خاطر ابا۔ ابیم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو؟'' سعدیہ نے ہنسی روکی۔

''دیکھو۔میری آپی کی شادی اگر اسکے گڈے سے ہوگی تو وہ ہمیشہ سجل کے پاس رہے گی۔اس لئے۔ چاہی۔

''ہاں۔اصولا تو ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' سعدیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو پھر اَ میری شادی وہاں ہوجائے تو میں بھی سجل کے پ س ہی رہوں گی ن ں۔؟'' صفا نے معصومیت سے کہا تو سعدیہ ہنس دی۔''ویسے تو میں اسکے گڈے سے کر لوں شادی ۔!'' صفا نے تھوڑی کے نیچے انگلی ٹکائے سر ہلا یا۔

'' کیا۔؟'' سعدیہ نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا۔

'' پھر میری َ ٹ یا کا دل ٹوٹ جائے گا ن ں۔؟'' کہتے اس نے اپنی َ ٹ ی کے ب ل سہلائے۔

''آ آ آ۔۔میری صفا۔!'' کہتے سعدیہ نے اسکو اپنے ساتھ لگا یا۔وہ دونوں بہت قر ب تھیں۔کبھی کبھی سعدیہ سارے تکلفات بھلا کر صفا کی بس دو ت بن جا یا کرتی تھی۔وہ چھوٹی سی دو ت اسکو بہت عز ب تھی۔

****

''سعدیہ۔!'' ا ی مردانہ آواز نے اسکو ہوش دلا یا۔

''جج۔جی۔!جی شاہ صا ب ؟'' وہ ہڑ ب ائی۔

''دھیاں کہاں ہے تمہارا۔؟'' انھوں نے اسکو ڈپٹا۔سعدیہ نے سامنے دیکھا تو چائے ابل ابل کر چولہے میں َ رہی تھی۔وہاں بس ا ی دو گھو ٹ ہی چائے ب ق تھی۔ ب ق ساری جل چکی تھی۔

''مم۔معاف کر دیں شاہ صا ب ۔!'' سعدیہ نے دوپٹہ سنبھالا اور جلدی سے چولہا بند کیا۔

'' یجہ کہاں ہے۔؟'' انھوں نے ماتھے پ تیوری پ ڑھائے پوچھا۔

''وہ۔جی۔وہ صفا بی بی کے کمرے میں ہیں۔'' سعدیہ نے سر جھکائے جواب دی۔

''ہم۔اور تم۔یہ صفا کرو اور ا ی پ چائے لے آو میرے کمرے میں۔'' وہ اسکو حکم دیتے وہاں سے چلے گئے۔جبکہ سعدیہ نے اپنے سامنے بکھرے سے چولہے کو دیکھا۔اب ا ی و ل شروع ہو َ ی تھا۔اسکو اب ا ی ر پھر سے کچن صاف کر ن پ ے گا۔

ا ہیم اپنی ب لکونی میں کھڑا تھا سگر ٹ سلگھائے.....جبکہ حور یہ سو چکی تھی۔اس نے ی ی میں ہاتھ ڈالا۔اور ب نکالا تو اس میں ا ی چھوٹ سا آلہ تھا۔ا ہیم نے وہ آلہ ہاتھ میں پکڑا۔اسکو ٹ پلٹ کر دیکھا۔وہ ا ی منی کیمرہ تھا۔جس کو گلدان میں چھپا َ ی تھا۔

''اتنی ہمت۔؟ داد دینی پ ے گی۔'' اس نے ا ی گہرا کش لیا۔''ا ہیم گورسی کے گھر میں لگانے والے کو یقیناً داد ملنی چاہیے۔'' وہ ہوا میں گھور رہا تھا۔سر ہوا کے جھو اسکے چہرے کو چھو چھو کر جاتے تھے۔اس نے وہ آلہ اپنی ی ی میں واپس رکھا۔ا ی آ ی کش لیا اور سگر ٹ پ وں تلے مسل دی۔اب وہ ریلنگ پ دونوں ہاتھ جمائے جھکا کھڑا تھا۔

''کیوں مجھے امتحان میں ڈال رہی ہو صفا قریشی۔!'' وہ ب ڑ ا ی۔''کیوں تم صفا ا ہیم بن کر رہنا چاہتی ہو؟'' وہ ہوا میں گھورتے ہوئے اس سے ہمکلام تھا۔''کیوں تم اپنے ہی مجرم کی پناہ میں رکنا چاہتی ہو؟ کیا میں نے تمہیں اذ ی نہیں دی۔؟ کیا میں نے تمہاری روح کو نہیں کچلا۔؟ کیا میں نے تمہیں ایسے َ ہ کی سزا نہیں دی جو تم نے کیا ہی نہیں۔؟ تو پھر کیوں۔؟ کیوں تم واپس نہیں جا نا چاہتی۔؟'' اس نے ریلنگ پ زور سے ہاتھ دے مارا۔اور سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔

(''اور کہہ رہی تھی۔۔ا ہیم مجھے یہاں سے لے جا ۔مجھے اس جہنم سے دور لے جا ۔'') اس دن ا پ ل میں اس عورت کے کہے گئے الفاظ کی ب زگشت اسکو سنائی دی تھی۔''تو کیا تم ا ہیم کو پکار رہی تھی۔؟'' اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

''لیکن کیوں۔؟ کیا تم اب ت ا ہیم کو اپنا مسیحا مان رہی ہو؟ کیا میرے دیئے زخموں نے بھی مجھ سے مسیحا کا درجہ نہیں چھینا۔؟ کیا تم نے مجھے اس درجے سے نہیں َ ا ابھی ت ؟'' وہ مسلسل خود سے سوال کر رہا تھا۔

''(''صفا تمہارا سیدو ویئر آ یہ ہے۔'') زاو ر کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے دماغ پ ی سے تھے۔کیا وہ اب ت صفا کا سیدو ویئر تھا۔؟ ان گنت سوال تھے ا ہیم گورسی کے دماغ میں جواب کوئی بھی نہیں تھا۔

****

دبئی کے اس فلیٹ کا کمرہ ر یہ تھا۔ وہ کمرہ خالی تھا۔

''کیا تم سو رہے ہو۔۔؟'' ا یہ آدمی نے دروازہ کھولا۔ کمرہ خالی تھا۔''یہ کہاں گیا۔؟'' اس نے ہڑ بڑی میں ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اگلے ہی لمحے اسکی نظر بالکونی میں گئی۔ وہ وہیں کھڑا تھا۔''یہاں سے گر کر مرنے کا سوچ رہے ہو۔؟'' وہ آدمی ہنس دیا۔

زاویر نے مڑ کر دیکھا۔ اسکی آنکھیں خالی تھیں۔ وہ وہاں محفوظ تھا۔ اسکو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ قید میں ہے۔ وہ ایک شخص کی قید سے نکل کر دوسرے کی قید میں آ گیا تھا۔ جس کو وہ اپنی رہائی کا پروانہ سمجھ رہا تھا۔ وہ اصل میں ایک کھائی تھی۔ وہ کنویں سے نکل کر کھائی میں آ گیا تھا۔

''کیا چاہیئے؟'' زاویر نے بیزاری سے پوچھا۔

''تم جیسے انسان سے کیا چاہیے ہو سکتا ہے۔؟'' وہ شخص دوبارہ ہنس دیا۔

''نام کیا ہے تمہارا۔'' زاویر نے اس سے پوچھا۔

''مغیث۔!'' یک لفظی جواب آیا تھا۔

''مجھے یہاں کیوں رکھا ہوا ہے۔؟'' اس نے تھکن سے چور لہجے میں پوچھا۔

''شاہ جا ہے۔'' مغیث نے کندھے اچکا دیئے۔

''آخر کون ہے یہ شاہ؟ مجھ سے کیا چاہتا ہے یہ بندہ۔؟'' اس نے سر پکڑا۔

''کون ہے۔ اسکا تمہیں پتہ نہیں چل سکتا۔ باقی کیا چاہتا ہے۔ اسکا ابھی پتہ چل جائے گا۔'' وہ ٹیڑھا سا مسکرایا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ابراہیم گورسی۔!'' اس نے نام ہی لیا تھا کہ زاویر کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں۔''کیا چاہتا ہے وہ تم سے۔؟ کیوں ہیں اسکے آدمی تمہارے پیچھے۔'' وہ آدمی ایک ٹیپ ریکارڈر ٹائپ کرتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

''میں نہیں جانتا کسی بھی ابراہیم گورسی کو۔'' زاویر سے رخ پھیرا۔

''سوچ لو۔'' مغیث نے دوستانہ انداز میں مشورہ دیا۔

''میں نے کہا میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اس لئے تم لوگ میری جان چھوڑ دو۔'' اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''تو پھر اس دن اسکا آدمی تمہارے فلیٹ پہ کیا کر رہا تھا۔۔'' مغیث نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

''میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ آدمی کون تھا۔ شاید کوئی چور اچکا ہو گا۔'' زاویر نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا ایسا ہے۔؟؟'' مغیث نے کنفرمیشن چاہی۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ اس لئے مجھے جانے دو۔'' وہ خجلت سے بولا۔

''ٹھیک ہے۔'' کہتے مغیث نے ریکارڈر آف کیا اور وہاں سے نکل گیا۔

''یقیناً یہ شاہ اور ابراہیم۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی کنیکشن ہے۔ اس لئے شاہ مجھے چارے کے طور پہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسی کے منہ سے چھین کر۔'' زاویر نے سر ہلایا۔''مجھے اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہو گا۔ میں اب مزید یہاں نہیں رک سکتا۔'' کہتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا اور اپنا سامان سمیٹنے لگا۔

****

''ابراہیم۔۔!'' اس نے مڑ کر دیکھا تو حوریہ گلاس ڈور کھولے کھڑی تھی۔

''ارے۔ تم جاگ گئی۔'' وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''سوجا آ کر۔آپ تھکے نہیں ابھی ۔۔؟''اس نے ناراض ہو کر پوچھا۔

''ارے۔میری جان۔!میں۔ اپنی فیملی کے پاس پہنچ جاتا ہوں ناں تو میری ساری تکان غائب ہو جایا کرتی ہے۔'' کہتے اس نے حوریہ کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔

''اچھا۔اب سوجا آ کر۔کل آپکو یونیورسٹی جانا ہے۔چانسلر کی کال آئی تھی۔''حوریہ اور وہ کمرے میں آ گئے۔

''اچھا۔؟ چانسلر مجھے مس کر رہا ہے۔؟''اس نے مسکراہٹ دبائی۔

''ظاہر ہے۔اب اتنا ہینڈسم پروفیسر چھٹی پہ ہوگا تو چانسلر کیا پوری یونیورسٹی ہی مس کرے گی ناں۔؟'' کہتے حوریہ نے لحاف درست کیا۔

''ویسے تم بھی جوائن کیوں نہیں کر لیتی یونیورسٹی۔؟ ہم دونوں اچھے لگیں گے ساتھ میں۔''اس نے لیٹتے ہوئے حوریہ کو چھیڑا۔

''جی نہیں۔میں اپنے بچوں کی پروفیسر ہوں یہی کافی ہے۔''اس نے ابیہم کے سر پہ سر ٹکا دیا۔

''اوکے۔۔کل جاوں گا۔میں بھی دیکھوں چانسلر کس خوشی میں مجھے اتنا مس کر رہا ہے۔'' اس نے مسکراہٹ دبائے کہا تو حوریہ نے ایسا مکا اسکو رسید کیا۔''آوچ۔!ایسے گڈ وش کیا جاتا ہے۔؟''وہ ناراض ہوا۔

''تو پھر۔؟''حوریہ نے سر اٹھا کر پوچھا۔

''رکو۔تفصیل سے بتاتا ہوں۔''

****

قوت اور مرجان کے کمرے میں سناٹا تھا۔کچھ ایل ای ڈی لائٹس تھیں۔جن سے ڈریش کی گئی تھی۔قوت پرسکون سا سو رہا تھا۔جبکہ مرجان کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے۔اچانک اسکے ماتھے پہ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمکنے لگیں۔

''پیٹی لیڈی۔۔!پلیز مجھے چھوڑ کر مت جانا۔''وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔مرجان نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پہ موجود ہے۔وہ اس چوٹی سے نیچے دیکھنے کے لئے جھکا کہ اسکا پاوں لڑکھڑایا۔وہ نیچے کھائی میں گرنے ہی والا تھا کہ اسکو ایک مضبوط ہاتھ نے تھام لیا۔مرجان کی سانس اٹکی۔اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو صفا نے اسکا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

''مرجان۔!''وہ اسکو پکار رہی تھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو مسلسل اوپر کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔مرجان خوف کے مارے آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔

''پیٹی لیڈی پلیز۔میرا ہاتھ مت چھوڑنا۔!''وہ بند آنکھوں سے ہی چلایا۔

''تم فکر مت کرو مرجان۔میں تمہیں گرنے نہیں دوں گی۔''صفا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا۔کچھ دیر کی تگ ودو کے بعد صفا نے مرجان کو اوپر کھینچ لیا۔

''پیٹی لیڈی۔!''وہ صفا سے لپٹ گیا۔

''اٹس اوکے مرجان۔تم ٹھیک ہو۔دیکھو۔!''اس نے مرجان کو سنبھالا۔

''مرجان۔!''ایک مردانہ آواز ان گھاٹیوں میں گونجی تو مرجان صفا سے الگ ہوا۔

''۔۔۔!''وہ بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گیا۔''۔۔میں ابھی جاتا۔مرجان مرجاتا۔۔مجھے پیٹی لیڈی نے بچایا ہے۔''وہ ہچکیوں کے بیچ اپنے باپ کو خود پہ بیتی کہانی سنا رہا تھا۔

''تم یہاں سے جاو۔!''اس نے اپنے باپ کو کہتے سنا تو اس نے سر اوپر اٹھایا۔اسکا باپ صفا کی جانب دیکھ رہا تھا۔مرجان نے دیکھا کہ صفا سر جھکائے کھڑی ہے۔''میں نے کہا جاو یہاں سے۔۔!''ایک دھاڑ ان گھاٹیوں میں گونجی تو صفا نے قدم واپس لئے۔

''نہیں۔پیٹی لیڈی۔!پلیز مت جانا۔''وہ اسکی جانب بڑھا ابیہم نے مرجان کو پکڑ لیا۔''۔۔!پلیز پیٹی لیڈی کو روک لیں۔امت جانے دیں۔''وہ بچہ اپنے باپ کی گفت میں مچل رہا تھا جبکہ صفا اب دور جا رہی تھا۔

''مرجان۔!''ابیہم نے اسکو جھڑکا۔

''..پلیز پرنسیٹی لیڈی۔!'' وہ رو رہا تھا۔جبکہ اب صفا منظر سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی۔

''مرجان۔اسکو جانے دو ہی تھا۔۔وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' اس نے مرجان کو خود میں بھینچا

''..۔وہ میری پرنسیٹی لیڈی ہیں۔میں انہیں خود سے دور نہیں جانے دے سکتا۔'' وہ مسلسل ا. اہیم کی گرفت توڑ رہا تھا۔اسکی سانس پھول رہی تھی۔

''مرجان۔!'' ا. اہیم نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔''مرجان۔!'' وہ پکار رہا تھا۔

''..۔..۔پرنسیٹی لیڈی۔!'' اسکی سسکی سی آواز آئی۔

''مرجان۔!'' ا. اہیم نے اسکو جھنجوڑا تو منظر تبدیل ہوا۔مرجان جھٹکے سے اٹھا۔اس نے دیکھا کہ ا. اہیم اسکے سامنے اسکے بیڈ پر بیٹھا ہے اور یقوت پیچھے پریشان سا کھڑا ہے۔''کیا ہوا میرے بیٹے۔؟'' ا. اہیم نے ہکا بکا سے مرجان کے ماتھے پر موجود پسینہ صاف کیا۔

''آپ۔آپ جائیں یہاں سے۔!'' اس نے رخ پھیر لیا۔ا. اہیم ششدر رہ گیا۔

''لیکن ہوا کیا ہے کوئی. اخواب دیکھا ہے کیا۔؟'' اس نے مرجان کے ماتھے سے بال ہٹائے۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' مرجان نے رخ پھیرے جواب دیا تو ا. اہیم نے مڑ کر یقوت کو دیکھا۔یقوت جواب میں کندھے اچکا گیا۔

''میرا بیٹا. راض ہے مجھ سے۔؟'' ا. اہیم نے مسکرا کر اسکو اپنے ساتھ لگایا۔

''جی۔!'' مرجان نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ا. اہیم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تو ٹیسٹ میں. ی پ فارمنس نہ دکھاتے۔اور اپنی تجیات چنتے وقت دھیان رکھنا تھا. ں۔'' ا. اہیم اسکے بال سہلاتے اس سے کہہ رہا تھا۔اسکو لگا کہ وہ اپنے. پ سے. تن دھلوانے کی وجہ سے. راض ہے۔

''میں اس کے لئے. راض نہیں ہوں..'' اس کی سسکی سی آواز آئی تو ا. اہیم نے چونک کر مرجان کا چہرہ اوپر اٹھایا۔اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''مرجان۔! کیا ہوا ہے۔تم ایسے تو کبھی نہیں روتے۔'' ا. اہیم اب واقعی پریشان ہوا تھا۔

''..۔!'' وہ اب ہچکیوں میں رو رہا تھا۔

''جی.. کی جان۔!'' وہ اسکو اپنے سینے سے لگائے اسکو پرسکون کرتا رہا۔

''مرجان میرے بھائی ہوا کیا ہے۔؟'' اب یقوت بھی پریشان ہوا تھا۔

''کیا اس نے کوئی ہارر موووی دیکھی تھی رات کو۔؟'' ا. اہیم نے ا. وسکیڑے یقوت سے پوچھا۔

''نہیں..۔'' یقوت نے میں سر ہلایا۔

''تو پھر کیا ہوا میرے شہزادے۔!'' اس نے دور. رہ مرجان کو الگ کیا۔

''آپ۔آپ نے پرنسیٹی لیڈی کو مجھ سے دور کر دیا تھا۔'' وہ ہچکیاں روکتے ہوئے بمشکل بولا تو ا. اہیم کی سانس بند ہوئی تھی۔اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔اسی بات کا تو اسکو خوف تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ صفا اسکے بیٹے کی کمزوری بن جائے۔اور آثار ایسا ہوا تھا۔

''میں نے نہیں کیا مرجان۔اور یہ صفا ہمارے بیچ کہاں سے آ گئی۔؟'' اس نے خشک ہوتے حلق سے کہا۔

''وہ میری پرنسیٹی لیڈی ہیں..۔آپ انہیں مجھ سے کبھی دور نہیں کر سکتے۔'' مرجان نے اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھ کر اٹل لہجے میں کہا تو ا. اہیم مزید حیران ہوا۔

''وہ بس میری ا. ن ہے۔جو یہاں ڈیوٹی مکمل کرنے آئی ہے۔اسکے بعد وہ اپنے ملک واپس چلی جائے گی مرجان دیٹس اٹ..۔!'' اس نے قدرے سخت اور اٹل لہجے میں کہا.....جبکہ یقوت اب اپنے بیڈ پر جا بیٹھا۔

'' میں ان کو روک لوں گا۔'' مرجان نے ا. اس سے کہا۔

''ہرگز نہیں۔وہ یہاں رہنے نہیں آئی۔اور اگر تم نے اس کے زیادہ قریب جانے کی کوشش کی تو میں اسکو کل ہی واپس بھیج دوں گا۔'' ا. اہیم کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''نہیں۔۔آپ ایسا نہیں کر ۔۔'' مرجان بھی اپنے بیڈ پہ کھڑا ہوا۔اب وہ ا۔ اہیم کے رو۔ وکھڑا تھا۔

''اور تم کون ہوتے ہو مجھے بتانے والے کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا نہیں۔؟'' ا۔ اہیم نے ۔۔ پ۔ زو پیٹ۔

''آپکا بیٹ۔اور کون۔۔'' اس نے معصومت سے بھرپور لہجے میں کہا تو ا۔ اہیم کا پتھر ہوتا دل ۔م پڑا۔

''۔۔ ہو تو ۔۔ بن کر ہی رہو۔میرے ۔پ ۔۔ کی ضرورت نہیں ہے۔'' کہتے ا۔ اہیم وہاں سے ۔۔ ۔جبکہ مرجان کھڑے کھڑے ہی اپنے بیڈ پہ ڈھے ۔۔ قوت ا۔ پل کے لئے اسکی جا۔ ۔ ٹھا۔ وہ صحیح سلامت تھا۔کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔پھر وہ اچا۔ سیدھا ہو کر بیٹھا۔اب اسکا نہ۔ قوت تھا۔

''کیا۔۔؟'' ۔قوت نے اسکو خود کو گھورتے ہوئے دیکھا تو وہ سہم ۔۔

''۔۔کو تم نے بلا۔ تھا۔۔؟'' اس نے ۔قوت کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہہ۔ہاں۔وہ تم۔۔ ٹ۔ ارہے تھے۔میں نے کوشش کی تمہیں جگانے کی تم آنکھیں ہی نہیں کھول رہے تھے اس لئے۔''

''اور اس لئے تم نے ۔۔ کو بلوالیا۔'' مرجان قدرے غصے میں ۔۔

'' نے کی ضرورت نہیں ہے مرجان۔۔!'' ۔قوت فوراً سیدھا ہوا۔''اور یہ کیا تم ہر وقت صفا آ کے ساتھ چپکے رہتے ہو۔؟ وہ بس ا۔ مہمان ہیں۔'' ۔قوت نے مرجان کو جتا۔ وہ جواب میں خاموش رہا۔''مت بھولو کہ ا۔ دن واپس جا۔ ہے۔'' ۔قوت نے انگلی کھڑی کر کے مرجان کو ۔ ورکروا۔

''۔قوت۔۔!'' مرجان نے آہستہ آواز میں سرگوشی کی۔

''ہاں۔!'' ۔قوت نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا تم جا ہو میرے بھائی کہ تم نے کیا کیا ہے؟'' وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے اس سے ہمکلام تھا۔

''کیا کیا ہے میں نے۔'' ۔قوت پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔

''تم نے میری مرضی کے بنا مجھے میرے خواب سے جگا۔۔ قوت۔!'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جبکہ اب ۔قوت بھی سا ۔ تھا۔''تم نے میرا دل دکھا۔ ۔قوت۔!'' وہ دو۔ رہ سرگوشی کر رہا تھا۔جبکہ ۔قوت ۔لکل اپنی جگہ مجسمہ تھا۔''کیا تم گلٹی ہو۔قوت۔۔؟'' کچھ د۔ بعد مرجان بولا تو ۔قوت نے بنا پلکیں جھپائے اثبات میں سر ہلا۔''ہمم۔تو تمہیں ریپینٹ کر۔ چاہئے ۔قوت۔!'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جبکہ ۔قوت اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔''کیا تم جا ہو کہ کسی کا دل دکھا۔ ی۔ ت ہوتی ہے۔؟'' وہ بول رہا تھا۔جبکہ ۔قوت بس خاموش تھا۔وہ اثبات میں سر ہلائے جا رہا تھا۔''۔ ہر بہت ٹھنڈ ہے۔ ں ۔قوت۔؟'' وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''ہاں مرجان۔!'' وہ پہلی ۔ ربولا۔

''تو تم اپنے موزے ا۔ ردو۔قوت۔'' وہ بولا تو ۔قوت نے اسکی آنکھوں سے نگاہیں ہٹائے بنا ہی اپنے پیر اٹھائے اور اپنے موزے ا۔ ردیئے۔''تم اپنا یہ سویٹر بھی ا۔ ر دو۔قوت۔!'' وہ اسکی آنکھوں سے ا۔ پل کے لئے بھی نگاہیں نہیں ہٹا رہا تھا۔اور ۔قوت وہی کر رہا تھا جو اسکو مرجان کرنے کو کہہ رہا تھا۔''اب تم ۔ ہر جا کر کھڑے ہو جاو ۔قوت۔ ۔ ۔ ۔ میں واپس نہیں بلا۔ ۔!'' اس نے حکم د۔ تو ۔قوت کسی ۔ کی طرح اٹھ کھڑا ہوا۔ان لوگوں کا کمرہ اوٹ فلور پہ ہی تھا۔وہ وہاں سے نکلا۔لاونج سے ہو۔ ہوا آ کر لان میں کھڑا ہوا ۔۔یخ بستہ رات۔خون جما دینے والی سرد ہوا ۔قوت کے جسم کو مفلوج کر رہی تھیں۔ وہ کھڑا رہا۔ ۔ بنے ۔لکل کسی مجسمے کی طرح۔ مرجان لاونج کے دروازے میں کھڑا تھا ۔ پ ہاتھ ۔ ھے۔ٹھنڈی ہوا کے جھو اسکے چہرے سے ٹکرائے تو اس نے ا۔ ۔قوت کو دیکھا۔جو کہ کسی ٹ انس کے تحت سردی میں کھڑا تھا۔ننگے پ وں۔

''ہمم۔دل دکھانے کی سزا ملنی چاہیے ۔ ں۔'' اس نے خود سے کہا۔اور پھر لاونج کا دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں آ ۔۔وہ آ کر بیڈ پ ۔ لیٹ ۔۔''میری پ یٹی لیڈی کو مجھ سے کوئی دور نہیں کر سکتا'' اس نے چھت کو گھورتے ہوئے دہرا۔

آدھی رات ۔ رچکی تھی۔ شا اپنی اسٹڈی سے نکلا اور ڈریسنگ میں ۔۔اس نے ا۔ ڈھیلی سی شرٹ اور ا۔ ٹ اوزر پہنا اور پہلے وہ کمرے سے نکلا اور پھر اپنے مینشن سے نکل آ۔اب وہ روڈ سائ ٹ پہ جاگنگ کر رہا تھا۔کانوں میں ائیر پیس پ ۔ وہ جو ز پہنے روڈ بھاگ رہا تھا۔وہ یوں ہی جاگنگ کر ۔ جا رہا تھا۔روڈ سنسان تھا۔آدھی

رات کو بس اکا دکا گاڑیاں ہی وہاں سے گزر رہی تھیں۔ باقی لوگ اپنے اپنے گھروں میں پرسکون نیند سو رہے تھے۔ جبکہ وہ شخص نہ جانے کون سی جس کو ختم کرنے کے لئے اس یخ بستہ رات میں اس روڈ پر جاگنگ کر رہا تھا۔ پھر چلتے چلتے اسکے قدموں کی رفتار سست ہوتی گئی۔ اب وہ واک کر رہا تھا۔ اسکے کانوں میں موجود ائیر پیس میں جو کچھ بھی چل رہا تھا اسکو اسکی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اسکو ایک بیپ سی سنائی دی۔ اسکے بعد اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ پھر اسکے دل کی دھڑکن اچانک سے سست ہوئی۔ سانس اب پھول رہی تھی۔ سر میں شدید درد سا اٹھا تھا۔ ایسا درد جو ان کو موت کی بھیک مانگنے پر مجبور کر ڈالے۔

وہ اپنے سر کو پکڑ کر وہیں روڈ کنارے بنی ایک پرٹیشن پر بیٹھتا تھا۔ درد کی شدت سے وہ دہرا ہوا۔ اسکے کانوں میں لگے ائیر پیس زمین پر گر گئے۔ وہ سر کو پکڑے دوزانو بیٹھا تھا۔

''آہ۔'' ایک دھاڑ گونجی تھی۔

****

دس سال پہلے۔!!

آج کرداوی مینشن میں جشن کا سماں تھا۔ ہر سو گہما گہمی تھی۔ کیوں نہ ہوتی آج شہ کرداوی کی شادی کی سالگرہ تھی۔ وہ کرداوی خاندان کا بڑا بیٹا تھا۔ جس نے پسند کی شادی کی تھی۔ شہرین اسکی خوبصورت بیوی جو کہ پاکستانی تھی۔ ان لوگوں کی شادی کو بیس سال ہو چکے تھے آج انکی شادی کی اکیسویں سالگرہ تھی۔ صبح کے اجالے کے ساتھ ہی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ شہ کرداوی تیار سے سڑھیاں اتر کر آئے تو لاونج میں ایک نوجوان سا لڑکا داخل ہوا۔ جس کو دیکھ کر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ لڑکا مسکرا کر آگے بڑھا۔

''السلام علیکم۔۔۔!'' وہ آگے بڑھا اور اپنے باپ کے گلے لگا۔ ''شادی کی سالگرہ مبارک ہو بڑی۔'' اس نے اپنے باپ کو تھپکی دی۔

''ہاہاہا۔ کیا ایسے ہی ٹہ خا دو گے۔؟ آئی ایم ایکسپیکٹنگ اے سرپرائیز۔!'' انھوں نے الگ ہوتے ہوئے اپنے بیٹے کو کندھوں سے تھاما۔

''بلکل آپ بس تیار رہیں۔'' اس نے آنکھ دبائی۔

''کس چیز کے لئے تیار رہنا ہے؟ پیچھے ہی ایک حسین سی عورت سیڑھیاں اتر کر آئی۔

''واہ۔ آپ نے اس حسینہ کو کیسے پٹایا تھا۔۔۔؟'' وہ مسکراتا ہوا اپنی ماں کے سامنے آیا۔

''شیطان۔!'' شہرین نے حسن کو ایک ٹھوکہ رسید کیا۔

''اے شیطان بنیں۔ پھر آپ پچھتائیں گی پیاری لیڈی۔۔!'' اس نے اپنی ماں کو آنکھ ماری۔ تو اس نے ایک اور ٹھوکہ رسید کیا۔ ''۔۔۔ر آپکی بیوی ہر بات پہ مارتی ہے۔؟'' اس نے مڑ کر شکایت کی۔

''کتنے دنوں کے لئے آئے ہو؟'' اسکی ماں نے پوچھا تو وہ متوجہ ہوا۔

''ایک ہفتے کے لئے۔'' اس نے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما۔

''بس؟'' شہرین اداس ہو گئی۔

''بس فائیگزام ہو جائے پھر آپکے پاس ہی لوٹنا ہے۔'' اس نے اپنی ماں کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

''اوکے گائز۔ آپ لوگ باتیں کریں۔ مجھے ایک میٹنگ میں پہنچنا ہے۔ شام کو پارٹی میں ملاقات ہو گی۔'' کہتے شہ کرداوی وہاں سے نکل گئے۔

''آج بھی کام کرنا ہے ایسا۔؟'' حسن نے منہ بنایا۔

''ایک زندگی کے کچھ مقاصد ہیں میرے بیٹے۔'' شہرین نے مسکرا کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

''آ گئے تم ذمہ دار۔؟'' ایک مردانہ آواز گونجی تو وہ دونوں ماں بیٹا متوجہ ہوئے۔

''جی چچا جان۔۔! وہ آگے بڑھا اور رحمان کرداوی کے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیا۔

''جیتے رہو۔''انھوں نے اسکے کندھے پہ تھپکی دی۔''آج شام کی پارٹی کے ارینجمنٹس دیکھ۔تم۔مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''رحمان کرداوی نے کہا تو حسن نے منہ بنا کر اسے جاتے دیکھا۔

''اتنے مہینوں بعد میں آیا ہوں۔نہ تو آپ کے پاس میرے لئے وقت ہے اور نہ ہی آپ کے پاس۔''اس نے شکوہ کیا۔

''ارے میرے شیر۔میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی ہوں۔''انھوں نے اسکو گلے لگایا۔''اچھا جاو۔حوریہ سے مل لو۔اسکو پتہ ہے کہ تم آج آرہے تھے؟''انھوں نے حسن سے پوچھا۔

''نہیں۔''حسن کے لبوں پہ ایک شرارتی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اچھا تو سرپرائز ہے اسکے لئے؟''رحمان کرداوی مسکرادیئے۔

''ہاں جی۔!''وہ ہنس دیئے۔رحمان کرداوی بھی چلے گئے تو وہ دونوں ماں بیٹا لاونج میں آکر بیٹھ گئے۔

''کیسے ہیں تمہارے فائیو ایگزامز۔؟''شہرین نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''نیکسٹ منتھ ماما۔''اس نے اپنی جیب سے فون نکالا۔

''ٹھیک ہے۔پھر تم واپس آکر اپنے بزنس سنبھالو۔''انھوں نے ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور اپنے گاون ڈریس کو سمیٹا۔

''لیکن مجھے ابھی بزنس نہیں دیکھنا ماما۔مجھے ڈگری مکمل کرنی ہوگی اور پھر سپیشلائزیشن کے لئے یورپ جانا ہے۔''اس نے مصروف سے انداز میں اپنے پلینز بتائے۔

''حسن۔تمہارے ابو اس سال الیکشن لڑ رہے ہیں۔اور وہ الیکٹ ہوجاتے ہیں تو وہ اپنے بزنس پہ توجہ نہیں دے پائیں گے۔اس لئے تمہارا یہاں ہونا ضروری ہے۔''شہرین نے بھنویں سکیڑ کر اسکو یاد دلایا۔

''لیکن مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ماما۔مجھے اپنی لائف کو انجوائے کرنا ہے۔''اس نے منہ بنا کر موبائل ایک طرف پٹکا۔

''حسن۔!کام لوگ لائف انجوائے کرتے اچھے نہیں لگتے۔اور اپنے باپ کے مال پہ تو بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔''شہرین کی آنکھوں میں تنبیہ تھی۔

''تو پھر کس کے مال پہ کروں لائف انجوائے۔؟''وہ محظوظ سا اپنی ماں کا ستا ہوا چہرہ دیکھنے لگا۔

''خود کماو۔کامیاب بنو۔پروفل بنو اور پھر لائف انجوائے کرو۔''شہرین نے اسکو دوٹوک انداز میں سمجھایا۔

''اور اس میں میں بوڑھا ہوگیا تو۔؟''اس نے مسکراہٹ دبائی۔

''بے شک ہوجاو۔بوڑھے ہوکر تم ورلڈ ٹرپ پہ چلے جانا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ۔''شہرین بھی مسکرادی۔

''بیوی اور بچے تو ہوں گے۔میں شادی کروں گا۔اور شادی کرنے کے لئے ایک لڑکی کا ہونا ضروری ہے۔اور لڑکیوں کو آپ میرے آس پاس بھی پھٹنے نہیں دیتیں۔''اس نے بے چارگی سے دنیا جہان کی شکائیت کی۔

''شریان۔پہلے اس قابل تو بن جاو کہ ایک بیوی اور بچوں کی زمہ داری اٹھا سکو۔''شہرین نے اسکے کندھے پہ ایک چپت لگائی۔

''اور آپکی میں میں تو اس قابل بن جاوں گا۔''وہ اب مسکراہٹ دبائے آنکھیں مٹکا مٹکا کر اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔

''کبھی نہیں۔''وہاں ایک تیسری آواز گونجی تو ان دونوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔حوریہ اپنے ہاتھ پیچھے کئے کھڑی تھی۔

''ارے میرے بہن کیسی ہو۔؟''وہ اٹھنے لگا کہ حوریہ نے اپنے ہاتھوں میں موجود وائلن سامنے کیا۔''ارے ارے۔دیکھو۔اس طرح تشدد نہیں کرتے۔''وہ آگے بڑھنے لگا کہ حوریہ نے ایک وائلن اسکی کمر میں رسید کیا۔''آوچ۔!''وہ اچھلا۔

''حوریہ۔!چوٹ لگ جائے گی اسکو۔''شہرین نے دہرے ہوئے حسن کو دیکھا۔

''آپ پلیز اس معاملے سے دور رہیں۔میں آج اسکو زندہ نہیں چھوڑنے والی۔''کہتے اس نے ایک اور وائلن حسن کی کمر میں رسید کیا۔

''ماما۔بچالیں اس خونخوار عورت سے۔''حسن شہرین کی جانب مڑا۔

''عورت کس کو بولا'' حوریہ نے ا اور وا رسید کیا۔

''آوچ۔!'' وہ کراہ کر رہ ۔

''تو تم بھاگ جاو حسن۔'' شہرین نے ماتھے پ تیوری پ ڑھائے اسکو مشورہ د ۔ وہ ہمیشہ ہوں ہی کھڑا ہو کر حوریہ سے مار کھا کرتا تھا۔

''میں موت سے نہیں بھاگ سکتا ماما'' وہ کمر پ ہاتھ رکھے بولا تو شہرین نے میں سر ہلا ۔ اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔ ان دونوں کا ڈرامہ د تے چلنا تھا۔

سرمئی شام ہر سو پھیل گئی۔

حسن اور حوریہ نے پ رٹی کے سارے انتظامات اپنی نگرانی میں کروائے تھے۔ بس خا ان کے کچھ لوگ مدعو تھے۔ اس لئے پ رٹی مینشن میں ہی تھی۔ سیاہ اور سنہری کلر تھیم تھا۔ ہر چیز تو سیاہ تھی سنہری۔ سیاہ رَ حوریہ کو پسند تھا جبکہ سنہری رَ حسن کا فیورٹ تھا۔ اس لئے اس ران دونوں نے اپنے اپنے فورٹ رنگوں کو کر تھیم پ رٹی ارینج کی تھی۔

''تم جا کر ریڈی ہو جاو۔ گیسٹ آتے ہی ہوں گے۔'' حسن نے ساتھ کھڑی حوریہ سے کہا جو کہ ستا نگاہوں سے لان کی جا دیکھ رہی تھی۔

''ہمم۔'' اس کی مدہم سی آواز گو ۔ حسن فورا مڑا۔ اور حوریہ کے سامنے آ ۔

''کیا ہوا۔ تم اداس لگ رہی ہو۔'' حسن نے پ یشانی سے اسکا بجھا سا چہرہ دیکھا۔

''اَ ماماز ہوتیں تو ہم ا بھی شادی کی سالگرہ یوں ہی منا کرتے حسن۔'' اسکی آواز بھیگ گئی۔

''حوریہ۔!'' حسن نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔ ''ادھر دیکھو۔!'' حوریہ نے نگاہیں اٹھا تو اسکی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔ ''ہم ہیں ں۔؟ ہم تمہارا خا ان ہیں۔ ماما تمہاری بھی ماما ہیں۔ اور میں تمہارا بھائی ہوں ں؟'' اس نے جھک کر حوریہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہم۔'' حوریہ نے اثبات میں سر ہلا اور جانے کتنے ہی آ حلق میں ا ر لئے۔

''تم کبھی مت سوچنا کہ تم ا کیلی ہو۔ ہم ہیں تمہارے پ س۔'' حسن نے حوریہ کے آ صاف کئے۔

''شکریہ حسن۔!'' حوریہ نے تشکر بھرے لہجے میں کہا تو حسن کا دل بھر آ ۔

''بس اب یہ رو لو شکل گم کرو اور جا کر ریڈی ہو جاو۔'' حسن نے اسکو پ ڈا تو وہ منہ پھلائے پ وں پ ٹ وہاں سے چلی گئی۔

''پگلی۔!'' حسن نے سر جھٹکا اور ا فون کال ئی۔ ''ساری تیاری ہو گئی۔؟ ٹھیک ہے۔'' اس نے کچھ سن کر فون بند کر د ۔ اب اسکے لبوں پ ا دلکش سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ رات گہری ہو رہی تھی۔ مہمان آ چکے تھے۔ پ رٹی اپنے عروج پ تھی۔ ہر شخص خوبصورت اور شا ارلباس ز تن کیئے ہوئے تھا۔ ش کرداوی اور رحمان کرداوی مہمانوں کے ت کھڑے تھے۔ جبکہ شہرین عورتوں کی طرف تھی۔

''۔۔!'' حسن نے آ کر ش کرداوی کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''ہاں میرے ۔ٹ۔؟'' وہ مسکرا کر پلٹے۔

''آپکا تحفہ۔'' حسن نے کہتے ا چابی ا تھمائی۔

''یہ کیا ہے؟'' انھوں نے مسکرا کر چابی دیکھی۔

''ا ۔ ے پ ا خوبصورت شام ش کرداوی اور شہرین آفندی کے لئے۔'' اس نے اپنے ب پ کے کان میں سرگوشی کی تو ش کرداوی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''تم اب شادی کے قابل ہو چکے ہو حسن۔!'' انھوں نے جوا سرگوشی کی۔

'' آپکی بیوی کسی کو قبول کریں ت ں۔'' وہ دونوں ب پ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ''یہ ہوٹیل کی چابی ہے۔ میں نے سارا ہوٹیل ہی آپکے لئے ر روکروا ہے۔ آپکے بنا کوئی اس میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ جتنے زم لے جا چاہیں لے جا ۔'' اس نے دو رہ سرگوشی کی۔

''اتنی پرائیویسی تو مجھے میری فیملی نے اس دن نہیں دی تھی جس دن میری شادی ہوئی تھی۔'' شہ کرداوی نے مسکرا کر حسن کے کان میں کہا تو حسن کا قہقہہ بلند ہوا۔ کچھ فاصلے پر کھڑے رحمان کرداوی نے اچنبھے سے اس باپ بیٹے کو دیکھا

''اس لئے بول رہا ہوں کہ آج بیس سال بعد اپنے ارمان پورے کرلیں۔'' اس نے جواباً اپنے باپ کے کان میں سرگوشی کی تو حسن کراہ کر رہ گیا۔ اسکا ہاتھ شہ کرداوی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ ہاتھ اس نے مروڑ دیا تھا۔ ''کم آن۔ ریٹرن گفٹ ایسے نہیں دیا جاتا۔'' حسن نے منہ بنایا۔

''اور باپ کے ساتھ اتنا فری بھی نہیں ہوا جاتا۔'' کہتے وہ الگ ہوئے۔

رات ہو رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آکر سویا تھا۔ آج کتنے عرصے بعد وہ اپنے کمرے میں سویا تھا۔ اسکو لیٹتے ہی نیند آگئی۔ آدھی رات گزر چکی تھی اسکا فون رنگ ہوا۔ حسن نے اپنی سائڈ ٹیبل پر ہپ ہوتا فون اٹھایا۔ اسکی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس نے جمائی روکتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

''ہیلو۔!''

''حسن بات کر رہے ہیں۔؟'' کسی نے پوچھا۔

''جی حسن بات کر رہا ہوں۔'' اس نے فون کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا وہ کوئی پرائیویٹ نمبر تھا۔

''آپکے باپ کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ وہ اور آپکی ماں موقع پر جاں بحق ہو گئے ہیں۔ آپ اسپتال پہنچ جائیں۔'' مقابل نے ایک ہی سانس میں حسن کی دنیا ہلا کر رکھ دی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس کا لرکی بات کو پراسس کرتا اسکے کمرے کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو دروازے میں رحمان کرداوی کھڑے تھے۔

''حسن۔! حسن۔!'' وہ ایک دم سے میں اس تک پہنچے۔ حسن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے رحمان کرداوی کو دیکھا۔ ''حسن۔! اٹھو۔ ہمیں اسپتال پہنچنا ہے۔ شہ کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔'' وہ اسکو پکڑ کر جھنجوڑ رہے تھے جبکہ حسن کے حواس شل ہو رہے تھے۔ اسکو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ ''حسن۔! تم سن رہے ہو۔؟'' وہ دوبارہ دھاڑے تو حسن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ''اٹھو حسن۔!'' وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے ساتھ لے گئے۔

وہ لوگ کچھ ہی دیر میں ہاسپٹل پہنچ چکے تھے۔ کسی کو کوئی موقع ہی نہیں تھا ان دونوں کی جان بچانے کا۔ وہ دونوں موقع پر ہی جان بحق ہو چکے تھے۔ ڈاکٹرز نے اخبر دی تو رحمان کرداوی وہیں زمین پر بیٹھتے چلے گئے۔ جبکہ حسن یوں ہی کھڑا تھا۔ شل حواس لئے۔ کیا ختم ہو گیا تھا۔؟ کیا اسکی اپنے ماں باپ سے بس اتنی سی ملاقات لکھی تھی؟ کچھ ہی دیر میں اپنا ل کے ہر میڈیا جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ آخر کار ملک کا اگلا صدر تھا شہ کرداوی۔ سارے ملک میں ہلچل مچ گئی تھی۔ کروڑوں عوام کا لیڈر تھا شہ کرداوی۔ ایسی خبر نے سارے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ہر طرف ایک غیر یقینی کی سی صورتحال تھی۔ کچھ نیوز چینلز کہہ رہے تھے کہ شہ اور اسکی بیوی حادثے میں محفوظ رہے۔ اور کچھ کہہ رہے تھے کہ وہ زخمی ہیں۔ جبکہ کچھ نے تصدیق کر دی تھی کہ وہ دونوں جان بحق ہو چکے ہیں۔ حسن کی سی کیفیت میں وہیں ایک مردہ خانے کے باہر بینچ پر بیٹھا تھا۔ سر ہاتھوں میں گرائے۔

''حسن۔!'' ایک انجانی آواز گونجی۔ ''حسن۔ میرے بھائی۔!'' حوریہ اسکے پاس آکر بیٹھی۔ وہ رو رہی تھی ''حسن۔! یہ کیا ہو گیا۔؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ''حسن۔ تم کچھ بولتے کیوں نہیں۔؟'' حوریہ نے اسکو کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

''میری وجہ سے ہوا یہ سب۔'' کچھ دیر بعد حسن کی آواز گونجی تو حوریہ نے غیر یقینی سے اسکو دیکھا۔

''نہیں حسن۔ میرے بھائی ادھر دیکھو۔'' وہ اسکا رخ اپنی جانب کر رہی تھی۔ جبکہ وہ سپاٹ چہرہ لئے بیٹھا تھا۔

''میں نے انہیں پیغام بھیجا۔ میری وجہ سے وہ لوگ گھر سے نکلے اور میری وجہ سے وہ دونوں مر گئے۔'' وہ ہوا میں گھورتا ہوا بولا۔

''نہیں حسن۔ اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔'' حوریہ نے اسکا ہاتھ پکڑا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''حسن۔!'' حوریہ نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا۔ وہ بکھرا سا کھڑا تھا۔ کسی لٹے پٹے قافلے کا ایک غریب اور بے سہارا مسافر۔ ایک ٹی شرٹ اوور اوزر میں ملبوس۔ وہ ایک چپل پہنے کھڑا تھا۔ کوئی دیکھ کر کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ شہ کا بیٹا حسن ہے۔ وہ حسن جس کو دیکھ کر لوگ اپنا دل تھام لیا کرتے تھے۔ وہ حسن جس کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ

اسکی موجودگی میں د کے بڑے سے بڑے حسین لوگ احساس کمتری کا شکار ہو جا کرتے تھے۔

وہ بڑے سے بڑے ماڈل کو بھی احساس کمتری میں مبتلا کر دینے کی صلا ت رکھتا تھا۔اور یہ صلا ت اداتھی۔ وہ اپنے لباس اور اپنے جوتوں پ کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا تھا۔اسی لئے شہرین چاہتی تھی کہ وہ خود اپنے بل بوتے پ کامیاب ہو۔ کہ کل اَ اسکے ب پ کی دو ختم ہو جائے ا خا ان پ زوال بھی آجائے تو ٹ کی شان سلامت رہے۔ وہ چاہتی تھی کہ ا ٹ کے شوق سلامت رہیں۔ وہ اپنے شوق اپنے بل بوتے پ پورے کرے۔ کہ کوئی اسکا طعنہ نہ دے سکے۔ ہر دوسری لڑکی حسن کی راہ میں اپنا دل لئے کھڑی ہوتی تھی۔ شہرین کی سخت نگاہیں ہر دوشیزہ کو اسکی حدود د کروا دیا کرتی تھیں۔اس لئے حسن اپنی ماں سے ہمیشہ شکوہ کیا کرتا کہ وہ کسی لڑکی کو اس کے پ س نہیں ب ٹھ دیتیں۔

اور آج وہ اجڑا سا ب حال شخص جس کی آنکھیں بجھ چکی تھیں۔وہ سپاٹ چہرہ اور خالی آنکھیں جن میں امید کی کوئی رمق ب قی نہیں تھی اسکو دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس شخص میں جینے کی ا زرا سی بھی خواہش ب قی بچی ہے وہ وہاں سے نکل ے۔

''حسن۔!'' حور یہ پکارتی رہ گئی وہ چلتا ے۔

وہ روڈ پ چلتا جا رہا تھا۔اسکی اجڑی حا ت دیکھ کر کسی نے پہنچا ہی نہیں کہ یہ حسن ہے۔وہ جو رونق محفل ہوا کرتا تھا۔وہ جو ہر نگاہ کا مر ہوا کرتا تھا۔وہ آج عام ہو ے تھا۔ وہ ا لمحے میں خاص سے عام ہو ے تھا۔اسکے سر سے اسکے ب پ کا سائیہ اٹھ چکا تھا۔اسکی ماں کی دعا اسکے سر سے اٹھ گئی تھیں۔وہ دو لوگ جن کی خاطر وہ جیتا تھا۔وہ لوگ آج اس سے جینے کی ہر وجہ لے گئے تھے۔لوگ کہتے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ کوئی شخص مر جا ہے تو اسکی قیامت اسی وقت شروع ہو جاتی ہے۔اور پیچھے رہ جانے والوں کی بھی۔اور اسکو قیامت صغراء کا م دیا جا ہے۔جس میں ا ن خالی ہاتھ رہ جا ہے۔جس میں ا ن کے پ س کوئی نہیں ہو وہ کھلے آسمان تلے تن تنہا کھڑا تھا۔ وہ ا دریا کے پل پ کھڑا تھا۔ہوا اسکے چہرے کو چھو چھو کر جاتی تھیں۔جن سے اسکے ل اڑ کر اسکے چہرے پ آ تے تھے۔وہ شخص ٹوٹ ے تھا۔ا تو ماں ب پ کو کھونے کا دکھ او سے یہ گلٹ کہ وہ اسکی وجہ سے اس د سے چلے گئے۔نہ وہ ان کے لئے سر پ ائز پلین کرتا نہ وہ لوگ اس رات گھر سے جاتے اور نہ ہی یہ حادثہ پیش آ۔ اسکے دل و دماغ میں سناٹا تھا۔وہاں کوئی ب نہیں تھی کیو دلیل دینے والا دماغ سن ہو چکا تھا۔

اور دل کی بس ا ہی چیخ و پکار تھی کہ وہ دونوں اس کی وجہ سے مر گئے۔اس لئے اس اسکے ا رسناٹا تھا کیو دل سے بحث دماغ کیا کرتا ہے۔اور ب دماغ شل ہو جائے تو ان ہار جا کرتا ہے ا ن ب لڑنے سے پہلے ہی ہار جا کرتا ہے۔کیو ب ہوتی ہی نہیں۔اور وہ ہتھیار دیتا ہے۔حسن نے بھی اپنے ہتھیار دیئے۔اس نے اپنے سامنے ٹھاٹھیں مارتے د کو دیکھا۔اور آنکھیں بند کر لیں۔

''میں آپکے پ س آ رہا ہوں۔۔''

''میں آ رہا ہوں پ یٹی لیڈی۔!'' اس نے کہتے ہی اپنا دائیاں پ وں ہوا میں بلند کیا اس سے پہلے کہ وہ ے کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا تھا۔پیچھے پلٹا اور بلندی سے ا۔اس سے پہلے کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھتا اسکے سر پ کسی نے بھاری شے سے وار کیا تھا۔وہ لوہے کی راڈ تھی۔جس نے حسن سے اسکی ب قی کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی چھین لیں تھی۔سر میں ا ٹیس اٹھی تھی۔کانوں میں ا ببیپ بجی اور ہر سو سناٹا چھا ے۔

****

ے قوت وہیں لان میں کھڑا تھا۔اسکو وہاں کھڑے دو گھنٹے ے چکے تھے۔اب اسکا وجود اسکا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔اسکے ہو ٹ جامنی ہونے لگے۔اسکو اپنے پ وں محسوس نہیں ہو رہے تھے۔کہ کسی نے آ کر اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''ے قوت۔!'' ے قوت نے مڑ کر دیکھا تو مرجان کھڑا تھا۔

''مرجان۔! آئی ایم سوری۔'' ے قوت کی ٹ سی آواز آئی۔

''کوئی ب ت نہیں میرے بھائی۔تم نے یقیناً میری بھلائی کے لئے ہی ۔ کو بلا تھا۔'' کہتے اس نے ے قوت کو گلے لگا۔وہ اب سردی سے ٹھٹر رہا تھا۔''اور پ یٹی لیڈی سے دور رہنے کا بولنے کی سزا اتنی کافی تھی۔'' کہتے اس نے ے قوت کا ہاتھ تھاما اور اپنے ساتھ لے ے۔کچھ ہی د میں فجر کی آذا ہونے لگیں۔ز گی دو رہ معمول پ آنے

لگی۔

اسکی آ کھلی تو وہ اپنے بستر پ تھا۔اس نے اپنا وجود گھسیٹا اور چکرا تا ہوا سر پکڑ کر اٹھ کر بیٹھ ۔

''میں یہاں کیسے۔؟''اس نے خود سے سوال کیا۔اسکی سائیڈ ٹیبل پ اسکا فون اور اسکے ائیر پیس پڑے تھے۔کمرے کا ہیٹر آن تھا۔وہ قدرے سکون میں تھا۔ پھر سے اسکے دماغ میں درد سا اٹھا۔''میں تو ہر تھا۔''اس نے بوجھل آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔اسی دوران اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ا انی وجود کمرے میں داخل ہوا۔''تم۔؟تم یہاں کیا کر رہی ہو۔؟''شانے اس لڑکی سے پوچھا۔جس کے ہاتھ میں ا ٹ ے تھی۔جس میں ا پ نی کا گلاس تھا اور ا ٹکش کافی کا پ تھا۔اس نے وہ ٹ ے لا کر شا کے سامنے بیڈ پ ہی رکھ دی۔ اور خود مودب سی کھڑی ہو گئی۔

''Günaydin efendim''وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''یہ . کیا ہے۔؟مجھے یہاں کون لے کر آ ۔''وہ تنے ا. و لئے پوچھ رہا تھا۔

''مغیث آپکے پیچھے ہی تھا۔شا آپ نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔''وہ لڑکی مودب سی بولی۔

''اور میرا پیچھا کرنے کے لئے اسکو کس نے کہا تھا۔؟''وہ غرا ۔

''میں نے۔''جواب فورا آ ۔

''کیوں۔؟''اسکی آنکھیں ا . ر پھر سے انگارہ ہو رہی تھیں۔

''مجھے ڈر تھا کہ آپ ۔۔''

تمہیں ڈر تھا کہ کہیں ش ۔ حسن آفندی بے ہوش ہو کر نہ جائے۔اس لئے تم نے میرا. ڈی گارڈ میری نگرانی کے لئے بھیجا۔؟''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''آفندی۔!''وہ منمنائی۔جبکہ وہ اب قدم قدم اسکے قر . آ رہا تھا۔

''آفندی۔مجھے بس فکر تھی آ پکی اس ۔۔''اس سے پہلے وہ اپنی . ت مکمل کرتی وہ شخص اسکو دن سے دبوچ کر دیوار کے ساتھ لگا چکا تھا۔

''اپنی حد میں رہو زہرہ۔!''وہ غرا ۔

''آفندی۔!''وہ کھانسنے لگی۔اسکی سانس بند ہو رہی تھی۔

''ش ۔ حسن آفندی ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا کہ تمہیں ۔ مغیث کو اسکی حفاظت کرنی پڑ جائے۔''وہ اسکے چہرے پ ۔ رہا تھا۔جبکہ وہ لڑکی اسکے ہاتھ پ ہاتھ مار رہی تھی۔ تا کہ وہ اپنی فت ڈھیلی کر دے۔''تم سے ا کام تو ڈھنگ سے ہوا نہیں۔اور چلی آئی میری حفاظت کرنے؟''اس نے زہرہ کی دن پ مز د . و ڑھا ۔اسکی آنکھیں ابل پڑیں۔

''آ۔آفن ۔۔''اسکے الفاظ . ہر نہیں نکل رہے تھے۔اس شخص نے ا پل کے لئے اسکی غیر ہوتی حا ت دیکھی اور اسکو جھٹکے سے چھوڑا۔وہ زمین پ جا ی۔

''لے جاو یہ کافی۔''بنا اس پ نگاہ ڈالے وہ حکم دیتا واشروم میں گھس ۔

****

صبح ہر سو پھیل چکی تھی۔حوریہ اٹھ کر فورا ۔ قوت اور مرجان کے کمرے میں آئی۔ان دونوں کو جگانے۔اس نے دروازہ کھولا تو مرجان ۔ قوت کے بیڈ کے پ س کھڑا تھا۔

''مرجان۔! اٹھ گئے میرے ادے۔؟''وہ مسکرا کر آگے . ھی۔ اگلے ہی لمحے اسکی جان ہوا ہوئی۔ ۔ قوت کا پ رہا تھا۔''ق ت۔! ق ت۔کیا ہوا میرے ٹ ۔؟''وہ ا . ت میں ا ت پہنچی اور اسکے سرہانے بیٹھی۔''مرجان۔؟کیا ہوا ۔ قوت کو۔؟''اس نے پ یشانی کے عالم میں مرجان سے پوچھا۔

''ماما۔ ۔ قوت کو بخار ہو ۔ ہے۔''اس نے سنجیدگی سے جواب د ۔

''لیکن کیسے؟کل رات تو ٹھیک تھا یہ۔''اس نے لحاف ہٹا چاہا ۔ قوت مز ۔ لحاف میں گھس ۔ ۔حوریہ نے لحاف کے ا رہی اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔وہ بھٹی کی ما ت پ رہا تھا۔''اللہ۔!''حوریہ کا دل ڈو ۔''مرجان۔جاو . . کو بلا کر لاو۔''حوریہ نے فورا لحاف ہٹا یا اور ۔ قوت کا سر اپنی گود میں رکھا۔

''او کے ماما'' وہ کہتا کمرے سے نکل ۔

وہ ا. اہیم کے کمرے میں آ ۔ وہ آ ئ ۔ کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔

''. . ۔!'' مرجان نے دروازے سے ہی پکارا۔

''مرجان ۔! میں تمہاری سوری ایکسیپٹ نہیں کر رہا۔'' ا. اہیم نے اپنا کوٹ پہنتے اسکو. ور کروا ۔

''. . ۔ یہ ۔ قوت کے متعلق ہے۔'' اس نے پسکون سے لہجے میں کہا تو ا. اہیم ٹ ۔

''کیا ہوا ہے ۔ قوت کو ۔؟'' اس نے مڑ کر مرجان کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اسکو بخار ہے ۔ اور آ پکو ماما بلا رہی ہیں ۔'' وہ آرام سے کہہ رہا تھا۔

''کیا مطلب بخار ہے ۔؟ کل رات تو وہ ٹھیک تھا۔'' ا. اہیم فورا ا پہنچا۔

''. . بیماری بتا کر نہیں آ کرتی ۔'' مرجان نے کندھے چکا دیئے تو ا. اہیم سر جھٹک کر سیڑھیاں ا ۔ ۔ مرجان کی بے بی کاٹ میں بیٹھی دینا پ گئی۔

''بھائی ۔!'' دینا نے اسکو پکارا تو وہ اسکے پ س ۔

''جی میری ٹ ۔!'' اس نے دینا کا گال سہلا ۔

''اپ ۔ اپ ۔'' دینا نے ۔ نہیں ہوا میں بلند کیں۔

''آ جاو ۔'' کہتے مرجان نے بمشکل دینا کو اٹھا لیا۔ ''آہ دینا ۔ بھاری ہوتی جا رہی ہو تم ۔'' اس نے منہ بنا ۔

''بھائی ۔!'' دینا نے اسکے گال پ ہاتھ پھیرا ۔ مرجان نے دینا کا گال چوما ۔ اور اسکو لئے کمرے سے نکل آ ۔ وہ اسکو لئے ڈائیننگ ٹیبل پ آ ۔ اسی دوران ا. اہیم ۔ قوت کو ۔ نہوں میں اٹھائے لاونج میں پہنچا ۔ پیچھے ہی حوریہ دوڑتی آ رہی تھی۔

مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔

''مرجان ۔! دینا کا خیال رکھنا ۔ ہم ۔ قوت کو ہاسپٹل لے کر جا رہے ہیں ۔'' حوریہ نے اس سے کہا اور مین ڈور کے ساتھ بینگر پ ٹ ہوا کوٹ پہنا ۔ اور حجاب لپیٹا ۔ ا. اہیم گاڑی میں بیٹھ چکا تھا ۔ حوریہ اسکے ساتھ آ کر پچھلی ٹ پ بیٹھی ۔ ''چلو ۔'' ا. اہیم نے ڈرائیور کو آرڈر دیتو گاڑی چل پ ڑی ۔ ۔ قوت ا. اہیم کی گود میں تھا۔

گاڑی مینشن سے نکل چکی تھی۔

''آئی ایم گلٹی ۔ قوت ۔!'' مرجان نے افسوس سے ۔ ہر کی جا ۔ دیکھا ۔ ''ٹ آئی پ امس ۔ آئی ول پنش مائی سیلف ان دا سیم وے ۔'' اس نے ہوا میں گھورتے ہوئے خود سے عہد کیا ۔ ''زہرہ ۔! جا کر پ یٹی لیڈی کو جگا دو ۔'' اس نے وہیں سے حکم دیتو کچن میں کام کرتی زہرہ فورا ن صفا کے کمرے میں چلی گئی۔

زہرہ کمرے میں آئی تو صفا پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔

''تم چلو میں آ رہی ہوں ۔'' صفا نے اسکو انگلش میں سمجھایا ۔ تو وہ سر ہلاتی ہوئی ۔ ہر نکل گئی ۔ صفا نے ا ۔ ر پھر سے خود کو آ ئ ۔ میں دیکھا ۔ آج اس نے ا ۔ بلیک سوٹ پہنا تھا ۔ وہ ا ۔ سادہ سا مونو کروم ڈریس تھا ۔ اسکے ساتھ اس نے ا ۔ اوور کوٹ پہن لیا تھا ۔ بلیک ڈریس کے اوپ ے ر کا اور کوٹ کافی ڈ لگا رہا تھا ۔ ا ۔ سادی سی لک بن گئی تھی پ کشش ۔ اس نے اپنا حجاب در ۔ کیا اور آ ئ نگاہ خود پ ڈالتی ۔ ہر نکل آئی ۔ وہ ڈائیننگ حال میں پہنچی تو وہاں توقع کے ۔ عکس ساری کرسیاں خالی تھیں ۔ بس مرجان اور دینا بیٹھے تھے ۔ مرجان دینا کو ۔ شہ کروا رہا تھا۔

''السلام علیکم مرجان ۔؟'' صفا نے اچنبھے سے ادھر ادھر دیکھا۔

''وعلیکم السلام ۔! ماما . . . قوت کو لے کر ہاسپٹل گئے ہیں ۔ آپ ۔ شتہ کر لیں پھر قادر انکل آپکو یونی لے جا گے ۔'' اس نے دینا کا منہ نیپکن سے صاف کرتے صفا کو ا ۔ ہی سانس میں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

''ا ۔ منٹ ۔؟ ۔ قوت کو کیا ہوا ۔؟'' وہ آ کر مرجان کے پ س کھڑی ہوئی۔

''اسکو بخار ہو ی تھا۔آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''اس نے مسکرا کر صفا کو جواب دیا تو وہ بے چین سی ہو گئی۔

''آپ شتہ کر لیں ورنہ یونی سے دیر ہو جائے گی۔''مرجان نے سا تھ سی کھڑی صفا کو دیکھا تو وہ سر ہلا کر اپنی کرسی پر آ بیٹھی۔ اسکا دل ڈو جا رہا تھا۔

''کیا زیادہ طبیعت اب تھی یا قوت کی۔؟''اس نے پھر سے پوچھا۔

''کہا ں کہ بخار تھا۔بخار جتنا بھی بڑھ جائے وہ بس بخار ہی ہوتا ہے۔آ کار اتا جاتا ہے۔آپ فکر نہ کریں۔''اس نے صفا کو تسلی دی۔زہرہ صفا کے لئے شتہ لگانے لگی۔

'' تا آ گے وہ لوگ واپس۔؟''صفا نے شتے کو ہاتھ تا نہیں لگایا تھا۔جبکہ مرجان اب شتہ کر رہا تھا۔

''آ جا گے آپ انکا انتظار نہ کریں۔آپکو دیر ہو جائے گی۔''وہ مصروف سا بولا تو صفا ایک پل کے لئے حیران سی رہ گئی۔

''تم اتنے بے فکر کیسے ہو تا ہو مرجان۔؟''اس نے جا آ پوچھا۔

مرجان کے ٹو ٹ پ جام لگاتے ہاتھ رکے اس نے جام والی چھری واپس رکھی۔اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے بیٹھی صفا کو دیکھا۔پھر اس نے ٹو ٹ ہاتھ سے چھوڑا تو وہ سیدھا پلیٹ میں جا اصفا حیران سی اسکی حرکات دیکھ رہی تھی۔وہ کچھ دیر سر دسے تا ثات قائم کئے رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔دو رہ کھولیں تو اب اسکے تا ثات تبدیل تھے۔یہ عادت

ا اہیم کی تھی۔ بھی اس کو کسی چیز پر ضبط کر ہوتا تھا تو وہ آنکھیں بند کر لیا کرتا تھا۔پھر وہ دو رہ آنکھیں کھولتا تو کافی کچھ ل چکا ہوتا تھا۔

''میں جا ہوں کہ وہ ٹھیک ہے۔اس لئے۔''اس نے مسکرا کر جواب دیا۔صفا سر جھٹک کر رہ گئی۔

****

وہ یونیورسٹی پہنچ گئی اس نے جا رہا۔ اہیم کو فون کیا فون کال رسیو نہیں ہوئی تھی اسکو قوت کی فکر ستائے جا رہی تھی۔وہ سر جھکائے یونی کے ا ر داخل ہوئی۔قادر اسکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

''السلام علیکم۔۔!''کسی لڑکی نے چہک کر سلام کیا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ عینا تھی۔

''وعلیکم السلام۔!''کسی ہو۔؟''صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''میں فٹ۔تم سناو۔'' کہتے اس نے صفا کی جا زو میں ہاتھ ڈالا اور کسی بچپن کی سہیلی کی طرح اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔قادر مٹھیاں بھینچ کر رہ ا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔بس۔!'' کہتے کہتے صفا خاموش ہو گئی۔

''بس کیا۔؟ ٹھیک ہے ں۔؟''عینا نے فکر مندی سے صفا کا بجھا سا چہرہ دیکھا۔

''ہاں۔؟ہاں ٹھیک ہے۔؟''صفا نے نگاہیں پ ا ۔ اب وہ اسکو کیا بتاتی کہ اسکے شوہر کا بیٹا بیمار ہے جس کی وجہ سے وہ ہلکان ہوئے جا رہی ہے۔اس عجیب سے رشتے سے صفا کو لگاو ہو ی تھا۔وہ لوگ بے ضرر تھے۔وہ پیارے تھے اور صفا کو ان سے انس ہو ی تھا۔اب ا ان میں سے کسی ا کو بھی تکلیف ہوتی تو صفا کو بھی وہ تکلیف محسوس ہوتی تھی۔وہ لوگ کلاس روم میں داخل ہو جبکہ قادر اب یونیورسٹی میں ہی کہیں گم ہو ی تھا۔

''صفا۔!''عینا نے اپنی ٹ پ ی ہوئے اسکو مخاطب کیا۔

''ہاں۔؟''صفا نے اپنا بیگ اپنی ٹ پ رکھا اور بیٹھ گئی۔

''تم کہاں رہ رہی ہوں۔؟''عینا نے اسکی جا رخ موڑ کر پوچھا۔

''کک۔کیا مطلب؟''صفا اس اچا سوال کے لئے تیار نہ تھی۔

''میرا مطلب ہے ا تم پ کستان سے ہو تو یہاں کس کے ساتھ رہتی ہو؟کوئی رشتہ دار ہے کیا۔؟''عینا سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔صفا نے لبوں پر ز ن پھیری۔

''ہاں۔میرے ن ہیں۔انہیں کی فیملی کے ساتھ رہ رہی ہوں۔''اس نے جا آ اس سوال کا جواب دے دیا۔

''کیا کافی امیر ہیں تمہارے ن۔؟'' عینا نے رازداری سے پوچھا۔

''کیوں کیا ہوا۔؟'' صفا ٹھٹکی۔

''یعنی۔تم اتنی اچھی گاڑی میں آتی ہو اور تو اور ا گارڈ بھی ہائر کر رکھا ہے۔یقنا وہ اپ کلاس سے ہوں گے۔'' عینا نے شوق سے پوچھا۔

''امم۔پتہ نہیں۔'' جوا صفا سر جھکا گئی۔

''کیا مطلب؟ تم ا ساتھ رہتی ہوں۔ تمہیں یہ نہیں پتہ کہ وہ لوگ کیسے ہیں۔؟'' عینا نے منہ بنا۔وہ سمجھ گئی تھی کہ صفا جان چھڑوا رہی ہے۔

''ہاں۔کیو میں کسی کے معا ت میں دخل ا ازی نہیں کرتی۔اپنے کام سے کام ر ت ہوں۔'' صفا نے دن موڑ کر عینا کو دیکھا۔

''تو کیا میں دخل ا ازی کر رہی ہوں؟'' عینا نے گول گول آنکھیں گھما ۔

''نہیں تو میں اپنی ت کر رہی ہوں۔کہ میں ان سے کچھ نہیں پوچھتی۔'' صفا نے عینا کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا تو عینا مسکرائی۔

کلاسز اپنے معمول کے مطابق ہو رہی تھیں۔

''ر۔! مجھے لگتا ہے ہمارے ہینڈسم پ وفیسر آج بھی نہیں آ گے۔'' عینا نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ ا ٹین لڑکی اپنی دو سے کہہ رہی تھی۔عینا نے سوالیہ نگاہوں سے صفا کی جا دیکھا۔صفا نے کندھے اچکا دئے۔

''آ ہے کون یہ جس کا کو اتنا انتظار ہے۔؟'' عینا نے سرگوشی کی۔

''ہوگا کوئی۔ہمیں کیا۔؟؟'' صفا نے سر جھٹکا۔

''تم جا ہو۔وہ ا ۔نس مین ہیں۔وہ بس اپنے شوق کے لئے پڑھاتے ہیں۔اس لئے ا کوئی فورس نہیں کر یہاں آنے کے لئے۔'' وہ دوسری لڑکی بولی تو عینا نے دو رہ مڑ کر دیکھا۔ا کلاس ختم ہو چکی تھی۔اب اگلا لیکچر اسی پ وفیسر کا تھا۔اس لئے لوگوں کی نگاہیں اسکی منتظر تھیں۔

''لیکن ا پڑھا شروع کیا ہے تو ذمہ داری سے پڑھا ں۔؟؟'' وہ ا ٹین لڑکی مزہ ہوئی۔

''تم کیا یہاں بس ا دیکھنے آتی ہو۔؟؟'' اس ا ٹین لڑکی کی دو نے اسکو چھیڑا۔

''ہاں۔شا ۔'' وہ بھی ہنس دی۔جبکہ عینا کبھی مڑ کر دیکھتی تو کبھی صفا کو۔اور صفا اس سے بے ز اپنے نوٹس بنا رہی تھی۔اسی دوران ا لڑکا کلاس میں داخل ہوا۔

''سفیر۔! کیا سر آج آ گے۔؟'' اس لڑکی نے اس آنے والے لڑکے سے پوچھا۔

''کیوں۔؟ تم نے ان سے آٹو اف سائن کروا ہے۔؟'' سفیر پٹ کر بولا اور ڈ پ ہی آ بیٹھا۔

''میں نے ویسے ہی پوچھا تھا۔'' وہ لڑکی منہ بنا گئی۔

''دیکھو عیشاء۔'' سفیر نے اس ا ٹین لڑکی کا م لیا تو وہ اسکی جا مڑی۔''تم یہاں پڑھنے آتی ہو تو اپنا دھیان پڑھائی میں ہی لگا کرو۔'' سفیر نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو وارن کیا۔

''تم کیوں اتنا جیلس ہو رہے ہو۔؟'' عیشاء ٹھ کر رہ گئی۔

''اور تم کیوں اتنا مری جا رہی ہو۔؟'' وہ الٹا ناراض ہوا۔

''گڈ آفٹرنون گائ۔۔!'' ا آواز گو تو نے سر اٹھا کر دیکھا۔صفا یوں ہی سر جھکائے بیٹھی رہی۔جبکہ عینا نے دیکھا تو وہ پلکیں پ بھول گئی۔عیشاء کے چہرے کے سارے رنگ لوٹ آئے تھے اور سفیر دانت بھینچ کر رہ گی۔

''واہ۔'' عینا مسمرائیز ڈسی بولی۔وہ آ اور آ کر روسٹرم پ کھڑا ہوا۔

''سر۔! وی مسڈ یو۔'' عیشا فورا بولی تو پ وفیسر کے چہرے پ ا مسکراہٹ دوڑ گئی۔جس کو وہ فورا ضبط کر ۔

''رینلی۔؟''اس نے جوا. پوری کلاس سے پوچھا۔

''یس سر۔!'' . نے ۔ ز. ن ہوکر کہا۔عینا پ شوق سی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔

''نیو اسٹوڈ٘ ٹ ۔؟'' پ وفیسر نے پہلی قطار میں ہی بیٹھی عینا سے پوچھا۔تو وہ فورا کھڑی ہوئی۔

''یس سر۔!''وہ مسکرائی۔

''ہم۔کہاں سے۔؟''اس نے عینا کی جا. دیکھا اورا۔ اسکے ساتھ سر جھکائے بیٹھی لڑکی کو جو کہ٘ جانے کون سے دیوان لکھنے میں مگن تھی۔

''سر۔ا٘ ۔!''عینا نے فورا جواب د۔

''ہمم۔گڈ۔!یہ بھی۔؟'' پ روفیسر نے ساتھ بیٹھی صفا کی جا. دیکھا۔

''صفا۔!''عینا نے کھڑے کھڑے صفا کو ا۔ کہنی ماری۔

''ہاں۔ہاں۔؟''صفا چو ۔

''جی۔جی سر۔!''صفا فورا کھڑی ہوئی۔ اسکے بعد اس نے جو سامنے دیکھا تھا وہ دَ٘ رہ گئی۔

''تو آپ کہاں سے ہیں۔؟''وہ خالص انگر٘ ی ز. ن میں ب. ت کر رہا تھا۔صفا بنا پلکیں جھپکائے اسکو دیکھے گئی۔ساری کلاس میں سنا٘ ٹا سا چھا٘ ۔کچھ نے٘ دن موڑ کر صفا کو دیکھا تو کچھ جو پچھلی قطاروں میں بیٹھے تھے بے چین سے ہوئے۔

''لگتا ہے یہ بھی دل ہار گئی۔''عیشا نے سرگوشی کی تو وہ کلاس میں گو ۔ساری کلاس میں ا۔ قہقہ گو ۔جبکہ ا. اہیم نے چہرے پ سنجیدگی سجائے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''مس۔کہاں سے آپ۔؟''وہ دو. رہ بولا تو عینا نے صفا کو ا۔ چٹکی کاٹی۔

''آوچ۔۔!''صفا نے اپنا. زو سہلا۔

''سر پوچھ رہے ہیں کہاں سے ہو۔؟''عینا نے دا٘ ۔ بھینچ کر پ وفیسر کے الفاظ دہرائے۔

''یس۔یس۔۔آئی۔آئی۔''

''سمجھ٘ ۔''ا. اہیم نے بے زاری سے اسکو٘ ۔ کا اشارہ کیا تو صفا سر جھکائے بیٹھ گئی۔

''سر سمجھ گئے ہیں کہ ایسے نمونے پ کستان سے ہی آتے ہیں۔''عیشا نے بلند آواز میں کہا تو کلاس میں ا۔ . ر پھر سے قہقہ گو ۔جبکہ پ کستانی اسٹوڈنٹس نے آنکھیں چھوٹی کر کے عیشا کو گھورا۔

''او کے۔آج کا لیکچر شروع کرتے ہیں۔''کہہ کر اس نے مارکر نکالا اور بورڈ پ کچھ لکھنے لگا۔صفا ۔ ٹ سی سامنے دیکھے گئی۔اس نے اس ا۔ گھنٹے کے لیکچر میں کیا پڑھا۔کیا بتا۔صفا کے سر کے اوپ سے٘ ر٘ ۔وہ شخص اسکی کلاس کا پ وفیسر تھا۔ اس نے صفا سے اس ب. ت کا ذکر٘ نہ کیا۔؟خیر پہلے کون سا وہ اسکو ہر ب. ت بتا٘ ہے۔صفا نے سر جھٹکا۔

''مس سٹر ر۔۔!''ا. اہیم نے مارکر بند کیا اور کسی کو پکارا۔ . نے٘ دن موڑ کر ادھر ادھر دیکھا۔صفا نے بھی غیر یقینی سے ادھر ادھر دیکھا۔''یو۔مس سٹر ر۔!''اب ا. اہیم نے صفا کی جا. اشارہ کیا تو اس نے اپنے ۔ پ انگلی رکھی۔

''می۔؟''صفا نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اور اس کلاس میں کون ہکلا٘ ہے۔؟''عیشا ءلقمہ دیئے بنا نہ رہ سکی۔

''کیا تم تھوڑی د۔ کے لئے اپنی چونچ بند نہیں کر سکتی۔؟''ساتھ بیٹھے سفیر نے عیشا ءکو گھورا۔

''کیا ہے۔؟''وہ جھنجلائی۔

''زیادہ اوور سمارٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔تمہارے سامنے جو بندہ کھڑا ہے نا اسکے تین تین بچے ہیں۔''سفیر نے سرگوشی کر کے عیشاء کو وارن کروایا۔

''ہائے۔اس کو تو میں دس بچوں کے ساتھ بھی قبول کرلوں۔''اس نے ستائشی نظروں سے احیم کی جانب دیکھا جو کہ اب صفا کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''تم ایڈمینٹل پیس ہو۔''سفیر داد تحسین بھینچ کر رہ گیا۔

''صرف پروفیسر احیم کے لئے۔''عیشاء نے کندھے اچکا دیئے۔صفا ہچکچاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آج کے لیکچر کی سمری دیں۔!''اس نے مار کر صفا کی جانب بڑھایا۔

''جج۔جی مم۔میں۔؟''وہ دو بار رہ ہکلائی۔

''یی۔یس۔۔یی۔یو۔!''احیم اسی کے انتظار میں بولا تو عیشاء کا قہقہہ گونجا جبکہ باقی کی کلاس اس پر خاموش رہی۔ جانتے تھے کہ اب احیم گورسی کا انتظار ختم ہو چکا ہے۔''مس عیشاء۔!''احیم نے صفا کے چہرے سے نگاہیں ہٹائے بنا عیشاء کو پکارا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یس سر۔!''وہ ایک جینز ٹاپ پہنے ہوئے تھی۔ٹاپ کے اوپر ایک جیکٹ اور گلے میں مفلر۔

''گیٹ آوٹ۔!''وہ بولا تو عیشاء نے حیرت سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔''گیٹ آوٹ۔!''وہ دھاڑا تو عیشاء لرز کر رہ گئی ساتھ ہی صفا بھی۔

''آئی ایم سوری سر۔!''عیشاء سر جھکا گئی۔

''آئی سیڈ آوٹ۔!''اسکے چہرے کے تاثرات سرد تھے۔عیشاء فوراً کلاس سے نکل گئی۔جبکہ اب صفا کی ٹانگیں کانپنا شروع ہو گئیں تھیں۔باقی کلاس میں سناٹا چھایا تھا۔''آجاؤ۔!''احیم نے دوبارہ کہا تو صفا نے فوراً آگے بڑھ کر مارکر پکڑ لیا۔احیم دوبارہ روسٹرم پر جا کر کھڑا ہوا۔''شروع کریں۔!''اس نے بورڈ کی جانب اشارہ کیا۔صفا نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری۔پھر وہ بورڈ کی جانب بڑھ گئی۔

****

کچھ سال پہلے۔!!!

صفا سجل کے گھر آئی ہوئی تھی۔ان دونوں کے امتحانات تھے تو وہ دونوں مل کر ہی تیاری کر رہی تھیں۔وہ دونوں اس وقت چودہ پندرہ برس کی تھیں۔سردیاں تھیں اس لئے وہ لوگ چھت پر بیٹھی تھیں۔دھوپ میں ایک چٹائی بچھائے وہ اپنی کتابیں لئے بیٹھیں تھیں۔سامنے ایک ٹرے میں کچھ ڈرائے فروٹس اور ایک ٹوکری میں کینو پڑے ہوئے تھے۔وہ دونوں انگلش کا کوئی ٹاپک لئے بیٹھی تھیں۔

''ماما۔سجل کہاں ہے۔؟''وہ گورسی ہاوس میں داخل ہوا۔اسکے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا۔معمول کے مطابق اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی سجل کا پوچھا تھا۔

''وہ دونوں چھت پر ہیں۔''منال بیگم کچن سے نکلیں۔

''اچھا ماما تین چمچ تو دے دیں۔''وہ کچن کی جانب بڑھا۔

''یہ کیا ہے۔؟''انھوں نے احیم کے ہاتھ میں ڈبہ دیکھا۔

''وہ میرا دوست آیا تھا ملتان سے۔سوہن حلوہ لایا تھا۔آپ کھائیں گی۔؟''اس نے ڈبا اٹھاتے بڑھایا۔

''نہیں۔مجھے پسند نہیں۔تم لوگ کھاؤ۔''انھوں نے چمچ اسکو پکڑا دیئے۔احیم سیڑھیاں چڑھ گیا۔

''صفا۔!''سجل نے پکارا تو وہ چونکی۔

''ہاں۔؟''اس نے کتاب سے نگاہ اٹھائی۔

''یہ دیکھو ذرا۔یہ اس سوال کا جواب کیسے لکھیں گے۔؟''اس نے ایک سوال سامنے کیا۔

''مم۔اسکو یہاں سے شروع کریں گے۔یہ حصہ ڈراپ کر دیں گے اور یہ والا حصہ شامل کر کے ختم کر دیں گے۔''اس نے پینسل سے اسکی گائیڈ پوائنٹ لگائی۔

''اچھا۔ٹھیک ہے۔''سجل دوبارہ پڑھنے لگی۔صفا نے ایک سامنے پڑے کینو دیکھے اور ایک کینو اٹھا لیا۔اس نے ابھی آدھا کینو چھیلا ہی تھا کہ کسی کے سیڑھیاں

پڑھنے کی چاپ ہوئی۔صفا نے کینو کی ایک قاش منہ میں ڈالتے اس جانب دیکھا۔وہ سیڑھیوں سے آتا دکھائی دیا۔صفا نے جلدی سے کینو کو واپس ٹوکری میں رکھا اور جو قاش منہ میں تھی۔اسکو جلدی جلدی کھانے لگی۔

''ہائے لیڈیز۔!''وہ چلتا ہوا پاس آیا۔

''بھائی یہ کیا ہے۔؟''صفا نے اسکے ہاتھ میں ڈبہ دیکھا۔

''بھکڑ۔تمہارے لئے ہی ہے۔''وہ آکر اپاس ہی زمین پہ بیٹھ گیا۔سجل نے منہ بنایا۔جبکہ صفا نے بمشکل وہ قاش نگلی۔ا. اہیم نے صفا کی جانب دیکھا تو وہ جلدی سے مسکرادی۔ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کیں۔وہ اس طرح مسکرائی۔یعنی کچھ غلط۔اس نے ادھر ادھر دیکھا تو ٹوکری میں آدھے کینو پڑے تھے۔صفا نے جلدی سے اپنا منہ صاف کیا۔''تم نے کینو کھایا ہے۔؟''ا. اہیم نے صفا کی جانب دیکھا۔

''امم۔ہمم۔''اس نے جلدی سے میں سر ہلایا۔سجل نے آدھا کینو دیکھا تو اس نے صفا کی جانب دیکھا۔صفا نے آنکھوں میں بے چارگی لئے سجل کو دیکھا۔سجل نے اسکو گھورا۔

''یہ آنکھوں ہی آنکھوں میں کون سی میٹنگ ہو رہی ہے۔؟''ا. اہیم نے پوچھا تو وہ دونوں متوجہ ہوئے۔''تم۔تمہیں نہیں پتہ تمہارا گلہ اب ہے۔؟کل پیپر ہے تمہارا اور تم یہاں بیٹھی کینو کھا رہی ہو۔؟''ا. اہیم نے صفا کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''نن۔نہیں۔وو۔وہ تو یہ۔سجل لے کر آئی۔''صفا ہکلائی۔

''سجل تو ڈھیٹ ہے۔اسکا گلہ اب نہیں ہوتا۔تم بتاؤ کس خوشی میں کھا رہی تھی۔''

''ایک منٹ؟ مجھے ڈھیٹ کیوں کہا؟''سجل تپ گئی۔

''تمہیں نہیں پتہ کہ کل تم لوگوں کا پیپر ہے۔اور اس بی بی کو ایک منٹ میں ٹھنڈ لگتی ہے۔گلہ اب پہلے ہی ہے۔پھر بخار پکا۔''ا. اہیم نے سجل کو گھورا۔

''اچھا ناں۔نہیں کھایا اس نے۔آپ دکھا کیا لے کر آئے تھے۔''سجل نے ا. اہیم کے ہاتھ سے ڈبہ پکڑا۔

ا. اہیم اب مسلسل صفا کو گھور رہا تھا۔

''آئی۔ایم سوری۔!''صفا سر جھکا گئی۔

''واہ۔سون حلوہ۔''سجل چہکی۔

''سارا مت کھا جانا۔یہ لو چمچ۔''ا. اہیم نے صفا کو چمچ پکڑایا۔

''نہیں کھاتی۔۔''سجل نے بھی خوشی سے چمچ پکڑ لیا۔وہ تینوں اب ایک ہی ڈبے میں سے کھا رہے تھے۔وہ لوگ اکثر ایسے ہی ایک ہی.تن میں کھا لیا کرتے تھے۔

''اچھا بھائی۔!''سجل نے چمچ رکھ کر اپنی کتاب اٹھائی۔''اگر اس پہ کی سمری آجائے تو کیسے لکھیں گے۔؟''سجل نے کتاب سامنے کی۔ا. اہیم کھا رہا تھا۔

''سمری کا کیا ہے۔سیاق وسباق دیکھو اور لکھ ڈالو۔اور لٹریچر میں تو تم آزاد ہو۔جو چاہے لکھو۔''ا. اہیم نے چمچ منہ میں ڈالتے.ک سے مکھی اڑائی۔

''یعنی سیلف رائٹنگ۔؟''صفا نے اب کی بار پوچھا۔

''ہاں۔لٹریچر سارا سیلف رائٹنگ ہے۔تم لوگ آزاد ہو۔ہاں۔''وہ کہتے کہتے رکا۔اس نے چمچ ڈبے میں ہی رکھا اور اپنا سفید رومال نکال کر منہ پونچھنے لگا۔''حقائق کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں۔''اس نے ان دونوں کو دیکھا۔

''سمجھ گئے۔''سجل نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اوکے۔تم لوگ پڑھو۔مجھے کام ہے۔''وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''آج شام کیا پلین ہے بھائی۔؟''سجل نے چہک کر پوچھا۔

''دماغ ٹھیک ہے۔؟پیپر زدے لو پہلے۔''وہ اسکو ٹپٹا وہاں سے نکلا۔جاتے جاتے اسکا رومال گرا۔سجل دور کتاب پہ جھک گئی۔جبکہ صفا نے بچا کر وہ

رومال اٹھالیااوراسکواپنی کتاب میں چھپالیا۔

****

صفانے ایک قدم پیچھے لیااس نے نگاہ اٹھا کر بورڈ کو دیکھا۔ پھراس نے سارے لیکچر کا سیاق وسباق دیکھا۔اور جوحقائق تھےا اپنے دماغ میں پن کرلیا۔ پھراس نے آنکھیں بندکیں۔اورایک گہری سانس لی۔ا. اہیم کھڑااسکی ایک ایک حرکت کونوٹ کررہا تھا۔ پھراس نے مارکرکھولااور بوڑد کے خالی حصے پہ کچھ لکھنا شروع ہوگئی۔ایک پیرا گراف لکھنے کے بعدصفاسیدھی ہوئی اسکارخ اب کلاس کی جانب تھا۔

پھراس نے بولناشروع کیا۔اس نے سارے لیکچرکوایک پیراگراف میں سمودیا۔صفاا. اہیم نے سمندرکوکوزے میں بندکرکے دکھادیا۔ساری کلاس ہکابکارہ گئی۔وہ شرمیلی سی پاکستانی لڑکی سب کوحیران کرگئی۔ایک منٹ کے لئےتوا. اہیم بھی حیران رہ گیا۔ پھرکلاس میں تالیاں گونج اٹھیں۔

''سر۔! آپکامارکر۔!''صفانے پلٹ کرمارکرا. اہیم کی جانب بڑھایاتواس نے مارکرپکڑلیا۔ وہ صفاکے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹاسکا۔کلاس ختم ہوگئی۔اس نے اپنا سامان اٹھایااورکلاس سے نکلتا چلا گیا۔صفادھپ سے اپنی ڈیسک پہ گرگئی۔

''واہ۔کیابات ہےلڑکی۔!''عینانے اسکوداددی۔صفانے اپنی ٹیبل کی پشت سے ٹیک لگائی اورایک گہری سانس خارج کی۔پھراسکے چہرے پہ ایک مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''گڈ۔!''ایک لڑکااسکے سامنےآکھڑاہوا۔صفااچانک سیدھی ہوئی۔

''شکریہ۔''صفانے اپنی کتابیں سمیٹیں۔

''مائی سیلف سفیر۔!''اس نے سلام کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''صفا۔!''صفانے جواب دیتے سفیر سے ہاتھ نہیں ملایا۔سفیرشرمندہ ہوااس نے اپناہاتھ اپنے بالوں میں پھیرا۔

''اگلی کلاس فری ہے۔کافی پئیں گے۔؟''اس نے مسکراکرآفرکی۔

''نن۔نہیں ہم مصروف ہیں۔''صفانے عینا کی جانب دیکھا جومنہ کے زاویے بنا کرسفیرکوگھوررہی تھی۔

''مجھے کافی نہیں پلائی کبھی۔؟''عیشاءاسکے پیچھے آکھڑی ہوئی توسفیرکوایک مکارسیدکیا۔

''آوچ۔ تمہیں اپنے پروفیسر کےعلاوہ کوئی آئے ہائے نظر۔ں۔؟''وہ پلٹا۔

''آجاو۔آج تم کافی پلانے والے ہو۔''عیشانے سفیرکو گریبان سے پکڑکرکھینچا۔وہ کھنچتا چلا گیا۔

''افف۔یہ لڑکی۔کتنی لمبی زبان ہے۔ں اسکی۔؟''عینانے مڑکرصفاسے کہاجوکہ دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی ابھی سفیراورعیشا نکلے تھے۔

''ویسے صفا۔!''عینا کچھ دیر بعد بولی تووہ متوجہ ہوئی۔''یہ ہینڈسم پروفیسرکافی کھڑوس ش۔ تونہیں ہوئے۔؟''اس نے منہ بنایا۔

''نہیں تو۔''صفانے بےاختیارکیا۔

''ایک منٹ۔!کہیں تم بھی امپریس تونہیں ہوگئی اس عیشاء کی طرح۔؟''عینا نے جلدی سے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تم نے لائبریری دیکھی ہے۔؟''صفانے موضوع بدلنامناسب سمجھا۔

''ہاں۔ تم یہ توبتاوکہ تمہیں.....''

''یہ باتیں بعدمیں کرلیں گےتم چلو۔مجھے لائبریری دیکھنی ہے۔''صفا کافی ہلکے پھلکے سے موڈ میں تھی۔

دوپہر ہورہی تھی۔

شاکے مینشن میں آج سناٹا تھا۔کیونکہ وہ آج اپنے مینشن میں ہی تھا۔وہ اس وقت اپنے لان میں بیٹھا تھا۔بیدکی کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے۔سامنے چھوٹی سی میز پہ کچھ کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔

''شا۔اس فائل کو دیکھ لیں ا ۔ ر۔''مغیث نے ا۔ فائل لا کر اسکے سامنے رکھی۔

''تم ۔ واپس آئے تھے۔''اس نے فائل اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''شا۔!میں کل رات ہی واپس آ۔ تھا۔''اس نے ہاتھ ۔ ھ پر مودب سے ا۔ ازمیں جواب دے۔

''اور آتے ہی میری نگرانی پر نکل پڑے۔''اس نے ا۔ ا۔ واٹھایا البتہ نگاہیں فائل پر ہی جمی تھیں۔

''وہ۔زہرہ نے کہا کہ۔!''

''تم میرے حکم کے پابند ہو۔زہرہ کے؟''اس نے فائل کا صفحہ پلٹتے پوچھا۔وہ یقیناً غضبناک نہیں تھا البتہ اسکو مداخلت پسند نہیں تھی۔اسکو پسند نہیں تھا کہ اسکے زمین پر کوئی بھی شخص اسکا کوئی کمزور پہلو دیکھے۔

''آپکا شا۔۔!''جواب فوراً آ۔ تھا۔

''ہمم۔آئندہ دھیان رکھنا۔''اس نے نکالا اور دستخط کر دیئے۔

''جیسے آپکا حکم شا۔''وہ مودب سا کھڑا تھا۔

''اس لڑکے کا کچھ پتہ ۔؟''اس نے فائل میز پر رکھی اور اب مغیث کی جا۔ متوجہ ہوا۔

''اس نے خود تو کچھ بھی قبول نہیں کیا۔ میں پتہ کروا رہا ہوں۔ ''مغیث نے یقین دہانی کروائی۔

''ہمم۔کچھ لوگوں کو پاکستان بھیج دو۔پتہ کرواؤ کہ صفا،زاویر اور ا۔ اہیم۔ان تینوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔؟''اس نے سامنے پڑا ۔ کش کافی کا پ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''جیسے آپکا حکم شا۔!''

''میچ کی تیاری ہو گئی۔؟''اس نے کافی کا پ واپس میز پر رکھا۔

''جی شا۔بس آپکے حکم کا انتظار ہے۔''مغیث نے پہلی ۔ رنگاہ اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ آنکھیں چھوٹی کئے ہوا میں گھور رہا تھا۔اسکی آنکھیں جو کہ تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔وہ مزید تیکھی ہو گئیں تھیں۔

''ان تینوں کا پتہ چل جائے۔پھر سجاتے ہیں دنگل۔!''اس نے ہوا میں گھورتے ہوئے ہی جواب دیا۔

''ا ہم زاویر سے ہی پوچھ لیں۔''مغیث جھجھکا۔

''وہ اپنی مرضی سے نہیں بتائے گا۔اور میرا طر استعمال کرنے کے بعد وہ اس قابل نہیں رہے گا کہ کچھ بتا سکے۔ہو سکتا ہے مجھے اسکو کہیں استعمال کر۔ پڑ جائے۔ہو سکتا ہے میں اسے کسی کو تحفے میں دے دوں۔اور تحفوں کا حلیہ نہیں بگاڑا جا۔ا فریش حا ۔ میں ہی بھیجا جا۔ ہے۔''اس نے مغیث کی آنکھوں میں دیکھا۔وہ سر جھکا ۔

''بے شک شا بہتر جا ہیں۔''اس نے فورا۔ کی۔اس نے دو۔ رہ اپنی کافی اٹھائی اور ا۔ ہاتھ سے مغیث کو جانے کا اشارہ کیا۔وہ فورا ۔

''اک حسین آ کے اشارے پ

قافلے راہ بھول جاتے ہیں۔''

اس نے خود کو کہتے سنا اور پھر مسکرا کر سر جھٹکا۔

وہ دونوں اس وقت لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔تھوڑی دی ۔ کلاسز آف ہو جانی تھیں۔اس لئے ان لوگوں نے اگلے دن لائبریری وزٹ کرنے کا سوچا۔صفا نے سامنے نگاہ دوڑائی۔ا۔ ہجوم۔لڑکے لڑکیاں ان ۔ کے بولنے کی آوزیں۔ا۔ شور سا تھا۔ا۔ ایسا شور جس میں کچھ سنائی نہ پڑ۔ ہو۔وہ یوں ہی اس ہجوم میں پھرتے مجسموں کو گھورتی رہی۔

''کیا ہوا۔؟''عینا نے چٹکی بجائی۔

''کچھ نہیں۔سوچ رہی ہوں کہ یہ . لوگ کتنے خوش ہیں۔ن۔؟''اس نے سامنے پھرتے لڑکے لڑکیوں کو دیکھا۔

''ہاں۔تو کیا تم خوش نہیں۔؟''عینا نے اسکی جا. دیکھا۔

''خوش۔!خوشی کیا ہوتی ہے۔''وہ ہوا میں گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''خوشی۔خوشی اطمنان ہوتی ہے۔ . ا ن اپنے آپ کو اور اپنی ز گی کو قبول کر تا ہے۔ن تو وہ خوش ہو جا تا ہے۔''عینا ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

''تو پھر غم کیا ہے۔؟''وہ اسی کیفیت میں بیٹھے بولی۔

''غم۔۔غم خود کچھ نہیں ہوتا۔خوشی دراصل غم کے ٹ کا انٹرول ہوتی ہے۔''عینا اب سامنے دیکھ رہی تھی۔

''یعنی۔؟''صفا بھی اسی جا. گھورتے ہوئے سوال کرنے لگی۔

''یعنی۔غم ہمیشہ رہتا ہے وہ ہر وقت آپکے آس پ ہی ہوتا ہے۔ . خوشی آجاتی ہے تو غم اوجھل ہو جا تا ہے اور . وہ خوشی واپس چلی جاتی ہے تو غم لوٹ آ تا ہے بلکہ غم ظاہر ہو جا تا ہے۔خوشی دراصل دو غموں کے ٹ کی چیز ہے''عینا نے . ت سمیٹی۔

''یعنی آر زو غم ہے۔اسکا حصول خوشی۔اور اسکا چھن جا. غم۔''صفا نے کچھ سوچ کر کہا تو عینا نے اثبات میں سر ہلا یا۔'' عینا کبھی کبھی حصول بھی غم بن جا یا کر تا ہے۔'' صفا نے َ دن موڑ کر عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔عینا اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔کتنی خالی تھیں وہ آنکھیں۔''کبھی کبھی ہم سمندر میں کھڑے ہو کر بھی پیاسے ہوتے ہیں۔۔''اس نے دو . رہ کہا تو عینا مسکرا دی۔

''سمندر میں کھڑی ہو گی تو پیاسی ہی مرو گی۔''اس نے ہاتھ جھلا یا۔

''کیا مطلب؟''صفا نے اچنبھے سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ سمندر کھارا ہوتا ہے۔تم چاہ کر بھی وہ پانی نہیں پی سکتی۔تمہیں اَ خود کو سیراب کر نا ہے تو تمہیں در یا کے پ جا. ہو گا۔''عینا نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ تو صفا ا پل کے لئے سن ہو گئی۔سامنے جو ہجوم رواں دواں تھا وہ ٹھہر یا۔صفا کے لئے وقت رک َ یا تھا۔وہ وہیں جم گئی۔

تو کیا وہ سمندر میں کھڑی ہے۔؟ کیا وہ کھارے پانیوں کے سمندر میں کھڑی ہے۔؟ کیا وہ ہمیشہ یوں ہی رہے گی پیاسی۔؟ خالی ہاتھ؟ اسکے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔

''اٹھو بھی۔۔''عینا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ کسی . کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔

''عینا۔!''وہ کچھ د بعد بولی۔

''ہاں۔؟''عینا نے اسکا سپاٹ سا چہرہ دیکھا۔

''اَ میں سمندر میں ہی رہنا چاہوں تو۔؟ کیا سمندر کا پانی میرے لئے میٹھا نہیں ہو سکتا۔؟''اس نے َ دن موڑ کر عینا کو دیکھا۔عینا نے تین چار . رپلکیں جھپکیں۔وہ اسکی . ت سمجھ نہیں پائی تھی۔

''اب یہ تو تم سمندر سے ہی پوچھنا۔کیا پتہ تمہارے لئے کوئی معجزہ ہو جائے۔''عینا نے ٹ ک سے مکھی اڑائی اور اسکا ہاتھ تھامے اسکو وہاں سے لے گئی۔

حوریہ اس وقت ی قوت کے کمرے میں ہی تھی۔وہ اسکے سرہانے بیٹھی تھی اسکا بخار اب ا َ یا تھا۔ پھر بھی وہ بس اسی کے سرہانے بیٹھی تھی۔

''ماما۔دینا نے ڈا گندہ کر دیا ہے۔''مرجان دینا کو اٹھائے اسکے پ آیا۔وہ آج اسکول نہیں َ یا تھا۔سارا دن آج اس نے دینا کو سنبھالا تھا۔

''او کے۔میں چینج کر دیتی ہوں۔''حوریہ نے دینا کو پکڑا اور اپنے کمرے میں لے گئی۔مرجان چلتا ہوا ی قوت کے بیڈ کے پ آیا۔اس نے ی قوت کا ماتھا چھو کر دیکھا۔بخار نہیں تھا۔ ی قوت نے آنکھیں کھول کر مرجان کو دیکھا۔ ی قوت کی آنکھیں بجھ سی گئیں تھیں۔وہ بہت کمزور لگ رہا تھا۔

''آئی ایم سوری ی قوت۔!'' مرجان سر جھکائے کھڑا تھا۔

''اٹس او کے مرجان۔!'' ی قوت نے مسکرا کر مرجان کو معاف کر دیا۔

''میں نہیں چاہتا تھا کہ تم بیمار ہو جاو۔''اس نے شرمندگی ظاہر کی۔

''میں جا ہوں۔'' قوت مسکرا۔

'' میں اسکی سزا خود کو دوں گا۔''مرجان نے نگاہ اٹھا کر قوت کو دیکھا۔

''نہیں مرجان۔! میرے بھائی۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' قوت اٹھ کر بیٹھ ۔

''۔ ٹ مجھے تمہیں ہرٹ کرنے کی سزا ملنی چاہیے ں؟''اس نے دو رہ قوت سے کہا تو اس نے میں سر ہلا دیا۔

''۔ آپکا وکٹم آپکو معاف کر دے تو سزا ختم ہو جاتی ہے۔ میں نے تمہیں معاف کیا مرجان۔''اس نے مرجان کا ہاتھ تھاما۔

'' قوت۔!''اس نے کچھ کہنا چاہا قوت نے اٹھ کر اسکو گلے گا لیا۔

''میں تمہارا بھائی ہوں مرجان۔ ہم دونوں ۔۔ کے ز و ہیں۔ ہم ا جان رہیں گے تو ۔۔ مظبوط رہیں گے اَ ہم میں سے ا بھی کمزور پڑا تو ۔۔ ٹوٹ جا گے۔ ''اس نے مرجان کو تھپکی دی۔ اور الگ ہوا۔

'' میرا گلٹ۔''مرجان نے بے بسی سے قوت کی جا ۔ دیکھا۔

''ہر چیز کا تضاد موجود ہے۔ اَ تم گلٹ کو ختم کر چاہتے ہو تو وہ کرو جو تمہارے ۔ ے عمل کا متضاد ہو۔'' قوت نے دو رہ بیڈ پ ۔ ہوئے اسکو کہا تو مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔

''اَ تمہیں لگتا ہے کہ تم نے مجھے ہرٹ کیا ہے۔ تو تم کسی کو خوش کر دو۔ سمپل۔'' قوت نے چٹکی بجائی۔

'' میں تو تمہارا مجرم ہوں۔''اس کو قوت کی جسٹیفیکیشن اچھی نہیں لگی۔ اسکے ۔۔ د ۔ م کی بس سزا ہوتی ہے۔ اَ آپکا وکٹم معاف کر بھی دے تو گلٹ کو ختم کرنے کے لئے سزا لازمی ہے۔

''مرجان۔! اللہ معاف کرتا ہے اور معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' قوت نے ٹ ہوئے ت سمیٹی۔

''یعنی تم معاف کر کے اللہ کی میں ہیرو بن گئے۔''اس نے قوت کو دیکھا جو کہ اب مایوس سا مرجان کی جا ۔ دیکھ رہا تھا جو کہ اسکی کسی بھی جسٹیفیکیشن کو قبول نہیں کر رہا تھا۔''اور میں معافی ما کر بھی گلٹ میں رہوں۔؟''اس نے بے چارگی سے قوت کی جا ۔ دیکھا۔

''مرجان۔! مجھے اس وقت کوئی ایسی جسٹیفیکیشن نہیں دا رہی جو تمہیں مطمئین کر دے۔'' وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ ۔ مرجان مایوس سا اپنے بیڈ پ ڈھے ۔''تمہیں پتہ ہے مرجان۔!'' کچھ د بعد قوت نے لحاف سے منہ نکالا۔

''ہاں بولو۔!''وہ پ ۔ ٹ پوچھ رہا تھا۔

''کبھی کبھی عا ۔ کے سجدے بھی قبول نہیں ہوتے اور ۔ دم کا ا آ اللہ کو پسند آجا ہے۔''مرجان نے بے اختیار دن موڑ کر قوت کو دیکھا۔

یونیورسٹی کلاسز آف ہو تو ۔ لوگ واپس جانے لگے۔ وہ ہجوم اب آہستہ آہستہ ہوا میں ہی کہیں تحلیل ہو رہا تھا۔ لوگ اب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ صفا اور عینا چلتی ہو لان میں آ تو قادر کسی دیو کی طرح حاظر ہوا۔

''چلیں؟''اس نے پیچھے سے آ کر کہا تو وہ دونوں بیک وقت پ ۔

''آہ۔ ڈرا کر رکھ دیا۔ تم ا ن ہو۔ کوئی جن؟''عینا نے ی پ ہاتھ رکھا۔

''کاش جن ہی ہوتا۔ اور وہ بھی آدم خور۔!''قادر نے عینا کو خونخوار وں سے گھورا۔

''اللہ اللہ۔۔ اَ تم آدم خود ہوتے ں تو میں مچھلی بن جاتی جس کا ہر ہر کا تمہارے حلق میں چبھتا اور تم جس کو نہ نگل اور نہ ہی اگل ۔''عینا نے دا ۔ بھینچ لئے۔

''چلیں قادر بھائی۔''صفا نے وہاں سے جا ہی منا ۔ سمجھا۔ وہ آگے آگے چل دی۔

''ان سے دور رہو مجھی؟'' اس نے انگلی کھڑی کر کے عینا کو تنبیہ کی۔

''سوچ ہے تمہاری۔'' اس نے منہ پھیرا۔

''تمہیں تو میں۔۔''

''قادر بھائی۔!'' صفا نے کچھ دور سے آواز لگائی تو وہ انگلی سی وارن کرتا نکل گیا۔

''ہونہہ۔ بڑا آیا آدم خور۔!'' عینا پاؤں پٹختی دوسری سمت میں چل دی۔

وہ لوگ گاڑی میں بیٹھے تھے۔ گاڑی چلی نہیں۔

''قادر بھائی کس کا انتظار ہے۔؟'' صفا نے مرر میں سے دیکھ کر اس سے پوچھا۔ کہ اسی دوران ایک اور گاڑی آ کر رکی۔

''آپ دوسری گاڑی میں جائیں گی۔'' قادر نے اتر کر اسکی جانب کا دروازہ کھولا۔

''کیوں۔؟'' صفا نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ آجائیں۔'' قادر نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور اسکو لئے دوسری گاڑی کی جانب بڑھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر اس نے جلدی سے اس سیاہ شیشوں والی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''آجاؤ۔'' اندر سے آواز آئی تو صفا چونکی۔ اس نے گاڑی کے اندر جھانکا۔ اسکا حلق خشک ہوا۔ پھر وہ آ کر اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔ قادر نے دروازہ بند کیا اور گاڑی چل پڑی۔

''السلام علیکم۔!'' صفا نے کچھ دیر بعد کہا۔

''وعلیکم السلام۔'' وہ اپنا کی پیڈ لئے بیٹھا تھا۔ صفا کچھ دیر خاموشی سے بیٹھی رہی۔

''۔۔قوت کیسا ہے اب؟'' اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔'' وہ اپنے ای میلز پڑھ کر رہا تھا۔

''وہ۔ آپ نے بتایا نہیں کہ آپ اسی یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں۔'' وہ کچھ دیر بعد بولی تو۔ اہیم نے اپنے کی پیڈ سے نگاہیں ہٹائیں۔ اور اسکی جانب دیکھا۔

''آج پتہ چلا کہ۔۔ں۔؟'' اس نے جتایا۔

''جی۔'' صفا نظریں جھکا گئی۔

''تو بس۔۔ اس میں کوئی اتنی بڑی بات تو تھی نہیں کہ میں لاؤڈ اسپیکر میں اعلان کرتا پھرتا۔'' وہ دوبارہ کی پیڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔

''ہمم۔'' صفا دن موڑ کر گاڑی کے اس پار کے مناظر دیکھنے لگی۔ بلند و بالا عمارتیں۔ کھجور کے درخت۔ ہر چیز شاندار تھی۔ صفا کے لئے وہ شہر بے رونق تھا۔ اسکا دل بجھ چکا تھا۔ اور جہاں دل بجھ چکے ہوں وہاں ان کو بیرونی رعنائیاں نہیں بھایا کرتیں۔

''اس لڑکی کے ساتھ کیوں چپکی ہوئی تھی۔؟'' کچھ دیر بعد۔ اہیم کے الفاظ اسکی سماعتوں سے ٹکرائے تو صفا نے دن موڑ کر دیکھا۔

''وہ دوست ہے۔۔'' اس نے۔ اہیم کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

''اتنی جلدی دوست بن گئی۔؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ دوست۔ اور دشمن۔ایک منٹ میں ہی تو بن جایا کرتے ہیں۔'' صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیتا۔ اہیم نگاہیں پھیر گیا۔

''خیر۔! اس سے فاصلے پر رہو۔ انفیکٹ ہر کسی سے فاصلہ اختیار کرو۔'' وہ رخ پھیرے کہہ رہا تھا۔

''کیوں۔؟ کیوں کروں فاصلہ اختیار۔۔؟'' صفا نے پوری ہمت جمع کر کے سوال کیا تو۔ اہیم نے اچانک رخ موڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ صفا بڑبڑائی۔ اہیم کی آنکھوں میں سختی در آئی تھی۔ اسکی رگیں تن گئی تھیں۔ وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اس سے اس طرح سوال کر رہی تھی۔ پھر اس نے صفا کا زود بوجھا اسکی شخصیت اتنی مظبوط تھی کی صفا

کو اسکی ا ۔ ں اپنے ۔ زو میں پیو ۔ ہوتی ہوئی محسوس ہو ۔ اس نے جھٹکے سے صفا کو قر ۔ کیا۔ اسکا چہرہ اب ا۔ اہیم کے عین سامنے تھا۔ صفا کے چہرے پ جہاں کچھ د ۔ پہلے ا ۔ اعتماد سا تھا وہاں اب گھبراہٹ تھی۔ بس۔ اتنی سی تو ہمت تھی اسکی۔

''شہر اغیار میں احباب نہیں بنا ۔ کرتے۔'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو صفا لے ۔ ہلے۔

'' ۔ اپنے جلاوطن کر دیں تو اغیار کا ساتھ بھا جا ۔ کرتا ہے۔'' وہ اسی کے ا ۔ از میں بولی تو ا۔ اہیم کچھ د ۔ اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہ ۔ ۔

''جن کی منزل انکا وطن ہو وہ راہگیروں سے دل نہیں لگا ۔ کرتے۔'' اس نے جھٹکا دے کر صفا کو مز ۔ قر ۔ کیا۔ وہ اسکو قائل کر رہا تھا۔ ڈرا کر۔

''اور جو راستے میں ہی خیمہ لگا کر بیٹھ جا ۔ اور ساری ز ۔ گی وہیں بسر کر دیں انکا کیا۔؟'' صفا آج ۔ کی بہ ۔ کی جواب دے رہی تھی۔ ا۔ اہیم کو اسکا اعتماد ضرور پسند آ ۔ ا وہ لوگ الگ طرح کے حالات میں ہوتے۔ آج ا۔ اہیم کو اسکے اعتماد سے بغاوت کی بو آ رہی تھی۔

''خیمہ لگانے کا اختیار نہیں ہے تمہارے پ س۔'' ا۔ اہیم اسکے چہرے پ پ ۔ را۔ صفا آنکھیں بند کر گئی۔

''آپ اپنے ملک سے نکال دیں۔ پھر چاہے مسافر منزل پ پہنچ کر سانس لے ۔ راستے میں ہی دم توڑ دے یہ آپکا مسئلہ نہیں۔'' اس نے بند آنکھوں سے ہی جواب د ۔ ا۔ اہیم ا ۔ پل کے لئے ہل کر رہ ۔ ۔ وہ آ ۔ چاہتی کیا تھی۔

''تم جو سوچ رہی ہو۔ وہ ممکن نہیں ۔ ۔'' کہتے اس نے جھٹکے سے صفا کا ۔ زو چھوڑا۔

''ممکنات اور ۔ ممکنات کے ۔ رے میں فیصلہ کرنے والے آپ نہیں ہیں۔'' صفا نے اپنا حلیہ سنبھالا۔ ا۔ اہیم نے جلدی سے اپنے ۔ ا ۔ پیغام لکھا۔

''مجھے جلد از جلد زاو ۔ ر چاہیے۔'' کہہ کر اس نے کی پیڈ ۔ ٹ پ ہی د ۔

اسکو اب جلد از جلد زاو ۔ ر کو تلاش کر ۔ تھا۔ اور صفا کو اسکے گھر پہنچا ۔ تھا اسکی ۔ توں سے اسکو اتنا تو ا ۔ ازہ ہو چکا تھا کہ وہ کیسا فیصلہ کرنے جا رہی ہے۔ کوئی بھی لڑی طلاق کو قبول نہیں کر ۔ چاہتی۔ ا۔ اہیم بھی بس اتنا ہی سمجھا تھا۔ اسکو ابھی ۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ لڑکی تو اس کو ۔ جانے ۔ سے قبول کر چکی ہے اور وہ صفا قریشی تھی۔ جو د ۔ ۔ داری قبول نہیں کیا کرتی۔

گاڑی مینشن میں داخل ہوئی تو وہ اپنا کوٹ اٹھائے ۔ ہر نکلا اور لمبے لمبے ڈگ بھر ۔ ہوا سیدھا ۔ قوت کے کمرے میں پہنچا۔

۔ قوت بستر میں ہی دبکا پ ا تھا۔ اور مرجان دینا کو لئے اپنے بیڈ پ تھا۔ حور یہ غالبا کچن میں تھی۔ وہ ۔ قوت کے لئے سوپ بنوا رہی تھی۔ صبح سے وہ دس چیزیں اسکے سامنے رکھ چکی تھی وہ کسی چیز کو منہ نہیں لگا رہا تھا۔

''بس کرو میرے شیر۔! اب اٹھ بھی جاو۔'' ا۔ اہیم نے آگے ۔ ھ کر ۔ قوت کا ماتھا چوما۔

''اٹھ ۔ ۔ ۔۔'' ۔ قوت فورا اٹھ کر بیٹھ ۔ ۔

''یہ ہوئی ں ۔ ت۔ میرا اسٹرو ۔ ۔ ٹ۔'' وہ بھی ۔ قوت کے بیڈ پ بیٹھا۔

''۔ ۔ ۔۔!'' دینا نے اسکو پکارا تو وہ اسکی جا ۔ متوجہ ہوا۔

''اٹس او کے دینا! بھائی بیمار ہے۔ اس لئے اسکو ز ۔ دہ اٹینشن چاہیے۔ ہم اگنور بھی ہو جا ۔ تو کوئی مسئلہ نہیں۔'' مرجان نے دینا کا رخ اپنی جا ۔ کرتے کہا تو ا۔ اہیم حیرت سے مسکرا ۔

''کس نے کہا میں تم لوگوں کو اگنور کر رہا ہوں۔؟'' اس نے اٹھ کر دینا کو گود میں اٹھا ۔

'' ا ۔ از بتا کر نہیں کیا جا ۔ ۔ ۔'' مرجان نے اپنے ۔ پ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''افففف۔ تم اور تمہارے یہ لا جک۔'' ا۔ اہیم بھی ہار مان ۔ ۔

''کیا میں ا ۔ ر آ سکتی ہوں۔؟؟'' ان تینوں نے مڑ کر دیکھا تو دروازے میں صفا کھڑی تھی۔

''ارے۔ پ یٹی لیڈی۔! آپکو اجازت کی ضرورت نہیں۔'' مرجان فورا اٹھا اور صفا کا ہاتھ تھام کر اسکو ا ۔ ر لے آ ۔ ا۔ اہیم نے ا۔ واچکا کر اپنے ۔ ۔ ٹ کو دیکھا۔

''یقوت۔! کیسے ہو۔؟'' صفا اسکے پاس پہنچی۔

''میں ٹھیک ہوں آ ۔!'' یقوت مسکرایا۔

''میں ڈر گئی تھی۔اب طبیعت ٹھیک ہے ن۔؟'' اس نے دو رہ تسلی چاہی۔

''جی جی۔اب ٹھیک ہوں۔'' یقوت نے مسکرا کر یقین دلایا۔

''تم جاو۔جا کر آرام کرو۔'' ا. اہیم نے خفا خفا سے لہجے میں صفا سے کہا۔

''کیوں..؟ پیٹی لیڈی ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔آپ جا ۔آپکو آرام کی ضرورت ہے۔'' مرجان نے آنکھیں مٹکا کر اپنے پ کو دیکھا تو صفا نے مسکراہٹ ضبط کی۔

'' ا از۔بتا کر بھی کیا جاتا ہے مرجان۔جیسے کہ تم ابھی کر رہے ہو۔'' ا. اہیم نے مرجان کو ور کروایا۔

''ہاں تو۔میں نے کون سا چھپے لفظوں میں کہا ہے۔'' مرجان نے صفا کا ہاتھ تھامے کندھے اچکا دیئے۔

''یعنی اب تم اس کل کی آئی لڑکی کے لئے اپنے پ کو اپنے کمرے سے جانے کا کہہ رہے ہو؟'' ا. اہیم کا دل کیا وہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔

''کل نہیں۔اب تو کافی دن ہو گئے ہیں۔ہیں ن پیٹی لیڈی؟'' اس نے نگاہ اٹھا کر صفا کی جا. دیکھا۔صفا نے ہنسی روکی۔

''ہاں۔کافی دن ہو گئے۔'' اس نے مرجان کی ت کی۔ا. اہیم دا. ت بھینچ کر رہ ۔وہ دینا کو لئے ا پس سے ر ا۔ وہ رکا۔اس نے صفا کے کان کے قر. اپنا چہرہ کیا۔صفا نے سانس ت روک لی۔

''اس سے دور رہو۔'' وہ ا آ ی وارننگ دیتا وہاں سے نکل ۔دروازہ بند ہوا تو صفا نے ا گہری سانس خارج کی۔

وہ چلتی ہوئی مرجان کے بیڈ پ آ بیٹھی۔یقوت اب بیٹھا تھا۔البتہ لحاف میں خود کو چھپائے ہوئے تھا۔

''ویسے یقوت۔کل رات تو تم ٹھیک تھے یوں اچا ک بخار؟ گلہ اب تھا کیا۔؟'' صفا نے یقوت کی جا. دیکھ کر پوچھا۔یقوت نے ا پل کے لئے مرجان کی جا. دیکھا۔مرجان سر جھکا ۔

''شا کل شام کو میں نے م کپڑے نہیں پہنے تھے۔اس لئے ہو ۔'' یقوت نے مسکرا کر جواب دیا تو مرجان نے بے اختیار سر اٹھا کر دیکھا۔کیا وہ واقعی مرجان کو معاف کر چکا تھا؟ ''مجھے زرا ٹھنڈ جلدی لگ جاتی ہے۔'' یقوت نے سر ہلا کر صفا کو بتایا۔

''یعنی میری طرح؟'' صفا ہنس دی۔

''آپکو بھی جلدی ٹھنڈ لگ جاتی ہے؟'' مرجان صفا کی جا. متوجہ ہوا۔وہ اسکے پاس ہی بیٹھا تھا

''ہاں۔بچپن میں بہت جلدی سردی لگ جایا کرتی تھی۔اور. بھی میں بیمار پڑتی تو امی اتنی فکر مند ہو جایا کرتی تھیں۔'' کہتے کہتے صفا خاموش ہوئی۔کتنی ہی یادوں کے سائے سے لہرائے۔اسکی ماں۔کہاں گئی اسکی امی۔؟ وہ کس حال میں ہوں گی۔کیا وہ اسکو یاد کرتی ہوں گی؟ صفا کے حلق میں آ وں گا گولہ اٹکا۔

''پھر۔؟ پھر آپ بھی اسکول سے چھٹی کر لیتی تھیں؟'' مرجان کے پوچھنے پ وہ ہوش میں آئی۔

''نہیں۔میں چھٹی نہیں کرتی تھی کیو ا میں چھٹی کرتی تو میری دو ت ناراض ہو جایا کرتی تھی۔'' صفا نے آ وں گا گولہ حلق سے نیچے ا ارا۔

''کون سی دو ت۔؟ کیا ہم ان سے مل تے ہیں۔؟'' مرجان نے شوق سے پوچھا۔

''نہیں۔!'' صفا نے بھیگی پلکوں سے میں سر ہلا دیا۔

''لیکن کیوں۔؟ کیا ہم فون پ بھی بات نہیں کر تے۔؟'' مرجان مرجھا سا ۔

''نہیں۔۔!'' صفا نے دو رہ میں سر ہلایا۔

''تو کیا آپ اپنی دو ت کو لے کر اتنی پوزیسو ہیں؟'' یقوت نے صفا کی جا. دیکھ کر سوال کیا تو وہ زخمی سا مسکرائی۔

''پوزیسو کیا ہوتا ہے؟'' اس نے اچنبھے سے یقوت سے پوچھا۔ کیو وہ اتنے سے بچے کے منہ اس لفظ کی امید نہیں کر رہی تھی۔

''پوزیسو۔ یعنی کسی چیز کو اپنی ملکیت سمجھنا۔ ایسے کہ کسی دوسرے کی نگاہ بھی اس چیز پ. داش. نہ ہو۔'' یقوت نے پسکون سے ا. ازمیں کہہ دیا۔

''تو کیا پوزیسو ہونا اچھی. ت ہوتی ہے۔؟'' اس نے یقوت سے ہی پوچھا۔ ''آف کورس اچھی. ت ہوتی ہے۔'' مرجان فورا بولا تو صفا نے چونک کر اسکی جا. دیکھا۔ جو ہمارا ہے۔ وہ صرف ہمارا ہے۔ ہم اسکو کسی کے ساتھ کیوں. نٹیں؟'' مرجان نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہمم۔ مرجان۔! کیا تم یقین سے کہہ. ہو کہ تم کسی چیز کی ملکیت ر. ہو؟'' یقوت نے پوچھا تو اس نے گردن موڑ کر یقوت کو دیکھا۔

''جو ہمارا ہوتا ہے وہ ہماری ملکیت ہی ہوتا ہے۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا تمہیں پتہ ہے مرجان! کہ ہر چیز کا اصل مالک کون ہے؟'' یقوت نے نرم سے لہجے میں پوچھا۔

''آف کورس جس ا. ان کی ملکیت میں وہ شے ہوتی ہے۔'' مرجان اب اسکی جا. رخ کئے بیٹھا تھا۔

''نہیں۔!'' یقوت نے پسکون سے ا. ازمیں کہہ دیا۔

''تو پھر۔؟'' اب کی. رصفا نے پوچھا۔

''ہر شے کا مالک صرف اللہ ہے۔ وہ جس کو جو چاہے کر دے اور جس سے جو چاہے وہ چھین لے۔ تم کسی شے کے مالک نہیں ہو۔ کوئی شے تمہاری ملکیت نہیں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''جو ہم کماتے ہیں۔ اس کے بھی نہیں؟'' مرجان نے. ڑی آنکھوں سے یقوت کی جا. دیکھا۔

''نہیں۔ ہر شے کا مالک صرف اللہ ہے۔ وہ اگر چاہے تو تمہیں ا. ت مل جائے گی۔ اگر اسکی رضا نہ ہو تو تم نے جو کما یا ہے وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔ ''تم تو قطمیر (کھجور کی گٹھلی پر موجود. ریسا پردہ) کے بھی مالک نہیں مرجان۔! پھر تم کیسے ا. زہ اور جیتے جاگتے ا. ان کے مالک بن. ہو۔'' اس نے اب کی. رمرجان کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اسکو. ورکروا رہا تھا کہ وہ جس لڑکی کو اپنی ملکیت سمجھ رہا ہے۔ جس کی خاطر اس نے اپنی بھائی کو ٹھنڈ میں کھڑا کر دیا۔ جس کی خاطر وہ اپنے. پ کے مقابل آ. ا۔ وہ لڑکی اسکی ملکیت نہیں ہے

''تو کیا ہم کسی ا. ان کے مالک نہیں بن. ت۔ اگر شادی ہو جائے تب بھی نہیں۔؟'' صفا نے خود کو کہتے سنا۔ کیو. ا. اہیم نے کہا تھا کہ وہ اب اسکی ملکیت ہے۔

''نہیں۔ ا. ان آزاد پیدا ہوا ہے۔ اس لئے کوئی بھی کسی بھی ا. ان کا مالک نہیں بن سکتا۔'' یقوت نے ان دونوں کو. ری. ری دیکھا۔

''تو پھر کیوں ہر دوسرا شخص اپنے ساتھی کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔'' صفا نے منہ بنایا۔

''یہ حق کی. ت ہے۔ حق جتا. اور چیز ہے۔ ملکیت بنا. اور چیز ہے۔'' وہ اب مسکرا کر بتا رہا تھا۔

''یعنی یہ کھلونا میں نے. ا ہے یہ مجھے میرے. . نے گفٹ کیا ہے تو اس پ میرا حق ہے۔ میں اسکا مالک نہیں۔ کل کو اگر یہ کھلونا. . واپس ما. لیں یہ ٹوٹ جائے۔ تو میرا کوئی اعتراض نہیں. ت۔ یہ بس میری زن. گی میں آ. اور گ. ے۔'' یقوت نے اپنی بیڈ سائڈ پ. ڑے ا. چھوٹے سے سپرمین ٹوائے کو دیکھ کر جواب دیا۔ صفا نے پلکیں جھپکیں۔ یعنی کوئی شخص کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ ہر ا. ان آزاد ہے۔ حق۔ ہاں حق جتا. اور چیز ہے۔ اس نے سوچا اور ا. گہری سانس لی۔

''تو اب آپ بتا. کہ آپ اپنی دو. ت کے لئے پوزیسو ہیں؟'' یقوت نے سن سی بیٹھی صفا سے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ میری ملکیت نہیں تھی۔'' صفا سر جھکا گئی۔ ''وہ. . ت میرے پ س تھی میرا اس پ حق تھا۔ اب وہ جس کی ملکیت تھی اسکے پ س واپس جا چکی ہے۔ اس لئے میرا کوئی اعتراض نہیں. ت۔'' اس نے کچھ دیر پہلے سنے الفاظ سے اپنی کہانی سنائی۔

''یعنی وہ اللہ کے پ س چلی گئی ہے؟'' مرجان نے مڑ کر صفا کی جا. دیکھا۔ جو کہ اب گ. ں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔ صفا نے سر اٹھایا تو اسکے سنہری. ل اسکے چہرے پ بکھرے ہوئے تھے۔ اسکی سرمئی آنکھوں میں پ. نی تھا۔ کھارا پ. نی. لکل سمندر کے کھارے پ. نی کی طرح۔ ''کیا ہوا پ. یٹی لیڈی۔؟'' مرجان نے صفا کے ہاتھ پ اپنا چھوٹا سا سرد ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔وہ اللہ کے پ س جا چکی ہے۔'' صفا نے اپنی بھیگی پلکیں پونچھیں۔اور ا یہ جعلی سی مسکان سجالی۔

''آئی ایم سوری۔!'' کہتے مرجان زرا سا اٹھا اور صفا کی بھیگی پلکیں صاف کیں صفا نے مسکرا کر اس ننھے سے فرشتے کو دیکھا۔کتنے دن ہو گئے تھے۔کسی نے اسکے آ صاف نہیں کئے تھے۔بس آ ی. راسکی ماں نے اسکو ی سے لگا یا تھا۔اسکے آ پونچھے تھے۔۔ اس کے بعد۔اس کے بعد اس نے خود کی. خود ہی لڑی تھی۔وہ اس ننھے سے دلا سہ دینے والے کو دیکھے گئی۔

ا. اہیم اپنے کمرے میں تھا۔سورج ڈھل رہا تھا۔کھا کھانے کے بعد وہ کچھ دیستانے کی سے اپنے کمرے میں آ یا تھا۔جبکہ حوریہ کو اپنی این جی او کی کسی میٹنگ کے لئے جا تھا۔اس نے پہلے تو پلین کینسل کر دیا۔ پھر قوت نے یقین دلا یا کہ وہ ٹھیک ہے تو حوریہ چلی گئی۔ دینا مرجان کے پ س ہی تھی وہ اپنے بیڈ پ ت ٹ تھا۔آج جانے کتنے دنوں بعد وہ انہیں دوں میں گم تھا جو اسکو صرف تکلیف دیا کرتی تھیں۔وہ. مصر آ یا تھا تو وہ اور ضرار ایک کوارٹ میں رہتے تھے۔وہ کوارٹ ایک بوڑھی عورت کا تھا۔جو اسی دو منزلہ عمارت کے اوپر فلور پ رہتی تھی۔

اس دن وہ یونیورسٹی سے واپس آ یا تو وہ بہت خوش تھا۔کیو حوریہ نے اس سے کہا تھا کہ اسکے . اس سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ تھوڑا وس بھی تھا کہ کہیں رحمان کرداوی اسکو پسند نہ کر دے۔کیو اسکے پ س حوریہ کی محبت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔وہ تو خود ابھی پڑھ رہا تھا۔

خیر وہ انہیں سوچوں میں گم انگلی پ اپنے اپ رٹمنٹ کی چابی گھما ہوا ردا خل ہوا تو وہ بوڑھی خاتون بے چینی سے گیٹ پ ہی ٹہل رہی تھیں۔

''امو۔کیا ہوا۔؟'' اس نے پ س آ کر پوچھا۔اسکی عربی کافی اچھی ہو گئی تھی۔

''میرے ٹے کا فون آ یا تھا۔وہ بیمار ہے۔'' وہ گھبراہٹ میں بولیں۔

''ہاں۔تو چلیں میں آپکو لے چلتا ہوں۔'' اس نے فورا مدد آفر کی۔

''وہ یہاں نہیں رہتا۔'' انھوں نے ہاتھ جھلا کر جواب دیا۔

''تو پھر۔۔؟'' ا. اہیم ا مقابل آ کھڑا ہوا۔

''وہ لوگ فلسطین میں رہتے ہیں۔اور میں وہاں نہیں جا سکتی۔'' انھوں نے اپنی بوڑھی آنکھیں رگڑیں جو آ وں سے تھیں۔

''لیکن وہ وہاں کیوں رہتے ہیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''اس نے وہاں سے ہجرت کرنے سے کر دیا تھا۔اور مجھے میرا ٹا ٹ اپنے ساتھ لے آ یا تھا'' وہ بتاتی ہو گیٹ کے پ س ہی رکھے ا بینچ پ بیٹھ گئیں ا. اہیم بھی ساتھ ہی بیٹھا۔''میرے دو ٹے تھے۔'' انھوں نے دوا یاں کھڑی کر کے بتا یا۔''ٹا ٹ مصر آ یا تھا ہجرت کر کے۔اور مجھے لے آ یا۔ چھوٹے نے وہیں رہنے پ اصرار کیا۔ کہتا ہے اپنا ملک نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ بتاتے ہوئے دو رہ آ ہو گئیں۔

''تو آپکا ٹا ٹ کہاں ہے؟'' ا. اہیم نے اچنبھے سے پوچھا کیو سے وہ وہاں رہ رہا تھا اس نے کسی کو وہاں آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔

''وہ اپنی بیوی کے ساتھ دوبئ ہے۔'' انھوں نے ا. رپھر سے اپنے دوپٹے سے آ صاف کیئے۔

''آپکو چھوڑ کر؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کہتا ہے اس فلیٹ کا خیال ر کے لئے کوئی ہو چاہیے اور ٹھیک ہی تو کہتا ہے یہاں میں آرام سے ہوں۔ہر مہینے چ بھیج دیتا ہے۔اور ا میں بھی ساتھ چلی جاتی تو اس فلیٹ پ کسی اور نے قبضہ کر تھا ں۔؟'' انھوں نے سر ہلا کر اسکو اپنے ٹے کی بے ہی کا یقین دلا یا۔

''خیر۔! کیا مدد کر سکتا ہوں؟'' ا. اہیم کو ٹے پ شدید غصہ آ یا تھا۔

''اسکی کوئی خبر مل جائے بس کوئی خط۔کوئی فون کال۔میرے کلیجے کو ٹھنڈک مل جائے۔'' انھوں نے ا آس سے کہا۔

''تو آپ فون کر لیں۔'' ا. اہیم کو دماغی حا پ شک ہوا تھا۔بے شک ا ن بوڑھا ہو جا ہے تو اسی طرح اپنے سامنے پڑی چیزوں کو بھی دیکھ نہیں پ ۔انھوں نے ہاتھ جھلا یا۔

''فون کی ۔ت نہیں ہے۔میں نے بہت کوشش کی ہے رابطہ کرنے کی رابطہ نہیں ہو پ رہا۔میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔''انھوں نے اپنے ۔ پ ہاتھ رکھا۔

''اچھا اچھا۔آپ فکر نہ کریں۔میں دیکھتا ہوں۔آپ مجھے نمبر دیں۔''ا۔ اہیم نے ۔۔ سے فون نکالا۔

''میں لے کر آتی ہوں۔''وہ اٹھ کرا۔ رچلی گئیں۔۔ ۔ واپس آ تو ہاتھ میں ا۔ بوسیدہ سی پ چی تھی۔جس پ نمبر لکھا ہوا تھا۔ا۔ اہیم نے وہ پ چی تھام لی اور نمبر ڈائل کیا۔بیل جاتی رہی کسی نے کال نہ اٹھائی۔

''ہوسکتا ہے وہ لوگ کہیں مصروف ہوں۔میں شام کو دو ۔ رہ کروں گا کال۔''کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''بہت بہت شکریہ ۔ٹ ۔۔''وہ بھی اٹھ کھڑی ہو ۔

''آپ فکر نہ کریں۔میں پتہ کروا۔ت ہوں۔''ا۔ اہیم نے تسلی دی۔

''اچھا تم۔رکو۔!''اسکا کندھا تھپتھپاتی ہوئی وہ ا۔ رچلی گئیں۔وہ حیران سا وہاں کھڑا رہا۔کچھ د۔ بعد وہ واپس آ تو ہاتھ میں ا۔ ڈو تھا۔

''یہ کیا ہے امو۔؟''اس نے حیرت سے ڈو دیکھا۔اور ڈھکن ہٹا۔تو اس میں پ ئے کا سالن تھا۔''ارے واہ امو۔!''ا۔ اہیم نے خوش ہو کر اس شوربے میں سے اٹھتی ہوئی مہک کو محسوس کیا۔

''جیتے رہو۔''انھوں نے اسکو دعا دی۔

''میں روٹیاں لے کر آ۔ ہوں۔ہم مل کر ہی کھاتے ہیں۔''اس نے ڈو واپس ا پکڑا۔

''تمہارا دو ۔ کہاں ہے۔؟''انھوں نے حیرت سے پوچھا۔کیو ۔ ۔ بھی وہ اسکو کوئی سالن دیتیں ت وہ ضرار کے ساتھ ہی کھا۔ تھا۔

''وہ کسی کام سے ۔ ہوا ہے۔آپ بیٹھیں میں روٹیاں لے کر آ۔ ہوں۔''وہ مسکرا کر وہاں سے نکل ۔۔

دو دن ہو گئے تھے۔ امو کے ۔ٹ کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ا۔ اہیم کو بھی اب فکر ستانے لگی تھی۔جس مو۔ئل پ دو دن پہلے بیل جا رہی تھی وہ اب پ ورڈ آف جا رہا تھا وہ اس وقت یونیورسٹی کے کیفے ٹیر۔ میں بیٹھا تھا۔سامنے کافی کا پ ویسے ہی پ ڑا تھا۔وہ بس ہوں ہی بیٹھا تھا ہوا میں گھور۔ ہوا۔

''کیا ہوا مسٹر گورسی۔؟''ا۔ انی آواز نے اسکو سوچوں سے نکالا۔ا۔ اہیم نے مڑ کر دیکھا تو حوریہ کھڑی تھی۔اپنے اذلی حلئے میں۔عبا پہنے اور حجاب پ ٹ۔ہاتھ میں ا۔ فولڈر اور کندھے پ اسکا بیگ۔

''کچھ نہیں۔!''ا۔ اہیم نے سر جھٹکا۔

''پھر بھی بتا کن سوچوں میں گم ہیں؟''وہ پ س آ کر بیٹھ گئی۔

''میری لینڈ لیڈی ہیں۔انکا ٹ رہتا ہے فلسطین۔کہہ رہی تھیں کہ بیمار ہے۔ جو انھوں نے نمبر د۔ اس پ رابطہ نہیں ہو پ رہا۔''اس نے آنکھیں چھوٹی کئے ا۔ ہی سانس میں ساری ۔ت بتا دی۔

''اوہ۔یہ تو کافی ۔زک صورتحال ہے۔کس شہر میں ہیں۔؟''حوریہ نے ٹیبل پ ہاتھ جمائے پوچھا۔

''غزہ۔!'' ۔ لفظی جواب دینے کے بعد اس نے حوریہ کے چہرے کے بگڑ۔ ت ۔ات دیکھے۔

''یہ تو بہت ۔ اہوا۔''حوریہ نے ٹیک لگائی۔

''کیوں کیا ہوا؟''ا۔ اہیم نے اچنبھے سے پوچھا۔

''پچھلے کچھ دنوں میں اسرائیلیوں نے غزہ پ حملے کئے ہیں۔''اس نے افسوس سے ا۔ اہیم کی جا۔ ۔ دیکھا۔ا۔ اہیم کا حلق خشک ہوا۔تو کیا امو کا ٹ۔؟ وہ اس سے آگے سوچ نہ سکا۔

''کیا کوئی طر ہے ان لوگوں سے رابطہ کرنے کا؟''ا۔ اہیم نے ا۔ آس سے پوچھا۔

''چو وہ شہرا۔ ۔ وپ کے کنٹرول میں ہے تو کوئی بھی ملک کھلم کھلا ا سپورٹ نہیں کر رہا۔اس لئے مجھے نہیں لگتا وہاں سے کوئی خبر آ سکتی ہے۔''حوریہ نے افسوس

سے کندھے اچکا دیئے۔

''لیکن۔ایسا کیسے کر تے ہیں یہ لوگ۔کیسے یہ ا بے سہارا چھوڑ تے ہیں۔''ا. اہیم کی آنکھوں میں کرب ا تا ا۔

''ہم . فلسطین کے حمائتی ہیں ا. اہیم۔ اس َ وپ کی وجہ سے ہم خاموش ہیں۔ہم . کے سامنے ا حما۔ تنہیں کر رہے۔اس لئے ہم نے ان کو ڈا ٔ سپائی بند کی ہوئی ہے۔''حوریہ نے نگاہیں پ اتے ہوئے کہا تو ا. اہیم نے افسوس سے اسکی جا . دیکھا۔

''ا یَ وپ کی وجہ سے تم لوگ ان ہزاروں لاکھوں لوگوں کو بے رومدگار چھوڑ دو گے۔؟''

''ا. اہیم یہ حکومتوں کے مسائل ہیں۔ہم ان میں کیوں الجھ رہے ہیں؟''حوریہ کو اسکا یہ شدت پسند ا ازپسند نہیں آ تھا۔

''میں بس سوال کر رہا ہوں کہ ا یَ وپ سے اختلافات ہونے کی وجہ سے تم لوگ ان لاکھوں لوگوں کو ڈس اون کر دو گے؟''اس نے دو رہ حوریہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ا. اہیم کم آن۔!''حوریہ جھنجلائی۔وہ جا تھی کہ اس پ اس لئے د وڈال رہا کیو رحمان کرداوی اگلے صدر منتخب ہونے جا رہے تھے۔

''کیا صرف مصر پ ہی ساری زمہ داری عا ٔ ہوتی ہے۔؟ پ کستان کا کیا۔؟''اس نے اب جوابی وار کیا تھا۔

''میں یہاں پ کستان کو ڈیفینڈ نہیں کر رہا۔نہ ہی پ کستانی ہونے کا کوئی فلیکس کر رہا ہوں۔میں بس سوال کر رہا ہوں کہ ا یَ وپ کی مخالفت کی وجہ سے ان لاکھوں لوگوں کو ا ا ازکیوں؟''اس نے حوریہ کا سوال خاطر میں لائے بنا کہا تو وہ ا پل کے لئے خاموش ہوگئی۔

''غزہ کی پٹی مصر سے ملتی ہے۔مصر نے فلسطینیوں کے حق میں جنگیں لڑی ہیں۔مصر نے قر ں دی ہیں۔تو اب پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو۔؟''اس نے ٹیبل پ ہاتھ دے مارے۔حوریہ اپنی کرسی پ ہی اچھلی۔''سوری۔!''اس نے حوریہ کے چہرے پ خوف دیکھا تو فورا معذرت کی۔حوریہ کی آنکھوں میں آ تیرنے لگے۔''آئی ایم سوری۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کر چاہتا تھا۔''اس نے فورا اپنا غصہ کنٹرول کیا۔

''ا. اہیم۔!''حوریہ کی َ ٹ سی آواز آئی۔

''ہاں۔!''

''یہ ا ملک ہے۔جس میں لوگ بستے ہیں۔میں جا ہوں آپ .. کی وجہ سے مجھ سے شکا ۔ کر رہے ہیں۔''ا. اہیم نے میں سر ہلا ۔ حوریہ کہتی رہی۔''. . بھی ملک کا کوئی سر اہ حلف اٹھا ہے تو وہ قسم کھا ہے کہ اسکا ملک . سے پہلے۔ . سے پہلے اس پ اسکا ملک حق ر ہے۔اسکے ملک کی عوام اس پ حق ر تے ہیں۔اس لئے کوئی بھی ایسا فیصلہ جس سے ملک کو یا ملک کے عوام کو نقصان پہنچے وہ فیصلہ نہیں لیا جا ۔ پہلے ملکی مفادات بعد میں سوشل ورک۔''حوریہ نے قدرے ٹھوس لہجے میں اپنی ب ت مکمل کی۔

''ہم قومیت پ ستی سے نکلیں گے حوریہ۔!''اس نے تھکے سے لہجے میں پوچھا تو حوریہ کو ا. اہیم پ ٹوٹ کر پیار آ۔

''کاش ا. اہیم۔کاش۔!''اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''کیا ہوا۔؟''ا. اہیم نے اسکی جا . اچنبھے سے دیکھا۔

''کاش۔میرے بس میں ہو ۔میں آپکو یہ ساری ر ۔ ہی دے دیتی۔آپ اپنی مرضی کے قوا لاگو کرتے۔''حوریہ نے ۔ سف پھرتے لہجے میں کہا تو ا. اہیم بے اختیار مسکرا دیا۔

''مجھے کسی ر ۔ کی ضرورت نہیں۔''وہ اب ہلکے پھلکے موڈ میں دکھائی دیتا تھا۔''میری ر ۔ اس وقت میرے سامنے ہے۔''اس نے محبت بھرے ا ازمیں کہا تو حوریہ نے سر جھکا لیا۔

دو دن مز َ رگئے۔ امو کے ٹ کی کوئی خیر خبر نہ ملی۔ا. اہیم یونیورسٹی سے واپس آ تو امو کے پورشن میں خاموشی تھی۔اس نے گیٹ بند کیا اور سیڑھیاں پ ڑھنے لگا کہ اسکو آواز آئی۔وہ کسی ا ن کے کراہنے کی آواز تھی۔جیسے کوئی بیمار ا ن تکلیف میں کراہتا ہے۔ا. اہیم کے سیڑھیوں پ اٹھتے قدم رکے۔وہ پلٹا۔

''امو۔!''اس نے صحن میں کھڑے ہوکر ہی آواز دی۔ جواب ندارد۔''امو۔!''وہ پکارتا ہوا کمرے کی جانب بڑھتا۔آوازیں مسلسل آرہی تھی۔وہ کمرے کے دروازے پر آکر رکا۔دروازہ بند تھا۔''امو۔!''اس نے دھیمے لہجے میں پکارا اور دروازے پر دستک دی۔ کوئی جواب نہیں آیا۔ابھیم نے دروازے پر دو،رہ ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔وہ پہلی بار اس کمرے میں آیا تھا۔امو سے وہ اکثر صحن میں ہی ملتا تھا۔وہ سمجھتا تھا جانے امو کے پاس کتنی دولت ہوگی۔وہ اور ضرار اکثر ہنستے تھے کہ امو کے مرنے کے بعد وہ انکا کمرہ لوٹ لیں گے۔ آج ابھیم سامنے تھا۔

وہ ایک بوسیدہ خستہ حال کمرہ تھا۔جس میں بس ایک پرانا سا بیڈ۔جس کا گدا جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا اور فوم باہر نکلی ہوئی تھی۔بیڈ شیٹ بھی پرانی سی تھی۔جو گدے کو پوری طرح ڈھکنے میں ناکام رہی تھی۔بس کچھ پرانے سے صندوق اور بس۔!یہ تھی امو کی کل جائداد اور دولت۔

''ابھیم۔!''سامنے بستر میں سے کھانسی کی آواز آئی۔

''جی امو۔!''وہ بھاگ کر بستر کی جانب بڑھا۔

''ابھیم۔!''وہ۔ی طرح چیخ رہی تھیں۔ابھیم نے انکا لحاف زرا سا چہرے سے ہٹایا تو وہ ششدر رہ گیا۔وہ عورت چار دن میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔آنکھیں دھنس گئیں تھیں۔چہرہ پیلا زرد پڑ رہا تھا مانو خون کی ایک بوند نہ تھی۔ابھیم نے انکا ماتھا چھوا تو وہ بخار میں تپ رہا تھا۔

''امو۔!اٹھیں میں آپکو پاس لے چلوں۔''اس نے انکا لحاف ہٹانا چاہا۔

''نن۔نہیں ابھیم۔!''انھوں نے جلدی سے اپنا لحاف پکڑ لیا۔

''کیا ہوا امو۔''ابھیم نے غیر یقینی سے انھیں دیکھا۔ پھر اگلے ہی لمحے بوا سکی نگاہ سے ٹکرائی۔وہ عورت اپنی بے بسی کی انتہا پر تھی۔''ام۔امو۔!میں کسی کو بلا کر لاتا ہوں۔''اس نے بمشکل الفاظ ادا کئے۔اسکی زبان اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔اس نے پہلی بار کسی کو اس قدر بے بسی کی کیفیت میں دیکھا تھا۔

''ابھیم۔!''انھوں نے اسکو پکارا تو وہ بات سمجھنے کے لئے قریب ہوا۔''یہ۔یہ چابیاں۔!''انھوں نے اپنی چابی نکال کر ابھیم کی جانب بڑھائی۔

''یہ۔کس کی چابی ہے امو۔؟''اس نے چابی کو الٹ پلٹ کر دیکھا کیونکہ وہ جس طرح لے کو لگتی تھی وہ سالوں پہلے استعمال ہوا کرتا تھا۔

''یہ۔غزہ۔میرا گھر۔!''انھوں نے بمشکل الفاظ ادا کیئے۔

''امو۔!''وہ تڑپ کر رہ گیا۔

''میرے بیٹے کو میری یہ چابی لوٹا دینا۔اس سے کہنا کہ اسکی ماں نے اسکو معاف کیا۔اس سے کہنا کہ اسکی ماں اس سے پیار کرتی ہے۔اس سے کہنا کہ اسکی ماں نے اسکو اپنا کچھ بخش دیا۔!''وہ کہتے کہتے رکیں۔سانس پھولنے لگی۔

''امو۔امو۔!''ابھیم پریشان ہوا۔

''میں نائی داشتہ نہ کرپائی۔اگر وہ زندہ ہوا تو اسے کہنا یہ چابی میرے گھر کے آنگن میں دفنا دے۔اور اگر وہ۔''وہ آگے نہ بول سکیں۔پھر سے سانس اکھڑ رہی تھی۔

''امو۔میں۔میں کلثوم آپا کو بلا کر لاتا ہوں۔''وہ جلدی سے باہر نکلا۔اسکا رخ پڑوس کی جانب تھا۔ضرار بھی کوارٹر میں نہیں تھا۔اور اسکو امو کو سنبھالنے کے لئے کسی کی مدد چاہیے تھی۔کچھ ہی دیر میں وہ کلثوم آپا جو کہ خود ادھیڑ عمر مصری خاتون تھیں اسکے ساتھ امو کے کمرے میں تھا۔

''آپ۔پلیز۔ایمبولینس کروا دیں۔میں گاڑی کا بندوبست کرتا ہوں۔''اس نے کلثوم آپا سے گزارش کی۔

''ٹھیک ہے بیٹا۔تم گاڑی لے آؤ۔''وہ کہتے ہوئے امو کے صندوق میں سے کپڑے نکالنے لگیں۔ابھیم فون کال ختم ہوا باہر نکلا۔کچھ ہی دیر میں ایمبولینس پہنچ گئی تو وہ بھاگ کر واپس کمرے میں آیا۔ اسکے قدم دروازے پر ہی منجمد ہوگئے۔کلثوم آپا اٹھیں اور امو کی آنکھیں بند دیں۔وہ آنکھیں جو منتظر تھیں اپنوں کی۔جو اپنے دونوں بیٹوں کی منتظر تھیں۔آج انکا انتظار ختم ہوا تھا۔آج وہ آنکھیں بند ہوگئیں تھیں۔بس۔اتنا سا وقت لگا تھا اور انتظار ختم ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ابھیم کے قدم لڑکھڑائے۔وہ الٹے قدموں ہٹا اور ہٹتا چلا گیا۔حتی کہ وہ کوارٹر کی عمارت سے ہی باہر نکل گیا۔

تین دن ٔ رگئے تھے۔امو کی ٔ فین کا سارا انتظام اس نے خود ہی کروا یا تھا۔نہ تو امو کے دبئی والے ٹ ٔ نے پلٹ کر ماں کا احوال جاننے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی ا. اہیم نے اس سے کوئی رابطہ کیا تھا۔البتہ فلسطین والا ٹ ۔ہاں ۔ا. اہیم کو اب اس ٔ پہنچنا تھا۔اسکو امو کی اما ٔ ۔ اسکے دیس پہنچانی تھی۔

شام ہو رہی تھی۔سورج ڈھل رہا تھا اور وہ بحیرہ احمر کے ساحل پ بیٹھا تھا۔ڈھلتا ہوا سورج آسمان پ اپنے ہزروں رَ ٔ بکھیر رہا تھا۔ وہ ڈھل رہا تھا۔وہ ڈوب رہا تھا۔اور ا. اہیم کو ڈوبتی ہوئی چیزیں پسند نہیں تھیں۔اسکو ابھر ٔ ہوا سورج پسند تھا نہ کہ ڈوبتا ہوا۔وہ کچھ د یوہاں بیٹھا رہا۔اپنی سیاہ پینٹ کے پ ٹنچے اس نے موڑ رکھے تھے۔جس کی وجہ سے اسکی پنڈلیاں آتی تھیں۔وا ٹ ڈریس شرٹ جس کے یبان کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔اسکے ل وہ ماتھے پ جھول رہے تھے۔فضا کے ہر جھو کے ساتھ اسکے ل رقص کر رہے تھے۔وہ یوں ہی اپنے دونوں ٹ ٔ ں کو سمیٹے ان پ اپنے ز وٹکائے اور دونوں ہاتھوں کو ہم پھنسائے بیٹھا رہا۔ اسے وہاں کچھ د بیٹھنا تھا سو وہ بیٹھا رہا خشک آنکھیں اور سپاٹ چہرہ لئے۔

اسکو اپنے غم کو پ اسیس کر ٔ تھا۔ا. اہیم نے شا یہ پہلی موت اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے دیکھی تھی۔وہ ا یہ حساس ساماں ب پ کا فرماں د اور لائق ٔ ٹ تھا۔اسکو ان جھمیلوں کا نہیں پتہ تھا۔اس نے پہلی ر کسی کے لئے کفن ٔ ا تھا۔پہلی ر اس نے کسی کی قبر بند کی تھی۔پہلی ر اس نے کسی جنازے کو کا ٔ ھوں پ اٹھا یا تھا۔

سفیان گورسی کے رشتہ دار بہت محدود سے تھے۔بس کچھ ٔ ٔ اور دو ٔ ۔ ا. اہیم کبھی کسی فوتگی میں نہیں ٔ یا تھا۔اسکو پ تلوں اور فوتگی والی جگہوں سے و ٔ ٔ ہوتی تھی۔اسکے لئے لوگوں کی چیخ و پکار ٔ ٔ بہت کٹھن تھا۔وہ کمزور نہیں تھا وہ حساس تھا۔۔بس اس سے د ٔ ٔ ی نہیں ہو ٔ تھا عورتوں کا بین ڈالنا اور ا پ تلوں میں موجود ا لینسز کا شور وہ ما نہیں تھا کہیں ٔ کہیں اسکو اس چیز کا ٹ اما تھا۔

اسکو وہاں بیٹھے بیٹھے ٔ ٹ ں ہی ٔ ٔ ٔ گئے۔آسمان میں چا ٔ نکل آ یا اور ستاروں کا نور ہر سو پھیل ٔ ٔ ی ا. اہیم کے ا ٔ ر تاریکی سی بھر گئی تھی۔آج امو کی قبر میں پہلی رات ہو گی۔یہ سوچ سوچ کر ہی اسکا دل ڈوب رہا تھا۔اسکو یہ د آج پہلی ر اتنی بے معنی معلوم ہوئی تھی۔اسکے سامنے ا یہ موت نے اس د کی حقیقت کھول کر رکھ دی۔یہ د کیا تھی؟محض ا یہ ہچکی آتی ہے ا ن کو اور وہ اس پ رجا کر کھڑا ہو جا ٔ ہے۔

ے گھڑا ٹوٹ تو یہ آواز آئی
نہیں دونوں میں اب ٔ ائی
شکست جسم خاکی سے ہے پیدا
ِ ر ب ِ روح کی نغمہ سرائی

کچھ لمحے آگہی کے لمحے ہوتے ہیں۔ا. اہیم کے لئے بھی یہ وہ لمحہ تھا۔ ز ٔ گی کی اصلیت اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ز ٔ گی کی ٔ سے ٔ ی حقیقت۔موت۔!!

القاہرہ یونیورسٹی کی رونق اپنی آب و ٔ ب پ تھی۔کیفے ٹیر یہ میں ہمیشہ کی طرح ا یہ ہجوم اور اسکے سامنے وسیع لان میں نوجوان لڑکے لڑکیاں ٹولیوں کی صورت میں موجود تھے۔کچھ ٔ وپس کی صورت میں کھڑے اپنے اپنے پ اجیکٹس ڈسکس کر رہے تھے تو کچھ لان میں موجود فوارے کے ارد ٔ د جمع تھے۔مین اینٹرینس ڈوم کے سامنے بنی پھولوں کی کیاری میں ر ٔ ٔ نگے پھول کھلے ہوئے تھے۔حوریہ جھکی اور ا یہ پھول توڑا۔اس نے اس پھول کی مہک کو اپنی سا ں میں ا ٔ را۔

''ا. اہیم کہاں ہے۔؟''اسکے عقب سے آواز آئی۔حوریہ پلٹی۔

''کیوں۔کیا وہ یونی نہیں آئے آج۔؟''حوریہ نے چہرے پ حیرت سجائے پوچھا۔

''میں جلدی نکل آ یا تھا۔مجھے کہہ رہا تھا تم پہنچو میں آ رہا ہوں۔''ضرار سامنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

''اچھا۔؟میں نے تو صبح ا سے نہیں دیکھا۔؟''حوریہ ٹھٹکی۔

''خیر آ جائے گا۔''ضرار نے کندھے اچکائے۔اسی دوران ا. اہیم وہاں آ ٔ دکھائی د یہ۔

''السلام علیکم۔!''اس نے آتے ہی ان دونوں کو سلام کیا۔

''کہاں تھے تم صبح سے۔؟'' ضرار نے فوراً پوچھا۔

''میں ایمبیسی گیا تھا۔'' اس نے نارمل سے انداز میں جواب دیا تو حوریہ اور ضرار دونوں چونکے۔

''کیوں؟'' ان دونوں نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

''مجھے فلسطین جانا ہوگا۔'' اس نے اپنے سرد ہوتے ہاتھوں کو باہم مسلتے ہوئے حرارت پہنچائی۔

''لیکن کیوں۔؟'' حوریہ پہ حیرت کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔

''اموکی امانت لوٹانے جانا ہے۔؟'' اس نے ہوا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ وہ تینوں اس وقت مین اینٹرینس ڈوم کے سامنے ہی کھڑے تھے۔ ابراہیم کے عقب میں دیوقامت کلاک ٹاور اپنی شان سے کھڑا تھا۔

''لیکن ابراہیم۔؟'' حوریہ نے افسوس سے اسکو دیکھا۔ کیا وہ بس ایک چابی لوٹانے وہاں جا رہا تھا۔

''آپ اکیلے خان کو تلاش کیسے کریں گے۔؟'' حوریہ پریشان ہوگئی تھی۔ غزہ کے حالات ٹھیک نہیں تھے ایسے میں ابراہیم کا غزہ جانے کی ضد کرنا حوریہ کو ہلکان کر رہا تھا۔

''اموکے صندوق میں سے ایک ایڈریس ہے۔ شاید اسی بیٹے کا ہی ہے۔ وہاں جاوں گا۔'' وہ اپنے جوتے جھاڑتا ہوا بولا۔

''لیکن اگر وہ لوگ وہاں نہ ہوئے تو۔؟''

''تو حوریہ۔! میں کسی پناہ گاہ میں ڈھونڈ لوں گا۔'' وہ بے فکری سے بولا۔

''آپ کو یہ اتنا آسان لگتا ہے۔؟''

''ہر مشکل کام کو مشکل سمجھ کر چھوڑا نہیں دیا جاتا۔'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔

'' آپ کرنے کیا جا رہے ہیں؟ بس ایک چابی دفنانے؟'' حوریہ کو افسوس ہوا۔

''میں ایک امانت لوٹانے جا رہا ہوں۔ خواہ وہ ایک چابی ہی کیوں نہ ہو۔''

'' ۔!''

''مجھے جانا ہوگا۔ کام ہوگیا ہے۔ میں دو دن تک نکل جاوں گا۔'' وہ مصروف سے انداز میں بولتا رکی جا بڑھ گیا۔ حوریہ اور ضرار نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

''یہ بندہ پاگل ہے۔'' ضرار نے افسوس سے سر جھٹکا۔

وہ غزہ پہنچ گیا تھا۔

وہ اس وقت غزہ شہر کے اندرون میں تھا۔ وہ عام شہروں جیسا شہر۔ لوگ، عمارتیں اور گاڑیوں کا شور۔ بس یہی کچھ تو ہوا کرتا ہے کسی بھی شہر میں۔ ہم اس دور میں کہیں بھی چلے جائیں وہاں یہی چیزیں ہوتی ہیں۔ دس سال قبل کا غزہ بہت خوبصورت تھا۔ بلند و بالا عمارتیں اور خوبصورت شاہراہیں۔ کچھ علاقے ایسے تھے جہاں اسرائیلیوں اور مجاہدین کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس لئے کچھ علاقے تباہ حالی کا شکار تھے زیادہ تر شہر اس وقت امن اور سکون کی حالت میں ہی تھا۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ڈرائیور نے اس سے ایڈریس پوچھا تو ابراہیم نے جلدی سے اپنے ہینڈ کیری سے ایک پرچی نکالی۔ ایک بوسیدہ سی پرچی جس پہ ایک پتہ درج تھا۔ اس نے وہ پرچی ڈرائیور کی جانب بڑھا دی۔

''کیا آپ کو اس ٹاون میں جانا ہے۔؟؟'' ڈرائیور نے مڑ کر حیرت سے ابراہیم کو دیکھا۔

''ہ۔ ہاں۔ مجھے یہیں جانا ہے۔'' ابراہیم کا دل ایک لمحے کو بند ہوا تھا۔

''لیکن یہ ٹاون تو مکمل طور پہ تباہ ہو چکا ہے۔'' ڈرائیور نے وہ پرچی واپس ابراہیم کو پکڑائی۔

''لیکن مجھے یہیں جانا ہے۔'' اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔ تو وہ ڈرائیور زخمی سا مسکرایا۔

''وہاں بس کھنڈرات ہیں۔ جو لوگ زندہ بچ گئے تھے وہ وہاں سے ہجرت کر گئے ہیں۔'' اس نے گاڑی کو نئے روٹ پر ڈالتے ہوئے ابراہیم کو بتایا۔

''کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ لوگ کہاں گئے۔؟ یعنی کوئی کیمپ وغیرہ۔؟'' ابراہیم نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''وہ لوگ دوسرے ٹاؤن میں پناہ لے رہے ہیں۔ یہی معلوم ہے بس۔ میڈیکیمپ قائم ہوئے تھے اب وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہے ہیں۔ حالات نارمل ہونے پر کچھ لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو کچھ ہجرے کر گئے۔ زیادہ تعداد نے ہجرت ہی کی۔'' ڈرائیور عربی زبان میں اسکو تفصیلات بتا رہا تھا۔

''جو کچھ گھر مکمل طور پر تباہ ہونے سے بچ گئے تھے ان گھروں کے مکین لوٹ آئے تھے۔ اس لئے اگر آپ نے اپنے رشتہ داروں سے ملنا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لیجیے گا جو وہاں لوٹ آئے۔''

''مجھے نہیں لگتا وہاں کوئی بھی بچا ہوگا۔ کیونکہ حملے کے بعد وہاں خوراک اور دوا کا فقدان پڑ گیا تھا۔ مارکیٹس تباہ ہو گئیں۔ پورکٹس اور پانی کے مسائل کی وجہ سے لوگوں نے وہاں سے ہجرت کر لی۔'' ڈرائیور ہاتھ سے اشارے کر کر کے اسکو بتا رہا تھا۔

''ویسے آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟ کیا آپ غزہ کے رہائشی ہی ہیں۔؟'' اس نے اب کی بار مرر سے ابراہیم کو دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں۔؟'' وہ چونکا۔ ''نہیں نہیں۔ میں مصر سے آیا ہوں۔ دراصل ہوں پاکستانی۔ مجھے یہاں کسی کو ڈھونڈنا تھا۔'' اس نے مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کروایا۔

''پاکستانی۔؟'' ڈرائیور نے خوشگوار حیرت سے مڑ کر دیکھا۔

''ہاں۔۔ میں پاکستانی ہوں۔'' ابراہیم نے ہچکچاتے ہوئے تصدیق کی۔

''پاکستان تو ایٹمی پاور ہے۔ ہمیں پاکستان سے بہت امیدیں ہیں۔'' وہ نوجوان پرجوش سا دکھائی دیتا تھا۔

''کیوں امیدیں ہیں۔؟'' ابراہیم کا دل سا دکھا تھا۔

''تم لوگ بھائی ہو ہمارے۔ ہمیں ہمیشہ سے بتایا گیا ہے کہ صرف پاکستان ہے جو عالمی برادری میں ہمارے لئے کچھ کر سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔'' وہ لڑکا بہت خوش اور پرامید دکھائی دیتا تھا۔

''تم لوگوں کو کسی کی مدد کے سہارے نہیں رہنا چاہیے۔'' ابراہیم نے اپنی شرمندگی چھپائی۔

''آپ سے کس نے کہا کہ ہم کسی کی مدد کے سہارے بیٹھے ہیں؟ ہم لوگ اپنی بقا کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اور ہم یہ بقا قیامت تک لڑتے رہیں گے۔ کیونکہ فلسطین ہماری سرزمین ہے۔ یہ ہمارا ملک ہے۔ ہم نے جن کو پناہ دی وہ آ کر اس کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ اور ہم یہ بات قبول نہیں کرتے۔'' وہ جوشیلا سا نوجوان ڈرائیور اچانک ایک مجاہد سا بن گیا تھا۔ ابراہیم کو اس سے ہمدردی ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ اسکو اپنا آپ زمین میں دھنستا ہوا محسوس ہوا۔ وہ لوگ اس کے ملک سے اتنی امیدیں جوڑے بیٹھے تھے اور اسکے ملک کو اپنی اندرونی لڑائیوں سے ہی فرصت نہ تھی۔ وہ خاموش ہو گیا۔

''اندھیرا ہو رہا ہے۔ کہیں تو کسی ہوٹیل میں لے چلوں۔؟ وہاں رکنا اور صبح اپنے سفر پر نکل جانا۔'' اس لڑکے نے ابراہیم سے پوچھا تو ابراہیم نے جلدی سے اپنی جیب سے اپنا والٹ نکالا۔

''کتنا کرایہ ہوگا ایک رات کا۔؟'' اس نے اپنے پیسے گنتے ہوتے پوچھا۔

''پانچ سو شیکل۔'' اس ڈرائیور نے آرام سے کہہ دیا جبکہ ابراہیم کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔

''آپ حیران کیوں ہو رہے ہیں۔؟'' اس نے مرر میں سے ابراہیم کا حیرت زدہ سا چہرہ دیکھا۔

''اتنا کرایہ۔؟ یار رات گزارنی ہے بس میں نے۔'' ابراہیم نے احتجاج کیا۔

''یہ تو ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں ایک کمرے کا کرایہ بتایا ہے جہاں کھانا پینا اور پانی تمہارا اپنا ہوگا۔ بس ایک بستر کی اتنی قیمت ہے۔'' وہ فلسطینی ہنس دیا۔

''یار۔!'' ابراہیم نے افسوس سے اپنے پرس میں دیکھا جہاں دو ہزار شیکل اسکا منہ پڑ رہے تھے۔ ''اگر میں نے ایک رات گزارنے کے لئے پانچ سو شیکل خرچ

کردیئے تو قتی کے دن کہاں گ اروں گا۔؟ کھا پی ،اور سفر۔سفر سے ید آ ۔تمہارا کرایہ کتنا ہوا بھائی۔؟''ا. اہیم نے پ یشانی سے پوچھا

''ابھی۔ تو تین سوشیکل ہوئے ہیں۔ پ اَ آپکو مزد سفر کرن ہے اور آج رات ہی اس پتے پ پہنچنا ہے تو آٹھ سوشیکل تو بن ہی جا گے۔''اس نے انگلیوں پ حساب کر کے بتا ۔

''ارے ارے۔! بھائی تم مجھے یہیں ا تار دو۔''ا. اہیم نے فورا اسکور کنے کا اشارہ کیا۔

'' بھائی تم اس وقت کہاں جاو گے۔؟''اس ڈرائیور نے روڈ کی ای طرف گاڑی روکتے ہوئے ہمدردی سے پوچھا۔

''تم یہ اپنے ڈھائی سوشیکل رکھو۔ میں اب چاہے جاوں بھاڑ میں۔''اس نے ڈھائی س شیکل اسکو پکڑائے۔

'' بھائی آپکے تین سوشیکل ت ہیں۔''اس ڈرائیور کو لگا کہ ا. اہیم کو ن میں غلطی ہوئی ہے۔

''ہاں جیسے میں تو جا ہی نہیں۔ یہ جو ٹ ہے ن تمہارا۔ یہ تم نے تیز کیا ہوا ہے۔''ا. اہیم نے اسکی ٹیکسی کے میٹر کی جا ۔ اشارہ کیا۔ تو وہ ڈرائیور ڑ ا۔

''ٹورسٹس آپ کے ملک آجا اور آپ لوگ فراڈ نہ کریں۔؟ ممکن۔!''ا. اہیم نے غصے سے اسکو دیکھا۔

''نہیں بھائی ایسی ت نہیں ہے۔''وہ لڑکا گاڑی سے نکل آ ۔

''دراصل ک کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو چکی ہے۔ اس لئے آپکو قیمتیں ز دہ لگ رہی ہیں۔''وہ سچ بول رہا تھا۔ا. اہیم کو ا ازہ نہیں تھا کہ ای ک کسی ملک ی شہر کی اکانومی کو کس قدر متا کرتی ہے۔ بے روزگاری اور مہنگائی یہ ک کے پہلے دو بچے ہوتے ہیں جن کو وہ جنم دیتی ہے۔ اس کے بعد بھوک، پیاس، ادوا ت کی قلت یہ قبا ت شامل ہو جاتی ہیں۔ا. اہیم شرمندہ ہوا۔ ت کے معاملے میں وہ سہی تھا

''وہ تو ٹھیک ہے یہ ت ۔یہ اتنا تیز کیوں ہے۔؟''وہ اپنے سوال پ قائم رہا۔

''وہ تو جی بس ہم ٹیکسی ڈرائیور تھوڑا بہت نفع نکال ت ہیں۔۔ یقین جا صرف غیر ملکیوں سے۔ کیو ہمارا بھی کچھ حق ت ہے ن۔''اس نے کام کھجا ۔ا. اہیم نے مسکراہٹ ضبط کی۔ اسکو اس معصوم سے لڑکے پ غصہ نہیں آ تھا۔

''تو کیا تم بھول گئے کہ یہ غلط ہے؟''ا. اہیم نے ی ورکروا ۔

''آئیندہ نہیں کروں گا۔''اس لڑکے نے اپنا کان کھینچا تو ا. اہیم مسکرا کر رہ ۔

''اچھا یہ لو پچاس شیکل۔ مجھے تم کسی ہوٹیل میں چھوڑ کر آو۔ اور اس سے ای روپیہ او پ نہیں۔''ا. اہیم نے نوٹ ہاتھ میں پکڑے ہی اس سے عہد لیا۔

''آجا ۔!''وہ لڑکا فورا گاڑی میں بیٹھا تو ا. اہیم نے سر جھٹکا۔

رات گہری ہو رہی تھی۔ وہ ٹیکسی ای چار منزلہ پ انی سی عمارت کے سامنے آ رکی۔ وہ کوئی گھر معلوم ہو تھا۔ا. اہیم گاڑی سے نکلا تو ٹھنڈی ہوا کے جھو ں نے اسکا استقبال کیا تھا۔

''یہ تو کوئی ہوٹیل معلوم نہیں ہو ۔''اس نے اپنا ہینڈ کیری اٹھائے اس ڈرائیور سے سوال کیا۔

''میں نے سوچا آپکے پ نچ سوشیکل بچا لئے جا ۔''وہ لڑکا گاڑی کو لاک لگا کر پلٹا اور آ کرا. اہیم کے ساتھ کھڑا ہو ۔

''وہ کیسے؟ دیکھو۔! اَ تمہارا مجھے لوٹنے کا ارادہ ہے تو بتا دوں میرے پ س کچھ نہیں ہے۔ میں تو بس یہاں ای ا ما ت لوٹنے آ تھا۔''ا. اہیم نے دونوں ہاتھ کھڑے کر دیئے تو وہ لڑکا ششدر رہ ۔

''کیا آپ کو میں ایسا لگتا ہوں۔؟''اس نے معصومیت سے کہا تو ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر لیں۔

''کیا معلوم تم لوٹ کر کہو کہ اس مال پ تمہارا بھی حق تھا۔''اس نے اس لڑکے کی ا انکھوں میں دیکھا تو وہ لڑکا ہنس دی ۔

''نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں آپکو اپنے گھر لے کر آ ہوں۔ یہاں رات ن اریں صبح ہوتے ہی ہم آپکی منزل کی طرف چلیں گے۔''اس نے مہمان نوازی کی پ ش کی۔

''میں پنچ سوشیکل نہیں دینے والا۔''ا. اہیم نے دن موڑ کر ساتھ کھڑے لڑکے سے کہا تو وہ ہنس دیے۔

''میں آپکی مہمان نوازی کروں گا۔اور مہمانوں سے قیمت نہیں لی جاتی۔'' کہہ کر وہ آگے بڑھ یتوا. اہیم بھی جھجکتے ہوئے اسکے پیچھے ہولیا۔

****

ا. اہیم اپنے کمرے میں یٹ تھا کہ کچن سے اٹھنے والے شور کی وجہ سے وہ ڈ ۔اسکی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ اور وہ اپنے کمرے سے نکل آیا۔ڈھیلی سی سیاہ سلیولیس ٹی شرٹ اور ا ٹ اوزر پہنے وہ خمار آلود آنکھوں کے ساتھ سیڑھیاں ا ا۔کچن سے ہنوز شور کی آوازیں آرہی تھیں۔

''حوریہ۔! کیا تم واپس آگئی۔؟''اس نے جمائی روکی اور آکر صوفے پ ڈھے یے۔ کسی نے اسکی کسی بات کا جواب نہ دیا۔آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ تینوں بچے کچن میں ہی موجود ہیں۔''مرجان۔!ماما آگئیں۔؟''اس نے آواز لگائی کوئی جواب نہیں۔''یہ سب کے سب بہرے ہوگئے ہیں کیا۔؟''وہ وہاں سے اٹھا اور کچن میں آیا۔وہ دروازے میں پہنچا تو اسکی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔یقوت اور مرجان اپنی اپنی کیپ پہنے کھڑے تھے۔یقوت ا اسٹول پ ٹھ کر سنک میں کچھ پھل دھو رہا تھا۔جبکہ مرجان ا ول میں پگھلی ہوئی چاکلیٹ کو چمچ کی مدد سے مکس کر رہا تھا۔دینا شیلف پ بیٹھی تھی۔اسکے ہاتھ میں ا اسٹرابیری تھی جس کو وہ شوق سے کھا رہی تھی۔اس کا رس اسکے کپڑوں پ بھی لگا ہوا تھا یعنی وہ اس سے پہلے کئی اسٹرابیر یٹ چکی تھی۔

''صفا آپکو پتہ ہے مجھے کوکیز بنانے کا بہت شوق ہے۔ ماما کو میرے ٹیلنٹ پ ہمیشہ سے شک رہا ہے۔''یقوت سنک پ کھڑے کہہ رہا تھا۔

''اور دیکھو آج پ یٹی لیڈی بھی ہمارے ٹیلنٹ کو مان گئیں۔''مرجان نے ول میں چمچ ہلاتے ہوئے کہا تو صفا جو کہ ما وویو کے پ س کھڑی تھی مسکرا کر رہ گئی۔وہ اپنے کام میں اتنے مگن تھے کہ نہ ا اہیم کی آواز آئی اور نہ ہی یہ معلوم پڑا کہ وہ اس وقت دروازے میں کھڑا ان کو حیرت زدہ سا دیکھ رہا ہے۔

''ہاں۔میں تو تم لوگوں کے ٹیلنٹ سے امپریس ہی ہوگئی۔''صفا کی ا اہیم کی جانب پشت تھی۔

''یعنی اب ہم بیکنگ ماسٹر بن گئے ں۔؟''یقوت نے دن موڑ کر صفا سے پوچھا۔

''یس یقوت۔!''صفا نے انگوٹھا کھڑا کر کے اسکو داد دی۔

'' مرجان کی۔ا۔ی نہیں کر یتم یقوت۔!''مرجان نے انگلی سے اس چاکلیٹ کے آمیزے کو چاٹ کر کہا تو وہ تینوں ہنس دیئے۔دینا نے مڑ کر دروازے کی جانب دیکھا تو ہو مسکرائی

''۔۔۔دینا۔پ ۔اپ۔''اس نے وہیں سے اپنی بہنیں او پ اٹھائی۔دینا کی بات پ کے کان کھڑے ہوگئے۔ نے ا ساتھ مڑ کر دیکھا تو وہ دروازے میں کھڑا تھا۔ ی پ زو پٹ۔

''۔۔۔!''یقوت نے فورا اپنی کیپ ا ری اور اپنا ا ن ا ر دیا۔

''تمہیں غالبا بخار تھا یقوت۔!''وہ سخت ش ات لئے وہیں سے بولا تو یقوت ہڑ بڑا۔

''ٹ ۔۔۔اب میں ٹھیک ہوں۔''اس نے کاٹے۔وہ جانتا تھا کہ اسکا پ ا لے کر بہت حساس ہے۔اور بخار کی حالت میں وہ پانی میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔صبح اسکی جو حالت تھی وہ بس ا اہیم جانتا تھا۔اس نے یقوت کو پہلی بار اتنی بیمار حالت میں دیکھا تھا۔وہ ڈر گیا تھا۔اور اپنا پتا ل میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوئے وہ چند گھنٹے ا. اہیم پ کس قدر کٹھن گزرے تھے اسکا ان تینوں کو اندازہ نہ تھا۔''سوری۔۔۔!''یقوت اسکے سامنے آکر سر جھکائے کھڑا تھا۔

''جاو جا کر آرام کرو۔''ا. اہیم نے اسکو ایک گھوری سے نوازا تو وہ فورا اپنے کمرے میں گیا۔اب کچن میں مرجان صفا اور دینا تھے۔''زہرہ کہاں ہے۔؟''اس نے صفا پ نگاہ ڈالے بنا ہی مرجان سے پوچھا۔

''۔۔۔وہ زہرہ ہمارا روم یٹ کر رہی تھی۔اس لئے ہم لوگ کچن میں آ۔۔''

اس لئے آپ لوگوں کو لگا کہ آپ اب کچن میں اپنی کوکنگ کے جوہر دکھا ۔''ا. اہیم دبے دبے غصے میں بولا تو مرجان سر جھکا گیا۔

''وہ۔ہمیں کوکیز بنانی تھیں۔''اس نے بمشکل کہا۔اپنے پ کے سامنے اسکی اکثر بولتی بند ہو جایا کرتی تھی۔

''کوکیز کھانی تھیں تو زہرہ سے کہہ دیتے وہ بنا دیتی۔ اَ کچھ ہو جاتا۔؟ کوئی حادثہ پیش آجاتا۔؟ مرجان تم اپنی زمہ داریں سمجھو گے۔''ا. اہیم زرا سی او آواز میں تھا۔

''.. آپ کو ٹھیک سے سنائی نہیں دیشا۔ ہمیں کوکیز بنانی تھیں۔''اس نے چہرہ اوپ اٹھا کر اپنی بات دہرائی۔

''تم اپنی لمٹس کراس کر رہے ہو مرجان۔!''ا. اہیم نے آنکھیں بڑی کر کے اسکو گھورا۔ صفا کا دل بی طرح دھڑک رہا تھا۔ اسکو ا. اہیم سے خوف بھی آرہا تھا مرجان پر س بھی آرہا تھا۔ اس لئے وہ دو قدم آگے آئی۔

''وہ۔ دراصل میں نے کہا تھا کوکیز بنانے کے لئے۔''صفا نے سارا الزام خود پر لے لیا۔ مرجان نے غیر یقینی سے مڑ کر صفا کو دیکھا۔

''میں فی الحال اپنے بیٹے سے بات کر رہا ہوں۔''ا. اہیم نے سرد سے لہجے میں کہا تو صفا کے دل کے ان گنت ٹکڑے ہوئے۔

''سس۔ سوری۔!''صفا نے بمشکل کہا۔

''..۔! آپ پریٹی لیڈی کو بلاوجہ ڈانٹ رہے ہیں۔ یہ میرا آئیڈیا تھا۔''مرجان نے اپنے پر ہاتھ رکھا۔

''تم دینا کو لے کر اندر جاؤ۔''ا. اہیم نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو اندر جانے کا حکم دیا تو مرجان وہاں سے ٹس سے مس نہ ہوا۔''کیا تم اپنے باپ کے سامنے کھڑے ہو۔؟''ا. اہیم نے حیرت سے اسکو دیکھا۔

''پہلے پریٹی لیڈی کو جانے دیں۔''مرجان نے دونوں ہاتھ کمرے پر رکھے۔

''مرجان۔!''ا. اہیم نے دانت بھینچ لئے۔

''مجھے پتہ ہے میرے جانے کے بعد آپ ان پر غصہ کریں گے۔ اس لئے ا جانے دیں۔''اس نے ڈھٹائی سے کہا تو ا. اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''فائن۔ پہلے دینا کو لے کر۔''ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا تو دینا کچھ کھا رہی تھی۔ وہ اب اسٹرابیری نہیں کچھ اور کھا رہی تھی۔ ا. اہیم کی دینا کے پس پڑے موبَ پھلی کے جا رپڑی۔ ا. اہیم کی سانس اٹکی۔ وہ ا ۔ تیز میں دینا تک پہنچا۔ اس نے دینا کا ہاتھ دیکھا اس میں موبَ پھلی کے دانے تھے۔''دینا۔! میرے بچے منہ کھولو۔!''اس نے جلدی سے دینا کے منہ میں انگلی ڈال کر اسکا منہ کھلوایا۔ ابھی موبَ پھلی اسکے منہ میں تھی۔ اس نے جلدی سے موبَ پھلی اسکے منہ سے نکالی۔

''..۔ پانی۔!''مرجان بھی حواس باختہ سا ایک گلاس پانی لئے اسکے پاس آیا۔

''دینا۔! پانی پیو۔''ا. اہیم نے پانی دینا کے منہ کو لگایا۔ اس نے کچھ پانی پی لیا۔ پھر اس نے اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی دینا کے حلق میں ڈالی۔ دینا نے کچھ دیر بعد ہی الٹی کر دی۔ ا. اہیم نے پاس پڑے ٹیشو باکس سے ٹیشو نکالے اور دینا کے کپڑے صاف کئے۔ صفا اڑی رنگت کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

''مرجان۔ ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالیں۔''اس نے کہا تو مرجان فورا. ہر بھاگا۔

''کک۔ کیا ہوا ہے۔''صفا ایک قدم آگے بڑھی۔

''اسٹاپ رائیٹ دئیر۔!''اس نے انگلی کھڑی کر کے اسکو وہیں روک دیا۔ صفا وہیں رک گئی۔ ا. اہیم دینا کو اٹھائے لاونج میں آیا۔ ایک کوٹ اٹھایا اور دینا کو اس میں لپیٹا وہ اسکو لئے فورا. ہر نکلا۔ صفا منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہچکیاں روک رہی تھی۔

وہ لوگ گاڑی میں تھے۔ ا. اہیم کی گود میں دینا تھی جبکہ مرجان پریشان سا اسکے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ دینا کچھ دیر نارمل رہی۔ پھر اسکی سانس اکھڑنے لگی۔ وہ کھانسنے لگی۔

''دینا۔! دینا۔! میری جان۔! پلیز۔! بچہ۔! بس تھوڑی دیر۔!''وہ اسکو اپنے میں بھینچے نہ جانے زیر لب کیا کیا پڑھ رہا تھا۔

''ڈرائیور انکل جلدی گاڑی ۔''مرجان بھرائی ہوئی آواز میں تو ڈرائیور نے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔

''دینا۔! دینا۔!''ا. اہیم نے اسکا چہرہ اپنے سے نکال کر اسکے گال تھپتھپائے۔ دینا کی سانس رک رک کر آرہی تھی۔''نو۔ نو۔ میرا بچہ تو بہادر ہے نا۔؟ دینا از یو۔!''وہ جانے دینا کو حوصلہ دے رہا تھا یا خود کو۔ وہ سارے راستے کبھی اسکو اپنے سے لگاتا تو کبھی اسکا چہرہ تھپتھپا کر اسکو ہوش میں رکھنے کی کوشش کرتا۔ جیسے کر

کے وہ لوگ ا پ تال پہنچ گئے۔

''ایمرجنسی۔ایمرجنسی۔!'' وہ دینا کو بانہوں میں اٹھائے ایمرجنسی میں داخل ہوا۔فوراً ایک اسٹریچر لایا گیا اور دینا کو اس پر لٹا کر ایمرجنسی میں لے گئے۔وہ ہر کھڑا رہ گیا۔

ا ہیم کو نہیں معلوم تھا کہ دل کسے کہتے ہیں۔اسکو نہیں پتہ تھا کہ اس کے اردگرد کون ہے۔وہ تنہا ہے یا بھیڑ کے اسکے دل۔اسکو تو بس یہ معلوم تھا کہ اس کی تین سالہ دینا اس ایمرجنسی میں ہے۔اور وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔

ا ہیم کو لگا تھا کہ اسکے سر پہ آسمان نہیں ہے اور نہ ہی اسکے پیروں تلے زمین ہے۔وہ ہوا میں ہی کہیں معلق ہے۔بس اسکو اپنی سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔اور دھڑکتا ہوا دل تھا۔بس یہ دو چیزیں تھیں جن کی وجہ سے وہ اپنے وجود کو محسوس کر رہا تھا۔آج وہ دوبارا پتال میں آیا تھا۔اس نے آج بری بری اپنی اولاد کو اس حالت میں دیکھا تھا۔کیسا امتحان تھا یہ۔کیوں تھا یہ؟ کیوں اللہ اسکو اسکی اولاد کے ہاتھوں آزما رہا ہے۔ایسا کیا کیا ہے اس نے کہ اسکو اسکی اولاد کے زریعے آزمایا جا رہا تھا۔؟ فی الحال ا ہیم کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔وہ وہیں کھڑا تھا۔ایمرجنسی کے بند دروازے کے سامنے۔

''۔۔!'' مرجان نے اپنے ننھے سے ہاتھ سے اپنا باپ کا ہاتھ تھاما اور ساتھ آ کھڑا ہوا۔''۔۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' اس نے دن اٹھا کر اپنے باپ کا رخ دیکھا۔اسکے باپ کا چہرہ سپاٹ تھا۔بے اثر۔''۔۔!'' مرجان نے دوبارہ پکارا تو ا ہیم نے دیوانوں کی سی کیفیت میں دن موڑ کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔وہ سر اٹھائے کھڑا تھا۔

''مرجان۔!'' وہ کسی کیفیت کے تحت پکارا۔

''۔۔شی ول بی آل رائٹ۔!'' مرجان نے اپنے باپ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا کر اسکو حوصلہ دیا۔ا ہیم اسکی جانب مڑا اور پھر وہ زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔گھٹنوں کے بل۔اس نے مرجان کو اسکے شانوں سے تھاما۔

''واٹ اف شی ڈائیڈ مرجان۔؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

مرجان کی سانس بند ہو گئی۔''نو۔۔اسکو کچھ نہیں ہوگا۔'' مرجان نے آنسوؤں کا گولہ حلق سے نیچے اتارا۔

''واٹ اف شی ڈائیڈ مرجان۔؟'' وہ دوبارہ بولا تو اسکی آواز بکھر سی گئی۔

''نو۔۔'' مرجان نے میں سر ہلایا۔اسکی ننھی سی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔

''میں نے اپنی بہن کو دفنایا ہے مرجان۔کیا تم میں ہمت ہے اپنی بہن کو دفنانے کی۔؟'' اس نے مرجان کی آنکھوں میں دیکھ کر جانے کیوں یہ سوال کیا۔

''نو۔۔!'' مرجان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ا ہیم نے آنکھیں بند کر لیں۔''۔۔اسکو کچھ نہیں ہوگا۔'' مرجان قدرے اونچی بکھری ہوئی آواز میں بولا تو ا ہیم نے آنکھیں کھول دیں۔اور اپنے بیٹے کو اپنے سینے سے لگایا۔

''امانتیں لوٹتے وقت آنسو نہیں بہائے جاتے۔'' اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔اسکی اپنی آنکھیں ضبط سے لال ہو رہی تھیں۔

''۔۔پلیز۔!'' مرجان چلایا۔''پلیز۔ایسی باتیں مت کریں۔دینا کو کچھ نہیں ہوگا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

صفا اپنی ہچکیاں روکتی ہوئی بھاگ کر قوت کے کمرے میں پہنچی۔وہ ابھی لیٹا ہی تھا۔کہ دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا۔

''صفا آپ کیا ہوا۔؟'' وہ پوچھتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔صفا بھاگ کر آئی اور قوت سے لپٹ کر رونے لگی۔''کیا ہوا صفا آپ۔؟'' وہ پریشان سا اس سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ۔وہ دینا کو پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔؟ وہ ا ہیم اور مرجان اسکو لے کر گئے ہیں۔'' اس نے الگ ہو کر اسکو بتایا تو قوت کے چہرے کے تاثرات ایک پل میں بدلے تھے۔ایک پل میں حیرت پریشانی میں ڈھل گئی تھی۔

''کک۔کیا ہوا دینا کو۔؟'' اس نے بمشکل الفاظ ادا کیئے۔

''وہ۔وہ پتہ نہیں۔اس نے بس موبائل پھلی کھائی تھی۔اور۔''

''کیا۔؟ اس نے موبائل پھلی کھائی۔؟ اوہ نو آئی۔'' قوت فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا۔؟'' صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''اسکو سے ایلرجی ہے۔'' قوت کی آنکھوں میں آ آئے۔

''۔۔۔تو اس سے کیا ہوتا ہے۔؟'' صفا نے اپنی آنکھیں رَ ڑیں۔

''اس سے سانس نہیں آتی، گلہ اور زبان سوجھ جاتی ہے، اور کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ اس سے بندہ۔'' کہتے کہتے قوت کی آنکھوں میں ٹھہرا پانی بہہ گیا۔

''اس سے بندہ کیا۔؟'' صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''بندہ مر بھی سکتا ہے۔'' قوت کے الفاظ نے صفا کے دماغ کو شل کر دیا۔ ''ماما۔۔ماما کہاں ہیں۔ مم۔ میں ا کال کرتا ہوں۔'' وہ ہڑبڑی میں وہاں سے نکل کر لاونج میں آیا اور اس نے لینڈ لائن اٹھایا۔ ا بیل، دو بیل، حتی کہ بیل جاتی رہی کسی نے فون نہ اٹھایا۔

''ماما۔ پلیز فون اٹھا ۔۔'' اس نے آپو ت ہوئے دو بارہ کال ئی۔ فون بند جا رہا تھا۔ ''ماما پلیز۔!'' قوت یا ا بار پھر سے نمبر ۔ صفا یوں ہی ت کی سی کیفیت میں بیٹھی تھی۔ اسکو لگا کہ د ختم ہو چکی ہے۔

''دد۔۔دینا۔!'' اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کیے۔ دینا کی آنکھیں اور اسکی ک۔ وہ سجل کی تھیں۔ اسکے سامنے سجل کا چہرہ سا لہرایا۔ ''نن۔نہیں۔ دینا نہیں۔'' صفا نے خود کو کہتے سنا۔ ''مم۔ میں نے دینا کو مار دیا۔؟'' اس نے ہیجانی کیفیت میں کہا۔ اسکے چہرے پو ش تھی۔ اسکا رَ زرد پڑ چکا تھا۔

حسن کے مینشن میں اس وقت شام ا رہی تھی۔ مینشن کے لاونج میں کافی کی مہک رچی بسی تھی۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹَ پ جمائے بیٹھا تھا۔ کہ ا لڑکی کچن سے آئی۔ اسکے ہاتھ میں دو پ تھے کافی کے۔ اس نے ا پ حسن کو دیا اور ا پکڑ کر سامنے پڑے صوفے پ بیٹھ گئی۔

''میٹنگ کیسی رہی۔؟'' حسن نے ا گھونٹ کافی کا ت ہوئے پوچھا تو حوریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہمم۔ اچھی رہی۔ پیپر ورک مکمل ہو ہے۔ بس تھوڑا سا کام ہے۔ اسکے بعد فا ہو جائے گا ۔ کچھ۔'' اس نے کافی کا پ سامنے میز پ رکھا۔

''میں نے تمہیں ا کام کرنے کو کہا تھا۔؟'' حوریہ نے اب سامنے بیٹھے حسن کو گھورا۔

''بس قر ہی ہوں۔ جلد ہی پتہ چل جائے گا۔'' اس نے کہتے اور گھونٹ کافی کا پیا۔

''کیسی بنی ہے۔؟'' حوریہ نے شوق سے پوچھا۔

''ہمم۔۔اچھی ہے۔ میری میڈ ذ دہ اچھی بناتی ہے۔'' وہ شرارتی سا مسکرا ۔

''حسن۔۔!'' حوریہ نے ا کشن اٹھا کر اسکو رسید کیا۔

''تم اس لڑکی کے پیچھے کیوں ہو حوریہ۔؟'' حسن نے آ کر کار پ میز پ رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''مجھے کچھ ٹ لگتی ہے اس میں حسن۔ وہ جس طرح ا. اہیم کے سامنے ری ا کرتی ہے۔ اسکے سامنے ڈری سہمی سی رہتی ہے۔ مجھے کچھ تو فشی لگتا ہے۔''؟ حوریہ نے اپنی سیاہ آنکھیں چھوٹی کیں۔

''ہمم۔ مجھے تو وہ رمل سی لگی۔'' حسن نے کندھے اچکا دیئے۔

''تمہیں تو ہر لڑکی ہی رمل لگتی ہے۔ تم سنجیدہ کیوں نہیں ہوتے؟ شادی کا کیا ارادہ ہے۔؟'' حوریہ نے بے زار ہو کر کہا تو حسن ہنس دیا۔

''ہر لڑکی واقعی رمل ہے۔ سوائے ا کے۔ وہ رمل نہیں ہے۔ وہ عام نہیں ہے۔ وہ خاص ہے۔ وہ لڑکی وہ کوہ نور ہے جو صرف حسن کے ت میں ہی جچے گا۔'' اس نے مسکرا کر کسی خیال کے تحت اپنے خوابوں کی شہزادی کا نقشہ کھینچا۔

''تو ملوا و اس سے مجھے۔ میں بھی دیکھوں اس کوہ نور کو جو میرے بھائی کے ت میں سجنے کے لئے ا ئی گئی ہے۔'' حوریہ نے چہک کر کہا تو حسن گہرا مسکرا ۔

''کچھ چیزیں نگاہوں کے سامنے ہو کر بھی اوجھل ہوا کرتی ہیں۔'' وہ سر جھکائے ہنسا۔

''تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ تمہارے آس پ ہی کہیں ہے۔'' حوریہ نے تفتیشی نگاہوں سے ارد د دیکھا۔

''کہاں ہے وہ حسن۔؟'' اس نے ادھر ادھر جھا کی کوشش کی۔ وہ ہنس دیا۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر
. . زرا گردن جھکائی دیکھ لی

اس نے سر جھکائے ہی جواب دیا تو حوریہ کا منہ کھل گیا۔

''تم تو شاعر بن گئے میرے بھائی۔ آخر ایسا کیا ہے اس میں۔؟'' اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ حسن نے سر اٹھایا تو اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حوریہ ششدر رہ گئی۔ پھر وہ ایک پل کے لئے اداس سی ہوئی۔

''کیا ہوا۔؟'' حسن نے دوبارہ کافی کا کپ اٹھایا۔

''تم چھ ماہ کہاں تھے حسن۔؟'' حوریہ نے تاسف سے پوچھا۔

''میں اپنے کام کے سلسلے میں ہی گیا ہوا تھا ایک جگہ تھوڑی ہوتا ہے کام۔ کبھی دبئی تو کبھی یورپ۔'' اس نے کندھے چکا دیئے۔

''میں چھ سالوں کی نہیں۔۔ چھ ماہ کی بات کر رہی ہوں۔'' اس نے حسن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

وہ نگاہیں چرا گیا۔ ''تم آخر اور چچا کے حادثے کے بعد کہاں غائب ہو گئے تھے۔؟ اس کے بعد تم لوٹے تو تم بدل گئے تھے۔ پھر تم یہاں سے چلے گئے۔ کیا ہوا تھا ان چھ ماہ میں۔؟ کس کے پاس تھے تم۔؟ تمہیں کسنے کیسے ڈھونڈا۔؟'' حوریہ نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

''ہمم۔'' حسن نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ ''کچھ دیں بھلا دینے کے لئے ہوتی ہیں حوریہ۔ کچھ زخموں کو کریدنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ایک خشک زخم سے خون رسنے لگے تو اسکو بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' وہ کہتا ہوا کہیں کھو سا گیا۔

پھر اچانک سے وہ سیدھا ہوا اور حوریہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''حوریہ۔!'' اس نے پکارا تو حوریہ جو پہلے ہی اسکی جانب دیکھ رہی تھی مزید متوجہ ہوئی۔ ''اگر تمہیں کبھی پتہ چلے کہ ابا جیم تمہیں دھوکہ دے رہا ہے تو۔؟'' سوال تھا کہ خنجر جو حوریہ کے سینے میں پیوست ہوا تھا۔ ''کیا ہوا تمہیں پتہ چلے کہ اس نے پاکستان میں کسی سے شادی کر رکھی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہاں تم سے کر رکھی ہے۔ تو۔؟'' حسن محظوظ سا حوریہ کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہے تھا۔

''کک۔ کیا مطلب ہے اس بات کا۔'' حوریہ بری طرح کانپ اٹھی تھی۔

''ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ کیا ہوا اگر یہ حقیقت ہوئی۔؟'' اس نے کندھے اچکا کر اپنا کپ دوبارہ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

حوریہ کچھ دیر خالی خالی نگاہوں سے اسکو دیکھے گئی۔ پھر وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''تو میں پھر بھی ابا جیم سے محبت کروں گی۔'' اس نے پختہ زخمی سے لہجے میں جواب دیا تو حسن نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''تو کیا یہ بے وفائی نہیں حوریہ۔؟ کیا تم خود سے بے وفائی کرنے والے کو یوں ہی جانے دو گی۔؟'' حسن نے کپ ٹیبل پہ رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''حسن۔ محبت۔ یہ بہت خود غرض ہوتی ہے۔ تم بنس مانو یا ٹرو والے لوگ محبت کے قاعدے نہیں سمجھتے۔'' اس نے ہاتھ جھلایا۔

''تو کیا ہیں یہ محبت کے قاعدے۔؟'' حسن اب کی بار متجسس سا دکھائی دیتا تھا۔

''محبت۔! محبت میں ایک چیز نہیں ہوتی اور تم اسی چیز پہ اٹکے ہوئے ہو حسن۔'' اس نے حسن کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اور وہ کیا چیز ہے۔؟'' حسن محظوظ ہوا۔

''نفع نقصان۔۔!'' حوریہ نے مختصر جواب دیا۔ تو حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''محبت نفع نقصان سے بالا تر چیز ہے۔ اس میں نہیں۔ لہ نہیں مانگا جاتا یہ بے لوث سا بہ ہے۔ اس میں مقابل سے کسی چیز کی توقع نہیں رکھی جاتی۔ محبت جس کو ہوتی ہے یہ بس اسی کا روگ ہوتی ہے۔ وہ ان شکوہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہتا۔ وہ نہیں کہتا کہ میں نے تم سے محبت کی ہے تو مجھے بدلے میں محبت چاہیے۔ یہ جس کو ہوتی ہے یہ بس اسی کا مسئلہ ہے۔''

حوریہ کہتے ہوئے ایک پل کو رکی۔ پھر اس نے حسن کا مضطرب سا چہرہ دیکھا۔ ''محبت ہوتی ہے۔ یہ ایک آسمانی جذبہ ہے حسن۔ یہ زمین والوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔'' وہ مسکرائی۔ ''حسن۔! اگر اس زمین پر محبت کو نہ اتارا جاتا تو پتہ ہے کیا ہوتا۔؟'' اس نے کافی کا پیالہ دوبارہ اٹھالیا۔

''کیا ہوتا۔؟'' وہ کسی ٹرانس کے تحت بولا۔

''تو یہ دنیا جہنم سے بھی بدتر ہو جاتی۔ یہاں کسی کو پناہ حاصل نہ ہوتی۔ ماں اپنے بچوں کو کھا جاتی۔ بہن بھائی ایک دوسرے کو کاٹ کر رکھ دیتے۔ اولاد ماں باپ کو زندہ گاڑ دیتی۔ یہ دنیا کبھی بھی خوبصورت نہ ہوتی اگر اس پر محبت نازل نہ ہوتی حسن۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔ ''انسانوں کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے یہاں بس درندے بستے تھے۔ یہاں بس حیوان تھے۔ تو کیا ہوتا اگر ان کو ان درندوں میں ہی اتار دیا جاتا؟ کیوں پہلے ان درندوں کا خاتمہ کیا گیا پھر ان کو زمین پر اتارا گیا۔؟'' اس نے دوبارہ حسن سے پوچھا۔ کافی کا پیالہ اسکے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

''کیوں۔؟'' وہ مسمرائز سا پوچھ رہا تھا۔

''کیونکہ ان کو یہاں بسنے کے لئے بھیجا گیا۔ کوئی بھی چیز اس وقت تک نہیں پھلتی پھولتی جب تک اس کو محبت کی روشنی نہ ملے۔ اگر ان انہیں درندوں میں رہتا تو شائد اسکے اندر کی محبت کی کلی ایک دن مرجھا جاتی اور وہ ان میں سے ایک بن جاتا۔ اس لئے ان کو زمین پر اتارنے سے پہلے زمین کو اس کے لئے تیار کیا گیا۔ بالکل کسی دلہن کی طرح۔'' حوریہ مسکرائی۔ ''کیونکہ جو دو وجود اس دنیا پر اتارے جانے تھے وہ محبت کرنے والے تھے۔ ان دونوں کی محبت نے اس دنیا کو اپنی محبت سے بھر دیا۔ اور محبت کی روشنی میں یہ دنیا پھیلی پھولی۔ ہر چیز خوبصورت ہوتی گئی۔ ان سے رشتوں نے جنم لیا۔ ان سے محبت نے جنم لیا۔ اور یوں ایک سلسلہ قائم ہوتا گیا۔''

''اور پہلا قتل۔ وہ بھی تو محبت کی وجہ سے ہوا۔'' حسن کی آنکھوں میں کچھ اور آیا تھا۔

''وہ خواہش تھی۔ حصول کی خواہش۔ بہتر کی خواہش۔ نہ کہ محبت۔'' حوریہ نے پرسکون سے لہجے میں جواب دیا۔

''تو کیا جس سے محبت کی جاتی ہے اسکے حصول کی خواہش غلط ہے۔؟'' حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''نہیں۔ آرزو غلط نہیں ہے۔ آرزو ہی تو سب کچھ ہے۔ اپنی آرزو کے لئے کسی کو فورس کرنا کسی پر اپنا آپ تھوپنا غلط ہوتا ہے۔ اگر محبت ہے تو اسکو جانے دو۔ محبت ایک آزاد پرندہ ہے۔ وہ اسکے پاس لوٹ کر ضرور آتا ہے جو اسکو جانے دیتا ہے۔ محبت کو قید نہیں کیا جا سکتا حسن۔'' حوریہ نے آہستی سے پر زور دیا۔ حسن نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''But I will not let you go..'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ سا لہرایا۔

وہ دونوں باپ بیٹا وہیں بیٹھے تھے۔ فرش پر اسر چھت تھی۔ اہم محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا تو ابراہیم کے کانوں میں ایک بیپ سی بجی۔ اسکو جو اپنی سانسیں سنائی دے رہی تھیں وہ بھی بند ہو گئیں تھیں۔ ڈاکٹر نکل کر آئی اور اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مرجان فوراً ڈاکٹر کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔

''ڈاکٹر میری بہن کیسی ہے۔؟'' اس نے ایک امید کے ساتھ پوچھا۔ اس بچے کی آنکھوں میں امید تھی یقین تھا کیونکہ اس نے ابھی تک کسی کو کھویا نہیں تھا۔ جو شخص کسی کو ایک بار کھو دے تو اسکا اعتبار ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر ایمرجنسی سے، آپریشن تھیٹر سے اور آئی سی یو سے باہر والے ڈاکٹرز سے اسکو کوئی امید نہیں ہوا کرتی۔ پھر بس واہمے اور خوف ہوتے ہیں۔ ان گنت۔ ابراہیم بھی اپنے خوف کی زد میں تھا۔ اسکو اسکے واہموں نے گھیر رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے مرجان سے کیا کہا اسکو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ مرجان واپس پلٹا اور جا کر اپنے باپ کے گلے سے لپٹ گیا۔ اس نے اپنے باپ کی پیٹھ پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ پھیرے۔

''آئی۔شی از فائن۔'' مرجان نے آہستہ آواز میں کہا۔ ابراہیم کا سکتہ ٹوٹا۔

''واٹ۔؟'' اس نے مرجان کو شانوں سے تھام کر سامنے کھڑا کیا۔

''یس۔ شی از فائن۔ پرفیکٹلی فائن۔'' اس نے مسکرا کر اپنے باپ کے گال چھوئے۔

''مرجان۔!'' ابراہیم نے بیٹھے بیٹھے ہی اپنے بیٹے کو اپنے سینے سے لگایا۔

کچھ دیر بعد اس نے جھٹکے سے مرجان کو چھوڑا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مرجان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے باپ کو دیکھا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے جوتے اتارے

اورا پ ت ل کی اس راہداری میں وہ ننگے فرش پ ہی سجدہ ر ۔ ہوا تھا۔

اسکی دینا ٹھیک تھی۔ وہ دینا جسکے پ س سجل کی آنکھیں تھیں۔ وہ دینا جو سجل کی ک لے کر پیدا ہوئی تھی۔ وہ دینا جو سجل کے م ت سے واقف نہ تھی اسکے ب پ کو اس میں سجل آتی تھی۔ وہ دینا جس میں صفا کو بھی سجل آئی تھی۔ وہ . کی دینا تھی وہ ا. اہیم اور صفا کی سجل تھی۔ وہ اپنے ا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ وہاں موجود لوگوں نے ت احم بھری نگاہ اس پ ڈالی تھی۔ وہ اس وقت شکر کی کیفیت میں تھا۔ اسکو اللہ نے بچالیا تھا ا اور سجل کو دفنانے سے بچالیا تھا۔ وہ شکر ادا کر کے پلٹا تو مرجان نے ا . ر پھر سے اپنے ب پ کے گلے میں . نہیں ڈال دیں۔ اس وقت اس راہداری میں وہ دونوں ب پ بیٹھا موجود تھے۔ ا دوسرے کا سہارا ا دوسرے کے ساتھی۔

''..۔ آپ نے اپی کیوں نہیں لگا دینا کو۔؟'' مرجان کی ٹ سی آواز آئی۔

''مرجان۔!'' ا. اہیم کی آواز لڑکھڑائی۔'' . . ت اولاد کی آجائے ں ا ن ۔ ہو جا کرتا ہے۔ اسکو اپنے سامنے پڑی چیزیں دکھائی دینا بند ہو جا کرتی ہیں۔ مجھے بھی کچھ دکھائی نہ دے۔ بس میرے سامنے میری بیٹی کا چہرہ تھا۔ اور اسکی رکتی ہوئی تھی۔'' ا. اہیم نے تھکن سے چور لہجے میں جواب دے۔

''اٹس اوکے . .۔'' مرجان نے اپنے ب پ کو تھپکی دی۔'' شی از فائن۔'' کہتے وہ الگ ہوا۔ ا. اہیم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکا رخ اب ڈاکٹر کے روم کی جا . تھا۔

''اوکے۔ میں چلتی ہوں حسن۔!'' حوریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے۔'' حسن بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''اس لڑکی کا کچھ پتہ چلے مجھے ضرور اطلاع کر ۔'' حوریہ نے اپنا بیگ اٹھایا۔

''ا وہ تمہارے شوہر کی بیوی نکل آئی تو۔؟'' حسن قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

''تو کوئی ت نہیں۔ میں اسکو قبول کر لوں گی۔'' حوریہ مسکرائی۔

''واہ۔ اتنا ٹ ادل ہے تمہارا۔؟'' حسن نے حیرت سے حوریہ کو دیکھا۔ وہ جا تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہے۔

''د جو مرضی کہے حسن۔ میں ا . را اپنے شوہر کی ت ضرور سنوں گی۔'' اس نے بیگ کندھے پ ٹ اور اپنا کوٹ اٹھایا۔

''افف۔ تم جیسی پ فیکٹ وائف کہاں سے مل سکتی ہے۔؟'' حسن کو واقعی ا. اہیم کی قسمت پ رشک آیا تھا۔

''شوہر پ ۔ عورت ڈھونڈ ۔ مشکل کام ہے۔ ہاں ا مرد بیوی پ ۔ ہو تو عورت شوہر پ ۔ بن جاتی ہے۔ اس لئے خود کو محبت کے قابل بناو۔ میں ا. اہیم سے بے لوث محبت کرتی ہوں کیو وہ محبت کے ہی قابل ہے۔ وہ چاہے جانے کے لئے بنا ہے۔'' حوریہ مسکرائی اور حسن پ ا نگاہ ڈالتی ہوئی نکل گئی۔

''ہائے ری محبت۔ ۔!'' حسن نے ا ٹھنڈی سی آہ بھری اور صوفے پ ڈھے ۔ ''میں تمہاری اس بے لوث چاہت والی تھیوری کو نہیں ما حوریہ۔'' حسن نے بند آنکھوں سے ہی کہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں۔ ''میں چھین ۔ یقین ر ۔ ہوں۔'' وہ سامنے گھورتے ہوئے بولا۔'' جو میرا ہے۔ وہ میرا ہے۔ بس۔

''I don't believe in letting it go!'' اس نے کہا اور اپنا موبائل اٹھایا۔

حوریہ کی گاڑی کر داوی مینشن کے سامنے آ کر رکی۔ وہ چلتی ہوئی ا رلاونج میں آئی۔

''. . کہاں ہیں۔؟'' اس نے مصروف سے ا ازمیں زمہ سے پوچھا۔

''وہ ڈرائینگ روم میں ہیں۔ کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔'' زمہ مودب سے ا ازمیں بولی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' کہتے حوریہ صوفے پ ہی بیٹھ گئی۔

''آپکے لئے کافی لاوں۔؟'' زمہ نے مودب سے ا ازمیں پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے پی لی تھی۔ میں بس . . سے ملنے آئی تھی۔'' کہتے اس نے اپنے بیگ سے ا پیپر نکالا اور زمہ وہاں سے چلی گئی۔ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھی رہی۔ عالیشان سا گھر۔ وہ خالی تھا۔ اس میں سناٹ تھا۔ بس زم تھے۔ اور کوئی بھی نہیں۔ کیوں وہ خالی تھا۔؟ اس گھر میں کبھی رونقیں ہوا کرتی تھیں۔ وہاں حسن تھا، وہاں ش تھے

ا بیوی تھی۔وہاں حوریہ تھی اسکے ماں۔پ تھے۔وہ ا بھرا بھرا سا گھر تھا۔ آج حوریہ کو وہ بس ا مکان لگا تھا۔خالی مکان۔جس کے درودیوار سے و ش ٹپک رہی تھی۔حوریہ نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں مو لیں۔

ا اہیم اور مرجان دینا کو لے کر گھر آئے۔وہ لاونج کے دروازے پ پہنچے تو قوت وہیں بیٹھا تھا۔وہ دروازے میں زمین پ بیٹھا تھا۔مین ڈور سے لان میں دو زینے ا تے تھے۔اور وہ ان زینوں پ بیٹھا تھا۔اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں ئے ۔اسکی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھیں۔ ہر لان میں اب ا ھیرا چھا چکا تھا۔ وہاں لگی ہوئی ٹ ی۔ٹ ی لائیٹس سے ابھی لان میں دن کے اجالے جیسی روشنی تھی۔ قوت کی نگاہیں بس مین گیٹ پ جمی تھیں۔وہ منتظر تھا۔اور جو آنکھیں منتظر ہوتی ہیں۔وہ ی ہو جاتی ہیں۔ ا اپنے متلاشی کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اسکی نگاہ سامنے سے آتے ا اہیم اور مرجان پ گئی۔اسکے بعد اس نے ا اہیم کے کندھے پ دینا کو دیکھا تو قوت کی ی ئی لوٹ آئی۔اسکو لگا اسکی د میں دو رہ سے ر بھر گئے ہیں۔

''۔۔!'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تقریبا بھا ہوا پس پہنچا۔''۔۔!'' وہ اپنے ب۔پ کی ٹ نگوں سے ہی لپٹ ۔

''۔۔دینا۔''؟ اس نے ٹوٹے پھوٹے سے لہجے میں پوچھا۔

''دینا ٹھیک ہے میرے ٹ ۔'' ا اہیم نے ا ہاتھ قوت کے سر پ پھیرا۔

''آج اس مشکل گھڑی میں اسکے ٹ تھے اسکے پ س۔ا اسکا سائیہ بنا رہا تو دوسرا خیرت کی دعا کرتا ہوا انکا منتظر تھا۔جس کی دعا رد نہیں گئیں تھیں۔وہ قبول ہو گئیں تھیں۔

''۔۔دینا کو ا رلے جا اسکو ٹھنڈی لگ جائے گی۔'' مرجان نے اپنے ب۔پ سے کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا ا رکی جا ۔ ٹھ ۔اب لان میں بس قوت اور مرجان تھے۔

''دینا ٹھیک ہے ں۔؟'' قوت نے مرجان سے دو رہ تصدیق چاہی۔

''ہاں وہ ٹھیک ہے۔تم بھی ا رچلو۔ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' وہ کسی ٹ ے کی طرح اسکو سمجھا رہا تھا۔

''مرجان۔!'' قوت نے بکھرے سے لہجے میں اسکو پکارا۔

''ہاں۔؟'' مرجان نے اسکا بکھرا سا روپ دیکھا۔

''ا دینا کو کچھ ہو جا تو۔؟'' اسکی آنکھیں ا ر پھر سے بھر آ تھیں۔

''نہیں ہوتا کچھ۔کیو دینا کا ب۔پ اور اسکے بھائی اسکے پ س تھے۔'' اس نے مسکرا کر قوت کو گلے لگا لیا۔

''شکریہ بھائی۔۔!'' قوت نے مرجان سے کہا۔

''ہم ا ہیں قوت۔ہم ا دوسرے کی طاقت ہیں۔'' اس نے قوت کی پیٹھ پ ہاتھ پھیرا۔

ا اہیم نے دینا کو بے بی کاٹ میں لٹا ا اور کو اچھی طرح لحاف میں لپیٹ دیا۔ا اہیم کے گلے میں ا گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔اس نے دو تین ر آنکھیں جھپکیں تھیں۔وہ یقین کر چاہتا تھا کہ اسکی بیٹی اسکی لخت جگر صحیح سلامت اسکے سامنے موجود ہے۔پھر وہ زمین پ ہی بیٹھ ۔اس نے دینا کا ہاتھ لحاف سے نکالا۔اور اپنے لبوں سے لگا ۔وہ ننھا سا ہاتھ سرد ہو رہا تھا۔اس نے اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔اور ا ہم ر کر دینا کے ہاتھ کو ماہٹ پہنچائی۔اس نے اس دوران جانے کتنی ر وہ چھوٹ سا ہاتھ چوما تھا۔

ا اہیم گورسی د کے سامنے جو کچھ بھی تھا۔ وہ اپنے خا ان کے لئے نہا ۔ حساس ا ن تھا۔ ت خا ان کی آتی تو وہ دس سال پہلے والا م سا حساس سا ا اہیم بن جا کرتا تھا۔جوا چابی لوٹ نے غزہ ۔ تھا۔

''۔۔۔۔!'' مرجان بوکھلا سا کھڑا تھا۔

''ششش۔!وہ سو رہی ہے۔'' ا اہیم نے مڑ کر مرجان کو گھورا۔

''..ٹ وہ پ یٹی لیڈی۔!'' مرجان کے الفاظ ہوا میں تحلیل ہوئے۔ا. اہیم نے دینا کے دلحاف اچھے سے ٹ کیا اور چلتا ہوا مرجان کے پ س آ ی۔

''کیا ہوا اب تمہاری پ یٹی لیڈی کو۔؟'' اس نے ٹ گواری سے ی پ. زو پ ٹ۔

''وہ۔وہ دروازہ نہیں کھول رہیں۔'' مرجان کے چہرے پ پ یشانی تھی خوف تھا۔

''کیا مطلب۔؟'' ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''وہ ی قوت بول رہا تھا کہ وہ بہت رو رہی تھیں۔اسکے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔اب ہم لوگ دروازہ ٹ ک کر رہے ہیں ا ر سے کوئی رسپانس نہیں آ رہا۔کیا آپکے پ س ا کمرے کی چابی ہے۔؟'' مرجان نے ا ہی سانس میں اپنی مصیبت اپنے ب پ کو بتائی۔ا. اہیم کے ت ات ا پل میں تبدیل ہوئے تھے۔وہاں خجلت تھی، گوار اور پ یشانی تھی۔

''واٹ دا ہیل۔۔!'' اس نے دا ت بھینچے اور اپنی سائیڈ ٹیبل کی جا ب تیزی سے قدم ب ڑھائے۔''مرجان۔!دینا کے پ س رکو۔'' ا. اہیم نے ت ہوئے اسکا ہدا ت دی۔

''.ٹ..پ یٹی لیڈی۔!'' مرجان نے پیچھے سے سوال کیا۔

''میں دیکھتا ہوں۔تم دینا کے پ س رہنا۔'' وہ کہتا اجلت میں سیڑھیاں ا ت ی۔مرجان نے سر جھٹکا اور آ کر دینا کے سرہانے کھڑا ہو ی۔وہ پ سکون نیند میں تھی۔وہ کچھ دی وہاں کھڑا رہا پھر آ کر بیڈ پ ڈھے ی۔وہ خود تھک چکا تھا۔

''میری بیٹی آ گئی۔۔'' رحمان کرداوی لاونج میں داخل ہوئے تو حوریہ کو دیکھ کر ا مسکراہٹ گہری ہوئی۔حوریہ نے بند آنکھیں کھولیں اور اپنے ب کو دیکھا۔وہ کتنے بوڑھے سے ہو گئے تھے۔ا ب ل اب سفید ہو گئے تھے۔حوریہ چو اپنے بچپن کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ ب یہاں اس گھر میں رونق ہوا کرتی تھی۔اس لئے اچا ک حال میں واپس پلٹی تو اپنے ب پ کو بوڑھا سا پ۔وہ خالی خالی آنکھوں سے ا دیکھے گئی۔

''کیا ہوا میری شہزادی۔'' وہ اسکے آ کھڑے ہوئے۔

''..۔!'' حوریہ اٹھ کر ا گلے لگی۔

''کیا ہوا۔ ٹھیک ہے ٹ ں۔؟'' انھوں نے اسکے ب ل سہلائے۔

''جی..۔'' وہ الگ ہوئی۔

''کیسے آ ہوا۔؟'' وہ اسکے ساتھ بیٹھ گئے۔

حوریہ نے ا پیپر پکڑا جو کچھ دیر پہلے اسکے ہاتھ میں ہی تھا۔اس پ آپکے سائن چاہیں ہوں گے۔'' اس نے وہ پیپر ا سامنے کیا۔

''دکھاو تو۔'' انھوں نے اپنا چشمہ پہنا اور پیپر پ ڑھنے لگے۔

''ی. تو ٹھیک ہے ٹ فلسطینیوں کے لئے یہ قوا لا گو نہیں ہو ت۔'' انھوں نے پیپر واپس حوریہ کو پکڑا ا۔

''کیوں..۔؟ا کوئی فلسطینی پناہ ٹ یں یہاں کی شہر ت حاصل کر چاہے تو کیا ہم اسکو نہیں دے ت؟ کیا وہ ا عام شہری بن کر ز گی نہیں ٹ ار ت۔؟'' حوریہ نے ت سف سے اپنے ب پ کو دیکھا۔

''ٹ یہ سیاسی مسائل ہیں۔تم نے این جی او بنانی ہے ٹ ں۔بناو۔ یہ شہر ت دینے کے قوا ہم اس طرح نہیں بناتے۔اس کے لئے بل منظور ہو گا۔'' انھوں نے شفقت سے حوریہ کے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''کیا صدارتی آرڈیننس کچھ نہیں کر سکتا۔؟'' حوریہ نے ا آس سے پوچھا۔

''ٹ ا میں ہر فیصلہ اکیلے ہی کرنے لگ ی تو میری اپنی پ رٹی میرے خلاف ہو جائے گی۔پلیز ب ت کو سمجھو۔'' انھوں نے محبت سے سمجھا ی۔

''ہمم۔'' حوریہ نے مایوسی سے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور پیپر فولڈ کیا۔''کیا ہم پناہ ٹ ینوں کی تعداد ب ڑھا ت ہیں۔؟'' حوریہ نے دو ب رہ پوچھا۔

''جتنے آگئے ہیں۔ پہلے ا ضروریت پوری ہوجا پھر تعداد بڑھانے کی بات ہوگی۔'' وہ سنجیدہ سے لہجے میں بولے۔

''اور کیا اس سال کوئی سپلائی بھی نہیں جائے گی۔؟'' حوریہ نے ا امید سے پوچھا۔

''نہیں۔!'' حوریہ کی امید ٹوٹ گئی۔

'' ۔۔!'' حوریہ کو حیرت ہوئی۔ اسکے ۔۔ اتنے سخت کیوں ہو رہے تھے۔

''ہم پ کچھ دن وہیں رہیں گے۔ اس لئے ہم کچھ عرصے کے لئے نیوٹرل رہیں گے۔'' وہ مصروف سے انداز میں بولے۔

'' ۔۔!'' حوریہ نے ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔

''کھانا لگوا تا ہوں۔ آج میں اپنی بیٹی کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔'' انھوں نے بات ٹال دی تھی۔ حوریہ بس سر جھکا گئی۔

صفا بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ اسکی سرمئی آنکھیں ایک ہی نقطے پر مرکوز تھیں۔ وہ کہاں تھی؟ کیوں تھی؟ اسکو کچھ ہوش نہ تھا۔ اسکے دماغ میں بس ایک ہی بات تھی۔

دینا کھوگئی۔ جیسے سجل کھوگئی۔

اس کے بھائی نے ا اہیم سے اسکی سجل کو چھین لیا اور اب اسکی ایک لاپرواہی کی وجہ سے ا اہیم نے دینا کو کھو دیا۔ کیوں۔؟ آخر کیوں وہ ا اہیم کے لئے صرف تکلیف تھی؟ کیوں اسکا خاندان ا اہیم کے لئے ایک کرب کے سوا کچھ بھی شروع نہ ہوا تھا۔؟ ان گنت سوال۔ اور جواب ایک ہی۔

دینا کھوگئی۔ جیسے سجل کھوگئی۔

اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور کھلتا چلا گیا۔ ا اہیم اندر میں اس تک پہنچا تھا۔ اسکی کھلی آنکھیں دیکھ کر اسکو ایک سکون سا محسوس ہوا تھا۔ وہ بے ہوش نہیں تھی۔ وہ ٹھیک تھی۔ ا اہیم آکر اسکے سامنے زمین پر بیٹھا۔ وہ ہنوز فضا میں گھورے جا رہی تھی۔ اسکو یہ معلوم نہ ہوا کے اسکے سامنے کوئی بیٹھا ہے۔

''صفا۔!'' کچھ دیر بعد ا اہیم نے اسکو پکارا۔ صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت کی۔ اس نے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ ''صفا۔!''۔ ا اہیم نے دوبارہ پکارا۔

''دینا۔۔!'' صفا نے بس ایک ہی لفظ کہا۔

''دینا ٹھیک ہے صفا۔!'' وہ نم پڑ گیا تھا آج ا پتال کی ایمرجنسی کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے جو کچھ محسوس کیا تھا۔ اسکے بعد ا اہیم کا دل بکھر سا گیا تھا۔ وہ کسی پر غصہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس نے مرجان کو کچھ نہ کہا اور اب صفا کو کیوں کچھ کہتا اس میں صفا کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ غلطی تو سجل کے قتل میں بھی صفا کی کوئی نہیں تھی۔

''دینا کھوگئی۔ سجل کی طرح دینا کھوگئی۔'' وہ ہوا میں گھورتے ہوئے بولی۔

''صفا۔'' اس نے کچھ کہنا چاہا کہ دروازے میں قوت آ کھڑا ہوا۔

'' ۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔؟'' اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا۔ آپ ٹھیک ہیں۔ آپ دینا اور مرجان کے پاس جائیں۔'' اس نے اطمینان سے کہا تو قوت سر ہلاتا ہوا پلٹ گیا۔ ''صفا۔!'' اس نے نرمی سے صفا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ ''تم ٹھیک ہو۔؟ پلیز۔ میں ایک ہی دن میں تیسری بار اپنا بچہ نہیں جانا چاہتا صفا۔'' اس نے بکھرے سے انداز میں سماجت کی۔ صفا نے ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''سس۔۔ سجل۔ چلی گئی۔'' اس نے ایک بار پھر سے وہی بات دہرائی۔ ''دینا بھی سجل کی طرح۔۔؟'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے سوال کیا۔

''نہیں صفا۔! دینا ٹھیک ہے۔'' اس نے تکان سے چور لہجے میں اسکو یقین دلانے کی کوشش کی۔

''اور سجل۔؟'' اس نے پھر سے پوچھا۔

''صفا۔! پلیز۔ ہوش کرو۔'' اس نے صفا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اسکو سہلانے لگا۔ ''پلیز۔ مجھے مزید آزمائش میں مت ڈالو۔ میں تھکا ہوا ہوں۔'' اس نے صفا

کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تو۔میری سجل بھی ٹھیک ہے۔؟'' صفانے ا یہ آس سے پوچھا۔وہ یقیناً اپنے حواس میں نہیں تھی۔

''تم۔تم اٹھو۔میں تمہیں میڈیسن دیتا ہوں۔'' کہہ کر ا. اہیم اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھنے لگا۔

'' سجل۔؟'' صفانے سوالیہ وں سے دیکھا۔ا. اہیم جو کہ جھکا کھڑا تھا۔۔ڈھے سا ۔

''وہ مر چکی ہے صفا۔!'' اس نے بکھرے ہوئے لہجے میں کہا تو صفانے اچنبھے سے ا. اہیم کی جا . دیکھا۔

''نہیں تو۔وہ تو میرے ساتھ تھی۔وہ تھوڑی د پہلے میرے ساتھ تھی۔ہم نے شاپنگ کی تھی،اور میں نے بھی تو ۔ اتھا۔ہاں۔ہاں ہم نے ا. اہیم کے . تھڑے کی شاپنگ کی تھی۔اسکے بعد۔اسکے بعد۔اسکے بعد۔'' صفاا یہ ہی نقطے پ اٹ گئی تھی۔وہ آج وہیں جا پہنچی تھی جہاں سے چل کر یہاں آئی تھی۔

ا یہ غم،ا یہ حادثہ اور ا یہ خوف ا ن کو اکثر وہیں لا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں سے وہ تھا۔

ا ن . سوں کی مسافت طے کرتے ہے ا یہ . ت،ا یہ حادثہ اور ا یہ خوف ا ن کو دو . رہ وہیں لا کر دیتا ہے جہاں سے وہ تھا۔صفا کو بھی اسکے خوف نے وہیں پ پہنچا د یا تھا جہاں اس نے سجل کو کھو یا تھا۔صفانے سجل سے دینا کا سفر طے کیا تھا اور آج دینا کو کھو دینے کے خوف سے وہ دو . رہ صفا والے نقطے پ جا ٹھہری تھی۔

''صفا۔پلیز۔ہوش کرو ر۔!'' اس نے تھکے سے ا ز میں اسکے چہرے کو چھوا۔صفانے دو . رہ ا. اہیم کی آواز سنی۔پھر اس نے دن موڑ کر اپنے دا جا . دیکھا۔وہ کہاں تھی؟ پھر اس نے . جا . دیکھا اور یوں ہی اس نے سارے کمرے کا جا ئہ لیا۔اسکے کمرے کی وہ کھڑکی جو لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی وہ کھلی ہوئی تھی۔ جہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جھو مسلسل ا. را رہے تھے۔ . ہر اب مکمل ا. ھیرا چھا چکا تھا۔آسمان پ چا. نکل آ یا تھا اور مد ہم مد ہم سے ستارے بھی دمک رہے تھے۔

اسی دوران ا یہ چیخ گو تھی۔جو شا یہ ان ستاروں ت جا پہنچی تھی۔ یہ ان ستاروں کے بھی پ روہاں جہاں سجل رہتی تھی۔اسکی صفانے آج اسکی . ائی کو قبول کر لیا تھا۔

ا یہ اور چیخ . امد ہوئی تھی وہ اب گھٹ گئی تھی۔کیو مقابل نے اسکو خود میں ہی کہیں بھینچ لیا تھا۔وہ آج رو دی تھی۔آج ا یہ . ر پھر سے وہ رو دی تھی۔

اس رات وہ سیڑھیوں سے ا ی تو وہ ا. اہیم کو دیکھ کر وہیں رک گئی تھی۔ یجہ بیگم نے اسکو . رہا او پ کی جا . کھینچا تھا وہ ہلی نہیں تھی کیو وہ سامنے کھڑے شخص کے پ س جا . چاہتی تھی۔وہ بتا . چاہتی تھی کہ اسکی سجل چلی گئی۔وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ جو تین ہوا کرتے تھے آج دو رہ گئے۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ ان تینوں میں سے ا یہ ختم ہو ہے۔ا پلیٹ میں تیسرا چمچ کھو ہے۔ اس سے پہلے وہ اسکو کچھ کہتی وہ اسکو گھسیٹ کر لے تھا۔وہ اپنے غم کو محسوس ت نہ کر پ ئی تھی۔وہ ا یہ صدمے کو ٹھیک سے سہتی اس سے پہلے ہی اس پ صدموں کے پہاڑ ٹوٹ پ ڑے تھے۔اس لئے وہ اس دن کا غم آج نکال رہی تھی۔وہ روتی رہی۔ا. اہیم نے اسکو روکا نہیں تھا۔وہ چاہتا تھا کہ وہ رو لے۔ت کہ اسکے ا. رکی وہ و ش ختم ہو جائے۔کیو صدموں کو بہا دینا چاہیے۔ہمیں قدرت نے آ اسی لئے دیئے ہیں ت کہ ا زریعے ہم اپنے غم کو بہا دیں۔اور ہمارے سینوں میں سکون ا جائے۔ا یہ آ نہ بہیں تو یہ بہت خطر ک ش ہوا کرتے ہیں۔یہ بن روئے آ ا ن کو پ گل ت کر دینے کی صلا یت ر تے ہیں۔اس لئے ان آ وں کا بہہ جانے د کریں۔کیو یہ آ بھی ا یہ رزق ہیں۔یہ ا ن کے سکون کا ش ہیں۔کچھ د یبعد اسکی چیخ و پکار میں کمی آ گئی۔اب اسکی سسکیاں اور ہچکیاں ہی گونج رہی تھیں۔ا. اہیم نے نرمی سے اسکو الگ کیا۔اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔

''تم ٹھیک ہو۔؟'' اس نے . لآ پوچھا۔صفا خالی خالی آنکھوں سے اسکو دیکھے گئی۔کتنا آسان تھا اسکے لئے یہ پوچھنا۔ کیا صفا کے لئے اس سوال کا جواب دینا آسان تھا۔؟ وہ خاموش ہو گئی۔ا. اہیم اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھا یا۔صفا اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے اسکو بیڈ پ بٹھا یا اور سائیڈ ٹیبل پ پڑے پ نی کے جگ سے ا یہ گلاس میں پ نی ڈالا۔

''یہ لو پ نی پی لو۔'' اس نے گلاس آگے ب ڑھا یا۔صفانے ا یہ . رنگاہ اٹھا کر دیکھا پھر اس نے وہ گلاس پکڑ لیا۔اور ا یہ گھو ٹ پ نی کا بھر کے وہ گلاس واپس پکڑا د یا۔'' تمہاری دوا کہاں ہے۔؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔صفانے سائیڈ ٹیبل کی دراز کی جا . اشارہ کیا۔ا. اہیم نے وہ دراز کھولی اور اسکی دوا نکالی۔اس نے کچھ گولیاں نکال کر اپنی ہتھیلی پ رکھیں اور پ نی کا گلاس اٹھا یا۔اس نے گولیاں اور پ نی صفا کی جا . ب ڑھا یا۔

''مجھے نہیں کھانی یہ۔'' صفانے دواوں کی جا . دیکھا۔

''تمہیں سکون ملے گا۔ پلیز کھالو۔'' اس نے درخوا ۔ کی۔

''اس سے بہت نیند آتی ہے۔ مجھے نہیں سو ۔'' صفانے ٹ ٹ سے ا ۔ ازمیں احتجاج کیا۔

''پلیز۔! آج کھالو۔'' ا۔ اہیم نے ۔م سے لہجے میں کہا تو صفانے ا ۔ پل کے لئے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ ا۔ اہیم کا چہرہ خالی سا تھا۔ وہاں نہ تو ۔گواری تھی اور نہ ہی خجلت۔ وہاں محبت بھی نہیں تھی۔ وہاں ہمدردی تھی۔ جوا ۔ دو ۔ سے ہوا کرتی ہے اور بس۔ صفانے دوا پکڑ کر کھالی۔ ''تم آرام کرو۔ میں زہرہ کے پ س کھا ۔ بھجوا ۔ ہوں۔ ہمم؟'' کہتے ہوئے وہ پلٹا۔ وہ دروازے ۔ پہنچا پھر سے وہ پلٹا۔ وہ چلتا ہوا اسکے بیڈ کے پ س آ ۔ صفانے اسکو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا۔ ا۔ اہیم نے آگے ۔ ھ کر وہ کھڑکی بند کر دی۔ پھر اس نے ہیٹر آن کیا اور وہاں سے ۔ ۔ صفانے بیڈ کراون سے ٹیک لگا دی۔ اسکے دل میں ا ۔ سکون سا ا ۔ ۔ تھا۔ دینا ٹھیک تھی۔ بس اس وقت اس کے لئے یہ کافی تھا۔

وہ ۔ ہر نکل کر لاونج میں آ ۔ وہ آ کر صوفے پ ڈھے سا ۔ ۔ اس نے اپنے دا ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے اپنی دونوں کنپٹیوں کو د ۔ ۔

''زہرہ۔!'' اس نے وہیں سے آواز دی۔

''جی سر۔؟'' وہ فورا حاضر ہوئی۔

''صفا کو کھا ۔ اسکے کمرے میں ہی دے آو۔'' اس نے اسی حا ۔ میں بیٹھے بیٹھے حکم د ۔ ۔

''تمام۔! اور سر آپ۔؟'' زہرہ نے فورا پوچھا۔

''حوریہ آجائے میں اسی کے ساتھ کھاوں گا۔'' کہتے اس نے اپنا فون اٹھا ۔ ۔ زہرہ واپس کچن میں چلی گئی۔ ا۔ اہیم نے حوریہ کا نمبر ڈائل کیا۔ بیل گئی۔ کسی نے فون نہیں اٹھا ۔ ''کم آن۔ کہاں رہ گئی ہو تم حوریہ۔؟'' اس نے خجلت سے فون صوفے پ ہی پٹکا۔ پھر اس نے کسی خیال کے تحت دو ۔ رہ فون اٹھا ۔ ا ۔ نمبر ڈائل کیا۔ اگلے ہی پل کال اٹھالی گئی۔

''ہاں ا۔ اہیم۔؟'' سامنے ضرار تھا۔

''طلاق کے پیپرز بنواو۔'' اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ آرڈر د ۔ ۔

'' کس کے لئے۔؟'' ضرار نے اچنبھے سے پوچھا۔

''مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔ تم جا ہو میں کس کی ۔ ت کر رہا ہوں۔'' اس کے چہرے پ ا ۔ ۔ رپھر سے ۔گواری در آئی۔

'' ابھی ۔ زاو ۔ رکا کچھ پتہ نہیں چل سکا ا۔ اہیم۔'' ضرار نے اسکو ۔ ددلا ۔ ۔

''اسکو میں ۔ ۔ ۔ لوں گا۔ شا سے۔'' کہتے ا۔ اہیم بے زی سے ٹیک لگا ۔ ۔

''ا۔ اہیم۔!'' ضرار نے افسوس بھرے لہجے میں اسکو پکارا۔

''ا ۔ صفا یہاں مر بھی جائے ۔ ۔ بھی خیام قریشی مجھے زاو ۔ ر نہیں دے گا۔ ۔ اس لئے میں اسکو خود ہی ۔ ۔ ۔ لوں گا۔'' اس نے اپنا ماتھا مسلا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔'' کہتے ضرار نے فون بند کر د ۔ ا۔ اہیم اسی کیفیت میں بیٹھا تھا۔ کہ لاونج کا دروازہ کھلا۔ حوریہ مصروف سی ا ۔ رآتی دکھائی دی۔

''السلام علیکم۔!'' اسکے ا ۔ کندھے پ بیگ تھا اور سی ۔ زو پ اسکا کوٹ لٹک رہا تھا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ میں ا ۔ فائل تھی۔

''وعلیکم السلام۔!'' ا۔ اہیم نے تھکے سے ا ۔ ازمیں جواب د ۔ ۔

''کیا ہوا۔؟ ۔ ٹھیک ہے ۔ ں۔؟'' حوریہ اسکے پ س آ کر بیٹھی۔

''تمہارا فون کہاں ہے۔'' اس نے اسی طرح صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ۔ دن موڑ کر اسکو دیکھا۔ تو حوریہ نے فورا اپنا بیگ ٹٹولا۔ فون مل ۔ ۔ وہ سائیلنٹ پ تھا۔ وہ دو ۔ رہ آنکھوں پ ا ۔ ۔ زور کھ کر لیٹ ۔ ۔

''اوہ۔ سوری۔ میٹنگ میں سائیلنٹ کیا تھا۔ اسکے بعد اسکو سائیلینٹ سے ہٹا ۔ ہی بھول گئی۔'' اس نے سر جھٹکا۔ اگلے ہی لمحے حوریہ ٹھٹکی۔ ۔ اسکے فون پ لینڈ لائن

سے کوئی درجنوں مسڈ کالز تھیں۔

''یہ۔ یہ مجھے گھر کے نمبر سے کون کال کر رہا ہے۔؟'' اس نے ا. اہیم سے پوچھا۔

''یقوت ہوگا۔'' ا. اہیم نے تھکے سے ا ٓواز میں بتایا۔

''ا. اہیم۔؟'' حوریہ نے اسکی آنکھوں سے اسکا ہاتھ ہٹایا۔ تو ا. اہیم کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ''ا. اہیم۔! کیا ہوا ہے۔؟'' وہ ڑ بڑائی۔ ا. اہیم اٹھ کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''دینا۔!'' ایک لفظ آیا تھا۔

''دینا۔؟ کیا ہوا دینا کو؟ کہاں ہے دینا۔؟ کہاں وہ کہیں سے گری ہے۔؟ اسکو کوئی چوٹ آئی ہے۔؟ یا اللہ ا. اہیم کہاں ہے دینا۔'' حوریہ تو مانو پاگل ہی ہوگئی تھی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھایا۔

''شی از فائن حوریہ۔'' اس نے حوریہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

''مم۔ ہوا کیا۔؟'' حوریہ کے چہرے کی ہوا اڑی ہوئی تھیں۔

''وہ اس نے کھا لئے تھے۔'' ا. ہیم نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا تھا۔

''کیا۔۔؟'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ریلیکس۔ میں اسکو ہاسپٹل لے گیا تھا ٹائم پہ۔ شی از فائن۔'' ا. اہیم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''فائن۔؟ کیسے فائن۔ ا. اہیم کہاں تھے آپ اس وقت۔؟ میں بچوں کو آپکے پاس چھوڑ کر گئی تھی۔ صرف ایک دن میں ہر گئی اور آپ سے ایک تین سالہ بچی نہیں سنبھالی گئی۔؟ میں ہر روز آپکا گھر اور آپکی اولاد سنبھالتی ہوں۔ آپ سے ایک دن بھی نہ ہو سکا۔ کہاں ہے دینا۔؟'' حوریہ نے سرخ ہوتی آنکھوں سے ایک ہی سانس میں نے اسکو کیا کیا کہہ دیا۔ وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔ وہ کچھ دیر پہلے کس کرب سے گزرا کسی نے اس سے پوچھا تک نہ۔ کوا پنا غم معلوم تھا۔ کسی کو ا. اہیم گورسی کا دکھ نہ آیا۔ کسی کو اس تکلیف کا اندازہ نہ ہوا جس سے وہ گزر کر آیا تھا۔ وہ ششدر رہ گیا۔ جبکہ حوریہ ایک لمحہ ضائع کئے بنا سیڑھیاں پھاند گئی تھی۔

ا. اہیم کچھ دیر وہاں مجسمہ سا کھڑا رہا۔ پھر وہی وہیں صوفے پہ ہی ڈھے گیا۔ آنکھوں پہ ایک ہاتھ رکھے۔ وہ وہیں لیٹ رہا۔

''سر۔۔! آپکے لئے کھانا لگاوں۔؟'' زہرہ نے آ کر اسکو پکارا۔

''ہاں۔؟'' ا. اہیم چونکا۔ اس نے ہڑبڑا کر سامنے وال کلاک دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

''حوریہ نے کھا لیا کھانا۔؟'' اس نے فورا پوچھا۔

''نہیں۔ وہ کہتیں ہیں کہ وہ کھا کر آئی ہیں۔ اور اب وہ سو گئی ہیں۔'' زہرہ نے فورا جواب دیا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔ تم جاو۔'' ا. اہیم نے دوبارہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھا۔

'' سر۔ کھانا۔؟'' اس نے اپنے اسی تک ولہجے میں پوچھا۔

''ضرورت نہیں۔ تم جاو۔'' ا. اہیم نے اسی حالت میں دوسرا ہاتھ جھلا کر اسکو جانے کا کہا۔ اسکی آواز میں عجیب تکان سی تھی۔ ان پیشنٹ ل ہینڈل تو بڑے حوصلے سے کرتے ہے۔ حالات بدلنے کے بعد ان کو احساس ہوتا ہے کہ وہ کس قدر تھک چکا ہے۔ ان کی کمر ٹوٹ چکی ہوتی ہے۔ وہ پھر ڈھے جاتا ہے۔ پھر زرا سا کام، زرا سی مشکل اور ایک چھوٹی سی آزمائش بھی ان کو تھکا دیا کرتی ہے۔ ا. اہیم کو بھی اسکی آزمائش نے تھکا دیا تھا۔ زہرہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

مرجان اپنے بیڈ پہ لیٹا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ مرجان نے کروٹ موڑ کر دیکھا تو یقوت سو چکا تھا۔۔ وہ دوبارہ چھت کو گھورنے لگا کہ اس دوران اسکے کمرے میں پڑے پی سی ایل نوٹیفیکیشن آیا۔ وہ آن ہی تھا۔

مرجان جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ پھر اس نے دوبارہ یقوت کو دیکھا وہ گہری نیند میں تھا۔ مرجان اپنے بستر سے نکلا۔ وہ اپنے ٹریک سوٹ ڈریس میں تھا۔ موزے پہن رکھے تھے

اس نے۔وہ آ کر یوں ہی اپنی اسٹڈی ڈ پہ بیٹھا اور اپنے ائیر پیس پہن لئے۔اور نوٹیفیکیشن پہ کلک کیا۔وہ ایک گیم کا نوٹیفیکیشن تھا اب اسکی کمپیوٹر اسکرین پہ ایک گیم چل رہی تھی۔ وہ ایک رمل سی تھری ڈی شوٹنگ گیم تھی۔

مرجان کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔اس نے فوراً انویٹیشن ایکسیپٹ کیا اور گیم کھیلنا شروع کر دیا۔مرجان کے پلیئر کی نیلی شرٹ اور نیلے ہی گلوز تھے جبکہ مقابل سرخ شرٹ اور سرخ ہی گلوز میں تھا۔گیم شروع ہوا۔دونوں کھلاڑی اپنے اپنے گیم میں ماہر دکھائی دیتے تھے۔مرجان اگے کا ہر داؤ پیچ جانتا تھا۔جیسے ہی مرجان مقابل کا کوئی داؤ کامیاب کرتا تو اسکے چہرے پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل جاتی۔

گیم چلتا رہا۔کبھی ڈیفینس، کبھی ہیڈ تو کبھی شوٹ۔۔۔یہ چلتا رہا۔انھوں نے ٹوٹل تین گیمز کھیلیں۔جن میں سے ایک مرجان جیت چکا تھا اور ایک اسکا حریف۔اب تیسری گیم چل رہی تھی۔اور یہ ایک فیصلہ کن گیم تھی۔مرجان نے چیٹ باکس اوپن کر دیا۔اب وہ مقابل کے ساتھ بات بھی کر رہا تھا

''خیریت ہے۔؟ آج بڑے غصے میں دکھائی دیتے ہو۔؟''چیٹ باکس میں ایک پیغام نمودار ہوا۔مرجان نے اس پیغام کو پڑھا۔جواب نہیں دیا۔''اب میری بات کا جواب بھی نہیں دو گے۔؟ ناراض ہو گیا۔؟''پھر سے ایک پیغام آیا۔

''میں جانتا ہوں تم مجھے باتوں میں لگا کر ہرا و گے۔''مرجان نے ائیر پیس میں مدہم آواز میں کہا تو مقابل کا قہقہہ گونجا۔

''یعنی تم بول بھی سکتے ہو۔؟ تو ایسے ہی بات کر لیتے ہیں۔''وہ محظوظ ہوا۔

''نہیں۔میرا بھائی سو رہا ہے۔اس لئے تم بس گیم پہ فوکس کرو۔''مرجان نے سرگوشی کی۔وہ آنکھیں چھوٹی کئے اپنی گیم کو جی جان لگا کر کھیل رہا تھا۔

''وہ تو سمجھ آ گیا۔لیکن میں تو تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔''مقابل کی آواز میں مایوسی سی تھی۔

''مجھے بات نہیں کرنی۔''مرجان مدہم آواز میں غرایا۔

''اور وہ کیوں۔؟''سامنے والا حیرت زدہ سا بولا۔

''میں نے اپنے بھائی کو ہرٹ کیا۔اب مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔''مرجان دبے دبے غصے میں بولا۔

''او۔تو معصوم سے۔حساس سے۔پیارے سے مرجان کو گلٹی فیل ہو رہا ہے۔''مقابل نے مصنوعی تاسف کھا کر مرجان کو مزید طیش دلایا۔

''میں حساس نہیں ہوں۔''مرجان غرایا۔

''تو پھر اتنا زیادہ کیوں سوچ رہے ہو۔؟''وہ بھی اب سنجیدہ ہوا۔

''مجھے بس اچھا نہیں لگ رہا۔''مرجان اداس سا بولا۔

''دیکھو مرجان۔!یہ دنیا ہے۔یہاں کوئی بھی ہمارا اپنا نہیں ہے۔اس لئے جو تمہیں ہرٹ کرے۔اسکو سزا ملنی چاہیے۔اور ایک بہادر انسان وہی ہوتا ہے جو اپنے فیصلوں پہ پچھتائے نہ۔اگر تم نے سزا دی ہے۔تو اس لئے کیونکہ تمہارے اندر سزا دینے کی ہمت اور حوصلہ تھا۔سزا دینے کے لئے جلاد بننا پڑتا ہے مرجان۔اور جلاد کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔جلاد حساس نہیں ہوا کرتے۔''وہ آدمی مظبوط لہجے میں بولا تو مرجان کے گیم کھیلتے ہاتھ رک گئے۔

''میں جلاد نہیں ہوں۔''اس نے معصومیت سے بھرپور لہجے میں احتجاج کیا تو سامنے والا گہرا مسکرایا۔

''میں جانتا ہوں۔مرجان گورسی جلاد نہیں ہے۔سزا دینے کے بعد پچھتانا بھی مرجان گورسی کا پیشہ نہیں ہے۔''اس نے اٹل سے لہجے میں کہا تو مرجان خاموش ہو گیا۔

''یہ میرے بس میں نہیں ہے۔''مرجان نے کھو جانے والے انداز میں کہا۔

''جانتا ہوں۔تمہارا خون ہی ایسا ہے۔تمہارا باپ بھی حساس آدمی ہے۔اسی لئے تم ایسے ہو۔''اس نے کچھ سوچ کر کہا تو مرجان سیدھا ہوا۔

''میرے ڈیڈ کو کچھ مت کہو۔وہ میرے ہیرو ہیں۔''مرجان نے فوراً احتجاج کیا۔

''اچھا۔تو میں نے کون سا کہا ہے کہ وہ ولن ہیں یار۔!''اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

''ہیرو کا دل نرم ہوتا مرجان۔ہمیں اپنے دل مظبوط کرنے ہوں گے۔اگر اس زندگی کی جنگ کو جیتنا ہے تو ہمیں اپنا مظبوط دل رکھنا ہوگا۔جو ہر چھوٹی بات پہ نہ

ٹوٹ جائے۔سمجھ گئے تم۔؟''اس نے ا ی آ ی وار کرتے ہوئے پوچھا۔

''سمجھ ی۔!''مرجان نے اپنا وار کیا۔اور ائیر پیس کانوں سے ہٹا ی۔اب سرخ شرٹ والا کھلاڑی زمین بوس ہو چکا تھا۔مرجان نے دو ر ہ چیٹ ۔کس اوپن کیا۔اب وہ کچھ ٹ پ کر رہا تھا۔''میں نے آج موت کو قر ی سے دیکھا۔''مرجان نے میسج سینڈ کیا۔

''وہ کیسے۔؟''

''میری بہن آج ا پ ت ل میں تھی۔اسکو سے الرجی ہے۔اس لئے وہ آج ایمر جنسی میں تھی۔اسکو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔''مرجان نے ہو ٹ گول کر کے معصوم سا اداس سا چہرہ بنا ی۔

''اوہ۔یہ تو ا ہوا۔''

''ہاں۔میں اور ی تھے بس وہاں۔اور میں نے اپنے ی کو بہت کمزور دیکھا آج۔مجھے ل کل اچھا نہیں لگا۔''مرجان کھو سا ی۔

''کیو تمہارا پ حساس ہے۔''

'' ا ی پ کو حساس ہی ہو نا چاہیے۔کیا تمہاری کوئی اولاد نہیں۔؟''مرجان نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاہاہا۔اولاد۔۔؟نہیں میری ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔''میسج کے ساتھ دو ہنستے ہوئے ایمو جی تھے۔

''تو تمہاری پ یٹی لیڈی کون ہیں۔جس کا تم ز کر کرتے ہو۔؟''مرجان نے جلدی سے ہاتھ ئے اور میسج بھیجا۔

''وہ۔وہ تو میری ماں تھیں۔''میسج کے ساتھ ا ی اداس سا ایمو جی آ ی۔

''اوہ۔تھیں یعنی۔؟''مرجان سمجھ تو ی تھا پھر بھی اس نے پوچھنا منا ۔سمجھا۔

''یعنی۔وہ چلی گئیں۔اللہ کے پ س۔!'' ساتھ ا ی رونے والا ایمو جی تھا۔

''رومت۔''اس نے ایمو جی دیکھ کر فورا کہا۔''میرے ی کہتے ہیں کہ امانتیں لوٹ تے وقت آ نہیں بہائے جاتے۔''مرجان نے اسکو تسلی دی۔

'' کچھ امانتیں لوٹ نے سے پہلے ہی چھن جاتی ہیں اور مدت سے پہلے جو امان ت چھین لی جائے اسکا پھر حساب مانگا جا تا ہے۔''

''یعنی۔؟اللہ نے چھین لی امان ت۔؟''مرجان نے ن سمجھی سے پوچھا۔

''نہیں۔لوگوں نے۔''

''کس نے۔اور کیوں۔؟''مرجان متجسس ہوا۔

''اپنوں نے۔''جواب مختصر ہوتے جا رہے تھے۔

''اپنے کیوں اپنوں کو ماریں گے۔؟''مرجان حیران سا ہوا تھا۔''میں نے بس اپنے بھائی کو سردی میں کھڑا کیا تھا۔اور مجھے ابھی ت اس ب ت کا پچھتاوا ہے۔کوئی کسی کی جان کیسے لے سکتا ہے۔؟''مرجان واقعی حیران تھا۔وہ معصوم اس د کی حقیقتوں سے واقف نہ تھا۔اسکو کچھ نہیں معلوم تھا۔

''تم نہیں جا مرجان۔یہ جو اقتدار ہے ن۔یہ ب ی ابی ہے۔''

'' اقتدار کا اس سے کیا ی دینا۔''مرجان حیرت زدہ سا تھا۔

''اقتدار۔اقتدار وہ تلوار ہے جس سے بھائی بھائی کی گ دن اڑا دیتا ہے۔اقتدار کی بھوک اپنوں کو نگل جاتی ہے مرجان۔!''

''تو ا ن کیوں بھا تا ہے اس اقتدار کے پیچھے جس کی خاطر اسکو اپنوں کو ہی مار نا پڑے۔''آج اس معصوم پہ حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

''طاقت۔!''جواب مختصر تھا۔

''طاقت۔؟کیا ہوتی ہے یہ طاقت۔؟''مرجان نے اچنبھے سے پوچھا۔کیو اس شخص کی ہر ب ت کا اختتام طاقت پہ ہوا کرتا تھا۔

''طاقت۔۔یعنی پ ور۔یہ وہ صلا ی ت ہے جس سے ا ن کسی کی ز ن گی کا روٹ ل لنے کا اختیار حاصل کر لے۔پ وراس صلا ی ت کو کہتے ہیں۔جس سے آپ کسی کی

زندگی کے اہم ترین فیصلوں پر اثر انداز ہوسکیں۔''

''تو کیا یہ پورجم کرنے سے نہیں ملتی۔؟اس کے لئے خون بہانا ضروری ہوتا ہے۔؟'' مرجان نے جلدی سے پوچھا۔چیتا کس ادا پل کے لئے ساکن ہوا۔شاید مقابل ہنس رہا تھا۔مرجان بے صبری سے اسکے جواب کا انتظار کررہا تھا۔

''مرجان۔!تم جاگ رہے ہو۔؟'' ایسی آواز وہاں گونجی تو مرجان نے مڑکر دیکھا۔

''جج۔جی ماما۔بس میں سونے ہی جارہا تھا۔'' اس نے جلدی سے کمپیوٹر آف کیا۔حوریہ چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔اس نے مرجان کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''پھر صبح تم جلدی نہیں اٹھ سکوگے۔اس لئے سوجاو۔'' نرم سے لہجے میں کہا تو مرجان نے آنکھیں جھپکیں۔

''ماما۔آئی ایم سوری۔'' اس نے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔

''وہ کس لئے۔۔؟'' حوریہ نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''وہ۔کوکیز بنانے کا آئیڈیا میرا تھا۔اس لئے ہم کچن میں چلے گئے اور دینا نے موقع پھلی کھالی۔'' مرجان نے اداسی اسے اپنی غلطی مان لی۔

''ہمم۔کچھ چیزیں ہمارے بس میں نہیں ہوتیں۔اور ایسی چیزوں کو حادثہ کہا جاتا ہے مرجان۔وہ بس ایک حادثہ تھا۔'' حوریہ نے فوراً اسکو معاف کردیا۔

''ماما۔آپ نے۔۔پر شاوٹ کیا۔میں نے دیکھا تھا۔'' مرجان نے اداسی سے کہا تو حوریہ شرمندہ ہوئی۔

''میں ان سے سوری کرلوں گی۔'' حوریہ نے یہ کہا۔

''کیا سوری کرنے سے دل جڑ جاتے ہیں۔'' مرجان نے بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ کر کہا تو حوریہ کا منہ کھلا۔

''بتاو ماما۔کیا سوری کرکے ہم اپنے عمل کو ریورس کرتے ہیں۔؟'' مرجان نے حوریہ کا ہاتھ تھاما۔

''نن۔نہیں مرجان۔!'' حوریہ کو کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔

''مرجان۔ہمیں معافی مانگ لینی چاہیے۔اگر مقابل معاف کردے تو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ری ہوجاتی ہے۔'' اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

''نقصان نہیں بھرتا ماما۔'' مرجان نے حوریہ کی سانس روک دی تھی۔

''تم چیز کیا ہو مرجان۔؟ کیوں پاگل کردیتے ہو مجھے۔؟ جاو جاکر سوجاو۔'' اس نے پہلے حیرت سے پوچھا اور پھر سختی سے اسکو حکم دیا۔

''جہاں ہمارے دلائل ختم ہوجاتے ہیں۔وہاں پھر ہم شاوٹ ہی تو کرتے ہیں۔'' مرجان بڑبڑاتا ہوا اپنے بستر میں گھس گیا۔

حوریہ نے سر جھٹکا اور اسکے کمرے کی لائٹ آف کرکے باہر نکل آئی۔''توبہ ہے یہ لڑکا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے لاونج میں پہنچی۔ابراہیم وہاں نہیں تھا۔اس نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔''ابراہیم کہاں چلے گئے۔'' وہ مین ڈور کھول کر باہر نکلی۔سامنے لان خالی تھا۔اس نے پورچ دیکھا تو اسکی گاڑی بھی کھڑی تھی۔''کہاں چلے گئے۔؟'' اس نے خود کلامی کی۔اسکو اب واقعی اپنے عمل پر پچھتاوا ہورہا تھا۔پھر وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

****

ابراہیم اس فلسطینی لڑکے کے ساتھ اس بلڈنگ میں داخل ہوا۔وہ لوگ سیڑھیاں چڑھ کر تیسرے فلور پر آئے۔اب وہ اس اپارٹمنٹ کے بند دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔اس لڑکے نے پہلے ڈور بیل بجائی اور کچھ دیر وہیں کھڑے ہوکر انتظار کیا۔اندر سے کوئی نہ نکلا۔پھر اس لڑکے نے دوبارہ ڈور بیل دی۔اب کی بار دروازہ کھلا۔سامنے ایک درمیانی عمر کی فربہ خاتون کھڑی تھیں۔ایک لمبا سا گاون ٹائپ لباس پہنے اور سر پہ اسکارف۔وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی تھیں۔

''امو۔!یہ مہمان ہیں۔!'' اس لڑکے نے مسکرا کر ابراہیم کا تعارف کروایا۔

''اور تم کون ہو۔؟'' اس عورت نے تفتیشی نگاہوں سے اس لڑکے کو دیکھ کر پوچھا تو ابراہیم کا حیرت کے مارے منہ کھلا۔

''امو۔میں آپکا بیٹا۔سفیر۔!بھول گئیں۔؟'' اس نے افسوس سے اپنا تعارف کروایا۔

''میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔'' اس عورت نے اپنے ہونٹوں پہ انگلی جمائے پرسوچ انداز میں کہا تو ابراہیم کبھی سفیر کی جانب دیکھتا تو کبھی اس عورت کی

جا۔ ۔

''افف۔امو۔ ہر ٹھنڈ بہت ہے۔اور مجھے بہت بھوک لگی ہے۔اس لئے ا۔ رچلو۔'' وہ سر پیٹ کر رہ ۔ ۔اور اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کو ا۔ رلے ۔ ۔ا۔ اہیم بھی بوجھل قدم اٹھا۔ اسکے پیچھے ہولیا۔اب وہ کیا کر۔ ۔نہ واپس جا سکتا تھا۔اس لئے اس نے آگے ۔ ھنے کو ۔ جیح دی۔

''آج اتنی د ۔ کر دی سفیر۔؟'' ا۔ نوجوان سی لڑکی کمرے سے نکل کر آئی۔اس نے بھی ا۔ لمبا سا گاون لباس پہنا ہوا تھا۔اور سر ہر حجاب۔وہ ا۔ خوبصورت قریبا دس ۔ س کی لڑکی تھی۔

''ادا۔! مجھے آج د ۔ ہو گئی۔کھا۔ لگا و آج مہمان ہیں ساتھ۔'' اس نے اپنا کوٹ ا۔ رتے ہوئے اس لڑکی سے کہا۔

''اچھا سفیر۔!'' وہ کہتی ہوئی سامنے کچن کی جا۔ ۔ ھ گئی۔اب وہ لوگ ا۔ چھوٹے سے لاونج میں موجود تھے۔اس میں دو صوفے رکھے ہوئے تھے۔اور درمیان میں ا۔ میز۔قالین بچھا ہوا تھا۔ا۔ کمرہ سامنے تھا۔جبکہ ا۔ کمرہ مین ڈور کے ساتھ ہی تھا۔وہ غالبا گیسٹ روم تھا بس دو کمرے۔ا۔ کچن اور ا۔ لاونج۔

''بیٹھو بھائی۔!'' اس لڑکے نے ا۔ اہیم سے کہا جو کہ ہکا بکا سا اس گھر کا جا۔ ہ لے رہا تھا۔

''کیا واقعی یہ تمہارا ہی گھر ہے۔؟'' ا۔ اہیم نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بھائی۔تم فکر نہ کرو۔میری ماں کو بھولنے کی بیماری ہے۔ابھی ۔ د آ جائے گا ۔ ۔'' اس نے تسلی دی تو ا۔ اہیم ہچکچا۔ ہوا بیٹھ ۔ ۔

''سفیر۔! گیس نہیں آ رہی۔!'' کچن سے اس لڑکی کی آواز آئی۔

''افف۔یہ گیس اور بجلی۔!'' سفیر نے ماتھا پیٹ ۔ وہ تینوں اب وہاں بیٹھے تھے۔''اچھا کچھ اور لے آو۔کچھ بھی۔'' سفیر نے شرمندگی سے ا۔ اہیم کی جا۔ ۔ دیکھا۔ا۔ اہیم سر جھکا ۔ ۔کچھ ہی د ۔ میں وہ لڑکی۔دو دودھ کے گلاس اور کچھ ۔ قرخا ں لے آئی۔اس نے ٹ ۔ ے ان دونوں کے سامنے میز پ ر رکھی۔

''شکر الحمد للہ۔!'' سفیر نے خوشی سے کہا اور دودھ کا گلاس اٹھا لیا۔ا۔ اہیم یوں ہی بیٹھا رہا۔''اللھم ۔ رک لنا فیہ وزد ۔ منہ۔'' اس لڑکے نے دودھ پ ۔ ۔ کی دعا پڑھی اور گھو ۔ ٹ گھو ۔ ٹ پ ۔ ۔ لگا۔یوں معلوم ہو۔ تھا وہ کوئی بہت ہی خاص مشروب پی رہا ہے۔ہر ہر گھو ۔ ٹ پ ۔ وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا۔ا۔ اہیم کو شک ہوا کہ اس گلاس میں دودھ نہیں کچھ اور ہے۔اس نے اچنبھے سے گلاس اٹھا ۔ ۔اور ا۔ گھو ۔ ٹ بھرا۔وہ پھیکا دودھ تھا۔ا۔ اہیم بچپن سے دودھ نہیں پیتا تھا۔اور پھیکا تو ۔ لکل نہیں۔اس لئے اسکو دودھ پلانے کے لئے منال بیگم اس میں کوئی ایسنس د ۔ یتی تھیں کبھی روح افزا تو کبھی جام شیریں۔ آج اسکے سامنے یہی ا۔ واحد چیز تھی۔اور بھوک سے اسکی حا ۔ ۔ اب ہو رہی تھی۔

''بھائی پیو ۔ ں۔اللہ کی نعمتیں واقعی لا جواب ہیں۔'' سفیر نے آدھا گلاس میز پ ر رکھا اور ا۔ ۔ قرخانی اٹھائی۔اور اسکو بھگو کر شوق سے کھانے لگا۔ا۔ اہیم یوں ہی ۔ ٹ سا اسکو دیکھے ۔ ۔'' کیا ہوا بھائی۔؟'' سفیر نے اپنا گلاس ختم بھی کر لیا اور ا۔ اہیم یوں ہی بیٹھا تھا۔

''وہ۔مجھے دودھ پسند نہیں ہے اس لئے۔'' اس نے جھجکتے ہوئے جواب د ۔ ۔

''بھائی۔کیا کہہ رہے ہو۔؟ یہ کس کو پسند نہیں ہو۔ ۔؟'' اس نے حیرت سے ا۔ اہیم کا چہرہ دیکھا۔

''بس۔کچھ لوگوں کو پسند نہیں ہو۔ ۔'' ا۔ اہیم کو لگا کہ اس نے کچھ غلط کہہ د ۔ ہے۔

''بھائی۔! تمہیں پتہ ہے یہ کتنی ۔ ڑی نعمت ہے۔؟ ہم نے آج پورے ا۔ مہینے بعد دودھ پیا ہے۔'' اس لڑکے نے کہا تو ا۔ اہیم ششدر رہ ۔ ۔

''کیا مطلب۔؟'' وہ حیرت زدہ سا بولا۔

''مطلب یہ کہ۔ ۔ کے بعد دودھ کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔اس لئے ہم پچھلے ا۔ ماہ سے اس نعمت کی شکل۔ نہیں دیکھ سکے۔اور تم پسند نہ پسند کی ۔ ت کر رہے ہو۔؟'' اس نے افسوس سے ا۔ اہیم کی جا۔ ۔ دیکھا۔

''ہاں۔وہ تو میں سمجھتا ہوں ۔!''

''نہیں بھائی۔تم نہیں سمجھ ۔ ۔!'' وہ لڑکا سیدھا ہو کر بیٹھا۔اسکی ماں اب اسکے پ س بیٹھی او رہی تھی۔جبکہ وہ دس سالہ لڑکی۔آ کر قالین پ ا پ س ہی بیٹھ گئی تھی۔''

محل میں رہنے والا نہیں جا کہ جھونپڑی والے کی کیا ضرورت اور خواہشات ہیں۔ جو تم لوگوں کی ضرورت ہیں۔ وہ ہماری لاحاصل سی خواہشات ہیں۔ بس اتنا فرق ہے۔'' اس لڑکے نے کچھ سوچ کر کہا تو ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔ ''ا یہ وہ جو آسمان میں اڑتا ہے۔ وہ نہیں جا کہ ا یہ چیو ا یہ گندم کے دانے کو کتنے دنوں کی مشقت کے بعد اپنے مسکن میں لے کر جاتی ہے۔ ا یہ عقاب جو بلندیوں پہ اڑتا ہو امیلوں کا سفر منٹوں میں طے کرتا ہے۔ وہ نہیں جا کہ ا یہ کچھوا ا یہ میل چلنے کے لئے کتنے قدم اٹھاتا ہے۔'' ا. اہیم کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ اسکو یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ بھوک کی وجہ سے ہے، سردی کی وجہ سے یہ سفیر کی. توں کی وجہ سے۔ ''مم بستروں میں سونے والے نہیں جا کہ منفی درجہ حرارت میں کھلے آسمان تلے نیند آتی ہے یہ موت۔'' اسکی. تیں ا. اہیم کو شل کر رہی تھیں۔

''مم۔ میں دودھ پی رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے گھبرا کر دودھ کا گلاس اٹھایا۔ وہ سفیر کی مزید. تیں سن کر وہیں بے ہوش نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ لڑکا ا یہ پل میں شدت پسند سا ہو جاتا تھا۔

سفیر نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ ''تم لوگ تو ہماری اذیت سن بھی نہیں سہنا تو دور کی بات۔'' اس نے بات مکمل کی۔ وہ بات ا. اہیم کو ان رسے ہلا کر رکھ گئی۔ واقعی۔ وہ جہاں سے آیا تھا۔ وہاں یہ باتیں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ وہاں تو امن تھا۔ اور امن والے لوگ ترقی کی بات کریں ہیں۔ وہ خواہشوں اور آسائشوں کی بات کرتے ہیں۔ امن والے لوگ بھوک اور افلاس کی بات کہاں کرتے ہیں۔ وہ تضاد کی بات کہاں کرتے ہیں۔ وہ تو بس سکون کی بات اور کرتے ہیں۔ وہ رات ا. اہیم نے ا گھر ہی گزاری تھی۔ وہ اور سفیر گیسٹ روم میں سو گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی وہ لوگ وہاں سے نکل پڑے تھے۔ اس وقت وہ لوگ اموکے ٹون میں تھے۔ روڈ جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔ اس پہ چلتی سفیر کی کھٹارہ ٹیکسی نے ا. اہیم کا ہاضمہ اتھل پتھل کر دیا تھا۔ وہ صبر کے ساتھ بیٹھا رہا۔

گاڑی ا یہ ا یہ تنگ سی گلی میں داخل ہوئی۔ گلی میں ادھر ادھر بچے کھیلتے آئی۔ معصوم سے خوبصوت سے بچے۔ جن کے چہروں پہ الگ ہی نور تھا۔ انکا لباس بے شک کٹا پھٹا سا تھا۔ ا چہرے پہ نور سے تھے۔ وہ لوگ آسمانی معلوم ہوتے تھے۔ وہ زمین نہیں تھے۔

یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ سیدھا. تہ سے اتے ہیں۔ اور ا سیدھا واپس. تہ میں ہی جا رہے۔ وہ خوبصورت سے چہرے ا. اہیم کو ستایشی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کیو وہ گاڑی کی رفتار اب سست تھی۔ ا. اہیم کی جا. کا شیشہ کھلا ہوا تھا۔ اسکا اچھا لباس اور اسکے ہاتھ پہ بندھی ا یہ اچھی سی گھڑی۔ یہ ان بچوں کو متاثر کر رہی تھی۔ ا. اہیم مسکرا کر ا پنور سے چہرے دیکھتا رہا۔

گاڑی تنگ گلیوں سے ہوتی ہوئی اب ا یہ دوسرے ٹون میں داخل ہوئی۔ ا. اہیم نے ونڈسکرین سے دیکھا تو اسکو لگا کہ وہ کسی آفت زدہ علاقے میں آیا ہے۔ سامنے عمارتیں نہیں بلکہ کھنڈرات تھے۔ وہ چار چار منزلہ عمارتیں تھیں۔ جو کہ اب کسی کھنڈر کی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ کسی کا ا یہ پورشن تو کوئی پوری کی پوری عمارت ہی تباہ ہو چکی تھی۔

لوگوں کا مال زمین بوس ہو چکا تھا۔ لوگوں کے خواب اس وقت ملبے کا ڈھیر بنے ہوئے تھے۔ ا. اہیم نے اپنی آنکھوں پہ سے چشمہ ہٹایا۔ آس پاس کچرے اور ملبے کے ڈھیر تھے۔ بس۔ سفیر نے ا یہ بلنڈ کے سامنے آ کر گاڑی روک دی۔

''چلو بھائی آ جاو۔ ہماری منزل آ گئی۔'' سفیر گاڑی لاک کرتا ہوا. ہر نکلا۔ ا. اہیم پہ تو سکتہ طاری ہو چکا تھا۔

''وہ ایٹ ریس پلیز دینا زرا۔'' سفیر اسکے. ا. آ کھڑا ہوا۔ ا. اہیم نے بنا پلکیں جھپکائے اپنی. . میں ہاتھ ڈالا اور وہ پرچی نکال کر دی۔ سفیر نے وہ پرچی تھامی اور آگے بڑھ گیا۔ جبکہ ا. اہیم کے قدموں میں ہمت نہیں تھی آگے بڑھنے کی۔ وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ اس تباہ حال بستی کو دیکھ گیا۔ وہاں ابھی بھی کچھ گھروں میں لوگ موجود تھے۔ کچھ عورتوں نے کپڑے دھو کر اپنی اپنی چھتوں پہ سوکھنے کے لئے ڈال رکھے تھے۔ اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس تباہ حال بستی میں ابھی تک زندگی کی رمق باقی ہے۔

****

رات کا پچھلا پہر تھا صفا کی آنکھ کھلی آج اس نے پھر سے دوا کھائی تھی۔ اسکا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی سائیڈ ٹیبل پہ پڑا پانی کا جگ دیکھا تو وہ خالی تھا۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ رو رو کر اب اسکی آنکھوں میں عجیب سی جلن ہو رہی تھی۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔ اور اپنی شال اٹھائی۔ وہ اٹھی۔ اپنا جوتا پہنا اور پانی کا جگ اٹھائے باہر نکل۔ لاونج خالی تھا۔ وہ کچن کی جا. . اٹھ گئی۔ اس نے واٹر ڈسپنسر سے پانی کا جگ بھرا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے جگ وہیں کاونٹر پہ رکھا اور ا یہ گلاس

اٹھایا۔اس نے پانی کا گلاس بھرا اور وہیں کھڑی ہو کر پانی پینے لگی۔اسکا حلق خشک تھا۔اپنی کیا یاد گھونٹ اسکو نئی زندگی بخش رہا تھا۔اس نے یوں ہی کھڑے کھڑے ایک اور پانی کا گلاس بھرا۔اور لبوں سے لگایا۔وہ پانی پیتے پیتے پلٹی تو اسکی نگاہ اس کھڑکی پر گئی جو لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔وہ کھڑکی کھلی رہ گئی تھی۔

صفا نے پانی کا گلاس واپس کاؤنٹر پر رکھا اور کھڑکی بند کرنے کے لئے آگے بڑھی۔''زہرہ نے وہ کھلی چھوڑ دی۔اگر کوئی بلی آ گئی تو۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھی۔اور کھڑکی بند کرنے لگی۔ وہ ٹھٹکی۔

لان میں کوئی تھا۔وہ جو کوئی بھی تھا وہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔اور اس جانب پشت تھی اسکی۔اس حصے میں اندھیرا تھا۔اس لئے صفا کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کون ہے۔لیکن پھر اس نے کھڑکی بند کر دی۔وہ مڑی۔''اس وقت وہاں کون ہے۔؟ کیا وہ ابیم ہیں۔؟'' وہ خن دانتوں میں دبائے سوچ رہی تھی۔''نہیں نہیں۔وہ کیوں ہوں گے بھلا۔'' اس نے سر جھٹکا۔''تو۔؟ کون ہو سکتا ہے۔؟'' وہ دو بارہ مڑی اور کھڑکی کھولی۔پھر اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے زرا دیکھا۔صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ شخص سلیولیس ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔وہ ابیم ہی تھا۔وہ شام سے انہیں کپڑوں میں تھا۔صفا کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔وہ اتنی ٹھنڈ میں وہاں کیوں بیٹھا ہے۔؟ صفا کا سوچ سوچ کر دل بند ہونے لگا۔

''کک۔کیا ان دونوں کی لڑائی ہوئی ہے۔؟'' وہ یوں ہی کھڑی تھی۔''نہیں یہ کیوں لڑیں گے بھلا۔؟ تو پھر وہ ایسے کیوں بیٹھے ہیں۔؟ کیا اسجل۔'' صفا سوچتے سوچتے خاموش ہو گئی۔''تو۔تو کیا ابیم کو سجل کی یاد آ رہی ہے۔۔؟'' اس نے آنکھوں کا گولہ حلق سے نیچے اتارا۔'' اتنی ٹھنڈی میں یوں بیٹھے ہیں۔اگر بیمار پڑ گئے۔؟'' صفا نے افسوس سے دیکھا۔وہ یوں ہی بیٹھا تھا۔اس بید کی کرسی سے ٹیک لگائے۔سامنے ہوا میں گھورتا ہوا۔

صفا فوراً وہاں سے نکلی۔اور دروازے کے ساتھ پڑے ہینگر سے ابیم کا کوٹ اٹھایا اور بھاگی۔ٹھنڈی ہوا نے صفا کو ایک پل کے لیے تو چونکا دیا۔مصر کا موسم شدید ہوتا ہے۔گرمیوں میں سخت گرمی تو سردیوں میں سخت سردی۔اس وقت بھی خون جما دینے والی سردی تھی۔ٹھنڈی ہوا روح تک میں پیوست ہو رہی تھیں۔صفا اس سے دو قدم کے فاصلے پر تھی۔اسکے قدموں کی رفتار سست ہوئی۔اس نے ایک پل کے لئے سوچا کہ وہ لوٹ جائے۔اگر ابیم کو غصہ آ گیا تو۔؟ اس نے ایک پل کے لئے سوچا پھر وہ آگے بڑھ گئی۔ابیم جانے کن سوچوں میں گم تھا اسکی آنکھیں فضا میں ایک ہی نقطے پر مرکوز تھیں۔کہ اسکو اپنے کندھوں پر کسی شے کا لمس سا محسوس ہوا۔وہ جھٹکا کھا کر مڑا۔صفا اسکے کندھوں پر کوٹ رکھ رہی تھی۔چاند کی ہلکی ہلکی سی روشنی میں اس نے ایک پل میں اس لڑکی کو پہچان لیا تھا۔

''تم۔تم یہاں کیا کر رہی ہو۔؟'' اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے گردن موڑ کر پوچھا۔

''یہ۔کوٹ دینے آئی تھی۔'' صفا نے کوٹ اسکے کندھوں پر رکھا اور اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''اور تم سے کس نے مانگا کوٹ۔؟'' ابیم نے سخت تاثرات سجائے کوٹ کھینچ کر ہاتھ میں پکڑا۔

''وہ آپ یہاں ٹھنڈ میں کیوں بیٹھے ہیں۔؟ حویلی سے لڑائی ہوئی ہے۔؟'' صفا نے نرمل سے انداز میں پوچھا تو ابیم نے اسکو گھورا۔

''تم سے مطلب۔؟ جاؤ جا کر سو جاؤ۔'' اس نے خجلت سے کوٹ ایک زور پر رکھا۔

'' ٹھنڈ بہت ہے۔'' صفا نے اپنے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے ادھر ادھر دیکھا۔وہ ٹھٹھر رہی تھی۔ابیم نے اسکو دیکھا تو پہلے تو اس کو حیرت ہوئی۔پھر اسکو غصہ آیا۔

''اور تم اس ٹھنڈ میں کیا کرنے آئی ہو۔؟'' وہ بیٹھے بیٹھے ہی دبے دبے غصے میں بولا۔

''وہ۔کیو آپ ٹھنڈ میں بیٹھے تھے۔'' صفا کے دانت بجنے شروع ہو گئے تھے۔ابیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تو اگر میں کل کو جہنم میں جاوں گا تو بھی تم پیچھے پیچھے چلی آو گی۔'' وہ جبڑے بھینچے سخت ناگواری سجائے بولا تو صفا نے ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ ہنوز اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

''آپ جہنم میں نہیں جا رہے گے۔'' صفا نے پھیکی سی مسکان لئے کہا تو ابیم کے لب ڈھیلے پڑ گئے۔

''تم اس وقت یہ طے کرنے آئی ہو کہ میں جہنم میں جاوں گا یا جہنم میں۔؟'' اس نے اب کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔صفا نے اسکی بکھری سی حالت دیکھی۔وہ

کچھ دیکھڑی رہی۔وہ آنکھیں موند گئیں۔صفا یوں ہی زمین پہ بیٹھ گئی۔اسکے قدموں میں۔ا۔ اہیم نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔اس سے پہلے وہ کچھ بولتا۔وہ اسکی ٹانگ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''لڑکی۔! پاگل ہوتم۔؟''اس نے اپنی ٹانگ کھینچنی چاہی۔ وہ رک گئی۔

''پلیز۔! کچھ دینا دیں۔!''صفا نے بنا مڑے مدعا ارش کی۔وہ ششدر رہ گئی۔

''اٹھو۔اور جاؤ۔''اس نے فورا آرڈر دیا۔

''ا۔ اہیم پلیز۔۔!''صفا کی آواز لرزی تھی۔وہ ٹانگ ۔ا۔ اہیم نے سر جھٹکا۔اور پھر جو کوٹ صفا اسکے لئے لائی تھی۔اس نے وہ صفا کے شانوں پہ ہی پھیلا دیا۔

''کیوں اتنی ضدی اور باغی ہوتی جارہی ہوتم۔؟''وہ مدھم تھکے سے لہجے میں بولا تو صفا نے مڑ کر دیکھا۔وہ جھک کر اسکے کندھوں پہ کوٹ درست کررہا تھا۔

''کیو مجھے ایسا بنادیا ہے۔''کہتے صفا دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔ا۔ اہیم دوبارہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔پھر ا۔ اہیم نے اپنا موبائل نکالا۔اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

بیجہ بیگم اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔خیام قریشی وہاں موجود نہیں تھے۔کمرہ تاریک تھا۔اس دوران ا سائیڈ ٹیبل پہ پڑا موبائل بجنے لگا۔ بیجہ بیگم فورا اٹھ بیٹھیں۔ سے ا۔ اہیم گورسی ان لوگوں کے لئے قہر بنا تھا وہ ایک زرا سی آہٹ پہ یوں ہی اٹھ جایا کرتی تھیں۔انھوں نے فورا موبائل اٹھایا۔کوئی پرائیویٹ نمبر تھا۔انھوں نے ڈرتے ڈرتے کال اٹھائی۔

''ہیلو۔!''

سامنے خاموشی رہی۔

''ہیلو۔کون ہے۔؟''وہ دوبارہ بولیں۔ سامنے سے کوئی جواب نہ آیا۔

''کون ہے۔؟'' بیجہ بیگم نے اب کی بار آواز میں پوچھا۔

''کیا زاویار تم ہو۔؟''وہ بولیں تو ادھر بیٹھے ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔

''نہیں۔!''ایک بھاری مردانہ آواز فون کے اس پار گونجی تو بیجہ بیگم کے کلیجے کو ہاتھ پڑا۔وہ اس آواز کو لاکھوں میں بھی پہنچا تھیں۔وہ ا قہر کی آواز تھی۔صفا نے گردن موڑ کر دیکھا۔وہ کسی سے فون پہ بات کررہا تھا۔وہ دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔وہ بس یوں ہی وہاں کچھ دیر بیٹھنا چاہتی تھی۔وہ ایک خاموش سی رفاقت چاہتی تھی وہ ا۔ اہیم سے۔اس ا۔ اہیم سے نہیں جو اسکو اسکے گھر سے زبردستی گھسیٹ لایا تھا۔بلکہ اس ا۔ اہیم سے جو اسکو اس وجہ سے کینو نہیں کھانے دیتا تھا کہ کہیں اسکا گلہ نہ خراب ہوجائے۔وہ اپنے بچپن کے اس دور کے پاس بیٹھنا چاہتی تھی جس کے پاس ہونے پہ وہ خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔

''زاویار کی موت۔۔!''اسکے اگلے الفاظ پہ صفا نے ایک بار پھر سے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

''ا۔ ۔۔ا۔ اہیم۔۔!'' بیجہ بیگم نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں اسکا نام لیا تھا۔

''ہاں۔!'' اس نے صفا کی جانب دیکھا۔جو کہ سوالیہ نظروں سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''صفا۔۔میری بچی کہاں ہے ا۔ اہیم۔؟تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔میری اس سے بات کروادو۔''وہ ٹپ کررہ گئیں۔ا۔ اہیم نے خاموشی سی نگاہ الجھی سی بیٹھا صفا پہ ڈالی۔اور پھر موبائل اسکی جانب بڑھادیا۔

صفا نے الجھی الجھی سی نگاہوں سے اسکو دیکھا۔ا۔ اہیم نے دوبارہ اشارہ کیا تو صفا نے فون پکڑ لیا۔اور جھجکتے ہوئے کان کو لگایا۔

''ہیلو۔!''صفا نے میٹھی سی آواز میں کہا تو ادھر بیجہ بیگم نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔ا مامتا اس وقت تڑپ اور سکون کی ملی جلی کیفیت میں تھی۔ایک طرف ا اسکی آواز سن کر سکون تھا تو دوسری جانب اسکی بیٹی نے انکا کلیجہ چیر دیا تھا۔''ہیلو۔!''صفا نے دوبارہ کہا کیونکہ دوسری جانب سے بس سسکنے کی آواز آرہی تھی۔

''میری بچی۔!'' بیجہ بیگم تڑپ کر پکاریں تو صفا کی آنکھوں میں پہلے بے یقینی اتری۔اس نے اچنبھے سے مڑ کر ا۔ اہیم کی جانب دیکھا۔وہ سرد سے تاثرات قائم کیے

بیٹھا رہا۔ پھر صفا کی آنکھوں میں پانی اتا۔ تپ کا، . ائی کا اور تشکر کا۔

''امم۔۔امی۔!'' صفا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہچکیاں روکیں تھیں۔

''صفا۔صفا۔تم ٹھیک ہو ں۔؟'' یحیٰ بیگم نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''جی امی۔میں ٹھیک ہوں۔آپ۔آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟'' صفا نے ہچکیوں کے ت انکا حال احوال پوچھا۔

''ہم ٹھیک ہیں۔صفا میری بچی۔تم ٹھیک تو ہو ں۔؟'' انھوں نے تپتے دل کے ساتھ اس سے تصدیق چاہی

''جی امی۔!'' صفا نے دو. رہ مڑ کرا. اہیم کا چہرہ دیکھا۔وہ یں پا ۔

''میں ٹھیک ہوں امی۔!'' وہ مسکرائی۔وہ اس حا ۔ میں بھی مسکرائی۔وہ اس کرب بھرے وقت میں بھی مسکرائی تھی۔ا. اہیم نے مڑ کر اسکی مسکراہٹ دیکھی تھی۔وہ کیسی مسکراہٹ تھی۔وہ اس مسکراہٹ کو پہچا تھا۔ا. اہیم کو لگا کہ وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔وہ ا مسکراہٹ اسکو گھسیٹ کر واپس غزہ لے گئی تھی۔

****

وہ وہیں کھڑا ان کھنڈرات کو دیکھتا رہا کہ اسکو دور سے سفیر آ ۔ دکھائی د۔وہ چلتا ہوا آ اور اسکے پ آ کر کھڑا ہوا۔اسکے چہرے پ مایوسی سی تھی۔

''کیا ہوا۔۔؟''ا. اہیم نے فورا پوچھا۔

''انکا گھر تباہ ہو چکا ہے۔مکمل تباہ۔اس گھر کے سارے افراد ختم ہو گئے۔'' الفاظ تھے۔پتھر جوا. اہیم گورسی پ . سے تھے۔جنھوں نے اسکو سنگسار کر کے رکھ د تھا۔اسکی روح لہولوہان ہوئی تھی۔وہ ہل نہ سکا۔'' ۔!'' کہتے ہوئے سفیر رکا۔

'' کیا؟''ا. اہیم کوا امید کی کرن آئی۔

''ا ا لڑکی ز ہ ہے۔وہ اپنی خالہ کے ساتھ ا امدادی کیمپ میں ہے۔'' سفیر نے دور کہیں گھورتے ہوئے اسکو بتا۔

''کیا۔؟ کہاں ہے وہ کیمپ۔؟''ا. اہیم مضطرب سا ہوا۔وہ تو چابی دفنانے آ تھا۔پھر کیوں وہ ا لئے اس طرح بے چین ہوا تھا۔''آو۔میں لے چلتا ہوں۔'' کہتے ہوئے سفیر گاڑی میں جا کر بیٹھا۔ا. اہیم فورا اسکے . ا. آ کر بیٹھا۔وہ روڈ مکمل طور پ تباہ ہو چکی تھی۔ہچکولے کھاتی ہوئی ٹیکسی۔ا. اہیم کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔اسکا دل. ی طرح ٹوٹ چکا تھا۔اموکا ٹ مر ۔ تھا۔وہ جسکا انتظار کر رہی تھیں وہ منوں مٹی تلے جا کر سو ۔ تھا۔ا. اہیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔کچھ د بعد وہ لوگ ا امدادی کیمپ میں پہنچے۔تو سفیر نے گاڑی روک دی۔وہ لوگ گاڑی سے نکلے۔سامنے ہی امدادی کیمپ تھا۔خیمے لگے ہوئے تھے۔جن میں کچھ خا ان تھے۔امدادی کیمپ تو . کا ختم ہو چکا تھا۔امدادی ٹیمیں جا چکی تھیں۔ وہ خیمے وہیں تھے۔اس لئے جن کے گھر مکمل تباہ ہو گئے تھے وہ وہیں پناہ ۔ پ مجبور تھے۔ا. اہیم نے وہیں کھڑے کھڑے ارد دیکھا۔وہی پ نور سے چہروں والے بچے۔ ا چہرے زخمی تھے۔کسی کی ک پ پٹی تھی تو کسی کی ٹوٹی ہوی. زو کو گلے میں بندھی ا پٹی کے سہارے ٹ ۔ ہوا تھا۔کسی کے پیر زخمی تھے۔تو کسی کے سر پ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

وہ ا. اہیم جس نے کبھی خون نہیں دیکھا تھا۔جس نے پہلی موت اموکی دیکھی تھی آج اپنے سامنے ان ز ہ لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔ان بچوں کے کپڑوں پ ابھی سوکھے ہوئے خون کے دھبے موجود تھے۔وہ منظر کسی بھی ر مل ا ن کے لئے اذ ۔ ک تھا۔اور وہ تو ا. اہیم تھا۔حساس۔

''چلیں۔؟'' سفیر نے اس کے کندھے پ ہاتھ رکھ کر پوچھا تو ا. اہیم اپنے اس احساس سے . ہر نکلا۔

''ہہ۔ہاں چلو۔'' وہ چلنے لگا تو اسکے قدم لڑکھڑائے تھے۔سامنے زمین پ ا خون آلود کر پڑا تھا۔وہ ا چھوٹا سا کر تھا۔ا معصوم سے نونہال کا کر ۔ا. اہیم کو لگا کہ اسکو اپنا سفر یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ اس نے خود کو گھسیٹا۔وہ لوگ چلتے ہوئے ان خیموں کی دوسری جا . آئے۔وہاں کچھ لوگ موجود تھے۔وہ . مسکرا رہے تھے۔ . کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔خوشی تھی ا. اہیم کو لگا کہ یہ اسکا وہم ہے۔بھلا کوئی اس طرح کے حادثے کے بعد ایسے خیمے میں کھڑا ہو کر کیونکر مسکرائے گا۔ وہ وہم نہیں تھا۔وہ لوگ چلتے ہوئے ا پ گئے۔وہ لوگ ا خیمے کے . ہر کھڑے تھے۔سفیر جا کر ا آدمی سے ۔اس نے ان سے اس لڑکی اور اسکے خا ان کا پوچھا۔

''ہاں۔وہ لڑکی یہیں رہتی ہے اپنی خالہ کے ساتھ۔'' وہ آدمی مسکرا کر بتا رہا تھا۔

''کیا ہم اس سے مل تے ہیں۔؟''سفیر نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ قاضی کو نکل ۔ دو۔''اس آدمی نے سفیر کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''قاضی۔؟''سفیر نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ہاں آج اسکا نکاح ہے۔''اس آدمی نے سفیر کا کا ٔ ھاتھ تھپا۔وہ لوگ خوش تھے۔

ا خوشی صحرا میں َ ی ا۔ رش کی بو جیسی تھی۔ا خوشی ٔ ان میں کھلے ہوئے ا۔ تازہ گلاب کی سی۔یعنی ا۔ معجزہ۔ا۔ عجوبہ۔ممکنات میں سے ا۔ چیز۔ حیرت انگیز۔

ا۔ اہیم سفیر کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔وہ ا ۔ تیں سن سکتا تھا۔ اسکے ۔ مقفل تھے۔وہ چاہ کر بھی کوئی لفظ نہیں بول رہا تھا۔اسکے سامنے جو لوگ کھڑے تھے۔وہ اس د کے مضبوط ۔ین لوگ تھے۔وہ مجاہد تھے۔وہ سروائیورز تھے۔وہ پہاڑوں جیسے لوگ تھے۔اور ا۔ اہیم کو اپنا آپ کسی چیو کی ما لگا تھا۔ا۔ بے بس چیو ۔جو اپنے مسکن سے کبھی نکلی ہی نہیں۔جس نے کبھی طوفان کا سامنا کیا ہی نہیں تھا۔کچھ د ۔ بعد اس خیمے سے ا۔ قاضی اور ا۔ ادھیڑ آدمی ۔ ہر نکلے۔سفیر نے ا۔ اہیم کی جا ٔ ۔ دیکھا۔وہ کچھ د ۔ وہاں انتظار کرتے رہے۔پھر انھوں نے دیکھا کہ ا پ س سے ہی ا۔ نوجوان َ رکرا ٔ ردا خل ہوا۔ا۔ اہیم نے دیکھا کہ خیمہ زرا سا پھٹا ہوا تھا۔وہاں سے سامنے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ا ٔ را۔ لڑکی کھڑی تھی۔ا۔ کم عمر مگ خوبصورت سی لڑکی۔اسکے پیچھے ا۔ ادھیڑ عمر خاتون کھڑیں تھیں۔لڑکی نے عروسی جوڑا پہن رکھا تھا۔جو کہ اسکے سا ٔ ۔کا تو ۔لکل نہیں تھا۔یعنی وہ کسی اور کو جوڑا تھا۔اب وہ لڑکا ا ٔ ردا خل ہوا۔وہ لڑکی آگے ٔ ھی۔اس لڑکے کے چہرے پ ا۔ سکون تھا۔خوشی تھی۔اس لڑکی نے اس لڑکے کا ہاتھ تھاما۔ اس کی پشت پ بوسہ د ۔اور اسکو اپنی آنکھوں سے لگا ۔ یہ کوئی روا ۔ نہیں تھی۔یہ بس عقیدت اور محبت کا اظہار تھا۔اسکے پیچھے کھڑی وہ خاتون سرشار سی آ ۔ا آنکھوں میں آ تھے۔

اس لڑکے پھر اس لڑکی کو شانوں سے تھاما اور اسکے ماتھے پ بوسہ د ۔لڑکی آنکھیں بند کر گئی۔ا۔ آ اسکی آ سے لڑھک کر اسکے گال پ بہ َ ۔وہ ۔ کچھ کھو کر وہاں کھڑی تھی۔اپنے ماں ۔ پ۔اپنے بہن بھائی۔اپنا گھر ر ۔ کچھ۔اور اس وقت اسکے سامنے جو شخص تھا وہ اسکی کل کائنات تھا۔اسکی کل متاع تھی۔لڑکے نے اسکو اپنے ساتھ لگا ۔ پھر اس نے اسکو نمی سے الگ کیا اور اسکے آ صاف کئے۔

پھر اس نے اس لڑکی سے کچھ کہا تھا۔وہ کیا کہا تھا ا۔ اہیم کو سنائی نہ د ۔ تھا۔وہ یقیناً کوئی وعدہ تھا۔کوئی عہد تھا۔کوئی خوبصورت سا عہد وفا تھا۔جس کو سن کر اس لڑکی کے چہرے پ مسکراہٹ پھیل گئی۔وہ دلہن مسکرائی تھی۔وہ زخمی روح والی معصوم سی دلہن مسکرائی تو آسمان رو د ۔ تھا۔ا۔ اہیم کھڑا تھا کہ ٹ ٹا ٹ ۔ رش شروع ہو گئی۔کیو آسمان اس زخمی رو ح والی دلہن کی مسکراہٹ کا بوجھ نہ جھیل پ ۔ تھا۔ ۔ لوگ خیموں میں پناہ ۔ ٔ کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ا۔ اہیم وہیں کھڑا رہا۔منجمند۔اس زخمی روح والی دلہن کی مسکراہٹ دیکھتا ہوا۔

****

ا۔ اہیم صفا کی مسکراہٹ دیکھی تو اسکو غزہ کے اس امدادی کیمپ میں کھڑی وہ دلہن ۔ دآئی۔جو اپنوں کو ہار آئی تھی۔ ۔جس نے ۔ کو کھو د ۔ تھا۔اسکا گھر ا۔ کھنڈر بن َ ۔ تھا۔ وہ وہاں کھڑی مسکرائی تھی۔اسکا دل ا۔ ۔ رپھر سے بند ہوا تھا۔صفا کی ا۔ مسکراہٹ نے اسکو مصر سے غزہ میں د ۔ تھا۔

''آپکا فون۔!''اسکی سوچوں کو آزدی ملی تھی۔صفا کی میٹھی سی آواز نے اسکو آزاد کر د ۔ تھا۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچ لائی تھی غزہ سے۔وہاں سے جہاں صرف تکلیفیں تھیں۔جہاں کرب تھا۔

''ہاں۔؟''وہ چونکا۔صفا نے فون اسکی جا ٔ ۔ ٹھا ۔ وہ لوگ ہنوز اسی طرح بیٹھے تھے۔وہ اسکے قدموں میں بیٹھی تھی۔ا۔ اہیم بکھرا سا اس بید کی کرسی پ بیٹھا تھا۔

''شکریہ۔!''وہ دو ۔ رہ مسکرائی۔اسکی آنکھوں میں اب مٹے مٹے سے آ تھے۔وہ پنا دل ہلکا کر چکی تھی۔وہ اپنی ماں سے ۔ ت کر چکی تھی۔اس نے کیا ۔ ت کی تھی یہ ا۔ اہیم سن نہ سکا کیو وہ تو غزہ کے اس خیمے کے ۔ ہر کھڑا اس دلہن کو دیکھ رہا تھا۔

''ہمم۔''ا۔ اہیم نے خود کو کمپوز کیا اور مو ۔ئل پکڑ لیا۔اس نے مو ۔ئل اپنے ٹ اوزر کی ۔ ۔ میں رکھا۔اور اپنا ہاتھ دو ۔ رہ اپنے َ ٹ ٔ پ ٹکا د ۔صفا مڑی۔ا۔ اہیم َ دن

اٹھائے آسمان میں کہیں گھور رہا تھا صفا نے نمی سے ا. اہیم کا سر سا ہاتھ تھاما۔ وہ ڈ ۔ پھر اس نے بنا اسکی کسی اجازت کے۔ اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکی پشت پہ بوسہ دیا۔ ا. اہیم کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔ وہ اپنی جگہ سا ۔ ہوا۔ اس نے اپنے سامنے وہی دلہن دیکھی۔ وہ اسکا ہاتھ چوم رہی تھی۔ وہ زخمی روح والی دلہن اسکا ہاتھ چوم رہی تھی۔ محبت سے۔ عقیدت سے۔ مان سے۔!

کیا اسکے پس وہ عہد وفا تھا جو اس لڑکے نے اس دلہن کے ساتھ کیا تھا۔؟ کیا اسکے پس کوئی وعدہ کوئی بول۔ کوئی کمٹمنٹ ایسی تھی جس سے وہ اپنے سامنے بیٹھی اس دلہن کے زخموں پہ مرہم رکھ سکتا۔ ا. اہیم گورسی کے پس کچھ نہ تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا۔ اس کھلے آسمان تلے وہ خالی ہاتھ رہ ۔ تھا اور اسکے سامنے جو لڑکی تھی۔ وہ ۔ کچھ ہار کر۔ ۔ کچھ لٹا کر بھی مسکرا رہی تھی۔ اسکی مسکراہٹ ا. اہیم گورسی کو غر ۔ کر گئی تھی۔ کیو اسکی مسکراہٹ کے ۔ لے اسکو دینے کے لئے اسکے پس کچھ نہ تھا۔ وہ مسکان انمول تھی۔ وہ ا. اہیم گورسی کی ۔ ۔ پ بھاری ٹ ری تھی۔

صفا نے مسکرا کر اسکا حیرت زدہ سا چہرہ دیکھا۔ ۔ اگلے ہی لمحے اسکی چھت پ گئی تھی۔ صفا کا حلق خشک ہوا تھا۔ اسکے الفاظ اسکے حلق میں اٹ گئے تھے۔ اسکی آنکھوں کی پ ۔ یں پھیل گئیں۔ خوف سے۔ بے یقینی سے۔ ا. اہیم نے اسکے چہرے کے ۔ لتے ۔ ثرات دیکھے۔ پھر اس نے صفا کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ تو ا. اہیم جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکو لگا کہ اسکی سانس بند ہوگئی ہے۔ اسکے دل کی دھڑکن رک چکی ہے۔ اسکو آ ی فلور کی چھت پ ا وجود آ تھا۔ وہ ا چھوٹ سا وجود تھا۔

اور وہ مسلسل آگے ۔ ڑھ رہا تھا۔ وہ ا کچھ قدم اور آگے ۔ ڑھتا تو وہ زمین پ آ ۔ ا اور ا. اہیم گورسی کی د ا ھیر ہو جاتی۔ ''مرجان۔!'' وہ وہیں سے ی ۔ اس نے کوئی ردعمل نہ دی ۔ ''مرجان۔۔!'' وہ دو ۔ رہ ی ۔ وہ آگے ۔ ڑھتا رہا۔ وہ آ ی چھت تھی۔ جس کی ریلنگ ز ۔ دہ او نہ تھی۔ کوئی وہاں شا ز و ۔ در ہی جا ۔ تھا۔ اس وقت مرجان کسی کیفیت کے تحت وہاں آگے ۔ ڑھ رہا تھا

''مرجان۔!'' صفا نے چیخنا چاہا اسکی آواز تو حلق میں دم توڑ گئی۔ اسکا جسم مفلوج ہو چکا تھا۔ ا. اہیم ا لمحہ ضائع کئے بنا وہاں او پہنچ چکا تھا۔ پیچھے ہی صفا پ ۔ ا. اہیم سیڑھیاں پھلانگتا ہوا او پہنچا۔ پیچھے ہی صفا تھی۔ صفا کی سانس پھول رہی تھی۔ اسکو بس ی دھ تھا تو یہ کہ مرجان او پ ہے۔ ا. اہیم چھت پ پہنچا تو اس نے سامنے دیکھا۔ مرجان اب ریلنگ سے دو قدم کے فاصلے پ تھا۔ ا. اہیم نے ا سانس لی۔

''مرجان۔!'' وہ وہیں سے پکارا۔ ۔ مرجان نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ا. اہیم ڈ ۔ کیو اَ مرجان نیند میں چل رہا ہو تو اسکی آواز پ چو ۔ جا ۔ ''مرجان۔!'' ا. اہیم نے دو ۔ رہ پکارا۔ صفا بھی ہا ۔ پ ہوئی او پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ ا. اہیم مرجان کے پس پہنچا ''مرجان۔ میرے ۔ ٹے ۔'' ا. اہیم نے ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا اور اسکو اپنے ی ۔ سے لگا ۔ وہ زمین پ بیٹھا تھا۔ اسکی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔ ''مرجان۔! کیا تم نیند میں چل رہے تھے۔؟'' ا. اہیم نے الگ ہو کر اسکے ماتھے سے ل ہٹائے۔ صفا بھی ا پس پہنچی۔

''مرجان۔! اس وقت تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟'' صفا نے مرجان کے سر پ ہاتھ پھیرا۔ جبکہ مرجان کی آنکھیں سا ۔ تھیں۔ وہ آنکھیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اسکی ا ہی نقطے پ مرکوز تھی۔

''مرجان۔!'' ا. اہیم نے بیٹھے بیٹھے ہی اسکو جھنجوڑا۔ مرجان کی آنکھوں کی پ ۔ یں سا ۔ ہی رہیں۔ صفا نے حیرت سے ا. اہیم کی جا ۔ دیکھا۔ اور ا. اہیم نے صفا کی جا ۔ ۔ وہ دونوں اس وقت مرجان کی حا ۔ سمجھنے سے قاصر تھے۔ ''مرجان۔! میرے شہزادے کیا ہوا ہے۔؟'' ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ جبکہ مرجان خاموش تھا۔ وہ کسی ۔ کی طرح کھڑا تھا۔ خاموش مٹی کا ۔ ۔

''ا. اہیم اسکو کیا ہوا ہے۔؟'' صفا نے اب حیرت سے ا. اہیم سے پوچھا۔ ا. اہیم نے ا پل کے لئے صفا کو دیکھا۔ وہ خود نہیں جا تھا کہ یہ ۔ کیا ہو رہا ہے۔

''مرجان۔!'' اس نے مرجان کو دو ۔ رہ کندھوں سے جھنجوڑا۔ مرجان تھا کہ ا پتلا بنا ہوا تھا۔ ا بے جان ۔ ۔

''مرجان۔!'' اب صفا بھی زمین پ بیٹھ گئی۔ وہ دونوں اسکے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ دونوں ۔ سے کوشش کر رہے تھے اسکو نیند سے جگانے کی مرجان تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ ''اسکو آ ہوا کیا ہے۔؟'' صفا اب رو دی تھی۔۔ ا. اہیم نے ٹ دن موڑ کر دیکھا صفا ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

''ریلیکس۔یہ شاید نیند میں ہے۔ابھی ٹھیک ہوجائے گا''اس نے خالی دماغ کے ساتھ صفا کو تسلی دی۔وہ خود اس وقت حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا۔

''کیا۔کیا پہلے ایسا ہوتا ہے۔؟''صفا نے ا. اہیم کی جانب دیکھا۔ا. اہیم نے میں سر ہلادیا۔''اسکو۔اسکو ہاسپٹل لے کر چلیں پلیز۔!''صفا اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ایک منٹ۔''ا. اہیم نے اسکو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔''مرجان۔کیا ہوا ہے۔؟ کیا تم سے کسی نے کچھ کہا ہے۔؟ کیا کوئی بات ہوئی ہے۔؟''وہ اب دور مرجان کی جانب متوجہ تھا۔جو کہ خاموش بنا ہوا تھا۔ا. اہیم کچھ دیر یوں ہی اس سے پوچھتا رہا۔ مرجان تھا کہ ایک لفظ نہیں بول رہا تھا۔اسکی آنکھیں ایک ہی نقطے پر مرکوز تھیں۔کسی ان دیکھے نقطے پر۔

''مرجان۔!''صفا کی آواز دور سے آئی۔ا. اہیم نے مڑکر دیکھا تو وہ ششدر رہ گیا۔

''واٹ دا ہیل۔۔!''وہ وہیں سے دھاڑا۔صفا چلتی ہوئی اس پاس آئی۔

''مرجان۔دیکھو۔مم۔مجھے چوٹ لگ گئی۔''اس نے اپنا ہاتھ سامنے کیا۔اسکے ہاتھ سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔اس نے وہیں پڑے ایک کانچ کے ٹکڑے سے اپنے ہاتھ پر لگا لیا تھا۔مرجان کی نگاہ اسکے ہاتھ پر گئی۔

''صفا۔!تم پاگل ہو۔؟''ا. اہیم اٹھنے لگا کہ صفا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسکو خاموش کروایا۔ا. اہیم نے مڑکر مرجان کی جانب دیکھا تو اسکی آنکھیں اب حرکت کررہی تھیں۔وہ اب ہوا میں نہیں گھور رہا تھا۔وہ صفا کے ہاتھ سے ٹپکتے ہوئے خون کو دیکھ رہا تھا۔ا. اہیم کچھ دیر کے لئے خاموشی سے مرجان کو دیکھتا رہا۔

''مرجان۔دیکھو۔مجھے چوٹ لگ گئی۔مرجان پلیز ہیلپ۔!''صفا نے اسکے سامنے اپنا خون آلود ہاتھ کیا تو مرجان کا سکتہ آکارٹوٹ۔

''پیٹی لیڈی۔!''اس کی ٹوٹی سی آواز آئی۔ا. اہیم نے ایک گہری سانس خارج کی۔''پیٹی لیڈی۔!''مرجان فورا صفا کے پاس پہنچا اور اسکا ہاتھ پکڑا۔

''یہ آپکو چوٹ کیسے لگ گئی۔اور آپ اس وقت یہاں کیا کررہی ہیں۔؟۔۔آپ یہاں کیسے۔اور میں۔میں کیسے یہاں۔؟''مرجان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ا. اہیم فورا اٹھا۔اس نے صفا کا ہاتھ دیکھا۔اس میں سے خون بہہ رہا تھا۔

''تم پاگل ہو۔؟''وہ غرایا۔

''سوری۔اور کوئی راستہ نہیں آیا۔مرجان کسی ٹرانس میں تھا۔اسکو ایک دھچکا لگا خوف ہی واپس لاسکتا تھا۔اس لئے میں نے یہ کیا۔''صفا نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے کور کرتے ہوئے کہا تو ا. اہیم ایک پل کے لئے اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔

''یہ۔کہاں سے سیکھا تم نے۔؟''وہ حیران سا کھڑا تھا۔

''کم آن۔۔!آپ یہ نالج بعد میں بھی اکٹھا کرتے ہیں ابھی چوٹ لگی ہے۔پلیز۔نیچے چلیں۔''مرجان نے صفا کا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے نیچے چل دیا۔صفا نے مڑکر حیرت زدہ سے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر سر جھٹک کر نیچے اتر گیا۔اب چھت خالی تھی۔وہ لوگ وہاں سے جاچکے تھے۔ اب وہاں کوئی کھڑا تھا۔

****

اگلے دن صفا یونیورسٹی پہنچی تو عینا اسکو انٹرینس پر ہی مل گئی۔

''یہ ہاتھ پر کیا ہوا۔؟''اس نے صفا کے ہاتھ پر بندھی ہوئی پٹی دیکھی۔

''یہ؟ کچھ نہیں بس۔ایسے ہی کانچ لگ گیا تھا''صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''اچھا۔آجاو۔ہم کیفے ٹیریا چلتے ہیں۔''عینا نے اسکا ہاتھ تھاما۔صفا نے مڑکر اپنے پیچھے کھڑے قادر کو دیکھا۔

''بھائی۔آپ اپنا کوئی کام کرلیں۔میں ٹھیک ہوں اب۔''اس نے آنکھیں جھپک کر اس سے کہا کیونکہ اسکا یوں سائیہ بن کر گھومنا صفا کو پسند نہیں تھا۔عجیب گھٹن سی محسوس ہوتی تھی۔

''میں یہیں ہوں۔آپ لوگ جائیں۔''اس نے وہیں کھڑے کھڑے اجازت دی۔

''صفا۔!چلو تم۔تمہیں کسی سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں۔''عینا نے دن جھٹکی اور صفا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی۔کچھ ہی فاصلے پر کیفے ٹیریا تھا

''خیر ہے۔؟ آج شتہ نہیں کیا کیا۔؟'' صفا نے ساتھ چلتی عینا سے پوچھا۔

''کیا تھا۔ ایک کافی تو پی ہی تی ہیں۔ کلاس شروع ہونے میں وقت ہے ابھی۔'' اس نے اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا۔

عینا نے کافی آرڈر کی۔ ''تم پیو گی کافی۔؟'' اس نے صفا سے پوچھا۔

''نہیں۔ مجھے کافی پسند نہیں۔'' صفا نے فوراً میں سر ہلا دیا۔

''ارے یار ڈی چیزوں میں جو مزہ ہے وہ میٹھی چائے میں کہاں۔'' اس نے صفا کو کہنی ماری۔ صفا ہنس دی۔

'' مجھے کافی پسند ہی نہیں۔'' اس نے فوراً انکار کیا۔ اسکو پتہ تھا کہ عینا اب اسکوز دستی کافی پلانے کے موڈ میں تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' عینا نے اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ارادہ ترک کیا۔ وہ لوگ اس وقت ایک ٹیبل پہ ہی بیٹھیں تھیں۔ ''اچھا۔ تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے فن کرتے کیا ہیں۔؟'' عینا نے کافی کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔ صفا نے چونک کر دیکھا۔

''یہ۔ فن والا ٹاپک کہاں سے آ گیا۔؟''

''یار۔ اس دن اس سوال کا جواب نہیں دیا تھا تم نے اس لئے پوچھ رہی ہوں۔'' عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''خیر۔ مجھے نہیں پتہ کہ کیا کرتے ہیں وہ۔ مجھے کسی کے کام میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔'' صفا نے کہتے ہی دن موڑی۔ اسکی آنکھیں سامنے ہی کہیں ٹک گئی۔ کوئی اسی جانب آ رہا تھا۔ بلیک ڈریس شرٹ اور جینز کے اوپر اوورکوٹ۔ ہاتھوں کو باہم مسل کر حرارت پہنچاتا وہ اسی جانب آ رہا تھا۔

''یہ۔ یہ یہاں کیوں آ رہا ہے۔؟'' صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔ اس آتے ہوئے شخص نے صفا کو دیکھا تو دور سے ہی ہاتھ ہلایا۔ عینا نے بھی دیکھا۔

''کیا یہ ہے تمہارا فن۔؟'' عینا نے سامنے ہی نگاہیں جمائے پوچھا جہاں سے وہ آدمی چلتا ہوا آ رہا تھا۔

''ہاں۔؟ نہیں۔ یہ میرا فن نہیں۔'' صفا نے بے زاری سے دن موڑا اور عینا کی جانب متوجہ ہوئی۔

'' وہ تو اسی جانب آ رہا ہے۔'' عینا کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ اسر پہ آن کھڑا ہوا تھا۔

''ہیلو لیڈیز۔!'' وہ کہتے ہوئے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اب عینا اور صفا آمنے سامنے بیٹھیں تھیں۔ جبکہ بغل میں حسن تھا۔ وہ چار کونوں والی میز تھی۔ چھوٹی سی میز۔ جس کے چاروں کونوں میں ایک ایک کرسی تھی۔ ''کافی ہاں۔۔؟'' اس نے مسکرا کر عینا کے ہاتھ میں کافی دیکھی۔ عینا نے سوالیہ نظروں سے صفا کی جانب دیکھا۔ آخر کون تھا جو اتنی دیدہ دلیری سے ساتھ آ بیٹھا تھا۔

''مجھے دیر ہو رہی ہے۔ عینا چلو کلاس کے لئے دیر ہو رہی ہے فن؟'' صفا نے جلدی سے اپنا بیگ سنبھالا۔

'' کلاس میں ابھی آدھا گھنٹہ ہے صفا۔'' عینا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا تو صفا ضبط سے آنکھیں بند کر گئی۔ ''افففف۔ یہ لڑکی۔'' وہ بڑبڑائی۔

''کیا ہوا۔ آپ مجھے اوائیڈ کر رہی ہیں۔؟'' حسن نے قدرے سنجیدہ لہجے میں صفا سے کہا تو وہ ایک مصنوعی سی مسکان لئے دو بدو رہ بیٹھ گئی۔

''نہیں تو۔ میں بھلا کیوں کروں گی اوائیڈ۔'' اس نے سر جھکائے ادھر ادھر دیکھتے جواب دیا۔

''گڈ تو پھر ہو جائے ایک ایک کافی۔'' حسن نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولے۔ اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔ عینا نے ان دونوں کی جانب باری باری دیکھا۔ وہ اب دونوں ہی میں صفا سے پوچھ رہی تھی کہ یہ کون ہے؟ صفا نے اسکو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''ویٹر۔۔!'' حسن نے وہیں بیٹھے آواز لگائی تو ایک لڑکا اسی جانب آ گیا۔

''امم۔ میرے لئے ایک لاٹے لے آو۔ اور۔'' وہ مڑ کر صفا کی جانب دیکھنے لگا۔ ''آپ کیا لیں گی؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔'' صفا ہڑبڑائی۔

''ارے ایسے کیسے۔۔؟ '' وہ مڑا۔ ''اچھا تم ان کے لئے ایک ہاٹ چاکلیٹ لے آو۔'' اس نے انگلی ہونٹوں پہ رکھ کر سوچتے انداز میں آرڈر دیا اور ایک بار پھر سے پلٹا۔ اور عینا کی جانب متوجہ ہوا۔ عینا پہ جوش سی دکھائی دیتی تھی کہ اب وہ اس سے پوچھے گا تو وہ کافی کے ساتھ۔ اونیز آرڈر کروائے گی۔

''امم۔ آپکے پاس آلریڈی کافی ہے۔'' حسن نے اسکا کپ دیکھا اور مڑ کر ویٹر کو جانے کا کہا۔ عینا کا منہ کھلا۔

''اور میرے لئے ا یک بلیک کافی۔۔'' اس سے پہلے کہ حسن مڑ تا۔ ا یک اور آواز آئی۔ اور وہ آواز صفا کا حلق خشک کر گئی تھی۔ حسن نے اچا ٹ مڑ کر دیکھا تو وہ اسکے عین سامنے ہی کھڑا تھا۔ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

''ارے واہ۔ آو ٹ ی۔'' حسن نے مسکرا کر اسکو خوش آمد ید کہا۔ صفا خاموش بیٹھی تھی۔ جبکہ اب عینا کا حیرت سے ا حال تھا۔ پ وفیسر ا. اہیم ا ٹیبل کے پ س کھڑا تھا۔ وہاں کیفے ٹیر یا میں موجود ق لڑکیوں نے ا یک ت ستا نگاہوں سے اس ٹیبل کی جا ٹ دیکھا تھا۔ صفا سر جھکائے اب درود پ ڑھ رہی تھی۔ ''یا اللہ آج بچالیں پلیز۔!'' وہ دل ہی دل میں دعا ما گ رہی تھی۔

''کین آئی ڈ ئیر۔؟'' ا. اہیم نے عینا اور صفا سے سوال کیا۔ عینا پہلے تو حیرت کی مورتی بنی بیٹھی رہی پ وفیسر کے پوچھنے پ اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ا. اہیم خاموشی سے بیٹھ گیا۔ چہرے پ ازلی سردمہری ت ات۔ صفا سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''تمہاری کلاس تو آفٹرنون میں ہوتی ہے تو آج صبح صبح۔؟'' حسن نے ٹیبل پ کہنیاں ٹکائے ا یک جتاتی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔

''میری تو کلاس ہوتی ہے یہاں۔ تم کیا پ ڑھنے آئے ہو۔؟'' ا. اہیم نے جواب دیے بنا الٹا سوال کیا تھا۔

''ارے نہیں نہیں۔ میں تو بس یہاں کسی سے ملنے آیا تھا۔'' کہتے ہوئے اس نے ا یک چھپی نگاہ ساتھ سر جھکائے بیٹھی صفا پ ڈالی۔

''یہ یونیورسٹی ہے۔ کوئی پب نہیں۔'' ا. اہیم کے جبڑے تن گئے۔

''ارے یار۔! ملنے کے لئے ضروری نہیں پب ہی جایا جائے۔ ملاقات تو کہیں بھی ہو سکتی ہے۔'' وہ ازلی شرارتی سی مسکان لئے بیٹھا تھا۔

''صفا۔! کلاس کا وقت ہو رہا ہے چلیں۔؟'' اب عینا ان کمفرٹیبل فیل کر رہی تھی۔ وہ دو مرد اپنی اپنی بھڑاس نکال رہے تھے۔ جبکہ وہ دونوں وہاں بلاوجہ بیٹھیں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن رہی تھیں۔ صفا نے دانے بھینچ کر ا یک جتاتی نگاہ عینا پ ڈالی۔ اور اسکو یاد دلایا کہ وہ وہاں سے کیوں اٹھنا چاہتی تھی۔

''بیٹھ جا مس سٹرر۔!'' اس نے ا یک خونی نگاہ صفا پ ڈالی۔ عینا کبھی صفا کو دیکھتی تو کبھی پ وفیسر ا. اہیم کو۔۔ پھر عینا نے خود کو کمپوز کیا۔

''ریلیکس عینا۔ یہ دونوں بھی ا ن ہی ہیں۔ کون سا ہمیں کھا جا گے۔'' عینا نے آنکھیں بند کے خود کو تسلی دی۔

''مجھے دراصل خوبصورت چیزیں اٹ کرتی ہیں۔ تو جہاں مجھے میرے جیسے خوبصورت لوگ آ جا میں وہاں پہنچ جایا کرتا ہوں۔'' حسن دو رہ بولا تو ا. اہیم کی آنکھوں میں شعلے سے جلنے لگے۔ اب وہاں تناو بڑھ رہا تھا۔

''اہم اہم۔ ویسے سر آپ نے کس سبجیکٹ میں ڈ ی حاصل کی ہے۔'' عینا نے حسن سے پوچھا۔

''ڈ ی آف خوش فہمیا لوجی۔'' ا. اہیم نے تنے جبڑے لئے حسن کو گھورتے ہوئے جواب دیا تو وہاں ا یک زوردار قہقہ گونجا تھا۔ اور وہ قہقہ حسن کا تھا۔ صفا نے پہلی بار سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ پہلے سامنے جہاں عینا اپنی ہنسی روک رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے جا ٹ دیکھا جہاں ا. اہیم مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا۔ اور دا جا ٹ دیکھنے کی اسکی ہمت نہ ہوئی تھی۔ حسن نے اپنی ہنسی کنٹرول کی۔

''ویسے مجھے نہیں پتہ تھا کہ کھڑوس پ وفیسر کا سینس آف ہومر اتنا اچھا ہوگا۔'' وہ دو رہ ہنس دیا۔ ا. اہیم خاموش بیٹھا رہا۔ اسی دوران ان لوگوں کا آرڈر آ گیا۔ ا. اہیم نے اپنی بلیک کافی اٹھائی اور ا یک سپ لیا۔

''ویسے مجھے آئیڈیا نہیں تھا کہ آپ اپنے اسٹوڈنٹس کو لے کر اتنا پوزیسو ہوں گے۔'' حسن نے اپنی کافی کا ا یک گھونٹ لیتے ہوئے ا. اہیم کو جتایا۔ ''کیا یہ بس ا یک اسٹوڈنٹ ہی ہیں۔؟'' حسن نے معنی خیز نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔ صفا کے ہاتھوں میں پ پ ہٹ شروع ہو چکی تھی۔

''کیوں تمہیں ان کا رشتہ چاہیے۔؟'' ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے جتایا۔ حسن کا قہقہ دو رہ گو ۔

''مجھے اگر رشتہ چاہئے ہوگا تو میں تم سے کیوں پوچھوں گا۔ ا فیملی سے پوچھوں گا ں۔'' حسن نے سر جھٹکا اور ا یک اور سپ لیا کافی کا۔ صفا نے ا یک ملتجی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔ وہ اس وقت کسی اور ہی کیفیت میں تھا۔

''گیٹ آوٹ۔۔!''ا. اہیم کی آواز گو توحسن نے چو· کر دیکھا۔وہ اسی کی جا·. دیکھ رہا تھا۔

''ریلیکس. ڈی۔میں مذاق کر رہا تھا۔''اس نے جلدی سے کافی ٹیبل پر رکھی۔

''آئی سیڈ گیٹ آوٹ۔۔''ا. اہیم دبے دبے لہجے میں غرا۔وہ وہاں تماشہ نہیں چاہتا تھا۔

''ریلیکس بھائی۔یہ تمہاری یونیورسٹی نہیں ہے۔تم مجھے یوں نہیں نکال ت۔''حسن اسکے رویے پر حیران ہوا تھا۔

''یہ یونیورسٹی ہے۔کوئی پبلک میٹنگ پلیس نہیں۔اس لئے تم یہاں سے جا ت ہو۔''ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔عینا کو لگا کہ وہ ا یمینڈک ہے۔ جو کہ دو بیلوں کی لڑائی کے ب بیٹھی ہے۔اور وہ کسی بھی وقت کچلی جا سکتی ہے۔اسکی سانس ا ٹ گئی تھی۔''اور آپ دونوں کیا· شتہ نہیں کر کے آ تھیں۔؟''ا. اہیم نے اب صفا اور عینا کی جا·. ری. ری دیکھا۔

''وہ۔۔ہم تو بس۔کافی۔''عینا نے چند الفاظ بمشکل ادا کیئے۔

''اور آپ بھی۔؟''ا. اہیم نے اب ا نگاہ صفا پر ڈالی۔

''نن۔نہیں تو۔میں تو۔''صفا نے بے چارگی سے عینا کی جا·. دیکھا۔

''عینا۔!چلو۔!''صفا نے جلدی سے اپنا بیگ اور فولڈر دسنبھالا جبکہ عینا تو اب تیار ہی بیٹھی تھی۔وہ دونوں وہاں سے ا پل میں ہی غا·. ہو گئیں۔اب ا. اہیم اور حسن آمنے سامنے تھے۔حسن کچھ د ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ا. اہیم کی آنکھوں کو سمجھنا مشکل تھا۔

''کیا کرنے آئے ہو یہاں۔؟''ا. اہیم نے اب· رمل سے ا· ازمیں پوچھا۔

حسن نے آنکھیں چھوٹی کر کے ا. راسکو دیکھا۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھا اور اپنی کافی کا پ اٹھا کر لبوں سے لگا۔

''کچھ نہیں۔بس اپنی یونیورسٹی کی کافی د آ رہی تھی۔''اس نے ا معنی خیز نگاہ ا. اہیم پر ڈالی۔

''مجھے تو لگا تھا اتنے عرصے بعد تمہیں اسکا زا بھی د نہیں ہوگا۔''ا. اہیم نے اپنی بلیک کافی اٹھائی اور ٹیک لگائی۔

''ہمم۔کچھ چیزوں کا زا ہماری ز. ن کی نوک پر ہی پڑا رہتا ہے۔جن میں سے ا چیز ہے دھوکہ۔''حسن ا پل کے لئے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

****

حسن اس دن بے ہوش ہو· تھا۔اور جس آدمی نے اسکے سر پر راڈ مارا تھا۔پھر وہ اسکو اپنے ساتھ لے· ۔اسکے بعد حسن چھ ماہ کہاں رہا۔؟کس حال میں رہا کوئی نہیں جا تھا۔رحمان کرداوی نے اسکو تلاش کرنے کی پوری کوشش کی۔پولیس ایجنسی۔ ادارے ش ث کے ب۔حسن کو ڈھونڈ نے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ حسن کا کچھ پتہ نہ چل سکا تھا۔اور پھر چھ ماہ بعد ا دن اچا· وہ واپس آ· تھا۔رحمان کرداوی کو ا فون کال آئی کہ ا اسمگلنگ کا ٹ پکڑا· ہے جس میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں. زیب ہوئے ہیں۔وہ فورا ا پولیس اسٹیشن پہنچے۔

وہاں انھوں نے ا کونے میں ا چھوٹے سے اسٹول پر بیٹھا ا لڑکا دیکھا۔جس کے چہرے پر کھروچوں کے ن تھے۔اسکا لباس پھٹا ہوا تھا۔اسکا چہرہ بے ر· اور سپاٹ تھا۔۔وہ وہاں بیٹھا ہوا میں گھور رہا تھا۔رحمان کرداوی چلتے ہوئے اسکے پ پہنچے۔ا قدموں میں سقت نہیں تھی پھر بھی وہ وہاں پہنچے۔انھوں نے اس لڑکے کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔تو اس لڑکے نے چہرہ اوپر اٹھایا۔رحمان کرداوی کو لگا کہ ا سامنے انکا بھائی ش ث ہے۔ا آنکھیں بھیگ گئیں۔

''شی۔۔ش ث۔!''ا آواز لڑکھڑائی۔وہ لڑکا اچنبھے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''حسن۔!''رحمان کرداوی نے حسن کو اپنے گلے لگایا۔انکا بھتیجا تھا۔وہ ش ث کا ب۔حسن تھا۔۔وہ شہرین کا ب۔حسن تھا۔وہ اسکو لئے گھر آئے۔سارے راستے حسن خاموش رہا وہ دونوں گھر داخل ہوئے تو حوریہ سامنے ہی کھڑی تھی۔

''حسن۔!''وہ بھاگ کر اسکے پ پہنچی۔''حسن میرے بھائی۔!''حوریہ کی آنکھوں سے آ رواں ہوئے۔اس نے حسن کا یہ اجڑا سا حال دیکھا تو اسکا دل ٹ· تھا۔

''حوریہ۔ بیٹا اسکو آرام کرنے دو۔'' رحمان کرداوی نے حوریہ کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ شام کو حوریہ نے حسن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ تو اندر سے اجازت ملنے پر وہ اندر آ گئی۔ کمرہ خالی تھا۔ حوریہ آگے بڑھ گئی۔ وہ بالکونی میں کھڑا تھا۔ ایک سگریٹ سلگھائے۔

''حسن۔!'' حوریہ اسکے پیچھے حیران سی کھڑی تھی۔ حسن نے ایک پل کے لئے مڑ کر اسکو دیکھا اور پھر دور کہیں تک ہوا میں گھورنے لگا۔ ''حسن۔ یہ تم سگریٹ کیوں پی رہے ہو۔؟ تم تو کبھی سگریٹ نہیں پیتے تھے۔'' حوریہ حیران و پریشان سی اسکے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ میاں شروع ہو چکی تھیں۔ بالکونی سے نم ہوا اسکے چہرے پر ٹکرا رہی تھیں۔ اور اس نئے سگریٹ کا دھواں۔ وہاں سانس تک محال ہو رہی تھی۔ وہ کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ حوریہ نے یوں ہی نیچے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئی۔ وہاں ان گنت سگریٹ کے آدھے آدھے بجھے ہوئے ٹکڑے پڑے تھے۔ حوریہ کو اب حسن کی فکر لاحق ہوئی۔ اس نے حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ حسن نے ایک پل کے لئے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''میرے بھائی۔ تم کیسے ہو۔؟ تم کہاں چلے گئے تھے۔؟ ہم نے تمہیں کتنا ڈھونڈا۔ کتنا تلاش کیا۔؟'' حوریہ نے رندھی ہوئی آواز میں اس سے کہا۔ تو حسن دوبارہ رخ پھیر گیا۔ ''حسن۔! تم خاموش کیوں ہو۔؟ تم کچھ بولتے کیوں نہیں۔؟ پلیز۔ کچھ تو بولو۔'' حوریہ سمجھانے کرنے لگی۔ جبکہ حسن نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی ایک ہاتھ جھلا کر اسکو جانے کا اشارہ کیا۔ حوریہ حیران رہ گئی۔ اسکو ایک دھچکا لگا تھا حسن اسکو اس طرح جانے کو کہہ رہا تھا۔ حسن تو ایسا نہیں کہتا تھا۔ وہ آج اتنا کیوں بدل گیا تھا۔؟ آخر کیا ہوا تھا ان چھ ماہ میں۔؟ یہ وہ سوال تھا جو حوریہ کے دماغ میں نقش ہو گیا تھا اسکا جواب کسی صورت نہیں مل رہا تھا۔ کچھ دن یوں ہی گزر گئے۔ وہ خاموش رہا۔ کسی سے کوئی بات نہ کی۔ رحمان کرداوی کو لگا کہ وہ ابھی صدمے میں ہے۔ اس لئے وہ اس پر کوئی زبردستی نہیں کر رہے تھے۔

پھر ایک رات وہ سو رہا تھا۔ کہ اسکے سر میں درد اٹھا۔ حسن کی سانس بند ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھا۔ اسکا کمرہ تاریک تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ آن کیا۔ اور پانی کا گلاس اٹھایا۔

اس نے ایک ہاتھ سے اپنی دائیں کنپٹی دبا رکھی تھی۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔

کچھ دیر میں وہ ٹیس ختم ہو گئی۔ اب بس سر درد تھا۔ وہ کچھ دیر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھا۔ اس نے اپنے جوگرز پہنے اور کانوں میں ائیر پیس لگائے۔ اور اپنے کمرے سے نکل گیا۔

آدھی رات ہو رہی تھی اور حسن کرداوی اس وقت قاہرہ کے روڈ پر جاگنگ کر رہا تھا۔ وہ بھاگتا گیا۔ حتی کہ اسکی سانس اکھڑنے لگی۔ اور پھر ایک جگہ روڈ کے عین کنارے پر وہ دہرا ہو کر کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنی سانس بحال کرنے لگا۔

اسکے دل کی دھڑکن تیز تھی اور سانس اکھڑی ہوئی تھی۔ اسی دوران ایک ٹیس اٹھی۔ وہ ٹیس پہلے سے بھی زیادہ اذیت ناک تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدید تھی۔ حسن نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو پکڑا۔

وہ وہیں کھڑا رہا۔ دہرا ہو کر۔ کہ اسکی بند آنکھوں سے ایک تیز روشنی سی ٹکرائی۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اس روشنی نے اسکو اٹھا کر دے وہ ایک تیز رفتار کار تھی۔ حسن سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''فائینلی۔!'' اس نے زیر لب دہرایا۔ وہ اپنی موت کو گلے لگانے کو تیار تھا۔ گاڑی قریب آتی گئی اور سر درد بڑھتا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ گاڑی اسکو ہوا میں اڑاتی اک مضبوط ہاتھ نے اسکو کھینچ لیا گاڑی گزر گئی۔ روڈ ایک بار پھر سے سنسان ہو گیا۔ وہاں ایک بار پھر سے سناٹا تھا۔ پھر ایک اور آواز گونجی۔ اور وہ ایک تھپڑ کی آواز تھی۔ ایک زوردار تمانچے کی آواز تھی۔ جس سے ہوا میں اچھا خاصا ارتعاش پیدا ہوا۔ اب وہاں تاریکی میں دو ہیولے سے کھڑے دکھائی دیتے تھے روڈ کے ایک طرف۔ ایک شخص نے دوسرے کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔

''مرنے کا اتنا ہی شوق سوار ہے تمہارے دماغ پر۔؟'' جس نے گریبان پکڑا ہوا تھا اس نے سامنے کھڑے لڑکے کو جھٹکا دے کر پوچھا۔ جبکہ وہ لڑکا سا تھا۔ ''تمہیں پوچھ رہا ہوں۔ یو ایڈیٹ۔۔! کیوں مرنا چاہتے ہو۔؟ اتنی ہی فالتو ہے زندگی تو غزہ کیوں نہیں چلے جاتے؟۔ کسی کام آ جائے گی یہ بے کار کی زندگی۔!'' وہ دھاڑا۔ جبکہ سامنے کھڑا شخص ایک دم بنا ہوا تھا۔ ''تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔'' مقابل نے ایک بار پھر سے اسکو جھنجوڑا۔

وہ خاموش رہا حسن کے سامنے جو شخص کھڑا تھا۔ وہ اس سے عمر میں بڑا تھا۔ وہ خود ایک جوان شخص تھا۔ اسکی آنکھیں۔ وہ شربتی آنکھیں تھیں۔ جو چاند کی روشنی میں جل رہی تھیں۔ ان شربتی آنکھوں کے شعلے حسن کو جھلساتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ جب سے آیا تھا وہ ایک لفظ نہیں بولا تھا۔ آج وہ اس سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔

اس سے پہلے کہ حسن کچھ کہتا مقابل اسکو وہیں چھوڑ کر گیا۔ وہ دور جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک وائٹ ڈریس شرٹ اور بلیو جینز میں ملبوس تھا۔ حسن نے دور جاتا دیکھا اس شخص نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسکو وہیں چھوڑ کر گیا۔ حسن نے ایک گہری سانس خارج کی اور مخالف سمت میں چل دیا۔ دو دن کے بعد حسن پھر سے رات کو نکل پڑا تھا۔ اس بار وہ اپنی گاڑی لے کر نکلا تھا۔ وہ یوں ہی سڑکوں کی خاک چھانتا رہا۔ کہ اسکو وہی شخص فٹ پاتھ پہ کھڑا دکھائی دیا۔

حسن نے گاڑی کی رفتار پہلے آہستہ کی۔ پھر اس نے اس کے بالکل قریب لا کر گاڑی روک دی اور اپنی جانب کا شیشہ نیچے کیا۔ وہ شخص جیبوں میں ہاتھ ڈالے دائیں موڑ روڈ کی دوسری جانب کہیں دیکھ رہا تھا۔ حسن اسکو دیکھ کر گہرا مسکرایا۔ اسکو وہ شخص پسند آیا تھا۔

''بھائی۔!'' اس نے پہلا لفظ اپنی زبان سے ادا کیا تھا۔ وہ پچھلے چھ ماہ میں پہلا لفظ بولا تھا۔ اور وہ لفظ بھائی کا تھا۔ بھائی۔۔! جس لفظ سے حسن کو نفرت تھی۔ آج وہی لفظ اسکی زبان سے ادا ہوا تھا۔ اور یہ بے اختیار ہی ادا ہوا تھا۔ فٹ پاتھ پہ کھڑے لڑکے نے اچنبھے سے دیکھا۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر گاڑی میں بیٹھے لڑکے کو دیکھا۔۔ پھر وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ اس نے ہاتھ جھلایا۔۔''

مجھے لفٹ نہیں چاہیے۔۔'' کہتے اس نے دور رہ دونوں ہاتھ اپنی پینٹ کی جیبوں میں ڈالے۔ اندر بیٹھا حسن دور رہ مسکرایا۔ وہ پچھلے چھ ماہ سے مسکرایا نہیں تھا۔ اور سامنے کھڑے شخص کی وجہ سے وہ ایک ہی دن میں ایک ہی گھنٹے میں اور ایک ہی منٹ میں دو بار مسکرا دیا تھا۔

''کرایہ دے دینا۔!'' اندر بیٹھے لڑکے نے دور رہ کہا تو فٹ پاتھ پہ کھڑا لڑکا اسکی جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس نے میں سر جھٹکا اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ وہ ادھ کھلے شیشے پہ ہاتھ رکھ کر جھکا۔ اس نے اندر بیٹھے لڑکے کی آنکھوں میں دیکھا۔

''اپنا کام کرو جا کر۔ زیادہ فالتو دماغ شیطان اور مایوسی کا گھر ہوتا ہے۔ اور میں تمہارے ساتھ سفر ہرگز نہیں کرنے والا۔ کیا پتہ تمہیں مرنے کی craving ہونے لگے اور تم گاڑی ٹھوک دو۔ بھئی۔ میرے بیوی بچوں کا کیا ہوگا۔'' اس نے ایک گہری نگاہ اندر بیٹھے حسن پہ ڈالی۔

وہ تیسری بار ہنس دیا۔ اور بار وہ صرف مسکرایا نہیں تھا۔ وہ ہنس دیا تھا۔

''نہیں مارتا بھائی تمہیں۔۔ اور اگر تم مر گئے تو تمہارے بیوی بچوں کی حفاظت میرے ذمے۔ تم بے فکر رہو۔'' حسن نے ہنسی روکتے ہوئے اپنے ہاتھ رکھا۔ ابھیم نے ایک لمحہ میں اسکو گریبان سے پکڑا۔ حسن ڈٹ گیا۔

''ابھیم گورسی اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔'' اسکی آنکھوں میں نجانے کیا آیا تھا۔ حسن ڈٹا رہا۔ اس نے سرائٹ کرنے کے انداز میں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''اوپس۔ سوری بھائی۔!'' ابھیم نے ایک سانس خارج کی۔ اسکا گریبان چھوڑا اور آگرا اسکے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ حسن نے دائیں موڑ کر اسکو دیکھا۔ اور پھر گاڑی دی۔

وہ لوگ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے ایک سافٹ ڈرنک آرڈر کی وہ اب آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''ویسے کتنے بچے ہیں تمہارے۔؟'' حسن نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر میز پہ رکھا۔

''ارادہ تو تین چار کا ہے۔ دیکھو جلدی شادی ہو جائے تو اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔'' ابھیم نے نرمی سے انداز میں کہہ کر ڈرنک کا گلاس لبوں سے لگایا۔

حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''یعنی تم شادی کے بغیر بچے پیدا کر رہے ہو۔؟'' حسن کی آنکھوں میں حیرت آئی تھی۔

''میں نے کہا ارادہ ہے۔ یعنی شادی کے بعد کا ارادہ۔'' ابھیم نے ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی تو حسن قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ وہ چوتھی بار ہنسا تھا۔ ہر بار اسکی ہنسی پہلے سے

زیادہ کھلی ہوئی اور خوبصورت تھی۔

''تم بھی ن۔۔!'' حسن نے ہاتھ جھلایا اور ایک سگریٹ نکالا۔

''تم سگریٹ کے لئے بہت چھوٹے نہیں ہو۔؟'' ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو جتایا۔

''سگریٹ کے لئے کوئی عمر نہیں ہوتی بھائی۔'' اس نے اپنے لبوں میں دبائے ہوئے سگریٹ کو لائیٹر سے جلایا۔ اور ایک گہرا کش لیا۔

''تمہیں دیکھ کر لگتا ہے تم اپنی عمر سے بہت بڑے ہو گئے ہو۔ وقت نے تمہیں جلدی بڑا کر دیا ہے۔'' ا. اہیم نے اسکی بجھی بجھی سی آنکھیں دیکھیں۔ اسکے دل میں عجیب ہمدردی سی جاگی تھی سامنے بیٹھے اس بیس سالہ نوجوان کے لئے۔

''میری جان کیوں بچائی۔؟'' حسن نے ایک گہرا کش لے کر دھواں چھوڑا اور ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

''تمہاری جگہ اگر کوئی کتا بھی روڈ کے بیچ و بیچ کھڑا ہوتا تو میں اسکو بھی بچاتا۔'' ا. اہیم نے نارمل سے انداز میں جواب دے کر اپنی ڈرنک کا گھونٹ بھرا۔

''کیوں۔ کیا تم کوئی سپر ہیرو ہو۔؟'' حسن نے اسکا تمسخر اڑایا۔

''نہیں۔ میں ایک انسان ہوں۔ اور جو میرے اندر ہے۔ اسکو انسانیت کہتے ہیں۔ اور انسانیت کا یہی تقاضہ تھا۔'' حسن نے ڈرنک کا گلاس واپس میز پر رکھا۔

''جو لوگ انسانیت دکھاتے ہیں۔ انکے لے میں حیوانیت ملتی ہے۔'' حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ اور پھر رخ موڑ کر ایک اور کش لیا۔

''جو انکے لئے انسانیت دکھاتے ہیں۔ وہ کارو بار کرتے ہیں۔'' ا. اہیم نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''تو تم کس لئے دکھاتے ہو۔؟'' حسن نے اسکی جانب دو بارہ دیکھا۔ وہ اب اپنے گلاس کی کنارى پر ایک انگلی پھیر رہا تھا۔

''میں کچھ سوچ کر نہیں دکھاتا۔ یہ نیچرل ہے۔ شاید میں حساس ہوں۔'' ا. اہیم نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔ حسن کچھ پل کے لئے اسکو دیکھتا رہا۔

''تمہیں پتہ ہے۔ تم جیسے لوگ اتنے اچھے ہوتے ہیں کہ انکا ہونا میں ہونا چاہیے۔'' حسن نے ایک گہری نگاہ ا. اہیم پر ڈالی۔ ا. اہیم ہنس دیا۔ وہ سر جھکائے ہنستا جا رہا تھا۔

''ہنس کیوں رہے ہو۔؟'' حسن مضطرب سا دکھائی دیا۔

''انسانیت۔۔۔!! انسانیت کا نام لیا تم نے۔! تمہیں پتہ بھی ہے۔ انسانیت میں جانے والے کیسے ہوتے ہیں۔'' اس نے سر اٹھا کر مضطرب سے بیٹھے حسن کو دیکھا۔

''اچھے لوگ۔'' حسن نے کندھے اچکا دیئے۔ ا. اہیم کچھ دیر اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے رخ پھیرا۔

''میں نے انسانیت کے مکین دیکھے ہیں۔ اور وہ جس طرح کی زندگی گزار کر جاتے ہیں۔۔ وہ جہنم سے بدتر ہے۔ تم اور میں اس زندگی کا تصور نہیں کر سکتے۔ ہم خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں اس دنیا میں بھی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور ہم سیدھا انسانیت میں بھی چلے جائیں۔ انسانیت! اس کے لئے کسی سے پہلے خواہش ہی تو ختم کی جاتی ہے۔ حتی کہ انسانیت کی خواہش بھی۔'' ا. اہیم دور کہیں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھ رہا تھا۔ جو کہ اس ریسٹورنٹ کے دروازے کے باہر بیٹھا تھا۔ زمین پر ایک روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں پکڑے۔ حسن نے سر جھٹکا۔

وہ لوگ اب روز ملنے لگے تھے۔ وہ اکثر رات کو کسی ریسٹورنٹ یا کسی پارک میں ملتے تھے۔ حسن اپنے سر درد کی وجہ سے اکثر سو نہیں پاتا تھا۔ اس لئے ا. اہیم اسکو الو کہتا تھا۔ جو ساری سارت بھی جاتا ہے۔ وہ لوگ یوں ہی بیٹھے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو ان دونوں کی بس ایک خاموش سی ملاقات ہوا کرتی تھی۔

ایک دن ا. اہیم یونیورسٹی میں تھا۔ وہ اس وقت اینٹرینس ڈوم کے سامنے بنی کیاری کے پاس ہی کھڑا تھا کہ اسکے موبائل پر ایک میسج آیا۔

''آج میں اپنے ماں باپ کا انتقام لینے جا رہا ہوں۔ آج تو قاتل نہیں رہیں گے پھر میں۔'' مختصر پیغام تھا۔ ا. اہیم نے موبائل اسکرین سے چہرہ اوپر اٹھایا تو اسکا رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے اس اجنبی سے دوست کے لئے فکر مند تھا۔ وہ اسکو کھونے سے ڈرنے لگا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حسن کسی مصیبت میں پڑ جائے۔ وہ اسکو ہر قیمت پر محفوظ بنانا چاہتا تھا۔

''تم۔ تم کہاں ہو حسن۔!'' ا. اہیم نے فوراً میسج بھیجا۔

''میں اس وقت وہاں ہوں۔ جہاں ا یہ جا. سوکھا صحرا ہے تو دوسری جا. ڈبو دینے والا سمندر۔ا میرا مجر میرے ہاتھوں سے بچ ے تو اسکو پتہ ہوا ریگستان مارے گا۔اورا وہ دوسری جا. رخ کرے گا تو اسکو سمندر ڈبو دے گا۔''

پیغام پڑھنے کے بعد ا. اہیم کا دماغ سن سا ہو ے۔وہ سمجھ نہ سکا کہ یہ کون سا شہر ہے۔

''کیا ہوا۔؟'' ساتھ کھڑی حوریہ نے اسکی پیشانی دیکھ کر پوچھا۔وہ مسلسل فون پا ے یں رہا تھا۔وہ سرچ کر رہا تھا۔ڈ. رٹ اینڈ سی۔

''Sharm el-Sheikh'' یہ م سامنے آ ے۔ا. اہیم نے گہری سانس خارج کی۔پھر اس نے سرچ کیا کہ Sharm el-Sheikh قاہرہ سے کرنی دوری پہ ہے۔وہ کوئی 505km کی دوری پہ تھا۔''شٹ۔۔!'' ا. اہیم نے فون زور سے پھینکا۔ وہ کیاری میں جا ا۔

''ا. اہیم۔! کیا ہوا۔؟ آپ ایسے پیشان کیوں ہو گئے ہیں۔؟'' حوریہ مسلسل اس سے پوچھ رہی تھی۔

''مجھے کوئی فاسٹسٹ طر بتاو Sharm el-Sheikh پہنچنے کا۔پلیز۔!'' ا. اہیم نے حوریہ کی منت کی تو وہ ٹھٹکی۔

''ہوا کیا ہے۔آپ مجھے بتا کیوں نہیں رہے۔؟'' وہ حیران پیشان سی کھڑی تھی۔

''حوریہ۔یہ وقت. توں کا نہیں ہے۔پلیز۔لیٹ می نو۔'' اس نے دو. رہ منت کی۔

''اوکے اوکے۔میں۔۔میں. . سے کہتی ہوں۔'' اس نے جلدی سے اپنا فون نکالا۔

''. . ۔ا. اہیم کو جلد از جلد Sharm el-Sheikh پہنچنا ہے۔کیا کوئی ایسا طر سے جس سے وہ جلدی پہنچ سکے۔؟'' حوریہ نے بتا اور . کاٹتی انکا جواب .. لگی۔جبکہ ا. اہیم سامنے بے چین سا کھڑا تھا۔

''اوکے۔۔تھینکس . .۔'' حوریہ نے پسکون سے لہجے میں جواب دیتو ا. اہیم متوجہ ہوا۔

''کیا۔کیا کہہ رہے تھے وہ۔؟''

''تم انکا ہیلی لے جاو۔اسکے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ اس سے تم پنج گھنٹے کا ے روڈ سفر ڈھائی گھنٹے میں کر ہو۔'' حوریہ نے حساب لگا کر بتا۔تو ا. اہیم کے ستے ہوئے چہرے پا امید کی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''شکریہ۔شکریہ۔میری جان۔!'' وہ محبت سے کہتا وہاں سے نکل ے۔جبکہ حوریہ پیچھے مسکرا کر رہ گئی۔

پھر کسی احساس کے تحت وہ مڑی۔اس نے کیاری میں سے ا. اہیم کا فون نکالا۔''ا. اہیم آپکا فون۔!'' وہ کہتے مڑی وہ جا چکا تھا۔

شام ہو رہی تھی۔Sharm el-Sheikh کے ٹ کلب میں رونقیں بحال ہو شروع ہو گئیں تھیں۔ا لڑکا سیاہ ہڈی اور پی کیپ پہنے ا ر داخل ہوا۔ وہ چلتا ہوا اس کلب کی دوسری منزل پہنچا۔وہاں ا راہداری بنی ہوئی تھی۔شیشے کی بنی ا چھٹی سی دیوار سے نیچے ہال کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔جہاں ا کانسرٹ ہو رہا تھا۔اسٹیج پا لڑکی گا رہی تھی جبکہ نوجوان لڑکے لڑکیاں چ رہے تھے۔وہ لوگ اپنی الجھنوں سے دور اس پسکون سے صحرا کے میں خوش تھے۔

حسن وہاں اس گلاس کی ریلنگ پہ دونوں ہاتھ ٹکائے کچھ دیر جھکا کھڑا رہا۔پھر وہ سر جھٹک کر آگے ٹھ ے۔تیسرے فلور پہ کچھ کمرے تھے۔وہ چلتے ہوئے کمرہ نمبر چار کے دروازے پہ پہنچا۔اس نے اپنی. . سے ا ماسک نکالا اور اسکو اپنے چہرے پہ لگا۔پھر اس نے اپنی. . . سے ا چابی نکالی۔اور ا . رادھر ادھر دیکھا۔پھر اس نے دروازے میں وہ چابی گھما دی دروازہ کھلتا ے۔سامنے بیڈ پا ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا۔ . ہنہ حا - میں۔اور ا غیر ملکی لڑکی اسکے گلے میں جھول رہی تھی۔دروازہ کھلا تو وہ لڑکی جھٹکا کر کر پیچھے ہٹی۔حسن نے ا اٹھا کر سامنے کا منظر دیکھا۔

''استغفراللہ۔!'' وہ ٹ ٹا ہوا آگے ٹھا۔

''یہ۔یہ کیا. تمیزی ہے۔؟'' وہ ادھیڑ عمر ٹھا اٹھ کھڑا ہوا۔جبکہ وہ لڑکی اب اپنے پہ ہاتھ رکھے وہیں کھڑی تھی۔حسن نے نگاہیں جھکائے اس بیڈ کا کور کھینچا اور اس لڑکی کی جا. اچھالا۔اس نے وہ فورا اچک لیا۔اور اپنے داچھے سے لپیٹ لیا۔وہ لڑکی پ رہی تھی۔خوف سے شرمندگی ہے۔حسن نے اسکو دیکھ کر آنکھیں سکیڑ لیں۔وہ سہمی کیوں ہوئی تھی۔

''گیٹ آوٹ۔!''اس نے انگلی سے اشارہ کیا تو وہ لڑکی وہاں سے فورا نکل گئی۔اب کمرے میں حسن اور وہ بوڑھا آدمی کھڑا تھا۔جو عمر کے اس حصے میں بھی اپنے رنگین شوق پورے کر رہا تھا۔حسن نے زرا سا سر کو خم دیا۔اور پھر سر اٹھایا۔

''کون ہو تم۔؟اور یہ کیا بے ہودگی ہے۔؟میں ابھی انتظامیہ سے پوچھتا ہوں۔''وہ آدمی دھاڑا۔حسن نے پراسرار سے انداز میں منہ پر انگلی رکھی۔وہ بوڑھا آدمی گھبرا سا گیا۔

''خاموش۔!''ایک ہی لفظ اس کمرے میں گونجا۔کہتے ہی حسن نے اپنے چہرے سے وہ ماسک ہٹا دیا۔اب اس بوڑھے آدمی کے چہرے پر خوف دیکھا جا سکتا تھا۔وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور اس بیڈ پر ہی ڈھے گیا۔

''۔۔۔تم۔کک۔کیا کرنے آئے ہو؟کیا۔چاہیے تمہیں۔؟''وہ اٹک اٹک کر بولا۔حسن نے ایک اسکو دیکھا۔وہ گھبرایا ہوا تھا۔پھر وہ آگے اسکے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔وہ آدمی بمشکل سیدھا ہو کر بیٹھا۔حسن نے اپنی جیب سے ایک خنجر نکال کر سامنے پڑی میز پر رکھا تو اس بوڑھے کا حلق خشک ہوا۔

''کک۔کیا چاہیے تمہیں۔؟''وہ بوڑھا آدمی خوف سے کانپ رہا تھا۔

''ہمم۔''حسن نے ٹیک لگا دی۔

''دو دسمبر 2012۔''صرف یہ تاریخ دہرائی گئی تھی۔اور اس بوڑھے آدمی کے سر پر ساتوں آسمان گھوم گئے۔''کیا تمہیں یہ تاریخ اور اسکی رات یاد ہے۔؟''حسن سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''۔۔۔تم چاہتے کیا ہو۔؟''اس آدمی کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

''اس رات۔تم ڈرائیور کر رہے تھے۔ایک گاڑی۔جس کی۔۔۔فیل ہو گئیں۔اس میں موجود۔۔۔لوگ مارے گئے۔ڈرائیور سمیت۔تو تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟کیا تم قبر سے واپس نکل آئے۔؟''حسن نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔''جو تمہارے کرتوت ہیں۔مجھے نہیں لگتا کہ فرشتے تمہیں واپس آنے دیتے ہیں۔''حسن نے اسکا تمسخر اڑایا۔

''مم۔میں اس۔۔۔رے میں کچھ نہیں جانتا۔''اس نے تھوک نگلا۔

''ہمم۔۔۔میں کچھ نہیں پوچھ رہا۔''حسن نے ٹیک لگا دی۔

''۔۔۔تو کیا چاہتے ہو تم۔؟''وہ آدمی اب زمین پر بیٹھ گیا۔

''ایک اعترافی بیان اور بس۔!اسکے بعد آزاد کر دوں گا تم کو۔''اس نے کہتے ہوئے خنجر اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔کا واسطہ ہے مجھے جانے دو۔تمہیں تمہارے مرے ہوئے باپ کا واسطہ۔!''

''خبردار۔!''ایک دھاڑ گونجی تھی اس کمرے میں۔''میرے باپ کا نام اپنی گندی زبان سے مت لو۔''وہ اٹھ کر ایک۔۔۔میں اس تک پہنچا۔اور زمین پر بیٹھ گیا۔

''مم۔میں نہیں جانتا کچھ بھی۔تم سمجھ کیوں نہیں رہے۔''وہ اب رک رک کر ایا۔

''میں۔۔۔سمجھ رہا ہوں۔تم بس ایک۔۔۔م لوگے۔اسکے بعد تم آزاد ہو جاوگے۔''کہتے ہوئے حسن نے ایک ٹیپ ریکارڈر آن کیا۔''چلو۔شاباش۔!''وہ وہیں زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ہاتھ میں خنجر پکڑے ہوئے۔

''۔۔۔کا واسطہ ہے مجھے جانے دو۔''وہ آدمی رو دیا۔

''ارے۔ایسے نہیں کرتے۔یوں رونے رلانے سے کیا حاصل ہوگا۔بلاوجہ آنسو ضائع نہیں کرتے۔اگر رونا ہی ہے تو تکلیف کے بعد رونا چاہیے۔ناں۔؟''حسن نے آنکھیں مٹکا کر اس سے کہا تو وہ۔۔۔سمجھی سے حسن کو دیکھنے لگا۔''آنسو بہانے ہیں۔۔۔ناں۔ابھی بہاتے ہیں۔''کہتے حسن نے اسکا ہاتھ پکڑا۔اور اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر سے اسکی ایک انگلی کاٹ دی۔

''آہہہ۔''وہ بوڑھا پہلے چیخا۔پھر وہ رو دیا۔درد سے تکلیف سے۔

''ہاں۔اب ٹھیک ہے۔''حسن نے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ پ فت بنائی۔اب وہ ری ری اسکی ا ا انگلی کاٹ رہا تھا۔فرش پ خون تھا۔بہتا ہوا خون۔ حسن کی آنکھوں میں صرف سکون تھا۔

'' اکا واسطہ ہے حسن۔مجھے چھوڑ دو۔''وہ ٹ ا۔

''ارے۔میں تو چھوڑ ہی چکا ہوں۔ کو۔''حسن نے ا جتاتی نگاہ اس پ ڈالی۔اب وہ اسکے زو خنجر سے ا لکیر کھینچ رہا تھا۔اس نے اسکے زو پ کچھ اعداد لکھے۔

02-12-2012''بوڑھے آدمی کی اب آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔''م بولو۔!'' کہتے ہوئے حسن نے خنجر پ د و ڑھایا۔

'' ۔بتا ہوں۔بتا ہوں۔''وہ بوڑھا بے ہوش ہونے والا تھا۔

''جلدی۔!''حسن نے خنجر مزید اسکے گوشت میں گھونپ دیا۔

''ر ر ر''

''ہاں۔ہاں۔بولو۔''حسن اب مضطرب سا تھا۔آج اسکا شک یقین میں لنے جا رہا تھا۔آج ا ایسی سچائی پ مہر لگنے جا رہی تھی جو کسی کی سلطنت ہلا دینے کی طاقت رکھتی تھی۔حسن بھلے اس سچائی کو جا تھا۔ وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔اسکو ا ٹھوس ثبوت چاہیے تھا۔جس کو د جھٹلا نہ پائے۔اور اس کے لئے آج اس بوڑھے آدمی کا بولنا ضروری تھا۔حسن بے تابی سے اسکے الفاظ پورے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔کہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔حسن نے مڑ کر دیکھا۔

وہاں پولیس تھی۔

ا پولیس اہلکار نے اپنی گن نکالی اور سامنے زمین پ بیٹھے حسن پ تان دی۔ اسکے پیچھے دو اہلکار آئے انھوں نے حسن کو وہیں دبوچ لیا۔حسن کی یں اس بوڑھے آدمی پ جمی ہوئی تھیں۔ وہ اب آنکھیں موند تھا۔فرش پ سرخ رنگ کا مائع ہر سو پھیلا ہوا تھا۔پولیس اہلکار نے حسن کو ہتھکڑی لگانے کے بعد اس بوڑھے آدمی کی پ کی۔وہ مر چکا تھا۔حسن نے آنکھیں بند کر کے خود پ ضبط پ۔اسکی آخری امید ٹوٹ گئی تھی۔ا آخری کردار بھی آج ختم ہو تھا۔

وہ لوگ حسن کو لئے باہر نکلے۔تو سامنے کوریڈور میں کوئی کھڑا تھا۔حسن کو اپنی آنکھوں کو یقین نہ آیا۔اسکو دھوکہ تھا۔اس نے پہلی بار کسی پ اعتبار کیا تھا اور اسکا اعتبار ٹوٹ تھا۔وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ ا. اہیم بھاگ کر اسکے پاس پہنچا۔حسن کے کپڑوں پ خون لگا ہوا تھا۔یہ دیکھ کر ا. اہیم کا حلق خشک ہو تھا۔

''حسن۔!حسن۔!تم ٹھیک ہو۔؟''اس نے حسن کو کندھے سے پکڑا۔

''تم۔ٹھیک ہو میرے بھائی۔؟''ا. اہیم نے سکو گلے لگایا۔حسن خاموش ہو۔وہ ا ر پھر سے خاموش ہو۔

****

ا. اہیم کچھ لمحے حسن کے سپاٹ سے چہرے کو دیکھتے ''میں پولیس کو نہیں لے کر آیا تھا۔''اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔حسن نے اپنی لاٹے کا آخری گھونٹ بھرا اور خالی پ ٹیبل پ رکھا۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اپنا اوور کوٹ درست کیا۔ا. اہیم یوں ہی بیٹھا رہا۔حسن نے ا پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''اعتبار۔اعتبار وہ پودہ ہے جس کے پنپنے میں کاٹے جاتے ہیں۔یہ ا ر جائے تو لوٹ کر نہیں آتے۔''اس نے ا. اہیم کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر کہا اور وہاں سے ۔سردی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔سورج کی وجہ سے اب دھند زمین پ آ ئی تھی۔جس کی وجہ سے ا ر سو دھواں سا چھا ۔ا. اہیم اسکو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ دھند میں ہی کہیں غائب ہو۔

آج ہاؤس مینٹینس کے لئے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔بچوں کو اسکول بھیجنے کے بعد حوریہ اب اپنی نگرانی میں گھر کی صفائی کروا رہی تھی۔

''میڈم۔۔اسٹڈی روم رہ ہے۔''زہرہ نے اسکو آ کر بتایا جو کہ اب لاونج میں موبائل لئے بیٹھی تھی۔

''ہاں۔ٹھیک ہے وہاں بھی کروا دو۔''حوریہ مصروف سے ا از میں بولی۔

'' میڈم۔اسکی چابیاں بس سر کے پاس ہیں۔''زہرہ نے حوریہ کو دلایا۔

''اوہ۔میں کال کرتی ہوں۔''اس نے جلدی سے ا. اہیم کا نمبر ڈائل کیا۔دوسری بیل پہ ہی کال اٹھالی گئی تھی۔

''السلام علیکم۔!''حوریہ نے مسکرا کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔!خیر۔ ہے۔ابھی سے مس کرنے لگ گئی۔؟''وہ شوخ سے ا. از میں بولا۔

''نہیں جناب۔۔آپکی اسٹڈی کی صفائی کروانی ہے۔کیا آپ چابیاں بتادیں گے کہاں رکھی ہیں۔؟''حوریہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی

''اچھا اچھا۔میں بھی کہوں میری بیوی اتنی جلدی مجھے مس کرنے لگ گئی۔''وہ خوشگوار سے موڈ میں بولا تو حوریہ گہرا مسکرائی۔

''آئی ایم سوری ا. اہیم۔!''اس نے ا۔ .رپھر سے معافی مانگی۔

''میری جان تم کل رات سے ان گنت .ریہ لفظ کہہ چکی ہو۔مجھے تو لگتا ہی نہیں کہ تم میری بیوی ہو۔کیو بیو یں تو اپنی غلطی بھی شوہر کے سر پہ ڈال دیتی ہیں۔''وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔

''میں ڈر گئی تھی بس۔''حوریہ سر جھکا گئی۔

''اٹس اوکے۔یہ نیچرل تھا۔''ا. اہیم نے اسکو مزید گلٹی فیل نہیں کروایا تھا۔

'' مرجان۔اسکا معاملہ سمجھ نہیں آرہا مجھے ا. اہیم۔؟وہ ایسے کیوں یہ تھا چھت پہ۔؟ہالا میں خود اسکو سلا کر آئی تھی۔''حوریہ نے اب کی .رپ سوچ سے ا. از میں پوچھا۔

''ہمم۔مجھے بھی عجیب لگا۔ فی الحال تم اس سے اس .رے میں زیادہ .ت مت کرنا۔بچے پھر زیادہ ایگزیٹ کرنے لگتے ہیں۔اور کہانیاں بنانے لگتے ہیں۔'' ا. اہیم نے کرسی سے ٹیک لگائے پرسکون سے لہجے میں کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔''حوریہ کہتے ہوئے خاموش ہوگئی۔

''چابیاں میری ڈرار میں پڑی ہیں۔وہاں سے لے لو۔''ا. اہیم نے کچھ دیر بعد کہا تو حوریہ نے ماتھا پیٹا۔

''افف۔میں اصل .ت تو بھول ہی گئی تھی۔''

''کوئی .ت نہیں۔میں ڈر تا ہوں۔''وہ ہنس دیا۔

''اوکے میں صفائی کروالوں۔پھر لنچ بنوا نا ہے۔''حوریہ نے نارمل سے ا. از میں کہا۔

''اچھا رکو۔!''ا. اہیم فورا سیدھا ہوا۔

''جی۔۔؟''حوریہ فورا متوجہ ہوئی۔

''آج یونیورسٹی کا ایک ٹرپ جا رہا ہے۔کوئی ایگزیبیشن ہے۔اس لئے میں اور صفا لیٹ آؤں گے۔تم ہمارے لئے لنچ مت بنوانا۔''اس نے پیپر ویٹ پہ انگلیاں گھماتے ہوئے کہا تو .رحوریہ ٹھٹکی۔ اگلے ہی لمحے اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''اوکے۔ .ت واپسی ہوگی۔؟''حوریہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

''ہمم۔ڈنر تک واپس آجاؤں گے۔تم ڈنر ریڈی رکھنا۔قاہرہ میں ہی ہے ایگزیبیشن۔''ا. اہیم نے ہوا میں گھورتے ہوئے اسکو بتایا تو حوریہ نے فورا اثبات میں سر ہلایا۔

''ٹھیک ہے۔پھر میں آپکا ڈنر پہ ہی انتظار کروں گی۔''اس نے مسکرا کر فون بند کردیا۔

حوریہ نے فون بند کیا اور زہرہ کے ساتھ اٹھ کر اندر چلی گئی۔وہ اپنے کمرے میں آئی۔ا. اہیم کا وارڈروب کھولا اور ایک ڈرار اوپن کیا۔اس میں کافی چابیاں پڑی تھیں۔اس نے ایک چابی نکالی۔اور اسکے اسٹڈی روم کی جانب بڑھ گئی۔پیچھے زہرہ تھی۔حوریہ نے چابی گھمائی تو اسٹڈی کا دروازہ کھلتا گیا۔

وہی تھیم گرے اور بلیک۔ہر چیز تو گرے تھی یا سیاہ۔یہ دور بھی ا. اہیم کی کمزوری تھے۔حوریہ کافی عرصے بعد ادھر آئی تھی۔وہ مینٹیننس کا کام اپنی نگرانی میں ہی

کروا کر تھا۔اسٹڈی صاف ستھری تھی۔ دکا م و ن تھا۔ہر چیز سلیقے سے اپنی اپنی جگہ رکھی ہوئی تھی۔

حوریہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔''میرا سلیقہ مند شوہر۔''وہ زیر لب کہتی مسکرا کر آگے بڑھ گئی۔زہرہ اب مینٹیننس ٹیم کو وہاں لے آئی تھی۔ان میں ایک نوجوان سی لڑکی تھی اور ایک درمیانی عمر کی خاتون تھیں کچھ مرد تھے۔وہ ہر گارڈن کی صفائی کر رہے تھے۔حوریہ نے ایک ڈائیری اٹھائی اور آ کر صوفے پر بیٹھ گئی اب لڑکی اور وہ خاتون دونوں صفائی کر رہی تھیں۔

''میڈم۔آپکے لئے کافی لے آوں۔؟''زہرہ نے حوریہ کے پاس آ کر پوچھا۔

''ہاں لے آو۔''حوریہ نے ڈائیری سے نگاہیں ہٹائے ہی جواب دیا۔وہ ایک ڈاکیومینٹری ٹائپ ڈائیری تھی۔جس میں کچھ امیگریشن درج تھی۔یہ امیگریشن عرب اسرائیل جنگ کی وجوہات پر مشتمل تھی۔اسکے علاوہ اس میں دو سین کا سارا واقعہ درج تھا۔حوریہ جانتی تھی کہ اسرائیل فلسطین کو لے کر بہت حساس ہے۔اس لئے وہ اکثر ایسی امیگریشن اکٹھی کرتا رہتا تھا۔وہ ڈائیری پڑھتی رہی۔عرب اسرائیل جنگ کی وجوہات۔اور ٹائٹل کے نیچے کچھ ڈیٹیلز لکھی ہوئی تھیں۔

یو این او کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کی تقسیم کا ایک منصوبہ

29/11/1947 کو منظور کیا تھا۔جس میں اس بل کے حق میں تینتیس اور مخالفت میں تیرہ ووٹ پڑے تھے۔امریکہ،سوویت روس اور کینیڈا نے اس بل کی حمایت میں جبکہ پاکستان، بھارت، ایران اور سعودی عرب نے اس تقسیم کا انکار کر دیا اور بل کی مخالفت کی تھی۔

اس منصوبے کے مطابق فلسطین کے پانچ لاکھ ستر ہزار یہودیوں کو فلسطین کا پچپن فیصد جبکہ دو لاکھ عربوں کو اسکا پینتالیس فیصد حصہ دیا جانا تھا۔

ا۔عرب اکثریت میں تھے اور اس کے باوجود اس تقسیم میں کم حصہ ملا۔

۲۔اور جو دو ریاستیں اس میں تقسیم ہونی تھیں انکا جغرافیہ آپس میں ملا ہوا تھا۔یعنی ایک فلسطینی کو اپنے ہی ملک میں سفر کرنا تھا تو اسکو اسرائیل سے گزر کر جانا پڑتا۔یہ فیصلہ یہودیوں نے فوری طور پر قبول کر لیا تھا۔لیکن عربوں نے اس تقسیم کا انکار کر دیا۔کیونکہ یہ سرزمین تھی اور یہودی دوسری جنگ عظیم کے بعد یہاں آ کر بسے تھے۔عربوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔اور یہودیوں نے بھی اصلحہ جمع کرنے لگے۔

یو این پلین منظور کر لیا۔اس کے فورا بعد عربوں اور یہودیوں کے بیچ لڑائیاں شروع ہو گئیں۔یہ لڑائیاں کوئی بڑے پیمانے پر نہ تھیں۔یہ بس خانہ جنگی تھی جو کہ فلسطین کے اندر کی لڑی جا رہی تھی۔ہمسائیہ ممالک یعنی مصر،اردن اور شام وغیرہ شامل نہیں ہوئے تھے۔اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ فلسطین ابھی تک ایک عالمی مینڈیٹ کے تحت۔ طانوی کنٹرول میں تھا۔اس طرح فلسطین میں۔ طانوی فوجی موجود تھے۔جنکی موجودگی میں کوئی بیرونی ملک یا طاقت وہاں دخل اندازی نہیں کر سکتی تھی۔

۔لٹش مینڈیٹ کی مدت چودہ مئی 1948 کے روز ختم ہونی تھی۔تب تک فلسطینیوں کو اپنی جنگ خود ہی لڑنی تھی۔یہودی اس وقت فلسطینیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ منظم تھے۔وہ لوگ یہودی لیڈر بن گورین کی لیڈر شپ میں متحد تھے۔ایک فوج بھی تیار ہو گئی تھی جو کہ بن گورین کے کنٹرول میں ہی تھی۔اسی فوج کو بعد میں اسرائیل کی نیشنل آرمی بنا دیا گیا۔اور اسکو آئی ڈی ایف کا نام دیا گیا۔

اس مرکزی فوج کے علاوہ بھی کچھ طاقت ور پیرا ملٹری فورسز بھی موجود تھیں۔اور یہ آئی ڈی ایف کی اتحادی تھیں۔یہودیوں نے اپنے دیہاتوں کی حفاظت بہت اچھے طریقے سے کی تھی۔انھوں نے اپنے دیہات کے گرد ڈرلگا کر کنٹ چھوڑ دیا تھا۔اور یہ پیرا ملٹری اتحادی فورسز انہیں دیہاتوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔اسکے علاوہ انھوں نے اہم پوزیشنز کے لئے گرودی سرنگیں بھی بچھا لیں تھیں۔ہر یہودی آبادی کے لوگ اپنی ہائی کمان سے رابطے میں رہتے تھے۔اور ہر کام ایک پلاننگ سے کرتے تھے۔ان لوگوں نے ایک آپریشن کوڈ تھا۔جسکو آپریشن دالیت کا نام دیا گیا تھا۔اس منصوبے کے مطابق وہ لوگ۔لٹش مینڈیٹ کے ختم ہونے کے بعد پورے فلسطین پر قبضہ جمانے کی تیاری کر رہے تھے۔

اس کے برعکس۔فلسطینیوں کے پاس کوئی مرکزی لیڈر شپ نہیں تھی۔نہ کوئی کمان اینڈ کنٹرول سسٹم تھا۔وہ لوگ آپس میں متحد بھی نہ تھے۔

ہر فلسطینی گاوں کے پاس زیادہ سے زیادہ بس ایک سو جوانوں کی فورس ہوا کرتی تھی۔اس پاس بھی ہتھیاروں کے نام پر بس ڈنڈے، پتھر اکا دکا بندوقیں تھیں۔جن کی مدد سے وہ لوگ بس اپنا تھوڑا بہت دفاع کر لیتے تھے۔لیکن آدھے عرب دیہات کے پاس یہ فورسز بھی نہیں تھیں۔اس لئے انھوں نے اپنے بچاو کے لئے یہودیوں سے

معاہدے کر لئے۔جن کے مطابق اگر کوئی عرب جنگجو دیہات میں آجاتا تو وہ اس سے تعاون کرنے سے انکار کر دیتے اور اسے بھگا دیتے۔اس طرح یہودیوں کا پلہ بھاری ہونے لگا۔

دیر یٰسین کا قتل عام۔

دیر یٰسین پرانے یروشلم المقدس کے پرانے شہر کے قریب ایک چھوٹا سا گاوں تھا۔یہ فلسطینی گاوں ایک پہاڑی پر آباد تھا۔

اس میں 150 کے قریب گھر تھے جن میں ساڑھے سات سو لوگ رہتے تھے۔گاوں کے لوگ پرامن تھے اور انھوں نے اپنی قریب یہودی بستی گوات شال سے امن کا معاہدہ کر رکھا تھا۔یوں ایک یقین تھا کہ وہ محفوظ رہیں گے کیونکہ معاہدے کے مطابق یہودی ان پر کبھی بھی حملہ نہیں کریں گے۔ یہودیوں کا منصوبہ کچھ اور ہی تھا۔انھوں نے الزام لگایا کہ دیر یٰسین میں کچھ عراقی اور شامی جنگجو چھپے ہوئے ہیں اور یہ ہماری آبادی پر فائرنگ کر رہے ہیں۔یہی تو ایک بہانہ ہوتا ہے اپس۔

09/04/1948 کی صبح ایک سو بیس یہودی سپاہیوں نے دیر یٰسین پر حملہ کر دیا۔

وہ لوگ ہر گھر پر پھینکتے تھے، پھر اس گھر کے اندر گھس کر اندھا دھند فائرنگ کر دیتے تھے۔ وہاں موجود لوگ مارے جاتے تو وہ لوگ گھر کو بارود نصب کر کے اڑا دیتے تھے۔

اس حملے میں گاوں والوں نے بھی تھوڑی بہت مذاہمت کی تھی جس کے نتیجے میں چار یہودی سپاہی جہنم واصل ہو گئے تھے۔ یہ بہت معمولی دفاع تھا۔یہ چند ایک جنگجو بھی مارے گئے۔ ایک ساتھ ساتھ اب یہودیوں نے سول آبادی کا قتل عام شروع کر دیا۔ان لوگوں نے لڑکیوں کو دیواروں کے ساتھ دھکر گولیاں ماریں۔انھوں نے بچیوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا۔اور پھر انھیں مار دیا۔وہاں کم از کم ایک سو بیس سویلینز کو قتل کر دیا گیا تھا۔باقی آبادی کو گاوں سے نکال کر گھر بھیج دیئے گئے۔

یہ اب یہودیوں کا طریقہ واردات بن گیا تھا۔ جب بھی کسی گاوں یا علاقے کو خالی کروانا ہوتا۔اس پر حملہ کرنا ہوتا تو وہ لوگ ان پر کوئی نہ کوئی الزام لگا دیتے اور یوں وہ اس پورے علاقے کو اپنے کنٹرول میں لے لیا کرتے تھے۔اس کا مقصد تھا خوف پھیلانا۔اور یہ طریقہ واردات آج تک قائم ہے۔وہ لوگ صرف خوف سے کھیل رہے ہیں۔

حوریہ صفحے پلٹتی رہی۔ اب ڈائری خالی تھی۔پھر ایک صفحے پر خون سے کچھ لکھا ہوا تھا۔

Take Our Reveng

حوریہ کی آنکھیں پوری کھل گئیں اس سے آگے ڈائیری خالی تھی۔۔وہ بس ایک ڈاکیومینٹری ڈائری تھی۔

''میڈم۔!''زہرہ کے پکارنے پر وہ ہوش میں آئی۔''میڈم۔کافی۔!''اس نے ایک کافی اسکے پاس پڑی ایک چھوٹی سی ٹیبل پر رکھی۔

''ہمم۔تم جاو''اس نے ہاتھ کے اشارے سے زہرہ کو جانے کے لئے کہا۔اس نے ڈائری پر نگاہیں جمائے ہی کافی اٹھائی۔اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔

''میڈم۔!''اس لڑکی نے حوریہ کو پکارا۔

''ہاں۔؟''حوریہ نے کھلی ڈائیری ہی ٹیبل پر رکھی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''میڈم۔صفائی ہو گئی ہے۔اور کوئی روم رہ تو نہیں گیا۔؟''وہ اب مودب سی کھڑی تھی۔

''ہاں۔گیسٹ روم رہتا ہے۔''کہتے ہوئے حوریہ اٹھنے لگی۔اس نے کافی میز پر رکھی۔ اس پر کا بیلنس بگڑا اور وہ اس ڈائیری پر ہی گر گئی۔''اوہ۔اوہ۔۔''حوریہ نے جلدی سے کافی کا مگ سنبھالا۔ وہ ڈائری کو بگھو چکا تھا۔

''اوہو''حوریہ نے جلدی سے ڈائری اٹھائی۔اس پر کافی کا رنگ پھیل چکا تھا۔حوریہ جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی۔اس نے ہیر ڈائیر اٹھایا اور اسکو سکھانے لگی۔ڈائیری سوکھ رہی تھی۔ کافی کا رنگ گہرا ہو گیا۔اور اس رنگ کی وجہ سے اس ڈائیر پر لکھے گئے کچھ اور الفاظ بھی اب آرہے تھے۔

حوریہ نے سارے صفحوں سے ہی ہیر ڈائیر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔وہ اب اپنے ہاتھ میں موجود ڈائیری دیکھ رہی تھی۔وہاں کچھ لکھا ہوا تھا۔وہاں دراصل بہت کچھ لکھا ہوا تھا۔ بس وہی الفاظ آرہے تھے جن پر کافی کا رنگ پھیل چکا تھا۔وہ کچھ دیر سن سی بیٹھی رہی۔پھر وہ کسی خیال کے تحت اٹھ کر مرجان کے کمرے میں آئی۔وہ آکر اسکے

اسٹڈی ڈ پ بیٹھی۔ اس نے مرجان کی واٹ کلر ٹ اٹھائی۔اوراب وہ اس ڈائیر کے ہر صفحے کو پ ڑھ سکتی تھی۔

اس ڈائیری پ لکھنے کے لئے و رائیٹنگ کی تکنیک کا استعمال کیا َ تھا۔ا پ انی سی تکنیک جس سے بچے بھی واقف تھے۔

اس وقت عینا اور صفا اپنی کلاس میں بیٹھیں تھیں۔اب اگلا لیکچرا. اہیم کا ہی تھا۔صفا نے صبح سے اس کیفے ٹیر ے کے واقعے کے بعدا. اہیم کو نہیں دیکھا تھا۔لیکچر ختم ہو َ تھا۔بس اب پ وفیسر وہاں سے نکل رہے تھے۔

''صفا۔؟''عینا نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''ہاں۔؟''وہ مصروف سی اپنے نوٹس بنا رہی تھی۔

''پلیز۔اب بتا بھی دو ر۔!''عینا نے اسکی جا. دیکھ کر بے چارگی سے کہا۔

''کیا بتا دوں۔؟''وہ جلدی جلدی کچھ نوٹ کر رہی تھی۔

''یہی کہ ان دونوں میں سے تمہارا ن کون تھا۔؟''عینا نے یہ سوال کوئی چوتھی. رپو چھا تھا۔ہر. رصفا نے یہ کہہ کر ٹ ل دی کہ وہ ان دونوں کو نہیں جا ۔ عینا کو اب یقین ہو چکا تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ا کو تو وہ جا ہے۔ورنہ کوئی اس طرح د ہ دلیری نہیں دکھا کرت۔

''ر۔کوئی بھی میرا ن نہیں ہے۔''صفا نے سر جھکائے ہی بے زار سے لہجے میں جواب دی۔

''تو پھر وہ کون تھا۔؟''عینا نے بے چارگی سے َ دن ا جا. َ ائی۔

''تمہیں اس سے کیا کام۔؟ ہوگا کوئی۔''صفا نے ن ک سے مکھی اڑائی۔

'' وہ تم سے ایسے ت کر رہا تھا جیسے وہ تمہیں جا ہو۔اور تم بھی تو ایسے ہی جواب دے رہی تھی۔''عینا نے مڑ کر اب غصے سے صفا کو گھورا۔صفا نے آنکھیں بند کر کے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔اور اپنی نوٹ پ ہی پھینکا۔''ہاں۔۔ہاں۔میں سن رہی ہوں۔''عینا پ جوش سی اسکی جا. مڑی۔

''وہ جو آ تھا۔ں۔وہ میرے ن کی بیوی کا ن ہے۔''صفا نے کندھے چکا دیے۔جبکہ عینا کو چکر آنے لگے۔

''ا منٹ مجھے سمجھنے تو دو۔ ن کی بیوی کا ن۔!''عینا نے انگلی ہو ں پ رکھے ڈرامائی ا ازمیں اس رشتے کو جوڑا۔جبکہ صفا نے افسوس سے سر جھٹکا۔وہ دو. رہ اٹھانے لگی کہ عینا نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

''اب کیا ہے۔؟''صفا نے َ دن موڑ کر دیکھا۔عینا کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔اس نے سوالیہ ا ازمیں اپنے دونوں ا. ودو. را چکائے۔''کیا۔؟''صفا نے یوں ہی دیکھ کر سوال کیا۔وہ یقیناً اسکا سوال اور اسکے سوال کا ا ازسمجھنے سے قاصر تھی۔

''کیا وہ سنگل ہے۔؟''عینا نے آنکھوں میں چمک لئے پوچھا تو صفا کی حیرت کے مارے آنکھیں کھل گئی۔

''توبہ ہے عینا۔!تم پ گل ہو۔؟''اس نے عینا کا ہاتھ جھٹکا اور دو. رہ اپنے نوٹس مکمل کرنے لگی۔

''ارے ر۔اَ تم اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہو تو مجھے تو ا چانس ن دو۔ویسے وہ ہے بہت ہینڈسم۔کیا کہتا ہے۔؟ مجھے خوبصورت چیزیں اٹ کرتی ہیں۔ ہائے۔۔''عینا نے ن پ ہاتھ رکھے آسمان کی جا. دیکھا۔

''افف۔اللہ عینا۔توبہ کرو۔تم کیسی ت کر رہی ہو۔تم یہاں پ ڑھنے آئی ہو یا لڑکوں پ چانس مارنے۔؟''صفا نے حیرت سے اسکو گھورا۔

''کم آن۔وہ لڑکا نہیں ہے۔''عینا نے منہ بنا۔

''تو کیا وہ بوڑھا ہے۔؟''صفا ہنس دی۔

''نہیں۔وہ مرد ہے۔ا میچور مرد۔ا کامیاب سی شخصیت والا مرد۔''عینا نے ہوا میں ہی گھورتے ہوئے حسن کا سراپ ہ کر کے اسکو بتا۔تو صفا کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اسکا منہ بھی کھل َ ۔''تو اور کیا۔وہ لڑکا نہیں ہے۔وہ بہت شا ار ہے۔''عینا نے اپنی ت پ مہر لگائی۔

'' ۔وہ ویسا نہیں ہے۔''صفا نے بے اختیار سا کہہ دی۔جس کو عینا نے فوراً سن لیا۔صفا نے عینا کی نگاہیں اپنے چہرے پ دیکھیں تو وہ سر جھکا گئی۔

''صفا۔۔!''عینا نے شرارتی ا· از میں اسکا· م کھینچا۔

''مجھے کام کرنے دو۔''صفا نے مسکراہٹ د بائی۔

''ہر· نہیں۔!''اب کی ب رعینا نے ا۔ شرارتی سی مسکراہٹ سجائے اس سے اسکے نوٹس کھینچ لئے۔

''عینا پلیز۔نوٹس دو مجھے۔''صفا نے اس سے نوٹس پ۔· کی کوشش کی جبکہ عینا اٹھ کھڑی ہوئی۔''عینا پلیز۔!'' صفا اسکے پیچھے ہی بھا گی۔کلاس میں کچھ اور اسٹوڈنٹس بھی ادھر ادھر پھر رہے تھے۔بنا کسی ٹیچر کے کلاس ا۔ ب ڑہ ہوتی ہے۔جس میں ساری بھیڑ بکریں کھلم کھلا گھومتی ہیں۔وہ دونوں ساری کلاس کی موجودگی کو بھلائے اب ا۔ دوسرے کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔صفا کو نوٹس سے کوئی ی· دینا نہیں تھا۔اسکا مسئلہ نوٹس کے پہلے صفحے پ لکھے اپنے· م سے تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ عینا کی اس پہلے صفحے پ پڑے۔وہ ہر روز وہاں اپنا· م لکھا کرتی تھی۔پھر وہ واپسی کے وقت اس پ ا۔ ا· ریمووربھیر دیکرتی۔اَ ب ل پوائینٹ پ مائینٹ ا· سے کچھ لکھتی تو اس پ وائٹنر پھیر دیتی اور اپنا· م مٹاد یکرتی۔یوں وہ ہر روز اپنی شنا· ت کی عمارت بناتی اور ڈاتی رہتی تھی۔

وہ جان ہی· ئی کہ ب وہ اس دروازے سے ا· ر آتے ہوئے شخص سے جا ٹکرائی۔صفا اپنی ایڑھیوں پ گھوم گئی۔اس سے پہلے کہ وہ دھڑام سے زمین پ جا ڈتی۔ مقابل نے اسکو اپنی گ فت میں ہی قید کرلیا۔یہ منظر وہاں ساری کلاس نے دیکھا تھا۔عینا ٹھٹک کر ا۔ طرف ہوگئی۔صفا نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر رکھی تھیں۔وہ اس شخص کی آغوش میں آ گئی تھی۔وہ شخص جس کی مہک کو وہ پہچا تھی۔اس نے دس سال پہلے اس مہک کو اپنے ا· ر جی بھر کر ا· رلیا تھا۔

وہ نہیں جا تھی کہ دو ب رہ یوں اس طرح قاہرہ یونیورسٹی کے ا۔ کلاس روم میں کھڑی ا۔ ب رپھر سے اس مہک کو محسوس کرے گی۔اور بھی اتنا قر ب سے۔

ساری کلاس میں سناٹا سا چھا گ۔ ب لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ہکا بکا سے۔ا۔ اہیم نے کچھ د یبعد· می سے اسکو الگ کیا۔

''آر یو او کے۔؟''اس نے فکرمندی سے پوچھا۔صفا نے بند آنکھیں کھول دیں دور بیٹھی عیشا نے شعلہ اگلتی نگاہوں سے صفا کی جا· ب دیکھا تھا۔

''واو۔'' پ س بیٹھے سفیر نے بے اختیار کہا تو عیشا نے ا۔ قہر بھری نگاہ اس پ ڈالی۔''ہی از· ٹ یور پ ا ٹی۔''سفیر نے جتا· لازمی سمجھا۔

''ہی ول بی۔او ما ۔!''عیشا نے ا۔ اہیم کو گھورا وہ جو سامنے ہی کھڑا تھا۔اس پ کستانی لڑکی کو شانوں سے تھامے۔وہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔؟اسکو کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔اور وہ لڑکی نگاہیں جھکائے میں سر ہلا رہی تھی۔پھر وہ اسکو وہیں چھوڑ کر آ کر روسٹرم پ کھڑا ہو گ۔ ب اسٹوڈنٹس اب خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پ بیٹھے تھے۔عینا بھی سر جھکائے واپس آ کر بیٹھ گئی۔صفا کچھ د یوہیں کھڑی رہی۔

''مس سٹر ر۔!کیا وہیں کھڑے ہو کر ب تی کا لیکچر اٹینڈ کر· ہے آپ نے۔''صفا چو ۔اس نے مڑ کر دیکھا۔وہ ا۔ کہنی روسٹرم پ ٹکائے اور اپنے ہاتھ کی پشت پ اپنی تھوڑی ٹکائے محظوظ سا کھڑا تھا۔

''نن۔نہیں۔سس۔سوری۔سر۔!''وہ فوراً ہکلائی۔اسکی ہکلاہٹ سے ا۔ اہیم کی مسکراہٹ بے اختیار ہی گہری ہوگئی۔وہ صفا تھی۔وہ اسی کی صفا تھی۔وہ وہی صفا تھی جو اپنی ٹ ۔کو ی· سے لگائے کھڑی تھی اور پوچھ رہی تھی کہ کہیں اسکی ٹ ۔بوڑھی تو نہیں ہو جائے گی۔؟ وہی چھوٹی سی معصوم سی صفا۔اور آج وہ اسکے سامنے کھڑی تھی تو اسکو وہاں وہی آٹھ سالہ صفا دکھائی دی تھی۔صفا سر جھکائے آ کر اپنی ٹ پ بیٹھ گئی۔

''آئی ایم سوری۔!''عینا نے سرگوشی کی۔صفا نے ا۔ قہر بھری نگاہ اس پ ڈالی اور اس سے اپنے نوٹس چھین لئے۔''سوری· ں۔''عینا نے معصوم سی شکل بنائی تو صفا نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

''او کے کلاس۔!''اس نے گلہ کھنگارا۔اور اپنا مار کر اٹھا۔

لیکچر شروع ہو چکا تھا۔اب سامنے صفا سر جھکائے بیٹھی تھی۔اس کی ہمت ہی نہیں ہوئی تھی نگاہ اٹھانے کی۔دل کی دھڑکنوں میں جوا۔ طلاطم ب ہو چکا تھا۔اب اسکا کوئی حل نہیں تھا۔اور وہ خود کو ان لہروں کے سپرد کر چکی تھی۔کچھ د یبعد ا۔ اہیم نے مار کر بند کیا۔اب کچھ اسٹوڈنٹس سوال کر رہے تھے اور وہ ا۔ جواب دے رہا تھا۔یوں ہی ا۔ سبجیکٹ ریلیٹڈ سیشن چلتا رہا۔

''سر ہیومن ہسٹری کا آرٹس سے کیا کنیکشن۔؟''ا۔ اسٹوڈ· ٹ نے پوچھا۔وہ پچھلی قطاروں میں بیٹھا تھا۔یقیناً ا۔ بیک بینچر۔

''لگتا ہے آج پہلے دن تشریف لائے ہیں موصوف کلاس میں۔''ا. اہیم نے اسکو گھورا۔

''یس سر۔وہ دراصل ا ٹ پ ہ ہ ہ تھا۔''اس نے سر کھجایا۔

''کلاس شروع ہوئے چھ مہینے ہو چکے ہیں۔اور آپکا ٹ پ چھ ماہ چلتا رہا۔؟''ا. اہیم کی آنکھوں میں طنز اور سختی تھی۔وہ لڑکا سر جھکائے بیٹھا رہا۔وہ لڑکے بہت شرارتی تھے۔ ا. اہیم گورسی کے سامنے ا بولتی بند ہو جایا کرتی تھی۔ہر پروفیسر ان سے تنگ تھا۔ وہ لوگ ا. اہیم گورسی سے تنگ تھے۔عجیب حالہ سا تھا اس شخص کے دکہ ہر کوئی اس سے مرعوب سا رہا کرتا تھا۔وجہ شاید اسکی شربتی آنکھیں تھیں۔ان میں جلتے ہوئے شعلے۔وہ کسی کو بھی ا نگاہ سے زیر کرتا تھا پھر ا. اہیم نے سر جھٹکا اور چلتا ہوا سامنے آیا۔اب وہ کلاس کے وسط میں کھڑا تھا۔ اسٹوڈنٹس اسکی جانب متوجہ تھے۔

''آرٹ اور انسانی تاریخ بہت سے طریقوں سے قریب سے جڑے ہوئے ہیں۔۔جیسے کہ بہت سی تہذیبوں نے اپنی تاریخ کو آرٹ کے ذریعے دستاویزی شکل دی ہے۔

جیسے کہ پینٹنگز، مجسمہ سازی اور فن تعمیر۔

اس کے علاوہ کوئی بھی آرٹ معاشرے کے عقائد، اقدار اور تجربات کی عکاسی کرتا ہے، اور ان کے ثقافتی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی واقعات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ آرٹ ایک عالمگیر زبان بول سکتا ہے جسے لوگ سمجھتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔۔آپ ایک آرٹ پیس بنا کر رکھ دیں۔لوگ اسکو دیکھیں گے۔ہر ایک ان کو وہ آرٹ پیس ایک الگ داستان بیان کرے گا۔ہر شخص اسکو اپنے نقطہ سے دیکھے گا۔جیسا کہ یہ ایک آرٹ پیس ہے۔''

کہتے ا. اہیم نے پیچھے آن کیا تو اب وائٹ بورڈ پہ ایک پینٹنگ آنے لگی۔اس میں ایک بچہ تھا۔جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اسکے عقب میں ایک کھنڈر تھا۔ اور وہ کھنڈر خون آلود تھا۔اس کھنڈر پہ خون کی بارش ہو رہی تھی۔ایسے میں ایک ہاتھ ہے جو اس بچے کو ایک سفید کپڑا تھما رہا ہے۔وہ ہاتھ کس کا ہے کہاں سے آرہا ہے کچھ بھی دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔وہ ایک غیبی سا ہاتھ تھا۔وہ بچہ اپنے پیچھے ہاتھ رکھے کھڑا ہے۔اس نے اپنا پھٹا ہوا گریبان اپنے ہاتھوں کی مدد سے چھپایا ہوا ہے۔ وہ اس ہاتھ سے وہ سفید کپڑا نہیں لے رہا۔

''اب اس پینٹنگ میں آپکو کیا دکھائی دے رہا ہے۔؟''

ا. اہیم ایک طرف ہو کر کھڑا ہوگیا تاکہ کلاس اسکو اچھے سے دیکھ سکے۔

''سر اس میں ایک ضدی بچے کو دکھایا گیا ہے۔جو برے حالات میں بھی مدد قبول نہیں کر رہا۔''ایک لڑکی جو کہ پچھلی ڈیسک پہ ہی بیٹھی تھی وہ ہنس کر جواب دے رہی تھی۔

''ہمم۔اس کے علاوہ۔''ا. اہیم کو مزید جواب چاہیں تھے

''سر اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں۔اپنی خودداری کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔''اب وہی لڑکا بولا تھا جس نے وہ سوال کیا تھا۔

''ہمم۔مزید۔!''اب کی بار ا. اہیم کے چہرے پہ ایک زخمی سی مسکراہٹ تھی۔

''وہ بچہ وہاں اکیلا کھڑا ہے یعنی اسکا خاندان ختم ہوگیا۔اب اسکو کوئی ایسا چاہیے جو اسکو اپنے ملک اپنے گھر لے جائے۔''اب کی بار عیشا نے پوری سمجھداری سے جواب دیا تھا۔ا. اہیم نے ایک پل کے لئے اٹھا کر اسکو داد بھی تھی۔جس سے عیشا کھل اٹھی۔

''بس۔؟ کیا آپکی کہانی آپکے مفروضے ختم ہو گئے۔؟ کیا اس میں بس یہی کچھ تھا۔؟''ا. اہیم نے ایک رسوالیہ نظروں سے سب کی جانب دیکھا۔ نے کندھے اچکا دیئے۔ا. اہیم آگے بڑھنے لگا کہ ایک لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

'سر۔!''ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ مس سٹرر تھیں۔

''جی مس سٹرر۔!''وہ اب محظوظ سا جا کر اپنے روسٹرم پہ کھڑا ہوگیا۔

''سر۔ نے اس بچے کو دیکھا۔میں نے اس ہاتھ کو دیکھا۔وہ ہاتھ اس بچے کو ایک سفید کپڑا آفر کر رہا ہے۔''صفا نے آنکھیں چھوٹی کر کے دور سکرین کو

دیکھا۔اب ساری کلاس ا۔ ۔رپھر سے اس پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی۔واقعی کسی نے اس ہاتھ کو نہیں دیکھا تھا۔''سر۔!اس ہاتھ میں روٹی کیوں نہیں ہے۔؟''صفا نے سکرین پ نگاہیں جمائے ہی سوال کیا۔ا. اہیم نے حیرت سے ا. واچکائے۔وہ سمجھ گئی تھی۔وہ جو سمجھا چاہ رہا تھا وہ ۔ت صفا سمجھ چکی تھی۔''سر۔!اس ہاتھ میں دوا کیوں نہیں ہے۔؟وہ بچہ زخمی ہے۔تو اس ہاتھ میں دوا ہونی چاہیئے۔''صفا نے ا۔ ۔رپھر سے سکرین کو دیکھ کر سوال کیا۔وہ ا. اہیم کی جا۔ نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ اپنی کہانی خود بنا رہی تھی۔بلکہ وہ اس کہانی میں چھپے سوال تلاش کر رہی تھی۔''آسمان سے خون آلود۔رش ہو رہی ہے۔تو اس ہاتھ میں ا۔ چھتری کیوں نہیں ہے۔؟''ساری کلاس میں اب بے چینی سی دوڑ گئی تھی۔وہ پ کستانی لڑکی ۔کو حیران کر رہی تھی۔جن چیزوں کو انھوں نے نوٹ نہیں کیا تھا وہ ان ۔چیزوں کو ہائی لائ ٹ کر رہی تھی۔وہ لوگ ا۔ دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ یقیناً یہ لڑکی آرٹس کی اسٹوڈ ٹ ہے۔وہ ۔سمجھ گئے تھے۔ وہ تو پہلی ۔را آرٹس پ ڑھ رہی تھی۔

شا۔ آرٹس واقعی دل کی ز۔ن ہے۔یہ ا بھی سمجھ آجاتی ہے جنھوں نے یہ ز۔ن نہیں سیکھی ہوتی۔صفا مسلسل اس سکرین کو دیکھ رہی تھی۔

''سر۔اس ہاتھ میں کفن ہے۔سفید کفن۔!''اسکے الفاظ گونجے تو ساری کلاس میں سناٹ چھا ۔۔وہاں موت کی سی خاموشی تھی۔وہ لوگ ششدر رہ گئے۔کیا واقعی وہ کفن تھا۔؟ ۔نے ا. اہیم کی جا۔ سوالیہ وں سے دیکھا۔وہ لوگ اسکی ۔ چاہتے تھے۔

''ہاں۔اس ہاتھ میں کفن ہے۔''ا. اہیم کے الفاظ نے صفا کی کہانی پ مہر لگا دی۔

''ویل ڈن مس سٹر ر۔!''ا. اہیم نے ۔لیاں بجا کر اسکو داد دی۔تو پوری کلاس ۔لیوں سے گونج اٹھی۔صفا نے چو۔ کر ا. اہیم کی جا۔ دیکھا۔کیا وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔؟کیا وہ لوگ اسکا مذاق اڑا رہے تھے۔ اسکو ا. اہیم کے چہرے پ طنز نہیں آ۔ تھا۔وہاں تو فخر تھا۔وہاں غرور تھا۔وہاں سرشاری تھی۔صفا نے ا۔ پل کے لئے اپنے ۔ دیکھا اور پھر جھکتے ہوئے بیٹھ گئی۔ساری کلاس اب دو۔ رہ خاموش ہوئی۔وہ لوگ اب ا. اہیم کے منتظر تھے۔کہ وہ اپنی کہانی سنائے۔وہ چلتا ہوا دو۔ رہ بورڈ کے سامنے آ۔۔

''تو جیسا کہ مس سٹر رنے کہا کہ اس ہاتھ میں کفن ہے تو ہاں۔اس ہاتھ میں ا۔ کفن ہے۔''اس نے ا۔ ۔رپھر سے وں ہی وں میں صفا کو داد دی۔اب ۔ لوگ صفا کو رشک بھری وں سے دیکھ رہے تھے کیو ا. اہیم گورسی کو متا ۔کر۔ آسان نہ تھا۔اور وہ کل کی آئی لڑکی نہ صرف ا. اہیم گورسی کو متا ۔کر گئی تھی بلکہ پوری کلاس کو حیران کر گئی تھی۔

''یہ ہاتھ اتحادیوں کا ہاتھ ہے۔جنھوں نے اس بچے کے ملک کی حفاظت کی قسم کھائی تھی۔جنھوں نے کہا تھا کہ وہ ہر قیمت پ اس سرزمین کی حفاظت کریں گے۔ جنھوں نے اس سرزمین پ سیا ۔ بھی کی۔انھوں نے اس سرزمین کا ۔م لے کر اپنے اپنے ملک میں ووٹ لئے۔انھوں نے ۔ڈی ۔ٹی تقار ۔کر کے اپنی سیا ۔ چمکائی۔'' ا. اہیم کے چہرے پ کرب ا۔ آ۔۔پھر وہ چلتا ہوا روسٹرم کے پ س ا۔۔''اور ۔ سے مزے کی ۔ت۔ان اتحادیوں نے امداد بھی اکٹھی کی۔کہ ہم جا کر اس سرزمین کی مدد کریں گے۔اور انھوں نے جو امداد بھیجی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔''کہتے ا. اہیم نے اس ہاتھ میں موجود اس سفید کفن کی جا۔ اشارہ کیا۔

وہ ۔لڑکے لڑکیاں شرمندگی سے سر جھکا گئے۔وہ ا. اہیم کی کہانی سمجھ گئے تھے۔وہ اسکے اشاروں کو سمجھ گئے تھے۔کچھ دیر کلاس میں سناٹ چھا ۔رہا۔پھر ا. اہیم نے ا۔ اور پینٹنگ سلائیڈ کی۔

''آرٹ ہمیں ماضی بتا ۔ہے۔پ انی تصاو ۔،پ انے مجسمے اور پ انی پینٹنگز ہمیں اس دور کا ماضی بتاتی ہیں۔''کہتے ہوئے اس نے ا۔ پینٹنگ سامنے کی۔جس میں ا۔ روٹی کے ٹکڑے کو دیکھا جا سکتا تھا۔اس ا۔ ہی فریم میں ا۔ سے ز۔دہ تصاو ۔تھیں۔اور وہ تصاو ۔مل کر ا۔ مکمل داستان بیان کرتی تھیں۔پینٹنگ کے دا کونے میں ا۔ سمندر تھا۔جس میں ا۔ کشتی میں کچھ لوگ سوار تھے۔ان لوگوں کے ہاتھ میں ا۔ بینر تھا۔جس پ لکھا ہوا تھا۔

(The Germans Destoryed Our Families....)

(Please Don't You Destroy Our Hopes....)

اب وہاں ا۔ ۔رپھر سے سناٹ تھا۔ا۔ دوسری تصو ۔میں دیکھا جا سکتا تھا کہ اس سرزمین کے ۔سیوں نے مہا۔ وں کی امید کو نہیں توڑا تھا۔انھوں نے اس امید کو تھام لیا تھا۔اور ان لوگوں کو پناہ دے دی تھی جو ہجرت کے آئے تھے۔اسکے بعد ہم ا۔ اور تصو ۔دیکھتے ہیں۔جس میں اب ا۔ روٹی کو دیکھا جا سکتا تھا۔اس روٹی کے ا۔ سو ٹکڑے تھے۔حالانکہ وہ مہا۔ تعداد میں کم تھے۔ پھر بھی روٹی کے پچپن ٹکڑے ا دیئے گئے اور جنھوں نے پناہ دی تھی ا اس روٹی کے بس پینتالیس ٹکڑے ملے تھے۔اسکے

بعد ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی تھی۔ان مظلوم مہا۔ وں نے اپنے چہروں سے ب ہٹائے تو ۔ خوفناک تھیں۔وہ ا نوں کی شکل میں بھیڑیے تھے۔اور وہ ان پناہ دینے والوں کو چیر پھاڑ کر کھا گئے۔انھوں نے اس سرزمین پ بسنے والوں کو نوچنا شروع کر دی۔وہاں اتنا خون بہا کہ آسمان بھی خون کے آ بہانے لگا۔اب وہ سرزمین ا کھنڈر بن چکی تھی جہاں کچھ بھیڑیئے گھوم رہے تھے۔اس سرزمین پ ننھے ننھے پھول ے پڑے تھے جن پ سفید کپڑا پڑا تھا۔

وہ وہ ہاتھ اسی کپڑے کو آفر کر رہا تھا۔اب ان دونوں پینٹنگز کو جوڑ دی ا تھا۔اب کہانی واضح ہو رہی تھی۔یعنی اس ہاتھ نے صرف کفن سپلائی کیا تھا۔اس نے ا روٹی سپلائی نہیں کی۔اس نے ادویت سپلائی نہیں کیں۔اس نے بھیجا بھی تو بس کفن۔!

کلاس کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ا. اہیم اپنی چیزیں سمیٹنے لگا۔ نگاہیں جھکائے بیٹھے تھے۔وہ لوگ خود سے بھی یں نہیں پ رہے تھے۔ ان . میں بس ا ہی نگاہ تھی جو فخر سے سامنے کھڑے شخص کو نہار رہی تھی۔ان نگاہوں میں ستائش تھی۔ان نگاہوں میں فخر تھا۔محبت اور انس بھی تھا۔وہاں سرشاری تھی۔وہاں ہر وہ ۔ بہ تھا جو کسی بھی .مکمل روح کو مکمل کرنے کے لئے کافی تھا۔

''کلاس۔!''ا. اہیم اچا ۔ مڑا تو . متوجہ ہوئے۔''آج۔ا ایگزیبیشن کے لئے جا رہے ہیں ہم لوگ۔کسی کو کوئی پ ابلم تو نہیں جانے میں۔؟''ا. اہیم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے ا مرضی پوچھی۔

''سر ہم چلیں گے۔''عیشا پ جوش سی بولی۔ا. اہیم نے ا نگاہ اس پ ڈالی اور دو. رہ ساری کلاس کی جا . دیکھا۔زیدہ تر کلاس جانے کو تیار تھی۔

''ٹھیک ہے۔آدھے گھنٹے میں نکلیں گے۔''ا. اہیم نے گھڑی پ وقت دیکھا۔اور وہاں سے ت ۔جبکہ اب صفا بے چین سی ہو ٹ چبا رہی تھی۔

کیا اسکو بھی ساتھ جا تھا۔؟ا. اہیم نے تو بتایا ہی نہیں۔اب اَ وہ اپنی مرضی سے گئی تو وہ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔اور اَ نہ گئی تو وہ ان . چیزوں کو مس کر دے گی جن کو دیکھنے کے لئے وہ بے ب سی تھی۔

''کیا ہوا مس سٹرر۔۔؟''

''ہاں۔؟''صفا نے چو کر دیکھا۔عینا شرارتی نگاہوں سے اسی کو گھور رہی تھی۔

''مس سٹرر آج تو ب اسین ہی بن ۔۔''عینا نے سکو کہنی ماری۔

''پ ہو جاؤ تم۔''صفا نے مسکراہٹ ضبط کئے اسکو گھورا۔

''ویسے۔ا. اہیم سر کا پ فیوم کیسا تھا۔؟''عینا نے پ س ہو کر سرگوشی کی تو صفا کے گال سرخ ہو گئے۔''اوہ۔اوہ۔اوہ۔''عینا نے اسکے سرخ گال دیکھے تو وہ اب حیرت زدہ سی پیچھے ہٹی۔''ڈو ٹیل می۔''عینا نے اس پ ا گہری نگاہ ڈالی۔

''ایسی کوئی ت نہیں۔۔''صفا نے یں پھیر لیں۔اب عینا مسلسل اسکو چھیڑ رہی تھی۔جبکہ پیچھے بیٹھی عیشا نے ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

''اس مس سٹرر کا کوئی بندوبست کر پڑے گا۔کچھ زیدہ ہی ہواؤں میں ہے یہ۔''عیشا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو گھورا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ اس وقت مین اینٹرینس پ تھے۔یونیورسٹی کی بس تیار کھڑی تھی۔ . لوگ اسی میں جا رہے تھے۔آرٹس ڈیپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس تھے۔کچھ ہسٹری کے بھی۔اور کچھ پ وفیسرز۔ا. اہیم چلتا ہوا وہاں آ۔اس نے ا بس کو دیکھا۔پھر اسکو صفا دور کھڑی آئی۔ا. اہیم نے ا. وسکیئر کرا اسکی جا . دیکھا۔

''کیا میں بھی؟''صفا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھا۔

''اور نہیں تو کیا۔؟''ا. اہیم نے دن ائے ہی اشارہ کیا۔

''اوکے۔''صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔اور جلدی سے اس کے پ س سے ر کر ہی بس میں سوار ہو گئی۔ا. اہیم نے سر جھٹکا اور اپنی گاڑی کی جا . ٹھ ۔ا. اہیم کی گاڑی وہاں سے نکل چکی تھی جبکہ ابھی بس وہیں تھیں۔کچھ اسٹوڈنٹس رہتے تھے۔صفا دروازے کے ساتھ والی ٹ پ ہی عینا کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''دیکھا۔؟میں نے جلدی سے آ کر تمہارے لئے ٹ بچائی تھی۔تم کہاں رہ گئی تھی۔؟''عینا نے دن موڑ کر اسکو گھورا۔

''وہ۔مجھے کام تھا۔''اب صفا کیا بتاتی کہ اسکو کسی کی اجازت چاہیے تھی۔

''خیر۔آج مزہ آنے والا ہے بہت۔آج پتہ کہ میں آرٹس پڑھنے آئی ہوں۔''عینا بہت پرجوش سی تھی۔صفا اسکی جانب دیکھ کر مسکرادی۔وہ لوگ بیٹھیں تیں کر رہی تھیں۔اچھلی ٹپ سفیر بیٹھا تھا۔

''ویسے آج تو آپ نے کو ہی حیران کردیا مس۔صفا۔رائیٹ۔؟''اس نے ساتھ ساتھ منہ کی تصحیح چاہی۔صفا اور عینا نے بیک وقت مڑ کر دیکھا۔وہ نوجوان سا لڑکا تھا۔گندمی سی رنگت اور خوبصورت ش۔چہرے پہ بلا کی معصومیت اور آنکھوں میں عجب خالی پن سا۔وہ ایک دلکش سی مسکان سجائے بیٹھا تھا۔جس کی ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔ اور بال اچھی طرح تراشے ہوئے تھے۔

''جی۔صفا۔''صفا نے بس منہ ہی کنفرم کیا۔

''میں نے آپکی تعریف بھی کی تھی۔''سفیر نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو یاد دلایا۔

''ہمم۔اس میں تعریف کی کیا بات تھی۔حیران آپ لوگ ہوئے اور حیران تو ان کسی بھی چیز سے ہوسکتا ہے۔ضروری نہیں سامنے والا کوئی کمال دکھائے تبھی حیران ہوا جائے۔''اس نے سفیر کو یاد دلایا کہ اس نے بس حیران کا لفظ استعمال کیا تھا۔سفیر سر جھکائے ہنس دیا۔ساتھ ساتھ اس نے اپنا سر کھجایا۔

''دونوں ہی کمال ہیں۔''وہ زیر لب بڑبڑایا۔

''کچھ کہا آپ نے۔؟''صفا نے پوچھا تو اس نے سر جھکائے ہی میں سر ہلایا۔وہ ہنستا جا رہا تھا۔صفا نے رخ موڑا اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''ہائے گائیز۔!''عیشا ہاتھ میں ایک کافی پکڑے اندر داخل ہوئی تو اسکو دروازے کے ساتھ ہی صفا اور عینا دکھائی دیں۔جو کہ دونوں کسی بات پہ اب ہنس رہی تھیں۔عیشا ایک پل کو ٹھٹکی۔پھر اس نے دانت پیس کر گرگئی۔''آوچ۔''اچانک عیشا مڑی۔اسکا پاؤں مڑ گیا تھا۔''اوہ۔سوری۔مس سٹرر۔!''عیشا نے سیدھے ہو کر دیکھا تو صفا اپنے کپڑوں سے کافی جھاڑ رہی تھی۔

''اٹس اوکے۔''صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''لگتا ہے لوگ ایکسائٹمنٹ میں اتنے ہی ہوگئے ہیں۔''عینا نے دانت بھینچ کر عیشا کو گھورا۔

''اوہیلو۔اٹس جسٹ این ایکسیڈنٹ۔''عیشا فوراً عینا کی جانب سیدھی ہوئی۔

''آل رائٹ لیڈیز۔پلیز۔کام ڈاؤن۔''سفیر فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''صفا۔آپ پلیز جا کر اپنے کپڑے صاف کرآئیں۔''اس نے معذرت کے ساتھ کہا تو عیشا کو مزید تپ چڑھی۔

''اٹس اوکے۔'' صفا نے مسکرا کر سفیر سے کہا۔اسکا کوٹ گندا ہو چکا تھا۔اور کافی کا نشان پڑ گیا تھا۔

''اسکو پلیز ابھی صاف کرلیں۔ورنہ یہ نہیں جائے گا۔''سفیر نے اس نشان کو دیکھ کر کہا۔تو صفا نے جھجکتے ہوئے عینا کی جانب دیکھا۔

''تم ہو آؤ فریش۔ہم یہیں ہیں۔''عینا نے اس کو تسلی دی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔میں واشروم سے ہو کر آئی۔''وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔اور اپنا بیگ وہیں چھوڑ دیا۔

****

شاہ اس وقت اپنے بوکسنگ کلب میں ہی تھا۔وہ ایک کنٹرول روم تھا۔جس میں سامنے بڑی بڑی سکرینز لگی ہوئی تھیں۔وہاں لڑکے پریکٹس کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ایک لڑکا اس وقت اسکی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔وہ لڑکا بہت اچھا کھیل رہا تھا۔کوئی بھی کھلاڑی اسکے سامنے ٹک نہیں پا رہا تھا۔جو بھی اسکے سامنے آتا اپنی ناک پہ ہاتھ رکھ کر بہتا ہوا خون روکتا وہاں سے جاتا۔شاہ محظوظ سا سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔وہ کافی متاثر دکھائی دیتا تھا۔وہ اپنی ایمزلا لونج چیئر پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔سامنے اسٹول پہ اس نے اپنے دونوں پاؤں رکھے ہوئے تھے۔ایک ٹانگ پہ دوسری پٹھائے وہ پرسکون سا اپنے سامنے سکرین پہ لوگوں کے چہروں پہ خون بہتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

''سر۔!کیا حکم ہے۔؟''مغیث نے اسکے چہرے پہ کچھ دیکھا تو فوراً سامنے آیا۔

''اٹ ورڈ کورنر میں اتروں۔''اس نے سکرین سے نگاہیں ہٹائے بنا ہی حکم دیا تو مغیث سر ہلاتا ہوا فوراً وہاں سے نکلا۔اب سکرین پر نظر میں ایک اور وجود داخل

ہو رہا تھا۔ وہ د ۔ میں کوئی ۔ کسر تو ہر ۔ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ا ۔ ر ۔ تھا۔ وہ ۔ ڈی بلڈر تھا جس کا جسم ا ۔ پہاڑ جیسا تھا۔ یہ قانون کے خلاف تھا۔ اس نے ا ۔ ۔ کسر کے سامنے ا ۔ ر ۔ کو میدان میں ا ۔ ر د ۔ تھا۔ وہ ر ۔ ۔ بھی شا کا تھا اور وہاں قانون بھی شا کے ہی تھے۔ اس لئے کسی کو اجازت نہ تھی اعتراض کرنے کی۔ اس لڑکے نے اپنے سامنے ا ۔ ۔ ورڈ کو دیکھا تو ۔ ۔ کے پیچھے سے ۔ آتی اسکی آنکھوں میں اچنبھا ا ۔ ۔ آ ۔ ۔ یہ تو قانون نہیں تھا۔ یہ تو نہیں بتا ۔ ۔ ۔ تھا۔

وہ لڑکا آج ہی آ ۔ تھا۔ وہ ا ۔ ۔ چھپا ہوا کوہ نور تھا جس کو شا نے ڈھونڈ ا تھا۔ اسکے ا ۔ ر عجیب جنون تھا۔ وہ اپنے سامنے کسی کو ٹکنے نہیں د ۔ ۔ کرتا تھا۔ اور شا کو ایسے ہی لوگ پسند تھے۔ جن میں تکبر ہوتا تھا جو اپنے سامنے والے کو ا ۔ ۔ چیو سمجھیں۔

اس لڑکے نے اپنے ا ۔ ۔ گہری سانس لی اور اپنے گلوز سے ہی اپنا ۔ ۔ در ۔ ۔ کیا۔ پھر اس نے ۔ دن کو دا ۔ ۔ جھٹکا د ۔ ۔ کچھ ٹ ۔ اکے سے نکلے تھے۔ جن کے ۔ ۔ سے اس لڑکے کی آنکھوں میں اب ا ۔ ۔ ر پھر سے جنون سا ا ۔ ۔ آ ۔ تھا۔ وہ جا ۔ تھا کہ سامنے ا ۔ ر ۔ ہے۔ وہ پہاڑ کی ما ۔ آدمی کوئی ۔ کسر نہیں ہے اور نہ ہی وہ وہاں ۔ کسنگ کرنے آ ۔ تھا۔ وہ تو اس لڑکے کو اسکی اوقات ۔ ددلانے کے لئے لا ۔ ۔ ۔ تھا۔ اس لڑکے نے ا ۔ ۔ ہاتھ سے اسکو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ اور خود وہ اب تیار میں تھا۔ اسکی آنکھیں اس ر ۔ کی آنکھوں میں ۔ ڑھی ہوئی تھیں۔ جیسے وہ بتا ۔ چاہ رہا ہو کہ ''فتح ۔ موت۔ تیسرا کوئی آپشن نہیں۔'' اس نے اپنا پیغام اس ر ۔ کو دینا چاہا وہ پیغام شا نے فورا سمجھ لیا۔ اس پیغام کو اور اس چیلنج کو سمجھنے کے بعد شا کی آنکھوں میں عجیب چمک سی ا ۔ ۔ آ ئی تھی۔

''انٹرسٹنگ۔!'' وہ کہتا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اب اس نے اسٹول سے ۔ وں نیچے ا ۔ ۔ رے۔ اور یوں بیٹھ ۔ ۔ جیسے ہم لوگ کر ۔ ٹ میچ دیکھتے ہوئے آ ۔ ی اور نتیجہ خیز اوور کو دیکھا کرتے ہیں۔ وہ بھی مضطرب سا بیٹھا تھا۔

کہ سامنے ر ۔ میں اس لڑکے نے ا ۔ ۔ مکا اس ر ۔ کو دے مارا۔ جو کہ چو ۔ ۔ ۔ تھا۔ یعنی وہ صرف ا ۔ ر ۔ نہیں ۔ کسر بھی تھا۔ اسکا ا ۔ ازہ اسکو ہو ۔ ۔ ۔ یہ یقیناً بہت ۔ ڑا امتحان تھا۔ خیر لڑائی شروع ہوئی۔ وہ ر ۔ ۔ کسر بنا کوئی وار کئے اسکو وار کی دعوت دیتا رہا۔ اس لڑکے نے اپنا ہر داو کھیلا اس ر ۔ کو وہ ا ۔ ۔ رچھو بھی نہ سکا۔ حتی کہ اب وہ ا ۔ ۔ لگا۔ اور پھر اس ر ۔ نے اسکی الجھی سی آنکھیں دیکھیں تو وہ قہقہ لگا کر ہنس د ۔ ۔ وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔ اور وہ لڑکا ٹ ۔ ھ کر رہ ۔ ۔ ۔ اب شا کے لبوں پ ا ۔ ۔ عجب سی مسکراہٹ تھی۔ وہ جا ۔ تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ اب تکبر کو ٹھیس پہنچی تھی۔ اب فنا ہونے کا وقت تھا۔ اب وہ لڑکا پیچھے ہٹا۔ پھر اگلے ہی لمحے وہ آگے ۔ ڑھا اور ا ۔ ۔ قدم ہوا میں اٹھا ۔ وہ ہوا میں معلق تھا۔ اس نے اوپ سے ا ۔ ۔ مکا بنا ۔ اور اس ر ۔ کے سر میں دے مارا۔ لمحے کے دسویں حصے میں یہ ہوا تھا۔ کسی کو صحیح سے معلوم بھی نہ ہوا کہ آ ۔ ہوا کیا ہے۔

پھر ۔ نے دیکھا۔ بہتا ہوا خون۔!

آنکھوں سے۔ کانوں سے۔ ۔ ک سے۔!

وہ پہاڑ سامنے بے جان مجسمے کی طرح کھڑا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ زمین بوس ہو ۔ ۔ ۔ تھا۔ ادھر سکرین کے پ رشا کے لبوں پ ا ۔ ۔ دلفر ۔ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسکو وہ مل ۔ ۔ ۔ تھا۔ جو اسکو چاہیے تھا۔ ا ۔ ۔ شیطان۔ اسی کی طرح کا شیطان۔! جو طاقت سے نہیں دماغ سے کھیلتا تھا۔ جو تکبر پ سمجھوتہ نہیں کرتا تھا۔ جس کو ہار قبول نہ تھی۔

جس کے سامنے بس دو ہی آپشنز تھے۔۔ ''فتح ۔ موت۔۔''

****

''کیا ۔ لوگ آ چکے ہیں۔؟ ۔ ابھی بھی کسی کا انتظار ہے۔؟'' گاڑی کے ڈرائیور نے کچھ د ۔ بعد پوچھا۔

''میری دو ۔ ۔ رہتی ہے۔'' عینا نے جلدی سے جواب د ۔ ۔

''جلدی بلوالیں اسکو ہمیں د ۔ ہو رہی ہے۔'' ڈرائیور نے خجلت سے کہا۔

''میں دیکھ کر آتی ہوں۔'' عینا اٹھنے لگی۔

''ارے۔ تم رہنے دو۔ میں واشروم میں ہی جا رہی ہوں۔ اسکو ساتھ لیتی آوں گی۔ اور ایکسکیوز بھی کرلوں گی۔'' عیشا ا ۔ ۔ مسکراہٹ سجائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

'' ۔!'' عینا کو اس سے کوئی اچھی امید نہ تھی۔

''ارے۔ آپ جانے دیں اسکو۔ اس نے غلطی کی ہے تو اسکو معافی بھی مانگنی چاہیے۔'' سفیر نے دا ۔ ۔ بھینچ کر عیشا سے کہا تو وہ پ ۔ وں پٹختی وہاں سے نکل گئی۔ عینا کچھ

مضطرب سی تھی۔عیشا واشروم میں آئی تو صفا ابھی تک وہیں تھی۔وہ اب آئینے کے سامنے کھڑی اپنا حجاب درست کر رہی تھی۔اس نے پانی کی مدد سے اپنا کوٹ صاف کر لیا تھا وہ ابھی تک گیلا تھا۔ عیشا آ کر اسکے پاس کھڑی ہوئی۔اس نے اپنے بیگ سے ایک پاسٹک نکالی اور اپنا میک اپ ٹھیک کرنے لگی۔صفا نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے اپنا حجاب درست کرنے لگی۔عیشا نے پاسٹک بیگ میں رکھی۔وہ وہاں سے پلٹنے لگی کہ صفا کے گیلے کوٹ پر گئی۔وہ مڑی۔صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''آئی ایم سوری صفا۔میری وجہ سے تمہیں اتنی مشکل ہوئی۔''

''اٹس اوکے۔تم نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا'' وہ مسکرا دی۔

'' یہ کوٹ بھی تو گیلا ہے۔تمہیں سردی لگ جائے گی۔''اس نے ایک اسکے کوٹ کو دیکھا۔صفا نے بھی سر جھکا کر اپنا گیلا کوٹ دیکھا۔پھر اسکو وہ رات یاد آئی کہ وہ اس رات واشروم میں ضائع کی وجہ سے کتنی بیمار ہو گئی تھی۔صفا کا چہرہ اتر سا گیا۔''اوہ نو۔آئی ایم بیمار ہو گئی تو۔؟ابھی تو بچوں کی وجہ سے پریشان ہیں۔اور ایسے میں آئی میں بھی۔نہیں نہیں۔'' وہ دل ہی دل میں خود سے ہم کلام تھی۔

''کیوں نہ تم اسکو ڈرائے کر لو۔''عیشا نے مسکرا کر پیشکش کی۔

''ہاں۔؟ کہاں سے ڈرائیر۔؟''اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ باتھ روم میں ہے۔تم نے دیکھا نہیں۔؟ وہاں ماونٹڈ ہے۔ایک ہیر ڈرائیر۔تم اسی سے ڈرائے کر لو۔جلدی سوکھ جائے گا۔''اس نے باتھ روم کی جانب اشارہ کیا۔

'' اس طرح تو لیٹ ہو جائے گا۔وہ لوگ پہلے ہی انتظار کر رہے ہیں۔''

''ارے۔میں ڈرائیور کو رکنے کا کہہ دیتی ہوں۔تم جاو۔ورنہ بیمار پڑ جاو گی۔اور میں نہیں چاہتی کہ تم میری وجہ سے بیمار ہو جاو۔ورنہ کہیں گے کہ انڈین لڑکی نے پاکستانی لڑکی سے کوئی دشمنی نکالی ہے۔''اس نے ڈرامائی انداز میں کہا تو صفا ہنس دی۔''تم فکر مت کرو۔تم پر کوئی الزام نہیں لگانے والا۔'' وہ کہتی ہوئی دور باتھ روم میں چلی گئی۔وہاں دیوار میں ہی ہیر ڈرائیر ماونٹڈ تھا

''شکریہ۔!''صفا نے وہیں سے بلند آواز میں عیشا کا شکریہ ادا کیا۔

''تھینک می لیٹر۔'' کہتے عیشا اسکے دروازے کے پاس آئی۔اور ایک شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے دروازے کو باہر سے لاک لگا دیا۔انہ رہیر ڈرائیر آن تھا۔ اسکی آواز میں صفا کو احساس ہی نہ ہوا کہ دروازہ باہر سے لاک ہو چکا ہے۔ ''ہونہہ۔بڑی آئی۔۔''عیشا نے سر جھٹکا اور وہاں سے نکل گئی۔وہ گاڑی میں پہنچی تو باقی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

''عیشا۔!صفا کہاں ہے۔؟''سفیر نے فورا پوچھا۔

''وہ کہہ رہی ہے کہ اسکی طبیعت خراب ہے تو وہ نہیں جا پائے گی۔آپ لوگ چلیں۔''اس نے مڑ کر ڈرائیور کو بھی کہہ دیا۔

''کیا مطلب طبیعت ٹھیک نہیں۔ابھی تو وہ ٹھیک تھی۔میں دیکھ کر آتی ہوں۔''عینا فورا اٹھنے لگی۔

''اہم ایسے ہی باری باری چکر لگاتے رہے تو ایگزیبیشن میں کل پہنچیں گے۔''ایک لڑکے نے اب خجلت سے کہا۔

''اٹس اوکے۔وہ ٹھیک ہے۔بس وہ جانا نہیں چاہتی۔''عیشا نے یہ کہتے ہوئے عینا کو تسلی دی تو ڈرائیور نے سر جھٹک کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔

عینا مسلسل بے چین ہو رہی تھی۔کچھ دیر بعد صفا کا فون بجنے لگا تو عینا نے مڑ کر ادھر ادھر دیکھا۔پھر اسکی نظر صفا کے بیگ پر گئی۔

''اوہ نو۔۔!اسکا بیگ بھی یہیں رہ گیا۔''عینا مضطرب سی ہوئی تو سفیر نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا ٹھیک ہے۔؟''وہ پچھلی سیٹ سے ہی بولا تو عینا نے مڑ کر دیکھا۔

''ہاں۔وہ صفا کا موبائل ادھر رہ گیا۔''عینا نے پریشانی سے اسکے بیگ سے موبائل نکالا۔

''لیکن اب تو ہم دور نکل آئے ہیں۔''سفیر نے گاڑی کے شیشے سے باہر جھانکا۔

''یونیورسٹی . ۔ واپس جا گے۔''عینا نے مڑکر سفیر سے پوچھا۔

''' ۔ ہوئے ہی ہمیں تین بج گئے ہیں۔۔اب رات تو ہو ہی جائے گی۔''اس نے گھڑی پ وقت دیکھتے کندھے اچکا دیے۔وہاں زیدہ ۔ اسٹوڈنٹس ہاسٹل میں مقیم تھے اس لئے کسی کو وقت کی فکر نہ تھی کہ کہیں دینہ ہو جائے۔جن میں سے عینا اور سفیر بھی تھے۔ قی جو لوگ اپنے گھروں سے آتے تھے انھوں نے اطلاع کر دی تھی۔اس لئے . لوگ بے فکری سے اپنے سفر کو انجوائے کر رہے تھے۔عینا نے . ۔ موبائل نکالا کال ٹ گئی تھی۔اس نے دو . رہ موبائل بیگ میں ہی رکھ دیا۔وہ اب بے چین سی وٹ و سے . ہر دیکھنے لگی۔آج دھوپ نکلی تھی اب پھر سے دھند چھانے لگی تھی اور سردی . ڑھنے لگی تھی۔صفا نے کوٹ خشک کیا اور ڈرائیر واپس اسکے ہینگر میں رکھا۔اس نے دروازہ ا رسے انلاک کیا۔ وہ نہ کھل سکا۔صفا نے ا . رپھر سے لاک کو اچھے سے دیکھا ا رسے دروازہ کھلا ہوا تھا۔اس نے زور سے ڈور ب کھینچی کہ کہیں دروزہ جام نہ ہو ہو۔ دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

''یا اللہ یہ دروازہ کیوں نہیں کھل رہا۔''اسکے چہرے پ اب پ یشانی سی امڈ آئی۔''پلیز۔۔اللہ جی۔!''اس نے دل ہی دل میں اللہ کی سما . ۔ کی دروازہ نہ کھل سکا صفا ا قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوئی۔وہ اب انتظار کرنے لگی کہ کوئی واش روم میں آئے۔کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دے تو وہ مدد کے لئے بلائے کسی کو۔وہ وہیں کھڑی رہی۔ ٹھنڈ ڑھ رہی تھی۔اس نے اپنے دونوں . زو اپنے د پٹے اور انتظار کرنے لگی۔اس نے پوری کوشش کی خود کو کمپوز کرنے کی۔''اٹس اوکے۔اٹس اوکے۔ . ٹھیک ہے۔ تھوڑی د میں کوئی آجائے گا۔''اس نے خود کو ہی تسلی دی۔وہ آج اپنی سیو ویئر خود تھی۔

ا . اہیم اس وقت اس آرٹ گیلری کے . ہر اپنی گاڑی کے بون ٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا جہاں ایگزیبیشن ہو تھی۔وہ مضطرب سا اپنی گھڑی پ وقت دیکھ رہا تھا کیو اب ۔ بس کو پہنچ جا چاہیے تھا۔پھر اس نے فون نکالا اور ا . رپھر سے وہی نمبر ری ڈائل کیا جس پ کچھ د پہلے کال کی گئی تھی۔رَ جاتی رہی کسی نے کال نہ اٹھائی۔

''واٹ دا ہیل۔!''اس نے فون کان سے ہٹا کر سامنے کیا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس فون میں گھس کر وہاں سے صفا کو کھینچ نکالے۔''تم اتنی لاپ واہ کیسے ہو سکتی ہو۔؟''اس نے بند فون سکرین کو گھورا۔''ا . رآجاو تم۔اچھے سے بتاوں گا لاپ واہی کسے کہتے ہیں۔میری زرا سی نمی کا جائ فاہ اٹھا شروع کر دیہے تم نے۔''اس نے جبڑے بھینچے اور موبائل دو . رہ کوٹ کی . . . میں تقریبا پھینکا تھا۔

مرجان کے اسٹڈی ٹیبل پ ا گلاس میں پانی تھا۔جس میں مختلف رَ گھلے ہوئے تھے۔سامنے اسکی واٹ کلر ڈ بکھری سی پڑی تھی۔اسی ٹیبل پ ا ڈائری پڑی تھی۔جس کا ہر صفحہ رنگا جا چکا تھا۔اور ہر صفحے پ ا کہانی تھی۔ہر وہ ڈیل جو ا . اہیم نے رحمان کرداوی سے چھپ کر کی۔ہر وہ منصوبہ جس سے رحمان کرداوی کے منصوبوں پ پانی پھیرا جا تھا۔ہر وہ لائحہ عمل جس کے تحت وہ اس ر ۔ میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا۔ہر چیز وہاں درج تھی۔حوریہ وہیں ڈ پ ہی سر ہاتھوں میں ئے بیٹھی تھی۔ا . اہیم نے وہ ڈائری یوں ہی رکھ دی تھی۔کیو اس کو اپنے گھر کی ز دیں مضبوط آتی تھیں۔اسکو لگتا تھا کہ وہ گھر اسکا ہے۔وہ ا ر ۔ پ بعد میں حکومت کرے گا پہلے وہ اس گھر کا حکمران تھا۔اس گھر میں اسکے خلاف کوئی بغاوت جنم نہیں لے سکتی۔یہی سوچ کر اس نے کبھی اپنے گھر میں اپنی چیزوں کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

آج اسکا یہ فیصلہ غلط ۔ ہوا تھا۔کیو وہ جس کے خلاف مہم جوئی کر رہا تھا وہ اسکی بیوی کا . پ تھا۔ا عورت اپنے شوہر کی وفادار ہوتی ہے۔ . پ۔!

ا ا . پ اپنی بیٹی کو محبت دے۔اسکی خاطر د سے لڑ جائے۔وہ اسکی حفاظت کرے اور اسکے مان قائم رکھے تو وہ بیٹی بھی اپنے . پ پ اپنی جان لٹاد کرتی ہے۔رحمان کرداوی اور حوریہ کا رشتہ بھی ایسا ہی تھا۔وہ شخص بھلے د کا مجرم تھا وہ اپنی بیٹی کا ہیرو تھا۔اپنی بیوی کی موت کے بعد رحمان کرداوی چاہتے تو بے شک دو اور شادیاں کر تے تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹی کو ترجیح دی۔انھوں نے اپنی بیٹی کی مینٹل ہیلتھ اور اسکے کمفرٹ کو ترجیح دی۔کیو وہ نہیں جا تھے کہ آنے والی عورت کا ا بیٹی کے ساتھ کیسا رویہ ہوگا۔اس لئے انھوں نے اپنی بیوی کے بعد اپنی ساری زن گی اور اپنی محبتیں حوریہ کے نم کر دی تھیں۔حوریہ اس معاملے میں خوش قسمت ۔ ہوئی تھی۔کچھ لوگ ہوتے ہیں خوش قسمت۔جن کے حصے میں ڈھیر ساری محبتیں اور چاہتیں آتی ہیں۔وہ لوگ اپنوں کی محبت سے اس قدر سرشار ہوتے ہیں کہ ا د حسین لگتی ہے۔حوریہ کو پہلے . پ جس نے اسکو شہزادی بنا کر رکھا۔پھر حسن نے ا بھائی کی کمی کو پورا کیا۔اس نے حوریہ کو وہ مان دیا تھا جو کوئی سگا بھائی بھی نہ دے سکے۔وہ اسکا بھائی تھا۔اسکے علاوہ شہرین اور ش نے بھی حوریہ کو بیٹی بنا کر رکھا تھا۔ حوریہ دو سال کی تھی . اسکی ماں کا انتقال ہو تھا۔ ۔ سے شہرین نے اسکی ماں کی حیثیت سے اسکی ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھا تھا۔

اور پھر اسکا شوہر۔اسے پا کر حوریہ کو لگا تھا کہ محبت کی دیوی اس پہ حد درجہ مہربان ہوگئی ہے۔ابراہیم کی بے لوث محبت اور چاہت نے اس کی زندگی کو مکمل کر دیا تھا۔اب حوریہ کو اور کچھ نہیں چاہیے تھا حوریہ کی نرم مزاجی،اسکی پہ اعتماد اور مضبوط شخصیت انہیں محبتوں کی دین تھی۔ آج۔آج اسکے سامنے ایسی حقیقت سامنے آ گئی تھی کہ اسکو ساتوں آسمان اپنے سر پہ گھومتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔اب ایک لکیر تھی۔جس کے ایک جانب اسکا باپ کھڑا تھا۔وہ باپ جس نے اپنی بیٹی کو ہر شے پہ ترجیح دی۔جس نے حوریہ کو شہزادی بنا کر پالا۔جس نے اسکی کسی خواہش کو بھی رد نہ کیا تھا۔

اور دوسری جانب آج اسکا شوہر آ کھڑا ہوا تھا۔وہ بس اسکا شوہر نہیں تھا وہ اسکا محبوب تھا۔جس سے وہ بے لوث محبت کرتی تھی۔جس کی آنکھوں میں اسکو اپنی پوری دنیا آتی تھی۔وہ حوریہ رحمان کی پوری دنیا تھا۔وہ اسکا ہمسفر اسکا ساتھی تھا۔جس کے ساتھ اسکی زندگی کا ہر پل حسین تھا۔ آج۔حوریہ کو اپنا آپ کسی دلدل میں دھنستا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں چن سکتی تھی۔اسکو وہ دونوں چاہیئں تھے۔اس دونوں سے ہی وہ حوریہ رحمان تھی۔وہ ان دونوں سے ہی مکمل تھی۔اگر ایک شخص کو بھی وہ دھوکہ دیتی تو وہ ختم ہو جاتی۔ آج اسکے سامنے زندگی نے بہت بھیانک روپ دھارا تھا۔آج اسکو چننا تھا۔کسی ایک کو۔

''ماما۔!''مرجان نے پکارا تو اس نے سر اوپر اٹھایا۔

''مرجان۔!آ گئے تم لوگ۔''وہ تھکی سی بولی۔وہ دونوں اسکے پاس چلے آئے۔

''ماما۔!''قوت نے اسکا ماتھا چھوا''آپکی طبیعت ٹھیک ہے۔؟''اس نے حوریہ کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر پوچھا تھا۔

''جی بیٹا۔!میں ٹھیک ہوں۔''حوریہ نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور ڈائی وہاں سے اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔

''آپ دونوں فریش ہو جائیں۔میں کھانا لگواتی ہوں۔''اس نے ان دونوں کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرا۔اور وہاں سے نکل گئی۔پیچھے مرجان اور قوت ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔انھوں نے اپنا اسٹڈی ڈیسک دیکھا جو کہ بکھرا سا پڑا تھا۔پھر وہ سر جھٹک کر فریش ہونے چلے گئے حوریہ واپس لاونج میں آئی تو زہرہ سیڑھیوں سے دینا کو اٹھائے چلی آ رہی تھی۔

''اٹھ گئی یہ۔؟''حوریہ نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔

''جی۔!''زہرہ آئی اور دینا کو حوریہ کے حوالے کیا۔

''تم کھانا لگا دو۔قوت اور مرجان کو بھوک لگی ہے۔''اس نے دینا کو سنبھالتے ہوئے زہرہ سے کہا تو وہ سر ہلاتی کچن میں چلی گئی۔حوریہ نڈھال سی وہیں بیٹھ گئی۔

****

اس دن فون حوریہ کے پاس رکھا تھا۔اس نے اچنبھے سے سکرین کی جانب دیکھا تو لاک اوپن ہی تھا۔اور سامنے میسجز کھلے ہوئے تھے۔

''یہ ابراہیم اتنی پریشانی میں کہاں گئے ہیں۔؟''اس نے الجھ کر ایس ایم ایس گیلری اوپن کی۔ پھر اگلے ہی لمحے اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔کیونکہ وہ جس سے بات کر رہا تھا وہ نمبر حسن کا تھا۔''یا اللہ۔یہ دونوں آپس میں کر کیا رہے ہیں۔''حوریہ نے پریشانی سے اپنے باپ کو کال کی۔

''جی بیٹا خیریت ہے۔؟''حسن کرداوی ایلیفٹ میں کھڑے تھے۔وہ کہیں اجلت میں جا رہے تھے۔

''ابا۔وہ ابراہیم۔اور حسن۔!''حوریہ نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بتایا۔

''کیا ہوا ان دونوں کو۔؟بیٹا میں تھوڑا بزی ہوں۔ہم بعد میں بات کریں۔؟''انھوں نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔

''لیکن ابا۔یہ بہت امپورٹنٹ ہے۔اس سے حسن کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔''اس نے ہڑبڑی میں بتایا تو رحمان کرداوی چونکے۔''کیا مطلب۔؟حسن اور ابراہیم کا کیا تعلق ہے۔؟''انھوں نے کچھ الجھ کر پوچھا۔

''ابا۔حسن کا میسج دیکھا میں نے۔وہ کہہ رہا ہے وہ کوئی انتقام لینے جا رہا ہے۔وہ صحرائے سینا میں کسی ہوٹیل میں ہے۔پلیز ابا۔کچھ کریں۔وہاں مدد بھیجیں۔اگر حسن یا ابراہیم کو کچھ ہوا تو۔''کہتے ہی حوریہ کی ہچکی بندھ گئی۔لفٹ کا دروازہ کھلا۔رحمان کرداوی سپاٹ سے تاثرات لئے لفٹ سے نکلے۔

''اچھا اچھا۔تم پریشان مت ہو۔میں دیکھتا ہوں۔''انھوں نے کہتے فون بند کر دیا۔

سامنے سے ایک آدمی چلتا ہوا آیا۔اس نے اپنا اوورکوٹ سے خود کو ڈھانپ رکھا تھا۔اتنی گرمی میں اوورکوٹ۔؟ رحمان کرداوی چونکا۔وہ چلتا ہوا اس کے پاس سے گزرا۔

''وہ آج سین سے ملے گا۔'' وہ آدمی سرگوشی کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔جبکہ رحمان کرداوی کے چہرے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے فون کال ملائی۔

''انسپیکٹر۔ابھی اسی وقت اپنے ساتھ کچھ آدمی لے کر تاج محل کلب شرمانا پہنچو۔''انھوں نے اپنا جملے میں حکم دیا اور وہاں سے چلے گئے۔اب انکا اپنا میٹنگ تھی۔

****

شاہ اس وقت اپنے کلب سے نکل رہا تھا کہ مغیث ہاتھ میں فون لئے اسکے پاس آیا۔

''شاہ۔!''اس نے پیچھے سے پکارا تو وہ جو اپنی گاڑی کی جانب جا رہا تھا رک گیا۔''شاہ۔یہ بات کریں۔''اس نے فون سامنے کیا۔

''سپیکر۔!''اس نے لفظی حکم دیا تو مغیث نے فون اسپیکر پہ ڈال دیا۔''ہاں۔بولو۔کیا خبر ہے۔؟''اس نے پوچھا تو سپاٹ چہرے کے ساتھ تھا۔ اس وقت اسکے دل کی کیا کیفیت تھی یہ بس وہی جانتا تھا۔آج اسکے سامنے ایسی حقیقت آنے جا رہی تھی جس کے بعد اسکی پوری سے زندگی میں طلاطم پیدا ہونے جا رہا تھا۔

''شاہ۔!ابراہیم اورزاویار کی دشمنی ہے۔''سامنے سے ایک آدمی بولا۔

''ہمم۔بولتے رہو۔''اس نے اپنا پورے سے اپنے دل کو اپنے دماغ سے قابو کیا۔

''زاویار نے ابراہیم کی بہن کا ریپ کیا۔اور اس لڑکی نے خودکشی کر لی۔''الفاظ گونجے تو شاہ نے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں۔اسکی رگیں ابھرنے لگیں۔اس وقت اگر زاویار اسکے سامنے ہوتا تو وہ یقیناً اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔وہ ایسا ہی تھا۔جنونی سا۔کسی کے لئے بھی وہ جنونی بن جایا کرتا تھا۔بس اسکو خون دیکھنا ہوتا تھا۔

''ہمم۔آگے۔!''اس نے آنکھیں بند کر کے پوچھا۔

''اور وہ لڑکی۔وہ ابراہیم کے نکاح میں ہے۔ونی کے نکاح میں۔''اب کی بار الفاظ گونجے تو شاہ نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں۔ان آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔اتنا کچھ کہ سامنے کھڑے مغیث کو بس ان آنکھوں میں قیامت آئی تھی۔جو وہ برپا کرنے والا تھا۔

''کیا یہی حقیقت ہے۔؟''اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ایک بار کنفرم کیا۔

''جی شاہ۔اور ابراہیم کا کہنا ہے کہ وہ زاویار کو یہاں لا کر زندہ گاڑے گا۔اور ممکن ہے کہ وہ اسکے بعد اس لڑکی کو طلاق دے دے۔''یہ وہ الفاظ تھے جنھوں نے شاہ کی روح میں سکون اتار دیا تھا۔اور یہ سکون اسکی آنکھوں میں بھی دیکھا جا سکتا تھا۔''شاہ۔اور کوئی حکم۔!''وہ آدمی فون کے اس پار اگلے حکم کے انتظار میں تھا۔

''بس۔کافی ہے۔اب واپس آجاو۔'' کہتے اس نے اپنی آنکھوں پہ چشمہ لگایا۔کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بھی اسکی آنکھوں کو پڑھ سکے۔پھر وہ آگے آگے چل دیا۔ مغیث نے فون بند کیا اور اسکے پیچھے ہو لیا۔''کل رات۔کل رات۔میچ ہوگا۔''شاہ کہتے گاڑی میں بیٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔جبکہ پیچھے مغیث نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''جانے کب اس عشق کی جان چھوٹے گی۔''وہ شاہ کی گاڑی کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ وہ گاڑی اب دور نکل چکی تھی۔

یونیورسٹی کی بس اس آرٹ گیلری کے باہر پہنچی تو ابراہیم مضطرب سا جا کر اسکے پاس کھڑا ہو گیا۔اب اسٹوڈنٹس باری باری وہاں سے نکل رہے تھے۔وہ بس کے دروازے کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ایک ایک کر کے سارے اسٹوڈنٹس نکل گئے۔حتی کہ عینا بھی۔ صفا اس گاڑی سے نہیں نکلی۔اب ابراہیم کا حلق خشک ہوا تھا۔اسکی آنکھوں میں بے چینی تھی۔وہ کہاں رہ گئی تھی۔؟ وہ گاڑی سے کیوں نہیں نکلی۔؟ وہ تو اسکے سامنے جا کر بس میں سوار ہوئی تھی۔پھر۔؟ ہزاروں سوالوں نے ابراہیم کے دماغ کا گھیراو کر لیا۔اسی دوران ایک اور پروفیسر باہر نکلا۔

''پروفیسر ضیاء۔!''ابراہیم نے اسے پکارا۔

''جی۔پروفیسر گورسی۔''وہ اپنا موبائل سنبھالتے فورا متوجہ ہوئے۔

''کیا کوئی اسٹوڈ ٹ ۔۔'' وہ سوال نہیں پوچھ سکا تھا۔اسکو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کیا پوچھے۔

''جی مسٹر گورسی۔ا یہ اسٹوڈ ٹ کی اچا ک سے طبیعت اب ہوگئی تو وہ کیمپس میں ہی رک گئی ہیں۔'' انھوں نے فورا۔ اہیم کو بتایا تو چہرے پہ جہاں الجھن تھی وہاں اب خوف اور پریشانی در آئی تھی۔

''کیا مطلب طبیعت اب۔۔؟'' اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔پہلے ا کپڑوں پہ کافی گئی۔پھر وہ واپس کیمپس میں چلی گئیں۔اور کچھ دیر بعد ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔ہوسکتا ہے کوئی مسئلہ ہوَا ہے۔'' انھوں نے رمل سے ا از میں جواب دیا اور وہاں سے نکل گئے۔''ا۔ اہیم نے لرزتے ہاتھوں سے صفا کا نمبر ملایا۔عینا جو کہ گیلری کے مین گیٹ پہ ہی تھی اسکے ہاتھ میں صفا کا بیگ تھا۔ اسکا موبائل پھر سے بجنے لگا تھا۔اب کی بار عینا نے فون نکال کر دیکھا۔

''SAVIOUR'' اس نے م سے ا نمبر سیو تھا جس سے کال آرہی تھی۔''SAVIOUR''؟ عینا نے اچنبھے سے سکرین کو دیکھا۔پھر اس نے آ کار فون اٹھا لیا۔''ہیلو۔!'' اسکی آواز گو تو ادھر کھڑا۔ اہیم سا ئی ہوَا۔وہ دور سے دیکھ سکتا تھا کہ عینا ا فون کان کو لگائے کھڑی ہے۔

''صفا۔!'' اس نے پھر بھی پوچھا کہ کہیں وہم نہ ہو۔

''وہ۔تو کیمپس میں ہے۔اسکا بیگ میرے پاس رہ ا۔میں اسکی دو ئی ہوں اور ہم ہر آئے ہیں۔کیا آپ اسکے ن ہیں۔؟'' اس نے سوال کر لازمی سمجھا۔

''ہمم۔'' ا۔ اہیم نے مختصر جواب دیا۔

''وہ اسکو آج آنے میں شاید دیر ہو جائے پلیز۔آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا ا۔ اہیم اسکی پوری بات سنے بغیر ہی فون کاٹ چکا تھا۔اب اگلا نمبر اس نے قادر کا ملایا تھا۔

''ہیلو۔!'' اس نے فورا ہی فون اٹھا لیا تھا۔

''کہاں ہو تم۔؟'' ا۔ اہیم نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''میں تو ہر آیا ہوا ہوں۔'' قادر نے رمل سے ا از میں جواب دیا تو ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔

''کیا تم یہاں سیر سپاٹوں کے لئے آئے ہو۔؟ تمہیں کس ڈیوٹی پہ لگایا تھا۔'' وہ اچا ک دھاڑا تھا۔

''ر۔سوری۔وہ تم نے ہی کہا تھا کہ تم لوگ ایگزیبیشن جاو گے۔وہ تمہارے ساتھ ہوگی اس لئے میں کچھ کام کے لئے۔۔''

''اس لئے تم اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر ہر گھومنے نکل آئے۔؟'' وہ اسکی بات پوری سنے بنا ا۔ رپھر سے جا۔

''کک۔کیا ہوا ہے۔؟ کیا ٹھیک ہے؟'' اب قادر پریشان ہوَا تھا۔

''وہ وہاں رہ گئی ہے۔اسکی طبیعت اب ہے۔اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ ٹھیک ہے؟ یو بلڈی ارسپونسیبل پیپ ۔!'' وہ دو رہ دھاڑا۔اس بات کی پرواہ کئے بنا کہ اسکی او آواز نے وہاں کھڑے کتنے ہی لوگوں کو متوجہ کر دیا تھا۔

''م۔میں ابھی واپس جا ہوں۔'' قادر نے کچھ کہنا چاہا ا۔ اہیم نے فون بند کر کے گاڑی کے ادھ کھلے شیشے سے ا رپھینکا۔وہ اب اپنے بالوں میں ا یاں دھنسائے کھڑا تھا۔وہ کوئی عام سا کالج یونیورسٹی نہیں تھی جس میں وہ اسکو کسی گارڈ کے زیعے ڈھونڈ تا۔قاہرہ یونیورسٹی تھیباتی یونیورسٹیوں میں ڈیپارٹمنٹس ہوتے ہیں۔اس میں ڈیپارٹمنٹس کے م پورے پورے کالجز تھے۔وہ ا بہت بڑی اور وسیع یونیورسٹی تھی۔ا۔ اہیم کا سر چکرا رہا۔اگلے ہی لمحے وہ گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی واپس موڑ دی۔

وہ وہاں قریبا آدھے گھنٹے سے کھڑی تھی۔ وہاں کوئی بھی نہ آیا۔اب صفا کو پنڈلیاں فریز ہوتی ہوئی محسوس ہو ۔سردی سے اسکا پورا وجود پ رہا تھا اس نے اب ہمت بنائے رکھی تھی جو اس میں تھی بھی نہیں۔ اب اسکی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی۔اب اس نے سرد ہاتھوں سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔

''کک۔کوئی ہے۔ ؟ہیلپ۔!'' اسکی ٹ سی آواز آئی۔اسکی آنکھوں میں سے آ رواں ہو گئے۔

وہاں کوئی نہ آ ۔ ''پلیز۔کوئی ہے۔؟ہیلپ ۔۔!''اس نے قدرے او آواز میں چاہا سردی اور رونے کی وجہ سے آواز نکل ہی نہ پ ئی۔صفا نے اپنے سرد ہاتھوں سے ہی اپنا چہرہ ر ڑ ا۔اس نے اپنی ہچکیاں روکیں۔اور ا رپھر سے دروازہ بجا ۔''ہیلپ ۔۔!''وہ ئی۔ کیمپس میں موجود لوگوں کا شور اتنا تھا کہ اسکی آواز بھیڑ میں ہی کہیں دم توڑ گئی۔''اللہ۔!پلیز۔کسی کو بھیج دیں۔!''اس نے آسمان کی جا دیکھا۔اسکے آ اب مسلسل رواں تھے۔

''سج ۔سج ۔سجل ۔!''اس نے بے خیال میں اسی کو پکارا۔ وہ جو دور جا چکی تھی۔وہ جو اس کو اس بھیڑ میں تنہا چھوڑ گئی تھی۔''سجل ۔!''اسکا خیال آتے ہی وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔سردی۔بند دروازہ۔خوف ۔۔و ۔اور اب غم بھی وہاں شامل ہو چکا تھا۔''عی ۔عینا ۔!''اس نے ہچکیوں کے ۔ اسکو پکارا۔ اگلے ہی لمحے ا اٹل حقیقت اسکے دماغ سے ٹکرائی کہ عینا تو جا چکی ہے۔وہ وہاں اکیلی ہے۔

'ا اہیم ۔۔!''اسکے دل نے ا چیخ ماری تھی۔ اسکا حلق رونے کی وجہ سے بولنے سے قاصر تھا۔صفا نے پھر سے خود کو سنبھالا۔ پھر۔اس نے دیکھا کہ اسکے پیروں کے پ س کچھ ہے۔اس نے یں جھا کر جا ہ لیا تو وہ ا کا کروچ تھا۔اور بس۔اب صفا کی ہمت جواب دے گئی وہ ا کا کروچ تھا۔جس کو دیکھ کر صفا کی چیخیں آسمان میں بلند ہو جا کرتی تھیں۔ آج وہ چیخی نہیں۔وہ چیخ ہی نہ پ ئی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر چھلا لگا کر کموڈ کے او پر کھڑی ہو گئی۔اب فرش پ دو تین اور کا کروچ نکل آئے تھے۔صفا نے اپنے ں کے د زور زور سے لپیٹ لئے۔اور آنکھیں بند کر لیں۔اسکو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کیڑے اسکے جسم پ رینگ رہے ہیں۔یہ خوف ہوتا ہی ایسا ہے۔وہ چیزیں محسوس کرواتا ہے جن کا حقیقت سے کوئی ن دینا نہ ہو۔

''امی ۔۔!''اب صفا کو وہ ہستی یاد آئی تھی جو اس میں اسکے ساتھ نہ ہو کر بھی اسکے ساتھ ہی تھی۔''امی ۔!پلیز۔مجھے یہاں سے نکالیں۔امی ۔!''وہ آنکھیں بند کئے ٹھٹھرتی ہوئی اپنی ماں کو پکار رہی تھی۔اب وہ دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹا رہی تھی کیو اسکے لئے اسکو زمین پ ا ٹ پڑ اور زمین پ اسکے جانی دشمن منڈلا رہے تھے۔

ا اہیم کی گاڑی یونیورسٹی کی اینٹرینس پ آ کر رکی۔اس نے مو ئل اٹھا اور تقریبا بھا تا ہوا ا ر داخل ہوا۔ سے پہلے وہ کلاس روم میں داخل ہوا۔ وہ روم خالی تھا۔ اسٹوڈنٹس تو ئش کے لئے جا چکے تھے۔

''شٹ ۔۔!''اس نے زور سے دروازے کو لات دے ماری۔اب اسکا رخ کیفے ٹیر ی کی جا تھا۔اس نے سارا کیفے ٹیر ی چھان مارا۔ وہاں صفا کا م و ن نہ تھا۔اسکے بعد اس نے لائبریری کا رخ کیا۔ وہاں بھی وہ نہ تھی۔وہ اس وسیع و عریض یونیورسٹی میں اس چھوٹی سی لڑکی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پ گل ہو ی تھا۔صفا کو لگا تھا کہ وہ اس یونیورسٹی میں گم ہو جائے گی اور آج وہ واقعی گم ہو گئی تھی۔

''مجھے تمہیں یہاں لا ہی نہیں چاہیے تھا۔''وہ بولوں میں ا یں دھنسائے۔لائبریری کی سیڑھیوں پ ریلنگ پ ہاتھ رکھے کھڑا اس وقت کو کوس رہا تھا۔ وہ صفا کو یہاں لے کر آ تھا۔

اسکی رو رو کر اب ہچکی بندھ چکی تھی۔ اس نے خود کو ابھی تھامے رکھا تھا۔اس نے خود کو مظبوطی سے تھاما ہوا تھا۔وہ اس وقت کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔ آ ۔ یہ سوال تھا جسکا کوئی جواب نہ تھا۔کچھ د بعد واشروم کا دروازہ کھلا۔وہاں اب ا خاتون داخل ہو ۔ا فربہ خاتون۔جنکے ا ہاتھ میں ا لٹی تھی اور دوسرے میں ا موپ کلینر تھا۔وہ صفائی کرنے وہاں آئی تھیں۔

''افففف ۔ابھی تو صفائی کر کے گئی تھی۔یہ لڑکیاں جانے اتنا گند کیوں مچاتی ہیں۔''وہ ب ڑ اتی ہوئی اپنا کام کرنے لگیں کہ ا تھروم سے کسی کی مدھم مدھم سی سسکیوں کی آواز آئی۔''ہائے۔''انھوں نے ا ہاتھ اپنی کمر پ رکھا اور سیدھی ہو کر کھڑی ہو ۔''لگتا ہے پھر سے کسی دوشیزہ کا دل ٹوٹ کیا۔کس نے کہا تھا یہاں پ دیس میں آ کر دل لگانے کو۔''وہ کچھ د ت سف سے اس بند دروازے کو گھورتی رہیں جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔اور پھر سے سر جھٹک کر کام کرنے لگیں۔وہ پوچھا لگاتے لگاتے صفا کے دروازے کے قر ہو تو صفا کو ہر کسی کے ہونے کا احساس ہوا۔

''کک ۔کوئی ہے۔؟''اس نے پ تے ہوئے پکارا۔

''من ھناک ۔؟''(کون ہے وہاں؟)اس عورت نے عربی میں ہی پوچھا۔

صفا نے کسی خاتون کی آواز سنی تو اسکی جان میں جان آ گئی۔اسکی ہمت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ا سہارا مل ی تھا۔اس نے جلدی سے آ صفا کئے۔

'' ۔پلیز۔دروازہ کھول دیں۔''

''ماذاتقصد؟(کیا مطلب ہے تمہارا؟)''وہ عورت اسکی کوئی بات نہیں سمجھ پا رہی تھی۔صفا کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔وہ اب کیا کرے۔

''کیا آپکو انگلش کی سمجھ نہیں آتی۔؟''اس نے بے چارگی سے انگلش میں پوچھا۔

''اہ لا افھمک۔(مجھے تمہاری کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی۔)''وہ عورت اب خود بھی مضطرب تھی۔

''پلیز۔ہر سے ہی کسی کو بلا دیں۔''صفا اب ہچکیوں میں رو دی۔

''یا نبتہ۔۔!''اے بیٹی۔!''وہ جھنجلا کر رہ گئیں۔پھر انھوں نے اپنے ہاتھ میں پڑا وہ موپ پھینکا۔اور اپنی۔۔۔سے ایک چھوٹا سا موبائل نکالا۔''السلام علیکم۔!یہاں باتھروم میں ایک لڑکی ہے۔مجھے اسکی کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی۔کسی کو بھیجو یہاں۔!''اس خاتون نے کسی سے کہا اور فون بند کر دیا۔

''افففف۔میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ دروازہ کھول دیں۔۔''صفا کا سردی سے برا حال ہو رہا تھا۔وہ نیچے زمین پر دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔کیونکہ وہاں کا کرو تھے کہ اچانک اس عورت کی اس کنڈی پر پڑی جو ہر سے بند تھی۔وہ ایک چھوٹی سی سیفٹی کنڈی تھی جو ہر سے بند ہوتی تھی۔

''یا نبتہ۔۔!یا نبتہ۔۔!''وہ عورت سر جھٹک کر رہ گئی۔وہ اب سمجھ گئی تھی۔

اس نے جلدی سے وہ کنڈی کھولی۔اور صفا کموڈ کے اوپر چڑھی کھڑی تھی۔وہ کانپ رہی تھی۔اسکے ہونٹ بری طرح جامنی ہو رہے تھے۔''افففف۔اہ۔!''اس عورت نے جلدی سے صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو نیچے اتارا۔صفا نے ڈرتے ڈرتے قدم زمین پر رکھے۔اور پھر اگلے ہی لمحے وہ ایک لمبا سا ڈگ بھر کر باہر نکل آئی۔

یہ صفا نے اکیلے ہی لڑی تھی۔اس نے ایک ہی وقت میں اپنے خوف،تکلیف اور غم کا سامنا کیا تھا۔اور وہ سروائیو بھی کر گئی تھی۔اب۔اب وہ ڈھے گئی تھی۔باہر آکر وہ بری طرح سے لڑکھڑائی تو اس عرب خاتون نے اسکو تھام لیا۔انھوں نے اسکو سہارا دیا اور باہر لے کر آئیں۔باہر اس سے بھی زیادہ ٹھنڈ تھی۔آج شاید سردی اپنی حدوں کو چھو رہی تھی۔وہ عورت اسکو کندھا دیئے باہر لے کر آئی۔اکا دکا اسٹوڈنٹس نے اس جانب دیکھا۔کسی نے یہی سمجھا کہ پھر سے کوئی اینیمیا کی مریض لڑکی کمزوری کے شدید سے بے ہوش ہو گئی ہو گی۔

یہی تو ہے بے حسی۔!

وہ اب سارے کیمپس میں مارا مارا پھر رہا تھا۔کہ ایک سیکیورٹی اہلکار اسکے پاس سے تیزی سے گزرا۔ابراہیم ٹھٹکا۔وہ اسکے پیچھے پیچھے چل دیا۔وہ یوں ہی ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتا ہوا اس جانب آیا۔اچانک اسے نے سامنے دیکھا تو وہ وہیں فریز ہو گیا۔ایک خاتون نے صفا کو سہارا دیا ہوا تھا اور وہ چلی آرہی تھیں۔سکیورٹی والا لڑکا بھاگ کر انکے پاس پہنچا۔

''کیا۔میں کسی کو بلواؤں۔؟''اس نے صفائی والی عورت سے پوچھا۔

''اگر کسی خاتون کو بلوا دو۔تو کہ ہم اسکو ہاسپٹل لے جائیں۔مجھے اسکی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی۔''اس نے لڑھکتی ہوئی اور کانپتی ہوئی صفا کو دیکھ کر افسوس سے کہا۔

''میں۔میں میڈیکل ٹیم کو بلواتا ہوں۔''اس لڑکے نے اپنا فون نکالا کہ اسکو ایک شدید دھکا لگا۔اس نے سنبھل کر دیکھا تو پروفیسر گورسی اب وہاں کھڑے تھے۔اس نے جلدی سے صفا کو اس عورت سے لیا۔

''صفا!صفا!بچے ہوش کرو۔''اس نے اسکے گال تھپتپائے۔اسکی آنکھیں مندھی ہوئی تھیں۔اور وہ بس کانپے جا رہی تھی۔''صفا۔۔!''ابراہیم نے ایک بار پھر سے اسکو جھنجوڑا۔

''ابی۔۔ابیب۔''وہ اسکا نام لینے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ہاں۔ہاں۔میں یہیں ہوں۔پلیز آنکھیں کھولو۔''اس نے اسکے مظبوطی سے پکڑا ہوا ہاتھ اسکے دھمائل کیا جبکہ دوسرے سے وہ اسکا سرد چہرہ تھپتپا رہا تھا۔وہ لڑکا اور وہ عورت ہکا بکا سے کھڑے تھے۔اب اردگرد لوگ بھی اس جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ابراہیم نے خود کو اور صفا کو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنتے دیکھا تو اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بنا اپنا کوٹ اتارا اور صفا کے گرد لپیٹ دیا۔پھر وہ اسکو اٹھائے وہاں سے نکلا۔پیچھے لوگ ہکا بکا سے رہ گئے۔اب وہاں کچھ سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں۔آخر پروفیسر گورسی کا

اس لڑکی سے کیا رشتہ تھا جو یوں اسکو اٹھا کر چلے گئے۔

کیو وہاں کسی محرم کو اس طرح چھو بہت ی بت سمجھا جاتا تھا۔ بھلے وہاں مغرب سے بھی اسٹوڈنٹس بھی آتے تھے۔ ایپ وفیسر کے لئے یہ بت۔ یہ سبکو سمجھ نہیں آتا تھا۔ عام طور پ ایسا کوئی کیس ہوتا تو وہاں میڈ ٹیم کو بلوایا جاتا۔ اس یونیورسٹی کے ہی اپتال میں اس شخص کو لے جا کر ٹیٹمنٹ دیا جاتا تھا۔ پ وفیسر گورسی اسکو اپنے کیبن کی جا لے گئے تھے۔

وہ ی طرح پ پر رہی تھی۔ وہ اب راہداری میں قریبا بھاگا آ رہا تھا۔

''ہولڈ آن۔ پلیز۔ ہولڈ آن۔!'' وہ ساتھ ساتھ اسکو ہوش میں رہنے کی بھی گذارش کر رہا تھا۔ وہ اپنے آفس کے سامنے آیا تو اسکے اسسٹنٹ نے جلدی سے آفس کا دروازہ کھولا۔ ''ہیٹر آن کرو۔ ہری اپ۔۔!'' وہ بلند آواز میں یا۔ اسسٹنٹ نے جلدی سے جلدی سے اسکے کمرے میں ایا وال ماونٹڈ فائیر پلیس آن کیا۔ وہ اسکو اٹھائے کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔ ''وہ کرسی یہاں لاو۔'' اس نے اپنی کرسی کی جا اشارہ کیا۔ تو اسسٹنٹ نے مہمان والی کرسی کھینچی۔

''میں اپنی کرسی کی بت کر رہا ہوں اڈ ٹ۔!'' وہ دھاڑا۔ اسسٹنٹ نے جلدی سے ا اہیم کی کرسی کھینچی۔ وہ قیوں کی نسبت زیدہ آرام دہ اور بڑی تھی۔ وہ کرسی لا کر اس فائیر پلیس کے سامنے رکھی گئی۔ اس نے جلدی سے صفا کو اس کرسی پ بٹھایا۔ اور خود اسکے سامنے زمین پ ہی بیٹھ یا۔ اب اسسٹنٹ حیران سا کھڑا تھا۔ ''پنی م کرو۔'' اس نے کہا تو اسسٹنٹ نے جلدی سے اسکی الیکٹرک کیٹل میں ایا گلاس پنی م کر کے دیا۔

''سر۔!'' اس نے پنی کا گلاس ا اہیم کو پکڑایا۔

''جا کر ایپ کافی بناو جلدی سے۔ اور ہاں۔ میٹھا زیدہ ڈال دینا۔'' اس نے ایا صفا کو دیکھا۔ وہ اب کرسی پ ٹ لگائے بے سدھ سی تھی۔ ''یہ لو۔ یہ پنی پیو۔!'' اس نے صفا کے لبوں سے گلاس لگایا۔ اس نے ایا دو گھونٹ پی لیا تو ا اہیم نے ایا سکون کی سانس لی۔ ''تم ٹھیک ہو۔؟'' اب آ کا اس نے گلاس ایا طرف رکھا اور صفا کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسلتے ہوئے پوچھا۔ صفا نے بمشکل آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دیکھا۔ وہ سامنے زمین پ بیٹھا تھا۔ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے ا حرارت پہنچا رہا تھا۔ کبھی وہ اسکے سرد ہاتھوں کو مسلتا تو کبھی منہ سے بھاپ دیتا۔ اسکی نگاہیں مسلسل صفا کے چہرے پ جمی تھیں۔ صفا کے چہرے کا رنگ اب آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگا تھا۔ فائیر پلیس سے آتی حرارت نے اسکو بہت سکون بخشا تھا۔

''آر یو او کے۔؟'' اس نے ایا پھر سے پوچھا۔ صفا نے اپنی آنکھیں پھیر کر دیکھا۔ پھر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ ''تم ٹھیک ہو ن۔؟'' اس نے اب فکر مندی سے وہی سوال تیسری بار دہرایا۔ تو صفا کی آنکھوں میں نمی چمکی۔

''نو۔ نو۔!'' وہ جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ وہ اور سجل ان دونوں کا یہی مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ وہ پہلے شاکڈ ہوا کرتی تھیں۔ پھر ادھر ادھر دیکھتیں۔ اور خود کو سیف فیل کرتیں تو پھر اگلا کام کرتیں تھیں اور وہ اگلا کام تھا دھاڑیں مار مار کر رونا۔ یہ کام اس نے شروع کر دیا تھا۔ اسسٹنٹ جو کہ اس وقت کافی مشین کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا جبکہ ا اہیم بے چارگی سے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

''کک۔ کہاں تھے آپ۔۔؟'' وہ آنسوں کے تھ اب پورے استحقاق سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

''آئی ایم سوری۔ مجھے دیر ہو گئی۔ پلیز۔'' اس نے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھے بمشکل کہا۔

''مم۔ میں ادھر۔ واش۔ واشروم میں تھی۔'' صفا نے ایا ہچکی لی۔ ''اور۔ اور۔ ہر سے دروازہ بند ہو یا۔'' وہ اب ک پونچھتی ہوئی مسلسل ہچکیوں میں رو رو کر اسکو خود پ بیتی داستان سنانے لگی۔

''اچھا اچھا۔ ریلیکس۔ اب ٹھیک ہے ن۔؟''۔ ا اہیم نے اسکے ہاتھ تھامے۔

''نہیں۔ آپ نہیں جانا۔ وہاں۔ وہاں۔'' وہ کہتے کہتے رکی اسکے سامنے وہ لال بیگ ایا پھر سے گھومنے لگے۔ صفا نے بے اختیار پاوں اوپ اٹھائے اور کشن میں اپنا منہ چھپا لیا۔ ا اہیم نے ا وسکیٹر کر اسکو دیکھا۔

''کیا تھا وہاں۔؟'' اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

''وہاں۔وہ۔کا کروچ تھے۔''اس نے ٹن میں سردیئے قریبا کانپتے ہوئے بتایا تو ا۔ اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔جبکہ وہ اسسٹنٹ بھی ہنس دیا۔ا۔ اہیم نے مڑکر اسسٹنٹ کو گھورا۔صفا نے ان دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو وہ ایک بار پھر سے رودی۔

''اچھا اب کیوں رورہی ہو۔؟''اس نے ہڑبڑا کر دیکھا۔

''آپ۔آپ مذاق بنا رہے ہیں۔میں نے اتنی مشکل سے خود کو سنبھالا تھا۔میں نے خود کو تھامے رکھا۔آپ جا ہیں۔میں اکیلی تھی۔میں نے پھر بھی خود کو مظبوطی سے تھامے رکھا۔''وہ اب دو ر سیدھی ہو کر بیٹھی اور پوں نیچے اتر دیئے۔

''ویری گڈ۔یہ تو تم نے بہت بہادری دکھادی پھر۔''وہ محظوظ سا اسکی بہادری کی داستان سن رہا تھا۔وہاں اور کوئی اور ہوتا تو ا۔ اہیم نے اب تک اسکو پاگل میں چھوڑ کر اپنے کام نبٹانے جانا تھا۔

وہ صفا تھی۔اسکو اسے خود ہی سنبھالنا تھا۔نرمی سے۔

''۔!تمہارا درواہر سے کس نے لاک کیا؟''ا۔ اہیم نے اسسٹنٹ کے ہاتھ سے کافی پکڑتے ہوئے پوچھا۔وہ مسلسل زمین پر ہی بیٹھا تھا۔

''پتہ نہیں۔میں تو اپنا کوٹ خشک کرنے گئی تھی۔اس پ کافی گئی تھی۔''صفا نے سر جھکائے جواب دیا۔اب وہ کافی حد تک نارمل ہو گئی تھی۔

''کافی۔؟''ا۔ اہیم نے اچنبھے سے پوچھا کیونکہ وہ تو کافی پیتی نہیں تھی۔

''ہاں۔وہ عیشا کی کافی گئی تھی۔''اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بتایا تو ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اسی کا کیا دھرا ہے۔

''کیا وہ واشروم میں بھی تھی۔؟''اس نے اب کی بار پوچھا تو اسکا لہجہ اب کافی نارمل سا تھا۔

''ہاں۔وہ میں کوٹ صاف کرنے آئی تو وہ پیچھے آئی تھی۔اس نے ہی تو مجھے کہا کہ باتھروم میں ڈرائیر ہے۔وہاں سے خشک کرلو۔''اس نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے اسے جواب دیا تو ا۔ اہیم کی آنکھوں کے شعلے ایک بار پھر سے جلنے لگے۔اگلے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پایا۔

''اوکے۔یہ کافی پی لو۔پھر ہم گھر چلتے ہیں۔''اس نے کافی کا مگ صفا کی جانب بڑھایا تو صفا نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔''چینی زیادہ ڈلوائی ہے میں نے۔اس لئے ٹوی نہیں لگے گی۔اسکو پی لو۔سردی کم ہو جائے گی۔''اس نے مگ کافی کا مگ اسکی جانب بڑھایا تو صفا نے جھجکتے ہوئے پکڑ لیا۔اسکے منہ کا ذائقہ پہلے ہی ذائقہ ہوا تھا۔وہ سامنے بیٹھے شخص کو غصہ نہیں دلانا چاہتی تھی۔سو۔اس نے یہ ذائقہ بھی اپنے اندر اتار لیا۔صفا نے خالی مگ ا۔ اہیم کی کو واپس دے دیا۔اور خود ایک بار پھر سے سمٹ کر بیٹھ گئی۔

''اب ٹھیک ہو۔؟ گھر چلیں۔؟''اس نے پاس پڑے اسٹول پر رکھ کر پوچھا تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''گڈ۔چلو اٹھو۔''وہ اٹھا اور ہاتھ صفا کی جانب بڑھایا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔''کم۔!''اس نے دو ر ہا ہاتھ سے اشارہ کیا تو صفا نے جھکتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام لیا۔اسکا کوٹ ابھی تک صفا کے کندھا تھا۔صفا نے کوٹ اتار نا چاہا تو ا۔ اہیم نے اسکو روک دیا۔وہ اسکے سامنے آیا۔اور کوٹ اچھے سے اسکو اوڑھا دیا۔

''تم ٹھنڈ سے مر بھی سکتی تھی لڑکی۔!''وہ بڑبڑایا۔

''ٹھنڈ سے کون مرتا ہے۔''صفا نے یوں ہی کہہ دیا۔وہ جانتی تھی کہ اب وہ اسکو ڈانٹنے کے بہانے تلاش کرے گا۔ا۔ اہیم نے ایک لمحے کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا تم واقعی نہیں جانتی۔؟''اس نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔

''نہیں۔ٹھنڈ سے کون مرتا ہے بھلا۔''صفا نے اپنے کندھے کوٹ کو پکڑتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔

''مرتے ہیں صفا۔!ٹھنڈ سے ہی تو لوگ مرتے ہیں۔!''وہ نہ جانے کہاں کھو سا گیا تھا۔

****

وہ کچھ دیر اس دلہن کے خیمے کے باہر کھڑا رہا۔پھر کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا۔وہ سفیر تھا۔ا۔ اہیم مکمل طور پر اس برش میں بھیگ چکا تھا۔سفیر اسکو کھینچ کر ایک

دوسرے خیمے میں لے گئے۔ جہاں کچھ مرد اور بچے بیٹھے تھے۔ وہ سردی سے کانپ رہے تھے۔ ابراہیم بھی گیلے کپڑے نچوڑتا ہوا وہیں آ کر زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ فرش کہہ رہی تھی کہ اسکو آج ہی سنا ہے۔ ان لوگوں کا سردی سے برا حال تھا۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ فرش رکی تھی۔ سب نے شکر کا سانس لیا۔ ابھی تو آزمائش شروع ہوئی تھی۔ خیموں میں پانی بھرا تھا۔ وہ لوگ باہر نکل آئے۔ اور اب اپنی مدد آپ کے تحت ان خیموں میں سے پانی نکالنے لگے۔ وہ خیمے آبادی سے دور تھے۔ اقراء بس کچھ عمارتیں تھیں جو پہلے ہی ملبے کا ڈھیر بن چکی تھیں۔

راستے اور سڑکیں بلاک تھیں۔ پانی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سیوریج کا نظام پہلے ہی تباہ ہو چکا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہاں ہونے والی ائیر سٹرائیکس نے اس علاقے کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ ان لوگوں کو وہیں شام ہو گئی تھی۔ ابراہیم اور سفیر بھی ان لوگوں کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ ابراہیم کے کپڑے گیلے تھے جن کی وجہ سے اسکا پورا وجود ہی کانپ رہا تھا۔ کام کی مصروفیت نے اسکے جسم کا درجہ حرارت بنائے رکھا۔ عورتیں، بچے بوڑھے یکجان ہو کر کام کر رہے تھے۔ رات تک خیمے خالی کرنے تھے۔ ورنہ جو دن کی سردی سے بچ گئے تھے رات کی ٹھنڈ لئے قابل برداشت ہو جانی تھی۔ ابراہیم ایک خیمے سے نکلا۔ اسکا پانی صاف ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر ایک بوڑھی خاتون چولہا جلائے بیٹھی ہیں۔ ابراہیم کو لگا کہ اسکی کوئی دعا قبول ہو گئی۔ وہ اپنی شرٹ اتار کر ہوا اس جانب بڑھ گیا۔ اس نے اپنی بھیگی ہوئی شرٹ اتار کر وہاں ایک چھوٹے سے درخت پر ڈال دی۔ جو کہ آگ کے قریب ہی تھا۔ سویٹر پہلے ہی گاڑی میں پڑا تھا دھوپ سے اسکی سفید شرٹ کالی تو ہو گئی تھی اسکو بس وہ شرٹ خشک چاہیے تھی۔

وہ ہاتھ ملتا ہوا اس آگ کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ وہ عورت وہاں اکیلی ہی بیٹھی روٹیاں بنا رہی تھی۔ اس نے ایک بار ابراہیم کی جانب دیکھا۔ جو کہ اب ایک زین میں اسکے سامنے ہی بیٹھا تھا۔

''تم کہاں سے آئے ہو۔؟ میں نے پہلے نہیں دیکھا یہاں۔!'' اس عورت نے ایک آٹے کا پیڑا تیار ہوئے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

''میں مصر سے آیا ہوں۔ ایک امانت لوٹنی تھی۔'' وہ ہاتھوں کو گرم کر کر کے اپنے چہرے پر لگا رہا تھا۔

''کیا لوٹ دی امانت۔؟'' وہ مسکرا کر اب پیڑا بنا رہی تھی۔

''ہاں۔ بس سمجھ لیں لوٹ ہی دی۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سی سانس خارج کی۔

''اچھی بات ہے۔!'' اس عورت نے روٹی بنا کر اس بڑے سے توے پر ڈال دی۔

''کھانا کھاؤ گے۔؟'' اس نے مسکرا کر اب ابراہیم کی جانب دیکھا۔

اسکو بھوک تو بہت لگی تھی۔ اس نے ایک بار پھر سے سوچا۔ کیا وہ حق دار تھا۔؟ کیا وہ روٹی کھانے کا حق دار تھا۔؟

ابراہیم کھوسا تو اس عورت نے روٹی پلٹی۔ ''فکر مت کرو۔ کھانا کم نہیں پڑے گا۔ یہ ہم بیس لوگوں کا کھانا ہے۔'' اس نے پکی ہوئی روٹی ایک بڑے سے تھال میں رکھی جہاں پہلے بھی چند روٹیاں پڑی تھیں۔ ابراہیم نے چونک کر دیکھا۔ وہ شاید وہ روٹیاں گن رہا تھا۔ کیونکہ عموماً بیس لوگوں کا کھانا بہت زیادہ مقدار میں ہوا کرتا ہے۔ وہ وہ بس چند روٹیاں تھیں۔ اور جو آٹا تھا اس سے بھی بمشکل دو چار مزید روٹیاں بنتی تھیں۔

''لیکن۔! یہ تو بہت کم ہیں۔'' ابراہیم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''نہیں تو۔ اس میں سے کچھ میں دوسرے خیمے والوں کو بھی دوں گی۔ آج زیادہ آٹا گوندھ لیا میں نے۔'' اس نے چند لکڑیاں لگا کر آگ کا تاؤ بڑھایا۔ ابراہیم حیرت کی مورتی بنا رہا۔ پھر اس عورت نے ایک روٹی ابراہیم کو پکڑائی۔

''یہ کھا لو۔ تم تھک گئے ہو۔ میں نے دیکھا تم کافی سے محنت کر رہے ہو۔'' اس نے شفقت سے بھرپور لہجے میں کہا تو ابراہیم نے وہ روٹی پکڑ لی۔ اس نے یوں ہی بیٹھے بیٹھے وہ روٹی آدھی کھائی کہ اسکا پیٹ بھر گیا۔ وہ خالی روٹی۔ اس آدھی روٹی نے ابراہیم کا پیٹ بھر دیا۔ اس نے باقی روٹی کو اچنبھے سے دیکھا کہ آخر یہ کس آٹے کی روٹی ہے۔ وہ نرمل سی گندم کی روٹی تھی۔ پھر اس نے وہ آدھی روٹی واپس تھال میں رکھ دی۔

''بس۔؟'' اس عورت نے پوچھا تو ابراہیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یہ۔ یہ کیسی روٹی تھی اموں۔! میرا پیٹ اتنی جلدی کیسے بھر گیا۔؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔ وہ عورت سر جھکائے مسکرائی۔ پھر اس نے وہ روٹیاں درست کیں۔ اور لکڑیاں

بجھادی۔ کوئلے ابھی تک وہاں تھے۔ جو ا. اہیم کے لئے کافی تھے۔ وہ روٹیاں اٹھائے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو ا. اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اپنے جواب کا منتظر تھا۔

''یہ. تک کی روٹی ہے. ٹ۔!'' اس نے مسکرا کر جواب دیا تو ا. اہیم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''. تک کی روٹی۔؟'' وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں۔ ہم نہیں جا اس روٹی میں. تک ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم آدھی روٹی کھا کر سیر ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے اس روٹی میں. تک ڈالی ہے۔'' وہ مسکرا کر جواب دیئے جا رہی تھی جبکہ ا. اہیم ہکا بکا سا کھڑا تھا۔ ''اللہ ہماری ضرورتوں کو جا ہے. ٹ۔! رزق کا وعدہ اللہ کا ہے۔ اس لئے وہ اس تھوڑے سے رزق میں. تک ڈال کر ہمارے لئے اسکو کافی کر دیتا ہے۔'' ''جو تھوڑی بہت امداد ہمارے حصے میں آتی ہے۔ اللہ اسکو ہمارے لئے کافی کر دیتا ہے۔'' وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھیں۔

''یہ تو بہت. ڑی آزمائش ہے۔'' ا. اہیم نے بے اختیار ہی کہہ دیا۔

''ہماری نہیں۔!'' اس عورت نے فوراً جواب دیا۔ تو ا. اہیم ٹ ٹ

''یہ ا آزمائش ہے جو اس وقت عیش و ت میں پڑے ہیں۔ یہ ان پ. ڑی سخت آزمائش ہے۔'' اس عورت نے ا. ہاتھ سے اپنے ا. کان کو چھوا تو ا. اہیم کو لگا کہ اسکے سر پہ آسمان آ اہے۔ وہ عورت وہاں سے جا چکی تھی۔ وہ ہیں کھڑا تھا۔ اپنی آزمائش کو گنتا ہوا۔ یہ واقعی. ڑی آزمائش تھی۔ بہت. ڑی آزمائش۔! وہ ان سے لے کر نہیں بلکہ. قی د کو دے کر آزما رہا تھا۔ اور لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ ان غزہ کے. سیوں سے لے کر آزما رہا ہے۔

آ ئ. کا رخ پلٹ چکا تھا۔ اب جو چیزیں دا جا. تھیں وہ. جا. آ کھڑی ہو تھیں۔ اور جو. جا. تھے وہ درحقیقت دا جا. والے تھے۔ اور ا. اہیم جو بظاہر خود کو دا جا. والا سمجھ رہا تھا وہ. جا. لا کر دی. تھا۔ ا وہیں رات ہو گئی۔ ا. اہیم کی شرٹ سوکھ گئی تھی۔ اس نے گاڑی سے اپنا سویٹر بھی نکال کر پہن لیا تھا۔ اس وقت وہ لوگ ا. خیمے میں ہی بیٹھے تھے۔ وہاں. کے پ. س کوئی الگ الگ کمبل. بستر نہیں تھے کچھ خیموں میں خا. ان تھے۔ یعنی ا. ا. فیملی۔ اور کچھ خیموں میں صرف آدمی تھے۔ جنکے گھر کی عورتیں اور بچے شہید ہو چکے تھے۔

اور کچھ صرف بچے تھے جن کے ماں. پ ا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یوں وہ بچے ان مردوں کے ساتھ تھے۔ اسی طرح کے ا. خیمے میں ا. اہیم بھی تھا۔ وہاں کچھ مرد اور بچے تھے۔ وہ لوگ زمین پ ہی ا. شاپ بچھائے ہوئے تھے۔ اس پلاسٹک ٹ. پ کچھ کپڑے بچھا کر انھوں نے ا. بستر سی چیز بنالی تھی۔ اب وہ لوگ ا. ا. کمبل میں قریباً پ. نچ پ. نچ لوگ موجود تھے۔

انہیں میں ا. اہیم بھی ا. کونے میں بیٹھا ٹھٹھر رہا تھا۔ وہ نہیں جا تھا کہ سردی اتنی شدید بھی ہوا کرتی ہے۔ سردی ہر ملک میں ہر جگہ ہوا کرتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ہمارے گھروں میں جیکیٹس ہوتی ہیں۔ کمبل اور شالیں ہوتی ہیں۔ اس طرح ہم اپنے گھر کو بھی آگ جلا کر ہیٹر آن کر کے گ. م کر. تے ہیں۔ کم از کم ہمارے پاس یہ چند ا. ی. دی سہولیات تو ہوتی ہی ہیں۔ وہاں ایسی کوئی چیز نہ تھی۔

وہ لوگ ابس اللہ کے آسرے پ. تھے۔ رات کی ت. ریکی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ ا. اہیم کے ساتھ ا. بچہ تھا۔ وہ چار پ. نچ سالہ بچہ سردی سے کا. پ رہا تھا۔ ا. اہیم نے اس بچے کو اپنے قری. کر لیا۔ کچھ ہی دی. میں وہ پ. سکون سا ہو کر سو گ. ا. اہیم مسکرا دی. ا. اہیم نے اپنے حصے کا کمبل بھی اس پ. ہی اوڑھا دی. وہ بچہ اب قدرے پ. سکون سا تھا۔

اب ا. اہیم. ی طرح پ. پ رہا تھا۔ جلد ہی اسکو احساس ہوا کہ اسکا وجود ٹھنڈ سے مفلوج ہو رہا ہے۔ وہ جوان خون تھا۔ اس لئے سروائیو کر گ. ی۔ وہ رات ا. اہیم کی آنکھوں میں ہی ٹ رہی تھی۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ کہ اسکو ا. ہر سے کچھ آوازیں آ. کچھ دی. میں وہ آوازیں چیخ و پکار میں تبدیل ہو گئیں۔ اس خیمے والے لوگ بھی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ . مضطرب سے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

''یا اللہ۔ میرا بچہ۔! کوئی میرے بچے کو بچا لے۔۔'' اب ا. عورت کی فری. گو تو ا. اہیم کا دماغ سن ہونے لگا۔ وہ اٹھ کر خیمے سے نکل آ. ا۔ اسکے پیچھے کچھ اور لوگ بھی نکل آئے۔ انھوں نے دیکھا ا. لڑکی ا. بچے کو بہت سارے کپڑوں میں پ. ٹ کھڑی ہے۔ وہ بس چند دنوں کا بچی تھا۔ ا. نونہال۔ ''میرا بچہ مر رہا ہے۔ کوئی مدد کرو۔!'' وہ عورت ا. ت پھر سے ئی۔ ا. آدمی ا. اہیم کی بغل میں سے نکل کر گ. ی۔ اس نے فوراً وہ بچہ اس لڑکی سے پکڑا اور اسکے منہ سے کپڑا ہٹایا۔ پھر اس نے افسوس سے اس

لڑکی کی جا . دیکھا۔

''کک ۔کیا مطلب ۔؟نہیں ۔نہیں ۔میرا بچہ ۔!'' وہ بھاگ کر آئی اور بچے کو پکڑا اس بچے کے ہو ٹ نیلے پڑ گئے تھے ۔اسکا رَ بھی سردی کی وجہ سے تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ بچہ اب اس آزمائش کی جگہ کو چھوڑ کر جا چکا تھا ۔اس لڑکی نے ا زوردار چیخ ماری ۔جس سے پورا غزہ لرز اٹھا تھا ۔وہ بچہ جس نے چند دن پہلے ہی آ کھولی تھی ۔اسکی آنکھیں اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی تھیں ۔

''ان للہ ا ا لیہ راجعون ۔!'' وہاں موجود ہر شخص نے ز ن ہو کر کہا۔

ا . اہیم ت کی سی کیفیت میں قدم واپس ٔ لگا ۔اسکی آنکھیں خشک تھیں ۔اسکو اپنے دل کی دھڑکن بھی محسوس نہیں ہوئی تھی ۔وہ بھاگ کر آ ا اور اپنی جگہ پ اسی خیمے میں سہم کر بیٹھ َ ۔وہ کچھ د یوں ہی بیٹھا رہا ۔اب . ہر سے عورتوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں ۔لیکن پھر ا . اہیم ٹ ۔اسکو اپنے کمبل میں ٹ ہوئے اس بچے میں کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔

ا . اہیم کا دل مٹھی میں آ ۔اس نے کھینچ کر کمبل ہٹا ۔وہ بچہ سا ت رہا ۔ا . اہیم نے جلدی سے اسکا گال تھپتھپا ۔ وہ بچہ بنا حر ت کئے ٹ رہا ۔خیمے میں بس وہ تھا ۔اور کچھ اور بچے تھے جو سو رہے تھے ۔وہ اتنی ٹھنڈی میں کیسے سو رہے تھے ۔

ا . اہیم کا دل تھا کہ اب بند ہونے کی نہج پ تھا۔

''سس ۔سفیر ۔!'' اس نے . ہر کھڑے سفیر کو آواز دی ۔سفیر کا پتہ ہوا ا روا پس داخل ہوا۔

''یہ ۔یہ بچہ اٹھ کیوں نہیں رہا ۔؟'' ا . اہیم اس بچے کا سر اپنی گود میں لئے بیٹھا تھا۔

سفیر بھاگ کر اسکے پ س آ ۔اس نے اس بچے کی َ دن پ ہاتھ رکھ کر دیکھا اور پھر افسوس سے ا . اہیم کی جا . دیکھا۔

''کک ۔کیا مطلب ۔؟نہیں ۔نہیں ۔یہ نہیں ۔'' ا . اہیم نے جھکا کر اپنی گود میں پڑے اس بے جان وجود کو دیکھا۔

''ان للہ ا ا لیہ راجعون ۔!'' سفیر نے کہتے اس بچے کی ادھ کھلی آنکھیں بند کر دیں ۔ا . اہیم پتھر بن َ گیا تھا۔وہ جو سانس اسکو آ رہی تھی ۔اب وہ بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی ۔پھر سفیر کسی خیال کے تحت اٹھا ۔اس نے . قی بچوں کو دیکھا ۔اور پھر ا قیامت . پ ہوئی تھی ۔وہ دو ،دو ،تین ،تین سال کے بچے جن کے ماں . پ پہلے ہی . ٔ میں اپنے محل بنا چکے تھے وہ بھی اس آزمائش کی جگہ کو چھوڑ کر اپنے ماں . پ کے . ٔ میں بنے محل میں چلے گئے تھے ۔وہ . واپس چلے گئے تھے ۔وہ صبح وہاں موجود ہر شخص نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھی تھی ۔قریبا چھ بچے سردی سے مر گئے تھے جن میں وہ ا ننھا مہمان بھی تھا۔وہ . کے . ہا تھر میا سے مر گئے ۔

بس ۔ا رات ۔ا سرد رات ۔اور کئی پھول اس سرد رات میں مرجھا گئے تھے ۔

****

''چلیں ۔؟'' صفا کے پوچھنے پ وہ ہوش میں واپس آ ۔اس نے َ دن موڑ کر دیکھا وہ اسکے ساتھ کھڑی تھی ۔ا پ سکون سے چہرے کے ساتھ ۔

''ہمم ۔'' اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی ۔''چلو ۔'' اور اسکو لئے وہاں سے نکل َ ۔وہ دونوں ا ساتھ نکل کر دو . رہ یونیورسٹی کے احاطے میں آئے تو لوگ ا سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ۔ وہ ا . اہیم گورسی تھا ۔جس کو کسی کے سوال سے کوئی فرق نہیں پڑ ت تھا ۔اس نے اپنی . . سے چشمہ نکالا اور لگائے وہاں سے نکل َ ۔صفا تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی تھی ۔

''یہ مس سٹر راور پ وفیسر گورسی کا کیا تعلق ہے ۔؟'' کچھ اسٹوڈنٹس جو ا گیزیبیشن پ نہیں گئے ا اب گوسپس کے لئے ا ت زہ اور پ ٹ پٹا سا موضوع مل َ گیا تھا۔وہ دونوں گیٹ پ پہنچے تو قادر ہڑ . ڑی میں ا رآ ت دکھائی د ۔

''سس ۔سوری ۔'' اس نے سامنے آتے ہی ا . اہیم سے معافی مانگی ۔ا . اہیم نے ا قہر بھری نگاہ چشموں کے پیچھے سے ہی اس پ ڈالی ۔اور پھر اس کی جا . چابی پھینکی ۔جس کو قادر نے جلدی سے کیچ کر لیا ۔وہ تینوں وہاں سے نکل گئے ۔اپنے پیچھے کئی سوال چھوڑ کر ۔

گاڑی اب مین روڈ پ تھی ۔ا . اہیم اپنا فون لئے بیٹھا تھا ۔اس نے دفعتا ساتھ بیٹھی صفا کو دیکھا ۔صفا شیشے کے پ رد یکھ رہی تھی ۔

بلند و بالا عمارتیں۔خوبصورت ملک۔آج صفا کو وہ ملک خوبصورت لگا تھا۔اسکے چہرے پہ ایک سرشاری سی تھی۔آج جیسے ابراہیم نے اسکے لئے ایک نیا گوشہ دکھایا تھا وہ اس پہ خوش تھی۔آج اسکو اپنی زندگی سے سارے شکوے ساری شکایتیں ختم ہوگئیں تھیں۔آج وہ اپنی قسمت سے مطمئین تھی۔اسکی قسمت میں وہ شخص اور اسکی زرا سی توجہ شامل تھی تو وہ اس پہ خوش تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟''اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس سے پوچھا۔تو صفا چونک کر مڑی۔

''ہاں۔؟ میں؟''اس نے بے دھیانی میں اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔

''یہاں تمہارے علاوہ کوئی لڑکی موجود ہے۔؟''اس نے الٹا سوال کیا تو صفا بری طرح کٹ گئی۔کیوں وہ اسکے سامنے اس طرح کٹا جایا کرتی تھی۔آج صفا کو خود پہ ہی غصہ آیا تھا۔''کلاس میں تو بڑی شیرنی بنتی ہو۔یہاں زبان کو تالے لگ جاتے ہیں۔؟''وہ کہتا دوبارہ موبائل سکرین کو دیکھنے لگا۔

''نن۔نہیں ایسی بات نہیں ہے۔''وہ سر جھکا گئی۔

''یوں ہکلایا مت کرو۔''وہ دبے دبے غصے میں بولا۔

''تو آپ بھی یوں اچانک سے سرد نہ ہوا کریں۔''اس نے بے اختیار ہی کہہ دیا تو ابراہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔وہ کچھ دیر اسکی جانب یوں ہی دیکھتا رہا۔صفا نے ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر رخ پھیر گئی۔

''صفا۔!''کچھ دیر بعد اس نے صفا کو متوجہ کیا۔تو وہ حیرت سے مڑی۔

''جی۔؟''وہ اسکے نرم سے لہجے پہ حیران ہوئی تھی۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''ابراہیم نے فون جیب میں واپس رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''جی۔بولیں۔''صفا نے تھوک نگلا۔اب آخر کون سی بات تھی جس کو کرنے سے پہلے ابراہیم گورسی اس کو مطلع کر رہا تھا۔

''قادر۔گاڑی روک دو۔''اس نے اچانک حکم دیا تو قادر نے چونک کر مرر میں سے دیکھا۔''تم گھر جاو۔ہم کچھ دیر آتے ہیں۔''اس نے سخت تاثرات لئے کہا تو قادر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گاڑی ایک جگہ روک دی۔وہ نیچے اترا۔ابراہیم نے اترکر اس سے چابی لی۔صفا گاڑی کے اندر بیٹھی حیران سی سارا منظر دیکھ رہی تھی۔پھر وہ چلتا ہوا اسکی جانب آیا۔اس نے صفا کی جانب کا دروازہ کھولا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔

''آگے آ کر بیٹھ جاو۔''اس نے کہا تو صفا نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا۔اسکے تاثرات عجیب سے تھے۔الجھے سے۔پھر صفا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔ماضی کا ایک درد ناک باب۔

اس دن زاویر نے بھی سجل کو اپنے ساتھ والی سیٹ پہ بٹھا لیا تھا۔اور اسکے بعد۔!اسکے بعد جو ہوا وہ کسی کو معلوم نہیں تھا اس عمل کا نتیجہ کسی کو معلوم تھا۔اسکے دل میں عجیب خوف اور درد سا اٹھا تھا۔

''میرے انتقام کا کیا صفا۔ابراہیم۔؟''ابراہیم کے کہے گئے الفاظ کی بازگشت اسکو سنائی دی تھی۔صفا کا دماغ شل سا ہوا۔اسکو کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔وہ ایک ایسی کیفیت میں تھی جہاں ایک جانب خوف،درد اور شدت تھے۔تو دوسری جانب اعتماد تھا۔اس شخص پہ اعتماد جس کی پناہوں میں وہ خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔آج۔آج ایسا خوف تھا کہ جس کو وہ نہ تو جھٹلا سکتی تھی اور نہ اسکو قبول کر رہی تھی۔

کچھ لمحے ایسے آتے ہیں زندگی میں۔جب انسان اندیشوں اور اعتبار کے بیچ کھڑا ہوتا ہے۔وہ طے نہیں کر پاتا کہ اگلا قدم اٹھانے سے اسکے اندیشوں کی نفی ہو جائے گی یا اسکا اعتبار۔یہ لمحے بہت دردناک ہوتے ہیں۔اس کشمکش کے لمحات کہا جاتا ہے۔

''کیا سوچ رہی ہو۔؟''اس نے صفا کو یوں ہی بنا دیکھا تو خجلت سے پوچھا۔

''جی۔؟''وہ ایک بار پھر سے چونکی۔

''آگے آ کر بیٹھ جاو۔''اس نے دہرایا تو صفا نے اپنی سوچوں کو قابو میں کیا۔اس نے اندیشوں کو لگام ڈالی اور اعتبار کے پودے کو پانی دیا۔پھر اس نے لرزتے قدم

. ہر نکالے۔اور جلدی سے جا کر آگے والی ۔ ٹ پہ بیٹھ گئی۔اس نے ا۔ گہری سانس لی۔ا. اہیم اسکے ساتھ آ بیٹھا۔اور اس نے گاڑی دی۔وہ کچھ دیگم سم سی بیٹھی رہی۔

''آ۔آپ کہاں لے کر جا رہے ہیں مجھے۔؟''اس نے. لآ. پوچھا۔

''کیوں۔؟تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔؟''اس نے وِنڈ سکرین کے پر یں جمائے الٹا سوال کیا۔وہ صفا کے کسی سوال کا جواب دینا جیسے اپنی توہین سمجھتا ہو۔

''نہیں کوئی مسئلہ نہیں۔''اس نے دو. رہ سر جھکا لیا۔وہ اب آنکھیں بند کئے کچھ آیت تلاوت کر رہی تھی۔کیو اعتبار کا پودا جتنا بھی نشو پا جائے۔ ا. یشے ۔ا. یشے وہ زہر جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں جو اس پودے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتی ہیں۔

کتنی ہی ساعتیں گ. رگئیں۔اب. ہرا. ھیرا چھانے لگا تھا۔سائن بورڈز روشن ہونے لگے تھے۔صفا نے. ہرا. ھیرا دیکھا تو اسکا دل. ی طرح ڈ. لگا۔اس دن بھی تو. ھیرا ہی ہوا تھا۔ پھر اس نے زور سے آنکھیں بند کیں۔ا۔ آ لڑھک کر اسکے گال پ بہہ گ۔اور پھر وہ آ لڑیوں کی صورت بہنے لگ گئے۔ا. اہیم مصروف سا گاڑی ۔ رہا۔کچھ دیر بعد گاڑی میں ہچکیاں گونجنے لگیں تو اس نے چو. کر دیکھا۔اسکے. ا. وہ لڑکی اب اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپائے رو رہی تھی۔اسکے ا. یشے اسکو. رسے لہو لہان کر چکے تھے۔

''صفا۔۔!''اس نے ہڑ. ڑا کر اسکی جا. دیکھا۔''کیا ہوا بچے۔۔!''وہ کبھی روڈ پ گاڑی سنبھالتا تو کبھی اسکی جا. دیکھتا۔''کیا ہوا ہے۔؟طبیعت ٹھیک ہے۔؟تم۔ تم نے کہا تھا تم ٹھیک ہو۔؟''وہ اب پ یشان ہو کر کوئی جگہ ڈھونڈ رہا تھا جہاں وہ گاڑی روک سکتا۔ وہ ہچکیوں میں روتی رہی۔۔اپنا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں چھپائے۔

حوریہ اپنے کمرے میں تھی۔وہ دینا کو سلانے کے بعد اپنی شال سنبھالتی ہوئی کمرے سے. ہر نکلی۔

''زہرہ ڈ. ریڑی ہے۔؟''اس نے سیڑھیاں ا. تے ہوئے پوچھا۔

''جی ریڑی ہے۔''زہرہ نے کچن سے نکل کر مودب سے لہجے میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔میں بچوں کو دیکھ لوں۔''کہتے ہو مرجان اور یقوت کے کمرے کی جا. ڑھ گئی۔وہ ڈھال سی دکھائی دیتی تھی۔۔اسکا رَ اڑسا یہ تھا۔اسکا چہرہ بے رونق تھا۔ایسا معلوم ہو. تھا کہ وہ کَ. ں. روتی رہی تھی۔اس نے. ک کیا اور ا کمرے میں داخل ہوئی۔یقوت اپنی کوئی کتاب لئے اپنی ڈ پہ بیٹھا تھا جبکہ مرجان ا. ویٹی یو گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔

''کیسے ہیں میرے بیٹ۔؟''اس نے ان دونوں کے سر چوم کر پوچھا۔

''ہم ٹھیک ہیں ماما۔''ان دونوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔حوریہ مسکرا دی۔

''ہمیشہ سلامت رہو۔''اس نے ان دونوں کو پیار کیا اور آ کر مرجان کے بیڈ پ بیٹھ گئی۔اب یقوت اور مرجان کی اسکی طرف پشت تھی۔وہ دونوں اپنا اپنا کام چھوڑ کر حوریہ کے دا جا. آ کر بیٹھ گئے۔

''ماما۔!آپ ٹھیک ہیں۔؟''مرجان نے اپنی ماں کا سپید پڑ. چہرہ دیکھ کر پوچھا تو حوریہ مسکرا دی۔

''ہاں میرے شہزادے میں ٹھیک ہوں۔''اس نے یقوت کے گال پ ہاتھ پھیرا۔

''. ٹ ماما۔مجھے لگتا ہے آپ اداس ہیں۔''مرجان نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''نہیں تو۔میں کیوں اداس ہوں گی۔؟میرے پ س. کچھ تو ہے۔میرے بیٹ ہیں میرے پ س تو میں کیوں اداس ہوں گی بھلا۔''اس نے مرجان کا گال کھینچ کر پیار سے جواب دیا۔

''. ٹ ماما۔یور آئیز۔''مرجان نے اسکی سرخ ہوتی آنکھوں کی جا. اشارہ کیا۔

''اوہ یہ۔؟''حوریہ نے نم سی آ کا یک کونہ صاف کیا۔''یہ تو شا یک الرجی ہو گئی ہے۔''اس نے مسکراہٹ قائم رکھی۔

''آر یو شیور۔؟''یقوت نے کنفرمیشن چاہی تو حوریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ دونوں اپنی ماں کے کندھے سے ٹیک لگا گئے۔

''آپ پلیز اداس مت ہوا کریں ماما۔''مرجان کی دبی دبی سی آواز آئی۔

''میں نہیں ہوں اداس۔'' وہ ان دونوں کے بولوں میں اٹکی پھیرتی رہی۔''بس کبھی کبھی فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے مرجان۔!'' وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔

''کیسا فیصلہ۔؟'' مرجان نے اسی حالت میں ٹیک لگائے پوچھا۔

''ایک طرف دولت اور ایک طرف دشمن ہو تو ان بڑی آسانی سے ایک کو چن لیتا ہے مرجان۔! پر ایک جان، محبت ہو اور ایک جان، انسان ایک جان، آپکی ساری زندگی ہو اور دوسری جان، آپکو زندگی دینے والا۔ تو ان کیا کرے مرجان۔؟'' وہ یوں ہی کسی کیفیت کے تحت پوچھتی چلی گئی۔

''سمپل ہے ماما۔ جس کے بنا آپ ادھورے ہوں۔ اس کو چن لیں۔'' قوت نے سر اٹھا کر اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا جبکہ مرجان خاموش تھا۔

''ہمم۔ اور اگر دونوں کے بنا ہی آپ ادھورے ہوں۔؟'' حوریہ نے زخمی سی مسکان لئے پوچھا تو قوت کا دل کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔ وہ دور رہا اپنی ماں کے کندھے سے ٹیک لگائے۔

''کاش میں کبھی بڑا نہ ہوں ماما۔'' اس نے اداسی سے کہا تو حوریہ مسکرا دی۔

''اور ایسا کیوں۔؟'' وہ اپنے بیٹے کی اس انوکھی سی خواہش پہ ہنس دی تھی۔

''بڑوں کی زندگی بہت پیچیدہ ہوتی ہے ماما۔ کاش میں بچہ ہی رہوں۔'' اس کے اس جملے نے حوریہ کا دل ہلا کر رکھ دیا۔ کاش وہ بھی کبھی بڑی نہ ہوتی۔ نہ وہ اہیم سے ملتی نہ اسکو محبت ہوتی۔ کاش وہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کی آغوش میں ہی رہتی۔ اس دکھ سے دور۔ وہ ان سی اپنی ماں کے آنچل میں چھپی رہتی۔ یہ ممکن نہیں ہر خواش پوری نہیں ہوا کرتی۔ حوریہ نے ضبط سے آنکھیں موند لیں۔

''مفاد۔!'' اس لفظ نے اس کمرے کی خاموشی کو توڑا تھا اور وہ لفظ مرجان کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ وہ جو کب سے خاموش تھا اس نے اس لفظ بولا تو حوریہ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

''دو عزیزوں میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو ان مفاد کو چنتا ہے ماما۔'' اس نے سر اٹھا کر حوریہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ان سیلفش ہوتا ہے ماما۔ ان مفاد کے سامنے کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ قربان بھی۔'' مرجان کے الفاظ نے حوریہ کا حلق خشک کر دیا۔''اپنے دونوں جان، دیکھیں۔ کسی ایک نے آپ کے لئے بہت ساری قربانی دی ہوں گی۔ آپکا دل اسکی جان، کھنچے گا جس سے آپکا اپنا مفاد جڑا ہوگا۔ جس کو آپکے دل نے چنا ہوگا۔ آپ اسکو چننا چاہیں گی۔ اور پھر سے آپ اسی کو چننا چاہیں گی۔ پھر چاہے دوسرے نے آپکے لئے ساری دنیا کیوں نہ تیاگ دی ہو۔'' مرجان اسکی آنکھوں میں دیکھتا کہے گیا۔ یہ جانے بنا کہ اسکے الفاظ اسکی ماں کے لئے ہتھوڑے برسا رہے ہیں۔

حوریہ کچھ دیر اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں بیڈ پہ بیٹھے سوالیہ نظروں سے اپنی ماں کا سپاٹ سا چہرہ دیکھے گئے۔ حوریہ واپس پلٹی۔ دروازے پہ جا کر وہ رکی۔ لیکن پلٹی نہیں۔

''میں مفاد کو نہیں چنوں گی مرجان۔! کم از کم ذاتی مفاد کو نہیں۔!'' وہ وہاں بس ایک لمحے کے لئے رکی اور پھر باہر نکل گئی۔ پیچھے قوت اور مرجان نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ کچھ دیر بعد وہ دینا کو اپنی گود میں اٹھائے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔''زہرہ۔ بچوں کا خیال رکھنا۔'' اس نے لاونج میں پہنچ کر ایک جملہ کہا اور زہرہ کا جواب سنے بنا ہی چابیاں لئے باہر نکل گئی۔ دبئی میں اس وقت شام گہری ہو رہی تھی۔ سرمئی شام اب رات کی تاریکی میں ڈھل رہی تھی۔ ایک آدمی ماسک لگائے اس بیس منزلہ عمارت میں داخل ہوا۔ وہ لفٹ میں سوار ہوا اور انیسویں منزل کا بٹن پریس کیا۔ اب وہ پرسکون سا جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

ایک منزل۔ دو منزل۔ آخکار انیسواں فلور آیا۔ وہ وہاں سے نکلا اور چابی اپنی انگلی پہ گھماتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے ایک فلیٹ کے دروازے پہنچ کر لاک کھولا اور اندر داخل ہوا۔ پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ کھلا تو ایک شخص سامنے بیڈ پہ پاؤں نیچے لٹکائے ہی بیٹھا تھا۔ وہ چلتا ہوا اسکے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس نے ایک کمرے میں بکھرے اس کچرے پہ ڈالی۔ وہاں سے اب بو بھی اٹھنے لگی تھی۔

''یہ کتا بھی پونچھ مار کر بیٹھتا ہے۔ تم تو اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ بندہ اپنا کمرہ ہی صاف کرتا ہے۔'' ماسک والے آدمی نے ناک پہ ہاتھ رکھا۔ کیونکہ بو ماسک کے

وجود آرہی تھی۔ پھر اسکی ایبیگ پر گئی۔ جو کہ تیار سا تھا۔ جبکہ وہ آدمی سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ''ہمم۔ تو جناب بھاگنے کا سوچ رہے تھے۔ یر۔ کیا ہے ن کہ شا کی اجازت کے بنا تم اس ملک سے کیا اس د سے بھی نہیں بھاگ ت۔'' اس نے تمسخرانہ از میں کہا تو سامنے بیٹھے زاویر نے پہلی ر آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

''کیا چاہیے تم لوگوں کو۔؟'' وہ بولا تو اسکی آواز بھاری سی تھی۔ وہ شا یسو نہیں سکا تھا۔ اس اذ ت میں وہ سو نہیں سکا تھا۔ سامنے کھڑے مغیث نے سر کھجایا۔

''یہ تو شاہی بتا تہیں۔ وہ نہیں بتا گے۔'' وہ ا ر پھر سے ہنس دیا۔ زاویر کے چہرے پہ تکان سی تھی۔

''تم لوگ اَ مجھے مار چاہتے ہو تو مار دو۔ اس طرح اذ ت مت دو۔ یہ خالی اور سیاہ کمرہ مجھے ہر دن ہر رات مار رہا ہے۔'' اس نے کرب سے چور لہجے میں فریاد کی تو مغیث نے ایک قہر بھری نگاہ اس پہ ڈالی۔

''اَ تمہیں مار مقصود ہوتا ں۔ تو تم موت مانگنے کے لئے بھی زندہ نہ رہتے۔'' اس نے زاویر کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''تو پھر بتاتے کیوں نہیں کیا چاہیے مجھ سے تم لوگوں کو۔؟'' وہ اپنا سر پکڑ کر یا۔ وہ یقیناً اس قید میں پاگل ہوتا جا رہا تھا۔ اس وقت زدہ کمرے میں موت کے جیسی خاموشی اور قبر کے جیسی تاریکی تھی۔ وہ اب وہاں مزید نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی صورت بھی۔

''آواز نیچے۔!'' مغیث نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔ ''چلو۔ شانے بلوایا ہے۔'' کہتے مغیث نے اسکا بیگ اٹھا لیا۔

''میں کہیں نہیں جا رہا۔'' زاویر نے اٹل سے لہجے میں کہا تو مغیث نے خوشگوار حیرت سے اسکی جانب دیکھا۔ پھر اس نے وہ بیگ کھڑے کھڑے ہی زمین پہ پھینکا۔ وہ چلتا ہوا لکونی کی جانب آیا۔ زاویر وہیں کھڑا تھا۔

''ادھر آو۔!'' اس نے لکونی سے زاویر کو بلایا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کوفت زدہ از میں وہاں پہنچا۔

''کیا ہے۔؟'' اس نے خجلت سے پوچھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مغیث اسکو زبردستی بے ہوش کر کے تو لے کر نہیں جا سکتا۔ وہ اسکو لایا اسکی مرضی سے تھا۔ اس لئے اسکو اسکی مرضی کے بنا لے جا نہیں سکے گا۔

''وہ نیچے دیکھو۔!'' مغیث نے انگلی سے نیچے اشارہ کیا۔ جہاں بلڈنگ کے سامنے ہی ایک گاڑی کھڑی تھی۔ جس کی ہیڈ لائیٹس روشن تھیں۔ وہ گاڑی خالی تھی۔ زاویر آنکھیں چھوٹی کئے وہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر ایک شخص اس گاڑی کے پاس پہنچا۔ اسکے ہاتھ میں کچھ تھا۔ وہ کیا تھا اتنی بلندی سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ کچھ پیپرز سے تھے۔ کچھ پوسٹرز شاید۔

''تمہیں پتہ ہے اسکے ہاتھ میں کیا ہے۔؟'' مغیث نے روڈ پہ نگاہیں جمائے ہی پوچھا۔

''کیا ہے۔؟'' زاویر نے نیچے دیکھتے پوچھا۔ ''پوسٹرز۔ جن پہ لکھا ہے۔

''اور اس شتہار پہ تمہاری تصویر ہے زاویر قریشی۔! Missing Person'' اسکے الفاظ نے زاویر کا حلق خشک کر دیا۔

جبکہ مغیث محظوظ سا روڈ پہ اشتہار بانٹتے اس شخص کو دیکھے گیا۔ ''وہ تمہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ اور وہ تمہیں ڈھونڈ لے گا۔ پر اَ ابھی اور اسی وقت تم میرے ساتھ نہیں گئے تو میں ابھی نیچے جاوں گا۔ اور اس آدمی سے کہوں گا کہ اسکا شکار فلور نمبر ٹین پہ ہے۔ تو سوچو کتنا مزہ آئے گا ں۔؟'' مغیث نے اسکی جانب مڑ کر دیکھا اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''تم بکواس کر رہے ہو۔'' زاویر نے اپنے ماتھے پہ آیا صاف کیا۔

''اتنی ٹھنڈ میں بھی تمہیں پسینے آ رہے ہیں زاویر قریشی۔ اسکو خوف کہتے ہیں۔'' اس نے سرگوشی از میں کہا۔ ''اور خوف ہی مار دیتا ہے۔'' وہ ایک اور سرگوشی کرتا پیچھے ہٹا۔ ''اور سوچو۔! ذرا فرض کرو۔ یہ تم ا ہاتھ لگ جاتے ہو تو ا ہیم گورسی تمہارا کیا حشر کرے گا۔'' وہ دو رہ نیچے جھانکتا ہوا بولا۔ جبکہ زاویر ایسے تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں۔

''کیا کر لے گا۔ ؟ جان سے مار ڈالے گا۔؟ نہیں مار سکتا وہ۔ میں اسکو جانتا ہوں۔ پڑھتا جتنا دل ہے اسکا۔'' زاویر نے اپنے خوف کے گھوڑے کو لگام ڈالنے کی ایک چھوٹی سی سعی کی تھی۔

''تم اس ا ہیم کو جانتا ہو جسکا دل پڑھتا جتنا ہے۔ ہم کسی اور ا ہیم گورسی کو جانتا ہیں۔'' کہتے ہوئے مغیث نے مڑ کر زاویر کا چہرہ دیکھا۔ ''اور جس کو ہم جانتا ہیں ں۔ اسکو کوئی تیسرا نہیں جانتا۔'' اس نے ایک معنی خیز نگاہ اس پہ ڈالی اور رخ پھیرا۔ زاویر کو اسکے الفاظ پہ یقین نہ آیا۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔وہ ایسا نہیں ہے۔''اس نے اسکی کسی بات کو سیریس نہیں لیا تھا۔

''کیا واقعی۔۔؟''مغیث ہنس دیا۔

''چلو۔خود دیکھ لینا۔'' کہتے وہ وہاں سے واپس آیا۔زاویہ رنے ایک روڈ پہ پھرتے اس شخص کو دیکھا اور پھر وہ چاہتے ہوئے مغیث کے پیچھے ہی چل دیا۔

گاڑی روڈ کنارے ایک جگہ رک گئی۔اس نے جلدی سے اپنا سیٹ بیلٹ نکالا اور صفا کی جانب جھکا۔

''کیا ہوا ہے۔؟ پلیز بولو۔''اس نے صفا کے چہرے سے اسکے ہاتھ ہٹاتے ہوئے ایک بار پھر سے پوچھا۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔''صفا۔!''ابراہیم نے غیر یقینی سے اسکو پکارا۔وہ کیوں اس طرح رو دی تھی۔ابھی تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔صفا ایک بار پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ابراہیم الجھ کر رہ گیا۔اس نے اپنی گاڑی میں پڑی پانی کی بوتل اٹھائی اسکا ڈھکن ہٹایا اور صفا کی جانب وہ بوتل بڑھائی۔''پانی پیو۔''اس نے نرم سے لہجے میں کہا۔صفا نے ایک ہچکی لے کر میں سر ہلایا۔''کم آن۔مجھے پریشان مت کرو صفا۔''اب کی بار وہ ذرا سخت سے لہجے میں بولا تو صفا نے سانس روک لی اس نے اپنی ہچکیوں سسکیوں کا گلہ گھونٹ دیا۔''سانس لو۔اور یہ پانی پیو۔''وہ اب جانتا تھا کہ وہ سختی سے ہی مانے گی۔صفا نے ایک اسکو دیکھا جو سرد سے تاثرات لئے بیٹھا تھا۔اور پھر ہچکچاتے ہوئے پانی پکڑ لیا۔اس نے دو گھونٹ پانی پیا اور بوتل واپس اسکو پکڑا دی۔

''یہ لو۔''صفا نے دن موڑ کر دیکھا تو اس نے ایک ٹیشو اسکی جانب بڑھایا۔صفا نے لرزتے ہاتھوں سے ٹشو پکڑا اور اپنا چہرہ صاف کیا۔''افففف۔تم لڑکیوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔کیا کیا چلتا رہتا ہے تم لوگوں کے دماغ میں۔''وہ بڑبڑاتا ہوا ڈھکن بند کرنے لگا۔صفا کچھ نارمل سی ہوئی تو وہ اب دوبارہ اسکی جانب متوجہ ہوا۔''اب بولو۔!''اس نے جیسے حکم سنایا تھا۔صفا سر جھکائے بیٹھی رہی۔''اب بولو بھی۔!''وہ تھوڑی اونچی آواز میں بولا تو صفا لرزی۔

''آ۔آپ۔۔کہاں لے کر جا رہے ہیں۔؟''آنکار اس نے اپنا غصے سے بڑا ریشہ ظاہر کیا۔

''جہاں مرضی لے کر جاؤں۔تم سوال نہیں کر سکتی۔''اس نے صفا کے چہرے پہ یں گاڑے کہا تو وہ مزید سر جھکا گئی۔

''۔پلیز۔ایک گذارش ہے۔''اس نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کر خود پہ قابو کیا۔

''ہاں جی فرمائیے۔''ابراہیم نے جیسے احسان جتایا۔

''مم۔میرا مان۔!''اس نے ایک لفظ ادا کیا۔پھر سے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔

''مان کیا۔؟''ابراہیم سمجھ نہ سکا۔

''میرا مان مت توڑیے گا۔۔مم۔میرا اعتبار مت کچلیئے گا۔''اس نے آنکار ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔ابراہیم کے چہرے پہ الجھن ابھری۔اسکے ماتھے پہ شکنیں پڑ گئیں۔وہ اس لڑکی کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔''اپنا ٹیٹل مت کھو دیجیے گا پلیز۔!''اس نے دوبارہ خود کو کہتے سنا۔''میرے Saviour سے میرے Destroyer مت بن جایئے گا۔''وہ کہتی گئی۔جبکہ ابراہیم گواری لئے اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔''آپ پلیز۔ابراہیم رہیں۔زاویرمت بنیں۔''اس نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا تو ابراہیم ایک ہی پل میں اسکی بات سمجھ گیا۔

تو وہ لڑکی اس لئے رو رہی تھی۔؟ کیا اس نے ابراہیم کو اتنا اہم سمجھ لیا تھا۔؟ کیا اسکو ابراہیم ذرا بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔؟ جس کے ساتھ اس نے ایک پلیٹ میں کھایا اس پہ اتنا بھی اعتبار نہیں تھا۔۔؟ کیا انیشوں نے اعتبار کی جڑوں کو اتنی بری طرح متاثر کر دیا تھا کہ وہ پودا ہی سوکھ گیا۔؟ابراہیم بری طرح الجھا تھا۔وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا۔پھر اگلے ہی لمحے اسکو اسکی اپنی کہی ہوئی باتیں اور اپنے کئے ہوئے عمال یاد آئے۔وہ خود ہی تو صفا سے انتقام لینا چاہتا تھا۔وہ خود ہی تو اسکو اسکے گھر سے گھسیٹ لایا تھا۔

اسکو ایک رات پوری رات فارم ہاوس میں بند رکھا تھا۔پھر اس سے نکاح کر لیا۔یہ۔۔یہ نہیں سوچا تھا۔وہ یہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔وہ کودھکا رہا تھا۔وہ صفا پہ اپنی فرسٹریشن نکال رہا تھا۔اپنی فرسٹریشن نکالتے نکالتے اس نے اسکے دل سے اپنے لئے اعتبار کے پودے کو جڑ سمیت اکھاڑ پھینکا تھا وہ جان ہی نہ سکا۔تو کیا اب وہ اسکے بارے میں ایسا سوچتی تھی۔؟ کیا وہ اپنے سیوویئر کو اپنا ڈیسٹرائیر سمجھنے لگی تھی۔کیا وہ اس سے ڈر رہی تھی کہ کہیں وہ۔کہیں وہ اسکی عزت۔

اسکے آگے سوچنے کی ابراہیم میں سکت نہیں تھی۔اس نے پلکیں جھپکیں۔۔ایک اپنے سامنے سہمی سی بیٹھی صفا کو دیکھا۔اسکا دل کیا کہ اپنے بال نوچ لے۔وہ اپنا سر

کسی دیوار میں دے مارے۔ وہ کچھ نہ کر سکا۔ اس نے زور سے سٹیئرنگ پہ ہاتھ دے مارا۔ اور اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ خود کو حد درجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک الاؤ سا بھڑک اٹھا تھا۔ صفا نے اسکی حالت دیکھی تو وہ مزید ڈر گئی۔

''پلیز۔ ابیم۔ آپ۔ آپ۔ ایسے نہیں کریں گے ناں۔؟'' اس نے ابیم سے پوچھنا لازمی سمجھا۔ وہ خود کو تسلی دینا چاہتی تھی کہ وہ ابیم ہے وہ زاویر نہیں ہے۔

''بس۔!'' ایک زوردار دھاڑ گونجی تھی۔ صفا لرز کر رہ گئی۔ ابیم پھر سے اب صفا کی سسکیاں گونجنے لگی تھیں۔ ''بس۔ صفا۔! اب تمہاری آواز نہ آئے۔'' اس نے ابیم پھر سے سٹیئرنگ پہ ہاتھ دے مارا۔ ''تم۔ تم سمجھتی کیا ہو؟ ہاں۔ سمجھ کیا رکھا ہے مجھے۔؟ کیا میں کوئی ریپسٹ ہوں۔۔؟ ہاں۔؟'' وہ چیخ رہا تھا۔ وہ رہا تھا۔ صفا اب اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے سہمی سی بیٹھی تھی۔ ''تم۔ تم نے۔ تم نے مجھے۔'' وہ بول نہیں پا رہا تھا۔ غصے سے۔۔ دکھ سے۔ کرب سے۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ گاڑی کسی شے سے ٹکرا دے۔ وہ بے بس تھا۔ پھر اس نے ابیم زور سے آنکھیں بند کیں۔ اور کچھ دیر بعد کھول دیں۔ اس نے ابیم گہری سانس خارج کی اور گاڑی روک دی۔ جبکہ صفا اب سن سی بیٹھی تھی۔ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے۔ گاڑی ابیم ساحل پہ آ کر رکی۔

Mövenpick Resort El Sokhna بہت بڑے بڑے سائن بورڈز پہ یہی نام چمک رہا تھا۔ اس نے گاڑی سے اتر کر صفا کی جانب کا دروازہ کھولا۔ اس نے ابیم اپنے سامنے کھڑے ابیم کو دیکھا۔ اور پھر خاموشی سے باہر نکل آئی۔ اسکے کندھوں پہ ابھی تک ابیم کا کوٹ تھا۔ اور وہ بس ابیم ڈریس شرٹ اور ویسکوٹ میں تھا۔ صفا باہر نکلی تو سرد ہوا کے جھونکے اسکے چہرے سے ٹکرائے۔ صفا نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مسل کر حرارت پہنچائی۔ وہ ویسے ہی کھڑا تھا۔ کسی پتھر کی طرح۔

صفا سائیڈ پہ ہٹی تو اس نے گاڑی کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا کہ وہ ٹوٹتے ٹوٹتے بچا تھا۔ صفا اسکی ابیم حرکت نوٹ کر رہی تھی۔ وہ یونیورسٹی میں ٹھیک تھا۔ راستے میں بھی ٹھیک تھا۔ تو یہ اب ہوا۔؟ اسکو وہ پوائنٹ نہیں مل رہا تھا جسکی وجہ سے وہ اس طرح بکھر رہا تھا۔ اور وہ پوائنٹ صفا خود ہی تھی۔ اسکا ڈر۔ اسکے وہم اور وسوسوں نے ابیم کو اسکی اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے ساتھ لے کر۔ وہ لوگ اس ریزورٹ میں آئے۔ ابیم نے کاؤنٹر سے چابی لی اور اسکو لئے ابیم لفٹ میں سوار ہوا۔

وہ اب خاموش تھی۔ وہ ابیم بھی لفظ بولنے کی ہمت کھو چکی تھی۔ اب جو ہونا تھا۔ اسکو قبول تھا۔ صفا نے ہتھیار ڈال دیئے۔ لفٹ تیسرے فلور پہ آ کر رکی۔۔ دروازہ کھلا تو وہ اسکا ہاتھ کراسکو گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ ابیم کمرے کا دروازہ کھولا اور اسکو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر کے واپس آیا۔ صفا ابیم آ کر لڑکھڑائی۔ وہ کمرہ خالی تھا۔ ابیم بیڈ۔ ابیم صوفہ۔ جیسے کسی بھی ہوٹیل کے کمرے ہوا کرتے ہیں۔ وہ آ کر اس صوفے پہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔ اب کیا ہونے والا تھا؟ وہ اسکو یہاں کیوں لایا تھا۔؟ اب سوال تھے۔ ہر سو بس سوال ہی سوال تھے۔ جنھوں نے اسکو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ وہ لوگ قریباً ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کر کے اس ریزورٹ پہ پہنچے تھے۔ اور وہ اسکو وہاں بلاوجہ تو لے کر نہیں آیا تھا۔ تو پھر وہ اتنا بھڑک کیوں اٹھا تھا۔؟ سوال۔ سوال۔ اور بس سوال۔

ان سوالوں کا ختم ہونے والا سلسلہ ڈور بیل کے گھومنے سے ٹوٹا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں ابیم ٹرے تھی۔ جس میں ابیم سینڈوچ تھا۔ اور ابیم گلاس دودھ کا تھا۔ وہ آ کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔ ٹرے اسکے پاس ہی صوفے پہ رکھ دی۔

''کچھ کھا لو۔'' کہتا وہ واش روم میں گیا۔ جبکہ اب صفا کا حقیقی معنوں میں حلق خشک ہوا تھا۔ وہ یوں ہی ساکت سی کیفیت میں بیٹھی رہی۔ اس کھانے کی ٹرے کو گھورتی رہی۔ کچھ ساعتیں یوں ہی گزر گئیں۔ واش روم کا دروازہ کھلا۔ وہ چینج کر چکا تھا۔ وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ وہ اسی حالت میں بیٹھی جس حالت میں وہ اسکو چھوڑ کر گیا تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کے بٹن یوں ہی کھلے چھوڑ دیئے اور چلتا ہوا آ کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔ صفا نے سر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ آج وہ سجل کا خوف محسوس کر رہی تھی۔ جس کرب سے جس خوف سے سجل گزر رہی تھی۔ آج صفا کو وہ ابیم لمحہ اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ان لمحات کی چشم دید گواہ تو نہ تھی۔ آج وہ ابیم لمحے کا تصور کر سکتی تھی۔ پھر بھی اسکی سچوئیشن مختلف تھی۔ اسکے سامنے جو کھڑا تھا۔ صفا اسکے نکاح میں تھی۔ وہ اس پہ حق رکھتا تھا سجل۔ وہ تو معصوم تھی۔ آج صفا کو ابیم کا غصہ۔ اسکی نفرت۔ اسکا انتقام۔ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ اسکا دل پھر بھی قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ کیسے اس شخص کے ہاتھوں۔ دھوکہ ہو سکتی تھی جس کے ساتھ اس نے آباد ہونے کے خواب دیکھے تھے۔ صفا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''کھا۔ کھالو صفا۔۔!'' م لہجہ۔

صفا کو وہ لہجہ م نہیں لگا تھا۔ وہ کھا۔ اسکو اس گھاس کی طرح لگا تھا جو قر۔ نی کے بکرے کو ذبح کرنے سے پہلے کھلائی جاتی ہے۔ صفا نے بند آنکھوں سے ہی میں سر ہلا دیا۔ ا۔ اہیم نے ضبط کیا۔ پھر اس نے بے اختیار ہاتھ اٹھا کر صفا کے ۔ لوں پہ پھیرا۔

''ڈرو مت۔! میں تم سے کچھ ۔ ت کر۔ چاہتا ہوں۔ تم پہلے کچھ کھالو۔'' اس کو اپنے سامنے بیٹھی وہ چھوٹی سی بکھری سی صفا کو دیکھ کر نہ جانے کیا ہوا تھا۔ اسکا دل ٹوٹ سا گیا تھا۔ وہ لوگ کہاں آ گئے تھے۔؟ کیوں وہ لوگ اس طرح اس موڑ۔ آ گئے تھے۔؟ کہ آج ا۔ دوسرے کی موجودگی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ صفا نے دو۔ رہ میں سر ہلا۔ آ ہر قسم کی ۔ ڑتوڑ کر بہہ نکلے تھے۔

''پلیز۔!۔۔ پلیز۔!'' اس نے خود کو کہتے سنا۔ اسکے ا۔ یشے بہت طاقت ور ہو چکے تھے۔ اعتبار کے پودے کو تو وہ ۔ کا کھا چکے تھے۔ اب صفا کا دل لہولہان تھا۔ پھر بھی وہ ا۔ امید کو تھامے ہوئے تھی۔ اسکا دل ا۔ آ ۔ ی تنکے کے سہارے تھا۔ کہ وہ شخص اسکے ساتھ کچھ غلط نہیں کرے گا۔

''صفا۔ بچے۔! میں کچھ نہیں کہہ رہا۔ مم۔ میں بھلا کیوں تمہیں کچھ کہوں گا۔''۔ ا۔ اہیم کا لہجہ بکھر سا گیا۔ صفا نے بند آنکھوں سے زور زور سے میں سر ہلا۔ آ زارو قطار بہہ نکلے تھے۔ ا۔ اہیم نے کھانے کی ٹ ے اٹھا کر سامنے پڑے ا۔ ٹیبل پہ رکھی اور اسکے ساتھ آ بیٹھا۔ ''کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ وہی ۔ کروں گا جو میری سجل کے ساتھ ہوا۔؟'' اس نے کرب سے چور لہجے میں کہا تو صفا نے سر جھکا لیا۔ آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ اب اسکے گود میں رکھے ہاتھوں پہ اسکے آ رہے تھے۔ ''کیا میں تمہیں ایسا لگتا ہوں۔؟'' اس نے مدہم سی آواز میں سوال کیا تو صفا نے فورا میں سر ہلا۔ ''تو پھر کیوں خوفزدہ ہو۔؟'' اس نے صفا کے چہرے پہ نگاہیں جمائے ہی پوچھا۔ صفا نے ا۔ سسکی لی اور سر اوپر اٹھایا۔

''آپ۔ آپ نے انتقام کی ۔ ت کی تھی۔ آپ بس اپنا انتقام چاہتے تھے۔ اسی لئے آپ نے۔'' وہ بولتے بولتے رکی۔

''ہاں۔ میں اپنا انتقام لوں گا۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا تو صفا نے غیر یقینی سے دیکھا۔'' میں زاو۔ ر سے لوں گا۔ تم سے نہیں۔'' اس نے اب کی ۔ ت زور دے کر کہا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔ ''میں آج تم سے یہی ۔ ت کر۔ چاہتا تھا۔'' کہتے ہوئے ا۔ اہیم نے اس ٹیبل پہ پڑے کچھ کاغذات اسکے سامنے کئے۔ صفا اپنے سوالوں میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ وہ ان کاغذات کو دیکھ ہی نہیں پائی تھی۔

''یہ۔ یہ۔ کیا ہے۔؟'' صفا نے جلدی سے آ صاف کیئے۔

ا۔ اہیم نے وہ پیپرز دو۔ رہ میز پہ رکھ دیے اور صفا کا ہاتھ پکڑا۔ وہ اسکی جا۔ ۔ رخ کر کے بیٹھ گیا۔ صفا ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔

''میری بہن قتل ہوئی صفا۔ بے شک وہ ا۔ خودکشی تھی۔ میں جا ہوں کہ وہ ا۔ قتل ہی تھا۔ اسکے ساتھ جو کچھ ہوا اسکے بعد کسی بھی عورت کے لئے جینا ا۔ بہت ۔ امتحان ہو۔ ہے۔ میری بہن کمزور تھی۔ اس لئے اس نے اس امتحان کو نہیں چنا۔ اس نے آسان راستہ اختیار کر لیا۔ اس نے موت کو چن لیا۔'' وہ اب یں جھکائے صفا کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔

اسکا ا۔ لفظ صفا کا دل چیر رہا تھا۔

''تم۔ تم ا۔ ازہ نہیں کر سکتی کہ میری کیا حا ۔ تھی۔ مم۔ میں بکھر گیا تھا صفا۔''۔ ا۔ اہیم کی آواز میں لرزش تھی۔ ''کسی بھی ا۔ ن کے لئے ا۔ ایسے صدمے کو پ اس کر۔ آسان نہیں ہو۔ ۔ میرے لئے بھی نہیں تھا۔ صفا۔ ا۔ ن طبعی موت پہ پھر بھی صبر کر۔ ۔ ہے۔ کیو۔ ہم ۔ اسی کی جا۔ ۔ لوٹ جائے گے۔ ۔ صفا۔!''۔ ا۔ اہیم نے ۔ ت مکمل کرنے سے پہلے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ صفا خشک آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھے گئی۔'' صفا۔ میری بہن کی عصمت دری کی گئی۔ کین یو امچن ۔؟'' اس نے سوال کیا تو صفا کی ۔ قی کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ امچن ہی تو کر رہی تھی وہ ۔ ۔ سے۔ کہ کیا کیا ہوا ہوگا سجل کے ساتھ۔؟ کس کس کرب سے ۔ ری ہوگی وہ۔ وہ بھی تو زاو۔ ر پہ اعتبار کرتی تھی اسی لئے اسکے ساتھ چلی گئی تھی۔ اور زاو۔ ر نے اسکے اعتبار کو رو۔ ڈالا تھا۔

''میں۔ میں پ گل ہو گیا تھا۔ صفا میرے بس میں کچھ نہیں تھا۔ میں اپنے کسی بھی عمل کی جسٹیفیکیشن نہیں دے رہا۔ میں بس اپنی حا ۔ ایکسپلین کر۔ چاہتا ہوں۔ کہ وہ وقت کس قدر کٹھن تھا میرے لئے۔ اور میں سمجھ نہی نہ پ۔ کہ اپنے درد سے لڑتے لڑتے ۔ میں نے تمہاری شخصیت کو بھی رو۔ ڈالا۔ میں نے تمہیں اپنے انتقام کا نہ بنا۔

تمہیں بلاوجہ ڑ پ کیا۔وہ ۔وہ ۔میں۔''ا۔ اہیم کے الفاظ بکھر گئے۔وہ سمجھ نہیں پ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی سے کیسے معافی مانگے جس کو اس نے اتنا ستایا تھا۔'' پھر اس دن۔دینا ا پ ال میں تھی۔میری ا اور سجل اس وقت ز گی اور موت کے ج لڑ رہی تھی۔اس دن میں سمجھ ۔کہ اولاد کا درد کیا ہوتا ہے۔اولاد کی آزمائش کیا ہوتی ہے۔میں تمہاری ماں کے درد کو سمجھ ۔صفا۔!''ا۔ اہیم کہے جا رہا تھا جبکہ صفا بکھری سی سن سی بیٹھی سن رہی تھی۔

''اس لئے میں نے تمہاری ماں سے تمہاری ب ت کروادی۔ مجھے پھر بھی سکون نہیں صفا۔''وہ ا پل کے لئے رکا۔

اس نے صفا کا چہرہ غور سے دیکھا۔وہ کسی بھی ت ش سے عاری تھا۔ا دم سپاٹ۔''میں بے شک ل چکا ہوں۔میں پ ا۔ا۔ اہیم نہیں رہا۔ میرے ا رابھی بھی ا حساس سا۔ اہیم ز ہ ہے۔میں نے اس حساس ا۔ اہیم کو مارنے کی بہت کوشش کی۔ وہ مر ہی نہیں ہے۔شا وجہ ہے محبت۔میرے ارد محبت ہے صفا۔میری بیوی۔ میرے بچے۔وہ لوگ میرے ا رسے اس حساس ا ن کو مرنے نہیں دیتے۔میں چاہ کر بھی پتھر نہیں ہو سکتا۔''اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔صفا کا ہاتھ ابھی ا۔ اہیم کے ہاتھوں میں ہی تھا۔وہ یوں ہی ٹیک لگا ۔اسکا رخ ابھی صفا کی جا تھا۔دل کا بوجھ قدرے ہلکا ہو رہا تھا۔

''میں نے بہت کچھ دیکھا ہے صفا۔موت۔کو بہت قر سے دیکھا ہے میں نے۔ز گی کو بہت پ س سے محسوس کیا ہے میں نے۔ز گی اور موت ل کل ا دوسرے سے کنیکٹڈ ہیں۔جہاں ز گی کی و ری ختم ہوتی ہے وہاں سے موت شروع ہو جاتی ہے۔ا ہچکی۔فقط ا ہچکی ا ن کو اس پ رکھڑا کر دیتی ہے۔ ۔۔جو سجل کے ساتھ ہوا تھا۔وہ میں فراموش نہیں کر سکتا۔''اس کی آنکھوں کے شعلے دو رہ دہکنے لگے تھے۔

''آئی ایم سوری۔!''یہ الفاظ ا۔ اہیم کے نہیں تھے۔یہ الفاظ صفا کے تھے۔ا۔ اہیم نے چو کر دیکھا۔کیو وہ اب یہ الفاظ بولنے والا تھا۔

''کیا۔؟تم سوری کیوں بول رہی ہو۔؟اب میری ری تھی۔''ا۔ اہیم نے ا وسکیپٹر کر کہا۔

''نہیں۔میں۔معافی مانگتی ہوں۔میرے خا ان کی وجہ سے آپکا اتنا ٹ انقصان ہوا۔اس لئے میں معافی مانگتی ہوں۔''اس نے سپاٹ چہرہ لئے کہا تو ا۔ اہیم د سا رہ ۔

''تم سوری بول بھی لو ت ۔ بھی کوئی خاص فرق نہیں پ ڑنے والا صفا۔میں اسکو نہیں بخشنے والا ۔۔''اس نے اٹل فیصلہ سنا ۔اسکو لگا کہ وہ اب زاو ر کی ز گی کی بھیک مانگے گی۔ صفا خاموش رہی۔''خیر۔!''وہ اچا سیدھا ہوا۔اور اس نے وہ پیپرز اٹھائے۔اور پھر اس نے اپنی ۔۔ سے وہی سیاہ نکالا۔جس پ ر الفاظ میں ا۔ اہیم کا م لکھا ہوا تھا۔صفا نے بے اختیار اس کو دیکھا۔اور پھر ا۔ اہیم کے ہاتھ میں ان پیپرز کو دیکھا۔صفا کا دل ڈوب کے ابھرا۔

حوریہ دینا کو اٹھائے کر داوی مینشن میں داخل ہوئی۔

''۔ کہاں ہیں۔؟''اس نے آتے ہی ز مہ سے پوچھا۔

''وہ ابھی آفس سے نہیں آئے۔''وہ مودب سی بولی۔

''ٹھیک ہے۔میں اپنے کمرے میں ہوں۔۔ آ تو مجھے بتا دینا۔'' کہتے وہ سیڑھیاں پ ڑھ گئی۔وہ اپنے کمرے میں آئی اور دینا کو بیڈ پ ہی لٹا کر اس پ اچھی طرح کمبل اوڑھا دی۔وہ سو رہی تھی۔حوریہ آ کر صوفے پ ڈھے گئی۔وہ بکھری سی تھی۔۔صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ تھکی ہاری سی بیٹھی تھی۔

''میرے کچھ خواب ہیں۔ٹ ۔میں اپنے ملک کو سے طاقت ور ملک بنا چاہتا ہوں۔اس کے لئے مجھے مشکل فیصلے کرنے ہوں گے۔''اپنے ب پ کے کہے گئے الفاظ کی ز گشت اسکو پورے کمرے میں سنائی دینے لگی۔

''میں جا ہوں کہ کچھ فیصلے ا مسلمان ہونے کے ن طے میں غلط کر رہا ہوں۔ ا ملک کا سر اہ ہونے کے ن طے میری پہلی ت جیح میرا ملک ہوگا۔ا اس کے لئے مجھے اپنے ہی لوگوں کی مرضی کے خلاف جا پ ا تو میں جاؤں گا۔ جس مصر کا میں نے خواب دیکھا ہے وہ خواب میں پورا کروں گا۔''حوریہ نے ٹیک لگا کر آنکھیں مو لیں۔وہ یوں ہی ا ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی کنپٹی مسلتی رہی۔

''حوریہ۔!وہ فلسطینی ہمارے بھائی ہیں۔ہم ا آواز نہیں بنیں گے تو اور کون بنے گا۔''اب تکرار شروع ہو چکی تھی۔ا طرف سے رحمان کر داوی کی ب ت آتی تو دماغ کے دوسرے کونے سے ا۔ اہیم کا جواب آ جا ت ۔

''وہ لوگ اپنی .ز .سوں سے لڑتے آرہے ہیں۔وہ لوگ اقصیٰ کی .ز لڑ رہے ہیں جو کہ ہماری زمہ داری تھی۔بحیثیت مسلمان یہ ہم .ی کی زمہ داری تھی۔ وہ لوگ تن تنہا اس میدان میں مذاہمت کررہے ہیں۔''ا. اہیم کے الفاظ حوریہ کے دل کو چھلنی کررہے تھے۔اس نے .لآ آنکھیں کھول دیں۔

''دھوکہ۔!ا. اہیم آپ نے دھوکہ دی۔!''اس نے ز .دہرایا۔''یہ .آپ مجھے ... کو اعتماد میں لے کر بھی کر تے تھے۔ آپ نے دھوکے کو چنا۔آپ نے میرے .. کے ہی نہیں میری پیٹھ میں بھی خنجر گھو ہے۔''حوریہ ہوا میں کسی غیر مرعی نقطے کو مسلسل گھورے جارہی تھی۔اسکی آنکھیں ا. ہی نقطے پہ موکوز تھیں۔''میں نے آپ سے محبت کی۔بے شک آپ نے جواب میں مجھے اس سے دوَ محبت دی ۔ بھروسہ۔!ا. اہیم آپ نے میرے بھروسے کا قتل کردی۔آپ نے میرے اعتماد کو توڑ دی۔آپ نے مجھے وہاں سے چوٹ پہنچائی ہے جہاں سے میرا گمان نہ تھا۔میرے .پ کے ساتھ آپ نے غداری کر کے مجھے مفلوج کردی ہے۔''حوریہ اب اپنا سر دونوں ہاتھوں میں ئے خاموش آ بہارہی تھی۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' کہتے اس نے سراو پ اٹھایا۔وہ اب اپنی تھوڑی کے نیچے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بنائے بیٹھی جھول رہی تھی۔

اسے کوئی دیکھ ت تو مجنون کہتا۔وہ پ گل ہی تو ہوگئی تھی۔ا. طرف اسکا شوہر تھا تو دوسری طرف اسکا .پ۔کوئی عام مشرقی لڑکی ہوتی تو وہ طلاق کے خوف سے . شوہر کی فرمانبرداری کی خاطر خاموش ہوجاتی۔ وہ حوریہ رحمان تھی۔وہ رحمان کرداوی کی بیٹی تھی۔محبت نے بے شک اسکے پیروں میں بیڑیں ڈال دی تھیں۔ .وہ الگ تھی اسکو طلاق کا کوئی خوف نہ تھا۔وہ اپنے اصولوں کی پ بند تھی۔اور اسکے اصولوں میں سرفہر ت بھروسہ تھا۔جس کا خون ہو چکا تھا۔وہ ا. .رپھر سے سر ہاتھوں میں ئے بیٹھی تھی۔جبکہ اسکے دماغ میں اب دو .رہ تکرار شروع ہو چک تھی۔

''حوریہ۔!''اس نے چو کر دیکھا تو دروازے میں رحمان کرداوی کھڑے تھے۔

''..۔!''وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور فوراجا کر اپنے کے .سے لگ گئی۔

''حوریہ۔!میری شہزادی۔! .ٹھیک ہے .ں۔؟''وہ اسکے .ل سہلاتے پوچھ رہے تھے۔جبکہ وہ بس خاموشی سے روئے جارہی تھی۔''کیا ہوا ہے میری بیٹی۔؟کیا اپنی ماما کی .د آرہی ہے۔؟چلو ہم قبرستان چلتے ہیں۔ان سے ابھی قات کر تے ہیں۔''وہ یہی سمجھے تھے اس لئے اپنے لحاظ سے تجو .پیش کرنے لگے۔

''نہیں ..۔''وہ .ک پونچھتی ہوئی الگ ہوئی۔

''کیا ہوا ہے پھر۔؟کیوں اداس ہو۔۔؟اور ا. اہیم کہاں ہے۔؟تم اکیلی آئی ہو؟ .قوت اور مرجان کہاں ہیں؟''انھوں نے بیڈ پ سوئی ہوئی دینا کو دیکھ کر سارے سوال ا. ہی سانس میں کرڈالے۔وہ ا لخت جگر تھی۔اسکا ا. آ ا دل پ تھا۔وہ حوریہ کو روتے ہوئے ہر نہیں دیکھ تے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں ..۔بس ایسے ہی دل بھر آ تھا۔بچے گھر ہیں۔ا. اہیم کسی کام سے گئے تھے۔آپکی .د آئی تو میں چلی آئی۔''وہ اپنا حلیہ در تے کرتی ہوئی ا بتانے لگی۔

''اچھا تو یہ .ت تھی۔پھر تو بہت اچھا کیا جو آ گئی ملنے۔میں بھی تمہیں بہت .د کررہا تھا۔''وہ اسکو ساتھ لگائے صوفے پ آ بیٹھے۔حوریہ کچھ دیر یوں ہی ا کندھے سے سر ٹکائے بیٹھی رہی۔

''..۔!''کچھ دیر بعد اسکی ٹ ٹ سی آواز آئی۔

''بوبو .. کی جان۔''انھوں نے اسکا کندھا سہلایا۔

''..۔ا کوئی بہت اپنا ہمیں دھوکہ دے رہا ہو تو کیا کر .چاہیے۔؟''اس نے ہوا میں گھورت ہوئے بوجھل دل کے ساتھ پوچھا۔

''دھوکہ کبھی بھی ا. دن .ا. لمحے میں نہیں دیا تا حوریہ۔!یہ ا. مکمل پ اسس ہوتا ہے جس میں پلاننگ شامل ہوتی ہے۔اور دھوکہ دینے والے کے پ اس ایسے ہزاروں لاجک ہوتے ہیں جن سے وہ قائل کرتا ہے کہ وہ مجبور تھا۔اب یہ آپ پ ڈیپینڈ کرتا ہے کہ آپ اسکو معاف کردیتے ہیں .پھر دو .رہ اعتماد کر تے ہیں۔''

''تو کیا معاف کردینا اور اعتماد کر .ا. .ا نہیں۔؟''اس نے حیرت سے سر اٹھا کر انکا چہرہ دیکھا۔وہ ہلکا سا مسکرائے۔

''نہیں۔!معاف کردینا الگ .ت ہے اور دو .رہ سے بھروسہ کر .الگ چیز ہے۔''وہ مسکرا کر اسکے سر پ ہاتھ ر تے بولے۔

''تو کیا کرنا چاہیے۔؟ معاف کر دینا بھروسہ۔؟''

''معاف اسکو کریں جو گلٹی ہو۔ جس کو اپنے کئے پر شرمندگی ہوگی وہ دوبارہ سے آپکا اعتبار حاصل کرنے لگا۔ اس طرح آپکا اس پر خود بخود بھروسہ قائم ہو جائے گا۔''

''یعنی میں معاف کر دوں۔؟'' حوریہ نے اداس سے پوچھا۔

''ہاں۔ بھروسہ اسکو خود حاصل کرنا دو۔ بھروسہ کمایا جاتا ہے'' انھوں نے اسکے سر کا بوسہ لیا۔ حوریہ کے دل کا بوجھ ہنوز قائم تھا۔ ''ڈنر ریڈی ہے۔ ہم دونوں باپ بیٹی ساتھ کھانا کھا لیں گے۔ ٹھیک ہے۔؟'' انھوں نے شفقت سے کہا تو حوریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس ریزورٹ کے آس پاس سمندر کی لہروں میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا تھا۔ نیلے پانیوں کا سمندر رات کی تاریکی میں سیاہ ہو چکا تھا۔ آسمان پر چمکتے چاند اور ستاروں کے نور نے اس پانی کو مکمل تاریک نہیں ہونے دیا تھا۔ سمندر کے پانی میں آتا وہ چاند ہر لہر کے ساتھ ساتھ لہراتا جاتا تھا۔ وہ ہچکولے کھاتا چاند اس وقت کشمکش میں تھا۔ وہ اس وقت ان لہروں کے رحم و کرم پر تھا جو اسکو ہر آتے لمحے کے ساتھ ہلا کر رکھ دیتی تھیں۔

ایک چاند اس ریزورٹ کے تیسرے فلور کے ایک کمرے میں بھی تھا۔ جس کو اسکے سمندر نے وقت کی لہروں کے سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ابراہیم نے اس سیاہ کی کیپ ہٹائی اور کاغذات اپنے ہاتھ میں پکڑے۔ اس نے دستخط نہیں کئے۔ اس نے وہ اور وہ وہ کاغذات صفا کی جانب بڑھا دیئے۔

''پہلے تم۔!'' بس اتنا ہی سنائی دیا تھا صفا کو۔ جو کہ غیر یقینی کی لہروں میں اپنا تشخص برقرار رکھنے کی حد درجہ کوشش کر رہی تھی۔ آج اسکی پہچان ایک رپھر سے ہچکولے کھا رہی تھی۔ ایک دن وہ اچانک صفا قریشی سے صفا ابراہیم بنا دی گئی۔ اور آج۔ آج ایک رپھر سے اسکی پہچان کے ساتھ کھلواڑ ہو رہا تھا۔ اسکے رجسٹر کے پہلے صفحے پر اسکا لکھا نام۔ اور اس پر پینسل سے لگی کھروچیں۔ جن سے اس نام کو مٹا دیا گیا تھا۔ کیا اتنا ہی آسان تھا کسی کی پہچان بدلنا۔؟ وہ ہر روز اپنے رجسٹر پر اپنی پہچان لکھتی۔ ''صفا ابراہیم۔'' وہ اس نام کو لکھنے کے بعد کتنی ہی دیر اس نام کو نہارتی رہتی۔ وہ اس پر ہاتھ پھیرتی رہتی اور خود کو یقین دلایا کرتی تھی کہ وہ صفا ابراہیم ہے۔

اور آج۔ آج وہ شخص ایک رپھر سے اسکو صفا ابراہیم سے صفا قریشی بنانے جا رہا تھا۔ پھر صفا کے ابا را جملہ گو ۔

''صفا ابراہیم کو تابعداری قبول نہیں۔'' صفا نے سر اٹھایا اور اسکے ہاتھ میں موجود اس کو دیکھا۔

''دستخط کر دو۔ پھر میں تمہیں واپس بھیج دوں گا۔'' اس نے سرد سے تاثرات لئے اپنی بات دہرائی۔ ایک بڑی سی لہر آئی اور اس چاند کا عکس پانی میں ہی تحلیل ہو گیا۔ سمندر نے اس عکس کو نگل لیا۔ صفا نے سپاٹ چہرہ لئے میں سر ہلایا۔ ابراہیم نے آنکھیں سکیڑ لیں۔ ''میں بعد میں کرتا ہوں۔ تم پہلے کر دو۔'' اس نے اپنی بات ایک رپھر سے دہرائی جیسے وہ بتانا چاہتا ہو کہ وہ اپنے وعدے پر قائم ہے۔

''نہیں۔!'' اب صفا کے بدلے تھے۔

''فائن میں کر دیتا ہوں پہلے سائن۔'' اس نے خجلت سے اور پیپرز اپنی گود میں رکھے۔

''نہیں۔!'' ایک چیخ گونجی۔ جس سے ابراہیم کے دستخط کرتے ہاتھ گونجے۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ سامنے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''صفا۔! بیٹھ جاو۔ میں کر رہا ہوں دستخط۔'' اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ جبکہ صفا نے ایک دم سے میں اسکے ہاتھ سے وہ چھین لیا۔ ابراہیم ہکا بکا رہ گیا۔ وہ وہیں بیٹھا تھا۔ سر اٹھائے سامنے کھڑی صفا کی بے جان سی آنکھیں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوا۔ صفا نے اپنے لرزتے ہاتھوں میں اس کو پکڑا۔ وہ کچھ دیر اس کو دیکھتا رہی۔ پھر وہ زخمی سا ہنس دی۔ اسکی ہنسی بہت عجیب تھی۔ اس ہنسی میں عجیب وحشت تھی کہ ابراہیم کو خوف سا محسوس ہوا۔

''تم بیٹھ جاو۔ تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی۔'' اس نے صفا کو ہاتھ پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی جبکہ اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔ وہ سامنے وحشت زدہ سی کھڑی تھی۔ جبکہ ابراہیم حیران پریشان سا اپنی جگہ بیٹھا تھا۔

''یہ۔ یہ۔ یہی ہے ان فساد کی جڑ۔؟'' صفا نے حقارت سے اس کو دیکھا جبکہ ابراہیم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ''میں نے یہ ایسا ہی کیوں۔؟'' وہ اب کی بار چیخی تھی۔ ابراہیم ہل کر رہ گیا۔ تو کیا یہ صفا نے کیا تھا۔؟ اسکا دماغ کسی طرح چکرایا تھا۔

''یہ سجل کا ہے صفا۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے اسکے علم میں اضافہ کرنا چاہا جبکہ صفا نے دیوانہ وار میں سر ہلایا۔

''یہ میرا ہے۔یہ میں نے ۔ اتھا۔ اہیم۔!'' وہ چیخ رہی تھی۔

''ریلیکس۔!'' وہ اب کی۔ راٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے ۔ اتھا یہ ۔اپنی قسمت کا فیصلہ لکھنے کا حق میں نے ہی دیا تھا اس کو۔اور آج۔آج ا ۔ رپھر سے یہ میری قسمت کا فیصلہ کرنے جارہا ہے۔یہ میں نہیں ہونے دوں گی۔'' وہ ہیجانی کیفیت میں ئی۔جبکہ ا۔ اہیم کو اسکی کسی ۔ت کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔اسکو بس اس وقت بکھری سی صفا دکھائی دے رہی تھی۔اسکو ڈر تھا کہیں وہ بیمار نہ ہوجائے۔وہ کہیں پھر سے بے ہوش نہ ہوجائے۔ وہ نہیں جا تھا کہ اسکے پینک اٹیکس کی وجہ خوف تھا۔اور وہ اب اپنے خوف سے لڑ۔ سیکھ چکی ہے۔۔ سے سجل اس کی ز۔ گی سے گئی تھی اس نے اکیلے سروائیو کر۔ سیکھ لیا تھا۔

''صفا۔پلیز۔خود کو سنبھالو۔ہم اسکو حل کر ۔ تے ہیں۔میں جا ہوں کہ بہت غلط ہو چکا ہے۔ا۔ ایسا ڈیج ہو چکا ہے جس کی بھر پ ئی مشکل ہے پلیز۔اس وقت تمہیں خود کو سنبھالنا ہے۔ہم اس مسئلے کو حل کرلیں گے۔'' وہ اسکے قر۔ ہوا اور اسکو شانوں سے تھاما۔''میں جا ہوں کہ میرے غصے کی وجہ سے تمہیں بہت چوٹ پہنچی ہے پلیز۔میں ۔ کچھ پہلے جیسا کردوں گا۔آئی۔آئی پ امس۔۔!'' وہ الجھا ہوا تھا کہ اس وقت وہ ایسے کیوں ری ا کررہی ہے

اور آج ا۔ اہیم کو اس ۔ت کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ جوش میں ہوش کھو دینے کا کیا ا م ہوتا ہے۔اس نے نہ صرف اس معصوم بچی کی ز۔ گی تباہ کر ڈالی تھی بلکہ اسکی اپنی فیملی بھی خطرے میں تھی آج اسکا دل کیا تھا کہ کاش۔کاش۔وقت پیچھے جائے۔وہ صفا کو اسکے گھر چھوڑ آئے۔وہ ونی سے انکار کردے۔وہ اس لعنت کا انکار کر دے۔

وہ اپنی پوری قوت لگا کر اپنی بہن کے اصل مجرم کو تلاش کر کے اپنا انتقام پورا کرے۔اور ۔ ۔ وہ صبر اور توکل سے کام لے۔ اب وقت پیچھے نہیں جاسکتا تھا۔وہ پیچھے نہیں مڑ سکتا تھا۔وہ جہاں آ ۔ تھا وہاں سے واپسی ممکن نہ تھی وہ ا۔ کوشش کرسکتا تھا۔اور وہ یہ کوشش کررہا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھیں کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھیں۔اور ا۔ اہیم اس کہانی سے آنکھیں پ ارہا تھا۔وہ اس کہانی کو ۔ نہیں چاہتا تھا۔وہ اپنے کان پ ٹ کھڑا تھا۔وہ اس کی کہانی میں کوئی کردار نبھانے کو تیار نہ تھا۔ا۔ عورت کی نگاہ میں کیا ہے یہ مرد بخوبی سمجھ جا ۔ تا ہے۔وہ ا ن ہے تو وہ جھٹلا رہا ہے۔وہ خود سے لڑ رہا ہے اور اس کا انکار کررہا ہے۔وہ بھی جھٹلا رہا تھا کہ صفا ایسا نہیں کرسکتی۔وہ اسکے ساتھ رہنے کی ۔ت نہیں سوچ سکتی۔ وہ ۔ ۔ جھٹلا سکتا تھا۔

''نہیں۔!اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہوسکتا ا۔ اہیم۔!مجھے اب اپنی شنا ۔ ۔ کے ساتھ مز۔ کوئی کھلواڑ منظور نہیں۔'' وہ اپنا سر پکڑ کر ئی۔اور پھر اس نے ا۔ اہیم کا ۔ یبان پکڑا۔اس نے اچنبھے سے اپنے ۔ یبان پ اسکی ۔ فت دیکھی۔''۔ ۔ جس کا دل چاہتا ہے آکر میری پہچان ۔ ل دیتا ہے۔میں صفا قریشی تھی۔پھر مجھے ا۔ ہی رات میں صفا ا۔ اہیم بنا دے۔اور اب آکر آپ کہہ رہے ہیں واپس چلی جاو۔پھر سے صفا قریشی بن جاو۔نہیں۔ایسا نہیں ہوگا ا۔ اہیم۔!'' صفا کی آنکھوں میں سرخی ا۔ آئی تھی۔

ا۔ اہیم کے دماغ میں دھماکے ہوئے۔وہ کیا کہہ رہی تھی۔وہ اب اپنی آنکھوں میں درج اپنی کہانی اپنی ز۔ ن سے ادا کررہی تھی۔وہ اس کہانی میں ا۔ اہیم کو مر۔ ی کردار بنا رہی تھی۔اسکا دماغ شل ہوا۔ پھر اس نے ا۔ جھٹکے میں اپنا ۔ یبان چھڑوا ۔ اور ا۔ قدم پیچھے ہو کر کھڑا ہوا۔

''صفا۔ پ گل ہوگئی ہو۔؟''ا۔ اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی سعی کی۔ صفا کی آنکھوں میں جو تپش تھی وہ اسکو اس یں نہیں نے دے رہی تھی۔لہروں کا شور مسلسل۔ پ تھا۔چا۔ کا عکس مسلسل ہچکولے کھا رہا تھا۔وہ عکس اپنی پہچان۔ قرار ر ۔ کی بھرپور کوشش کررہا تھا۔

کھا۔ کھانے کے بعد حور یہ واپس چلی گئی تھی۔

اس نے فورا اپنے ۔ کو اس۔ رے میں بتانے کا ارادہ ۔ ک کردیا تھا۔اسکو ابھی اس کے۔ رے میں مز۔ سوچنا تھا۔پھر اسکو کوئی ٹھوس ثبوت بھی چاہیے تھا جس سے وہ ا۔ ہیم کو یہ ۔ کرنے سے روک سکتی۔ ا۔ ۔ت اس نے طے کرلی تھی کہ وہ اس۔ رے میں ا۔ اہیم سے کوئی ۔ت نہیں کرے گی۔کیو ا۔ اہیم نے اسکو ا۔ ھیرے میں رکھا تھا۔اور وہ بھی اب حق نہیں ر ۔ تا یہ جاننے کا کہ حور یہ کیا سوچ رہی ہے۔رحمان کرداوی اپنی اسٹڈی میں تھے۔وہ آج اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں سیکڑے یوں ہی ہوا میں گھور رہے تھے۔ا سامنے منصور عباس بیٹھا تھا۔

''سر کیا ہوا۔؟ کوئی پ یشانی ہے کیا۔؟'' منصور نے آ۔ کار پوچھا۔

''ہمم۔'' انھوں نے پسوچ انداز میں بس اتنا ہی جواب دیا۔

''کوئی بات ہوئی ہے سر۔؟'' منصور انکا پرانا وفادار تھا۔ اس لئے وہ اس سے ہر بات شیئر کرلیا کرتے تھے۔ آج بھی وہ الجھے سے بیٹھے تھے۔

''منصور۔! حوریہ آج پریشان تھی۔ میں نے اسکو اس طرح کبھی نہیں دیکھا۔ آج اسکے اعتماد کو کسی نے ٹھیس پہنچائی ہے۔'' وہ ہوا میں گھورتے بول رہے تھے۔

''سر ہوسکتا ہے اسکی ابیہم سے لڑائی ہوئی ہو۔ اور لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں نازک سی۔ زرا سی شوہر سے لڑائی ہو تو بڑی دلبرداشتہ ہوجاتی ہیں۔ اور پھر اگلے ہی دن بھول بھال جاتی ہیں۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے سر۔''

''ہمم۔ تم شاید سہی ہوتے منصور اگر وہ کوئی عام لڑکی ہوتی۔ وہ حوریہ ہے۔ میں اسکو جانتا ہوں۔ میں اپنی حوریہ کو جانتا ہوں۔ وہ کوئی نازک مزاج عام سی ٹین ایج لڑکی نہیں ہے۔ وہ ایک تیس سالہ میچور وومین ہے جس کی تین تین اولادیں ہیں۔ اس نے اپنی شادی کی کامیابی کی مثال قائم کی ہے۔ آج۔ آج مجھے کچھ مختلف لگا ہے۔ اسکی آنکھوں کی وہ پراعتمادی قائم نہیں تھی۔ وہ بکھری سی ہوئی تھی۔ جس نے بھی اسکے اعتماد کو اسکے اعتبار کو ٹھیس پہنچائی ہے وہ اسکے دل کے بہت قریب ہے۔'' رحمان کرداوی نے اپنی بات مکمل کی۔

''سر جہاں تک مجھے علم ہے حوریہ کی زندگی میں بس دو ہی لوگ ہیں جو اسکے اس قدر قریب ہیں۔ ایک آپ اور دوسرا ابیہم۔ اگر اسکا دل آپ نے نہیں دکھایا تو وہ یقیناً ابیہم ہی ہے۔''

''ہمم۔ مجھے یہی لگتا ہے۔ ابیہم۔۔!'' انھوں نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ تم ایسا کام کرو۔'' وہ اچانک سیدھے ہوکر بیٹھے۔

''حسن۔۔! وہ آج کل کیا کررہا ہے۔؟ کیا وہ حوریہ سے ملا تھا۔؟ مجھے کہیں کہیں کچھ شک ہورہا ہے۔ یقیناً حوریہ کا دل دکھانے والا وہی ہے۔'' انھوں نے ٹیبل پر دونوں کہنیاں ٹکا دیں۔

''جی بہتر سر۔ وہ بس اپنا کاروبار کررہا ہے۔ آج کل مصر میں اسکی زیادہ تر امپورٹ ایکسپورٹ والے بزنس پر ہی توجہ ہے۔۔ پھر بھی میں پتہ کرواتا ہوں۔'' منصور نے اتسلی دی۔

''صفا۔۔! سائن کرو۔'' ابیہم نے اپنی ہمت جمع کرکے اس سے کہا۔ وہ جو سامنے بکھری سی حالت میں کھڑی تھی۔

''نہیں۔ نہیں کروں گی میں سائن۔ میں اب اس رشتے سے دستبردار نہیں ہوں گی ابیہم۔۔!'' وہ پھر سے روئی۔

''تم پاگل ہوگئی ہو۔؟'' ابیہم نے اسکو ایک زور سے پکڑ کر جھنجوڑا۔ وہ جس کام کو چند منٹوں کا کھیل سمجھ رہا تھا وہ اسکے لئے اتنا پیچیدہ ہوجائے گا اسکے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

''ہر چیز آپکی مرضی سے نہیں ہوگی ابیہم گورسی۔!'' صفا نے آنکھوں میں انگارے لیے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ کوہ طور کا وہ سرمئی پتھر آج کسی آتش فشاں کی طرح دہک رہا تھا جو کچھ جلا کر راکھ کردینے کے لئے تیار تھا۔ ''آپ کو کیا لگتا ہے آپ جو چاہیں گے کسی لڑکی کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیں گے اور جو چاہیں گے اسکو مٹا دیں گے۔؟؟ نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اسکا ایک زاویہ ابیہم کی مظبوط گرفت میں تھا۔ ابیہم کی انگلیاں اسکی جلد پر نشان چھوڑ رہی تھیں۔ اسکو پرواہ نہیں تھی۔ اسکا دل اور اسکی روح جل رہے تھے۔ اور اس جلن کے سامنے ان انگلیوں کے دھنسنے کی تکلیف کچھ بھی نہیں تھی۔

''صفا۔۔!'' اب کی بار اس نے جھٹکا دے کر اسکو مزید قریب کیا۔ ''زیادہ اوورری ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ طے تھا۔ یہ پہلے سے طے تھا کہ میں اپنا انتقام پورا کرلوں گا تب میں تمہیں آزاد کردوں گا۔ اس لئے اس فضول ڈرامے بازی کی اب ضرورت نہیں۔'' وہ اسکے چہرے پر جھک رہا تھا۔ وہ اب اپنا آپ کھو رہا تھا۔ وہ چھٹانک بھر کی لڑکی آج ابیہم گورسی کو بولنے تک نہیں دے رہی تھی۔ اس نے زرا سا کمزور پہلو کیا دکھایا وہ تو اپنے آپ کو شیرنی ہی سمجھنے لگ گئی تھی۔ ابیہم کو اب اس پر غصہ آنے لگا تھا۔

''نہیں تھا طے۔ کس نے کیا تھا طے۔؟ طے وہ چیز ہوتی ہے جس میں ایک سے زیادہ لوگوں کی رضامندی ہوتی ہے۔ اور آپ نے مجھ سے ایسی کوئی بات طے نہیں

کی۔میں ایسی کسی .ت میں شامل نہیں تھی۔میں بس ا۔ چیز میں شامل تھی اور وہ تھا نکاح۔!''

ا. اہیم کا دماغ ا۔ لمحے کو شل ہوا۔

''وہ بھی میری مرضی سے ہی ہوا تھا۔''اس نے صفا کو جتا۔

'' اب طلاق آپکی مرضی سے نہیں ہوگی۔''اس نے فورا جواب د۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے طلاق دینے سے روک سکتی ہو۔؟''

''نہیں روک سکتی۔ میں اس میں شامل نہیں ہوں گی۔ا نکاح کر کے آپ پچھتا رہے ہیں تو میری مرضی کے خلاف طلاق دے کر آپ میرے دہرے مجرم ٹھہریں گے ا. اہیم گورسی۔!اور اتنا بوجھ لے کر آپ جیئیں گے کیسے۔؟ کیا آپ اتنا بوجھ اپنے ی. پ. داش کر تہیں۔؟''اس نے ا. اہیم کے ی. پ انگلی سے د. ود۔وہ لڑکی آج ا. اہیم کو حیران کر رہی تھی۔

کیو وہ صفا نہیں تھی۔وہ کمزور ونی میں آئی صفا نہیں تھی۔وہ ا۔ عورت تھی جو اپنی ز. گی کے اہم ی. ین فیصلے کا اختیار کسی کو یوں ہی دینے سے انکاری تھی۔اسکو ز. دستی ا۔ رشتے میں .ھ تولیا ی. تھا آج وہ ا۔ .رپھر سے اپنے ساتھ ز. دستی کرنے کا حق نہیں دے رہی تھی۔وہ آج ڈٹ گئی تھی۔اپنے حق کے لئے اپنے رشتے کے لئے۔

''دیکھو لڑکی۔!''اسکی شربتی آنکھوں کے شعلے جل اٹھے تھے۔

''یہ . ہو. ہی تھا۔تمہیں واپس جا. ہی تھا۔تم جا ہو کہ میرا ا۔ خا. ان ہے۔اور اس میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''یہ . اس وقت سوچنا تھا۔ . مجھے میرے .پ کے گھر سے اپنی ملکیت سمجھ کر گھسیٹ کر لے آئے تھے۔''

''.ت کو .ڑھا و مت لڑکی۔!''وہ آج صفا سے ا۔ .رپھر سے لڑکی بن گئی تھی۔

''دے دیں طلاق۔''اسکے الفاظ گونجے۔ اسکے چہرے کے ت. اثرات الگ تھے۔وہاں ا۔ چیلنج تھا۔اور اس چیلنج نے ا. اہیم کو خوفزدہ کر دیا تھا۔''دے دیں طلاق۔ میں کبھی معاف نہیں کروں گی آپکو۔''اس نے اٹل لہجے میں فیصلہ سنایا۔''کیا آپکے ا. روہ حساس ا. اہیم جو بقول آپکے آج بھی ز. ہ ہے۔وہ اس چیز کا بوجھ اٹھا ئے گا۔؟ کیا وہ میرے ٹوٹے دل سے نکلی سسکیاں اور آہ و بکا کو افورڈ کر سکتا ہے۔؟''وہ آج اسکی کمزوریوں کو اسکے منہ پ مار رہی تھی۔

واقعی۔کبھی بھی اپنی کمزوری کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرنی چاہیے۔خواہ آپ کسی بھی حا ت میں ہوں۔کسی بھی درد سے گ. رر ہے ہوں۔اپنا کمزور پہلو کبھی کسی پ آشکار مت کریں۔آپ نہیں جا جو اس لمحے آپکا حبیب ہے وہ اگلے لمحے آپکا دشمن بن کر کھڑا ہو جائے۔پھر آپ کو ہرانے کے لئے اسکو کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں پ. ے گی۔آ پکی وہ کمزوری جسے آپ نے اپنے کمزور لمحوں میں ظاہر کر دیا تھا۔وہ کافی ہوگی آپکو ختم کرنے کے لئے۔آج ا. اہیم بھی پچھتا یا تھا۔وہ اپنی کمزوری ظاہر کر کے پچھتا رہا تھا۔ا. اہیم کی اسکے .زو ی. فت ڈھیلی پ. گئی۔وہ ا۔ قدم پیچھے ہٹا۔وہ ا۔ .رتو لڑکھڑا یا تھا۔صفا نے اسکی حا ت دیکھی تو اسکا دل ہزار ٹکڑوں میں بکھرا تھا۔سمندر کی لہروں میں ٹھہرا و آ یا تھا۔ اب وہاں چا. کا لرز ت ہوا عکس ٹھہر رہا تھا۔وہ اپنی بقا کی .گ لڑ رہا تھا۔اور سمندر کی لہریں اب تھم رہی تھیں۔۔چا. کا عکس ا۔ .رپھر سے واضح ہوا تھا۔

''کیوں کر رہی ہو یہ . ۔؟''وہ پیچھے ہٹا اور صفے پ. ڈھے ی. ۔صفا. ت بنے کھڑی رہی۔ا. اہیم کا دم گ. ٹ لگا تھا۔اس نے اپنی ٹ. ئی ڈھیلی کی۔''کیوں۔کیوں کر رہی ہو۔؟''وہ بھاری ہوتی سانس کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔''کیوں ذلیل کر رہی ہو مجھے۔؟ کیوں مجھے اذ. ت دے رہی ہو۔؟ کیا میرا. م اتنا .ڑا تھا۔؟''وہ مسلسل اپنی ٹ. ئی ڈھیلی کر رہا تھا۔اور پھر آ. ی. ت پ اس نے ٹ. ئی کی گانٹھ کھینچ کر اسکو ڈھیلا کیا تھا۔ سانس ابھی ت. نہیں آ رہی تھی۔صفا کو اسکی حا ت دیکھ کر پ. یشانی ہوئی۔وہ سمجھ نہیں پ. رہی تھی کہ اچا. اسکو ہوا کیا ہے۔؟

''آ۔آپ۔آپ ٹھیک ہیں۔؟''وہ زرا سا قر. . ہوئی۔

''STAY AWAY''اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو وہیں رکنے کا کہا۔اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

آج پھر سے اسکو اسی گھٹن کا احساس ہوا تھا۔آج پھر سے وہ بند گلی میں آ کھڑ ہوا تھا۔آج ا۔ .رپھر سے وہ اس ملبے تلے دب ی. تھا۔جہاں سے اسکو .ہر نکالنے والا کوئی نہیں تھا۔

****

ا. اہیم اور سفیر وہاں سے واپس آ گئے تھے۔ ا. اہیم کا دل ابھی ۔ ان خیموں میں ہی کہیں اٹ ک ی تھا۔ اسکا دل ب. ر. اسی جا ٔ ں رہا تھا۔ اسکے دل میں ب. ر. ر ا ٹیس اٹھتی تھی اور اسکی آنکھوں کے سامنے ان بچوں کے معصوم سے چہرے لہرا جاتے۔ اسکا دل ب. ی طرح ٹوٹ چکا تھا۔ وہ لوگ رات گئے واپس سفیر کے گھر پہنچے۔ اس نے امو کی خواہش کے مطابق وہ چابی اسی گھر کے آنگن میں دفنا دی تھی۔ وہ ا ٔ بوجھ ہلکا کرنے ک ی تھا وہاں سے ا ٔ ایسا بوجھ لے کر واپس آ ٔ تھا جس نے اسکے دل کو کسی مٹھی میں بند کر د ٔ تھا۔ وہ لوگ سفیر کے ا ٔ پارٹمنٹ کے ب. ہر کھڑے تھے۔ بیل دو تین ب. ر بجانے پ. دروازہ کھلا تھا۔ سامنے وہ پیاری سی لڑکی کھڑی تھی۔

''السلام علیکم سفیر۔'' اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔! امو سو گئیں۔؟'' سفیر نے ا ٔ ر آتے ہوئے پوچھا۔۔ پیچھے پیچھے ا. اہیم کی آ ر ہا تھا۔ وہ دونوں لاونج میں پہنچے۔

''ہاں وہ سو گئی ہیں۔ آج دوا کھا کر جلدی ہی سو گئیں تھیں۔ تمہارے لئے کچھ لاوں کھانے کو۔؟'' اس نے پ. نی کا گلاس سفیر کو پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

''بھائی کو دو پ. نی۔'' سفیر نے اشارہ کیا تو ادا نے وہی گلاس ا. اہیم کی جا ٔ ب. ڑھا۔

''شکریہ۔!'' ا. اہیم نے پھیکی سی مسکراہٹ لئے گلاس پکڑ لیا۔

''کھانے میں کیا ہے۔؟'' سفیر نے اپنا کوٹ ا ٔ تارتے ہوئے پوچھا۔

''کھا ٔ آج بہت اچھا بنا ہے۔ آج چاول بنائے ہیں امو نے۔'' ادا نے چہک کر بتایا تو سفیر کا چہرہ کھل اٹھا۔

''گوشت بھی ہے۔؟'' اس نے راز داری سے پوچھا۔

''ہمم۔'' ادا نے زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اے واہ۔ ماشااللہ۔!'' سفیر نے ا ٔ ہ لگایا۔ ''جاو میری شہزادی۔! لے آو کھا ٔ۔'' اس نے محبت سے ادا کو کہا تو وہ بھی خوشی خوشی کچن میں چلی گئی۔ ا. اہیم نے دو گھونٹ پ. نی پیا اور گلاس واپس میز پ. رکھ دیا۔ وہ خاموش سا بیٹھا تھا۔ ''کیا ہوا بھائی۔؟ طبیعت ٹھیک ہے۔؟؟'' سفیر نے اسکا ا ٔ اترا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

''ہمم۔ ٹھیک ہوں۔'' ا. اہیم نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔

''اداس مت ہو۔ وہ ب. ت سے آئے تھے۔ واپس ب. ت میں چلے گئے۔'' سفیر نے ا. اہیم کے کندھے پ. ہاتھ رکھا۔ وہ جا ٔ تھا کہ وہ ان بچوں کی وجہ سے اداس ہے۔

''ہمم۔'' ا. اہیم جواب میں بس خاموش ہی رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ادا ا ٔ ب. ڑے سے تھال میں کھا ٔ لے آئی۔ اور ٹیبل پ. رکھا۔

''تم نے کھایا۔؟'' سفیر نے ادا سے پوچھا تو اس نے معصومیت سے ہاں میں سر ہلایا۔ ''تو چلو ہم اکٹھے ہی کھاتے ہیں۔'' کہہ کر اس نے وہ تھال کارپ ٹ پ. رکھا اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ ک ی۔ جبکہ ا. اہیم یوں ہی بیٹھا رہا۔ ''ارے بھائی۔ آ جاو۔'' سفیر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ بوجھل دل کے ساتھ ا ساتھ آ بیٹھا۔ وہ تینوں اب ا ٔ ہی تھال سے کھا ٔ کھا رہے تھے۔ عرب اکثر یوں ہی کھاتے ہیں۔ سفیر ہمیشہ طرح ا ٔ ا ٔ لقمے پ. اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ وہ ا ٔ ا ٔ لقمے پ. اللہ کی تعریفیں بیان کر رہا تھا۔ ا. اہیم نے اسکو رشک سے دیکھا۔ وہ کتنا شکر ٔ ارتھا۔ اسکو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ اپنی ز ٔ گی سے بہت خوش ہے۔ اور کوئی بھی اسکو دیکھ کر اسکی قسمت پ. رشک کرتا۔ وہ اپنی قسمت پ. راضی تھا۔ اس لئے وہ خوش قسمت تھا۔ وہ شکر ٔ ارتھا اس لئے وہ قابل رشک تھا۔ کھا ٔ کھاتے ہوئے ا. اہیم نے پ. نی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا ہی تھا کہ عمارت ا ٔ زوردار دھماکے سے گونج اٹھی تھی۔

''لا الہ اللہ۔!'' سفیر اور ادا نے بیک وقت کلمہ پ. ڑھا۔ ا. اہیم کے ہاتھ میں موجود گلاس بھی چھلک ک ی۔ اس نے اچنبھے سے ان دونوں کو دیکھا۔ ''ا ٔ اغارت کرے ان یہودیوں کو کھا ٔ بھی چین سے نہیں کھانے دیں گے۔'' سفیر نے آسمان میں ہاتھ اٹھا کر ا ٔ لعنت ان یہودیوں پ. بھیجی تھی۔ جبکہ ا. اہیم کے چہرے پ. خوف تھا۔ ''پ. یشان مت ہو بھائی۔ یہ بس ا ٔ ائیر سٹرائیک تھی۔ اللہ خیر کرے گا۔'' سفیر نے ساتھ بیٹھے ا. اہیم کے کندھے پ. ہاتھ رکھا۔

''مم۔ ۔!'' ا. اہیم کے چہرے کا ر ٔ اڑ ک ی تھا۔ آج اس نے موت کو قر ب. سے دیکھا تھا۔ اس وقت اسکی جان ہوا ہو رہی تھی۔ اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا اور امو ڈری سہمی سی ب. ہر آ ۔ سفیر نے ادا کو اشارہ کیا وہ فورا اٹھ کر گئی اور امو کا ہاتھ پکڑ کر ا ساتھ لے کر آئی اور ا صوفے پ. بٹھا دیا۔

''یہ۔ یہ آواز کیسی تھی۔؟'' وہ خوفزدہ سی تھیں۔

''امو۔ پریشان مت ہوں۔ شاید کسی کی شادی ہے اس لئے آتش بازی کر رہے ہیں۔'' ادا نے پیار سے اپنی ماں کو حوصلہ دیا۔

''ہاں۔ یاد آیا۔ آج میری سہیلی کی شادی تھی۔ ارے میں نے جانا تھا۔'' امو پھر سے ماضی میں چلی گئیں۔ ایسا ادا اکثر یوں ہی اچانک سے ماضی، حال اور مستقبل میں گھومتی رہتی تھی۔

''نہیں امو۔ اسکی شادی ہوگئی۔ یہ تو کسی اور کی ہے۔ آپکو پتہ ہے وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔'' ادا نے سرگوشی کی۔

''ہاں۔؟'' امو نے منہ پہ ہاتھ رکھے آنکھیں بڑی کر کے پوچھا۔

''ہاں بالکل۔ وہ اچھے نہیں ہیں۔ انھوں نے ہمیں بلایا بھی نہیں۔ اس لئے اب ہم نہیں جائیں گے شادی میں۔'' ادا نے مصنوعی ناراضی لئے امو کا قائل کیا۔ ورنہ انھوں نے شادی پہ جانے کی نئی ضد لگا لینی تھی۔ بوڑھے ماں باپ بھی بالکل بچوں ہی کی طرح ہوتے ہیں۔ جیسے بچوں کو کہانیاں سنا سنا کر قائل کرنا پڑتا ہے اسی طرح ضعیف ماں باپ کو بھی قائل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ابیہم نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو وہ مسکرا دیا۔ وہ لوگ ان مشکل ترین حالات میں بھی کس قدر پرسکون اور مطمئین سے تھے۔ وہ یقیناً بہت کے ہی مکین تھے۔ ابیہم ان دونوں ماں بیٹی کی باتیں بڑی غور سے سن رہا تھا۔ ادا کے چہرے پہ ذرا بھی خجلت نہ تھی۔ بالکل جیسے ایک ماں اپنے بچے کو جواب دیتے ہوئے خجلت نہیں دکھاتی۔ ایک بچہ ایک سوال کو سو بار بھی دہرائے تو بھی ماں ہر بار اسی دلچسپی سے اسکا سوال سنتی ہے اور پھر اسی دلچسپی سے اسکو جواب دیتی ہے۔ اسی طرح ادا بھی اپنی ماں کی ہزار بار دہرائی باتیں بڑی غور سے سن رہی تھی اور ہر بار ایسے جواب دیتی جیسے پہلی بار دے رہی ہو۔ ایک تو بوڑھی ماں اوپر سے ڈیمنشیا کی بیماری۔ اس نے ادا کو چھوٹی سی عمر میں ہی بڑا کر دیا تھا۔ وہ سفیر کو بھائی نہیں سفیر ہی کہتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ وہ ماں کے بعد اسکی ماں ہے۔ اور سفیر مسکرا کر اسکا مان رکھ لیا کرتا تھا۔ ہر بار بھائی ہی کیوں بڑے ہوں۔ کبھی کبھی بہنیں بھی بڑی ہوا کرتیں ہیں۔ اور بڑی بہنیں ماں ہی تو ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے سفیر نے چھوٹی سی ادا کو اپنی بڑی بہن مان لیا تھا۔

وہ چھوٹا سا خاندان اس تباہ حال بستی میں بھی آباد تھا۔ وہ لوگ خوش تھے۔ مطمئین تھے۔ ابیہم نے اس گھر میں زندگی دیکھی تھی۔ قریب سے۔ بہت قریب سے۔ وہ لوگ خوف کی آغوش میں پلتے تھے ان کے ارد گرد زندگی کا پودا نہیں مرجھاتا تھا۔ وہ لوگ زندہ رہتے تھے وہ جیتے تھے۔ اور یہی زندہ دلی اور جینے کی خواہش آج تک قائم رکھے ہوئے تھی۔ اپنی بقا کی جنگ ان خود لڑتا ہے۔ خود کو زندہ ان خود ہی رکھتا ہے۔ اکثر آپکو لگتا ہے کہ کوئی آئے گا اور وہ آپکو جینے کی وجہ دے گا۔ نہیں ہی آپ جینا شروع کریں گے تو یقین مانیں آپ بہت پہلے ہی مر چکے ہیں۔ اور محبت کی پذیرائی مردہ دلوں میں بسیرا نہیں کیا کرتی۔ اس کے لئے دلوں کا زندہ ہونا ضروری ہے۔ ایک اور دھماکے کی آواز آئی۔ اور اب کی بار اس بلڈنگ کے در و دیوار لرزے تھے۔

''یا اللہ خیر۔!'' اب سفیر اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی ابیہم بھی جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ امو نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔

''امو۔ پریشان مت ہوں ٹھیک ہے۔'' ادا نے اپنی مسکراہٹ قائم رکھی اور امو کے کندھے پہ ہاتھ پھیرا۔ کچھ دیر بعد سکوت چھایا۔ لیکن یہ خاموشی زیادہ دیر قائم نہیں رہی تھی۔ اسکے بعد ایک اور آواز آئی تھی۔ اور اس بار انتہائی قریب سے۔ ایئر سٹرائیکس شروع ہو گئی تھیں۔ اور اس بار نہ یہی علاقہ تھا۔ ابیہم کی خوف کے مارے آنکھیں پھیل گئیں۔

''نیچے چلو۔ نیچے۔!'' سفیر نے امو کا ہاتھ پکڑا اور سیڑھیاں اترنے لگا۔

پیچھے ہی ادا نے ایک پانی کی بوتل اٹھائی۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگی تو سانس پھولے سے کھڑے ابیہم کو دیکھا۔

''بھائی۔! کیا سوچ رہے ہو۔؟ چلو۔!'' ادا نے ابیہم کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا اور اسکا ہاتھ پکڑے ہی سیڑھیاں اتر گئی۔ وہ لوگ نچلی منزل پہ آئے۔ بلڈنگ بری طرح لرز رہی تھی۔ وقفے وقفے سے ہوتیں ایئر سٹرائیکس نے پورے علاقے میں خوف پھیلا دیا تھا۔ وہ لوگ بیسمنٹ سے نچلی منزل پہ پہنچے۔ اب انکا رخ باہر کی جانب تھا۔ کہ ایک اور دھماکہ ہوا۔

اور وہ عمارت ملبے میں تبدیل ہو گئی۔ ایک بار پھر سے سناٹا چھایا تھا۔ نچلی منزل کے کرائے دار پہلے ہی باہر نکل گئے تھے۔ وہ چاروں اس وقت وہاں پھنسے ہوئے تھے۔ ہر سو دھواں اور مٹی اڑی ہوئی تھی۔ سانس لینا دشوار تھا۔ کون کہاں تھا کسی کو اندازہ نہیں تھا۔ وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ کچھ دیر بعد سکوت چھایا تو کسی کی سسکیوں کی آواز آئی۔

''امو۔!'' وہ آواز ادا کی تھی۔''امو۔آپ کہاں ہیں۔''ا۔ ھیرے ملبے تلے ادا کی آواز گونج رہی تھی۔''سفیر۔!سفیر۔!کہاں ہو تم۔؟'' وہ اب۔ری۔ری۔ کو پکار رہی تھی۔''بھائی۔!''اس نے ا۔ اہیم کو بھی پکارا۔''کیا تم لوگ ٹھیک ہو۔؟ مجھے آواز دو۔!سفیر۔!امو۔!''ادا کی آواز میں لرزش تھی۔وہ بچی خوفزدہ تھی وہ بس اپنوں کو کھونے سے خوفزدہ تھی۔''سفیر۔!'' وہ ئی۔

''ہاں۔ہاں۔ادا۔۔م۔میں یہاں ہوں۔'' ا۔ مردانہ آواز آئی۔

''سفیر۔!تم ٹھیک ہو؟'اس نے ا۔ ھیرے میں سفیر کو دیکھنے کی۔ کام سی کوشش کی۔

''ہاں۔میں کہیں پھنس َ۔ ہوں۔پتہ نہیں یہ کیا ہے۔ یہ بھاری ہے۔میں اسکو ہٹا رہا ہوں نہیں ہٹا۔ جا رہا۔'' وہ کسی بھاری شے کو دھکا لگا رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔تم ٹھیک ہو۔'' ادا نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی۔''امو۔امو۔!''اب وہ امو کو پکار رہی تھی۔ جواب میں وہ ملبے کا ڈھیر خاموش رہا۔''امم۔امو۔!''ادا کی آواز کا۔ پ رہی تھی۔وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔''امو۔مم۔مم۔۔مجھے آ۔آ۔آواز دو۔امو۔ اپنی ادا کو آواز دو امو۔'' وہ اب رو دی تھی۔

کوئی جواب نہ آ۔''سس۔۔سفیر۔!امم۔امو۔'' وہ کا۔ پ رہی تھی۔

''ادا۔میری شہزادی۔تم۔تم حوصلہ رکھو۔مدد آتی ہی ہوگی۔ٹھیک ہے۔ن۔؟''سفیر نے مسلسل اس بھاری شے کو دھکا لگاتے ہوئے ادا کو حوصلہ دی۔ادھرا۔ ھیرے کمرے میں اب ا۔ تیسرے ا ن کی آ کھلی تھی۔اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ریکی۔خاموشی۔دھول۔ اسکو سانس نہیں آ رہی تھی۔اس نے اپنی پوری قوت لگا کر ا۔ گہری سانس لی۔ اگلے ہی لمحے وہ کھانسنے لگا تھا۔مٹی نے اسکی سانس کی۔ لی کوا۔ رسے تنگ کر دی تھا۔

''ا۔ اہیم۔!میرے بھائی۔کیا یہ تم ہو۔؟''سفیر کی آواز گو ۔

''مم۔مجھے۔سس۔سانس۔''ا۔ اہیم کی بھاری مردانہ آواز میں لرزش تھی۔

''بس۔میرے بھائی تھوڑی دی۔اور صبر کر لو۔مدد آتی ہوگی۔''سفیر کو بہت امید تھی کہ کوئی آ جائے گا اور ان لوگوں کو وہاں سے نکال لے گا۔اس بلڈ َ کے۔ ہر قیامت ۔ پ تھی۔ان ائیر سٹرائیکس نے اس بستی کو ملبے کا ڈھیر بنا دی تھا۔وہاں کچھ عمارتوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔امدادی ٹیمیں فوراً وہاں پہنچ گئی تھیں۔کچھ آگ بجھا رہی تھیں تو کچھ مشینیں وہاں پ ُچ کر ملبے تلے دبے لوگوں کو نکال رہی تھیں۔ہر سو قہر۔ پ تھا۔۔لوگوں کی چیخ و پکار۔عورتوں بچوں کی آہ و بکا۔ہر کوئی اپنوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔ہر کوئی بس ا۔ ہی دعا ما َ رہا تھا کہ اسکے اپنے سلامت رہیں۔کسی کے ماں۔پ ملبے تلے دب گئے تھے تو کسی کے معصوم بچے۔

ا۔ آدمی بھا َ ہوا آ۔وہ ا۔ ملبے کے ڈھیر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔اسکے ہاتھ میں ا۔ پیکٹ تھا۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔اس پیکٹ میں دودھ تھا۔جو وہ اپنے شیر خوار بچے کے لئے ۔ َ تھا۔ اس وقت اسکا بچہ اور اسکی بیوی دونوں اس ملبے تلے دب چکے تھے۔اسکے ہاتھ سے وہ پیکٹ َ اتو وہ دودھ اس ملبے کے ڈھیر پ ہی بہہ َ ۔وہ آدمی اب دوزانو بیٹھا تھا۔اپنا سر ہاتھوں میں َ ائے۔ یا۔ آدمی تھا۔ وہاں موجود ہر شخص کی یہی حا تھی۔ہر شخص اپنوں کو تلاش کر رہا تھا۔

ا۔ ۔پھر سے اس ا۔ ھیری جگہ میں کسی کی سسکیاں گونجنے لگیں۔

''ادا۔کیا ہوا۔؟''سفیر نے ادا سے پوچھا۔وہ دونوں الگ الگ جگہ پھنسے ہوئے تھے۔سفیر حد درجہ کوشش کے۔ وجود اس بھاری شے کو نہیں ہٹا سکا تھا۔

''سفیر۔امو۔''ادا رو دی تھی۔

''امو ٹھیک ہیں ادا۔تم دیکھنا امو ٹھیک ہوں گی۔''وہ اپنی چھوٹی سی ادا کو مسلسل حوصلہ دے رہا تھا حالا اب اسکی اپنی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی۔ا۔ اہیم نے ا۔ ۔ر پھر سے اس ا۔ ھیرے میں کچھ ٹٹولنے کی کوشش کی۔ وہ کسی شے کے نیچے دب چکا تھا۔اسکا سر دھڑ اور دونوں ہاتھ ہی آزاد تھے۔ قی اسکی ٹ َنگیں اور اسکی کمر کسی شے کے نیچے دبی ہوئی تھیں۔

''امو۔!امو۔پلیز مجھے آواز دیں۔۔''ادا روتی ہوئی اپنی ماں کو پکار رہی تھی۔ جواب میں بس خاموشی تھی۔سفیر سمجھ َ تھا کہ اسکی ماں جا چکی ہے۔ وہ ادا کو حوصلہ دیتا رہا۔ا۔ اہیم نے ا۔ جا۔ ہاتھ ہلا۔ تو اسکا ہاتھ کسی چیز سے ٹکرا۔

''ادا۔کیا یہ تم ہو۔؟''ا۔ اہیم نے ہڑ۔ا کر پوچھا۔

''ہاں۔یہ۔یہ میرا ہی ہاتھ ہے بھائی۔'' ادا نے فوراً جواب دیا۔چونکہ وہ اور ا۔ اہیم ساتھ تھے تو وہ دونوں قریب ہی تھے جبکہ سفیر اور اموسا تھ تھے اموکا ہاتھ سفیر سے چھوٹ گیا تھا۔ا۔ اہیم۔ کی طرح پھنسا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں بہن بھائیوں کی ہمت دیکھ کر ابھی۔ حوصلے میں تھا۔ اگر وہ اتنے چھوٹے ہو کر اتنے مضبوط تھے تو ا۔ اہیم کو بھی مضبوط رہنا تھا۔ وہ لوگ کتنی ہی دیر ایک دوسرے کو ہمت اور حوصلہ دیتے رہے۔ ہر سمت سے ان کی آوازیں آرہی تھیں۔لوگ ملبہ ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ لوگ ابھی۔ ان تینوں۔ نہیں پہنچ سکے تھے۔کیونکہ اوپر قی کی تین منزلوں کا بھی ملبہ تھا۔

ا۔ ھیرا۔خوف۔وحشت۔

کیا کچھ نہیں تھا ان لمحات میں جن میں اس وقت وہ تینوں تھے کیونکہ چوتھا وجود۔ کا وہاں سے رہا ہو کر آسمان کی کھلی فضاؤں کے سفر پہ جا نکلا تھا۔ا۔ اہیم کے ہاتھ میں ادا کا چھوٹا سا ہاتھ تھا۔اس کا دھیان اچانک ادا کی طرف گیا۔جس کی رفتار سست ہو رہی تھی۔

''ادا۔تم ٹھیک ہو۔نا۔''ا۔ اہیم نے اپنی گھبراہٹ چھپائی۔

''ہہ۔ہاں بھائی۔بس آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔'' ادا کی ڈوبتی سی آواز آئی۔

''نہیں ادا۔۔ بیٹا تم تو بہادر ہو۔ں۔اس طرح ہمت نہیں ہار سکتیں تم۔مدد آپہنچی ہے۔وہ لوگ جلد ہمیں نکال لیں گے ٹھیک ہے۔ں۔؟''ا۔ اہیم کے اپنے ہواس شل ہو رہے تھے۔

''ہہ۔ہاں۔ٹھیک ہے۔ ۔مجھے نیند آرہی ہے۔'' ادا غنودگی میں بولی تو ا۔ اہیم کا دل بند ہونے لگا۔

''نہیں ادا۔بچے۔!تم۔تم جاگتی رہو۔ٹھیک ہے۔ں۔ہم۔ہم جلدی۔ ہر نکلیں گے۔ٹھیک ہے۔ں۔؟''ا۔ اہیم مسلسل اسکے ہاتھ پہ اپنی گرفت مظبوط کرتا بولا۔

''ہاں۔ٹھیک ہے۔'' ادا کی آواز اب کسی گہرائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ا۔ اہیم۔!بھائی کیا وہاں۔ ٹھیک ہے۔؟''سفیر نے کراہ کر پوچھا۔اسکو ادا کی جانب سے ڈوبتی سی آوازیں آرہی تھیں۔

''ہاں۔ہاں سفیر۔ ۔ٹھیک ہے۔''ا۔ اہیم نے اسکو نہیں بتایا کہ ادا کی حالت۔ اب ہو رہی ہے۔

''ادا کہاں ہے؟ کیا وہ تمہارے پاس ہی ہے۔؟''سفیر کا دل اچانک۔ ڈوبنے لگا تھا۔

''ہاں ہاں۔اسکا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہی ہے۔تم بے فکر رہو۔''ا۔ اہیم نے آنکھیں بند کر کے اپنے درد اور کرب پہ قابو پایا۔

''ٹھیک ہے۔ادا۔!تم ا۔ اہیم بھائی کا ہاتھ مت چھوڑ۔ٹھیک ہے۔ں۔؟''سفیر نے کچھ فاصلے سے کراہ کر ادا سے کہا۔ جواب نہیں آیا تھا۔ا۔ اہیم کا دل ایک۔ زور سے دھڑکا تھا۔اسکی سانس ایک۔ رپھر سے اٹکنے لگی تھی۔نہیں۔نہیں۔اسکے دل نے ایک۔ زوردار چیخ ماری تھی۔

''ادا۔!''ا۔ اہیم نے ڈرتے ڈرتے اسکا ہاتھ ہلا کر اسکو جگانے کی کوشش کی۔

''ہاں۔''ادا کی ڈوبتی آواز نے ا۔ اہیم کی اٹکی ہوئی سانس بحال کر دی۔

''یا۔اللہ تیرا شکر۔''اس نے ایک۔ گہری سانس لی۔جبکہ اب ا۔ اہیم کو اپنی ٹانگیں اور کمر کا نچلا حصہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔ وہ پھر بھی ہمت۔ کئے ہوئے تھا۔رات کی تاریکی گہری ہوتی چلی گئی۔اب امدادی ٹیموں کے لئے کام کرنا مزید مشکل ہو رہا تھا۔وہ لوگ بہت کوشش کر رہے تھے یہ اتنا آسان نہیں تھا۔آخر کار ا۔ اہیم کو روشنی کی ایک۔ ہلکی سی بیم محسوس ہوئی۔کوئی معمولی سا راستہ نکل آیا تھا۔جس میں سے۔ ہر موجود لوگوں کے ہاتھوں میں ٹارچوں کی روشنی آرہی تھی۔وہ بیم ا۔ اہیم کے لئے نئی زندگی۔ ہوئی تھی۔ اسی کو کہتے ہیں امید کی کرن۔آج ا۔ اہیم نے امید کی وہ کرن اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

''ہہ۔ہیلپ۔!''وہ حلق کے بل چیخا۔''مدد۔مدد۔مدد۔!!''وہ مسلسل چلا رہا تھا۔

''کیا ہوا۔؟''سفیر نے ا۔ اہیم کو اچانک۔ چلاتے ہوئے سنا تو اسکو بھی کوئی امید آئی۔

''روشنی۔روشنی کی ایک۔ شعاع ہے۔یقیناً یہاں سے آواز۔ ہر جا سکتی ہے۔''ا۔ اہیم نے پھولی ہوئی سانس کے ٹھیک بتایا۔

پھر وہ دونوں مدد کے لئے چیخنے لگے۔ وہ روشنی کسی کے ہاتھ میں موجود ٹارچ کی نہیں تھی۔وہ بجلی کی چمک تھی۔بجلی چمکی۔ دل جا اور کچھ ہی لمحوں بعد تیز۔ رش

شروع ہوگئی۔''نہیں۔نہیں۔!''ا. اہیم نے غیر یقینی کی سی کیفیت میں میں سر ہلایا۔اس وقت .رش کیوں۔؟اور پھر وہی ہوا جس کا ا. اہیم کو ڈر تھا۔امدادی ٹیموں کے لئے کام مزید مشکل ہو گیا۔اور اس ملبے تلے پانی جمع ہونے لگا۔وہ لمحے بہت کٹھن تھے۔ا. اہیم نے کچھ دیر پہلے زندگی دیکھی تھی۔ اس نے ادا کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب اس وقت وہ موت دیکھ رہا تھا۔

وہ موت تھی۔اور ا. اہیم اس موت کی تاریکی اور وحشت کو محسوس کر سکتا تھا۔وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ا. اہیم نے کھلی آنکھوں سے موت کو دیکھا تھا۔

''ادا۔۔!''ا. اہیم نے شل سے دماغ سے ادا کو پکارا۔ اب کی بار جواب نہیں آیا تھا۔''ادا۔!''اس نے بنا پلکیں جھپکے آہستہ سے دوبارہ ادا کو پکارا۔اسکا سرد سا ہاتھ ا. اہیم کے ہاتھ میں ہی تھا۔اور اب یہ بے جان ہاتھ کیسا ہوتا ہے۔آج ا. اہیم کو محسوس ہوا تھا۔اسکا سرد بے جان جسم۔ادا کے بے جان ہاتھ نے ا. اہیم سے اسکی زندگی کی ہر رونق چھین لی۔''ادا''اب کی بار وہ پکارا تو اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔''کیا تم مجھے سن سکتی ہو۔؟''اس نے ادا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہلایا۔ وہ جسم بے جان رہا۔''ادا۔پلیز۔جواب دو۔''اسکی آواز میں لرزش تھی۔''ادا۔!''ا. اہیم ہچکیوں کے ساتھ اسکو پکار رہا تھا۔

''ادا۔!''ا. اہیم دھاڑ گو تھی۔اور وہ دھاڑ سفیر کی تھی۔

''ادا۔۔!!!''سفیر اب حلق کے بل اسکو پکار رہا تھا۔''نہیں۔۔ادا۔تم نہیں۔۔تم ایسا نہیں کر سکتی۔تم کیا اموکی زیادہ لاڈلی تھی جو وہ تمہیں لے گئیں۔؟''اس وحشت زدہ تاریک ملبے میں سفیر کی ہچکیاں گونج رہی تھیں۔جبکہ ا. اہیم خاموش آنسو بہاتا رہا۔''اموجان۔!کیوں۔؟کیوں۔؟ا فی کی آپ نے۔؟آپ ادا کو کیوں لے گئیں۔؟آپ نے سفیر کو تنہا پیچھے کیوں چھوڑا اموجان۔؟اموجان۔مجھے جواب دو اموجان۔!''وہ رہا تھا۔ا. اہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔دکھائی تو پہلے ہی کچھ نہیں دے رہا تھا۔وہ شاید آنکھیں بند کر کے اس حقیقت سے بھاگنا چاہتا تھا۔وہ گھٹن بہت اذیت ناک تھی۔وہ تکلیف بہت دردناک تھی۔وہ رات بہت زیادہ تاریک تھی۔

****

ا. اہیم نے آنکھیں کھولیں تو صفا اسکے سامنے جھکی کھڑی تھی۔وہ ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے اس پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی۔وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

''آپ۔آپ ٹھیک ہیں ناں۔؟''ا. اہیم نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیئے اسکے سامنے کھڑی تھی۔وہ رو رہی تھی۔ا. اہیم نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔وہ کہاں تھا۔وہ تو بھی اس اندھیرے کمرے میں تھا۔تو اب وہ کہاں ہے۔؟اسکا دماغ شل ہو رہا تھا۔''ا. اہیم۔!''صفا اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکے قدموں میں ہی زمین پر بیٹھ گئی۔''آپ ٹھیک ہیں ناں۔؟آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔آپکی طبیعت ٹھیک ہے۔؟''وہ اسکا ہاتھ تھامے ہلکان سی اس سے پوچھ رہی تھی۔آج ایک بار پھر سے صفا اسکو غزہ سے کھینچ لائی تھی۔وہ ایک بار پھر سے صفا کے پکارنے پر واپس آیا تھا۔''آپ بول کیوں نہیں رہے کچھ۔؟دروازہ بھی بند ہے۔ممم۔میں نے مدد بلانے کی کوشش کی میں کچھ نہیں کر پائی۔''وہ سن سے بیٹھے ا. اہیم کو دیکھ کر ایک بار پھر سے گھبرانے لگی تھی۔

ا. اہیم کی ساعت پتلیوں نے حرکت کی۔

''ہاں۔میں ٹھیک ہوں۔''اس نے خود کو سنبھالا اور صفا کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر چھڑوایا۔

اسکی اس حرکت پر صفا کے دل خنجر سے تھے۔ اس نے ضبط کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ا. اہیم نے فرش پر دیکھا تو سامنے ان پیپرز کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔پھر اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔صفا کھڑی اپنے کاٹ رہی تھی۔''ہم اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔''کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اپنی ٹانگ درست کی۔جبکہ صفا خاموشی سی کھڑی رہی۔پھر اس نے اپنی حالت درست کی اور دروازہ کھول کر نکلا۔پیچھے ہی صفا بھی۔

وہ لوگ اس سمندر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر جا چکے تھے۔اور اس سمندر کے تریاقیوں میں اب جانکاہ عکس ٹھہرا تھا۔

اگلی لہر آنے تک۔

سارے راستے گاڑی میں سناٹا چھایا رہا۔نہ صفا کی ہمت ہوئی کچھ بولنے کی اور نہ ہی ا. اہیم نے دوبارہ کوئی بات کی۔رات گئے گاڑی ا. اہیم کے مینشن کے باہر آ کر رکی تو قادر فوراً آگے آیا۔ا. اہیم نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور آ کر صفا کی جانب کھڑا ہوا۔صفا اترنے لگی کہ ا. اہیم نے گاڑی کا دروازہ پکڑ لیا۔وہ ادھ کھلے دروازے کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔صفا الجھی۔ا. اہیم سخت تاثرات لئے اسکے سامنے کھڑا تھا۔ایک ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ تھامے اور دوسرا ہاتھ گاڑی کے ساتھ ٹکائے۔صفا قریباً قید ہو چکی تھی۔

وہ سانس ت روکے کھڑی تھی۔ وہ شخص انتہائی قر۔ تھا۔ صفا نے آنکھیں بھی بند کرلیں۔

پھرا۔ سرگوشی گو ۔

''مت سمجھنا کہ جو تم چاہتی ہو وہ ہوگا۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ اس لئے مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی مت کر۔ ۔ آج والا ا۔ اہیم ہر بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہے۔''

اسکی سا ں کی تپش صفا کے چہرے کے ش کھلسا رہی تھی۔ وہ اسکی سا ں کی تپش تھی۔ الفاظ کی۔ اسکا ا۔ ازہ لگا۔ مشکل تھا پھر وہ گاڑی پ مکا مار ت ہوا پیچھے ہٹا۔ صفا لرز کر رہ گئی۔

قادر کچھ فاصلے پ حیرت کا مجسمہ بنے کھڑا تھا وہ وہاں سے ا۔ رکی جا۔ ۔ ٹھ ۔ صفا نے اپنا سکارف ٹھیک کیا اور اسکے پیچھے پیچھے چل دی۔ راستے میں قادر صفا کے سامنے آ۔ صفا ٹھٹکی۔

ا۔ اہیم ا۔ ر داخل ہوا تو حوریہ لاونج میں ہی بیٹھی تھی۔ ٹی وی آن تھا۔ وہ ہوا میں ہی کہیں گھور رہی تھی۔

''السلام علیکم جان ا۔ اہیم۔!'' اس نے دور سے آتے ہی ہمیشہ کی طرح ۔ نہیں پھیلا دیں۔ حوریہ نے ریموٹ سے ٹی وی آف کر۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ا۔ اہیم نے اسکا بجھا سا چہرہ دیکھا۔ پھر اس نے آتے ہی حوریہ کو اپنے ساتھ لگا۔

حوریہ کسی ۔ ۔ کی طرح کھڑی رہی۔ ''کیا ہوا۔؟'' ا۔ اہیم نے اسکے ۔ لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''کچھ نہیں۔ ڈ ۔ ر ی ہے۔'' حوریہ نے الگ ہوتے ہوئے بتا۔

''اوہ۔'' ا۔ اہیم نے اپنی گھڑی پ وقت دیکھا۔

''آئی ایم ریئلی سوری روحی ۔ ۔!مجھے د۔ ہوگئی۔'' کہتے اس نے مسکرا کر اپنا دائیاں کان پکڑا۔

''کھا۔ کھالیا۔؟'' حوریہ نے سر سے ت ۔ ات لئے پوچھا۔

''نہیں۔!'' کہتے ا۔ اہیم نے اسکے د۔ نہیں حائل کیں۔ ''میں اپنی بیوی کے بنا کیسے کھا سکتا ہوں۔'' اس نے حوریہ کی پ ۔ ٹ ی چومی۔ آج ا۔ اہیم کا کوئی لمس۔ کوئی اظہار حوریہ کی روح کو سکون نہیں دے رہا تھا۔ ا۔ خالی پن ساتھا جو ختم نہیں ہو رہا تھا۔ ''تم کھا۔ لگواو۔ میں فریش ہو کر آ۔ ہوں۔ بچے سو گئے۔؟'' اس نے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''جی وہ لوگ سو گئے ہیں۔ آپ فریش ہو جا ۔'' حوریہ کہتے کچن کی جا۔ ۔ ٹھ گئی۔ پیچھے ا۔ اہیم نے ا۔ وسکیڑ کر اسکی پشت کو دیکھا۔ آج پہلی ۔ ر اسکو حوریہ کا ا۔ از روکھا سا لگا تھا۔ پھر اس نے سر جھٹک د۔ اور سیڑھیاں پ ھ ۔ ۔ وہ آ۔ ی زینوں پ پہنچا تو اس نے ٹھٹک کر دروازے کی جا۔ ۔ دیکھا۔ صفا ابھی ت ا۔ نہیں آئی تھی اس نے جبڑے بھینچ لئے اور او۔ پ ھ ۔ ۔

''وہ ایسا نہیں ہے۔'' قادر نے شرمندگی سے کہا تو صفا نے چو۔ کر دیکھا۔ ''وہ۔ انہیں ہے۔'' قادر سر جھکائے کہہ رہا تھا۔ صفا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیوں اسکی صفائی دے رہا ہے۔ ''میں اسکو جا ہوں۔ وہ بس الجھا ہوا ہے۔ اس لئے جو وہ کہے مت ماننا۔'' قادر کے الفاظ نے صفا کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔

''کیا مطلب ہے آپکا قادر بھائی۔؟''

''میں بس یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ اسکی ۔ ت مت ماننا۔ طلاق مت ۔ ۔ صرف تم ہو جو اسکو قابو کر سکتی ہو۔'' قادر نے سر جھکائے ہی کہا تو صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''میں طلاق لے بھی نہیں رہی۔ ۔ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔؟''

''تم سمجھ جاو گی۔'' کہتے قادر وہاں سے ۔ ۔ صفا کے دماغ میں ان گنت سوال چھوڑ کر۔

''۔ اللہ یہ ۔ کیا ہو رہا ہے۔؟ میں کیا کروں۔؟ کہاں جاوں میں۔؟ میں ا۔ اہیم سے محبت کرتی ہوں۔ میں ان سے د ۔ ت ۔ دار نہیں ہو سکتی۔ ۔ اس طرح ان کی ز ۔ گی کو بھی جہنم نہیں بنا سکتی میں۔'' صفا نے یوں ہی سر اٹھا کر دیکھا تو وہ سانس ۔ ۔ بھول گئی۔ وہ او۔ پ کھڑا تھا۔ ۔ لکونی میں جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔ اسکو گھور ت ہوا۔ صفا نے تھوک نگلا اور سر جھکائے وہاں سے ا۔ ر چلی گئی۔

رات آہستہ آہستہ ڈھ رہی تھی۔

صفا اپنے کمرے میں ایسی گھسی کہ واپس نہیں نکلی تھی۔ زہرہ اسکو وہیں کھانا دے گئی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں اپنے نرم گرم بستروں میں چین وسکون کی نیند سو رہے تھے۔ کوئی تھا۔ جو اس یخ بستہ رات میں قاہرہ کے روڈ پہ جاگنگ کرنے کانوں میں ہیڈفون لگائے۔ ایک ڈھیلی سی سلیولیس شرٹ پہنے بھاگتا جا رہا تھا۔ وہی خالی سی سڑک۔ سنسان علاقہ۔ شاکے اور جوطوفان۔ پتھا اسکا شور کافی تھا اسکے لئے۔

''وہ اسکے نکاح میں ہے۔ ونی کا نکاح۔'' بس یہ الفاظ تھے جو بار بار کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے دماغ پہ برس رہے تھے۔

اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔؟ اتنا بڑا دھوکہ۔! تم نے حوریہ کو دھوکہ دیا۔ ابیم۔'' وہ بھاگتا جا رہا تھا۔ ہیڈفون میں جو بھی چل رہا تھا اب اسکی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ مسلسل خود کلامی کر رہا تھا۔ ''تم نے اس لڑکی کو بھی دھوکہ دیا ہے۔ تم آخر کیا چاہتے ہو؟ کیوں تمہارے خون سے دھوکہ ختم نہیں ہو رہا۔؟ ہر بار تم ہی کیوں دھوکہ دیتے ہو؟'' آخر کار وہ دھاڑا۔ ''کیوں۔؟ آخر کیوں ابیم گورسی۔!'' وہ ایک جگہ کھڑے ہو کر گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے دہرا ہو کر دوہرا دھاڑا تھا۔ ''کیوں تمہیں اپنوں کے دل توڑ کر سکون ملتا ہے۔؟ کیوں۔؟'' وہ سرخ انگارہ آنکھیں لیے دھاڑ رہا تھا۔ سرد ہوا اسکے چہرے کو چھو چھو کر جاتی تھیں۔ وہ کچھ لمحے اسی طرح دہرا ہو کر کھڑا رہا۔ پھر سیدھا ہوا۔ ''تم ریحہ کو بھی دھوکہ دے رہے ہو ابیم گورسی۔!'' اب کی بار اسکی آنکھوں میں افسوس تھا۔ ''اے تم ابیم نہ ہوتے تو میں کا تمہارا کھیل ختم کر چکا ہوتا۔ تم ابیم ہو۔ میں چاہ کر بھی تمہیں اور تمہارے کھیل کو ختم نہیں کر سکا۔'' اس نے اب کی بار سر پکڑ لیا۔

''تم میری کمزوری بن گئے ہو گورسی۔!'' وہ کہہ رہا تھا۔

پھر اس نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے۔ ایک پل کے لئے اپنے بالوں کو جھٹکا دیا۔ پھر وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔ اب کی بار اسکا چہرہ قدرے پرسکون تھا۔ وہاں اب ایک فیصلہ تھا۔ ایک مشکل اور کٹھن فیصلہ۔'' تم حسن کی کمزوری تھے۔ شاید اپنی کمزوریاں مٹا کر شاید بنا ہے۔ شاید حسن آفندی کی کمزوریوں کو زبح کرنے کے بعد ہی اس جگہ پہ پہنچا ہے۔ اب کوئی کمزوری میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ جس ابیم گورسی کو میں جانتا تھا وہ مر چکا ہے۔ وہ حسن کے ساتھ ہی مر گیا تھا۔ میں شاید ہوں۔ اور شاید کسی گورسی کو نہیں جانتا۔'' وہ دونوں ہاتھ اپنی کمر پہ ٹکائے روڈ کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔ ایک گاڑی کچھ فاصلے پہ آ کر رکی۔ اس گاڑی کا شیشہ نیچے سرکا۔ وہاں سے ایک شخص نے سر باہر نکالا۔ وہ ذرا سا ہنس دیا۔ پھر اس نے سر جھٹک کر روڈ کے بیچ و بیچ کھڑے لڑکے کو دیکھا۔ وہی لڑکا۔ جو دس سال پہلے یہاں کھڑا تھا۔ اس تھپڑ کی گونج ابھی تک اس دونواح میں پھیلی ہوئی تھی۔ آج پھر سے اس تھپڑ کی یاد تازہ ہو گئی تھی اس لڑکے کی اس جانب پشت تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کوئی تھوڑے فاصلے پہ اسکو اس طرح کھڑے دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہے۔

''لگتا ہے خودکشی کی Craving ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔'' آواز اس سامنے والے تک نہ گئی۔ اسکے کانوں میں لگے ہیڈفون میں بجتے اس عربی گانے نے کچھ سنا ہی نہ دیا۔ وہ گاڑی کچھ دیر وہاں رکی رہی۔ پھر اس آدمی نے سر جھٹک کر گاڑی دی۔ اسکے پاس سے ایک گاڑی گزری تو اس نے دھیان موڑ کر دیکھا۔ گاڑی دور نکل گئی تھی۔ شانے ایک گہری سانس خارج کی اور مڑ کر مخالف سمت میں چل دیا۔ ان دونوں کے راستے الگ تھے۔ وہ مخالف سمت میں چلتے جا رہے تھے۔

صبح ہر سو پھیل چکی تھی۔ صفا اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ جس کی وجہ سے آواز نہ ہونا برابر تھا۔ کوئی چھوٹے چھوٹے قدم چلتا ہوا اسکے بیڈ کے پاس آیا۔ صفا اپنے لحاف میں دبکی پڑی تھی۔ اسکے سنہرے بال اسکے جوا سکے تکیے پہ بکھرے ہوئے تھے وہ کمبل سے باہر تھے۔ صفا کے پیروں پہ سے کمبل سرکا۔ پیروں کو ٹھنڈ لگی تو اس نے دو بار نیند میں ہی کمبل اوڑھ لیا۔ اب صفا کو اپنے پیروں پہ ٹھنڈا سا لمس محسوس ہوا تھا۔ صفا نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس نے جھٹکے سے اپنے چہرے سے کمبل ہٹا کر ادھر ادھر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اسکی سانس اٹکی ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھی اور اگلا منظر جو اسکی آنکھوں نے دیکھا وہ حیران کن تھا۔ صفا کا حیرت کے مارے منہ کھلا رہ گیا۔ پھر ایک دلکش سی مسکراہٹ اسکے لبوں پہ پھیل گئی۔ اسکے بیڈ کے پیروں والی سائیڈ پہ دینا کھڑی تھی۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے سرد ہاتھوں سے ابھی بھی صفا کے پیروں کو ڈھونڈ رہی تھی بنا یہ جانے کے صفا اٹھ بیٹھی ہے۔

''دینا۔!'' اس نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے سے تاثر سے اسکو پکارا۔

دینا نے مڑ کر صفا کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔ دینا مسکرائی تو صفا کو لگا کہ اسکی پوری دنیا مسکرا دی ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ابیم کی ہر اولاد اسکو اتنی عزیز کیوں ہو گئی

تھی۔ قوت سے اسکو انس تھا۔ مرجان سے لگاؤ ہو چکا تھا۔ اور دینا۔۔ دینا کی جگہ ان . سے الگ تھی۔ وہ اسکی سجل تھی۔

''دینا۔ ادھر آو میری ٹ ۔'' صفا نے آگے بڑھ کر دینا کو گود میں اٹھایا اور کمبل کے ا رہی لے آئی اس نے دینا کو اپنے سامنے بٹھایا اور اوپر کمبل اوڑھ لیا۔ وہ دونوں ا ب کمبل کے ا رچھپی بیٹھی تھیں۔ دینا کھلکھلا کر ہنس دی۔ یہ چیز کسی ایڈونچر کی طرح تھی۔ ''آہ۔! تمہیں اچھا لگا۔؟'' اس نے جھک کر دینا کے گال چومے۔

''یس۔!'' دینا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''ارے۔ میری چندا۔! میری مانو۔!'' صفا نے دینا کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے۔ اسکے ہاتھ سرد تھے۔ صفا نے جلدی سے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور ا م کرنے لگی۔ وہ اپنے منہ سے بھاپ دے دے کر دینا کے ہاتھوں کو حرارت دے رہی تھی۔

''ماما کہاں ہیں۔؟ دینا اکیلے آگئی۔؟'' صفا نے اسکے ہاتھ رگڑتے ہوئے پوچھا۔ تو دینا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اوکے۔ آج دینا صفا کے ساتھ کھیلے گی۔'' صفا نے اسکو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ وہ کبھی دینا کو گدگدی کرتی تو کبھی اسکے گال چومنے لگتی۔ آج بہت عرصے بعد اسکو اس طرح کی خوشی نصیب ہوئی تھی۔ وہ معصوم سی روح صفا کی روح کو تازگی بخش گئی تھی۔

اسی دوران کمرے کا دروازہ ا . رپھر سے کھلا تھا۔ سامنے کا منظر حیران کن سا تھا۔ کمبل میں کوئی بیٹھا تھا۔ اور وہاں سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ دروازے میں کھڑے شخص نے مٹھیاں بھینچ لیں وہ ا . . میں بیڈ پہنچا اور کمبل کھینچ کر ا رااور فرش پ دیا۔ دینا صفا کی گود میں بیٹھی تھی۔ ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔ صفا نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ تنے ا . ولئے سخت تاثرات سجائے کھڑا تھا۔

صفا کی سانس اٹکی۔ اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

''۔۔۔!'' دینا نے فوراً کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا دیئے۔

ا . اہیم نے ا قہر بھری نگاہ صفا پ ڈالی۔ پھر جیسے ہی اس نے اپنی پ ی کو دیکھا اسکا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ ۔

''آجاو پ ۔!'' اس نے جھک کر دینا کو اٹھا لیا اور اسکے گالوں پ ری ری پیار کیا۔

''گدمالنگ ۔ (گڈ مارننگ ۔) دینا نے توتلے سے لہجے میں کہا تو ا . اہیم بے اختیار ہنس دیا۔

''گڈ مارننگ میری پ ۔'' اس نے دینا کا گال کھینچا۔

''آہ۔ درد ہوگا اسکو۔'' صفا نے بے اختیار ا . اہیم کو ٹوکا۔ اس نے فوراً . وسکیڑ کر صفا کو گھورا۔

''یہ میری بیٹی ہے۔ اس لئے میرے چھونے سے اسکو درد نہیں ہوتا۔ سمجھ گئی۔؟'' اس نے جتانا لازمی سمجھا۔

''ہمم۔'' صفا نے فوراً سر جھکا لیا۔

''تیار ہو جاو آج تم میرے ساتھ ہی یونیورسٹی جاو گی۔''

'' آپکی کلاس تو شام کو ہوتی ہے۔'' صفا نے فوراً سر اٹھا کر جواب دیا۔

''تم میری پی اے ہو۔؟''

''اوں ہوں۔'' صفا نے زور زور سے میں سر ہلایا۔

''کل . لوگ سوالیہ وں سے دیکھ رہے تھے۔ آج ساتھ جاو گی تو سوال ختم ہو جا گے۔'' اس نے نارمل سے ا . ازمیں کہا۔

'' مجھے لگتا ہے مزید سوال اٹھیں گے۔''

''تمہاری زبان زیادہ نہیں چلنے لگ گئی۔؟''

''نہیں۔ میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی۔'' صفا . کاٹنے لگی۔

''کیا ہوا۔۔؟ وائے آر یو شاوٹنگ ا ٹ ہر۔؟'' دونوں نے چونک کر دیکھا تو مرجان کمر پہ ہاتھ رکھے اپنے پ کو گھور رہا تھا۔

''لو۔آ ۔ میرا۔ پ۔''ا۔ اہیم۔ ٹ۔ ا۔''تم ر ڈی نہیں ہوئے۔؟اسکول سے د یہو جائے گی۔''اس نے لگے ہاتھوں مرجان کی بھی کلاس لی۔

''آپ فکر نہ کریں میں ر ڈی ہی ہوں۔''وہ اپنی ڈریس شرٹ اور جینز میں تھا۔ وہ چلتا ہوا آ ۔اور بیڈ پ چھلا ٹ لگا کر بیٹھ ۔ ۔

''یونیفارم کس نے پہننا ہے۔؟''ا۔ اہیم نے ڈھیٹ سے مرجان کو گھورا۔

''آج ہمارے اسکول میں کلر ڈے ہے۔اس لئے ہم گھر کے کپڑوں میں جا گے۔''مرجان نے آنکھیں مٹکا کر اپنے۔ پ کے علم میں اضافہ کیا۔

''ا۔ تو تمہارے اسکولوں کے یہ چونچلے ختم نہیں ہوتے۔''وہ۔ جانے کیوں آج تپا ہوا لگ رہا تھا۔

''کیا ہو ۔ ہے۔؟بچہ ہے وہ۔''صفا نے سر اٹھا کر ا۔ اہیم کو دیکھا۔ا۔ اہیم نے اسکی د ۔ ہ دلیری کو ا۔ واچکا کر داد دی۔

''پیٹی لیڈی۔!آپ بتا کہاں تھیں آپ کل۔؟میں نے آپکا اتنا انتظار کیا آپ آ ہی نہیں۔میں پھر سو ۔ ۔''مرجان نے منہ پھلائے اسکو بتا۔ تو صفا نے ہو ٹ گول کر کے افسوس کا اظہار کیا۔

''اوہ۔سوری مرجان۔!وہ ہمیں ا۔ ضروری کام آ ۔ تھا۔''

''ہمیں مطلب۔؟اور کون تھا آپ کے ساتھ۔''صفا نے ہڑ ٹ اکر ا۔ اہیم کو دیکھا جو کہ پ سکون سا کھڑا تھا۔

''وہ ہمیں ا۔ ئش پ جا تھا ں۔وہاں سے آتے ہوئے د یہو گئی۔''صفا نے تھوک نگلا۔

''کیا واقعی۔؟آپ ئش پ گئیں تھیں۔؟بتا وہاں کیا کیا تھا۔؟''مرجان پ جوش ہوا۔صفا نے ا۔ نگاہ سامنے کھڑے ا۔ اہیم پ ڈالی۔وہ دینا کے ساتھ مصروف تھا۔

''وہاں۔!وہاں میں نے رشتے دیکھے۔پل پل۔ لتے رشتے۔۔!''صفا نے ا۔ اہیم کو دیکھتے ہوئے ہی جواب د ۔اسکے بولنے پ ا۔ اہیم سا ۔ ہوا۔ اس نے مڑ کر صفا کو نہیں دیکھا۔

''کیا واقعی۔؟ایسی کو ئش تھی۔؟؟''مرجان اب مز ۔ دلچسپی سے سن رہا تھا۔

''پہچان کی ئش۔پل پل۔لتی پہچان کی ئش۔''وہ کہتی جا رہی تھی۔۔جبکہ ا۔ اہیم جان بوجھ کر دینا کے ساتھ کھیلتا رہا۔

''پہچان کی ئش۔یہ تو بہت انٹرسٹنگ تھا۔اور کیا کیا تھا۔؟''

''طاقت کی ئش۔کسی کی پہچان کے ساتھ کھیلنے والوں کی طاقت کی ئش۔''صفا نے ا۔ پل کے لئے بھی ا۔ اہیم کے چہرے سے نگاہیں نہیں ہٹا تھیں۔جبکہ وہ خود کو غرق ہوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

''اچھا۔آپ ہمارے ساتھ آج ہمارے اسکول کیوں نہیں چلتیں۔؟''مرجان نے اچا ۔ چہک کر کہا تو وہ دونوں چو ۔

''کیا۔؟لیکن میں کیسے۔؟''صفا ہچکچائی۔جبکہ ا۔ اہیم نے فورا اسکو کرنے کا اشارہ کیا۔

''آج ہمارا کلر ڈے ہے۔آج پ ڑھائی نہیں ہوگی۔ ۔ بچے آج انجوائے کرنے والے ہیں۔اس لئے آپ بھی چلیں۔میں آپکو میرے سارے دوستوں سے ملواوں گا۔''مرجان نے فورا سارا منصوبہ بتا۔

'' ۔اس طرح اجازت نہیں ہوتی اسکول میں۔''صفا نے ا۔ ا۔ اہیم کو دیکھا۔

''ارے ہمارے اسکول میں ہے۔آپ بس تیاری کریں۔''کہتے مرجان بیڈ سے نیچے ا ۔ اور صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو نیچے ا ۔ رنے لگا۔

'' ۔مرجان۔!''وہ اسکو روکتی رہی۔جبکہ مرجان اب اسکی واڈروب کھولے کھڑا تھا۔

''یہ والا ڈریس۔''مرجان نے کہتے ا ۔ ے مونو کروم ڈریس اسکے سامنے کیا۔اور ساتھ ا۔ سیاہ کوٹ نکال کر اسکو تھما۔

'' ۔مرجان۔!''صفا نے بے چارگی لیے اسکو دیکھا۔

''مرجان۔!سٹاپ اٹ۔!''اب کی ب ر ا۔ اہیم کی آواز گو تو وہ دونوں لرز کر رہ گئے۔''یہ کیا بچپنا ہے۔؟وہ ا۔ یونیورسٹی اسٹوڈ ٹ ہیں۔تم اپنے سکول جاو۔''

ا. ابیم نے اچھا خاصہ غصہ کیا مرجان پہ وہ سر جھکا گیا۔

صفا کو مرجان پہ ترس آیا۔ اس وقت اسکو اپنی جان بچانی تھی۔اس لئے وہ زمین پہ بیٹھی اور مرجان کو شانوں سے تھاما۔

''اٹس اوکے۔ہم شام کو پہ رک چلیں گے۔وہاں تم مجھے اپنے دوستوں سے ملوا دینا۔اوکے۔؟'' صفا نے مرجان کی آنکھوں میں دیکھا جہاں پل بھر میں اداسی امڈ آئی تھی۔مرجان نے ایک پل کے لئے آنکھیں اٹھا کر صفا کو دیکھا۔''ہم پہ رک میں زیرہ انجوائے کریں گے۔'' صفا نے سرگوشی کی۔تو مرجان فورا مسکرایا۔

''پرامس۔؟'' اس نے ہاتھ سامنے کیا جسکو صفا نے فورا تھام لیا۔''اوکے۔آجا ہم دشتہ ساتھ ہی کریں گے۔'' مرجان نے صفا کے گال کا بوسہ لیا اور وہاں سے گیا۔ پیچھے صفا اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے کپڑے اٹھا کر پلٹنے لگی کہ ا. ابیم کی آواز پہ رک گئی۔

''وہ میرا بیٹ ہے۔!'' یہ کہنا تھا کہ صفا پلٹی۔اس نے ایک پل کے لئے ا. ابیم کی آنکھوں میں دیکھا اور قدم قدم چلتی اسکے پاس آئی۔ا. ابیم کی گود میں دینا تھی۔وہ اب اسکے عین مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ان دونوں میں بس چند انچ کا فاصلہ تھا۔ا. ابیم نے ا. وسکیٹر کرا سکو دیکھا۔وہ عجیب لگ رہی تھی۔

''آپ ان سیکیور رہو رہے ہیں۔؟'' اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے جتایا۔

''واٹ۔؟ انسیکیور اور میں؟ اور وہ بھی تم سے۔؟'' ا. ابیم نے مانو اسکا مذاق اڑایا۔

''ہاں۔آپ۔اور مجھ سے۔'' صفا نے مسکراہٹ دبائے اسکو. ورکروایا۔

''پگل واگل ہو گئی ہو۔؟'' ا. ابیم نے ہاتھ جھلایا۔

''نہیں۔ آپ انسیکیور رہو گئے ہیں۔آپکو لگتا ہے میں آپ سے آپکی اولاد چھین لوں گی۔؟ بلکل اسی طرح جس طرح آپ نے مجھے میرے ماں. پ سے دور کیا۔؟'' صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر اسکے خوف کو الفاظ میں بیان کیا تو ا. ابیم ششدر رہ گیا۔وہ حیرت زدہ سا کھڑا تھا کہ صفا نے اپنی ایڑھیاں اٹھا کر اسکی گود میں موجود دینا کے گال پہ ایک بوسہ دیا۔وہ اب ا. ابیم کے چہرے کے بلکل قریب تھی۔وہاں ایک سرگوشی کی۔

''انتقام کی فطرت آپکی ہے۔میری نہیں۔'' کہتے صفا نے ا. ابیم کے کوٹ پہ موجود ایک شکن کو درست کیا اور پیچھے ہٹی۔

ا. ابیم کے گلے میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''اپنی حد میں رہو۔'' اس نے صفا کے چہرے پہ نگاہ جمائے کہا۔

''حد تو بہت دور ہے ابھی۔آپ قبول تو کر لیں۔'' اس نے معنی خیز نگاہ اسکے چہرے پہ ڈالی جہاں ا. ابیم کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔وہ خاموش رہا۔''مجھے چیلنج کرنا ہے۔'' صفا نے ایک پھر سے اسکو ہوس کر دیا۔وہ ایک قہر بھری نگاہ اس پہ ڈالتا وہاں سے نکل گیا۔ پیچھے صفا گہرا مسکرائی۔

''ا. ابیم گورسی۔! کیوں خوف زدہ ہو گئے آپ۔؟ صفا قریشی اپنی جان دے دے گی وہ ا. ابیم گورسی کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گی۔صفا اپنی جان سے جائے گی زبان سے نہیں۔اے میں نے آپکا پردہ رکھنے کی قسم کھائی ہے تو آخری سانس تک یہ قسم نبھاوں گی۔ اس لئے بے فکر ہو جا آپکی سلطنت سے ایک موتی بھی نہیں لے رہی میں۔سلطنت بھی آپکی ہو جانے بھی آپکے۔آپکی اولاد صرف آپکی ہی ہے۔میں انہیں نہیں لے کر جا رہی۔'' صفا کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

سہ پہر ہو رہی تھی۔صفا اور عینا اس وقت کیفے ٹیریا میں تھیں۔صفا صبح سے خاموش تھی۔جبکہ ساری کلاس اسکو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بس مگن سی اپنا کام کرتی رہی۔عینا نے بارہا کوشش کی اس سے کچھ پوچھنے کی صفا نے ہر بار مصروفیت کا بہانہ بنایا۔ اب تھی۔اس لئے اب صفا کے پاس کئی بہانہ نہیں تھا۔عینا اور وہ ایک ٹیبل پہ تھیں۔سامنے صفا اب سر جھکائے بیٹھی تھی۔جبکہ عینا اب منتظر تھی کہ وہ خود ہی کچھ بتائے۔صفا نے دفعتا سر اٹھا کر دیکھا تو عینا اسی کو گھور رہی تھی۔

''کیا۔۔؟'' صفا نے ا. وسکیٹر سے۔

''تم نہیں جا کیا۔؟''

''نہیں۔'' اس نے کندھے اچکا کر لاعملی کا اظہار کیا۔

''دیکھو۔صفا۔!'' عینا نے انگلی کھڑی کی۔صفا ٹھٹکی۔''میرے نزدیک دوستی ایک انسپیرنٹ چیز ہے۔اس لئے کل جو کچھ میرے پیچھے ہوا کچھ بتاو۔'' اس نے

ا ارننگ دی تو صفا نے ا. واچکائے۔ ''یہ آنکھیں کسی اور کو دکھا۔ فی الحال تمہارے سامنے ممبئی کا ڈان بیٹھا ہے۔'' کہتے عینا نے ٹ۔ پ۔ جمائی تو صفا بے اختیار منہ پ ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔ ''ہنس کیوں رہی ہو لڑکی۔؟ اَ اس ڈان کو غصہ آ ۔ تو پچھتاو گی۔'' وہ بھاری مردانہ آواز نکالنے لگی تو صفا کو مزید ہنسی آئی۔ ''سیدھی طرح بتا دو۔ جو اسٹوڈنٹس . تیں کر رہے ہیں ان میں کتنی سچائی ہے۔؟ اور یہ بھی کہ پ وفیسر گورسی کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے۔'' عینا نے اپنا سوال پوچھتے ہوئے اپنی · دکھائی دینے والی موچھوں کو تو دیتو صفا اب پیٹ پ ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔

وہ ہنسے جا رہی تھی۔ جبکہ عینا فل کیریکٹر میں تھی۔ ''ہنسنا بند کرو لڑکی۔'' عینا نے فل کیریکٹر میں ٹیبل پ زور سے ہاتھ دے مارا۔ صفا اچھلی۔

''کیا ہو ۔ ہے۔؟ کیا ممبئی کے ڈان ایسے ہوتے ہیں۔؟'' صفا نے اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے عینا کو گھورا۔

''وہ خطر ک ہوتے ہیں اس وقت جو ڈان تمہارے سامنے ہے۔ وہ زیدہ خطر ک ہے۔'' عینا نے ا۔ رپھر سے موچھوں کو تو دیتو صفا ا۔ رپھر سے ہنسنے لگی۔ · جانے کتنے عرصے بعد وہ ایسے ہنسی تھی۔ وہ اور سجل . ساتھ ہوتی تھیں تو یہ قہقہے عام سی . ت تھے۔ اسکے جانے کے بعد یہ نہیں ہوا تھا۔ صفا خود حیران تھی کہ آج وہ اتنا ہلکا پھلکا کیوں محسوس کر رہی ہے۔

''اب بتاو بھی۔ ۔ بس ہنستی رہو گی۔'' عینا کیریکٹر سے نکل کر اب منتیں کر رہی تھی۔

''او کے۔'' صفا نے آ · کار اپنی ہنسی روکی۔ اس نے ا۔ پل کے لئے سامنے بیٹھی عینا کو دیکھا۔ پھر اس نے اردَ دد یکھا۔ وہ کہاں تھی۔؟ ا۔ رپھر سے اسکو حقیقت نے . ی طرح ہٹ کیا تھا۔ صفا کی دھڑکن اچا · ٹھ گئی۔ اسکی آنکھوں میں نمی در آئی۔

''کیا ہوا۔؟ اب ہنس ہنس کر آنکھوں میں پ ی آ ۔ ں۔؟ کس نے کہا تو پ گلوں کی طرح ہنسنے کو؟'' عینا نے فورا اسکو ڈا ۔ صفا کے حلق میں آ وں کا گولہ اٹکا۔

''کک۔ کیا میں ہنس رہی تھی۔؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

''چلو جی۔ اب یہ کسر رہتی تھی۔ . جی تم نے نہیں بتا · کچھ تو نہ بتاو۔ یہ پ گلوں والی حرکتیں کر کے مجھے مت ڈراو۔'' عینا نے حیرت سے اسکا زرد پ۔ چہرہ دیکھا۔

''مم۔ میں ہنس کیوں رہی تھی۔؟ ممم۔ میری سجل مر گئی اور میں ہنس رہی تھی۔؟'' صفا ا۔ رپھر سے حقیقت کے سامنے ہتھیار ڈال رہی تھی۔ وہ ا۔ رپھر سے اپنی لڑائی ہار رہی تھی۔ وہ ا۔ رپھر سے اس دلدل میں َ رہی تھی۔

''صفا۔! کیا تم ٹھیک ہو۔؟'' عینا نے گھبرا کر صفا کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔

''۔۔ ۔تم کون ہو۔؟ تم میری سجل نہیں ہو۔ اَ میری سجل یہاں نہیں ہے تو میں ہنسی کیوں۔؟ کیا میرا حق · تھا کہ میں ہنسوں۔؟ ممم۔ مجھے اب پچھتاوا ہو رہا ہے۔ میں ہنسی کیوں۔؟'' صفا دیوانوں کی سی کیفیت میں میں سر ہلانے لگی۔

اب کی . رعینا کو مزید پ یشانی ہوئی۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور صفا کی کرسی کے پ س آ کر کھڑی ہوئی۔ اس نے ا۔ ہاتھ سے صفا کا کندھا سہلا · شروع کیا۔

''صفا۔۔ ریلیکس۔! . ٹھیک ہے۔ کیا تم ٹھیک ہو صفا۔؟'' عینا کبھی اسکو پ سکون کرتی تو کبھی ادھر ادھر دیکھنے لگتی کہ لوگ تو نہیں دیکھ رہے۔ لیکن اب صفا کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ سامنے سے کوئی چلتا آ رہا تھا۔ اس نے ان دونوں کو وہاں دیکھا تو سر جھٹک کر اسی جا · آ ۔

''از ایوری تھنگ آل رائ ٹ لیڈی۔؟'' حسن نے وہاں آ کر پوچھا۔

''جی۔ . ٹھیک ہے۔'' عینا نے جان چھڑوانی چاہی۔ صفا سانس کھینچ کر لے رہی تھی۔

''ا۔ منٹ۔ ا کیا ہوا۔؟'' حسن فور آگے ٹ۔ ھا۔

''کچھ نہیں۔ بس یوں ہی پینک ہو گئی ہے۔ آپ پلیز۔ جا یہاں سے۔'' عینا کو پچھلی قات۔ دآ گئی تھی۔

''ہٹو۔!'' حسن نے عینا کو وہاں سے ٹ· کا کہا تو وہ جھجکتے ہوئے پیچھے ہٹی۔ وہ زمین پ ہی بیٹھ ۔ ''صفا۔ ادھر دیکھو۔!'' اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ · چاہا۔ جس کو صفا نے فورا جھٹک دی۔

''مم۔ میں کسی کو بلا کر لاتی ہوں۔ ہم اسکو ہاسپٹل لے کر چلتے ہیں۔'' عینا کی آنکھوں میں بھی پ ی تھا۔

''نہیں۔رکو۔تماشے کی ضرورت نہیں۔میں دیکھتا ہوں۔''حسن نے ہاتھ کے اشارے سے عینا کو روک دیا۔حسن نے ایک پل کے لئے صفا کا چہرہ دیکھا جو کہ زرد پڑتا جا رہا تھا۔پھر اس نے اپنی جیب سے ایک رومال نکالا۔''صفا۔ادھر دیکھو۔!اسکو پکڑو۔''اس نے ایک کونہ صفا کی جانب بڑھایا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔''کم آن۔شاش۔اسکو پکڑو۔''اس نے نرمی سے کہا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔اس وقت اسکو یہ یاد نہ تھا کہ وہ شخص کون ہے۔''کم آن۔اسکا ایک کونہ پکڑلو۔''اس نے دوبارہ رومال آگے بڑھایا۔صفا نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو بری طرح کانپ رہے تھے۔پھر اس نے ایک لرزتا ہوا ہاتھ اٹھایا اور رومال کی جانب بڑھایا۔''یس۔ویری گڈ۔!تھام لو اسکو۔''حسن کے چہرے پر ایک امید تھی۔جبکہ عینا کی سسکی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔صفا نے لرزتے ہاتھ سے وہ رومال کا کونہ پکڑا۔''دوسرے ہاتھ سے بھی۔''حسن نے اسکے دوسرے ہاتھ کی جانب اشارہ کیا۔صفا نے دونوں ہاتھوں سے رومال کا ایک کونہ پکڑ لیا۔جبکہ ایک کونہ حسن کے ہاتھ میں تھا۔

''دیکھو۔تم محفوظ ہو۔''اس نے اب کہنا شروع کیا۔''تم بالکل سیف ہو۔یہاں ٹھیک ہے۔تم نے اس سہارے کو تھام رکھا ہے۔اگر تم نے لگو گی تو میں تمہیں اس کونے سے تھام لوں گا۔تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔صفا نے دوبارہ پلکیں نہیں جھپکیں تھیں۔وہ بس حسن کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔''یہاں تمہارے اپنے ہیں۔تم تنہا نہیں ہو۔یہ تمہارے اپنے ہیں۔یہ تمہاری دوست ہے۔جو تم سے پیار کرتی ہے۔''

حسن نے ایک ہاتھ سے عینا کی جانب اشارہ کیا۔جیسے جیسے حسن کا ہاتھ حرکت کر رہا تھا صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے بھی حرکت کرنا شروع کی۔

اس نے عینا کی سمت میں دیکھا۔عینا نم آنکھیں لئے ایک مسکراہٹ میں سر ہلا کر اسکو یقین دلا رہی تھی کہ وہ اسکی دوست ہے اور اس سے پیار کرتی ہے۔

''ٹھیک ہے صفا۔؟اب تم ٹھیک ہو۔!''

اب کی بار حسن بولا تو صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے دوبارہ حرکت کی۔وہ اب حسن کی جانب دیکھ رہی تھی۔''ایوری تھنگ از فائن۔!''وہ مدہم آواز میں اب سرگوشیاں کر رہا تھا۔''تم بھی دہراو۔''وہ اب صفا کو آرڈر دے رہا تھا۔

''ایوری تھنگ از فائن۔!''صفا نے اسکی تقلید کی۔

''شاش۔!''حسن نے دیکھا صفا کے چہرے کی رنگت بحال ہو رہی ہے۔اسکے ہاتھوں کی لرزش میں کمی آگئی ہے۔جبکہ عینا نے مارے حیرت کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

''جادو۔!''عینا نے زیر لب کہا۔''یہ بندہ واقعی جادو ہے۔''عینا نے بڑی بڑی آنکھوں سے حسن کو دیکھا۔جو کہ صفا کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔صفا اب قدرے پرسکون تھی اسکا ٹانس نہیں ٹوٹا تھا۔وہ ابھی تک بس اپنی سرمئی آنکھوں سے حسن کی تلوار جیسی آنکھوں میں دیکھے گئی۔رومال کا کونہ ہنوز اسکے ہاتھوں میں تھا۔

''How dare you..?''ایک اور آواز گونجی جس نے وہاں موجود ہر شخص کو چونکا دیا تھا۔عینا تو اچھل پڑی۔کیونکہ آواز اسکے عقب سے ہی آئی تھی۔حسن نے بیٹھے بیٹھے ایک نگاہ ابیہم پر ڈالی۔جبکہ صفا ہنوز اسی کیفیت میں رومال کا کونہ پکڑے بیٹھی تھی۔

''ریلیکس۔!میری بات سنو۔!''حسن اٹھ کھڑا ہوا۔اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اسکا گریبان ابیہم کے ہاتھوں میں تھا۔اردگرد لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ہکا بکا سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔

''How dare you..?''ابیہم ایک بار پھر سے غرایا۔حسن نے ابیہم کو دیکھا اور پھر اپنے گریبان کو۔

''ریلیکس۔!جو تم سمجھ رہے ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔''اس نے مڑ کر صفا کی جانب دیکھا جو کہ ہنوز وہیں تھی۔

''کیا کیا ہے تم نے اسکے ساتھ۔؟بولو۔''ابیہم نے ایک جھٹکا دیا۔''کیا کیا ہے تم نے اسکے ساتھ حسن کرداوی۔۔!''ابیہم کی شربتی آنکھوں میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔وہ حسن کو انہیں آنکھوں سے جھلسا دینے والا تھا۔

''دیکھو۔!میری بات۔''

''بکواس بند کرو۔''کہتے ابیہم نے ایک زوردار مکا اسکے منہ پر رسید کیا۔حسن لڑکھڑایا۔اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔اسکے ہونٹ سے خون کی ننھی سی بوند امد ہوئی۔''صفا۔۔!ادھر دیکھو۔!''اب ابیہم جھک کر صفا کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ابیہم۔تماشہ مت بناو۔''حسن نے ادھر ادھر دیکھتے سرگوشی کی۔

''بکواس بند کرو۔یو اڈیٹ۔!''ا. اہیم مڑ کر اسکے چہرے پ پ ر ا۔''تم جا بھی ہو کتنی حساس ہے یہ۔؟ کو ڈکس استعمال کیے ہیں اس پ ۔۔''ا. ر پھر سے حسن کا یبان ا. اہیم کے ہاتھوں میں تھا۔عینا کی آنکھوں سے آ رواں ہوئے۔یہ . کیا ہو رہا تھا۔اسکو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔وہ تو صفا کے پ س بھی نہیں جا سکتی تھی کیو صفا کے عین سامنے وہ دونوں د ۔ و یبان ہوئے کھڑے تھے۔

''کچھ نہیں کیا میں نے۔وہ پینک ہو رہی تھی۔''

''وہ پینک ہو رہی تھی اور تم نے اسکو پیٹو ۔ کر دیا۔؟''ا. اہیم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسکو کچا چبا جائے۔

''ایسی کوئی . ت نہیں ہے۔ا. اہیم۔!''حسن کے چہرے پ اب افسوس تھا۔صفا ابھی۔ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

''گیٹ آوٹ۔!دفع ہو جاو یہاں سے کر دا وی۔!مجھے دو . رہ اپنی شکل مت دکھا ۔''کہتے ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکو چھوڑا۔حسن لڑکھڑا کر دور ہو ۔ وہ کھڑا رہا۔ا. اہیم دو . رہ صفا کے پ س جا کر زمین پ بیٹھا۔''صفا!میری طرف دیکھو۔!تم ٹھیک ہو۔؟''اس نے صفا کا ہاتھ پکڑا اور ا ہاتھ سے اسکا گال تھپتھپانے لگا۔

''بچے۔!ادھر دیکھو۔!''اس نے صفا کو تھوڑی سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی جا . کیا۔اور دو . رہ اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ وہ تھی کہ بس ہوا میں گھورے جا رہی تھی۔ ا. اہیم کا دل ۔ ' لگا۔

ر ۔ ٹ ۔۔،گلٹ۔۔،بے بسی۔!اس لمحے میں . کچھ تھا۔

وہ کیوں لا ا سکو یہاں۔؟صرف اسکے ماں . پ سے دور کرنے کے لئے۔؟اور آج وہ اس ا ن ملک میں ا ن لوگوں کے ٹ ا تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔ا. اہیم نے اپنی ساری سوچوں کو ا طرف کیا اور ٹیبل پ پ ڑا گلاس اٹھا۔اس نے وہ گلاس ٹیبل کی کناری پ دے مارا۔اب . لوگ خوفزدہ سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ا. اہیم نے کسی کی پ واہ کئے بنا ا کانچ کا ٹکڑا اٹھا۔اور اپنے ہاتھ پ پھیر لیا۔خون کی چند بو ں نیچے یں تو صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے حر ۔ کی۔

''تھینک گاڈ۔''ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔جبکہ حسن ابھی۔ کچھ فاصلے پ کھڑا یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔ا. اہیم کا صفا کے لئے اس طرح پ واہ کر ۔یوں ہتھے سے اکھڑ جا ۔حسن نے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ لیں۔

''تم ایسا نہیں کر ۔ گورسی۔!ہر . رنہیں۔!''حسن نے تنے جبڑوں سے اسکی جا . دیکھا ا. اہیم کی اس جا . پشت تھی۔صفا نے ا. اہیم کی جا . دیکھا تو ا آ لڑھک کر اسکے گال پ بہہ ۔

''بس۔! . ٹھیک ہے۔''ا. اہیم نے ضبط کیا اور ہاتھ ٹھا کر وہ آ صاف کر دی۔لوگ کچھ د وہاں کھڑے رہے۔پھر ا. اہیم نے ا . رمڑ کر دیکھا تو . اسٹوڈنٹس اپنا اپنا کام کرنے لگے۔بھیڑ ختم ہو گئی۔

''یہ۔یہ چوٹ۔''صفا کی ٹ سی آواز آئی۔

''کچھ نہیں ہوا۔ٹھیک ہوں میں۔''ا. اہیم نے مٹھی بند کر کے اس زخم کو چھپا تو خون کی مز بو ں زمین ں پ یں۔صفا نے ا ہچکی لی۔وہ . سے . کچھ اپنے ا رہی رو کے ہوئے تھی۔''چلو یہاں سے۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھا۔صفا کا بیگ وہیں ٹیبل پ پڑا تھا۔ا. اہیم نے ا ہاتھ سے صفا کا ہاتھ پکڑا اور ا ہاتھ میں اسکا بیگ اٹھا۔وہ اسکو لئے حسن کے پ س سے ر ۔حسن وہیں کھڑا رہا۔مجسمہ کسی . ۔ کی طرح۔پیچھے عینا ابھی۔ شاک کی حا ۔ میں تھی۔وہ دونوں . کو چھوڑ کر یونیورسٹی سے نکل گئے۔کچھ لمحے ۔ رنے کے بعد حسن کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

اس نے فون نکالا۔

''سر میچ کی تیاری ہو چکی ہے۔ولیم کی ٹیم پہنچ گئی ہے۔ . ق ٹیمز آ رہی ہیں۔''فون پ کوئی بول رہا تھا۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔اور۔!''

''اسکو ہم لے آئے ہیں۔''جواب فورا آ ۔تھا۔

''ٹھیک ہے۔''اس نے فون بند کیا۔

''کبھی کبھی دستار بچانے کے لئے سر دینا پڑتا ہے گورسی۔۔!اور آج تمہارا سر میرے قدموں میں ہوگا۔''اس نے فون۔۔ میں رکھا۔اور وہاں سے تیزی سے۔ا۔ اہیم مین گیٹ پہنچا تو قادر فورا اسکے سامنے آیا۔ا۔ اہیم اسے دیکھ کر ٹھٹکا۔

''یو آر فائیرڈ۔!''اس نے ایک نگاہ قادر پر ڈالی اور صفا کا ہاتھ پکڑے اسکو وہاں سے لے گیا۔

''میں نے اب کیا کر دیا ر۔؟''قادر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔وہ ان دونوں کے پیچھے ہی بھاگا۔ تب تک گاڑی نکل چکی تھی۔

''شٹ۔۔!چھوکری آج ہاتھ ملی نہیں۔اور اب نوکری بھی گئی۔''قادر نے اپنا ماتھا پیٹا۔

''کیا ہوا۔؟''اس نے مڑ کر دیکھا تو وہی ایٹین لڑکی کھڑی تھی۔قادر نے ایک منٹ کے لئے عینا کو دیکھا۔پھر اسکے ماتھے پر بل پڑ گئے۔وہ ایک قدم اسکی جانب بڑھانے لگا۔جبکہ عینا کا حلق خشک ہونے لگا۔وہ تو صفا کو دیکھنے آئی تھی یہ نئی بلا کہاں سے پیچھے پڑ گئی۔

''دیکھو۔!یہ یونیورسٹی ہے۔اس لئے اگر کوئی بدتمیزی کرنے کا ارادہ ہے تو ترک کر دو۔''عینا نے انگلی کھڑی کر کے قادر کو وارن کیا۔یہ الگ بات تھی کہ اسکی چھوٹی سی انگلی کانپ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے صفا کو۔؟''قادر اسکے سامنے آ کر رکا۔

''وہ۔مجھے کیا پتہ۔!''عینا نے کندھے چکائے تو قادر نے ایک قدم مزید اسکے قریب لیا۔عینا اپنی جگہ جم گئی۔

''میری بات سنو لڑکی۔!''قادر نے انگلی کھڑی کی۔

''تم ہر وقت اسکے ساتھ چپکی رہتی ہو۔اگر مجھے علم ہوا کہ اسکی کسی تکلیف کی وجہ تم ہو تو۔''وہ انگلی کھڑی کر کے اسے وارن کر رہا تھا۔

''تو۔تو۔کک۔کیا کر لو گے تم۔؟؟''کچھ دیر پہلے ممبئی کا ڈان اب قادر کے سامنے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

''تو یہ کہ میں تمہیں ممی بنا کر مصر کے کسی میوزم میں رکھوا دوں گا۔''قادر نے انگارہ آنکھیں لئے اسکو وارن کیا۔

''مم۔مم۔ممی۔؟دد۔دیکھو۔میں یہاں پڑھنے آئی ہوں۔شادی وادی کا ارادہ نہیں۔اور بچے پیدا کرنے کا میں نے ابھی تک نہیں سوچا۔''عینا نے فورا اٹل لہجے میں اپنے منصوبے بتائے تو قادر جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔

''کیا مطلب۔؟''اب قادر ہڑبڑایا۔

''مطلب ممی کیسے بناو گے؟۔میں شادی ہی نہیں کروں گی۔''عینا نے اسکو پیچھے ہٹتے دیکھا تو اسکی سانس بحال ہوئی۔

''افففف۔!کس پاگل نے تمہیں قاہرہ یونیورسٹی میں داخلہ دے دیا۔''قادر سر پیٹ کر رہ گیا۔

''یہ تم یہاں کی انتظامیہ سے پوچھنا۔فی الحال ہٹو یہاں سے۔''کہتے عینا اسکی بغل میں سے نکل گئی۔قادر نے سر جھٹک کر اس جانب دیکھا جس طرف ابھی ابھی عینا گئی تھی۔

****

گاڑی میں خاموشی تھی۔بالکل سناٹا۔

''تم ٹھیک ہو۔؟''کچھ دیر بعد ایک مردانہ آواز گونجی تو صفا نے سر اٹھا کر اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا۔

''ہمم۔میں ٹھیک ہوں۔''اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اب بتاو۔کیا ہوا تھا۔''وہ ونڈ سکرین پر نگاہیں جمائے سرد سے تاثرات لئے پوچھ رہا تھا۔

''کچھ بھی تو نہیں۔''صفا نے جواب دیتے دن موڑی اور باہر سے آتے روڈ کنارے لگے ہوئے کھجوروں کے درخت دیکھنے لگی۔ا۔ اہیم نے مڑ کر دیکھا۔وہ پرسکون سی باہر دیکھ رہی تھی۔

''ادھر دیکھو۔!''اس نے صفا کی جانب دیکھتے ہی حکم دیا۔

''کیا کہنا ہے۔؟'' صفا نے بنا مڑے ہی سوال کیا تو ا. اہیم کے جبڑے تن گئے۔

''اب تم الٹے سوال بھی کرو گی۔؟''

''کیوں۔؟ کیا سوال کرنے کا حق بس آپکا ہے۔؟'' وہ مڑی نہیں تھی۔

''صفا۔! ادھر دیکھو۔!'' اس نے اب کی. رصفا کا چہرہ تھوڑی سے تھام کر اپنی جا. گھما. صفا کا چہرہ آ وں سے ت تھا۔ا. اہیم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔کہاں وہ اسکا ا آ ضائع ہونے پ اسکو ٹ ں ٹ ں ت ہنسا کرتا تھا۔اور کہاں آج۔وہ جانے کتنی. راسکی وجہ سے اب ت رو چکی تھی۔اسکی سرمئی آنکھیں سرخ تھیں۔ا. اہیم نے ہاتھ ہٹا. اور دو. رہو ٹ سکرین پ یں جما ے. صفا سر جھکائے بیٹھی رہی۔''کیا چاہتی ہو آ ۔؟ا میرے ساتھ رہ کر اتنا ہی دل د ت ہے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے تو پیپرز پ سائن کیوں نہیں کیے۔؟''

''کچھ تکلیفیں ا ن اس لئے بھی بیان نہیں کرت ۔۔کیو دوا سے ڈر لگتا ہے۔'' صفا نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔

''اور ا مرض کا علاج نہ کیا جائے تو اسکو سور ت د نہیں لگتی۔اور پھر جسم کے کچھ حصے ہی کاٹنے پ جا. کرتے ہیں۔''ا. اہیم کسی خیال کے تحت بولتا جا رہا تھا۔

''کبھی کبھی ز ندگی ہمیں ان چاہے راستوں پ لے آتی ہے۔ایسے راستے جن پ چلنے کا نہ ہم نے سوچا ہوت ہے اور نہ ہی وہ ہمارا انتخاب ہوتے ہیں۔ ز ندگی ہمیں ان راستوں پ لا کر چھوڑ دیتی ہے۔اس صورت میں دو آپشنز ہوتے ہیں۔''ا. اہیم نے ا نگاہ صفا پ ڈالی۔وہ س مسلسل سر جھکائے آ بہا رہی تھی۔''یا تو ہم اس راستے پ چلنے سے انکار کر دیں۔اور وہاں سے واپس مڑ آ ۔''

''مجھے دوسرا آپشن منظور ہے۔'' اچا. صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔تو ا. اہیم کی سٹیئر ے پ فت ڈھیلی پ گئی۔ وہ سامنے دیکھتا رہا۔''مجھے چلتے رہنا منظور ہے۔''

''آ وہ راستہ کسی بند گلی کی جا. جا ہوا تو۔؟'' وہ روڈ پ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

''تو میں اس گلی کے کھلنے کا انتظار کروں گی۔'' وہ اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ا. اہیم کا رخ دکھائی دے رہا تھا۔چہرے کے ت ثرات ہمیشہ کی طرح سرد۔

''پ گل پن ہے یہ۔!''

''کبھی کبھی قسمت پ گلوں پ بھی مہر ن ہو جا. کرتی ہے۔کبھی کبھی بند گلیوں کے پ را سرسبز. غ ہوا کرتا ہے۔کبھی کبھی انتظار اور توکل اس بند گلی کو ا دیتا ہے۔اور آپ اس سرسبز. غ کے مالک بن جا. کرتے ہیں۔''

''ہر. ر. غ نہیں ہوت ۔کبھی کبھی جہنم ہوا کرتی ہے۔انگارے. ساتی لا وہ اگلتی جہنم۔'' وہ مسلسل روڈ پ نگاہیں جمائے ہوا تھا۔

''یہ آپ اس بند گلی کے مسافر کی قسمت پ چھوڑ دیں۔''

''میں تمہیں کسی بند گلی میں نہیں چھوڑ سکتا۔'' اس نے بے اختیار ہی کہا تھا۔صفا نے دن موڑ کر دیکھا۔وہ اسکے چہرے کو دت رہ گئی۔

''یہ کیا ہے۔؟'' صفا نے اسکے چہرے پ نگاہیں جمائے پوچھا۔

''کیا۔؟'' اس نے ا پل کے لئے صفا کا چہرہ دیکھا اور پھر سے سامنے دیکھنے لگا۔

''آپکو میری پ واہ کیوں ہے۔؟ا طرف آپ مجھے چھوڑ چاہتے ہیں۔۔اور دوسری جا. کسی کو میرے پ س بیٹھا ہوا بھی. داش نہیں کرتے۔'' صفا نے ا جتاتی نگاہ اسکے چہرے پ ڈالی تو ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا۔وہ جتاتی نگاہ لئے بیٹھی تھی۔

''مجھے کوئی فرق نہیں پ ت کہ تم کس سے ملتی ہو اور کس سے نہیں۔ . ت میرے نکاح میں ہو۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو ے۔''ا. اہیم اپنی چیزوں پ کسی کی. داش نہیں کرت ۔'' اس نے دو. ہ سٹیئر ے پ فت بنائی۔صفا نے حیرت سے دیکھا۔وہ ا. اہیم نہیں تھا۔وہ تو مرجان تھا۔۔یہ فطرت مرجان کی تھی۔یعنی یہ فطرت مرجان نے ا. اہیم سے لی تھی۔

''اور. آپکے نکاح میں نہیں رہوں گی ت ۔؟ کیا ت . آپکو کوئی فرق نہیں پ ے گا۔؟'' صفا نے ڈوبتے دل کو سنبھالتے ہوئے سوال کیا۔اس نے مڑ کر صفا کی جا. دیکھا۔اسکی کنپٹی کی نسیں ابھریں تھیں۔ پھر اس نے ا. رزور سے آنکھیں بند کیں۔اور کھول دیں۔یہ اسکا طر تھا ضبط کا۔اور مرجان کا بھی۔

صفاان دونوں میں کمپیر ن کیے بنانہ رہ سکی۔وہ آ وں سے چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ ا۔ اہیم اور مرجان کی مماثلت نے اسکو مسکرانے پ مجبور کر دیا۔ا۔ اہیم نے رخ موڑ کر سکرین پ یں جمالیں۔

''تم۔تم صفا ہو۔تم جا ہو ہم بچپن سے ساتھ ہیں۔''اس نے کہنا شروع کیا۔اب اسکے چہرے پ کچھ اور تھا۔وہ جو بھی تھا اب سرد نہیں تھا۔وہاں اب کچھ ' بے تھے۔

صفا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ رَ ا۔وہ اسکو '' چاہتی تھی۔وہ اسکو دیکھنا چاہتی تھی۔ اسکی آنکھوں سے بہتے آ وں نے اسکے منظر کو بلاک کیا ہوا تھا۔اور وہ اس حسین منظر سے لطف ا ' وز ہو ' چاہتی تھی۔وہ ان آ وں کا اجازت نہیں دے سکتی تھی کہ اسکو اس حسین منظر سے لطف ا ' وز ہونے سے روک سکیں۔

''میں اپنی سچو پہلے ہی کر چکا ہوں۔میں اب ر ر ا اپنے کئے کی صفائی نہیں دے سکتا۔ میں اب تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔بہت جلد میں اپنا انتقام لے لوں گا۔میں اسکے بہت قر ۔ پہنچ چکا ہوں۔ اس سے پہلے میں تمہیں واپس بھیج دینا چاہتا ہوں۔میں نے تمہیں ونی کے طور پ کبھی قبول نہیں کیا تھا۔''اس نے ا ۔ رمڑ کر خاموش بیٹھی صفا کو دیکھا۔وہ جو سمجھا تھا کہ زاو ر کا سن کر وہ شور مچائے گی اسکے ۔عکس وہ اسی طرح بیٹھی اسکو سن رہی تھی۔

پھر وہ سیدھا ہوا۔

''ونی کا مطلب تھا کہ میں زاو ر کو معاف کر دیتا۔ونی خون بہا کو کہتے ہیں صفا۔! میں نے خون بہا قبول کیا ہی نہیں تھا۔''

''تو پھر۔؟ نکاح کیوں کیا۔؟''وہ یوں ہی بولی۔بنا اسکے چہرے سے نگاہیں ہٹائے۔

''مجھے لگا تھا کہ خیام قریشی کو بلیک میل کروں گا۔دھمکاوں گا تو وہ زاو ر کا اٹ ر لیس دے دے گا۔ اسکو پیش کر کے معافی مانگے گا۔میں بس اس وقت خیام قریشی کو اسی کرب میں مبتلا کر ۔ چاہتا تھا جس کرب میں میں اور میرا خا ان تھے۔ کہ اسکو ا ازہ ہو۔ کہ بیٹی کا دکھ کس قدر اذ ۔ ک ہو۔ ہے۔ ''

''تو کیا آپ پھر معاف کر دیتے۔؟''صفا نے اسکو ٹوک کر پوچھا۔

''نہیں۔!'' لفظی جواب دیتے ہوئے اس نے ا ۔ نگاہ صفا کے چہرے پ ڈالی۔''مجھے لگا تھا کہ وقت ۔ دنہیں ہوگا۔اور میں جلد از جلد اپنی سجل کا انتقام لے لوں گا ۔!''کہتے کہتے وہ رکا۔اس نے ا ۔ صفا کو دیکھا جو کہ مضطرب سی بیٹھی اسکی ۔ تیں سن رہی تھی۔وہ زخمی سا مسکرا ۔''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔یہ سودا گھاٹے کا ش ۔ ہوا۔''الفاظ تھے ۔نشتر جنھوں نے صفا کے دل کو چیر کر رکھ دیا۔اسکے دل سے خون رس رہا تھا۔ سامنے والے کو پ واہ کہاں تھی۔''تمہارے ۔پ نے تمہاری بجائے اپنے ٹ کو چنا۔ لکل ا روایتی ۔پ کی طرح۔اس نے بیٹی پ ٹ کو ت جیح دی۔''

وہ بولتا جا رہا تھا بنا اس ۔ت کا احساس کئے کہ اسکے الفظ اس معصوم سی لڑکی پ کو قیامت ڈھا رہے ہیں۔''خیام قریشی ' قدر اہے۔اس نے تمہاری قدر نہیں کی۔اس نے اپنے ' ہ گار ٹ کی تو پ واہ کی اپنی معصوم بیٹی کی نہیں۔میں جو چاہتا تمہارے ساتھ کر سکتا تھا۔وہ بھی جا تھا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کیا کر سکتا تھا۔ ۔!''اس نے مڑ کر ا ۔ت پھر سے سن سی بیٹھی صفا کو دیکھا۔'' پھر بھی اس نے زاو ر کو تم پ ت جیح دی صفا۔!''اس نے جتا ۔وہ خاموش رہی۔کیو اسکا دل ٹکڑوں میں تقسیم ہو رہا تھا۔اسکے حلق میں درد اٹھا تھا۔

''یہ د ہے صفا۔یہاں گنہگار ٹ تو قبول ہیں۔ بیٹیاں نہیں۔''صفا کا دل نہیں دھڑکا تھا۔ا۔ اہیم کے الفاظ کی ۔ زگشت اسکو ۔ر ۔رسنائی دے رہی تھی۔''کیو لوگوں کا خیال ہے بیٹیاں پ ا دھن ہیں۔تو ان کو بیٹوں پ ت جیح دینا بے وقوفی ہے۔''اس نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔''مجھے تمہاری پ واہ ہے۔اور یہ نیچرل ہے۔میں چاہ کر بھی اس چیز سے انکار نہیں کر سکتا۔تم مجھ سے عمر میں آدھی ہو۔بچپن سے پ واہ کر ت آ ہوں۔اب میں اس فطرت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔''اس نے روڈ پ نگاہیں جمائے کندھے اچکائے۔''نہیں جا تھا کہ ز گی میں ایسا کوئی موڑ آ سکتا ہے۔ایسی سچو میں نے اپنے ت ین خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔''ا۔ اہیم کے ا ب دو ۔رہ سے تن گئے تھے۔''کچھ د کے لئے میرے ا ر موجود انتقام کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے تمہاری تصو یر کو دھندلا د ۔تھا۔میں بھول ۔ تھا کہ تم صفا ہو۔میرے انتقام کے سامنے تمہارا وجود بے معنی ہو ۔ تھا۔''اسکے الفاظ میں اب ا ۔ر پھر سے کرب تھا۔'' ۔ میں اب تمہیں اس دلدل سے نکالنا چاہتا ہوں۔تم واپس چلی جاو۔ا ۔ نئی ز گی شروع کرو۔میں کبھی تمہارے سامنے نہیں آوں گا۔کبھی بھی نہیں۔'' اس نے کہہ د ۔ مڑ کر صفا کا چہرہ نہیں دیکھا۔ا وہ اسکے چہرے پ موجود درد کی شدت دیکھ ۔ تو سمجھ جا ۔

کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

جواب میں سناٹا رہا۔

''میں اب۔ تمہیں دیکھتا ہوں تو میرے دل میں درد ہوتا ہے۔ میرے سامنے وہی چھوٹی سی معصوم سی صفا آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ میں سنگ دل نہیں ہوں صفا۔'' اس نے کرب سے چور لہجے میں کہا اور اس دوران مڑ کر دیکھا۔ وہ زرد رنگت لئے بیٹھی تھی۔ اسکی آنکھوں کی پتلیاں بے جان سی تھیں۔ وہ ٹھٹکا۔ اس نے اچانک گاڑی کی رفتار سست کی۔ ''دیکھو۔ میں تم پر کوئی زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ کم از کم مزید زبردستی نہیں۔ اس لئے نرمی سے سمجھا رہا ہوں کہ یہ فضول کی ضد چھوڑ دو۔ اور واپس چلی جاؤ۔'' گاڑی اب ایک خالی سے روڈ پر تھی۔ اس لئے اسکی رفتار انتہائی سست تھی۔

وہ خاموش رہی۔ اب کی بار اہیم کو کچھ کھٹکا تھا۔ اس نے ایک سائیڈ پر گاڑی روک دی۔

''صفا۔!'' اس نے سیٹ بیلٹ نکالا اور اسکی جانب رخ کر کے بیٹھا۔

جواب نہیں آیا۔

''تم۔ مجھے کیوں تنگ کر رہی ہو۔؟ پہلے تو تم ایسی نہیں ہوا کرتی تھی۔ میری بات مان لیا کرتی تھی۔ پھر کیوں اب اتنی ضدی ہوتی جا رہی ہو۔؟'' وہ خجلت لئے کہے جا رہا تھا۔ جبکہ صفا کے دل و دماغ میں صرف یہی الفاظ گونج رہے تھے۔

''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔''

تو کیا وہ اتنی بے مول تھی۔؟ کیا اسکا وجود اتنا بے مول تھا کہ اسکو اسکے باپ نے اپنے بیٹے کے عوض ہوں کے عوض نہ دیا۔ کم از کم قیمت تو سوچ سمجھ کر لگائی جاتی۔ اگر زاویار اچھا بیٹا اچھا بھائی ہوتا تو صفا باقی بہنوں کی طرح خوشی خوشی سولی پر چڑھ جاتی۔ وہ نہ تو کبھی اچھا بیٹا تھا نہ اچھا بھائی اور نہ ہی اچھا انسان بن سکا تھا۔ تو کیوں اس کے لئے صفا کو سولی پر چڑھایا گیا۔ آج بیٹیاں بیٹوں کے عوض فروخت ہوتی رہیں گی؟ یہ رسم ختم ہوگی۔ جانے کتنی لڑکیاں اس لعنت کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔ جانے کتنی معصوم لڑکیاں اپنی عصمتیں گنوا چکی تھیں۔ ہر کوئی اہیم نہیں ہوا کرتا۔ ہر کوئی احساس نہیں ہوا کرتا۔ آج صفا کو روڈ پر پڑا کنکر خود سے زیادہ قیمتی اور بھاری لگا تھا۔ اسکی بھی کوئی قیمت تھی۔ وہ لڑکی جو آج اس گاڑی میں بیٹھی تھی وہ بے مول تھی۔

اور اسکو بے مول کرنے والا اسکا باپ تھا۔ اسکا خون تھا۔ جن لوگوں پر وہ اپنی جان چھڑکتی آئی تھی انہی لوگوں نے اسکو ایک کنکر سے بھی ہلکا کر دیا تھا۔ بیٹیاں تو اپنے باپ کے لئے ہمیشہ تڑپتی ہیں۔ بیٹیاں تو ہر وقت اپنے باپ کے ماتھے کا بوسہ صاف کرنے میں مصروف ہوتی ہیں۔ اس وقت بھی۔ وہ انہیں کی قبر کھود رہا ہوتا ہے۔ خیام قریشی جان دے دیتا مگر خون قبول نہ کرتا۔ وہ اپنی بیٹی کو اس جہنم میں نہ دھکیلتا۔ وہ زاویار کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتا۔ انصاف کرتے ہیں۔ سزا ملتی ہے۔ ہم انسانوں کے گناہ بخشوانے کے لئے کسی کی زندگی کو قربان رکھوا دیتے ہیں تو ہم دہرے گنہگار بن جایا کرتے ہیں۔

خیام قریشی دہرے گناہ کا مرتکب ہوا تھا۔ اس نے نہ صرف بیٹے کو بھگا بلکہ اپنی بیٹی کو اندھے کنویں میں دھکا دیا تھا۔

''صفا کیا تم مجھے سن رہی ہو۔؟'' اس نے ایک بار صفا کا بازو پکڑ کر جھنجوڑا تھا۔ وہ سن سی بیٹھی رہی۔ کہ اچانک اہیم کے موبائل پر نوٹیفکیشن آیا۔ وہ جو صفا کو کچھ کہنے والا تھا اچانک موبائل کی جانب متوجہ ہوا۔ اس نے جیب سے موبائل نکالا۔

''آج رات۔ شاہ آج اکھاڑا سجانے والا ہے۔ آج رات وہ موت کا کھیل کھیلنے والا ہے۔'' ضرار کا ای میل تھا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اور موبائل ڈیش بورڈ میں دیا۔ اس نے سر جھٹک کر دوبارہ صفا کی جانب دیکھا تو اب اسکے ہاتھوں میں کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی۔ اہیم کی ہوائیاں اڑ گئیں۔ اس نے فوراً صفا کے کپکپاتے ہوئے ہاتھ تھام لئے۔

''صفا۔! ادھر دیکھو۔! پلیز۔! ادھر دیکھو۔۔!'' وہ مسلسل اسکی توجہ اپنی جانب کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسکے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ وہ مسلسل ہوا میں گھور رہی تھی۔

''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔''

''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔''

''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔''

بس۔اسکے علاوہ اسکو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔اسکا حجاب سرکا تو اسکے سنہری بالوں کے چند لٹیں آکر اسکے چہرے پہ جھول گئیں۔وہ بنے بیٹھی تھی۔وہ آج لاوارث ہوگئی تھی۔اسکے باپ نے پہلے ہی اسکو بے مول کردیا تھا۔اور جس کے ساتھ وہ خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی وہ بھی اس کو جلد از جلد اپنی زندگی سے نکالنا چاہتا تھا۔وہ پامید تھی۔اسکو اکیلا چھوڑ دیا جائے تو وہ امید کے سہارے ساری زندگی جی لے۔بریریوں جتانا کہ وہ ایک بے معنی وجود ہے۔یہ چیز اسکی مینٹل ہیلتھ کو تباہ کررہی تھی۔

وہ خود سے لڑ جھگڑ کر اپنے آپ کو کھڑا کرلیتی پھر سے کوئی بات ایسی ہوجاتی تھی جس سے وہ وہیں جا کر کھڑی ہوجاتی جہاں سے اس نے اپنے وجود کو گھسیٹا ہوتا تھا۔اسکی مسافت دوگنی ہوجایا کرتی تھی۔

''صفا۔کیا تم مجھے سن رہی ہو۔؟تم ٹھیک ہو۔؟''وہ پکار رہا تھا صفا کا دماغ اسکی کسی بات کو نہیں سن پا رہا تھا۔''کم آن۔تم ایسی کیوں ہو صفا۔؟کیوں اتنی کمزور ہو۔؟''ابراہیم نے بے بسی سے اسکو اپنے ساتھ لگالیا۔''بس۔اب کچھ نہیں ہوگا۔اب مزید کچھ بھی نہیں ہوگا۔میں اب سب کچھ ٹھیک کردوں گا۔''وہ اسکو ساتھ لگائے اسکے بال سہلا رہا تھا۔''پلیز۔تم ایسا مت کرو۔یہ زندگی بہت مشکل ہے۔تم اتنے کمزور اب کے ساتھ سروائیو نہیں کرپاؤ گی۔''

صفا خاموش رہی۔''اگر رونا آئے تو رولیا کرو۔اگر غصہ آئے تو چیخ لیا کرو۔لیا کرو۔یوں گھٹ گھٹ کر خود کو اپنے اندر بکواس مت دیا کرو۔''کیا تمہیں کوئی بھی چیز پازیٹو اسپائر نہیں کرتی آتی۔؟''اس نے جھک کر اپنے ماتھے سے لگی صفا کا سپاٹ سا چہرہ دیکھا۔''ہم مرد ہیں۔ہمارا کسی بھی چیز کو لے کسی بھی غم کو پازیٹو اسپائر کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ہم غصہ کرتے ہیں۔ہم ضبط بھی کرجاتے ہیں۔میرا طریقہ انتقام کا طریقہ ہے۔''

صفا نے ایک ہچکی لی۔ابراہیم آگے اسکے گال پہ لڑھک گیا۔

''مجھے میرا انتقام زندہ رکھتا ہے۔مجھے میرا انتقام حوصلہ دیتا ہے۔میں انتقام کو بہترین طریقہ سمجھتا ہوں۔یہ ہمیں سکون دے دیتا ہے۔انتقام پورا ہونے کے بعد میری روح ہلکی ہوجاتی ہے۔میرے اندر کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔''وہ ایک ہاتھ میں اسکے دونوں ہاتھ تھامے ایک ہاتھ اسکے گرد حمائل کئے اسکا کندھا سہلاتے کہے جارہا تھا۔صفا کی آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت کی تھی۔اسکی رنگت بحال ہونے لگی تھی۔اس نے آنکھیں بند کیں تو آنسو لڑیوں کی صورت بہنے لگے۔وہ شخص کیوں نہیں سمجھ پا رہا تھا۔وہ کیوں اسکے آنسوؤں کے پیچھے کی وجہ نہیں جان پا رہا تھا۔

صفا کی مثال ایک ایسے مسافر کی سی تھی جس نے بیسوں صحرا میں سفر کیا تھا۔صرف اس امید پہ کہ وہ ایک دن پانی کو پالے گی۔پھر قسمت نے ایک ایسا موڑ لیا کہ صحرا میں طوفان آیا۔وہ طوفان ریت کا تھا۔اس نے صبر کے ساتھ اس ریت کے طوفان کا بھی سامنا کیا۔اسکا حلق پہلے ہی خشک تھا۔ریت کے طوفان کی وجہ سے اسکے حلق میں خاشیں پڑ گئیں تھیں۔اسکے حلق سے خون رس رہا تھا۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں بارشیں ہونے لگی۔پانی جمع ہونا شروع ہوا۔اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس پانی کو اپنی ہتھیلیوں میں بھرلیا۔تو کسی نے آکر اس پانی کی ایک ایک بوند حرام کردی۔اسکو واپس لوٹ جانے کا کہہ دیا۔جتنی مسافت وہ طے کرچکی تھی وہ ساری رائیگاں چلی گئی۔

نہ اسکو پانی نصیب ہوا اور نہ منزل۔

وہ مسافر کی مسافر رہ گئی تھی۔

''تم ایک عورت ہو۔عورت کی فطرت الگ ہے۔عورت کے لئے غم نہیں ہے۔غم کو عورت سے دور رکھو کہا گیا ہے۔اس لئے عورت کے لئے آنسو بہانا آسان کردیا گیا۔آنسو بہانے سے دل کے بوجھ ہلکے ہوجایا کرتے ہیں۔مرد کے لئے آنسو بہانا مشکل ہے اور خون بہانا آسان۔۔''ابراہیم نے نہ جانے کیا سوچ کر زرا سا جھک کر اسکے بالوں کو چھوا۔صفا کے دل میں ہلچل ہوئی۔اس نے بے یقینی سے سر اٹھا کر دیکھا۔ابراہیم نے اسکے ہاتھ چھوڑے اور اسکے گال صاف کئے۔وہ غیر یقینی سے اسکا چہرہ دیکھے گئی۔''تم میرے لئے کبھی بڑی نہیں ہوسکتی۔تم آج بھی وہی آٹھ سالہ صفا ہو۔میں۔۔۔تمہیں دیکھتا ہوں مجھے تمہارے ساتھ کھڑی آٹھ سالہ سجل کی یاد آتی ہے۔''اس نے بے اختیار ہی صفا کے ماتھے سے ماتھا ٹکادیا۔ان دونوں کا غم سانجھا تھا۔سجل ان دونوں کی زندگیوں میں ایک حصے دار تھی۔وہ ان دونوں کے جینے کی وجہ تھی۔''رولو صفا۔!

آج جتنا چاہے رولو۔'' اس نے سرگوشی کی۔صفا آنکھیں بند کرگئی۔'' بس آج ا ی ر۔!اس کے بعد اپنے دل کا غم ختم کردو۔'' وہ دو رہ بولا تو صفا نے اسکے کالر کو مظبوطی سے تھام لیا۔''میں اپنا انتقام ۔ جارہا ہوں۔ اس سے پہلے مجھے تمہاری ز گی ریورس کرنی ہے۔جہاں سے تمہیں لا تھا وہاں چھوڑ کر آ ہے۔'' صفا اب سسک سسک کر رو رہی تھی۔ا. اہیم نے ا گہری سانس خارج کی۔اور اسکو اپنے ساتھ لگائے ۔ ٹ کی پشت سے ٹیک لگا ۔ چند آ اسکی پلکوں کی ہر حد توڑ کر بہہ نکلے۔اسکے آ صفا کے چہرے پ رہے تھے۔ان دونوں کے آ ا ہوگئے تھے۔وہ نمکین پ نیوں کا سنگم ان دونوں کے غم کے سانجھے ہونے کا ثبوت تھا۔

کتنی ہی د وہ دونوں اپنا اپنا غم بہاتے رہے۔آ وں کا وہ سیلابی ریلہ تھما تو ا. اہیم نے صفا کو الگ کیا۔وہ چہرہ ر ٹ تی ہوئی اپنی جگہ پ واپس بیٹھ گئی۔ا. اہیم نے ا اسکو دیکھا اور اپنا ۔ ٹ بیلٹ ۔ ھ لیا۔ گاڑی نے سے پہلے اس نے ا میسج کیا۔اور پھر گاڑی دی۔اس ۔ رراستہ مختلف تھا۔وہ فیصلہ کر چکا تھا۔اب چاہے صفا اس فیصلے کو مانے ۔ مانے۔وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

****

مرجان اور ۔ قوت اسکول سے واپس آئے تو لاونج خالی تھا۔آج پھر ا ماں ا استقبال کے لئے موجود نہیں تھی۔ان دونوں نے ٹھٹک کر ا دوسرے کا چہرہ دیکھا۔

''ماما کہاں ہیں۔؟'' مرجان نے زہرہ سے پوچھا۔

''وہ کمرے میں ہیں۔'' زہرہ نے اشارہ کر کے بتا تو مرجان اور ۔ قوت اپنے کمرے کی جا ۔ چلے گئے۔ ۔ قوت نے بیگ رکھا اور فریش ہونے ۔ ۔جبکہ مرجان نے بیگ رکھ کر فورا حوریہ کے کمرے کا رخ کیا۔وہ سیڑھیاں پ ھ ۔ ۔کمرے میں آ تو کمرہ خالی تھا۔البتہ دینا بے بی کاٹ میں بیٹھی اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔

''دینا۔!'' مرجان نے مسکرا کر دینا کو پکارا تو وہ اپنے ہاتھوں میں ا کھلونہ پکڑے ہوئے اسکی جا ۔ متوجہ ہوئی۔''دینا۔ماما کہاں ہیں۔'' اس نے آگے ۔ ھ کر دینا کو گود میں اٹھا لیا۔دینا نے اسٹڈی کی جا ۔ دیکھا۔''اوہ۔تو ماما وہاں ہیں۔'' مرجان دینا کو اٹھائے ہی ا. اہیم کی اسٹڈی کی جا ۔ ۔ ھ ۔ جو کہ کمرے کے ساتھ ہی منسلک تھی۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ا. اہیم کی کرسی پ بیٹھی حوریہ نے گھبرا کر دروازے کی جا ۔ دیکھا سامنے مرجان کھڑا تھا۔حوریہ کی سانس بحال ہوئی۔

''ماما۔السلام علیکم۔!'' وہ الجھا سا اسکی جا ۔ آ ۔

''و۔علیکم السلام میرے شہزادے۔'' حوریہ نے ٹیبل پ بکھری ہوئی فائلیں سمیٹتے ہوئے اسکو سلام کا جواب د ۔

''خیر ۔ ہے۔؟ آپکی طبیعت ٹھیک ہے ں۔؟'' مرجان نے حوریہ کی اڑی سی رنگت دیکھی۔

''ہاں۔کیوں۔مم۔میں ٹھیک ہوں۔'' حوریہ نے ماتھے پ آ ۔ صاف کیا۔

''مجھے لگتا ہے آپکو فیور ہو رہا ہے۔'' مرجان نے حوریہ کی پ ٹی چھو کر کہا جو کہ ت رہی تھی۔

''نہیں تو۔'' حوریہ نے مرجان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا ۔

''میں ۔ لکل ٹھیک ہوں۔چلو۔ہم لنچ کر ت ہیں۔'' اس نے اٹھ کر مرجان سے دینا کو پکڑ لیا۔

''۔۔؟'' مرجان نے ۔ لفظی سوال کیا۔

''ا آج یونیورسٹی جا تھا۔اس لئے وہیں ہوں گے۔ہم لنچ ا ساتھ نہیں کر پ گے۔'' حوریہ نے مرجان کے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''ٹھیک ہے۔'' مرجان نے اثبات میں سر ہلا ۔ حوریہ آگے ۔ ھ گئی۔مرجان پیچھے پیچھے چل د ۔ پھر اس نے مڑ کر کچھ دیکھا تھا۔حوریہ کمرے سے نکل چکی تھی۔ ٹ لیش ۔ کس میں کچھ پیپرز پ ے تھے۔''یہ کل نہیں تھے۔'' مرجان کو ۔ د آ وہ کل اسٹڈی میں آ ۔ تھا۔تو ٹ لیش ۔ کس خالی تھا۔''مرجان۔!'' حوریہ نے ۔ ہر نکل کر دو ۔ رہ اسکو پکارا۔تو وہ سر جھٹک کر ۔ ہر نکل ۔ ۔

وہ کمرے میں آ تو حوریہ نے اسکا الجھا سا چہرہ دیکھا۔

''اچھا مرجان۔!تم جا کر فریش ہو جاو۔میں دینا کو چینج کروا دوں۔'' حوریہ نے مرجان کے سر پ ہاتھ پھیرا تو وہ اثبات میں سر ہلا ۔ ہر ۔ ۔کمرے کا دروازہ بند ہوا

تو حوریہ نے جلدی سے دینا کو واپس بے بی کاٹ میں بٹھایا۔اور دو رہ اسٹڈی میں گھس گئی۔اس نے جلدی سے ٹ لیش کس میں پڑے وہ کاغذات اٹھائے اور اٹھائے اپنے کمرے میں آئی۔اس نے اپنا بیگ کھولا اور وہ کاغذات تہہ کر کے اس بیگ میں رکھ لیئے۔کام ختم ہونے کے بعد وہ دو رہ اسٹڈی میں گئی۔اس نے ٹیبل پ بکھری ہوئی فائیلیں سمیٹیں اور ا واپس ا جگہ رکھ دیں۔ہر چیز ویسے ہی رکھی جیسے ا اہیم رکھ کر گیا تھا۔

وہ تینوں اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ قادر ہڑبڑی میں اندر داخل ہوا۔

''کیا ہوا قادر بھائی۔؟''حوریہ نے چونک کر پوچھا۔

''مجھے کچھ چیزیں لینی ہیں۔صفا میڈم کا کمرہ کدھر ہے۔؟''اس نے سر جھکائے ہی پوچھا۔

''کیا ہوا۔صفا کی کون سی چیزیں لینی ہیں آپکو؟''حوریہ اپنی جگہ سے اٹھ کر لاونج میں آئی۔

''وہ صفا کے کوہارٹ اٹیک آیا ہے۔اس لئے وہ آج پاکستان جا رہی ہے۔مجھے اسکے ڈاکیومینٹس اور اسکا سامان بھیجا ہے۔سر نے۔''اس نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔

''کیا مطلب ا اہیم نے بھیجا ہے۔؟کیا وہ ایسے اچانک جائے گی۔؟''

''جی۔وہ ا والدہ بیمار ہیں۔اس لئے سر ا لئے سیدھا ائیر پورٹ چلے گئے ہیں۔مجھے انھوں نے سامان بھیجا ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔گیسٹ روم میں ہے اسکا سامان۔زہرہ۔!''حوریہ نے زہرہ کو آواز دی تو وہ فورا آ کر کھڑی ہوگئی۔''جاو قادر کو صفا کا کمرہ دکھا دو۔اور اسکا سامان بھی پیک کر کے دے دو۔'' وہ حکم دیتی واپس ڈائینگ روم میں آگئی۔جبکہ قادر اور زہرہ صفا کے کمرے کی جانب چل دیئے۔حوریہ الجھی سی واپس آ کر بیٹھ گئی۔

''ماما۔قادر انکل کیا کہہ رہے تھے۔؟''مرجان نے دفعتا پوچھا۔

''ا صفا کا سامان چاہیئے۔''حوریہ نے مصروف سے انداز میں بتایا۔

''ایمنٹ۔!''مرجان نے اپنا چمچ پلیٹ میں ادھر پٹخا۔''پیٹی لیڈی کا سامان مطلب۔؟''

''اسکے کوہارٹ اٹیک آیا ہے۔وہ آج واپس جا رہی ہے۔''

''ایسے کیسے جا رہی ہیں۔''مرجان اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''مرجان۔!ٹیک ا بیمار ہیں۔ا جانا ہے۔وہ ٹھیک ہو جائے گے تو آ جائے گی۔ان۔تم پریشان کیوں ہو رہے ہو۔؟'' حوریہ نے حیرت سے اپنے بیٹے کا انداز دیکھا۔

''واٹ ڈو یو مین واپس آ جائے گی۔یہ رمل نہیں ہے۔وہ ایسے کیسے اچانک واپس جا سکتی ہیں۔''مرجان نے اپنے بالوں میں ہاتھ دھنسایا۔

''مرجان۔!اٹس رمل۔ا بیمار ہیں۔ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہے ہو۔؟''اب کی بار یقوت بولا تو مرجان نے اسکو کاٹ کھانے والی نظروں سے دیکھا۔یقوت نے ہڑبڑا کر اپنی ماں کی جانب دیکھا۔

''وہ ایسے نہیں جا سکتیں۔''مرجان نے۔

''مرجان۔!''حوریہ نے جواباً اسکو ڈپٹا۔

''میں بھی دیکھتا ہوں وہ ایسے کیسے جا سکتی ہیں۔''مرجان نے لاونج میں آ کر لینڈ لائن اٹھایا اور صفا کا نمبر ڈائل کیا۔صفا اور ا اہیم گاڑی میں ہی تھے کہ اسکا فون بجنے لگا۔اس سے پہلے کہ صفا کال اٹینڈ کرتی ا اہیم نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑ لیا۔

''گھر سے فون ہے۔''صفا نے ہچکچا کر بتایا۔اسکو ا اہیم کا یہ عمل سمجھ نہیں آیا تھا۔ا اہیم نے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔اور فون سوئچ آف کر دیا۔''کک۔کوئی ضروری کام ہو سکتا ہے۔''صفا نے حیرت سے دیکھا۔

''ضروری کام مجھے بتایا جائے گا تمہیں نہیں۔''اس نے مڑے بنا کہا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔''تمہیں سمجھنا ہوگا مرجان۔''ا اہیم نے دل ہی دل میں اپنے بیٹے

سے کہا۔وہ جا تھا کہ مرجان کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔یقیناً قادر گھر پہنچ ے تھا اسی لئے مرجان کال کر رہا تھا۔

''اچھا گھر جا کر دیکھ لیں گے۔'' صفا نے موبائل اٹھا کر اپنے بیگ میں رکھا۔ا. اہیم نے ا ے چھی سی نگاہ صفا کے پسکون سے چہرے پ ڈالی۔وہ گھر جانے کی. ت کر رہی تھی اس. ت سے ا ان کہ گاڑی کس راستے پ گامزن ہے۔

****

بیسمنٹ میں اب ٹیمیں پہنچنا شروع ہوچ تھیں۔اس ت ر ے کمرے کا دروازہ کھلا۔سامنے مغیث کھڑا تھا۔زاو ر ا ے کرسی پ بیٹھا تھا۔اس نے چو· کر دیکھا۔

''شا تم سے ملنا چاہتے ہیں۔'' اس نے دروازے پ کھڑے کھڑے ہی آرڈر دی۔زاو ر پ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔کہ کم از آج دیکھ تو لے گا کہ یہ شا آ· کون ہے۔مغیث اگے آگے چل دی اور زاو ر ا سکے پیچھے۔وہ لوگ ا ے .ڑے سے ہال سے· رے۔جہاں بہت سارے لوگ جمع تھے۔وہ لوگ. ڈی بلڈرز تھے۔کوئی. کسرتھا۔وہ . اپنے اپنے کسرتی جسموں کی ئش کر رہے تھے۔ہر ا ے وہاں اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا تھا۔زاو ر نے وہاں ا ے سے .ڑھ کر ا ے طاقت ور آدمی دیکھا تھا۔وہ ا سامنے کیا تھا۔؟ کچھ بھی نہیں۔وہ خاک. ا. بھی نہیں تھا وہ ان . سے. اتھا۔اسکی. ائی ان . کی طاقت سے .ڑی تھی۔جو اس نے کیا تھا اسکے لئے جسمانی طاقت کی نہیں روحانی کمزوری کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے لئے دل کا سیاہ ہو· ضرروی ہوتا ہے۔اس کے لئے روح کا· کس اور· پ ک ہو· ضروری ہوتا ہے۔

وہ لوگ چلتے ہوئے ا ے کمرے کے دروازے پ جا کھڑے ہوئے۔

مغیث نے· می سی دستک دی تو دروازہ اپنے آپ کھل ے۔وہ ا ے وسیع عالیشان کمرہ تھا۔جس میں جگہ جگہ .ڑی .ڑی سکر لگی ہوئی تھیں۔ان سکر پ ہر موجود لوگ دکھائی دے رہے تھے۔وہاں مختلف سکرینوں پ مختلف مناظر تھے۔کسی میں کچھ لڑکے ورزش کر رہے تھے تو کسی میں ا ے ر· دکھائی دے رہا تھا۔جہاں دو. کسر آمنے سامنے تھے۔زاو ر نے اٹھا کر دیکھا تو اسکے سامنے ا ے .ڑی سی ایمزلا ونج چیئر تھی۔اس پ ا ے شخص بیٹھا تھا۔ دروازے کی جا· . اس شخص کی پشت تھی۔اس آدمی نے ہاتھ اٹھا کر آگے آنے کا اشارہ کیا۔تو مغیث نے زاو ر کو دھکا دی۔وہ لڑکھڑا کر اس آدمی کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔اب وہ دونوں روشنی میں تھے۔ زاو ر سامنے بیٹھے شخص کی بجائے اس آدمی کی جا· . دیکھ رہا تھا جو اس کرسی کے عقب میں. جا· . کھڑا تھا۔جبکہ مغیث اب دا جا· . تھا۔زاو ر نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس آدمی کو پہچاننے کی کوشش کی۔

پھر زاو ر کے دماغ میں جھما کا ہوا۔وہ وہی شخص تھا جو اس بلڈ· کے نیچے اس رات اسکے وانٹڈ پوسٹرز .· رہا تھا۔

زاو ر ڑ ے پ ہو چکا تھا۔وہ ا. اہیم کا نہیں بلکہ شا کا ہی آدمی تھا۔زاو ر نے اب سامنے کرسی پ بیٹھے شخص کو دیکھا۔جس کے چہرے پ ا ایہ مسکراہٹ تھی۔وہ اب محظوظ سا زاو ر کے چہرے کے ت اثرات دیکھ رہا تھا۔

''ت ے .تم لوگوں نے دھوکہ دی۔'' زاو ر نے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ کر کہا۔شا نے ت چھی سی مسکراہٹ لئے دونوں ا. واچکائے۔''تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو ہاں۔؟ اس طرح ڑ ے پ کر کے مجھے ادو گے۔؟'' وہ کبھی مغیث کا چہرہ دیکھتا تو کبھی. جا· . کھڑے لڑکے کا۔ا ے قہقہ گو ۔زاو ر نے چو· کر دیکھا تو کرسی پ بیٹھا ہوا آدمی اب ہنس رہا تھا۔سامنے پڑے اسٹول پ دونوں پ وں رکھے وہ شخص زاو ر کا مذاق اڑا رہا تھا۔اسکی ہنسی دیکھ کر مغیث اور وہ دوسرا لڑکا بھی محظوظ ہوئے۔''ت ے .تم لوگوں کو دیکھ لوں گا میں ے۔'' زاو ر نے انگلی کھڑی کر کے ان لوگوں کو وارننگ دی۔سامنے کرسی پ بیٹھے شخص نے ا ے اور قہقہ لگا ے۔

اور پھر کچھ لمحوں بعد اسکا قہقہ تھم ے۔

''مغیث ے۔!''

''جی شا۔!'' شا نے ا ے اپنی ے. سے نکالا اور اسکو زمین پ ے ادی ے۔

''اسکو ادو مغیث۔!'' اس نے زاو ر کے چہرے سے نگاہیں ہٹائے بنا ہی کہا۔

''شا یہ پہلے ہی ے اہوا ہے۔'' مغیث نے سامنے آ کر مودب سے لہجے میں جواب دی تو وہ دو. رہ ہنس دی ے۔

''بہت تیز ہو گئے ہو مغیث۔! میری رمز سمجھنے لگے ہو تم۔'' شاہ نے مغیث کو داد دی۔زاو ر الجھا کھڑا تھا۔پھر شا نے اپنے پ وں نیچے ا· رے۔مغیث نے جلدی سے

اسکے جوتے اسکے پیروں کے نیچے رکھے یوں کہ اسکے پیر زمین پہ نہیں چھو سکے تھے۔ وہ سیدھا ہوا کر بیٹھا۔

''ی ہوئی چیز کو انے کی کیا ضرورت ہے۔'' اس نے ت سے زاویر کو دیکھا۔

''تم چاہتے کیا ہو۔؟'' زاویر نے تنے ا. ولئے پوچھا۔

''تمہاری بہن۔!'' لفظی جواب آیا۔

زاویر کی رگیں ابھریں۔

''تیری اتنی ہمت۔!'' اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا مغیث اور اس دوسرے لڑکے نے زاویر کو دبوچ کر وہیں زمین پہ بٹھا دیا۔ وہ بے بس سا زمین پہ اٹوں بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں غصہ تھا۔ ت تھی۔ کیوں نہ ہوتی۔ م نہاد مرد تھا۔ بے شک کسی دوسرے کی بہن کو نوچ ڈالا تھا اپنی بہن کی. ت نہیں سن سکتا تھا۔

''اس میں ت. کی کیا ضرورت ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' شانے اسٹول پہ پڑا سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر ایک سگریٹ لبوں سے لگایا۔ وہاں ایک تیسرا لڑکا بھی موجود تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھا۔ اس نے لائیٹر آگے کیا تو شانا سگریٹ سلگھا یا۔

وہ لڑکا انہیں قدموں پیچھے ہٹا یا۔ شانے ایک گہرا کش لیا۔ پاؤں دو. رہ سامنے پڑے اسٹول پہ رکھے اور اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک گا یا۔

''کیوں کیا تم نے ایسا۔؟'' اس نے زاویر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

''میں نے کچھ نہیں۔۔'' اس سے پہلے کہ زاویر اپنی. ت مکمل کرتا شانے اپنے پیروں میں پڑا جوتا اٹھا کر پھینکا جو کہ زاویر کے چہرے پہ لگا۔

''سچ۔! صرف سچ۔۔!'' کہتے وہ دو. رہ ٹیک گا کر کش ن لگا۔

''بہکا یا تھا۔'' اس نے اب کی. رر خ پھیر کر جواب دیا۔

''کیسے بہک گئے تھے۔؟''

''اس نے بہکا دیا تھا۔''

''کیسے بہکایا۔؟ کیا اس نے خود دعوت دی تھی۔؟''

''نہیں۔!''

''تو پھر کیسے بہک گئے۔''

''بس۔ نہیں قابو کر سکا خود کو۔''

''ہمم۔۔!'' شاہ نے ایک گہرا کش لیا۔ اور ہاتھ سے اس تیسرے لڑکے کو اشارہ کیا۔ وہ وہاں سے یا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکا واپس آیا۔ اسکے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی۔ وہ پلیٹ لئے زاویر کے پاس آیا۔

''کھاؤ اسکو۔!'' شانے ٹیک لگائے ہی کہا۔

زاویر نے دیکھا پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت ہے۔ جس میں سے اشتہا انگیز مہک اٹھ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دو. رہ شانا کو دیکھا۔ تو کیا وہ اسکو کھا. کھلا رہا تھا۔؟ مغیث اور اس دوسرے لڑکے نے زاویر کو چھوڑ دیا۔ وہ دو دن سے بھوکا تھا۔ اس نے جلدی سے اس لڑکے کے ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اس نے ایک بوٹی اٹھا کر منہ میں ڈالی اور چبانے لگا۔

''مغیث۔!''

''جی شا۔!''

''وہ جس کھلاڑی کی موت ہو گئی تھی اسکا کیا کیا۔؟''

''شا یہ گوشت اسی کا ہے۔''

مغیث کے الفاظ گونجے تو زاویر کے بوٹی چباتے دانت رک گئے۔اس نے بے یقینی سے پہلے مڑ کر مغیث کو دیکھا۔اور پھر سامنے بیٹھے شاکو۔وہ سکون سے ٹیک لگائے سگریٹ پی رہا تھا۔زاویر نے جلدی سے وہ نوالہ تھوک دیا۔اسکو ابکائی آئی۔وہ اب دہرا ہو کر اٹیں کر رہا تھا۔مغیث اور دوسرے لڑکے نے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا۔زاویر نے کھانے کا ایک زرہ ہر نکال پھینکا

''ہمم۔قابو۔کر لیا۔ں قابو۔؟''وہ ٹیک لگائے بولا تو زاویر نے بے بسی سے اسی جانب دیکھا۔''یہ کھانا اشتہا انگیز تھا۔لذیذ بھی ہوگا یقیناً۔کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ دنیا میں جو سے لذیذ گوشت انی گوشت ہوتا ہے۔''کہتے شاہ نے ایک اور کش لیا اور دھواں ہوا میں تحلیل کیا۔''لذیذ تھا ں۔؟''اس نے سامنے بیٹھے زاویر کو دیکھ کر پوچھا۔

''پھر بھی تم نے اسکو نہیں کھایا۔کیوں۔؟''وہ ٹیک لگائے بولے جا رہا تھا۔جبکہ اب زاویر زمین پہ بے بس سا بیٹھا تھا۔

''کیونکہ یہ حرام تھا۔وہ تھا۔قابل ت تھا۔اس سے یقیناً کراہت محسوس ہوتی ہے۔اس لئے تم نے فوراً خود پہ قابو پایا اور اس کھانے کا ایک زرہ بھی اپنے اندر نہیں رہنے دیا۔''

اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔

''تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم نے خود پہ قابو نہیں پایا۔تم نے نہ صرف ایک حرام کام کیا بلکہ جبر کیا۔تم نے اس معصوم لڑکی کو کچل دیا۔تم نے اسکے اندر اتنی بھی زندگی نہیں چھوڑی کہ وہ اٹھ کر زمانے کو خود پہ ہنسا سکتی۔''کہتے کہتے شاکی آنکھوں میں کرب اتر آیا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور پھر سے سیدھا ہوا۔

''چلو۔اب ایک آخری سوال کا جواب۔کیونکہ ہر ریپسٹ کے پاس ایک ہی جسٹیفیکیشن ہوتی ہے کہ لڑکی کا لباس دعوت دے رہا تھا۔وہ اس حلیے میں تھی کہ انکا خود پہ قابو نہیں رہا۔''

اس نے سوال پوچھنا شروع کیا تو زاویر کی ہوائیاں اڑ گئیں۔وہ جانتا تھا کہ اب وہ کیا پوچھنے والا ہے۔

''کیا پہنا ہوا تھا اس نے؟''شانے زاویر کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ لیں۔تاکہ وہ کہیں نگاہ پھیر کر جھوٹ نہ بول دے۔وہ لوگوں کی آنکھوں کو بھی قید کرنا جانتا تھا۔زاویر کی زبان کو تالے لگ گئے۔''بتاو۔!''وہ دھاڑا تو وہاں موجود ہر شخص لرز گیا۔اسکی آنکھوں میں خون تھا۔تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''عبا۔۔۔عبایہ۔!''اس نے لڑکھڑاتی آواز میں بتایا۔تو شانے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔وہ آنکھیں موندے ٹیک لگا گیا۔اور ہاتھ سے ہی مغیث کو اشارہ کیا۔زاویر نے الجھ کر ادھر ادھر دیکھا۔۔تو کیا وہ اب اسکو مار دے گا۔؟

''چلو۔!''مغیث نے زاویر کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

''مم۔۔کہاں لے کر جا رہے ہو۔؟''وہ سوال پوچھتا رہ گیا لیکن مغیث اور وہ دوسرا لڑکا اسکو لے کر جا چکے تھے۔

****

''کیا مصیبت ہے۔؟پیٹی لیڈی کا نمبر کیوں بند جا رہا ہے۔؟''مرجان نے آخر کار لینڈ لائن زمین پہ دے مارا۔

''مرجان۔!''حوریہ اور یاقوت صوفے پہ ہی بیٹھے تھے۔حوریہ نے اسکو ایک بار پھر سے ڈپٹا۔وہ اس وقت سے بار بار صفا کو کال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ماما۔پلیز۔!''مرجان نے اپنی ماں کی جانب ایک سخت نگاہ ڈالی۔

''مرجان۔!واٹ از دس بیہیویئر۔؟''اب کی بار یاقوت اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم نے میں مت بولو۔تم تو خوش ہو رہے ہو گے۔ں کہ پیٹی لیڈی مجھے چھوڑ کر جا رہی ہیں۔؟''وہ اب یاقوت کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔جبکہ حوریہ ہلکان ہو رہی تھی کہ آخر اسکے گھر میں ہو کیا رہا ہے۔اسکے بچے اس طرح آمنے سامنے آ گئے تھے۔یہ بات اسکے لئے کسی صدمے سے کم نہ تھی۔ایسی تربیت تو نہیں کی تھی اس نے اپنی اولاد کی۔اسکو آج رہ رہ کر اس دن پہ افسوس ہو رہا تھا جس دن صفا اسکے گھر آئی تھی۔

''مرجان۔!''اب کی بار حوریہ نے نرمی سے اسکو پکارا۔وہ جو یاقوت کو کاٹ کھانے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اپنی ماں کی جانب متوجہ ہوا۔حوریہ قدم قدم چلتی اسکے پاس آئی۔اور زمین پہ ہی بیٹھ گئی۔اس نے مرجان کو شانوں سے تھاما۔''میری بات غور سے سنو۔ٹھیک ہے؟''اس نے جیسے چاہی جبکہ مرجان کے تاثرات اٹل تھے۔''اگر تمہیں اسکول میں فون جائے کہ تمہاری ماما کی طبیعت خراب ہے تو تم کیا کرو گے۔؟''

''ماما۔!''

''تم کیا کرو گے۔؟''

''میں فوراً آپکے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔''مرجان نے اپنی سیاہ آنکھوں سے حوریہ کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔

''ہمم۔تو پھر تم صفا سے اس بات کی امید کیوں نہیں رکھتے۔''اس نے مرجان کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''ماما۔!''وہ اب قدرے نم ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔اسکا غصہ اب بیٹھ رہا تھا۔

''میرے شہزادے۔!ماں باپ ایسے ہی ہوتے ہیں۔اولاد کے لئے اسکے ماں باپ اسکی اولین ترجیح ہوتے ہیں۔جس طرح ماں باپ کے لئے اولاد اسکی پہلی ترجیح ہوتی ہے۔''حوریہ نے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔''جب ان کے لئے اسکے ماں باپ اہم ہوں۔تو وہ پھر کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ان اپنی زندگی بھی اپنے ماں باپ پہ قربان کر دیتا ہے۔اس لئے میرے شہزادے تم صفا آپی کی سچوئشن کو سمجھو گے۔ٹھیک ہے نا۔؟''

''ہمم۔وہ مجھے بتا سکتی تھیں۔''مرجان کی آنکھوں میں اب غصہ نہیں اداسی سی تھی۔

''ہاں۔ہوسکتا ہے انکا فون کی بیٹری ڈیڈ ہوگئی ہو۔''

''پر بھی فون نہیں اٹھا رہے۔''

''ہوسکتا ہے وہ مصروف ہوں۔اس لئے ان سے گمان ہونے کے بجائے تم ان کے واپس آنے کا انتظار کرو۔اوکے۔؟''اس نے مرجان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگائے۔

''اوکے۔پر وہ واپس آئیں گی نا۔؟''مرجان نے ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''کیوں نہیں۔۔وہ یہاں پڑھنے آئی ہیں۔۔تو انکی ڈگری مکمل نہیں ہوجاتی وہ یہیں رہیں گی۔ٹھیک ہے نا۔؟''

مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔''چلو اب تم اور یاقوت جا کر پڑھائی کرو۔''اس نے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔یاقوت مرجان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہ آج اپنے پر سے مرجان کے رویے پہ خوفزدہ تھا۔مرجان نے حوریہ کا ہاتھ چھوڑا اور یاقوت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''آئی ایم سوری۔!''اس نے سر جھکائے معافی مانگی۔

''اٹس اوکے۔''یاقوت نے سکون کی سانس لی۔اور مرجان کو گلے لگا لیا۔''تم پریشان مت ہو۔وہ آجائیں گی۔''اس نے مرجان کے کندھے پہ تھپکی دی۔حوریہ نے اپنے سکون کی سانس خارج کی۔مرجان قدرے نارمل ہو چکا تھا۔اب حوریہ مزید فکرمند ہوگئی تھی۔مرجان کی حالت دیکھ کر اسکے دل میں نئے وسوسے سر اٹھا رہے تھے۔

****

شام ڈھل رہی تھی۔۔سردی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔عینا یونیورسٹی کے بعد قریبی ہاسٹل میں جا رہی تھی۔وہ پیدل ہی جایا کرتی تھی۔آج بھی وہ قدرے بوجھل سے دل کے ساتھ بوجھل بوجھل قدم اٹھا رہی تھی۔صفا کی حالت کے بارے میں سوچ سوچ کر عینا ہلکان سی ہو رہی تھی۔۔اور صفا نے اسکو ابھی تک اپنا نمبر بھی نہیں دیا تھا۔وہ سر جھکائے چلی جا رہی تھی۔

اسکے پیروں میں ایک پتھر آ کر لگا۔عینا نے مڑ کر دیکھا۔

''کیا ہوا۔؟''وہ سفیر تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟''عینا ابھی تک اس پتھر کو دیکھ رہی تھی۔سفیر نے اپنے بیگ پیک کی فت بنائی اور دو چار اٹکیلیاں بھرتا اسکے پاس آیا۔

''سوری۔!''اس نے ایک کان پکڑ کر سوری کہا۔عینا سر جھٹک کر آگے آگے چل دی۔

''لیکن بتاو تو سہی کہ منہ کیوں پھولا ہوا ہے۔؟''سفیر اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

''تمہیں کیوں بتاوں۔؟''

''ہم دوست ہیں۔''اس نے ایک ہاتھ سے اپنے بیگ کی سٹرپ کو پکڑا۔اور گردن موڑ کر عینا کی جانب دیکھا۔

''ایک منٹ۔!''عینا نے رک کر اسکی جانب دیکھا۔

''کیا تم میرا انتظار کرو گی۔؟''وہ آنکھیں چھوٹی کئے کمر پہ ہاتھ رکھے روڈ سائیڈ پہ کھڑی تھی۔

''ہہ۔ہاں۔ں۔تمہارا۔ں۔ں۔ں۔''سفیر نے کان کھجایا۔

''واہ۔''عینا نے ایک جتاتی نگاہ اس پہ ڈالی اور آگے آگے چل دی۔

''اچھا سنو۔ں۔!ں میں کیا رکھا ہے۔ابھی بتا دیتا ہوں۔ریحانہ ں ہے۔ں۔؟''وہ پیچھے پیچھے قریبا بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔

''اوئے۔!ریحانہ ں نہیں ہے میرا۔''عینا نے بنا مڑے ہی جواب دیا۔وہ چلتی جا رہی تھی۔

''اچھا چلو شکیلہ ہوگا۔''وہ مسکراہٹ دبائے اسکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

''پگل ہو۔؟''وہ اب مڑ کر دانت پیس کر بولی۔

''نہیں۔!کیا لگتا ہوں پگل۔؟''اس نے جان بوجھ کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا کر دکھایا۔

''ہاں بلکل۔کیونکہ پگل پن کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے چہرے سے نہیں۔''عینا مڑی۔اور دو چار قدم چلی۔

''عینا۔!'' عینا کے قدم رکے۔ وہ پلٹی نہیں۔سفیر نے اسکے قدم منجمند ہوتے دیکھے تو وہ دھیما سا مسکرایا۔اور چلتا ہوا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔''کیا کرنے آئی ہو یہاں۔؟''وہ اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''کک۔کیا مطلب۔؟''عینا بری طرح گڑبڑائی تھی۔

''عینا منصور حیات۔!''اب کی بار عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں تھیں۔''کیا کرنے آئی ہو یہاں۔؟''سفیر نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ رکھیں تھیں۔

''تت۔۔تم کون ہو۔؟''عینا کا حلق خشک ہوا۔

''کیا کرنے آئی ہو۔؟''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہی ایک قدم آگے ہوا۔عینا نے دو قدم پیچھے لئے۔

''تم۔۔تم۔''عینا کے پاس الفاظ ختم ہو رہے تھے۔

''کیا کرنے آئی ہو۔؟''سوال قائم تھا۔

''میرے راستے سے ہٹو۔''عینا اسکے پاس سے گزرنے لگی کہ سفیر نے اسکو بازو سے دبوچ کر دوبارہ سامنے کھڑا کیا۔

''کس مقصد سے صفا کے ساتھ چپکی رہتی ہو۔؟کیا تمہارے باپ نے بھیجا ہے۔؟''

''میرے باپ کا نام مت لو۔''عینا کی آنکھیں نم تھیں۔

''بتاو۔ورنہ۔!''

''ورنہ کیا۔؟''

''ورنہ اسی جگہ قبر کھود دوں گا تمہاری۔اور یہاں قنبہ لگا دوں گا کہ سارا دن یہاں سے گزرنے والے مسافر تمہارے لئے دعا مغفرت کر سکیں۔''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''تم۔تم اپنے کام سے کام رکھو۔دفع ہو جاو یہاں سے۔''عینا نے جھٹکے سے اپنی بازو چھڑوائی۔

''لڑکی۔!''اس نے پھر سے اسکا. زور بوچا۔عینا کی آنکھوں سے آ رواں ہو چکے تھے۔سفیر کی َ فت ڈھیلی پ گئی۔

''کچھ. تیں تم نہیں جا ۔اس لئے جانے دو مجھے۔''عینا نے سر جھکائے ہی کہا۔سفیر نے عینا کا. زو چھوڑ دی۔۔اور ہاتھ. ٹھا کر اسکے آ صاف کرنے چاہے جبکہ عینا وہاں سے چلی گئی۔وہ اب روڈ پ چلتی جا رہی تھی۔ا ہاتھ سے اپنے آ صاف کرتی ہوئی۔وہ ہچکیوں میں روتی جا رہی تھی۔سفیر وہیں رک َ تھا۔وہ چلتی گئی حتی کہ وں سے اوجھل ہو گئی۔سفیر کتنی ہی د وہاں کھڑا رہا۔پھر وہ سر جھٹک کر دوسرے راستے مڑ َ ۔

سرمئی شام اب ا ھیرے میں. ل رہی تھی۔مارکیٹس کے سائن بورڈز روشن ہونے لگے۔کیو یونیورسٹی سے گھر کا فاصلہ اتنا نہیں تھا کہ ا ھیرا ہی ہو جائے۔اب صفا نے بے چینی سے ساتھ بیٹھے ا. اہیم کو دیکھا جو کہ خاموشی سے گاڑی رہا تھا۔پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو یہ راستہ الگ تھا۔

''ا. اہیم۔!''صفا کی َ ٹ سی آواز پ وہ چونکا۔''ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟''اسکو لگا وہ آج اسکو پھر اس ر ورٹ پ لے کر جائے گا۔

''معلوم ہو جائے گا۔''وہ سپاٹ چہرہ لئے جواب دے رہا تھا

'' ۔!''صفا نے ا. رپھر سے. ہر دیکھا۔ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور َ دن موڑ کر الجھی سی صفا کو دیکھا۔

''بھوک لگی ہے۔؟''اس نے پوچھا تو صفا مڑی۔صفا کچھ د اسکے چہرے کو دیکھے گئی۔بھوک تو لگی ہوئی تھی۔ وہ کیسے کہہ دیتی۔صفا خاموشی سے رخ پھیر گئی۔ا. اہیم دو. رہ وںڈسکرین پ نگاہیں جما َ ۔تھوڑی د بعد َ ٹ کی آواز پ ا. اہیم نے َ دن موڑ کر دیکھا۔صفا ا ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے. ہر دیکھ رہی تھی۔''بتا سکتی تھی کہ بھوک لگی ہے۔''ا. اہیم نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''ہر چیز بتائی نہیں جاتی۔''اس نے بنا مڑے ہی جواب دی۔

''افف۔کبھی تو. رملی. ت کر لیا کرو۔''وہ پ َ تھا۔

''ا ابنارمل ا ن سے. رملی. ت کی امید کر. ہی . سے. ڑی ابنارملٹی ہے۔''وہ مڑے بنا کہہ گئی جبکہ ا. اہیم نے حیرت سے َ دن موڑ کر دیکھا۔

''یہ تم کیا پ ھتی رہی ہو۔؟''اسکو اب اسکے سبجیکٹس پ شک ہو رہا تھا۔

''پہلے جو بھی پ ھتی تھی۔ اب ز گی کے دیئے سبق پ ھ رہی ہوں۔''ا. اہیم نے کوئی جواب نہیں دی تھا۔وہ بس سر جھٹک کر رہ َ ۔اب ا. رپھر سے گاڑی میں خاموشی چھا گئی تھی۔کچھ د بعد گاڑی رکی۔وہ گاڑی سے. ہر نکل َ ۔صفا ا رہی بیٹھی رہی۔صفا نے. ہر دیکھا تو وہ ا سپر سٹور تھا۔وہ ا ر َ ۔صفا اس جا. د ت رہی۔پھر کچھ د بعد وہ

ا ر سے کچھ پیکٹس اٹھائے نکلا۔اور چلتا ہوا اس جا. آ ۔تھری پیس سوٹ۔گھڑی. ھے اور آنکھوں پ چشمہ لگائے۔وہ آ رہا تھا۔ا ہاتھ میں ا کافی کا پ تھا تو دوسرے ہاتھ میں کچھ پیکٹس تھے۔صفا نے اسکو آتے ہوئے دیکھا۔وہ د ت رہ گئی۔وہ شخص اسکی کل کائنات تھا وہ لوگ کیسے حالات میں تھے۔وہ تو کھل کر یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ شخص اسکے لئے کیا معنی ر ت ہے۔

بس محبت تھی،عقیدت تھی اور انس تھا۔ یہ . یکطرفہ تھا۔یکطرفہ محبت آگ ہوتی ہے جو ان کو ا رسے جھلسا کر رکھ دیتی ہے۔اور ا ن کسی کو اپنے زخم ت نہیں دکھا سکتا علاج کروا. تو دور۔صفا کا دل جل کر را کھ ہو رہا تھا۔۔اور جس کے لئے جل رہا تھا وہ اس چیز سے یکسر ا ن تھا۔وہ اسی جا. دیکھے گئی۔حتی کہ گاڑی کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ چو ۔

''یہ لو۔کھا لو۔''اس نے ا پیکٹ صفا کی جا. ٹھایا۔

''ضرورت نہیں۔''اس نے بوجھل دل کے ساتھ کیا۔

''یہ طے کرنے والی تم نہیں ہو۔''اس نے اچھے خاصے ا. ازمیں جتا۔صفا کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔وہ شخص پ واہ بھی ایسے کرت تھا جیسے ہتھوڑا مار رہا ہو۔صفا نے ا تیکھی سی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔''یہ عورت نہ ایٹیٹیوڈ بعد میں دکھا. پہلے کچھ کھا لو۔''صفا نے ٹ وے ہوتے حلق کے ساتھ وہ پیکٹس پکڑ لئے۔وہ خود اب اپنے ہاتھ میں موجود کافی کے گھونٹ پ ں لگا۔

صفانے پیکٹ کھولا تو اس میں ا۔ َ اور ا۔ ملک شیک تھا۔ صفانے اس عجیب وغر۔ . کمپنیشن کو حیرت سے دیکھا تھا۔ ''کافی پی۔ تے ہوئے موت پ۔ تی ہے تمہیں۔ اس لئے یہی ۔''ا۔ اہیم نے اسکے چہرے کے . لتے۔ ش ات دیکھ کر وضا ۔ دی۔ صفانے بنا کوئی جواب دیے۔ َ نکالا اور کھانے لگی۔ ا۔ اہیم نے اپنی کافی ختم کر کے . ہر روڈ کنارہی پ۔ ٹے۔ لیش کین میں وہ پ۔ دی۔ وہ واپس آ کر گاڑی میں بیٹھا تو صفانے آدھا۔ َ اسکی جا۔ . ٹھا دی۔ ''تم کھالو۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ ی۔ ٹ بیلٹ . ھنے لگا۔

''میں نے بس کھالیا ہے۔'' اس نے ہاتھ پیچھے نہیں کھینچا تھا۔

''رکھ لو۔ تھوڑی دی۔ کھا۔ ۔'' اس نے مصروف سے ا۔ ازمیں کہا۔

''ویسے ہی کہہ دیں کہ میرا جھوٹ ہے۔'' صفانے ہو۔ ٹ گول کر کے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ۔ َ کو واپس پیکٹ میں ڈالتی ا۔ اہیم نے اسکے ہاتھ سے وہ . َ پکڑ لیا۔ صفانے چو۔ کر دیکھا تو وہ اب سکون سے بیٹھا وہ۔ َ کھا رہا تھا۔ صفا ہلکا سا مسکرائی اور ملک شیک پی۔ نے لگی۔

''پیٹ تو نہیں۔ اب ہو جائے گا۔؟'' ا۔ اہیم نے اسکو ملک شیک پی۔ تے دیکھ کر فکرمندی سے پوچھا۔ کیو۔ یہ کمپنیشن اس نے خود بھی کبھی ٹ۔ ائے نہیں کیا تھا۔

''نہیں۔ مجھے یہ سوٹ کر جا۔ تا ہے۔'' صفانے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا۔ وقت خود کو دہرا رہا تھا۔ وہ دونوں اس چیز سے ا۔ ان تھے۔ کچھ دی۔ بعد ا۔ اہیم نے گاڑی دی۔ سفر شروع ہو چکا تھا۔ ا۔ ا طویل سفر۔!

کرداوی کے آفس میں آج ا۔ . ر پھر سے میٹنگ چل رہی تھی۔ وہ ا۔ قات تھی جو اسکے مینشن میں ہی ہو رہی تھی۔ وہ لوگ اس وقت اسٹڈی روم میں موجود تھے۔

''مسٹر پ۔ ٹ۔ ٹ ا َ آپ اگلے سال بھی امداد روک دیں تو آپکو عالمی منڈی میں اس سے بہتر آفر زمل سکتی ہیں۔'' ا۔ گورا سامنے بیٹھا تھا۔ ا۔ اسکا اسسٹنٹ تھا جو کہ اس گورے کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔ جبکہ منصور کرداوی کے پیچھے کھڑا تھا۔

'' میں مز۔ امداد نہیں روک سکتا۔ میری عوام فلسطین سے ہمدردی ر۔ تی ہے۔'' کرداوی نے فائل کھول کر دیکھی۔ ''جو کمپنی آپ نے یو اے ای میں بنائی ہے۔ وہ اس سال دو َ۔ پ افٹ کما سکتی ہے۔'' اس گورے کی آنکھوں میں ا۔ اور آفر تھی۔

'' اتنے . ڑے فیصلے کی اتنی سی قیمت۔؟'' کرداوی نے فائل واپس رکھ دی۔

''سینائی۔'' اس گورے نے ا۔ لفظ ادا کیا تو کرداوی کے ا۔ وتن گئے۔

''اسکا ذکر بھی نہ کر۔ ۔''

''ہمیں وہ نہیں چاہیے۔ وہاں ہمیں کچھ مشکوک لگتا ہے۔'' گورے نے پ۔ سوچ ا۔ ازمیں کہنیاں میز پ۔ ٹکا دیں۔

''وہاں . کنٹرول میں ہے۔ اسکی فکر مت کرو تم۔'' وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔

'' ہمیں شک ہے کہ وہاں کچھ مجاہدیں ہیں۔ جو نہ صرف غزہ امداد پہنچاتے ہیں بلکہ ا۔ کما ٹ۔ ر کے ساتھ را بطے ہیں۔''

''بس۔!'' کرداوی نے میز پ۔ ہاتھ دے مارا۔ وہ گورا چھل کر پیچھے ہٹا۔ ''تم کیا کہنا چاہتے ہو کہ میری سرحد پ۔ غی موجود ہیں اور میں اس . ت سے ا۔ ان ہوں۔؟ کیا میرے اداروں کو اتنا ہلکا سمجھ لیا ہے تم نے۔؟ میرے گھر میں کوئی . غی موجود ہو گا اور میں اس . ت سے ا۔ ان رہوں گا۔؟ کیا میں بے وقوف ہوں۔؟'' ا۔ آنکھوں میں سرخی در آئی۔

''نن۔ نہیں یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ ا۔ . روہاں انویسٹیگیشن لازمی کروالیں۔''

''بس کرو۔ میرا ملک میرے کنٹرول میں ہے۔ اس ملک میں کوئی . غی َ وپ نہیں ہے۔ میرا ملک اتنا کمزور نہیں ہے۔ سمجھے تم۔؟ کرداوی ا۔ ھا نہیں ہے۔'' وہ آپے سے . ہر ہو رہے تھے۔ انکا ہو۔ : تھا۔ کیو۔ کسی بھی ملک کے سر۔ اہ کے لئے یہ . ت قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ اسکی سرحد پ۔ غی موجود ہوں اور وہ اس . ت سے ا۔ ان ہو۔ یہ چیز کسی بھی ملک، سر۔ اہ اور اس ملک کی ا۔ جینسیوں کے ماتھے پ۔ ا۔ دھبہ ہے۔ یہ ا۔ ۔ کامی ہے۔ ایسا کر۔ آسان نہیں ہو۔ تا۔ بشرطیکہ کوئی بہت ا۔ رکا۔ ان اس میں ملوث

ہو۔اور ا. اہیم گورسی ا· رکا آدمی تھا۔وہ کرداوی کے گھر کا فرد تھا۔اسکے لئے یہ آسان تو نہ تھا ·ممکن بھی نہیں تھا۔وہ کرداوی کا اعتماد . ۔ چکا تھا۔اور جس پ کرداوی اعتماد کر لے پھر اسکو کبھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔کرداوی نے ہاتھ سے ہی اسکو جانے کا اشارہ کیا۔اس گورے نے جلدی سے اپنی فائل سمیٹی اور اپنے اسسٹنٹ کے ساتھ وہاں سے ۔ ۔وہ کسی ملک کا کوئی عہدہ دار نہیں تھا۔وہ بس ا۔ دلال تھا۔جو ایسی ڈیلز کروا۔ تھا جن سے یہودیوں کو نفع پہنچے۔اس لئے کرداوی کو اسکی کسی . ت کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ ا جانے کے بعد کرداوی کے چہرے پ اب اضطراب سا تھا۔

''منصور۔!''انھوں نے پ سوچ ا· ازمیں منصور کو پکارا۔

''جی سر۔!''وہ آ کرا سامنے کھڑا ہو ۔۔

''تمہیں کیا لگتا ہے۔؟''وہ اب الگ سے ا· ازمیں پوچھ رہے تھے۔

''مجھے ایسا کچھ نہیں لگتا سر۔یہ لوگ بس آ پکو کمزور ش . ۔ کر کے اپنی شرائط منوا· چاہتے ہیں۔''منصور نے کندھے اچکا دیئے۔

'' منصور۔۔!''وہ گمبھیر آواز میں بولتے ٹیبل پ دونوں ہاتھ ٹکا کر جھکے۔''دھواں وہیں سے اٹھتا ہے جہاں آگ لگی ہوئی ہو۔''وہ پ سوچ ا· ازمیں سامنے پڑے ا۔ پیپرو۔ ٹ پ انگلیں پھیرتے بولے۔

'' سر ایسا کیسے ممکن ہے۔؟ ہماری ایجنسی ہر وقت چوکنا ہے۔''منصور نے تھوک نگلا۔

''کچھ چیزیں ہماری ·ک کے نیچے ہو رہی ہوتی ہیں۔ صرف یہ سوچ کر کہ ہمارے پ س آنکھیں ہیں ہم ا ا· ازکر دیتے ہیں۔''

'' سر ایسا کون کر سکتا ہے۔؟''

''کوئی ایسا جس پ میری نگاہ نہ جا سکے وہ میرے وجود کا حصہ ہو۔''

''سر۔! آپکے بھتیجوں میں سے کوئی۔؟''

''ان میں ایسی کوئی صلا ۔ ہوتی تو میں ا جینے دیتا۔؟''وہ ا ایہ ہنس دیئے۔

''تو پھر۔؟''منصور . ی طرح الجھا تھا۔

''یہ تم بھی ہو ۔ ہو منصور۔!''انھوں نے منصور کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔وہ . ی طرح ہڑ .ا۔

''کیا۔؟ سر میں۔؟''

ا۔ قہقہ گو ۔

''تو اور کیا وہ میں ہوں۔؟''وہ ہنس دیئے۔

'' سر۔!''

''مذاق کر رہا ہوں۔''انھوں نے سر جھٹکا تو منصور کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

اب . ہر مکمل ا· ھیرا چھا چکا تھا۔گاڑی ا۔ عمارت کے سامنے آ کر رکی۔ا. اہیم نے اپنا ۔ ٹ بیلٹ نکالا۔اور َ دن موڑ کر دیکھا تو صفا ۔ ٹ سے سے سر ٹکائے ہی سو رہی تھی۔ا. اہیم کچھ پل کے لئے اسکو دیکھتا رہ َ ۔کتنی تکان تھی صفا کے چہرے پ ۔حتی کہ اسکے گالوں پ آ وں سے لکیریں بھی بن چکی تھیں۔ا. اہیم نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔صفا کا حجاب کھلا ہوا تھا۔اسکے سنہری . لوں کی لٹیں اسکے چہرے پ جھول رہی تھیں۔ا. اہیم کو وہیں ٹین ایج لڑکی ۔ د آ گئی۔جو اس دن اسکے گھر اسکی بنی . ۔نی کھانے آئی تھی۔ا. اہیم نے سٹیئر َ پ ہاتھ دے مارا۔اور ۔ ٹ کی پشت سے ٹیک لگا َ ۔۔کیا ایسا ہو· ضروری تھا۔؟ کاش۔! کاش یہ . نہ ہوا ہو۔کاش وقت لوٹ آئے۔کاش وہ پ کستان جائے تو اسکی سجل اسکا انتظار کر رہی ہو کاش وہ تینوں ا۔ . ر پھر سے کٹھے بیٹھ کر کھا· کھا ۔

۔!یہ بس ا۔ کاش تھا۔

ا. اہیم نے آنکھیں کھولیں تو بیک ویو مرر میں قادر کھڑا دکھائی د ۔وہ گاڑی سے نکل آ ۔

''یہ لو۔یہ سارا سامان میں لے آیا ہوں۔'' قادر نے ایک بیگ ابیہم کو پکڑایا۔

''وہ نہیں آئی۔؟'' ابیہم نے قادر کے عقب میں دیکھا۔

''آتی ہوگی۔تمہیں تو پتہ ہے اسکے فیشن ہی ختم نہیں ہوتے۔یقیناً کوئی میچنگ جوتا نہیں مل رہا ہوگا۔'' قادر نے خجلت سے جواب دیا۔

''خیر۔سارا کام میں نے کروادیا ہے۔بس ایک گھنٹے بعد فلائٹ ہے۔تھوڑی دیر میں بورڈنگ ہوجائے گی تو صفا کو انفارم بھیج دینا۔''

''ہم۔ٹھیک ہے۔'' ابیہم نے اثبات میں سر ہلایا اور صفا کی جانب کا دروازہ کھولا۔وہ ہنوز نیند میں تھی۔''صفا۔!'' ابیہم نے نرم سے لہجے میں پکارا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

''ہاں۔؟ گھر آگیا۔؟'' اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔

''آجاو۔'' اس نے باہر آنے کا اشارہ کیا تو صفا نے پہلے اردگرد دیکھا۔وہ پارکنگ ایریا تھا۔اردگرد بس گاڑیاں اور کچھ فاصلے پر ایک بڑی سی عمارت جو روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔

''یہ۔۔ہم کہاں آئے ہیں؟'' وہ آنکھیں ملتی ہوئی باہر نکلی۔ابیہم نے بیگ زمین پر ہی رکھا۔صفا کا حجاب کھلا ہوا تھا۔اس نے نرمی سے صفا کو شانوں سے تھاما۔وہ سن سی کھڑی رہی۔پھر اس نے اسکا حجاب اسکے چہرے کے گرد اچھی طرح لپیٹ دیا۔صفا نے اپنی سرمئی آنکھیں کئی بار جھپک کر خود کو یقین دلایا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی۔

''میری بات غور سے سنو۔'' کچھ دیر بعد اس نے صفا کو شانوں سے تھام کر کہنا شروع کیا۔جبکہ وہ حیرت کی مورت بنے اسکو دیکھے جارہی تھی۔وہ ابیہم الگ تھا۔وہ وہی پاگل ابیہم تھا۔جو اسکا دوست تھا۔جو اسکو یوں ہی سمجھایا کرتا تھا۔وہ کہیں اٹک جاتی تو اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو وہاں سے نکال لیا کرتا تھا۔اور وہ بس چپ چاپ اسکو سنتی رہتی تھی۔آج بھی وہ بول رہا تھا اور وہ بس سنتی جارہی تھی۔

''تم آج سے آزاد ہو۔''

پہلا جملہ بولا گیا۔اور یہی جملہ کافی تھا صفا کو یقین دلانے کے لئے کہ وہ حقیقت میں ہے نہ کہ کسی خواب میں۔

''میں تمہیں طلاق۔''

''ابیہم۔!'' صفا کا دل نہیں دھڑکا تھا۔

''صفا۔!''

''ابیہم۔!'' اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

''صفا۔پلیز۔!''

''نہیں۔!'' ایک چیخ اس شور میں بلند ہوکر دم توڑ گئی۔ابیہم گورسی کا گریبان ایک بار پھر سے صفا قریشی کے ہاتھوں میں تھا۔''آپ اتنے سفاک کیسے ہو سکتے ہیں۔'' وہ بکھری آواز میں بولی تو ابیہم نے چہرہ آسمان کی جانب اٹھایا اور آنکھیں بند کرلیں۔''ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔؟ مجھے لاورث کیسے کر سکتے ہیں۔؟'' اب صفا کے الفاظ تھے اور ابیہم کی سماعتیں تھی۔''پردیس میں لاکر۔مجھے میرے اپنوں سے دور لاکر۔اس اجنبی ملک میں مجھے بے سہارا کرتے ہوئے آپکا دل نہیں کانپا۔؟'' وہ لرزتی آواز میں اسکو جھنجوڑ رہی تھی۔''کیا۔اس سینے میں دل نہیں ہے۔؟ کیا یہاں پتھر ہے۔؟'' اس نے ابیہم کے سینے پر ایک مکا مارا۔وہ ضبط کئے کھڑا رہا۔آنکھیں بند کئے۔

''صفا قریشی مرچکی ہے۔اب آپکے سامنے بس صفا ابیہم ہے۔آپ مجھ سے میری یہ پہچان نہیں چھین سکتے۔'' وہ اسکے سینے پر مکے مارتی رہی۔''اور صفا ابیہم سے اسکا نام چھینا تو وہ مرجائے گی۔اور اس صفا ابیہم کا خون آپکے سر ہوگا۔''

''صفا۔!'' اس نے تنے جبڑوں سے اسکو پکڑ کر جھنجوڑا۔''یہ ہونا ہی تھا۔تم غلطی سے میری زندگی میں شامل ہوئی ہو۔میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔'' وہ اب اسکو دونوں بازوؤں سے تھامے اسکے روبرو کھڑا تھا۔

''غلطی آپکی۔سزا میری کیوں۔؟'' وہ بھرائی آواز میں بولی تو ابیہم کا دل ٹوٹا۔

''پہلے بھائی نے غلطی کی۔اسکی سز مجھے ملی۔پھر آپ نے غلطی کی۔اسکی سزا بھی میں ہی کاٹوں۔؟ آپکو کیا لگتا ہے مجھے کوئی قبول کرلے گا۔؟ میں ونی ہوئی تھی۔'' صفا نے اسکا یبان پکڑا۔''ونی سمجھتے ہیں آپ۔۔؟ میں . چکی تھی۔میری بولی لگ چکی ہے۔اب د ادھر کی ادھر ہو جائے میں واپس نہیں جاسکتی؟ میری ز گی ریورس نہیں ہو سکتی۔ا. اہیم گورسی۔!''وہ ئی۔

''صفا۔۔!ہم. ت کر چکے ہیں۔''اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''نہیں۔صرف آپ. ت کر چکے ہیں۔فیصلہ کرنے کا حق مجھے کبھی دیا ہی نہیں ۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔اب فیصلہ میں لوں گی۔۔''وہ اٹل لہجہ لئے بولی تو ا. اہیم کے گلے میں ا گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔''میں صفا ا. اہیم ہوں۔اور میں اپنی پہچان نہیں. لوں گی۔''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھی۔

''میری ز گی کو مشکل مت بناو صفا۔''وہ بولا تو صفا کو لگا کہ وہ کسی گہری کھائی میں جا ی ہے۔جہاں سے واپسی ممکن ہے۔وہ اب بس مرسکتی تھی۔صفا کی اسکے یبان پ فت ڈھیلی پڑ گئی

''محبت میں کسی کو قید نہیں کیا جاسکتا۔''صفا کے دل نے چیخ کر ا گواہی دی تھی۔

صفا سر جھکا گئی۔وہ بکھری سی اپنے پیچھے کھڑی گاڑی سے ٹیک لگا گئی۔

''صفا۔!''ا. اہیم نے اسکو دو. رہ. زووں سے تھامنا چاہا۔ صفا نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ا. اہیم نے جو ہاتھ. ٹھائے تھے۔وہ مٹھیاں بند کر کے پیچھے کھینچ لئے۔

''ٹھیک ہے۔!'' کچھ د یبعد صفا کی آواز گو تو ا. اہیم کو لگا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔وہ لڑکی پل پل. ل رہی تھی۔اس نے آج صفا کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا جو اس نے مصر میں دو. ر دیکھ لیا تھا۔صفا کا اپنے م کے لئے اپنی پہچان کے لئے اس سے لڑ۔یہ کوئی معمولی. ت نہ تھی۔''آپ چاہتے ہیں میں واپس چلی جاوں۔؟''اس نے اٹھا کر ا. اہیم کا چہرہ دیکھا۔وہ رخ پھیر ۔''میں چلی جاوں گی۔''ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا'' ۔!''اب کی. ر صفا نے ا ہاتھ سے اپنا چہرہ ر ڑ ا۔

''مجھے طلاق نہیں چاہیے۔''

'' صفا۔!''ا. اہیم نے حیرت سے اسکی جا. دیکھا۔

''یہ حق آپ نے مجھے دے دیا ہے ت وآپ مجھ سے یہ حق نہیں چھین ت اب۔''

''لیکن۔تم ایسے کیسے۔؟''

''کیسے۔کی فکر آپ نہ کریں۔''

''لیکن۔میں چاہتا ہوں تم اپنی ز گی نئے سرے سے شروع کرو۔''وہ بے بسی سے اسکی جا. دیکھ رہا تھا۔''یہ ز گی ہے ا. اہیم گورسی۔!یہ بس ا. رہی شروع ہوتی ہے۔ماں کی گود میں آتے ہی یہ شروع ہو جا کرتی ہے۔اسکے بعد اسکو ریورس نہیں کیا جاسکتا۔یہ آپکی گاڑی نہیں ہے جس کو آپ بند کر کے نئے موڑ پ لا کر دو. رہ لیں۔یہ ز گی ہے۔یہ ا. رشروع ہو جائے تو بس موت کی ہچکی ہی اسکا رخ موڑ سکتی ہے۔''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔''ہم ا نوں نے اس ز گی کو بہت لائ ٹ لے لیا ہے۔یہ. ر. رشروع نہیں کی جاسکتی۔ہم کوئی بھی رشتہ محض اس لئے نہیں توڑ تے کہ اسکے بعد نئی ز گی شروع کریں گے۔جو ز گی میں شامل ہو جا وہ ہماری روح پ بھی ن چھوڑ جاتے ہیں۔اور ان نوں کے ساتھ نئی ز گی کیسے شروع ہو سکتی ہے۔؟ پ انے زخموں کے ساتھ نئی شروعات کیسے کی جاسکتی ہے ا. اہیم گورسی۔؟''

آج ا. اہیم گورسی خاموش ہو تھا۔اپنے ا گھنٹے کے لیکچر میں مسلسل بولنے والا ا. اہیم گورسی آج الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔اسکو آج کوئی وضا نہیں مل رہی تھی۔ کیو جو لڑکی سامنے تھی وہ اسکا مجرم تھا۔صفا نے اسکو خاموش کھڑے دیکھا تو زخمی سا مسکرا دی۔پھر اس نے ا. رپھر سے اپنا چہرہ ر ڑ ا۔اور زمین پ پڑا بیگ اٹھا۔ا. اہیم نے اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑ. چاہا۔''میں اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی ہوں۔میں کوئی بوجھ نہیں ہوں۔جس کو پہلے. پ نے اپنے کندھوں سے ا. ر پھینکا اور اب شوہر صرف اس لئے اپنی ز گی سے بے دخل کر رہا ہے کیو اسکی آلریڈی ا فیملی ہے۔''اس نے ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ یں جھکا ۔

''صفا۔۔!''ا. اہیم نے بکھرے سے لہجے میں اسکو پکارا۔وہ آگے آگے چل دی۔وہ اسکے پیچھے پیچھے چلتا آ رہا تھا۔وہ ایسے نہیں جاسکتی تھی۔وہ ا. اہیم کو در گور کر کے

نہیں جاسکتی تھی۔ وہ جارہی تھی۔ا. اہیم پہ منوں مٹی ڈال کراسکو جیتے جی درگور کرکے جارہی تھی۔ا. اہیم کا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔یہ . اس نے کیا کردیا تھا۔؟ وہ اسکے پیچھے پیچھے چلتا آرہا تھا۔اسکا دماغ شٹ ڈاون ہورہا تھا۔وہ ائیرپورٹ کے ا ردا خل ہوگئی۔قادر آگے .ٹھا۔ا. اہیم وہیں کچھ فاصلے پہ رک َ یا تھا۔اس میں مزید ہمت نہیں تھی۔وہ مزید صفاا. اہیم کا سامنا نہیں کرسکتا تھا۔

بورڈ َ ہوگئی۔اب ا وسمنٹ ہورہی تھی۔صفا کاونٹر پہ کھڑی تھی۔

''صفا۔ٹ ئم ہو َ یہ ہے۔'' قادر نے اسکے پیچھے آکر اسکو ہوش دلایا۔

''ہاں۔؟'' وہ چو ۔

اس نے مڑکر دیکھا تو قادر کے ساتھ ا یہ لڑکی بھی کھڑی تھی۔وہ جینز ٹ پ پہنے ہوئے تھی۔سر پہ نہ ہونے کے برا ا یہ حجاب۔اور ا یہ شولڈر بیگ۔وہ لڑکی چونگم چباتی ہوئی صفا کو حیران کررہی تھی۔وہ یہاں کیا کررہی تھی۔؟''ہم تمہارے ساتھ جا گے۔تمہیں چھوڑ کر واپس آجا گے۔'' قادر بولا تو صفا نے سوالیہ وں سے اسکی جا . دیکھا۔''ہم تمہیں اکیلے نہیں بھیج ۔اور تمہارے ساتھ عیشا رہے گی۔کیو تم پینک ہوجاتی ہو۔''

'' ۔!'' صفا نے ا یہ ان دونوں کو دیکھا اور ا یہ دور لابی میں کھڑے ا. اہیم کو۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے مضطرب سا کھڑا تھا۔صفا کو لگا کہ اسکا دل کسی نے مٹھی میں بند کرلیا ہے۔جیسے کوئی اسکے دل کو اپنی مٹھی میں د کر اسکا سارا خون نچوڑ رہا ہو۔اس نے ا. اہیم کو اسکی پہچان پی ن سے تو روک لیا تھا۔اس کو اسکے م کے ساتھ لکھا ہوا ا. اہیم کا م مٹانے سے تو روک لیا تھا۔ وہ ا. اہیم کو نہیں روک سکتی تھی۔وہ مصر سے بس ا. اہیم کا م اپنے ساتھ لے کر واپس جارہی تھی۔وہ مصر آئی بھی اسکا م لے کر ہی تھی ۔تو وہ کیسے اپنا م اپنی پہچان مصر کے حوالے کرجاتی۔وہ . مصر آئی تھی تو اسکی کل متاع اسکا م ہی تھا۔اس لئے وہ اپنی متاع اپنے ساتھ لے کر جارہی تھی۔اور اسکا صفاا. اہیم کو کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔کم از کم اس نے مصر کو اپنا م لوٹنے سے روک لیا تھا۔

وہ خالی ہاتھ نہیں جارہی تھی۔

''میں کبھی تمہارے سامنے نہیں آوں گا۔'' پھر ا. اہیم کے بولے گئے کچھ الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔صفا نے قدم ا. اہیم کی جا . ٹھا دیئے۔''میں واپس جاوں گی۔ضرور جاوں گی۔میں آپکی زندگی کو جہنم نہیں بناوں گی کیو میں نے محبت کی ہے۔اور یہ محبت بے لوث تھی۔مجھے صلے میں کچھ نہیں چاہیئے۔'' وہ اپنے دل میں سوچتی چلی آرہی تھی۔جبکہ ا. اہیم نے بھی آگے کی جا . قدم ٹھائے۔وہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ واپس کیوں چلی آرہی ہے۔وہ کبھی سوالیہ وں سے پیچھے کھڑے قادر کو دیکھتا تو کبھی سامنے سے چلی آتی صفا کو۔صفا چلی آرہی تھی۔ان دونوں میں بس چند کا فاصلہ رہ َ یا تھا۔

''صفا۔!'' وہ ز . ٹ ا یہ۔

صفا کی آ سے ا یہ آ لڑھکا۔اس نے ا یہ ہاتھ سے اپنا گال ر ڑ ا۔صفا کے قدموں کی رفتار سست تھی ا. اہیم اب تیز تیز قدم چلتا ہوا یہ فاصلہ طے کررہا تھا وہ اس ت پہنچ َ یا تھا۔صفا کے قدم سا ت ہوئے۔وہ اسکے عین سامنے تھا۔

''صفا۔کیا ہوا۔؟'' اس نے صفا کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

صفا کی آنکھوں میں پہلے التجا ت ی۔ پھر بے بسی۔''صفا۔!''ا. اہیم نے ضبط سے چور لہجے میں پکارا۔''مت امتحان لو میرا۔!'' وہ بکھر َ یا۔ا. اہیم گورسی بکھر ہی تو َ یا تھا۔ اتنے بوجھ کے نیچے دب کر وہ بکھر َ یا تھا۔صفا کا ا یہ آ اسکے وجود کو ریزہ ریزہ کررہا تھا۔پانی پتھروں میں سوراخ کردیتا ہے۔اور صفاا. اہیم کی آنکھوں سے بہتے اس پانی نے ا. اہیم گورسی کے دل میں سوراخ کردیئے تھے۔صفا نے ا یہ ر میں سر ہلایا۔اور اگلے ہی لمحے ا. اہیم کے گلے میں باہیں حمائل کرلیں۔

ا. اہیم ششدر رہ َ یا۔وہ اسکے گلے لگ کر رودی تھی۔ا. اہیم نے آنکھیں بند کرکے اسکے َ داپنا حصار تنگ کیا۔

وہ روتی رہی۔پھر اسکی ہچکی بندھ گئی۔

''ا. ۔ا. اہیم۔!'' وہ ہچکیوں کے بیچ پکار رہی تھی۔

''ہمم۔'' وہ بول نہ سکا۔

''ا. اہیم۔میں آپکو کسی امتحان میں ڈالنے کے لئے نہیں آئی۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ کہتی جارہی تھی۔''میں تو بس اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے آئی ہوں۔'''' میں نہیں جانتی کہ زندگی دوبارہ موقع دے یا نہ دے۔'' صفا نے ایک ہچکی لی۔ا. اہیم اسکی پشت کو سہلاتا رہا۔وہ جانتا تھا کہ یہ وقت صفا کے لئے مشکل ہے۔ کیوں مشکل ہے وہ یہ نہیں جانتا تھا۔اور یہ حقیقت اس پر آشکار ہونے جارہی تھی۔

''صفا۔!تم بہادر ہو۔'' وہ اسکو اپنے حصار میں لئے دلا رہا تھا۔

''صفا آپ سے محبت کرتی ہے۔''

یہ جملہ گو تھا۔جس نے ایک پل کے لئے ا. اہیم گورسی کی دنیا روک دی تھی۔ایئر پورٹ پر وہ ہجوم۔وہ شور۔ہر چیز تھم گئی۔کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ا. اہیم کو لگا کہ اس نے اپنی سماعت کی طاقت کھودی ہے۔

''صفاا. اہیم سے محبت کرتی ہے۔'' ایک بار پھر سے ایک جملہ گونجا۔

ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکو اپنے سامنے کیا۔صفا نے آنسوؤں سے تر چہرہ لئے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور صفا آپکو یہ حقیقت بتائے بنا مصر سے نہیں جائے گی۔'' ا. اہیم وہیں کھڑا تھا۔جامد۔ساری دنیا اسکے گرد گول گول گھوم رہی تھی۔''صفاا. اہیم اپنی پہچان سے۔ اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔'' وہ کہے جارہی تھی۔'' یہ یکطرفہ ہے۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔'' میرے لئے اتنا کافی ہے۔میں نے اپنے حصے کی محبت کرلی ہے۔اور یہ میرے لئے کافی ہے۔آپ نے اپنے حصے کی محبت کرلی۔۔میں نے اپنے حصے کی۔'' صفا نے ہاتھ اٹھا کر ا. اہیم کے چہرے کو چھوا۔

''صفاا. اہیم کا منتظر حیات انتظار کرے گی۔''

کہہ کر صفا مسکرائی۔''اور مجھے یقین ہے۔میری بندگلی کے پرانے سرسبز باغ ہوگا۔'' وہ مسکرائی۔اسکے دل کا بوجھ ہلکا ہوچکا تھا۔اس نے اپنے حصے کا سچ بول دیا تھا۔ وہ بوجھ کسی اور کو منتقل کرگئی تھا۔اس بوجھ نے ا. اہیم گورسی کی روح کو کچل دیا تھا۔

صفاا. اہیم اپنا انتقام لے چکی تھی۔وہ مقابل کو اسی کرب میں مبتلا کرچکی تھی جس میں وہ خود تھی۔

صفا نے سن سے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا۔پھر اس نے ایڑھیاں اٹھائیں۔اور ا. اہیم کے گال کو چھوا۔وہ بنا ہلے کھڑا رہا۔پھر وہ جھک کر زرا اسکے قریب ہوئی۔اس نے ا. اہیم کی شہ رگ کے قریب ہوکر ایک گہری سانس اندر کھینچی۔وہ اس مہک کو اپنے پھیپھڑوں میں اتارتی رہی تھی۔پھر سے اپنے اندر اتارتی رہی تھی۔وہ اس مہک کو اپنی سانسوں میں قید کررہی تھی۔

''اللہ حافظ ا. اہیم گورسی۔!'' کہہ کر وہ پلٹ گئی۔قادر آگے بڑھا۔وہ اور عیشا صفا کو لئے وہاں سے جاچکے تھے۔جبکہ ا. اہیم گورسی وہیں کھڑا تھا۔ساکت۔!منجمند۔

****

ادا کا سرد سا ہاتھ ا. اہیم کے ہاتھ میں ہی تھا۔وہ رات ا. اہیم گورسی کی ساری زندگی تاریک کرنے کے لئے کافی تھی۔اس اندھیرے ملبے کی وحشت نے اسکی روح کو تار تار کردیا تھا۔وہ ساری رات اس ملبے تلے دبا رہا۔اسکو اپنی ٹانگیں اب محسوس نہیں ہورہی تھیں۔جبکہ سفید کار و رو کراب گلہ بیٹھ چکا تھا۔اب چیخ و پکار کی جگہ بس سسکیاں تھیں۔دم توڑتی ہوئی سسکیاں۔

سردی۔۔بھوک۔اندھیرا۔موت۔!

اب کچھ تھا اس ملبے تلے۔اور ا. اہیم گورسی نے ہر چیز کو وہاں محسوس کرلیا تھا۔اسکے اعصاب اب شل ہونے کو تھے۔شعور تھم گئی۔ وہ کئی زندگیوں کو نگل گئی تھی۔ امدادی ٹیمیں پہنچ گئیں۔ملبہ ہٹالیا گیا۔صبح ہوئی تو زندگی نے دوبارہ روئے زمین پر دستک دی تھی۔ایک بار پھر سے سورج طلوع ہوا تھا۔زندگی لے کر۔امید لے کر۔خواب لے کر۔ایک بار پھر سے اس سورج نے روئے زمین کے باسیوں کو زندگی کی نوید سنائی تھی۔ایک بار پھر سے شور مچنا شروع کردیا۔جیسے جیسے ملبہ ہٹ رہا تھا وہاں سے زخمیوں کو نکالا جارہا تھا۔اور ان کو بھی جو خود تو مٹی کے مکین بن چکے تھے اپنے جسد خاکی یہیں چھوڑ گئے تھے۔ان پاکیزہ روحوں کے لباس بھی وہاں سے نکال لئے گئے تاکہ بوقت حشر انہیں زمین کے امان میں دے دیا جائے۔

آنکھ کھلی۔بند ہوئی۔ایک بار پھر سے کھلی۔ روشنی تیز تھی۔اس لئے بینائی جواب دے گئی کچھ دیر بعد پھر سے وہ پلکیں پھڑپھڑائیں تو اب کی بار شربتی آنکھوں میں

زندگی کی رمق دیکھی جاسکتی تھی۔وہ ایک ہسپتال کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔اس نے آنکھیں پوری طرح کھول کر دیکھا تو ایک نرس اسکے سرہانے ہی کھڑی تھی۔

''ڈاکٹر۔!ڈاکٹر۔!مریض کو ہوش آرہا ہے۔''اس نے جلدی سے اسی روم میں کھڑے ایک ڈاکٹر کو بلایا جو کہ کسی اور مریض کو دیکھ رہا تھا۔ڈاکٹر اس مریض کی فائل پکڑے ہی اس شربتی آنکھوں والے لڑکے کے بستر کے پاس آیا۔

''ہاں بھئی۔جوان کیسے ہو۔؟''اس ڈاکٹر نے بہت ہی دوستانہ انداز میں پوچھا۔

''ادا۔۔سفیر۔۔''اسکی زبان سے بس دو نام ادا ہوئے تھے۔ڈاکٹر نے اسکی کسی بات کا جواب دیئے بنا اسکی آنکھیں چیک کیں۔پھر اس نے اسکے سر کو پکڑ کر دائیں گھمایا۔

''ہمم۔یہ ٹھیک ہیں۔''اس نے نرس کو تسلی دی۔

''اور رپورٹس آگئیں۔؟''اب کی بار ڈاکٹر نے پاس پڑی میز سے ایک فائل اٹھائی۔

''جی اور رے اور سی ٹی سکین ہوگیا ہے۔ایم آر آئی بھی ہوگیا تھا۔تقریبا ساری رپورٹس آچکی ہیں۔''نرس اور ڈاکٹر آپس میں باتیں کررہے تھے جبکہ ابیم مضطرب سا کبھی ڈاکٹر کو دیکھتا تو کبھی نرس کو۔

''ادا۔سفیر۔وہ دونوں کہاں ہیں۔''اب کی بار وہ قدرے مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

''ماشااللہ رپورٹس ساری نارمل ہیں ایک۔''ڈاکٹر نے فائل دوبارہ میز پر رکھی۔''ٹھیک ہے ینگ مین!۔جلدی سے ٹھیک ہوکر اپنے وطن لوٹ جاو۔''اس نے ابیم کے کندھے پہ تھپکی دی تو اب اسکا خون کھول اٹھا۔وہ فورا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیا بکواس ہے یہ۔؟میں کب سے دو لوگوں کا پوچھ رہا ہوں اور تم لوگ مجھ سے ایسے بات کررہے ہو جیسے میں کسی سائیکل سے گر کر زخمی ہوا ہوں۔''وہ اپنے عربی لہجے میں اچھا خاصہ دھاڑا کہ وہاں موجود ہر شخص سہم گیا۔

''دیکھیں۔!ہم اس وقت آپکی حالت سمجھتے ہیں اس وقت ہم آپکو کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے جس سے آپکو کوئی صدمہ لگے۔باقی جن لوگوں کا آپ پوچھ رہے ہیں۔''کہتے کہتے ڈاکٹر خاموش ہوگیا۔ابیم مضطرب سا بیٹھا تھا۔اسکا دل ڈوب کے ابھرا۔ادا کا سرد بے جان ہاتھ اسکو ابھی اپنے ہاتھوں میں محسوس ہورہا تھا۔

''اٹس اوکے۔آئی ول مینج۔آپ لوگوں کا شکریہ۔!''ابیم اور آواز گونجنے چونک کر دیکھا۔

ایک تیس سالہ نوجوان وہاں آیا۔

''ٹھیک ہے۔آپ سنبھال لیں۔''ڈاکٹر نے اس آدمی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور وہاں سے چلا گیا۔جبکہ ابیم اس تیس سالہ آدمی کو دیکھ رہا تھا۔اس نے اسکو پہلی بار دیکھا تھا۔

''کیسے ہو۔؟''وہ اسکے پاس آکر کھڑا ہوا۔جبکہ ابیم سوالیہ نظروں سے اسکو گھورے جارہا تھا۔''میں قادر۔!''اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ابیم نے سوالیہ انداز میں سر ہلایا۔''تم ہمارے خیموں میں آئے تھے۔''اس نے مسکرا کر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''میں۔!میں تمہیں نہیں جانتا۔''ابیم نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''میں جانتا ہوں۔میں نے دیکھا کیسے تم بارش کا پانی نکال رہے تھے۔تم نے ہمارے لوگوں کے لئے بہت کچھ کیا۔اس لئے اب ہمارا فرض ہے تمہارا خیال رکھنا۔''اس نے مسکرا کر ابیم کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''شکریہ۔!''

''اور کچھ نہیں۔تم آرام کرو۔''کہتے وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔

اسکو وہاں تیسرا دن تھا۔آج پہلے دن وہ چل کر ہسپتال کی لابی سے ہوتا ہوا اسکے احاطے میں موجود ایک سرسبز لان میں آیا تھا۔لان بہت وسیع تھا۔اس میں کیاریاں بنی ہوئی تھیں جہاں مختلف قسم سے موسمی پھول کھلے ہوئے تھے۔ہسپتال کا مغربی حصہ خاصہ ویران سا تھا۔وہاں بس گھاس اور کچھ درخت تھے۔ابیم چلتا ہوا زیتون کے ایک

درخت کے نیچے آ بیٹھا۔ وہ یوں ہی ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اردگرد بجری بکھری ہوئی تھی شاید اس جگہ کی مرمت ہو رہی تھی۔ وہ یوں بجری اٹھا اٹھا کر دور پھینکنے لگا۔ دماغ خالی خالی سا تھا۔ کہاں وہ ایک ہفتہ پہلے پرسکون سا اپنے کوارٹر میں تھا۔ وہ اپنے امتحانات کی تیاری کر رہا تھا۔ ضرار کے ساتھ وہ کافی پینے جایا کرتا تھا۔ اور کہاں آج وہ غزہ کے ایک اسپتال کے اجڑے سے حصے میں بیٹھا تھا۔

''یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اسکے عقب سے آواز آئی تو ابیہم نے مڑ کر دیکھا۔ وہی تیس سالہ مرد جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایک جینز اور ٹی شرٹ پہنے آ رہا تھا۔ ابیہم نے ایک لمحے کے لئے اسکو دیکھا اور پھر دور بجری کے کنکر دور پھینکنے لگا۔ وہ آدمی چلتا ہوا اسکے پاس آ کر زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ ''کیا ہوا ہے۔؟ تم نے کیا کسی کو کھو دیا ہے۔'' وہ آدمی اب اسکے ساتھ ہی بیٹھا پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔'' ابیہم نے سر جھکا کر جواب دیا۔ وہ دونوں گھٹنوں پر اپنے بازو ٹکائے ہاتھ ملتے بیٹھا دور کہیں ہوا میں گھور رہا تھا۔

''ہمم۔ یہ ہوا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔'' اس آدمی نے افسوس کیا۔

''بس۔؟'' ابیہم نے مڑ کر دیکھا۔

''ہاں تو اور کیا۔؟ معصوم جانوں کے ضیاع پر افسوس ہی ہو سکتا ہے۔''

''وہ ایک بچی تھی۔ معصوم بچی۔ اور وہ ایک بوڑھی عورت کی بیٹھی تھی جس کو بھولنے کی بیماری تھی۔ وہ دونوں ماں بیٹی چلی گئیں۔ اور انکا واحد سہارا ایک جوان لڑکا تھا جس کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔'' ابیہم نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر جواب دیا۔

''ہمم۔'' اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔ ''میرے دوست۔! موت زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ ہم زندہ رہنے کے لئے نہیں لڑتے۔ ہم تو بس اپنے مقصد کے لئے لڑتے ہیں۔ ہم اپنے مقصدے کے لئے ہی جیتے ہیں اور مقصد کے لئے ہی مرتے ہیں۔'' اس نے ایک گہری نگاہ ابیہم پر ڈالی۔

'' اس لڑائی میں معصوم بچے جان سے جا رہے ہیں ر۔!'' ابیہم تڑپ کر رہ گیا تھا۔

''تو کیا ہم لڑنا بند کر دیں۔'' اس نے اسی انداز میں سوال کیا۔ ابیہم کچھ پل کے لئے اس آدمی کی آنکھوں میں دیکھتا رہ گیا۔ پھر اسکو کچھ عجیب لگا۔

''تم۔ تم کون ہو۔؟ کیا تم ایک عام شہری ہو۔؟ اور تم میرے ساتھ کیوں ہو۔؟ سفیر کہاں ہے۔؟'' ابیہم فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اسکو کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

''فکر مت کرو دوست۔!'' وہ آدمی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بس مجاہدین ہیں۔'' اس نے ابیہم کے بازو پر تھپکی دی۔

''مم۔ میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے واپس مصر جانا ہے۔ میری منگیتر میرا انتظار کر رہی ہے۔'' ابیہم پینک ہونے لگا۔ اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب اسکے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کہیں وہ لوگ اسکو اغواہ نہ کر لیں۔ کیونکہ ہمارے ملکوں میں مجاہدین کا امیج کچھ ایسا ہی تو بنا دیا گیا تھا۔ مجاہدین کو ایک دہشتگرد قرار دے کر نے کتنا عرصہ اسکی کی گئی۔ حکومتیں اپنے مفادات کی خاطر کسی کو بھی مجاہد بنا لیتی ہیں۔ اور ان سے مفادات حاصل کر لیتی ہیں تو بین الاقوامی سطح پر اپنا دامن صاف دکھانے کے لئے وہ انہیں وہیں کو دہشتگرد قرار دے کر اسکے خلاف آپریشن شروع کر دیتی ہیں۔ یہی ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ قادر زخمی سا مسکرا دیا۔

''کیا تم ہم سے خوف زدہ ہو؟''

''نن۔ نہیں۔ تم لوگ۔۔'' ابیہم کا حلق خشک ہونے لگا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم لوگ امن قائم کرنا چاہتے ہیں ہم قتال نہیں چاہتے۔۔ ظلم حد سے بڑھ جائے تو ہمیں دفاع کرنے کا حق ہے۔ اور اس کے لئے ہم ہتھیار اٹھاتے ہیں۔''

'' تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔؟'' ابیہم نے اپنے ماتھے پر موجود پسینے کی بوندیں صاف کیں۔

''ہمیں تم سے کچھ نہیں چاہیے بھائی۔!'' اس نے ایک بار پھر سے ابیہم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''تم ہمارے ملک آئے۔ یہاں لوگوں کی مدد کی۔ اور آنکارا حملے کا شکار ہو گئے۔ تم مہمان ہو اس لئے ہمیں تمہاری پرواہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم صحیح سلامت اپنے وطن واپس لوٹ سکو۔''

''تو۔ تو مجھے جانے دو پھر۔''

''چلے جا۔ ۔!''

'' کیا۔؟''وہ کافی گھبرا ۔ تھا۔

''ہمارے کما۔ رتم سے ا۔ قات چاہتے ہیں۔''اس نے مسکرا کرا. اہیم کے کندھے پ د. و. ڑھا۔

''لیکن مجھے کسی سے نہیں ملنا۔تم۔تم لوگ جانے دو مجھے۔''اس نے اسکا ہاتھ جھٹک دی۔

''سفیر کما۔ ر کے پ س ہے۔''اب کی. رقادر کی آنکھوں میں کچھ اور تھا۔کوئی چیلنج۔

''کیا مطلب۔ ؟تم لوگ اب بلیک میل کرو گے۔؟''ا. اہیم کا خوف اور غصے سے. احال تھا۔

''نہیں۔دراصل کما۔ رہم تینوں سے قات چاہتے ہیں۔''قادر کی مسکراہٹ قائم تھی۔

'' ۔مجھے کسی سے نہیں ملنا۔'' کہتے ا. اہیم نے قادر کا ہاتھ جھٹکا اور وہاں سے ۔ ۔ پیچھے وہ ا۔ گہری سانس لے کر رہ ۔ ۔

تیسرے دن کی شام ڈھل رہی تھی۔ا. اہیم اسی ا۔ پ ۔ ل کے بستر پ ۔ ہوا تھا۔سفیر کا گھر. ی طرح تباہ ہو چکا تھا۔اسکا بیگ اسی کے گھر میں تھا۔اور وہ اپنے ڈا کیومنٹس کے بنا اب واپس نہیں جا سکتا تھا۔وہ انہیں سوچوں میں گم ا۔ پ ۔ ل کی چھت کو گھورے جا رہا تھا۔وہ ا۔ وارڈ تھا جہاں اسکے علاوہ بھی بہت سارے مریض موجود تھے۔ا. اہیم اب ٹھیک تھا اسکے پ س جانے کو کوئی جگہ نہ تھی۔اور ڈاکٹر نے اسکو. ۔ وہاں رکنے کا کہا. ۔ ۔ اسکے واپس جانے کا انتظام نہیں ہو جا۔ ۔وہ اس طرح صحیح سلامت اس ملبے سے نکل آ۔ تھا یہ . کے لئے ا۔ معجزہ تھا۔ یہ بس ا. اہیم ہی جا تھا کہ اس نے اس رات میں کیا کیا دیکھا تھا۔ا اسکا جسم زخمی نہیں ہوا تھا تو یقیناً اسکی روح زخمی ہو چکی تھی۔ ۔ ٹ ۔ ا. اہیم کی آ لگ گئی۔آج وہ بنا کسی دوا کے سو رہا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی اسکا تنفس بگڑنے لگا تھا۔ڈراونے خوفناک خوابوں نے اسکو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ چیخ و پکار۔دھماکے۔سفیر کی چیخیں اور ادا کا سرد لرز۔ ہاتھ۔ا. اہیم چند منٹوں کی نیند کے بعد ہی ہڑ۔ ٹ اکرا اٹھا تھا۔اسکا سارا وجود پسینے میں نہا ۔ تھا۔اسکے دل کی دھڑ اس حد تیز تھیں کہ وہ نہیں جا تھا کہ کس لمحے اسکا دل ہی پھٹ جائے۔سانس بند ہو رہی تھی۔دورا۔ بستر کے پ س کھڑی ن س نے اسکی غیر ہوتی حا ۔ دیکھی تو وہ فورا اسکے پ س پہنچی۔

''کیا ہوا۔؟آ پکی طبیعت ٹھیک ہے۔؟''

''ہاں۔؟ہاں میں ٹھیک ہوں۔''اس نے اپنا سینہ ر ۔ ٹتے ہوئے جواب دی۔اسکو سانس ی ۔ میں دشواری ہو رہی تھی۔

''میں آ پکو انجیکشن دے دیتی ہوں آپ سکون سے سو جا ۔''س نے اسکی ٹیبل پ ہی پڑا ا۔ انجیکشن اٹھا یا تو ا. اہیم نے چو۔ کر دیکھا۔

''نہیں۔مجھے اسکی ضرورت نہیں۔''وہ اٹھ کر اپنے جوتے پہننے لگا۔

''لیکن۔''پیچھے س پکارتی رہ گئی۔جبکہ وہ تیز تیز قدم اٹھا ۔ ہر نکل آ۔اس نے اسی زیتون کے در ۔ ۔ کے نیچے آ کر سانس لیا۔وہ دونوں ٹ ۔ ں پ ہاتھ رکھے جھکا کھڑا تھا۔اسکو سانس نہیں آ رہی تھی کہ ا. اہیم کو اپنے . کندھے پ کسی کا لمس محسوس ہوا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو قادر کھڑا تھا۔ا. اہیم کی آنکھیں بھی نم تھیں۔سانس کی دشواری اور دماغ میں اٹھتی وہ چیخ و پکار اسکو بے آرام کئے ہوئے تھی۔

''یہ بس شروعات ہیں۔''اب قادر اسکے . ا. آ کھڑا تھا جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔جبکہ ا. اہیم ابھی ۔ دہرا ہوئے ہوئے تھا۔''یہ چیخ و پکار نیندیں چھین لیتی ہے۔'' قادر دور غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔''پہلے نیند اڑتی ہے۔پھر پیاس ختم ہو جاتی ہے۔اور ز. ن اپنے ذائقے کھو دیتی ہے۔''وہ بولتا جا رہا تھا۔''میں. . . سونے لگتا ہوں میری چھ ماہ کی بھا کی چیخیں مجھے بہرا کر دیتی ہیں۔وہ مجھ سے میری نیندیں چھین لیتی ہیں۔میری بہن۔''قادر نے مڑ کر ا. اہیم کو دیکھا جو کہ اب غور سے قادر کو سن رہا تھا۔''میری بیوہ بہن میرے ساتھ ہی رہتی تھی۔میں اسکا واحد سہارا تھا۔ماں. پ پہلے ہی ہم دونوں کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔مجھے رات کو جگا کر کہتی جاو جا کر. زار سے دودھ لے آو۔ میں اپنی چھ ماہ کی بھا کے لئے دودھ ی ۔ تھا۔ . لوٹ کر آ۔ تو میرا گھر ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔''وہ اب پیروں سے ان بجری کے دانوں کو ٹھوکریں مار رہا تھا۔

ا. اہیم اب سیدھا ہو کر کھڑا ہو ۔ ۔

''ملبہ ہٹا۔ تو وہ بچی اپنی آ ۔ ی سانسیں لے رہی تھی۔کیو اسکی ماں نے اسکو اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا۔اس نے سارا بوجھ اپنی کمر پ . دا ۔ ت کر لیا۔اور اپنی بچی کو

محفوظ رکھا۔'' قادر زخمی سا مسکرایا۔''ماں تھی ں۔اپنی جان تو دے دی اس پھول کو بچالیا۔لیکن۔'' کہتے کہتے قادر کی آنکھیں نم ہوگئیں۔''وہ بچی بھی نہیں بچی۔وہ بھی اپنی ماں سے اتنا پیار کرتی تھی کہ اس نے اپتال میں رو رو کر ہی جان دے دی۔'' قادر کی آ سے آ لڑھکا۔''اس واقعے کو ایسال رچکا ہے۔ میں آج سکون سے سو نہیں سکا۔'' وہ اب تھک ہار کر اس زیتون کے در سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو یا۔ اہیم اب وہیں منجمند کھڑا تھا۔ہوا میں ایہی نقطے کو گھورتا ہوا۔''میرا حلق سوکھ جاتا ہے پانی نہیں پیا جاتا تھا۔بھوک سے پیٹ کمر کو جا لگتا ہے نوالا حلق سے نہیں اتتا تھا۔اور نیند۔نیند کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر۔'' کہتے کہتے قادر نے ا. اہیم کی جا. دیکھا جو کہ اب مڑ کر اسی کی جا. دیکھ رہا تھا۔''پھر میں نے انتقام۔ شروع کر دیا۔میں نے ہتھیار اٹھالیا۔میں نے جواب دینا شروع کر دیا۔اور پتہ ہے۔؟''ا. اہیم مضطرب سا تھا۔''اب میری بھا اور میری بہن میرے خوابوں میں آتی ہیں۔وہ مجھے اپنا باغ دکھاتی ہیں جو کیا ہے۔وہ لوگ خوش ہیں۔اور میرے منتظر ہیں۔'' وہ مسکرا دیا۔ اہیم کو وہ مسکراہٹ بہت خوفناک لگی تھی۔بہت درد تھا۔بہت کرب تھا اس مسکراہٹ میں۔قادر کی مطمئین سی شخصیت کے پیچھے کس قدر اذیت ناک باب چھپا ہوا تھا اسکا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

جہاز نے ٹیک آف کیا صفا کے ساتھ عیشا بیٹھی تھی۔وہ پرسکون سی کانوں میں ہینڈ فری لگائے کوئی میوزک ویڈیو دیکھ رہی تھی۔صفا کی آنکھیں خشک تھیں۔ وہ آج بہادر بن گئی تھی۔وہ آج صفا. اہیم تھی۔ جیسے ہی ٹیک آف ہوا تو صفا کی سانس خود بخود رکنے لگی تھی۔اسکے ہاتھوں میں پہٹ شروع ہو چکی تھی۔صفا نے ضبط سے دونوں ہاتھوں کو. ہم جکڑا۔وہ اپنے آپ پر قابو پا رہی تھی۔

(''ریلیکس بے بی اٹس اوکے۔۔'') صفا کے کانوں میں ں کسی کے الفاظ گونجے تو وہ سانس ہوگئی۔

اور پھر سرگوشیاں شروع ہوگئیں۔

(''اٹس اوکے بے بی۔۔ہو جاتا ہے۔ ریلیکس۔میں ہوں ں تمہارے پاس۔'')

(''میری جان ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔۔ ہم فلائٹ میں ہوتے ہیں تو ئٹ زمعمولی بات ہیں۔'')

صفا کے حلق میں ایک. رپھر سے آ وں گا گولہ اٹکا تھا۔کس قدر جان لیوا ہوتی ہے یہ. ائی۔وہ بھی اس شخص سے جو آپکی رگ رگ میں بسا ہو۔اس شخص سے جس کو آپ نے اپنا. کچھ مان لیا ہو۔اور اس شخص سے جس کے لئے آپ بس ایک بوجھ کے سوا کچھ نہ ہوں۔

(''روکیوں رہی ہو۔'') دو. رہ سرگوشی ہوئی۔

(''دیکھو صفا۔!میں یہاں ہر وقت تمہارے سرہانے نہیں بیٹھ سکتا۔میرے ہزار کام ہوتے ہیں۔تمہیں یہاں اپنا خیال خود رکھنا ہوگا۔'') اگلی سرگوشی پر صفا نے ایک ہچکی لی۔ساتھ بیٹھی عیشا اپنے گانوں میں مگن تھی۔اسکو جس کام کے لئے بھیجا گیا تھا وہ اس کام سے یکسر انجان اپنے مشغلوں میں مصروف تھی۔

''(''اب کیا ہوا۔؟اب دو. رہ رونے لگی ہو۔؟'')

صفا نے ایک ہچکی لی اور اپنی ناک صاف کی۔

(''ہر بات پر رونا مت شروع ہو جایا کرو۔'')

ایک آہ ی سرگوشی گونجی تھی۔ہاتھوں کی پہٹ ختم ہو چکی تھی۔وہ بے سدھ سی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔اب ایک. رپھر سے نمکین پانی اسکی آنکھوں کا بند توڑ کر اسکے گالوں پر بہہ رہا تھا۔عیشا نے دفعتاً گردن موڑ کر دیکھا تو اب کی. راسکی ہوائیاں اڑ گئیں۔اس نے جلدی سے ائیر فون کانوں سے نکالے اور صفا کو کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

''صفا۔تم ٹھیک ہو۔؟''عیشا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔صفا نے آنکھیں کھول دیں۔اس نے دیکھا تو عیشا پریشان سی اس سے پوچھ رہی تھی۔صفا نے نمی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔''اللہ تیرا شکر۔!''عیشا نے اپنے ہاتھ رکھ کر شکر ادا کیا۔صفا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔جہاز ٹیک آف کر چکا تھا۔باقی کچھ لوگ بھی پینک ہوئے تھے وہ بھی اب پرسکون سے تھے۔''تم ٹھیک ہو ں۔؟''عیشا نے مڑ کر ایک. رپھر سے پوچھا۔صفا نے آنکھ صاف کیے اور قدرے پرسکون ہو کر بیٹھ گئی۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔''

''شکر ہے۔ورنہ اس. رشا. س مجھے پہاڑ سے ہی نیچے دیتے صرف اس لئے کہ میں تمہارا خوف محسوس کرسکوں۔''عیشا نے ا. جھرجھری سی لی۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی جا. دیکھا۔

''. س کون۔؟''

''تمہیں یہ بھی نہیں پتہ۔؟''

صفا نے میں سر ہلا.۔

''ہمارے ہر دل عز. پروفیسر گورسی اور کون۔''اس نے ہاتھ جھلا.۔

''ا. منٹ تم تو ا اسٹوڈ. ٹ ہو۔''صفا نے بے چینی سے اسکی جا. رخ موڑا۔

''د کے لئے۔''عیشا نے سرگوشی کی۔صفا کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔''لیکن۔شش۔!''اس نے ہو ں پہ انگلی رکھی۔صفا نے حیرت سے دو چار. رپلکیں جھپکیں۔''پچھلی. ر۔جو ہوا۔اب میں وہ افورڈ نہیں کرسکتی۔''عیشا نے بے چارگی سے اسکی جا. دیکھا۔

''کیا ہوا تھا پچھلی. ر۔''

''تم نہیں جا ۔؟''

''اونہوں۔''صفا نے فورا میں سر ہلا.۔

''وہ دراصل۔''اب کی. رعیشا کے چہرے پہ شرمندگی تھی''وہ میری وجہ سے تم واشروم میں بند ہوگئی تھی. ں۔۔''

''نہیں۔تمہارا تو کوئی قصور نہیں تھا۔''صفا نے فورا عیشا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔عیشا کے گلٹ میں مزید اضافہ ہوا۔''میری وجہ سے ہی ہوا تھا۔آئی ایم سوری۔''وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''نہیں عیشا۔!تم معافی مت مانگو۔وہ بس ا. حادثہ تھا اور حادثوں پہ ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔''اس نے مسکرا کر کہا تو عیشا کو اپنا آپ مزید رگور ہوتا ہوا محسوس ہوا۔پھر عیشا زخمی سا مسکرائی۔اس نے صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھا۔

''تم واقعی اس قابل ہو کہ تمہاری خاطر جنگیں لڑی جا ۔''عیشا کہہ گئی صفا کو اسکی. ت سمجھ نہ آئی۔

''کیا مطلب۔؟''اس نے اچنبھے سے دیکھا۔

''خیر چھوڑو۔اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تمہارے اس گورسی نے میرا کیا حال کیا تھا۔''عیشا نے ا. وسکیڑ کر منہ کے عجیب وغریب. زاویے بنائے۔ صفا کے حلق میں ا. کا سا اٹکا تھا۔

''وہ میرے نہیں ہیں۔'' کہتے صفا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''تم تو ا ہو۔''عیشا نے صفا کی آنکھوں میں دیکھنے کی سعی کی۔

''اس سے فرق نہیں پڑ. ۔''صفا اپنی انگلیوں کی پشت کو گھورتے ہوئے بولی۔

''کیا تم جا ہوا نھوں نے میرے ساتھ کیا کیا۔؟''

''مجھے کچھ نہیں جاننا۔۔''وہ آ پی رہی تھی۔

'' میں بتاوں گی۔آ. کوئی تو ہو میری بھی . والا۔''عیشا نے دہائی دی۔صفا نے سر نہیں اٹھا. تھا۔''ہائے کہاں سے شروع کروں۔''عیشا بے بسی سے ٹیک لگا گئی۔

اس دن کھا. کھانے کے بعد ا. اہیم تیار ہو کر گھر سے نکل ۔۔وہ سیدھا اپنے فارم ہاوس پہ پہنچا۔ا. وسیع خفیہ مینشن ہی تھا وہ۔وہ گیٹ عبور کرتا ہوا ا. داخل ہوا اور

لاونج کی سیڑھیاں پ ڑھنے لگا۔

''کہاں جارہے ہو۔؟'' پیچھے سے قادر نے پکارا۔ وہ آدھے زینے پ ڑھا تھا کہ پلٹ کر اس نے لاونج میں کھڑے قادر کو دیکھا۔

''کہاں ہے وہ۔؟'' اس نے تنے جبڑوں سے سوال کیا۔

''جانے دو اسکو۔'' قادر نے التجا کی۔

''ایسے کیسے۔؟ وہ آج مر سکتی تھی۔؟ آ یہ. دماغ لڑکی سمجھتی کیا ہے خود کو۔؟'' وہ وہیں سے دھاڑ ہوا نیچے ا اور قادر کے رو. وآ کر کھڑا ہو ۔

''ر۔ جانے دو اسکو۔ میں نے کافی کلاس لے لی ہے اسکی۔ آئندہ ایسی حر نہیں کرے گی۔'' قادر نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا جس کو اس نے فورا جھٹک د۔

''کلاس۔؟ میں اسکو اسی اذ سے ٔ اروں گا جس اذ سے اس نے صفا کو ٔ ارا ہے۔''

''ا. اہیم۔! تم پ گل ہو۔؟ وہ بس ا حادثہ تھا۔''

''ہاں جان بوجھ کر کیا ۔ حادثہ۔! اسکی . ات کیسے ہوئی میری بیوی کے ساتھ ایسی کوئی حر کرنے کی۔''

''بیوی؟'' قادر نے جتانے والے ا ٔ از میں پوچھا۔

''وہ میرے نکاح میں ہے۔ اس لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا اس پ انگلی ا ٹھانے کا۔'' وہ دھاڑا۔

''اچھا۔ بس کرو۔'' قادر نے اسکا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ٔ کام سی کوشش کی۔ اسی دوران دوسری منزل سے میوزک کی آواز آئی۔ تو ا. اہیم نے چو ٔ کر سیڑھیوں کی جا . دیکھا۔ ''پلیز۔ ا. اہیم۔!'' قادر پکار رہ ۔ وہ سیڑھیاں پھلا ۔ میوزک سسٹم کی آواز اتنی تھی کہ وہ بند دروازوں کو پھاڑ کر . ہر جارہی تھی۔ کمرے میں جگمگاتی ایل ای ڈی لائیٹس کی وجہ سے وہ کمرہ کسی ٔ ٹ کلب کا ڈانسنگ فلور معلوم ہو تھا۔ اور کمرے کے عین وسط میں ا لڑکی جینز ٹ پہنے۔ ل کھلے چھوڑے ڈانس میں مگن تھی۔ ایل ای ڈی وال پ کوئی میوزک وڈ یو چل رہی تھی۔ اور وہ سکرین کے پر چنے والے اداکار کو مات دینے پ تلی ہوئی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ اپنی کمپنی خود ہی انجوائے کرنے والی۔ اسکو خوش ہونے کے لئے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ا. اہیم گورسی پ اسکی شروع دن سے ہی ٔ اب تھی۔ وہ بندہ اسکو. ی طرح اٹ کر تا تھا۔ یہ جا ہوئے بھی کہ وہ شادی شدہ ہے اور تین بچوں کا . پ ہے عیشا اس پ دل وجان سے فدا تھی۔ وہ ممبئی سے آئی تھی۔

ا ٹین ایج ل قریبا اٹھارہ کی ہی تھی اس وقت وہ۔

. ڑے . ڑے خواب آنکھوں میں سجائے وہ مصر چلی آئی۔ کیو اسکا . پ یہیں ہو تھا۔ اسکی ماں کو طلاق ہوئی تو اس کے . پ نے اسکی کسٹڈی لے لی۔ عیشا کو ماں . پ کی طلاق کا صدمہ تو تھا اسکو یہ خوشی تھی کہ وہ اپنے . پ کے پ س مصر جائے گی تین سال پہلے اس رات وہ ائیر پورٹ سے نکلی ا ہاتھ میں اپنا بیگ ٹ ہوئے مگن سی چلی جارہی تھی۔ ائیر پورٹ کے احاطے سے نکل کر اس نے ادھر ادھر گھمائی۔ ا ر بھی اسکو اپنا . پ نہیں آ تھا۔ اسکو لگا کہ شا کوئی گاڑی ہی بھیج دی ہو۔ وہاں قریبا آدھا گھنٹہ کھڑے رہنے کے . وجود اسکو ٔ کوئی نہیں آ تھا۔ اس نے اپنا فون نکالا۔ سم ا ٹ ین تھی جو کہ مصر میں کام نہیں کر سکتی تھی۔

''افف۔'' اس نے پ وں پٹکے۔ ''یا اللہ۔! کیا کروں کہاں جاوں۔؟ مجھے تو . . کا ا ڈ ریس بھی معلوم نہیں۔'' وہ اب بے چارگی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ''لیکن اب کہیں رات تو ٔ ارنی ہوگی ٔ ں۔ صبح کسی طرح . . سے رابطہ ہو جائے گا۔'' کہتے وہ روڈ کی جا . چل گی۔ آدھی رات کا وقت تھا ائیر پورٹ پ ہر وقت ٹیکسیز موجود رہتی تھیں۔ ا ٹیکسی ڈرائیور اسکی جا . چلتا ہوا آ ۔ عیشا ٹھٹکی۔

''بی بی کہاں جا ہے۔'' وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں بولا کیو عیشا کا پہناوا مغربی طرز کا تھا۔

''مجھے کسی ہوٹیل لے چلو گے۔؟ یہیں قر . ہی۔'' اس نے اپنا بیگ زمین پ رکھ کر اس سے کہا تو ڈرائیور نے کچھ لمحوں کے لئے سوچا۔

''جی لے چلوں گا۔ یہاں قر . ہی ا ہوٹیل ہے آپ وہاں رات ٔ ارلیں۔'' کہتے اس نے عیشا کی رضامندی جانے بنا ہی جلدی سے اسکا بیگ اٹھا لیا۔ عیشا ا پل کے لئے شاک ہوئی پھر وہ اسکے پیچھے پیچھے چل دی۔ کچھ فاصلے پ اسکی ٹیکسی کھڑی تھی۔ اس نے عیشا کا بیگ ڈگی میں رکھا اور گاڑی کا دروازہ کھولا۔ عیشا گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اب وہ قدرے پ سکون تھی۔ ڈرائیور نے اپنی ٹ سنبھالی تو عیشا کے دماغ میں ا آئیڈ آ ۔

''بھیا۔! کیا میں آپکا فون استعمال کرسکتی ہوں؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔

''جی؟'' اس نے مڑکر اچنبھے سے دیکھا۔

''میرے پ س ابھی سم نہیں ہے۔اور رومنگ میں نے کروائی نہیں۔ مجھے لگا تھا۔۔ ۔ آجا گے۔ پلیز۔ کیا آپ مجھے اپنا فون استعمال کرنے دے تے ہیں؟'' اس نے التجا کی۔

''اچھا یہ لیں۔'' ڈرائیور نے گاڑی نے سے قبل ہی اسکو اپنا فون نکال کر دے دیا۔

''شکریہ۔!'' اس نے جلدی سے اپنا فون نکالا اور وہاں سے اپنے ۔پ کا نمبر دیکھ کر جلدی جلدی ڈائل کرنے لگی۔ بیل جاتی رہی کسی نے فون نہ اٹھایا۔ ''کم آن۔ ۔۔۔ پلیز۔ پ اپ دا کال۔'' وہ ب۔ڑ اتے ہوئے مسلسل فون رہی تھی۔ تیسری ۔رکوشش کرنے کے بعد کال اٹھالی گئی تھی۔

''ہیلو۔!'' نیند میں ڈوبی کسی کی بھاری مردانہ آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

''۔۔۔!'' اس نے چہک کر پکارا۔

''کون ہے۔؟'' وہ آدمی اپنی جمائی روکتا ہوا بولا تو عیشا کے ماتھے پ بل پ گئے۔

''میں آپکی ا واحد اکلوتی اولاد عیشا۔۔'' اس نے اپنا تفصیلا تعارف کروایا۔

''عیشا۔!'' اس آدمی نے مانو پہچاننے کی کوشش کی۔

''۔۔ پلیز۔! ایسے کیوں ری ا کر رہے ہیں۔ میں یہاں ائیر پورٹ پ کھڑی ہوں۔ آپ مجھے ۔ کیوں نہیں آئے۔؟'' وہ روہا ہوئی۔

''ائیر پورٹ۔؟'' وہ آدمی ا ن بنا سوال پ سوال کئے جا رہا تھا۔

''کیا ہوا بے بی۔؟ کون ہے۔؟'' اب عیشا کے کانوں سے ا ز نہ آواز ٹکرائی۔ عیشا نے اپنی سانس۔ روک لی۔

''پتہ نہیں۔ کہہ رہی ہے میری بیٹی ہے۔'' وہ آدمی غنودگی کی حا ۔ میں بولا۔ اب کی ۔ت عیشا کو سمجھ آ گئی تھی کہ وہ آدمی کی حا ۔ میں تھا۔

''ڈارلنگ۔ !تمہاری کوئی بیٹی بھی ہے۔؟ تم نے بتا نہیں۔''

''مجھے خود ابھی ابھی پتہ '' کہہ کر اس آدمی نے قہقہ لگا۔

''تو تم کیوں اسکی ۔تیں سن رہے ہو۔ فون بند کرو۔ں۔'' اس عورت کی آواز میں عجیب۔ تھا کہ عیشا کو کراہت محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے لرزتے ہاتھوں سے فون بند کر دیا۔ عیشا کے حلق میں آ وں کا گولہ اٹکا۔

''کیا ہوا۔ ہوگئی ۔ت۔'' ڈرائیور نے مرر میں سے دیکھا۔ تو عیشا نے میں سر ہلا کر اسکو فون واپس تھما دیا۔ ''اب کہاں جا ہے۔؟''

''ہوٹیل چلو۔'' عیشا نے ا ہاتھ سے اپنا چہرہ رگڑ اجو کہ اب ۔ر ۔ر بھیگ رہا تھا۔

''ہمم۔'' ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا ۔اور گاڑی دی۔ گاڑی چلتی جا رہی تھی۔ ۔ہرا۔ ھیرا تھا۔ گھپ ا ھیرا۔

وہ یوں ہی ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد عیشا کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ وہ ممبئی سے آئی تھی۔ رات کو ممبئی میں سفر کر۔ اور ا ن لوگوں پ بھروسہ کر۔ آسان کام نہیں تھا۔ اس نے ٹھٹک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ڈرائیور نے کہا تھا قری ۔ ہی ہوٹیل ہے۔ اَ وہ قری ۔ ہی تھا تو ا گھنٹہ ۔ رنے کے ۔ وجود وہ پہنچی کیوں نہیں۔ اور راستہ سنسان تھا۔ وہ لوگ ا ۔ ورن شہر میں جاتے تو مارکیٹس بلڈنگز کچھ تو دکھائی دیتا۔ اب عیشا کی بے چینی ۔ ھ رہی تھی۔

''۔۔ ۔بھیا۔! یہ کس جگہ لے آئے ہو۔؟ ہوٹیل کتنی دور ہے۔؟'' وہ اب گھبرا گئی۔

''فکر مت کرو۔ ہوٹیل سے زیادہ اچھی جگہ لے کر جاوں گا۔'' وہ اب کی ۔ر اردو میں بولا تو عیشا کی سانس اٹکی۔

''۔۔ ۔تم اردو ہندی جا ہو۔؟'' وہ ہڑ۔ڑ ائی۔

''ہاں۔ اور اب میں یہ بھی جا ہوں کہ یہاں تمہارا کوئی والی وارث نہیں۔ اس لئے اب تم میرے رحم و کرم پ ہو۔'' کہتے وہ کمینی ہنسی ہنسا۔

''نن۔نہیں۔تم۔تم بکواس کررہے ہو۔میرا۔پ ز ہ ہے۔وہ۔وہ مجھے ڈھونڈ لے گا۔''عیشا کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے کہاں جائے۔اس لئے اس نے جلدی سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ لاک تھا۔ا۔ ۔رپھر سے ڈرائیور کا قہقہ گو ۔

''کیا سمجھی تھی۔کچے کام کرتا ہوں۔؟ آج تو اچھا مال ہاتھ لگا ہے۔اچھی قیمت لگے گی۔''وہ ہنستا جارہا تھا۔جبکہ عیشا مسلسل گاڑی سے ن کی ی ودو میں تھی۔کچھ د بعد گاڑی ا عالیشان سے مینشن کے سامنے آکر رکی۔عیشا نے ہڑ بڑا کر ہر دیکھا۔''چل ہر نکل۔۔''اس ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور عیشا کو ہاتھ سے کھینچ کر ہر نکالا۔

''چھوڑ دو مجھے۔''عیشا نے سما ۔ کی۔

''چل نکل ہر۔!''وہ اسکو ٹ ہوئے مینشن کے ا رلے ۔ا رلوگ تھے۔گہما گہمی عروج پ تھی۔وہاں مختلف گارڈ اور گاڑیں موجود تھیں۔عیشا ٹھٹکی۔وہ ڈرائیور اسکو گھسیٹتا ہوا ا رلے گی۔وہ ہکا بکا سی اردَ د دیکھ رہی تھی۔ حال میں پہنچ کر عیشا کی سانس اٹکی تھی۔وہاں لڑکیوں کی بولی لگ رہی تھی۔وہ اسکو ا نیلامی میں لے آ تھا۔وہ اسکو لوگوں کے ٹ سے گھسیٹتا ہوا لے ۔لوگ سیٹیاں اور تالیاں بجا بجا کر اسٹیج پ موجود کسی لڑکی کے حسن کو داد دے رہے تھے۔بولی لگانے والے بولی لگا رہے تھے۔وہ لڑکی اسٹیج پ یوں سہمی کھڑی تھی جیسے بھیڑیوں کے ٹ کوئی بکری کھڑی ہو۔

''پچاس لاکھ مصری پونڈ۔!''

''ا کروڑ مصری پونڈ۔!''

لوگ اپنی اپنی پہنچ کے مطابق قیمت لگا رہے تھے۔

''میرے پ س ز دہ قیمت کی چیز ہے۔''وہ ڈرائیور چیخا تو نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اسٹیج پ کھڑے دلال نے اچنبھے سے دیکھا۔

''اَ تمہیں کوئی چیز نیلام کرنی تھی تو قانون کے مطابق پہلے ہمارے حوالے کرتے۔ہم جانچ پ کھ کرنے کے بعد چیز آگے نیلام کرتے ہیں۔''وہ لوگ جیتے جاگتے ا نوں کو چیزیں کہہ رہے تھے۔عیشا نے ا الگ ہی د دیکھی تھی۔بے حس د ۔!

'' میری چیز ا دم فریش ہے۔تم لوگ چاہے تو دیکھ لو۔''اس نے عیشا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو اسٹیج کی جا ۔ دھکیلا۔لوگوں نے مڑ کر عیشا کی جا ۔ دیکھا۔جنز ٹ پ پہنے۔کھلے ل۔وہ لڑکی بہت حسین تھی۔

''یہ۔یہ۔مجھے اغواہ کر کے لا ہے۔مم۔میں۔میں ا ٹین ہوں۔''عیشا نے ہچکیوں کے ٹ کو بتانے کی کوشش کی۔ نے ا ۔رافسوس کی نگاہ سے اسکو دیکھا۔عیشا کو امید کی کرن آئی۔

''کہاں چھپا رکھا تھا یہ کوہ نور۔!''اسٹیج پ موجود آدمی بولا تو عیشا نے ٹھٹک کر دیکھا۔حال میں ا زوردار قہقہ گو ۔

''اس کے لئے تو تاج محل بھی بنوا دیں گے۔''آ آدمی کی آواز آئی۔عیشا نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔

''ادھر ہوں میں لڑکی۔!''اب آواز سیڑھیوں پ سے آئی۔تو عیشا نے گھوم کر دیکھا۔

وہاں ا آدمی کھڑا تھا۔تھری پیس پہنے۔اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔وہ محضوظ سے ا ازمیں کھڑا مسکرا رہا تھا۔وہ آدمی بلا کا حسین تھا۔عیشا کا دل زور سے دھڑکا۔ اگلے ہی لمحے اسکو حالات کی سنگینی د آئی تو اس نے اپنی دل عادت کو ی طرح لعنت مت کیا۔ ا ۔رپھر سے اس نے سیڑھیوں کی جا ۔ دیکھا۔حال کی چھت پ جھولتے فانوس سے ت رَ ۔نگی روشنیاں اس آدمی کی شربتی آنکھوں کو مزید لکش بنا رہی تھیں۔

''یہ آپ کی ہوئی سیدی۔!''اسٹیج پ کھڑا آدمی بولا۔اب سیڑھیوں والا آدمی عیشا کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے سیڑھیاں ا رہا تھا

''ہائے کمبخت کتنا پیارا ہے۔کیا کروں۔؟ چاہ کر بھی اس سے ت نہیں کر پ رہی۔''عیشا کے دل نے دہائی دی۔''کمبخت تو اغواہ ہو چکی ہے۔اور جو سامنے آرہا ہے وہ تیری قیمت لگانے جا رہا ہے۔کچھ تو سیلف ریسپیکٹ دکھا۔''اسکے دماغ نے فورا اسکے دل کی کلاس لی۔''ہائے۔یہ تو فری میں ہی لے جائے۔''دل اپنی ڈھٹائی پ قائم رہا۔''عیشا۔!تو مرے گی۔''دماغ نے بے بسی سے اسکو وارن کیا۔دل و دماغ کی چلتی ک کو۔ اس وقت لگی۔ وہ اسکے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔عیشا مسمرائیز ڈ سی اسکو

دیکھے گئی۔

''تین کروڑ مصری پونڈ۔''اس نے قیمت لگادی۔وہ عیشا کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔

''میں اتنے کی نہیں ہوں۔''عیشا نے بے ساختہ کہا۔اس آدمی نے اسکو آنکھیں دکھا تو عیشا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

''منظور ہے۔منظور ہے۔''اسکے عقب سے وہ ڈرائیور۔

''ٹھیک ہے۔میرا ڈی ڈرقم لے کر آرہا ہے۔'' کہتے اس نے عیشا کا ہاتھ پکڑا اور اسکو گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھ لے۔عیشا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔حال سے پہلے عیشا کی نگاہ ایک اور آدمی پر پڑی جو ایک سوٹ کیس ہاتھ میں پکڑے رکی جا رہا تھا۔اس نے رک کر اس آدمی کو اشارہ کیا اور رکی جا۔ٹھہ ر۔جبکہ وہ آدمی عیشا کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر گاڑی چکا تھا۔یہ کچھ پلوں میں ہی ہوا تھا۔اب عیشا بے چین سی اسکی گاڑی میں بیٹھی تھی۔وہ گاڑی خود ہی رہا تھا۔

''۔۔تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔دیکھو۔مم۔میں اغواہ ہوئی ہوں۔''وہ پپتی آواز میں بتا رہی تھی۔گاڑی کچھ فاصلے پر جا کر مڑی اور رک گئی۔وہ گاڑی سے نکل کر ہر کھڑا ہو۔عیشا اب بے چین سی گاڑی کے اندر بیٹھی تھی۔وہ گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے گھڑی پر وقت دیکھ رہا تھا۔

پانچ۔۔

چار۔۔

تین۔۔

دو۔۔

ٹھاہ۔!

ایک زوردار دھماکا ہوا تھا۔

گاڑی اندر سے بند تھی۔کچھ فاصلے پر موجود بلڈنگ سے اٹھتے ہوئے شعلے عیشا نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھے تھے۔عیشا نے حیرت اور خوف کے مارے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔اس آدمی نے مڑ کر ونڈ سکرین سے اندر سہمی سی بیٹھی عیشا کو دیکھا۔

وہ پپ رہی تھی۔وہ ہنس دیا۔پھر وہ سر جھٹک کر گاڑی کے اندر آ کر بیٹھا۔۔کچھ فاصلے پر موجود بلڈنگ سے آگ کے شعلے ابھی بلند ہو رہے تھے۔

''۔۔۔تم۔کک۔کون ہو۔؟''عیشا نے پپتے ہوئے پوچھا۔اس نے مڑ کر ایک نگاہ عیشا پر ڈالی۔بولا کچھ نہیں۔پھر اس نے پرسکون سے اندر میں ایک کال کی۔

''ہاں۔کام ہو گیا۔؟''

''لڑکیاں نکال لیں تھیں ن۔؟''سامنے سے تسلی بخش جواب پا کر وہ مطمئن ہو گیا۔اور اس نے فون بند کر کے بیلٹ لگائی۔

''کک۔کون ہو تم؟''عیشا ئی۔

''کہاں ڈراپ کروں تمہیں۔؟ گھر کہاں ہے تمہارا۔؟''وہ اب سٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''مم۔میرے۔۔''عیشا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

''ایڈریس بتاؤ۔''اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔عیشا نے اپنا چہرہ رگڑا۔

''مجھے ایڈریس نہیں معلوم۔''

''کیا مطلب۔؟ آسمان سے گری ہو۔؟''

''نہیں۔میں ممبئی سے آئی ہوں۔''

''وہاں کیا عقل سے پیدل لوگ ہوتے ہیں۔؟''وہ مسلسل روڈ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

''نہیں۔ ۔مجھے لگا تھا۔ خود آجا گے ۔''اس نے ٹوک پوچھی۔

''اور وہ کیوں نہیں آ۔؟''عیشا کے آ ا۔ ر پھر سے رواں ہوئے۔وہ کیا بتاتی کہ اسکا پ میں دھت کسی عورت کے ساتھ عیاشی کر رہا ہے۔جس کو یہ د نہیں کہ اسکی ا۔ عدد بیٹی بھی ہے۔''ٹھیک ہے۔صبح ڈھونڈ ۔ اپنے پ کو۔'' کہتے اس نے گاڑی اپنے فارم ہاوس کی جا۔ موڑ دی۔عیشا اب قدرے پ سکون تھی۔اب اسکو اس شخص سے خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

گاڑی ا۔ عالیشان سے مینشن کے سامنے آ کر رکی۔وہ گاڑی سے نکلا تو عیشا بھی فورا۔ ہر نکل آئی۔وہ آگے آگے چل د۔عیشا پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔گارڈ نے آ کر اس سے چابی پکڑی۔

''پ رک مت کر۔میں گھر جاوں گا۔''اس نے گارڈ کو ہدایت دیں تو وہ مودب سا سر ہلا۔ ہر ۔وہ اسکو لئے لاونج میں آ۔اسکوا۔ چابی تھمائی۔

''یہ لو۔سیکنڈ فلور پ تیسرا کمرہ ہے۔وہاں رہ سکتی ہو تم۔''

''شش۔شکریہ۔''اس نے ہچکچاتے ہوئے جواب د۔

''ٹھیک ہے۔'' کہتے وہ پلٹنے لگا کہ عیشا نے ا۔ ر پھر سے پکارا۔

''سنیں۔!''

''جی سنا ۔''وہ احسان جتانے کے ا۔ از میں پلٹا۔

''وہ۔میرا سامان۔''

''اس گاڑی کو میرا آدمی لے آئے گا۔اپنا سامان نکال۔ ۔'' کہتے وہ پلٹ ۔عیشا پیچھے ہکا بکا سی رہ گئی۔کیا تھا وہ شخص۔ا۔ فرشتہ۔؟عیشا نے سر جھٹکا اور سیکنڈ فلور پ آ کر دوسرے کمرے میں گھس گئی۔چابی لگانے سے پہلے ہی وہ کمرہ کھل ۔ تھا۔وہ آ کر دھڑام سے بیڈ پ ڈھے گئی۔

صبح ہو گئی۔

اسکے کمرے کا دروازہ دھاڑ کی آوز کے ساتھ کھلا۔عیشا ہڑ۔ڑا کر اٹھی۔ وہاں ا۔ چیخ بلند ہوئی۔اور وہ چیخا۔ لڑکے کی تھی۔

''چور۔چور۔!''اس نے کمرے میں آتے ہی ۔ شروع کر د۔اب عیشا نے بھی ۔ شروع کر د۔وہ بیڈ پ اپنے کانوں پ ہاتھ رکھے بس ئے جا رہی تھی۔ان دونوں کی چیخ و پکار نے پورے میشن کو ہلا کر رکھ د۔

''واٹ دا ہیل۔!''ا۔ تیسری آواز گو ۔ان دونوں نے مڑ کر دیکھا وہاں ا۔ اور آدمی کھڑا تھا۔

''قادر بھائی۔!یہ۔یہ لڑکی۔یہ میرے کمرے میں کیا کر رہی ہے۔؟ضرور یہ میری چیزیں پ انے آئی ہے۔میں اسکو چھوڑوں گا نہیں۔''وہ لڑکا آگے ۔ ھا تو بیڈ پ بیٹھی عیشا سہم گئی۔

''سفیر۔!''قادر نے اسکو پیچھے سے پکارا۔وہ مڑا۔''اسکوا۔ اہیم نے ریسکیو کیا ہے کل رات۔کیا تم پ گل ہو۔ جو اس طرح شور مچا رہے ہو۔؟''وہ اب سفیر پ اچھا خاصہ دھاڑا۔

''ریسکیو۔؟''سفیر نے آنکھیں چھوٹی کر کے قادر کو دیکھا۔

''اس عمارت میں جو نیلامی چل رہی تھی۔وہیں سے لا ہے وہ اسکو۔''قادر نے سفیر کو بتا۔ تو سفیر نے اچنبھے سے عیشا کو دیکھا۔

''کیا واقعی۔؟''عیشا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا۔

وہ تینوں اب ۔ شتہ کر رہے تھے۔

''تو تمہارا کہنا ہے کہ تمہیں اپنے ۔ کا ایڈ ریس نہیں معلوم۔اور فون وہ اٹھا نہیں رہے۔''سفیر نے کافی کا گھونٹ پ ۔ ہوئے کنفرم کیا۔

''ہمم۔''عیشا نے مایوسی سے اثبات میں سر ہلا د۔

''کوئی بات نہیں۔ ہمارے لئے یہ مشکل کام نہیں ہے۔ ہم تمہارے باپ کو ڈھونڈ لیں گے۔'' سفیر نے دوستانہ انداز میں عیشا کو تسلی دی۔ وہ لوگ گفتگو ختم کرنے کے بعد عیشا کے ساتھ چلے گئے تھے۔ فون نمبر ٹریس کرنے کے بعد وہ لوگ متعلقہ ایڈریس پر پہنچے۔ وہ لوگ ایک پانچ منزلہ عمارت کی تیسری منزل پر کھڑے تھے۔ وہ ایک فلیٹ تھا۔ ڈور بیل تین چار بار دینے کے بعد ایک عورت ادھ کھلی آنکھیں لئے دروازے پر کھڑی تھی۔

''جی۔؟ کیا چاہیئے؟'' اس نے نائٹ سوٹ پہن رکھا تھا۔ قادر نے تو نگاہیں ہی پھیر لیں۔

''کہاں ہیں۔'' عیشا نے فوراً آگے بڑھ کر پوچھا۔

''کون۔۔؟''

''میں غفار کی بیٹی ہوں۔''

''غفار کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔'' اس عورت نے اچنبھے سے عیشا کو دیکھا۔

''تم ہٹو۔'' عیشا نے اس عورت کو دھکا دیا اور اندر چلی آئی۔

''ارے ارے۔ ایسے کیسے۔'' وہ عورت پیچھے ہی چلی آئی۔

''۔۔۔۔ کہاں ہیں آپ؟'' عیشا نے اس چھوٹے سے فلیٹ کے لاونج میں پہنچ کر پکارا۔ قادر اور سفیر دروازے پر ہی تھے۔ ''۔۔!'' عیشا آوازوں کے تعاقب میں لپکی۔

''کون ہے۔؟ کیوں شور مچایا ہوا ہے۔؟'' ایک آدمی کمرے سے برآمد دکھائی دیا۔ وہ ایک وزرادر جن میں ملبوس تھا۔

''۔۔!'' عیشا فوراً جا کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے عیشا کے پیچھے کھڑی عورت کو دیکھا جو کہ اب غصے میں پاگل دکھائی دیتی تھی۔

''دیکھو لڑکی۔'' اس نے عیشا کو الگ کیا۔

''۔۔۔ آپکو۔ پتہ ہے میں نے کل رات بھی آپکو فون کیا تھا۔'' اس نے آپے سے باہر ہوئے بتانا شروع کیا۔

''ایک منٹ۔! تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔'' غفار نے عیشا کے سر پر بم پھوڑا۔

''کک۔ کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟ آپ مذاق کر رہے ہیں۔ ں۔''

''نہیں۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔'' اس نے اس عورت کو یقین دلانا چاہا۔

''۔۔ پلیز۔ ایسا مت کہیں۔ میں آپکی خاطر ماما کو چھوڑ کر آئی ہوں۔ انھوں نے شادی کر لی۔ میں آپ کے پاس آگئی ہوں۔ پلیز۔ مجھے یوں در بدر مت کریں۔''

عیشا نے ڈوبتے دل کو سنبھالا۔

''لڑکی۔ کیوں بار بار چپک رہی ہو۔۔ غفار نے کہہ دیا کہ وہ تمہیں نہیں جانتا تو نہیں جانتا۔'' وہ عورت سامنے آئی اور عیشا کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا۔ وہ لڑکھڑائی۔ جبکہ دروازے میں کھڑے قادر اور سفیر نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ منت سماجت۔ ثبوت۔ قسمیں۔ وعدے۔! کچھ بھی کام نہ آسکا۔ اور اس آدمی نے عیشا کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ وہ روتے تڑپتے بچی۔ قادر نے اپنی گن پر گرفت بنائی سفیر نے اسکو آنکھوں ہی آنکھوں میں وارننگ دی۔

وہ ضبط کر گیا۔ وہ دونوں لاکھ عیشا کو اپنے ساتھ ہی واپس لے گئے۔ وہ سارے راستے آنسو بہاتی رہی۔

رات ہو رہی تھی۔ ابراہیم فارم ہاوس پر پہنچا۔ وہ آکر لاونج میں صوفے پر بیٹھا۔ عیشا سر جھکائے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

''ہمم۔ تو تمہارے باپ نے تمہیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔'' عیشا جواب میں کچھ نہ بولی۔ ''واپس جانا ہے اب تمہیں۔؟'' اس نے عیشا کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہی پوچھا۔ عیشا نے آنسوؤں سے تر چہرہ میں ہلایا۔ ''تو پھر۔؟ یہاں کہاں جاوگی۔؟''

''یہیں رہنے دیں۔'' عیشا نے سر اٹھا کر سماجت کی۔

''لڑکی۔! میں نے کوئی یتیم خانہ نہیں کھول رکھا۔''

''تو پھر کیوں بچا کر لائے مجھے۔ وہیں چھوڑ دیتے۔'' عیشا نے نم آنکھیں لئے کہا۔

''دھماکے میں اڑ جاتی تم۔۔''

''اڑ جانے دیتے۔کم از کم یوں در. رنہ ہوتی۔''

''یہ ایموشنل بلیک میلنگ میرے سامنے نہیں چلنے والی۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''پلیز۔'' عیشا نے پ س جا کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ا. اہیم نے انگارے. سا تی نگاہ اس پ ڈالی تو عیشا نے فورا اسکا ہاتھ چھوڑ دی۔''تعلیم کیا ہے۔؟'' اب کی. راس نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

''مم۔۔ٹ ک ہی کیا تھا ابھی۔''

''اٹھارہ کی عمر میں بس میٹرک۔؟'' اس نے ا۔ تفتیشی نگاہ عیشا پ ڈالی۔

''وہ۔دو. رفیل ہوگئی تھی۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''یعنی میرے کسی کام کی نہیں۔'' وہ کہتا آگے. ٹھنے لگا کہ عیشا نے پھر سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ا. اہیم نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا۔''اپنی لمٹس میں رہو۔''

''آپ نے میری قیمت ادا کی ہے۔''

''اس سوٹ کیس میں رقم نہیں. رود تھا۔''

''ہاں۔؟'' عیشا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''اور میری ٹیم میں. لائقوں کی کوئی جگہ نہیں۔''

''میں. تن دھو سکتی ہوں۔'' عیشا نے فورا آفر کی۔

''مجھے منظور ہے۔؟'' ا۔ تیسری آواز گو ۔ان دونوں نے مڑ کر دیکھا تو کچن کے دروازے میں سفیرا ن پہنے کھڑا تھا۔جس کے ا۔ ہاتھ میں سپنج تھا اور دوسرے ہاتھ میں ا۔ پلیٹ۔جس پ صابن لگا ہوا تھا۔

''میں زموں کے لئے زم نہیں ر ت۔۔''ا. اہیم نے ا۔ نگاہ سفیر پ ڈالی۔

''میں تو بھائی ہوں آپکا۔'' سفیر نے آنکھیں مٹکا ۔ا. اہیم کے ا ب ڈھیلے پ گئے۔

''فائن۔جو جی میں آئے کرو تم لوگ۔'' وہ جھنجلا کر. ہر نکل ۔

''یس۔!'' پیچھے عیشا پ جوش ہوئی۔

''یہ لو۔'' عیشا نے مڑ کر دیکھا تو سفیر اسکو اسپنج اور پلیٹ پکڑا رہا تھا۔''تمہاری ڈیوٹی ابھی سے شروع ہوتی ہے۔'' عیشا نے ا۔ نگاہ سفیر پ ڈالی۔۔ وہ بے بس تھی۔

''ا۔ وقت میں دھو کروں گی اور ا۔ وقت تم۔'' اس نے پلیٹ پکڑتے ہوئے اپنی شرط رکھی۔

''ہم ا۔ وقت ہی کھاتے ہیں۔'' کہتے سفیر نے اپنا ا ن نکال کر بھی اسکو پکڑا دی۔اور خود وہ اٹکیلیاں بھرتا سیڑھیاں پھلا ۔

''افففف۔'' عیشا نے پ وں پٹکے۔

کمرے کا دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ تھا۔اس نے ا. رآتے ہی پہلے میوزن سسٹم آف کیا۔عیشا جو کہ جھوم رہی تھی اچا. رک گئی۔ابھی ت کمرہ ت ر تھا۔

''سفیر کے بچے۔! میوزک آن۔۔'' اسکی آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی. ۔ اسکو ا۔ مظبوط ہاتھ نے کھینچا۔وہ کھنچتی چلی آ رہی تھی۔وہ اسکو لئے سیڑھیاں ا ۔لاونج میں کھڑے قادر نے افسوس سے عیشا کی جا. دیکھا۔اسکا رخ بیسمنٹ کی جا. تھا۔''. . ۔.س۔کیا ہوا۔'' وہ پیچھے ہکلاتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔ا. اہیم نے اسکی کسی. ت کا

جواب دیئے بنا اسٹور یج روم کا دروازہ کھولا۔عیشا کی ہوا اڑ گئیں۔

''چلو۔''اس نے عیشا کو اندر دھکا دے دیا۔

''نن۔نہیں۔۔۔س۔!میرا۔م تو بتا۔'' اس سے پہلے کہ وہ دروازہ لاک کرتا عیشا چیخی۔

''میری بیوی کو تم نے سردی میں واش روم میں بند کیا۔ہمت کیسے ہوئی۔؟''وہ دھاڑا تو عیشا لرز کر رہ گئی۔

''نن۔نہیں۔۔۔س۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔''وہ پپ پر رہی تھی۔خوف سے نہیں بلکہ سردی کی شدت سے۔کیونکہ وہ ایک اسٹور یج روم تھا۔ایک سرد خانہ۔

''ابراہیم گورسی کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوتی لڑکی۔!''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر غرایا۔

''مم۔معاف کر دیں۔''اب کی بار اس نے سماجت کی تھی۔

''کر دوں گا۔چھ گھنٹوں کے بعد۔'' کہتے وہ دروازہ بند کرنے لگا کہ عیشا نے دروازے میں ہاتھ رکھا۔

''۔۔چھ گھنٹے۔؟''

''ہاں۔جس اذیت میں وہ رہی تھی۔اسی میں تم رہو گی۔''

''مم۔وہ بس دو گھنٹے تھے۔'' کہتے ہی عیشا نے زبان دانتوں میں دبائی۔وہ انے میں ہی اعتراف کر چکی تھی۔

''میں دو گھنٹے کر کے سزا دیتا ہوں۔''

''پھر چار گھنٹے ہونی چاہیئے۔''

''دو گھنٹے جھوٹ بولنے کی سزا۔''

''پلیز۔معاف کر دیں۔''اس نے التجا کی۔جبکہ اب وہ دروازہ لاک کر کے جا چکا تھا۔

''کیا۔۔؟''صفا کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔

''ہاں تو اور کیا۔میں جا ہوں کہ وہ چھ گھنٹے میں نے کیسے سروائیو کیا۔میں مرنے ہی والی تھی بس۔۔قادر نے مجھے آ کر بچا لیا۔''عیشا نے ایک گہری سانس خارج کی۔صفا کی آنکھوں میں بس حیرت تھی۔غیر یقینی۔''تمہیں پتہ ہے۔میرے ڈانس نے مجھے بچا لیا اس دن۔''عیشا نے سرگوشی کی تو صفا نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا۔''اپنے جسم کا درجہ حرارت بنائے رکھنے کے لئے میں مسلسل ڈانس کرتی رہی۔۔ہائے اللہ ابھی تک ٹانگوں میں درد ہے۔''عیشا نے ایک ہاتھ سے اپنی ٹانگ کو چھوا۔صفا نے اپنی ہنسی دبائی۔وہ لڑکی بہت عجیب تھی خود پر بیتی بھی کسی ایڈونچر فلم کی طرح سنا رہی تھی۔صفا کو اپنا سارا غم بھولا گیا۔سارے راستے عیشا اسکو اپنی میٹھی دیں سنا سنا کر ہنساتی رہی۔اس نے اپنا ماضی نہیں بتایا کہ وہ کس طرح ابراہیم سے ملی۔

رات کے سائے ہر سو پھیل چکے تھے۔

بیسمنٹ کے باہر آج رش تھا۔گیٹ پار ایک گاڑی آ کر رکی۔ایک آدمی سیاہ ہڈی پہنے گاڑی سے نکلا۔وہ ماسک لگائے اندر داخل ہوا تو گارڈ نے اس سے ٹوکن دکھانے کو کہا۔سیاہ ہڈی والے نے اپنی جیب سے ایک وائٹ نکالا اور ایک ٹوکن نکال کر دکھایا۔گارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ اب آگے چلتا جا رہا تھا۔جیسے جیسے وہ اس احاطے میں داخل ہو رہا تھا ویسے ویسے موت کے سائے قریب ہو رہے تھے۔

''ہٹ جاو۔سامنے سے ہٹ جاو۔''اس سیاہ ہڈی والے نے سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ لوگ ایک آدمی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے چلے آ رہے تھے۔اسکے کپڑے خون سے تر بتر تھے۔وہ اسکو اٹھائے اس سیاہ ہڈی والے کے پاس سے گزرے۔اس زخمی انسان کی ناک،اسکے کانوں اور اسکے منہ سے خون ابل رہا تھا۔اسکو ایک گاڑی میں ڈالا گیا اور وہ لوگ وہاں سے نکل گئے۔وہ ایک کھلاڑی تھا۔جس کی موت قریب ہی تھی۔اس سیاہ ہڈی والے نے سر جھٹکا۔وہ ایک قدم آگے بڑھا کہ اندر سے ایک پھر سے شور اٹھا۔اب کچھ لوگ ایک آدمی کو اٹھائے باہر نکلے جس کی گردن ٹوٹ چکی تھی۔اسکی گردن مڑ کر اسکی کمر سے جا لگی تھی۔اور وہ آدمی یقیناً مر چکا تھا۔اب اس سیاہ ہڈی والے کی

آنکھوں میں شعلے سے جل اٹھے تھے۔

''نہ جانے کون سی مجبوری میں مرنے چلے آتے ہیں۔'' وہ اپنا ماسک در ۔ کرتا ہوا بڑ بڑایا۔

''پیسہ۔!'' ایک آدمی جو اسکے عقب میں کھڑا تھا بولا۔

''پیسہ جان سے بھی عزیز ہوتا ہے۔اور یہ لوگ پیسے کی خاطر مرنے آتے ہیں۔ویسے تم کس کے لئے آئے ہو۔؟'' وہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔جو بس تفریح کی غرض سے آیا ہوا تھا۔وہ سیاہ ہڈی والا خاموشی سے اس ادھیڑ عمر آدمی کو دیکھتا رہا۔پھر اس نے اپنی پی کیپ جو کہ ہڈی کے نیچے سے سر پہ پہن رکھی تھی اسکو زرا سا کھینچ کر خم دیا۔اور اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہاں سے اٹھ کر جانے لگا۔

رات کی تاریکی کئی زندگیوں کو تاریک کر رہی تھی۔

حوریہ کی آنکھ کھلی۔اس نے سب سے پہلے اپنے بائیں جانب بے بی کاٹ میں سوئی ہوئی دینا کو دیکھا۔دینا پرسکون نیند میں تھی۔وہ بڑی خوش نصیب تھی جس کو اس دنیا کا بھیانک روپ نہیں دیکھنا پڑ رہا تھا۔اسکے تو بس محبتیں ہی محبتیں تھیں۔اسکے لئے محبت۔اسکی ماں کی ممتا اور اسکے بھائیوں کا سایہ۔وہ بڑی خوش نصیب تھی۔حوریہ نے اپنے دائیں جانب دیکھا بستر خالی تھا۔وہ اس بستر پہ آیا ہی نہیں تھا۔اسکے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا۔وہ شخص کیوں اسکو آزما رہا تھا۔؟ اسکو ابراہیم سے محبت تھی اور وہ اسی محبت کے ہاتھوں آزمائی جا رہی تھی۔اس کو جو چیز جس قدر عزیز ہوتی ہے وہ اسی شے کے ہاتھوں آزمایا جاتا ہے۔اور حوریہ کو اسکی محبت کے ہاتھوں آزمایا جا رہا تھا۔حوریہ نے خود کو گھسیٹا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔کتنے ہی آنسو تاریکی میں بہہ گئے۔پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ رگڑا۔اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا فون اٹھایا۔اس نے ابراہیم کا نمبر ڈائل کیا اور کال کی۔رنگ جاتی رہی فون اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔حوریہ نے دوسری بار پھر سے کال کی۔اس بار بھی فون نہیں اٹھایا گیا تھا۔حوریہ نے ضبط سے آنکھیں موند لیں اور فون اٹھا کر بیڈ پہ ہی دے دیا۔

''ابراہیم۔!'' وہ ہچکیوں میں رو دی۔''میری محبت کو آزمائش مت بنا۔میں ناکام ہو جاؤں گی۔میری محبت اس لئے کامیاب ہے کیونکہ اس میں آپ ہیں۔آپکی محبت۔۔آپکا ساتھ مجھے کامیاب بناتا ہے۔آپکے دھوکے سے حوریہ بکھر جائے گی۔'' وہ آنکھیں بند کئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس سے غائبانہ مناجات کر رہی تھی۔ساری رات اس تاریک کمرے میں سسکیاں ہچکیاں گونجتی رہی تھیں۔

بیسمنٹ تاریک تھی۔وہاں لوگوں کا ایک ہجوم موجود تھا۔روشنی بس سامنے اونچائی پہ موجود بوکسنگ رنگ میں تھی۔وہ سیاہ ہڈی پہنے ہوئے اندر داخل ہوا۔

''مالک۔!مالک۔!'' ہر سو بس ایک ہی گونج رہا تھا۔ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو رنگ میں ایک نوجوان سا لڑکا تھا۔جو کہ اب کسی کی پیٹھ پہ پٹھ کر بیٹھا تھا۔وہ جنونی معلوم ہوتا تھا۔

''مالک۔!مالک۔!'' کے مسلسل گونج رہے تھے۔اس لڑکے نے مقابل کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچا۔ایک جھٹکا دیا اور اسکی گردن توڑ دی۔پھر وہ اس مردہ کھلاڑی کو چھوڑ کر اسکی کمر پہ ہی کھڑا ہو گیا۔اس نے گوریلا کے انداز میں اپنا سینہ پیٹا۔۔وہ اب لوگوں کو چیلنج کر رہا تھا کہ اور کون ہے جو اسکے سامنے آنے کی ہمت رکھتا ہے۔تو یہی تھا وہ شخص جو مسلسل وہاں لاشیں بچھا رہا تھا۔کوئی بھی کھلاڑی اسکے سامنے ٹک نہیں رہا تھا۔وہ جس کو بھی بوکسنگ میچ سمجھ کر رنگ میں اتارتے تھے وہ ایک ریسلنگ کے خونی کھیل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔اور اگلے ہی پل وہاں ایک لاش بچھ جاتی۔یوں وہ ایک اکھاڑا بن چکا تھا۔اور اسکو نام دیا گیا تھا۔

''رنگ آف ڈیتھ۔''

اس کنٹرول روم میں اس وقت قریباً پانچ لوگ تھے جو عالیشان صوفوں پہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔جبکہ اسسٹنٹ بڈی گارڈز پیچھے کھڑے تھے۔درمیانی نشست پہ شاہ تھا۔جس کے پیچھے مغیث ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔وہ لوگ اس میچ کو دیکھ رہے تھے۔شاہ کے لبوں پہ ایک دلفریب سی مسکراہٹ تھی جبکہ باقی چاروں کے چہروں پہ اب بے چینی اور اضطراب تھا۔

وہ لوگ مسلسل اپنے ماتھوں پہ آیا پسینہ صاف کر رہے تھے۔

انکے سامنے ایک وسیع میز تھی جس پہ پانچ سوٹ کیس کھلے پڑے تھے۔ان پانچوں میں ڈالرز تھے۔کروڑوں ڈالرز۔شاہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم دھنسائے اپنی

کہنیاں اس عالیشان نشست کے کناروں پ ٹکائے ٹ ٹ پ ٹ جمائے بیٹھا تھا۔

اسکی آنکھوں میں الگ ہی چمک تھی۔ فتح کی چمک۔! سامنے سکرین پ چار رنگز تھے۔ جن میں الگ الگ کھلاڑی موجود تھے۔ جو کھلاڑی ان چاروں رنگز کو پ ر کر جا" وہ پھر اس پ نچویں ر ٹ میں ا" تھا۔

اور پ نچواں ر ٹ تھا ر ٹ آف ڈیتھ۔!

اور اس ر ٹ آف ڈیتھ کو اب" کوئی کھلاڑی پ ر نہیں کر پ" تھا یہ چیز ان چاروں لوگوں کو پ یشان کئے ہوئے تھی۔ شانے ننانوے کی سیڑھی پ وہ گ بٹھا رہا تھا جو ان اٹھانوے سیڑھیاں کراس کر کے آنے والوں کو ڈس" تا تھا۔ اب اس سیڑھی پ بیٹھا وہ گ اپنے اگلے شکار کے لئے سینہ پیٹ رہا تھا کہ اچا ٹ ر ٹ آف ڈیتھ ا ھیرے میں ڈوب ٹ ۔ حال میں موجود لوگوں میں بے چینی سی دوڑ گئی۔ ادھر کنٹرول روم میں بیٹھے ان چاروں لوگوں نے ا دوسرے کی جا ٹ دیکھا۔ سکرین کے پ س کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شا کے ماتھے پ چند بل پ گئے۔ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں اچنبھا" تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مغیث کو سامنے آنے کا اشارہ کیا۔

''جی سر۔!'' مغیث سامنے ہاتھ ٹ ھے کھڑا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔؟''

''سر۔ شا۔ الیکٹریسٹی کا مسئلہ بن ٹ ہے میں ابھی دیکھتا ہوں۔''

''کیا واقعی۔؟'' اس نے مغیث کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

''مم۔ مجھے تو یہی لگ رہا ہے سر۔''

'' مجھے کیوں نہیں لگ رہا۔؟''

''سر۔ میں پ کروا" ہوں۔'' مغیث پلٹنے لگا کہ شا نے ہاتھ کے اشارے سے روک دی۔

''انتظار کرو۔'' کہہ کر وہ اپنی نشست کی پشت سے ٹیک لگا ٹ۔

''کک۔ کس چیز کا انتظار سر۔؟''

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔'' وہ ٹیک لگائے آنکھیں مو ٹ ے ہی مسکرا دی۔ جبکہ اب کمرے میں موجود ق لوگ مضطرب تھے۔ آ ٹ یہ ٹ ہو کیا رہا ہے؟ کیا شا کے انتظامات اتنے کچے تھے کہ ر ٹ کی لائ ٹ ہی چلی گئی۔؟ یہ ب ت تو ممکن تھی۔ تو پھر وہ کس چیز کا انتظار کر رہا ہے۔؟ وہ لوگ اپنی اپنی سوچوں میں مگن تھے کہ کنٹرول روم کا دروازہ کھلا تھا۔ شا بند آنکھوں سے مسکرا دی۔

دروازے میں ا لڑکا کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ا لکڑی کا ب کس تھا۔ وہ چلتا ہوا شا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''شا۔ یہ آپ کے لئے۔''

اس نے وہ لکڑی کا ب کس سامنے پڑی میز پ رکھ دی۔

''ہمم۔'' اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ''کھولو اسکو۔'' اس نے اسی حا" میں بیٹھے بیٹھے حکم دی۔ اور وہ لکڑی کا ب کس کھولا ٹ۔ وہاں موجود ہر شخص د ٹ رہ ٹ۔ وہ چاروں لوگ ا دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ا خوش ہو ہے یا صدمے سے مرجا ہے۔ خوش اس لئے کہ جو شخص اب" ا لئے موت بنا ہوا تھا اسکا سر سامنے اس لکڑی کے ڈبے میں پ" تھا۔ اور صدمہ اس لئے کہ جس نے مالک کو مار ڈالا۔ وہ خود کس قدر طاقت ور ہو گا۔ اور تو اور اس شخص نے ا مالک کا سر تحفے میں بھیج دی ہے۔ یعنی اب" ا ا فیصد بھی چا تھے کسی کے ی" کے وہ بھی ختم ہو گئے تھے۔

ا موت کی موت آ گئی تھی۔ وہ موت بھی ا ٹ کامی کے ا ھیرے میں دھکیلنے کے لئے ہی آئی تھی۔

اب ا قہقہ گو تھا اس کمرے میں۔ اور وہ قہقہ شا کا تھا۔

''یعنی وہ آ ٹ ہے۔'' وہ محظوظ سے ا از میں سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''سر یہ ہمارا ٹاپ پلیئر تھا۔'' مغیث نے اس کس میں پڑے سر کو دیکھتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر ٹاپ پلیئر ہوتا تو اسکا سر یوں ہدیے کے طور پر نہ پیش کیا جاتا۔'' وہ محظوظ کن انداز میں اس سر کو دیکھ رہا تھا۔

''سر اب؟ کیا اب آپ خود جائیں گے۔؟'' مغیث کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کھیل کس سمت میں جا رہا ہے۔؟ جبکہ شانے مسکرا کر دور ہ ٹیک لگا دی۔ اب وہ چاروں اسکے جواب کے منتظر تھے۔

''وہ یہاں کسی اور چیز کے لئے آیا ہے۔ اور وہ جس چیز کے لئے آیا ہے وہ اسکو ضرور ملے گی۔'' کہہ کر اس نے دور ہ انہیں ہم دھنسانے کا ارادہ کیا ہے۔!'' کہہ کر اس نے مغیث کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔ ''میری بھی ایک شرط ہے۔! اس سے کہو اگر وہ یہ تلوار اسکا۔ اور اگر میں یہ تلوار لے گیا تو وہ پاکستانی لڑکی میری۔!

اور'' کہتے اس نے ایک بار پھر سے ٹیک لگالی۔ ''اور یہ اسکے لئے اسکو میری جان لینی ہوگی۔'' وہ آنکھیں موند کر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ جبکہ اس کمرے میں موجود باقی لوگوں نے بے یقینی کی سی کیفیت میں اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا۔ جو موت کی بازی لگا رہا تھا۔ وہ بھی اپنی موت کی۔!

ابراہیم کے مینشن کے گیٹ پر اس وقت گارڈ اپنی اپنی ڈیوٹی کر رہے تھے۔ کہ ایک عورت خود کو بڑی سی چادر میں پیک گیٹ تک آئی۔ ایک گارڈ چلتا ہوا اس جانب آیا۔

''کہاں جانا ہے۔؟'' اس نے اس عورت کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔

''مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔''

'' اس وقت۔؟''

''ہاں۔ مجھے فارمیسی تک جانا ہے۔''

''لاؤ۔ میں لا دیتا ہوں کیا لانا ہے۔'' گارڈ نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔

''نن۔ نہیں۔ مجھے اپنی شوگر بھی چیک کروانی ہوگی۔ پھر ہی دوا لوں گی۔''

''تو پھر اسپتال چلو۔ میں لے چلتا ہوں۔'' گارڈ اپنی بات پر قائم تھا۔ زہرہ نے ایک پل کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر حامی بھر لی وہ اسکو لئے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ لوگ کچھ دیر بعد ایک قریبی اسپتال میں پہنچے۔ زہرا نے اپنا شوگر ٹیسٹ کروایا۔ رپورٹ کو آنے میں تیس منٹ باقی تھے۔ گارڈ اسکے ساتھ ہی ویٹنگ میں بیٹھا رہا۔

ڈیتھ آف رو دور روشن ہوا۔ اس رو میں دو لوگ موجود تھے۔ چہرے پر ماسک۔! بس دکھائی دیتی تھیں تو آنکھیں۔ ایک جانب شربتی آنکھوں میں جلال تھا۔ تو دوسری جانب تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں چیلنج تھا۔ حال میں اب سناٹا تھا۔ وہ دونوں اپنے اپنے بلٹ پروف گلوز پہنے ہوئے تھے۔ شانے ایک پل کے لئے ابراہیم کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر وہ مسکرا دیا۔ ماسک کے پیچھے آتی اسکی آنکھیں روشن ہو گئیں تھیں۔ ان آنکھوں میں عجیب کشش تھی۔ وہ کچھ جتا رہا تھا۔ جبکہ شربتی آنکھوں میں جلتے شعلوں میں اضافہ ہوا تھا۔

''عورتوں پر شرط لگانا بے غیرتی کی علامت ہے۔'' ابراہیم نے دونوں ہاتھوں کے مکے بنا کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ سامنے والا شخص بس ہنستا رہا۔''

ابراہیم گورسی اپنے گھر کی عورتوں کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔'' اس نے ایک ہاتھ سے اپنا ماسک درست کیا۔ شانا کچھ پل کے لئے اسکی شربتی آنکھوں میں جلتے شعلے دیکھتا رہا۔ اسکو وہ شعلے بہت پسند تھے۔

''ایسا کہوں۔؟'' اس نے بالآخر اپنی گمبھیر آواز میں کہا تو حال میں موت کے جیسی خاموشی چھا گئی۔ ''تم جیسے مجاہد ہم جیسے سر پھروں کے راستے میں آکر اپنی قیمتی جانیں ضائع نہیں کروایا کرتے۔'' شربتی آنکھوں کے شعلوں میں کمی آئی تھی۔ وہ محظوظ ہوا تھا۔

''اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر اس رو میں شانے کو اسکی سلطنت کون سنبھالے گا۔؟ تمہارا تو کوئی بیٹا بھی نہیں ہے۔''

کہہ کر وہ سر کو خم دے کر ہنس دیا تھا جبکہ مقابل کی آنکھیں ایک بار پھر سے دہکنے لگی تھیں۔ ان میں چمک تھی۔ وہ چمک جو تلوار پر سورج کی روشنی پڑنے سے پیدا ہوتی

ہیشر بتی آنکھیں مسکرا تھیں۔یعنی وار کارا تھا۔اب کی ر جواب دینے کی بجائے شانے ا یہ مکا۔ اہیم کے چہرے پ رسید کیا تھا۔حملہ غیر متوقع تھا۔ پھر بھی ضائع ہو ی ۔ا۔ اہیم نے دا جا۔ سر کو خم دیا اور قہقہ لگا کر ہنس دیا۔

حال میں اب بے چینی سی تھی۔شا کا وار مس ہو ی تھا۔یہ ا غیر یقینی کی سی صورتحال تھی۔ایسا تو نہیں ہوا تھا کبھی۔

شانے جبڑے بھینچ لئے۔

''بیٹوں پ تکبر کر جاہل عربوں کا پیشہ تھا۔''ا۔ اہیم کا قہقہ تھم ی۔اس نے ا پل کے لئے سامنے دیکھا۔اور ا مکا شا کے منہ پ سا۔وہ جو اس سے جواب کی امید کر رہا تھا۔سنبھل نہ پا اور مکا سیدھا شا کے دا گال پ لگا۔

حال میں سناٹ تھا۔موت کا سا سناٹ ۔ا۔ اہیم سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔

''تمہاری اصلاح کرنی تھی۔دراصل۔تکبر اور مان کے نٹ ا ر سی لکیر ہوتی ہے۔''شا جو کہ اپنے منہ پ ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔کہ ا اور مکا اسکے گال پ سا۔''اور مجھے مان ہے اپنے بیٹوں پ''ا۔ اہیم ا مکا سا کر کہتا پیچھے ہٹ ی۔

شانے ا پل کے لئے سامنے کھڑے ا۔ اہیم کو دیکھا۔وہ ا۔ اہیم الگ تھا۔وہ اس ا۔ اہیم سے الگ تھا جس نے اسکو روڈ کے نٹ و نٹ موت کے منہ سے بچا لیا تھا۔یہ ا۔ اہیم اسکو موت کے حوالے کرنے آیا تھا۔بہت کچھ آ کر اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا۔ا پل سا آ کر ر ی۔ا لمحہ۔ا لمحے میں سارا ماضی کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔

وہ لوگ سینائی کے اس پولیس اسٹیشن پ موجود تھے۔ا۔ اہیم حسن کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔جبکہ حسن خاموش تھا۔ لکل خاموش۔!اسکو بس یہ دتھا کہ آج اسکے ماں ۔پ کے قتل کا آ ی گواہ بھی مر ی۔وہ اپنے ماں ۔پ کو ا ف نہ دلا سکا۔بس یہی ۔ت حسن کے دل کو ٹکڑوں میں تقسیم کیے جا رہی تھی۔اس نے دفعتا دن موڑ کر ا۔ اہیم کو دیکھا جو کہ ملتجی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔

''دھوکہ۔!تم نے بھی دھوکہ دیا۔ا۔ اہیم گورسی دھوکہ دے دیا تم نے۔''حسن نے تنے جبڑوں سے سرگوشی کی۔

''میں نے کچھ نہیں کیا حسن۔!پلیز۔تم میری ۔ت کا یقین کیوں نہیں کرتے۔؟''ا۔ اہیم نے ا ۔ر پھر سے التجا کی۔

ان کو وہاں بیٹھے تین گھنٹے ہو گئے تھے۔وہ لوگ خاموش بیٹھے رہے تھے۔بس وقفت وقفے سے حسن ا۔ اہیم پ ا قہر بھری نگاہ۔ سا دیتا تھا اور ا۔ اہیم آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی صفائی دینا شروع ہو جا ۔

''حسن۔!'' ۔ نے چو۔ کر دیکھا تو رحمان کرداوی پولیس اسٹیشن کے دروازے میں کھڑے تھے۔سارا اسٹاف ا دیکھ کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ا گارڈ زا پیچھے تھے کہ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے ۔ کو روک دیا۔

اور خود چلتے ہوئے حسن کے پ پہنچے۔حسن۔ چاہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔''کیا ہوا ہے حسن۔؟ کیا تم ٹھیک ہو۔؟''وہ اسکو دونوں ۔ زووں سے تھامے کھڑے تھے۔

''سر یہ ٹھیک ہیں۔ وہ آدمی۔''پولیس آفیسر کہتے کہتے خاموش ہو ی۔

''آفیسر کیا میں اپنے بھتیجے کو لے کر جا سکتا ہوں۔؟''انھوں نے ا جتاتی نگاہ آفیسر پ ڈالی۔

''جی سر۔یہاں سائن کر دیں۔''اس نے ا فائل سامنے کی۔ا۔ اہیم ٹ سا ان لوگوں کو دیکھے ی۔تو کیا طاقت ور کے لئے یہ ۔ اتنا آسان تھا؟ کیا۔م کرنے کے بعد بس چند گھنٹے اسٹیشن پ ٹ ارنے پڑتے ہیں؟ ہاں۔اس وقت ۔ ملک کا سر۔اہ آپ کا چچا۔ پ ہو۔انھوں نے کھڑے کھڑے ہی سائن کر دیئے۔

''چلو حسن۔!''وہ اسکا ہاتھ پکڑے اسکو وہاں سے لے گئے۔ا۔ اہیم بھی پیچھے ہی چل دیا۔وہ لوگ سارے راستے خاموش رہے تھے۔

اگلے دن یونیورسٹی میں ا۔ اہیم اور ضرار کیفے ٹیریا میں تھے کہ حسن چلتا ہوا جا ۔ آ ۔ا۔ اہیم نے آنکھیں سکیڑ کر حسن کو دیکھا۔وہ چلتا ہوا آ کر ا ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ ی۔ا۔ اہیم اور ضرار ا دوسرے کے ۔ا۔ بیٹھے تھے جبکہ حسن ا سامنے۔

''کیسے ہو دو ت ،۔؟''حسن نے جتاتی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔ا. اہیم. ی طرح ٹ ۔ا۔وہ یہاں کیا کرنے آ تھا۔؟اور کیا اس نے ا. اہیم کی. ت پ یقین کر لیا۔؟ ہزاروں سوال جواب صرف سامنے بیٹھا شخص دے سکتا تھا۔

''یہاں کیا کرنے آئے ہو۔؟''. لآ ا. اہیم نے پوچھا۔

''پ ھنے۔'' لفظی جواب دیتے ہوئے اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''تم یہاں نہیں پ ھتے۔''ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔

''اب سے پ ھتا ہوں۔''اس نے محظوظ ہوتے ہوئے ا. اہیم کے چہرے کے ت ات دیکھے تھے۔

''کس مقصد سے آئے ہو۔؟''ا. اہیم کو اسکا ا از کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔وہ چند قاتوں میں ہی حسن کو پہچان ے تھا۔وہ کوئی کام بھی بنا کسی مقصد کے نہیں کر تا تھا۔اور اس یونیورسٹی میں داخلہ ے کے پیچھے یقیناً کوئی وجہ تھی۔

''کم آن۔اتنا مت سوچو گورسی۔!میں بس یہاں پ ھنے ہی آ ہوں۔اور ا تمہیں فکر ہے کہ تم سے ز دہ ہینڈسم بندہ یونیورسٹی میں آ ے ہے اور تمہارا چارم ختم ہو جائے گا۔تو ہاں۔تم اس. ت کی فکر کرو۔''وہ ت چھا سا مسکرا دے۔ا. اہیم نے سامنے پڑے کافی کے پ پ فت. ٹھا دی۔''ا یہ نہیں پینی تو مجھے دے دو۔''حسن نے ا. اہیم کے ہاتھ سے وہ پ چھین لیا۔ا. اہیم تنے جبڑوں سے اسکو دیکھے ے۔حسن نے کافی کا ا سپ لیا۔اور پ واپس میز پ رکھ دی۔''ویسے تو کسی کا جھوٹ میں نہیں کھا ت ۔'' کہتے وہ کرسی سے ٹیک لگا ے۔''تمہاری. ت الگ ہے۔بھائی۔!''آ ی لفظ اس نے کھینچ کر ا. اہیم کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر کہا تھا۔بہت کچھ تھا اس میں۔وہ جو بھی تھا خطر ک تھا۔اس ا نے ا. اہیم کو چوکنا کر دیا تھا کہ سامنے بیٹھے شخص کی در نہیں ہے۔

دن ر تے چلے گئے۔دن. ن ا. اہیم اور حسن کے ن کی خار میں اضافہ ہی ہوا تھا۔حسن . کے سامنے ظاہر کر تا کہ اس سے. ٹ ا. اہیم کا ہمدرد ت اور اٹ مائیر کوئی نہیں ہے یہ صرف ا. اہیم ہی جا تھا کہ حسن کے دل میں اب اسکا مقام. ل چکا تھا۔وہ آنکھیں پ ھنا جا تھا اور اس نے حسن کی آنکھیں پ ھ لیں تھیں۔اور ان آنکھوں میں بس وارننگ تھی۔

اس دن وہ لوگ یوں ہی لان میں ا ے وپ کی شکل میں کھڑے تھے۔ا. اہیم،حوریہ،ضرار اور چند ا اور اسٹوڈنٹس تھے۔

''اس و ی اینڈ کیا پلین ہے۔؟''ضرار نے دفعتا ا. اہیم سے پوچھا۔وہ جو اپنے مو ئل میں کچھ ٹ پ کر رہا تھا اچا ٹ متوجہ ہوا۔حوریہ اسکے. ا. ہی کھڑی تھی۔

''ہاں۔؟کیا پلین ہو ہے۔ایگزامز کی تیاری کریں گے اور کیا کر ہے۔''اس نے مو ئل. . . میں رکھا۔

''وہ تو ہوتی رہے گی۔میرا ارادہ تھا اس و ی اینڈ کوئی اٹ ونچر کریں۔''ضرار پ جوش سا تھا۔

''میرے بھائی ہمارے ماں. پ نے فیس بھر کے ہمیں یہاں پ ھنے بھیجا ہے فالتو کے اٹ ونچر کرنے نہیں۔''ا. اہیم نے فورا ضرار کو ی دلا ی۔حوریہ نے مسکرا کر ا. اہیم کی جا . دیکھا۔''اب تمہیں کیا ہو ے۔؟''ا. اہیم فورا حوریہ کی جا . متوجہ ہوا۔وہ فورا سرخ ہوتے گال لئے رخ پھیر گئی۔

''کچھ بھی تو نہیں۔''اس نے مسکراہٹ د ئی۔

''بھائی۔بھابھی سوچ رہی ہوگی۔ہائے میرا ہونے والا شوہر کتنا ز مہ دار ہے اور کیا۔؟''ضرار نے قہقہ لگا ی تو حوریہ کے گال سرخ ہوئے۔

''بکواس بند کرو تم اپنی۔''ا. اہیم کو پسند نہیں تھا کہ کوئی اسکو اور حوریہ کو لے کر یوں قہقہے لگائے۔

''اوکے۔چلو اب بتاؤ کیا پلین ہے۔''ضرار فورا شر مندہ ہوا۔

''پلین پیسے والوں کے پ س ہوتے ہیں۔اس لئے تم لوگ مجھ سے پوچھا کرو پلیز۔''ا عقب سے ا آواز آئی تو . نے مڑ کر دیکھا۔حسن اینٹرینس ڈوم کے سامنے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پ سکون سے ت ات لئے کھڑا تھا۔اس نے اپنی. سی ا رکو اسکو گلے میں . ھ رکھا تھا۔اس کی موجودگی میں . کو بلاوجہ ہی احساس کمتری ہونے لگتا تھا۔ ا. اہیم کا بس خون کھول اٹھتا تھا۔اور آج تو وہ اپنے پیسوں پ بھی غرور کر رہا تھا۔ا. اہیم کا دل کیا اسکا منہ توڑ دے۔ وہ ضبط کئے کھڑا رہا۔

'' بھائی یہ غریبوں کی محفل ہے۔اس لئے پلیز بھی غریبوں کے ہی ہوں گے۔''ضرار نے اپنی ٹ سنس چھپاتے ہوئے حسن کو جواب دے۔تو وہ سر جھکا کر ہنس دے۔وہ

کچھ دیر وہاں کھڑا ہنستا رہا اور پھر چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

''تو کیوں نہ مجھے ایسے موقعے پر مہمان نوازی کا موقع دے کر دیکھو۔'' حسن نے ابیہم پر ڈالی جو کہ اب مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔

''نہیں۔ہم ٹھیک ہیں۔'' ابیہم نے فوراً انکار کر دیا۔

''میں سوچ رہا تھا ہم اس ویک اینڈ پر کے لئے چلیں۔'' حسن نے ضرار کی جانب دیکھا جو کہ ستا نگاہوں سے حسن کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''ارے واہ۔کیا پلین ہے۔'' ضرار کے ساتھ لڑکا کھڑا بولا۔ابیہم نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

'' بھائی ہمارے پاس تو پیسے ہی نہیں ہے۔'' دوسرے لڑکے نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تو حسن قہقہ لگا کر ہنس دیا۔

''حمار۔!'' ابیہم بڑبڑایا۔

''ابیہم۔!'' حوریہ نے اسکو فوراً ٹوکا۔

''مہمان نوازی کا مطلب نہیں سمجھے۔؟'' حسن نے ہنستے ہوئے اس لڑکے سے سوال کیا۔اس نے بے چارگی سے میں سر ہلا دیا۔''اسکا مطلب ہے کہ یہ پیسے ر میری طرف سے۔گاڑیاں بھی میری۔یہ بھی میرا۔اور پرٹی بھی میری۔'' حسن نے کہتے ہوئے ابیہم کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ لیں۔

''تھینکس۔نو تھینکس۔'' ابیہم کہتے ہوئے پلٹا۔

''یہ کہو ں کہ پیسے کی بھی نہیں آتی۔افف۔یہ غربت۔'' حسن نے افسوس بھری نگاہ ابیہم کی پشت پر ڈالی۔ابیہم کے قدم وہیں رک گئے۔ وہ پلٹا۔اور چلتا ہوا حسن کے پاس آیا۔وہ اب عین حسن کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہاں اب ایک الگ ہی تناؤ تھا۔

''مجھے خوشی ہوگی قاہرہ یونیورسٹی کے سے ہونہار اور ہینڈسم اسٹوڈنٹ کی مہمان نوازی کرتے ہوئے۔'' حسن نے آنکھیں مٹکا ۔''اٹس این آنر فار می۔سر یئسلی بھائی۔۔!'' اب کی بار پھر سے اس نے بھائی لفظ کو کھینچ کر لمبا کیا تھا۔

''اپنے باپ کے پیسے پہ عیش کرنا سمجھ آتا ہے۔ چچا کی دولت پہ۔؟ یہ سمجھ سے باہر ہے۔'' ابیہم نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔ایک پل کے لئے حسن کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ پھر وہ تیکھا سا مسکرایا۔

''باپ ہو یا چچا۔!مال تو خاندانی ہی ہے۔'' وہ اپنا کالر جھاڑ کر اپنا قدم پیچھے ہٹا۔

''کاش مال کے بجائے ان خاندانی ہوتے۔'' ابیہم کہتے وہاں سے پلٹا۔حسن نے مٹھیاں بھینچ لیں۔حوریہ کبھی حسن کا منہ تو کبھی ابیہم کو۔

''سیدھی طرح کہو ہارنے سے ڈر لگتا ہے۔'' پیچھے سے حسن نے ایک جملہ کسا تو ابیہم کے قدم سست ہوئے۔پھر وہ رکا۔ پلٹا نہیں۔

''اگر تم ہار گئے تو دو ماہ اس یونیورسٹی میں اپنی شکل مت دکھانا۔'' کہہ کر ابیہم تیز تیز قدم اٹھاتا گیٹ کی جانب بڑھا۔حوریہ پیچھے ہی لپکنے لگی کہ حسن نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔اور اسے کھینچتا ہوا لائبریری کی جانب لے گیا۔

''حسن۔!کیا تمیزی ہے یہ۔؟'' وہ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔لائبریری کی سیڑھیوں پر آ کر بلآخر حوریہ نے ہاتھ چھڑوایا۔''کیوں تماشہ بنا رہے ہو میرا۔؟'' حوریہ نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑواتے ہوئے حسن کو جھڑکا۔

اس نے ریلنگ پر مکا دے مارا۔

''تم۔تم اس سے دور رہو۔سمجھی تم۔؟'' حسن نے اپنے لبوں کو مٹھیوں میں جکڑے ہی جواب دیا۔لائبریری کے سامنے سے گزرتے چند لوگوں نے رک کر ان دونوں کو دیکھا۔وہ یہ کنفرم کر رہے تھے کہ حوریہ کہیں مشکل میں تو نہیں۔؟ کہیں وہ لڑکا جو اسکے ساتھ کھڑا ہے وہ اسکو ہراس تو نہیں کر رہا۔ حوریہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے ایک مسکراہٹ کے ساتھ سب کو اشارہ کیا وہ ٹھیک ہے۔اور وہ دونوں بس بات کر رہے ہیں۔

''حسن یہاں آج میں نے اپنی پہچان چھپا کر رکھی ہے۔ مجھے لگتا ہے تم دو دن کے اندر ہی میرا راز کھول کر رکھ دو گے۔'' وہ جبڑے بھینچے ہی غرائی۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔تو وہ پھر میں۔'' حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فیصلہ مانگا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے حسن۔؟ تم دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں ہے۔''

''ہے۔ ہے مقابلہ۔! بس آج کے بعد تم مجھے اسکے ساتھ نہ آو۔''

''ہم دونوں شادی کرنے والے ہیں۔'' حوریہ نے فیصلہ کن ا ٔ از میں جتایا۔

''شادی مائی فٹ۔! میں بھی دیکھتا ہوں کیسے کرتا ہے وہ تم سے شادی۔''

''حسن۔ میری ب ت سنو۔! آ ٔ کس ب ت کا غصہ ہے تمہیں۔؟ کیوں کر رہے ہو یہ ب ۔؟'' حوریہ کو اسکا رویہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''بس۔! میں نے کہہ دیا تم اس سے دور رہو گی تو رہو گی۔''

''حسن۔! میرے ب پ مت بنو۔!'' اب کی ب ر حوریہ کی ہمت جواب دے گئی تھی۔

حسن ڈ ٹ ۔'' کیا انکل جا ہیں۔؟''

''ہاں۔ ۔ ۔ جا ہیں۔ اور ا ب اہیم ان سے مل چکا ہے۔ ہم لوگ اس َ میوں کی چھٹیوں میں ہی شادی کر رہے ہیں۔'' حوریہ نے اٹل لہجے میں اسکو آ گاہ کیا۔

'' کر رہے تھے۔'' حسن ا ٔ ِ قدم آگے ب ڑھا۔ حوریہ کو اس سے خوف محسوس ہوا۔

''حسن۔! تم میرے بھائی ہو۔'' حوریہ کی آنکھوں میں نمی ا ٓ ی۔

''تو کیا بھائی ہونے کے ن طے میں تم سے اتنی سی ب ت نہیں منوا سکتا۔؟'' وہ الٹا سوال کر رہا تھا۔

''حسن اب یہ فضول بحث ہے۔ تم پلیز۔ جاو یہاں سے۔''

''کیا تم بھی چاہتی ہو کہ میں جاوں۔؟'' حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تو حوریہ نگاہیں پھیر گئی۔

''ہاں۔! تم واپس چلے جاو۔'' حوریہ کا جواب آ ٔ ِ تو حسن کا دل نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تھا۔ کیا وہ بھی اس سے ت کرنے لگی تھی۔؟ کیا اسکا اب مصر میں کوئی اپنا نہیں رہ َ ِ تھا۔؟ اسکے چچا نے اسکے ماں ب پ کو مار ڈالا۔ اب فقط حوریہ تھی جو اسکے پ اس ا ٓ ِ ی رشتہ تھا۔ اور آج اس نے بھی منہ پھیر لیا تھا۔

''فائن۔!'' وہ بولا تو اسکی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ حوریہ کے کلیجے کو ہاتھ پ ڑا۔

''حسن۔! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ فورا حسن کے قر ب ہوئی۔ وہ ا ٔ ِ قدم پیچھے ہٹا اور ہاتھ کے اشارے سے اسکو دور رہنے کا کہا۔ ''حسن۔! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ کہتی رہ گئی جبکہ وہ وہاں سے سیڑھیاں ا ٓ اور تیز تیز قدم اٹھا ت یونیورسٹی سے ن ِ َ ۔ پیچھے حوریہ بھیگی پلکیں لئے کھڑی رہی۔

ا ٓ اہیم کی فجر کی آذان کے ساتھ ہی آ ٓ کھل گئی تھی۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ ان لوگوں نے کوارٹ تبدیل کر لیا تھا۔ امو کے کوارٹ کو اس نے ا ٔ ِ اور اور جگہ کرائے پ ڑ ھا کر اسکی مالیت کو صدقہ جاریہ کے کاموں میں لگا د ِ تھا۔ وہ بھی ا ٔ ِ تین منزلہ عمارت تھی۔ وہ کافی بہتر حا ت میں تھی۔ تیسرا فلور ا ٓ اہیم اور ضرار کا تھا۔ وہ اٹھا وضو کیا۔ ز ا ٓ ا کی۔ اور آ ٓ کر اپنی ب لکونی میں کھڑا ہو َ ۔ تنگ گلیوں میں اب ز ن گی رواں ہونے لگی تھی۔ لوگ مسا ب میں جا رہے تھے۔ بچے مدارس میں جا رہے تھے۔ ا ٓ اہیم کچھ د ِ وہیں کھڑا رہا۔

''یہ لو چائے۔۔'' اس نے مڑ کر دیکھا تو ضرار دونوں ہاتھوں میں ا ٔ ِ ا ٔ ِ پ چائے لئے کھڑا تھا۔ اس نے ا ٔ ِ پ ا ٓ اہیم کی جا ب ڑھا د ِ ۔

''کیوں شادی شدہ والی فیلنگ دے رہے ہو۔؟'' ا ٓ اہیم نے مسکرا کر پ پکڑ لیا۔ اور رگھو ڈ گھو ڈ پ ِ نے لگا۔ وہ دونوں وہیں کھڑے تھے۔

'' ب ت کر رہے ہو شادی۔؟'' ضرار نے ا ٔ ِ گھو ڈ چائے کا بھر کر پوچھا۔

''ہمم۔ ان َ میوں میں۔''

'' تم ابھی خود تعلیم حاصل کر رہے ہو۔؟ کیا کرو گے کہاں رکھو گے اسکو۔؟ کیا اتنی جلدی ہے تمہیں شادی کی۔؟'' ضرار نے حیران ہوتے ہوئے اسکو دیکھا۔

''حوریہ کو ہے۔ اسکو لگتا ہے اَ میں پ کستان َ ِ تو میں ِ تو اسکو بھول جاوں گا ِ پھر وہاں میں شادی کر لوں گا۔'' ا ٓ اہیم سر جھکائے ہنس د ِ ۔

''اتنی بے اعتباری ہے اسکو۔؟'' ضرار کو افسوس ہوا۔

''بے اعتباری۔؟''ا. اہیم نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''ہاں۔!اَ وہ محبت کرتی ہے تو بھروسہ رکھنا چاہیے اسکو۔''

''ہمم۔''ا. اہیم ا. وسکیٹر کر نیچے گلی میں دیکھنے لگا۔وہ خاموش ہوَ ۔ تھا۔کیا واقعی حوریہ کو اس پ اعتبار نہیں تھا۔؟ پھر اس نے سر جھٹکا۔''وہ دراصل بہت محبت کرتی ہے۔شا۔ اسی لئے پوزیسو ہو رہی ہے۔''ا. اہیم نے َ دن موڑ کر ضرار کو صفائی دی۔ ۔ پھر خود کو یقین دلا ۔

''خیر۔!جو بھی ہے۔تم بہتر جا ہو کہ تم کیا کر رہے ہو۔''ضرار نے کندھے اچکا دیے۔ا. اہیم نے ا۔ اور گھونٹ چائے کا لیا۔

''ا۔ کمپنی انٹرن ش پ آفر کر رہی ہے۔''وہ روڈ پ نگاہیں جمائے بولا۔

''واہ۔ تم نے بتا نہیں۔؟مبارک ہو ر۔''ضرار نے اسکے کندھے پ تھپکی دی۔

''ہمم۔ ۔!''کہتے کہتے وہ خاموش ہوَ ۔

'' کیا۔؟''

''ان لوگوں کے کچھ مقاصد ہیں۔''

''کیا مطلب کیسے مقاصد۔؟ا. اہیم تم کسی غلط کام میں مت پ جا۔''ضرار کو اب اسکی فکر ہوئی تھی۔

''نہیں مقصد غلط نہیں ہے۔۔''اس نے ا۔ گہری سانس خارج کی۔

''تو پھر۔؟''

''تو یہ کہ۔!''اس سے پہلے وہ کچھ بولتا ا فلیٹ کے سامنے روڈ پ ا۔ گاڑی آ کر رکی۔ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑ کر اس گاڑی کو دیکھا۔اس میں سے ا۔ لڑکا۔نکلا۔ اس نے گاڑی کے بو ٹ کے ساتھ ٹیک لگائی۔اور ہاتھ ہلا کو ان دونوں کو اشارہ کیا۔

''یہ آ۔ حسن کیا چاہتا ہے تم سے۔؟ مجھے اسکا رویہ سمجھ نہیں آ ۔''ضرار نے ا۔ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے حسن کو دیکھا۔ا. اہیم کا چہرہ ۔ چکا تھا۔

''جو بھی چاہتا ہے۔آج کے بعد یہ دکھائی نہیں دے گا۔''ا. اہیم وہیں سے پیچھے پلٹا۔اس نے اوپن کچن کے سنک میں پ پٹکا۔اور اپنا کوٹ اٹھا ۔ سیڑھیاں ا ۔ ۔اور ضرار وہیں ۔ لکونی میں کھڑا دیکھتا رہا۔حسن نے ہاتھ سے ضرار کو بھی آنے کا اشارہ کیا۔ضرار نے ا۔ اسکو دیکھا اور وہ بھی سیڑھیاں ا ۔ ۔

دوپہر ہو رہی تھی۔فرافرہ کے سفید صحرا میں ا۔ گاڑی آ کر رکی۔اس میں سے ا۔ لڑکی نکلی۔عبا۔ پہنے اور سر پ سکارف کی بجائے عربی امامہ ۔ ھ رکھا تھا۔ ۔ل اسکے بندھے ہوئے تھے۔اس لئے امامہ ۔ لکل حجاب کی طرح اسکے سر کو ڈھا ۔ پ رہا تھا۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو۔؟''ا. اہیم ا۔ ۔ ۔ میں اس ۔ پہنچا۔وہ جو ابھی گاڑی سے نکلی ہی تھی ٹھٹکی۔

''کیا ہوا۔؟ مجھے حسن نے انوائیٹ کیا ہے۔؟''حوریہ نے حیرت سے اسکے پیچھے کھڑے حسن ضرار اور دو اور لڑکوں کو دیکھا۔

''کیا تمہارا آ۔ ضروری تھا۔؟تمہیں نہیں پتہ یہاں بس ہم مرد ہیں۔؟''وہ اپنی شعلہ اگلتی آنکھیں لئے اس پ دبے دبے غصے میں َ جا۔

''کم آن۔ یہاں ان مردوں میں ا۔ میرا بھائی ہے۔اور ا۔ میرا منگیتر۔!تو کیا یہ دو مرد کافی نہیں ہیں میری حفاظت کے لئے۔؟''اس نے اپنی سیاہ آنکھیں مٹکا ۔ تو ا. اہیم کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ َ ۔وہ کیسے بھول جا ۔ تھا کہ وہ حوریہ رحمان ہے۔وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔وہ یقیناً اپنی محافظ خود تھی۔ پھر بھی وہ دو مردوں کو اپنا مان سو ۔ گئی تھی۔ا. اہیم نے آنکھیں بند کر کے کھول دیں۔

''فائن۔!چلو۔''کہتے وہ آگے آگے چلنے لگا۔جبکہ حوریہ نے سر جھٹکا اور اسکے پیچھے چل دی۔کچھ فاصلے پ پنج ۔ تن کھڑیں تھیں۔حسن ضرار اور وہ دو لڑکے وہیں تھے۔

''ویلکم ۔ اختی۔!''حسن نے مسکرا کر حوریہ کو خوش آمد ۔ کہا۔

''پہلے ڈیسائیڈ کر لو کہ عربی بولنی ہے ۔ انگر ۔ ی۔''حوریہ نے ان ۔ کو خوشگوار سے موڈ میں دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔اسکے سارے ا۔ شے ختم ہو گئے۔

''چلیں بھائی۔ہم بہت ایکسائیٹڈ ہیں۔'' عادل اور عبداللہ یک زبان ہوکر بولے۔حسن نے ایک نگاہ ان دونوں پر ڈالی۔پھر وہ مسکرا کر اپنی جیپ کی جانب بڑھ گیا۔

''شرط دے ہے تمہیں۔؟'' پیچھے سے ابراہیم کی آواز گونجی تو حسن کے قدم تھمے۔ وہ پلٹا نہیں۔

''دے دی ہے۔'' اس نے سخت تاثرات لئے کہا اور اپنی جیپ میں سوار ہوگیا۔

''کیسی شرط ابراہیم۔؟'' حوریہ کا دل بیٹھا جارہا تھا۔

''اگر میں جیت گیا تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلی جائے گا۔دوبارہ مجھے اپنی شکل نہیں دکھائے گا۔'' حوریہ کا دل ڈوب کے ابھرا۔

''یہ کیسی شرط ہوئی۔؟ آپ دونوں کا مسئلہ کیا ہے۔؟ کیوں ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے آپ لوگ۔؟ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی آپ دونوں کی قابلیت کیسے ہوئی آخر۔؟'' حوریہ سر پیٹ کر رہ گئی۔اسکے دو عزیز رشتے ایک دوسرے کے مقابل آگئے تھے۔اور حوریہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں کھونا چاہتی تھی۔

''قابلیت جیسے بھی ہوگئی۔ الوداع یہ آج ہی کہے گا۔'' کہتے ابراہیم نے اپنے سر پر کیفیہ جھاڑا۔

''اور اگر وہ جیت گیا تو۔؟'' حوریہ نے ڈولتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''اسکو میں جیتنے ہی نہیں دوں گا۔'' وہ مسکرایا۔

''پھر بھی اگر وہ جیت گیا تو۔؟'' حوریہ اپنے سوال پر قائم تھی۔ابراہیم جھک کر حوریہ کے قریب ہوا۔حوریہ نے پلکیں جھپکیں۔اور پھر ایک سرگوشی گونجی۔

''تو پھر میں تمہیں ہار جاوں گا۔' کہتے وہ پیچھے ہٹا۔حوریہ کا منہ پورا کھل گیا۔''ڈونٹ وری۔۔!ابراہیم گورسی اپنی عورت کو کسی قیمت پر نہیں ہارتا۔'' کہہ کر اس نے ایک آواز دی اور اپنی جیپ میں سوار ہوگیا۔حوریہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ششدر۔!ان چونے کی سفید تراشی گئی چٹانوں کی طرح جو اس وسیع وعریض سفید ریت کے صحرا میں کھڑیں تھیں۔بنا کسی سہارے اور آسرے کے۔

''اس دن بھی اپنی عورت کو نہیں ہارا تھا۔آج بھی نہیں ہاروں گا۔'' ایک اور مکاشا کے چہرے پر رسید ہوا تھا۔

وہ ہل کر رہ گیا۔مکے سے نہیں۔۔اسکی بات سے۔!

وہ لڑکھڑایا۔اور دو قدم پیچھے ہٹا۔اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔اسکو لگا اسکو سننے میں غلطی ہوئی ہے۔نہیں وہ کیسے غلط ہوسکتا تھا۔؟اب سامنے والے میں اپنا ماسک ہٹادیا۔اسکی آنکھوں میں حقارت تھی۔

''کیا لگا تھا۔؟ اتنا بڑا کھیل کھیلو گے اور ابراہیم گورسی انجان رہے گا۔؟'' وہ اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔شاکا چہرہ سپاٹ تھا۔ماسک کے پیچھے چھپی آنکھوں میں بس اچنبھا تھا۔غیر یقینی سی غیر یقینی۔''میری ریاست میں۔!میرے ملک میں آکر موت کا کھیل رچاو گے اور ابراہیم گورسی سویا رہے گا۔؟'' حال میں سناٹا تھا۔ہر طرف سناٹا تھا۔بس ابراہیم گورسی کے الفاظ گونج رہے تھے۔''میری عورتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بات کیسے ہوئی تمہاری۔؟'' وہ آگے بڑھا اور حسن کو گریبان سے پکڑ لیا۔''آخر کار خون نے رنگ دکھا ہی دیا۔حسن کرداوی۔؟'' وہ اسکو گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑ رہا تھا۔وہ اسکے چہرے پر غرا رہا تھا۔''پاکستانی لڑکی۔ہاں۔؟ پاکستانی لڑکی۔؟'' اس نے جھٹکا دے کر اسکو پھر سے جھنجوڑا۔''وہ میری بیوی ہے۔!'' وہ دھاڑا۔''اس کے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہے۔'' اسکی شربتی آنکھوں کے وہ شعلے آج حسن قریب سے دیکھ رہا تھا جو اسکو ہمیشہ سے مرعوب کرتے آئے تھے۔''اسکو اپنا نام تک نہیں دینا تھا۔بات سے حفاظت کر رہا ہوں میں اسکی۔'' حسن کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔اسکے اعصاب شل ہو رہے تھے۔''کیا لگا تھا ایک مجرم کو پانے کے لئے اسکو ہار دوں گا میں۔؟'' وہ دور پرے غرایا۔''زاور میرا مجرم ہے۔اور اسکو سزا دینے کا حق صرف میرا۔اسکو میں ہر قیمت پر حاصل کرلوں گا۔ تم نے میری عورت پر نگاہ ڈال کر اپنے مرنے ہونے کا وہ ثبوت پیش کیا ہے کہ میں خود یقین نہیں کر پا رہا حسن کرداوی۔!''

آخری بات کی برداشت پورے حال میں گونجی تھی۔ وہ اردو بول رہا تھا

باقی لوگ بس ایک دوسرے کے منہ دیکھے جا رہے تھے۔ادھر کنٹرول روم میں بیٹھے وہ چار لوگ اب حیرت کی مورتیاں بنے ہوئے تھے۔کھیل یکسر پلٹ چکا تھا۔آخر ہو کیا رہا تھا۔؟ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔مغیث کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔وہ لوگ مداخلت نہیں کر سکتے تھے یہ شاکا حکم تھا۔ اس وقت باقی کچھ پلٹ ہو رہا تھا۔

''کیا کہہ رہے تھے کہ ۔ت کے لئے تمہاری جان لینی ہوگی ہاں۔؟''حسن کا َ یبان مسلسل ا. اہیم کے ہاتھوں میں تھا۔''ان ہاتھوں نے تمہاری جان بچائی تھی۔کیا تم چاہتے ہوانہیں ہاتھوں سے جان لے لوں تمہاری۔''حسن کو اپنا آپ اس وقت ہوا میں کہیں معلق محسوس ہو رہا تھا۔''ا َ یہی خواہش ہے تمہاری تو یہ خواہش میں ضرور پوری کروں گا۔'' کہتے ا. اہیم نے اسکے گلے پ د و ڑھا۔حسن پتھر بنا کھڑا رہا۔اسکے گلے پ ا. اہیم کی َ فت مسلسل مظبوط ہوتی جا رہی تھی۔ نہ تو وہ کوئی مذاہمت کر رہا تھا اور نہ ہی کوئی ۔ش دے رہا تھا۔وہ مٹی کی مورت بنے کھڑا رہا۔آ ٓ کار اسکی آنکھیں ابل پڑیں۔ب ڑی ب ڑی سکر پ دیکھا جا سکتا تھا کہ شا کی موت قر ۔ ہے۔اسکے مخالفین کا خوشی کے مارے ۔ احال تھا۔وہ لوگ کنٹرول روم میں بے چین سے بیٹھے تھے کہ ۔ گور سی اسکا کام تمام کر دے اور ان لوگوں کی رقم بچ جائے۔

وہ لوگ اس وقت دوبئ ائیر پورٹ پ موجود تھے۔

''کیا ہوا ہے آ ٓ ۔کوئی کچھ بتا کیوں نہیں رہا۔؟''صفا نے تنگ آ کر آ ٓ کار ساتھ بیٹھی عیشا سے پوچھا۔

''نہیں معلوم۔!یہ قادر کو پتہ ہوگا۔''عیشا اپنے مو ئل میں کوئی گیم کھیلتی ہوئی مصروف سی بولی تو صفا مز ۔ الجھ گئی۔

''لیکن اس طرح کیسے۔؟ ہم تو پ کستان جا رہے تھے۔''صفا کی بے چینی ب ڑھتی جا رہی تھی۔عیشا نے اسکو گھبراتے ہوئے دیکھا تو فورا اپنا مو ئل ساتھ والی ۔ ٹ پ رکھا۔اور صفا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ر یلیکس۔!تم پ یشان کیوں ہو رہی ہو۔؟ ۔ ٹھیک ہی ہوگا۔ا َ قادر نے اس طرح اسٹے کیا ہے تو یقیناً ب س کا ہی آ ر ڈر ہوگا۔۔''اس نے صفا کو تسلی دی۔

''ب س۔ب س۔ب س۔!آ ٓ چاہتا کیا ہے تم لوگوں کا ب س۔؟ میری اپنی کوئی ز ندگی نہیں ہے۔؟ کیا اب میں ساری ز ندگی اسی کے اشاروں پ چلوں گی۔؟''صفا کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔وہ لوگ پچھلے آدھے گھنٹے سے دوبئ ائیر پورٹ پ موجود تھے۔جبکہ فلا ٹ جا چکی تھی۔یہ فلائیٹ دوبئ میں کسی فنی ٓ ابی کے ۔ ش لینڈ ہوئی تھی۔ اب صفا اس لئے پ یشان تھی کہ ۔ دوسرے مسافر جا چکے ہیں تو وہ لوگ کیوں نہیں گئے۔؟ وہ لوگ کیوں رک گئے ہیں۔؟

''صفا۔!پلیز ر تم پ یشان مت ہو۔ورنہ میری شامت آ جائے گی۔''عیشا نے اسکی سما ۔ ت کی۔

''میں کچھ نہیں جا ۔!مجھے اب کوفت ہونے لگی ہے۔ا ۔ تو میں اکیلے سفر نہیں کرتی او پ سے یہ غیر یقینی کی سی صورتحال۔قادر بھائی ہیں کہاں۔؟''صفا نے اپنا ہاتھ چھڑوا ۔

''تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاوں۔؟''عیشا نے اسکا دھیان ب ٹ چاہا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔مجھے بس اب گھر جا ہے۔بہت مسافت طے کر لی میں نے۔''اس نے ا ۔ ہاتھ سے اپنا گال ر ڑ ا۔وہ ۔ سے ضبط کئے ہوئے تھی۔ اب ضبط جواب دیتا جا رہا تھا۔وہ جو سوچ رہی تھی کہ گھر جا کر کھل کر روئے گی وہی ۔ت اب مشکل ہو رہی تھی اور صفا کا ضبط اب ٹوٹ رہا تھا۔

''اچھا پلیز۔!تم رو مت۔''عیشا نے ا ۔ ر پھر سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر د ۔۔

''سر۔!کام ہو َ ہے۔''ا. اہیم کے کان میں لگے آلے میں سے آواز آئی۔اس نے ا ۔ اپنے سامنے کھڑے مجسمے کو دیکھا جس کی آنکھیں ابل پڑیں تھیں۔یقیناً اب اسکو سانس نہیں آ رہی تھی۔اس نے ا ۔ جھٹکے سے اسکا گلہ چھوڑا تو وہ دور جا َ ا۔وہ زمین پ َ ہوا اپنی سانس بحال کر رہا تھا کہ ا. اہیم نے اسکے ۔ پ گھٹنہ رکھا اور اسکا َ یبان ا ۔ ر پھر سے پکڑا۔

''ابھی تم اپنی ماں کا پلو پکڑ کر چلتے تھے۔ت ۔ سے یہ موت کا کھیل کھیل رہا ہوں میں۔یہ وہم نکال دو کہ تم کبھی مجھے ہرا َ ا ت ہو۔''وہ جھٹکے سے اسکا َ یبان چھوڑ ت ہوا پیچھے ہٹا۔اور ر َ سے ا ت ا۔د پیچھے ہکا بکا رہ گئی۔کون تھا وہ شخص جس کے سامنے شا جیسا شیطان ہار َ ۔؟ کون تھا جس کے سامنے شا اپنا کوئی داو نہ کھیل سکا۔؟ کون تھا جس نے شا کو چاروں خانے پ ت کر دیا تھا۔وہ بھی بنا لڑائی کئے۔لڑائی تو ہوئی ہی نہیں تھی۔وہ بنا لڑائی کے ہی ۔۔ت کر َ یا تھا۔

وہ جو ۔ آ یا تھا وہ اسکو مل َ یا تھا۔

مغیث کنٹرول روم سے ٰ لگا کہ اچا ٰ اسکے فون پ کال آئی۔ پہلے اس نے ا ٰ ازکیا پھر کالر آئی ڈی دیکھ کر وہ ٹ ۔اس نے سامنے رَ دیکھا تو وہ اب خالی تھا۔مغیث نے ا ٰ ۔ ہوئے فون اٹینڈ کیا۔

''ہاں بولو۔!اس وقت کیوں کال کر رہی ہو۔؟'' وہ ا سکرین پ جمائے کوفت زدہ لہجے میں ب ت کر رہا تھا کیو وہ نہیں جا تھا کہ شا کا ردعمل کیا ہونے والا ہے۔

''وہ پ کستان واپس چلی گئی ہے۔'' فون کے پ س ا عورت کی آواز گو ۔

''واٹ ۔۔!'' مغیث نے حیرت زدہ ہو کر فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔

''ہاں۔وہ جا چکی ہے۔''

''تم یہاں کیا کر رہی ہو۔؟'' وہ گارڈ تھا۔زہرا نے مڑ کر دیکھا تو وہ ہڑ ب ٹ ائی۔وہ ا پ ت ل کی بیرونی سیڑھیوں پ کھڑی تھی۔

''کیا ہوا۔؟'' اس نے فون جلدی سے اپنی چادر میں ہی چھپا لیا۔

''یہاں کیا کر رہی ہو۔؟ تمہاری رپورٹ آ گئی ہے۔'' اس نے خجلت سے ا پیپر زہرا کی جا ٰ ب ٹھا ۔

''ہاں۔!ہاں۔وہ مجھے گھبراہٹ ہو رہی تھی ۔۔'' وہ خالص ت ک لہجے میں کہہ گئی جو کہ گارڈ کے سر کے اوپ سے ٰ رَ ۔

''اچھا۔اچھا۔جو بھی ہے اب چلو دوا لے لو اور واپس چلو۔''

''ہم۔ہم۔'' زہرہ سر ہلاتی ہوئی فارمیسی کی جا ٰ ب ٹ گئی۔

''پتہ نہیں یہ لڑکی کیا کرتی رہتی ہے۔اوپ سے اسکی سمجھ کچھ نہیں آتی۔'' گارڈ سر ہلا ت ہوا سکے پیچھے پیچھے چل د ۔

مغیث نے فون رکھا اور سیدھا بیسمنٹ کے اس کمرے میں پہنچا جہاں زاو ر کور کھا ۔ تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلتے ہی مغیث کے پ وں تلے زمین نکل گئی۔سامنے فرش پ وہ لڑکا مردہ حا ت میں پ ڑا تھا۔اسکے سر سے خون نکل رہا تھا۔مغیث فورا اسکے پ س پہنچا۔اس نے اسکی َ دن کو چھو کر دیکھا تو اسکی دھڑکن رک چکی تھی۔وہ مر چکا تھا۔

''شٹ۔!شٹ۔شٹ۔!'' مغیث اپنے ب ل جکڑے ۔وہ ہر نکلا اور گارڈ کو یبان سے پکڑا۔''کہاں تھے تم۔؟ کہاں تھے۔؟'' گارڈ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔''وہ لوگ اسکو لے کر چلے گئے۔ہمارا آدمی مار د ۔اور تم یہاں کھڑے رہے۔؟'' مغیث ا اور اپنا سر اسکے سر میں دے مارا۔گارڈ گھوم کر رہ َ ۔''یو اٹ ۔ ٹ ۔!'' کہتے مغیث ا قدم پیچھے ہٹا۔اور اسی گارڈ کی گن نکال لی۔گارڈ کی سانس اٹکی۔''تم لوگ کسی کام کے نہیں۔!'' کہہ کر اس نے ٹ د د ۔اور وہ گارڈ وہیں زمین بوس ہو َ ۔

گولی کی آواز پ ا ر ے ہوئے لڑکے نے ہولے سے آنکھیں کھول دیں۔ ہر مغیث چیختا ت ہوا دور جا رہا تھا۔وہ لڑکا ہولے سے مسکرا ۔وہ اٹھ کر بیٹھا اور اپن ... سے نکال کر ا گولی نگل لی۔

''افف۔ابھی مرجا ت میں۔'' وہ اپنا سر پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔''یہ خون تو بہ َ ۔چلو۔!ا ڈرپ لگوا لوں گا۔'' وہ کہتے ہوئے ہر نکلا۔گارڈ دروازے میں ہی َ ا ہوا تھا۔'' ۔ ۔ ''اس نے افسوس سے گارڈ کو دیکھا اور پھر ا پ وں اٹھا کر اسکو پھلانگتا ہوا ہر نکل َ ۔

وہ ا کشادہ عالیشان اور پ طعش سا کمرہ تھا ا بیڈ روم جس میں ا عالیشان بیڈ اور کچھ صوفے رکھے ہوئے تھے۔۔کمرے کا تھیم سنہری اور سیاہ۔اس وقت اس ب ڑے سے صوفے سے ٹیک لگائے ا شخص اس ت ر بیڈ روم میں بیٹھا تھا۔وہ ا ہاتھ سے اپنی کنپٹی کو مسلتا ہوا آنکھیں مو ند ے دراز سا تھا کہ اسکے دروازے پ دستک ہوئی۔

''کون ہے۔؟'' اس نے تکان زدہ لہجے میں سوال کیا۔

''شا۔!میں مغیث۔!''

''مجھے کچھ د ا کیلا چھوڑ دو۔!'' وہ اسی حا ت میں بولا۔

''۔شاید اہم ہے۔''

''میرے سکون سے اہم کوئی چیز نہیں۔''

''شا۔! یہ اس لڑکی کے۔ رے میں ہے۔''

''آجاو۔!'' اس نے فوراً حکم دی۔ اپنی پوز۔ قرار رکھی۔

''شا۔!'' مغیث اب سامنے مودب سے ا۔ ازمیں ہاتھ۔ ھے کھڑا تھا۔

''بولو۔!''

''شا۔! وہ پ کستان چلی گئی ہے۔'' اس نے اپنی کنپٹی سے ہاتھ ہٹایا۔ اور بند آنکھیں کھول دیں۔ پھر وہ اچا۔ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''۔ گئی۔؟''

''وہ لوگ دوپہر کو یونیورسٹی سے سیدھا ائیر پورٹ ہی گئے تھے۔ اب۔ تو وہ پ کستان پہنچ گئی ہوگی۔''

''نہیں۔!'' اسکی آنکھوں میں اچا۔ چمک در آئی۔

''تو پھر۔؟''

''وہ یہیں ہے۔ کیو۔ ا۔ ا۔ اہیم کو میری سچائی معلوم ہوگئی ہے تو وہ کسی صورت اسکو خود سے دور نہیں کرے گا۔ میں اسکو جا۔ ہوں۔''

''تو پھر سر۔؟ کیا حکم ہے۔؟''

''یقیناً اسکو بھیجنے کے بعد۔ اہیم کو میرے۔ رے میں پتہ۔ ہے۔ اس لئے وہ راستے میں ہے۔'' شا نے آنکھیں سکیڑ کر ہی حساب لگا۔

''ٹھیک ہے۔ میں پتہ کروا۔ ہوں۔'' مغیث فون۔ ۔ ہر نکل۔ ۔ وہ کچھ دی۔ یوں ہی بیٹھا ہوا میں گھور۔ رہا۔ ا۔ ۔ رپھر سے وہی ٹیس دماغ میں اٹھی تھی۔ اس نے ا۔ ۔ رپھر سے اپنی کنپٹی مسلی۔ اور سامنے ٹیبل پ۔ ڑی چھوٹی سی ڈبی اٹھائی۔ اس نے اس ڈبی میں سے چند گولیاں نکالیں۔ اور بنا پ نی کے ہی نگل لیں۔ اور ا۔ ۔ رپھر سے ٹیک لگا۔ ۔

بیسمنٹ خالی ہو چکا تھا۔ ۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ کھیل بنا کسی نتیجے کے ختم ہو۔ تھا اور یہ پہلی۔ رہوا تھا۔ گذشتہ دس سالوں میں یہ پہلی۔ رہوا تھا۔ اس لئے یہ۔ ت ہضم کر۔ آسان نہ تھی۔ فی الحال جو ہو چکا تھا۔ کو اسکے نتیجے کا انتظار کر۔ تھا۔

وہ لوگ ائیر پورٹ پ ہی بیٹھیں تھیں صفا عیشا کے کندھے سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔ صفا وقفے وقفے سے آ۔ بہائے جا رہی تھی۔ جبکہ عیشا یہ سوچ سوچ کر ہلکان تھی کہ ا۔ صفا کو کچھ ہو۔ تو اسکے ساتھ کیا ہوگا۔ اسکو صفا سے زیادہ اپنی فکر تھی۔ کیو۔ کچھ بھی۔ اہو۔ سزا عیشا کی پکی تھی۔ عیشا انہیں سوچوں میں گم تھی کہ قادر ا۔ طرف تیز تیز قدم اٹھا۔ آ۔ ہوا دکھائی دی۔

''قادر۔!'' عیشا نے ز۔ ۔ دہرا۔

''ق۔ قادر بھائی۔؟ کہاں ہیں قادر بھائی۔؟'' وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔ قادر ا۔ پ س آ پہنچا۔ وہ دونوں اٹھ کھڑی ہو۔ ''کیا ہوا ہے قادر بھائی۔؟ ہم لوگ یہاں کیوں رک گئے ہیں۔؟ میں گھر واپس۔ ۔ جاوں گی۔؟ آ۔ ہم۔ قی لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔؟'' صفا نے قادر کو دیکھتے ہی سوالوں کی بوچھاڑ کر ڈالی۔

''چلو۔ میرے ساتھ۔'' قادر۔ لفظی حکم دیتا پلٹا۔

''لیکن کہاں۔؟'' صفا اپنی جگہ کھڑی رہی۔

''معلوم ہو جائے گا۔ تم چلو۔'' قادر نے مڑ کر اپنی جگہ سا۔ ۔ کھڑی صفا کو دیکھا۔

''یہ۔ ہو کیا رہا ہے۔؟'' صفا ہلکان سی آتی تھی۔

''صفا۔! ریلیکس۔! دیکھو قادر ہمیں جہاں بھی لے کر جائے گا ہم محفوظ ہی ہوں گے۔ فی الحال تم سوال مت کرو۔ جیسے وہ کہتا ہے کرتی جاو۔ ٹھیک ہے۔ ن۔؟'' عیشا

نے ساتھ کھڑی صفا کا کندھا سہلایا۔

''ایسے کیسے۔؟ میں کوئی کٹھ پتلی ہوں۔؟ جو تم لوگ کہو گے کرتی جاوں گی؟'' صفا کا ضبط جواب دے گیا۔قادر نے خجلت سے سر جھٹکا۔اور اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''دیکھو صفا۔!'' اس نے نرمی سے پکارا۔صفا نے بھیگی پلکیں لئے قادر کی جانب دیکھا۔''مجھ پر بھروسہ ہے۔؟'' کیسا مان تھا قادر کی بات میں کہ صفا دنگ رہ گئی۔''مجھے اپنا بھائی مانو ہو ں۔؟'' قادر نرمی سے کہتا گیا۔صفا نے ایک پل کے لئے ان دونوں کو دیکھا اور پھر سر جھکا گئی۔اسکے پاس پردیس میں ان دونوں پر بھروسہ کرنے کے علاوہ دوسرا راستہ نہیں تھا۔کیونکہ جس کے حکم کے وہ دونوں تابع تھے اس پر وہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرتی تھی۔''چلو۔'' قادر نے کہا تو وہ دونوں اسکے پیچھے پیچھے چل دیں۔

حوریہ کی نیند جانے کب آ لگ گئی۔اس کے بیڈ پر پڑا ہوا فون روشن ہوا۔اور پھر اس پر کال آنے لگی۔حوریہ فوراً جاگ گئی۔ابیہم کی غیر موجودگی میں وہ یوں ہی چوکنا رہا کرتی تھی اسکی اولاد اور مال کی محافظ بن کر۔اس نے فون دیکھا تو اسی دشمن جان کی کال تھی۔حوریہ کے حلق میں کچھ اٹکا۔وہ کچھ لمحے سکرین کو تکتے رہ گئی۔

''کیوں۔؟ کیوں دھوکہ دے رہے ہیں۔؟ میں چاہ کر بھی آپ سے ناراض نہیں رہ سکتی۔'' حوریہ نے ایک ہچکی لی اور خود کو سنبھالتے ہوئے فون کان کو لگایا۔

''السلام علیکم۔!'' اسی دبی دبی سی آواز آئی

''وعلیکم السلام۔کیسی ہو۔؟'' مقابل کی آواز میں ہر تبسم تھا۔فکر، پرواہ، محبت اور نمو شی۔!

''ٹھیک ہوں۔'' حوریہ نے کی آواز خالی سی تھی۔

''بچے سو گئے۔؟''

''جی۔!! ساری دنیا ہی سو رہی ہے ابیہم۔! سوائے میرے۔'' وہ کہہ گئی۔

''کیا ہوا۔؟ طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔؟''

''ہر زخم جسم ہی زخمی نہیں ہوا کرتے۔کچھ زخم دل پر لگا کرتے ہیں ابیہم۔'' حوریہ کی آواز بھرا گئی۔فون کے اس پر خاموشی چھا گئی۔ایک لمحہ سا آ کر ٹھہرا۔اور پھر وہ بولا۔

''آئی ایم سوری میری جان۔!'' وہ محبت سے چور لہجے میں کہہ رہا تھا۔حوریہ خاموش رہی۔''میں ٹھیک کر لوں گا۔'' اس نے جانے کس کو حوصلہ دیا تھا۔حوریہ کو یا خود کو۔

''اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا ابیہم۔!'' اسکی آواز خالی تھی جیسے ایک خالی گھڑے سے آواز آتی ہے اسی طرح۔کھوکھلی۔!! ابیہم نے ایک گہری سانس لی۔جو کہ فون میں بھی محسوس ہوئی۔

''میں آوں گا تو ہم ایک ٹرپ پر جا ئیں گے۔ٹھیک ہے نا۔؟ میں تم اور بچے۔'' اس نے اپنی شہزادی کو منانا شروع کیا۔وہ خاموش رہی۔''ہم لوگ انجوائے کریں گے۔میں جانتا ہوں کہ پچھلے کچھ دنوں سے میں تمہیں اور بچوں کو وقت نہیں دے سکا۔ لیکن آئی پرامس میں واپس آ کر سارے شکوے دور کر دوں گا۔'' اسکی آواز میں ایک عہد تھا۔ حوریہ کو اب اسکے کسی عہد کا بھروسہ نہیں تھا۔

''آپ کہیں جا رہے ہیں۔؟'' کچھ دیر بعد حوریہ نے سرد سے تاثرات لئے پوچھا۔فون کے اس پر کچھ دیر خاموشی سی چھائی رہی۔

''ہاں۔!'' پھر وہ بولا۔

''کہاں جا رہے ہیں۔؟''

''پاکستان۔'' یہ لفظی جواب آیا تھا۔حوریہ کے اعصاب شل ہوئے۔پاکستان تو صفا جا رہی تھی۔ابیہم ساتھ کیوں جا رہا ہے۔؟ **''اور وہ اسکی بیوی ہوئی تو؟''** حسن کے کہے گئے الفاظ اب حوریہ کے دماغ پر ہتھوڑوں کی مار برس رہے تھے۔

''کیوں۔؟''

''کچھ کام ہے۔نبٹ کر آ جاوں گا۔'' جواب مختصر تھے۔

''ابیہم۔!'' حوریہ نے ڈولتے دل کے ساتھ اسکو پکارا۔

''ہاں میری جان۔ا''اس نے فوراجواب دیا۔حوریہ نے اپنے ہونٹ پہ ہاتھ رکھ لیا۔وہ کیسے اس شخص سے کچھ پوچھ سکتی تھی۔وہ تو اس سے لڑ بھی نہیں سکتی تھی۔تو پھر وہ کیا کر سکتی تھی۔؟اسکے دل نے اسکے دماغ سے التجا کی۔

''کچھ نہیں۔''وہ خاموش ہوگئی۔

''خیال رکھنا۔اپنا دودن لگ رہے ہیں۔''

''کس کا۔؟''حوریہ بنا سوچے سمجھے پوچھ گئی۔

''اپنا''اسکا جواب مختصر تھا۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ گھر کا کہے گا۔بچوں کا کہے گا۔ وہ اسکی توقع کے عین خلاف جواب دے رہا تھا۔

''کیا میں معنی رکھتا ہوں؟''

''کیا ہوا ہے جانِ ابراہیم۔!''اسکے لہجے میں محبت کے ساتھ ساتھ اب تکان بھی تھی۔

''کچھ نہیں۔''

''فائن۔!میں آکر سارے شکوے مٹا دوں گا۔آئی مس۔''

''اللہ حافظ۔!''حوریہ نے پہلے کہا ہالا ہر رالوداعی کلمات ابراہیم کہا کرتا تھا۔یہ چند لاوتھے جو ابراہیم نے فورا محسوس کر لئے تھے۔ وہ اسکو بس حوریہ کی فرسٹر سمجھ رہا تھا۔کیونکہ اس ایک ماہ میں اتنا کچھ ہوا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اپنے خیالات کو وقت نہیں دے پایا تھا۔حوریہ بھی آخر کار ایک عورت ہی تھی۔اس لئے وہ اسکی فرسٹر سمجھ رہا تھا۔ فی الحال اسکو وہ کرنا تھا جس کے لئے اس نے اتنا انتظار کیا تھا۔وہ آج اپنی روح پر رکھا ہوا پتھر ہٹانے جا رہا تھا۔وہ پتھر جس نے اس سے اسکا سکون چھین لیا تھا۔جس نے اسکی پرسکون زندگی میں ایسا طلاطم برپا کر دیا تھا کہ ابراہیم گورسی کی دنیا ہی الٹ پلٹ ہوگئی تھی۔وہ اب وقت میں واپس تو لوٹ نہیں سکتا تھا۔وہ اپنی سجل کو تو واپس نہیں لا سکتا تھا۔ وہ انتقام لے سکتا تھا۔اپنی سجل کا۔اپنی بیٹی کا۔!اس نے الوداع کہہ کر فون رکھ دیا۔وہ اس وقت ائیر پورٹ پر تھا۔وہ ویٹنگ میں ایک کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔

''سر کام ہوگیا ہے۔''سفیر نے آکر بتایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''کتنے گھنٹے نکل گئے ہیں۔؟''

''سر آپ سکون سے پہنچ گئے ہیں۔''سفیر نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے بتایا۔

''ہمم۔۔گڈ۔''وہ اب پرسکون سا تھا۔

صبح کا اجالا ہر سو پھیل رہا تھا۔وہ اجالا کئی رازوں سے پردہ اٹھا رہا تھا۔

صبح کا سورج۔!امید کا سورج۔روشنی اور نور کا سورج۔!

جو ابراہیم کو پسند تھا۔جو زندگی لے کر آتا ہے۔وہ جس کے اگنے کے بعد پھر سے زندگی شروع ہو جاتی ہے۔وہ جو تاریکیوں کو کاٹ دیتا ہے۔وہ جو بحر ظلمات کو منور کر دیتا ہے۔

حوریہ دینا کو لئے سیڑھیاں اتر کر آئی۔اور سیدھا قوت اور مرجان کے کمرے میں پہنچی۔قوت سکول کے لئے تیار ہو رہا تھا۔جبکہ مرجان یوں ہی بیٹھا تھا بیڈ پر پاؤں لٹکائے۔وہ ابھی تک اپنے نائٹ ڈریس میں ہی تھا۔

''السلام علیکم ماما۔!''قوت نے اپنی ٹائی باندھتے ہوئے اپنی ماں کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام میرے شہزادے۔!''وہ مسکرا دی۔اسکی اولاد اسکی کل کائنات تھی۔ پھر اس نے اداس سے بیٹھے مرجان کو دیکھا۔وہ چلتی ہوئی اسکے پاس پہنچی۔اور دینا کو قوت کے بیڈ پر بٹھا دیا۔

''کیا ہوا شہزادے۔!'' حوریہ نے مرجان کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔وہ جواب میں خاموش رہا۔''مرجان۔!میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔!ابھی تم ریڈی بھی نہیں ہوئے۔''اس نے فکرمندی سے مرجان کو دیکھا مرجان نے سر اٹھا کر اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھا۔حوریہ کا دل ڈوبا۔مرجان کی آنکھیں حد درجہ سرخ تھیں۔''مرجان۔! کیا ہوا ہے۔؟'' وہ اسکے ساتھ آ بیٹھی۔

''ماما۔!یہ شاید رات کو سوئے نہیں ہے۔'' قوت ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنے بال بنا رہا تھا۔

'' کیوں۔؟کس بات نے پریشان کر دیا ہے میرے بیٹے کو۔؟''اس نے ہلکان ہو کر مرجان کو اپنے ساتھ لگایا۔وہ سن سا بیٹھا رہا۔اسکا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا۔سپاٹ۔!''مرجان۔!کیا ہوا ہے۔؟''حوریہ نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اور پھر سے پوچھا۔

''ماما۔!'' وہ بولا تو اسکی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

''جی ماما کی جان۔!''

''پیٹی لیڈی واپس آ گئی۔؟''

سوال تھا کہ زہر آلود تیر جس نے حوریہ کا کلیجہ چیر کر رکھ دیا۔اس نے ضبط کے مارے جبڑے بھینچ لئے۔

''مرجان۔!ہم اس بارے میں بات کر چکے ہیں۔''

''مجھے یاد آ رہی ہے۔'' وہ اداسی سے بولا۔

''مرجان۔!'' حوریہ نے اسکا چہرہ تھام کر اپنے سامنے کیا۔اسکا لہجہ اب قدرے سخت تھا۔''کون ہے وہ آخر۔؟کوئی بھی نہیں۔وہ ہماری کچھ نہیں لگتی۔سمجھے تم۔؟میں تمہاری ماں ہوں وہ نہیں۔'' حوریہ پہلی بار مرجان سے اس لہجے میں بات کر رہی تھی۔مرجان اسکی آنکھوں میں دیکھے گیا۔''آج کے بعد اسکا ذکر اس گھر میں نہیں ہوگا۔سمجھ گئے تم۔؟''

''ماما۔ریلیکس۔'' قوت بھی پریشان سا پاس آیا۔

''میں تھک چکی ہوں ایسی ہی فضول سن سن کر آئندہ میرے گھر میں اسکا کوئی نام نہیں لے گا۔سمجھ گئے تم لوگ۔'' کہہ کر وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔مرجان تو کی سی کیفیت میں تھا۔جبکہ قوت کو اب مرجان کے ساتھ ساتھ اپنی ماں کی بھی فکر ہونے لگی تھی۔وہ لاکھ مسائل سے دوچار رہتی اپنی اولاد کے ساتھ کبھی ایسے بات نہیں کرتی تھی۔وہ ایک بہترین ماں تھی۔ اب اسکا ضبط جواب دے رہا تھا۔ابہام کا پراسرار سا رویہ اور حسن کی باتیں۔ان دونوں چیزوں نے اسکا دماغ ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''آپ ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہی ہیں ماما۔؟''مرجان نے دروازے میں جاتی ماں کو کہا تو وہ پلٹی۔

''اور تم کیسے ری ایکشن کی امید کر رہے ہو۔؟'' وہ دینا کو اٹھائے کھڑی تھی۔

''وہ بس۔۔کنفرم ہیں۔آپ ایسے ری ایکٹ کر رہی ہیں جیسے۔۔نے ان سے شادی کر لی ہو۔'' مرجان کا جواب سن کر حوریہ کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ کہنا تو چاہتی تھی کہ بھاڑ میں جائے تمہاری پیٹی لیڈی اور تمہارا باپ۔ وہ ضبط کر گئی۔وہ کچھ دیر کھڑی مرجان کو گھورتی رہی۔اور پھر بنا کچھ کہے پلٹ گئی۔

''مرجان۔!'' قوت اب اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔''میرے بھائی۔!کیوں کر رہے ہو ایسے۔؟'' وہ تکان زدہ لہجے میں بولا۔

''کیا کر رہا ہوں۔؟'' وہ اب سخت سے تاثرات لیے ہوئے تھا۔

''اس طرح۔ماما کو ہرٹ کیوں کر رہے ہو۔؟''

''میں نے کسی کو ہرٹ نہیں کیا۔وہ اوور ری ایکٹ کر رہی ہیں۔'' کہتا وہ بیڈ سے نیچے اترا۔''شاید کسی اور چیز کا سٹریس ہے اور نکال مجھ پر رہی ہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے کہتا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔جبکہ نے افسوس سے دنیا جانب دیکھا۔

گاڑی فارم ہاؤس کے سامنے آ کر رکی۔وہ تینوں گاڑی سے نکلے تو صفا نے آنکھیں جھپکیں اور اپنے سامنے کھڑی اس عالیشان سی عمارت کو دیکھا۔

''چلیں۔'' قادر کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔وہ اور عیشا ساتھ ہی کھڑی تھیں۔

''یہ کس کا گھر ہے۔؟'' صفا نے سامنے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''.س کا اور کس کا۔'' عیشا نے کندھے اچکا دیئے۔صفا کے سر پ بم آ کر ا۔! وہ لوگ اسکو گھما پھرا کر وہیں لے آئے تھے۔

''کیا۔؟'' صفا قریبا چیخی تھی۔قادرا رجا چکا تھا۔وہ دونوں وہیں گیٹ پ کھڑی تھیں۔

''ریلیکس۔! تم یہاں سیف ہو۔'' عیشا نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔

''ریلیکس۔؟ سیف۔؟ تم لوگ میرے ساتھ کر کیا رہے ہو۔؟'' صفا نے چیخنے کے ا ازمیں کہتے ہوئے اپنا چکرا ہوا سر پکڑ لیا۔عیشا نے ہڑ.ا کر اسکو دونوں شانوں سے تھاما۔''صفا۔! میری .ت سنو۔!'' عیشا نے کہنا شروع کیا جبکہ صفا بے یقینی سے سر میں ہلائے جا رہی تھی۔''ہم لوگ پ کستان ہی جا رہے تھے۔ ۔!'''' کوئی ایسا ہے جو تمہارے پیچھے ہے۔اس لئے .س نے ہمیں واپس بلوا لیا ہے۔'' عیشا نے کہا تو صفا نے غیر یقینی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا۔؟ میرے پیچھے۔؟''

''ہاں۔دیکھو۔! ہماری د بہت پیچیدہ ہے۔اس لئے ہم لوگ .س کے فیصلوں پ کبھی سوال نہیں کرتے اس وقت تم بس یہ جان لو کہ یہ . صرف اور صرف تمہیں محفوظ بنانے کے لیے کیا ۔ ہے۔'' صفا نے عیشا کے دونوں ہاتھ جھٹکے۔

''ا. اہیم کہاں ہیں۔؟ مجھے ان سے ابھی اسی وقت ملنا ہے۔میرا تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ا طرف مجھے چھوڑ رہے ہیں۔مجھے خود سے دور بھیج رہے ہیں۔کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتے اور دوسری جا . مجھے اب یہاں قید کر دیا ہے۔''

صفا کی آنکھیں سرخ ہو تھیں۔تکان سے۔غصے سے۔اور ضبط سے۔!

''وہ خود تم سے مل لیں گے۔ ابھی تم بس وہ کرو۔جو ہم کہہ رہے ہیں۔'' عیشا نے تکان سے چور لہجے میں کہا۔وہ خود بھی خوار ہو کر رہ گئی تھی۔

''میری .ت کرواوان سے۔'' صفا نے آنکھیں ر ڑیں۔

''وہ خود کریں گے .ت۔''

''آ ہے کیا تمہارا .س۔؟'' صفا ا .ر پھر سے ئی۔عیشا مسکرا دی۔''تم ہنس رہی ہو۔؟'' صفا کو اب عیشا پ غصہ آنے لگا تھا

''نہیں تو۔ !چلو۔ہم .شتہ کرتے ہیں۔''

''تم پ گل ہو۔؟'' اس سے پہلے صفا کچھ اور کہتی عیشا اسکا ہاتھ کھینچ کر اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔وہ لوگ لاونج میں پہنچیں تو قادر سیڑھیاں ا رہا تھا۔وہ فریش ہو کر آ رہا تھا۔اور یقیناً دو .رہ کسی کام سے جا رہا تھا۔

''تم ت نہیں۔؟'' عیشا نے افسوس بھرے لہجے میں قادر سے کہا۔وہ جوا پس سے .رر ہا تھا ڈ ۔

''نہیں۔!'' لفظی جواب آ تھا۔

''کمال ہے۔ورنہ چالیس کو پہنچ کر بندے کی آدھی ہڈیاں تو ویسے ہی جواب دے جاتی ہیں۔'' عیشا نے مسکراہٹ د ئی۔صفا اسکے ساتھ کھڑی تھی۔قادر نے دا ۔ بھینچ لئے۔وہ لوگ ہمیشہ اسکو اسکی عمر کا طعنہ دیتے تھے۔

''کم کھا اور کم سو .عمر کو .ڑھا دیتا ہے۔اور مجھے تم تیس بھی کر اس کرتی دکھائی نہیں دے رہی۔'' قادر عیشا کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ ۔عیشا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اسکا چہرہ سرخ ہو ۔''اور غصہ کرنے سے .ڑھاپ جلدی آ جاتا ہے۔دو سال ت دا ۔ جا گے۔'' کہتے وہ پ سکون سا اپنا کالر جھاڑتا وہاں سے نکل ۔عیشا پیچھے آگ کا گولہ بنے کھڑی رہی۔عیشا کے چہرے پ اب کی .رفکر سی تھی۔اس نے مڑ کر اپنے ساتھ کھڑی صفا کو دیکھا۔وہ جو پہلے ہی کوفت زدہ لگ رہی تھی مزید خفا سی ہوئی۔

''کیا واقعی بندہ کم کھانے اور کم سونے سے جوان رہتا ہے۔؟'' وہ آنکھیں مٹکاتی ہوئی صفا سے پوچھنے لگی۔صفا نے افسوس سے دن ا جا ئی۔وہ تپی ہوئی تھی۔''اچھا اچھا۔! میں .شتہ بناتی ہوں۔تم فریش ہو جاو۔او پ تیسرے نمبر والا کمرہ میرا ہے۔اس میں قادر نے سامان رکھوا دیا ہے۔اس کے بعد تمہیں الگ کمرے میں سو ہوگا تو میں دوسرا کمرہ ڑ کروا دیتی ہوں۔'' وہ .رمل سے ا ازمیں کہتی کچن کی جا . ڑھ گئی۔صفا حیرت کی مورت بنی کھڑی رہی۔وہ لوگ ایسے .تیں کر رہے تھے جیسے یہ انکا

روز کا معمول ہو۔ وہ لوگ اتنے نارمل کیسے تھے۔؟ شاید ان کی زندگی ہی نارمل تھی۔ صفا کے علاوہ باقی کی زندگی ہی نارمل تھی۔ بس ایک وہی تھی جو وقت کی مجند ھار میں پھنسی ہوئی تھی۔ ''جلدی فریش ہو جاو۔! میں نے زیادہ انتظار نہیں کرنا۔ بھوک لگی ہوئی ہے مجھے۔'' کچن سے عیشا کی آواز پہ وہ چونکا۔ اور پھر بوجھل قدم اٹھاتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

دوپہر ہو رہی تھی۔ لاہور ائیر پورٹ پہ ایک گاڑی آ کر رکی۔ وہ ایک ہاتھ پہ اپنا کوٹ ڈالے اور ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے چشمہ لگائے مصروف سے انداز میں ائیر پورٹ کے احاطے سے نکلا اور گاڑی میں سوار ہو گیا۔

''چلو۔!'' اس کے لفظی حکم پہ گاڑی چل دی۔ جبکہ اسکے پیچھے ایک لینس تھی۔ جسکا سائن بند تھا۔ یقیناً اس لینس میں کوئی لاش تھی۔

''کیسے ہیں آپ سر۔؟'' عاصم نے دفعتاً مرر سے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''ٹھیک ہو جاوں گا۔'' اس نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''سر اس لڑکے کا کیا کرنا ہے۔'' عاصم نے وٹسکرین پہ نگاہیں جمائے ہی پوچھا۔

''کون سا لڑکا۔؟'' ابیہم نے اسکیٹر کر پوچھا تو عاصم کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ یعنی وہ شخص یہ بھی بھولا تھا کہ کوئی ادھ مرا ان اسکی کال کوٹھڑی میں گل سڑ رہا ہے۔

''وہ۔ وہ سر۔ وہ جو زاویار کا دوست تھا۔'' عاصم نے اپنے ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کیا۔

''ہاں۔ اچھا۔ وہ؟ وہ زندہ ہے۔؟'' اس نے نارمل سے انداز میں پوچھا تو عاصم کی مزید حالت غیر ہوئی۔

''جی سر۔''

''ٹھیک ہے۔ کل اسکو چھوڑ دینا۔ اسکی ضرورت نہیں۔'' اس نے نارمل سے انداز میں جواب دیا اور دوبارہ اپنا موبائل نکال کر بیٹھ گیا۔

بیسمنٹ تاریک تھی۔۔ اسکے وسط میں چھت کے ساتھ جھولتا ہوا وہی بلب۔ وہ روشن ہوا تو سامنے کرسی کے ساتھ بندھے ہوئے ایک آدمی نے اپنی آنکھیں کھولنے کی ناکام سی سعی کی۔ اس نے ایک بار پھر سے کوشش کی۔ بلب سے آتی تیز روشنی اسکی آنکھوں کو چندھیا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سر میں عجیب درد سا اٹھا تھا۔ اسکا پورا وجود مفلوج تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ بلکہ اس لئے کیونکہ وہ کسی دوا کے اثر میں تھا۔ ایسی بے ہوشی کی دوا۔ ایسی دوا جس کے بعد زندہ اور مردہ ان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس نے اپنے بھاری ہوتے سر کو جھٹکا دیا۔ اسکے بازو اسکے کمر کے ساتھ اسکی پشت کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ جبکہ اسکی ٹانگیں کرسی کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ البتہ منہ پہ کوئی ٹیپ نہیں تھی۔

''کہاں ہوں میں؟'' وہ آنکھیں پٹ پٹا کر خود کلامی کرنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد ایک منظر سا اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔ وہ توشا کی بیسمنٹ میں تھا۔ مغیث اور وہ لڑکا جو دبئی میں اسکے پوسٹر بانٹ رہا تھا وہ دونوں اسکو ایک کمرے میں لے گئے تھے۔ شاید قلیل وقات کے بعد وہ اسکو وہیں چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ اب اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ کچھ دیر بعد وہاں وہی لڑکا واپس آیا جو دبئی میں اسکے پوسٹر بانٹ رہا تھا۔ وہ ادھ کھلے دروازے میں پیٹ زوپیٹ کھڑا ہنس رہا تھا۔ زاویار کو اس پہ شدید غصہ آیا۔

''یہاں سے کیا چاہتے ہو۔؟'' وہ تیکھی سی مسکراہٹ لئے پوچھ رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں پھر سے تمہاری باتوں میں آ جاوں گا؟'' وہ جبڑے بھینچے غرایا۔

''کوئی اور آپشن ہے۔؟'' وہ لڑکا چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ وہ زمین پہ بندھا پڑا تھا۔

'' میں تم لوگوں پہ مزید بھروسہ نہیں کرنے والا۔'' زاویار نے اٹل لہجے میں فیصلہ سنایا۔

''رکو۔ ایک چیز دکھاتا ہوں۔'' وہ لڑکا اسکے پاس زمین پہ ہی بیٹھ گیا۔۔ پھر اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا۔ کچھ ٹیپ کیا۔ اور فون اسکے سامنے کیا۔ سکرین پر رنز آف ڈیتھ کے مناظر چل رہے تھے زاویار کا دماغ شل ہو گیا۔ وہاں ابیہم شاہ کے چہرے پہ مکمل سکوت سا رہا تھا۔ اس نے بے یقینی سے اس لڑکے کو دیکھا۔ ''دیکھو۔! وہ آ گیا ہے۔ اور وہ تمہیں لینے آیا ہے۔'' اس نے نارمل سے انداز میں کہتے کندھے اچکا دیے اور موبائل بند کر دیا۔

''وہ۔وہ کیا کرنے آیا ہے۔؟''زاویر نے خشک ہوتے ہوئے پوچھا۔

''شاکی پھپھو کے ولیمے پہ آیا ہے۔'' کہتے وہ لڑکا اٹھ کھڑا ہوا۔زاویر غیر یقینی کی سی کیفیت میں اسکا منہ دیکھتا رہا۔''وہ جیسے شاکو پیٹ رہا ہے۔اگلے دس منٹ میں یہاں ہوگا۔اس لئے اس سے بچ کر جانا چاہتے ہو تو بتاؤ۔!''وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پرسکون سا کھڑا تھا۔زاویر کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ایک طرف کنواں تو دوسری جانب کھائی۔وہ کیا کرے کس کا یقین کرے کس کا نہ کرے۔؟اسکا دماغ بھی طرح الجھا۔

کچھ دیر بعد اس کمرے سے ایک لڑکا نکلا۔۔جس کا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔اس کمرے کے ہر گارڈ پہرہ دے رہا تھا۔اس نے ایک اس لڑکے کو دیکھا۔اور پھر دور رہ سامنے دیکھنے لگا۔وہ لڑکا وہاں سے نکلا اور چلتا گیا۔حتی کہ وہ بیرونی دروازے پہ پہنچ گیا۔

''کہاں جانا ہے۔؟''ایک گارڈ نے مشکوک انداز میں اس سے پوچھا۔اس نے خاموشی سے اپنے واسکٹ سے اپنا کارڈ نکال کر دکھا دیا۔''ہم۔ٹھیک ہے۔''وہ ایک پاس تھا جو صرف شاکے خاص بندوں کے پاس تھا۔وہ گیٹ سے نکل آیا۔اس نے ایک سامنے کشادہ سڑک کو دیکھا۔اسکو لگا کہ یہی آزادی ہے۔اس نے اپنے چہرے سے ماسک ہٹایا اور ایک گہری سانس لی۔وہ کتنے دنوں بعد اس طرح کھلی فضا میں آزادی سے سانس لے رہا تھا۔پھر اس نے دوبارہ ماسک چہرے پہ چڑھایا اور وہاں سے چل دیا۔وہ سنسان سے روڈ پہ چلتا جا رہا تھا کہ ایک گاڑی آ کر رکی۔اس سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتا اس میں سے دو آدمی نکلے انھوں نے اسکے منہ پہ رومال رکھا اور اسکو بے ہوش کر کے گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔یہ اتنی جلدی ہوا کہ آس پاس کی کو خبر تک نہ ہوئی۔وہ گاڑی وہاں سے جا چکی تھی۔

''یہ میں کہاں ہوں۔؟''زاویر نے ایک بار پھر سے آنکھیں کھول دیں۔وہ اب ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔اسی دوران سیڑھیوں سے چاپ محسوس ہوئی۔کوئی چلتا ہوا اس جانب آ رہا تھا۔زاویر نے دھڑکتے دل کے ساتھ سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔ایک نوجوان سا لڑکا ہڈی پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے نیچے اتا ا۔''کون ہے وہاں۔''زاویر نے زرا گردن اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی۔سامنے سے کوئی جواب دینے کے بجائے وہ لڑکا چلتا ہوا آ رہا تھا۔زاویر نے دیکھا کہ اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹول کٹس ہے۔وہ لڑکا پرسکون سے انداز میں آیا اور ایک ٹیبل پہ وہ ٹول کٹس رکھ کر اسکو کھولنے لگا۔''کون ہو تم؟ کیوں لائے ہو مجھے یہاں۔؟ آخر چاہتے کیا ہو تم لوگ۔؟''وہ پوری طاقت سے چیخا۔جبکہ اس لڑکے نے مسکرا کر سر جھٹکا۔اب وہ لیف کیس کھول کر اس اسٹول پہ کچھ اوزار سیٹ کر رہا تھا۔زاویر کی آنکھیں ان قسم قسم کے کٹرز پہ گئی تو اسکی سانس اٹکی۔

''یہ۔یہ کیا ہے۔؟تم۔تم لوگ کون ہو؟ میں۔میں کہاں ہوں۔؟''اسکا پورا وجود پسینے میں نہایا تھا۔جبکہ وہ لڑکا پرسکون سے انداز میں اب کچھ تاریں بیٹری کے ساتھ اٹیچ کر رہا تھا۔اس نے ان دونوں تاروں کے ننگے سروں کو ہم تو ایک جھٹکا سا لگا۔وولٹیج یقیناً فیٹل تھا۔اس نے ان دونوں تاروں کو لا کر اسٹول پہ رکھ دیا۔''تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے سمجھے تم۔!''وہ دھاڑا۔اپنا کام نمٹانے کے بعد وہ لڑکا پرسکون سا جا کر سیڑھیوں کے پاس ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

زاویر کو سمجھ آ گئی تھی کہ اصل آدمی کوئی اور ہے۔

اب سیڑھیوں پہ دوبارہ کسی کے مظبوط قدم اٹھانے کی چاپ ہوئی۔زاویر کے گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔تو کیا شا نے اسکو پکڑ لیا تھا۔؟اب اگر شا نے اسکو پکڑ لیا تھا تو وہ اسکے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔؟اسی دوران دماغ کے کسی کونے سے ایک اور سوال جھانکا۔

''کیا۔کیا۔ابہیم؟'' اس سے آگے زاویر سوچ نہ سکا۔کہ سیڑھیوں پہ ایک دراز قد اور چوڑا کسرتی وجود ظاہر ہوا۔

ہاتھ میں ایک کوڑا پکڑے وہ اسی جانب بڑھ رہا تھا۔وہ ابہیم نہیں تھا۔کم از کم وہ وہ ابہیم نہیں تھا جس کو زاویر جانتا تھا۔وہ تو کوئی اور تھا۔کوئی ایسا جس کی ایک جھلک بھی زاویر نے نہیں دیکھی تھی۔

وہ اسکی موت تھا۔!

وہ چلتا ہوا آیا۔۔اور آ کر اس بلب کے نیچے کھڑا ہو گیا۔اب زاویر ابہیم کا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ پا رہا تھا آنکھیں۔!وہ چمک رہی تھیں۔ان میں کچھ جل رہا تھا۔ان شربتی آنکھوں کے شعلے وہ اس نے پہلی بار دیکھے تھے۔اور جو ان شعلوں کو دیکھتا تھا وہ اپنی آدھی موت مر جایا کرتا تھا۔جن آنکھوں سے شاہ جیسا شیطان بھی مرعوب تھا۔وہیں آنکھیں لیے وہ کھڑا تھا۔وہ خاموش تھا۔زاویر نے ایک گہری سانس لی۔''کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ میرا۔!''اس نے دل ہی دل میں خود کو اطمنان دلایا۔''ابہیم حساس

ہے۔وہ کسی کو جان سے ہر نہیں مار سکتا۔''

ا یسائیہ سا آنکھوں کے سامنے لہرا یا۔

وہ لوگ ا یک پارک میں موجود تھے۔آج کہہ سن کر نجیہ بیگم اور خیام قریشی نے زاویار کو صفا کے ساتھ پارک بھیج دیا تھا۔وہ چہرے پہ خجلت سجائے ا یک بینچ پہ بیٹھا تھا۔ جبکہ پانچ سالہ صفا سامنے سجل کے ساتھ ا یک سلائیڈ پہ کھیل رہی تھی۔پارک میں ان دونوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔پھر وہ دونوں سلائڈ سے اتریں اور ا یک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگیں۔وہ دونوں اٹکیلیاں بھرتی ہو ادھر ادھر کھیل رہی تھیں۔کچھ اور بھی بچے تھے۔ زاویار کو بے حس کوفت ہو رہی تھی۔

''ان لوگوں نے مجھے آسمجھا ہوا ہے۔؟ دل تو کرتا ہے اس کوفت کی جڑ کو ہی ختم کر دوں۔'' وہ بینچ پہ بیٹھا صفا کو خونی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔''میرے سارے دوستوں میرا مزاق بناتے ہیں۔کہ میں اتنا بڑا ہو کر بچوں اور اب میری بہن پیدا ہوئی ہے۔افف۔افف۔''اس نے بیٹھے بیٹھے مٹھیاں بھینچ لیں۔''اوپر سے یہ دوسری پٹیل۔!اس کے بھائی کو نہ جانے کون سا کوہ نور ملا ہے اسکی شکل میں۔اسکے لاڈ اٹھا اٹھا کر دوسروں کی ایکسپیکٹیشنز بھی بڑھا دی ہیں۔ بھئی ٹھیک ہے کرو لاڈ۔ میری زندگی کیوں اجیرن کی ہوئی ہے۔'' وہ جبڑے بھینچے خود کلامی کر رہا تھا۔''کسی دن میں نے ان دونوں کو ہی جان سے مار دینا ہے۔'' زاویار سامنے کھیلتی ہوئی سجل اور صفا کو دیکھ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔اسی دوران سامنے سے ا یک خوبصورت نوجوان سالڑکا چلتا ہوا آیا۔جس کی آنکھیں شربتی تھیں۔''لو۔آ گیا یہ بھی۔اب مزید خون کھولائے گا میرا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہائے لیڈیز۔!'' وہ چلتا ہوا جانب آیا۔

''ابیو۔!'' سجل فوراً جا کر ابیم سے لپٹ گئی۔وہ زمین پہ ہی بیٹھ گیا۔

''آج ابیو کے بنا ہی پارک میں آ گئی۔؟'' اس نے سجل کے گال چوم کر ناراضی سے ابیم میں شکوہ کیا۔

''آپ اکیڈمی سے لیٹ آتے ہیں۔اس لئے ہم لوگ آج زاویار بھائی کے ساتھ آ گئے۔'' سجل نے دور کھڑے زاویار کی جانب دیکھ کر کہا۔صفا ان دونوں کے پاس ہی کھڑی تھی۔

''ارے واہ صفا۔! آج سورج کس سمت سے نکلا ہے جو تمہارے بھائی کو خیال آ گیا۔؟'' اس نے ساتھ کھڑی صفا کو چھیڑا۔صفا کے چہرے پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''وہ۔۔نے کہا تو لے آئے بھائی۔'' وہ ننھی سی پری ا یک فراک اور پہنے کھڑی تھی۔سنہری لمبے آدھے پونی میں بندھے ہوئے تھے جبکہ آدھے اسکے دونوں آتے تھے۔وہ سر جھکائے کھڑی ہوئی تو ابیم نے اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''تم ایسے کیوں ہو جاتی ہو۔؟'' ابیم نے مسکرا کر اس کو دیکھا۔

''کیسے۔؟'' صفا نے سر اٹھا کر آنکھیں مٹکا ئیں۔

سجل ابیم کی آغوش میں ہی کھڑی تھی۔

''ایسے۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے پھولے ہوئے گال کو چھوا۔''چھوٹی چھوٹی بات پہ اداس مت ہوا کرو۔'' ابیم نے مسکرا کر صفا کو کہا تو وہ دوبارہ سر جھکا گئی۔'' اچھا۔کیا کھیل رہے تھے تم لوگ۔؟'' ابیم نے موضوع بدلنا ہی مناسب سمجھا۔

''ہم لوگ۔بہت کچھ کھیل رہے ہیں۔'' سجل نے چہک کر بتایا۔

''میرے بنا ہیں۔؟'' ابیم نے دوبارہ منہ بنایا۔

''اب نہیں۔!'' سجل نے اپنے بھائی کے گال پہ بوسہ دیا۔وہ مسکرا کر رہ گیا۔

''ہونہہ۔ہو گیا شروع ان دونوں کا ڈرامہ۔!'' زاویار مسلسل ان لوگوں کو کچھ فاصلے پہ کھڑا گھور رہا تھا

''زاویار۔!'' ابیم سجل کو گود میں اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا اور زاویار کو آواز دی۔وہ متوجہ ہوا۔''آؤ۔انجوائے کرتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر زاویار کو دعوت دی۔

''ضرورت نہیں۔'' کہہ کر زاویر دوبارہ بینچ پر بیٹھ گیا۔ چہرے پر کوفت اور خجلت سجائے۔ ابیہم نے اداسی سے نیچے کھڑی صفا کو دیکھا۔

''آؤ۔ ہم چلتے ہیں۔'' ابیہم نے اپنی انگلی بڑھادی۔ صفا نے جھجکتے ہوئے وہ انگلی تھام لی۔ وہ ان دونوں کو ایک جھولے پر لے گیا۔ وہ لوگ انجوائے کرتے رہے۔ سجل اور صفا کے قہقہے گونجتے رہے۔ جبکہ ابیہم بس مسکرا کر ان دونوں کو جھولا جھلاتا رہا۔ وہ تینوں خوش تھے۔ وہ لوگ خوش نصیب تھے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تھے۔ ان تینوں کو کسی اور کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی دوستی مکمل تھی۔ وہ ایک دوسرے کے لئے کافی تھے۔ وہ معصوم قہقہے کتنی ہی دیر فضا میں گونجتے رہے کہ صفا کے پیروں کے پاس ایک کبوتر آ گرا۔

''ارے۔'' صفا نے جلدی سے اپنا جھولا روک لیا۔ ابیہم ان دونوں کے پیچھے کھڑا تھا وہ بھی دوڑا۔

''کیا ہوا۔؟'' اس نے آگے آ کر دیکھا۔ صفا زمین پر بیٹھ گئی اس کبوتر کو اپنی گود میں رکھے۔ سجل بھی فوراً اپنے جھولے سے نیچے اتری۔ وہ تینوں گول دائرے کی شکل میں زمین پر بیٹھ گئے۔ اور سامنے زمین پر ایک کبوتر پڑا تھا جس کی دائیں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ زخمی ہوا تھا۔

''میں۔ میں پانی لاتی ہوں۔'' سجل فوراً بھاگ کر اس بینچ کی جانب گئی جہاں زاویر بیٹھا تھا۔ وہاں سجل اور صفا کے چھوٹے چھوٹے سے بیگ پڑے تھے جن میں کچھ کھانے پینے کی اشیا اور پانی کی بوتلیں تھیں۔ سجل نے اپنا بیگ کھولا اور پانی کی بوتل لئے انہیں قدموں پلٹ گئی۔ زاویر نے اچنبھے سے دیکھا۔

''یہ مر جائے گا؟'' صفا اداسی لئے بولی۔

''نہیں۔ اسکو کچھ نہیں ہوگا۔'' ابیہم نے صفا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ سہمی سی بیٹھی تھی۔

''یہ لیں ایبو۔! اسکو پانی پلائیں۔'' سجل نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ابیہم کو پانی کی بوتل پکڑائی۔ ابیہم نے بوتل پکڑی۔ اسکے ڈھکن میں تھوڑا سا پانی ڈالا اور کبوتر کو پکڑ کر پانی پلانے لگا۔ کبوتر نے ایک دو گھونٹ پانی پیا۔ وہ سنبھل نہیں پا رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے۔؟'' ان کی آواز نے مڑ کر دیکھا تو زاویر کھڑا تھا۔

''بھائی۔! وہ کبوتر کو چوٹ لگ گئی۔'' صفا نے فوراً اٹھ کر زاویر کو بتایا۔ وہ آنکھوں میں آنسو لئے کھڑی تھی۔

''تو۔؟ تم لوگ ڈاکٹر ہو۔؟''

''بھائی۔''

''مرنے دو اسکو۔ چلو تم۔! اگر مزید نہیں کھیلنا تو چلو مجھے اپنے دوستوں کے ساتھ میچ کھیلنے جانا ہے۔'' اس نے خجلت سے صفا کا ہاتھ پکڑا۔

''نہیں۔ وہ کبوتر۔'' صفا نے زمین پر پڑے اس زخمی کبوتر کی جانب دیکھا۔

''ہمم۔'' زاویر نے ایک گہری سانس لی۔ ''اسکی مشکل آسان کر دیتے ہیں۔'' ابیہم نے دن موڑ کر الجھتی ہوئی بات سے اسکو دیکھا۔ اس پہلے کہ وہ اسکی بات سمجھ پاتا زاویر نے پوں اٹھایا اور اس زخمی کبوتر کی گردن مسل دی۔

''آہہہہ۔!'' سجل اور صفا کی بیک وقت ایک چیخ گونجی تھی۔

ابیہم نے ساتھ کھڑی سجل کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اسکا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ جھٹکے سے سجل کو اپنے ساتھ لگائے ہی اٹھا۔

''تم پاگل ہو۔؟'' وہ اسکے روبرو کھڑا ہو کر دھاڑا۔ صفا اب کھڑی اس کبوتر کو دیکھ رہی تھی۔ اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔

''ایک کبوتر ہی تو تھا۔ وہ ویسے بھی مرنے والا تھا۔ میں نے اسکی مشکل آسان کر دی۔'' زاویر نے پرسکون سے چہرے کے ساتھ ڈھٹائی سے جواب دیتا ابیہم دنگ رہ گیا۔

''تم اتنے سفاک کیوں بنتے جا رہے ہو زاویر۔؟''

''مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''کیا واقعی۔؟ اس معصوم کو کچل کر کون سی مردانگی ظاہر کرنا چاہتے ہو تم؟''

''کم آن۔کیاتم عورتوں کی طرح چھوٹی سی. ت کو لے کر اتنا ری ا کر رہے ہو۔اپنا جگرا مظبوط کرو'' زاو یر نے مذاق اڑانے کے ا ٔ از میں ا. اہیم کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''دفع ہو جاو یہاں سے۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ جھٹکا۔ا. اہیم نے جھک کر سجل کو اٹھا یا۔اور ا قہر بھری نگاہ زاو یر پ ڈالتا وہاں سے ی ۔سجل ا. اہیم کے گلے میں ب نہیں حمائل کئے بس روئے جا رہی تھی۔''الٹس او کے ٹ ۔وہ. ٔ ت میں ی ہے۔''اس نے سجل کا بیگ اٹھاتے ہوئے اسکو پچکارا۔

''زاو یر بھائی بہت. ے ہیں۔ہم دو. رہا ساتھ کبھی نہیں آ گے۔'' وہ اسکی دن سے لپٹی ہوئی مسلسل رو رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے۔میں ہی لے کر آ یر کروں گا اپنی ٹ یکو۔'' وہ اسکو پچکار ت ہوا پ رک سے نکل ی ۔پیچھے صفا سا ت کھڑی ابھی ت اس کبوت کو دیکھ رہی تھی۔زاو یر نے جھٹکے سے اسکا ہاتھ دبوچا۔

''چلو۔ورنہ کسی دن تمہاری بھی دن مروڑ دوں گا۔'' وہ دبے دبے لہجے میں اسکو ڈپٹا ہوا وہاں سے ٹ ہوئے لے ی ۔

''ا. اہیم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''اس ا ٔ ھیرے کمرے میں زاو یر کے الفاظ گونجے تو عاصم نے ا. واچکا کر اسکو دا دی۔

کیو عاصم ایسے واقعات اپنی آنکھوں کے سامنے ہوت ہوا دیکھ چکا تھا۔جو بھی یہاں آ ت تھا اسکو یہی لگتا تھا کہ ا. اہیم اسکا آ ٔ کیا ہی بگاڑ لے گا۔کیو ا. اہیم تو حساس سا اپنے ماں. پ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔اس لئے وہ ایسا کوئی کام کر ہی نہیں سکتا۔وہ تو ا پ ٹ نہیں مار سکتا ہمیں کیا مارے گا۔اور وہ صحیح سوچتے تھے۔

ا. اہیم بھلے پ ٹ نہیں مار ت تھا وہ بھیڑیوں کا شکاری تھا۔

وہ سامنے کھڑا تھا۔ ت بنا۔! اسکے دماغ کی نسیں پھٹنے کو تیار تھیں۔وہ حساب لگا رہا تھا کہ کہاں سے شروع کرے۔! جبکہ زاو یر یہ سمجھ رہا تھا کہ ا. اہیم کمزور پ ت جا رہا ہے۔

''کیا ہوا۔؟ کیا ہمت نہیں ہو رہی۔؟''زاو یر کمینی ہنسی ہنسنے لگا۔'' ۔ ۔ ۔۔حساس ا. اہیم۔!اپنی بہن کا انتقام بھی نہیں لے پ ئے گا۔'' وہ مسلسل ا. اہیم کو طیش دلا رہا تھا کیو وہ جا تھا کہ ا ٔ وہ خوفزدہ ہو گا تو ا. اہیم کیا کوئی بھی کمزور سے کمزور ا ن اسکے سامنے طاقت ور بن جائے گا۔اور ا ٔ وہ خود کو مظبوط ظاہر کرے گا تو اگلے کا دل مرعوب ہو جائے گا۔''کیا تم جا ہو تمہاری سجل کتنا ٹ پی تھی؟ کتنا روئی تھی۔؟''ا. اہیم کا وجود شل ہو ی ۔اسکو اپنے دل کی دھڑکن رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔اسکو لگا کہ کوئی بھاری پتھر اسکے حلق میں اٹ ی ہے۔''کہتی رہی۔زاو یر بھائی۔زاو یر بھائی مت کریں۔جانے دیں۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ بھائی نہیں ہوں میں تمہارا۔''اس کے بعد اس نے ا قہقہ لگا یا۔''بہت پکارا اس نے تمہیں۔ تم تو اپنی د میں مصروف تھے۔ ۔ ۔ ۔ میں نے تو۔۔''

اس سے پہلے زاو یر اپنی. ت مکمل کر ت وہ کوڑھا اسکے چہرے پ آ کر لگا۔زاو یر کو لگا جیسے کسی نے اسکے. ن سے روح کھینچ لی ہو۔وہ ہل کر رہ ی ۔اس سے پہلے کہ وہ اپنا چہرہ موڑ کر سامنے دیکھتا پے در پے اسکے منہ پ کوڑھے. سنے لگے۔پھر اسکے. ن کے ہر حصے پ وہ کوڑھا. سا۔اسکے وجود کی کوئی انچ ایسی نہیں تھی جہاں اس کوڑے نے اپنے ن نہ چھوڑے ہوں۔قریبا آدھے گھنٹے بعد ا. اہیم نے اپنا ہاتھ روکا۔وہ اب سامنے کھڑا تھا۔اسکے سر پ وہ بلب جھول رہا تھا۔و ٹ ت ہی و ٹ یتھی۔زاو یر ز ٔ ہ تھا اور اسکو اسی. ت کا غم تھا کہ وہ ز ٔ ہ کیوں تھا؟ اسکی اب ت جان کیوں نہیں نکل گئی۔

ا. اہیم کا وجود پسینے سے نہا چکا تھا۔ماتھے سے چند پسینے کی بو ٔ یں لڑھک کر اسکے گالوں پ بہہ گئیں۔ گال پ پہنچ کر وہ ا نمکین پ نی میں شامل ہوا تھا۔وہاں پہلے ہی نمی تھی۔اور وہ نمکین مائع اسکی آنکھوں سے نکل رہا تھا۔

اسکے جبڑے. ہم پیو ت تھے۔۔اور رگیں ابھریں ہو تھیں۔پھر اس نے اشارہ کیا تو عاصم نے کرسی کھینچ کر قر. کی۔ا. اہیم وہ کرسی کھینچ کر زاو یر کی کرسی کے عین سامنے بیٹھ ی ۔

وہ. ٔ سے آ یا تھا اس نے ا حرف بھی اپنی ز. ن سے ادا نہیں کیا تھا۔کیو جو سامنے تھا وہ اسکے الفاظ کے قابل نہیں تھا۔وہ تو بس اسکے قہر کے قابل تھا۔جواب ا. اہیم گورسی اس پ. سانے جا رہا تھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔

آفتاب اپنی پوری آب و تاب پر تھا۔روشنی کچھ زیادہ تھی۔

دو چیزیں بینائی چھین لیا کرتی ہیں۔ایک اندھیرا اور دوسرا روشنی۔

حد سے زیادہ روشنی۔آگہی موت ہے۔

کچھ چیزیں جان لینے سے جان لیوا شے ہو جاتی ہے۔

کچھ چیزوں کو نہ جاننا ہی بہتر ہوتا ہے۔

ہر قبر کھودنے کے لئے نہیں ہوتی۔

ہر راز فاش ہونے کے لئے نہیں بنا ہوتا۔

حوریہ اس وقت ابراہیم کی اسٹڈی میں موجود تھی۔وہ اسکی ٹیبل پر کچھ فائلیں بچھائے بیٹھی تھی۔

''یہ تو ٹھیک ہے۔مجھے سینائی کی مکمل معلومات چاہیں یعنی مجاہدین کہاں ہیں۔؟اور وہ ابھی تک ایجنسی کی میں کیوں نہیں آیا۔؟''وہ پوسوچ انداز میں سر ہلا رہی تھی۔پھر کچھ سائے سے اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائے۔

ایک دن اس نے ابراہیم کے ہاتھ میں ایک نقشہ دیکھا تھا۔پوچھنے پر اس نے مذاق بنا دیا کہ وہ ورلڈ ٹور پلین کر رہا ہے۔اس لئے نقشہ لے کر آیا ہے۔''نقشہ۔!ہاں نقشہ۔کوئی نقشہ ہو سکتا ہے۔ابراہیم اتنی اہم چیز یہاں کیوں رکھیں گے۔''وہ انگلی ہونٹوں پر جمائے سوچ رہی تھی۔''اگر وہ ڈائری کو لے کر اتنے لاپرواہ ہوتے ہیں تو نقشہ بھی یقیناً یہیں کہیں ہوگا۔''اس نے اٹھ کر اسٹڈی کی تلاشی شروع کر دی۔ہر دراز ہر کیبنیٹ چھان مارا کہیں کچھ نہیں۔وہ اب اسٹڈی روم کے وسط میں کھڑی تھی۔کہ اچانک وہ اپنی ایڑھیوں پر گھوم گئی۔ابراہیم کی کرسی کے عین پیچھے ایک بڑا سا نقشہ تھا جو کہ دیوار پر لگا ہوا تھا۔وہ فریم کیا ہوا نقشہ پوری دیوار کا تھا

حوریہ نے ایک پل کے لئے اسکو دیکھا۔اور پھر وہ چلتی ہوئی اس فریم کے پاس گئی۔دیوار میں وہ نقشہ سا ایک ورلڈ میپ تھا۔جو کسی بھی شخص کے اسٹڈی روم کی زینت بن سکتا تھا۔!

''یہ وہی نقشہ ہے جو اس دن ابراہیم لے کر آئے تھے۔''حوریہ نے ہونٹوں پر انگلی جمائے پوسوچ انداز میں سرگوشی کی۔اور پھر اس نے جلدی سے وہ اس نقشے کو اتارا۔وہ اب ٹیبل پر فریم رکھے کھڑی تھی۔وہ بس ایک عام سا نقشہ تھا۔کچھ بھی الگ نہیں تھا۔نہ کوئی نشان نہ کوئی علامت۔!کچھ بھی تو نہیں تھا۔

اس فارم ہاوس میں سناٹا سا تھا۔عیشا ہاتھ میں کافی کے دو مگ پکڑے سیڑھیاں چڑھتی جا رہی تھی کمرے کا در وا کھلا تو وہ سامنے زمین پر بیٹھی تھی۔بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے۔عیشا نے اسکو دیکھا۔وہ بکھری سی بیٹھی تھی۔اسکے سنہری بال اسکے شانوں پر بکھر گئے تھے۔آنکھیں سرخ تھیں۔ان سرمئی آنکھوں کا نور ختم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

عیشا نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''کچھ لوگ کس قدر حسین ہو کر بھی مکمل ہی رہتے ہیں۔بے شک قسمت کا حسن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''عیشا نے اس بکھرے سے حسن کے سراپے کو دیکھ کر بے ساختہ ہی کہا تھا۔وہ چلتی ہوئی اسکے پاس زمین پر ہی آ کر بیٹھ گئی۔صفا جو کہ نہ جانے کن سوچوں میں گم تھی چونک کر دیکھنے لگی۔''کافی۔!''عیشا نے مسکرا کر کافی کا مگ اسکی جانب بڑھایا۔

صفا نے کافی دیکھی تو زخمی سا مسکرا دی۔

(''کافی پیتے ہوئے موت پڑتی ہے تمہیں اس لئے یہ لے آیا۔'') صفا نے مسکرا کر سر جھٹکا اور وہ مگ پکڑ لیا۔

''تمہیں پسند نہیں؟''عیشا نے ایک گھونٹ پیتے ہوئے پوچھا تو صفا نے یوں ہی خالی خالی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔

''کیا کبھی عورت کی مرضی بھی معنی رکھا کرتی ہے۔؟''

''کیا۔؟''عیشا نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

''ہر چیز کا اختیار مرد کو ہی ہے؟ رشتہ بنا۔ نبھا۔ پھر توڑ دینا''۔عیشا نے بے چینی سے پہلو زمین پر ہی رکھ دیا۔

''خلع کا حق تو دے دیا کیا رشتہ جوڑے رکھنے کا حق ہے۔؟''

''صفا۔۔!''عیشا نے بے چینی سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''مرد ایک ہی سانس میں تین طلاق کا لفظ ادا کر کے اس ڈور کو ایک جھٹکے میں توڑ دیتا ہے۔ اور نکاح کے وقت عورت کی رضامندی پوچھی جاتی ہے تو طلاق کے وقت کیوں نہیں۔؟''صفا پھٹ پڑی تھی۔

''صفا۔! پلیز۔ کام ڈاؤن۔''عیشا اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسلنے لگی۔جبکہ اب صفا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔''دیکھو صفا۔! میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تمہارے کیا مسائل ہیں۔ بس کام تم سے کیسا رشتہ ہے اور وہ کیوں تمہیں خود سے دور بھیج رہے تھے۔'' کہتے کہتے عیشا نے نرمی سے صفا کے آنسو صاف کئے۔'' میں اتنا جانتا ہوں کہ بس تمہیں کبھی ہرٹ نہیں کریں گے۔''صفا نے بے یقینی سے عیشا کی آنکھوں میں دیکھا۔عیشا نے اثبات میں سر ہلایا۔''تمہیں پتہ ہے تمہارے آنے سے پہلے ہی بس نے کوالرٹ کر دیا تھا کہ تم آ رہی ہو۔تمہارے گرد حصار بنا دیا تھا انھوں نے سکیورٹی کا۔''عیشا کہتی جا رہی تھی جبکہ صفا اب بس پلکیں جھپک جھپک کر عیشا کو دیکھتی جا رہی تھی۔''قادر کو خاص طور پر ہدایت دی گئیں تھیں تمہاری سکیورٹی کی۔اور میں اور سفیر۔!''صفا نے حیرت سے عیشا کا منہ دیکھا۔''ہم دونوں کا ڈیپارٹمنٹ ہی ایسا ہے۔ صرف اس لئے کہ ہم تمہارے ساتھ رہ سکیں۔''

''کیا۔وہ۔وہ سفیر۔؟''صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''ہاں۔وہ نکما سفیر بھی۔ہم ساتھ ہیں۔''عیشا نے محظوظ ہوتے ہوئے بتایا تو صفا کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔''بس نے اس قدر پروٹوکول دیا تمہیں کہ میں تو جیلس ہی ہو گئی۔''عیشا نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

''کیا۔ کیوں۔''

''وہ دراصل۔!عیشا نے اپنے سرخ ہوتے ہوئے گال چھپائے۔''بس میرا ابھی کرش ہیں۔''عیشا نے کہتے ہوئے دن جھکا لی۔صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''تو اس دن واش روم میں۔؟''اب صفا کو کچھ کچھ چیزیں سمجھ آ رہی تھیں۔عیشا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔اور شرمندگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''آئی ایم سوری۔! پلیز۔پلیز۔!''عیشا نے فوراً کان پکڑ لئے۔صفا نے مسکراہٹ چھپالی۔''میں اپنی سزا پا چکی ہوں۔پلیز۔!''عیشا نے کان پکڑے ہی آنکھیں مٹکائیں تو صفا مسکرا دی۔

''ایک قیدی سے کیسا حسد۔''صفا نے اداسی سے کہا۔

''وہ تو تمہیں آزاد کر رہے تھے پھر تم نے پیپرز سائن کیوں نہیں کیئے۔؟''عیشا بھی اب سر پیٹ کر رہ گئی۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

عیشا اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔وہ اتنی سی لڑکی کتنی بڑی بات کہہ گئی تھی۔''صفا۔! کیا تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ آلریڈی ایک فیملی ہے۔''

''جانتی ہوں۔''صفا سر جھکا گئی۔

''یہ جانتے ہوئے بھی تم ازدواجی زندگی میں رہنا چاہتی ہو؟''

''کس نے کہا؟''

''ایک منٹ ابھی تو تم نے کہا۔''

''میں کسی کے ساتھ زبردستی نہیں رہنا چاہتی عیشا۔ مجھے زبردستی ابیہم نے شامل کیا تھا اپنی زندگی میں۔میری پہچان کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا۔میرے ماں باپ نے میری قیمت لگا دی۔مجھے ونی جیسی لعنت کی بھینٹ چڑھایا گیا۔کیا میرا وجود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔؟ کیا میری کوئی وقعت نہیں ہے۔؟ آخر مجھے کوئی کیوں نہیں سمجھتا۔؟''وہ سر

پکڑ کر ئی۔

''او کے او کے ریلیکس۔ پلیز۔! تم ایسے مت کرو تمہاری طبیعت نہ بگڑ جائے۔''

صفا نے عیشا کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ اس نے اپنے بکھرے. ل چہرے سے ہٹائے۔ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے رَ ڑ ا۔

''عیشا۔!'' پھر وہ قدرے. رمل سے ا' ازمیں بولی۔ ''میں نے بس محبت کی ہے۔ بے لوث محبت۔! مجھے. لے میں کچھ نہیں چاہیے۔ میں اپنے حصے کی محبت کر چکی۔ میں اب اپنی شنا ' نہیں. ل سکتی۔ میں کوئی کھلو. نہیں ہوں جو میرے وجود کے ساتھ کوئی بھی کھیل جائے۔'' آ ' ی. ت پ صفا نے ا ہچکی لی۔ ''آج اسکی تو کل کسی دوسرے کی۔ نہیں عیشا۔! میں اپنے ساتھ یہ نہیں ہونے دے سکتی۔ اَ ا. اہیم نے اتنا. ٹ اقدم اٹھا کر مجھے اپنا یا ہے تو مجھے کریں۔ یہ رشتے ' طے کوئی کھیل تماشہ نہیں ہیں۔ اَ نہیں کر تو جانے دیں مجھے۔ پھر میں چاہے بھیڑیوں کا شکار بن جاوں. کسی گاڑی کے نیچے آ کر کچلی جاوں۔ پھر ا کوئی پ واہ نہیں ہونی چاہیے۔'' کہہ کر صفا جنونی ا' ازمیں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''صفا۔!'' عیشا بھی اسکے ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جبکہ صفا ننگے پ وں گلے میں دوپٹہ ڈالے. ہر نکل گئی۔ ''صفا۔ میری. ت سنو۔ ہر سردی ہے۔'' وہ اسکا کوٹ اٹھائے اسکے پیچھے ہی پ ۔

''عیشا میرے پیچھے مت آ ' ۔'' صفا اپنے آ صاف کرتے. ہر نکل گئی۔

''صفا۔! کیا تم پ گل ہو۔؟'' وہ اسکے پیچھے ہا' ت ہوئی سیڑھیاں ا ت رہی تھی۔

''عیشا میرے پیچھے مت آو۔'' کہتے صفا نے دونوں ہاتھوں سے لاونج کا دروازہ کھولا جو کہ لان میں کھلتا تھا۔ ۔۔!

عیشا سیڑھیوں پ ہی رک گئی۔ سامنے کوئی کھڑا تھا۔ وہ ا نہیں وہ تین لوگ تھے۔ ''کک۔ کون۔؟'' صفا کا حلق خشک ہوا۔ اس نے مڑ کر عیشا کی جا. سوالیہ وں سے دیکھا۔

''کون ہو تم لوگ۔'' عیشا نے ماتھے پ تیوری پ ڑھائی اور فورا سیڑھیاں ا تے لگی۔ ا آدمی نے اپنی گن نکال کر صفا کی کنپٹی پ رکھ لی۔ عیشا ٹھٹکی۔

صفا نے ا زوردار چیخ ماری۔ ''عیشا۔!''

''صفا۔!'' اس سے پہلے کہ عیشا اس ت پہنچتی ا آدمی آگے. ٹھا۔ اس نے عیشا کو دبوچنا چاہا عیشا نے ڈیننگ ٹیبل پ پڑا چاکو اٹھا یا اور اسکی جا. اچھالا۔ وہ چاکو اس آدمی کے حلق کے آر پ رہو ۔ ۔. قی دو آدمی د ' رہ گئے۔

''ہاو ڈ یئر یو۔'' عیشا نے جھک کر اپنی ٹ ' کے ساتھ نصب ا پسٹل نکال لی۔ دوسرا آدمی اس ت پہنچتا اس سے پہلے ہی وہ زمین بوس ہو چکا تھا۔

اب دروازے میں بس ا آدمی کھڑا تھا جس نے صفا کی کنپٹی پ پسٹل رکھی ہوئی تھی۔ صفا کے سامنے چند پلوں میں گولی چل گئی۔ چاقو چل ۔ ۔ اور تو اور دو آدمی مردہ حا ت میں اسکے سامنے زمین پ پڑے تھے۔ یہ . کافی تھا اس پ سکتہ طاری کرنے کے لئے۔ اسکا چہرہ زرد پ چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ آنکھیں مو ' تی۔

''گارڈز۔!'' عیشا حلق کے بل ئی۔ اسکی آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی۔ . مین ڈور پورا کھلا۔ سامنے ا پوری فوج کھڑی تھی۔ عیشا کی آنکھوں میں بے یقینی اور بے بسی ا آئی۔ وہ قریبا دس لوگ تھے جو ا قطار میں کھڑے تھے۔ اور ا سامنے مینشن کے چار گارڈز مردہ حا ت میں پڑے تھے۔ عیشا نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ لیا۔ پھر پانچ آدمی دا جا. جبکہ. قی پانچ آدمی. جا. کھسک کر ا لائن بنا کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے ا گاڑی کھڑی تھی۔ اس سیاہ گاڑی کا دروازہ ا آدمی نے. ٹ ے مودب سے ا' ازمیں کھولا تو ا آدمی اس میں سے. ہر نکلا۔ عیشا اپنی کھلی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ شخص تھری پیس سوٹ پہنے آنکھوں پ چشمہ لگا ت ہوا. ہر نکلا۔ ا گارڈ نے جلدی سے اسکے سر پ چھتری سے سائیہ کر دیا۔ وہ اب آ رہا تھا۔ اپنی پوری شان سے۔ عیشا اپنی جگہ سا ت ہو چکی تھی۔ دو لوگ آگے. ٹھے۔ انھوں نے عیشا کو دبوچ کر زمین پ ہی بٹھا لیا۔

''چھوڑو مجھے۔'' وہ ہوش میں آتے ہی مچلنے لگی۔ عیشا نے سامنے دیکھا تو صفا ہوش کی د سے بے گانہ ہو چکی تھی۔ وہ آدمی چلتا ہوا آ ۔ گارڈ نے ' می سے صفا کو اسکے حوالے کیا۔ وہ اسکی دسترس میں آ چکی تھی۔ وہ ا ہاتھ اسکے دھمائل کر کے اسکو اٹھا چکا تھا۔

''لے چلو اسکو بھی۔'' اس نے عیشا کی جا. دیکھتے ہوئے کہا اور واپس اپنی گاڑی کی جا. چل دی۔

گارڈ نے آگے. ڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دی۔ اس نے. می سے صفا کوا. ربٹھایا اور پیچھے ہٹا۔ پھر اس نے اپنے کوٹ کا کالر درست کیا اور دوسری جا. سے آ کر اپنی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی چلی گئی۔ عیشا کو دوسری گاڑی میں لے جایا گیا تھا۔

مینشن خالی رہ گیا۔ ویران۔! خاموش۔!

اور وہ لاشیں مین ڈور پہ آنے والوں کا استقبال کرنے کے لئے چھوڑ دی گئیں تھیں۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد حوریہ نے آہ. کا راس فریم کو کھولنا شروع کیا۔ فریم ہٹایا۔ نقشہ ہٹا کر ایک طرف رکھا۔ اسکو لگا تھا شاید اسکے پیچھے کچھ ہو۔ وہاں بھی کچھ نہ تھا۔

''افف۔ یہاں بھی کچھ نہیں ہے۔'' کہ کر اس نے نقشہ اٹھا کر واپس فریم میں رکھنا چاہا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نیچے گر ہوا پلٹ گیا۔ حوریہ جو نقشہ اٹھانے کی غرض سے جھکی ہوئی تھی ٹھٹک کر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اچنبھے سے دنا جا. ئی۔ اور پھر اس نے وہ نقشہ اٹھا لیا۔ وہ اب اس الٹے نقشے کو ٹیبل پہ بچھائے بیٹھی تھی۔

اور وہ نقشہ تھا سینائی کا۔!

عصر کا وقت تھا۔ روشنی مدھم پڑ رہی تھی۔

دن کا اختتام۔

شام شروع ہونے سے پہلے کا رات کا پیش خیمہ۔

ایک نئے. ب کی شروعات کا پیش خیمہ۔

سائے لمبے ہونے لگے تھے۔

ہر چیز اپنے پیچھے اپنی نمی چھوڑ رہی تھی۔ اپنی شناخت۔

اپنا سایہ۔

وہ قادر کے ساتھ کماڑ رسے ملنے آیا تھا۔ وہ لوگ اب ویران سے علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ گاڑی رکی تو قادر اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا نیچے اتا۔ پیچھے ہی ا. اہیم بھی جھجکتا ہوا گاڑی سے اتا آیا۔ وہ لوگ چلتے ہوئے ایک خستہ حال سی عمار کے سامنے آ رکے۔ ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔ وہاں کوئی بندہ نہ بشر۔ پھر قادر چلتا ہوا اس عمارت کے اند رپہنچا۔ ا. اہیم پیچھے ہی چل دیا۔ اب وہ پیچھے تو مڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے آگے. ڑھتا رہا۔ وہ عمارت بھی خالی تھی۔ ایک کھنڈر۔!

''بھائی کیا کوئی مذاق کر رہے تھے؟'' ا. اہیم کو اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

قادر نے مڑ کر ا. اہیم کا چہرہ دیکھا۔

''خوفزدہ ہو؟'' اس نے ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''نہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ دیکھو۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' کہتے ا. اہیم نے اپنی جیبیں پلٹ کر دکھا دیں۔ ''اس لئے مجھے لوٹنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' اس نے کندھے چکائے تو قادر ہنس دیا۔

''یار۔! تم کیوں ایسے سوچتے ہو۔؟'' پھر قادر زرا قریب ہوا۔ ''کیا پاکستانی سارے ہی لٹیرے ہیں۔؟'' وہ سرگوشی انداز میں کہتا پیچھے ہٹا ا. اہیم ڈٹا رہا۔

''میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں مصر سے ہوں۔''

قادر نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔

''پاکستانی اسٹوڈنٹ جو قاہرہ یونیورسٹی میں ایک اسکالرشپ پہ آیا ہے۔ اور عنقریب رحمان کرداوی کی بیٹی سے شادی کرنے والا ہے۔'' قادر نے محظوظ سے انداز میں

ا. اہیم کا. ئیوڈیٹا بتاڈالا۔جبکہ ا. اہیم کا اب صحیح معنوں میں حلق خشک ہوا تھا۔پھر قادر ا۔ قدم آگے. ڑھا اس نے ا. اہیم کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔''ہمیں تمہاری ضرورت ہے میرے بھائی۔تمہارے پ س آنے والی اس پ ورکی ضرروت ہے جس سے تم ا ن ہو۔تمہارے اختیارات کی ضرورت ہے جن پ تمہارا حق ہونے والا ہے۔تمہاری پہچان کی ضررورت ہے جس اب تمہیں ملنے جارہی ہے۔'' وہ م سی آواز میں کہہ رہا تھا جبکہ اب ا. اہیم کے لئے سانس . مشکل ہو ۔ تھا۔اس نے جھٹکے سے قادر کا ہاتھ جھٹکا۔

''تم۔تم لوگ غلط سمجھ رہے ہو۔میں حور یہ سے محبت کر تا ہوں۔میرا اسکے . پ سے کوئی تعلق نہیں میں کسی اختیار کا کسی عہدے کا طلب گار نہیں ہوں۔میرا رحمان کرداوی سے کوئی . دینا نہیں سوائے اسکی بیٹی کے۔'' کہتے کہتے ا. اہیم کی شربتی آنکھوں کے شعلے روشن ہو چکے تھے۔

''ریلیکس۔ریلیکس۔!'' کہتے قادر نے سرا ٹ رکرنے کے ا ازمیں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''سفیر کہاں ہے۔؟'' اب کی. را. اہیم نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''آو۔اس سے مل ۔ تے ہیں۔'' کہتے قادر نے اپنے پ وں تلے بچھا ہوا ۔ کارپ اپنے جوتے کی نوک سے ہٹا ۔وہاں ا ۔ دروازہ سا بنا ہوا تھا۔ا. اہیم ٹ ۔وہ کوئی تہہ خانہ تھا۔پھر قادر زمین پ بیٹھ ۔اس نے مخصوص سے ا ازمیں دستک دی۔اس نے ا ۔ ساتھ پ نچ. ردستک دی۔پھر وہ ا ۔ پل کے لئے رکا۔پھر اس نے ا ۔ دستک دی۔اور دو پل کے لئے رک کر چار. را ۔ ساتھ دستک دی۔یہ کوئی کوڈ تھا۔ا. اہیم ا. وسکیڑے کھڑا تھا کہ اس تہہ خانے کا دروازہ کھل ۔ ۔وہاں نیچے سیڑھیاں تھیں۔

''آو۔'' قادر نے نیچے سیڑھیاں ا تے ہوئے ا. اہیم کی جا . ہاتھ. ڑھا۔وہ سا ۔ کھڑا تھا۔''ڈرومت۔!'' قادر نے بھرسہ دلا ۔ تو ا. اہیم نے اپنا پ ۔ ہوا ہاتھ قادر کے ہاتھوں میں دے د ۔وہ لوگ سیڑھیاں ا آئے۔وہ کوئی بیسمنٹ نہیں تھا۔وہ ا ۔ ٹنل تھا۔ا ۔ بہت وسیع ٹنل۔ا ۔ بنکر ٹنل۔وہ لوگ ا ۔ تنگ گلی میں سے چلتے جارہے تھے۔دا . جا . چھوٹے چھوٹے کمرے سے بنے ہوئے تھے جو کہ لاکڈ تھے۔

قادر آگے. ڑھتا رہا پیچھے پیچھے ا. اہیم بھی دم سادھے چلتا جارہا تھا۔ا ۔ طویل راستہ طے کرنے کے بعد وہ لوگ ا ۔ کمرے کے . ہر آکر رکے۔اس کمرے کے . ہر ا ۔ درجن سے ز ۔ دہ لوگ موجود تھے۔جو کہ سپاہیوں کی طرز کا لباس پہنے ہوئے تھے۔وہ لوگ اس دروازے پ پہرہ دے رہے تھے۔قادر نے سلام کیا ان لوگوں نے جواب د ۔اور پھر کچھ د ۔بعد وہ دروازہ کھلتا ۔ ۔سامنے ا ۔ چھوٹ سا ہی کمرہ تھا۔قادر مودب سے ا ازمیں ا ردا خل ہوا جبکہ ا. اہیم دھڑکتے دل کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ وہ بس یہی سوچ رہا تھا کہ ا ان لوگوں کو اسکی کسی . ت کا غصہ آ ۔ تو یہاں سے تو لاش گلنے سڑنے کی بو بھی . ہر نہیں جائے گی۔

''کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔۔)(القران)

سامنے ا ۔ بڑی سی تختی دیوار میں آو ۔ اں تھی۔یہ یقیناً ا ۔ اٹل حکم تھا۔وہ لوگ ا ر پہنچے تو کمرے کے ا ۔ کونے میں ا ۔ آدمی ا ۔ چھوٹی سی جائے ز پ بیٹھا قران پڑ رہا تھا۔قادر نے بلند آواز میں سلام کیا اور وہیں مودب سا کھڑا ہو ۔ ۔

اس آدمی نے قران پ ک بند کیا اور اسکو غلاف میں لپیٹ د ۔پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور قران ا ئی پ بنے ا ۔ . شیلف کے ر ۔ میں رکھ د ۔

پھر وہ مڑا۔وہ ا ۔ یونیفارم میں ہی ملبوس تھا۔وہ . لوگ ا ۔ ہی قسم کے لباس میں تھے۔جیسے کوئی فوجی وردی ہو۔اس نے مسکرا کر سلام کا جواب د ۔اور چلتا ہوا آ کر وہاں رکھی ا ۔ میز کی سر. اہی کرسی پ بیٹھ ۔اور ان دونوں کو بھی ۔ کی دعوت دی۔ا. اہیم اور قادر مہمان کی کرسی پ بیٹھ گئے۔پھر کما ٹ رنے اپنی میز پ رکھی گھنٹی بجائی۔وہ کوئی . قی گھنٹی نہیں تھی۔بس ہاتھ سے بجانے والی ا ۔ گھنٹی۔

ا ۔ سپاہی مودب سا ا ازداخل ہوا۔

''مہمان کی تواضع کرنے کے لئے کچھ لاو۔'' انھوں نے مسکرا کر ا. اہیم کی جا . دیکھا جو کہ مضطرب سا بیٹھا تھا۔

''نہیں نہیں۔مجھے کچھ نہیں چاہیے۔بس سفیر کو بلوا دیں۔''ا. اہیم جلدی سے بولا تو کما ٹ ر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''سفیر کو بھی لے آو۔انھوں نے مڑ کر لڑکے سے کہا وہ سر کو خم دے کر وہاں سے ۔ ''کما ٹ را ۔ درمیانی عمر کے شا ارسے عرب مرد تھے۔ا خط کی ہوئی خوبصورت سی داڑھی ا تیکھے سے ش ہر قسم کے تکبر سے عاری صاف شفاف سا مسکرا ہوا چہرہ۔ا. اہیم کو ا ۔ پل کے لئے لگا کہ وہ کوئی صوفی . رگ ہیں۔ اگلے ہی لمحے اس نے ا . ن پ وہ فوجی لباس دیکھا۔صوفی تو جہاد نہیں کرتے کم از کم . نی جہاد نہیں۔ہاں کچھ صوفیا نے کیا ہے . نی جہاد بھی صوفیا جہاد . لسان کرتے ہیں۔وہ اپنی

زبان سے اپنے علم سے جہاد کیا کرتے ہیں۔ ہر جہاد کرنے والے کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے پُر نور۔

''ہم۔ کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔؟'' انھوں نے کچھ دیر بعد ابہیم کو دیکھ کر نرم سے لہجے میں کہا۔ ابہیم نے تھوک نگلا۔ اب خوف ختم سا ہوتا جا رہا تھا۔

''مجھ سے کیا چاہیے۔؟'' اس نے بنا کسی تمہید کے پوچھا۔

''دو چیزیں۔'' انھوں نے دو انگلیاں کھڑی کیں۔

''کون کون سی۔'' ابہیم اب قدرے بے چین ہوا کہ آخر اس سے کو دو چیزیں چاہیں۔ کمانڈر نے ایک انگلی کھڑی کی۔

''جہاد بل۔!اور جہاد بل مال۔'' انھوں نے دونوں انگلیاں آپس میں کراسکی آنکھوں میں آنکھوں میں ڈال کر کہا۔ ابہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میں سمجھا نہیں۔''

''ہمیں تمہارا ہاتھ چاہیے۔'' انھوں نے دونوں ہاتھ میز پر ٹکا دیئے۔ اور دونوں ہاتھوں میں انگلیاں۔ ہم دھنسا دیں۔ ابہیم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ اس نے تھوک نگلا۔

''میں نے کوئی چوری نہیں کی۔ پھر ہاتھ کیوں۔؟'' اسکو لگا وہ اسکا ہاتھ کاٹنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ کمرے میں ایک زوردار قہقہہ گونجا۔ ابہیم حیرت سے کبھی سامنے کمانڈر کو دیکھتا تو کبھی اپنے ساتھ بیٹھے قادر کو دیکھتا۔ پھر اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا تو ان لوگوں کے قہقہے تھم گئے۔ ایک نوجوان سا سپاہی ٹرے میں کچھ کھجوریں اور ایک دودھ کا گلاس لئے آیا۔ اس نے وہ لا کر ابہیم کے سامنے رکھا۔ ابہیم ٹھٹک کر کمانڈر کو دیکھنے لگا۔

''بسم اللہ کرو۔'' انھوں نے قدرے دوستانہ انداز میں کہا تو ابہیم نے جھجکتے ہوئے ایک کھجور اٹھا کر کھالی۔ اسی دوران دوبارہ دروازہ کھلا تو ایک سپاہی کے ساتھ سفیر اندر آیا۔

''سفیر۔!'' ابہیم جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ آگے بڑھا اور سفیر کو گلے لگا لیا۔

''سفیر میرے بھائی۔ تم ٹھیک ہو ں؟'' وہ اسکی پشت تھپتھپاتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

''بھائی۔ ادا۔'' سفیر کہہ کر اور آواز میں رو دیا۔

ابہیم کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی تھی وہ کتنی ہی دیر سفیر کو گلے لگائے کھڑا رہا۔ اب سفیر کے لئے بس ابہیم ہی اس دنیا میں رہ گیا تھا۔ وہ چند دنوں کا تعلق ان دونوں کے لئے کسی بھی رشتے سے گاڑھا ہو گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بھائی تھے۔ کچھ دیر بعد سفیر اپنا دل ہلکا کرنے کے بعد الگ ہوا۔ کمانڈر حیرت زدہ سے ابہیم کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کیسے کسی ان جانے، اجنبی ان کے لئے اتنا حساس تھا۔ کمانڈر نے اسکے دل کو پہچان لیا تھا۔ یہی دل چاہیے تھا اپنے مقصد کے لئے اپنی کاز کے لئے۔ ایک طویل وقفہ آیا۔ وہ لوگ خاموش سے بیٹھے رہے۔ پھر ایک گہری سانس اس کمرے میں خارج کی گئی۔ اور وہ سانس خارج کرنے والا ابہیم تھا۔

''کیا کرنا ہوگا مجھے؟'' اس نے بنا کسی توقف کے کمانڈر کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟'' وہ پرسکون سے تاثرات لئے بولے۔

''میرے پاس اس وقت صرف اپنی جان ہے۔ وہی دے سکتا ہوں۔'' اس نے کندھے اچکا دیے۔ کمانڈر نے اچکا کر اسکو دیکھا۔ وہ نوجوان سا لڑکا۔ وہ خواب دیکھنے والا لڑکا۔ جس نے ابھی زندگی نہیں دیکھی تھی وہ اپنی جان دینے کی بات کر رہا تھا۔

'' ہمیں بس تمہارا ہاتھ چاہیے۔'' وہ دوبارہ پرسکون سے بولے سفیر نے پریشان ہو کر ابہیم کو دیکھا۔ کمانڈر پرسکون سے اندازمیں سیدھے ہو کر بیٹھے۔ ''ہمیں تمہاری طاقت چاہیے۔ جہاد بل۔! جہاد بل مال۔! بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو یہ دو جہاد؟'' انھوں نے ابہیم کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔

''میرے پاس کوئی طاقت نہیں۔۔ میرے پاس کوئی مال نہیں۔'' ابہیم نے اپنے خالی ہاتھ سامنے کر دیے۔

''آئے گا۔ کچھ آئے گا۔ مال بھی اور اختیار بھی۔ بس تمہیں ثابت قدم رہنا ہے۔''

'' میں اپنی بیوی کو دھوکہ نہیں دوں گا۔''

''ابھی تم نے کہا کہ تمہارے پ س . سے قیمتی چیز جان ہے۔'' انھوں نے اسکو یددلا یہ۔

''میں نے قیمتی نہیں کہا۔ حور یہ میری جان سے زیدہ قیمتی ہے۔'' اس نے فورا اصلاح کی۔ کمانڈ رہلکا سا مسکرادیئے۔

''میری بھی بیوی تھی۔!'' وہ زخمی سا مسکرائے۔ . نے چونکر دیکھا۔ ''بیوی۔ نہیں محبوبہ۔! محبوب ت ین ہستی۔'' وہ کہنے لگے تو . حیرت کا مجسمہ بن گئے۔ وہ پہلی . را اپنی ذاتی زندگی کے . رے میں . ت کررہے تھے۔ ''میرے دو بچوں کی ماں۔! مجھے بہت عزیز تھی وہ۔ کچھ محبت کی شادی تو کچھ دین سے قریب ہوکر میں نے اسکو بہت محبوب رکھا تھا۔ میں نے جتنا دین کا مطالعہ کیا میرا دل اسکے لئے نرم پڑتا گیا۔ حتی کہ میں نے اسکے لئے اپنے سارے اصول بھی قربان کردیے۔ پھر۔'' کہتے کہتے کمانڈ ر کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔ ''میں نے جیسے ہی تنظیم جوائن کی اور جہاد کا اعلان کیا وہ میرے فیصلے کی مخالفت کرنے لگی۔ کہتی تھی کہ آپ مارے جائیں گے۔ پگلی کو لگتا تھا کہ اگر جہاد نہیں کروں گا تو زندہ رہوں گا۔'' وہ سر جھکائے ہلکا سا ہنس دیے۔ ''میں نے بھی کہا کہ مارے جانے کے خوف سے جو گھروں سے نہیں نکلتا منافق کہا جاتا ہے اور قران میں ایسے لئے سخت احکامات آئے ہیں۔ وہ نہیں مانی۔'' وہ سانس لینے کے لئے رکے۔ ''اور پھر ایک دن میرے بچوں کو لے کر چلی گئی۔ بنا مجھے بتائے۔'' کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ حتی کہ کسی کے سانس لینے کی بھی آواز نہیں آرہی تھی۔ ''میں نے بہت کوشش کی۔ بہت زیدہ۔''

''کیا پھر آپکو ملی وہ؟'' ا. ابہیم نے بے ساختہ ہی پوچھا۔ کمانڈ رنے اثبات میں سر ہلادیا۔ ''یہ تو اچھی بات ہے۔'' ا. ابہیم نے رکی ہوئی سانس بحال کی۔ کمانڈ رنے مسکراتے ہوئے میں سر ہلایا۔

''وہ ملی تو شہر اغیار سے۔'' . نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ ''وہ یہودیوں کے ایجنٹ کے ساتھ مل کر اپس چلی گئی تھی۔ اس ایجنٹ نے اسکو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لیا۔ کہا کہ وہ لوگ ہماری تنظیم کو ختم کرنے والے ہیں۔ پلیز وہ اپنے شوہر کا پتہ بتادے گی تو وہ لوگ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے وہ پگلی بھی مان گئی۔'' ا. رپھر سے سناٹا چھا گیا۔ ''میری محبت میں ہی میرے ساتھ غداری کر گئی۔''

''پھر۔؟ پھر کیا ہوا؟'' اب سفیر نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ پوچھا۔

''پھر کیا۔ ان لوگوں نے ہمارے ٹھکانے پ حملہ کردیا۔ وہ کام رہے۔''

''پھر؟ کیا وہ آپکو مل گئی؟'' ا. ابہیم بس اسی نقطے پ اٹکا ہوا تھا۔

''ہم نے جوابی حملہ کیا۔ ایک اچھی خاصی لڑائی ہوئی۔ ان لوگوں کے کچھ بندے ہم نے پکڑ لئے۔ تمہیں پتہ ہے ان لوگوں نے کیا کیا؟'' ا. ابہیم سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ''میری بیوی کے . لے اپنے قیدی مانگے۔'' کمانڈ رکی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔

''پھر؟'' ا. ابہیم کا صبر جواب دے رہا تھا۔

''میں راضی ہوگیا۔ ہم لوگ ا قیدی لے کر طے شدہ ٹھکانے پ پہنچ گئے۔ اب دونوں گروپ آمنے سامنے تھے۔'' کمانڈ رنے گہری سانس لی۔ ''وہ میری آنکھوں کے سامنے تھی۔ میرے دل میں اب اس کے لئے محبت . قی نہ رہی تھی۔ میرا دل ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ میرے لئے میرا مقصد . ٹھا تھا۔ اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیوی کو گولی ماردی۔'' کہہ کر کمانڈ رنڈھال سے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔ کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔

''اور آپکے بچے؟'' کچھ دیر بعد ا. ابہیم کے الفاظ گونجے۔

''وہ پہلے ہی مر چکے تھے۔ ان لوگوں نے میرے بچے پہلے ہی مار ڈالے تھے۔'' ایک آنسو کمانڈ رکی دا آنکھ سے بہہ گیا۔

کچھ دیر بعد ا. ابہیم کو ایک دوسرے میں لے جایا گیا۔ وہاں ایک بڑی سی میز تھی۔ جس پ ایک نقشہ بنا ہوا تھا۔ وہ نقشہ کسی کاغذ پ نہیں بلکہ وہ ریت سے بنا ہوا تھا۔ جیسے قدیم زمانوں میں ریت سے زمین کا وخال بنا کر چھوٹے چھوٹے پتھروں سے کی جاتی تھی۔

اسی طرز کا ایک نقشہ۔! ا. ابہیم، قادر، سفیر اور کمانڈ راس کمرے میں اس نقشے کے سامنے کھڑے تھے۔

''یہ سینائی ہے۔'' کمانڈ رنے ایک چھڑی کی مدد سے اسکو ایک جگہ کی نشاندہی کروائی۔ ''صحرائے سینا غزہ کے لیے اس کی قربت اور اسٹریٹیجک اہمیت کی وجہ سے بہت اہم ہے۔ رفح سرحدی گزرگاہ، جو سینا میں واقع ہے، غزہ اور مصر کے درمیان لوگوں اور سامان کی منتقلی کا اہم راستہ ہے، خاص طور پ اس لیے کہ غزہ اسرائیل اور مصر کے ذریعے

محاصرے میں ہے۔''

''لیکن اس کا میرے کام سے کیا تعلق؟'' ا. اہیم الجھا سا کھڑا تھا۔ کما ٹر کی. تیں اسکے سر کے اوپ سے ٔ رر ہی تھیں۔

''سمجھا ۔ ہوں۔'' انھوں نے چھڑی ا ۔ طرف رکھ دی۔ ''یہ ٔ رگاہ سفر، تجارت اور ا نی امداد کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ مصر غزہ کی سیا ۔ اور سکیورٹی میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے اور اکثر مجاہدین اور اسرا کے درمیان ثالثی کرتا ہے۔ تاریخ کے لحاظ سے، صحرائے سینا اسرا اور مصر کے درمیان تنازعات میں مر ٔ ی حیثیت ر ۔ ہے، جس کا غزہ کی سکیورٹی پ اثر پڑتا ہے۔''

'' کیا مصر کی حکومت یہاں پ آسانی سے کام کرنے دے گی؟'' ا. اہیم ڈ ۔

''نہیں۔ وہ لوگ یقیناً اس علاقے پ ڑی رکھے ہوئے ہیں۔ خاص کر یہ جا ہوئے کہ اسرا کی اس پ نگاہ ہے۔'' کما ٹر پ سکون سے تھے۔'' ۔اس کے علاوہ، سینا غزہ میں سامان اسمگل کرنے کا راستہ بھی رہا ہے، حالا مصر نے سکیورٹی کی وجوہات کی بنا پ ان سرنگوں کو بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصری حکومت اس میں مکمل کامیاب نہیں ہو پ ئی ہے۔ اس لئے ا تمہیں ہماری مدد کرنی ہے تو تمہیں صرائے سینا کو استعمال کر ٔ ہوگا۔ کیو مجموعی طور پ، سینا کا کردار غزہ کے لیے ا ۔ گیٹ وے اور سیاسی واقتصادی روابط کے طور پ بہت اہم ہے۔''

'' میں اکیلا یہ . کیسے کروں گا؟'' ا. اہیم کے ماتھے پ آ ٔ ۔

''تم اکیلے نہیں ہو۔'' کما ٹر نے فوراً سکوٹو کا۔ ا. اہیم نے سوالیہ ا ٔ ازمیں ا آنکھوں میں دیکھا۔ ''اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تمہیں اسکے ساتھ پ بھروسہ نہیں؟'' انھوں نے سوال کیا تو ا. اہیم کے پورے وجود میں ا ۔ سنسنی سی دوڑ گئی۔ کیسے ایمان والے لوگ تھے وہ۔ اپنا . کچھ کھو کر اپنوں کر ہار کر بھی ایمان اور توکل کی مثال بنے ہوئے تھے۔ ا. اہیم نے تھوک نگلا۔

'مجھے بھروسہ ہے۔'' اس نے کہا تو ا. اہیم کی آنکھوں میں خود بخود ا ۔ نمی سی در آئی۔ یقین کی نمی۔ توکل کی نمی اور ایمان کی نمی۔!

''ا ۔ کمپنی ہے۔ وہ مصر میں ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے۔ وہ تمہاری مدد کرے گی۔ . کچھ تمہیں وہاں سے سمجھا دیا جائے گا۔ تم ا ۔ انٹرن کے طور پ وہاں کام کرو گے۔ پھر شادی کے بعد تم اپنا . نس کھڑا کرو گے۔ اس کے لئے کمپنی تمہیں مکمل سپورٹ کرے گی۔ ۔'' کہتے کہتے کما ٹر ا ۔ لمحے کو رکے۔

'' کیا؟'' ا. اہیم کے ٔ ات پل پل . ل رہے تھے۔

'' تمہیں اس معاملے کا کردا وی کے خا ٔ ان سے ز کر نہیں کر ٔ ۔'' کما ٹر نے سخت تنبیہ کی۔

''لیکن میری بیوی۔''

''بیوی کو جتنا علم چاہیے ہوگا بس اتنا ہی دینا ہے تم نے۔ وہ تمہارے گھر کی ملکہ ہوگی۔ تمہیں اپنے دین کے لئے اپنے بھائیوں کے لئے کام کر ٔ ہوگا۔'' ا. اہیم نے بے بسی سے کندھے ا دیئے۔ اسکو بس حوریہ کی فکر تھی۔ کما ٹر نے اسکی بے چینی دیکھ لی۔ وہ اسکو ساتھ لئے واپس اپنے کمرے میں آ گئے۔

''بیٹھو۔!'' انھوں نے ا. اہیم کو ٔ کا اشارہ کیا۔ اس وقت صرف وہ دونوں تھے کمرے میں قادر اور سفیر کو . ہر انتظار کرنے کا کہا ٔ تھا۔ ''تم کردا وی خا ٔ ان کے . ر ے میں کتنا جا ہو؟'' انھوں نے راز داری سے پوچھا۔

''ز ۔ دہ نہیں۔ مجھے بس حوریہ سے غرض ہے۔''

''افف۔ تم تو زن مر ۔ ی میں میرے بھی ر رڈ توڑ دو گے۔'' کما ٹر نے بے بسی سے کرسی سے ٹیک لگا لی۔

'' آپ نے اسکو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔'' ا. اہیم نے ۔ دلا ۔

''محبتیں نہیں مرتیں۔ ا ن مر جاتے ہیں۔'' انھوں نے یوں ہی ٹیک لگائے کہا۔

'' آپ نے کہا کہ آپ کے دل میں اسکے لئے محبت ختم ہوگئی تھی۔''

''محبت ختم نہیں ہوتی ا. اہیم۔! ہم بس خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وقتی دھوکہ۔ صرف اپنی ٔ جیحات کو چننے کے لئے۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہے تھے۔ ا. اہیم سن سا ہو

ے۔کچھ دیر کا وقفہ آیا۔پھر کمانڈر رسیدھے ہوکر بیٹھے۔''کیا تم شیخ کے بارے میں جانتے ہو؟'' وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر ٹکائے ابراہیم کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ گئے۔

''ہاں۔حوریہ کا چچا۔اور اسکی بیوی کی چند ماہ پہلے ڈیتھ ہوگئی تھی کار حادثے میں۔'' ابراہیم نے نارمل سے انداز میں بتایا۔تو کمانڈر ہنس دیئے۔

''کیا بس ایک کار حادثہ؟'' ابراہیم نے اثبات میں سر ہلادیا۔''اچھا یہ بتاو اس حدثے کا بینیفیشری کون ہوا۔؟''

''کوئی بھی نہیں۔اگر مرنے کا کسی کو فائدہ ہوسکتا ہے؟''

''کیا تم جانتے ہو شیخ پیٹرنٹ کا مضبوط ترین امیدوار تھا؟''

''ہاں۔یہ تو معلوم ہے۔میں نے کافی سنا ہے اس بارے میں۔وہ بہت کامیاب سیاستدان تھے اور اسی کامیابی تو طے تھی۔'' ابراہیم نے فوراً کمانڈر کو بتایا تو انھوں نے افسوس سے اثبات میں سر ہلایا۔

''وہ یقیناً ایک کامیاب انسان تھا۔بے شک۔!!''

'' کیا۔؟''

''وہ حق پر تھا۔اس لئے حق پر اکثر ایسے حادثوں کا شکار ہوجایا کرتے ہیں۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ شاکڈ بھی ہوا تھا۔

کمانڈر نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور کہنا شروع کیا۔''وہ ہمارا اچھا دوست تھا۔اسکی غزہ کے لئے بہت ساری خدمات تھیں۔وہ ساری دنیا میں غزہ کا مقدمہ لڑنے والا تھا۔صدر بننے کے بعد وہ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ہمارے لوگوں کے لئے ٹھوس اقدامات کرنے کا عہد کیا تھا۔ کچھ لوگوں کو یہ بات منظور نہ تھی۔اور انھوں نے شیخ کو ختم کروادیا۔''

'' اتنے اہم بندے کو اتنے پروٹیکٹڈ ایریا میں کو کیسے اتنی آسانی سے ختم کردیا گیا۔کیا کوئی سکیورٹی نہیں تھی؟''

''بغاوت اتنی کامیاب نہیں ہوتی۔اسکی جڑیں گھر میں موجود ہوں۔بغاوت کے پودے کا تنا بھلے جتنا بھی پھل پھول جائے۔ اسکی جڑیں ہمیشہ تمہیں اپنے گھر سے ملیں گی۔''

ابراہیم دم سادھے رہا۔''ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔؟ رحمان کرداوی بھائی ہے اسکا۔'' ابراہیم کو تو یقین نہیں آرہا تھا۔

''دھوکہ اپنے دیتے ہیں ابراہیم۔کیونکہ اپنوں پر بھروسہ ہوتا ہے۔جہاں بھروسہ ہی نہ ہو وہاں دھوکے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔اس لئے ہر بار لڑنے سے پہلے اپنے گھر کی بنیادیں مضبوط کرنا۔ورنہ حال میرے جیسا ہوگا۔'' وہ تکان زدہ سے بولے۔ابراہیم کا دل ڈوب کے ابھرا۔

''میرے گھر میں کبھی بغاوت جنم نہیں لے گی۔'' ابراہیم نے عزم سے کہا تو کمانڈر اسکے پراعتماد لہجے پر مسکرادیئے تھے۔

''اچھی بات ہے۔ یاد رکھنا۔!'' کہتے وہ اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ابراہیم مضطرب سا بیٹھا تھا۔''انديشوں کی زمین میں بویا ہوا اعتماد کا پودا کبھی پروان نہیں چڑھتا۔پھر چاہے اسکو محبت کی کھاد ڈالو یا الفت کا پانی۔''

وہ لوگ اب واپسی کے لئے تیار سے کھڑے تھے۔ابراہیم کمانڈر کی باتیں سمجھ چکا تھا۔وہ سمجھتا اس نے غزہ کا سفر نہ کیا ہوتا۔وہ قبول کرتا اس نے اموکی منتظر آنکھیں نہ دیکھی ہوتیں۔وہ سمجھ پاتا اس نے اس رات سردی سے ٹھٹرتے ہوئے اور مرتے ہوئے بچے نہ دیکھے ہوتے۔وہ اس چیز پر کبھی راضی نہ ہوتا اسکو ابھی ادا کے سربے جان ہاتھ کا لمس اپنے ہاتھ میں محسوس نہ ہورہا ہوتا۔وہ اس کرب کی جھلک دیکھ چکا تھا جس میں غزہ کے بسی رہ رہے تھے۔اس لئے وہ راضی ہوچکا تھا۔وہ اس جہاد کے لئے راضی ہوچکا تھا۔ابراہیم نے اسی تہہ خانے میں وہ حساس انسان ابراہیم دفنادیا تھا۔وہ وہاں سے نکلا تو ابراہیم بن کر نکلا تھا۔جس کی آنکھوں میں ایک عزم تھا۔ایک مقصد تھا۔

قادر اور سفیر کو ابراہیم کا سائیہ بنادیا گیا تھا۔وہ کمانڈر کے ہاتھ پر بیعت کرچکا تھا۔وہ اس راستے پر نکل چکا تھا جس راستے پر چلنے کے لئے ایک مضبوط جوتے کی نہیں بلکہ جگرے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس رستے میں پڑے کنکر آپکے پیروں کو نہیں آپکی زات کو زخمی کرتے ہیں۔آپ اس راستے پر چلنے کے لئے اپنے جسم اور روح کو الگ الگ

کر دیتے ہیں۔جسم تو زمین پر رہ کر دکے تقاضے پورے کرتا ہے روح اپنے مقصد پر قربان ہو چکی ہوتی ہے۔

شام ہو رہی تھی۔اب سورج کی روشنی میں رات کی سیاہی گھل رہی تھی۔دوسرمئی آنکھوں نے پلکوں کی جھالر اٹھانے کی ایک کامیاب کوشش کی تھی۔ایک بوجھ سا تھا جس نے اس جھالر کو دوبارہ گرا دیا۔کچھ دیر بعد پھر سے وہ جھالر اٹھی تو دوسرمئی پتھر روشن ہوئے۔پلکیں جھپکیں۔اٹھیں اور پھر سے جھپکیں۔پھر اس نے اپنا چکراتا ہوا سر پکڑا اور خود کو گھسیٹا۔

وہ ایک جہازی بیڈ پر دراز تھی۔صفا نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ایک ہاتھ سے اپنا سر جکڑے ہوئے وہ ادھ کھلی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔

''یہ میں کہاں ہوں؟''اس نے آنکھیں سکیڑ کر اپنے دماغ پر زور دینے کی کوشش کی۔پھر یکے بعد دیگرے کئی لمحے کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔

صفا کی سانس اٹکی۔''عیشا۔عیشا۔!''اس کے پھیپھڑے چیخ اٹھے۔''عیشا۔!کہاں ہو تم۔؟مم۔میں کہاں ہوں؟''وہ بیڈ سے اتری اور دروازے کی جانب بڑھی۔اس سے پہلے کہ وہ ڈورنب پر ہاتھ رکھتا دروازہ کھلتا گیا۔ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔اسکے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔جس میں کھانا تھا۔

''مادام۔۔!آپکے لئے کھانا لائی ہوں۔''وہ لڑکی یونیفارم تھی۔وہ بے انتہا خوبصورت تھی۔ایک وائٹ ڈریس شرٹ اور ٹخنوں تک آتی سیاہ سکرٹ جو کوئی یونیفارم معلوم ہوتا تھا اس میں ملبوس تھی۔لمبے جوڑے کی شکل میں بندھے ہوئے تھے۔ایک سیاہ لٹ اسکے چہرے پر جھول رہی تھی۔ہیل پہنے وہ لڑکی ایسے معلوم ہوتی تھی جیسے کسی نے فرصت سے تراشی ہو۔

''مم۔مجھے یہاں کون لایا ہے؟مجھے میرے گھر جانا ہے۔''صفا نے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے سامنے کی۔جبکہ وہ لڑکی آرام سے چلتی ہوئی کمرے میں پڑے صوفے کے سامنے پڑی میز پر کھانا لگانے لگی۔صفا کبھی اسکو دیکھتی تو کبھی ہر جھانکتی۔ہر ایک راہداری سی بنی ہوئی تھی۔وہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سیون سٹار ہوٹیل ہو۔

''دیکھو۔پلیز۔مجھے یہاں سے جانا ہے۔''صفا نے ایک امید کے ساتھ اس لڑکی سے سامنے کی۔وہ کھانا لگانے کے بعد آرام سے پلٹی اور ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

''مادام۔!کھانا کھا لیں۔اس کے بعد آپکو میڈیسن لینی ہے۔''صفا کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔اسکی آنکھوں میں سرخی در آئی

''تم پاگل ہو۔؟دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟مجھے یہاں اغواہ کر کے لائے ہیں۔''وہ چیخی۔

''مادام۔!آپ بے فکر ہو کر کھانا کھا لیں ہر آپکی سکیورٹی کا پورا بندوبست ہے۔۔''وہ ڈھٹائی کی مثال بنی رہی۔

''فائن۔!میں خود چلی جاتی ہوں۔''صفا غصے سے سرخ ہوتے پاؤں وہاں سے نکلی حیرت کی بات تھی کہ اس زمہ نے نہ اسکو روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی اسکے پیچھے بھاگی۔صفا نے ایک طویل راہداری عبور کی۔اور سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے لاونج میں پہنچی۔وہ عمارت بلکل سنسان اور خالی تھی۔

صفا کو کسی چیز کی ہوش نہ تھی۔وہ لاونج عبور کرتی ہوئی مین ڈور تک پہنچی کی کسی کی گمبھیر آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''کہاں جا رہی ہیں پیٹی لیڈی۔؟''صفا کے ڈورنب گھماتے ہاتھ رکے۔وہ آواز مانوس سی تھی۔صفا وہیں جامد ہو گئی۔''میں نے سوچا تھا ساتھ بیٹھ کر کافی پیئیں گے کچھ گپ شپ کریں گے آپ تو جلدی میں معلوم ہوتی ہیں۔''

صفا دھڑکتے دل کے ساتھ مڑی۔وہ جو کوئی بھی تھا اسکی اس جانب پشت تھی۔وہ ایک بڑے سے عالیشان صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ جمائے سامنے ایل ای ڈی پر چلتی ہوئی

دیکھ رہا تھا۔صفا کو اپنے دل کی دھڑکیں اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔وہ کون تھا۔؟یہی سوال تھا بس ہر سو۔

جواب نہیں۔

''اٹ ورڈز نے اچھا نہیں کیا۔ں۔!اس نے بیلا کو چھوڑ دیا۔!اب کیا ہو گا؟۔۔۔''وہ کہتا جا رہا تھا۔جبکہ صفا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔''وہ تو اسکو اسی کے لئے چھوڑ کر گیا۔تھا کہ بیلا اسکو نہ مل سکی۔افسوس۔''

اس وسیع لاونج میں اس شخص کی گمبھیر آواز گونج رہی تھی۔''اب دیکھنا جیکب کو موقع ملے گا اور وہ اپنی چھپی ہوئی محبت ظاہر کر دے گا۔آ۔کو محبت کرتا ہے۔ں۔!''

''۔۔۔تم کون ہو۔؟'' صفا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''یہاں آ کر دیکھ لیں پیٹی لیڈی۔'' اسکے لہجے میں عجیب شوخی تھی۔

''مم۔مجھے گھر جانا ہے۔مجھے ا۔ا ہیم کے پاس جانا ہے۔'' آواز اب دورہ اسکے چہرے پہ بہہ رہے تھے۔اس شخص کی اسکے ہاتھ میں موجود ریموٹ کنٹرول پہ گرفت اس قدر سخت تھی کہ وہ ریموٹ پچک گیا۔اس نے پھر وہ ریموٹ سامنے لگی ایل ای ڈی میں ہی دے مارا۔جس سے اسکی سکرین ٹوٹ گئی۔ایک دھماکے کی آواز آئی تو صفا وہیں اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کر زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

''گھر جانا ہے۔ا۔ا ہیم کے پاس؟'' کچھ دیر بعد الفاظ گونجے تو صفا نے آنکھیں اٹھا کر اس جانب دیکھا۔

''ا۔۔۔ا۔ا ہیم کے پاس۔'' وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

''گھر جانا ہے یا۔ا ہیم کے پاس۔؟'' دورہ وہی سوال گونجا۔وہ شخص اسی طرح صوفے پہ بیٹھا تھا۔

''ابب۔۔۔ا۔ا ہیم کے پاس۔'' صفا نے ایک ہچکی لی۔اس شخص نے ضبط کرنے کی کوشش سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

''آئی رپو چھ رہا ہوں۔سوچ سمجھ کر جواب دینا۔''

''ا۔ا ہیم کے پاس جانا ہے مجھے۔'' صفا اسکا سوال پورا ہونے سے پہلے ہی اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کر پوری قوت سے چیخی۔اب وہ اٹھ کھڑا ہوا۔صفا کے پورے وجود پہ کپکپی طاری ہو چکی تھی۔وہ گھٹنوں میں سر دیئے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔

''ہمم۔۔۔'' اس نے ایک گہری سانس لی۔صفا کی جانب اسکی پشت تھی۔اس نے ایک ہاتھ اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالا اور ایک ہاتھ سے اپنی ٹائی ذرا سی ڈھیلی کی۔جیسے کی اسکو اپنے ہی طیش کے باعث سانس لینے میں دشواری ہوئی ہو۔''وہ تمہیں طلاق دے چکا ہے۔'' اس نے اب کی بار پرسکون سے انداز میں کہا تو صفا نے فوراً سر اوپر اٹھایا۔

''نہیں۔انھوں نے طلاق نہیں دی۔اور جیتے جی میں ان سے الگ نہیں ہو سکتی۔میرے نام کے ساتھ لکھا ہوا انکا نام کوئی نہیں مٹا سکتا وہ بھی نہیں۔'' صفا پوری ہمت جمع کر کے چیخی۔

''ہمم۔سمجھ گیا۔'' اس شخص کے چہرے پہ الوہی سی مسکان تھی۔

''کک۔کیا سمجھ گئے تم؟ اور تم۔تم کون ہو؟ کیوں رکھا ہے مجھے یہاں۔میرے شوہر کو بلواو۔مجھے یہاں سے جانا ہے۔'' وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی۔

''شوہر۔؟'' اس نے مانو صفا کا مذاق اڑایا۔

''ہاں۔شوہر۔'' صفا اٹل لہجے میں بولی۔

''ویسے۔عدت کتنی دیر کی ہوتی ہے۔'' وہ اپنا کالر جھاڑتا ہوا محظوظانہ انداز میں بولا۔

''کک۔کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''بیوہ کی عدت۔!'' وہ دورہ بولا تو صفا کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔

'' مجھے نہیں لگتا تمہیں عدت پوری کرنی پڑے گی۔ا۔ا ہیم نے یقیناً تمہیں چھوا تک نہیں۔'' وہ اب کمینی ہنسی ہنس رہا تھا۔صفا کا حیرت کے مارے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''شٹ اپ ان۔!'' وہ چیخی۔

''ہونے والا شوہر ہوں۔ایسے نہیں بولتے پیٹی لیڈی۔'' وہ اب کی بار مڑا تھا۔اور صفا کے سر پہ ساتوں آسمان گھوم گئے۔

وہ حسن تھا۔!

''حسن۔!'' صفا نے بے یقینی سے اسکا نام لیا۔

''شہ حسن آفندی۔!'' اس نے مسکراتے ہوئے اپنا پورا نام لیا۔

''۔۔۔تم۔!'' صفا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''آپ۔ مجھے آپ کہو صفا۔!'' وہ مسکراتا ہوا سی جا۔ ۔ ٹھا۔

''۔۔۔تم۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟''

'' آپ۔'' وہ اپنی۔ ت دہراتا ہوا سکی جا۔ ۔ ٹھ رہا تھا۔

''تم۔ مجھے گھر چھوڑ کر آؤ فورا۔ تم ا۔ اہیم کو جا نہیں۔''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی۔ ت مکمل کرتی وہ اسکو دونوں۔ زووں سے دبوچ کر دیوار کے ساتھ لگا چکا تھا۔ صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسکا پورا وجود کا۔ پ رہا تھا۔

''آج کے بعد۔ ان خوبصورت لبوں سے اس گورسی کا۔ م ادا نہیں ہو۔ چاہیے۔ سمجھ گئی۔ ں۔'' اس نے۔ می سے صفا کا گال تھپتھپایا۔ تو صفا نے حقارت سے رخ پھیرا۔ حسن جبڑے بھینچ ۔ے۔ ''مجھ سے منہ تو مت موڑو۔ صفا۔'' وہ بولا تو اسکی آواز زخمی سی تھی۔ صفا نے حقارت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ ا۔ قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ اور صفا کے۔ ز و چھوڑ دیئے۔ ''میں ہاتھ نہیں لگا رہا۔ اوکے۔'' اس نے سرا۔ ٹ رکرنے کے ا۔ از میں اپنے دونوں ہاتھ کھڑے کر دیے۔

''تم ٹ ۔ ہو۔'' صفا میں۔ جانے کہاں سے ہمت آ گئی تھی۔

''تمہارے ساتھ۔ م جڑ جائے گا تو عظیم ہو جاوں گا۔'' اس نے اب کی۔ را اپنے دونوں ہاتھ اپنے ۔ ۔ پ۔ ۔ ھ لئے۔

''ا۔ اہیم کو بلوا۔''

''کہا۔ ں۔'' اس نے صفا کی۔ ت مکمل ہونے سے پہلے ہی انگلی کھڑی کر کے تنبیہ کی۔

''مم۔ مجھے ا۔ اہیم کے پ س جا۔ ہے۔'' وہ۔ لآ۔ رو دی۔

''ارے ارے۔! پلیز۔ رو مت۔'' اس نے جلدی سے اپنی۔۔۔ سے ا۔ رومال نکال کر صفا کے آ صاف کرنے چاہے صفا نے اسکا ہاتھ جھٹک دی۔ ''آئی پ امس۔!'' وہ بولا تو صفا نے ا۔ آس سے اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔ ''اسکے جنازے میں شر ۔ کرنے دوں گا۔'' وہ رومال تہہ کر رہا تھا۔ صفا کو لگا کہ کسی نے اسکے دل کو مٹھی میں بھینچ کر اسکا سارا لہو نچوڑ دیا ہو۔

''ا۔ اہیم۔!'' صفا حلق کے بل ئی۔ اور زمین پ بیٹھتی چلی گئی۔ حسن کچھ دیر یوں ہی کھڑا رہا۔ وہ اب ٹ ۔ ں میں سر دیئے رو رہی تھی۔ وہ بھی ا۔ ٹ۔ زمین پ بچھائے اسکے سامنے ہی بیٹھ ۔ے۔

''کیوں رو رہی ہو؟'' صفا سر ٹ ۔ ں میں دیئے سسکتی رہی۔ ''اچھا میری۔ ت سنو۔!'' اس نے مصالحانہ ا۔ از میں اسکو پچکارا تو صفا نے سر اٹھایا۔ اسکی سرمئی آنکھیں رونے کے۔ ش سرخ ہو رہی تھیں۔ ''افف۔ دیکھو۔ یہ کیا کر دیا تم نے۔'' وہ افسوس سے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ صفا الجھی۔ ''میرے قیمتی سرمئی پتھروں کو تم نے لہو کی سی سرخی سے ر۔ د۔ یہ تم نے۔ ا کیا صفا۔'' وہ بولا تو صفا نے فورا اپنی یں جھکا لیں۔ ''اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اب ا یوں تو مت چھپاو۔''

''مجھے جانے دو پلیز۔'' وہ سر جھکائے ہی ٹ ۔ ٹ ائی۔

''مجھ سے شادی کر لو گی تو تمہیں پ کستان بھی جانے دوں گا۔ تم آزادی سے ز۔ گی جیو گی صفا۔'' وہ اب اسکو بہلا رہا تھا۔

''میں شادی شدہ ہوں۔'' صفا کی ٹ ۔ ٹ سی آواز آئی۔

''وہ حوریہ کا شوہر ہے صفا۔! وہ تمہارا کبھی نہیں ہو سکتا۔'' وہ سخت لہجے میں بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کک۔ کیا تمہیں حوریہ نے کہا ہے یہ ۔ کرنے کو؟'' وہ بے یقینی سے اسکو دیکھ رہی تھی۔ حسن نے میں سر ہلا دی۔

''۔۔۔تو کیوں کر رہے ہو؟''

''محبت۔!'' کہتے حسن نے زور سے اپنے ۔ پ اپنے دل کے مقام پ ہاتھ مارا۔ صفا کی آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔ ''مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے صفا۔ اور اب ش۔ حسن آفندی تمہیں ہر قیمت پ حاصل کر لے گا۔'' اسکی آنکھوں میں عجب اعتماد تھا کہ صفا کو خوف محسوس ہوا۔

''نن۔نہیں ایسا ہر ؔ نہیں ہوسکتا۔''اس نے ا۔ ہچکی لی۔

''ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ سمجھو ہو چکا ہے صفا۔'' کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا اسکے مو بئل پ کوئی فون کال آ رہی تھی۔اس نے منہ پ انگلی رکھ کر صفا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔وہ اب سپیکر پ فون سن رہا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے؟'' مقابل کوئی مرد تھا۔

''کمال ہے۔پہلی ر کسی شخص کو اپنا آئینہ دیکھ کر آگ بگولہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔'' وہ پ سکون تھا۔

''دیکھو شا۔!یہ تم ٹھیک نہیں کر رہے۔''

''شا جو کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے۔پھر چاہے وہ ٹھیک ہو یا غلط۔'' لہجے میں اطمنان تھا۔

''تم مجھے بلیک میل نہیں کر ۔''

''میں کر سکتا ہوں۔میں ۔ کچھ کر سکتا ہوں رحمان کرداوی۔''اس نے م لیا تو صفا کے چاروں طبق روشن ہوئے۔وہ حوریہ کے ۔ تھے۔

''کیا چاہتے ہو تم؟''مقابل نے تھکے سے ا ازمیں پوچھا۔

''ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ا۔ ڈیل چاہیے مجھے۔''حسن پ سکون سا چلتا ہوا صوفے پ جا بیٹھا۔صفا وہیں زمین پ بیٹھی رہی۔سن سی۔

''اَ تم اپنا وقار بچا چاہتے ہو۔اَ تم چاہتے ہو کہ ان تمام ڈیلز کی معلومات د کے سامنے نہ آئے تو تمہیں کسی شے کی قر نی دینا ہوگی۔''

''کیا چاہیے تمہیں۔''وہ دھاڑے۔

''آواز نیچے۔!اس وقت تم غصہ دکھانے کی پوز اور عمر۔دونوں کھو چکے ہو۔ا۔ ہارٹ اٹیک اور بس۔''حسن نے ا۔ قہقہ لگا۔

''بکواس بند کرو۔اور بتاو کیا چاہیے تمہیں۔''

''مجھے ا۔ اہیم گورسی کا سر چاہیے۔''الفاظ گونجے تھے۔اور ان الفاظ نے صفا سے اسکی قوت سما ۔ چھین لی تھی۔ا۔ گھنٹی سی بجی تھی۔اسکے بعد وہ ہوش کی د سے بے گانہ وہیں ڈھے گئی۔''جولیا۔!''وہ ا۔ ہاتھ سپیکر پ رکھ کر دھاڑا۔

''جی۔۔!''وہی یور لڑکی کسی جن کی طرح حاظر ہوئی تھی۔

''میڈم کو کمرے میں لے جاو۔''اس نے پ سکون سے ا ازمیں اپنے عقب میں اشارہ کیا جہاں صفا بے ہوش پڑی تھی۔

''سر وہ تو۔''

''جا ہوں بے ہوش ہو چکی ہے۔لے جاو اسکو۔''اس نے پ سکون سے ا ازمیں کہا تو جولیا فورا صفا کی جا ۔ پ ۔ ا۔ زمہ اور ا رآئی۔وہ دونوں صفا کو سہارا دیے لے گئیں۔اسکو لا کر بیڈ پ لٹا دی۔

''تم جا بھی ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟''فون کے پ رسے ا۔ ر پھر سے دھاڑ گو تھی۔وہ شخص آپے سے ہر ہو چکا تھا۔جبکہ ادھر بیٹھے حسن کے چہرے پ مسلسل ا۔ مسکراہٹ تھی۔

''میں نے تم پ احسا ت کئے ہیں کرداوی۔اور اب مجھے میرا صلہ چاہیے۔''

''بھاڑ میں گئے تمہارے احسا ت۔!ا۔ اہیم ٹ ہے میرا۔''وہ ج۔

''ش ش بھائی تھا۔''حسن کے الفاظ نے رحمان کرداوی کے ۔ مقفل کر دیے۔فون کے پ رخاموشی چھا گئی۔''کیا ہوا؟ ش ش کو بھول گئے کیا؟اسکو تو آج ۔ کوئی نہیں بھول سکا۔تم کیسے بھول گئے۔''

''دد۔دیکھو شا۔!تم جو کوئی بھی ہو۔میرے معا ت سے دور رہو۔''

''میں چاہتا ہوں کہ تم ا۔ اہیم گورسی کو مار دو۔ت کہ مجھے اپنے ہاتھ گندے ۔ کرنے پڑیں۔''اس نے اپنے دا ہاتھ کی ہتھیلی کو گھورتے ہوئے کرداوی کے گوش ۔ ار

کیا۔

''ا۔ اہیم میرا داماد ہے۔ میری بیٹی محبت کرتی ہے اس سے شا۔! میں در ہ نہیں ہوں جو اسکی خوشیاں نگل جاوں۔'' وہ بے بسی سے دھاڑے

''در ہ۔! بہت چھوٹا لفظ ہے کرداوی۔! جس کے منہ کو اپنوں کا لہو لگ جائے پھر وہ در وں کا باپ بن جاتا ہے۔ اور تم وہ بن چکے ہو۔ جس دن تم نے شیث کا قتل کیا تھا اسی دن تم بن گئے تھے۔'' وہ جبڑے بھینچے غرایا۔

''دیکھو۔ تم کچھ اور مانگ لو۔ میں۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔'' رحمان کرداوی کمزور پڑتا جا رہا تھا۔

'' میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنا تھوکا ہوا چاٹ سکو۔ تمہیں بھی احساس ہو کہ اپنوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارنا کیسا ہوتا ہے؟ تم نے اپنے بھائی کا تو لہو بہا دیا کرداوی اب داماد کا خون بہاتے ہوئے اتنا درد کیوں ہو رہا ہے؟''

''شش۔ شا۔! دیکھو۔! میں نہیں جانتا تمہاری ا۔ اہیم سے کیا دشمنی ہے۔ شیث سے کیا لینا دینا ہے۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی کی خوشیوں کو آگ نہیں لگا سکتا۔''

''تم لگاو گے کرداوی۔ ورنہ۔!''

''وو۔ ورنہ کیا؟''

''یہ جو فائل تمہاری ٹیبل پہ پڑی ہے نا؟ اسکی کاپیاں کل اسمبلی میں جا جا گی۔ اسکی کاپیوں کی میں آسمان سے بات کر دوں گا۔ پھر کہاں منہ چھپاو گے کرداوی؟''

''تم کیوں کر رہے ہو؟'' وہ اب کی بار ہکلائے۔

''غ۔ غ۔ غدار مرتا ہے کرداوی۔! غدار۔ غدار روز سزائے موت پاتا ہے۔'' فون کے اس پار خاموشی تھی۔ ''تمہیں تمہارے مینشن میں ہی اریسٹ کر لیا جائے گا۔ تمہارے اثاثے ضبط ہو جائیں گے۔ تمہاری بیٹی کو سخت تنقید کا سامنا ہو گا۔ تمہارا خاندان مٹی میں مل جائے گا۔ تمہاری بیٹی۔ جس کی خاطر تم یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے وہی تم پہ تھوکے گی کرداوی۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''بس۔!'' کرداوی دھاڑے۔!

حسن کا ایک قہقہہ گونجا۔

''مجھے خاموش کروانے کے لئے تمہارے پاس چوبیس گھنٹے ہیں۔ ا۔ اہیم کا سر کل شام پانچ بجے میری ٹیبل پہ ہونا چاہیے۔ ورنہ۔ ٹھیک پانچ بج کر پانچ منٹ پہ تمہاری فائل ساری دنیا تک پہنچ جائے گی۔ میرا ایک کلک اور تم فنش۔!'' حسن نے ایک بار پھر سے قہقہہ لگایا۔

''کیوں کر رہے ہو؟'' وہ بے بس دکھائی دیتے تھے۔

''ہاں۔ یہ اچھا سوال پوچھا تم نے۔'' وہ محظوظ سا انگلی تھوڑی پہ ٹکائے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ مقابل بے چینی سے اسکے جواب کا منتظر تھا۔ ''میں یہ اس لئے کر رہا ہوں۔۔'' وہ خاموش ہوا۔ ''کیوں۔!'' وہ پگلوں کی طرح ہنستا جا رہا تھا۔ ''کیوں مجھے مزا آ رہا ہے۔'' آنکھ کا روہ اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر ہنسنے لگا۔ وہ ہنستا رہا۔ ہنستا رہا۔ کہ آنکھ کا اسکی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ''وقت شروع ہوتا ہے اب۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔

وہ تھکے سے انداز میں ٹیک لگا کر بیٹھا رہا۔ کچھ دیر وہ اسی انداز میں بیٹھا رہا۔ پھر اس نے اپنے سامنے پڑا پیکٹ اٹھایا اور ایک سگریٹ نکال کر سلگایا۔ بہت کچھ چل رہا تھا آنکھوں کے سامنے۔ خاموش تھے۔ آنکھیں سا تھیں۔

شام تاریکی میں ڈوب گئی۔! ہر چیز اپنے حساب کے لئے تیار تھی۔ صبح کا نکلا مزدور اپنا اثاثہ لے کر لوٹ رہا تھا۔ صبح کے نکلے ہوئے پنچھی اپنے گھونسلوں میں لوٹ آئے تھے۔ ہر کسی کے ہاتھ میں وہی تھا جو اس نے اس دن کی روشنی میں کمایا تھا۔ رات کی تاریکی کے کئے کاموں کا حساب دن کا اجالا لیا کرتا ہے اور دن کی کمائی رات کو ان

کے ہاتھ میں آجایا کرتی ہے۔

یہی قانون ہے۔تضاد کا قانون۔

سورج اپنی شان کے وجود غروب ہوجاتا ہے۔اور چاند بنا اپنی کسی روشنی کے بھی جلنے لگتا ہے۔

آدھ کار قبرستان کے بھرا گاڑی آکر رکی وہ اندر رہی بیٹھا تھا۔کہ گورگن چلتا ہوا سکے پاس آیا۔چاند کی پچھلی راتیں تھیں۔پوری روشنی نہ ہونے کے شکچھ صحیح سے دکھائی نہ پڑتا تھا۔

''جی صاحب!''اس نے جھک کر گاڑی کے ادھ کھلے شیشے میں سے جھانکنے کی کوشش کی۔گاڑی کے اندر اندھیرا تھا۔گاڑی کی ہیڈ لائٹس بھی بند تھیں۔

''یہ لو۔اور گھر جا کر اچھا کھا کھاو۔''اس نے کچھ نوٹ نکال کر اسکو تھمائے۔

''صاحب!میری ڈیوٹی ہے۔''اس نے جھجکتے ہوئے پیسے پکڑ لیئے۔

''یہ ڈیوٹی آج میں کرلوں گا۔ویسے بھی مردوں کے پاس کچھ بھی ایسا نہیں ہوتا جس کو لوٹ جا سکے۔''اس نے ہاتھ جھلا کر جانے کو کہا۔عجب راسرار تھا کہ گورگن وہاں سے گیا۔کچھ دیر بعد وہ گاڑی سے نکلا۔اور گاڑی کی ڈگی کھول دی۔

اندر کچھ تھا۔کسی بوری میں بند کوئی وجود۔اس نے جھک کر اس کو اٹھا کر زمین پہ پھینکا اور پھر اسکو گھسیٹتا ہوا قبرستان لے گیا۔

سامنے ایک قطبہ تھا۔اس نے اپنے موبائل سے ٹارچ نکال کر وہ قطبہ پڑھا۔

''زاویر قریشی ولد خیام قریشی''

اسکے نیچے وفات کی تاریخ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ابراہیم نے بوری کھول دی اور ایک وجود لڑھکتا ہوا اس گہری قبر میں جا گرا۔اب اس نے ٹارچ سے قبر کے اندر روشنی کی۔

''مجھے۔۔مجھے مار دو۔''وہ تڑپ کر بولا۔

ابراہیم خاموشی سے جھکا رہا۔

''مار دو۔مجھے۔موت۔''

وہ بکھرے الفاظ میں موت کی بھیک مانگ رہا تھا۔

''مار۔مار۔دو۔''

''مار۔دو۔''

''موت۔موت۔چاہیے۔''

وہ جھکا کھڑا رہا۔بنا کسی تاثر کے۔اندر روشنی بڑھی تو وہ کوئی پورا وجود نہیں تھا۔وہ گوشت کا کوئی ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔جس کا بس سر اور منہ ہی سلامت تھے۔جس منہ سے وہ موت مانگ رہا تھا۔

''زبان نہیں کاٹی میں نے۔کیونکہ یہ الفاظ'' چاہتا تھا''ابراہیم نے پرسکون سے انداز میں کہا۔

''مار۔مار۔دو۔''وہ بس یہی الفاظ دہرا رہا تھا۔

''ہمم۔''کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اندر اس گڑھے میں سے آدمی کو امید کی کوئی کرن آئی۔اسکو لگا کہ شاید وہ اسکو گولی مار دے گا۔اسکو رہائی دے دے گا اس اذیت سے۔ابراہیم نے وہ ٹارچ ساتھ والی قبر کے قطبے کے ساتھ ٹکا دی۔اب سارے قبرستان میں ہی روشنی ہو رہی تھی۔پھر اس نے ایک بھاری سی سلیب اٹھا کر اس قبر کو ڈھک دیا۔

وہ گاڑی کی جانب پلٹا گیا۔وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ایک بیلچہ تھا۔اس نے اس بیلچے سے مٹی ڈالنا شروع کی۔

''نن۔نہیں۔'' ا ر پڑے ادھ مرے وجود کی سسکیاں گونجیں۔

جبکہ وہ مٹی ڈالتا جارہا تھا۔وہ بنار کے اس پ مٹی ڈالتا جارہا۔اسکی آنکھوں میں جلتے شعلے اس ٹ رچ کی روشنی میں مز۔ قہر ڈھا رہے تھے۔پھر اسکی سانس پھولنے لگی۔ تھکان سے نہیں۔ضبط تھے۔اس نے وہ بیلچہ قبر پ گاڑھا اور اسکے سہارے دہرا ہوکر کھڑا ہوا۔آوازیں آ ٔ بند ہوچکی تھیں۔وہ کچھ لمحے وہاں کھڑا ہوا۔پھر اس نے وہ بیلچہ وہیں ٹ ھا ہوا چھوڑا اور ٹ رچ اٹھا کر بجھادی۔قبرستان میں سناٹ چھا ۔اب کسی کے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔وہ چلتا ہوا آ اور ا قبر کے سرہانے ڈھے ۔

وہ اس قبر پ دونوں ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔وہ بکھرا سا. حال شخص جس نے اپنا انتقام پورا کرلیا تھا۔جس نے اپنی بہن کی قبر سے کیا ۔ عہد پورا کردیا تھا۔وہ اب تھکن سے چور ہوکر اس قبر سے اپنا ماتھا ٹکا ۔

کچھ لمحے یوں ہی ٔ رگئے۔۔بنا اپنے پیچھے کوئی ن چھوڑے۔!

پھر اس قبرستان کی ت ریکی کو کسی کی سسکیوں نے توڑا تھا۔ا مرد کی بھاری سسکیوں نے۔!

''سجل۔!'' آواز میں لرزش تھی۔''میری ٹ ۔!'' وہ اس قبر کے سرہانے اپنا ماتھا ٹکائے۔اس کی مٹی کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے ٹ ا تھا۔''میری جان۔!اپنے ابو کو ا ۔ رپکارو۔سجل۔!میری ٹ ۔!تم ٹھیک ہو ں؟دیکھو۔تمہارا ابو ملنے آ ہے۔اپنے ابو کو آواز دو سجل۔!'' اسکے آ اس قبر کی مٹی کو ت کررہے تھے۔پھر وہ اٹھ کر سیدھا ہوا۔ وہ اب بھی مٹی پ ہاتھ پھیر ت جارہا تھا۔

''بچپن میں. تم اور صفا گھر گھر کھیلتی تھیں۔میں تمہارے گھر مہمان بن کر آ کرت تھا سجل۔!''

آ ٹ پ ٹ پ تے جارہے تھے۔

''تم مجھے دروازے پ ہی خوش آمد کہا کرتی تھی سجل۔! !!''

''سجل۔!دیکھو۔!تمہارا ابو تمہارے گھر آ ہے۔کیا تم مجھے خوش آمد نہیں کہو گی؟ کیا تم مجھ سے گلے نہیں ملو گی؟۔تم کہا کرتی تھی کہ ابو میری عیدی لے کر آ کرے گا. تمہاری شادی ہوجائے گی۔''

''دیکھو۔آج ابو آ ہے سجل۔!'' وہ اب کی. راو آواز میں دھاڑا۔''اٹھو سجل۔!پکارو اپنے ابو کو۔!کیا تمہیں سنائی نہیں دے رہا؟'' وہ بلند آواز میں دھاڑ رہا تھا۔'' کیا تم اب بھی ٔ راض ہو؟دیکھو۔دیکھو۔'' اس نے کچھ فاصلے پ زاو ر کی قبر کی جا. اشارہ کیا۔''دیکھو۔میں نے تمہارے مجرم کو عبرت بنادیا ہے۔سجل۔!میری ٹ ۔اب تو اپنے ابو کو معاف کردو۔'' وہ دو. رہ قبر سے ماتھا ٹکائے سسکیوں میں رودیا۔وہاں کوئی چلتا ہوا آ ۔اس نے آ کر. حال سے ے ہوئے اس شخص کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''سر چلیں۔اس جا. کچھ لوگ آرہے ہیں۔'' وہ عاصم تھا۔

''نہیں۔مجھے میری ٹ کے پ س رہنا ہے۔'' وہ قبر سے لپٹ ۔

''سر پلیز چلیں۔'' عاصم نے اسکو بمشکل گھسیٹا۔!

مصر میں رات گہری ہونے لگی۔ا. اہیم کے مینشن کے گیٹ کے سامنے ا گاڑی آ کر رکی۔گاڑی میں بیٹھے شخص نے. رہا ہارن دیا گیٹ کسی نے نہ کھولا۔

''افف۔یہ لوگ گھوڑے ت کر سوگئے ہیں کیا؟ابھی تو آٹھ بھی نہیں بجے۔'' قادر نے گاڑی سے ت ہوئے سارے گارڈز کو کوسا۔اس نے بیل دی۔ گیٹ پ کوئی نہ آ ۔اس نے اپنی. . سے موبائل نکالا۔گارڈ کو کال ئی۔بیل جاتی رہی اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔قادر نے کھڑے کھڑے گیٹ کو ہاتھ لگا تو وہ کھلتا ۔وہ ا سلائیڈ گیٹ تھا۔جس کا لاک کھلا ہوا تھا۔''یہ۔یہ گیٹ۔۔!'' قادر کی ہوا اڑیں۔''صفا۔!'' وہ وہیں سے پکارت ہوا ا ر داخل ہوا۔ مین ڈور پ گارڈ کی لاشیں اسکی منتظر تھیں۔

رات کی سیاہی پھیلتی جارہی تھی۔حوریہ اس وقت اپنے لاونج میں بیٹھی تھی۔دینا اسکے پ س ہی صوفہ کم بیڈ پ بیٹھی اپنے کھلونوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔وہ یوں ہی صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ٔ جانے کن سوچوں میں گم تھی۔اسی دوران ی قوت چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔

''ماما۔!آپ نے مرجان کو دیکھا ہے کہیں؟'' وہ اپنے ٔ ٹ سوٹ میں تھا۔حوریہ نے خاموشی سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔''ماما۔!'' ی قوت نے قر. ہوکر اسکو. زو

سے جھنجوڑا تو وہ اپنے خیالوں سے نکلی۔

''جی۔! جی۔ٹ؟'' وہ فوراً متوجہ ہوئی۔

''ماما۔ میں آپ سے مرجان کا پوچھ رہا ہوں۔''

''مجھے نہیں معلوم۔! کیا وہ کمرے میں نہیں ہے؟''

''نہیں۔ میں ہوم ورک کر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے کمرے سے نکلا تھا مجھے لگا آپ کے پاس ہوگا۔''

''نہیں تو۔'' وہ الجھ کر رہ گئی۔ ''اچھا میں زہرہ سے پوچھتی ہوں۔ زہرہ۔۔!'' حوریہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے آواز لگائی زہرہ کچن میں نہ تھی۔

''اچھا۔! میں زہرہ کے کمرے میں دیکھتا ہوں۔'' قوت سر ہلاتے ہوئے زہرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ بقیہ زمین کوارٹر میں ہوا کرتے تھے۔ زہرہ کا کمرہ اوپر فلور پہ ہی تھا۔ وہ اسا تھ ہی ہوا کرتی تھی۔

ٹیرس کی ریلنگ کے ساتھ ساتھ مصنوعی گھاس لگا کر لان سا بنا ہوا تھا۔ وہ ریلنگ کے ساتھ ساتھ ایک کیاری کی سی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ ریلنگ کے ساتھ ساتھ بالکل کسی کیاری کی طرح مصنوعی پودے رکھے ہوئے تھے۔ وہ بڑے بڑے گملے جن میں پتھر رکھے ہوئے تھے ان میں لگے ہوئے وہ مصنوعی پودوں پر ٹیرس پہ لگے بلبوں سے نکلتی خوبصورت روشنیاں پڑتیں تو وہ چمکنے لگتے۔

اس وقت اس گھاس پہ دو وجود موجود تھے۔ آسمان پہ صرف ستارے تھے۔ چاند کی پچھلی راتیں تھیں سو وہ ابھی تک جلوہ نہ ہوا تھا وہ دونوں گھاس پہ بیٹھے تھے اا عقب میں موجود روشنی کے باعث سائے ریلنگ پہ دراز ہوتے تھے۔

ایک سایہ بڑا تھا۔ جبکہ دوسرا سایہ چھوٹا سا تھا۔ وہ دونوں پاؤں سمیٹ کر اپنے دونوں گھٹنوں کے گرد اپنے بازو لپیٹے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی تھوڑی بھی اپنے گھٹنوں پہ ٹکائی ہوئی تھی۔ اسکے برعکس جانب ایک اور سایہ تھا۔ وہ ایک انسانی وجود تھا۔ جس کی سکرٹ سے اسکے ٹخنے دکھائی دیتے تھے۔

''زہرہ۔!'' کچھ دیر بعد اس خاموش فضا میں کسی بچے کے الفاظ گونجے۔

''ہمم۔!'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

''زہرہ۔! ہم جن سے پیار کرتے ہیں۔ وہ ہم سے دور کیوں ہو جاتے ہیں؟''

''آزمائش۔'' ایک لفظی جواب آیا تھا۔

''کیسی آزمائش؟''

''ہم جس چیز سے محبت کرتے ہیں۔ اسی چیز کے ہاتھوں آزمائے جاتے ہیں مرجان۔'' وہ بھی اسی طرح اپنے دونوں گھٹنوں کو سمیٹ کر اپنی ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے اپنے گھٹنوں پہ اپنی تھوڑی ٹکائے بیٹھی تھی۔

''کیا یہ ضروری ہے؟''

''نہیں معلوم۔! یہ قدرت کا قانون ہے۔''

''کیا یہ قانون بدل نہیں سکتا؟'' وہ بچہ کسی ٹرانس کے تحت بولا۔

''بدلا جا سکتا ہے۔'' زہرہ نے جواب دیا تو مرجان نے فوراً گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔ مرجان کی آنکھوں میں ستارے سے چمک اٹھے تھے۔ مانو آسمان پہ چمکتی ساری کہکشاں اس وقت مرجان کی سیاہ آنکھوں میں اتر آئی تھیں۔

''کیسے زہرہ؟'' وہ بے اختیار بولا۔ زہرہ نے ایک پل کے لئے گردن دائیں جانب گھمائی اور مرجان کی آنکھوں میں روشن وہ کہکشاں دیکھیں۔

''کیا تم قانون بدلنا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔'' مرجان نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ زہرہ کتنی ہی دیر اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔

''قانون . لنے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے مرجان۔''

''میں حاصل کرلوں گا طاقت۔!''اس نے جلدی سے یقین دہانی کروائی۔

''اور طاقت حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کھو. پڑ ہے۔''

''میں ا پنے کے لئے کچھ بھی کھونے کو تیار ہوں۔''وہ بے اختیار ہی بولا تو زہرہ نے ٹھٹک کر اسکی سیاہ آنکھوں میں جھانکا۔وہ آنکھیں تر ر تھیں۔ڈارک۔!جن میں اب کوئی کہکشاں نہیں چمک رہی تھی بلکہ وہاں تر یکی تھی۔کسی گہرے کالے سمندر جیسی تر یکی۔!

'' وہ کون ہے جس کے لئے تم . کچھ داو پ لگانے کو تیار ہو گئے مرجان؟''زہرہ نے اسکے . لوں میں ہاتھ پھیرا۔

''میری پ یٹی لیڈی۔!''مرجان نے فوراً اسکا م لیا تو زہرہ کے ا ب تن گئے۔اسکے جبڑے . ہم پیو ۔ ہو چکے تھے جن کے . ش اسکی جالائن پ چھوٹے چھوٹے سے ابھار دیکھے جا ۔ تھے۔

''کیوں؟ایسا کیا ہے اس میں؟''زہرہ نے انہیں ۔ ات کے ساتھ پوچھا۔مرجان فوراً آلتی پ لتی مار کر زہرہ کے سامنے بیٹھا۔

''ماما۔!زہرہ اپنے روم میں نہیں ہے۔میں نے سارا لان بھی دیکھ لیا ہے وہ دونوں ہی کہیں نہیں ہیں۔''قوت اب قدرے پ یشان سا اپنی ماں کو بتا رہا تھا۔

''ایسے کیسے نہیں ہیں؟کیا وہ . ہر گئے ہیں؟''حوریہ دینا کو اٹھائے سیڑھیاں پ ڑھ رہی تھی کہ قوت کی آواز پ ڑی تھی۔

''نہیں ماما۔!میں نے گارڈ سے پوچھا . ہر کوئی نہیں ۔ ۔نہ مرجان اور نہ ہی زہرہ۔''اس نے کندھے چکا دیئے۔

''اچھا۔!''حوریہ کے چہرے پ پ یشانی امڈ آئی۔''میں دینا کو کمرے میں لٹا دوں۔تم ٹیرس پ دیکھو۔میں بھی وہیں آ رہی ہوں۔''وہ دینا کو لئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''کیو وہ پ یٹی لیڈی ہیں۔تم جا ہوا . ل سنہرے ہیں اور ا آنکھیں سرمئی۔''وہ اب چہک چہک کر زہرہ کو صفا کے ' وخال بتانے لگا۔

''تو کیا صرف اس لئے تم ا خاطر قوا . لو گے؟کیا تم حسن پ ۔ ہو مرجان؟''اس نے ا. وسکیٹر کر مرجان کو جج کیا تھا۔

''نہیں۔ایسی . ت نہیں ہے۔حسین تو ماما ز دہ ہیں۔''اس نے فوراً ہی زہرہ کے نقطے کی کی تھی۔وہ الجھ کر رہ گئی۔'' پ یٹی لیڈی۔!پتا نہیں ان میں کچھ ایسا ہے جو مجھے کشش کرتا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ ا میں کسی کھائی میں ر رہا ہوں گا تو صرف پ یٹی لیڈی وہ واحد ا ن ہوں گی تو مجھے اس کھائی سے نکال لیں گی۔وہ میرا اسپورٹ سسٹم ہیں۔وہ میری پناہ ہیں۔''اس نے بے ساختہ ہی کہا تو زہرہ پلکیں ۔ نہ جھپک پ ئی۔''آپ لوگوں کو شا' وہ ا معمولی سی لڑکی آتی ہوں گی۔ مجھے نہیں۔وہ میرے لئے خاص ہیں۔ بہت ہی خاص۔''مرجان کی آنکھوں میں ا . ر پھر سے وہی کہکشاں روشن ہو گئی تھی۔''مرجان کی د میں پ یٹی لیڈی کی بہت اہمیت ہے۔وہ مرجان کی ز ندگی کا ا ایسا نقطہ ہیں جس کے گرد مرجان کی پوری کائنات گھومتی ہے۔مرجان ساری د سے ٹکرانے کے اپنے اس نقطے کے گرد آ کر پ سکون ہو جاتا ۔ ہے۔''زہرہ کا حلق خشک ہوا تھا۔

''تم۔تم کیا چیز ہو مرجان؟'' . کی طرح زہرہ نے وہی سوال دہرا ۔تو مرجان نے ا خالی سی نگاہ زہرہ پ ڈالی۔اسکی آنکھیں ا . ر پھر سے ڈارک تھیں۔

''مرجان کو کوئی نہیں جا ۔''وہ گہری آواز میں بولا تو زہرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا ہوا؟اب کہاں جا رہی ہو زہرہ؟''مرجان نے بیٹھے بیٹھے ہی سر اٹھا کر زہرہ کو دیکھا۔وہ کچھ دیر کھڑی مرجان کی آنکھوں میں دیکھتی ۔ رہی۔

''کیا تمہیں طاقت چاہیے؟''وہ گہری آواز میں بولی تو مرجان نے بنا پلکیں جھپکے ہی اثبات میں سر ہلا ۔''کیا تمہیں . پ سبقت چاہیے؟''وہ جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔بنا پلکیں جھپکے۔مرجان اثبات میں سر ہلاتا ۔ جا رہا تھا۔''طاقت کے حصول کے لئے خون بہا' پڑتا ۔ ہے مرجان۔''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھی۔

''جا ہوں۔''مرجان نے مدہم سی آواز میں اسکو بتا ۔تو زہرہ کے . مسکرائے۔

''مرجان۔!مرجان۔!یہاں کیا کر رہے ہو بھائی؟''قوت دور سے آوازیں دیتا ہوا اسی جا' . ڑھ رہا تھا۔

''اورخون بھی اپنوں کا بہا یا جاتا ہے۔'' وہ بولے گئی۔مرجان نے ا یک پل کے لئے بھی زہرہ کی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ہٹا تھیں۔

''میں تیار ہوں۔''اس نے اسی ا ٓواز میں جواب دیا۔

''اورشروعات ہمیشہ بھائی سے کرتے ہیں۔'' وہ ا یک مدھم سی مسکراہٹ لئے اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔

''جیسے یوسف کو پھینکا گیا تھا؟''مرجان نے مدہم سرگوشی کی۔

''نہیں۔!جیسے ہابیل کو مارا گیا تھا۔''

''مرجان۔!''۔لآ ٓ یا قوت اسکے پاس پہنچا۔''میرے بھائی یہاں کیا کررہے ہو؟''اس نے جھک کرمرجان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔وہ کسی ۔ کی طرح بیٹھا تھا۔ زہرخاموشی سے پلٹ گئی۔

''مرجان۔!کیا سوچ رہے ہو؟ہم نے وڈیو گیم کھیلنا تھا۔اورتم یہاں چلے آئے؟'' یا قوت نے اسکا کندھا پکڑکرجھنجوڑا۔مرجان نے جھٹکے سے یا قوت کی آنکھوں میں دیکھا۔ یا قوت نے بےاختیار اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔مرجان کی آنکھیں خوفناک تھیں۔وہ سیاہ آنکھیں۔ ر یا تھیں۔!

قبرستان میں عجیب خوف کا ماحول تھا۔کچھ لوگ اس۔ زہ کھدی ہوئی قبر کے سرہانے کھڑے تھے۔جس کے اوپر ا یک بیلچہ ٹھا ہوا تھا۔ مٹی ہٹانے کے بعد سلیب ہٹائی گئی۔ا یک آدمی کے ہاتھ میں ٹ رچ تھی۔اس نے ٹ رچ کی سے روشنی اس قبر میں ڈالی تو ا یک چیخ گو تھی۔اور پھرا گلے ہی لمحے وہاں توبہ استغفار کی صدا بلند ہو تھیں۔لوگ ہاتھ مل مل کرافسوس کررہے تھے۔اسی دوران پولیس وین وہاں آ کررکی۔کچھ پولیس اہلکاراور ا یک ایس ایچ اونکل کرقبرستان کے اس حصے میں آئے جہاں کچھ لوگ ہجوم کی شکل میں جمع تھے۔

''ہٹو۔!''ایس ایچ او نے اپنی چھڑی سے سبکو پیچھے ٹ کا حکم دیا۔لوگ ٹ تے چلے گئے۔اہلکاراوروہ پولیس افسر آگے بڑھے۔۔انھوں نے جھک کرقبر کے ا ٓرکا منظر دیکھا توایس ایچ او کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس سخت سردی میں بھی اسکے ماتھے پہ پسینہ دیکھا جاسکتا تھا۔

''سر۔۔سر۔!''پیچھے اہلکاروں نے شور مچایا اوراس نے ہڑبڑا کر پلٹ کر دیکھا۔ا یک پولیس کی وردی میں ملبوس لڑکا بے ہوش ہو چکا تھا۔وہ معصوم ابھی بھرتی ہوا تھا۔وہ نوجوان سالڑکا اس قبر میں موجود اس گوشت کے ٹکڑے کو دیکھ کرغش کھا کر گر چکا تھا۔

''اسکو لے جاو یہاں سے۔اورہاں ا یمبولینس کو بلاو۔''ایس ایچ او رومال سے اپنا ماتھا صاف کرتا ہوا گاڑی کی جانب بڑھا۔

وہ اس وقت ائیر پورٹ پہ موجود تھا۔

''سر۔! آپ گھر نہیں جائیں گے؟''عاصم نے دفعتا پوچھا تو ابراہیم نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔

''نہیں۔ابھی نہیں۔پھر واپس آوں گا۔''وہ گھڑی پہ وقت دیکھتا ہوا عجلت میں اندر کی جانب بڑھا۔ وہ اندر جا چکا تھا۔۔پیچھے عاصم سر جھٹک کررہ گیا۔عاصم پلٹ کر گاڑی کے پاس پہنچا تو اسکے فون پہ آتی کال نے اسکو اپنی جانب متوجہ کیا۔اس نے فورا کال رسیو کی۔''السلام علیکم قادر بھائی۔کیسے ہو؟''عاصم پہ جوش سا بولا۔

''بس کہاں ہے؟''قادر نے سلام کا جواب دیے بنا ہی پوچھا۔

''وہ واپسی کے لئے نکل چکے ہیں۔''کہتے عاصم گاڑی میں جا بیٹھا۔

''میری ان سے بات کرواو۔''قادر کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''کچھ دیر میں فلائٹ ہے اوروہ اندر جا چکے ہیں۔۔اب میں ان سے نہیں مل سکتا۔''عاصم نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔''مجھے ان سے ابھی بات کرنی ہے۔''قادر دھاڑا۔

''قادر بھائی۔!وہ وہیں آرہے ہیں۔فکر کیوں کرتے ہو؟تمہارا کام کتنا بھی ضروری ہو آخر انھوں نے جہاز پہ ہی ہے۔اس لئے بہتر ہے ا وہاں پہنچنے پہ بتاو جو بتانا ہے۔سفر تو کرنا ہی ہے۔کیا تم چاہتے ہو انکا سفر پریشانی میں کٹے؟''عاصم نے پوری کوشش کی قادر کو قائل کرنے کی۔وہ لوگ قبرستان سے سیدھا ائیر پورٹ پہ آئے تھے۔

اور عاصم ا. اہیم کی کچھ د یہلے ہی حا ت سے واقف تھا۔ وہ مز یہ اسکو پ یشان کرنے کا ہر ٔ ارادہ نہیں ر ت تھا۔

''ہمم۔'' قادر نے ا یہ ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اور فون بند کر د یہ۔ ''چلو۔! ہم .س کے آنے کا انتظار نہیں کر ت۔'' اس نے مڑ کر اپنے سامنے کھڑے در جن بھر آدمیوں کو حکم د یہ۔ جن کے عقب میں سیاہ گاڑ یاں کھڑ یں تھیں۔ وہ لوگ خصوصی سیاہ ر ٔ کے یونیفارمز میں ملبوس تھے۔ ان . نے حکم سنا اور گاڑ یوں میں سوار ہو گئے۔

''.س . ت آ گے؟'' قادر کے ساتھ کھڑے سفیر نے پ یشانی سے پوچھا۔

''وہ وہاں سے نکل چکے ہیں۔'' کہتے ہوئے قادر بھی اپنی گاڑی کی جا . ٹھ ہ یہ سفیر اسکے پیچھے ہی پ ۔

رات رفتہ رفتہ ت ر یہ ہوتی جا رہی تھی۔

ا یہ . ر پھر سے دو سر مئی پتھر روشن ہوئے۔ اس نے ہڑ ٹا کر ادھر ادھر د یکھا۔ کمرہ خالی تھا۔ سنسان۔! اس نے اٹھ کر د یکھا تو سامنے ا یہ وارڈ روب تھی۔ صفا کچھ د یہ بیٹھی رہی۔ پھر وہ چلتی ہوئی آئی اور وہ وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی۔

اس وارڈ روب میں ا یہ سے .ٹھ کرا یہ شا ارجو ڑا موجود تھا۔ صفا کو پہلے تو اچھی خاصی تشویش ہوئی کہ یہ کپڑے آ کس کے تھے۔ پھر اس نے ہر سوچ کر جھٹک کر وہاں پڑا ا یہ دوپٹہ اٹھا لیا۔ وہ ا یہ .ڑا سا دوپٹہ تھا۔ جو صفا کے لئے کسی چادر سے کم نہ تھا۔ اس نے وہ دوپٹہ اپنے گرد اچھے سے لپیٹ لیا۔ پھر اس نے اسی وارڈ روب میں سے نکال کر ا یہ چپل پہن لی۔ وہ چپل نہا یہ ت آرام دہ تھی۔ اس وقت صفا کو اپنے پیروں میں کا چبھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

اس نے ڈور .ب گھمائی تو کمرہ کھلتا گ یہ۔ کیسا عجیب شخص تھا جس نے اسکو قید بھی کیا ہوا تھا اسکو آزاد بھی چھوڑا ہوا تھا۔ صفا وہاں سے ہر نکلی اور ا یہ لمبی سی راہداری عبور کر کے سیڑھیاں ا ت نے لگی۔ اب کی . رہ ہر قدم پھو پھو کر رکھ رہی تھی۔ آدھے زینے ا ت نے کے بعد صفا کا حلق خشک ہوا۔ وہ وہیں موجود تھا۔

وہ سامنے لاونج میں جائے ز بچھائے عشاء کی زادا کر رہا تھا۔ صفا نے . اسکو قیام کی حا ت میں د یکھا تو اسکے پیروں میں پ پ ہٹ شروع ہو گئی۔۔ اسکا وہاں سے . . ممکن تھا۔

وہ شخص ا یہ عربی جبہ پہنے سر پ کیفیہ . ھے خشوع و خضوع سے زادا کر رہا تھا۔ ا یہ پل کے لئے تو صفا اسکو د یکھ کر رہ گئی۔ وہ اب رکوع میں تھا۔

''ا یہ اسکی آ ی رکعت ہوئی تو؟'' صفا نے تھوک نگلا۔ پھر اس نے لرز تے قدم اٹھائے اور بقیہ زینے ا ت نے لگی۔ وہ چلتی ہوئی آ ی زینے پ ا ی۔ وہ اب پ سکون سا تشہد کی حا ت میں تھا۔ صفا کو اپنے دل کی دھڑکن کسی گھوڑے کی ما دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسکے پ س بس چند لمحے تھے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مین ڈور کی جا . ٹھ گئی۔ اس نے دروازے ت پہنچ کر ا یہ لمحے کو اپنی سانس بحال کی۔ اور پھر اس نے لرز تے ہاتھ ڈور .ب پ رکھے۔ اس نے ڈور .ب گھمائی۔

''کسی ز پ ھتے ہوئے شخص کی اما ت میں خیا ت کر ا تھکس کے خلاف ہے پ یٹی لیڈی۔!'' گہری گمبھیر آواز نے اس لاونج کے سکوت کو توڑا تھا۔ صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے ڈور .ب گھمائی دروازہ کھل نہ سکا۔ ''شا کی سلطنت میں لوگ آتے تو اپنی مرضی سے ہیں۔ جاتے شا کی مرضی سے ہیں۔'' وہ پ سکون سا اپنی انگلیوں پ کچھ پ کچھ گنتا ہوا ز . . پ ھ رہا تھا۔

صفا اپنی بے بسی کی انتہا پ تھی۔ اس نے ڈور .ب زور سے کھینچی۔۔ آ ٹ پ ٹ پ ہ رہے تھے۔ وہ مسلسل اس بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دروازہ جامد تھا۔ اسکی قسمت کے دروازے کی طرح۔!

''مرجان۔! کیا ہوا ہے میرے بھائی؟'' قوت نے اسکی حا ت د یکھی تو تھوک نگلا۔ مرجان . ت بنا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اب قوت کے عین سامنے کھڑا تھا۔''

مم۔ مرجان۔!'' قوت نے ا یہ قدم پیچھے لیا۔ اسکو اب مرجان سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ جبکہ مرجان خاموش . ت بنا ا یہ ا یہ قدم اسکی جا . اٹھا رہا تھا۔ قوت اپنے قدم پیچھے ت رہا۔

حتی کہ وہ ریلنگ کے ساتھ جا ٹکرا یہ۔ قوت نے پلٹ کر ریلنگ کو د یکھا تو اس چھوٹی سی رکاوٹ کے نیچے لان تھا۔ گہرا ت ر یہ لان۔! اگر قوت ذرا سے پ وں اوپ اٹھا ت تو یقیناً وہ رکاوٹ اسکو بچانے کے لئے کافی نہ تھی۔ مرجان مسلسل اسکی جا . قدم اٹھا رہا تھا۔ ''مم۔ مرجان۔! کیا چاہیے تمہیں؟'' قوت کی آنکھیں نم ہو تھیں۔

''طاقت۔۔'' وہ اسکے قریب آ رہا تھا۔

''مم۔ مجھے جانے دو۔'' قوت کبھی پلٹ کے اپنے عقب میں موجود گہرا تاریکی لان دیکھتا تو کبھی اپنے سامنے چلے آ رہے مرجان کو جو کہ اس وقت کوئی ماورائی مخلوق لگ رہا تھا۔

''مرجان۔! لیٹ می گو۔'' قوت نے ہمت کی اور ایک قدم آگے بڑھایا۔ اگلے ہی لمحے اسکا زور مرجان کی گرفت میں تھا۔ قوت نے حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ ''مجھے جانے دو مرجان۔'' اس نے بھیگی سی آواز میں سماجت کی۔

''لیٹ یو گو؟'' مرجان نے سوال کیا۔ تو قوت نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ ''اوکے۔ آئی ول۔'' کہتے مرجان نے بنا قوت کو سمجھنے کا وقت دیئے ایک جھٹکا دیا۔ وہ ریلنگ سے نیچے لٹک گیا۔ قوت کی سانس اٹکی۔ اس نے ریلنگ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ''ڈائی۔! جسٹ لائیک ہابیل۔'' مرجان نے ریلنگ سے لٹکتے قوت کی آنکھوں میں دیکھا۔

''نو۔ نو۔ پلیز۔ مرجان۔'' وہ گڑگڑایا۔

''یوول ڈائی۔ اینڈ آئی ول گیٹ پور۔'' مرجان کی آواز اس قدر سرد تھی کہ قوت کو ایک پل کے لئے بھول گیا وہ کہاں کھڑا ہوا ہے۔ اسکو اب خود سے زیادہ مرجان کی فکر ہوئی تھی۔

''مرجان۔ پلیز۔ پل می اپ۔'' اس نے سماجت کی۔

''مرجان۔!'' ایک چیخ گو تو قوت کی سانس بحال ہوئی۔

''ماما۔ ماما۔۔ ماما۔'' قوت نے کرحوریہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ ایک دم سے میں ان دونوں تک پہنچی۔ جیسے ہی اس نے لٹکتے ہوئے قوت کو دیکھا تو حوریہ کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گی۔

''قوت۔!'' وہ چیخی۔ اور اگلے ہی لمحے اس نے قوت کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچ لیا۔

''ماما۔!'' قوت اپنی ماں سے لپٹ کر رو دیا۔ جبکہ مرجان سی کیفیت میں کھڑا رہا۔

''بس۔! بس۔ میرے شہزادے۔!'' حوریہ نے قوت کی پیٹھ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکو پرسکون کیا۔ اب حوریہ کی اپنی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو چکے تھے۔ ''آئی ایم سوری میرے شہزادے۔! آئی ایم سوری۔۔!'' وہ قوت سے معافی مانگ رہی تھی۔ جبکہ قوت بس روئے جا رہا تھا۔ حوریہ نے کچھ دیر بعد اسکو الگ کیا اور اسکے آنسو صاف کئے۔ ''اب بتاؤ۔ کیا ہوا تھا؟'' اس نے اب قوت کے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے ہوئے پوچھا۔ قوت نے سسکتے ہوئے ساتھ سے بنے کھڑی مرجان کو دیکھا۔ وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔ ''مرجان؟'' حوریہ نے پھیلی ہوی آنکھوں سے مرجان کی جانب دیکھا۔ وہ بنا کسی تاثر کے کھڑا رہا۔ ''مرجان۔!'' حوریہ نے ایک ہاتھ سے مرجان کو پکڑ کر جھنجوڑا۔

مرجان کی گہری کالی آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت کی تھی۔ ''نتھنگ ہیپنڈ۔'' اس نے قوت کی جانب دیکھ کر پرسکون انداز میں کندھے اچکا دیئے۔ قوت اب کانپ رہا تھا۔ کچھ سردی سے اور کچھ خوف سے۔

''کیا میں نے کچھ کیا ہے قوت؟'' اس نے وہی ڈارک نگاہ سسکتے لرزتے ہوئے قوت پہ ڈالی۔ حوریہ نے پلٹ کر خوفزدہ سے کھڑے قوت کو دیکھا۔

''نہیں۔۔!'' قوت نے فوراً میں سر ہلا دیا۔ ''آئی۔ آئی جسٹ سلپڈ۔'' قوت نے کانپتے ہوئے اس سے جواب دیا۔ تو حوریہ نے اسکو ایک بار پھر سے اپنے سینے سے لگایا۔ ''مرجان میری ہیلپ کر رہا تھا۔ وہ چھوٹا تھا۔'' اس نے اپنی ماں کے گلے لگے ہوئے ہی حوریہ کو یقین دہانی کروائی۔

جہاز ٹیک آف کر چکا تھا۔ وہ پرسکون سا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ دفعتاً اس نے اپنا موبائل نکالا۔ اس نے یوں ہی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے ہی فون گیلری اوپن کی اور کچھ تصاویر سلائیڈ کرنے لگا۔ وہ ساری تصاویر سجل کی ہی تھیں۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔ اور ایک تصویر پہ سلائیڈنگ روک دی۔ اس تصویر میں سجل منال بیگم کی شادی کے جوڑے کا دوپٹہ لئے بیٹھی تھی۔ وہ گھونگٹ نکالے شرمائی سی بیٹھی تھی۔ ابراہیم نے اس تصویر کو دیکھا تو اسکی مسکراہٹ بلاوجہ گہری ہوئی۔ کچھ

حسین پل اسکی آنکھوں کے سامنے سے گزر گئے۔

قریبا دو سال قبل وہ پاکستان میں ہی تھا۔اس دن وہ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا۔واپس آیا تو گھر میں ایک عجب ہنگامہ سا بپا تھا۔اس نے لاونج میں قدم رکھے تو وہ آوازیں منال بیگم کے کمرے سے آرہی تھیں۔ابراہیم نے ٹھٹک کر آنکھیں سکیڑیں۔ پھر جلد ہی اسکو معلوم ہو گیا کہ وہ آوازیں سجل کی تھیں۔

''آج اس کالا وڈ سپیکر کیوں آن ہوا ہوا ہے؟'' وہ بڑبڑاتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

''ماما۔!مجھے نہیں پتا آپ میری اور بھائی کی شادی ایک ساتھ ہی کر دیں۔'' وہ منال بیگم کے گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھی تھی۔اور منال بیگم اپنے بیڈ پر کچھ زیورات اور جوڑے پھیلائے بیٹھیں تھیں۔

''سجل تنگ مت کرو۔'' انھوں نے خجلت سے کہا۔وہ جانتی تھیں کہ وہ مذاق کر رہی ہے

''میں بھابھی کو یہ ساری جیولری نہیں ہتھیانے دوں گی۔اس میں سے آدھی میری ہے۔'' اس نے منال بیگم کے گلے سے جھولتے ہوئے اپنے ارادے ظاہر کئے۔

''اچھا بابا۔!تمہاری شادی ہوگی زیور بنوا دوں گی۔ یہ میری بہو کا ہے۔'' انھوں نے پیار سے سامنے پڑی ایک ڈبی اٹھائی جس میں دو جڑاؤ کنگن تھے۔وہ بہت خوبصورت کنگن تھے۔

''اور یہ کنگن میرے۔'' اس نے ایک ہاتھ سے وہ ڈبی اچک لی۔

''سجل۔!ادھر لاؤ گی تو ادو گی تم۔'' انھوں نے اسکو ڈپٹا۔

''نہیں۔!یہ زیادتی ہے۔آپ ایسے کیسے کر سکتی ہیں؟'' وہ صوفے پر چڑھی کھڑی اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہی تھی۔

''میرا بھی کوئی حق ہے آپ کی خانہ انی چیزوں پر۔ساڈا حق۔ایتھے رکھ۔ساڈا حق ایتھے رکھ۔'' وہ شور مچا مچا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتی رہی۔جبکہ اب منال بیگم نے افسوس سے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا۔وہ صوفے پر کھڑی آنکھیں بند کئے کسی تحریک کے کارکن کی طرح نعرے لگا رہی تھی اسی دوران دروازہ کھلا۔سجل نے چونک کر دیکھا۔وہ سامنے دیوار پر ہاتھ ٹکائے کھڑا تھا۔اور چہرے پر مصنوعی خجلت۔

''یہ کو تحریک چل رہی ہے؟'' ابراہیم نے کوفت زدہ لہجے میں کہا تو سجل چھلانگ لگا کر نیچے اتری اور آ کر اسکے سامنے کھڑی ہوئی۔

''تحریک ہے حصول حقوق۔'' اس نے فورا اپنی گھڑی ہوئی تحریک کا نام بتایا تو ابراہیم نے ابرو اچکائے۔

''اور کون سے حقوق سلب ہو رہے ہیں آپ کے؟ جو آپکو تحریک نے کی ضرورت پیش آ گئی؟''

''میرے بہت سارے حقوق سلب کئے جا رہے ہیں۔'' اس نے دیوار پر زور لپیٹ کر مکا چلائی۔'' ابراہیم نے سوالیہ نظروں سے منال بیگم کی جانب دیکھا۔

''پاگل ہے یہ۔!تم جانتے ہو پھر بھی۔؟'' انھوں نے ابراہیم کے سوال کا جواب دیا تو سجل نے فورا جانب دیکھا۔

''محترمہ والدہ ماجدہ صاحبہ۔!آپکی اطلاع کے لئے عرض ہے یہ پاگلوں کے بھی حقوق ہوا کرتے ہیں۔'' ابراہیم نے اسکی بات سنی تو وہ مسکراہٹ دبائے منال بیگم کے سامنے آ بیٹھا۔

''ماما۔بچی کہہ تو صحیح رہی ہے۔'' اس نے افسوس سے مڑ کر سجل کو دیکھا۔

''میں ہمیشہ صحیح ہوتی ہوں۔'' سجل نے ناک سے مکھی اڑائی۔

''تو کیوں نا ہم اسکو پاگل خانے جمع کروا دیں؟ اسکے حقوق تو مل جائیں گے اسکو۔'' ابراہیم نے مسکراہٹ دبائے منال بیگم سے کہا تو سجل کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''ایبو۔!'' وہ بھاگ کر آئی اور ابراہیم کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''ماما۔!کیا خیال ہے پھر؟'' اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

''کہہ رہی ہے میری بھی شادی ایبو کے ساتھ کر دو۔'' منال بیگم سر جھٹک کر زیور والی ڈبیاں اکٹھی کرنے لگیں۔

''کیا؟ اتنی سی دلہن؟'' اس نے سجل کے قد کا مذاق بنایا۔

''ایک منٹ۔! میری ہائیٹ پانچ فٹ ہے۔ اور ابھی میں اور بڑھوں گی۔'' اس نے فوراً اپنا دفاع کیا۔

''اچھا؟ مجھے تو نہیں لگتا۔'' ا. اہیم نے اسکو سر تا پیر دیکھا۔

''بھائی۔!'' سجل نے پاؤں پٹکے۔ وہ اسکے قد کا مذاق بنائے یہ اسکو ہرگز منظور نہ تھا۔

''یہ دیکھیں۔ میں کتنی اچھی لگ رہی ہوں دلہن بن کر۔'' اس نے جلدی سے منال بیگم کا دوپٹہ اٹھایا اور گھونگٹ نکال کر صوفے پر جا بیٹھی۔

''سجل۔!'' منال بیگم نے اسکو ڈپٹا۔

جبکہ ا. اہیم نے اسے روک دیا۔ ''ہمم۔ نٹ بیڈ۔'' کہتے اس نے اپنا فون نکالا اور اسکی ایک تصویر لے لی

''دکھاؤ تو۔'' سجل فوراً ا. اہیم کے پاس پہنچی۔

''ارے۔! اس میں تو تم ہی نہیں آ رہی۔! دراصل بہت چھوٹی ہو ں۔'' ا. اہیم نے ایک خالی سی تصویر اسکے سامنے کر دی۔ اور اصل تصویر چھپا لی۔

''بھائی۔!'' سجل پاؤں پٹختی کمرے سے چلی گئی۔ پیچھے کمرے میں ا. اہیم اور منال بیگم کے قہقہے گونج رہے تھے۔

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔ دل کے مقام پر۔ جہاں سجل رہتی تھی۔! وقت بہت تیزی سے گزرا تھا۔ ا. اہیم کے لئے۔! وہ ان دس سالوں کی رفتار کو کم نہ کر سکا تھا۔ وہ اپنی سجل کے ساتھ گزرے وقت کو کہیں قید نہ کر پایا تھا۔ آج بھی اسکے بیٹھنے میں درد تھا۔ گھٹن تھی۔ جلن تھی۔

وہ اپنا انتقام لے چکا تھا۔ وہ جو کہتا تھا کہ اسکا غم کو پاس کرنے کا طریقہ انتقام کا ہے وہ آج انتقام لے کر بھی بے سکون تھا۔ کیونکہ انتقام میں سکون ہے ہی نہیں۔ انتقام بس شروعات ہے ایک نئے سفر کی۔ ایک نئے خون کی۔!

تو پھر سکون کس چیز میں ہے؟

اسکا جواب کوئی بھی پرفیکٹ انداز میں نہیں دے پایا۔ کسی نے کہا کہ جو چاہا وہ پانے میں سکون ہے تو کسی نے کہا کہ قناعت داری میں سکون ہے۔ یہ ایک معمہ ہے جس کو آج تک کوئی حل نہیں کر پایا ہے۔ سکون۔ سکون ایک آسمانی چیز ہے۔ جو یوں ہی ہر کسی کو میسر نہیں ہوا کرتا۔ یہ دل کی دولت ہے۔ سکون روح کی متاع ہے۔ اور اسکو کسی چیز کے پانے کھو دینے سے مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی فقیر اپنی پھٹی ہوئی جھونپڑی میں بھی سکون کی نیند سوتا ہے تو کوئی شہنشاہ اپنی آرام دہ خواب گاہ میں بھی بے چینی سے کروٹیں بدلتا ہے۔

سکون کا تعلق صبر سے ہے۔ جو صبر آ جائے تو سکون مل جایا کرتا ہے۔! اسی لئے صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ اور سکون کو اللہ کے ذکر سے منصوب کیا گیا ہے۔ جو انسان صبر اختیار نہیں کر سکتا وہ اللہ کو یاد نہیں کر سکتا۔ اسکے دل کی تاریکی اسکو اللہ کے ذکر سے محروم رکھتی ہے۔ جو صبر آ جاتا ہے تو دل کے خالی پیمانے بھر جاتے ہیں۔ تاریکی ختم ہو جاتی ہے۔ دل منور ہو تو وہ اللہ کے ذکر سے سرشار رہا کرتا ہے۔

صفا پلٹی وہ پرسکون سا دعا مانگ رہا تھا۔ صفا کی جانب اسکی پشت تھی۔ صفا دروازے کے سہارے کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ اس نے بالآخر اپنی دعا مکمل کی اور چہرے پر ہاتھ پھیرتا جائے نماز تہہ کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وہ جائے نماز سامنے پڑی میز پر رکھی۔ اور خود صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا گیا۔

''آ جا پیٹی لیڈی۔! ایک کافی پی لیں۔'' اس نے ایک قہقہہ بجاتے ہوئے پرسکون انداز میں کہا۔ کچھ ہی دیر میں جولیا لاؤنج میں آئی اور اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہو گئی۔ ''میرے لئے کافی اور میڈم کے لئے ہاٹ چاکلیٹ لے آؤ۔'' اس نے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے حکم صادر کیا۔ جولیا نے ایک سامنے سہمی سی کھڑی صفا کو دیکھا اور پھر وہاں سے چلی گئی۔ ''آ جاؤ صفا۔!'' اس نے قدرے نرم سے لہجے میں اسکو پکارا۔

''مم۔مجھے جانے دو۔'' صفا نے ہچکیوں کے ت اسکی سما۔ ت کی۔وہ بنا کسی ت ش کے اپنے ای میلز پ کرتا رہا۔

''آجاو۔میں کھا نہیں جاوں گا۔یقین کرو۔'' وہ سکرین پ ا ں سلائیڈ کرتا رہا تھا۔

''مم۔مجھے۔ا۔ اہیم۔'' اسکے سلائیڈ کرتے ہاتھ رکے۔جس کو صفا نے فورا محسوس کیا۔اسکی اپنے فون پ گرفت مضبوط ہوئی۔'' ۔پلیز۔!مجھے۔مجھے۔ا۔ ۔۔'' فون سامنے موجود دیوار میں د ی تھا۔وہ۔ قی آلہ کرچی کرچی ہوا۔صفا نے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھ لئے۔پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔البتہ رخ ابھی بھی صفا کی جا نہیں تھا۔

''اسکا م نہیں ی۔!کہا تھا ں؟'' وہ تنے جبڑوں سے غرا۔

صفا کا دل بند ہونے کو تھا۔''**یہ ز گی بہت مشکل ہے۔تم اتنے کمزور ا ب کے ساتھ سروائیو نہیں کر پ وگی۔**'' کسی نے اسکے کانوں میں صور پھونکا تھا۔صفا نے ا گہری سانس لی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ر ڑ ا۔

''کیوں؟ کیوں نہ لوں میں انکا م؟'' وہ آ کار ئی۔دوسری جا رخ کئے ہوئے حسن کے چہرے پ ا مدھم سی مسکراہٹ پھیلی۔وہ اپنے خوف پ فتح حاصل کرنے میں کامیاب رہی تھی۔پھر وہ داد دینے والے نگاہیں لئے مڑا۔اور صفا کی جا دیکھا۔وہ سامنے کسی چٹان کی طرح کھڑی تھی۔حسن نے مسکرا کر سر جھٹکا۔اور قدم قدم چلتا ہوا اسکے پ س آ۔صفا اپنے عقب میں موجود دروازے کے ساتھ جا لگی۔ وہ اس سے دو قدم کی دوری پ ہی رک ۔

''کیو ۔!'' وہ شرارتی سی نگاہ اسکے سہمے مضبوط سے ت ش ات لئے چہرے پ ڈالے کہہ رہا تھا۔''کیو ۔!وہ مرنے والا ہے۔'' اس نے محظوظ کن نگاہ اسکے چہرے پ ڈالی۔جہاں لمحے کے ہزارویں حصے میں ت ش ات تبدیل ہوئے تھے۔وہ چٹان ر ہ ر ہ ہوئی تھی۔

''تم ایسا نہیں کر ت ۔۔!'' وہ غیر یقینی کی سی کیفیت میں بولی۔

''میں ایسا ہی کرتا ہوں پ یٹی لیڈی۔!جو میرا ہوتا ہے میں وہ چھین لیا کرتا ہوں۔''

''میں تمہاری نہیں ہوں؟ کتنی ر کہوں میں ا اہی۔۔'' اسکے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔ اس نے اپنی کنپٹی پ کچھ محسوس کیا۔وہ ا گن تھی۔

''لو۔لو۔اسکا م ا ر پھر سے۔میں قسم کھاتا ہوں صفا قریشی۔!تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔'' اسکی آنکھوں میں خون ا آیا تھا۔

''ت ۔۔تم۔'' صفا کا دل بند ہوا تھا۔اگلے ہی لمحے حسن نے اپنے غصے کو قابو کیا۔اور وہ گن بھی دور اچھال دی۔صفا کی رنگت زرد پ چکی تھی۔

''آئی۔آئی۔ایم سوری۔'' اس نے جلدی سے صفا کے سامنے ہاتھ جوڑ لئے۔

''میں۔میں تمہیں چوٹ پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔میں۔میں ایسا نہیں ہوں صفا۔'' اسکے الفاظ بکھر گئے تھے۔جبکہ صفا ہکا بکا سی زمین پ ی ہوئی اس پستول کو دیکھ رہی تھی۔''تم۔تم چاہے مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالو۔۔میں قسم کھاتا ہوں افف ت نہیں کروں گا۔'' اس نے اپنی شہ رگ کر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی۔

صفا نے پھیلی آنکھوں سے اس جنونی آدمی کو دیکھا۔''میں تمہارے لئے ساری د کو راکھ کر سکتا ہوں صفا۔ تمہیں نہیں۔'' اس نے ا ر پھر سے یقین دہانی کروائی۔

''تم ز پ ھ رہے تھے؟'' صفا کو جیسے کچھ د پہلے کی سر می ا دکھاوا لگی تھی۔

حسن نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے چہرے پ ہاتھ پھیرا۔پھر وہ وہ پلٹ ۔اور صوفے پ ڈھے ۔صفا اسکی پل پل ل. لتی کیفیت کو دیکھ رہی تھی۔

''اسکے بندوں سے ناراض ہوں۔اس سے نہیں۔'' کچھ د بعد حسن کے الفاظ گونجے تو صفا سا ت رہ گئی۔

ی قوت اپنے بستر میں ٹ ہوا تھا جبکہ حوریہ کتنی د سے اسکے سرہانے بیٹھی تھی۔

''ی قوت۔!تم ٹھیک ہو ں؟ کوئی چوٹ تو نہیں آئی تھی؟'' وہ اسکے ل. لوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھے جا رہی تھی۔جبکہ ی قوت بس خاموش ٹ رہا بنا کوئی جواب دیے۔

''ی قوت۔!میرے شہزادے میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔'' حوریہ نے اسکے سر کا بوسہ ت ہوئے دہرا۔ی قوت نے سر اٹھا کر اپنی ماں کا پ یشان سا چہرہ دیکھا۔اور پھر اس نے ا اپنے پی سی کے سامنے بے فکر سے بیٹھے مرجان کو دیکھا۔ی قوت چند ثانیے مرجان کی پشت کو گھورے ۔ پھر اس نے سر اٹھا کر حوریہ کی گود میں رکھا۔''

آئی ایم فائن ماما۔'' اسکی مدہم سی آواز آئی تو حوریہ نے مسکرا کر اسکا سر چوما۔

''ماما۔ یو کسڈ یِ قوت ٹوائس۔۔'' مرجان نے بنا مڑے کہا تو حوریہ نے چو٘ کر دیکھا۔ پھر وہ مسکرا دی۔ ''آر یو جیلس؟'' اس نے مسکراہٹ د٘ بائے ہی مرجان کو چھیڑا۔

''نو۔۔'' اس نے جوائے اسٹک ہاتھوں میں پکڑے ہی کندھے اچکا دیے۔ ''آئی واز جسٹ واٹ٘ رَ ہوم ڈو یو لو و مور۔'' اس نے کمپیوٹ سکرین سے ا٘ پل کے لئے بھی نگاہیں نہیں ہٹا تھیں۔ جبکہ حوریہ کے چہرے کرتِ شت یکسر٘ ل گئے تھے۔

''مرجان۔۔! یہ کیسا سوال ہوا میرے ٹ٘؟ میں آپ تینوں سے ا٘ جیسا پیار کرتی ہوں۔ ماں کی محبت کو کوئی٘ پ تول نہیں سکتا۔ یہ ساری اولاد کے لئے یکساں ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی٘ ت کبھی مت سوچنا۔'' اس نے افسوس سے سر٘ ٹ ہوئے مرجان کی پشت کو گھورا۔ جبکہ یِ قوت آنکھیں مو٘ ے ٹ٘ رہا۔

''فائن۔!'' مرجان نے کندھے اچکا کر بحث ختم کرنی چاہی۔ حوریہ کے دل میں عجیب وسوسہ سا اٹھا۔ اسکا دل ا٘ لمحے کو بند ہوا۔ اس نے غیر یقینی سے پہلے اپنی گود میں سر رکھ کر ٹ٘ ہوئے خاموش سے یِ قوت کو دیکھا اور پھر جھٹکے سے سر اٹھا کر مرجان کو دیکھا۔ حوریہ سانس نہیں لے پ٘ ئی تھی۔

''مم۔ مرجان۔!'' اس نے سرگوشی کے سے ا٘ از میں اسکو پکارا۔ وہ اپنے کام میں مگن رہا۔ پھر اگلے ہی لمحے اس نے ہر خیال کو جھٹک دِ۔ ''نہیں نہیں۔ مرجان ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس نے تھوک نگلا۔ کچھ ہی دِ میں یِ قوت سوَ یِ۔ حوریہ نے٘ می سے اسکا سر تکیے پ٘ رکھا اور اٹھ کر مرجان کے پ٘ س آئی۔ وہ ابھی٘ کھیل رہا تھا۔ حوریہ نے ا٘ پل کے لئے اسکو دیکھا۔ پھر وہ پھیکا سا مسکرائی۔ اس نے جھک کر مرجان کے دونوں گالوں پ٘ ری٘ ری بوسہ دِ۔ مرجان نے چو٘ کر دیکھا۔

''ماں کے میم میں جتنی محبت ہے٘ ں مرجان۔! ساری د٘ کے خالی پیمانے بھر جانے پ٘ بھی یہ ختم نہیں ہو سکتی۔! ماں محبت کا پیکر ہے۔ اس لئے کبھی بھی ا٘ ماں کی محبت پ٘ شک مت کر٘ ۔'' وہ اسکے٘ لوں میں ہاتھ پھیرتی کہہ رہی تھی۔ مرجان نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ اور پھر دو٘ رہ کمپیوٹ سکرین کی جا٘ ٘ متوجہ ہوَ یِ۔ حوریہ کچھ دِ وہاں کھڑی رہی اور پھر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ وہ لاونج میں پہنچی تو زہرا سیڑھیاں ا٘ رہی تھی۔ اسکی گود میں دینا تھی۔ ''یہ اٹھ گئی؟'' حوریہ نے مسکرا کر زہرا سے دینا کو پکڑا۔ اور اسکو لئے لاونج میں ہی بیٹھ گئی۔

''کچھ چاہیے آپکو؟'' زہرا ہاتھ٘ ھے مودب سی کھڑی تھی۔

''نہیں۔ اَ کچھ چاہیے ہوگا تو میں خود لے لوں گی۔ تم سو جاو جا کر۔ رات بہت ہو گئی ہے۔'' اس نے مسکرا کر زہرا کو جواب دِ وہ واپس چلی گئی۔ جبکہ اب حوریہ دینا کے ساتھ کھیلنے لگی۔

''۔۔۔۔'' دینا نے ا٘ ر پھر سے اپنے٘ پ کا پوچھا۔ ا٘ ہیم میں جان بستی تھی دینا کی اور دینا میں ا٘ ہیم کی۔ وہ گھر میں کم ہی٘ ٹکتا تھا پچھلے کچھ ہفتوں سے وہ زِ دہ ہی مصروف ہوَ یِ تھا۔ اس لئے دینا اب اسکو مس کرنے لگی تھی۔

''٘ آجا گے دینا۔'' حوریہ نے اسکے گال چومے۔ دینا کی آنکھوں میں موٹے موٹے سے آ٘ آئے۔ حوریہ نے حیرت سے اسکی جا٘ ٘ دیکھا۔

''دینا مس٘ ؟'' اس نے فکرمندی سے پوچھا تو دینا اسکے گلے لگ گئی۔ ''ارے۔ میری پ٘ ۔!'' وہ اسکی پشت سہلانے لگی۔ کچھ دِ وہ یوں ہی دینا کو پ٘ سکون کرتی رہی۔ پھر حوریہ کی آنکھوں میں بھی اداسی چھا گئی۔ ''دینا۔!'' وہ یوں ہی بولی جبکہ دینا روتے روتے ا٘ ر پھر سے سو گئی تھی اسکے کندھے پ٘ ہی۔ ''میں بھی اپنے٘ ٘ سے بہت محبت کرتی ہوں دینا۔! میرے٘ ٘ میری د٘ ہیں۔ میں ا٘ دھوکہ نہیں دے سکتی دینا۔'' اس نے ا٘ ہچکی لی۔ ''تمہارے٘ ٘ نے مجھے٘ ٘ ی آزمائش میں ڈال دِ ہے۔ ا٘ ہیم نے مجھے بہت٘ ٘ ے امتحان میں ڈال دِ ہے دینا۔!'' اس نے ا٘ گہری سانس خارج کی۔ ''میں ا٘ ہیم کو دھوکہ نہیں دینا چاہتی یہ جا٘ ہوئے بھی کہ وہ مجھے اور٘ ٘ کو دھوکہ دے رہے ہیں٘ ۔'' کہتے کہتے حوریہ خاموش ہو گئی۔ اس نے دینا کو اپنی گود میں سیدھا کر کے لٹا لیا۔ اور اسکے چہرے پ٘ ہاتھ پھیرنے لگی۔

''٘ اس میں ہم٘ ٘ کی بہتری ہے۔ اَ ایجنسی کو یِ کسی اور کو ا٘ ہیم کے اس خفیہ مشن کے٘ ٘ رے میں علم ہوا تو ہم٘ ٘ کی زِ٘ گی خطرے میں پ٘ جائے گی۔ ا٘ ہیم کو جیل ہو سکتی ہے۔ انکا انکاونٹر ہو سکتا ہے۔'' حوریہ کی سانس اٹکی تھی۔ ''اور٘ ٘ ا٘ عزت بھی مٹی میں مل جائے گی۔ لوگ ان کو ا٘ ٘ کام صدر کہیں گے جس کی٘ ک کے نیچے اتنا کچھ ہوتِ رہا اور وہ ا٘ ن رہا دینا۔'' ''ا٘ ہیم اور٘ ٘ ۔ یہ دونوں میں زِ٘ گی ہے۔ میں ان دونوں کو ہی کسی مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں۔ میں خفیہ معلومات٘ ٘ ٘ پہنچا دوں

گی۔اوران سے ٗ ارش کروں گی کہ ا۔ اہیم کومعاف کردیں۔بے شک وہ اس علاقے کو کروالیں ا۔ اہیم کا٘ م اس ۔ میں نہیں آئے گا۔ہاں میں ایسا ہی کروں گی دینا۔''اس نے جھک کر دینا کا ماتھا چوما۔''میں اپنے خا٘ ان کو کسی مشکل میں پھنسنے نہیں دوں گی دینا۔میں ۔ کچھ ٹھیک کردوں گی۔ہاں دینا۔''اس نے اس سوئی ہوئی دینا کو یقین دلا یا تھا۔پھر خود کو۔

رات لمحہ لمحہ ۔ ۔ رہی تھی۔

۔ ریکی۔ ۔ چھا جاتی ہے تو اپنے پیچھے ا۔ امید کی کرن ۔ نہیں چھوڑتی۔

۔ ۔ رات چھا جاتی ہے تو سورج بجھ جا ۔ ہے۔ا۔ پل کے لئے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ ۔ ریکی ہمیشہ ہی رہے گی سورج کبھی دو۔ رہ ع نہیں ہوگا۔کچھ لوگوں کے لئے ۔ ریکی سکون لے کر آتی ہے تو کچھ کے لئے بے قراری۔۔!

صبح کے اجالے کا انتظار کر ۔ ہوا ا۔ مریض۔!کسی جنگل میں کی جھاڑیوں میں پھنسا ہوا ا۔ ننھا مینہ۔!

کسی سرد خانے کے ۔ ہر بیٹھا کوئی شخص۔!

کسی ا ۔ پ ۔ ل کی لابی میں بیٹھا کوئی تیماردار۔۔!

تو کسی بستر مرگ ۔ پ ۔ ڑا کوئی مریض۔!

ان ۔ کے لئے راتیں طویل ہوا کرتی ہیں۔دراصل راتیں طویل نہیں ہوا کرتیں۔انتظار ا طویل کر دیتا ہے۔وقت کا یہی تو اصول ہے۔یہ منتظر آنکھوں کے لئے ٹھہر جا یا کرتا ہے۔کسی پ ۔ انی بو سیدہ جھیل کے پ ۔ نی کی طرح۔اور جو اسکی کشتی میں سوار ہو جائے جس کے لئے ا۔ ا۔ لمحہ قیمتی ہو اسکے لئے یہ پنکھ لگا ۔ تا ہے۔وقت بہت پ ۔ اسرار چیز ہے۔یہ گنتی سے پ ۔ ے کی چیز ہے۔اسکی بحث کو سمیٹنے لے لئے ہمیشہ اور ا۔ ی جیسے الفاظ کا استعمال کیا جا ۔ تا ہے

اسکو سمیٹنا۔ممکن ہے۔اسکو ماپنا۔ممکن ہے۔بس اس میں سفر کیا جا سکتا ہے وہ بھی آگے کی سمت میں۔!

خود کو اسکی لہروں کے سپرد کر کے۔!

جولیا نے دو ۔ پ ۔ لا کر ٹیبل پ ۔ ر رکھے۔ا۔ میں لاٹے تھی تو دوسرے ۔ مگ میں ہاٹ چاکلیٹ۔

''آجا ۔ پ ۔ یٹی لیڈی۔!''اس نے ۔ پ ۔ اٹھاتے ہوئے ا۔ ۔ رپھر سے دروازے سے لگی ہوئی صفا کو آواز دی۔صفا نے بے یقینی سے اسکی جا٘ ۔ دیکھا۔وہ پ ۔ سکون سا اپنی کافی گھو٘ ٹ گھو٘ ٹ پی رہا تھا۔''کیا کافی پ ۔ ی کا دل کر رہا ہے؟''صفا کو خود کی جا٘ ۔ گھورتے ہوئے اس نے پ ۔ تو بولا۔صفا ٹھٹکی۔اسکی تو صفا کی جا٘ ۔ پشت تھی۔''مجھے آپکو دیکھنے لئے آنکھوں کی ضرورت نہیں۔''صفا کا حلق خشک ہوا۔۔وہ اب اسکا دماغ پ ۔ ڑ رہا تھا۔

''۔ ۔ ۔تم کیسے؟''

''میں ۔ جا ہوں۔ ۔مجھے کوئی نہیں جا ۔''اس نے افسردہ ہو کر پ ۔ واپس رکھا تو صفا سست قدم اٹھاتی اس جا٘ ۔ آئی۔

''بیٹھو۔۔!''اس نے سامنے صوفے کی جا٘ ۔ اشارہ کیا تو صفا جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔اب وہ ہار مان چکی تھی۔وہ وہاں سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔ وہ اسکو قائل کر سکتی تھی اور صفا نے ۔ ٹھ لی تھی اسکو قائل کرنے کی۔اس لئے وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

''ہاٹ چاکلیٹ۔''حسن نے سامنے میز کی جا٘ ۔ اشارہ کیا تو صفا نے میں سر ہلا دیا۔''پلیز۔!مجھے شرمندہ مت کرو۔اس طرح تم میرے گھر میں بھوکی پیاسی تو نہیں رہ سکتی ۔ ں۔''اس نے مصنوعی بے چارگی لئے کہا تو صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔وہ شخص تھا۔''میں قسم سے نہیں ہوں۔''اس نے پ ۔ واپس اٹھاتے ہوئے کہا تو صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ اب ۔ قاعدہ مائینڈ ریڈ ٘ کر رہا تھا۔

''بہت پہلے سیکھی تھی میں نے۔''اس نے ا۔ سپ ۔ ۔ تا ہوئے اپنی ۔ بات جاری رکھی۔

''کک۔کیا سیکھی تھی؟''صفا ہکلائی۔

''ڈارک سائیکولوجی۔'' وہ محظوظ ہوا۔

صفا کی سانس بند ہوئی۔ وہ واقعی غیر محفوظ تھی۔ حسن نے صفا کی ہوائیاں اڑتی ہوئی دیکھیں تو اس نے جلدی سے پ رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''تم ڈرو مت۔! میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا۔ پلیز ریلیکس رہو۔'' صفا کی آنکھیں ا۔ رپھر سے۔ سنے کو تیار تھیں۔

''ڈرو مت صفا۔ میں نے کہا ں کہ میں تمہاری خاطر پوری د کو آگ لگا سکتا ہوں تمہاری آنکھوں میں یہ نمکین پ نی نہیں دیکھ سکتا۔'' صفا نے دونوں ہاتھوں کو۔ ہم کرا پ ہٹ چھپائی۔

''۔۔ ۔تو کیا۔تم۔ مجھے میری خاطر۔!''

''ہر نہیں۔'' صفا کی۔ ت مکمل ہونے سے پہلے ہی اس نے اٹل لہجے میں جواب دی۔

'' یہ غلط ہے۔تم میرے ساتھ اس طرح ز۔ دستی نہیں کر ۔ میں نہیں رہنا چاہتی تمہارے ساتھ۔'' اس نے۔ آ۔ سما۔ ۔ کی۔

''ہمم۔ دیکھو صفا۔! تم وہ کوہ نور ہو جو صرف شاکے ج میں جچتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کسی کوئلے کی کان میں نہیں سکتا۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔'' اس نے اب کی۔ رقدرے نرمی سے اپنی۔ ت کہی۔ صفا کو امید کی کرن آئی۔

کالی گاڑیاں ا۔ عالیشان عمارت کے سامنے آ کر رکیں۔ ان میں سے درجنوں کالی وردیوں میں ملبوس گارڈز نکلے۔ ۔ نے۔ ہر نکل کر اپنی اپنی پوزیشنز سنبھال لیں۔ قادر اور سفیر دونوں آگے تھے جبکہ۔ قی گارڈز ا پیروی میں آگے۔ ڑھ رہے تھے۔ قادر آگے۔ ڑھا۔ اس نے ا۔ مارا اور دروازہ ٹوٹ ۔ ۔! سامنے کوئی نہ تھا۔ کوئی گارڈ مینشن کی حفاظت پ معمور نہ تھا۔ قادر ا۔ پل کے لئے الجھا۔ پھر اس نے اپنے کانوں میں لگے آلے کا بٹن د۔۔ اور ہدایت دیں۔

''یہ کوئی چال ہو سکتی ہے۔ ۔ چوکنا رہنا۔'' کہہ کر قادر اور سفیر آگے۔ ڑھتے چلے گئے۔ وہ مینشن خالی تھا۔ سارے دروازے بھی کھلے ہوئے تھے۔ ایسا کیسے ممکن تھا۔ قادر اور سفیر لاونج میں کھڑے تھے۔ سنسنان مینش۔!

''وہ یہاں نہیں ہے۔'' سفیر نے افسوس سے اردگرد کا جائزہ لیا۔

''ظاہر ہے۔ گورسی کی بیوی کو اغواء کر کے اپنے گھر تو نہیں لائے گا۔'' قادر نے سر جھٹکا۔

''تو پھر ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' سفیر نے الجھ کر قادر کو دیکھا۔

''کوئی سوراغ۔'' کہتے قادر سیڑھیاں پھلا ۔ ۔ اس نے لات مار کر ا۔ کمرہ کھولا تو وہ کھلتا ۔ ۔ سیاہ اور سنہری رنگوں کے امتزاج میں رنگا وہ کمرہ دلکش لگ رہا تھا۔ قادر نے ا۔ ا۔ ڈرار پ کی۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ وہ لوگ قریبا ا۔ ۔ بعد دروازے پ کھڑے تھے۔

''سینائی چلو۔۔!'' کہتے قادر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ وہ لوگ وہاں سے نکلے تو کچھ د۔ بعد ا۔ زوردار دھماکا گو تھا۔ جس سے وہ شا۔ ارپلیس ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔

'' میرا نکاح ہو چکا ہے حسن۔!'' صفا کا خوف قدرے کم ہو۔ جا رہا تھا۔

''ا۔ ۔ رپھر سے کہنا۔'' اس نے ملتجی نگاہ صفا پ ڈالی تو وہ الجھی۔ ''میرا۔ م ا۔ ۔ رپھر سے۔ ۔ ۔'' اس نے مسکرا کر فرمائش کی تو صفا نے تکان زدہ ہو کر اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔

'پلیز۔ مجھے ا۔ اہیم کے پ س چھوڑ آو۔'' حسن کی اپنے ہاتھ میں موجود کافی کے پ ۔ فت مظبوط ہوئی اور پھر اگلے ہی لمحے وہ پ فرش پ د۔ ۔ تھا۔ پ کر چی کر چی ہوا تھا۔ صفا جسکا خوف قدر کم ہو۔ جا رہا تھا ا۔ ۔ رپھر سے پ نے لگی۔ حسن نے ا۔ نگاہ اس کے لرزتے وجود پ ڈالی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ چلتا ہوا اسکے پ س آ۔ اور اسکے سامنے زمین پ بیٹھ ۔ ۔ صفا کے ہاتھ پ پ رہے تھے۔ وہ آنکھیں زور سے بند کئے بیٹھی کا۔ پ رہی تھی۔

''صفا۔!'' اس نے نہا۔ ۔ م لہجے میں پکارا۔ صفا کو آواز انتہائی قر۔ ۔ سے آئی تو اس نے فورا آنکھیں کھول دیں۔ وہ اسکے قدموں میں بیٹھا تھا۔ صفا نے اپنے پ وں مز۔ پیچھے کھینچ لئے۔ وہ کچھ خوفزدہ سی بیٹھی صفا کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ یوں ہی صوفے سے ٹیک لگا ۔ ۔ اب اسکا رخ صفا کی جا۔ نہیں تھا۔ صفا اسکا رخ دیکھ سکتی تھی۔

''تم جو کہو گی وہ کروں گا۔تمہیں تمہارے ماں ۔پ سے ملواوں گا۔تم ان سے بنا روک ٹوک کے مل سکتی ہو۔'' وہ اب اسکو مفادات کے ۔رے میں بتا رہا تھا جو صفا کو حسن کی ۔ت مان ۔ کی صورت میں مل ۔ تھے۔''تمہیں اپنی سلطنت کی ملکہ بنا دوں گا۔!یقین مانو میرے پ س بہت ہے صفا۔اتنا کہ تم ا ۔ د پ حکمرانی کر سکتی ہو۔'' وہ کہے ۔۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' صفا ۔آ ۔ منمنائی۔

''میں تمہیں ۔قدری د کے حوالے نہیں کر سکتا۔میں تمہیں اپنی د کی ملکہ بنا ۔ چاہتا ہوں صفا۔''

صفا نے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔''تم ا ۔ سراب کی خواہش کر رہے ہو۔''

''نہیں صفا۔!مجھے اپنی محبت پ بھروسہ ہے۔وہ تمہارے دل میں اپنی جگہ بنا لے گی۔''

''جو پیمانے بھر چکے ہوں وہاں مز ۔ کسی ۔ ۔بے کی جگہ موجود نہیں ہوتی۔''

''میں پیمانے خالی کر ۔ جا ہوں۔'' وہ سامنے دیکھے ۔۔''تم ڈرتی کیوں ہو؟تمہیں کیوں لگتا ہے کہ ونی کے بعد تمہیں اور کوئی قبول نہیں کر ۔؟ کیا تمہیں میں نہیں آ ۔؟ کیا میری طلب تمہیں دکھائی نہیں دیتی؟''

''ونی ہو ۔ میرا مقدر تھا۔ اس رشتے کو نبھا ۔ میری مرضی ہے۔''

''تمہاری شادی ز ۔ دستی ہوئی تھی صفا۔!'' اس نے ۔ددلانے کی کوشش کی۔

''ا ۔ اہیم سے نکاح میری منشا تھی۔'' الفاظ تھے ۔پتھر جنھوں نے حسن کو پل میں سنگسار کر د ۔ تھا۔اس نے مڑ کر صفا کی جا ۔ دیکھا۔اسکو صفا کی سرمئی آنکھوں میں ا ۔ اہیم کا عکس آ ۔ تھا۔

''ت ۔۔تم ایسا نہیں کر سکتیں۔وہ حوریہ سے محبت کرتا ہے اور تمہاری اسکی ز ۔ گی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' حسن نے بے یقینی سے صفا کی آنکھوں میں جھا ۔ کر جواب د ۔ تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''ا ۔ چیز ہوتی ہے حسن۔!'' اس نے ا ۔ ۔ر پھر سے حسن کا ۔م لیا تو حسن کی روح میں سکون ا ۔ ا۔

''جس کو محبت کہا جاتا ہے۔جس کے تم دعوے دار ہو۔'' حسن سانس نہیں لے سکا تھا۔''محبت کا دعوہ بہت آسان ہے حسن ۔۔! اسکو نبھا ۔ ۔اتنا ہی مشکل اور کٹھن۔''

''میں خالی دعوہ نہیں کر رہا۔'' حسن کو اپنی محبت کی توہین ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''محبت قول و قرار سے عاری چیز ہے۔جس چیز کا اعتراف کیا جائے ضروری نہیں وہ ۔ ۔بہ موجود بھی ہو۔ہم اکثر معافی مانگتے ہیں۔ ہمارے دل میں صرف صلح کا اور مصلحت کا ۔ ۔بہ ہوتا ہے۔ہم سچ میں شرمندہ نہیں ہوتے۔''

''تم کہو تو جان دے کر دکھا دوں؟'' اس نے صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھ کر اپنے ۔ ۔بے کی سچائی کا یقین دلا ۔ چاہا۔

''محبت جینا سکھاتی ہے حسن۔'' وہ خاموش ہو ۔۔

''یہ د قول و فعل کا تضاد ہے۔جس دن ہم اس تضاد کو ختم کر دیں گے اس دن ہمیں اپنی محبتوں کو ثا ۔ ۔ کرنے کے لئے مر ۔ نہیں پڑے گا۔۔ہمارے اعمال سے ہماری محبت خود بخود چھلک جائے گی۔ہمارا ہر ہر امر ہماری ہمارے محبوب سے محبت کی گواہی دینے لگے گا تو الفاظ کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔''

''تم ا ۔ رمیرے ۔م ہو کر تو دیکھو۔میں نے گھنگرو ۔ ھ کر تمہارے عشق میں رقص نہ کیا تو تم پ وا ۔ ۔ ہوگا کہ میرے گلے پ چھری د و۔میری روح کو راکھ کر دو اور میرا وجود مٹا دو۔۔''

صفا ا ۔ لمحے کو ٹھٹکی۔

''حسن۔!'' اس نے بے بسی سے اسکو پکارا جس پ صفا کو کوئی لفظ ا ۔ نہیں کر رہا تھا۔حسن نے ۔ دن موڑ کر اسکی جا ۔ دیکھا۔''تم کیوں نہیں سمجھتے کہ میں اپنے حصے کی محبت کر چکی ہوں۔ا۔ا۔'' وہ ۔م ۔ ۔ ۔ا ۔ ۔ر خوفزدہ ہوئی۔اس نے حسن کی آنکھوں میں دیکھا اور تھوک نگلا۔''میرا نکاح جس طرح ہوا وہ میری خواہش نہیں تھی۔میں

ا. اہیم کی زن گی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ اگر مجھے ایک فیصد بھی علم ہوتا کہ خان کا تو میں اسی قبرستان میں اپنی جان دے دیتی نکاح نامے پہ دستخط نہ کرتی۔'' وہ کہے جا رہی تھی جبکہ وہ بنا پلکیں جھپکے دیکھے گیا۔ ''میں نے بچپن سے ایک آئیڈیلائز کیا ہے۔ وہ میری معصوم سی خواہش تھے۔'' کہتے کہتے صفا کی آواز رندھ گئی۔'' میرے گمان میں نہ تھا کہ میرا نام ام کے ساتھ ایک لعنت کی بھینٹ چڑھ کر جڑے گا۔ میں نے ان سے محبت کی ہے حسن۔ بے لوث۔ بنا کسی مفاد کی پرواہ کئے۔''

''وہ حوریہ کا شوہر ہے۔'' حسن نے اپنی بات پر زور دیا۔

''یہ جان کر کہ محبوب ہمارا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی اس سے محبت کیے جانا۔ یہ بہت اذیت ناک ہے حسن۔'' حسن نے ایک آس سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔''میرا اگر نکاح نہ ہوتا تو میں اپنے دل کو رد کر لیتی۔ یقین مانو میں اپنے دل کا خون نچوڑ لیتی کہ اس میں ابراہیم کا نام نہ دھڑک سکے۔!'' وہ ایک لمحے کے لئے رکی۔'' اب نہیں۔ اب میں ان سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔'' صفا نے اٹل اپنا فیصلہ سنایا۔

حسن کچھ دیر اسکی آنکھوں میں دیکھے گیا۔ پھر اسکے مسکراہٹ میں ڈھل گئے صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''میں کسی تھیوری پہ یقین نہیں رکھتا۔'' صفا کو اس سے خوف محسوس ہوا اسکی آنکھوں میں الگ سی چمک تھی۔ جیسی کسی تلوار پہ دھوپ پڑنے پہ ایک شعاع سی پھوٹتی ہے۔ وہی شعاع تھی حسن کی آنکھوں میں۔'' کیا کچھ اور بھی ہے کہنے کو؟'' اس نے ایک تیکھی سی مسکان لئے پوچھا۔ صفا کا دل ڈوبا۔ یعنی وہ اب بھی اسکی کوئی بات بھی حسن کو قائل نہ کر پائی تھی۔''میں صرف ایک چیز پہ یقین رکھتا ہوں پیٹی لیڈی۔!'' کہتا وہ اپنے کپڑے جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا اور جا کر ایک وسیع کھڑکی کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس نے پردہ ہٹایا تو سامنے ایک بہت بڑا سوئمنگ پول تھا۔

عمارت کی روشنیاں اس پانی پہ پڑتیں اور منعکس ہو جاتی تھیں۔ پانی کی لہروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا تو حسن نے سامنے دیکھا۔ اب اس سوئمنگ پول میں ایک جوان سی لڑکی سوئمنگ کر رہی تھی۔ حسن نے کراہت سے پردہ ادھر کیا۔ یہ منظر صفا نے دیکھا تھا۔ وہ لڑکی جو لیا تھی جو ایک سوئم سوٹ میں موجود اب سوئمنگ کر رہی تھی۔''میں صرف ایک تھیوری پہ یقین رکھتا ہوں۔۔'' وہ ایک پل کے لئے ٹھہرا۔

'' جو میرا ہے۔۔ میں اسکو اگلے کے حلق سے کھینچ لوں پہ یقین رکھتا ہوں۔ میں چھین لوں پہ یقین رکھتا ہوں۔''

صفا نے تھوک نگلا۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ مجھے کسی چیز کی کمی ہے صفا۔'' اس نے مڑے بنا پوچھا۔''میں چاہوں تو ہر رات میرے لئے ایک نئی دعوت موجود ہو۔'' وہ معنی خیز سا بولا۔ البتہ مڑا نہیں تھا۔'' ۔! میں نے کبھی کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیا صفا۔'' صفا سر جھکا گئی۔''میں ایک شیطان ہوں صفا۔! جس کو خون پسند ہے۔ نہ کہ شباب۔۔'' صفا نے بے اختیار سر اٹھا کر اس جانب دیکھا۔ اسکی صفا کی جانب پشت تھی۔ وہ ایک پل کے لئے رکا۔''مجھے صرف ایک زبان سمجھ آتی ہے صفا۔! خون کی زبان۔!'' ایک لمبا وقفہ آیا تھا۔ پھر گہری گمبھیر آواز نے سکوت کو توڑا تھا۔

''پیٹی لیڈی۔! کہا جاتا ہے کہ ہر صوفی کا ماضی ہوتا ہے اور ہر گنہگار کا ایک مستقبل۔۔'' صفا بنا پلکیں جھپکے اسکو سن رہی تھی۔'' میں ایک شیطان ہوں جس کا ماضی تو ہے وہ کوئی صوفی ہرگز نہیں بن سکتا۔''

''کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ۔ کک۔ کیسا ماضی؟ صفا نے بے اختیار پوچھا۔

''میرے ساتھ جو بھی ہوا۔ وہ مجھے ایک شیطان بنانے کے لئے کافی تھا۔'' حسن نے سر جھکا کر اپنے جوتوں کو گھورا۔

صفا کا دل ایک لمحے کو موم ہوا تھا۔ کیا واقعی اسکا کوئی ماضی تھا؟ کیا واقعی اسکے ساتھ کچھ ایسا ہو چکا تھا جس نے حسن سے اسکا ہر احساس چھین لیا؟

پھر صفا نے خود کو کہتے سنا۔

''نہیں حسن۔! تم شیطان نہیں ہو۔ تم ان ہو جس سے محبت کی جائے۔'' وہ مدہم سے لہجے میں بولی تو حسن زخمی سا مسکرا دیا۔

''میرے ماضی نے مجھے اس قدر پتھر کر دیا کہ چاہ کر بھی کسی کے دل میں نہیں اتر سکتا۔''

''ماضی کی اتنی اوقات نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آپ سے آپکا مستقبل چھین لے۔'' صفا نے درشتی سے اسکی بات کاٹی تھی۔ حسن نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔

''تو پھر؟ کیوں میں تمہارے دل میں نہ اتر سکا؟'' وہ بے چارگی لئے بولا۔ صفا خاموشی سے سر جھکا گئی۔ ''کیوں میں۔ اہوں۔ صفا۔'' وہ قدم قدم چلتا ہوا اسکے پاس آیا تو صفا مزید خود میں سمٹ گئی۔ اسکو اس طرح بے بس ہوتے دیکھا تو حسن کچھ فاصلے پہ ہی رک گیا۔ ''میں۔ انہیں تھا۔ مجھے بنا دیکھے۔'' صفا نے ایک پل کے لئے حسن کی بجھی آنکھیں دیکھیں۔ اسکو لگا وہ اسکو قائل کر لے گی۔

''نہیں حسن۔! ائی کی کوئی جسٹیفیکیشن نہیں ہوتی۔'' اس نے حسن کی آنکھوں میں تکلیف دیکھی تھی۔ اس نے وہاں اندھیرا دیکھا تھا۔ ماضی کا اندھیرا۔ ''تکلیف آزمائش ہوتی ہے۔۔ جو اسکو سزا سمجھتے ہیں یا لئے سزا بن جاتی ہے۔ اور جو اس سے محبت کرتے ہیں ا دل نہیں مرتے۔'' اس نے ایک پل کے لئے دور حسن کی آنکھیں دیکھیں۔ وہاں کرب تھا۔ ''دل زندہ ہوں تو آزمائش سزا نہیں لگتی۔! ائی ہماری چوائس ہے حسن۔ مجبوری نہیں۔'' حسن نے ایک پل کے لئے صفا کی بھیگی ہوئی سرمئی آنکھیں تھیں۔ کچھ چبھنے لگا تھا حسن کی آنکھوں میں۔ وہ کنکر ماضی کے تھے۔ پھر اسکے سر میں ایک ٹیس اٹھی۔ حسن اپنا سر پکڑے ہی صوفے پہ ڈھے گیا۔ وہ اپنے سر میں اٹھتی ٹیسوں کے شور دہرا ہو رہا تھا۔ صفا سن سی بیٹھی اسکی حالت کو دیکھے گئی۔

وہ وہیں کھڑا تھا دریا کنارے۔! اس نے ایک پاؤں اٹھایا ہی تھا کہ کسی مظبوط ہاتھ نے اسکو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔ وہ اوندھے منہ ائی سے آ ٹکرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس شخص کا چہرہ دیکھ پاتا ایک بھاری لوہے کی راڈ اسکے سر پہ برسی تھی۔

اسکو ہوش آیا تو وہ ایک اندھیرے کمرے میں تھا۔ اسکا جسم رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اندھیرا۔ خوف۔ وحشت۔! بالکل جیسے کسی قبر میں ہوتی ہے۔ حسن کے ہاتھ اسکی کمر کے ساتھ اسکے پیچھے بندھے ہوئے تھے جبکہ اسکے پاؤں آپس میں بندھے ہوئے تھے۔ اسکے منہ کو ایک ٹیپ کی مدد سے مقفل کیا گیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں اسکو اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ رسیوں میں جکڑا ہوا ہے۔

''کک۔ کون۔'' حسن حلق کے بل چیخا۔ اسکی آواز اسکے حلق میں دم توڑ گئی۔

وہ کبھی رسی نے کی کوشش کرتا تو کبھی اپنی رسیاں توڑنے کی سعی کرتا۔ وہ کبھی خود کو کسی کیڑے کی طرح گھسیٹ کر رینگنے لگتا تو کبھی بے بسی سے اسکی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ وہ جو کچھ دیر پہلے موت کو گلے لگانے جا رہا تھا اس وقت اس اندھیرے کمرے میں خوفزدہ ہو گیا تھا۔ موت کی خواہش کرنا آسان ہے۔ اسکی کسی شکل کا سامنا ہوتا ہے تو ہر انسان اس سے بچنے کی ایک کوشش ضرور کرتا ہے۔

ڈوبتا ہوا انسان رہا تھا ادھر ادھر مار کسی تنکے کا سہارا ضرور ڈھونڈتا ہے۔ خود کو جھولتے پنکھے سے اتارنے کے بعد سانس بحال لگتی ہے تو ایک جینے کی خواہش دل میں جاگ جاتی ہے۔ زہر کھانے کے بعد دل پھٹتا ہے اور حلق میں زخم ہو کر ان سے خون رسنے لگے تو ایک آدمی ران جینے کی تمنا کرتا ہے۔ ہم اعصاب کے کمزور ان فرار چاہتے ہیں۔ لمحوں سے فرار۔ زندگی سے فرار۔ موت ہتھکڑیاں لگانے ہمیں قید کرنے آ جاتی ہے تو ہم جینے کی خواہش میں ہاتھ پاؤں مارنے لگتے ہیں۔ زندگی کی قیمت صرف وہی شخص بتا سکتا ہے جو اپنی آخری سانس کے لئے اپنی پوری جان لگا دیتا ہے۔ جو اپنے مفلوج ہوتے پھیپھڑوں میں ایک آخری سانس بھرنے کے لئے اس قدر جہد کرتا ہے کہ وہ آخری سانس بھی ہچکی کی صورت میں ٹوٹ جاتی ہے۔

کچھ دیر بعد اس اندھیری کال کوٹھڑی کا دروازہ کھلا تو ایک دیو قامت شخص اندر داخل ہوا۔ اسکے عقب میں روشنی تھی اسکا چہرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ حسن نے آنکھوں سے آنکھیں اٹھا کر اس جانب دیکھنا چاہا۔ وہ پہاڑ جیسا وجود دروازے میں کھڑا تھا۔ پھر وہ چلتا ہوا آیا۔ اس نے حسن کے پیروں کی رسیاں کھول دیں۔ حسن نے مذاہمت کی وہ اسکو گھسیٹ کر لے گیا۔ حسن نے ادھ کھلی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا۔ لوگ ہی لوگ جمع تھے۔ وہ لوگ ایک خاص وردی میں ملبوس تھے۔ وہ کھلاڑی تھے۔ کسنگ کے کھلاڑی۔ حسن نے سنا تھا ان لوگوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسکو ہوش آیا۔ اس پہاڑ جیسے آدمی نے اسکو ایک رنگ میں دھکا دیا۔ حسن لڑھکتا گیا۔

دو آدمی اسکے پاس آئے۔ انھوں نے حسن کو دونوں بازوؤں سے دبوچا اور اس رنگ کے ایک کونے میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ وہ سنا تھا اپنے ساتھ ہوتی کاروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ کون لوگ تھے اسکو کیوں پکڑ رہے تھے۔ اسکو کوئی ہوش نہ تھا۔ پھر اس نے اس رنگ میں اور آدمی کو داخل ہوتے دیکھا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا چینی آدمی تھا۔ اسکی آنکھیں بھی پوری نہیں کھل رہیں تھیں وہ چینی نقوش والا آدمی کوئی پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا آیا۔ اسکے ہاتھوں میں کسنگ گلوز تھے۔

''یہ تو ایک ہی مکے میں مر جائے گا۔'' اس نے افسوس سے حسن کی جانب دیکھا۔

''بس۔! مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔'' رانی نے ہنس کر بجائی۔

تو وہ آدمی آگے بڑھا۔ اس سے پہلے حسن کچھ سمجھ پاتا اس نے ایک مکا حسن کے منہ پر رسید کیا۔ حسن کی پوری دنیا ہل کر رہ گئی۔ دن میں تارے دکھائی دینا کس کو کہتے ہیں اس دن حسن نے اسکی عملی صورت دیکھ لی تھی۔ اس نے سنبھل کر سامنے کھڑے آدمی کو دیکھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔'' کہہ کر اس نے اور مکا حسن کے منہ پر رسید کیا۔ اسکے ہونٹ پھٹ چکے تھے۔ ایک خون کی پھوار اسکی ناک سے نکلی تو وہ چینی شخص والا آدمی قریب ہوا۔ اس نے بے سدھ سے لٹکتے ہوئے حسن کو دیکھا۔ اور قریب ہو کر بہتے ہوئے خون کی بو کو سونگھا۔ وہ کوئی نشئی لگ رہا تھا۔ جس کو خون کی بو سکون دے رہی تھی۔ ''لے جاو۔ مجھے اسکا خون پسند آیا۔'' وہ رسی سے آزاد کیے۔ دو لوگ آگے بڑھے۔ حسن کی رسیاں کھول دیں اور اسکو واپس لے جا کر اسی کمرے میں دیا۔ وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

اب یہ معمول روز کا تھا۔ حسن کو ایک پنچنگ بیگ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ چینی شخص والا ان اس رسی کا مالک تھا۔ وہ بس خون دیکھنے آتا تھا۔ وہ حسن کو مارتا۔ حسن اسکے ایک مکے کے بعد ہی بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ وہ لوگ حسن کو زندہ رکھتے تھے کہ اس رسی کا مالک اسکے خون کی بو کو سونگھ سکے۔ مرتے وقت نے حسن سے اسکی قوت گویائی چھین لی۔ وہ بولتا نہیں تھا۔ وہ ایک لفظ نہیں بولتا تھا۔ وہ رسی کے ساتھ بندھا ہوا خاموشی سے مار کھاتا رہتا تھا وہ افف تک نہ کرتا تھا۔

چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔

ایک دن حسن کو اسی طرح بندھا ہوا تھا۔ وہی مالک چلتا ہوا اس جانب آیا۔ اسکی آنکھوں میں سرخی تھی۔ وہ گنجا خونخوار درندہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک حسن کو دیکھا جو کہ بے جان سا ان رسیوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ پھر اسکے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے حسن کو قریب سے دیکھا۔ خوبصورت شش مندل ہو رہے تھے۔ اسکی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں کے کنول پڑے ہوئے تھے۔ اسکے عنابی سوجھے ہوئے تھے۔ وہ حسین نوجوان بڑی ابتر حالت میں تھا۔ وہ گنجا چینی اسکے پاس کچھ دیر کھڑا رہا۔ پھر وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔ حسن نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ امید کر رہا تھا کہ ایک مکا اسکے چہرے پر ابھی سے گا جو اسکی بینائی چھین لے گا۔ کچھ وقت گزرا۔ اور کوئی مکا نہ آیا۔ حسن نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ شخص کھڑا ہنس رہا تھا۔

''پسند آ گئے ہو تم۔ آج سزا تھوڑی الگ ہو گی۔'' کہتے اس نے دو لڑکوں کو اشارہ کیا اور وہاں سے گیا۔ وہ دونوں لڑکے آگے بڑھے اور حسن کی رسیاں کھولنے لگے۔ وہ ایک ترسا دیکھے گیا۔ وہ لوگ آج اسکو مار کیوں نہیں رہے تھے۔ اسکے دماغ میں ان گنت سوال تھے اسکے مقفل تھے۔

کچھ دیر بعد اسکو ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ اس نے دیکھا وہ ایک عالیشان اور پر طعش کمرہ تھا۔ سامنے وہ گنجا چینی ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک شراب کا گلاس تھا۔ ان لڑکوں نے حسن کو لا کر اسکے قدموں میں دیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ حسن بنا بیٹھا رہا۔ پھر اسکو اپنے بالوں میں کچھ محسوس ہوا۔ اس گنجے چینی نے جھٹکے سے اسکو بالوں سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔ حسن نے آنکھیں بند کر لیں۔

''کیا تم جانتے ہو کہ تم کس قدر خوبصورت ہو؟'' اس نے سرگوشی کی۔ ''ایک خوبصورت لاوارث جوان۔! تمہارے عوض میں ریستیں بہت سکتا ہوں۔'' حسن کو کچھ سمجھ نہ آئی۔ ''بس۔! میں اس ہیرے کو بس اپنے لئے رکھوں گا۔'' اس نے حسن کے بال چھوڑ کر اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ ''جو کہو گے ملے گا۔ تمہیں سلطان بنا دوں گا۔'' کہتے کہتے رکا۔ حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تو وہاں اتنی تاریکی تھی کہ حسن کو اپنا وجود ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ ''تم بس میرے ہو کر رہنا۔ ٹھیک ہے؟'' اس نے حسن کا گال تھپتھپایا۔ حسن خالی دماغ لئے بیٹھا تھا۔ اس گنجے چینی نے اپنے کپڑے اتارنے شروع کئے۔ حسن اب سمجھ چکا تھا۔ وہ اپنی ذات کی ہونے والی تحقیر کو بھانپ گیا تھا۔ حسن کی آنکھوں میں ایک ہی لمحے میں بہت کچھ آیا تھا۔

خوف۔! غصہ۔! بے بسی۔!

وہ آدمی جھکا کہ حسن جھٹکا کر پیچھے ہٹا۔ اس آدمی نے قہقہہ لگایا۔ حسن کو اپنا آپ کسی گہرے تاریک سمندر میں گرتا ہوا محسوس ہوا۔ جہاں سے تیر کر کنارے لگنا ناممکن تھا۔ وہاں بس گہرائی ہی گہرائی تھی۔ وہاں بس تاریکی ہی تاریکی تھی۔

غرور۔عزت۔ خاک ہونے کو تھا۔

کبھی کبھی ا ن دل سے خواہش کرتہ ہے کہ وہ مرجائے۔اور حسن نے دل سے خواہش کی تھی وہ مرنہیں سکا تھا۔تو پھر وہ کیا کرسکتا تھا۔؟اسکے دل نے بے بسی سے سوال کیا۔اَ وہ مرنہیں سکتا تھا تو وہ مار سکتا تھا۔اگلے ہی لمحے حسن اٹھ کھڑا ہوا۔وہ چینی آدمی صوفے پ بیٹھا اسکو دیکھ رہا تھا۔پھر حسن نے ا چھلا لگائی۔اس نے ا مکا بنا۔اور اس پہاڑ جیسے آدمی کے دماغ میں دے مارا۔وہ پہاڑ کچھ پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھے ۔وہ آنکھیں تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔اور پھر خون نکلا تھا۔اس آدمی نے آج اپنا ہی خون سونگھا تھا۔اسکی ک،اسکے کان اور اسکے منہ سے خون ابلا تھا۔

وہ اسی لمحے مرَ یا تھا۔ وہ مرتے مرتے حسن کو بھی مارَ یا تھا۔وہ لڑکا اس شخص کے پ پ ٹھ ے۔اور اس نے اتنے ہی مکے اس چینی درندے کے منہ پ۔سائے تھے جتنے اس نے ان چھ ماہ کے عرصے میں حسن کے چہرے پ۔سائے تھے۔وہ مرچکا تھا۔اسکے چہرے کا ہر نقش مٹ چکا تھا۔اسی ک پچک گئی تھی۔آنکھیں دکھائی نہ دیتی تھیں۔اسکے چہرے کا ہر نقش مندمل ہوا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ چینی ر مردہ حا میں پڑا تھا۔اور اسکے کمرے کی عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔گارڈز نے جلدی سے اس چینی آدمی کو دیکھا۔ وہ مرچکا تھا۔وہ لوگ کھڑکی سے ہر گئے وہاں کچھ نہ تھا۔وہ جاچکا تھا۔وہ روڈ پ چلتا جارہا تھا۔اسکے کپڑے خون آلود تھے۔اسکے چہرے پ نیل پڑے ہوئے تھے۔وہ اجڑی سی حا میں روڈ کنارے چلتا جارہا تھا۔اسی دوران ا ک اسکے پس آکر رکا۔کچھ لوگ اس میں سے نکلے اور حسن کو لاکر ک میں ڈال دی۔وہ ہی سی کیفیت میں تھا۔کچھ د بعد گونجتی ہوئی ہچکیوں سسکیوں نے حسن کو ہوش دلایا۔اس نے اپنے اردَ دد یکھا تو وہ کچھ بچے تھے جن کو کہیں لے جایا جارہا تھا۔وہ بچے ا آس سے حسن کی جا دیکھنے لگے۔ وہ ا ز ہ لاش کی طرح بیٹھا رہا۔بنا کسی ش کے۔ وہ ک پکڑا ۔اور حسن کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔وہ چھ ماہ بہت طویل تھے۔کیو وہ ت ر یکی چھٹ جایا کرتی ہے خواہ کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو۔سورج کوا ہی ہوتہ ہے۔روشنی کو پ ہی ہوتہ ہے۔

صبح کے نو بجے وہ ا زور اپنا کوٹ ٹ ئے ا ہاتھ میں فون پ کچھ ٹ پ کرتہ ہوا ائیر پورٹ کے احاطے سے نکلا۔اس نے چو کر دیکھا اسکو کوئی نہیں آ تھا۔ا۔ اہیم نے اپنی سم بحال کی اور فون کال ئی۔بیل جاتی رہی فون اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ا۔ اہیم نے آنکھیں سکیڑ لیں۔اس نے ری ری پہلے قادر کو اور پھر سفیر کو فون کیا۔ دونوں نے فون نہ اٹھایا۔پھر اس نے کھڑے کھڑے ٹیکسی کو اشارہ کیا۔

''صا کہاں جانہ ہے؟''ٹیکسی ڈرائیور نے اسکے ت ہی پوچھا۔ا۔ اہیم نے ا پل کے لئے سوچا۔صفا کا رویہ دھو سا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔وہ اس وقت اسکو زاویہ رکا بتا کر مزید دکھی نہیں کرسکتا تھا۔ا۔ اہیم نے سر جھٹکا اور اپنے گھر کا ایڈریس بتایا۔گاڑی چل پڑی۔ا۔ اہیم نے گاڑی کے شیشے سے ہر کا منظر دیکھا۔کچھ ت لمحے اسکی آنکھوں کے سامنے سے ن رنے لگے۔اس نے جو چاہا تھا وہ اس نے حاصل کرلیا تھا۔وہ انتقام چاہتا تھا جو وہ لے چکا تھا۔اب۔؟آگے؟آگے وہ کیا کرے گا؟ صفا کو کیسے قائل کرے گا؟ ان گنت سوالوں نے ا۔ اہیم کو گھیرے میں لے لیا۔ پھر وہ ٹ کی پشت سے ٹیک لگا ۔

گاڑی مینشن کے سامنے آکر رکی۔ا۔ اہیم اپنا کوٹ اٹھائے ا ندر داخل ہوا۔اس نے ا ندر داخل ہوتے ہوئے ا ۔رپھر سے قادر کو فون کیا تھا کسی نے فون نہ اٹھایا تھا۔ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔ دل میں اب ا ساخوف بھی سر اٹھا رہا تھا کیو قادر اور سفیر اسکی کال کبھی اگنور نہیں کرتے تھے۔وہ لوگ سوتے ہوئے بھی چوکنا رہا کرتے تھے۔ فی الحال وہ کسی واہمے کو سر اٹھانے نہیں دے رہا تھا۔وہ لاونج میں داخل ہوا تو مرجان اور قوت بیٹھے ن شتہ کر رہے تھے۔

''السلام علیکم۔۔!''وہ دونوں بھاگ کر اسکے پس پہنچے۔ا۔ اہیم نے جھک کر ان دونوں کو گلے لگایا۔

''وعلیکم السلام۔!''اس نے دونوں کے لوں میں ہاتھ پھیرا۔

''۔۔ پیٹی لیڈی کہاں ہیں؟''مرجان نے پ جوش ہوتے ہوئے پوچھا۔ا۔ اہیم سیدھا ہو کر کھڑا ہوا۔مرجان سوالیہ وں سے اسکی جا دیکھے۔

''ماما کہاں ہیں؟''وہ کچھ د بعد سرد سے ث ات لئے بولا۔

''ماما۔۔جان کے گھر گئی ہیں۔''قوت نے فوراجواب دیا۔ا۔ اہیم نے ا۔ وسکیٹر کر ان کی جا دیکھا۔

''صبح صبح؟''اس کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

''جی۔! کہہ رہی تھیں کچھ کام ہے جلدی واپس آجا گی۔'' قوت نے کندھے اچکا دیئے۔''۔۔آپ فریش ہو جا اور ہمارے ساتھ۔ فا ٹ کریں۔''

قوت نے ا. اہیم کا ہاتھ پکڑا۔ا. اہیم نے اسکی جا. مسکرا کر دیکھا۔اسکی آنکھیں غنودگی کے ش سرخ ہو رہی تھیں۔

''میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔''مرجان کو اپنا آپ ا ازہوتا ہوا محسوس ہوا تو اس نے دلا۔

''میں فریش ہو کر آتا ہوں۔''ا. اہیم مرجان کی ت کا جواب دیے بنا سیڑھیاں پھلا ۔وہ دونوں کچھ دیکھڑے رہے اور پھر واپس ڈائنگ ہال میں آ گئے۔

حوریہ کرداوی مینشن میں داخل ہوئی۔اسکی گود میں دینا تھی اور ا ہاتھ میں ا فولڈر تھا۔ زمہ مودب سی سامنے آئی۔

''۔۔کہاں ہیں؟''اس نے فورا زمہ سے سوال کیا۔

''سر کو میٹنگ کے لئے جا. تھا وہ جلدی میں نکل گئے ہیں۔'' زمہ نے بتا تو حوریہ کے چہرے پ مایوسی سی پھیل گئی۔وہ جو چاہتی تھی کہ وہ ا. اہیم کے لوٹنے سے پہلے پہلے اپنا کام ختم کر لے گی اب مشکل لگ رہا تھا۔''آپ کے لئے کچھ لاوں؟'' زمہ کے دو رہ بولنے پ وہ سوچوں سے نکلی۔

''نہیں۔''کہہ کر حوریہ رحمان کرداوی کے اسٹڈی روم میں چلی گی۔اس نے وہ فولڈر ا ٹیبل پ رکھ دی۔اور وہاں سے لوٹ آئی۔اسکا ارادہ تھا دو رہ چکر لگانے کا۔ وہ یہ فولڈر گھر واپس نہیں لے کر جا سکتی تھی۔حوریہ تیز تیز قدم اٹھائے اسٹڈی روم سے نکل گئی۔

رحمان کرداوی اس وقت اپنی گاڑی میں تھے۔ا ساتھ منصور عباس بھی تھا۔رحمان کرداوی کا چہرہ ستا ہوا تھا۔وہ ا عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔

''سر خیر ہے؟''منصور نے کچھ دیر بعد ان سے پوچھا۔

''ہاں۔ہاں خیر ت ہے۔''انھوں نے اپنی ٹائی ڈھیلی کی۔

''سر اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میٹنگ کینسل کر دیتے ہیں۔''منصور ا حا ت دیکھ کر ٹ تھا۔

''نن۔نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔''ا چہرے پ اب آ رہا تھا۔

''ڈرائیور واپس چلو۔''منصور نے ا غیر ہوتی حا ت دیکھ کر خود سے فیصلہ لیا۔رحمان کرداوی ٹیک لگا گئے۔ا اپنا آپ کسی بند گلی میں پھنسا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ا جا. ا سالوں کی محنت۔ تو دوسری جا. ا بیٹی کی خوشیاں۔یہ ایسا فیصلہ تھا جیسے ا ن یہ طے کر رہا ہو کہ اسکو ڈوب کر مر ہے پھر کھائی میں کود کر جان لینی ہے۔ دونوں طرف بس موت تھی۔

اسکی آ کھلی تو اس نے خود کو اسی کمرے میں پ۔صفا نے ہڑ. ا کر ادھر ادھر دیکھا۔کہ جولیا کمرے میں داخل ہوئی۔اسکے ہاتھ میں ا ٹ تھی جس میں شتہ تھا۔ اس نے لا کر ٹیبل پ ٹ رکھے اور مودب سی کھڑی ہو گئی۔

''حسن۔حسن کہاں ہے؟مم۔مجھے یہاں کون لا؟''اس نے بے یقینی سے ادھر ادھر دیکھا۔

''آپ بے ہوش ہو گئیں تھیں آپ بہت کمزور ہو رہی ہیں۔پلیز شتہ کر لیں۔پھر آپکو ڈریس ٹ ائے کرنے جا. ہو گا۔''جولیا می سے جواب دے رہی تھی۔صفا نے الجھ کر اسکی جا. دیکھا۔

''ڈریس؟''

''ہاں۔آپکا اور س کا نکاح ہو گا۔اس کے لئے تیاری کرنی ہے۔''جولیا نے مسکرا کر جواب دیا تو صفا کے سر پ ساتوں آسمان گھوم گئے۔یعنی وہ زنہیں آ تھا۔یعنی صفا کا ہر لفظ۔ہر جملہ بے کار تھا۔وہ ہڑ. ا کر اٹھی۔کمرے کا دروازہ کھولا اسکے قدم وہیں منجمند ہو گئے۔وہ سامنے کھڑا تھا۔صفا جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔وہ مسکراہٹ دبائے آگے ڑھا صفا اپنے قدم پیچھے لیتی رہی۔ آ وہ آ کر کمرے کے وسط میں کھڑی ہو گئی۔جولیا سر جھکائے وہاں سے نکل گئی۔صفا نے جولیا کو جاتے دیکھا تو اسکا حلق خشک ہوا۔پھر اس نے اپنے سامنے کھڑے حسن کو دیکھا جو ا سیاہ ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھا۔اس نے اپنی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے۔وہ بس مسکرا کر اسکو

دیکھے جا رہا تھا۔

''حسن۔۔!'' صفا نے خشک ہوتے حلق سے اسکو پکارا۔

''میرا نام کتنا اچھا لگتا ہے ن تمہارے منہ سے۔'' وہ گہرا مسکرایا۔

''پلیز۔ پلیز۔ مجھے جانے دو حسن۔! میں ا۔ ا۔۔'' اس نے حسن کے ت ثرات لمحے کے ہزارویں میں تبدیل ہوتے ہوئے محسوس کیے تھے۔ اب تو صفا کو ا۔ اہیم کا نام لیتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ''مم۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ پلیز مجھے جانے دو۔'' وہ سما۔ ت کر رہی تھی جبکہ اب وہ دو۔ رہ گہرا مسکرایا۔ اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا۔ دو زما ا۔ ردا خل ہو ۔ وہ اکیلی نہیں تھیں۔ وہ کسی کو گھسیٹتے ہوئے لے کر آ تھیں۔

''عیشا۔!'' صفا نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ د ئی۔ عیشا کے ل بکھرے ہوئے تھے۔ اسکے چہرے پ نیل پ چکے تھے۔ اسکا جسم ٹ ھال تھا۔ اس کو لا کر صفا کے پیروں میں د ے تھا۔ ''عیشا۔ عیشا۔!'' صفا زمین پ بیٹھ کر اسکا چہرہ تھپتھپانے لگی۔ عیشا نے سدھ تھی۔ ''کیا کیا ہے تم لوگوں نے اسکے ساتھ۔'' صفا نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے حسن کو دیکھا جو کہ اب کھل کر مسکرا رہا تھا۔

''ایکچو لی آئی لائ ہر کا نفیڈینس۔! کمال ہے میرے دو بندے مار دیئے اس چھپکلی نے۔'' حسن نے ا۔ واٹھا کر عیشا کو دا دی۔ عیشا نے ا ے بے بس سی نگاہ صفا کی جا ۔ ڈالی۔

''عیشا۔! تم۔ تم گھبراو مت۔! ہم لوگ جلدی یہاں سے نکل جا گے۔'' صفا نے اسکو اپنے ساتھ لگا کر حوصلہ د ے۔

''قا۔۔قا۔ قا۔ در۔'' عیشا نے بکھرے لفظوں میں کچھ بتانے کی کوشش کی۔

''ہاں۔ ہاں۔! قادر بھائی آ جا گے۔ وہ لوگ ہمیں یہاں سے لے جا گے۔'' اس نے عیشا کے چہرے سے ل ہٹاتے ہوئے اسکو حوصلہ د ے۔ ا ے قہقہ بلند ہوا۔ اس قہقہے نے صفا کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال د ے۔ صفا نے بے یقینی سے نگاہ اٹھا کر د یکھا۔ وہ ہنستے جا رہا تھا۔ لآ وہ ہنستا ہوا جا کر صوفے پ بیٹھا۔ وہ دونوں اس سے کچھ فاصلے پ زمین پ بیٹھیں تھیں۔

''پ یٹی لیڈ ز۔'' اس نے نے جتاتی نگاہ ان دونوں پ ڈالی۔ صفا کو کچھ سمجھ نہ آئی۔ ''آئی تھنک الٹس شوٹ ئم۔'' کہہ کر اس نے ہنستے ہوئے اپنی ۔۔ سے مو ئل نکالا اور سکرین ان کی جا ۔ ٹ ھادی۔ صفا کی آنکھیں حیرے سے پھیل گئیں۔ وہ ا ے تہہ خانہ تھا۔ جس میں کچھ لوگ رسیوں میں بندھے زمین پ پ ے تھے۔ اور ہر دو آدمیوں پ ا ے آدمی تعینات تھا جو وقفے وقفے سے ان بندھے ہوئے لوگوں پ کوڑے ر ساتے۔ وہ لوگ کراہ کر رہ جاتے۔ ا چیخیں بلند ہوتیں وہی وہیں دم توڑ جاتیں۔

ا ے آدمی نے ا ے کوڑا ر سا تو اس بندھے ہوئے آدمی سے سر اٹھا۔

''قادر بھائی۔!'' صفا نے منہ پ ہاتھ رکھے اپنی چیخ د ئی۔ وہ ۔ ا۔ اہیم کے آدمی تھے جو اس وقت شا کے تہہ خانے میں قیدیوں کی صورت موجود تھے۔ ''کافر ا ن۔۔!'' صفا طیش سے چیخی حسن نے ا ے اور قہقہ لگا اور مو ئل واپس رکھ لیا۔ ''تم اس قدر سفاک کیسے ہو ت ہو؟ تم۔ تم واقعی شیطان ہو۔ تمہارا دل ت ر ہے۔ کوئی دلیل کوئی عذر تمہیں قائل نہیں کر سکتا۔'' صفا ہچکیوں کے نے بے بسی سے ئی۔

وہ ہنستا جا رہا تھا۔

''ا۔ اہیم بھی میرے جیسا ہی ہے۔'' اس نے ا ے خونی نگاہ صفا پ ڈالی۔

''نہیں ہیں وہ تم جیسے؟ وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔'' وہ سر پکڑ کر ئی۔

''ایسا ہی ہے وہ۔'' اب کی ر ا ے دھاڑ گو ۔ صفا سہم گئی۔ اس نے اپنی ہچکیوں کا گلہ گھو ٹ د ے۔ ''ایسا ہی ہے وہ بھی۔ کوئی فرق نہیں ہے مجھ میں اور اس میں۔'' وہ اسکی جا ۔ جھک کر دھاڑا۔ ''وہ مجھ سے ز دہ سفاک ہے صفا قیریشی۔! وہ فرشتہ نہیں ہے۔'' وہ دبے دبے الفاظ میں اسکو ور کروا ے۔ صفا اپنے منہ پ ہاتھ رکھے میں سر ہلاتی رہی۔ ''اس نے زاو ر کے ہ کی سزا تمہیں دی۔'' اس نے صفا کی آنکھوں میں آنکھیں گا ڑ لیں۔ ہ اب اپنا سحر پھونکنے لگا۔

صفا کی غلطی بس اسکی آنکھوں میں د یکھنا تھی۔ ''وہ قاتل ہے۔ میری طرح وہ بھی ا ے قاتل ہے۔ ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ وہ دھوکے ز ہے۔ اس نے تمہیں،

اپنے گھر والوں کو، اپنی بیوی کو کو دھوکے میں رکھا۔'' وہ بولے جا رہا تھا جبکہ صفا پلکیں نہ جھپک سکی۔ وہ آنکھوں سے ہی مقابل کو تھپکڑیں لگانے کا ہنر جانتا تھا۔ ''وہ آئے گا۔ تم اس سے طلاق لوگی۔ ٹھیک ہے ن؟'' اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھتے چاہی۔ صفا کی آنکھوں سے آبہہ گئے۔ اسکا دل چیخ رہا تھا اسکی زبان کسی چیز کے اثر میں تھی۔ اسکو لگا کسی سحر نے اسکو جکڑا ہوا ہے۔ وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

شتہ کرنے بعد یقوت اور مرجان سکول کے لئے نکل گئے تھے۔ وہ لاونج میں ہی بیٹھا تھا۔ دل میں عجیب بے چینی تھی۔ اسکا کوئی پسنل گارڈ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ حوریہ سے ملے بنا دور ہ ہر نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے وہ بے چین کا گھڑی دیکھ رہا تھا۔ وہ دینا کو اٹھائے ہڑبڑی میں اندر داخل ہوئی۔ اندر آتے ہی حوریہ کی ا۔ اہیم پر گئی تو اسکا حلق بلا وجہ ہی خشک ہوا تھا۔ اسکے قدموں کی رفتار سست ہوگئی۔ ا۔ اہیم جو موبائل پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا اس نے دفعتا اس جانب دیکھا تو حوریہ سست قدم اٹھاتی اس جانب آ رہی تھی۔

ا۔ اہیم نے پہلے تو حوریہ کا پریشان سا چہرہ دیکھا پھر مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ کچھ فاصلے پر تھی۔ اور یہ فاصلہ ا۔ اہیم نے چند قدم اٹھا کر طے کر لیا تھا۔ اس نے حوریہ کو اپنے ساتھ لگایا۔ دینا ان دونوں کے درمیان تھی۔ ا۔ اہیم ایک پل کے لئے آنکھیں موند گیا۔ اسکی کل کائنات اس وقت اسکے بازو میں سما گئی تھی۔

''السلام علیکم روحی۔!'' ا۔ اہیم نے حوریہ کے بالوں کو چھوا۔ اور مدہم سی سرگوشی کی۔ وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ حوریہ کو اسکے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ ''میرا سکون ہو تم۔'' وہ اسکو ساتھ لگائے مدہم سرگوشیاں کر رہا۔ ''میری ذات کی پناہ ہو تم۔'' اس نے حوریہ اور دینا کے داپنی قربت مزید تنگ کی۔ کچھ آنسو حوریہ کی آنکھوں سے نکل کر ا۔ اہیم کے بازو میں ہی جذب ہو گئے۔ ''میری روح کی تسکین ہو تم۔۔'' اس نے اب کی بار حوریہ کا ماتھا چوما تھا۔ وہ آنکھیں بند کر گئی۔ کچھ آنسو مزید اسکے گالوں پر بہہ گئے۔ ا۔ اہیم نے ہاتھ بڑھا کر وہ آنسو اپنی انگلیوں کے پوروں پر چن لئے۔ ''میں ٹھیک کر دوں گا۔'' اس نے تکان زدہ لہجے میں حوریہ کو یقین دلایا۔ حوریہ نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ آخر وہ کس چیز کی بات کیا کرتا تھا؟ کیا غلط ہوا تھا جس کو ٹھیک کرنے کا وہ کہا کرتا تھا؟

ا۔ اہیم نے اسکو اپنی جانب دیکھتے پایا تو مسکرا دیا۔

''صبح صبح کہاں چلی گئی تھی؟'' وہ اسکے گال صاف کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ حوریہ کی زبان تالو سے جا لگی۔ وہ اس شخص کا بھروسہ توڑ آئی تھی۔ وہ اسکی ہی خاطر اسکے آشیانے کو آگ لگا آئی تھی۔

ہائے محبت۔!

وہ دور ہ کچھ کہنے لگا کہ اسکا فون بجنے لگا۔

''ایک منٹ۔'' ا۔ اہیم نے صوفے پر پڑا فون اٹھایا۔ وہ کوئی ایم ایم ایس تھا۔ حوریہ نے ا۔ اہیم کا چہرہ دیکھا۔ وہاں ایک ہی لمحے میں اتنا کچھ در آیا تھا کہ حوریہ الجھ کر رہ گئی۔ ا۔ اہیم کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ اسکی شربتی آنکھوں میں پہلے خوف آیا۔ پھر دہشت۔۔ اور پھر آنکھوں کے وہ شعلے جل اٹھے تھے۔

''ا۔ اہیم۔!'' حوریہ نے کچھ کہنا چاہا وہ اسکو ہاتھ کے اشارے سے روکتا ہوا سیڑھیاں پھلانگ گیا۔ حوریہ کا حلق خشک ہوا۔ تو کیا ا۔ اہیم کو حوریہ کے بارے میں پتہ چل گیا تھا؟ کیا کچھ ختم ہو گیا تھا؟ حوریہ کو اپنے دل کی دھڑکن بند ہوتے ہوئے محسوس ہوئی تھی۔ وہ صوفے پر ڈھے سی گئی۔ اگلے چند منٹوں میں وہ سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا تھا۔ اسکے ہاتھ میں اسکی گن تھی۔۔ وہ اپنی گن کو اپنی پینٹ کے ساتھ نصب کرتا ہی نیچے اتر رہا تھا۔ حوریہ کا چہرہ سپید پڑ گیا۔

''ا۔ اہیم۔! ٹھیک ہے؟'' وہ فورا اسکے سامنے آئی۔ ا۔ اہیم ایک پل کے لئے رکا۔ اس کی آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ حوریہ کا اپنے پیروں پر کھڑے رہنا مشکل ہو گیا۔

''آج تم کسی کو کھو دینے والی ہو۔'' کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا۔ جبکہ حوریہ سپاٹ چہرہ لئے دروازے کو تکتی رہ گئی۔

لاہور پولیس اسٹیشن میں صبح صبح رش لگا ہوا تھا۔ وہاں ایک عجب ہلچل سی تھی۔ ایس ایچ او کے ڈیسک کے سامنے ایک درمیانی عمر کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ پریشان

حال تھا۔اسکے ل بکھرے ہوئے تھے۔اسکی آنکھیں بے نور تھیں۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے کیوں ہے۔سامنے کرسی خالی تھی۔کچھ دیر میں ایک پولیس آفیسر کیبن میں داخل ہوا تو کچھ اہلکار مودب سے اسکے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے اور سامنے کھڑی ہو گئے۔وہ آدمی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اضطراب سے سامنے کھڑے پولیس آفیسر کو دیکھا۔جو کہ مایوس سا آ کر کھڑا ہوا۔اس نے اپنی ٹوپی اتار کر میز پر رکھی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے سامنے کھڑے آدمی کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''کک۔کیا کچھ پتہ ؟''اس آدمی نے بے چینی سے پولیس آفیسر کو دیکھا۔پولیس آفیسر نے کچھ بتائے بنا پانی کا گلاس اٹھایا اور دو گھونٹ پی کر واپس ٹیبل پر گلاس رکھا۔پھر اس نے ایک فائل اٹھائی۔اس پر کوئی دستخط کئے اور اپنے پیچھے کھڑی اہلکار کو وہ فائل تھما دی۔جبکہ سامنے والا آدمی بے چینی سے اسکی ہر ہر حرکت کو دیکھتا رہا۔آفیسر اس آفیسر نے اجازت نگاہ ڈالی۔اور قدرے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''شاہ صاحب۔!''اس نے اپنے سامنے بیٹھے سن اجڑے سے شخص کو مخاطب کیا۔وہ بے چینی سے آگے ہو کر جھکے۔

''ہم لوگ ڈی این اے رپورٹ کریں گے۔''

''کیا مطلب ہے ڈی این اے رپورٹ؟اس قبر میں کون تھا؟آپ لوگ مجھے اس کا چہرہ کیوں نہیں دیکھنے دیتے؟''وہ لاابالی بولے تو پولیس آفیسر نے افسوس سے اجازت دیکھا۔

''شاہ صاحب۔!پلیز آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں۔لاش شناخت کے قابل نہیں ہے۔''

''کک۔کیا مطلب ہے آپکا؟''انکا حلق خشک ہوا۔

''یہی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اسکی لاش بری طرح مسخ ہو چکی ہے۔آپ کیا کوئی بھی اسکو پہچان نہیں پائے گا بنا ڈی این اے کئے۔''

''یہ۔یہ کیا بکواس ہے؟''وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولے۔وہ جو خود سے خود کو یقین دلا کر بیٹھے تھے کہ وہ زاویر نہیں ہو سکتا۔اب ایک بار پھر سے انکا یقین ڈگمگانے لگا تھا۔

''شاہ صاحب۔!اس قطبے پر زاویر کا نام لکھا تھا۔''پولیس آفیسر نے اڑتی ہوئی رنگت دیکھی تو بات جاری رکھی۔وہ اس شخص کو حوصلہ دینے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔''ضروری نہیں ہے کہ وہ زاویر ہی ہو۔ہو سکتا ہے کسی نے رات کی تاریکی میں کوئی قتل کیا ہو اور لاش کو چھپانے کے لئے اس کھلی قبر کا فائدہ اٹھایا ہو۔''اس نے پرسکون سے انداز میں اڈھارس بندھانی چاہی۔اپنے دل کی دھڑکنیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔

''میں۔میں جانتا ہوں وہ۔وہ زاویر نہیں ہے۔ہاں۔ہاں۔وہ۔وہ میرا زاویر نہیں ہے۔''وہ اپنا سینہ مسلتے ہوئے خود کو یقین دلا رہے تھے۔

''شاہ صاحب۔پانی۔!''آفیسر نے پانی کا گلاس اجازت طلب خیام قریشی نے آفیسر کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''مم۔مجھے کچھ نہیں سنا۔تم۔تم۔مجھے اسکا چہرہ دکھاؤ۔میں پہچان لوں گا۔میں جانتا ہوں وہ میرا زاویر نہیں ہو سکتا۔''انھوں نے اکھڑتی ہوئی سانسوں کے بمشکل کہا۔آفیسر نے افسوس سے اپنے سامنے اس بے بسی کی مورت کو دیکھا۔اسکا دل ڈوبا۔وہ کرسی سے ٹیک لگا کر اتار دیکھے۔

''انسان کرتے وقت کیوں بھول جاتا ہے کہ ایک دن اسکا حساب بھی دینا ہوگا؟اور ایسا کرنے والے نہیں بلکہ خدا انکے انوں کے خدا ان تباہ ہو جاتے کرتے ہیں۔ایک قتل۔۔ایک قتل فقط ایک قتل خدا انکو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔اور جو کام زاویر نے کیا۔اس سے تو جیتے جی لوگ مر جایا کرتے ہیں۔اب آگ لگی ہے تو یہ کو اپنی لپیٹ میں لے گی۔زاویر نے تیلی پھینکتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ وہ آگ اسکو اور اسکے خاندان کو بھی نگل سکتی ہے۔''وہ سامنے بے چین اور بے بس سے بیٹھے خیام قریشی کو دیکھ رہا تھا۔اسی دوران ایک اہلکار فائل لئے اندر داخل ہوا۔اس نے سیلوٹ کیا اور وہ فائل کھول کر میز پر رکھ دی۔خیام قریشی نے چونک کر پہلے فائل دیکھی اور پھر سامنے بیٹھے آفیسر کو جو کہ اب اپنا چشمہ لگائے اس فائل کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ۔یہ کیا ہے؟''انھوں نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ ساتھ کھڑے اہلکار سے پوچھا۔اس سے پہلے کہ وہ اہلکار کچھ کہتا آفیسر نے فائل میز پر رکھی۔اور دوبارہ ٹیک لگایا۔وہ اب الفاظ جمع کر رہا تھا۔ایسے الفاظ جن سے سامنے بیٹھے شخص کو کم سے کم تکلیف سہنی پڑے۔الفاظ نہیں ملے تھے۔

''شاہ صاحب۔!''کچھ دیر بعد آفیسر نے آنکھوں میں دیکھا۔خیام قریشی کو اپنے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش محسوس ہوا۔بلکہ جیسے سونامی کے وقت محسوس ہوتا

ہے۔ایسا ارتعاش جولہروں میں پیدا ہوتا ہے اور پھر اپنے راستے میں آئے ہر زی روح کی د اجاڑ دیتا ہے۔

''کک۔کیا لکھا ہے اس میں۔'' خیام قریشی کی آنکھوں میں امید کے جلتے ۔ دیئے تھے۔

''شاہ صا ۔!پلیز۔آپ حوصلہ کریں۔!یہ وقت کٹھن ہے آپکو ہمت سے کام ۔ ہوگا۔''

''آفیسر۔!تمہید مت ۔ ھو۔'' وہ لرزتی آواز میں ٹ ٹ ائے۔''بتاو مجھے۔۔'' ا آواز ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔

آفیسر نے سر جھکا کر فائل سمیٹ لی۔

''یہ ڈی این اے رپورٹ ہے۔اور۔''

''اور کیا۔آفیسر۔۔'' وہ سانس روکے ہوئے تھے۔

''اور یہ ابتدائی پو ٹ مارٹم رپورٹ ہے۔'' خیام قیریشی اب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ا ۔ ۔ پ ا ۔ پتھر سا آ اتھا۔''وہ زاو یر کی ہی لاش ہے۔''۔لآ آفیسر نے اپنا جملہ مکمل کیا۔اور سامنے وہ بے بسی کی صورت ڈھے گئی۔!آفیسر اپنی کرسی سے اٹھ کرا جا ۔ پ ۔''ا لینس بلواؤ۔'' اس نے کر وہاں کھڑے اہلکاروں کو حکم دیا۔

رحمان کرداوی کے مینشن کا گیٹ کھلا تو گاڑیاں ا ر داخل ہو ۔گاڑی سے رحمان کرداوی اور منصور عباس نکلے۔رحمان کرداوی لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے اپنے اسٹڈی روم میں داخل ہوئے۔منصور پیچھے آ رہا تھا۔انھوں نے اسکو ہاتھ کے اشارے سے ہر ہی روک دیا اور دروازہ ا ر سے لاک کرلیا۔منصور ٹھٹک کر رہ ۔ وہ الجھ ہوا بند دروازے کو گھور رہا تھا۔انھوں نے ا ر آتے ہی اپنا لیپ ٹ پ کھولا۔ا ۔ لنک ا ای میل کی صورت میں موصول ہوا۔انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے وہ لنک اوپن کیا۔ سامنے سکرین کو دیکھ کر انکا چہرہ زرد پڑ ۔ وہ ا ۔ ٹ مر تھا۔ہر سائیٹ پ ا دستاو یز ات اپلوڈ ہو چکی تھیں۔ وہ پو ٹ کی بجائے شیڈیولڈ تھیں اور پوسٹنگ کا وقت پانچ بج کر پانچ منٹ کا تھا۔انھوں نے بے بسی سے سکرین کو دیکھا۔اور اپنی ٹ ئی ڈھیلی کر کے پ نی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا ۔ وہ ا ہی گھونٹ میں سارا گلاس پی گئے۔!

وہاں ہر شے تھی۔ا خفیہ آرمی کے ثبوت۔!ا اسرائیلوں سے رابطے۔!ا وہ غیر قانونی ڈیلز جو انھوں نے صرف اپنے کارو ر میں نفع حاصل کرنے کے لئے کی تھیں۔کچھ ڈیلز کا تو ملک کو ب ے پیمانے پ نقصان بھی پہنچا تھا۔ٹیکس کا پیسہ اس آرمی کو بنانے میں لگا ۔ تھا جس کو وقت پڑنے پ اپنی ہی عوام پ مسلط کر تھا۔ اسکا وقت ہی نہیں آ سکا تھا۔وہ اپنے کھودے ہوئے ٹ ھے میں چکے تھے۔ ی طرح۔!انھوں نے گلاس واپس رکھا تو اس فائل پ پڑی۔!وہ فائل صبح نہیں تھی۔انھوں نے بے زاری سے وہ فائل کھول کر دیکھی۔فائل کھل چکی تھی۔اور رحمان کرداوی ا ۔ ر پھر سے گہرائی میں جا ے تھے۔وہ ا ۔ ر سمندر میں ڈوب گئے تھے جہاں روشنی کی ا کرن کا بھی پہنچنا ممکن تھا۔ا آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔ا آنکھوں میں غم تھا۔دھوکے کا غم۔!انھوں نے غیر یقینی سے فائل دور دھکیل دی۔

''نن۔نہیں۔نہیں۔ا ہیم تو میرا بیٹ ہے۔وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔'' انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھوا۔ فائل سامنے کھلی پڑی تھی۔ا ہیم کے دھوکے کا جیتا جا ثبوت۔

(''۔۔!آپ فکر نہ کریں جس نے اس ڈیل کی ا رمیشن لیک کی ہے وہ آگے سیل نہیں کر پائے۔'')

(''میں اس معاملے کو خود دیکھ لوں گا۔'')

(''آپ ڈیل پو ٹ پون کر دیں۔'')

(''ا کوئی سکینڈل سامنے آ ہے تو ہم اپنا دامن جھاڑ کر دکھا دیں گے۔'')

الفاظ کی ر گشت اس اسٹڈی روم میں گونج رہی تھی اور اس سر ا ہی کرسی پ بیٹھا وہ بوڑھا شخص لرز رہا تھا۔وہ ی طرح کا پ رہا تھا۔

(''۔۔ا کوئی بہت اپنا ہمیں دھوکہ دے رہا ہو تو کیا کر چاہیے؟'')

اب کی ر حور یہ کے الفاظ گونجے تو انھوں نے بے یقینی سے اپنا سر پکڑا۔

''تم۔تم جان گئی تھی۔'' الفاظ بکھر سے گئے۔

(''تمہیں تمہارے مینشن میں ہی اریسٹ کرلیا جائے گا۔تمہارے اثاثے ضبط ہوجا گے۔تمہاری بیٹی کوسخت تنقید کا سامنا کر پڑے گا۔تمہارا خاندان مٹی میں مل جائے گا۔جس بیٹی۔جس کی خاطر تم یہ فیصلہ نہیں لے پا رہے وہ تم پر تھوکے گی۔!'')

''نہیں۔نہیں۔نہیں۔'' وہ سر پکڑ کر گئے۔انھوں نے سامنے ٹیبل پہ ہاتھ مارا اور ہر شے زمین بوس ہوگئی۔کمرہ بکھر چکا تھا۔وہ بے بسی سے اپنی کرسی پہ ڈھے گئے۔ا حا ۔ بکھری ہوئی تھی۔انکا جسم پسینے میں شرابور تھا۔کتنی ہی ساعتیں گزر گئیں۔منصور بے چین سا دروازے کے ہر ہل رہا تھا۔وہ کبھی بند دروازے کو گھورتا تو کبھی بے چین سا گھڑی دیکھنے لگتا۔کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا۔منصور فورا آگے بڑھا۔رحمان کرداوی بکھری حالت میں کھڑے تھے۔

''سر۔سر۔!''منصور نے فورا آگے بڑھ کرا تھام لیا۔وہ اسکے کندھے پہ ہی لڑھک گئے۔منصورا لئے ا کمرے میں آیا۔ا بیڈ پہ لٹادیا اور اگلے چند منٹوں میں انکا فیملی ڈاکٹر اور اسکے ساتھ ایک اس وہاں موجود تھے۔رحمان کرداوی کا اچھی طرح معائنہ کیا گیا۔ سارے پیرامیٹرز نارمل تھے۔

''ا کسی چیز کا سٹریس ہے؟'' ڈاکٹر نے بہتر ہوئے منصور سے پوچھا۔

''ہاں شاید۔'' منصور نے پریشانی سے جواب دیا کیونکہ وجہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

''میں نے ا انجیکشن دے دیا ہے۔کوشش کریں کہ وہ تھوڑی دیر سو لیں اسکے بعد ا میڈیسن دے دیجیے گا۔رات تک بہتر ہوجا گے۔''

''جی بہتر۔۔!'' وہ لوگ چلتے ہوئے لاونج میں پہنچ گئے۔

''اگر پھر سے طبیعت بگڑی تو ہاسپٹل لانا ہوگا۔ا کچھ ٹیسٹ کرنے ہوں گے۔مجھے اندیشہ ہے کہ انکا دل کمزور ہو رہا ہے۔'' ڈاکٹر نے رک کر منصور کو تنبیہ کی۔

''جی بہتر۔!'' منصور اسکے علاوہ کچھ نہیں بولا تھا۔کچھ دیر بعد ڈاکٹر کو واپس چھوڑ کر منصور ا کمرے میں آیا۔وہ دواوں سے زیر اثر سو گئے تھے۔اس ا بیڈ کے پاس ہی کھڑی تھی۔وہ ا ڈرپ میں کوئی انجیکشن لگا رہی تھی۔منصور ا پاس پڑی ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔وہ کچھ دیر ا چہرے کو دیکھے گیا۔اسی دوران ا موبائل سکرین بلنک ہوئی۔انھوں نے فورا موبائل سکرین کو دیکھا۔انھوں نے ای میل باکس اوپن کیا۔

''۔۔!وہ لوگ سینائی میں ہیں۔میں قریب ہی ہوں۔تاج محل ہوٹیل میں رکھا ہوا ہے اس نے کو۔آپ پیغام پہنچا دیں۔'' پیغام مختصر تھا۔انھوں نے پیغام پڑھنے کے بعد اسکو فورا ڈیلیٹ کردیا۔اور پھر انھوں نے ای میل ٹریپ کیا۔

''وہاں جہاں سمندر اور صحرا ملتے ہیں۔'' پیغام سینڈ ہوتا تو انھوں نے وہ ای میل بھی ڈیلیٹ کردیا اور پھر اس ای میل ایڈریس کو ختم کردیا۔وہ گاڑی میں تھا۔اس کے موبائل کی سکرین روشن ہوئی۔ سطری پیغام پڑھ کر اس نے گاڑی کا رخ موڑ دیا۔وہ روڈ پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔۔اسکی رگیں ابھر چکی تھیں۔ماتھے پہ بل تھے۔اور شربتی آنکھوں میں جلتے شعلے اسکی حالت کو بخوبی بیان کر رہے تھے۔

''میں نے تمہیں ایک موقع دیا تھا۔محض اس لئے کہ تمہیں کبھی اپنا بھائی کہا تھا۔اس اطلاع موقع دے دیا تھا۔''ا۔اہیم نے اپنے ہاتھ بالوں میں پھیرا۔اسکی آنکھوں میں ماضی کی کرچیاں چبھ رہی تھیں۔'' وہی میری سے بڑی غلطی ثابت ہوئی۔تم نے میری پیٹھ میں چھرا گونپ دیا۔وہ امانت تھی میرے پاس۔میں نے اسکے باپ سے عہد کیا تھا کہ انتقام کے بعد ا بیٹی لوٹا دی جائے گی حسن۔!''اس نے زور سے سٹیرنگ پہ ہاتھ دے مارا۔''تم نے میری امانت کو مجھ سے چھینا ہے۔تم نے بہت بڑی غلطی کردی حسن۔!بہت بڑی۔!''اسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔''ایک آدی مان تھا تم پہ۔ایک آدی امید۔تم نے وہ بھی ریزہ ریزہ کردیا۔میں سمجھتا تھا کہ حسن اتنا نہیں گر سکتا۔ تم تو اتنی پستیوں میں گر گئے کہ میں تمہیں دیکھ تک نہیں پا رہا۔''اسی دوران اسکی نگاہ اپنے ڈیش بورڈ میں پڑے اس سیاہ پستول پہ پڑی۔ا۔اہیم کے گلے میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔اسکو اپنی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''صفا۔ا۔اہیم سے محبت کرتی ہے۔'' الفاظ گونج رہے تھے۔ا۔اہیم کی اسٹیرنگ پہ گرفت مظبوط ہوتی چلی گئی۔

''صفا۔ا۔اہیم سے محبت کرتی ہے۔'' الفاظ کی گونج ہر سو تھی۔اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔

''نہیں نہیں۔خاموش ہوجاو صفا۔'' وہ سٹیرنگ پہ ہاتھ مار کر ۔

''صفا۔ اہیم سے محبت کرتی ہے۔'' اب کی۔ رصرف آواز نہیں گو تھی بلکہ ا۔ معصوم سا چہرہ بھی اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا۔ تھا۔

''صفا۔! خاموش۔!'' وہ پ گلوں کی طرح رہا تھا۔ اسکے چہرے پ پسینے کے قطرے تھے۔ اسکی دھڑ مدہم ہو رہی تھیں۔ ''نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔!'' اس نے زور سے میں سر ہلا۔ اور گاڑی کی رفتار ۔ھا دی۔

وہ وہیں زمین پ بیٹھیں تھیں۔ عیشا ۔ھال سی صفا کے ساتھ لگی بیٹھی سسک رہی تھی۔ اور وہ سامنے صوفے پ ۔ پ ۔ جمائے بیٹھا تھا۔ صفا کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئیں تھیں۔ دروازہ کھلا تو ا۔ انی آواز وہاں گو ۔! صفا نے چو۔ کر دیکھا تو جولیا اپنے ہاتھ میں ا۔ عروسی جوڑا لئے ا۔ ردا خل ہوئی۔ اسکے پیچھے کچھ زما اور تھیں۔ ا۔ کے ہاتھ میں

جیولری۔ کس تھا تو ا۔ کے ہاتھ میں میک اپ کا سامان۔ جولیا نے وہ ا۔ شا۔ ارعروسی جوڑا تھا۔ ا۔ میٹیکوئن جس نے وہ جوڑا ز۔ ۔ تن کیا ہوا تھا کمرے کے وسط میں لا کر رکھا ۔ ۔ اسکے پ س پڑی ٹیبل پ ۔ قی کا سامان رکھا ۔ ۔ صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلے وہ سرخ عروسی جوڑا دیکھا اور پھر غیر یقینی کی سی کیفیت میں سامنے بیٹھے حسن کو دیکھا۔

''۔۔ ۔تم ایسا نہیں کر ۔ ۔'' اس نے بے یقینی سے اسکو کہا۔ وہ جواب میں خاموش بیٹھا رہا ۔ ۔ پ ۔ جمائے ا۔ ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے محظوظ سے ا۔ از میں وہ سامنے بکھری سی بیٹھی صفا کو دیکھ رہا تھا۔

''حسن۔!'' صفا چیخی تھی۔ اس امید پ کہ اس بے حسن ا ن کو اسکی کوئی آواز سنائی دے دے۔ وہ بس ۔ ٹ سا اسکو دیکھے ۔ ۔ صفا نے اسکا محظوظ سا چہرہ دیکھا تو اسکا دل ڈوب ۔ ۔ اس نے پھر اپنا ہاتھ عیشا کے دسے ہٹا۔ اور اپنے پ ۔ تے ہاتھ ۔ ہم جوڑ دیئے۔ ''مت کرو ایسا۔'' وہ ۔ ٹ ائی۔ وہ ہاتھ ۔ ھے ۔ ٹ ائی تو سامنے بیٹھا شخص بے چینی سے صوفے سے ا۔ کر زمین پ ہی بیٹھ ۔ ۔

''نہیں صفا۔!'' اس نے صفا کے لرزتے ہاتھ تھام لئے۔ صفا نے حقارت سے اپنے ہاتھ پیچھے کھینچ لئے۔

''مجھے جانے دو۔ تمہیں ۔ اکا واسطہ ہے حسن۔'' وہ اپنے پ ۔ تے ہاتھ اپنے چہرے پ رکھے اس سے سما۔ ۔ کر رہی تھی۔ ''مجھے جانے دو حسن۔'' وہ ۔ ٹ ائی۔ جبکہ وہ زمین پ ہی بیٹھا بیٹھا پیچھے کھسک ۔ اور صوفے سے ٹیک لگا ۔ ۔ اس نے اپنی ۔۔۔ سے ا۔ پیکٹ نکالا۔ سگر۔ ٹ سلگھا۔ اور کش ۔ لگا۔

''دو آپشنز ہیں۔'' اس نے دھواں ہوا میں تحلیل ہوتے ہوئے دوا ۔ ں جوڑ کر صفا کے سامنے کیں۔ صفا کو امید کی کوئی کرن آئی۔ اس نے جلدی سے اپنا چہرہ ر ۔ ا۔

''ا۔ ۔!'' کہتے اس نے ا۔ گہرا کش لیا اور دھواں ہوا میں چھوڑا۔ صفا بے چین سی بیٹھی تھی۔ عیشا سکے کندھے سے لگی ہوئی تھی۔ ''وہ تمہیں طلاق دے دے۔ میں اسکو جانے دوں گا۔'' کہتے اس نے ا۔ اور گہرا کش لیا۔ صفا نے بے بسی سے اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔

''مت کرو یہ حسن۔! مجھ سے میری پہچان مت چھینو۔'' اس نے بے بسی سے کہا تو حسن نے ا۔ ۔ چھی نگاہ اس پ ڈالی۔

''دوسرا۔'' وہ ا۔ پل کے لئے رکا اور صفا کا مضطرب سا چہرہ دیکھا جہاں ا۔ ۔ رپھر سے امید کا نور چمکا تھا۔ حسن کو وہ نور اچھا نہیں لگا تھا۔ کیو اس نور میں ا۔ اہیم کی سلامتی پنہاں تھیں۔ وہ اسکی سلامتی چاہتی تھی۔ حسن اسکو چاہتا تھا۔ ''وہ مر جائے۔۔'' اس نے الفاظ ادا کئے۔ حسن کی آنکھیں مرجھائی ہو تھیں۔ صفا کو لگا کہ کسی نے ا۔ زہر آلود اسکے جگر کے آر پ ر کر دیا ہو۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ ا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''نہیں۔ نہیں۔'' اسکی دبی دبی ہچکیوں کی صدا بلند ہوئی۔ وہ اب خاموشی سے ٹیک لگائے گہرے کش لے رہا تھا۔

''تیسرا۔۔!'' ا۔ ۔ رپھر سے حسن کے الفاظ گونجے تو صفا نے غیر یقینی سے اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔

''کک۔ کون سا آپشن؟'' اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''تم چنو۔! ۔ا'' کہہ کر اس نے انگلی کھڑی کی۔

''اس چناو میں ا. اہیم کا ساتھ شامل نہیں ہوگا۔''اس نے اپنی شرط رکھی تو صفا نے جلدی سے اپنا چہرہ ر ڑ ا۔اب اسکو انتخاب کر. تھا۔اسکو. اہیم کے ساتھ یا سکے. م میں سے کسی ا یک چیز کا انتخاب کر. تھا۔اسکو اپنی پہچان کی حفاظت کر. تھی۔ اسکو. اہیم کی یعنی اپنی جان بھی بچانی تھی۔

سورج ا یک .رپھر اپنے تکبر سے آسمان پ کھڑا تھا۔
اسکی روشنی ہر صو پھیل گئی تھی
کچھ ت ریکیاں و ش ۔. ک ہوتی ہیں۔ روشنیاں۔
روشنیاں. کچھ چھین لیں تو صبر تو دور یقین ۔ نہیں آ ۔۔
کچھ قافلے دن دیہاڑے ڑ جا یا کرتے ہیں۔
وہ اپنے پیچھے سوراغ ۔ نہیں چھوڑتے۔
پیچھے .قی بچتا ہے تو بس اچنبھا۔!غیر یقینی۔
اور دن کے اجالوں میں لٹے ہوئے قافلوں کے نقصان کی بھر پ ئی مشکل ہوا کرتی ہے۔
ت ریکی میں لوٹنے والوں کو نہیں معلوم ہو ۔ کہ کیا پ ۔. ہے اور کیا چھوڑ دینا ہے۔
دن کا اجالا ہر . انے کو لوٹ لیا کر ۔ ہے۔

گاڑی کی رفتار میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ اب اسکی گھٹن میں بھی اضافہ ہو ۔ جا رہا تھا۔آنکھوں کے سامنے ا یک دھند سی چھانے لگی تھی۔اس نے ا یک ہاتھ سٹیر ر پ جمائے دوسرے سے اپنی ڑ ئی کھینچ کر ڈھیلی کی۔ وہ ہچکیاں سسکیاں جو اس رات ائیر پورٹ پ گونج رہی تھیں وہ اسکو اپنے ا ش میں جکڑے ہوئے تھیں۔
''صفا. اہیم کا ۔ حیات انتظار کرے گی۔''ا یک .رپھر سے وہ الفاظ گونجنا شروع ہو گئے تھے۔اب اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔''میری ر یوڑھی تو نہیں ہوگی . ں؟''
معصوم سی لڑکی اپنی ڑ یا اپنے . سے لگائے کھڑی تھی۔

اب آوازوں کے ساتھ ساتھ منظر چلنے لگے تھے۔ا یک ٹین ایج ر ل اپنے گلے میں سکارف پ ڑ اسکے کچن کے دروازے پ کھڑی تھی۔جس کے چہرے پ اسکے سنہری .لوں کی ا یک ڑ جھول رہی تھی۔وہ سرمئی آنکھوں والی لڑکی سہمی سی اسکے کچن کاونٹر پ بیٹھی تھی۔ہاتھ میں ا یک گا. کا ٹکڑا پکڑے۔!وہ اب اپنی ا یڑھیاں اٹھائے اسکے کان میں کوئی سرگوشی کر رہی تھی۔اور اسکی آنکھوں میں شوخی سی تھی۔سرمئی آنکھیں چمک رہی تھیں۔وہ دینا کا گال چوم رہی تھی وہ ت ر لان میں اسکا ہاتھ چوم رہی تھی۔

وہ اپنے ہاتھ پ ا یک کانچ کے ٹکڑے سے زخم لگائے کھڑی تھی۔اسکی ہتھیلی سے خون رس رہا تھا۔وہ اسکے ب ڑ کی مدد کر رہی تھی۔وہ اپنے کمرے کے فرش پ اسکے . میں منہ چھپائے اپنا غم ہلکا کر رہی تھی۔ وہ اسکی گاڑی میں اسکے . میں منہ چھپائے ا یک .رپھر سے رو رہی تھی۔وہ اپنا آدھا کھایا ہوا ر اسکو دے رہی تھی۔وہ سر پ صدا بہار کے پھولوں سے بنا ہوا ا یک کراون پہنے بیٹھی تھی۔وہ .رش میں کھڑی پ پ رہی تھی۔وہ جامنی . لئے اسکے ساتھ کھڑی تھی۔وہ بیڈ پ کھڑی اچھل رہی تھی۔کیو اس نے ا یک کا کروچ دیکھ لیا تھا۔وہ مرجان کے ساتھ مل کر چیخیں مار رہی تھیں۔وہ دینا کے ساتھ اس کمبل میں چھپ کر کھیل رہی تھی۔وہ ٹیرس کی ریلنگ سے جھول رہی تھی۔وہ اسکی ر فت میں تھی۔مناظر کسی فلم کی ما چل رہے تھے۔اور ان مناظر میں ا یک ہی ذات کے ان گنت روپ تھے۔کبھی وہ ا یک آٹھ سالہ بچی تھی۔کبھی وہ ا یک ٹین ایج ر ل تو کبھی وہ سر پ حجاب پ ڑ قاہرہ یونیورسٹی کے کلاس روم میں کھڑی اسکے سوالوں کے جواب دے رہی تھیں۔
وہ ہی وہ تھی۔ہر سو۔ہر جا۔!

.لآ ضبط جواب دے ر ۔گاڑی کا بیلنس بگڑا تھا۔اور وہ جا کر ا یک پول سے ٹکرا گئی۔گاڑی کے بو ڈ سے دھواں نکل رہا تھا۔ا ر بیٹھا شخص دہرا ہوا پ ڑا تھا۔
خاموشی ۔۔!سنا ٹ ۔!مناظر خالی ہو گئے۔ہر سو بس ا ھیرا تھا۔!

وقت نے آج ا ۔ رپھر سے پنکھ لگا لئے تھے۔ وہ کسی کے لئے بھی ٹھہر نہیں رہا تھا۔ جناح ا پ ل کے آئی سی یو کے ۔ ہر ٔ یجہ بیگم بکھری سی حا ۔ میں سر ہاتھوں میں ٔ ائے بیٹھیں تھیں۔ سعدیہ ا ساتھ بیٹھی ا حوصلہ دے رہی تھی۔ جبکہ ٔ یجہ بیگم کی آنکھوں سے بس وہ نمکین مائع بہہ رہا تھا۔ ا آنکھیں سرخ تھیں۔ رو رو کر انکا ۔ احال تھا۔ اسی دروان میاں امداد شاہ اپنی لاٹھی کے سہارے چلتے ہوئے اس جا ۔ آئے۔

''۔ جان۔!'' وہ اٹھ کر ا پ س پہنچیں اور ا ساتھ لپٹ کر رو دیں۔ وہ بوڑھیں آنکھیں جن کی بھنویں بھی سفید تھیں وہ نم ہو گئیں۔ ا بیٹی آج کس حا ۔ میں تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو کھو چکی تھی۔ اور انکا شوہر اس وقت آئی سی یو میں تھا۔ اور بیٹ ۔! وہ اپنے ا م کو پہنچ چکا تھا۔ وہ دونوں ۔ پ بیٹی ا بینچ پ ہی ڈھے سے گئے۔ ٔ یجہ بیگم اپنے ۔ پ کی چادر میں چھپ کر آ بہاتی رہیں۔ ا ن کے کٹھن ۔ ین حالات میں صرف ماں ۔ پ ہوتے ہیں جن کی آغوش میں وہ خود کو محفوظ سمجھتا ہے۔ ماں کا پلو ہو ۔۔ پ کی دستار۔! ا ن کے لئے ان دو چیزوں کا سہارا کافی ہوا کر ۔ ہے۔ جیسے بچپن میں ڈر کے مارے ہم اپنی ماں کے آ میں پناہ تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح جوانی کے زخم کھانے کے بعد بھی ہمیں اسی آ کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں محفوظ بنا لے۔ جو ہمیں کہیں چھپا لے۔ اس وقت ا اپنی ماں کا آ تو میسر نہ تھا ۔ پ کا کندھا ا لئے کافی تھا۔

''زہرہ کھا ٔ تیار ہے؟ ۔ قوت اور مرجان آتے ہی ہوں گے۔'' حوریہ نے سیڑھیاں ا ۔ تے ہوئے کچن میں موجود زہرا کو پکارا۔ اسکی گود میں دینا تھی۔ وہ آ کر صوفے پ بیٹھی۔ اس نے اپنا مو ۔ ئل اٹھا ۔۔

''جی کھا ٔ تیار ہے۔۔'' زہرا مودب سی سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے۔'' اس نے مسکرا کر زہرا کی جا ۔ دیکھا۔

''میڈم مجھے کچھ سامان ۔ ٔ ہر جا ٔ ہے۔۔'' اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ گاڑی لے جاو۔ گارڈ سے کہو وہ تمہیں لے جائے گا۔'' وہ مصروف سی بولی۔

''جی بہتر۔!'' زہرا اپنا ا ن ا ۔ رتے ہوئے دروازے کی جا ۔ ٹھ گئی۔ وہ لان میں سے ہوتی ہوئی پورچ ۔ آئی۔ اس نے ا ۔ آدمی کو وہاں سے ٔ ۔ دیکھا۔ اسکا چہرہ سیاہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور اسکے ہاتھ میں ا ۔ بیگ تھا جیسے ا ۔ ٹول ۔ کس ہو۔ زہرہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔ اس نے گیٹ کی جا ۔ دیکھا۔ گارڈز معمول کے مطابق پہرہ دے رہے تھے۔ اسکا مطلب تھا وہ جو کوئی بھی تھا ان ۔ کی مرضی سے ہی ا ٔ ر داخل ہوا تھا۔ اور اب وہ واپس پلٹ رہا تھا۔

''کچھ چاہیے؟'' ا ۔ گارڈ چلتا ہوا زہرہ کے پ س آ ۔۔

''ہاں۔ مجھے مارکیٹ جا ٔ ہے۔'' اس نے مختصر ۔ ین الفاظ میں سمجھا ۔۔

''چلو۔'' کہہ کر گارڈ گاڑی نکالنے لگا۔

''ا ۔ اہیم سر کہاں ہیں؟'' زہرہ نے گاڑی میں ۔ ٔ ہوئے پوچھا۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' اس نے زہرا کو ڈپٹا۔

'' ا گاڑی پورچ میں ہے۔''

''وہ دوسری گاڑی لے کر گئے ہیں۔ تم ز ۔ دہ سوال مت کیا کرو۔۔'' گارڈ نے اسکو تنبیہ کی اور گاڑی دی۔ جبکہ زہرہ ابھی ۔ اس سیاہ گاڑی کے ۔ رے میں سوچ رہی تھی جس میں سے آئل ٹپک رہا تھا۔

''دینا کھا ٔ کھائے گی؟؟'' حوریہ نے دینا کا گال چومتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''۔۔'' دینا نے ا ہی سوال دہرا ۔ وہ اپنے ۔ پ سے ملنا چاہتی تھی۔

''دینا۔! میری جان۔ میری شہزادی۔'' حوریہ نے اسکو اپنے ۔ ٔ سے لگا لیا۔ ''۔۔ آ جا گے۔ تم کھا ٔ کھا لو۔''

''۔۔'' دینا نے بکھرے الفاظ میں ا ۔ اہیم کو پکارا۔ دینا کی آنکھوں میں آ اُمڈ آئے تھے۔

''دینا۔!میری جان۔!'' حوریہ نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔''کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنی اداس ہورہی ہو تم؟ ۔۔شام کو آجا گے ن۔اور اس۔رہم۔۔کے ساتھ ٹ پ پ جا گے او کے؟'' وہ پھیکا سا مسکراتی ہوئی دینا کو بہلا رہی تھی۔

''۔۔'' جبکہ وہ بس ا ی ہی م دہرا رہی تھی۔

بچے فرشتے ہوا کرتے ہیں۔بچوں کے دلوں پ الہام ا تے ہیں۔وہ آتی ہوئی مصیبت کو بھا پ لیا کرتے ہیں کیو ا دل پ ک ہوتے ہیں۔ا دلوں پ صحیفے ا تے ہیں۔دینا کا دل بھی ی طرح گھبرا یا تھا۔اسکا پ بے جان اس گاڑی میں پڑا تھا جس کے بو ٹ سے دھواں نکل رہا تھا۔ادھر دینا اب ہچکیوں میں رو دی تھی۔

''دینا۔میرے بچے۔!'' حوریہ کا دل ڈوب کے ابھرا۔وہ اسکو گود میں لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ اسکو بہلاتی رہی۔کچھ دی رگئی۔ دینا کے رونے میں کمی نہ آئی تھی۔

کچھ لوگ اس تباہ حال گاڑی کے پس پہنچے۔گاڑی کا دروازہ کھولا ی۔ا آدمی نے آگے ٹھ کر اسکی شہ رگ پ ہاتھ رکھ کر دی۔

''یہ ز ہ ہے۔یہ ز ہ ہے۔ا لینس کو بلاو۔'' اس نے پیچھے کھڑے کچھ آدمیوں سے کہا تو ا آدمی جلدی سے فون پ ا لینس کو کال کرنے لگا۔کچھ ہی دی میں ا لینس پہنچ چکی تھی۔اس زخمی وجود کو ا لینس میں ڈال دی ی۔چو یہی ا کار حادثہ تھا سو پولیس بھی پہنچ چکی تھی۔گاڑی میں سے اسکا موبائل اور اسکا آئی ڈی کارڈ ل ی تھا۔وہ لوگ ا پ تال پہنچ گئے۔!ا اہیم کو ایمرجنسی میں لے جا ی ی۔ڈاکٹرز نے ٹ یٹمنٹ شروع کر دی تھا۔

سہ پہر ہو رہی تھی۔

سورج اپنا قہر ڈھا چکا تھا۔

اب بس اسکو خاموشی سے اپنا سفر ختم کر تھا۔

وہ اپنے آ ی سفر پ گامزن ہو چکا تھا۔

وہ زوال کی جا چل دی تھا۔

وہ اب ڈوبنے کو تھا۔

ائیر پورٹ پ گاڑی آ کر رکی۔اس سیاہ شیشوں والی گاڑی سے ا لڑکی نکلی۔جس نے سیاہ ر کا عبایہ پہنا ہوا تھا۔اسکے چہرے کی داسکا حجاب تھا۔وہ آنکھوں پ چشمہ لگائے گاڑی کے ہر آ کر کھڑی ہوئی۔ڈراوئیو ٹ کی جا کا دروازہ کھلا۔ا آدمی سیاہ ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس ہر نکلا۔اسکے ل اسکے ماتھے پ بکھرے ہوئے تھے۔وہ چلتا ہوا آ اور اس لڑکی کے رو وآ کر کھڑا ہوا۔

''کیا یہ تمہارا آ ی فیصلہ ہے؟'' اس کی آواز ا سرگوشی سے ز دہ نہ تھیں۔

''ہاں۔'' وہ ا مظبوط انی آواز تھی۔

''تم یہ غلط کر رہی ہو۔'' اسکے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''میں اپنے سفر پ نکل چکی تھی حسن۔!میں بہت پہلے اپنا سفر چن چکی تھی۔وہ تم تھے جس نے مجھے راستے میں روک دی تھا۔'' اس نے جتاتی نگاہ حسن پ ڈالی۔

''صفا۔!'' اس نے ا آس لئے پکارا کہ شا وہ اپنا فیصلہ ل لے۔

''مجھے فیصلہ کرنے کا اختیار تم نے دی تھا۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔

''کیا تمہیں مجھ پ رحم نہیں آ ۔؟'' وہ بے بس سا دکھائی دیتا تھا۔

''کیا تمہیں آ مجھ پ رحم؟'' اس نے وہی زخمی مسکراہٹ قائم رکھی۔

''تم میرا دل خالی کر کے جا رہی ہو۔'' وہ واقعی ا لٹے پٹے قافلے کا ا مسافر دکھائی دیتا تھا۔

''حسن۔!'' اس نے ا ر پھر سے اسکا م لیا تو ان تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں روشنی چمکی تھی۔''جو ہمارے مقدر میں نہیں ہو ں۔وہ ہمارے ہاتھ میں ہو کر بھی ہمارا نہیں رہتا۔'' اس نے ا حسن کو دیکھا اور اپنی ت جاری رکھی۔''اور جو ہمارے مقدر میں ہو تا ہے ں۔وہ خواہ کسی پہاڑ کے نیچے ہی کیوں نہ د ہوا ہو۔وہ ہم

پہنچ جاتا ہے۔''

''میں تقدیروں پہ ایمان نہیں رکھتا۔! میں تقدیروں کو بدلنے پہ یقین رکھتا ہوں۔'' حسن کی آنکھوں میں اس بار چمک نہیں تڑپ تھی۔

'' ''

''میں اس تھیوری پہ یقین رکھتا ہوں۔''

''تو پھر کل ہو میرا فیصلہ۔'' صفا نے مسکرا کر اسکو چیلنج کیا تھا۔

وہ بے بسی سے مسکرایا۔

''تمہیں پتہ ہے۔ میں کی تھیوری کو بھی نہیں مانتا۔'' کہتے ہوئے وہ ایک پل کو رکا۔

'' ؟'' اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

'' تم الگ ہو۔ تمہارے سامنے میری ہر تھیوری ہار جاتی ہے۔ تم میرے ہر تھیوری کی دھجیاں کر رہی ہو۔ میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں تمہیں کھونے سے بھی ڈرتا ہوں۔''

اس کی آنکھوں میں بے بسی سی در آئی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا تو اسکے سیاہ بال سکے ماتھے پہ رقص کرنے لگے۔ وہ حسین تھا۔ وہ بے حد حسین تھا۔ اسکی دل کشی کسی کا بھی دل موہ لینے کو کافی تھی۔ صفا کو اس پہ رحم آیا تھا۔ اسکو اس پہ ترس آیا تھا۔

''میں تمہارے لئے دعا کروں گی۔'' اس نے بے ساختہ کہا تو وہ سر جھکائے ہنس دیا۔

''مجھے دعا نہیں لگتیں۔''

''ایسا کیوں سوچتے ہو؟'' اس نے جواب نہیں دیا بلکہ دن موڑ کر دور ہوا میں گھورنے لگا۔ ائیر پورٹ کے احاطے میں لوگ خوشی خوشی اپنوں کو لے کر واپس لوٹ رہے تھے۔ کوئی جوڑی ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جا رہی تھی۔ تو کسی نے اپنے بچوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ پردیسی اپنے دیس کو لوٹ رہے تھے وہاں قہقہے تھے۔ وہاں مسکراہٹیں تھیں۔

''میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' وہ ہوا میں گھورتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مت کر انتظار۔! میں واپس نہیں لوٹوں گی۔ میں کچھ پیچھے چھوڑ کر جا رہی ہوں حسن۔! میری کل متاع میرا غم ہے۔ میں یہاں سے صرف اپنا غم لے کر لوٹ رہی ہوں۔ حیات انتظار کی سولی پہ میں نے خود کو ٹانگ دیا ہے۔ تم یہ غلطی مت کرو۔'' صفا نے بات ختم کی تو حسن نے مسکرا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ ''میں کی زندگیوں سے دور جا رہی ہوں۔ میں کسی کی زندگی میں اپنی جگہ بنانے نہیں آئی تھی۔ میں بس ایک مسافر تھی۔ میں مسافر ہوں۔ اور شاید مسافر بن کر ہی کسی شاہراہ پہ دم توڑ دوں۔''

'' پیٹی لیڈی۔!'' وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''زندگی میں کبھی حسن کی یاد آئے۔'' وہ کہہ رہا تھا کہ صفا نے میں سر ہلایا۔ وہ اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''آدھی زبان سے حسن کو پکارنا۔! میں دکھ کے آخری کونے میں بھٹکا ہوا تو تمہاری پکار پہ پہنچ جاؤں گا۔!'' کہتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''تم ابہام کی زندگی میں کبھی شامل نہیں ہو سکتی۔! '' اسکی آنکھوں میں تنبیہ تھی۔

صفا زخمی سا مسکرائی۔

''مجھے یوسفِ مصر کی طرح کنویں میں دھکیلنا۔ اب میں ان ریگستانوں، چاند اور سورج کا انتظار کروں گی۔ مجھے اگر تم نے زندان میں ڈال دیا ہے تو میرے لئے اسباب پیدا کر دیے جائیں گے۔'' صفا نے توکل سے بھرپور انداز میں جواب دیا۔ حسن کو خوف محسوس ہوا۔ ''کیا تم کسی کے بارے میں جانتی ہو؟'' صفا کے چہرے پہ آج اطمنان تھا۔ جیسے کسی غازی کے چہرے پہ ہوا کرتا ہے۔ جو جنگ لڑ کر واپس لوٹ آئے۔ جس کی جان اور مال محفوظ رہا ہو۔

'' '' حسن نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

وہ مسکرائی۔ ''مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' کہہ کر اس نے اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور چل دی گئی۔

آج وہ اکیلی تھی۔اسکو اپنا سفر اکیلے طے کرنا تھا۔وہ بنا کسی سہارے کے چل رہی تھی۔وہ الگ صفا تھی۔وہ اس صفا سے یکسر مختلف تھی جو مصر میں آئی تھی۔وہ ڈری سہمی سی صفا مصر میں ہی کہیں دم توڑ گئی تھی۔وہاں سے جو صفا لوٹ کر آئی تھی وہ الگ تھی۔اسکے چہرے پہ اعتماد تھا۔اسکے چہرے پہ فتح تھی اس نے اپنی ذات کو ٹکڑوں میں بکھرنے سے بچالیا تھا۔اس نے اپنا فیصلہ۔۔۔ لیا تھا۔دو طاقت ور ترین مردوں کو اس نے زیر کر دیا تھا۔وہ لوگ اسکے سامنے اپنے ہتھیار چکے تھے وہ اپنے اٹل فیصلے سے ا شکست دے آئی تھی۔وہ د۔۔ داری کو انکار کر کے آئی تھی۔

اس نے محبوب کی بجائے محبت کو چنا تھا۔وہ کہتی تھی کہ وہ اپنے حصے کی محبت کر چکی ہے۔اس نے محبت میں توحید کو چنا۔اس نے محبت کے کلمے میں کسی کو شر۔ نہیں ٹھہرا۔اس نے دو کے دانوں پہ اپنی تسبیح مکمل کر دی تھی۔

اس نے کا انکار کر دیا تھا۔

اس نے مفاد کی محبت کو ٹھکرا دیا تھا۔اس نے بے لوث محبت کا انتخاب کیا تھا۔اس نے نفع نقصان کی محبت کے فارمولے کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔اس نے طاقت کے فارمولے کو مٹی میں د یا تھا۔اب مزید کوئی صفا کی زندگی کے روٹ کو اپنی طاقت کے بل پ۔ل نہیں سکتا تھا۔اسکا دل سرشار تھا۔!اسکی آنکھیں پ نور تھیں۔

قوت اور مرجان گھر میں داخل ہوئے۔

''السلام علیکم ماما۔!''ان دونوں نے ز۔ن ہو کر سلام کیا۔گھر خاموش رہا۔

''ماما کہاں ہیں؟''قوت نے مرجان کی جا۔ دیکھا۔

''۔ی ہوں گی کہیں۔ویسے بھی آج کل وہ کسی اور ہی د میں رہتی ہیں۔''مرجان ب۔ا ہوا اپنے کمرے کی جا۔ ۔ھ۔۔قوت نے افسوس سے مرجان کی پشت کو دیکھا۔

''تم صرف صفا آ کی وجہ سے ماما سے۔گمان ہو رہے ہو مرجان۔کیوں بھول رہے ہو کہ وہ ہماری ماما ہیں۔''اس نے افسوس سے کہا اور پھر خود بھی اپنے کمرے کی جا۔ ۔ھ۔۔کچھ دیر بعد وہ دونوں فریش ہو کر لاونج میں آئے تو زہرہ ہڑ۔ی میں ا ردا خل ہوئی۔

''زہرہ۔!ماما کہاں ہیں؟''مرجان نے صوفے پ۔ ہوئے پوچھا۔

''وہ۔وہ آپ کے۔۔''کہتے ہوئے زہرا کی سانس پھولنے لگی

''کیا ہوا ہے۔۔کو؟''مرجان کے ہاتھ سے ریموٹ ۔۔قوت فورا اٹھ کر زہرا کے پ۔س پہنچا۔

''وہ۔سر کا ٹ ہو۔ہے۔اور میڈم ا پیچھے ا پ۔ل گئی ہیں۔وہ ہڑ۔ی میں نکل گئی ہیں۔''

''کیا؟۔۔''مرجان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''دینا۔!وہ بھی ا ساتھ ہے؟''قوت نے مزید پوچھا تو زہرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ماما۔!''قوت نے ہیجانی کیفیت میں اپنی ماں کو پکارا اور لینڈ لائن اٹھا لیا۔وہ اب کال کر رہا تھا۔

''تمہیں کس نے بتایا زہرہ؟تم کہاں تھی؟''مرجان اب زہرا کے سامنے کھڑا تھا۔

''میں ہ۔رہی تھی۔میں واپس آئی تو گیٹ پ گارڈ نے بتایا۔''زہرا نے اپنے ماتھے پ آ صاف کیا۔

''ماما۔!ماما۔پلیز فون اٹھا۔''قوت نے ہیجانی کیفیت میں ا۔ر پھر سے اپنی ماں کو کال ئی۔بیل جاتی رہی اور فون اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔

''کک۔کون سے ہاسپٹل میں گئی ہیں ہو؟''مرجان نے بے بسی سے قوت کو دیکھا اور پھر زہرہ سے پوچھا۔

''شش۔شاید سٹی ہاسپٹل۔''اس نے لرزتی آواز میں بتایا۔

''چلو۔۔ہم بھی چلتے ہیں۔''مرجان نے اپنا کوٹ اٹھایا۔''

مرجان۔''قوت نے اسکی جا۔ دیکھا۔''وقت نہیں ہے قوت۔ہم ہاسپٹل ہی چلتے ہیں۔''مرجان نے قوت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسکو لئے ہ۔ر آ۔گارڈ

ا پس چلتا ہوا آ۔

''گاڑی نکالو۔ہم سٹی ہاسپٹل جا گے۔'' مرجان نے گارڈ کو حکم دیتو اس نے فوراً گاڑی نکالی۔زھرا بھی ا ساتھ ہی بیٹھ گئی۔وہ تینوں ا پتال کی جا چل پڑے۔

وہ کچھ دیوہیں کھڑا رہا۔!اس راہ میں آنکھیں بچھائے جہاں سے ابھی ابھی وہ ری تھی۔اس آس پر کہ شاید وہ لوٹ آئے۔شاید وہ اپنا فیصلہ ل لے۔۔ پھر اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھا۔ گاڑی ئی نہیں۔وہ کچھ دیوں ہی ٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔پھر اس نے اپنا فون اٹھایا۔اسکو اب اپنا وعدہ پورا کر تھا۔اس نے کال ئی۔ فون اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ا ر۔۔دو ر۔۔تین ر۔۔اس نے رہا نمبر ڈائل کیا فون کسی نے نہیں اٹھایا تھا۔ آ اس نے ا ای میل ٹ پ کیا۔

''دشمن مرجائے تو کھیل ختم ہوجاتا ہے۔اور مجھے کھیلتے رہنا پسند ہے۔اس لئے میں نے اپنا ارادہ ل لیا ہے۔''

اس نے ای میل ٹ پ کیا اور سینڈ کر کے فون ڈیش بورڈ میں دیا۔

''جو بساط شا کی مرضی کی نہ ہو۔وہ بساط میں الٹا دیا کرتا ہوں۔'' کچھ دیوہ یوں ہی ٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔'' پلائٹ ٹیک آف ہو چکی تھی۔اس نے گاڑی دی۔! اسی دوران اس نے اپنی گاڑی میں لگی ا ای ڈی آن کر دی۔نیوز پر خبر چل رہی تھی۔

''کار کارہ ہونے کے مشہور بزنس مین اور القاہرہ یونیورسٹی کے پروفیسر ا ہیم گورسی ہادثے کا شکار۔''

اس نے ا جھٹکے میں ا لگائی۔گاڑی روڈ کے نٹ ونٹ رک گئی۔ اسکی وجہ سے ٹریفک کے تسلسل میں بھی ابی آئی۔لوگوں نے حیرت سے اس گاڑی کو دیکھا۔! کئی ہادثے ہوتے ہوتے بچ گئے۔گاڑی کے ا روہ ششدر بیٹھا تھا۔اسکا دماغ پھک سے اڑ تھا۔اس نے ا لمحے میں اپنے لرزتے ہاتھوں سے فون اٹھایا۔اس نے جلدی سے ا نمبر ڈائل کیا۔اسکا حلق خشک ہوا تھا۔ماتھے پر سیاہ ل پسینے میں ڈوب گئے تھے۔اسکی کیفیت بہت اب تھی۔اسکو اپنے دل کی دھڑکن بند ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور دماغ کی شریانیں پھٹنے کو تھیں۔

''ہی۔ہیلو۔'' پہلی رنگ پر حسن آفندی لڑکھڑایا تھا۔اسکی آواز میں لرزش تھی۔

''جی سر۔!'' وہ مغیث تھا۔

''ٹی۔ٹی وی پر خ۔خبر ہے۔'' اس نے اپنی شرٹ کے دو بٹن کھول دیئے۔گھٹن ہی گھٹن تھی۔

''ان ہاتھوں نے تمہاری جان بچائی تھی۔کیا تم چاہتے ہو انہیں ہاتھوں سے جان لے لوں تمہاری؟'' ا ہیم گورسی کے الفاظ ابھی اس ر آف ڈیتھ میں گونج رہے تھے۔

''سر۔!'' مغیث کی آواز اسکو واپس ہوش کی د میں کھینچ لائی۔''سر۔!وہ بچ ہے۔ہادثہ ہوا ہے وہ زندہ ہے۔میں نے معلوم کروالیا ہے۔''

الفاظ بھی کبھی زندگی ہوا کرتے ہیں؟ ہاں الفاظ زندگی ہوا کرتے ہیں۔اور الفاظ موت بھی ہوا کرتے ہیں۔تلوار کے بعد یہ طاقت الفاظ کے پاس ہے۔کسی کی جان لے یا کسی میں جان ڈال دینے کا اختیار الفاظ کے پاس ہوتا ہے۔

آج حسن کے لئے وہ الفاظ زندگی ثابت ہوئے تھے۔حسن نے فون گود میں ہی ادیا۔اور سکون سے ٹیک لگالی۔کچھ دیبعد کسی نے اسکی گاڑی کے بند شیشے پر ہاتھ سے دستک دی۔تو حسن نے شیشہ نیچے ادیا۔

''سر۔! کیا ٹھیک ہے؟'' وہ ا ٹریفک پولیس کا اہلکار تھا۔یوں روڈ کے نٹ ونٹ گاڑی کھڑی تھی تو لوگوں میں بے چینی پھیل گئی۔

''ہاں؟'' وہ چونکا۔''ہاں۔ہاں۔ ۔ ٹھیک ہے۔'' اس نے جلدی سے اپنی حالت سنبھالی۔۔اور معذرت کر کے گاڑی دی۔

وہ ا پتال کا آئی سی یو تھا۔ا بستر پر ا شخص لیوں میں جکڑا ہوا تھا۔اسکے منہ پر آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا۔وینٹی لیٹر کی سکرین پر زندگی کی لکیر رواں دواں تھی۔وہ لیکر اس شخص کے زندہ ہونے کا ثبوت تھی۔ا س اسکے سرہانے کھڑی تھی۔

اس شخص کے سر پ ا یہ سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں مو ے ٹ ہوا تھا۔

''کیسا ہے یہ؟'' کچھ د یبعدا درمیانی عمر کا آدمی وہاں داخل ہوا۔ وہ ڈاکٹر کے لباس میں ملبوس تھا۔ ''پیرا ٹ زٹھیک ہیں۔'' اس لڑکی نے اس بستر پ ٹ ہوئے اس پہاڑ جیسے وجود کو دیکھا۔

''شکر ہے۔'' اس آدمی کے چہرے پ ماسک تھا۔ وہ لڑکی مڑی اور آ کر اس ڈاکٹر کے پ س کھڑی ہوگئی۔

''کیا آپ نے پیغام نہیں د یتھا؟''

''دے د یتھا۔ یہ حادثہ بس بیلنس بگڑنے کے ش ہوا ہے۔'' اس آدمی نے کندھے اچکا دیئے۔ اس لڑکی نے اپنے چہرے سے ماسک ہٹا یا۔ اور سامنے کھڑے شخص کے ی سے لگ گئی۔

''شکر یہ۔۔!''

''مجھے تم پ فخر ہے عینا۔'' اس نے اس لڑکی کے سر پ ہاتھ رکھا۔

''کیا ہم نے ب بچالیا۔۔؟'' وہ اپنے ب پ کے ساتھ لگی پوچھ رہی تھی۔

''مجھے امید ہے۔'' اس نے شفقت سے عینا کے سر پ ہاتھ رکھا۔ ''ا تم نہ ہوتی تو تم اس چال کو پلٹ نہیں تے تھے۔ آئی پ اوڈ آف یو میرا یٹ۔'' کہتے منصور عباس نے بھی اپنا ماسک ا تر د یا۔ ''میں نے ا اہیم کو خبردار کر د یتھا کہ وہ اپنی سواری استعمال نہ کرے۔ کیو میں رحمان کرداوی کا طر واردات جا تھا۔ اس نے جس طرح ش ہ اور شہرین کو قتل کیا تھا وہی طر استعمال کر کے وہ ا اہیم کو راستے سے ہٹا سکتا تھا۔ اس لئے میں نے ا اہیم کو معلومات بھیجنے کے ساتھ ساتھ خبردار کر د یتھا کہ اپنی گاڑی استعمال نہ کرے۔''

'' ۔۔! آ پکو اتنا یقین کیسے تھا کہ رحمان کرداوی شا کی ب ت مان لے گا؟'' عینا ا سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''وہ ا خودغرض ا ن ہے۔ اس نے اپنی غرض کی خاطر اپنا بھائی مار د یا۔ اپنی بھابی کو مار د یا اور بھتیجے کو ا ز ہ لاش بنا د یا۔ وہ ا اہیم پ کیسے رحم کر سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ۔ وہ فیصلہ لے لے گا۔ اس دن اسی کے کہنے پ میں نے حسن کی چھان بین شروع کر دی تھی۔ جو جو میرے سامنے آ اس نے مجھے ہلا کر رکھ د یا۔ کرداوی کو لگا کہ وہ ماسٹر مائینڈ ہے وہ نہیں جا تھا کہ اسکا ہر ہر عمل حسن کا تا بع تھا۔ حسن نے اسکو یغمال بنا رکھا تھا۔ اس نے رحمان کرداوی کو جکڑ رکھا تھا۔ اسکا ہر ہر فیصلہ حسن کی مرضی سے ہو تا تھا۔ اور کرادوی سمجھ رہا تھا کہ وہ یہ فیصلے خود کر رہا تھا۔'' منصور عباس زخمی سا مسکرا یا۔

''یعنی اس نے جس گاڑی کی ب فیل کروائی ہیں وہ ابھی تک ا اہیم کے پورچ میں کھڑی ہے۔'' عینا ہنس دی۔

''ہمم۔ ایسا ہی ہے۔'' منصور نے عینا کے سر پ ہاتھ رکھا۔

''اب کیا ہوگا۔۔؟'' عینا نے ا ر پھر سے مڑ کر پ یشانی سے ا اہیم کی جا ب د یکھا۔

''اب وہ ہوگا عینا جو منظورِ اہوگا۔ ہمارے اختیار میں جتنا ہو تا ہے ہم وہ کر تے ہیں کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔ اور انکا فیصلہ وقت کر تا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جتنا تھا ہم نے وہ کر د یا اب فیصلہ وقت پ چھوڑ دیتے ہیں۔'' انھوں نے مسکرا کر کہا تو عینا نے اثبات میں سر ہلا د یا۔

رحمان کرداوی کا کمرہ تر یتھا۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں تو ا س کو اپنے سرہانے کھڑی پ ۔ انھوں نے ہڑ بڑا کر وقت دیکھا۔'' گھڑی نے اپنا فیصلہ سنا د یتھا۔

''سر۔ آپ ٹھیک ہیں؟'' س نے ہڑ بڑا کر ا دیکھا۔

''مم۔ مجھے۔ مجھے جانے دو۔'' انھوں نے اپنی نس میں لگی ڈرپ کھینچ کر نکال دی۔ س پ یشان ہوگئی۔ وہ وہاں رکے نہیں۔ وہ اسی بکھری سی حا میں اپنی اسٹڈی میں آئے۔ ا فون سامنے ٹیبل پ پ ا تھا۔ انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے فون اٹھا یا۔ ای میل دیکھا تو ا بچی کچی سانس بھی رک گئی انھوں نے جلدی سے ا اہیم کے نمبر پ فون کیا۔ نمبر بند جا رہا تھا۔

''ا. اہیم۔!۔ا۔ ۔ا۔ .رفون اٹھالو۔تم ٹھیک ہو ں۔'' وہ کا ۔ ۔ ہاتھوں سے فون نمبر رہے تھے۔''ا۔ ۔ا۔ ۔ .رفون اٹھالو۔میں۔میں تمہیں معاف کر دوں گا۔میں اپنی جان لے لوں گا ۔ تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔'' ا آنکھوں میں خوف تھا بے بسی تھی۔ فون بند جا رہا تھا۔''نہیں نہیں نہیں۔!'' وہ دھاڑے۔اور اپنے .لوں میں ا َ ۔یں دھنسا ۔''تم نہیں مر ۔ ۔!تمہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔ا َ تم مر گئے تو میری بیٹی جیتے جی مر جائے گی. اہیم۔'' وہ َ ٹ ٹ ائے۔

وہ ابھی ۔ قاہر میں ہی تھا۔اس کو کچھ د ۔ کے لئے سکون چاہئے تھا اس لئے وہ اپنے .کسنگ بیسمنٹ کی جا . چل د ۔۔

گاڑی آ کر رکی۔وہ اپنا مو .ئل اٹھائے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔آج وہ بیسمنٹ سنسان تھا۔وہاں کوئی کھلاڑی نہ تھا۔بس چند ا ۔ زمین تھے۔وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو سیاہ اور سنہری رنگوں میں سجا وہ کمرہ روشن ہوا۔اس نے اپنا مو .ئل بیڈ پ پٹکا اور فریش ہونے َ ۔۔

وہ لوگ اس وقت سٹی ا ۔ ل کی لابی میں کھڑے تھے۔گارڈ ا جا . چلتا ہوا آ ۔۔

''کیا کہہ رہے ہیں؟'' مرجان فور آ گے .ڑھا۔

''میں نے معلوم کروا یہ ہے۔ا. اہیم گورسی .می کوئی مریض یہاں نہیں ہے۔'' گارڈ نے ان کو بتا ۔۔

''ماما۔وہ۔وہ کہاں ہیں پھر؟'' ۔قوت نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''یہاں پچھلے آ دھے گھنٹے میں بس ا ۔ ا لینس پہنچی ہے۔اور اس میں۔'' کہتے کہتے گارڈ خاموش ہو َ ۔۔

''اور اس میں؟ کون تھا اس میں۔'' مرجان نے گارڈ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میڈم یقیناً ٹھیک ہوں گی۔ہم ا دوسرے ا ۔ ل میں دیکھتے ہیں۔ا َ یہاں سر نہیں ہیں تو میڈم بھی یہاں نہیں ہوسکتیں۔'' گارڈ نے .جانے کس کو تسلی دی۔

'' ۔'' مرجان کچھ کہنے لگا کہ زہرا نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ہم کسی اور ا ۔ ل میں دیکھتے ہیں مرجان۔'' وہ لوگ وہاں سے چل دیئے۔ابھی وہ لوگ چند قدم چلے تھے کہ عقب سے ا ۔ صدا بلند ہوئی

''ا لینس میں جو مریضہ تھیں وہ انتقال کر چکی ہیں۔ا لواحقین کو اطلاع کر دی جائے۔'' ان . کے قدم منجمد ہوئے۔ ۔قوت نے بند ہوتے دل کے ساتھ مڑ کر دیکھا تو ا ۔ س ر ۔ پ کھڑی فون کال کروا رہی تھی۔وہ لوگ پتھر کے بن گئے۔سامنے وہ .س نمبر ڈائل کر رہی تھی کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔اسکے ہاتھ میں ا ۔ خون آلود مو .ئل تھا۔اور وہ لوگ اس مو .ئل کو پہچا ۔ تھے۔

''ما۔۔ماما۔۔'' ۔قوت کے الفاظ بکھر گئے تھے۔

پولیس اسٹیشن میں وہ آفیسر ا ۔ فائل لئے بیٹھا تھا۔کہ ا ۔ اہلکار آ کر کھڑا ہوا۔

''سر۔۔کیا ہے اس رپورٹ میں؟'' اس نے بے چینی سے گھبرائے ہوئے آفیسر کو دیکھا

''یہ پو ٹ مارٹم رپورٹ ہے اللہ بخش۔''

''سر اس میں ایسا کیا ہے جو آپ صبح سے اسکو لئے بیٹھے ہیں۔صبح سے آپ اسکو ان گنت .ر پڑھ چکے ہیں سر۔'' اہلکار نے متجسس ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اس میں عبرت ہے اللہ بخش۔!اس میں ا ف ہے۔اس میں ا م درج ہے۔ہولناک ا م۔''

''سر میں سمجھا نہیں۔''

''اللہ بخش۔!. ہم َ ہ کرتے ہیں .ں۔تو ہمیں لگتا ہے کہ کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اس د کی عدالتوں کا م اس قدر بوسیدہ ہو چکا ہے کہ ہمیں اب . م کرتے ہوئے رتی . ا. خوف محسوس نہیں ہوتا۔ہمارے قاضی سیاسی انتقام کی جنگیں لڑتے رہ گئے اور ہماری بیٹیاں بھیڑیوں نے نوچ ڈالیں۔''

''سر۔۔!اس میں عدلیہ کا کیا قصور؟''

''کیا تم جا ہو کہ . سے پہلے کس کی سنی جاتی ہے اللہ بخش۔!''

''کس کی سر؟''

''ا ایسے سیاسی عہدار کی جو حکومت وقت کا حصہ ہو۔ا مظلوم کسان جو کچہری کے ہر اپنے بیٹے کے قتل کے مقدمے کی فائل لئے کھڑا ہوتا ہے۔یا ف کے علم دار اسکو دھوپ میں کھڑا کر کے بھول جاتے ہیں کہ کوئی ہر انتظار میں کھڑا ہے۔اور ا را کچہریوں میں ٹے ٹے عہدار اپنے معا ت طے کر رہے ہوتے ہیں۔کسی کو انتقام چاہیے ہوتا ہے تو کسی کی ا کو ٹھیس پہنچی ہوتی ہے۔ا پس ا ایسے لڑکے کو گرفتار کرنے کے لئے بہت وقت ہوتا ہے جس کی ابھی داڑھی بھی نہیں نکلی ہوتی۔ اسکا م ہوتا ہے کسی ایسی سیاسی جما کا ہ لگا دینا جو ا حقوق کی لڑ رہی ہو۔ا پس تحر ں کو کچلنے کے لئے بہت وقت ہوتا ہے۔۔ ا مزدور کی بیٹی کا کیس کا وقت نہیں ہوتا جس کو اسکے سسرال والوں نے زہ جلا ڈالا ہو۔یہ م اَ یوں ہی بوسیدہ ہوتا تو عنقر۔ اپنے اپنے ہتھیار اٹھا لیں گے اللہ بخش۔!اور پھر ا ایسا فتنہ پ ہوگا کہ یہ عدالتوں میں بیٹھے قاضی بھی اسکو ہینڈل نہیں کر پ گے۔۔''

''سر اس رپورٹ میں ایسا کیا ہے جو آپ اتنا خوفزدہ ہو گئے؟'' اللہ بخش ا ہی ر پ اصرار کر رہا تھا۔

''اس میں ہولناک ا م ہے۔ا ایسے شخص کا جس نے ا معصوم کلی کو بے دردی سے کچل دیا۔ہمارے معاشرے میں ایسے واقعات روز ہوتے ہیں اللہ بخش ہر کسی کا بھائی ا اہیم گورسی نہیں ہوا کرتا۔!''

''سر۔تو کیا یہ قتل ا اہیم گورسی نے کیا ہے؟'' اللہ بخش نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں۔!یہ قتل وہ کیسے کر سکتا ہے اللہ بخش۔؟وہ تو پ کستان میں ہی نہیں ہے۔'' آفیسر نے ا معنی خیز نگاہ سا تھ کھڑے اللہ بخش پ ڈالی تو وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں سمجھ گیا۔''اس گنہگار کو جس نے بھی موت کے گاٹ ا را ہے۔ٹی فر ت سے ا را ہے۔اسکے جسم کا ہر حصہ ٹ چکا تھا۔اسکے جسم پ اتنے ل نہیں تھے جتنے ٹ تھے۔''

'' سر؟''

'' اسکی شر نہیں کاٹی گئیں تھیں۔صرف اس لئے کہ اسکو زیادہ سے زیادہ دیر ہ رکھا جائے۔تا کہ وہ اپنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اللہ بخش۔''

''کک۔کیا؟'' اللہ بخش کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔اسکو اب آفیسر کی بے چینی سمجھ آ رہی تھی۔

''یوں سمجھ لو کہ یہ ا ہولناک ا م تھا۔قیامت سے پہلے ہی لیا جانے والا ا حساب۔!'' آفیسر ٹیک لگا گیا۔

'' سر اللہ کی پکڑ تو اس سے بھی سخت ہے ں؟''

''ہاں اللہ بخش۔!اس د میں ا فرار ممکن ہے ا آ ی فرار اور وہ ہے موت۔!قیامت والے دن تو موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔پھر فرار کا ہر راستہ بند ہو جائے گا۔پھر ا ن ہوگا۔اسکے اعمال اور انکا ا م۔جس کو وہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا۔'' آفیسر نے آنکھیں مو لیں۔اللہ بخش کچھ دیر کھڑا رہا۔پھر اس نے وہ فائل اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دی۔اور اپنی جیب سے ماچس نکال کر ا تیلی جلائی۔اور اس فائل کو را کھ کر دیا۔

وہ فریش ہو کر آیا۔اسکے ہاتھ میں ا تولیہ تھا جس سے وہ اپنے سیاہ ل خشک کر رہا تھا۔اس نے وہ تولیہ بیڈ پ پٹکا۔اور آ کر اپنے صوفے پ ڈھے گیا۔وہ یوں ہی بیٹھا ہوا میں گھور رہا۔کچھ دیر پہلے کے مناظر ا ر پھر سے زہ ہو رہے تھے۔وہ لمحات اسکی آنکھوں کے سامنے رقصاں تھے۔صفا نے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

''مم۔۔مجھے تیسرا آپشن منظور ہے۔''

حسن نے ا پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ کہیں سے بھی ا ڈری سہمی سی لڑکی نہیں لگی تھی۔وہ فیصلہ کرنے جا رہی تھی۔حسن کو اسکی آنکھوں میں کہیں خوف نہ آیا۔پھر اس نے اسکی آنکھوں میں غم دیکھنا چاہا۔ صفا کی آنکھوں میں غم بھی نہ تھا۔کچھ پیچھے چھوٹ جانے کا غم۔اگلی چیز جس کو ڈھونڈنے کی حسن نے کوشش کی تھی وہ پچھتاوا تھا۔وہ ل تھا۔

محبوب کو کھو دینے کا ل۔ اس تلاش میں بھی حسن کامیاب ہی رہا۔!وہ اب کی ر الجھ کر رہ گیا۔وہ حسن کو قبول نہیں کر رہی تھی۔وہ ا اہیم سے طلاق نہیں لے رہی تھی۔ تو پھر وہ کیا کرنے جا رہی تھی؟ صفا نے اب کی ر قدرے اعتماد سے حسن کی آنکھوں میں دیکھا۔عیشا ٹھال سی تھی۔وہ تینوں ہی فرش پ بیٹھے تھے۔

''کیا تم جا ہو حسن۔! میں واپس جا رہی تھی۔ میں نے ا. اہیم کو الوداع کہہ دیا تھا۔ میں ا ز. گی سے واپس لوٹ رہی تھی۔'' اسکے الفاظ نے حسن کو شل کر دیا۔''
تم نے میرا قافلہ لوٹ لیا۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔ حسن. ۔ بنا بیٹھا رہا۔ وہ اب بول رہی تھی۔ وہ اب اسکی ہر ہر چال کو اسکے منہ پہ مار رہی تھی۔ ''مزے کی. ت بتاوں حسن؟ تم نے ا. لٹا ہوا قافلہ لوٹ ہے۔ جس کے پ س مز. لٹانے کو کچھ نہیں ہے۔'' وہ دیوانوں کی سی کیفیت میں ہنس دی۔ ''میرے پ س صرف میرا م ہے۔ میں صفا. اہیم ہوں۔''
حسن نے ٹھٹک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں چمک تھی۔ اور اس چمک نے حسن سے اسکی. ئی چھین لی۔ اسکی آنکھوں میں ا. اہیم کی محبت کی چمک تھی۔ اور وہ چمک حسن سے اسکی ز. گی کا ہر نور اچک لے گئی۔ وہ چمک حسن کے دل کو تر. کر گئی۔ ''مجھ سے میرا م پ. ن کا حق میں کسی کو نہیں دیتی حسن۔ میں نے یہ م پ. ن کا حق ا. اہیم کو نہیں د. تمہیں کیا دوں گی۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔ ''میں اپنا راستہ چن چکی تھی۔ میں نے انتظار کو چنا۔ میں اپنی بندگی کے پ را. غ کی امیدوار ہوں۔ میں ا. ایسی امید اپنے دل میں لئے بیٹھی ہوں جس کو لوگ پ گل پن کا. م دیتے ہیں حسن۔ تمہیں پتہ ہے؟'' وہ ا. پل کو رکی۔ ''محبت اسی کو کہتے۔ بنا کسی مفاد کے چاہے جا. ۔!''
''تم۔ تم اس سفر میں تھک جاو گی۔'' وہ کسی ٹ انس کے تحت بولا تو صفا نے مسکرا کر میں سر ہلا. ۔ خوف کے. دل چھٹ رہے تھے۔ وہاں اب ا. حالہ سا بن َ. تھا۔ اعتماد کا۔ امید کا۔
''میں نے منزل کی بجائے سفر کو چنا ہے حسن۔! اور میں اسکو جسٹیفائی نہیں کروں گی۔ یہ میرا وجود ہے۔'' صفا نے اپنے ی. پ دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔ ''یہ میرا دل ہے۔ یہاں کون رہے گا اور کون نہیں اسکا فیصلہ صرف میں کروں گی۔ کوئی بھی میری اجازت کے بنا اس دل کا مکین نہیں بن سکتا۔''
''اور میرے دل کا کیا صفا؟'' اسکے الفاظ بکھر گئے۔
''محبت پ. ن کا. م نہیں ہے۔ محبت بس ا. . بہ ہے۔ جو دل کی چار دیواری میں پ وان پ ڑھتا ہے حسن۔! اور ہمارے. . ت کو اتنی آزادی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ہمیں ہائی کر لیں۔ میں نے اپنی محبت کو سینچا ہے۔ یہ میرا. . بہ ہے۔ اسکو پ لنے میں میرے دل کا خون سرف ہوا ہے۔ اس لئے میں اسکو یوں ہی کسی کے سپرد نہیں کر سکتی۔ میں اسکو یہ بھی اختیار نہیں دیتی کہ یہ مجھے مجبور کر دے میرے محبوب ا ن کو پ نے کے لئے۔ میں کسی کی ز. گی میں ز. دستی رہ کر اس. . بے کو خوش نہیں کر سکتی۔ میری محبت بے لوث ہے۔ یہ بس ا. . بہ ہے۔ یہ میرا. . بہ ہے۔'' صفا کہتے کہتے کھو سی گئی۔
حسن ڈھے سا َ. ۔ اس نے بے بسی سے صوفے سے ٹیک لگا لی۔ اسکی انگلیوں میں د. ہوا وہ سگر. ٹ. کا راکھ ہو چکا تھا۔
''میں واپس لوٹنا چاہتی ہوں حسن۔!'' صفا کے الفاظ ا. . ر پھر سے گونجے۔ ''میں اس د کا حصہ کبھی تھی ہی نہیں۔'' وہ خاموشی سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔
''جولیا۔!'' حسن نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے آواز دی تو جولیا. ر آئی۔ ''اس لڑکی کو لے جاو۔ اسکے زخموں پ دوا لگو۔ اور اسکو کھا. کھلاو۔'' حسن نے ہاتھ سے سامنے بے سدھ سی پ عیشا کی جا. . اشارہ کیا۔ جولیا جھک کر عیشا کو اٹھانے لگی تو عیشا صفا کے ساتھ چپک گئی۔
''اسکو جانے دو حسن۔۔!'' صفا نے نم آنکھوں سے َ. ارش کی۔
''. َ. ختم ہو جانے کے بعد قیدی آزاد کر دیے جاتے ہیں پ یٹی لیڈی۔! اس لئے آپ فکر نہ کریں۔'' اس نے زخمی سی مسکراہٹ لئے کہا تو صفا کی رکی سانس بحال ہوئی۔
''تم لوگ میری خاطر کوئی. َ. مت لڑو میں اس قابل نہیں ہوں حسن۔!'' صفا نے بے بسی سے اسکی جا. . دیکھا جبکہ جولیا عیشا کو لے کر جا چکی تھی۔ وہ ہنوز ہوا میں گھورتا جا رہا تھا۔ اب اسکے لبوں پ ا. مسکراہٹ تھی۔ ا. ہارے ہوئے شخص کی بے بسی والی مسکراہٹ۔
''میں نے تمہیں کوہِ نور کہا تھا صفا۔!'' وہ کہہ کر ہنس دیا. لکل کسی پ گل دیوانے کی طرح۔ صفا کو ا. . ر پھر سے اسکی ہنسی سے خوف محسوس ہوا تھا۔'' ۔ تم واقعی پتھر نکلی۔'' کہتے کہتے حسن کا قہقہ تھم َ. ۔
''یہ۔۔ یہ فون؟'' قوت نے بکھرے الفاظ میں اس. س کے ہاتھ میں موجود اس موبائل فون کو دیکھا. س کے نمبر ڈائل کرتے ہاتھ رکے۔ اس نے مڑ کر اپنے. جا. . کھڑے ا. آدمی، ا. لڑکی اور دو بچوں کو دیکھا۔ ا. بچہ اس کے ہاتھ میں موجود اس خون آلود موبائل فون کی جا. . دیکھ کر اشارہ کر رہا تھا۔ اس. س نے رسیور واپس رکھا اور وہ موبائل پلٹ کر دیکھا۔

''یہ۔آج ا۔ روڈا ٹ ہوا ہے۔اس میں ا۔ عورت اورا۔ بچی موجود تھیں۔'' س بول رہی تھی۔ ان چاروں کے دماغ سن ہو چکے تھے۔ قوت کی سانس اٹکی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ وہ اسکی ماں اور بہن نہ ہوں۔جبکہ مرجان کا چہرہ سپاٹ تھا۔وہ بالکل خالی تھا۔اسکی آنکھیں ت ر تھیں۔ وہ بس ہوا میں ا۔ ہی نقطے کو گھورے جا رہا تھا۔زہرا نے آگے ب ھ کر مرجان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''اس حادثے میں اس عورت کا انتقال ہو ی۔اس لئے ہم ا ۔!''

''نہیں۔!نہیں۔۔'' قوت نے جلدی سے میں سر ہلا ا اور دو قدم پیچھے ہٹا۔

''کیا آپ اس موبائل کی مالک کو جا ہیں؟'' اب س نے گارڈ سے پوچھا جسکی آنکھوں سے آ رواں تھے۔ ''ہہ۔ہاں۔مم۔ ۔'' گارڈ کے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''وہ۔وہ بچی؟'' اس ب رزہرہ نے ہمت کر کے پوچھا۔

''اسکو گہری چوٹیں آ ہیں۔ وہ فی الحال ز ہ ہے۔'' س نے ان ب کی حا ت بھا پ لی تھی۔''کک۔کیا ہم۔؟'' ہرہ پوچھ رہی تھی کہ س نے اثبات میں سر ہلا ا۔

''آپ لوگ جا کر تصدیق کر ت ہیں۔آ میرے ساتھ۔'' وہ کہہ کر آگے آگے چل دی۔

''چلو مرجان۔'' زہرا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا۔ وہ کسی ب کی طرح کھنچتا ی چلا۔جبکہ ہچکیوں میں روتے ہوئے قوت کو گارڈ اپنے ساتھ لے کر ا ر ب ھ ی۔وہ لوگ ا۔ مردہ خانے کے سامنے کھڑے تھے۔ س نے دروازہ کھولا۔''چلو۔!'' زہرا نے مرجان کو اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہا۔ اسکے قدم اپنی جگہ منجمند تھے۔پیچھے قوت آنکھوں میں امید کا آ ی جلتا بجھتا پ اغ لئے کھڑا تھا۔گارڈ نے بھیگی پلکوں سے قوت کی جا ب دیکھا۔وہ دونوں بچے ہی اس کیفیت میں نہیں تھے کہ اپنی ماں کی شنا ت کر کے اسکی موت کی تصدیق کر ت۔وہ دونوں بس بچے تھے۔معصوم آٹھ سالہ بچے۔ان سے اس چیز کی توقع کرنا ہی بے وقوفی تھی۔

گارڈ نے ب لآ آنکھیں ر ڑ یں اور زہرہ کو اشارہ کیا۔زہرہ نے ا۔ اپنے ساتھ کھڑے مرجان کو دیکھا جس کی آ میں ا۔ آ ت نہ تھا۔وہ شاک کی کیفیت میں تھا۔پھر اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ چھوڑا اور س کے ساتھ ا ر چلی گئی۔وہ لوگ ا۔ اسٹیچر کے سامنے کھڑے تھے۔ا۔ وجود تھا۔کمزور سا انی وجود جو سفید چادر میں پ ٹ ہوا تھا۔وہ حور یہ نہیں ہو سکتی تھی۔حور یہ تو حسن کا سراپہ تھی وہ تو محبتوں کا سرچشمہ تھی۔وہ ا۔ مظبوط شخصیت کی حامل ا۔ پ اعتماد عورت تھی۔اس طرح ا۔ کمزور سا وجود اسکا کیسے ہو سکتا تھا۔زہرا نے لرزتے ہاتھوں سے اس کے چہرے پ سے کپڑا ہٹا دی۔

اگلے ہی لمحے اس نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ د ب ئی تھی۔۔ساتھ کھڑی س نے زہرا کے ت ات دیکھے تو افسوس سے سر ہلا ا۔یعنی وہ جن لواحقین کو ڈھونڈ رہے تھے وہ اسی ا پ ل میں موجود تھے۔کچھ لمحے یوں ہی یقینی اور غیر یقینی کی سی کیفیت کی ن رہو گئے۔ ب لآ زہرا ب ہر آئی۔اس نے بکھرے سے قوت کو دیکھا اور سن سے کھڑے مرجان کو۔

''کیا۔کیا ہوا۔کک۔۔کون ہے ا ر؟ وہ۔وہ حور یہ میڈم نہیں ہیں ن؟'' گارڈ نے آگے ب ھ کر بے چینی سے پوچھا۔زہرہ خاموش رہی۔قوت کی امید کے دیئے کی لو اب مدہم ہوتی جا رہی تھی۔''بولو زہرہ۔وہ حور یہ میڈم نہیں ہیں ن؟'' گارڈ نے آ کا اسکو جھنجوڑا۔زہرا نے ا۔ ب پھر سے قوت کو دیکھا۔اسکی آنکھوں میں جلتا امید کا د اب ا۔ آ ی ہوا کے جھو کا منتظر تھا۔

''وہ۔وہ۔حور یہ میڈم۔ہی۔ہیں۔'' زہرہ نے ب لآ ٹوٹے الفاظ میں اپنی ب ت مکمل کی۔قوت کی آنکھوں میں جلتا وہ امید کا آ ی د ب جھ د۔وہ ہوا کا جھونکا آ اور اس دیئے سے اسکی بچی ہوئی روشنی بھی چھین کر لے ی۔وہ د ب جھ ی۔اور قوت کی ز گی ت ر ہو گئی۔

قوت کے قدم لڑکھڑائے تھے۔وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔'' قوت۔'' گارڈ نے فورا اسکو تھام لیا۔

''ما۔۔ماما؟'' اس کی مدہم سی سرگوشی گو ۔

''بس قوت۔صبر۔'' گارڈ نے زمین پ بیٹھ کر قوت کو اپنے ی سے لگا لیا۔

''وئیراز دینا؟'' اب کی ۔رمرجان کے الفظ گونجے تو زہرا نے اسکی جا۔ دیکھا۔وہ اسی کیفیت میں کھڑا تھا۔بس اسکے ۔ ہلے تھے۔اسکا وجود ابھی۔ منجمند تھا۔

''دی۔دینا۔؟'' زہرہ نے مڑکر س کو دیکھا۔اس نے سوالیہ ا۔ زمیں پوچھا۔

''وہ بچی؟'' گارڈ نے س کو سمجھایا۔وہ قوت کو ۔ سے لگائے زمین پ بیٹھا تھا۔''وہ آئی سی یو میں ہے۔اسکی حا ۔ بھی ۔زک ہے۔آپ بہتر ہے کسی کو اطلاع کر دیں اور بچوں کو لے جا ۔''اس نے ا۔ سن سے کھڑے مرجان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں اپنے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے اپنے دا ہاتھ کی درمیانی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے اپنی دونوں کنپٹیاں سہلا رہا تھا۔ ۔۔ لمحوں کی کرچیاں ابھی۔ آنکھوں کے پپوٹوں میں چبھ رہی تھیں جن کے ۔ ۃ اسکے سر کی ٹیسیں بھی جاگ اٹھی تھیں۔

سر درداب ۔ڈھتا جا رہا تھا۔ لآ ۔ اس نے اپنے سامنے پڑی ٹیبل سے وہ چھوٹی سی ڈبی اٹھائی۔چند گولیاں نکال کر ہتھیلی پ رکھیں اور ا بنا پانی کے ہی پھا ۔ لیا۔

وہ صوفے کی پشت سے دو ۔رہ ٹیک لگا ۔ کہ اچا ۔ اسکو کھا آئی۔ا۔ گولی شا۔خوراک کی ۔لی میں ہی اٹ گئی تھی۔اس نے جلدی سے پ س پڑا پانی کا گلاس اٹھا۔اور دو گھونٹ پانی پیا۔گلاس واپس رکھا تو اسکی اپنے مو۔ئل کی بلنک ہوتی سکرین پ گئی۔وہاں کوئی فون کال آ رہی تھی اور وہ ا۔ ان نون نمبر تھا۔اس نے پہلے تو آنکھیں سکیڑ لیں۔ پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے فون ریسیو کیا اور بہت احتیاط سے ہیلو کہا۔

''سر۔میں زہرہ۔!'' جانی پہچانی سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

''بولو۔'' لہجے میں ۔گواری امڈ آئی۔وہ اس وقت کسی کی کوئی ۔ت نہیں ۔ چاہتا تھا۔وہ بس چند لمحے سکون کے چاہتا تھا۔اپنی زات کے ساتھ۔ اسکو یہ لمحے کم ہی میسر ہوا کرتے تھے۔

''سر۔وہ حوریہ۔۔''

''کیا اس وقت تم نے مجھے حوریہ کے قصے سنانے کے لئے فون کیا ہے؟'' وہ بے حسی سے بولا۔

''سر۔وہ۔''

''کچھ نہیں کہنا تو میرا دماغ مت چاٹو۔آئی نیڈ ٹو ریسٹ۔'' کہتے اس نے فون کان سے ہٹا۔

''سرا ڈیتھ ہوگئی ہے۔'' الفاظ سپیکر کے پ دوں سے ہوتے ہوئے اسکی سماعتوں سے ٹکرائے تھے۔اس نے ہر ۔اکرا ۔ رفون سکرین کو گھورا۔اور پھر فون کان سے لگا۔

''واٹ؟ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ ہوش میں تو ہو۔زہرہ۔! میرے ساتھ کوئی بیہودہ مذاق کرنے کی غلطی مت کر دینا۔سمجھی تم؟'' وہ اس حا ۔ میں بھی مقابل کو دھمکا رہا تھا۔اسکو اسکے ا م سے ۔ورکروا رہا تھا۔

''سس۔سر۔مم۔میں بھلا کیسے مذاق؟''

''کہاں ہو تم؟ اور۔اور۔'' حسن کے الفاظ بکھر گئے تھے۔اسکا دماغ شٹ ڈاون ہو رہا تھا۔اسکو اب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔اسکے جملے ٹوٹ رہے تھے۔

''سر۔ہم لوگ سٹی ہاسپٹل میں ہیں۔اور میں نے خود ا لاش کی تصدیق کی ہے۔'' زہرہ پ تی ہوئی آواز میں اسکو بتا رہی تھی۔

''بکواس بند کرو۔ا بھی ہوگئی ہوگی تم۔تم۔تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟ وہ۔وہ۔نہیں مر سکتی۔'' حسن نے فون بند کرنے کے بجائے سامنے دیوار میں دے مارا۔فون سکرین چٹخ گئی۔دواوں سے جو سر درد کم ہوتا جا رہا تھا ا۔ ۔رپھر سے وہاں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ا۔ ۔رپھر سے دماغ کی شر۔ پھٹنے کو تھیں۔ا۔ فون کال۔اور بہت کچھ بکھرا تھا۔ بہت کچھ ٹوٹ ۔ تھا حسن کے ا ۔ر۔اسکو لگا کہ جیسے کسی نے ہتھوڑوں سے اسکے وجود کو ریزہ ریزہ کر دیا ہو۔اسکو اپنے پورے وجود میں اب سوئیاں چبھتی ہوئی محسوس ہو تھیں۔پورا وجود درد میں تھا۔ا۔ آ ۔ی شخص جو اسکی اس محدود سی د میں موجود تھا وہ بھی آج رخصت ہو چکا تھا۔آج حسن کے ۔م کا آ ۔ی حرف بھی ڈھے ۔ تھا۔اسکی شخصیت کی دیوار کی آ ۔ی ا ۔ گئی۔وہ ا۔ ۔رپھر سے خود کو اسی در کے پل پ کھڑا ہوا محسوس کر رہا تھا جہاں بے بسی تھی۔جہاں درد تھا۔جہاں گھٹن تھی اور جہاں۔۔مایوسی تھی۔!

شام ہورہی تھی۔۔سورج اب غروب ہو چکا تھا۔اب جو بچ گئے تھے ان پ قیامت ڈھائی جانے کا وقت تھا۔اب جو چلے گئے سو چلے گئے۔اب پیچھے رہ جانے والوں کے امتحان کا وقت تھا۔جناح ا پ تال کی لابی میں اس وقت سفیان گورسی کھڑے تھے۔ا ساتھ میاں امداد شاہ بھی اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے تھے۔

''شاہ صا . ۔!''وہ . سے کھڑے الفاظ جمع کر رہے تھے ا پس کوئی لفظ نہیں تھا۔

''مت کرو سفیان۔مت کوشش کرو۔''انھوں نے سفیان گورسی کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''شاہ صا . میں نہیں جا وہ . آ۔اور . واپس ۔۔اَ مجھے معلوم ہو تو۔۔'' کہتے کہتے وہ خاموش ہو گئے۔

''تو کیا تم اسکو معاف کر دیتے۔؟تم اپنی بیٹی کے مجرم کو معاف کر دیتے سفیان؟''شاہ صا . نے ا۔ زخمی سی نگاہ ان پ ڈالی تو سفیان گورسی نے نگاہیں پ ا ۔

''کم از کم۔اس طرح نہ ہو . ۔لاش مسخ کرنے سے روک سکتا تھا میں۔ تہ کہ خیام اس حا ۔ میں نہ ہو۔''انھوں نے حد درجہ کوشش کے بعد اپنی . ت سمجھائی تھی۔وہ دوخا ان اپنی اپنی اولادوں کی وجہ سے اس قدر اذ۔ میں مبتلا تھے۔ ان خا انوں کے افراد کے دل ٹ چکے تھے ا دلوں سے خون رس رہا تھا پھر بھی وہ ا کے ن طے ا۔ دوسرے کے . رے میں سوچ رہے تھے۔ا یہی تو ہے۔!

ا ن کے پ س اپنے مجرم کو سزا دینے کا پورا پورا حق ہے۔ ساتھ ہی اللہ نے ن می سے کہا کہ میں احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہوں۔تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ بے شک ا ف کروا اللہ ا ف کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے ۔اَ تم احسان کا راستہ اختیار کر کے اپنے مجرم کو معاف کر دو۔ قصاص لے لو تو یہ بھی افضل ہے۔ چوائس ا ن کو دی گئی ہے۔ تہ کہ کوئی اسکو امیری یا غر سے منسوب نہ کر سکے۔لوگ یہ نہ سمجھیں کہ امیر قتل کر کے چھوٹ جاتے ہیں کیو ا پس قصاص ادا کرنے کی رقم ہوتی ہے اور غر . چو قصاص کی رقم ادا نہیں کر سکتا اس لئے اس کو سزا ہو جاتی ہے۔قصاص ا آپشن ہے۔دلدل سے ن کے لئے۔انتقام کی آتش کو بجھانے کے لئے۔مزید اموا ت کو روکنے کے لئے جو چاہے اسکو قبول کرے اور جو چاہے اپنا انتقام حاصل کرے۔

لابی کراس کر کے ا رجا تو آئی سی یو کے . ہر یجہ بیگم بیٹھیں تھیں۔ا ساتھ سعدیہ موجود تھی۔ڈاکٹرز نے اگلے چوبیس گھنٹے ن زک بتائے تھے۔خیام قریشی کو دل کا دورہ پڑا تھا کیو کسی بھی . پ کے لئے اپنی اولاد کا یہ ا م ن قابل . دا ت ہے۔

''بی بی۔خود کو سنبھالیں۔۔''سعدیہ مسلسل ا ڈھارس بندھا رہی تھی۔''وہ ٹھال سی دکھائی دیتی تھیں۔''بی بی۔!تو کیا اب صفا واپس آجائے گی؟''سعدیہ نے ا کندھے پ ہاتھ ر تے پوچھا۔ یجہ بیگم نے بوجھل پلکیں اٹھا اور سرخ ہوتی آنکھوں سے اپنے ساتھ بیٹھی سعدیہ کو دیکھا۔

''نہیں معلوم۔''انھوں نے کچھ دیر بعد دھیمی سی آواز میں جواب دیا۔

'' اس نے کہا تھا کہ وہ انتقام ن کے بعد صفا کو طلاق۔'' کہتے کہتے سعدیہ خاموش ہو گئی۔

''سعدیہ۔!خاموش ہو جاو۔اللہ کا واسطہ ہے خاموش ہو جاو۔میں مزید کچھ نہیں سوچنا چاہتی۔جو جو جس کے مقدر میں ہو گا . کو وہی ملے گا۔اَ میری بیٹی کے نصیب میں واپسی ہوئی تو وہ آجائے گی اَ وہ نہ آئی تو بھی مجھے اطمنان ہے کیو اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ وہاں محفوظ ہے۔''وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولیں۔اور ا . رپھر سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں مو لیں۔ا ہاتھ میں ا سیاہ دانوں والی تسبیح تھی جس کے دانوں پ وہ اپنے مجازی ا کی سلامتی کی دعا اپنے حقیقی ا سے ما رہی تھیں۔

رحمان کرداوی اس وقت اپنے اسٹڈی روم میں ٹھال سے تھے۔ا فی الحال حوریہ کے . رے میں کوئی علم نہ تھا۔ ا روم کا دروازہ کھلا تو منصور ا ر داخل ہوا۔

''سر۔! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔؟ آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے ن؟''وہ ا کرسی کے پ س آکر کھڑا ہوا۔رحمان کرداوی نے بوجھل ہوتی آنکھیں کھول کر منصور کو دیکھا۔اور پھر اسکے عقب میں نصب وال کلاک کو دیکھا۔سات بج رہے تھے۔

''کوئی خبر؟''انھوں نے سرخ آنکھیں لئے منصور سے پوچھا۔

''سر۔!''منصور بولتے بولتے رکا۔وہ ا. اہیم کی موت کی خبر ن کے لئے خود کو تیار کر چکے تھے۔ انھوں نے منصور کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور قدرے

سیدھا ہو کر بیٹھے۔

''منصور۔!'' ا بکھری سی آواز گو ۔منصور نے ا جا. دیکھا۔''میں نے کوشش کی تھی اپنا فیصلہ. لنے کی۔میں واپس بھی آ۔میں نے ا. اہیم کو معاف کرنے کا فیصلہ بھی لے لیا تھا ۔''وہ کہتے جا رہے تھے جبکہ منصور کے چہرے کے ت ات پل پل. ل رہے تھے۔وہاں حیرت تھی۔وہاں اچنبھا تھا اور غیر یقینی تھی۔

'' ؟''اس نے بے اختیار پوچھا۔

'' ۔میں. . واپس آ۔تو میرے سامنے یہ دستاو ۔ پڑی تھیں۔یہ دستاو ۔حوریہ نے پہنچائی ہیں۔''انھوں نے ا۔ فائل منصور کی جا. کھسکائی۔

منصور نے لرزتے ہاتھوں سے وہ فائل اٹھا کر کھولی۔اس فائل میں ا. اہیم کے سارے خفیہ مشنز کی ڈیٹیلز درج تھیں۔یعنی بغاوت کی جڑیں اسی کے گھر میں تھیں۔ غداری اسکے اپنوں نے کی تھی۔اور دھوکہ اسکو اپنوں سے تھا۔

''منصور۔!یہ فائل دیکھنے کے بعد میں پاگل ہو ۔میرا۔میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ ا. اہیم میرے سامنے ہو اور میں اسکو گولی سے اڑا دوں۔اس نے میری پیٹھ میں خنجر گھو ہے منصور۔میں نے اس پر بھروسہ کیا تھا۔''وہ بے بسی سے ٹیبل پر ڈھے سے گئے۔انکا ماتھا اس سر دبخت میز پر ٹکا ہوا تھا۔وہ رو رہے تھے۔ا آ اس بے جان لکڑی کی میز میں. ب ہو رہے تھے۔پھر انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور منصور کو دیکھا جو کہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر دکھائی دیتا تھا۔

'' ۔پھر میں نے اپنا فیصلہ قائم رکھا۔لیکن منصور۔تم۔تم جا ہو؟. میری آ کھلی تو۔تو میں نے دو. رہ کوشش کی ۔'' کہتے کہتے انھوں نے اپنے لرزتے ہاتھ اپنے سامنے پھیلا دیے۔'' وقت میرے ہاتھوں سے ر ۔ کی طرح پھسل ۔کیا وہ مر ۔منصور؟''انھوں نے آ ی. ت کرتے ہوئے دیوانہ وار منصور کی آنکھوں میں جھانکا۔منصور کے قدم لڑکھڑائے تھے۔۔وہ ابھی ت اس. ت کو پ اسس کر رہا تھا کہ وہ فائل حوریہ نے بھیجی تھی۔اسکو رہ رہ کر ا. اہیم پر رحم آ رہا تھا اور ساتھ ہی وہ اسکی بے وقوفی اور لا پ واہی پہ ماتم کر رہا تھا۔کہ اس نے اس قدر ز ک ا رمیشن کیا یوں ہی اپنے گھر میں چھوڑ دی تھی جس کی رسائی یوں ہی . کو حاصل تھی؟

''منصور۔!'' کچھ د بعد رحمان کرداوی کی دھاڑ نے اسکو اسکی سوچوں کے محور سے نکالا۔تو منصور نے وہ فائل میز پر رکھی۔

''نہیں سر۔!''اس نے ا نگاہ رحمان کرداوی کے چہرے پہ ڈالی جہاں لمحے کے ہزرویں حصے میں سکون در آ تھا۔

'تو۔تو کیا۔کیا۔وہ ز ہ ہے؟''انھوں نے نم ہوتی آنکھوں سے منصور کو دیکھا۔

''جی سر۔حادثہ ہوا تھا وہ بچ ہے۔''منصور نے ا ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے رحمان کرداوی کو اپنے الفاظ سے ز گی بخشی تھی۔وہ الفاظ ز گی تھے۔

''شکر ہے۔شکر ہے۔''انھوں نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

وہ شکر ادا کر رہے تھے کہ منصور حیات کے مو ئل پہ کسی کا فون آ۔اس نے فون اٹھایا۔جیسے جیسے وہ فون سن رہا تھا ویسے ویسے اسکے ت ات میں ماتم چھا رہا تھا۔رحمان کرداوی کی روح ت میں سکون تھا کیو شانے بھی ا. اہیم کو ز ہ چھوڑ دینے کا کہا تھا۔اس طرح رحمان کرداوی کے راز بھی محفوظ رہے تھے اور ا. اہیم کی جان بھی ا لگا کہ وہ کسی ت ر اور طویل ٹنل سے. ہر نکل آئے ہیں۔جہاں گھٹن نہیں تھی بلکہ پ سکون فضا اور روشنی تھی۔منصور کال سن رہا تھا۔اسکے جس ہاتھ میں مو ئل تھا وہ ہاتھ اسکا ۔اور ہاتھ سے مو ئل زمین پر ا ٹھک کی آواز سے رحمان کرداوی اسکی جا. متوجہ ہوئے۔وہ سن سا کھڑا تھا۔

''کیا ہوا؟''ا چہرے پ ا. ر پھر سے خوف در آ تھا۔''ا. . ۔ا. اہیم ٹھیک۔ٹھیک ہے ن؟''انھوں نے لڑکھڑاتے لہجے میں بمشکل الفاظ ادا کیے۔منصور نے ا ا دیکھا۔ا آ منصور کی. آ سے لڑھک ۔رحمان کرداوی کا خوف ا. پھر سے ا اس ت ر اور طویل سر میں گھسیٹ کر لے تھا۔''کک۔کیا ہوا ہے منصور؟''انھوں نے غیر یقینی سے منصور کو دیکھا۔

''سر۔حوریہ۔''

''کہاں ہے وہ؟اسکو بولو مجھ سے آ کر ملے۔میں اسکو سمجھا دوں گا کہ فکر نہ کرے۔میں . ٹھیک کر دوں گا۔میں میں ا. اہیم کا م ش میں لائے بنا اس . کو صاف کر دوں گا۔میں اس میں ا. اہیم کا م شامل نہیں ہونے دوں گا۔اسکو بولو فکر نہ کرے۔اسکے . . سنبھال لیں گے۔ہاں۔ہاں۔اسکو بولو اپنے . . پ بھروسہ رکھے۔''انھوں نے ا ا کر اپنی. ت مکمل کی۔

''رحمان کرداوی۔ا''منصور نے تنے جبڑوں سے انکا م لیا تو وہ ٹ ۔''تم۔تم ا۔ شیطان ہو۔''منصور نے آگے ۔ٹھ کر انکا یبان پکڑا۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے منصور کو دیکھے گئے۔''تم نے جو ٹ ھا۔ا۔ اہیم کے لئے کھودا تھا اس میں تمہاری بیٹی گئی ہے۔''وہ ا چہرے پ ۔ راتو رحمان کرداوی نے ا۔ وسکیڑ کر سوالیہ ا ۔ ازمیں دیکھا۔ ''حور یہ مرگئی ہے۔اور اسکا قتل تمہارے سر ہے۔''کہہ کر منصور نے حقارت سے انکا یبان جھٹکے سے چھوڑا۔ا کرسی گھوم کر رہ گئی۔

وہ الفاظ موت تھے۔

ا پ ت ل سے گاڑیں نکلی تھیں۔ا ۔ گاڑی میں کسی کی میت تھی تو دوسری گاڑی میں دو بچے تھے۔وہ دونوں اس گاڑی کی پچھلی ۔ ٹ پ بیٹھے تھے۔ا درمیان ا ۔ سیاہ ۔لوں والا لڑکا بیٹھا تھا جس نے اک دونوں کو اپنے ساتھ لگا کر ا چہرے اپنے ۔ میں چھپا رکھے تھے۔ ۔قوت سسک رہا تھا۔

''بس۔!بس۔میرے ۔ ٹ ۔!''حسن نے ۔قوت کے سر کا بوسہ لیا۔مرجان خاموش تھا۔اسکی آنکھیں خشک تھیں۔

''ماموں۔ماما''۔قوت کی ۔ ر۔رسکیاں گونج رہی تھیں۔رات چھا چکی تھی۔ہر سو ا ھیرا پھیل چکا تھا۔ ت ریکی نے ا ۔ ۔رپھر سے اس کہانی کے ہر کردار کو نگل لیا تھا۔وہ ۔ ا ۔ ۔رپھر سے اس ت ر ی ک ٹ ھے میں ی چکے تھے۔۔کسی کے پ س حسن جیسا آسرا موجود تھا تو کوئی اس سے بھی محروم تھا۔کسی کے پ س رونے کو کندھا موجود تھا تو کوئی اپنے آ بھی بہانے کے قابل نہ رہا تھا۔

اسی ت ریکی میں ڈوبے اس کمرے میں ا ۔ شخص ۔لیوں میں جکڑا بے ہوش پ ا تھا۔اس شخص کی کل کائنات اجڑ گئی تھی قدرت نے فی الحال اسکو اس غم کو محسوس نہیں کرنے دیا تھا۔قدرت نے اسکو مضبوطی سے اپنی آغوش میں جکڑا ہوا تھا۔

۔!

وہ ا ۔غ تھا۔جہاں بہت سارے در ۔ ت تھے۔ہر در ۔ ت کا سائیہ اتنا ۔ کہ وہاں سالوں کی مسافت طے کی جاسکتی تھی وہ سائیہ ختم نہ ہوتا تھا۔وہ ا ۔ جنگل تھا۔ ا ۔ جا ۔ سے پ نی کے نے کا شور آرہا تھا۔وہ کوئی جھر ۔ معلوم ہوتا تھا جس کچھ فاصلے پ ہی تھا۔وہ ننگے پ وں اس شور کی سمت میں چلتا جارہا تھا۔آ ۔ کار وہ ا ۔ ی کے پ س پہنچا۔جسکا پ نی اسی جھرنے کی ۔ و ت بہہ رہا تھا۔ ی کی ا ۔ سمت میں وہ جھر ۔ تھا تو دوسری سمت میں وہ ۔ ی طویل ہوتی جارہی تھی حتی کہ اسکا دوسرا کنارہ نہ ملتا تھا۔وہ اس جھرنے کی سمت میں دیکھ رہا تھا۔ اب پ نی کے نے کی وجہ سے جو شور ۔ پ تھا اس میں قہقہوں کی آواز بھی شامل ہو رہی تھی۔نیز وہ دونوں آوازیں مل کر موسیقی کی کوئی خوبصورت سی دھن بنا رہی تھیں۔وہ قہقہے انی تھے۔وہ اس جا ۔ چلنے لگا۔پتھروں پ قدم ر ت وہ آگے کی سمت میں ۔ٹھتا جارہا تھا کہ دور سے کچھ ہیولے سے دکھائی دینے لگے۔وہ آنکھیں چھوٹی کئے اس جا ۔ ۔ٹھنے لگا۔ لآ ۔ وہ اس جھرنے کے پ س پ ۔ ۔اس نے دیکھا دو انی وجود ہیں۔وہ دونوں لڑکیاں ا ۔ ۔ٹے سے پتھر پ بیٹھیں ہیں۔ا ہاتھ میں ا ۔ ا ۔ ٹوکری ہے جس میں پھول ہیں۔وہ ان پھولوں سے ا ۔ ا ۔ ہار بنا رہی ہیں۔اور ساتھ ساتھ سرگوشیاں کرتے ہوئے ہنس رہی ہیں۔ان دونوں لڑکیوں کی ا۔ اہیم کی جا ۔ پشت تھی۔ا۔ اہیم وہیں کھڑا رہا۔حیران سا ان دونوں لڑکیوں کو دیکھے ی ۔کہ اچا ۔ ا ۔ لڑکی نے پلٹ کر دیکھا۔۔وہ ا۔ اہیم کو دیکھ کر گہرا مسکرائی۔

''ایبو۔۔!''اس نے دور سے ہی بلند آواز میں پکارا۔

''سجل۔۔''اس نے حیرت سے اسکو دیکھا۔وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی۔جبکہ دوسری لڑکی ابھی ت اس جا ۔ پشت کئے بیٹھی تھی۔سجل نے کھڑے ہو کر ہاتھ لہرا یا۔ا۔ اہیم ی ٹ سا دیکھے ی ۔وہ ا ۔ سبز ر ک کے خوبصورت لباس میں موجود تھی۔وہ تیہوں والا لباس بہت حسین تھا۔سجل کے ریشمی ل اسکے کندھوں پ بکھرے ہوئے تھے۔اسکے ہاتھ میں وہ پھولوں والی ۔ سکٹ تھی۔

''ایبو۔۔!یہاں آ ۔میری نئی دو ت سے ملیں۔''اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے اسکو پکارا۔ا۔ اہیم نے بے خیالی میں قدم آگے ۔ٹھا دیئے۔وہ ان پتھروں پ پ ٹھتا ہوا آگے ۔ٹھا۔اور ان سے دو قدم کے فاصلے پ ا ۔ ۔ٹے سے پتھر پ آ کھڑا ہوا۔وہ اب اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اس جا ۔ پشت کئے بیٹھی ا ۔ ہار میں پھول پ ورہی تھی۔

''ایبو۔!میری دو ت ۔''سجل نے مسکرا کر تعارف کروا یا تو وہ لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔پھر وہ مسکرا کر پلٹی۔ا۔ اہیم نے پلکیں ت نہ جھپکیں تھیں۔وہ ا ۔ میرون ر ک

کے خوبصورت پوشاک میں ملبوس تھی۔اسکے ا یہ ہاتھ میں وہی پھولوں والی ٹوکری اور دوسرے میں ا یہ ہار تھا۔

''ا. اہیم۔!'' وہ مدہم سی آواز میں بولی۔

''حوریہ۔!تم۔۔یہاں؟''اس نے اردگرد دیکھا۔

''ایبو۔!یہ میری دو ۔ ہے۔''سجل نے مسکرا کر حوریہ کا ہاتھ تھام لیا۔حوریہ نے مسکرا کر پنے دا جا. کھڑی سجل کو دیکھا۔

''تم۔تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو؟''اس نے خشک ہوتے لبوں پ ز ن پھیرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔

''ہم یہیں رہتے ہیں ایبو۔!''

''نہیں۔!حو۔حوریہ۔تم۔''وہ حقیقت اور خواب کے ب میں اب پھنس چکا تھا۔ا یہ ایسی کیفیت میں جہاں نہ خواب خواب لگتا ہے اور نہ حقیقت حقیقت۔اسکو احساس ہوا کہ سجل تو مر چکی ہے۔ پھر اسکے ساتھ حوریہ کیوں تھی؟ اکثر اوقات خواب اور حقیقت یوں میل کھاتے ہیں کہ خواب دیکھنے والا پھنس جا ہے۔۔وہ وہاں سے ن چاہتا ہے وہ قید ہو جا ہے۔ا. اہیم بھی قید میں تھا کہ اسی دوران ا یہ اور لڑکی آئی۔ا. اہیم نے پلٹ کر دیکھا۔

''ادا۔تم۔؟تم یہاں؟''اب وہ کبھی ادا کو دیکھتا تو کبھی اسکی گود میں موجود اس تین سالہ بچی کو۔وہ اسکے پ س کیوں تھی؟ا. اہیم. ی طرح ہڑ بڑا یہ۔وہ بھاگ کر ادا کے پ س پہنچا اور اس سے دینا کو کھینچنے لگا۔''یہ۔یہ میری بیٹی ہے ادا۔اسکو مجھے دے دو۔''وہ اس سے دینا کو کھینچ رہا تھا۔

''نہیں بھائی۔!یہ ہمارے پ س رہے گی۔''ادا نے مذاہمت کی۔

''نہیں۔یہ۔یہ میرے ساتھ جائے گی۔''اسکا پورا وجود پسینے سے نہا یہ تھا کہ اسکو اپنے عقب میں قہقہے بلند ہوتے سنائی دئے۔اس نے مڑ کر دیکھا تو سجل اور حوریہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے ہنس رہی تھیں۔''دی۔۔دینا۔!میرا بچہ۔!''ا. اہیم نے ا یہ جھٹکے میں دینا کو ادا سے چھین کر اپنے ی سے لگا یہ۔''دینا۔!دینا۔!''اس نے اپنے ی سے لگے بے جان سے وجود کو پکارا۔ وہ خاموش رہی۔''نہیں۔دینا۔!''ا. اہیم کی ج ان پہاڑوں میں گو تھی۔اور ادھر اس ت ر کمرے میں ا یہ چیخ. امد ہوئی تھی۔

اس آئی سی یو میں ز گی کی لکیر ا یہ. ر پھر سے رواں ہوئی تو پ س کھڑے دو ڈاکٹرز نے ا یہ دوسرے کی جا. دیکھ کر پ سکون سی سانس خارج کی۔پھر وہ دونوں اپنے ساتھ کھڑی دو سز کو کچھ ہدایت دیتے. ہر نکل آئے۔ڈاکٹرز اپنا ماسک ہٹاتے. ہر نکل رہے تھے۔ا کوٹ اب ا. زوں پ تھے۔

''شکر ہے کم از کم وہ بچی تو ز ہ ہے۔''ا یہ ڈاکٹر جس کی عمر لگ بھگ چالیس سال تھی اس نے اپنے ساتھ چلے آرہے ا یہ اور میل ڈاکٹر سے کہا جو کہ درمیانی عمر کا تھا اور اس سے ز یدہ تجربہ کار تھا۔وہ خاموشی سے آ رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے ڈاکٹر سیف؟''اس جوان ڈاکٹر نے چو کرا دیکھا۔

''ڈاکٹر حماد۔!''وہ اب کور یڈ ور میں کھڑے تھے۔''میں نے آج ت ایسا کیس نہیں دیکھا۔وہ بچی قریبا مر چکی تھی۔ . وہ بحال ہوئی تو اسکے پیرا یٹ ز لکل ر مل ہو گئے۔ایسا کیسے ممکن ہے؟''

''ڈکٹر سیف۔!کچھ چیزیں ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتیں۔ا فیصلے اوپ بیٹھا اکرتا ہے۔وہ جس روح کو لے جانے کا ارادہ کر لے پھر اسکو د کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ا یہ سیکنڈ بھی نہیں۔ جس کو وہ ز گی بخش دے اسکو کوئی مار نہیں سکتا۔''ڈاکٹر حماد نے پ سکون ا از میں جواب دیا۔

''ہاں۔تم صحیح کہتے ہو۔اسکی ماں کا دکھ ہوا۔ا وہ اپنی جان نہ دیتی تو یہ بچی آج ز ہ نہ ہوتی۔''

''کیا مطلب ڈاکٹر سیف؟'' ڈاکٹر حماد الجھا۔

''اسکی ڈراوئیو ٹ پ وٹیکٹڈ تھی۔یعنی ا ہادثہ ہو بھی تو ائیر. لون کی وجہ سے وہ بچ جاتی۔ وہ ماں تھی۔اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنا ٹ بیلٹ نکالا اور ساتھ والی ٹ پ بیٹھی بچی کے او پ جھک گئی۔وٹ سکرین کے کانچ کے ٹکڑے اسکی پسلیوں میں گھس چکے تھے۔اسکا چہرہ ا یہ سائیڈ سے. ی طرح مسخ ہو چکا تھا اسکی آغوش میں یہ بچی محفوظ رہی۔وہ ماں تھی ڈاکٹر حماد۔وہ جا تھی اپنی اولاد کو محفوظ رکھنا۔اس نے نو ماہ بھی اسکو محفوظ رکھا اور جاتے جاتے بھی خود اس بچی پ قر ن ہو گئی۔یہ ماں جو ہوتی

ہے۔ں۔اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا ڈاکٹر حماد۔'' انھوں نے نم آنکھیں لئے بت مکمل کی تو ڈاکٹر حماد صدمے کی سی کیفیت میں کھڑے تھے۔

''اگر میرے اختیار میں ہوتا تو پوری کائنات ماں کے نام کر دیتا۔۔'' ڈاکٹر حماد نے سرشاری سے کہا تو ڈاکٹر سیف مسکرا دیئے۔

''یہ کائنات پہلے ہی ماں کے نام ہے ڈاکٹر حماد۔۔'' کہتے انھوں نے ڈاکٹر حماد کا کندھا تھپتھپایا۔کوریڈور خالی ہو چکا تھا۔

''سر۔۔کیا ہوا۔؟'' ایک لڑکی اس کے سرہانے کھڑی تھی۔ چیخ کی وجہ سے وہ فوراً اسکے کمرے میں آئی تھی اور وہ اس وقت پسینے میں شرابور اپنے بستر پر لیٹا ہوا مسلسل میں سر ہلا رہا تھا۔

''دی۔دینا۔!میری دینا۔!'' وہ بس یہی الفاظ دہرا رہا تھا۔

''سر دینا محفوظ ہے۔'' اس نے انجیکشن بھرتے ہوئے اسکو جواب دیا تو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

''کک۔کیا مطلب؟'' وہ اب جاگ چکا تھا۔ تاریک کمرے میں اسکے سامنے بس روشنی کھڑی تھی۔وہ عینا نہیں کوئی اور لڑکی تھی۔

''سر آپ ریلیکس کریں۔آپکی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' کہتے اس نے اسکی آئی وی میں وہ انجیکشن لگا دیا۔۔

''کیا مطلب ہے؟ میں کہاں ہوں؟'' اس نے سر دائیں جانب گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔مشینیں ہی مشینیں تھیں۔پھر اس نے اپنا خود کو دیکھا۔پٹیوں میں لپٹا وجود۔پھر کچھ مناظر اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔وہ تو گاڑی میں تھا۔

''صفا۔!صص۔صفا۔مم۔مجھے صفا کو لینے جانا تھا۔'' یاد آتے ہی اس نے اپنے ہاتھ میں لگی وہ ڈرپ کھینچ کر اتار دی۔

''سر پلیز۔'' اس نے اسے روکنا چاہا۔جبکہ وہ ننگے پاؤں کمرے سے نکل آیا۔وہ کوئی اسپتال نہیں تھا۔وہ کوئی فارم ہاؤس تھا۔اک لمبی سی راہداری عبور کر کے وہ سیڑھیاں اتر آیا۔لاونج میں پہنچا تو ایک لڑکی وہاں کھڑی تھی۔بلیک جینز اور بلیک لیدر جیکٹ میں ملبوس۔اسکو نیچے اترتے دیکھا تو بھاگ کر اسکے پاس پہنچی۔

''تم۔تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے عینا کی جانب دیکھا۔

''سر۔میں یہاں آپکے لئے ہوں۔آپ پلیز ریسٹ کریں۔'' اس نے اہیم کا ہاتھ پکڑنا چاہا جس کو اس نے جھٹک دیا۔'' بکواس بند کرو۔۔اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ لڑکھڑاتا ہوا باہر جانے لگا۔

''سر صفا محفوظ ہے۔'' عینا کی آواز پر اسکے دروازہ کھولتے ہاتھ رکے۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔

''تم۔کیسے؟'' وہ وہیں کھڑا تھا کہ عینا چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔پھر عینا نے اپنا کارڈ نکال کر دکھایا۔جو اسکی جیکٹ کی جیب میں تھا۔اس پر عینا کا پورا نام لکھا تھا۔''عینا منصور حیات۔''

''میں منصور کی بیٹی عینا۔!مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔'' اس نے کارڈ واپس رکھا جبکہ اہیم ابھی تک اسکو دیکھ رہا تھا۔

''صفا؟'' اس نے لفظی سوال کیا۔

''وہ واپس جا چکی ہے۔پاکستان۔'' عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے اپنی بات مکمل کی تو اہیم کے ڈوبتے پر رکھے ہاتھ نیچے گرے۔

''کس کے ساتھ؟'' اب سوال مختلف تھے۔اب چہرے پر اطمینان سکون سا تھا۔

''وہ اکیلی گئی ہے۔''

''کیا مطلب؟ ایسے کیسے؟'' وہ ایک بار پھر سے بے چین ہوا۔

''سر وہ ٹھیک ہے۔آپ پلیز ریسٹ کریں۔'' عینا اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اسکے کمرے کی جانب لے گئی۔وہ لوگ اسکو اس حالت میں مزید ہوئی ٹینشن نہیں دے سکتے تھے۔اور دوا کا اثر ہونا شروع ہو چکا تھا جس نے جلد ہی اہیم کو ایک بار پھر سے گہری نیند سلا دیا تھا۔

رات کے دو بجے ایک ٹیکسی قریشی ہاؤس کے باہر کھڑی تھی۔

وہ بوجھل قدم اٹھاتے اس ٹیکسی سے نکلی۔ لاہور کی خنکی نے اسکو خوش آمدید کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے بازوؤں پر رکھ لئے۔ خنکی تو تھی ہی ایسی زندگی بھی تھی اس ہوا میں۔ایسی رچی بسی حقیقت نے اسکو کسی طرح ہٹ کیا تھا۔اس رات وہ اسکو یہاں سے گھسیٹ کر لے گیا تھا۔اس ایک رات میں کتنا کچھ بدل گیا تھا۔وہ اس رات اس گیٹ میں داخل ہوئی تھی تو سجل اسکی گاڑی میں بے ہوش بیٹھی ہاتھ ہلا رہی تھی۔پھر وہ اس گیٹ سے نکلی تو اسکو اسی سجل کے انتقام کی خاطر گھسیٹ کر لے جا رہا تھا۔اور آج وہ ایک بار پھر سے اس دہلیز پر کھڑی تھی جہاں سے اسکو بے مول کر دیا گیا تھا۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اور ایک قدم آگے بڑھایا۔

''پیٹی لیڈی۔۔!اپنے ہمیں ملک بدر نہیں کرتے۔'' مرجان کے الفاظ نے اسکا وجود جما دیا تھا۔

''تمہاری کوئی ویلیو تھی ہی نہیں۔خیام قیریشی نے تمہیں بے مول کر دیا۔'' وہ لوگ کیوں آج اسکے کانوں میں صور پھونک رہے تھے۔صفا کا دل بند ہونے کو تھا۔

آنسوؤں کا ایک گولہ اسکے حلق میں آ کر اٹکا گیا۔اور پھر ایک آنسو لڑھک کر گال پر بہہ گیا۔

''میں اب نہیں جاؤں گی۔میں اس گھر میں واپس نہیں جاؤں گی جہاں مجھے بے مول کر دیا گیا۔''ٹیکسی دوبارہ سٹارٹ ہو چکی تھی۔صفا نے پلٹ کر دیکھا۔اس نے دو قدم ٹیکسی کی جانب بڑھائے۔

''بی بی کہیں اور جانا ہے؟''ٹیکسی والے نے اسکو اپنی جانب آتے دیکھا۔صفا ٹھٹکی۔اس نے ایک پل کے لئے سامنے ٹیکسی کو دیکھا اور پھر پلٹ کر اپنے گھر کو دیکھا۔''بی بی۔!''ٹیکسی والے نے دوبارہ پکارا۔صفا نے میں سر ہلا دیا اور اپنے گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔وہ ٹیکسی والا مایوسی سی لئے واپس گیا۔ایک بھیڑ خود اپنی مرضی سے کسی بھیڑیئے کی دسترس آ جائے اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی ہے۔ اس نے عین وقت پر اس ڈرائیور کی آنکھیں پڑھ لیں تھیں۔وہ لاوارث نہیں تھی۔ایسے لمحات بہت ساری لڑکیوں کی زندگی میں آتے ہیں۔جہاں وقتی انکا گانا سننا شروع کر دیتا ہے۔بلکہ شیطان انکے کانوں میں وسوسے پھونکتا ہے۔انکو کہتا ہے کہ وہ لاوارث چھوڑ دی گئی ہیں۔وہ جہاں جا رہی ہیں وہاں ڈیزرو نہیں کرتے۔اور بہت ساری لڑکیاں اس جال میں پھنس جاتی ہیں۔وہ اپنے محفوظ مسکن کو چھوڑ کر شیطان کی بات مان کر اپنے گھر سے ہر قدم رکھ لیتی ہیں۔پھر منتظر بھوکے بھیڑیے کھلے دل سے ویلکم کرتے ہیں۔

جوش میں بھی ہوش سے کام لینا دانشمندی ہے۔!

اس نے ایک ہاتھ سے اپنا گال رگڑا اور گیٹ بیل دی۔کچھ دیر بعد ہی گارڈ جمائی روکتا ہوا گیٹ کھول رہا تھا۔لیکن سامنے کھڑی لڑکی کا چہرہ سٹریٹ لائیٹ کی روشنی میں دمک رہا تھا۔گارڈ کے ہاتھ اسکے منہ پر رکھے ہوئے تھے اور اسکا منہ کھل چکا تھا۔

''۔۔۔کہاں ہیں۔''صفا نے لرزتی آواز میں پوچھا۔تو گارڈ کی حیرت اور صدمے کے مارے آنکھیں پوری کھل گئیں۔ایک دن میں کتنا کچھ ہو گیا تھا۔زاور کی لاش ایک مردہ خانے میں پڑی تھی۔کیوں اسکا باپ خود آئی سی یو میں تھا۔اور صفا لوٹ آئی تھی۔

''وہ۔وہ۔شاہ جی کو۔'' کہتے ہوئے گارڈ ہکلایا۔

''کیا ہوا۔کو؟ کہاں ہیں وہ۔''صفا نے قدم اندر کی جانب بڑھا دئے۔''۔۔!امی۔!''وہ اس سے اندر داخل ہوتے ہوئے پکار رہی تھی۔ گھر خالی تھا سنسان۔

''بی بی۔۔!''صفا نے مڑ کر دیکھا تو گارڈ اسکے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔صفا نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔''وہ شاہ جی اسپتال ہیں۔''اس نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔صفا پہاڑ ٹوٹا تھا۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ جیت کر لڑ کر آ گئی ہے۔اب اسکو سکون کے چند لمحات میسر ہوں گے وہ بھی اس سے چھین لئے گئے تھے۔یہ زندگی ایک جہاد ہے۔اور یہ جہاد اپنی سانس کے ساتھ ہی ختم ہو بنا کسی نتیجے کے۔صفا الٹے قدموں واپس آئی تھی۔اب اسکا رخ اسپتال کی جانب تھا۔

رات بیت چکی تھی۔

اگلا دن کسی کے لئے مشکل تھا۔حوریہ کی آخری رسومات ادا کر دی گئی تھیں۔وہ لوگ قبرستان سے لوٹ آئے تھے۔سہ پہر ہو رہی تھی۔ابھی تک اس قبر کے سرہانے ایک بچہ کھڑا تھا۔سامنے قطبے پر حوریہ رحمان کا نام لکھا تھا۔اسکے ساتھ اسکی ولدیت اور اسکے شوہر کا نام درج تھا۔اس بچے کے ہاتھ میں ایک گلاب کا پھول تھا۔اس نے

جھک کر وہ پھول اس قبر پر رکھا تو وہ قبر ایک گلدستے کی سی صورت پیش کر رہی تھی۔ اس قبر پر بے تحاشا پھول تھے۔ وہ پھولوں سے سجا کوئی محل معلوم ہوتا تھا۔ ایک چھوٹا سا محل۔ پھر اس نے اس قطبے پر ہاتھ پھیرا۔ ماں کے لمس میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ اس لمس سے اس بچے کو زندگی ملی تھی۔ اسی دوران اسکو اپنے دائیں کندھے پر ایک لمس محسوس ہوا۔ اس بچے نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ آدمی زمین پر بیٹھا اور اس بچے کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنے لگا۔

''مرجان۔!'' ایک مردانہ آواز نے اس قبرستان کے سکوت کو توڑا۔ وہ ویسے ہی کھڑا رہا۔ ''رولو۔ مرجان۔!'' حسن نے نم آنکھوں سے مرجان کی جانب دیکھا۔ مرجان کی آنکھیں پتھر تھیں۔ سیاہ کالے پتھر۔! وہ خاموش کھڑا رہا۔ ''مرجان۔! دکھ ہمیں کھا جاتے ہیں۔ ابھی بہا دو۔'' اس نے مرجان کے ہاتھ پر دباؤ دیتے ہوئے زور کر وایا۔ ''آج تم اس احساس سے عاری ہو کیونکہ تم ایک صدمے میں ہو۔ یہ احساس تمہیں اندر سے کھوکھلا کر دے گا۔ اگر تم مضبوط بن کر جینا چاہتے ہو تو بہا دو اس سمندر کو جو تمہاری آنکھوں میں ہے۔'' اس نے مرجان کی آنکھوں میں اس تیرتے سمندر کو کہتے ہوئے کہا۔ اس سمندر سے ایک قطرہ تک نہ امڈا ہوا۔ پھر حسن نے ہار مان کر مرجان کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ وہ اسکو اپنے سینے سے لگائے آہستہ آہستہ اسکی پشت تھپتھپا رہا تھا۔ ''ماں کا کوئی البدل نہیں ہوتا مرجان۔! ماں کا جانا وہ نقصان ہے جس کا مداوا کا کوئی امکان نہیں کر سکتا ہے۔'' وہ مدہم سی آواز میں مرجان کے دکھ کو کم کر رہا تھا۔ کہ مرجان کے آنسوؤں کے سامنے لگی رکاوٹیں ٹوٹ جائیں اور وہ اپنے دل کے بوجھ کو بہا دے۔ کچھ بھی کام نہ آسکا۔ کوئی لفظ۔ کوئی بات مرجان کی خاموشی کو نہ توڑ سکی۔ وہ خاموش ہوگیا تھا۔! کیونکہ اسکا دل خالی ہو گا تھا۔!

خیام قریشی کچھ بہتر ہوئے تو وہ اسی لئے گھر لوٹ آئے۔ تاکہ بیگم کے لئے صفا کی واپسی زخموں پر مرہم کا کام کر گئی تھی۔ اسی لئے بیٹی اپنے پاس تھی۔ انکا شوہر ٹھیک تھا۔ بس اسی لئے یہ کافی تھا۔ وہ اسے غنیمت تھا جو میدان جنگ میں اسکا ہاتھ آیا تھا۔ اسی لئے بیٹی اور اسکا شوہر کی سلامتی تھی۔ جبکہ صفا بس خاموش تھی۔ اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کرے۔؟ زاویار کا سوگ منائے۔ اپنے باپ کی سلامتی کی دعا کرے۔ اپنی قدرتی پر ان سے راضی ہو۔ اپنی ماں کے زخموں پر مرہم رکھے۔ وہ بس خاموش تھی۔ اسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح۔ ان کو کچھ وقت چاہیئے تھا۔ طوفان تھم چکا تھا۔ اب تعمیرِ نو کا وقت تھا۔

رات گئے اسکی آنکھ پھر سے آنکھ کھلی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس نے اسکو جاگتے دیکھا تو پھر سے انجیکشن بھرنے لگی۔

''خبردار۔۔!'' وہ دھاڑا تو اس کے ہاتھ سے انجیکشن گر گیا۔ ''خبردار جو دوبارہ مجھے یہ دوا لگائی۔ میں یہیں زندہ گاڑھ دوں گا تم لوگوں کو۔ سمجھ کیا رکھا ہے ہاں؟'' وہ آگ کا راپنے ہواس میں واپس آیا تھا۔ جسم میں اٹھتی ٹیسوں کو اگنور کرتے اس نے اپنی ڈرپ اتاری پھر سے کھینچ کر نکالی۔۔ اور تیز تیز قدم چلتا ہوا سیڑھیاں اترنے لگا۔

''سر۔!'' عینا لاونج میں تھی۔ ''خبردار۔۔'' انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کیا اور ہر نکلو۔ گاڑی نکالو'' گارڈ کو حکم دیتا وہ آگے بڑھ گیا۔ اہیم گورسی پلٹ کر آرہا تھا۔

رحمان کرداوی حوریہ کو دفنا کر آئے تو اپنے اسٹڈی روم میں گھس گئے۔ وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لوگ جوق در جوق افسوس اور تعزیت کے لئے آرہے تھے رحمان کرداوی کسی کا سامنا نہیں کر رہے تھے۔ اس سارے وقت میں حسن نے ہی کچھ سنبھال رکھا تھا۔ وہ بچوں کو بھی دیکھ رہا تھا اور کرداوی مینشن آنے والی بڑی بڑی شخصیات کو بھی خود ہی ہینڈل کر رہا تھا۔ جبکہ وہ بس اس تیرتی اسٹڈی میں موجود تھے۔ وہ اپنی سی کرسی پر نڈھال سے پڑے ہوئے تھے۔

اسی دوران منصور اسکے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا رحمان کرداوی کے ہاتھ میں ایک گن ہے۔ وہ اس گن کو اپنی کنپٹی پر رکھے ہوئے تھے۔ منصور کو اس شخص سے نفرت تھی۔ پھر بھی وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''کیا کر رہے ہو؟'' منصور نے حقارت سے اسکی بکھری سی حالت دیکھی۔

''میری بیٹی کا قاتل میں ہوں منصور۔'' آواز خالی خالی سی تھی۔

''تم صرف حوریہ کے نہیں۔ تم شہ اور شہرین کے بھی قاتل ہو۔ تم حسن کے بھی قاتل ہو۔ تم گورسی کے مجرم ہو۔ تم دینا کے اور مرجان کے مجرم ہو۔ تم نے یہ قوت سے

اسکی ماں چھین لی۔''منصور نے ا کرب میں مزید اضافہ کیا تھا۔کچھ دیر سناٹا چھایا رہا۔ پھر سائلنسر لگی پستول سے ایک گولی نکلی اور وہ رحمان کرداوی کے بھیجے کو چیرتی ہوئی دوسری جانب سے سوراخ کر کے نکل گئی۔اور وہ پستول منصور کے ہاتھ میں تھی۔منصور نے پھوک مار کر اس پستول کی سرخ نالی ٹھنڈی کی۔اور وہ پستول رحمان کرداوی کے مردہ ہاتھ میں تھما دی۔''میں نے تمہاری مشکل آسان کر دی کرداوی۔!تم جہنم سے مجھے تھینکس کا لیٹر لکھ رہے ہو۔میں جانتا تھا تم جیسا بزدل انسان اپنی جان کبھی نہیں لے پائے گا۔''اس نے حقارت سے اس مردہ وجود کو دیکھا اور پھر اس نے انہیں دستانے والے ہاتھوں سے کمپیوٹر پر کچھ ٹائپ کیا۔کام ختم ہونے کے بعد اس نے وہ فائل اٹھائی جس میں ابراہیم کے خلاف ثبوت موجود تھے۔اور وہ لئے وہاں سے نکل گیا۔!

رات ابھی رکھر سے چھا رہی تھی۔ابھی رکھر سے آسمان تاریک تھا۔

رات گئے ابراہیم گورسی کے گیٹ پر ایک گاڑی آ کر رکی وہ اس گاڑی سے نکلا اور گیٹ تک آیا۔گارڈ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔وہ آگے بڑھتا گیا۔پیچھے گارڈ اور دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔تو کیا اسکو کچھ معلوم نہ تھا؟ وہ لاونج میں تھکا ماندہ سا داخل ہوا۔

''حوریہ۔!''حوریہ۔!''وہ اسکو آوازیں دیتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا گیا۔کمرے کا دروازہ کھولا وہ کھلتا گیا۔کمرہ خالی تھا۔''حوریہ۔!''ابراہیم کے پھیپھڑے پھٹ پھٹ کر دینا کا بے بی کاٹ بھی خالی تھا۔وہ وہیں سے نیچے اترا اور آ کر قوت مرجان کا کمرہ دیکھا۔وہ بھی خالی۔''کہاں گئے یہ لوگ؟''وہ الجھا سا دور رہ ہر نکلا۔گیٹ پر کھڑے ایک گارڈ پر گئی۔اسکے پاس چلتا ہوا آیا۔''میڈم اور بچے کہاں ہیں؟؟'' گارڈ نے حیرت سے ابراہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔''کیا دیکھ رہے ہو؟ میں پوچھ رہا ہوں میڈم کہاں ہیں؟''اب کی بار اسکی آواز زرا بلند ہوئی۔

''سر۔وہ۔کیا۔آپ نہیں جانتے۔''گارڈ نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا کئے۔

''کیا بکواس کر رہے ہو۔جلدی بتاو بچے اور حوریہ کہاں ہیں؟ کیا وہ کرداوی مینشن گئے ہوئے ہیں؟''وہ تھکے تھکے سے انداز میں بول رہا تھا جبکہ گارڈ کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ غم کی نمی بھی اتری تھی۔

''سر۔وہ۔''اس سے پہلے کہ گارڈ کچھ بولتا گیٹ پر آ کر ایک گاڑی رکی۔ابراہیم نے مڑ کر دیکھا تو اس گاڑی سے منصور نکلا تھا۔

''منصور۔۔!''ابراہیم الجھا سا اسکے پاس پہنچا۔منصور نے ابراہیم کو گلے لگایا۔ابراہیم الجھا سا کھڑا تھا۔''کیا ہوا ہے؟''ابراہیم اب کی بار ٹوٹ گیا۔

''ابراہیم۔!تمہیں صبر کرنا ہوگا۔۔''منصور اسکا کندھا تھپتھپا رہا تھا۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟''ابراہیم نے منصور کا ہاتھ پکڑ کر اسکو الگ کیا اور اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''ابراہیم۔!میں انتقام لے چکا ہوں۔''ابراہیم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر منصور کیا کہہ رہا ہے۔

''کون سا انتقام۔؟کس کا انتقام؟''ابراہیم کا صبر جواب دے رہا تھا۔''جو بھی ہے کھل کر بتاو۔''اگلے ہی پل ابراہیم گورسی کے سر پر آسمان ٹوٹا تھا۔اسکے پیروں تلے جو زمین تھی وہ کھینچ لی گئی تھی۔اور جس ہوا میں وہ سانس لے رہا تھا وہ زہر آلود ہو چکی تھی۔وہ زمین پر بیٹھتا گیا۔غیر یقینی۔۔صدمہ۔شاک۔۔اور غم۔۔!

''ابراہیم حوصلہ۔!تمہیں اپنے بچوں کو سنبھالنا ہے۔''منصور زمین پر بیٹھ کر اسکو سنبھالنے لگا۔ابراہیم خاموش تھا۔وہ بس ایک ہی سمت میں دیکھے جا رہا تھا۔''ابراہیم۔۔میری طرف دیکھو۔''منصور ایک شفیق باپ کی طرح ابراہیم کو حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔جبکہ وہ خود کسی کیفیت میں تھا۔''ابراہیم۔!میرے بیٹے۔''منصور نے اسکو پھر رکھر سے اپنے ساتھ لگایا۔جبکہ اب کی بار ابراہیم ایک جھٹکے میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''بکواس بند کرواپنی۔!تم۔تم لوگ اتنے بڑے بکواس کر بھی کیسے سکتے ہو؟''وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔اسکے سر پر بندھی سفید پٹی خون آلود ہو چکی تھی۔

''ابراہیم۔پلیز۔خود کو سنبھالو۔''منصور نے اسکو تھامنا چاہا ابراہیم نے اسکو دھکا دیا۔

''بکواس نہیں۔ایک اور لفظ اور تم ختم۔!''وہ دھاڑا اور فورا اپنی گاڑی کی سمت بڑھتا گیا۔پیچھے ہی منصور پر ڈراوئیور نے گاڑی دی۔منصور بھی اپنی گاڑی لے کر اسکے پیچھے ہی نکلا۔وہ شخص ننگے پاوں اس گاڑی میں بیٹھا تھا۔ڈراوئیور نے سپیڈ بڑھا دی۔انکا رخ اب کرداوی مینشن کی جانب تھا۔

کرداوی مینشن کے سامنے ایک سیاہ مرسیڈیز آ کر رکی اس میں سے حسن اور مرجان نکلے تھے۔حسن نے مرجان کا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے اندر داخل ہوا۔

''چچا کہاں ہیں؟''اس نے ا۔ ردا خل ہوتے ہی زمہ سے پوچھا۔

''وہ اپنی اسٹڈی میں ہیں۔'' زمہ نے مودب سے ا۔ ازمیں بتا۔

''ابھی۔ ؟''حسن نے وقت دیکھا۔

''جی ابھی۔ ۔!'' زمہ نے کندھے اچکا دیئے۔''او کے تم جاو۔''حسن نے ہاتھ سے اسکو جانے کا اشارہ کیا اور اپنے ساتھ کھڑی مرجان کو دیکھا۔ پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو حوریہ کے کمرے میں لے ۔۔کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے بیڈ پہ قوت سر ٹ ں میں دیئے آ بہا رہا تھا۔مرجان ہنوز تھی میں تھا۔

''مرجان۔!''حسن نے اسکو پکارا۔ مرجان کے ت ات نہ لے۔''تم قوت کے پ س بیٹھو۔!میں چچا کو دیکھ کر آ ہوں۔''اس کے الفاظ گونجے تو قوت نے بھی سر اٹھا کر اس سمت میں دیکھا۔ قوت کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔اسکے پپوٹے سوج چکے تھے اور چہرے پ آ وں سے لکیریں بن چکی تھیں۔

حسن نے مرجان کو آگے کھسکا یا اور خود دروازہ بند کر ہوا سیڑھیاں ا آ ۔مرجان پیچھے چلتا ہوا بیڈ کے پ س پہنچا اور پ وں ٹ کر قوت کی سمت پشت کر کے بیٹھ ۔کر داوی مینشن کے لاونج کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تو سیڑھیاں ا ہوا حسن ٹ ۔سامنے دروازے میں ا۔ اہیم گورسی کھڑا تھا۔جس کا وجود تو زخموں سے چور تھا اسکی آنکھوں میں وہ شعلے روشن تھے۔

''حوریہ۔! کہاں ہو تم؟ ہر نکلو۔۔حوریہ۔!میں جا ہوں تم ناراض ہو۔'' وہ لاونج میں کھڑا اسکو بلند آواز میں پکار رہا تھا۔حسن سیڑھیوں پ کھڑا اسکو دیکھے ۔''حوریہ۔!میری جان۔!میں وعدہ کر ہوں میں ٹھیک کر دوں گا۔پلیز۔گھر چلو۔''وہ او بکھری سی آواز میں بولا تو حسن کے دل میں عجیب ٹیس اٹھی تھی۔

آج وہ حسن تھا۔آج کے دن کے لئے اس نے شا کا قتل کر دیا تھا۔اس نے اپنے ا رموجود شا کو آج بیڑیاں لگائی ہو تھیں۔آج وہ بس حوریہ کا بھائی حسن تھا۔اس لئے وہ ان کا دکھ محسوس کر رہا تھا۔اور اب یہ دکھ بڑھتا جا رہا تھا۔اس سے مزید برداشت نہیں کیا جا رہا تھا۔

''حوریہ۔!''ا ر پھر سے وہ ۔اور ساتھ ہی سیڑھیوں کی جا بڑھا۔ اس نے اوپر کھڑے حسن کو دیکھا تو ا۔ اہیم کے جبڑے تن گئے۔

''مجھے سر سے ملنا ہے۔!'' رحمان کر داوی کا اسسٹنٹ دروازے پ آیا۔ا گارڈ اسکو لئے دوسرے راستے سے ا رحمان کر داوی کے آفس کے ساتھ ا اسٹڈی تھی۔اور آفس جانے کا راستہ ہر سے بھی تھا۔

''تم۔۔!''ا۔ اہیم سیڑھیاں پ ڑھ رہا تھا۔حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہاں موت تھی۔حسن کی موت۔!اس سے پہلے کہ حسن صحیح سے کچھ سمجھ پ تا۔ اہیم کی فت اسکے گلے پ تھی۔اس نے اسکو گلے سے دبوچ پ سیڑھیوں کی دیوار کے ساتھ ہی لگا لیا۔حسن ہمیشہ کی طرح ششدر رہ ۔ا۔ اہیم کے سامنے وہ کوئی مذاہمت نہیں کیا کر تھا۔ا ر سار تھا۔وہ پیٹھ پیچھے خواہ ا۔ اہیم کو قتل کرنے کی پوری سازش کیوں نہ رچا لے اسکے سامنے وہ خاموش ہو جا کر تھا۔آج بھی حسن نے اپنے ہتھیار ا۔ اہیم گورسی کے سامنے دیئے تھے۔

''کون سا کھیل ہے یہ؟ میری بیوی کہاں ہے؟''اب وہ آہستہ آہستہ اسکے گلے پ د و بڑھا ہوا اپنے سوالوں کے جواب ما رہا تھا۔

''کون سی والی۔''حسن کو اس لمحے میں بھی ا۔ اہیم پ چوٹ کرنی در ہی۔ا۔ اہیم کی آنکھیں مزید سرخ ہو ۔

''دونوں۔''ا۔ اہیم نے ا جھٹکے سے اسکے گلے پ د و بڑھایا۔

''وہ پ کستان جا چکی ہے۔''حسن نے بمشکل جواب دیا۔

''جھوٹ۔!ا اور جھوٹ۔!'' کہتے اس نے د و بڑھا دی حسن کی آنکھیں ابل پڑیں۔

''حوریہ اور بچے کہاں ہیں؟''اب اس نے دوسرا سوال کیا تھا۔

''ا ۔۔ا۔ اہی۔اہیم۔''حسن کو سانس نہیں آ رہی تھی۔ا۔ اہیم نے فت ذرا ڈھیلی کی۔

''بتاو۔میرے بچے اور میری بیوی کہاں ہے؟''

''ا. اہیم۔پلیز۔''حسن سمجھ نہیں پ رہا تھا کہ کیا کہے۔اس سے پہلے کہ حسن مز یکچھ کہتا ا. اہیم نے اسکے منہ پ مکے پ سا شروع کر دیئے۔حسن اب دہرا ہوا کھڑا تھا۔اور ا. اہیم مسلسل اس پ اپنا غصہ ا رر ہا تھا۔

''تیری ہمت کیسے ہوئی۔میرے گھر میں لگانے کی۔''ا یاور مکا آ ۔

''میرے بیوی کو اغواہ کیا۔''ا یلات حسن کے پیٹ میں رسید کی۔''اور اب میری حور یہ کو بچوں کو غا ۔کر دے۔''ا یاور مکا حسن کے ہو ٹ کے پ س جا کر لگا جس سے ا یخون کی پھوار نکلی۔حسن نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا۔اس نے ا. اہیم کو رو کا نہیں۔وہ مار کھا رہا۔!کیو آج کے دن وہ حسن تھا۔شا نہیں۔!''بتا۔بتا اب۔کہاں ہے حور یہ۔!''ا ی ۔رپھر سے اسکو دیوار سے لگا ۔

''پلیز۔میری ت سنو۔''اسکی سانس پھول رہی تھی۔

''مز نہیں۔''کہتے ا. اہیم نے دو ۔رہ اسکے گلے پ د ۔و ۔ڑھا ۔ا. اہیم کے ہاتھوں پ بندھی ہوئی پ یں خون آلود تھیں۔اور اس خون میں کہیں نہ کہیں حسن کا خون بھی شامل تھا۔

''سر۔۔!''ا یچیخ گو تھی۔ا. اہیم نے یوں ہی نیچے دیکھا۔ زمہ کھڑی کا پ رہی تھی۔''وہ۔وہ ۔س۔ا ر۔''اس نے رحمان کر داوی کے آفس کی جا ۔ اشارہ کیا۔ا. اہیم نے اسکی ان سنی کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔

''وہ۔رحمان کر داوی نے خودکشی کر لی ہے۔''اب کی ۔ر زمہ نے ا ی ۔رپھر سے ان د ت وَ یبان ہوتے آدمیوں کو ہوش دلا ۔

''کیا؟''ا. اہیم نے جھٹکے سے حسن کو چھوڑا۔وہ دونوں اب ششدر سے نیچے کھڑی زمہ کو دیکھ رہے تھے کہ اس دوران وہی گارڈ اور رحمان کر داوی کا اسسٹنٹ اس جا ۔ آئے۔اسسٹنٹ نے حسن کی ابتر سی حا ت دیکھی۔ حسن نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو تسلی دی۔

''کیا ہوا ہے چچا کو؟''حسن نے اپنے گلے پ ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''سر میں دیکھا جا کر وہ اپنی اسٹڈی میں مردہ حا ت میں پڑے ہیں۔انھوں نے خودکشی کر لی ہے۔''اسسٹنٹ نے تصدیق کی تو حسن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ا. اہیم کو دیکھا اور ا. اہیم اسی کی جا ۔ دیکھ رہا تھا۔

''او کے۔!فی الحال میڈ یاور پولیس کو کوئی نہیں بلائے گا۔میں خود دیکھتا ہوں۔''حسن نے کہہ کر گارڈ اور اسسٹنٹ کو وہاں سے بھیجا۔''میری ت سنو۔''اب حسن نے ا. اہیم کو شانوں سے تھاما۔''یہ وقت لڑائی جھگڑے کا نہیں ہے۔تم جتنا جلدی ہو سکے بچوں کو لے کر یہاں سے نکل جاو۔ابھی یہاں پولیس آئے گی۔ایجنسی آئے گی۔ انو یسٹیگیشن ہوگی۔میں نہیں چاہتا بچے مز کسی ٹ اما سے ٔ ریں۔''حسن ۔لکل کسی بھائی کی طرح ا. اہیم کو سمجھا رہا تھا۔

''میرے سامنے یہ اچھائی کا ٹ مت کرو۔میں کسی پولیس،کسی ایجنسی سے نہیں گھبرا ۔مجھے بتاو حور یہ۔کہاں ہے۔''

''مر چکی ہے ۔روہ۔''حسن ۔لآ ٔ اپنا سر پکڑ کر ۔ا. اہیم کی اسکے یبان پ فت ڈھیلی پ ی۔''اسکا حادثہ ہوا ہے۔وہ کار حادثے میں مر گئی ہے۔سٹی ہاسپٹل میں دینا ہے۔جا کر اسکو لو اور بچوں کو لے کر چلے جاو یہاں سے ۔فی الحال جاو یہاں سے۔''حسن نے تکان سے اسکو کہا اسکی اپنی آنکھیں بھیگی ہو تھیں۔'' ۔ختم ہو چکا ہے۔ جو بچ ے ہے اسکو محفوظ بناو اور جاو فی الحال۔''

''نہیں۔تم۔تم جھوٹ بول رہے ہو۔''ا. اہیم کو حسن پ یقین نہ تھا۔

''۔۔!''ا. اہیم کی سماعتوں سے ا یمعصوم سی آواز ٹکرائی۔اس نے بے یقینی سے او پ کی سمت میں دیکھا تو ۔قوت کھڑا سسک رہا تھا۔

''ی۔قوت۔ا''ا. اہیم کے ۔ ہلے۔

''۔۔ماما۔چلی گئیں۔وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔''۔قوت نے سسکتے ہوئے حسن کی ت پ مہر لگا دی تھی۔

''ا انو یسٹیگیشن میں تمہارے خلاف کوئی ا یثبوت بھی ایجنسی کو تو بچے خطرے میں پ جا گے۔جاو یہاں سے۔''حسن نے ۔لآ ٔ ا. اہیم کو دھکا دے۔

رات کی تاریکی نے اپنا آخری وار کر دیا تھا۔ایک آخری قافلہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔جو قافلے دن کے اجالے میں محفوظ تھے ان رات کی تاریکی نے لوٹ لیا تھا۔اور وہ شکست خوردہ مسافر اس وقت اپنے بچے کچے مال کو سمیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔!

اس وقت سٹی ہاسپٹل کی لابی میں وہ شخص سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔اسکے دائیں جانب دو بچے کھڑے تھے۔اسکی آنکھیں ضبط کے مارے لال تھیں۔

''قوت۔!'' قوت نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔جبکہ بائیں جانب کھڑا مرجان کسی مجسمے کی طرح کھڑا تھا۔جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔جس کی سیاہ آنکھیں تاریک تھیں۔

ابراہیم نے چہرہ اوپر اٹھا کر قوت کو دیکھا جو کہ آنسوؤں سے تر چہرہ لئے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ابراہیم نے اپنے پل ضائع کئے بنا قوت کو خود میں بھینچ لیا۔

''آئی ایم سوری بیٹے۔میں آپ لوگوں کی حفاظت نہ کر سکا۔آئی ایم سوری قوت۔'' اسکا اپنا وجود پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا وہ اپنے آٹھ سالہ بیٹے سے معافی مانگ رہا تھا۔

''ماما۔!ماما چلی گئیں۔'' قوت نے ابراہیم کے سینے سے سر اٹھا کر پھر سے اسکو بتانا چاہا۔

''قوت۔۔'' اسکی آواز بکھر گئی۔وہ اس وقت کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ اسے حوریہ کے دکھ میں رونا ہے۔ادائیگی دینا کے لئے دعا کرنی ہے۔پھر اپنے دونوں بیٹوں کو حوصلہ دینا ہے۔وہ بے بس تھا۔

''پلیز۔'' قوت نے اسکی سرخ آنکھیں دیکھیں تو اسکو حوصلہ دینا چاہا۔ابراہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔

''آئی ایم فائن۔'' اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں یقین دلایا۔کچھ دیر میں وہاں منصور پہنچا۔اس نے ابراہیم کا بازو تھام کر اسکو کھڑا کیا۔ابراہیم بکھری سی حالت میں کھڑا تھا۔

''بچوں کے لے کر نکلو۔'' منصور نے اسکو دونوں شانوں سے تھام کر سامنے کیا تو ابراہیم ششدر رہ گیا۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟''

''وہ ہر چیز کا کنٹرول سنبھال رہا ہے۔'' منصور کی آنکھوں میں تنبیہ تھی۔

''میں کسی سے نہیں ڈرتا۔'' اس نے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

''بچے ڈرتے ہیں۔فی الحال بچے اہم ہیں۔انہیں لے کر جاؤ یہاں سے۔'' منصور نے ابراہیم قوت اور مرجان کو دیکھا۔

''میں حوریہ کا انتقام۔''

''میں اسکا انتقام لے چکا ہوں۔'' منصور نے اسکی بات کاٹ کر اسکو جھنجوڑا تو وہ چونکا۔

''ہاں۔اسکے حادثے کے پیچھے اسکا اپنا باپ تھا۔وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا اسکا شکار حوریہ ہو گئی۔'' اس کے انکشاف نے ابراہیم سمیت وہاں موجود سارے نفوس کے پیروں تلے زمین نکال دی تھی۔''ہاں۔تمہیں اب بس بچوں کو سنبھالنا ہے۔یہاں کے حالات سے میں تمہیں آگاہ رکھوں گا۔اکاواسطہ ہے یہ ضد چھوڑ دو ابراہیم۔'' منصور اب سامان سمیٹ کر آیا تھا۔

''ممم۔'' ابراہیم نے اپنے کپکپاتے خالی ہاتھ سامنے کئے۔

''تم۔تم مضبوط ہو ابراہیم گورسی۔تم کوئی عام انسان نہیں ہو۔تم ابراہیم گورسی ہو۔'' منصور نے اسکو جھنجوڑا تو اس نے ایک زخمی سی نگاہ منصور پر ڈالی۔

''مضبوط؟ مضبوط؟ کیا یہی سزا ہے میری؟'' ابراہیم دھاڑنا چاہا تھا اسکے حلق کی رگیں بیٹھ گئیں تھیں۔جن کے باعث اسکی آواز پوری طرح نہ نکل پائی۔''میری۔میری روح نکل رہی ہے۔'' اس نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے منصور کا گریبان تھاما۔''میری زندگی ختم ہو چکی ہے۔اگر میں مضبوط ہوں تو کیا ایسے آزمایا جائے گا مجھے؟'' وہ منصور کو جھنجوڑ رہا تھا۔منصور کی آنکھیں سرخ تھیں۔''پہلے۔۔پہلے میری۔میری بہن کو نوچا گیا۔'' ابراہیم کے کپکپا رہے تھے۔قوت نے اپنے باپ کی بکھری حالت زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اس مضبوط چٹان کے پیچھے بھی ایک حساس سا انسان آباد ہے۔منصور حد درجہ کوشش کر رہا تھا اسکو پرسکون رکھنے کی وہ قابو نہیں آ رہا تھا۔آخر منصور کو وہ بتانا پڑا جس کے بتانے سے ابراہیم کا دماغ شل ہو گیا تھا۔

''ا. اہیم۔!''منصور نے اسکو یبان سے تھاما۔''جو دستاو یز تمہاری. دی کی وجہ بنی ہیں وہ تمہارے ہی گھر سے آئی تھیں۔''وہ سن رہ ی۔''ہاں۔اسی نے تمہارے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے کرداوی کو دیئے جن کی وجہ سے اس نے اپنا فیصلہ. قرار رکھا۔ وہ اپنے ہی کھودے ہوئے ڈھے میں جا ی۔''منصور نے دانستہ طور پ حور یہ کا م نہیں لیا تھا کیو وہ مرجان اور یقوت کی میں ا ماں کو نہیں ا چاہتا تھا۔ وہ دونوں سمجھ چکے تھے۔

''نہیں۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ جھٹکا اور پیچھے ہٹا۔''تم۔تم لوگ۔تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔وہ۔وہ ایسا نہیں کر سکتی۔''وہ دیوانہ وار پیچھے ہٹ رہا تھا۔

''بھروسہ۔کیا وہ تم پ بھروسہ نہیں کرتی؟'' آج ضرار کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح. سے تھے۔

. ب دوم

''لا''

ا روشن سی صبح لاہور کے اس پ کے در ت والے گھر پ ا ی تھی۔سعدیہ لاونج سے منسلک کچن میں جلدی جلدی ش تہ بنا رہی تھی۔ یجہ بیگم اسکے سرہانے کھڑیں اسکو کچھ ضروری ہدایت دے رہی تھیں۔اور خود وہ ت میں چیچ رہی تھیں۔زاو یر کو ختم ہوئے ا ماہ ت چکا تھا۔ان کی ز ں معمول پ آ رہی تھیں۔خیام قریشی کی نہ سہی یجہ بیگم کی۔کیو ا د زاو یر نے جو بو وہی کا ڑ۔اور ا لئے یہ کافی تھا کہ ا بیٹی ا پ س صحیح سلامت پہنچ گئی تھی اور انکا شوہر اب ٹھیک تھا۔

رشتہ دار تعز ت کے لئے آتے تھے۔ خیام قریشی کو ڈاکٹرز نے کر دیا تھا کسی بھی ایسی ب ت ی کرنے سے جن سے انکا بلڈ پ ڑھنے کا ش ہو۔!اس لئے یجہ بیگم خود ہی آنے والوں کو دیکھ لیتی تھیں۔

''بی بی۔!صفا ابھی نہیں جا گی کیا؟''سعدیہ نے پ اٹھا تو ے پ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے جگا دیا تھا۔فجر پ ھ کر دو ارہ سو گئی ہو گی۔''انھوں نے مصروف سے ا از میں جواب دیا تو سعدیہ نے سر ہلا دیا۔

''کیا آپکو نہیں لگتا کہ صفا بہت. ل سی گئی ہے۔؟''سعدیہ کام کے ش ان کے ساتھ ہلکی پھلکی ب تیں کرتی رہی۔

''سعدیہ۔!میری بیٹی ا سروائیور ہے۔وہ. یہاں سے گئی تھی تو وہ صفا قریشی تھی۔میری صفا جس کو کبھی م ہوا نے نہیں چھوا تھا۔۔''

''ہاں۔سوائے زاو یر کے۔''سعدیہ نے دلا لازمی سمجھا۔۔صفا کو بے شک یجہ بیگم نے زوں میں پالا تھا وہ اسکو پھر بھی زاو یر کے ر پ سے بچا نہیں پ تھیں۔جس کا ا گہرا اث صفا کی شخصیت پ موجود تھا۔

''خیر۔!وہ ب تیں مت دہرا یا کرو۔اس نے بہت کچھ سہا ہے سعدیہ۔!اس لئے وہ اب پہلے جیسی نہیں ہے۔''انھوں نے افسوس سے سر جھکائے ہی اپنا کام جا ری رکھا۔

او پر سیڑھیاں چڑھیں تو دو کمرے چھوڑ کر اسکا کمرہ تھا۔ کمرے کی کھڑکی مشرق کی جانب کھلتی تھی۔ وہ اس وقت ایک سفید کھدر کے سوٹ میں تھی۔ جس پر ہلکا ہلکا سا سرخ رنگ کے دھاگے سے کام ہوا ہوا تھا۔ گلے میں سرخ دوپٹہ۔ سنہرے بالوں کی چوٹی میں بندھے ہوئے اسکے دونوں کی پشت پر جھول رہے تھے۔ وہ کھڑکی پر جھکی سورج کی سنہری کرنوں کا لمس اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ گلاس وِنڈوز سے دکھائی دیتا سنہری سورج اپنے ساتھ زندگی کی نوید لے کر آیا تھا۔ وہ یوں ہی وہاں کھڑی رہی۔ سامنے لان میں ایک منظر تھا۔

اس منظر میں وہ ایک ڈھیلی سی بنا آستینوں کی سیاہ شرٹ اور سیاہ ڈھیلا سا ٹراوزر پہنے ورزش کر رہا تھا۔ وہ وہاں پش اپس کر رہا تھا۔ اسکے بال اسکے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ دلکش شربتی آنکھوں والا شہزادہ اپنے کسرتی بدن اور بازوؤں کی مچھلیوں کو بڑے فخر سے کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

اسی دوران ایک چھوٹی سی تین سالہ بچی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس جانب آئی۔ اور آ کر اپنے باپ کی پیٹھ پر سوار ہو گئی۔

''آہ۔ دینا۔!'' وہ پش اپس کرتا رہا۔ ایک پل کو رک کر اس نے دینا کو اپنی پیٹھ پر ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ دینا نے اسکے بالوں کو جو اسکی دونوں کی پشت کو ڈھک دیتے تھے اکس کے پکڑ لیا۔'' آہ دینا۔! کیا کر رہی ہو میری پنسز۔'' اس نے مصنوعی رونے والے انداز میں کہا تو دینا کا معصوم سا قہقہہ گونجا۔

''بالکل۔ صرف دینا کے بالوں۔!'' وہ بھی خوشی سے مسکرا دیا۔ اب ان دونوں باپ بیٹی کے قہقہے فضا میں گونج رہے تھے۔ وہ وہاں کھڑی اس خوبصورت منظر کو دیکھ رہی تھی۔

''صفا۔!'' عقب سے آواز آئی تو وہ منظر ہوا میں ہی کہیں تحلیل ہوا۔ اس نے ایک پل کے لئے آنکھیں جھپکیں۔ اور مڑ کر دیکھا۔ سعدیہ ادھ کھلے دروازے میں کھڑی تھی۔ پھر اس نے مڑ کر دوبارہ لان کی جانب دیکھا۔ منظر خالی تھا۔

وہ پاکستان میں تھی۔ ہر رات سونے سے پہلے جو آخری منظر اسکی آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا وہ مصر میں گزرا کوئی لمحہ ہوا کرتا تھا۔ اور اسکی ہر صبح بھی مصر کی کسی خوبصورت جگہ سے ہی شروع ہوا کرتی تھی۔ اور اس کے درمیان وہ بس مصروف رہتی تھی۔

''ہاں؟'' وہ دوبارہ مڑی۔

''ناشتہ تیار ہے۔'' سعدیہ نے اسکی خالی آنکھوں میں جھانکا

''ہمم۔ میں آ رہی ہوں۔'' صفا نے مسکرا کر جواب دیا اور ایک آخری بار منظر دیکھا۔ وہ خالی تھا۔ پھر اس نے پردہ اگرا دیا۔

نیویارک سٹی میں اس وقت ابھی رات ہو رہی تھی۔ کتنا عجب اتفاق ہے کہ ایک ہی دن میں ایک ہی سورج ہونے کے باوجود کہیں تاریکی ہے تو کہیں اجالا۔ یہ تضاد بہت خوبصورت ہے۔ خدا کی بنائی ہر شے میں تضاد موجود ہے۔

ایک سفید ٹائلوں والا گھر جس کی چھت پر سرمئی ٹائلز لگی ہوئی تھیں۔ پینٹاگون شکل کے دو فرنٹ تھے۔ ایک کا رخ مشرق کی جانب تو دوسرے کا رخ شمال کی جانب تھا۔ وہ خوبصورت چھوٹا سا گھر اس وقت سیاہ رات کی لپیٹ میں تھا۔ شمال کی جانب بڑی بڑی چھ گلاس وِنڈوز تھیں۔ جن پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ وِنڈوز لاونج میں تھیں اور آخری وِنڈو کے بعد ایک دروازہ تھا جو سامنے لان میں کھلتا تھا۔ اس دروازے سے لان میں اترنے کے لئے چھوٹے چھوٹے چار زینے بنے ہوئے تھے۔ اور لوہے کی ریل لگی ہوئی تھی۔ جو رخ مشرق کی جانب تھا اسکے سامنے دو گلاس وِنڈوز تھیں۔ اور اوپر منزل کی دیوار میں ایک گلاس وِنڈو کے ساتھ ایک اور وِنڈو تھی جو غالباً لکونی تھی۔ اسکا گلاس ڈور بھی بند ہی تھا۔

جبکہ شمال کی جانب والی منزل پر ایک بڑی سی گلاس وِنڈو تھی جس کے تین حصے تھے۔ اور وہ الگ الگ پٹ سلائیڈ ہوتے تھے۔

لان زیادہ بڑا نہ تھا۔ اتنا تھا کہ وہاں بچے کھیل اور چہل قدمی کی جا سکے۔ چھوٹا سا گیٹ کھلا تو ایک آدمی چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ لان میں سے چلتا ہوا آیا۔ لان میں بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ پودے لگائے گئے تھے۔ اور اس گھر کی دیوار کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے سبز پودے لگائے گئے تھے۔ وہ شخص ایک سفید ڈریش شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھا۔ اسکے ایک ہاتھ پر اسکا کوٹ ٹنگا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ چمکتے جوتے اور ماتھے پر آتے سیاہ بال۔ لان میں لگی چھوٹی چھوٹی

لائیٹس سے اسکے چہرے کے ش واضح ہوئے۔ وہ شربتی آنکھوں والا ا کسرتی وجود کا مالک مرد تھا۔ جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا وہ چار زینے پ ھ ۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی۔ اس نے وہ چابی گھمائی تو وہ لکڑی کا دروازہ کھلتا ۔

لاونج میں ا صوفہ ٹ اور بس ا ایل ای ڈی ٹیبل اور ا ملحقہ کچن، کچن اور لاونج کے ن ا چھوٹی سی پ رٹیشن بنائی گئی تھی۔ اور اس پ رٹیشن کے پ س ا ڈائیننگ ٹیبل تھا جس کی چار کرسیاں تھیں۔ اس نے اپنا کوٹ ا ڑے صوفے پ اچھالا اور وہ. لیف کیس ہاتھ میں پکڑے ہی کچن کی جا . ھ ۔ اس نے وہ بیگ کچن کاونٹر پ رکھا اور فریج کھولی۔ پ نی کی ا بوتل نکالی اور کیبنٹ سے ا گلاس نکال کر کاونٹر پ رکھا۔ پ نی گلاس میں ا ٹ یلا اور بوتل واپس فریج میں رکھ کر مڑا۔ اس نے ا ہاتھ سے پ نی کا گلاس لبوں سے لگا اور دوسرے ہاتھ سے اس کیس کا لاک کھولا۔ پ نی ختم ہو تو گلاس واپس رکھا۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے اس کیس کو کھولے کھڑا تھا۔

اس کیس میں کچھ کاغذات تھے۔ اسی دوران اسکی پینٹ کی . . میں موجود موبائل پ ا نوٹ ی ش آ ۔ اس نے اسی طرح کھڑے کھڑے موبائل سامنے کیا۔

''مز کوئی تخر . کاری کرنے کا ارادہ ہے تو ک کردو۔ نہ تو تم میرے داماد ہو اور نہ میں تمہارا سسر''

مختصر سا پیغام تھا۔

''خبیث۔'' اس نے لفظی گالی سے نوازتے ہوئے فون واپس . . . میں رکھا۔ پھر اس نے اس. لیف کیس میں پڑے کاغذات نکالے۔ وہ کسی طرز کے ا ٹ میشن پیپرز تھے جن پ کچھ طا . علموں کے م اور ا تصویروں کے ساتھ ساتھ ا کوائف درج تھے۔ ا. اہیم نے کچھ د ان کاغذات کو کھنگالا اور پھر واپس اسی. لیف کیس میں رکھ دیئے۔ وہ ابھی کھڑا. لیف کیس کے لاک بند کر رہا تھا کہ اسکو اپنی ٹ نگوں کے پ س کسی کا لمس محسوس ہوا۔ اس نے جھک کر دیکھا تو وہاں ا چھوٹی سی بچی کھڑی تھی۔ جس کے آدھے . ل ا پونی میں بندھے تھے اور . قی کے بھورے گھنگر لے . ل اسکی دن پ بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ا سفید ز کا پھولا ہوا فراک پہنے ننگے پ وں اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کئے کھڑی تھی۔

''میری پ ۔'' اس نے جھک کر دینا کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔

''دینا . .۔'' اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ا. اہیم کے چہرے پ پھیرے۔ ز شیو کیے چہرے پ چھوٹے چھوٹے . ل ابھرے ہوئے تھے۔ وہ کھردرا سا لمس دینا نے اپنی ہتھیلیوں پ محسوس کرتے ہاتھ پیچھے کھینچا۔

''اب کیا ہوا۔ کرو پیار . . کو۔ کہتے اس نے اپنا چہرہ دینا کے چہرے سے مس کیا اسکی داڑھی دینا کو چبھ رہی تھی۔ وہ قہقہے لگاتی پیچھے ہٹی۔ اسکو گدگدی ہو رہی تھی۔ ''اب بتاو۔ کرو نہ پیار . . کو'' وہ اسکو گدگدی کرتا ہوا لاونج میں لے آ ۔ اور اسکو لئے صوفے پ بیٹھا دینا نے اسکے گلے میں . نہیں ڈال دیں۔ وہ اسکا انتظار کر رہی تھی۔ ''سو کیوں نہیں میرا ٹ ابھی ۔'' وہ اسکے . ل سہلا رہا تھا۔ دینا خاموش سی اسکے ساتھ لگی رہی۔ ''چینج بھی نہیں کیا ابھی دینا نے؟''

''نو . . دینا مس . .۔'' وہ بولی تو شربتی آنکھیں ر ہو گئیں تھیں۔ دل میں ا ٹیس اٹھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹیس اسکو دور کہیں گھسیٹ کر لے جاتی اسکو ا اور آواز میں متوجہ کیا۔

''. . آپ آ گئے؟'' وہ یقوت تھا۔ اپنے ٹ ڈریس میں موزے پہنے ہوئے وہ بکھرے سے . ل لئے جمائی روکتا ہوا اسکے پ س آ کھڑا ہوا۔ ا. اہیم نے مسکرا کر اسکو دیکھا۔ اور پھر اسکو بھی اپنی آغوش میں لے کر پیار کیا۔ ''آپ لوگ سوئے نہیں ابھی؟'' وہ یقوت کے . لوں میں ا ں ۔ پوچھ رہا تھا۔

''بس سو ہی ا تھا آپکی اور دینا کی . توں سے اٹھ ا ۔'' اس نے جھوٹ بولا تھا۔

''اور جیسے میں جا ہی نہیں کہ اس گھر کا ہر کمرہ سا وٹ پ وف ہے۔'' ا. اہیم نے اسکا جھوٹ فورا پکڑ لیا تھا۔ ''اچھا ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا تھا آپکا۔ اور دینا بھی۔'' اس نے ہار مانی۔ ''دینا نے چینج کیوں نہیں کیا ابھی ۔ ؟'' ا. اہیم نے وہی سوال اب یقوت سے کیا۔ زہرہ نے کروا چاہا دینا نے ضد رکھی کی . . کو ڈریس دکھانی ہے۔ یقوت نے مسکراتے ہوئے دینا کے گال پ ہاتھ پھیرا۔ دینا فورا چہک کر سامنے ہوئی اور اپنا پھولا ہوا فراک دکھایا۔ تو ا. اہیم نے اسکے پھولے ہوئے گال پ بوسہ دیا۔

''میری پ تو ہمیشہ پ ہی رہے گی۔ ڈریس کوئی بھی ہو۔ کھا کھا لیا تھا؟'' اس نے اب یقوت سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

'اور آپ نے . . ؟'' یقوت نے اپنے . پ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔'' یہ لفظی جواب دے کر وہ یہیں پہ آ کے تھا۔

''۔۔یونو واٹ۔۔آپکو جھوٹ نہیں بولنا آتا۔'' قوت نے کہا تو ابیہم دینا کو اٹھائے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلو۔تم لوگ سو جاو۔مجھے تھوڑا کام ہے۔'' وہ ان دونوں کے لئے اس کمرے میں آیا۔انکا کمرہ اوپر فلور پہ ہی تھا۔کہ کہیں دینا بے دھیانی میں سیڑھیاں اترتے ہوئے گر جائے۔کمرے کا دروازہ کھلا تو وہاں دو بیڈ اور ایک بے بی کاٹ تھا۔قوت آکر اپنے بیڈ پہ لیٹ گیا۔جبکہ ابیہم دینا کو اٹھائے ڈریسنگ میں گیا۔واپس آیا تو وہ دینا کو چینج کروا چکا تھا۔دینا کو اسکے کاٹ میں بٹھا کر کچھ کھلونے اسکے سامنے رکھے۔وہ کھیلنے لگی۔

وہ چلتا ہوا دوسرے بیڈ کے پاس پہنچا۔جہاں سیاہ آنکھوں والا لڑکا ٹکٹکی باندھے چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ابیہم نے جھک کر اسکے ماتھے سے بال ہٹائے اور وہاں ایک محبت بھرا لمس چھوڑا۔اس لڑکے کی آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت نہ کی۔وہ ویسے ہی چھت کو گھورتا رہا۔قوت اب اس جانب کروٹ لئے ہوا تھا۔ابیہم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکے سرہانے ہی بیٹھ گیا۔

''مرجان۔!تم ٹھیک ہو؟'' وہ مدہم سی آواز میں بولا تو اس نے ایک پلکیں جھپکیں۔''ہمم۔تو پھر اداس ہو؟'' وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔اس نے دو پلکیں جھپکیں۔ابیہم کا دل ٹکرہ گیا۔''میرے شہزادے۔!تم بول کر جواب دے تو ہو۔'' اسکی آواز میں نمی تھی۔جبکہ وہ سیاہ آنکھوں والا لڑکا اسی حالت میں لیٹا رہا۔''مرجان۔!'' اب کی بار ابیہم کی آواز بھرا گئی۔''میرے بچے۔! کچھ نقصان ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے۔ہم لوگوں کو جانے سے نہیں روک سکتے۔یہ زندگی بہت مختصر ہے مرجان۔ہم بس یہاں اپنا کردار ادا کرنے آئے ہیں دیٹس اٹ۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے دل پہ زور دیا۔قوت نے بے بسی سے ہر رات ہونے والی کاروائی دیکھی۔یہ ہر روز کا معمول تھا وہ بس ایک کاوش تھی جو وہ روز کیا کرتا تھا۔ایک ناکام سی کاوش۔

قاہرہ میں اس وقت دن پوری طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔کرداوی مینشن میں اس وقت زندگی بحال ہونا شروع ہو گئی تھی۔گیٹ کھلا تو ایک نوجوان لڑکا جس کے بال سیاہ تھے اور آنکھیں تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔وہ ایک ڈھیلا ساٹ اوزار اور ٹی شرٹ پہنے جس کی آستینوں سے اسکے پھولے ہوئے بازو دکھائی دیتے تھے۔وہ کانوں میں ائیر پیس لگائے۔ہر نکلا تھا۔پیروں میں جوگرز۔یقیناً اور جاگنگ کے لئے نکلا تھا۔فجر ہو چکی تھی۔ابھی دن مکمل شروع نہیں ہوا تھا۔اس کے لئے شروع ہو چکا تھا جو کہ سویا ہی نہیں تھا۔وہ یوں ہی بھاگتا جا رہا تھا۔روڈ کے کنارے کنارے وہ اپنے پھولتے تنفس کے ساتھ جاگنگ کرتا جا رہا تھا اسکے ماتھے پہ سیاہ بال لگے ہوئے تھے جو اب پسینے کی وجہ سے گیلے ہو چکے تھے۔اسکے موبائل پہ کوئی نوٹیفیکشن آیا تو اس نے اپنی رفتار آہستہ کر دی اور دفعتاً اپنا موبائل نکال کر دیکھا۔

''اگر سسر میرا راستہ نہیں روک سکا تو اسکا بے کار بھتیجا کیا روکے گا۔''

''کمینہ۔'' یہ لفظی گالی دیتے اس نے فون واپس جیب میں رکھا۔

''اوچ۔!دکھائی نہیں دیتا کیا؟'' اس نے ہڑبڑا کر دیکھا تو اس سے ٹکرا کر ایک صنف نازک زمین بوس ہو چکی تھی۔

''محترمہ۔!میرے راستے میں آپ آئی ہیں۔نہ کہ میں۔'' وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اس کو دیکھ رہا تھا جو ایک بلیک جینز کی پینٹ اور ایک سیاہ لیدر جیکٹ میں ملبوس تھی۔اسکے سر پہ ہونے کے باعث حجاب۔وہ اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جس کی شہادت کی انگلی سے خون نکل آیا تھا۔

''سیریسلی؟'' وہ تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے وہی انگلی کھڑی کر کے اسکو کچھ کہنا چاہا جس میں سے خون نکل رہا تھا اسکا چہرہ دیکھتے ہی وہ خاموش ہو گئی۔

''جی۔سیریسلی؟'' اس نے ایک جانب سر کایا اور دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال لئے۔

''آ۔آپ؟'' وہ لڑکی ہکلائی۔

''جج۔جی۔مم۔میں۔'' اس نے اسکے ہکلانے کا مذاق اڑایا۔

''آپ یہاں رہتے ہیں؟'' اس نے اسکے عقب میں دیکھا وہ کرداوی مینشن تھا۔سابق صدر کے مینشن کو کون نہ پہچانتا۔وہ لوگ روڈ پہ تھے پھر بھی وہ مینشن اپنی پوری شان سے کھڑا دکھائی دیتا تھا۔اور اسکے آس پاس اور کوئی عمارت بھی نہ تھی۔

''آپ سے مطلب؟'' وہ پ سکون سا دکھائی دیتا تھا۔

''نن۔نہیں۔کچھ نہیں۔'' اس نے کندھے اچکا کر اپنا ا چھوٹ سا بیگ اٹھا یا جو ابھی ت زمین پ ا ہوا تھا۔وہ آگے ب ھ ے۔

''او۔ہیلو۔۔'' وہ کچھ ے دآتے اسکے پیچھے بھا گی۔

''جی فرما ۔'' وہ کوفت زدہ سا رک ے۔

''میری انگلی آپکی وجہ سے زخمی ہوگئی۔'' اس نے اپنی انگلی سامنے کی جس کا خ ن ٹوٹنے کی وجہ سے خون نکل آ تھا۔

''اوہ۔مائی بیڈ۔'' کہہ کر وہ آگے کو جھکا۔وہ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔اس نے آگے ب ھ کر اسکی اس مخروطی انگلی پ ا پھوک ماردی۔''ازاٹ اوکے و؟'' وہ اب آنکھیں مٹکا کر اسکو مز ت پ پ ھا ے تھا۔

''ہونہہ۔'' اس نے پ وں پٹکے اور وہاں سے چلی گئی۔وہ کچھ د ا سکی پشت کو دیکھے ے اور پھر سر جھٹک کر آ ے ب ھ ے۔

وہ لڑکی چلتی ہوئی کرداوی مینشن کے گیٹ پ پہنچی۔

''کیا چاہیے۔'' ا گارڈ اس کے پ س آ ے۔

''مجھے حسن کرداوی کو ا پ رسل ڈیلیور کر ہے۔'' اسنے پ اعتماد لہجے میں جواب د ے۔

''لاو۔مجھے دو۔'' گارڈ نے ہاتھ آگے ب ھا د ے۔

''کیا واقعی۔؟ کیا تم اس قابل ہو کہ اسکے پ رسل کر چھو کر د کھ سکو؟'' اس نے گارڈ کی آنکھوں میں دیکھا۔گارڈ ہڑ ب ا پھر اس نے اپنا ت ش ق رار رکھا۔

''سر گھر میں نہیں ہیں۔۔اس لئے ابھی تم ان سے نہیں مل سکتی۔''

''کس نے کہا کہ مجھے ان سے ملنا ہے۔مجھے بس یہ پ رسل دینا ہے۔'' اسنے پ سکون ا از میں کندھے اچکا دیئے۔

''کمال ہے۔'' وہ گارڈ اسکی د ہ دلیری پ حیران ہوا۔

''کون ہے؟'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا عقب سے آواز آئی۔

''سر۔یہ کوئی لڑکی ہے۔کہتی ہے سر کو پ رسل دینا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں تم اپنا کام کرو۔'' کہہ کر اسکو جانے کا حکم د ے۔وہ منصور تھا۔''بولو۔'' اس نے پ س آتے سرگوشی کی۔

''اس نے سینائی کے مجاہدوں کو وہیں رکھا ہوا ہے۔ا قید خانے میں۔'' اس لڑکی نے بیگ میں سے کچھ ٹٹولتے ہوئے بتا ے۔

''ہمم۔ٹھیک ہے عینا۔ تم اب جاو۔جا ہو ہم ۔ پل پل ٹ لیس ہو رہے ہیں۔حتی کہ ہماری فون کالز بھی۔'' منصور کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

''جا ہوں۔اسی لئے یہاں آنے کا رسک لیا ہے۔'' وہ ب ٹ ائی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں؟'' ا بھاری آواز وہاں گو تو ان دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

''سر۔وہ۔یہ۔لڑکی۔'' اس سے پہلے کہ منصور کچھ کہتا حسن نے ا ر آتے ہوئے اسکو ہاتھ کے اشارے سے پ کروا د ے۔اب منصور اور عینا دونوں کے چہروں کے ر اڑ چکے تھے۔

''یہ لو۔'' اس نے اپنا کارڈ نکال کر عینا کی جا ب ھا ے۔وہ ا کریڈ ٹ کارڈ تھا۔

''کیا؟'' عینا نے ب سمجھی سے دیکھا۔

''تمہیں میری وجہ سے چوٹ لگی اسی کا ہرجانہ مانگنے آئی ہو۔'' وہ کارڈ آگے ب ھا ت ہوا بولا۔عینا نے ہڑ ب ا کر اپنی انگلی کو دیکھا جس پ لگا خون خشک ہو چکا تھا۔''بس علم ہو جائے کہ حادثہ کسی امیر شخص کی وجہ سے ہوا ہے۔آ جاتے ہیں اپنا ۔ مانہ وصول کرنے۔پھر خواہ ا خ ن ہی کیوں نہ ٹوٹ ہو۔'' وہ ب ٹ ا۔سامنے کھڑی عینا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔اسکا دل کیا اس وقت سامنے کھڑے اس مغرر شہزادے کا منہ نوچ لے اپنے ٹوٹے ہوئے خ ن سے ہی۔''یہ لو۔اپنا علاج کرواو۔اور ہاں۔'' اس نے کارڈ پیچھے کھینچا۔''

اپنے لئے کوئی ڈھنگ کے کپڑے لے لینا۔'' کہتے وہ تمسخرانہ انداز میں ہنس دیا اور کارڈ عینا کے ہاتھ میں تھماتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے منصور کو دیکھا۔ منصور ہنس دیا۔

''جاؤ عیش کرو کرداوی کے مال پہ۔'' وہ ہنستے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ عینا نے وہ کارڈ مٹھی میں دبایا اور پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

''سمجھتا کیا ہے یہ خود کو مغرور چھچھورا۔''

نشستے کی میز پہ صفا اور نسیجہ بیگم موجود تھیں۔

''آج کالج سے چھٹی کر لیتی۔'' انھوں نے ایک لقمہ لیتے ہوئے صفا کی جانب دیکھا۔

''نہیں امی۔! آج اسائنمنٹ جمع کروانی ہے۔ اور پھر شام کو آفس بھی چکر لگاؤں گی۔ اس لئے آج تو نہیں کر سکتی۔'' اس نے جوس کا گلاس واپس میز پہ رکھا۔

''ہمم۔ کچھ لوگ آ رہے تھے۔'' انھوں نے اتنی مدہم آواز میں کہا کہ صفا کو بمشکل سنائی دیا۔

''کس لئے؟'' اس نے آملیٹ کو کاٹا اور چھری کی مدد سے کاٹتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔

''وہ تمہیں دیکھنے۔'' وہ کہتے کہتے رک گئیں۔ انھوں نے صفا کے ہاتھوں کی حرکت رکتے ہوئے دیکھی۔ اس نے کاٹا اور چھری واپس پلیٹ میں رکھ دیئے۔

''امی۔! اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوگی۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔'' وہ ہاتھ پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''صفا۔! آپ بات کریں گی؟'' انھوں نے بے چارگی سے دن اٹھا کر دیکھا۔

''امی۔! جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔ میرا جس سے نکاح ہونا تھا ہو چکا۔ اس لئے اب آپ لوگ اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیں۔'' سعدیہ اسکا بیگ اور فائل فولڈر لے آئی تو صفا نے اس سے وہ چیزیں پکڑ لیں۔ اس نے ایک سیاہ عبایہ پہنا ہوا تھا اور سر کے اوپر سرمئی رنگ کا حجاب تھا جس میں سے اسکا کسی بھی طرح کے میک اپ سے عاری چہرہ گلاب کی مانند کھل رہا تھا۔

''لیکن وہ نکاح بس اب ختم ہو چکا ہے۔'' نسیجہ بیگم کے لہجے میں سختی در آئی۔ ''اور میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی زندگی دوبارہ شروع کرو۔'' وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''امی پلیز۔ نکاح بس ایک رسم ہوتا ہے اور وہ ہو چکا۔ جہاں تک ختم کرنے کی بات ہے وہ نکاح میری مرضی کے بنا کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ پلیز۔ یہ بحث نہ کریں۔'' کہتے ہوئے صفا کے اب قدرے ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ آگے بڑھی اور نسیجہ بیگم کو گلے سے لگایا۔ ''میں بعد میں مل کر آتی ہوں۔'' وہ انکا کندھا تھپتھپا کر اوپر فلور کے ہی ایک کمرے میں چلی گئی۔

دروازے پہ دستک دی اور معمول جواب نہ پا کر وہ خود ہی اندر چلی گئی۔ سامنے لیٹے ہوئے شخص نے اسکو اندر آتے دیکھا تو رخ پھیر کر آنکھیں موند لیں۔ اور اس دروازے سے اندر آتا ہوا وجود ایک لرزیدہ ریزہ ہوا تھا۔ اس نے لمحے کے اندر رہی خود کو کمپوز کیا اور ایک مصنوعی سی مسکراہٹ سجائے آگے بڑھ آئی۔ اس نے نرمی سے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور جھک کر اسکا دیکھا۔ بند آنکھیں لرز رہی تھیں۔

''بابا۔! کیسے ہیں آپ؟'' اسکی بھیگی سی آواز برآمد ہوئی۔ جواب میں سناٹا چھایا رہا۔ صفا نے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے ہی دھکیلا۔ ''آج شام کو میں آفس جاؤں گی۔ ایک پراجیکٹ ملنے کی امید ہے زریب بھائی نے کچھ دیکھ لیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں میٹنگ میں موجود ہوں کیونکہ اونر زمیں سے کسی کی موجودگی زیادہ اہم ہے۔'' وہ خالی خالی دماغ سے اسے بتا رہی تھی۔ جبکہ وہ کوئی بھی تاثر دیئے بنا لیٹے رہے۔ ''بابا۔!'' آخر کا اسکی آواز بھرا گئی۔ انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو جانے کا کہا تو صفا کی آنکھوں میں ٹھہرا پانی بہہ گیا۔ وہ آگے بڑھتی ہوئی پلٹی تو دروازے میں نسیجہ بیگم کھڑی تھیں۔ ایک ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹرے میں پانی کا گلاس اور کچھ دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ صفا نے ایک پل کو رک کر اسکو آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں صرف ملال تھا رنج اور غم تھا۔ پھر وہ آگے صاف کرتی وہاں سے نکل گئی۔

پینٹاگون شکل والے گھر کی اوپری منزل کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد پردہ ہٹا اور وہاں اب کوئی کھڑا تھا۔ ایک سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ہی ڈھیلا سا ٹراوزر پہنے۔ اسکی ٹی شرٹ کی آستینوں سے اسکے کسرتی بازو پوری شان سے جھانک رہے تھے۔ اسکے ایک ہاتھ میں اسکا موبائل فون تھا جبکہ دوسرے میں ایک پیپر تھا۔ جس میں غالباً

بلیک کافی تھی۔ ٹ واسیال مائع۔ لکل اسکی زندگی کے مترادف۔ کمرے کے اندر ایک دیوقامت بیڈ تھا اور بس ایک چھوٹا سا کاوچ۔ واش روم کے ساتھ ہی اٹیچڈ ایک چھوٹا سا ڈریسنگ روم تھا۔ وہ اس وقت اپنی کھڑکی میں کھڑا موبائل پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ کہ ای میل کس اوپن ہوا۔

''ٹین آوٹ آف ہنڈرڈ۔'' بس مختصر سا پیغام تھا۔ اس پیغام کو پڑھ کر اسکے چہرے پہ پہلے مایوسی ابھری پھر وہ قدرے پرسکون ہوگیا۔

''اس نے جواب ٹائپ کر کے فون بند کر کے ٹراوزر کی جیب میں رکھا۔ اب اپنے رخ پھر سے اسکے چہرے پہ بے چینی سی تھی۔ کہ اسکو اپنے دائیں کندھے پہ لمس محسوس ہوا۔ وہ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔ پھر سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ مدہم سا مسکرایا۔

وہ سفید پوشاک میں ملبوس ایک خوبصورت مصری شہزادی تھی۔ پورا سا چہرہ اور وہی خوبصورت آنکھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور ابراہیم کے چہرے پہ پھیرا۔ وہ سکون سے آنکھیں موند گیا۔

''کیوں تھکاتے ہیں خود کو؟'' ایک سرسراتی آواز نے اس کمرے کے سکوت کو توڑا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں تھیں۔

''یہ میرے جینے کا مقصد ہے۔''

''کیا مقصد اتنا اہم ہوتا ہے؟'' وہ مزید قریب ہوئی۔۔ اور اسکے ہاتھ سے وہ پلے کر کھڑکی کے پاس پڑے ایک چھوٹے سے اسٹول پر رکھ دیا جہاں ایک چھوٹا سا پلانٹ پوٹ پڑا تھا۔ اور اس میں ایک سبز پودا لگا ہوا تھا۔

''ہاں۔ مقصد ہی حیات ہوتا ہے۔ بنا مقصد کے زندگی تو جانور جیتے ہیں۔ اگر مقصد نہ ہو تو انسان دیمک لگا پیڑ بن جاتا ہے جو نہ اپنے کسی کام کا رہتا ہے اور نہ دوسروں کے۔'' آنکھیں ہنوز بند تھیں

''کیا میں یاد آتی ہوں؟''

''تم کبھی بھولی ہی نہیں۔'' وہ بند آنکھوں سے مسکرایا۔

''تو کیا کسی کو یاد کرنے کے لئے بھلانا پڑتا ہے؟'' وہ بھی مسکرائی۔

''جو روح کا حصہ ہوں۔ وہ بھول نہیں پاتا اور جو کبھی بھلائے ہی نہ جا سکے اسے یاد کیا کرنا۔ میری ہر سانس میں تمہارا نام شامل ہے۔ کوئی سانس تمہارے نام سے غافل نہیں ہے لہذا کیسے بتاوں کہ کس سانس نے تمہیں پکارا ہے اور کس نے نہیں۔'' وہ مصری شہزادی کھلکھلا کر ہنس دی۔

''باتیں بنانا کوئی آپ سے سیکھے۔''

''اور اپنے قہقہوں سے مجھ میں زندگی بھرنا کوئی تم سے سیکھے۔'' کہہ کر وہ بے ساختہ آگے بڑھا۔ اسکا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ بے اختیار آنکھیں کھل گئیں۔ شربتی آنکھیں نم تھیں۔ سامنے کوئی نہ تھا۔ منظر جو وہ بند آنکھوں سے دیکھ رہا تھا آنکھیں کھلتے ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اسکا وہ پسندیدہ اسٹول پڑا ہے۔ جہاں حوریہ نے رکھا تھا۔

اس نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ اور پلٹ کر کچن میں لے آیا۔ ہر روز کی طرح آدھا پسند میں بہا دیا اور پھر دھو کر واپس رکھا۔ اس نے کاونٹر پر رکھا وہ بریف کیس اٹھایا اور اسکو لئے اپنے روم کی سیڑھیاں پڑھ گیا جیسے ہی لاونج میں سناٹا چھایا تو ابراہیم کی لاسٹ آن ہوئی۔ دو چھوٹے سے آنسو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کچن تک آئے۔ ایک نے جھک کر دوسرے کو اٹھا کر کاونٹر پہ بٹھایا اور فریج کھولا۔

''بھائی۔ آئیش کریم۔ آئیش کریم۔!'' وہ کاونٹر پہ بیٹھی پاوں جھلا جھلا کر فرمائش کر رہی تھی۔ مرجان جو کہ فریج کھولے کھڑا تھا پلٹ کر ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اسکو چپ کروانے لگا۔ کہ دینا نے فوراً اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

پھر مرجان نے خاموشی سے آئیس کریم کا ڈبہ نکالا اور ایک چمچ اٹھایا۔ اس نے کٹوری میں نکالنا بھی منا سب نہ سمجھا۔ ویسے ہی کھڑا کھڑا دینا کو آئیس کریم کھلانے لگا۔

''یمم۔۔ دینا از پیپی۔'' وہ دنیا جہان کی خوشیاں بجاتے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگی۔ مرجان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ بس اپنا کام کر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں دینا نے بس کرنے کا اشارہ کیا تو مرجان نے ٹیشو سے اسکا چہرہ صاف کیا۔ ڈبہ بند کر کے فریج میں رکھا اور اسکو کاونٹر سے اتار کر اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ لوگ

ا ٰ رجا چکے تھے۔سیڑھیوں پ کوئی اداس سی مسکراہٹ لئے ۔ ۔ ۔ زو ۔ پ ٹ ان کو دیکھ رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو جاو گے۔ مجھے یقین ہے۔''اس نے ۔ یف کیس کے ہینڈل پ ۔ فت مظبوط کی اور سیڑھیاں پ ڑھ ۔ ۔

صفا کالج میں مصروف رہی تھی۔اس نے کوئی دو ۔ نہیں بنا ۔ تھا۔کچھ لڑکیاں ہمدردی کے طور پ اسکے پ س آ کر بیٹھ جا ۔ کرتیں وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہتی تھی۔اسکے ٹیسٹس کی پ فارمنس بہت اچھی ہوگئی تھی۔واپس آ کر اس نے اپنے وہی کلاسز جاری رکھی تھیں جو وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ا پ یل ۔ اسکے سالانہ امتحان متوقع تھے۔اس لئے وہ اب سر توڑ محنت کر رہی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ شام کو آفس کا چکر بھی لگا ۔ کرتی تھی۔کچھ ہی دنوں اور ہفتوں میں اس نے آفس کے معا ت بھی سمجھنا شروع کر دیئے تھے۔ زر ۔ یب بہت قابل لڑکا تھا۔اس نے ۔ کچھ اچھی طرح سنبھال رکھا تھا۔خیام قریشی میں فی الحال آفس آنے جانے کی سقت نہ تھی اور نہ ہی ڈاکٹرز نے ا اجازت دی تھی۔

آج بھی وہ اپنا کام ۔ ٹ کر کالج گیٹ پ کھڑی اپنی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ ۔ اسکو دور کھڑا ا ۔ آدمی آ ۔ ۔ وہ بھی ا ۔ جونوان سا لڑکا ہی تھا۔صفا نے غور سے دیکھا۔وہ ا ۔ پی کیپ پہنے ہوئے اپنی گاڑی کے بو ٹ سے ٹیک لگائے بظاہر اپنے مو ۔ ئل میں کچھ ٹ ۔ پ کر رہا تھا۔

''یہ۔۔یہ کون ہے؟ ہر روز یہاں آ ۔ ہے۔ اسکے ساتھ کوئی لڑکی بھی نہیں ہوتی۔اور مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں نے اسکو پہلے کہیں دیکھا ہے؟''وہ آنکھیں سکیڑے ۔ ۔ سے فولڈر لگائے اسی جا ۔ ۔ دیکھ رہی تھی۔اس لڑکے نے دفعتا نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پھر پہلو ۔ ل کر کھڑا ہو ۔ ۔ ۔اب صفا اسکا رخ دیکھ رہی تھی۔ وہ بس یوں ہی کھڑا رہا۔

''بی بی آپ کی گاڑی آ گئی ہے؟''گارڈ نے آ کر اسکو سوچوں سے نکالا۔''اچھا ٹھیک ہے۔''صفا کے جواب دینے پ گارڈ پلٹنے لگا تو اس نے اسے پکارا۔

''بھائی ۔ ت سنیں۔''

''جی؟''وہ فورا پلٹ آ ۔ ۔

''وہ۔آدمی۔اسکے ساتھ کوئی لڑکی آتی جاتی ہے کیا؟ میں اسکو روز یہاں د ۔ ت ہوں۔یوں ہی کھڑا رہتا ہے۔''صفا نے خالی دماغ سے پوچھ لیا۔

''وہ؟''گارڈ نے کچھ فاصلے پ کھڑی گاڑی دیکھی۔

''ہاں ہاں وہی۔''صفا کو اب شرمندگی بھی ہو رہی تھی۔

''وہ۔پتہ نہیں۔میں بھی دیکھتا ہوں۔جیسے ہی آپکی گاڑی جاتی ہے یہ جا ۔ ہے۔''گارڈ نے کندھے اچکا دیئے۔صفا کی الجھن میں اضافہ ہوا۔ پھر وہ سر جھٹک کر اپنی گاڑی میں سوار ہو گئی۔صفا نے بیک ویو مرر سے دیکھا واقعی وہ آدمی اب مو ۔ ئل ۔ ۔ ۔ میں ر ۔ ت ہوئے گاڑی میں سوار ہو رہا تھا۔صفا کا حلق خشک ہوا۔اتنے دنوں بعد اسکو ا ۔ ۔ رپھر سے خوف نے آن گھیرا تھا۔

۔ یف کیس بند کر کے اس نے کاوچ پ ہی رکھا۔اور گھڑی پ وقت دیکھتے ہوئے آ کر بیڈ پ لیٹ ۔ ۔ کہ سائیڈ ٹیبل پ ٹ افون ر ۔ ہوا۔اس نے وہیں سے ہاتھ ۔ ٹھا کر فون اٹھا ۔ ۔

''سر۔!وہ کالج سے نکل گئی ہے۔اب آفس جائے گی۔''میسج پ ڑھ کر اسکے چہرے پ اطمنان سا در آ ۔ ۔

''ٹھیک ہے۔'' کہتے اس نے فون بند کر ۔ چاہا کہ دو ۔ رہ سکرین بلنک ہوئی۔

''سر۔!مجھے لگتا ہے اسکو شک ہو ۔ ہے۔وہ آج گارڈ سے میرے ۔ رے میں پوچھ رہی تھی۔''

''ہو جانے دو۔تم اپنا کام جاری رکھو۔''کہہ کر اسکے فون سوئچ آف کر د ۔ ۔ لحاف خود پ اوڑ لیا۔سائیڈ ٹیبل پ نیند کی دوا کی ڈبی بھری پ ڑی تھی۔جس میں سے ا ۔ بھی گولی نکلی نہ ہوئی تھی۔وہ ابھی ۔ سیل پیک تھی۔کیو اسکو اسکا انتقام ز ۔ ہر ۔ ت تھا۔

جنوری کا اختتام تھا۔ سردی کی شدت میں ابھی پوری طرح کمی نہ آئی تھی۔

صحرائے سینا پ اس وقت ا ۔ ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا تھا۔اس میں سے ا ۔ شخص پورے پ وٹو کول سے نکلا۔اپنے کوٹ کے دو بٹن بند کرتا ہوا وہ شان بے ز ی سے سیڑھیاں ا ۔ ا۔اور آ کر ا ۔ سیاہ شیشوں والی گاڑی میں سوار ہوا۔ارد ۔ دسکیورٹی کی بے شمار گاڑیاں مو ۔ جود تھیں۔

''ساری تیاریاں ہو چکی ہیں؟؟''اس نے گاڑی میں ۔ ت ہوئے مغیث سے پوچھا۔

''جی سر۔ ۔ ہوَ یہ ہے۔ا بیا ت بھی قلمبند کروالئے ہیں۔عین آپکی مرضی کے مطابق آج میڈ یہ کے سامنے آپ ا معاف کردیں گے۔''مغیث نے اسکو ساری ڈیٹیلز بتا ۔

''ٹھیک ہے۔''اس نے گاڑی کو نے کا اشارہ کیا تو ڈرائیور نے گاڑی دی۔

''سر۔!''مغیث کچھ کہتے کہتے رکا۔''بولو۔''حسن نے بے تکلف سے ا از میں اسکو ت جاری ر کا کہا۔''سر۔آپ چاہتے تو ا سزا دے تے تھے۔اور گورسی۔ اس سے آپ آسانی سے اپنا حساب ا کر تے تھے۔پھر کیوں؟''مغیث نے آ اپنا سوال پوچھا۔

''ہمم۔مغیث۔!''اس نے کہتے ہوئے ٹیک لگائی۔

''جی سر۔''وہ سیدھا ہو کر بیٹھَ ۔

''ا ا پ واہے کے ریوڑ میں کوئی بھیڑ ۔بھیڑ کی کھال پہن کر حملہ کردے تو قصور کس کا ہوا؟''

''سر رکھوالے کتے کا۔''مغیث نے پوری عقل مندی سے جواب دیا۔

''ہاہاہا۔تم بہت تیز ہو۔کسی بھی صورت میں مالک کو راض نہیں کرتے۔''وہ ہنس دیا۔

''۔ ۔تو پھر سر؟''مغیث کو اسکی ہنسی سے بھی خوف آ تھا۔

''قصور پ واہے کا ہے۔جس نے کتے کو پ لتے ہوئے اسکی نہیں دیکھی۔اور بھیڑیے کو موقع دیا کہ وہ اسکی بھیڑوں پ حملہ کردے۔وہ پ واہا ہی کیا جو بھیڑ اور بھیڑیے میں فرق نہ کر سکے؟اس لئے ساری زمہ داری پ واہے کی ہے۔''کہتے کہتے تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں اچا سے سرخی در آئی۔

''تو پھر سر۔۔اب؟''مغیث نے خشک ہوتے لبوں پ ز ن پھیری۔

''تو اب یہ کہ بلیم شفٹنگ کی بجائے معا ت کو اپنی منشا کے مطابق یوں ڈھال لو کہ جو تمہارے خلاف بکواس کر رہے ہوں وہ تمہاری دلجوئی کرنے لگیں۔جو تمہیں قصور وار سمجھ رہے ہوں وہ تمہاری عقلمندی پ داد دیں۔جو تمہیں بے وقوف سمجھ رہے ہوں وہ تمہاری رحمدلی پ عش عش کر اٹھیں۔''''یہ لوگ میرے ہیں مغیث۔! یہ غدار ہیں۔میں چاہوں تو ا چورا ہے میں کھڑا کر کے پھا دے دوں۔ پھر وہی ت کہ ا ۔۔کس نے دیا؟ کیا ہمارا ملک اس قدر بے خبر تھا کہ ا دہشتگرد وہ یہاں پلتا رہا اور ہم سوئے رہے۔؟''

''سر۔دہشتگرد نہیں۔مجاہد۔''مغیث نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ اسکی تصحیح کر چاہی۔اس نے ا مغیث کو ا گھوری سے نوازتے ہوئے اسکی بچی کچی سانسیں بھی چھین لیں۔

''ٹ لڑ حکومت کا کام ہے۔جن سپاہیوں کو عوام اپنے ٹیکس سے پ لتی ہے یہ انکا کام ہے۔ا ہر کوئی مجاہد بن کر اپنا ہتھیار اٹھالے تو یہ جنگل کا قانون بن جائے گا۔ اس لئے تم ان معا ت میں ٹ مت اڑاو۔''سختی سے کہتے ہوئے وہ آنکھیں مو ۔اسکو ہر پسند نہ آیا تھا کہ اسکے اپنے لوگ گورسی کو ا مجاہد کہہ رہے تھے۔کچھ ہی د میں گاڑیاں ا فوجی کیمپ کے سامنے آ کر رکیں۔گارڈز کا ا چاق و چو دستہ اسکو رسیو کرنے آیا تھا۔وہ ا پیروی میں ا رکی جا ٹھ ۔

وہ سارا علاقہ اس وقت فوجی کنٹرول میں تھا۔ا ماہ ہو چکا تھا۔حسن نے خود حکومت سنبھالنے سے انکار کر دیا تھا۔صدر اسی کی پ رٹی کا ا آدمی تھا۔نور ولی محمد کو اس نے خود ہی صدارت کے لئے منتخب کیا تھا۔ش حسن آفندی آزاد تھا۔ا حسن حکومت میں آجا تو ش حسن آفندی کی آزادی خطرے میں پ سکتی تھی۔حسن کو اختیار دلوانے کے بعد ش حسن آفندی قید ہو سکتا تھا جو کہ حسن کو گوارہ نہ تھا۔ پھر بھی وہ سامنے نہ ہوتے ہوئے بھی پ ور میں تھا۔کردا وی خا ان میں اس وقت سے قابل حسن ہی تھا۔ اور ش کا ٹ ہونے کے ط عوام اس پ بھروسہ بھی کرتے تھے۔نور ولی بس م کا صدر تھا۔سارے اختیارات حسن کے پ س ہی تھے۔ وہ ان اختیارات کے ہاتھوں یغمال نہیں تھا۔وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔

سارے گارڈز ہر ہی رک گئے تھے وہ اور مغیث چلتے ہوئے ا را ٹنل کی جا ٹھ گئے۔وہ ا لمبی سرَ تھی۔سرَ میں داخل ہوئے تو دیواوں میں لگی مشعلیں روشن ہو گئیں۔وہ دراصل ا قید خانہ تھا۔آہستہ آہستہ قید خانہ روشن ہونے لگا تو جیل میں موجود قیدیوں کی حا ز ار دکھائی دینے لگی تھی۔

وہ لوگ بے لباس اوندھے منہ پڑے تھے۔ ا بس سر اور چہرے سلامت تھے۔ ق ا جسم کا کوئی انچ ایسا نہ تھا جو زخموں سے چور نہ ہو۔ سردی کی شدت۔ ت ر ی قید خانے کی و ش ت اور ظلم کی انتہا۔ وہ لوگ ابھی ز ن ہ تھے۔ وہ چلتے رہے حتی کہ وہ آ ن ی سیل کے پ س پہنچ گئے۔ اس میں جو آدمی تھا وہ ک ن پ سر رکھے بیٹھا تھا۔ تن ڈھکنے کے لئے بس ا لنگوٹ سا تھا۔ حسن کے چہرے پ ا فاتحانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی وہ چلتا ہوا سلاخون کے پ س پہنچا اور گلا کھنگار کر مقابل کو متوجہ کیا۔

''سر۔ میں جا کر اٹھاوں؟'' مغیث نے اپنی ن مات پیش کر چاہیں۔ حسن نے اسکو ہاتھ کے اشارے سے روک دی۔ اس آدمی نے سر اوپ اٹھایا۔ وہ کچھ دیپلکیں پ ت رہا۔ کیو وہ لوگ نہ جانے کتنے دنوں بعد یہ مدہم سی روشنی دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے اپنا دائیاں ہاتھ چہرے پ پھیر کر جیسے خود کو ہوش دلایا۔ اور بمشکل اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اسکے پیروں میں لوہے کی بھاری بیڑیاں تھیں۔ وہ ان لوہے کی زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا بمشکل سلاخوں ت پہنچا۔ اسکا بھی بس چہرہ سلامت تھا۔ جسم پ زخموں کے ن تھے جن سے ابھی ت خون رس رہا تھا۔

''کیسے ہو؟'' حسن نے ا تمسخرانہ نگاہ اس پ ڈالی۔

''کامیاب۔۔'' اس کے ی لفظی جواب نے سامنے کھڑے شخص کو دو کوڑی کا کر دی۔

''رسی جل گئی بل نہیں ی۔۔'' وہ دا ت کچکچا کر رہ ی۔

''جن کے ہاتھ میں اس رحمٰن کی رسی ہو نہ۔ ا کوئی نہیں جلا سکتا'' اس نے انگلی کھڑی کر کے آسمان کی جا ا شاری کیا۔

'' تیں اچھی کرتے ہو۔ کاش سکھانے والا بھی یہیں تمہارے ساتھ ہو ت پھر دیکھتا میں۔''

''وہ جہاں ہے اسکو ا سلامت رکھے اور تم جیسے شیطان سے اسکی حفاظت کرے۔''

''شیطان کا پہلا م ابلیس تھا۔ ممکن ہے میں ا کا زی دہ لاڈلہ رہا ہوں۔'' تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں مسکرا تھیں۔

''ہو سکتا ہے۔ اب تم پ لعنت ب س چکی ہے۔'' قادر نے ہمت اکٹھی کر کے اسکے منہ پ تھوکا۔

''تیری تو۔۔'' مغیث نے اپنی ۔۔ سے گن نکالنی چاہی حسن نے اسکو کر دی۔ اس نے اپنی ۔۔ سے رومال نکالا اور اپنا چہرہ صاف کیا۔

''تیار ہو جاو۔ آج تم کو میں معاف کرنے والا ہوں۔ کیا ہے ن۔ میرے اپنے ہو تم لوگ۔'' اس نے سلاخوں کے ا رہا تھ ڈال کر قادر کا کندھا د ی۔ اسکی ا سسکی نکلی۔ کیو اس جگہ ا گہرا زخم موجود تھا۔ جس کو جلا ی تھا۔ قادر نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں تو تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں فتح چمکی۔ اس نے اس زخم کی گہرائی میں اپنا انگوٹھا پیو ت کر دی۔ خون ابل رہا تھا۔ قادر نے ضبط سے جبڑے ہم پیو ت کر رکھے تھے۔ ''تمہارا حساب زرا الگ لوں گا میں۔ کیو اسکو اس راہ پ ڈالنے والے تم تھے۔'' اس کو آنکھوں میں ہی وارن کرتے ہوئے اس نے رومال سے اپنا ہاتھ صاف کیا اور وہ خون آلود رومال وہیں کر اس پ پ وں ر ت ہوا وہاں سے ی۔ پیچھے قادر سلاخوں کو تھامے بمشکل کھڑا رہا۔ وہ لوگ وں سے اوجھل ہوئے تو وہ وہیں زمین پ بیٹھتا ی۔

'' اتمہارا حساب کرے ش حسن آفندی۔'' قید خانہ ا ر پھر سے ت ریکی میں ڈوب چکا تھا۔

شام ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنے آفس کے میٹنگ روم میں موجود تھی۔ وہاں پ نچ اور لوگ موجود تھے۔ زر ب اس وقت پ ینٹیشن دے رہا تھا۔ صفا بس خاموشی سے ہوتی ہوئی کاروائی دیکھ رہی تھی۔ کچھ سوال جواب کرنے کے بعد ان چاروں لوگوں نے ا دوسرے کی جا دیکھا۔ صفا نے پہلو لا۔ اب وہ ایکسائٹمنٹ اور ن وسنس کی ملی جلی کیفیت میں تھی۔

''مس صفا قریشی۔!'' ا درمیانی عمر کے آدمی نے اسکا م لیا تو صفا نے انگلی کھڑی کی۔

''صفا۔ اہیم۔'' اس نے اپنے م کی تصحیح کی تو اس آدمی کے ماتھے پ بل پڑے

''خیر۔۔۔ مس صفا۔ اہیم۔! ہمیں آپکی کمپنی کا پ وپوزل پسند آیا ہے۔ خیام صا کی غیر موجودگی۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو ی۔

''کیانی صا ۔! میں یہاں موجود ہوں۔ میں خیام قریشی کا سایہ ہوں۔ ا آپ کے کام میں کوئی بھی کمی بیشی آتی ہے تو آپکو جواب دہ میں ہوں گی۔ اس لئے آپ بے فکر ہو جا ۔'' اس نے پ اعتماد لہجے میں یقین دہانی کروائی تو کیانی صا حیرت سے مسکرائے۔

''یقیناً ہمیں آپ پہ بھروسہ ہے۔'' وہ اس چھوٹی سی لڑکی سے متاثر ہو گئے تھے۔

''اوکے دین۔ مبارک ہو۔'' کہتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو صفا بھی اٹھی۔ صفا کے چہرے پہ ایک خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ میٹنگ ختم ہوئی تو وہ تین لوگ باہر نکل گئے جبکہ کیانی صاحب ابھی وہیں کھڑے تھے۔ صفا نے الجھ کر انہیں جاتے دیکھا۔

''آپ آج رات کیا کر رہی ہیں؟''

''ایکسکوزمی؟'' صفا کے اوسان خطا ہو گئے۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ دراصل مجھے آپکو کسی سے ملوانا تھا۔'' انھوں نے فوراً وضاحت دی۔ صفا کو انکا انداز مشکوک لگا تھا۔ ''دراصل میرا بیٹا نیویارک سے آیا ہے پچھلے ہفتے۔'' وہ کہتے ہوئے رک کر صفا کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگے۔ زریب صفا کے عقب میں کھڑا تھا جس کے چہرے کے تاثرات ذرا بھی اچھے نہ تھے۔ وہ ضبط کی انتہا پہ تھا۔ صفا بات سمجھ چکی تھی۔ وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''کچھ دیر پہلے میں نے اپنے نام کو درست کروایا تھا جانا ہیں کیوں؟'' اس نے مسکرا کر آنکھوں میں دیکھا۔

''ہوسکتا ہے خیام قیریشی کا کوئی دوسرا نام بھی ہو؟'' وہ اس کے نکاح کے بارے میں لاعلم تھا۔

''نہیں۔!! اہیم میرے شوہر کا نام ہے۔'' صفا نے پرسکون سے انداز میں اسکے سر پہ بم پھوڑا تھا۔

''کک۔ کیا؟ لیکن اور کیسے؟'' وہ آدمی بری طرح بوکھلایا تھا۔

''یہ تھوڑا پرسنل ٹاپک ہے۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ میری کہانی اتنی اہم ہے کہ اسکا اثر ہمارے ڈیل پہ پڑے۔'' اس نے انتہائی فوراً ورکروایا تو وہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ لے کر وہاں سے چلے گئے۔ صفا نے مڑ کر دیکھا تو زریب تنے اعصاب لئے دروازے کو گھور رہا تھا جہاں سے کیانی صاحب واپس گئے تھے۔

''آپکو کیا ہوا زریب بھائی؟'' صفا حیرت سے مسکرائی۔

''ہونہہ۔ بزنس مین کم اور میرج بیورو کے ہیڈ زیادہ لگے یہ مجھے۔'' وہ سر جھٹک کر فائلز سمیٹنے لگا۔ صفا اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روکنے لگی۔۔ زریب فائلز لے کر جا چکا تھا۔ پیچھے وہ ہنستے ہنستے سر باہی کرسی پہ ڈھے سی گئی۔ اس نے اپنے منہ سے ہاتھ ہٹایا تو اسکی سرمئی آنکھوں میں ٹھہرا ضبط کا سمندر بہہ گیا۔

''یہ زندگی بہت مشکل ہے۔ تم اتنے کمزور اور کمسن کے ساتھ سروائیو نہیں کر پاؤ گی۔'' ایک بار پھر سے وہ اسکے کانوں میں لاوہ انڈیلنے لگا تھا۔ صفا نے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ نمکین پانی آنکھوں سے نکل کر اسکی کنپٹی میں جذب ہو رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''میں سروائیو کر رہی ہوں اہیم گورسی۔! صفا۔ اہیم سروائیو کر رہی ہے۔ کاش آپ یہاں ہوتے۔ مجھے دیکھتے کہ کیسے صفا۔ اہیم کو سوالوں کے جواب دینے آ گئے ہیں۔ وہ اب مس سٹرنر نہیں رہی۔'' وہ مسکراتے ہوئے اس سے غائبانہ ہمکلام تھی۔ شام گہری ہو چکی تھی۔ اسکے میٹنگ روم کی کھڑکی سے آسمان تاریکی میں ڈوبنے لگا تو صفا نے جلدی سے اپنا چہرہ رگڑا۔ اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پہ ڈالا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی باہر نکل گئی۔

نیویارک کے اس پنج کونوں والے گھر میں اب آہستہ آہستہ صبح ہونے لگی تھی۔ اس نے اٹھ کر سب سے پہلے اپنا موبائل آن کیا۔ سامنے ہی ایک پیغام تھا۔ جس کو پڑھ کر وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ اور پھر موبائل کرنہانے رکھ دیا۔ وہ نہا کر واپس آیا تو بس ایک ٹاوزر میں ہی ملبوس تھا۔ تولیے سے بال خشک کرتا ہوا وہ ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اسی دوران اسکے دروازے پہ دستک ہوئی۔

''آ جاؤ۔'' اس نے وہیں سے جواب دیا۔

''السلام علیکم۔۔۔'' اس نے مڑ کر دیکھا تو قوت ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے اسکے پاس آ رہا تھا۔ اسکو دیکھتے ہی اہیم کی صبح مکمل ہو گئی تھی۔ وہ بے ساختہ آگے بڑھا اور جھک کر قوت کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔ پکڑتے پیچھے ہٹاتا قوت مسکرا کر اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اہیم کے گیلے بال اسکے ماتھے بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے کافی کا گھونٹ بھرا تو سکون کی لہر اسکے اندر دوڑ گئی۔

''شکریہ۔ شہزادے۔ کافی پرفیکٹ ہے۔'' کہہ کر وہ پلٹا اور ڈریسنگ سے کپڑے نکالنے لگا۔

''لیٹ می ڈواٹ۔'' قوت آگے بڑھ کر اسکے کپڑے نکالنے لگا۔ اسکے سوٹ نکال کر اسکو تھمایا۔ ''دس ون۔''

''میں یونیورسٹی جا رہا ہوں۔ کسی کے ولیمے پہ نہیں۔'' اس نے اس طعنہ سے سوٹ کو دیکھتے ہوئے کہا تو قوت مسکرا دیا۔ ''ہینڈسم لگیں گے آپ۔'' ابیہم نے ٹھٹک کر دیکھا۔ اسکو لگا کہ اسکے سامنے حوریہ کھڑی ہے۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں اسکی زندگی میں شامل تھی۔ بلکہ وہ ہر صورت میں ہی اسکی زندگی کا حصہ تھی۔ کیونکہ اسکی جڑیں اسکے پاس تھیں۔

''کم آن۔ یہ وہ والا دو۔'' اس نے ایک بلیک سوٹ کی جانب اشارہ کیا۔

''نو۔۔ آج نہیں۔'' قوت نے دنیا جانتی ہے۔ ابیہم کچھ پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے رہا پھر مسکرا کر ڈریسنگ کا دروازہ بند کر دیا۔ اب قوت اسکے ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا اسکے لئے کفلنکس نکال رہا تھا۔ ابیہم ٹکٹکی باندھتا ہوا نکلا اور قوت کے نکالے ہوئے کفلنکس پہن کر تیار ہوتا رہا۔ کافی کا کپ اٹھایا اور اسکا ہاتھ پکڑے نیچے لے آیا۔ نیچے لاونج میں رکھے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پہ مرجان اور دینا جانتی تھے۔

''السلام علیکم۔۔'' دینا اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکی جانب بڑھ گئی۔ ابیہم نے قوت کا ہاتھ چھوڑا اور ایک ہاتھ سے جھک کر دینا کو اٹھا لیا۔ جبکہ ایک ہاتھ میں کافی کا کپ تھا۔ دینا نے اسکے گال چومے تو داڑھی چبھنے کی وجہ سے مزہ ہوئی۔ جبکہ ابیہم اس بات سے اچھا خاصہ محظوظ ہوا تھا۔ وہ اب جان بوجھ کر اپنے گال دینا کے گالوں سے مس کر رہا تھا۔ دینا کے قہقہے گونجنے لگے تو اس گھر میں زندگی بھر گئی۔ وہ تینوں آ کر بیٹھ گئے۔ مرجان ہنوز سر جھکائے بیٹھا تھا۔ زہرہ نشتہ لگایا۔ وہ سب اب سکون سے نشتہ کر رہے تھے۔

نشتہ ختم ہونے کے بعد ابیہم نے ان تینوں کو لیا اور گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ دینا کا بیلٹ لگا کر اسکو اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا جبکہ قوت اور مرجان پچھلی سیٹ پہ تھے۔ سفر کے دوران دینا کی معصوم سی باتیں گونجتی رہیں۔ پھر قوت کے تبصرے۔ جبکہ وہ خاموش بیٹھا گاڑی کے شیشے کے پرے گزرتی گاڑیوں کو دیکھتا رہا۔ گاڑی سکول کے سامنے آ کر رکی۔ وہ دونوں اپنا بیگ اٹھائے باہر نکلے تو ابیہم بھی نکلا۔ وہ دونوں گیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ ابیہم نے جھک کر ان دونوں کے ماتھے پہ کسز کئے اور پیار کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہیو آ نائس ڈے میرے شہزادو۔!'' کہتے اس نے ان دونوں کے کندھوں پہ ہاتھ رکھا۔

''یو ٹو۔۔'' قوت نے مسکرا کر ابیہم کو دیکھا۔ ابیہم نے پھیکی سی مسکان لئے ساتھ کھڑے مرجان کو دیکھا جو اسکی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ ابیہم نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا تو وہ ایک اور بچے کو دیکھ رہا تھا جس کی ماں جھک کر اسکا گال چوم رہی تھی۔ ابیہم کے حلق میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتار لیا گیا تھا کیونکہ جو اسکے سامنے تھے انکے لئے وہ چٹان تھا۔ وہ مضبوط تھا۔ وہ ایک اداکار تھا جس کو ہر حال میں خود کو تھامے رکھنا تھا۔ وہ اسکے سامنے بکھر نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک مرد تھا۔ جس کے لئے آہ بھرنا مشکل اور خون بہانا آسان تھا۔ وہ ایک باپ تھا۔ ایک شوہر تھا۔ ایک ہارا ہوا انسان بھی تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک مرد تھا۔

وہ دونوں سکول کے اندر داخل ہو گئے تو وہ کچھ دیر یوں ہی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔ اور پھر واپس آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے دفعتاً دینا کی جانب دیکھا تو اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ وہ ایک عدد چاکلیٹ باربی کیو کر چکی تھی۔

''یہ۔ کہاں سے آیا؟'' اس نے خالی ریپر کی جانب اشارہ کیا۔

''بھائی۔'' دینا نے اپنے عقب میں اشارہ کیا جہاں کچھ دیر پہلے مرجان بیٹھا تھا۔ ابیہم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ کچھ دیر پہلے دل میں اٹھنے والا ملال پھر سے مندمل سا ہوتا رہا تھا۔ وہ لوگ اسکو اداس نہیں رہنے دے رہے تھے۔ وہ انکا باپ تھا۔ انکا ہیرو۔!

رات گئے صحرائے سینا پہ میڈیسن پہنچ چکا تھا۔ جسکے سامنے ان مجاہدین کو پیش کیا تھا۔ اور حسن کردار کی وجہ سے نے اسکو کھلے دل سے معاف کر دیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سب کو گلے بھی لگایا۔ وہ سب پیٹھ تھپتھپاتا تو زخموں سے خون رسنے لگتا۔ جلد ہی انکا ارغاز کر دیا جاتا۔ کچھ دیر بعد اب وہ پولیس کانفرنس کر رہا تھا۔

''یہ اسی ریاست کے بیٹے ہیں۔ جو ہمارے قانون کے نقص فیصلوں اور غلطیوں کی وجہ سے راہ راست سے بھٹک گئے تھے۔ یہ ہیں تو یہ ہمارے ہی ساتھی۔ ہمارے بھائی۔ لہذا ریاست کھلے دل سے معاف کرتی ہے اور عام شہریوں کے طور پہ تمام بنیادی حقوق حاصل ہونگے۔ آج کے بعد یہ آزاد ہیں۔'' پریس والوں نے تالیاں بجا

کرا سکے۔ ے دل کی داد دی۔'' ۔!'' کہتے ہوئے اس نے ۔ کو متوجہ کیا تو وہ ۔ ا ۔ ر پھر سے ہمہ تن گوش ہوئے۔''ان ۔ کا ڈیٹا ہمارے پ س محفوظ ہے۔ا آئندہ یہ کسی غیر قانون سر می میں ملوث پ ئے گئے تو پھر ر ۔ کو حق حاصل ہوگا کہ ا ڈی سے ڈی سزا دی جائے۔''

اب سوال و جواب کا لمبا سلسلہ تھا۔

''سر اتنا عرصہ یہ کام ہوتا رہا اور ر ۔ بے خبر رہی؟'' آ کا روہی سوال داغ دی ۔ تھا جس کا حسن کو خوف تھا۔

''ا ر ۔ بے خبر ہوتی تو آج یہ لوگ اس قید خانے میں نہ ہوتے۔''اس نے مختصر جواب دی۔

'' سراب تو۔''

''اب جو ہو رہا ہے اسکا ر ۔ کو علم تھا۔آپ ۔ رحمان کرداوی کے عزائم جان چکے ہیں۔وہ بس اپنے ۔ بنس پ توجہ دے رہے تھے۔لہذا جو ہو چکا میں اسکا جواب دہ نہیں ہوں۔ہاں البتہ اب سے جو کچھ ہوگا اسکا جواب حسن کرداوی دینے کے لئے تیار ہے۔اس لئے نئی شروعات نئی ۔ توں سے کرنی چاہئے۔''اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں صحافی کو ۔ ورکروا یا تو وہ خاموش ہو ی ۔ رات وہ واپس آ ی ۔ تھا۔مجاہدین کو بظار آزاد کرد ی ۔ تھا۔ کچھ کالی گاڑیاں آ جوا کہیں لے گئیں تھیں۔کہاں۔؟ یہ کوئی نہیں جا تھا۔

وہ کرداوی مینشن میں داخل ہوا تو مغیث اسکے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔حسن کا مو ئل مغیث کے پ س ہی ہوا کرتا تھا۔مو ئل پ آتے ہوئے نوٹیفیکیشنز نے مغیث کو متوجہ کیا تو اس نے میسجز کھولے۔مغیث کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ آ کر لاونج میں صوفے پ ڈھے ی ۔ ا لمبا دن تھا ایسا دن جس کی تیاری وہ کافی دنوں سے کر رہا تھا۔وہ دن آج ر ی ۔ تو اس نے ا گہری سانس خارج کی۔اس نے ٹ ئی ڈھیلی کرتے ہوئے مغیث کے چہرے کا اڑ ہوا ر ۔ دیکھا تو آنکھیں سکیڑ کر مز ۔ ر ی کر لیں۔

''کیا ہوا ہے؟''اس نے الجھ کر مغیث کو دیکھا۔

''سر۔آپکا کارڈ؟ کیا چوری ہو ی ہے؟؟'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی سکرین پ آتے میسجز کو دیکھتا تو کبھی سامنے بیٹھے حسن کو جو کہ ا ۔ ر پھر سے پ سکون ہو چکا تھا۔

''نہیں۔کیوں؟'' وہ سمجھ ی تھا پھر بھی پوچھنے لگا۔

''سر۔آپ کے کارڈ سے بھاری مالیت کی شاپنگ ہو رہی ہے۔'' مغیث نے ہڑ ۔ ا کر فون سکرین اسکے سامنے کی۔اس نے مسکراہٹ د ئے سکرین کو گھورا تو وہاں اچھی خاصی رقم کی منتقلی ہو چکی تھی۔کپڑے، جوتے، ۔ ا ٹ ڈ ۔ جانے اس نے کیا کیا ۔ ا تھا جس کا اتنا لمبا بل بن ی ۔ تھا۔

''خیر ہے۔'' کہتے اس نے مو ئل واپس مغیث کی جا ۔ ٹھا دی۔

''سر یہ دیکھیں۔''اس نے سکرین دو ۔ رہ حسن کی جا ۔ ٹھائی۔

''یہ جیولری بھی ۔ ی جا رہی ہے۔سر آپ نے کس چور کو اپنا کارڈ دے دی ہے۔'' مغیث سر پیٹ کر رہ ی ۔ جبکہ وہ بس مسکرائے جا رہا تھا۔اور پھر وہ شان بے زی سے اٹھ کر کھڑا ہو ی ۔''سر کیا اسکو روکنا ہے؟'' مغیث نے پیچھے سے آواز دی۔تو اس نے سیڑھیاں چ ھتے ہوئے ہاتھ میں ہلا ی ۔

''ا وہ اس کارڈ سے پ ا ٹی بھی ۔ لے ت ۔ بھی نہیں۔'' وہ کہتا سیڑھیاں چ ھ ی ۔ جبکہ مغیث منہ کھولے ا ۔ ر پھر سے سکرین کو دیکھ رہا تھا جہاں بل پیمنٹس ۔ ھتی جا رہی تھیں۔

''ہونہہ۔ا آ ر زادہ۔اب پتہ چلے گا ں۔'' وہ اس وقت ا شاپنگ مال کے کاونٹر پ کھڑی ا ۔ ر پھر سے کارڈ سوا ئپ کر رہی تھی۔اسکے چہرے پ ا فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی تھی۔اس نے بہت زہا ۔ سے شاپنگ کی تھی۔جس کا والیم کم اور مالیت زی دہ تھی۔جس میں زی دہ ت جیولری ہی تھی۔کچھ۔ ا ٹ ڈ بھی شامل تھے۔کارڈ واپس اپنی لیدر جیکٹ کی ۔ ۔ ۔ میں ر ت وہ شاہانہ ا ز سے مال سے نکلی تھی۔انگلی پ ا چھوٹی سی بینڈج گواہ تھی کہ اس نے اپنے علاج کے لئے کارڈ لیا تھا۔

گاڑی ا ڈے کیئر کے سامنے آ کر رکی۔وہ دینا کو اٹھائے ۔ ہر نکلا۔

''ہائے مسز ایک۔'' گیٹ پ ا درمیانی عمر کی خاتون دینا کو ی ۔ آئی تھی۔

''ہائے مسٹر گورسی کیسے ہیں آپ؟''اس نے دینا کو گود میں ۔ت ہوئے اسکو پیار کیا۔
''میں ٹھیک ہوں۔یہ اسکا لنچ۔''اس نے ا۔ لنچ. کس جو اسکے گلے میں جھول رہا تھا مسز ا یک کے حوالے کیا۔
''یہاں کھا. ملتا ہے مسٹر گورسی۔''انھوں نے ہمیشہ کی طرح احتجاج کیا
''میری بیٹی حلال کھا. کھاتی ہے۔''اس نے قدرے سنجیدگی سے کہتے ہوئے لنچ بکس ا پکڑا۔ تو انھوں نے شرمندہ ہوتے ہوئے وہ پکڑ لیا۔
''او کے دینا۔ہیو آ. ئس ڈے۔''وہ آگے ٹھ کر دینا کا گال چومتا ہوا نکل ۔۔جبکہ مسز ا یک دینا کو لئے ا. رکی جا. ٹھ گئیں۔

رات گئے گورسی ہاوس کا گیٹ کھلا تو صفیان گورسی کی گا ڑی ا. داخل ہوئی۔وہ چلتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئے تو منال بیگم وہیں موجود تھیں۔وہ یوں ہی رات د۔ انکا انتظار کرتی رہتی تھیں۔گھر میں زلیخا کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اور اسکے ساتھ سارا دن ٓ ارکر وہ بور ہو جاتی تھیں۔اس لئے ۔ ۔ صفیان گورسی گھر نہیں آجاتے وہ سونے کے لئے نہیں جا یا کرتی تھیں۔
''السلام علیکم۔!''ا آتے دیکھا تو اٹھ کھڑی ہو ۔
''وعلیکم السلام۔!''وہ آکر صوفے پ تھکے سے ا. ازمیں ڈھے گئے۔
'' پانی لاوں؟''انھوں نے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے پوچھا تو سفیان گورسی نے میں سر ہلا د۔وہ وہیں پ س ہی بیٹھ گئیں۔وہ ا۔ ہاتھ سے اپنی کنپٹی مسل رہے تھے۔
''کیا ہوا ہے؟ آپکی طبیعت ٹھیک ہے؟''انھوں نے سفیان گورسی کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔تو انھوں نے چو. کر دیکھا۔
''ہاں۔میں ٹھیک ہوں۔''وہ قدرے سیدھا ہو کر بیٹھے۔''کیا تمہاری ا. ایم سے ۔ت ہوئی؟''
''ہاں۔روز ہی ہوتی ہے کیوں خیر۔ ۔ ؟''انھوں نے ٓ رمل سے ا. ازمیں جواب د۔سفیان گورسی کچھ د۔ا چہرے کے ۔ ات دیکھتے رہے اور پھر سیدھے ہو کر بیٹھے۔''اس نے کیا سوچ کر صفا کو واپس بھیجا ہے؟ کیا اس نے اسے طلاق دے دی ہے؟''منال بیگم کے ۔ ات ا۔ دم تبدیل ہوئے۔ا چہرے پ ا۔ پل میں ہی سختی اور بے زاری در آئی۔
''آپ کو اس کی اتنی فکر کیوں ہے آ ٓ ؟ا. ایم نے اسکو بھیجا ہے تو کوئی فیصلہ کر کے ہی بھیجا ہوگا۔آپ پلیز اس لڑکی کے ۔ رے میں فکر مند ہو. چھوڑ دیں۔''وہ سختی سے پہلو. ل گئیں۔
''کیسے چھوڑ دوں منال؟ وہ بچی ہے۔میری سجل کی طرح۔''
''نہیں ہے وہ سجل کی طرح۔''وہ ۔ گئیں سفیان گورسی نے اپنی ۔ت جاری رکھی۔
''تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا منال۔اسکی جو جگہ اس گھر میں بن چکی ہے وہ اب کوئی ۔ل نہیں سکتا۔ا تو وہ ابھی ۔ ا. ایم کے نکاح میں ہے تو وہ ہماری زمہ داری ہے۔اور اس گھر پ اسکا اتنا ہی حق ہے جتنا ا. ایم کا ہے۔''
''آپ جا بھی ہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''منال بیگم کی آواز بے ساختہ ہی بلند ہو گئی۔
''منال۔!مت بھولو کہ تمہارا ٹ اسکو لے کر آیا تھا۔اب اسکی زمہ داری اٹھا. بھی اس پ فرض ہے۔''انھوں نے منال بیگم کے بگڑتے ۔ ات کی پ واہ کئے بنا ہی ا ۔ ور کروا۔
''سفیان۔!وہ بس انتقام تھا۔''وہ اٹھ کھڑی ہو ۔
''بچی سے کیسا انتقام۔؟ ہاں؟ بتاو مجھے۔''اب ا چہرے پ بھی سختی تھی۔
''آپ۔آپ اس معاملے میں نہ پڑیں۔ا. ایم بہتر جا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔''وہ ٹ ٹا ۔
''کیسے نہ پڑوں؟''وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔''ا اتنا ہی عقلمند ہوتا تمہارا ٹ تو پہلے ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا۔اس طرح اب وہ اس بچی کی ز. گی ۔ ذہیں کر سکتا۔''

کہتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے اپنے کمرے کی جا ب بڑھ گئے۔

پیچھے منال بیگم حیرت کا مجسمہ بنے کھڑی رہیں۔

نیو یرک یونیورسٹی کے کوریڈور میں اس وقت دو س موجود تھے۔

''سر بس یہ دس لڑکے تیار ہوئے ہیں۔'' ایک نوجوان سا لڑکا کھڑا تھا سر پہ کیپ پہنے ہوئے۔

''ہمم۔آگ لگانے کے لئے تنکے کم ہی ہوا کرتے ہیں۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں جواب دیا۔

''اگلا کیا بنا؟'' اس نے موبائل پہ نظریں جمائے ہی اس لڑکے سے پوچھا۔

''سر اگلا تو جا چکی ہے۔اس ہفتے اچھی امداد اکٹھی ہوئی تھی۔'' اسکے چہرے پہ اطمنان تھا۔

''یہ حق ہے ان لوگوں کا۔جس پہ یہود قابض ہے۔'' ابراہیم کے ابرو پھر سے تن گئے تھے۔''خیر۔لڑکوں کو الرٹ کر دو آج شام کو احتجاج ہوگا۔ اسرائیلیوں کے خلاف۔''

'' سر یہ بس دس لڑکے ہیں۔''

''سفیر۔!دس ہیں۔دس ہزار بن جائیں گے۔تم تیاری کرو۔'' وہ کہتا اپنا کوٹ درست کرتا وہاں سے نکلا۔

شام تک یونیورسٹی گیٹ پہ درجن بھر لڑکے جمع تھے جن کے ہاتھوں میں فلسطینیوں کی حمایت کشی کے خلاف بینرز تھامے ہوئے تھے۔اور وہ لوگ ان مظلوموں کے حق میں نعرے بازی کر رہے تھے۔ابراہیم چبوترے پہ کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔اور پھر توقع کے عین مطابق وہاں پولیس آئی اور ان درجن بھر لڑکوں کو گرفتار کر کے لے گئی۔ابراہیم نے مسکرا کر سر جھٹکا اور وہاں سے نکلا۔اب یہ ہر روز ہونا تھا۔ایک چھوٹا سا دیا جس کو روز جلنا اور روز بجھنا تھا۔جب تک اس کی روشنی چاروں اطراف نہیں پھیل جاتی۔جب تک اس چھوٹی سی لو سے بہت بڑا الاؤ تیار نہیں ہو جاتا تب تک یہ ہونا رہنا تھا۔وہ اپنے مشن پہ ایک بار پھر سے متحرک ہو چکا تھا۔

اس تاریک کمرے میں سسکیاں گونج رہی تھیں۔ایک آدمی ٹارچ پکڑے اس کمرے میں داخل ہوا تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔۔وہاں زمین پہ ان گنت لوگ اوندھے منہ گرے کراہ رہے تھے۔کے جسموں سے خون رس رہا تھا۔وہ ہنوز بے بسی کی انتہا پہ تھے۔وہیں ایک کونے میں ایک شخص ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔جس کے کندھے پہ موجود زخم سے خون رس رہا تھا وہ یوں ہی بنا بیٹھا رہا۔ٹارچ والے آدمی نے افسوس سے گردن جھٹکی اور دروازہ بند کر کے نکلا۔اب ایک بار پھر سے تاریکی چھا چکی تھی۔یہ وقت آنکھوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔اس دن قادر اور سفیر صفا کو ڈھونڈنے نکل پڑے تھے۔شاکو اطلاع خبر ہو گئی تھی۔وہ لوگ سینائی کی جانب جا رہے تھے کہ راستے میں ہی اسرائیلی گاڑیوں پہ حملہ ہوا۔قادر اور سفیر نے دلیری سے مقابلہ کیا شاکے آدمی تعداد میں زیادہ تھے۔

سفیر اور قادر اس وقت ایک گاڑی کی اوٹ میں چھپ کر فائرنگ کر رہے تھے۔اسی دوران سفیر کی گن میں موجود گولیاں ختم ہو گئیں۔اس نے گھبرا کر قادر کی جانب دیکھا۔قادر نے افسوس سے سفیر کی جانب دیکھا۔پھر اس نے اپنی گن سفیر کی جانب اچھال دی۔

'' تم؟'' سفیر نے قادر کو نہتا دیکھ کر پوچھا۔

''تم میری فکر مت کرو۔'' کہہ کر قادر وہاں سے اٹھ کر آگے بڑھا۔سفیر اسکی پشت کو دیکھے گیا۔کچھ ہی فاصلے پہ قادر کھڑا تھا کہ ایک گولی فضا کو چیرتی ہوئی آئی اور قادر کے کندھے میں پیوست ہو گئی۔وہ درد سے دہرا ہوا۔سفیر اپنی جگہ سے اٹھنے لگا قادر نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو وہیں رکنے کا کہا۔کچھ ہی دیر میں شاکے آدمی آئے اور قادر کو وہاں سے لے گئے۔سفیر اپنی جگہ سے اٹھنے لگا کہ اسکے سر پہ کسی بھاری شے سے وار ہوا۔وہ وہیں ڈھے گیا۔

''جانے مزید کتنی دیر اس قید میں رہنا ہوگا۔'' قادر نے کندھے پہ ہاتھ رکھے سوچا۔''اللہ کرے بخیر ٹھیک ہوں۔'' اس نے دل میں ہی دعا کی اور بیٹھے بیٹھے آنکھیں موند گیا۔

یونیورسٹی کے کیفیٹیریا میں اس وقت دو لوگ بیٹھے تھے۔ایک کے سامنے بلیک کافی رکھی ہوئی تھی تو دوسرے کے سامنے لاٹے۔

''اتو پولیس لے گئی۔''ضرار نے سر اٹھا کر سامنے بے فکر سے بیٹھے ابہیم کو دیکھا۔

''آدھے گھنٹے تک واپس آجائے گے۔''اس نے بلیک کافی کا ایک سپ لیتے ہوئے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

''سفیر بھی انہیں میں ہے؟''ضرار نے کچھ دیر بعد پوچھا تو ابہیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہمم۔۔بہت نیک لڑکا ہے وہ۔''ضرار کو جیسے سفیر پر افسوس ہوا ہو۔

''وہ ہم سے بہتر ہے اس پر افسوس مت کرو۔''ابہیم نے ضرار کے افسردہ سے چہرے کو دیکھ کر ٹوکا۔

''ہاں۔وہ بے شک بہتر ہے۔ اس دن اسکو میں نے ہی بچایا تھا۔''ضرار نے اپنی بات دہرائی تو ابہیم نے سر ہلا دیا۔''اس رات میں تو ویسے ہی راؤنڈ پر نکلا تھا مجھے کیا پتہ تھا کہ شاکے آدمیوں نے ہمارے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔میرے ہاتھ جو لگا میں لے آیا۔بس مجھے قادر کا دکھ ہو رہا ہے۔''ضرار نے افسوس سے ابہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''قادر ہم سب سے بہتر ہے۔اسکے پاس توکل ہے۔وہ اس سے نکل آئے گا۔''ابہیم کے سکون میں فرق نہیں آیا تھا۔

''ایک رات۔صرف ایک رات میں کتنا کچھ اجڑ گیا ہے۔''ضرار نے جیسے ابہیم کے زخم کریدنے کی کوشش کی تھی ابہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''ایک رات تو نتیجے کی رات ہوتی ہے۔سازش تو بہت پہلے رچی جا چکی ہوتی ہے۔''اس نے ہوا میں گھورتے ہوئے کہا تو ضرار کا دل دکھا تھا۔

''کیا تم نے حوریہ کو معاف کر دیا؟''اس نے یوں ہی جانے کیا سوچ کر پوچھا۔

''معاف؟''ابہیم نے ٹھٹک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔''وہ میری محبت ہے۔اس پر میرا خون بھی حلال ہے۔''اس نے اٹل لہجے میں کہا تو ضرار کو اسکی حالت پر رحم آیا تھا۔

''تھی۔وہ تھی ابہیم''ضرار کو لگا کہ وہ اپنے غم میں موجود اور غائب کا فرق نہیں کر پا رہا۔

''وہ ہے۔اور رہے گی۔''ابہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہی اپنی بات دہرائی۔

''اور جو ہے تم اسکو دیکھو گے؟''ضرار نے اسی کے انداز میں سوال داغا تو وہ ہنس دیا۔''ہاں۔میں صفا کی بات کر رہا ہوں۔تم اسکو دیکھو گے؟''ضرار نے اسکو پیچھے ہٹتے دیکھا تو اپنا سوال واضح کیا۔

''مجھے کام ہے۔''وہ کہتے اپنی چابیاں اٹھانے لگا۔

''تم اس سوال سے بھاگ نہیں سکتے۔''ضرار کہتا رہ گیا وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

رات گہری ہو رہی تھی۔دن کے تھکے ماندے جسم راحت حاصل کرنے کے لئے انکی دی گئی نعمت یعنی نیند کی آغوش میں تھے۔کوئی تھا جس کو نیند اول کہا گیا تھا۔وہ ہمیشہ کی طرح اپنے اذلی حلیئے میں نکلا۔کانوں میں ائیر پیس لگائے ایک ڈھیلا سا سیاہ اوورا سلیولیس سیاہ ٹی شرٹ پہنے وہ روڈ پہ بھاگتا جا رہا تھا۔نیند اس سے روٹھی ہوئی تھی اس لئے رات کو اپنے بستر میں ہونا اسکے لئے ایک قابل قبول سی بات تھی۔فضا میں خنکی تھی اور کی گھٹن میں کمی نہیں ہو پا رہی تھی۔اس لئے وہ اپنی گھٹن کو مٹانے کی غرض سے بھاگتا جا رہا تھا۔روڈ پہ اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔وہ اپنی دھن میں مگن دوڑتا جا رہا تھا دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مخالف سمت سے کوئی اور بھی آرہا تھا۔وہ کوئی لڑکی تھی جس نے لیدر کی سیاہ جیکٹ پہن رکھی تھی اور سر پہ ایک کیپ۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اسی جانب آرہی تھی۔حسن کے قدموں کی رفتار بے ساختہ ہی سست ہوئی۔وہ دوڑنے کے بجائے اب چلنے لگا تھا۔وہ چلتی ہوئی اسکے پاس آکر پہنچی۔اور اس سے ایک قدم کی دوری پر رک کر سانس بحال کرنے لگی۔اس نے آنکھیں سکیڑ کر سامنے دیکھا جہاں وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔پھر سر جھٹک کر اسکے بغل میں سے گزر گیا لگا کہ اس لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو رکنے کا کہا۔

''محترمہ۔!کچھ چاہیے؟''اب کی بار اس نے کانوں سے ائیر پیس نکال کر اسکو مخاطب کیا تھا۔

''نہیں۔'' وہ کہہ کر سیدھی کھڑی ہوئی اور اپنا ماسک ہٹایا۔حسن اسکو پہچان گیا تھا۔مدھم سی سٹریٹ لائیٹس کی روشنی میں بھی وہ اسکو پہچان گیا تھا۔

''یہ آپکا کارڈ۔'' کہتے اس نے میں ہاتھ ڈالا۔اسکے چہرے پہ ایک فاتحانہ سی مسکراہٹ تھی۔ ہاتھ باہر نکالا تو وہ خود ششدر رہ گئی۔اسکا ہاتھ خالی تھا۔اس نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ حسن کی جانب اچھالی اور دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا۔ وہ بھی خالی۔''اوہ نو۔'' اب گھبراہٹ کے مارے اسکے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے اور مقابل اس منظر سے اچھا خاصہ محظوظ ہوا تھا۔

''لا دیں میرا کارڈ۔مجھے جانا ہے'' اب کی بار گہری مردانہ آواز نے عینا کے ہواس شل کیئے تھے۔''مم۔میں ڈھونڈ رہی ہوں ناں۔'' وہ اپنی جیبیں ٹٹولتی رہی کارڈ کہیں نہیں تھا۔''کیا ہوا؟ کیا میرا کارڈ واپس کرنے کا ارادہ نہیں آپکا؟'' وہ اب زور پٹے پرسکون سے انداز میں بولا۔

''نن۔نہیں ایسی بات نہیں ہے۔وہ میں کارڈ۔'' وہ ایک بار پھر سے جیبوں میں تلاش کر رہی تھی جیبیں خالی۔''ایک تو آپ نے میرے کارڈ سے غیر اخلاقی شاپنگ کی ہے اور اب کارڈ بھی ہڑپ کر رہی ہیں۔ٹٹ فیئر۔'' وہ پرسکون لہجے میں بولا تو عینا نے چونک کر دیکھا۔

''غیر اخلاقی؟ آپ نے خود مجھے کارڈ دیا تھا۔'' وہ ہنسی۔

''ہاں میں نے دوا کے لئے دیا تھا۔''

''ہاں تو یہ دیکھیں ناں۔'' اس نے اپنی مخروطی انگلی سامنے کی جس پہ ایک چھوٹی سی بینڈیج لگی ہوئی تھی۔

''جی جی۔ہزاروں ڈالرز کی شاپنگ اسی ایک بینڈیج نے تو کروائی ہے۔'' اس نے ڈھیٹ بنی عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔ اسکو شرمندہ نہ کر سکا۔

''آپ نے کارڈ اپنی مرضی سے دیا۔اس سے شاپنگ میں نے اپنی مرضی سے کر لی۔سمپل۔'' کہتے اس نے اپنے بال جھٹکے۔حسن نے اچکا کر اسکی ہمت کی داد دی۔

''خیر۔ !میرا کارڈ۔'' اس نے پھر سے ہتھیلی پھیلا دی۔

''کارڈ تو گم ہو گیا۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں کہہ کر اپنی جیبیں پلٹ کر دکھا دیں۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔'' حسن نے پرسوچ انداز میں کہتے اپنا موبائل نکالا۔

''ہاں اسکو بلاک کروا دو۔'' کہہ کر عینا پلٹی۔

''پولیس اسٹیشن۔!'' عینا کے قدم منجمند ہو گئے۔''ایک لڑکی ہے۔پہلے مجھے بلیک میل کر کے میرا کارڈ ہتھیاتی ہے۔پھر اس سے بھاری بھرکم شاپنگ کرتی ہے اور اب میرا کارڈ دینے سے انکاری ہے۔'' وہ پرسکون سا فون کان سے لگائے بات کر رہا تھا جبکہ عینا کا ایک قدم ہوا میں تھا اور ایک زمین پہ۔وہ وہیں پتھر کی بن گئی تھی۔اسکی حسن کی جانب پشت تھی۔

''جی۔وہ اس وقت میرے سامنے ہی ہے۔آپ آ کر اسکو لے جائیے۔'' وہ مسکراہٹ دبائے عینا کی پشت کو گھورتے ہوئے کمانڈ دیتا رہا۔فتاری کی بات پہ عینا اسی ایک پاؤں پہ مڑی۔

''دد۔دیکھو۔!'' عینا نے اسکو پرسکون سے انداز میں کھڑے پایا تو اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔

''دکھاؤ۔'' اس نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے فون کان سے ہٹایا تو عینا کا چہرہ ضبط سے سرخ ہوا۔اس نے انگلی اٹھا کر اسکو کچھ کہنا چاہا اپنی سچوئیشن سمجھتے ہوئے انگلی واپس موڑ لی۔

''آئی۔آئی ایم سوری۔!پلیز آپ کارڈ کو بلاک کروا دیں۔میں ساری شاپنگ واپس کر دوں گی۔جو بھی آپ کا نقصان ہوا ہے میں بھر دوں گی۔'' عینا کی عیاشی اسکے حلق میں پھنس چکی تھی۔اس نے اچھی نگاہ عینا پہ ڈالی اور فون واپس جیب میں رکھا۔فون پہ زور لپیٹتے ہوئے ایک رفت سے عینا کی جانب دیکھا۔

''کیسے؟'' ایک لفظی سوال آیا تھا۔

''میں کیسے بھی کر کے وہ پیسے لوٹا دوں گی۔''

''کیسے؟''

''مم۔میں جاب کروں گی۔''

''کیسے؟'' وہ اپنے ا۔ ہی سوال پ اٹکا ہوا تھا۔

''کیسے کیا مطلب؟ میں کام کروں گی اور جو تنخواہ آئے گی اس سے آپ کا قرض ا۔ ردوں گی۔''

''گڈ۔ٹوٹل تین قسطیں ہوں گی۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے عینا کی جا۔ دیکھا عینا کی رنگت بحال ہو۔ شروع ہوئی۔''کل تم ا۔ ہزار ڈالرز لوٹ وگی۔اسکے بعد ا۔ ہزار ڈالرز پسوں اور اسکے بعد تیسرے دن تم۔ قی کے پندرہ سو ڈالرز لوٹ وگی۔'' اس نے سکون سے اسکو اسکے قرضے کی مدت بتائی تو عینا کا ۔ ہو۔ حلق ا۔ ۔ رپھر سے خشک ہونے لگا۔

''یہ۔یہ ۔ کیا ہے؟ اتنی جلدی؟ اور اتنے کی تو شاپنگ تھی بھی نہیں۔'' اس نے فورا احتجاج کیا۔

''کارڈ میری مرضی سے ۔ ۔شاپنگ تمہاری مرضی سے ہوئی۔اب واپسی میری مرضی سے ہوگی۔ ں'' اس نے وہی ڈھیٹ مسکراہٹ قائم کئے عینا کے پ وں تلے سے زمین سرکائی۔

''فائن۔!'' عینا نے ہار مانی۔تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں فتح چمکی۔

''کیا چاہیے؟'' عینا نے تھکے ا۔ ازمیں پوچھا۔تو اس نے ا۔ گہری نگاہ عینا پ ڈالی۔

''تم کیا دے سکتی ہو؟'' وہ کہتے ہوئے مسلسل اسکو اپنی نگاہوں سے سکین کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں۔میں ا۔ بے کار لڑکی ہوں۔''

''اچھی ۔ت ہے۔پھر کل ا۔ ہزار ڈالرز لے آ۔۔'' وہ کہہ کر پلٹنے لگا کہ عینا نے اسکو پیچھے سے پکارا۔

''اچھا۔میں کیا کر سکتی ہوں؟'' عینا نے ہار مان لی۔وہ مسکرا۔ پلٹا نہیں۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ ۔ وہ کروٹیں۔ ل۔ ل کر تھک گئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔اس نے سائیڈ ٹیبل پ پڑا لیمپ آن کیا تو کمرے میں تھوڑی سی روشنی پھوٹی۔اب اسکے چہرے پ بنی آ وں کی۔ زہ۔ زہ لکیریں دیکھی جا سکتی تھیں۔ پس پڑا پنی کا جگ اٹھا یا اور گلاس میں پنی ا۔ یلا۔ پنی پ ۔ کے بعد اس نے ا۔ ۔رپھر سے اپنا چہرہ ر ۔ ا۔اور یوں ہی بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

''انتظار۔''

ا۔ لفظ اسکی ز۔ ن سے ادا ہوا اور پھر سے آ وں کا سیلا بی ریلہ بہنا شروع ہو ۔ ۔سارا دن کالج اور آفس میں ۔ ر ۔ تھا اس وقت کوئی مصروفیت کوئی ایسا کام۔ قی نہ تھا جو اسکو ا۔ راہ فرار دے پ ۔ ۔رات کی۔ ریکیوں میں گونجتی سسکیوں میں جو داستا درج ہوتی ہیں وہ دن کے اجالوں میں لکھے گئے کتابوں کے اوراق میں کہاں ملتی ہیں۔وہ بھی کتنی ہی د۔ اپنی سسکیوں سے اپنی داستان رقم کرتی رہی اور پھر آ ۔ کار نیند کی دیوی اس پ مہر۔ ن ہو ہی گئی۔

سکول سے چھٹی ہو چکی تھی۔اس وقت وہ دونوں سکول کے لان میں ہی بیٹھے اپنے۔ پ کا انتظار کر رہے تھے۔ ۔قوت اور مرجان ا۔ ہی بینچ پ بیٹھے تھے۔ ۔قوت کوئی سٹوری۔ کھنگال رہا تھا جبکہ مرجان یوں ہی پ وں ٹ ئے سر جھکائے بیٹھا رہا۔اسی دوران ا۔ فٹ۔ ل لڑھکتا ہوا آ ۔اور آ کر مرجان کے پیروں میں لگا۔مرجان کے ۔ ۔ ات ۔ نہ تبدیل ہوئے۔

''ہے۔! کین یو پس؟'' ا۔ گورے لڑکے نے اس کو فٹ۔ ل پس کرنے کا کہا۔ ۔قوت نے ۔ دن موڑ کر ساتھ بیٹھے مرجان کو دیکھا جو کہ اپنے پیروں میں پڑی وہ فٹ۔ ل گھور رہا تھا۔

''مرجان۔۔! ل پس کر دو۔'' ۔قوت نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ مرجان یوں ہی بیٹھا رہا۔

''کیا یہ بہرہ ہے؟''ا۔ بچہ۔قوت کے پ س آ کر رکا اور ت سف سے مرجان کی جا۔ دیکھتے پوچھنے لگا۔قوت نے سختی سے میں سر ہلا۔اور فٹبال کو دور کک مار دی۔اس لڑکے نے حیرت سے۔قوت کو دیکھا جو کہ اب غصے سے اسی کی جا۔ گھور رہا تھا اور پھر سر جھٹک کر فٹبال ۔ ۔۔وہ دور ۔ تو۔قوت نے ا۔ رپھر سے مرجان کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''میرے بھائی۔!آ۔ ۔ ت یوں خاموش رہو گے تم؟ ماما جا چکی ہیں۔وہ واپس نہیں آ گی۔'' مرجان نے ا۔ ر دن موڑ کر۔قوت کی آنکھوں میں دیکھا۔ ۔قوت نے بے ساختہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔اسکو آج مرجان کی آنکھوں میں وہی ت ریکی دکھائی دی تھی۔

''بوائ۔''۔قوت کے ٹ انس کوا۔ اہیم کی پکار نے توڑا تھا۔

''۔۔!''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔وہ ا دا جا۔ سے آ رہا تھا۔

۔قوت نے اپنا بیگ اٹھا۔اور مرجان کا ہاتھ تھام کر اسکو کھڑا کیا۔وہ دونوں تیار سے کھڑے تھے۔ا۔ اہیم چلتا ہوا پ س آ۔اس نے جھک کر ان دونوں کو پیار کیا اور ا بیگ اٹھا لئے۔

''چلیں؟''اس نے مرجان کے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''مسٹر گورسی۔''ا۔ انی آواز پ وہ لوگ رک گئے۔ا۔ اہیم نے مڑ کر دیکھا تو ا۔ درمیانی عمر کی خاتون چلی آ رہی تھیں۔وہ مرجان کی ٹیچر ہی تھیں۔

''ہائے مسز سمتھ۔''ا۔ اہیم نے مسکرا کر ا سلام کیا۔

''ہائے مسٹر گورسی۔!مجھے آپ سے مرجان کے ۔رے میں ۔ت کرنی تھی۔''مسز سمتھ نے ا۔ ساتھ کھڑے مرجان کو دیکھا۔

''ہمم۔۔قوت۔!!اپ لوگ چلیں۔میں آ پکی ٹیچر سے ۔ت کر کے آ۔''ا۔ اہیم نے بیگ ان دونوں کو واپس تھمائے۔۔قوت نے اثبات میں سر ہلا۔اور مرجان کو لئے گاڑی کی جا۔ ۔ٹھ ۔''جی مسز سمتھ؟''وہ اب متوجہ تھا۔

''مرجان گورسی کی حا ۔ میں کوئی بہتری کیوں نہیں آ رہی؟''انھوں نے پ یشانی سے پوچھا۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ وہ بس اپنی ماں کی ڈ یتھ کی وجہ سے شاک کی حا ۔ میں ہے۔''اس نے کندھے اچکا دیئے تو مسز سمتھ نے میں سر ہلا۔

''میں نے ایسے کئی بچے دیکھے ہیں۔ اتنا لمبا عرصہ کوئی بچہ نہیں ۔ت۔''

''میرا۔ٹ زرا حساس ہے۔''ا۔ اہیم نے پھیکی سی مسکراہٹ لئے بتا۔ تو انھوں نے اثبات میں سر ہلا۔

''وہ تو ٹھیک ہے ۔ ۔ چلے گا؟ا ایسا ہی چلتا رہا تو اسکو اسپیشل چلڈرن کے سکول جا۔ ہو گا۔''آ۔ کار مسز سمتھ نے وہ ۔ت کہہ دی جس کو ۔ کے لئے ا۔ اہیم گورسی کبھی بھی تیار نہیں تھا لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکے ۔ ش ات۔ لے تھے۔

''میرا۔ٹ پ گل نہیں ہے مسز سمتھ۔''وہ غرا۔ تو مسز سمتھ ا۔ قدم پیچھے ہٹیں۔

''دیکھیں مسٹر گورسی آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔''

''آپ میری ۔ت سمجھ لیں۔ا۔ آئندہ یہ ۔ت میرے ۔ٹ کے سامنے کی تو مجھ سے۔ اکوئی نہیں ہو گا۔''وہ انگلی کھڑی کئے ا وارن کر رہا تھا۔

''مسٹر گورسی آپ اس طرح ہمیں دھمکا نہیں ۔ ت۔''وہ اس شخص کے رویے پ حیران تھیں جو کہیں سے بھی کسی یونیورسٹی کا پ وفیسر نہیں لگ رہا تھا۔

''میں دھمکا سکتا ہوں۔سمجھ آئی۔''وہ مدہم آواز میں بولا تو مسز سمتھ کی ہوائیاں اڑ گئیں تھیں۔پھر وہ ا۔ قدم آگے ۔ٹھا اور دو۔ رہ انگلی کھڑی کی۔مسز سمتھ دم سادھ گئیں۔''تمہارے شوہر کی جعلی ڈ ی کی کاپی میری ڈ پ ٹی ہے مسز سمتھ۔اس لئے مجھ سے پنگا ۔ سے پہلے ہزار۔ رسوچ۔ ۔''کہتا وہ وہاں سے واپس ۔ مسز سمتھ کو پسینے میں ڈو۔ ہوا چھوڑ کر۔وہ کوٹ کے بٹن بند کرتا ہوا اسی جا۔ آ رہا تھا۔گاڑی میں بیٹھے۔قوت نے اسکو دور سے آتے دیکھا تو اسکے چہرے پ افسوس سا در آ۔ ا۔ اہیم نے آ کر گاڑی سٹارٹ کی تو پیچھے بیٹھے۔قوت نے ت سف سے اپنے ۔پ کی پشت دیکھی۔

گاڑی ڈے کیئر کی جا۔ چل پڑی۔

''..آ.. ت ایسے چلے گا؟''.لآ. یقوت نے ا یک نگاہ ساتھ خاموش بیٹھے مرجان پ ڈالی اور سوال اپنے.پ سے کیا تھا۔

''کیا؟''اس نے مصروف سے ا.ا ز میں پوچھا۔

''..آپ جا ہیں میں کس.رے میں.ت کر رہا ہوں۔مسز سمتھ آج پھر بھائی کے.رے میں۔''

''یقوت۔!ہم اس.رے میں بعد میں.ت کریں گے۔''اس نے یقوت کو وہ ساری.تیں دہرانے سے روک دیا۔مرجان گاڑی کے شیشے پ ا ئیں پھیرتا ہوا.ہر کی جا. دیکھ رہا تھا۔اسکی بلا سے کوئی کچھ بھی کہہ رہا ہو اسکو فرق نہیں پڑتا تھا۔یقوت نے سر جھکا لیا۔کچھ دیر میں گاڑی ڈے کیئر کے سامنے جا کر رکی۔وہاں مسز ایک پہلے ہی دینا کو لئے کھڑی تھیں۔ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا اور فورا گاڑی سے.ہر نکلا۔

''واٹ ہیپنڈ۔''وہ پ یشان سا آگے.ڑھا اور دینا کو جو کہ رو وہی تھی اسکو اٹھا لیا۔

''آج گئی یہ۔''مسز ایک نے افسوس سے روتی ہوئی دینا کی جا. دیکھا۔

''آہ۔میری پ ۔!چوٹ تو نہیں لگی.ں؟''اس نے دینا کے آ صاف کرتے ہوئے پوچھا تو دینا اسکے گلے میں.نہیں ڈال کر رو دی۔مسز ایک مسکرا دیں۔

''یہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔. سے ی ہے بس..کو ہی بلا رہی ہے۔''مسز ایک نے دینا کی پیٹھ پ ہاتھ پھیرا۔

''..آ گئے ہیں.ں۔پھر دینا کیوں رو رہی ہے؟''وہ اسکو پچکار رہا۔

''مسٹر گورسی۔!''مسز ایک نے اسکو متوجہ کیا۔ا. اہیم نے ٹفن.کس پکڑتے ہوئے ا جا. دیکھا۔''یہ بہت چھوٹی ہے۔اسکو کیئر کی ضرورت ہے۔''انھوں نے احتیاط سے کہا تو ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔''اور میں یہاں اسی لئے پے کرتا ہوں۔''اس نے جیسے ا .ور کروایا کہ وہ اسی کیئر کے لئے ا فیس دیتا ہے۔

''اور ہم وہ کیئر دے رہے ہیں مسٹر گورسی۔! اسکو اپنوں کی ضرورت ہے۔آپ سارا دن مصروف ہوتے ہیں۔اسکو ماں کی ضرورت ہے''انھوں نے اٹ اٹ کر سمجھانے کی کوشش کی۔

''میں کتنا بھی مصروف رہوں۔میں اپنے بچوں کے لئے کافی ہوں۔اس لئے آپ لوگ بس اتنا کریں جتنا کرنے کے لئے آپکو معاوضہ دیا جاتا ہے۔''وہ خجلت سے کہتا پلٹا

''ہر چیز پیسے سے ی نہیں جا سکتی مسٹر گورسی۔''مسز ایک نے اسکے پیچھے کہا تو وہ ا پل کے لئے رکا۔اس نے دینا کا گال چوما۔اور پھر آگے.ڑھ گیا۔

ا مشکل دن آ کار اپنے اختتام کو پہنچا۔وہ چاروں اس پینٹا گون شکل والے گھر میں داخل ہوئے تو زہرا کچن میں ہی تھی۔اس نے دروازہ کھلتے ہی گلاس میں پ نی ڈالا اور لے کر سامنے آئی۔ا. اہیم نے دینا کو صوفے پ بٹھایا اور اپنے جوتے ا رنے لگا۔جبکہ یقوت اور مرجان اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔

''سر پ نی۔''اس کے پوچھنے پ وہ متوجہ ہوا اور پ نی کا گلاس پکڑ لیا۔

''کھا.لگاو۔''وہ دینا کو اٹھائے کمرے میں ے۔زہرا ے لئے واپس کچن کی جا. .ڑھ گئی۔منصور نے اس رات ا. اہیم اور بچوں کو نیو رک بھجوا دیا تھا۔زہرا بھی ا ساتھ ہی آئی تھی کیو اسکا کہنا تھا کہ اسکا گورسی فیملی کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔اور بچوں کے لئے کسی کی ضرورت تھی اس لئے منصور نے زہرا کو بھی ساتھ ہی بھیج دیا تھا۔

منال بیگم.شتے کی ٹیبل پ بیٹھی تھیں کہ سفیان گورسی اجلت میں اس جا. آتے دکھائی دیئے۔وہ مسلسل کسی کو فون رہے تھے۔آ کر کرسی کھینچ کر بیٹھے تو زلیخا لئے.شتہ لگانے لگی۔

''کیا ہوا ہے؟ خیر.ت ہے.ں؟''منال بیگم نے انکا مضطرب سے چہرہ دیکھا۔

''ہاں خیر.ت ہے۔یہ تمہارا.ٹ کال کیوں نہیں اٹھا رہا؟''وہ ا. رپھر سے نمبر ڈائل کر رہے تھے۔

''کیا آپ ہر وقت میرا.ٹ میرا.ٹ کرتے ہیں۔کیا وہ آپ کا کچھ نہیں لگتا؟''منال بیگم کا دل بھر آیا۔

انھوں نے ا یک نگاہ اٹھا کر ا دیکھا اور دو.رہ موبائل پ متوجہ ہو گئے۔

''جس دن اس نے میری دی ہوئی تعلیمات بھلا دی تھیں اس دن وہ میرا بیٹا نہیں رہا تھا۔'' انھوں نے سخت تاثرات لئے کہا تو منال بیگم کے کلیجے کو ہاتھ پڑا۔

''میرا بیٹا فرمان نہیں ہے۔''

''کیا واقعی؟'' انھوں نے آنکھوں میں دیکھا تو منال بیگم سر جھکا گئیں۔

''فی الحال مجھے اسکی یہاں ضرورت تھی اور وہ موصوف فون تک نہیں اٹھا رہے۔ اب بتاؤ کیا کہوں اسکو میں؟'' انھوں نے آخر کار فون ٹیبل پر ہی دے دیا۔

''وہ سو رہا ہوگا۔'' منال بیگم نے چائے پیتے میں اٹک اٹک کر کہا۔

''اس وقت؟'' انھوں نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

''ہاں تو امریکہ میں اس وقت رات ہے۔'' انھوں نے رمل سے آنسو ازمیں بتایا تو سفیان گورسی نے اچنبھے سے دیکھا۔

''ایک منٹ۔ !وہ امریکہ گیا ہے؟'' ایک یقین نہیں آ رہا تھا کہ اکسی حد تک بے خبر رکھا گیا تھا۔

''ایک مہینہ پہلے۔'' منال بیگم نے سکون سے جواب دیا تو سفیان صاحب کو تپش آئی۔

''کیا مطلب ہے ایک مہینہ۔! کیا مجھے کچھ بھی بتانا لازمی نہیں سمجھتے تم لوگ؟'' وہ ٹیبل پر ہاتھ مارتے اٹھ کھڑے ہوئے تو منال بیگم ٹھٹک کر پیچھے ہٹیں۔

''سفیان۔ وہ کام کے سلسلے میں گیا ہے۔'' اسمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اتنا کیوں پٹ گئے ہیں۔

''ہر کام اپنی مرضی سے کرنا ہوتا ہے موصوف کو۔ تو ٹھیک ہے میرا بھی کوئی رشتہ نہیں اس سے'' کہہ کر وہ اپنا موبائل اٹھا کر باہر نکل گئے۔ پیچھے منال بیگم تکان زدہ سی کرسی سے ٹیک لگا گئیں۔

کرداوی مینشن میں نشستے کی ٹیبل سج چکی تھی۔ وہ تیار سا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سیاہ تھری پیس سوٹ پہنے ایک ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہوئے وہ نیچے اترا تو سامنے ہی زمہ ہاتھ باندھے مودب سی کھڑی تھی۔ وہ ڈائننگ ایریا میں پہنچا اور اپنی سربراہی کرسی پر براجمان ہوا۔ اس نے سب سے پہلے اخبار کھول کر سامنے کیا۔ زمہ اب نشستہ سرو کر رہے تھے۔ ایک خاتون زمہ جو سامنے زمین کی ہیڈ بھی تھیں وہ اسکی چیزیں سامنے رکھ رہی تھیں جبکہ دو لڑکے جنھوں نے کی طرز کے لباس پہن رکھے تھے وہ کچن سے چیزیں لا لا کر میز پر ٹکا رہے تھے۔ اس نے سب سے پہلے کافی کا کپ اٹھایا اور گھونٹ بھرا۔

کپ ابھی ہاتھ میں تھا کہ لانج کا دروازہ کھلا۔ اور ایک لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی اندر داخل ہوئی۔ اس نے ایک فائل فولڈر اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ سر پر چھوٹا سا حجاب ۔ سیاہ ڈریس شرٹ اور سفید لانگ سکرٹ پہنے وہ ہیل میں ٹپ ٹپ کرتی آ رہی تھی۔

''گڈ مارننگ سر۔'' وہ مودب سی کھڑی ہوئی۔ زمہ نے چونک کر پہلے اس لڑکی کی جانب اور پھر حسن کی جانب دیکھا۔

''گڈ مارننگ مس عینا۔!'' اس نے کافی کا کپ میز پر رکھا اور اپنی گھڑی دیکھی۔ ''آپ دو منٹ لیٹ ہیں۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں کہتے اخبار فولڈ کیا۔

''یس سر۔! مجھے گیٹ پر روک لیا گیا تھا۔'' اس نے یس اٹھائے بنا ہی مضبوط سے لہجے میں جواب دیا۔

''یقیناً میرے سکیورٹی گارڈز کی تیز ہے۔ وہ چوروں کو یوں ہی اندر داخل نہیں ہونے دیتے۔'' وہ اب ایک سلائس اٹھا رہا تھا۔ عینا کا چہرہ ضبط کے مارے لال ہوا۔

''میں چور نہیں ہوں سر۔'' اس نے سر اٹھا کر جواب دیا وہ پرسکون انداز میں نشستہ کر رہا تھا۔

''لان کے دو چکر لگا کر آؤ۔'' کہتے اس نے سلائس واپس پلیٹ میں رکھا۔ عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''کک۔ کیا سر؟'' اس کو لگا کہ اسکو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

''دوسری بار میں بات دہراتا نہیں ہوں۔ اگر دہرانی پڑے تو سزا دوگنا ہو جاتی ہے۔'' وہ اب سلائس پر مکھن لگا رہا تھا۔

''او کے سر۔!'' عینا سر ہلاتے فوراً باہر نکلی۔ سورج سر پر چڑھ آیا تھا۔ عینا ہیل میں پورے لان میں چکر کاٹ رہی تھی۔ لان اتنا وسیع تھا کہ ایک چکر بمشکل آدھے گھنٹے میں مکمل ہوا تھا۔ اوپر سے ہیل کی الگ سے خجلت۔ دوسرا چکر کاٹنے کے لئے وہ مین ڈور تک پہنچی تو وہ اندر سے نکلا۔

''چلو۔'' وہ اسکو حکم دیتا آگے بڑھ گیا۔ جبکہ عینا پیچھے یوں پٹخ رہ گئی۔ اب سارا دن اسکی آفس میں درگت بننی تھی۔

دوپہر ہورہی تھی۔وہ اپنے کالج گیٹ پ کھڑی گاڑی کا انتظار کررہی تھی کہ ای گاڑی آ کر وہاں رکی۔اس میں سے ای قریب پچیس سالہ نوجوان نکل کر آیا۔صفا نے دیکھا وہ اسی کی جانب آرہا تھا۔صفا نے اسکے عقب میں دیکھا تو وہ پی کیپ والا لڑکا بھی کھڑا تھا۔یہ کون تھا؟ وہ چلتا ہوا عین اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''ہائے۔۔مائی سیلف ارمان کیانی۔''اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا صفا قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''اکسکیوزمی۔''اس نے اچنبھے سے دیکھا وہ اجنبی شخص اس سے دوستوں کی طرح مل رہا تھا۔

''وا کیانی۔میرے۔۔آپ کے بنس پر۔''اس نے ٹوٹے پھوٹے انداز میں اپنا تعارف کروایا تو صفا کی سانس بحال ہوئی۔

''السلام علیکم۔''صفا نے تکلفا سلام کہہ دیا۔

''وعلیکم السلام۔''وہ شرمندہ سا ہوا۔

''آپ یہاں ہوتی ہیں؟''اس نے شرمندگی چھپانے کی کوشش کی۔

''نہیں۔میں یہاں بس پڑھتی ہوں۔ہوتی تو میں اپنے گھر ہوں۔''صفا نے پٹاک سے اسکے منہ پ ماری تو وہ ہل کر رہ گیا۔وہ اس سے اس طرح جوابت کی امید نہیں کررہا تھا۔''اور مجھے نہیں لگتا یہاں آپ کوئی ڈیل ڈسکسکس کرنے آئے ہیں۔''صفا نے کالج بلڈنگ کی جانب دیکھتے ہوئے ورکروایا۔

''نن۔نہیں نہیں۔سوری آئی مین آپکو۔الگا۔دراصل۔۔نے کہا تھا کہ آپکو کالج سے پک کرلوں آپ ہمارے ساتھ جارہی ہیں۔''اس نے جھجکتے ہوئے صفا کے علم میں اضافہ کیا۔

''میں کہاں جارہی ہوں آپکے ساتھ؟''صفا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو دیکھا۔اس وقت بھی وہ ای سیاہ عبایہ پہنے اور بھورے رنگ کا حجاب چہرے کے گرد لپیٹے ہوئے کھڑی تھی سورج کی شعاعیں وقتا فوقتا اسکی آنکھوں میں پڑتیں جن سے اسکی آنکھیں چمک چمک جاتیں۔

''وہ ہم لوگ آج کنسٹرکشن سائیڈ پ جارہے ہیں۔۔نے کہا کہ آپکو کالج سے ہی پک کرلوں۔ورنہ آفس جا کر وہاں سے پلٹنے میں وقت لگے گا۔''

''میری گاڑی آتی ہوگی۔''اس نے موبائل نکال کر فورا زریب کو کال کی۔جو دوسری بیل پ ہی اٹھالی گئی تھی۔''السلام علیکم زریب بھائی۔!آج کنسٹرکشن سائیڈ پ جانا ہے؟''اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''ہاں میں آفس سے نکل چکا ہوں گاڑی آتی ہے تم وہیں سے پہنچ جاو۔''زریب اس وقت آفس سے کچھ فائلز لئے نکل رہا تھا۔

''یہاں۔۔''صفا نے ای سامنے کھڑے ارمان کو دیکھا۔

''میں وہیں پہنچ کر ملتا ہوں تم سے صفا۔''زریب جلدی میں لگ رہا تھا اس لئے فون کاٹ دیا اب صفا ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

''گاڑی آتی ہی ہوگی۔''اس نے کچھ دیر بعد سامنے کھڑے ارمان کو دیکھ کر کہا۔پی کیپ والے لڑکے نے بونٹ سے ٹیک ہٹائی اور اس جانب کا رخ کیا۔وہ اب اس جانب قدم بڑھانے لگا تھا۔کیو گیٹ پ کافی دیر سے ای آدمی صفا کے پاس کھڑا تھا۔

''فائن۔!''اس نے کندھے اچکا دیئے۔''آپ پھر آجا۔میں چلتا ہوں۔''وہ مزید وہاں کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔اسی دوران صفا کے موبائل کی سکرین بلنک ہوئی۔

''میڈم گاڑی کا تھوڑا مسئلہ بن گیا ہے مجھے آدھا گھنٹہ لگ جائے گا۔''وہ میسج ڈرائیور کا تھا۔

''یا اللہ۔اب یہ نئی مصیبت۔''صفا نے پیشانی سے فون بیگ میں پٹکا تو ارمان جو کہ مڑنے ہی والا تھا اچانک پلٹا۔

''خیریت ہے؟''اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔صفا نے ای اس مشکوک سے پی کیپ والے آدمی کو دیکھا اور ای سامنے کھڑے ارمان کو۔

''جی۔!چلیں۔میں آپکے ساتھ ہی چلتی ہوں۔''صفا نے دانت کچکچائے۔

''آفٹر یو۔''اس نے پنس کی طرح خوش آمدید کیا تو صفا جا کر اسکی گاڑی میں بیٹھ گئی۔پی کیپ والا لڑکا دور پلٹ گیا۔

قریبا ایک گھنٹے کے بعد وہ لوگ ایک کنسٹرکشن سائیٹ پر موجود تھے۔گاڑی رکی تو صفا اپنا گاون سنبھالتی ہوئی نکلی۔ارمان اسکے ساتھ ہی تھا۔جگہ جگہ سیمنٹ، بجری اور ریت کے ڈھیر موجود تھے۔ورکرز کام کر رہے تھے۔

''آجا ئیے۔'' کچھ فاصلے سے آواز آئی تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہاں ایک گاڑی سے واجد کیانی صاحب نکل رہے تھے۔

''آجا ئیے۔''ارمان نے نرمی سے کہا تو وہ اسکے ساتھ ہولی۔وہ لوگ چلتے ہوئے ایک آفس میں پہنچے جو وہاں پر ان لوگوں کے لئے ہی تعمیر کیا گیا تھا۔سر اہی کرسی پر واجد کیانی بیٹھ گئے جبکہ سامنے مہمان کی کرسیوں پر صفا اور ارمان موجود تھے۔

''زریب بھائی نہیں آئے ابھی تک؟''صفا نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری۔

''وہ آتے ہی ہوگا۔''واجد کیانی نے مصروف سے انداز میں جواب دیا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ لوگ اسکو وہاں کیوں لائے تھے۔ وہ سوال کر کے بے وقوف نہیں بننا چاہتی تھی کیونکہ اگر وہ اب کام سنبھال رہی تھی تو ایسے ورکرز ہونا معمولی سی بات تھی۔

''السلام علیکم۔!''زریب کی آواز گونجی تو صفا کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔''سوری مجھے دیر ہوگئی۔''زریب کرسی کھینچ کر صفا کے ساتھ ہی بیٹھا تو صفا نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا۔زریب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکو تسلی دی۔اور فائل کھول کر سامنے رکھی۔ہر چیز ڈسکسس زریب نے ہی کر رکھی تھی صفا کی بس وہاں موجودگی لازمی تھی۔اس لئے اب وہ پرسکون تھی۔کچھ دیر میٹنگ چلتی رہی۔زریب ان لوگوں کو کنسٹرکشن کی بریفنگ دیتا رہا۔صفا بیٹھے بیٹھے بور ہونے لگی تو کیانی صاحب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ارمان کو اشارہ کیا۔

''مس قریشی آپ ہم ہر چلتے ہیں۔''وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔تو صفا نے چونک کر پہلے اسکی جانب دیکھا اور پھر مڑ کر زریب کی جانب دیکھا۔زریب نے تسلی سے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ جھجکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ لوگ چلتے ہوئے ہر آئے ریت کے ڈھیر کے پاس کھڑے ہوگئے۔کچھ پل خاموشی کی نذر ہوگئے۔''میں یو ایس میں ہوتا ہوں۔''ارمان نے خاموشی توڑی تو صفا نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی اثبات میں سر ہلایا۔''آپ۔سے کافی امپریس ہوں میں۔ابھی آپ پڑھ رہی ہیں ساتھ ساتھ اپنے دادا کا کاروبار بھی دیکھ رہی ہیں۔''وہ اب تعریف کر کے اسکی توجہ حاصل کر رہا تھا۔

''مجبوری ہے۔''صفا کے تاثرات نہیں بدلے تھے۔''ہمم۔ویسے آپ لوگوں کا کیا معاملہ ہوا تھا جو آپ کا بھائی قتل ہوا اور اس حادثے میں۔''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا اور صفا کے چہرے کر بگڑتے تاثرات دیکھے۔

''وہ جو بھی تھا ہمارا پرسنل ٹاپک ہے اور مجھے نہیں لگتا آپ کا مجھ سے ایسا کوئی بھی بے تکلف رشتہ ہے کہ میں آپکو اپنی فیملی ہسٹری سناوں۔'' صفا نے کرخت سے لہجے میں کہہ کر ارمان کو وہیں روک دیا۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے ششدر سا کھڑا تھا۔

''مجھے لگتا ہے مجھے بات کلیر کرنی ہوگی ورنہ آپ مجھے غلط سمجھیں گی۔''وہ چلتا ہوا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''جی۔''صفا نے نپا تلا سا جواب دیا۔

''دراصل۔میں چاہتے ہیں کہ اس پراجیکٹ کو رشتہ داری میں تبدیل کر دیا جائے۔اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ۔''

''وہ چاہتے ہیں کہ ہماری شادی ہوجائے۔''صفا نے ایک طنزیہ مسکراہٹ اچھالی۔

''جی جی۔ پلیز آپ غلط مت سمجھیں۔''وہ فوراڈیفینس میں آیا۔

''اور آپ کیا چاہتے ہیں؟''صفا نے اب کی بار تحمل سے پوچھا۔

''میں نہیں چاہتا۔میری گرل فرینڈ ہے اس لئے میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔''اس نے پرسکون انداز میں اپنا دامن جھاڑ دیا تو صفا کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

''تو آپ اپنے والدین کو انکار کر دیں۔سمپل۔''صفا نے کندھے اچکا دیئے۔

''نہیں کر سکتا۔''اس نے بے چارگی لئے صفا کا پراعتماد سا چہرہ دیکھا۔

''کیوں؟؟''اس نے حیرت سے دیکھا۔''شادی کے لئے مجبور تو بس لڑکیوں کو کیا جاتا ہے کیا مرد بھی مجبور ہوجاتے ہیں؟''صفا نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا تو وہ ہنس

دیے۔

''آپ نے لگتا ہے د دیکھی ہی نہیں۔مرد بھی اتنا ہی کمزور اور مجبور ہے جتنی ا یہ عورت ہے۔''اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔

'' میں نے مرد کو ہر روپ میں طاقت ور دیکھا ہے۔''صفا نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تو ارمان گہرا مسکرایا۔

''تو پھر ان مردوں کی کمزوری آپ خود ہوں گی۔''اس نے صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا تو صفا نے آنکھیں سکیڑ لیں۔۔وہ یقیناً اسکی بات نہ سمجھی تھی۔''مرد اپنی کمزوری کے لئے طاقت ور بن جاتا ہے۔اگر آپ نے مرد کو طاقت ور دیکھا ہے تو آپ اس مرد کی کمزوری ہیں۔''اس نے آہستہ آہستہ کہتے صفا کے تاثرات جانچے تھے۔صفا کی آنکھوں میں پہلے ابہام کا عکس آیا اور پھر حسن کا۔وہ دونوں مرد طاقت ور تھے۔ وہ ان دونوں کی کمزوری شاید ہوئی تھی۔''آپکی آنکھوں میں موجود عکس ظاہر کرتا ہے کہ آپ بھی کسی مرد کی کمزوری ہیں۔''اس نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو صفا نے فوراً پلکیں جھپکیں۔

''بتیں اچھی کرتے ہیں آپ۔!''صفا کو اب وہ بے ضرر لگا تھا۔

''خیر۔!میں بھی کو انکار نہیں کر سکتا۔کیا آپ کر سکتی ہیں؟''اس نے مصالحت سے پوچھا۔

''میں پہلے ہی انکار کر چکی ہوں۔آپ بے فکر رہیں۔''صفا نے تسلی دی ارمان کی بے چینی دور نہ ہو سکی۔

''آپ سمجھ نہیں رہیں۔''وہ ایک قدم آگے بڑھا کہ ایک ہیولہ سا ان دونوں کے پاس آیا۔وہ آکر ارمان سے ٹکرایا۔ارمان بجلی کی طرح زمین بوس ہوا۔

''ارے!آپ ٹھیک ہیں؟''صفا فوراً جھکی۔ارمان کا ہاتھ چھلا تھا۔بجری کے ٹکڑے اسکے زخم میں چبھ گئے تھے۔

''سوری۔!''وہ پی کیپ والا لڑکا سر جھکائے وہاں سے نکلا۔جبکہ ارمان ہکا بکا سا کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

شام ہو رہی تھی۔

کرداوی مینشن کی رونقیں بحال ہونا شروع ہو چکی تھیں۔سیاہ مرسیڈیز گیٹ پار کر کے تو گارڈز نے لپک کر گیٹ کھولا۔وہ شاہانہ انداز میں چلتا ہوا آرہا تھا۔اسکے پیچھے عینا اپنی سفید سکرٹ کو سنبھالتے ہوئے ہاتھوں میں ایک فولڈر اٹھائے تیز تیز قدم اٹھاتی چلی آرہی تھی۔وہ سر جھکائے بس اسکی پیروی میں چلی آرہی تھی۔وہ لاونج میں آکر رکا۔عینا اپنی دھن میں چلی آرہی تھی کہ اچانک وہ کسی کی چوڑی پشت سے ٹکرائی۔

''اوچ۔''اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

''آنکھیں نکال کر بھیج دی ہیں؟''وہ بنا پلٹے ہی تمیزی سے بولا۔عینا تلملا کر رہ گئی۔''میری کافی میرے کمرے میں۔''وہ آدھا ادھورا حکم دیتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

''کیا مطلب؟میں اب اسکی کافی بھی بناوں گی؟''اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے سیڑھیوں کو گھورا جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ غرایا تھا۔پھر وہ پاؤں پٹختی کچن میں چلی آئی۔''کافی تو اسی پلاوں گی کہ یاد رکھے گا حسن کرداوی۔''وہ کافی مشین کے پاس کھڑی بڑبڑا رہی تھی۔ خوفزدہ سا اسکی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں کافی تیار ہو گئی تو وہ پاس ٹرے میں رکھے وہاں سے نکل آئی۔

''اس لڑکی میں ڈرنا می کوئی چیز نہیں؟'' زمہ نے پاس کھڑی زمہ سے پوچھا تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''اڈرنا می مادہ نہیں بھی ہے تو آج کے بعد پیدا ہو جائے گا۔'' زمہ کچن سمیٹنے لگی جبکہ نے افسوس سے دروازے کو دیکھا جہاں سے کچھ دیر پہلے عینا نکلی تھی۔

واش روم کا دروازہ کھلا تو وہ تولیہ کندھے پر ڈالے باہر نکلا۔وہ بس ایک ٹراوزر میں ملبوس تھا۔تولیہ ہینگر پر پھینکتے وہ اس وقت ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجاو۔''اس نے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے ہی جواب دیا دروازہ کھلتا گیا۔وہ سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔حسن کا رخ آئینے کی جانب ہی تھا۔

''سر آپکی کافی۔''وہ بنا سر اٹھائے کافی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر پلٹنے لگی۔

''رکو۔''حسن نے مڑتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو دیکھا۔وہ سر جھکائے مودب سی کھڑی تھی۔وہ قدم قدم چلتا اسکے پاس آیا۔عینا الجھی سی کھڑی تھی۔وہ الجھن تھی خوف نہیں تھا۔اس نے تو یہ نہ دیکھا تھا کہ وہ شرٹ کے بنا کھڑا ہے۔جبکہ حسن کو اسکا مودبانہ انداز ذرا کھٹکا تھا۔وہ عین اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔عینا کی نگاہ اسکے

پیروں پہ تھی۔ایک سیاہ چپل میں اسکے سرخ وسفید پیروں اس وقت چاندی کی مانند چمک رہے تھے۔

وہ حسین تھا۔بے حد حسین۔!

اس نے جھک کر کافی اٹھائی۔

''سر میں جاوں؟''وہ فوراً پلٹی۔

''میں نے کہا جانے کا؟''عینا کے دروازے کی جانب بڑھتے قدم رک گئے۔وہ وہیں. ف بن گئی۔حسن نے اسکی پشت پہ نگاہیں جمائے ہی کافی کا گھونٹ بھرا۔''آخ تھو۔''اس نے فوراً وہ کافی تھوک۔عینا لرز کر رہ گئی۔''واٹ ربش؟''وہ جانتو عینا پہ اب طاری ہو چکی تھی۔ وہ مڑی نہیں۔حسن گھوم کر اسکے سامنے آیا۔اور پہ عینا کی جانب بڑھا۔

''کک۔کیا؟''عینا نے سوالیہ انداز میں سر اٹھا کر دیکھا۔

''ڈرنکاٹ۔''اس نے تنے جبڑوں سے ہی حکم صادر کیا عینا نے تھوک نگلا۔

''مم۔سر یہ آپ کے لئے ہے۔''اس نے حد درجہ کوشش کی خود پہ قابو پانے کی۔

''پیو اسکو۔''حسن کی آواز تیز تھی۔عینا نے ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔اسکے بعد عینا کے لئے آنکھیں. پ..ممکن ہو چکا تھا۔''ڈرنکاٹ۔''اس نے اسی تیز آواز میں کہتے عینا کی جانب کافی کا پ بڑھایا جسے اس نے پ چاپ پکڑ لیا۔''ان ون سپ۔''عینا نے کسی ٹرانس کے تحت وہ پ منہ کو لگا لیا۔وہ آنکھیں چھوٹی کئے اسکے حلق سے وہ مگ واما دہ اترتے ہوئے دیکھتا رہا۔پ خالی ہوا۔ عینا کی آنکھیں بھری ہوئی تھیں آنسوں سے اور ضبط کی شدت سے۔

''نیکسٹ ٹائم ڈونٹ یو ڈیئر ٹو میس ود می۔''اس نے پ عینا کے ہاتھ سے پکڑا تو عینا کا ٹرانس ٹوٹا تھا۔آنسو لڑھک کر اسکے گالوں پہ بہہ گئے۔''وگیٹ آوٹ۔''اس نے دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا تو عینا ایک پل کے لئے کانپی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔''سلیل۔''اس نے سر جھٹکا اور پ میں باقی ایا گھونٹ بھر لیا۔

''آئی لائک دس بٹر کافی۔ٹو یو ڈونٹ۔''وہ تچھا سا مسکرایا۔

وہ منہ پہ ہاتھ رکھے سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ لاونج میں ہی منصور کی نگاہ عینا پہ پڑی۔اس نے تاسف سے عینا کی جانب دیکھا۔عینا نے ایک زخمی سی نگاہ اپنے باپ پہ ڈالی اور باہر نکل گئی۔منصور نے سر جھٹکا اور فائلز اٹھائے اسٹڈی روم میں آگیا۔

قریباً آدھی رات کا وقت تھا۔بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے موبائل میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔وہ آنکھیں ملتا اٹھ بیٹھا۔وقت دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے۔فون پاکستان سے تھا۔جہاں اس وقت دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔اس نے اوکے ہوئے فون اٹینڈ کیا۔

''السلام علیکم ماما۔''اس نے جمائی روکتے ہوئے سلام کیا۔

''ابیہم۔!''منال بیگم کی آواز میں گھبراہٹ واضح تھی۔

''ماما۔کیا ہوا؟''وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔نیند پھک سے اڑ گئی تھی۔

''تمہارے..''کہتے ہوئے الفاظ بکھر گئے۔

''کیا ہوا..کو؟ماما پلیز بتائیے۔''ابیہم کا دل ایک لمحے کو بند ہوا تھا۔وہ اٹھ کھڑا ہوا مانو یہاں سے سیدھا بھاگ کر گھر پہنچ جائے۔

''تمہارے..کو ہارٹ اٹیک آیا ہے۔تم آجاو.ابیہم۔''انھوں نے اٹک اٹک کر الفاظ ادا کئے تو.ابیہم کو لگا کہ کسی نے اسکی شہ رگ کاٹ دی ہو۔

''...۔''وہ زور زور سے بڑبڑایا۔''کک۔کہاں ہیں..''ابیہم کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔وہ مزید کسی کو کھونے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔اس وقت تو ہرگز نہیں۔

''وہ اسپتال میں ہیں۔تم۔تم آجاو۔پلیز آجاو۔''

''مم۔میں آرہا ہوں ماما۔پلیز۔آپ۔آپ خود کو سنبھالیں۔ہیلو۔ہیلو ماما۔'' وہ بات کر رہا تھا کہ فون ڈراپ ہوا۔اس کے بعد اہیم نے بہت بار کال کی کسی نے فون نہیں اٹھایا تھا۔وہ پیروں میں جوتا اڑستے نیچے آیا۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا سفیان۔'' منال بیگم نے موبائل سکرین کو گھورتے ہوئے تاسف سے لنچ ٹیبل پر بیٹھے سفیان گورسی کو دیکھا۔اب موبائل پر مسلسل کالز آرہی تھیں سفیان صاحب کے حکم کے مطابق وہ فون اٹھا نہیں سکتیں تھیں۔

''میں نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔سمجھتا کیا ہے وہ خود کو۔اب آئے گا اوقات پہاڑ کے نیچے'' انھوں نے نیپکن سے ہونٹ تھپتھپاتے ہوئے پلیٹ سائیڈ پر کھسکائی۔

'' سفیان۔!وہ پریشان ہو رہا ہوگا۔'' منال بیگم نے ایک بار پھر سے سکرین پر دیکھا جہاں اب فون کال آف بند ہو چکی تھی۔

''ہونے دو۔اور جو یہاں میں اسکے لئے ٹھیک سمجھتا ہوں اسکا کیا؟ میرا بیٹا ہے۔سوں سے دور ہے۔تعلیم مکمل کرنے گیا تھا وہیں کا ہو کر رہ گیا ہے۔اب آئے گا تو جانے نہیں دوں گا۔اور تو اور مجھے بنا بتائے امریکہ بھی گیا۔کچھ زیادہ ہی خود مختار ہو گیا ہے۔'' وہ سر جھٹ اٹھ کھڑے ہوئے۔منال بیگم نے کندھے اچکا دیئے۔وہ ان کے بیٹے کے ہتھے چھنس گئیں تھیں۔

وہ لوگ اس وقت ائیر پورٹ پر موجود تھے۔

''دادو کو کیا ہوا ہے؟'' قوت بے چین سا تھا۔اس نے سفیان گورسی کو بس تصویروں میں دیکھا تھا اسکو ان سے الگ سا لگاؤ اور انس ہو گیا تھا۔کیوں ہوتا خون تو خون ہوتا ہے۔اور خون چاہے سات سمندر پار ہی کیوں نہ ہو کشش تو کرتا ہے۔

''ہارٹ اٹیک آیا ہے۔'' وہ مصروف سا موبائل پر کسی کو کال کیے ہوا بولا۔اسکے پاس زہرا کھڑی تھی جس نے دینا کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔جبکہ مرجان ان سے ان بینچ پر بیٹھا پاؤں جھلا رہا تھا۔''ہیلو۔ہاں ضرار۔دادو کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے۔۔مجھے جانا ہوگا۔'' وہ فون پر بات کرتا ہوا دور نکل گیا۔

''زہرہ تمہاری فیملی کہاں ہے؟'' قوت نے پاس کھڑی زہرا کو دیکھا جو دینا کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''میری فیملی۔'' زہرہ خاموش ہو گئی۔

''اوہ کیا کوئی ڈیتھ ہو گئی؟'' قوت نے افسوس سے زہرا کی جانب دیکھا۔زہرا کو اب عربی اور اردو بولنا آ گئی تھی۔اس لئے اب کسی کو اسے بات کرتے ہوئے مشکل نہیں ہوتی تھی۔

''نہیں۔'' زہرا نے فورا میں سر جھٹکا۔

''تو پھر؟ تم اپنے پاس کیوں نہیں جاتی؟'' قوت نے سوال دہرایا۔

''وہ لوگ دور ہیں۔'' زہرا نے اداسی سے دینا کی پشت پر تھپکی دی۔

''کتنا دور ہیں؟ کیا تم فون پر بول نہیں کر سکتی؟'' قوت کے سوال آج ختم نہیں ہو رہے تھے۔

''پہلے نہیں کر سکتی تھی میرے پیپرز نہیں تھے۔اب کر سکتی ہوں۔'' زہرا پھیکا سا مسکرائی۔

''تو پھر؟ تم اپنے پاس کیوں نہیں جاتی۔''

''وہ لوگ شاید مجھے قبول نہ کریں اب۔'' زہرہ اداس سی مسکرائی۔

'' کیوں؟'' قوت کی آنکھیں زہرا کے اداس سے چہرے پر موکوز تھیں۔زہرہ اسکے سوالوں سے جتنا بچنے کی کوشش کر رہی تھی قوت کا اسرار اتنا ہی بڑھتا جا رہا تھا۔

''وہ۔وہ دراصل۔'' زہرا کا حلق خشک ہوا۔

''چلو بچو۔'' اسی دوران ابیم وہاں آیا۔زہرہ کی سانس بحال ہوئی۔

''کیسی ہو؟'' موبائل سکرین بلنک ہوئی تو اس نے فورا میسج اوپن کیا۔

''کیسی ہوسکتی ہوں اس شیطان کی قید میں۔''میسج بھیج کر اس نے موبائل سامنے پڑی میز پہ دے۔ریسٹورنٹ میں آتے جاتے لوگوں کا رش تھا۔کچھ جوڑیاں اپنی اپنی ٹیبلز پہ خوش گپوں میں مصروف تھیں تو کچھ لوگ اپنے لیپ ٹاپس اپنی ٹیبل پہ رکھے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ان کے پاس وہ ایک ملک شیک کا گلاس سامنے رکھے آتے جاتے لوگوں کو گھور رہی تھی۔اسکو اپنے علاوہ ہر کا ہر شخص الگ لگ رہا تھا۔

''تو تمہیں کس نے کہا تھا اسکا کارڈ گم کرنے کو؟''موبائل سکرین دو بارہ بلنک ہوئی تو وہ تلملا کر رہ گئی۔

''میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔''عینا نے ایک گھونٹ ملک شیک کا بھرا اور میسج سینڈ کر دیا۔

''اچھا موڈ کیوں اتنا آف ہے؟''میسج دیکھ کر عینا کے چہرے پہ کرب سا آیا۔

''تم ابھی پوچھ رہے ہو؟ مجھے قادر کی فکر ہے یار۔''اس نے تھکے سے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''اسکی تو مجھے بھی بہت فکر ہے۔تم کچھ کرتی کیوں نہیں؟ تم تو شاہ کے ساتھ ہوتی ہو اب؟''

میسج دیکھ کر عینا کا حلق تک واہوا۔''میں اسکی بیوی نہیں ہوں جو وہ مجھے کچھ بتا دے گا۔''اس نے ٹائپ کر کے میسج بھیجا۔

''اچھا میں نے بتایا تھا کہ بس پاکستان گئے ہیں۔''

''خیریت ہے؟''عینا نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''اسکی والدہ کی طبیعت اب ہوگئی تھی اس لئے۔یہاں بھی جانے سے پہلے بس ضرار کو بتایا ہے۔''

''سفیر۔!مجھے بس پہ افسوس ہوتا ہے۔وہ اکیلے کتنا کچھ برداشت کر رہے ہیں۔''عینا کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔وہ شخص ان کے لئے بہت اہم تھا۔وہ انکا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی انکا سب کچھ تھا۔

''ہمم۔مجھے بھی۔ وہ مجاہد ہیں اور لڑنا آتا ہے۔پھر خواہ زندگی کا میدان ہو یا زندگی کا۔''میسج پڑھ کر عینا زخمی سا مسکرائی۔

''اچھا تم قادر کا پتہ کرواو جلد سے جلد۔مجھے اس تک پہنچنا ہے۔میں جانتا ہوں شاہ نے اسکو زاتی انا کی وجہ سے ابھی تک قید میں رکھا ہوا ہے۔ورنہ اس نے عیشا کو چھوڑ دیا ہے تو قادر کا کیا قصور۔مجھے ڈر ہے کہ وہ قادر کو انخواستہ۔''

''نہیں سفیر۔!قادر کو کچھ نہیں ہوگا۔۔میں اسکو کچھ نہیں ہونے دوں گی۔''عینا تڑپ ہی تو گئی تھی۔وہ لوگ چند قاتوں میں ہی ایک دوسرے کے دوست و رازدان بن گئے تھے۔وہ ایک جسد کی مانند بن گئے تھے۔

''اچھا عیشا کب تک واپس آرہی ہے؟'' کچھ دیر بعد عینا نے میسج بھیجا۔

''اسکی ماں بیمار ہے۔اس لئے کچھ دن وہاں رکے گی۔آئے گی تو سیدھا یہیں آئے گی۔میں بتا دوں گا تمہیں۔تم اپنا خیال رکھنا۔اور ہاں محتاط رہنا۔''میسج پڑھ کر عینا مسکرائی۔ جواب دیئے بنا اس نے فون اپنے بیگ میں رکھ لیا۔اب وہ واپس جانے کی لئے تیار تھی اور پھر سے اس شیطان کا سامنا کرنے کے لئے۔

کالج گیٹ پہ وہ سرمئی آنکھوں والی لڑکی آج پھر سے اپنی گاڑی کی منتظر تھی۔پی کیپ والا لڑکا ہنوز کچھ فاصلے پہ کھڑا تھا۔اب صفا کو اسکی عادت ہوگئی تھی۔اب خوف مندمل ہو رہا تھا۔اور وہ اتنے دنوں سے کچھ نہیں کر پایا تھا تو اب بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔وہ دور اس پی کیپ والے لڑکے کو دیکھ رہی تھی کہ ایک سیاہ شیشوں والی گاڑی گیٹ پہ آکر رکی۔کالج قریبا خالی ہو چکا تھا۔بس اکا دکا اسٹوڈنٹس موجود تھے۔ارمان اپنے اٹ ڈگلاسز لگاتا ہوا اسی جانب آرہا تھا۔

''افف۔اب اسکو کیا چاہئے؟''صفا نے دانت کچکچائے۔

''السلام علیکم۔''وہ خوش مزاجی سے سلام کرتا اسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

''وعلیکم السلام۔''صفا نے بمشکل مسکرا کر جواب دیا تھا۔

''ڈرائیور نہیں آیا ابھی تک؟''اس نے ادھر ادھر دیکھتے نرمل سے انداز میں پوچھا۔

''اگر آیا ہوتا تو میں یہاں کھڑی نہ ہوتی۔''صفا نے بمزہ ہوتے ہوئے جواب دیا تو ارمان نے پل کے لئے اسکی سرمئی آنکھوں میں دیکھا۔

''کافی حاظر جواب ہیں آپ۔'' وہ تعریف کئے بنا نہ رہ سکا۔

''شکریہ۔! مجھے نہیں لگتا آپ یہاں میری حاظر جوابی کی تعریف کرنے آئے ہیں۔'' صفا نے بے زاری سے اسکی جا. دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہنس دیا۔

''کافی کے. رے میں کیا خیال ہے؟''

''کافی ٹ واخیال ہے میرا۔'' صفا نے فوراً جواب دیا۔

''اوہ۔ کوئی. ت نہیں آپ کچھ اور آرڈر کر لیجے گا۔'' اس نے فوراً پیش ش کی۔

''نو تھینکس۔ گاڑی آتی ہوگی۔'' صفا نے بے زارگی سے گھڑی پ وقت دیکھا۔ دو بج چکے تھے گاڑی کا دور دور ن نہ تھا۔

''کیا ابھی۔ آپ مجھے غلط سمجھتی ہیں؟'' وہ پھیکا سا مسکرا یا۔

''آپ اتنے اہم نہیں ہیں کہ میں آپکو صحیح یا غلط سمجھنے میں وقت. دکروں۔'' صفا نے کر. ت لہجے میں جواب دیا تو ارمان نے سراٹ رکرنے کے ا. از میں دونوں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''آپ سے کوئی نہیں. . سکتا پ یٹی لیڈی۔''

''واٹ۔'' صفا کی آواز بے ساختہ بلند ہوئی تو ارمان ٹ ٹ ۔

وا۔۔ واٹ ہیپنڈ؟'' ارمان نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

''آپ۔ آپ مجھے پ یٹی لیڈی نہیں کہہ ت۔'' صفا کو اپنے حلق میں کا چبھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اس لفظ کے ساتھ دو لوگوں کی یادیں جڑی ہو تھیں اور وہ اس وقت ان دونوں کے. رے میں ہی سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ ا. طرف الفت تھی تو دوسری جا. غصہ تھا۔ ہاں۔ غصہ تھا ت نہیں تھی۔ وہ چاہ کر بھی حسن سے ت نہیں کر پائی تھی۔ وہ شخص اس کی زات پ ا. چھاپ چھوڑ. تھا۔ ا. ایسے. ب کی چھاپ جو محبت کا ہر. نہ تھا۔ وہ شا. ہمدردی کا تھا. پھر پچھتاوے کا۔

''آئی ایم۔ سوری۔ میں نے تو بس ایسے ہی۔'' ارمان. ی طرح جھنجلا. تھا۔ صفا کا شدی. ردعمل اسکو چبھا تھا۔

''ا. . ت پلے سے. ھ لیں۔'' صفا نے انگلی کھڑی کی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی گاڑی کا ہارن اسکو سنائی دیا۔ صفا نے ا. پل کے لئے مڑ کر گاڑی کو دیکھا اور پھر سامنے کھڑے ارمان کو۔ اس نے بے اختیار انگلی پیچھے کھینچ لی۔ وہ اس پ اپنے الفاظ ضائع نہیں کر. چاہتی تھی۔ صفا لمبے لمبے ڈگ بھرتی گاڑی میں جا بیٹھی۔ ''کہاں رہ گئے تھے تم؟'' اس نے. ت ہی ڈرائیور پ غصہ نکالا۔

''بی بی معاف کر دیں۔ پیٹرول ختم ہو. تھا۔ اور پیٹرول پمپ پ لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ اس لئے د. ہو گئی۔'' ڈرائیور نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ بتا. تو صفا کے ماتھے کے بل ڈھیلے پ ے۔

''ٹھیک ہے۔ اب جلدی چلو۔'' اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''گھر. دفتر؟'' ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے مرر میں دیکھتے اس سے پوچھا تو صفا نے ا. دور کھڑے ارمان کو دیکھا۔ ''گھر چلو۔'' اس نے درشتی سے کہتے دن موڑ لی۔ گاڑی جا چکی تھی وہ اپنا چشمہ ہاتھ میں پکڑے کھڑا اسی سمت میں گھور رہا تھا جس سمت میں ابھی ابھی صفا کی گاڑی گئی تھی۔

''آئی لا. دس ایٹیٹیوڈ۔'' وہ مسکرا. ہوا. . ب. ا. ''سوچا تھا کہ ا. جینٹل مین کی طرح تمہیں موم کر لوں گا۔ تم میری سوچ سے پ ے کی چیز ہو۔ اس لئے اب طر. لنا ہوگا۔'' اس نے چشمہ آنکھوں پ لگا. اور اپنی گاڑی میں سوار ہو. ۔

شام ڈھلتی جا رہی تھی۔ ا. . ر پھر سے سورج اپنے اختتام کو تھا۔ اجالا ا. . ر پھر سے ا. ھیرے کی کوکھ میں ا. نے کو تیار تھا۔ ا. . ر پھر سے آسمان پ. ر روشنی اپنا حسن بکھیر رہی تھی۔

ا. خوبصورت سا اختتام۔ نئے دن کی شروعات۔!

گاڑی قریشی ہاوس داخل ہوئی تو وہ تن فن کرتی. ہر نکلی۔ لاونج میں. یجہ بیگم تسبیح لئے بیٹھی تھیں۔ اسکو آگ بگولہ ہوتے ہوئے دیکھا تو ٹھٹکیں۔ صفا نے بیگ لا کر

صوفے پہ پٹکا اور اپنا حجاب کھول کر وہیں ڈھے گئی۔ سنہری بال کسی آبشار کی طرح اسکے شانوں پہ بکھرتے چلے گئے۔

''پانی۔'' اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سعدیہ پانی کا گلاس لئے کھڑی تھی۔ صفا نے پانی کا گلاس پکڑا اور ایک ہی سانس میں ختم کر دیا۔ سعدیہ کبھی صفا کو دیکھتی تو کبھی سامنے الجھی سی بیٹھی نجیبہ بیگم کو دیکھتی۔ نجیبہ بیگم نے کندھے اچکا دیئے۔ ''کھانا لگاؤں؟'' سعدیہ نے گلاس واپس پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔'' صفا نے بے زاری سے جواب دیتے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ نجیبہ بیگم اٹھ کر اسکے پاس آئی۔ وہ آنکھیں موندے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔ وہ نرمی سے اسکے پاس بیٹھ گئیں۔ ایک ہاتھ اسکے سنہری بالوں پہ پھیرا اور اسکے چہرے اور سر پہ پھونک ماری۔

''سلامت رہو۔'' انھوں نے دعا دی تو صفا نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ محبت پاش نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ ''کیا ہوا ہے میری بیٹی کو؟'' انھوں نے محبت سے پچکارا۔ صفا کو لگا کہ وہ ایک بار پھر سے وہی چھوٹی سی صفا بن گئی ہے جو سکول میں کسی سے لڑائی ہونے کے بعد یوں ہی منہ پھلائے گھر لوٹ کرتی تھی۔ اور نجیبہ بیگم یوں ہی پیار سے اسکو پچکارا کرتیں تھیں۔ صفا نے بے اختیار آگے بڑھ کر انکے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ ''کیا ہوا ہے میری جان؟'' وہ اب واقعی پریشان ہو گئیں تھیں۔

''امی۔! لوگ کیوں ہمیں ہمارے حال پہ نہیں چھوڑ دیتے؟ کیوں کوئی ہماری زندگی کا روٹ اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے؟'' وہ اسی طرح آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی۔ نجیبہ بیگم نے مزید سوال کئے بنا اسکے بالوں پہ ہاتھ پھیرنا جاری رکھا۔ ''امی۔! کیا ایک لڑکی اپنی مرضی کے رشتے میں نہیں رہ سکتی؟ کیا رشتوں کا کھیل صرف مرد ذات کے لئے ہے؟ کیا ایک عورت کا رشتے بنانے، نبھانے کا توڑنے پہ کوئی اختیار نہیں؟'' وہ آج جانے کون سی بھڑاس نکال رہی تھی۔

''اختیار ہے میری جان۔ پورا اختیار ہے۔ اسلام عورت کو سارے اختیار دیتا ہے۔ اپنی مرضی کا رشتہ بنانے کا بھی اور توڑنے کا بھی۔ تم کیوں ہلکان ہوتی ہو؟''

''تو پھر کیوں لوگ ہم پہ اپنی مرضی تھوپنا چاہتے ہیں۔''

''کوئی تم پہ اپنی مرضی نہیں تھوپ رہا۔ تم بااختیار ہو۔ تم اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرنے کی مجاز ہو اور یہ اختیار تمہیں تمہاری ماں دیتی ہے۔'' انھوں نے اسکے بال چومتے ہوئے اسکو خود سے لگایا تو صفا کی آنکھوں میں ٹھہرا پانی بہہ گیا۔

''... کیسے ہیں؟'' کچھ دیر بعد اس نے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ٹھیک ہیں۔ زریب آیا ہوا ہے۔ اپلیکیشن کوئی بیلفنگ دے رہا ہے۔'' نجیبہ بیگم نے نرمل سے انداز میں بتایا تو صفا نے ابروسکیڑے۔

''مجھے تو نہیں بتایا زریب بھائی نے۔''

''ہاں وہ تمہارے ... نے بلوایا ہے اچانک۔'' وہ کندھے اچکا گئیں۔ تو صفا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

پیچھے نجیبہ بیگم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''سر وہ۔ کیانی صاحب نے ایک پوزل بھیجا ہے۔'' زریب نے فائل سمیٹتے ہوئے ان سے کہا۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکو بات جاری رکھنے کا کہا۔ ''وہ دراصل چاہتے ہیں کہ ایک بیٹی کی صفا سے۔'' کہتے کہتے زریب خاموش ہو گیا۔ خیام قریشی نے ایک الجھی سی نگاہ زریب پہ ڈالی۔ ''انکا بیٹا ارمان۔ امریکہ ہوتا ہے۔ آج کل آیا ہوا ہے انھوں نے مجھے کہا ہے آپکو پیغام دے دوں۔'' زریب وہیں پاس کھڑا تھا۔ ہاتھ میں فائل تھامے۔

''۔'' خیام قریشی نے پسوچا انداز میں زریب کی جانب دیکھا۔

''ان کو اعتراض نہیں۔ وہ کہتے ہیں صفا طلاق لے لے تو وہ نکاح کر لیں گے۔'' زریب نے انکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ خیام قریشی سوچ میں پڑ گئے۔

''السلام علیکم...'' وہ دروازے میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ خیام قریشی نے رخ دوسری جانب پھیر لیا۔

''وعلیکم السلام صفا۔'' زریب نے مسکرا کر اسکے سلام کا جواب دیا۔ صفا نے اٹھتے بیٹھتے پاقابو پایا اور چلتی ہوئی بیڈ پہ آ کر بیٹھی۔ اس نے خیام قریشی کا بوڑھا ہاتھ اٹھا کر اسکی پشت پہ بوسی دیا اور وہ ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگایا۔ انھوں نے ایک سخت نگاہ صفا پہ ڈالی۔

''...--... ناراض رہیں گے۔'' صفا بھرائی آواز میں بولی وہ دوبارہ رخ پھیر گئے۔

''سر میں چلتا ہوں۔'' زریب نے وہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا۔ وہ ایک نگاہ صفا پہ ڈالتا وہاں سے نکل گیا۔

''۔۔۔پلیز۔'' صفا نے اسے پکارا انھوں نے مڑ کر صفا کو دیکھا۔ وہ اسکی بیٹی تھی اسکے لخت جگر۔ بھلے وہ اسکی بیٹی کی جان کو امان نہ دلوا پائی تھی تھی تو وہ انکا خون۔ انکا دل پسیجا تھا۔ انھوں نے ضبط کئے رکھا۔ ''آپ جو کہیں گے میں کروں گی۔ آپکے آفس سنبھالوں گی۔ آپکے لئے اپنی جان تک دے دوں گی پلیز ایسا مت کریں مجھ سے۔ میں آپکا بیٹا بن جاوں گی۔۔۔'' صفا نے چمکتی آنکھوں سے ایسا یقین دلانے کی کوشش کی۔ انھوں نے رخ موڑے رکھا۔ ''۔۔پلیز۔ ایک موقع تو دیں مجھے۔'' انھوں نے اپنا ہاتھ صفا کے ہاتھوں سے چھڑوایا اور جھٹکے سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ صفا کو امید کی ایک کرن نظر آئی۔

''تم میرے بیٹے کی امان نہ بن پائی۔ تمہیں ونی کیا گیا تھا۔ تم اس قابل نہ بن سکی کہ وہ تمہیں قبول کرتا۔ اس نے تمہیں قبول نہیں کیا اور میرے بیٹے کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے صفا۔ مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں بچی کہ میں اس پہ ونی کا کیس کر سکوں۔ میری تمام تر ہمت جواب دے چکی ہے۔'' آواز لرز رہی تھی اسا ثبت نے صفا کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

''۔۔۔۔'' اس نے غیر یقینی سے اسے پکارا۔ آنکھوں میں اس وقت حقارت تھی جس نے صفا کے وجود کو چھلنی کر دیا تھا۔

''اور تم اب بھی اسی کے نکاح میں ہو۔ تم میرے بیٹے کے قاتل کے نکاح میں ہو صفا۔'' وہ دھاڑے صفا لرز کر رہ گئی۔ وہ پچھلے اس ایک ماہ میں پہلی بار اس سے ثبت کر رہے تھے۔ اور ہر ہر ثبت صفا کے دل میں سوراخ کر رہی تھی۔ ''اگر تم اسکے قابل نہیں تھی۔ اگر وہ تمہاری خاطر میرے بیٹے کو معاف نہ کر سکا تو کیوں ابھی تک تم اسکے نکاح میں ہو؟ کیوں اس نے تمہیں طلاق نہیں دی؟ اور تم؟ تم ابھی تک اسی کے نام کے ساتھ وابستہ ہو؟ کیا تمہارے اندر سے خودداری ختم ہو گئی؟ تم اپنے بھائی کے قاتل کے نام کے ساتھ نام جوڑ کر پرسکون ہو صفا؟'' وہ کھانسنے لگے تھے۔ صفا کے دل کی دھڑکن بند ہوئی۔

''۔۔۔پلیز۔ آپ۔ آپ سنبھالیں خود کو۔'' اس نے اٹھ کر پانی کا گلاس تھامنا چاہا جس کو انھوں نے جھٹک دیا۔ پانی کا گلاس فرش پہ ریزہ ریزہ ہوا۔

''کیا ہوا ہے؟'' بیچ بیگم شور سن کر فوراً اندر آئیں۔ خیام قریشی بھی طرح کھانس رہے تھے۔ جبکہ صفا کے ہاتھ پاوں پھول رہے تھے۔ ''صفا؟ کیا کہا ہے تم نے ان سے؟'' وہ اسکو ڈپٹتی ہوئی پاس پہنچیں۔

''امم۔ امی۔ مم۔ میں نے کچھ۔۔''

''جاوڈ ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔'' انھوں نے خیام صاحب کو سنبھالتے ہوئے صفا کو حکم دیا تو وہ آنسو پونچھتی باہر بھاگی۔

''بیچ۔ اس سے کہو۔ میرے سامنے مت آیا کرے۔'' وہ پھولتی ہوئی سانس کے بیچ بمشکل بولے۔

''امم۔ امی گاڑی تیار ہے۔'' وہ جو بتانے آئی تھی بات سن کر صفا وہیں درگور ہو گئی۔

باپ کی محبت کا نہ ہونا کسی بھی بیٹی کے لئے مرنے کا مقام ہوتا ہے۔ ایک بیٹی اپنے باپ کی شہزادی ہوتی ہے اور باپ اپنی بیٹی کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اپنے بادشاہ کی نگاہ میں ٹھکرائے جانے کا مطلب موت ہے اور صفا کو لگا کہ وہ مر گئی ہے۔

نیویارک سٹی میں اس وقت سہ پہر ہو رہی تھی۔ نیویارک یونیورسٹی میں ایک بار پھر سے لڑکے جمع ہو چکے تھے۔ آج تعداد پندرہ تھی۔ مختصر سا احتجاج قریبا بیس منٹ تک جاری رہا اور اسکے بعد توقع کے عین مطابق پولیس آئی اور اسے لے جا چکی تھی۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ اہل مصر اپنے اپنے کام نبٹا کر اپنے اپنے گھروں میں پرسکون نیند کی آغوش میں تھے۔ وہ نوٹ اول اٹھارہ تھا۔ اپنے ازلی حلیے میں وہ روڈ پہ بھاگتا جا رہا تھا۔ آج ایک بار پھر سے اسکے دماغ کی بند کھڑکیاں کھلنے لگی تھیں۔ اسکو سینائی پولیس اسٹیشن سے آئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس دن وہ ایک پب میں موجود تھا۔ کہ ایک لڑکی ڈانس فلور پہ اپنے رقص کے جوہر دکھا رہی تھی۔ وہ کاونٹر پہ یوں ہی بنا کسی مقصد کے بیٹھا تھا۔ وہ شراب کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔ اسکے ہاتھ میں بس ایک سافٹ ڈرنک کا گلاس تھا کہ اسی دوران کچھ لوگ اس پب میں داخل ہوئے۔ وہ اسکے پاس سے گزرے تو اسکو ایک دھکا لگا۔ حسن نے مڑ کر غصے سے گھورا وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ وہ چار لوگ

تھے۔انھوں نے اس ڈانس فلور پہ موجود لڑکی کو پکڑ کر کھینچا تو وہ چیخنے لگی۔

''کون ہو تم لوگ۔چھوڑو مجھے۔''وہ تک . ولہجے میں مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ وہاں . اپنی اپنی عیاشی میں مگن تھے کسی کی اس لڑکی پہ نہ گئی۔حسن آنکھوں کو مز. ر. کئے اس منظر کو دیکھ رہا تھا وہ لوگ اس لڑکی کو گھ. ٹتے ہوئے اسکے پاس سے گ. رے۔اس لڑکی نے حسن کے کالر کو ہاتھ ڈالا۔حسن نے جھٹکے سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''مدد۔مدد۔''وہ پکارتی رہی۔ حسن نے اپنا گ. یبان جھٹکے سے چھڑوالیا۔اسکو ان . سے کوئی غرض نہ تھی۔

''اے۔چلو۔''ای آدمی جو کہ ہٹا کٹا تھا حسن پا. گہری نگاہ ڈالتا اس لڑکی کو گھسیٹ کر لے گ. ۔وہ بے چاری روتی تڑ. پتی رہی کسی نے اسکی مدد نہ کی۔

''کیا. ازمین سے گ. ہے؟''دور کہیں سے ای انی پکار آئی تھی۔حسن کے ہاتھ میں موجود اس سافٹ ڈر. نک کے گلاس پر گ. فت مضبوط ہوئی۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گلاس اس کے ہاتھوں میں ہی کرچیوں میں تبدیل ہو گ. تھا۔ر. کاونٹر پہ سافٹ ڈر. نک ،کانچ اور خون پڑا تھا۔وہ وہاں سے نکلا۔ہر وہ چار لوگ اس لڑکی کو زبر. دستی گاڑی میں بٹھا رہے تھے۔

''مجھے جانے دو۔ اکا واسطہ ہے مجھے جانے دو۔''وہ گڑ. گڑاتے ہوئے خود کو چھڑوا رہی تھی۔

''چل ا. ر۔''ای آدمی اسکو ا. ردھکیل رہا تھا اگلے ہی لمحے اس آدمی کا سر اسی گاڑی کے شیشے کے آر پار ہو گ. ۔

''کون ہے۔۔کس کی ہمت؟''ای ڈرائیو. ٹ سنبھال چکا تھا جبکہ ب. قی دو کچھ فاصلے پہ کھڑے فون کر رہے تھے۔شور سن کر اس جا. آئے۔اب وہ لڑکی سہمی سی گاڑی کے ا. ر بیٹھی تھی۔کچھ ہی ثانیے گ. رے تھے کہ وہ چاروں وہاں زمین پا. ھے منہ پڑے کراہ رہے تھے۔اس نے ای آ. ی مکا ای آدمی کے منہ پہ . سا. جس سے وہ بے ہوش ہو گ. ۔حسن وہاں کھڑا گہری سانسیں لے رہا تھا۔اس نے ای اپنے لہولہان ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسکو جھٹک کر گاڑی کی جا. آ. ۔وہ گاڑی کا دروازہ کھلوے کھڑا تھا۔

''آجاو. ہر۔''اس نے اشارہ کیا تو وہ لڑکی پ. پتی ہوئی ب. ہر نکلی۔اس نے دیکھا اس لڑکی کا لباس جو پہلے ہی پورا سا تھا وہ پھٹ چکا تھا۔حسن نے بے زاری سے اپنی ڈریس شرٹ ا. تاری اور اسکو پہنا دی۔

''شکریہ۔!''وہ پلٹنے لگا کہ اس لڑکی نے بھرائی آواز میں پکارا۔

''اپنے گھر جاو۔''اس نے بنا پلٹے کہا۔

''نہیں ہے گھر۔''وہ مدہم سی آواز میں بولی تو حسن کے قدم رک گئے۔اس نے مڑ کر اسکو دیکھا۔روشنی میں اب اسکا چہرہ واضح ہو رہا تھا۔وہ آنکھیں چھوٹی کئے اسکے پاس چلتا ہوا آ. ۔

''تم اس دن تا. ج محل ہوٹیل میں تھی۔''وہ اب تفتیشی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔اس لڑکی نے آنکھیں ب. ڑی کر کے اسکو دیکھا۔''اس دن تم وہیں تھی۔ہاں۔تم۔''وہ قدم قدم اسکے قر. ب ہو رہا تھا۔

''ان لوگوں نے مجھے۔مجھے ا. اتھا۔مم۔میں ت. کی سے ہوں۔''وہ بھرائی آواز میں بتا رہی تھی۔''وہ۔وہ آدمی . اتھا۔اس نے۔اس نے۔''وہ کہہ رہی تھی کہ حسن نے ہاتھ سے اسکو خاموش کروا دی. ۔

''تمہارا گھر کہاں ہے؟''

''مجھے اغواہ کر کے لا. گ. ہے۔یہ لوگ مجھے ر. زمیں نچواتے ہیں۔اور اور۔۔''وہ کہتے ہوئے رو دی۔حسن کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا۔

''چلو۔''وہ اسکو کہتا آگے آگے چل دی. ۔وہ لڑکی اپنی جگہ جم گئی۔''چلو. مز. کسی کے سامنے ن. چنا ہے۔''وہ مڑ کر دھاڑا تو وہ پ. پتی ہوئی اسکے ساتھ ہو لی۔''ن. م کیا ہے تمہارا؟''اس نے گاڑی میں ب. ٹھ ہوئے پوچھا۔

''زہرہ۔۔''اس نے سر جھکائے ہی جواب دی. ۔

سنسان روڈ پہ اسکے جو زارتعاش پیدا کر رہے تھے۔کسی کے بھاری قدم آگے بڑھتے جا رہے تھے۔اور پھر لمحہ آ وقت کا ہتھوڑا اسکے سر پہ ایک بار پھر سے برسا تھا۔اور وہی ٹیس اسکے سر میں اٹھی۔اس بار شدت اتنی تھی کہ وہ روڈ پہ ہی دہرا ہو گیا۔ وہ ابھی ٹھیک کھڑا تھا اپنے قدموں پہ درد کی ٹیسیں اس قدر شدید تھیں کہ وہ روڈ پہ ہی بیٹھتا چلا گیا افسوس کہ آج اسکو روڈ کے نشیب و فراز دیکھنے والا ابراہیم گورسی موجود نہ تھا۔آج حسن کسی بھی حادثے کا شکار ہو سکتا تھا۔

وہ آج تنہا تھا۔

ایک گاڑی اپنی پوری رفتار سے اسی جانب آ رہی تھی۔حسن کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔وہ روڈ کے نشیب و فراز میں زمین پہ بیٹھا تھا۔گاڑی کے ارد گرد سے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ جو کوئی بھی تھے میں دھت تھے۔اسی لئے سامنے روڈ پہ کسی کی موجودگی معنی نہیں رکھتی تھی۔وہ اپنی دھن میں چلے آ رہے تھے۔اس سے پہلے کہ روڈ کے عین نشیب و فراز پہ پڑے اس شخص کو کچل ڈالتے ایک گولی فضا کو چیرتی ہوئی آئی اور اس گاڑی کے ٹائر میں سوراخ کر گئی۔گاڑی کا بیلنس بگڑا۔ان لڑکوں نے بمشکل گاڑی کو سنبھالا۔اور گاڑی کچھ فاصلے پہ جا کر ایک پول سے ٹکرا گئی۔گولی کی آواز سے حسن نے آنکھیں کھول دیں۔

''چلیں یہاں سے۔''اسکو کچھ دکھائی نہ دیا کوئی انسانی وجود اسکو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر رہا تھا اسکو بس آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔کسی انسانی وجود کی بھاری سانسیں۔وہ اسکو کھینچتے ہوئے ایک گاڑی تک لائی فرنٹ ڈور کھولا اسکو اندر دھکیلا۔اسکا سیٹ بیلٹ باندھا اور آ کر اپنی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

''کون ہے وہاں۔۔رکو۔''وہ لڑکے گاڑی سے نکل کر اس جانب آئے وہ گاڑی زن سے وہاں سے نکل گئی۔وہ پیچھے اس گاڑی کو دیکھتے رہ گئے۔

''کون۔کون ہو تم؟''اس نے کنپٹی پہ ہاتھ رکھے اٹھتی ٹیسوں کو قابو کر کے اپنے دائیں جانب بیٹھی لڑکی کو دیکھنے کی کوشش کی جو ایک سیاہ جیکٹ میں ملبوس تھی۔

''بیٹھ جا چپ کر کے۔یہ سوشل ورک ہے۔اسکی تنخواہ نہیں لیتی میں۔''اس نے بولتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔جبکہ حسن کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

کچھ دیر میں گاڑی کرداوی مینشن میں آ کر رکی تو عینا اسکو سہارا دیئے اندر داخل ہوئی۔گارڈز نے آگے بڑھ کر اسکو سہارا دینا چاہا حسن نے ایک سخت نگاہ سے نوازتے ہوئے کو روک دیا۔وہ اسکو لئے اسکے کمرے میں چلی گئی۔اسکو بیڈ پہ بٹھا کر پانی کا گلاس تھمایا۔اس نے چپ چاپ وہ گلاس پکڑ کر پانی پی لیا۔

''کوئی میڈیسن؟''عینا نے ادھر ادھر دیکھتے پوچھا تو حسن نے سامنے میز کی جانب اشارہ کیا عینا نے وہ ڈبی اٹھا کر اسکو پکڑا دی۔حسن نے چند گولیاں بنا پانی کے ہی نگل لیں۔''میں پانی اور لا دیتی۔''عینا نے منہ بنا کر اسکی جانب دیکھا۔

''گو۔''کچھ دیر بعد اسکی گمبھیر آواز گونجی۔

''اوکے۔میں جا رہی ہوں۔تھینکس صبح کہہ دینا زیادہ جلدی نہیں ہے۔''اس نے ایک مصنوئی مسکراہٹ حسن کی جانب اچھالی۔اس سے پہلے کہ وہ دروازے سے نکلی کسی مضبوط ہاتھ نے اسکو پکڑ کر کھینچا۔عینا کا دل حلق کو آیا۔دروازہ اسکے عقب میں بند ہو چکا تھا۔اس نے عینا کو دروازے سے لگایا اور دایاں ہاتھ رکھ کر وہیں قید کر دیا۔

عینا نے تھوک نگلا۔

''تھینکس۔نن۔نہ کہیں۔۔۔بے شک۔''عینا نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

''میرا پیچھا کیوں کر رہی تھی؟''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔عینا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

''نن۔نہیں تو۔''اسکی آواز لرز رہی تھی۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ وہ اسکا شکریہ ادا کرے گا اب الٹا اس سے معافی منگوانے پہ تلا ہوا تھا۔''مجھ سے جھوٹ بولنے کی غلطی مت کرنا۔''وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہا تھا۔

''مم۔میں ہوا کھانے گئی تھی۔''ایک پسینے کی بوند اسکے ماتھے پہ چمکی۔

حسن نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر وہ بوند اپنی انگلی پہ چن لی۔عینا نے آنکھیں بند کر لیں۔''دھوکہ دینے کے بدلے میں تو کبھی سوچنا بھی مت۔!معصوم پریوں کو مارتے ہوئے مجھے افسوس ہوتا ہے۔''وہ تاسف آواز میں کہتا عینا پہ طاری کر گیا تھا۔''گو۔''کہتے اس نے دروازہ کھولا اور عینا کا بازو پکڑ کر ہر دھکا دیا۔عینا ہر آ کر گرتے گرتے بچی۔

صبح کے آٹھ بجے گورسی ہاؤس کے سامنے ایک ٹیکسی آ کر رکی تھی۔جس میں سے ایک شربتی آنکھوں والا شہزادہ،ایک لمبی خوبصورت سی لڑکی اور دو بچے نکلے تھے۔ایک

بچی تھی جو اس شربتی آنکھوں والے شہزادے کے کندھے پہ شاید سو رہی تھی۔

گارڈز نے آگے بڑھ کر سامان اٹھالیا۔ وہ دینا کو اٹھائے اندر داخل ہوا۔ پیچھے زہرا مرجان کا ہاتھ تھامے چلی آرہی تھی۔ یہ قوت بھی اسکے ساتھ تھا۔ وہ لوگ لان سے ہوتے ہوئے اندر داخل ہوئے تو کچھ زمین کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔ یہ ابیہم کس کے ساتھ آیا تھا۔ ایک لڑکی اور تین بچے؟ شل دماغوں سے بس یہی سوال سوچ رہے تھے۔ مین ڈور کھلا تو سامنے زلیخا کھڑی تھی۔

''کہاں ہیں؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ زلیخا نے ایک نگاہ ابیہم پہ ڈالی اور پھر اسکے پیچھے کھڑی لڑکی اور بچوں کو دیکھا۔ ''کیا ہوا ہے؟'' ابیہم نے خجلت سے اجازت دیکھا تو وہ راستے سے ہٹ گئیں۔ ''ماما!'' وہ لاونج میں داخل ہوتے ہی آوازیں دینے لگا۔

''ابیہم!'' سیڑھیوں سے ایک جانی آواز آئی۔ منال بیگم حواس خستہ سی نیچے اترتی آرہی تھیں۔ ابیہم بے اختیار آگے بڑھا۔

''ماما۔۔ کہاں ہیں؟'' وہ پوچھتے ہوئے ہی آگے بڑھا۔ منال بیگم جو کہ سیڑھیوں پہ نگاہ جمائے نیچے اتر رہی تھیں آخری زینہ اترتے ہی اک آنکھیں پھیل گئیں۔ انھوں نے ابیہم کے عقب میں کھڑی لڑکی کو دیکھا۔ پھر اس لڑکی کے ساتھ کھڑے دو بچوں پہ گئی جن میں سے ایک مسکرا رہا تھا جبکہ دوسرا سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔ پھر انھوں نے الجھ کر ابیہم کی جانب دیکھا۔ اسکے کندھے پہ اس بچی کو دیکھا جو کہ اب اپنی آنکھیں مل رہی تھی۔ وہ غالبا جاگ چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ پہ جم گئیں۔ ''ماما!'' وہ آگے بڑھا اور اک کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔ ''سوال جواب بعد میں کر لیجیے گا۔۔ کا بتا دیں۔'' اس نے تکان زدہ لہجے میں ان سے کہا تو آنکھوں کی پتلیوں نے حرکت کی۔

''میں یہاں ہوں۔ خوردار۔۔'' عقب سے آواز آئی تو ابیہم پلٹا۔ لاونج کے دروازے میں سفیان گورسی سرخ انگارے۔ ساتی آنکھیں لئے کھڑے تھے۔

''۔۔'' ابیہم بے اختیار آگے بڑھا اور اسے گلے لگایا۔ جبکہ سفیان گورسی سپاٹ چہرہ لئے کھڑے رہے۔ ''۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟'' اس نے الگ ہوتے ہوئے غور سے دیکھا انھوں نے۔ ابیہم کی بجائے پیچھے کھڑی زہرا کو دیکھا۔

''سس۔ سفیان۔!۔ ۔ بعد میں بات۔''

''بس۔'' انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے منال بیگم کو خاموش کروایا۔ ابیہم نے الجھ کر اپنی ماں کو اور پھر مڑ کر اپنے باپ کو دیکھا۔ ''مجھے شک تو بہت پہلے سے تھا۔ آج یقین ہوا۔'' انھوں نے ایک زخمی سی نگاہ ابیہم پہ ڈالی تو وہ سر جھکا گیا۔

''۔۔ آپ کیسے ہیں؟'' اسکے حلق میں بس ایک ہی سوال اٹکا ہوا تھا۔

''ٹھیک ٹھاک۔ تمہارے عین سامنے۔ فی الحال۔'' انھوں نے چبا چبا کر کہا تو ابیہم مزید سر جھکا گیا۔ ''یہ ڈیل مکمل کی ہے تم نے؟'' انھوں نے ابیہم کی گود میں موجود دینا کی جانب اشارہ کیا۔ دینا نے اپنی جانب توجہ پائی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ سفیان گورسی کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ''اگر میں فون نہ کرواتا تو تم تو شاید ہمارے مرنے پہ یہ راز نہ کھولتے۔'' انھوں نے خود پہ ضبط کئے رکھا فی الحال اگر کمزور نہیں پڑنا تھا۔ سامنے انکا اصل اور سود دونوں موجود تھے۔ انھوں نے خود پہ ضبط کئے رکھا۔

''۔۔ پلیز۔!'' وہ مرنے والی بات سن کر تڑپا تھا۔

''دادو آپ کو کیا ہوا ہے؟'' سفیان گورسی نے دیکھا کہ قوت انکا ہاتھ پکڑے کھڑا ان سے پوچھ رہا تھا۔ انھوں نے اسکو غور سے دیکھا وہ انہیں کے جیسا تھا۔ انش اور انہیں کی آنکھیں۔ وہ بچہ بہت پیارا لگا کیوں نہ لگتا وہ انکا خون تھا۔

''وہ۔ وہ۔'' انھوں نے نگاہیں پھیر لیں۔

''دادو۔! کیا آپ سے ناراض ہیں؟'' قوت نے دوبارہ ان سے پوچھا تو انھوں نے چور نظر قوت کو دیکھا۔

''آپ ان سے ناراض نہ ہوں۔'' قوت نے درخواست کی تو ابیہم نے محبت سے اسکی جانب دیکھا آج اسکا بیٹا اسکے باپ کے سامنے اسکی سفارش کر رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ صرف تمہارے لئے معاف کر دیتا ہوں۔'' سفیان گورسی نے بالآخر ہار مانی اور جھک کر قوت کا ماتھا چوما۔

''تھینکس دادو۔'' قوت نے انکے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیا انھوں نے بھیگی پلکوں سے ابیہم کی جانب دیکھا۔ ابیہم نے سر جھکا لیا۔ پھر وہ آگے بڑھے اور مرجان کو

پیار کیا۔ اسکے ساتھ کھڑی زہرا کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ ا ٓم پڑ ؔ دیکھ کر منال بیگم کی بھی اٹکی سانس بحال ہوئی۔ وہ فوراً آگے بڑھیں اور یِ قوت اور مرجان کو ٓ سے لگایا۔ پھر انھوں نے بھی زہرا کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ اور ا. اہیم پ ا یِ خفا سی نگاہ ڈالی۔ سفیان گورسی کی نگاہ دینا پ گئی تو ا آنکھوں میں تیرتے آ بہہ گئے۔

''سجل۔!'' بے ساختہ انھوں نے سجل کا م لیا تو ا. اہیم نے آگے بڑھ کر دینا کو پکڑ ادیا۔ انھوں نے دینا کا چہرہ غور سے دیکھا اور پھر دیوانہ وار اسکے چہرے کو چوما تھا۔ وہ سجل کا ہی چہرہ تھا۔ ا سجل کا چہرہ۔!

''تم آج کالج نہیں جاؤ گی؟'' وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔ سعدیہ نے آ کر اسکو پکارا۔ صفا نے مڑ کر ا یِ سعدیہ کو دیکھا اور دو ٓ رہ کھڑکی کی جا ٓ متوجہ ہوئی۔

''نہیں۔'' یِ لفظی جواب دیتے ہوئے وہ لان میں پھیلی پیلی گھاس دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے صفا۔ کیوں اداس ہو؟'' وہ چلتی ہوئی اسکے پ س آئی اور اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ صفا نے سر جھکا لیا۔

''کیا اب بھی پوچھ رہی ہو کہ کیوں اداس ہوں؟'' اس نے اپنے ہاتھوں کی پشت گھورتے ہوئے الٹا جواب دیا۔ تو سعدیہ خاموش ہو گئی۔ ''کیسے ہیں؟'' اس نے کچھ دیر بعد ؔ دن موڑ کر سعدیہ کو دیکھا۔

''ٹھیک ہیں۔ دوا کھا کر سو گئے ہیں۔''

''تمہیں پتہ ہے سعدیہ۔! وہ۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ٓ یجہ اسکو کہو میرے سامنے مت آ یِ کرے سعدیہ۔'' صفا نے ا یِ ہچکی لی تو سعدیہ نے اسکے د نہیں حائل کر کے اسکو اپنے ساتھ لگا یِ۔ وہ ہچکیوں میں رو دی۔ ''میرا کیا قصور تھا سعدیہ۔! ا ٹ ٓ نے کسی کی بیٹی کو نو چا اور ا. اس لڑکی کے بھائی نے اپنا انتقام لے لیا تو اس میں میرا کیا قصور؟ کیوں وہ اس ٓ کی سزا مجھے دے رہے ہیں؟'' وہ آج ہچکیوں میں روتے ہوئے سعدیہ کے سامنے اپنا دل ہلکا کر رہی تھی۔

''بس کرو صفا۔ حوصلہ کرو۔ کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی ا یِ شخص کا ٓ ہ پورے خا ٓ ان کو راکھ کر دیتا ہے۔ زاو یِ رکے ٓ ہ نے بھی ہم ٓ کو راکھ کر دیا ہے۔'' سعدیہ نے صفا کو اپنے ساتھ لگائے اسکی پشت تھپتھپائی۔

'' میرا کیا قصور تھا؟'' صفا کی آواز میں لرزش تھی۔

''اچھا بس کرو۔'' سعدیہ نے اسکو الگ کر کے سامنے کیا اور اسکے آ صاف کئے۔ ''مجھے یقین ہے کہ شاہ صا ٓ کو ا یِ نا یِ دن اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اور دیکھنا اس دن وہ خود تم سے معافی مانگیں گے'' وہ اسکے آ صاف کرتی بولی تو صفا نے میں سر ہلا یِ۔

''میں ا معافی نہیں ا محبت چاہتی ہوں۔ وہی د ے شفقت چاہتی ہوں اپنے سر پ جو زاو یِ رکے مرنے سے پہلے ے تھا۔'' وہ آ پونچھتی ہوئی بولی تو سعدیہ نے ے سف سے اسکی جا ٓ دیکھا۔

''اچھا چلو نیچے۔ ٓ شتہ کر لو۔'' وہ اسکا دوپٹہ در ے کرتی ہوئی اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔ صفا بے بسی سے گھسٹتی چلی گئی۔

آج گورسی ہاؤس میں ا یِ ر پھر سے ٓ شتے کی میز سجی تھی۔ آج پھر سے رونق بحال ہوئی تھی۔ جانے کتنے ہفتوں کے بعد آج ا یِ ر پھر سے اس گھر کے آنگن میں قہقہے گونجے تھے۔

''ہماری بہو سے تعارف تو کروا یِ ہی نہیں تم نے۔'' منال بیگم نے ا یِ خفا سی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی اور زہرا کی جا ٓ دیکھا۔ ا. اہیم کے حلق میں نوالا اٹکا۔

''ماما۔ دراصل۔'' اس نے ا یِ قوت کو دیکھا اور اسکے ساتھ بیٹھی زہرا کو جو کہ الجھی سی کبھی منال بیگم کو دے تو کبھی ا. اہیم کو۔ ''یہ میری بیوی نہیں ہے۔'' اس نے ٓ لآ اپنی ت مکمل کی تو منال بیگم نے حیرت سے ا. اہیم کی جا ٓ دیکھا۔ سفیان گورسی کے ہاتھ سے چمچ ؔ یِ انھوں نے چو ٓ کر اپنے دا جا ٓ بیٹھے ا. اہیم کو دیکھا جو کہ اب کھا ٓ چھوڑ کر تسلی سے بیٹھا تھا۔ اسکو اب ا ٹ واپس ا بتا ٓ تھا۔ ا یِ ایسا سچ جو اسکی ز ٓ گی کا ٓ سور تھا۔ اسکو انہیں بتا ٓ تھا۔ ''میری بیوی کا رحادثے میں مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔'' اس نے مختصر ترین الفاظ میں ا بتا یِ تو سفیان گورسی نے ا یِ ٹھنڈی سانس خارج کی۔ ا ٹ ٓ نے اپنی ز ٓ گی کا ٓ سے بڑا خسارہ دیکھ لیا تھا۔ اور وہ اس کے

مشکل تین وقت میں اسکے ساتھ نہیں تھے۔انھوں نے ا. اہیم کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''زندگی کسی کے جانے سے ختم نہیں ہو جاتی ا. اہیم۔!وقت اور حالات سے لڑنا ہی مردانگی ہے۔''انھوں نے کوشش تو کی تھی اسکو پسپا دینے کی وہ اپنے بیٹے کو کمزور پڑتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔منال بیگم نے اپنے ساتھ بیٹھے مرجان کے سر پہ پیار کیا۔وہ اسکے ماں باپ تھے۔اور ماں باپ اکا روپ ہوتے ہیں۔جو صرف اور صرف محبت کا سرچشمہ ہوا کرتے ہیں۔انھوں نے ا. اہیم کو اور اسکی اولاد کو بس محبت ہی دینی تھی سو وہ دے رہے تھے۔

''اچھا آپ بتا کہ جھوٹ کیوں بولا۔''ا. اہیم نے ان کو اداس ہوتے دیکھا تو سوال کیا۔

''کیوں کہ مجھے امید نہیں تھی کہ تم لوٹ کر آؤ۔''وہ دو بدو رہ کر شتہ کرنے لگے۔نوالے حلق میں اٹک رہے تھے وہ خود کو نارمل رکھے ہوئے تھے۔

''۔۔!پتہ ہے میں کتنا پریشان ہوا تھا۔''ا. اہیم نے شکوہ کناں نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھا ذرا شرمندگی نہ ہوئی۔

''اور میں جو تمہیں یاد کر کے اداس ہوتا رہا اسکا کیا۔''انھوں نے ایک نگاہ ا. اہیم پہ ڈالی تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''۔۔''

''دادو نے ٹھیک کیا۔''قوت نے مسکرا کر اپنے دادا کی جانب دیکھا تو سفیان گورسی گہرا مسکرائے جبکہ ا. اہیم نے ایک نگاہ قوت پہ ڈالی۔''پتہ ہے دادو ہم۔۔سے کہتے رہتے تھے کہ ہمیں پاکستان لے کر چلیں۔یہ آتے ہی نہیں تھے۔''قوت نے باپ کی نگاہوں کی پرواہ کئے بنا اپنی بات جاری رکھی۔وہ جو کچھ دیر پہلے اپنے باپ کی سفارش کر رہا تھا اب شکایتوں کا ارلئے بیٹھا تھا۔اور منال بیگم بس مسکرا کر اس ننھے شہزادے کو دیکھے جا رہی تھیں۔

''تم کچھ نہیں بولو گے مرجان؟''منال بیگم نے کچھ دیر بعد مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔مرجان سر جھکائے شتہ کر رہا تھا۔ا. اہیم کے حلق میں نوالہ اٹکا۔

''لگتا ہے مرجان کو زیادہ بات کرنا پسند نہیں؟''سفیان صاحب نے بھی مسکرا کر اپنے دوسرے پوتے کو دیکھا۔قوت کے چہرے پہ اداسی پھیل گئی۔

''دراصل۔مرجان ماما کے جانے کے بعد خاموش ہو گیا ہے۔''اس نے اپنے دادا دادی کے کرب میں اضافہ کیا تھا۔انھوں نے ایک کرب بھری نگاہ ا. اہیم پہ ڈالی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میرا بچہ۔!''منال بیگم نے ساتھ بیٹھے مرجان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔''اب یہاں آ گیا ہے نا۔اب ٹھیک ہو جائے گا۔دیکھنا میرا مرجان اب باتیں کرے گا۔''منال بیگم کی آنکھوں سے آنسو نکل کر مرجان کے سیاہ بالوں میں جذب ہو گئے۔

''۔۔چیز۔''دینا نے پنیر کی پلیٹ کی جانب اشارہ کیا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ا. اہیم کی اولاد واقعی ان کے غموں پہ مرہم پٹی ہو رہی تھی۔وہ ہنس دیئے۔

دوپہر ہو رہی تھی۔صفا لان میں کھڑی گلاب کے پودے کی تراش خراش کر رہی تھی۔اب نئی کونپلیں پھوٹ تھیں اس لئے وہ بڑی بڑی شاخوں کو تراش رہی تھی۔

''صفا۔ٹ میں کر دیتا ہوں نا۔''مالی کاکا سے اسکے پاس کھڑے اس سے کٹروا رہے تھے۔

''نہیں۔۔مجھے کرنے دیں۔''صفا نے ماتھے پہ بکھرے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے ایک اور شاخ کاٹی۔

''صفا۔!صفا۔!''سعدیہ اسکو آوازیں دیتی ہوئی اسی جانب آ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟''صفا نے اپنا کام جاری رکھا۔

''صفا۔''سعدیہ نے اسکے پاس آ کر اپنی سانس بحال کی۔مالی کاکا وہاں سے اب جا چکے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟ کیوں سانس پھولی ہوئی ہے؟''صفا نے ایک شاخ کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔سعدیہ خاموشی سے اسکا مصروف سا انداز دیکھے گئی۔''کیا ہوا ہے؟''صفا نے باآواز جھنجلا کر اسکی جانب دیکھا تو وہ مسکراہٹ دبائے کھڑی تھی۔''کیا ہوا ہے؟''صفا نے اب تھکے سے انداز میں پوچھا۔

''تمہیں پتہ ہے؟''سعدیہ نے اسکو کندھوں سے تھاما۔صفا نے سوالیہ انداز میں سر ہلایا۔سعدیہ اسکے کان کے قریب ہوئی۔صفا نے الجھ کر اسکی جانب دیکھا۔اور پھر ایک سرگوشی گونجی۔''وہ واپس آ گیا ہے۔''

صفا کے ہاتھ سے وہ کڑ ے۔ اس نے جلد ہی خود کو لاعلم ظاہر کیا۔ ت۔ سعدیہ اسکے چہرے پ بکھرے ہزاروں ر دیکھ چکی تھی۔

''کک۔کون آ ہے؟'' اس نے چہرے پ آئی. لوں کی ا ٹ کان کے پیچھے اڑسی۔

سعدیہ نے شرارت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔''تم جا ہو میں کس کی. ت کر رہی ہوں۔'' سعدیہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اپنی. ت پ مہر لگائی تو صفا کو اپنے دل کی دھڑ اپنے کانوں میں سنائی دیں۔'' صفا۔!'' سعدیہ نے حیرت سے اپنی آنکھیں. ڑی کیں تو صفا نے اسکی جا. دیکھا۔''وہ۔وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ آ ہے۔ کیا تمہیں اس. رے میں پتہ تھا؟'' اس نے الجھے ہوئے ا از میں صفا سے پوچھا تو صفا نے سر جھکائے اثبات میں سر ہلا د۔

''حو۔حور یہ م ہے اسکا۔'' اس نے اپنے ہاتھوں کو. ہم جکڑتے ہوئے سعدیہ کو بتا تو سعدیہ نے بے اختیار اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔صفا کی آنکھیں ا . ر پھر سے . س پڑیں۔

''تم اس سے طلاق لے لو صفا۔'' سعدیہ نے بھرائی آواز میں اس سے کہا تو صفا نے ا ہچکی لی۔''کیوں تم ا سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہو صفا؟'' وہ اسکو ساتھ لگائے کہے جا رہی تھی۔

''یہ۔یہ میرے بس میں نہیں ہے سعدیہ۔!'' اس نے آنکھیں بند کر لیں۔''میں اسکے م کے سہارے ا کیا ہزار ز ں ا رسکتی ہوں۔''

''بھلے وہ تمہیں نہ ملے؟'' سعدیہ نے الگ ہوتے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

''محبت کے اصولوں میں حصول کا قاعدہ تو کہیں درج نہیں۔'' وہ اپنے آ پو ت ہوئے مسکرائی تو سعدیہ نے حیرت سے اسکی جا. دیکھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔اس وقت کرداوی مینشن میں ہو کا عالم تھا ز مین اپنے اپنے کام. ٹ چکے تھے۔صبح کا. شتہ کر کے وہ جا چکا تھا اب وہ رات کو ہی لوٹتا اس لئے اس وسیع مینشن میں اس وقت سناٹ تھا۔اس سناٹے کو اسکی ہیل کی آواز نے توڑا تھا۔وہ اپنی دھن میں لاونج میں داخل ہوئی۔ اتنی خاموشی دیکھ کر وہ ا پل کو ٹھٹکی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا تو لاونج میں کوئی ز م نہ تھا۔پھر وہ بلی کی طرح پ وں اٹھاتی ہوئی کچن کی جا. گئی۔۔آج کچن بھی خالی تھا۔

''واہ۔!یہ. لوگ کہاں گئے؟'' وہ دانوں میں انگلی د ئے کچن کے دروازے میں کھڑی تھی۔''لگتا ہے وہ شیطان آج گھر نہیں آنے والا اسی لئے لنچ نہیں بنا۔'' اس نے صاف ستھرا کچن دیکھ کر ا ازہ لگا ورنہ عام دنوں میں اس وقت اپنے کام میں مصروف ہوتا تھا۔وہ کچھ سوچتے ہوئے سیڑھیاں پ ھ گئی۔اس نے دا جا. دیکھا اور پھر ا کمرے کا دروزہ کھولا تو وہ کھلتا ے۔ا پل کو اسکی ٹ نگیں لرزی تھیں وہ آگے. ھ گئی۔پیچھلی. رات اس نے جیسے اسے اس کمرے سے. ہر دھکا د تھا وہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے لہرا ے تھا عینا نے اپنے دل کی دھڑ کنوں کو قابو کیا۔

وہ چلتی ہوئی ا رآئی۔ . سے پہلے اس نے اسکی سائیڈ ٹیبلز کھنگالیں۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔وہ ڈرازیں۔. لکل خالی تھیں۔یوں معلوم ہو تھا کہ اس کمرے میں کوئی رہتا ہی نہیں۔پھر اس کی سامنے ا چیسٹر ڈرار پ گئی۔عینا نے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں اس نے اپنے کمرے میں کوئی کیمرہ تو نہیں لگا ہوا۔

''نہیں نہیں۔! بھلا اپنے کمرے میں کون کیمرے لگا ہے۔عینا تو پ گل ہے۔'' اس نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ . کچھ خالی تھا۔ ا کورا کاغذ بھی نہ تھا وہاں۔''ہونہہ۔میں پ گل ہی تو ہوں۔بھلا وہ کوئی چیز یہاں کیسے رکھ سکتا ہے۔'' عینا نے سر کھجا۔وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے مڑی تو اسکی نگاہ ا ڑی سی وال پینٹنگ پ گئی۔

''ارے واہ۔یہ تو سوچا ہی نہیں میں نے۔یہی وہ سوراغ ہے۔ا ڑی سی وال پینٹنگ۔دیکھنا اسکو سرکاوں گی۔تو اسکے پیچھے ا لاکر بنا ہوگا۔اور لاکرز کھولنا تو میر ے. ہاتھ کا کام ہے۔اور شا کے سارے راز میرے ہاتھوں میں۔'' وہ ا فتح بھری مسکان لئے اس وال پینٹنگ کی جا. ھ گئی۔وہ ڈریسنگ روم کے دروازے کے پ س تھی۔

اس نے ن می سے وال پینٹنگ کا کو تھاما اور اسکو سرکا ے۔ اسکے پیچھے سیمنٹ اور چونے سے بنی دیوار اسکا منہ پ ا رہی تھی۔

'' ۔ ۔''ا مخصوص آواز اسکے عقب سے آئی اور عینا سا ت ہو گئی۔

''میرا بیٹا کیا کھائے گا؟'' منال بیگم نے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔اس وقت وہ اور مرجان لاونج میں بیٹھے تھے۔سامنے ٹی وی چل رہا تھا مرجان یوں ہی سکرین پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔منال بیگم صبح سے اس سے کوئی نہ کوئی بات کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔انہیں یقین تھا کہ مرجان بالکل ٹھیک ہے اسکو کوئی مسئلہ نہیں ہے بس وہ صدمے میں ہے۔

مرجان نے مڑ کر انہیں دیکھا وہ شفقت بھری نگاہوں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھیں۔اس نے دو پلکیں جھپکیں اور دوبارہ مڑ کر سکرین کی جانب متوجہ ہو گیا۔منال بیگم ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔اسی دوران زہرا سیڑھیاں اترا کر پاس آئی۔۔اس نے مسکرا کر منال بیگم کو دیکھا اور آ کر سامنے صوفے پہ ٹک گئی۔

''دینا سو گئی؟'' وہ اب اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

''جی۔'' زہرہ نے مختصر جواب دیا۔

''ہمم۔ابیہم کو بھی ساتھ ہی لے جاتیں تم؟'' انھوں نے تفتیشی نگاہوں سے زہرا کو دیکھا تو وہ کٹ کر رہ گئی۔

''جی؟'' اس نے والیہ انداز میں انہیں دیکھا۔

''کس سے کام کر رہی ہو میرے بیٹے کے گھر میں؟؟'' انھوں نے اپنا سوال دہرایا۔

''کچھ سالوں سے۔'' زہرا نے کنفیوز ہوتے ہوئے جواب دیا تو منال بیگم نے سر ہلایا۔

''اسکی بیوی؟ یعنی حوریہ۔کسی لڑکی تھی؟'' انکا ارادہ زہرہ کا انٹرویو کرنے کا تھا۔

''اچھی لڑکی تھی۔بہت اچھی تھیں وہ۔ابیہم سر سے بہت محبت کرتی تھیں اور لو میرج ہوئی تھی۔''

''وہ تو جانتی ہوں میں اچھی ہو گی تو میرے بیٹے کو پسند آئی تھی۔'' انھوں نے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ادھکھا تھا کہ ابیہان سے ملنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئی۔مرجان سپاٹ چہرہ لئے بیٹھا رہا۔

''میم۔!سر نے مرجان کے سامنے زیادہ ذکر کرنے سے منع کیا ہے۔'' منال بیگم نے مزید کچھ پوچھنے کے لئے اسکی جانب رخ کیا تو زہرا نے پہلے ہی اضافہ کیا۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' انھوں نے اچنبھے سے دیکھا۔

''وہ سر نہیں چاہتے کہ مرجان کے دماغ پہ کسی بھی بات کا کوئی دباؤ پڑے۔ڈاکٹرز کا بھی یہی کہنا ہے۔'' زہرا نے جھجکتے ہوئے بتایا تو منال بیگم نے الجھ کر مرجان کی جانب دیکھا جو کہ سکرین پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

''بکواس کرتے ہیں ڈاکٹرز۔کس نے کہا کہ ذکر نہ کریں۔ذکر نہیں کرتے اسی لئے بچہ اپنے غم سے نہیں نکل پا رہا۔کیا یہ روتا تھا؟'' انھوں نے زہرہ سے سوال کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔''کمال ہے۔بچہ ہے تو میں یہ تھا اسی وقت اسکو رلانا چاہئے تھا۔تم لوگوں کی عقل گھاس چرنے گئی ہوئی تھی؟'' وہ اب باقاعدہ زہرا پہ برس پڑیں تھیں وہ کبھی انہیں تو کبھی مرجان کی جانب دیکھتی۔

''مرجان۔!میرے لعل میری طرف دیکھو بیٹا۔'' انھوں نے اسکا رخ اپنی جانب موڑا۔وہ کنفیوز سا انہیں دیکھ رہا تھا۔''مرجان۔!تمہارے ماں مر گئی میرے لعل۔کیا تمہیں کوئی دکھ نہیں؟'' انکی آنکھیں نم تھیں۔زہرا کا حلق خشک ہوا۔

''میم۔!پلیز ایسے مت کریں۔'' وہ بے چین ہوئی۔

''خاموش رہو تم۔'' انھوں نے فوراً اسکو ڈپٹ کر خاموش کروا دیا۔زہرہ چپ ہو گئی۔''مرجان۔!تمہاری ماں اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔کیا تمہیں اسکی یاد نہیں آتی۔'' وہ اسکے زخموں کو کریدنے کی کوشش کر رہی تھیں۔مرجان کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ گئی تھیں وہ بس ایک ٹک انکے چہرے کو گھورے جا رہا تھا۔ابیہم اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھا۔وہ بالکونی میں کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا۔

''۔۔۔!ہم صفا آ سے ملنے جا گے؟'' قوت نے آ کر سوال کیا تو وہ مڑا۔وہ ا پل کو ہل کر رہ ۔ پھر اس نے ہو ں پ انگلی رکھ کر اسکو خاموش رہنے کا کہا اور فون پ ت جاری رکھی۔ قوت کندھے ائے کھڑا رہا۔ کہ اسکا پ فون کال ختم کر کے اسکی ت کا جواب دے۔ ا اہیم کی ت بڑھتی جا رہی تھی۔''فائن۔! میں دادو سے پوچھ تا ہوں۔۔'' وہ ب ا تا ہوا وہاں سے نکل ۔ا اہیم نے مڑ کر اسکو دیکھا وہ کمرے سے نکل چکا تھا۔وہ سر جھٹک کر دو رہ فون پ مصروف ہو ۔

''مرجان۔!میرے بچے تم روتے کیوں نہیں ہو؟؟تمہاری ماں تمہیں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی۔'' منال بیگم اسکو جھنجوڑ رہی تھیں۔

''دادو۔!واٹ آر یو ڈوئینگ؟'' قوت سیڑھیوں سے ہی تھا۔منال بیگم نے سر اٹھا کر قوت کی جا دیکھا وہ ہڑ بڑی میں سیڑھیاں ا تا ہوا آ رہا تھا۔منال بیگم اسکا ردعمل دیکھ کر ٹھٹکیں۔''دادو۔یو کا ڈ ڈوس۔۔'' وہ بھاگ کر ا پس آ ۔''مرجان۔!لک ا ٹ می۔!'' اس نے جلدی سے مرجان کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اپنی جا کیا۔مرجان کا چہرہ زرد پڑ تا جا رہا تھا۔'' ٹھیک ہے میرے بھائی۔ایوری تھنگ از آل رائیٹ۔پلیز۔'' وہ اسکے ماتھے سے ل ہٹا تا اسکو رل کر رہا تھا زہرہ بھی بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اسکو رونے کیوں نہیں دیتے تم لوگ؟اسی وجہ سے تو وہ اس صدمے سے نہیں نکل رہا۔'' منال بیگم نے قوت کو ڈپٹا۔

''نہیں دادو۔آپ سمجھ نہیں رہی ہیں۔یہ حل نہیں ہے۔'' اس نے منال بیگم کو سمجھانے کی کوشش کی مرجان سکی نہوں میں لڑھک ۔''مرجان۔مرجان میرے بھائی۔'' قوت نے جلدی سے اسکو سنبھالا۔

''مرجان۔!'' منال بیگم چیخیں تو وہ چیخ ا۔اہیم کے کمرے ت پہنچی تھی۔اس نے اچنبھے سے دروازے کی جا دیکھا۔

''سر۔!'' زہرہ کسی جن کی طرح دراز ے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔اسکی سانس پھولی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ سلائیڈ ڈور کھول کر کمرے میں آ ۔

''سر۔وہ۔وہ مرجان۔''

''کیا ہوا ہے مرجان کو؟'' وہ ا لمحے میں وہاں سے نکلا تھا۔وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے ا تا تو مرجان صوفے پ بے ہوش پڑا تھا۔منال بیگم اسکا سر اپنی گود میں رکھے اسکے گال تھپتھپا رہی تھیں جبکہ قوت پانی کا گلاس لئے کھڑا تھا۔''کیا ہوا ہے اسکو؟'' ا اہیم نے مرجان کو فورا اٹھا کر کندھے پ ا ۔

''وہ۔وہ ا اہیم۔'' منال بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

''میں گاڑی نکلوا تا ہوں۔'' قوت نے پانی کا گلاس رکھا اور ہر بھاگا۔

''مرجان۔میرے بیٹ کیا ہوا ہے۔'' ا اہیم نے اسکو گود میں اٹھا کر اسکا گال تھپتھپا اس پ کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''ماما کیا ہوا ہے اسکو۔'' لآ وہ دھاڑا۔منال بیگم لرز کر رہ گئیں۔

''سر۔میں نے میم سے کہا تھا کہ اسکے سامنے حوریہ میڈم کا ذکر نہ کریں۔'' زہرا کے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔ منال بیگم نے اسکو سخت گھوری سے نوازا۔

''ماما۔کیا کیا ہے یہ آپ نے؟''۔ ا اہیم کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔منال بیگم کو انتہائی افسوس ہوا تھا۔وہ یہ نہیں چاہتی تھیں۔

''۔۔گاڑی تیار ہے۔'' قوت بھاگ کر واپس آ تو ا اہیم ان دونوں کو لئے نکل ۔

''میں بھی ساتھ آتی ہوں۔'' منال بیگم نے چادر سنبھالی اور پیچھے ہو لیں۔ا جانے کے بعد زہرا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''اب اس بڑھیا کو کون سمجھائے کہ ہر کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے۔'' اس نے ٹ پ جماتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

قریشی ہاؤس کا گیٹ کھلا اور گاڑی وہاں سے نکل گئی۔

''سعدیہ کھانا بنا لو دوپہر کا۔'' یکبہ بیگم سیڑھیاں ا کر آ ۔سعدیہ اس وقت کچن میں ہی تھی۔

''جی بنانے لگی ہوں۔'' سعدیہ کچھ سبزیاں لئے کچن میں ہی رکھے گئے ا چھوٹے سے ڈائینگ ٹیبل پ بیٹھ گئی۔

''صفا کہاں ہے؟'' انھوں نے لاونج میں ا ہوئے ہی پوچھا۔

''اسکو آفس سے کال آئی مجھے لگا آپکو بتا کر گئی ہے۔'' سعدیہ نے وہیں سے جواب دیا تو منال بیگم نے آنکھیں موند کر ٹیک لگا لی۔

''ہاں۔ وہ شاید یہی بتانے آئی تھی میں ظہر پڑھ رہی تھی تم کھانا بنالو۔ میں شاہ صاحب کو دیکھ لوں'' وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں۔ دروزہ کھولا تو وہ سامنے ہی بیڈ کراون سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ان کی طبیعت بہتر لگ رہی تھی۔ یکجہ بیگم مسکرا دیں۔ انھوں نے نگاہ اٹھا کر اپنی بیوی کو دیکھا اور ان پر شکوہ کناں نگاہ ان پر ڈالی۔

''آو بیگم۔! ہم بیمار کیا ہوئے تم تو ہم سے دور ہی ہوگئی ہو'' وہ آج اچھے موڈ میں تھے۔ یکجہ بیگم کا بات پر حیرت سے منہ کھل گیا۔

''اللہ اللہ کریں شاہ صاحب۔! ہر وقت تو آپکی خدمت میں مصروف رہتی ہوں۔ بس نماز پڑھنے گئی تھی اور آپ اس پر بھی شکوہ کر رہے ہیں۔'' وہ آکر پاس بیٹھ گئیں۔

''ہاں تو اور کیا میرے پاس ہی پڑھ لیا کرو نماز۔ کیا پتہ اور کتنا وقت بچا ہے میرے پاس۔'' انھوں نے یکجہ بیگم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو انکا دل ڈول گیا۔

''ایسی باتیں مت کیا کریں شاہ صاحب۔ کیوں دل جلاتے ہیں؟'' آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''ہمم۔ مجھے معاف کردو یجہ۔ میں نے بہت غلط کیا۔'' وہ آج بہت اداس سے تھے۔

''نہیں شاہ صاحب۔! مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔'' انھوں نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیئے۔

''آپ۔ پلیز۔ صفا کو۔'' اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتیں خیام قریشی نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اسکا چہرے کے تاثر اپل میں تبدیل ہوئے تھے جن کو دیکھ کر یکجہ بیگم کا دل ڈوبا۔ آج ایسا بھی کیا کر دیا تھا بیٹی نے جو وہ اتنے گمان ہو گئے تھے۔

''اسکا نام مت لیا کرو۔'' وہ سختی سے رخ پھیر گئے۔ یکجہ بیگم کی آنکھیں بھر آئیں۔

''شاہ صاحب۔! کیا ہوا ہے آپکو؟ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ وہ آپ کی بیٹی ہے۔ آج اسکا ایسا کون سا جرم ہے جس کو آپ معاف نہیں کر پا رہے؟ کچھ تو آپ لوگوں کی مرضی سے ہوا تھا اب کیوں آپ اس سے اس قدر نفرت کر رہے ہیں؟'' وہ آج کا راستے دل سے جو باتیں دل میں چبائے بیٹھی تھیں کہہ گئیں۔

''یکجہ تم جاؤ ہو مجھے اس کیس کا غصہ ہے۔'' انھوں نے ایک سخت نگاہ ان پر ڈالی تو وہ سر جھکا گئیں۔

''ایک فیصلہ آپ لوگوں کا تھا اور ایک فیصلہ اب اسکا ہے۔ اور مجھے اپنی بیٹی کا مزید دل نہیں دکھانا۔ وہ اپنے فیصلے خود لینے کی مجاز ہے۔ وہ اس رشتے سے جانا چاہے گی نکل جائے گی۔ اگر وہ اس رشتے میں رہنا چاہے گی تو ابھی میں اس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتی۔ یہ اس کی زندگی ہے۔'' انھوں نے اٹل لہجے میں کہا تو خیام قریشی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''تم کیا چاہتی ہو وہ ساری زندگی میرے بیٹے کے قاتل کے نکاح میں بیٹھے؟''

''خیام صاحب۔! آپکے بیٹے نے جو بویا وہی کاٹا'' وہ لاجواب بولیں تو خیام قریشی کی آنکھیں سرخ رہ گئیں۔ ''ہاں۔ جو زاور نے کیا اسکو اسی کی سزا ملی ہے۔ اس میں نہ تو اہیم قصوروار ہے اور نہ ہی صفا'' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ وہ بیٹے سے نکا چہرہ دیکھتے رہ گئے۔ ''میں کھانا لاتی ہوں۔ دوا کھالیں آپ۔'' وہ اپنا غصہ ضبط کرتی ہوئیں باہر نکل گئیں۔ خیام قریشی کتنی ہی دیر بند دروازے کو گھورتے رہ گئے۔

''کیا ہوا؟ کوئی لاکر نہیں ملا؟'' ایک گمبھیر آواز نے عینا کا سکتہ توڑا۔ عینا نے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں تھی۔

''مائی ڈیئر لٹل سپائے۔! انگلش موویز سے کافی انسپائیر ڈ لگتی ہے۔'' عینا کو اپنے کان کی لو پر اسکی سانس محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ہلنے نہیں پا رہی تھی۔ اسکے پورے وجود پر کپکپی طاری ہو چکی تھی۔ ''میری اسسٹنٹ میری غیر موجودگی میں۔ میرے کمرے میں کیا ڈھونڈ رہی تھی؟'' وہ پراسرار انداز میں کہتے ہوئے عینا کے کان سے سارا خون نچوڑ کر لے گیا تھا۔ اسکا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس نے سفیر کے منہ سے شاکے کافی قصے سن لئے تھے اسکو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کسی جن کی طرح یوں حاظر ہو جائے گا۔

عینا کی سوچوں کو بریک لگی۔ اسکو اپنا آپ گھسٹتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اسکا بازو دبوچے اسکو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ عینا نے چیخنا چاہا اسکے حلق سے آواز تک نہ نکلی۔ عینا کو اب موت اپنے سامنے رقص کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ جانتی تھی شاکو دھوکہ دینے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ وہ عینا ہی کیا جو کسی چیز سے ڈر جائے۔

وہ اسکو گھسیٹتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ زمین لاونج میں لائن سے کھڑے تھے۔ وہ جا تھے کہ اب کی شامت آنے والی ہے۔ وہ ایک ان پر ڈالتا ہوا اسکو لئے وہاں سے نکل گیا۔ گیٹ پر عینا کی منصور پر پڑی جو کہ کوئی فون کال سنتا ہوا اندر داخل ہو رہا تھا۔ منصور نے گھبرا کر عینا کو دیکھا۔ عینا کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ اپنے باپ کو پکار کر اسکی جان بھی خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھی۔ منصور کے ہاتھ سے فون گر گیا۔ وہ ان کے پیچھے پر گیٹ بند ہو چکا تھا۔ وہ اسکو گاڑی میں کر جانے کہا لے گیا تھا۔

عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ دونوں باپ بیٹا اور منال بیگم اس وقت ایک کے ایک کمرے میں تھے۔ جہاں بیڈ پر مرجان گہری نیند میں تھا۔

''کیا کہتے ہیں ڈاکٹر؟ کب تک واپس لے جا سکتے ہیں؟'' منال بیگم جو کہ مرجان کے سرہانے بیٹھیں تھیں۔ انھوں نے مرجان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ وہ جو بے بس سا اسکے سرہانے کھڑا تھا ایک نگاہ اپنی ماں کے چہرے پر ڈالی اور جا کر پاس پڑے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا ضرورت تھی اس کے سامنے وہ سب کہنے کی؟'' وہ ناراض سا تھا۔

''میں نے تو بس۔۔۔''

''ماما پلیز۔! یہ حل نہیں ہے۔ ڈاکٹرز اسکا علاج کر رہے ہیں۔ یوں اگر ہم اسکے زخم کریدیں گے تو اسکے دماغ پر مزید اثر پڑے گا۔ آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں؟'' وہ بے چارگی لئے بولا تو منال بیگم اچھی خاصی شرمندہ ہوئی تھیں۔

''اچھا معاف کر دو۔ آئندہ نہیں کروں گی۔'' انھوں نے آنکھ کا رہا رمانی۔ ابراہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ اسکے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی۔

''سر یہ دوا بھر سے ملے گی آپ پلیز لے آئیے۔'' اس نے وہ پلیٹ پکڑ لی۔

ایک میٹنگ ختم کر کے صفا اپنے کندھے پر بیگ ڈالے آفس سے باہر نکلی تو گاڑی تیار کھڑی تھی۔ اسکو دیکھ کر ڈراوئیور جلدی سے باہر نکلا اور گاڑی کا دروازہ کھولا۔ صفا نے اندر بیٹھتے بیگ پر رکھا تو اسکے بیگ میں پڑے موبائل پر کال ہونے لگی۔ صفا نے فون پر کیا اتنی دیر میں ڈراوئیور نے گاڑی چلا دی۔

''السلام علیکم امی۔!'' اس نے فون کان سے لگاتے ہی سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام۔! کب تک واپس آو گی؟''

''امی بس میں آفس سے نکل آئی ہوں۔ گاڑی میں ہوں۔'' اس نے شیشے کے پار دیکھتے ہوئے بتایا۔

''اچھا۔ آتے ہوئے فارمیسی سے اپنے ابو کی دوائیاں لیتی آنا۔'' وہ مصروف سے انداز میں اس سے کہہ رہی تھیں۔

''اچھا میں لے آتی ہوں۔''

''بلڈ پریشر پیشن ہے تمہارے پاس؟'' انھوں نے دفعتاً پوچھا۔

''جی امی۔ میرے موبائل میں ہے۔'' صفا نے بے فکر کر دیا تو وہ پھیکا سا مسکرا اور دل سے دعا کی کہ خیام قریشی صفا کے لئے اپنا دل صاف کر دیں۔ ایک بیٹی اتنا چاہتی تھی اپنے باپ کو۔ انکا دل دکھا تھا۔ ''کچھ اور بھی منگوانا ہے کیا؟'' کچھ دیر میں صفا کی آواز نے انہیں ہوش دلایا۔ وہ کچن میں کھڑیں خیام قریشی کے لیے پرہیزی کھانا بنا رہی تھیں۔

''نہیں۔ بس دوا لیتی آنا۔ جیتی رہو۔ سلامت رہو۔'' انھوں نے دعا دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔

''فارمیسی چلیں۔'' ڈراوئیور کہہ کر وہ دور سکرین کے پار کھڑیں بلند و بالا عمارتیں دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ آج وہ ایک اون کا عبایا پہنے ہوئے تھی۔ سر پر سیاہ حجاب جس سے اسکا دودھ کی طرح شفاف چہرہ چمک رہا تھا۔ کسی بھی میک سے عاری وہ چہرہ بہت معصوم اور پیارا سا تھا۔ اسکی سرمئی آنکھوں کو کسی مصنوعی بناوٹ کی ضرورت نہ تھی۔

اسکے کسنگ بیسمنٹ کے ہرگاڑی آ کر رکی۔اس نے عینا کو زو سے دبوچ کر ہر نکالا۔گارڈز آگے بڑھے اس نے کو اشارے سے وہیں منجمند کر دیا تھا۔عینا بس خاموشی سے اپنی موت کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ ہر اگلی سانس اسکو اسکی موت کے قریب لے کر جا رہی تھی۔وہ اسکو گھسیٹتا ہوا عمارت کے عقبی حصے میں لے گیا۔اس نے دروازہ کھولا تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔کچھ دیر بعد اس نے عینا کو لا کر کمرے کے عین وسط میں ایک اسٹول کر کھڑا کر دیا۔اسکے ہاتھ اسکے پیچھے بند چکے تھے اور اسکے منہ پر ٹیپ لگی ہوئی تھی۔

وہ اسٹول اتنا چھوٹا تھا کہ وہ بمشکل اپنے دونوں پاؤں اس پر ٹکائے ہوئے تھی۔اپنی کاروائی پوری کرنے کے بعد وہ پیچھے ہٹا۔کمرہ روشن ہوا اور ایک تیز دھار لیزر نکل کر عینا کی آنکھوں میں پڑا۔عینا نے پلکیں جھپکانا چاہیں تو اس نے جلدی سے میں سر ہلا دیا۔عینا وہیں ساکت ہو گئی۔کیونکہ اسکے عین عقب میں وہ ایک پنجرے کو دیکھ رہی تھی۔جس میں اس وقت ایک شیر ٹہل رہا تھا۔

''شششش۔!''حسن نے ہونٹوں پر انگلی جمائی اور شیطانی ہنسی ہنستا ہوا اسکے پاس آیا۔''پلکیں مت جھپکانا۔''وہ سرگوشیاں کرتا ہوا اسکے پاس آ رہا تھا۔عینا کی آنکھیں مارے خوف کے مزید کھل گئیں۔

''کیا ہوا۔اگر تم نے پلکیں جھپکیں تو یہ لیزر ٹوٹ جائے گا۔اور میرے شیر کا پنجرہ اسی لیزر سے کنیکٹڈ ہے۔''اس نے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اپنے عقب میں اشارہ کیا جہاں اسکا شیر واب عینا پر نگاہیں گاڑے آگے بڑھ رہا تھا۔

''ادھر تمہاری پلکیں ہلیں۔ادھر لیزر ٹوٹا۔اور ادھر تم شیر کا خاشتہ بن گئی۔''عینا نے آنکھوں کی پتلیوں کو حرکت دے کر اسکی جانب دیکھا۔''ہاں۔۔وہ کیا ہوا۔ں کہ وہ ابھی بھوکا ہے۔اس نے خاشتہ نہیں کیا۔اور اگر خاشتے میں تمہارے جیسی پٹاخہ مل جائے تو وہ بہت خوش ہو جایا کرتا ہے۔پچھلی دفعہ بھی وہ بے چارہ بھوکا رہا تھا۔وہ عیشا چھپکلی بہت تیز نکلی۔جانے کہاں سے ٹرینگ لی تھی اس نے۔''وہ افسوس سے سر ہلاتا ہوا کہہ رہا تھا جبکہ عیشا کا نام سن کر عینا کا حلق خشک ہوا۔تو کیا وہ اسکے کمرے میں جا تھا۔

''تم عیشا کو کیسے جانتی ہو گی۔میں بتاتا ہوں۔''وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔''ا۔ایہم کی چچی تھی وہ۔۔''وہ سرگوشی کرتا ہوا پیچھے ہٹا۔''ا۔ایہم کو جانتی ہو؟''؟حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔عینا نے فورا میں سر ہلایا۔

''وہ۔میرا بہنوئی تھا۔اب نہیں رہا۔''اس نے ہاتھ جھاڑ دیئے۔''خیر۔گڈ لک۔فار نیکسٹ تھرٹی منٹس۔!''کہہ کر وہ پلٹا۔عینا کی آنکھوں میں پانی امڈ رہا تھا۔اسکی آنکھیں جلنا شروع ہو چکی تھی وہ اپنی پلکیں نہیں جھپک پا رہی تھی۔

آج اسکو اکی ایک اور نعمت کا ادراک ہوا تھا۔اور وہ تھا اپنی مرضی سے اپنی آنکھیں جھپکانے کی نعمت۔!یہ معمولی سی نعمت کبھی اس نے نوٹ نہیں کی تھی اور آج اسکو اس نعمت کا اچھی طرح ادراک ہوا تھا۔یہ نعمت سانس لینے جیسی ہی ہے۔آنکھوں میں ہوتی جلن میں رکتی سانس کی طرح ہی تکلیف دے رہی تھی۔ وہ بے بسی کی مورت بنی رہی۔سامنے ٹائمر آن تھا۔جہاں ابھی پانچ منٹ ہوئے تھے۔اور اگلے پچیس منٹ کا امتحان باقی تھا۔یعنی موت کا لمحہ قریب تھا۔!

وہ فارمیسی سے نکلی۔ابھی وہ اسٹور کی سیڑھیوں پر کھڑی تھی کہ سامنے ایک گاڑی آ کر رکی۔وہ چونکی سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔گاڑی کا دروازہ کھلا تو وہ سانس لینا بھول گئی۔وہ اپنے ازلی حلیئے میں تھا یعنی سفید ڈریس شرٹ اور بلیو جینز۔وہ مصروف سا گاڑی سے نکلا چابی اسکے ہاتھ میں تھی۔ایک ہاتھ اس نے اپنی جینز کی جیب میں ڈالا اور ایک پل کے لئے رک کر وہ پیکٹ نکالی۔جس پر دوا لکھی ہوئی تھی۔

صفا اپنی آنکھوں کے سامنے اسکو دیکھ رہی تھی۔صفا کے دل کی دھڑکن ایک پل کو بند ہوئی تھی۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسکو کیا کرنا تھا۔وہ جو سامنے تھا وہ وہی تھا جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے وہ پل پل تڑپی تھی۔وہ آدھی رات کو اٹھ کر اسکو یاد کر کے روتی تھی۔وہ دن بھر مصروف رہنے کے باوجود اسکی یادوں کو دماغ کے کونوں میں قید نہیں کر پائی تھی۔اسکی یادیں کسی آسیب کی طرح اسکو اپنے وش میں کر لیا کرتی تھیں۔ آج۔۔آج تو وہ سامنے تھا۔ابھی صبح ہی تو سعدیہ نے اسکے آنے کا بتایا تھا۔اتنی جلدی اس سے سامنا ہو جائے گا وہ سوچ بھی نہیں پائی تھی۔وہ سر جھکائے آ رہا تھا۔اچانک صفا سنبھلی تھی۔اس نے جلدی سے اپنے سکارف کا کونہ پکڑا اور اسکو اپنے چہرے پر لپیٹ لیا۔وہ

اسکے پاس سے گزرے۔ایک لمحے میں۔!صفا کا دل نہیں دھڑکا تھا۔وہ پاس سے گزرا تو اسکی وہی مہک صفا کی سانسوں میں ہلچل مچا گئی تھی۔اس نے ایک گہری سانس لے کر وہ سانس اپنے پھیپھڑوں میں ہی روک لی۔

''یہ میڈیسن دے دیں۔''اسکے عقب میں آواز گونجی تو ایک آن صفا کی آنکھ سے لڑھک کر اسکے گال پر پھسل گئی۔وہ آن اسکے سارے ضبط پر پانی پھیر گیا تھا۔وہ جو خود کو مضبوط سمجھ بیٹھی تھی ایک آن نے اسکی روح کی کرچیاں اٹھا کر اسکے منہ پر دے ماری تھیں۔وہ آج بھی وہیں کھڑی تھی۔وہ آج بھی قاہرہ ائیر پورٹ پر ہی کھڑی تھی۔ایک پتھر سے اپنا سر پھوڑتی ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ واپس پلٹتا صفا جلدی سے اپنے حجاب کا کونہ پکڑے وہاں سے نکل گئی۔اسکی گاڑی وہاں سے نکلی تو فارمیسی پر کھڑے شخص نے ہر دیکھا تھا۔اسکی آنکھوں میں کرب تھا۔

''بھول جاو مجھے۔''اس کے دل کے در و دیوار سے میں ایک آواز گونجی تو بازگشت اسکو اپنے کانوں میں بھی سنائی دی تھی۔

''سر میڈیسن۔''سٹور کیپر کی آواز نے اسکو متوجہ کیا۔اس نے سر ہلاتے ہوئے اپنا کارڈ نکالا اور پے منٹ کر کے دوا لئے باہر نکلا۔

سورج ڈھل رہا تھا۔ایک بار پھر سے آسمان پر وہی نارنجی روشنی بکھر گئی تھی۔گاڑی قرشی ہاس کے باہر آ کر رکی تو وہ باہر نکلی۔وہ چلتی ہوئی لاونج میں آئی تو خدیجہ بیگم سامنے ہی بیٹھی تھیں۔

''آ گئی تم۔!''وہ ہاتھ میں تسبیح لئے بیٹھی تھیں۔عصر پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔

''امی یہ دوا۔''وہ بنا ان سے آنکھیں ملائے دوا کا پیکٹ انکے سامنے رکھی میز پر رکھتی سیڑھیاں پھلانگ گئی۔

''صفا۔!''خدیجہ بیگم نے آواز دی وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھ گئی۔

''اسکو کیا ہوا؟''سعدیہ چائے کا کپ لئے آئی تو خدیجہ بیگم نے کندھے اچکا دیے۔''میں کھانے کا پوچھ کر آتی ہوں۔''سعدیہ چائے رکھ کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔دروازہ کھولا تو سامنے وہ بیڈ پر اوندھے منہ گری ہوئی تھی۔سعدیہ کا حیرت کے مارے منہ کھلا وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔سعدیہ نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور اسکے پاس آ کر بیٹھی۔

''صفا۔!کیا ہوا ہے؟''وہ پریشانی سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔صفا نے سر اوپر نہیں اٹھایا۔

''صفا۔پلیز بتاو کیا ہوا ہے؟کیا کسی نے آفس میں کچھ کہا ہے؟''سعدیہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا وہ تکیے میں منہ چھپائے بس روئے جا رہی تھی۔''صفا''سعدیہ نے ایک بار پھر سے پکارا تو صفا نے سر اٹھا کر سعدیہ کی گود میں منہ چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔وہ بچپن میں بھی کبھی اداس ہوتی تو اکثر یوں ہی سعدیہ کی گود میں منہ چھپا کر رو دیا کرتی تھی۔سعدیہ اسکی دوست تھی۔سجل کے بعد اگر وہ کسی کے سامنے یوں اپنا دل ہلکا کر سکتی تھی تو وہ سعدیہ تھی۔سعدیہ نے کچھ دیر اس سے کچھ نہ پوچھا اور اسکو اپنا دل ہلکا کرنے دیا۔وہ روتی رہی۔

مغرب کی آذانیں ہو رہی تھیں۔۔مرجان گہری نیند میں تھا اور وہ اسکے سرہانے بیٹھا تھا۔

''میرے شہزادے کیوں تنگ کر رہے ہو اپنے پاپا کو۔''وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا۔''اٹھ جاو اب۔۔''ابراہیم زرا سا جھکا اور مرجان کے سر پر بوسہ دیتا پیچھے ہٹا۔اس دوران اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تو سفیان گورسی گھبرائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

''کیا ہوا اسکو اچانک؟میں آفس سے نکلا تو مجھے فون آیا۔تم لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''وہ پریشان ہوتے بیڈ کی دوسری سائیڈ پر جا کر مرجان کے سرہانے بیٹھ گئے۔

''۔۔آپ پریشان ہو جاتے۔اب ٹھیک ہے یہ۔''اس نے سر جھکائے ہی بتایا تو سفیان گورسی اسکا منہ دیکھ کر رہ گئے۔

''تو کیا اب نہیں ہوں میں پریشان؟ہوا کیا تھا اسکو؟''وہ دبے دبے غصے میں بولے۔

''کچھ نہیں بس۔ماما نے اسکی ماں کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔اس امید پر کہ یہ روئے گا تو اسکا سکتہ ٹوٹ جائے گا۔اور یہ۔''ابراہیم کے حلق میں الفاظ اٹ

گئے۔سفیان گورسی نے افسوس سے اسکی بے بسی دیکھی۔وہ خود ب پ تھے۔ا ب پ کی بے بسی کو ان سے بہتر کون جان سکتا تھا۔جنھوں نے اپنی لخت جگر کو کھو یا تھا۔اولاد کو کھونے کا ڈر اور غم۔دونوں ہی جان لیوہ ہوتے ہیں۔

''منال کا دماغ ٹھ اب ہو گیا تھا؟''وہ مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ٹھ کر رہ گئے۔

''آپ پلیز ان سے کچھ نہ کہیے گا۔انھوں نے تو اچھا ہی سوچا تھا۔''وہ دو رہ مرجان کا ماتھا چوم رہا تھا۔اسکی ب سے ہوشیار اور خوبصورت اولاد اس حا ت میں تھی ا اہیم کا دل ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔

''ہمم۔۔ا اہیم۔!''انھوں نے ا گہری سانس خارج کرتے ہوئے ا اہیم کی جا ب دیکھا تو ا اہیم نے سر اٹھا کر ا آنکھوں میں دیکھا۔''تم۔۔صفا کو لے آو۔''انھوں نے ٹھہر ٹھہر کر کہا تو ا اہیم نے الجھی سی نگاہ ان پہ ڈالی۔''بس کرو۔ ت تم اس حقیقت کو جھٹلا و گے۔وہ اب تمہاری بیوی ہے۔''

''۔۔!پلیز۔میں اپنا انتقام لے چکا ہوں۔میں نے اسکو ونی کبھی قبول کیا ہی نہیں تھا۔اس لئے میں اس نکاح کو بھی نہیں ما ۔''اس نے نگاہیں پھ الیں۔

''تم مانو یا مانو۔نکاح تو ہو چکا۔اب وہ تمہارے نام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔اس لئے بہتر ہے تم اس رے میں کوئی فیصلہ کر لو۔جس دن مجھے اسکی واپسی کا علم ہوا تھا مجھے لگا تھا کہ تم اسکو طلاق دے چکے ہو۔''وہ ا پل کو رکے۔ا اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔''مجھے زمین سے پتہ کہ اس کو طلاق نہیں ہوئی۔بلکہ وہ ب سے کہتی پھر رہی ہے کہ وہ صفا ا اہیم ہے۔''انھوں نے آ ہی ب ت پہ زور دے کر کہا تو ا اہیم نے چو کر ا آنکھوں میں دیکھا۔''ہاں وہ دفتر میں بھی یہی کہتی پھر رہی ہے۔''وہ بے اختیار مسکرا دیا اس نے جلد ہی وہ مسکراہٹ د لی۔اسکو یہ سوچ کر ہنسی آ رہی تھی کہ مس سٹرا پنے ب پ کا آفس سنبھال رہی ہے۔''تم نے رشتوں کو سمجھ کیا رکھا ہے ا اہیم۔۔!''سفیان صا ب اسکی ڈھٹائی پہ دو رہ جے تو مرجان کی پلکیں لرزیں۔

''میرا شہزادہ اٹھ گیا؟''ا اہیم نے سفیان گورسی کی کسی ب ت کو خاطر میں لائے بنا تیسری ر مرجان کا سر چوما تو مرجان نے اپنی سیاہ آنکھیں کھول دیں۔''کھا کھاو گے؟''ا اہیم نے شفقت سے پوچھا تو مرجان نے دو ر پلکیں جھپکیں یعنی صاف انکار تھا۔''کھانے کے بعد ہم آ کریم کھانے چلیں گے۔اور میں تم لوگوں کو اپنا شہر بھی دکھاوں گا۔آئی پ امس۔''ا اہیم نے سما ت کی تو قوت اسکی آنکھوں میں دیکھی ۔

''وہ بیمار پڑ جائے گا ا اہیم آ کریم کھا کر۔''سفیان گورسی نے ت سف سے اسکو گھورا۔

''نہیں پڑ ت۔یہ میرا شیر ہے۔''ا اہیم نے اسکا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

''اب پتہ اولاد کی چاہت کا۔اتنا عرصہ تم مجھ سے دور رہے کبھی سوچا کہ میرے ی پ کیا ر رتی تھی؟''سفیان گورسی نے اسکی مرجان کے لئے والہانہ محبت دیکھ کر شکوہ کیا تو ا اہیم نے شرمندہ ہوتے اپنے ب پ کی جا ب دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔۔''وہ واقعی شرمندہ تھا۔

''بس۔اب تم کہیں نہیں جاو گے۔میرے پ س رہو گے۔''انھوں نے اٹھتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا یا تو ا اہیم نے بے چارگی سے ا جا ب دیکھا۔

''بس۔!مجھے تمہارا کوئی بہانہ نہیں ۔۔''وہ اسکو کچھ کہنے کی اجازت دیئے بنا ہی اپنی ب ت مکمل کرتے ب ہر نکل گئے۔

ٹائمر پہ پندرہ منٹ ٹھ ر چکے تھے۔آنکھوں میں جلن کی شدت ب ڑھتی جا رہی تھی۔آ ٹ پ ٹ پ ر رہے تھے وہ ہل ت نہیں پ رہی تھی۔

مووی کا کوئی سین چل رہا تھا۔سامنے میز پہ ا ٹ ے میں ا پ نی کا گلاس اور ا ٹ کش کافی کا پ پڑا تھا جو کہ آدھا ہو چکا تھا۔

وہ گھونٹ گھونٹ اس کافی کو اپنے ا ر ا ر ت ہوا پ سکون سا ٹ ٹھ جمائے ہوئے تھا۔اسی دوران اسکے مو ئل پ ر ہوئی تو اس نے فون اٹھا ۔

''سر وہ پ کستان سے ہے۔''مغیث نے چھوٹتے ہی اطلاع دی تھی۔ہاتھ میں موجود کافی کا پ اسکے لئے حرام ہو چکا تھا۔اس نے بے دلی سے وہ پ میز پہ ہی د ۔

''کیا کرنے گیا ہے وہ وہاں؟''وہ دا ت بھینچ کر رہ گیا۔اسکو ہر گوارہ نہ تھا کہ وہ اور صفا ا ہی شہر میں ہوں۔

''اسکا باپ بیمار ہے۔''مغیث اسکی حا ت سے اچھا خاصہ محظوظ ہوا تھا یہ بات وہ محسوس کروا کر اپنی موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔''اس نے بے دلی سے فون بند کر کے دیا۔اسکی آنکھوں میں اس وقت عجیب وحشت تھی۔رقیب کی وحشت!وہ کچھ اور سوچتا اس سے پہلے ہی پوری بلڈنگ میں سائرن بج رہا تھا۔''شٹ۔۔!''وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ زمین پر گری پڑی تھی۔رو رو کر اسکی آنکھیں سوجھ گئیں تھیں۔وہ چیخ رہی تھی چیخ رہی تھی اسکی آواز اسی در و دیوار میں دم توڑ رہی تھی۔سامنے پنجرہ کھل چکا تھا اور وہ خونخوار جانور اب غراتا ہوا اسی جانب بڑھ رہا تھا۔موت سامنے تھی۔عین سامنے۔بس چند قدم کی دوری پر جس کو وہ جانور چاہتا تو اک چھلانگ میں مٹا سکتا تھا۔ وہ بھی آرام آرام سے اپنے شکار کے پاس آ رہا تھا۔

''ہیلپ۔!پلیز ہیلپ۔۔!''اسکی سسکیوں کے بیچ آوازیں نکل رہی تھیں۔''مدد کرو۔!اکاواسطہ۔!''وہ پوری قوت سے چلائی۔ اسکے منہ پر ٹیپ تھی اسکی چیخیں وہیں دب رہی تھیں۔وہ جانور چلتا ہوا اسکے پاس پہنچا تو عینا نے اپنی چیخ و پکار کا گلہ گھونٹ دیا۔وہ سانس تک روک گئی تھی۔وہ بھوکا شیر اسکے چہرے کو سونگھ رہا تھا۔عینا نے آنکھیں زور سے بند کر لیں۔وہ سونگھتا ہوا اسکی گردن کے قریب ہوا۔عینا نے اک آنکھ کھول کر اسکو دیکھا۔عینا کو بس اپنے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی جو کہ اب مدھم ہوتی جا رہی تھی۔اسکے ہاتھ اسکے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔اسکا پورا وجود مفلوج ہو چکا تھا۔شیر نے اسکی گردن کو سونگھتے ہوئے اب منہ کھول دیا تھا۔اب یقیناً وہ اسکی شہ رگ دبوچنے والا تھا۔عینا نے موت کو سامنے دیکھ لیا تھا۔اس نے اب آنکھیں بند کر کے خود کو موت کے سپرد کر دیا۔اک پل لگا تھا۔اسکو وہ دائرہ اپنی گردن پر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اسی پل کے ہزارویں حصے میں وہ گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔عینا کی بند آنکھوں پر کسی مائع کے چھینٹے پڑے تھے۔اور وہ پیٹھ اسکو اپنے پورے چہرے پر محسوس ہوئے تھے۔اس نے آنکھیں کھول دیں۔وہ شیر اسکے سامنے ڈھیر ہو چکا تھا۔اور سامنے زمین پر گھٹنوں کے بل وہ شخص بیٹھا تھا۔اسکے ہاتھ میں اک خنجر تھا جو اس نے اس شیر کے منہ میں پیوست کیا ہوا تھا۔جس سے وہ شیر بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

عینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ منظر دیکھ رہی تھی۔اس شخص کی سفید شرٹ خون سے سرخ ہو چکی تھی۔پھر اس نے دیکھا کہ دو زمین آئے جنھوں نے اس زخمی شیر کو اٹھا کر واپس پنجرے میں بند کر دیا۔وہ زمین پر ہی بیٹھا ہوا اسکے قریب رکھسکا۔جبکہ عینا بے حرف کا مجسمہ بنی ہوئی تھی۔

''آر یو اوکے؟''وہ اسکے ہاتھ کھولتا ہوا اس سے پوچھ رہا تھا۔عینا کی آنکھیں ساکت تھیں۔''اوئے۔''وہ اسکا گال تھپتھپا رہا تھا.....جبکہ وہ بس سامنے پنجرے میں قید اس جانور کو دیکھ رہی تھی جو بس اسکی شہ رگ کاٹنے ہی والا تھا۔''اٹھو چلو یہاں سے۔''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔جبکہ وہ ویسے ہی ساکت رہی۔اس نے دو قدم دور جا کر مڑ کر دیکھا تو وہ ویسے ہی بیٹھی تھی۔حسن نے اک گہری سانس خارج کی۔''کم آن۔زنہ ہوتم۔!چاہو تو ہل جل کر دیکھ سکتی ہو۔''اس نے پہلی بار یوں اپنے ہی شکار ہی جان بچائی تھی۔وہ جان بوجھ کر جان بچا نہیں۔اس لئے وہ نہیں جانتا تھا کہ جو موت کے منہ سے لوٹتے ہیں انکو کیسے سنبھالنا ہوتا ہے۔وہ نہیں جانتا تھا کہ موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھنے والے کیسے ری ایکٹ کرتے ہیں۔کیونکہ اس نے جس دن اپنے ماں باپ کو کھو دیا تھا اسکے اندر وہ اسی دن مر گیا تھا۔اور وہ روح میں اس چیز کے کسر سے مارکھایا کرتا تھا۔ وہ موت کے دہانے پر کھڑا ہوتا تھا تو بھی اسکو کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔وہ بس اک پتھر تھا۔جو ہر قسم کے احساس سے عاری تھا۔سامنے بیٹھی لڑکی پتھر نہیں تھی۔وہ تو بس اپنے باپ کی اک چھوٹی سی جاسوس تھی۔اس نے تو ابھی دنیا نہیں دیکھی تھی اور حسن نے اسے موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا۔وہ ساکت سی کیفیت میں بیٹھی تھی۔وہ سر جھٹک کر اسکے پاس آیا۔اور اسکو کندھے پر اٹھائے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

قریباً آدھی رات کا وقت تھا۔قریشی ہاؤس کی اوپری منزل پر لگے بلبوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔اک آدمی سیاہ ہڈی پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے گیٹ کے پار آ کر کھڑا ہوا۔

اس نے سر اٹھا کر غور سے اوپری منزل کا جائزہ لیا۔اور پھر وہ بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا عمارے کے عقبی حصے میں پہنچا۔اک ہی چھلانگ لگا کر وہ عقبی دیوار پر چڑھ گیا تھا۔کچھ خاردار تاریں تھیں وہ بچ بچا کر پاؤں جماتا گیا تھا۔پھر اس نے اس پائپ کے درمیان پاؤں رکھا۔اک موٹے سے تنے پر چڑھ کر اس نے اک پل کو سانس بحال کی۔اک موٹی سی شاخ بل کھاتی ہوئی دوسری منزل کی بالکونی کے عین پاس سے گزرتی تھی۔وہ اپنے قدم جماتا ہوا اس شاخ سے ہوتا ہوا آرام سے بالکونی میں کود

ے۔ لکونی کا دروازہ بند تھا لاکڈ نہیں تھا۔ وہ اس سلائیڈ کو کھولتا ہوا اس ر ے کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے کا بلب بند تھا بیڈ سائیڈ ٹیبل پ پڑے لیمپ سے مدہم سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ تکیے پ اسکے سنہری ل بکھرے ہوئے تھے۔ وہ چلتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔ اور بیڈ کنارے ٹ ے۔ اس مدہم روشنی میں بھی اسکے چہرے پ بنی آ وں کی لکیریں واضح ہو رہی تھیں۔ ل ابھی ت اسکے چہرے سے چپکے ہوئے تھے۔

ا ل اسکے ہو ں کے کنارے سے چپکا ہوا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہاتھ پ ڑھا کر وہ ل ہٹا دے۔

''جا تھا۔ رو رو کر خود کو ہلکان کیا ہوگا۔''

وہ اب سکون سے اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں رونے کی شدت سے ا چمک سی تھی۔ آنکھوں کے کنارے ابھی ت نم تھے۔ وہ اس مدہم روشنی میں بھی ان موتیوں کو دیکھ سکتا تھا جو اسکی آنکھوں کے کناروں پ چمک رہے تھے۔

''مت کرو ایسا۔! مت تھکاو خود کو۔ میں تمہیں کوئی خوشی نہیں دے سکتا۔ میں تمہیں اس طرح ہلکان ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اتنی سی تھی ت سے تمہیں دیکھتا آ رہا ہوں۔ ت بھی تمہارے آ داش نہیں ہوتے تھے اور آج بھی نہیں ہوتے۔ اور ت و ہر نہیں ہوتے۔ یہ احساس ہوتا ہے کہ ان آ وں کی وجہ میں ہوں۔'' اس نے بے ساختہ ہاتھ ٹ ھا کر اسکے چہرے پ بکھرے ل ہٹائے تھے۔

''مت تھکاو خود کو صفا۔!'' اسکے دل نے دہائی دی تھی خاموش تھے۔ وہ کچھ دیر اسکے سرہانے بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکا لحاف سرکا ہوا تھا۔ کھلی لکونی سے ہوا کے جھو ا ر آئے تو صفا نے بے اختیار اپنے د زولپیٹ کر کروٹ لی۔ وہ خود میں ہی سمٹ رہی تھی۔ وہ آج بھی سردی کی شدت داش نہیں کر سکتی تھی۔ ہالا موسم ل رہا تھا صفا کے لئے یہ ٹھنڈ بھی کافی تھی۔ ا اہیم نے اسکا لحاف اٹھا کر اسکے اوپ در ت کیا۔ وہ پ سکون ہو گئی تو وہ بنا چاپ کئے وہاں سے نکل ے۔ اسی راستے سے جس راستے سے آ ے تھا۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ دو سیاہ آنکھیں کھلیں۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ ا جہازی بیڈ پ دراز تھی۔ پھر اگلے ہی لمحے خونخوار جانور کی غراہٹ نے اسکو گھیر لیا۔ اور پھر اس کمرے میں ا دلخراش چیخ گو تھی۔ ہر لاونج میں رکھے گئے دیو قامت صوفے پ بیٹھے شخص نے دونوں کانوں میں ا ں ٹھونس دیں تھیں کیو کہ اب چیخ و پکار کی آواز ہر ت آنے لگی تھی۔

''سر کیا حکم ہے؟'' ا زمہ مودب سی آ کھڑی ہوئی۔

''جا کر سنبھالو اسکو۔'' اس نے الٹے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ جلدی سے سیڑھیاں پ ڑھ گئی۔ دروازہ کھلا تو وہ سامنے بیڈ پ بیٹھی پ گلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ اسکے ل بکھرے ہوئے تھے اور اس نے اپنے دونوں کانوں پ ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

''مادام۔۔ مادام۔۔!'' جولیا بھاگتی ہوئی اسکے پ س پہنچی اور اسکو کندھوں سے تھاما۔ وہ بس ئے جا رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ت ہوئے لمحے ا ر پھر سے اسکی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی ما چل رہے تھے۔ ''مادام۔ پلیز۔ سنبھالیں خود کو۔'' جولیا نے اسکو جکڑا ہوا تھا۔

''وہ۔ وہ۔ شیر۔ کھا۔۔ کھانے لگا۔۔'' وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اسکو سمجھا رہی تھی۔

''مادام۔! یہاں کوئی شیر نہیں ہے۔ دیکھیں میں بھی آپکے ساتھ ہوں ں۔'' جولیا نے اسکو کندھوں سے تھام کر سامنے کیا تو عینا نے آنکھیں کھول کر ا پل کے لئے دیکھا۔ وہ تو اس کمرے میں تھی۔ شیر اسکی شہ رگ بس کاٹنے ہی والا تھا۔ تو؟ پھر؟ وہ یہاں کیسے؟ پھر اس نے دیکھا کہ وہ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں والا لڑکا زمین پ اسکے پ س بیٹھا تھا جس کے کپڑوں پ اس شیر کا خون لگا ہوا تھا۔ وہ لال مائع عینا کے چہرے پ بھی تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پھیلا کر دیکھے تو اسکے ہاتھ صاف تھے۔ پھر اس نے وہی لرزتے ہاتھ اپنے چہرے پ رکھے۔ چہرہ بھی صاف تھا۔

''مادام۔! ٹھیک ہے۔'' جولیا نے ا ر پھر سے اسکو حوصلہ دیا تو عینا نے چو کر اسکی جا دیکھا۔

''مم۔ مجھے جا ہے۔ مجھے ۔ کے پ س جا ہے۔'' وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دیوانہ وار بھاگی۔ ننگے سر ننگے پ وں وہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی آ رہی تھی۔

اس نے آ کر لاونج کے دروازے کی ڈور ب پہ ہاتھ رکھا۔

''شا کی سلطنت میں آتے تو لوگ اپنی مرضی سے ہیں۔۔ جاتے شا کی مرضی سے ہیں۔'' ایک گہری گمبھیر آواز نے لاونج کا سکوت توڑا تو عینا کے پورے وجود پہ ہٹ طاری ہوگئی۔ وہ شخص اپنی باتوں سے ہی کسی کی جان سے روح نکالنا جانتا تھا۔ عینا مڑی۔ اس نے ایک اس شخص کی پشت کو دیکھا۔

''مجھے گھر جانا ہے۔'' پھر قدرے مضبوط لہجے میں بولی۔

''گڈ۔۔! جانا بھی چاہیئے۔'' وہ اپنی ٹکش کافی کا ایک سپ لیتے ہوئے بولا تو عینا کو امید کی ایک کرن آئی۔ وہ پامیدی چلتی ہوئی اسکے پاس آئی اور اسکے جانب کھڑی ہوگئی۔ اب حسن اس کا دن موڑ کر اسکو دیکھ سکتا تھا

''۔۔۔ ۔۔تو میں جاوں؟'' اس نے پرجوش ہو کر پوچھا

''ہاں۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔ عینا خوشی سے مڑی۔ ''پینتیس سو ڈالرز یہاں اس میز پہ رکھ دو اور چلی جاو۔'' عینا کے چلتے قدم رکے تھے۔ اسکے چہرے پہ مایوسی کے ہزاروں رنگ پھیل گئے۔ اس کا دل کیا اس شخص کا ابھی کے ابھی خون کر دے اور سکون سے اپنے گھر واپس چلی جائے۔ عینا یہ سوچ رہی تھی کہ ایک پہاڑ نے آ کر اسکو دبوچا۔ وہ دیوار کے ساتھ جا لگی۔ ''کیا کر رہی تھی میرے کمرے میں۔'' وہ اسکے چہرے پہ پور رہا تھا۔ جبکہ عینا نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ''آئی رپو چھ رہا ہوں۔ کیو میری بات دہرانے کا مطلب ہوتا ہے موت۔'' وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں گاڑے ہوئے تھا جو کہ اب زرد پڑتا جا رہا تھا۔ ''بولو۔'' وہ دھاڑا تو عینا لرز کر رہ گئی۔

''وہ۔وہ۔'' ہکلائے تھے۔

''ان سنگل سینٹینس۔'' اس نے عینا کو دونوں بازوں سے دبوچ رکھا تھا عینا کو لگا کہ اسکے بازوں میں کوئی کیل چبھ رہے ہیں۔

''میرا یسلیٹ گر گیا تھا۔'' ایک ہی سانس میں اس نے بتایا تھا البتہ آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔ کچھ دیر گفت ویسی ہی رہی۔ عینا کو لگا کہ اب موت پکی ہے کیونکہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ پھر گفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اور وہ اسکو چھوڑ کر پرسکون سا اسکے سامنے کھڑا تھا۔ عینا کی پلکیں لرزیں اور اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ شخص ہاتھ میں اسکا یسلیٹ لئے کھڑا تھا۔

''دس ون؟'' اس نے مٹھی کھولی تو وہ یسلیٹ ہوا میں جھولتا گرا۔ عینا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ آج قدرت اس پہ جی جان سے مہربان ہوئی تھی اور عینا کو قدرت پہ ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ اسی سرشاری میں ایک آنسو ٹوٹ کر اسکے گال پہ بہا گیا۔ جس کو فوراً چن لیا گیا۔

''نیکسٹ ٹائم بی کیئر فل۔'' وہ یسلیٹ اسکی جانب اچھالتا ہوا جا کر صوفے پہ بیٹھ گیا۔ عینا پہ غیر یقینی چھائی ہوئی تھی۔ ایسا کیسے ممکن تھا؟ خیر جو بھی تھا فی الحال وہ زندہ تھی اور اسکے لئے یہی کافی تھا۔

شیشے کی میز پہ موجود تھے۔

''اگلے ہفتے تم مرجان اور یاقوت کا اٹیمیشن کروا دو۔'' سفیان گورسی نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے حکم صادر کیا تو سب نے اٹھا کر دیکھا۔ منال بیگم کو۔ اہیم کے جواب کا انتظار تھا انھوں نے امید سے اسکی جانب دیکھا۔

''۔۔ مجھے واپس جانا ہے۔'' اس نے اپنی پلیٹ پہ ہی نگاہیں جمائے جواب دیا۔

''ہرگز نہیں۔'' سفیان گورسی نے چائے کا کپ رکھ دیا۔ ''بہت کر لی ہے تم نے اپنی من مانی اب نہیں۔ بس یہاں رہو۔ اور میرا کاروبار دیکھو۔'' انھوں نے سختی سے اہیم کو گھورا۔ یاقوت کو سفیان گورسی کی بات اچھی لگی تھی البتہ مرجان بنا کسی تاثر کے نشستہ کر رہا تھا۔

''۔۔ میرا کام وہاں ابھی ختم نہیں ہوا میں ایسے کیسے؟''

''بس۔۔! میں نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ اس لئے یہ فضول بحث نہیں ہوگی آئندہ۔ اب جو کر تھا کر چکے تم۔'' انھوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اپنا موبائل اور چابیاں اٹھاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ منال بیگم نے خوش ہو کر مرجان کے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ زہرہ دینا کو نشستہ کروا رہی تھی اہیم نے ان کی خوشی کو دیکھا اور پھر کندھے

آ ۔

’’ ۔ ۔پلیز ۔‘‘ قوت نے اسکی جا ۔ ملتجی نگاہوں سے دیکھا تو ا ۔ اہیم نے اسکو گھورا ۔’’پلیز ۔! اور ہاں ۔‘‘

’’میں چلتا ہوں ۔‘‘ اس سے پہلے قوت کو صفا آ ۔ دآتی وہ خود ہی اٹھ کھڑا ہوا ۔

’’کہاں ؟ ۔ شتہ تو کر لو ۔‘‘ منال بیگم نے اسکو دیکھا ۔

’’مجھے کچھ کام ہے ۔ آپ لوگ ۔ شتہ کریں ۔‘‘ وہ اپنا واٹ اٹھا رہا تھا ۔ سفیان صا ۔ پہلے ہی نکل چکے تھے ۔

’’ ۔ ۔اپ ۔اپ ۔‘‘ دینا نے اسکو اٹھتے ہوئے دیکھا تو فورا ۔ نہیں پھیلا دیں ۔ ا ۔ اہیم کے ستے ہوئے چہرے پ ۔ بہار کے سارے رَ ۔ بکھر گئے ۔ اولاد سکون ہوتی ہے ۔

اس نے جھک کر دینا کو اٹھا لیا ۔ کچھ د ۔ اسکو پیار کیا اور پھر وہاں سے نکل آ ۔ ۔

کالج لان میں پھیلی گھاس اب خشک تنکوں کی شکل اختیار کر چکی تھی ۔ کچھ موسمی پھول کھلے ہوئے تھے ز ۔ دہ ۔ کیاری خالی تھی ۔ وہ اس گھاس پ ۔ زمین پ ۔ ہی بیٹھی تھی ۔ ہاتھ میں ا ۔ رجسٹر لئے ۔ وہ کچھ نوٹس بنا رہی تھی ۔

’’کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں ؟‘‘ ا ۔ لڑکی نے پ ۔ س کھڑے ہو کر اجازت مانگی ۔ صفا نے نگاہ اٹھا کر اسکو دیکھا اور پھر مسکرا کر اثبات میں سر ہلا د ۔ ’’کیسی ہو ؟‘‘ وہ ۔ ۔ ہوئے پوچھ رہی تھی ۔ جبکہ صفا مصروف سی کچھ لکھ رہی تھی ۔

’’ٹھیک ہوں ۔‘‘ صفا نے نوٹس پ ۔ نگاہیں جمائے ہی جواب د ۔ ۔

’’کیا ہم دو ۔ ۔ بن ۔ ۔ ہیں ؟‘‘ اس نے ہاتھ آگے ب ۔ ھا ۔ صفا نے ا ۔ پل کو اسکا چہرہ دیکھا ۔ وہ اسکی کلاس فیلو ہی تھی سجل کی موجودگی میں صفا نے کسی اور کو کبھی دیکھا ۔ نہ تھا ۔ اسکی سجل اسکے لئے کافی تھی ۔ وہ دوستی میں بھی توحید کی قائل تھی پھر محبت تو کیا چیز تھی ۔ صفا پھیکا سا مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھام لیا ۔

’’ہم ۔ دو ۔ ۔ ہی ہیں ۔‘‘ اس نے ب ۔ ت کو جنرلائز کر د ۔ ۔ تو وہ لڑکی پھیکا سا مسکرائی ۔

’’اچھا ؟ دو ۔ ۔ ؟ کیا تمہیں میرا ۔ م بھی پتہ ہے ؟‘‘ اس نے ا ۔ طنزیہ نگاہ صفا پ ۔ ڈالی ۔ صفا اچھی خاصی شرمندہ ہوئی ۔ واقعی وہ اسکا ۔ م نہیں جا ۔ تھی ۔ وہ سجل کے بعد بس عینا کا ۔ م جا ۔ تھی ۔ سجل کا مقام آج ۔ ۔ کسی اور کو حاصل نہ تھا ۔

’’شیزا ۔ مائی سیلف شیزا وقار ۔‘‘ اس لڑکی نے صفا کو کنفوز سا دیکھا تو اسکی مشکل حل کر دی ۔

’’سوری ۔‘‘ صفا نے معذرت کی ۔

’’اٹس اوکے ۔‘‘ وہ مسکرا کر آلتی پ ۔ لتی مار کر بیٹھ گئی ۔’’ویسے ۔ ۔ کیا میں کچھ پوچھ سکتی ہوں ؟‘‘ اس نے تسلی سے صفا کے چہرے کا جا ۔ ہ ۔ ۔ ۔ ہوئے سوال کیا ۔ اور صفا کے چہرے پ ۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں ۔ گواری ابھری تھی ۔ وہ یہی تو نہیں چاہتی تھی کہ لوگ اس سوال جواب کریں ۔

’’ہم ۔ بولو ۔‘‘ وہ مصروف سے ا ۔ از میں بولی تو شیزا ۔ ۔ چھا سا مسکرائی ۔

’’تم نے اپنے بھائی کے قاتل سے طلاق کیوں نہیں لی ؟‘‘ سوال تھا کہ زہر آلود تیز جو صفا کے دل کے آر ۔ پ ۔ رہو ۔ ۔ ۔ تھا ۔ کیوں ۔ کو یہ جاننا تھا ؟ کیوں ۔ کو اسکی ز ۔ گی میں جھانکنا تھا ؟ صفا کا حلق ۔ ۔ ٹ ۔ ۔ ا ہوا ۔

’’یہ میرا ذاتی معاملہ ہے ۔‘‘ صفا نے ۔ گواری سجائے ہی جواب د ۔ تھا ۔

’’تم ۔ ۔ سے واپس آئی ہو کافی ۔ لحاظ ہو گئی ہو ۔ پہلے ایسی نہیں تھی ۔‘‘ وہ لڑکی ۔ مزہ ہوئی تھی ۔ صفا نے ا ۔ زخمی سی نگاہ اس پ ۔ ڈالی یعنی دوستی تو بس ا ۔ بہانہ تھا ۔ وہ اسکے زخم کر دینا چاہتی تھی ۔

’’اور مجھے لگتا ہے یہاں ۔ کو دوسروں کی ز ۔ گی میں جھا ۔ کا کچھ ز ۔ دہ ہی شوق ہے ۔‘‘ کہتے ہوئے صفا اپنے نوٹس اکٹھے کرنے لگی ۔ اسکے ہاتھ سے اسکا رجسٹر اتو پہلا صفحہ کھل ۔ ۔ شیزا نے مسکرا کر وہ رجسٹر اٹھا لیا ۔

''صفا۔ اہیم۔۔!'' وہ ہنس دی۔صفا کو اپنی تضحیک قبول نہ تھی۔اسکا دل کیا کہ وہ اسکا سر پھوڑ دے فی الحال اسکا منظر سے غائ ہو ہی بہتر تھا۔اس نے شیزا کے ہاتھوں سے رجسٹر کھینچا اور اپنا بیگ اٹھائے گیٹ کی جا ہی ٹھ گئی۔

زریب کوئی فائل اٹھائے لابی میں آ رہا تھا۔ اس نے سامنے سے آتی صفا کو دیکھا۔وہ ٹھ ۔پھر اس نے اپنی گھڑی پ وقت دیکھا تو ابھی رہ بج رہے تھے۔صفا کسی کو بھی دیکھے بنا اپنے آفس یعنی خیام قریشی کے آفس کی جا ٹھ گئی۔زریب کچھ پل چو کر اس جا دیکھتا رہا پھر وہ فائل لئے آگے ٹھ ۔اس نے اپنا بیگ آفس میں رکھے ا کاوچ پ پٹکا اور آ کر اپنی کرسی پ ڈھے گئی۔

''سمجھتی کیا ہے یہ خود کو۔'' صفا کا چہرہ غصے سے لال انگارہ ہو رہا تھا۔آج اسکی آنکھوں میں خوف اور دکھ کے آ نہیں تھے بلکہ غصہ تھا۔اس نے سامنے پڑے کچھ کاغذوں کو ہاتھ سے پ ے دھکیل دی تو وہ فائلز زمین پ جا ین

''اہم اہم۔خیر۔ ہے آج ہماری س کو اتنا غصہ کس ت پ آ ہوا ہے؟'' زریب مسکراہٹ د ئے ا ر آ ۔اور جھک کر فائلز اٹھانے لگا۔صفا اسی طرح بیٹھی رہی۔''کیا ہوا ہے؟'' اس نے فائلز دو رہ ٹکاتے ہوئے پوچھا تو صفا نے اسکی جا دیکھا۔اسکی آنکھوں میں ا رپھر سے آ تیرنے لگے۔''کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟'' زریب کو پ یشانی ہوئی تھی۔

''نہیں۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''تم تو بہادر ہو ں۔پھر کیوں چھوٹی چھوٹی ت توں کو خود پ سوار کرتی ہو۔'' وہ کہتا ہوا سامنے آ بیٹھا۔صفا نے آ صاف کئے اور اسکی جا دیکھا۔

''کیوں لوگوں کو ہماری ز گی میں جھانکنا ہوتا ہے۔'' آ کار اس نے سوال کیا۔

''کیو لوگ نہیں ہیں۔'' اس نے مسکرا کر جواب دی تو صفا الجھی۔''ا لوگ ہوں گے تو وہ اپنی تعمیر پ فوکس کریں گے۔ کہ دوسروں کے ملبے پ ۔''

''تو پھر ہم کیا کریں؟ پہلے ہم اپنی ز گی کو سلجھا اور پھر ا جواب بھی دیں؟'' وہ بے بسی سے بولی تو زریب نے میں سر ہلا ۔

''کس نے کہا ہے جواب دینے کو؟ تم بس اپنا سفر طے کرتی رہو۔صحیح وقت پ تمہارے قدموں کے ن ہی تمہارے جواب بن جا گے۔لوگ پھر تمہارے نقش قدم کو دیکھ کر ہی اپنا جواب پ لیں گے۔تمہیں ضرورت نہیں جواب دینے کی۔'' وہ پ سکون سا کہہ رہا تھا صفا کو اسکی آدھی ادھوری سی ت ہی سمجھ آئی۔اس نے سر جھٹکا۔

''خیر یہ بتا آج کوئی کام ہے؟'' اس نے فائلز کھولیں۔

''ہاں۔ تم اتنی جلدی آ گئی؟''

''بس۔کالج میں آج کلاسز نہیں تھیں اس لئے جلدی واپس آ گئی۔'' اس نے ا فائل کھولتے ہوئے بتا تو زریب نے سر ہلا دی وہ جا تھا کہ ضرور کوئی ت ہوئی ہے۔

''آج میٹنگ ہے کیانی وپ سے۔'' کچھ د بعد زریب نے بتا تو صفا نے کندھے ا دیئے۔

''ان سے پ ش کی ہی کیوں ہم لوگوں نے؟'' وہ اب پچھتا رہی تھی۔زریب کھل کر ہنس دی۔''مجھے نہیں پسند وہ لوگ۔'' صفا نے ہو ٹ گول کئے تو وہ ا چھوٹی سی بچی لگی۔زریب ہنستا جا رہا تھا۔

'یہ کارو ر رہے صفا۔!اس میں ان لوگوں سے بھی ملنا پڑ ہے جن کے ہم جنازے پ بھی جا گوارہ نہ کریں۔''

''افف۔۔کتنے مطلب پ ہیں آپ لوگ۔'' صفا نے جھرجھری لی۔زریب ہنس دی۔

''کارو رمائی لیڈی۔کارو ر۔'' اس نے اپنی ت پ زور دی تو صفا نے بھی سر جھٹک دی۔وہ کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔اس پچھلے ا ماہ میں اسکی زریب سے اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ ہر رشتے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔کچھ تعلق بنا کسی مطلب کے ہوتے ہیں۔بنا کسی مفاد کے اور بنا کسی نقصان کے۔بے ضرر سے رشتے۔اور ہمارے معاشرے کو ایسے بے ضرر رشتوں کی اشد ضرورت ہے۔جن کے پ س ہم محفوظ محسوس کریں۔

سفیان گورسی اپنے آفس میں تھے۔ وہ مصروف سا اندر داخل ہوا۔

''۔۔بلوا یا آپ نے؟'' وہ آکر اسامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''ہاں۔میں گھر جا رہا ہوں۔''

''تو۔؟ آپکو مجھ سے اجازت لینے کی ہرگز ضرورت نہیں۔'' اس نے طنزیہ ہوئے امزید تپا دیا تھا۔

''تم میرا خون مت جلایا کرو۔مجھے تمہارے ان ٹھنڈے جوکس پہ ہنسی نہیں آتی۔'' وہ اپنا کوٹ اٹھاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اوون ہے؟'' اس نے مڑ کر اکچن کی جانب دیکھا۔

''ہاں۔کیا کرنا ہے؟'' وہ چابی اٹھاتے ہوئے بولا۔

''مکرتا ہیں جوک۔'' اس نے سنجیدگی سے کہتے اجانب دیکھا تو انکا چہرہ ضبط سے لال ہو رہا تھا۔

''یہ لو۔'' جاتے جاتے انھوں نے ایک فائل اسکی جانب کھسکائی۔

''یہ کیا؟'' اس نے ابرو اچکاتے ہوئے فائل کھولی۔

''آج کیانی گروپ سے میٹنگ ہے۔دیکھ لینا۔''

''۔۔پلیز۔مجھے اس پراجیکٹ کا کچھ اتہ پتہ نہیں ہے۔'' وہ مزہ ہوا۔

''مجھے بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنا ہے۔پھر انکا ایڈمیشن ہو جائے گا۔تم یہ میٹنگ ختم کر کے گھر آ جانا۔'' وہ اسکی سنے بنا وہاں سے نکل گئے۔ابراہیم نے میز پہ اپنا موبائل نکال کر دیکھا۔ اسکی نگاہ موبائل سکرین پہ بلنک ہوتے نمبر پہ گئی۔

''ہاں بولو۔''

''سر۔وہ آج جلدی آفس چلی گئی ہے۔''

''ہاں تو ٹھیک ہے۔ضروری نہیں ہے تم پل پل کی خبر دو۔بس اسکی سکیورٹی کا کہا ہے میں نے۔میرا دماغ مت چاٹو۔'' اس نے فون پہ موجود شخص کو بھی کھری کھری سنا کر فون دور رکھ دیا۔عاصم نے حیرت سے فون سکرین کو گھورا۔

''کمال ہے۔پہلے کہتا ہے پل پل کی خبر دو۔۔اب مجھ پہ ہی برس رہا ہے یہ بندہ۔'' اس نے بند سکرین کو گھورا اور اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔جو کہ خیام انڈسٹریز کی عمارت کے سامنے کھڑی تھی۔

وہ اپنے آفس سے نکل رہا تھا۔ اسکو ایک فون کال آئی۔

''ہاں بولو۔'' وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

''وہ کچھ پلان کر رہا ہے۔'' ضرار کے لہجے میں فکر واضح تھی۔

''کیا کر رہا ہے؟ وہ کر ہی کیا سکتا ہے سوائے کچھ شیطانی کام کے۔'' ابراہیم نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔

''ابراہیم!۔۔اس بار ہمارے لوگ اسکا ٹارگٹ ہیں۔''

''کیا مطلب ہے؟'' وہ چونکا۔ابھی تک گاڑی سٹارٹ نہیں کی تھی۔

''وہ ہمارے مجاہدوں کو اپنے کلٹ کا حصہ بنا رہا ہے۔خبر ہے کہ۔''

''ایک منٹ۔!اس نے عام معافی کا اعلان کیا تھا۔''

''ہاں۔ اس نے ان کو رہا نہیں کیا ہے۔بلکہ اپنی خفیہ جگہ لے گیا ہے۔''

''واٹ دا۔''ا. اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔''ضرار مجھے اس کی رپورٹ چاہیے۔ مجھے کسی صورت ان معصوموں کو اسکی جہنم میں نہیں چھوڑ ۔''ا. اہیم کے چہرے پ کرب تھا۔وہ . وکٹمز تھے اوراب ان . کے ساتھ جو شا کرنے کا سوچ رہا تھا یہ سوچ سوچ کر ہی ا. اہیم کی رگیں ابھر آ تھیں۔''ا اس نے ان لڑکوں کو کوئی نقصان پہنچا۔ تو میں اس کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ گننا مشکل ہو جائے گا۔''ا. اہیم پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ضرار نے او کے کہہ کر فون کاٹ د۔ ادھر بیٹھے ا. اہیم کے لئے سانس ۔ ۔ مشکل ہو چکا تھا۔اسکا ماضی اسکو شا۔ کبھی حال میں رہنے ہی نہیں دے سکتا تھا۔غزہ کا وہ سفر اس سے بہت کچھ چھین کر لے ۔ تھا جن میں سے ا۔ چیز دا سکون بھی تھی۔وہ زیادہ دی۔ سکون میں نہیں رہ سکتا تھا۔اسکی زندگی ا۔ . وجہد تھی۔ا۔ مسلسل . وجہد۔اس نے اپنے . لوں میں ا۔ ں چا اور پھر گاڑی دی۔

سفیان گورسی کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تو۔ قوت اور مرجان لان میں ہی آ گئے تھے۔

وہ دونوں فٹ . ل کھیل رہے تھے۔سفیان گورسی گاڑی پ رک کر کے اس جا . آئے ا چہرے پ مسکراہٹ تھی۔بہت عرصے بعد آج ا آنگن میں بچے کھیل رہے تھے۔ماضی کے سائے سے ا آنکھوں کے سامنے سے لہرا کر ۔ رگئے۔ انھوں نے سر جھٹک دی۔وہ اس خوبصورت منظر میں ماضی کی کرچیاں کر اس لمحے کو زہر آلود نہیں کر ۔ تھے۔

''میرے شہزادے کیا کر رہے ہیں؟''وہ مسکراتے ہوئے ا پس پہنچے۔

''دادو۔۔!آپ آ گئے۔''قوت آ کر ان سے لپٹ ۔۔

''ہاں جی۔!دادو اپنے بچوں کے پ س آ گئے۔''انھوں نے جھک کر قوت کو اٹھا۔ چاہا کمر میں درد اٹھا وہ کراہ کر رہ گئے۔ قوت کو پھر بھی اٹھا لیا۔

''دادو۔آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔''قوت نے افسوس سے انکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

''تمہارے . پ نے کر دیا ہے۔''انھوں نے قوت کا گال چوما۔

''. . نے؟ کیسے؟''

''مجھ سے دور رہ کر۔اولاد کی . ائی . پ کی کمر توڑ دیا کرتی ہے۔''وہ اسکو اٹھائے آگے . ھ آئے جہاں مرجان ا ب ا۔ بینچ پ بیٹھ ۔ تھا۔وہ دونوں بھی اسکے پ س آ کر بیٹھ گئے۔

''جیسے ماں کی . ائی؟''قوت نے ا آنکھوں میں دیکھا۔وہ سا ۔ رہ گئے۔کچھ دکھا تھا دل کی گہرائیوں میں ا۔ ٹیس سی اٹھی تھی۔

''ہاں۔جیسے اولاد کی . ائی ماں . پ کو کھا جاتی ہے ویسے ہی ماں . پ کی . ائی اولاد کے لئے ا۔ بہت . ڑی آزمائش ہوتی ہے۔''انھوں نے جھک کر اپنے ساتھ بیٹھے۔ قوت اور مرجان کے سر پ بوسہ دی۔

''دا۔۔دا۔دادو۔!''ان . نے مڑ کر دیکھا تو دینا بھاگتی ہوئی اس جا . آ رہی تھی۔

''ارے ارے۔میری دینا۔!''وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے . ھ کر دینا کو گود میں اٹھا لیا۔دینا نے ا داڑھی پکڑ کر کھینچی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیئے۔''اپنے . پ کی کھینچا کرو۔''انھوں نے بمشکل اس سے اپنی داڑھی چھڑوائی۔

''. . کی اتنی . ڑی نہیں ہے ں۔''قوت نے ا . ت کا جواب دی تو انھوں نے۔ قوت کو گھورا۔

''تو اس کا مطلب ہے دینا اب دادو پ تشدد کرے گی؟''انھوں نے دینا کا گال چوما وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔وہ اسکو لئے بھی وہیں بیٹھ گئے۔لان میں در ۔ تھے۔ دھوپ چھاؤں سی تھی۔اس لئے نہ تو زیادہ دھوپ محسوس ہو رہی تھی اور نہ ہی سردی۔

''دادو پھپھو کو کیا ہوا تھا؟'' کچھ دیر بعد۔ قوت نے پوچھا تو سفیان گورسی کو لگا کہ کسی نے ان کے . ن سے ا روح ۔ کھینچ نکالی ہو۔

''پھپھو؟''انھوں نے تصحیح کر ۔ چاہی۔

''ہاں۔ماما نے بتایا تھا کہ پھپھو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ہم نے . . سے اس . رے میں زیادہ ذکر نہیں کیا کہ ا دکھ ہو گا۔''قوت نے آنکھیں . پ ۔ ہوئے ا پوری . ت بتائی۔

''وہ۔اسکواللہ نے اپنے پ س بلوالیا تھا۔'' وہ سر جھکا گئے۔

'' کیوں؟''

''کیو اللہ کواپنی . ۔ میں کچھ خوبصورت لوگوں کی ضرورت تھی اس لئے انھوں نے میری سجل کو وہاں بلوالیا۔'' انھوں نے دینا کا گال چومتے ہوئے کہا تو قوت نے سر اٹھا کر ا دیکھا۔

''اچھا۔! اسی لئے ماما کو بھی بلوالیا۔ یونو میری ماما بہت ز دہ خوبصورت تھیں۔'' قوت نے سفیان صا . کی اذ ۔ میں مز اضافہ کیا۔

''آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں؟'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے منال بیگم ا رسے آتی دکھائی دیں۔

گاڑی کیانی َ وپ کے دفتر کے سامنے آرکی۔ وہ . مزہ سا چلتا ہوا ا ر داخل ہوا۔

''السلام علیکم۔!'' کیانی صا . کے آفس کا دروازہ کھلوتے ہی اس نے دیکھا وہ سامنے بیٹھے تھے۔

''وعلیکم السلام۔! آ آ ۔۔'' وہ فورا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مصافحہ کرنے کے بعد وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ''چائے ۔ کافی؟'' وا . کیانی نے لینڈ لائن اٹھا تو ا. اہیم نے میں سر ہلا دی۔ ''ارے گورسی صا . ۔۔! پہلی . رہمارے آفس آئے ہیں۔ ٠ مت کا موقع تو دیں۔'' انھوں نے کافی آرڈر کرتے ہوئے کہا۔ ''آپکے . . نے بتایا تھا کہ آج آپ آ گے۔'' انھوں نے خوش گوار سے ا ٠ از میں کہا۔

''ہاں۔ مجھے . . نے کہا تھا۔'' ا. اہیم نے ا ا اسسٹنٹ کو دیکھا جو کہ اب فائلز کھول رہا تھا۔

''ابھی نہیں ابھی اور مہمان آ گے۔'' وا . کیانی نے اسسٹنٹ کو فائلز کھولنے سے کیا۔ ا. اہیم نے سوالیہ ا ٠ از میں ا. وا ٹھائے۔

''قریشی ا ٹسٹر ۔ بھی اس پ اجیکٹ کا حصہ ہیں۔'' وا . کیانی نے خوشگوار سے ا ٠ از میں اسکو مطلع کیا تھا۔ ا. اہیم نے چو٠ کرا جا٠ . دیکھا۔ وہ پ سکون سے بیٹھے تھے۔ پھر ا. اہیم نے بھی ہر خیال کو جھٹک د یکھو اسکو یقین تھا کہ زر ب ہی آئے گا۔ کافی آ گئی اور اس نے وہ پی بھی لی۔

''سر مہمان آ گئے ہیں۔'' کچھ د میں اسسٹنٹ نے آ کر بتایا تو وا . کیانی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''چلیں میٹنگ روم میں ہی چلتے ہیں۔'' انھوں نے اپنے کوٹ کے بٹن بند کئے تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ جس اپنے عام سے حلیے میں تھا۔ ا سیاہ جینز اور وا ٹ ڈریس شرٹ پہنے ہوئے۔ البتہ شربتی آنکھیں تھوڑی الجھن کا شکار تھیں۔

''کیا ضرورت تھی مجھے ساتھ َ ٹ کی زر ب بھائی؟'' وہ الجھی سی اپنی کرسی پ بیٹھی تھی۔ کا نس روم فی الحال خالی تھا۔ وہ دونوں ہی وہاں موجود تھے۔ زر ب فائلز ٹ کر رہا تھا۔ . وہ دبے دبے غصے میں بولی۔

''کیوں؟ تم . س ہو ں۔ پھر؟'' زر ب اسکوٹنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

''نہیں ہوں . س میں۔'' صفا نے ہاتھ جوڑ لئے۔ زر ب کھل کر ہنس د۔ آج اسکو ہر چیز پ غصہ آ رہا تھا۔ وہ پ ڑ رہی تھی اور زر ب اسکو پ ڑا رہا تھا۔ ''سخت پ ڑ ہے مجھے اس کیانی کے ٹ سے۔'' آ کار صفا نے دا ٠ بھینچے ہی اپنی الجھن بتائی تو زر ب سر جھٹک کر رہ َ ۔

'' ہم یہاں بس میٹنگ کے لئے آئے ہیں۔ چلے جا گے۔ اور وہ کون سا یہاں ہے۔'' زر ب مصروف سے ا ٠ از میں بول رہا تھا۔ . کا نس روم کا دروازہ کھلا۔

صفا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''ارے ہمارے مہمان تو پہلے ہی یہاں بیٹھے ہیں۔'' وا . کیانی نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے دوسرے آدمی سے کہا تو صفا نے گھور کر اپنے سامنے کھڑے زر ب کو دیکھا۔ جبکہ وہ تو شل سا دروازے کی جا٠ . دیکھ رہا تھا۔ صفا کی اس جا٠ . پشت تھی۔

''آ َ ں وہ بھی ساتھ؟'' صفا نے جبڑے بھینچ لیے۔

''آ آپکو ہمارے پر ز سے ملوا تا ہوں۔'' وا. کیانی نے ساتھ چلتے آدمی سے کہا تو صفا آنکھیں بند کئے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ٹ ھ کرا۔ .رزریب کو دیکھا تھا۔ ''مس قریشی ان سے ملیں۔۔ ہمارے پر ۔'' صفا نے مڑ کر دیکھا تو وہ سا ۔ رہ گئی۔

''ا. اہیم گورسی۔!'' وا. کیانی نے اپنا جملہ مکمل کیا تھا۔ صفا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

''السلام علیکم۔!'' زریب نے آگے. ٹ ھ کرا. اہیم سے مصافحہ کیا تھا۔ ا. ہیم نے ا۔ بھرپور نگاہ سامنے کھڑی مس سٹر پ ڈالی تھی۔ وہ جو ایسے کھڑی تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ پچھلے دو ماہ ا۔ ہی پل میں اسکی آنکھوں کے سامنے سے َ رگئے۔ سجل۔۔ ا. اہیم۔ صفا۔ بس یہ تین وجود تھے جو اسکی آنکھوں کے سامنے رقصاں تھے۔ کتنے ہی لمحے اسکی آنکھوں کے سامنے سے َ رے۔ اچھے، ے، تکلیف سے چور۔ آج اس شخص سے ا۔ رپھر سے سامنا ہوا تھا۔ نہ تو وہ ب سے چہرہ ڈھک سکتی تھی اور نہ ہی وہاں سے غا َ ہو سکتی تھی۔ ا۔ بے بس سا موتی ضبط کی ساری حدیں توڑ کر اسکے گال پ بہ َ ۔

''کیسی ہیں مس قریشی؟'' اس شخص نے ہاتھ. ٹ ھا۔

اسکا دل کیا کہ وہ چیخ کر کہے کہ وہ مس قریشی نہیں ہے۔ وہ صفا ا. اہیم ہے۔ لکل اسی طرح جس طرح وہ . سے کہا کرتی تھی۔ آج جو اسکے سامنے تھا وہ اسکے م کا مالک تھا۔ صفا نے لرز تا ہاتھ آگے. ٹ ھا یا جس کو ا. اہیم نے تھام لیا۔ اس ا۔ لمس میں کیا کچھ نہیں تھا۔ حق۔ انکار۔ محبت۔ اذ ۔ ۔ اسکا ہاتھ لرز رہا تھا۔ اسکے چہرے کا َ زرد تھا۔ مقابل کے ت ات ان ریڈ ایبل تھے۔ وہ شا ا. اس لمحے سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''کسی نے کہا تھا کہ وہ محرم سے ہاتھ نہیں ت ی۔'' عقب سے آواز بلند ہوئی تو وہاں موجود سارے س چو تھے۔ صفا نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ ارمان تھا۔ جو کہ اب چلتا ہوا ا پس پہنچ چکا تھا۔

'' ''ا. سرگوشی سی گو تو صفا نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ اب کیانی صا . سے کوئی. ت کر رہا تھا۔ جبکہ ارمان شکوہ کناں نگاہوں سے صفا کو گھور رہا تھا۔

''بیٹھیں آپ لوگ۔'' کیانی صا . نے سبکو. ' کا اشارہ کیا۔ ا. اہیم صفا کے. ا. ہی بیٹھ َ ۔ ا۔ جا . ا. اہیم تھا اور دوسری جا . زریب تھا۔ جبکہ وا. کیانی سر. اہی کرسی پ تھے اور ارمان ا ساتھ دا جا . ۔ وہ ا۔ گھنٹہ کیسے َ را یہ بس صفا جا تھی۔ زریب نے ساری ڈیٹیلز ڈسکس کی تھیں صفا کے لئے ا۔ ا۔ لمحہ قیامت تھا۔ وہ جلد سے جلد وہاں سے ' چا ہتی تھی۔ وہ کہیں چھپ جا چا ہتی تھی۔ اللہ اللہ کر کے میٹنگ ختم ہوئی۔

وہ لوگ اس وقت پ رکنگ میں تھے۔ صفا اپنی گاڑی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اور زریب بھی اسی کے ساتھ کھڑا تھا۔ کچھ د یں میں ڈرائیور گاڑی لے آ ۔

''کیا ہم تھوڑی د ۔ ت کر ت ہیں؟'' صفا نے ا۔ قدم اٹھا یا ہی تھا کہ اسکے قدم منجمند ہو گئے۔ وہ آ کر اسکے. ا. کھڑا ہوا۔ صفا نے َ دن موڑ کر اسکو نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ زریب عجیب سی سچو میں تھا۔ ''میں تمہیں گھر چھوڑ دوں گا۔'' اس نے زریب کی جا . دیکھتے ہوئے دو . رہ کہا۔ صفا نے تھوک نگلا اور پھر وہ مڑی اپنے پورے اعتماد کے ساتھ۔

''معاف کیجیے گا مسٹر گورسی۔! آپکو جو بھی. ت کرنی ہے آپ میرے اسسٹنٹ سے کر ت ہیں۔'' اس نے ا. واچکا کر سامنے کھڑی لڑکی کو دا دی تھی۔

''کم آن۔ میرے سامنے یہ ایٹیٹیوڈ نہیں۔'' کہتے اس نے َ دن جھٹکی اور صفا کا. زو دو بوچ کرا سے اپنے ساتھ لے َ ۔ وہ مزاحمت کرتی رہ گئی۔ زریب تھوڑا پ یشان ہوا وہ ا رشتے سے واقف تھا اس لئے خاموش رہا۔ گاڑی کا دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ اب ۔ ٹ بیلٹ. ' ھ رہا تھا۔

''آپ میرے ساتھ ز. دستی نہیں کر ت مسٹر گورسی۔!'' وہ ئی تھی۔

'' پ کر کے بیٹھو۔'' اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکو گھورا تھا۔ وہ ہنوز گاڑی کا دروازہ کھلونے کی کوشش میں تھی۔ ''آرام سے بیٹھو۔ اَ میں نے کچھ کہہ دیا تو پھر دورہ پ جائے گا تمہیں۔'' کہتے اس نے گاڑی دی صفا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ گاڑی ا۔ پ رک کے سامنے آ کر رکی۔ سارے راستے وہ منہ پھلائے بیٹھی رہی۔ ''آؤ۔'' اس نے . ہر نکل کر اسکی جا . کا دروازہ کھولا تو صفا منہ پھلائے . ہر نکل آئی۔ یقیناً وہ اس پبلک پلیس پ تو اسکے ساتھ کوئی ز . دستی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے ا۔ بینچ پ آ

بیٹھے۔دوپہر کا وقت تھا۔پارک میں سناٹا تھا کیونکہ بچے شام کے وقت کھیلنے آتے تھے۔وہ دونوں ایک بینچ پر بیٹھے تھے جہاں سامنے جھولے لگے ہوئے تھے وہ خالی تھے۔

''کیوں کر رہی ہو یہ سب؟'' کچھ دیر بعد اس نے پوچھا تو ساتھ بیٹھی صفا نے گردن موڑ کر دیکھا۔

''کیا کر رہی ہوں میں اب؟''

''سب سے کہتی پھر رہی ہو کہ تم صفا ابراہیم ہو؟''

''ہاں تو۔کیا نہیں ہوں میں صفا ابراہیم؟'' اس نے الٹا سوال کیا تھا۔اسکو آج ایک بار پھر سے اپنا گم چھن جانے کا خوف تھا۔آج پھر سے وہ شخص اسکے گم کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

''تم سمجھتی کیوں نہیں ہو صفا۔'' وہ تھکے سے لہجے میں بولا تو صفا کا دل ڈوب کے ابھرا۔''میں تمہیں محبت نہیں دے سکتا۔!جس محبت۔جس توجہ کی تم حق دار ہو وہ تمہیں مجھ سے نہیں مل سکتی۔میں اپنے حصے کی محبت کر چکا ہوں۔'' وہ ایک ایک جملے پر زور دیتے ہوئے بولا۔تو صفا کے حلق میں درد اٹھا تھا۔

''اور میں بھی اپنے حصے کی محبت کر چکی ہوں۔''

''شٹ اپ۔!'' اس نے صفا کی بات کاٹی تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔''عمر دیکھی ہے تم نے اپنی؟'' اس نے ڈپٹا تو صفا کی آنکھوں میں موتی چمکے۔وہ اپنی بڑی بڑی سرمئی آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔''اب رونے مت بیٹھ جانا۔'' ساتھ ہی اس نے وارننگ دے ڈالی۔وہ سر جھکا گئی۔آج وہ شخص جانے کیوں صفا کو وہ پہلا ابراہیم لگا تھا۔وہ اسکو ڈانٹ ڈپٹ دیکر تا تھا۔اور وہ چپ چاپ آج اسکی ڈانٹ ڈپٹ سن رہی تھی۔''جو ہونا تھا ہو گیا۔اسکو ریورس نہیں کیا جا سکتا۔اب جو ہوگا اسکو طے کیا جا سکتا ہے۔'' کچھ دیر بعد وہ پھر سے بولا۔صفا مسلسل اپنے گود میں رکھے ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔

''مجھے کچھ طے نہیں کرنا۔'' وہ منمنائی۔

''میں نے تم سے پوچھا؟''

''آپ میری مرضی کے بنا کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔'' صفا نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا تھا۔اس نے ابرو اچکائے۔''پلیز۔!'' صفا نے اگلے ہی لمحے وارننگ کو درخواست میں بدل دیا۔

''دیکھو بچے۔!'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کر کے اسکو نہایت نرمی سے پکارا۔

''نہیں ہوں میں کوئی بچہ۔!سمجھے آپ۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔''بڑی ہو گئی ہوں۔اپنے فیصلے خود کرنے کا اختیار ہے میرے پاس۔'' اس نے انگلی کھڑی کی تو ابراہیم پہ حیرت کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔

''اچھا بیٹھ جاؤ۔'' اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا اور ساتھ بٹھا لیا۔وہ ناراض سی بیٹھ گئی۔''دیکھو۔بات کو سمجھو۔!تمہارے سامنے تمہاری پوری زندگی پڑی ہے۔''

''اور میں یہ زندگی آپ کے نام کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔'' اس نے فوراً جواب دیا تھا۔ابراہیم کے لب بھنچ گئے۔

''ضد مت کرو۔جو تم سوچ رہی ہو وہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''حوریہ۔آپی کیسی ہیں؟'' وہ اپنی انگلیاں چٹخاتی ہوئی موضوع بدل گئی تھی۔اور سامنے کھڑی چٹان ڈھے گئی۔اسکی صفا کی جانب پشت تھی اور وہ اسکی چوڑی پشت پہ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔''مرجان۔دینا۔قوت؟ کیسے ہیں؟'' وہ اب اسکے خاندان کا احوال پوچھ رہی تھی جبکہ وہ بس ایک ہی نقطے پہ اٹکا تھا۔وہ خاموش رہا۔

صفا نے اسکی چھوٹی انگلی تھامی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ بنے کھڑا تھا کسی چونے کے پتھر کی طرح جو ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جائے۔''آئی ایم سوری۔!میں آپکے لئے کوئی خطرہ نہیں بنوں گی۔میں کبھی حوریہ آپی کو ہمارے رشتے کے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔میں نے آپکو زبان دی ہے اور میں اس زبان سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گی۔''

''خاموش ہو جاؤ۔'' وہ کسی مانوس کے تحت بولا۔

''نہیں ابراہیم۔!آپکو یہی خوف ہے ناں کہ حوریہ آپی۔''

''اسکا م مت لو۔'' وہ دبے دبے لہجے میں بولا۔ صفا پ کوئی اثر نہ ہوا۔

''میں۔۔میں حوریہ۔آپی۔''

''خاموش۔'' اس نے صفا کو دونوں ب زوؤں سے دبوچا۔وہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔ا۔ اہیم کی آنکھوں میں نمی تھی۔آج توقع کے عین خلاف اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔ اسکی آنکھوں میں تو ایسی صورتحال میں شعلے جلتے تھے پھر آج نمی کیوں؟ صفا الجھ کر رہ گئی۔

''آپ۔آپ ٹھیک ہیں؟'' صفا کے سوال پ وہ چونکا۔اس نے جلدی سے صفا کو چھوڑا اور آگے آگے چل دی۔صفا وہیں کھڑی رہ گئی۔

وہ کچھ دور جا کر پلٹا۔

''آؤ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔'' اس نے کہا تو صفا کنفیوژ سی اسکے پیچھے چلی آئی۔گاڑی میں مکمل سناٹ تھا۔وہ حوریہ کے ذکر پ ایسے کیوں ہو گیا تھا؟

''لڑائی ہوئی ہوگی۔'' صفا نے شیشے سے ب ہر دیکھتے ہوئے یہی سوچا تھا۔

جبکہ ساتھ بیٹھے شخص کے لئے ہوا ایک ب رپھر سے زہر آلود ہو چکی تھی۔ضبط کے ب جانے کتنے گھونٹ اس نے حلق سے نیچے ا تار لئے تھے۔وہ کہتا تھا کہ وہ مرد ہے۔اور مردوں کے لئے آہ ب ہا مشکل اور خون ب ہا آسان ہوتا ہے۔آج اسکے لئے بھی آہ ب ہا مشکل ہو رہا تھا۔

گاڑی ایک عالیشان محل کے سامنے آ کر رکی تو وہ گارڈز کے حصار میں اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتا ہوا نکلا۔وہ نہ تو کرداوی مینشن تھا اور نہ ہی حسن کا گھر۔وہ اسکا ب کنگ ہیسمنٹ بھی نہ تھا۔وہ ایک عالیشان سی عمارت تھی جو کہ ایک محل معلوم ہوتا تھا۔وہ لوگ اسکو ایک ب ڑے سے ہال میں لے گئے۔جہاں بہت سارے لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ایک چبوترا سا تھا جس پ ایک عالیشان سنگل صوفہ رکھا ہوا تھا۔وہ آ کر اپنی پوری شان سے اس صوفے پ ب راجمان ہوا۔

''سر۔! یہ کچھ لوگ تیار ہوئے ہیں۔'' مغیث نے اسکو آگاہ کیا۔اس نے سامنے کھڑے قیدیوں پ نگاہ ڈالی۔''اسکو لے کر آؤ۔'' اس نے ایک مخصوص آدمی کی ب جانب اشارہ کیا جو کہ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔دو گارڈز اسکو سامنے لے آئے۔

''کھول دو اسکو۔'' اسکے اگلے حکم کی تعمیل فوراً کی گئی تھی۔اب وہ شخص آزاد کھڑا تھا۔''ہمم۔مار دو اسکو۔'' اس نے حکم دیا۔ اس ب راس نے اس قیدی کو حکم دیا تھا۔جو اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔قیدی نے ایک لمحہ ضائع کئے بنا ءحسن کی میز پ پڑا خنجر اٹھایا اور اپنے دا ئیں ب جانب کھڑے گارڈ کے حلق کے آر پ ر ا تار دیا۔اس نے وہ خنجر کھینچ کر نکالا تو وہاں کھڑے گارڈز کے ہوش اڑ گئے۔جبکہ قیدی تو کسی ٹرانس کے تحت کھڑے تھے اور مغیث محظوظ ہوا تھا۔''ہمم۔گڈ۔اب خود کو مار ڈالو۔'' کہتے اس نے ٹانگ پ ٹانگ جمائی۔اس قیدی نے وہی خنجر پکڑا اور اپنے کان میں گھسا دیا۔اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔''اچھا تھا۔'' کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔''باقیوں کو بھی تیار کرو۔'' وہ ہاتھ جھاڑنے کے ا ناز میں آگے آگے چل دیا۔

''سعدیہ۔! صفا آئی نہیں ابھی؟'' یحیٰ بیگم خیام صاحب کے کمرے سے واپس آ تو پوچھا۔سعدیہ کچن سے ہاتھ پونچھتی ہوئی نکلی۔

''نہیں ابھی نہیں آئی۔''

''اچھا تم اسکی الماری ٹھیک کر دو آج۔میں نے صبح دیکھی ہے بکھری پڑی تھی۔'' انھوں نے مصروف سے ا ناز میں کہا تو سعدیہ سر ہلاتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔اس نے کمرے میں آتے ہی کچھ بکھری ہوئی چیزیں سمیٹیں اور الماری کی ب جانب بڑھ گئی۔سعدیہ کافی دیر الماری ٹھیک کرتی رہی پھر اسکی صفا کی نظر پڑ گئی جو کہ آج بھی اپنے گڈے کے انتظار میں تھی۔سعدیہ نے تاسف سے اس دلہن بنی گڑیا کو دیکھا جو کہ اسکی ڈریسنگ ٹیبل کے ریک میں رکھی ہوئی تھی سعدیہ نے وہ گڑیا اٹھائی اور اس پ لگی دھول صاف کرنے لگی۔اس دوران گاڑی گیٹ پ آ کر رکی تو سعدیہ ب لکونی میں آ کھڑی ہوئی۔ سعدیہ کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔

''وہ ارمان کیوں ایسے بول رہا تھا؟'' صفا کے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہاتھ رکے۔

''کیا بول رہا تھا؟'' وہ ٹھٹکی۔

''کہ تم محرم سے ہاتھ نہیں ملاتی۔''

''ہاں تو میں نہیں ملاتی کسی محرم سے ہاتھ۔'' اس نے فخریہ انداز میں بتایا۔

''وہ اتنا کیوں ہو رہا تھا؟'' وہ ونڈ سکرین کے پار نگاہیں جمائے ہوئے تھا جبکہ صفا نے دن موڑ کر اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

''یہ ہمارا پسندیدہ ٹاپک ہے۔'' صفا کو آگ پر تیل چھڑکنا اچھا لگا تھا۔ اس نے جھٹکے سے دن موڑی۔ شربتی آنکھوں کے شعلے روشن تھے۔ صفا کو وہ شعلے آج سکون دے رہے تھے کیونکہ وہ شعلے حق جتا رہے تھے۔ وہ دن ٹھہر گئی۔

''دور رہو اس سے۔'' اس نے جبڑے بھینچے ہی حکم صادر کیا۔ صفا کے بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے اس نے فوراً اس مسکراہٹ کو پھیلنے سے روک لیا۔ وہ اس چیز سے محظوظ ہوئی تھی۔

''ہم پر زہیں۔ اور پر زکا انٹریکشن تو ہوتا رہتا ہے۔ اس میں ٹینشن کیا ہے؟''

''پر اسکا ٹائپ ہے وہ نہیں۔ اس لئے۔''

''اس لئے؟'' صفا نے اسکا ادھورا چھوڑا ہوا جملہ پکڑا تو وہ رخ پھیر گیا۔

''جاؤ۔'' اس نے الٹے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔ صفا کو اسکا یہ انداز اچھا لگا تھا۔ وہ اس رشتے سے انکار بھی کر رہا تھا وہ کسی اور کو بھی اسکے قریب نہیں دیکھ سکتا تھا۔

صفا نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور وہاں سے چلی گئی۔ وہ کچھ دیر وہیں بیٹھا اسکی پشت کو دیکھتا رہا۔ وہ گیٹ کے اندر داخل ہو گئی تو اس نے گاڑی بڑھا دی۔ صفا سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں پہنچی تو سعدیہ پہلے ہی تفریشی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہے؟'' صفا نے اپنا بیگ اور کچھ فائلز صوفے پر پٹخیں اور خود اپنا عبایا اتارنے لگی۔

''تم جانتی ہو کہ کیا ہے؟'' سعدیہ نے زور پیٹ مسکراہٹ دبائے کھڑی تھی۔ صفا نے حجاب کھولا تو سنہری بال اسکے کندھوں پر بکھر گئے۔ اس نے ایک کیچر اٹھایا اور اوا فولڈ کر کے قید کر دیے۔

''کیا مسئلہ ہے؟'' وہ پلٹی تو سعدیہ کو ہنوز گھورتے ہوئے پایا تو وہ جھنجھلا گئی۔

''کس کے ساتھ آئی ہو؟'' بالآخر سعدیہ نے اپنا سوال داغا تو بیڈ پر بیٹھتی صفا ٹھٹکی۔

''کیا مطلب کس کے ساتھ؟ میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ آئی ہوں۔'' اس نے اٹکتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تو سعدیہ اسکے ساتھ آ کر دھپ سے بیٹھ گئی۔ سعدیہ کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

''ہاں۔ اور ڈرائیور کا نام تھا ابراہیم گورسی۔'' سعدیہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تو صفا کا رنگ پھک سے اڑا۔ اس نے نگاہیں پھیر لیں۔ ''بتاؤ بتاؤ۔ اب کیوں شرما رہی ہو؟'' سعدیہ نے اسکو کہنی ماری تو صفا کے بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔ پھر اسکے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر سعدیہ کی آنکھوں میں دیکھا تو صفا کی سرمئی آنکھوں میں پانی تیر رہا تھا۔ ''کیا ہوا؟'' سعدیہ نے فکرمندی سے اسکی ڈبڈبائی آنکھیں دیکھیں۔ صفا نے سعدیہ کی گود میں ہی سر ٹکا دیا اور چہرہ چھپا گئی۔ ''صفا۔!'' سعدیہ نے پیار سے اسکو پچکارا۔

''سعدیہ۔!'' اس نے ایک ہچکی لی۔ ''وہ۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے تھا سعدیہ۔'' وہ ہچکیوں میں رو دی۔ ضبط کے سارے پیمانے چھلک گئے تھے۔ ''سعدیہ۔ وہ شخص سامنے تھا۔ میں اس پر کوئی حق نہیں رکھتی تھی۔ میری محبت میرا سرمایہ میری آنکھوں کے سامنے تھا وہ مجھ سے میلوں دور تھا۔ وہ۔ وہ میرے پاس ہو کر بھی میرا نہیں تھا سعدیہ۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''صفا۔!! میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ طرفہ بے اذیت کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ تمہاری عمر ہی کیا ہے ایسے روگ لگانے کی۔ تم بھول کیوں نہیں جاتی اسکو؟'' سعدیہ نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہا تو صفا نے چہرہ ذرا سا اٹھا کر سعدیہ کو دیکھا۔ وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''سعدیہ۔! میرا بس چلے ں۔ میں اس چاہت ں مں بے کو زبح کر دوں جو ہمیں یوں بے بس کر دیتا ہے۔'' وہ دو ر ہ چہرہ چھپا گئی۔

''اور خاص کر ۔ ہمارا من پسند شخص ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور ہم اس پ کوئی حق نہ ر تے ہوں۔'' اس ر سعدیہ کے الفاظ گونجے تو صفا نے چہرہ اٹھایا۔ سعدیہ کی آنکھیں نم تھیں۔

''تم۔ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟'' اس نے اپنے آ صاف کئے تو سعدیہ ہڑ بڑائی۔ اس نے جلدی سے اپنی نم آنکھیں رگڑیں۔

''کیا ہوا ہے سعدیہ؟'' صفا سیدھی ہو کر بیٹھی جبکہ سعدیہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم۔ فریش ہو جاؤ میں کھا لگاتی ہوں۔'' وہ صفا کی کسی ت کا جواب دیے بناء ہر نکل گئی پیچھے صفا الجھی سی رہ گئی۔

شام گئے وہ گھر لوٹا تھا۔ اس نے آ کر چابی ٹیبل پ پٹکی تو سفیان صا نے ا تیکھی سی نگاہ اس پ ڈالی۔ وہ لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔

''۔۔! کیا ہم آج پ رک جا گے؟'' قوت سیڑھیاں ا تے ہوا آ تو ا۔ ابیم نے تکان سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''مرجان اور دینا کہاں ہیں؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''مرجان دادو کے ساتھ ا روم میں ہے اور دینا کو زھرا نے سلا دیا ہے۔'' اس نے اپنے ۔ پ کے ہاتھ کی پشت کا بوسہ یتے ہوئے بتایا تو ا۔ ابیم نے قوت کے سر کا بوسہ لیا۔

''دینا کو اس وقت کیوں سلا دیا ہے؟ پھر رات کو سو جائے گی وہ؟'' اس نے شکر کناں نگاہ قوت پ ڈالی۔

''وہ رو رہی تھی۔ دودھ پی کر سو گئی۔ آپ فکر نہ کریں اسکی اپنی روٹین ہے ہر کام کی۔'' قوت نے اسکے ساتھ ہی یتے ہوئے اسکو بے فکر سا کر دیا۔

''کہاں تھے؟'' سفیان گورسی جو سے اسکو دیکھ رہے تھے۔ لآ پوچھنے لگے۔

''جہاں آپ نے بھیجا تھا۔'' وہ مصروف سا اپنا مو ئل نکال کر بیٹھ ۔

''وہاں سے تو تم نکل آئے تھے۔ پھر کہاں گئے؟'' انھوں نے ا تیکھی سی نگاہ ا۔ ابیم پ ڈالی۔

''آپ جاسوسی کر رہے ہیں میری؟'' ا۔ ابیم نے مو ئل سکرین سے نگاہیں اٹھا کر ا دیکھا وہ مسکرا دیئے۔ ''جاسوسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا چہرہ ہی بتا دیتا ہے کہ تم کس سے مل کر آ رہے ہو۔'' انھوں نے ا گہری نگاہ ا۔ ابیم کے ستے ہوئے چہرے پ ڈالی۔

''۔۔ پلیز چلیں ں۔! آپ نے کہا تھا آپ ہمیں اپنا شہر دکھا گے۔'' قوت نے اسکا ہاتھ تھاما۔

''میرا یٹ تھکا ہارا گھر لوٹ ہے اسکو پنی تو پنے دو۔'' منال بیگم اور مرجان سیڑھیاں ا تے دکھائی دیے تو ان تینوں نے پلٹ کر ا جا ۔ دیکھا۔

''دادو آپ نہیں جانتیں۔ میرے ۔۔ بہت سڑا ہیں۔ اتنے چھوٹے موٹے کاموں سے نہیں تے یہ۔'' قوت نے فخر سے اپنے ۔ پ کی جا ۔ دیکھا اس نے مسکرا کر قوت کے سر پ ہاتھ پھیرا۔ وہ چٹان تھا۔ ان کے لئے۔ جو اسکے لئے معنی ر تے تھے۔ وہ ا چونے کی چٹان تھی۔ جو ا ذرا سی ضرب سے ڈھے بھی سکتی تھی۔ ان لوگوں کے لئے اس نے ا خول پ ڑھا رکھا تھا ا مضبوط خول اور وہ اس خول میں خوش تھا۔ اور وہ لوگ نہیں جا تھے کہ اس خول کے ا را حساس سا م سا ا ن ہے جو ا عام ا ن ہے۔ جو غلطیاں کرتا ہے۔ جو پ فیکٹ نہیں ہے۔ وہ بس ا ا ن ہے۔ جسے محبت کی ضرورت ہے۔ جسے توجہ کی ضرورت ہے۔ مرجان اور منال بیگم بھی وہیں آ کر بیٹھ گئے۔

''جاؤ دینا کو جگاؤ پھر ہم اکٹھے چلیں گے۔'' اس نے قوت کے سر پ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ پ جوش سا اٹھ کر وہاں سے ۔

رات ہو رہی تھی۔ کر داوی میشن کے ہر گاڑیں آ کر رکیں۔ وہ چلتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا تو وہ سامنے ہی ہاتھ ھے مؤدب سی کھڑی تھی۔

''خوش آمدید سر۔۔!'' اس نے سر جھکائے مؤدب سے ا ز میں کہا۔ ا نگاہ اس پ ڈالتا وہ آگے ھ ۔

''میری کافی میرے کمرے میں۔۔'' سیڑھیاں پڑھتے ہوئے اس نے آرڈر کیا تو پیچھے عینا مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

''پتہ نہیں اور کتنے دن اس شیطان کی آؤ بھگت کرنی ہوگی۔۔'' وہ پاؤں پٹختی کچن کی جانب بڑھ گئی۔ وہ کمرے میں آیا تو اسکا موبائل رنگ ہونے لگا۔

''ہاں بولو۔'' اس نے موبائل کان کو لگائے ہی دروازہ بند کیا۔

''ای میل بھیجی ہے پیکر لیں۔'' مغیث نے اسکو اطلاع دی تو اس نے موبائل بند کر کے اپنا لیپ ٹاپ اٹھا لیا۔ وہ اپنے صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر انگلیاں رہا تھا۔ سکرین پر ایک ویڈیو چلنے لگی۔

''ہمم۔۔ تو لوگوں کو مرنے کا شوق پڑھ گیا۔ خیر اب شوق ہے تو پورا تو کرنا پڑے گا۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں فون اٹھایا۔

لیپ ٹاپ سکرین پر اسکے کسنگ رنگ کی کوئی ویڈیو چل رہی تھی جس میں شاہنواز بیگ کے کھڑا میچ دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اسکے کسی مخالف نے وہ ثبوت حاصل کر لیا تھا اور وہ اسکو اب بلیک میل کرنے والا تھا۔ اسی لئے اس نے حکومت نہیں سنبھالی تھی۔ پردے کے پیچھے وہی طاقت تھا۔ اس لئے اسکی ساکھ اہم تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس گم کا حصہ تھا۔ اسکے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجاؤ۔'' اس نے فون کان سے لگائے ہی حکم دیا تو وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔

''سر آپکی کافی۔'' اس نے نرمی سے کپ میز پر رکھا اور پلٹی۔

''ہاں۔ آج رات اسکا سر میری ٹیبل پر ہونا چاہیے۔'' وہ فون پر کسی کو حکم دے رہا تھا اور عینا کی ٹانگوں میں کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی۔ اسکے ہاتھوں میں جو ڈرے تھی اس پر اسکی گرفت مضبوط ہوتی چلی تھی۔ ''موت کی خواہش کی ہے کسی نے۔ اور شاتو احسان کرتا ہے پر۔ تو ایسا احسان موت کا۔'' اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ عینا کے لئے وہ دو قدم اٹھانا محال تھا۔ اس نے ایک نگاہ عینا پر ڈالی جو کہ اپنی جگہ سانس تھی۔ ''شیرو کے زخم دکھا دینا ڈاکٹر کو۔ اسے جلدی سے ٹھیک کر دو۔۔ مجھے اسکی ضرورت ہے۔'' اس نے عینا کی پشت پر نگاہیں جمائے ہی اگلا حکم دیا تو عینا وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتی نکل گئی۔ شیرو کا نام سن کر ہی اسکے بدن میں کرنٹ دوڑ گیا تھا۔

وہ لوگ رات کے آٹھ بجے جوائے لینڈ میں موجود تھے۔ زہرا، ابیہم اور بچے۔ منال بیگم کو بہت کہا تھا ابیہم نے ساتھ چلنے کے لئے انہوں نے اپنے گھٹنوں کے درد کا عذر پیش کر دیا۔ وہ لوگ اس وقت ایک رائیڈ کے سامنے کھڑے تھے۔

''پلیز چلیں نا۔۔'' قوت نے پرجوشی کے عالم میں اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''تم اور زہرہ جاؤ۔ میں دینا اور مرجان یہیں رکیں گے۔'' اس نے ان دونوں کو کہا تو قوت نے پرجوش ہو کر زہرا کو دیکھا وہ بھی مسکرا دی۔ وہ دونوں جھولے کی جانب چل دیئے۔ جبکہ دینا بس کچھ دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو رہی تھی۔ ابیہم نے مرجان کو کسی جھولے پر نہیں بیٹھنے دیا تھا کیونکہ اسکی وزن کافی کمزور ہو چکی تھیں اس لئے کوئی بھی شاک والی چیز اسکے لئے خطرناک ہو سکتی تھی۔ قوت اور زہرہ نے خوب انجوائے کیا تھا۔ اور دینا کے لئے کسی سے اچھا جھولا سکے۔ پ کی گود تھی جس میں وہ خوش تھی۔ وہ لوگ کچھ فاصلے پر کھڑے قوت اور مرجان کو دیکھ رہے تھے۔

''ارے مسٹر گورسی آپ؟'' عقب سے ایک مردانہ آواز آئی تو ابیہم نے پلٹ کر دیکھا اگلے ہی لمحے اسکا بدن تن گیا۔ سامنے ارمان، صفا اور سعدیہ کھڑے تھے۔

''آپ۔ لوگ؟'' اس نے ایک نگاہ صفا پر ڈالی۔

''ہاں۔ وہ خیام قریشی چاہتے تھے کہ میں اور صفا کچھ وقت ساتھ گزاریں۔ اس لئے ہم نے سوچا کیوں کہ جوائے لینڈ ہی آ جائے۔'' اس نے ایک خوشگوار سی نگاہ ساتھ کھڑی صفا پر ڈالی جو کہ اب اپنی آنکھیں توڑنے مروڑنے میں مصروف تھی۔ ''ہیں۔ مس قریشی؟'' ارمان نے دن موڑ کر صفا کی جانب چاہی تو اس نے بمشکل مسکرا کر اسکی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''آپ یہاں؟ اپنی فیملی کے ساتھ ہیں؟'' اس نے ایک نگاہ مرجان اور دینا پر ڈالی۔ ابیہم نے تنے ہوئے جبڑے ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔ جبکہ سعدیہ اس سے اچھا خاصا محظوظ ہوئی تھی۔ صفا کی نگاہ ساتھ کھڑے مرجان پر گئی جس کی اجانب پشت تھی۔

''مم۔مرجان۔'' صفا نے بے اختیار اسکو پکارا تو مرجان نے مڑ کر دیکھا۔ا. اہیم کے ا ب تن گئے۔اس سے پہلے کہ وہ مرجان کی جا . بڑھتی وہ ا ٹپ آ ۓ۔

''میرے بیٹے سے دور رہو۔'' اس نے سختی سے ورن کیا تو ارمان نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔

''پلیز۔مل تو ۓ دیں۔'' صفا نے نم آنکھوں سے گذارش کی جبکہ ا. اہیم کی آنکھوں میں شعلے سے جل رہے تھے۔

''کہا ں۔نہیں۔'' ا. اہیم نے سختی سے انگلی کھڑی کی۔مرجان صفا کو دیکھ نہیں پ ۓ تھا۔وہاں رش تھا کافی۔ وہ الجھا سا ہوا تھا کہ کس نے پکارا تھا اسکو۔

''مم۔مرجان۔'' صفا نے بے بسی سے ا ۓ طرف ہو کر اسکو دیکھنا چاہا کہ ا. اہیم نے ا ۓ ہاتھ سے اسکا . زو دبوچا۔'' کیا ہے ں۔'' وہ غرا ۓ۔

''ا ۓ منٹ۔آپ ایسے کیسے بیہیو کر رہے ہیں۔'' ارمان نے آگے . ڑھ کر ا. اہیم کے . زو پ ہاتھ رکھا۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' ا. اہیم نے ن دن موڑ کر ارمان کو دیکھا۔

''لیکن آپ ا ساتھ یوں . تمیزی نہیں کر ۓ۔'' ارمان نے سختی سے ا. اہیم کے . زو پ فت بنائی۔صفا کا . زو ابھی ۓ ا. اہیم کی فت میں تھا۔ماحول میں تناؤ . ڑھا تو سعدیہ نے جلدی سے صفا کا ہاتھ چھڑوا ۓ۔

''چلو یہاں سے۔'' اسکو اب خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔وہ اسکو ٹ ۓ ہوئی وہاں سے لے گئی تو ارمان نے بھی ا. اہیم کا . زو چھوڑ ۓ اور ا ۓ نگاہ اس پ ڈالتا وہاں سے نکل ۓ۔وہ لوگ کچھ فاصلے پ آ کر ا ۓ بینچ پ بیٹھ گئیں۔صفا نے سر ہاتھوں میں ن ۓ ۓ۔

''مجھے یہاں آ . ہی نہیں چاہیے تھا۔'' وہ اب ہچکیوں میں رو دی۔

''اچھا ں۔کچھ نہیں ہوا۔تم ریلیکس رہو۔'' سعدیہ نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''مجھے ا ۓ . رمرجان سے ملنے بھی نہیں دیا۔'' صفا نے ا ۓ ہچکی لی۔

''صفا تم پ گل ہو؟ وہ شخص اتنی بے رخی سے . ت کر تا ہے اور تم اسکی اولاد کے لئے مری جا رہی ہو؟'' سعدیہ کو اس کی بے وقوفی پ اچھا خاصا غصہ آ تھا۔

''تم نہیں جا سعدیہ۔!مرجان۔۔وہ۔وہ مجھ سے بہت پیار کر تا ہے۔اور۔اور میں بھی۔'' اس نے آ صاف کئے۔

''ہاں اس وقت تم اسکے . پ کا رویہ دیکھو۔'' سعدیہ نے اسکو ڈا ۔

''مجھے اس سے فرق نہیں پ ۔ ۔''

''پ نی۔!'' انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ارمان پ نی کی بوتل لیے کھڑا تھا۔صفا نے ن دن موڑ کر ا ۓ ۔ راض سی نگاہ سعدیہ پ ڈالی۔

''شاہ صا . اتنا خفا رہتے ہیں تم سے۔مجھے لگا تم ا . ت مان لوگی تو شا ۓ۔'' سعدیہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا کیو اسکو یہاں ۓ لانے والی سعدیہ تھی۔'' ائی ایم سوری۔'' سعدیہ نے سرگوشی کی۔

''ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ابھی ابھی یہ . کیا ہوا تھا؟'' ارمان نے بوتل والا ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے ا ۓ نگاہ صفا پ ڈالی جو کہ اب قدرے سنبھل چکی تھی۔

''نہیں۔آپ نہیں پوچھ ۓ۔'' صفا نے کر ۓ لہجے میں کہا تو ارمان نے ا. واچکائے۔

''یہ ایٹیٹیوڈ اسکے سامنے تو نہیں دکھا سکیں آپ۔'' ارمان نے طنز کیا تو صفا نے نگاہ اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے۔'' صفا اپنا حجاب سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے لگتا ہے کیوں ا ۓ رائیڈ لے لیں۔'' ارمان نے سر کھجا ۓ تو صفا نے اسکی جا . دیکھا۔'' آپکا موڈ اچھا ہو جائے گا۔'' اس نے مسکرا کر آفر کی تو صفا نے مڑ کر سعدیہ کو دیکھا۔سعدیہ نے بھی اثبات میں سر ہلا ۓ۔

''ہم یہاں انجوائے کرنے آئے تھے صفا۔کیوں دوسروں کی وجہ سے ہم اپنا موڈ اب کریں۔'' سعدیہ کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

''جانے . کو کیا سوجھی جو مجھے اسکے ساتھ بھیجا۔'' صفا پ ؤں پ ٹ ۓ ہوئی آگے . ڑھ گئی۔پیچھے ارمان نے ا ۓ نگاہ سعدیہ پ ڈالی۔

''چلیں۔!'' پھر اس نے سعدیہ سے کہا تو وہ بھی کندھے اچکا کر چل دی۔

''..ہم نے بہت انجوائے کیا۔آپ لوگ بھی آتے ن۔'' قوت پ جوش سا اسکے پ س پہنچا تھا۔ا. اہیم نے مسکرا کر اسکی جا. دیکھا۔

''اب واپس چلیں؟'' اس وقت صرف قوت ہی تھا جو اس . سے لطف ا. وز ہو رہا تھا۔

''نہیں تھوڑی د اور پلیز۔'' قوت نے دو کھڑے ا سٹال کی جا. دیکھا۔''مرجان تمہارا نہ اچھا ہے ن۔'' اس نے مرجان کے کان میں سرگوشی کی تو مرجان نے ا . رپلکیں جھپکیں۔''چلو۔شوٹ کرواور میرے لئے ا ا م.ی کرلاؤ۔'' اس نے پ جوش ہو کر مرجان سے فرمائش کی۔ مرجان نے ا نگاہ ا. اہیم پ ڈالی ا. اہیم نے اثبات میں سر ہلا کر اجازت دے دی کہ چلو کسی ا یٹی میں تو مرجان انوالو ہو۔مرجان اور قوت ہاتھ پکڑے اس سٹال کی جا. .ڑھ گئے ا. اہیم اور زہرہ بھی پیچھے ہی تھے۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' صفا نے ا جھولے میں پ ڑھتے ہوئے سعدیہ سے کہا تو سعدیہ نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

''تم تو کہتی ہو کہ تم اب .ڑی ہو گئی ہو۔ابھی بھی او ئی سے ڈرتی ہو؟'' سعدیہ نے اسکا مذاق اڑا ا تو صفا نے ا . راض سی نگاہ اس پ ڈالی۔

''اچھا اب یہ سڑیل شکل مت بناؤ۔ا آج مجھ غر . کو موقع مل ہی ہے تو انجوائے کر . دو۔'' سعدیہ نے شکوہ کیا تو صفا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''کر لو انجوائے۔ا یہاں کچھ ہوا تو میری لاش گھر لے جا . تمہاری انجوائے منٹ نہیں رکنی چاہیے۔'' صفا نے بے چارگی لئے کہا تو سعدیہ کا ا قہقہہ گو ۔

رات گہری ہو رہی تھی۔عینا بے چینی سے لان میں چکر کاٹ رہی تھی۔آج اس نے اپنے کانوں سے کسی کی موت کا پ وانہ جاری ہوتے ہوئے سنا تھا۔اسکی سانس ا ٹ رہی تھی۔سوچ سوچ کر اسکا حلق خشک ہو رہا تھا۔کہ اسی دوران گیٹ کھلا تو عینا نے پلٹ کر گیٹ کی جا . دیکھا۔ا آدمی ا . ر داخل ہوا اسکے ہاتھ میں ا لکڑی کا . کس تھا۔

''اس میں کیا ہو سکتا ہے؟'' عینا نے انگلی دانتوں میں د ئے سوچا۔وہ چلتا ہوا اسکے پ س سے ر ۔عینا بھی بلی کی طرح قدم اٹھاتی اسکے پیچھے ہو لی۔وہ چلتا ہوا حسن کے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ ا . رسے بند کر لیا۔عینا نے جھک کر لاک ہول میں سے ا . رجھانکنے کی کوشش کی۔

''سر۔'' اس نے وہ . کس میز پ رکھا۔عینا نے جھک کر اس . ر سے سوراخ میں سے ا . رجھانکا تو وہ صوفے پ بیٹھا تھا۔ٹیک لگائے۔ا ٹ اوزر میں ملبوس۔اس نے شرٹ نہیں پہنی ہوئی تھی۔اسکا کسرتی وجود دیکھ کر عینا کے حلق میں ا گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ اگلے ہی لمحے اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ . اس آدمی نے وہ . کس کھولا اور ا ٹ ے نکال کر سامنے کی۔اس ٹ ے کے اوپ ا گلاس کا گنبد سا بنا ہوا تھا اور اس گلاس میں ا آدمی کا سر رکھا ہوا تھا۔عینا نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹ د ۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔اور وہ ثبوت؟'' اس نے ا نگاہ سامنے کھڑے لڑکے پ ڈالی۔

''سر یہ رہا۔'' اس نے ا ڈراوئیو نکال کر حسن کو تھمائی۔

''گڈ۔اور تو کوئی کاپی نہیں تھی؟'' اس نے ا اچٹتی نگاہ سامنے کھڑے لڑکے پ ڈالی۔

''سر اسکا سارا سسٹم ہیک کر لیا تھا۔جو جو اس ڈرائیو میں ہے۔ قی اسکے گھر کو آگ لگا دی گئی ہے۔'' اس نے پ سکون ا . از میں حسن کے . لج میں اضافہ کیا۔

''ہمم۔ٹھیک ہے۔مغیث سے اپنا ا م لے . ۔اور ہاں۔'' اس نے انگلی کھڑی کی۔

''جی سر۔'' وہ لڑکا مؤدب سے ا . از میں کھڑا تھا۔

''وہ . ہر جو لڑکی کھڑی ہے اسکو ا . ر بھیج دینا۔'' اس نے ت چھی سی مسکان لئے اگلا حکم د تو اس لڑکے نے ہڑ .ا کر دروازے کی جا . دیکھا۔دروازہ کھلا تو عینا ٹے ٹے بچی۔۔اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا۔

''وہ۔میں۔کافی۔کافی کا پوچھنے آئی تھی۔'' اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''سر بلا رہے ہیں۔'' اس لڑکے نے عینا کے قدموں تلے سے زمین نکال دی۔

''نن۔نہیں۔میں۔۔جا رہی ہوں۔کافی تو پی چکے ہیں سر۔'' اس نے اپنے ماتھے پ آئے ٹھنڈے پسینے صاف کئے۔

''وہ بلا رہے ہیں۔''اس لڑکے نے سرد تاثر لئے کہا تو عینا. ف کا مجسمہ بن گئی۔''گو۔''اس لڑکے نے عینا کا. زو د بوچا اور اسکو کمرے کے ا ندر دھکا دیا اور خود وہاں سے

عینا تے تے بچی۔اب موت پکی تھی۔

مرجان نے ا نہ لگا یا تو وہ سیدھا اس غبارے کے آر پار ہو ے۔

''ویلڈن میرے بھائی۔''قوت نے چہک کر مرجان کو داد دی۔کچھ ہی د یں اس قطار میں لگے . غبارے پھوٹ چکے تھے اور مرجان کے ہاتھ میں پکڑی جیل بلاسٹر گن خالی ہو چکی تھی۔وہ کمال کا نے ز تھا۔ا. اہیم نے مسکرا کر اپنے شیر کو دیکھا۔ا م ا ٹ اسا ٹیڈی تھا جو کہ مرجان نے لے کر قوت کو دے د تھا۔قوت نے خوشی سے وہ ٹیڈی بیئر لیا اور دینا کی جا . ٹھاد ۔ا. اہیم نے خوشگوار مسکراہٹ لئے قوت کو دیکھا۔

''ہماری خوشیاں ہماری بہن سے وابستہ ہیں۔ہماری ہر کامیابی کا راستہ اسی سے ہو کر ے رے گا۔''اس نے محبت سے کہتے ہوئے وہ ٹیڈی دینا کو پکڑا ۔دینا خوشی سے جھوم اٹھی وہ ٹیڈی اٹھا دینا کے بس کی ت نہیں تھی۔اس لئے وہ زہرا نے پکڑ لیا دینا بس اسکو دیکھ کر ہی خوش ہو رہی تھی۔جیسے ا. اہیم کو اپنی بہن عز تھی ویسے ہی قوت اور مرجان کو دینا عز تھی۔بے شک محبتیں خون میں ہوتی ہیں۔

وہ لوگ کھڑے تھے کچھ فاصلے سے شور سا اٹھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے..؟''قوت نے گھبرا کر ا. اہیم کی جا . دیکھا۔وہاں اب چیخ و پکار گونج رہی تھی۔ا. اہیم نے الجھ کر اس سمت میں دیکھا۔

''میرے بچے کو بچا لو کوئی۔''ا عورت چیخی تو ا. اہیم نے حیرت سے اس جا . دیکھا۔

''..۔!وہ جھولا ٹوٹ ہے۔''قوت نے سامنے اشارہ کیا جہاں ا ڈولی ہوا میں جھول رہی تھی۔اسکا ا سرا ہی جھولے کے ساتھ اٹیچ تھا جبکہ وہ ہوا میں جھول رہا تھا۔کسی بھی لمحے وہ سرا بھی الگ ہو سکتا تھا اور اس ڈولی میں موجود چار لوگ موت کے منہ میں تے تھے۔

''ممم۔۔مم۔میں مر جاؤں گی۔۔''وہ پ ئی۔

''صفا۔تم ٹھیک ہو ں؟''سعدیہ کی آوازیں آ رہی تھیں وہ اسکو دیکھ نہیں پا رہی تھی۔''صفا۔!کیا تم مجھے سن سکتی ہو؟''ا مردانہ آواز آئی۔وہ ارمان تھا صفا کی آنکھیں بند تھیں وہ کسی کو نہیں دیکھ پا رہی تھی۔جھولا رک چکا تھا جو جہاں تھا وہیں رہ تھا اور وہ ا ڈولی ہوا میں ٹ ہوئی تھی۔

''امم۔امی۔''صفا نے آج پھر سے اپنی ماں کو پکارا تھا۔

''صفا۔!'' یجہ بیگم جو کہ عشا پڑھ کر جائے ز بیٹھیں تھیں اچا . اپنا دل تھام گئیں۔''یا اللہ میری بچی ٹھیک ہو۔''ا دل نے دہائی دی تھی۔ماں ب پ کے دل پ یوں ہی صحیفے ا اکرتے ہیں. ا اولاد کسی مشکل مصیبت میں ہو۔وہ جائے ز سے اٹھیں اور اپنی تسبیح اٹھا کر خیام صا . کے کمرے میں آ گئیں۔وہ شا سو رہے تھے۔وہ یوں ہی ادھر ادھر ٹہلتی رہیں۔

''کیا ہوا ہے یجہ؟''انھوں نے کروٹ لی تو ا یوں ت دیکھا۔

''میرا دل بہت گھبرا رہا ہے شاہ صا . ۔۔!میری بچی کسی مشکل میں ہے۔''انھوں نے اپنے ی پ ہاتھ رکھے ہوئے کہا تو خیام صا . ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

''میں ارمان کو فون کرتا ہوں۔''انھوں نے اپنا موبائل اٹھا ۔کال جاتی رہی کسی نے فون نہیں اٹھا تھا۔اب تو یجہ بیگم کا مز . احال ہو تھا۔

''آپ۔آپ صفا کے فون پ کریں۔''انھوں نے پ س ی ت ہوئے کہا تو خیام صا . نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے صفا کا نمبر ی۔کال جاتی رہی کسی نے فون نہ اٹھا ۔

''اچھا تم پ یشان مت ہو۔وہاں رش ہو گا۔میں کر رہا ہوں کال دو بارہ۔''انھوں نے ساتھ ساتھ یجہ بیگم کو حوصلہ د جبکہ کال نہ اٹھانے پ اب خیام صا . بھی

پریشان ہوئے تھے۔

''آپ نے ان لوگوں کو بھیجا ہی کیوں؟'' یجہ بیگم اپنا سر تھام گئیں۔

''یجہ۔! تم جا ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔اس لئے یہ فضول بحث مت کرو۔آ . وہ اس کے م کے ساتھ بیٹھی رہے گی۔اسکو لوگوں سے ملنا ہوگا اور کوئی فیصلہ کر ہوگا اپنے لئے۔''انھوں نے ا سخت نگاہ یجہ بیگم پ ڈالی وہ بس سر تھامے بیٹھیں تھیں۔

وہ لوگ چلتے ہوئے جھولے کے پ س آ گئے تھے۔

''..وہ تو صفا۔آ ۔''قوت نے بکھرے الفاظ میں ہی کی تو ا. اہیم کا حلق خشک ہوا۔اس نے اس سمت میں دیکھا تو وہ کسی بچے کو خود میں بھینچے بیٹھی تھی۔ا. اہیم نے دینا کو زہرہ کے حوالے کیا۔مرجان نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو اسکی آنکھوں کی پ یں سا ہو گئیں۔مرجان نے اپنی ز گی میں دو عورتوں سے محبت کی تھی۔ا اپنی ماں سے اور ا پ یٹی لیڈی سے۔اسکی ماں اسکو چھوڑ کر جا چکی تھی جبکہ اسکی پ یٹی لیڈی اس وقت موت کی آغوش میں جھول رہی تھی۔

''سکیورٹی۔!''ا. اہیم پوری قوت سے ۔

''کوئی نہیں آ رہا یہاں۔''ا عورت نے روتے ہوئے اسکو بتا۔ا. اہیم نے اگلے ہی لمحے اپنی آستینیں فولڈ کیں اور اس جھولے پ پ ھنے لگا۔لوگوں نے حیرت سے اسکی جا . دیکھا۔

''..بی کیئر فل۔!''قوت وہیں سے ۔

'' ۔پ۔۔''مرجان کے . ہلے تھے۔ کوئی نہ سن سکا کہ وہ کچھ بولنے کی کوشش کر رہا ہے۔

''امم۔می۔پلیز۔''صفا نے بند آنکھوں سے ہی التجا کی تھی۔

''صفا۔!''ا. اہیم نے پ ڑھتے ہوئے اسکو پکارا تو صفا نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں۔

''ریلیکس صفا۔! کچھ نہیں ہوگا۔''وہ پ ڑھتا ہوا مسلسل اسکو پکار رہا تھا۔صفا نے جھک کر دیکھنا چاہا وہ او ئی تھی اس لئے اسکی ہمت نہ ہوئی۔

''ا. ۔۔ا. اہیم۔!''وہ وہیں سے دیوانہ وار ئی۔

یہ کیا کر رہا ہے؟''ارمان نے او پ ڑھتے ہوئے ا. اہیم کو دیکھا تو ٹ ٹ ا۔

''ہر . بہ بتا نہیں جا ۔کچھ رشتے ان کہے ہوتے ہیں۔کچھ . بے ان سنے ہوتے ہیں۔''سعدیہ نے نم آنکھوں سے او پ دیکھا جہاں صفا کی ڈولی لٹک رہی تھی۔

سعدیہ اور ارمان ا الگ ڈولی میں تھے جو اس سے ذرا نیچے تھی۔ وہ لوگ محفوظ تھے۔ا. اہیم آگے ٹ ھتا رہا۔حتیٰ کہ اب وہ صفا کی ڈولی کے پ س پہنچ چکا تھا۔اس نے ا ہاتھ سے جھولے کا گارڈر تھام رکھا تھا اور ا ہاتھ سے صفا کو تھامنے کی کوشش میں تھا۔صفا آنکھیں بند کئے بس درود پ ڑھنے میں مصروف تھی۔

''صفا۔ہاتھ دو۔۔''ا. اہیم تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا وہ قر . ہی تھا۔صفا کی آنکھیں جو خوف کی وجہ سے خشک تھیں اب بھرنے لگیں تھیں۔

''ایی ۔۔ایو۔!''اسکے الفاظ حلق میں پھنس چکے تھے موت سا منے تھی۔اسکے ساتھ تین بچے تھے۔''. . ۔بچے پہلے۔''صفا نے جلدی سے آ صاف کئے اور ا بچے کو کھڑا کر کے آگے ٹ ھادیا۔ا. اہیم نے اس بچے کو تھاما اور اسکو ا ہاتھ سے ہی اٹھا کر دوسری ڈولی میں شفٹ کر دیا۔سکیورٹی آ چکی تھی۔ان لوگوں نے نیچے ا جال سا بچھا دیا تھا کہ اگر کوئی کرتا تو کسی کو چوٹ نہ لگتی۔اسی طرح اس نے تیسرے بچے کو بھی شفٹ کر دیا۔اب بس صفا تھی اس ڈولی میں۔

''کم۔!''اس نے ن می سے ہاتھ آگے ٹ ھایا۔صفا نے اپنا لرزتا ہاتھ ا. اہیم کے ہاتھ میں دیا تو وہ ڈولی لڑکھڑائی۔ا چیخ فضا میں بلند ہوئی۔

''مرجان۔!''قوت نے دن موڑ کر مرجان کو دیکھا۔وہ چیخ اسی کی تھی۔

'' ۔پ یٹی لیڈی۔۔!''اسکے . لرز رہے تھے۔اور اسکی آنکھیں نم تھیں۔

''مرجان میرے بھائی۔اٹس اوکے۔ ٹھیک ہے۔''قوت نے مرجان کو ی سے لگا لیا۔

''پیٹی لیڈی۔'' وہ بس ایک ہی جملہ دہرا رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو میرے بھائی؟'' یہ قوت کو تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ مرجان نے بات کی ہے۔ اسکی آواز اس نے پورے ایک مہینے بعد سنی تھی۔

اس جال میں دو وجود بندھے ہوئے تھے۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس نے نرمی سے اپنے اوپر گری ہوئی صفا کو سنبھالا۔

''ا۔۔۔ا۔ اہیم۔!'' وہ اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے بری طرح چیخ رہی تھی۔

''اٹس اوکے۔ سب ٹھیک ہے۔'' وہ اٹھ کر بیٹھا اور اسکو بھی سنبھالا۔

''نہیں۔ میں ٹھیک نہیں ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ نجانے کس بات پر وہ رو دی تھی۔

''اٹس اوکے۔'' اسکا حجاب کھل چکا تھا۔ اہیم نے بیٹھے بیٹھے ہی اسکا حجاب درست کیا۔

''آپکی وجہ سے ہوا ہے سب کچھ۔'' وہ اب اسکے سینے میں چہرہ چھپائے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دی تھی۔ اہیم نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''اوکے آئی ایم سوری۔'' وہ معافی مانگ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیوں معافی مانگ رہا تھا وہ معافی مانگ رہا تھا۔ اس نے بمشکل اٹھتے ہوئے اسکو بھی کھڑا کیا۔ صفا ابھی تک رو رہی تھی۔ ''مس قریشی کافی ڈرپوک ٹائپ ہوئی ہیں۔'' وہ اب مسکراہٹ دبائے اسکو نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''میں مس قریشی نہیں ہوں۔'' اس نے اپنی سرخ ہوتی ناک صاف کی۔

''اچھا؟ تو پھر؟ مس سٹرر؟'' وہ جان بوجھ کر اسکو چھیڑ رہا تھا۔

''نہیں۔ میں صفا۔ ا۔''

''پیٹی لیڈی۔'' اس سے پہلے وہ اپنا جملہ مکمل کرتی ایک چھوٹا سا وجود آ کر اس سے لپٹ گیا۔

''مرجان۔'' صفا زمین پہ بیٹھ گئی۔

''ازشی فائن؟'' یہ قوت نے اپنے باپ کا ہاتھ تھاما۔

''ہاں۔ وہ ٹھیک ہے۔'' اس نے یہ قوت کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''۔۔۔! یونو مرجان نے بات کی۔'' یہ قوت نے بتایا تو۔ اہیم نے چونک کر مرجان کی جانب دیکھا جو کہ صفا سے لپٹ کر رو رہا تھا۔

''واٹ؟'' اس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا تو یہ قوت نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ زہرا تھکی سی دینا کو اٹھائے کھڑی تھی۔ اسکے چہرے پہ جہان کی نگرانی اڈ آئی تھی۔

''مرجان۔! میں ٹھیک ہوں۔۔۔ رونا بند کرو۔'' کچھ دیر بعد صفا نے الگ ہوتے ہوئے اسکا چہرہ صاف کیا وہ روتا رہا۔ حتیٰ کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔ صفا نے گھبرا کر پاس کھڑے اہیم کو دیکھا۔ وہ خود پریشان تھی کہ مرجان اس طرح کیوں رو رہا تھا۔ وہ بس روئے جا رہا تھا۔ جیسے کہ وہ اپنی آنکھوں کا وہ تمام سمندر خالی کر رہا ہو۔ صفا نے اڑی رنگت کے ساتھ اسکو پھر سے ساتھ لگا لیا۔

''آر یو اوکے؟'' ارمان اور سعدیہ بھی آ پہنچے تھے۔

''صفا میری جان تم ٹھیک ہو؟'' سعدیہ نے ہلکان ہوتے ہوئے پوچھا تو صفا نے سر اٹھا کر اثبات میں ہلا دیا۔ سعدیہ کی سانس بحال ہوئی۔ مرجان ابھی تک رو رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے اسکو؟'' صفا نے اب کی بار یہ قوت سے پوچھا۔ تو یہ قوت کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ اب صفا حقیقتاً گھبرائی تھی۔ ''ہوا کیا ہے تم لوگوں کو؟'' وہ کبھی ہچکیوں میں روتے ہوئے مرجان کو تو کبھی ساتھ کھڑے سسکتے ہوئے یہ قوت کو۔

''اسکو رونا تھا یہ۔ رو نہیں تھا۔'' یہ قوت نے بتانا چاہا۔

''کس .ت پ ۔اور کیوں رو .تھا اسکو؟'' صفا نے الجھ کر ا. اہیم کی جا. دیکھا۔ا. اہیم نے ا ۔ گہری سانس خارج کی ۔اسکا ضبط اب جواب دے رہا تھا۔

''بس ۔بہت ہو َ ۔چلو مرجان ۔'' اس نے مرجان کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا۔صفا بھی اٹھ کھڑی ہوئی ۔''لیٹس گو۔'' اس نے ِ قوت اور مرجان کا ہاتھ تھاما۔صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھے گئی جس کے ت ٹ ات پل میں سرد ہوئے تھے۔

''. ٹ .. ۔پ یٹی لیڈی ۔۔'' مرجان نے مڑ کر صفا کو دیکھا وہ ان دونوں کو گھسیٹ کر دور لے َ ِ تھا۔

''گھر چلیں؟'' ارمان نے بے زاری سے اس ایموشنل سین کو دیکھا تھا۔

''ہاں؟'' صفا چو ۔

''گھر چلو صفا۔'' سعدیہ نے دا ۔ بھینچ کر اسکا ہاتھ تھاما۔

''صفا۔! آ گئی تم ؟ کہاں تھے تم لوگ؟ میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟'' لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ۔ یجہ بیگم ہیجانی کیفیت میں تھیں ۔صفا کو صحیح سلامت دیکھ کر وہ پ سکون تو ہو تھیں اسکی کلاس ۔. قی تھی۔

''میں قریشی صا . سے مل لوں ۔'' ارمان ا بغل سے نکل کر خیام صا . کے کمرے میں َ ۔صفا . کاٹنے لگی ۔اَ ارمان نے ان کو ا. اہیم کے . رے میں بتا ِ تو؟ یہ سوچ سوچ کر ہی صفا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔وہ تو پہلے ہی اس سے اتنا . گمان تھے اب تو مز ِ غصہ کریں گے۔

''تم بولتی کیوں نہیں؟'' ' یجہ بیگم نے اسکو جھنجھوڑا تو صفا متوجہ ہوئی۔

''ہاں؟ ہاں امی ہم ٹھیک ہیں ۔آپکے سامنے ہیں ۔کیوں سعدیہ؟'' اس نے ہچکچاتے ہوئے سعدیہ کو دیکھا۔سعدیہ نے بھی اثبات میں سر ہلا ِ ۔

''فون کہاں تھے تم لوگوں کے؟''

''امی ۔وہ وہاں شور بہت تھا اس لئے ر َ کی آواز نہیں آئی ۔'' صفا نے خود کو پ سکون کرتے ہوئے ا عدا ۔ میں جواب ِ تو وہ بھی قدرے پ سکون ہو گئیں۔

''اب تمہیں ہی اسکا دل . لنا ہے ارمان ۔'' وہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور ارمان ا پ س بیٹھا تھا۔

''انکل آپ بے فکر ہو جا میں یہ کر لوں گا۔''

''ہمم ۔بس جلد سے جلد صفا اس سے طلاق لے لے ۔''

''انکل آپ اسکا .م تو بتا ۔'' ارمان نے خجلت سے کہا۔

''ا. اہیم گورسی ۔''

''کیا؟'' ارمان کے سر پ بم پھوٹ تھا۔

''تم جا ہوا اسکو؟'' خیام صا . نے اسکا شاکڈ سا چہرہ دیکھا۔

''ہاں ۔نن ۔نہیں ۔'' ارمان نے جلدی سے سر جھٹکا۔

''ہمم ۔بس جلد سے جلد صفا کی اس سے طلاق کرواؤ ۔اور اس سے نکاح کر لو۔'' خیام صا . نے آنکھیں مو ں لیں۔

''آپ فکر نہ کریں ۔'' ارمان نے پ سوچ ا. ازمیں کہا۔

وہ لوگ گھر داخل ہوئے تو منال بیگم لاؤنج میں ہی تھیں ۔وہ پ نی کا جگ اٹھائے اپنے کمرے کی جا. جا رہی تھیں کہ ان تینوں کو دیکھ کر ٹھٹکیں۔

''آ گئے میرے بچے؟'' وہ سیڑھیوں کے پ س کھڑی ہی مسکرا دیں پھر انھوں نے ِ قوت کا بجھا سا چہرہ اور مرجان کی نم آنکھیں دیکھیں ۔زہرہ دینا کو اٹھائے ا

پ س سے ٔ رگئی۔ا. اہیم گاڑی پر رک کر کے ا ٔ ر داخل ہوا تو مرجان اور ی قوت ابھی ت ٔ دروازے میں کھڑے تھے۔

''چلوا ٔ ر ے''اس نے سختی سے کہتے ہوئے ان دونوں کے ہاتھ تھامے۔

''ا. اہیم۔!کیا ہوا ہے ا ٔ ے''منال بیگم قدم قدم چلتیں ان کے پ س پہنچیں۔

''زلیخا اماں۔۔!ا کھا ٔ کھلا دیں۔''وہ وہیں سے ٔ ے۔زلیخا حیران سے کچن سے نکلی۔

''ہوا کیا ہے ا. اہیم؟''منال بیگم نے جگ میز پ ر رکھا اور ا ٔ پ س پہنچیں۔

''کچھ نہیں ہوا۔زلیخا اماں ا کھا ٔ دے دیں۔میں کچھ کام سے ٔ ہر جا رہا ہوں۔''وہ ا ٔ ے اچٹتی نگاہ ان دونوں پ ڈالتا وہاں سے ٔ ے۔اسے جس چیز کا ڈر تھا وہ ہو ٔ ے تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ مرجان اور صفا کا آمنا سامنا ہو۔کیو ٔ وہ مرجان کی صفا کے لئے پوزیسو ٔ جا تھا۔اور ان حالات میں وہ یہ ہر ٔ افورڈ نہیں کر سکتا تھا کہ مرجان صفا کے لئے کوئی ضد کرے۔کیو ٔ مرجان کی ذہنی حا ٔ ت پہلے ہی بہت متا ٔ ہو چکی تھی۔

''ا. اہیم۔!یہ کیا طر ٔ ہے؟''منال بیگم ٔ ٓ لآ سخت لہجے میں بولیں تو اسکے ٔ ہر جاتے قدم تھم گئے۔

''ماما پلیز۔!مجھے کام ہے۔''کہتا وہ ٔ ہر نکل ٔ ے۔منال بیگم بے بسی سے اسکی پشت کو دیکھ کر رہ گئیں۔پھر وہ زمین پ بیٹھ گئیں۔مرجان اور ی قوت کا ہاتھ تھاما۔

''کیا ہوا؟ ٔ ٔ سے کوئی لڑائی ہوئی ہے؟''منال بیگم نے ان دونوں کو پچکارا۔

''آئی نیڈ ٹو ریسٹ۔''مرجان نے کر ٔ ت لہجے میں کہتے ہاتھ چھڑوا ی تو منال بیگم کی حیرت کے مارے آنکھیں پوری کھل گئیں۔اس نے ٔ ت کی تھی۔ بولتے ہی منہ سے انگارے نکالے تھے۔وہ خوش بھی ٔ ہو پ ۔انھوں نے شاک کے عالم میں ی قوت کو دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دی۔مرجان وہاں سے جا چکا تھا۔

''کیا۔کیا اس نے ٔ ت کی؟ میں کہتی تھی ٔ ں کہ یہ ٹھیک ہو جائے گا''منال بیگم خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔زلیخا نے بھی شکر ادا کیا۔

'' ٔ کچھ صفا آ کی وجہ سے ہو سکا''ی قوت نے مسکرا کر ا گوش ٔ ر کیا جبکہ منال بیگم کو لگا انھوں نے ٔ ں میں غلطی کر دی ہے۔

''کک۔کس کی وجہ سے؟''انھوں نے آنکھیں چھوٹی کر کے پوچھا۔

'' ٔ ٔ کی ٔ ن۔۔!وہ جوا بیچ پٹ بھی گئیں تھیں۔صفا آ ے''ی قوت نے صفا کا تعارف تفصیل سے کروا ی تو منال بیگم جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہو ے۔

''وہ۔وہ کہاں ملی؟''انکا چہرہ ضبط کے مارے لال ہو ر ہا تھا۔

''وہ جوا ئے لینڈ میں تھیں۔ا ساتھ حادثہ ہوا تو مرجان نے شاکڈ کی کیفیت میں ٔ ت کر ٔ شروع کر دی۔وہ ٹھیک ہیں اب۔۔ ا وجہ سے مرجان ٹھیک ہو ٔ ے دادو''ی قوت نے خوش ہوتے ہوئے ا بتا ی جبکہ وہ ٔ ت بنی کھڑی تھیں۔''ٔ ٹ ڈونٹ نو۔۔ٔ کو کیا پرابلم ہے۔انکا ٔ م ت نہیں ٔ دے رہے تھے گاڑی میں۔''ی قوت منہ پھلائے بتا ت ہوا صوفے پ جا بیٹھا۔''ہم نے کھا ٔ بھی نہیں کھایا۔۔نے کہا تھا واپسی پ کھلا ٔ گے۔آئس کریم بھی نہیں کھلائی۔''وہ منہ پھلائے ٔ ٔ ٔ ز ٔ ھے اپنی دادی سے اپنے ٔ پ کی شکا ت کر رہا تھا منال بیگم تو پتھر کا مجسمہ بن گئیں تھیں۔

وہ سامنے صوفے پ ہی بیٹھا تھا ٹ ٔ پ ٔ جمائے۔عینا کا پورا وجود کا ٔ پ رہا تھا۔ اس نے وہ مصنوعی مسکراہٹ قائم رکھی۔

''کک۔کافی تو نہیں چاہیے آپکو؟ میں وہی پوچھنے آئی تھی۔ آپ ٔ ی تھے اس لئے ٔ ہر انتظار کر رہی تھی۔''اس نے ہو ں پ ز ٔ ن پھیرتے ہوئے اپنی صفائی دی۔ اس شخص کے اطمینان میں ذرا کمی نہ آئی۔عینا نے ا ٔ نگاہ سامنے پڑے اس سر پ ڈالی تو اسکی رہی سہی جان بھی جاتی رہی۔

''گڈ۔آئی لائ ٔ یور سروسز۔''اس نے پ سکون ا ٔ از میں عینا کو سر ت پیر دیکھا۔

''تھ۔تھینکس سر۔''اس نے اپنے ہاتھوں کی پ پ ہٹ پ قابو پ ۔وہ بس اسکے پ وں دیکھ رہی تھی اس میں ہمت نہ تھی سر اٹھانے کی۔

''وہ میری پ بورڈ میں ا ٔ گلاس ٔ کس پڑا ہے وہ تو لے آؤ''اس نے مسکراتے ہوئے حکم دی تو عینا نے مڑ کر دیکھا۔اسکی پ بورڈ بند تھی۔

''او۔۔او کے سر۔''وہ جلدی سے پلٹی۔اس نے پ بورڈ کھولی تو اس میں ا ٔ شیشے کا ٔ کس تھا اور اس ٔ کس میں تھا ا ٔ خنجر۔عینا کا حلق خشک ہوا۔اسکو لگا کہ وہ کسی

بھی لمحے زمین بوس ہو جائے گی۔

''یہاں لے آؤ۔''اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے ہی کہا تو عینا نے لرزتے ہاتھوں سے وہ .کس اٹھایا۔''موت تو پکی ہے۔اپنی موت کا سامان بھی خود اٹھا' پڑ رہا ہے۔۔اللہ یہ کیسا ا ف ہے۔''عینا کے دل نے دہائی دی۔وہ قدم قدم چلتی اسکے پ س پہنچی اور جلدی سے وہ .کس میز پ رکھ دیا۔ساتھ ہی وہ ڈ ے پ ڑی تھی جس میں ا ی آدمی کا سر تھا اور اسکے او پ ا شیشے کا گنبد تھا۔

''اور۔کوئی حکم سر۔''عینا نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔''وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور اس شیشے کے گنبد کو ہٹا دیا۔اب سر سامنے تھا۔

''یہ لو۔''اس نے وہ خنجر نکال کر عینا کی جا' .ٹھایا۔عینا نے بے یقینی سے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں سکون تھا۔وہ آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

''جج۔جی سر؟''اس نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ پوچھا۔

''ٹیک اٹ۔۔''اس نے سرد سے ا' از میں کہا تو عینا نے لرزتے ہاتھوں سے وہ خنجر تھام لیا۔وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اور چلتا ہوا عینا کے عقب میں آ کھڑا ہوا۔اس نے عینا کا ہاتھ پکڑا جس میں خنجر تھا۔اور وہ خنجر عینا کی کنپٹی پ رکھا۔عینا کا پورا وجود مفلوج ہو چکا تھا۔''یہاں۔ا ی چیز ہوتی ہے۔جس کو بھیجا کہتے ہیں۔''عینا کا سر اسکے ی سے ٹکرا رہا تھا۔کہاں وہ چھ فٹ تین انچ کا دراز قد دیو اور کہاں وہ پانچ فٹ کی لڑکی۔''اور مجھے یہ بھیجا بہت پسند ہے۔''وہ اس خنجر کی نوک کو عینا کے ماتھے پ پھیر رہا تھا۔عینا نے آنکھیں بند کر رکھیں تھیں۔''اس لئے تم اس بھیجے کو نکالو گی۔ دھیاں رکھنا کہ کوئی پ رٹ ڈیج نہیں ہوگا۔مجھے آنکھیں الگ چاہئیں۔اور دماغ الگ۔ہر پیس الگ الگ ہو' چاہیے۔ صاف ستھرا۔''وہ اپنی تر ی آواز میں اپنا سحر پھو' رہا تھا جو ہر لحظہ عینا کے .ن سے اسکی روح نکال رہا تھا۔''بولو۔کیا تم یہ کر لو گی؟''اس نے پ سکون سے ا' از میں پوچھا تو عینا کی پلکیں لرزیں۔

''نن۔نہیں۔سر۔''اس نے بمشکل جواب دیا۔

''اوہ۔!سو بیڈ۔''اس نے مصنوعی افسوس کیا۔

''پھر تو تم بے کار ہو میرے لئے۔اور بے کار ہونے کا مطلب ہے مردہ۔ا ی بے کار اور مردہ وجود میں تو کوئی فرق نہیں رہتا' ں۔''اس نے اپنی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں مٹکا تو عینا کا حلق مز ی خشک ہوا۔

''مم۔میں کر لوں گی سر۔''اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا ی۔

''گڈ۔''کہتے وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔خنجر عینا کے ہاتھوں سے تَ تے بچا۔

''ا ی گھنٹہ دے رہا ہوں کیو پہلا تجربہ ہے تمہارا۔چاہو تو یوٹیوب سے ہیلپ لے سکتی ہو۔''وہ اپنے ہینگر کی جا' .ٹھ ی۔اب وہ ا ی شرٹ اٹھا کر پہن رہا تھا۔

''وہاں سرچ .رمیں کیا لکھو گی تم ویسے؟''وہ اب ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا خود پ ا ی فیوم چھڑک رہا تھا۔

''ہاں۔تم لکھنا۔ ''یہ اچھا رہے گا' ں۔''وہ کہتے ہوئے ا ی .رپھر سے اسکے عقب میں آ کھڑا ہوا۔عینا کسی .ت کی طرح منجمند تھی۔''صفائی سے کام کر' ۔۔''وہ ا ی آ د .ت ہوا کمرے سے نکل َ ی۔پیچھے اس کو پتھر کا مجسمہ بنے چھوڑ کر۔

عینا نے اپنے پ پ تے ہاتھوں میں اس خنجر کو دیکھا۔اسکا دل بند ہونے کو تھا۔دماغ نے پہلے ہی سوچنے سمجھنے کی .صلاحیتیں کھو دیں تھیں۔اس نے سامنے پڑے اس ا نی سر کو دیکھا تو اسکا دل مز ی لرز َ ی۔اس نے آج ت ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔وہ تو اپنے ہاسٹل میں تھی اپنی پ ڑھائی کر رہی تھی .منصور نے اسکو اپنے ساتھ کام کرنے کا کہا۔وہ دو سال سے منصور کے لئے کام کر رہی تھی کبھی نہ تو ا. اہیم کے گینگ سے ملی تھی اور نہ ہی ان سے سامنا ہوا تھا۔اب ا. اہیم کے کارحادثے کے بعد وہ .کی وں میں تھی۔سفیر نے اسکے .رے میں معلوم کروالیا تھا کہ وہ منصور کی بیٹی ہے وہ نہیں جا تھا کہ وہ انہی کے لئے کام کر رہی تھی۔کرداوی کی تمام ت ڈیلز منصور سے عینا اور عینا سے ا. اہیم ت پہنچتی تھیں خفیہ راستوں سے ہو کر۔ آج اس لڑکی سے کہا َ تھا کہ وہ اس آدمی کے سر کو کھول کر اس میں سے اسکا دماغ نکالے۔۔یہ سفاکیت کی انتہا تھی

شا سے کسی بھی چیز کی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ ایسا کیوں تھا؟ کوئی نہیں جان پ تھا شا۔ وہ خود بھی نہیں جا تھا۔ وہ سن سی کھڑی تھی کہ اسکی سکرٹ کی . . میں پڑا مو ئل فون ر ہوا۔

عینا نے خنجر سامنے پڑی میز پ رکھا اور اپنی حا ۔ سنبھالتے ہوئے فون اٹھایا۔

''اَ مز ٹولز کی ضرورت پڑے تو میری پ بورڈ میں ا لکڑی کا کس پڑا ہے استعمال کر ۔'' ۔ ر آواز عینا کے کانوں سے ٹکرائی اور اسکے حواس شل کر گئی۔ یعنی وہ آدمی سنجیدہ تھا وہ ہر صورت اس سے یہ کام کروا کر رہے گا۔

''مم۔ میں۔''

ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں۔

فون ٹ چکا تھا۔ عینا نے بے بسی سے فون سکرین کو گھورا۔ پھر اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''چل عینا آج دکھا دے اس سفاک شیطان کو کہ تو کسی مرد سے کم نہیں ہے۔ میں بھی ا. اہیم گورسی کے گینگ کا حصہ ہوں۔ کیئر ڈیول۔'' اسکی آنکھیں مسکرا تھی۔ اور عینا نے اب کی ر خنجر کو دیکھا تو اسکی آنکھوں میں خوف کے بجائے اعتماد تھا۔

وہ اپنی جیکٹ کی زپ بند کرتا ہوا گاڑی سے نکلا۔

''السلام علیکم سر۔!'' عاصم نے اسکو گیٹ پ ہی خوش آمد کہا تھا۔ وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے ا ر ٹھ ۔ وہ او پ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے بیسمنٹ میں ۔ تھا۔ پیچھے عاصم جا تھا کہ اسکو اپنی ضرورت کا سامان ۔ او پ جا ہے سو وہ سیڑھیاں پ ھ ۔

اسکے فارم ہاؤس کی بیسمنٹ کی ۔ ر سیڑھیوں پ کسی کے بھاری قدموں کی چاپ ہوئی۔ وہ چلتا ہوا نیچے آ اور دیوار میں ہاتھ مارا تو وہی کمرے کے وسط میں جھولتا ہوا اکلو بلب روشن ہوا۔ سامنے کرسی کے ساتھ ا آدمی بندھا ہوا تھا۔ اسکے ہاتھ اسکی پشت پ بندھے ہوئے تھے جبکہ پ وں کرسی کی ٹ نگوں سے بندے ہوئے تھے۔ اسکے منہ میں ٹشو پیپر ٹھونس ٹھونس کر اسکی چیخ و پکار کو روکا ۔ تھا۔ اور ہو ں پ ٹیپ لگائی ہوئی تھی۔

'' ۔ ۔ ۔ عاصم بھی ۔ اَ ٹیپ لگا دی تھی تو ٹیشو پیپر ز ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ مصنوعی افسوس کرتا ہوا آگے ٹھا۔ اس لڑکے نے آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں۔ وہ سامنے کھڑا تھا اسکی جیکٹ کے ساتھ اٹیچ اسکی ہڈی نے اسکا چہرہ ۔ وی طور پ چھپا رکھا تھا۔ اسکے سر پ وہ بلب جھول رہا تھا۔ وہ دراز قد اور چوڑے ۔ والا آدمی اس وقت قہر کی تصو ۔ بنا ہوا تھا۔ اس لڑکے نے فوراً دن ادھر ادھر ماری اور مدد کی درخوا ۔ کی۔ اسکی آنکھوں سے آ رواں تھے۔ ''ہمم۔ بولو۔ کون کون تھا۔'' اس نے اپنا ا ہاتھ سامنے کیا تو اس میں بیس ل بیٹ تھا۔ وہ ا ہاتھ میں بیٹ پکڑے اسکو دوسرے ہاتھ پ تھپک رہا تھا۔ وہ لڑکا مسلسل میں سر ہلا رہا۔ ''میں اپنی ۔ تیں دہرا نہیں ہوں۔ اس لئے ۔ ۔ بولو۔'' آ ی لفظ ادا کرنے کے ساتھ اس نے وہ بیٹ اس لڑکے کی ٹ ۔ پ ۔ سا۔ وہ پوری قوت سے چیخا تھا اسکی چیخیں اسکے حلق میں ہی دم توڑ گئیں۔ ''میں نے کہا بولو۔'' اب کی ر اس نے وہ بیٹ اسکے ۔ زو پ ۔ سا۔ وہ بیٹ اسکی کہنی پ لگا تھا جس سے ا ہڈی فورا ٹوٹ چکی تھی۔ وہ لڑکا بے بسی سے چیخا تھا اسکی بند آنکھوں سے آ زار و قطار بہہ رہے تھے۔

''اوہ۔ اوہ۔ اوہ۔ مائی بیڈ۔ ۔'' اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔ ''کیسے بولو گے تم؟ تمہارا تو منہ ہی بند ہے۔'' اس لڑکے نے جلدی سے آنکھیں کھول کر اثبات میں سر ہلا۔ اسکو امید کی کوئی کرن آئی۔ ''ہمم ۔ ۔'' وہ ا پل کے لئے اپنی شربتی آنکھیں چھوٹی کئے سوچتا رہا۔ وہ لڑکا پ امید یں لئے اسکی جا ۔ دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکا منہ کھولے گا تو وہ لڑکا اپنی صفائی میں کچھ کہہ پ ئے گا۔

''سر میں سامان لے آیا ہوں۔'' عاصم نے آ کر وہ ٹول ۔ کس میز پ رکھا اور چیزیں نکال نکال کر میز پ چننے لگا۔ جبکہ ا. اہیم دن ا جا ۔ ائے محظوظ سے ا از میں اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

''منہ تو کھولا ہی نہیں میں نے تمہارا ۔ ۔'' ا. اہیم وہ بیٹ اپنے کندھے پ ائے افسوس سے اس لڑکی کی جا ۔ دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکے نے جلدی سے اثبات میں سر

ہلا یہ کہ اسکا منہ کھول دیا جائے۔''ہمم۔ ۔۔'' کہتے اس نے اس بیٹ پر قت مضبوط کی۔''تم نے بھی اسکی آواز بند کردی تھی۔''ا. اہیم کی شربتی آنکھوں کے شعلے روشن ہو چکے تھے۔اس نے وہ بیٹ اب کی. راس لڑکے کے منہ پ. سایا تھا۔خون کی ا پھوار نکلی تھی۔اور وہ لڑکا ہوش کی د سے بے گانہ ہو چکا تھا۔

اسکا نچلا جبڑا ٹوٹ چکا تھا۔اور وہ اب لٹک رہا تھا۔ا. اہیم نے ہاتھ ٹھا کر اسکے منہ سے وہ ٹیپ ا ردی۔ٹشو پیپر زخون کے ساتھ ہی. ہر نکل آئے تھے۔بھل بھل کر کے اسکے جبڑے سے خون نکل رہا تھا۔ سامنے کھڑا شخص صرف یہ سوچ رہا تھا کہ وہ اتنی جلدی بے ہوش کیوں ہو ۔؟

''سر یہ اب کل دو. رہ ہوش میں آئے گا۔''عاصم نے افسوس سے کہا تو ا. اہیم کرسی کھینچ کر بیٹھ ۔

''اب بتاو کیا کیا ہوا تھا؟''اس نے عاصم سے پوچھا تو عاصم اسکے سامنے آ کر ہاتھ . ھے کھڑا ہو ۔

''سر۔یونی کی ا لڑکی تھی نوال۔ان لوگوں نے اسکے ساتھ گینگ ر پ کیا ہے۔''

''یہ بتا چکے ہو۔مز ؟''

''سر وہ لڑکی اس وقت آئی سی یو میں ہے۔ز گی اور موت کی کشمکش میں۔ان لوگوں پ مقدمہ ہوا ہے ا وپ کا سر. اہ گورنر صا . کا بیٹا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی اس کیس کو سیریس نہیں لے رہا۔۔پولیس نے کیس بند کر دیا ہے۔معلوم افراد کے م سے کیس تھا اس لئے پولیس نے کوئی پیش رفت نہیں کی ہے۔''

''ہمم۔کیس اوپن کرواو۔جلد سے جلد اسکی ریخ لو۔یہ لڑکا جا کر اپنے وپ کے خلاف گواہی دے گا اور . قی کا کام بعد میں دیکھیں گے۔''اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے عاصم کو اگلا لائحہ عمل بتا ۔

'' سر یہ تو بے ہوش ہے۔''

''کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی ا. اہیم گورسی کی پیسمنٹ پہنچا ہو اور طوطے کی طرح . کچھ نہ بولا ہو؟''اس نے ا چھتی نگاہ عاصم پ ڈالی۔عاصم کے گلے میں ا گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی

''نن۔نہیں سر۔''عاصم نے اپنے ماتھے پ آ صاف کیا۔

''ہمم۔تو پھر۔بے فکر رہو۔یہ کل صبح ہی . کچھ . دے گا۔'' کہتے وہ بے فکری کے ا از میں اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ صبح صبح گھر میں داخل ہوا تو مرجان اپنا ٹ سوٹ پہنے ہی لان میں کھڑا تھا۔ا. اہیم نے اپنی جیکٹ کی زپ کھولی اور اچنبھے سے اسکی جا . دیکھا۔

''کیا ہوا ہے مرجان۔!''وہ چلتا ہوا اسکے پ س پہنچا اور زمین پ بیٹھ ۔اس نے مرجان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

''۔۔''اسکی آنکھیں نم تھیں۔

''جی۔۔کی جان۔!''ا. اہیم ٹ پ کر رہ ۔

''آئی مسڈ یو۔''کہہ کر وہ اپنے . پ کے گلے میں . نہیں حمائل کر ۔

'' میں تو تمہارے پ س ہوں ں۔''ا. اہیم نے ضبط کا ا گھونٹ حلق سے نیچے ا را اور اسکی پیٹھ تھپکی۔

''یس. ٹ آئی مسڈ یو۔''مرجان نے بھیگی آواز میں کہا تو ا. اہیم نے م می سے اسکو الگ کر کے سامنے کھڑا کیا۔

''مرجان۔!تم مرد ہو۔''ا. اہیم جا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

''کیا مرد آ نہیں بہا سکتا؟''اس نے بے بسی سے اپنے . پ کو دیکھا جس کی آنکھیں خشک تھیں۔ا. اہیم نے میں سر ہلا ۔

'' میں۔۔''وہ خاموش ہو ۔

''او کے۔!''ا. اہیم نے ا . رپھر سے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔'' ''وہ اسکی پیٹھ تھپک کر بولا تو مرجان نے اچنبھے سے اپنے . پ کا چہرہ دیکھا. اہیم نے اثبات میں سر ہلا ۔'' ''اس نے مرجان کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا۔

'' ''مرجان نے سوالیہ ا از میں پوچھا۔

''ا. اہیم نے چاہی تو مرجان نے ایک پل کے لئے سوچا۔اس نے اپنے باپ کی خشک شربتی آنکھیں دیکھیں اور پھر سے اس سے لپٹ گئی۔

''..آئی مس ماما۔'' کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔فروری کا اختتام تھا۔بس کچھ دنوں میں مارچ شروع ہو جانا تھا۔اداس سا موسم۔سردیوں کا اختتام اور گرمیوں کی شروعات کا موسم ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔نیویارک یونیورسٹی میں آج بھی اسٹوڈنٹس جمع تھے۔ہاتھوں میں بینرز تھے جن پہ کچھ لکھے درج تھے۔اور وہ لکھے تھے۔۔۔ کے۔!

آج تعداد ڈیڑھ سو کی تھی۔اور احتجاج قریبا آدھا گھنٹہ جاری رہا۔اور پھر سکیورٹی آئی اور اٹھا لے گئی۔

''ہائے مائی ازآیت۔''ایک سات سالہ لڑکی سکول کے اوٹ کے بینچ پہ بیٹھے دو لڑکوں کے پاس آ کر رکی۔وہ ایک خوبصورت نیلی آنکھوں والی لڑکی تھی۔صاف ستھرا یونیفارم اور بھورے گھنگرالے بال آدھے پونی میں بندھے ہوئے تھے۔۔قابل اسکی گردن کی پشت تک آتے تھے۔

''ہائے۔!قوت۔'' قوت نے اسکا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

''میں آپکی جونیئر ہوں۔''اس نے مسکرا کر اپنا تو ارف کروایا۔تو قوت بھی جواب میں مسکرا دیا۔

''ہائے ہینڈسم۔!''اس لڑکی نے شوخ سے انداز میں مرجان کی جانب ہاتھ بڑھایا۔مرجان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔قوت مسکرا دیا۔

''ہائے۔!''مرجان نے جھجکتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام کر سلام کا جواب دیا۔

''کین آئی سٹ؟''اس لڑکی نے اپنے پاس پڑی خالی جگہ کی جانب اشارہ کیا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔اور پھر اپنی اپنی جانب کھسک گئے تاکہ درمیان میں جگہ بن جائے۔اور وہ لوگ تو بینچ کے کونوں میں ہی دھنس گئے تھے۔آیت نے چھلانگ لگائی اور ان دونوں کے بیچ بیٹھ گئی۔''مجھے آپ دونوں پسند آئے ہیں۔میں نے اپنی دوست سے آپکے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ لوگ ٹرانسفر اسٹوڈنٹس ہیں۔پہلے کون سے اسکول میں تھے آپ لوگ؟''

''ہم لوگ ایجپٹ میں تھے۔'' قوت نے مسکرا کر جواب دیا جبکہ مرجان اب لان میں کھیلتے ہوئے بچوں کی جانب متوجہ تھا۔

''آپ دونوں ایک ہی کلاس میں۔ٹوئینز ہیں آپ؟''آیت نے اپنی بڑی بڑی نیلی آنکھیں مٹکائی تھیں۔

''ہاں۔ہم لوگ جڑواں ہیں۔'' قوت کو وہ لڑکی اچھی لگی تھی۔

وہ لوگ کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ان دونوں نے اپنی پسندیدہ ڈشز سے لے کر اپنی فیورٹ کتابیں تک شیئر کر لی تھیں۔مرجان ان دونوں سے یکسر ان اپنی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔

شام ہو رہی تھی۔سورج ڈھل رہا تھا۔آسمان پر رنگ بکھرا ہوا تھا۔کہیں کہیں بادل تھے ان بادلوں میں آنکھ مچولی کھیلتا ہوا سورج آسمان پہ عجب دلکش رنگ بکھیر رہا تھا۔وہ گھر داخل ہوا تو قوت اور مرجان لان میں ہی کھیل رہے تھے۔اسکو آتے دیکھا تو اپنا فٹبال چھوڑ کر اسکے پاس پہنچے۔وہ گاڑی وہیں چھوڑ آیا تھا شاید اسکو واپس جانا تھا۔

''السلام علیکم..!''بہت عرصے بعد ان دونوں نے یک زبان ہو کر سلام کیا تھا۔

''میرے بیٹوں کی بس یہ عادت ہے جو جڑواں بناتی ہے ورنہ یہ دونوں یکسر مختلف ہیں۔'' حوریہ کی کھنکھناتی آواز نے اسکے کانوں میں رس گھولا تھا۔وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔

''وعلیکم السلام میرے شیرو۔۔''وہ زمین پہ ہی بیٹھ گیا اور ان دونوں کو گلے لگایا۔حوریہ کے جانے کے بعد اسے اپنی اولاد کو دوگنا محبت دینی تھی۔اس لئے وہ دے رہا تھا۔

کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے اسکے گلے لگے اپنے باپ کی خوشبو کو محسوس کرتے رہے۔

''۔۔۔!'' مرجان کی مدہم سی آواز آئی۔ وہ اسکے گلے میں بنہیں حائل کئے ہوئے تھا۔

''ہمم۔ بولو۔'' وہ اسکی پشت پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

''کیا ہم پیٹی لیڈی سے مل۔۔'' اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ابراہیم نے ان دونوں کو جھٹکے سے الگ کیا تھا۔ اسکے تاثرات ایک پل میں سرد ہوئے تھے۔

''۔۔۔یو کانٹ ڈو دس۔۔'' مرجان نے اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھا۔ کیونکہ وہ اسکا جواب جانتا تھا۔

''تم مجھے بتاؤ گے کہ میں کیا کروں گا اور کیا نہیں۔'' وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''۔۔۔پلیز۔! آپ ان لوگوں کے ساتھ کون سی ایسی لڑائی ہے جو منال بھی میری بات نہیں سنتیں۔'' ابراہیم اسکی بات پہ حیرت سے مڑا تھا۔ وہ مین ڈور کے زینوں پہ کھڑا تھا جبکہ وہ دونوں اس سے کچھ دور لان میں بنی ایک چھوٹی سی روش پہ۔

''منال؟'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر مرجان کو گھورا۔

''ہاں۔ منال بھی پیٹی لیڈی کا ذکر نہیں کرنے دیتیں۔ کیا آپ لوگوں کی فیملی میں کوئی لڑائی چل رہی ہے؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ پاکستان میں اکثر فیملیز میں لڑائی ہو تو بچوں کو بھی رابطہ نہیں کرنے دیا جاتا۔'' مرجان نیچے پورچ میں کھڑا زور زور سے چیخا۔ جبکہ ابراہیم کی سوئی منال پہ اٹکی ہوئی تھی۔ اسکا ایک پاؤں زینے پہ تھا جبکہ دوسرا زمین پہ۔ وہ نیچے اترا اور چلتا ہوا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''شی از یور فرینڈ مدر۔! کال ہر دادی اور دادو واٹ ایور۔'' وہ سخت لہجے میں بولا تو مرجان نے زور سے آنکھیں میچیں اور دو قدم چلتا اسکے سامنے آیا۔ اس نے ایک ہاتھ اپنی کمر پہ ٹکایا اور ایک ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔

''میں کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ کیا جواب دے رہے ہیں۔ سوال گندم جواب چنا؟'' اس نے ہاتھ جھلا کر ابراہیم کو کہا تو اس کے لئے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ وہ ضبط کئے کھڑا رہا۔

''اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ زیادہ امپورٹنٹ ہے۔'' ابراہیم نے بھی اسی کے انداز میں ایک ہاتھ کمر پہ رکھا اور دوسرا ہاتھ ہوا میں جھلایا۔

''اوکے۔ یہ میرا اور منال کا مسئلہ ہے۔ اگر اعتراض نہیں ہے منال کہنے پہ تو آپکو بھی نہیں ہوگا۔ اوکے؟'' مرجان نے مصالحت کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا۔

ابراہیم نے دن ایک جائی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

''فائن لیٹس سی۔'' کہتے ہوئے وہ جھکا اور مرجان کو اٹھا کر اپنے کندھے پہ الٹا ڈال لیا۔ مرجان کے پاؤں اوپر اور سر نیچے تھا۔

''۔۔۔میں نے نوڈلز کھائے تھے نکل جائے گے۔'' وہ چیختا رہا۔ جبکہ قوت کے فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ وہ اسکو لئے اندر بڑھا تو قوت بھی ہنستا ہوا پیچھے پیچھے چل دیا۔ ''منال۔! منال۔! ہرآ۔۔۔'' مرجان ابراہیم کے کندھے پہ الٹا ہوا ہی منال بیگم کو پکارنے لگا تو وہ دوپٹہ سنبھالتی ہوئی کچن سے نکلیں۔

''یا اللہ خیر کیا ہوا؟'' انھوں نے ہرآ کر دیکھا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ابراہیم کے کندھے پہ جھول رہا تھا۔ اسکا سر نیچے اور پاؤں اوپر۔ ابراہیم نے بس اسکو اسکے پیروں سے پکڑا ہوا تھا۔

''منال۔!۔۔۔سے بولیں کہ آپکو میرے منال پکارنے پہ کوئی اعتراض نہیں۔۔'' اس نے چیخنے کے انداز میں کہا کیونکہ اسکی نوڈلز اسکے حلق میں آ رہی تھیں۔

''ابراہیم۔ اسکو نیچے اتارو۔'' منال بیگم ہلکان ہوتے ہوئے پاس آئیں۔

''ماما۔ اس سے کہیں کہ آپکو دادی یاد دو پکارے۔'' ابراہیم نے مرجان کو ایک جھٹکا دیا تو اسکی ایک اور چیخ بلند ہوئی۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا بچہ جو مرضی مجھے پکارے۔'' منال بیگم اسکے پیچھے آئیں اور مرجان کا سر پکڑ کر زرا اوپر کیا کہ اسکی سانس بحال ہو۔

''ماما آپ اسکو شہ نہ دیں۔ آپ جانتی نہیں ہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔'' ابراہیم نے بالآخر اسکو نیچے اتارا۔ قوت اس سے اچھا خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔

''میرا بچہ جو مرضی کہے یہ ہمارے بیچ کی بات ہے۔ تم ہمارے درمیان مت آؤ۔'' منال بیگم نے زمین پہ بیٹھے ہوئے ابراہیم کو ڈپٹا۔ اور مرجان کے سیاہ بالوں ماتھے سے

ہٹائے۔اسکی سیاہ آنکھیں خوشی سے چمکی تھیں۔فتح کی خوشی سے۔

''سی۔۔منال کو کوئی اعتراض نہیں۔اب آپ میری اگلی ۔ت کا جواب دیں۔''وہ چیلنجنگ ا۔ ازمیں بولا تو منال بیگم نے سوالیہ ا۔ ازمیں ا۔ ایہم کی جا۔ دیکھا۔وہ سر جھٹک کر سیڑھیاں پ ھ ے۔

''کون سی ۔ت؟''منال بیگم نے رازداری سے پوچھا۔

''آپ لوگوں کی پ یٹی لیڈی کی فیملی سے کون سی لڑائی ہے جو انکا م نہیں ے ۔تو اور نہ ے ۔ دیتے ہیں۔''

مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکا تو منال بیگم کا حلق ڈ واہوا۔۔کچھ دے پہلے مرجان کی شرارتیں اور قہقہے دیکھ کر انکا موڈ اچھا ہو ے تھا مرجان کی ۔ت نے ا ے ۔رپھر سے انکا حلق ڈ واکر دیا تھا۔

''مرجان۔!میں نے کتنی ۔ر کیا ہے تمہیں اسکا زکر اس گھر میں نہیں ہوگا۔''وہ اٹھ کھڑی ہو ۔اور کچن کی جا۔ ۔ڈھ گئیں۔ے قوت نے صوفے پ ٹکتے ہوئے ریموٹ اٹھا یا اور ٹی وی آن کر لیا جبکہ مرجان اب منال بیگم کے پیچھے کچن میں پہنچ چکا تھا جہاں زلیخا ۔تن دھو رہی تھیں اور منال بیگم چولہے پ پ ڑھی ہوئی ہا ڈ ی دیکھ رہی تھیں۔

''منال۔!میں آج آپ سے پوچھ کر رہوں گا۔''وہ چھلا ٓ لگا کر سلیب پ پ ڑھ ے۔وہ اسکی کسی ۔ت کا جواب نہیں دے رہی تھیں۔

''منال پلیز۔!''مرجان نے سما۔ ے کی تو انھوں نے کام کرتے ہوئے کن ا ے ں سے اسکی جا۔ دیکھا وہ اب منہ ڑ ئے بیٹھا تھا۔انکا دل ا ے پل کو م ہوا۔ پھر سے انھوں نے وہی سخت ے ث ات سجا لئے۔

''منال پلیز۔ں۔''وہ سر جھکائے پ وں جھلا رہا تھا۔

''جا کر۔۔سے کہو جہاں جا ہے کھا ٓ کھا کر جا ے۔''وہ اب کھڑیں کھڑیں سلاد کاٹ رہی تھیں۔

'' منال۔!'' اس نے نم آنکھوں سے منال بیگم کی جا۔ دیکھا۔

''مرجان۔!''انھوں نے سختی سے اسکو گھورا تو وہ چھلا ٓ لگا کر ا ٓ ا اور تن فن کر ے سیڑھیاں پ ڑھ ے۔

وہ گھر واپس آئی تو ٓ یحہ بیگم مغرب پ ڑھ کر فارغ ہو تھیں۔وہ تسبیح لئے لاونج میں ہی بیٹھیں تھیں۔

''السلام علیکم امی۔!''وہ مسکرا کر ا پس آ کر ہی ڑ گئی۔

''وعلیکم السلام۔!آج دیر کر دی؟''انھوں نے کچھ پ ڑھ کر صفا کے سر پ پھوک ماری تو صفا نے مسکرا کر ا جا۔ دیکھا۔اسکا موڈ کافی ہلکا پھلکا سا لگ رہا تھا۔

''امی۔آج کنسٹرکشن سائ ٹ پ جا تھا اسی لئے دیر ہو گئی۔''اس نے اپنا حجاب کھولا تو اسکے سنہری ل کسی آ ث ر کی ما ے تھے۔منال بیگم ا ے پل کے لئے اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔''کیا ہوا؟''اس نے اچنبھے سے دیکھا اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی لگا لیا۔کوئی نیوز چ ینل چل رہا تھا۔

''کچھ نہیں۔حالات اچھے نہیں ہیں۔اپنا خیال رکھا کرو۔''وہ اسکا حسین سرا پ دیکھ کر ٹھٹکی تھیں۔

''امی۔۔! حالات ہم خود بناتے ہیں۔''اس نے ٹ ک سے مکھی اڑائی۔

''نہیں میری بچی۔!تم جا نہیں ہو کہ زمانہ کس قدر ٓ اب ہے۔''

''امی۔!زمانے کو۔ انہیں کہتے۔کیو اللہ کہتا ہے کہ میں ہی زمانہ ہوں۔ہاں۔لوگ اچھے۔ ے ہوتے ہیں۔''اس نے مسکرا کر ا تصحیح کی تھی۔

''اچھا۔۔جو بھی ٓ اب ہے۔بس تم دھیان رکھا کرو اور عصر سے پہلے پہلے گھر واپس آ جا ے کرو۔''انھوں نے پھر سے فکرمندی سجا لی تو صفا ا ے گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''کھا ٓ لگاوں تمہارے لئے؟''سعدیہ کچن سے پ انی کا گلاس لے کر آئی۔

''نہیں۔تھوڑی دیر بعد ۔ ساتھ میں ہی کھا لیں گے۔''اس نے پ انی کا گلاس واپس تھماتے ہوئے کہا تو سعدیہ واپس کچن میں گم ہو گئی۔

''نوال شفیع کیس میں ہوئی پیش رفت۔آج رات سپریم کورٹ میں اس کیس کا فیصلہ متوقع۔''ٹی وی پ ہیڈ لائنز چل رہی تھیں۔

''اللہ اس بچی کو ا ف دلا دے بس۔'' یچہ بیگم نے افسوس سے ٹی وی سکرین کو دیکھا جہاں ا ی آدمی کو ہتھکڑیں لگا کر پولیس عدا ت لے کر جا رہی تھی اور میڈ ی بس ا ی ہی فوٹیج ر ر دکھائے جا رہا تھا۔ وہ ا ی نوجوان سا لڑکا تھا جس کی دن میں بیلٹ تھا اور جبڑے پ پلاسٹر لگا ہوا تھا۔

''امی۔ کیا کیس ہے یہ؟'' صفا نے ٹی وی میوٹ کرتے ہوئے یچہ بیگم سے پوچھا۔ وہ بس کالج اور آفس محدود ہو چکی تھی۔ د جہاں کی کوئی خبر نہ تھی اسکو۔

''بس ٹ کیا بتاوں۔ بچی کے ساتھ گینگ ری ۔۔'' یچہ بیگم پورا لفظ نہ ادا کر سکیں۔ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اور پھر وہ سرمئی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ یہ زخم ا سینوں پ لگا ہوا تھا جو کہ اب سور بن چکا تھا۔

''کک۔ کیا امی؟'' اس کے ہلے۔

''ہاں ۔۔ اور سنا ہے ملک کے طاقت ور ین لوگوں کے ٹ شامل ہیں اس میں۔ قریبا چار لوگ ہیں۔ ا ی پکڑا ی ہے۔ اب قیوں کا فیصلہ ہو قی ہے۔ اس لڑکے پ ا تاد وہے کہ وہ قی تینوں کے خلاف گواہی دینے کو تیار نہیں ہے۔ اب دیکھو آج کیا ت ہے۔ ا آج بھی اس نے گواہی نہ دی تو شا ی وہ لوگ ی ہو جا اور اس بچی کو ا ف نہ مل سکے۔'' انھوں نے مختصر ین الفاظ میں نوال شفیع کا کیس اسکے گوش ار کیا۔

''امم۔ امی۔! مجھے۔ جا ہے۔'' صفا کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ جلدی سے اپنا سکارف اٹھاتی ہوئی سیڑھیاں پ ھ گئی۔

''ص۔ صفا۔! کہاں جا رہی ہو؟'' یچہ بیگم کو اسکی فکر لاحق ہوئی۔ وہ کوئی بھی جواب دیے بنا سیڑھیاں پ ھ گئی۔

وہ آ ئ کے سامنے کھڑا اپنے ل بنا رہا تھا۔ مرجان منہ پھلائے کمرے میں داخل ہوا اور دھپ سے آ کر بیڈ پ بیٹھ ی۔ ا اہیم نے ل میں۔ ش پھیرتے ہوئے آ ئ میں ہی اسکا عکس دیکھا تھا۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟'' کچھ دیر اسکو دیکھنے کے بعد ا اہیم نے۔ ش پٹکا اور ا ی پ فیوم اٹھا کر سپرے کرنے گا۔

''منال کہہ رہی ہیں۔ جہاں جا ہے کھا کھا کر جایئے گا۔'' وہ یوں ہی ی پ زو پ بیٹھا تھا۔

''اچھا۔! اس میں اتنا منہ پھلانے کی کیا ضرروت ہے؟'' ا۔ اہیم نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کچھ ٹٹولا۔

''آپ جا ہیں میں کس ت پ اپ ٹ ہوں۔'' مرجان نے رخ پھیر کر کہا تو ا۔ اہیم نے دراز سے ا ی لفافہ نکال کر اپنی بلیو جینز کی ۔ میں اڑسا۔

''تو رہو اپ ٹ ۔! میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' وہ اب ی پ زو ھے کھڑا تھا۔ مرجان نے ٹ پ کر اپنے پ کی جا ۔ دیکھا۔

''یو کا ٹ ڈو دس ٹو می۔'' اسکی سیاہ آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔ ا۔ اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکا دیکھا تھا۔ تم مجھے ی پولیٹ نہیں کر ت ۔

''افف ۔۔'' مرجان نے ا ی گہری سانس خارج کر کے کندھے ادیئے۔ ''پلیز۔!'' اب وہ سما ت پ ا آ تھا۔

''او کے بعد میں ت کریں گے مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' ا۔ اہیم نے دروازہ کھولا تو وہ بھی چھلا لگا کر بیڈ سے ا ا۔ اور اسکے پیچھے پیچھے چل دی۔

''دادو۔! یہ گینگ ر پ کیا ہوتا ہے؟'' منال بیگم کچن سے واپس آ کر صوفے پ بیٹھیں تو قوت نے ریموٹ سے ٹی وی میوٹ کرتے ہوئے ان سے پوچھا۔ منال بیگم کا چہرہ پل میں سفید پ ۔

''کک۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟'' ا حلق میں کا چبھے تھے۔

''ٹی وی پ نیوز چل رہی تھی کہ گینگ ر پ کے ملزمان کو آج سزا ملنے کی امید ہے۔'' اس نے ا نے میں کندھے اچکا دیئے۔

''ت ۔ تم۔ تم۔ جاو۔ جا۔ کر اپنے پ۔ کو دیکھو۔'' انھوں نے اپنے خشک ہوتے ہو ں پ ز ن پھیری۔ یہ لفظ ایسا زہر آلود تیر تھا جو کلیجوں کے آر پ ر ہو جا یا کرتا تھا۔ ا بیٹی بھی تو اسی ظلم کا شکار ہوئی تھی۔ انھوں نے ٹی وی پ چلتی نیوز میں م پ ھا تو ا رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی۔ اگلے ہی لمحے منال بیگم کی آنکھیں آ وں میں ڈوب چکی تھیں۔ وہ نوال تھی۔ ''نن۔ نوال۔ ۔۔!'' انھوں نے حیرت سے اسکا م ز ہ دہرا۔ اور پھر جلدی سے اپنا فون اٹھا یا تھا۔ قوت ا ھا ت سمجھنے سے قاصر تھا۔

''السلام علیکم شر مین ۔۔!۔'' منال بیگم کی آواز لرز رہی تھی۔

''نن۔نوال۔!وہ ٹی وی؟'' ا الفاظ انکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''ہاں منال بہن۔! ا ہفتے سے زیدہ ہو ی بچی آئی سی یو میں ہے۔آج اسکا فیصلہ ہے۔''

'' ۔یہ ۔؟'' منال بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

''یونیورسٹی میں کوئی لڑکا پسند کرتا تھا۔اس بچی نے انکار کیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہ قہر ڈھایا۔'' شرمین کی ت نے منال بیگم کے پیروں تلے سے زمین نکال دی تھی۔

''کوئی ایسا کیسے کرسکتا ہے؟'' ا آواز لرز رہی تھی۔

''شکر کریں آپکی طرف اسکا رشتہ نہیں ہوا۔ورنہ آپ لوگوں کو یہ مکھی ٹ پتی۔'' شرمین کی ت پ منال بیگم کا چہرہ سرخ ہوا۔

''شرمین۔!تم ا عورت ہو کر ایسی ت کیسے کرسکتی ہو؟ رشتہ نہیں ہوا یہ اللہ کی مرضی تھی ۔'' وہ بول نہ سکیں۔

''اچھا۔!میں تو بے حس ہو رہی ہوں۔آپ بتا ا ا۔ اہیم سے اسکا رشتہ ہو جا تو کیا آپ لوگ بنا ا اسکو بہو؟ یہ ہونے کے بعد بھی؟'' وہ ط خ کر بولیں ت و منال بیگم کا ضبط جواب دے ۔

''ہاں۔ہاں۔ا رشتہ ہو جا تو بنا لیتی میں اسکو بہو شرمین۔!'' وہ دھاڑیں تھیں۔

''بس کرو منال بہن۔!. سوں سے رشتے کرواتی آرہی ہوں میں۔آج ایسا کیس نہیں دیکھا۔یہاں تو زرا سی تہمت لگ جائے تو لوگ نکاح توڑ دیتے ہیں اور تم کیا ت کر رہی ہو؟'' شرمین کے لئے یہ ت ہضم کر ممکن تھی۔

''بس کرو شرمین۔!جن لوگوں نے زخم کھائے ہوتے ہیں ن۔ا مرہم ر آتے ہیں۔'' انھوں نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ قوت خالی خالی آنکھوں سے ا دیکھ رہا تھا۔

ا۔ اہیم اپنے پورشن میں ہوتا تھا اسکے روم کے ساتھ مرجان اور قوت کا روم تھا۔جبکہ زہرا اور دینا کا کمرہ منال بیگم کے کمرے کے ساتھ تھا۔دینا کو سارا دن زہرا ہی سنبھالتی تھی۔ا۔ اہیم نے ان لوگوں کو اپنے پورشن میں رکھنا منا نہ سمجھا اس لئے وہ لوگ الگ روم میں تھیں۔جو کہ منال بیگم کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔وہ ہر نکلا تو زہرہ بھی دینا کو اٹھائے ا سامنے آئی۔وہ لوگ او ی منزل پ ہی تھے۔ا۔ اہیم نے مسکرا کر دینا کو زہرا سے لے لیا۔اور سیڑھیاں ا آ ۔جبکہ زہرا واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''میری پ کی سونے جاگنے کی روٹین تھوڑی الگ ہے۔'' وہ اسکے گال چومتا ہوا صوفے پ آبیٹھا۔دینا ابھی ابھی جاگی تھی۔مرجان بھی مایوس سا ہو کر اسکے ساتھ ہی ٹ ۔

''۔۔بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' قوت نے اپنی دانشمندی کا مظاہرہ کیا۔ا۔ اہیم نے ا نگاہ اس پ ڈالی۔اور ساتھ ہی اس نے دفعتا منال بیگم کو دیکھا جن کی آنکھیں نم تھیں اور ک رونے کے ش سرخ ہو رہی تھی۔

''ماما۔!کیا ہوا؟'' ا۔ اہیم نے پ یشانی سے ا جا دیکھا۔

''۔۔ا لڑکی کے ساتھ گینگ ر پ ہوا ہے دادو اسکی وجہ سے اپ ٹ ہیں۔'' قوت نے اطمینان سے اپنے پ کو بتا تو ا۔ اہیم کا رنگ فق ہوا۔

''تم سے یہ ت کس نے کیں؟'' اس کی رگیں ابھریں تھیں۔

''میں نے ٹی وی میں دیکھا۔وہی تو میں دادو سے پوچھ رہا تھا کہ گینگ ر پ کیا ہوتا ہے؟'' اس نے آنکھیں مٹکا تو منال بیگم نے تاسف سے ا۔ اہیم کی جا دیکھا۔اس نے حیرت سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھا۔

''میں نے کچھ نہیں کہا اس سے۔'' انھوں نے دوپٹے سے ا رپھر اپنی آنکھیں رگڑیں۔

''ہم۔تم لوگ جاو جا کر اپنا ہوم ورک مکمل کرو۔'' ا۔ اہیم نے ا نگاہ ان دونوں پ ڈالی تو وہ لوگ آرام سے اٹھ کر چلے گئے۔ا۔ اہیم نے ا رپھر سے منال بیگم کا

ا ا چہرہ دیکھا۔

''ماما۔! اللہ بہتر کرے گا۔'' ا. اہیم کے پ س کہنے کو کچھ نہ تھا۔

''اللہ تو بہتر ہی کرتا ہے ا. اہیم۔. اتو لوگ کرتے ہیں۔'' انھوں نے ا ہچکی لی تو ا. اہیم کا دل کئی ٹکڑوں میں. ٹ ۔ یقیناً اس کیس نے ان . کے زخم ہرے کر دیئے تھے۔

''ماما۔! اسکوا ف ضرور ملے گا۔ آپ پلیز پ یشان نہ ہوں۔'' ا. اہیم نے دینا کا سر چوما۔ وہ ا . ت تھا اور کسی بھی . پ کے لئے ایسی خبر کو ہضم کر ا ٹ ا امتحان تھا۔ وہ بھائی کے ن طے ا زخم اپنی روح پ لگائے پھر رہا تھا۔ اور اب اسکی گود میں اسکی بیٹی تھی۔

ن یجہ بیگم پچھلے بیس منٹ سے اسکے کمرے کے . ہر کھڑیں دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں۔

''صفا۔! پلیز دروازہ کھولو میری جان۔!'' انھوں نے بے بسی سے ا . رپھر پکارا۔ ا رخاموشی رہی اور یہی خاموشی ا ہلکان کر رہی تھی۔ ''سعدیہ۔! چابیاں ملیں نہیں؟'' انھوں نے پلٹ کر لاونج میں چابیاں ڈھونڈتی ہوئی سعدیہ کو ا . رپھر سے آواز دی تھی۔

''ڈھونڈ رہی ہوں۔'' سعدیہ ہڑ. ٹ ی میں ادھر ادھر ہاتھ مار رہی تھی چابیاں نہیں مل رہی تھیں۔

وہ کمرے کے دروازے کے ساتھ لگی بیٹھی جھول رہی تھی۔ اسکی آنکھیں بند تھیں اور اس نے اپنے دونون . زوں اپنے ٹ ن کے دپھیلا رکھے تھے۔

''آئی ایم سوری۔ سوری سجل۔! آئی ایم سوری۔! سوری سجل۔!'' بس یہ دو جملے تھے جو اسکی ز . ن پ جاری تھے۔

''صفا۔! میری بچی دروازہ کھولو پلیز۔!'' ن یجہ بیگم کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں اسکو کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ اسکی آنکھیں ا ہی نقطے پ سا تھیں وہ فضا میں کہیں گھورے جا رہی تھی اور بس ا ہی . رد ہرا رہی تھی

''آئی ایم سوری۔ سوری سجل۔! آئی ایم سوری۔! سوری سجل۔!''

''صفا۔! ا کا واسطہ ہے دروازہ کھولو۔!'' ن یجہ بیگم دروازے کے ساتھ ہی ڈھے گیں۔ وہ بے بس ہو چکی تھیں۔

''آئی ایم سوری سجل۔! ا ۔ ا اس دن ہم ساتھ نہ ہوتیں تو زاو رہمیں لے کر نہ آ اور نہ ہی وہ . ہوتا۔'' وہ ہر چیز کی قصوروار خود کو ٹھہرا رہی تھی ہالا وہ بھول گئی تھی کہ وہ سجل ہی تھی جو اسکو شاپنگ کے لئے لے کر گئی تھی۔ سیلف بلیمنگ ا ن کو اپنا ہی . سے ٹ ا اور ن قابل معافی مجرم بنا دیتی ہے۔ اور صفا بھی اس وقت اس سیلف بلیمنگ کی کھائی میں . ی طرح ح چکی تھی۔ اسکے سامنے بس اسکا نقصان تھا۔ اسکی سجل کے ساتھ ظلم ہوا تھا اور یہ ظلم کرنے والا صفا کا بھائی تھا۔ بس اس کی سوچیں اسی نقطے پ آ کر ٹ گئی تھیں۔

''میں۔ میں بھی تمہارے پ س آ رہی ہوں سجل۔! ہاں۔ ہاں میں تمہارے پ س آ رہی ہوں۔'' وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر کچھ تلاش کر رہی تھی۔ اور گلے ہی لمحے اسکی اپنی سائیڈ ٹیبل پ رکھے ا گلاس واس پ گئی جس میں چند پھول رکھے ہوئے تھے۔ صفا نے اپنی خشک آنکھیں ر ٹ یں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے میں ہلچل ہوئی تو ن یجہ بیگم بھی ہڑ. ٹ ا کر اٹھیں۔

''صفا۔! صفا۔ دروازہ کھولو۔'' وہ ا . رپھر پوری قوت سے دروازہ بجا رہی تھیں۔

جبکہ ا رکا منظر کچھ اور ہی داستان سنا رہا تھا۔ فرش پ کانچ بکھرا ہوا تھا اور وہ ا کانچ کا ٹکرا اپنی شہ رگ پ رکھے کھڑی تھی۔ اسکی آنکھوں سے اب آ رواں تھے کہ اسکے سامنے ا وجود ظاہر ہوا۔

''صفا۔۔! میری جان۔! کیا کر رہی ہو تم؟'' اس لڑکی کی آنکھوں میں ستارے روشن تھے اس نے صفا کے چہرے پ بکھرے سنہری . لوں کی ا ٹ ہٹائی۔

''تم۔ تم۔ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ اب میں بھی تمہارے پ س آ جاوں گی سجل۔!'' وہ آ وں سے ت چہرہ لئے مسکرائی۔ اس وقت پوری د میں اس مسکراہٹ سے ز دہ لہولہان کوئی شے نہ تھی۔ ''نہیں صفا۔! میری جان۔! ایسے نہیں کہتے۔!'' اس نے ہاتھ ٹ ھا کر صفا کے آ صاف کئے۔

''تم تو میری بہن ہو ں۔ اور مجھے اپنی بہن ز ہ چاہیے۔ اس لئے تم جیو گی اور ہمیشہ خوش رہو گی'' وہ اسکے آ صاف کر رہی تھی انکھوں کا در خالی ہونے کو تھا۔

''نہیں سجل۔! کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ورنہ میں تمہاری دو ہوتی۔اور نہ زاویر کی تم پٹتی۔اور نہ۔اور نہ۔'' وہ کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کانچ کا ٹکڑا ہنوز شہ رگ پہ ٹکا ہوا تھا۔

''نہیں صفا۔۔!اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔اور زویر بس ایک نام نہیں ہے۔بلکہ یہ ایک کردار ہے جو ہماری دنیا میں ہر محلے اور ہر شہر میں پایا جاتا ہے۔یہ کردار ہمارے اردگرد یوں ہی موجود رہیں گے اگر ہم نے اس کا قلع قمع نہ کیا۔''

''سجل۔!''

''اب کچھ نہیں تم میری جان ہو۔تمہیں جینا ہے۔تمہیں خوش رہنا ہے۔'' وہ اسکے بالوں پر سے چہرے سے ہٹا رہی تھی۔صفا نے پلکیں جھپکیں تو منظر خالی تھا۔

''سسسجل۔سجل۔۔!کہاں ہو تم؟ ابھی تو یہیں تھی۔سجل۔!'' وہ چیخی تھی۔!اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کانچ کی گرفت مظبوط کی تھی۔

''صفا۔!تمہیں سجل کی قسم ہے دروازہ کھول دو۔۔'' بیجہ بیگم کی چیخ اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔اس پل اب اس کا کانچ کو حرکت دینا حرام ہو گیا تھا کیونکہ اسکو سجل کی قسم دے دی گئی تھی۔وہ اپنی جگہ منجمند ہوئی۔اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔بیجہ بیگم نے اسکی حالت دیکھی تو اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ دبائی تھی۔

''صفا۔۔!صفا میری بیٹی۔!'' وہ بھاگ کر اسکے پاس پہنچی تھیں اور اس سے وہ کانچ کا ٹکڑا لے کر پھینکا۔وہ کسی مجسمے کی طرح کھڑی تھی۔بیجہ بیگم نے اسکو خود میں ہی بھینچ لیا تھا۔

کمرہ عدالت میں اس وقت کاروائی چل رہی تھی۔کٹہرے میں وہ ٹوٹے جبڑے والا لڑکا اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑا تھا۔اور وکیل اس سے سوال جواب کر رہا تھا۔

''اس دن آپ کے ساتھ اور کون کون تھا؟'' اپنا سوال کیا تو اس لڑکے نے گھبرا کر سامنے بیٹھے اپنی طاقت ور شخص کے اسسٹنٹ کو دیکھا تھا۔

''بولیں۔!'' وکیل نے سوال کیا تو وہ دوبارہ متوجہ ہوا۔

''جی۔وہ۔میں تھا اور تین اور لڑکے تھے۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''اور وہ باقی تین کون تھے؟'' اگلا سوال آیا تھا اور اس لڑکے نے پھر سے اس آدمی کو دیکھا تھا جو کہ اب اپنی آنکھوں میں وارننگ لئے بیٹھا تھا۔اس نے دن موڑ کر وکیل کو دیکھا تو اسکے جبڑے میں عجب ٹیس اٹھی تھی جس نے اسکو خود پہ قہر دلا دیا۔اس شخص کے قہر کے سامنے اسکو موت بھی قبول تھی۔

''شہریار،جنید اور کاشف۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے وکیل کو نام بتائے تو پورے کمرہ عدالت میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔

''آرڈر۔!آرڈر۔!کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟'' جج نے اپنی تیکھی نگاہ اس کٹہرے میں کھڑے لڑکے پہ ڈالی۔

''یور آنر۔یہ خود اپنا گواہ ہے۔اور مجرم بھی۔'' اسکیوٹ نے جج کو ہوش دلایا۔جج بھی طرح بھڑکا۔

''عدالت صرف ثبوتوں پہ یقین رکھتی ہے۔'' جج نے ہٹ دھرمی دکھائی تو اسکیوٹ نے سر جھٹکا۔

''یور آنر۔!اپنا مجرم اپنے ساتھیوں کا وعدہ معاف گواہ بن رہا ہے اور آپکو ابھی بھی ثبوت چاہیں؟'' اسکیوٹ تپا تھا۔عدالت میں لوگ پھر سے کھسر پھسر کرنے لگے۔۔تو کیا جج بھی گورنر سے خوفزدہ ہے؟ ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے۔

''عدالت کو ٹھوس ثبوت چاہیے۔'' جج اپنی بات پہ قائم رہا تو اسکیوٹ کے جبڑے تن گئے۔کمرہ عدالت میں کچھ دیر سناٹا چھایا تھا کیونکہ ان لوگوں کو لگتا تھا کہ اپنا وعدہ معاف گواہ کی موجودگی میں مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔شفیع صاحب خود وہاں موجود تھے۔جو کہ اب اسکیوٹ کی جانب بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔

''ثبوت ہیں یور آنر۔!'' اس سناٹے کو بھاری مردانہ آواز نے توڑا تھا۔سب نے ٹھٹک کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو آدمی پچھلی نشست سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔اسکے سر پہ پٹی تھی۔اس نے وہ پٹی ہٹائی اور چہرہ زرا اوپر اٹھایا تو کوسا پسینہ۔اور کٹہرے میں کھڑے اس لڑکے کے گلے میں اپنی گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

''آپکو جو بھی کہنا ہے کٹہرے میں آ کر کہیں۔'' جج نے گواری سجائے اس سے کہا۔

''نہیں۔!میں کسی کی عدالت میں جواب دہ نہیں ہوں۔میں بس یہاں ثبوت دینے آیا ہوں۔'' کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اپنا لفافہ اسکیوٹ کے ہاتھ میں تھما

دیـ۔وہ پلٹا تو شفیع صا . نے نم آنکھوں سے اسکی جا . دیکھا۔کیا نہیں تھا آنکھوں میں۔۔بے بسی۔تشکر۔اور شرمندگی۔!

. ان لوگوں کو معلوم ہوا تھا کہ ا. اہیم نے خیام قریشی کی بیٹی سے نکاح کیا ہے تو وہ سفیان گورسی کے پ س آئے تھے اور ا بہت سنا کر گئے تھے۔اور آج وہی ا. اہیم ا بیٹی کو ا ف دلانے کے لئے ثبوت پیش کر رہا تھا۔وہ سر جھکا گئے ۔ا. اہیم جا کر واپس اپنی نشست پ بیٹھ ۔

وکیل نے وہ لفافہ کھول کر دیکھا تو اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اس نے خود جا کر سارے سی سی ٹی وی کیمرے پ کئے تھے اسکو یہ . کیوں نہیں آ تھا؟ اس نے الجھ کر ا نگاہ پ سکون سے بیٹھے ا. اہیم پ ڈالی۔کیا تھا وہ شخص؟اور پھر وہ لفافہ جج کی جا . ٹھادیـ۔یہ اس کمرے کی تصاو یں تھیں جہاں نوال کے ساتھ ظلم کی داستان رقم ہوئی تھی۔اور ان تصاو یں ان چار لوگوں کو واضح دیکھا جا سکتا تھا۔

''یور آ یہ جھوٹ ہے۔سراسر۔''ڈیفینس کو اب ہوش آ تھا۔ ق تین لوگ پیش نہیں ہوئے تھے انکا بس وکیل ہی پیش ہوا تھا۔

''افففف۔وقت بہت قیمتی شے ہے۔''پچھلی نشتوں سے آواز آئی تو . نے مڑ کر دیکھا۔اور جج نے اپنے چشمے کے شیشیوں سے ا تیکھی سی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔ وہ دن ا جا . ائے بیٹھا تھا۔ا لمحے کے بعد وہ اٹھا اور اپنی . . سے ا یواس بی ڈرائیو نکالی اور وہیں سے ڈیفینس کی جا . اچھال دی۔اس وکیل نے ہڑ ٹا کر وہ یواسی بی اچک لی۔کچھ د یـ بعد وہ ڈراو ئیو وہاں موجود سسٹم میں لگائی گئی۔اور ا. اہیم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اپنی ہڈی دو . رہ اپنے سر پ ائی اور ا ما اماچلتا ہوا کمرہ عدا ت سے . ہر نکل ۔ کو وہاں پتھر کا مجسمہ بنے چھوڑ کر۔

کیو اس فوٹیج میں جج کو رشوت ت ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔

ا روشن سی صبح کر داوی مینشن پ ا ی تھی۔موسم بہتر ہو رہا تھا۔اب خنکی میں کمی آ گئی تھی۔گیٹ کھلا تو وہ اپنے ے ٹ اوزار اور سیاہ ٹی شرٹ میں ملبوس . ہر سے جا گنگ کر ہوا آ رہا تھا۔آسمان پ تھوڑی تھوڑی روشنی پھیل چکی تھی۔

''السلام علیکم۔!''تمام گارڈز نے اسکو سلام کیا تو سر کے خم سے جواب دیتا ہوا تیز تیز قدم اٹھا ا ر داخل ہوا۔لاونج میں قدم رکھا تو ا زم پہلے ہی ہاتھ میں ا ٹے لئے کھڑا تھا جس میں فریش جوس تھا۔اس نے وہ جوس کا گلاس اٹھا اور وہیں صوفے پ بیٹھ ۔

''السلام علیکم سر۔!''ا انی آواز نے اسکو متوجہ کیا تو اس نے چو کر دیکھا۔وہ اپنی وائ ڈ ڈریش شرٹ اور سیاہ سکرٹ میں ملبوس تھی۔

''وعلیکم السلام۔''اس نے ا تفصیلی جائ ہ لیا تھا۔

''سر یہ آپکے پیسے۔!''اس نے ا دلکش مسکان سجائے ا لفافہ اسکی میز پ رکھا تو حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''پیسے؟''اس نے . سمجھی سے پوچھا تو عینا گہرا مسکرائی۔

''سر پینتیس سو ڈالرز۔!''اس نے پ سکون سے ا ازمیں بتا ت کہ اسکو اسکی آزادی کا پ وانہ مل سکے۔

''ہمم۔کہاں سے آئے؟''اس نے محظوظ ہوتے ہوئے وہ لفافہ اٹھا ۔

''وہ۔''عینا نے پلکیں جھپکیں۔

(''سیل۔سیل۔سیل۔پ نچ سو ڈالرز کا بیگ صرف تین سو میں۔''اسکے کانوں میں اسکے اپنے ہی الفاظ گونجے تھے۔وہ اپنی ساری شاہنگ آدھی قیمت میں ت آئی تھی۔جو پیسے کم پڑے تھے وہ اس نے اپنا لیپ ٹ ت کر پورے کر لئے تھے۔جیسے کر کے اس نے وہ رقم جمع کر لی تھی۔)

''ہمم۔امپریسو۔! آپکی ا ہفتے کی تنخواہ بھی تو ہے ن۔''حسن نے مسکرا کر پیش کش کی تو عینا کو لگا کہ اسکی کوئی نیکی کام آ گئی ہے۔اسکو آج قدرت پ بے تہاشا پیار آ تھا۔

''رہنے دیں سر۔وہ۔وہ رہنے دیں بس۔۔''اس نے ٹ ے دل کا مظاہرہ کیا تو حسن نے ا. واپکا کر دا دی۔

'' حساب میں وہ بھی ایڈ کر تے ہیں ن۔''کہتے اس نے اپنا مو ئل نکالا۔تو عینا کے مسکراتے ہوئے . سمٹے تھے۔

''حِ۔حساب؟ کیسا حساب؟ پورا ہوتو َ ۔ بلکہ میں نے آپکو اپنی ا ۔ ہفتے کی سیلری بھی چھوڑ دی۔تو ا ف کے ساتھ ساتھ میں نے احسان بھی کر دی۔''عینا نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ اسکو ساری تفصیل سمجھائی تو حسن کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔عینا کو خطرے کی گھنٹی بجتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔وہ تیز تیز مو ئل کے کیلکولیٹر پ کچھ ہند سے ٹ پ کر رہا تھا۔

''ہم۔۔سارا حساب کرنے کے بعد بقایا. الا دار قم ہے۔''اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا اور سر اٹھا کر عینا کے ت ات دیکھے۔عینا کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہاں حیرت تھی اور غیر یقینی تھی۔وہ ت چھا سا مسکرا ۔''ڈیڑھ لاکھ ڈالرز۔۔''جملہ مکمل ہو َ ۔اور عینا کی سانس رک گئی۔

''ڈ۔ڈیڑھ لاکھ؟''اس نے بے یقینی سے اس سفاک ا ن کا مسکرا ہوا چہرہ دیکھا جہاں بلا کی معصومت سجی ہوئی تھی۔

''جی. لکل۔!ڈیڑھ لاکھ ڈالرز۔''اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''ا منٹ۔!میں نے صرف پینتیس سو ڈالرز کی شاپنگ کی تھی۔''عینا نے بے بسی سے احتجاج کیا۔

''میڈم۔!آپ نے کارڈ گم کیا ہے۔جس نے وہ کارڈ اٹھایا ہے وہ مسلسل اس کارڈ سے شاپنگ کر رہا ہے۔تو جتنی رقم کارڈ سے جائے گی وہ آپ پے کریں گی ن۔'' اس نے اپنی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں مٹکا ۔عینا کا دل کیا کہ اس شخص کا قتل کر کے پھا پ ڈھ جائے کیو وہ جیتے جی. تو قرض ا ر پئے گی اور. ہی اس سے جان چھڑوا پائے گی۔

''سس۔سر۔!''عینا نے تھوک نگلا۔''میں نے آپ سے کہا تھا. کہ کارڈ بلاک کروا دیں۔''اس نے جبڑے بھینچ لئے تھے اب عینا کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

'' میں گم ہوئی چیزوں کا ر ڈ نہیں ر ت۔جو َ یہ سو َ ۔''اس نے پ سکون ا از میں کندھے اچکا دیئے۔

مارے ضبط کے عینا کے جبڑے. ہم پیو ت ہو چکے تھے۔اسکی پھولی. ک بتا رہی تھی کہ وہ اس شخص کا خون کرنے سے َ نہیں کرے گی۔اور وہ اس منظر سے اچھا خاصہ لطف ا وز ہو رہا تھا۔

''سر۔!تو پھر اس رقم کا حساب کیوں؟''اس نے بمشکل الفاظ ادا کئے تھے غصے کے مارے اس سے بولنا محال ہو رہا تھا۔

''ا َ تم میرا کارڈ لوٹ نے نہ آتی اور واپسی کا دعوہ نہ کرتی تو جانے دیتا۔یو سیڈ یوول پے۔۔سو پے۔''اس نے کندھے اچکا دیئے اور عینا نے کندھے َ ا دیئے۔

دوپہر ہو رہی تھی اور وہ اس وقت اپنے فارم ہاوس پ تھا۔

''ہاں بولو۔!''وہ بیڈ کراون سے ٹیک لگائے پ سکون سا دراز تھا۔

''سر۔!وہ تینوں بیسمنٹ میں پہنچ گئے ہیں۔''عاصم نے بتا تو ا. اہیم کے چہرے پ ا پ سکون مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''ہم۔اب ا. اہیم گورسی کا ا ف د ا ۔ر پھر سے دیکھے گی۔۔''کہتے ہوئے اس نے آنکھیں مو لیں۔

''اور سر اس چوتھے کا کیا کر ہے؟''

''ظاہر ہے وہ بھی ان تینوں کے ساتھ ہی مرے گا۔''اسکے اطمینان میں زرا کمی نہ آئی۔عاصم واپس َ ۔۔وہ اسی حا ت میں پ سکون سا ٹ رہا کہ اچا ک اسکے مو ئل پ ا ای میل آ ۔اس نے ٹھٹک کر فون اٹھایا۔اور ای میل کھولا۔ جیسے جیسے ای میل کھلتا َ ا. اہیم کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔غیر یقینی سی غیر یقینی تھی۔ وہ ا خلع کا نوٹیفیکیشن تھا۔

سکول لان میں آج پھر سے یقوت اور مرجان ا بینچ پ بیٹھے تھے۔

''آ ۔نہیں آئی آج کیا؟''یقوت نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مرجان سے پوچھا۔

''ڈونٹ نو۔''مرجان نے کندھے اچکا دیے۔

''وہ ٹھیک تو ہے؟ وہ کہتی تھی کہ وہ چھٹی نہیں کرتی۔'' یقوت فکرمند سا تھا۔ وہ نئی نئی دو ۔ اسکو پسند آئی تھی۔

''مجھے کیا پتہ ہوگا؟ میں اسکا ڈی گارڈ تھوڑی ہوں؟'' مرجان نے کر ۔ لہجے میں کہا تو یقوت نے َ دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''بھائی۔! تم پہلے تو ایسے نہ تھے۔'' یقوت نے ۔ سف سے اسکو دیکھا۔ مرجان سر جھکائے ہی بیٹھا رہا۔ ''کیا ہوا ہے مرجان؟ میرے بھائی کیوں اس طرح ہو گئے ہو تم؟''

''کس طرح ہو َ یہوں۔'' مرجان نے الٹا سوال گھما۔

''اس طرح کے۔ بہت زیادہ ۔ لحاز اور عجیب کر ۔ سے۔ پہلے تم ایسے نہ تھے۔''

''پہلے بہت کچھ نہیں تھا۔ وقت کے ساتھ ہم ۔ ل جا یکرتے ہیں۔''

'' ہمیں اپنا اصل نہیں کھو ۔ چاہیے۔ ہمیں خوشی میں اور غم میں۔ صحت میں اور بیماری میں۔ کامیابی میں اور مایوسی میں اپنا اصل نہیں کھو ۔ چاہیے مرجان۔!''

''وقت ہم سے ہماری پہچان چھین ۔ ہے یقوت۔ ۔ لکل جیسے مرجان سے چھین ۔ ہے۔'' اس نے پ وں سے مٹی کھر چتے ہوئے کہا تو یقوت شل رہ َ ۔

''مرجان۔! تم ا ۔ ا ن ہو۔ جیتے جاگتے ا ن۔ تم خود کو ا ۔ پتھر سے کیسے کر ۔ ہو؟''

''میں پتھر ہی ہوں۔ میں مرجان ہوں۔'' اس نے اپنی گہری سیاہ اور ر ۔ آنکھوں سے یقوت کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔ یقوت سا ۔ رہ َ ۔ آج پھر سے اسکے سامنے پ ا مرجان تھا۔ وہ شا ۔ اپنے اصل پ واپس آ رہا تھا۔

''ہائے۔۔!'' وہاں ا ۔ تیسری آواز گو توان دونوں نے چو ۔ کر دیکھا۔ ''سوری۔! میں اپنی ا ۔ دو ۔ کا ہوم ورک کر رہی تھی اس لئے مجھے د ۔ ہو گئی۔ تم دونوں نے مجھے مس تو کیا ہوگا ۔ ں؟'' آ ۔ ۔ نے اپنی نیلی آنکھیں مٹکا تو یقوت کھل کر مسکرا ۔

''ہاں۔ کیا تھا۔ آ جاو۔'' کہتے وہ کھسک َ اور آ ۔ ان دونوں کے پ س بیٹھ گئی۔

''ویسے۔ تم اپنی دو ۔ کا ہوم ورک کیوں کر رہی تھی؟'' یقوت نے کچھ د ۔ بعد پوچھا جبکہ مرجان معمول کے مطابق دوسری سمت میں دیکھنے لگا۔

''وہ۔ دراصل۔'' آ ۔ ۔ نے اپنے دا ۔ ہاتھ سے اپنے ۔ ہاتھ کی انگی پکڑ کر مسلی۔ وہ کچھ ن سی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟ کیا ۔ ٹھیک ہے؟'' یقوت کو اسکی ۔ ڈی لینگوئج عجیب لگی۔

''ہاں۔ ویسے ہی۔'' آ ۔ ۔ نے کندھے اچکا دیئے تو یقوت نے ۔ میں سر جھٹکا۔ وہ کچھ چھپا رہی تھی ان کی دوستی ابھی اتنی بھی گہری نہ تھی کہ وہ ا ۔ ساتھ اپنی ذاتی ۔ تیں شیئر کرتی۔ ابھی وہ جو شیئر کر رہی تھی وہی کافی تھا۔ اس لئے یقوت نے مز ۔ بحث نہ کی اور ادھر ادھر کی ۔ تیں کرنے لگا۔

''واٹ دا ہیل؟'' ا۔ اہیم کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں وہ اپنے مو ۔ ئل پ وہ خلع کا نوٹ ۔ ۔ ش ۔ دیکھ رہا تھا۔ ا۔ اہیم بیڈ سے ا ۔ ا۔ وہ اپنے ۔ لوں میں ا َ ۔ ں دھنسائے کھڑا تھا۔ ''اس لڑکی کا دماغ ۔ اب ہے کیا؟ میں تو اسکو خود طلاق دے رہا تھا اس نے مجھے اتنا مینٹلی ٹ ر پ کیا کہ میں پ ہو َ ۔ اور آج۔ آج یہ خلع کے نوٹس بھیج رہی ہے؟'' وہ جبڑے بھینچ کر رہ َ ۔ اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ آ ۔ ہو کیا رہا ہے۔ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی۔ ''ہم۔ صفا قریشی تمہیں اسکا جواب دینا ہوگا۔'' وہ پیروں میں جوتے پہنتا اپنی چابی اٹھاتا وہاں سے نکل َ ۔

کالج میں آ ۔ ی لیکچر چل رہا تھا۔ ٹیچر آج دس منٹ پہلے ہی چلی گئی تھی اس لئے ۔ لڑکیاں آپس میں بیٹھیں ۔ تیں کر رہی تھیں اور کچھ کلاس روم سے جا چکی تھیں۔ وہ اپنی ڈ ۔ بیٹھی کچھ ۔ مکمل نوٹس مکمل کر رہی تھی۔ کہ شیزا اسکے پ س آئی۔

''ہائے۔ کیسی ہو؟'' اس نے مسکراہٹ سجائے کہا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ صفا کو پچھلی تمام ۔ تیں یاد آ گئیں۔ اسکو دیکھ کر صفا کا حلق ٹ واہوا۔ صفا کچھ نہ بولی تو وہ خود ہی اسکے پ س آ کر ٹ گئی۔ ''ویسے۔! میں نے سنا ہے کہ وہ۔ کیا ۔ م تھا۔ ا۔ اہیم۔ ہاں وہ پ کستان آ ہوا ہے۔ قات ہوئی تھی کیا؟'' اسکی ۔ ت پ صفا کے نوٹس پ چلتے ہاتھ رکے۔ اس نے ۔ بھینچ لیے۔ ''ر۔ ایسی بھی کیا ۔ ت ہے کہ تم کچھ شیئر ہی نہیں کرتی؟ بتاو بتاو۔ پھر ہوئی قات؟ ہائے۔ کیسے ملی تھی تم اس سے؟ شوہر ہے آفٹر آل۔ تم اسکے ۔ م

بیٹھی ہو۔ افسوس سنا ہے کہ وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ آ ہے۔''

''تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے دوسروں کی لائف میں جھانکنے کے علاوہ؟'' صفا نے لآ بھینچے جواب دیا۔

''ہے ں۔ مجھے تو بہت کام ہے۔ بھئی ابھی ڈ ی مکمل کرنی ہے اور کریئر بنا ہے۔ دوسروں کی طرح شادی نہیں کرنی۔''

''دوسروں کی طرح سے کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اب صفا نے اپنا دیا اور پوری طرح اسکی جا مڑی۔

''لوگ کم عمری میں ہی شادیں کر دیتے ہیں لڑکیوں کی اور وہ بس شوہر اور بچے سنبھالتی ہیں مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔ اور تم خود کو ہی دیکھ لو۔ سچ پوچھو تو افسوس ہوتا ہے تمہاری سچوئیشن پ۔ تم طلاق کیوں نہیں لے لیتی اب تو۔ لہ بھی۔'' وہ کہتے کہتے رکی اور رازدارنہ ازاپنایا۔

''سنا ہے تمہارے بھائی کو۔ اہیم نے مارا ہے؟'' اس نے سرگوشی کی تو صفا کے تو تن ن میں آگ لگ گئی۔

'' ''صفا نے انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کیا تو شیزا نے ا واچکائے۔

''صفا بی بی۔! ابھی تو شروعات ہے۔ کس کس کو جواب دو گی؟'' وہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جن لوگوں کی اپنی زگی کچرے کا ڈھیر ہوتی ہے ا بس دوسروں کی زگی میں جھانکنے کا شوق ہوتا ہے۔ بہتر ہے اپنی زگی سے کچرا صاف کرو۔ اور اپنی تعمیر پ فوکس کرو۔'' صفا کتابیں سمیٹتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ شیزا نے پلٹ کر کچھ کہنا چاہا کہ دروازہ کھلا نے مڑ کر دیکھا۔

''صفا بی بی۔! آپ سے ملنے کوئی گیٹ پ آ ہے۔'' وہ پیون تھا۔ صفا نے الجھ کر دیکھا کیو ڈرائیور اسکو میسج کیا کرتا تھا۔ اور اکثر تو وہ لیٹ ہی ہوا کرتا تھا صفا کو خود فون کرنا پڑتا تھا۔ شیزا واپس اپنی جگہ پ چلی گئی کیو چھٹی کی گھنٹی بج چکی تھی۔

جلد ہی گیٹ پ رش ہو ۔ وہ اپنا بیگ سنبھالتی ہوئی اما اما چلی آ رہی تھی۔ جبکہ سامنے وہ آگ کا گولہ بنا ہوا ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ صفا نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ اسی کی جا دیکھ رہا تھا۔ صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ وہ آج سفید قمیض شلوار میں تھا۔ ہاتھ میں ڈھیلی سی گھڑی اور آنکھوں پ دھوپ سے بچنے کے لئے چشمہ۔!

''ایبو؟'' صفا نے ز اسکا م دہرایا۔ وہ کچھ فاصلے پ بنے کھڑی تھی۔ لڑکیاں اسکے پ س سے رکر کر جا رہی تھیں اور اپنی اپنی و میں سوار ہو رہی تھیں۔ شیزا بھی اسکے پ س سے ری تو اسکو یوں اپنی جگہ بنے دیکھا تو اس نے صفا کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔

''اوہ۔! تو مسٹر گورسی آئے ہیں۔ اپنی بیوی کو ے'' وہ اسکو کہنی مارتی وہاں سے نکل گئی۔ صفا نے دا بھینچ کر اسکی جا دیکھا وہ جا چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ کھڑی رہی تو سامنے کھڑے شخص نے اپنا مو ئل نکالا اور کچھ ٹ پ کیا۔ ادھر صفا کا فون رہا ہوا۔ اس نے اپنے بیگ سے فون نکالا۔

'' پ چاپ ہر آو۔ مجھے تم سے ت کرنی ہے۔''

'' کون سی ت؟'' اس نے جوابی میسج بھیجا تو ا اہیم نے فوراً پڑھا۔ اسکے ت ات بتا رہے تھے کہ کچھ ٹ ہے۔ اس نے اپنا چشمہ اتارا تو صفا کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ وہ انگارہ آنکھیں لئے اسی جا گھور رہا تھا پھر اس نے کچھ ٹ پ کیا۔

''ہر آو۔ ورنہ ا م تم جا ہو۔'' صفا نے میسج پڑھا تو اسکو آج پھر سے اس سے خوف آ تھا۔ وہ ایسے کیوں بول رہا تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پ آ ے اپنے حجاب کے ایک کونے سے صاف کیا اور مو ئل واپس بیگ میں رکھا۔ وہ چلتی ہوئی اسکے پ س آئی۔

''گاڑی میں بیٹھو جا کر۔'' اس نے رخ موڑے ہی کہا۔ صفا کا حلق خشک ہوا۔ وہ سامنے کھڑے شخص سے بحث کر کے یہاں کوئی تماشا نہیں چاہتی تھی سو پ چاپ جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ا اہیم کچھ دیر وہاں کھڑا رہا۔ اور پھر اپنا چشمہ لگاتا وہاں سے واپس آ ۔ وہ پچھلی ٹ پ بیٹھی تھی۔ ا اہیم نے اسکی جا کا دروازہ کھولا۔ صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔ ''آگے آ کر بیٹھو۔'' وہ گاڑی کا دروازہ پکڑے کھڑا تھا۔

''آ۔ آپ۔ کو۔ جو ت کرنی ہے یہیں کر لیں۔'' اس نے اپنی آواز کی لرزش چھپانے کی پوری کوشش کی تھی۔

''ہر آو۔'' اس نے سختی سے کہا تو صفا ہر آ گئی۔ اور آ کر فرنٹ ٹ پ گئی۔ ا اہیم دوسری جا سے آ اور اس نے گاڑی دی۔

''کیا کہنا ہے آپ نے؟'' کچھ دیر بعد صفا نے دو رہ پوچھا تو اس نے دن موڑ کر ا سخت نگاہ اس پ ڈالی۔

''کیا ہر وقت گھورتے رہتے ہیں؟ کوئی اور کام نہیں ہے؟'' صفا نے ٹوک پھلائے کہا تو ابیم نے ابرو اچکائے۔

''یہ آنکھیں۔ اسنبھال کر رکھیں۔ کبھی ابرو اچکاتے ہیں تو کبھی ان سے شعلے برساتے رہتے ہیں۔'' صفا نے اسکی آنکھوں کی جانب اشارہ کیا۔ ابیم نے پلکیں جھپکیں۔ کچھ کہا نہیں۔ ''ہاں اب بولتی بند ہوگئی۔'' صفا نے رخ موڑ لیا تو اس نے جھٹکے سے گاڑی روک دی صفا ہل کر رہ گئی۔ ''کیا کر رہے ہیں؟ ٹھوک دیں گے۔'' صفا نے ونڈسکرین کے پار جھانکا۔ ''ابیم نے ایک گہری سانس خارج کی اور دوبارہ گاڑی دی۔

سکول گیٹ پر مرجان اور یاقوت گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں ایک گاڑی آکر رکی تو سکول سے آیات باہر نکلی وہ اسی کی گاڑی تھی۔

''ہائے یاقوت۔! ہینڈسم۔'' اس نے ان دونوں کو ہاتھ ہلا کر کہا تو صرف یاقوت نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا تھا۔ گاڑی کے پاس پہنچتے ہی آیات کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ دونوں اسی کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اس نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ اچھالی اور گاڑی میں سوار ہوگئی۔ لیکن گاڑی رکی رہی۔ کچھ دیر بعد ایک اور لڑکی جو کہ آیات کی دوست تھی وہ بھی آئی اور اسی گاڑی میں سوار ہوگئی۔

''یہ دونوں بہنیں ہیں؟'' مرجان نے آنکھیں چھوٹی کیں۔ وہ دوسری لڑکی اب گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑی تھی اس نے اپنا بیگ اتار کر سیٹ پر پٹکا جو کہ آیات نے بمشکل کیچ کیا اور منہ پھلائے گاڑی میں داخل ہوئی۔

''دوست ہے۔'' یاقوت نے جواب دیا تو مرجان نے اپنی سیاہ آنکھوں سے ایک بار پھر گاڑی کے اندر جھانکا۔ پھر وہ گاڑی چلی گئی۔

گاڑی فارم ہاوس پر آکر رکی تو صفا کا حلق خشک ہوا۔ اس فارم ہاوس سے بہت سی یادیں جڑی تھیں۔ اس نے گردن موڑ کر ابیم کی جانب دیکھا جو کہ اپنا بیلٹ نکال رہا تھا۔

''یہاں کیوں آئے ہیں؟'' اس نے تھوک نگلا۔

''بتاتا ہوں۔'' وہ گاڑی سے اترا اور صفا بھی بوجھل قدم اٹھاتی اسکے پیچھے آگئی۔ اسکے دل کی دھڑکنوں نے شور بپا کیا ہوا تھا۔ وہ اس پر بھروسہ کرتی تھی خود سے بھی زیادہ اپنی قسمت پر نہیں۔ وہ آکر لاونج میں بیٹھا تو صفا بھی اسکے سامنے آکر صوفے پر ہی ٹک گئی۔ ''ہمم۔ اب بتاو۔ کیا چاہتی ہو؟'' اس نے گردن دائیں جانب موڑ کر جیسے تکان سی دور کی تھی۔ صفا نے اپنا بیگ صوفے پر رکھا۔

''کیا مطلب ہے؟ میں نے کیا چاہا ہے آپ سے؟''

''لڑکی۔! زیادہ تیں نہیں۔ سمپل الفاظ میں سمجھاو کہ تم آخر کیا کر رہی ہو؟'' اس نے سامنے پڑی میز پر مکا مارا تو اسکا کانچ بکھر گیا۔ صفا اپنی جگہ پر اچھلی۔

''کک۔ کیا ہوا ہے ابیم؟'' وہ ہکلائی۔

''دیکھو۔ میرا دماغ آلریڈی بہت خراب ہے مزید خراب مت کرو۔ مت دو مجھے سزا۔ میں اپنے گناہ کی معافی مانگ چکا ہوں۔ کیوں تم مجھے خوار کر رہی ہو؟'' وہ تکان زدہ لہجے میں بولا تو صفا کی آنکھیں بھر آئیں۔ اسکو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''میں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ قسم لے لیں۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ آپ۔ آپ ایسے کیوں کر رہے ہیں۔'' آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔ ابیم نے اپنے لبوں میں انگلیاں دبائیں۔ تو صفا کی نگاہ اسکے ہاتھ پر گئی جہاں کانچ لگنے کے نشان سے خون نکل رہا تھا۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔ اسکو اپنی تکلیف بھول گئی وہ فورا اٹھی اور جا کر اسکا ہاتھ پکڑا۔

''یہ۔ یہ خون۔'' اس نے جلدی سے اپنا سکارف اتارا اور اسکے ہاتھ پر لپیٹنے لگی۔ ابیم نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑوایا۔

''بند کرو صفا قریشی۔!'' وہ دھاڑا۔ صفا لرزی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صفا کے حلق میں درد اٹھا تھا اسکی نگاہیں برا۔ ابیم کے زخمی ہاتھ پر جا رہی تھیں۔

''تم۔ تم۔'' اس نے صفا کو دونوں کہنیوں سے دبوچا اور دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔ ''دیکھو صفا۔! میں اپنے ضبط کی انتہا پر ہوں۔ مزید میرا صبر مت آزماو۔'' وہ اسکے چہرے پر جھکا۔ راہ۔ صفا آنکھیں بند کئے ہوئے تھی۔ آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

''آپ۔ آپ۔ کیا کہہ رہے ہیں۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تو ابیم نے اسکے بازو چھوڑے۔

''. . میں تمہیں طلاق دے رہا تھا۔ تم نے مجھے بلیک میل کیا۔ اور اب۔ اب تم خلع کے نوٹس بھجوا رہی ہو؟'' وہ غیر یقینی کی سی کیفیت میں ۔ تو صفا کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آ ۔

''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟؟''

''میں۔ خود تمہیں طلاق دے رہا تھا۔ تم نے کیا کچھ نہیں کہا مجھ سے۔ کیا۔ کیا کہہ رہی تھی؟ ہاں۔ یہی کہ میں تمہاری آہوں کا بوجھ نہیں اٹھا پاؤں گا؟ اور اب۔ اب خلع کے نوٹس بھیج رہی ہو؟ تم پاگل ہو لڑکی؟ آدھی زبان سے طلاق مانگتی دے دیتا ۔''

''میں نے کوئی نوٹس نہیں بھجوایا۔ اہیم۔'' صفا نے شاک کی کیفیت میں خود کو کہتے سنا۔

''ڈرامے۔ زی بند کرو۔ تم مجھے عدالتوں میں گھسیٹو گی؟ فائن۔ جاؤ۔ جو کرنا ہے کرو۔ نہیں دیتا طلاق۔'' وہ صفا کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا جبکہ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''آپ سے کس نے کہا میں طلاق چاہتی ہوں؟ میں تو وہ ہوں جس نے تلوار کی دھار پہ کھڑے ہو کر بھی اپنا رشتہ بچایا ہے۔'' صفا کو حسن کی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں یاد آ تھیں۔ اسکے دل میں عجیب ٹیس اٹھی تھی وہ اپنا رشتہ بچانے کے لئے د سے لڑ رہی تھی اور یہ شخص اس پہ خلع کا کیس کرنے کا الزام لگا رہا تھا۔ ''تم جو مرضی کہو۔ ۔'' وہ ا پل کو ڈ ۔ صفا بھلا اسکو نوٹس کیوں بھیجے گی۔ ''کیا تم نے نہیں بھیجا؟'' ا۔ اہیم نے آنکھیں سکیڑیں تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔ اسکا چہرہ آ وں سے تھا۔

''بھلا۔ میں ایسا کیوں کروں گی؟'' صفا نے ا قدم آگے بڑھا کر سوال کیا وہ بھی الجھ ۔ اگلے ہی لمحے ا۔ اہیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو خیام قریشی اب یہ کرے گا؟'' اس نے پسوچا ا ازمیں تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''نہیں۔ . ۔ نے کرنا ہوتا تو پہلے ہی کر چکے ہوتے۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں کبھی مجھ سے بات نہیں کی'' صفا نے ا ہچکی لی تو ا۔ اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا مطلب ناراض ہیں؟''

صفا نے اپنی انگلیوں کی پشت کو گھورا۔ ''وہ ناراض ہیں۔ کیو میں نے آپ سے طلاق نہیں لی اور۔''

''اور؟'' ا۔ اہیم نے سوالیہ ا ازمیں دن جھٹکی۔

''اور۔'' صفا نے اپنا چہرہ ر ڑ ا۔ ''اور کچھ نہیں آپکی عدا ۔ ختم ہو گئی ہے تو مجھے کالج چھوڑ دیں گاڑی آ گئی ہو گی۔'' صفا نے رخ پھیر لیا۔ وہ کچھ چھپا رہی تھی ا۔ اہیم کو اچنبھا ہوا۔

''کیا چھپا رہی ہو؟ کیا ہوا ہے؟'' ا۔ اہیم کا دل اسکے اختیار سے ہر ہوا تھا۔ صفا کی آنکھوں کے کرب نے اسکو جھنجوڑا تھا۔ صفا نے رخ موڑ کر اسکے ہاتھ کو دیکھا۔ ا۔ اہیم نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا ہاتھ سے خون ٹ پ ر ہا تھا۔ صفا نے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔ وہ اسکا خون دیکھ کر بے چین ہوئی تھی۔ ا۔ اہیم نے ا اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''میں بینڈیج کر لوں گا۔'' کہتے اس نے اپنا ہاتھ اپنے پیچھے کر لیا۔ صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ آسمان پہ دل تھے۔ آج ا ۔ رپھر سے سورج کے قہر کو دلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ صفا کی سرمئی آنکھوں میں ا ۔ رپھر سے پانی بھرنے لگا۔

''اب کیا ہے؟'' ا۔ اہیم کو اسکے آ ہمیشہ اذیت دیتے تھے۔ وہ جانے کتنی بار خود ہی ان آ وں کی وجہ بن چکا تھا۔ صفا نے پلکیں ا تو آ اسکے گالوں پہ بہہ گئے۔ اسکا حجاب اس نے ا ر کر اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا تھا۔ ل ا پونی میں قید تھے کچھ لٹیں نکل کر چہرے پہ جھول رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ لکل اسی ٹین ایجر صفا کی طرح۔ ا۔ اہیم نے بے ساختہ ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے چہرے پہ جھولتی ٹ پیچھے ہٹائی اور انگوٹھے سے اسکے گال صاف کئے۔ وہ سر جھکائے آ اتی رہی۔

''تم کیا چاہتی ہو؟'' کچھ لمحوں بعد وہ نرم لہجے میں بولا۔ تو صفا نے نگاہ اٹھائی۔ اس ا نگاہ میں سارے جواب تھے۔ ''فائن۔ جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ کوئی تمہاری مرضی کے بنا تو تمہیں کسی رشتے میں ڑھے گا اور نہ ہی نکالے گا۔'' الفاظ زنگی ہوا کرتے ہیں۔

صفا دو قدم آگے بڑھی۔ اس نے ا۔ اہیم کی قمیض کا کالر تھاما۔ وہ سا ہو ۔ اور پھر صفا نے نرمی سے اپنا سر اسکے ی پہ ٹکا دیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

ہاتھ سے خون ٹپ ٹپ رہا تھا۔اور صفا کی آنکھوں سے آ وں کا ا اور سیلابی ریلہ جاری ہوا تھا۔

ا. اہیم کو لگا کہ وہ اب ا . رپھر سے اسکو ا گہری کھائی میں دے گی۔وہ آج پھر سے کچھ ایسا کہہ دے گی جس سے ا. اہیم گورسی ا تر سمندر میں ڈوب جائے گا۔اسکو آج پھر صفا سے خوف محسوس ہوا تھا۔اسکے الفاظ سے خوف محسوس ہوا تھا جنھوں نے اسکو غزہ کے ملبے تلے د. دیا تھا۔وہ اب انتظار میں تھا۔ان نشتروں کے جو وہ اسکے ی پ نے جا رہی تھی۔

وہ کیا کہے گی؟ وہ اس سے حساب مانگے گی؟ اسکی کی گئی غلطیاں دہرائے گی؟ کیا وہ آج پھر سے صفا ا. اہیم کے کٹہرے میں کھڑا ہونے جا رہا تھا۔وہ کیا کہے گی؟ بس ا. اہیم کی سوچیں کسی بے لگام گھوڑے کی ما دوڑ رہی تھیں۔اسکو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس . رو وہ اسکے سوالوں سے کیسے بچ پائے گا۔

''نوال کے مجرموں کو سزا ہونی چاہیے۔''

الفاظ گونجے تو ا. اہیم اپنی جگہ منجمند ہو ے۔وہ کیا سوچ رہا تھا اور وہ کیا کہہ رہی تھی۔

''آپ پلیز۔اسکو بچا لیں۔ہماری سجل نہیں رہی وہ لڑکی نہیں مرنی چاہیے۔''صفا نے اسکے د. زو. ھ لئے۔ا. اہیم سجل کے زکر پ بکھر ہی ے تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔اور پھر کھول دیں۔اور اس نے اپنا دوسرا ہاتھ صفا کے سر پ رکھا۔

''ملے گی سزا ا ۔''اس کی آواز حد درجہ بھاری تھی مانو حلق میں کچھ اٹکا ہوا تھا۔''ضرور ملے گی سزا۔''وہ خود سے کیا ے عہد دہرا رہا تھا۔

''آپکو پتہ ہے۔سجل۔وہ۔وہ میرے سامنے تھی۔''وہ ہچکیوں میں بولی تو ا. اہیم نے آنکھیں بند کر لیں۔

'' . ؟''وہ کچھ د یبعد بولا۔

''وہ۔۔میں۔میں نے نیوز دیکھی تو۔میں۔میں گھبرا گئی تھی۔میں نے کوشش کی تھی کہ میں سجل کے پ س چلی جاوں سجل نے مجھے آ کر روک دی۔وہ کہہ رہی تھی۔''

صفا بہت کچھ کہہ رہی تھی وہ اپنی اور سجل کی قات کا احوال سنا رہی تھی ا. اہیم کا ذہن ا ت پ اٹکا تھا۔وہ سجل کے پ س جانے کی ت کر رہی تھی۔یعنی۔۔!سمجھ آتے ہی ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکو الگ ے۔اس نے اسکو دونوں شانوں سے تھاما۔

''کیا کہا تم نے؟''

''وہ۔سجل میرے خواب میں تھی۔ ۔ میں جاگ رہی تھی۔''

''نہیں۔اس سے پہلے کیا کہا؟''ا. اہیم کی آنکھوں میں تنبیہ تھی صفا الجھی۔

''تم نے اپنی جان ی کی کوشش کی؟''ا. اہیم کی آنکھوں کے شعلے روشن تھے۔صفا. ی طرح ہڑ. ٹائی۔''بولو۔کیا یہ سچ ہے؟ کیا نے تم کوئی الٹی سیدھی حر ت کرنے کی کوشش کی؟''وہ اسکو جھنجوڑ رہا تھا۔

''نن۔نہیں۔وہ۔ ۔''

''کیا ؟تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ موت کو مذاق سمجھ رہا ہے تم لوگوں نے؟ جس کا دل چاہتا ہے جا ا ہے؟''ا. اہیم کی آواز بھرا گئی صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''تم . لوگوں کو زن گی ا کھیل لگتی ہے ں۔موت کی آغوش میں جا چاہتے ہو تم لوگ؟ جا بھی ہو جو پیچھے رہ جاتے ہیں انکا کیا حال ہو ا ہے؟''وہ. ی طرح ۔صفا ٹھٹکی۔

''آئی۔ایم سوری ابو۔''صفا نے یں جھکا لیں۔

''سوری مائی فٹ۔!جو نقصان ہو جا ا ہے اسکا کوئی اذالہ نہیں کر سکتا۔جو جا ا ہے وہ لوٹ کر نہیں آ ۔جو پیچھے رہ جاتے ہیں وہ نہ زن وں میں ہوتے ہیں اور نہ مردوں میں۔وہ لٹک جاتے ہیں۔سمجھ آ رہی ہے تمہیں میری ت؟''ا. اہیم نے اپنے ل کھینچے۔صفا کو اسکی حا ۔سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''تم۔تم۔لوگ۔جانے سے پہلے کیوں نہیں سوچتے۔''وہ آ کر صوفے پ ڈھے ے۔اسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔صفا اسکے ردعمل پ . ی طرح ڑ. ٹائی۔

''تم لوگوں کو لگتا ہے موت ا آسان حل ہے۔مر آسان لگتا ہے تم لوگوں کو؟ تم لوگ . دل ہو۔اصل امتحان تو زن گی ہے۔ا ہمت ہے تو جی کر دکھاو۔''وہ بکھری

سی حا ۔ میں صوفے پ قریباڈھے َ یٹھا۔صفاا ۔ پل کے لئے اسکودیکھے گئی اور پھر ٹپ کراسکے پ س آئی۔وہ ا ۔ ہاتھ آنکھوں پ رکھے درازتھا۔

''سوری ایبو۔''

''ڈو ٹ کال می ایبو۔''وہ ۔صفا کا دل بند ہوا۔

''آپ۔غصہ نہ کریں۔نہیں کہتی۔''وہ مرجھاسی گئی۔ا. اہیم نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا۔وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''آئی ایم سوری۔!''وہ سیدھا ہوکر بیٹھا۔

''کیا ہوا ہے آپکو؟ایسے کیوں کر رہے ہیں آپ؟''وہ اداس سی پوچھ رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا۔''ا. اہیم نے ا ۔ نگاہ اپنے ہاتھ پ ڈالی۔خون رک چکا تھا۔اب وہاں جمے ہوئے خشک خون سے لکیریں سی بن گئیں تھیں۔اس نے اپنی۔۔۔ سے ا ۔ رومال نکالا اور اسکو ہاتھ پ لپیٹ لیا۔

''چلو۔''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔صفا کے ہاتھ میں اسکا حجاب تھا۔ا. اہیم نے اسکا حجاب پکڑا اور اسکے سر پ لپیٹ دی۔

''دیکھو کیا کیا تم نے؟اپنا آ بھی خون آلود کرلیا۔''وہ اسکے سکارف پ لگے خون کے دھبے دیکھ رہا تھا۔''تو آپ خون بہا٠ بند کردیں۔''

''کس کا؟''ا. اہیم نے اسکا سکارف در ۔ کیا۔

''اپنا۔''صفا نے بھیگی پلکیں اٹھا ۔ا. اہیم کو وہ سرمئی آنکھیں لے ڈوبی تھیں۔وہ ان آنکھوں کو٠ جانے کتنی ٫ رر لا چکا تھا۔وہ سرمئی آنکھیں اسکا روگ ٠ ت جا رہی تھیں۔جتنی وہ کوشش کرتا تھا کہ وہ اسکے آ وں کی وجہ نہ بنے اتنا ہی وہ اسکو رلا رہا تھا۔وہ پچھلے آ صاف کرتا کرتا اسکو نئے آ دے دیتا تھا۔ ٫ کچھ بکھرتا سا جا رہا تھا۔ کچھ بھی اسکے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔وہ سمندر میں ڈوب رہا تھا۔اور ایسا کوئی تنکا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا جو اسکو کنارے لگا دے۔

مصر میں اس وقت ا ۔ ہنگامہ٫ پ تھا۔ا ۔ اہم سیاسی شخصیت کی سرکٹی لاش ملی تھی اور پورے ملک میں خوف و ہراس پھیل چکا تھا۔آج اپوز نے ٫ ٹے پیمانے پ احتجاج رکھا ہوا تھا۔پورے ملک میں لاک ڈاون کی سی صورتحال تھی۔حسن اس وقت اپنے سینائی والے اپارٹمینٹ پ تھا۔لاونج میں صوفے پ وہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا سامنے ایل ای ڈی پ ا ۔ نیوز چینل چل رہا تھا جس میں ملک کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو دکھایا جا رہا تھا۔حکومت سے نوٹس ۔ ٠ کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔اور اپوز تو اس قتل کی زمہ دار ہی حکومت کو ٹھہرا رہی تھی۔ا ۔ شخص اس وقت احتجاجی جلسے سے خطاب کر رہا تھا۔حسن محظوظ سے ا٠ ازمیں اسکو دیکھ رہا تھا۔اس کے سامنے ا ۔ ٹوکری میں پھل رکھے ہوئے تھے اس نے ا ۔ ۔ اٹھایا اور اس میں دا٠ ۔ گاڑ دیے۔

''کیا آپ لوگوں کو نہیں لگتا کہ یہ کام اس نئی حکومت کا ہے؟کیا رحمان کرداوی کی خودکشی ا ۔ معمہ نہیں ہے۔؟اور اسکے جاتے ہی اسکے بھتیجے کا منظر عام پ آ٠ اور حکومت سنبھالنے سے انکار کردینا۔یہ ٫ ا ۔ ٹ ٫ مذاق کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔''وہ آدمی بولا تو لوگوں نے ے لگا کر اسکی ٫ ت سے اکتفا کیا تھا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے کہ یہ حکومت کس کی ہے۔؟میں جا ہوں۔یہ حکومت حسن کرداوی کی ہے۔اور تو اور مجھے تو یہ بھی شک ہے کہ رحمان کرداوی کو مارنے والا حسن کرداوی ہے۔''اسکے الفاظ پ مجمہ حیرت میں مبتلا ہو َ ۔

''خالد نے مجھے بتایا تھا کہ وہ حسن کرداوی کے خلاف معلومات اکٹھی کر رہا ہے۔یقیناً اسکو کچھ مل َ تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی جان سے َ ۔''وہ سیاسی رہنما پوری قوت لگا کر بول رہا تھا۔وہ آج کرداوی خا٠ ان پ کیچڑ اچھال رہا تھا وہ عدا ۔ سے اس چیز کا نوٹس ۔ ٠ کا کہہ رہا تھا۔وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا ۔۔اچا٠ سے سکرین پ ا ۔ چہرہ نمودار ہوا۔وہ شخص اسٹیج کے عین سامنے کھڑا تھا۔حسن کی آنکھیں مسکرا تھیں۔وہ َ دن ٹ ا َ ۔اس آدمی نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی۔۔۔ سے گن نکالی۔

''حسن کرداوی کو َ فتار کیا.....''وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر پ ۔ کہ ا ۔ گولی فضا کو چیرتی ہوئی آئی اور اس شخص کو خاموش کروا گئی۔اس سے پہلے کہ کوئی اس بندے کو پکڑتا اس نے وہی پسٹل اپنی کنپٹی پ رکھی اور لوگوں کے ٹ و ٹ ٫ کی آنکھوں کے سامنے اپنی جان لے لی۔وہاں ا ۔ بھگدڑ مچ گئی تھی۔اب وہاں سکرین پ ٠ جانے کون کون سی ہیڈ لائنز چل رہی تھیں۔ادھر حسن نے ا ۔ قہقہ لگایا۔اور اپنا بجتا ہوا فون اٹھایا۔

''ہاں۔!اچھا تھا۔مجھے پسند آ ۔'' وہ خوشی سے بولا۔اور فون بند کر د ۔

گاڑی قریشی ہاوس کے سامنے آ کر رکی۔صفا نے اپنا ۔ ٹ بیلٹ نکالا اور دروازہ کھولنا چاہا ا. اہیم نے لاک کر د ۔صفا نے پلٹ کر دیکھا۔

''یو کین۔کال۔می۔ایبو۔'' وہ اٹ اٹ کر بولا تھا۔صفا نے بے یقینی سے اسکو دیکھا۔وہ رخ پھیر َ ۔صفا کی آنکھوں میں پ نی تیرنے لگا۔ا. اہیم نے دفعتا دیکھا تو وہ رونے کو تیار بیٹھی تھی۔'' ٹ اگین۔ہر وقت ٹسوے بہاتی رہتی ہو؟ کون سا ڈیم لگا رہا ہے تم نے ان آنکھوں میں جو خالی نہیں ہو رہا؟'' وہ ٹ ھ کر رہ َ ۔

''آپ ہر وقت غصہ کرتے ہیں۔۔خود ہی رلاتے ہیں۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''میرے سامنے نہ یہ ڈبل رول نہ کیا کرو۔'' ا. اہیم نے کہا تو صفا نے نگاہیں اٹھا ۔

''ہاں؟ ڈبل رول؟ کیسے؟''

''ا۔ طرف یہ بھیگی بلی والا رول اور دوسری جا . .نس ومین والا ایٹیٹیوڈ۔'' ا. اہیم نے ا. واچکا کر اسکو دلا ۔صفا نے آنکھیں جھپکیں۔

''ا. اہیم۔!'' وہ بولی تو وہ اسی کی جا . دیکھ رہا تھا۔

''ہمم۔بولو۔''

''کیا . پہلے جیسا نہیں ہو سکتا؟ کیا ہم دو ۔ بھی نہیں بن ۔ ؟'' ا. اہیم نے ا۔ پل کے لئے اسکا اداس سا چہرہ دیکھا۔پھر وہ رخ پھیر َ ۔''ہمم۔گاڑی ان لاک کر دیں۔'' وہ رخ موڑ گئی۔وہ اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔ا. اہیم نے گاڑی ان لاک کر دی تو وہ . ہر نکل گئی۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا صفا۔!ہم ا۔ بھنور میں پھنس چکے ہیں۔ہم ا۔ دوسرے کو تھام نہیں ۔ ہم نے خود کو لہروں کے سپرد کر د ہے۔اب لہریں جس سمت میں بہا لے جا ۔''

گیٹ کھلا تو صفا ٹھٹکی۔ا. رسے ارمان نکل رہا تھا۔ا. اہیم بیک ویو مرر سے اسکو ا. رجاتے ہوئے دیکھ رہا تھا ارمان کو دیکھ کر اسکے ماتھے پ بل پڑے۔ارمان نے صفا کے عقب میں گاڑی دیکھی۔ا. اہیم کا عکس مرر میں تھا۔وہ انہیں کی جا . دیکھ رہا تھا۔

''ایکسکیوزمی۔'' صفا نے وہاں سے جا . چاہا ارمان نے اسکا راستہ روک لیا۔

''کس کے ساتھ آئی ہیں آپ؟'' وہ ا۔ نگاہ گاڑی پ ڈالتا بولا۔

'' ''صفا اسکو ا۔ گھوری سے نوازتی ہوئی اسکی بغل سے نکل گئی۔ارمان نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ا. اہیم نے ا۔ نگاہ اس پ ڈالی اور وہاں سے ۔ َ ۔

شام ہو رہی تھی۔عینا اس وقت لان میں تھی۔حسن کی گاڑی گیٹ میں داخل ہوئی تو اس نے ٹھٹک کر دیکھا۔وہ مصروف سے ا. ازمیں ا. ردا خل ہوا۔عینا نے پہلے تو وہاں سے غا َ . ہو . چاہا پھر . چاہتے ہوئے قدم ب ھا دئے۔

''گڈ ایوننگ سر۔'' وہ اسکے پیچھے آئی۔

''ہمم۔گڈ ایوننگ۔'' اس نے مصروف سے ا. ازمیں جواب د ۔وہ سر جھکائے اسکے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی کہ دروازے میں پہنچ کر وہ اسکی پشت سے ٹکرائی۔

''آوچ۔!'' اس نے اپنا ماتھا ر َ ا۔وہ سامنے ا۔ چٹان بنا کھڑا تھا۔عینا اسکی دوسری جا . آ کھڑی ہوئی ۔ کہ یہ جان سکے کہ وہ یوں کیوں رک َ ۔ عینا کی نگاہ اسکے ہاتھ پ گئی جس سے وہ اپنی کنپٹی مسل رہا تھا۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔حسن کے ماتھے پ تھا۔وہ اچا . سے لڑکھڑا ۔ تو عینا نے جلدی سے اسکو تھام لیا۔

''آ ویا واو کے؟'' وہ دو . رہ لڑکھڑا ۔ تو عینا نے اسکو سہارا د ۔اور لا کر صوفے پ بٹھا ۔حسن نے ا۔ ہاتھ سے اپنی کنپٹی د . رکھی تھی۔اسکے سر میں وہی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔وہ دہرا ہو َ ۔اب اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔''سر پ نی۔'' عینا نے پ نی کا گلاس سامنے کیا۔حسن نے سر اوپ نہ اٹھا ۔درد کی شدت نے اسکو بے

بس کر دیتھا۔''میں۔کسی کو بلاتی ہوں۔''عینا پ یشانی کے عالم میں پلٹی حسن نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔وہ وہیں رک گئی۔

''ڈونٹ یوڈیئر۔''اس نے بھاری ہوتی آواز کے ساتھ اسکو وارن کیا۔

'' آپکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔آپ کو پ ل جا چاہیے۔''عینا کو اسکی ا ں اپنی کلائی میں چبھتی ہوئی محسوس ہو اس نے بے بسی سے حسن کو دیکھا۔

''میری کمزوری دیکھنے والا زدہ دیجتا نہیں ہے۔اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کوئی ڈاکٹر جان سے جائے۔''عینا کا ہاتھ چھوڑتے وہ دو رہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام ں۔عینا کی آنکھیں کھل گئیں۔وہ شخص اس قدر ی حا میں بھی اپنے اصل سے نہیں ں تھا۔عینا کا دل تو کیا کہ اسکو یوں ہی مرنے دے پھر وہ سیڑھیاں پھلا گئی۔ کچھ ہی لمحوں بعد وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں وہی دوا کی ڈبی تھی جو اس نے اس دن حسن کو دی تھی۔

''یہ لیں۔''اس نے وہ ڈبی حسن کی جا ٹھائی اور خود جگ اٹھا کر گلاس میں پ نی ڈالنے لگی۔وہ پ نی لے کر پلٹی تو حسن ویسے ہی گولیاں نگل چکا تھا۔''کوئی ا حر تو انوں والی ہو اس بندے کی۔''عینا ٹ ائی۔ اس وقت حسن اسکی کوئی ت کا جواب نہیں دے پ تھا سو وہ صوفے سے ٹیک لگا ں۔

صفا گھر میں داخل ہوئی تو یجہ بیگم خیام صا کے کمرے میں تھیں۔اس نے سکون کی سانس خارج کی اور جلدی جلدی سیڑھیاں پ ھ گئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسکے سکارف پ لگے خون کے دھبے دیکھے۔اس نے جلدی سے آ کر سکارف اور عبا ا را۔اسکے عبا پ بھی خون کے دھبے تھے سیاہ ر نے اس لال ر کو خود میں ب کر لیا تھا۔صفا جلدی سے واشروم میں گھس گئی۔

''صفا۔!کھا لگاوں؟''سعدیہ اسکے کمرے میں آئی تو دیکھا وہ واشروم میں تھی

''ہاں۔میں آ رہی ہوں نیچے۔''صفا نے وہیں سے جواب دیا۔

''اچھا۔''سعدیہ پلٹنے لگی کہ صفا کا مو ئل ر ہوا۔اس نے دفعتا سکرین پ نگاہ ڈالی تو سعدیہ کے گال سرخ ہوئے۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے فون اٹھا لیا۔اور کال ریسیو کر کے فون کان سے لگا اپنے منہ پ ہاتھ جما لیا۔تا کہ اسکی سا ں کی آواز بھی فون کے پ رنہ جا سکے۔

''صفا۔!آج رات کیانی صا نے ا پ رٹی تھرو کی ہے۔۔ہمارا پ اجیکٹ اچھا جا رہا ہے اس خوشی میں انھوں نے تمام امپلا کو سراہنے کے لئے ا چھوٹی سی پ رٹی ارینج کی ہے۔تم تیار رہنا میں آٹھ بجے آوں گا۔''زر یب نے اپنی ت مکمل کی اور صفا کے جواب کا انتظار کرنے لگا دوسری جا گہری خاموشی تھی۔''صفا۔!کیا تم سن رہی ہو؟''وہ دو رہ بولا تو سعدیہ نے لرزتے ہاتھوں سے فون بند کر دیا۔اور واپس میز پ رکھ دیا۔اب سعدیہ سرخ ہوتے گال لئے اپنے پ ہاتھ رکھے کھڑی تھی کیو دل کی دھڑکنوں میں ا طلاطم پ تھا۔ اگلے ہی لمحے اسکی آنکھیں نم ہو ۔

ں ستارے ہی نہیں مل پ تے
لے کے ہم شمس وقمر کیا کرتے

اس نے اپنی آ کا کونہ صاف کیا اور کمرے سے نکل گئی۔صفا کچھ دیر بعد واش روم سے نکلی۔اس نے لکونی میں ہی اپنا سکارف سو کے لئے ڈ یا اور خود نیچے چلی آئی۔

ا اہیم گھر داخل ہوا تو شام ہو رہی تھی۔اسکے ہاتھ پ اب ا بینڈ تیج لگا ہوا تھا اور کپڑے صاف تھے وہ چینج کر کے آ یا تھا۔دینا اور زہرا لان میں ہی کھیل رہی تھیں۔دینا نے ا اہیم کو دیکھا تو اسکی جا بھاگی۔

''دینا۔۔دینا۔۔!''وہ اسکو پکارتی ہوئی بھاگی آ رہی تھی۔ا اہیم وہیں زمین پ بیٹھ ۔اور نہیں پھیلا دیں۔دینا آ کر اسکے سے لگی۔''مائی پ ۔''اس نے دینا کو اپنے میں بھینچا اور اسکے گال پ بوسہ دیا۔وہ اپنے پ کی آغوش میں بہت خوش تھی۔

''میری پ کیا کر رہی تھی؟''اس نے دینا کو گود میں اٹھا یا اور لے کر لاونج میں آ ۔

''دینا زہرہ پلے۔'' (دینا اور زہرہ کھیل رہی تھیں) وہ ٹوٹے پھوٹے جملوں میں بتا رہی تھی۔

''اہاں۔دینا اینڈ زہرہ پلے؟'' اس نے اسی کے ا ٔ ازمیں دہرایا۔

''یس۔یس۔'' دینا نے زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ تو ا. اہیم اسکو لئے صوفے پ بیٹھا۔لاونج خالی تھا۔دینا کی نگاہ اسکے ہاتھ پ بندھی پٹی پ گئی تو وہ ا پل میں اداس ہوگئی۔''..۔چوٹ۔بلڈ؟'' اس نے پوچھا تو ا. اہیم نے اپنا ہاتھ چھپایا۔ دینا نے اسکا ہاتھ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں لیا اور اسکو غور سے دیکھنے لگی۔''..۔ماما۔ول میجک۔'' اس نے ا. اہیم کو یددلایا کہ کیسے. دینا کو کوئی چوٹ لگتی تھی تو وہ حوریہ کے ا بوسے سے ٹھیک ہو جاتی تھی۔اور دینا آج یہی چاہتی تھی کہ حوریہ ا. اہیم کے ہاتھ پ بوسہ دے تا کہ اسکی چوٹ ٹھیک ہو جائے۔

ا. اہیم کے حلق میں درد اٹھا تھا۔۔اسکو اپنے کندھے پ کسی کا لمس محسوس ہوا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو منال بیگم نم آنکھیں لئے کھڑیں تھیں۔ا. اہیم نے ا تھکی سی مسکراہٹ لئے ا دیکھا۔''دینا میجک۔'' وہ دونوں متوجہ ہوئے تو دینا اب ا. اہیم کے ہاتھ کا بوسہ لے رہی تھی۔اس نے اسکا پٹی لگا ہاتھ چوما اور اس پ ہاتھ پھیرا۔ا. اہیم گہرا مسکرایا۔

''یس۔دینا میجک۔'' اس نے دینا کا گال چوما۔منال بیگم بھی اسکے پ س آ کر بیٹھ گئیں۔

''تم۔شادی کیوں نہیں کر تے؟'' انھوں نے اسکے ساتھ ٹکتے ہوئے کہا تو ا. اہیم نے حیرت سے ا جا. دیکھا۔

''تیسری؟'' وہ ہنس دیا۔

''میں اسکو تمہاری بیوی نہیں ما ۔'' وہ رخ پھیر گئیں۔

''ہمارے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔مما جو حقیقت ہے وہ اٹل ہے۔''

''تو دے دو اسکو طلاق۔'' وہ فورا بولیں تھیں۔

''. وہ نہیں چاہے گی نہیں دوں گا۔'' اس نے دینا کا گال چوما منال بیگم اسکا منہ تکنے لگیں۔

''تم ایسا کیسے کر تے ہو؟ تمہیں آج بھی اسکی پ واہ ہے؟''

''ماما۔۔وہ صفا ہے۔'' وہ دینا کے ساتھ کھیلتا ہوا بولا۔

''ہاں وہ صفا ہے۔زاو یر قریشی کی بہن۔'' وہ کرب سے بولیں تھیں۔

''نہیں وہ بس صفا ہے۔صفا۔ ا. اہیم۔'' اس نے انکا چہرہ دیکھ کر جواب دیا تو منال بیگم کا چہرہ ضبط سے لال ہوا۔

صفا سیڑھیاں ا تے کر آئی تو یجہ بیگم نے مسکرا کر اسکی جا. دیکھا۔

''خوش لگ رہی ہیں؟'' صفا خوشگوار حیرت لئے مسکرائی۔

''ہاں۔تمہارے ..نے آج تمہیں بلوایا ہے۔''

''کیا؟ ..نے؟'' صفا حیران ہوئی تھی۔

''ہاں۔وہ تم سے کوئی. ت کر. چاہتے ہیں۔'' انھوں نے مسکرا کر صفا کے چہرے پ ہاتھ پھیرا۔''. پ ہیں آ . ت دور رہیں گے تم سے۔تم دیکھنا آج وہ تم سے ہر گلہ دور کر دیں گے اور تمہیں اپنے ے سے لگا لیں گے۔'' انھوں نے امید. دی تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''اچھا جاو۔وہ انتظار کر رہے ہیں۔''

صفا نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے بیڈ پ ہی بیٹھے تھے۔ہاتھ میں ا فائل لئے۔

''کیا میں ا. آ سکتی ہوں؟'' جس دن خیام صا . کی طبیعت اسکی وجہ سے بگڑی تھی اس دن کے بعد وہ ا کمرے میں نہیں آئی تھی۔

''آجاو۔'' وہ فائل کے صفحے پلٹتے بولے تو صفا نے قدم ا٘ ر رکھا۔

''السلام علیکم ۔۔۔'' اسکی آنکھیں بلا وجہ ہی نم ہو تھیں۔

''وعلیکم السلام آو بیٹھو۔'' انھوں نے اپنے پ س بیڈ پ ۔ ٘ کا اشارہ کیا تو صفا حیران رہ گئی۔ وہ خوشی سے پھولی نہ سمائی اور آ کر ا پ س ٹ گئی۔ صفا نے انکا ہاتھ تھاما اور اسکی پشت پ بوسہ د ۔ ا ۔ آ ا ہاتھ پ ا جس کو صفا نے فورا اپنے ہاتھ سے صاف کر د ۔

''یہ لو۔ سائن کر دو۔'' انھوں نے وہ فائل اسکی جا ۔ ٹھائی اور اپنی ۔۔ سے نکال کر د ۔ صفا نے ٘ سمجھی سے ا جا ۔ دیکھا۔ ''جلدی کرو پھر آگے کا کام دیکھنا ہے۔'' انھوں نے اسکی جا ۔ ٹھا یا تو صفا نے پکڑ لیا۔ اس نے اب فائل دیکھی تھی۔ صفا نے خلع کے کاغذات دیکھے تو اسکا دل بند ہوا۔ یعنی ا ہیم صحیح کہہ رہا تھا۔

''سائن کر دو۔'' انھوں نے پھر سے کہا تو صفا نے ٹ پ کرا جا ۔ دیکھا۔ ''آج تمہارے پ س دو آپشنز ہیں۔'' وہ کہنا شروع ہوئے تو صفا کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ''سائن کر دو۔ یا پھر۔۔ میرا مرا ہوا منہ دیکھو۔''

''۔۔!'' وہ ٹ پ گئی۔ وہ رخ پھیر گئے۔ ''۔۔ پلیز۔! آپ ایسا کیسے کر تے ہیں؟'' صفا کی سرمئی آنکھیں ۔ س رہی تھیں وہ پتھر دل بنے رہے۔ ''میں آپ لوگوں سے کیا ما ٘ رہی ہوں؟ کچھ بھی تو نہیں۔ بس میں اپنی ز ٘ گی اپنے طر سے ٘ ار چاہتی ہوں۔ میں یہ طلاق نہیں چاہتی۔ میری ۔ ت کوئی کیوں نہیں سمجھتا؟'' اس نے ا ہچکی لی تو خیام قریشی نے ٘ دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''سائن کر دو۔'' وہ اپنے مطالبے پ قائم رہے۔

''نہیں ۔۔ پلیز۔! ایسا مت کریں۔'' صفا نے ا سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''مجھے کچھ نہیں ٘ سائن کر دو صفا۔'' وہ دھاڑے تو صفا لرز گئی۔

''۔۔ پلیز۔'' اسکے ۔ پ پ ئے۔

''تم سے بہت ۔ رکھا میں نے تم ہمیشہ ہٹ دھرمی دکھائی آج نہیں۔ سائن کرو ورنہ۔'' صفا نے چو ٘ کر دیکھا۔ ا دوسرے ہاتھ میں کچھ تھا۔ ا چھوٹی سی بوتل۔

''۔۔!''

''میں اس ۔ ٘ می بھری ز ٘ گی جینے کے بجائے مر ٘ پسند کروں گا۔'' انھوں نے وہ بوتل کھولی۔ صفا نے ا ہاتھ سے وہ پ ٘ کی کوشش کی تو انھوں نے ا سخت نگاہ سے اسکو وہیں روک د ۔ ''سائن۔!'' انھوں نے اپنا جملہ دہرا ۔ تو صفا بے بس ہو گئی۔ اس نے کرب سے آنکھیں مو ٘ لیں۔

''مت کریں ایسا۔'' وہ کرب سے چور لہجے میں التجا کر رہی تھی خیام قریشی پ رتی ۔ ا بھی ا ٘ نہ ہوا۔ صفا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے سفاک ۔ پ کو دیکھا۔ اور پھر اپنا چہرہ ر ٹ ا۔ اس نے وہ اٹھا یا اور دستخط کر دیئے۔ خیام قرشی کے چہرے پ سکون در آ ۔ صفا کو لگا کہ وہ ہوا میں کہیں معلق ہے۔ اسکو لگا جیسے اسکی روح پ واز کر چکی ہے۔ اسکا دل بند ہو چکا تھا اور آنکھوں کے سامنے ا ٘ ھیرا چھا ۔

''سر آپ ٹھیک ہیں؟'' کچھ د ۔ بعد عینا نے اسکو بحال ہوتے دیکھا تو پوچھا۔ حسن نے ا ۔ نگاہ عینا پ ڈالی اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''آر یو او کے۔'' عینا نے جھک کر پوچھا۔

''یس۔ فیکٹلی فائن۔'' حسن نے کندھے اچکا دیئے تو عینا منہ کا زاویہ بنا ۔ ''ہونہہ ابھی ساری ہوا نکل جاتی ا میں میڈیسن نہ دیتی اسکو۔ ویسے میں نے اسکو میڈیسن کیوں دی؟ اچھا تھا ں کہ یہ مر جا ۔ اور میں آزاد ہو جاتی۔ یا اللہ میں اتنی ۔ ھو کیوں ہوں؟'' وہ کھڑی دل ہی دل میں سوچ کر خود کو کوس رہی تھی۔

''خوش فہمیاں پ لنا چھوڑ دو۔ حسن کو مارنے والے مر چکے ہیں۔'' اسکے کانوں میں سرگوشی ہوئی تو عینا ۔ ف بن گئی۔ وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

ہر شخص میرے مرنے کی دعا کرتا ہے

کتنوں کو ا کے قر۔ کر۔ میں نے

عینا کا حلق خشک ہوا۔یعنی اسکا دماغ بھی آزاد نہ تھا۔

''کافی لے آو۔میرے کمرے میں۔''وہ کہتا ہوا سیڑھیاں پھلا َ ۔عینا نے بے یقینی سے اسکی پشت کو دیکھا۔

مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔مسا۔ سے صدا بلند ہو رہی تھیں۔فلاح کی۔وہ ا۔ مسجد سے نکا۔اس نے ا۔ سفید ڈریس شرٹ اور بلیو جینز پہن رکھی تھی۔وہ عام سے حلیئے میں وہاں سے نکلا تو مسجد کے ۔ہرا۔ آدمی کھڑا تھا۔وہ نگاہ اٹھائے مسجد کے میناروں کو دیکھ رہا تھا۔اسکی حا - قابل رحم سی تھی۔لباس گندا سا تھا اور ۔ل بکھرے ہوئے تھے۔

ا۔ اہیم اسکو دیکھ کر ڑ ۔اور چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟ جاو اور جا کر ز پ ھ لو۔وقت نکل رہا ہے۔جما - ہو چکی ہے تم پ ھ لو ابھی بھی وقت ہے۔''ا۔ اہیم کو لگا کہ وہ شا۔ لیٹ ہو َ ہے اس لئے یوں کھڑا ہے۔

''نہیں۔میں تو بس اس سے کچھ پوچھنے آ تھا۔''وہ آدمی سپاٹ چہرہ لئے بولا۔

''کس سے؟؟

''اللہ سے۔''

''کیا پوچھنا تھا؟''ا۔ اہیم مسکرا ۔

''کہ اس نے میرا نقصان کیوں کیا؟''اس کے الفاظ پ ا۔ اہیم چو َ ۔

''نقصان؟''

''ہاں۔میں نے زیں پ ھیں تھیں۔روزے رکھے تھے۔قرآن پ ھا اور خیرات بھی کی اس نے میری دعا نہیں سنی۔''

''تم۔سودے ۔زی کر رہے تھے؟''ا۔ اہیم کو اسکی ۔توں پ جھ کا لگا تھا۔

''نہیں میں عمل کر رہا تھا۔اور اسکا ۔لہ چاہتا تھا نہیں مل سکا۔''وہ آدمی مسلسل مسجد کے مینار دیکھ رہا تھا جو بلند تھے۔

''کیا مانگا تھا تم نے؟''جانے کیوں ا۔ اہیم کو تجسس ہوا۔

''میرا ٹ بیمار تھا۔میں نے بس شفا مانگی اور اس نے موت دے دی۔''اس آدمی کے الفاظ سخت تھے۔

''ز۔گی موت کا فیصلہ اسکا ہے۔ہمارے عمال اسکے فیصلوں کو نہیں ۔ل ت ۔''ا۔ اہیم نے خود کو کہتے سنا۔

''تو پھر دعا کیوں رکھی ہے۔؟ کیوں کہتا ہے کہ مانگو؟ میں نے مانگا اس نے نہیں د۔ ں۔''

''دعا قبول ہوتی ہے۔ہر دعا قبول ہوتی ہے۔بس ۔ کی قبولیت کا ا۔ ازا لگ ہو ہے۔جو وہ دیکھ سکتا ہے ہم نہیں۔ممکن ہے وہ بچہ معذور ہو جا ۔وہ ا۔ ز۔ ہ لاش بن کر رہ جا ۔تم پھر کیا کرتے؟ ا۔ وقت ایسا آ ۔کہ تم اسکی موت کی دعا مانگتے ۔ ت ۔ ؟''ا۔ اہیم کی ۔ت پ اس آدمی نے ٹ پ کر اسکی جا ۔ دیکھا۔

''کچھ فیصلے قدرت کرتی ہے۔ہم جتنا بھی ان فیصلوں کا انکار کریں ہمیں وہ فیصلے ماننا پ تے ہیں۔ہم اسکے بندے ہیں۔ہمیں اسکو راضی رکھنا ہے۔''ا۔ اہیم نے دونوں ہاتھ اپنی پشت پ ۔ ھ لئے۔اور خود بھی اس مینار کو دیکھنے لگا۔اس آدمی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

'' مجھے صبر نہیں آ ۔''وہ بکھر سا َ ۔

''ا َ تمہیں اپنے نقصان پ صبر نہیں آ ۔تو ا۔ چکر غزہ کا لگا لو۔''ا۔ اہیم کی ۔ت پ اس نے َ دن موڑ کر اسکی جا ۔ دیکھا۔

''ہاں۔وہاں صبر کی ایسی تصو۔یں موجود ہیں کہ ہم ا َ ا دیکھ لیں تو ہمارے لئے صبر کا مقام شکر کا مقام بن جائے۔''

''کیا ہے ایسا وہاں؟'' اس نے پلکیں جھپکیں۔

''وہاں موت کی آغوش میں زندگی پلتی ہے۔'' ا. اہیم پھیکا سا مسکرایا۔ اور اس آدمی کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ آدمی اب شرمندہ تھا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا پھر اس نے اپنے لباس کو دیکھا وہ صاف نہیں تھا۔ وہ پلٹ گیا۔

وہ وہاں سے سیدھا اپنے فارم ہاؤس پہنچا۔ اپنی آستینیں فولڈ کرتا ہوا وہ اندر داخل ہوا۔ عاصم اسکے پیچھے ہی تھا۔

'' کچھ ملا ہے؟'' وہ آگے آگے چل رہا تھا۔

''جی۔ کچھ ریڈی ہے۔''

''ہم۔ ٹھیک ہے۔'' وہ بیسمنٹ میں اتر گیا۔ بلب روشن ہوا تو سامنے زمین پر چار لوگ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور منہ ٹیپ لگا کر مقفل کئے گئے تھے۔ عاصم نے کرسی کھینچی تو وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گیا۔ عاصم نے ان کو سیدھا کیا اور منہ سے ٹیپ ہٹا دی۔

''کون ہو تم؟ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ لاہور کے کسی کچرے کے ڈھیر پر پڑی ہوگی تمہاری لاش۔ ایک رمیرے.. کو آنے دو۔'' گورنر صاحب کا بیٹا کافی طیش میں دکھائی دیتا تھا۔ ا. اہیم نے اسکا واچکا کردا دی۔

''ہمیں جانے دو۔ تم۔ تم کیا چاہتے ہو؟'' ایک دوسرا لڑکا بولا۔ ا. اہیم خاموش رہا۔

''ہم۔۔ شرمندہ ہیں۔'' ایک تیسرا لڑکا بولا تو ا. اہیم جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اس لڑکے کے گلے پر پاؤں رکھ دیا۔ وہ کھانسنے لگا۔

'' ''وہ اسکی دن پر دودیتا بولا وہ لڑکا سانس کی کمی کے شدی طرح تڑپ رہا تھا۔ ا. اہیم نے جھٹکے سے پاؤں ہٹایا تو اس نے ایک گہری سانس لی۔

''اونہوں۔ اتنی آسان نہیں۔'' کہہ کر وہ دور ہٹا جانے پلٹا۔

''ا. اہیم گورسی کی عدالت میں تمہیں سزائے موت بل تشدد سنائی جاتی ہے۔'' کہہ کر اس نے سٹول پر پڑا ایک کڑا اٹھایا تھا۔

صفا نے بمشکل خود کو گھسیٹا تھا۔ خیام قریشی کے کمرے سے اپنے کمرے تک پہنچنے میں مانو اسکو جیسے صدیاں لگ گئیں تھیں۔ وہ جس شناخت کے لئے دنیا سے لڑتی آئی تھی آج اپنے ہاتھوں سے گنوا آئی تھی۔ وہ اپنے باپ کے ہاتھوں اپنی شناخت لٹا آئی تھی۔ اس نے حسن جیسے شیطان کا سامنا کر لیا۔ ا. اہیم جیسے ضدی انسان کا سامنا کر لیا وہ اپنے باپ کے سامنے ہار گئی تھی۔ وہ اپنے باپ سے وہ کچھ نہ کہہ سکی جو وہ ا. اہیم یا حسن کو کہتی تھی۔ وہ وہاں بے بس ہو گئی تھی۔ کیونکہ اسکے سامنے کوئی عام مرد نہیں تھا اسکا باپ تھا۔ وہ آکر بیڈ پر ڈھے گئی۔ اس نے رونے، چیخنے، نے یا ماتم کرنے کی سکت باقی نہ بچی تھی۔ اور پھر کتنے ہی گھنٹے وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ رہی تھی۔ کسی کو کان و کان خبر نہ ہوئی۔ سب سمجھتے رہے کہ وہ سو رہی ہے۔

رات کے آٹھ بجے تو زریب قریشی ہاؤس کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے گاڑی کے ہارن پر ایسا ہاتھ رکھا کہ اٹھانا ہی بھول گیا۔

''یا اللہ یہ کون ہے۔؟'' زریجہ بیگم بے چین ہو کر لاؤنج میں پہنچیں۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' سعدیہ جلدی سے اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی باہر نکلی۔ گاڑی کا ہارن مسلسل بج رہا تھا۔ گارڈ کان پر ہاتھ رکھے گاڑی کے پاس کھڑا اس سے کچھ کہہ رہا تھا زریب نے ہارن بجانا بند نہ کیا کیونکہ وہ پہلے صفا کو فون کر چکا تھا۔ اس لئے آٹھ بجے کا مطلب آٹھ ہی تھا۔ وہ اب بھی ایک ہاتھ گاڑی کے ہارن پر رکھے دوسرے سے اسکو کالز کر رہا تھا۔ کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

''یا اللہ کون ہے؟ کس پر آفت ٹوٹی ہے جو ہمارے کان کھا رہا ہے؟'' سعدیہ باہر آکر کہتی تو گارڈ نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا۔ سعدیہ تک پھلائے تن فن کرتی گاڑی کے پاس پہنچی اور بند شیشہ بجایا۔ زریب نے ہارن بند کیا اور شیشہ نیچے کیا۔ شیشہ نیچے سرکا تو سعدیہ جو آگ کا گولہ بن کر آ رہی تھی ایک پل میں برف کا مجسمہ بن گئی۔

''ہاں جی؟'' زریب نے پرسکون سے انداز میں اس کو مخاطب کیا۔ سعدیہ بنا پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گئی۔

''کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟'' زریب نے اسکی آنکھوں میں فر سے دیکھا۔

''ہاں؟ نن۔نہیں۔'' سعدیہ. ی طرح ٹ. ائی۔زریب نے اپنی اذلی مسکان سجائی۔سعدیہ دل اسکے ی سے. ہر آنے کو تھا۔

''صفا کو بلا دیں۔میں نے اسکو فون کیا تھا۔کیا ابھی میڈم تیار نہیں ہوئی؟'' زریب نے چبا چبا کر کہا تو سعدیہ کا دماغ پھک سے اڑ یکیو وہ صفا کو بتا. ہی بھول گئی تھی۔

''نن۔نہیں تو۔وہ تو سو رہی ہے۔''

''واٹ۔'' وہ یتو سعدیہ. ی طرح اچھلی۔''اسکو کہیں اسکے پس پنچ منٹ ہیں۔اس سے ا منٹ بھی او نہیں۔''

''مم۔ ۔''

''جا ۔'' زریب ا. رپھر سے یتو سعدیہ ہڑ. ٹ. اکرا. رکی جا. بھاگی۔اسکی سانسیں اتھل پتھل ہو رہی تھیں ساتھ ساتھ یہ بھی ل تھا کہ اس نے زریب کی کال کیوں اٹھائی۔

''صفا۔۔!'' اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو صفا زمین پ بیٹھی تھی بیڈ کی پ ی سے ٹیک لگائے۔وہ اب بس یہ دعا کر رہی تھی ا. اہیم دستخط نہ کرے۔ا آ ی امید. قی تھی جس کے ہاتھ میں امید کی وہ ڈور تھی وہ تو خود نہ جانے کتنی. راس ڈور کو کاٹنے کی کوشش کر چکا تھا۔صفا کی امید کی کشتی بچو لے کھا رہی تھی۔وہ بس ہوا میں گھورے جا رہی تھی۔

''صفا۔! جلدی اٹھو۔'' سعدیہ نے ہڑ. ٹ. اکر اسکو اٹھا ی۔

''کیا ہوا ہے؟'' صفا نے سعدیہ کے چہرے کی اڑی رنگت دیکھی تو وہ ٹھٹکی۔ سعدیہ اسکی وارڈ وب کی جا. . ٹھ گئی۔

''تمہارے پس پنچ منٹ ہیں تیار ہو جاو۔اس نے ا سفید رَ کامیکسی ڈریس نکال کر صفا کو تھما ی۔

'' ہوا کیا ہے اور کہاں جا. ہے؟؟'' صفا. ی طرح الجھی۔

''صفا پلیز زی دہ سوال مت کرو۔'' اس نے صفا کو ڈریسنگ میں دھکیل دی وہ تے تے بچی۔چار و. چار صفا نے وہ کپڑے پہن لئے ت. سعدیہ اسکے لئے اسکے جوتے اور ہلکی سی جیولری نکالے کھڑی تھی۔

'' یہ . کیا ہے؟'' صفا نے الجھ کر پوچھا۔وہ پہلے ہی اپنے پورے ہوا س میں نہ تھی اور اوپ سے سعدیہ نے اسکو نئی الجھن میں ڈال دی تھا۔

''تمہارے آفس میں پ رٹی ہے۔زریب نے کال کر کے تمہیں بتا ی تھا. ں۔اب وہ. ہر گیٹ پ کھڑا ہمارے کان کھا رہا ہے۔'' سعدیہ نے. ٹی چالاکی سے سارا ملبہ ہی صفا پ ڈال دی۔

'' مجھے کسی نے فون نہیں کیا۔'' صفا نے ہڑ. ٹ. اکر جوتا پہنا۔سعدیہ نے جیولری اسکی جا. . ٹھائی۔''ضرورت نہیں میں حجاب ہی کروں گی۔'' اس نے اپنا حجاب اٹھا ی اور لپیٹ لیا۔چہرہ اس نے اٹھتے ہی دھو لیا تھا۔سعدیہ نے ا فاؤ اسکی جا. . ٹھا ی۔کہ وہ تھوڑا سا تیار ہو جائے۔''نہیں۔ضرروت نہیں۔میرا ولیمہ نہیں ہے بس ا آفیشل ایو ٹ ہے۔'' صفا نے بے زاری سے اسکا ہاتھ جھٹک دی۔'' مجھے کوئی فون نہیں آ۔'' صفا ا. رپھر سے الجھی زریب نے ا. رپھر سے ہارن پ ہاتھ رکھ لیا تھا۔سعدیہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ کھنچتی چلی گئی۔وہ دونوں سات منٹ میں گیٹ پ کھڑی تھیں۔سعدیہ اسکا ہاتھ پکڑے اسکو گاڑی ت لائی۔وہ آ کر گاڑی میں بیٹھی تو زریب نے ا اچٹتی نگاہ اس پ ڈالی۔

''دو منٹ تیس سیکنڈ لیٹ ہو تم۔'' اس نے اپنی گھڑی دیکھی۔

''ا منٹ۔! پہلے مجھے یہ بتاو کہ یہ . کیا ہے؟ کون سی پ رٹی کون سا ایو ٹ ۔؟ مجھے پہلے کیوں نہیں بتا ی اب مجھے اٹھا کر سعدیہ لے آئی ہے۔'' صفا نے حیران ہوتے ہوئے زریب کو دیکھا کو کہ اب گاڑی چکا تھا۔سعدیہ پیچھے کھڑی رہ گئی۔زریب نے بیک ویو مرر سے دیکھا تو وہ انہیں کی جا. دیکھ رہی تھی۔زریب نے ا آ د ئی تو سعدیہ ہڑ. ٹ. ائی۔گاڑی دور جا چکی تھی۔

''میں نے کال کی تھی محترمہ۔! آپ نے اٹھائی بھی تھی۔'' وہ اب پرسکون سا ہو کر بیٹھا تھا جبکہ صفا ابھی تک شاک کی کیفیت میں تھی۔اس پر آج کیا بیتی تھی وہ کسی کو بتا نہ پائی۔وہ اپنا غم نہ ہلکا کر پائی اور اسکو اسکی زمہ داریوں نے گھیر لیا تھا۔اس نے اپنے باپ سے عہد کیا تھا کہ وہ بیٹا بن کر انکا کاروبار سنبھالے گی تو وہ بیٹا بن گئی تھی۔اور بیٹوں کو اپنا دکھ رونے کا وقت نہیں دیا جاتا۔اگر تو گھر میں ایک میت پڑی ہو وہ اسکے سرہانے بیٹھ کر روتا نہیں اور اگر کفن دفن کی فکر لاحق ہو جایا کرتی ہے۔

مرد ذات بہت سخت ہے۔اللہ نے اسکو بنایا ہی اس طرز پر ہے یہ اپنے زخم چھپا لیتی اور اپنے آپ پی لیتی ہے۔مرد کا دل چل کر بھی مسکراتا ہے۔وہ اپنے خاندان کے لئے دو وقت کی روٹی کمانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر جاتا۔مرد اکی ایک مضبوط ترین تخلیق ہے۔مرد چٹانوں سے زیادہ سخت ہے۔یہ پہاڑوں سے زیادہ بلند ہے۔اس لئے اتنے قرآن کو اتارنے لئے ایک مرد کے کندھے کو چنا۔

جبکہ عورت اسکی حسین تخلیق ہے۔اگر کوئی عورت مرد کی خواہش مند ہے تو اسکو خواہشوں کو ہی ختم کرنا ہوگا۔

نیویارک سٹی میں اس پنچ کونوں والے گھر میں آج ساری لائٹس روشن تھیں۔گیٹ کھلا تو ایک لڑکا چلتا ہوا اندر آیا۔اس نے ایک پینٹ اور ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔وہ لان میں بنی چھوٹی سی روش پر چلتا ہوا آیا۔اور دروازے سے چابی نکالی۔اس نے چابی گھمائی لاک اوپن تھا۔وہ ناٹ کا۔وہ چلتا ہوا دوسری جانب آیا اور ونڈو سے جھانکنے لگا پردے ہوئے تھے۔اسکو کچھ دکھائی نہ دیا۔اس نے جلدی سے اپنی گن نکالی اور چوکس ہوا۔اب اس نے آہستہ سے ڈور نب گھمائی تو دروازہ کھلتا گیا۔وہ ایک قدم چلتا ہوا لاونج میں آیا۔سارے گھر کی لائیٹس روشن تھیں۔وہ چلتا ہوا اوپن فلور کے کمرے میں گیا۔وہ قوت اور مرجان کا کمرہ تھا وہ کمرہ خالی تھا۔پھر اس نے واشروم دیکھا وہ بھی خالی تھا۔اب وہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔اس نے آکر ایک ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ بھی خالی تھا۔

''تو کیا مجھے بھولنے کی بیماری ہوگئی ہے؟'' سفیر نے اسی گن سے اپنا ماتھا رگڑا۔

''ہینڈز اپ؟'' اسکے عقب سے ایک انی آواز آئی تو وہ فٹ بن گیا۔وہ جو گئی بھی تھی اس نے گن سفیر کی گردن کی پشت پر رکھی ہوئی تھی۔سفیر نے سر اٹھا کر نے کے اندازمیں ہاتھ کھڑے کر دئے۔

''کیا چاہیے تمہیں؟'' سفیر نے پوچھا۔

''فریج میں جو آئس کریم پڑی تھی وہ میں کھا چکی ہوں۔''

''تو اب اور کیا چاہیے؟''

''مجھے بھوک لگی ہے کھانا بناو۔اور برتن بھی تم دھوگے۔''

''اگر میں کھانا بناوں گا تو برتن تم دھوگی۔'' سفیر نے بے چارگی لئے کہا تو اس لڑکی نے گن پر دباو بڑھا دیا۔

''سوچ لو۔ایک کلک اور تمہارا کام تمام۔اسی گھر کے گارڈن میں دفناوں گی تمہیں۔''

''مجھے دفنا دوگی تو تمہارے لئے کھانا کون بنائے گا؟ اور تم جو دن میں پانچ بار کھانا اور پچاس بار کھاتی ہو وہ کون بنائے گا؟''

''ہمم۔یہ تو سوچا ہی نہیں۔'' وہ پل سوچا اندازمیں بولی تو اسکی گن پر گرفت کمزور ہوگئی اور اسی لمحے سفیر پلٹا تھا۔اس نے اسکا ہاتھ گھما یا اور اس سے وہ گن کھینچ لی۔

اب گن عیشا کے ماتھے پر تھی۔

''چلو۔! کھانا بناو اور برتن بھی تم دھوو گی۔'' سفیر کے ہونٹوں پر شرارت ناچ رہی تھی۔

''یہ۔تو چیٹنگ ہے۔پہلے میں نے تمہیں راضی کیا تھا کھانا بنانے کے لئے۔'' عیشا نے بے چارگی لئے اسکی جانب دیکھا۔

''ہاں اب بازی پلٹ چکی ہے۔'' سفیر نے دونوں گنز اپنی جیبوں میں رکھیں اور آگے آگے چل دیا۔عیشا پاوں پٹختی اسکے پیچھے آئی۔اب وہ ڈائینگ پر بیٹھا تھا۔عیشا نے ایک زہر نگاہ اس پر ڈالی اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔

''تمہاری امی کیسی ہیں؟''

''ٹھیک ہیں اب تو۔'' وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی۔

''ویسے ا. اہیم سر کیا خیر. ت سے گئے ہیں۔اب ا .. کیسے ہیں؟'' وہ اوپن کچن میں کھا. بناتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''ٹھیک ہیں وہ۔انھوں نے مذاق کیا تھا اور سر بیچارے معصوم دھوکہ کھا گئے۔''

''افففف۔معصوم؟'' عیشا نے دا. ت بھینچ لئے۔

''ہاں۔میرا معصوم سا بھائی ہے وہ۔'' سفیر نے کندھے اچکا دیئے۔

''آوچ۔!''' کچن سے آواز آئی تو سفیرا. پل میں وہاں پہنچا۔

''کیا ہوا؟' اس نے عیشا کو دیکھا جو کہ اپنا ا. ہاتھ دوسرے میں پکڑے کھڑی تھی۔

''جل َ. ۔'' اس نے ہو. ٹ گول کئے تو سفیر نے بے زاری سے سر جھٹکا۔

''اتنا سا کام نہیں آ. تمہیں؟'' وہ. ہر آ َ. ۔عیشا ٹ پ کر رہ گئی۔

''کتنے سفاک ہو تم. ر؟'' کچھ ہی د. میں وہ واپس آ. دکھائی د. اسکے ہاتھ میں ا. آئینمنٹ تھی۔اس نے عیشا کا ہاتھ پکڑا اور دوا لگا دی۔وہ دوا لگا رہا تھا اور ساتھ ساتھ پھونکیں بھی مار رہا تھا. کہ جلن کم ہو۔عیشا اسکا یہ روپ دیکھ کر رہ گئی۔

''اب ٹھیک ہے؟'' اس نے دفعتا نگاہ اٹھا کر دیکھا تو عیشا نے نم آنکھوں سے ہی اثبات میں سر ہلا. ۔

''جاو تم جا کر بیٹھو. تی میں کر. ت ہوں۔'' وہ آئمنٹ کا ڈھکن بند کر رہا تھا۔

''تھینکس۔'' عیشا نے پلکیں جھپکیں۔

''ز. دہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔کل اور پ سوں تم بناو گی۔'' وہ کھانے میں چمچ . ت ہوا بولا تو عیشا ٹ ھ کر رہ گئی۔

پ رٹی ا. ہوٹیل میں تھی۔وہ لوگ گاڑی سے ا. ے تو صفا نے خود پ ا. خول پ ڑھا لیا۔جس کے مطابق وہ ا. ہنستی کھیلتی خوش. ش اور کامیاب لڑکی ہے۔اس نے ا. مصنوعی مسکراہٹ سجالی۔وہ لوگ چلتے ہوئے ا. ر آئے تو حال میں ہی وا. کیانی مل گئے۔ا نگاہ صفا پ ڑی تو وہ مسکراتے ہوئے اسکے پ س ہی چلے آئے۔

''ارے ارے۔دیکھو کون آ. ہے۔'' انھوں نے اسکا پ تپاک استقبال کیا تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''آپ کے .. کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں۔'' صفا نے ا. نگاہ پھیر کر ارد َ دکا جائ. ہ لیا۔اسکی کمپنی اور کیانی ا. ٹسٹر. دونوں کے زمین اور ا فیملیز مدعو تھیں۔ ا. چہرے پ صفا کی نگاہ ٹ گئی۔وہ الجھی سی اس جا. . دیکھ رہی تھی تو وا. کیانی نے اسکی نگاہوں کی سمت میں دیکھا۔

''میری بھتیجی ہے۔شیزا وقار۔بہت ز ہین اور قابل بچی ہے۔مستقبل قر. . میں ہمارے .نس میں ہاتھ بٹاتی آئے گی آپکو۔'' انھوں نے تعارف کروا. تو صفا نے حیرت سے ا جا. . دیکھا۔یعنی وہ لوگ اسکے اور ا. اہیم کے . رے میں . کچھ جا تھے۔اور ایسے ظاہر کرتے تھے کہ ا کچھ معلوم ہی نہیں۔ پھر ایسے کہ ا کوئی فرق نہیں پ ۔

''آ ۔پ رٹی انجوائے کریں۔'' وا. کیانی نے اسکو خوش آمد. کیا تو صفا نے َ دن موڑ کر زر. ب کو دیکھا۔اس نے بھی اثبات میں سر ہلا د. تو وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے مہمانوں کے ت آ گئے۔کچھ ور کرز نے خوش ہو کر صفا کے پ س آئے انھوں نے اپنی بیویوں سے صفا کا تعارف کروا. ۔صفا مصروف سی ہو گئی تھی۔اس کے دل نے التجا کی تھی کہ ارمان اس ایو. ٹ میں نہ آئے اور وہ اسکو ابھی ت نہیں آ. تھا۔سو صفا نے شکر ادا کیا تھا۔

''ارے صفا۔! ہاو آر یو؟'' ا. انی آواز صفا کے عقب سے گو تو صفا نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔وہ اس آواز کو پہچا تھی۔ پھر وہ ز. دستی مسکرائی اور پلٹی۔

''ہائے۔''

''انکل نے تمہارے بارے میں بتایا تو میں شاکڈ رہ گئی۔کیا واقعی تم جیسی انٹروورٹ لڑکی اپنے کاکارو بار دیکھ رہی ہے؟'' وہ حیرت زدہ مسکرائی۔

''کاروبار سنبھالنے کے لیے دماغ کا ہونا ضروری ہے زبان کا نہیں۔'' صفا اب فر سے اسکی جان پلٹی تھی۔شیزا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

''اینڈ واٹ اباوٹ کمیونیکیشن سکلز؟'' اب کی بار شیزا نے پوزو ھے اور چھا سا مسکرائی۔

''کمیونیکیشن سکل میں اور زبان درازی میں بہت فرق ہے۔کمیونیکیشن سکل کا مطلب ہے اپنی بات کو دوسرے کو سمجھانا اور زبان درازی کا مطلب ہے کسی کا یہ سمجھے بنا اپنی کہے جانا۔'' صفا کے جواب پہ شیزا نے کندھے اچکائے تھی جبکہ پاس کھڑے زریب کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔اب کی بار وہ صفا کے سامنے آ کھڑا ہوا اور رخ شیزا کی جانب تھا۔

''مس کیانی۔آپ شاید ہماری مس قریشی کو ہلکے میں لے رہی ہیں۔'' وہ مسکراہٹ دبائے شیزا کو مزید طیش دلا گیا۔وہ پاؤں پٹختا وہاں سے چلی گئی۔زریب پلٹا تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔''ویل ڈن۔'' زریب نے آتے ہی تو صفا مسکرا دی۔شیزا کے تن بدن میں آگ لگ چکی تھی۔وہ چلتی ہوئی سیکنڈ فلور پہ آئی۔کہ کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔شیزا کمرے میں گم ہو گئی اور وہ کمرہ بند ہو گیا۔

''دینا۔وہ جو کل تم کر رہی تھی کر کے دکھاؤ۔'' منال بیگم نے پیار سے کہا۔وہ اور سفیان صاحب لاونج میں بیٹھے تھے اور دینا اپس وہیں لاونج میں پھر رہی تھی۔دینا نے پلٹ کر دیکھا۔منال بیگم نے اسکو کہا تو دینا نے اپنی سائیڈ کو کمر مٹکائی۔

''ارے ارے یہ کیا تھا؟'' سفیان گورسی کا قہقہہ گونجا۔منال بیگم بھی ہنس دیں۔

''پتہ نہیں کہاں سے سیکھا ہے۔کل سے کر کے دکھا رہی ہے مجھے۔'' وہ ہنس کر بتا رہی تھیں۔

''دینا کے سونے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' زہرہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔

''ابھی کھیل رہی ہے تو کھیلنے دو اسکو۔'' منال بیگم دینا کی شرارتوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔دینا پاکستان آ کر کافی ایکٹو ہو گئی تھی۔منال بیگم بھی سارا دن اسکے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں اور سفیان صاحب کی داڑھی کھینچنا تو دینا کا مشغلہ تھا۔

''میم۔!دینا کے سونے کا وقت ہے۔'' زہرہ نے دینا کو اٹھانا چاہا۔

''تم اسکی ماں نہیں ہو سمجھی۔!جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔اسکو نیند آئے گی سلا دوں گی۔'' وہ زہرہ پہ برسیں تو زہرہ نے اپنی نگاہ ان پہ ڈالی۔

''اہیم نے زموں کرزیدہ سر پہ پٹھا رکھا ہے۔'' انھوں نے سفیان صاحب کے سامنے سرگوشی کی۔سفیان گورسی نے اگھورا۔''ایسا نہیں کہتے۔وہ اب فیملی کی طرح ہے۔''

''فیملی کی طرح ہے فیملی ہے تو نہیں ناں۔'' منال بیگم نے منہ بنایا تو زہرہ اوہاں سے چلی گئی جبکہ دینا اپھر سے کھیلنے لگی۔

قوت اپنی اسٹڈی کتاب لئے بیٹھا تھا جبکہ مرجان اپنے پی سی پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

''قوت۔!'' اس نے پی سی پہ نگاہیں جمائے ہی اسکو پکارا تھا۔اسکی قوت کی جانب پشت تھی۔

''ہاں۔'' قوت نے بھی کتاب پہ نظریں جمائے ہی جواب دیا تھا۔

''تمہیں آئی میں کچھ آف نہیں لگتا؟'' وہ کی بورڈ پہ انگلیاں پوچھ رہا تھا۔

''نہیں۔نارمل ہے۔مجھے کچھ عجیب نہیں لگا۔'' اس نے کتاب کا ورق پلٹا۔

''اس نے اپنی پسندیدہ فلم کون سی بتائی تھی؟'' مرجان نے پوچھا تو قوت نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ کچھ پل کے لئے اسکی پشت کو دیکھے گیا۔وہ پی سی پہ کوئی گیم کھیل رہا تھا۔

''سنڈریلا۔کیوں؟'' قوت نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ہمم۔کچھ نہیں۔تم کتاب پڑھو۔'' مرجان نے مصروف سے انداز میں کہا تو قوت الجھ کر رہ گئی۔وہ گیم کھیل رہا تھا کہ اسکے پی سی پر ایک نوٹیفکیشن آیا۔مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔اور پھر اس نے وہ گیم کھیلنے کی ریکویسٹ ایکسیپٹ کر لی۔

''لو جی ٹائم نوسی؟'' سکرین پر پیغام نمودار ہوا تو مرجان نے چیٹ باکس اوپن کیا۔

''ہم لوگ پاکستان آ گئے ہیں۔''

''واو۔گڈ۔''

''کیا تم پاکستان کے بارے میں جانتی ہو؟'' مرجان کو دلچسپی ہوئی۔

''ہاں۔پاکستان ایک ملک ہے جیسے باقی ملک ہیں۔''

''واہ۔سو امپریسو۔اتنا نالج؟'' مرجان نے اسکا مذاق اڑایا تھا۔

''پر مجھے نہیں پتہ پاکستان کے بارے میں۔'' خجلت سے بھرپور جواب آیا تھا۔

''اچھا تم جاؤ ہو میں اپنی پاکیٹی لیڈی سے ملتی تھا۔'' مرجان نے پیغام بھیجا تو کچھ پل کے لئے چیٹ باکس میں سناٹا چھا گیا۔۔اور پھر وہ ٹائپ کرنے لگا۔

''کیسی تھی وہ؟''

''ہمیشہ کی طرح پاکیٹی۔تم جاؤ ہو۔ماما چلی گئیں۔'' مرجان کو جیسے کچھ یاد آیا تھا۔

''افسوس ہوا۔'' مقابل نے جواب دیا تو مرجان کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

''نہیں تمہیں افسوس نہیں ہوا۔تم بس کہہ رہے ہو۔'' مرجان نے پیغام بھیجا تو مقابل نے الجھ کر سکرین کو دیکھا۔

''کیو افسوس بس اک ہوتا ہے جن کے لئے جانے والے معنی رکھتے ہوں۔باقی دنیا بس فارمیلٹی نبھاتی ہے۔یونو۔میں نے جنازوں پر لوگوں کو قہقہے لگاتے دیکھا ہے۔'' مرجان کے الفاظ نے مقابل کو اپنی جگہ منجمد کر دیا تھا۔

''۔۔مجھے۔افسوس ہوا ہے۔'' ایک بکھرا سا پیغام تھا۔

''ہمم۔کہہ تو ہو۔میں یقین نہیں کرتا۔'' مرجان نے پیغام بھیج کر کندھے اچکا دیئے۔مقابل ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔وہ کیسے بتاتا کہ جس ذات کے بارے میں وہ لوگ بات کر رہے ہیں وہ اس ساری دنیا میں اسکا واحد ایک رشتہ بچا ہوا تھا۔

''خیر۔!تم مت مانو۔یہ بتاؤ کہ اتنے دن غائب کیوں تھے؟''

''یہی تو بتا رہا ہوں کہ۔۔۔سے ماما گئیں ہیں میرا کسی چیز میں دل نہیں لگتا۔گیمز کھیلنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔''

''اب کیسے کر رہا ہے دل؟''

''اب میری قسمت پاکیٹی لیڈی سے ہو گئی ہے۔ہاں۔اب دو بارہ دل کرتا گیمز کھیلنے کو۔''

''اچھا۔تمہارا باپ کیسا ہے؟''

''۔۔۔۔! میں جانتا ہوں وہ بہت بکھرے ہوئے ہیں۔وہ اندر سے ٹوٹ چکے ہیں وہ شو نہیں کرواتے۔''

مرجان کا پیغام پڑھ کر حسن کے چہرے پر کرب در آیا تھا۔کاش وہ حالات کے اس بھنور میں نہ پھنستے۔کاش وہ دونوں ہمیشہ دوست ہی رہتے۔ا دوستی کبھی ختم نہ ہوتی۔یہ بس ایک کاش تھا۔

''تم نے بتایا نہیں مرجان۔!''

''کیا؟''

''یہی کہ تمہاری پاکیٹی لیڈی کیسی ہیں؟'' حسن نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

''وہ ٹھیک ہیں۔ .. کو. جانے کیا مسئلہ ہے نہ انکا. م ۔ دیتے ہیں اور نہ ہی ملنے دیتے ہیں۔'' مرجان اداس سا ہوا۔

''کیا واقعی؟'' حسن کو خوشی ہوئی تھی۔ جانے کیوں ا ۔ کمینی سی خوشی ہوئی تھی۔

''ہاں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے ان سے ملنا ہے .. میری کوئی. ت ہی نہیں ''ت۔''

''ہمم۔ یہی بہتر ہے تمہارے .. کے لئے بھی اور تمہاری پ یٹی لیڈی کے لئے بھی۔''

''واٹ؟'' مرجان کے سر پ بم پھوٹ تھا۔

''کچھ نہیں۔ آوا ۔ گیم ہو جائے۔''

''چلو۔ ہارنے کے لئے تیار ہو جاو۔'' مرجان نے مسکرا کر گیم سٹارٹ کی تھی۔

''صفا۔ ت .. پلیز۔'' صفا لوگوں کے تپ کھڑی تھی کہ دو. رہ آواز آئی۔ صفا پلٹی تو سامنے شیز کھڑی تھی۔

''صفا۔ ا ۔ پ ابلم ہو گئی ہے۔'' اس نے ملتجی نگاہوں سے صفا کو دیکھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

''وہ۔ مجھے لگتا ہے میرے ڈریس کی زپ ٹوٹ گئی ہے اور اب وہ کھل رہی ہے۔'' اس نے اپنا دوپٹہ اپنے دپھیلا رکھا تھا جو کہ اتنا. ر ۔ تھا کہ کسی کام نہ آ سکا۔

''تو۔ میں کیا کر سکتی ہوں؟'' صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''کیا تم۔ پلیز۔ اسکو پن اپ کر سکتی ہو؟ میرے پ س سیفٹی پنز ہیں میرا ہاتھ نہیں پہنچ رہا۔'' اس نے سما. ۔ کی تو صفا نے ا ۔ گہری سا سن خارج کی۔

''لاو۔'' وہ آگے. ڑھی۔

''پ گل ہو؟ یہاں کیسے؟ اوپ روم میں آ جاو۔'' اس نے کہا تو صفا نے اوپ کی جا. دیکھا۔

''چلو پلیز۔'' شیز انے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسکو لے گئے۔ وہ دونوں دوسری منزل کی راہداری میں چلتی ہوئی جا رہی تھیں کہ ا ۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور اس نے صفا کوا. ر کھینچ لیا۔ اسکی ا ۔ چیخ. امد ہوئی جلد ہی وہ چیخ دم توڑ گئی۔۔ شیز انے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر وہ کمرے کے دروازے کے پ س گئی۔

''صفا۔۔ کیا تم یہاں ہو؟'' اس نے دستک دی۔

''ہاں۔ وہ یہاں ہے۔ میری پیاری ن ۔ زرا ہمیں تھوڑی پ ائیویسی دے دو۔'' مردانہ آواز آئی ساتھ ہی ٹ ٹ چیخوں کی آواز بھی آ رہی تھی۔

''ارمان۔ تم؟'' شیز انے لاعلمی ظاہر کی۔

''ہاں۔ میں اپنی منگیتر کے ساتھ تھوڑا ٹ ئم سپینڈ کر. چاہتا ہوں۔ اور امید ر ۔ ہوں کہ تم ہمیں ڈسٹرب نہیں کرو گی۔''

''او۔ او کے۔ نہیں کرتی۔'' شیز ا کی آواز گو تو ادھر کھڑی صفا کی آنکھیں ابل پڑیں۔ وہ اسکے منہ پ ہاتھ رکھے اسکو دروازے سے لگائے کھڑا تھا۔

''نہیں۔ نہیں۔'' صفا نے بولنے کی کوشش کی اس نے میں سر ہلا. شیز او ہاں سے جا چکی تھی۔ صفا کی آنکھوں کی پ یں سا ۔ ہو گئیں۔ وہ. ڑی مصیبت میں آن ی تھی۔ ''ا. ۔ ا. اہیم۔'' اسکے دل نے دہائی دی تھی۔ اسکو پکارا تھا۔

وہ بیسمنٹ میں تھا۔ اس وقت اسکے سامنے چار وجود پ ے تھے جن کی شنا. ۔ کر. ممکن تھا سوائے ڈی این اے ٹیسٹ کے۔ وہ پ سکون سا کھڑا ا دیکھ رہا تھا۔

''دیکھو۔۔ عاصم۔ آج میں نے ا ۔ گھنٹے میں چار. ٹ ئے ہیں اور یقین جانو ان چاروں نے پچھلے ا ۔ گھنٹے میں کوئی تیس. رموت مانگی تھی۔ وہ محظوظ سے ا. از میں عاصم کو بتا رہا تھا۔ جبکہ عاصم کا دل کسی بھی لمحے بند ہونے کو تھا۔ وہ ا. اہیم سے بہت خوف کھا ۔ تھا کیو ا. اہیم کے اس چہرے سے وہی اچھی طرح واقف تھا۔ ق . کے سامنے وہ ا ۔ کیئر. ا ن تھا۔ اسکا یہ رخ عاصم اکثر دیکھا کر. تھا اس لئے عاصم اس سے بہت ز ۔ دہ خوفزدہ رہتا تھا اور اسکی بس یہی دعا ہوتی تھی کہ کبھی وہ ا. اہیم کے سامنے کسی کا مجرم بن کر. آئے۔ ''خیر۔ صفائی کر دینا۔ اور ہاں ضروری نہیں ہے کہ ا شنا. ۔ کے لے ڈی این اے ٹیسٹ پ وقت. دکیا جائے۔ اس لئے خود ہی ا آ کری

رسومات ادا کر دے۔'' وہ عاصم کا کندھا تھپتھپا کر وہاں سے نکلتا۔ اپنے کمرے میں آیا اور اپنے کپڑے نکال کر واشروم میں گھس گیا۔

عینا ٹیرس پر کھڑی تھی۔ وہ کھلی فضا میں سانس لے رہی تھی۔ کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ کہاں وہ ایک آزاد پنچھی تھی اور کہاں آج وہ قید ہو کر رہ گئی تھی۔

''میں بھی اس شیطان کو مزہ چکھائے بنا سکون سے نہیں بیٹھنے والی۔ سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔'' عینا نے سامنے لان میں بیٹھے حسن پر نگاہ ڈالی۔'' قادر۔ مجھے اسکا پتہ بھی تو نہیں ہے۔ کوئی لیڈ کیوں نہیں مل رہی مجھے؟ آخر کیا کروں میں۔'' وہ اپنی سوچوں میں مگن تھی کہ اسکو ٹیرس پر آہٹ محسوس ہوئی۔ عینا نے مڑ کر دیکھا تو وہ سانس روکے رہ گئی۔ کوئی بلیک پوش اسکی جانب آرہا تھا اور اسکے ہاتھ میں گن تھی۔ عینا کا حلق خشک ہوا۔ اس نے چیخنا چاہا مقابل نے منہ پر انگلی رکھ کر اسکو خاموش رہنے کا کہا۔ عینا وہیں دم سادھ گئی۔ وہ آکر عینا کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس نے عینا کا رخ موڑا اور اسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اب عینا سامنے حسن کو دیکھ سکتی تھی۔ حسن کی اگلی جانب پشت تھی۔ اس آدمی نے عینا کی کنپٹی پر گن رکھی۔ عینا کی سانس اٹکی۔ اسکی آنکھیں نم ہوگئیں۔ تو کیا بس اتنی سی تھی زندگی؟ کیا بس اب اختتام تھا؟ کیا اسکا رزق زمین سے اٹھ گیا؟

''آئی لو یو۔'' عینا نے آنکھیں بند کر کے زیر لب دہرایا تھا۔ اس آدمی نے عینا کی کنپٹی سے گن ہٹا دی۔ عینا نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو وہ اسکے کندھے پر گن ٹکائے اب حسن کا نشانہ لے رہا تھا۔ عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یعنی وہ جو کوئی بھی تھا حسن کو مارنے آیا تھا۔

لان میں وہ کھڑا تھا۔ وہ زمین پر دیکھ رہا تھا جہاں ایک سفید رنگ کی بلی بیٹھی اسکو گھور رہی تھی۔ حسن کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ اس بلی کو دیکھتا رہا۔ وہ ایک ڈھیلے سے ٹراوزر اور بنا استینوں کی شرٹ میں ملبوس تھا۔

''اچھا تم جا ہو میں اپنی پرسنل لیڈی سے ملتا۔'' مرجان کی کچھ دیر پہلے کہی گئی باتیں ابھی تک اسکے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔

''تم چلی گئی۔ تم نے ایک بار بھی میرا نہیں سوچا۔ اور دیکھو۔ میں اس قدر طاقت ور ہو کر بھی تمہیں روک نہ پایا۔ کیا تم جانتی ہو کہ میں تمہیں کیوں نہ روک پایا؟ کیونکہ میں طاقت ور بس دوسروں والوں کے لئے ہوں۔ جو میرے لئے معنی رکھتے ہیں۔ انکے سامنے میں خود کو بے بس اور لاچار محسوس کرتا ہوں۔ تم چلی گئی کیونکہ تم جانا چاہتی تھی۔ اس لئے میں نہیں روک پایا۔ تمہیں روک بھی لیتا تو ساری زندگی تمہاری آنکھوں میں خود کے لئے حقارت دیکھتا جو کی حسن کو گوارہ نہیں تھا۔ حسن سے لوگ محبت کرتے ہیں۔ حسن خوبصورت ہے اس لئے حسن دلوں میں گھر کر جاتا ہے اگر تمہارے دل میں گھر نہ کر سکا تو میں تمہیں یہ بھی اجازت نہیں دیتا کہ تم مجھ سے نفرت کرو۔ اس لئے میں نے تمہیں ایسا کر کے چھوڑا ہے کہ تم ساری زندگی نہ مجھے بھلا پاؤ گی۔ چاہ پاؤ گی اور نہ نفرت کر پاؤ گی۔'' وہ زخمی سا مسکرایا۔

''نہیں تمہیں افسوس نہیں ہوا۔ تم بس کہہ رہے ہو۔'' مرجان کے اگلے الفاظ گونجے تو اسکی مسکراہٹ تھم گئی۔

''تم کیا جانو مرجان۔!!!! تم کچھ نہیں جانتی۔ حسن کو کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ حسن کسی کو خود کو جاننے ہی نہیں دیتا۔ حسن خود کو ابھی تک نہیں جان پایا تو کسی کو اختیار نہیں ہے کہ حسن کے بارے میں کوئی رائے قائم کرے۔'' وہ اب زمین پر بیٹھا اس بلی کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ''لوگ کہتے ہیں حسن ظالم ہے۔ کیا میں ظالم ہوں؟'' اس نے بلی کو گود میں بٹھا لیا۔ وہ بلی ذرا سی اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔ ''یعنی تم بھی یہی سمجھتی ہو۔'' حسن کو افسوس ہوا تھا۔ بلی نے اپنا سر اسکے بازو سے مس کیا۔ وہ اسکے ساتھ کمفرٹیبل تھی۔ حسن مسکرا دیا۔ ''مجھ سے زیادہ فری مت ہو۔ میں ظالم ہوں۔'' وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

اس شخص نے حسن کے سر پر ہاتھ رکھا کیونکہ حسن بیٹھا تھا۔ وہ اسکے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ عینا نے نم آنکھوں سے لان میں بیٹھے حسن کو دیکھا۔ اسکا دل مٹھی میں آیا تھا۔

''اچھا ہے یہ مر جائے۔ میری تو جان چھوٹے۔'' کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے ہی عینا نے آنکھیں بند کیں تو ہر سو بس وہی وہ دکھائی دیا تھا۔ ہر چہرے میں حسن کا چہرہ تھا۔ ہر لمس میں حسن کا لمس تھا۔ اور ہر آواز میں حسن کی آواز شامل تھی۔ عینا کا دل الگ لے میں دھڑکا تھا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اسکو لگا کہ اگر گولی چل گئی تو وہ مر جائے گی کیونکہ وہ شخص مر جائے گا۔ عینا کا دل مٹھی میں آیا تھا۔ اسکو سانس نہیں آئی تھی۔ وہ سامنے تھا۔ وہ موت کے منہ میں تھا۔

عینا کی آنکھوں کے سامنے منظر چلنے لگے۔ کیسے اس نے اسے شیر کے منہ سے بچایا تھا۔ ہالا اس کو اسکے سامنے پھینکنے والا بھی وہی تھا۔ عینا نے اچھی طرح دیکھا کہ وہ اسکو ہمیشہ معاف کرتا آیا تھا۔ ہالا اس نے شاکے ریے میں سنا تھا کہ وہ ایک خطا پر ہی سزا دے دیتا ہے۔ وہ دوسرا چانس نہیں دیتا عینا تو بار بار سے آئی تھی وہ اسکو چانس دے رہا تھا۔ جینے کے۔!

وہ نہا کر واپس آ ۔اس نے تو کیہ ہینگر پہ اچھالا اور بلون میں ب ش کرنے لگا۔اسنے ا ۔ر پھر سے سفید قمیض شلوار ز ۔تن کر لیا تھا۔ہاتھوں میں وہی ڈھیلی سی گھڑی۔کفلنگز لگائے اور پ فیوم سپرے کیا۔اس نے ا پل کے لئے آ ئ ۔میں خود کو دیکھا۔تو بلاوجہ ہی مسکرا یا تھا۔

''نوال کا انتقام لے چکا ہوں میں۔اب تو کوئی شکا ۔نہیں؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا اس وقت وہ صرف اسکے تخیل میں تھی۔اس نے موبائل اٹھا یا تو اس پ ا میسج آ ہوا تھا۔اس نے پہلے تو اگنور کیا پھر ٹھٹک کر پڑھنے لگا۔

''طلاق کے کاغذات میرے پ س ہیں۔زحمت نہ کر ۔بس خود آ جاو اور سائن کر دو۔'' میسج پڑھ کر اسکی دن کی رگیں ابھر آ تھیں۔

''تو خیام قریشی اس حد جائے گا؟'' وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ ۔وہ وہاں سے نکلا۔

''کیا تم نے صفا کو دیکھا ہے کہیں؟'' زریب نے شیزا سے پوچھا تو وہ کندھے اچکا گئی۔

''کہاں چلی گئی؟'' زریب پ یشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

'' لا ٹ ئم تمہارے پ س دیکھا تھا میں نے اسکو۔'' زریب اچا پلٹا تو شیزا ی طرح ہڑ ٹ ائی۔''نن۔نہیں تو۔میرے ساتھ تھی۔''

''ہاں۔میں نے دیکھا تھا کہ تم دونوں ب تیں کر رہی تھیں۔''

''نہیں۔آ پکو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' شیزا کہتے وہاں سے چلی گئی۔جبکہ اب زریب واقعی گھبرا یا تھا۔وہ ریسٹ رومز کی جا ۔ ۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔

''صفا۔! کہاں ہو تم؟؟'' زریب نے فون نکالا اور ا ۔ر پھر سے کال ئی فون سوئچڈ آف جا رہا تھا۔پ رٹی ختم ہونے والی تھی اور صفا کا کہیں اتہ پتہ نہیں تھا۔اب زریب کے بھی ہاتھ پ وں پھولنے لگے تھے۔''کیا کروں؟ کس کو بتاوں؟ نہیں خیام سر کو کچھ ہو ۔تو؟ ا کچھ نہ بھی ہوا تو انھوں نے میری جان ضرور لے لینی ہے۔'' زریب نے ب لوں میں ا ۔یں دھنسا ۔

عینا نے پلکیں جھپکیں۔۔وہ آدمی بس ڈ ۔نے کو تھا۔بس ا کلک اور سامنے زمین پ بیٹھا شخص ختم۔!اس نے عینا نے منہ پ ہاتھ جما یا ہوا تھا۔

''نہیں۔۔۔حسن۔!!!'' عینا نے پکار چاہا الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔

''چلو۔اب تم کھیلو جا کر۔۔!'' اس نے بلی کو زمین پ ا ۔را اور ہاتھ جھاڑ ۔ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اس آدمی نے اپنی پوز اب سنبھالی تھی۔عینا نے اگلے ہی پل اس شخص کے ہاتھ پ کاٹ ۔تو وہ کر ٹ کھا کر پیچھے ہٹا۔آہٹ پ حسن نے او پ دیکھا۔

''حسن۔!!!!'' عینا ئی۔اس نے اچنبھے سے دیکھا۔''ہٹ جاو۔۔ہٹ جاو۔'' وہ رہی تھی۔ حملہ آور ا ھیرے میں تھا۔ پھر اگلے ہی لمحے حسن کی نگاہ ا ہیولے پ پڑی جو کہ عینا کے عقب میں تھا۔حسن نے اپنی گن نکالی جو کہ ہر وقت اسکے پ س ہوتی تھی اور فا ئر کیا۔ سامنے عینا تھی۔حسن نے فا ئر عینا کے دا جا ۔ کیا وہ آدمی بچ ۔اس سے پہلے کہ حسن کچھ اور کر ۔اس آدمی نے عینا کو وہیں سے دھکا دی ۔عینا لمحے کے ہزارویں حصے میں وہاں سے نیچے ی تھی۔چند سیکنڈز کا وہ فاصلہ۔۔وہ موت کی جا ۔ سفر تھا۔اس لئے اسکا ا ا لمحہ عینا کو از تھا۔اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو موت کے سپرد کر دی ۔

اگلے ہی لمحے وہ کسی کی مضبوط ب نہوں میں تھی۔وہ لڑکھڑا اور پول میں ۔عینا بھی ساتھ ہی ی۔ ٹھنڈا پانی عینا کے جسم سے ٹکرا یا تو اسکو ہوش آ ۔

اس نے ہر ٹ اکر ادھر ادھر دیکھا۔وہ دو قدم کی دوری پ تھا۔عینا کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔فا ئر کی آواز سے سکیورٹی وہاں پہنچ چکی تھی۔ہر خارجی راستہ بند کر دی ۔ تھا۔

''آر یو او کے۔'' حسن نے چہرے پ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے پوچھا۔عینا ی طرح پ پ رہی تھی۔عینا نے اسکی جا ۔ بھیگی پلکوں سے دیکھا۔وہ پوری طرح بھیگ چکی تھی۔حسن نے اپنا ہاتھ آگے ب ھا یا تو عینا نے اپنا لرز ہاتھ اسکے ہاتھوں میں دے دی ۔

''اٹس۔او کے۔چلو یہاں سے۔'' اس نے عینا کا ہاتھ پکڑا اور اسکو وہاں سے نکال کر لے ۔وہ اسے لئے عینا کے کمرے میں آ ۔اور ا ٹ ول اسکے ڈ لپیٹ دی ۔

''چیک کرلو۔'' اسے کہتا وہ کمرے سے نکل ۔''میڈم کے لئے سوپ لے کر جاو۔'' نیچے آتے ہی اس نے زمہ کو حکم مہ جاری کیا۔فا ٔر کی آواز سے سارے زمین لاونج میں جمع ہو چکے تھے۔

عینا بیڈ پ بیٹھی ۔ ی طرح پ پ رہی تھی۔وہ سر ٹ ں میں دیئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''یا اللہ۔!!!یہ ۔ کیا تھا؟ا وہ مر جا ؟ میں خود کو کبھی معاف نہ کر پ تی۔''عینا کی آنکھوں سے آ رواں تھے۔وہ خوفزدہ تھی۔ وہ کسی کو کھونے سے ڈر گئی تھی۔

رات کے ساڑھے نو بجے قریشی ہاوس کے ۔ ہر گاڑی آ کر رکی تھی۔وہ تن فن کر ا ٓ ر آ ۔گارڈ نے روکا اس نے اپنی گن سے اسکو وہیں خاموش کروا د ۔گارڈز بھی روز روز کی ڈرامے ۔ زی جا تھے سو وہ ۔ زر ہے۔

وہ چلتا ہوا لاونج میں آ ۔''خیام قریشی۔!! ۔ ہر نکل۔'' وہ پوری قوت سے دھاڑ ا تھا۔

''یا اللہ خیر۔۔!!!'' یجہ بیگم خیام صا ۔ کے پ س بیٹھیں تھیں انھوں نے ٹ پ کر ا جا ۔ دیکھا جبکہ وہ پ سکون سے رہے۔''آ ٓ یہ اب کیا ۔ ٓ ہے؟''

ٓ یجہ نے اٹھتے ہوئے ا نگاہ خاموش سے بیٹھے خیام قریشی پ ڈالی۔اور ۔ ہر نکلی آ ۔سامنے وہ لاونج میں کھڑا تھا ہاتھ میں گن لئے وہی شرہتی آنکھوں میں شعلے جلائے۔

''ا ۔ اہیم۔! کیا ہوا ہے اب۔اب کیا ۔ ٓ ئے ہو؟ ۔ کچھ تو چھین چکے ہو تم؟'' وہ آتے ہی ۔ سیں تھیں کیو ان سے اب اپنی بیٹی کی حا ۔ دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ا ۔ اہیم کی وجہ سے وہ ز ٓ گی کے ایسے موڑ پ تھی کہ لوٹنا وہ چاہتی نہیں تھی اور آگے وہ ٹ ھ نہیں سکتی تھی۔

''خیام قریشی کو ۔ ہر بلا ۔'' وہ اپنے غصے پ قابو کر ۔ تھا۔

''کیا کہنا ہے تم نے ان سے؟ پہلے ہی وہ تمہاری وجہ سے بستر پ ہیں۔تم ہماری جان چھوڑ کیوں نہیں دیتے ا ۔ اہیم؟؟؟؟'' وہ سر پکڑ کر ۔

''صفا کہاں ہے؟'' اب کی ۔ راس نے جبڑے بھینچ لئے۔

''کیا کہنا ہے اس سے؟ کیوں پوچھ رہے ہو اسکا؟ تم تو اس سے ہر رشتہ توڑ چکے ہو۔میری بیٹی ہر وقت ٹ پتی ہے تمہارے لیے تم نے کیا کیا؟ اپنی د بسالی؟''

''میرا دماغ ٓ اب مت کریں۔'' اس نے گن سے ماتھا ر ٹ ا۔

''تم نے ہماری ز ٓ گی ٓ اب کر دی۔۔ہم تمہارا دماغ بھی ٓ اب نہ کریں؟ کیا تمہیں میری بیٹی کی خوشیاں چھین کر؟ کیوں۔کیوں اسکو اپنی محبت میں پھنسا ۔ کہ اب وہ تمہارے بنا سانس بھی نہیں ۔ ٓ چاہتی؟'' وہ تو ا ۔ اہیم خاموش ہو ۔

''میں نے اسکو کسی محبت کے جال میں نہیں پھنسا ۔ وہ ۔ کچھ جا تھی پھر بھی۔''

''پھر بھی کیا؟ ہاں؟ اب تم کیا چاہتے ہو؟؟''

''خیام قریشی کہاں ہے۔'' کہہ کر وہ ا بغل سے نکل ۔ وہ پیچھے چیختی تی رہ گئیں۔اس نے دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھولا تو وہ بیڈ پ بیٹھے تھے۔

''خیام قریشی۔۔!!!'' وہ دھاڑا۔

''اب کیا چاہیے تمہیں؟ یہاں اب کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے لئے تم اس گھر میں د ٓ ۔ سکو۔'' انھوں نے تنفر سے اسکو دیکھا۔

''صفا کہاں ہے؟؟''

''تم سے مطلب؟؟ جاو اپنا کام کرو۔'' وہ پ سکون سے ٹیک لگا گئے۔

ا ۔ اہیم نے ا پ سکون دیکھا تو اپنی ۔ ۔ سے مو ئل نکالا اور میسج کھول کر سامنے کیا۔انھوں نے آنکھیں سکیڑ کر میسج پ ڑھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟ تمہارے ا میسج پ میں اسکو طلاق دے دوں گا؟؟ نہیں۔۔ ۔ ۔ وہ نہیں چاہے گی اسکو طلاق نہیں ہوگی۔اس کے ساتھ اب ۔ جو ہو ٓ تھا سو ہو ۔اب وہی ہوگا جو وہ چاہتی ہے۔'' وہ بول رہا تھا جبکہ خیام قریشی کا ر ٓ سفید پ ۔

''یہ۔۔یہ۔میسج۔میں نے نہیں کیا۔'' وہ بولے تو ا ۔ اہیم نے چو ٓ کر دیکھا۔

''صص۔صفا۔صفا کہاں ہے؟'' خیام قریشی نے ہڑبڑا کر فون اٹھایا۔ا۔ اہیم ا ردعمل پ ڑ ۔انھوں نے جلدی سے صفا کا نمبر ڈائل کیا فون بند جا رہا تھا۔خیام قریشی کا سارا وجود پسینے میں نہا ۔''صفا۔میری بیٹی۔کہاں ہے۔وہ؟''

''میرے سامنے یہ ڈرامے ۔زی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں تم سے یہ کہنے آ ہوں کہ آئندہ ایسا کوئی پیغام بھیجنے کی غلطی مت کر ۔'' وہ پلٹا جبکہ خیام صا ۔ کی سانس اکھڑنے لگی۔

''شاہ صا ۔۔!!!شاہ صا ۔!!!'' یجہ بیگم بھاگ کرا پ س پہنچیں۔

''میری۔بیٹی۔وہ۔وہ۔خطرے۔میں۔۔میں۔'' وہ آنکھیں مو گئے۔ا۔ اہیم کے ہواس شل ہوئے۔ا انھوں نے وہ میسج نہیں کیا تو کس نے کیا۔یعنی۔!!!!۔نے ۔نے ملتے ہی وہ ۔ہر بھاگا تھا۔

''گاڑی نکالو اور خیام قریشی کو پ ل لے جاو۔'' گیٹ پ کھڑے چوکیدار سے کہا تو وہ اور ڈرائیور ا ربھاگے تھے۔اگلے ہی پل وہ اپنی گاڑی ہواوں میں اڑا کر لے جا چکا تھا۔اس نے فورا عاصم کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

''جی سر۔!!''

''لوکیشن سینڈ کرو۔''

''کس کی سر؟؟؟'' عاصم ہڑبڑایا۔

''تمہارے ۔پ کی۔!!!میرے منہ سے مزید کچھ مت سنو۔صفا کی لوکیشن دو۔'' وہ جا تو عاصم نے پ پ تے ہاتھوں سے لوکیشن بھیجی۔صفا کے فون میں ٹ ا ٹ لڈ تھا۔

بیس منٹ کا فاصلہ اس نے اٹھ منٹ میں طے کیا تھا۔وہ ہوٹیل میں داخل ہوا۔ایو ٹ اینڈ ہور ہا تھا ۔ لوگ اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ا۔ اہیم کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔وہ دیوانہ وار ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اسکو مہمانوں کے ٹ وا ۔ کیانی آئے۔ا۔ اہیم مٹھیاں بھینچے ا پ س پہنچا اور ا یبان سے پکڑا۔ ۔ لوگوں میں خوف سا پھیل ۔اگلے ہی لمحے ا۔ اہیم نے گن نکالی اور ا ماتھے پ ٹکا دی تو وہاں لڑکیوں نے چیخنا شروع کر دیا۔زریب جو کہ دوسرے فلور پ ہی اسکو ڈھونڈ رہا تھا اس نے ٹھٹک کر نیچے دیکھا۔

''اوہ۔شٹ۔!!!اب اسکو کیا چاہئے؟'' وہ بھاگ کر نیچے آیا۔

''کیا چاہیے تمہیں؟'' وا ۔ کیانی نے اسکی آنکھوں کے شعلے دیکھے تھے۔

''صفا۔کہاں ہے۔'' وہ چبا چبا کر بولا۔

''نہیں جا ۔یہیں تھی۔'' وا ۔ کیانی نے ادھر ادھر دیکھا تو ا۔ اہیم نے انکا یبان پکڑ کر انکا رخ اپنی جا ۔ کیا۔دور کونے میں شیز کھڑی کا پ رہی تھی۔

''صفا کہاں ہے۔'' اسکی آنکھوں میں خون ا آیا تھا۔

''ا۔ اہیم۔!!!وہ یہاں نہیں ہے۔'' زریب سیڑھیاں ا تے ہوا اس جا ۔ آیا۔

''وہ یہیں ہے۔'' ا۔ اہیم نے گن پ د و ڑھایا۔لوگ وہاں سے جانے لگے۔''خبردار جو کوئی اپنی جگہ سے ہلا۔ا۔ اہیم نے ا ہوائی فا کیا تو وہ ۔ کے ۔ سہم کر وہیں زمین پ بیٹھ گئے۔۔کچھ دیر میں عاصم بھی وہاں پہنچ تھا۔

اسکے ہاتھوں میں لوکیٹر تھا۔''سر او پ ۔'' کہتے عاصم سیڑھیاں پھلا ۔ا۔ اہیم نے ا نگاہ وا ۔ کیانی پ ڈالی ''ا تمہارا ٹ اس میں شامل ہوا۔تو قسم کھا ہوں۔اسکی لاش نہیں پہچان پ وگے'' وہ وا وارننگ دیتا ہوا سیڑھیاں پ ھ ۔زریب بھی پیچھے ہی تھا۔پیچھے وا ۔ کیانی زمین پ ت چلے گئے۔

وہ لوگ اس اس کمرے کے دروازے پ کھڑے تھے۔عملہ چابی لئے ا پیچھے بھاگ کر آ ا پہنچے سے پہلے ہی ا۔ اہیم وہ دروازہ توڑ چکا تھا۔

دروازہ کھلتا ۔ وہاں موجود ہر شخص اپنی جگہ منجمند رہ تھا۔

ا. اہیم کولگا کہ اسکے سر پ آسمان ٹوٹ ہے۔اسکے پیروں تلے زمین نہیں تھی۔وہ ہوامیں ہی کہیں لٹک ۓ تھا۔۔ . نے اپنی نگاہیں پھیرلیں تھیں۔ا. اہیم پتھر بن چکا تھا۔سامنےارمان اپنی شرٹ کے بٹن بند کررہا تھا۔اسکے چہرے پ ا۔ مسکراہٹ تھی۔ا۔ ٹ۔ وہ۔غلیظ کام کرنے کے بعد اسکے چہرے سے شیطان جھا ٠ رہا تھا۔عاصم نے ا۔ قدم آگے بڑھا۔ ا. اہیم نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو وہیں روک دیا۔

وہ آگے بڑھا۔اس نے بیڈشیٹ کھینچی اوراس کو ڈھا٠ پ دیا۔وہ بے جان تھی۔

اس بے جان وجود میں اتنی طاقت تھی کہ وہ ا. اہیم گورسی کو قتل کر ۓ تھا۔اس وجود نے ا. اہیم گورسی سے اسکی سانسیں۔ چھین لیں تھی۔وہ وہیں زمین پ دوزانو بیٹھا۔ اس کے ہاتھ کا٠ پ رہے تھے۔

''عاصم۔!!!!''اس کی لرزتی آواز گو ۔

''جی سر۔''عاصم فورا اسکے پ س پہنچا۔

''اسکوا۔ کھروچ نہیں آنی چاہیے۔''اس نے صفا کے وجود سے نگاہ ہٹائے بنا حکم دیا۔تو عاصم نے فورا ارمان کو دبوچ لیا تھا۔

''ہاہاہا۔۔اب بے شک طلاق مت دینا۔اب وہ تمہارے قابل نہیں رہی۔اب جو مرضی کرلو۔تم اسکو کھو چکے ہو۔صفا قریشی اپنا . کچھ کھو چکی ہے۔'' وہ وہ الفاظ . رہا تھا جبکہ ارمان نے گن سے اسکے سر پ کاری ضرب لگائی۔وہ بے ہوش ۓ تو ارمان اسکو . کے سامنے اپنے کندھے پ اٹھا کرلے ۔ . لوگ اس وقت صدمے میں جا چکے تھے۔عاصم ارمان کو لئے سیڑھیاں ا۔ اتوا . کیانی سنبھلتے ہوئے اسکے پ س پہنچے۔

''کہاں لے کر جارہے ہو میرے ۔۔ٹ کو؟''وہ پوچھتے رہ گئے۔سامنے سکیورٹی آئی تو عاصم نے اپنا کارڈ نکال کر دکھادیا۔وہ لوگ سائیڈ پ ہوگئے۔وہ اسکو لئے گاڑی میں ۓ۔ڈگی میں عاصم کو بند کیا۔وہ پورے ہوٹیل کی انتظامیہ کے سامنے ا. اہیم گورسی کے مجرم کو لے کر ۓ اور کسی میں اسکو روکنے کی . ات نہ ہوئی۔

ۓ قوت کی آ کسی آہٹ سے کھلی تھی۔اس نے اٹھ کر دیکھا تو مرجان کمرے کے وسط میں زمین پ بیٹھا تھا۔وہ اپنے ۓ٠ پ ہاتھ رکھے مسل رہا تھا۔

''مرجان۔مرجان۔!میرے بھائی کیا ہوا ہے۔''وہ بھاگ کر اسکے پ س پہنچا۔

''سانس۔سانس۔نہیں آرہی۔بھائی۔آئی۔آئی کا٠ ٹ . یتھ ۔۔''اسکی آنکھوں سے پ نی نکل رہا تھا۔

''مرجان۔!!!میرے بھائی ا۔ لمبی سانس لو۔تم ۔۔تم ٹھیک ہوجاوگے۔پلیز مرجان۔!!''وہ اٹھا اور پ نی کا گلاس اٹھا کر اسکے لبوں سے لگا۔مرجان نے ا۔ گھو٠ ٹ بھرا اسکی سانس اکھڑ گئی۔''کیا تم ٹھیک ہو؟''وہ اسکو ساتھ لگائے اسکی پیٹھ سہلا رہا تھا۔ مرجان کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔''مرجان۔!!!میرے بھائی۔!'' ۓ قوت نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور سسکیوں میں رودیا۔''۔۔کہاں ہیں آپ۔ماما۔!!!کہاں ہیں آپ۔''ۓ قوت بے بسی سے ۔''ماما۔۔!!!دیکھیں بھائی کو کیا ہوا؟'' ماما۔!!!!''وہ رہا تھا اسکی پکار ٠ والا کوئی نہ تھا۔

رات کے ٠گ نے ا۔ ت پھر سے اپنا حملہ کردیا تھا۔اس نے پھر سے کئی ز٠ گیوں کو ڈس لیا تھا۔رات کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔رات سکون لے کر آتی ہے ساتھ ساتھ اس میں بہت سے شر بھی چھپے ہوئے ہیں۔رات کی ۔ ریکیاں بہت خوفناک ہوا کرتی ہیں۔اجالوں کے ہمراہی رات کی ۔ ریکیوں میں خوفناک سائے بن جاتے ہیں۔

.ب سوم

''محبت پنی جیسی''

اس نے لرزتے ہاتھوں سے صفا کو تھاما تھا۔اسکا لباس پھٹ چکا تھا۔اس لئے اس نے فورا ا بیڈ شیٹ سے اسکو ڈھانپ دیا تھا۔صفا کے چہرے پہ نیل تھے یقیناً اس کے زخم چہرے پہ تھپڑ. سائے گئے تھے۔ا. اہیم کا وجود پتھر ہو چکا تھا اسکا دماغ شل تھا۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے اسکا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

''ص۔صفا۔!!!''اسکی لرزتی آواز گو اس میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ا. اہیم نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اسکی دن کی نس پہ رکھا۔وہ دھڑک رہی تھی۔یعنی وہ زندہ تھی۔''صفا۔!!!اٹھو۔!!''اس کی آواز میں اس قدر نمی تھی کہ وہاں کھڑا ہر شخص اشک بار تھا۔ا. اہیم نے ا. راسکا گال تھپتھپایا اور پھر جھٹکے سے اسکو اٹھایا ہوا. ہر نکلا تھا۔زریب اسکے پیچھے تھا۔وہ لوگ نیچے حال سے ہوتے ہوئے ورے تو وا. کیانی کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔وہ گاڑی تک پہنچا تو زریب نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

''تم پیچھے بیٹھو۔میں ڈرائیو کرتا ہوں''. اہیم شل ہوا کے ساتھ ہی اسکو لئے پچھلی سیٹ پہ بیٹھا۔اسنے صفا کو اپنے سینے میں بھینچ رکھا تھا۔''پلیز۔۔!!!جلدی۔!!''وہ بکھری آواز میں بولا تو زریب نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی دی۔ا. اہیم نے ا. نگاہ صفا کے سفید پڑتے چہرے پہ ڈالی۔اور ضبط کی شدت سے آنکھیں بند کر لیں۔آنکھیں ہنوز خشک تھیں۔خالی۔آج شربتی آنکھوں کے سارے شعلے بجھ چکے تھے۔آج کچھ خالی ہو گیا تھا. اہیم کی بس سانس چل رہی تھی اسکو وہ بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

وہ اسکو اٹھائے دیوانوں کی طرح ا پتال میں داخل ہوا تھا۔

''ڈاکٹر۔۔!!!کہاں ہے ڈاکٹر۔!!''وہ چیخا تو ا فی میل ڈاکٹر وہاں پہنچیں۔

''مریض کو اسٹریچر پہ لٹائیے۔''اس نے عملے سے کہا۔ا. اہیم نے اسکو سٹریچر پہ لٹایا تو کپڑا ذرا سا سرکا۔صفا کا پھٹا لباس واضح ہوا تو ڈاکٹر ا قدم پیچھے ہٹی۔

''جلدی۔پلیز۔میری۔میری۔بیوی۔کو۔جلدی۔''اسکے الفاظ بکھر رہے تھے۔جبکہ ڈاکٹر سی صفا کا پھٹا لباس دیکھ رہی تھی۔پھر اس نے صفا کے چہرے پہ نیل دیکھے۔

''صفا۔تم۔تم ٹھیک ہو جاوگی۔!!ٹھیک ہو ن۔''وہ جھک کر اسکا گال تھپتھپا رہا تھا۔

''یہ۔ا ۔ر۔پ کیس ہے۔!!کال دا پولیس۔''ڈاکٹر نے کہا تو ا. اہیم نے چونک کر دیکھا۔وہ ا ۔ میں ڈاکٹر کے پاس پہنچا اس نے دو قدم پیچھے لئے۔شربتی آنکھوں کے شعلے روشن تھے۔

''خبردار۔۔!!!''اس نے انگلی کھڑی کی تو ڈاکٹر نے اسکی جانب گھبرا کر دیکھا۔''ٹھہر۔اور ہاں۔''وہ ا قدم مزید آگے بڑھا۔''اگر کسی کے سامنے یہ لفظ دہرایا تو تم اسی ا پتال کے سرد خانے میں پائی جاوگی۔''وہ انگلی کھڑی کر کے غرایا تو ڈاکٹر نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''ا. اہیم۔!!پلیز۔خود کو سنبھالو''زریب نے اسکو آ کر تھاما۔ڈاکٹر کی سانس بحال ہوئی۔

''پیشنٹ کوشفٹ کریں۔''اس نے پ س کھڑے سٹاف سے کہا تو وہ لوگ صفا کو لے گئے۔ا. اہیم دوقدم آگے ب ھا زریب نے اسکو تھام لیا۔

''پلیز۔!! یہاں تماشا مت بناو۔سنبھالو خود کو۔''زریب نے اسکے کندھے پ ہاتھ جما۔

منال بیگم ہڑ ب ڑا کر اٹھیں۔

''کیا ہوا ہے؟''سفیان صا . ابھی جاگ رہے تھے۔

''آپکو کوئی آواز نہیں آئی؟''انھوں نے دوپٹہ سنبھالا۔

''نہیں۔کیوں؟''

''پتہ نہیں دل سا گھبرا رہا ہے میں بچوں کو دیکھ کر آتی ہوں۔''وہ اٹھ کر ہر آ گئیں۔سفیان صا . اپنی کوئی کتاب لئے بیٹھے تھے۔انھوں نے ابھی ورق پلٹا ہی تھا کہ منال بیگم نے ا پکارا۔وہ فوراوہاں سے نکلے۔''کیا ہوا ہے اسکو یقوت؟''منال بیگم نے مرجان کو سنبھالا۔

''پتہ نہیں دادو۔!! میں اٹھا تو یہ فرش پ بیٹھا تھا اسکو سانس نہیں آ رہی تھی۔''وہ سسکتا ہوا بولا۔تو منال بیگم نے مرجان کا چہرہ تھپتھپایا۔

''مرجان۔!! آنکھیں کھولو میرے لعل۔''

''کیا ہوا ہے؟''سفیان صا . ا رآئے تو ان . کو یوں دیکھ کر خوفزدہ ہوئے۔

''دیکھیں ں۔پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔''منال بیگم نے کہا تو سفیان گورسی فورا مرجان کو اٹھائے ہر نکلے منال بیگم اور یقوت بھی آ صاف کرتے ہوئے پیچھے آئے۔

''گاڑی نکالو۔گارڈ کو کہا تو اس نے ڈرائیور کو جگایا۔اور گیٹ کھول دیا۔

یحیہ بیگم اس وقت ا دوسرے ا پ تال میں بیٹھی تھیں اور خیام قریشی آج ا . رپھر سے زندگی اور موت کے پ جھول رہے تھے۔ یحیہ بیگم کا رورو کر. احال تھا۔ انکا فون رنگ ہوا تو انھوں نے فورا کال اٹھائی۔

''السلام علیکم آ میں زریب۔۔!!''

''زریب۔!! میری صفا کہاں ہے؟تم لوگ فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟''وہ بے چین ہو ۔

''وہ ا چھوٹ سا ٹ ہوا ہے۔ہم لوگ ہاسپٹل میں ہیں آپ۔آپ فکر نہ کریں زیادہ گہری چوٹیں نہیں ہیں۔''زریب نے صفائی سے جھوٹ بولا تھا یحیہ بیگم نے اپنے ی پ ہاتھ رکھا۔سعدیہ ا لئے پانی لے کر آئی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

''بی بی۔کیا ہوا ہے؟''سعدیہ پ یشانی سے ا پس بیٹھی۔

''میری صفا کا ا ٹ ہوا ہے۔''انھوں نے ہلکان ہوتے ہوئے بتایا تو سعدیہ بھی دل تھام گئی۔اسکی آنکھوں میں پانی تیر رہا تھا۔

رات کے یارہ بج رہے تھے۔اس وقت وہ ا پ ائیو ٹ ا پ تال کے آئی سی یو کے سامنے بیٹھا تھا۔اکیلا۔تن تنہا۔!!! اسکی آنکھیں خشک اور بے رونق تھیں۔

''ا. اہیم۔!!''زریب نے آ کر اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا اس نے سر نہیں اٹھایا۔''ڈاکٹر بلا رہی ہے۔''زریب نے کہا تو اسکے دل نے ا اور ہچکولہ کھایا۔وہ سامنا نہیں کر سکتا تھا۔وہ کیسے سامنا کرتا اس. ت کا جس نے پہلے ہی اسکی زندگی کا رخ موڑ کر رکھ دیا تھا۔وہ اس لڑکی کو اپنے انتقام کی آگ میں لے آیا تھا اور جس کے انتقام میں آگ میں جل رہا تھا آج وہ لڑکی بھی اسی ظلم کا شکار ہو چکی تھی۔ا. اہیم کی روح اس وقت چھلنی تھی۔وہ سیلف بلیمنگ کی انتہا پ کھڑا تھا۔

کاش وہ اسکو اپنی زندگی میں شامل نہ کرتا۔اور ا کر لیا تھا تو اسکو دور نہ کرتا۔اس نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی تھی۔اس نے ہمیشہ اپنی ا اور ضد کو معتبر جانا۔وہ روتی رہی سسکتی رہی اس نے اسکی ا نہ سنی۔وہ ا ف کرنے میں کام ہوا تھا۔وہ جو دوسروں کو ا ف دلاتا رہا اسکے اپنے گھر میں اسکی بیوی کے ساتھ ا فی ہوتی رہی۔وہ اسکے نکاح میں تھی وہ اسکو کوئی حق نہیں دے پایا تھا صرف اس لئے کہ وہ حوریہ کے ساتھ وفادار تھا؟ کیا بس اس لئے اس نے صفا کو ٹھکرایا؟

کیا صفا کا وجود اس قدر بے معنی تھا کہ اسکو انتقام پورا کرنے کے بعد اپنی زندگی سے نکال دیا جاتا؟ سوچیں تھیں کہ خنجر جو اسکے ی پ چل رہے تھے۔ا. اہیم تو یہ سوچ

کر حیران تھا کہ وہ آ ٓ اب ت اپنے ہواس میں کیوں ہے؟ کیوں وہ صفا کی طرح بے ہوش نہیں ہو ٓ ی ؟ کیوں اسکا دماغ شٹ ڈاون نہیں ہو ٓ ی ؟

''ا. اہیم۔!!!'' زر یب نے دو. رہ پکارا تو وہ چونکا۔

''ہاں؟ ہاں۔ بولو۔'' اس نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے زر یب کو دیکھا۔

''ڈاکٹر۔۔''

''مم۔ میں آ ت ہوں۔'' اس نے ا ی . رپھر سے آئی سی یو کے دروازے کی جا . دیکھا۔

''چلو پلیز۔'' زر یب نے اسکا. زو پکڑ کر اسکو کھڑا کیا اور اسکو لئے اپنے ساتھ چل دی۔ ا. اہیم کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کس سمت میں جا رہا ہے۔ اردَ دلوگ تھے۔ وہ لوگ کسی شادی میں نہیں آئے ہوئے تھے وہ . مریض تھے۔ مریضوں کے اہل خانہ۔ ا. اہیم کو وہ . لوگ خود سے بہتر لگے تھے۔ اسکو ان لوگوں پ رشک آ ی تھا جو صرف جسمانی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اسکی روح چھلنی تھی کوئی اسکے زخموں کی مرہم پٹی نہیں کر سکتا تھا۔ کیو روح کے زخم نہ تو دکھائی دیتے ہیں۔ اور نہ ہی سلائی کئے جا ت ہیں۔ یہ زخم ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ اَ یہ بھر بھی جا تو ا ی زرا سی ٹھوکر سے دو. رہ ہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ چلتا ہوا آ کر ڈاکٹر کے روم کے سامنے کھڑ ہوا۔ زر یب نے دروازہ کھولا اسکو کھینچ کر ہی ا. رلا ی۔ وہ کسی. ۔ کی طرح آ کر کرسی پ بیٹھ ی۔ جبکہ زر یب ڈاکٹر پ ا ی نگاہ ڈالتا وہاں سے نکل ی۔

''مسٹر گورسی۔!! رپورٹس آ گئی ہیں۔'' ڈاکٹر نے ا ی فائل کھولی۔ ا. اہیم کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے فائل کو بند ر کا کہا۔

''اٹس فائن۔!!'' ڈاکٹر نے کہا تو ا. اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ڈاکٹر مسکرا دی۔ ا. اہیم کو وہ مسکراہٹ اس قدر. ی لگی تھی کہ اسکا دل کیا وہ اس ڈاکٹر کا چہرہ ہی بگاڑ دے۔ ڈاکٹر نے مسکراہٹ قائم رکھی۔

''شی از فائن۔!!'' اس نے کہا تو ا. اہیم نے الجھ کر دیکھا۔ ''ا یقیناً ا ٹر پ سہنا پڑا ہے آپ. ٹے نقصان سے بچ گئے ہیں۔''

''کک۔ کیا مطلب؟'' ا. اہیم کے . ہلے۔

''یس۔ شی از سیف۔'' ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا ی۔

''صاف صاف کہیں۔'' وہ اس وقت جس دہانے پ کھڑا تھا کوئی اسکو ہاتھ پکڑ کر بھی سچائی کے کنویں پ لے جا ت وہ پھر بھی کہتا کہ ڈ بکی لگا کر دکھاو۔

''مطلب کہ جو آپ سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ وہ سیف ہیں۔''

الفاظ ز گی ہوا کرتے ہیں۔!

''وا۔ واٹ؟'' اکے . پ رہے تھے۔ غیر یقینی سی غیر یقینی تھی۔ اسکا پورا وجود لرز رہا تھا۔

''یس۔ انکار ی نہیں ہوا ہاں۔''

''و ٹ آ منٹ۔!!'' وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہاں سے ت ی۔ زر یب کمرے کے . ہر کھڑا تھا اسکو اس طرح جاتے دیکھا تو پیچھے ہی ہو لیا۔

''ا. اہیم۔!! کہاں جا رہے ہو۔'' وہ پیچھے بھا ت آ رہا تھا کیو ا. اہیم کے قدموں کی رفتا بہت تیز تھی۔ وہ کسی کی کوئی . ت نہیں سن رہا تھا۔ آ س پ س لوگ موجود تھے۔ ا. اہیم کو کچھ دکھائی نہ دی۔ وہ چلتا جا رہا تھا۔ حتی کہ وہ ا پ ل کے ساتھ ملحقہ مسجد میں پہنچا۔ اس نے وہیں جوتے ا ر ے۔ وہ فارم ہاوس سے غسل کر کے ہی آ ی تھا۔ اس نے دائیاں پیر مسجد کے دروازے میں دکھا تو وہ لڑکھڑا ی تھا۔ زر یب نے اسکو تھام لیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ پ یشانی کے عالم میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ جبکہ ا. اہیم آ گے ٹ ھ ی۔ وہ ا ی چھوٹ سا پ یئر حاصل تھا جو کہ اس وقت خالی تھا۔ بس ا ی شخص وہاں نوافل ادا کر رہا تھا۔ کچھ فاصلے پ صفحیں بچھی ہوئی تھیں ا. اہیم نے ٹھنڈے فرش پ ہی ماتھا سجدے میں اَ ا دی۔

کتنے لمحے ٓ رگئے۔ وہاں سناٹ تھا۔ زر یب حیرت کا مجسمہ بنے کھڑا تھا۔ اور پھر کسی کی بھاری سسکیاں گو تھیں۔

وہ ٹ ٹ ا رہا تھا۔ اپنے رب کے حضور جس نے اسکو تیسری آزمائش سے بچا لیا تھا۔ جس نے اسکو ا ی گہری کھائی میں ٓ نے سے بچا لیا تھا۔ ا. اہیم گورسی آج بچ ی۔

تھا۔وہ آج تباہی کے کنارے پہ تھا۔ اسکے رب نے اسکی زات کو بکھرنے سے بچالیا تھا۔اس نے اسکی روح کو رفو کر دیا تھا۔روح اللہ کا حکم ہے۔اس لئے اسکو رفو کرنے کا اختیار بھی بس اللہ کی ذات کے پاس ہے۔انوں کے پاس روح کے علاج نہیں ہوا کرتے۔

''تو پاک ہے۔

تو ہر عیب سے پاک ہے۔

تو رحمان ہے۔

تو رحیم ہے۔

تو غفور ہے۔

تو غفار ہے۔

تو کچھ ہے۔ میرے لئے تو میرا مالک ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔'' وہ ٹہل رہا تھا پیچھے کھڑا زریاب اسکی بہت پشل ہوا تھا۔اسکے رونگٹے سے کھڑے ہو گئے۔''تیرے خزانے بھرے پڑے ہیں۔تو جس کو جو چاہے کر دے اور جس سے جو چاہے لے لے۔کیونکہ اختیار تجھ ہی کو حاصل ہیں۔'' اسکی آواز قابل سماعت تھی۔دور بیٹھے شخص نے سلام پھیرا تو اس نے مڑ کر ابراہیم کو دیکھا تھا۔''میں نے صبر کیا۔میری بہن چلی گئی۔وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔بیٹیوں کی طرح تھی وہ۔وہ میری روح کا حصہ تھی میرے دل کا ٹکڑا۔ وہ چلی گئی۔میں خاک تھا تو نے مجھے میرا انتقام دیا۔۔میرے دل کو سکون بخشا۔''

وہ آج اپنے دل کا بوجھ اپنے پالنے والے کے سامنے ہلکا کر رہا تھا۔

''میری بیوی۔وہ میری شریک حیات تھی۔میرے بچوں کی ماں۔مجھے اس سے محبت ہے وہ بھی چلی گئی۔ میں نے شکایت نہ کی پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ میں نے غزہ والوں کو دیکھا تھا۔وہاں کوئی بھی خاندان مکمل نہیں ہے۔کسی کا ایک فرد جا چکا تھا تو کوئی پورے کا پورا خاندان جا چکا تھا۔وہاں ہر شخص کے زخم کھائے پھر رہا تھا۔ ہر شخص کے چہرے پہ سکون تھا کیونکہ وہ راضی بہ رضا تھے۔سو میں بھی ہو گیا۔جو تو نے کیا۔میں نے کوئی شکوہ نہ کیا۔''

وہ سانس لینے کو رکا۔آنسوں سے فرش گیلا ہو رہا تھا۔

''میں نے اسکا جانا بھی قبول کر لیا۔!!!'' وہ پھر سے ٹہل رہا تھا۔''اس لڑکی کے ساتھ کچھ ہو جاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہ کرپاتا کیونکہ اسکی تباہی کا زمہ دار میں ہوتا۔آج میں بس یہ پوچھنے آیا ہوں کہ کون سا۔آخر کون سا عمل تجھے پسند آیا جو تو نے مجھے اس اندھیرے میں رہنے نہیں دیا۔۔میرے اللہ۔!!!'' وہ بلند آواز میں رو دیا تھا۔

وہ آج تشکر کے تھے وہ اپنے دو سجدے کے سامنے اپنا دل ہلکا کر رہا تھا۔وہ اسکا شکر ادا کر رہا تھا۔ساتھ ساتھ وہ حیران تھا کہ کیسے اسکو اتنی بڑی تباہی سے بچالیا گیا تھا۔

''تیرا شکر کرنے سے پہلے میں آج معافی مانگوں گا۔کیونکہ تو صرف غفور ہی نہیں۔غفار بھی ہے۔تو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔میرا گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے وہ تیری رحمت کی حد سے باہر نہیں نکل سکتا۔میرے مالک۔!!!' کیونکہ تو رحمان ہی نہیں رحیم بھی ہے۔تیری رحمت ہمیشہ برستی رہے گی۔'' زریاب وہیں دوزانو بیٹھ گیا تھا۔جبکہ وہ شخص چھپ چھپ نگاہوں سے اس سجدے میں گرے ہوئے آدمی کو دیکھ اور سن رہا تھا۔''مجھے معاف کر دے۔میں اف قائم نہ کر سکا۔میں حقوق ادا نہ کر سکا۔میرے دل پہ بڑا بوجھ ہے۔ میرے پاس تیرا سہارا موجود ہے۔تو مجھے کبھی اندھیروں میں گرنے نہیں دے گا۔مجھے معاف کر دے۔ابراہیم کو معاف کر دے اے محمد ﷺ کے رب۔۔!!!''

اسکی آنکھ سے بہتا پانی دونوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

اب بس اسکی سسکیاں گونج رہی تھیں۔اسکی بھاری آواز ان در و دیوار پہ رقت طاری کر رہی تھی۔زریاب کی آنکھیں نم تھیں۔وہ ابراہیم کو نہیں جانتا تھا۔وہ بس خیام قریشی کے زبردستی کے داماد کو جانتا تھا اور زاویر قریشی کے قاتل کو جانتا تھا۔آج اس نے ابراہیم کو دیکھا تھا۔آج وہ ابراہیم کو جان پایا تھا۔

''اسکو اینگزائیٹی اٹیک آیا تھا بس۔اب ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر مرجان کا پیشنٹ اپ کر رہی تھی جو کہ اب آنکھیں کھولے لیٹا ہوا تھا۔''رات کو کیا کھایا تھا؟؟'' ڈاکٹر نے پوچھا تو مرجان نے اسکی جانب دیکھا۔اور پھر اس نے پیچھے کھڑے سفیان گورسی کو دیکھا۔

''کل رات ان لوگوں نے ضد کر کے فا ٹ فوڈ کھایا تھا۔ پ گھر نہیں تھا تو اپنی مرضی ئی'' سفیان گورسی نے ڈاکٹر کو شکایت کی تو وہ مسکرا دیں۔

''اچھا؟ اب نیکسٹ ٹائم احتیاط کرنا۔ اوکے؟'' اس نے مرجان کا گال تھپتھپایا۔

''کیا ہم واپس جا تے ہیں؟؟'' منال بیگم نے مرجان کا سر چومتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ اب یہ بالکل فٹ ہے۔ لے جا اسکو'' ڈاکٹر نے مرجان کا گال کھینچا تو وہ منہ بنا ئی۔ قوت مسکرا کر رہ ئی۔ قوت کے چہرے پہ کی مسکراہٹ بہت کے بعد نکلی دھوپ جیسی تھی۔ روشن اور پاک۔

زریب اٹھ کر اسکے پاس بیٹھا اور اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو اہیم نے سر اوپر اٹھایا۔ اسکا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔ اسکا دل پرسکون تھا۔ آنسو بہہ جانا تو دل پرسکون ہو جایا کرتا ہے۔ آنسوؤں کو روکنا نہیں چاہیے ورنہ یہ دل کا سرطان بن جاتے ہیں۔ فاصلے پہ بیٹھا شخص اٹھ گیا۔ وہ وہاں سے اٹھا اور بھاگ کر اہیم کے پاس آ کر بیٹھا۔

''ا۔ ا۔ اہیم۔!! تم؟'' ا۔ اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ شفیع صاحب تھے نوال کے والد۔ ا۔ اہیم نے انہیں جانے دیکھا اسکا دماغ اس وقت خالی سا تھا۔ ''تم۔ تم نہیں جانا تم نے ہمارے لیے کیا کیا ہے۔ تم نے میری بیٹی کو موت کے منہ سے نکالا ہے۔'' زریب نے حیرت سے انہیں جاتے دیکھا وہ کہتے جا رہے تھے۔ ''وہ سات دن سے بے ہوش تھی کیونکہ ڈاکٹرز کہہ رہے تھے کہ وہ جینا نہیں چاہتی۔ وہ جینے کی ہر امید کھو چکی تھی۔ میں نے آج اسکو بتایا کہ اسکے مجرم لاپتہ ہیں۔ اور مجھے۔ مجھ یقین تھا کہ تم انہیں زاویر کی طرح سزا دو گے۔'' انھوں نے یہ بات سرگوشی میں کی تھی۔ ''میں نے اپنی بیٹی کو کہا تو اس میں بہتری آنے لگی۔ وہ اب جینا چاہتی ہے۔ وہ سنبھل رہی ہے۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ وہ جلد ہوش میں آ جائے گی۔ یہ۔ یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے ورنہ میرے بوڑھے کندھوں میں اپنی بیٹی کے جنازے کو سہارا دینے کی ہمت نہ تھی۔'' وہ اسکے ہاتھ تھام کر رو دیے۔ ا۔ اہیم خاموش بیٹھا رہا۔

''تم۔ اللہ سے پوچھ رہے تھے کہ اسکو کون سا ایسا کام پسند آیا ہے تو۔ میں نے اور میرے خاندان نے دل سے تمہیں دعا دی تھیں۔ تمہارا ہر عمل ہی خدا کو پسند ہوگا۔ تم۔ تم ہمارے محسن ہو۔'' وہ اسکے ہاتھ چوم رہے تھے۔ ا۔ اہیم کچھ دیر شل سا بیٹھا رہا اور پھر انکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ انھوں نے محبت پاش نگاہ سے ا۔ اہیم کی جانب دیکھا۔ ''تم دیکھنا خدا تمہیں اس آزمائش سے نکال دے گا۔'' انھوں نے دعا دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہاں سے پلٹ آیا۔

وہ چلتا ہوا آئی سی یو کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہاں سے ڈاکٹر نکل رہی تھی۔ ا۔ اہیم کو دیکھ کر رکی۔ اور چلتی ہوئی اسکے پاس پہنچی۔

''ا روم میں شفٹ کر رہے ہیں۔ آپ مل لیں۔''

''؟'' ا۔ اہیم فورا بولا تھا۔

''وہ شدید اما کا شکار ہیں۔ مجھے لگتا ہے ا تھیراپی کی ضرورت پڑے گی۔'' ڈاکٹر نے کہا تو ا۔ اہیم نے سر ہلا دیا۔

''میں سنبھال لوں گا۔'' اس نے کہا تو ڈاکٹر مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ اسکے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے اپنا پتہ ہوا ہاتھ ڈور پہ رکھا۔ ایک بار پھر سے وہی نیل زدہ چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ وہ ضبط سے آنکھیں بند کر گیا۔ زریب نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ تو ا۔ اہیم نے آنکھیں کھول دیں اور ایک گہری سانس خارج کی۔ اور اندر گیا۔

سامنے وہ بستر پہ پڑی تھی۔ منہ پہ آکسیجن ماسک ابھی تک چڑھا ہوا تھا کیونکہ اسکو وقفے وقفے سے سانس لینے میں دشواری آ رہی تھی۔ دایاں ہاتھ پہ ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ وہ دروازے کے ساتھ لگا کھڑا رہا۔ اور پھر چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ اور اسکے سرہانے کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا لرزتا ہاتھ بڑھایا اور اسکی آنکھ کے نیچے پڑے ہوئے نیلے نشان کو چھوا۔ اسکی رگیں تن گئیں۔ پھر وہ جھکا اور اسکی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

''آئی ایم سوری۔!!!'' اسکی آواز سرگوشی سے کم نہ تھی۔ اسکو اب ساری زندگی یہ معافیاں مانگنی تھیں۔ وہ پیچھے ہٹا اور اسکے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ سنہری بال بے رونق تھے۔ اور سرمئی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اسکے پاس ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اسکا بائیاں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ اور نرمی سے لبوں سے لگایا۔

''آئی ایم سوری۔!!''ا۔ رپھر سے اس نے دہرایا تھا۔

حسن اس وقت اپنے ا۔ خفیہ کمرے میں تھا۔ یہ اسکا انویسٹیگیشن روم تھا۔ سامنے وہ شخص ہاتھ پیر بندھے پڑا تھا۔ اور حسن کرسی پ ٹ ٹ جمائے بیٹھا تھا۔

''بولو۔ کس کے کہنے پ آئے تھے؟؟''اسکی ت ر آواز گو وہ آدمی منہ بند کئے پڑا رہا۔ حسن نے قہقہ لگایا۔''تم کیا سمجھتے ہو کہ میرے سامنے خاموش رہ ت ہو؟''

وہ آدمی خاموش رہا۔ حسن جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اٹھ کر اسکے منہ پ اپنا پ وں جما یا تو وہ کراہ کر رہ گیا۔''یہ تو میں جان لوں گا کہ تمہیں کس نے بھیجا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ لڑکی کو دھکا کیوں دیا؟''اس نے پ وں پ زور بڑھایا وہ آدمی ماہی بے آب کی طرح ت پنے لگا تھا۔

''ا وہ مرجاتی؟ تو؟''حسن نے جبڑے بھینچ لئے''تم جیسے ہزار مار کر بھی اسکا نقصان پورا نہ کر پ ت ے ا ن۔!!''وہ اسکو ٹھڈا مارت ہوا پیچھے ہٹا۔''اتنی دیت اسکوز ہ رکھو۔ ت کہ یہ خود کو بھیجنے والے کا م اپنے منہ سے نہیں بتات۔''مغیث کو حکم دیتا وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

وہ لاونج میں داخل ہوا اور سیڑھیاں پ ڑھنے لگا وہیں رک گیا۔ پھر وہ پلٹا اور اوپ فلور پ ہی موجود عینا کے کمرے کے ب ہر آ کھڑا ہوا۔ اس نے گھڑی پ وقت دیکھا ب رہ بج چکے تھے۔ وہ پلٹنے لگا پھر سے ٹ ۔۔اور ہلکے ہاتھ سے دستک دی۔ عینا جو کہ لحاف اوڑھنے ہی لگی تھی چو کر دیکھنے لگی۔ اور پھر اٹھ کر دروازے ت آئی۔ وہ آج ڈر گئی تھی تو کچھ ہوا تھا اسکے بعد اسکو کسی پ اعتبار نہیں رہا تھا۔

''کک۔ کون؟''

''حسن۔۔!!!''بھاری آواز گو توعینا نے پ پ تے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے کھڑا تھا آج چہرے کے ت ثرات الگ تھے۔''کیا تم ٹھیک ہو؟؟''اس نے فورا پوچھا تو عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔''آر یو اوکے؟''اس نے دہرایا تو عینا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔''ہمم۔''ت ثرات پھر سے سرد ہوئے۔''کیا کر رہی تھی وہاں اس وقت؟''عینا نے تھوک نگلا۔''بولو۔۔!!''وہ م تنبیہ کرنے کے ا از میں بولا تو عینا نے پلکیں جھپکیں۔

''وہ۔ وہ۔ ہوا کھانے گئی تھی۔''

''یعنی اتنے ب ڑے مینشن میں تمہیں ہوا کھانے کو روف ٹ پ ملی تھی؟''وہ ی پ ز و لپیٹ گیا۔

''جج۔ جی۔!!اور کیا میں اب اپنی مرضی سے ہوا بھی نہیں کھا سکتی؟ اور آپ مجھ سے کیا پوچھ گچھ کر رہے ہیں اپنی سکیورٹی ب ڑھا دیں یوں روز روز لوگ آ پکی سکیورٹی کا حصار توڑتے رہے تو بہت جلد کسی کی گولی کا ن بن جا گے۔ عینا روز روز نہیں بچائے گی۔''اس نے ن ک سے مکھی اڑائی تو حسن نے ا واچکائے۔ وہ محظوظ ہوا تھا۔

''میری سکیورٹی کی فکر تم مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ مزیدار ہوا کھانی ہے؟''

''ہاں؟ نہیں تو؟ بس کافی ہو گیا۔''

''لیکن مجھے لگتا ہے کہ تمہارے پھیپھڑوں کو آکسیجن کی ضرورت ہے اور اتنی سی ہوا سے گزارا نہیں ہوگا''وہ اپنی ت ر آواز میں بولا تو عینا کے پیروں تلے زمین کھسکنے لگی۔ وہ مزید کیا سوچ رہا تھا۔''آجاو۔!!''وہ اسکا ب ازو پکڑ کر کھینچ کر لے گیا۔ عینا کے دماغ میں ا ب رپھر سے موت کا گیت گونجنے لگا تھا۔ کچھ دیر بعد عینا کی آنکھ کھلی تو وہ ا ی شیڈ پ کھڑی تھی۔ جو کہ آ ی منزل کی دیوار کے ساتھ ساتھ بنا ہوا تھا۔ وہ بس اتنا چوڑا تھا کہ اس پ دو قدم رکھے جا سکیں۔ عینا کا پورا وجود پ پ رہا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے دیوار پ ہاتھ جمائے ہوئے تھے۔

''یا اللہ۔!! کہاں پھنسا دیا ہے۔''وہ ب ڑبڑائی۔

''اچھے سے ہوا کھا ن۔۔حسن کے گھر میں کوئی بھوکا نہیں رہتا۔''وہ چھت پ کھڑا جھک کر اسکی جا ن دیکھ رہا تھا۔ عینا کے پورے وجود پ پ طاری ہو چکی تھی۔

''غلطی کی آپکی جان بچا کر۔۔''عینا ئی۔

''افسوس۔!! یہ غلطی تو اب تم کر چکی۔ اس لئے اسکی سزا روز ملے گی۔''وہ مسکراہٹ د ب ئے ی پ ز و پیٹ کھڑا تھا۔

''نو۔ نہیں آئے گی۔ کیو اگلی ب ر تم میرے ہاتھ سے ہی مرو گے۔۔''وہ ب ڑبڑائی تو حسن کا قہقہ گو ۔''خواب اچھے دیت ہو۔ سوتے ہوئے دیکھا کرو۔''

''پلیز۔!! مجھے یہاں سے نکالیں۔'' اب کی بار عینا رو دی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسکے چہرے سے ٹکرا رہے تھے اسکو پھر بھی آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

''آئندہ میری اجازت کے بنا مینشن میں داخل ہوگی؟'' اس نے جیسے عہد لیا تھا۔

''نہیں۔ میری توبہ۔! میرے باپ کی بھی توبہ۔!!'' حسن کا ایک فلگ شگاف قہقہہ گونجا۔ اور اس نے ہاتھ نیچے کیا۔

''آجاو۔'' اس نے ہاتھ دیا تو عینا نے اسکے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ہی عینا کو اوپر کھینچ لیا۔ عینا کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کئے کھڑی تھی۔ اسکا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا۔ حسن کو ایک پل کے لئے افسوس ہوا۔ ''اب سو جاو جا کر۔'' اس نے چاہتے ہوئے عینا کا گال تھپتھپایا۔ وہ شاکڈ رہ گئی۔ وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

اسکو وہاں بیٹھے بیٹھے صبح ہو گئی تھی۔ وہ وہیں بیٹھا رہا۔ ایک پل کے لئے بھی اس سے نگاہیں ہٹائے بنا۔! اسکا فون رنگ ہوا تو اس نے جلدی سے فون اٹھایا کہ کہیں صفا کی نیند خراب نہ ہو۔

''جی۔۔'' اسکے ایک ہاتھ میں صفا کا ہاتھ تھا جبکہ دوسرے سے اس نے فون تھام رکھا تھا۔ ''میں ہاسپٹل ہوں۔'' اس نے ایک نگاہ سامنے پڑے وجود پر ڈالی۔ ''آپ آجا۔ ماما کو اور بچوں کو نہ بتا۔'' اس نے کچھ سن کر فون بند کر دیا۔ اس نے نرمی سے صفا کا ہاتھ اٹھا کر بیڈ پر رکھا اور گھڑی دیکھتا ہوا واشروم میں گھس گیا۔ واپس آیا تو اسکے چہرے اور کہنیوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس کمرے میں پڑی ایک جائے نماز اٹھا کر بچھائی اور نماز ادا کرنے لگا۔ اس نے چار رکعتیں اتنی طویل کی تھیں کہ کتنی ہی ساعتیں گزر گئیں۔ بلآخر اس نے دعا مانگی۔ اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ چلتا ہوا دوبارہ اسکے بیڈ کے پاس پہنچا اور اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اس کی پلکوں میں لرزش ہوئی تو اہیم کو لگا کہ اسکو زندگی مل رہی ہے۔ صفا کی پلکوں کی ہر جنبش کے ساتھ اہیم کو لگا کہ اسکی زندگی کا ایک سال بڑھ رہا ہے۔ پلکوں کی وہ جنبش اہیم کو حیات بخش رہی تھی۔ اس نے بے اختیار ہوتے ہوئے اسکے سنہری بال چھوئے تو وہ اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔

''صفا۔۔!!'' اس نے نرمی سے پکارا تھا۔ صفا نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔

وہ کہاں تھی؟ وہ یقین کرنا چاہتی تھی۔ ''صفا۔!! تم ٹھیک ہو؟'' اس نے جھک کر پوچھا تو صفا نے پلکیں اٹھا کر اسکو دیکھا۔ اور پھر اس نے اسکو خود پر جھکا ہوا پایا تو ایک فلگ شگاف چیخ گونجی تھی۔

''سفیان کہاں جا رہے ہیں۔'' منال بیگم نے اسے جلدی میں دیکھا تو پوچھا۔

''کام سے جا رہا ہوں۔ بچوں کا دھیان رکھنا۔!''

''بتا ابھی آفس کا وقت نہیں ہوا اور اس وقت کون سا کام پڑ گیا؟'' وہ کھڑے اپنی شال اپنے گرد لپیٹ رہے تھے جبکہ منال بیگم پریشان سی سامنے کھڑیں تھیں۔ انھوں نے ایک پل کے لئے انکا چہرہ دیکھا۔

''منال۔!!''

''جی۔!!''

''بیٹیاں کی سانجھی ہوتی ہیں پھر خواہ وہ دوست کی ہو یا دشمن کی۔ اس لئے آنے والے وقت کے لئے خود کو تیار کر لو۔ اب تمہیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی۔''

''ہوا کیا ہے؟ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟''

''صفا کو اہیم گھر لے کر آ رہا ہے۔ اور مجھے تمہاری جانب سے کوئی ہنگامہ نہیں چاہیے ہوگا۔'' وہ سخت لہجے میں بولے تو منال بیگم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کیا مطلب ہے گھر لے کر آ رہا ہے؟ کس حیثیت سے؟'' وہ تڑخ کر بولیں تو سفیان گورسی نے افسوس سے انکی جانب دیکھا۔

''بیوی کی حیثیت سے آئے گی وہ یہاں۔اس گھر کی بہو کی حیثیت سے''

'' ۔!!!ایسے اچا ۔ کیسے؟''منال بیگم کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

'' ۔ کچھ پتہ چل جائے گا۔بس مجھے کوئی ہنگامہ نہیں چاہئے۔'' کہتے وہ وہاں سے نکل گئے منال بیگم کو شل ہواسوں کے ساتھ چھوڑ کر۔

''صفا۔!! کیا ہوا'' وہ ۔ ی طرح ہڑ ۔ا تھا صفا بس چیخے ئے جا رہی تھی۔''صفا۔!! ۔ ٹھیک ہے۔دیکھو۔میں۔میں تمہارے پ س ہوں ۔ ں۔''اس نے ۔ٹھا۔ صفا نے اسکا ہاتھ ۔ ی طرح سے جھٹک دی۔ا۔ اہیم کے دل کے ۔ جانے کتنے ٹکڑے ہوئے تھے اسکو اس حا ۔ میں دیکھنا اسکے لئے ۔ قابل ۔ دا ۔ ۔ تھا۔وہ فورا ۔ ہر بھا گا۔کچھ ۔ یعد ڈاکٹر اور ا ۔ ں کے ساتھ ا ۔ رآ ۔ تو وہ بیڈ پ نہیں تھی۔ا۔ اہیم کی جان حلق کو آئی۔

''صص ۔۔صفا۔۔!! کک ۔کہاں ہو تم۔!!''اسکی آواز میں نمی تھی۔وہ چلتا ہوا آگے ۔ٹھا تو وہ بیڈ کی دوسری جا ۔ زمین پ بیٹھی تھی اپنے ۔ زوا پنے ٹ ں کے د پٹے ہوئے۔ہرے ر ۔ کے پیشنٹ گاون میں وہ زمین پ سر ٹ ں میں دیئے بیٹھی تھی۔یہ ۔ کیا ہو ۔ تھا۔؟ا۔ اہیم وہیں اسکے پ س آ کر بیٹھا جبکہ ڈاکٹر اسکے عقب میں کھڑی تھی۔''صفا۔!!''اس نے ۔ می سے پکارا اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پ رکھا جس پ صفا کر ۔ ٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔ا۔ اہیم نے مڑ کر ڈاکٹر کی جا ۔ دیکھا۔

''ریلیکس۔ہو جا تا ہے۔آپ پلیز سائیڈ پ ہو جا ۔''ڈاکٹر آگے ۔ٹھی جبکہ وہ ضبط کا گھو ٹ پی کر پیچھے ہٹ ۔ ۔ڈاکٹر زمین پ اسکے پ س بیٹھی۔

''صفا۔!! مائی چائلڈ۔!! ایوری تھنگ از آل رائ ٹ ۔!! دیکھو ۔ ٹھیک ہے۔تمہیں کچھ نہیں ہوا۔تم ٹھیک ہو۔''اس نے ۔ می سے صفا کے ۔ لوں پ ہاتھ پھیرا تو صفا نے چہرہ او پ اٹھایا۔اسکی آنکھیں بے رونق تھیں اور چہرے پ ۔ ن تھے۔ا۔ اہیم رخ پھیر ۔ وہ ان آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔وہ آنکھیں اسکے لئے روگ تھیں۔''تم ٹھیک ہو۔تم سیف ہو۔دیکھو۔ ۔ یہاں ہیں۔تمہارا شوہر یہاں تمہارے پ س ہے۔ ۔ ٹھیک ہے۔''ڈاکٹر اسکو پچکار رہی تھی جبکہ وہ خالی خالی یں لئے کبھی ڈکٹر کو دیکھتی تو کبھی ا۔ اہیم کو۔''اٹھو۔!! چلو آو۔''ڈاکٹر نے اسکو سہارا دیا تو س نے بھی جلدی سے اسکو تھام لیا اور اسکو بیڈ پ لٹا دیا۔

۔ یجہ بیگم وہیں بیٹھیں تھیں۔وہ ٹ ھال ہو چکی تھیں۔ا ۔ جا ۔ انکا شوہر تھا تو دوسری جا ۔ ا ۔ بیٹی۔ڈاکٹر کمرے سے نکلا تو وہ فورا اسکے پ س پہنچیں۔

''کیسے ہیں میرے شوہر؟''

''وہ اب خطرے سے ۔ ہر ہیں ا ۔ اگلے چوبیس گھنٹے ا ٹ رآ زرو ۔ رکھیں گے۔اب کسی قسم کا بھی سٹریس ا ۔ لئے جان لیوا ہو سکتا ہے۔'' یجہ بیگم نے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکی د ۔ ئی دی۔''کچھ ۔ یعد آپ ان کو دیکھ سکتی ہیں وہ فی الحال ہوش میں نہیں ہیں۔'' یجہ بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ ۔ ی۔سعدیہ نے ا ۔ تھام رکھا تھا۔

''بی بی۔اللہ ۔ ٹھیک کر دے گا۔''

''سعدیہ۔!! میری حا ۔ سے کوئی واقف نہیں ہے۔''وہ رو دیں۔

''بی بی اللہ پ بھروسہ رکھیں۔''وہ بس ا ۔ دلاسے ہی دے سکتی تھی۔

''مجھے اب اپنی بچی کو دیکھنا ہے۔زر ۔ ب کو فون کرو۔''انھوں نے آ ۔ پوچھے۔تو سعدیہ نے اثبات میں سر ہلا ۔ اور ا ۔ بٹھا دیا۔وہ ا ۔ پ س بیٹھی فون پ نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

''السلام علیکم۔!! بی بی ۔ ت کریں گی۔''سعدیہ نے فون ۔ یجہ کو پکڑا دیا۔

''زر ۔ ب۔!! میری بیٹی۔!!''وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''وہ اب خطرے سے ۔ ہر ہے۔آپ فکر نہ کریں۔''

''اسکو گھر لے آو۔''

''ڈاکٹرز چھٹی دیتے ہیں تو لے آوں گا۔آپ فکر نہ کریں۔''

''میری اس سے ۔ ت ہی کروا دو۔''

''ابھی؟ وہ دراصل سو رہی ہے۔''

''کیا زیادہ چوٹیں آئی ہیں؟؟ اسکا باپ یہاں آئی سی یو میں ہے۔ کیسے چھوڑ کر آوں؟''

''آپ فکر نہ کریں۔ وہ ٹھیک ہے۔'' زریب نے ضبط سے آنکھیں بند کرلیں۔

''تم۔ تم ایسا کرو۔ مجھے وہاں لے جاو۔ تھوڑی دیر کے لئے اسکو دیکھوں گی پھر واپس آجاوں گی۔'' انھوں نے التجا کی تو زریب کا رنگ فق ہوا۔

''نن۔ نہیں نہیں۔ زیادہ خطرے کی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی آج شاید ڈس چارج مل جائے ہم لوگ گھر آجائیں گے۔ آپ۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ ٹھیک ہے۔''

''اچھا؟ میرا دل کیوں اتنا بے چین ہے۔'' انھوں نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا۔

''آپ۔ بے فکر رہیں۔ ٹھیک ہے۔'' زریب نے ایک آدھ جھوٹی تسلی دے کر فون بند کردیا۔ تو اکوریڈور میں میاں امداد شاہ آتے دکھائی دیے۔

''جان۔!!!'' وہ بھاگ کر اسکے پاس پہنچیں اور ان سے لپٹ گئیں۔

''میری بیٹی بہت صابر ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''جان۔!!! اب بس ہوگئی ہے۔'' وہ ہچکیوں میں رودیں۔

''اللہ کسی پہ اسکی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ لگے کہ اندھیرا بڑھ رہا ہے تو سمجھ جاو کہ سورج طلوع ہونے والا ہے۔''

ڈاکٹر نے اسکو انجیکشن دے دیا تو وہ کچھ ہی دیر میں گہری نیند سو گئی تھی۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس میں سکت نہ تھی اسکے پاس جا کر اسکو دیکھنے کی۔ وہ سو گئی تو ابراہیم کمرے سے باہر آیا کیونکہ اسکے فون پہ مسلسل سفیان صاحب کی کالز آرہی تھیں۔ وہ باہر نکلا تو سفیان گورسی ایمرجنسی میں اس تک پہنچے۔

''ابراہیم۔!!'' انھوں نے پکارا تو وہ اپنے باپ کے گلے لگ گیا۔ ''ابراہیم۔!! میرے بیٹے۔!!'' انکا دل مٹھی میں آیا تھا۔

''بیٹے۔!! وہ یہاں میری وجہ سے ہے۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ کاش۔ کاش۔ میں اسکو اپنی زندگی میں شامل نہ کرتا۔'' وہ بھیگی آواز میں بولا تو سفیان گورسی نے جھٹکے سے اسکو الگ کر کے سامنے کیا۔ اسکی آنکھیں حد درجہ سرخ تھیں۔

''کیا اب بھی تم یہی کہہ رہے ہو؟ کیا اب بھی تم اسکو اپنی زندگی سے نکالنے کی باتیں کر رہے ہو؟'' انھوں نے اسکو جھنجوڑا تھا۔ ابراہیم سر جھکا گیا۔ ''اب اگر تم چاہتے ہو کہ مزید کچھ غلط نہ ہو تو اسکو اپنی زندگی سے نکالنے کی بجائے اپنی زندگی میں شامل کرلو۔'' وہ بولے تو ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''ہاں۔ یہ سب اس لئے نہیں ہوا کہ تم نے اسکو اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔ نکاح کوئی حرام کام نہیں ہے۔ یہ ایک رشتہ ہے جو آسمانوں پہ تخلیق ہوتا ہے۔ ابراہیم۔!! یہ سب اس لئے ہوا کہ تم نے اسکو اپنی زندگی سے نکال دیا۔ تم نے اسکو کبھی قبول نہ کیا۔ اسکے قہر سے ڈرو۔ ابراہیم۔!!'' آواز میں لرزش تھی۔ ابراہیم بت بنا کانپ کر رہ گیا تھا۔ ''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر تم اب اپنی غلطیاں سدھارنا چاہتے ہو تو تمہیں پیچھے نہیں آگے بڑھنا ہوگا۔''

''کیسے۔!! میں کیسے؟''

''کیا مطلب کیسے؟ وہ بیوی ہے تمہاری۔ تمہارے نکاح میں ہے۔''

''وہ۔ وہ صفا ہے۔ وہ چھوٹی سی ہے۔ میں کیسے اسکو۔''

''تمہیں اسکو قبول کرنا ہوگا۔ تم نے رشتوں کو مذاق سمجھ رکھا ہے؟ اس دن میں نے کیا تھا تم نے کہا تھا کہ تمہیں انتقام چاہیے۔ تم نے اس سے نکاح کرلیا۔ اب تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم اسکو چھوڑ دو گے اور وہ ہنسی خوشی موو آن کر جائے گی؟ نہیں ابراہیم۔!! اللہ کے کئے پہ صبر آجاتا ہے بندوں کے کئے پہ نہیں۔'' انھوں نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا تھا۔ ''تمہاری بیوی چلی گئی۔ تم نے صبر کیا کیونکہ یہ اللہ کی کرنی تھی۔ !!! اگر تم صفا کو اپنی زندگی سے یوں نکال کر در بدر رکرو گے تو وہ خود کو کبھی سمیٹ نہیں پائے گی۔'' ابراہیم سر جھکا گیا۔ یہ ایک تلخ حقیقت تھی جس سے وہ نگاہیں چرا رہا تھا اب مزید فرار ممکن نہ تھا۔ فرار کی تمام راہیں بند ہو چکی تھیں۔

سرمئی آنکھیں بند تھیں دماغ کے کونوں میں سے ماضی ابھر رہا تھا۔ بہتے پل خواب کی صورت میں دہرائے جا رہے تھے۔ شیزا چلی گئی تو صفا نے

ارمان کے ہاتھ پہ اپنے دانت گاڑھ دیے۔

''افف۔جنگلی بلی۔!!'' وہ اپنا ہاتھ جھٹک کر رہ گیا۔صفا نے پلٹ کر دروازہ کھولنا چاہا تو ارمان کا قہقہہ گونجا۔وہ پلٹی۔''لاکڈ ہے اور چابیاں میرے پاس ہیں۔'' صفا کی آنکھوں میں پہلے شاک تھا اب نمی تیرنے لگی۔

''کیوں۔کر رہے ہو یہ سب؟'' وہ دروازے سے لگی کھڑی تھی۔

''تمہیں طلاق دلوانی ہے جان من۔تبھی تو ہماری شادی ہو پائے گی ناں۔'' وہ پاس آتے ہوئے بولا۔

''دور رہو۔کمینے۔!!'' صفائی۔

''کیسے دور رہوں۔؟تم اتنی پیاری ہو۔'' وہ اسکا گال چھونے لگا تو صفا نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

''خبیث۔!!میرے قریب مت آؤ۔'' وہ دھاڑی۔ارمان نے سر اثبات میں خم کرنے کے انداز میں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''فائن۔!!چلو۔تمہارے گورسی کو ایک میسج کرتے ہیں۔دیکھتے ہیں وہ تمہیں ڈھونڈ پائے گا کہ نہیں؟'' وہ ہنستا ہوا میسج ٹائپ کر رہا تھا۔

''ارمان۔!!میں کہتی ہوں دروازہ کھولو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' وہ چیخی تو ارمان نے میسج سینڈ کر کے فون جیب میں رکھا۔

''نہیں کیوٹی پائی۔!!ابھی نہیں۔ابھی تو تمہارا وہ سوکالڈ شوہر آئے گا۔سائن کرے گا پھر ہم جائیں گے ناں خوشی خوشی یہاں سے۔'' وہ ہنس دیا۔

''وہ طلاق نہیں دیں گے سمجھے تم؟'' وہ پوری قوت سے دھاڑی تو ارمان ایک قدم میں اسکے پاس پہنچا۔اور اسکا چہرہ دبوچا۔

''آواز نیچی رکھو۔سمجھی؟ تمہارے باپ نے کہا تھا کہ تمہاری اس سے طلاق کرواؤں۔'' وہ بولا تو صفا کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔'' اس نے کہا کہ تمہارا دل پہلے بہلا لوں۔'' کہتے اس نے صفا کا چہرہ جھٹکے سے چھوڑا۔''اس کام میں وقت لگتا۔'' وہ اپنے ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔''اور مجھے میری کام زرا جلدی کرنے ہوتے ہیں۔وہ کیا ہے ناں کہ میں بور ہو جاتا ہوں اگر کھیل زیادہ لمبا ہو جائے تو۔'' وہ شیطانی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔صفا نے افسوس سے اسکی جانب دیکھا۔

''تم ابھی جا نہیں رہو۔وہ تمہارا حشر نگاڑ دیں گے۔اس لئے جانے دو مجھے تمہارے لئے ہی بہتر ہوگا۔'' صفا نے دن ڈائی تو ارمان کے جبڑے تن گئے۔

''دیکھ لیں گے۔خیر۔تم سکون سے بیٹھو وہ آرہا ہے۔'' وہ جا کر صوفے پہ بیٹھا۔جبکہ صفا نے غیر یقینی سے اسکو دیکھا۔''تمہیں سمجھ نہیں آرہی میری بات؟ مجھے جانے دو یہاں سے۔'' صفا نے دروازہ پیٹا تو وہ فوراً اٹھ کر آیا اور صفا کو لا کر بیڈ پہ پٹکا۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''شششش۔آواز نہ نکلے تمہاری سمجھی؟ وہ آئے گا۔طلاق کے پیپرز پہ سائن کرے گا اور ہم دونوں یہاں سے جائیں گے۔اوکے؟اس لئے بہتر خاموش رہو۔'' طلاق کا لفظ سنتے ہی صفا کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔وہ اٹھی اور آ کر اسکو گریبان سے پکڑا۔

''تم کیا سمجھتے ہو؟ وہ طلاق دے دے گا اور میں تم سے شادی کر لوں گی؟ ہرگز نہیں ارمان کیانی؟ اس خوش فہمی کو جتنا جلدی ہو سکے اپنے دماغ سے نکال دو۔'' وہ پوری قوت سے چیخی تو ارمان نے مٹھیاں بھینچ لیں۔''تم چیز ہی کیا ہو ہاں؟ میں نے تو مصر کے مافیا کو اپنے سامنے ہار ماننے پہ مجبور کر دیا۔وہ جو کو اپنی انگلیوں پہ نچاتا ہے میں نے اسکو زیر کر دیا۔'' صفا کے لہجے میں تفاخر تھا۔ارمان جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔''میں ابراہیم سے محبت کرتی تھی۔ہوں اور ہمیشہ اسی سے محبت کروں گی۔اپنے اس غلیظ دماغ سے خوش فہمی کا کیڑا نکال دو۔'' صفا نے اسکا گریبان جھٹکے سے چھوڑا تو ارمان نے اسکو دونوں بازوؤں سے دبوچ کر دیوار سے لگا دیا۔

''مصر کا مافیا ہوگا اپنے گھر۔میں ارمان کیانی ہوں۔اور تم جانتی ہو کہ مافیا میں اور ارمان کیانی میں کیا فرق ہوتا ہے؟ مافیا کروبار کرتا ہے۔وہ جائز کام بھی ایمانداری سے کرتا ہے۔'' وہ ایک لمحے کو رکا۔اسکے چہرے پہ ایک شیطانی مسکراہٹ دوڑ گئی۔'' ایک کمینہ ارمان۔!!وہ اپنی کمینگی سے شیطان کو بھی مات دے دیتا ہے۔'' وہ ہنس دیا۔صفا کے دل میں عجیب درد اٹھا تھا۔آج اسکو ارمان پھر سے حسن سے ہمدردی ہوئی تھی۔اسکو وہ اس ساری دنیا سے بہتر لگا تھا۔

''وہ تم سے بہتر ہے۔وہ شیطان ہوگا۔۔وہ قاتل بھی ہوگا یقیناً۔۔وہ تم سے بہتر ہے۔کیونکہ اسکا دل خالص ہے۔'' صفا اسکے چہرے پہ نظریں گاڑھے بولی۔

''ایک کم تھا کہ اب دوسرے کی تعریفیں شروع کر دیں؟ کتنے دیوانے رہیں تمہارے صفا قریشی؟'' وہ تنفر سے بولا تو صفا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''کمینہ ارمان۔!!'' صفا نے اسکے منہ پہ تھوکا تو ارمان کی آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی۔

''تیری اتنی ہمت۔!!''اس نے صفا کے چہرے پا ایک طمانچہ مارا وہ دور جا گری۔''بہت اڑ رہی ہے ن تم میں۔ابھی نکال دیتا ہوں۔''وہ قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔صفا کے پورے وجود پہ خوف طاری ہو چکی تھی۔وہ اسکے پاس آ کر بیٹھا۔''کیا ہوا۔وہ تمہیں خود ہی چھوڑ دے۔کیا ہوا تم اس کے قابل نہ رہو؟''وہ قریب ہوتا ہوا سرگوشی میں بولا تو صفا کا دماغ گھوم گیا۔

''کک۔کیا مطلب ہے تمہارا؟''اس نے ایک ہچکی لی تو ارمان کا قہقہہ گونجا۔

''بچی نہیں ہو۔دیکھو۔میرا یقین کرو۔اگر وہ طلاق دے دے تو میں پکا تمہیں اپنا لوں گا۔''

''بکواس بند کرو۔''صفا چلائی۔

''شش۔۔آواز نیچے۔''اس نے صفا کے ہونٹوں پہ انگلی رکھی تو صفا نے ہاتھ جھٹک دیا۔وہ اس وقت خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔

''تم ایسا۔کیوں کر رہے ہو؟تم۔تم تو محبت بھی نہیں کرتے تو پھر۔کیوں؟''وہ بکھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''آبسیشن۔۔صفا۔!!آئی ایم آبسیسڈ ود یو۔تمہیں پتہ ہے۔تم گورسی کی گاڑی سے اتری تھی اسی وقت ٹھان لی تھی کہ تمہیں حاصل کر کے رہوں گا۔''

''مت کرو۔ایسا۔میں۔میں مر جاوں گی۔۔ا۔ابیہم میری زندگی ہے۔مجھ سے میری زندگی مت چھینو۔!! انکا م میرے لئے کچھ ہے۔میں انکا م نہیں کھو سکتی۔!!''وہ ہاتھ جوڑے رو رہی تھی کیونکہ اسکو اب ابیہم پہ بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔وہ خود اسکو طلاق دینے کے درپے تھا۔اس لئے اسکے پاس منت سماجت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''یہی تو میں چاہتا ہوں۔تمہیں اس سے چھیننا چاہتا ہوں۔''وہ ہنسا۔صفا بے بسی سے ڈھے گئی۔اسکا دماغ شٹ ڈاون ہو رہا تھا۔ارمان نے صفا کا گال چھوا۔اس نے حقارت ارمان کا ہاتھ جھٹکا۔ارمان نے جبڑے تن گئے اس نے الٹے ہاتھ کا اور تھپڑ رسید کیا۔صفا کے کانوں میں گھنٹیاں بجیں تھیں۔

آج زندگی نے اسکو اپنا اور بھیانک رخ دکھایا تھا۔''آئندہ میرا ہاتھ اٹھانے کی کوشش مت کرنا۔''وہ غرایا۔

''جانے دو۔مجھے۔تمہیں انکا واسطہ ہے۔''صفا کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

''جانے دوں گا۔اس سے پہلے تمہیں کسی کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔صفا بھی پوری ہمت جمع کر کے اٹھی۔۔ارمان کا رخ دروازے کی جانب تھا۔صفا نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا واس اٹھایا اور اسکے سر پہ مارا۔اس سے پہلے ہی وہ پلٹا اور اس سے وہ واس پکڑ لیا۔

''اوہ۔نہ چونکیے۔''وہ ہنستا ہوا اسکے قریب ہوا۔صفا نے اسکو دور دھکیلا۔ارمان نے وہ واس زمین پہ پٹکا تو صفا آواز سے ہی لرز گئی۔وہ اب آنکھوں میں وحشت لئے اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔صفا قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی حتی کہ وہ دوار سے جا لگی۔ارمان نے اسکی فراک کو اسکے گریبان سے پکڑ کر پھاڑ دیا۔صفا نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پہ رکھے۔وہ بے بسی کی انتہا پہ تھی۔

''ابیہم۔!!پلیز۔!!آجا۔۔!!''وہ سسکیوں کے بیچ چلائی تھی۔

''اسکا نام مت لو۔''

''ابیہم۔!!!!!!''صفا پوری قوت سے چلائی تو ارمان نے اسکے منہ پہ طمانچہ رسید کیا وہ زمین پہ جا گری۔

''بولا تھا نا۔''وہ اب قدم قدم اسکے پاس آیا۔صفا نے ادھ کھلی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔وہ کھڑا اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔صفا کی آنکھوں کی پتلیاں وہیں ساکت ہو گئیں۔

''گھر کے مرد جو عمل کرتے ہیں۔گھر کی عورتیں انکا قرض ادا کرتی ہیں۔''

کسی کے کہے گئے الفاظ صفا کے کانوں میں گونجے تھے۔

''تو کیا میں آج اپنے بھائی کے کئے کا حساب چکانے جا رہی ہوں؟میں نے تو حساب چکا دیا تھا؟پھر؟پھر میرے ساتھ ایسا کیوں؟''اس کی زبان بند تھی بند ہوتے ہوئے دماغ میں یہی سوال تھا۔''ابیہم۔!!!میں نے حساب چکا دیا۔''اس نے آخری الفاظ ادا کئے اور ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو گئی۔دروازہ دھاڑ کی آواز سے ٹوٹ

تھا۔ارمان اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔کہ اس کے کمینے دماغ نے فوراً اپنا کام دکھایا اور وہ وہی کھلے ہوئے بٹن بند کرنے لگا۔

کمرے کے سناٹے کو ایک زوردار چیخ نے توڑا۔وہ ہڑبڑا کر اٹھا بھاگ کر اندر پہنچا۔وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے ہی آنکھیں بند کئے میں سر ہلا رہی تھی۔

''صفا۔۔!!صفا۔!!''وہ اسکے پاس پہنچا اور اسکا شانوں سے تھام کر بٹھایا۔

''چھوڑو مجھے۔!!مجھے چھوڑو۔جانے دو۔''وہ نہ نہ کی۔اور اسکے ہاتھ مارنے لگی۔ابراہیم نے اسکو تھام لیا۔

''صفا۔!!ہوش کرو۔دیکھو۔یہ میں ہوں۔''وہ بے بسی لئے بولا وہ مسلسل میں سر ہلا رہی تھی۔''صفا۔!!''۔ابراہیم نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔تو صفا نے آنکھیں کھول دیں۔وہ سامنے بیٹھا تھا۔جس کو اس نے آئینہ پر پکارا تھا وہ سامنے بیٹھا تھا۔بالکل سامنے۔!!صفا کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔وہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا اسکو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔اسکو بس اسکا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔وہ سامنے تھا۔بس یہی احساس تھا۔کہ وہ سامنے تھا۔''صفا۔!!میری بات سنو۔!!کچھ نہیں ہوا ہے۔ٹھیک ہے۔''وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''ایبو۔۔ایبو۔۔!!''اس کے منہ سے نکلا تو ابراہیم نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا۔

''ہاں۔ایبو۔تمہارے سامنے ہے ایبو۔!!پلیز۔!!دیکھو ادھر۔''صفا کی آنکھوں میں سیلاب امڈ آیا۔

''وہ۔وہ۔آپ۔کو۔پکارا تھا۔''وہ ہکلائی۔

''شش۔۔میں آیا تھا۔ہاں۔میں وقت پر آیا تھا۔''صفا نے میں سر ہلایا۔

''شش۔بس۔''ابراہیم نے نرمی سے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔صفا نے اپنی آنکھوں میں ٹھہرا سارا مائع بہا دیا۔وہ جانے کتنی دیر روتی رہی تھی۔ایسا منظر کو دیکھ کر کے۔

''اس نے کہا تھا آپ مجھے طلاق دے دیں گے۔''وہ ہچکیوں میں بولی تو ابراہیم کو لگا کہ وہ کسی جلتی ہوئی خندق میں آن گرا ہے۔وہ لڑکی اس مقام پر بھی صرف اپنے رشتے کے لئے پریشان تھی۔

''ہرگز نہیں۔!!''وہ فوراً بولا تھا۔

''وہ کہتا تھا میں آپ کے قابل نہیں رہوں گی۔''

''میں کوشش کروں گا تمہارے قابل بن جاوں۔''

''اس نے مجھے تھپڑ مارے۔!!''

''اسکے ہاتھ کاٹ دوں گا۔''

''وہ۔میری طرف قدم بڑھا رہا تھا۔تو۔تو مجھے لگا۔کہ میں حساب چکانے جا رہی ہوں۔''

''اسکی ٹانگیں توڑ دوں گا۔''

''اس نے میرا۔میرا۔۔لباس۔''وہ بول نہ پائی۔

''اسکی آنکھیں نکال دوں گا۔''

''اس نے مجھے۔کردار کہا۔۔!!''

''اسکی زبان کھینچ دوں گا۔''

صفا اب خاموش ہو گئی۔ابراہیم اسکے بال سہلاتا رہا۔

''آئی لو یو۔ابراہیم۔!!''وہ سسکی۔

''اینڈ آئی ایم سوری۔!!''کہہ کر اس نے صفا کے بالوں کو نرمی سے چھوا تھا۔اس نے چہرہ اوپر اٹھایا۔وہ کچھ دیر خاموش رہی۔پھر سے اسکو ارمان کا وہ منحوس اور وہ

لمس یدآ تو جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔''کیا ہوا؟''ا. اہیم نے اسکو پیچھے ٹ دیکھا۔

''دد۔۔دور۔ ۔پلیز۔''وہ جا کر بیڈ بیڈ کراون سے لگی۔

''صفا۔ادھر دیکھو۔ ٹھیک ہے۔کچھ نہیں ہوا ہے۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ چاہا صفا نے جھٹک دیا۔

''مم۔مجھے۔اکیلا چھوڑ دیں۔''اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔

''فائن۔!! گھر چلیں؟''اس نے پوچھا تو صفا نے چہرہ اوپر اٹھایا۔

''۔۔''کہہ کر اس نے پھر سے ہچکی لی۔اور آنکھوں سے نمکین مائع ابلنے لگا۔

''۔۔ٹھیک ہیں تمہارے۔''اسکو لگا وہ ا لئے پریشان ہے۔صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''انھوں نے۔انھوں نے۔''وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔الفاظ کا تسلسل ٹوٹنے لگا۔

''اوکے اوکے۔ہم بعد میں بات کریں گے۔تم۔پلیز ریسٹ کرو۔''کہہ کر وہ اٹھا اور اسکا تکیہ درست کرنے لگا۔اس نے صفا کا لحاف درست کر چاہا صفا پیچھے کو کھسکی۔

''اچھا خود اوڑھ لو۔''اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

ا. اہیم ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔وہ اسکے جانب بیٹھا تھا۔جس جانب دل ہوا کرتا ہے۔صفا نے دن دا جانب موڑ لی۔وہ دونوں ہاتھوں کو باہم جوڑے تھوڑی کے نیچے جمائے بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔صفا کو اسکی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔ اگلے ہی خیال سے اسکا دل ایک بار پھر سے بجھ گیا تھا۔

ا. اہیم ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔وہ اسکے جانب بیٹھا تھا۔جس جانب دل ہوا کرتا ہے۔

صفا نے دن دا جانب موڑ لی۔وہ دونوں ہاتھوں کو باہم جوڑے تھوڑی کے نیچے جمائے بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔صفا کو اسکی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔

اگلے ہی خیال سے اسکا دل ایک بار پھر سے بجھ گیا تھا۔وہ کہاں تھی؟اس وقت اسکی ا. اہیم کی زندگی میں کیا حیثیت تھی؟وہ تو صرف حوریہ کا ہے تو صفا کی کیا حیثیت ہے؟کیا اسکی حیثیت کبھی بدل پائے گی۔پھر وہ یوں ہی دو کشتیوں کی مسافر بن کر رہ جائے گی؟وہ اب اپنے گھر جائے گی اور اپنی زندگی وہیں سے شروع کرے گی۔ہاں وہ اپنی زندگی وہیں سے شروع کرے گی۔اسکی زندگی کا سے بڑا خسارا سجل ہے۔اگر وہ اسے کھو کر زندہ رہ سکتی ہے تو پھر اس حادثے سے بھی وہ نکل جائے گی۔نمکین پانی ایک بار پھر سے اسکے رخساروں کو بھگونے لگا تھا۔دروازہ کھلا تو سفیان گورسی اندر آتے دکھائی دیئے۔

''کیسی ہے میری بیٹی اب؟''انھوں نے شفقت سے صفا کے سر پہ ہاتھ رکھا تو اس نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ا لہجے میں آج بھی وہی محبت تھی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔۔وہ سجل کے تھے۔وہ صفا کے انکل تھے جن کو وہ دونوں بچپن میں اپنا کرائم پارٹنر بنایا کرتی تھیں۔۔صفا کے حلق میں درد اٹھا تھا۔۔ا دل جڑے ہوئے تھے کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ سے ساتھ تھے۔۔اس لئے کوئی بھی طوفان کوئی بھی آفت ان دولوں کو الگ نہ کر پائی تھی۔

''بس اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔پھر ہم گھر چلیں گے۔''صفا نے اچنبھے سے ا جانب دیکھا۔

''ہاں۔۔اپنے گھر۔۔تمہارے گھر۔۔اس گھر جس پہ تمہارا سے زیادہ حق ہے۔''انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا صفا نے الجھ کر ا. اہیم کی جانب دیکھا۔''اسکو کیا دیکھ رہی ہو؟اب وہی ہوگا جو تم چاہو گی۔اگر اس نے دوبارہ تمہیں دور بھیجنے کی بات کی تو میں اسکو ہی گھر سے نکلا دوں گا۔ہم دونوں باپ بیٹی رہیں گے پورے گھر میں۔''وہ مسکرا دیئے صفا ابھی تک حیرت کا مجسمہ بنی ہوئی تھی۔اس نے ا. اہیم کی جانب اچنبھے سے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''میری بیٹی نے جو کچھ جھیلنا تھا جھیل چکی۔بس اب مزید کچھ۔انہیں ہونے دوں گا۔''سفیان گورسی کی آنکھیں بھر آئیں۔''اپنی سجل کو نہ بچا پایا تمہیں۔۔تمہیں کسی صورت نہیں کھوؤں گا۔''آواز بھرا گئی۔

''۔۔!!''ا. اہیم نے تڑپ کر ا جانب دیکھا۔

''بس۔اب میری بیٹی کو گھر لے چلو۔''

'' ۔!!''صفا کے . ہلے ا. اہیم سمجھ ۔ تھا کہ وہ کیا پوچھنا چاہ رہی ہے۔

''اس .رے میں بعد میں .ت کرلیں گے۔تم ریسٹ کرو۔'' کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سفیان صا . کو لئے .ہر آ ۔

''آپ گھر جا ۔ما پ یشان ہو رہی ہوں گی۔''

''نہیں۔میں اپنی بیٹی کو لے کر ہی جاؤں گا۔''

'' ..۔!!اسکے .پ نے دو .رہ تماشا لگا دینا ہے۔''

''کیا پہلے اسکی کوئی .ت تمہارے لئے اہم تھی؟''انھوں نے پوچھا تو ا. اہیم نے میں سر ہلا د ۔

''بس پھر اب بھی نہیں ہونی چاہیے۔'' وہ اٹل لہجے میں بولے تو ا. اہیم سر جھکا ۔

مصر میں اس وقت دوپہر ہو رہی تھی۔سینائی میں ر ۔ ت کے ٹیلے اداس سے تھے۔وہ ا. اہیم کو ۔ دکرتے تھے۔ ا بس اپنے ہر جائی کی شکل دیکھنے کو ہی ملتی تھی۔آج بھی اسکی گاڑیاں پہنچیں تو گارڈز کا ا ۔ ختم ہونے والا حصار تھا اسکے د۔وہ چلتا ہوا ا ۔ عمارت میں پہنچا۔وہ عمارت .ہر سے ا ۔ جیل معلوم ہوتی تھی۔اسکے پیچھے مغیث تھا۔۔وہ لوگ اس قید خانے میں پہنچ چکے تھے۔ا ۔ لمبی سی ٹنل عبور کرتا ہوا وہ ا ۔ قید خانے میں پہنچا جہاں ا ۔ آدمی قید تھا۔

''کیا ابھی ت تمہاری ا ٹ قائم ہے؟''اس نے آواز لگائی تو ا ۔ آدمی جس کے تن پ ا ۔ ڈھیلا سا لباس تھا۔وہ مسکرا د ۔

''تم میری ا ٹ ختم نہیں کر ت ۔''بناء پلٹے ہی اس نے جواب د ۔ تھا۔

''مجھے تمہاری ا ٹ پسند ہے۔۔کیوں نہ تم میرے ساتھ شامل ہو جاؤ؟''

''تمہارے ساتھ ہاتھ نے سے بہتر ہے میں موت کو گلے لگا لوں۔''

''کمال ہے ر۔!!اتنی ت ۔؟میں نے آ ٰ کیا کر د ۔''اسکے چہرے پ شیطانی مسکراہٹ رقصاں تھی۔تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں اسکی مسکراہٹ کی وجہ سے مز ۔ تیکھی ہو جا ۔ کرتی تھیں۔

''تم ظالم ہو۔'' قادر کی آواز پ اسکی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

''تو تم لوگ ایسی حرکتیں ہی کیوں کرتے ہو کہ مجھے لاٹھی نی پڑے۔''اس نے مصنوعی تکان سے کہا تو قادر نے پلٹ کر د یکھا۔اسکا جسم کمزور تھا اسکے چہرے پ آج بھی وہی نور تھا۔وہ چلتا ہوا اسکے قر ۔ آ اور سلاخوں پ ہاتھ جمائے۔

'' ا کے قہر سے ڈرو۔!!'' قادر نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو حسن کے حلق میں کچھ پھنسا تھا۔

''اسکو تین دن کھا ٰ مت دینا۔'' کہتا وہ وہاں سے پلٹ ۔

''تمہیں کس نے اختیار د ۔ ا نوں پ انکا رزق بند کرنے کا؟تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟تم کچھ بھی نہیں ہو۔غزہ کی سرزمین پ پڑا بلی کا ا ۔ مردہ بچہ تم سے بہتر ہے۔۔''
قادر نے بلند آواز میں کہا وہ تیز تیز قدم اٹھا ت پلٹ ۔ تھا۔''ہونہہ۔ ٰ اغارت کرے تجھے۔'' قادر نے سلاخوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر کہا تھا۔

''شا۔!میچ کی ساری تیاری مکمل ہے۔'' مغیث نے کہا تو وہ سر ہلا ت ہوا گاڑی میں سوار ہو ۔ ۔وہ لوگ اس میچ کو آج ا ۔ .ر پھر سے کھیلنے جا رہے تھے جو ا. اہیم گورسی کی وجہ سے بناء کسی نتیجے کے رہ ۔ تھا۔اور آج کا دن نتیجے کا دن تھا۔

شام ہو رہی تھی۔غزہ کی تباہ حال بستی میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ا ۔ دن تمام ہوا تھا۔وہ صرف دن ہی نہیں تھا وہ کسی کی پوری حیات تھی۔امدادی کیمپ میں ا ۔ لڑکی بیٹھی تھی جس کا چولہا جل رہا تھا۔ہا ٹ ی میں کچھ ابل رہا تھا۔اسکے دو بچے بیٹھے تھے۔ا ۔ لڑکی جو کہ قریباً چھ .س تھی اور ا ۔ لڑکا جو کہ چار .س کا تھا۔

''امو۔!!کھا ٰ . ت بنے گا؟''اس بچے نے اپنی ماں کا .زو ہلا ۔ جو نہ جانے کن سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

''ہاں؟ ہاں بس تھوڑی د یاور۔'' اس نے لکڑی آگے کر کے آتش .ڑھا دی۔

''امو۔!! دوپہر سے کھا. بن رہا ہے ابھی۔ تیار نہیں ہوا۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ بچہ بولا جبکہ وہ لڑکی خاموش سی اپنی ماں کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''یوسف۔!!'' میرے شہزادے بس تھوڑی د یاور۔'' اس نے اپنے ..ٹے کو ساتھ لگایا۔

''سلویٰ آپ کیا آپکو بھوک نہیں ہے؟ اس نے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی سے پوچھا۔ اس نے سر اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا اور پھر دو. رہ جلتے چولہے کو دیکھنے لگی۔

''نہیں۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اسکی .ت پر یوسف نے حیرت سے دیکھا تھا۔

''ہم نے کل رات سے کھا. نہیں کھایا۔ کیا آپکو ابھی۔ بھوک نہیں؟''

''نہیں۔!!'' وہ .لفظی جواب دیتی وہاں سے اٹھ گئی۔

''امو۔!! کیا آپ کو بھوک نہیں لگتی؟'' اب کی. راس نے اپنی ماں سے پوچھا۔ وہ بھی ای. جوان سی لڑکی تھی۔

''معلوم نہیں۔'' وہ نگاہیں پھیر گئی۔ ''تم جا کر کھیلو۔۔ میں ت. کھا. تیار کرتی ہوں۔'' اس نے آ آنکھوں کے ا. رہی دھکیل دیئے تو یوسف وہاں سے اٹھ کر

لیلیٰ نے ہا.ڑی کا ڈھکن ہٹایا۔ اسکی آ سے ای آ نکل کر بہہ ..

ماضی کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ اسکو وہ دن یاد آ.. وہ خیمے میں ہی دلہن بنی تھی۔ عبداللہ نے اسکو اپنی شر. حیات بنایا تھا۔ وہ ان خیموں میں بھی خوش تھے۔ وہ لوگ کچھ ہی دنوں میں اپنے گھر منتقل ہو گئے تھے جس کی مرمت عبداللہ نے کروائی تھی۔ ان دونوں نے مل کر اس گھر کی ای. انچ چکائی تھی۔ وہ ای. ر پھر سے اپنے گھر میں تھی جس گھر سے اسکے ماں. پ کی یادیں جڑی ہو تھیں۔ اسکی خالہ بھی اسکے ساتھ آ گئی تھی۔

کچھ عرصہ امن قائم رہا تو ا. ز. گی کی خوشیاں لوٹ آ تھیں۔ محبت کی چار دیواری میں وہ لوگ اس غر. ت میں بھی خوش تھے۔ ز. ربسر چل رہی تھی۔ ا اللہ نے دو بچوں سے نوازا تھا۔ یوسف اور سلویٰ وہ دونوں بہت ہی خوبصورت تھے. لکل اپنی ماں کی طرح۔ یوسف حساس سا گول مٹول سا بچہ تھا جس کو بھوک بہت جلدی لگتی تھی۔ اسکے .عکس سلوی صا. تھی۔ وہ ہیزل ین آئیز والی لڑکی بہت حسین تھی۔ اسکا رنگ شفاف تھا اور .ل سیاہ تھے۔ .لکل رات کی ت. ریکی کی ما سیاہ۔! وہ لوگ خوش تھے پ سکون تھے پھر ای. سال قبل علی بھی ے ان لوگوں کو دو. رہ انہی خیموں میں دھکیل کر۔ ای. ئیر سٹرائیک اور انکا وہ ہنستا. ت گھر اجڑ ے تھا۔ وہ لوگ دو. رہ انہی خیموں میں آ بسے تھے۔

سلوائی اپنے .پ کی طرح تھی۔ صا. اور خوددار۔!!

''امو۔۔!! امو۔!!'' یوسف کی آواز نے اسکو سوچوں کی اس گہری کھائی سے نکالا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے ہڑ.ڑا کر دیکھا۔

''امو۔!! امدادی ٹ. آ ہے۔'' یوسف کے چہرے پ خوشی کا ہر. تھا۔

''شکر الحمدللہ۔!!'' لیلیٰ کی آنکھوں میں آ آ گئے۔ یوسف .ہر واپس جا چکا تھا۔ لیلیٰ اٹھنے لگی تو اسکا پ.ؤں چولہے میں لگی ہوئی ای. لکڑی پ آ. جس سے وہ او. پ اٹھی اور وہ ہا.ڑی وہیں زمین بوس ہو گئی۔ .ہر سے آتی سلویٰ نے ای. نگاہ اس ی ہوئی ہا.ڑی پ ڈالی۔ اس میں سے پ.نی اور گھاس نکل کر ارد پھیل ے تھا اور آگ بھی بجھ چکی تھی۔ لیلیٰ نے ضبط کا ای. گھو.ٹ حلق سے نیچے ا. را۔ سلوی چلتی ہوئی اپنی ماں کے پ.س آئی۔

''امو۔!! آپ سامان لے آ یہ میں صاف کر دیتی ہوں۔'' اس نے کہا تو لیلیٰ نے نم آنکھوں سے سلویٰ کی جا. دیکھا۔ وہ ای. بوسیدہ صاف ستھرے سے فراک میں ملبوس تھی جس پ جگہ جگہ پیو. لگے ہوئے تھے۔ سر پ تین کونوں والا سکارف .ھے وہ پ سکون سے ت. ات لئے کھڑی تھی لیلیٰ نے اسکا گال چوما۔ اور وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ سلویٰ بیٹھ کر لکڑیاں دو. رہ جلانے لگی۔

رات ہو رہی تھی۔ اور وہ لوگ کھا. کھا رہے تھے۔

''امو۔!! یہ راشن کس نے بھیجا ہے؟'' یوسف نے سیر ہو کر کھا. کھایا تھا جبکہ سلویٰ ابھی۔ اپنی پلیٹ میں پ.ے چاولوں کو گھور رہی تھی۔

''اللہ کے بندوں نے۔'' لیلیٰ نے یوسف کے سر کا بوسہ لیا وہ لوگ اب اپنے خیمے کے ا٠ر بیٹھے تھے۔

'' اموآپ تو کہتی ہیں کہ ہمیشہ بس اللہ سے مانگنا چاہیے۔'' اس نے اپنی گول گول آنکھیں مٹکا تھیں۔

''ہاں۔۔اللہ سے ہی مانگنا چاہیے۔ اللہ پھر اپنے بندوں کے دلوں پ الہام ا٠رتا ہے کہ میرا فلاں بندہ بھوکا ہے جاؤ اور اسکو کھا٠ کھلاؤ۔''

''تو کیا وہ بندہ اپنی۔۔۔ سے کھلاتا ہے۔؟ اس طرح تو مال اس بندے کا ہوا۔'' یوسف کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

''نہیں۔۔مال اللہ دیتا ہے۔اور جو مال ہم دوسروں پ٠ چ کرتے ہیں وہ اصل میں ہمارے لئے ہوتا ہی نہیں ہے وہ کسی اور کے مقدر کا ہوتا ہے جس٠ پہنچ جاتا ہے۔''

''تو پھر اللہ ہمیں ہی کیوں نہیں دے دیتا۔وہ کیوں کسی کے ہاتھ سے دلواتا ہے۔'' یوسف نے ا٠ ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکا٠ تھا۔

''کیو وہ آزماتا ہے۔''

''ہمیں؟''

''نہیں۔۔ا جن کو اس نے دے رکھا ہے۔'' لیلیٰ نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''اور ہمیں بھی۔!!'' اب کی ٠رسلویٰ کی آواز آئی تو یوسف نے چو٠ کر دیکھا۔سلویٰ اسکی جا٠ گھومی۔''وہ دیکھتا ہے کہ ہم صبر کرتے ہیں یا نہیں۔''

''کیا واقعی؟'' یوسف نے آنکھیں مٹکا ۔

''ہاں۔''

''اور صبر کیسے کیا جاتا ہے؟ بھوک٠ دا٠ ت کر کے؟ جیسے تم کرتی ہو؟''

''٠ دا٠ ت اور کامل یقین سے۔''

''کیسا یقین؟''

''کہ٠ اکی مدد ضرور آئے گی۔'' اس نے اپنی پلیٹ میں پڑے چاولوں کو دیکھا تھا۔

٠ یجہ بیگم اس وقت ا٠ پتال کی لابی میں بیٹھیں تھیں کہ سعدیہ جو کہ ا٠ پس کھڑی تھی اچا٠ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔٠ یجہ بیگم نے سعدیہ کو دیکھا اور پھر اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا تو ا٠ جان حلق کو آئی۔وہ انہی کی جا٠ آرہا تھا۔ا٠ ہاتھ میں مو٠ بائل پکڑا ہوا تھا۔اور دوسرے ہاتھ میں ا٠ فائل تھی۔وہ بھی اٹھ کھڑی ہو ۔وہ انکا ٠ سے ٠ڑا خوف تھا۔اسکو دیکھ کر ہی ا٠ لئے خطرے کی گھنٹیاں بجنا شرع ہو جا٠ کرتی تھیں۔وہ آ٠ اور عین ا٠ سامنے آ کھڑا ہوا۔

''کیا چاہیے اب تمہیں؟'' انھوں نے سخت٠ ات لئے پوچھا۔جبکہ ا٠ ابیم کے٠ ات٠ م تھے۔

''اس پ٠ سائن کر دیں۔'' کہہ کر اس نے ا٠ فائل آگے ٠ڑھائی۔

''کک۔کیا ہے یہ؟'' انھوں نے لرزتے ہاتھوں سے فائل پکڑی اور کھول کر دیکھی۔وہ ا٠ حلف٠ مہ تھا۔

''ا٠ ابیم کا نکاح صفا سے ہو چکا ہے۔اس لئے وہ اس کو لے کر ہر فیصلہ ٠ کا اختیار ر٠ ہے قریشی خا٠ ان صفا کو کسی کام کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔۔خاص کر اس کام کے لئے جس پ٠ وہ رضامند نہ ہو۔اور ا٠ ابیم صفا کو اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنے گھر لے کر جا رہا ہے جس پ٠ قریشی خا٠ ان کو کوئی اعتراض نہیں۔کل کو قریشی خا٠ ان صفا اور ا٠ ابیم کے رشتے کو لے کر کوئی مقدمہ٠ کیس نہیں کریں گے وہ اس رشتے کو دل سے قبول کرتے ہیں۔''

''یہ ٠ کیا بکواس ہے؟ میری بیٹی کہاں ہے؟ تم ایسا کیسے کر ٠ ہو؟'' انھوں نے فائل بند کر دی۔

''میں اسکا شوہر ہونے کے٠ طے اسکو جس وقت چاہوں اپنے گھر لے کر جا سکتا ہوں آپ لوگ اعتراض اٹھانے کے مجاز نہیں۔البتہ اس پ٠ سائن کر دیں٠ کہ مستقبل قر٠ ٠ میں کسی بھی ٠ مزگی سے بچا جا سکے۔'' وہ جا تھا کہ ا٠ خیام قریشی خلع کے کاغذات بھجوا سکتا ہے تو وہ صفا کو مجبور کر کے سائن بھی کروا سکتا ہے وہ صفا کو بھی جا تھا اور

خیام قریشی کو بھی اس لئے اس نے یہ حلف نامہ تیار کیا تھا۔

''اسکا باپ آئی سی یو میں ہے۔۔وہ اس وقت ایسے کسی سائن کرنے کی کنڈیشن میں نہیں۔'' بیجہ بیگم نے بیٹی کی راہ لی۔

''باپ آئی سی یو میں ہے ماں تو میرے سامنے ہے۔لہٰذا سائن کردیں۔۔۔باپ جاگ جائے گا اس سے بھی کروالوں گا۔'' کہتے ہی اس نے نکال کر ا تھا۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھتا رہ گئیں۔

''کیا ہو رہا ہے یہ؟'' امداد شاہ بھی باہر سے آتے دکھائی دیئے۔

''کچھ نہیں۔۔جس کو آپ نے فراڈ کیا تھا اسکو وصول کرنے آیا ہوں۔'' امداد شاہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئے وہ اتنا تمیز سے ہوتا تھا؟

'' صفا خلع کے پیپرز سائن کر چکی ہے۔'' انھوں نے اہیم کے سر پہ بم پھوڑا تھا وہیں بیجہ بیگم بھی شل رہ گئیں تھیں۔اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔یعنی ان لوگوں نے یہ کام پہلے ہی کر لیا تھا۔

''گڈ۔!پھر تو لازمی سائن کردیں۔'' وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔بیجہ بیگم کے دل میں ہول اٹھا تھا۔وہ اہیم بیٹی کی زندگی کے فیصلے ایسے کر رہے تھے جیسے وہ کوئی بھیڑ بکری ہو۔اپنی بیٹی کیا چاہتی تھی؟اگلے ہی پل صفا کی ہر بات یاد آئی۔۔اہیم بیٹی۔اہیم کا ساتھ چاہتی تھی وہ۔اہیم کا ساتھ چاہتی تھی۔آج سامنے کھڑے اپنے باپ پہ بھی افسوس ہوا تھا۔۔اس لئے انھوں نے اہیم کا ساتھ کھڑے۔اہیم کو چن لیا تھا کیونکہ اس میں اہیم بیٹی کی خوشی تھی۔انھوں نے اپنا پل ضائع کئے بناء سائن کر دیئے۔

''شکریہ۔!!''۔اہیم نے کوفائل پکڑ لی۔۔میاں صاحب حیرت سے بیجہ کی جانب دیکھ رہے تھے وہ رخ پھیر گئیں۔

'' بیجہ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟''

''جان۔!اب میری بیٹی کی زندگی کا فیصلہ آپ لوگوں نے اپنی مرضی سے لیا۔اسکی منشاء جانے بناء۔آج اہم فیصلہ میں نے لیا اپنی بیٹی کی منشاء جان کر۔اس لئے مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔'' انھوں نے نم آنکھوں سے اہیم کی جانب دیکھا۔ان آنکھوں میں التجا درخواست تھی۔وہ اپنی آنکھوں کا کشکول پھیلائے کھڑیں تھیں اور اہیم سے اپنی بیٹی کی خوشیوں کی بھیک مانگ رہی تھیں۔اہیم نگاہیں جھکا گیا۔پھر اس نے دور کھڑا جانب دیکھا۔

''بے فکر رہیں۔۔وہ میرے ساتھ محفوظ رہے گی۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

'' مجھے اسکی خوشیوں کی ضمانت بھی چاہیے اہیم۔!!'' وہ تڑپ گئیں تھیں۔

''خوشیوں کی ضمانت نہیں دی جا سکتی یہ مقدر میں ہوتی ہیں۔اگر آپکی بیٹی کے مقدر میں خوشیاں ہو تو اسکو ضرور ملیں گی۔'' وہ حد درجہ کوشش کر رہا تھا کہ انکھوں میں نہ دیکھے۔

'' تم اسکو خوش ہونے کی وجہ تو دے رہے ہو۔'' وہ تڑپ کر بولیں۔

''خیال رکھے گا۔'' کہہ کر وہ لوٹ گیا۔بیجہ دو رہ سر ہاتھوں میں لئے وہیں بیٹھ گئیں۔

'' بیجہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔۔خیام تمہیں اس کے لئے معاف نہیں کرے گا۔'' شاہ صاحب کو ابھی یقین نہیں آرہا تھا۔

''اور جو آپکے داماد نے اور آپ نے میری بیٹی کے ساتھ کیا وہ میں معاف نہیں کروں گی۔'' وہ تڑخ کر بولیں تو شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔

''دادو۔!!باہر آگئے؟'' قوت نے منال بیگم کے ساتھ صوفے پہ ٹکتے ہوئے پوچھا۔

''بس تھوڑی دیر تک آجائے گے۔'' وہ خاموش سی تھیں۔سفیان صاحب نے وارننگ دے رکھی تھی اور ویسے بھی اب انتقام پورا ہو چکا تھا اس لئے دل کو بھی صبر آیا تھا۔

''گئے کہاں ہیں ویسے؟کل رات سے گھر نہیں آئے۔'' قوت اداس سا تھا۔

''وہ اپنا پتا ل ہیں۔''

''واٹ؟ ہاسپٹل؟ کیا وہ ٹھیک ہیں؟'' یقوت کا دل ا یک لمحے کو بند ہوا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں ہاں۔ وہ ٹھیک ہیں پریشان مت ہو۔'' منال بیگم نے اسکو اپنے ساتھ بٹھالیا۔

''تو پھر۔؟ وہ ا پتال کیوں ہیں؟''

''آپ لوگوں کی صفا آج بیمار ہیں اس لئے۔'' انھوں نے کچھ سوچ کر بتایا۔

''پریٹی لیڈی؟؟؟'' مرجان جو کہ سیڑھیاں اتر رہا تھا اچانک یہ تھا۔ منال بیگم اور یقوت نے چونک کر دیکھا تھا۔

''مرجان۔!! آجاؤ۔'' منال نے اسکو پکارا تو وہ حواس باختہ سا پس پہنچا۔

''کیا ہوا ہے میری پریٹی لیڈی کو؟ لیٹ می کال۔۔'' اس نے جلدی سے ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا۔ ابہیم اس وقت ا پتال میں داخل ہوا تھا۔ وہ راہداری میں آرہا تھا کہ منال بیگم کی کال آئی۔ اس نے فون اٹھالیا۔

''جی۔۔ ماما۔!!''

''۔۔!! میری پریٹی لیڈی کو کیا ہوَا ہے؟ ازشی آل رائیٹ؟'' مرجان کی بوکھلاہٹ واضح تھی۔ ابہیم کو افسوس ہوا تھا۔

''ہاں۔ وہ اب ٹھیک ہیں۔''

''آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ میں ابھی آرہا ہوں ان سے ملنے۔''

''نہیں مرجان۔!!'' ابہیم نے مرجان کے خلاف توقع نرمی سے روکا تھا۔

''۔۔!'' اسکی آواز میں نمی تھی۔

''ہم لوگ گھر ہی آرہے ہیں۔'' اس نے کہا تو مرجان کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

''واٹ؟ پریٹی لیڈی بھی؟'' اس نے کنفرم کرنا چاہا تھا۔

''ہاں وہ بھی۔۔ وہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔''

''یس۔۔!!!'' مرجان خوشی سے چیخا تو منال اور یقوت نے چونک کر دیکھا۔ ''پلیز۔ ا جلدی سے لے آئی کانٹ ویٹ۔۔'' مرجان کے انگ انگ سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ا پتال کے کمرے کے باہر کھڑا ابہیم ہلکا سا مسکرایا تھا۔ اس نے ڈور بیل بجائی اور فون کان کو لگائے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے اسپیکر آن کر دیا۔ صفا جو کہ جاگ رہی تھی اچانک اسکو دیکھ کر آنکھیں موند گئی۔ جس کو ابہیم اچھی طرح نوٹ کر چکا تھا۔

''تمہاری پریٹی لیڈی مان ہی نہیں رہیں گھر آنے کے لئے۔'' ابہیم نے مصنوعی افسوس سے کہا تو صفا کی پلکیں ہلی تھیں۔

''واٹ؟ کیوں؟'' مرجان کی آواز سن کر صفا نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

''وہ کہتی ہیں کہ مرجان ا تنگ کرے گا۔'' وہ آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔

''نہیں کروں گا۔ آئی پرامس۔!! پلیز ا لے آئے۔'' مرجان نے سامنے کی تو صفا نے نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔

''تم خود ہی بات کرلو۔'' ابہیم نے کہا تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا وہ اس سے بات نہیں کرسکتی تھی۔ ابہیم نے فون اسکے پاس کردیا۔

''پریٹی لیڈی۔۔!! کیا ہوا ہے آپکو؟ منال کہہ رہی ہیں کہ آپکو چوٹ لگی ہے؟'' وہ تڑپ کر بولا۔ صفا کے حلق میں درد اٹھا۔ ابہیم نے کی آنکھوں میں تنبیہ تھی یعنی کہ اب نہیں رونا۔

''ہہ۔۔ ہاں۔ میں ٹھیک ہوں۔'' وہ بمشکل بولی تھی۔

''بس تو آپ جلدی سے یہاں آجا۔۔ میں مرجان ہوں آپکے لئے شفاء بن جاؤں گا۔'' صفا نے چونک کر ابہیم کی جانب دیکھا اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''اچھا۔ ٹھیک ہے۔'' وہ مدہم سی آواز میں بولی مرجان کی بات سن کر اسکا دل بہت ہلکا ہوَا تھا۔ اس دنیا میں ایسے بھی لوگ تھے جو کوئی خونی رشتہ نہ ہوتے ہوتے

بھی اسکے اپنے تھے۔۔مرجان واقعی صفا کے لئے شفاء تھا۔

''دیکھا۔۔!!میں نے یوں راضی کرلیا وہ میری پیٹی لیڈی ہیں انکار کر ہی نہیں سکتیں۔''مرجان نے چہک کر کہا تو قوت بھی مسکرادی۔جبکہ منال ایٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

''اچھا ہم تھوڑی دیر آرہے ہیں۔تم انکا روم تیار کروادو۔''

''اوکے۔۔!وہ ہمارے پورشن میں رہیں گی ں؟''مرجان کو تو آج خوشی کے جھٹکے مل رہے تھے وہیں صفا نے بھی چور کر دیکھا۔صفا نے ایک نوٹ کی تھی کہ وہ سے یہاں تھی ا۔اہیم نے ایسا رہی حوریہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

''ہاں۔۔وہ ہمارے پورشن میں ہی رہیں گی۔''ا۔اہیم نے صفا کی جانب دیکھ کر کہا۔وہ خاموش رہی۔کچھ اور ہدایت دے کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔

''ہمم۔۔چلیں گھر؟''اس نے فون۔۔میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''امی؟۔۔؟''صفا اٹھنے لگی ا۔اہیم اسکو سہارا دینے کے لئے آگے بڑھا صفا اسکے لمس پہ گھبرا سی گئی۔ا۔اہیم کے حلق میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ایک ضبط کا گھونٹ اندر اتار لیا تھا۔ا۔اہیم نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا صفا نے خود کو گھسیٹا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔

''تمہاری امی سے بات کرلی ہے اور کوئی اعتراض نہیں۔''وہ واپس کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''اور۔۔؟''صفا نے کن انکھیوں سے ا۔اہیم کو دیکھا۔اس نے جبڑے بھینچ لئے۔

''ا مرضی۔ٹ نہیں کرتی۔''وہ سرد سے انداز میں بولا تو صفا سر جھکا گئی۔

ایک لمبا اور خاموش سا وقفہ آیا تھا۔

''انھوں نے تم سے زبردستی سائن کروائے؟؟''ا۔اہیم بولا تو صفا نے سر جھکا لیا۔ایک آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلا تھا۔ا۔اہیم کو اس وقت خیام قریشی پہ بے حد غصہ آیا تھا۔صفا کے آنسوؤں نے اسکو بھی اپنے فیصلے سے موڑ دیا تھا تو خیام قریشی پہ ان آنسوؤں نے اثر کیوں نہ کیا۔

''وہ۔''اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی دروازہ کھلا تو ڈاکٹر کے ساتھ سفیان گورسی کمرے میں داخل ہوئے۔صفا کو یوں بیٹھا دیکھا تو ڈاکٹر گہرا مسکرا

''کیسی ہو صفا؟''اس نے نرمی سے صفا کے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔

''ٹھیک ہوں۔''وہ مدھم سی بولی تو ڈاکٹر نے ا۔اہیم کی جانب دیکھا وہ اسکی رپورٹری پہ بہت خوش تھی۔

''ایسے پیشنٹس کو تھیراپی کی ضرورت ہوتی ہے صفا کی رپورٹری کچھ اور ہی بتا رہی ہے۔''اس نے مسکرا کو صفا کی جانب دیکھا۔صفا نے چور کرا۔اہیم کی جانب دیکھا۔

''کیا بتا رہی ہے؟''ا۔اہیم نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''یہی کہ اسکا تھیراپسٹ اسکا طبیب اسکو مل گیا ہے۔''اس نے مسکراہٹ دبائی تو ا۔اہیم نے ہڑبڑا کر رخ پھیرا جبکہ صفا سر جھکا گئی۔

''بالکل۔۔میری بیٹی کو ہمارے ہوتے ہوئے کسی تھیراپسٹ کی ضرورت نہیں۔۔ہماری محبت ہی کافی ہے اسکی شفاء کے لئے۔''سفیان صاحب نے نہال ہو کر کہا تو ڈاکٹر نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا۔

''بے شک۔۔محبت سے بڑا مرہم ہے۔۔محبت شفاء ہے۔''

''اہمم۔۔اہم۔''ا۔اہیم نے گلا کھنگارا۔''کیا ہم گھر جا سکتے ہیں؟''

''جی بالکل!صفا نے بہت سپیڈ سے ریکور کیا ہے۔۔بس اسکا طبیب اسکے پاس ہے تو ہم بھلا کون ہوتے ہیں اسکو اپنا ٹائم میں ریکور کرنے والے۔''ڈاکٹر مسلسل صفا کو چھیڑ رہی تھی۔صفا کے چہرے پر رنگ سے بکھر گئے جلد ہی وہاں اداسی نے پہرہ بٹھا لیا تھا۔اس نے ایک پل کے لئے بھی اسکے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹائی تھی۔وہ اسکے چہرے کو پڑھ رہا تھا۔بالکل کسی کتاب کی طرح۔۔اور وہ جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔وہ پھیکا سا مسکرادیا۔

اس وقت حسن اسی کنٹرول روم میں بیٹھا تھا سامنے لگی سکر پر کے مناظر چل رہے تھے جن میں کھلاڑی موت کا کھیل کھیل رہے تھے۔اس وقت تو حسن کی ٹیم ہی بھاری پڑ رہی تھی۔وہاں موجود قی لوگوں کے چہروں پ اداسی تھی۔جو رقم اس دن بچ گئی تھی وہ آج ڈوب جانے کو تھی۔وہ لوگ چاہ کر بھی اب کھیل سے انکار نہیں کر تھے کیو یہ شا کا قانون تھا کہ کھیل کو بناء نتیجے کے نہیں چھوڑا جائے گا۔اب جو بھی پیچھے ہٹ وہ موت کا نوالہ بنے۔

کھیل آ ی راؤنڈ میں شامل ہو چکا تھا۔حسن اپنے اسی ا از میں ٹ پ جمائے اور تھوڑی کے نیچے انگلی جمائے محظوظ سے ا از میں سکرین کو دیکھ رہا تھا کہ اچا سے مغیث اس کمرے میں داخل ہوا۔وہ پ یشان سا تھا۔اس نے آ کر شا کے کان میں کچھ کہا تو اسکے ت ات ا پل کو تبدیل ہوئے تھے۔اسکا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں خون ا آ یا تھا۔

''کیا بکواس ہے یہ؟؟'' وہ دھاڑا تھا۔اتنی زور سے کہ وہاں موجود ہر شخص ہی اچھل پڑا تھا۔

''شا خبر آئی ہے۔'' مغیث نے تھوک نگلا۔وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔اور مغیث پ ا قہر بھری نگاہ ڈالتا وہاں سے نکل ۔

وہ یسمنٹ کے ہر کھڑا تھا روڈ پ ۔اس نے بے ساختہ اپنی شرٹ کے اوپ ی دو بٹن کھولے تھے۔اسکو سانس نہیں آ رہی تھی۔مغیث پیچھے ہی بھا ہوا آ ۔اسکی حا دیکھ کر وہ پ یشان ہو ۔ تھا۔

''سر۔! آپ ٹھیک ہیں؟'' وہ بناء کوئی جواب دیئے وہاں سے ۔وہ پیدل چلتا جا رہا تھا۔ا جگہ رک کر اس نے فون نکالا۔اب روڈ سنسان سا تھا۔بیل جاتی رہی فون کسی نے نہ اٹھا ۔

''ا رفون اٹھا لو۔ورنہ میں تمہارا خون کرنے سے پہلے اس ر نہیں سوچوں گا۔''

صفا کو گاڑی میں بٹھا کر ا اہیم نے دروازہ بند کیا۔سفیان صا اپنی گاڑی میں تھے۔ا اہیم نے ڈرائیو ٹ کا دروازہ کھولا تو مسلسل بجتا ہوا فون نکال کر دیکھا۔اس کی رگیں تن گئیں۔اس نے زور سے دروازہ بند کیا تو ا ر بیٹھی وہ لڑکی کا پ کر رہ گئی۔

''کیا تکلیف ہے؟'' اس نے فون اٹھاتے ہی پوچھا تھا۔

''صفا کہاں ہے؟'' مقابل نے پوچھا تو ا اہیم کے پیروں تلے جیسے انگارے جلنے لگے۔ا وہ اس وقت سامنے ہوتا تو یقیناً ا اہیم اسکو آدھ مکا جڑ چکا ہوتا۔

''وہ جہاں بھی ہو۔تم سے مطلب؟'' اس نے حد درجہ کی تھی ضبط پ نے کی۔

''گورسی۔!!'' وہ غراہٹ تھی۔''تم اس کی حفاظت کرنے میں کام ہوئے ہو۔''

''وہ میری بیوی ہے۔'' یہی الفاظ کہہ کر تو وہ حسن کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیتا تھا۔''اسکی حفاظت کا ذمہ دار میں ہوں۔اور میں اسکے معا ت میں کسی کو جواب دہ نہیں۔سمجھے تم؟''

''ا اہیم گورسی۔!!!!'' وہ بلند آواز میں دھاڑا تھا۔''ا تمہارے وہاں ہوتے ہوئے اسکو یہ کھروچ بھی آئی تو ا کی قسم تمہارا خون بہانے میں ا لمحہ نہیں لگاؤں گا۔''

''شٹ اپ۔!!اپنا کام کرو جا کر۔'' ا اہیم نے فون بند کر کے دن جھٹکی تھی۔اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ سہمی سی بیٹھی تھی۔''کیا ہوا؟'' اس کے چہرے پ کہیں بھی غصے کے آ ر نہیں تھے۔وہ رمل سے ا از میں اپنا ٹ بیلٹ ھ رہا تھا۔

''کک۔کچھ نہیں۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''او کے مس سٹر ر۔!'' اس نے سرگوشی کی اور گاڑی دی۔صفا شیشے کے پر ت رہی۔آج وہ صفا۔ اہیم کی حیثیت سے اسکے گھر جا رہی تھی۔آج وہ اپنے گھر جا رہی تھی۔ یہ سفر طویل تھا۔وقت کے لحاظ سے نہیں بلکہ مسافت کے لحاظ سے۔اس کی مسافت تھکا دینے والی تھی۔اور آج وہ اپنے گھر جا رہی تھی۔ بھی وہ زخموں سے

چورتھی۔اس نے دفعتاً گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا جو کہ مگن سا گاڑی چلا رہا تھا۔

''کیا ہوا؟''اسکو اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ فوراً بولا تھا۔حالانکہ اسکی نگاہ سامنے جمی ہوئی تھی۔

''وہ۔مجھے کچھ پوچھنا تھا۔''اس نے کاٹے۔

''ہاں پوچھو۔!!''

''حوریہ آپی۔۔!!''وہ کچھ کہتی اس سے پہلے ہی ابراہیم کے تاثرات تبدیل ہوئے تھے۔اسکے چہرے پر کرب تھا۔''آپ نے انکا ذکر بھی ذکر نہیں کیا۔۔کیا وہ میرے وہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں کریں گی؟''اسکی سٹیئرنگ پر گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی۔صفا اسکا رخ دیکھ رہی تھی۔ابراہیم کی داڑھی سے آنکھ نکل کر اسکے رخسار پر بہہ نکلا تھا جو کہ صفا کی گرفت سے اوجھل رہا تھا۔

''اسکو کوئی اعتراض نہیں۔''وہ کچھ دیر بعد بولا۔

''مصر میں تو ڈیوٹی کا بہانہ تھا۔اور یہاں؟''وہ الجھی ہوئی تھی۔ابراہیم نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

''تم ان باتوں پر دھیان مت دو۔۔ویسے بھی وہ یہاں نہیں ہے۔''

''کیا؟ تو پھر کہاں ہیں؟ میں نے سنا تھا وہ آپکے ساتھ آئی ہیں۔''

''نہیں۔وہ زہرہ ہے۔لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔''

''زہرہ؟ وہ آئی ہے تو حوریہ آپی کیوں نہیں آئیں؟ بچے اکیلے آ گئے؟''

''صفا۔۔!!!''وہ کچھ دیر بعد تکان سے بولا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔''کیا پلیز تم کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ گی؟''وہ جبڑے بھینچے ہی بولا تھا۔صفا نے گردن موڑ لی۔

''یہ والا فلاور واس یہاں رکھو۔''مرجان ایک گلدان لئے کھڑا تھا جس میں تازہ پھول لگے ہوئے تھے اور وہ زہرا کو دے رہا تھا۔زہرا نے وہ واس ایک کونے میں رکھ دیا۔''بیڈ تو ٹھوکا۔کیا یہ ٹیبلز سافٹ ہیں؟''اس نے بیڈ پر ہاتھ رکھ کر ٹیبلز دیکھا۔''خیر اگر یہ ٹیبلز پسند نہ آئیں تو میں اپنا والا دے دوں گا وہ بہت سافٹ ہے۔''مرجان نے فوری حل پیش کیا تو شیلف درست کرتے ہوئے قوت نے افسوس سے اسکی جانب دیکھا اور پھر گردن جھٹک دی۔وہ اس دم میں صرف پیٹی لیڈی کے ساتھ ہی اپنی کوئی چیز شیئر کر سکتا تھا۔مرجان زور و شور سے صفا کے استقبال کی تیاریاں کر رہا تھا۔جبکہ قوت بس اسکی خوشی میں خوش تھا۔

کرداوی مینشن میں گاڑیاں داخل ہوئیں تو مغیث باہر نکلا اور پھر وہ سہارا دے کر حسن کو ساتھ لایا۔گارڈز پریشان تھے۔مغیث اسکو لاؤنج میں لایا۔اور صوفے پر بٹھایا۔

''سر۔!پلیز اجازت دیں۔میں ڈاکٹر کو بلواتا ہوں۔''مغیث نے ہاتھ ہی جوڑ دیئے تھے۔جبکہ اس نے بند ہوتی آنکھوں سے بھی میں سر ہلایا تھا۔''سر ہمارے پرسنل ڈاکٹر کو بلاتے ہیں۔''

''نہیں مغیث۔!!''اس نے بھاری ہوتی سانس کے ساتھ کہا تھا۔''میری کمزوریوں کے واقف لوگ میرے ٹرسٹ پر ہوتے ہیں۔''مغیث نے تھوک نگلا۔''جاؤ یہاں سے۔''اس نے الٹے ہاتھ سے اسکو جانے کا اشارہ کیا۔مغیث نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا۔حسن نے سامنے میز پر پڑی گولیوں کی ڈبی اٹھائی اور دو گولیاں نگل لیں۔

''سر۔!یہ زہر ہے آپکے لئے۔۔یہ کوئی علاج نہیں ہے۔''مغیث نے اسکو پانی دیتے ہوئے افسوس سے کہا تھا۔جبکہ اس نے گھونٹ پانی پی کر واپس گلاس پکڑا دیا۔اور ٹیک لگایا۔''سر یہ آپکی جان لے لے گا۔۔یہ سٹیرائیڈز آپکو اندر سے ختم کر رہے ہیں۔۔یہ صرف درد کو محسوس ہونے سے روکتے ہیں۔۔آپکو ابراہیم کا علاج کروانا۔

چاہیے۔''

''جاؤ یہاں سے۔''اس نے مدھم سی آواز میں ہی کہا تھا۔

''میں یہیں ہوں۔۔آپ بہتر ہو جا پھر جاؤں گا۔'' مغیث اسکے پاس ہی دوسرے صوفے پ ۔

''میری بیوی مت بنو۔!!''

''ہاں تو۔ ۔ آپ شادی نہیں کر ۔ مجھ سے ارا ۔''مغیث بھی ہلکے پھلکے موڈ میں تھا۔

''شادی؟''وہ آنکھیں مو ے ہی ۔ ہوا تھا۔

''ہاں۔۔شادی کر لیں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟؟''

''اس سے آپ جینا شروع کر دیں گے۔''

''تو پہلے کون سا میں مردہ ہوں؟''

''مجھ سے پوچھ کر دیکھیں۔''مغیث ۔ ا تھا۔

''۔ ا مت کرو۔۔میری کان تم لوگوں کی نسبت ز دہ تیز ہیں۔۔یوں ہی کسی دن اپنی ۔ اہٹ کی وجہ سے ضائع ہو جاؤ گے۔''اس نے ا ہاتھ سے اپنی کنپٹی مسلی۔

''کون ضائع ہو رہا ہے؟''عینا اپنے کمرے سے نکل کر اس جا ۔ آئی تو مغیث نے ا واچکا کر اسکو دیکھا تھا۔۔وہ ا کاٹن کی شرٹ جس پ ھائی ہوئی ہوئی تھی اور وہ ں ۔ آتی تھی اور ا لا سکرٹ میں ملبوس تھی۔سر پ رومال کی طرح ا چھوٹا سا کارف ۔ ھا ہوا تھا۔

''تم جاؤ یہاں سے۔''وہ اپنی بھاری ہوتی آواز میں بولا تو عینا نے اچنبھے سے دیکھا اور پھر پ یشان سی ہو کر اسکے سامنے آئی۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''اسکو ھال سا دیکھا تو پوچھنے لگی۔حسن نے پ سے آنکھیں کھول دیں۔

''کیا میرے جسم سے خون نکل رہا ہے؟''اس نے اچا پوچھا تو عینا ہڑ ۔ائی۔

''نن۔نہیں۔''

''کیا میری آنکھیں زرد ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیا میرا درجہ حرارت ۔ ھا ہوا ہے؟''اس نے پوچھا تو عینا نے بناء سوچے سمجھے اسکا ماتھا چھو کر دیکھا اور میں سر ہلا دی۔جبکہ اس کی اس حر ت پ حسن اچھا خاصا حیران ہوا تھا۔

''تو پھر؟ میں ٹھیک ہوں۔۔اچھا بھلا ۔ کے سامنے۔!!''اس نے ا ا لفظ چبا چبا کر ادا کیا تھا۔

''اچھا؟ مجھے نہیں لگ رہے۔''عینا نے آنکھیں جھپکیں۔حسن کا سر درد کم ہو ت جا رہا تھا دوا نے اپنا ا شر وع کر دی تھا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھا عینا دو قدم پیچھے ہٹی۔

''مغیث۔!!''

''جی سر۔!!''وہ فوراً اٹھ کر سامنے آ ۔

''شیرو کا کیا حال ہے۔''اس نے کن ا ں سے عینا کو دیکھا جو کہ شیرو کے ذکر پ ی طرح ۔ ائی تھی۔

''سر وہ اب ۔ لکل ٹھیک ہے۔''مغیث نے پ سکون ا از میں بتا ۔

''ہمم۔۔شکار کے لئے تیار ہے؟''عینا نے اسکی ت پ تھوک نگلا۔

''جی سر۔!''

''ٹھیک ہے صبح اسکے سامنے چھوٹا سا چارہ ڈالیں گے۔''اس نے کہتے ہوئے عینا کے چہرے پہ نگاہ جمائی۔عینا کے ماتھے پہ پسینے کے چند قطرے نمودار ہوئے۔

''کک۔کیا ضرورت ہے؟اسکو گوشت مل تو جاتا ہے۔''اس نے اپنا ماتھا صاف کیا۔

''ہاں۔۔ انی گوشت کی بھی تو کریونگ ہوتی ہوگی ں۔۔کیوں مغیث؟''

''جی۔۔جی بلکل سر۔''

''انی گگ۔گوشت۔مطلب؟''عینا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''ہاں۔۔کچھ ہٹ دھرم اور ڈھیٹ لوگ ہیں میرے اردگرد۔۔سوچ رہا ہوں صفائی کرلوں۔''

''مم۔مجھے ایک کام یاد آگیا وہ کر کے آئی۔''عینا نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔۔مغیث مسکراہٹ ضبط کر گیا۔

''یہ لڑکی کمال ہے۔''وہ تعریف کئے بناء نہ رہ سکا۔

''زیادہ خوش مت ہو۔اسکے دن بھی گنتی کے ہیں۔''وہ دور کھڑا ٹیک لگا گیا تو مغیث نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

۔

گاڑی گورسی ہاؤس کے سامنے آکر رکی اور گیٹ کھلا۔اس سے پہلے کہ گاڑی گیراج میں جاتی پہلے ہی ابراہیم کو بھاگ کر آتا ہوا دکھائی دیا۔سفیان گورسی پہلے پہنچ چکے تھے۔وہ بھی مرجان کے پیچھے چلے آرہے تھے۔ابراہیم نے مرجان کو دیکھا تو اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اس نے آکر صفا کی جانب کا شیشہ کھٹکھٹایا۔ابراہیم نے شیشہ نیچے کیا دیا۔

''پیٹی لیڈی۔!!!''وہ چیخا تھا پرجوشی سے۔

''مرجان۔!!ابرتو آنے دو۔''ابراہیم نے اسکو گھورا تھا صفا سر جھکائے ہی بیٹھی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ مرجان اسکے چہرے کے نیل دیکھے۔

''اوکے اوکے۔''مرجان پیچھے ہٹ گیا۔گاڑی پارک کرے ابراہیم نے صفا کی جانب کا دروازہ کھولا تو صفا نے نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔ابراہیم نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔صفا نے تھوک نگلا۔اس نے اپنا لرزتا ہاتھ آگے بڑھایا۔پھر سے کھینچ لیا۔

''لیٹ می ہیلپ ہر۔''مرجان آگے بڑھا تو ابراہیم پیچھے ہٹ گیا۔''کم پیٹی لیڈی۔!!''مرجان نے ہاتھ آگے بڑھایا تو صفا نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔مرجان کا رنگ فق ہوا۔وہ اپنی جگہ سا ہو گیا۔صفا کے چہرے کے نیل دیکھ کر مرجان کے دل میں درد اٹھا تھا اسکے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔اس سے پہلے کہ کوئی بغاوت کرتا۔ابراہیم نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دبایا۔جیسے اسکو یہ دلایا ہو کہ مرد روتے نہیں۔مرجان نے سارے آنسو پیچھے ہی دھکیل دیئے اور مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا۔صفا نے مرجان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔وہ ہر آگئی۔وہ لوگ چلتے ہوئے لاؤنج میں پہنچے تو سامنے قوت اور منال بیگم کھڑے تھے۔منال بیگم کو دیکھ کر صفا کا حلق خشک ہوا۔

''کیسی ہیں آپ؟''قوت سامنے آیا تھا۔صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ سر جھکائے ہی کھڑی تھی کہ منال چلتی ہوئی آگے آئی۔صفا نے بے ساختہ دو قدم پیچھے لیے اور ابراہیم کے عقب میں آکھڑی ہوئی۔ابراہیم نے کرب سے اپنی ماں کی جانب دیکھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ انکا کیا ردعمل ہوگا۔وہ ابراہیم کو اگنور کرتی ہوئی آگے بڑھیں۔ابراہیم پلٹ کر سامنے آیا اور صفا کو اپنے پیچھے ہی چھپا لیا۔وہ اسکی ڈھال بن گیا تھا۔صفا کے پورے وجود پہ لرزہ طاری ہو چکا تھا۔

''ماما پلیز۔!!''ابراہیم نے سامنے کی۔منال بیگم نے اسکو ایک طرف کیا اور خود صفا کے سامنے آگئی۔مرجان اور قوت حیران سے کھڑے تھے۔جبکہ سفیان گورسی پرسکون سے صوفے پہ بیٹھے تھے۔منال بیگم نے ہاتھ آگے بڑھایا تو صفا جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔ابراہیم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔وہ آج انہی لوگوں سے خوف کھا رہی تھی جن کے پہ وہ پلی تھی۔

منال بیگم نے صفا کے چہرے کو ہاتھ لگایا۔اسکے نیل چھو کر دیکھے۔صفا نے سر اٹھایا تو منال کی آنکھوں میں نمی تھی۔صفا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے تھے۔اس نے بے بسی سے ابراہیم کی جانب دیکھا۔جیسے کہہ رہی ہو کہ میں اپنے بھائی کا حساب چکا آئی ہوں۔

''مم۔میں۔۔''اس سے پہلے وہ جملہ مکمل کرتی منال نے اسکو اپنے سے لگا ۔ا. اہیم ششدر رہ ۔وہ اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا اس نے جھٹکے سے سفیان صا کو دیکھا۔وہ مسکرا دیئے۔ا. اہیم خواشگوار حیرت میں مبتلا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا صفا۔!!''ا ہلے تو صفا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔منال بیگم اسکو اپنے ساتھ لگائے ہی بلند آواز میں روئی تھیں۔

''آ۔۔آ ۔!!سجل۔۔چلی گئی۔''اسکا سے ۔ڑا خسارہ سجل تھی۔۔کوئی بھی غم سجل کی ائی سے ۔ڑا نہ تھا۔منال بیگم بلند آواز میں روتی رہیں۔سجل ان کا خسارہ تھی وہ واحد خسارہ جوا جوڑ دیتا تھا۔کچھ دیر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد وہ الگ ہو اور صفا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔اسکے آ پونچھے۔''تم میری بیٹی ہو۔کیا تم مجھے معاف کر دو گی؟''انھوں نے محبت سے پوچھا تو صفا نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر ساتھ کھڑے ا. اہیم کو دیکھا۔کیا اتنی جلدی ٹھیک ہو ۔تھا؟ کیا اسکا امتحان ختم ہو ۔تھا؟ کیا اب ا م کا وقت تھا؟ا. اہیم نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا ۔منال بیگم نے ہاتھ جوڑ دیئے تو صفا نے بے اختیار ا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا لیے۔

''ما معافی نہیں مانگتیں۔''وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

صفا آ کر اپنے بیڈ پ بیٹھی۔مرجان نے مسلسل اسکا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ا. اہیم نے اسکا تکیہ در ۔کیا۔وہ ٹیک لگا گئی۔اسی دوران زلیخا سوپ کا پیالہ لے آ ۔

''یہ لو میری بیٹی! جلدی سے یہ سوپ پی لو اور ٹھیک ہو جاؤ۔''انھوں نے م م پیالہ صفا کے سامنے رکھا۔

''پ یٹی لیڈی۔!!''مرجان اسکے پ س ہی بیڈ پ ۔اسکا چہرہ بجھ سا ۔تھا۔وہ کچھ بتا چاہتا تھا۔''مجھے ن۔آ پکو بہت کچھ بتا ہے۔''وہ اداس سا اسکا ہاتھ پکڑ ے بیٹھا تھا۔

''آ پکو پتہ ہے ماما۔''

''مرجان۔!!ا آرام کرنے دو۔کل کر ۔قی تیں۔۔ہاں؟''ا. اہیم نے جلدی سے اسکو ٹوکا۔تو مرجان نے سر اٹھا کر صفا کی جا ۔دیکھا۔پھر وہ ذرا سا اٹھا او رہا تھ ۔ڑھا کر صفا کا چہرہ چھوا۔

''کیا درد ہو رہا ہے۔''اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔صفا نے میں سر ہلا دیا۔مرجان پھیکا سا مسکرا ۔''کیا میں آ پکو ہگ کر لوں؟ آ پکو درد تو نہیں ہو گا؟''اس نے اتنی معصومیت سے پوچھا کہ زلیخا نے نم آنکھوں سے مرجان کی جا ۔دیکھا۔صفا تھوڑا سا جھجکی۔ مرجان نے اسکا جواب سنے بناء ہی اسکے گلے میں نہیں حمائل کر لیں۔''آئی مسڈ یو پ یٹی لیڈی۔!!''وہ بھیگی سی آواز میں بولا۔صفا کا دم سا ۔لگا تھا۔وہ بچہ اتنی محبت کیوں کر تا تھا؟ صفا کی آنکھیں ا ۔رپھر سے نم ہو گئیں۔''آپ فکر نہ کریں۔آپ ۔لکل ٹھیک ہو جا گی۔کیو آپ ا پ ل سے واپس آ گئی ہیں۔آ پکو پتہ ہے جو ا پ ل سے واپس نہیں آتے وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوتے اور۔اور چلے جاتے ہیں۔''وہ خالی سی آواز میں بولا۔ا. اہیم کے گلے میں ا گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔مرجان کچھ دیر یوں ہی صفا سے لگا رہا اور پھر الگ ہوا۔اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے صفا کا چہرہ صاف کیا۔''پلیز۔۔ڈو ٹ کرائے۔۔۔کہتے ہیں کہ مرد نہیں رو ۔میں کہتا ہوں کہ لڑکیوں کو بھی نہیں رو چاہیے۔کیو لڑکیاں تو مسکرانے کے لئے بنی ہوتی ہیں ن۔''اس نے اپنی سیاہ آنکھیں مٹکا ۔

قریباً آدھی رات کا وقت تھا۔عینا کی آ کھلی تو اسکا حلق سوکھ رہا تھا۔اس نے اپنی سائیڈ ٹیبل پ ڑا جگ اٹھا یا تو خالی تھا۔عینا نے ا گہری سانس خارج کی اور آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ چلتی ہوئی لاؤنج میں آئی تو ٹھٹکی۔وہ ابھی لاؤنج میں اسی صوفے پ اسی طرح ٹیک لگائے ہوئے تھا۔عینا نے ا پل کے لئے اسکو دیکھا اور پھر کچن کی جا ۔ڑھ گئی۔اس نے پانی پیا اور واپس چلتی ہوئی اسکے پ س آ گئی۔وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔

''بندہ اپنے روم میں جا کر سو جاتا ہے۔!! ہمم۔چلو شکر ہے آج سو تو رہا ہے ورنہ تو اسکے کالے کرتوتوں نے اس سے اسکی نیند چھین رکھی ہے۔''عینا اسکے پ س کھڑی ۔ڑا رہی تھی۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی اور پھر پلٹی۔

''کیا واقعی میں۔اہوں؟''عقب میں آواز گو تو عینا شل رہ گئی۔وہ جاگ رہا تھا۔وہ پلٹ نہ سکی۔حسن نے آنکھیں کھول دیں۔

''بتاؤ۔کیامیں۔اہوں؟''

عینا اپنے پیروں پہ گھوم گئی۔

''ہہ۔ہاں؟''

''کیامیں۔اہوں۔''اس نے سرد سی نگاہ عینا پہ ڈالی۔وہ اپنی جگہ فریز ہوچکی تھی۔''ڈرومت۔!!''وہ تکان زدہ لہجے میں بولا تو عینا نے تھوک نگلا۔

''وہ میں دیکھ نہیں رہی تھی۔بس۔پتی پتی آئی تھی۔''اسکو لگا کہ وہ ایک بار پھر سے ہوا میں لٹکنے جا رہی ہے۔حسن پھیکا سا مسکرایا۔اور واپس ٹیک لگا کر آنکھیں موند گیا۔

''مجھے اچھا لگتا ہے۔لوگ مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔ایک عجب سرور سا ملتا ہے۔''اسکی آواز میں تاریکی تھی۔

''مم۔میں جاؤں؟''

''کوئی ہے۔۔جس نے مجھے ڈرا دیا ہے۔۔کھونے سے۔''عینا کو اس سے اب خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔وہ چلتی ہوئی آئی اور اسکے سامنے کھڑی ہوگئی۔''پتہ ہے کسی کو پا کر کھو دینا صرف اس لئے کہ اسکو حاصل کر لیا تو اسکو کھو دیں گے؟''

''میں سمجھی نہیں۔یہ بھلا کیا بات ہوئی؟''عینا نے الجھ کر دیکھا۔''کیا تم نے پی رکھی ہے؟''عینا کو اسکی دماغی حالت پہ شک ہوا تھا۔

''ظالم ہوں کافر نہیں۔''وہ بولا تو عینا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔''کسی کو پانے کا مطلب ہوتا ہے اسکے دل کو پانا۔اسکے دل میں اپنی جگہ بنانا۔ایک گہری چھاپ چھوڑ دینا۔کسی کو زبردستی حاصل کرنے کا مطلب ہوتا ہے اسکو ہمیشہ کے لئے کھو دینا۔''عینا کو اسکی باتیں بھلی لگیں تھیں۔اس جیسے سفاک انسان کے منہ سے ایسی باتیں کسی معجزے سے کم نہ تھا۔وہ محظوظ سی وہیں سامنے پڑی ٹیبل پہ ٹک گئی۔

''کون ہے وہ۔۔جس نے تمہیں ڈرا کر رکھ دیا؟''عینا نے تجسس سے پوچھا۔

''ہے ایک۔۔وہ جتنی نزاکت ہے اتنی ہی بہادر ہے اور پتہ ہے اسکو کیا چیز بہادر بناتی ہے؟''وہ آنکھیں بند کیے ہوئے کسی ٹرانس کے تحت بولا۔عینا پلکیں تک نہ جھپک سکی۔

''کیا چیز؟''عینا نے سرگوشی میں پوچھا تھا۔

''اسکی محبت۔!!اسکا یہ اسکو اس قابل بناتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے طوفان سے ٹکرا جائے۔۔محبت انکو مضبوط بنا دیتی ہے۔''وہ ایک لمحے کو ٹھہرا۔''اور تم جانتی ہو ان کو سے زیادہ کمزور کون سی چیز بنا دیتی ہے؟''اس نے سوال کیا تو عینا نے خالی خالی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا۔

''کیا چیز؟''

''محبت۔۔!!''ایک لفظی جواب آیا تھا۔

''محبت؟''عینا نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا۔

''ہاں محبت۔!!ایک طرفہ اور لاحاصل محبت ایک سرطان ہے جو انکو گھن کی طرح کھاتا ہے۔''

''کیا تمہیں بھی محبت ہوئی تھی؟''عینا نے اشتیاق سے پوچھا۔

''کیا۔ے لوگوں کو محبت نہیں ہوسکتی؟''اس نے آنکھیں کھول دیں۔عینا ہڑبڑائی۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ محبت اچھے لوگوں کو ہوتی ہے جن کا دل صاف ہوتا ہے۔محبت ایک الہام ہے جو پاک دلوں پہ نازل ہوتا ہے۔''عینا نے اپنی بات کی وضاحت دی تو حسن اسکا منہ دیکھ کر رہ گیا۔

''کیا تم جانتی ہو کہ محبت ایک سزا بھی ہے جو مجھ جیسے لوگوں کو دی جاتی ہے۔''عینا اب کی بار خاموش ہوگئی۔''محبت ایک بددعا ہے جو مجھ جیسے بے حس لوگوں کو لگ جاتی ہے تو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔''عینا کے حلق میں درد سا اٹھا تھا۔اسکو سامنے بیٹھے شخص پہ رحم آیا تھا۔

''تم غلط کام چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟'' عینا نے کچھ سوچ کر کہا۔ تو حسن نے ا. واٹھا کر دیکھا۔

''کون سے غلط کام؟'' عینا کے حلق میں کچھ پھنسا تھا۔

''وہ۔۔وہ میرا مطلب تھا کہ۔۔وہ جو تم آئے روز کسی. کسی کو مار دیتے ہو۔'' اس نے اپنے خشک ہوتے ہو ں پر زبان پھیری۔

''وہ . اسی کے مستحق ہوتے ہیں۔'' وہ کندھے اچکا ے۔

'' ۔۔وہ لوگ جن کو تم کٹھ پتلیاں بنا ے ہو؟ وہ معصوم ہوتے ہیں. ں۔'' عینا نے اپنا حلق ے کرتے ہوئے پوچھا۔

حسن محظوظ سا مسکرادیا۔ اسکی مسکراہٹ سے عینا کو ہمیشہ خوف آ تا تھا۔ وہ. . . مسکرا تا تھا کوئی نہ کوئی کا ٹ ہی کرتا تھا۔

''وہ لوگ میرے ہتھیار ہیں۔۔اور ہتھیار تو کسی بھی طرح بنائے جا تے ہیں۔'' وہ ٹ ک پ ٹ ک جمائے بیٹھا تھا۔

''نہیں۔۔وہ جیتے جاگتے ا ان ہیں۔''

''ہوں گے۔۔ میرے لئے وہ بس میرے ہتھیار ہیں۔''

''یہی وجہ ہے کہ تمہیں محبت نہیں ملی۔'' عینا نے ٹھ کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی اسی وقت اٹھا تھا۔ عینا کے قدم حسن کے قدموں سے ٹکرائے تھے۔ وہ دم سادھ گئی۔

''جو لوگ میرے . رے میں جتنا جا ہیں۔۔وہ موت کے اتنا ہی قر. ہوتے چلے جاتے ہیں۔'' اس نے ت ر آواز میں سرگوشی کی تو عینا نے آنکھیں بند کر لیں۔۔وہ جا چکا تھا عینا کے لئے سانس. محال ہو چکا تھا۔

خیمے میں اس وقت ت ر یکی کو چا ک کی مدہم سی روشنی توڑ رہی تھی۔ ا جگہ سے خیمہ پھٹا ہوا تھا۔ وہاں سے چا ک کی روشنی ا ر آ رہی تھی اور وہ روشنی ان ہیزل ین آنکھوں پ پڑ رہی تھی جو کہ ابھی ت کھلی ہو تھیں۔

''آ پ۔۔!!'' ا معصوم سی آواز گو ۔وہ ا ہاتھ ماتھے پر رکھے ہوئے پ ت لیٹی تھی۔

''ہاں بولو۔!!''

''کیا ہم دو . رہ اپنے گھر جا گے؟''

''تم سوئے نہیں ابھی ت ؟''

''مجھے اپنا گھر یاد آ ت ہے آ پ۔''

''یوسف۔۔گھر وہی ہے جہاں ہم رہ رہے ہیں۔ گھر رشتوں سے ہوتا ہے۔ ا ہم . ساتھ ہیں تو یہ خیمہ بھی گھر ہے۔'' اس نے کروٹ لی اور یوسف کا دمکتا سا چہرہ دیکھا۔

'' گھر ایسا نہیں ہوتا آ پ۔ گھر کی چھت ہوتی ہے۔۔فرش ہوتا ہے۔۔یہاں تو . رش آئے تو ہم بھیگ جاتے ہیں۔ . ہمارے گھر . رش ہوتی تھی تو ہم خود. ے . ہر ت تھے یہاں۔۔یہاں ہمیں پ نے کو جگہ نہیں ملتی آ ے۔''

''میرے بھائی۔!! وقت ا جیسا نہیں رہتا۔ ا اچھا نہیں رہتا تو. ابھی ٹ جائے گا۔ تم اداس مت ہو۔'' اس نے یوسف کے گال پ ہاتھ پھیرا۔

''تو میں دعا کروں گا کہ یہ وقت ٹھ رجائے۔''

آدھی رات کا وقت تھا۔ صفا کے کمرے کا دروازہ کھلا وہ سو رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا اسکے پ س آ ا۔ اور اسکے سرہانے آ کھڑا ہوا۔ اسکا لیمپ آن تھا۔ وہ کچھ د یوں ہی اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ اسکا چہرہ پ سکون تھا۔ وہ آ کر سامنے صوفے پ بیٹھ ے۔ وہ ا . زو صوفہ آرمسیٹ پ ٹکائے اس ہاتھ کی مٹھی سی بنا کر اپنی کنپٹی کے نیچے ٹکائے ہوئے تھا۔ وہ اسی کی

جا۔ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد صفا کے چہرے پہ اضطراب سا ابھرا تھا۔ کئی رنگ مناظر کسی ڈراؤنے خواب کی سی شکل میں چلنے لگے تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ا۔ اہیم فوراً اٹھ کر اسکے پاس پہنچا۔ صفا کا چہرہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ وہ آ کر اسکے پاس بیٹھ گیا۔

''ریلیکس۔۔ ٹھیک ہے۔ تم محفوظ ہو۔'' اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا تو صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے دیکھا۔ ا۔ اہیم نے سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھایا اور اسکو پانی ڈال کر دیا۔ صفا نے لرزتے ہاتھوں سے گلاس تھاما۔ ا۔ اہیم نے گلاس چھوڑا نہیں اور اسکے لبوں سے لگا دیا۔ صفا نے دو گھونٹ پانی پیا۔ ''اگر نیند نہیں آ رہی تو ٹیبلیٹ دوں؟'' اس نے گلاس واپس رکھ کر نرمی سے پوچھا تو صفا نے میں سر ہلا دیا۔ ''اوکے تم سو جاؤ۔ میں یہیں ہوں۔'' صفا نے خالی خالی آنکھوں سے اسکو دیکھا وہ جا چکا تھا۔

''آپ۔''

''بولو۔''

''جا چکے ہیں۔'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ وہ سر جھکا گیا۔ اور ایک گہری سانس خارج کی۔

''جب ہم خود نہیں سدھرتے تو اللہ ہمارے گلے میں رسی ڈال کر کھینچتا ہے۔ سمجھ لو اس نے بھی میرے گلے میں رسی ڈال دی ہے۔''

''کون سی رسی؟'' صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''پچھتاوے کی رسی۔'' کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''سو جاؤ۔ میں یہیں ہوں۔'' صفا واپس لیٹ گئی۔ ''لیمپ آف کر دوں؟'' صفا نے جلدی سے میں گردن ہلائی۔ ''اوکے سو جاؤ۔'' کہہ کر وہ وہاں سے پلٹ آیا اور صوفے پہ بیٹھ گیا۔ صفا جانے کتنی ہی دیر اسکا یہ مہربان سا روپ دیکھتی رہی۔ اور پھر آہستہ کار نیند نے اسکو اپنی پناہوں میں لے لیا تھا۔

وہ ایک پرتعیش سا گھر تھا۔ باہر سے تو ایک بنگلہ ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس گھر کا گیٹ عبور کریں تو ایک گارڈ کرسی پہ سوئی جاگی کیفیت میں بیٹھا تھا۔ لان سے ہوتے ہوئے مین ڈور کھولیں تو سامنے ایک وسیع لاؤنج تھا۔ لاونج میں اوپن کچن میں کھٹ پھٹ سی ہو رہی تھی۔ فریج کا دروازہ کھلا تو اس میں سامنے ایک ٹرے میں چاکلیٹ کیک پڑا تھا۔ ایک چھوٹا سا ہاتھ آگے بڑھا اس نے وہ کیک اٹھا لیا۔ اور لا کر سلیب پہ رکھا۔ اس نے اپنی آستھیاں اٹھا رکھی تھیں۔ اور اب وہ اس کیک کو کاٹ کر ایک ٹکڑا ایک پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔ اس نے بڑی احتیاط سے باقی کا کیک واپس فریج میں رکھا اور ہونٹوں پہ زبان پھیری وہ کیک کو کھانے کے لئے بے تاب تھی۔ وہ پلٹی ہی تھی کہ اپنی جگہ سا رہ گئی۔ اسی کی ہم عمر ایک لڑکی ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ وہ دونوں ایک جیسے ہی ٹراؤزر ڈریس میں موجود تھیں۔ آنسو کے چہرے پہ مایوسی پھیل گئی۔

''میرال۔!! پلیز۔!'' اس نے سسکی۔ جبکہ سامنے کھڑی لڑکی کے تاثرات سرد تھے۔ ''پلیز۔ بس تھوڑا سا۔'' وہ ایک قدم آگے بڑھی میرال نے وہ کیک کی پلیٹ اٹھالی۔ ''آئی پرامس۔ میں تمہارا ایک ہفتے کا ہوم ورک کروں گی۔'' اس کی آواز میں نمی تھی میرال نے وہ پلیٹ ہوا میں بلند کی۔

''تم کھانا کھا چکی ہو۔'' وہ تیز آواز میں بولی تو آنسو ایک قدم آگے آئی۔

'' پلیز۔۔ یہ کیک۔۔ میرا دل چاہ رہا تھا۔''

''زیادہ عیاشی شروع کر دی ہے تم نے۔'' میرال کی آنکھیں سرد تھیں۔ آنسو کے حلق میں درد اٹھا تھا۔ ''نہیں آئی پرامس۔ میں۔۔ میں تمہارا سارا ہوم ورک کروں گی۔''

''اوکے۔!!'' میرال نے کہا تو آنسو کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مدھم سی روشنی میں بھی وہ نیلی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔

''کھالو۔'' آنسو نے ایک قدم آگے بڑھایا اگلے ہی لمحے وہ پلیٹ زمین پہ الٹی پڑی تھی۔ ''اوپس۔!! یہ تو گر گیا۔'' میرال نے مصنوعی افسوس سے اسکی جانب دیکھا۔ آنسو کی آنکھوں کی نیلی روشنی بجھ گئی تھی۔ اس نے میرال کو دیکھا۔ ''فرش صاف ہی تھا۔ کھا سکتی ہو تم۔'' کہہ کر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور پلیٹ پہ پاؤں رکھ کر آگے بڑھ گئی۔ آنسو کو ہیں چھوڑ کر۔ آنسو وہیں کھڑی رہی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسکی نیلی آنکھیں بھرنے لگی تھیں۔ اسکی آنکھوں کا مائع نیلے سمندر کی سی تصویر کھینچ رہا تھا۔ وہ

وہیں زمین پہ بیٹھ گئی۔سر کٹے ہوئے بدن میں سے نکلتا ہوا خون اور ٹوٹے ہوئے ٹانگوں کے ساتھ پلیٹ لئے ہوئے منظر سا اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''پاپی۔تھ ڈے ٹو یو۔پاپی۔تھ ڈے ٹو یو'' دو آوازیں تھیں۔ایک زنانی اور ایک بھاری مردانہ آواز۔وہ ابھی اپنے بستر پہ ہی تھی۔اسکا کمرہ جو کہ پنک اور وائٹ کلر کے امتزاج میں سجایا گیا تھا۔اسکے کمرے کی دیواروں پہ ڈزنی کی ساری شہزادیوں کی پینٹنگز بنی ہوئی تھیں۔ایک جانب اسکا پی سی رکھا ہوا تھا اور ایک ڈی سی شیلف تھی۔نیز وہ ایک شاندار سا کمرہ تھا۔

وہ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھی تو اسکے سامنے اسکے ماں باپ کھڑے تھے ایک ٹرے میں چاکلیٹ کیک لئے۔جس پہ چار موم بتیاں روشن تھیں یعنی وہ اس وقت چار برس کی ہوئی تھی۔

''پاپی۔تھ ڈے مائی پرنسز'' اسکی ماں نے آگے بڑھ کر اسکو گلے سے لگایا اور اسکا گال چوما۔اپنے بیڈ پہ ہی اٹھ کر کھڑی ہوئی اور اپنے باپ کے گلے لگی۔

''پاپی۔تھ ڈے میری پرنسز۔!!'' اسکے باپ نے اسکے گال چومے۔وہ ایک نوجوان سا جوڑا تھا۔

''چلو۔کینڈلز بلو کرو اور ایک وش مانگو'' اسکی ماں نے وہ کیک اسکے سامنے کیا تو چار سالہ آیت نے وہ وہ موم بتیاں بجھا دیں۔اور آنکھیں بند کر کے ایک وش مانگی۔۔

''کیا مانگا؟'' اسکی ماں نے فوراً پوچھا تھا۔

''ایک پرنس۔!!'' اس نے اپنی ماں کے کان میں سرگوشی کی۔اسکی ماں کا قہقہہ بلند ہوا۔

''میری پرنسز کو پرنس ضرور ملے گا'' اس نے کہتے ہوئے اپنی بیٹی کو پیار سے لگایا۔اسکی گود تو منظر لے گیا۔اور اب کچن میں بیٹھی وہ لڑکی سسک رہی تھی۔

''ماما۔!! کیوں؟ کیوں چلے گئے آپ لوگ؟'' اسکی معصوم سی صدا بلند ہوئی۔

رات کے گہرے سائے ڈھل گئے۔صبح طلوع ہو رہی تھی ایک پرنور اور روشن صبح جو اپنے ساتھ زندگی کی نوید لے کر آتی ہے۔جو امیدوں کے چراغوں میں گھی ڈالنے آتی ہے۔جناح اسپتال کی لابی میں بیچ بیگم سوئی جاگی سی حالت میں بیٹھیں تھیں۔

''چائے۔!!'' انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو سعدیہ ایک لئے چائے لئے کھڑی تھی۔انھوں نے تھکے سے انداز میں وہ پکڑ لیا۔

''کچھ کھایا گیا ساتھ؟'' سعدیہ نے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ سر جھکا گئیں۔

''ایسے کیسے بھوک نہیں ہے؟ اور یہ خالی پیٹ چائے کون پیتا ہے؟'' ایک تیسری آواز گونجی تو ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔زریب آرہا تھا جس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا ٹفن تھا۔سعدیہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔''یہ لو۔یہ پکڑو ہم کینٹین پہ چل کر نوشتہ کرتے ہیں پھر۔'' اس نے ٹفن سعدیہ کو پکڑایا تو اس نے ہڑبڑا کر بیچ بیگم کی جانب دیکھا۔وہ آکر انکے پاس بیٹھ گیا۔بیچ بیگم سن سی بیٹھی تھیں جن کو کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا نہ کسی کا آنا اور نہ کسی کا جانا۔زریب نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور کندھے پہ ہاتھ رکھا۔''کیوں فکر کرتی ہیں؟ ٹھیک ہو جائے گا'' وہ مدھم سی آواز میں بولا تو آنکھیں ایک بار پھر سے بہنے لگی تھیں۔

''زریب ایک شام۔۔فقط ایک شام ہمارے خاندان کو لے ڈوبی۔۔ہمارا ہنستا بستا گھر اجڑ گیا۔۔صرف ایک شام۔۔جانے کیسی شام تھی جس نے ہمارے سکون کو نگل لیا۔''

''آئی۔!! پلیز۔!جو ہو گیا اسکو ہم لوگ واپس نہیں موڑ سکتے ہاں۔۔جو آنے والا ہے اسکی بہتری کے لئے دعا کرتے ہیں۔۔آپ کامل یقین رکھیں کہ آنے والا وقت اپنی جھولی میں خوشیاں اور سکون لائے گا'' اس نے اڈھارس بندھائی تو انھوں نے ایک زخمی سی نگاہ زریب پہ ڈالی۔

''وقت کے ڈسے ہوئے دو بارہ وقت پہ بھروسہ نہیں کرتے۔''

''کرنا ہوگا بھروسہ کیونکہ اسکے سوا چارہ کوئی نہیں۔۔ہمیں وقت پہ نہیں بلکہ وقت کو بھی پیدا کرنے والے پہ بھروسہ رکھنا ہوگا جو اگر چاہے تو وقت کو بھی روک دے۔''

سعدیہ سرشاری سے زریب کی جا. دیکھا تھا وہ محو ہو کر اسکی. تیں سن رہی تھی۔۔کتنی پیاری. تیں کرتا تھا وہ۔۔اس نے دل میں سوچا تو دل کے سمندر کی لہروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا۔وہ ہڑ.ا کر رخ ہی پھیر گئی۔

'' زریب میری بیٹی۔!!'' وہ دو. رہ روہا ہو توزریب نے فوراً ہاتھ تھام لئے۔

''آپ نہیں جانتیں کہ میں نے کیا دیکھا ہے۔'' اس نے پ اسرار سے ا. از میں کہا تو ان دونوں نے چو. کر دیکھا۔''میں نے ا. اہیم کو صفا کے لئے سجدے میں ٹ ٹ اتے ہوئے دیکھا ہے۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ یجہ بیگم کو تو یقین نہ آ۔زریب نے اثبات میں سر ہلا۔

''ساری د صفا کو دکھ دے سکتی ہے وہ نہیں۔۔اتنا ہی جان پ ہوں میں۔''

'' ۔۔وہ تو۔'' یجہ بیگم کی آنکھوں کے سامنے ی وقت گھوم ی. . وہ آئے روز گن اٹھائے ا گھر آجا یا کرتا تھا۔

''آپ میرا اعتبار کریں۔۔صفا نے اس سے محبت کر کے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔۔یقیناً ا دن آئے گا. وہ بھی صفا سے ویسی ہی محبت کرے گا۔۔کیو محبت پ نی کی طرح ہوتی ہے یہ دلوں کی جا. اپنا راستہ خود بنا لیا کرتی ہے۔''

'' وہ شادی شدہ ہے وہ میری بیٹی کو خوش کیسے رکھ سکتا ہے۔۔میں جا ہوں وہ بس اپنی ضد اور ا کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسکو لے کر ی ہے۔'' وہ اچھی چیزوں کو دیکھ کر بھی یقین نہیں کر پ رہی تھیں۔

''اسکی ڈیتھ ہو چکی ہے۔'' زریب کے الفاظ پ سعدیہ اور یجہ نے چو. کر دیکھا۔''ہاں۔۔. وہ سجدے میں رو رہا تھا. وہ یہی کہہ رہا تھا۔'' زریب نے افسوس سے ا جا. دیکھا۔تو یجہ بیگم سر جھکا گئیں۔

'' یہ تو نہیں چاہتے تھے ہم لوگ۔۔نہ میری بیٹی نے کبھی یہ چاہا تھا۔'' ا امت سی ہوئی۔

''ز. گی موت کا اختیار اللہ کے پ س ہے اس میں ہمارے چاہنے نہ چاہنے سے کوئی فرق نہیں پ ۔۔چلیں۔۔اب ٹھیں اور چل کر. شتہ کر لیں۔'' کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا انھوں نے نم آنکھوں سے زریب کو دیکھا۔

''تمہارے ماں. پ پ سلامتی ہو۔'' انھوں نے دل سے دعا دی تو زریب مسکرا دیا۔

''آمین۔!!'' سعدیہ نے ا. ر پھر دھڑکتے دل کے ساتھ اسکا چہرہ دیکھا۔۔اسکا رخ دکھائی دے رہا تھا۔

گورسی ہاؤس کا گیٹ کھلا تو سفیان صا. اپنے ٹ ی سوٹ میں ملبوس ا. ر آتے دکھائی دیئے۔

''۔۔!!'' ا عقب سے آواز آئی تو وہ پلٹے۔پیچھے پیچھے وہ بھی بھا تا ہوا آ رہا تھا اپنے ٹ ی سوٹ میں ملبوس۔۔سفیان گورسی اسکو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ وہ چلتا ہوا پ س آ۔اسکی سانس پھولی ہوئی تھی۔وہ اپنی سانس بحال کرنے لگا۔

''بوڑھے ہو گئے ہو۔'' سفیان گورسی نے اسکی پھولی ہوئی سانس کا مذاق اڑا یا۔تو ا. اہیم نے حیرت سے ا جا. دیکھا۔

''آپ چیو کی سپیڈ سے چل رہے تھے جبکہ میں نے را ٹ کی سپیڈ سے دوڑ لگائی ہوئی تھی۔'' اس نے احتجاج کی۔

''ہاں تو تمہاری عمر میں میں بھی ایسے ہی دوڑ تا تھا۔'' ا. اہیم مسکرا کر رہ ی۔پھر وہ آگے ب ھا اور ا گلے لگا۔سفیان گورسی ٹ پھر انھوں نے اسکی پشت پ تھپکی دی۔

''شکریہ۔۔!!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔'' ا آواز میں نمی تھی۔وہ الگ ہوا۔

'' مجھے کچھ وقت چاہیے ہوگا۔۔میرے لئے یہ مشکل ہے۔'' اس نے نگاہ جھکائے ہی کہا تو سفیان گورسی نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''وقت لے لو۔۔ ز یدہ نہیں کیو بہار کے چلے جانے کے بعد پھر چاہے کتنا ہی پ نی دیتے رہو۔شاخوں پ پھول نہیں کھلا کرتے۔۔بلکہ پتے بھی جھڑ جا یا کرتے

ہیں۔''انھوں نے کہا تو ا. اہیم نے ٹپ کرا جا. دیکھا۔وہ بڑی سخت بات کہہ گئے تھے۔۔وہ تو پہلے ہی پچھتاوے کی آگ میں جل رہا تھا اوپر سے یہ بات اسے مزید ریزہ ریزہ کر گئی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا اف قائم کرے گا۔''انھوں نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ نگاہ پھیر گیا۔

وہ بڑا کشادہ ا. تھا اور کمرے میں صرف لیمپ کی ہی روشنی تھی۔ صبح کے اجالے نے پھر بھی اپنی راہ بنالی تھی۔سنہری لوں والی لڑکی اس وقت گہری نیند میں تھی۔ چہرے پر کہیں کہیں نیل تھے جو کہ اب مدھم ہوتے جا رہے تھے۔سنہری بال اسکے تکیے پر بکھرے ہوئے تھے وہ کروٹ لئے لیٹی ہوئی تھی۔اسکے کمرے کا دروزہ کھلا اور کوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس جا. آیا۔اور آ کر اسکے بیڈ کے سرہانے کھڑا ہوا۔اس نے اپنے چھوٹے ٹھنڈے ہاتھ بڑھائے اور صفا کے چہرے کو چھوا۔تو وہ جھٹکے سے اٹھی۔

''ا. اہیم۔!!!''اسکی چیخ وہیں دم توڑ گئی۔ اس نے خود کو ایک محفوظ جگہ پایا۔پھر اگلے ہی لمحے اسکو کسی کے کھلکھلانے کی آواز آئی تو اس نے اپنے جا. دیکھا۔

''دینا میجک۔!!''وہ مسکرا کر اسکے چہرے کی جا. اشارہ کر رہی تھی جہاں ان پڑے ہوئے تھے۔''دی۔دینا۔۔!!''صفا کے حلق میں آ اٹکے۔۔اسکو ایک پل کے لئے لگا کہ اسکی سجل اسکے سامنے کھڑی ہے۔۔اس کا دل کیا کہ وہ دینا کو اٹھائے اور اسکو اپنے میں بھینچ لے اور اپنا سارا غم نکال ہر کرے ۔ اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔وہ ڈر گئی تھی۔وہ ان لوگوں سے ڈر گئی تھی جن سے وہ محبت کرتی تھی۔اسکی دوست ہونے کی قیمت سجل چکا چکی تھی وہ اب دینا کو اپنے قریب کر کے اسکو کوئی تکلیف نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔اور یہ محض اسکا وہم تھا۔۔اسکی منفی سوچ تھی۔۔سو وہ سرد سے چہرے کے ساتھ رخ پھیر گئی۔۔دینا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔۔اس نے بڑی بڑی آنکھوں سے صفا کو دیکھا جو کہ اس سے منہ موڑے ہوئے تھی۔

''دینا میجک۔!!''اس نے دوبارہ صفا کو متوجہ کیا۔۔وہ اسکے گال پر بنے وہ ان ٹھیک کرنا چاہتی تھی اپنے جادو سے۔۔کیونکہ اسکے باپ نے حال ہی میں اسکی ماں والا میجک دینا کو ٹرانسفر کر دیا تھا۔۔صفا نے سر کو ٹانگوں میں دیئے ادھر۔۔دینا مزید قریب ہوئی۔۔''دینا میجک۔!!''اس نے ایک بار پھر سے اپنی بات پیش کیں۔

''پلیز دینا۔!!گو۔!!''اسکی ٹوٹی ٹوٹی سی آواز آئی۔

''نو۔۔دینا میجک۔!!''دینا اپنی بات پر اڑ گئی تھی۔صفا یوں ہی سر کو ٹانگوں میں دیئے بیٹھی رہی۔''نو پیتی۔!!''(تم پیاری نہیں ہو۔)دینا نے منہ پھلایا۔اسی دوران دروازہ کھلا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ سامنے کھڑا تھا اپنے ٹرسوٹ میں ملبوس۔۔صفا نے بھیگی پلکوں سے اسکی جا. دیکھا۔''۔۔۔۔!!''دینا بھاگ کر اسکے پاس پہنچی۔

''یس مائی پرنس۔!!''اس نے جھک کر دینا کو اٹھا لیا۔اور اسکے گال چومے۔دینا نے اسکے ہاتھ کو دیکھا جس پر چھوٹی سی بینڈیج ابھی بھی موجود تھی۔

''۔۔۔دینا میجک؟''اس نے پوچھا تھا کہ دینا کے میجک سے چوٹ ٹھیک ہوئی یا نہیں؟

''یس۔۔دینا میجک۔!!''ا. اہیم نے اپنا ہاتھ ا ٹ پلٹ کے دکھایا کہ اس میں اب درد نہیں۔دینا نے فوراً مڑ کر صفا کو دیکھا جو کہ انہی کو دیکھ رہی تھی۔

''سی۔دینا میجک۔''دینا نے جیسے مغرورانہ انداز میں جتایا۔ا. اہیم بے اختیار مسکرا دیا تھا اور دینا کو لئے اسکے پاس آیا اور وہیں بیٹھ گیا۔

''نیند اچھے سے آئی؟''وہ نرم لہجے میں بولا تو صفا نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔''تم ٹھیک ہو جاؤ۔پھر مرجان اور یاقوت کو اعتماد میں لے کر تمہیں اپنے روم میں شفٹ کر لوں گا۔''اس نے دینا کے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے ہوئے کہا تو صفا نے نگاہیں پھیر لیں۔دینا اسکی گود سے نکلی اور اٹھ کر صفا کے پاس پہنچی۔صفا نے چونک کر دیکھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی دینا نے اسکے گال پر ہاتھ رکھے اور پھر اسکے دونوں گالوں پر باری باری بوسہ دیا۔

''دینا میجک۔!!''وہ اب پر جوش تھی۔صفا نے حیرت سے ا. اہیم کی جا. دیکھا وہ گہرا مسکرا دیا۔

''یس۔۔دینا میجک۔''اس نے کہتے دوبارہ دینا کو اپنی گود میں کھینچا۔صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھی جو کہ واقعی جادو تھے۔وہ زخموں پر مرہم

رکھنا جا تھے۔

''اب تو دینا نے بھی میجک کر دیا ہے۔۔اب اٹھ جاؤ۔''اس نے کہا تو صفا نے سر جھکا لیا۔''کم آن۔!!ز ن کوز لگ ے ہے؟ہم. پ بیٹی . سے . تیں کر رہے ہیں اور تم ہمیں اگنور کئے جا رہی ہو؟''وہ مصنوعی غصے میں بولا تو صفا نے ہڑ. ڑا کر دیکھا۔

''نن۔نہیں وہ۔میں۔''

''یہ اٹکنے کی بیماری . سے لگی ہے؟ویسے یدکروں تو شا یہ شروع سے ہی تھی اب کچھ ز دہ. ڑھ گئی ہے۔'' صفا نے بے چارگی سے اسکی جا . دیکھا۔''دینا۔سی۔!صفا آ تم سے . ڑی ہیں. ٹسٹل شی سٹرز۔''اس نے دینا کو کہا جو کہ غور سے سر اٹھا کر دن گھمائے اسکی . تیں سن رہی تھی۔

''شفا۔!''دینا نے طوطے کی طرح صفا کا م دہرا۔

''نو۔آ ۔!!''ا. اہیم نے تصحیح چاہی وہ پہلا م پکڑتی تھی۔

''شفا۔''دینا نے میں سر ہلاتے ہوئے اپنی . ت دہرائی۔اسی دوران دروازہ کھلا تو مرجان سامنے کھڑا تھا۔وہ اس وقت ا ٹی شرٹ اور ڑ اوزر میں ملبوس تھا۔

''۔۔!!آپ آلریڈی یہاں ہیں؟گڈ مارننگ۔''وہ قری . آتے ہوئے بولا اور آ کر ا ڑھیاں اٹھاتے ہوئے ا. اہیم کا گال چوما۔ا. اہیم نے بھی جواً مرجان کا گال چوما تھا۔

''گڈ مارننگ شہزادے۔!!''کافی دنوں بعد مرجان کی صبح ایسے ہوئی تھی کہ اسکے عز اسکی آنکھوں کے سامنے تھے۔مرجان نے صفا کا ہاتھ تھاما اور اسکی پشت پ بوسہ دی۔وہ لوگ کیا تھے؟کس نے سکھائی تھی ا محبت؟ صفا سوچ کر رہ گئی۔

''گڈ مارننگ پ یٹی لیڈی۔''اس نے اپنی سیاہ آنکھوں سے صفا کی سرمئی میں دیکھا تو صفا ہلکا سا مسکرائی۔''گڈ مارننگ۔''اس نے جواباً کہا۔''چلیں۔اٹھیں اور فریش ہو جا ہم. شتہ نیچے جا کر کریں گے۔''وہ صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھانے لگا۔

''مرجان۔!!ا طبیعت ٹھیک نہیں ہے زلیخا یہیں لے آ گی. شتہ۔''ا. اہیم نے اسکو ٹوکا۔

''نو۔۔!شی از فائن۔۔آپ دیکھنا یہ خود نیچے جا گی اور ہمارے ساتھ. شتہ کریں گی۔۔کیوں پ یٹی لیڈی؟''مرجان نے ساتھ ساتھ صفا کی تـ چاہی۔۔اس نے ا ا. اہیم کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ا. اہیم حیران رہ ۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اٹھی اور واشروم میں گھس گئی۔''سی۔۔۔مریض کو جتنا بیڈ پ لٹا کر رکھو وہ اتنا ہی بیمار ہوتا ہے۔۔آپ دیکھیئے گا میں ا دنوں میں ٹھیک کر دوں گا۔کیو میں مرجان ہوں۔۔میں شفا ہوں۔''

''یہ تم کیا خود پ ر چ کرتے رہتے ہو؟اور خود پسندی کا شکار ہوئے رہتے ہو؟''ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''۔۔!اَ ہم خود کو ہی نہیں جا تو کسی کو کیا جا گے۔''

''بس۔!!بہت . تیں کر آ گئیں ہیں۔۔تمہارا پی سی ا و کے لئے بند۔''

''. ٹ وائے۔۔؟''مرجان نے بجھی سی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔

''کیو میں . پ ہوں تمہارا۔''

''تو اس سے کیا آپ میرا پی سی بند کریں گے؟''وہ ا لمحے میں آسمان سے زمین پ آ اتھا۔

''. پ۔. پ۔!!''دینا نے دہرا تو ا. اہیم ہنس دیـ۔

''ہاں۔۔اس سے کہو کہ میں . پ ہوں اسکا۔''

''۔۔یور۔. پ۔''دینا نے انگلی کھڑی کر کے اسکو تنبیہ کی تو مرجان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دینا کو دیکھا۔

''اور یہ تم ابھی تـ ڑی نہیں ہوئے؟سکول کے لئے لیٹ ہو جاؤ گے۔''ا. اہیم نے گھڑی دیکھتے ہوئے اسکو. ورکروا۔

''نہیں۔۔آج میں چھٹی کرنے والا ہوں. ں۔''اس نے معصومیت سے سیاہ آنکھیں مٹکا ۔

''نیور۔!! جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ۔'' ا. اہیم نے غصے سے کہا تو مرجان نے چہرے پہ مسکینی سجالی۔

''.. پلیز۔۔آج۔''

''نہیں۔۔ہر گز نہیں۔''

''پلیز.. ۔!!''

''مرجان۔۔گو۔''اس نے سخت ا. از میں کہا تو واشروم کا روازہ کھلا وہ دونوں متوجہ ہوئے وہ ا ۔ لائ ٹ پنک سے فراک میں تھی اور سفید دوپٹہ شانوں پہ پھیلا رکھا تھا۔

''واہ۔۔واٹ آ بیوٹی فل لیڈی۔'' مرجان مسمرائیز ڈ سا بولا تو صفا نے سر جھکا لیا۔

''یہ ڈریس؟'' ا. اہیم نے دیکھا۔

''..۔! آپکے روم کی وارڈ روب میں تھا۔میں نے کل ا وارڈ روب میں رکھ دیا تھا۔ویسے آپکی وارڈ روب میں یہ ڈریس کیا کر رہا تھا؟ آپ نے کس کے لئے لیا تھا؟ پھپو یا ما؟'' مرجان نے ا. ۔ ہوئے پوچھا تو صفا کو یاد آیا کہ . وہ لوگ مصر گئے تھے تو وہ کچھ جوڑے یہیں چھوڑ گئی تھی۔جبکہ وہیں ا. اہیم مرجان کی . ت پہ ٹ .ا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلو. شتہ کرنے۔'' مرجان نے فورا صفا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''چلیں..۔!!'' ا. اہیم نے سر جھٹکا اور آگے آگے چل دیا۔وہ لوگ ا ۔ ساتھ سیڑھیاں ا ۔ے تو نیچے کھڑی زلیخا نے سرشار سی ہو کر وہ منظر دیکھا تھا۔وقت کا پہیہ کیسے خود کو پلٹتا ہے آج زلیخا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔وہ لوگ چلتے ہوئے ڈائینگ ہال میں پہنچے تو ۔ قوت اور منال پہلے ہی وہاں تھے۔۔ان کو آتے دیکھا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیئے۔

''تم ٹھیک ہو؟''انھوں نے صفا سے پوچھا جس کی کرسی مرجان کھینچ رہا تھا۔

''جی۔!!''صفا نے مدہم سی آواز میں کہا۔اسکا ذہن فی الحال . ی طرح الجھا ہوا تھا۔

''آ۔ ۔!!! آ۔ ۔۔!!!''ا ۔ زوردار چیخ گو تو وہ ہڑ .ا کر لاؤنج میں آئی۔اس وقت وہ اپنے سکول یونیفارم میں تھی۔

''جج۔جی۔ئی جان۔!!''وہ تقریباً کا . پ رہی تھی کیو سامنے اسکی سائی جو کہ قریباً چالیس پینتالیس . س کی خاتون تھیں غیظ وہ غضب کی علامت بنی ہوئی تھیں۔

''یہ؟ یہ تم نے ا ۔ یہ ہے؟''وہ فرش پ ۔ڑی وہ پلیٹ دیکھ رہی تھیں۔

''نن۔نہیں۔ئی۔'' آ۔ ۔ کی نیلی آنکھوں میں خوف امڈ آیا تھا۔جبکہ ۔ئی قدم قدم چلتیں اسکے پ س آ وہ کچن کے دروازے میں کھڑی تھی۔بھورے گھنگر ۔لے . ل آدھے پونی میں قید تھے۔اور وہ اب کسی کی مضبوط َ فت میں تھے۔آ۔ ۔ کے چہرے پ کیا کچھ نہیں تھا۔کرب،تکلیف،رنج۔ آ نہیں آئے تھے۔وہ ضبط کر گئی۔

''مجھ سے جھوٹ بولنے کی قیمت جا ہو ں؟''وہ غرا ۔آ۔ ۔ نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔''تو پھر اسکو صاف کرو جلدی سے۔''انھوں نے جھٹکے سے آ۔ ۔ کے . ل چھوڑے تو اسکی پونی میں سے اسکے . ل نکل گئے جو کہ اس نے پندرہ منٹ لگا کر بنائے تھے۔آ۔ ۔ خاموشی سے آگے . ھ گئی جبکہ ۔ئی لاؤنج میں آئی تو میرال سکول یونیفارم میں کھڑی تھی۔

''آ گئی میری شہزادی؟''انھوں نے جھک کر میرال کو پیار کیا۔اور اسکے . ل ٹھیک کئے۔''. لکل پ لگ رہی ہے۔''وہ کبھی اسکے یونیفارم کی ٹ . ہ سلوٹیں در ۔ کرتیں تو کبھی . ل ٹھیک کرتیں۔آ۔ ۔ کچن میں زمین پ بیٹھی تھی۔وہ سر جھکائے صفائی کر رہی تھی۔وہ منظر اسکو دکھائی نہیں دے رہا تھا ا پیار بھری گفتگو ضرور سنائی دے رہی تھی۔حلق میں ا ۔ پتھر اٹکا تھا اور ضبط کے پیمانے چھلک گئے تھے۔

مصر میں ابھی فجر کی اذا ہو رہی تھیں۔عینا آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ گزشتہ رات کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنے لگی۔

''کیا وہ ٹھیک ہے؟ مجھے وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔''عینا نے ہونٹوں پہ انگلی جمائے پوسچ انداز میں کہا۔''کتنا الگ لگ رہا تھا وہ۔''عینا کو افسوس ہوا تھا۔''خیر۔مجھے کیا۔''اس نے سر جھٹکا اور واشروم میں گھس گئی۔وہ تیار ہو کر لاؤنج میں آئی تو وہ سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔وہ ہشاش بشاش دکھائی دیتا تھا چہرے پہ تھکان کا نام و نشان نہ تھا۔

''السلام علیکم سر۔!صبح بخیر۔''اس نے پرجوش ہو کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔!!صبح بخیر۔''وہ کہتا آگے بڑھ گیا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''وہ پیچھے پیچھے آئی تو حسن ایک دم سے رکا اور عینا ہمیشہ کی طرح اسکی پشت سے ٹکرائی۔وہ کھڑی اپنا ماتھا سہلا رہی تھی کہ وہ پلٹا۔اسکی آنکھیں سرد تھیں۔''وہ۔میں پی اے ہوں ں۔تو۔تمہارے ساتھ ساتھ ہی رہوں گی۔''اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں مٹکا ئیں۔حسن نے آنکھیں سکیڑ لیں۔بولا کچھ نہیں۔''کیا ہوا؟ کیا تم مجھے نوکری سے نکال رہے ہو؟''عینا نے پرامید ہو کر دیکھا۔تو تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

''پہلے بھی کہا تھا کہ خواب اچھے دیکھا کرو۔''کہہ کر وہ پلٹ گیا۔

''ارے ایسے کیسے؟ تم کوئی ڈھنگ کا کام کرواتے ہو اور نہ ہی آزاد کرتے ہو۔ایسے تو میری سکلز کو زنگ لگ جائے گا۔''وہ اسکے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔گارڈز آگے بڑھے اور اسکے ساتھ ہو لئے۔وہ اب چلتا ہوا باہر جا رہا تھا جہاں اسکی گاڑی تیار کھڑی تھی۔

''کافی تو بنانی آئی نہیں۔۔اور کون سی سکلز ہیں؟''وہ آگے آگے چلتا ہوا ہی بولا تو عینا دو قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

''کافی بنا۔تو میری سی وی میں درج ہی نہیں۔۔اور میری سکلز کا کیسے پتہ چلے گا؟۔تم مجھے کوئی کام ہی نہیں کرنے دو گے؟''

''کیا کر سکتی ہو؟''وہ مصروف سا قدم بڑھاتا ہوا بولا۔

''ٹائپنگ،کاپی رائٹنگ،ڈیٹا اینٹری۔۔اور آئی ٹی سے ریلیٹڈ کوئی بھی کام۔''عینا نے فخریہ انداز میں اپنی مہارتیں بتائیں تو حسن کے قدم تھمے تھے۔عینا بھی فوراً رک گئی اور اسکے پیچھے چلتا ہوا گارڈ بھی۔۔حسن اسکے روبرو آیا اور اسکے چہرے کو غور سے دیکھا۔

''ہیکنگ آتی ہے؟''وہ محظوظ انداز میں بولا تو عینا کا حلق خشک ہوا۔

''ہی۔ہیکنگ؟''وہ ہکلائی تو حسن نے سر جھٹکا۔

''کافی بناؤ کرو۔''کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔اور عینا وہیں کھڑی رہ گئی۔اسکو تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ حسن نے اسکو کیا کرنے کو کہا تھا۔۔یعنی وہ حسن کے سسٹم میں گھس سکتی تھی کیونکہ وہ خود اسکو راستہ فراہم کر رہا تھا۔''تنخواہ اپنی مرضی کی لوں گی۔''وہ پیچھے سے چلائی تو چلتے ہوئے حسن کے لب مسکرائے تھے۔

''اسکو لے آؤ ساتھ۔۔''وہ گارڈ کو حکم دیتا ہوا گاڑی میں سوار ہو گیا۔

امدادی کیمپوں میں آج جشن کا سماں تھا۔آج ہر ایک خاندان کے پاس راشن تھا۔جو کہ اگلے ایک مہینے تو کافی ہو گا۔ویسے تو وہ عام انسان کا پندرہ دن کا راشن تھا وہ لوگ بھوک رکھ کر کھاتے تھے۔وہ صبر کے ساتھ کھاتے تھے۔اس لئے وہ راشن اگلے ایک مہینے کے لئے کافی ہو گیا تھا۔لیلیٰ چولہا جلائے بیٹھی روٹیاں بنا رہی تھی۔سلویٰ اسکے پاس بیٹھی تھی جبکہ یوسف بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

''امو۔!!میں بڑی ہو جاؤں گی تو ہمیں اس امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''سلویٰ جانے کن سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔لیلیٰ اسکی بات پہ مسکرا دی۔

''کیوں؟ پھر کیا تم پیٹ پہ پتھر باندھ لو گی؟''اس نے روٹی توے پہ ڈالی۔اور لکڑیاں درست کرنے لگی۔

''نہیں۔پھر میں کام کروں گی۔''سلویٰ نے اپنی ماں کی جانب مڑ کر دیکھا

''کون سا کام کرو گی؟ یہاں کوئی کسی کی زد میں ہیں۔کون تمہیں اجرت دے گا؟''لیلیٰ نے افسوس سے روٹی پلٹی تھی۔

''نہیں۔میں اس ملک سے ہرجاؤں گی۔''سلویٰ نے چمکتی آنکھوں سے کہا تو لیلیٰ کا ہاتھ جلَ ۔اس نے تڑپ کر سلویٰ کو دیکھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ آئندہ ایسی کوئی بات مت سوچنا۔''اسکے دل میں خوف سا اٹھا تھا۔

''امو۔میں ہرجا کر کماؤں گی۔اور پیسے آپکو بھیجوں گی۔آپ یوسف کو پڑھا پھر وہ کمائے گا اور میں واپس آجاؤں گی۔''اس نے اپنی ہیزلَ ین آنکھوں سے اپنی ماں کا شاکڈ سا چہرہ دیکھا۔

''نہیں میری جان۔!!ایسا نہیں ہوگا۔تم۔تم یہ مت سوچو۔''لیلیٰ کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔ سلویٰ فیصلہ کر چکی تھی۔

''پیٹی لیڈی۔۔!!پلیز۔سے کہیں کہ مجھے آج چھٹی کرنے دیں۔''وہ شتے کی میز پہ بیٹھا مسلسل صفاسَ ارش کر رہا تھا جبکہ ابراہیم سخت تاثرات لئے شتہ کر رہا تھا۔صفا نے ابراہیم کو دیکھا تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں صاف انکار کر دیا۔''پلیز۔!!پیٹی لیڈی۔مجھے آپ کے ساتھ وقتَ ارنہ ہے۔''وہ اداس سا ہوا۔

''تمہاری پیٹی لیڈی کہیں نہیں جا رہی اس لئے واپس آکر جتنا چاہے وقتَ ارینا۔''سفیان گورسی نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تو مرجان نے اجانب دیکھا۔

''دادو۔یہ اب ٹھیک ہو رہی ہیں۔اور یہ واپس چلی جائے گی۔اور پھر آپ لوگ تو اسکا گھر بھی نہیں جانے دیتے۔''مرجان نے اداسی سے کہا تو سفیان گورسی نے چائے کا کپ میز پہ رکھا اور پوری طرح اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

''مرجان۔!!''

''جی دادو۔!!''

''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری پیٹی لیڈی ہمیشہ تمہارے پاس رہیں؟''انھوں نے اچانک پوچھا تو مرجان نے چونک کر دیکھا۔زہرا جو کہ دینا کو شتہ کروا رہی تھی وہ بھی چونک۔قوت نے الجھ کر مرجان اور سفیان گورسی کو دیکھا۔

''ہاں دادو۔میں یہی چاہتا ہوں۔کیا یہ پوسیبل ہے؟''اس نے پرجوش ہوتے ہوئے فوراً پوچھا۔ابراہیم نے سوالیہ نظر میں منال کی جانب دیکھا وہ کندھے اچکا گئیں۔وہ نہیں جانتا تھا کہ سفیان گورسی کیا کہنا چاہتے ہیں۔

''تو اسکا ایکسیسوریز سولیوشن ہے۔''وہ جان بوجھ کر بات لمبی کر رہے تھے مرجان کے تاثرات جانچنے کے لئے۔وہاں ایک پل کو سناٹا چھاگیا۔

''دادو پلیز۔بتائیں۔''مرجان بے چین ہوا۔

''تمہارے اور پیٹی لیڈی کی شادی کروا دیتے ہیں۔''انھوں نے پرسکون انداز میں بم پھوڑا تھا۔ابراہیم کے حلق میں نوالہ اٹکا تو وہ کھانسنے لگا۔قوت نے الجھ کر اپنے باپ کو دیکھا۔جبکہ زہرا تو ششدر رہ گئی تھی منال پرسکون سی بیٹھی تھیں۔

''واٹ؟؟شادی؟''مرجان قریباً چیخا تھا۔

''ہاں۔!!''سفیان گورسی نے کندھے اچکا دیئے۔''اگر تم ابراہیم ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو ہمیں سے ابراہیم شادی کروا دو۔''انھوں نے پرسکون انداز میں حل پیش کیا۔

''۔۔پھر تو ابراہیم ان پہ قبضہ کر لیں گے۔۔وہ پہلے میرا پی سی ایل وغیرہ کے لئے بند کر دیتے ہیں پھر اسی طرح پیٹی لیڈی سے ملنے پہ بھی پابندی لگا دیں گے۔''اس نے ہیجانی کیفیت میں اپنے سفاک باپ کو دیکھا جس نے آج ہی اسکے پی سی استعمال کرنے پہ پابندی عائد کی تھی۔

''۔۔یہی حل ہے۔''سفیان گورسی نے کندھے اچکا دیئے۔صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی ابراہیم کو دیکھتی تو کبھی سفیان گورسی کو۔

''امم۔۔ایک اور حل بھی ہے۔''مرجان نے کچھ سوچ کر کہا تو ان سب نے چونک کر دیکھا۔ابراہیم کے حلق میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔وہ بھی چاہتا تھا کہ مرجان اسی طرح قائل ہو جائے شادی پہ اور اسکا اپنی اولاد کے سامنے بھرم قائم رہے۔

''اور وہ حل کیا ہے؟''اس. رمنال نے پوچھا تھا۔ا مرجان سے کسی بھی چیز کی توقع تھی۔

''میں کریتہ ہوں پیٹی لیڈی سے شادی۔''صفا جو کہ حلق تکرنے کے لئے پنی پی رہی تھی. ی طرح اچھلی اور پنی اسکے حلق کو جالگا۔وہ. ی طرح کھانس رہی تھی۔ مرجان گھبرا ے۔ا. اہیم فوراً اٹھ کر اسکے پس پہنچا۔

''ریلیکس۔او دیکھو۔''اس نے صفا کو تھوڑی سے پکڑ کر اسکا چہرہ او کیا۔اسکی آنکھوں سے پنی نکل رہا تھا اور اسکا چہرہ ا منٹ میں زرد پڑ ے۔''اٹس اوکے۔کچھ نہیں ہوا۔''ا. اہیم نے اسکی پشت پ ہاتھ پھیرا۔اسکی آنکھوں سے پنی نکل رہا تھا۔وہ ٹ سی دھندلے سے منظر کو دیکھے گئی۔وہ آج اسکی پ واہ کر رہا تھا۔نہیں وہ ہمیشہ ہی کیا کرتا تھا۔وہ شروع سے ایسا تھا۔وہ لوگ ہمیشہ سے ہی ساتھ تھے۔وہ بہت پہلے سے ہی اسکی زندگی میں موجود تھی۔وقت نے ا ا بھنور میں پھنسا دیا تھا۔ا. اہیم نے تو اس بھنور میں اپنا راستہ چن لیا تھا وہ انتظار کرتی رہی تھی۔اپنے گڈے کا۔وہ تو ا پلیٹ سے کھا کر جوان ہوئے تھے۔وہ اسکی پ واہ کیوں نہ کرتے۔؟ وہ اسکے لئے صفا تھی۔صفا ا. اہیم۔!

کچھ ہی دیر میں اسکی سانس بحال ہوئی تو وہاں موجود شخص کے چہرے پ سکون امڈ آیا۔ نے ا سکون کی سانس خارج کی۔ا. اہیم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور اسکے گال صاف کئے۔''اب ٹھیک ہو؟''اس نے نرمی سے پوچھا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ آکر واپس اپنی جگہ بیٹھا ان دونوں کی کرسیاں ا دوسرے کے آمنے سامنے تھیں۔

''آئی ایم سوری پیٹی لیڈی۔!آ آپکو میرا پوزل پسند نہیں آیا تو آپ کہہ دیتیں۔''مرجان نے اداسی سے منہ ٹ یا تو وہاں موجود ہر شخص کے لئے اپنی مسکراہٹ روکنا مشکل ہو یا تھا۔

''مرجان۔!!تم کہتے تھے کہ تم صفا آ کو ماما کی طرح دیکھتے ہو۔''قوت نے فوراً اسکو یاد دلایا۔

''ہاں تو پھر اب کیا کروں۔؟ ..سے شادی کروانے کا رسک مول نہیں لے سکتا۔''اس نے منہ بسور کر اپنے. پ کو دیکھا جس نے ا. واچکائے تھے۔

''اچھا۔اچھا۔!!میں ا. اہیم سے ا کانٹر سائن کروا تا ہوں جس کے مطابق وہ کبھی بھی تمہارے اور پیٹی لیڈی کے بیچ نہیں آئے گا۔اب تو اعتراض نہیں؟'' سفیان گورسی نے حل پیش کیا تو مرجان نے چند لمحوں کے لئے سوچا۔

''اوکے۔!!!ا ٹ۔''اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہاں موجود . مسکرا دیئے۔ا. اہیم نے صفا کی جا. دیکھا وہ مسلسل الجھی وں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔اور وہ جا تھا کہ وہ کس. ت پ الجھی ہوئی ہے۔

''اور یا قوت۔تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں؟''منال بیگم نے یا قوت سے پوچھا۔

''ا .. کا بھی یہی فیصلہ ہے تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔''یا قوت نے اچھے ے کی طرح اپنے. پ کی جا. دیکھا۔اور مسکرا دیا۔

''او۔..۔!آج تو پھر چھٹی لازمی کرنی ہوگی۔''مرجان نے سیاہ آنکھیں شرارتی آنکھوں میں ڈالیں۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔''پیٹی لیڈی کے لئے شاپنگ کرنی ہے. ں۔''

''شٹ اپ۔!!جا کر ریڈی ہو جاؤ تم لوگوں کو سکول میں خود چھوڑوں گا آج۔''ا. اہیم نے نیپکین سے ہونٹ تھپتھپائے تو مرجان منہ بسور کر رہ یا۔آج بھی اسکی دال نہیں گلی تھی۔

گاڑیاں ا ڈی سی بلڈنگ کے سامنے آکر رکیں تو عینا نے گاڑی کے شیشے میں سے ہی دیکھ ہو کر دیکھا۔اگلی گاڑی میں سے وہ نکلا اور گارڈز کے حصار میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اندر داخل ہوا۔عینا بھی پیچھے ہی چلی آئی۔وہ ا عالیشان آفس تھا۔وہ ہکا بکا سا اندر داخل ہوئی۔ زمین اسکو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے وہ چلتا ہوا ا لفٹ کے سامنے آکر رکا۔عینا بھی بھاگ کر اس تک پہنچی تو حسن نے لفٹ روک دی تھی۔وہ سوار ہوئی تو لفٹ چلنے لگی۔

''یہ تمہارا آفس ہے؟؟''عینا مسمرائیز ڈ سی بولی۔

''نہیں ادھار لیا ہے۔'' وہ سنجیدہ ٹون میں بولا تو عینا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ان کے پیچھے بس مغیث تھا۔وہ تین لوگ تھے لفٹ میں۔

''میری جاب کیا ہوگی؟ آئی ایم سوا یکسائیٹڈ۔'' عینا نے پرجوش ہو کر پوچھا۔وہ سیاہ تھری پیس پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔عینا کو جواب نہ تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔کچھ ہی دیر میں لفٹ ڈوراوپن ہوا تو وہ تینوں وہاں سے نکلے۔عینا ان پیچھے پیچھے چلتی آرہی تھی۔وہ لوگ راہداری عبور کرتے ہوئے ایک بڑے سے آفس میں داخل ہوئے۔وہ چلتا ہوا آیا اور سر راہی کرسی پر براجمان ہو گیا۔

''کیا حکم ہے؟'' مغیث ہاتھ باندھے کھڑا تھا جبکہ عینا گھوم کر کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔

''ہمم۔'' اس نے کرسی دا جانب گھمائی اور ایک پیپر ویٹ ہاتھ میں پکڑا۔''دوبئی میں آسان تھا کچھ یہاں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔''

''سر آپ بے فکر رہیں۔'' مغیث نے اسکو اعتماد دلایا۔

''نئی پراڈکٹ ریڈی ہے؟'' اس نے ترچھی سی نگاہ مغیث پر ڈالی تو عینا اسکی بات پر ٹھٹکی۔

''جی سر! پچھلے تین دنوں میں چالیس مریض درج ہوئے ہیں۔ابھی ایک ہفتہ اور انتظار کریں گے اور پھر لانچ کریں گے۔'' مغیث نے لائحہ عمل بتایا۔تو عینا نے ان دونوں کو باری باری دیکھا۔

''ٹھیک ہے۔۔رکھو۔۔اس سے پہلے کہ اور کوئی مارکیٹ میں آئے ہمیں اپنا پراڈکٹ لانچ کرنا ہے۔اور یہ بھی شرط ہے کہ اسکی بس محدود مقدار ہی دستیاب ہے جو کہ صرف ہماری کمپنی بنا رہی ہے۔''

''سر آپ فکر نہ کریں ہمارا بس ایک ہی کمپیٹیٹر تھا اور اس جعلی میڈیسنز بنانے کا کیس چل رہا ہے۔اور وہ لوگ اس وقت مارکیٹ میں کوئی چیز لانچ کرتے بھی ہیں تو لوگ بھروسہ نہیں کریں گے۔''

''ہمم۔۔اچھا کیا جو اس وقت ان لوگوں کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔'' وہ محظوظ ہوا۔عینا کبھی مغیث کو دیکھتی تو کبھی حسن کو۔۔وہ لوگ کس چیز کے بارے میں بات کر رہے تھے اسکو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

''میرا آفس کہاں ہے؟'' عینا نے باری آگے آکر کہا تو حسن نے نگاہ اٹھا کر مغیث کو دیکھا۔

''مغیث۔!!''

''جی سر؟''

''اسکو اسکا آفس دکھا دو۔'' حسن نے مصروف انداز میں کہا تو عینا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''آؤ۔!!'' مغیث آگے آگے چل دیا عینا مسکراہٹ حسن کی جانب اچھالتی اسکے پیچھے چلی گئی پیچھے حسن نے چھاسا مسکرا دیا۔

ابراہیم بچوں کو چھوڑ کر واپس آرہا تھا کہ اسکا فون رنگ ہوا۔اس نے سپیکر پر ہی ڈال دیا۔

''ہاں ضرار بولو۔''

''ایٹ پہنچ گئی ہے۔اور باری کو تقسیم بھی کر دی۔''

''الحمدللہ۔'' اس نے زیر لب کہا۔''تم نے اپنی نگرانی میں کام مکمل کیا؟''

''ہاں۔۔میں نے اپنی نگرانی میں کروایا کچھ۔۔اب میں کل واپس نیویارک جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔۔اپنا خیال رکھنا۔۔سفیر اور عیشا کیسے ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔۔تمہارے گھر کا حلیہ نہ بگاڑ دیں سارا دن اچھلتی رہتی ہے۔''

''ضرار ان سے کہہ دینا اگر میرے گھر کی کسی دیوار کو بھی کھروچ آئی تو بوٹیوں سے بھروں گا میں وہ کھروچیں۔'' ابراہیم ہنس دیا۔

''اچھا اچھا۔۔کہہ دوں گا۔'' وہ لوگ کچھ دیر بات کرتے رہے اور پھر فون بند ہوا۔ابراہیم نے ایک سکون کی سانس لی۔۔اور اللہ کا شکر ادا کیا۔جو اس نے ایک مہینہ لگا کر مال اکٹھا کیا تھا وہ حقداروں تک پہنچ چکا تھا۔

خیام قریشی کو کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔اس وقت نجیبہ بیگم اکیلی کمرے کے باہر ہی کھڑی تھیں۔

''کیا سوچ رہی ہیں؟ جانے دیں۔'' سعدیہ نے انکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''سعدیہ۔!! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔میں کیسے بتاؤں گی؟''

''ہمت کریں۔۔ایسا کریں میں ہی بتا دیں۔۔روز روز کے خوف سے تو مل جائے گی۔''

''سعدیہ اگر کچھ ہو گیا تو؟ وہ ابھی تو پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئے۔۔''

''تو پھر؟ کیا کریں؟ سچ چھپا کر زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ کیوں بھول جاتے ہیں ہم لوگ؟'' سعدیہ نے تکان سے کہا تو انھوں نے دوپٹے سے آنکھیں رگڑیں۔

''جان کہاں ہیں؟''

''ان سے ملنے کوئی آیا تھا اس لئے باہر ہیں۔۔آپ جائیں ہمت کریں اللہ آپکے ساتھ ہے۔'' انھوں نے تھوک نگلا اور دروازہ کھول دیا۔سامنے خیام قریشی نے انا آتے ہوئے دیکھا تو وہ مضطرب سے ہو گئے۔وہ فوراً پاس آئے اور انا ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔خیام قریشی نے اپنا ہاتھ سے آکسیجن ماسک اتارا تو نجیبہ کی طرح ہڑبڑا گئے۔

''صفا۔کہاں ہے؟'' انھوں نے پہلے اسی کا پوچھا تھا۔نجیبہ نگاہیں پھیر گئیں۔''نجیبہ۔!! صفا کہاں ہے؟'' انھوں نے زور دیا۔تو نجیبہ نے اپنی گہری سانس خارج کی۔

''وہ اپنے شوہر کے پاس ہے۔'' انھوں نے بمشکل جملہ مکمل کیا۔

''کیا۔مطلب ہے۔'' انکی سانس اکھڑنے لگی تھی۔نجیبہ آگے بڑھیں اور نرمی سے آکسیجن ماسک دوبارہ منہ پر لگا دیا اور پاس ہی بیٹھ گئیں۔۔انکا ہاتھ پکڑا۔

''شاہ صاحب۔!! جو ہو چکا سو ہو چکا۔ہم اپنی اولاد کو کھو چکے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں دوسری اولاد سے بھی سسک سسک کر جیئے؟'' خیام صاحب خاموش رہے۔

''وہ ابراہیم سے محبت کرتی ہے۔۔اسکے غم سے اپنا غم الگ نہیں کرنا چاہتی۔۔کیا ہم اس پر زبردستی کریں گے؟ کیا ہم اپنی بیٹی سے اسکی خوشیاں چھینیں گے؟'' وہ خاموش رہے۔

''وہ اسکا شوہر ہے۔۔وہ دونوں سکھ دکھ کے ساتھی ہیں کیونکہ اللہ نے انہیں ایک دوسرے کے لئے چنا ہے آپ سمجھتے کیوں نہیں؟ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور بیماری نے آپ سے آپکی ہر طاقت چھین لی ہے کیا اس صورت میں آپ اپنی بیٹی کی ڈھال بننا چاہیں گے۔'' انھوں نے خیام قریشی کی آنکھوں میں دیکھا۔''کیا آپ جانتے ہیں ہماری بیٹی اس رات مشکل میں تھی ابراہیم تھا اسکے پاس۔۔اس نے اسکا خیال رکھا اور اب اسکو اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنے گھر لے گیا ہے۔۔ہم ماں باپ ہیں شاہ صاحب۔۔ہم جگر گوشے نہیں۔'' انھوں نے مڑ کر خیام قریشی کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ آنکھوں میں ڈوب گئیں تھیں۔''ابراہیم ساری دنیا کے لئے ہو سکتا ہے۔۔وہ آپکا مجرم ہو سکتا ہے وہ صفا کے لئے الگ ہے۔۔میں نے اسکی آنکھوں کی سچائی دیکھی ہے۔۔وہ صفا کی حفاظت کر سکتا ہے وہ اسکو خوش بھی رکھ سکتا ہے۔''

''۔!!'' خیام قریشی کے آنسو بہہ پڑے۔

''وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔۔اگر ہوتی بھی تو یہ ابراہیم کا مسئلہ تھا کہ وہ کس طرح اپنا وعدہ وفا قائم کرتا ہے۔'' وہ خاموش ہو گئے۔

''کیسے ہو خیام؟'' امداد شاہ اندر داخل ہوئے تو نجیبہ دوپٹہ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

صفااورمنال لاؤنج میں بیٹھیں تھیں۔دوپہر ہورہی تھی اس لئے زھرادینا کوسلانے کمرے میں لے گئی تھی۔

''صفا۔!!تمہارے لئے کچھ بنادوں؟''زلیخااسکے پاس کوئی چوتھی بار آ تھیں۔اورصفانے میں سرہلادیا۔

''کچھ کھالو۔''منال نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''بھوک نہیں ہے۔''صفانے تھکے سےانداز میں دروازے کی جانب دیکھا۔

''وہ بھی آجائے گا۔تم کچھ کھالو۔''انھوں نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے کہاتو صفاہڑبڑائی۔

''نن۔نہیں تو۔میں تو۔۔''

''بس کرو۔گھبراؤمت۔میں جانتا ہوں۔۔وہ تمہاراشوہر ہےاس لئے محبت ایک قدرتی شے ہے۔''انھوں نے محبت سے کہاتو صفا کا چہرہ گلابی پڑنے لگا۔نیل بہت حد تک کم ہوچکے تھے۔زلیخانے اسکی ٹکور بھی کی تھی جس کی وجہ سے اسکا چہرہ صبح کی نسبت کافی بارونق لگ رہا تھا۔''تم پوری طرح ٹھیک ہوجاؤ۔پھرشادی کی تیاریں بھی کرنی ہیں۔''منال نے کہاتو صفاچونکی۔

''آ۔۔!!''صفاجانتی مڑی۔

''ہاں بولو۔''انھوں نے اسکے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

''کیا آپکو پتہ ہے کہ حوریہ آپی اورابیہم کی کیوں لڑائی ہوئی ہے؟''اس نے سرمئی آنکھیں مٹکائیں تو منال بیگم کا منہ کھلا۔

''لڑائی؟''انھوں نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ہاں لڑائی۔!تبھی تو وہ خودنہیں آئی حالانکہ میں جانتی ہوں کہ وہ پاکستان آنے کے لئے کتنی بے تاب تھیں۔''صفانے کھل کر بتایا تو منال بیگم اسکا منہ دیکھ کررہ گئیں۔

''کیاتم نہیں جانتی؟''وہ صدمے کی سی کیفیت میں بولیں تو صفانے سوالیہ انداز میں انجانا دیکھا۔

''کیانہیں جانتی؟''

''حوریہ کے بارے میں؟''

''کیا مطلب؟ کیا جاننا تھا؟''صفا الجھی۔

''تم واقعی نہیں جانتی؟''

''آپ پلیز بتائیں کیا بات ہے؟''

''وہ۔۔وہ چلی گئی ہے صفا۔''انھوں نے کہاتو آنکھوں میں ٹھہرا پانی بہہ گیا۔۔صفا بے طرح چونکی۔

''کیا مطلب؟ کہاں چلی گئی ہیں؟ کیاانھوں نے طلاق؟''صفا کے الفاظ اسکے حلق میں ہی دم توڑ گئے۔

''نہیں نہیں۔''منال نے میں سرہلایا۔''وہ وہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔۔اس دنیا سے ہی چلی گئی۔''انھوں نے اپنا جملہ مکمل کیاتو صفا کے سر پہ ساتوں آسمان گھوم گئے۔

''نن۔نہیں۔یہ۔جھوٹ ہے۔یہ کیسے بھلا۔وہ کیسے؟''صفا کی آنکھیں بھر آئیں تھیں وہ ہنوز جھٹلا رہی تھی۔

''ہاں۔۔ایک کاردا ئٹ میں وہ چلی گئی میرے بچے کوادھورا چھوڑ کر۔''منال نے آنکھیں رگڑیں صفا کا صدمے سے برا حال تھا۔

''تم۔تم میرے بچے کی زندگی میں دوبارہ خوشیاں لاؤ گی ناں؟''انھوں نے اسکا چہرہ تھاما تو صفانے پھٹی پھٹی آنکھوں سے انجانا دیکھا۔وہ کیسی باتیں کررہی تھیں؟انھوں نے کتنی آسانی سے اسکوحوریہ سے ری پلیس کردیا تھا۔صفا کے لئے غیر یقینی سی غیر یقینی تھی۔

''آ۔۔آ ۔کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ صدمے سے دوچار تھی۔حوریہ کا ہنستا مسکراتا سا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔صفا کو لگا کہ وہ سانس نہیں لے پائے گی۔کیا کوئی اتنی آسانی سے جاتا ہے؟ کیا اتنی آسانی سے لوگ چلے جاتے ہیں؟ صفا کے حلق میں درد اٹھا تھا۔

سکول لان کے بینچ پر اس وقت وہ دونوں بیٹھے تھے۔قوت اپنی کوئی کتاب لئے بیٹھا تھا جبکہ مرجان کی نگاہیں ادھر ادھر کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

''کیا آ۔۔نہیں آئی؟'' مرجان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں معلوم۔'' قوت نے کندھے اچکا دیئے۔

''تمہاری دو ۔۔ ہے اور تمہیں نہیں معلوم؟''

''تمہاری بھی دو ۔۔ ہے۔'' قوت نے دن موڑ کر دیکھا۔

''نہیں تو۔۔میں نے کبھی اس سے ۔ت نہیں کی۔۔البتہ تم دونوں نے کوئی ۔ت چھوڑی نہیں جو شیئر نہ کی ہو۔'' مرجان نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔قوت گہرا مسکرایا۔

''تم ہماری دوستی سے جیلس ہو رہے ہو؟''

''جیلس؟ میں؟ سیریسلی؟'' مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔

''ہاں۔۔جیلس۔۔اور تم۔!''

''غلط فہمی ہے تمہاری۔۔'' مرجان رخ پھیرے تو دور سے آ۔۔اسی جا۔ آتی دکھائی دی۔اسکی مرجان پہ پڑی تو اس نے دور سے ہی ہاتھ ہلایا۔مرجان رخ پھیر کے آ۔۔منہ بنا گئی۔وہ چلتی ہوئی آئی اور دھپ سے اسکے پہ بیٹھی۔

''کیا پڑھ رہے ہو؟'' اس نے قوت کی کتاب دیکھی۔

''کچھ خاص نہیں۔۔تم بتاؤ کہاں تھی؟'' قوت نے کتاب بند کی۔

''مجھے کام تھا۔'' آ۔۔نے اپنے ل جھٹکے تو قوت نے اسکی پونی دیکھی جو کہ ڈھیلی تھی۔

''یقیناً اپنی دو ۔۔ کا ہوم ورک کر رہی ہو گی۔'' قوت نے افسوس سے اسکی جا۔ دیکھا۔تو آ۔۔کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔وہ ایک پل میں اداس سی ہو گئی تھی۔

''کیا ۔ ٹھیک ہے؟؟'' قوت نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں۔ ۔ ٹھیک ہے۔'' آ۔۔مسکرا دی۔

''تمہاری ۔تھ ڈے ۔ ہوتی ہے؟'' قوت نے یوں ہی پوچھا تو آ۔۔نے چو۔ کر دیکھا۔

''کیوں؟''

''تم نے ۔ کچھ بتا دیا تھا یہ نہیں بتایا۔''

''میں ۔تھ ڈے نہیں مناتی۔'' آ۔۔کی آواز کر۔ گئی تھی۔مرجان ان دونوں سے لاعلم دور بچوں کو کھیلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

'' کیوں؟ ۔تھ ڈے تو ۔ مناتے ہیں۔'' قوت کو کچھ غلط لگا تھا۔

''میں نہیں مناتی۔'' وہ سر جھکا گئی تو اسکی آنکھوں سے آ نکل کر اسکی ہتھیلیوں پہ گرے۔قوت ۔ی طرح گھبرایا۔

''آ۔۔!! کیا ہوا ہے؟ کیا ۔ ٹھیک ہے۔؟تم۔تم رو کیوں رہی ہو؟'' جبکہ آ۔ی ۔ت پہ مرجان نے جھٹکے سے دن موڑی تھی۔وہ ان دونوں کے پ بیٹھی رو رہی تھی۔مرجان نے قوت کی جا۔ دیکھا۔قوت نے کندھے اچکا دیئے۔وہ کچھ دیر ہچکیوں میں روتی رہی اور پھر آ۔کار آ پونچھے۔

''میری ماما۔۔میری ۔تھ ڈے کا گفٹ ۔ جا رہے تھے۔'' آ۔۔نے ایک ہچکی لی۔''اور ایک کار ۔ٹ میں وہ چلے گئے۔'' اسکی نیلی آنکھیں ایک ۔ر پھر سے ڈ۔بنے لگی تھیں۔قوت نے ضبط کا گھونٹ حلق کے ا۔ را۔ را۔

''آئی ایم سوری آ۔ ۔!!''

''نہیں۔تم کیوں سوری کہہ رہے ہو؟'' آ۔ نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''میری وجہ سے تم ہرٹ ہوئی ہو۔'' قوت شرمندہ تھا۔

''نہیں۔۔میں ہرٹ نہیں ہوتی۔'' آ۔ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا اور مسکرا دی۔ قوت نے وہ مسکراہٹ دیکھی تو اسکا دل ٹوٹ ا تھا۔مسکراہٹیں جھوٹی ہوا کرتی ہیں۔آج قوت نے بھی ا جھوٹی مسکراہٹ اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

''اچھا آ۔ ۔۔میرے .. کی شادی ہے میں تمہیں انوائیٹ کروں گا تو تم آؤ گی ں؟'' کچھ د بعد قوت نے موضوع. لا تو آ۔ کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''واٹ؟ .. کی شادی؟ اور تم اتنے آرام سے کہہ رہے ہو؟'' اسکو حیرت کا جھٹکا لگا تھا وہ بھی زور سے۔

''میری ماما کی ڈیتھ ہوگئی ایکچو لی اس لئے ہم ا شادی ا ا ن سے کر رہے ہیں۔'' قوت نے فوراً تفصیل بتائی تو آ۔ نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''تو کیا تم لوگوں کو اپنی مدر کے آنے پ کوئی افسوس نہیں۔'' وہ نیلی آنکھیں پھیلا کر بولی۔

''نہیں۔وہ بہت اچھی ہیں۔'' قوت نے ک سے مکھی اڑائی۔

'' . ایسی ہی ہوتی ہیں۔۔میری ی ئی۔۔وہ بھی پہلے اچھی تھیں۔'' آ۔ کی آواز سرگوشی سے ز یدہ نہ تھی۔

''کیا تمہاری ی ئی۔۔ مدر ہیں کسی کی؟''

''نہیں نہیں۔۔وہ بس ی ئی ہیں۔۔ قوت۔۔اپنی ماں جیسا کوئی نہیں ہوتا۔'' آ۔ نے کہا تو قوت کا دل ڈوب کے ابھرا۔

''سٹاپ اٹ۔!!'' مرجان اٹھ کھڑا ہوا اور سخت آواز میں بولا تو وہ دونوں ہی چو تھے۔''آئندہ پ یٹی لیڈی کے . رے میں کوئی ت مت کر. تم دونوں۔۔اپنی . تیں تم لوگوں کی کم پڑ گئی ہیں جو میری پ یٹی لیڈی کو اپنی فضول اور بے تکی. توں کا ٹ پ بناؤ گے؟'' وہ سخت لہجے میں َ جا تو آ۔ نے گھبرا کر قوت کو دیکھا۔

''مرجان۔!پلیز۔!کام ڈاؤن۔۔ہم ا . رے میں کچھ نہیں کہہ رہے۔'' قوت نے فوراً صفائی دی۔

''بہتر ہے تم لوگ کہو بھی مت۔۔اور مجھے اپنے .. کی شادی میں فضول لوگوں کو انوا ٹ کرنے کا کوئی شوق نہیں۔'' وہ کہتا پ وں پٹختا وہاں سے َ جبکہ آ۔ ابھی ۔ حیرت اور صدمے کی مورت بنی ہوئی تھی۔

''آئی ایم سوری آ۔ ۔۔ایکچو لی وہ آ سے کچھ ز یدہ ہی آبسیسڈ ہے۔'' قوت نے افسوس سے جاتے ہوئے مرجان کو دیکھا۔

'' میں نے ایسا کیا کہہ د یا تھا؟'' آ۔ کی نیلی آنکھیں بھر آ ۔

''سوری پلیز۔'' قوت بے چارہ. جانے کتنی . رمعافی ما َ چکا تھا۔

مغیث اور عینا اس وقت لفٹ میں موجود تھے۔ . اسنے لفٹ کو بیسمنٹ میں جاتے ہوئے دیکھا تو ا پل کے لئے ٹھٹکی تھی۔

''یہ۔بیسمنٹ کیوں؟'' اسکے دل کی دھڑکن. ڑھ گئی تھی۔ پھر اگلے ہی لمحے وہ َ دن ڑ ا گئی۔''عینا تو بھی فضول میں گھبرا رہی ہے۔تمہیں ہیکنگ کے لئے ہا َ کیا ہے اتنا خفیہ کام تو بیسمنٹ میں ہی ہوتا ہوگا. ں۔''اس نے اپنے کندھے پ آنے والی َ دجھاڑی تھی۔وہ خود ہی خود. جانے کیا کچھ سوچ چکی تھی۔ . آ لفٹ ڈور اوپن ہوا تو وہ سوچوں کے بھنور سے نکلی۔مغیث تیز تیز قدم اٹھا . ہر نکلا تو عینا بھی پ جوش سی پیچھے پ ۔وہ لوگ ا کمرے کے . ہر کھڑے تھے جس کا ا . ڑ اسا ڈور تھا۔مغیث نے پ سورڈ اینٹر کیا تو وہ دروازہ کھلتا َ ۔

''ہائے۔کتنا مزہ آئے گا۔ڑ ے۔ڑ ے پی سی۔اور آئی ۔ ڑ اپس۔واؤ۔''عینا کی خوشی کی انتہا نہ تھی دروازہ کھلا تو وہ ا خالی ہال تھا۔جس میں کوئی چیز نہ تھی۔کمپیوٹ سسٹمز تو دور ا کرسی نہ تھی۔مغیث نے قدم. ڑھائے تو وہ بھی چلتی گئی َ آ کار وہ لوگ اس کمرے کے عین وسط میں جا کھڑے ہوئے اور پھر مغیث نے قدم. ڑھائے اور مقابل دیوار کے پ س جا کر دیوار میں نصب ا چھوٹے سے سکیورٹی سسٹم میں پ سورڈ اینٹر کیا۔

''واہ۔کیاسکیورٹی ہے۔''عینا پلکیں۔ نہیں جھپک رہی تھی وہ انتظار میں تھی کہ ۔ وہ دروازہ کھلے اور ۔ وہ اس عظیم الشان سسٹم کو دیکھ سکے۔۔ پ سورڈ قبول ہوا تو اس دیوار کی ا۔ تہہ سی ٹ گئی۔۔وہ اسکے پیچھے شیشے کی دیوار تھی۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔وہ کمرہ بھی قریباً خالی تھا۔ پھر عینا نے کچھ ایسا دیکھا جس نے اس کی سانس بھی بند کر دی تھی۔مغیث مسکراہٹ د۔ئے اسکی جا۔ پلٹا اور آ کر اسکے عین سامنے کھڑا ہوا۔عینا پلکیں۔ نہیں جھپک رہی تھی۔

''یہ۔یہ۔ ۔ ؟''اسکے ۔ پ پ ئے۔

''یہاں کی سکیورٹی کا خیال رکھنا ہے تم نے۔۔اَ کوئی ان کیمراز کو ہیک ۔انوٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو تم ذمہ دار ہوگی۔''وہ اسکو ہدایت دے رہا تھا جبکہ عینا کی آنکھوں کی پ۔یں سا ۔ ہوگئیں تھیں۔وہ ا۔ ایکسپیر روم تھا۔جہاں ا نوں اور جانوروں کو کسی کیمیکل میں ڈبو کر جارز میں رکھا ۔ تھا۔وہ ۔ٹے ۔ٹے جارز جن میں کوئی مائع تھا اور ان میں کچھ ا نوں اور جانوروں کو رکھا ۔ تھا۔

''یہ۔یہ۔لوگ۔''

''مر چکے ہیں۔۔ان کا کام مکمل ہو ۔ ہے شام۔ صفائی ہو جائے گی۔۔اور نئے لوگ لائے جا گے۔''مغیث نے سفاکیت کی حدوں کو چھوتے ہوئے اسکے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا تھا۔

'' یہ۔ ۔ ؟''

''تجربے کئے جاتے ہیں ان پ۔۔دوا بنائی جاتی ہیں۔''

''۔۔ ۔۔ ۔تجربے؟دوا ؟''

''ہاں۔۔وائرسز اور اینٹی وائرسز۔''مغیث نے کندھے اچکا دیئے۔۔عینا شل سی سامنے ان جارز میں ان ا نوں کے بے جان جسموں کو دیکھ رہی تھی۔

''ویل۔بیسٹ آف لک۔''مغیث ا۔ مسکراہٹ اچھالتا وہاں سے ۔۔

ا۔ اہیم لاؤنج میں داخل ہوا تو منال وہیں بیٹھیں تھیں۔

السلام علیکم ماما۔''وہ ا پ س آ کر بیٹھا۔

''وعلیکم السلام۔''انھوں نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''ماما۔۔!صفا کہاں ہے؟اس نے کچھ کھا۔؟دوا کا وقت ہو ۔ ہے اسکی۔''اس نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے سارے سوال ا۔ ہی سانس میں پوچھے تو منال بیگم مسکرا دیں۔

''وہ اپنے کمرے میں ہے۔میں نے کہا ہے آرام کر لو۔ٹھیک ہو جاؤ گی تو شادی کی تیار۔یں کرنی ہیں۔''

''واٹ؟شادی کی تیار۔یں؟''ا۔ اہیم کو جھٹکا لگا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔۔صبح ہی تو ۔ت ہوئی تھی۔''

''ماما۔وہ بچوں کو بہلانے کے لئے تھی۔۔آپ کو لگتا ہے میں دولہا بنوں گا؟کوئی تیاری نہیں ہوگی۔۔میں بس بچوں کے سامنے ا۔ ر پھر سے نکاح کر لوں گا۔۔اور صفا کو اپنے کمرے میں شفٹ کروں گا دیٹس اٹ۔''

'' ۔۔میں نے سوچا تھا شادی۔۔''

''ماما۔!!''ا۔ اہیم نے کرب سے ا جا۔ دیکھا۔''میری بیوی مر گئی ہے۔۔وہ جو لڑکی ا۔ رہے میں اسکو تحفظ دے رہا ہوں کیو وہ میری ذمہ داری ہے۔۔اور آپ یہاں کون سے ارمان سجائے بیٹھی ہیں۔''وہ ٹ پ کر بولا تو منال بیگم سر جھکا گئیں۔

''کیا تم نے صفا کو نہیں بتا۔تھا؟''انھوں نے کچھ د۔بعد پوچھا تو ا۔ اہیم نے میں سر ہلا د۔۔

''اسی لئے۔ میں نے بتایا تو وہ اس قدر شاک ہوئی۔''

''کیا؟ آپ نے اسکو بتادیا۔؟ ماما کیا کرتی ہیں آپ؟ ڈاکٹرز نے کوئی سٹریس دینے سے کیا تھا اسکو۔''

'' اسکو یہ معلوم تو ہونا تھا۔''

''ہاں۔'' وہ خاموش ہوگیا۔''وہ حوریہ سے ملی ہے۔۔ان کی اچھی بحث تھی۔۔اسکو دکھ ہوا ہوگا۔'' ابراہیم نے بے اختیار سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔

''تو پھر۔۔کیا کرتی میں؟ کیا نہ بتاتی؟ کیا چھپانا حل ہے؟ پہلے تم نے حوریہ سے اپنی شادی چھپائی۔۔اور صفا سے حوریہ کی موت چھپا رہے ہو اور تو اور تم بچوں کو بھی سچائی نہیں بتا رہے۔'' افسوس ہوا تھا۔

''ماما۔! میں نے حوریہ سے اس نکاح کو چھپایا کیونکہ میں نے خود اسکو کبھی قبول نہیں کیا تھا۔۔صفا میرے پلینز میں کہیں نہیں تھی۔''

''ہاں اب تو ہے نا۔۔اب تم اس کے ساتھ کوئی زیادتی مت کرو۔۔اسکو اسکے حصے کی خوشیاں دو۔''

ابراہیم نے تکان سے ٹیک لگادی۔

''ماما۔!!'' وہ بولا تو اسکی آواز خالی سی تھی۔منال کا دل ڈوب کے ابھرا۔''ماما۔! یہ زندگی میرے ساتھ بہت سختی سے پیش آئی ہے۔'' اسکی آواز میں نمی تھی۔منال بیگم کی آنکھیں بھر آئیں۔''میری ٹیچر گئی تو مجھے اسکا غم پارسل کرنے کا وقت نہیں دیا گیا کیونکہ مجھے انتقام لینا تھا۔'' وہ ایک پل کے لئے رکا۔''اس انتقام کو پورا کیا اور صفا کو واپس بھیجنا چاہا اس لڑکی نے میرے دل کو توڑ دیا۔۔میں اسکے سامنے ٹھٹک گیا۔اور پھر۔'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور منال کے ہاتھ پکڑے۔''اور پھر حوریہ بھی چلی گئی۔اسکے ساتھ میرا بہت کچھ گیا۔۔میری زندگی کا مقصد گیا۔ماما۔! میری زندگی بکھر گئی۔جن کے لئے میں جی رہا تھا وہ میرا انتظار کرتے رہ گئے اور جن کے ساتھ جی رہا تھا وہ آج موت کے منہ میں ہیں۔۔میرا کچھ بکھرا ماما۔۔حوریہ نے میرا نقصان کردیا۔'' اسکی آواز بھرا گئی تو منال بیگم نے اچنبھے سے دیکھا۔اس نے پہلے تو ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔''ہاں۔۔ماما۔!!'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''حوریہ نے میرا نقصان کیا ہے میرا۔میرے لوگ جو مجھ پہ بھروسہ کرتے تھے وہ آج جانے کس حال میں ہیں۔۔میں انکا مجرم بن کر رہ گیا ہوں۔۔'' کہتے کہتے وہ رکا۔

''مجھے پھر بھی اس سے محبت ہے۔شکوہ اس لئے کہ اس پہ میرا خون حلال تھا جن کا خون بہا ہے بہہ رہا ہے ان کا نہیں۔'' وہ تکان زدہ سا بولا۔

''ابراہیم۔!! تم کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟ کیسا نقصان؟ کون سے لوگ۔کون سا خون؟'' انکا دل بند ہونے کو تھا۔ابراہیم نے اجنبی دیکھا تو وہ پریشان تھیں۔

''کچھ نہیں۔۔آپ فکر نہ کریں۔۔نکاح خواں شام کو آئے گا۔۔کچھ دوست ہوں گے۔۔تو کھانا بنوالیں۔'' کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''اور بچوں کو سچائی کا بعد میں علم ہوا تو؟'' انھوں نے پکارا تو وہ زینے پلٹتا ہوا رکا۔

''تو بات کی دیکھیں گے۔'' وہ سر دست بات لئے اوپر چڑھ گیا۔وہ اپنے پورشن میں آیا۔اس نے اپنے کمرے کی ڈور نب پہ ہاتھ رکھا۔ پھر وہیں سے پلٹا۔اور مقابل سمت میں موجود صفا کے کمرے کے دروازے پہ دستک دی۔

صفا نے دروازہ خود کھولا تھا۔۔ابراہیم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سرخ آنکھیں لیے کھڑی تھی۔ابراہیم نے ایک پل کے لئے اس کے چہرے کو دیکھا صفا نے راستہ چھوڑ دیا اور جا کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔وہ کچھ ثانیے وہیں کھڑا رہا اور پھر چلتا ہوا آ کر اسکے برابر بیٹھا۔۔وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم دھنسائے سر جھکائے بیٹھا تھا۔صفا کچھ دیر خاموش سی بیٹھی تھی۔

''میرے پاس ایک بلی ہوا کرتی تھی۔'' صفا بولی ابراہیم نے سر نہیں اٹھایا۔''وہ پالتو نہیں تھی۔بس شام کو کبھی کبھی آجایا کرتی تو میں اسکو دودھ ڈال دیا کرتی تھی۔ کھانے کو کوئی چیز۔وہ کچھ دنوں میں مجھ سے مانوس ہوگئی۔ ایک دن شام کو میں لان میں بیٹھی تھی تو وہ بلی میرے پاس آئی اور خاموشی سے میری گود میں بیٹھ گئی۔وہ کتنی ہی دیر بیٹھی رہی۔میں نے اسکو دودھ ڈالا۔گوشت ڈالا اس نے کچھ نہ کھایا۔میں بہت پریشان ہوئی کہ شاید وہ بیمار ہے۔'' صفا سانس روکر کی۔ابراہیم ہنوز سر جھکائے بیٹھا تھا۔'' پھر اسکا روز کا معمول بن گیا۔وہ بس آتی اور میری گود میں بیٹھ جایا کرتی۔کچھ دنوں بعد مجھے پتہ لگا کہ اسکا بچہ ہر روڈ پہ کسی نے گاڑی کے نیچے کچل دیا ہے۔'' صفا نے ایک

ٹھنڈی سانس خارج کی۔ا. اہیم نے کرب سے دن موڑ کر دیکھا۔

''پھر مجھے ا. ازہ ہوا کہ وہ بس اپنا غم. ٹ آ کرتی تھی۔اسکے ساتھ میری بس چند دن کی قات تھی وہ ا ے ز. ن جانور تھی اس کے دل میں میرے لئے اتنی جگہ تھی کہ وہ مجھ سے اپنا غم. ٹ چلی آئی۔'' صفا پھیکا سا مسکرائی تو ا. اہیم دو. رہ سر جھکا ے۔''کچھ رشتے، کچھ تعلق بہت عارضی ہوا کرتے ہیں ا ے ماہٹ ا. ی ہوا کرتی ہے۔اس بلی نے مجھ سے اپنا غم. ٹ کر میرے دل میں ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ بنالی۔'' وہ خاموش ہوگئی۔

کمرے میں سناٹ تھا۔خاموشی کا ا لمبا وقفہ ٹ را تھا۔

'' ا. اہیم۔۔!!!'' کچھ د بعد اس نے دن موڑ کر اپنے جا. بیٹھے شخص کا چہرہ دیکھا۔وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔وہ ساری د سے لڑ کر آنے والا شخص خود سے آدھی عمر کی لڑکی کی. توں کے سامنے ز ہو جا یا کرتا تھا۔وہ جو موت سے بھی خوف نہیں کھا تا تھا۔وہ جو کہتا تھا کہ ز. گی کی . سے ب. ڑی حقیقت ہی موت ہے وہ صفا ا. اہیم کے الفاظ سے ڈر جا یا کرتا تھا۔وہ جو محلوں کو خاک کرتا آ یا تھا وہ اس لڑکی کے سامنے خاک ہو جا یا کرتا تھا۔

''آپ نے مجھے اتنا پ ا اتنا غیر کر دیا؟ کیا ہمارے ت کبھی کچھ نہیں تھا؟ وہ دوستی وہ بچپن کا ساتھ؟ وہ ہم تینوں کا سنگم؟ کوئی چیز کچھ بھی معنی نہیں ر تی تھی؟ میں آپکی ز. گی میں تو غلطی سے شام ہوئی تھی اس سے پہلے۔۔ہم تو بہت پہلے سے ا دوسرے کو جا تے تھے۔حتیٰ کہ میں نے بولنا آپکے سامنے شروع کیا تھا۔ہمارا رشتہ بھلے ا کھردرا اور خستہ حال شجر سہی ہماری دوستی۔۔کیا اسکی شاخوں میں اتنی بھی ت ز گی نہ تھی کہ آپ میرے سامنے اپنا غم. ٹ ت؟''

ا. اہیم بس خاموش بیٹھا رہا سر جھکائے۔

''ادھر دیکھیں۔!!'' صفا کی آواز لرزی تھی ا. اہیم نے دن نہیں موڑی۔''وہ عورت مجھے بھی عز. تھی پتہ ہے کیوں؟'' اب کی ب. را. اہیم نے دن موڑی تھی۔صفا پھیکا سا مسکرائی۔''کیو وہ آپکی بیوی تھی۔۔مجھے آپ سے وابستہ ہر شے سے ہر رشتے سے محبت ہے۔'' صفا کی پلکیں اب ی لگی تھیں۔ا. اہیم کو اپنا آپ غرق ہو ہوا محسوس ہو رہا تھا۔وہ آج پھر سے اپنے الفاظ سے اسکو غرق کر رہی تھی۔وہ رخ پھیر ے۔

''ا. اہیم گورسی۔!! مجھے آپکا ساتھ چاہیے ہی نہیں تھا۔'' اسکے الفاظ پ ا. اہیم شل ہوا تھا۔

''مجھے بس آپ سے محبت تھی۔۔ا ایسی محبت جو کبھی بھی اس دل سے کھرچ کر نکال نہیں سکتی تھی یہ بے لوث تھی بنا کسی ب. لے کی امید کئے۔میں نے صرف محبت کی ہے۔اور آپ نے۔آپ نے صرف مجھے ٹھکرا یا ہے۔'' ا. اہیم نے جھٹکے سے دن موڑی تو وہ سرمئی آنکھیں ڈ. ٹ. رہی تھیں۔

''صفا۔!!'' اس نے غیر یقینی سے اسکو پکارا تھا۔

''مجھے آپ سے کبھی کوئی شکوہ نہیں رہا۔ آپ نے اتنا ٹ انقصان مجھ سے نہ. ٹ کر میرا دل ر ہ ر ہ کر د یا ہے۔'' صفا نے ا ہچکی لی تو ا. اہیم نے بے چینی سے اسکی جا. اپنا رخ موڑا۔

''نہیں۔!!'' ا. اہیم نے بھرائی آواز میں کہا تو صفا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر دیکھا۔''یہ اس لئے نہیں ہے کہ تمہاری میری میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ۔یہ اس لئے تھا کیو میں کمزور نہیں پ سکتا تھا صفا۔!!'' اسکی آواز بھرا گئی۔صفا نے کرب سے اسکی جا. دیکھا۔

'' آپ حوریہ کے سامنے کمزور پ جا یا کرتے تھے۔'' صفا پھیکا سا مسکرائی اسکو د تھا۔ اس نے حوریہ کے گلے لگ کر سجل کا غم. تھا۔

''کیو وہ آپکی محبت تھی ں۔!!'' ا. اہیم نے سر جھکا لیا۔''ا ن ا سامنے تو کمزور پ جاتے ہیں جن سے وہ محبت کرتے ہیں۔ ا سامنے وہ سفاک بن جاتے ہیں جو ان سے محبت کرتے ہوں۔'' صفا کے چہرے پ ا ر ز سا آ کر ٹ را۔وہ بھی تو یہی کر رہی تھی۔

''صفا۔پلیز۔!! مجھے مز. د رگور مت کرو۔'' اسکی ٹ ٹ سی آواز آئی تو صفا نے ٹ پ کر دیکھا۔

''ا. اہیم۔!!'' اس نے غیر یقینی سے پکارا۔''د رگور؟ میں آپکو د رگور کر رہی ہوں؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

ا. اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔''ہاں۔تمہارے الفاظ۔یہ۔یہ مجھے مار دیتے ہیں۔کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم کتنی سفاک ہو؟'' اسکی آواز میں نمی تھی۔صفا نے آ وں سے ت چہرہ میں ہلا یا۔

''میں آپکو تکلیف دینے سے پہلے مر جاؤں۔''

ا. ابیم نے اچنبھے سے دیکھا تھا۔ وہ لڑکی پور پور اسکی محبت میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہ اسکے ساتھ اب ۱۰ فی کر آیا تھا۔

''تم مجھے مار دوگی صفا۔!!!'' وہ پھر سے بولا تو صفا نے ا. ابیم کا ہاتھ تھاما۔

''اس سے پہلے میں خاک ہو جاؤں گی۔'' صفا نے اسکے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیا تو ا. ابیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ اسکے ہاتھ کی پشت پہ نمی تھی صفا کے آ وں کی نمی۔

''کیوں کرتی ہو اتنی محبت؟'' وہ. لآ پوچھ بیٹھا۔ تو صفا نے مسکرا کر کندھے اچکا دیئے۔ ''تم جا ہو کہ یہ محبت مجھ پہ قرض ہے جس کو میں قیامت نہیں چکا پاؤں گا۔'' اس نے بے بسی سے صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

صفا ذرا سا اٹھی اور اسکے گلے میں. نہیں حمائل کر گئی۔ ا. ابیم ششدر رہ گیا۔ وہ محبتوں کا عادی تھا صفا کی محبت اسکے لئے روگ تھی۔

''اور صفا ا. ابیم ۔۔ا. ابیم گورسی کو ہر قرض سے آزاد کرتی ہے۔''

الفاظ ت ہوا کرتے ہیں۔!

ا. ابیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اسکے د. زو حائل کر کے اسکو مزید قریب کیا۔ وہ اسکے کندھے پہ اپنی تھوڑی ٹکا گیا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ بس ان کی سا ں کی آواز گونج رہی تھی۔ اور پھر۔ بھاری مردانہ سسکیوں کی آواز نے کمرے کے سکوت کو توڑ دیا۔

''صفا۔!! وہ۔ وہ میری بیوی تھی۔ میری پہلی محبت۔!!''

صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔ ''میں ساری زندگی کسی سے ویسے محبت نہیں کر پاؤں گا جیسے اس سے کی ہے۔'' وہ بولا تو صفا کے میں ا. زہر آلود خنجر پیوست ہوا وہ ضبط کر گئی۔ ''وہ میرا سکون تھی صفا۔۔ وہ میری روح کی پناہ تھی۔۔ میں اسکے بناء در. رہو یا صفا۔!!'' وہ آج اپنا غم ہلکا کر رہا تھا۔ صفا نے خود اسکو اس چیز پہ مجبور کیا تھا کہ وہ اسکے کندھے پہ اپنا غم بہا دے اب۔ اب اسکے لئے ا. ابیم کے الفاظ سہنا محال ہو رہا تھا۔ یہ راستہ صفا نے چنا تھا۔ یہ آزمائش اسکی تھی۔ سو وہ خاموش رہی۔

''کیا تم مجھے اس. ت پہ معاف کر دوگی؟'' اسکی بھاری آواز گو تو صفا کے خون کی گردش رک گئی۔ اسکا دل کسی بھی لمحے بند ہونے کو تھا۔۔ ''بولو صفا۔!! کیا تم مجھے اس چیز کے لئے معاف کر سکتی ہو؟'' صفا پہ سکتہ طاری ہو چکا تھا۔ ''نہیں. ں؟ اسی لئے میں تم سے دوری اختیار کر رہا تھا۔ اسی لئے چاہتا تھا کہ تم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو۔ ا ادھورا اور. مکمل شخص تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ اور اب۔. کہ اسکی روح دو حصوں میں. ٹ چکی ہے وہ تمہیں کیا ہی دے گا صفا؟''

حلق میں کا چبھے تھے صفا نے ضبط کا ا گھونٹ حلق سے ا. را۔

صفا نے اپنے آ پونچھے اور. می سے الگ ہوئی۔ اس نے ا. ابیم کے چہرے کو چھوا اور اسکے آ صاف کئے۔ وہ خالی خالی وں سے اسکو دیکھے گیا۔

''میری محبت اتنی ہے کہ یہ ہم دونوں کے لئے کافی ہو جائے گی۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تو ا. ابیم کے سر پہ ساتوں آسمان گھوم گئے۔ یہ بہت. ڑا قرض تھا۔ صفا ا. ابیم اسکے گلے کا پھندا تھی۔

''آپ اپنی ادھوری روح کا حصہ لے آ ۔ میری روح اسکو مکمل کر دے گی۔'' صفا نے مسکرا کر ا. ابیم کا ہکا بکا سا چہرہ دیکھا۔ ''آپ در. رہو گئے ہیں تو میرے دل میں اتنی جگہ ہے کہ آپ اس میں بناء کسی کرائے کے قیامت رہ تے ہیں۔'' وہ یٹ سا صفا کا بھیگا چہرہ دیکھے گیا۔

''کبھی شکا۔ تو نہیں کرو گی؟'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

''کبھی نہیں۔'' صفا نے فوراً میں سر ہلا دیا۔

''سوچ لو۔۔ اَ اب بھی تم واپس جا. چاہتی۔۔''

صفا نے اسکے لبوں پہ ہاتھ جما دیا۔ اسکو. ت مکمل ہی نہ کرنے دی۔ ''صفا ا. ابیم واپسی کی کشتیاں جلا چکی ہے۔'' ا. ابیم اسکی. ت پہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ اور اسکا ہاتھ اپنے ہو ں سے ہٹا دیا۔

''اور اگر کبھی کی شکایت تو؟''اس نے ابرو اچکا کر رضامندی چاہی۔

''وہ تو بیویاں کرتی ہی ہیں۔''صفا نے نگاہیں پھیر لیں۔

''تم اتنی چھوٹی سی ہو۔کیسے بیوی بنالوں تمہیں؟''ابرہیم نے کندھے اچکائے تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میں۔میں اٹھارہ کی ہوں۔اور۔قد میں بھی بڑی ہوں۔۔آپ ساتھ کھڑے ہوتے ہیں تو بس ایک دو انچ کا ہی فرق رہ جاتا ہے۔''صفا نے فوراً احتجاج کیا۔ابرہیم نے ابرو اچکائے۔

''ایک دو انچ یا دو فٹ؟''صفا نے آنکھیں بھینچ لیے۔

''اچھا۔ٹھیک ہے۔۔ ۔۔یہ کوئی وجہ نہیں ہے۔''اب کی بار وہ روہانسی ہوئی۔

''اوکے۔فائن۔!! تم کبھی کسی بات پہ شکوہ نہیں کروگی۔''اس نے ابرو پھر سے تنی چاہی۔

''کیوں ابرہیم گورسی کو اپنے اوپر یقین نہیں ہے کیا۔''وہ کہتی پیچھے ہٹی۔وہ لڑکی واقعی اسکو لاجواب کر دیا کرتی تھی۔

''اوف کروں گا احسان نہیں۔''اس نے بھی کن انکھیوں سے صفا کی جانب دیکھا۔

''اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''صفا نے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ کر کہا۔اسکی آواز ابرہیم کو پھر سے سنائی دینے لگی تھی۔

''میں نے کہا ناں۔تم مجھے مار ڈالوگی۔''اس نے تاسف سے صفا کا چہرہ دیکھا جو کہ لمحے کے ہزارویں حصے میں مرجھایا تھا۔صفا نے جھکا ہوا سر نفی میں ہلایا۔اسکے حلق میں ابرہیم کو پھر سے آنسوؤں کا گولہ اٹکتے لگا تھا۔ابرہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکا بازو پکڑ کر اسکو کھینچا۔وہ اسکی آغوش میں سما گئی۔

''آئی ایم سوری۔!!''وہ اسکے بالوں کو چھو کر بولا تو صفا نے ایک ہچکی لی۔''اب اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے تو دل بھی بڑا رکھو۔جیسا ہوں ویسا قبول بھی کرو۔''وہ اسکے بال سہلاتا ہوا بولا تو صفا نے اسکے کالر کر مٹھی میں پکڑا۔

''بس ایک وعدہ چاہیے۔''وہ بھیگی سی آواز میں بولی۔

''بولو۔۔ بس ایک۔''اس نے کہا تو صفا نے مایوسی سے اسکا چہرہ دیکھا ابرہیم کے تاثرات اٹل تھے۔

''آپ۔۔کبھی میرا دل نہیں توڑیں گے۔''اس نے پلکیں جھپکیں تو ابرہیم نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔وہ اس ایک وعدے میں سارے وعدے لپیٹ کر لے گئی تھی۔

''بہت چالاک ہو تم لڑکی۔''اس نے افسوس سے میں سر جھٹکا۔''اس ایک عہد سے تم مجھے تمام ان کہے وعدوں میں باندھ رہی ہو۔''

''چالاک نہیں ہوں۔''صفا منمنائی۔

''اوکے۔!!بس یہ ایک وعدہ نبھاؤں گا۔اسکے علاوہ کوئی نہیں۔''کہتے اس نے ایک بار پھر سے صفا کے سنہری بالوں کو چھوا تھا۔

''بس یہی کافی ہے۔''

سکول سے چھٹی ہو چکی تھی۔قوت گیٹ کے پاس ہی کھڑا اپنی گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔جبکہ مرجان ابھی آ رہا تھا کہ اسکے پاس سے آذری۔مرجان نے ٹھٹک کر دیکھا وہ سر جھکائے تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی جانب جا رہی تھی۔مرجان نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور خود بھی گیٹ پار آذری۔نے گاڑی کا دروزہ کھولا تو میرال وہاں پہلے ہی بیٹھی تھی۔

''سوری میرال مجھے دیر ہو گئی۔''وہ گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

''ضرورت نہیں آج تم یہیں رہو گی۔''میرال نے ٹانگ پہ ٹانگ کھسک کر آگے ہوئی۔

''نہیں میرال۔!!''آذری کا حلق خشک ہوا میرال نے گاڑی کا دروزہ بند کر دیا۔تو وہاں ایک چیخ گونجی تھی۔ادھر کھڑے قوت اور مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔

اگلے ہی لمحے مرجان اپنا بیگ کراس جا. بھاگا تھا۔قوت ابھی۔ سمجھ نہیں پا تھا کہ آ. ہوا کیا ہے۔

''واٹ دا ہیل۔!!!''مرجان نے جا کر ڈرائیو. ٹ پ بیٹھے ڈرائیور کی جا. کے شیشے پ مکا. سا تھا۔اس نے ہڑ. ا کر شیشہ نیچے کیا۔''اسکا ہاتھ گاڑی میں آ. ہے یو اڈ. ٹ۔!!!''وہ پوری قوت سے تھا۔وہاں اور بھی لوگ اکٹھے ہو گئے تو میرال نے ہڑ. ا کر دروازہ کھولا۔آ. ۔ ی طرح رو رہی تھی۔''آ. ۔!!یو او کے؟''

مرجان نے فوراً آگے. ھ کر اسکا ہاتھ تھاما جو کہ نیلا ہو چکا تھا۔آ. ۔ کا چہرہ آ وں سے تھا وہ روئے جا رہی تھی۔مرجان کی سیاہ آنکھوں میں سرخی ا. ی تو وہ مز. ہولناک ہو گئیں تھیں۔اس نے پلٹ کر گاڑی کے ا. ر بیٹھی میرال کو گھورا تھا۔اسکی سرخی مائل سیاہ آنکھوں میں دیکھ کر میرال کا حلق خشک ہوا تھا۔

''یہ کیا ہو. ؟''۔قوت بھی وہاں پہنچا تھا۔اس نے مرجان کے ہاتھوں سے آ. ۔ کا ہاتھ پکڑا۔آ. ۔ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔وہاں اب گارڈز اور کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔

''تماشا کیا دیکھ رہے ہو؟ کال دا لینس ڈیم اٹ۔!!''مرجان گارڈ پ ۔تو اس نے ہڑ. ی میں کسی کو کال کی۔

مرجان نے پلٹ کر آ. ۔ سے کچھ کہنا چاہا جس کا ہاتھ اب ۔قوت کے ہاتھ میں تھا۔اور ۔قوت اسکے ہاتھ پ پھونکیں مار رہا تھا۔اور وہ بلک رہی تھی۔وہ خاموش ہو. ۔ کچھ ہی د. میں سکول انتظامہ کی میڈ ٹیم وہاں پہنچ گئی تھی اور وہ لوگ آ. ۔ کو ساتھ لے گئے۔میرال گاڑی میں سہمی سی بیٹھی تھی۔ ۔قوت بھی آ. ۔ کے ساتھ . ۔

مرجان پلٹ کر گاڑی کے شیشے کے پ س آ. ۔ڈرائیور بھی آ. ۔ کے ساتھ ا. رجا چکا تھا میرال ابھی۔ گاڑی میں ہی تھی۔مرجان نے اسکو گاڑی کا شیشہ نیچے کرنے کا اشارہ کیا۔میرال نے خشک ہو ں پ ز. ن پھیری۔جبکہ وہ سیاہ آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑے اسکو شیشہ نیچے کرنے کو کہہ رہا تھا۔ میرال نے پ. تے ہاتھوں سے شیشہ نیچے کیا۔

مرجان ا. قدم آگے. ھا اور گاڑی پ ہاتھ رکھا۔وہ اب میرال کی آنکھوں میں اپنی سیاہ اور ر. آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔۔

''بی ریڈی۔!!''اس نے کہا تو میرال نے الجھ کر دیکھا۔ وہ بس اتنا کہہ کر وہاں سے . تھا۔

عینا اس وقت ایکسپیر روم کے کنٹرول روم میں تھی۔وہ بس ا. کمپیوٹ سکرین کے سامنے شل حواس لئے بیٹھی تھی۔

''کیسے سفاک لوگ ہیں۔؟ا نوں کو تجربہ گاہ بنا رکھا ہے۔ان پ تجربے کرتے ہیں۔''عینا کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔''یا اللہ! یہ کہاں پھنس گئی ہوں میں؟''عینا نے آسمان کی جا. دیکھا۔''اب تو جو مرضی ہو جائے میں اس حسن کو بے ب کر کے رہوں گی۔سمجھتا کیا ہے یہ خود کو۔''عینا نے مصمم ارادہ. ھا۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ سامنے . پ. ز و پیٹ کھڑا تھا۔عینا نے ت سف سے اسکو دیکھا۔اس وقت وہ بس ا. سیاہ ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ہی تھا۔عینا نے رخ پھیر لیا تو وہ گہرا مسکرا. ۔وہ اس وقت ا. کمپیوٹ ڈ پ ہی بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا۔؟ آفس پسند نہیں آ. ؟''وہ وہیں کھڑا رہا۔عینا نے ٹ ھ کر دیکھا۔''کہو تو ایکسپیر روم میں ڈیوٹی لگا دیتا ہوں۔''

''تم اتنے سفاک کیسے ہو ت ہو؟''عینا. لآ. پھٹ پڑی۔

''سفاک؟اب کیا کر د. میں نے؟''اس نے مصنوعی معصومیت سجائے پوچھا تو عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''تم۔ا ن بھی ہو؟ کیا تمہارے . میں دل. می کوئی چیز ہے۔؟''عینا اپنی جگہ پ ہی بیٹھی رہی وہ چلتا ہوا آ. اور اسکے سامنے کھڑا ہوا۔

''تم کچھ ز. دہ فری نہیں ہونے لگی؟''حسن نے ا. ا. واچ کا کراسکو. ور کروا. تو عینا تلملا اٹھی۔''پہلے آپ کہتی تھی اب تم پ آ گئی ہو۔اور تو اور ز. ن بھی بہت چلنے لگی ہے۔''

''پہلے میں تمہاری قرض دار تھی۔۔جو کہ میں نے ادا کر د. ہے۔۔اب تم نے مجھے بس بلاوجہ . غمال بنا رکھا ہے اور قید کرنے والے کی عزت نہیں کی جاتی۔''

حسن نے ا. واچ کائے تھے وہ یقیناً محظوظ ہوا تھا۔

''ہمم۔۔چلو تمہیں کچھ دکھا. ت ہوں۔''وہ عینا کو کچھ سمجھنے کا موقع دیئے بناء اسکے عقب میں آ. اور اسکی کرسی سیدھی کی۔اب وہ کمپیوٹ پ کچھ ٹ. پ کر رہا تھا۔پھر دیکھتے ہی

دیکھتے ایا اپتال کا منظر ظاہر ہوا۔جیسے جیسے منظر چلتا گیا عینا کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔اپتال کی ایمرجنسی مریضوں سے بھری پڑی تھی اوران کے جسم گل چکے تھے۔ ان جسموں پر زخموں کے نشان تھے۔ڈاکٹرز نے ایک مخصوص لباس پہن رکھا تھا۔وہ ایک بچانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے اس کمرے میں اگلے پانچ منٹ میں تین مریض مر گئے تھے۔ڈاکٹر نے ایک مریض کے منہ پر سفید کپڑا دیا تو عینا نے منہ پر ہاتھ رکھا لیا۔اس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔

''دیکھو۔۔یہ لوگ یونہی مرتے رہیں گے اگر ہم نے دوا وقت پر مارکیٹ میں نہ بھیجی۔''وہ اسکے کان میں سرگوشی کر رہا تھا۔عینا منہ پر ہاتھ جمائے دھندلی آنکھوں سے سکرین کو دیکھ رہی تھی۔

''۔۔۔تو بھیج دو ں دوا۔''عینا نے ایک ہچکی لی۔

''ہم۔۔بھیجیں گے ڈیمانڈ بڑھنے پر۔''کہتا ہوا وہ پیچھے ہٹا۔۔عینا نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''کیوں کر رہے ہو یہ سب؟''عینا اب کی بار اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کاروبار ہے۔۔مارکیٹ کے حساب کتاب ہیں۔۔ڈیمانڈ زیادہ ہو اور سپلائی کم ہو۔۔تو پیسہ زیادہ کمایا جاتا ہے۔''

''تمہیں ابھی بھی پیسے کی ہوس ہے؟''عینا کی آنکھیں ضبط کے مارے لال ہو رہی تھیں۔

''نہیں۔!!پیسہ نہیں پاور۔''اس نے انگلی کھڑی کر کے اسکی تصحیح کی۔

''معصوموں کو مار کر پاور حاصل کرو گے؟ایسی پاور سے تو بندہ مفلوج ہی بہتر ہے۔''

''یہی تو سوچ ہے تم لوگوں کی۔۔جو تمہیں آگے نہیں بڑھنے دیتی۔''حسن نے اسکا مذاق اڑایا۔

''ہمیں آگے بڑھنا ہی نہیں ہے۔۔اگر آگے بڑھنے کے لئے کسی کی لاشوں پر سے گزرنا پڑے تو ہم پیچھے ہی ٹھیک ہیں۔''

''دیکھو۔!!آج تمہارے پاس میرے ابا جیسا طاقت ہوتی تو تم یہاں کھڑی نہ ہوتی۔''اس نے ایک پل میں حقیقت عینا کے منہ پر دے ماری۔

''میں یہاں سے نکل ہی جاؤں گی تم سوچ لو کہ تمہارا کیا انجام ہونے والا ہے۔''عینا نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا تو حسن کا قہقہہ گونج اٹھا۔عینا مزید تپ گئی اور پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔حسن نے سر جھٹکا اور پیچھے آگیا۔وہ چلتی ہوئی اس ہال میں پہنچی جہاں سے ایکسپریمنٹ روم کے اندر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔اس ہال کے اور ایکسپریمنٹ روم کے درمیان ایک شیشے کی دیوار تھی۔

وہ ٹھٹکی۔وہاں اب وہ جارز موجود نہیں تھے جن میں وہ انسان موجود تھے بلکہ اب وہاں مختلف بیڈز لگے ہوئے تھے کسی اپتال کی طرح۔وہ وہیں کھڑی تھی کہ ایکسپریمنٹ کا دروازہ کھلا وہاں کچھ لوگ وردیوں میں ملبوس داخل ہوئے انکے پیچھے اسٹریچرز پر چار مریض لائے گئے جن کو ان بیڈز پر لٹایا گیا۔عینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ منظر دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے قریب جا کر دیکھا تو وہ لوگ اسی مرض میں مبتلا تھے۔جس مرض میں وہ اپتال کی ایمرجنسی میں دکھائے جانے والے لوگ تھے۔وردی میں ملبوس ایک شخص نے ایک انجکشن بھرا اور ایک آدمی کے آئی وی میں لگا دیا۔یوں ہی اس نے وہ انجکشن باری باری چار لوگوں میں انجیکٹ کر دیا۔

وہ مریض جو کہ درد سے کراہ رہے تھے کچھ ہی پلوں میں پرسکون ہو گئے۔دوا نے اثر شروع کر دیا تھا۔اب ڈاکٹرز پرسکون سے کھڑے تھے۔انھوں نے اس جانب دیکھا جہاں عینا کھڑی تھی۔اور انگوٹھا کھڑا کر کے کسی کو اشارہ کیا۔عینا بری طرح چونک اٹھی۔اس سے پہلے کہ وہ مڑتی اسکو اپنے عقب سے آواز آئی۔

''تمہیں پتہ ہے طاقت کی انتہا کیا ہے؟''وہ اپنی تیز آواز میں بولا تو عینا کا حلق خشک ہوا۔

''کسی کی زندگی اور موت پر کنٹرول سنبھالنا۔''اسکے لہجے میں تکبر تھا۔عینا نے مڑ کر اسکا چہرہ دیکھا وہ اپنی وہی پراسرار مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

''اسکو طاقت نہیں گمراہی کہتے ہیں حسن کردادی۔''اس نے افسوس سے حسن کو دیکھا۔

''کمزوروں کے کمزور ایکسکیوزز۔''وہ سر جھٹک کر وہاں سے چلا گیا۔جبکہ عینا نے مڑ کر ایک بار پھر سے ان مریضوں کو دیکھا جو کہ اب پرسکون میں تھے۔وہ زندہ تھے یہی کافی تھا۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو صفا آ صاف کرتی پیچھے ہٹی۔

''آجا ۔''ا. اہیم نے وہیں سے آواز دی تو دروازہ کھل َ ۔ سامنے منال بیگم کھڑی تھیں۔

''آجا ماما۔''ا. اہیم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ آ کر صفا کے پ س بیٹھ گئیں جبکہ ا. اہیم اپنا فون نکالتا ہوا ہر َ ۔صفا نے ا ۔ ر پھر سے اپنی آنکھیں ر َ ڑیں تھیں۔

''تم ٹھیک ہو؟''انھوں نے فکرمندی سے صفا کے . لوں پہ ہاتھ پھیرا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا د ۔۔''شام کو نکاح ہے اس لئے میں نے ا ۔ جوڑا منگوا ہے وہ پہن کر دیکھ لیتی۔''انھوں نے کہا تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''نکاح؟''وہ الجھی۔

''ہاں۔۔بچوں کے سامنے نکاح کر ہے۔۔اور ویسے بھی وہ جو نکاح ہوا تھا اس میں تم دونوں کی ہی مرضی شامل نہیں تھی۔۔آج تم دونوں راضی ہو۔۔اس لئے میں چاہتی ہوں کہ یہ نیک کام دو . رہ ہو۔''

'' آ نکاح ہو چکا ہے۔۔اس طرح۔''

''اپنے ہی شوہر سے ہو رہا ہے ں۔۔کیا فرق پ ہے۔''وہ مسکرا دیں۔''ویسے بھی کبھی کبھی مصلحت کے لئے کچھ فیصلے ۔ پ تے ہیں۔''

''لیکن بچوں کو ا ۔ نا ۔ دن پتہ چل جائے گا کہ یہ نکاح بہت پہلے سے ہو چکا تھا پھر؟''صفا کے دل میں خوف سا اٹھا۔۔اسکو کبھی بھی جھوٹ میں خیر نہیں آتی تھی۔۔جھوٹ ا ۔ دلدل ہے جس سے ' ' کے لئے بندہ مز ۔ جھوٹ بولتا ہے اور پھر اس دلدل میں دھنستا جا ہے۔جبکہ سچائی ت ہے۔

''ت . ۔ وہ دونوں . ے ہو جا گے ا ذہن پختہ ہو جا گے وہ مصلحتوں کو سمجھنے کے قابل ہو جا گے۔''انھوں نے اطمینان سے کہا صفا کو یہ . ت اچھی نہیں لگی تھی۔یہ ا ۔ خطرہ تھا کیو وہ ان بچوں کو جا تھی وہ عام اٹھ سالہ بچے نہیں تھے وہ بہت ذہین تھے بلکہ اپنی عمر سے کچھ ز ۔ دہ ہی . ے تھے۔

'' آ ۔!!''

''ا َ کچھ نہیں۔۔میں تو چاہتی تھی کہ شادی کی ا ۔ تقر . کریں ۔ کم از کم ولیمہ ۔''کہتے ہوئے وہ رکیں ا چہرے پہ اداسی چھا گئی۔''ا. اہیم کے لئے ابھی یہ . اتنا آسان نہیں ہے۔۔وہ تمہیں اپنا رہا ہے فی الحال یہی بہت ہے۔''

'' پ یٹی لیڈی۔!!''دروازہ کھلا تو وہ اسکے پ س پہنچا۔۔منال ہڑ ۔ ا ۔۔وہ آ کر دھپ سے صفا کے ساتھ بیٹھا۔۔اسکے ہاتھ میں کچھ تھا وہ کوئی پیپر تھا۔۔وہ سکول سے آ ہی تھا چینج کر کے فوراً صفا کے پ س پہنچا تھا۔

''یہ کیا ہے؟''منال نے اسکے ہاتھ میں ا ۔ پیپر دیکھا۔

''یہ ا ۔ کانٹر ہے۔''مرجان نے پ سکون ا ٔ ازمیں کہا تو منال نے صفا کا اور صفا نے منال کا منہ دیکھا۔مرجان نے وہ پیپر ہاتھ میں پکڑا اور پ ھنے لگا۔

''میں ا. اہیم گورسی یہ حلف دیتا ہوں کہ مرجان گورسی کا اسکی پ یٹی لیڈی پ پورا پورا حق ہے۔۔وہ . چاہے پ یٹی لیڈی سے مل سکتا ہے اور اس کے ساتھ کھیل سکتا ہے۔۔میں ا. اہیم گورسی مرجان گورسی اور اسکی پ یٹی لیڈی کے درمیان کبھی نہیں آؤں گا۔۔ا َ کبھی پ یٹی لیڈی میرے ساتھ . ہر بھی جا گی تو وہ مرجان گورسی کی اجازت سے جا گی۔۔اور پ یٹی لیڈی ہر رات سونے سے پہلے مرجان گورسی کو ا ۔ سٹوری سنا گی۔۔جس سے میں ا کبھی نہیں روکوں گا۔۔ہر صبح مرجان گورسی کو ا ۔ مارننگ کس بھی ملے گی جس پ ا. اہیم گورسی کبھی بھی اعتراض نہیں اٹھائے گا۔''مرجان اپنا کانٹر پ ھ کر سنا رہا تھا جبکہ منال اور صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے ا ۔ دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

''اور مرجان گورسی۔۔''وہ مز ۔ کچھ کہتا منال بیگم نے اسکے ہاتھ سے وہ پیپر لے لیا۔مرجان اب سیاہ آنکھیں مٹکا کر صفا کو دیکھ رہا تھا جو کہ شاک کی حا ۔ میں اسی کو دیکھ رہی تھی۔

''یونو پیٹی لیڈی۔!!''اس نے صفا کا ہاتھ پکڑا۔''مرجان گورسی آپ سے بہت پیار کرتا ہے۔''اس نے محبت سے صفا کی جانب دیکھا تو صفا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔ وہ لوگ اس سے جھوٹ بول رہے تھے وہ اس سے سچائی چھپا رہے تھے۔''اور مرجان گورسی ہمیشہ آپکے لئے موجود رہے گا۔''وہ عہد کر رہا تھا صفا کو اپنا آپ کسی پتھر کے نیچے دبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔''پوری دنیا بھی پیٹی لیڈی کو ٹھکرا دے مرجان گورسی کبھی نہیں ٹھکرائے گا۔''صفا کی اب سانس تک رک چکی تھی۔''مرجان گورسی پیٹی لیڈی پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتا ہے۔''اس نے صفا کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔صفا کا ہاتھ لرز رہا تھا۔''اگر آپ سے شادی کریں یا نہ کریں میرے لئے آپ ہمیشہ میری پیٹی لیڈی رہیں گی۔''اس نے مسکرا کر کہا تو صفا کا رنگ زرد پڑ گیا۔

شام ہو رہی تھی۔۔اس وقت لیونورم میں کچھ مرد اور ایک مولوی موجود تھے۔سفیان گورسی اور قوت وہیں موجود تھے ابراہیم نہیں آ رہا تھا۔سفیان گورسی نے کوئی تیسری بار اسکا نمبر ڈائل کیا تھا وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔وہ اب بے چین سے بیٹھے تھے۔

صفا لاؤنج میں بیٹھی تھی اک کامدار سفید رنگ کا غرارہ پہنے ہوئے تھی۔جس کی کرتی ٹخنوں تک آتی تھی۔کرتی اور دوپٹے پر سنہری کام ہوا ہوا تھا۔منال کے کہنے پر اس نے ہلکا سا میک اپ کیا تھا۔اسکے ساتھ مرجان بیٹھا تھا اک سفید رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس۔

''پیٹی لیڈی۔!آج آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔''مرجان نے سرگوشی کی تو وہ سی بیٹھی صفا مسکرا دی۔''آج بھی آج پیارے لگ رہے ہیں۔میں زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہوں۔''وہ بولا تو منال مسکرا کر رہ گئیں۔

''میرا بیٹا بھی بہت ہینڈسم ہے مرجان گورسی۔''انھوں نے فوراً احتجاج کیا۔

''مجھ سے زیادہ نہیں ناں۔''مرجان نے فوراً میں سر ہلایا۔وہ دونوں مسکرا کر رہ گئیں۔''پیٹی لیڈی۔!!''اس نے قریب کھسک کر سرگوشی کی کہ منال نہ سن سکیں۔''اگر آپ رشتہ پھر سوچ لیں۔''صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔''زیادہ ہینڈسم بندہ آپکے سامنے ہے۔آپ کو اب بھی انکار کر سکتی ہیں۔''اس نے کہا تو صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں جبکہ منال تو تلملا کر رہ گئیں۔

''مرجان گورسی۔!!تم میرے بیٹے کی دلہن چوری کر رہے ہو؟''

''نہیں تو۔''مرجان فوراً ہڑبڑایا۔

''تمہارا باپ ہے کہاں؟وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اسکی دلہن پر ڈاکا ڈالا جا رہا ہے۔''منال نے کہا تو صفا کا دل عجیب طرح دھڑکا تھا۔

''۔۔۔پتہ نہیں کہاں ہیں۔۔ابھی تک نہیں آئے۔۔دادو اور باقی لوگ انہی کا انتظار کر رہے ہیں۔''مرجان نے ابتا یا تو صفا نے چونک کر منال کی جانب دیکھا۔ صفا کے چہرے پر خوف تھا۔منال بھی ٹھٹکی تھیں۔

''میں فون کرتی ہوں۔''منال نے اپنا فون اٹھایا۔

''نہیں اٹھا رہے۔۔دادو کئی بار کال کر چکے ہیں۔''مرجان نے ان دونوں کی رہی سہی جان بھی نکال دی۔۔صفا کو اپنا وجود بے حد بے وقعت محسوس ہوا تھا۔

(''صفا۔!! وہ۔وہ میری بیوی تھی۔میری پہلی محبت۔!!''

''میں ساری زندگی کسی سے ویسے محبت نہیں کر پاؤں گا جیسے اس سے کی ہے۔'')

ابراہیم کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تو صفا کا دم گھٹنے لگا تھا۔اس نے بے اختیار اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔اسکا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا۔منال مسلسل ابراہیم کو فون کر رہی تھیں کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔وہ گھبرا کر اٹھیں اور لیونورم کی جانب بڑھ گئیں۔جبکہ مرجان اسکے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔

''پیٹی لیڈی۔!!!آپ۔۔کہتی ہے کہ سوتیلی ماں اچھی نہیں ہوتی۔''وہ پاؤں جھلاتا ہوا مگن سا بولا۔ صفا کی آنکھوں میں اب جلن ہونے لگی تھی۔''میں نے بھی کہہ دیا کہ خبردار جو کسی نے میری پیٹی لیڈی کے بارے میں کچھ کہا۔میں آپکے بارے میں کچھ نہیں سن سکتا پیٹی لیڈی۔''وہ اپنی کہے جا رہا تھا بناء اس بات کی پرواہ کئے کہ اسکے ساتھ بیٹھی لڑکی کی کیا حالت ہے۔

(''کیاتم مجھےاس بات پہ معاف کردوگی؟'

'بولوصفا۔!! کیاتم مجھےاس چیز کے لئے معاف کرسکتی ہو؟''

''نہیں۔ں؟اسی لئے میں تم سے دوری اختیا کررہا تھا۔اسی لئے چاہتا تھا کہ تم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو۔ایک ادھورااور مکمل شخص تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔اوراب۔۔ کہ اسکی روح دوحصوں میں بٹ چکی ہے وہ تمہیں کیا ہی دے گا صفا؟'')

الفاظ پھندہ ہوا کرتے ہیں۔۔!!

آج ابیم کے الفاظ صفا کے لئے پھندہ ثابت ہورہے تھے۔اسکا دم گھٹ رہا تھا اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔مرجان نے دفعتاً دن موڑ کر دیکھا تو وہ بے حال سی بیٹھی تھی۔وہ کھینچ کھینچ کر سانس لے رہی تھی۔مرجان کا رنگ اڑا وہ فوراً اٹھ کر اسکے سامنے آیا۔اور اسکا ہاتھ پکڑا۔جو کہ فق کی مانند ٹھنڈا ہورہا تھا۔

''پیٹی لیڈی۔۔!!! آر یو او کے؟ آپ ٹھیک ہیں۔ں۔پلیز۔''مرجان کے چہرے کے سارے رنگ اڑ گئے تھے وہ ایک ہی پل میں سفید پڑ گیا تھا۔''دادو۔۔!! منال۔!!دیکھیں پیٹی لیڈی کو کیا ہوا ہے۔''وہ وہیں سے چلایا تو منال بھاگ کر اس جانب آیا۔

''صفا۔!!! کیا ہوا؟''اس دوران زلیخا بھی کچن سے آئی۔

''صفا میری بیٹی۔!!! کیا ہوا ہے؟''منال اسکے ساتھ آ کر بیٹھیں اور اسکے ہاتھ مسلنے لگیں۔''زلیخا پانی لاؤ۔''وہ بولیں تو زلیخا جلدی سے پانی لے آئی۔انھوں نے گلاس پکڑ کر صفا کے ہونٹوں سے لگایا اس کے جبڑے بہم پیوست ہو چکے تھے۔

''صفا۔!! کیا ہوا ہے؟''منال بیگم نے رونا ہوتے ہوئے اسکو اپنے ساتھ لگایا۔

''میں۔دادو سے کہتا ہوں گاڑی نکالیں۔''مرجان وہاں سے بھاگا۔

''وہ۔وہ نہیں آئے گے۔''صفا کی سرگوشی سی گونج تو منال نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

''وہ آئے گا صفا۔۔کیوں ایسا سوچتی ہو؟''

''انھوں۔نے۔۔کہا۔کہا تھا۔کہ۔''اسکے الفاظ بکھر رہے تھے۔منال نے اسکو پھر سے اپنے ساتھ لگالیا۔''مت سوچو کچھ بھی۔۔وہ آرہا ہے۔۔یقیناً کسی کام سے گیا ہوگا۔''وہ اسکی پیٹھ سہلاتی رہیں۔

''دادو۔دادو۔!!''مرجان ہرلان میں آیا جہاں سفیان گورسی کسی کو فون کررہے تھے۔وہ پلٹے۔''پیٹی لیڈی کو پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔''مرجان کی آنکھیں نم تھیں۔

''کیا ہوا ہے صفا کو؟''وہ ہڑبڑائے۔

''پتہ نہیں۔''مرجان کے آنسو اسکے گالوں پہ بہہ گئے۔وہ اندر چلے گئے جبکہ مرجان وہیں کھڑا اپنے آنسو پونچھ رہا تھا کہ۔ابیم کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔مرجان بھاگ کر اسکے پاس پہنچا۔

''کیا ہوا ہے اسکو؟''سفیان گورسی اندر داخل ہوئے تو صفا منال کے ساتھ لگی رو رہی تھی۔جبکہ وہ اسکو چپ کروانے کی پوری کوشش کررہی تھیں۔''ابیم کہاں ہے؟''انھوں نے بے بسی سے سفیان گورسی کو دیکھا۔

''کیا ہوا ہے؟''وہاں کسی اور کی آواز گونجی تو منال اور سفیان نے مڑ کر دیکھا وہ اسی جانب آرہا تھا۔صفا منال کے ساتھ لگی سسک رہی تھی۔

''وہ نہیں آئے گے۔''وہ اس قدر اپنی سوچوں میں پھنسی ہوئی تھی کہ اسکو ابیم کے آنے کا احساس بھی نہ ہوا۔منال نے مسکرا کر صفا کو دیکھا۔اور اسکو الگ کیا۔صفا نے الجھ کر جانب دیکھا وہ مسکرا رہی تھیں۔انھوں نے سامنے اشارہ کیا تو صفا نے سمجھی سے سامنے دیکھا وہ کمر پہ دونوں ہاتھ ٹکائے تاسف سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔صفا نے اپنی انکھیں رگڑیں اور اچنبھے سے منال بیگم کو دیکھا۔انھوں نے سر جھٹکا۔

''آیا ہے وہ۔''انھوں نے کہا تو صفا نے غیر یقینی سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔اسکو یقین نہیں آرہا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔مرجان نے اسکو ٹھیک دیکھا تو وہ بھی آپو چ لگا۔قوت بھی شور سن کر وہیں پہنچ گیا تھا۔

''کیا تماشا تھا یہ؟''ا. اہیم نے سخت لہجے میں کہا تو صفا نے آنکھیں رَ ٹیں۔

''کک۔کہاں تھے۔آپ؟''

''کک۔کہیں۔نن۔نہیں تھا۔''اس نے پٹانے کے ا ٓ از میں کہا تو . مسکرا دیئے صفا کے آ ا ۔ رپھر سے بہنے لگے۔ا. اہیم نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکے قر۔ . آ ۔اس نے صفا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما اور آ صاف کئے۔''بس۔اتنا سا بھروسہ تھا؟''وہ زخمی سے لہجے میں بولا تو صفا نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

''آپ پ ہے۔۔ قسمت پ نہیں۔''وہ سر جھکا گئی۔

'' اب تو میں ہی قسمت ہوں۔''اس نے کہا تو صفا نے غیر یقینی سے دیکھا۔وہ مبہوت سی اسکو دیکھ رہی تھی کہ لاؤنج کا دروازہ کھلا۔ . نے مڑ کر اس جا . دیکھا صفا نے ا. اہیم کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹائی تھی۔''تم سے ملنے کوئی آ ہے۔''ا. اہیم نے پلٹے بناء ہی سرگوشی کی۔تو صفا نے سمجھی سے دیکھا۔ا. اہیم اسکے سامنے سے ہٹ ۔صفا نے دروازے کی جا . دیکھا تو وہ ششدر رہ گئی۔اس نے غیر یقینی سے ا. اہیم کو دیکھا۔اس نے اثبات میں سر ہلا دی۔۔

''امم۔امی۔!!!''صفا کی آواز لرزی۔

''صفا۔!!'' یجا ۔ ۔ میں اس ۔ پہنچی تھیں۔صفا ا گلے لگ کر رو دی۔ . ہکا بکا سے ا ۔ دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔دونوں ماں بیٹی نے خوب دل ہلکا کیا تھا۔پھر یجا الگ ہو اور صفا کے آ پونچھے۔

''امی آپ؟۔۔کیسے؟''صفا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ا اجازت سے ہی آئی ہوں۔۔ا طبیعت اب تھی اس لئے وہ نہیں آئے۔''انھوں نے صفا کو ا ہارٹ اٹیک کا نہیں بتا ۔

'' یہ۔ . ۔۔کیسے؟''وہ کبھی ا. اہیم کو ۔ تو کبھی یجا کو۔

''بس۔۔!!سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔بس یہ سمجھ لو کہ تمہارے ۔ نے تمہارے حق میں فیصلہ دیہے۔''انھوں نے مسکرا کر کہا۔۔صفا کو تو یقین نہیں آ رہا تھا کیسے . کچھ . لَ ۔ تھا۔

''چلو ا. اہیم مولوی صا . انتظار کر رہے ہیں۔''سفیان گورسی نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دی۔

''۔۔!آپ نے پ یٹی لیڈی کو رلا ہے۔اس لئے میں پ یٹی لیڈی سے انکا فیصلہ دو . رہ جاننا چاہتا ہوں۔''مرجان فوراً آگے ٹھا''پ یٹی لیڈی۔!!۔۔نے آپکو رلا ہے۔۔اب بھی وقت ہے اس شادی سے انکار کر دیں۔۔اور مجھ سے شادی کر لیں۔۔کبھی نہیں رونے دوں گا۔''وہ ی پ ۔ زو ھے سنجیدہ سا کھڑا تھا یجا بیگم نے حیرت سے اسکی جا . دیکھا۔۔اس سے پہلے کہ صفا کچھ کہتی مرجان کا کان ا. اہیم کے ہاتھ میں تھا۔''آہہ۔۔ چھوڑیں۔!!''وہ کراہ کر رہَ ۔

''چلو تم ذرا۔''وہ اسکو کان سے ہی پکڑ کر لیو روم میں لَ ۔

یجا منال کے سامنے آ اور ہاتھ جوڑ دیئے۔منال نے ا ہاتھ تھام لیے۔''ہمیں معاف کر دیں منال۔۔ہمارے خا ان کی وجہ سے آپکا بہت نقصان ہوا ہے۔''وہ بھرائی آواز میں بولیں تو منال بیگم کی آنکھوں سے آ رواں ہوئے۔۔سجل کا زخم بہت گہرا تھا وہ بھر نہیں سکتا تھا اس ز گی میں تو نہیں۔

رات ہو رہی تھی۔۔آ ۔ اس وقت اپنے اسٹڈی ٹیبل پ بیٹھی تھی۔۔اس نے اٹھا تو اسکے دا ہاتھ میں درد اٹھا۔۔اس نے . ہاتھ میں پکڑ لیا۔۔اور اپنا ہوم ورک کرنے لگی۔۔اسکی آنکھیں خشک تھیں۔۔ ہاتھ میں اٹھتی ہوئی ٹیسیں ر . راسکو تکلیف میں مبتلا کر رہی تھیں۔

''یہ لو یہ بھی کر دینا۔!!''آ ۔ نے سر اٹھا کر دیکھا تو میرال اپنی نوٹ . لئے کھڑی تھی۔

''میرال۔۔میرے ہاتھ میں چوٹ لگی ہے۔''اس نے بے بسی سے دیکھا۔

''تو؟ آئی نو تم دونوں ہاتھوں سے لکھ سکتی ہو۔۔اس لئے یہ ڈرامے . زی بند کرو اور میرا ہوم ورک مکمل کرو۔''میرال نے وہ نوٹ . اسکی ڈ پ ٹ دی۔

'' میرال۔!!''آ ۔ بھیگی پلکیں لئے منمنائی۔

''یہ. ت مت بھولو کہ تم اس سکول میں میری وجہ سے جاتی ہو۔۔اَ میں نے کہہ دی. ماما سے کہ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں تو وہ کل ہی تمہیں گھر بٹھالیں گی۔۔پھر کر. ماسی کے ساتھ مل کر گھر کی صفائیاں۔'' میرال نے وارننگ دی تو آ. نے جلدی سے اپنی نوٹ . ا طرف کردی اور میرال کی اٹھالی۔

''گڈ۔۔اچھے سے لکھنا۔۔لکھائی گندی نہیں آنی چاہیے۔'' وہ اسکو وارن کرتی اپنے بیڈ پ اپنا لے کر بیٹھ گئی۔۔جبکہ آ. اسکا ہوم ورک کرنے لگی اپنے دا ہاتھ میں اٹھتی ٹیسوں کو ا. ازکرتے ہوئے۔

وہ اپنی گاڑی سے نکلا تو عاصم بھاگ کر اسکے سامنے آ. اور اسکے ساتھ ساتھ چلتا فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔ا. اہیم تنے جبڑے لئے بیسمنٹ کی سیڑھیاں ا. ا۔۔اس نے آج سا ٹ میں مکا مار کر بلب روشن کیا تھا۔کمرہ روشن ہوا تو سامنے ارمان ا کرسی سے بندھا ہوا تھا۔بلب روشن ہوا تو اس نے ہڑ. ا کر آنکھیں کھول دیں تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح آنکھیں کھولتا ا مکا اسکے منہ پ. سا تھا۔وہ ہل کر رہ َ۔۔

''کک۔کون ہے؟'' اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں۔اس نے مڑ کر دیکھا تو ا. اہیم اسکا قہر بنا کھڑا تھا۔ارمان کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔اور پھر پے در پے اسکے چہرے پ ان گنت مکے. سے تھے۔اسکے ہو. ٹ پھٹ چکے تھے اور ان سے خون نکل رہا تھا۔ارمان. حال ہو َ تھا۔

ا. اہیم نے اسکا َ یبان پکڑ کر کھینچا۔اور اپنی شربتی آنکھیں ارمان کی آنکھوں میں ڈالیں۔

''کون سی مجبوری تھی؟ آ. کون سا کیڑا تھا جو تمہیں کاٹ رہا تھا کہ تم امر میں اپنی پ سکون ز. گی چھوڑ چھاڑ کر میرے قہر کا نہ. چلے آئے؟'' وہ جبڑے بھینچے غرا. ارمان نے اسکی جا. دیکھا تو ہنس دی. اور وہ ہنسی ا. اہیم کے ا. رکا شیطان جگانے کے لئے کافی تھی۔

''کیوں دکھ ہو رہا ہے کہ تمہارے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی اس کے مقدر میں پہلا لمس میرا تھا؟'' ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکا َ یبان چھوڑا۔وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔اور اپنے. لوں میں ا َ یں ۔ارمان نے اسکو اس طرح دیکھا تو ہنس دی. ''وہ. پک ہے اب ا. اہیم گورسی۔!! وہ تمہارے قابل نہیں ہے۔'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔ا. اہیم نے ا مکا اسکے منہ پ. سا۔۔اور اسکا َ یبان دو. رہ پکڑا۔

''تیرے. پ نے میرے پیروں میں َ کر تیری ز. گی کی بھیک مانگی ہے۔'' وہ غرا. ''اس لئے تجھے ز. ہ رہنے دوں گا۔'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا ارمان نے اچنبھے سے دیکھا۔'' ۔۔وہ ز. گی نہ تو تیرے کسی کام کی رہے گی اور نہ تیرے. پ کے۔'' کہہ کر اس نے جھٹکے سے اسکا َ یبان چھوڑا اور اپنے ٹول. کس کی جا. ٹھ َ۔

۔

. یجہ جا چکی تھیں۔مرجان کتنی ہی دی. اسکے پ س بیٹھا رہا اور دینا بھی اسکے ساتھ کھیلتی رہی تھی اب. لوگ اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔وہ آج ا. اہیم کے کمرے میں موجود تھی۔آج ا. ر پھر سے وہ اسی بیڈ پ موجود تھی۔اس کمرے سے بہت سی اذ. ت ک. دیں وابستہ تھیں۔وہ اس وقت وہاں اکیلی تھی۔ا. پل کے لئے اسکے دل کی دھڑکن سی رک گئی تھی۔وہ. دیں عذاب تھیں۔. دیں لمس ر. تیں اور ان. دوں کا لمس کھر درا تھا۔صفا نے ا. ٹھنڈی سانس خارج کی۔اور اٹھ کر ڈریسنگ مرر کے سامنے آئی۔اس نے اپنا چہرہ دیکھا جو کہ دن میں کئی. رونے کی وجہ سے مرجھا سا َ تھا۔اور میک اپ کا تو. م و ن. ق نہ تھا۔

وہ وہیں کھڑی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ اپنی آستینوں کے بٹن کھول کر ا فولڈ کرتا ہوا ا. ر داخل ہوا تو صفا اپنی جگہ پ ہی جم گئی تھی۔ا. اہیم نے ا. نگاہ اس پ ڈالی اور پھر چلتا ہوا اسکے پ س آ. ۔وہ ڈریسنگ مرر کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

ا. اہیم اس وقت ا سفید ر َ کے قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔وہ اسکے پ س آ. اور اپنی ڈھیلی سی گھڑی کھول کر میز پ رکھی۔وہ جھکا تو اسکی وہی مہک صفا کی سا ں سے ٹکرائی تھی۔صفا آنکھیں. بند کر گئی۔ا. اہیم گھڑی رکھ کر پیچھے ہٹا تو وہ کبو. کی طرح آنکھیں بند کئے کھڑی تھی۔وہ ا. پل کے لئے اسکا معصوم سا مرجھا. سا چہرہ دیکھ کر رہ َ۔اور پھر اس نے ا. ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''اب کیوں کبو. کی طرح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں؟'' وہ اسکے سامنے ی. پ. زو. ھے کھڑا تھا۔صفا نے آنکھیں کھول دیں۔

''نن۔نہیں۔۔۔۔تو۔'' وہ ہمیشہ کی طرح ہکلائی تھی۔

''اسکا کوئی علاج نہیں ہے کیا؟'' ا. اہیم نے تکان سے اسکی جا. دیکھا تو صفانے چو. کر دیکھا۔

''کس کا؟''

''یہ ہکلانے کی جو بیماری ہے اسکا'' ا. اہیم سنجیدہ تھا صفانے۔ سف سے اسکی جا. دیکھا۔

''مم۔میں ویسے نہیں ہکلاتی۔۔وہ تو. آپ سامنے ہوتے ہیں تو۔''

''تو؟'' ا. اہیم نے. زو کھولے اور اسکے دا ہاتھ جما دیئے صفانے سانس۔ روک لی۔

''۔۔۔۔تو۔وہ۔۔''

''رہنے دو۔نہیں بول پ. وَ گی۔'' وہ اسکی حا ۔ سے محظوظ ہو رہا تھا۔صفانے بے بسی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ اسی کی جا. دیکھ رہا تھا۔

''مت کریں. ں ایسے۔'' صفا نگاہیں جھکا گئی۔

''کیسے؟'' وہ اسی ا. ازمیں کھڑا رہا۔

''آپ مجھے جان بوجھ کر تنگ کرتے ہیں۔'' وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''تمہیں پتہ ہے کیوں کرتا ہوں تنگ؟'' ا. اہیم نے سنجیدگی سے پوچھا تو صفانے پلکیں اٹھا ۔

''کیوں؟''

''کیو ۔۔کیو ۔'' اس نے پ سوچ ا. ازمیں َ دن او پ اٹھائی۔صفا بے چینی سے اسکے جواب کی منتظر تھی۔''کیو مجھے مزہ آ۔ ہے۔'' اس نے. لآ. اپنی. ت مکمل کی تو صفا اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔ا. اہیم ذرا سا آگے جھکا تو صفا ا. رپھر سے آنکھیں بند کر گئی۔ا. اہیم نے سر جھٹکا اور اسکے پیچھے موجود ڈریسنگ کی دراز کھولی۔اس میں سے اس نے ا. ڈبی نکالی۔''کھول لو آنکھیں نہیں کھا رہا تمہیں۔'' اس نے۔ سف سے کہا اور پیچھے ہٹ کر وہ ڈبی کھولنے لگا۔صفانے پ. ٹ سے آنکھیں کھول دیں۔وہ ڈبی لئے کھڑا تھا۔اس نے ڈبی میں سے ا. پتلی سی سونے کی انگوٹھی نکالی اور ڈبی واپس ٹیبل پ. رکھ دی۔صفا کی آنکھوں میں ابھی۔ غیر یقینی تھی۔ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور وہ انگوٹھی پہنا دی۔

''کہا تھا کہ ا ف کروں گا۔۔جیسی اسکو دی تھی ویسی ہی تمہیں ملے گی۔'' اس نے جتاتی نگاہ صفا پ. ڈالی صفا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔آنکھیں بھرنے کو تھیں۔۔اسکا ہاتھ ابھی۔ ا. اہیم کے ہاتھوں میں تھا۔

''مم۔مجھے نہیں چاہیے کچھ بھی۔'' صفانے ا. ہچکی لی تو ا. اہیم نے نگاہ اٹھائی۔''آپ۔۔یہ انگوٹھی مت دیں۔میں۔میں نہیں لے سکتی۔'' نہ جانے کس. ت پ. اسکی آنکھوں میں سمندر امڈ آ. تھا۔

''تم میری سابقہ بیوی سے جیلس نہیں ہو سکتی۔'' ا. اہیم نے ا. واچکائے۔صفانے غیر یقینی سے اس سفاک کا چہرہ دیکھا۔اسکا دل ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تھا۔ا. اہیم نے اسکی ڈ. ٹ. تی آنکھیں دیکھیں تو زخمی سا مسکرا دیا۔''ابھی سے ہار مان گئی؟ ابھی تو بہت لمبا سفر پڑا ہے۔۔بہت. ٹ. ے. ٹ. ے دعوے کئے ہیں تم نے لڑکی۔!! دیکھتے ہیں کتنوں پ پورا ا. سکتی ہو۔'' اس نے طنز کا تیر. سا. تو صفا کی آنکھوں میں ٹھہرا وہ سمندر بہہ َ۔وہ سر جھکا گئی۔ا. اہیم کے دل میں ا. ٹیس اٹھی تھی۔ا. رپھر سے وہ ان آ وَں کی وجہ بن چکا تھا۔اس نے ا. گہری سانس خارج کی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''آئی ایم سوری۔!!'' وہ اسکو اپنے ۔ سے لگائے معافی ما َ رہا تھا۔

''آپ۔آپ۔''

''جا ہوں۔سفاک ہوں۔'' کہتے اس نے صفا کے سنہری. لوں کو چھوا۔'' یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔زخم بہت گہرے ہیں صفا۔'' اس نے ا. گہری سانس خارج کی۔اور اسکو مز. اپنے قر. کیا۔''ا. بھرنے میں وقت لگے گا۔۔ جانے کبھی بھریں گے بھی۔ نہیں۔'' اسکی آواز میں نمی تھی۔

''بھر جا گے۔'' صفا کی ٹ ٹ سی آواز آئی تو ا. اہیم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر سامنے کیا۔

''ہاں بھر جا گے۔'' اس نے صفا کے آ صاف کئے۔''ا تمہاری محبت میں صدق ہوا تو یہ میرے سارے زخم بھر دے گی۔'' صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''تم مجھے عز: ہو۔'' اس نے کچھ د بعد کہا تو صفا کے دل کی دھڑکن تھم گئی۔

''ہاں۔۔تم مجھے شروع سے ہی عز: ہو۔۔تم میرے لئے الگ ہو۔۔ . سے الگ۔۔پوری د سے الگ۔۔اس لئے کبھی بھی خود کو کسی سے کم ت مت سمجھنا۔'' اس نے ا جملے میں سارے قرض ادا کر دیئے تھے۔''یہ رشتہ روایتی رشتہ نہ سہی۔۔یہ ا بے: م سا رشتہ تھا اس میں الفت شامل تھی۔۔مجھے تمہاری پ واہ ہے۔۔میرے انتقام نے مجھے ا: ھا کر د تھا۔۔ میں کبھی چاہ کر بھی تم سے ت نہیں کر پ۔'' صفا نے پلکیں جھپکیں اسکو. اہیم کے کسی لفظ پ یقین نہیں آ رہا تھا۔

''کچھ چیزیں ہم طے کرتے ہیں اور کچھ چیزیں اللہ نے طے کر کے رکھی ہوتی ہیں۔۔تمہارا اور میرا ساتھ کسی صورت ممکن نہ تھا۔۔میرے کمزور لمحوں اور غلط فیصلوں نے ہمیں ا کر د۔۔میں نے. رہا اس رشتے کو ختم کر: چاہا ۔'' وہ ا پل کے لئے رکا اور ا . ر پھر سے صفا کے گال صاف کئے۔'' کچھ تقد یں لوح محفوظ میں درج ہوتی ہیں جن کو. لنا: ممکن ہوتا ہے۔''ا. اہیم نے ا گہری سانس خارج کی تو صفا نے چو: کر د یکھا۔

''ہمارا ساتھ بھی شا لوح محفوظ میں لکھا تھا۔اس لئے تم مجھ آ ہی گئی اور میں تمہارا مقدر ٹھہرا۔'' کہہ کر اس نے صفا کے ماتھے پ . ر کھے تو صفا کے دل کی د ہل گئی تھی۔

آج وہ شخص اعتراف کر رہا تھا۔وہ آج ز ہو َ تھا۔اسکی ضد۔اسکی ا: ۔اسکی ڈھٹائی۔ . کچھ صفا کے صبر کے سامنے ہار َ تھا۔

آج ا. اہیم گورسی صفا ا. اہیم کے صبر کے سامنے ہار َ تھا۔

زہرہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔دینا اپنے کاٹ میں سو رہی تھی۔رات کے دو بج رہے تھے اور وہ اس وقت بے چینی سے بیٹھی: خن چبا رہی تھی۔کچھ د بعد وہ اٹھی اور اپنی وارڈ روب میں سے اپنا بیگ نکالا۔اس میں ا فون تھا۔اور ا چھوٹے سے پیکٹ میں کچھ سمز تھیں۔زہرا نے ا سم نکالی اور فون میں ڈال کر. ہر نکل آئی۔اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر د یکھا کوئی نہیں تھا۔ . لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے۔وہ فون اٹھائے ٹیرس پ چلی گئی۔

حسن اس وقت لاؤنج میں بیٹھا تھا۔سامنے سکرین پ ا ٹ رولرڈ کا کوئی سیزن چل رہا تھا۔وہ ا ہاتھ میں ٹ کش کافی کا پ پکڑے محو سا فلم د یکھ رہا تھا کہ اسکا فون ر: ہوا۔حسن نے پ واپس میز پ رکھا اور فون اٹھا ۔ا ا ن نمبر تھا حسن نے فون اٹھا لیا کیو اسکا نمبر بس خاص لوگوں کے پ س ہی ہوا کر: تھا۔

''السلام علیکم آفندی۔'' ا انی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی۔

''وعلیکم السلام۔'' اس نے مصروف سے ا: از میں دو. رہ پ اٹھا کر لبوں سے لگا ۔

''آفندی۔!خیر ہے۔'' زہرا ٹ ا کر بولی تو حسن نے پ واپس رکھا۔

''بولو۔'' گہری گمبھیر آواز گو تھی۔

''آفندی۔!وہ لڑکی۔۔یعنی وہ ا. اہیم کی دوسری بیوی۔''

''کیا ہوا ہے اسکو؟'' حسن کے ماتھے پ شکنیں ابھریں۔

''نہیں کچھ نہیں ہوا۔۔وہ آج رخصت ہو کر آ گئی ہے۔''

فرش پ ٹ کش کافی پھیلی ہوئی تھی اور پ ر ہ ر ہ ہو چکا تھا۔

''کیا بکواس ہے یہ؟''

''آفندی۔!یہی سچ ہے۔'' زہرا نے اپنی آواز کی لرزش چھپائی تھی۔

''تم نے وعدہ کیا تھا۔'' وہ زیر . ب ٹ ا۔

''آفندی کیا حکم ہے؟'' زہرا بولی تو حسن متوجہ ہوا۔

''کوئی حکم نہیں۔'' کہہ کر اس نے فون بند کر دیا اور اسکو بھی دیوار میں پٹخ دیا۔ جانے وہ کتنی بار فون توڑ چکا تھا۔ اس وقت اسکے ہاتھوں کی نسیں ابھریں ہوئی تھیں۔ وہ زور زور سے دونوں پاؤں زمین پر ہلا رہا تھا۔ اسکے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں سرخی تھی۔

''وعدہ خلافی کی ہے۔'' وہ تنے جبڑوں سے ہی غرایا۔ ''کہا تھا کہ اس ڈیل میں ابراہیم کا ساتھ شامل نہیں ہوگا۔'' وہ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ ''تم نے وعدہ خلافی کر دی ہے۔'' اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور گردن کی رگیں ابھرنے لگی تھیں۔

عینا دفعتاً جگ اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوئی تو اسکو وہیں بیٹھے دیکھا۔ ''اسکو نیند نہیں آتی کیا؟'' اس نے سر جھٹکا اور ابراہیم قدم آگے بڑھی حسن کی اسکی جانب پشت تھی۔ اس نے فرش پر کافی پھیلی ہوئی دیکھ تو عینا ٹھٹکی۔ ''اب کون سا دورہ پڑا ہے اس شیطان کے پتر دادے کو؟'' عینا ٹھٹھک کر رہ گئی۔ وہ کچن میں گئی۔ ایک گلاس پانی کا پیا اور آہستہ آہستہ قدم اسکی جانب بڑھا دیئے۔ وہ اسکے سامنے آئی تو عینا کا حلق خشک ہوا تھا۔ وہ اس وقت بھیانک دکھائی دیتا تھا کہ کوئی بھی خوفزدہ ہو جائے۔ عینا نے تھوک نگلا۔

''کک۔ کیا ہوا ہے تمہیں؟'' وہ منمنائی مقابل نے کوئی جواب نہ دیا۔ ''کک۔ کیا تم ٹھیک ہو؟ دوا لا کر دوں؟'' عینا ایک قدم آگے بڑھی۔

''جاؤ یہاں سے۔'' وہ تیز سی آواز میں بولا تو عینا وہیں رک گئی۔

''تم۔ تم۔ ٹھیک ہو ناں؟ کہو تو دوا لا دوں؟'' عینا کو اسکی حالت پر رحم بھی آیا تھا۔ حسن کے تاثرات میں ذرا فرق نہ آیا۔

صفا نے کروٹ لی تو اسکی آنکھ کھلی۔ وہ اسکی جانب کروٹ لئے ہوئے تھا۔ صفا کا دل دھڑکا تھا۔ اس نے اپنا لرزتا ہاتھ بڑھایا اور ابراہیم کے رخسار کو چھو کر دیکھا۔ وہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ یہ کوئی خواب نہیں ہے۔ وہ خواب نہیں تھا وہ حقیقت تھا اٹل حقیقت۔ وہ اسکے صبر کا پھل تھا۔ سرشاری اور خوشی صفا کی آنکھوں میں نمی کی صورت چمکنے لگی تھی۔ اس نے ایک لمبی سانس لی۔ دل میں ایک جھرجھری سی اٹھی تو وہ اٹھ بیٹھی۔ اس نے مسکرا کر ابراہیم کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹائے اور وہاں سے اٹھ کر بالکونی میں آ کھڑی ہوئی۔ موسم بدل رہا تھا۔ رات کے اس وقت فضا میں خنکی سی تھی اتنی شدید ٹھنڈ نہ تھی۔ صفا یوں ہی بنا کسی چادر کے ننگے پاؤں وہاں کھڑی تھی۔ ٹھنڈی اور پاک فضا کے جھونکے اسکو اپنے چہرے پر محسوس ہوئے تو وہ آنکھیں موند گئی۔ ایک سکون سا تھا۔ وہ ریلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے دن پیچھے کو کئے کھڑی اس پاکیزہ فضا کے جھونکوں کو محسوس کر رہی تھی۔

اس نے دفعتاً دن موڑ کر دیکھا تو زہرہ کی بالکونی کھلی تھی اور وہ وہاں کھڑی تھی۔ صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ وہ رات کے اس وقت وہاں کیا کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ صفا غور سے اسکو دیکھتا وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ صفا الجھ کر رہ گئی۔ پھر اس نے سر جھٹکا اور دوبارہ اسی طرح کھڑی ہو کر ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرنے لگی۔

ابراہیم نے نیند میں ہاتھ پھیلایا تو اسکا ہاتھ خالی بستر سے ٹکرایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھی۔

''صفا۔!؟ یہ کہاں گئی؟'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا پورشن اندر سے لاک تھا۔ یعنی وہ یہیں کہیں تھی۔ وہ واپس آیا۔ واشروم کا دروازہ بھی ان لاکڈ تھا۔ اس نے ذرا سی دستک دی اور دروازہ کھولا تو وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ وہ گھوم کر دوسری جانب آیا تو ٹھٹک گیا۔ وہ فضا میں ہاتھ پھیلائے بالکونی میں کھڑی تھی۔ ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یہ لڑکی پاگل ہے۔ بالکونی کو ٹیٹینک بنائے کھڑی ہے۔'' کہہ کر وہ پلٹا۔ صفا جانے کن سوچوں میں گم تھی کہ اسکو اپنے کندھوں پر کسی کا لمس محسوس ہوا وہ فوراً گھبڑا کر پلٹی۔ ابراہیم نے اسکے کندھوں پر شال رکھی اور اسکے دلپیٹ دی۔ ''پاگل ہو گیا؟'' وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

''نہیں۔ زیادہ ٹھنڈ نہیں تھی اس لئے میں۔''

''اس لئے سوچا کیوں نہ ائے کر لیا جائے کہ بیمار پڑتی ہوں یا نہیں۔'' وہ سخت لہجے میں بولا تو صفا خاموش ہو گئی۔ ''ابھی کل اپنا ٹیسٹ سے واپس آئی ہو۔۔ دوبارہ ارادہ ہے وہاں جانے کا؟ بتا دو۔۔ تمہیں اپنا ٹیسٹ کے پاس ہی کہیں گھر لے دیتا ہوں۔۔ صبح شام چکر لگا لیا کرنا۔'' وہ ڈپٹ رہا تھا صفا سر جھکائے کھڑی رہی۔

''ڈانٹیں تو مت۔!!'' اس نے منہ پھلائے کہا تو ابراہیم نے اوچکائے۔

''ہاں اب ہو جاؤ شروع۔۔ا ہی کام آتے ہے تمہیں۔۔اب رونے بیٹھ جاؤ۔''ا. اہیم نے کوفت زدہ لہجے میں کہا تو صفا نے سر اٹھایا۔

''کون رو رہا ہے یہاں؟''اس نے آنکھیں ا. اہیم کی آنکھوں میں ڈالیں۔وہ دونوں چا کی روشنی میں کھڑے تھے۔''رو میرے دشمن۔''صفا نے ی پ. زو پٹ۔ا. اہیم ششدر رہ ی۔

''سنا تھا ر ت. لتا ہے۔۔آج دیکھ بھی لیا۔''اس نے شاک کی حا ت میں کہا تو صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''آپ نے مجھے ٹ کہا؟''

''نہیں۔۔ر کہا ہے۔''ا. اہیم نے اسکا مذاق اڑایا تو صفا کا منہ کھل ی۔''اچھا اب چلو ا ر۔''کہہ کر وہ پلٹنے لگا کہ اسکی نگاہ صفا کے ننگے پیروں پ پڑی۔صفا نے آنکھیں بند کر لیں۔

''یعنی۔۔سچ میں ارادہ تھا۔؟''وہ حیران ہوا۔صفا نے بند آنکھوں سے ہی میں سر ہلایا۔

''تمہیں پتہ ہے اکبو آنکھیں بند کر بھی لے تو بچ نہیں سکتا؟ تو پھر کیوں کرتی ہو کوشش؟''اس نے صفا کی بند آنکھیں دیکھیں۔صفا نے ایا آنکھ کھول دی۔۔ ا. اہیم کے لئے مسکراہٹ روکنا مشکل ہو ی۔وہ پانی صفا بن رہی تھی۔۔کیا اتنا آسان تھا اسکو اسکا اصل لوٹ؟ ا. اہیم نے مسکراہٹ سمیٹتے ہوئے میں سر جھٹکا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچ کر ا ر لے آیا۔

''سو جاؤ آرام سے۔''اسکو بیڈ پ بٹھا خود دوسری جا آ کر لیٹ ی۔وہ ایا ہاتھ سر کے نیچے رکھے پ ٹ تھا۔

''اونہو۔''صفا نے میں سر ہلایا۔ا. اہیم نے دن موڑ کر اپنے جا دیکھا۔وہ اسی کی جا دیکھ رہی تھی۔''میں تہجد پڑھوں گی۔''صفا نے پلکیں جھپکیں۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''اب کیا مانگنا ہے؟ میں تو مل ی ہوں۔''کیا مان تھا لہجے میں۔۔صفا اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

''کیا سجدہ بس مانگنے کے لئے کیا جا ت ہے؟''صفا نے سرشار سی ہو کر پوچھا۔ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''سجدہ شکر کے لئے بھی کیا جا ت ہے۔''صفا نے کہا تو ا. اہیم کے چہرے پ سکون سا اتر آیا تھا۔''ہم۔ اپنے لوئیسٹ میں ہوتے ہیں تو اللہ کے سامنے جاتے ہیں اور ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ وہ ہماری جھولی بھر دیتا ہے تو ہم اسکو اپنا کار مہ مان کر اللہ کو بھول جاتے ہیں۔''ا. اہیم خاموش ہو ی۔وہ بس ٹ سا اسکے چہرے کو دیکھے ی جو کہ اب صاف ہو چکا تھا۔اسکے چہرے پ اب دو رہ سے سرخی آنے لگی تھی۔اسکا ر دو رہ نکھرنے لگا تھا۔اتنی جلدی کوئی کیسے شفایاب ہو سکتا ہے؟ وہ سوچ کر رہ ی۔صفا اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی اٹھی اور واشروم میں گھس گئی۔

''جاؤ یہاں سے۔۔''وہ دھاڑا اور ٹیبل پ پڑا ایش ٹے اٹھا کر سامنے پٹ دی۔عینا اچھل کر ایا جا ہوئی ورنہ وہ شیشے کا ایش ٹے اسکے پیروں پ لگتا۔عینا نے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روکی تھی۔وہ لرز کر رہ گئی۔'' دھوکے ز ہیں یہاں۔ دغا ز ہیں۔اپنی توں سے نے والے۔''وہ تنے جبڑوں سے ہی ٹ ٹ ا تھا۔عینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھے گئی۔''فر ۔ فر ۔کوئی کسی کا نہیں۔یہاں کوئی کسی کے لئے سولی پ لٹک جائے کسی کو پرواہ نہیں ہوتی یہ دمکاری کے سوا کچھ نہیں۔''

عینا نے تھوک نگلا اور ایا قدم آگے بڑھی اسکو اس شخص پ رحم آ رہا تھا پتہ نہیں کیوں اسکو اس پ رحم آیا تھا۔اسکو ہمیشہ ہی وہ قابل رحم لگتا تھا۔کیو جو ان ا ھیروں میں اہوا ہو جس کے دل ت امید کی ایمان کی ایا کرن بھی نہ پہنچ پائے وہ شخص قابل رحم ہی ہوا کرتا ہے۔

''ہم کسی کو روک نہیں یحسن۔!ہر کوئی اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔۔وہ اچھا کرتا ہے۔ا اسکا حساب وہ خود دیتا ہے۔''عینا نے نرمی سے کہا تو حسن نے جھٹکے سے چہرہ اوپر اٹھایا عینا نے جو قدم آگے لیا تھا وہ پیچھے کھینچ لیا۔۔وہ اپنی تیز آنکھوں سے اسکو دیکھے ی۔۔عینا کی سانس اٹکنے لگی تھی۔

لیکن پھر۔۔پھر حسن کے ت ات ڈھیلے پڑ گئے۔۔عینا نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکے ت ات کو لتے ہوئے دیکھا تھا۔حسن نے آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''وہ دھوکہ نہ دیتی بس۔'' وہ مدھم ہوتی آواز میں بولا۔عینا دو قدم آگے آئی اور اسکے سامنے رکھے میز پہ ٹ گئی۔''اس نے وعدہ کیا تھا۔اس نے ا. اہیم کی جان کی ضما۔ لی تھی۔اس نے جس وعدہ کے ذریعے اسکی جان کی امان مانگی تھی آج وہی وعدہ توڑ دیا۔'' وہ زخمی سا مسکرایا۔عینا کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔۔یعنی اس نے صفا کو ا. اہیم کے کسی انتقام کے لئے نہیں بلکہ اس سے محبت کی وجہ سے اغواء کیا تھا۔

''۔۔ ۔تم۔کس سے محبت کرتے ہو؟'' اسکا دل ڈوب کے ابھرا۔

''ہے ا۔ دغا۔ز۔۔مطلب پ ۔ا۔ پ ۔۔بے مروت۔اور خودغرض'' وہ کہتے ہوئے ہنس دیا۔عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''ا. اہیم کی کیا لگتی تھی وہ؟'' عینا نے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے تھوک نگلا۔

''بیوی۔''

''کیا؟ تم کسی کی بیوی سے محبت کر بیٹھے؟ تم پ گل ہو؟'' عینا نے ۔سف سے اسکی جا۔ دیکھا۔حسن نے یوں ہی دراز آنکھیں کھول کر سامنے بیٹھی عینا کو دیکھا اور ا. واچکائے۔

''محبت کرنے والے پ گل ہی تو ہوتے ہیں۔'' عینا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

''تم نے ا۔ ٹ حر ۔ کی ہے۔۔شکر ہے وہ لڑکی تمہاری. توں میں نہیں آئی۔'' عینا نے سر جھٹکا تو وہ جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھا عینا جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔۔ا درمیان کا فاصلہ سمٹ ۔ تھا۔۔عینا کو اپنے دل کی دھڑ کانوں میں سنائی دیں۔۔وہ شخص موت تھا۔۔اسکی قر۔ ۔ موت تھی۔شا کے قر۔ جا۔ یعنی موت کے قر۔ جا۔

''لوگ کریں تو محبت۔۔اور ش۔ حسن آفندی کرے تو ٹ حر ۔ ؟'' اس نے دن کو۔ جا۔ خم دیا عینا کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

''۔۔ ۔تم بھول جاؤ اسکو۔۔وہ اب کسی کی بیوی ہے۔یہ۔یہ غلط. ت ہے۔'' عینا ٹ ۔ٹ ائی۔

''بھول جاؤں؟'' اس نے عینا کی آنکھوں میں دیکھ کر اسکو قید کیا۔۔کسی شخص کو قید کرنے لئے حسن کی آنکھیں کافی تھیں۔

''ہہ۔ہاں۔بھول جا۔ چاہیے۔'' عینا نے تھوک نگلا۔

''ہمم۔۔بھول جا۔ چاہیے۔۔ ۔'' کہتے اس نے ٹیک لگا دی۔''اس کا کیا؟'' اس نے اپنے ۔ پ۔ جا۔ ا۔ مکا سا۔ سا۔

''اس کا کیا عینا؟'' آج اس نے پہلی. رعینا کا۔م لیا تھا۔اسکے منہ سے عینا کو اپنا۔م بہت اچھا لگا تھا۔۔وہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔ اگلے ہی لمحے عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ مسکرائی کیوں؟ اس نے اپنے ہو ں پہ ہاتھ رکھا۔اور اپنی مسکراہٹ سمیٹی۔''لڑکی تم نے مر۔ ہے کیا؟'' اس نے خود کو ٹوکا۔

''۔۔ ۔۔تم بھول جاؤ۔اسکو پ نے کا خیال ۔ک کر دو وہ تمہاری نہیں ہو سکتی۔'' عینا نے ہمت کر کے کہا تو حسن بند آنکھوں سے ہی مسکرا دیا۔وہ بکھرا سا ہوا تھا۔۔عینا کو اسکی مسکراہٹ سے خون رستا ہوا آ تھا۔وہ مسکراہٹ خون آلود تھی۔

''پ نے کا خیال؟'' وہ مدہم سی آواز میں بولا۔''وہ تو ۔ک کر دیا تھا۔کیو اس نے مجھے اپنی تھیوری پ قائل کر لیا تھا ۔'' کہتے ہوئے وہ ا۔ پل کر رکا۔'' وہ خود اپنی تھیوری سے کیوں گئی؟ کیوں اس نے آج ا. اہیم کو پ لیا۔؟ کیوں اس نے ا. اہیم کو پ نے کا خیال ۔ک نہیں کیا؟''

''ہو سکتا ہے حالات ایسے بن گئے ہوں۔۔ہو سکتا ہے اسکا شوہر اسکو خود اپنی ز۔ گی میں واپس لے آ ہو۔۔'' عینا نے کندھے جھٹکے۔

''کیا۔۔میرے لئے ایسا کوئی وسیلہ نہیں بن سکتا تھا عینا؟ کیا محبتوں پ بس اچھے لوگوں کا حق ہے؟ کیا یہ صرف ا. اہیم جیسے لوگوں کی جھولی میں ڈالی جاتی ہیں؟ کیا دعا اور ر۔ضتیں بس صفا جیسے لوگوں کی قبول ہوتی ہیں؟'' اس نے ٹ پ کر آنکھیں کھول دیں۔عینا کا دل زخمی ہوا تھا۔

''دعاؤں کے لئے دلوں کا پ ک ہو۔ ضروری ہے حسن۔'' اس نے بے بسی سے اس بکھرے سے گنہگار کو دیکھا تھا۔

''میرا دل کس نے دیکھا ہے؟ کیا تم نے دیکھا ہے میرا دل عینا؟'' وہ مسکرا دی عینا ٹ ۔ٹ ائی۔

''نن۔نہیں تو۔''

''تو پھر تمہیں کس نے حق دیا میرے دل کو پ ک کہنے کا؟'' عینا کو اب اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی وہ بھول گئی تھی کہ وہ اس وقت ش۔ حسن آفندی کے سامنے بیٹھی

ہے۔

''مم۔ ہمارے اعمال۔ ہمارے اعمال ہمارے دلوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اَ تمہارے عمل سے سفا کیت چھلکتی ہے تو تمہارا دل نرم نہیں ہے اور عا. نی کے لئے دلوں کا نرم ہو. ضروری ہے۔'' عینا نے اپنی منطق دینے کی کوشش کی وہ پھر سے مسکرادیے۔

حاصل کو اک وجہ درکار
لاحاصل کو عذر ہزار

''تو اب تم کیا کرو گے؟'' عینا نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

'' ل۔۔رنج۔ ماتم۔۔اور صبر۔'' وہ کہہ کر دو. رہ آنکھیں مو ند گئے۔ عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ اسکی آنکھوں میں نمی ا تر آئی تھی۔ محبتیں ہمیشہ خالص ہوا کرتی ہیں۔

فجر کی اذان اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ جاگ رہا تھا۔ وہ ا یے ہاتھ سر کے نیچے رکھے پ ت ے ٹ تھا۔ اسکے ا. وہ سنہری. لوں والی لڑکی سو رہی تھی۔ اس نے دفعتا ً کروٹ لی تو اسکے سنہری. ل اسکے چہرے پ بکھر گئے۔ ا. اہیم نے یوں ہی دن موڑ کر دیکھا۔ سنہری. لوں والی لڑکی کے. ل آج بے رونق نہیں تھے۔ اسکا چہرہ بھی پ نور تھا۔ وہ. ر. ربس یہی سوچے جا رہا تھا کہ وہ ا یے ہی دن میں اتنا کیسے. ل گئی۔ اور اسکو کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اذان مکمل ہوئی تو وہ اٹھا اور واشروم میں گم ہو ے جبکہ سنہرے. لوں والی لڑکی یوں ہی سوئی رہی۔ وہ واپس آ یا تو وہ اسی طرح سو رہی تھی۔ وہ اسکے قر. آ یا اور جھک کر اسکے. ل اسکے چہرے سے ہٹائے۔

''نفلی عبادت تو کر لی تھی اب فرض بھی پ ڑھ لو۔'' اس نے ا یے سرگوشی کی۔ صفا کسمائی۔'' زکا وقت نکل جائے گا۔'' کہہ کر اس نے بے اختیار صفا کی کنپٹی کو چھوا تھا۔ صفا کا چہرہ سرخ ہوا اور اسکے. مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ ''چالاک لومڑی اٹھ جاؤ۔'' وہ سر. ٹ پیچھے ہٹا۔ صفا نے ا یے آ کھول کر دیکھا تو وہ جا چکا تھا۔

مصر میں اس قید خانے میں وہ قیدی زادا کر رہا تھا۔ وہ اپنا ڈھیلا سا لباس پہنے جو بمشکل اسکے. ن کو ڈھک رہا تھا اب تشہد کی حا ت میں تھا۔ اس نے سلام پھیرا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ کچھ د یسکوت سا چھا یا رہا۔ پھر اس قیدی کے. ہلے تھے۔

''میرے اللہ۔!! میرے رازق۔ جو مجھے ان ا ھیروں میں بھی رزق دیتا ہے تو پ ک ہے۔ میرے پ لنے والے میں نے اپنا فرض نبھانے کی پوری کوشش کی۔ میں نے اپنا جہاد لڑا۔ اپنے حصے کی محنت میں نے کی۔ پھر بھی کوئی کمی رہ گئی تو معاف کر دے۔ کیو ا ن کامل نہیں اور میری ذات تو ذرہ بے ن ہے پ ودگار۔'' وہ یوں ہی بیٹھا اپنے رب سے. تیں کر. رہا۔ ''میرے لوگوں کی مدد فرما۔ اور ہمیں اپنے راستے پ ث. ت قدم رکھ۔ آمین۔'' کہتے ہوئے قادر نے چہرے پ ہاتھ پھیرا۔ اور انگلیوں پ ہی اپنے رب کی حمد وثناء بیان کرنے لگا۔

مصر میں اجالا پھیلنے لگا۔ سڑکوں پ ز. گی ا. ر پھر سے دوڑنے لگی تھی۔ ا یے بیکری کھلی ہوئی تھی اور اس میں ا یے بوڑھا آدمی اپنی ڈبل روٹیاں، کیکس اور پیسٹریں چن چن کر رکھ رہا تھا۔ اسکی بیکری کے. ہر ا یے آدمی آ کر رکا۔ اس نے. ۔ سے ا یے رومال نکالا اور اس سے بیکری کی ڈور. ب گھمائی۔ شیشے کا دروازہ کھلتا ے۔ بوڑھا آدمی کھل کر مسکرادیے۔ وہ اسکی بیکری کا پہلا گا ہک تھا۔۔

''السلام علیکم۔!!'' اس گا ہک نے چہرے پ سیاہ ماسک لگا رکھا تھا۔ بیکری والے بوڑھے نے مسکرا کر سلام کا جواب دیے۔۔

''. ٹ دے دو۔'' اس گا ہک نے کہا تو بیکری والا بوڑھا جلدی سے. ٹ نکال کر پیک کرنے لگا۔ اس نے رقم ادا کی اور وہاں سے ے۔ بوڑھے نے پیسے غلے میں رکھ دیئے۔ اور اپنے کام میں مصروف ہو ے۔ تھوڑی د یبعد ا یے اور گا ہگ بیکری میں داخل ہوا۔ اس نے کچھ سامان ید ا۔ بوڑھے بیکری والے نے مسکرا کر اسکو بقایا رقم ادا کی اور دو. رہ اپنے کام میں مشغول ہو ے۔ اس نے اپنی صفائی والا کپڑا اٹھایا ہی تھا کہ اسکو اپنے ہاتھ پ خارش محسوس ہوئی۔ بوڑھے نے دوسرے ہاتھ سے اپنی ہتھیلی کھجائی اور دو. رہ اپنے کام میں مصروف ہو ے۔۔ وہ خارش کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔

صبح کے سات بج رہے تھے۔صفا اپنے کمرے سے نکلی تو سامنے ہی وہ کمر پہ دونوں ہاتھ ٹکائے کھڑا تھا۔صفا ایک پل کو ٹھٹکی اور پھر مسکرا کر زمین پہ بیٹھ گئی۔

اس نے اپنا چہرہ سامنے کیا تو صفا نے باری باری اسکے گال چومے۔

''گڈ مارننگ پیٹی لیڈی۔''اس نے صفا کے گلے میں بانہوں کا ہار بنایا۔

''گڈ مارننگ ہینڈسم ینگ مین۔''صفا نے بھی شوخی سے جواب دیا تو مرجان جھٹکے سے الگ ہوا اور اسکا چہرہ دیکھا۔

''آپ کے نیل ٹھیک ہو گئے پیٹی لیڈی۔!آپ بالکل فریش لگ رہی ہیں۔کون سی میڈیسن کھائی تھی؟''وہ اسکے گال چھو کر دیکھ رہا تھا۔

''محبت کی۔''صفا کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی مرجان کے کانوں سے کوئی سرگوشی چوک نہیں سکتی تھی۔

''محبت کی؟یہ کیسی میڈیسن تھی؟''

''کک۔کچھ نہیں۔تم۔تم ریڈی نہیں ہوئے؟''

''آج چھٹی کرنی ہے۔''اس نے سیاہ آنکھیں مٹکائیں۔صفا نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔

''تم جاؤ تو ہو کہ تمہارے بہانے نہیں کرنے دیں گے پھر کیوں روز روز ضد لگاتے ہو؟''صفا نے اٹھتے ہوئے اسکے ارمانوں کا قتل کیا تھا۔وہ دونوں ہاتھ پکڑے اب زینے اترنے لگے۔

''کوشش کرنے میں کیا حرج ہے؟''مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا سکول میں تمہارا دل نہیں لگتا؟''صفا نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''سکول دل لگانے کی جگہ ہے؟''مرجان نے فوراً پوچھا۔وہ لوگ اب لاؤنج میں آ گئے تھے۔

''ہاں۔سکول میں بھی دل لگایا جا سکتا ہے۔کسی پیاری سی لڑکی سے۔''صفا نے مسکراہٹ دبائی۔مرجان کے دماغ میں جھماکا ہوا۔

''اوہ۔یہ دا۔آج میں چھٹی نہیں کر سکتا۔''اس نے فوراً اپنا ارادہ کینسل کر دیا تھا صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔''آج ایک ضروری کام ہے۔''مرجان کی آنکھیں ایک پل میں تاریک ہو گئیں۔صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''کیسا کام؟''

''ہے ایک کام۔''مرجان سر ہلاتا ہوا کچن کی جانب بڑھا۔صفا نے بے یقینی سے اسکی پشت دیکھی۔

''پیٹی لیڈی آپکو منال بلا رہی ہیں۔''کچھ دیر بعد اسکی آواز گونجی تو صفا جلدی سے کچن میں چلی آئی۔دیکھا تو وہ سلیب پہ ٹکا بیٹھا تھا۔منال پراٹھے بنا رہی تھیں جبکہ زلیخا آملیٹ۔

''السلام علیکم آنٹی۔!!''صفا نے جھجک کر سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام۔!کیا کھاؤ گی۔''وہ مصروف سی بولیں۔

''جو بھی کھانا ہے گے۔''صفا نے دوپٹہ درست کیا۔منال نے مڑ کر اسکو دیکھا۔وہ پیاری سی لڑکی اس گھر میں زندگی لے آئی تھی۔انھوں نے کس قدر غلط کیا تھا اسکے ساتھ۔کیا وہ اسکا کبھی مداوا کر پائیں گی؟وہ سوچ کر رہ گئیں۔

''منال پراٹھا جلے گا۔''مرجان کی آواز پہ وہ ہڑبڑایا۔

عینا لاؤنج میں تیار سی کھڑی تھی کہ وہ سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔اجلی تھری پیس پہنے وہ سوٹڈ بوٹڈ ہشاش بشاش سا تھا۔عینا نے اسکو غور سے دیکھا۔وہ حسن نہیں تھا۔وہ شہ حسن آفندی تھا اور جس کو اس نے کل رات دیکھا تھا وہ حسن تھا۔وہ شخص اپنے دونوں کردار بخوبی نبھا لیا کرتا تھا۔

''چلو۔دیر ہو رہی ہے۔''وہ اسکے پاس سے گزرا عینا چونکی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے پیچھے چل دی۔وہ دونوں آج ایک ہی گاڑی میں تھے۔وہ اسکے ساتھ پچھلی سیٹ

بیٹھی تھی جبکہ حسن اپنا کھولے کچھ نیوز سائیٹس دیکھ رہا تھا۔عینا نے دفعتاً نگاہ اسکے پہ ڈالی تو وہ کوئی اپ ٹل کی نیوز تھی جہاں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی تھی کیو اس میں ای عجیب وغریب جلدی بیماری میں مبتلا مریضوں کو لایا جا رہا تھا۔حسن نے سکرول کیا تو ساتھ کچھ مریضوں کی تصاویر بھی تھیں۔عینا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا یہ ویسے ہی مریض تھے جیسے حسن نے اسکو دکھائے تھے۔اس نے غیر یقینی سے پرسکون سے بیٹھے حسن کو دیکھا۔

''یہ۔یہ لوگ مر جائیں گے۔تم لوگ دوا کیوں نہیں دیتے؟''عینا نے بے بسی سے اسکو دیکھا تھا۔حسن نے گردن موڑ کر عینا کو دیکھا اور پھر آف کر کے رکھ دیا۔

''تم ظالم ہو۔تم سفاک ہو۔تم بے حس ہو۔''عینا نے چیخ کر کہا۔اسکو اس والے حسن سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

حسن اسکی بات پہ گہرا مسکرایا اور گردن موڑ کر عینا کو دیکھا۔

''اس نے ڈھٹائی سے کہا تو عینا اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی جو کسی بھی احساس سے عاری تھا۔

سکول کوریڈور میں رش تھا۔بیل ہو چکی تھی اب اسٹوڈنٹس اپنی اپنی کلاسز میں جا رہے تھے۔مرجان اور قوت بھی کوریڈور میں چلے آ رہے تھے۔سامنے سے آتی آیت اور میرال پہ گئی۔مرجان وہیں رکی۔قوت نے اسکو دیکھا تو وہ بھی ٹھٹک کر رکی۔آیت نے ان دونوں کو رکتے دیکھا تو مسکرا دی۔وہ دونوں چلتی ہوئی ا پاس پہنچیں۔

''ہائے قوت۔!!ہائے ہینڈسم۔!!''آیت نے مسکرا کر ان دونوں سے کہا۔جواب بس قوت نے دیا تھا جبکہ مرجان بس ساتھ کھڑی میرال کو دیکھ رہا تھا۔

''ہائے۔!!''میرال نے مسکرا کر مرجان کو دیکھا۔

''ہائے۔میرال۔ہاؤ آر یو؟''مرجان نے خلاف توقع مسکرا کر میرال کو جواب دیا تو قوت اور آیت نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔

''آئی ایم فائن۔۔''میرال نے بال کان کے پیچھے کیے۔۔قوت نے تھوک نگلا۔مرجان اسکی جانب پلٹا۔

''تم دونوں جاؤ مجھے میرال سے کچھ بات کرنی ہے۔''مرجان نے سیاہ اور پراسرار آنکھوں سے قوت کو دیکھا۔قوت کو خطرے کی گھنٹی سنائی دی۔اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مرجان کو تنبیہ کی۔

''گو۔''مرجان نے سرگوشی کی تو قوت ایک رحم بھری نگاہ میرال پہ ڈالتا آیت کو لئے وہاں سے گیا۔اب مرجان اور میرال آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''کیا کہنا تھا تم نے؟''میرال مسکرائی۔اسکو وہ سیاہ آنکھوں والا لڑکا پسند آیا تھا۔

''وہ دراصل۔''مرجان نے اپنی گردن کی پشت کھجائی۔''تمہاری ٹیچر مجھے تھوڑی پسند ہیں۔''

''کیا؟''میرال نے چونک کر دیکھا۔

''ہاں۔وہ مجھے ایک گفٹ دینا تھا۔کیا تم ان تک پہنچا دو گی؟''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔میرال نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔

''میں اسکو ہماری دوستی کی پہلی فیور جانوں گا۔''مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکائیں۔میرال نے ایک پل کو سوچا۔

''اوکے فائن۔لاؤ۔میں دے دوں گی۔''اس نے جھکتے ہوئے کہا تو مرجان گہرا مسکرایا۔اور اپنا بیگ کھول کر ایک گفٹ باکس اسکو تھمایا۔

''اور کچھ؟''میرال نے پوچھا تو مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا؟''

''ایک بات مت کہ یہ میں نے دیا ہے۔یونو۔وہ لڑکی ہیں اور اگر ایک پتہ چلے گا کہ ایک ہینڈسم لڑکے نے ایک گفٹ دیا ہے تو وہ تھوڑا شائے فیل کریں گی۔''میرال کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔''کیا تم میرا کام کر دو گی پلیز۔''مرجان نے ایک بار پھر سے آنکھیں مٹکائیں تو میرال انکار نہ کر سکی۔''ایک اور بات۔''مرجان ذرا قریب ہوا۔''گفٹ کلاس روم میں ہی کھلوانا میم سے۔۔''وہ مسکرا کر پیچھے ہٹا تو میرال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر اس گفٹ میں ہے کیا۔

''تھینکس فار دس فیور۔''مرجان مسکرا کر وہاں سے گیا۔

''میرال۔!!!'' ایک لڑکی نے پکارا تو میرال نے ہڑبڑا کر پیچھے دیکھا۔

''کلاس سٹارٹ ہوگئی ہے میم آرہی ہیں۔جلدی آؤ۔'' وہ لڑکی کلاس روم کے دروازے میں کھڑی تھی۔میرال نے اردگرد دیکھا وہاں کوئی بچہ نہ تھا۔مرجان نے اسکو اپنی آنکھوں سے اس طرح قید کرلیا تھا کہ اسکو احساس ہی نہ ہوا کہ کوریڈور خالی ہو چکا تھا۔میرال جلدی سے قدم اٹھاتی کلاس روم میں پہنچ گئی۔

دوسرا پیریڈ شروع ہوا تو مرجان کی فیورٹ ٹیچر کلاس میں داخل ہوئی۔میرال نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے ڈیسک میں پڑا وہ بکس اٹھایا۔

''گڈ مارننگ بچو۔'' میم نے کہا تو بچوں نے پرجوشی سے جواب دیا تھا۔حال احوال پوچھنے کے بعد وہ رجسٹر کھولنے لگی تو میرال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آئی۔جو کہ اسکے ساتھ بیٹھی تھی اس نے اچنبھے سے دیکھا میرال چلتی ہوئی میم کے پاس پہنچی۔''جی میرال بیٹا؟'' ٹیچر نے پیار سے پکارا۔

''میم۔یہ آپکے لئے۔'' میرال نے جھجکتے ہوئے وہ گفٹ بکس میم کی جانب بڑھایا۔آئی۔جو بھی بیٹھی تھی کیونکہ اسکو نہیں معلوم تھا کہ میرال نے یہ گفٹ کیوں اور کیلئے کیا تھا۔

''تھینکس بیٹا۔! میں یہ گفٹ نہیں لے سکتی۔'' ٹیچر نے انکار کردیا۔تو میرال کا چہرہ اتر گیا۔وہ مرجان سے دوستی کرنا چاہتی تھی ٹیچر کی بات سن کر اسکو اپنی نئی نئی دوستی خطرے میں پڑتی محسوس ہوئی۔

''میم پلیز۔!میں نے بہت پیار سے لیا ہے آپکے لئے۔'' میرال نے افسردگی سے کہا تو ٹیچر نے تاسف سے دیکھا۔''میم پلیز۔'' میرال نے دوبارہ کہا تو ٹیچر نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے وہ بکس پکڑلیا۔''میم پلیز۔یہیں کھولیں۔'' میرال نے نئی فرمائش کی تو ساری کلاس نے دلچسپی سے دیکھا۔اب تو کوتجسس ہو رہا تھا کہ اس بکس میں ایسا کیا ہے۔ٹیچر نے سر جھٹکا اور گفٹ بکس کھولنے لگی۔میرال بھی اشتیاق سے دیکھ رہی تھی کہ مرجان کی پسند کیسی ہے۔ٹیچر نے ربن ہٹایا اور ڈبہ کھولا تو ایک چیخ بلند ہوئی۔اسکے ساتھ ہی ایک مینڈک جو کہ سیاہ رنگ کا تھا اور لگ بھگ ہتھیلی کے سائز کا تھا چھلانگ لگا کر ٹیچر کے سر پر بیٹھ گیا۔بس پھر کیا تھا۔پوری کلاس چیخ وپکار سے گونج اٹھی تھی۔

دوپہر ہو رہی تھی۔وہ واپس آیا۔ایک ہاتھ پہ بے رنگ کا کوٹ تھے دوسرے ہاتھ میں اپنا فون پکڑے وہ وہ مصروف سا انداز میں لاؤنج میں داخل ہوا۔وہ اس وقت ایک وائیٹ ڈریس شرٹ اور ڈارک گرے پینٹ میں ملبوس تھا۔لاؤنج خالی تھا۔اس نے اچنبھے سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سیڑھیاں چڑھ گیا۔اس نے اپنے پورشن کا دروازہ کھولا تو کچھ آوازیں اسکے کانوں سے ٹکرائیں۔وہ آگے بڑھ گیا۔اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ ٹھٹک گیا۔سامنے بیڈ پہ وہ دوزانوں بیٹھی تھی اسکے سامنے بیڈ پہ دینا لیٹی ہوئی تھی۔

''سے ماما۔'' وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

''شفا۔'' دینا کہہ کر ہنس دیتی۔صفا جھک کر اسکے پیٹ پہ گدگدی کرتی۔وہ لوگ یہی کر رہی تھیں۔ابیہم حیرت کا مجسمہ بنے کھڑا رہا۔

''نہیں۔سے ماما۔'' صفا نے دوبارہ کہا دینا کی ہنسی ذرا تھمی۔

''شفا۔!!'' اس نے دوبارہ کہا تو صفا نے پھر سے اسکو گدگدی کی۔وہ دونوں اپنی دنیا میں مگن تھیں۔اس کمرے میں ان دونوں کی کھلکھلاتی ہنسی نے سماں باندھ دیا تھا۔ابیہم کو اندازہ ہی نہ ہوا کہ وہ وہاں کتنی دیر کھڑا ان دونوں کو یوں کھلکھلاتے ہوئے دیکھتا رہا۔دینا نے ہنستے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا تو وہ چونکا۔

''۔۔!!'' دینا نے پکارا۔صفا نے جھک کر اسکا گال کھینچا۔

''نہیں ماما۔'' وہ اسکے دونوں گال کھینچ رہی تھی۔

''نو۔شفا۔۔۔'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو صفا سانس روکے رہ گئی۔وہ مڑی نہیں تھی۔ابیہم مسکراہٹ دبائے اسکے پاس آیا تو دینا جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔''۔۔آپ۔آپ۔'' اس نے بکس نہیں کھول دیں۔ابیہم نے اپنا کوٹ بیڈ پہ ہی پھینکا اور فون سائیڈ ٹیبل پہ۔اور دینا کو اٹھا لیا۔صفا کو سائیڈ پہ سوئے تھا۔''۔۔دینا۔۔'' دینا نے ابیہم کے گال پہ بوسہ دیا۔

''یس۔دینا۔۔''ا۔ اہیم نے ۔ری ۔ری اسکے گال چومے۔وہ کھلکھلائی۔''ماما کہاں ہیں؟''اس نے سن سی بیٹھی صفا سے پوچھا۔

''وہ۔کچن میں ہی تھیں۔''صفا اپنا دوپٹہ سنبھالتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں ہیں۔''ا۔ اہیم دینا کے ساتھ کھیلتا ہوا بولا۔

''کھا۔کھا۔ لگاؤں؟''

''ابھی لنچ میں ٹائم ہے بچے آجا ۔''اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔

''پانی۔لاؤں؟''اس نے دو۔رہ پوچھا۔

''نہیں بیٹھ جاؤ۔'' کہتے وہ بیڈ پہ یوں ہی جوتوں سمیت دراز ہوَ۔ اور دینا کو اپنے ۔ پہ بٹھالیا۔صفا نے جھک کر اسکے جوتے کھولنے چاہے تو ا۔ اہیم نے فوراً پیر پیچھے کھینچا۔ ''کیا کر رہی ہو؟''اس نے صفا کو اپنی ازلی گھوری سے نوازا۔

''وہ۔آپ کے۔''

''معذور نہیں ہوں۔ا۔ رلوں گا۔''وہ کر۔ ۔ آواز میں بولا تو صفا نے اسکا منہ دیکھا۔اسکے ۔ ش ات سخت تھے۔

''یہ۔ت۔ می سے بھی کہہ ۔ تھے آپ۔''وہ منمناتی ہوئی آکر دوسری جا۔ بیٹھ گئی۔ا۔ اہیم نے ا۔ واٹھا کر اسکا پھولا ہوا منہ دیکھا۔

''دینا۔!!''وہ بولا تو دینا ہمہ تن گوش ہوئی۔

''مجھے لگتا ہے میری جوتھوڑی بہت زن گی رہ گئی ہے۔وہ لوگوں کو مناتے اور سوری بولتے ہوئے ہی ۔ رجائے گی۔''اس نے ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے ا۔ ہاتھ سر کے نیچے رکھا۔دینا نے کچھ د۔ الجھ کر اسکو دیکھا۔جبکہ صفا نے ٹپ کر دیکھا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہیں۔میری حیات بھی آپکو لگ جائے۔''ا۔ اہیم نے دن موڑ کر دیکھا۔

''۔۔۔دینا سوری۔''(دینا سوری کر دیتی ہے)۔اس نے کہا تو وہ دونوں چو ۔''شفا۔دینا اینڈ۔۔سوری۔''دینا نے اپنے کان پکڑے تو ا۔ اہیم کا قہقہہ گو ۔

''نو دینا۔!اسکو سوری کی نہیں تھوڑی ٹیوننگ کی ضرورت ہے۔''اس نے کہا تو صفا کا منہ کھل ۔ ۔

''تیوننگ۔تیوننگ۔''دینا نے زور وشور سے سر ہلا۔ تھا۔وہ ان۔پ بیٹی کو دیکھ کر رہ گئی جو اسکی ٹ ۔ کھینچ رہے تھے۔صفا نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی وہ ان دونوں سے۔ ۔ نہیں سکتی تھی۔وہ یوں ہی بیٹھ گئی۔ا۔ اہیم کی اسکے ہاتھ پ گئی تو وہ ٹ ۔اس نے اپنا ہاتھ سر کے نیچے سے نکالا اور وہ ہاتھ پکڑا۔جس کی ا۔ ں سرخ ہو رہی تھیں۔صفا ہڑ۔ ائی۔

''یہ کیا ہوا ہے؟''اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔صفا نے اسکا چہرہ دیکھا وہ سوالیہ یں لئے اسی کی جا۔ دیکھ رہا تھا۔

''وہ۔وہ۔آج۔''

''کیا وہ وہ لگائی ہوئی ہے؟ کیا ہوا ہے بولو۔''وہ ا۔ ر پھر سے او آواز میں بولا صفا اپنی جگہ سے تقریباً اچھلی تھی۔۔

''۔۔۔ن۔۔ن۔''دینا نے صفا کا ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا تو صفا نے بے چارگی سے دینا کی جا۔ دیکھا۔

''کیسے جلا؟''ا۔ اہیم اب اسکی انگلیوں کو چھو کر دیکھ رہا تھا۔

''وہ کھا۔ بنا رہی تھی۔''صفا نے آنکھوں میں چمک لئے بتا۔ تو ا۔ اہیم نے ا۔ واٹھا کر اسکو دیکھا۔

''پانی ا۔ لا تھا؟''

''نہیں تو۔میں نے کچھ بنا۔ تھا۔''صفا کو اپنی کوکنگ سکلز کی توہین ہر۔ دا ش ۔ نہ تھی۔

''پانی میں ا۔ ا۔ لا تھا؟''ا۔ اہیم نے دو۔رہ پوچھا تو وہ افسوس سے اسکی جا۔ دیکھنے لگی۔''اس کے علاوہ اور کیا کیا تھا؟''وہ تکان سے بولا۔

''میں لے کر آتی ہوں۔''کہتے صفا اٹھنے لگی۔ا۔ اہیم حیران ہوا۔ وہ اسکی مز۔ کوئی ۔ت سنے بنا وہاں سے چلی گئی۔

اس وقت پنسپل آفس میں وہ ٹیچر اور میرال موجود تھے۔ میرال کا رو رو کر. احال تھا۔

''میم۔! اس کو آج ہی سسپینڈ کریں پلیز۔'' ٹیچر کا ابھی۔ خوف کے مارے چہرہ زرد تھا۔ میرال نے ٹ پ کر ٹیچر کو دیکھا۔

''مس رومانہ۔! آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے ا پیرنٹس کو کال کر دی ہے۔'' پنسپل جو کہ ا۔ ادھیڑ عمر خاتون تھیں میرال پ ا۔ سخت نگاہ ڈالتی ہوئی بولیں تھیں۔ میرال کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ اسکو ابھی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ آ۔ اسکے ساتھ ہوا کیا ہے؟

''میم۔! پلیز۔! میری. ت سن لیں۔'' .لآ۔ میرال ہچکیوں کے ن بولی تو پنسپل نے اسکو ا۔ سخت گھوری سے نوازا۔''وہ۔ وہ مرجان نے کیا ہے یہ۔'' وہ سسک کر بولی تو مس رومانہ نے جھٹکے سے میرال کی جا. دیکھا۔

''میرال۔! آپ جا بھی ہیں کس پ الزام لگا رہی ہیں؟'' وہ ط خ کر بولی تو پنسپل نے میم رومانہ کو دیکھا۔

''میم۔! وہ میرا . سے. ا۔ اور او بیڈ اسٹوڈ۔ ٹ ہے۔ یہ بچی جھوٹ بول رہی ہے۔'' میم رومانہ تو مرجان کا. م سن کر آپے سے. ہر ہو گئیں تھیں۔''اور میم۔ یہ میرال۔ ا یہ۔ نہیں معلوم ہو۔ کہ ا نوٹ . میں کیا لکھا ہوا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے یہ کسی اور سے اپنا ہوم ورک کرواتی ہیں۔ کیو . . وہی سوال ٹیسٹ میں آتے ہیں تو یہ بلینک فیس لے کر بیٹھی ہوتی ہیں۔'' مس رومانہ نے اپنی خوب بھڑاس نکالی تو میرال ان کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

وہ دینا کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ صفا دو. رہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اسکے ہاتھ میں ا۔ پلیٹ تھی۔ ا. اہیم نے واقعی حیرت سے دیکھا تھا یعنی وہ سچ میں کچھ بنا کر لائی تھی۔

''یم۔یم۔'' دینا نے پہلے ہی ہو ں پ ز. ن پھیر لی تھی۔ صفا آ کر بیٹھی تو ا. اہیم نے ذرا سا اٹھ کر دیکھا۔

''ارے واہ۔'' وہ فورا اٹھ کر بیٹھا۔ پلیٹ میں کورین فرائیڈ تھا۔''کہاں سے آرڈر کیا؟'' ا. اہیم نے ا۔ پیس منہ میں ر ت ہوئے پوچھا تو صفا نے بے بسی سے اسکی جا. دیکھا۔

''میں نے خود بنایا ہے۔''

''ہو ہی نہیں سکتا۔'' ا. اہیم نے ا۔ اور پیس اٹھا کر کھایا۔

''. .۔دینا۔یم۔یم۔'' دینا بھی کھانے کو ما۔ رہی تھی۔

''نو دینا۔! اٹس سپائسی۔'' ا. اہیم نے اسکو کرتے ہوئے ا۔ اور پیس اٹھایا۔ صفا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ تعریف تو دور وہ یقین ہی نہیں کر رہا تھا۔

''کیسا بنا ہے؟'' صفا نے اشتیاق سے پوچھا۔

''پہلے بتاؤ کہاں سے آرڈر کیا ہے؟'' اس نے آ۔ ی پیس بھی پ ٹ کر دیا۔

''ا. اہیم۔!!'' وہ جھنجلائی۔''میں نے خود بنایا ہے۔''

''اچھا؟ کیا واقعی؟ اور چکھا نہیں تھا؟'' اس نے سائیڈ ٹیبل سے ٹشو اٹھا کر اپنا منہ صاف کیا۔

''نہیں۔ مجھے لگا تھا . کے ساتھ کھا گے کھانے میں ہی۔'' صفا نے ت سف سے خالی پلیٹ کو دیکھا۔

''اوہ۔ اور ہے؟'' ا. اہیم ط ۔تو صفا نے بے چارگی سے میں سر ہلا دیا۔

''اچھا؟ چلو کوئی. ت نہیں کل پھر بنا۔ ۔'' کہتے وہ دو. رہ پ ت لیٹ ۔۔

جبکہ دینا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ صفا نے پلیٹ اٹھائی اور کچن میں چلی آئی۔ اس نے کاؤنٹر پ پلیٹ رکھی تو اس میں ا۔ چھوٹا سا پیس بچ ۔ تھا۔ صفا نے مسکرا کر وہ پیس اٹھایا۔ اور منہ میں رکھا۔ اگلے ہی لمحے اسکا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ اس نے جلدی سے فریج کھولا اور پ نی کا گلاس اپنے ا۔ را ٹ یلا۔

''یا اللہ۔! یہ اتنی مرچیں؟ کون سا سوس ڈال دیا تھا میں نے؟'' اس نے ہڑبڑا کر بوتلیں دیکھیں۔ کچھ ٹھیک تھا۔ اس نے شہد کی بوتل اٹھائی۔ کیو اس میں شہد ڈالنے کے جو دا تنی واہٹ تھی۔ صفا نے ڈھکن کھولا اور شہد کا چمچ بھرا۔ اس سے پہلے کہ وہ چمچ کھاتی کسی نے اس سے وہ چمچ چھین لیا۔ صفا نے پلٹ کر دیکھا۔ ا. اہیم کھڑا افسوس سے اسکی جا. دیکھ رہا تھا۔ ''ا. اہیم۔!!! یہ۔ یہ۔ اتنی مرچیں۔ میں نے سچ میں نہیں ڈالی تھیں۔'' صفا کی آنکھیں بھر آ ۔ا. اہیم نے وہ چمچ سنک میں خالی کر دیا اور شہد واپس کیبنٹ میں رکھا۔

''یہ ہاٹ ہنی ہے۔'' اس نے کیبنٹ بند کرتے ہوئے پانی کی بوتل اٹھائی اور منہ کو لگالی۔ صفا کی آنکھوں سے پانی جاری ہو چکا تھا۔ مرچوں کی وجہ سے نہیں بلکہ افسوس سے۔ا. اہیم پانی پی کر پلٹا تو وہ آنکھوں کی ٹنکی بھرے کھڑی تھی۔ وہ اسکے سامنے آیا۔ ''اب کیا ہے؟'' اسکی آنکھوں میں آ دیکھتے ہوئے سف سے پوچھا۔

''وہ۔ مجھے نہیں پتہ تھا۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''میں نے کچھ کہا؟'' صفا نے میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر؟ ان آ وں کی کوئی وجہ؟''

''میری وجہ سے آپکو تکلیف ہوئی۔'' صفا نے چہرہ اوپر اٹھایا تو آ لڑھک کر گالوں پر بہہ گئے۔

''میں ا. اہیم گورسی ہوں۔ کوئی ·زک دوشیزہ نہیں جو اتنی سی تکلیف سے شور مچا دوں گا۔'' صفا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

'' آپ مجھے بتاتے تھے۔ کیوں کھایا۔ اور وہ بھی سارے کا سارا؟'' اسکو رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا۔

ا. اہیم نے ہاتھ بڑھا کر اپنے ہاتھ کی پشت سے اسکے گال صاف کئے۔ ''پہلی. رتم نے کچھ بنایا تھا۔ آج ہی ٹوک دیتا تو تمہارا سفر یہیں ختم ہو جاتا۔'' وہ مسکراہٹ دبائے اسکا اتراسا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ صفا نے نم پلکیں اوپر اٹھا ۔ وہ مہربان تھا۔! ''کیا دیکھ رہی ہو؟'' خود پر نگاہیں مرکوز پا تو پوچھا۔

''آپ بہت اچھے ہیں۔۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

''صرف تمہارے لئے۔'' صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔ ''ورنہ ایسی حرکت میں مرجان کو بھی معاف نہ کروں۔'' اس نے کہتے ہوئے رخ پھیرا تو صفا مسکرا دی۔۔

''کیا سوری کروں؟'' صفا نے احسان جتانے کے ا· ازمیں پوچھا۔

''نہیں کیو تم تو بس معافیاں منگوا· جا ہو۔'' وہ خفا سا ہوا۔ صفا کاؤنٹر کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ وہ سر جھکا گئی۔ ا. اہیم نے ہاتھ بڑھا کر ہمیشہ کی طرح اس کو اسکے چہرے سے ہٹایا۔ ''ساری عمر ما· سکتا ہوں معافیاں۔ بس تم معاف کرتی رہنا۔'' صفا نے بے اختیار بھیگی پلکیں اٹھا ۔ا. اہیم اسکی آنکھوں میں ہی کہیں قید ہو گیا۔ اسکو صفا کی آنکھوں میں چمکتے آ وں نے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

''اہم۔۔ اہم۔'' کچن کے دروازے میں منال بیگم کھڑی تھیں۔ وہ دونوں ہڑبڑا کر پلٹے۔

''ماما۔! آپ۔ کہاں تھیں؟'' ا. اہیم وہاں سے ہٹ کر ا سامنے آیا۔ منال نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا۔

''میں نے سوچا کیوں نہ اپنے بہو بیٹے کو تھوڑا وقت دے دوں ساتھ· ارنے کے لئے۔'' وہ اسکو چھیڑتی ہوئی لاؤنج میں آ گئیں۔۔ صفا وہیں کھڑے کھڑے آنکھیں بند کر گئی۔

''ماما۔! کم آن۔ آپکی عمر ہے ایسے مذاق کرنے کی؟'' وہ آ کر ا پاس بیٹھا۔ زلیخا. ہر سے آ ا ہاتھ میں کچھ شاپنگ تھے۔ انھوں نے وہ لا کر ٹیبل پر رکھے۔

''صفا۔۔!! ادھر آؤ۔'' منال نے پکارا تو وہ سست قدم اٹھاتی وہاں پہنچی۔ ''یہاں بیٹھو'' منال نے اسکو اپنے ساتھ بٹھایا اور وہ شاپنگ کھولے۔ ان میں کچھ جوڑے تھے۔

''آ کیا ضرورت تھی؟ میرے پاس ہیں ابھی کپڑے۔'' صفا منمنائی۔

''کیسے ضرورت نہیں تھی۔ یہ لو۔ ابھی جا کر پہنو اور مجھے دکھاؤ۔'' انھوں نے ایک جوڑا نکال کر اسکو پکڑایا۔

''ابھی؟'' صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''ہاں ابھی جاؤ۔'' انھوں نے صفا کو بھیج دیا۔

سکول سے چھٹی ہوگئی تھی۔ یقوت اور مرجان گیٹ پر کھڑے اپنی گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک پس سے ایک خاتون آئیں اور میرال کو لے کر گئیں۔ یقوت نے یہ دن موڑ کر دیکھا۔

''یہ میرال کی ماما ہوں گی۔'' یقوت نے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا۔ مرجان نے بھی اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا۔ وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ میرال نے پیچھے ہوئے ایک زخمی سی نگاہ مرجان پر ڈالی تھی۔ مرجان نے چھا سا مسکرا دیا۔ یقوت نے الجھ کر ان دونوں کو دیکھا۔ میرال کی آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔

صفا وہ جوڑا پہن کر واپس آئی تو منال نے اسکی بلائیں لی تھیں۔ ایک شیفون کی پرپل اور کلی فراک تھی جو کہ اسکے پیروں تک آتی تھی۔ وہ گلے میں ہم رنگ دوپٹہ ڈالے چلی آ رہی تھی۔ سنہری بالوں کی لٹیں رخ رخسار پر جھول جاتی تھیں۔

''کتنی پیاری ہے نا یہ۔'' منال نے ابیہم کے کان میں سرگوشی کی جو کہ سیڑھیاں اترتی صفا کو دیکھ رہا تھا۔

''ہاں؟'' وہ ہڑبڑایا۔ ''ہاں۔ لڑکیاں پیاری ہی ہوتی ہیں۔'' وہ نگاہیں پھیر گیا۔

''دینا کہاں ہے؟'' صفا نے پاس پہنچتے ہوئے پوچھا۔

''اسکو زہرہ لے گئی تھی۔ کمرے میں ہوگی۔'' ابیہم نے اسکو غور سے دیکھا تھا۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی۔'' منال نے صفا کی تعریف کی تو وہ مسکرا کر سر جھکا گئی۔

''ابیہم تم نے دیکھا یہ آج بھی ویسی ہی ہے۔ تمہیں یاد ہے۔ یہ چھوٹی سی ہوتی تھی۔ یہ اسکو کوئی بھی جوڑا پہناتی تھیں تو یہ پہن کر ہمیں دکھانے آیا کرتی تھی۔ اور میں اسکی تعریف کرتی تھی تو یوں ہی سر جھکا لیا کرتی تھی۔'' منال کی آنکھوں کے سامنے خوبصورت سا منظر چلنے لگا۔ ابیہم نے بھی ایک نگاہ سامنے بیٹھی صفا پر ڈالی۔ اگلے ہی لمحے اسکو صفا کے ساتھ بیٹھی سجل یاد آئی۔ اس نے کبھی صفا کو اکیلے تو دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ دونوں جڑواں تصور کی جاتی تھیں کیونکہ وہ دونوں ہمیشہ ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ ابیہم کے چہرے پر کرب سا آیا۔ وہ رخ پھیر گیا۔

مصر میں اس وقت رات ہو رہی تھی کہ داوی مینشن کی روشنیوں نے رات کو بھی مات دے دی تھی۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوا اسکے پیچھے پیچھے ہی عینا چلی آ رہی تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا کہ اچانک مڑا۔ عینا جو کہ اپنے روم میں جا رہی تھی ٹھٹکی۔

''کافی کون بنائے گا؟'' اس نے ابیہم کو واپس پلٹ کر عینا کو دیکھا جو کہ آرام کی غرض سے اپنے روم میں جا رہی تھی۔

''کیا مطلب؟ میری ڈیوٹی تو آج سے چینج ہوگئی ہے نا۔'' عینا نے الجھ کر دیکھا۔

''تم زخم ہو جو پہلے ہی اپنا ثبت لے چکا ہے۔ اب یہ مجھ پر ہے کہ تم سے کون سا کام کروانا ہے۔'' حسن نے محظوظ سے انداز میں کہا تو عینا تلملا کر رہ گئی۔ ''جاؤ اور اپنا کافی لے کر آؤ۔ اور ہاں اگر ٹھنڈی ہوئی تو اسکو تم ہی پیو گی۔'' کہتا وہ زینے چڑھ گیا۔ عینا نے دانت پیستے اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔

''تمہیں بھی پوچھے حسن کرداوی۔'' وہ جلتی بھنتی کچن میں آئی۔ وہاں موجود نہیں تھا۔ اس نے فریج کھولا اور دودھ نکالا۔ وہ آلمنڈ ملک تھا۔ ''ہونہہ آج تم ریگولر ملک کی کافی پیو گے۔'' کہتے اس نے آلمنڈ ملک واپس فریج میں رکھا اور دودھ کی بوتل نکال لی۔

وہ نہا کر نکلا۔ اس وقت وہ اپنی ڈھیلی سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں تھا۔ وہ آ کر صوفے پر بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجاؤ۔!!''اس نے یہ کہتے ہی اجازت تو مغیث اپنے سوٹ کیس کے ساتھ اندر داخل ہوا۔اس نے وہ سوٹ کیس لاکر حسن کے سامنے پڑی میز پر رکھا اور اسکو کھول دیا۔اس میں ڈالرز تھے۔حسن نے چھا سا مسکرا دیا۔''اس کے بارے میں تو بھول ہی گئے تھا میں۔''اس نے آگے ہو کر ان پیسوں پر ہاتھ پھیرا۔مغیث مئودب سا کھڑا تھا۔

''شاباش۔!! پچاس لاکھ ڈالرز کم ہیں۔''اس نے سر جھکائے ہی کہا تو حسن نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''وہ اپنی مخصوص پر غرور آواز میں بولا۔

''جوزف بھاگ گیا ہے۔''

''واٹ۔!!!''وہ اس قدر اونچا آواز میں دھاڑا کہ مغیث لرز کر رہ گیا۔''میرے رقم سے کوئی پیسے دیئے بناء بھاگ گیا۔؟اور تم یہاں کھڑے ہو کر مجھے خبر سنا رہے ہو؟''وہ ٹیک لگائے ہی بیٹھا تھا۔اسکے ماتھے پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔انکی تکبر کی۔

''شش۔۔شاباش۔!!!اسکے بیگ میں آدھی رقم تھی۔''

''تو اسکو گارڈز نے آنے دیا ہاں؟''

''آپ کے آرڈرز تھے کہ کسی کو روکا نہ جائے۔اس لئے تلاشی نہیں لی گئی۔''

''ہمم۔''وہ آنکھیں بند کر گیا۔''بھروسہ۔!!!!''اس نے آنکھیں کھولیں تو ان تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں خون تھا۔''خیر۔''کہتے ہوئے وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور بیگ بند کر دیا۔''اسکو میرے پرسنل زون میں لے کر آؤ۔''اس نے حکمیہ آواز میں حکم دیا تو مغیث نے چونک کر دیکھا۔کیونکہ جوزف کوئی عام بزنس مین یا سیاسی لیڈر نہیں تھا بلکہ وہ مافیا کا ایک جانا پہچانا نام تھا۔

''امید ہے تمہارے لئے یہ مشکل نہیں ہوگا۔''حسن نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مغیث نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''لے جاؤ اور پورے کر کے لاؤ۔''اس نے بیگ کو دھکیل دیا تو مغیث نے وہ سوٹ کیس اٹھا لیا اور وہاں سے نکلا۔اس نے دروازہ کھولا تو عینا سامنے کھڑی تھی ہاتھ میں کافی کا مگ لئے۔مغیث نے آنکھیں چھوٹی کر کے عینا کو دیکھا۔

''سڑکش پیتی ہیں۔''اس نے عینا کے ہاتھ میں لاٹے کا مگ دیکھا۔

''وہ لاٹے بھی پیتی ہیں تم اپنا کام کرو۔''اس نے اپنے بال جھٹکے اور آگے بڑھ گئی۔مغیث نے پسوچ انداز میں عینا کو دیکھا اور وہاں سے گیا۔۔

''یہ لو تمہاری کافی۔!!''عینا نے کافی کا مگ میز پر رکھا۔

حسن نے ایک نگاہ عینا پر ڈالی اور مشکوک سے انداز میں کافی کا مگ اٹھا لیا۔''اب میں جاؤں؟''عینا نے احسان جتایا۔

''نہیں۔میں یہ کافی پیوں گا۔اگر اچھی ہوئی تو چلی جانا۔''کہتے ہوئے حسن نے ایک سپ لیا عینا نے آنکھیں گھمائی۔وہ ایک سپ کافی پیتا رہا جبکہ عینا زیرو پیٹ کھڑی رہی۔کافی ختم ہو گئی۔حسن نے مگ میز پر رکھا۔

''بس۔؟خوش؟اب جاؤں میں؟''عینا پلٹنے لگی کہ ٹھٹکی۔حسن کے چہرے کا رنگ سرخ ہو رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں اسکے ماتھے پر چمکنے لگا۔۔عینا اپنا دل تھام گئی۔

''دو۔دو کون سا تھا؟''حسن نے بھاری ہوتی سانس کے ساتھ پوچھا۔

''کک۔کیوں؟''عینا کی طرح ڈر گئی تھی۔حسن نے اپنے زور دیکھے جہاں سرخ دھبے سے نمودار شروع ہو گئے تھے۔اسکو سانس لینے میں بھی مشکل ہو رہی تھی۔

''نو۔نو۔ایسا نہیں ہو سکتا۔''وہ مضبوط یقین لہجہ قرار رکھے ہوئے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟''عینا ہڑبڑا کر قریب ہوئی۔حسن لڑکھڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''عینا۔۔!!!''وہ مدھم سی آواز میں بولا۔عینا کا حلق خشک ہوا۔

''دعا کرنا کہ میں مر جاؤں۔''وہ بولا تو عینا نے تھوک نگلا۔''کیونکہ اگر میں بچ گیا۔تو تم نہیں بچو گی۔''وہ سرخ آنکھیں عینا کی آنکھوں میں گاڑ گیا۔عینا کا پورا وجود پسینے میں ڈوب گیا۔

ا۔ اہیم کمرے میں آ۔ تو خالی کمرہ اسکا منہ پ ڑا رہا تھا۔ وہ ٹ ۔ اور پھر آ کر اپنے کپڑے نکال کر فریش ہونے ۔ ۔ وہ واپس آ۔ تو اس نے ا۔ سفید کرت شلوار پہن رکھا تھا۔ کرتے میں ر۔ ی س ٹ ھائی تھی۔ اس پ تو ہر ر ہی جچتا تھا وہ قمیض شلوار میں ز۔ دہ ت سفید کو پسند کرت تھا۔ اس نے ب۔ لوں میں۔ ش کیا اور ا۔ پ فیوم سپرے کرنے کے بعد آ کر بیڈ پ دراز ہو ۔ ۔ وہ کچھ د۔ یوں ہی مو۔ ئل پ ای میلز دیکھتا رہا۔ ب۔ ر ذہن ا۔ ہی وجود کی جا۔ جا رہا تھا جس کے ہونے سے وہ کمرہ کمرہ لگنے لگا تھا۔ اس نے تکان سے دروازے کو دیکھا جو کہ کھلا ہوا تھا کوئی آ۔ ت دکھائی نہ د۔ آ۔ کا اس نے فون پٹخا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کرتے کی سلوٹیں در ۔ ت کرت چپل پہنتا وہ۔ ہر نکلا۔

اسکا رخ مرجان اور ی قوت کے کمرے کی جا۔ تھا کیو لاؤنج میں وہ نہیں تھی۔ اس نے دروازہ ن می سے کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر ٹ تھا۔ ی قوت تو اپنی کتاب لئے دراز تھا مرجان صفا کے ساتھ ی ٹ تھا اور صفا کے ہاتھ میں ا۔ سٹوری ب۔ تھی۔ صفا کی نیند کی وجہ سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور وہ خود کو ب۔ ی مشکل سے جگائے ہوئے تھی۔

''پ۔ یٹی لیڈی۔!! کیا ہوا آ۔ سنڈریلا اپنا شوز اسی وقت اٹھا کر لے جاتی؟'' اس نے پ۔ سوچ ا۔ از میں پوچھا تو صفا مسکرا دی۔

''تو پھر کہانی یہیں ختم ہو جاتی مرجان۔!!'' ی قوت کتاب پ۔ نگاہیں جمائے ہی بولا تھا۔

''کیا سچ میں پ۔ یٹی لیڈی؟'' مرجان نے ن دن اٹھا کر سیاہ آنکھیں سرمئی آنکھوں میں ڈالیں۔ تو صفا نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔ ی۔

''تو پھر شہزادے کو سنڈریلا کبھی نہ ملتی؟ تو کیا سنڈریلا یوں ہی اپنی سوتیلی ماں کے ستم ب۔ داشت کرتی رہتی؟'' مرجان نے اداسی سے پوچھا تو صفا نے میں سر ہلا۔ ی۔ مرجان کی آنکھوں کی چمک بحال ہوئی۔

''جو جس کی قسمت میں ہوتا ہے مرجان اسکو وہ مل کر رہتا ہے۔ تقدیریں آسمانوں پ طے ہوتی ہیں۔''

''تو کیا ہم تقدیر کو ب۔ ل نہیں سکتے؟ تو پھر دعا کرنے کا کیوں کہا ج۔ ی؟'' مرجان کنفیوژ ڈ تھا۔

''مرجان۔!!'' صفا نے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پ۔ رکھی اور مرجان کے سیاہ ب۔ لوں میں ا۔ ی ں ۔ ا۔ اہیم مبہوت سا ادھر کھلے دروازے میں کھڑا یہ خوبصورت منظر دیکھ رہا تھا۔ ''تقدیر تین قسم کی ہوتی ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جو ہماری دعا سے ب۔ ل دی جاتی ہے۔ ہماری جستجو ہماری التجا اور ہماری ش۔ ت قدمی ہماری تقدیر کو ب۔ ل دیتی ہے۔''

''اور دوسری قسم؟'' مرجان پ۔ جوش تھا۔

''دوسری قسم وہ ہے جو نبیوں کی دعا سے ب۔ ل جاتی ہے۔ یہ تقدیر عام ا۔ نوں کی دعا سے ب۔ ل نہیں جاتی ہاں ا۔ کوئی نبی دعا کرے تو یہ ب۔ ل جا سکتی ہے۔''

''اور پ۔ یٹی لیڈی تیسری قسم؟''

''تیسری قسم میں وہ تقدیر شامل ہے جو لوح محفوظ میں درج ہوتی ہے۔ اس کو ب۔ لنا ناممکن ہے۔ یہ قیامت ت کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی ا۔ ن اور کوئی نبی اسکو ب۔ لنے پ۔ اختیار نہیں ر۔ ت۔''

''دعا بھی نہیں؟'' مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکا ۔ صفا نے میں سر ہلا دی۔ ی۔

''لیکن مرجان۔!! ہمیں دعا کرتے رہنا چاہیے کیو ہم نہیں جا کہ کون سی تقدیر لوح محفوظ میں درج ہے اور کون سی نہیں۔ اور ب۔ سے ب۔ ڑی ب۔ ت کہ اللہ ہر شے پ۔ قادر ہے۔ سارے ن۔ انے بھی اسی کے ہیں اور سارے قانون بھی اسی کے ہیں۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہے۔ وہ چاہے تو لوح محفوظ میں درج تقدیروں کو بھی ب۔ ل دے۔ ا۔ وہ چاہے تو۔'' آ۔ ی ب۔ ت پ۔ صفا نے زور دی۔ ی تھا۔

''ا۔ ہر چیز ہماری تقدیر میں ہے تو ہم عمل کیوں کرتے ہیں۔ پھر تو ہمیں آرام سے بیٹھ کر اپنی قسمت کے لکھے کا انتظار کر۔ چاہیے ن۔'' اب کی ب۔ ر ی قوت نے مڑ کر پوچھا تھا۔

''ہمم۔ تم صحیح کہتے ہو ی قوت۔!!'' وہ ا۔ پل کے لئے ٹھہری۔ اس نے دفعتاً دروازے کی جا۔ دیکھا تو ہڑ ب۔ ا کر سیدھی ہوئی۔ مرجان نے صفا کی نگاہوں کا

تعارف کیا۔

''۔۔!آجا ۔آپکو ہمارے روم میں آنے کے لئے اجازت ۔ کی ضرورت نہیں۔'' مرجان نے کھلے دل کا مظاہرہ کیا تو صفا کے لئے ہنسی پہ قابو ۔ مشکل ہو ۔ وہیں ا۔ اہیم نے ا۔ واٹھا کر اسکی فرا ۔ لی کو داد دی تھی۔ پھر وہ چلتا ہوا آ ۔ اور ۔ قوت کے پ س بیٹھ ۔ ۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے ۔ قوت کے ۔ لوں میں ہاتھ پھیرا۔

''پ ۔ یٹی لیڈی اپنا وعدہ پورا کر رہی ہیں۔'' مرجان نے ویسے ہی ۔ ٹ ہوئے کہا تو ا۔ اہیم نے الجھ کر دیکھا۔''اوہ۔مائی بیڈ۔وہ پ ۔ یٹی لیڈی کی طبیعت ۔ اب ہو گئی تھی اس لئے آپکو کانٹر تو دکھا ۔ ہی نہیں۔'' وہ جلدی سے اٹھ کر اپنے اسٹڈی ڈ پ آ ۔۔ا۔ اہیم نے سوالیہ نگاہوں سے صفا کو دیکھا اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔مرجان ا۔ پیپر لیے پلٹا اور لا کر ا۔ اہیم کے سامنے کیا۔ا۔ اہیم نے ا۔ ۔ ہوئے وہ پیپر کھولا۔ا۔ اہیم پڑھتا جا رہا تھا اور اسکے چہرے کے ۔ ۔ ات بھی ۔ لتے جا رہے تھے۔صفا اس سے اچھی محظوظ ہوئی تھی۔ا۔ اہیم نے پیپر پڑھ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرجان کو دیکھا۔جو کہ سیاہ آنکھیں مٹکا رہا تھا۔

''پڑھ لیا؟ اب سائن کر دیں۔'' اس نے پ سکون سے ا۔ ازمیں آگے ۔ ٹھایا۔ا۔ اہیم نے اچنبھے سے صفا کو دیکھا۔وہ ہنسے جا رہی تھی۔پھر اس نے کاغذ ا۔ طرف رکھا۔

''یہ صفا سے شادی میری ہوئی ہے ۔ تمہاری؟''

''ہونی تو میری ہی چاہیے تھی۔ ۔ ٹ کوئی ۔ ت نہیں۔آپکی ہو ۔ میری کیا فرق پ ۔ ہے۔رہنا تو انھوں نے یہیں ہے۔'' مرجان پ سکون ا۔ ازمیں کہتا ۔ پ ۔ زو لپیٹ ۔ ۔صفا کا منہ پورا کھل ۔ ۔اسکو بس ا۔ چیز سے غرض تھی اور وہ یہ پ ۔ یٹی لیڈی اس کے ساتھ رہیں ا۔ ہی گھر میں۔پھر وہ غرض کیسے بھی پوری ہوتی۔ا۔ اہیم اسکی ۔ ت کر ابھی ۔ پ اسس کر رہا تھا۔پھر اگلے ہی لمحے مرجان الٹا لٹک رہا تھا۔صفا اپنی جگہ سے اچھلی۔

''میں بتا ۔ ہوں تمہیں تو۔''ا۔ اہیم نے مرجان کو بیڈ پ ۔ پٹخا۔

''۔۔!! چھوڑ دیں۔ ۔ ر۔'' اب مرجان کی شامت آئی تھی۔صفا پ س بیٹھی ہنس ہنس کر دہری ہو رہی تھی کیو مرجان کی گدگدی سے حا ۔ ۔ اب ہو رہی تھی۔ ۔ قوت بھی اٹھ کر بیٹھ ۔ تھا اور اس منظر سے لطف ا۔ وز ہو رہا تھا۔مرجان کبھی کبھی تو ا۔ اہیم کے قابو آ ۔ کرتا تھا۔

''پ ۔ یٹی لیڈی۔بچا ۔'' مرجان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسکو رو ۔ ہے ۔ ہنسنا ہے وہ بے بس تھا۔صفا اپنے ۔ ٹ ں پہ بیٹھی اور آگے ہو کر کھسکی۔

''چھوڑ دیں ۔ ں۔'' اس نے ا۔ اہیم کے ۔ زو پہ ہاتھ رکھا۔

''ہٹ جاؤ تم۔آج میں اس کے سارے کانٹر نکالتا ہوں۔کیا کہہ رہا ہے۔ا ۔ ہر جائے گی تو بھی مرجان کی مرضی سے؟۔کیوں بھئی؟''ا۔ اہیم نے اس پ ۔ فت تنگ کی۔وہ تینوں ا۔ چھوٹے سے بیڈ پ ۔ تھے۔اور ا۔ اہیم اور مرجان نے اس بیڈ کو اکھاڑا بنا رکھا تھا۔

''ا۔ اہیم۔!! چھوڑ دیں۔'' مرجان کی ۔ اب ہوتی حا ۔ ۔ دیکھ کر اب صفا ۔ پ میں کود گئی تھی۔وہ مرجان پہ ہی دہری ہو گئی۔اور اسکو چھپا لیا۔

مرجان کا ہنس ہنس کر ۔ احال تھا اسکی آنکھوں سے پ ۔ نی بہنے لگا۔تو صفا نے اسکی آنکھیں صاف کیں۔

''بہت سر پ ۔ ڑھا لیا ہے تم نے اسکو۔''ا۔ اہیم پیچھے ہٹا تو مرجان صفا کی گود میں ہی د ۔ ۔ تھا۔وہ اب ۔ راض سا اپنے ۔ پ کو گھور رہا تھا۔

''آنکھیں نیچے۔!!''ا۔ اہیم نے ڈپٹا تو صفا نے مرجان کو چھپا لیا۔ا۔ اہیم اٹھنے لگا کہ مرجان نے دو ۔ رہ سر ۔ ہر نکالا۔

''اچھا سائن کرتے جا ۔''ا۔ اہیم نے پلٹ کر دیکھا تو وہ دو ۔ رہ د ۔ ۔ تھا۔''پ ۔ یٹی لیڈی۔!! یہ غلط ۔ ت ہے۔آپ لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔'' وہ اب ۔ راض سا اٹھ کر بیٹھ ۔ تھا۔ا۔ اہیم دو ۔ رہ ۔ قوت کے پ س جا کر بیٹھ ۔ ۔

''کون سا دھوکہ ہاں؟ وہ میری بیوی ہے۔تمہاری مرضی سے کیوں ۔ ئ گی؟''ا۔ اہیم نے ا۔ گھوری سے نوازا تو صفا کے گال بلاوجہ ہی سرخ ہوئے تھے۔

''۔۔۔!! کیا ما ۔ لیا میں نے؟ ا۔ سٹوری۔ا۔ کس۔اور تھوڑا سا وقت۔'' وہ اداسی سے منہ ۔ ۔ تو صفا کے دل کو کچھ ہوا۔

''ا۔ اہیم۔!! کر دیں ۔ سائن۔'' اس نے بے چارگی سے ا۔ اہیم کو دیکھا۔

''تم اسکی چالبازیوں میں مت آؤ۔ بہت بڑا ہے یہ۔'' ابیم نے سر جھٹکا۔ مرجان نے سیاہ اداس آنکھیں سرمئی آنکھوں میں ڈالیں۔ صفا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے پیپر اٹھایا اور ابیم کے سامنے لے گئی۔

''کر دیں سائن۔ کیا جاتا ہے آپکا؟''

''تم جانتی نہیں ہو اسکو۔ اگر میں نے سائن کر دیئے تو تم خود پچھتاؤ گی۔'' ابیم نے اسکو وارن کیا۔

''نہیں پچھتاؤں گی۔ اور ویسے بھی یہ میرا مسئلہ ہے۔ آپ سائن کر دیں۔''

ابیم نے ایک نگاہ سامنے منہ بنائے بیٹھے مرجان پر ڈالی اور پھر پکڑ کر سائن کر دیئے۔ صفا نے مسکرا کر مرجان کو دیکھا جو کہ کن انکھیوں سے سائن ہوتے دیکھ رہا تھا۔

''یہ لو۔ پکڑو اس نے کچھ کیا تو۔''

''کوئی شکایت نہیں کروں گی۔'' صفا نے پیپر اچک لیا تو مرجان خوشی سے کھل اٹھا۔ آخر کار اسکو اپنا لیگل حق مل گیا تھا اپنی پرسنل لیڈی پر۔

''ابھی دیکھ رہا تھا کیسے آنکھیں بند ہو رہی تھیں نیند سے۔ جاؤ جا کر سو جاؤ۔'' ابیم نے صفا کو ڈپٹا جو کہ مرجان کو پیپر پکڑا رہی تھی۔

''نہیں تو ہم لوگ تو باتیں کر رہے تھے۔ ہے نا پرسنل لیڈی؟''

''ہاں۔ ہم باتیں کر رہے تھے۔'' صفا دوبارہ مرجان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''کیا باتیں کر رہے تھے؟'' ابیم نے ایک تیکھی سی نگاہ صفا پر ڈالی جو کہ اکسی دادی اماں کی طرح تقدیر پر لیکچر دے رہی تھی۔

''۔۔!!'' قوت بولا تو ابیم نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اٹھ کر اسکے ساتھ آ بیٹھا۔ ''ہم یہ بات کر رہے تھے کہ اگر کچھ پہلے سے قسمت میں لکھا ہوتا ہے تو ہم کوشش کیوں کرتے ہیں؟''

''ہمم۔ قوت۔!'' ابیم نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''جی۔۔'' اب قوت کے ساتھ وہاں مرجان اور صفا بھی متوجہ تھے۔

''۔ تم زمین پر چلتے ہو تو کاتم دونوں پاؤں اٹھا کر چلتے ہو؟'' ابیم نے پوچھا تو قوت نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''تو کیا۔ تم چلتے ہوا وقت میں دونوں پیر زمین پر ہوتے ہیں؟'' قوت نے الجھتے ہوئے دوبارہ میں سر ہلایا۔

''اسی طرح تقدیر اور عمل جڑے ہوئے ہیں۔ ہم۔ چلتے ہیں تو ہمارا ایک قدم بندھا ہوا ہوتا ہے جبکہ ایک قدم ہمارے اختیار میں ہوتا ہے۔ اسی طرح تقدیر سے ہمیں جو ملتا ہے ہمارا عمل ہمارے اختیار میں ہے جس کا ہمیں جواب دینا ہوگا۔''

''یعنی تقدیر اور عمل۔ ایک دوسرے سے الگ بھی ہیں اور ایک ساتھ ایک دوسرے سے جڑے بھی ہوئے ہیں۔'' قوت نے پرسوچ انداز میں کہا تو ابیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابیم اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اوکے۔ اگر تم لوگوں کی کلاس ختم ہو گئی تو اب سو جاؤ۔ صبح سکول جانا ہے۔'' ابیم نے قوت سے اسکی کتاب لے کر سائیڈ پر رکھی۔

''مرجان۔!! تم بھی سو جاؤ اب۔'' صفا نے اسکے ہاتھ سے پیپر پکڑا اور سائیڈ پر رکھ دیا۔ اس پر لحاف درست کیا۔ ابیم نے قوت کی پیشانی چومی تو قوت مسکرا کر آنکھیں موند گیا۔

صفا لحاف درست کرتی پیچھے ہٹی تو مرجان نے اسکو دیکھا۔

''کیا؟'' صفا الجھی۔

''میری گڈ سسٹر کس؟'' صفا نے مسکراہٹ دبائے مڑ کر ابیم کو دیکھا جو اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ ''اور۔۔ آپ نے بھی قوت کو کس کی ہے۔'' وہ کاحساب رکھتا تھا۔ ابیم نے اسکو گھوری سے نوازا۔ مرجان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے۔ صفا نے ٹھٹک کر ابیم کو دیکھا۔ ابیم نے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گیا۔

''پیٹی لیڈی۔!!''مرجان نے دور سے پکارا تو وہ آگے بڑھی۔ان دونوں نے ایک ساتھ مرجان کے گال چومے تھے۔مرجان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔مرجان نے باری باری ان دونوں کے گال چومے۔

''گڈ مارننگ پیٹی لیڈی۔''اس نے کہا تو ابیہم ہلکا سا مسکرادیا۔وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ابیہم دروازے پہ پہنچ کر مڑا تو صفا یاقوت کا ماتھا چوم رہی تھی۔وہ ان دونوں میں اتنا فرق کررہی تھی۔ایک عجیب لہر سی اٹھی تھی ابیہم کے دل میں۔وہ لڑکی کیا چیز تھی۔وہ زندگی سے بھرپور تھی اسکو آج موت کے سائے میں رکھا گیا تھا۔

مصر تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔القاہرہ یونیورسٹی سے منسلک القصر العینی ہاسپٹل میں اس وقت ایمرجنسی کی سی صورتحال تھی۔یہ قاہرہ کے بڑے اسپتالوں میں سے ایک ہے جو اپنی بہترین سہولیات اور تعلیمی مہارت کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔یہاں اس وقت ایک ایمرجنسی فنڈ ہو چکی تھی کیونکہ اس ہاسپٹل کا بیشتر سے بڑا اڈوانس اس وقت وہاں زیر علاج تھا۔

عینا لابی میں چکر کاٹ رہی تھی۔سوچ سوچ کر اسکا دماغ پھٹ رہا تھا۔حسن کا بے بس سا چہرہ بار بار اسکی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا۔اسکو شانہیں بلکہ اس وقت حسن ہر ایک دشمن تھا۔جو ایک بکھرا سا انسان تھا۔عینا کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تھا۔

''پلیز۔یا اللہ اسکو ٹھیک کردیں۔''

حسن نے کہا تھا کہ وہ اسکے مرنے کی دعا کرے وہ اسکی زندگی مانگ رہی تھی۔ایک آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلا تو اس نے جلدی سے اپنا چہرہ رگڑا۔''بے شک وہ مجھے مار ڈالے۔وہ بس ٹھیک ہو جائے۔''اس نے نجانے کیا سوچ کر یہ کہا تھا۔کچھ ہی دیر میں آئی سی یو کا کمرہ کھلتا دکھائی دیا تھا۔ڈاکٹر مغیث سے کچھ کہہ رہا تھا۔عینا ان سے فاصلے پہ تھی۔وہ بھاگ کر مغیث کے پاس پہنچی۔

''کک۔کیا کہہ رہا تھا ڈاکٹر؟''عینا نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

''تم پاگل ہو؟''مغیث اسکو دیکھتے ہی دھاڑا تھا۔عینا لرز کر رہ گئی۔''اریگولر ملک سے الرجی ہے اور تم نے جان بوجھ کر اسے مارنے کی کوشش کی ہے۔تم جانتی ہو کہ یہ ایک مرڈر اٹیمپٹ تھی؟''مغیث کے الفاظ نے عینا کو شل کردیا تھا۔

''نن۔نہیں۔ایسا کچھ نہیں تھا۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ اسے۔''

''خاموش ہو جاؤ لڑکی۔۔ابیہم روحیل ٹھیک ہو جائے پھر تمہارا کیا کرنا ہے وہی ڈیسائڈ کریں گے۔''کہہ کر مغیث وہاں سے چلا گیا۔عینا وہیں شل سی کھڑی تھی۔اس نے اپنے آنسو صاف کئے تو دفعتاً اسکی نگاہ کوریڈور کے آخر میں کھڑے منصور حیات پہ گئی۔عینا نے بھیگی پلکوں سے اسے جانچا دیکھا۔

منصور نے ایک ترحم بھری نگاہ عینا پہ ڈالی۔عینا نے بے ساختہ قدم بڑھا دیئے۔منصور ہٹا۔اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عینا کو دور رہنے کا اشارہ کیا وہ آنسو پونچھتی اس جانب چلی آرہی تھی۔منصور بے بس سا کھڑا تھا کہ عینا آکر اپنے باپ کے ساتھ لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔منصور پریشان ہوگیا۔

''میری بیٹی تم پریشان مت ہو۔میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔''منصور نے بے بسی سے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''نہیں۔۔!اسے۔۔اسکو۔اسکو کچھ ہوگیا تو؟''عینا ہچکیوں کے بیچ بولی تو منصور نے اسکو جھٹکے سے سامنے کیا۔

''تو ہو جائے۔تم کیوں سوچتی ہو؟''

عینا نے آنسوؤں سے تر پلکیں اٹھائیں۔اسکے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔اور وہ کیوں اٹھی تھی وہ خود نہیں جان پائی تھی۔اسکا دل ایک لمحے کو بند ہوا تھا۔یہ کیسا احساس تھا۔جیسے کہ کوئی اسکے اندر سے روح کھینچ رہا ہو۔

''نن۔نہیں۔۔ایسے مت کہیں۔''وہ مدھم سی آواز میں بولی تو منصور نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔عینا فوراً پلکیں جھکا گئی۔منصور کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔وہ یہ چیز سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر عینا سے کچھ کہتا مغیث آتا دکھائی دیا۔منصور فوراً وہاں سے نکل کر مغیث کے پاس پہنچا۔اس سے پہلے کہ وہ اسکو عینا کے ساتھ دیکھتا۔

''کیسے ہیں سر؟''منصور نے مغیث سے پوچھا تو مغیث نے ایک قہر بھری نگاہ پیچھے کھڑی عینا پر ڈالی۔ جو انہی کی جانب دیکھ رہی تھی گھبرا کر رخ پھیر گئی۔

''بہتر ہیں۔صبح تک ڈسچارج مل جائے گا۔''

''ہمم۔میں۔مینشن واپس چلتا ہوں۔''منصور نے کہا تو مغیث نے سر ہلا دیا۔عینا دور کھڑی انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔مغیث کچھ دیر وہاں ٹہلتا رہا۔اور پھر ایک فون کال پر باہر نکل گیا۔وہ پورا پورشن ہی سیکور تھا۔وہاں کسی اور کو آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

عینا نے آگے پیچھے اور ادھر ادھر دیکھا۔سیکیورٹی فاصلے پر اپنی ڈیوٹی کر رہی تھی۔حسن کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔عینا تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے روم کے پاس آئی تو ایک گارڈ فوراً اسکے پاس پہنچا۔

''آپ ایسے اندر نہیں جا سکتیں۔''

''میں۔اپنل اسسٹنٹ ہوں۔''عینا نے جلدی سے اپنی جیب سے اپنا پاس نکال کر دکھایا۔جو صرف شاہ کے قریبی ساتھیوں اور اسسٹنٹس کے پاس ہوا کرتا تھا۔ گارڈ ٹھٹکا۔

'' پھر بھی سخت آرڈرز ہیں۔''

'' حسن جاگ جائے گا تو اس سے پوچھ لیجیے گا۔مجھے ہر کنڈیشن میں اسکے پاس جانے کی اجازت ہے۔''اس نے اس قدر اعتماد سے جھوٹ بولا کہ گارڈ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔کیونکہ وہ شاہ کو ناراض کر کے موت کو دعوت نہیں دے سکتا تھا۔عینا نے لرزتے ہاتھ سے ڈور نب گھمائی تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

وہ سامنے بیڈ پر لیٹا تھا۔آکسیجن ماسک ابھی تک لگا ہوا تھا اور دایاں ہاتھ میں ڈرپ لگی ہوئی تھی۔عینا کا دل ڈوب گیا۔وہ ہمیشہ اپنا دل جانے سے پہلے ہی ہار جاتا تھا اور انکار کرتا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکو کوئی کمزور حالت میں دیکھے اور آج اسکی وجہ سے یہ ہو رہا تھا۔

عینا نے چہرہ رگڑا اور چلتی ہوئی اسکے پاس رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔وہ کتنی ہی دیر اسکا چہرہ دیکھتی رہی جو کسی بھی سفاکیت کے لئے پرفیکٹ تھا۔وہ ایسا ہی تھا۔عام سا انسان۔وہ جس کو لوگ شیطان کہتے تھے وہ ایسا انسان ہی تھا۔

اس وقت وہ ایک کمزور انسان تھا۔اسے دیکھ کر کوئی کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص کسی کی زندگی موت کا فیصلہ لمحوں میں سنا دیتا ہے۔عینا نے ایک گہری سانس خارج کی۔اور حسن کے ہاتھ پر لرزتا ہاتھ رکھا۔

''آئی ایم سوری۔!!''وہ مدھم سی سرگوشی میں بولی تھی۔''پلیز۔ٹھیک ہو جاؤ۔بے شک جو چاہے سزا دے دینا ٹھیک ہو جاؤ۔تم یوں کمزور سے اچھے نہیں لگ رہے۔''عینا کی پلکیں بھیگ گئیں۔

''تم دکھ کے سامنے جو بھی ہو۔میں نے تمہارا ایک اور پہلو دیکھا ہے حسن۔!!اور وہ پہلو بہت پیارا ہے وہ ایک پیارے سے انسان کا پہلو ہے۔اور مجھے اس انسان کی پرواہ ہے۔''اس نے پلکیں اٹھائیں وہ بنا کسی تاثر کے لیٹا رہا۔

''پلیز۔!!مجھے معاف کر دو۔میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔میں نہیں جانتی تھی کہ تمہیں الرجی ہے۔پلیز ٹھیک ہو جاؤ۔پھر۔پھر جو چاہے مجھے ہوا میں اڑا دینا شیرو کے آگے ڈال دینا۔''عینا نے ایک ہچکی لی۔''میں شکایت نہیں کروں گی۔''وہ ایک پل کے لئے رکی۔'' اٹھ جاؤ پلیز۔''عینا نے سر اٹھا کر دیکھا تو تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں آج بند تھیں۔وہ آنکھیں جو بولتی تھیں وہ آج خاموش تھیں۔وہ آنکھیں جو سحر میں جکڑتی تھیں آج خود نیند کی قید میں تھیں۔وہ آنکھیں جو روح کے آر پار جھانکتی تھیں آج وہ آنکھیں لاچار سی تھیں۔

عینا کے دل میں ایک اور ٹیس اٹھی تھی۔اسی اسپتال کے نچلے فلور پر ایمرجنسی فنکشنل تھی کیونکہ وہاں ایسے ایسے مرض میں مبتلا مریض لائے جا رہے تھے جس مرض کی ابھی تک نہ تو تشخیص ہو سکی تھی اور نہ ہی کوئی علاج نکل سکا تھا۔عجیب گہما گہمی سی تھی۔آج درد دینے والا اور سہنے والے ایک ہی قطار میں تھے۔

آج اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔آدھی رات گزر چکی تھی ابھی تک اس پر نیند طاری نہیں ہو سکی تھی۔

''ماما۔۔!! آپ لوگ کیوں چلے گئے؟'' اسکی ٹوٹی سی آواز آئی۔اس نے اپنے دا جان دیکھا تو میرال پرسکون سو رہی تھی ایٹیڈی کو سینے سے لگائے جو کبھی آیت کا ہوا کرتا تھا۔''مجھ سے کچھ چھین لیا گیا ہے۔۔آپ مجھے اپنی پرنسز کہتے تھے اور آج۔آج آپکی پرنسز اکیلی زمہ سے تنزگی کا رہی ہے۔'' اسکی ننھی نیلی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب رہی تھیں۔''اللہ جی۔!!'' اس نے چھت کو دیکھا مانو وہیں سے آسمان کو دیکھ رہی ہو۔''ماما۔۔آپکے پاس ہیں ناں؟ پلیز۔اپنے دن کے لئے بھیج دیں۔میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔'' اس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے عرض کی تھی۔''جو بچے ہاسٹل میں ہوتے ہیں انکی ماما۔۔بھی تو ان سے ملنے آتے ہیں ناں۔اور چھٹیوں میں وہ اپنے ماما۔۔کے ساتھ گھر بھی جاتے ہیں۔تو میرے ماما۔۔مجھ سے کیوں نہیں ملنے آتے؟'' آیت سسکی تھی۔۔ وہ معصوم سسکیاں اور ہچکیاں اسکے لحاف میں ہی دم توڑ گئیں تھیں۔

اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپالیا۔ پھر۔ اس نے ہاتھ ہٹائے تو وہ مسکرا رہی تھی۔

''اللہ جی۔! آپکو پتہ ہے آج میرال کو اچھا سبق تھا۔'' وہ خوشی سے خود میں سمٹی۔ پھر جلد ہی شرمندہ ہوئی۔''نہیں نہیں اللہ جی۔آئی ایم سوری۔!! میں کسی کو تکلیف میں دیکھ کر کیسے خوش ہوسکتی ہوں؟ سوری سوری اللہ جی۔ایسا کرنا غلط ہوتا ہے ناں۔'' اس نے نیلی آنکھیں آسمان کی جانب دیکھ کر مٹکا تھیں۔

اور پھر اسکی آنکھوں کے سامنے مرجان کی سیاہ اور تیز آنکھیں لہرا تو آیت نے ایک جھرجھری سی لی۔''اللہ جی۔!! وہ کتنا عجیب سا ہے ناں۔قوت اچھا ہے۔ مرجان۔!!'' وہ پھر سے سوچنے لگی پھر اسکے سامنے وہ منظر چلنے لگا۔ وہ اسکی خاطر ڈرائیور اور گارڈ پہ رہا تھا آیت مسکرادی۔''وہ بھی اچھا ہے۔'' کہہ کر وہ آنکھیں موند گئی۔

صفا نے کروٹ لی تو اسکی آنکھ کھل گئی۔اس نے دیکھا تو وہ وہاں موجود نہیں تھا۔صفا ٹھٹکی۔اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ابراہیم کہاں ہیں؟'' وہ پیروں میں جوتے پہنتی ہوئی باہر لگی کمرہ انہ رسے لاکڈ تھا۔اس نے واشروم کی جانب دیکھا اسکی لائیٹس آف تھیں۔''کہاں گئے؟'' پھر وہ دوسری جانب آئی تو سلائیڈنگ ڈور کھلا ہوا تھا۔صفا نے دیکھا وہ وہیں کھڑا تھا۔اسی بالکونی میں جو لان کے عقبی حصے میں کھلتی تھی۔ایک شال کندھوں پہ پھیلائے وہ ریلنگ کے ساتھ کھڑا تھا۔صفا کی جان اسکی پشت تھی۔

''یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' صفا بولی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ابراہیم کے ہاتھ میں ایک سگریٹ تھا۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ آدھی رات کو یہاں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ بات یہاں ختم نہیں تھی۔صفا نے اسکے پیروں میں دیکھا تو سگریٹ کے کتنے ہی بجھے ہوئے ٹکڑے پڑے تھے۔

''ایبو۔!!!'' اس نے حیرت سے اسکو پکارا تھا۔ابراہیم نے ایک گہرا کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑا۔وہ حیرت زدہ سی چل کر اسکے پاس پہنچی۔

''تم سوئی نہیں؟'' اس نے سگریٹ والا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے صفا کو دیکھا۔

''سو ہی رہی تھی۔۔ آپ یہاں اس وقت کیا کر رہے ہیں؟'' اس نے ابراہیم کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھا اور ریلنگ کے پاس پڑا سگریٹ کا پیکٹ دیکھا جو کہ بس ختم ہونے والا تھا۔

''جا کر سو جاؤ۔'' وہ سرد سے لہجے میں بولا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔

'' ۔آپ اس وقت؟ یہ سگریٹ؟'' صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ ٹکڑے دیکھے تھے۔

''صفا۔۔!! جا کر سو جاؤ۔'' وہ تکان سے بولا تھا۔صفا نے میں سر ہلایا اور اسکے قریب آئی۔اس نے ابراہیم کے ہاتھ سے وہ سگریٹ پکڑا اور نیچے اکرپوں سے مسل دیا۔

''آئندہ نہیں پیئیں گے آپ۔'' اس نے سختی سے وارن کیا۔تو وہ رخ موڑ کر اور ریلنگ پہ ہاتھ جمائے سامنے خالی سے لان کو گھورنے لگا۔صفا جو سوچ رہی تھی کہ سگریٹ پینے پہ وہ غصہ کرے گا ڈانٹے گا۔یوں اسکے خاموش ہوجانے پہ وہ چونکی تھی۔اس نے ابراہیم کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور اسکے پاس جا کھڑی ہوئی۔''کیا ہوا ہے؟'' وہ مدھم سی آواز میں بولی وہ خاموش رہا۔''ابراہیم۔!!'' اس نے نرمی سے پکارا تھا۔

''ہمم۔!!''اس نے جواب دیا تو صفا اسکے سامنے آئی۔

''کیا ہوا ہے؟''صفا ریلنگ سے ٹیک لگا گئی۔''آپ اداس ہیں؟''صفا نے اپنی سرمئی آنکھیں جھپکی تھیں۔ا. اہیم نے دن موڑ کر دا جا. دیکھا۔

''ادھر دیکھیں۔!!''صفا نے اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنی جا. موڑا۔وہ خالی خالی آنکھوں سے اسکو دیکھے ۔''کیا ہوا ہے؟ کس. ت نے اتنا بے چین کر دیا آپکو؟''وہ کسی مہر. ان ساتھی کی طرح اسکی دل جوئی کر رہی تھی۔ا. اہیم پھیکا سا مسکرا۔وہ چھوٹی سی لڑکی اسکا کرب جاننے آئی تھی۔یہ جانے بناء کہ اس شخص کے دل میں اتنا کرب ہے کہ وہ لڑکی اس میں ڈوب کر اپنا تشخص گنوا بیٹھے۔اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور ریلنگ سے ہاتھ ہٹائے۔اس نے اپنی شال کندھوں سے ا ری اور صفا کے کندھوں پ رکھ ۔

''ا. اہیم۔!!اتنی بھی ٹھنڈ نہیں ہے۔''اس نے احتجاج کیا تو ا. اہیم نے اسکو ا گھوری سے نوازا۔وہ اسکو کسی بچے کی طرح لپیٹ رہا تھا۔صفا کا دم ٹ لگا۔

''. رشیں ہو رہی ہیں۔خیال رکھو۔پھر سے بیمار پ جاؤ گی۔''

''میں اتنی بھی. زک نہیں ہوں۔اور کیا ہر وقت بیمار پ جاؤ گی۔بیمار پ جاؤ گی۔۔نہیں پ تی بیمار میں۔''صفا نے شال کھول دی۔ وہ ابھی اسکے کندھوں پ ہی تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔جاؤ جا کر سو جاؤ۔''وہ دو. رہ سامنے دیکھنے لگا۔صفا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔کچھ دیر بعد ا. اہیم نے دن موڑ کر دیکھا تو وہ یوں ہی کھڑی تھی۔ا. اہیم نے آنکھیں مو کر دن پیچھے ائی۔وہ لڑکی ڈھیٹ. ہوئی تھی۔

''ایبو۔!!''وہ اچا. بولی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔''آپ نے صبر کیسے کیا؟''اس نے اچا. سوال کیا تو ا. اہیم نے ٹھٹک کر دیکھا۔وہ سنجیدہ سی اسی کی جا. دیکھ رہی تھی۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب آپ جا ہیں۔میں کس کی. ت کر رہی ہوں۔''صفا نگاہیں پ ا گئی۔

''کیوں زخم کر رہی ہو؟''اس نے تکان سے کہا۔

''زخموں کو ی کے لئے ا کھول کر دیکھنا پ تا ہے۔یوں ہی ا ڈھا پ کر. سے وہ گلنے لگتے ہیں اور ا دن. سور بن جا کرتے ہیں۔''ا. اہیم ا پل کے لئے اسکو دیکھ کر رہ ۔وہ اسکا طبیب تھا آج وہ اسکی طبیب. کی کوشش کر رہی تھی۔

ا. اہیم نے مسکرا کر صفا کی. ک کو چھوا۔

''اپنی عمر سے. ڑی. تیں مت کیا کرو۔''صفا خفا سی ہوئی۔ا. اہیم مسکرا دیا۔کچھ دیر پہلے والا کرب چہرے سے زائل ہو رہا تھا۔وہ چھوٹی سی روح اسکو سکون بخشنے لگی تھی۔''ادھر آؤ۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔صفا کی سانس اٹکی تھی۔دل نے ا لمحے میں رفتار پکڑی تھی۔وہ اسکو اپنے ساتھ لگائے کھڑا رہا۔''میرے زخموں کو کبھی مت کر. ۔کیو ا ان میں سے لہو رسنے لگ ی تو تم سے سنبھل نہیں پ گے۔''وہ مدھم سی آواز میں بولا تو صفا کے حلق میں آ وں کا گولہ سا اٹکا تھا۔

''کیا یہ کبھی نہیں بھر ت؟''صفا نے سر اوپ اٹھا کر پوچھا۔ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''بھر جا گے۔''کہہ کر اس نے صفا کے ماتھے پ. رکھے تھے وہ آنکھیں مو گئی۔''زخم کتنے ہی گہرے ہو جا وہ میرے نبی ﷺ کے ی پ لگے زخموں سے گہرے نہیں ہو ت۔''وہ مدھم سی آواز میں بولا تو صفا نے اسکے ی پ سر ٹکا دیا۔وہ کچھ دیر اسکے ساتھ لگی اسکی دھڑکنوں کو ت رہی۔

''وہ. یجہؓ سے زیادہ محبت کرتے تھے ی عائشہؓ سے؟؟اسکی مدھم سی آواز گو تو ا. اہیم نے چو. کر اسکو دیکھا تھا۔صفا نے چہرہ چھپا لیا تھا۔ا. اہیم کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔وہ خاموش رہا۔

''۹۲:۳''اس نے سرگوشی کی تو صفا نے سر اوپ اٹھایا۔

''یہ پہلے سوال کا جواب ہے۔''ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا صفا نے. سمجھی سے دیکھا۔''وہ میرے مقصد پ قر. ن ہو گئی۔اس لئے میں نے صبر کر لیا۔''صفا کی

آنکھوں میں اچنبھا تا ا۔

''کیسا مقصد؟''

''جس راستے پ میں چل نکلا ہوں۔وہ راستہ قر. ں مانگتا ہے۔اورا یہ دن وہ میرا خون مانگے گا۔''اس نے .ڑے آرام سے صفا کے . ن سے اسکی روح کھینچ لی تھی۔وہ سانس نہیں لے سکی تھی۔وہ شخص سفاک تھا۔وہ بے رحم تھا۔چا ٔ کی روشنی صفا کی آنکھوں میں موجود پ نی سے منعکس ہوئی تو ا. اہیم نے اسکی پلکوں سے موتی چن لئے۔

''تم بہادر ہو۔'' وہ کہہ کر پیچھے ہٹا تو صفا نے ا یہ ہچکی لی۔

''اور آپ۔آپ سفاک ہیں۔بے رحم۔سنگ دل۔''وہ مسکرا دی۔

''کوئی اور قصیدہ جو رہ َ ہو میری شان میں کہنے کے لئے۔''

''اور۔اور۔''وہ ہچکیوں کے ن کچھ کہنے لگی کہ ا. اہیم نے اسکے ہو ں پ انگلی جما کر اسکو وہیں خاموش کروا دی۔۔

''محبت۔محبت ہوتی ہے جس کو ماپنے کا کوئی پیمانہ آج ت ا دنہیں ہو سکا۔یہ ہوتی ہے ی نہیں ہوتی۔'' وہ بولا تو صفا نے بھیگی پلکیں اٹھا ۔

''یہ دوسرے سوال کا جواب تھا۔''صفا نے پلکیں جھپکیں۔''اور محبتوں میں موازنہ نہیں کیا جا ت۔ورنہ رشتوں کے ت ازو ٹوٹ جا یا کرتے ہیں۔''

مصر میں صبح ع ہوئی تو تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں جنبش ہوئی تھی۔پلکیں لرزیں اور پھر ان آنکھوں پ ے پ دے اٹھے تو نگاہ اپنے . جا . بیٹی لڑکی پ گئی ۔جو کہ بیڈ پ ہی سر ٹکائے سو رہی تھی۔حسن نے آنکھیں ا یہ پل کے لئے بند کر کے دو ٔ رہ کھولیں۔منظر جوں کا توں تھا۔اس نے اپنا . ہاتھ ہلا ٔ چاہا وہ اس لڑکی کے ہاتھوں میں مقید تھا۔وہ شل رہ َ ی۔اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا تو مغیث ا ٔ ر داخل ہوا۔عینا کو یوں دیکھ کر مغیث کا چہرہ غصے سے سرخ ہو َ ی۔وہ حسن کے پ س پہنچا اور عینا کو اٹھانے کے لئے ہاتھ اٹھا یہ حسن نے میں سر ہلا دی۔مغیث نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''آپ کیسے ہیں اب؟''وہ اسکے پ س پہنچ کر بولا تو حسن نے دا ہاتھ سے اسکو خاموش رہنے کا اشارہ کیا مغیث پ پ ہو َ ی۔پھر حسن نے اسکو قر. آنے کا کہا۔تو مغیث اسکے پ س آ کر جھکا۔حسن نے اپنا ماسک ا تا را۔

''. ت یہ سو رہی ہے۔یہاں پ ٔ ہ بھی نہیں پھڑ پھڑا ٔ چاہیے۔''وہ ت ر آواز میں بولا تو مغیث تھوک ٔ ت ہوا پیچھے ہٹ َ ی۔

صبح کا اجالا پھیلتے ہی مرجان صفا کے کمرے کا دروازہ بجا رہا تھا۔وہ آ ئ ٔ کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔دروازہ ٔ ک ہونے پ فوراً آ کر دروازہ کھولا تو وہ دونوں ہاتھ کمر پ ٹکائے کھڑا تھا۔صفا مسکرا کر زمین پ بیٹھی اور مرجان کے دونوں گال چومے۔مرجان نے صفا کا ہاتھ تھاما اور اسکے ہاتھ کی پشت پ بوسہ دی۔

''گڈ مارننگ پ یٹی لیڈی۔''صفا گہرا مسکرائی۔

''گڈ مارننگ ہینڈسم لڑکے۔''وہ آج اچھے موڈ میں تھی۔اسکے سنہری ل اسکے شانوں پ بکھرے ہوئے تھے۔صفا اٹھی اور واپس آ کر آ ئ ٔ کے سامنے کھڑی ہوئی۔اس نے دراز سے ا ر. بینڈ نکالا اور ل ٔ ھنے لگی۔

''مت ٔ ھیں ٔ ں۔''مرجان اسکے پیچھے ہی کھڑا تھا۔صفا حیرت سے دیکھا۔''ایسے اچھے لگتے ہیں۔''اس نے سیاہ آنکھیں مٹکا ۔

''ہینڈسم لڑکا بہت فلرٹ کرنے لگ َ ی ہے۔''صفا نے مسکراہٹ د ئے ل یوں ہی چھوڑ دیئے۔اور دوپٹہ گلے میں ڈالا۔وہ ا یہ ٹ کلر کے ا رکلی ڈریس میں ملبوس تھی۔آستینیں چوڑی دار تھیں۔

''ا آپ جیسی پ یٹی لیڈی سامنے ہو تو فلرٹ کرنے کا خود بخود دل کر ت ہے۔۔''صفا نے مڑ کر دیکھا تھا۔وہ مبہوت سا اسکو دیکھ رہا تھا۔

''مرجان۔!!ا لگاؤں گی کان کے نیچے۔''وہ سر جھٹکتی ہوئی بیڈ پ اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔

''ا یہ تو جس کو دیکھو مجھ معصوم پ ظلم کرنے کو تیار ہے۔''

صفا پلٹی اور اسکا گال کھینچا۔''کوئی کر کے تو دکھائے میرے شہزادے پہ ظلم۔''مرجان گہرا مسکرا یہ۔

''اچھا؟ چلیں پھر آج دیکھ یتہیں کہ آپ مجھے بچا سکتی ہیں یا نہیں۔''

صفا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو دیکھا۔''ڈونٹ ٹیل می۔تم آج بھی چھٹی کرنے کا سوچ رہے ہو''مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکا تو صفا نے تاسف سے دیکھا۔

شتے کی میز پہ میرال اور آیتبیٹھی تھیں۔کہ ایآدمی سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔وہ کوئی چالیس پینتالیس سال کے لگ بھگ تھا۔

''۔!!!''میرال اٹھ کر اپنے باپ سے ملی۔آیتبھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔''۔آپ آئے؟''

''میں رات کو دیر سے آیا تھا۔اس لئے اپنی بیٹی کو ڈسٹرب نہیں کیا۔''انھوں نے میرال کا گال چوما۔اور ہاتھ سے آیتکو پاس آنے کا کہا۔آیتبھی پاس چلی گئی۔تو انھوں نے آیتکو بھی گلے لگایا۔''میری بیٹی کیسی ہے؟''انھوں نے پیار سے آیتکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔آیتنے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''۔!میرے گفٹس لائے ہیں؟''میرال نے بے تابی سے پوچھا۔

''جی میری شہزادی۔!آپ دونوں کے لئے لایا ہوں۔''انھوں نے ان دونوں کو پیار سے دیکھا میرال نے ایجلتی نگاہ آیتپہ ڈالی تو وہ سر جھکا گئی۔

''پہلے بھی میرال کی ساری چیزیں آیتہی استعمال کرتی ہے۔''ئی جان کچن سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔آیتنے سر اٹھا کر دیکھا۔تمسکرا دیئے۔۔

''کوئی بات نہیں جو میرال کا ہے وہ آیتکا بھی ہے۔''انھوں نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔''چلو شتہ کر لیں پھر میں اپنی بیٹیوں کو خود سکول چھوڑنے جاؤں گا۔''وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''۔!کیوں نہ آج ہم چھٹی کر لیں اور آپ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کریں؟''میرال نے تہوئے فرمائش کی تو جواد نے مسکرا کر دیکھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔''انھوں نے کہا تو میرال خوشی سے جھوم اٹھی ویسے بھی کل والے معاملے کے بعد اسکو کچھ وقت چاہیے تھا دور سے کچھ فیس کرنے کے لئے۔ئی نے ایچٹتی نگاہ ان دونوں پہ ڈالی۔انھوں نے یقیناً جواد کو اس رے میں نہیں بتایا تھا۔

''چلو مرجان دیر ہو رہی ہے۔ڈرائیور انکل انتظار کر رہے ہیں۔''ابیم نے نیپکن سے ہونٹ تھپتھپاتے ہوئے کہا تو مرجان نے ایک نگاہ ساتھ بیٹھی صفا پہ ڈالی۔صفا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انکار کر دیا۔مرجان نے دور سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ دونوں اشاروں میں ہی بات کر رہے تھے۔ابیم نے دفعتاً ان دونوں کو دیکھا تو آنکھیں چھوٹی کر کے سمجھنے لگا۔وہ دونوں اسکی حرکتوں سے یکسر انجان لگے ہوئے تھے۔

''یہ کون سی سائیلنٹ ڈسکشن چل رہی ہے؟؟''آکارا۔ابیم نے ان دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ صفا ہڑبڑائی۔جبکہ مرجان پرسکون سا بیٹھا تھا۔''مرجان۔!!کون سی بات چل رہی ہے؟''ابیم نے اداچکا کر مرجان کو دیکھا۔

''وہ۔آج مجھے ایضروری کام ہے۔اس لئے میں سکول نہیں جا سکتا۔''اس نے پراعتماد لہجے میں کہا تو ابیم نے دو رہا۔واچکائے۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ مجھے تمہارے اس ضروری کام کی کوئی پرواہ ہے؟''

''پلیز۔!سمجھا کریں۔میں نے اور پیٹی لیڈی نے شاپنگ پہ جانا ہے۔''

''واٹ؟''ابیم نے ساتھ بیٹھی صفا کو دیکھا جو کہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرجان کو دیکھ رہی تھی۔''یس۔اس نہ تو جیولری ہے اور نہ ہی ڈریسز۔تھوڑے سے منال لائی تھیں امزید چیزوں کی ضرورت ہے۔اس لئے آج یہ مرجان گورسی کے ساتھ جائے گی۔''وہ پرسکون لہجے میں بولا۔ابیم نے ایک نگاہ صفا پہ ڈالی۔جبکہ سفیان صاحب اور منال اس چیز سے اچھے محظوظ ہو رہے تھے۔

''اچھا؟ایسی بات ہے؟کوئی مسئلہ نہیں شام کو چلے جائے گے۔۔''ابیم نے بات سمیٹی۔

''نہیں۔مجھے شام کو ایگیم کھیلنا ہے۔''

''واؤ۔یعنی تم نے ہر چیز پلین کر کے رکھی ہے۔آرام سے چلو۔ہر گاڑی وہ ٹ کر رہی ہے۔''اب مرجان نے صفا کی جا۔ دیکھا تھا۔صفا نے بے چارگی سے اسکی جا۔ دیکھا۔اور پھر ٹھنڈی سانس خارج کر کے دن موڑی۔

''آج کر۔ دیں چھٹی۔شاید اس پہ جو چھٹی کا بھوت سوار ہے وہ اتر جائے۔''

''نہیں ہرگز نہیں۔یہ چھٹی بندہ ایک دن کرتا ہے پتہ ہے کتنا نقصان ہوتا ہے۔دو۔رہ وہ کورس ہی کور نہیں ہو پاتا اور پھر ایک۔رچھٹی کی وجہ سے لگ جائے تو روز روز کہے گا یہ۔''

''نہیں کہتا۔ں۔آج کر۔ دیں۔''

''صفا۔!!''ا۔اہیم نے اسکو گھورا۔تو وہ نگاہیں جھکا گئی۔

''۔۔!آپ پیٹی لیڈی کو یوں گھور نہیں تے۔''وہ فوراً میدان میں آ۔تھا۔

''اور مجھے اس کے لئے تمہاری اجازت لینی ہوگی؟''ا۔اہیم نے اسکی دیہ دلیری دیکھی تھی۔

''ہاں۔آپ نے کل رات ہی سائن کئے ہیں۔''وہ پرسکون ا۔ازمیں بولا تو ا۔اہیم نے ایک جتاتی نگاہ صفا پہ ڈالی۔وہ خود حیران تھی۔

''اچھا کرنے دو اسکو چھٹی ا۔اہیم۔!!ویسے بھی آج میرے ایک دو۔ کی فیملی آ رہی ہے۔ا بیٹیاں بھی آ گی۔بچے مل لیں گے۔''سفیان گورسی نے۔ت ختم کر دی۔۔مرجان کی تو۔نچھیں کھل گئیں۔

''۔۔!میں سکول جاؤں گا۔مجھے کام ہے۔''یقوت نے کہا تو مرجان نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''اور میں جا ہوں کہ یقوت کو کیا کام ہے۔''مرجان نے ایک جتاتی نگاہ ڈالی تو۔نے چونک کر یقوت کو دیکھا۔''اسکو اپنی دو۔ سے ملنا ہے۔''مرجان نے چبا چبا کر الفاظ ادا کیے تھے۔یقوت ہکا بکا سا رہ گیا۔ا۔اہیم نے اچنبھے سے یقوت کو دیکھا۔یقوت۔ی طرح ہڑ۔ا۔تھا۔

''نہیں۔۔!اٹس اوکے۔آج میرا بھی دل نہیں تھا۔جانے کا۔''

وہ یٹ سا اس لڑکی کو دیکھے گیا۔جو کہ ساری رات اسکے سرہانے بیٹھی رہی تھی۔اور اب وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی۔حسن نے آنکھیں چھوٹی کر کے جیسے اسکے ا۔رتہ جھانکنا چاہا۔

''کوئی میری پرواہ کیوں کرے گا؟''اس نے خود کو کہتے سنا تھا۔''حسن کی پرواہ کر۔ لوگ چھوڑ چکے ہیں۔اب حسن بس لوگوں کے دل کا کا ہے جو صرف چبھتا ہے۔''وہ پھیکا سا مسکرایا۔عینا نے حرکت کی تو وہ سا۔ ہو گیا اور آنکھیں مو۔لیں۔عینا نے سر اوپر اٹھایا۔اس نے اپنے چہرے پہ ے۔ل پیچھے ہٹائے اور آنکھیں رگڑیں۔اور پھر حسن کا ہاتھ جو اسکے ہاتھوں میں تھا۔اسکو نرمی سے بیڈ پہ رکھا۔اور اٹھ کر اسکے سرہانے آ کھڑی ہوئی۔حسن کے سیاہ۔ل اسکے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔عینا نے انگلی سے وہ۔ل ہٹائے۔

''پلیز۔ٹھیک ہو جاؤ۔جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔مجھے تمہاری دی گئی ہر ہر سزا منظور ہے۔''حسن کے گلے میں گلٹی ابھری تھی۔عینا نے اس گلٹی کی حرکت کو نہیں دیکھا تھا۔وہ بس اسکی بند آنکھیں دیکھ رہی تھی۔''یہ آنکھیں۔جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہیں۔یہ لوگوں کو چیرتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔یہ اس طرح بے بسی سے مندھی ہوئی اچھی نہیں لگتیں۔اٹھ جاؤ۔پلیز۔''عینا نے بھیگی سی آواز میں کہا تھا۔

اور پتھر ہوئے آدمی نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں تھیں۔عینا سا۔ ہو گئی اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔اسکا وجود۔ف بن گیا تھا۔وہ جو اسکے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔اب وہ یہ سوچ رہی تھی کہ جائے تو جائے کہاں۔عینا نے تھوک نگلا۔وہ اپنی تیکھی آنکھیں اسی کی آنکھوں میں ڈالے ہوئے تھا۔اس کے ماتھے پہ چمکا۔

''۔۔تم۔ٹھیک ہو؟ آئی ایم سوری۔پلیز۔معاف کر دو میں۔۔میں نہیں جانتی تھی۔میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا کچھ بھی۔پلیز۔''وہ آنکھیں بند کئے ہڑ۔ائی

تھی۔وہ جو کچھ دیر پہلے ہر سزا قبول کر رہی تھی اب اسکی ایک نگاہ سے ہی خوفزدہ ہوگئی تھی۔حسن کی آنکھیں چمکی تھیں۔وہ بند آنکھیں کئے کھڑی کانپ رہی تھی۔

دوپہر ہو رہی تھی۔ابیہم آفس سے گھر آیا تو لان میں ایک عجیب میلہ لگا ہوا تھا۔مرجان اور یاقوت فٹبال کھیل رہے تھے۔منال،صفا،زلیخا اور زہرا ان لوگوں کو چیئر اپ کر رہی تھیں۔جبکہ دینا جو کہ صفا کی گود میں تھی وہ بھی سے زیادہ اچھل رہی تھی۔مارچ شروع ہو چکا تھا۔اسلئے اب دوپہر کو تھوڑی گرمی ہوا کرتی تھی لان میں بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ لگے درختوں کی چھاؤں کافی حد تک لان کو ٹھنڈا رکھتی تھی۔وہ سرجھٹکتا ہوا پاس پہنچا۔

''یہ کون سا ٹورنامنٹ چل رہا ہے؟''اس نے پوچھا تو دینا نے اسکو دیکھتے ہی بانہیں پھیلا دیں۔اس نے دینا کو پکڑتے ہوئے ایک نگاہ صفا پہ ڈالی۔صفا نے نگاہیں جھکائے ہی دینا کو سامنے کر دیا۔

''تم لوگ اب دیکھو ہمیں کچن میں کام ہے۔تمہارے بابا کے دوست آنے والے ہیں تھوڑی دیر میں۔ہم لنچ دیکھ لیں۔''منال اور باقی لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں بھی چلتی ہوں۔''صفا بھی اٹھنے لگی۔

''نہیں۔تم بیٹھ جاؤ۔''منال نے نرمی سے کہا۔

''ہاں بیٹھ جاؤ۔ویسے بھی پانی ماما کم کر لیں گی۔''ابیہم اسکو چھیڑتا ہوا اسکے پاس ہی بینچ پہ بیٹھ گیا۔صفا نے تاسف سے اسکو دیکھا تھا۔

''اور ماما۔اٹھاؤ بوائل کر کہ ہو تو بلوا لیجیے گا اسکو۔''وہ مسکراہٹ دبائے دینا کے گال چوم رہا تھا۔منال نے افسوس سے ابیہم کو دیکھا تھا۔

''مت تنگ کیا کرو میری بیٹی کو۔کچھ سیکھ جائے گی یہ۔''وہ سر جھٹکتی واپس چلی گئیں تھیں۔

''او۔!! آپ میری ٹیم میں ہیں۔''دور سے یاقوت کی آواز آئی۔

''ہاں ہاں میرے شیر۔میں اپنے فرمانبردار بیٹے کے ساتھ ہوں۔''ابیہم نے بلند آواز میں یاقوت کی ٹیم میں ہونے کا اعلان کیا تھا۔

''اٹس اوکے۔!فرمان کے پاس اسکی پرسنل لیڈی ہے۔''مرجان نے فٹبال کو ایک کک مارتے ہوئے کہا تو ابیہم نے حیرت سے صفا کا منہ دیکھا۔وہ شوخی سے کندھے اچکا گئی۔

''لڑکی۔!! میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ پچھتاؤ گی تم۔''ابیہم نے اسکو وارن کیا۔

''یس۔لڑکی۔یس۔''دینا نے اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔صفا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

''ادھر آؤ تم۔''صفا نے دینا کو ابیہم کی گود سے کھینچ لیا۔دینا کھلکھلائی تھی۔وہ اب اسکو گدگدی کر رہی تھی۔دینا ہنسے جا رہی تھی۔اور وہ بس مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

کھیلتے کھیلتے صفا اچانک اداس سی ہوگئی۔

''کیا ہوا؟''ابیہم نے پوچھا جبکہ دینا بھی اب خاموش سی اسکا منہ دیکھ رہی تھی۔

''بس کچھ یاد آیا تھا۔''اس نے سر جھکا لیا۔

''ہیٹیں یونہیں کیا کرتے۔''ابیہم کو اسکی تھمتی ہنسی اچھی نہیں لگی تھی۔''ویسے ایسا کیا یاد آیا؟''صفا نے ہونٹ گول کیے اور نراضی سے اسکی جانب دیکھا۔''کیا ہوا اب؟''

''آپ نے میرے بال کھینچے تھے۔''

ابیہم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ لڑکی بھولی نہیں تھی۔اسکا دماغ پھک سے اڑا۔ابیہم کو جگہ نہیں مل رہی تھی کہ وہ کہاں غائب ہو جائے۔وہ وہیں منجمند ہوا۔صفا نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا وہ مجسمہ بنا ہوا تھا۔

''پھر سے معافی مانگوں؟''ا. اہیم نے بے چارگی سے دیکھا۔صفا نے میں سر ہلا دیا۔''یعنی بناء مانگے ہی معافی مل سکتی ہے؟''اس نے ایک آس سے پوچھا۔تو صفا نے دو رہ میں سر ہلا یا۔''پھر کیا چاہیے؟''وہ اب تکان سے بولا تھا۔

''لہ۔!!''صفا نے کہا تو ا. اہیم نے ا. واٹھائے۔

''تم۔اب لے لو گی مجھ سے؟''اسکا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔صفا نے اثبات میں سر ہلا کر اس پہ حیرت کے پہاڑ توڑے تھے۔

''یس۔یس۔''دینا نے بھی صفا کی ہاں میں ہاں ملائی۔ا. اہیم ان دونوں کو دیکھ کر رہ گیا۔

''ہمم۔۔''اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''فائن۔''اس نے اپنا سر آگے کیا۔''لو کھینچ لو میرے بال۔بلکہ جڑ سے ہی اکھاڑ دو۔''وہ آنکھیں بند کر کے اسکے سامنے سر جھکائے ہوئے تھا۔

ا. اہیم بچپن سے ہی کسی کو اپنے بالوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا تھا۔اسکو ذرا سے بال کھینچنے پہ بہت درد ہوتا تھا۔وہ بڑے سے بڑا درد سہہ جاتا تھا بال کھینچنے والا نہیں۔ اس لئے وہ شروع سے ہی اپنے بال خود بناتا تھا۔منال لاکھ کوشش کرتیں کہ اسکے بال بنا دیں یا کم از کم آئل لگا دیں وہ کسی صورت ہاتھ نہیں آتا تھا۔اور آج وہ اپنے بال اسکے سامنے پیش کر رہا تھا کہ بے شک جڑ سے اکھاڑ دو۔اس لئے نہیں کہ اسکو کوئی بہت بڑا پچھتاوا تھا جس کا مداوا کیے بناء وہ سانس نہیں لے سکے گا بلکہ اس لئے کیونکہ اسکو یقین تھا کہ صفا جان سے جائے گی اسکے بال نہیں کھینچ سکتی۔وہ پر اعتماد تھا۔کہ صفا کبھی بھی اسکے بال نہیں کھینچ سکتی۔وہ انہی سوچوں میں گم تھا۔ اسکو اپنے بال جڑ سے کھنچتے ہوئے محسوس ہوئے۔ا. اہیم کراہ کر رہ گیا۔اسکا چہرہ لال ہو گیا۔ بالوں پر گرفت ڈھیلی نہیں ہو رہی تھی۔وہ ضبط کر گیا۔ پھر اسکی برداشت ختم ہوئی تو اس نے اپنے بال چھڑوانے کے لئے اسکا ہاتھ پکڑا تھا اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں۔وہ دینا کا ہاتھ تھا۔اس نے بمشکل دینا سے اپنے بال چھڑوائے تھے وہ اب حیران و پریشان ان چالاک لومڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

''۔۔لہ۔''دینا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔جبکہ صفا منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''کتنی چالاک ہو تم دونوں۔۔''وہ اپنے بال سہلا رہا تھا۔کبھی وہ صفا کو دیکھتا تو کبھی کھلکھلاتی ہوئی دینا کو۔

''آئی ایم سوری۔''صفا نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تو ا. اہیم نے تاسف سے سر جھٹکا۔

''میں اسکو یاد رکھوں گا۔''اس نے ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی تو صفا کو خطرے کی گھنٹی سنائی دی۔یعنی اسکی اگلی غلطی پہ وہ بھی اسکو معاف نہیں کرنے والا۔

''اچھا نا۔آئی ایم سوری۔۔پلیز۔''صفا نے اپنا کان پکڑا۔''ادھر دیکھا۔''اس نے ا. اہیم کے بالوں کو چھوا۔''بہت درد کر رہے ہیں۔''اسکو اب واقعی اپنی اور دینا کی سازش پہ افسوس ہو رہا تھا۔ا. اہیم نے سر جھکایا۔تو صفا نے اسکے بال سہلائے۔

''پلیز سوری۔۔''کہتے ہوتے وہ جھکی اور اسکے بالوں کو چھوا۔ا. اہیم جھٹکے سے پیچھے ہٹا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔مرجان اور یاقوت اپنے کھیل میں مگن تھے۔

''۔۔دینا۔میجک۔''دینا نے اپنے ہاتھ کی تکلیف پہ مرہم رکھنا چاہا تو اس نے ایک گھوری سے دینا کو نوازا۔وہ صفا کے آگے میں ہی چھپ گئی۔

''تم دونوں کو اسکا حساب دینا ہوگا۔''وہ وارننگ دے رہا تھا کہ گیٹ کھلا۔ان لوگوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے دیکھا تو ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔گیراج میں پارک ہوئی۔اسی دوران سفیان گورسی جلدی جلدی ہراساں دکھائی دیے وہ گیراج میں پہنچ کر ہی مہمانوں کو ریسیو کر رہے تھے۔صفا نے اچنبھے سے ا. اہیم کو دیکھا۔ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''گول۔!!!''مرجان کی آواز بلند ہوئی تو وہ دونوں مڑے۔وہ اب اچھل اچھل کر اپنی فتح کا علان کر رہا تھا۔گاڑی سے ایک مرد ایک عورت اور دو چھوٹی چھوٹی بچیاں نکلی تھیں۔مرجان نے اچھلتے ہوئے اس جانب دیکھا تاکہ صفا کی داد وصول کر سکے وہ اس جانب دیکھ کر سناٹا رہ گیا۔اس سمت سے وہ لوگ چلے آ رہے تھے۔

کرداوی مینشن میں اس وقت ایمرجنسی کی سی صورتحال تھی۔وہ گھر آ چکا تھا اور اس وقت اپنے کمرے میں تھا۔ڈاکٹر اسکے کمرے میں اسکا چیک اپ کر رہا تھا۔عینا لاؤنج میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی کیونکہ اسکو جب سے ہوش آیا تھا اسنے عینا سے کچھ نہیں کہا تھا۔وہ بس خاموش تھا۔اور عینا کے لئے یہی خاموشی خطرہ تھی۔اس شخص کی خاموشی

بھی موت تھی۔عینا جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر ادھر ٹہل رہی تھی کہ مغیث ا ڈاکٹر کے ساتھ سیڑھیاں ا تے دکھائی دیے۔عینا اسکو دیکھ کر رکی۔وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔جبکہ ڈاکٹر ٹہر جا چکا تھا۔ عینا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''تمہیں بلا رہے ہیں۔''مغیث نے سرد لہجے میں کہہ کر عینا کی سانس روک دی تھی۔اسکی ٹانگوں میں جان نہیں رہی تھی۔مغیث جا چکا تھا جبکہ عینا وہیں پتھر کا مجسمہ بن گئی تھی۔

''عینا دعا کرو کہ میں مر جاؤں۔کیونکہ اگر میں زندہ بچ گیا تو تم نہیں بچو گی۔''

الفاظ خوف ہوا کرتے ہیں۔

خیام قریشی اس وقت اپنے کمرے میں تھے۔خدیجہ بیگم کچن سے نکلیں ا ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔وہ ا کمرے میں پہنچیں تو وہ یوں ہی ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔خدیجہ نے کھانے کی ٹرے بیڈ پر رکھی اور خود بھی ا پاس بیٹھ گئیں۔

''کھانا کھالیں۔''انھوں نے نرمی سے خیام صاحب کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔وہ ہنوز ہوا میں گھورتے رہے۔''کیا ہوا ہے؟۔ سے ا پتال سے واپس آئے ہیں کچھ بولتے کیوں نہیں ہیں؟''وہ تکان سے بولی تھیں۔خیام صاحب نے نگاہ ا جانب پھیری۔ا نگاہ میں کیا کچھ نہیں تھا۔مسافت کی تکان۔اپنوں کو کھو دینے کا رنج اور جو بچ گیا تھا اسکو بھی نہ سمیٹ پانے کا ل۔

''مت کریں خود کو ہلکان۔۔جو ہو چکا اسکو واپس نہیں موڑا جا سکتا۔جتنی زندگی ہماری رہ گئی ہے اسکو اللہ کی خوشنودی کی خاطر گزار دیتے ہیں نا۔۔ہو سکتا ہے وہ ہمارے اعمال کے صدقے ہماری اولاد پہ بھی رحم کرے۔''وہ نرمی سے بولی تھیں۔

''کیسی تھی وہ؟''ا آواز لرزی تھی۔خدیجہ پھیکا سا مسکرا ۔

''ٹھیک تھی۔۔بلکہ خوش تھی بہت۔۔آپکو بہت یاد کر رہی تھی۔۔اسکو بس آپکی فکر تھی۔''

''کیا اب بھی؟''

''ہاں شاہ صاحب۔!!اب بھی۔کیونکہ وہ بیٹی ہے۔اور بیٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔باپ بیٹیوں کو درگور کرنے کے لئے قبر کھود رہا ہو تو بیٹیاں ا ماتھے پہ آیا صاف کر رہی ہوتی ہیں۔ایسی ہوتی ہیں بیٹیاں۔''خیام صاحب کی آنکھوں میں کرب ا تھا۔اور پھر اس میں پچھتاوے اور رنج کی وٹ بھی شامل ہو گئی تو آنکھیں برس پڑیں۔خدیجہ کی آنکھوں سے بھی نمکین پانی رواں ہوا۔ان دونوں نے آج خوب دل ہلکا کیا تھا۔''آپ اس سے ملنے کیوں نہیں چلے جاتے۔وہ خوش ہو گی بہت۔''وہ آنسو صاف کرتی بولیں تو خیام صاحب نے میں سر ہلایا۔

''میں نے صرف اپنی بیٹی کے فیصلے کو قبول کیا ہے خدیجہ۔اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑے کرنے والے کو نہیں۔''انھوں نے کرب اور جلال کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا تو خدیجہ سر جھکا گئیں۔وہ بھی کیسی امید رکھ رہی تھیں۔یہ ا ممکن چیز تھی۔لیکن فی الحال وہ اپنی بیٹی کی خوشی میں خوش تھیں۔پھر بے شک وہ ان سے دور ہی کیوں نہ ہوتی۔

عینا نے تھوک نگلا اور لرزتے قدم حسن کے کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔دروازے پہ پہنچ کر اس نے ا گہری سانس ا رکھینچی تھی مانو دو رہ سانس نہ کا موقع نہیں ملنے والا تھا۔پھر اس نے وہ گہری سانس خارج کی اور ماتھے پہ آیا صاف کیا۔اپنا چہرہ تھپتھپا کر خود کو بحال کیا اور آنکھیں بند کر کے ڈور نب گھما دی۔اس نے ا ر آ کر دیکھا تو وہ بیڈ پہ نہیں تھا۔عینا نے ا ٹھٹک کر دیکھا وہ کمرے میں کہیں نہیں تھا۔

''شکر ہے۔وہ ابلیس کی اولاد یہاں نہیں ہے۔''عینا نے دھڑکتے دل پہ قابو پایا اور پلٹنے گی۔

''کہاں جا رہی ہو۔؟''آواز گونجی تو عینا نے وہیں آنکھیں بند کر لیں۔وہ پلٹی نہیں تھی۔''کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھ سے بھاگ سکتی ہو؟''آواز کہیں دور سے آ رہی

تھی۔عینا نے کاٹے اور اپنے قدموں پہ مڑی۔ کمرہ جوں کا توں تھا۔پھر اسکی نگاہ لکونی میں گئی جس کا سلائیڈنگ ڈور اوپن تھا۔

''یہاں آؤ۔!!''دور سے تحکم سے بھرپور آواز گونجی تو وہ سست قدم اٹھانے لگی۔''مجھے چیونٹی نہیں پسند۔اکثر کچلی جاتی ہیں۔''وہ بولا تو عینا نے جلدی جلدی قدم اٹھائے۔وہ لکونی میں پہنچی تو وہ سامنے ہی آرام کرسی پہ براجمان تھا۔لکونی کو اصلی اور مصنوعی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔وہ چھوٹا سا کونہ زندگی سے بھرپور تھا۔وہاں گملوں میں الگ الگ قسم کے رنگ برنگے پھول لگے ہوئے تھے۔وہ ایک کونے میں کھڑا تھا۔ایک عربی جبہ پہنے اور سر پہ کیفیہ باندھے۔عینا کی جانب اسکی پشت تھی اور اسکے ہاتھ میں ایک گلاس تھا جس میں کوئی مشروب تھا۔

''ادھر آؤ۔''اس نے بنا دیکھے ہی حکم دیا تو عینا چلتی ہوئی اسکے پاس پہنچی۔وہ اسکے عقب میں کھڑی تھی۔

''آئی۔آئی ایم سوری۔!!میں نہیں جانتی تھی کہ تمہیں الرجی ہے۔۔پلیز۔!آئی ایم رئیلی سوری۔''عینا نے ایک ہی سانس میں معافی مانگی تو وہ پلٹا۔عینا نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں چمک تھی۔جیسی ہمیشہ ہوا کرتی تھی۔چہرہ دور سے ہشاش بشاش تھا۔کہیں بھی بیماری کے آثار نہ تھے۔وہ محظوظ سا انداز میں عینا کا لرزتا ہوا وجود اور جھکا ہوا سر دیکھ رہا تھا۔اور پھر وہ ایک قدم آگے بڑھا۔عینا نے دو قدم پیچھے لیئے۔حتیٰ کہ وہ مڑکر ریلنگ کے ساتھ جا لگی۔عینا نے گھبرا کر اپنے عقب میں دیکھا تو فرار کی راہیں بند تھیں۔اور وہ اس سے ایک قدم کی دوری پہ تھا۔

''تو کیا یہ مجھے یہاں سے اکر مارے گا؟ ایسے تو چوٹ لگے گی۔ہڈیاں ٹوٹیں گی اور موت ہونے تک مجھے بہت درد ہوگا۔''عینا نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ سوچا اور مڑکر حسن کی جانب دیکھا۔''دیکھو۔پلیز۔یہاں سے اکر مت مارنا۔مجھے ہڈیاں ٹوٹنے پہ بہت درد ہوتا ہے۔بچپن میں میری بازو ٹوٹ گئی تھی۔آج تک درد محسوس ہوتا ہے۔تم۔تم۔مجھے گولی مار دو۔ہاں۔گولی مار دو۔تاکہ میں جلدی سے مر جاؤں اور درد کم سے کم ہو۔''عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوسچا انداز میں مشورہ دیا تھا۔حسن نے ابرو اچکائے۔ وہ خاموش رہا۔اپنے وہی پراسرار تاثرات قائم کئے کھڑا رہا۔

''تم۔تم پاگل کیوں ہو؟ پلیز۔مم۔میں صحیح کہہ رہی ہوں۔اگر مارنا ہے تو پلیز۔آسان موت دینا۔میں نے تمہاری زندگی بچائی تھی آفٹر آل۔۔تمہیں یاد ہے اس رات روڈ پہ گاڑی تم سے ٹکرانے والی تھی۔۔مم۔میں نے بچایا تھا نا تمہیں؟''عینا نے اپنے ہاتھ رکھ کر اپنی سچی ملامت یاد دلائی تھی۔حسن نے اثبات میں سر ہلایا تو عینا کو امید کی کرن نظر آئی تھی۔

کچھ لمحے گزرگئے وہ خاموش رہا وہی پراسرار مسکراہٹ سجائے۔عینا نے بلآخر الجھ کر دیکھا تو حسن نے وہ مشروب والا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔عینا ٹھٹکی۔

''پیو۔!!''اس نے تحریر آواز میں کہا۔عینا کا حلق پہلے ہی خشک تھا اب تو مانو کانٹیں پڑ گئیں تھیں۔حلق میں درد اٹھ رہا تھا۔موت کا فرشتہ سامنے کھڑا تھا اور وہ ضبط کئے ہوئے تھی۔

''کک۔کیوں ؟ کیا تم۔یہ؟''عینا نے گلاس کی جانب دیکھا۔اور تھوک نگلا اور دور حسن کی جانب دیکھا۔''یہ۔یہ زہر ہے؟'' اس نے حسن کی آنکھوں میں دیکھا جو مسکرانے کی وجہ سے مزید تیکھی ہوگئی تھیں۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا۔عینا کی آنکھوں میں غیر یقینی اتر آئی۔تو کیا وہ سچ میں اسکو مارنا چاہتا ہے؟ ''دیکھو۔۔زہر۔۔اس سے تو دل پھٹ جاتا ہے۔۔اور۔۔اور منہ سے خون بھی آتا ہے۔میں نے دیکھا تھا سیریلز میں تو۔۔کیا۔۔مم۔میرا بھی دل پھٹ جائے گا؟''

حسن نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔عینا کی رہی سہی جان بھی جاتی رہی۔''اور منہ سے خون بھی آئے گا؟''حسن نے دوبارہ اثبات میں سر ہلایا۔اسکا انداز اس قدر پراسرار تھا کہ بندہ ویسے ہی ہوش گنوا بیٹھے اور وہ تو اس وقت عینا کو موت کا شربت پیش کر رہا تھا۔

''دیکھو۔۔کیا۔۔یہ ضروری ہے؟''عینا نے بے بسی والی مسکان لئے پوچھا کہ شاید اسکو ترس آجائے۔حسن نے آنکھیں بند کر کے اثبات میں سر ہلایا۔اور گلاس آگے بڑھایا۔

''یعنی۔بس؟ موت اب سامنے ہے؟ یا اللہ۔!!میں نے جو جو غلطیاں کی ہیں معاف کر دینا۔میں نے سفیر کے دو سو مصری پاؤنڈ دینے ہیں وہ معاف کر دینا۔''وہ دل ہی دل میں اپنے کئے سارے اچھے برے کام یاد کر رہی تھی۔

''ڈر۔ اٹ۔!!''ا۔ ر پھر سے حسن کی تر۔ آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ تو عینا نے آنکھیں کھول دیں اور ا۔ گہری سانس خارج کی۔ اور اس نے ا۔ مجاہد کی طرح حسن کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں رحم نہیں تھا۔ وہاں وہی چمک تھی جو دھوپ پڑنے پ تلوار میں پیدا ہوتی ہے۔ عینا کی آ ی امید بھی دم توڑ گئی اور اس نے وہ مشروب پکڑ کر لبوں سے لگا لیا۔

''یہ کون ہیں؟'' صفا نے اٹھتے ہوئے ا۔ اہیم سے پوچھا۔ دینا صفا کی ہی گود میں تھی۔

''۔ کے دو ۔ ہیں۔''ا۔ اہیم نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔''کراچی ہوتے ہیں۔ فیملی یہیں ہوتی ہے۔ ا۔ بھائی اور بھابی کا کار حادثے میں انتقال ہو۔ تھا۔ وہ جو بچی ہے۔ ں؟''ا۔ اہیم نے ا۔ پنک فراک میں ملبوس لڑکی کی جا۔ اشارہ کیا۔''یہ انہی کی بیٹی ہے۔''وہ لوگ ابھی۔ گیراج میں ہی کھڑے تھے۔ سلام دعا کے بعد سفیان گورسی ا لئے ا۔ رکی جا۔ ٹھے تو ا۔ اہیم اور صفا بھی آگے ٹھ گئے۔ ا۔ اہیم نے دفعتاً نگاہ موڑ کر اپنے ساتھ چلتی صفا کو دیکھا تو اسکا دوپٹہ ڈھلک ۔ تھا۔

''رکو۔!!''اس نے کہا تو صفا فوراً رک گئی۔ ا۔ اہیم نے صفا کا دوپٹہ اسکے سر پ د۔ اور دینا کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔''آ جاؤ۔!''اس نے کہا تو صفا نے محبت پ ش نگاہ سے اسکو دیکھا۔ ا۔ اہیم نے ہڑ۔ ا کر نگاہیں پھیر لیں۔

''السلام علیکم۔۔!!''وہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ مہمان ا پ س ہی پہنچ گئے۔

''وعلیکم السلام۔!!''صفا اور ا۔ اہیم نے ا۔ ساتھ ہی جواب د۔ تھا۔

''مرجان۔۔!!! یہ تو۔''

''آ۔ ۔ اور میرال؟''مرجان جو کہ انہی کی جا۔ دیکھ رہا تھا۔ قوت کی ۔ت مکمل کر۔ حیران سا کھڑا تھا۔

''ہاں ۔۔کیا یہ دادو کے دو ۔ کی فیملی ہے؟''۔ قوت فٹ ۔ل اٹھائے اسکے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

''ہمم۔۔شای۔!!''مرجان گم سم سا کھڑا تھا۔ اَ میرال نے اسکا بھ۔ اپھوڑ د۔ تو؟ سکول میں کسی نے یقین نہیں کیا تھا ا۔ اہیم مرجان کو جا تھا۔ اور یہی سوچ مرجان کو بے چین کر گئی تھی۔

''چلو ہم بھی ملتے ہیں۔''۔ قوت آگے ٹھ ۔ مرجان وہیں کھڑا رہا۔ قوت نے مڑ کر دیکھا۔''مرجان۔!چلو۔!!''۔ قوت نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے۔''۔ ئی جان دینا کو دیکھ رہی تھیں۔''ویسے کسی اور کی اولاد سے محبت کر۔ اور اپنی اولاد کی طرح پ لنا۔ اثواب ہے۔''۔ ئی جان نے کہا تو صفا کے ماتھے پ بل پڑے تھے اور ا۔ اہیم نے ضبط کر لیا تھا۔''ہماری آ۔ ۔!!''۔ ئی نے ساتھ کھڑی پنک فراک والی بچی کے سر پ ہاتھ رکھا۔''اسکے ماں۔ پ بھی ۔ رگئے تھے۔ میں نے اور اسکے ۔ جان نے کبھی اسکو اسکے ماں۔ پ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔''وہ فخریہ ا۔ ازمیں جھوٹ بول رہی تھیں۔ جو ادصا ۔ مسکرا دیئے آ۔ ۔ نے ا۔ نگاہ سرمئی آنکھوں والی لڑکی پ ڈالی تھی۔۔صفا نے مسکرا کر آ۔ ۔ کے گال کو چھوا۔۔اور دو۔ رہ۔ ئی کی جا۔ متوجہ ہوئی۔

''دینا میری بیٹی ہے۔۔مرجان اور ۔ قوت۔۔وہ میری اولاد ہیں کیو وہ میرے شوہر کا خون ہیں۔''صفا نے ۔ ر ۔ سے ا۔ ازمیں کہا تو۔ ئی ز۔ دستی مسکرائی تھیں۔ آ۔ ۔ نے حیران ہو کر صفا کو دیکھا تھا۔۔ پھر وہ رخ پھیر گئی۔۔ہو سکتا ہے وہ بھی۔ ئی کی طرح صرف دکھاوا کر رہی ہو۔

''چلیں ا۔ رچلتے ہیں۔''سفیان گورسی نے کہا تو وہ لوگ ا پیروی میں آگے ٹھ گئے۔ آ۔ ۔ اور میرال نے مین ڈور میں داخل ہوتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ۔ قوت اور مرجان چلے آ رہے تھے۔ میرال کا حلق خشک ہوا۔ وہیں آ۔ ۔ قوت کو دیکھ کر کھل اٹھی تھی۔ ۔ قوت بھی مسکرا کر ا پ س پہنچا۔ مرجان کا ہاتھ اسی کے ہاتھ میں تھا۔ صفا اور ا۔ اہیم ابھی۔ وہیں کھڑے تھے۔

''چلیں؟''ا۔ اہیم نے کہا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا۔ وہ چلنے لگی ا۔ اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔ وہ اسکی نگاہوں کی پ واہ کیے بناء اسکا ہاتھ تھام کر اسکو ساتھ لے ۔ صفا نے مسکراہٹ د۔ ئی۔

''چلو ۔ قوت۔''ا۔ اہیم نے مین ڈور پ کھڑے مرجان اور ۔ قوت کو دیکھا جو کہ آ۔ ۔ اور میرال کے سامنے کھڑے تھے۔

''..!یہ میری فرینڈ ہے۔'' قوت نے مسکرا کر آ.. کا تعارف کروای۔ا. اہیم نے مسکرا کر آ.. اور میرال دونوں کے سر پ ہاتھ رکھا۔''اور یہ میرال آ.. کی دو ..؟'' قوت خود الجھا تھا۔

'' .ن ہے یہ۔''ا. اہیم نے قوت کی .ت مکمل کی تو قوت نے الجھ کر آ.. کو دیکھا کیو اس نے کبھی نہیں بتای تھا۔آ.. رخ پھیر گئی۔

''اچھا چلوا. ر۔''ا. اہیم نے کہا تو وہ . ا. رکی جا. . ٹھ گئے۔

عینا نے پ.تے ہوئے لبوں سے گلاس لگای اور ای گھو. ٹ بھرا۔اسکو اپنا حلق چھلتا ہوا محسوس ہوا۔عینا کی آنکھوں میں نمی تھی۔بے بسی تھی مقابل پ سکون تھا۔عینا نے گھو. ٹ گھو. ٹ کر کے سارا مشروب پی لیا تھا۔اس نے گلاس زمین پ دیکیو اب عینا کو اپنا پورا وجود. ف ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اسکے .ٔ میں درد اٹھا تھا اور اسکا حلق جل رہا تھا۔اس نے اپنے گلے پ ہاتھ رکھا۔اور بے بسی سے حسن کی جا. . دیکھا جس کے سکون میں ذرا کمی نہ آئی تھی۔آ اب سارے بند توڑتے ہوئے رخساروں پ بہہ نکلے تھے۔اس نے افسوس سے سر. ٹ ہوئے حسن کو دیکھا تھا۔عینا کو اب سانس نہیں آ رہی تھی۔

''تم۔تم۔شی۔شیطان ہو۔'' وہ اکھڑتی سا ں کے .ٔ کہہ رہی تھی۔حسن نے .ٔ پ. زو. ھ لئے۔عینا لڑکھڑائی اس نے اپنے عقب میں ریلنگ کو تھام لیا۔

''ڈائی وڈ گنٹی۔''عینا نے ز. . دہرای۔اور کھینچ کر سانس لیا۔اسکی آنکھوں کے سامنے ا. ھیرا چھا رہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ ہوش کی د سے بے گانہ ہوتی۔حسن نے سر جھٹکا اور اسکو سہارا دی۔عینا اسی کے سہارے کھڑی تھی۔اسکے قدم بے جان تھے۔

''گل۔!!''وہ ز. . ٹ.ٹای۔عینا نے سر اٹھا کر دیکھا۔''اتنے کمزور ا ب؟'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ عینا کی آنکھوں کے سامنے آ وں کی دھند چھائی ہوئی تھی۔اس نے ای اور سانس کھینچ کر لی۔اب اسکی آنکھیں بند ہونے کو تھیں۔حسن نے اسکو ساتھ لگای اور اسکی پیٹھ سہلائی۔

''سانس لو۔۔کچھ نہیں ہوا ہے۔'' وہ ضبط کرتا ہوا بولا۔عینا ٹ. ھال تھی۔''کہا. ں۔۔کچھ نہیں ہوا ہے۔'' وہ بولا عینا کو اسکی کسی .ت کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔حلق میں اٹھتا درد تھا اور رکتی ہوئی سانس تھی۔۔آ تھے اور بند ہوتی ہوئی آنکھیں تھیں۔۔حسن نے اسکو جھٹکا دے کر سامنے کیا۔عینا کی آنکھیں ای پل کے لئے وا ہو ۔

''.ھو۔!!!دماغ .ٹ. ں میں ہے؟'' وہ او آواز میں بولا تو عینا نے بے بسی سے دیکھا۔

''مرتے۔ہوئے۔ان۔ا ن۔کو۔ڈا نہیں کرتے۔'' وہ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ بولی تو حسن نے میں سر جھٹکا۔

''ڈرامے. زدیکھے ہیں تم سے کم۔'' کہتے اس نے عینا کو کندھے پ ای اور ا. رلا کر بیڈ پ لٹا دی۔اس نے پ.نی کا گلاس اٹھای اور اسکو سہارا دے کر بٹھای۔۔پ.نی کا گلاس لبوں سے لگای۔۔عینا نے اسکی جا. . دیکھا۔

''میں ابھی۔ مری کیوں نہیں؟'' اس نے مندی ہوئی آنکھوں سے پوچھا۔حسن نے ای ٹھنڈی سانس خارج کی اور پ.نی کا گلاس اسکے لبوں سے لگای۔عینا نے دو گھو. ٹ بھر لئے۔حلق کا درد کم ہوَ ی۔اور سانس بھی بحال ہونے لگی۔حسن نے گلاس واپس رکھا اور اسکو لٹا دی۔عینا کی سانس قدرے بحال ہو چکی تھی۔اس نے ای ٹھنڈی سانس خارج کی اور جا کر صوفے پ بیٹھ ی۔اور سگر. ٹ لبوں میں د..۔

''ا.نی دماغ کس قدر پیچیدہ چیز ہے. ں؟'' اس نے سگر. ٹ سلگاتے ہوئے کہا تو عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔''وہ چیزیں بھی محسوس کروا دیتا ہے جو ہم بس سوچتے ہیں۔'' وہ ای کش ی. ہوا دھواں ہوا میں چھوڑ رہا تھا۔جبکہ عینا کو اسکی کوئی .ت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔حسن نے ای اور کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑا۔''تم جا ہو کہ دیں لمس ر. ت ہیں۔؟''اس نے عینا کی جا. . دیکھا جو کہ کسی بھی. ت سے عاری چہرہ لئے بس ٹ اسکو دیکھے جا رہی تھی۔''تحریروں کے چہرے ہوتے ہیں اور تصویریں مہکتی ہیں۔'' اس نے ای اور کش لیا۔

''اسی طرح جو ہم سوچتے ہیں وہ ہمیں محسوس ہوتا ہے۔تم نے سوچا کہ تم نے زہر پیا ہے اس لئے تمہیں وہ علامات محسوس ہو ۔'' وہ اسکا تمسخر اڑا رہا تھا عینا ابھی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ ز. ہ ہے۔مرنے کے بعد بھی اسکو شیطان کا سامنا کر. پڑ رہا ہے؟

''حالا ۔!!''وہ کہتے ہوئے رکا اور ای سن سی پڑی عینا کو دیکھا۔''وہ بس ای سافٹ ڈر. تھی۔''اس نے کہتے ہوئے سگر. ٹ کی راکھ ایش ٹ ے میں جھاڑ

دی۔اور سگریٹ وہیں مسلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

''فریش ہو کر نیچے آجاؤ۔آج تمہیں ایک کام پہ جانا ہے۔'' وہ ایک جملے میں حکم صادر کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔پیچھے اسکو حیرت کا مجسمہ بنے چھوڑ کر۔

لاؤنج میں اس وقت ایک محفل لگی ہوئی تھی۔ لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔جبکہ زہرہ اور زلیخا کھانا لگا رہی تھیں۔

''یہ قوت اپنی دوست کو اپنا روم نہیں دکھاؤ گے؟'' صفا نے پوچھا سیڑھیوں پہ بیٹھی آتے قوت کو دیکھا۔تو قوت فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''آؤ آتے ہے!!'' اس نے کہا تو آتے نے نفی کی جانب دیکھا۔انھوں نے مصنوعی مسکراہٹ سجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میرال کو بھی لے جاؤ۔'' نفی نے کہا تو آتے نے میرال کا ہاتھ پکڑا۔

''مرجان تم چلو گے؟'' قوت نے سیڑھیوں کے پاس جا کر مرجان سے پوچھا جو کہ صفا کے ساتھ چپکا بیٹھا تھا۔ایک جانب وہ تھا تو دوسری جانب ابیہم تھا۔

''وہ روم ہے۔کوئی آثارِ قدیمہ کے کھنڈرات نہیں جن کو ایکسپلور کرنے کے لئے کا جانا ضروری ہے۔'' اس نے کہا تو وہاں موجود ہر شخص نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا تھا سوائے ابیہم کے۔وہ بس سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔جبکہ قوت ان دونوں کو لئے سیڑھیاں چڑھ گیا۔''پیٹی لیڈی۔۔ہم روم میں چلیں؟'' اس نے دنیا مو ڑ کر صفا کو دیکھا تو ساتھ بیٹھے ابیہم نے سختی نے میں سر ہلایا۔'' میں بور ہو رہا ہوں ن۔'' اس نے معصوم سی شکل بنائی۔

''تو قوت لوگوں کے ساتھ جاتے۔'' ابیہم نے دبے دبے غصے میں کہا۔

''وہ بورنگ ہیں۔۔مزہ بور ہو جاتا ہوں۔'' اس نے منہ بنا تو صفا نے اسکے سیاہ بالوں میں انگلیاں

''چلو۔!!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو ابیہم اسکو گھورتا رہ گیا۔''ہم تھوڑی دیر آجائے گے۔۔دینا کو نیند آرہی ہے۔'' صفا معذرت کرتی دینا کو اٹھائے اور مرجان کا ہاتھ تھامے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

''دراصل صفا سے بہت اٹیچ ہیں بچے۔!!'' منال نے مسکرا کر جاتے ہوئے دیکھ کر کہا تو نفی مصنوعی مسکرا دیں۔

''ہاں۔تو اپنی اولاد نہیں ہو جاتی۔'' ساتھ ہی انھوں نے جملہ کسا تو منال نے ایک نگاہ ان پہ ڈالی۔وہ ڈھٹائی سے مسکرا رہی تھیں۔ابیہم مٹھیاں بھینچ گیا۔

''یہ میرا اور مرجان کا روم ہے۔۔ہم بڑے ہو جائے گے تو الگ الگ رومز ہوں گے ہمارے۔'' قوت نے ان دونوں کو اپنا کمرہ دکھایا۔میرال نے گھوم کر سارے کمرے کا جائزہ لیا جبکہ آتے بس مسکرا کر قوت کی باتیں سن رہی تھی۔

''یہ پی سی کس کا ہے؟'' میرال نے سکرین پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ مرجان کا ہے۔''

''یعنی تم دونوں کا؟'' میرال نے مڑ کر دیکھا۔

''نہیں۔۔بس مرجان کا۔۔مجھے کتابوں کا شوق ہے مرجان کو گیمز کا ہے۔'' اس نے مختصر سے الفاظ میں سمجھایا تو میرال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔آتے یوں ہی گھومتی گھومتی کمرے سے نکل آئی۔

''پیٹی لیڈی۔!! آپکو شاپنگ پہ نہیں جانا تھا۔'' مرجان نے بیڈ پہ صفا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔صفا کی گود میں دینا تھی جو کہ بس سونے ہی والی تھی۔

''یہ پلین تمہارا تھا مرجان گورسی۔'' صدا نے اسکو یاد دلایا۔

''ہاں۔۔ابی تو ہم جانے ہوئے تھے ن۔'' وہ اسکے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

''اچھا مہمان چلے جائے گے تو ہم شام کو جائے گے۔'' صفا نے جھک کر دینا کا گال چوما جو کہ پٹ سے آنکھیں کھولے اسی کو دیکھ رہی تھی۔''سو جاؤ میری چندا۔۔!!''

اس نے دینا کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ کھلکھلائی۔اور پھر اسکی آغوش میں چھپ گئی۔صفا مسکرا کر رہ گئی۔اس نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دروازے میں پنک فراک والی بچی کھڑی تھی۔صفا کے دیکھنے پر وہ ٹھٹھائی۔

''ارے۔!! آئیے۔!! آجاؤ۔'' صفا نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اسکو اپنے پاس بلایا۔آئینے نے ایک نگاہ مرجان پر ڈالی اور سست قدم اٹھاتی صفا کے پاس آئی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' صفا نے اپنے سامنے اشارہ کیا تو مرجان کھسک کر صفا کے پاس آ بیٹھا۔اور آئینے جھجکتے ہوئے اسکے سامنے آ بیٹھی۔''کیسا لگا ہمارا گھر؟'' صفا نے خوشگوار سے موڈ میں پوچھا۔آئینے ایک ساتھ بیٹھے مرجان کو دیکھا جو کہ اپنی سیاہ تاریک آنکھیں اس پر مرکوز کئے ہوئے تھا۔

''بہت اچھا لگا۔۔بہت پیارا ہے آپ کا گھر۔'' آئینے نے مسکرا کر جواب دیا۔صفا مسکرائی۔

''تمہاری آنکھیں کتنی پیاری ہیں۔'' صفا نے بے اختیار اسکے پپوٹے چھوئے تھے۔۔آئینے کے گال سرخ ہوئے۔''ارے تم شرماتی بھی ہو۔'' صفا اس کو دیکھ کر بس مسکرائے جا رہی تھی۔

''پیٹی لیڈی۔!! آپکی آنکھیں زیادہ پیاری ہیں۔'' مرجان نے فوراً صفا کا ہاتھ پیچھے کھینچا۔۔صفا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔''نیلی پیلی بھی کوئی آنکھیں ہوتی ہیں؟ آپکی آنکھیں پیاری ہیں۔۔سرمئی۔۔یونیک۔'' اسکو کہاں گوارہ تھا کہ صفا کسی کی یوں تعریف کرتی۔صفا نے آنکھیں بڑی کر کے اسکو گھورا۔۔وہ ڈھٹائی سے کندھے اچکا گیا۔۔صفا نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''تمہارے بال بھی بہت پیارے ہیں۔'' صفا نے آئینے کے بھورے گھنگریالے بال چھو کر دیکھے جو کہ آدھے پونی میں بندھے ہوئے تھے اور آدھے کمر کی پشت پر کھلے ہوئے تھے۔آئینے خود میں سمٹ سی گئی۔اس نے بہت عرصے بعد یہ لمس محسوس کیا تھا۔

''آپکے بال سنہری ہیں۔۔وہ زیادہ پیارے ہیں۔'' مرجان نے فوراً صفا کو ٹوکا تو اس پر صفا نے اچھی طرح اسکو گھورا تھا۔۔وہ منہ بنا گیا۔اور ایک نگاہ آئینے پر ڈالی تھی۔

''تمہیں کیا پسند ہے؟'' صفا نے معصوم سی آئینے سے پوچھا تو آئینے نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''مجھے؟'' آئینے نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

''ہاں تمہیں۔''

''مجھے۔۔برش۔۔چاند۔'' صفا نے مسکرا کر دیکھا۔ وہ کہتی گئی۔''کوکیز۔۔اور ہاں۔۔چاکلیٹ کیک۔'' آئینے نے انگلیوں پر گن کر بتایا تھا۔صفا نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔''آپ مرجان کی سوتیلی ماما ہیں؟'' آئینے نے پوچھا تو صفا کی مسکان پھیکی ہوئی۔

''ماں۔۔ماں ہوتی ہے آئینے۔'' آئینے نے نیلی آنکھیں مٹکائیں۔

''کیا سوتیلی بھی ماں ہوتی ہے؟'' اسکی آواز میں خالی پن تھا۔۔صفا ٹھٹکی۔

''ہاں ہاں۔۔سوتیلی اور چچی، ماسی اور پھپھو۔۔ ماں کا ہی روپ ہوتی ہیں۔'' آئینے نے فوراً میں سر ہلایا۔

''بس ماما ہی ماں ہوتی ہیں۔۔سوتیلی ماں نہیں ہوتی۔'' اس نے بکھرے سے لہجے میں کہا تو صفا نے الجھ کر مرجان کو دیکھا۔۔وہ لاعلمی سے کندھے اچکا گیا۔۔'' آپ بھی ماں ہیں۔'' آئینے نے صفا کی گود میں سوئی ہوئی دینا کو دیکھ کر کہا۔۔صفا کو وہ بچی بہت پیاری لگی تھی۔۔ایک معصوم سی روح۔۔صفا کا دل کیا اسکو سینے سے لگا لے۔۔ساتھ بیٹھی آفت سے کیسے جان چھڑواتی۔

''مرجان۔!! جاؤ دیکھو کھانا ریڈی ہے؟'' صفا نے دفعتاً کہا تو مرجان نے ایک نگاہ سامنے بیٹھی آئینے پر ڈالی مانو وہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں قبضہ نہ کر لے۔ وہ پیٹی لیڈی کی بات بھی نہیں ٹال سکتا تھا سو اٹھ گیا۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ہرجائی کمرہ کھلا گیا اور ابراہیم دروازے میں کھڑا تھا۔

''سو گئی یہ؟'' اس نے دینا کو دیکھا تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔''اور تم؟ کیا تمیزی تھی یہ؟'' ابراہیم نے سامنے کھڑے مرجان کو گھورا۔

''اسکو تمیزی نہیں سٹریٹ فارورڈ ہونا کہتے ہیں۔۔جس کی کمپنی مجھے نہیں پسند میں اسکے ساتھ کیوں جاؤں۔'' اس نے کہا تو ابراہیم نے ایک شرمندہ سی نگاہ پیچھے

بیٹھی آ۔ پ ڈالی۔۔وہ مز۔ مرجان سے بحث کر کے آ۔ کو شرمندہ نہیں کر چاہتا تھا۔

''جاؤ۔زہرہ کو بلا کر لاؤ۔۔دینا کو سنبھالے ہم لوگ کھا کھانے نیچے جا گے۔''اس نے سخت سے لہجے میں کہا تو مرجان پ وں پٹختا ۔

''میں چلتی ہوں۔'' آ۔ اٹھ کھڑی ہوئی۔صفا نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔''آپ اچھی ہیں۔'' آ۔ اسکی تعریف کئے بناء رہ نہ سکی۔ا. اہیم نے آ کر آ۔ کے سر پ ہاتھ رکھا۔

''ٹ۔!!. دل کرے آجایا کرو۔''وہ شایا آ۔ کی آنکھوں کو دیکھ کر سمجھ تھا کہ اسکو کیا چاہیے۔۔آ۔ کی آنکھوں میں چمک ا ی۔

''کیا میں آپ سے دو. رہ ملنے آسکتی ہوں؟''اس نے صفا کی جا. دیکھا تو اس نے سر ہلا د۔

''ہاں۔۔ضرور کیوں نہیں۔''

''او کے۔''وہ خوشی سے چہکی اور کمرے سے چلی گئی۔۔صفا نے سر جھٹکا اور دینا کو بیڈ پ ٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلیں؟''اس نے کہا تو ا. اہیم نے ا۔ بھرپور نگاہ اس پ ڈالی۔''کیا ہوا؟''

''مت کروایسا۔''وہ خالی سی آواز میں بولا تو صفا الجھی۔''مت د. وا تنے قرض تلے کہ میں ساری ز۔ گی اٹھ ہی نہ سکوں۔مت توڑ و میری کمر اپنے احسا ت کے بوجھ سے۔''صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

ا. اہیم نے صفا کے دونوں ہاتھ تھامے۔وہ سن سی کھڑی تھی۔''تم جا ہوا۔ پ کیزہ روح کی کیا نی ہوتی ہے؟''وہ بولا تو صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔شربتی آنکھیں سرمئی آنکھوں سے ٹکرا ۔''بچے اس د کی . سے پ کیزہ مخلوق ہوتے ہیں۔۔اور وہ ا۔ پ کیزہ روح کی جا. کھنچتے ہیں۔۔ا یہ بچے تم سے محبت کرتے ہیں تو میرے لئے تم ا۔ پ کیزہ روح ہو۔''صفا نے دیکھا ا. اہیم کی آنکھوں میں کچھ تھا۔

وہ مہر ن تھا۔۔وہ دو ۔ تھا۔۔وہ شر۔ حیات تھا۔۔وہ اسکا محبوب تھا۔۔ آج۔۔آج ان آنکھوں میں صفا کے لئے کچھ تھا۔۔اور وہ صرف تشکر نہیں تھا۔۔وہ اسکی انگلیوں کو اپنی انگلیوں سے مس کر رہا تھا۔''تم خوف کی ر یکی میں پ وان پ ڑھا ہوا وہ در ۔ ہو جواب اپنے د موجود لوگوں کو ز۔ گی دیتا ہے۔ا آکسیجن دیتا ہے۔کیو تم اس ر یکی میں سروائیو کر گئی ہو۔اس لئے اب تم ر یکیوں میں بھی آکسیجن دیتی ہو۔'' صفا اسکی اس لاجک پ الجھ سی گئی۔''تم ز۔ گی ہو۔''کہہ کر ا. اہیم نے اسکی پ ٹ نی چومی تھی۔صفا آنکھیں بند کر گئی۔وہ ا۔ قدم آگے ب ھی اور اسکے ی پ سر ٹکا گئی۔

''اور آپ اس ز۔ گی کا مقصد ہیں۔۔اور مقصد کے بناء ز۔ گی ویسے ہی ہے جیسے روح کے بناء. ن۔''ا. اہیم مسکرا د۔اور اسکے د فت تنگ کی۔

''اپنی عمر سے بہت. ڑی. تیں کرتی ہو تم لڑکی۔''

''ا دو ۔ نے بہت پہلے سکھائی تھیں۔''وہ کہہ کر مسکرا دی۔

'' اب تو اس دو ۔ کی کسی. ت کا اثر نہیں ہو ۔'' اس نے جھک کر اسکے. لوں کو چھوا تو وہ خود میں سمٹ گئی۔

''کیو وہ دو ۔ غلط. ت کہتا ہے۔''وہ مسلسل اسکی دھڑ سن رہی تھی۔

''کیا کہتا ہے؟''

''وہ خود سے دور رہنے کو کہتا ہے۔''

''تمہاری بہتری کے لئے کہتا تھا۔''

''اب نہیں کہتا؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''کیو اب تمہاری بہتری اسکے ساتھ رہنے میں ہے۔''

''اور اسکی بہتری؟''

ا. اہیم اسکے سوال پہ مسکرادیا تھا۔وہ واقعی اسکو. توں میں پھنسا. جا تھی۔دروزے پہ دستک ہوئی تو وہ دونوں چو ۔زہرہ ادھ کھلے دروازے میں کھڑی تھی۔صفا ہڑ.ا کر الگ ہوئی۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

''کھا. کھالیا تم نے؟''اس نے زہرہ سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے۔۔دینا کا خیال رکھنا۔'' کہہ کر وہ صفا کا ہاتھ پکڑے ہی ۔۔زہرہ نے پلٹ کر دروازے کی جا. دیکھا جہاں وہ دونوں جا رہے تھے۔صفا. ر. ر مسکرا کر ا. اہیم کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سنجیدگی سے چلتا جا رہا تھا۔زہرہ پلٹی اور چلتی ہوئی دینا کے پس آ کر بیٹھی۔اسکے ت ات سرد تھے۔وہ ہوا میں کسی غیر مرعی نقطے کو گھورے جا رہی تھی۔

عینا نے خود کو سنبھالا اور ا. نئے امتحان کے لئے تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں آئی۔وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا تھا۔سامنے ٹی وی پہ کوئی ہالی وڈ موووی چل رہی تھی۔عینا آ کر اسکے سامنے کھڑ ہو گئی۔

''ہمم۔۔فریش لگ رہی ہو؟'' وہ اسکے چہرے کو دیکھ کر بولا تو عینا نے مز. سر جھکا لیا۔

''تمہارے کمرے میں ڈریس پڑا ہے جا کر تیار ہو جاؤ۔اگلے پندرہ منٹ میں تمہیں ا. مشن پہ جا. ہے۔''عینا نے فوراً سر اٹھا. تھا۔

''مم۔مشن؟ کک۔کون سا مشن؟'' سوچ کر ہی اسکی جان حلق کو آئی تھی۔

''ا. آدمی کو اغواء کر. ہے۔۔تمہیں بس اسکو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر مطلوبہ جگہ پہ لا. ہوگا۔ق کا کام میرے آدمی کر لیں گے۔'' وہ مصروف سے ا. از میں پ. سرفنگ کرتا ہوا بولا تو عینا نے اچنبھے سے اسکی جا. دیکھا۔

''تمہاری جان کی قیمت ہے یہ۔۔تو یہ کام کرو۔۔پھر تیار ہو جاؤ میرے انتقام کے لئے۔'' وہ سرد سے ا. از میں بولا تو عینا بناء کچھ کہے اپنے روم میں چلی گئی۔

اس نے روم میں آ کر دیکھا تو اسکے بیڈ پہ ا. ڑا. اسا. کس رکھا ہوا تھا۔عینا نے بے دلی سے ڈبے کا ڈھکن اٹھا. اس میں سرخ ر. کا کوئی ڈریس تھا۔''ہونہہ ٹپیکل سرخ جوڑا۔کیا مرد بس سرخ ر. سے ہی متا. ہوتے ہیں۔''اس نے ب. ڑاتے ہوئے وہ ڈریس اٹھا. تو عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ کچھ ش نیے تو ت کی سی حا ت میں رہی تھی۔ پھر اس نے یقین کرنے کے لئے دو. رہ اس ڈریس کو دیکھا۔وہ ا. ہائی سلٹ میکسی ڈریس تھا۔جس کو دیکھ کر عینا کا چہرہ ضبط کے مارے لال ہو چکا تھا۔

''ک ا ن۔!!!!''عینا وہیں سے چیخی تھی۔لاؤنج میں بیٹھا شخص ت چھا سا مسکرادیا۔

کھا. کھانے کے بعد وہ لوگ ڈرائینگ روم میں بیٹھ گئے تھے۔اور بچے صفا کے ساتھ لاؤنج میں تھے۔وہ یوں ہی ان سے. تیں کرتی رہی۔اور مرجان تو اسکے ساتھ یوں چپکا بیٹھا تھا جیسے آ. ت اسکو اپنے ساتھ ہی لے جائے گی۔کہیں صفا آ. ت کو اپنے پ س ہی نہ رکھ لے۔قوت اور میرال کوئی کتاب لیے بیٹھے تھے۔

صفا نے آ. ت کو اپنے پ س بٹھا لیا تو مرجان نے ا. نگاہ اس پ ڈالی۔ صفا نے پ واہ نہ کی۔۔آ. ت نے دن اٹھا کر صفا کے سنہری. ل دیکھے۔''کیا میں آپکے. ل چھو کر دیکھ سکتی ہوں۔''اس نے فرمائش کی تو صفا حیرت زدہ سی مسکرائی۔اور اپنے. ل آ. ت کے سامنے کر دیئے۔آ. ت نے ڈرتے ڈرتے اسکے سنہری. ل چھوئے تھے۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ان. لوں کو سو کر دیکھا تھا۔۔صفا اسکی اس حر ت پہ ٹھٹکی تھی۔ اس نے پوچھا نہیں۔۔آ. ت نے ا. ٹھنڈی سانس ا. رکھینچی اور. ل چھوڑ دیئے۔۔صفا نے نوٹ کیا کہ آ. ت کا چہرہ مرجھا سا. ت تھا۔۔وہ. . سے آئی تھی پ پ پ تھی حالا. قوت نے کہا بھی تھا کہ آ. ت بہت. تیں کرتی ہے۔ وہ. . سے آئی تھی خاموش تھی۔۔صفا کے دل میں عجیب ہول سا اٹھا۔۔وہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔۔اس نے فریج سے پ نی کی بوتل نکالی اور گلاس میں پ نی ڈال کر پ نے لگی۔۔اس نے مڑ کر دیکھا تو آ. ت دروازے میں کھڑی تھی۔

''آجاؤ آ۔ ۔!!''اس نے کہا تو آ۔ ست قدم اٹھاتی اسکے پ س آئی۔صفا نے جھک کر آ۔ کو اٹھا یا اور کچن کا وٗنٹر پ بٹھا دی۔اور اسکے دونوں ہاتھ تھامے۔''کیا ہوا؟ اداس ہوگئی ہو؟ کیا مرجان کی کوئی ب ت ی لگی ہے؟ وہ۔ انہیں ہے آ۔ ۔وہ بہت پیارا ہے۔بہت پیاری ب تیں کرتا ہے۔تم دیکھنا جس دن اسکی تم سے دوستی ہو جائے گی تو تم خود اس کی ب توں سے تنگ آ جایا کرو گی۔''صفا نے مسکراہٹ د بائے کہا کیو اسکو لگا تھا کہ شا یا آ۔ مرجان کی کسی ب ت پ اداس ہے۔۔آ۔ نے میں سر ہلا دی۔

''وہ شروع سے ایسا ہے۔۔مجھے اسکی ب توں کا۔ انہیں لگتا۔''اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''ارے واہ۔۔یہ تو اچھی ب ت ہے۔''

''آ پکے ل۔!!''اس نے کچھ د بعد کہا تو صفا ٹھٹکی۔

''کیا ہوا میرے ب لوں کو؟''اس نے جلدی سے اپنے ب ل چھوئے۔آ۔ نے میں سر ہلا یا۔

''ان میں سے ا خوشبو آتی ہے۔۔''

''کیسی خوشبو؟''

''خوشبو بتائی نہیں جا سکتیں۔۔میں بس ا محسوس کرتی ہوں۔''صفا نے ا۔ واٹھائے۔وہ لڑکی بہت پیارا بولتی تھی۔''اور آ پکو پتہ ہے۔ایسی خوشبو ماما کے ب لوں سے آتی تھی۔''اس نے ب ت مکمل کی تو صفا کی سمجھ میں آ ی کہ وہ کیوں اداس ہوئی تھی۔صفا کے چہرے پ کرب ا ۔اس نے یوں ہی کھڑے کھڑے آ۔ کو ی سے لگا یا۔

''ائی ایم سوری آ۔ ۔!!''وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

''مرجان بہت لکی ہے۔''وہ بولی تو صفا کی اسکے ب لوں میں ک دش کرتی ا ی ں رکی تھیں۔''کیا مرجان آ پکو میرے ساتھ شیئر کر سکتا ہے؟''آ۔ نے ا امید سے پوچھا تو صفا نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔''کیا میں آ پکو ماما پکار سکتی ہوں؟''وہ بچی صفا پ حیرت کے پہاڑ توڑ رہی تھی۔۔وہ بچی کس اذ۔ میں مبتلا تھی آ ؟ آ کیوں وہ اس قدر محبت اور توجہ کو ت سی ہوئی تھی؟ صفا کے حلق میں درد اٹھا تھا۔۔صفا نے اثبات میں سر ہلا د تو آ۔ کی نیلی آنکھیں روشن ہو گئیں تھیں۔ وہ آنکھیں نم بھی تھیں۔اور اس وقت وہ نیلے پ نیوں کے سمندر کی طرح چمک رہی تھیں جس پ سورج کی کر پڑیں تو وہ پ نی چمکنے لگتا تھا۔

''تمہارا۔ ۔ ۔ دل کرے آ جایا کرو ہم سے ملنے۔۔بلکہ میں خود تمہارے ت سے اجازت لے لوں گی۔۔ٹھیک ہے ن؟''صفا نے اسکی آنکھیں پونچھیں تو وہ کھلے دل سے مسکرائی۔

''اور کیا ہم پھر کوکیز بنا ت ہیں؟''آ۔ نے فوراً پ جوش ہو کر پوچھا۔''اور۔اور چاکلیٹ کیک؟ ماما بنا یا کرتی تھیں۔۔صرف میرے لئے۔''اس ا جملے میں وہ پ جوشی اور اداسی کی انتہا پ تھی۔

''ضرور۔۔کیوں نہیں۔''صفا نے اسکے ب لوں پ ہاتھ پھیرا۔آ۔ کی آنکھوں میں چمک تھی۔جیسے اسکو کوئی بہت قیمتی شے مل گئی ہو۔اس نے دفعتاً دن موڑی تو مرجان کچن کے دروازے میں کھڑا تھا۔۔اپنی سیاہ اور ر آنکھوں سے اسکو جکڑے ہوئے۔۔آ۔ کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔۔اس سے پہلے کہ صفا مڑ کر مرجان کو دت وہ وہاں سے ی۔

شام ہو رہی تھی۔۔مہمان جا چکے تھے۔اور ا ہیم بھی کسی کام سے آفس ی تھا۔صفا اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔۔دینا اسکے پ س ہی کھیل رہی تھی۔اسکے فون پ کال آئی تو صفا نے کال اٹھا لی۔

''السلام علیکم امی۔!!''صفا کی آواز بھرا گئی۔

''وعلیکم السلام۔!کیسی ہو؟''

''امی۔میں ٹھیک ہوں۔۔ کیسے ہیں۔''

''وہ بھی بہتر ہیں۔''

''امی۔! کیا میں ملنے آسکتی ہوں؟''اس نے بند ہوتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

''ہاں۔کیوں نہیں۔۔تمہارا گھر ہے میری جان۔''صفا کو تو اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد آواز کٹنا شروع ہوگئی۔

''امی ایک منٹ میں ہر جاتی ہوں۔''وہ اٹھنے لگی ایک نگاہ دینا پہ ڈالی۔اور پھر وہ بلکونی میں چلی آئی۔ وہاں سے وہ پلٹی اور دروازہ اندر سے لاک کرلیا۔کہ دینا کھیلتے کھیلتے کہیں ہر نہ چلی جائے۔۔اور سیڑھیوں کا خطرہ تھا۔۔وہ کال پر باتیں کرتی رہی۔آج جانے کتنے دنوں بعد وہ دونوں ماں بیٹی یوں باتیں کر رہی تھیں۔

''سلام ماما۔!!''ابراہیم مصروف سا لاؤنج میں داخل ہوا تو منال وہیں صوفے پہ بیٹھیں تھیں۔

''وعلیکم السلام۔!!''

''بچے کہاں ہیں؟''اس نے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔

''قوت اور مرجان پارک گئے ہیں۔اور دینا صفا کے پاس ہے۔اور۔''وہ پل کو رکیں۔اور پھر مسکرا ''اور صفا اپنے کمرے میں ہے۔''انھوں نے بات مکمل کی تو اس نے اچھی سی نگاہ ان پہ ڈالی۔اور اپنا موبائل نکال کر بیٹھ گیا۔

''ویسے یہ جواد صاحب سے دوستی ہوئی کی؟''

''کچھ ماہ ہوئے ہیں۔۔تمہارے کراچی میں ایک فرم کھولنے کا سوچ رہے تھے تو جواد صاحب نے بہت مدد کی ہے۔۔وہ لوگ مستقبل میں پارٹنر بن رہے ہیں۔''

''ہمم۔۔اچھی بات ہے۔''

''تم کارو بار میں کچھ خاص دلچسپی نہیں لے رہی دکھائی نہیں دے رہے؟''منال کو اسکا یہ بے پرواہ انداز کھٹکا تھا۔

''کیونکہ میں واپس جاؤں گا۔۔اس لئے یہاں کے کام اپنے کنٹرول میں نہیں کرسکتا۔۔کو بعد میں مشکل ہوگی۔''وہ مصروف سے انداز میں بولا تو منال کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم واپس نہیں جاؤ گے۔''

''وعدہ؟''ابراہیم ٹھٹکا۔''میں نے وعدہ کیا؟''منال ہڑبڑا گئیں۔واقعی کوئی ایسا وعدہ نہیں ہوا تھا۔وہ تو بس سفیان کی باتیں مانتی رہی تھا۔

''ابراہیم۔!!تم واپس کیوں جانا چاہتے ہو؟اب تو بچے بھی یہاں اڈجسٹ ہو چکے ہیں۔''منال کے دل میں ہول اٹھے تھے یہ سوچ کر ہی کہ وہ دوبارہ جائے گا۔

''بچے یہیں رہیں گے۔میرے وہاں کچھ ادھورے کام ہیں وہ کرنے جاؤں گا۔'' منال کو کچھ حوصلہ کیا۔

''تو واپس آؤ گے؟''انھوں نے ڈولتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''نہیں معلوم۔''وہ کندھے اچکاتے تو آنکھیں پوری کھل گئیں۔''ہوسکتا ہے کبھی لوٹ ہی نہ سکوں؟''وہ کس قدر سفاک تھا۔اپنے الفاظ سے اگلے کی روح کھینچ لیا کرتا تھا خاص طور پہ جو اس سے محبت کرتے تھے۔

''امی۔۔!سعد یہ کیسی ہے؟اسکو میرے پاس بھیج دیں ایک دن کے لئے۔''وہ بات کرتے کرتے پلٹی تو ٹھٹکی تھی کیونکہ کمرے میں بیڈ خالی تھا۔''دینا۔!!''صفا نے وہیں سے پکارا۔اور کمرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اگلے ہی لمحے اسکا دماغ پھک سے اڑا تھا کیونکہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔''دینا۔۔!!!''اس نے اپنے پہ ہاتھ رکھا۔موبائل بیڈ پہ پٹخا اور وہاں سے ننگے پاؤں بھاگی تھی۔

''ابراہیم۔!!تمہارے میں دل ہے کیا؟ کیسے اتنی سفاکیت سے ایسی باتیں بول دیتے ہو؟تمہاری اپنی اولاد ہے۔کیا اب بھی تمہارا دل ہمارے کرب کو نہیں سمجھتا؟''منال سر پیٹ کر رہ گئیں تھیں۔

''ماما۔!! کیوں اتنا اوورری ایکٹ کر۔۔''

اس نے دفعتاً نگاہ گھمائی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ دینا بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔ اسکے پیچھے صفا تھی۔۔ وہ صفا کی بات پر رکنے کی بجائے اسکو کوئی کھیل سمجھ کر مزید آگے آگے بھاگ رہی تھی۔

''دینا۔۔!!!!'' صفا کی چیخ گونجی تھی۔ اور ابراہیم نے وہ سیڑھیاں چند لمحوں میں پھلانگیں تھیں۔۔ دینا جو کہ پہلے زینے پر ہی لڑکھڑائی تھی ابراہیم کی آغوش میں تھی۔

''یا اللہ خیر۔۔!!!'' منال اٹھ کر پیچھے بھاگی تھیں۔

''دینا۔!!!!'' صفا کی آنکھیں پوری پھیل گئیں تھیں۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے وہیں بیٹھتی چلی گئی۔۔

''ششش۔۔ششش۔۔'' ابراہیم نے فوراً دینا کو سینے میں بھینچ لیا اور سیڑھیاں پھلانگ گیا۔ دینا اس سے کافی خوفزدہ ہوگئی تھی اور اس نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔''اٹس اوکے مائی سویٹ ہارٹ۔!!'' وہ اسکو سینے سے لگائے بہلا رہا تھا۔ جبکہ صفا سامنے فرش پر سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی۔

''صفا۔!! کیسے ہوا یہ سب؟ یہ تو تمہارے پاس تھی نا؟'' منال اسکے پاس پہنچیں۔ صفا اس وقت خود صدمے کی کیفیت میں تھی۔''صفا۔۔!!!'' منال نے نرمی سے اسکو پکارا تو اس نے سر اوپر اٹھایا۔ سامنے ابراہیم دینا کو لیے کھڑا تھا۔ اور دینا صحیح سلامت تھی۔

''آ۔آ۔۔وہ۔وہ۔میں۔فون سن رہی تھی۔تو۔۔'' اسکے الفاظ بکھر رہے تھے۔

''صفا۔۔!! ایسی لاپرواہی ٹھیک نہیں ہوتی۔۔ تمہیں خیال رکھنا چاہیے تھا۔'' منال نے اسکی پوری بات سنے بناء ہی کہا اور اسکو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔۔ وہ سہمی سی کھڑی تھی۔۔ ابراہیم نے اسکی اڑی ہوئی رنگت دیکھی۔۔ اور اسکے پاس آیا۔۔ صفا نے نم آنکھوں سے میں سر ہلایا۔

''مم۔میں۔میں نے نہیں۔'' وہ اپنی صفائی دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔۔ ابراہیم نے کچھ نہیں کہا۔۔ اس نے دینا کو دیکھا جو کہ اب قدرے سنبھل چکی تھی۔۔ سامنے کھڑی لڑکی اب صدمے اور شاک کی حالت میں تھی۔۔ وہ دو قدم آگے بڑھا۔ اور صفا کے گال صاف کئے۔۔ صفا نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

''ای۔ایبو۔مم۔میں نے جان بوجھ کر نہیں۔''

''اٹس اوکے۔!! ہو جاتا ہے۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ صفا اسکا ہاتھ پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔ دینا کو کھو دینے کا خیال ہی جان لیوا تھا۔۔ اس سے پہلے بھی دینا اسکی وجہ سے موت کے منہ میں پہنچ چکی تھی۔۔ اور آج پھر سے۔

''نن۔نہیں۔ میری وجہ سے ہوا ہے۔'' اس نے چہرہ رگڑا۔ اور سیلف بلیمنگ شروع کر دی۔۔ ابراہیم نے میں سر ہلایا۔''ہاں۔میری وجہ سے ہی ہوا۔ ہے۔۔ نہ میں کال لیتا، نہ دینا کو کمرے میں چھوڑ کر لکونی میں جاتی اور نہ ہی یہ سب۔'' وہ دیوانوں کی سی حالت میں بول رہی تھی۔۔ دینا بھی رونا دھونا چھوڑ کر اسکو دیکھنے لگ گئی تھی۔

''صفا۔!! پرسکون ہو جاؤ۔'' ابراہیم نے ڈپٹا وہ میں سر ہلاتی رہی۔۔ منال نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور سیڑھیاں اترآ۔

''میں معافی نہیں مانگ سکتی۔۔ کتنی بار معاف کریں گے؟ ہر بار میری غلطی ہوتی ہے۔'' وہ نہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی۔۔ ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکو اپنے قریب کیا۔۔ اور اسکے دائیں زو حمائل کیا۔۔ دینا ہنوز ابراہیم کی گود میں تھی۔

''شش۔شش۔!! کہا نا کہ کچھ نہیں ہوا۔ کیوں ہلکان ہو رہی ہو۔ ایسا نقصان ہوا ہی نہیں اسکا ماتم کیوں کر رہی ہو۔'' وہ اسکے بال سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ روتی رہی۔''افف۔کمال ہے۔جس کو چوٹ لگنی تھی وہ ٹھیک ہوگئی ہے اور تم نے ابھی تک کھپ ڈالی ہوئی ہے۔'' وہ اسکا چہرہ اپنے سینے میں چھپاتے ہوئے ڈپٹ رہا تھا۔

وہ روتی رہی۔۔ دینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ابراہیم کو دیکھا۔

''دینا میجک؟'' اس نے اپنی مانگ پیش کیں۔۔ ابراہیم مسکرا دیا۔

''یس۔دینا میجک۔۔!!'' اس نے اجازت دی تو دینا نے صفا کے سر پر بوسہ دیا۔ صفا نے جھٹکے سے سر اوپر اٹھایا۔ اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے دینا کا ہاتھ پکڑا اور دیوانہ وار چومنے لگی۔

''آئی ایم سوری دینا۔۔آئی ایم سوری۔!!!'' دینا نے دوسرے ہاتھ سے صفا کے گال صاف کئے۔''دینا تمہیں چوٹ لگی ہے کیا؟'' اس نے تسلی کرنا چاہی۔۔ دینا نے جلدی سے میں سر ہلا دیا۔''آئی ایم سوری دینا۔'' اس نے ایک بار پھر سے دینا کا ہاتھ چوما۔

''شش۔۔بس کرواب۔''ا. اہیم نے اسکوساتھ لگائے اسکا کندھا سہلایا۔دینا کا ہاتھ ابھی۔ صفا کے ہاتھ میں تھا۔

.ب چہارم

''بے رنگ لہو''

رات کی تاریکی چھائی تو اس نے غزہ کی اس تباہ حال بستی میں موجود اس امدادی کیمپ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔۔یوسف گہری نیند میں تھا۔لیلہ بھی شاید سو چکی تھی سلویٰ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی جاگ رہی تھی۔۔نہ جانے کن سوچوں میں گم تھی کہ اسکو اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہوا۔وہ اپنے بستر سے نکلی اور خیمے کے اندر رہی کچھ فاصلے پر رکھے ایک پانی سے واٹر کولر سے پانی پینے کے لئے گلاس اس کے نیچے کیا۔ پانی بہت کم تھا۔۔سلویٰ نے ایک ہاتھ سے گلاس پکڑا اور ایک ہاتھ سے کولر کو پکڑ کر زرا سا نیچے جھکایا۔۔وہ کولر ایک پتھر پر پڑا تھا۔پانی کے دو گھونٹ گلاس میں آ گئے۔سلویٰ نے کولر دوبارہ رکھنا چاہا تو وہ لڑھک کر اور زمین پر آ گرا۔جس سے ایک آواز سی پیدا ہوئی۔

''امو۔۔امو۔!!!''یوسف کراہا تھا۔

''جی امو کی جان؟''لیلیٰ نے اٹھ کر یوسف کو دیکھا۔

''امو۔حملہ۔امو۔۔!!''وہ چیخنے لگا تو لیلیٰ نے اسکو اپنے میں بھینچ لیا۔''امو۔آپ کہاں ہے۔امو حملہ ہوا ہے۔''وہ سہما ہوا تھا اسکو اس وقت بھی سلویٰ کی فکر تھی۔۔ سلویٰ پانی وہیں چھوڑ کر اپنے پاس پہنچی۔''امو۔کیا ہم مر جائیں گے؟؟''وہ مسلسل رو رہا تھا۔لیلہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔وہ اسکو گود میں چھپائے بیٹھی پرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ سلویٰ بے بسی سے اپنی ماں اور بھائی کو دیکھ رہی تھی۔کچھ دیر بعد یوسف کے رونے سسکنے میں کمی آئی تو لیلیٰ نے نرمی سے اسکا چہرہ چھوا۔

''میرا بیٹا ٹھیک ہے؟''اس نے محبت سے پوچھا تو یوسف نے پھیلی پھیلی آنکھوں سے ان دونوں کو صحیح سلامت دیکھا۔سلویٰ نے یوسف کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

''آپی۔۔!! آپ ٹھیک ہیں؟''وہ ابھی تک گھبرایا ہوا تھا۔''آپکو پتہ ہے ابھی حملہ ہوا۔بہت شور تھا۔اور۔اور۔۔''

''اور کچھ نہیں ہوا یوسف۔!!میں پانی پی رہی تھی اس لئے کولر گر گیا تھا۔''سلویٰ نے نرمی سے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔یوسف نے آنکھیں مٹکا کر تو لیلیٰ نے اثبات میں سر ہلا کر تسلی دی۔وہ کچھ ہی دیر میں پرسکون ہو کر لیلہ کی گود میں ہی سو گیا تھا۔اب لیلیٰ پر اسکی نیند حرام ہو چکی تھی۔سلویٰ وہاں سے اٹھی اور آ کر اپنے بستر میں لیٹ گئی۔

وہ پھر لیٹی ہوئی تھی۔نہ جانے دماغ کے کونوں میں کیا کیا چل رہا تھا جو پانی کے طور پر اسکی آنکھ پلکوں کے بند توڑتا ہوا بہہ کر اسکی کنپٹی میں جذب ہو گیا تھا۔

''ایک دن ہم یہاں سے چلے جائیں گے یوسف۔!!میں تمہیں اس خوف کے سائے میں پروان چڑھنے نہیں دوں گی۔''اس نے خود سے عہد کرتے ہوئے اس اپنی آنکھ کو بے رحمی سے رگڑا تھا مانو اس نے بغاوت کی ہوا اپنی آنکھ بہا کر۔

رات کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔سوفیٹل قاہرہ نیل ال گیزیرہ میں اس وقت کرفیو کا سماں تھا کیونکہ وہاں اکثر ورلڈ کی کچھ نمورتین شخصیات کی میٹنگ تھی۔ پورے ہوٹل کو چار سو گارڈز نے گھیر رکھا تھا۔سکیورٹی کا انتظام مضبوط ہالہ تھا۔اس نیچے ایک سیاہ گاڑی آ کر رکی۔وہاں موجود گارڈز چوکنا ہو گئے۔گاڑی میں سے ایک گارڈ نکلا اور اس نے آ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور مئودب سا کھڑا ہو گیا۔اس میں سے ایک لڑکی نکلی جس نے ایک سرخ رنگ کا ہائی سلٹ میکسی ڈریس پہنا ہوا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک بڑا ڈبیگ تھا جو کہ لمٹڈ ایڈیشن تھا۔ڈائمنڈ جیولری زیب تن کئے ہائی ہیلز پہنے وہ آسمان سے اتری کوئی پری معلوم ہوتی تھی۔وہ بہت حسین تھی جس کی آنکھیں سبز تھیں۔ وہ

لینز تھے۔۔سیاہ ل کرلز کی صورت میں کندھوں پ جھول رہے تھے۔ہاتھوں میں جالی کے گلوز تھے جواسکوشاہانہ بناتے تھے۔وہ شاہانہ تھی۔پھراس نے شاہانہ آنے کی بھرپور کوشش کی تھی یہ پتہ لگا تھوڑا مشکل تھا۔

اس نے قدم اٹھایا تو اسکے ہائی سلٹ ڈریس سے اسکی ٹ ن ران ت آئی تھی۔وہ ایک لمحے کے لئے رکی۔اس نے ضبط کا ایک گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔اسکے چہرے پ ایک رنگ ساتھا جلد ہی اس نے اس رنگ کی جگہ اعتماد اور تکبر سجالیا تھا۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور دن ٹ ائی۔وہ اپنے گارڈ کی پیروی میں ا رکی جا ۔ٹھی تو ایک سکیورٹی اہلکار سامنے آیا۔

''یہاں ہائی پروفائل میٹنگ چل رہی ہے۔''وہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ کیا وہ بھی انکا حصہ ہے؟اس لڑکی نے اپنے عقب میں کھڑے گارڈ کو ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ چلتا ہوا سامنے آیا اور اس نے ایک انویٹیشن نکال کر دکھایا۔سکیورٹی اہلکار فوراً سمجھ کر راستے سے ہٹ گیا تھا۔وہ اماں اماں چلتی ہوئی ا رپہنچی۔

''اے مجھے یہاں کچھ ہوا ں؟تمہارے بس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گی میں۔''وہ ساتھ چلتے ہوئے گارڈ سے ب ڑائی تھی۔

''پہلے خود زہ بچ جاؤ اپنے ہاتھوں سے۔''وہ بھی میکا ا از میں بولا تو عینا جبڑے بھینچ کر رہ گئی۔آ کار وہ ایک لفٹ میں پہنچے۔لفٹ چلی تو عینا نے ایک گہری سانس خارج کی۔اسکا دل دھڑک دھڑک کر ہر آنے کو تھا۔اس نے ایک اپنے دا ہاتھ کی درمیانی انگلی میں پہنچی ہوئی سیاہ زرقون کی انگوٹھی کو دیکھا۔جو کہ کسی بھی عام انگوٹھی سے سائز میں ذرا بڑی تھی۔

''جا ہوں کیا کر ہے؟''گارڈ نے اسکی جا دیکھے بناء پوچھا تھا۔عینا نے ایک سانس ا رکھینچی اور پھر چھوڑ دی۔

''ہاں جا ہوں۔''اس نے پ عتماد از میں کہا تھا۔لفٹ چوتھے فلور پ آ کر رکی تو عینا نے قدم آگے ب ڑھا دیئے جبکہ گارڈ اسکے پیچھے پیچھے چل دیا۔وہ ایک نوجوان سا لڑکا تھا۔۔تھری پیس پہنے اور کانوں میں ائیر پیس لگائے وہ ایک آفیشل گارڈ معلوم ہوتا تھا۔اس فلور پ بھی سکیورٹی تعینات تھی۔ہر سو گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔عینا نے کے گارڈ نے۔۔سے ایک کارڈ نکالا اور راستے میں آنے والے ہر گارڈ کے سامنے کرتے وہ انکا راستہ چھوڑتے چلے گئے۔حتیٰ کہ وہ لوگ ایک کمرے کے گلاس ڈور کے سامنے کھڑے تھے۔عینا نے دن موڑ کر گارڈ کو دیکھا۔

''کوئی خطرہ ہو تو۔۔''

''جا ہوں۔بس اپنے نیکلیس کو ہاتھ لگا ہے۔۔''اس نے خود کو ر مل ر ت ہوئے کہا تو گارڈ نے سر ہلا دیا۔اس نے آگے ب ڑھ کر دروازہ کھولا تو عینا ا ر ب ڑھ گئی۔اور گارڈ ہر ق گارڈز کے ساتھ پہرے پ مامور ہو تھا۔

وہ ایک ہاتھ پ اپنا کوٹ ٹ ئے گھر داخل ہوا تو لاؤنج خالی تھا۔اس نے دفعتاً گھڑی پ وقت دیکھا تو رہ بج رہے تھے۔وہ سر ٹ ہوا سیڑھیاں پ ھ ۔وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے قوت اور مرجان کے کمرے میں تھا۔اس نے نمی سے دروازہ کھولا تو اسکی توقع کے عین مطابق قوت تو سو رہا تھا۔اور مرجان بھی اس وقت گہری نیند میں تھا اسکے ساتھ ٹکی ہوئی صفا بے ت سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہی سو رہی تھی۔اسکے ایک ہاتھ میں سٹوری تھی اور ایک ہاتھ اسکا مرجان کے ل لوں میں تھا۔اسکے سنہری ل اسکے چہرے پ بکھرے ہوئے تھے۔ا اہیم نے ت سف سے سر جھٹکا۔وہ ان دونوں کا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔اس نے وہ اپنا کوٹ وہیں رکھے ایک ہینگر پ ٹ اور چلتا ہوا ا پس پہنچا۔صفا کے ہاتھ سے کتاب پکڑی اور سائیڈ ٹیبل پ رکھی۔اس نے جگانے کی سے صفا کے کندھے پ ہاتھ رکھا تو وہ ہڑ ب ڑا کر اٹھی۔

''شش۔!!''ا اہیم نے ہو ں پ انگلی رکھ کر خاموش رہنے کو کہا۔صفا نے آنکھیں کھولیں بند کیں اور پھر سے کھولیں۔اسکو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

''آ جاؤ۔''ا اہیم نے پیر سے ہی اسکے جوتے سیدھے کئے اور اسکو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔صفا نے ل کانوں کے پیچھے اڑسے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔نیند سے آنکھیں بوجھل تھیں۔اس نے بمشکل جوتا پہنا۔ا اہیم نے ایک ہاتھ اسکے کندھے کے گرد گھما کر رکھا اور اسکو وہاں سے لے۔دروازہ بند ہوا تو قوت نے آنکھیں کھول دیں۔وہ پ ت ٹ بند دروازے کو دیکھے۔پھر اس نے کروٹ لی۔اور اپنے تکیے کے نیچے سے ایک تصویر نکالی۔

اس نے وہ تصویر سامنے کی تو ت ریکی میں بھی اس تصویر میں موجود چہرہ چمک رہا تھا۔اس نے وہ تصویر چومی۔''آئی لو یو ماما''کہہ کر اس نے وہ تصویر سے لگائی

اور آنکھیں موند لیں۔

''آپ کے لئے کھانا لاؤں؟'' صفا نے کمرے میں آ کر آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا تو ابیم جو کہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا اپنے کفلنکز ٹائی درست کر رہا تھا ٹھٹک کر اسکی جانب دیکھنے لگا۔ وہ بمشکل آنکھیں کھولے کھڑی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ وہ اسکی بیوی تھی۔ عجوبہ تھا۔

''سو جاؤ آرام سے۔'' وہ سر جھٹک کر رخ پھیر گیا۔ صفا نے اسکی جانب دیکھا اور پھر چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔ ''کیا چاہیے؟'' وہ مصروف سا بولا۔

''کھانا کھا لیا آپ نے؟'' اسکے لہجے میں خالی پن سا تھا۔ ابیم نے کن انکھیوں سے اسکو دیکھا۔

''تم نے کھا لیا؟'' اس نے دونوں آستینوں کے بٹن کھول کر بازو فولڈ کرتے ہوئے پوچھا۔ اسکو یقین تھا کہ وہ بھوکی بیٹھی ہوگی۔ صفا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تو ابیم حیران رہ گیا۔ ''یعنی میرا انتظار بھی نہیں کیا کسی نے۔'' وہ اب جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ صفا نے سر ہلایا۔ اسکے چہرے پہ اداسی جھول رہی تھی۔ ابیم نے وہ ٹشو پکڑ کر کھینچی تو وہ کراہ کر رہ گئی۔

''آپکو ہماری پرواہ نہیں تو ہم کیوں کریں۔'' اس نے بال کان کے پیچھے کئے۔

''بہتمیز بنانی آ گئی ہیں تمہیں۔'' صفا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔ ابیم نے آنکھیں چھوٹی کیں۔ اسکا انداز لاساتھا۔ ''کچھ سوچ لیا ہے کیا؟'' وہ مسکراہٹ دبائے آ کر بیڈ پہ بیٹھا اور اپنا لیپ ٹاپ کھولا۔ صفا وہیں کھڑی اسکی بات کا مطلب سوچتی رہی۔

''نہیں۔ تو۔'' وہ آ کر اسکے سامنے بیٹھی۔ وہ لیپ ٹاپ پہ جلدی جلدی کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اور وہ اپنا ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے اسکو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہے؟'' وہ جھنجلایا تھا۔

''آپ پیارے لگ رہے ہیں۔'' اس نے پلکیں جھپکائیں۔ ابیم نے اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے سکرین سے نگاہ ہٹائی اور اسکو دیکھا۔

''کیا چاہیے؟'' وہ بولا تو صفا نے منہ بنایا۔

''یعنی میری تعریف میں مطلب چھپا تھا۔؟''

''بتاؤ۔ اگر نہیں کچھ چاہیے تو سو جاؤ آرام سے آ کر۔'' وہ دوبارہ لیپ ٹاپ پہ نگاہیں جمائے۔

''وہ۔ کیا۔ میں۔ امی۔۔ سے ملنے جا سکتی ہوں۔'' اس نے اٹک اٹک کر کہا تو ابیم نے سر جھٹکا۔

''اور ابھی کوئی کہہ رہا تھا کہ تعریف بناء مطلب کے کی ہے۔'' وہ اسکو یاد دلا رہا تھا۔ صفا نے دانت کاٹے۔ ''خیر۔۔ یہ مطلب پرستوں سے بھری پڑی ہے مس سٹر۔۔ آپ اکیلی نہیں ہیں۔'' وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے۔

''میں نے آپ کے لیے کچھ بنایا ہے۔'' وہ مدعا چاہتی تھی۔ ابیم نے ایک تیکھی سی نگاہ اس پہ ڈالی اور لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا۔ اور نے ہاتھ بڑھایا اور اسکے دونوں ہاتھ پکڑے۔۔ صفا کو سمجھ نہ آئی کہ ہو کیا کر رہا تھا۔۔ وہ اسکے دونوں ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ ''کیا ہے؟ کیا دیکھ رہے ہیں۔'' وہ جھنجلائی۔

''دیکھ رہا ہوں آج کہاں سے جلائے ہیں۔'' وہ اسکی انگلیوں کو دیکھ رہا تھا۔

''میں اتنی بھی پھوہڑ نہیں ہوں۔'' صفا منہ بنا کر رہ گئی۔

''اچھا۔ کیا بنایا ہے؟'' وہ بولا تو صفا آگے کو کھسکی۔ اور پرجوشی سے بتانے لگی۔

''میں نے آپ کے لئے فرنی بنائی ہے۔'' اسکے ہر ہر انداز سے پرجوشی چھلک رہی تھی۔ وہ اسکو دیکھ کر رہ گیا۔ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہو جایا کرتی تھی وہ۔

''اچھا؟ جاؤ لے آؤ۔'' اس نے صفا کے چہرے پہ نگاہیں جمائے کہا تو وہ پرجوش سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ اس وقت اپنے مینشن پہ تھا۔ لاؤنج میں مسلسل ٹہلتا ہوا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔

''باس۔! آپ فکر نہ کریں۔ کام ہو جائے گا۔'' مغیث اسکو بے چینی سے ٹہلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ پیچھے ہی مئودب سا کھڑا تھا۔ حسن کی بے چینی میں کمی نہ آئی۔

''اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟''اس نے اپنی شرٹ کا اوپری بٹن کھولا تھا۔

''بس۔!!! آپکو اتنی فکر ہے تو ہم سامنے سے جا کر اسکو پکڑ لیتے۔۔اس بے وقوف لڑکی کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔''مغیث نے بات مکمل کی تو وہ جھٹکے سے پلٹا اور ایک قہر بھری نگاہ مغیث پر ڈالی وہ لرز کر رہ گیا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں وہاں جا نہیں سکتا؟''وہ تیز آواز میں بولا مغیث نے تھوک نگلا۔

''نن۔نہیں سر ایسی بات نہیں ہے۔''

''میں چاہوں تو آج اس ہوٹل کو راکھ کا ڈھیر بنا دوں جہاں اس وقت وہ کتے میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔''اسکے لہجے سے تنفر ٹپک رہا تھا۔مغیث سانس روک گیا۔

''۔!!!میں فی الحال صرف اس جوزف کو چاہتا ہوں۔۔وہ بھی زندہ۔۔کہ میں ذرا اس پر اپنا ہاتھ سکوں۔۔وہ کیا ہے نا۔سوں سے ہاتھ نہیں ملا۔۔تو زنگ لگتا جا رہا ہے۔''اس نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے سے مسلتے ہوئے کہا۔

''سر!اس کام میں خطرہ ہے۔۔اور خاص کر مجھے اس لڑکی پر بھروسہ نہیں ہے۔''حسن چھا سا مسکرایا اور آ کر صوفے پر بیٹھا۔۔اس نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی اور سامنے پڑی ٹوکری میں سے ایک سیب اٹھا کر اس میں دانت گاڑھ دیئے۔

''اسکو معمولی مت جانو۔''

''سر وہ بس ایک معمولی اور بے وقوف سی لڑکی ہے۔''مغیث اپنی بات پر قائم تھا۔

''اونہوں۔''حسن نے انگلی سے اسکی بات کو کاٹا۔''وہ معمولی نہیں ہے۔۔گورسی کی کلائی میں لگا ایک فلنگ بھی اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔۔تو وہ اس جیسی معمولی چیزوں کو اپنے پاس کیوں رکھے گا؟''اس نے بات مکمل کی تو مغیث کو کچھ سمجھنے لگے۔۔پھر وہ جھٹکے سے سامنے آیا۔

''سسر۔سر۔وہ۔وہ لڑکی؟''وہ ہکلایا۔

''ہاں۔۔وہ گورسی کے لئے کام کرتی ہے۔''حسن نے پرسکون انداز میں کہا تو مغیث سر پکڑ کر رہ گیا۔

''وہ پی سی لڑکی اتنی بڑی سازش کے تحت یہاں پھر رہی ہے اور آپ نے اسکو پھرنے بھی دیا؟''

''پی سی؟''حسن نے ابرو سکیڑے۔

''سر۔!اسکی اتنی سی ہائیٹ ہے اور دماغ دیکھیں کتنا تیز ہے۔۔آپکو چکما دینے کا سوچ کر چلی آئی۔''مغیث نے پی لفظ کی وضاحت کی تو وہ مسکرا دیا۔

''ہاں۔۔سمجھتی تو خود کو شرلاک ہومز ہے۔''کہتے ہوئے وہ رکا۔اور ایک بار کودانتوں سے کاٹا۔۔وہ ٹکڑا چبایا۔''میری میں وہ ہیری پوٹر کا ایک سا الو ہے۔''مغیث کے لئے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا وہ ابھی شاک کی حالت میں تھا۔

''تو سر وہ کارڈ؟''

''جانتھا کہ میرے مینشن کے چکر دمنڈلا رہی ہے۔۔سوچا کیوں نہ خود ہی انکو بلا کر مہمان نوازی کر دوں۔۔اب کوئی مہمان حسن کرداوی کے مینشن کے باہر کھڑا ہو تو کیا کیا جا سکتا ہے۔۔اسکو بلوا کر اسکی مہمان نوازی کرنا تو حسن کرداوی کا فرض تھا نا۔۔اب کرداوی خاندان اتنا بھی انہیں ہے مغیث۔''اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا تو مغیث ششدر رہ گیا۔

''اور آپ نے اسکو ایکسپیریمنٹ روم کی بھی رسائی دے دی ہے۔''

''اوہ خود کو شرلاک ہومز سمجھ کر خوش ہو رہی ہے تو ہونے دو نا۔۔مجھے بھی مزہ آ رہا ہے۔''

''یسیدی۔!!!''مغیث سر جھٹک کر رہ گیا۔''آپ اس گورسی کا کام تمام کیوں نہیں کر دیتے؟''

حسن نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسکی آنکھوں میں پھر سے جلال تھا۔جس نے مغیث کو ایک قدم پیچھے دھکیلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''دشمن کو مار دینے کا مزہ نہیں آتا۔۔اَ دشمن مر جائے تو کھیل ختم ہو جاتا ہے۔۔اور شیخ حسن آفندی کو کھیلتے رہنا پسند ہے۔۔اس سے میرے اعصاب حرکت میں رہتے ہیں۔۔اور دماغ تیز ہوتا ہے۔''

'' وہ آپکو ایک دن ختم کر دے گا۔''

''پہلے وہ خود کو تو زیر کر لے۔''

''کیا مطلب۔سر؟''

''مطلب یہ مغیث کہ میں نے گورسی کے آنگن میں وہ پودا لگا دیا ہے جس کی جڑوں کو وہ چاہ کر بھی نہیں کاٹ سکتا۔'' وہ اپنی تیز آواز میں بول رہا تھا۔''اور وہ پودا پروان چڑھے گا تو اسکے ہر ہر پتے سے زہر خارج ہوگا۔۔جو اس آنگن میں کھلتے ہر پھول کو جلا کر راکھ کر دے گا۔۔وہ زہر گورسی کی رگوں میں دوڑے گا۔۔اور وہ چاہ کر بھی اسکو اپنی رگوں سے الگ نہیں کر پائے گا۔۔اور اسکو اس زہر کے سامنے ہار تسلیم کرنی ہوگی۔۔آہ اسکو بھی تو معلوم ہو کہ اپنی رگوں سے شیطان ختم کرنا کس قدر کٹھن کام ہے۔''

وہ کمرے میں آئی تو اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بائول تھا اور ایک چمچ۔۔اس نے دیکھا کہ کمرہ خالی ہے۔

''یہ کہاں گئے؟'' اس نے ڈریسنگ دیکھی اور واشروم کا دروازہ بجایا۔

''یہاں ہوں میں۔'' اسکو ٹیرس سے آواز آئی تو صفا وہ بائول لئے سلائیڈنگ ڈور کے سامنے آ کر رکی۔جو کہ ادھ کھلا تھا۔اس نے دیکھا وہاں دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔وہ وہاں ایک پر بیٹھا تھا۔صفا کی جان اسکی پشت تھی۔صفا چلتی ہوئی اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی اور وہ بائول اسکو پکڑایا۔ابہیم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''فکر نہ کریں۔آج چکھی ہے میں نے۔نہ تو اس میں نمک ڈالا ہے غلطی سے اور نہ مرچیں۔'' اس نے وضاحت دی تو ابہیم نے وہ بائول پکڑ لیا۔وہ سامنے بے چین سی کھڑی تھی۔

''بیٹھ جاؤ یہاں۔'' اس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا جو اسکے دائیں جانب پڑی تھی۔

''پہلے آپ چکھ کر بتائیں کہ کیسی بنی ہے۔'' وہ اَنیاں مروڑ رہی تھی۔

''اور اچھی نہ بنی ہوئی کیا تم یہاں سے نیچے کود جاؤ گی۔'' وہ محظوظ ازمیں پوچھ رہا تھا۔صفا نے بے چارگی سے کندھے اچکا دیئے۔''اوکے کھا رہا ہوں۔'' اس نے ایک چمچ منہ میں ڈالا۔اور کچھ زاویے سے بنائے۔صفا کا دل ڈولا۔پھر اس نے ایک اور چمچ منہ میں ڈالا۔اور کرتے کرتے وہ آدھا بائول کھا گیا منہ کے زاویے بگڑتے جا رہے تھے۔اب صفا کی بس ہوئی تھی۔اس نے اسکے ہاتھ سے بائول اچک لیا۔ابہیم چونکا۔صفا نے ایک چمچ کھایا اور غور سے اسکا ذائقہ محسوس کیا۔

''اچھی تو بنی ہے۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔

''ہاں۔۔اچھی ہی بنی ہے۔۔میں نے کہا نہیں اچھی؟'' کہتے اس نے صفا کے ہاتھ سے بائول دوبارہ پکڑا اور کھانے لگا۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ بس اسکو تنگ کر رہا تھا۔

''آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں ابہیم۔!!!'' وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ابہیم نے آخری چمچ کھا کر سر اٹھایا۔وہ آگ کا گولہ بنے کھڑی تھی۔ابہیم نے وہ خالی بائول پرس پڑی چھوٹی سی اسٹول پر رکھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو ساتھ بٹھایا۔اسکا منہ ہنوز پھولا ہوا تھا۔ابہیم نے ایک زاویے کا دھماکہ اور اسکو قریب کیا۔

''بہت اچھی بنی تھی۔''

''تو پھر؟ منہ کے ایسے زاویے کیوں بنا رہے تھے؟'' وہ پٹ کر بولی تھی۔

''بس ایسے ہی۔۔میرے زاویے دیکھ کر جو تمہارے چہرے پر آ جا رہے تھے وہ دیکھ کر مزہ آ رہا تھا۔''

''آپکو اللہ ہی پوچھے۔۔'' صفا نے اسکے کندھے پر ایک مکا سا مارا۔۔وہ بس مسکرا دیا۔

''تمہیں پتہ ہے سجل کو فرنی بہت پسند تھی۔'' وہ بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔اب وہ سمجھی تھی کہ وہ اس طرح خاموش سا کیوں ہو گیا تھا۔'' . بھی ماما بناتی تھیں وہ اکیلی کھا جاتی تھی۔'' وہ کہتا ہوا مسکرا رہا تھا وہ مسکراہٹ زخمی تھی۔''میں منتیں کرتا رہ جاتا۔۔مجھے کہتی تھی ابو میری جان لے لیں فرنی نہیں۔'' وہ بولا تو اسکی آواز بھیگ گئی۔'' کاش۔کاش۔۔ابو اسکے لئے اپنی جان دے دیتا۔۔کاش وہ ابو کے لئے جان نہ دیتی۔'' وہ بس کہے جا رہا تھا۔

''آئی ایم سوری۔۔مجھے فرنی نہیں بنانی چاہیے تھی۔'' صفا کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''نہیں۔۔تم اداس مت ہو۔سجل تو میری زندگی کے ہر حصے میں شامل ہے۔۔وہ ہمیشہ موجود رہے گی۔'' ابراہیم نے اسکا سر دوبارہ اپنے کندھے پہ ٹکا لیا۔

کچھ لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔وہ دونوں اپنے اپنے غم کو محسوس کر رہے تھے۔

''ابو۔!!'' کچھ دیر بعد اس نے کچھ یاد آنے پہ سر اوپر اٹھایا۔

''ہمم۔!!'' ابراہیم نے دوبارہ اسکا سر کندھے پہ رکھا۔اور بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

''آپ کو کچھ بتانا تھا۔''

''بولو۔''

''وہ۔۔آج شام جو بھی ہوا۔''

''جانتا ہوں بس ایک حادثہ تھا جو ہوا نہیں۔۔بھول جاؤ اسکو۔''

''نہیں۔۔میں نے کچھ بتانا تھا۔۔وہ میں نے دروازہ لاک کیا تھا اندر سے۔'' وہ مدھم سی آواز میں بولی۔'' مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیسے کھلا۔میں۔میں ابھی سوچ نہیں پا رہی۔۔اگر دینا کو کچھ ہو جاتا تو؟ تو میں کبھی خود کو۔۔''

''شش۔!!'' ابراہیم نے اسکے ہونٹوں پہ انگلی رکھی۔''کوئی وضاحت نہیں چاہیے مجھے۔۔میں جانتا ہوں دینا جتنی مجھے عزیز ہے اتنی ہی تمہیں ہے۔۔اس لئے میں کبھی تمہیں ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔''

'' وہ دروازہ۔۔!!''

'' ٹھیک سے لاک نہیں ہوا ہوگا۔۔اٹس اوکے۔'' ابراہیم نے اسکو پرسکون کیا صفا کا دماغ بار بار اسی بات پہ جا رہا تھا۔۔دروازہ کس نے کھولا؟

''یہیں سو رہے ہے کیا؟'' کچھ دیر بعد وہ بولا تو صفا فوراً الگ ہوئی۔

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ابراہیم اندر بڑھا تو صفا اسٹول سے شال اٹھانے لگی۔وہ شال اٹھا کر پلٹی تو اسکی نگاہ دینا کے کمرے کی بالکونی میں کھڑی زہرہ پہ گئی۔صفا کی پڑنے پہ وہ فوراً وہاں سے اندر چلی گئی۔

''یہ۔زہرہ اس وقت وہاں کیا کر رہی تھی؟'' صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔ پھر سر جھٹک کر اندر چلی گئی۔

ہوٹل کے اس کمرے میں سات لوگ موجود تھے جو کہ بڑے بڑے عالیشان صوفوں پہ براجمان تھے۔عینا نے ایک نگاہ ان پہ ڈالی اور ایک شخص جس کے یورپین نقوش تھے اسکے بالکل سامنے تھے وہ چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔۔باقی چھ لوگ بھی اسی کو دیکھ رہے تھے۔

''ہائے جوزف۔!!'' وہ مسکرا کر آگے بڑھی جوزف نے اچنبھے سے دیکھا۔

''آؤ مون۔۔مائی بیوٹی کو۔!!'' اس نے ہاتھ بڑھایا۔عینا نے وہ ہاتھ تھام لیا اور آ کر جوزف کے بالکل برابر بیٹھی۔باقی لوگ کبھی جوزف کو دیکھتے تو کبھی اس لڑکی کو۔

''واقعی۔!! جیسا سوچا تھا اس سے بڑھ کر پیاری ہے۔'' اس نے عینا کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔عینا نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔''حسین۔۔''

''ہم سے تعارف نہیں کروا ؤ گے جوزف؟'' ان میں سے ایک آدمی بولا تو جوزف نے مسکرا کر عینا کی جانب دیکھا۔

''میری گرل فرینڈ ہے یہ۔'' اس نے تعارف کروایا تو باقی نے حیرت سے دیکھا۔''میرے ساتھ ہی کام کرتی ہے۔ قات آج ہوئی ہے۔۔کیوں پیشینش

پل؟''اس نے کہا تو عینا نے چونک کر دیکھا۔''پیشنس پل۔تمہارا گوئنگ۔''

''ہاں۔ہاں۔لکل ہم ساتھ کام کرتے ہیں۔''عینا مسکرائی اور جوزف کا ہاتھ پکڑا۔''میں نے سوچا اپنے کام سے تو مسٹر جوزف کا دل بہلا ہی چکی ہوں۔کیوں نہ آج اہرام کی ملاقات کر لی جائے۔''اس نے جوزف کی جانب دیکھ کر آفر کی۔

''بلکل صحیح سوچا۔''جوزف نے بڑھ کر عینا کے گرد گھما لیا۔عینا نے ٹانگ پٹخ جمائی تو سلٹ ڈریس میں سے اسکی سفید ٹانگ ظاہر ہوئی۔چھ لوگوں نے للچائی ہوں سے اسکو دیکھا تو جوزف نے انگاہوں کا تعاقب کیا۔اس کے ماتھے پر بل پڑے۔اس نے جلدی سے اپنا کوٹ اٹھا کر عینا کی ٹانگوں پر رکھا۔عینا مسکرا کر رہ گئی۔

''اسکو مارنے کے بعد مجھے یقیناً افسوس ہونے والا ہے۔''اس نے دل میں سوچا تھا۔کچھ دیر وہ لوگ اپنے بزنس کی باتیں کرتے رہے۔عینا خاموشی سے انتظار رہی کیونکہ وہ باتیں اسکے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔عینا نے اپنی زرقون کی انگوٹھی پر ڈالی۔اور اسی وسیع کمرے میں ایک جگہ رکھی گئی ڈریسز کی کولیکشن کو دیکھا۔جو کہ مہمانوں کو پیش کرنے کے لئے تھی۔

''کیا میں تمہارے لئے ڈرنک بناؤں؟''اس نے معصومیت سے کہا تو جوزف کھل کر مسکرایا۔وہ ایک چالیس سالہ مرد تھا۔شکل عام سے تھے۔اور عینا کو اسکی خوبصورتی سے اور اسکی وجاہت سے کوئی سروکار نہ تھا۔

''ضرور۔!!''اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو عینا مسکرا کر اٹھی۔اس نے کوٹ اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھا اور چلتی ہوئی کمرے کے اس کونے میں آئی جو شراب کے لئے مختص تھا۔

وہاں کوئی گارڈ موجود نہ تھا کیونکہ وہ پہلے ہی ہائی پروفائل میٹنگ تھی جہاں موجود ہر شخص سیکیورٹی کے سخت ترین حصار میں سے گزر کر آیا تھا۔سوائے عینا کے۔کیونکہ اسکے پاس جوزف کا دیا کارڈ تھا۔

اس نے ایک ڈرنک کی بوتل اٹھائی اور گلاس میں کچھ ڈرنک ڈالی۔پھر اس نے وہیں رکھے ایک چھوٹے سے آئس بکس سے برف نکالی۔برف ڈالنے کے بعد اس نے ایک رمز کر دیکھا وہ اپنی باتوں میں مصروف تھے۔عینا کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔اس نے خود کو کمپوز کیا اور لرزتے ہاتھوں سے اس انگوٹھی کے پتھر کو ایک کونے سے ذرا سا کھرچا۔تو اس سے ایک سفید پاؤڈر جھڑنے لگا۔عینا نے جلدی سے اس ڈرنک کو اٹھایا۔اور ایک مسکراہٹ سجائے جوزف کی جانب بڑھی۔

''ڈرنک۔!!''وہ اسکے سامنے کھڑی مسکرا کر اسکو ڈرنک پیش کر رہی تھی۔باقی لوگوں نے ستائش نگاہوں سے جوزف کو دیکھا۔جوزف نے ایک آداب کرتے ہوئے وہ گلاس پکڑ لیا۔عینا آ کر اسکے پاس بیٹھ گئی۔کوٹ اپنی ٹانگوں پر پھیلایا۔

''ڈارلنگ تم نے اپنے لئے کیوں نہیں بنائی ڈرنک؟''جوزف نے ایک گھونٹ پیتے ہوئے پوچھا تو عینا ہلکا سا مسکرائی۔

''کیونکہ میں خود ایک ہوں مسٹر جوزف۔!!''اسکے اس انداز پر جوزف چونکا تھا۔پھر وہ ایک قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''آپ لوگ اپنے لئے ڈرنک بناتے ہیں۔''اس نے ان سے کہا تو وہ بھی باری باری اٹھ کر اپنے لئے ڈرنک لانے لگے۔

ہوٹیل کے ہر کچھ فاصلے پر ایک گاڑی آ کر رکی۔۔اندر سے کوئی نہیں نکلا تھا۔گارڈز ہنوز اپنی ڈیوٹی کر رہے تھے۔

اندر جوزف کے پرزنے ڈرنک ختم کئے تو ان کو باری باری جلد پر جلن محسوس ہونے لگی۔۔وہ باری باری وہاں سے ایکسکیوز کرتے نکل گئے۔اندر جنوں گارڈز بھی ساتھ جا چکے تھے۔۔بس اب اس بلڈنگ میں صرف جوزف کے گارڈز موجود تھے۔اس وقت صرف عینا اور جوزف تھے کمرے میں۔

''ان کو کیا ہوا تھا مسٹر جوزف؟''

''پتہ نہیں ہو سکتا ہے کوئی ڈرنک الرجی کر گئی ہو۔''وہ لاپرواہ سے انداز میں بولا تھا۔عینا ہلکا سا مسکرائی۔

''تو پھر آپکو کیوں نہیں کی اس ڈرنک نے الرجی؟''

''کیونکہ میری ڈرنک تم نے بنائی تھی مون۔!!''کہتے اس نے عینا کے گرد بازو حمائل کیا۔عینا کے حلق میں کانٹا چبھنے لگے تھے۔

''میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔''وہ اٹھنے لگی تو جوزف نے اسکو پکڑ کر بٹھا لیا۔

''ابھی کچھ دیر رک جاؤں۔ پھر چلتے ہیں۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

''وہ تو ٹھیک ہے۔۔ یہ کمرہ۔۔ کچھ آرام دہ نہیں ہے۔'' عینا نے کوفت زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھا تھا۔

''اچھا؟ تو پھر میری ڈارلنگ کو کہاں جانا ہے۔'' جوزف نے عینا کا ہاتھ چومتے ہوئے مخمور سے لہجے میں پوچھا۔ عینا نے کراہت سے رخ موڑ لیا۔

''دل تو کر رہا ہے ڈائریکٹ تمہیں جہنم میں بھیج دوں۔۔ اور پیچھے ہی اس حسن کے بچے کو۔۔ تاکہ وہاں جا کر تم دونوں اپنے حساب کتاب پورے کرتے رہو۔'' وہ دل میں ٹھہر کر رہ گئی۔ ''مجھے لگتا ہے کہ ہمیں بیڈروم میں جانا چاہیے۔'' عینا نے دن کو خم دے کر کہا تو جوزف گہرا مسکرایا۔

''تم نے میرے دل کی بات کہہ دی موناں۔ چلو۔'' اس نے وہ گلاس وہیں پھینکا اور اسکا ہاتھ پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ لوگ چلتے ہوئے ہر آئے تو گارڈز اسامنے آئے۔ جوزف پر طاری ہو رہا تھا۔ ''کوئی مجھے اور میری ڈارلنگ کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔'' اس نے لڑکھڑاتے ہوئے ہوں پر انگلی جمائی اور عینا کی کمر میں بازو ڈال کر لفٹ کی جانب لے گیا۔ وہ لوگ پانچویں منزل پر پہنچ گئے۔ عینا نے دیکھا کہ باقی فلورز کے برعکس وہ فلور خالی تھا وہاں کوئی بھی گارڈ ڈیوٹی نہیں کر رہا تھا۔ عینا نے حلق تر کیا۔ اور دروازے پر ہی ہاتھ رکھا۔ جوزف جو کہ ڈرنک بہت گھما رہا تھا ٹھٹکا۔

''کیا ہوا ڈارلنگ؟'' وہ بے ہوشی میں تھا۔

''وہ مجھے کام یاد آ گیا ہے۔ ایک اہم ڈیل کرنی تھی آج رات۔'' عینا نے نارمل سے انداز میں کہا تو جوزف نے پلکیں جھپکیں۔ اور پھر عینا کو پکڑ کر دروازے سے لگایا۔ عینا کی سانس اٹکی تھی۔

''لیٹ می گو جوزف۔!!'' عینا نے خود کو کمپوز کرنے کی ایک آخری کوشش کی تھی۔

''واٹ ڈو یو تھنک بے بی ڈول؟'' اسکی آنکھوں میں کچھ تھا۔ وہ خمار نہیں تھا۔ اور وہ کیا تھا عینا ایک پل میں سمجھ چکی تھی۔ ''یو تھنک آئی ایم بلائنڈ؟ ڈو آئی لک لائک آ فول؟'' وہ عینا کے کان میں سرگوشی کر رہا تھا اور عینا کا چہرہ زرد پڑا۔

''نو۔ کال ہم۔۔ اسکو بلاؤ یہاں۔۔ اگر وہ نہ آیا تو تم یہاں سے ہرگز نہیں جا سکو گی۔'' جوزف نے عینا کے چہرے پر ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی۔ عینا نے تنفر سے آنکھیں بند کر لیں۔

''تم۔ غلط سمجھ رہے ہو۔'' وہ بمشکل بولی تھی۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ میں غلط سمجھ سکتا ہوں؟'' وہ تیز آنکھیں لئے بولا۔ عینا نے تھوک نگلا۔ وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔

''کال ہم۔ نو۔!!'' آخری لفظ پر وہ دھاڑا تھا۔ عینا لرز کر رہ گئی۔

عینا نے جلدی سے اپنے کندھے پر لٹکتے بیگ کی زپ کھولی اور اپنا موبائل نکالا۔ جوزف اسکے دائیں جانب ہاتھ رکھے اسکو قید کیے ہوئے تھا۔ اس نے آنسوؤں کو آنکھوں کے پردے کے پیچھے ہی دھکیلا اور کال ملائی۔ دوسری بیل پر کال اٹھا لی گئی تھی۔ جوزف نے سپیکر آن کیا۔

''ح۔ح۔۔'' عینا نے حسن کو پکارنا چاہا۔ ''شش۔۔ شا۔!!'' پھر اس نے حسن کو نہیں شیر حسن آفندی کو پکارا تھا۔ مقابل سے کوئی آواز نہیں آئی تھی۔

''وہ۔۔ میں نے اسکو بے ہوش کر دیا ہے۔۔ تم۔۔ اپنے بندوں کو بھیج دو۔۔'' عینا نے جوزف کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''بلکہ۔ تم۔ تم خود آؤ۔'' اس نے بات مکمل کی۔ اور اپنے حلق پر ہاتھ رکھا۔ فون بند ہوا تھا۔ جوزف تیکھا سا مسکرایا۔

''گڈ گرل۔!!'' کہتے اس نے عینا کے بالوں کو ہاتھ لگانا چاہا تو اس نے جوزف کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''کیا کہتی ہو۔۔ تم وہ نہیں آتا تھوڑی انٹرٹینمنٹ ہو جائے۔'' اس نے سر کے اشارے سے اسکو سمجھایا۔۔ عینا کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''ہی ول کم۔۔ وہ آتا ہی ہوگا۔۔ اس لئے تم اپنی اس ٹیڑھی سوچ کو خود تک ہی محدود رکھو۔'' عینا نے رخ پھیر لیا تو جوزف قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''گڈ۔!! وہ آئے گا۔۔ میرے ہاتھوں سے مرے گا۔۔ اور پھر۔۔ پھر جو جو اسکا ہے'' کہتے ہوئے وہ جھٹکے سے عینا کے چہرے کے قریب آیا۔۔ ''وہ میرا ہو جائے گا۔'' وہ اسکے چہرے پر جھکا رہا تھا۔ عینا کا دل کیا شاہ کے آنے سے پہلے ہی وہ اسکا کام تمام کر دے۔

اس سیاہ گاڑی میں سے ایک آدمی نکلا۔جس کے دونوں ہاتھوں میں گنز تھیں۔وہ دو قدم آگے بڑھا تو اسکے پیچھے مزید گاڑیاں آ کر رکی تھیں۔جن میں سے درجنوں کی تعداد میں کچھ لوگ نکلے تھے۔۔وہ ایک سیاہ اوورکوٹ پہنے سر پہ ایک رکھے آگے آگے آ رہا تھا جبکہ درجن سے زیادہ لوگ اسکے دائیں بائیں جا رہے تھے۔

اسکے بعد اس عمارت میں موجود ہر ذی روح کی روح پرواز کر چکی تھی۔۔کیونکہ وہاں شانے قدم رکھ دیا تھا۔۔اور جہاں شا کی ننھے ننھے قدم رکھ دے وہاں موجودگی کا پودا مرجھا جایا کرتا ہے۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ میں وہ مسلسل آگے بڑھتا گیا۔اور جو کوئی اسکے راستے میں آتا گیا وہ اس دنیا سے اٹھتا گیا تھا۔

''تم بے کار میں اس کا انتظار کر رہے ہو۔۔وہ نہیں آئے گا۔'' کمرہ نمبر پچاس میں وہ ایک کرسی پہ بندھی بیٹھی تھی۔۔اور جوزف اسکے مقابل ایک کرسی پہ بیٹھا اپنی گن پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

''جہاں میں شا کو جانا ہوں۔۔وہ اپنا کل بھی کسی کو نہیں بخشتا۔۔اور تم تو اسکا دائیاں بازو ہو۔'' وہ عینا کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔۔عینا ہنس دی۔

''میں کچھ بھی نہیں ہوں۔۔وہ خود مجھے مارنے کی کئی بار کوشش کر چکا ہے۔۔اس لئے یہ تو بہت ذہن سے نکال دو کہ وہ مجھے بچانے کے لئے تمہارے سامنے سرنڈر کر دے۔'' عینا نے تاسف سے سر جھٹکا۔

''یہی بات تو تمہاری کھوپڑی میں نہیں جا رہی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ شا جس کو مارنے کا ارادہ باندھ لے پھر اس شخص کی سانسیں گنی جا چکی ہوتی ہیں۔اور اگر تم زندہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہیں زندہ رکھنا چاہتا ہے۔۔سمپل۔''

'' وہ مجھے مارنے کی بارہا کوشش کر چکا ہے۔۔کیسے مان لوں تمہاری بات؟'' عینا کچھ بھول بھال کر اس سے ایسے بحث کر رہی تھی جیسے وہ دونوں کسی کیفے میں بیٹھے اپنا کوئی پرسنل انٹرسٹڈ ڈسکس کر رہے ہوں۔

''تم ٹوم اینڈ جیری دیکھے ہیں کبھی؟''

''ہاں۔۔بچپن سے فیورٹ تھے۔''

''نہیں۔۔اصل زندگی میں۔۔ایک چوہے اور بلی کا کھیل دیکھا ہے کبھی؟''

''اصلی زندگی میں؟''

''ہاں۔۔کیونکہ سیریس میں تو ٹوم کبھی جیری کو کھاتا ہی نہیں ہے۔''

''نہیں میں نے نہیں دیکھا۔'' عینا نے کندھے اچکا دیئے۔

''ہمم۔۔ایک بلی ایک چوہے کو پکڑتی ہے۔۔پکڑنے سے پہلے وہ اسکو خوب بھگاتی ہے۔۔اسکے ساتھ مانو کھیلتی رہتی ہے۔۔۔۔۔چوہا اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے وہ سختی سے اپنا پنجہ مارتی ہے جس سے وہ چوہا زخمی ہو جاتا ہے۔اگلی بار۔۔چوہا بھاگتا ہے تو اسکی ہمت پہلے جیسی نہیں رہتی۔اور اسکو ایک۔۔پھر سے ایک پنجہ مارا جاتا ہے۔یوں آہستہ آہستہ وہ چوہا اپنے بھاگنے کی سکت کھو دیتا ہے۔اور آخر کار وہ بلی کی آغوش میں بیٹھ جاتا ہے۔پھر پتہ ہے بلی کیا کرتی ہے؟'' عینا نے کھوئے کھوئے انداز میں سر ہلایا۔''پھر وہ اسکو خود ادھر ادھر دھکیلتی ہے۔تاکہ وہ بھاگے اور وہ اسکو پکڑے۔آخر کار وہ چوہا بے کار ہو جاتا ہے۔اور بے کار ہونے کے بعد۔۔وہ بلی کے لئے مزید انٹرٹینمنٹ فراہم کرنے کے قابل نہیں رہتا تو وہ اسکا سر چبا جاتی ہے۔'' جوزف نے بات مکمل کی تو عینا نے ایک جھرجھری سی لی۔''اور تم ابھی تک زندہ ہو تو تم اسکی انٹرٹینمنٹ ہو۔جس دن تم انٹرٹینمنٹ فراہم کرنے کے قابل نہ رہی اس دن وہ تمہارا سر بھی تن سے جدا کر دے گا۔'' اس نے بات مکمل کی تو عینا کی آنکھوں کے سامنے وہی منظر آیا۔اس نے حسن کی میز پہ وہ کٹا ہوا سر دیکھا تھا۔

''لگتا ہے کسی گودام کے خاکروب رہ چکے ہو تم۔'' عینا نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا تو جوزف نے سخت آنکھوں سے اسکو گھورا۔ عینا ڈٹ گئی۔ ''اتنی ڈیٹیلز پتہ ہیں۔ ن تمہیں اس لئے کہا۔''

اس سے پہلے کہ جوزف مزید کچھ کہتا۔ پانچویں منزل کا سائرن بجنے لگا۔ عینا ٹھٹکی۔ جوزف پہلے تو گھبرایا پھر تھکا سا مسکرایا۔ اور اٹھ کر عینا کے عقب میں آ کھڑا ہوا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ سعدیہ اپنے کمرے میں تھی۔ اسکو پیاس لگی تو وہ پانی پینے کے لئے کچن میں چلی آئی۔ ''بی بی نے ہزار دفعہ کہا ہے کہ پانی رکھ کر سویا کروں۔ مجھے ہمیشہ بھول جاتا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں فریج سے پانی کی بوتل نکال رہی تھی۔ اس نے بوتل لا کر کاؤنٹر پر رکھی۔ گلاس نکالا۔ ابھی بوتل کا ڈھکن کھولا ہی تھا کہ سعدیہ کی سانس بند ہو گئی کیونکہ کسی نے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

امدادی کیمپوں کے پاس ایک بڑا سا ٹرک آ کر رکا تھا۔ اسکا ہارن بجا تو چونکر اٹھے تھے۔

''اٹھو۔ اٹھو۔!! اے خدا کے بندو۔ اور اپنا رزق حاصل کرو۔'' ایک آدمی نے صدا لگائی تو لوگ خوشی سے اٹھ بیٹھے تھے۔

عورتوں۔ مردوں۔ بچوں نے اپنے اپنے تھیلے اٹھائے اور راشن لینے کے لئے باہر نکلے۔ ٹرک کے پاس دو نوجوان سے لڑکے کھڑے تھے۔ وہ مسکرا دیئے۔ اور ٹرک کا پچھلا گیٹ کھول دیا۔ اب وہ دونوں ٹرک پہ چڑھ کر ان لوگوں میں راشن بانٹ رہے تھے۔

''اموہ۔!! ابھی تھوڑے دن پہلے تو راشن آیا تھا۔'' یوسف آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ تو لیلیٰ مسکرا دی۔

''اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔'' وہ اسکا ماتھا چوم کر اپنا تھیلا اٹھائے باہر آئی۔ سلوی بھی اسکے پیچھے پیچھے گئی۔ اس نے پلٹ کر یوسف کو دیکھا جو کہ بڑی بڑی گول آنکھوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ''میں آتی ہوں تھوڑی دیر بھائی۔ تم سو جاؤ۔'' اس نے کہا تو یوسف دوبارہ لیٹ گیا تھا۔

لوگ راشن لے رہے تھے اور خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ اور دونوں نوجوان لڑکے خوشی سے نہال ہو رہے تھے۔ راشن بانٹ کر۔ لوگ واپس چلے گئے۔ وہ دونوں لڑکے ٹرک سے نیچے اترے۔ اب بس ٹرک میں کچھ خالی کارٹن پڑے ہوئے تھے۔ ایک لڑکا چھلانگ لگا کر اتنا سا منے کھڑی چھ سات سالہ بچی کو دیکھا۔ جس نے ایک پیوند لگا فراک پہنا ہوا تھا اور سر پہ تین کونوں والا سفید سکارف تھا۔

''بیٹا۔! راشن ختم ہو چکا ہے۔'' اس لڑکے نے افسوس سے بتایا۔

''ہاں۔۔ میری ماں لے گئی ہے۔'' اس بچی نے پرسکون انداز میں کہا تو اس لڑکے کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ورنہ اسکو پچھتاوا تھا کہ کوئی بناء راشن کے رہ گیا ہے۔

''تو پھر۔۔ کیا چاہیے تمہیں۔'' وہ اسکے پاس آ کر کھڑا ہوا۔

''یہ ٹرک کہاں جائے گا؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ ٹرک؟ یہ یہاں سے یروشلم جائے گا۔'' وہ نوجوان لڑکا بولا۔ تو وہ لڑکی بہت حیران ہوئی۔

''کیا سچ میں۔۔ تم لوگ یروشلم جاؤ گے؟''

''ہاں۔۔ کیونکہ ہمارے پاس ٹرک یول کرنے کا پرمٹ ہے۔۔ ہم لوگ غزہ سے یروشلم اور یروشلم سے غزہ آتے جاتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر وضاحت دی۔ ''کیا تمہیں اور کچھ پوچھنا ہے چھوٹی لڑکی؟'' اس لڑکے نے اس بچی کے سر پہ ہاتھ رکھا۔۔ تو اس نے میں سر ہلا دیا۔ ''ٹھیک ہے اب تم واپس جاؤ۔'' کہہ کر وہ لڑکا ہاتھ جھاڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ ٹرک میں سوار ہونے لگا۔ تو اس لڑکی نے مڑ کر خیمے پہ ایک نگاہ ڈالی۔ دل میں ہول اٹھے تھے۔ اور حلق میں درد۔

''یوسف۔ اموہ۔!! مجھے معاف کر دینا۔'' اس نے اپنی آنکھیں رگڑیں۔ اور اس ٹرک میں سوار ہو گئی۔

''کیا تم نے پچھلا دروازہ صحیح سے بند کیا تھا؟'' وہ لڑکا سوار ہوا تو ڈرائیور نے پوچھا۔

''ہاں۔ کیوں؟''

''مجھے نہیں لگتا۔۔ جاؤ پ کر کے آؤ۔''

''افف۔ا تو تمہاری یہ وہم کی بیماری۔'' وہ ب ڑ ا ہوا نکلا۔ اور آ کر دیکھا تو ٹ ک کا پچھلا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اس نے ز ن دانتوں میں د ئی اور جلدی سے وہ دروازہ بند کر دیا۔

''دیکھا میں نے نہیں کہا تھا؟'' وہ واپس آ کر بیٹھا تو ڈرائیور نے اسکو خوب سنا تھیں۔ اور وہ پ چاپ ت رہا تھا۔

''شششش۔!!! آواز نہ نکلے۔'' کسی نے بھاری آواز میں سعدیہ کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ وہ وہیں سا ہو چکی تھی۔ اسکا دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔'' وگی تو نہیں؟'' وہ اسکے عقب میں کھڑا تھا۔ سعدیہ نے کسی ٹ انس کے تحت میں سر ہلایا۔''اوکے میں ہاتھ ہٹا رہا ہوں۔۔ مت۔'' کہہ کر اس نے نمی سے ہاتھ ہٹایا۔ سعدیہ نے موقع پ کر چیخنا چاہا تو اسکے دو رہ اسکے منہ پ ہاتھ رکھا۔۔ اس ر وہ اسکے سامنے تھا۔ اور سعدیہ کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل چکی تھیں۔

''اب چیخنا مت۔۔'' اس نے کہا تو سعدیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ ہاتھ ہٹا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ سعدیہ شل دماغ کے ساتھ کھڑی تھی۔۔

''کیسی ہو؟'' وہ بولا تو سعدیہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''اوکے میں بتاتا ہوں۔'' کہتے ہی اس نے سلیب سے ٹیک لگائی۔ اور ی پ ز و پ ٹ۔''میں نے سوچا ت تم مجھے چھپ چھپ کر تڑتی رہو گی۔ کیوں نہ آج فیس ٹو فیس ق ات کر لیں۔ کیا ہے ن کہ دن کے وقت تم اپنی بی بی کے ساتھ چپکی رہتی ہو۔۔ ہر نہیں جاتی ہو تو تو ڈرائیور تمہارے ساتھ چپکا ہوتا ہے۔۔ اس لئے موقع ہی نہیں مل رہا تھا ب ت کرنے کا۔۔ تو مجھے مجبوراً یہ راستہ اپنا پ ڑا۔۔ اب بتاؤ۔'' اس نے ب ت مکمل کی تو سعدیہ نے آنکھیں جھپکیں۔ وہ مسکرا دیا۔

''رشتہ لانے سے پہلے تمہاری مرضی جاننا ضروری تھا۔۔ ویسے اتنا بھی ضروری نہیں تھا کیو تم تو پہلے ہی مجھ پ لٹو ہو۔'' وہ شرارتی ا ز میں بولا تو سعدیہ شرم سے پ نی پ نی ہوئی۔

''بتاؤ اب۔'' وہ دو رہ بولا تو سعدیہ نے تھوک نگلا کیو حلق پہلے ہی خشک تھا اوپ سے اس افتاد نے اسکی سانس ت روک دی تھی۔

''یہ لو پ نی پی لو۔'' اس نے پ نی کا گلاس اٹھا کر سعدیہ کی جا ب ڑھایا تو اس نے پکڑ کر پ نی لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں سارا پ نی پی گئی۔۔ سعدیہ نے گلاس واپس کاؤنٹر پ رکھا۔''اب کچھ بولو گی بھی یا نہیں؟'' وہ آ کا رتنگ آ یا تھا اسکی مسلسل خاموشی سے۔

سعدیہ نے گلا کھنگارا۔''زز۔زریب۔آپ؟'' اس نے اڑتی ہوئی رنگت کے ساتھ اسکا نام لیا۔

''ہاں جی۔۔ میں زریب۔'' اس نے ڈرامائی ا ز میں ی پ ہاتھ رکھا۔''اب مزید بولیں۔''

''آپ۔ یہ ب ۔کیا کہہ رہے ہیں؟'' سعدیہ کے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''وہی جو ایک مرد کو کرنا چاہیے۔۔ مجھے تم پسند ہو۔ اور جا ہوں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔ اس لئے آ ئی ر پوچھنے آیا ہوں۔ ت کہ صبح خیام صا ب کے سامنے تم کوئی واویلا نہ مچا دو۔'' وہ رمل ا ز میں بول رہا تھا اس کا ہر ہر لفظ سعدیہ کے دل پ نقش ہو رہا تھا۔ وہ جس ب ت کو ی میں دفن کئے پھر رہی تھی وہ ب اسکے ی کے قبرستان سے نکل کر زریب کے دل کے دروازے پ دستک دے آئی تھی وہ جان ہی نہ پ ئی تھی۔''اب بولو۔ کیا تمہیں یہ رشتہ منظور ہے؟'' زریب نے سر کو خم دے کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ تو سعدیہ نے نم پلکیں اوپ اٹھائی۔''اب یہ رونے دھونے والا ایموشنل سین مت بنا ر۔۔ میں چل سا بندہ ہوں۔۔ یہ ایموشنل سین مجھ سے ہینڈل نہیں ہوتے۔'' زریب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''میں۔۔ آپ کے قابل نہیں۔'' لآ سعدیہ نے بند ہوتے دل کے ساتھ جواب دیا تو زریب جھٹکے سے سیدھا ہوا۔

''اب یہ کیا ب ت ہوئی؟'' وہ خفا سا ہوا۔ سعدیہ کی آنکھوں میں ٹھہرا نمکین پ نی بہنے لگا۔

''میں۔میں۔۔ا زمہ ہوں۔۔اور آپ۔''

''اور میں بھی ا زم ہی ہوں سعدیہ۔!!!'' زریب اسکی بات پہ تپ کر تھا۔''ہم زم ہی تو ہیں۔۔ہم کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں تو ہماری ضروریت پوری ہوتی ہیں۔''

''۔۔میں زمہ ہوں۔۔آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟''

''کیا فرق ہے؟ تم خیام صا کے گھر میں کام کرتی ہو تو میں ا آفس میں۔۔ہم دونوں ا ہی ہیں۔'' وہ تکان سے بولا تو سعدیہ نے نم پلکیں اٹھا کر اسکو دیکھا۔ وہ اداس سا اسکی بھیگی پلکیں دیکھ رہا تھا۔''میری تنخواہ اتنی ہے کہ ہم دونوں کا اچھا ارہ ہو جائے گا۔اس لئے تم یہ تیں چھوڑ دو۔۔میرے لیے تم بس سعدیہ ہو جو مجھے چھپ چھپ کر دیکھتی ہے۔'' اسکی آنکھوں میں ا رپھر سے شرارت آئی تو سعدیہ نے سرخ ہوتے گال چھپانے کے لئے رخ پھیرا تھا۔

''اب بتاؤ۔کل آؤں؟'' اس نے سعدیہ کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا۔''میرے ماں پ نہیں ہیں۔۔رشتوں کے نام پ بس ا بڑی بہن ہیں۔۔ا لے کر آؤں گا۔۔ا تمہیں اعتراض نہ ہو تو؟'' اس نے دو رہ پوچھا تو سعدیہ سر جھکا گئی۔

''تو کیا میں اسکو ا مشرقی لڑکی کی ہاں سمجھوں؟'' وہ مسلسل اسکو چھیڑ رہا تھا۔سعدیہ نے دوپٹہ میں منہ دے لیا۔''افف۔۔یہ تو ٹوٹل مشرقی لڑکی نکلی۔۔ہائے اللہ زریب تیری تو قسمت ہی کھل گئی۔'' اس نے نہال ہوتے ہوئے پہ ہاتھ مارا۔تو سعدیہ وہاں سے بھاگ گئی۔۔

زریب نے مسکرا کر سر جھٹکا۔''چل بھائی۔۔گارڈ کے ہوش میں آنے سے پہلے نکل چل۔'' اس نے خود کلامی کی اور منہ پہ ا ماسک چڑھا کر وہاں سے نکلا۔۔

وہ سامنے کھڑا تھا۔موت کا سایہ بنے۔عینا کی آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔وہ آیا تھا۔وہ واقعی پہنچا تھا۔وہ اسکے لئے آیا تھا۔اور یہ بات صرف وہ جانتی تھی کہ وہ اسکے لئے آیا تھا۔جبکہ جوزف سمجھ رہا تھا کہ وہ بس جوزف کے لئے آیا ہے۔عینا کی پلکیں لرزیں اور پھر وہ آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔حسن نے دیکھا وہ ٹکٹکی اس پہ نگاہیں جمائے ہوئے ہے۔اسکو خیریت سے دیکھا تو حسن کے دل کو سکون ملا۔اور وہ اس سکون کو پہچان نہیں پایا تھا۔اس وقت حسن کے چہرے پہ اطمینان تھا۔اس نے آنکھوں سے ہی عینا کو پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ جوزف نے عینا کے سر پہ گن رکھی ہوئی تھی۔اور عینا کو بس سامنے کھڑا حسن دکھائی دے رہا تھا۔جو اسکے لئے آیا تھا۔

''اگر کوئی خطرہ ہو تو تم نے اپنے نیکلیس کو چھونا ہے۔ٹھیک ہے نا۔اگر تمہیں لگے کہ تم پہنچ ہو چکی ہو۔وہ تمہاری حقیقت جان گیا ہے تو تم نے مجھے فون پہ کچھ بتانے کی بجائے بس اس پتھر کو چھونا ہے۔'' وہ اس وقت کردا وی مینشن میں کھڑی تھی۔وہ اسکو ہدایت دے رہا تھا۔

''پرسکون رہنا۔ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا۔'' اس نے کہا تو عینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ا پل کے لئے حسن نے اسکا ڈرا سہما سا چہرہ دیکھا۔اسکے دل نے دہائی دی تھی کہ وہ اسکو بھیجنے کی بجائے خود جائے۔اپنی پہچان پہ اتنا ٹارسکیا وہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔وہ بھی اس وقت۔پہلے ہی ملک میں بہت سارے لوگ اسکی کھوج میں لگے ہوئے تھے۔اسکی پہچان کو خطرہ ہونے سے حکومت روک سکتی تھی۔اور مخالف پارٹی حسن کو رتی بھر بھروسہ نہ تھا۔اس لئے وہ ہر حال میں اس حکومت کو اپنے رکھنا چاہتا تھا۔اپنے سیاہ کارناموں کو چھپا کر۔

عینا نے اپنے نیکلیس کو چھوا۔وہ گاڑی میں بیٹھا تھا۔اسکو سگنل تو اس نے لمحہ ضائع کیے بنا اپنی لوڈڈ گنز اٹھا اور باہر نکلا تھا۔اور اس وقت وہ اسکے سامنے تھی۔گارڈ اسکے پیچھے آئے تو حسن نے ہاتھ کے اشارے سے ا ہر ہی روک دیا تھا۔

''گنز نیچے کر دو شاید۔!!!'' جوزف غرایا تو حسن نے ایک قہر بھری نگاہ جوزف پہ ڈالی۔اس نے ایک قدم آگے رکھا تو وہاں گولی چلی تھی۔اور اس گولی کے ساتھ ایک دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی۔حسن وہیں تھما تھا۔۔عینا نے آنکھیں کھولیں تو وہ زخمی تھی۔یعنی اس نے ہوا میں فائر کیا تھا۔''میں اس چوہیا کو مارنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا۔''

''ہیلو۔۔!! چوہیا ہو گی تیری ماں۔تیری بہن اور بیوی۔'' عینا نے بنا ءمڑے کہا تو جوزف نے گن پہ دباؤ بڑھایا۔

''پہنچ۔!!'' وہ گرجا۔''اور تم۔آجاؤ۔تم سے کچھ پچھلے حساب ا کرنے ہیں۔'' عینا نے میں سر ہلایا۔حسن نے وہیں کھڑے کھڑے دونوں گنز زمین پہ رکھ دی

تھیں۔جوزف نے قہقہہ لگایا۔تو اسکے کمرے میں چھپے ہوئے گارڈز باہر نکلے اور حسن کو دبوچ کر گھٹنوں کے بل بٹھالیا۔

''قیوں سے ہتھیار لے لو۔''جوزف نے حکم دیا تو ان لوگوں نے شاکے سارے گارڈز کے ہاتھ خالی کروالئے تھے۔

جوزف آگے بڑھا۔اور تکبرانہ انداز میں جا کر حسن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔اس نے گردن کو خم دیا اور اپنی نگاہ حسن کے چہرے پر ڈالی جہاں اس وقت اس قدر دہشت تھی کہ مانو وہ جوزف کو کچا چبا جائے۔

''میرے پیر چومو۔!!''اس نے اپنا جوتا سامنے کیا۔حسن نے اپنی نگاہ پیچھے کرسی سے بندھی ہوئی عینا پر ڈالی۔عینا نے زور زور سے میں سر ہلایا۔''چلو۔شا۔!! جلدی کرو۔مجھے اور بھی بہت سارے کام ہیں۔جن میں سے ایک تم سے تمہارے کسنگ رائٹ کے پیپرز پر سائن کروانا ہے۔وہ رائٹ تم آج میرے نام کردو گے۔''

حسن نے سرخ آنکھوں سے جوزف کو دیکھا۔وہی رائٹ تو شاکا تھا۔اسی رائٹ میں تو حسن شاہ بنا تھا۔وہی رائٹ تو تھا جس نے حسن کو نگل لیا تھا اور ایسے درد کو جنم دیا تھا جو اب میں دل نہیں رہتا تھا۔آج۔۔آج پھر کیوں وہ ایک معمولی سی لڑکی۔۔وہ بھی ایک جاسوس کی خاطر اپنے گھٹنوں پر جھکا ہوا تھا۔یہ بات اسکے اپنے دماغ میں بھی نہیں بیٹھ رہی تھی۔

''چلو شاہ حسن آفندی۔۔جلدی کرو۔۔میرے جوتے چومو۔''اس نے اپنا پاؤں سامنے کیا۔حسن نے ایک بار پھر سے عینا کو دیکھا۔وہ آج اسکی وجہ سے اس قدر کمزور پڑ گیا تھا۔حسن نے جبڑے بھینچ لئے۔اور سر جھکایا۔اور اپنا چہرہ جوزف کے جوتوں کے قریب کیا۔عینا کے حلق میں درد اٹھا تھا۔وہ ماہی بے آب کی طرح اس کرسی پر تڑپ رہی تھی۔

اور پھر اچانک۔

اسکی رسیاں کھل گئیں تھیں۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔حسن نے جھکتے ہوئے ہی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں سے عینا کی جانب دیکھا۔عینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اور پھر اگلے ہی لمحے وہ اٹھا تھا۔اور لمحے کے ہزارویں حصے میں جوزف زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ہر گارڈز نے اپنی پوزیشنز واپس لے لی تھیں۔جوزف کے گارڈز سے گنز چھین کر شاکے گارڈز نے انہیں زمین پر بٹھا لیا تھا۔اور اس وقت حسن کا پاؤں جوزف کی گردن پر تھا۔عینا نے بحال ہوتی سانس کے ساتھ باقی رسیاں کھولیں۔

''حسن۔!!''وہ دیوانہ وار چیخی۔اور آ کر اس سے لپٹ گئی۔''آئی ایم سوری۔۔آئی ایم رئیلی سوری حسن۔۔!! آئی ایم سوری۔''

وقت وہیں رکا ہوا تھا۔اس وقت کمرے میں مکمل سناٹا تھا۔جس کو عینا کی ہچکیاں اور سسکیاں چیر رہی تھیں۔اس نے حسن کو اپنے اور عینا کے دل کی دھڑکن ہم آہنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔وہ سانس روکے ہوا تھا۔''آئی ایم سوری۔!!''اس نے ایک بار پھر سے دہرایا تو حسن نے اپنی نگاہ زمین پر گڑے ہوئے جوزف پر ڈالی۔اس نے اسی طرح کھڑے کھڑے جوزف کے زمین میں ایک گولی داغ دی۔عینا اچھل کر دور ہوئی۔

''کہا تھا۔۔کہ شاہ حسن آفندی موت کا دوسرا نام ہے۔''وہ وہیں زمین پر بیٹھا۔اور گن جوزف کے سر پر رکھی۔عینا اب سہمی کھڑی تھی۔اسکا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''رائٹ چاہیے؟''اس نے تیز آواز میں کہا۔''ملے گا ضرور ملے گا۔۔اس رائٹ میں تمہیں تمہاری موت ملے گی۔''کہہ رہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے عینا کا ہاتھ پکڑا۔اور وہاں سے نکل آیا۔اب باقی کا کام گارڈز کا تھا۔وہ عینا کو گھسیٹتا ہوا لے کر باہر آیا تھا۔عینا کا دماغ اس وقت مفلوج ہو چکا تھا۔اس نے لا کر اسکو گاڑی میں پٹکا اور خود آ کر سٹیئرنگ سنبھالی۔عینا سہمی بیٹھی تھی۔حسن نے سٹیئرنگ پر زور سے ہاتھ دے مارا۔اور اپنے سیاہ بالوں میں انگلیاں۔

''آئی ایم۔سوری۔پلیز۔''وہ منمنائی۔

اس نے ایک پل کے لیے آنکھیں موند لیں اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا دی۔''کیا تم مجھے مارنے کا کوئی میتھڈ سوچ رہے ہو؟''وہ بولی تو اسکی آواز خالی سی تھی۔''دیکھو۔۔مجھے پتہ ہے کہ تم چوہے کی طرح مجھے تھکا تھکا کر اینڈ میں مجھے قتل کرو گے۔۔پلیز۔۔اگر مجھے جان سے مارنا ہی ہے تو بے شک جلدی مار دو۔۔مجھ سے اس مسلسل خوف میں نہیں جیا جاتا۔۔اور ہاں۔''

''ول یو پلیز سٹاپ دس نان سینس؟''وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔عینا اپنی جگہ سے اچھلی۔حسن نے ایک گہری سانس خارج کی اور آنکھیں کھول دیں۔اس نے گردن موڑ کر عینا کو دیکھا جو کہ سہمی سی بیٹھی تھی۔''تم ٹھیک ہو؟''

وہ بولا تو عینا کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔ ''ہاں؟ کیا؟''

''تم ٹھیک ہو؟ اس نے تمہارے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کیا۔'' وہ بول نہ سکا۔ عینا نے جلدی سے میں سر ہلا دیا تو حسن کو لگا کہ وہ بہت تھکا ہوا ہے۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور سیٹ بیلٹ باندھا۔

''اب اپنی چونچ بند رکھنا مجھے ڈرائیو کرنا ہے۔'' کہتے اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔

فجر کی اذان ہوئی تو ابیہم کی آنکھ کھلی۔ اس نے جمائی روکتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے گھڑی اٹھا کر وقت دیکھنا چاہا تو اسکو اپنے دوسرے کندھے پہ درد محسوس ہوا۔ ابیہم دوسری طرف کروٹ لیٹا تھا۔ وہ اسکے دائیں کندھے پہ سر رکھے سو رہی تھی۔ لیمپ کی مدھم سی روشنی میں اسکا چہرہ چمک رہا تھا۔ ابیہم یوں ہی چھت کو گھورتے ہوئے وقت بتا رہا تھا۔ بہت کچھ بدل گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسکے پہلو میں موجود عورت بھی بدل گئی تھی۔ یہ زندگی بہت عارضی ہے اسکا اندازہ تو ابیہم کو بہت پہلے ہو چکا تھا۔ زندگی اس قدر ہوگی اسکا اندازہ نہیں تھا۔ ابیہم کو۔ ان گنت مہینوں میں زندگی کی گاڑی بہت تیز چلی تھی۔ اتنی تیز کہ کسی مسافر کو سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

ایک لمحے میں سمٹ آیا ہے صدیوں کا سفر
زندگی تیز بہت تیز چلی ہو جیسے

ان چند ماہ کے سفر میں اس نے کیا کچھ نہیں کھویا تھا۔ وہ بڑے خساروں سے دوچار ہوا تھا۔ وہ مرد تھا۔ اس لئے اسکو خود کو سمیٹنا تھا۔ سو اس نے سمیٹ لیا تھا۔ پہلی محبت ہمیشہ دل کے کونوں سے جھانکتی رہتی ہے۔ آج وہ اسکے بائیں پہلو میں سر رکھے لیٹی تھی۔ جہاں ایک ماہ پہلے اسکی محبت موجود تھی۔ وہ عورت ابیہم کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ اسکو اگنور کرنا تھا۔ وہ کر رہا تھا۔ یہ اگنور اسکے دل کو کرچیوں میں تقسیم کر رہا تھا۔ اسکے حلق میں درد سا اٹھا تھا۔

اس طرح پہروں تجھے سوچتا رہتا ہوں
میری ہر سانس تیرے نام لکھی ہو جیسے

آج نہ جانے کیوں یہ غزل ابیہم کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ صفا ذرا سا کسمسائی تو وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے نکلا تھا۔ اس نے کروٹ لیکر دیکھا۔ وہ پورے استحقاق سے اسکے بازو پھیلائے سو رہی تھی۔ جیسے وہ شروع سے ہی اسکی ملکیت تھا۔ وہ دونوں محبت کرنے والے لوگ تھے۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی محبت کا احترام کرتے تھے۔ صفا نے ابیہم کی محبت کا احترام کیا تھا۔ اور اب ابیہم کی باری تھی صفا کی محبت کا احترام کرنے کی۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور صفا کے سنہری بال سہلائے۔

''ہمم؟'' وہ غنودگی میں بولی تھی۔

''اٹھ جاؤ۔ فجر کا وقت ہو رہا ہے۔'' اس نے نرمی سے کہا تھا۔

''تھوڑی دیر سونے دیں۔'' ابیہم نے اسکی جانب کروٹ لی۔ اور اسکے چہرے پہ بکھرے بال ہٹائے۔ ''پلیز۔ تھوڑی دیر۔'' وہ کسی بچے کی طرح پانچ منٹ مزید سونے کی فرمائش کر رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔۔ پھر مجھے تو اٹھنے دو۔''

''نہیں۔۔ پانچ منٹ اور۔۔ پھر ہم ساتھ میں نماز پڑھیں گے۔''

''اور یہ پانچ منٹ کتنے منٹوں تک پورے ہوں گے؟'' وہ اسکے بال کان کے پیچھے کرتا بولا تو صفا نے آنکھیں وا کیں۔

''تین سو سیکنڈز میں۔'' اس نے کہہ کر دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ ابیہم مسکرا کر رہ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کمرے میں ہی نماز ادا کر رہے تھے۔ صفا آج امامت میں نماز پڑھ رہی تھی۔ اور یہ بات اسکے لئے کسی خواب سے کم نہ تھی۔ وہ اکثر اسکو جگا کر مسجد جایا کرتا تھا۔ آج وہ اسکے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ صفا نے سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ بلند کئے۔ وہ ابیہم سے ایک قدم پیچھے تھی۔ وہ اسکے آگے بیٹھا تسبیح کر رہا

تھا۔اور صفا دعا مانگ رہی تھی۔اس نے لمبی سی دعا مانگی اور۔اور چہرے پہ ہاتھ پھیرنے کے بعد ذرا آگے کو اٹھی اور ابراہیم کے سر پہ پھونک ماری۔وہ ٹھٹک کر پلٹا۔اور اسکو دیکھ کر مسکرا دیا۔وہ آنکھیں بند کیے کچھ پڑھ کر اس پہ پھونکیں مار رہی تھی۔

''استغفار لڑکی۔۔!!تم اب جادو بھی کرو گی؟''وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا تو صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''میں نے کیا؟''

''ابھی ابھی کر رہی تھی۔''

''یا اللہ۔!! آپ ہمیشہ میری شک ہی کیجیے گا۔آپکی سلامتی مانگ رہی تھی۔''اسنے منہ پھلائے سر جھٹکا۔ابراہیم اسکے پھولے ہوئے منہ کو دیکھ کر گہرا مسکرایا تھا۔پھر اس نے صفا کی گود میں رکھے ہاتھ کو پکڑا۔اور اسکی ہتھیلی پہ بوسہ دیا۔صفا ششدر رہ گئی۔

''سلامتی کی دعا مانگنے والے ہاتھ ہمیشہ سلامت رہیں۔''اس نے کہا تو صفا کے گال بے ساختہ سرخ ہوئے تھے۔وہ شاک کی سی حالت میں بیٹھی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

''آجا۔''ابراہیم نے جائے نماز پہ بیٹھے بیٹھے ہی اجازت دی تو دروازہ کھلا۔سامنے زہرہ کھڑی تھی۔ابراہیم کے نیچے کھڑی دینا پہ گئی تھی۔جو کہ بھاگتی ہوئی آئی اور ابراہیم کی آغوش میں سما گئی۔جبکہ زہرہ سر کو خم دے کر وہاں سے جا چکی تھی۔''میری پرنسز آج جلدی اٹھ گئی؟''ابراہیم نے دینا کو اپنی گود میں بٹھایا۔تو صفا نے اپنی جائے نماز کھسکائی اور اسکے پاس آ بیٹھی۔

''یس۔یس۔دینا۔۔مارننگ۔''وہ اپنے کوگڈ مارننگ کہنے آئی تھی۔

''گڈ مارننگ دینا۔۔کی پ۔!!''ابراہیم نے باری باری اسکے گال چومے تھے۔وہ کھلکھلائی۔صفا اسکو دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو رہی تھی۔وہ دونوں باپ بیٹی خوب ایک دوسرے سے پیار کا اظہار کر رہے تھے۔اور وہ سرشار سی بیٹھی تھی۔''آج قریشی ہاؤس چلی جاؤ۔''وہ اچانک دینا کے ساتھ ہی کھیلتے ہوئے بولا تو وہ ٹھٹکی۔

''کیا۔۔کیا کہا آپ نے؟''اسکو یقین نہیں آیا تھا۔

''آج اپنے ماں باپ سے مل آؤ۔''کہتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے دینا کے گال کھینچے تھے۔

''کیا سچ میں؟''صفا کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔

''ہاں۔۔اپنی حفاظت خود کرنا۔۔ہوسکتا ہے وہ تمہیں اغوا کر کے مجھ سے دوبارہ سائن کروانا چاہیں۔''وہ مصروف سا بولا تو صفا کے دل میں درد اٹھا تھا۔وہ خاموش سی ہوگئی۔ابراہیم نے دن موڑ کر دیکھا تو وہ اداس سی بیٹھی تھی۔''مرجان کو ساتھ لے جانا۔۔وہ تمہاری حفاظت کرنا اچھے سے جانتا ہے۔۔''اس نے مسکراہٹ دبائے کہا تو صفا نے نگاہ اٹھائی۔وہ محظوظ سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''بلکل۔۔!آپ سے اچھا ہی ہے وہ۔''صفا نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''یس۔یس۔''دینا کو بات تو کوئی سمجھ نہیں آئی تھی اس نے صفا کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔جس پہ ابراہیم کی آنکھیں پھیل گئیں جبکہ صفا خوشی سے جھوم اٹھی۔

''ادھر آؤ میری جان۔!!''اس نے دینا کو اپنی گود میں کھینچا اور اس سے کھیلنے لگی۔

''دینا۔!اچھے صفا اچھی؟''اس نے دینا کا گال چوم کر پوچھا۔دینا نے پلکیں جھپکیں۔وہ دونوں اسکے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

''شفا۔!!''دینا نے کہا تو صفا نے حیران ہو کر ابراہیم کو اور ابراہیم نے حیران ہو کر ان دونوں چالاک لومڑیوں کو دیکھا تھا۔صفا خاموش نہیں ہوئی تھی۔

''ہوم دینا لوز مور؟...صفا؟''اس نے سوال کیا۔تو دینا نے کچھ لمحے سوچا۔ابراہیم بھی بے چینی سے اسکے جواب کا منتظر تھا۔

''شفا۔!!''اس نے کہا تو ابراہیم کی آنکھیں مارے حیرت کے ابل ہی پڑی تھیں۔

''لڑکی۔!!یہ تم نے میری بیٹی پہ کون سا جادو ٹونہ کیا ہے۔''صفا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''اچھا آپ پوچھ لیں۔''صفا نے دینا کا رخ اسکی جانب کیا۔

تھا۔اور صفا دعا مانگ رہی تھی۔اس نے لمبی سی دعا مانگی اور۔اور چہرے پہ ہاتھ پھیرنے کے بعد ذرا آگے کو اٹھی اور ابراہیم کے سر پہ پھونک ماری۔وہ ٹھٹک کر پلٹا۔اور اسکو دیکھ کر مسکرا دیا۔وہ آنکھیں بند کیے کچھ پڑھ کر اس پہ پھونکیں مار رہی تھی۔

''استغفار لڑکی۔۔!!تم اب جادو بھی کرو گی؟''وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا تو صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''میں نے کیا؟''

''ابھی ابھی کر رہی تھی۔''

''یا اللہ۔!! آپ ہمیشہ میری شک ہی کیجیے گا۔آپکی سلامتی مانگ رہی تھی۔''اسنے منہ پھلائے سر جھٹکا۔ابراہیم اسکے پھولے ہوئے منہ کو دیکھ کر گہرا مسکرایا تھا۔پھر اس نے صفا کی گود میں رکھے ہاتھ کو پکڑا۔اور اسکی ہتھیلی پہ بوسہ دیا۔صفا ششدر رہ گئی۔

''سلامتی کی دعا مانگنے والے ہاتھ ہمیشہ سلامت رہیں۔''اس نے کہا تو صفا کے گال بے ساختہ سرخ ہوئے تھے۔وہ شاک کی سی حالت میں بیٹھی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

''آجا۔''ابراہیم نے جائے نماز پہ بیٹھے بیٹھے ہی اجازت دی تو دروازہ کھلا۔سامنے زہرہ کھڑی تھی۔ابراہیم کے نیچے کھڑی دینا پہ گئی تھی۔جو کہ بھاگتی ہوئی آئی اور ابراہیم کی آغوش میں سما گئی۔جبکہ زہرہ سر کو خم دے کر وہاں سے جا چکی تھی۔''میری پرنسز آج جلدی اٹھ گئی؟''ابراہیم نے دینا کو اپنی گود میں بٹھایا۔تو صفا نے اپنی جائے نماز کھسکائی اور اسکے پاس آ بیٹھی۔

''یس۔یس۔دینا۔۔مارننگ۔''وہ اپنے کوگڈ مارننگ کہنے آئی تھی۔

''گڈ مارننگ دینا۔۔کی پ۔!!''ابراہیم نے باری باری اسکے گال چومے تھے۔وہ کھلکھلائی۔صفا اسکو دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہو رہی تھی۔وہ دونوں باپ بیٹی خوب ایک دوسرے سے پیار کا اظہار کر رہے تھے۔اور وہ سرشار سی بیٹھی تھی۔''آج قریشی ہاؤس چلی جاؤ۔''وہ اچانک دینا کے ساتھ ہی کھیلتے ہوئے بولا تو وہ ٹھٹکی۔

''کیا۔۔کیا کہا آپ نے؟''اسکو یقین نہیں آیا تھا۔

''آج اپنے ماں باپ سے مل آؤ۔''کہتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے دینا کے گال کھینچے تھے۔

''کیا سچ میں؟''صفا کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔

''ہاں۔۔اپنی حفاظت خود کرنا۔۔ہوسکتا ہے وہ تمہیں اغوا کر کے مجھ سے دوبارہ سائن کروانا چاہیں۔''وہ مصروف سا بولا تو صفا کے دل میں درد اٹھا تھا۔وہ خاموش سی ہوگئی۔ابراہیم نے دن موڑ کر دیکھا تو وہ اداس سی بیٹھی تھی۔''مرجان کو ساتھ لے جانا۔۔وہ تمہاری حفاظت کرنا اچھے سے جانتا ہے۔۔''اس نے مسکراہٹ دبائے کہا تو صفا نے نگاہ اٹھائی۔وہ محظوظ سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''بلکل۔۔!آپ سے اچھا ہی ہے وہ۔''صفا نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''یس۔یس۔''دینا کو بات تو کوئی سمجھ نہیں آئی تھی اس نے صفا کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔جس پہ ابراہیم کی آنکھیں پھیل گئیں جبکہ صفا خوشی سے جھوم اٹھی۔

''ادھر آؤ میری جان۔!!''اس نے دینا کو اپنی گود میں کھینچا اور اس سے کھیلنے لگی۔

''دینا۔!اچھے صفا اچھی؟''اس نے دینا کا گال چوم کر پوچھا۔دینا نے پلکیں جھپکیں۔وہ دونوں اسکے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔

''شفا۔!!''دینا نے کہا تو صفا نے حیران ہو کر ابراہیم کو اور ابراہیم نے حیران ہو کر ان دونوں چالاک لومڑیوں کو دیکھا تھا۔صفا خاموش نہیں ہوئی تھی۔

''ہوم دینا لوز مور؟...صفا؟''اس نے سوال کیا۔تو دینا نے کچھ لمحے سوچا۔ابراہیم بھی بے چینی سے اسکے جواب کا منتظر تھا۔

''شفا۔!!''اس نے کہا تو ابراہیم کی آنکھیں مارے حیرت کے ابل ہی پڑی تھیں۔

''لڑکی۔!!یہ تم نے میری بیٹی پہ کون سا جادو ٹونہ کیا ہے۔''صفا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''اچھا آپ پوچھ لیں۔''صفا نے دینا کا رخ اسکی جانب کیا۔

''اوکے۔۔دینا کون زیادہ ہے۔؟صفا۔۔۔؟''اس نے بڑا سوچ سمجھ کر سوال کیا تھا۔دینا نے کچھ پلوں کے لئے سوچا۔اہیم آنکھیں چھوٹی کر کے ان دونوں کی ایحرکت نوٹ کر رہا تھا۔

''۔۔!!''دینا نے کہا تو صفا کا قہقہہ گونجا۔اہیم کا منہ کھلا۔۔۔

''ادھر آؤ۔تمہیں میں بتاتا ہوں۔''اس نے دینا کو کھینچنا چاہا وہ صفا کی آغوش میں گر گئی۔

اسکے قہقہوں کی آوازیں کمرے سے باہر جا رہی تھیں۔یہ لمحہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور پر نور تھا۔اور کوئی ہر کھڑا تھا۔اس چودھویں کے چاند کو گہن لگانے کے لئے۔۔وہ واپس اپنے کمرے میں آئی۔اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔اس نے دونوں ہاتھوں سے بیڈ کے کناروں کو تھاما ہوا تھا۔

''آخر کیوں صفا؟ کیوں ہمیشہ تم ہی کچھ جیتو؟ کیوں تمہیں ہی کچھ ملتا ہے۔۔کیا ہے تم میں؟ آفندی تمہارے عشق میں دیوانے ہوئے پھرتے ہیں۔اور اہیم۔۔اب اسکی چاہتیں بھی تم تک محدود ہیں۔۔اور تو اور بچے۔۔وہ بھی تمہارا دم بھرتے ہیں۔''وہ اس وقت خوفناک لگ رہی تھی۔جو کہ اس وقت اپنے ہی حسد کی آگ میں جھلس رہی تھی۔۔''کیا تم جیسے لوگ ہی کچھ ڈیزرو کرتے ہیں۔کیا میرے حصے میں کبھی کچھ نہیں آ سکتا؟ تم نے مجھ سے میرے آفندی کو چھینا ہے صفا۔۔میں تم سے تمہارا کچھ چھین لوں گی۔''اسکی آنکھوں سے عجیب وحشت ٹپک رہی تھی۔''آفندی پہلا میرا حق تھا۔۔تم نے مجھ سے وہ حق بھی چھین لیا۔۔میں نے اس شخص کو اسکے عروج اور زوال میں دیکھا ہے۔۔وہ صرف میرا تھا۔۔کیوں میں اسکا ہر پہلو جانتا ہوں۔۔تم نے۔۔تم نے کچھ اب دیکھا۔آہہہہ۔''وہ شدت کو مٹھیوں میں جکڑے غرائی تھی۔

''میں تم سے کچھ چھین لوں گی۔۔جن خوشیوں کو تم اپنی میراث سمجھ بیٹھی ہو۔۔اسلئے تم سو گی۔۔تمہیں وہاں ماروں گی جہاں تم پانی بھی نہ مانگ سکو۔۔ایسی مار ماروں گی۔کہ تم کسی کو اپنے زخم نہ دکھا پاؤ گی۔۔جو تمہاری خاطر جان دینے کو تیار ہیں۔۔وہی تمہاری جان کے دشمن نہ بنا دیئے تو میرا نام زہرہ نہیں۔''وہ مٹھیاں بھینچے بیٹھی تھی۔

صبح کا اجالا پھیلا تو وہ عینا نے اپنے کمرے سے باہر نکالا۔اور دبے پاؤں چلتی ہوئی سیڑھیاں پار کر گئی۔نیچے لاؤنج میں موجود زمین نے حیرت سے اسکی دلیری دیکھی تھی۔وہ بلی کی طرح پاؤں اٹھاتی ہوئی حسن کے کمرے کے باہر پہنچی۔اس نے وہاں رک کر ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور دروازہ ناک کیا۔کچھ ثانیے گزر گئے کوئی جواب نہ آیا۔اس نے ڈور ناب پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔عینا نے ذرا سا سر اندر کر کے دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔اس نے دانتوں میں انگلی دبائی۔

''یہ شیطان کا پتر ادا صبح صبح کہاں گیا۔''وہ یوں ہی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ اسکو وہیں دوسرے کمرے سے کچھ آوازیں آئیں۔عینا نے مڑ کر دیکھا تو وہ جم روم تھا۔یعنی وہ جم میں تھا۔اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے جم کی جانب قدم بڑھا دیے۔وہ آ کر گلاس ڈور کے سامنے کھڑی ہوئی تو عینا کے حلق کے نیچے کچھ اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ جو سامنے دیکھ رہی تھی۔''شیطان کو اتنا حسن نہ دے۔''اس نے دل میں سوچا۔

وہ اس وقت ٹریڈمل پر تھا۔ہمیشہ کی طرح ایبنا آستینوں والی ڈھیلی سی سیاہ شرٹ اور ایسے ٹراؤزر میں ملبوس۔شرٹ اسکے کسرتی بدن کو ڈھانپنے میں ناکام دکھائی دیتی تھی۔کانوں میں ائیر پیس لگائے وہ اپنی دھن میں مگن تھا۔اور ادھر وہ لڑکی دروازے میں کھڑی اپنی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی۔عینا کا دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔اس نے بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔اس وقت وہ ایٹ ٹن شرٹ آتی سفید شرٹ اور سیاہ سکرٹ میں ملبوس تھی جو اسکے ٹخنوں تک آتی تھی۔شرٹ کی آستینیں اس نے فولڈ کر رکھی تھیں اور گلے میں ایتین کونوں والا سکارف گھما کر پہنا ہوا تھا۔بال ایڈھیلی سی پونی ٹیل میں قید تھے۔

''یہ۔یہ مجھے اس طرح کیوں محسوس ہو رہا ہے؟''وہ اسکو دیکھ رہی تھی خود سے بات کر رہی تھی۔''نہیں۔ایسا نہیں ہونا چاہیے۔''اس نے جلدی سے میں سر جھٹکا۔''مم۔یہ۔یہ بھی سامنے آتا ہے دل قابو میں نہیں رہتا۔میں جانتا ہوں کہ یہ نفرت کے قابل ہے مجھے اس سے نفرت کرنی ہے۔۔یہ کیسا احساس ہے کہ۔۔وہ سامنے آتا ہے تو کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا۔''

عینا یوں ہی پر ہاتھ رکھے پلٹی تھی۔وہ دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔وہ مزید اس شیطان کے جال میں نہیں پھنس سکتی تھی۔''نہیں عینا۔!!تم یہاں کسی

مقصد کے لیے آئی ہو۔۔اور تم اپنے مقصد کو پس پشت نہیں ڈال سکتی۔''اسکی آنکھیں و یان ہو چکی تھیں۔کچھ د پہلے کی چمک ختم ہو چکی تھی۔''مجھے۔مجھے۔راستے سے نہیں . ٹ ۔''اس نے خود کو کہتے سنا تو دل نے ا بیٹ مس کی تھی۔جیسے دل نے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر د ہو۔ عینا نے سر جھٹکا۔''تم مانو نہ مانو۔۔میں نہیں ڈگمگاؤں گی۔۔وہ شیطان ہے۔۔اور مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔''اس نے َ دن ٹ اکر خود کو ور کروا یا تو حلق میں اٹھتا درد اپنے عروج کو پہنچا۔جس کے . ش ا بے رَ موتی ضبط کی ساری حدیں توڑتا ہوا اسکے گال پ بہہ نکلا۔عینا نے سختی سے اپنا گال رَ ا۔اس قدر سختی سے کہ وہ گال سرخ ہو َ ۔وہ مڑے بناء وہاں سے چلی گئی۔حسن نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر د یکھا تو وہ جا چکی تھی۔اس نے مسکرا کر اپنی ٹ یل کے سامنے لگی ایل ای ڈی د یکھی۔جہاں . ہر کے سی سی ٹی وی کیمرے کی فوٹیج چل رہی تھی۔اور وہ سیڑھیاں ا تی دکھائی دے رہی تھی۔

''پ گل لڑکی۔!!''وہ سر جھٹک کر رہ َ ۔۔

وہ اپنے کمرے میں آئی اور آ کر او ھے منہ بیڈ پ ڈھے گئی۔عشق نے اپنی تباہیاں شروع کر دی تھیں۔محبت نے دل کی سرزمین پ اپنی چھاپ چھوڑ دی تھی۔اور وہ سر زمین اب سیم زدہ ہو چکی تھی۔جہاں جگہ جگہ پ نی تھا۔حد سے زیادہ پ نی جو آنکھوں کے راستے رستا تھا۔اور دل کو و ان کر جا تھا۔جس کے ہوتے ہوئے وہاں کوئی اور پودا نشو نہیں پ سکتا تھا کیو وہ سیم زدہ دھرتی محبت کے علاوہ ہر ب کی جڑوں کو گلانے کی طاقت ر تی تھی۔

پھر وہ خود کو سنبھالتی اٹھ کر بیٹھی۔اسکی آنکھوں میں عجیب وہشت سی تھی۔جیسے وہ اپنے ا را بہت .ڈی َ سے دوچار ہو۔''یہ . اتنی جلدی کیسے ممکن ہے؟ایسا تو نہیں ہو ۔میں۔میں کیسے اسکے . رے میں ایسا سوچ سکتی ہوں۔''اس نے خالی خالی آنکھوں سے سامنے خالی دیوار کو گھور رہی تھی۔دماغ خالی تھا۔ا ب شل تھے۔سائیڈ ٹیبل پ پڑا اسکا مو ئل رَ ہوا تو اس نے ل کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے مو ئل اٹھا یا تھا۔نمبر د یکھ کر عینا نے ا پل کو آنکھیں مو لیں تھیں۔اور پھر سے آنکھیں کھول دیں۔

''ہاں سفیر بولو۔!!''وہ سرد سے لہجے میں گو ہوئی۔

''میں کیا بولوں؟تم بولو۔کوئی لیڈ ملی؟ .بس ایسے ہی شا کے گھر میں پ ی ہوئی ہو؟''وہ بھی کوفت زدہ دکھائی دیتا تھا۔عینا مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔''کوئی نئی خبر ہے تو بتاؤ۔''عینا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے خالی سے دماغ کو جھٹکا دے کر خود کو ہوش کی د میں واپس لے کر آئی۔

''ابھی تو کوئی لیڈ نہیں ملی ہے۔۔اسکے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس سے ہم اسکو بلیک میل کر سکیں ۔مجاہدین ت پہنچ سکیں۔''وہ اداسی سے بولی تھی۔

'' کچھ تو ہوگا۔۔کچھ ایسا جو ہمارے کام آ سکے۔۔اپنے دماغ پ زور دو۔''

''سفیر۔!!''وہ تکان سے بولی تھی۔''میں اسکے ا ر کے معا ت رسائی حاصل کر چکی ہوں۔۔ میں بس مٹی کی مورت بن کر اسکو َ ہ کرتے ہوئے د یکھ سکتی ہوں۔۔نہ تو اسکے خلاف کوئی ثبوت . ہر بھیج سکتی ہوں اور نہ ہی اسکو یہ . کرنے سے روک سکتی ہوں۔۔یوں سمجھو میں ا جہنم میں ہوں۔۔جہاں میرے سامنے ہر روز ا . م ہو ہے اور میں د یکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔''اسکے لہجے میں تکان واضح تھی۔

''تو پھر؟ا تم اس قدر بے بس ہو تو وہاں کیا کر رہی ہو اب ت ؟واپس آ جاؤ ں۔''سفیر نے جبڑے بھینچے کہا تھا۔عینا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''اس نے قید کر رکھا ہے مجھے مقروض بنا کر۔۔ . ت اسکا قرض ادا نہیں کرتی واپس نہیں جا سکتی۔''

''یہ نئی مصیبت مول لے لی تم نے۔!!''سفیر نے تھکے سے لہجے میں کہا۔''اچھا ٹھیک ہے۔میں ا. اہیم بھائی سے کہتا ہوں وہ تمہیں وہاں سے نکالنے کا کوئی بندوبست کریں۔۔تم پ یشان مت ہو ٹھیک ہے ں۔''سفیر نے کہا تو عینا نے د حلق کے ساتھ اثبات میں سر ہلا یا۔''ٹھیک ہے سفیر۔''کہہ کر اس نے مز کوئی . ت سنے بغیر فون بند کر د یا تھا۔

ائیر پیس ڈسکنیکٹ ہوئے تو اس نے افسوس سے ا نکال کر سامنے میز پ رکھا اور خود ا تو لیے سے اپنی َ دن پ آ پو ں لگا۔ جوس کا گلاس لئے کھڑا تھا۔اس نے وہ اٹھا یا اور گھونٹ گھونٹ پ نے لگا۔''اتنی جلدی ہار مان لی ڈیئر سپائے؟ابھی تو کھیل . قی ہے۔''وہ ت چھا سا مسکرا ا۔سامنے پ ی ڈیوا پ اب کسی کے ٹیکسٹ میسجز شو ہو رہے تھے۔اور ان میں ا لڑکی کے میسجز تھے۔اور اسکا م عیشاء تھا۔عینا عیشا سے . ت کر رہی تھی اس چیز سے ا ن کہ وہ جس کے خلاف اتنی َ ودو کر رہی ہے وہ

اس پہ پل پل رکھے ہوئے تھا۔وہ تھی مسکان قائم کئے جوس پیتا رہا۔

شتے کی میز پہ موجود تھے۔اس وقت خوشگوار سے ماحول میں شتہ کیا جا رہا تھا۔

''صفا۔!! آج تیار رہنا ہم مارکیٹ جا گے۔''منال بیگم شتہ کرتے ہوئے بولیں تو صفا نے چو کر پہلے ا دیکھا اور پھرا اہیم کو۔

''ماما۔! آج اسکو قریشی ہاؤس جا ہے اپنے ماں پ سے ملنے۔''وہ مصروف سا ا آملیٹ کا ٹکڑا منہ میں ر ہوئے بولا تو مرجان نے جھٹکے سے دن موڑی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔کوئی ت نہیں کل چلے جا گے ہم۔''وہ شتہ کرنے لگیں۔ مرجان پھیلی آنکھوں سے صفا کو دیکھ رہا تھا اور وہ اس چیز سے ا ن تھی۔

''تمہیں کیا ہوا؟''ا اہیم نے مرجان کو گھورا۔

''۔۔!! پیٹی لیڈی اپنے۔۔کے گھر جا رہی ہیں۔۔اور مجھے کسی نے بتا ہی نہیں۔''اس نے حیرت سے دونوں کو ری ری دیکھا۔صفا نے بھی ہڑ بڑا کر سر اٹھایا۔

''کیوں؟ تم پ ہوا سکے؟''ا اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے کہا تو سفیان گورسی نے ا اہیم کو گھورا۔۔وہ واقعی تمیز ہو تھا۔۔ا سف ہوا۔جبکہ مرجان نے ہونٹ گول کر کے صفا کی جا دیکھا۔۔اسکو دھوکے میں رکھا تھا اور وہ اس وقت ا وکٹم تھا۔۔صفا نے بے چارگی سے اسکی جا دیکھا۔

''آپ نے بھی بتا منا نہیں سمجھا۔''وہ سر جھکا ۔صفا کے دل کو کچھ ہوا۔اس نے بے بسی سے ا اہیم کو دیکھا۔وہ مرجان کی راضگی افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

''صبح ہی ڈیسائیڈ ہوا ہے۔اور فکر نہ کرو تمہیں ساتھ لے کر جائے گی۔''ا اہیم نے کافی کا سپ تے ہوئے کہا تو مرجان نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔اس نے غیر یقینی سے پہلے ا اہیم کو دیکھا اور پھر صفا کو۔۔صفا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔مرجان کے چہرے کی رونق بحال ہو چکی تھی۔''تم لوگ سکول سے واپس آ جاؤ تو ساتھ چلے جا ۔پھر شام کو لے آؤں گا تم لوگوں کو۔''ا اہیم نے کافی کا پ ر تے ہوئے ری ری قوت اور مرجان کو دیکھا۔

''او کے۔۔!!''قوت نے مسکرا کر صفا کی جا دیکھا۔صفا نے نہال ہو کر ان دونوں کی خوشی دیکھی تھی۔اور ا تشکر بھری نگاہ ا اہیم پہ ڈالی۔اس نے ا پل میں ان تینوں کی خوشیاں لوٹ دی تھیں۔دل میں ا جھرجھری سی اٹھی۔شا محبت کی پٹ نے پہ پھڑ پھڑائے تھے۔صفا مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے پلیٹ پہ جھک گئی۔

''دینا تو میرے پ س رہے گی۔۔''زہرہ نے دینا کے ہونٹ صاف کرتے ہوئے کنفرم کیا تو صفا نے دینا کی جا دیکھا۔

''نہیں۔۔دینا میرے ساتھ جائے گی۔۔دینا۔!! شفا کے ساتھ جائے گی ں دینا؟''اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''یس۔یس۔''دینا نے زور سے اثبات میں سر ہلا تو منال مسکرا کر رہ گئیں۔ا اہیم نے نگاہ اٹھا کر ان کو دیکھا۔وہ مسکرا رہے تھے۔اور ا مسکراہٹیں اس چھوٹی سی لڑکی سے لوٹ آ تھیں۔دل کے زخم سلنے لگے تھے۔اب زخموں سے خون رسنا بند ہو جا رہا تھا۔مرہم اپنا اثر دکھا رہا تھا۔دل میں اٹھتی ٹیسوں میں کمی آنے لگی تھی۔

وہ سرشار سا ان کو دیکھے ۔ا ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے۔جہاں مرجان پہ جوش سا صفا کو اپنے پلینز بتا رہا تھا۔اور تھ میں قوت کو کسی ت پہ چھیڑ دیتا جس پہ قوت ہڑ بڑا کر رہ جا ۔زندگی کی گاڑی اب ا پرسکون سی راہ پہ گامزن ہو چکی تھی جس پہ ہچکولے نہیں تھے۔ا پرسکون سا سفر تھا۔

یحہ بیگم اس وقت کچن میں تھیں۔ لوگ شتہ کر چکے تھے۔ا زمہ صفائی کر رہی تھی تو سعدیہ تن سمیٹ رہی تھی۔وہ اب دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ یحہ نے کچھ سبزیاں نکالیں اور وہیں رکھے ا چھوٹے سے ڈائننگ پہ بیٹھ گئیں۔وہ سبزی بنانے لگیں۔انھوں نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سعدیہ ا پلیٹ کو خشک کر رہی تھی۔وہ کھوئی کھوئی سی معلوم ہوتی تھی اور اسکے ر ر مسکراہٹ میں ڈھل رہے تھے۔ یحہ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔۔

''سعدیہ۔!!''انھوں نے پ لک کے پتے توڑتے ہوئے اسکو پکارا سعدیہ اپنی سوچوں سے نہ نکل سکی۔اب تو یحہ کو مزید حیرت ہوئی تھی۔''سعدیہ۔!!''انھوں نے دوسری ر ذرا بلند آواز میں کہا تو وہ چو ۔اسکے ہاتھ سے پلیٹ تے تے بچی۔

''جج۔جی۔جی بی بی۔''اس نے سنبھلتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''کن سوچوں میں گم ہو آج؟''سعدیہ نے پلیٹ کاونٹر پہ رکھی قی ں کے اوپر رکھی۔اور سر جھکا گئی۔''بتاؤ بھی۔''

''کچھ بھی تو نہیں۔میں نے کیا سوچنا ہے۔'' وہ مسکراہٹ ضبط کر گئی اسکے چہرے پہ وقفے وقفے سے بکھرے قوس وقزح کے رنگوں کو ا ازکر ممکن تھا۔اور یجہ ان رنگوں سے واقف تھیں۔

''کون ہے وہ۔'' وہ پلک کے پتوں کو تیر سے رکھ کر بولیں تو سعدیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔اور ا جان دیکھا۔''بتاء کون ہے۔'' وہ مصروف سے بولیں۔ا ا ز میں شفقت تھی۔

''کک۔کوئی بھی تو نہیں۔'' سعدیہ نے ہاتھوں کی ا یں چٹخا ۔

''کوئی نہیں۔'' سعدیہ منمنائی تو یجہ نے اسکو ایک گھوری سے نوازا۔سعدیہ مریل قدم اٹھاتی ا پس پہنچی۔اور آ کر ا پس بیٹھ گئی۔ یجہ سوالیہ وں سے اسکو دیکھ رہی تھیں۔سعدیہ نے سر جھکائے کہنا شروع کیا۔''زریب رشتہ لے کر آ چاہتے ہیں۔'' اس نے بناء کسی تمہید کے کہہ ڈالا تو یجہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔'' میرے ماں پ میرا کچھ آپ لوگ ہی ہیں۔اس لئے وہ آپ لوگوں کے پس ہی آ گے۔'' اس نے کہتے ہوئے دفعتاً سر اٹھا کر دیکھا تو یجہ شاک کی کیفیت میں منہ کھولے بیٹھی تھیں۔''اب آپ تو ایسے نہ کریں۔'' سعدیہ نے بے چارگی سے کندھے ادیئے تو یجہ بیگم خوشگوار حیرت سے مسکرائی۔پھر وہ کھل کر مسکرا اور یہ مسکراہٹ کھلکھلاہٹ میں ل۔وہ اپنی جگہ سے اٹھیں تو سعدیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔انھوں نے مسی سے سعدیہ کو گلے لگایا۔سعدیہ ہکا بکا سی تھی۔

''اتنی بڑی بات کتنے آرام سے کہہ دی تم نے لڑکی۔'' وہ حیران تھیں اور خوش بھی۔سعدیہ پھیکا سا مسکرائی۔

''ہم سادے سے لوگوں کے لئے بات بھی سادے سے ہوتے ہیں۔ ہمیں بات کو لفظوں میں لپیٹنا نہیں آتا۔جو ہے وہ ہے۔اور جو نہیں۔اسکا ذکر کیا کرنا۔''

''اور میں اپنی بیٹی کی اس سادگی پہ قربان۔'' انھوں نے سعدیہ کا ماتھا چوما تو اسکی آنکھیں چھلک گئیں۔''اب کیا ہوا۔اب کیوں روتی ہو؟ اب تو خوش ہونے کے دن ہیں۔'' یجہ نے اسکے آ صاف کئے۔

''آپکو پتہ ہے۔ماں پ یاد آتے ہیں؟'' سعدیہ نے ایک ہچکی لی۔''یہ انتہائی موقعوں پہ یاد آتے ہیں۔ ہم بات کی انتہا پہ ہوتے ہیں پھر چاہے وہ خوشی کی بات ہوں یا غم کے۔'' یجہ بیگم کی پلکیں نم ہو گئیں۔انھوں نے سعدیہ کو ایک بار پھر سے گلے لگا لیا۔

''ہم ہیں ناں۔'' انھوں نے اسکی پیٹھ تھپکی۔

دوپہر ہو رہی تھی۔سکول ہوئی تو یقوت اور مرجان ہمیشہ کی طرح ایک بینچ پہ بیٹھے پس کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہے تھے۔وہ دونوں وہاں کسی کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے۔ کے وقت یوں ہی بیٹھ جایا کرتے۔کبھی یقوت اپنی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جاتا پھر یوں ہی وہ دونوں باتیں کرتے رہتے تھے۔

''تمہیں نہیں لگتا کہ تمہاری وہ دو کچھ زیادہ چپکو ہے؟'' مرجان نے کہا تو یقوت نے گردن موڑ کر اپنے دا جان دیکھا۔مرجان دور بچوں کو دیکھ رہا تھا۔

''اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟'' یقوت کو اچھا خاصا لگا تھا اسکا یوں آ کے رے میں بات کرنا۔''اسکی عادت بس دوستانہ ہے اور یہ اچھی بات ہے ا ن کو خوش مزاج ہونا چاہیے۔'' یقوت صفائی دیے بناء نہ رہ سکا۔

''دوستانہ مزاج ہے تو اپنے ا کے لوگوں سے دوستیاں لگائے ناں۔'' وہ ہنوز دوسری جان دیکھ رہا تھا۔یقوت الجھ کر رہ گیا۔لیکن پھر اسکے دماغ میں جھماکا ہوا۔

''اچھا۔اب سمجھا۔تم اس لئے اس سے گمان ہو کیونکہ صفا آ کو وہ پسند آئی ہے۔'' یقوت نے اسکی چوری پکڑ لی تو مرجان نے گردن گھمائی۔اسکے تاثرات خالی تھے۔''مرجان۔!! صفا آ تمہاری ملکیت نہیں ہیں۔وہ ایک جیتی جاگتی ا ن ہیں۔ا پسند پسند ہے۔وہ کسی بھی ا ن کو پسند ناپسند کر سکتی ہیں اور تمہیں مجھے۔ہم میں سے کسی کو بھی اس بات سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔''

''وہ میری پیٹی لیڈی ہیں۔اور بس۔'' وہ تاریکی آواز میں بولا تھا۔یقوت نے تاسف سے اسکی جان دیکھا۔''وہ مجھ سے پیار کرتی ہیں اور میں کسی اور کو حق نہیں دیتا کہ وہ ا پیار کو وصول کرے۔'' اس نے ایک پل کے لئے یقوت کو دیکھا۔''تمہیں بھی نہیں۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا تو یقوت نے افسوس سے اسکی جان دیکھا۔''اگر میں ا تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا تو وہ آیت تو دور کی بات ہے۔''

''مرجان۔!! میرے بھائی۔۔کسی بھی ا ن کو لے کر اتنا پوزیسو نہیں ہوا جا ۔ا ن آزاد پیدا ہوا ہے اور تم صفا آ کو یوں قید نہیں کر ۔''

''میں کر سکتا ہوں قید۔۔کیو مجھے انھوں نے حق دیا ہے۔''

''کیسا حق؟ کون سے حق کی ب ت کرتے ہو تم بھائی؟ وہ تم سے محبت کرتی ہیں۔۔مجھ سے اور دینا سے بھی محبت کرتی ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان پ ۔ق ی کے دروازے بند کر دیں۔۔وہ ہمارے ۔۔کی وائف ہیں۔۔ماں کی جگہ ہیں۔۔اور ماں کی محبت کو یوں قید نہیں کیا جا سکتا مرجان۔'' ق وت نے پوری کوشش کی تھی اسکو سمجھانے کی۔۔ مرجان کے دماغ میں کوئی ب ت نہ گھس سکی تھی۔وہ رخ پھیر ۔۔

''واٹ ایور۔!!'' وہ ب ڑ ب ڑ ا۔

''ہائے ق وت۔!!'' وہاں ا تیسری آواز گو تو ق وت نے سامنے دیکھا۔۔آ ۔ کھڑی تھی۔ہاتھ میں ا پیپر پکڑے۔''کیا میں یہاں بیٹھ جاؤں۔'' اس نے مسکرا کر پوچھا تو ق وت نے بھی جوا مسکرا کر سر ہلا ۔اور اسکو ۔ د ۔مرجان ان دونوں سے لاعلمی ب تتے ہوئے دور ہوا میں ہی کہیں گھور رہا تھا۔

''یہ کیا ہے آ ۔ ؟'' ق وت نے اسکے ہاتھ میں ا پیپر دیکھا۔

''یہ؟ ر کو دکھاتی ہوں۔'' آ ۔ نے پ جوش ہوتے ہوئے وہ پیپر کھولا۔تو اس میں ا ڈرائینگ بنی ہوئی تھی۔

''ا ڈرائینگ؟'' ق وت ہنس د ۔

''ہاں ا ڈرائینگ ۔۔ا پ فیکٹ فیملی کی ڈرائینگ۔'' آ ۔ نے ستا نگاہوں سے اپنی ہی بنائی ہوئی ڈرائنگ کو دیکھا۔جہاں ا لڑکا کھڑا تھا۔۔اسکے ساتھ ا لڑکی جس کے ل سنہری تھے۔۔لڑکی کے ا ہاتھ کو ا چھوٹے لڑکے نے پکڑا ہوا تھا جس کی آنکھیں سیاہ تھیں اور ا ہاتھ جو ا بچی نے پکڑا ہوا تھا جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔اور جو ب الڑکا تھا اسکی گود میں ا چھوٹی سی بچی تھی اور اسکا ا ہاتھ ا چھوٹے لڑکے نے پکڑا ہوا تھا جس کی آنکھیں بھوری تھیں۔

ق وت نے متا ث ہو کر اسکی ڈرائینگ دیکھی تھی۔وہ یقیناً اسکی ڈرائینگ میں موجود کرداروں کو پہچان ۔ تھا اس نے جان بوجھ کر لاعلمی ظاہر کی۔''اچھا۔؟ یہ کس کی فیملی ہے؟ کیا تمہارے ت ۔ کی ہے۔'' اس نے مسکراہٹ د ۔ئے پوچھا تو آ ۔ نے جلدی سے میں سر ہلا ۔

''اونہوں۔۔یہ ہماری فیملی ہے۔'' اس نے اپنے ۔ پ ہاتھ رکھ کر کہا تو مرجان نے کن ا ۔ ں سے اسکو دیکھا تھا۔جبکہ ق وت نے نہ سمجھنے کی اداکاری کی تھی۔''یعنی۔یہ دیکھو۔۔یہ صفا آ ہیں۔۔یہ تمہارے ۔۔۔ا گود میں تمہاری وہ کیوٹ سی سسٹر۔۔کیا م تھا اسکا؟'' آ ۔ نے سر کھجا ۔

''دینا۔'' ق وت نے جواب د ۔تو آ ۔ نے زور زور سے سر ہلا ۔

''ہاں۔دینا۔اور یہ۔یہ۔'' کہتے اس نے مسکراہٹ د ۔ئے اپنے عقب میں اشارہ کیا۔اور ق وت کے کان کے قر ۔ گئی۔''یہ مسٹر سڑ وہیں'' وہ سرگوشی کرتی پیچھے ہٹی تو ق وت نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی د ۔ئی۔آ ۔ نے بھی اپنے منہ پ ہاتھ رکھ لیا۔

''اچھا۔یہ بتاؤ یہ نیلی آنکھوں والی لڑکی کون ہے؟ کیو ہماری فیملی میں بس دینا ہی ہے۔'' ق وت نے ا چور نگاہ ساتھ بیٹھے مرجان پ ڈالی تھی جو کہ ان سے ا ن دور کہیں دیکھ رہا تھا۔

''یہ؟'' آ ۔ نے ا پل کے لئے اس لڑکی کو دیکھا۔''دراصل ۔۔اسکا اپنا خا ان ختم ہو ۔تو میں نے اسکو یہاں ایڈ جسٹ کر د ۔'' اس نے اداسی سے اس لڑکی کی ڈرائینگ پ ہاتھ پھیرا۔''کیا تمہاری فیملی اس لڑکی کو اپنا حصہ بنا سکتی ہے؟'' آ ۔ نے پ امید وں سے ق وت کو دیکھا۔۔ق وت کے حلق میں درد اٹھا تھا۔وہ آ ۔ کو دیکھ کر رہ ۔اور پھر اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا د ۔آ ۔ نے نم آنکھوں سے اسکو دیکھا اور خوشی سے مسکرائی۔

''کیا واقعی؟'' وہ یقین کر چاہتی تھی۔

''ہاں۔۔تم آج سے ہماری فیملی کا حصہ ہو۔'' ق وت نے آ ۔ کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا تو آ ۔ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''شٹ اپ۔!!'' وہ دونوں چو تھے۔سامنے وہ غصے میں آگ بگولہ ہوئے کھڑا تھا۔آ ۔ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور تھوک نگلا۔''واٹ از دس؟'' اس نے غصے سے ق وت کے ہاتھ سے وہ پیپر چھین لیا۔

''مرجان۔!!ہم اس پ ت کر تے ہیں۔'' قوت نے سما۔ ت کی تھی۔۔مرجان نے ا سخت نگاہ قوت پ اور پھر آ ت پ ڈالی۔آ ت سر جھکا گئی۔اور پھر اس نے دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیپر پھاڑ دیا تھا۔آ ت کی انکھیں نم ہوگئیں۔اسکے حلق میں کا چبھنے لگے تھے۔''مرجان۔!! کیا تمیزی ہے یہ؟'' قوت اب غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مرجان آ ت پ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔اور پھر وہ ذرا سا جھکا۔چہرہ آ ت کے چہرے قریب کیا اور اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی پ اسرار سیاہ آنکھیں گاڑیں۔

الفاظ تھے کہ نشتر۔۔آ ت کی نیلی آنکھیں ڈوب گئیں۔وہ کسی نیلے پانی کے سمندر کی سی تصویر کھینچ رہی تھیں۔وہ نیلی آنکھیں حیرت۔غم۔اداسی اور مایوسی سے ڈ ب ئی تھیں۔وہ کیسا ان تھا۔کیوں وہ اتنا سرد مہر تھا۔آ ت نے پلکیں جھپکیں تو وہ دھندلا منظر واضح ہوا۔وہ دور جا چکا تھا جبکہ قوت شرمندہ سا کھڑا تھا۔آ ت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آ ت۔!میری ب ت سنو پلیز۔'' قوت نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا تو وہ اسکا ہاتھ جھٹکتی اپنے آ پ پونچھتی وہاں سے چلی گئی۔پیچھے قوت نے افسوس سے ا جا ئی۔

''مرجان۔!!میرے بھائی تم ایسے کیوں ہو؟ کیا تم بھول گئے کہ ہم نے بھی اپنی ماں کو کھویا ہے۔۔کیوں تمہیں آ ت کا درد سمجھ نہیں آ ت۔'' وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

منال سیڑھیاں ا تیں تو ا نتھنوں سے ا نی سی خوشبو ٹکرائی۔۔وہ خوشگواری سے مسکراتی ہو کچن میں آ ت جیسے ہی انھوں نے کچن میں قدم رکھا ا آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔پورا کچن بکھرا پڑا تھا۔ت ہی ت۔کچھ سنک میں پڑے تھے تو کچھ کاؤنٹر پ بکھرے ہوئے تھے۔کسی ت میں کارن فلور تھا تو کسی میں مصالحے۔۔ اور سامنے وہ ل کا ا جوڑا بنائے دوپٹہ کمرے کے گ ھ ڑے ٹا ہی میں کچھ فرائی کر رہی تھی۔۔دفعتاً اس نے چمچ ہلایا تو تیل کا ا چھینٹا اسکے منہ پ آ ا۔

''ہائے امی۔!!!''اس نے بے اختیار اپنی آ پ ہاتھ رکھا منال فوراً اسکے پاس پہنچیں۔

''کیا ہوا ہے دکھاؤ۔''انھوں نے اسکا ہاتھ ہٹایا اور پھونکیں مارنے لگیں۔صفا ا دیکھ کر رہ گئی۔ بچہ بھی ایسے ہی کیا کرتی تھیں۔''کتنی ر کھا ہے کہ اتنے ب ڑے ب ڑے کاموں میں ہاتھ مت ڈالا کرو۔۔پہلے آسان آسان چیزیں بنا سیکھو۔'' وہ چولہا بند کرتے ہوئے اسکو جھڑک رہی تھیں۔''زلیخا۔!!زلیخا۔!!''انھوں نے آواز لگائی تو زلیخا کسی جن کی طرح حاضر ہوئی۔''کہاں تھی تم؟ ا یہ کچھ جلا لیتی تو؟''

''وہ۔۔مجھے اسی نے کہا تھا کہ آپ ہر جا ۔''زلیخا نے کچن کی حا ت زار دیکھی آ سمیٹنی تو اسی کو تھی۔

''ہاں اس نے کہا اور تم چلی گئی۔'' وہ زلیخا پھڑکیں تھیں صفا نے بے چارگی سے زلیخا کو دیکھا جس کی شامت آ چکی تھی۔''اور تم۔چلو ہر۔'' وہ دو ر صفا کی جا ں مڑیں۔

''نہیں۔وہ۔بس تھوڑا سا کام رہ یا ہے۔''اس نے بے بسی سے ٹا ہی میں اپنے فرائیڈ کو دیکھا۔

''ہوتو یہ ہے فرائی۔''انھوں نے ا ٹا ہی کو دیکھا۔

''ہاں۔۔وہ ساس بنانی رہتی ہے۔''اس نے پ جوش ہو کر بتایا تو انھوں نے ت چھی سی نگاہ ڈالی۔''وہ کورین بنا رہی تھی۔''منال نے آنکھیں چھوٹی کیں۔''پچھلی ر غلطی سے ہاٹ ہنی ڈال دیا تھا تو مرچیں ز دہ ہوگئی تھیں۔۔آج نہیں ہوں گی۔'' وہ ا یں مروڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔جوڑے سے کچھ لٹیں نکل کر اسکے چہرے پ جھول رہی تھیں۔منال کو اس پ بہت پیار آ یا تھا۔ وہ مسکراہٹ ضبط کر گئیں۔

''پچھلی ر؟ ہمیں تو کھلایا نہیں پچھلی ر۔''انھوں نے ا ت چھی سی نگاہ ڈالی تو صفا مز سر جھکا گئی۔''ہاں بھئی۔ہمارے اتنے اچھے نصیب کہاں کہ ہم اپنی بہو کے ہاتھ کا کھا کھا سکیں۔۔یہ حق تو صرف ا اہیم کا ہے۔'' صفا نے بے چارگی سے ا جا دیکھا۔۔وہ اسکو چھیڑ رہی تھیں۔

''آ ۔پلیز۔!!''صفا نے کندھے ا دیئے۔تو وہ مسکرا کر اسکے پاس آ ۔۔انھوں نے اسکے ل چہرے سے ہٹائے۔۔صفا نے سمجھی سے دیکھا۔

''ب سے تم آئی ہو۔۔مجھے لگتا ہے جیسے مجھے میری سجل واپس مل گئی ہو۔'' ا واز بھرا گئی۔صفا کے حلق میں آ وں کا گولہ اٹکا۔''ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔اور

میرے گھر کو خوشیوں اور قہقہوں سے بھر دو۔'' انھوں نے صفا کے گال پہ ہاتھ پھیرا تو اسکی سرمئی آنکھوں کے پہرے توڑتا ہوا بہہ نکلا۔ ''ہمارے زخموں پہ مرہم رکھ دو۔ کیوں تم ہی ایسا کر سکتی ہو۔'' صفا نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

''آپ۔۔بہت بڑی بات کہہ رہی ہیں۔'' اس نے اداسی سے کہا تو منال نے اسکو گلے لگا لیا۔

''اور مجھے پتہ ہے کہ تم اس بات کا مان رکھو گی۔'' انھوں نے اسکی پیٹھ تھپکی۔

''میم۔!!''

ان دونوں نے چونک کر دیکھا تو زہرہ دروازے میں کھڑی تھی۔

''ہاں؟'' منال آنسو صاف کرتی ہوئی الگ ہوئی۔

''وہ دینا کے لئے دودھ بنانا تھا۔'' زہرہ نے کہا تو صفا گال پونچھتی ہوئی الگ ہوئی۔

''میں بنا دیتی ہوں۔'' وہ پلٹنے لگی منال نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کوئی ضرورت نہیں۔۔زہرہ دینا کے لئے ہی ہے۔۔اسکو بنانے دو۔۔اور تم اپنی ڈش مکمل کرو۔۔میں یہیں ہوں۔'' وہ اسے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں تو صفا مسکرا کر رہ گئی۔وہ ماں کی طرح اسکی کوکنگ کی نگرانی کر رہی تھیں۔زلیخا نے جلدی جلدی تن سمیٹنے شروع کیے۔آج اسکو اپنا بیسٹ دینا تھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔اسے ٹک ٹوک ویلیم کے مسلم آبادی والے علاقے میں آ کر رکا۔حارۃ المسلمین یہ مسلمانوں کی اکثریت والا علاقہ ہے۔جس کو مسلم کوارٹر بھی کہا جاتا ہے جو کہ یروشلم کے چار بڑے حصوں میں سے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ آبادی والا حصہ مانا جاتا ہے۔تاریخی اہمیت کے علاوہ یہ علاقہ مذہبی اور ثقافتی اعتبار سے بھی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔جہاں قدیم بازار اور مقدس مقامات اپنی مثال آپ ہیں۔

دمشق گیٹ سے اندر داخل ہونے کے بعد وہ ٹک ٹوک اک گلی میں داخل ہوا۔اور اسے بڑے سے گودام کے سامنے جا کر رکا۔وہ دونوں لڑکے ٹک ٹوک سے نکلے تو انھوں نے اک انگڑائی لی۔وہ یقیناً اس طویل سفر سے تھک چکے تھے۔وہ چند گھنٹوں کا سفر توقع کے عکس طویل ثابت ہوا تھا کیونکہ راستے میں سخت پوسٹس سے ہو کر آنا تھا۔حیرت کی بات تھی کہ کسی بھی پوسٹ پہ آج ٹک ٹوک کی اندرونی تلاشی نہ لی گئی۔اک دو جگہ لی بھی گئی تو زیادہ تفصیل سے نہیں کیونکہ ان ٹک ٹوک والوں کے پاس اک خاص پرمٹ تھا۔

ٹک ٹوک کے اندر ابھی تک گھپ اندھیرا تھا۔اس کارٹن سے راشن اور پھلوں کی خوشبو آ رہی تھی۔اور اس میں سے سلوٰی سو رہی تھی۔وہ لڑکے اسے کرا چھوٹے سے کیفے میں داخل ہوئے۔

''چاچا۔!! دو شوارمے لگاؤ۔۔'' ڈرائیور نے کہا اور پانی پینے لگا۔دوسرا لڑکا بھی تھکا سا ڈھے گیا۔

''احمر۔!!!'' ڈرائیور نے دفعتاً اسکو پکارا تو وہ متوجہ ہوا۔''میں آج بہت خوش ہوں بھائی۔'' وہ سرشار سا تھا۔

''ہاں طلحہ میں بھی۔۔تم جانتے ہو ہم کبھی یہ خوراک پہنچا کر آتے ہیں اس رات کتنی سکون کی نیند آتی ہے۔'' اس نے نہال ہو کر کہا تو احمر مسکرایا۔

''ہاں ایسا ہی ہے۔''

''بس کو اطلاع کر دینا کہ خیر سے کام ہو گیا ہے۔''

''ہاں میں کر دوں گا۔'' اس دوران شوارما آ گیا اور وہ دونوں کھانے لگے۔

ٹک ٹوک کے اندر گھٹن کا سا احساس ہوا تو سلوٰی کی آنکھ کھلی۔اس نے خود کو اندھیرے میں پایا۔اک پل کے لئے تو اسکا دماغ گھوم کر رہ گیا۔اسکو یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھی اور ان ڈبوں کے بیچ بمشکل جگہ بنائی۔ٹک ٹوک کے دروازے میں موجود جھریوں سے روشنی کی شعاعیں اندر داخل ہو رہی تھیں۔اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سورج کی کرنوں سے ٹکرا گیا۔جن کا رنگ اب بھورا ہو گیا تھا۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھوری آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

''امو۔!! یوسف۔'' اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں دبائی تھیں۔''امو۔۔معاف کر دیں۔۔یوسف۔۔میرے بھائی۔'' وہ بچی اپنوں کی جدائی میں

پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔اس کے کچے ذہن نے اس سے اتنا بڑا فیصلہ تو کروا دیا تھا اب اس فیصلے پہ قائم رہنے کے لئے اسکو میز کتنے امتحانوں سے گزرنا تھا یہ تو وقت نے طے کرنا تھا۔

''لیلیٰ۔!!ہوش کرو۔سنبھالو خود کو۔''امدادی کیمپ میں کچھ عورتیں جمع تھیں۔وہ لیلیٰ کے پاس آ کھڑی تھیں جو کہ ان کے تئیں بھلی سی بچی تھی۔یوسف اسکے سرہانے رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔

''میری بچی۔۔جانے کہاں ہوگی۔''وہ بخار میں تپ رہی تھی اور اسکی زبان پہ بس ایک ہی نام تھا اور وہ نام تھا سلوی کا۔

''لیلیٰ۔!!اٹھو۔۔اور یہ تھوڑا سا دلیہ کھا لو۔۔تمہیں دوا دینی ہے۔''ایک بوڑھی عورت وہاں پہنچیں جن کے ہاتھ میں ایک پیالی تھی۔۔وہ آ کر لیلیٰ کے سرہانے بیٹھیں۔ اور اسکو سہارا دے کر بٹھایا۔انھوں نے چمچ میں دلیہ ڈال کر سامنے کیا لیلیٰ نے منہ نہ کھولا۔''لیلیٰ کچھ کھا لو۔اَیوں ہی چلتا رہا تو تم مر جاؤ گی اور یوسف کا کچھ خیال کرو۔وہ اکیلا کہاں جائے گا؟''بوڑھی عورت نے ایک ترحم بھری نگاہ پاس بیٹھے روتے بلکتے ہوئے یوسف پہ ڈالی۔۔لیلیٰ نے یوسف کو دیکھا۔

''امو۔!!''وہ بلک رہا تھا لیلیٰ کا کلیجہ پھٹنے کو تھا۔

''میرے بچے۔''لیلیٰ نے یوسف کو اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

''امو۔!!''وہ ہچکیوں میں رو دیا۔''امو۔!! آپ۔! آپ کہاں گئی۔''وہ بلک بلک کر رو رہا تھا اور بس ایک ہی سوال دہرا رہا تھا کہ آپ کہاں گئی؟''امو۔کیا آپ مر گئی؟''

اس کی دبی دبی آواز آئی تو لیلیٰ کا دل بند ہونے لگا۔یوسف کے نزدیک جو لوگ غائب ہوتے تھے وہ مر جاتے تھے۔اسکو بس یہی پتہ تھا کہ ان مرنے کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔بلکل جیسے اسکا باپ ہوا تھا۔

کرداوی مینشن میں گاڑیاں آ کر رکیں تو وہ اپنا کوٹ درست کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔دروازے میں پہنچ کر وہ کسی سے ٹکرایا تھا۔اور وہ جس سے ٹکرایا تھا وہ اب سامنے کھڑی اپنا ماتھا مسل رہی تھی۔حسن نے تاسف سے سر ہلایا۔

''آنکھیں پیچھے لگائی ہوئی ہیں۔''

''سامنے ہی ہیں۔۔یہ آنکھیں بس انہوں کو دیتا ہیں۔''عینا نے ٹھٹھک کر اسکی جانب دیکھا۔

''گڈ۔۔کیونکہ فرشتوں کو دیکھنے کی اوقات نہیں تمہاری۔''وہ اسکو مزید تپاتا ہوا سیڑھیاں پھلانگ گیا۔

''ہونہہ۔ابلیس کی اولاد۔''وہ پاؤں پٹختی پیچھے ہولی۔وہ اپنے کمرے میں پہنچا۔عینا بھی پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔دروازہ کھول کر حسن نے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی رکی۔

''کیا چاہیے؟''وہ ڈپٹ کر بولا۔

''تم سے کچھ نہیں چاہیے اور نہ دلوائے۔''حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔پھر اس نے جلدی سے ان آنکھوں کو سکیڑ لیا۔

''اوہ ریئلی؟ تو پھر مرغی کے چوزے کی طرح پیچھے پیچھے کیوں آ رہی ہو؟''عینا نے جبڑے بھینچ لیئے۔''ایکچولی۔چوزی۔''اس نے ماتھا کھجاتے ہوئے تصحیح کی تھی۔

''تم مجھے آج آفس کیوں نہیں لے کر گئے؟''عینا نے پیر پٹخا۔

''کیونکہ ضرورت نہیں تھی تمہاری۔''

''مجھے تم نے جاب پہ رکھا تھا۔۔اب تم مجھے بنا کسی وارننگ کے جاب سے نہیں نکال سکتے۔''

''اور تمہیں لگتا ہے مجھے وارننگز دینے کی عادت ہے؟''وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

''اگر تمہیں مجھ سے کوئی کام نہیں ہے تو آزاد کر دو مجھے۔''وہ تلملا کر رہ گئی۔حسن نے انگلی سے میں ہلائی۔''کیا چاہیے آخر تمہیں مجھ سے؟''

''تمہاری جان۔''

عینا کا حلق خشک ہوا۔''کک۔کیا مطلب ہے تمہارا؟تم۔تم۔اب بھی مجھے مار نا چاہتے ہو؟''اس نے ہونٹ پر زبان پھیری۔وہ ایک منٹ میں اپنے اصل پر لوٹ آئی تھی۔کچھ دیر پہلے والا ایٹیٹیوڈ ذرا کھو گیا تھا۔اور یہی چیز حسن کے لئے تفریح کا باعث تھی۔

''میں ہمیشہ سے تمہاری جان ہی لینا چاہتا ہوں۔''اسکے سکون میں کمی نہ آئی۔

فائن۔!!تو پھر مار دو مجھے۔۔کیوں زحمت رکھا ہوا ہے؟''عینا نے سر اٹھا کر کہا تھا۔

''تم جانتی ہو۔۔ٹ کرالرز۔ان کا دیکھتے ہی کچل دیتا ہے۔کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اپکڑ کر ایک ڈبی میں رکھ لیتے ہیں۔''وہ ایسے بتا رہا تھا جیسے کوئی بہت دلچسپ کہانی سنا رہا ہو۔''وہ لوگ افیڈ کرتے ہیں اور کچھ وقت کے لئے بٹی کیئر کرتے ہیں ا۔۔اسکے بعد پتہ ہے کیا کرتے ہیں؟''اس نے پوچھا تو عینا نے خالی دماغ کے ساتھ میں سر ہلا دیا۔''ہمم۔وہ دراصل ایک بیٹ ہوتے ہیں۔۔مچھلیاں پکڑنے کے لئے۔۔وہ ان کیڑوں کو استعمال کر کے مچھلیاں پکڑتے ہیں۔''

''ایکسکیوزمی۔!!!''عینا نے تپ کر انگلی کھڑی کی۔''میں کوئی کیڑا مکوڑا نہیں ہوں۔''

''ہمم۔ٹھیک ہے۔تم تتلی ہو۔''کہہ کر وہ پلٹا۔عینا نے مطمئن ہو کر سر ہلایا۔''جس کو ایسے ان کو پکڑنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔''وہ اچھا سا مسکرایا۔عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بند دروازے کو گھورا۔

''ہاں۔!!کل مارکیٹ میں ویکسین سپلائی شروع کر دو۔''اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے فون پر کوئی ای میل ٹائپ کیا تھا۔

''پیٹی لیڈی۔!!جلدی کریں ہمیں دیر ہو رہی ہے۔''صفا آئینہ کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔مرجان تیار سا اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔وہ آج ایک سفید قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔صفا نے پلٹ کر دیکھا تو وہ ششدر رہ گئی۔''کیسا لگ رہا ہوں میں؟''اس نے صفا کی نگاہیں خود پر دیکھیں تو شوخ سے لہجے میں پوچھنے لگا۔صفا نے برش وہیں چھوڑا اور آ کر اسکے سامنے زمین پر بیٹھی۔اسکے کپڑوں کی دیدہ زیب شکنیں درست کیں اور اسکو محبت پاش نگاہ سے دیکھا۔

''ہمیشہ کی طرح ہینڈسم۔''اس نے مرجان کا گال چوما۔اور صاف کیا۔

''اس سے بھی زیادہ؟''مرجان نے ستائش سے پوچھا تو صفا مسکرا کر رہ گئی۔''بتا ں؟''

''نہیں۔۔ان جیسا کوئی نہیں ہے۔''صفا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا جس پر مرجان کا منہ کھل گیا۔''ہاں تو اب میں اس بات سے نہیں سکتی۔''صفا نے اسکے تاثرات کی پرواہ کئے بنا کندھے اچکا دیئے۔

''ٹ میں نے آج ان جیسی ہی ڈریسنگ کی ہے۔''مرجان کو اپنی محنت ضائع ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''اب کیا کیا جا سکتا ہے۔۔وہ میرا پہلا کرش ہیں۔۔میں ان سے غداری نہیں کر سکتی۔''صفا بل جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔مرجان نے ہونٹ کاٹ لئے۔۔صفا نے بال پونی میں قید کرتے ہوئے دفعتاً مرر میں سے اسکو دیکھا تو اسکے دل کو کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔وہ فوراً مرجان کے پاس آئی۔

''لیکن میرا آئی کرش مرجان گورسی ہے۔''اس نے مرجان کو کندھوں سے تھاما اور آہ بھری۔۔مرجان کو اسکی بات سمجھ نہ آئی۔

''یعنی؟''

''یعنی کہ اہیم گورسی کے بعد صفا ابراہیم کو کوئی بندہ متاثر کر سکتا ہے تو صرف اور صرف مرجان گورسی ہے۔''اس نے مرجان کا گال کھینچا۔وہ پہلے الجھا۔پھر اس نے دماغ میں کچھ کیلکولیٹ کیا۔اور پھر مسکرا دیا۔اسکو کچھ تو سمجھ آیا تھا۔اور وہ اسی پر خوش تھا۔کم از کم اسکے بعد کوئی اور صفا کو متاثر نہیں کر سکتا۔

''آر یو شیور؟''اس نے پھر بھی یقین دہانی چاہی۔

''ڈیم شیور۔''صفا نے سر گوشی کی۔

''پھر ٹھیک ہے۔''وہ چھلانگ لگا کر بیڈ پر بیٹھا۔''آپ چاہیں تو مزید تیار ہو جائیں۔۔ایک ہینڈسم لڑکے کے ساتھ جا رہی ہیں۔۔آپکو بھی پیارا دکھنا چاہیے۔''وہ ادائے بے نیازی سے بولا تو صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

قریشی ہاؤس کے . ہر گاڑی آ کر رکی۔تو صفا دینا کو اٹھائے . ہر نکلی۔مرجان اور ی قوت اسکے دا . جا . تھے۔گیٹ کھلتے ہی . یجہ بیگم لان میں سے بھاگتی ہوئی آتی دکھائی دی تھیں۔

''میر چ بچی۔!!'' وہ آ کر صفا سے لپٹ گئیں۔

''امی۔! کیسی ہیں آپ؟'' وہ روہا ہوئی۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ آ پوچھتی الگ ہو ۔اور ا ی قوت اور مرجان کو دیکھا۔انھوں نے ان دونوں کے سر پ پیار کیا اور دینا کا گال چھوا۔

''. . ؟ کہاں ہیں؟'' صفا نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''وہ ا . رہیں۔۔مل لو۔''

'' ۔!!'' صفا ڈری ہوئی تھی۔

''بے فکر رہو۔ا تم سے کوئی گلہ نہیں۔'' انھوں نے کہا تو صفا کو لگا کس نے بہت بھاری پتھر اسکے ی سے ہٹا دی ہو۔وہ سرشاری سی آگے . ڑھی تو سعدیہ اس سے آ کر ملی۔۔وہ اس سے مل کر سیدھا خیام قریشی کے کمرے میں پہنچی تھی۔وہ ہیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ی قوت اور مرجان کو ' یجہ نے اپنے پ س بٹھا لیا تھا۔سعدیہ ان لوگوں کے لئے جوس لے آئی۔وہ چاہتی تھیں کہ صفا اکیلے میں اپنے . پ سے مل سکے۔صفا نے دروازے پ دستک دی تو انھوں نے اسکی جا . دیکھا۔وہ نم آنکھیں لئے کھڑی تھی۔خیام قریشی بے چین سے ہو کر بیٹھے۔

''. ۔۔ . ۔۔ا!'' اس نے بکھری سی آواز میں ا پکارا تو انھوں نے نم آنکھوں سے ہی اسکو پ س آنے کا کہا۔صفا ا ی . ۔ میں ان ۔ پہنچی اس نے دینا کو وہیں بیڈ پ بٹھا ی اور اپنے . پ کے گلے لگ کر رو دی۔خیام قریشی کی آنکھوں سے بھی نمکین پ نی جاری ہوا۔وہ اپنی لخت جگر سے مل کر رو دیے تھے۔جس سے وہ بلاوجہ ' راض رہے تھے۔جس کو انھوں نے اپنے . ٹی کی ز . گی کے عوض فرو . ۔ کر دی تھا۔وہ تو معصوم تھی۔اتنی کہ سخت ہوا ۔ نہ جھیل سکتی تھی اور انھوں نے اسکو جہنم کے ' ھے میں دی تھا۔وہ . ٹی کی محبت میں اس قدر ا . ھے ہو گئے تھے کہ ا اپنی بیٹی کی آہیں سسکیاں سنائی ہی نہ دیں۔ا اپنی بیٹی کے آ دکھائی نہ دیے۔انھوں نے اپنی بیٹی کو بے مول کر دی تھا حالا وہ بھی انہی کا خون تھی۔

کئی لمحے ' رگئے۔پھر وہ آ پوچھتی ہوئی الگ ہوئی۔اور اس نے اپنے . پ کے ہاتھ کی پشت پ بوسہ دی۔اور آ پوچھتی ہوئی دینا کو گود میں اٹھائے ا پ س بیٹھ گئی۔دینا نے ' دن اٹھا کر صفا کے چہرے کو دیکھا۔اور ا ی ' راض سی نگاہ خیام قریشی پ ڈالی۔اسکی میں صفا کو رلانے والے خیام قریشی تھے اس لئے وہ ان سے ' راض تھی۔خیام قریشی نے دفعتاً دینا کو دیکھا جو گھور رہی تھی۔وہ مسکرا دیئے انھوں نے دینا کے سر پ ہاتھ رکھا۔اور ا ی لمحے کو اسے دیکھ کر رہ گئے۔صفا نے جھک کر دینا کے . ل چومے۔''سجل جیسی ہے ' ں؟'' اس نے خیام قریشی کی نگاہوں کو سمجھتے ہوئے کہا تو انھوں نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا ی۔اور پھر خیام قریشی نے ہاتھ جوڑ دیئے۔صفا نے ٹ پ کر ا ہاتھ تھامے۔

''مجھے۔۔معاف کر دو میری بیٹی۔!!'' وہ ' ٹ ' ائے تو صفا کا دل بند ہوا۔''میں نے تمہیں بے مول کر دی۔۔مجھے معاف کر دو۔'' صفا کی آنکھیں ا . رپھر سے بہہ نکلی تھیں۔اس نے میں سر ہلا ی۔''میں نے تم پ اپنے گنہگار ٹی کو ' یح تھی۔۔مجھے معاف کر دو۔'' وہ کہتے جا رہے تھے۔''شا ی میرا اللہ مجھے اس کے لئے معاف نہ کرے۔۔ تم۔تم معاف کر دو۔''

''نہیں . ۔! آپ۔آپ مجھے گنہگار مت کریں پلیز۔'' اس نے اپنے . پ کے ہاتھ چومے۔''اللہ نے آپکو معاف کر دی ہے۔وہ ' امت کو قبول کرتا ہے۔آپ ' دم ہیں۔اور اللہ کبھی ' دم کے آ ر د نہیں کرتا۔پلیز۔ایسا مت سوچیں۔اور۔میں۔میں تو محبت کرتی ہوں آپ سے۔آپ مجھے ذبح کر دیں ' . بھی محبت کرتی رہوں گی۔کیو آپ میرے . . ہیں۔۔مجھ پ اور میری جان پ آپکا حق ہے۔پلیز۔ایسا مت کہیں۔'' وہ بول رہی تھی جبکہ خیام قریشی ی ٹ سے اسکو دیکھے گئے۔وہ . اتنی . ڑی ہو گئی تھی۔وہ جان ہی ' ئے۔

''یس۔یس۔ڈونٹ۔سے۔'' دینا نے صفا کی ہاں میں ہاں ملائی۔تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔وہ آنکھیں مٹکا مٹکا کر اسکو دیکھ رہی تھی۔اسکو لگا کہ اسکی ہاں میں ہاں نے سے صفا خوش ہو جائے گی۔خیام قریشی نے حیرت سے دیکھا۔اور پھر وہ دونوں باپ بیٹی مسکرا دیئے۔دینا بھی خوش ہو گئی۔

عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ابراہیم گھر واپس آیا۔زوہا اپنا کوٹ اتارتے دوسرے میں موبائل پکڑے وہ مصروف سا لاؤنج میں داخل ہوا۔اور آ کر صوفے پہ تھکے سے انداز میں ڈھے گیا تھا۔اس نے اپنا سیاہ کوٹ ایک طرف رکھا اور اپنی ٹائی ڈھیلی کی۔لاؤنج میں خاموشی تھی۔اس نے دائیں ہاتھ سے اپنا ماتھا مسلا۔۔اور ٹیک لگا گیا۔

''صفا۔!!''اس نے آواز لگائی کوئی جواب نہ آیا۔''ماما۔!!''اس نے اب کی بار منال کو پکارا۔جو کہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دی تھیں۔

''آ گئی۔آ گئی۔!!'' وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آئی اور کچن میں چلی گئیں۔پانی کا گلاس لا کر اسکو تھمایا۔اور آ کر سامنے بیٹھ گئیں۔

''گھر والے کہاں ہیں؟''اس نے گلاس واپس رکھتے ہوئے پوچھا تو منال نے اچنبھے سے دیکھا۔''کیا ہوا؟ کہاں ہیں سب لوگ؟''اس نے ایک بار پھر سے دن موڑ کر دیکھا سیڑھیوں سے کوئی آمد نہ ہوا۔

''بھول گئے؟ تم نے ہی اسکو اجازت دی تھی قریشی ہاؤس جانے کی۔''منال نے افسوس سی اسکی جانب دیکھا۔ابراہیم چونکا۔

''اوہ۔ہاں۔اچھا۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور دوبارہ ٹیک لگا گیا۔دفعتاً اس نے موبائل نکال کر دیکھا۔تو میسجز آئے ہوئے تھے۔ابراہیم نے یوں ہی ایس ایم ایس کھولے۔

''السلام علیکم۔!!میں اور بچے ہم۔۔۔کی طرف جا رہے ہیں۔''اسکے بعد دو تین منٹ کا وقفہ تھا۔اور پھر سے ایک میسج تھا۔''آپکو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ن؟'' پھر سے دو منٹ کا وقفہ تھا۔شاید وہ اسکے جواب کی منتظر تھی۔'' آپ نے صبح کہا تھا۔اس لئے اب میں جا رہی ہوں۔'' پھر سے تین منٹ کا وقفہ تھا۔ابراہیم کے مسکراہٹ میں ڈھلے۔''ٹھیک ہے نہ دیں جواب۔۔ میں نے بتا دیا ہے آپکو۔۔ہم لوگ جا رہے ہیں۔۔شام کو آ جایئے گا۔''ابراہیم نے اٹھائے۔''اچھا۔وہ کچھ اور بھی تھا۔'' ایک کنفیوژڈ سا ایموجی تھا۔ابراہیم نے بھنویں سکیڑیں۔''وہ۔میں نے کچھ بنایا ہے آپ کے لئے۔۔آ سے کہیں وہ کم کر دیں گی۔''ابراہیم کے چہرے پہ ایک خوشگوار سا احساس تھا۔جس کو منال نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔اور وہ منظر اسکے لئے کسی نعمت سے کم نہ تھا۔اسکی بیٹی کی خوشیاں لوٹ رہی تھیں۔اور اسکی وہ خوشیاں عزیز تھیں پھر چاہے ان خوشیوں کے عوض پوری کائنات ہی کیوں نہ لٹانی پڑتی۔ابراہیم نے موبائل دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور ٹائپ کرنے لگا۔

''اگر بناء پوچھے جا سکتی ہو تو اپنی مرضی سے آ بھی سکتی ہو۔''اس نے نچلا لب دانتوں میں دبایا۔اور موبائل ایک طرف رکھا۔

''ماما۔!کھانے میں کیا بنا ہے؟''اس نے تجسس سے پوچھا۔

''مجھے لگا تم لنچ کر چکے ہو۔۔اور یہ تو وقت بھی نہیں ہے لنچ کا۔۔باقی صفا اور بچے شاید ڈنر کر کے آئیں۔۔تم بتا دو ڈنر میں کیا بناؤں؟ اور اگر ابھی بھوک ہے تو بتاؤ کچھ بنا دیتی ہوں۔''انھوں نے تفصیل بتائی تو ابراہیم کا چہرہ اتر گیا۔

''نہیں نہیں اتنی کوئی خاص بھوک نہیں ہے۔''منال اسکے تاثرات سے بہت محظوظ ہوئی تھیں۔''ویسے کیا کچھ بنا نہیں پڑا؟ دوپہر کا کچھ بچا ہوا؟''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو منال نے مصنوعی سنجیدگی لیے میں سر ہلا دیا۔''اچھا؟ چلیں۔میں چینج کر لوں۔۔ڈنر ہی کروں گا اب۔''کہہ کر اس نے کوٹ اٹھایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔منال نے مسکراہٹ ضبط کی۔

''بندہ جھوٹ تو نہ بولے۔اگر کچھ بنا نہیں سکتا۔''وہ سوچ کر رہ گیا۔

''کتنی پیاری ہے یہ؟'' یحیٰ نے اپنی گود میں بیٹھی دینا کا گال کوئی دسویں بار چوما تھا۔جس پہ دینا پہلے کی طرح کھلکھلائی تھی۔اور صفا نے نہال ہو کر اسکو دیکھا۔''اسکو میرے پاس چھوڑ جاؤ تم۔''انھوں نے دینا کو خود میں بھینچتے ہوئے کہا تو صفا نے مسکرا کر دیکھا۔

''اسکے ۔پ کی جان بستی ہے اس میں۔''اس نے محبت پ ش نگاہ دینا پ ڈالی۔''اچھا امی۔!یقوت اور مرجان کہاں ہیں؟''اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''سعدیہ کے ساتھ مورد یکھنے گئے ہیں۔''

''کیا مور؟وہ ۔ رکھا؟''صفا نے حیرت سے ا جا۔ دیکھا۔

''زریب لا یتھا کچھ دن پہلے۔۔بہت خوبصورت ہے۔''

''مجھے بتا یا نہیں آپ نے؟''صفا اٹھنے لگی تو ۔ یجہ نے اسکو بٹھالیا۔

''تمہیں ا ۔ ت بتانی ہے۔''انھوں نے رازداری سے کہا تو صفا ٹھٹکی۔''زریب۔۔وہ کسی کو پسند کرتا ہے۔''وہ مسکراہٹ د بائے بولیں تو صفا نے سوالیہ وں سے دیکھا۔

''کس کو۔؟اور آپ اتنی خوش کیوں ہیں؟''صفا نے دیکھا وہ۔ ۔ سے آئی تھیں ۔ یجہ بہت خوش تھیں۔وہ اور سعدیہ بھاگ بھاگ کر ڈ ۔ کا اہتمام کر رہی تھیں۔حالا ابھی بہت وقت تھا اور صفا۔ رہا کر چکی تھی کہ وہ لوگ کھا ۔ گھر جا کر ہی کھا گے۔

''سعدیہ کو۔''انھوں نے مسکرا کر بتا یا تو صفا کا منہ کھل ۔ ۔ ۔ یجہ نے ہنستے ہوئے اسکا منہ بند کیا۔''میرا بھی یہی ری ایکشن تھا۔اور تو اور جناب نے ڈا ۔ پ وپوز کیا ہے۔یعنی سیدھا آ کر کہا کہ شادی کرنی ہے اور صبح رشتہ لے کر آ رہا ہوں۔''وہ محظوظ سے ا ۔ ازمیں بتا رہی تھیں اور صفا پ حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔''اور آج رات آ رہا ہے ڈ ۔ پ اپنی بہن کے ساتھ۔''انھوں نے صفا کے ہاتھ پ ہاتھ مارا تو اسکا سکتہ ٹوٹ۔

''اس سعدیہ کی بچی کو تو میں پوچھتی ہوں۔۔چھپ چھپ کر عشق لڑاتی رہی اور مجھے خبر ۔ نہیں ہونے دی۔''صفا کا صدمے سے۔ احال تھا۔

''وہ تو خود شاک میں تھی۔۔کہتی ہے اچا ۔ سے آ کر کہا ہے اس نے۔''

''امی بس کریں آپ۔۔اچا ۔ سے کچھ نہیں ہوتا۔۔یقیناً پہلے سے میچ تھا۔''صفا نے سر جھٹکا۔اسکی اتنی اچھی دو ۔ نے اس سے سچائی چھپائی تھی صفا کو غصہ آ رہا تھا۔

''اچھا کریں اس سے لڑائی بھی۔۔ پہلے مجھے تو بتاؤ۔''انھوں نے سنجیدگی سے پوچھا تو صفا نے ا جا۔ دیکھا۔''تم خوش ہو؟''وہ روہا ہو تو صفا مسکرا دی۔ اس نے ۔ یجہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔''مجھے اس سے کچھ اچھے کی امید تو نہیں ہے۔ ۔۔''وہ بول نہ سکیں۔

''نہیں امی۔!ایسی کوئی ۔ ت نہیں ہے۔میں۔خوش ہوں۔''اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ محبت کرتا ہے؟''انھوں نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔۔تو صفا کے حلق میں کا سے چبھے۔اس ۔ ت کا جواب نہیں تھا اسکے پ س۔''بتاؤ مجھے۔۔کیا محبت کرتا ہے؟''صفا نے پلکیں اٹھا تو اسکی آنکھیں و یان تھیں۔اور ۔ یجہ کو جواب مل ۔ یا تھا۔انھوں نے غیر یقینی سے صفا کی جا۔ دیکھا۔

''کرتے ہیں۔''صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''تو پھر؟تم۔ایسے کیوں؟کیا ہوا ہے؟کیا اس نے کچھ کہا ہے؟''۔ یجہ کا دل۔ ی طرح دھڑک رہا تھا۔

''امی۔!!''صفا نے ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا ۔ را اور مسکرائی۔''وہ میرے سارے حقوق ادا کرتے ہیں۔۔میرا خیال ر ۔ تے ہیں۔۔احساس کرتے ہیں۔''

''اور محبت؟''۔ یجہ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''محبت وہ شروع سے ہی کرتے ہیں۔۔بچپن سے میں ا عزیز ہوں۔۔اور وہ یہی کہتے ہیں۔''صفا نے دینا کا ہاتھ پکڑا۔اور اسکو سہلانے لگی۔

''نہیں۔۔میں اس محبت کی ۔ ت نہیں کر رہی۔صفا۔!!''

''امی۔!محبت۔محبت ہی ہوتی ہے۔پلیز۔آپ ان ۔ چیزوں کے ۔ رے میں مت سوچیں۔میرے لئے انکا ۔ م اور انکا ساتھ کافی ہے۔۔مجھے مزید کی تمنا نہیں۔''اس نے دینا کا ہاتھ چوما۔دینا غور سے صفا کو دیکھ رہی تھی جو کہ اسکو کچھ اداس سی محسوس ہوئی۔اس نے ۔ نہیں پھیلا تو صفا نے اسکو اپنی گود میں اٹھا لیا۔

''کیا ہوا میری چندا۔!!''صفا نے مسکرا کر اسکا گال چوما۔دینا نے صفا کے گال پ ہاتھ پھیرا۔صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''دینا میجک؟''اس نے اچا ۔ سے کہا تو صفا نے حیران ہو کر دیکھا کیو اسکو کوئی چوٹ نہیں لگی تھی اور دینا کا میجک تو چوٹ کو ٹھیک کیا کر تا تھا۔

'' مجھے چوٹ نہیں لگی۔''صفا نے حیرت سے جواب دیا۔ دینا نے کچھ سنے بنا اسکے گال چومے۔تو ۔ یجہ نے حیرت سے منہ پہ ہاتھ رکھا۔دینا اسکے گلے میں بانہیں حمائل کر گئی۔

''کتنے سیانے اور ہوشیار بچے ہیں یہ؟'' ۔ یجہ نے اچھنبے سے دینا کو دیکھا جو کہ صفا نے گلے کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔کیو وہ صفا کی اداسی بھا ۔ گئی تھی۔

''کیو ا ماں ذہین تھی امی۔''صفا نے اداسی سے دینا کی پیٹھ سہلائی۔ ۔ یجہ نے خالی خالی وں سے صفا کو دیکھا۔

''کیسی تھی وہ؟''اچا ۔ سے آج انھوں نے سوال کیا تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''وہ۔وہ ایسی تھی کہ اسکو پ کرا ان کو پھر کسی اور شے کی تمنا نہ رہے۔وہ روحوں کو سیراب کرنے کی طاقت ر تھی۔'' ۔ یجہ نے حیرت سے اسکو دیکھا۔وہ اپنی سوتن کے ر ے میں ب ت کر رہی تھی۔اور یہ ب ت ۔ یجہ کے لئے حیران کن ہی تھی۔''وہ ذہین تھی۔قابل۔اور پ اعتماد۔وہ ا مکمل عورت تھی جو کہ مکمل روحوں کو بھی مکمل کر دے۔''صفا ہوا میں گھورے جا رہی تھی۔جیسے وہ غائبانہ طور پ حور یہ کو دیکھ رہی ہو۔

''امی۔!اس عورت میں انسکیو رٹی ۔ می کوئی شے نہ تھی۔کیو وہ خود مکمل تھی۔اور آپ جا ہیں جو روح مکمل ہو۔وہ پھر انسکیو ر نہیں ہوتی۔ایسی روحیں خود بھی پ سکون رہتی ہیں اور خود سے جڑے لوگوں کے لئے بھی ۔ ش سکون اور را ۔ ہوتی ہیں۔'' اس نے دینا کو سامنے کیا اور مسکرا کر اسکے گال چومے۔دینا نے اسکو مسکراتے ہوئے دیکھا تو خود بھی کھلکھلائی۔

اسی دوران ۔ قوت اور مرجان بھی لاؤنج میں داخل ہوئے۔ا پیچھے پیچھے سعدیہ چلی آ رہی تھی۔صفا نے ا خفا سی نگاہ سعدیہ پ ڈالی تو وہ ۔ ی طرح ہڑ ب ائی۔

'' پ یٹی لیڈی۔!ہم نے مور دیکھا۔۔یونو وہ بہت پ یٹی ہے۔''مرجان اب پ جوش سا اسکو بتا رہا تھا جبکہ ۔ قوت صوفے پ آ کر بیٹھ ۔ اور مرجان سکے سامنے کھڑا تھا۔ ۔ یجہ مرجان کی پ جوشی دیکھ کر مسکر دیں۔

''کیا واقعی؟اتنا پ یٹی تھا؟''صفا نے ا واٹھائے۔

''ہاں۔وہ پ یٹی تھا۔ ٹ ۔''کہتے ہوئے وہ ا پل کو خاموش ہوا۔صفا نے آنکھیں چھوٹی کیں۔''۔ ٹ آپ سے ز دہ نہیں۔''اس نے سنجیدگی سے کہا تو ۔ یجہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔جبکہ صفا کھل کر مسکرائی تھی۔''ہاں۔اسکے ل اچھے تھے مجھے آپکے ل پسند ہیں۔''مرجان نے پوری سنجیدگی سے بتا ۔ تو ۔ یجہ نے منہ پ ہاتھ رکھا۔اور حیرت سے صفا کو دیکھا۔وہ ہنستی رہی۔

'' ۔ یجہ۔!!کیا ہم اسکو اپنے ساتھ لے جا ؟''وہ اب سیاہ آنکھیں مٹکا رہا تھا۔ ۔ یجہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے پ س کھینچا۔''وہ ز دہ پ یٹی تو نہیں ہے۔ ٹ مرجان کو پ یٹی چیزیں کلیکٹ کرنے کا شوق ہے۔اس لئے مجھے وہ چاہیے۔''اس نے مز وضا ۔ دی۔

'' ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ ز دہ پ یٹی نہیں ہے؟''

''ہاں۔ ۔۔جانوروں میں وہ پ یٹی ہے۔۔ا نوں میں پ یٹی لیڈی ہی پ یٹی ہیں۔''اس نے ٹ ی چالاکی سے مور کو کیٹگر ائیز کر دیا تھا۔ ۔ یجہ نے سر جھٹکا۔''بتا ۔ یجہ۔!!''

''مجھے ۔ نو کہہ ۔ ہو تم۔'' ۔ یجہ نے اسکی تصحیح کی۔

''نہیں۔۔میں منال کو بھی دادو نہیں کہتا۔۔ا آپکو ۔ نو کہا تو پھر ا فی ہو جائے گی۔''صفا نے افسوس سے اس ڈرامے ب زمنصف کو دیکھا تھا۔

''صفا۔!!تمہارا فون بج رہا تھا۔''سعدیہ نے اسکو فون لا کر پکڑایا تو اس نے فوراً موبائل سکرین دیکھی۔اور پھر لمحے کے ہزارویں حصے میں اسکا چہرہ سرخ پ ڑا تھا۔ ۔ یجہ کو اسکے چہرے کی وہ سرخی بہت پسند آئی تھی۔اور انھوں نے دل ہی دل میں ۔ جانے کتنی دعا دی تھیں۔

''امی۔!میں کال سن کر آئی۔''اس نے دینا کو ا حوالے کیا اور خود لان میں چلی آئی۔

'' ۔ یجہ۔!!آپکے شوہر کہاں ہیں۔''مرجان نے ادھر ادھر گھماتے ہوئے کہا تو ۔ یجہ کی آنکھیں ب رپھر سے پوری کھل گئیں تھیں۔ ۔ قوت ٹی وی ریموٹ ہاتھ میں

پکڑے بیٹھا کوئی ڈاکیومینٹری دیکھ رہا تھا۔جبکہ اب مرجان ٔ یجہ کا انٹرویو کرنے کے موڈ میں تھا۔اور ٔ یجہ نے ا۔ گہری سانس بھر کے خود کو اس انٹرویو کے لئے تیار کر لیا تھا۔

''السلام علیکم۔!!''صفا نے لان میں ا۔ جھولے پ۔ ۔ ہوئے کہا تھا۔ادھر ا۔ اہیم کو کہ نہا کر نکلا تھا۔ا۔ سفید کرتہ شلوار پہنے اب آ ئ۔ کے سامنے اپنے ۔ل بنا رہا تھا۔موبائل سپیکر پ تھا۔اس نے فون سکرین کو دیکھا۔

''وعلیکم۔السلام۔!'' اس نے ایسے جواب د۔ جیسے فون صفا نے کیا ہو۔صفا الجھ کر رہ گئی۔

''کیسے ہیں آپ؟ کھا ٔ کھا لیا؟''اس نے ہو ٹ چباتے ہوئے پوچھا تھا۔

''تمہیں کیا۔؟''وہ موبائل اٹھا ۔ ہوا آ کر بیڈ پ۔ دراز ہوا۔

''کیا مطلب؟ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟''صفا کے چہرے کی سرخی ما ٔ پڑی تھی۔

''مطلب میرے بچوں کو تم لے گئی۔۔گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے۔۔میں یہاں بھوکا پیاسا بیٹھا ہوں۔اور تم وہاں عیش کر رہی ہو۔۔تمہاری امی تو تمہاری خوب خاطر تواضع کر رہی ہوں گی۔۔اور یہاں میں بھوک سے مر رہا ہوں۔''اس نے مصنوعی ٔ راضی لئے ا۔ ہی سانس میں سارے شکوے گنوا دیئے تو صفا کا منہ کھل ۔۔

''آپ۔آپ سے پوچھ کر آئی ہوں۔۔صبح ہی تو آپ نے اجازت دی تھی۔اور۔اور میں نے اتنے میسجز کئے تھے۔انکا کیا؟ اور کھا ٔ۔۔میں نے کچھ بنا۔ تھا آپ کے لئے۔''صفا نے ہلکان ہوتے ہوئے سارے شکووں کے جواب دیئے۔

''ہاں۔صبح ۔ت ہوئی تھی۔۔ جانے سے پہلے پوچھنا چاہیے تھا۔۔اور کہاں بنا کر رکھا ہے؟ کچھ بھی تو نہیں ہے۔۔اب تم نے جھوٹ بھی بولنا شروع کر د۔؟''

''۔اللہ۔!!''صفا ہلکان ہوئی تھی۔''ا۔ اہیم۔!!میں جھوٹ نہیں بول رہی۔۔میں نے واقعی میں آپکے لئے فرائیڈ بنا۔ تھا۔اور ماما سے کہا تھا آپکو م کر کے دے دیں۔'' چہرے کی سرخی زائل ہو چکی تھی۔

'' ماما نے کہا کہ کچھ نہیں بنا۔تم نے۔۔اور یہ فرائیڈ کون م کرتہ ہے؟''اس نے الٹا صفا کو آڑے ہاتھوں لیا۔صفا کا دماغ بند ہونے لگا۔اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کیو منال کبھی بھی جھوٹ نہیں بولیں گی۔اسی دوران ا۔ اہیم کے کمرے کا دروازہ کھلا تو منال ہاتھ میں ا۔ پلیٹ لئے ا۔ ردا خل ہو ۔وہ مسکرا رہی تھیں۔ا۔ اہیم نے ہو ں پ انگلی رکھ کر ا خاموش رہنے کا کہا۔وہ الجھیں۔اور پلیٹ اسکے سامنے رکھ دی۔۔فون کے پ۔ رخاموشی تھی۔

''اب بتاؤ۔کیا ماما نے جھوٹ بولا ہے؟''

''نن۔نہیں۔''وہ منمنائی۔منال نے حیرت سے ا۔ اہیم کی جا ٔ دیکھا۔''مجھے ہی د۔نہیں رہا ہوگا۔۔شا۔ میں کسی ہیلوسینیشن کا شکار ہو گئی تھی۔''ا۔ اہیم نے حیرت سے ا۔ واٹھائے۔''آئی ایم سوری۔''آ ٔ کار اس نے اپنا تکیہ کلام دہرا۔ تھا۔اور ا۔ اہیم گہرا مسکرا۔۔منال نے ت۔ سف سے اسکو دیکھا۔اور وہاں سے چلی گئیں۔

''ہمم۔تو اب تم ہیلوسینیشنز کا بھی شکار ہونے لگی ہو؟ افسوس ہوا۔۔پہلے والی بیماری کا ابھی ت۔ علاج نہیں ہوا اور دوسری بیماری پ۔ل لی تم نے۔''اس نے افسوس سے کہتے ہوئے کا۔ پیس منہ میں رکھا۔اور حیرت سے سکرین کو دیکھا۔وہ واقعی لذ۔ بنا ہوا تھا۔''ساری ز ٔ گی تمہارا علاج کروا ت۔ رہوں؟''

''نن۔نہیں۔''اسکی مدھم سی آواز گو ۔اور کچھ د۔ مکمل خاموشی چھائی رہی۔

''دینا کہاں ہے؟''ا۔ اہیم نے ا ٔ۔ یں چاٹتے ہوئے پوچھا۔صفا کے حلق میں تو پہلے ہی درد اٹھا تھا۔وہ بول ت۔ نہیں پ۔ رہی تھی۔''بولو۔میرے بچے کہاں ہیں؟ ہیلوسینیشز کے چکر میں ا کہیں چھوڑ تو نہیں آئی۔''اس نے محظوظ سے ا۔ از میں کہا تو صفا نے حیرت اور رنجیدگی سے فون سکرین کو دیکھا۔

''ا۔ اہیم۔!!''اسکی آواز ر۔ ھ گئی۔''آپ۔۔ایسا کیسے سوچ ت۔ ہیں؟''

''تم نے ابھی کہا کہ تم خیال اور حقیقت میں فرق نہیں کر سکتی۔''اس نے کندھے اچکا دیے۔صفا خاموش ہو گئی۔وہ اس سے۔۔ت۔ نہیں سکتی تھی۔

''کیوں مس سٹر؟ بولتی بند ہو گئی؟''اسکے ا۔ از سے شرارت جھلک رہی تھی۔ صفا کے حلق میں اٹھتا درد ٔ قابلِ۔ دا ۔ت ہو رہا تھا۔

''اوکے اوکے۔اب رو۔ مت۔''وہ جلدی سے بولا ت۔ ۔ ا۔ آ اسکے گال پ۔ بہہ نکلا تھا۔صفا نے ا۔ ہچکی لی۔''کم آن۔!!''وہ۔ ی طرح پچھتا۔ تھا۔''اتنا سا مذاق نہیں سمجھتی تم۔؟ کیا کرو گی تم لڑکی؟'' دوسری جا ٔ سے کوئی جواب نہ آ۔ البتہ سسکیاں گونج رہی تھیں۔ا۔ اہیم اب۔ ی طرح پچھتا رہا تھا۔'' آج اچھا بنا ہوا

تھا۔''اس نے بھرپائی کرنا چاہی۔ دوسری جانب سے کوئی ردعمل نہ آیا۔''میسجز پڑھ لئے ہیں میں نے۔''اب وہ سچ بولنے پہ اتر آیا تھا۔۔ مقابل پہ کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔''واپسی پہ تم لوگوں کو آئس کریم کھلاؤں گا۔''اس نے اب رشوت دینا چاہی۔صفا نے کنکھیوں سے پوچھی۔

''اگر تم نے ایسا اور آج بہانا تو ابھی یہ آجاؤں گا تم لوگوں کو اور پھر ساری زندگی قریشی ہاؤس کی شکل نہیں دیکھو گی تم۔''اور پھر آخر کار وہ اپنے طریقے پہ اتر آیا تھا۔ جو کہ دھمکانے کا طریقہ تھا۔صفا نے فوراً چہرہ رگڑا۔

''نن۔نہیں تو۔میں نہیں رو رہی۔کس نے کہا میں رو رہی ہوں۔اور۔اور میں کیوں روؤں گی بھلا۔''وہ ہڑبڑائی تو ابیہم نے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹ دیا۔

''نہیں۔رو لو تم۔اچھے سے رو لو۔ تیار ہو جاؤ۔آ رہا ہوں میں۔''

''نہیں نہیں۔نہیں رو رہی میں۔''

''میری چپل کہاں گئی۔''وہ بیڈ پہ ٹہلتا ہوا تھا ظاہر یوں کر رہا تھا جیسے کہ آنے کی تیاری کر رہا ہو۔

''ا۔ابیہم۔!!دیکھیں۔۔میں تو مسکرا رہی ہوں۔۔بلکہ ہنس رہی ہوں۔۔دیکھیں۔''صفا مصنوعی ہنسی تو ابیہم نے لئے اپنی ہنسی پہ ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

''اچھا؟چلو مان لیتا ہوں۔''صفا نے ایک گہری سانس خارج کی۔''کیا ہو رہا تھا؟''اس نے نارملی پوچھا۔

''کچھ نہیں امی سے بات کر رہی تھی۔''

''میری شکایت ہی لگائی ہوں گی۔جانتا ہوں۔اور تمہاری امی نے تو ویسے ہی بیڑا اٹھایا ہوا ہے مجھ سے۔''

''میں کیوں شکایتیں کروں گی۔اور امی کو آپ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔وہ تو آپکی حرکتیں ہی ایسی ہیں۔کہ۔''صفا نے دانتوں میں زبان دبائی۔

''کیا کیا۔میری حرکتیں؟''

''کچھ نہیں۔۔وہ۔مجھے امی بلا رہی ہیں۔''

''صفا فون بند نہ کرنا ورنہ مجھ سے برا نہیں ہو گا۔''

''آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں۔''اس نے فون بند کر دیا تو ابیہم نے حیرت سے بند سکرین کو گھورا۔

رات ہو رہی تھی۔اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

''کیا میں رسم کر دوں؟اجازت ہے؟''ایمان آپی نے پوچھا تو صفا نے ساتھ بیٹھی سعدیہ کو ٹہوکہ رسید کیا۔وہ مزید سر جھکا گئی۔جبکہ سامنے بیٹھا زریب مسکراہٹ دبائے سعدیہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔جو کہ اس وقت لال پیلی ہو رہی تھی۔

''ہاں بیٹا کیوں نہیں۔''خیام قریشی نے کھلے دل سے اجازت دی۔تو ایمان آپی اٹھ کر آگے بڑھیں۔انھوں نے ٹیبل پہ پڑی ایک ٹوکری میں سے چیزی اٹھائی اور سعدیہ کے سر پہ رکھ دی۔صفا اٹھ کر یاقوت اور مرجان کے پاس آ کر بیٹھی۔اور زریب کو سعدیہ کے ساتھ بٹھایا۔

''پیٹی لیڈی۔!!''مرجان نے سرگوشی کی۔

''ہاں؟''

''سعدیہ کے سر پہ دوپٹہ تو آلریڈی تھا پھر یہ دوپٹہ کیوں؟''صفا مسکرائی۔

''یہ رسم ہے۔اسکو چیزی کہتے ہیں۔''

''چن۔ری۔''مرجان نے اٹک اٹک کر دہرایا۔''تو پھر آپ نے کیوں نہیں پہنی تھی۔آپ پہ زیادہ سوٹ کرتی یہ۔ابھی سعدیہ سے لے کر دوں؟آپ پہن کر دیکھیں ذرا۔''اس نے سنجیدگی سے کہا تو صفا نے مرجان کو کہنی ماری۔

''مرجان۔!!میری جان۔!!یہ اسکی رسم ہے۔اس لئے یہ چیزی بھی اسی کی ہے۔اور میری شادی تو ہو گئی ہے نا۔''

''تو پھر یہ رسم۔آپ نے کیوں نہیں کی؟''صفا نے تکان سے اسکی جا. دیکھا۔

''کیو ۔!تمہارے.. کو رسمیں پسند نہیں تھیں۔''صفا نے سارا ملبہ ا. اہیم پ ڈالا۔

''صفا آ !ویسے مرجان ٹھیک کہہ رہا ہے۔آ پکی شادی کی مجھے بھی سمجھ نہیں آئی۔اتنی جلدی؟ آئی مین نہ کوئی مہمان۔نہ کوئی سیلیبر ؟میں نے تو آ۔ کو بھی انوائ ٹ کر. تھا۔'' قوت نے بھی لگے ہاتھوں شکا۔ کی تھی۔صفا دا۔ کچکچا کر رہ گئی۔سعدیہ کی رسمیں دیکھ کر ان دونوں کے اپنے ارمان جاگ گئے تھے جو پورے نہیں ہوئے تھے۔

''ویسے اچھا کیا آپ نے۔۔سادہ سی شادی کی۔۔کوئی ضرورت نہیں غیر ضروری لوگوں کو انوائ ٹ کرنے کی۔''مرجان نے فوراً اپنی ب. لی تو صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''اور ویسے بھی۔یہ۔چن۔واٹ ایور۔کچھ خاص نہیں لگ رہی۔۔آپکا وہ ڈریس زی. دہ اچھا تھا۔'' اس نے صفا کا وہ سفید غرارا یاد کیا تھا۔صفا سر جھٹک کر رہ گئی۔

ا. اہیم لاؤنج میں بیٹھا تھا۔سفید کرتے کے کف فولڈ کئے ہوئے تھے اور اب کاٹن کے سوٹ میں سلوٹیں پ چکی تھیں کیو وہ شام کو سو۔ تھا۔اور اب اٹھا تھا۔سفیان گورسی اسکے ساتھ ہی تھے۔اس نے کوئی بیسویں. رگھڑی کو دیکھا تھا۔

''لے آؤ جا کر۔''سفیان گورسی نے ٹی وی سکرین پ نگاہیں جمائے ہی کہا تھا۔وہ اسکی بے چینی بھا. گئے تھے۔ا. اہیم ہڑ.ا۔

''نہیں۔۔آ جا گے خود ہی۔۔ڈرائیور وہیں ہے۔''وہ نگاہیں پھیر۔۔

'' تمہاری بے چینی بھی تو کم نہیں ہو رہی۔''وہ محظوظ سے بولے تھے۔

''میں نے کیوں بے چین ہو۔۔آ جا گے۔''وہ اپنا مو. ئل نکال کر بیٹھا۔

''آپ ہمیں ۔ نہیں آ گے؟''سکرین پ میسج نمودار ہوا تو ا. اہیم فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔سفیان گورسی نے دن موڑ کر دیکھا۔

''وہ۔ڈرائیور کا میسج تھا۔۔گاڑی کا مسئلہ ہو۔ ہے۔۔مجھے خود جا. ہوگا۔''وہ اپنے کپڑوں کی سلوٹیں در ۔ کرتا بولا تو سفیان گورسی نے آنکھیں چھوٹی کیں۔''میں آ۔ ہوں۔''وہ چابی اٹھا۔ نکل ۔۔پیچھے سفیان گورسی سر جھٹک کر رہ گئے۔

رسم ہو چکی تھی۔زریب اور سعدیہ ساتھ ہی بیٹھے تھے۔زریب نے سعدیہ کے کان میں. جانے کیا سرگوشی کی کہ اسکا چہرہ لال ہو۔ تھا۔اور صفا مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔سعدیہ کے لئے زریب ا۔ بہترین چوائس تھی اور صفا کو زریب بہت پسند تھا۔وہ ا۔ اچھا اور سلجھا ہوا ان تھا۔کسی بھی دو نمبری سے دور صاف شفاف دل کا مالک۔جو رشتوں کی اہمیت کو جا تھا اور ا نبھانے کا ہنر ر. تھا۔صفا کے مو. ئل کی بپ ہوئی تو اس نے چو. کر فون دیکھا۔

''میں. ہر کھڑا ہوں۔'' سطری پیغام تھا۔

''ا. رآ جا ۔''اس نے مسکراہٹ د. ئے پیغام بھیجا۔

''سوچ لو۔آ جاؤں؟ا ا. ربیوہ ہونے کا شوق ہے تو آ جا. ہوں۔''میسج پ کر صفا کا ر. پھیکا پ۔ تھا۔

''مذاق میں بھی ایسی ب. ت نہ کیا کریں۔''وہ خفا ہوئی۔

''تو پھر یتیم ہونے کا شوق ہے تو آ جا. ہوں۔''

''ا. اہیم۔!!!!!''وہ ضبط کر گئی۔اسکا دماغ گھوم۔ تھا۔

''او کے او کے۔ا تم ہم دونوں کو ز. ہ دیکھنا چاہتی ہو تو آ جاؤ. ہر۔''اس نے مسکراہٹ د. ئے آ. ی پیغام بھیجا اور ی. ٹ کے بو. ٹ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔۔

کچھ ہی د. میں گیٹ کھلا تو مرجان اور ی. قوت بھاگ کر اسکے پ. س پہنچے تھے۔

''سلام..''ان لوگوں نے پ. جوش ہو کر کہا اور اسکے ہاتھ کی پشت پ. بوسہ د۔

''وعلیکم السلام۔!! آ گئی ۔ د۔ ۔ کی؟'' وہ خفا سا بولا کیو ابھی۔ صفا اور دینا. ہر نہیں آ تھیں۔

''۔ ۔۔! وی مسڈ یو۔ آپکے بناء ذرا انجوائے نہیں کیا۔'' مرجان نے اداکاری کی تو یقوت اسکو دیکھ کر رہ ۔۔'' یقوت سے پوچھ لیں۔'' اس نے ساتھ کھڑے یقوت کی جا. اشارہ کیا تو وہ ٹ ۔ا۔

''جا ہوں تمہاری اداکاریں۔۔ ۔ قی لوگ کہاں ہیں؟'' اس نے ا. رجھا نکتے ہوئے پوچھا۔

''وہ آ رہی ہیں۔'' مرجان نے پچھلی ۔ ٹ کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ جبکہ ا. اہیم نے تکان سے ا۔ ۔ رپھر گھڑی کو دیکھا۔ اسی دوران وہ آتی دکھائی دی۔ پیچھے پیچھے ۔ یجہ آ رہی تھیں۔ وہ گیٹ۔ آ ۔ ا. اہیم نے دور سے ہی سر کے خم سے سلام کیا۔ انھوں نے اسی کے ا. ازمیں جواب دیا۔ ف پگھل رہی تھی یہ. ف کی دیوار بہت سخت تھی کیو اس میں خون جما ہوا تھا۔ اس لئے اسکو توڑ ۔ پگھلا ۔ انا بھی آسان نہ تھا۔ صفا اور دینا اسکے پ س پہنچیں۔ دینا نے ا. اہیم کو دیکھ کر پ جوشی سے. نہیں پھیلا دیں۔'' ۔۔ آپ۔ آپ۔''

''ہاں۔ اب۔۔ کی ۔ د آ گئی۔'' اس نے خفا ہوتے ہوئے دینا کو اٹھا لیا۔ اور اسکے گال چومے۔'' پ نے۔۔ کو مس کیا؟'' ا. اہیم نے ا۔ مان سے پوچھا تھا۔ اور دینا نے فوراً میں سر ہلا کر اس مان کو مٹی میں د یا تھا۔ ا. اہیم کا منہ ا ۔ ۔ اس نے ۔ سف سے صفا کو دیکھا جو کہ اب ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔'' میری اولاد ۔ کو چھین لیا تم نے ظالم لڑکی۔'' وہ حیرت اور رنج کے ملے جلے ۔ ا ت لئے بولا تھا۔ صفا کھلکھلائی۔

''نہیں تو۔'' اس نے فوراً ہنسی روکتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔ سٹر ۔ ٹ لائیٹ میں اسکا چہرہ دمک رہا تھا۔ سر پ دوپٹہ اوڑھے کھڑی وہ لڑکی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ سنہری. لوں کی لٹیں ہمیشہ کی طرح چہرے پ جھول رہی تھیں۔ ا. اہیم نے ا۔ ٹ پکڑ کر کھینچی تو وہ کراہ کر رہ گئی۔

''اللہ۔!! کیا ہے؟'' وہ جھنجھلائی اور اپنی کنپٹی ر ۔ نے لگی۔

''۔ ۔۔! دینا میجک۔!!'' صفا نے سر اٹھا کر دیکھا تو دینا اپنی ۔ مات لئے پیش پیش تھی۔

''نو۔ ۔ میجک۔'' اس نے دینا کا گال کھینچا تو صفا نے چو ۔ کر دیکھا۔ وہ ا۔ قدم آگے ۔ ٹھا۔ اور ا۔ ۔ زو اسکے ۔ دحمائل کیا۔ صفا کو اپنے دل کی دھڑ منشر ہوتی محسوس ہو تھیں۔

''آئی ایم سوری۔'' کہتے اس نے صفا کی کنپٹی کو چھوا تھا شا۔ وہ آئی لو یو کہنا چاہتا تھا۔ دینا نے موقع پ کر صفا کے گال پ بوسہ د۔ صفا کے دل میں عجیب ہلچل سی ہوئی تھی۔ شا. محبت کی پ ۔ ا۔ ۔ رپھر سے پھڑ پھڑائی تھی۔

رات ہو رہی تھی۔ مغیث مینشن میں داخل ہوا تو عینا سامنے ٹی وی پ یں جمائے بیٹھی تھی۔ اسکے سامنے ا۔ ۔ وَل میں کچھ کٹے ہوئے فروٹس پ ے تھے اور وہ کوئی مووی دیکھ رہی تھی۔

''کمال ہے۔ یہ تو مالکن ہی بن بیٹھی۔'' مغیث نے سر جھٹکا اور سیڑ ۔ یاں پ ھنے لگا۔

''وہ کمرے میں نہیں ہے۔'' عینا نے بناء مڑے ہی جواب دیا تو مغیث وہاں سے پلٹا۔ اور آ کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔'' کہہ رہا تھا ہوا کھانے جا رہا ہوں۔۔ اس لئے کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔'' اس نے فورک سے فروٹ کا ا۔ ٹکڑا منہ میں ر ۔ ت ہوئے مغیث کو. ور کروایا۔

''فائن۔!!'' مغیث کہتا ہوا پلٹا۔

''رکو۔!!'' عینا نے ریموٹ سے ٹی وی میوٹ کیا اور ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔'' مجھے کچھ پوچھنا تھا۔'' وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ مغیث نے تیوری پ ڑھائی۔

''کیا پوچھنا ہے؟'' وہ ۔ ۔ پ ۔ زو لپیٹ کر کھڑا ہو ۔۔

''مجھے ا۔ ۔ ت کی سمجھ نہیں آ رہی۔'' وہ الجھی سی ہوئی تھی۔

''کس. ت کی؟''

''میں نے وہ کیمیکل تو جوزف کی ڈر· میں ی تھا طبیعت ب قیوں کی بگڑ گئی۔اور جوزف تو ب لکل ٹھیک تھا۔''اسکے سوال پ مغیث ت چھا سا مسکرا ی۔

''تم ہماری گیمز سمجھنے کے لئے بچی ہو۔''اس نے ہاتھ جھلا ی تو عینا کے تو تن ن میں آگ لگ گئی۔

''اچھا؟ا اتنی ہی بچی تھی تو کیوں بھیجا اتنے خطر ک مشن پ ۔۔خود بھی تو جا تے تھے تم لوگ۔''اس نے ب ل جھٹکے۔

''مت بھولو کہ خود ہی گئے تھے اور تمہیں موت کے منہ سے نکال کر لائے تھے۔''

''اور موت کے منہ میں پہچانے والے بھی تم ہی تھے۔''اس نے دو ب وجواب دی۔

''فائن۔!!''مغیث نے تکان سے کہا۔''ڈرگ اس انگوٹھی میں نہیں تھی۔''اس نے کہا تو عینا کا منہ کھل ی۔''ہاں۔اس انگوٹھی میں بس ا ی اینٹی ڈوٹ تھا۔اصل ڈرگ ی یوں کہہ لو کہ وائ س تو اس ف میں تھا۔''مغیث کی آنکھوں میں ا ی چمک تھی۔''تم نے جوزف کو اینٹی وائ س دی۔اس لئے وہ ٹھیک رہا۔جبکہ ب قی اپنی طبیعت بگڑنے کی وجہ سے چلے گئے۔یوں بلڈ خالی ہوگئی اور ہمارا راستہ صاف ہو ی۔۔''

''واٹ دا۔''عینا کے منہ میں ہی الفاظ دم توڑ گئے۔وہ شاک میں تھی۔

''اس طرح ا ی تیر سے دو شکار کئے گئے۔۔جوزف ہمارے قبضے میں ہے اور ب قی لوگ ہم سے اینٹی ڈوٹ کی بھیک ما رہے ہیں۔۔یوں وہ سا توں لوگ ہماری مٹھی میں ہیں۔''مغیث نے مسکراتے ہوئے ی پ ھے ب زو کھول دیئے۔''اس لئے نیکسٹ ٹ ٹائم بی کیئر فل۔''وہ آ د ت وہاں سے نکل ی۔عینا شاکڈ سی صوفے پ ڈھے گئی۔

''کس قدر شاطر دماغ ہے ان لوگوں کا۔۔واقعی ابلیس کی میں سے ہے یہ شا۔''عینا نے سر جھٹکا۔

''۔۔!کسی نے آئس کریم کھلانے کا پ امس کیا تھا۔''وہ لوگ اس وقت گاڑی میں تھے۔ مرجان نے اچا اسکو ی دلا ی۔ا. اہیم نے چو کر مرر میں سے مرجان کا چہرہ دیکھا۔

''میں نے؟ ؟مجھے تو ایسا کوئی پ امس ی نہیں۔''ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''کم آن۔!!آپ نے پ یٹی لیڈی سے کہا تھا۔۔کیوں پ یٹی لیڈی؟''مرجان نے فوراً صفا سے پوچھا تو صفا. ی طرح ہڑ بڑ ائی۔ا. اہیم نے ا ی تیکھی نگاہ اس پ ڈالی۔

''ہاں۔تو کہا تھا ں آپ نے۔''صفا نے مسکراہٹ د ئے رخ پھیر لیا۔

''کمال ہے۔اس وقت تو ٹسوے بہانے میں مصروف تھی مجھے لگا تھا تم نے میری ب ت سنی نہیں۔''

''ایسی ب تیں ہم لڑکیاں اگنور نہیں کر سکتیں۔۔کیوں دینا؟''اس نے جھک کر دینا سے چاہی جو اسکی گود میں سو چکی تھی۔''ارے۔میرا بچہ سو ی؟''صفا نے اسکے گال چومے۔

''ہاں۔اور مجھے لگتا ہے ہمیں بھی جا کر سو جا چاہیے۔''ا. اہیم نے فوراً مشورہ دی۔

''نو۔۔!پ امس توڑ کر نیند نہیں آتی۔۔ٹ ی زآتے ہیں۔''مرجان نے آنکھیں مٹکا ۔

''کیوں؟تم لوگوں کی نی نے بھوکا بھیج دی؟جواب میرا دماغ چاٹ رہے ہو؟''

''نہیں تو۔۔ یجہ نے تو بہت کچھ کھلا پلا۔۔ آئس کریم کی جگہ میں نے سیور کھی ہوئی ہے۔''مرجان نے چھوٹے سے پیٹ پ ہاتھ پھیرا۔

''اسکو بچا لو میرے ہاتھوں سے۔''ا. اہیم دا کچکچا کر رہ ی تو صفا کھلکھلائی۔

اس وقت وہ لوگ ا ی آئس کریم پ لر میں تھے۔ نے اپنے فیورٹ فلیورز منگوا لئے۔اور دینا بھی جاگ چکی تھی جواب مزے سے صفا کی گود میں بیٹھی آئس کریم پ

ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

''تھینکس۔۔!!'' مرجان نے ایک چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا تو ابیہم نے ایک تیکھی سی نگاہ اس پر ڈالی۔

''اب اگر تمہارا پیٹ خراب ہوا یا گلا۔تو چھٹی کسی صورت نہیں کرنے دینی میں نے۔'' ابیہم نے فوراً انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کیا۔

''ڈونٹ وری۔۔!اسکو ڈائیپر لگا کر بھیج دیں گے۔'' یاقوت نے لقمہ دیا تو صفا کا قہقہہ گونجا۔ابیہم بھی ہنس دیا جبکہ مرجان نے دانت بھینچ کر رہ گئی۔جبکہ یاقوت سنجیدگی سے دو رہ اپنی آئس کریم کی جانب متوجہ ہوا۔صفا کی ابھی تک ہنسی نہیں رک رہی تھی۔''پیٹی لیڈی۔۔!!'' مرجان نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔صفا نے فوراً مسکراہٹ سمیٹی اور سنجیدگی سے اسکی جانب متوجہ ہوئی۔''آپ سے ایسی امید نہیں تھی۔یہ لوگ میرا مذاق اڑا اور آپ ہنسیں؟'' مرجان کو بس اسکے ہنسنے پر افسوس ہوا تھا۔صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''نہیں تو۔۔میں تو کسی اور بات پر ہنس رہی تھی۔'' صفا نے فوراً موضوع بدلا۔

''اور وہ کون سی بات تھی؟'' مرجان آئس کریم چھوڑ چھاڑ کر اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔صفا اب بری طرح پھنس گئی تھی۔وہ اسکے سامنے میز پر دونوں کہنیاں ٹکائے سیاہ آنکھیں صفا کی سرمئی الجھی ہوئی آنکھوں میں گاڑے ہوئے تھا۔صفا نے بے چارگی سے اپنے جانب بیٹھے ابیہم کو دیکھا۔

''تمہیں ہر بات بتانا ضروری ہے؟'' ابیہم نے مرجان کو جواب دیتا وہ چونکا۔

''آپ سے نہیں پیٹی لیڈی سے پوچھ رہا ہوں۔''

''وہ میری بیوی ہے۔۔اس لئے وہ مجھے جواب دہ ہے نہ کہ تمہیں۔'' ابیہم نے اچھے خاصے انزمیں ورکروا دیا۔صفا نے مسکراہٹ دبائے سر جھکا لیا اور دینا کے صاف کئے۔اب ان دونوں باپ بیٹی کی لڑائی چھڑ گئی تھی۔اس لئے وہ سیف تھی۔

بل دے کر وہ لوگ پلٹے کہ صفا کی نظر میں پڑے چاکلیٹ کیک پر گئی۔مرجان اور یاقوت ہر نکل گئے تھے وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔

''کیا ہوا؟ کیا ہے کیا؟'' ابیہم نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا تو صفا نے اداسی سے میں سر ہلایا۔''ہوا کیا ہے؟ چاہیے تو پیک کروا لیتے ہیں۔'' وہ اسکی بجھی بجھی سی آنکھیں دیکھ کر الجھا تھا۔صفا نے سر اٹھا کر ابیہم کی آنکھوں میں دیکھا۔وہ الجھا سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہم۔۔آج کے گھر جا سکتے ہیں؟'' اس نے بھرائی آواز میں پوچھا۔

''ٹائم دیکھو صفا۔!!اس وقت وہ لوگ سو چکے ہوں گے۔'' ابیہم نے گھڑی دیکھی تو رات کے دس بج رہے تھے۔

''پلیز۔!!'' اسکی سرمئی آنکھیں منت کو تیار تھیں۔

''فائن۔!! گاڑی میں بیٹھو جا کر میں یہ لے کر آتا ہوں۔'' اس نے واپس نکالا تو صفا نے محبت سے اسکی جانب دیکھا۔اسکی نگاہ نے ابیہم کو نگاہیں پھیرنے پر مجبور کر دیا۔''اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتی ہو تم۔'' وہ مسکراہٹ سمیٹتا ہوا بولا۔صفا نے مسکرا کر اسکا ہاتھ پکڑا۔ابیہم ٹھٹکا۔اور ادھر ادھر دیکھا۔''کیا کر رہی ہو لڑکی؟''

صفا نے اسکے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔تو ابیہم کو لگا کہ اسکا دل دھڑک دھڑک کر ہر آجائے گا۔''اٹس اے پبلک پلیس۔'' وہ سرگوشی انزمیں بولا۔

''اور ابیہم گورسی کو لوگوں کی پرواہ ہے؟'' اس نے شرارتی انزمیں پوچھا۔ابیہم نے اپنی زبان سے اپنی دائیں گال کو اندر سے پوک کرتے ہوئے اپنی مسکراہٹ بمشکل ضبط کی تھی۔

''شفا میجک؟'' دینا نے آنکھیں مٹکائیں تو وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

''یس۔شفا میجک۔'' ابیہم کہتے ہوئے جھکا اور دینا کا گال چوم کر پیچھے ہوا۔''اب جاؤ تم لوگ۔'' وہ کہتا ہوا کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔صفا اپنا سرخ چہرہ لئے وہاں سے نکل گئی۔

اس وقت آیت سوئی جاگی کیفیت میں اپنے اسٹڈی ڈیسک پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''جلدی کرو پھر تم نے میرے ساتھ گیم بھی کھیلنا ہے۔'' میرال اس وقت اپنا آئی پیڈ لئے بیڈ پہ بیٹھی ہوئی گیم کھیل رہی تھی۔آ۔ ۔ نے اپنی آنکھیں ملیں اور دو۔ رہ نوٹ ۔ پہ جھک گئی۔

''آج میں گیم نہیں کھیلوں گی نیند آ رہی ہے بہت۔'' آ۔ ۔ نے جمائی روکتے ہوئے کہا تو میرال نے اسکی پشت کو گھورا۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری مرضی ۔ٹ کرتی ہے؟ مجھے کل شام کو ارحا کے ساتھ اسکا فا کھیلنا ہے اس لئے پ یکٹس تمہارے ساتھ کروں گی تو پ چاپ ہوم ورک مکمل کرو اور آ کر میرے ساتھ کھیلو۔'' میرال سر جھٹک کر دو۔ رہ کھیل میں مصروف ہو گئی۔آ۔ ۔ نے اداسی سے نوٹ ۔ کو دیکھا۔

''یعنی میں اب کھیل بھی اپنی مرضی سے نہیں سکتی۔'' وہ بس سوچ کر رہ گئی۔

ابھی کچھ دیر ۔ ری تھی کہ ڈور بیل ہوئی۔

''اس وقت کون آ ہے؟'' میرال نے آئی پیڈ بیڈ پہ پھینکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''پتہ نہیں۔ ہو گا کوئی۔'' آ۔ ۔ مصروف سی بولی۔ کچھ ہی دیر میں لاؤنج سے آوازیں آنے لگیں۔

''میں دیکھ کر آؤں؟'' میرال نے چہک کر۔ ہر کی جا۔ دیکھا۔آ۔ ۔ خاموشی رہی۔اسی دوران ا کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے ئی کھڑی تھیں۔میرال نے ہر۔ٹا کر آ۔ ۔ کے ہاتھ سے اپنی نوٹ ۔ کھینچی۔

''تم لوگ جاگ رہی ہو؟''

''جی ماما۔! بس۔سونے ہی والے تھے۔آ۔ ۔ کا ہوم ورک ہی ابھی ۔ مکمل نہیں ہوا۔ پہلے کھیلتی رہی ہے اور اب ہوم ورک لے کر بیٹھ گئی۔لا ٹ بھی آف نہیں کر رہی ۔۔ مجھے نیند آ رہی تھی۔'' میرال نے صفا ستھرا جھوٹ بولا تو آ۔ ۔ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ ئی نے ا اچٹتی نگاہ آ۔ ۔ پ ڈالی۔

''تم لوگ نیچے آ جاؤ مہمان آئے ہیں۔''

''اس وقت؟ کون آ ہے ماما؟'' میرال چہکتی ہوئی ا پ س پہنچی۔

''تمہارے ۔۔ کے دو ۔ کے ٹ اور ا فیملی آئی ہے۔'' میرال نے الجھ کر دیکھا۔'' جن کے گھر گئے تھے ہم لوگ ۔۔ا۔ اہیم گورسی کی فیملی ہے۔'' وہ کہتی ہوئی۔ ہر چلی گئیں جبکہ آ۔ ۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔میرال نے نوٹ ۔ واپس اسکے سامنے پٹکی۔

''جلدی سے فنش کرو۔۔اور۔ ہر آنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ سرد ا ز میں کہتی اپنے۔ل لہراتی ہوئی۔ ہر نکل گئی۔ پیچھے آ۔ ۔ سن سی بیٹھی تھی۔اسکو صفا سے ملنا تھا مرجان کی۔ توں نے اسکا دل چھلنی کیا ہوا تھا۔۔وہ اسکا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔۔آ۔ ۔ نے نوٹ ۔ اپنی جا۔ سرکائی اور دو۔ رہ لکھنے لگی۔

''کیا ضرورت تھی۔۔۔ر۔!!'' مرجان نے کوفت زدہ ہو کر پوچھا تو۔ اہیم نے اسکو ا گھوری سے نوازا۔۔اسی دوران ئی دو۔ رہ آتی دکھائی دیں۔

''آپ لوگوں نے بتا ہی نہیں کہ آپ آ رہے ہیں۔۔جواد آج شام کو ہی واپس گئے ہیں۔۔ا بتا ہوتو رک جاتے وہ۔'' وہ مصنوعی سے مسکراہٹ لئے آ کر صوفے پہ ہی ٹ گئیں۔

''ارے نہیں نہیں۔۔وہ تو میری وائف کو آپکی بیٹی سے ملنا تھا۔۔اس لئے انھوں نے اچا ۔ ہی پلین بنا لیا۔'' ا۔ اہیم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرال سے؟ آپ کی اچھی دوستی ہو گئی؟'' ئی نے خوشگوار مسکراہٹ صفا کی جا۔ اچھالی۔

''نہیں۔۔وہ آ۔ ۔ سے۔'' صفا نے فوراً تصحیح کی تو ئی کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

''ہائے۔!!'' اسی دوران میرال آتی دکھائی دی۔

''ہائے۔!!'' قوت نے فوراً جواب دیا تھا۔وہ آ کر ان ۔ سے ملی۔مرجان اس ۔ سے لاتعلق سا تھا۔صفا نے میرال کے عقب میں دیکھا۔

''آ۔ ۔ کہاں ہے؟'' اس نے جھجکتے ہوئے میرال سے پوچھا۔

''وہ تو سو رہی ہے۔'' میرال نے صاف جھوٹ بولا تو ا پل کو ئی بھی چو تھیں۔

''اوہ۔اچھا۔''صفا کی مسکان پھیکی پڑ گئی۔

''دراصل بچے دیر پڑھتے ہیں۔۔اس لئے رات کو تھک کر سو جاتے ہیں۔''۔ئی نے میرال کی۔ کی تو صفا نے بے چارگی سے ا. اہیم کی جا. دیکھا۔۔اس نے دن ا۔ جا. ائی۔

''میں کہہ رہا تھا. ں کہ د. ہو گئی ہے۔''

''فائن۔!!اب ہمیں چلنا چاہیے۔''مرجان نے کوفت زدہ لہجے میں کہا تو ا. اہیم بھی اٹھنے لگا۔

''ارے نہیں۔ایسے کیسے؟ چائے نہ کافی؟''۔ئی ہڑ. ڑا ۔

''نہیں ہم لوگ کھا. کھا کر آئے ہیں۔۔اس لئے بس اب چلیں گے۔''ا. اہیم نے گھڑی پ وقت دیکھا اور جھک کر صفا کی گود سے دینا کو لیا جو کہ اب نیند کے جھولے لے رہی تھی۔

''او کے۔۔ہم چلتے ہیں پھر کبھی آ گے۔''صفا بھی پھیکی سی مسکان لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔الودع کرتے ہوئے وہ لوگ دروازے کی جا. مڑے۔

''السلام علیکم۔!!''ا۔ ننھی سی آواز گو تو وہ ا۔ ساتھ پلٹے تھے۔۔صفا نے دیکھا آ۔ سیڑھیوں پ کھڑی تھی۔ا۔ پنک فراک جو کہ ٹ. ں آتی تھی اور ا۔ سفید۔ پہنے۔۔اسکے بھورے گھنگر لے. ل کھلے تھے۔صفا نے خوش ہو کر ا. اہیم کو دیکھا۔جبکہ مرجان شل سا کھڑا تھا۔۔آ۔ نے ا۔ نگاہ صفا کے ساتھ کھڑے مرجان پ ڈالی جو کہ رخ پھیر۔ ۔اور پھر سیڑھیاں ا. کر آئی۔۔صفا وہیں زمین پ بیٹھی اور آ۔ کو گلے لگا۔

''کیسی ہو؟''صفا نے اسکے گھنگر لے. ل سہلاتے ہوئے پوچھا تو آ۔ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا۔

''آپ مجھ سے ملنے آئی ہیں۔''آ۔ نے نیلی چمکتی ہوئی آنکھوں سے پوچھا تو صفا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آ۔ کا چھوٹ سا ہاتھ چوما۔

''تھینک یو۔''آ۔ نے آنکھوں میں تشکر کے. ت لئے اسکی جا. دیکھا۔

''کیسی ہو. ٹ؟''ا. اہیم نے اسکے سر پ ہاتھ رکھا تو آ۔ نے مسکرا کر سر اٹھا۔

''آئی ایم فائن انکل۔۔!!''

''ہائے آ۔ ۔!!''۔قوت نے آگے. ڑھ کر اس سے ہاتھ ۔ تھا۔

''ہائے۔قوت۔!!''آ۔ نے سلام لیا تو۔قوت نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مرجان کے کئے کی معافی ا. ر پھر سے مانگی تھی۔آ۔ نے پلکیں جھپک کر اسکو بے فکر کر د۔

''میں آ۔ کے لئے چاکلیٹ کیک لائی تھی۔''صفا کی. ت پ وہ چو ۔

''آپ نے بنا۔؟''آ۔ نے چہک کر پوچھا تھا۔تو صفا نے افسردگی سے میں سر ہلا۔

''تمہارے بناء کیسے بنا سکتی تھی؟اس لئے فی الحال. لائی۔''اس نے اگلے ہی پل آ۔ کی اداسی دور کر دی۔آ۔ نے ا۔ اچٹتی نگاہ مرجان پ ڈالی تو وہ اسی کو گھور رہا تھا۔آ۔ نے تھوک نگلا اور دو. رہ صفا کی جا. متوجہ ہوئی۔

''او کے۔۔ہم مل لئے۔۔اب ہم چلتے ہیں۔۔تمہارا کیک وہ رکھا۔''صفا نے ٹیبل کی جا. اشارہ کیا۔آ۔ نے اس جا. دیکھا تو میرال اور۔ ئی اسکو کھا جانے والی وں سے دیکھ رہی تھیں۔آ۔ کے حلق میں کا چبھے تھے۔صفا اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ مڑنے لگی تو آ۔ نے اسکے دوپٹے کا کونہ پکڑا۔۔صفا پلٹی۔

''آپ دو. رہ. آ گی؟''اس کی نیلی آنکھیں ڈ. ڈ. نے لگی تھیں۔صفا کے دل میں ہول سا اٹھا۔پھر وہ جھکی اور آ۔ کے گال چومے۔

''جلد آؤں گی۔اور تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی پھر ہم وہاں کچھ وقت اکٹھے. اریں گے۔''صفا نے سرگوشی کی تو آ۔ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

''سچی؟''اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''مچی۔!!''صفا نے آ. د ئی۔

''چلیں پیٹی لیڈی؟'' مرجان نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''اوکے۔۔ہم چلتے ہیں۔'' اس نے کھڑے کھڑے ہی ٹائی سے کہا تو انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ لوگ چلے گئے۔آیا۔ مین ڈور سے لگی کھڑی رہی۔وہ لان سے ہوتے ہوئے ہر بھی چلے گئے تھے آیا۔ ابھی۔ دروازے سے لگی کھڑی تھی۔ٹائی کی اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔کچھ دیر بعد آیا۔ اپنی آنکھیں رگڑتی ہوئی پلٹی تو اسکی سانس اٹکی تھی۔سامنے میرال کھڑی تھی۔۔اسکا کیک ہاتھ میں پکڑے۔

''مم۔میرال۔پلیز۔'' آیا۔ نے سامنے کی۔ میرال کی آنکھوں میں پراسرار چمک تھی۔''پلیز۔یہ۔نہیں۔پلیز۔'' آیا۔ نے ایک ہچکی لی۔

''میں نے کہا تھا ہرمت آنا۔''

''پلیز۔میرال۔۔یہ کیک مجھے واپس کردو صفا آ بہت پیار سے لائی ہیں۔'' آیا۔ نے خشک ہوتے حلق سے دو رہ ارش کی تھی۔

''فائن۔!!'' آیا۔ کی آنکھیں چمکی تھیں۔لکل کسی نیلے ستارے کی طرح۔

اور اگلے ہی پل میرال نے وہ کیک ڈیش کین میں دیا۔۔جو عین اسکے پیروں کے پاس ہی پڑا تھا۔اور وہ نیلا ستارہ بجھ گیا۔کیونکہ نیلے ستاروں کی روشنیوں کی مدت بہت کم ہوتی ہے۔میرال وہاں سے جا چکی تھی۔جبکہ آیا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ڈیش کین کو دیکھ رہی تھی۔حلق میں اٹھتے درد میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی۔اور پھر سست قدم اٹھاتی ہوئی ہر لان میں آ گئی۔

وہ مین ڈور کے سامنے بنی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔اور چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں گرا دیا۔نیلی آنکھیں اداس تھیں۔وہ خالی خالی نظروں سے سامنے ہوا میں گھورے جا رہی تھی۔

عینا وہیں لاؤنج میں بیٹھی تھی کہ مین ڈور کھلا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ اندر داخل ہو رہا تھا۔ایک سیاہ ڈریس شرٹ جس کے گریبان کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور سیاہ ہی پینٹ۔عینا کی نظر اسکے پیروں پر گئی تو اسکے جوتے مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔عینا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''تم واک کرنے گئے تھے یا کبڈی کھیلنے؟'' وہ جملے کسنے سے باز نہ آئی۔حسن نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور اسی جانب آیا۔۔عینا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ آ کر اسی صوفے پر ڈھے سا گیا۔''کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو؟'' وہ ٹھٹکی تھی۔حسن کچھ کہے بنا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔''پانی لاؤں؟'' عینا اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''نہیں۔''

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ پھر سے پوچھنے لگی۔تو حسن نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔عینا ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی۔حسن نے اپنی وہی پراسرار آنکھیں عینا کی آنکھوں میں ڈالیں۔وہ بری طرح ہڑبڑائی تھی۔''وہ۔مجھے لگا شاید۔''

''تمہیں لگا شاید حسن دو رہ کسی بت پر بکھر گیا ہے۔'' وہ پراسرار مسکراہٹ لئے بولا تو عینا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔''اور تمہیں لگا کہ اب حسن کمزور ہو گیا ہے تو کیوں نہ اسکی مصنوعی دل جوئی کی جائے؟'' عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔''ہر رحسن نہیں بکھرتا عینا۔!!'' وہ پراسرار آواز میں بولا تھا۔

''سس۔سمجھ گئی۔!!'' عینا نے دو قدم پیچھے لیے۔

''نہیں تم نہیں سمجھی۔!! آج میں کسی کو اپنے ہاتھوں سے دفنا کر آیا ہوں۔'' وہ تلخی سے مسکرایا۔عینا نے تھوک نگلا۔''پوچھو گی نہیں کہ کس کو؟''

''کک۔کس کو؟'' عینا پر دو ہلرزا طاری ہوا تھا۔

''جوزف کو۔'' لفظی جواب دیتا وہ پرسکون سا ٹیک لگا گیا۔عینا کا دماغ شل ہوا۔یعنی اتنی جلدی اس نے اسے مار کر دفنا بھی دیا تھا۔جوزف کے لئے عینا کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہ تھا پھر بھی ایک قتل کا سن کر اسکے دل میں خوف کا سرا اٹھا تھا۔''تم جانتے ہو۔میں نے اسکی آخری خواہش پوری کی۔'' وہ اب بڑبڑا رہا تھا۔اور عینا سن سی کھڑی اسکی باتیں سن رہی تھی۔''میں نے اسی رات میں اسکی زندگی ختم کی جس رات کی وہ تمنا کر رہا تھا۔'' وہ مسکرا دیا۔

''تم نے اسکو کیوں مارا؟ میرا مطلب ہے کہ صرف پیسے کے لئے تم نے اسکی جان لی؟'' حسن نے اسی طرح ٹیک لگائے انگلی کھڑی کر کے میں ہلائی۔

''اونہوں۔!! غلط۔پیسے کے لئے نہیں۔''

''تو پھر؟''

''دھوکہ۔دھوکہ دیا تھا اس نے مجھے عینا۔۔!!'' کہتے ہوئے حسن نے آنکھیں کھول دیں۔عینا. ی طرح لڑکھڑائی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ َ تی حسن نے لپک کر اسکو تھام لیا۔عینا کے چہرے کا ر َ فق ہوا تھا۔اسکے ماتھے پ ِ پسینے کی بو ٔ ں چمکیں تو حسن نے اپنی انگلیوں کے پوروں سے وہ بو ٔ ں چن لیں۔''تم کیوں گھبراتی ہو؟'' وہ محظوظ سے ا ٔ از میں عینا کے . ن سے اسکی روح کھینچ رہا تھا۔عینا خاموش رہی۔اور پھر وہ اسکے کان پ ِ جھکا۔

''میں دھوکہ دینے والوں کو چھ کی بجائے . رہ فٹ گہری قبر میں ا ِ ر ت ہوں۔'' عینا کی آنکھیں سا ِ تھیں۔''وہ بھی ز ٔ ہ۔'' اسکا ہر ہر لفظ عینا کے وجود پ ِ سکتہ طاری کر رہا تھا۔''ـ کہ ا َ وہ دو . رہ پیدا ہو کر بھی حسن کو دھوکہ دینے کا ارادہ رکھے تو اسکو اپنی پہلی موت ِ د آ جائے۔'' عینا کے حلق میں عجیب زخم ہو چکے تھے کہ اب لعاب ٔ ں میں بھی تکلیف ہو رہی تھی۔''. ٹ ۔!!'' کہتا وہ پیچھے ہٹا۔اور عینا کے چہرے پ ِ آئے . ل ہٹائے۔''یو ڈو ٹ وری مائی لٹل سپائے۔'' وہ ا د ِ ت وہاں سے ی ِ ۔جبکہ عینا وہیں. ِ ت بنے کھڑی رہی۔

صفا اپنے کمرے میں آئی تو کمرہ خالی تھا۔وہ اپنے کپڑے نکال کر واشروم میں گھس گئی۔واپس آئی تو کمرہ ہنوز خالی تھا۔اس نے تولیہ وہیں رکھا اور اپنے . ل ا ِ کیچر میں قید کرتی . لکونی میں آئی۔

''پتہ تھا یہیں ہوں گے۔'' ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ ی ِ پ . زو پیٹ کھڑی تھی۔ا ِ سفید ر َ کا ہلکا پھلکا سا جوڑا پہنے اور شیفون ک دوپٹہ ی ِ پ پھیلائے ۔ا. اہیم نے اسکو دیکھتے ہی سگر ِ ٹ کا ا ِ گہرا کش لیا اور دھواں فضا میں تحلیل کیا جس پ ِ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''یعنی بیوی کا ز را سا بھی ڈر نہیں؟'' وہ شوخ ہوتی اسکے پ ِ س چلی آئی۔

''اتنی سی بیوی سے کون ڈر تا ہے؟'' ا. اہیم نے انگوٹھے اور انگلی سے اسکو اسکا سا ٔ بتایا تو صفا کا منہ کھل َ ۔جبکہ ا. اہیم نے ا ِ اور کش لیا۔

''بیوی جتنی سی بھی ہو شوہر ڈر تا ہی ہے۔'' صفا نے ا ِ ڑھیاں اٹھا اور اسکے ہاتھ سے سگر ِ ٹ اچک لیا۔

''کم آن۔بس ا ِ ہی پی رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے تکان سے اسکے ہاتھوں میں موجود سگر ِ ٹ دیکھا۔

''اور آج وہ ا ِ بھی نہیں۔'' صفا نے سگر ِ ٹ پ ِ وں تلے مسل دی۔ا. اہیم نے ا ِ ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے اس سگر ِ ٹ کو دیکھا جس کی آدھی ز ٔ ندگی صفا ا. اہیم کے پیروں تلے رو ٔ ڈالی گئی تھی۔اس نے رخ موڑ کر ریلنگ پ ِ ہاتھ جمائے۔صفا اسکے دا جا . آ کر کھڑی ہوئی۔''نیند نہیں آ رہی؟'' صفا نے َ دن موڑ کر اسکا رخ دیکھا۔ا. اہیم نے میں سر ہلا ی ِ ۔''کیوں؟''

''بس ایسے ہی؟'' وہ خاموش ہو َ ی ِ ۔

''آپ کہہ ت ِ ہیں۔'' وہ مدہم سے لہجے میں بولی تو ا. ہیم نے میں سر ہلا ی ِ ۔

''نہیں۔میں نہیں کہہ سکتا۔میں اپنے غم سے تمہیں اذ ِ ۔نہیں دے سکتا۔'' وہ سامنے ہوا میں کہیں گھور رہا تھا۔

''آپ دکھ . ٹ ت ِ ہیں۔۔آپکا دل ہلکا ہو جائے گا۔''

''نہیں۔میں اپنے دل کا بوجھ کسی کے دل پ ِ نہیں رکھ سکتا۔''

''میں ''کسی'' نہیں ہوں۔'' صفا کو دکھ ہوا تھا۔اسکو لگا کہ وہ اجنبی ہو گئی ہے۔ا. اہیم فوراً اسکی جا . پلٹا۔اور پھیکا سا مسکرا دی ِ ۔

''اور اپنوں کے دل پ ِ تو ہر َ بوجھ نہیں ڈال سکتا۔''

صفا نے نہال ہو کر اسکو دیکھا تھا۔۔اسکے دل نے شکر ادا کیا تھا وہ اسکے اپنوں میں شامل ہے۔اسکی آنکھوں میں کہکشا ا ٔ آ تھیں۔

''ادھر آ ؤ۔!!'' اس نے ہمیشہ کی طرح کہتے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو خود سے لگا ی ِ ۔صفا نے اسکی دھڑکن کے مقام پ ِ اپنا سر رکھا۔''خود کو کبھی بھی اجنبی مت سمجھنا۔۔تم میرے لئے کبھی بھی اجنبی نہیں تھی اور نہ ہو سکتی ہو۔۔تم میری ز ٔ ندگی میں بہت پہلے سے ہو۔۔تم اس وقت بھی تھیں. کوئی نہیں تھا۔'' اس نے صفا کے . لوں کو چھوا تو ا ِ نی سی

مہک نے ا. اہیم کی سا ں کو مہکا د یا تھا۔''وہ میری ز ندگی کا ا یسا حصہ ہے جس کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔۔وہ میری آدھی روح لے گئی ہے۔۔اس لئے اسکے بناء میں ادھورا ہو یہوں۔''ا. اہیم نے اگلی ب ت کی تو صفا نے سر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔ا. اہیم نے سر کو خم دے کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔'' تم نے کہا تھا کہ تمہاری روح مجھے مکمل کر دے گی۔''وہ مسکرا دی۔''اس لئے ا. اہیم گورسی اب صفاا. اہیم کے رحم وکرم پ ہے۔''اس نے ن می سے کہتے ہوئے صفا کو معتبر کر دیا۔وہ ضدی ا پ یشخص خود کو اس لڑکی کے حوالے کر رہا تھا۔ کہ وہ اسکو اپنی روح سے مکمل کر دے۔ کہ وہ اسکے بکھرے وجود کو سمیٹ لے اور اسکے ٹوٹے دل کو جوڑ دے۔صفا کی سرمئی آنکھوں کی کہکشا نیلے پ نیوں میں ڈوب گئیں۔جن میں ا. ہیم کا عکس ہچکولے کھا رہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ نمکین پ نی بہہ ت ا. ہیم نے اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اسکی آنکھیں ر ٹیں۔اور ا ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے اسکو دو. رہ خود سے لگا۔وہ اسکے ل سہلا ت رہا۔اور صفا اسکے ی میں دھڑکتے دل میں اپنے م کی سر ل ڈھونڈ نے کی کوشش کرتی رہی۔

کچھ لمحے خاموشی کی ہو گئے۔

''گھر گئی تھی؟ کیسا رہا ؟''ا. اہیم نے کچھ د یبعد پوچھا تو صفا نے سر اا ٹھا کر د یکھا۔اسکی آنکھیں دو. رہ چمک اٹھیں تھیں۔

''بہت۔بہت۔بہت اچھا۔تھینک یو سو مچ۔''

''آہاں۔!!اسی لئے میرے بچوں نے بھی مجھے ا ازکر دی۔''وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو صفا کھلکھلائی۔

''اس میں میرا کیا قصور۔''وہ کندھے اچکا گئی۔اچھا آپکو پتہ ہے۔۔زر یب اور سعد یہ کی منگنی تھی آج۔''

''کیا؟''ا. اہیم اچھا خاصا حیران ہوا تھا۔

''جی ہاں۔۔موصوف سعد یہ کو پسند کرتے تھے۔اور تو اور سعد یہ اسکو چھپ چھپ کر اٹ ما کرتی تھی۔اور جناب کو محسوس ہو یتو فوراً رشتہ لے آئے۔''وہ محظوظ سی اسکو بتا رہی تھی۔

''واہ۔یہ دونوں تو چھپے رستم نکلے۔''ا. اہیم واقعی شاکڈ تھا۔''وہ سعد یہ۔!!اتنی معصوم سی تھی مجھے تو لگتا تھا کہ وہ گونگی ہے۔۔کبھی اسکو ب ت کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں تھا۔''

''ہاہا۔۔وہ گونگی نہیں ہے میسنی ہے۔''صفا نے ک سکیڑی۔

''ل کل تمہاری طرح؟''ا. اہیم نے اسکی ک کو چھوا تو صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''میں میسنی ہوں؟''اس نے حیرت سے اپنے ی پہ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔۔میں تو تمہیں بچی سمجھتا رہا اور تم۔۔اللہ معاف کرے، جانے کیا کیا سوچتی تھی میرے ب رے میں۔''ا. اہیم نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگا یتو صفا کا صدمے سے ب احال ہوا۔

''میں کچھ نہیں سوچتی تھی سمجھے آپ۔''وہ اپنے چہرے کی سرخی چھپا گئی۔

''ب سے یہ افات پ ل رہی تھی اپنے دماغ میں؟''ا. اہیم نے آج قسم کھا رکھی تھی اسکو ستانے کی۔۔اور صفا کو جگہ نہیں مل رہی تھی کہ وہ کہاں جا کر چھپ جائے۔۔آج اسکی چوری پکڑی گئی تھی۔۔اور اب کو تو ال تسلی سے تفتیش کر رہا تھا۔''بتاؤ ں؟''ا. اہیم نے اسکو جھنجھوڑا۔ صفا اسکے ی میں چہرہ چھپا گئی۔اب وہ کیا بتاتی کہ وہ تو پچھلے دس سال سے ہی اسکا انتظار کر رہی تھی۔اور ا یہ ب ت ا. اہیم جان ی تو واقعی اسکو میسنی ٹھہرا دیتا اور صفا ساری ز ندگی منہ چھپاتی پھرتی۔

''پلیز۔۔کچھ نہ کہیں۔''اس کی مدھم سی آواز آئی تو ا. اہیم مسکرا دی۔اور اسکو مز ید تنگ کرنے کا ارادہ ت ک کر دی۔

''اچھا بچے سو گئے؟''ا. اہیم نے سرگوشی ا ازمیں پوچھا۔

''ہاں سو گئے ہیں۔''ا. اہیم مسلسل اسکے ب لوں سے کھیل رہا تھا۔ اسکو اب جا کر محسوس ہوا کہ وہ گیلے تھے۔

''ابھی تک گیلے ب ل لئے پھر رہی ہو؟؟سردی ہو گئی تو؟''

''نہیں ہوتی۔''اس نے ہمیشہ کی طرح ڈھٹائی سے کام لیا تھا۔

''بہت بگڑ گئی ہو تم لڑکی۔!!''ا. اہیم نے سکوجتایا۔

''خیر ہے۔۔کبھی کبھی بگڑ جانا چاہیے۔''وہ کھلکھلائی تو ا. اہیم گہرا مسکرادیا۔

''اور مجھے بگڑے ہوؤں کو سدھارنا آتا ہے۔''ا. ہیم نے اسکا گال پکڑ کر کھینچا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔

'' بیویوں کو سدھارا نہیں جاتا ں۔''صفا نے اپنا گال سہلایا۔

''تو پھر؟''وہ محظوظ سے ا ازمیں پوچھ رہا تھا۔

''بیویوں کے تو لاڈ اٹھائے جاتے ہیں۔۔ا بگاڑا جاتا ہے۔''صفا نے سرشاری سے کہا تھا۔

''اتنی سی بیوی کے بھی؟''اس نے ہونٹ کا کنارہ چباتے ہوئے اسکو دو رہ طیش دلایا۔

''کیا اتنی سی اتنی سی لگا رکھا ہے۔۔بڑی ہو چکی ہوں۔''وہ خفگی لئے بولی تو ا. اہیم نے اسکی دقت تنگ کی۔

''اوکے اوکے۔۔تو یعنی مجھے۔۔اتنی سی۔۔بڑی بیوی کو بگاڑنا ہے۔'' وہ زنہ آیا تھا۔صفا خود کو چھڑوانے کے لئے مچلی تھی اسکی دقت توڑنا ممکن تھا۔

''اللہ پوچھے آپکو۔''اس نے ہار مانی۔

''سر۔!!سر۔!!''اسی دوران ا کمرے کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا اور باہر سے کسی کی آوازیں آنے لگیں۔

''یا اللہ خیر۔!!''صفا نے پہ ہاتھ رکھا۔وہ دونوں ق رفتاری سے وہاں سے پلٹے اور آکر کمرے کا دروازہ کھولا۔سامنے زہرہ کھڑی تھی جس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟''ا. اہیم نے اسکی حا دیکھتے ہوئے اپنے دل کو سنبھالا تھا۔

''وہ۔۔وہ دینا۔''

''کیا ہوا ہے دینا کو؟''صفا ئی تھی۔

''ریلیکس۔!!''ا. اہیم نے صفا کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔''تم بتاؤ۔''

''وہ۔۔دینا وامٹ کر رہی ہے۔۔میں نے دوا بھی دی۔''ابھی زہرہ الفاظ ادا کر رہی تھی کہ وہ دونوں وہاں سے جا چکے تھے۔دینا کے کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ بیڈ پہ نڈھال سی پڑی تھی۔

''دینا۔!!مائی پ۔''ا. اہیم نے آگے بڑھ کر اسکو اٹھا لیا جبکہ صفا کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔۔وہ اسکو اٹھائے ق رفتاری سے نکلا تھا صفا بھی پیچھے ہی بھاگی تھی۔باقی لوگ سو رہے تھے۔''گاڑی نکالو۔!!''وہ ہراساں ہوئے دھاڑا تو ڈرائیور نے فوراً گاڑی نکالی۔وہ دونوں گاڑی کی بیک سیٹ پہ تھے۔دینا ا. اہیم کی گود میں تھی جس کو وہ مسلسل ہوش دلانے کی کوشش کر رہا تھا دینا نڈھال تھی۔

''دی۔دینا۔!!''صفا کی لرزتی ہوئی آواز گونجا. اہیم نے اسکی جانب دیکھا۔اسکے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ا. اہیم نے ایک ہاتھ گھما کر اسکے سر کو رکھا اور اسکو قریب کیا۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی۔''اس وقت بھی ا. اہیم نے اسکو حوصلہ دینا لازمی سمجھا تھا۔وہ خساروں سے دوچار شخص ایسے حالات سے نبٹنا جانتا تھا وہ لڑکی نہیں۔

''۔۔۔''دینا کی مدھم سی آواز آئی تو ا. اہیم نے فوراً اسکا چہرہ چوما تھا۔

''یس۔مائی پ۔''دینا کی آواز نے ان دونوں میں روح پھونک دی تھی۔''دینا. یو ہیر ں؟''ا. اہیم نے اسکا گال تھپتھپایا تو دینا نے ادھ کھلی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔صفا آنسوؤں سے تر چہرہ لئے مسکرائی تھی۔

''ما۔ما۔''اس نے صفا کی جانب دیکھ کر کہا تو صفا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیوں کو روکا تھا۔ا. اہیم نے گردن موڑ کر صفا کو دیکھا۔

''یہ لو۔سنبھالو اسکو'' اس نے دینا کو صفا کی گود میں ڈال دیا تو صفا کا دل بند ہوا۔اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ابراہیم کو دیکھا۔''اسکو ماں کا لمس چاہیے۔'' صفا نے لرزتا ہاتھ دینا کے ماتھے پر رکھا اور اسکے بال پیچھے ہٹائے۔اور پھر اسکا ماتھا چوما۔دینا پر سکون سی ہوگئی۔پھر صفا نے دینا کے چہرے کا ہر نقش چوما تھا۔''تم ٹھیک ہو جاؤ گی دینا۔!دینا کو کچھ نہیں ہوگا۔۔صفا دینا کو کچھ نہیں ہونے دے گی۔'' وہ اسکو خود میں بھینچ گئی تھی۔

اللہ اللہ کر کے سفر ختم ہوا۔ابراہیم دینا کو اٹھائے ہاسپٹل میں داخل ہوا۔دینا کو ایمرجنسی میں لے جا چکے تھے۔اور وہ وہیں کھڑا تھا۔ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے اور دوسرے سے اپنے چہرے کے خراش مسلتا ہوا۔اس وقت وہ کس اذیت سے کس بے چینی سے دوچار تھا صرف وہی جانتا تھا۔

(''فائن۔؟ کیسے فائن۔ابراہیم کہاں تھے آپ اس وقت۔؟ میں بچوں کو آپکے پاس چھوڑ کر گئی تھی۔صرف ایک دن میں۔ہر گئی اور آپ سے ایک تین سالہ بچی نہیں سنبھالی گئی۔؟ میں ہر روز آپکا گھر اور آپکی اولاد سنبھالتی ہوں۔آپ سے ایک دن بھی نہ ہو سکا۔کہاں ہے دینا۔؟'')

حوریہ کے الفاظ کسی۔چھی کی طرح اسکے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔اس نے نم آنکھوں سے ایمرجنسی کے دروازے کو دیکھا۔اگر اسکی دینا کو کچھ ہوا تو وہ حوریہ کو کیا منہ دکھائے گا۔؟ کیا واقعی وہ ایک ناکام باپ تھا؟ جس سے ایک تین سالہ بچی نہ سنبھالی گئی؟ کیا واقعی وہ ایک ناباپ تھا۔جو اپنی اولاد سے غافل تھا؟ سوچیں پھندا ہوا کرتی ہیں جو ان کو جھٹک کر اسکو موت کے منہ میں پہنچا دیا کرتی ہیں۔ابراہیم کے حلق میں بھی وہ پھندہ آن لگا تھا۔سوچوں کا پھندا۔

''ابیو۔!!'' صفا نے آ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔وہ پلٹا نہیں تھا۔صفا اسکے برابر آ کھڑی ہوئی۔اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔''وہ ٹھیک تو ہو جائے گی ناں؟'' اس نے بھیگی سی آواز میں سوال کیا۔ابراہیم کچھ پل خاموش رہا۔

''ہمم۔۔'' پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔''وہ ٹھیک ہو جائے گی۔کیونکہ ابراہیم گورسی میں فی الحال مزید کوئی بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔'' وہ خالی خالی آنکھوں سے دروازے کو دیکھے گیا۔وہ لوگ وہاں کھڑے تھے خالی ہاتھ۔

کچھ دیر بعد سفیان گورسی اور منال بیگم اس جانب آتے دکھائی دیے۔ابراہیم اس وقت ایک بینچ پر بیٹھا تھا سر ہاتھوں میں گرائے اور صفا اسکے برابر پر ہاتھ رکھے اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔

''ابراہیم۔!!'' سفیان گورسی دور سے پکارے تو وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

''بابا۔!!'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔وہ دونوں اسکے پاس پہنچے۔

''کیسی ہے دینا؟'' انھوں نے ابراہیم کو کندھوں سے پکڑا۔وہ بکھرا سا ہوا تھا۔''بتاؤ مجھے کہ دینا کہاں ہے کیسی ہے اب؟''

''صفا۔!! کیا ہوا تھا۔؟'' منال صفا کے سامنے آتے تو صفا گلے لگ کر رو دی۔

''آپ لوگ؟ بچے کہاں ہیں؟'' ابراہیم نے انکے عقب میں دیکھا۔

''وہ لوگ سو رہے تھے۔۔زہرہ ہے انکے پاس۔۔تم بتاؤ کہ کیا ہوا دینا کو۔۔وہ تو زہرہ نے ہمیں بتایا۔۔تم نے تو گھر سے نکلتے وقت ہمیں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔'' سفیان گورسی خفا سے تھے۔

''بابا۔!!'' وہ بکھرے سے لہجے میں بولا تو سفیان صاحب نے اسکی پیٹھ تھپکی۔۔وہ اپنے بیٹے کو جانتے تھے کہ وہ کس قدر حساس ہے۔اور ولا دکا دکھ ان سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔تم پریشان مت ہو۔''

''کیا کھایا تھا دینا نے؟'' منال نے صفا کو الگ کرتے ہوئے پوچھا تو وہ خالی خالی آنکھوں سے انکو دیکھنے لگی۔''تمہارے ساتھ تھی وہ آج سارا دن۔۔تو کیا کھایا تھا اس نے؟'' وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔انکا لہجہ تھوڑا سخت تھا۔صفا نے غیر یقینی سے انکو اور پھر ابراہیم کو دیکھا۔

''ماما پلیز۔!اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔'' ابراہیم نے انکو ٹوکا تو انھوں نے سر ہلایا۔

''نہیں صفا۔مجھے بتاؤ کہ اس نے کیا کھایا تھا؟ کیا تم نہیں جانتی کہ دینا کا معدہ کتنا حساس سا ہے؟ کیا کھلاتی رہی ہو اسکو؟'' صفا کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔وہ اس

وقت شاک میں تھی آ ٔ کیسے وہ اس سے ایسے کہہ سکتی ہیں۔اس نے آنکھیں جھپکیں۔''زہرہ نے مجھے بتایا کہ۔ ۔ سے تم لوگ قریشی ہاؤس سے آئے ہو وہ ٹھیک نہیں تھی۔کیا کھایا اس نے وہاں۔ ؟تم اتنی لاپ واہ کیسے ہوگئی صفا؟''انھوں نے تاسف سے کہا تو صفا کو لگا کہ اسکے۔ ن میں جان نہیں رہی۔آ ٔ وہی ہوا۔آج پھر سے دینا کی تکلیف کی وجہ وہ ٹھہری تھی۔

''آ۔آ ۔!!'اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ڈاکٹر۔ ہرآ یا۔ا۔ اہیم ڈاکٹر کی جا۔ ۔ پ ۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟''

''اب بہتر ہے۔اسکو فوڈ پوا ٔ ننگ ہوئی تھی۔۔کیا کھایا تھا اس نے؟''ڈاکٹر نے وہی سوال دہرایا تو ا۔ اہیم نے بھی اس۔ رصفا کی جا۔ ۔ دیکھا۔صفا نے دو قدم پیچھے لئے۔

''ہم نے معدہ واش کر دیا ہے۔۔کافی۔ ی حا ۔تھی بچی کی۔۔بہتر ہے ابھی اسکو ا ٹ رآ۔ رو ۔ رکھیں۔۔صبح آپ لے جا ۔ ہیں۔''ڈاکٹر نے ا۔ اہیم کا کندھا ۔ پ تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔منال نے مڑ کر دو۔ رہ صفا کو دیکھا۔

''میں بھی تو یہی پوچھ رہی تھی۔۔اور ڈاکٹر نے بھی یہی پوچھا ہے۔۔اب بتاؤ کہ کیا کھلایا تھا اسکو؟''صفا نے ۔ میں سر ہلایا۔

''کھا ۔کھا ۔کھایا تھا بس۔۔جو۔ رملی یہاں کھاتی ہے وہ۔''صفا نے حلق میں اٹھتے درد پ قابو پتے ہوئے بتانے کی کوشش کی۔

''اَ روٹین کا کھا ۔کھایا ہو ۔تو یہ حا ۔ نہ ہوتی بچی کی۔۔صفا۔!!تم اتنی غیر ذمہ دار کیسے ہو سکتی ہو؟''انھوں نے ٹ پ کر کہا تھا۔صفا کی آنکھیں مارے حیرت اور صدمے سے پھیل گئیں۔''دیکھو۔میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔۔ تمہیں خیال رکھنا چاہیے۔۔بچوں کے معاملے میں یوں لاپ واہی نہیں۔ تنی چاہیے۔''صفا کی حا ۔ دیکھ کر منال بیگم موم ہو ۔ تھیں وہ اپنے نقطے پ قائم تھیں۔صفا وہیں ا۔ بینچ پ بیٹھتی چلی گئی۔منال نے ۔ سف سے اسکی جا۔ ۔ دیکھا اور ا۔ اہیم کے پ س گئیں۔''پ یشان مت ہو۔۔ٹھیک ہو جائے گی دینا۔''انھوں نے اسکے۔ زو پ ہاتھ رکھا ا۔ اہیم بے بس سا صفا کو دیکھ رہا تھا۔جو کہ اب سر ہاتھوں میں َ ائے رونے میں مصروف تھی۔

''ماما۔!!یہ کیا کیا آپ نے؟''اس نے افسوس سے منال کو دیکھا۔

''اسکو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔ چاہیے۔۔اَ اسکی جگہ میری بیٹی ہوتی تو بھی میں اسکو یوں ہی سمجھاتی۔۔اس میں کوئی ٹ ی۔ ت نہیں ہے ا۔ اہیم۔!!''

'' ماما۔!آپ جا ۔ ہیں کہ وہ اتنی لاپ واہ نہیں ہے اور بچوں کے معاملے میں ہر َ نہیں۔''

''ا۔ اہیم۔!!بچوں کے لئے چوکنا صرف ماں ہوتی ہے۔کوکھ سے پیدا ہوئی اولاد کی تکلیف ہی ا۔ عورت سمجھ سکتی ہے۔عورت کو اپنی اولاد کی ہر ضرورت کا ا۔ ازہ ہو ۔ ہے صفا۔۔وہ ماں نہیں ہے۔''

صفا نے َ دن اٹھا کر ا جا۔ ۔ دیکھا وہ لوگ کچھ فاصلے پ کھڑے تھے۔ا۔ اہیم سر جھکا َ ۔اور یہی چیز صفا کا کلیجہ چیر گئی تھی۔واقعی۔وہ ماں نہیں تھی۔کیوں وہ خود کو ماں سمجھ بیٹھی تھی؟ کیوں وہ اپنی اوقات سے ٹ ھ کر خود کو سمجھنے لگی تھی۔وہ بس ان بچوں کے پ پا کی بیوی تھی۔وہ ا ماں نہیں تھی۔یہ ت کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے دل و دماغ پ ۔ سی تھی۔آج یہ ت اسکو۔ ور کروا دی گئی تھی کہ وہ ماں نہیں تھی۔

''صفا کو بہت ساری چیزیں ابھی سیکھنی ہیں۔۔ا۔ ماں کیا ہوتی ہے اور بچوں کو کس کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے یہ ۔ اسکو ابھی نہیں معلوم۔''منال کہتی جا رہی تھیں۔ا۔ اہیم خاموش رہا تھا۔

مرجان اور ۔ قوت کے کمرے میں ۔ ریکی تھی۔اور مرجان کے بیڈ کے سرہانے اس وقت زہرہ بیٹھی تھی۔اسکے چہرے پ ا۔ مسکراہٹ تھی ا۔ پ اسرار مسکراہٹ۔

!

''ابھی تو بہت کچھ۔ قی ہے صفا ہانم۔!!ابھی تو تمہیں آسمان کی بلندیوں سے َ کر زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو۔ ہے۔ابھی تو تمہیں ہر اس رشتے کے ہاتھوں ٹوٹنا ہے جس کو تم نے اپنی ز۔ گی کا مقصد بنا لیا ہے۔ابھی تو تمہیں تمہاری اصل اوقات دکھانی ہے۔تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ آ ٔ ہو کیا چیز تم؟ تمہارے پ س ہی ۔ کچھ کیوں ہوگا؟ تمہاری

نعمتیں میرا دل جلاتی ہیں۔'' اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹی سی شیشی پر گرفت مضبوط کی۔

''اریبہ۔ تم اپنی آزمائشوں کا صلہ سمجھتی ہو تو آزمائشیں تو میں نے بھی دیکھی ہیں۔ اوقت مجھ پر بھی آیا تھا۔ پھر کیوں؟ صلہ بس تمہیں ہی کیوں ملے؟ کیوں تمہیں محبتیں ملیں؟ کیوں میں بس ایک ضرورت بن کر رہ گئی زندگی میں رہوں؟'' اس نے ایک لمبی سانس خارج کی۔''اریبہ۔ میرا نہیں تو تمہارا بھی نہیں ہو سکتا۔'' کہہ کر اس نے مرجان کے سیاہ بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

صبح کا اجالا پھیلا تو پورے کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ ابیہم ایک ہاتھ میں فائل لئے اندر داخل ہوا۔ سامنے بیڈ پر ننھی سی دینا دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی۔ منال اسکے سرہانے بیٹھی تھیں۔ جبکہ صفا وہیں کونے میں ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔

''اٹھی نہیں ابھی؟'' ابیہم نے دینا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور جھک کر اسکی پیشانی چومی۔

''نہیں۔۔ ابھی تو نہیں۔'' منال نے رنجیدہ ہوتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا جو کل رات سے ایک پل کے لئے بھی پرسکون نہیں ہوا تھا۔

''ڈسچارج مل گیا ہے۔۔ گھر چلیں۔'' ابیہم نے فائل منال کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

''یہ ابھی تو جاگی نہیں ہے۔'' منال نے ٹھٹک کر فائل پکڑی۔

''جاگ جائے گی میری پرنسز۔!!'' کہتے ابیہم نے لحاف ہٹایا اور دینا کو گود میں اٹھایا۔ صفا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ منال آگے آگے چل دیں۔ ابیہم دروازے سے ٹکرا لگا تو صفا نے اسکی شرٹ کا کونہ پکڑا۔ وہ وہیں رکا۔ اور پلٹ کر دیکھا۔ وہ بھیگی پلکیں لئے شرمندہ سی کھڑی تھی۔ ابیہم نے ایک زور دینا کو اٹھایا۔ اور ایک زور صفا کے دل حمائل کیا۔ وہ سسک کر رو دی۔ وہ اسکی شرٹ کا کالر پکڑے اسکے سینے پر آ رہی تھی۔ وہ دینا کے معاملے میں کیسے غافل ہو سکتی تھی بھلا؟ اسکا دل ٹوٹ رہا تھا۔

''اٹس اوکے۔!! پریشان مت ہو۔'' وہ اسکا کندھا سہلا رہا تھا۔

''میں نے اسکو کچھ نہیں کھلایا۔'' اسکی ہچکی سی آواز آئی۔

''آئی نو۔!!'' صفا نے سوئی ہوئی دینا کے گال کو چھونا چاہا اس نے اپنا لرزتا ہاتھ پیچھے کھینچا۔'' پکڑو اسکو۔'' ابیہم نے دینا کو اسکی جانب بڑھایا۔ صفا دو قدم پیچھے ہٹی۔ ابیہم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''نن۔ نہیں۔۔ میرے۔ میرے چھونے سے۔ یہ۔ یہ بیمار ہو جائے گی۔'' وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولی تو ابیہم کے دل میں کچھ ڈوبا۔

''جو بھی میرے قریب ہوتا ہے وہ۔ وہ۔'' وہ اپنا جملہ پورا نہ کر پائی۔ ابیہم اسکی بات پر تڑپ کر رہ گیا۔

''صفا۔!! کیا سوچ رہی ہو تم؟'' ابیہم نے آنکھیں سکیڑ لیں۔''اتنا منفی نہیں سوچتے۔'' اس نے صفا کو ڈپٹا وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔''اوکے فائن۔۔ گھر چلو۔'' اس نے سختی سے کہتے ہوئے صفا کا ہاتھ پکڑا اور اسکو وہاں سے لے گیا۔

گاڑی پورچ میں داخل ہوئی تو مرجان اور قوت بھاگتے ہوئے اس جانب آئے۔ سفیان گورسی اور منال پہلے ہی گھر پہنچ چکے تھے اس لئے انھوں نے کچھ حد تک ان دونوں کو پرسکون کر دیا تھا گاڑی کی آواز سن کر وہ دونوں باہر بھاگے تھے۔ قوت کا تو رنگ ہی پیلا پڑ گیا تھا۔ مرجان نے آگے بڑھ کر ڈور کھولا تو صفا باہر نکلی جبکہ ابیہم دوسری جانب سے دینا کو اٹھائے نکلا تھا۔

''۔۔!! دینا کیسی ہے؟'' قوت نے ہلکان ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

''شی از فائن۔!'' ابیہم نے قوت کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''۔۔!! کیا ہوا تھا دینا کو؟'' مرجان گھوم کر اس جانب آیا اور ابیہم کا ہاتھ پکڑا۔

''کچھ نہیں فوڈ پوائزننگ ہو گئی تھی۔ اب ٹھیک ہے وہ۔'' ابیہم نے کن انکھیوں سے صفا کو دیکھا جو کہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ وہ تینوں بھی

ا ردا خل ہوئے۔لاؤنج میں منال اور سفیان صا موجود تھے۔''میں دینا کو کمرے میں لے جا رہا ہوں۔'' وہ اسکو اٹھائے سیڑھیاں چڑھ گیا۔مرجان اور قوت بھی اسکے پیچھے لپکے تھے۔

''منال۔!!''سفیان گورسی ا جا متوجہ ہوئے۔

''جی؟''

''تمہیں نہیں لگتا کہ تم بہت روڈ ہوگئی تھی صفا کے ساتھ؟''انھوں نے اپنا چشمہ ا رتے ہوئے منال سے کہا۔

''سفیان۔!!وہ میری بہو ہے اور میری بیٹی۔۔کیا میں اتنا سا بھی حق نہیں ر تا کہ اسکی لا پرواہی پہ اسکو ڈا ٹ سکوں؟''

''حق ر تا ہو یہ بھی تو دیکھو کہ وہ بھلا کیسے لا پرواہ ہو سکتی ہے؟ وہ تو بچوں پہ جان چھڑکتی ہے۔''

''جا ہوں۔۔ محبت کرنے میں اور خیال ر میں فرق ہوتا ہے۔۔اسکو دھیان رکھنا چاہیے ہر وقت چوکس رہنا چاہیے۔''

'' منال۔!!یہ ا اسکی ذمہ داری نہیں ہے۔۔وہ ا اہیم کی بیوی ہے۔ان بچوں کو اَ وہ محبت دے رہی ہے تو یہی کافی ہے۔۔ان بچوں کی ذمہ داری ا اہیم کی اور ہماری ہے۔صفا پ ا کوئی زمہ داری عائد نہیں ہوتی۔''انھوں نے قدرے ٹھوس لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''نہیں سفیان۔!!اَ اس نے ا اہیم کو قبول کیا ہے تو اسکی ذمہ داریوں کو بھی قبول کیا ہے۔وہ صرف اسکی بیوی نہیں ہے وہ ان بچوں کی ماں بھی ہے۔وہ اس گھر کی بہو اور مالکن بھی ہے۔اس لئے اسکو اپنی ذمہ داریاں سمجھنی ہوں گی۔''وہ اپنے نقطے پہ قائم تھیں۔سفیان گورسی خاموش ہوگئے۔وہ یقیناً منال آفندی سے بحث میں ا نہیں تھے۔

''۔کیا ہوا تھا دینا کو؟''ا اہیم نے دینا کو بیڈ پہ لٹاتا قوت نے ہلکان ہوتے ہوئے پوچھا۔جبکہ مرجان دینا کے سرہانے بیٹھا اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔صفا آتے ہی کپڑے نکال کر واشروم میں گھس گئی تھی۔

''وہی جو اس دن مرجان کو ہوا تھا۔فوڈ پوائزننگ۔''ا اہیم نے اپنی دینا کی دوا دیکھتے ہوئے کہا تو مرجان نے سر اٹھا کر دیکھا۔ا اہیم نے ایک تیکھی سی نگاہ اس پہ ڈالی۔''جا ہوں بالکل کچھ۔۔اس لئے آئندہ فا ٹ فوڈ بند تمہارا۔''

''۔۔!! میری بات کہاں سے آگئی بیچ میں؟''مرجان اچھا خاصا مزہ ہوا تھا۔

''تم بالکل کی ہی بات ہے۔۔تم بالکل کی صحت پہ کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا میں۔''وہ تنبیہ کرتا ہوا آ کر اسکے پاس ہی بیٹھا۔قوت بھی ان دونوں کے پاس ٹک گیا۔دینا سو رہی تھی۔ا اہیم نے دینا کے ماتھے پہ بوسہ دیا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''جاگ گئی میری پرنسز؟''اس نے محبت سے کہا تو دینا نے آنکھیں مٹکا ۔ا اہیم نے اسکو اپنی گود میں بٹھایا اور خوب پیار کیا۔اسکو ٹھیک دیکھ کر مرجان اور قوت بھی خوش ہوگئے تھے۔دروازے پہ دستک ہوئی تو منال کھڑی تھیں۔

''آجا ماما۔!!''

''اٹھ گئی میری گڑیا؟''وہ نہال ہوتیں دینا کے پاس پہنچیں اور اسکے سر پہ پیار کیا۔''تم لوگ فریش ہو جاؤ پھر نا شتہ لگواتی ہوں۔''انھوں نے ا اہیم کا تھکا ہارا سا چہرہ دیکھ کر اسکے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔''میرا بیٹا تھک گیا ہے۔''انھوں نے ا اہیم کے ماتھے سے بال ہٹا کر اسکا ماتھا چوما تو مرجان نے اشتیاق سے دیکھا۔

''یہ تھکاوٹ کچھ بھی نہیں ہے ماما۔!''وہ زخمی سا مسکرایا۔

''اور میں اس تھکان کی بات کر بھی نہیں رہی۔''وہ معنی خیز انداز میں بولیں تو ا اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اسی دوران واشروم کا دروازہ کھلا تو صفا باہر نکلی۔ان کو دیکھا تو وہ جا بوس سی ہو کر سر جھکا گئی۔ا اہیم نے ملتجی نگاہوں سے منال بیگم کو دیکھا وہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی صفا کے پاس پہنچیں۔

''آئی ایم سوری بیٹا۔!!''انھوں نے نرمی سے صفا کے ہاتھ تھامے تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔''میں نے بہت سرد مہری سے بات کی مجھے معاف کر دو۔''وہ واقعی

شرمندہ تھیں۔صفا نے جلدی سے ا ہاتھ تھام لئے۔

''نہیں آ پلیز۔! مجھے شرمندہ مت کریں۔''

''نہیں صفا۔!! مجھے ٰ می سے ِ ت کرنی چاہیے تھی۔''

''آ آپ۔آپ قسم لے لیں وہاں دینا نے ایسا کچھ بھی نہیں کھا ِ تھا۔'' صفا کی آنکھیں ا ِ ۔ رپھر سے ٰ ۔ َ ۔ لگی تھیں۔

''میں جا ہوں کہ تم نے اسکا پورا خیال رکھا۔ بچے ہوتے ہی ایسے ہیں۔ا اپنی بھوک پیاس کا نہیں پتہ ہوتا ۔۔کھلاتے رہو تو کھاتے رہتے ہیں پلاتے رہو تو پیتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ا ک سے ٔ ٔ شروع ہو جائے۔'' ا اس ِ ت پر وہ ۔ چو تھے۔''ہاں تو اور کیا۔ا۔ اہیم ایسا ہی تھا بچپن میں۔۔اَ کھا شروع کرتا تھا تو کھاتا رہتا تھا۔۔اسکا پیٹ پھٹنے کو آجاتا اسکو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسکی بھوک مٹ چکی ہے۔''

''ماما پلیز۔!!'' ا۔ اہیم کو اچھی خاصی شرمندگی ہوئی۔مرجان نے معنی خیز نگاہ ا۔ اہیم پر ڈالی۔ا۔ اہیم نے اسکو گھورا جبکہ ِ قوت دلچسپی سے منال کی ِ تیں سن رہا تھا۔ صفا نے بھی ا ِ چور نگاہ ہڑ ِ ٹائے سے ا۔ اہیم پر ڈالی۔

''اس لئے بچوں کا خیال خود رکھنا پڑتا ہے۔۔آہستہ آہستہ ۔ سمجھ جاؤ گی تم۔'' انھوں نے ٰ می سے صفا کے گال پر ہاتھ پھیرا تو اس نے نم ہوتی آنکھیں لئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''واہ۔۔یعنی ساس بہو کو صلح کرنے کے لئے میری پول کھولنا لازمی تھی؟'' ا۔ اہیم نے ا ِ ٹھنڈی آہ بھری تو وہ دونوں ہنس دیں

''صلح کیوں؟ ہماری کون سا کوئی لڑائی ہوئی تھی۔۔کیوں صفا؟'' انھوں نے صفا سے پوچھا تو صفا نے ا ہاں میں ہاں ئی۔ا۔ اہیم نے ا۔ واچکائے۔صفا چلتی ہوئی ان کے پ س آئی تو دینا نے آنکھیں مٹکا کر اسکو دیکھا۔ا۔ اہیم نے دینا کو صفا کی جا ۔ ٹھایا تو صفا ا ِ قدم پیچھے ہٹی۔

''کیا سمجھایا تھا میں نے؟'' ا۔ اہیم نے اسکو ا ِ گھوری سے نوازا تو صفا نے لرزتے ہاتھ دینا کی جا ۔ ٹھائے۔ اگلے ہی لمحے پھر سے خوف حاوی ہونے لگا۔اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔دینا ان دونوں کے درمیان ٹ ہوئی تھی۔

''اچھا۔تم لوگ نیچے آجاؤ میں ٰ شتہ لگوا رہی ہوں۔'' منال کہتیں چلی گئیں۔دینا واپس ا۔ اہیم کی گود میں بیٹھی۔

''پ یٹی لیڈی۔!!'' مرجان کے پکارنے پ وہ واپس ہوش کی د میں لوٹی۔''ٹ ئم کیا ہوا ہے؟'' اس نے پوچھا تو ا۔ اہیم نے آنکھیں سکیڑیں۔مرجان نے ا ِ چور نگاہ ا۔ اہیم پر ڈالی۔صفا نے وال کلاک دیکھا تو ساڑھے آٹھ ہو رہے تھے۔

''ساڑھے آٹھ۔ کیوں؟'' وہ الجھی سی پلٹی تھی۔

''اوہ۔افسوس ہوا۔۔'' مرجان نے مصنوعی افسوس کیا تو وہ ۔ الجھے۔''سکول کا ٹ ئم نکل َ ٰ ں۔۔مجھے آج بہت ضروری کام تھا سکول میں اب کیا کر تے ہیں۔'' وہ د جہان کی معصومیت سجائے بولا تو صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ا۔ اہیم نے کچھ کہے بنا ءفون کان سے لگا ِ۔

''جی۔مسز قیوم۔!! وہ دراصل میری گاڑی ٰ اب ہو گئی ہے۔اس لئے بچے آج سکول سے تھوڑا لیٹ ہو جا گے۔۔کوئی مسئلہ تو نہیں؟'' ا۔ اہیم کی ِ ت پر مرجان نے صدمے سے اپنے سفا ک ِ پ کی جا ۔ دیکھا۔وہیں صفا اپنی ہنسی روک گئی تھی۔ ِ قوت اس ۔ سے محظوظ ہوا تھا۔''او کے۔۔تھینک یو سو مچ۔!!'' مقابل کی ِ ت ّ ت ہوئے ا۔ اہیم نے پ سکون ا ٰ ازمیں فون ہٹا ِ۔مرجان ہو ں کی طرح اسکی جا ۔ دیکھ رہا تھا۔''دس منٹ ہیں تمہارے پ س ریڈی ہو جاؤ۔'' اس نے َ دن کو خم دیتے ہوئے حکم جاری کیا تو مرجان کا منہ کھل َ ِ۔

''۔۔!آپ ایسا کیسے کر تے ہیں؟''

''میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔ ٗ گو۔'' اس نے سخت نگاہ مرجان پ ڈالی تو مرجان بے بسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' ان دونوں کے جانے کے بعد صفا نے خفگی کا اظہار کیا تو ا۔ اہیم نے اسے گھوری سے اسکو نوازا۔

''تم بھی ریڈی رہو۔۔کل سے کالج جا رہی ہو تم۔'' اسکو وارن کرتا ہوا وہ دینا کو اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں؟ کیا۔؟ میں؟'' صفا نے غیر یقینی سے اپنے ۔ پہ ہاتھ رکھا۔ وہ تو پٹھائی تو یکسر ا ازکر گئی تھی۔
''جی ہاں۔۔تم۔'' وہ کہتا۔ ہر نکل َ پیچھے صفا کو ہکا بکا سا چھوڑ کر۔

نیو یرک سٹی میں اس وقت رات کا وقت تھا۔ دن کے اجالے جیسی ہی رونقیں بحال تھیں۔ ا مصروف سے روڈ پ ا لڑکا چلتا ہوا جا رہا تھا جس نے ا اور ر کوٹ پہن رکھا تھا اور چہرے پ ماسک تھا۔ وہ چلتا ہوا ا عمارت میں پہنچا۔ وہ ا دومنزلہ پ انی سی طرز پ بنی عمارت تھی۔ جو کوئی اکیڈمی معلوم ہوتی تھی۔ وہ سیڑھیاں ا کر اس عمارت کی بیسمنٹ میں پہنچا۔ دروازہ کھولا تو سامنے ا کھلا دلان کمرہ تھا جس میں اس وقت کوئی ڈیڑھ سو کے قر۔ نوجوان لڑکے موجود تھے۔ وہ لڑکا چلتا ہوا آ اور ان . سے بغل َ ہوا۔ کچھ د بعد وہ . اپنی اپنی نشستوں پ بیٹھ گئے۔ اس لڑکے نے اپنی۔۔۔ سے ا پیپر نکالا اور جا کر سامنے روسٹرم پ کھڑا ہو َ۔ وہ لڑکے ری ری آتے گئے اور وہاں دستخط کرتے گئے۔ آ ی لڑکے نے دستخط کئے تو اس لڑکے نے وہ پیپر فولڈ کر کے اپنی۔۔۔ میں رکھا اور ان . سے مخاطب ہوا۔
''آج کی اس قرارداد کے مطابق ہم . یہ عہد کرتے ہیں کہ ا جان۔ ا مٹھی کی ما رہیں گے۔ ہم اس د کے کونوں میں پھیل جا گے اور اپنی تحر۔ کو ہمیشہ ز ہ رکھیں گے۔ ہم ا فی اور ظلم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرتے رہیں گے اور ا کے م کو فذ کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے۔ ہم اپنے بھائیوں کے حق کے لئے آواز اٹھا گے اور اپنی جان کی قر۔ نی دینے سے َ نہیں کریں گے۔ ہم اپنا مال، اپنی اولاد اور اپنی جان . کچھ اللہ کی راہ میں قر۔ ن کریں گے۔''
اس نے ا نگاہ ان . لڑکوں کے چہروں پ ڈالی۔ وہ . پ سکون سے اسکی . ت سن رہے تھے کسی کے چہرے پ کوئی اضطراب نہیں تھا۔
''ہم قلم اور اپنی ز۔ ن سے اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے۔ کیا آپ لوگ عہد کرتے ہیں؟'' اس نے بلند آواز لگائی تو ان . نے اسکی . ت کا جواب د۔
''ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔'' ان . نے اپنے سینوں پ ہاتھ رکھ کر اپنا عہد ہرا۔
''میں ختم ہو جاؤں گا۔ ہم . ختم ہو جا گے ہماری کوشش۔ ہمارا مقصد ز ہ رہے گا۔ ا . ت ۔ درکھنا کہ ہم اس َ کو ختم کرنے کی سے شروع نہیں کر رہے۔ ہم بس اپنا کردار ادا کریں گے ہم د کے سامنے سچائی لا گے۔ تا کہ د حق کو پہچان سکے۔ ا د حق جان لے گی تو یہ َ خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہم میں سے ہر شخص اہم ہے ہر ا کوشش ہر ا کاوش معنی ر ت ہے۔ ہم . متحد ہوں گے تو ہم ا سایہ دار شجر بن جا گے جو آنے والی نسلوں کو صرف ٹھنڈک دے گا بلکہ ا پھل بھی فراہم کرے گا۔ سکون کا۔ آسودگی کا اور خوشی کا۔'' وہ لڑکا بولتا جا رہا تھا اور ق . لڑکے اثبات میں سر ہلاتے جا رہے تھے۔ ''آج کے بعد اس د کے ہر کونے سے حق کی آواز بلند ہونی چاہیے۔'' اس نے ہ لگا تو ان . نے جواب د۔ ''اب آپ لوگ جا ت ہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو وہ . اس سے مصافحہ کرتے وہاں سے چلے گئے۔
اس نے اپنا ماسک ہٹا۔ اور اپنی۔۔۔ سے وہ کاغذ قلم نکالا۔ ''ا ہماری کاوشوں کو قبول کرے۔'' کہتے ہوئے سفیر نے اپنے م کے سامنے بھی دستخط کر دیئے۔

حسن مصروف سا لاؤنج کے دروازے ت پہنچا تو اسکو کسی کی چاہ محسوس ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو عینا جلدی جلدی اپنی گھڑی پ وقت د ت ہوئی چلی آ رہی تھی۔
حسن ی پ ز و۔ ھے کھڑا ہو َ۔ عینا نے ہمیشہ کی طرح زمین پ یں گاڑی ہو تھیں اور ہمیشہ کی طرح ا تصادم ہوا۔
''افف۔ میرے راستے میں ضرور آ ہوتا ہے تم نے؟'' وہ اپنا ماتھا ر ٹتی ہوئی پیچھے ہٹی۔
''افف۔ آنکھیں پیچھے ضرور لگانی ہوتی ہیں تم نے؟'' وہ اسی کے ا از میں بولا تو عینا نے سر اٹھا کر دیکھا اور اپنی آنکھوں سے چشمہ ا را۔
''یہاں لاؤنج میں سن گلاسز پہن کر گھومو گی تو تصادم تو ہو گا۔ جانے کس بے وقوف سے سامنا ہو َ صبح صبح۔'' وہ سر ٹ ہوا ہر کی جا ۔ ٹھ َ۔
''سامنے پلر بن کر کھڑے تھے۔ ہٹ نہیں ت تھے راستے سے؟'' وہ ٹ ٹاتی ہوئی اسکے پیچھے ہو لی۔
''پلر بولتے نہیں۔'' وہ آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تو عینا نے بھی دروازہ کھولنا چاہا حسن نے ا رسے ڈور پکڑ لیا۔ ''یو آر ٹ ویلکم۔!!''
'' مجھے اپنی ڈیوٹی کرنی ہے۔'' عینا نے ادھ کھلے شیشے سے ا رجھانکا۔
''اور مجھے تمہاری کوئی سروسز نہیں چاہییں۔'' وہ کندھے اچکا َ۔ عینا نے خونخوار نگاہوں سے اسکو دیکھا۔ ''آج مینشن کے زمین چھٹی پ ہیں۔ اس لئے شام ت

سارے کام بند۔ ڈ کامینیو میں سینڈ کردوں گا۔ وہی بنا۔ قی صفائی اچھے سے کر دینا۔'' وہ انگلیوں پہ کام گنوا رہا تھا عینا کا حیرت کے مارے منہ کھل ۔ ''۔ قی کوئی کام ہوا تو ٹیکسٹ کردوں گا۔ وُ گو۔'' کہتے اس نے ڈورا رسے بند کر دیا اور ڈرائیور نے گاڑی دی۔ عینا وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔

وہ آفس پہنچا تو سارے اسٹاف میں ا تناؤ سا تھا۔ وہ پسکون سا چلتا ہوا اپنے آفس میں پہنچا۔ اور جا کر کرسی پہ بیٹھا۔ مغیث مئودب سا کھڑا تھا۔

''کیا خبر ہے؟''

''وہ لوگ آج انسپیکشن کے لئے آ رہے ہیں۔''

''جا ہوں۔ مز۔؟'' حسن نے تیکھی نگاہ مغیث پہ ڈالی۔

''وہ۔۔ا کسی نے پکی خبر دی ہے۔۔ یہ وزٹ کوئی ریگولر وزٹ نہیں ہے۔'' مغیث نے گھبراہٹ چھپاتے ہوئے کہا تو حسن نے اپنی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں سکیڑ کر مز۔ تیکھی کر لی تھیں۔ ''مجھے یہ اس لڑکی کا کام لگتا ہے۔'' مغیث نے جبڑے بھینچ لئے تو حسن نے الجھ کر میں سر ہلا۔

''نہیں۔۔ وہ نہیں ہو سکتی۔۔ وہ چوبیس گھنٹے میری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔'' وہ خود بھی الجھا ہوا تھا کیو ایسے خبر۔ ہر جا۔ ممکن تھا۔

''سر۔! آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟ آپ ا ۔گ کو دودھ ڈال رہے ہیں جو کہ ا دن صرف آپکو ڈسے گا۔'' مغیث پ کر بولا تھا حسن نے پ سوچ ا۔ از میں ٹیک لگا دی۔

''پتہ کرواؤ کہ یہ کس کا کام ہے؟''

''سر۔! ہمارے جتنے بھی آدمی ادارے میں تھے ا فارغ کر دی ۔ ہے۔''

''واٹ؟؟؟'' وہ اچا۔ سیدھا ہوا تھا۔

''جی آج صبح ہی نوٹ ۔ ہے مجھے۔۔ ان لوگوں کو اس انسپیکشن کے ۔ رے میں کوئی علم نہیں دی ۔ بلکہ کل رات ان ۔ کو فارغ کر دی ۔۔''

''اور تم مجھے اب بتا رہے ہو؟'' حسن نے جبڑے بھینچ لئے۔

''کل رات آ ۔ تھا آپکو بتانے آپ مینشن میں نہیں تھے۔۔ پھر آپکو دو ۔ رہ ڈسٹرب کر۔ منا ۔ نہیں سمجھا۔'' مغیث نے اپنی جان بچانے کی کوشش کی تھی۔۔ حسن مٹھیاں بھینچ ۔ حتی کہ اسکی نسیں پھول گئیں۔

''کون؟ کون کر رہا ہے یہ ۔ ؟'' وہ مٹھیاں بھینچے غرا۔۔ اسکے ماتھے کی رگیں بھی ابھر چکی تھیں۔ جنھیں دیکھ کر مغیث کا حلق خشک ہوا۔

''سر۔۔! آپ ریلیکس رہیں۔۔ آفس ۔ لکل ہے۔ ان لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور رہی ۔ ت اس ا ن کی تو جلد۔۔ پتہ چل جائے گا آپ۔ آپ فکر نہ کریں۔''

''فکر مائی فٹ۔!!!'' اس نے ٹیبل پ دونوں ہاتھ مارے۔ تو مغیث اپنی جگہ سے دو قدم پیچھے ہٹا۔ ''آج ا امپورٹنٹ شپمنٹ آ۔ تھا۔'' مغیث نے حیرت سے اسکو دیکھا وہ شخص اس وقت بھی صرف اپنے شپمنٹ کا سوچ رہا تھا۔ ''کتنا ٹائم لگے گا انسپیکشن میں؟'' اس نے بے زاری سے پوچھا تھا۔

''دد۔۔ دو گھنٹے لگتے ہیں عموماً'' مغیث نے لرزتے ہوئے بتا۔ ''لیکن چو ا پکی خبر ملی ہے اس لئے وہ اس ۔ را پنی تسلی کئے بنا نہیں جا گے۔''

''ہمم۔ ٹھیک ہے۔ شپمنٹ کو سینائی میں منگواؤ۔'' وہ کہتا ہوا پسکون ہو ۔ تھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔ ا۔ اہیم واپس گھر آ ۔ تو لاؤنج خالی تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتا سیڑھیاں پھلا ۔ اور کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے دینا بیڈ پ سو رہی تھی اور صفا اس سے کچھ فاصلے پ صوفے پ سوئی جاگی سی بیٹھی تھی۔ وہ ا ہاتھ سر کے نیچے ٹکائے کسی چوکیدار کی طرح نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔۔ ا۔ اہیم نے گلا کھنگارا تو صفا جلدی سے اٹھ کھڑ ہوئی۔ وہ اپنا کوٹ ا ۔ ر ہوا آگے آ ۔ اور دینا کا ماتھ چھو کر دیکھا۔

''بخار تو نہیں ہوا؟''

''نہیں۔۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سوئی ہے۔'' صفا اسکے پیچھے کھڑی تھی۔

''ہمم۔ماما کہاں ہیں؟'' وہ اپنی گھڑی اتار رہا تھا۔

''وہ پڑوس میں گئی ہیں۔'' صفا ڈریسنگ کی جانب بڑھ گئی اور ابیہم کے کپڑے نکالنے لگی۔ابیہم یوں ہی دینا کے سرہانے بیٹھا رہا اور اسکے بال سہلاتا رہا۔

''کپڑے آپکے نکال دیئے ہیں۔'' وہ واپس آئی اور آکر اسکے سامنے کھڑی ہوئی۔

''ہمم۔تم۔یہاں سو جاتی اسکے پاس۔'' اس نے صفا کا چہرہ دیکھا جو کہ بجھا بجھا سا تھا۔

''نہیں۔وہ دینا ڈسٹرب ہوتی۔ویسے بھی میں جاگ ہی رہی تھی۔'' اس نے اپنی انگلیاں چٹکانا شروع کیں تو ابیہم اٹھ کر اسکے پاس آیا۔

''آپ نہالیں میں کھانا لگا دیتی ہوں۔'' وہ نگاہیں جھکائے ہی بولی۔ابیہم مسلسل اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔صفا وہاں سے ٹلنے لگی تو ابیہم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔''کچھ چاہیے۔؟'' صفا نے نگاہیں پراتے ہوئے پوچھا۔

''تم بتاؤ کیا ہوا ہے؟''

''کچھ۔۔کچھ بھی تو نہیں۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔ابیہم کے تاثرات نہیں بدلے تھے۔

''ادھر دیکھو۔'' اس نے صفا کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر سامنے کیا۔وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔''میں نے کہا ادھر دیکھو۔'' اس نے قدرے متنبیہ لہجے میں کہا تو صفا نے لرزتی پلکیں اٹھائیں اور ابیہم کے سامنے لیٹی دینا کو دیکھا۔''تمہیں معلوم ہے ایک پڑھے لکھے اور جاہل انسان میں کیا فرق ہوتا ہے؟'' اس نے پوچھا تو صفا نے الجھ کر ابیہم کی آنکھوں میں دیکھا۔''پڑھا لکھا اور باشعور انسان اپنے رب پر یقین رکھتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ اللہ کی مرضی نہ ہو تو اس کائنات کی کوئی شے اسکو نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح رب کی منشا کے بناء کائنات کی کوئی شے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔اور جاہل۔'' وہ ایک پل کے لئے رکا اور صفا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔''جاہل اپنا نفع اپنے کمال کے ساتھ منصوب کرتا ہے اور نقصان کو توہم پرستی سے جوڑتا ہے۔اس طرح وہ دونوں طرح کے حالات میں رب سے دور رہتا ہے۔'' صفا نے پلکیں جھپکیں۔''تم خود ہی تو کہتی ہو کہ ہمیں اپنی کامیابی پر شکر ادا کرنا چاہیے اسکو اپنا کمال سمجھنے کی بجائے ایک نعمت سمجھنا چاہیے؟'' صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔''تو پھر نقصان اور غم کو کیوں خود سے منصوب کرتی ہو؟'' وہ بولا تو صفا نے دو بارہ پلکیں جھپکا لیں۔

''یہ سوچ رکھنا کہ تمہارے قریب رہنے سے دینا پر کوئی بلا یا آفت ہوگا یا وہ تم سے دور ہو جائے گی تو یہ ایک انتہائی فضول اور بے ہودہ سوچ ہے جس کا حقیقت سے دور دور تک تعلق نہیں۔یہ وہم ہے اور واہمے ڈالنا شیطان کا کام ہے۔تم ان واہموں کو سر پر سوار کر کے شیطان کو تقویت دے رہی ہو۔وہ تمہارے خون پر پل رہا ہے۔'' صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔''اس لئے ان واہموں کو اپنے دماغ سے نکال دو اور خود کو ہر نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا بند کر دو۔'' صفا نے بھیگی پلکوں سے اس مہربان دوست کو دیکھا جو اسکا استاد بھی تھا۔وہ کیا نہیں تھا؟ وہ اسکا سب کچھ ہی تھا۔!!

''ہمم؟؟'' ابیہم نے تو چاہی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''گڈ۔اب جاؤ۔اسکے پاس بیٹھو۔میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو صفا بھی آسودگی سے مسکرائی۔ابیہم اسکا گال تھپتھپاتا تو صفا نے آنکھیں رگڑیں۔پھر اس نے ایک دینا کو دیکھا۔اور لپک کر اسکے پاس پہنچی۔اس نے سوئی ہوئی دینا کو ہی گود میں بھرا اور جی بھر کر اسکو پیار کیا تھا۔

''تم آج آفس نہیں آؤ گی؟'' ایک بچی نے آفیسر سے پوچھا جو کہ اپنی ڈیسک پر کچھ نوٹ کر رہی تھی۔

''نہیں۔!!'' وہ کلرکرتی ہوئی مصروف سی بولی تو وہ لڑکی کندھے اچکا کر آفیسر چلی آئی۔ابھی وہ کوریڈور میں پہنچی تھی کہ قوت اسکے سامنے آیا۔

''آفیسر کہاں ہے؟'' قوت نے اس لڑکی سے پوچھا تو اس نے کمرے کی جانب اشارہ کر دیا۔''شکریہ۔'' قوت وہاں سے گیا۔وہ کلاس روم میں داخل ہوا تو سامنے ہی آفیسر خالی کلاس روم میں اکیلی بیٹھی کلاس میں کچھ رقم بھر رہی تھی۔قوت مسکرا کر اسکے پاس پہنچا وہ اسکے سامنے آنے کے بجائے اسکے عقب میں آیا اور آکر

آ۔ کی آنکھوں پہ دونوں ہاتھ رکھے آ۔ ی طرح ہڑبڑائی تھی۔

''کک۔۔کون۔کون۔کون ہے؟'' آ۔ نے جلدی سے وہ ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی ۔قوت مسکراہٹ دبائے کھڑا رہا۔''چھ۔چھ۔چھوڑ دو۔جج۔جانے دو۔۔'' آ۔ کے الفاظ بکھر رہے تھے۔قوت ایک پل کے لئے ٹھٹکا پھر اس نے اپنا ارادہ قائم رکھا اور آ۔ کو مزید تنگ کرنا چاہا۔''مم۔مجھے۔۔جانے دو۔۔۔۔ ما۔۔ماما۔ماما۔'' آ۔ کی سانس رکنے لگی تو قوت نے جھٹکے سے اسکو چھوڑا اور اسکے سامنے آ۔آ۔ ی طرح کانپ رہی تھی۔اسکا چہرہ پسینے میں نہایا تھا اور اسکی سانس بند ہو رہی تھی۔

''آ۔۔!!'' قوت نے اسکو کندھے سے پکڑے کر جھنجھوڑا۔

'' قوت نے بمشکل اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی وہ مسلسل کانپ رہی تھی۔''یہ لو پانی پیو۔'' قوت نے پانی کی ایک بوتل کا ڈھکن اتار کر اسکی جانب بڑھائی۔آ۔ کے ہاتھ لرز رہے تھے۔قوت نے خود ہی وہ بوتل اسکے لبوں سے لگا دی۔آ۔ نے دو گھونٹ پانی پیا۔اسکی سانس بحال ہوئی تو قوت نے بھی اسے روکی ہوئی سانس چھوڑی تھی۔آ۔ کچھ دیر بعد سنبھلی تو اس نے اپنے ماتھے پہ آیا صاف کیا اور اپنی حالت پہ قابو پایا۔قوت الجھ کر اسکے ساتھ ڈھے سا گیا۔

''آر یو اوکے؟'' اس نے نرمی سے پوچھا تو آ۔ نے سر اٹھا کر قوت کو دیکھا۔''تم ٹھیک ہو ناں؟ میں نے تو بس مذاق کیا تھا۔'' وہ واقعی گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔آ۔ کچھ پل اسکی بات کو پراسس کرتی رہی اور پھر مسکرا دی۔

''یس۔۔فیکٹلی فائن۔!!'' وہ گردن کو خم دے کر بولی تو قوت نے ایک گہری سانس لی۔

''تھینک گاڈ۔تم ٹھیک ہو۔میں تو ڈر گیا تھا۔میں نے بس آنکھوں پہ ہاتھ رکھا اور تم تو پینک ہی ہو گئی۔'' قوت نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا جو کہ اب نیلی آنکھوں سے مسکرا کر قوت کا گھبرایا سا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''بس۔ایسے ہی۔آنکھیں بند ہوتی ہیں تو ڈر لگتا ہے۔'' آ۔ نے بمشکل مسکرا کر بات مکمل کی۔جس پہ قوت اچھا خاصا حیران ہوا تھا۔

''تو۔کیا تم آنکھیں کھول کر سوتی ہو؟''

''ہاں؟'' آ۔ اسکی بات پہ چونکی۔''نہیں تو۔'' وہ کھلکھلائی۔قوت بھی ہنس دیا۔شکر ہے وہ نارمل ہو چکی تھی۔۔ ابھی ابھی جو ہوا اسنے قوت کو پریشان کر دیا تھا۔

''کیسی ہو؟'' وہ کچھ دیر بعد بولا تو آ۔ نے آنکھیں مٹکائیں۔''آج ہر نہیں آئی؟''

''وہ۔مجھے کام تھا۔'' آ۔ نے اپنی ڈرائینگ بند کر دی۔

''کیا میں وہ کام دیکھ سکتا ہوں؟'' قوت مسکرایا تو آ۔ سر جھکائے مسکرائی۔اور پھر اس نے وہ ڈرائینگ قوت کے سامنے کر دی۔

''یہ کیا۔چاند؟'' اس نے دیکھا کہ ڈرائینگ میں ایک پورا چاند ہے اور ایک چھوٹی سی لڑکی جس کو بنانے کی تو کوشش لڑکی کی ہی کی گئی تھی وہ اس وقت ایک آڑھے ترچھے ادرک کی شکل میں بن گئی تھی۔وہ آسمان پہ اس چاند کو دیکھ رہی تھی۔

''ہاں۔۔مجھے پسند ہے۔'' آ۔ نے پرجوش ہو کر بتایا۔

''اور یہ۔یقیناً تم ہو؟'' قوت نے کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے اس ادرک لڑکی پہ ہاتھ رکھا تو آ۔ نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔وہ داد وصول کرنے کے لئے بالکل تیار تھی۔

''آر یو شیور؟'' قوت نے تصدیق چاہی۔

''یس۔!!''

''یہ۔ادرک کی شکل والی لڑکی تم ہو؟'' قوت نے جھجکتے ہوئے پوچھا تو آ۔ کی مسکراہٹ سمٹی اور پھر وہ مسکراہٹ غصے میں تبدیل ہوئی۔''او کے سوری سوری۔''

اس سے پہلے ہی قوت پہ وہاں موجود ہر شے برسی تھی۔آ۔ نے ایک کتاب سے قوت کی اچھی خاصی دھلائی کی۔وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا اور یہ بات آ۔ کو

مزید تیار ہی تھی۔

''تم یہاں بیٹھے ہو؟ تمہارا وہ کہاں ہے؟'' مرجان نے دیکھا میرال سامنے کھڑی تھی۔ مرجان کے چہرے پر دجہان کی بے زاری امڈ آئی۔ وہ آکر اسکے ساتھ بیٹھی۔ ''ویسے کیا تم لوگ واقعی ٹوئنز ہو؟'' مرجان نے دن موڑ کر اسپر سخت نگاہ میرال پر ڈالی۔ ''آئی مین۔ تم لوگ بہت مختلف ہو۔'' وہ محظوظ سے انداز میں بولی تھی۔

مرجان خاموش رہا۔

''وہ اتنا سویٹ ہے اور تمہاری ایٹ ہی ختم نہیں ہوتی۔'' میرال نے منہ بنایا تھا۔ مرجان لاتعلق رہا۔ ''ویسے تم نے پوچھا نہیں کہ میں نے تمہاری فیملی کو اس دن والی بات کیوں نہیں بتائی تھی؟'' میرال نے اپنے ناخن دیکھتے ہوئے مرجان کو متوجہ کیا تھا۔

''کون سی بات؟'' وہ سرد اور خالی سے انداز میں بولا۔

''وہی۔۔ مینڈک والی۔'' میرال نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ مرجان نے نگاہیں نہیں پلٹائی تھیں۔

''کون سا مینڈک؟'' وہ سیاہ تر آنکھیں میرال کی آنکھوں میں گاڑے ہوئے تھا۔

''وہی جو اس دن میڈم کو گفٹ کرنے کا کہا تھا۔'' میرال نے جبڑے بھینچ لئے۔

''مجھے یاد نہیں۔'' مرجان کندھے اچکا کر بولا تو میرال کو آگ لگ گئی۔

''یعنی تم جھوٹ بولتے ہو؟'' وہ اسکے سامنے آکھڑی ہوئی۔

''نہیں۔''

''تو پھر؟''

''تو پھر یہ کہ مجھے نہیں یاد تم کیا کہہ رہی ہو؟ اور جو بات یاد ہی نہ ہو اس پر سچ کیا اور جھوٹ کیا۔'' وہ بے پروا انداز لئے بولا تو میرال کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ جو اسکو کسی بات پر بلیک میل کرنے کے ارادے سے آئی تھی اب بے بس دکھائی دیتی تھی۔

''فائن۔!!'' اس نے کمر سے دونوں ہاتھ ہٹائے اور پیر پٹخے۔ ''میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔'' میرال بے زی سے بولی تو مرجان نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''اور معافی مانگی کس نے؟''

''تمہیں مانگنی چاہیے تھی۔''

''چاہیے تو اور بھی بہت کچھ تھا۔'' مرجان اٹھ کھڑا ہوا میرال ٹھٹکی۔

''کیا۔ کیا چاہیے تھا؟''

''وہ سامنے سیوریج ہول دیکھ رہی ہو؟'' مرجان نے کچھ فاصلے پر اشارہ کیا تو میرال نے اس جانب دیکھا۔

''ہاں۔ اسکو کیا ہوا؟'' میرال نے مڑ کر مرجان کی سیاہ اور تر آنکھوں میں دیکھا۔ وہ کچھ پل اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔

''تمہیں چاہیے۔ اسکا ڈھکن ہٹاؤ اور اسکی صفائی کرو۔۔ وہ ہول اگر بند ہو گیا تو ہمارے سکول کا سیوریج سسٹم اب ہو سکتا ہے ناں میرال؟'' مرجان نے سیاہ آنکھیں میرال کی آنکھوں سے ہٹائے بنا کہا تو میرال نے کسی کٹھ پتلی کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔ ''تو اچھی اسٹوڈنٹ ہونے کے ناطے۔ تمہیں ''چاہیے۔'' اس نے ''چاہیے'' لفظ پر زور دیا۔ ''کہ اس ہول کو جا کر صاف کرو۔'' وہ بولا تو میرال سر ہلاتی ہوئی بناء پلکیں جھپکائے اس ہول کی جانب بڑھ گئی۔ مرجان کچھ دیر اسکو دیکھتا رہا اور پھر ہاتھ جھاڑ کر واپس بینچ پر بیٹھ گیا۔

(''تمہیں پتہ ہے کل رات پھر سے میں نے آپ کو سبق سکھایا ہے۔'' یہ میرال کی آواز تھی۔

''اچھا۔ وہ کیسے؟؟'' یہ کوئی دوسری اسٹوڈنٹ تھی۔

''اسکی وہ چہیتی آ اسکے لئے رات کے دس بجے کیک لائی تھیں ہونہہ۔'' میرال نے سر جھٹکا۔

''اچھا؟ پھر؟''

''پھر کیا۔۔میں نے وہ کیک ڈلیش میں دے۔'' میرال نے تالی کے لئے ہاتھ آگے کیا تو اس لڑکی نے اسکے ہاتھ پہ تالی ماردی۔

''ویری گڈ۔۔اوقات سے بہت نکل رہی تھی۔آج کل اس مصری لڑکے سے بہت دوستی دکھا رہی ہے۔وہ۔۔'' اس دوسری لڑکی نے ٹھہر کر کہا تھا۔

''وہ یقوت؟'' میرال نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''ہاں۔وہ دونوں جڑواں اور ہینڈسم سے لڑکے۔'' وہ لڑکی مسکرائی۔

''ارے چھوڑو۔۔وہ دونوں اس پہ بس تس کھاتے ہیں۔۔یقوت میرا بیسٹ فرینڈ ہے اور مرجان کو بھی میں اپنا دوست بنا ہی لوں گی۔'' میرال نے ایک عزم سے کہا تھا۔ دن ڈائی تھی۔وہ دونوں ہنس دیں۔بناء یہ جانے کے اعقب میں کوئی اتیں سن رہا تھا۔اپنی سیاہ تر آنکھیں لئے میرال کے جانے کے بعد یہ تیں مرجان کے کانوں میں گو تو اس نے مٹھیاں بند کیں۔)

''پیٹی لیڈی نے اتنے پیار سے وہ کیک لیا تھا۔اب تمہیں پتہ چلے گا کہ کچرے کے ڈھیر میں۔نہیں بلکہ گٹر میں ہاتھ کیسے ڈالا جاتا ہے۔اس گٹر کی گندگی شاید تمہارے دماغ کی گندگی کو واش کرنے میں ہیلپ کرے۔'' وہ اسی جا دیکھ رہا تھا جہاں سامنے میرال نے ڈھکن ہٹالیا تھا اور اب وہ اس سیوریج ہول کے اندر جا رہی تھی۔

حسن مصروف سا مینشن میں داخل ہوا تو سارا گھر خالی تھا۔وہ ٹہلتا وہ سیڑھیوں تک آیا پھر پلٹ کر واپس لاؤنج میں آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔وہ وہاں نہیں تھی۔

''لگتا ہے کام کے ڈر سے کہیں بھاگ گئی۔'' وہ سر جھٹکتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا گیا۔آ کر اپنا کوٹ بیڈ پہ اچھالا۔ٹائی نکال پھینکی اور اپنا سوٹ نکالا۔وہ کچھ دیر بعد نہا کر واپس آیا۔ڈریسنگ میں جا کر چینج کیا اور تیار سا آئینے کے سامنے کھڑا ہوا۔اس نے بالوں میں برش کیا اور اپنی ڈرار کھولی تو گھڑیوں کی وسیع کولیکشن میں سے ایک گھڑی نکال کر پہنی۔ایک ڈرار میں اسکے کفلنکز تھے اسی طرح ٹائی کے لئے الگ ڈرار تھی۔یوں وہ کچھ دیر تیار ہوتا رہا۔مکمل ریڈی ہو کر اس نے ایک خود کو آئینے میں دیکھا۔

''ماشاءاللہ۔!میرے بیٹے کو کسی کی نہ لگے۔'' شہرین کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔حسن سا ہوا۔وہ کبھی کسی خاص موقع پہ تیار ہوتا شہرین کی باتیں یوں ہی کانوں میں گونجتی رہتی تھیں۔''ہمیشہ اپنے بل پہ کامیاب ہونا کہ کامیابی تم پہ جچے۔ان کی شخصیت اسکی کامیابی سے جچتا ہے۔مال اپنا ہی جچتا ہے۔باپ چچا کا مال ان کو اعتماد اور وقار نہیں بنا سکتا۔تمہارا مال تمہارا نام اور تمہاری کامیابی ہی تمہاری شخصیت کو مکمل کرے گی۔تم پہ تمہاری چیز جچے گی کہ کسی اور کی۔''

حسن پھیکا سا مسکرادیا۔اور آئینے میں آتے اپنے ہوش ربا سراپے کو دیکھا۔وہ شخص حسن سے مالا مال تھا۔کچھ لوگ ہینڈسم ہوتے ہیں اور کچھ خوبصورت۔کچھ پرکشش ہوتے ہیں۔حسن حسین لوگوں میں سے تھا۔جو ہینڈسم، پرکشش اور خوبصورت شخصیت کے مالک ہوا کرتے ہیں۔وہ ظاہری طور پہ ایک مکمل شخص تھا۔اسکا بطن اتنا ہی ادھورا، بصورت، اور تر تھا۔

حسن کو اپنی آنکھوں میں اپنا بطن آتے تو وہ نگاہیں پھیر گیا۔غرور ایک پل میں خاک ہوا تھا۔!

وہ سر جھٹک کر کمرے سے نکلا۔سیڑھیاں اترتا ہوا جانے کے بجائے دائیں جانب مڑھ گیا۔کمرے کے دروازے پہ پہنچ کر اس نے دستک دی تو اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

''کیا تم اندر ہو؟'' کمرے میں سناٹا چھایا رہا۔''عینا۔!!'' اس نے ڈورنب گھمائی تو کمرہ کھلتا گیا۔حسن ٹھٹک کر اندر داخل ہوا تو سامنے بیڈ پہ کوئی لیٹا ہوا تھا خود کو لحاف میں پوری طرح چھپائے۔''کمال ہے۔میں نے جوتا سک دیئے تھے اچھوڑ کر تم یہاں آرام کر رہی ہو؟'' وہ دونوں ہاتھ پیچھے باندھے اسکے سرہانے کھڑا تھا۔عینا ذرا سا کسمائی کوئی آواز نہ آئی۔''ہیلو۔!!مس۔!!یہ کون سا وقت ہے سونے کا؟'' حسن نے اپنی گھڑی پہ وقت دیکھا۔عینا مسلسل سوتی رہی۔حسن نے آگے بڑھ کر اسکا لحاف ایک جھٹکے میں کھینچ کر اتار کر فرش پہ ادھیر۔''میں کیا کہہ رہا ہوں سنائی نہیں دے رہا؟ آنکھیں تو عطیہ کر ہی دی تھیں کیا اب قوت سماعت سے بھی محروم ہو چکی ہو؟''

عینا کے وجود میں کوئی خاص حرکت نہ ہوئی۔اب کی بار حسن ٹہلتا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر عینا کا ہاتھ پکڑ کر ہلانا چاہا تو حسن کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔اسکا ہاتھ بھٹی کی

ما ت پ رہا تھا۔''عینا۔!!!''وہ فوراً اسکے پ س بیٹھا اور اسکا گال تھپتھپا کر اسکو ہوش دلانے لگا۔ وہ لڑکی کسی بھٹی کی ما ت پ رہی تھی۔''صبح تو تم. لکل ہٹی کٹی تھی۔اور اب؟''حسن نے کوفت سے فون نکالا۔

صفا اس وقت کچن میں گھسی ہوئی تھی۔کہ زہرہ وہاں آئی۔صفا نے مسکرا کر زہرہ کی جا. دیکھا۔''دینا کی فکر نہ کر. وہ آج میرے ساتھ ہی رہے گی۔میں ابھی اسکو دودھ پلا کر سلا کر آئی ہوں۔تم چاہو تو کوئی اور کام کر لو۔''وہ فرائینگ میں کچھ سبز یں سٹر رفرائی کر رہی تھی۔کچھ ہی دنوں میں اس نے کافی کوکنگ سیکھ لی تھی۔کچھ یوٹیوب ریسیپیز کا کمال تھا تو کچھ منال کی نگرانی کی وجہ سے ممکن ہو یا تھا۔زلیخا اس وقت. تن دھور ہی تھیں۔

''مجھے دینا کو دیکھنا تھا۔''زہرہ مدھم سی آواز میں بولی۔

''وہ او پ ہے۔ سو رہی ہے۔جگا. مت۔ہاں؟''صفا نے مصروف سے ا. ازمیں کہا تو وہ سر ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''کافی پ اسرار سی ہے. ں یہ؟''زلیخا نے. تن دھوتے ہوئے کہا تو صفا چو ۔

''ہاں؟ زہرہ؟نہیں تو۔سادی سی ہے۔دراصل ہماری ز. ن ز دہ نہیں آتی اسکو اس لئے پ پ پ ہی رہتی ہے۔''وہ مسکرا دی۔

'' مجھے یہ ز دہ اچھی نہیں لگتی۔۔کیوں رکھا ہوا ہے ا. اہیم نے اسکو ساتھ؟ واپس اسکے ملک کیوں نہیں بھیج دیتا؟''

''ارے اماں۔!بے سہارا ہے۔واپس نہیں جا سکتی ہوگی اسی لئے ابو نے اسکو ساتھ رکھا ہوا ہے۔۔اور بچے بھی بہت مانوس ہیں اسکے ساتھ۔حور یہ آپی کافی خیال ر تھیں اسکا۔''صفا کام میں مصروف سی بتا رہی تھی۔

''وہ . تو ٹھیک ہے۔۔ اب اسکی ضرورت نہیں ہے۔۔اسکو اسکے گھر بھیجو۔''جانے اماں کو کیا ت پ ڑی تھی زہرہ پ ۔صفا سر جھٹک کر رہ گئی۔؛

''یہ سارے فیصلے ابو ہی ۔ تے ہیں۔ا مرضی۔''صفا کندھے اچکا گئی۔

''تم بھی اب مالکن ہو اس گھر کی۔۔تم فیصلے کر. سیکھو۔''وہ بولیں تو صفا ہنس دی۔

''ابھی میں فیصلے کرنے کے قابل کہاں ہوں اماں؟ آ ،انکل اور ابو ہیں. ں۔۔اور ویسے بھی ان معا ت میں مجھے نہیں پ ۔۔بے فکری کی ز. گی ہی ٹھیک ہے۔''

''تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔تم اپنے خول سے کبھی نہ ۔''اماں نے افسوس سے سر ہلا یا تو صفا مسکرا کر رہ گئی۔

دینا کے کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ سو رہی تھی۔زہرہ بنا ءچاپ کئے ا. ر داخل ہوئی اور آ کر دینا کے سرہانے بیٹھی۔اس نے دینا کے. لوں میں ا ں یں تو دینا ذرا سا کسمائی۔

''کیا تم نے. دشاہ اور طوطے کی کہانی سنی ہے دینا۔!!''وہ پ اسرار ا. ازمیں بولی۔دینا سوتی رہی۔''تم کہانی کا وہ طوطا ہو جس میں. دشاہ اور ملکہ۔نہیں۔کنیز۔''اس نے صفا کو ملکہ کا درجہ دینا منا . نہ سمجھا۔''خیر۔ان دونوں کی جان ہے۔تو آ میں تمہاری دن مروڑ دوں تو. دشاہ اور اسکی وہ کنیز۔جو ملکہ . کی کوشش میں ہے۔دونوں کی جان نکل جائے گی۔''زہرہ کے لبوں پ ا شیطانی مسکراہٹ. چ رہی تھی۔

'' پ یٹی لیڈی۔!!!''لاؤنج سے آواز آئی تو صفا فوراً لاؤنج میں پہنچی۔مرجان اور قوت سکول سے واپس آ گئے تھے۔صفا نے آ کر ان دونوں کے گال چومے اور ا بیگ پکڑ کر ٹیبل پ رکھے۔

''میں تم لوگوں کے لئے جوس لاتی ہوں۔''وہ مسکرا کر پلٹی۔کچھ د یر بعد وہ کچن سے دونوں کے لئے جوس لائی تو دروازے میں سے داخل ہو ہوا ا. اہیم ڈ ۔

''ان نوا. ادوں کی . مت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''وہ تپا ہوا دکھائی دیتا تھا۔صفا نے حیرت سے ا. اہیم کو دیکھا۔وہ سفید قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔جو کہ اب

اپنی آستینیں پڑھا ہوا اس جا . آ رہا تھا۔صفا نے ان دونوں کو دیکھا۔مرجان نے رحم کی اپیل کی۔صفا کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

''ہوا کیا ہے؟'' صفا نے جوس کی ٹ ے ٹیبل پ رکھی اور ا. اہیم کے راستے میں آئی۔

''ہٹ جاؤ۔اس کی . معاشی میں آج ہی نکالتا ہوں۔'' وہ کھا جانے والی وں سے مرجان کو دیکھ رہا تھا جو کہ اب بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ یقوت بھی پ یشان سا دکھائی دیتا تھا۔

'' ہوا کیا ہے۔'' صفا مسلسل اسکا راستہ رو کے کھڑی تھی۔

''میرال کو اس نے گٹر میں د ی۔'' صفا کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرجان کو دیکھا تو اس نے جلدی سے میں سر ہلا ی۔

'' ۔ایسے کیسے؟ . کے سامنے کیسے؟'' صفا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''نہیں معلوم۔۔ وہ بچی اسی کا م لے رہی تھی کہ اسی نے اسکو کہا تھا گٹر میں جانے کے لئے۔'' ا. اہیم طیش میں تھا۔

''اور وہ اسکے کہنے پ چلی گئی؟'' صفا نے آنکھیں مٹکا تو ا. اہیم نے ا ی قہر بھری نگاہ اس پ ڈالی۔''مم۔میرا مطلب ہے۔ایسے کیسے وہ اسکے کہنے پ گٹر میں کود گئی؟ اسکی اپنی عقل کہاں تھی۔اور آپ بھی بناء کچھ سوچے سمجھے اس پ الزام لگا رہے ہیں۔'' ا. اہیم نے اسکو ا گھوری سے نوازا صفا پ کوئی اث نہ ہوا۔''آپ خود سوچیں۔وہ صرف کہہ رہی ہے کیا کسی نے مرجان کو دیکھا ایسا کرتے ہوئے؟ ہوسکتا ہے وہ کسی لڑائی کا . لہ لے رہی ہو۔جھوٹ بول کر؟'' صفا نے جان بوجھ کر جملہ توڑ توڑ کر بولا تو ا. اہیم ٹ ۔وہ بس کہہ رہی تھی۔ کسی نے دیکھا سنا نہیں تھا۔اور پ نسپل نے اسی لئے میرال کو ہی قصوروار ٹھہرا ی تھا۔ ا. اہیم کو مرجان پ بھروسہ نہیں تھا۔

''اور۔ یقوت۔تم۔تم بتاؤ کہاں تھے اس وقت؟'' صفا یقوت کی جا . مڑی۔

''میں۔تو آ ی۔ کے ساتھ تھا اسکے کلاس روم میں۔'' یقوت نے معصومیت سے کہا تو صفا نے مسکراہٹ چھپائی۔وہ دونوں ہی کمال تھے۔جبکہ مرجان نے دن گھما کر تسلی سے یقوت کو دیکھا تھا۔وہ معصومیت قائم کئے بیٹھا رہا۔

'''دیکھا۔۔کسی نے کچھ نہیں دیکھا۔۔آپ بلاوجہ مرجان پ شک کر رہے ہیں۔'' صفا کی عدا ی میں ہمیشہ کی طرح مرجان گورسی بے ٹھہرا تھا۔اور مرجان نے ا ی فاتحانہ نگاہ صفا پ ڈالی تھی۔ فوراً ہی اسکی اپنے . پ کی وں سے ٹکرائی۔شربتی آنکھوں نے سیاہ آنکھوں کو جھنجوڑ کر رکھ دی۔مرجان دو . رہ معصومیت سجا ی۔''مجھے لگا پتہ نہیں کون سی آفت آ پڑی۔'' صفا سر جھٹکتی ہوئی آئی۔جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور آ کر ان دونوں کو جوس تھما ی۔وہ مرجان کے ساتھ بیٹھی تو مرجان صفا کے ساتھ لگ کر وہیں د ی۔صفا نے مرجان کے ماتھے سے سیاہ . ل ہٹائے۔''کتنا ڈرا دیا آپ نے بچے کو؟ سہم ی ہے . لکل۔'' اس نے مرجان کو ساتھ لگائے کہا تو ا. اہیم نے ا ی اور گھوری سے مرجان کو نوازا۔

''وہ ابھی۔ گھور رہے ہیں۔'' وہ منمنا ی تو صفا نے ا. اہیم کو دیکھا۔

''گھورنے کے علاوہ کوئی کام ہے ا ؟'' وہ منہ بنا گئی تو ا. اہیم کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

''تم۔تم۔پچھتاؤ گی۔!!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔

''کون پچھتائے گا؟'' منال . ہر سے آتیں دکھائی دیں۔

''منال . . کہہ رہے ہیں کہ جو مرجان سے پیار کرتا ہے وہ پچھتائے گا۔'' اس نے فوراً منال کو شکا ی لگائی تو وہ اسکے واری صدقے گئیں۔جبکہ ا. اہیم نے تاسف سے اس شیطان کو دیکھا تھا۔

''کیوں پچھتائے گا بھلا؟ مرجان گورسی سے محبت کر کے تو ہم خود سے محبت کرنے لگتے ہیں۔'' انھوں نے آ کر ان دونوں کے سر پ پیار کیا۔مرجان نے ا ی جتاتی نگاہ اپنے . پ پ ڈالی۔وہ سر ٹ ہوا سیڑھیاں پ ھ ی۔

ا. اہیم نے کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرہ خالی تھا۔اس نے دیکھا کہ سلائیڈ ڈور کھلا ہوا ہے۔وہ اس جا . ی۔

''زہرہ۔!!!'' ا. اہیم وہیں سے چیخا تھا۔زہرہ جو کہ دینا کو ریلنگ کے پ س اچھال اچھال کر کھیل رہی تھی ٹھٹکی۔جبکہ ا. اہیم کی دھاڑ سے نیچے بیٹھے لوگ بھی ٹ ۔

''میں دیتی ہوں۔'' صفاان کو کہتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

''اچھا اب تفصیل سے بتاؤ کیا ہوا تھا؟'' منال نے مرجان اور یاقوت کے درمیان بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''کیا کر رہی تھی یہ تم۔'' وہ خونخوار آنکھیں لئے زہرہ کے سامنے کھڑا تھا اور دینا اب اہیم کی گود میں تھی۔

''وہ۔ہم کھیل رہے تھے۔'' زہرہ خالی سے لہجے میں بولی۔

''اس طرح،؟ پہلی بات ہر دھوپ ہے۔دوسری بات تم اسکو ریلنگ کے پاس اچھال رہی تھی۔اگر اسکو کچھ ہو جاتا تو؟''

''کیا ہوا؟'' صفا ہلکان سی کمرے میں داخل ہوئی تو اہیم نے فوراً اپنے تاثرات بدل لئے۔وہ نہیں چاہتا تھا صفا دو رہ دینا کی وجہ سے خوفزدہ ہو۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ ایک منٹ میں سمجھ پڑا تھا۔زہرہ نے نگاہ اٹھا کر اہیم کو دیکھا۔اسکی آنکھوں میں تنبیہ تھی۔''جاؤ یہاں سے۔'' اس کے کہتے ہی زہرہ تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے نکل گئی۔

''کیا۔کیا۔ہوا تھا۔؟ آپ ایسے گئے کیوں؟ دینا۔دینا ٹھیک ہے نا۔'' صفا نے ہلکان ہوتے ہوئے دینا کو دیکھا جو کہ پرسکون سی اہیم کے کندھے سے لگی ہوئی تھی۔وہ شاید ابھی نیند سے جاگی تھی اس لئے ابھی تک نیند کا خمار نہیں گیا تھا۔

''ٹھیک ہے سب۔!!'' وہ یس پاپا۔

''شکر ہے۔اکا آپ گئے کیوں؟'' صفا نے دو رہ پوچھا۔تو اہیم کو کوئی بہانہ نہ سوجھا۔

''وہ۔زہرہ زبردستی اسکو جگا رہی تھی۔تمہیں تو پتہ ہے دوا کی وجہ سے سوئی ہوئی تھی۔اس طرح کوئی زبردستی جگائے تو روتی رہے گی۔'' اہیم نے دو رہ دینا کو بیڈ پر لٹا دیا۔وہ وہیں سو گئی۔

''آپ نے ڈرا دیا تھا مجھے۔۔میری جان نکال کر رکھ دی۔'' صفا نے افسوس سے اسکو دیکھا۔

''اچھا؟ تم بھی ڈرتی ہو؟ یہ لیٹیسٹ نیوز آج کے اخبار میں تو آئی نہیں؟'' وہ اب نیوز پیپر زولپیٹ کر صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب ابھی نیچے جس مسز گورسی کو میں دیکھ کر آرہا ہوں۔۔مجھے نہیں لگتا کہ وہ کسی سے بھی ڈرتی ورتی ہے۔'' وہ مصنوعی متاثر ہو کر بولا تو صفا نے مسکراہٹ چھپائی۔

''ہاں تو۔۔بات میرے بچوں پر آتی ہے تو میں پھر کسی سے نہیں ڈرتی۔'' وہ ڈن ہو گئی۔کیسا مان سا مان تھا۔وہ بھی اہیم کی اولاد پر۔اہیم سرشار سا اسکو دیکھے گیا۔وہ اس سے وابستہ ہر شے پر قربان تھی اور اہیم اس وابستگی پر سرشار تھا۔

''زیادہ دادی اماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔خود تم نے ابھی پچھلے سال ہی فیڈر چھوڑا ہے۔'' وہ اسکو تپا کر پرسکون سا جا کر دینا کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔

''کیا کیا؟ فیڈر؟'' صفا نے صدمے اور شاک کی کیفیت سے اسکی جانب دیکھا تھا۔

''مجھے نیند آرہی ہے کچھ دیر آرام کروں گا۔تم اپنے لاڈلوں کو لنچ کروا دو جا کر۔'' وہ جمائی لیتا ہوا دینا کی جانب کروٹ لے گیا تو صفا نے ہونق بنے اسکی جانب دیکھا۔وہ اسکو تپا پر مزے سے سو رہا تھا۔صفا پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔دروازہ بند ہوا تو اہیم نے آنکھیں کھول دیں۔وہ گہرا مسکرایا۔صفا کو تپا کر جو اسکون ملتا تھا وہ کسی اور کام میں نہیں تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے دینا کی جانب دیکھا تو اسکی مسکراہٹ سمٹی۔ایک خوف سا دل میں اٹھا تھا۔اس نے دینا کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

''کیسی طبیعت ہے اب اسکی؟'' حسن اس وقت کو وقت زدہ ساعینا کے کمرے میں ہی سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔ڈاکٹر نے تھرمامیٹر سے کوئی تیسری بار بخار پیما کیا تو اس نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اب ٹمپریچر کم ہے۔۔ابھی بھی ہے کچھ۔'' ڈاکٹر نے تھرمامیٹر پکڑے ہی بتایا تھا۔

''فائن۔!!'' کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اور کمرے سے نکلا۔ہر دو زمان کھڑیں تھیں۔

''اسکولا کر گاڑی میں بٹھاؤ۔'' وہ حکم دیتا ہوا نکل ۔ تو وہ لڑکیاں سر جھکائے ہی ا۔ ر داخل ہو اور عینا کو سنبھال کر اٹھانے لگیں۔

''و۔ ٹ ۔و۔ ٹ ۔کیا کر رہی ہیں آپ لوگ؟'' ڈاکٹر۔ ی طرح ٹ ۔ٹ ائی تھی۔

''۔ س کا آر ڈر ہے۔'' وہ کسی روبوٹ کی طرح بے ہوش عینا کو اٹھا رہی تھیں۔

'' یہ بیمار ہے۔''

''وہ۔ س جا ہیں ہم نہیں۔'' وہ اسکو لئے وہاں سے چلی گئیں تو ڈاکٹر ہکا بکا سی رہ گئی۔

گاڑیں سینائی کے۔ ے پہنچیں تو ا۔ گاڑی سے حسن نکلا۔ اور پچھلی گاڑی سے دو لڑکیاں عینا کو سنبھالے لے کر آ رہی تھیں۔ عینا نے کچھ کچھ ہوش سنبھال لیا تھا۔ اس نے ادھر ادھر گھمائی تو ر۔ ۔ کے ٹیلوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ د۔ ۔ وہ لوگ اس وقت اس سنسان سی جگہ پ موجود تھے۔ عینا نے خود کو سنبھالا اور سست قدم اٹھاتی حسن کے پ س پہنچی۔ حسن نے دن موڑ کر اسکو دیکھا تو وہ ا۔ لا سیاہ سکرٹ اور سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس تھی۔ صبح سے وہ اسی حا ۔ میں تھی۔ اسکے سر پ وہ چھوٹ سا حجاب کھل کر اسکے گلے میں رومال کی طرح پ ڑ ہوا تھا۔ ل بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ زرد سا تھا اور آنکھیں ادھ کھلیں۔

''موت کا فرشتہ دیکھ لیا تھا جو یوں اچا ۔ یہ حا ۔ ہو گئی تمہاری؟'' وہ سن گلاسز لگائے اس پ ا۔ ڈالتا سامنے دیکھنے لگا۔

''تمہارے ہوتے ہوئے کسی اور موت کے فرشتے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔''

''ڈاکٹر کہہ رہی تھی کہ تم کمزور ہو۔ ز۔ ن تو ابھی بھی ماشاءاللہ تندر ۔ و توا۔ ہے۔''

''ہاں۔ اور اس ز۔ ن کو خاموش کروانے کا تمہارا خواب خواب ہی رہ جائے گا۔'' عینا پوری ب۔ ت کرتے ہوئے کھانسنے لگی تھی۔ حسن نے ا۔ نگاہ اس پ ڈالی۔ وہاں د اٹھ رہی تھی اور فضا میں ا۔ گونج سی پیدا ہوئی تھی۔ داٹھنے سے عینا کو سانس ۔ میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ حسن نے سر جھٹکا اور اسکے گلے میں پ ڑ ہوا وہ سکارف کھولنا چاہا تو عینا نے فوراً اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''خبردار۔ ا!'' وہ ادھر کھلی آنکھوں اور بکھرتی سا ں کے ب بھی پوری قوت سے دھاڑی تھی۔

''تم حسن کا معیار نہیں ہو۔ اس لئے بے فکر رہو۔'' کہتے اس نے جھٹکے سے اسکا سکارف کھینچا اور اسکے منہ پ لپیٹ د۔ عینا نے پلکیں جھپکیں۔ حسن نے وہ رو سکارف کسی عرب ٹ بن کی طرح عینا کے سر اور چہرے پ لپیٹ د۔ تھا۔ ل بکل جیسے عرب لڑکیاں فیشن کے طور پ سکارف ۔ ھتی ہیں۔ عینا کی اب بس آنکھیں ہی آ رہی تھیں۔ سیاہ گول ۔ ڈی ۔ ڈی آنکھیں۔ کچھ ۔ لوں کی لٹیں بھی اس سکارف کے ا۔ ر سے جھا ۔ رہی تھیں۔ عینا دم بخود سی اسکو ایسا کرتے دیکھے گئی۔ اور پھر کچھ ہی د۔ میں وہاں ا۔ ہیلی پیڈ پ ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا۔

''چلو۔!!'' حسن نے عینا کا ہاتھ تھاما۔ وہ ہڑ ۔ ائی۔ وہ لوگ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ عینا کو اسکی ۔ ٹ پ بٹھا کر حسن اسکے سامنے پ سکون سا بیٹھا تھا۔ عینا نے ٹھٹک کر شیشے سے ۔ ہر دیکھا۔

''ہم۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' اس نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا تو حسن ۔ چھا سا مسکرا۔

''تمہیں بخار ہو ۔ تھا ۔ ں؟ پ۔ ڈول ۔ جا رہے ہیں۔''

''کیا؟'' عینا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔ سکارف کی وجہ سے اسکی وہ چیخ وہیں گھٹ سی گئی تھی۔

''ہاں۔ اب یہ چونچ بند رکھو۔''

شام ہو رہی تھی۔ اور وہ لوگ آج پ رک آئے تھے۔ یہ وہی پ رک تھا جہاں صفا اور سجل بچپن میں کھیلنے کے لئے آ ۔ کرتی تھیں۔ اس پ رک سے بہت سی ۔ دیں جڑی ہو تھیں۔ مرجان اور ۔ قوت سامنے فٹ ۔ ل سے کھیل رہے تھے۔ ز ہرہ ان لوگوں کے پ س ہی تھی۔ جبکہ صفا دور ا۔ بینچ پ چہرہ ہتھیلیوں میں ا۔ ئے ا دیکھ رہی تھی۔ مرجان وقفے وقفے سے گول کر صفا کی داد وصول کر ۔ تھا۔ دینا کو منال نے اپنے پ س رکھ لیا تھا۔ ۔ وہ چاہتی تھیں کہ صفا بھی ذمہ داریوں سے ہٹ کر کچھ وقت کے لئے ۔ ہر جائے۔ ا۔ اہیم سہ پہر کو ہی واپس آفس ۔ تھا۔ آج کل وہ لوگ کراچی میں فرم کھول رہے تھے اور اسکا سارا کام ا۔ اہیم دیکھ رہا تھا۔

(''صفا۔یہ دیکھو۔ابو میرے لئے کیا لائے ہیں؟'' دو چھوٹی سی پریاں پارک کی گھاس پر بیٹھیں تھیں دونوں کے پاس بیک جیسے پنک بیگ تھے جن پر ڈزنی کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔اور سجل اسکو ایک بوتل نکال کر دکھا رہی تھی۔

''واہ۔۔یہ بہت پیاری ہے سجل۔!'' صفا نے وہ پنی کی بوتل سجل کے ہاتھ سے لے کر دیکھی۔وہ ایک پنک کلر کی باربی تھیم والی واٹر بوٹل تھی سجل کے لئے وہ اس کی سب سے خوبصورت بوتل تھی کیونکہ یہ اسکا ابو اسکے لئے لایا تھا۔

''یونو۔پنک کلر از مائی فیورٹ۔'' سجل نے چہک کر بتایا تو صفا بھی مسکرائی۔

''ہاں۔یہ واقعی بہت پیاری ہے۔''

''پتہ ہے۔ابو کہتے ہیں کہ اس دنیا کی ہر حسین چیز پر لاڈو یعنی سجل گورسی کا حق ہے۔'' وہ بتاتے ہوئے خوشی سے خود میں ہی کہیں سمٹ رہی تھی۔وہ لگ بھگ آٹھ سال کی تھیں۔ابھی ابراہیم مصر نہیں گیا تھا۔اپنی پاکٹ منی اکٹھی کرتا رہتا اور پھر اسکی کوئی نہ کوئی چیز خرید کر سجل کو دے دیتا۔سفیان گورسی جان بوجھ کر اسکو زیادہ پاکٹ منی دیتے تھے کیونکہ وہ اسکی عادت سے واقف تھے۔کتابیں اور نوٹس بنانے کے بعد جو کچھ بچ جاتا وہ سجل پر خرچ کیا کرتا تھا۔وہ کہتا تھا کہ یہ چیز اسکو خوشی دیتی ہے۔۔۔ سجل مسکراتی ہے تو ابراہیم گورسی کی پوری دنیا میں روشنی بھر جاتی ہے۔

سجل نے دفعتاً دیکھا تو صفا اشتیاق سے اس پنک بوتل کو دیکھ رہی تھی۔''تمہیں پسند آئی؟'' اس نے پوچھا تو صفا نے سر اوپر اٹھایا۔

''ہاں؟''

''تمہیں پسند آئی؟'' اس نے اپنا سوال دہرایا۔

''ہاں۔یہ بہت کیوٹ ہے۔'' اس نے مسکرا کر وہ بوتل سجل کی جانب بڑھائی سجل نے وہ بوتل صفا کی جھولی میں رکھ دی۔

''یہ تم رکھ لو۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''اٹس اوکے۔ہم پہلے بھی ہر چیز شیئر کرتے ہیں۔میں ابو سے کہوں گی اگلی بار مجھے ایسی ہی بوتل لا دیں۔تم دیکھنا وہ ضرور لا دیں گے۔''

''نہیں سجل۔!! یہ تم رکھو۔میرے پاس میری بوتل ہے۔۔پچھلے ہفتے نئی لے کر آئے تھے۔یہ دیکھو'' صفا نے اپنے بیگ سے اسی طرز کی ایک واٹر بوٹل نکال کر دکھائی۔

''یہ تم مجھے دے دو۔وہ تم رکھ لو۔'' سجل نے بڑے استحقاق سے وہ بوتل پکڑ کر اپنے بیگ میں رکھ لی۔صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔''اب تو کوئی اعتراض نہیں؟'' سجل نے آنکھیں مٹکائیں تو اسکی آنکھوں میں ستارے روشن ہوئے۔صفا مسکرا دی۔سجل نے صفا کو گلے لگایا۔

''میری ہر قیمتی شے پر تمہارا حق ہے۔'' وہ مسکراتی ہوئی اسکے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

''ہر قیمتی شے پر؟'' صفا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔۔

''ہاں۔ہر قیمتی شے پر۔''

''سوچ لو۔۔''

''سوچ لیا۔'' وہ کھلکھلائی تو وہ دونوں ہنس دیں۔اس پورے پارک میں بس ان دونوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔)

ایک پنک باربی تھیم بوتل لڑھکتی ہوئی صفا کے پیروں میں آئی تو وہ اپنے خیال سے نکلی۔اس نے اچنبھے سے اس بوتل کو دیکھا۔وہ ہو بہو ویسی ہی بوتل تھی۔صفا نے وہ بوتل ہاتھ میں پکڑی۔

''کیا میں اپنی بوتل واپس لے سکتی ہوں؟'' ایک چھوٹی سی بچی نے کہا تو صفا چونکی۔

''ہاں؟''

''یہ بوتل میری ہے۔'' وہ معصومیت سے بولی تو صفا نے ایک اس بوتل کو دیکھا۔وہ شکل سی تھی کہ وہ بچی رو دی۔صفا ہڑبڑائی۔

''ارے ارے۔ کیوں رو رہے ہو بچے؟'' پیچھے سے کسی مرد نے آ کر اس بچی کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''انکل۔!! آ میری بوتل نہیں دے رہیں۔'' اس نے روتے ہوئے شکایت لگائی تو اسنے چونک کر صفا کو دیکھا جو کہ ہونق بنے اس بوتل کو دیکھ رہی تھی۔

''لگتا ہے آپ نے فیڈر چھوڑ کر بچوں کی بوتلیں پینے کا کام شروع کر دیا ہے۔'' وہ مزاح میں بولا تو صفا نے سر اٹھایا۔ اہیم کو اچنبھا ہوا وہ کسی ٹرانس میں لگ رہی تھی۔ اور یہ بہت عرصے بعد ہوا تھا۔ وہ آ کر اسکے پاس بیٹھا۔ اور ازراہ ہمدردی اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دھیمے سے پوچھا۔ ''کیا ہوا۔؟ ٹھیک ہے؟'' اس نے صفا کا کندھا سہلایا۔

''یہ۔ یہ۔ میری ہے۔'' وہ بکھرے سے لہجے میں بولی تو اس بچی نے اور زور سے رونا شروع کر دیا۔

''شش۔!! بیٹا چپ ہو جاؤ۔ میں۔ ابھی لے کر دیتا ہوں۔'' اہیم نے اس بچی کو تسلی دی صفا کا ٹرانس نہیں ٹوٹا تھا۔ ''یہ۔ مجھے دے دو۔'' اس نے نرمی سے بوتل صفا کے ہاتھوں سے نکالنا چاہی تو صفا نے دونوں ہاتھوں سے اس بوتل کو پکڑ لیا۔ ''ریلیکس۔ یہ۔ اس بچی کی ہے۔۔'' شاید اہیم کو کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ اور وہ اسکی حالت سمجھنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

''نہیں۔ یہ۔ میری سجل کی ہے۔'' وہ ایک ہی سمت میں نگاہیں جمائے بولی۔ اہیم نے پریشانی سے ایک اسکو دیکھا اور ایک مرجان اور یاقوت کو جو کہ کھیل میں مگن تھے۔

''صفا۔۔ دیکھو۔ ادھر۔!!'' اس نے صفا کا چہرہ اپنی جانب گھمایا۔ ''یہ وہ بوتل نہیں ہے۔ وہ بوتل تو گھر پڑی ہے۔'' صفا نے غیر یقینی سے دیکھا۔ ''ہاں۔ بالکل وہ بوتل ہمارے سٹور روم میں پڑی ہے۔ تم یہ بوتل اس بچی کو واپس کرو۔'' اس نے کہتے ہوئے نرمی سے وہ بوتل لے کر بچی کو دے دی۔

''گندی آنٹی۔!!'' وہ بچی منہ پٹخ کر وہاں سے گئی تو اہیم نے حیرت سے اس بچی کو دیکھا اور پھر دوبارہ صفا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس نے صفا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے۔

''آئے تھے یہاں؟'' وہ اب اسکی توجہ ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ صفا یوں ہی بیٹھی رہی۔ وہ شاید ابھی گھاس پہ ان دو پیوں کر بیٹھے تیں کر دیکھ رہی تھی۔ ''میں نے دوسرے پارک جانے کو کہا تھا ناں۔'' وہ اسکے ہاتھ مسلتا ہوا بولا تو صفا نے ایک گہری سانس خارج کی۔ ''اٹس اوکے۔ ٹھیک ہے۔'' اس نے دوسرے ہاتھ سے صفا کا کندھا سہلایا۔ وہ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔ ''خود کو سنبھالنا سیکھو۔ یہ جو سوچیں ہوتی ہیں یہ ان کو ایک جھٹکا لیں تو ان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے خود کو ان سوچوں کے پھندے سے نکالنا سیکھو۔'' صفا کچھ پرسکون ہوئی تو اہیم سیدھا ہو کر بیٹھا۔ صفا کے ہاتھ البتہ ابھی تک اسکے ہاتھوں میں تھے۔ ''وہ بوتل تو سجل نے تمہیں دے دی تھی ناں۔ اور مجھے لگتا ہے کہ دوبارہ مجھے ویسی بوتل نہیں ملی تھی۔ تو میں نے سجل کو کسی اور رنگ کی بوتل لا کر دی تھی۔''

''وہ۔ اس دن سجل کے بیگ میں رہ گئی تھی۔'' اس نے اب کچھ کہنا شروع کیا تھا۔

''ہمم۔ اچھا ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔'' کچھ دیر وہ خاموش رہا۔ ''اس پارک میں آنے سے کیا تھا ناں؟'' اس نے اپنا سوال دہرایا۔

''اس پارک سے یادیں جڑیں ہیں۔'' صفا منمنائی۔

''اور یادوں کا سامنا کرنے کی ہمت ہے تم میں؟'' اس نے کہا تو صفا نے دن موڑ کر اہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔ ''کہا جاتا ہے کہ اداسیوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہو تو تصویریں نہیں جمع کرنی چاہییں۔ اور تم تو اس جگہ آ گئی جہاں تم لوگوں کے قہقہوں کے علاوہ کچھ گونجتا ہی نہیں۔'' وہ زخمی سا مسکرایا۔۔ شاید وہ بھی یہاں دوبارہ نہیں آنا چاہتا تھا۔

''آپ صحیح کہتے ہیں۔'' وہ اسکے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔ سامنے کھیلتے ہوئے مرجان نے ان دونوں کو دیکھا تو ایک فلائنگ کس صفا کی جانب اچھالی۔ صفا نے ویسے ہی ٹیک لگائے وہ کس پکڑا اور ایک فلائنگ کس اسکی جانب اچھالی۔ مرجان نے وہ کس کیچ کر کے اپنی لانگ سکرٹ کی جیب میں ڈال کر زپ لگا لی۔ اہیم اس منظر سے اچھا خاصا لطف اندوز ہوا تھا۔ وہ حیرت سے ہنس دیا۔

''یہ کیا تھا؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''میں نے اسکو چیئر اپ کیا۔ تو اس نے وہ لکی چارم اپنی پاکٹ میں سنبھال لیا۔ کہ کھیلتے کھیلتے کہیں گر نہ جائے۔'' صفا نے پوری کہانی سنائی تو اہیم کا منہ کھلا۔

''تم لوگ مجھے بہت جلد پ گل خانے جاتے دکھائی دے رہے ہو۔''

''جی نہیں۔ہم مل کر ساری د کو پ گل کر تے ہیں۔'' صفا نے پورے فخر سے اپنا ٹیلنٹ بتایا تھا۔ا. اہیم نے بے چارگی سے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''اوہ۔میں کچھ بھول َ ۔'' کہتے ہوئے اس نے اپنے کوٹ کی . . ٹٹولی۔صفا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''کیا بھول گئے؟''

''ا منٹ۔!!'' کہتے اس نے اپنی . . سے ا مخملیں ڈبی نکالی۔صفا نے چو کر دیکھا۔تو اس ڈبی میں ا انگوٹھی تھی۔جس کے فریم میں . ر . ر سے ڈامنڈز سے لگے ہوئے تھے اور ا درمیان میں ا زمرد پتھر جس کو س سے اشا َ تھا وہ فٹ تھا۔وہ ا خوبصورت نفیس انگوٹھی تھی۔

''یہ تمہارے لئے۔''ا. اہیم نے ہچکچاتے ہوئے وہ ڈبی صفا کی جا . ٹھائی۔

''یہ؟ یہ کیا ڈائمنڈز ہیں؟'' اس نے ان . ر چمکدار پتھروں کو دیکھا۔

''ہمم۔'' وہ منمنا۔شا وہ خود نہیں جا تھا کہ اسکو کیسے یہ تحفہ دے۔

'' یہ تو بہت مہنگی ہوگی ں؟'' صفا نے انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے سر اوپ اٹھا۔

''اور تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے پہلی . رکوئی مہنگی چیز دیکھی ہو۔'' وہ جھنجھلا ا تھا۔ا تو پہلے ہی کنفیوذڈ سا تھا اوپ سے صفا کے بے تکے سوال۔''جا ہوں آج . سے اچھا زیور اور کپڑے پہنے ہیں تم نے۔قریشی نے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی کبھی۔'' وہ اسکو یاد دلا رہا تھا۔ صفا پھر بھی اس انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔''پہن لو ر۔''ا. اہیم نے وہ ڈبی اسکے ہاتھ سے پکڑی اور وہ انگوٹھی نکالی۔ا. اہیم نے وہ انگوٹھی ہاتھ میں پکڑی اور صفا کی وٹ َ ر َ جو اس نے رخصتی والی رات اسکو تحفے میں دی تھی وہ نکالنے لگا تو صفا نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''یہ۔نہیں ا روں گی۔''

''جانے دو اسکو۔۔پتلی سی ر َ ہے۔''ا. اہیم نے خجلت سے کہا تو صفا نے میں سر ہلا۔

''نہیں۔یہ پتلی سی سونے کی انگوٹھی میرے لئے د کے کسی بھی ہیرے سے زیادہ قیمتی ہے۔''

''کم آن۔!! یہ ڈا َ بھولتے نہیں کبھی تمہیں؟''

''آپ کو یہ ڈا َ لگتے ہیں میرے لئے یہی حقیقت ہے۔'' وہ روہا ہوئی۔

''او کے فائن۔''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ تھاما اور درمیانی انگلی میں وہ انگوٹھی پہنا دی۔صفا کی مخروطی انگلی میں وہ زمرد پتھر بہت نچ رہا تھا۔ا. اہیم کچھ لمحے اس پتھر کو دیکھے َ ۔

''کتنے کی آئی ہے یہ؟'' صفا اپنے سوال پ اٹکی ہوئی تھی ا. اہیم نے تکان سے اسکی جا . دیکھا۔اسکی انگلی میں وہ کارٹیئر ر َ خوبصورتی سے دمک رہی تھی۔

''ا بے روزگار اور مستعفی پ وفیسر تمہیں ٹفنی ر َ نہیں دے سکتا۔اس لئے یہ خوش فہمی نکال دو ذہن سے۔'' صفا نے بے بسی سے ا. اہیم کا چہرہ دیکھا۔وہ کبھی بھی اسکی کسی . ت کا سیدھا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

''پیٹی لیڈی۔!!'' مرجان نے دور سے صدا لگائی تو وہ دونوں متوجہ ہوئے۔''لکس َ ۔ٹ۔''اس نے انگوٹھی کی جا . اشارہ کرتے آ د ئی تو صفا نے حیرت سے ا. اہیم کی جا . دیکھا۔وہ دونوں یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ کھیل میں مگن ہے۔

''پڑھائی کے علاوہ ہر چیز پ ہے اسکی۔''

''ایسی بھی . ت نہیں ہے وہ بہت ذہین ہے۔''

''کبھی تو جانے دیا کرو۔ہر . ت پ اسکی طرف داری ضروری نہیں۔''

''اور آپ بھی جانے دیا کریں۔ہر . ت پ اسکی کلاس۔ ضروری نہیں۔'' صفا نے دو . وجواب دیا تو ا. اہیم اسکو دیکھ کر رہ َ ۔

''کبھی میری بھی طرف داری ایسے کی ہے؟'' جانے کیوں اس نے یہ پوچھا۔صفا کھلکھلائی۔ اس نے دیکھا قوت اب زمین پہ اپنا فٹ بال لئے بیٹھا تھا۔اور مرجان اور زہرہ کچھ بات کر رہے تھے۔

''ہمیشہ کرتی ہوں۔'' صفا کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔ ابراہیم نے مسکراہٹ سمیٹی۔وہ اسکی بات سن چکا تھا۔

''مرجان۔!!تمہارے نزدیک دھوکے کی کیا سزا ہے؟'' زہرہ نے مرجان کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تو مرجان نے سنجیدہ ہو کر کچھ سوچا۔

''دھوکے کی کوئی بھی سزا ہو سکتی ہے معافی ہرگز نہیں۔۔کہتے ہیں اول کہتا ہے کہ دھوکہ ایک چوائس ہے۔۔اگر کوئی ہمیں دھوکہ دیتا ہے تو یہ اس بندے کی چوائس ہوتی ہے۔'' مرجان نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''ہمم۔اور اگر اگلا بندہ کہے کہ مجبوری تھی؟'' زہرہ نے اگلا سوال داغا۔

''مجبوری نہیں چوائس۔۔جیسے کہ میں نے پہلے بھی کہا ان کے پاس ہر وقت چوز کرنے کے لئے آپشنز ہوتے ہیں۔۔وہ چاہے تو سچائی کو چوز کرے اور چاہے تو دھوکے کو۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''ہمم۔مرجان۔!!'' زہرہ نے ایک دن موڑ کر دور بینچ پہ بیٹھے اس خوبصورت جوڑے کو دیکھا۔وہ جو دونوں ایک دوسرے سے پھر کسی بات پہ بحث کر رہے تھے۔ کسی بات پہ ہنس دیئے تھے۔

''اگر دھوکہ بہت اپنا۔۔بہت اپنا دے تو؟'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی تو مرجان بھی سوچ میں پڑ گئی۔

''تو میں اسکو کم سے کم سزا دوں گا۔۔سزا لازمی ہے۔۔اور یہ دھوکے پہ بھی ڈیپینڈ کرتا ہے۔''

''تو تم اپنوں کے لئے اصول بدل دو گے؟؟'' زہرہ کو مرجان سے اس بات کی امید نہ تھی۔

''اپنوں پہ اصول کیا۔۔ہر چیز ہاری جا سکتی ہے زہرہ۔'' زہرہ کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔پھر تم خود ہی طے کرو کہ کس کو کیا بخشنا ہے۔'' وہ تیز سی آواز میں کہتی مرجان کی جانب متوجہ ہوئی۔

وہ لوگ اس وقت ہیلی میں تھے۔عینا نے وقت سے نیچے دیکھا تو گاڑیاں بھی ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھیں جن میں کچھ گارڈز تھے اور دو سامان تھا۔وہ اکتاہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔

''تم مجھے اپنے ساتھ کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ میں بیمار تھی۔'' حسن خاموش رہا۔

پھر اس نے دفعتاً دیکھا تو نیچے ایک گاڑی میں بلاسٹ ہوا۔عینا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔اسکی آنکھیں ابل پڑیں تھیں۔اس گاڑی کے چیتھڑے اڑ چکے تھے۔اس نے بے اختیار حسن کو دیکھا۔حسن نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کرتے نیچے دیکھا تو شعلے بلند ہو رہے تھے اور گاڑی کے ٹکڑے ہوا میں اڑ رہے تھے۔

''۔۔۔۔نہ چونکیئے۔'' حسن نے تاسف سے اس گاڑی کو دیکھا۔عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حسن کو دیکھا۔وہ اب سمجھ گئی تھی کہ باقی کا سفر ان لوگوں نے گاڑیوں میں کیوں نہیں کیا تھا۔ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا تو عینا حسن کا ہاتھ پکڑے ہی اتری تھی۔وہ ابھی تک بخار کی وجہ سے لاغر سی دکھائی دیتی تھی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر عینا کی آنکھوں کے سامنے پھیلی ساری دھند چھٹ گئی تھی۔وہ حسن کا کمپاؤنڈ تھا۔جہاں مجاہد بھی قید تھے۔عینا نے تھوک نگلتے ہوئے دن موڑ کر حسن کو دیکھا۔حسن نے اسکا ہاتھ چھوڑا اور اپنا کوٹ درست کیا۔

صفا اٹھ کر ان لوگوں کے پاس آئی۔مرجان اور زہرہ کچھ فاصلے پہ کھڑے بات کر رہے تھے جبکہ قوت وہیں زمین پہ بیٹھا تھا۔صفا نے قوت کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور اسکے ساتھ آ کر زمین پہ بیٹھی۔

''کیا ہوا پیارے لڑکے؟'' اس نے مسکرا کر قوت کو اپنے ساتھ لگایا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولا تھا۔

''اداس ہو؟'' صفا نے نمی سے اسکے بال چومے تھے۔

''ہمم۔'' قوت انکار نہ کر پایا۔

''اور میں وجہ جان سکتی ہوں؟''

''ہاں۔'' قوت نے صفا کو حق دیا تھا۔ جس پر وہ کھلے دل سے مسکرائی تھی۔

''شکریہ۔!!'' وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔ قوت اٹھا اور صفا کے گلے میں بانہیں حمائل کر گیا۔ صفا ٹھٹکی۔ کیونکہ یہ کام مرجان کیا کرتا تھا۔ قوت نہیں۔ اسکو لگا تھا شاید قوت کی فطرت الگ ہے۔ وہ الگ تھلگ رہنا پسند کرتا ہے۔ پھر شاید وہ صفا سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنی مرجان کرتا ہے۔ صفا نے خالی ذہن سے قوت کی پیٹھ سہلائی۔

''آئی۔مس۔ہر۔۔'' قوت نے بکھرے الفاظ میں کہا تو صفا کا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔ قوت اپنے دل میں کتنا درد لئے پھر رہا تھا کسی کو اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ کو لگا کہ وہ نارمل ہے۔ مرجان حساس تھا قوت۔ اسکے بارے میں کا گمان الگ تھا۔ وہ لوگ یہ بھول گئے تھے کہ وہ تھا تو آخر ایک بچہ ہی جو اپنی ماں کو یاد کرتا تھا۔

صفا کی آنکھوں سے نمکین مائع بہہ نکلا۔

''ہم بھی مس کرتے ہیں۔'' وہ بھرائی آواز میں بولی اور قوت کو مزید اپنے قریب کر لیا۔

''ارے۔لگتا ہے پھر سے قوت ہار گیا؟'' دور سے ابیم آتا دکھائی دیا تو وہ دونوں چونک کر الگ ہوئے۔ صفا نے جلدی سے آنکھیں رگڑیں۔ قوت نے بھی اپنا چہرہ صاف کیا۔ ابیم کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ وہ آکر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا اور اس پیکٹ میں سے ایک آئس کریم نکال کر ان دونوں کو دی۔ صفا نے مسکرا کر قوت کو دیکھا۔ تو قوت نے اثبات میں سر ہلا کر ٹھیک ہونے کا یقین دلایا۔

''ہار کر روتے نہیں ہیں۔'' ابیم قوت کی آئس کریم کھول رہا تھا۔

''میں نہیں ہارا۔۔!!'' قوت نے فوراً اپنا دفاع کیا۔

''تو پھر؟ کیا مرجان ہار گیا؟'' ابیم نے خوشگوار حیرت سے پوچھا تو صفا نے تاسف سے اسکی خوشی دیکھی تھی۔ وہ دونوں بچے آجکل کسی حریف کی طرح ہر وقت مقابلے بازی کرتے دکھائی دیا کرتے تھے۔

''نہیں۔۔میچ ڈرا ہوا۔'' قوت نے ابیم کی خوشی پر پانی پھیرا۔

''اچھا؟ پھر وہ دونوں کیا اگلے میچ کی پلاننگ کر رہے ہیں؟ بلاؤ ذرا آئس کریم میلٹ ہو جائے گی۔'' اس نے باقی آئس کریمز نکالتے ہوئے کہا تو قوت اٹھ کر ان لوگوں کے پاس گیا۔۔ صفا نے آئس کریم کھائی تو کریم اسکے ہونٹوں پر لگی اس نے زبان پھیر کر وہ چاٹ لی۔ یہ منظر ہمیشہ ابیم کے لئے تفریح ہوا کرتا تھا۔ اس نے محظوظ ہو کر یہ منظر دیکھا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ تینوں اس جانب آتے دکھائی دیئے۔

وہ لوگ چلتے ہوئے کمپاؤنڈ کے اندر داخل ہوئے وہ ایک جیل نما ہی عمارت تھی۔ عینا حسن کی پیروی میں چلتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ ایک بڑے سے ہال میں پہنچے۔ ہال میں ایک چبوترا تھا جو زمین سے تھوڑا بلند تھا۔ اس چبوترے پر ایک عالیشان نشست موجود تھی جو کہ شیخ حسن آفندی کے لئے تھی۔ مغیث نے اسکو اشارہ کیا تو حسن نے ساتھ کھڑی عینا کو دیکھا۔ اسکی آنکھیں پھر سے جلنے لگی تھیں۔ بخار ابھی تھا۔ پھر سے شدت پکڑ رہا تھا۔ حسن نے عینا کا ہاتھ پکڑا اور اسکو لے جا کر اپنی نشست پر بٹھا دیا۔ عینا نے آنکھیں کھول کر اسکو دیکھا۔

''تھوڑی دیر بعد چلتے ہیں۔ پھر تم آرام کرنا۔'' وہ نماز چاہتے ہوئے بھی نمی سے بات کر رہا تھا۔ عینا نے پلکیں جھپکیں۔ حسن پیچھے ہٹا اور اس کرسی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ''سامان لاؤ۔!!'' اس نے حکم دیا تو اس حال کا ایک بڑا سا دروازہ کھلا۔ جس میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے ان ہاتھوں میں لکڑی کے صندوق تھے۔ ایک صندوق کو

دو آدمی اٹھا رہے تھے اور وہ قریباً دس صندوق تھے۔انھوں نے وہ صندوق لا کر ایک لائن میں حسن کے سامنے رکھے۔اور ڈھکن کھول دیئے۔حسن آگے بڑھا اور چبوترے سے اتر کر ایک صندوق کو دیکھا۔

''اور یہ جنرل ہے آفندی۔!!'' ایک آدمی ہال کے اندر داخل ہوا تو حسن نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔وہ مسکراتا ہوا اسکے پاس پہنچا اور اس سے مصافحہ کیا۔وہ ایک اٹھارہ انیس سال کا نوجوان تھا اور درمیانہ قد۔عمر کوئی پینتالیس کے لگ بھگ تھی۔پھیلی ناک اور گھنی مونچھیں۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کریم۔آفندی کے ساتھ دو نمبری کر کے تم بچ جاتے؟'' حسن نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔مقابل نے خوف کے مارے جھرجھری سی لی۔''بس۔یہ خوف ہی کافی ہے۔'' اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے جتایا۔کریم نے ہنستے ہوئے ایک نگاہ عینا پر ڈالی۔جو کہ اب کرسی پر ہی بیٹھی اونگھ رہی تھی۔اسکا سکارف اسکے چہرے سے ہٹ چکا تھا۔سرخ و سفید رنگت۔سیاہ گول گول آنکھیں جو کہ کبھی کھلتی تھیں تو کبھی بند ہو جاتی تھیں۔ہونٹ قدرے پیلے پڑ رہے تھے۔بخار میں تپتی ہوئی وہ نڈھال سی لڑکی قیامت لگ رہی تھی۔حسن نے کریم کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

''مجھے نہیں پتہ تھا کہ آفندی کو انمول چیزیں جمع کرنے کا شوق ہے۔'' وہ ستائشی نظروں سے عینا کو دیکھ رہا تھا۔حسن کی آنکھیں ایک پل میں سرد ہوئی تھیں۔کریم حسن کی جانب متوجہ ہوا۔''میرے پاس بھی کچھ انمول اور نایاب چیزیں ہیں۔'' وہ معنی خیز نگاہ لئے بولا۔حسن نے الجھ کر آنکھیں سکیڑیں۔وہ آنکھوں سے ہی بات کیا کرتا تھا۔

''اگر کہو تو ہم تبادلہ کر لیتے ہیں۔'' اس نے ایک بار پھر سے مڑ کر عینا کو دیکھا۔اور حسن نے کریم کو دیکھا تھا۔

حسن اسکے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے جانے کیا سوچ رہا تھا۔وہ جو کچھ بھی سوچ رہا تھا اسکا عکس حسن کی سرد آنکھوں میں واضح تھا۔اور وہ سوچ نیک ہرگز نہ تھی۔۔!!

''حسن۔!!'' عینا کی مریل سی آواز گونجی تو وہ فوراً متوجہ ہوا۔کریم پورا عینا کی جانب گھوما۔اور دو قدم اسکی جانب بڑھائے۔حسن نے کریم کو دیکھا۔

''جو ہری اپنے نایاب ہیرے کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہے۔'' کریم بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔حسن کے جبڑے بے ساختہ ہی بھنچ گئے۔ہم پیوند ہوئے تھے۔اسکی مٹھیاں بھنچ گئیں اور ہاتھوں کی نسیں ابھر آئیں۔کریم عینا کی کرسی کے پاس پہنچا۔اس نے ایک اور قدم بڑھایا تو مغیث نے اسکے سامنے ہاتھ کر دیا۔اور اسکو وہیں روک دیا۔

''اس کرسی کے آس پاس کوئی نہیں آ سکتا۔!!'' مغیث نے کریم کو سخت انداز میں تنبیہ کی تو کریم کا قہقہہ گونجا۔اس نے پلٹ کر اپنی جگہ منجمد سے کھڑے حسن کو دیکھا۔

''آفندی۔!! دیکھتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اسکو بتاؤ میں ہر کوئی نہیں ہوں۔پچھلے چار سال سے ہم ایک دوسرے کا عکس ہیں۔سیاہ سفید کے شریک۔!!'' اس نے حسن کی جانب دیکھا۔حسن نے قدم اٹھایا اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔اس نے اپنے ایک ڈھیلے چھوڑے اور کریم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔کریم نے ایک جتاتی نگاہ مغیث پر ڈالی۔

''کون سی نایاب چیزیں ہیں تمہارے پاس؟ میں بھی تو جانوں۔'' حسن نے پر شوق نگاہوں سے پوچھا تو کریم کی بانچھیں کھل اٹھیں۔

''ہر وہ نایاب چیز جس کی جھلک دیکھنے کے لئے دنیا ترستی ہے۔'' اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جتایا۔حسن نے سر اثبات میں ہلا کر اسکو داد دی۔

''مغیث۔!!''

''جی سر۔!!'' وہ مئودب سا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''مہمان کو لے جاؤ۔اور ایک نوادرات کل میری میز پر ہونی چاہیئں۔'' کریم اسکی جانب پلٹا جھکا۔

''اسکا کیا مطلب تھا؟'' وہ حیرت زدہ سا مسکرایا۔''یعنی ہماری کوئی ڈیل ہو گی میں واپس جاؤں گا تو ہی نوادرات آ سکیں گی نا؟'' اس نے تائید چاہی۔حسن نے مسکرا کر انگلی میں ہلائی۔

''ڈیل تو ہو چکی۔اور تم واپس نہیں جاؤ گے۔اور نوادرات آ جائیں گی۔''

''لیکن۔کیسے؟ میں نے کوئی ڈیل نہیں کی۔'' وہ اب الجھ کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

''میں نے کی ہے۔تم ابھی میں اور فرق کرنے والا ابھی میں۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا تو کریم اصل معنوں میں گھبرایا۔یعنی وہ اپھنسا تھا۔اس نے انے میں آفندی کو خفا کر دیا تھا اور اب اسکی بدولت ڈیل طے تھی۔

''حسن۔۔!!'' عینا اب ئی تھی۔حسن نے چو٠ کر دیکھا۔وہ اب ادھ کھلی آنکھوں سے اسکو گھور رہی تھی۔''کیا بکواس ہے؟ کیا تمہارے اتنے ٹے کمپاؤ٠ٹ میں کوئی روم نہیں ہے؟ میری یہاں حا ۔ ٠ اب ہو رہی ہے اور تمہیں اپنی ڈیلز سوجھ رہی ہیں۔'' وہ پوری ہمت جمع کر کے دھاڑی۔حسن کے دونوں جبڑوں پ ابھار سا ظاہر ہوا۔وہ ضبط کئے کھڑا تھا۔اس نے مغیث کو اشارہ کیا تو مغیث نے فوراً وہاں دو زماؤں کو بلوا۔جوان لوگوں کے ساتھ ہی آ تھیں۔

''میڈم کو کمرے میں لے جاؤ۔'' اس نے کہا تو وہ دونوں لڑکیاں عینا کو سہارا دے کر لے گئیں۔عینا نے جاتے جاتے ا۔ سلگتی نگاہ حسن پ ڈالی تھی۔حسن نے دن کی پشت پ ہاتھ پھیرا۔کریم اس منظر سے خاصا حیران ہوا تھا۔''تم مہمان کو کمرہ دکھاؤ۔میں راؤ٠ٹ پ جاؤں گا۔'' کہتے ہوئے حسن وہاں سے نکل ۔۔مغیث نے ا۔ معنی خیز نگاہ الجھے سے کریم پ ڈالی۔

''کیا میں یہ رکھ لوں؟'' ا۔ چھ سالہ بچی ا۔ فلافل ہاتھ میں اٹھائے کھڑی تھی۔

''پندرہ شیکل؟'' ریڑھی والے نے پوچھا۔

''میرے پ س ہیں پیسے۔'' کہتے ہوئے اس نے اپنی فراک کی ا۔ چھوٹی سی۔۔ میں ہاتھ ڈالا اور بیس شیکل کا نوٹ نکال کر دی۔تو ریڑھی والے نے ا۔ تچھی سی نگاہ اس پ ڈالی۔وہ پ اعتماد سی کھڑی تھی۔پھر اس نے کچھ اغوروت اسکو واپس کر دیئے تو وہ لڑکی پیسے گننے لگی۔

''پچاس اغوروت کم ہیں۔'' اس لڑکی نے فوراً ریڑھی والے سے کہا تو وہ آنکھیں سکیڑ ۔۔

''تم کہاں سے آئی ہو؟''

''میں چاہے آسمان سے ی ہوں۔زمین سے اگی ہوں۔تم میرے پیسے لوٹ ؤ۔'' اس بچی نے ۔ پ۔زو پیٹ تو ریڑھی والا آدمی اسکو دیکھ کر رہ ۔۔پھر اس نے مزید بحث کئے بناء اسکو اسکے بقیہ اغوورت واپس کر دیئے۔شاید وہ اسکا حساب دیکھ رہا تھا۔''اگلی بار ایسا مت کرنا۔'' اس نے معصوم سی انگلی کھڑی کر کے وارن کیا اور وہاں سے اٹھکیلیاں بھرتی ہوئی چلی گئی۔ریڑھی والا ہکا بکا سا رہ ۔۔

وہ بچی چلتی ہوئی ا۔ تنگ سی گلی میں داخل ہوئی۔گلی کے اختتام پ ا۔ نوجوان سا لڑکا بیٹھا تھا۔وہ اسکو دیکھ کر مسکرا دی۔اور چلتی ہوئی اسکے پ س پہنچی۔!

''یہ لو۔!! آدھا تمہارا اور آدھا میرا۔!!'' اس نے وہ فلافل اس لڑکے کی جا٠ ٠ بڑھا دی۔اس نے چہرہ او پ اٹھایا وہ اس جا٠ نہیں کسی اور ہی جا٠ ٠ دیکھ رہا تھا۔

''کہاں سے لائی ہو؟'' اس نے ہاتھ ٠ بڑھا کر فلافل کو چھو کر دیکھا۔

''تم کھاؤ٠ ں۔!!'' وہ اسکے پ س آلتی پالتی مار کر بیٹھی اور آدھا فلافل توڑ کر اسکو دی۔بقیہ کے دو مزید حصے کئے۔ا۔ حصہ اس نے اخبار میں لپیٹ کر اپنی فراک کی ۔۔۔ میں ڈالا اور ٠ قی کھانے لگی۔

''تم بتاؤ کہاں سے لائی ہو؟ کیا بھیک مانگی ہے تم نے؟'' وہ لڑکا خفا سا تھا۔وہ اسکے دا جا٠ بیٹھی تھی وہ ہوا میں ادھر ادھر دیکھ کر ٠ ت کر رہا تھا۔

''اس جا٠ بیٹھی ہوں میں۔'' سلوی نے جھنجھلا کر اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی جا٠ اشارہ کیا۔اس لڑکے نے اسکی جا٠ چہرہ گھما۔ آنکھیں ابھی بھی ہوا میں ہی کہیں بھٹکی ہو تھیں۔''نہیں بھیک نہیں مانگی۔!!! ا۔ چھوٹ سا کام مل ۔ تھا وہ کیا تو ا۔ عورت نے مجھے ٠ لے میں بیس شیکل دیئے۔پندرہ شیکل کا میں یہ فلافل لے آئی اور ٠ قی کے پانچ سو اغوورت میری۔۔۔ میں۔'' اس نے چہک کر بتایا تو وہ لڑکا مسکرا دی۔

''ارے واہ۔اتنی جلدی تمہیں کام بھی مل ۔ ؟'' اس نے اب فلافل کا ا۔ لقمہ کھایا تھا۔

''ہاں۔ا۔ عورت سامان اٹھا کر لے کر جا رہی تھی۔ساتھ اسکا بچہ بھی تھا۔میں نے تھوڑی مدد کروا دی تو اس نے مجھے پیسے دے دیئے۔کیا پیسے کما٠ اتنا آسان ہوتا ہے سنان؟'' وہ اب آنکھیں ٠ بڑی کئے شوق سے پوچھ رہی تھی۔سنان نے فلافل کا ا۔ لقمہ کھایا اور میں سر ہلا دی۔

''لیکن مجھے تو یہ آسان لگا تھا۔'' سلویٰ اس کام سے خوش تھی۔اتنی جلدی کھانے کو کچھ مل جائے گا اسکو یقین نہیں آ رہا تھا۔''تم جا ہو۔ ٠ میں اس ٹ ک سے نکلی تھی مجھے نہیں لگتا تھا کہ میں دو٠ رہ کچھ کھا سکوں گی۔ تم نے مجھے اپنا کھا٠ دے دی۔اور اب میں وعدہ کرتی ہوں کہ پیسے کما٠ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔میں کماؤں گی اور تمہیں بھی

کھا۔ کھلاؤں گی۔'' وہ خوش دکھائی دیتی تھی اور مشکور بھی۔ سنان مسکرادیے۔

''رحمل پٹے۔!! تم اپنی ماں کو چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئی؟ تمہاری ماں پریشان ہوتی ہوگی۔ جاؤ اس ٹک والے کو ڈھونڈ واور واپس جاؤ اپنے شہر۔'' سنان نے اسکو سمجھانا چاہا سلوی کا چہرہ اتر گیے۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ جانے اموکا کیا حال ہوگا۔؟ ۔'' کہتے کہتے وہ دوبارہ پر جوش ہوئی۔''تم فکر نہ کرو۔۔۔ میں بہت سارے پیسے کمالوں گی تو اموکو پیسے بھیجوں گی۔ پھر دیکھنا وہ اداس نہیں ہوگی۔''

''رحمل پٹے۔!! تم بہت چھوٹی ہو۔'' سنان نے افسوس سے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''کوئی بات نہیں بڑی ہو جاؤں گی۔'' وہ پر اعتماد تھی۔ شاید امن نے اسکو اعتماد دے دیا تھا۔ مسلم کوارٹر ایک پر امن جگہ تھی جہاں ہر وقت سخت سیکیورٹی موجود تھی۔ مسلم کوارٹر سیاحوں کا مرکز ہے۔ وہاں روزگار بھی اچھا ہو جاتا ہے۔ سیاحوں میں بڑی تعداد مسلمانوں کی جبکہ یہودی اور عیسائی بھی شامل ہیں۔ وہاں ہر مذہب، ہر ملک سے تعلق رکھنے والا شخص مل جاتا ہے۔ اس لئے کاروبار چلتا رہتا ہے۔ حالات نارمل رہیں۔ کیونکہ وہاں جتنی بھی سیکیورٹی ہو جائے کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔ کوئی احتجاج۔ کوئی جھڑپ۔ جس سے حالات کشیدہ ہو جایا کرتے ہیں۔

رات ہو رہی تھی۔ صفا اور منال اپنے کام نبٹا کر اب لاؤنج میں بیٹھیں کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔۔ پرک سے واپس آنے کے بعد انہیں پھر سے کسی کام سے جانا پڑا تھا۔ اور یاقوت اور مرجان اس وقت اپنے کمرے میں پڑھائی کر رہے تھے۔ دینا آج ٹھیک تھی اس لئے زہرہ اسکو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔ وہ دونوں ساس بہو ایک دوسرے کے ساتھ کوالٹی ٹائم سپینڈ کر رہی تھیں۔ انھوں نے کچھ اور کولڈ رکھی ہوئی تھیں اور ڈرامہ دیکھتے ہوئے دنیا جہان کی باتیں کر رہی تھیں۔ وہ ایک انتہائی دلکش منظر تھا۔

یاقوت نے اپنا ہوم ورک مکمل کر لیا تھا۔ اب وہ اپنی ایک کتاب لئے بیٹھا تھا۔ اس نے دفعتاً دیکھا تو مرجان ابھی تک اپنا ہوم ورک کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ ہمیشہ یاقوت سے پہلے اپنا ہوم ورک مکمل کیا کرتا تھا۔ یاقوت نے کتاب بند کی اور غور سے اسکو دیکھنے لگا۔ مرجان کی یاقوت کی جانب پشت تھی پھر بھی وہ اسکے تاثرات محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسکے ہاتھ میں موجود کتاب کی حرکت دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ لکھ نہیں رہا تھا بلکہ یوں ہی پیپر پہ آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔

''مرجان۔!! میرے بھائی کیا ہوا؟'' وہ اٹھ کر اسکے پاس پہنچا اور اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگا۔ مرجان نے چہرہ اوپر نہیں اٹھایا تھا۔ وہ مسلسل اپنی نوٹ بک پہ جھکا ہوا تھا۔ ''مرجان۔!!'' یاقوت نے اسکو جھنجھوڑا۔ ''کیا ہوا ہے؟'' اب یاقوت واقعی پریشان ہوا تھا۔ مرجان نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی اور دوبارہ اپنی نوٹ بک پہ جھک گیے۔ ''تم نے آج ڈنر بھی ٹھیک سے نہیں کیا۔ خیریت ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' یاقوت اب اسکے بازو پہ ہاتھ رکھے پوچھ رہا تھا۔ مرجان خاموش تھا اور وہ خاموشی اب یاقوت کے لئے پریشانی کا باعث تھی وہ یاقوت کو خوفزدہ کر رہا تھا۔ تو کیا پھر سے مرجان خاموش ہو گیا؟ کیا اب وہ دوبارہ نہیں بولے گا؟ یہی بات یاقوت کو اب کا ٹ کھا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یاقوت کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''بھائی۔!! میری طرف دیکھو۔!!'' وہ ہیجانی کیفیت میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ مرجان نے چٹخا۔ اور تکان سے ڈرے سہمے سے یاقوت کو دیکھا۔ ''پلیز کچھ تو بولو۔'' یاقوت نے التجا کی۔ تو مرجان نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''ڈونٹ وری۔ آئی ایم فائن۔!!'' مرجان کی آواز نے جیسے یاقوت کو دوبارہ زندگی بخش دی تھی۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرادیے۔ وہ اب دوبارہ اپنے بھائی کو نہیں کھونا چاہتا تھا۔ وہ مرجان کی ہر خطا اسکا ہر گناہ معاف کر سکتا تھا۔ یاقوت مرجان کا کندھا تھا جو اسکو کبھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے مسکرا کر اپنے آنسو صاف کئے اور اسکے ساتھ آ کر بیٹھا۔

''اب بتاؤ۔ کیا ہوا تھا؟ کیوں پریشان ہو؟ کوئی بات ہے؟ تم شیئر کرو گے تو ہو بھائی۔'' یاقوت نے نرمی سے کہا۔ مرجان مسلسل ہوا میں کہیں گھور رہا تھا۔ ''کیا کر رہے ہو؟'' یاقوت نے آہستہ اسکو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''لسٹ بنا رہا تھا۔'' وہ کھویا کھویا سا بولا

''کیسی لسٹ؟'' یقوت ٹ ۔

''پنشمنٹ لسٹ۔'' اسکے الفاظ نے یقوت کا حلق خشک کر دیا تھا۔

''کک۔ کیا مطلب ہے؟ کیسی پنشمنٹ لسٹ؟'' یقوت نے تھوک ''ٹ'' ہوئے پوچھا۔

''ایسی سزاؤں کی لسٹ جن سے کم سے کم تکلیف ہو۔ سبق بھی حاصل ہو جائے۔''

''مرجان۔!! میرے بھائی۔! کیا ہوا ہے۔؟ میری کوئی بات ی لگی؟ دیکھو میں تمہارا بھائی ہوں ں؟ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں دوست ہیں۔ تو ساتھیوں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔'' یقوت کو اپنی جان کے لالے پڑے چکے تھے۔

''تمہاری بات نہیں کر رہا۔ تمہیں سزا دینا بند کر دیں میں نے۔۔ کیونکہ تمہیں سزا دے کر مجھے زیادہ تکلیف مجھے ہی ہوتی ہے۔'' وہ تکان سے بولا تو یقوت نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا۔

''تو پھر؟'' یقوت نے ایک پل کے لئے سوچا۔ ''دیکھو بھائی۔! میرال کا ہم سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔۔ وہ لوگ کیا کرتی ہیں اور کیا نہیں اسکا ہم سے کوئی لینا دینا نہیں۔۔ تم ان دونوں کے چکر میں مت آیا کرو۔۔ پھر سے ناراض ہو جاؤ گے۔'' یقوت اسکا اگلا ممکنہ ٹرگر بھانپ کر فوراً بولا تھا۔ مرجان کے تاثرات تبدیل نہ ہوئے۔ یقوت ٹ ۔ ''اگر ۔ میرال نہیں تو؟ کیا آیت۔؟'' سوچ کر ہی یقوت کا دل کانپ گیا تھا۔ وہ آیت کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہے۔ یقوت کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

''بھائی۔ بات سنو۔!!'' یقوت پورا اسکی جانب گھوما۔ مرجان نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں عجیب خوف تھا۔ وہ خوف اسکے اپنے لئے نہیں تھا وہ خوف آیت کے لئے تھا۔ وہ اسکی دوست تھی۔ پیاری سی دوست۔ وہ آیت کو کسی صورت تکلیف نہیں پہنچنے دے سکتا تھا۔

''ہم۔ اس پر بات کر لیں گے۔ میں آیت کو سمجھا دوں گا کہ وہ۔ وہ صفا آپ سے دور رہے۔'' یقوت کا لہجہ بھیگ گیا۔ اسکو آج رہ رہ کر اپنے بھائی پر افسوس ہو رہا تھا۔ اور آیت پر رحم آ رہا تھا ساتھ ساتھ وہ خود کو بے بس بھی محسوس کر رہا تھا کیونکہ جس مرجان سے وہ خود بھی محفوظ نہیں رہ سکا تھا آیت کو کیسے محفوظ رکھتا۔؟ مرجان نے اسکی آنکھوں کا وہ خوف دیکھا۔ وہ ایک پل کے لئے یقوت کی وہ ڈری سہمی سی آنکھیں دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے یقوت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔۔ یقوت نے پر امید نگاہوں سے مرجان کو دیکھا۔

''ڈونٹ وری۔!! وہ آیت نہیں ہے۔'' اب کی بار یقوت کو لگا کہ کسی نے اسکے دل کو آزاد کر دیا ہو۔ خوف، درد، وہم سے اور وسوسوں کے قفس سے۔! اسکی آنکھوں میں ایک پل میں سکون اتر آیا تھا۔ ''وہ تمہاری دوست ہے۔'' مرجان بس اتنا ہی کہہ پایا۔ ''جس کو سزا دینے جا رہا ہوں۔ وہ۔۔ میری دوست ہے۔'' مرجان نگاہیں جھکا گیا۔ یقوت نے اچنبھے سے دیکھا۔

''فائن۔!! کوئی آنلائن گیمنگ پارٹنر ہے؟'' مرجان خاموش رہا تو یقوت نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اب مسکرا رہا تھا۔ وہ بلاوجہ ہی اتنی فکر کر رہا تھا یقیناً مرجان اپنے کسی گیمنگ پارٹنر کی بات کر رہا تھا۔ اس نے سوچتے ہوئے سکون کا سانس لیا اور مرجان کا کندھا تھپتپایا۔

''ٹ ۔ ڈونٹ بی سو۔ ہارش۔!!'' وہ مسکرا کر وہاں سے گیا۔ اور دوبارہ اپنے بیڈ پر اپنی کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ وہ اب پرسکون تھا کہ آنلائن دوست کو وہ آخر کیا سزا دے دے گا؟ مرجان کچھ دیر خالی خالی نگاہوں سے پیپر کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنا پی سی آن کیا۔

''اہیم کو آج دن نہیں ہو گئی؟'' منال نے دفعتاً وال کلاک پر ڈالی تو رات کے اب دس بج رہے تھے۔

''نہیں۔۔ وہ روز ہی دیر سے آتے ہیں۔ ابھی شاید مزید دو گھنٹوں بعد آئیں۔'' صفا نے کاٹکڑا کھاتے ہوئے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

''غلط بات ہے۔۔ میں اس سے کہوں گی کہ جلدی آیا کرے۔'' انھوں نے صفا کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

''کوئی بات نہیں۔۔اکام ہوتے ہیں۔''

''اورتم جاگتی رہتی ہواسکے انتظار میں۔۔آجائے اسکے کان کھینچتی ہوں۔''انھوں نے راضی لئے کہاتو صفانے بالوں کی ٹکان کے پیچھے اڑسی۔منال بے اختیار مسکرادیں۔''بچپن سے شرمانے کی عادت نہیں گئی تمہاری۔''صفاکے گال مزید سرخ ہوئے۔منال ہنس دیں۔

''میں بچوں کودیکھوں سوگئے یانہیں۔۔اورآپ بھی اب سوجا۔۔انکل ابھی نہیں آئے آج۔''صفانے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے موضوع بدلا۔

''وہ شہر سے باہر گئے ہیں۔۔شاید صبح واپس آ گے۔۔اورتم۔بیٹھویہاں۔''انھوں نے اسکواٹھتے ہوئے دیکھاتواسکاہاتھ پکڑکر بٹھالیا۔''دینااب بڑی ہو رہی ہے۔''انھوں نے معنی خیز نگاہ صفا پہ ڈالی۔

''ہاں۔ماشاءاللہ۔!!بہت شرارتی بھی ہوتی جارہی ہے۔''صفادینا کے ذکر پہ کھل اٹھی۔

''میں کچھ اورکہہ رہی تھی۔۔کیوں نہ اَ تم بھی۔''وہ کہتیں کہتیں خاموش ہوگئیں۔صفانے اچنبھے سے دیکھا۔''وہ۔میرا مطلب تھا کہ۔وہ حوریہ کے بچے ہیں۔ تو۔تم ہمیں یہ خوشی دے رہی ہو؟''انھوں نے اٹکاکرسوال کیاتو صفا کی سانس رک گئی۔اسکادماغ ایک لمحے کو بند ہوا تھا۔اس نے تھوک نگلا۔

''اب تم بھلے ہمیں لالچی ہی سمجھو۔۔ہم تمہاری اولاد بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔''منال نے شرمندہ ہوتے ہوئے نگاہ پھیری۔جبکہ صفانے ایک خالی سی نگاہ ان پہ ڈالی۔ وہ خاموش رہی۔منال نے کچھ دیر بعد اسکی جانب دیکھاتو وہ ٹھٹکیں۔صفاکے چہرے پہ کوئی سرخی نہ تھی۔بلکہ اسکے چہرے پہ جو رنگ تھے وہ بھی پھیکے پڑ گئے تھے۔

''کیاہواہے؟ کیاابیم نے کچھ کہاہے؟''انھوں نے دھڑکتے دل سے صفا کاہاتھ تھاما۔۔صفانے میں سرہلایااورسرجھکالیا۔سنہری بال پھر سے چہرے پہ جھول گئے۔''تو پھر؟''منال واقعی اب پریشان ہو تھیں۔صفانے بال کان کے پیچھے کئے اورنم آنکھیں لئے ایک دیکھا۔منال اسکے جواب کی منتظر تھیں۔

''میں نے ایک فیصلہ کیاہے۔''اس نے کہنا شروع کیاتو منال نے پہلے ہی دل تھام لیا۔''میں اپنی کوئی اولاد پیدانہیں کروں گی۔''صفانے دھیرے دھیرے حلق کے ساتھ بات مکمل کی تو منال نے اسکو وہیں روک دیا۔

''نن۔نہیں صفا۔!میری بیٹی۔!!دیکھو۔تم۔تم ابھی چھوٹی ہو۔ٹھیک ہے۔وقت لو۔ایسا کوئی فیصلہ مت کرو۔مجھے معاف کردو میں نے بات میں بہہ کر بہت جلدی تم سے یہ بات کردی۔تم پڑھولکھو۔زندگی کو انجوائے کرو۔کوئی جلدی نہیں ہے۔''وہ۔ہی طرح ہڑبڑا تھیں۔صفازخمی سامسکرائی۔''نہیں صفا۔!تم ہرگز ایسا کچھ نہیں سوچوگی سمجھی تم؟''ایک کلیجے کاہاتھ پڑا تھا۔وہ لڑکی اک آل اولاد کی خاطر یہ احمقانہ فیصلہ کرنے جارہی تھی۔

''میں بھلے چھوٹی سہی۔۔یہ فیصلہ میرا ہے اور میں نہیں بدلنے والی۔میں اپنی تمام تر محبت اور مامتا ابیم کی اولاد کو سونپ چکی ہوں۔''وہ سرد آواز میں بولی تو منال نے ایک سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔

''جاؤجاکرسوجاؤ۔اور یہ فضول بات دوبارہ مت دہرانا۔''انھوں نے سختی سے کہاتو صفا آہ چھپاتی وہاں سے چلی گئی۔جبکہ منال نے حیرت سے اسکو جاتے دیکھا تھا۔''پاگل ہوگئی ہے یہ لڑکی۔''انھوں نے تاسف سے سر جھٹکا۔

ابیم فارم ہاؤس سے نکلاتو عاصم اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

''سر۔!!وہ ارمان کاپ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''وہ لوگ گاڑی آئے تو عاصم کی بات پہ ابیم ٹھٹکا۔

''اب کیا چاہیے اسکو؟''اس نے کوفت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''سروہ اسکوعلاج کے لئے باہر لے جانا چاہتے ہیں۔ان لوگوں پہ لگے چارجز کی وجہ سے ایم ای سی ایل میں ہیں۔پچھلے دنوں ایک کمپنی کسی غیر قانونی سپلائی میں ملوث پائی گئی تھی۔''

''تو؟ میں کیا کروں؟''وہ سرد لہجے میں بولا۔

''سر۔!وہ چاہتا ہے کہ آپ اپنے کانٹیکٹس سے۔''عاصم کہتے کہتے رکا۔

''واہ۔!!وہ لوگ اپنے موت کے فرشتے سے ہی زندگی کی امید لگائے بیٹھے ہیں؟''اس نے مانو کیانی خاندان کا تمسخر اڑایا تھا۔

''سر۔!وہ بہت مجبور ہیں۔اگر کچھ ہوسکتا ہے تو۔''

''تمہیں اتنی ہمدردی کیوں ہورہی ہے؟''اب کی بار وہ عاصم کی جان پر مڑا تھا۔عاصم کا حلق خشک ہوا۔وہ ہمیشہ بس ایسی ہی دعا کیا کرتا تھا کہ وہ کبھی بھی اہیم کی نظروں میں مشکوک نہ ٹھہرے۔

''سس۔سر۔پلیز۔آپ غلط نہ سمجھیں۔وہ دراصل۔!!''

''کیا؟''اہیم نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''وہ سر۔!!'عاصم کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

''دیکھو۔اگر کوئی پیار ویار کا چکر ہے تو بھول جاؤ کہ میں تمہارے سسرالیوں کو کوئی فیور دینے والا ہوں۔''وہ بناء عاصم کی سنے اپنی سنا کر گاڑی میں سوار ہو چکا تھا۔عاصم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔اہیم نے اسکے کہے بنا ہی اسکی بات سمجھ لی تھی۔

''عاصم بات ہوئی؟''اسکے موبائل کی سکرین بلنک ہوئی تو اس نے میسج دیکھا۔

''وہ نہیں مانے۔''عاصم نے بے بسی سے میسج سینڈ کیا۔

''اوکے۔آئندہ مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔''میسج پڑھ کر عاصم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

''تم۔۔ایمان کے لئے ایسا کیسے کرسکتی ہو؟''عاصم کو اپنی محبت کی کشتی ڈولتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''میرے اپنے ہیں۔اچھے برے وقت کے ساتھی۔۔اگر تم میرے اپنوں کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تو مجھے تمہارا ساتھ نہیں چاہیے۔میں آج ہی تم سے بریک اپ کرتی ہوں۔''میسج پڑھ کر عاصم کا دل ڈوب گیا تھا۔اسکو پتہ تھا کہ اسکی نئی نویلی فرینڈ کا تعلق ارمان کیانی سے نکل آئے گا۔۔وہ چند دن کی محبت اس وقت اپنی آنی جانی لے رہی تھی۔

[redacted]ایم

''یہ لاڈ میرے نہ اٹھاؤ۔''انھوں نے اسکا ہاتھ جھٹکا تو ا. اہیم نے خفگی سے ا جا. دیکھا۔''جس کا حق ہے اسکے لاڈ اٹھایا کرو۔اور ٹائم سے گھر واپس آیا کرو۔ جانے پیچھے وہ کیا کیا سوچتی رہتی ہے۔فضول افات بھرے بیٹھی ہے اپنے دماغ میں۔''انھوں نے ا. اہیم کو سختی سے جھڑکا تو وہ بھی ٹ ۔

''کیا ہوا ہے؟ کچھ ہوا ہے کیا؟ کس کی. ت کر رہی ہیں۔اور کون سی افات؟''

''کچھ ہو جائے گا ت. ہی ہوش آئے گا تمہیں؟ اور کس کی. ت کرنی ہے؟ تمہاری بیوی کی. ت کر رہی ہوں۔''

''اوہ۔!!''ا. اہیم نے پرسکون ہو کر کہا تو منال کو مزید غصہ آیا۔

''تمہیں اسکے معاملے میں اتنا لاپرواہ نہیں ہونا چاہیے۔وہ کیا کرتی ہے کیا محسوس کرتی ہے اور کیا سوچتی ہے تمہیں اندازہ ہونا چاہیے۔''

''ماما۔!میں جانتا ہوں وہ کیا کرتی ہے۔کیا محسوس کرتی ہے اور کیا سوچتی ہے۔اور ویسے بھی اپنے اتنے سے دماغ سے وہ کیا ہی سوچ لے گی۔''وہ اسکا تمسخر اڑاتا ہوا صوفے سے ٹیک لگا ۔

''ا. اہیم۔!!تم اتنے بے رحم کیسے ہو ت ہو؟''انھوں نے تڑپ کر کہا۔تو ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''کیا ہوا ہے ماما؟ میں نے اب کیا کر دیا ہے۔میں نے تو اب اسکو کبھی ڈانٹا ت نہیں۔کون سی شکایتیں لگاتی رہی ہے وہ آپکو؟''ا. اہیم اب واقعی پریشان ہوا تھا۔

''اس نے کوئی شکایت نہیں لگائی۔اور ڈانٹا کیوں ہے؟ اس سے محبت کرو۔''انھوں نے کہا تو ا. اہیم نے صوفے پر ٹیک لگائے ہی دنیا جا. موڑی۔

''محبت؟''

''ہاں۔کیا تمہیں اس سے محبت نہیں؟''منال نے اسکے تاثرات دیکھ کر پوچھا۔

''محبت؟ ہاں۔ہے محبت۔''ا. اہیم کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا۔

'' تمہارا لہجہ نہیں بتا رہا۔مجھے لگتا ہے تم بس اس پر رحم کھا رہے ہو۔اور بس۔!''ا. اہیم کچھ ثانیے خاموش رہا۔

''ماما۔!!وہ مجھے عزیز ہے۔''

''کس حیثیت سے؟''ا سوال پر ا. اہیم نے چونک کر دیکھا۔وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ کس حیثیت سے۔

''وہ۔۔مجھے شروع سے عزیز ہے۔''ا. اہیم نے اپنی دانست کے مطابق جواب دیا۔

''میں محبت کی. ت کر رہی ہوں۔عزیز تو تمہیں وہ تمہارے طوطے بھی تھے جن کو بچپن میں تم پالتے تھے۔عزیز تو تمہیں وہ بلی بھی تھی جو روز شام کو ہماری چھت پر آیا کرتی تھی اور تم اسکو اٹھا کر لے آیا کرتے تھے۔عزیز تو تمہیں تمہارا کمرہ بھی ہے۔تمہیں تمہاری گھڑیاں اور گاڑی بھی عزیز ہیں۔ میں کسی اور. رے میں. ت کر رہی ہوں۔'' منال نے اسکو جھنجھوڑنا چاہا۔''یہ عارضی چیزیں تھیں۔جو تمہاری زندگی کچھ ختم ہو گئیں اور کچھ ہو جائیں گی۔ رشتے عارضی نہیں ہوتے ا. اہیم۔تم دونوں کو پوری زندگی ساتھ گزارنی ہے۔اور تم اسکو ان بے جان اور بے معنی چیزوں کی طرح عزیز کہہ کر نہیں ٹال ت۔''

''ماما پلیز۔!!ہم کسی اور موضوع پر ت نہیں کر ت؟''ا. اہیم نے تکان سے کہا تو ریلنگ کے ساتھ کھڑی لڑکی نے آنسوؤں کا ایک گولہ حلق سے نیچے اتار لیا تھا۔

''میں جا ہوں۔محبت کسی کے کہنے سے نہیں ہوتی ا. اہیم۔ کیا تم اپنا دل خالی نہیں کر ت؟ کیا تمہارے دل میں صفا کے لئے کچھ بھی نہیں ہے؟''وہ آج اسکو جھنجھوڑ رہی تھیں۔ا. اہیم آنکھیں بند کر کے اور اپنی کنپٹی سہلانے لگا۔

ریلنگ کے ساتھ کھڑی لڑکی کی سرمئی آنکھیں زخمی تھیں۔اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہچکیوں کا گلا گھونٹ دیا۔۔وہ مزید وہاں نہیں رک سکتی تھی۔

''ماما۔!!محبت بس ایک رہوتی ہے۔'' کچھ دیر بعد ا. اہیم۔ کے الفاظ گونجے تو اس پلٹتی ہوئی لڑکی کی سماعتوں سے اسکی. ت ٹکرائی تھی۔وہ ایک پل کے لئے رکی اور پھر سست قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔

'' صفا کی ایک الگ جگہ بن چکی ہے۔ایسی جگہ جو صرف اسکی ہے۔وہ مجھے عزیز ہے۔بہت عزیز وہ کسی بلی طوطے کی طرح نہیں ہے۔وہ میری زندگی کا ایک اہم. ب ہے۔ایک ایسا. ب جو خون سے لکھا گیا ہے۔اور خون سے لکھے گئے. ب امر ہوتے ہیں۔''وہ مندھی آنکھوں سے کہتا گیا۔منال اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔

''تم اتنی پیچیدہ بات کرنے کی بجائے ایسا سادہ سا اعتراف نہیں کر سکتیں کیا؟'' انھوں نے خجلت سے کہا تو اہیم نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرایا۔
''خیریت ہے؟ آج لگتا ہے ساس بہو کی کافی لمبی بیٹھک چلتی رہی ہے۔'' اس نے ٹیبل پہ پڑا کاجول اور کولڈر کے خالی کین دیکھے۔
''ہاں تو۔تم جیلس ہو رہے ہو؟'' انھوں نے ادا سے کہا تو اہیم گہرا مسکرایا۔۔منال پانی منال: جا رہی تھیں۔

صفا آ کر بیڈ پہ ڈھے گئی۔وہ مزید کسی کی کوئی بات نہ سن سکتی تھی اور نہ سہہ سکتی تھی۔
''مجھے ہی غلط فہمی ہو گئی تھی۔'' اس نے تکیے سے منہ نکال کر اپنی انگلی میں موجود وہ زمرد پتھر دیکھا۔'' شکر ہے۔جلد ہی غلط فہمی دور ہو گئی۔'' اس نے آنکھیں رگڑیں۔اور اٹھ بیٹھی۔''صفا۔اہیم۔!!'' اس نے خود کو مخاطب کیا۔''تم اب ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو؟ تم نے بی۔ڈی۔بی۔تیں کی تھیں کہ تمہیں بے لوث محبت ہے۔تم اہیم کا تاحیات انتظار کرو گی۔اور نہ جانے کیا کیا کہتی تھی۔اور آج؟ آج اتنی سی بات پہ بکھر گئی تم؟'' اس نے خود سے کہا تو خود ہی اپنی بات پہ مسکرا دی۔''ہاں۔مجھے چھوٹی چھوٹی باتوں پہ بکھرنا نہیں چاہیے۔'' اس نے خود کے سامنے اقبال جرم کیا۔''گڈ۔!! بی۔ڈی۔بی۔تیں ہر کوئی کرتا ہے ان پہ قائم رہنا اور اصل معنی کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے۔'' وہ آج اپنی استاد خود تھی۔''ہاں۔۔'' صفا نے سر ہلاتے ہوئے اپنا چہرہ صاف کیا۔اور ٹشو کی مدد سے اپنا دوپٹہ اتار کر سرہانے رکھا اور لحاف کھولا۔
اگلے ہی لمحے اسکا پورا وجود شل ہو چکا تھا۔

''کیسی ہو اب؟'' حسن نے کمرے میں آتے ہی پوچھا تو عینا جو کہ سوئی جاگی کیفیت میں تھی اٹھ کر بیٹھی۔وہ آ کر سامنے صوفے پہ بیٹھا۔
''بہتر ہوں۔''
''خیریت ہے؟ اتنا بخار؟ وجہ کیا ہے اسکی؟'' اس نے استفسار کیا تو عینا نے ایک گہری نگاہ حسن پہ ڈالی۔حسن نے نگاہ پھیر لی۔
''اور خیریت ہے؟ اتنی فکر؟ وجہ کیا ہے اسکی؟'' عینا نے اسی کے سوال کو پلیٹ کر اسکی جانب اچھالا تو حسن اسکو دیکھ کر رہ گیا۔
''تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا؟'' حسن نے ایک تیکھی نگاہ اس پہ ڈالی تو عینا نے نفی میں سر ہلا دیا۔حسن نے اشتیاق سے اسکا اعتماد دیکھا۔
''آئی لائک دس کانفیڈینس۔'' وہ متاثر کن انداز میں بولا۔
''ان صندوقوں میں کیا تھا؟'' عینا کچھ سنبھل کر بیٹھی تو حسن نے آنکھیں سکیڑ کر مزید تیکھی کر لیں۔''بتاؤں۔اب تو ویسے ہی تم مجھے اپنی کرائم پارٹنر بنا چکے ہو۔'' وہ پرجوش سی تھی۔
''کرائم پارٹنر؟'' حسن نے استفسار کیا۔
''ہاں۔۔پہلے اپنے لیب کی سکیورٹی میں مجھے شامل کیا۔پھر مشن پہ بھیجا اور اب یہاں۔اپنے کمپاؤنڈ میں لے آئے۔اب تو میں تمہاری آفیشل کرائم پارٹنر بن چکی ہوں۔''

''اچھا سوچتی ہو۔ڈرامے لکھا کرو۔چار پیسے کما لو گی۔'' وہ ہمیشہ کی طرح اسکا تمسخر اڑا کر اسکی بات کو ہوا کر گیا تھا۔عینا کا حلق تک واہوا۔
''ان صندوقوں میں بس ایک دوا تھی۔'' وہ کچھ دیر بعد تک پر جمائے کہنے لگا تو عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔
''اینٹی وائرس؟ بلکہ نہیں۔۔تم جان بچانے والی دوا کیوں منگواؤ گے۔؟'' اگلے ہی پل اس نے اپنی سوچ کر جھٹکا۔
''صحیح۔!! یہ جان بچانے والی نہیں بلکہ جان لینے والی دوا ہے۔'' عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔
''اب تم لوگوں کو زہر دے کر مارو گے؟ کس قدر گھٹیا۔کس قدر بزدلانہ سوچ ہے۔''
''نہیں۔۔یہ ایسی دوا ہے جو جان نہیں دیتی۔۔میرے کھلاڑی اس دوا کو استعمال کرتے ہیں۔۔وہ لوگ کئی کئی دنوں تک مسلسل جاگ سکتے ہیں۔اور اپنی ٹریننگ کر سکتے ہیں۔پھر وہ بن جاتے ہیں موت کے سوداگر۔اور اسامنے آنے والا ہر کھلاڑی زیر ہو جاتا ہے۔'' وہ پرسکون سے انداز میں بولا تو عینا کا منہ کھلا۔''بس۔!! اٹس

.نس۔!!'' وہ کندھے اچکا ۔

''تم واقعی شیطان ہو۔'' عینا نے سر جھٹکا۔

''شکریہ۔!!'' کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔''اب آرام کرو۔اور یہاں سے پ ؤں . ہرمت نکالنا۔'' کہتے اس نے قدم .ٹھا دیئے۔

''ورنہ؟'' عینا کی آواز پ وہ دروازے میں پہنچ کر رکا۔۔ مڑا نہیں۔

''ورنہ'' لفظ ا ۔ دھمکی ہے۔اور حسن دھمکیاں نہیں دیتا۔'' وہ دروازہ کھول کر چکا ۔۔عینا کو ہمیشہ کی طرح پتھر کا مجسمہ بنے چھوڑ کر۔

''مرد کو گھر جلدی آ . چاہیے ا. اہیم۔!!. بخت ہوتے ہیں وہ مرد جنکی عورتیں گھروں میں ا منتظر ہوں اور وہ . ہر وقت . دکر رہے ہوں۔'' کچھ د ۔بعد منال نے ا ۔ رپھر سے اسکو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

''ماما۔!! آج تو جلدی آ ۔ ہوں۔اور آج ہی آپ نے اگلی پچھلی کسریں نکالنا شروع کر دی ہیں۔اس سے اچھا تو میں د ۔سے ہی آجا کروں۔'' وہ اب واقعی پ ۔ تھا۔

''ا. اہیم۔!!'' منال بیگم نے کچھ کہنا چاہا اوپ سے آتی ا ۔ چیخ نے ان سے ا الفاظ چھین لئے۔منال نے چو. کر سیڑھیوں کی جا . دیکھا۔اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر سامنے دیکھتیں وہ سیڑھیاں پھلا ۔ تھا۔''اللہ خیر۔!'' منال ۔ پ ہاتھ رکھے پیچھے پیچھے چل دیں۔

''کیا ہوا؟'' ا. اہیم نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تو ا ۔ انی وجود اس سے ٹکرا ۔اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ وہ اس سے پلٹ کر . ی طرح ئی تھی۔''صفا۔!! ہوا کیا ہے؟'' وہ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟'' پیچھے ہی منال کمرے میں داخل ہو ۔وہ دروازے کے پ س ہی کھڑے تھے۔صفا بلک بلک کر رو رہی تھی۔وہ رو کم اور ز ۔دہ رہی تھی۔

''لگتا ہے کوئی . اخواب دیکھ لیا۔'' ا. اہیم نے تکان سے منال کو دیکھا۔انھوں نے ا ۔ جتاتی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔''او کے کل سے جلدی آجا کروں گا۔'' ا. اہیم نے ہار مانی اور صفا کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر سامنے کیا۔''کیا ہوا ہے؟'' صفا مسلسل میں سر ہلا رہی تھی اس نے زور سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

''اللہ۔!! ا. اہیم یہ . کیا ہے؟'' منال کی آواز پ وہ چونکا۔وہ بیڈ کے پ س اپنے منہ پ ہاتھ رکھے کھڑی تھیں۔ا. اہیم نے ٹھٹک کر دیکھا۔منال سائیڈ پ ہٹیں تو ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔لحاف پ مختلف قسم کے کیڑے رینگ رہے تھے۔جن میں لال بیگ، کیچوے اور ۔ ۔ کرالرز کی .ڑی تعداد تھی۔منال بھی کراہت کھا کر پیچھے ہٹیں۔

''واٹ دا ہیل؟'' ا. اہیم نے صفا کو ہٹا کر آگے .ڑھنے لگا صفا نے اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑ رکھا تھا۔وہ وہیں رکا اور اسکی جا . متوجہ ہوا۔وہ تو ا ۔ کاکروچ سے خوفزدہ ہو جاتی تھی اور یہاں تو ہر قسم کا کیڑا موجود تھا۔

''کیا ہوا . .؟'' ان لوگوں نے مڑ کر دیکھا تو ۔ قوت اور مرجان اپنے ۔ ۔ سوٹ میں کھڑے تھے۔اس سے پہلے کہ ا. اہیم کچھ کہتا مرجان کی ا ۔ چیخ بلند ہوئی تھی اور وہ بھی اب ا. اہیم کی ٹ نگوں سے چپکا ہوا تھا۔ ۔ قوت بھی خوفزدہ سا کھڑا تھا۔

''. .۔!یہ . ؟'' ۔ قوت نے پ یشانی سے اپنے . پ کو دیکھا۔

''. ہر چلو . ۔'' ا. اہیم نے صفا سے کہا۔ وہ تو اپنی ا ڑھیاں بھی اٹھائے ہوئے تھی کہ کہیں اسکے پیروں سے نہ کوئی چیز چپک جائے۔

''چلو بچو۔!!'' منال نے ۔ قوت اور مرجان کو کھینچا اور ا لئے . ہر آ ۔ ا. اہیم بھی صفا کو ساتھ لگائے ہی . ہر نکلا۔

''یہاں بیٹھو۔!!'' اس نے صفا کو بمشکل لاؤنج میں لا کر بٹھا ۔

''یہ لو پ نی پیو۔'' منال نے پ نی کا گلاس اسکو تھما ۔صفا. ی طرح لرز رہی تھی۔ا. اہیم نے وہ گلاس پکڑ کر اسکے لبوں سے لگا ۔

''یہ لو۔ پ نی پیو۔'' صفا نے بمشکل ا ۔ دو گھونٹ پ ۔

''. ٹ ..۔!یہ . آ یکیسے روم میں؟'' یقوت پسوچ ا ازمیں بولا جبکہ مرجان منال کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔
''میں دیکھتا ہوں۔تم لوگ بیٹھو یہاں۔'' ا. اہیم نے یقوت کو اشارہ کیا تو وہ صفا کے پس آ کر بیٹھا اور اسکا ہاتھ تھام لیا۔ا. اہیم سیڑھیاں پ ڑھ َ ۔
''ریلیکس آ ۔!وہ بس کیڑے تھے۔کچھ نہیں ہوتا ان سے۔'' یقوت نے صفا کے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا تو اس نے سسکتے ہوئے بے چارگی سے یقوت کی جا . دیکھا۔

ا. اہیم کمرے میں پہنچا۔اس نے ا یکیڑے مارنے والی سپرے اٹھائی اور ان تمام کیڑوں پ سپرے کی۔جس سے کچھ کیڑے مر گئے اور کچھ بے ہوش سے ہو گئے۔
ا. اہیم نے اب ا یگارنٹ کو لیکٹر اٹھایا اور ان کیڑوں کو ٹ لیش. کس میں ڈالا۔اس نے وہ لحاف اٹھا کر لاٹ ری میں پھینکا اور بیڈ کور بھی چینج کیا۔اس نے اس. ت کو یقینی بنا یکہ کوئی کیڑا وہاں رہ تو نہیں َ ۔سارا کام مکمل کرنے کے بعد اس نے ٹ لیش. کس اٹھایا پھر وہ ٹ ۔وہ. کس وہیں رکھ کر واشروم میں َ یکیو اسکا خیال تھا کہ یہ کیڑے کسی ڈرینیج ہول سے آئے ہیں۔ اس طرح ا یہی جگہ جمع ہو اسکی سمجھ سے. ہر تھا۔واش روم صاف تھا۔وہاں نہ تو کوئی کیڑا تھا اور نہ ہی کیڑوں کی موجودگی کے کوئی آ ثار۔
وہ الجھا سا کھڑا تھا۔ پھر بھی اس نے ا اٹھا کر ڈرینیج ہول میں ڈال دیا۔اور. ہر آ کر وہ ٹ لیش. کس اٹھایا۔وہ. کس اٹھائے سیڑھیاں ا تو صفا نے َ دن موڑ کر دیکھا۔ا. اہیم نے ت چھی نگاہ اس پ ڈالی وہ ابھی ت سہمی ہوئی تھی۔وہ مسکراہٹ ضبط کیے ا جا . آ یتو صفا پہلے ہی دور کھسکنا شروع ہو گئی۔وہ. ہر جانے کی بجائے ا پس آ یتو صفا کا حلق خشک ہوا۔ا. اہیم نے لا کر وہ ٹ لیش. کس صفا کے سامنے کر دیا۔اس نے ا یچیخ ماری۔
''ا. اہیم۔!! کیوں تنگ کر رہے ہو؟'' منال نے اسکو ڈپٹا۔جبکہ صفا صوفے پ پ ؤں رکھے اپنا چہرہ ٹ ں میں چھپائے چیخیں مار رہی تھی۔
''دیکھو۔کچھ تو لکل تمہارے جیسے ہیں۔'' وہ ہنسی چھپائے مسلسل اسکو چھیڑ رہا تھا۔یقوت نے بھی کراہت کھائی اور صفا کے پیچھے ہی چپک َ ۔
''مرجان۔!دیکھو ا یتو تم پ َ ہے. لکل۔'' اب ا. اہیم کا رخ مرجان کی جا . تھا۔
''..۔!پلیز۔!'' مرجان تو صوفے پ ہی کھڑا ہو َ ۔ا. اہیم نے ا یقہقہہ لگا یا۔
''مجھے نہیں ا ازہ تھا کہ میرا خا ان اتنا ڈرپوک ش . ہوگا۔'' وہ سر جھٹک کر رہ َ یتو صفا نے َ ٹ ں سے چہرہ نکال کر کن ا ں سے دیکھا۔ا. اہیم نے اسکی یہ حر ت نوٹ کی تو دو. رہ اسکی جا . ٹ ھا۔
''ا. اہیم۔!! مت کرو۔'' منال اسکی اگلی حر ت بھا پ کر ہی تو وہ وہیں سے پلٹ َ ۔صفا نے اپنی اٹکی سانس بحال کی۔کچھ د یبعد وہ ہاتھ دھو کر واپس آ یتو وہ لوگ قدرے نارمل ہو چکے تھے۔ا. اہیم آ کر صفا کے ساتھ ہی ٹ َ ۔صفا نے خفا سی نگاہ اس پ ڈالی اور اپنی ٹ ک پونچھی۔''. ی. ت ہے ا. اہیم۔وہ پہلے ہی اتنا ڈری ہوئی ہے اور تم مزید اسکو تنگ کر رہے ہو۔'' منال نے مرجان کو گود میں لٹائے ہی کہا تو ا. اہیم نے اپنی . . میں ہاتھ ڈالا۔صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔اس نے مٹھی. ہر نکالی۔اور صفا کی جا . ٹ ھائی۔صفا نے الجھ کر دیکھا۔
''ہاتھ سامنے کرو۔'' ا. اہیم نے کہا تو صفا نے دونوں مٹھیاں زور سے بند کر لیں۔ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔''یعنی اب اتنا سا بھی یقین نہیں رہا؟''
صفا نے فوراً میں سر ہلا یتو ا. اہیم نے َ دن ا یجا . ائی۔اور پھر اپنی مٹھی کھول دی۔اس میں ا یچاکلیٹ کینڈی تھی۔۔صفا نے حیران ہو کر دیکھا۔ا. اہیم نے وہ ہتھیلی آگے ٹ ھائی تو صفا نے جھجکتے ہوئے وہ کینڈی پکڑ لی۔
''..۔!ڈرے ہوئے تو ہم بھی ہیں۔تو کینڈی کیا بس آ کو ملے گی؟'' یقوت نے اپنے. پ کی ا فی پ احتجاج کیا تھا۔
''تم لوگ تو اسکے سیوئیر ت ہو۔پھر . . ت پ یکٹیکل کی آتی ہے تو تم لوگ اس سے پہلے د . جاتے ہو۔''
''..۔!ابھی ہم بچے ہیں۔'' مرجان کی َ ٹ َ سی آواز آئی تو منال نے اسکے. لوں میں ہاتھ پھیرا۔
''واہ۔!! ق حرکتوں سے تو نہیں لگتے۔!!'' ا. اہیم نے ٹ ھ کر. . میں ہاتھ ڈالا اور دو مزید کینڈ ز نکال کر ان دونوں کو دیں۔منال نے ا. اہیم کی جا . دیکھا۔''کم آن۔آپکے دا ت اب ہو جا گے۔'' وہ اسکو گھور کر رہ گئیں۔''چلو اب . جا کر سو جاؤ صبح سکول بھی جا ہے۔'' ا. اہیم نے مرجان اور یقوت سے کہا تو ان دونوں

نے میں سر ہلا یا۔''یعنی؟''

''ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ دونوں آج پھر سے یک زبان ہوئے۔

''تو؟ میں لوری تو نہیں سنا سکتا نا ں۔''

''میرے کمرے میں چلو تم لوگ۔'' منال ان دونوں کو لے کر اٹھ کھڑی ہو ۔

''دادو۔!اَ آپکے روم میں بھی کیڑے آ گئے تو؟'' یک قوت نے منال کا ہاتھ تھامے ہی پوچھا۔

''فکر نہ کرو۔ میں تمہاری آ کی طرح ڈرتی نہیں ہوں خود بھگا دوں گی۔'' وہ ا توں میں لگائے وہاں سے لے گئیں۔ صفا صوفے پ پ وں ٹکائے اب کینڈی کھول رہی تھی۔

''اور آپ؟ چلیں اب کمرے میں۔''ا. اہیم نے ا جتاتی نگاہ اس پ ڈالی تو صفا نے ویسے ہی سر میں ہلا یا۔ اور کینڈی کھول کر منہ میں رکھی۔

''کیا مطلب ہے؟''

''میں روم میں نہیں جانے والی۔'' وہ وہیں سمٹی۔

''کم آن۔۔ میں سارا روم صاف کر کے آ یا ہوں۔۔ اب وہاں کچھ نہیں ہے۔''

''مجھے آپ پ اب ٹ نہیں رہا۔''

''کیا واقعی؟''ا. اہیم نے ا. وا چکائے۔

''ہاں۔'' صفا نے دن ٹ ائی۔

''وہ ا یک کیڑا وہاں کیا کر رہا ہے؟''ا. اہیم نے اسکے پ س اشارہ کیا۔

''کیا؟'' وہ چیخی اور ا. اہیم کے ب زو کو تھام گئی۔۔ وہ ہنس دیا۔

''اَ ٹ نہیں تو یہاں سے بھا نا چاہیے تھا نا ں؟ جن پ بھروسہ نہ ہو ان کے پ س پناہ تلاش نہیں کی جاتی۔'' وہ اسکو خود میں سمیٹتا ہوا بولا تو صفا نے نا راضی سے اسکے ی پ مکا ما یا۔''او کے فائن۔!! سو جاؤ یہیں۔'' وہ اسکو اپنی آغوش میں سمیٹ کر وہیں دراز ہو یا۔

منال مرجان کا ہاتھ تھامے ا. ر داخل ہو ی۔ قوت ا پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے مرجان کے جوتے دیکھے جن پ گیلی مٹی لگی ہوئی تھی۔ جو کہ اب کچھ کچھ سوکھ کر اسکے ہر قدم کے ساتھ فرش پ بکھر رہی تھی۔ یک قوت نے آنکھیں سکیڑیں۔

''آ جاؤ یہاں میرے پ س۔'' منال نے لحاف در ست کرتے ہوئے کہا۔

''مرجان۔!!'' یک قوت نے مرجان کو پکارا جو کہ اب جوتے ا تار کر بیڈ پ پ ڑھ رہا تھا۔

''ہاں؟''اس نے مصروف سے ا. از میں لحاف ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا۔

''تمہارے جوتوں پ اتنی مٹی کہاں سے آئی؟'' یک قوت تفتیشی نگاہ لئے کھڑا تھا۔ مرجان نے ٹھٹک کر اپنے جوتے دیکھے۔''ہم تو روم میں تھے نا ں؟ کیا میرے سونے کے بعد تم ب ہر گئے تھے؟'' مرجان نے پلکیں جھپکیں۔ اس نے ا اپنے جوتوں کو دیکھا اور ا یک قوت کو۔ منال وارڈ روب سے ا اضافی لحاف نکال رہی تھیں۔

ہاں۔ میں کمرے سے ب ہر یا تھا۔'' مرجان نے یک قوت کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔ یک قوت نے مشکوک وں سے مرجان کو دیکھا۔

''کیا کرنے؟''

''فریج سے آئس کریم کھانے۔''

''بس؟''

''آئس کریم کھانے کے علاوہ کیا کرسکتا ہوں میں؟''

''اور جوتوں پہ مٹی؟'' یہ قوت مسلسل مرجان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''کیا میں نے پوچھا کہ تم آئس کے کلاس روم میں کیا کرنے گئے تھے؟'' مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکا تو قوت ہڑبڑایا۔

''میں تو بس ایسے ہی۔''

''اور کچھ پوچھنا ہے؟''

''نہیں۔'' قوت نے سر جھٹکا اور آگے دوسری جانب لیٹ گیا۔ منال بھی مسکرا کر اپنی آس اور ادرمیان دراز ہوگئیں۔

مسلم کوارٹر میں اس گلی کے اختتام پہ ایک چادر بچھائے ہی سنان اس وقت سو رہا تھا۔ اس نے ایک اور چادر اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ اسکی آنکھ کھلی تو اس نے اندھیرے میں اپنی چھڑی ٹٹولی۔ وہ مل گئی تو اس نے کچھ فاصلے پہ لگے ٹاٹ کے بستر پہ وہ چھڑی ماری۔ وہ کچھ کنفرم کرنا چاہ رہا تھا۔

''رحمدل پٹھان!! کیا تم سو رہی ہو؟'' اس نے اس چھڑی سے ٹٹولا کوئی جواب نہ آیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔ چاند کی روشنی میں کچھ واضح تھا ان بے نور آنکھوں کے لئے کیا چاند کیا سورج۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی چھڑی کی مدد سے ادھر ادھر ٹٹولنے لگا۔ ''رحمدل پٹھان!!'' وہ ساتھ ساتھ اسکو پکار بھی رہا تھا۔ گلی کی دوسری جانب جہاں سے گھر شروع ہوتے تھے وہ لڑکی ہاتھ میں وہ بقیہ فلافل کا ٹکڑا لئے کھڑی تھی۔ ایک کتا اسکے پاس کھڑا تھا۔ اپنی پونچھ ہلاتا ہوا۔

''دیکھو!! آج دے رہی ہوں۔ کل سے تم خود کما کر کھانا۔'' اس نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا کتا اسکے ہاتھ میں موجود اس فلافل کو دیکھ کر مسلسل پونچھ ہلا رہا تھا۔

''مجھے بھی سنان نے بس ایک وقت کا کھانا دیا تھا۔ وہ خود بھوکا رہا تھا میری وجہ سے۔ میں نے اگلے دن ہی قرض اتار دیا۔ اس لئے تم بھی اب میرے مقروض ٹھہرے۔'' اس نے غرور سے کہتے ہوئے وہ فلافل پھینکا تو کتے نے وہ ہوا میں ہی اچک لیا۔ اور شوق سے کھانے لگا۔

''رحمدل پٹھان؟'' اسکو اپنے عقب سے آواز آئی تو وہ پلٹی۔

''اوہ۔ دیکھو سنان بھی آیا۔'' وہ مسکرا کر پلٹی اور جا کر اس نوجوان کا ہاتھ تھاما۔

''کہاں چلی گئی تھی تم؟ میں پریشان ہوا تھا۔'' اس نے سلوٹ کے بالوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔

''میں یہیں تھیں۔ آؤ چلیں۔'' وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکو لے گئی۔

رات چھا رہی تھی۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا کہ عینا نے کروٹ لی اور اسکی آنکھ کھلی۔ وہ اٹھ کر بیٹھی۔ اب بخار ختم ہو چکا تھا۔ وہ یوں ہی بیٹھی رہی۔ اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے پیروں میں جوتا اڑسا اور اپنا سکارف سنبھالتی وہاں سے نکلی۔ راہداری اسکی توقع کے عکس خالی تھی۔ وہاں کوئی گارڈ پہرے پہ نہ تھا۔ پھر وہ شاکا کمپاؤنڈ تھا جہاں اسکی مرضی کے بناء کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اس لئے سیکیورٹی ہر ہی تعینات تھی۔ وہ اس لمبی سی راہداری کو عبور کرتی ہوئی آگے بڑھی تو اسکو ایک تنگ سی گلی دکھائی دی جو کہ اسی راہداری کے اختتام پہ موجود تھی۔ اور وہ پھر دائیں جانب مڑ جاتی تھی۔ عینا نے وہاں کھڑے کھڑے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس تنگ گلی میں داخل ہوگئی۔ وہ ایک تاریک گلی تھی۔ عینا بس خود پہ اعتماد کئے آگے بڑھتی چلی گئی۔ کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد اس گلی میں روشنی سی پھوٹنے لگی۔ عینا نے ٹھٹک کر دیکھا۔ گلی کے اختتام پہ ایک اور راہداری شروع ہو جاتی تھی جس کی دیواروں میں مشعلیں لگی ہوئی تھیں اور وہ روشن تھیں۔ عینا وہاں کھڑی ہوگئی۔ پھر وہ آگے بڑھ گئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی گارڈ نہ تھا۔ ایسا کیسے ممکن تھا؟

''اگر یہ کوئی سازش ہوئی تو؟'' عینا کا حلق خشک ہوا۔ ''نہیں نہیں۔ مجھے رسک تو لینا ہوگا۔'' وہ آگے بڑھ گئی۔ چلتے چلتے وہ اس راہداری کے اختتام تک آگئی وہاں سے آگے کچھ نہ تھا۔ وہ ایک بند گلی تھی بس۔! ''یہ کیا بکواس ہے؟ جگہ اتنی پراسرار بنائی ہوئی ہے اور ہے کچھ بھی نہیں یہاں۔'' عینا نے تاسف سے اس بند گلی کو دیکھا۔ اسکا سارا سفر ضائع گیا تھا۔ وہ پلٹی۔۔ پھر وہ ٹھٹکی۔ اس نے دوبارہ اس بند گلی کو دیکھا۔ اس دیوار کی اینٹیں کچھ الگ تھیں۔ وہاں کوئی سٹرکچر سا بنا ہوا تھا۔ اور عینا ایسے سٹرکچرز سے واقف

تھی۔اس نے دوقدم آگے بڑھائے۔

اورلرزتا ہواہاتھا یا پر رکھا۔اس نے وہا نمی سے ا رکی جا دھکیلی تو وہ دیوار کسی دروازے کی طرح کھل گئی۔عینا نے تھوک نگلا۔

''اللہ مدد کر پلیز۔!!''اس نے آنکھیں بند کر کے دعا کی اور قدم آگے بڑھا دیے۔وہ اس پر آئی تو وہ دیوار خود بخود بند ہوگئی۔عینا نے ہڑبڑا کر بند دیوار کو دیکھا۔اسکا پورا جسم پسینے میں نہایا تھا۔ پھر وہ ماتھا صاف کرتی ہوئی آگے بڑھی۔وہ چار قدم ہی چلی تھی کہ اسکی سامنے گئی۔وہا قید خانہ تھا۔بلکل کسی جیل کی طرح۔جہاں مختلف سیلز میں ا ن قید تھے۔وہ جیتے جاگتے ا ن اس وقت جانوروں سے بتر حا ت میں تھے۔ لوگ آڑھی ترچھی حا ت میں پڑے تھے۔ا ل اور خون بڑھے ہوئے تھے جو اس کم سے کم رشنی میں بھی واضح تھے۔عینا نے منہ پر ہاتھ رکھا لیا اور آگے بڑھتی چلی گئی۔

ان قیدیوں کے جسموں پر مار پیٹ کے ن واضح تھے جو قید کرنے والے کی در گی اور سفاکیت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ا یک سیل میں چار چار لوگ موجود تھے۔عینا چلتی ہوئی تیسرے سیل کے پاس پہنچی تو وہاں تین لوگ تھے۔عینا نے دیکھا ایک قیدی جاگ رہا ہے اور وہا ایک مٹی کے ڈھیرے کے پاس بیٹھا اس مٹی پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔وہ ساتھ ساتھ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔عینا ذرا قریب گئی۔اسکی عینا کی جانب پشت تھی۔

''اے میرے بھائی۔!!اللہ سے سفارش کر۔مجھے بھی اپنے پاس بلوا لے۔''اسکے الفاظ سن کر عینا شل رہ گئی۔یعنی وہ کسی کی قبر تھی۔عینا نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ دبائی۔اور آگے بڑھ گئی۔وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔کسی سیل میں تین لوگ تھے کسی میں دو۔اور جتنے لوگ کم تھے اتنی ہی مٹی کی ڈھیریاں وہاں موجود تھیں۔وہا قید خانہ نہیں قبرستان تھا۔جہاں آدھی زندگی اس مٹی کے اوپر اور باقی کی اس مٹی کے نیچے بسر کی جاتی تھی۔

''مجھے تم سے محبت ہے حسن۔!!''عینا بڑبڑائی۔اسکی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔اسکا دل بند ہونے کو تھا۔''تم اتنے بے رحم کیوں ہو حسن؟''اسکے حلق میں درد اٹھا تھا۔

''قادر۔قادر؟''عینا کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔''یا اللہ۔!! قادر کہاں ہے؟''وہ تڑپ کر سارے سیلز میں جھانکنے لگی۔

رات کے پچھلے پہر ابہیم کی آنکھ میں موجود فون پر آئی ہوئی تو اسکی آنکھ کھلی۔اس نے موبائل نکالنا چاہا اسکی آغوش میں وہ نازک وجود نیند کی وادیوں میں تھا۔ابہیم نے ٹھٹک کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ ایسے سو رہی تھی جیسے کہ دنیا میں اسے آرام دہ اور نرم بستر پر سو رہی ہو۔اسکے چہرے پر اتنا سکون تھا کہ اس سکون کو چھیڑنے کو دل نہ چاہا۔ابہیم نے کوفت سے سر جھٹکا۔اور اسکی پیشانی چومی۔پھر اس نے جیسے تیسے کر کے اپنا فون نکالا۔

''اتمہارا سکون سلامت رکھے۔''اس نے زیر لب دعا کی اور جھک کر اسکی پیشانی چومی۔پھر اس نے جیسے تیسے کر کے اپنا فون نکالا۔

''ہمیں شا کے خلاف کچھ ہے۔''وہا ایک میل تھا۔جسے پڑھ کر ابہیم کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔'' آپ اس سے پہلے عینا کو وہاں سے نکال لیں۔وہ کسی طرح پھنس گئی ہے۔'' ابہیم نے ا صفا کو دیکھا اور پھر ای میل ڈیلیٹ کیا۔

''ٹھیک ہے۔فکر نہ کر وا سکو نکال لوں گا وہاں سے۔تم تیاری کرو۔'' اس نے میسج بھیج کر موبائل وہیں صوفے پر پھینک دیا۔

'' صفا۔!!''اس نے نرمی سے اسکو پکارا۔ وہ سوتی رہی۔''روم میں جا کر سو جاؤ۔میری کمرا ٹوٹ گئی ہے۔''اس نے بے چارگی سے کہا صفا پر کوئی اثر نہ ہوا۔ابہیم نے تکان سے آسمان کی جانب دیکھا۔''یا اللہ۔!! میرا بیوی گود لینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔''وہ اس وقت رو دینے کو تھا۔وہ منظر بہت حسین تھا۔ایک دلکش منظر جو خود میں ان کہی محبت اور جانے کتنے جذبوں کو سموئے ہوئے تھا۔اس رے پا ان د تیاگ دے۔ کوئی تھا جو کہ آنکھوں میں خون لئے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

سفیان گورسی گھر میں داخل ہوئے تو لاؤنج کا منظر دیکھ کر گہرا مسکرائے۔انھوں نے دن کے ختم سے ہی ابہیم کو سراہا اور سیڑھیاں چڑھ گئے۔ابہیم تلملا کر رہ گیا۔وہ شرم سے پانی پانی ہوا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''سفیان گورسی کی زہرہ پر گئی جو کہ ریلنگ کے پاس کھڑی تھی ا وجہ سے چونکی تھی۔

''وہ۔میں۔۔''

''کیا؟''وہ مشکوک سے انداز میں اسکے پاس پہنچے۔

''وہ۔پانی۔پانی چاہیے تھا۔''

''پانی ہر کسی کے کمرے میں ہوتا ہے۔''

''ہاں۔وہ شاید دیکھا نہیں میں نے۔'' وہ ہڑبڑائی۔اور پھر بناء کچھ کہے وہاں سے چلی گئی۔سفیان گورسی نے سر جھٹکا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔انھوں نے دروازہ کھولا تو وہاں بھی وہ ششدر رہ گئے۔

''یہ آج خیر ہے؟ سارے گھر والے اپنے کمروں سے بے دخل ہوئے پڑے ہیں؟'' وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنا کوٹ اتارنے لگے۔منال کی آنکھ کھل گئی۔

''آ گئے آپ؟ السلام علیکم۔'' وہ اٹھ کر بیٹھیں۔

''وعلیکم السلام۔!! سو جاؤ تم۔میں بچوں کے کمرے میں جاتا ہوں۔ویسے ہوا کیا ہے؟ اہیم اور صفا لاؤنج میں اور یہ دونوں یہاں؟'' وہ اپنے کفلنکز کھولتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''صبح بتاؤں گی آپکو۔'' وہ جمائی لیتی بولیں۔''کھانا لگاؤں؟''

''نہیں کھا لیا تھا۔تم لوگ آرام کرو۔'' وہ اپنے کپڑے نکالتے ہوئے واش روم میں چلے گئے۔

اس وسیع ہال میں اس وقت کسی کی چیخ و پکار گونج رہی تھی۔اس شاہانہ کرسی پر وہ بیٹھا تھا۔ہاتھ میں ایک ریموٹ پکڑے۔وہ ریموٹ کا بٹن دباتا تو وہاں کسی مرد کی چیخ و پکار گونج اٹھتی۔اور وہ اس سے اچھا خاصا محظوظ ہونے کے بعد پھر سے بٹن دبا دیتا جس سے چیخ و پکار میں کمی آ جاتی۔

''معاف۔معاف کر دو۔غلطی ہو گئی آفندی۔!!'' وہ کریم کی آواز تھی۔

''غلطیاں تو بچے کرتے ہیں۔اور تم پینتالیس سال کے بڈھے ہو۔اس لئے تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے۔'' کہتے اس نے دوبارہ بٹن دبایا۔تو ایک پلی گھومی اور سامنے ایک پنجرے کی چھت کے ساتھ لٹکتے ہوئے کریم کی رسی ذرا ڈھیلی ہوئی۔اور نیچے کھڑا شیر اس پر جھپٹا تھا۔اسکا پنجہ کریم کے چہرے پر لگا جس سے اسکی ایک آنکھ نکل گئی۔اسکی دلخراش چیخ گونجی تھی اور اسکی آئی بال زمین پر لڑھک گئی۔خون کی مہک سے وہ شیر مزید بہک گیا تھا۔اب وہ قابو سے باہر ہو رہا تھا۔حسن نے ریموٹ کا بٹن دبایا تو وہ پلی گھومی اور رسی سے بندھا کریم ہوا میں بلند ہو گیا۔اب اسکا گلا بیٹھ چکا تھا۔

''آفندی معاف کر دو۔'' وہ رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔

شیر نے وہ آئی بال چبالی۔کریم کی آنکھ سے بہتا ہوا خون زمین پر گر رہا تھا جس کو اس شیر نے چاٹ لیا۔اور حسن اس سارے منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔''آخر میرا قصور تو بتا دو۔'' کریم کی نڈھال سی آواز آئی۔

''قصور؟ قصور۔قصور۔کیا قصور تھا؟'' وہ ہونٹ پر انگلی جمائے سوچ انداز میں بولا۔''اوہ۔مائی بیڈ۔!! میں نے قصور تو ڈیسائیڈ ہی نہیں کیا۔'' کہتے ہوئے اس نے پلکیں جھپکیں اور لٹکے ہوئے کریم کو دیکھا۔''وہ۔بس مجھے غصہ آیا تھا۔اب کیوں آیا۔یہ نہیں جان پایا۔آیا تو آیا۔اور جس کی وجہ سے آیا وہ تم تھے۔'' اس نے خود بھی سوچتے ہوئے کسی سائیکو پیتھ کی طرح جواب دیا تو کریم کو اپنا آپ مزید موت کے قریب جاتا دکھائی دیا۔

''تم۔تم میرا سارا کارو بار لے لو۔میری نوادرات بھی۔بس مجھے جانے دو۔'' کریم چیخا۔تو حسن کا ایک قہقہہ گونجا۔وہ ہنسا اور ہنستا گیا۔کریم خاموش ہو گیا۔اسکو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔حسن نے اپنا فون اٹھایا اور کوئی نمبر ملایا۔''ایلکسا۔!!'' وہ ایک روبوٹ سے بات کر رہا تھا۔''کیا تم بتا سکتی ہو کہ ممبئی میں موجود کریم انڈسٹریز کا مالک کون ہے؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''شیخ حسن آفندی۔!!'' روبوٹ نے مختصر جواب دیتے ہوئے کریم کی جان نکال دی تھی۔

''تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟'' کریم اب ہمت ہار چکا تھا۔

''ایسے۔!!'' کہتے ہوئے اس نے ریموٹ کا بٹن دبایا تو ایک بار پھر سے چیخ و پکار گونجی۔اس بار ساتھ ساتھ حسن کے قہقہے بھی شامل تھے۔

عینا دیوانوں کی طرح ہر سیل کے آگے جا کر کھڑی ہوتی اور غور سے قیدیوں کے چہرے دیکھتی۔ وہاں قادر نہیں تھا۔ وہ تھک ہار کر ایک سیل کی سلاخوں سے ٹیک لگائے کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے نمکین پانی جاری ہوا اور پھر وہ کسی سیلابی ریلے کی مانند بہتا گیا۔

(''مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ تمہیں قاہرہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کس نے دے دیا؟''

''اپنی حد میں رہو۔''

'' ''

('' ''

قادر کے الفاظ بے ساختہ ہی اسکے کانوں میں گونجے تھے۔ وہ لوگ بہت کم دفعہ ملے تھے۔ اسکے بعد آنلائن ہی رابطہ رہتا تھا۔ باقی اس نے سفیر کے منہ سے جتنا قادر کو سنا تھا اس وقت اسکو صرف قادر کی فکر تھی۔ وہ شخص پہلے ہی اپنا کچھ کھو چکا تھا۔ عینا نے آنکھوں میں ڈوبی پلکیں پونچھیں تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔ وہ ایک سیل تھا۔ جس میں ایک آدمی اس وقت زادا کر رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ وہاں نہیں تھا یا شاید وہ کسی اور کونے میں تھا۔ اور اس سیل میں بس ایک ہی آدمی تھا۔ باقی تین مٹی کے ڈھیر تھے۔ عینا ٹھٹکی۔ اس شخص کا لباس پھٹا ہوا تھا جس سے میں سے اسکے بدن پہ موجود زخموں کے نشان واضح ہو رہے تھے۔ اسکے جسم پہ تازہ جما ہوا خون تھا۔ شاید اسکو ہال ہی میں پیٹا گیا تھا۔ عینا آنکھیں پونچھتی ہوئی اس سیل کے پاس آئی اور سلاخوں پہ ہاتھ رکھا۔ وہ شخص اب رکوع میں تھا۔ عینا کی جانب اسکی پشت تھی۔

اس نے سلام کے لئے دائیں جانب کا رخ کیا۔ دن موڑی تو عینا نے اس سمت میں جھک کر اسکو دیکھنا چاہا اسکا رخ ایسے تھا کہ چہرہ واضح نہ ہو سکا۔ پھر اس نے بائیں جانب سلام پھیرا تو عینا نے پوری کوشش کی وہ پھر بھی اسکا چہرہ نہ دیکھ پائی۔ وہ زادا کر کے فارغ ہوا تو اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اس کے ہونٹ نہیں ہلے تھے وہ اپنے رب سے خاموش مناجات کر رہا تھا۔ اسکی دعا بہت طویل تھی جس میں جانے کتنوں کی حسرت اور کتنوں کا عذاب شامل تھا۔ عینا بے چینی سے اسکی دعا مکمل ہونے کا انتظار کرتے ہوئے اب خون چبانے لگی تھی۔ آخر کار اس شخص نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تو عینا آگے بڑھی۔

''من انت؟ (تم کون ہو؟)''

''الیی۔۔(میری طرف دیکھو)'' عینا نے تڑپ کر کہا آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

''ابتعد۔'' (جاؤ یہاں سے)'' اس شخص نے بناء پلٹے الٹا ہاتھ مارا تھا۔ عینا کا دل بند ہوا۔

''سوف تکون لطیفا (تمہاری مہربانی ہوگی)'' عینا نے التجا کی۔۔ وہ اتنا رسک اٹھا کر آئی تھی اب وہ اس شخص کا چہرہ دیکھے بناء واپس نہیں جا سکتی تھی۔

''قلت۔انسج من ھنا۔'' (میں نے کہا جاؤ یہاں سے)'' وہ بلند آواز میں چیخا جتا پلٹا تو شکر رہ گیا۔ عینا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا اور الٹے قدم پیچھے ہٹی۔ وہ قادر تھا۔ اسکی آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ جبکہ اسکا نچلا ہونٹ آدھا کٹا ہوا تھا۔ ماتھے پہ جلنے کے نشان تھے جیسے کسی نے داغا ہو۔ اور بائیں کان کٹا پھٹا۔ قادر نے بمشکل اسکو پہچانا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پاؤں آگے بڑھائے تو عینا نے دیکھا کہ اسکے پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ اتنی بے چین اور مضطرب تھی کہ اسکی بیڑیاں نہ دیکھ پائی۔ اسکی بس قادر کے چہرے پہ تھی۔ اور اب جا بجا اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی تو عینا کو اپنا آپ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ جس حال میں وہ شخص تھا اتنا ظلم سہہ کر۔ کوئی اور ہوتا تو اب تک مر چکا ہوتا قادر نہیں مرا تھا۔۔ وہ قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ عینا نے قدم پیچھے لیئے۔ وہ اپنا ہاتھ منہ پہ جمائے اپنی سسکیاں روکتی ہوئی اپنے قدم پیچھے لے رہی تھی۔

حتیٰ کہ وہ کسی کے پاس سے جا ٹکرائی۔ عینا سانس روکے ہوئی۔

لاہور میں فجر کی صدا بلند ہوئی تو ابراہیم آنکھیں ملتا ہوا جاگا۔ اس نے چونک کر دیکھا تو وہ صوفے پہ اکیلا تھا۔ جلد ہی اسکی نگاہیں ٹھہر گئیں۔ وہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ کارپٹ پہ اسکے قدموں میں۔ اپنی ہتھیلی پہ چہرہ ٹکائے اسکے چہرے کو تکتی ہوئی۔ ابراہیم ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

''وہاں کیوں بیٹھی ہو؟ اٹھو۔!!'' اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اسکو اپنے ساتھ بٹھایا۔ صفا مدھم سی مسکان لئے اسکے چہرے کو دیکھے گئی۔ ابراہیم کو اسکی نگاہوں سے

اب الجھن ہوئی تھی۔وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر آ کار اسکی جا ۔ پلٹا۔''کیا دیکھ رہی ہو؟''وہ جھنجلا یا تو صفا مسکرادی۔

''دیکھ رہی ہوں۔کہ محبت نہ کرنے کے ۔ وجود کوئی شخص اتنا اچھا ہوسکتا ہے۔تو ایسے شخص کی محبت پ ۔ والوں کا مقدر کس قدر پ نور ہوسکتا ہے؟'' ا۔ اہیم کو اسکی ۔ ت سمجھ نہ آئی۔اس نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی جا ۔ دیکھا۔

'' ز پ ڑھ لیں؟''صفا نے نگاہیں پ ا ۔

''ہاں۔تم جا کر کمرے میں پ ڑھ لو۔میں مسجد جاؤں گا۔''وہ اپنے کف فولڈ کرنے لگا۔

''کمرے میں؟''صفا دو ۔ رہ منمنائی تو ا۔ اہیم نے اسکو گھورا۔''نہیں پلیز۔''

''صفا۔!! کیا اب تم ساری ز ۔ گی لاؤنج میں ۔ اردو گی؟''

''نہیں پ ۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔اَ میں ز پ ڑھ رہی ہوئی اور کوئی کیڑا میرے پیروں پ پ ڑھ ے تو؟''

''تو۔کیا مر جاؤ گی؟''

''ا۔ اہیم۔!! کتنے سفاک ہیں آپ؟''وہ ٹ پ کر رہ گئی۔

''حقیقت پسند ہوں۔تم جا ہو؟ کتنے ہی زی ز پ ڑھتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔کتنے ہی مؤذن ہیں جن کی اذان بھی مکمل نہ ہو پ ئی اور کتنی ہی مسا ۔ ایسی جو دوران جمعہ ملبے کا ڈھیر بن گئیں؟''وہ اس خوابوں میں جینے والی لڑکی کو اس د کی تلخ ۔ ین ت ت بنا رہا تھا۔صفا کی پلکیں بھیگ گئیں۔اس کو لگا کہ اسکا دل نہیں دھڑک رہا۔

''لوگ۔اتنے سفاک بھی ہوتے ہیں؟''اس نے ا۔ اہیم کے چہرے پ نگاہیں ٹکائے ہی پوچھا تھا۔

''اس سے بھی ز ۔ دہ۔اتنے کہ۔مت پوچھو۔ا میں معصوم بچوں میں اور مولی گا ۔ وں میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔وہ انکا خون بہانے میں لمحہ نہیں لگاتے ۔۔حتیٰ کہ وہ معصوم لڑکیوں کو کچل دیتے ہیں اور حاملہ عورتوں پ گاڑیاں پ ڑھا دیتے ہیں۔''وہ بولے ۔ بناء اس ۔ ت کی پ واہ کئے کہ اسکے ساتھ بیٹھی لڑکی کا دماغ سن ہو چکا تھا۔

''تمہارا گھر،تمہارا کمرہ بہت محفوظ ہے صفا۔!!اس گھر کی اس آشیانے کی قدر کرو۔تم ا کیڑے سے ڈر رہی ہو۔ان بچوں کا کیا جو ساری ساری رات دھماکوں کے شور کی وجہ سے سو نہیں پ تے۔وہ ا رات سکون سے سو بھی جا تو دس دفعہ سہم کر اٹھ جاتے ہیں۔''صفا نے پلیں جھپکیں اور تھوک نگلا۔وہ اب سامنے والے شخص کی ۔ ت سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔''تمہارے پ س گھر ہے۔ا خا ۔ ان جو تم سے پیار کرتا ہے۔کھانے کو خوراک اور پی ۔ کو صاف پ نی ہے۔تمہارا لباس عمدہ ہے اور تمہارے پ س تمہارا شوہر ہے جو تمہارا محافظ ہے۔اب سوچو جن کے پ س ان ۔ چیزوں میں سے ا بھی شے نہیں ہے۔پھر وہ بھی جوان ۔ ہی چیزوں سے محروم ہے؟ جوا مسافر کی طرح کسی ا ن ملک کے ۔ رڈر پ خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔جس کے پ س نہ تو گھر کی چھت ہو؟ نہ خا ۔ ن،نہ کھانے کو خوراک اور نہ پی ۔ کو پ نی۔اور تو اور جس کا ساتھی اور ہم سفر بھی اس د میں ۔ قی نہ رہا ہو؟''

'' ۔پلیز۔۔''صفا نے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھ لئے۔ا۔ اہیم جو اپنی لے میں بولے جا رہا تھا چو ۔ کر اسکی جا ۔ مڑا۔وہ اپنے کانوں پ ہاتھ رکھے خوفزدہ سی بیٹھی تھی۔وہ اسکو ہمت دینے کی بجائے مز ۔ ڈرا چکا تھا۔اور ا۔ اہیم کو اس وقت خود پ بے انتہا غصہ آ ۔ تھا۔

''افففف۔میں ہمیشہ ۔ کچھ کیوں ۔ اب کر دیتا ہوں؟''اس نے خود کو کوستے ہوئے صفا کو اپنے ساتھ لگا ۔۔

''ہمسفر کا ہو ۔ لازمی ہے۔اسکے بناء نہ گھر گھر ہے۔نہ کھانے میں ذا ہے۔نہ پ نی میں تشنگی مٹانے کی طاقت ہے اور نہ خا ۔ ان خا ۔ ان ہے۔''وہ اسکے ۔ میں چہرہ چھپائے مدھم سی آواز میں بولی تو ا۔ اہیم کا سر گھوم ۔ ۔یعنی وہ اسکی آ ۔ ی ت پ ٹپی تھی۔ا۔ اہیم نے جھٹکے سے اسکو الگ کیا اور اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

''کسی بھی چیز کے لئے اتنا جنون اچھا نہیں ہوتا صفا۔!! کوئی چیز کوئی ا ن ا ۔ ی نہیں ہوتا ۔ ہر شے فانی ہے ہم ۔ کو جا ۔ ہے۔اور تم۔تم۔اتنی حساس کیسے ہو سکتی ہو؟''وہ واقعی ڈر ۔ تھا۔

''میں آپکے لئے ۔۔اپنے محافظ کے لئے اور اپنے ہمسفر کے لئے جنونی بھی ہوں اور حساس بھی ۔۔بھلے آپکو مجھ سے محبت نہیں نہ سہی۔ میں نے تو کی ہے ۔ ں محبت ۔۔آپ کو میری چاہ نہیں مجھے تو ہے آپکی چاہ۔آپکو میری پ واہ نہیں میں آپکا ۔ م اپنی سا ں پ گنتی ہوں۔''اس نے چہرہ ر ڑ ا۔ا۔ اہیم خالی دماغ لئے اسکو دیکھے ۔۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ کیڑے مکوڑے ہی تو ہیں۔ مرنہیں جاؤں گی۔ کھا تھوڑی جا گے۔ اور اَ مر بھی گئی تو کسے پ واہ۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسکو واپس بٹھا۔ وہ ک پونچھتی ہوئی دوسری جا . چہرہ موڑ گئی۔

''ادھر دیکھو۔!!'' وہ مدھم سی آواز میں بولا۔ صفا نے رخ نہیں پھیرا۔ ''آئی سیڈ لک ا۔ ٹ می۔'' ا. اہیم نے اسکا جبڑہ دبوچا اور اسکا رخ اپنی جا . گھما۔ ''آج جانے کتنے دنوں بعد صفا نے اسکی شربتی آنکھوں میں جلتے شعلے دیکھے تھے۔ وہ ا۔ پل کے لئے سہم گئی۔ ''کیا کیا سوچتی رہتی ہو تم یہ؟'' وہ جبڑے بھینچ َ۔ صفا نے نگاہیں پ ا ۔'' بتاؤ مجھے۔'' اسکا لہجہ ڈیما ٹ َ تھا۔ صفا نے تھوک نگلا۔

''آپ نے خود کہا تھا کہ آپکو مجھ سے محبت نہیں۔'' وہ منمنائی۔

'' . ؟'' ا. اہیم نے بھنویں سکیڑیں۔

''ہمیشہ ہی کہتے ہیں۔'' صفا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ا. اہیم مٹھیاں بھینچ َ۔

''اور میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مجھے۔۔''

''ہاں۔ عز ہوں۔ جیسے آپکو. قی . کچھ عز ہے۔'' صفا نے طنزیہ مسکراہٹ اچھالی۔ وہ آج واقعی بھری بیٹھی تھی۔ وہ تو کل رات سے ہی بھری بیٹھی تھی ان کیڑو ں نے اسکو . کچھ بھلا د تھا۔

''ہاں تو۔ تم۔ عز ہو۔'' ا. اہیم نگاہیں پ ا ۔

''جیسے زلیخا؟ ڈرائیور؟ گارڈز؟ اور ہمارا چوکیدار؟'' صفا نے ا۔ چبھتی ہوئی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی۔

''تم۔ تم آج روایتی بیویوں کی طرح کیوں لڑ رہی ہو؟ ماما کے ساتھ کم بیٹھا کرو۔'' وہ مسلسل نگاہیں پ ا رہا تھا۔ صفا نے اسکو یوں بے بس سا دیکھا تو اسکو جی جان سے ا. اہیم پ پیار آ تھا۔ اور اسکو آج خود اپنی اس عادت پ غصہ آ تھا۔ وہ اس پ کبھی غصہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اور ا. اہیم کسی چھوٹے سے بچے کی طرح بیٹھا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جس کو اسکی ماں نے مٹی کھاتے ہوئے پکڑ لیا ہو۔ صفا نے اگلے ہی پل ا۔ گہری سانس خارج کی۔ اور ا. اہیم کا ہاتھ تھاما۔ اس نے کن ا ۔ ں سے صفا کو دیکھا۔

''میں تو آپ پ غصہ بھی نہیں کر سکتی۔ اور آپ روایتی بیویوں کی . ت کرتے ہیں۔'' اس نے ٔ راضی سے سر جھٹکا۔ ا. اہیم اسکی جا . پلٹا اور صفا کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نکال کر اسکے دونوں ہاتھ اپنے ا۔ ہی ہاتھ میں قید کئے۔ چھوٹے چھوٹے سے تو ہاتھ تھے اسکے جو ا. اہیم کی ا۔ ہی مٹھی میں سما جاتے تھے۔ صفا نے پلکیں اٹھا تو سرمئی آنکھیں شربتی آنکھوں سے جا ٹکرا تھیں۔ جنھوں نے شربتی آنکھوں کو سحر زدہ کر د تھا۔ اور شربتی آنکھیں چاہ کر بھی پلٹ نہ سکیں۔ شربتی آنکھیں سحر زدہ ہو ٔ چاہتی تھیں۔ اس نے ا۔ ہاتھ سے صفا کے دا گال کو چھوا۔ صفا نے َ دن کو اسی جا . خم د اور آنکھیں بند کیں۔ اس شخص کا لمس انمول تھا۔ جس کا متبادل اس کائنات میں موجود نہ تھا۔

''تم میرے لئے کیا ہو۔ یہ میں بھی نہیں جا ۔ میں تمہیں بس محسوس کر سکتا ہوں بیان نہیں۔ تمہارے لئے میرے دل میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ محبت سے کم ہر ٔ نہیں ہے۔'' اسکی . ت پ صفا نے آنکھیں کھول دیں۔ ''یہ ا۔ ایسا . بہ ہے جس کو میں شا۔ ساری ز . گی بیان نہ کر پ وں۔ اسکا اعتراف شا۔ میں ساری ز . گی نہ کر پ وں۔'' کہتے ہوئے وہ ا۔ پل کو رکا۔ اس نے انگوٹھے سے صفا کی آنکھوں کے پپوٹے چھوئے۔ '' اتنا جا ہوں کہ ان آنکھوں سے نکلا ہوا ہر آ میرے دل کو ڈبونے کے لئے کافی ہے۔ یہ آنکھیں میرا روگ ہیں۔ میں ان آنکھوں میں آ دیکھتا ہوں تو ڈھے جا تا ہوں۔'' وہ کسی اث کے تحت بول رہا تھا۔ صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''آئی ایم سوری۔!!'' صفا نے بے حد شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ تم حق پ ہو، تم سوری مت بولو۔'' وہ سر جھکا َ۔

''نہیں۔ میں حق پ نہیں ہوں۔۔ میں ڈگمگا گئی ہوں۔ میں لالچ میں آ گئی ہوں۔ مجھے آپکا ٔ م چاہیے تھا۔ پھر مجھے آپکا ساتھ بھی مل َ اور اب۔ اب میں اس سے بھی ز ادہ کی تمنا کرنے لگی ہوں۔ یہ۔ یہ محبت بہت خود غرض ہوتی ہے ا. اہیم۔ یہ ہمیں لالچی بنا دیتی ہے۔ ہمارا پسند ہ شخص جتنا بھی میسر ہو ہمارا دل نہیں بھر تا بلکہ آرزو بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں ہر قات پ لگتا ہے کہ اب تشنگی مٹ جائے گی وہ بس ا۔ شروعات ہوتی ہے ا۔ نئی تشنگی کی کبھی ٔ مٹنے والی تشنگی کی۔'' وہ اپنی سرمئی آنکھیں ان شربتی آنکھوں میں گاڑھ گئی۔۔ ا. اہیم اسکی . ت پ شل سا رہ َ۔ پھر اس نے ڈرامائی ا ٔ از میں سر جھٹکا۔

''تم اتنی بڑی باتیں کہاں سے سیکھتی ہو؟'' وہ ہکا بکا سا پوچھ رہا تھا۔ صفا کھلکھلائی اور اہیم کو لگا کہ اسکا آنگن اس کھلکھلاہٹ کی رونق سے پُر نور ہو گیا تھا۔ وہ بھی مسکرا دیا۔

''اہیم گورسی کی بیوی ہوں۔ باتیں تو بنانی آتی ہی ہوں گی۔'' وہ گردن ٹیڑھی کر اگئی۔ اہیم نے سر جھٹکا۔

''مس سٹرر کی زبان کو تالا لگا ہوگا۔ زیادہ ہی بولنے لگی ہے۔'' وہ آنکھیں سکیڑ گیا۔

''مس سٹرر۔ ایسے بات بولنا شروع کر دے تو پھر اچھے اچھوں کو خاموش کروا دیتی ہے۔'' وہ دونوں پھر سے ہلکے پھلکے موڈ میں آ گئے تھے۔

'' مجھے اس چونچ کو بند کرنا اچھے سے آتا ہے۔'' وہ بھی محظوظ ہوا تھا۔

''سوچ ہے آپکی۔'' وہ مغرور ہوئی۔

''اب چلو اور جا کر پڑھو۔ میں نے سارا کمرہ صاف کر دیا تھا۔ اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹھیک ہے نا؟'' اس نے صفا کا گال تھپتھپایا۔

''ہمم۔!!'' اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ اہیم گھڑی دیکھتا اٹھا تو اس نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔ ''کیا ہوا؟'' صفا اسکو دیکھ کر رکی۔

''مس سٹرر کی باتوں میں جماعت کا وقت نکل گیا ہے۔'' وہ آنکھیں سکیڑ گیا۔

''اوہ۔ تو چلیں پھر آج اکٹھے ہی پڑھتے ہیں سر۔'' وہ گردن کو خم دیتے بولی تو اہیم مسکرا دیا۔

''کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہو جاتی ہو تم۔'' پاس جا کر اس نے صفا کا گال کھینچا۔

''اور آپ بڑی بڑی باتوں سے بھی نہیں ہوتے۔'' وہ منہ بنائے ساتھ ساتھ چل دی۔

''وہ اس لئے کہ وہ باتیں تمہارے قد سے بڑی ہوتی ہیں۔ پانچ فٹ کی پری ہو تم اور باتیں دس دس من کی کرتی ہو۔'' وہ ایک ہاتھ اسکے کندھے پر رکھے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

''اور آپ۔۔ چھ فٹ کے دیو ہو کر بھی چھوٹی سی بات کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔'' صفا نے وار کرنا لازمی سمجھا۔

''کیا کروں زبان میری انوں والی ہے نا۔''

''تو میری کیا پڑ ں والی ہے؟'' صفا نے گردن موڑ کر اسکا چہرہ دیکھا۔

''کیا کہہ سکتا ہوں۔۔ اتنی سی بیوی سے ڈر بھی تو ہوں۔'' وہ معصوم شکل بنا گیا۔

''ایبو۔!!'' صفا نے اسکی پسلی میں مکا مارا۔

''آؤچ۔ دیکھو۔ اب تو تشدد بھی شروع ہو گیا۔'' وہ ہنستے ہوئے کمرے میں گم ہو گئے۔

''واٹ ہیپنڈ؟'' عینا کے کانوں میں جانی پہچانی آواز گونجی تھی اور عینا کو لگا کہ اسکی دنیا اندھیر ہو چکی ہے۔ عینا کی زبان تالو سے جا لگی۔ سامنے کھڑا شخص پلٹ چکا تھا۔ وہ اب جا کر دو رکعت تشہد کی حالت میں بیٹھا تسبیح کر رہا تھا۔ وہ ان دونوں سے لاتعلق ہو چکا تھا۔ عینا کی پتلیاں ساکت تھیں۔ کسی نے اسکو کندھوں سے پکڑا اور اسکے کان پہ جھکا۔

''بھٹک گئی تھی لٹل سپائے؟'' اس سرگوشی پہ عینا کے سر پہ ساتوں آسمان گھوم گئے تھے۔ عینا یوں تھی جیسے اسکے بدن سے سارا خون نچڑ چکا ہو اور وہ اس وقت سوکھی راکھ کی مانند ہوا کے دوش پہ تھی ایک جھونکا اور اسکا وجود ہوا میں ہی کہیں تحلیل ہو جائے۔ اس شخص کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

'' وہ ذرا بلند آواز میں بولا تو تشہد کی حالت میں بیٹھے شخص نے ضبط سے آنکھیں موند لیں۔۔ پھر وہ اسکے عقب سے نکل کر اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔ عینا سانس روکے ہوئے تھی۔ اسکے ماتھے سے پسینے کی بوندیں لڑھک کر اسکی صراحی کی مانند گردن پہ بہہ گئیں تھیں۔ حسن نے گردن اٹھا جانچا گئی۔ اور انگلیوں کے پوروں پہ وہ ننھی بوند اچک لی۔

''بخار ابھی اترا نہیں تھا۔ اب لگتا ہے اتر رہا ہے۔'' وہ تریاہ آنکھوں سے عینا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ سیاہی سیاہی سے ٹکرائی تھی۔ اور تاریکی میں اضافہ

ہوتے تھا۔ ''چلیں لٹل سپائے؟'' اس نے مصالحت سے کہتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ عینا نے پلکیں اٹھا کر اس سفاکیت کی علامت کو دیکھا تھا۔ وہ تھوڑا سا مسکرایا۔ اور وہ مسکان عینا کی بے بسی میں اضافہ کر گئی تھی۔ بے بسی سی بے بسی۔!!

''اکرے تم مرجاؤ حسن۔!!'' عینا کے لب پھڑپھڑائے تھے۔ سامنے کھڑے شخص نے اس سے اسکی ہر امید ہر خوشی ہر آس چھین لی تھی۔ وہ اس شخص کے لئے اپنے دل میں ایک کونہ سجا بیٹھی تھی اور اس سفاک انسان نے اس کونے کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ اسکے دل کا وہ کونہ آج اجڑ گیا تھا اور خوابوں نے ہجرت سے انکار کر دیا تھا۔ اسکے دل نے ایک چیخ ماری تھی اور وہ چیخ عرش تک جا پہنچی تھی۔

وہ الفاظ حسن کے دل پر کسی شہاب ثاقب کی طرح گرے تھے۔ جنھوں نے اسکے دل میں گڑھے ڈال دیے تھے اور اسکے دل کو جلا کر میز سیاہ اور تاریک کر ڈالا۔ ان گڑھوں پر وہ آتشی پتھر اتوا گلے پچھلے تمام گڑھوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی اور اسکا دل کسی جہنم کا نقشہ کھینچنے لگا تھا۔ ان الفاظ نے حسن کے دل کو مزید تاریک کر دیا تھا۔ تاریک، بھڑکتا، شعلے اگلتا گڑھا۔!!!

وہ مسکرا دیا۔ ان الفاظ پر وہ ہمیشہ کی طرح مسکرا دیا تھا۔ بے حسی سے۔ بے بسی سے۔!

''کر دیا میں نے تمہیں بھی ذلیل اکے قریب۔؟'' وہ تھوڑا سا مسکرایا۔ عینا کے حلق میں کسی نے خاردار زنجیر ڈال دی تھی۔

''تمہیں کہیں پناہ نہ ملے۔'' الفاظ سے خون رس رہا تھا۔ حسن پھر سے مسکرایا۔

''تم بنی اسرائیل کی مانند ملعون ہو۔ جن کا دل سیاہ ہے۔''

اب الفاظ سے خون کے ساتھ ساتھ زہر بھی ٹپک رہا تھا۔ اور وہ زہر عینا کے حلق سے نیچے بھی اتر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہہ پاتی اسکے حواس نے فرار کو چنا تھا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ اسکی شخص کی بانہوں میں۔۔ وہ اسی کی پناہوں میں تھی جس کو کہیں پناہ نہ ملنے کی بد عا دے رہی تھی۔ حسن نے عینا کے سر پر ہاتھ جمایا۔ اور ایک ہاتھ اسکے گرد حمائل کیا۔

''اور بنی اسرائیل کے اکثر یوسف بچھڑ جایا کرتے ہیں۔ موسیٰ بہا دیے جاتے ہیں اور عیسیٰ صلیب پر چڑھا دیئے جاتے ہیں۔''

تشہد میں بیٹھے شخص کے لب ہلے تھے۔

''رب انی مغلوب فانتصر۔!!''

وہ الفاظ نہیں تھے۔ وہ ایک پکار تھی۔!! اور پھر اسکو قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا وہ اسکو لے جا چکا تھا۔

اس نے دعا مانگی اور چہرے پر ہاتھ پھیرا اور گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو وہ ابھی تک دعا گو رہی تھی۔ ابیہم کچھ پلوں کے لئے اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتا رہا۔ وہ آنکھیں بند کئے دعا گو رہی تھی کبھی چہرے پر اضطراب سا آجاتا اور کبھی التجا۔ کبھی سکون سا تو کبھی اداسی۔ اور ابیہم ان تمام تاثرات سے واقف تھا۔ خوف کا اضطراب، اور اس خوف کی کی التجا۔ نعمت کا سکون اور اسکے چھن جانے کی اداسی۔ صفا کے چہرے کے تاثرات پل پل بدل رہے تھے۔ ابیہم کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا دروازہ دستک ہوا تھا۔

''آجا۔!!'' اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے اجازت دی۔ صفا نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ دروازے میں زہرہ کے ساتھ دینا کھڑی تھی جس کو اپنے بدصورت کا چہرہ دیکھنا تھا اپنی صبح شروع کرنے کے لئے۔ ابیہم کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔

''بابا۔!!'' وہ پکارتی ہوئی آئی اور اس سے لپٹ گئی۔

''مائی پرنسز۔!!'' ابیہم نے اسکو اپنی آغوش میں ہی چھپا لیا تھا۔ زہرہ دروازے میں کھڑی تھی۔ صفا نے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور دینا کے گال پر ہاتھ رکھا۔ پھر وہ ذرا سا آگے ہوئی اور ان دونوں باپ بیٹی پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری۔ ابیہم نے مسکراتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔

''جادو نہیں ہے۔'' صفا نے فوراً وضاحت دی۔ وہ ہنس دیا۔

''تم آلریڈی جادو چکی ہو میری اولاد پہ۔'' وہ ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتا ہوا صفا کی گود میں سر رکھے اور دینا کو اپنے پہ بٹھایا۔ صفا کے دل کی دھڑکن ایک پل کو تھمی تھی۔

دروازہ کلک کی آواز سے بند ہوا تو انھوں نے چونک کر دیکھا۔

''۔۔!! دینا مارننگ میجک؟'' دینا نے اپنے چھوٹے چھوٹے بازو اس کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا تو اہیم نے سر اٹھا کر اسکے گال چومے۔ ''شفا میجک؟'' اس نے اب صفا کی جانب دیکھا تو اہیم نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔ صفا کھلکھلائی اور آگے بڑھ کر دینا کے گال چومے دینا خوشی سے نہال ہوئی۔ اس نے جواباً اپنے پاپ کے گال چومنے چاہے تو فوراً پیچھے ہٹی۔ اہیم نے اٹھا کر اسکو دیکھا۔

''۔۔ٹکل ٹکل۔!!'' وہ اسکی بڑھی ہوئی داڑھی سے پریشان تھی۔ اسکو گدگدی ہوتی تھی۔ اہیم کا قہقہہ گونجا اور پھر دینا کی شامت آ گئی تھی۔ اس نے پھر دینا کے گال اپنی داڑھی سے رگڑے تھے۔ دینا ہنستی رہی۔ اور صفا ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہوتی رہی۔ پھر دینا کی چیخ و پکار بڑھی تو صفا نے تڑپ کر دینا کو کھینچا۔

''جا جا کر شیو کر کے آ۔ میری بچی کے گال سرخ کر دیئے ہیں۔'' اس نے دینا کے گال سہلائے۔

قوت اس وقت واشروم سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ مرجان بستر پہ نہیں ہے۔ اس نے تولئے سے بال خشک کئے اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

''یہ مرجان کہاں گئی؟'' وہ اسکو ڈھونڈتا ہوا راہداری میں آیا۔ اور راہداری کے اختتام پہ اسکو مرجان کھڑا دکھائی دیا تھا۔ زہرہ کے ساتھ۔ قوت وہیں رک گیا۔

''لیکن مرجان۔! تم اپنے۔۔ کے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہو؟'' زہرہ نے پریشانی سے پوچھا تھا۔ اسکے چہرے پہ بے چینی عیاں تھی۔

''کیوں زہرہ؟ دھوکہ دونوں نے دیا۔ جھوٹ دونوں نے بولا اور سچ دونوں نے چھپایا۔ اس لئے اب سزا بھی دونوں کو ملے گی۔'' اس نے اپنی سیاہ آنکھیں مٹکائیں۔

''مرجان۔!! یہ۔ صفا نے کیا ہے اسی نے تمہارے۔۔ کو مجبور۔''

''بس۔!! تم پیٹی لیڈی کے بارے میں ایسا نہیں بول سکتی۔ ماہوں انھوں نے مجھے دھوکہ دیا میں پھر بھی کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسکے خلاف کچھ کہے۔'' اس نے ہاتھ کھڑا کر کے زہرہ کو وہیں خاموش کروا دیا۔ زہرہ دانت بھینچ کر رہ گئی۔

''مرجان۔!! تمہارے۔۔ ہرٹ ہوں گے۔''

''تو کیا ہوا؟ انھوں نے مجھے بھی ہرٹ کیا ہے۔'' وہ کندھے اچکا گئی۔

''مرجان۔!!'' قوت وہیں سے پکارا تو وہ دونوں متوجہ ہوئے جبکہ زہرہ ہڑبڑائی تھی۔ ''وہاں کیا کر رہے ہو؟'' قوت نے ایک تیکھی سی نگاہ زہرہ پہ ڈالی تھی۔

''آ رہا ہوں۔'' مرجان زہرہ کو اشارہ کرتا وہاں سے گیا۔ جبکہ زہرہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی دانتوں میں انگلی دبائے۔

واشروم کا دروازہ کھلا تو اہیم تولیے سے منہ رگڑتا ہوا واپس آیا۔ دینا اور صفا بیڈ پہ بیٹھیں کھیل رہی تھیں۔ ان لوگوں کی صبح بہت حسین ہوئی تھی۔ اہیم نے ان دونوں کو کھلکھلاتے دیکھا تو گہرا مسکرایا اور آگے آئینے کے سامنے کھڑا ہوا۔ وہ تیار ہو رہا تھا۔

''آؤچ۔!!'' اہیم نے ایسی سسکی سی بھری تھی۔ صفا نے چونک کر دیکھا۔

''کیا ہوا؟''

''پتہ نہیں۔ فیس سارا ریڈ ہو رہا ہے۔ اور اب جلن بھی شروع ہو گئی۔'' وہ الجھا سا آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

''ایسے کیسے؟ کس سے ہے یہ؟'' صفا وہیں سے اٹھ کر اسکے پاس پہنچی۔ اہیم کا چہرہ اب واقعی سرخ ہو رہا تھا۔

''ابھی ابھی آئینہ دیکھتے دیکھتے ہی۔ اور یہ جو کچھ بھی ہے بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔'' اہیم نے دوبارہ آئینہ دیکھا۔ اب اسکے چہرے پہ زخم سے بنتے جا رہے تھے۔ اور سکن اترنا شروع ہو گئی تھی۔ صفا نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

''آپ۔آپ چلیں۔ہاسپٹل پلیز۔!!'' صفا نے ہیجانی کیفیت میں کہتے اسکا. زو پکڑ کر کھینچا۔

''اٹس اوکے یر۔!! شا. شیو. فوم الرجی کر گئی ہے۔میں کوئی آئینمٹ لگا. تا ہوں۔'' اس نے صفا کو. رمل کرتے کہا دینا بھی بیڈ پ گھبرائی سی بیٹھی تھی۔۔بچے پ. وں کی ما ہوتے ہیں جو پ یشانی بھا. پ لیا کرتے ہیں۔. لکل جیسے پ. ے آنے والے طوفان اور زلزلے کو بھا. پ لیا کرتے ہیں۔

''نہیں۔یہ صحیح نہیں ہے آپ پلیز ضد نہ کریں۔'' صفا نے بے بسی سے التجا کی۔اسکی آنکھوں نے. سات شروع کر دی تھی۔ا. اہیم نے ا. ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکے گال صاف کئے۔

''اتنی جلدی پ. یشان کیوں ہو جاتی ہو تم؟''

''ہو جاتی ہوں میں پ. یشان اور آپ۔۔آپ اتنے ڈھیٹ کیوں ہیں؟'' صفا نے اسکا چہرہ دیکھا جو کہ اتنا سرخ ہو. ا تھا مانو ابھی خون رسنے لگے۔

''اچھا. .۔میں دیکھتا ہوں۔تم فکر نہ کرو۔اور دینا کو دیکھو۔میری پ پ. یشان ہو گئی ہے۔'' وہ کہتا ہوا دینا کی جا. .ٹھ. ا اور اسکو. نہوں میں اٹھا. ۔دینا نے پ. یشانی سے ا. اہیم کے سرخ ہوتے گال پ. ہاتھ رکھا۔

''. .۔!! دینا میجک؟'' اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی. مات پیش کیں۔وہ مسکرا. ۔اور دینا کا گال چوما۔''یہ لو۔اسکو پکڑو۔'' وہ اسکو صفا کی جا. .ٹھا. وہاں سے اپنا مو. ئل اٹھا. نکل. ا تھا۔صفا نے بے چینی سے اسکی راہ دیکھی تھی جہاں سے وہ ابھی ابھی. ا تھا۔وہ کمرے سے. ہر نکلا تو زہرہ کو. ہر ہی. ٹ پ. ۔اسکو دیکھ کر زہرہ فوراً اسکے پ. س پہنچی۔ا. اہیم کا سرخ چہرہ دیکھ کر زہرہ نے اپنے منہ پ. ہاتھ رکھا۔

''کچھ چاہیے؟'' اسکو یوں دیکھ کر ا. اہیم. ڈ. تھا۔

''نن۔نہیں۔ آپکا چہرہ؟''

''شیو. فوم سے الرجی ہوئی ہے۔بچے تیار ہو گئے؟'' اس نے گھڑی پ. وقت دیکھا بھی ساڑھے چھ ہو رہے تھے۔

''جی۔وہ ہو رہے ہیں تیار۔''

''فائن۔!!'' وہ کہتا پلٹا۔

''سر۔!!'' زہرہ نے پکارا تو وہ پلٹا۔''آپ پلیز اسکی جلد والے لیس یہ صحیح نہیں لگ رہا۔'' اس نے پ. یشانی سے کہا تو ا. اہیم سر ہلا. ا. ۔پیچھے زہرہ نے ا. زہر نگاہ صفا کے کمرے کے بند دروازے پ. ڈالی تھی۔''تمہاری وجہ سے آج ا. تکلیف دی ہے۔تم کسی کی بھی ز. گی میں سکون کا. ش نہیں ہو۔تمہیں اب جا. ہو گا۔'' اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔کمرے کا دروازہ کھلا تو زہرہ فوراً وہاں سے ہٹ گئی۔صفا دینا کی انگلی تھامے وہاں سے نکلی اور. قوت اور مرجان کے کمرے کی جا. .ٹھ گئی۔

''تم زہرہ سے کیا. ت کر رہے تھے؟'' اپنی ٹ. ئی. ھتے. قوت نے مرجان سے پوچھا جو کہ اس وقت بھی اپنے پی سی پ. بیٹھا تھا۔

''ہماری پ. سنل. ت تھی۔''

''اوہ رئیلی؟'' قوت نے ا. واچکائے۔

''یس۔رئیلی۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''ڈونٹ ٹیل می۔!! تم کچھ پلان کر رہے ہو؟'' قوت نے ا. تیکھی نگاہ اس پ. ڈالی۔

''اینڈ واٹ اف آئی ٹیل یو۔؟'' مرجان محظوظ سے ا. از میں کہتا. قوت کو شل کر. ا تھا۔اس سے پہلے کہ. قوت مز. اسکو کچھ کہتا ا. کمرے کا دروازہ. ک ہوا تھا۔. قوت نے آگے. ٹھ کر دروازہ کھولا۔

''السلام علیکم آ. ۔!!'' اس نے بے چین سی صفا کو دیکھا۔صفا سلام کا جواب دیتی آ کر. قوت کے بیڈ پ. ہی بیٹھ گئی۔جبکہ دینا جا کر مرجان کے پ. س کھڑی ہوئی۔

مرجان نے سکرین سے نگاہ ہٹا کر دینا کو دیکھا۔ وہ مسکرا دی تو مرجان نے جھک کر اسکے گال چومے اور دو. رہ سکرین کی جا. متوجہ ہوا۔ صفا بے چینی سے اپنے . کتر رہی تھی۔

''کیا ہوا آ ؟ آپ پ یشان ہیں؟'' قوت نے اپنا بیگ پ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ ا. اہیم کو پتہ نہیں کیا ہوا ہے؟'' اس کی پلکیں ا . رپھر سے. ''. گی تھیں۔

''کیا ہوا ہے . . کو؟'' قوت اپنا بیگ چھوڑ کر ہڑ. ڑا کر اسکے پ س پہنچا جبکہ مرجان کے کی بورڈ پ چلتے ہاتھ تھمے تھے۔

''وہ پتہ نہیں شیو کر کے واپس آئے تو انکا سارا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ ابھی ہاسپٹل گئے ہیں مجھے بہت پ یشانی ہو رہی ہے۔'' اس نے کہتے ہوئے قوت کے ہاتھ تھام لئے تھے۔

''آ آپ فکر نہ کریں۔ . . بہت سٹرا ' ہیں۔'' صفا نے پلکیں جھپکیں۔ ''وہ اپنی تکلیف سے نہیں گھبراتے۔'' قوت رک رک کر کہتا جا رہا تھا۔ ''ہاں. ڑ . . ہمیں فیملی میں سے کسی کو کچھ ہو تو وہ بہت پ یشان ہو جاتے ہیں۔'' قوت پھیکا سا مسکرا ۔ صفا کے حلق میں اٹھتے درد میں اضافہ ہوا تھا۔

''یونو۔ ا . رمرجان کو نمو ہو ' تھا۔ ۔ یہ سونے کے لئے ٹ تھا تو اسکے ' میں درد ہو تھا۔ ۔ . . ساری ساری رات اسکو اپنی گود میں لے کر بیٹھے رہتے تھے تا کہ یہ سکون سے سو جائے۔'' مرجان کی کی بورڈ پ چلتی ا ' ں. ف ہو تھیں۔ ''اور تو اور وہ ماما سے کہتے تھے کہ تم سو جاؤ میں اسکو دیکھ لوں گا۔ وہ ہماری ساری پ یشا ں خود پ لے ٹ ہیں۔ اس لئے وہ بہت سٹرا ' ہیں۔ اتنی سی الرجی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔'' قوت نے اپنے . پ کو کسی سپر ہیرو کی طرح بیان کرتے ' دن ڑ ائی تھی۔ صفا بھی مسکرا دی۔ اس نے اپنا چہرہ صاف کیا اور قوت کے ہاتھ چومے۔

''سلامت رہو قوت۔!!''

اور مرجان اس وقت . ف بن چکا تھا۔

بس یہی احساس تھا۔ اسکے علاوہ دوسرا کوئی احساس نہ تھا۔ مرجان کے لئے سانس ' محال ہوا تھا۔ وہ ا بچہ تھا جو غلطی کرنے کے بعد جلد ہی پچھتا ٹ تھا۔ اسکو کتنا ہی . ین واش کیوں نہ کیا جا ٹ وہ اصل میں ا بچہ ہی تھا۔ قوت کو سزا دینے کے بعد بھی وہ پچھتا ٹ تھا اور آج بھی پچھتا ٹا اسکو ' رسے کاٹ رہا تھا۔

. ب پنجم

''ابلیس ۔ آدم''

مصر میں فجر کی اذا ہو تو اس صدا کے ساتھ دو گول . ڑی . ڑی سیاہ آنکھیں بیدار ہو تھیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور وہ آنکھیں اپنی ہی پلکوں کے بوجھ تلے دب گئیں تھیں۔ اس نے اپنا گھومتا ہوا سر پکڑا اور خود کو گھسیٹا۔ وہ کسی ا ' ھیری جگہ پ تھی۔ اس نے نگاہ گھمائی تو وہ کمرہ الگ تھا۔

عینا نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تو ۔ ۔ پل ا ۔ ۔ رپھر سے ذہن کے کونوں سے جھانکتے ہوئے دل کے دروازے پہ دستک دینے لگے۔اور عینا اس دستک پہ سانس روک گئی تھی۔اسکے حلق میں کا اگ آئے تھے جو مسلسل اسکے حلق کو لہولہان کر رہے تھے۔زنجیروں میں جکڑا قادر زادا کر رہا تھا۔ا ۔ قیدی قبر پہ بیٹھا تھا۔ا ۔ قیدی اپنے آ ۔ ی لمحات میں کلمے کی تکرار کر رہا تھا۔وہ سارے مناظر اب عینا کو ا ۔ ۔ رپھر سے اسی کال کوٹھڑی کی جا ۔ گھسیٹ کر لے گئے تھے۔عینا نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔پھر وہ ا ۔ ۔ ۔ میں بیڈ سے ا ۔ ی اور دروازے کی جا ۔ ۔ پ ۔اس نے ڈور ۔ ب پہ ہاتھ رکھا اسکو یقین تھا کہ دروازہ بند ہی ہوگا۔لیکن اس نے ا ۔ آ ۔ ی آس کے ساتھ ڈور ۔ ب گھمائی تو دروازہ کھلتا ۔ ۔ ۔ عینا کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔

وہ کمرہ ا ۔ ہال میں کھلتا تھا۔جو کہ کسی لاؤنج کی ما تھا۔جہاں کچھ صوفے رکھے ہوئے تھے ا ۔ میز اور ا ۔ ٹی سی ایل ای ڈی وال بنی ہوئی تھی۔ٹیبل پہ پڑے ایش ٹ ے میں سگر ۔ ٹ کے ان گنت فلٹر مسلے ہوئے تھے۔اور اس کے ساتھ ا ۔ چھوٹی سی ڈبی رکھی ہوئی تھی جس کا ڈھکن کھلا تھا۔اور عینا اس ڈبی کو پہچا تھی۔لاؤنج میں سایہ سا لہرا ۔ تو عینا نے نگاہ گھمائی۔اور عینا کے سر پہ گھومتی ہوئی کائنات ا ۔ پل کو سا ۔ ہوئی تھی۔ ۔ کچھ وہیں ٹھہر ۔ تھا۔غیر یقینی کی دھند نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

وہ سامنے اپنے ازلی حلیے میں ا ۔ سفید جبہ پہنے اور سر پہ سیاہ اور سفید ڈبوں والا کیفیہ ۔ ھے زادا کر رہا تھا۔

''واٹ دا ہیل ۔ ۔!!''عینا ز ۔ ۔ ۔ ٹ ۔ ٹ ائی ۔ ۔ وہ اپنی جگہ سے ہل ۔ نہ پ ئی۔وہ شخص بہت سکون سے زادا کر رہا تھا۔''کس قدر دوغلا۔مکار۔اور عیارا ن ہے؟ اسکو کیا لگتا ہے ۔ اکو اسکی زیں پسند ہیں؟''وہ غصے سے تی ہوئی آگے ۔ ٹھی اور ٹیبل پہ پڑا ایش ٹ ے اٹھا کر سامنے لگی ایل ای ڈی میں دے مارا۔چھناکے کی آواز کے ساتھ ا ۔ ای ڈی سکرین کرچی کرچی ہوئی تھی۔وہ رکی نہیں تھی۔وہاں موجود ہر واس ہر گلدان اس وقت وہ اٹھا اٹھا کر دیواروں میں پ ۔ رہی تھی۔لمحے لمحے بعد دھماکے ہوتے۔ کبھی کبھی تو چیزوں کے ٹوٹنے کی آواز سے وہ خود سہم جاتی۔ اس شخص کے ت ۔ ات میں رتی ۔ ا ۔ بھی فرق نہ آ ۔ ۔وہ سکون سے ز پ ھتا رہا تھا۔عینا کا دماغ گھوم گیا۔

وہ چلتی ہوئی اسکے سر پہ آن کھڑی ہوئی۔اس وقت وہ تشہد کی حا ۔ ۔ میں تھا۔

''تم واقعی ابلیس ہو۔۔تم شیطان ہو۔۔ ۔ ٹ یونو۔۔تمہاری یہ زیں۔۔یہ عبادات بھی ویسے ہی سیاہ کپڑے میں لپیٹ کر تمہارے منہ پہ دے ماری جا گی جیسے ابلیس کی عبادت کو اسکے منہ پہ مار کر اسکو ذلیل کر کے نکال دی ۔ ۔ تھا۔تم بھی ذلیل کیے جاؤ گے ۔ ۔ حسن آفندی۔۔اور تمہیں نہ تو زمین پناہ دے گی نہ آسمان۔!!''وہ پوری قو ت سے ئی۔اس نے سکون سے سلام پھیرا۔ ۔ اس نے دن دا جا ۔ گھمائی تو اس نے ا ۔ نگاہ عینا پہ ڈالی جو کہ اس وقت آگ بگولہ ہو رہی تھی۔اور سکون سے ۔ دن ۔ جا ۔ موڑی۔عینا کا دل کیا اس شخص کا سر پھاڑ دے۔ وہ اس وقت زمیں تھا۔اور زمیں کی حا ۔ ۔ میں قتل ہو ۔ تو عینا کو ساری زن ۔ گی ل رہتا۔اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔عینا جو کہ بے چینی سے اسکی زمکمل ہونے کے انتظار میں تھی اسکو دعا مانگتے دیکھ کر زخمی سا مسکرائی۔اور پھر وہ ہنس دی۔وہ پگلوں کی طرح ہنس دی۔ وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہنستی دہری ہوئی۔وہ ہنستی ہوئی کمرے میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔حتیٰ کہ وہ تھک کر وہیں اسکے جائے ز پ ڈھے گئی۔وہ اسکے سامنے بیٹھی تھی۔عینا کے ۔ ل بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ متورم۔!!وہ ہنستی جا رہی تھی۔اور پھر۔!!!!

ہنستے ہنستے وہ رو دی تھی۔!!

بے تحاشا۔!!پ نی بہہ رہا تھا۔اسکی آنکھوں سے۔!!وہ نمکین مائع عینا کے دل میں ٹھاٹھیں مارتے غم کے سمندر کے سامنے کچھ نہ تھا۔!!وہ چند بو ۔ یں اس سمندر کے سامنے کچھ نہ تھیں۔!

حسن نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے ۔ خاموش تھے۔اسکے جبڑے ۔ ہم پیو ۔ تھے اور آنکھیں اپنی ہتھیلیوں پہ مرکوز تھیں۔وہ دعا نہیں مانگا کر ۔ تھا۔وہ بس ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہتا تھا۔وہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اس ۔ اسے کچھ طلب کر سکے۔!وہ بس اپنا فرض ادا کیا کرتا تھا۔وہ بس ز پ ڑھا کرتا تھا۔عینا نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپا ۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔پھر اسنے چہرہ ۔ ہر نکالا اور آسمان کی جا ۔ دیکھا۔پھر عینا نے ا ۔ چیخ ماری تھی۔اسکی دل ۔ اش چیخ نے اس کمرے کے در و دیوار کو لرزا کر رکھ دی ۔ تھا۔

اسکا محبوب ظالم تھا۔!

اسکا محبوب جا. تھا۔!

اسکا محبوب مکار تھا۔!

اسکا محبوب عیار تھا۔!

اسکا محبوب ہر وہ کام میں ملوث تھا۔ وہ اسکا محبوب ا ن تھا۔!

وہ شخص ان چند دنوں میں اسکو اتنا محبوب ہو جائے گا اس قدر عز. ہو جائے گا عینا نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ وہ اسکی چالبازیوں سے اسکے ' ہوں سے واقف تھی۔!! پھر بھی اس نے اس شخص کو دل میں جگہ دینے کی سنگین غلطی کی تھی۔ اور اب عینا کی . ری تھی اس عشق ممنوع کے خنجر کا وار سہنے کی۔ مقابل نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیرے۔ ت ' ات میں رتی . ا. فرق نہ آ. تھا۔ اور اس نے اپنے جیسے کی . . . سے ا. چھوٹی سی سیاہ ر' کی تسبیح نکالی اور اسکے دانے ' انے لگا۔ عینا نے روتے روتے ٹھٹک کر اسکو دیکھا۔

اس نے ا. حسن کو دیکھا اور ا. اسکے ہاتھ میں موجود تسبیح کو دیکھا۔ عینا زخمی سا مسکرائی اور ا. ر پھر سے ہنس دی۔ وہ ہنستی گئی۔ کہ ا. ر پھر سے نمکین پ نی آنکھوں سے رواں ہوا۔

''تم مجھے پ گل کر رہے ہو حسن۔!! میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے مار ڈالوں گی بخدا۔!!'' وہ و ش ' ک سی آواز میں بولی تھی۔ حسن کے سر ت ' ات قائم رہے۔ عینا نے ہاتھ ' ھا کے اسکے ہاتھ سے وہ تسبیح چھین لی اور وہ صوفے کی جا. اچھال دی۔ اب کی . رحسن نے عینا کی جا. دیکھا تھا۔ ''تم سمجھتے کیا ہو ہاں؟ یہ۔ یہ۔ . دکھاوا کر کے مجھے پ گل بناؤ گے؟ میرے پ تھے پ ۔ یہاں۔ یہاں۔'' اس نے اپنے ماتھے پ انگوٹھے سے لکیر کھینچی۔ ''کیا یہاں پ گل لکھا ہوا ہے؟'' میں ا. ھی ہوں کیا؟ جو تمہارے کالے کرتوت دیکھنے کے بعد بھی تمہاری اس دکھاوے کی زاور تسبیحات سے متا ' ہو جاؤں گی؟ نہیں حسن۔!! نہیں۔!!'' وہ غرائی۔ اسکے حلق کی رگیں اب بیٹھ رہی تھیں۔ آواز قدرے بھاری ہو چکی تھی۔ ''تم اپنی زوں سے خود کو دھوکہ دے ' ہو۔ نہ تو تم مجھے دھوکہ دے ' ہو اور نہ ہی میرے اللہ کو۔ سمجھے تم؟'' اس نے حسن کے ' پ انگلی جما کر کر د. وٗ. ڑھا۔

حسن نے ' دن جھکا کر اسکی وہ ' زک سی انگلی دیکھی تھی۔ اور پھر ' دن اٹھا کر عینا کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھیں۔ اس نے پھر ' دن دا جا. گھمائی اور پلکیں اتنی آہستہ سے جھپکیں تھیں کہ او پ ی پلکیں نچلی پلکوں کو چھوئے بناء ہی واپس پلٹ گئیں تھیں۔ عینا نے اسکو حر ' کرتے دیکھا تو وہ وہیں منجمند ہو گئی۔ وہ کچھ د. ' اسکو اپنی آنکھوں سے قید کئے بیٹھا رہا۔ پھر حسن نے ہاتھ ' ھا کر عینا اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی کی مدد سے اسکی وہ ' زک سی انگلی پکڑی اور اپنے ' ' سے ہٹائی۔

''جاؤ۔!!'' وہ ' م سی آواز میں بولا تو عینا ٹھٹکی۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ جاؤ۔'' اس نے کہتے ہوئے ' می سے عینا کی انگلی چھوڑ دی۔ عینا نے مڑ کر دیکھا تو اس ہال کمرے کا دروازہ ان لاکڈ تھا۔ پھر وہ واپس اسکی جا. مڑی تو عینا نے شعلہ. ساتی نگاہ اس پ ڈالی۔ وہ اب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنی آستینیں ذرا او پ ' ھا ۔ وہ اس قدر پ سکون تھا کہ عینا کو اسکے سکون پ غصہ آنے لگا تھا۔

وہ جھٹکے سے اٹھی اور حسن کو ' یبان سے پکڑا۔ حسن نے ا. واچکا کر اسکی جا. دیکھا اور پھر ا. اسکی ' فت پ ڈالی۔

''تم سمجھتے کیا ہو ہاں؟ میں بے بس ہوں؟ میں بے بس نہیں ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم سے ڈر کر بھاگ جاؤں گی۔ تم سے ز' گی کی بھیک مانگوں گی؟'' اس نے حسن کا ' یبان پوری شدت سے جکڑ رکھا تھا عینا کی انگلیوں کے ناخن سفید پ ڑ چکے تھے۔ ''میں تمہارا قہر ہوں ش ' حسن آفندی۔!!!'' وہ پوری قوت سے ئی۔ ''عینا تم پ قہر بن کر ٹوٹے گی۔ ۔ عینا تم سے ان . معصوموں کا. لہ لے گی جن کو تم نے ان قید خانوں میں ہی دفنا د. تھا۔ تم۔ تم آ ' سمجھتے کیا ہو ہاں؟ ہر کوئی تم سے خوف کھا ' ہے؟ تم کیا کوئی ' اہو؟ کیا ۔ کیا چیز کیا ہو تم ہاں؟ ا. ' دل، ' کام اور مکار ا ن کے علاوہ تم کچھ نہیں ہو۔'' وہ بھاری آواز میں غرائی۔ اسکی آواز لرزی تھی۔ ''سمجھے تم؟ تم ان مجاہدوں کو قتل کر کے کیا سمجھتے ہو کہ کوئی بہت ' اکار ' مہ کر رہے ہو۔؟ وہ کوئی . غی نہیں ہیں وہ مجاہد ہیں سمجھے تم؟'' وہ اسکو جھنجھوڑ رہی تھی۔

''جو کام تمہارے اور تمہاری حکومتوں کے کرنے کے تھے وہ کام ان معصوموں نے سرا م دیئے۔ وہ لوگ تم سے لاکھ درجے بہتر ہیں۔ بلکہ نہیں۔'' وہ اس وقت مجنوں لگ رہی تھی۔ اسکا چہرہ بھیگا ہوا تھا آ وں سے پسینے سے اور اسکی آنکھیں حد درجہ سرخ ہو رہی تھیں۔ ''تمہارا ان سے کوئی موا ز نہ ہی نہیں۔ تمہارا تو کوئی درجہ ہی نہیں۔'' اس نے

حقارت سے حسن کا بیان چھوڑا۔ پھر اس نے انگلی کھڑی کی۔ ''تم مجھے کیا آزاد کرتے ہو۔ آج میں تمہیں موقع دیتی ہوں۔۔'' عینا اٹھی۔ ''میں تمہیں موقع دیتی ہوں بھاگو۔ بھاگو شہ حسن آفندی۔!! جتنا بھاگ سکتے ہو بھاگ لو۔ تم بچ نہیں پاؤ گے۔ تم خدا کے قہر سے کبھی بچ نہیں پاؤ گے۔ یہ زمین تمہیں پناہ نہیں دے گی۔۔ اس لئے بھاگو جہاں تک بھاگ سکتے ہو تم۔!!'' وہ کہہ رہی تھی وہ چیخ رہی تھی مقابل کے سکون میں رتی بھر فرق نہ آسکا۔

عینا تھک ہار کر اٹھی۔ پھر سے نڈھال ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتی حسن نے اسکو تھام لیا۔ عینا نے بند ہوتی آنکھوں کے وجود پوری مزاحمت کی تھی کہ وہ اس کو ہاتھ نہ لگائے۔ وہ وہیں ڈھے گئی۔ حسن نے اسکو سہارا دینے کے لئے اسکا سر اپنے شانے پر ٹکایا۔ اور اسکے بکھرے بال سمیٹے۔

''تم جیسے منہ مسلمان تو نماز پڑھتے ہوئے رکعتیں بھول جاتے ہو۔ اور بات کرتے ہو جہاد کی۔'' اس نے عینا کا تمسخر اڑایا اور اسکو لا کر دوبارہ اسی کمرے میں بیڈ پر لٹا دیا۔

''ایک موقع دیا تھا۔ صرف اس لئے کہ تم نے کئی بار میری جان بچائی تھی۔ خیر۔!!'' کہتا وہ سیدھا ہوا اور اپنی آستینیں درست کرنے لگا۔ ''تمہیں ہی ضرورت نہیں ہے آزادی کی تو کیا کرتے ہیں؟'' وہ مغرور سے انداز میں کہتا وہاں سے نکل گیا۔ اس کمرے کو مقفل کر کے۔

''ہیلو۔!! کہاں رہ گئے ہیں آپ؟ ابھی تک واپس نہیں آئے یہاں میری جان سوکھ رہی ہے۔'' وہ فون کان سے لگائے اس وقت لان میں پڑی بید کی کرسی پر بیٹھی تھی۔ کے درخت کی چھاؤں تلے وہ بے چین سی بیٹھی تھی۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے۔ بچے سکول جا چکے تھے نے خانشتہ بھی کر لیا تھا۔ سفیان صاحب آفس کے لئے نکل گئے تھے۔ ابراہیم ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اور اب تک جانے کتنی کالز وہ کر چکی تھی۔ اور وہ ہر بار یہی کہتا کہ بس ابھی آرہا ہوں۔

''آرہا ہوں۔ کیوں فکر کرتی ہو؟'' ابراہیم کی وہی مدھم سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

''پھر وہی بات؟ اب تک کوئی پندرہ بار آپ یہی کہہ چکے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔'' صفا کی بھیگی سی آواز نکلی تھی۔

''اچھا تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ پریشان مت ہو۔''

''یہ تو بتا کہ آپ ٹھیک ہیں بھی؟ بتاتے کیوں نہیں آپ؟'' صفا نے ڈولتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

''ہاں۔!! میں ٹھیک ہوں۔ بس تھوڑا سا مسئلہ تھا اٹیچمنٹ ہوگیا ہے۔ تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔''

''کیا مطلب ابھی تک اٹیچمنٹ ہو رہا ہے؟ آپ نے کہا تھا کہ آپ اسپتال سے واپس آگئے ہیں اور کوئی کام کر رہے ہیں؟'' اب صفا سچ میں گھبرائی تھی۔ اور ادھر اسپتال کے بیڈ پر پڑے ابراہیم نے آنکھیں میچ لیں تھیں۔۔ اسکے منہ سے سچ نکل گیا تھا۔

''ہاں۔ وہ واپس آیا تھا تھوڑی دیر بعد۔۔ بس اب نکل رہا ہوں۔'' اس نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تو روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر ہاتھ میں فائل لئے اندر داخل ہوئی۔ ابراہیم کے چہرے پر ایک کریم لگی ہوئی تھی۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ڈاکٹر کو خاموش رہنے کا کہا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''مجھے بتا کہاں ہیں آپ؟ کونسا ہاسپٹل میں ہیں؟ میں ابھی پہنچ رہی ہوں۔'' صفا اب ماہی بے آب کی مانند تڑپی تھی۔ وہ شخص اس سے مسلسل جھوٹ بول رہا تھا۔

''کہا نا۔ کہ بس آرہا ہوں۔۔ کیوں ہلکان ہوتی ہو؟'' وہ حد درجہ نرم لہجے میں بولا تھا۔

''میں آپکی وجہ سے ہلکان ہو رہی ہوں۔۔ آپ بس بتا کہاں ہیں میں آرہی ہوں۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''فائن۔!! آرہا ہوں بیس منٹ تک۔''

''پکا والا بتا۔!!'' صفا نے سرخ ہوتی ناک پونچھی۔

''کنکریٹ ڈال دوں؟'' ڈاکٹر نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

''آپکو مذاق سوجھ رہا ہے اور یہاں میری جان نکل رہی ہے۔'' صفا نے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''نہیں نکلے گی جان تمہاری اتنی جلدی۔ اَ تم ا. اہیم گورسی کا قہر سہہ گئی ہو تو کچھ بھی سہہ سکتی ہو'' وہ محظوظ سے ا' از میں بولا تھا۔

'' آپ اب صفا ا. اہیم کے قہر سے نہیں بچ سکیں گے۔'' صفا آگ بگولہ ہوئی تھی۔

''بیمار شوہر پہ قہر. ساؤ گی؟'' وہ جو سوچ رہا تھا کہ کال سن کر ہی ڈاکٹر کی. ت سنے گا ویسے ہی فون کان سے لگائے اٹھ کر بیٹھا اور پھر فون سپیکر پہ ڈال کر پ س رکھ لیا۔ اس نے ڈاکٹر کے ہاتھ سے فائل پکڑی۔

''نہیں پہلے آپکو ٹھیک کروں گی اور پھر آپ پہ قہر. ساؤں گی۔ کہ دو. رہا پ ت ل جا تو مجھے ساتھ لے کر جا اور جھوٹ تو ہر' نہ بولیں۔'' اسکی شوخ ' راض سی آواز گو تو ڈاکٹر گہرا مسکرائی۔

''ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ ویسے بھی میری اتنی سی بیوی کیا ہی قہر. سا لے گی؟'' وہ اسکو مز. پ اَ ' تھا۔

''آپ گھر آجا ذرا۔!!'' کہتے اس نے ٹھک سے فون بند کر دی۔ ا. اہیم نے ا' نگاہ ڈاکٹر پہ ڈالی وہ ہنس دی۔ ا. اہیم نے بے چارگی سے کندھے اچکا دیئے۔ پھر اگلے ہی لمحے ا. اہیم کی مسکراہٹ ذائل ہوئی اس نے آنکھیں سکیڑیں اور ا' ڈاکٹر کو دیکھا۔

''یہ۔ . کیا ہے؟'' اس نے ا. ' ہوئے سوال کیا۔

''جی مسٹر گورسی۔! یہ کوئی عام الرجی نہیں تھی بلکہ آپکے شیو' فوم میں ا' خطر' ک کیمیکل مکس کیا' تھا جس کی وجہ سے آپکی یہ حا ' ہوئی۔ وہ تو شکر ہے آپ جلدی ا پ ت ل آ گئے اور ٹ یٹمنٹ ہو' ورنہ آپکا پورا چہرہ جھلس سکتا تھا'' ڈاکٹر نے فکرمندی ظاہر کی تو ا. اہیم کے ماتھے پ بل پ ڑے۔

''کیا مطلب کیمیکل؟ میں اس شیو' فوم کو کوئی پہلی. راستعمال نہیں کر رہا تھا۔ اَ کوئی کیمیکل تھا تو پہلے کیوں نہیں ا' ہوا؟''

''مسٹر گورسی شا' یہ حال ہی میں ' ' ہے۔''

''واٹ ربش؟'' ا. اہیم نے فائل اچھالی تو زمین پ جا' ی۔ ''آپکو لگتا ہے کوئی میرے گھر میں گھسا۔ میرے. تھ روم' آ' اور میری شیو' فوم میں کچھ کر ' ' اور ہمیں معلوم ہی نہیں ہو سکا؟'' وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔ کہہ ڈاکٹر سے رہا تھا۔

''ڈو' ٹ نو۔ کہ اب یہ کون ہے اور کیسے آ' ۔۔ آئی ایم شیورا. وٹ رزلٹس۔'' ڈاکٹر نے کندھے اچکا دیئے۔ ''ہم وہی کہتے ہیں جو رپورٹس میں ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی فیملی ممبر نے۔''

''شٹ اپ۔!!' کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈاکٹر ہڑ. ٹ اکر پیچھے ہٹی۔ کچھ د' پہلے والا ا. اہیم' جانے کہاں کھو' ' تھا۔ ڈاکٹر نے اسکا پل بھر میں. لتا وہ روپ دیکھا تھا۔ ''یو تھنک، میرے گھر والے میرے دشمن ہیں؟ یو اَ' ٹ ۔۔! وہ . کے . مجھے جان سے زیادہ عزیز ہیں اور عزیز' ت ہیں۔ وہاں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس لئے اپنی یہ ' ٹ لیب کے ' ' رزلٹس سنبھال کر رکھو۔ ورنہ آگ لگا دوں گا اس ' ٹ اور فورج لیب کو۔'' وہ وارننگ دیتا وہاں سے نکل' ' تھا۔ پیچھے ڈاکٹر ہکا بکا سی رہ گئی۔

''سنان۔! تم یہیں رکنا میں ابھی آئی۔!!'' وہ لوگ مارکیٹ میں کھڑے تھے۔ . سلوی نے سنان کا ہاتھ چھوڑا۔

''کہاں جا رہی ہو رحمدل پ' ی؟''

''ابھی آئی۔'' وہ پ جوشی سے کہتی وہاں سے چلی گئی۔ سنان نے چھڑی سے ٹٹولا تو اسکو ا' اسٹول محسوس ہو' ' وہ وہیں بیٹھ' ' ۔

''خاتون کیا آپکو سامان اٹھانے میں مدد چاہیے؟'' سلوی نے ا' سیاہ فام عورت سے پوچھا جو کہ کچھ بھاری بھرکم تھیلے اٹھائے جا رہی تھی۔

''آئی ڈو' ٹ ا' رسٹینڈ واٹ آر یو اسیئنگ۔'' وہ اپنی ز' ن میں بولی تو سلوی ا لجھی۔ اسکو تو بس عربی ز' ن آتی تھی۔

''امم۔ اب یہ کیا کہہ رہی ہے؟'' اس نے اس موٹی سیاہ فام عورت کو دیکھا جو کہ سر پ ا' سکارف . ھے ہوئے تھی۔ وہ سیاح تھی جو شا' کسی افریقی ملک سے آئی تھی۔

سلوی کچھ د' سوچتی رہی۔۔ پھر اس نے وہاں پ ڑے دو پتھر اٹھائے۔ اور زمین پ رکھے۔ پھر اس نے دونوں پتھروں کو اٹھا' تو یوں ظاہر کیا کہ وہ بہت بھاری ہیں۔

اوراسکواٹھائے بمشکل لے جانے لگی۔وہاں ا یعربی بچی کھڑی تھی۔سلویٰ نے ہاتھ سے اسکو پاس بلایا۔اب افریقی عورت اپنا سامان زمین پر رکھے اسکو غور سے دیکھنے لگی۔سلویٰ نے ا یپتھر اسکو پکڑایا اور کہا کہ یہ میرے ساتھ لے کر جاؤ۔وہ بچی پہلے تو الجھی کھڑی رہی۔

''دیکھو۔تم نے بس اداکاری کرنی ہے کہ تم میری مدد کر رہی ہو ٹھیک ہے ن۔ہم اداکاری کر رہے ہیں۔''سلویٰ نے اسکو سادہ ترین الفاظ میں سمجھایا۔تو اس لڑکی نے سر ہلادیا۔پھر اس لڑکی نے ا یپتھر پکڑا اور سلویٰ کے ساتھ ساتھ چل دی۔کچھ فاصلے پر جا کر سلویٰ نے وہ پتھر رکھے اور اس بچی کے سر پر پیار کیا۔اور پھر اپنی ... سے کچھ اغوروت نکال کر اس بچی کو دیے۔وہ افریقی عورت اس کی بہت سمجھی تو گہرا مسکرائی۔سلویٰ نے اسکو مسکراتے دیکھا تو خوش ہو کر اسکے پاس آئی۔

''آئی ایم رسٹینڈ۔یو کین ہیلپ می۔!!''کہتے اس نے ا یبیگ سلوی کو پکڑادیا۔سلوی نے خوش ہو کر وہ بیگ پکڑا اور اس عورت کے ساتھ چلی گئی۔کچھ ہی دیر میں سلویٰ واپس آتی دکھائی دی۔وہ اب اٹھکیلیاں بھرتی ہوئی آرہی تھی۔اس نے دیکھا وہ بچی وہیں کھڑی ہے۔سلویٰ نے آکر اسکے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

''کیا؟''وہ بچی الجھی۔

''میرے اغوروت؟''سلویٰ نے اسکو یاد دلایا۔

'' وہ تو میری امانت تھی ن؟''وہ لڑکی بھی معصومیت سے بولی تو سلوی کا منہ کھلا۔

''نہیں نہیں۔میں نے کہا تھا ن کہ ہم بس اداکاری کر رہے ہیں؟''سلویٰ نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔وہ اپنے اغوروت کسی صورت نہیں کھونا چاہتی تھی۔

'' وہ میری پتھر اٹھانے کی امانت تھی۔''

''نہیں میری دوست۔۔وہ تو میں نے بس اس عورت کو سمجھانے کے لئے ایسا کیا تھا۔''اب سلویٰ کی جان سوکھ رہی تھی۔

''اور میں نے وہ پتھر اٹھایا۔۔اس لئے وہ میری امانت ہوئی۔''اس لڑکی نے بھی کندھے اچکا دیے۔

سلویٰ نے ہونٹ گول کئے۔اسکی ہیزل آنکھیں نمکین پانی سے لبالب بھر گئیں تھیں۔

'' وہ میرے اغوروت ہیں۔''

''تو؟کس نے کہا تھا اپنے لئے زمرد کو امانت نہیں دے سکتی؟''

''میں نے زمرد نہیں رکھا تمہیں۔۔اور امانت بھی نہیں دی۔''

''تم نے مجھ سے پتھر اٹھوایا۔''وہ لڑکی اپنے مطالبے پر قائم تھی۔سلوی نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور رو دی۔وہ دوسری بچی کی طرح ہرٹ ہوئی۔وہ اسی کی ہم عمر تھی۔

''اچھا اچھا۔!!یہ لو۔!میں اسکو مت سمجھوں گی۔''اس بچی نے وہ اغوروت نکال کر سلویٰ کو واپس کر دیئے۔سلویٰ نے فوراً اپنے ٹے ٹے آنسو صاف کئے اور جھٹکے سے اپنے اغوروت لئے۔

''پیسوں کے معاملے پر کوئی سمجھوتہ نہیں۔''اس نے ناک صاف کی۔اور پلٹی۔

''میرا نام رحاسحاق ہے۔اور تمہارا؟''اس نے عقب سے پکارا۔تو سلویٰ رکی پلٹی نہیں۔

''میں اجنبیوں کو اپنا نام نہیں بتاتی۔''وہ ا یادا سے کہتی چلی گئی تو رحیران رہ گئی۔

سکول میں ... ہوئی تو کوریڈور میں بچوں کا رش بڑھ گیا۔وہ کچھ کینٹین کی جانب بھاگے تھے تو کچھ پلے ایریا کی جانب۔ان میں مرجان ا یہی جگہ کھڑا تھا۔وہ ا یہی سمت میں دیکھے جا رہا تھا۔اور جس سمت میں وہ دیکھ رہا تھا اس سمت میں کلاس روم کے دروزے میں یقوت اور آیت کھڑے کسی بات پہ ہنس رہے تھے۔اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ ا پس جائے اور ان سے باتیں کرے آیت کے سامنے وہ اپنا خول نہیں توڑ سکتا تھا۔اس لئے وہیں کھڑا یقوت کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ بات مکمل کرے اور اسکے پاس واپس آئے تاکہ وہ دونوں مل کر پلے ایریا میں جا ئے۔

''کیا دیکھ رہے ہو مرجان؟''اس نے پلٹ کر دیکھا تو میرال کھڑی تھی۔مرجان نے ا یتھکے سے انداز میں اسکو دیکھا۔

''تم اسی قابل ہو مرجان گورسی۔!! تم اکیلے ہی رہ جانے کے قابل ہو۔'' میرال نے ٹھہر کر کہا تھا۔ مرجان تیز چھا سا مسکرایا۔

''پرنسپل نے پھر سے یقین نہیں کیا؟'' وہ اسکی دلگرفتگی جا تھا۔ میرال نے انگلی کھڑی کر کے کچھ کہنا چاہا مرجان کے الفاظ پر اسکو رونا آیا۔ ''رہنے دو تم سے نہیں ہو پائے گا۔'' مرجان نے وہی پراسرار مسکراہٹ سجائی تو میرال نے غصے سے دیکھا۔

''تم۔ تم۔ دیکھنا مرجان۔! تمہیں چھوڑ جائے گے۔ تمہارا بھائی بھی۔۔ اور تم اس دن اکیلے رہ جاؤ گے پھر تمہیں اندازہ ہوگا۔'' وہ تنے جبڑوں سے بمشکل کہہ پائی تھی۔

''اوہ ریئلی؟''

''یس۔ اور ہاں۔ تمہاری وہ پیٹی لیڈی۔!! وہ بھی تمہیں چھوڑ دے گی۔ تم اکیلے رہ جاؤ گے سمجھے تم؟'' وہ اپنا ہنکارہ بھرتی چلی گئی۔ مرجان وہیں شل سا کھڑا رہ گیا۔ میرال کی پشتوں کی زگشت اسکو ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔

''چھوڑ کر جانے والے ایک ہی دن میں نہیں جاتے مرجان۔! وہ پہلے دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ ہماری زندگی میں سے چلے جاتے ہیں۔ بس انکا وجود قائم ہوتا ہے اور پھر ایک دن وہ غائب ہو جاتے ہیں۔'' حسن کے صبح کے کہے گئے الفاظ مرجان کو اب دوبارہ یاد آرہے تھے۔

''دھوکہ شروعات ہے مرجان۔۔ اپنے ختم ہونے والے دھوکوں کے سلسلے کی۔۔ اس لئے جو تمہیں اپنا پہلا دھوکہ دے دے تو سمجھ جاؤ کہ وہ جا چکا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے جا چکا ہے۔'' حسن کے الفاظ پھر مرجان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو قوت نے ایک اچٹتی نگاہ مرجان پر ڈالی وہ دوبارہ آئینے کی طرف متوجہ ہوا۔ مرجان وہیں کھڑا رہ گیا۔ اکیلا۔!!

قریباً پورے بجے گورسی ہاؤس کا گیٹ کھلا تھا۔ ہارن کی آواز سنتے ہی لاؤنج میں بے چینی سے ٹہلتی صفا ہرکی جان میں جان آئی تھی۔ ابراہیم نے گاڑی پورچ کرتے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالی وہ بے چین روح کی طرح اسکی جانب بڑھتی چلی آرہی تھی۔ ابراہیم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہر قدم پر تڑپتی وہ آکر اسکی جانب جھکی۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' اس کی سانس پھول رہی تھی۔ اسکے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور آنکھیں شاید رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے ابراہیم کے چہرے پر لگی کریم دیکھی تو اسکا دل دھک سے رہ گیا۔ ''یہ۔ یہ۔ ابھی بھی جلن؟'' اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی ابراہیم گاڑی سے نکلا۔ صفا ایک قدم پیچھے ہٹی۔

''ماما کہاں ہیں؟'' وہ سرد سے تاثرات لئے بولا تو صفا کا دل بند ہوا۔

''وہ۔ پلوشہ آپی کی طرف گئی ہیں۔'' وہ آگے آگے چلتا آرہا تھا اور صفا سر جھکائے پیچھے۔ اس نے لاؤنج دیکھا خالی تھا۔ اس لئے وہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔ صفا اسکا سایہ بنی ہوئی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے موبائل بیڈ پر پٹکا اور واش روم میں گھس گیا۔ پیچھے صفا اسکی پشت کو دیکھ کر رہ گئی۔ ابراہیم نے شیونگ فوم کا کنٹینر اٹھایا اور اسکا ڈھکن ہٹا۔ وہ کافی دیر اسکا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے وہ فوم اٹھا کر ڈسپوز آف کر دیا اور منہ ہاتھ دھونے لگا۔ وہ چہرہ صاف کرتا ہوا ہر نکلا تو وہ بے چین سی دروازے میں ہی کھڑی تھی۔

''آپ ٹھیک ہیں ناں؟'' وہ ابراہیم پھر سے اسکی جانب بڑھی۔

''ہاں۔ مجھے کیا ہونا ہے؟'' وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے آکر اپنا کریم چہرے پر لگا رہا تھا۔ صفا اسکے عقب میں ہی کھڑی تھی۔ ابراہیم کے چہرے کی سرخی اب قدرے کم تھی پھر بھی وہاں زخموں کی طرح کے نشان بن گئے تھے۔

''میں لگا دوں؟'' صفا نے اسکے ہاتھ میں کریم دیکھی۔ ابراہیم پلٹا اور اسکے ہلکان سے چہرے کو دیکھا۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور کریم اسکو پکڑا دی۔

صفا نے کریم پکڑی اور اپنی ایڑھیاں اٹھا کر اسکے چہرے تک پہنچ رہی تھی۔ وہ اب اپنے پنجوں پر کھڑی تھک گئی تھی۔

''افف۔ تھوڑا جھک نہیں سکتے؟'' وہ خجلت سے بولی تو ابراہیم فوراً جھک گیا۔ اتنا کہ صفا کا سر بھی ابراہیم کے سر سے بلند تھا۔ ''اتنا بھی جھکنے کو نہیں کہا۔''

''تو پھر بتادو کتنا جھکنا ہے؟'' وہ معنی خیز انداز میں بولتا تھوڑا سا سیدھا ہوا۔

''ہاں بس اتنا ٹھیک ہے۔'' وہ اسکی بات پہ غور کیے بناء اسکے چہرے پہ کریم لگاتی رہی۔

''درد ہو رہا ہے؟'' ابیہم اسکے چہرے پہ نگاہیں ٹکائے ہوئے تھا جہاں اس وقت کرب کے آثار تھے۔ یوں مانو ابیہم سے زیادہ تو وہ تکلیف میں تھی۔ بلکہ وہی تو تکلیف میں تھی ابیہم کے لئے یہ چھوٹے موٹے زخم کچھ نہیں تھے۔

''ہاں۔!!'' وہ خالی سی آواز میں بولا تو صفا ساتھ ساتھ پھونکیں مارنے لگی۔ ابیہم نے آنکھیں بند کرلیں۔۔ وہ لڑکی اسکے لئے وبال جان بن گئی تھی۔ وہ اسکو مقروض کر رہی تھی اور اس پہ سود بھی عائد ہوتا جا رہا تھا۔ ابیہم کے لئے قرض چکانا ہی ممکن تھا اور اوپر سے یہ سود؟

''اب ہو رہا ہے؟'' کچھ دیر بعد پھر سے صفا نے پوچھا تو ابیہم نے آنکھیں کھول دیں اور صفا کا کریم لگاتا ہاتھ تھاما۔ وہ ٹھٹکی۔

''ہاں ہو رہا ہے۔''

''تو۔؟ پھر میں اب کیا کروں؟'' اسکی آنکھوں کا ڈیم ابیہم پھر سے چھلکنے کو تیار تھا۔ ''ڈاکٹر نے اچھی کریم نہیں دی ہوں؟ آپ کسی اور ڈاکٹر کے پاس چلیں ابھی۔'' وہ ہلکان سی کریم کے اوپر لکھے کیمیکلز پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابیہم نے اسکے ہاتھ سے کریم لی اور واپس بند کر کے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ دی۔

''درد ہوتا ہے۔ تم یوں پریشان ہوتی ہو۔'' وہ اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھامتے ہوئے۔ ''درد ہوتا ہے۔ تم اس طرح فکر کرتی ہو۔ درد ہوتا ہے بہت درد ہوتا ہے۔ تم میری وجہ سے خود کو ہلکان کرتی ہو۔ پلیز۔ پلیز۔ صفا مجھے مزید مقروض مت کرو۔'' وہ کرب سے چور لہجے میں بولا تو صفا نے خالی خالی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ وہ کس دکھ سے گزر رہا تھا اور کیوں کر رہا تھا؟ ''تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ اتنی حساس مت بنو۔ زندگی بہت کٹھن ہے۔ میری ذرا سی تکلیف پہ تم اپنا یہ حال کر لیتی ہو۔'' وہ اسکی آنکھوں کے سرخ ڈورے دیکھ رہا تھا۔ ''سوچو۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو۔''

''اللہ نہ کرے۔!!'' صفا نے تڑپ کر اسکے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔ اللہ نہ کرے کہ تمہیں کبھی میری وجہ سے کوئی غم اٹھانا پڑے۔''

''اگر کچھ نہیں۔۔ اگر آپ کبھی اچھا نہیں بولیں تو یوں میرا دل مت چیرا کریں۔'' وہ نگاہیں جھکائے گیلی سی آواز میں بولی۔

''ادھر آؤ۔!'' وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکو صوفے پہ لے گیا۔ اسکو ساتھ بٹھایا۔ اب صفا کے آنسو اپنے راستے پہ گامزن ہو چکے تھے۔ ابیہم نے اپنے ہاتھ سے اسکے گال صاف کئے۔

''آپکو اللہ پوچھے۔!!'' صفا نے گردن جھٹک کر کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ پھر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''میری بات دھیان سے سنو۔!!'' صفا نے سر اوپر نہیں اٹھایا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تو سنہری بالوں کی لٹیں چہرے پہ جھولنے لگیں۔ وہ خفا خفا سی بیٹھی تھی۔ ''میں کچھ ایسے کام کر رہا ہوں جن میں میری جان کو پل پل خطرہ ہوتا ہے۔'' وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا تو صفا نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا۔ ''روئے بناء میری بات سنو گی تم۔ اوکے؟'' ابیہم نے انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کیا تھا۔ صفا نے سمجھنے کے انداز میں پلکیں جھپکیں۔ ''مصر میں۔ میں صرف ایک پروفیسر نہیں تھا۔ میرے کافی کاروبار بھی تھے جن سے آنے والا منافع میں ایک مخصوص کام میں وقف کر دیتا تھا۔'' وہ بتا رہا تھا۔ صفا پلکیں تو نہیں جھپک رہی تھی۔ ''ایک ایسا کام۔ جو میں اکیلا نہیں کر سکتا تھا میں نے شروع کر دیا کیونکہ ہم نے خدا کو اپنا حساب دینا ہے دوسروں کا نہیں۔ اس لئے میں نے اپنے حصے کا شجر لگایا۔ اپنے حصے کا دیا جلایا۔ اس امید پہ کہ اس شجر کی شاخیں پھیل جائیں گی اور اپنا کام کریں گی۔ اس آس پہ کہ اس دیے کی لو سے تاریک آنگن روشن ہو جائے گا اور ایسا کسی حد تک ہوا بھی۔''

صفا نے پلکیں جھپکیں۔!! وہ بس خاموشی سے اسکو سن رہی تھی۔ ''میں نے اپنے حصے کا دیا جلا کر اپنی ہتھیلی پہ رکھا ہوا ہے۔۔!!''

''؟'' صفا نے کسی اُنس کے تحت پوچھا۔

''ایک تنہا دیا چاروں طرف سے آنے والی ہواؤں کی دوش پہ ہے۔ اور ایک دن یہ دیا بجھ جائے گا۔'' وہ بے بسی سے مسکرایا۔

''ابھی آپ نے کہا کہ آپکو بس اپنا حساب دینا ہے۔ تو پھر؟ آپکو ہواؤں کی فکر کیوں؟'' وہ لڑکی اسکی بات نہیں سمجھی تھی پھر بھی اپنی دانست کے مطابق بولی تو

ا. اہیم مسکرادیے۔

''تمہاری یہی .تیں تو جان ڈال دیتی ہیں مجھ میں۔'' وہ کہتے ہوئے ا یہ ہاتھ اسکے دکھا کر اسکو اپنے قر. کیا۔''صفا. زندگی میں کوئی .ٹا مقصد شامل ہو جائے تو ہمیں چھوٹی چھوٹی مصیبتوں پ گھبرا نہیں چاہیے۔ٹھیک ہے .ں؟'' وہ. جانے اسکو کس چیز کے لئے تیار کر رہا تھا۔صفا نے .سمجھی سے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔''تم نے پوچھا نہیں کہ کون سا مقصد؟'' وہ اسکی .ک چھو کر ہلکے پھلکے ا. از میں بولا۔

''مجھے آپ پ بھروسہ ہے۔میں نہیں جا کہ وہ کیا مقصد ہے بس اتنا جا ہوں کہ ا. اہیم کبھی بھی غلط کام پ پیسہ اور وقت .چ نہیں کرے گا۔'' اس نے .ڑے مان سے کہا تو ا. اہیم نے ا. واچکائے۔

''کھب گئی ہو تم لڑکی۔''

''کہاں؟''

''یہاں۔'' کہتے ہوئے ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے مقام پ رکھا۔صفا جھینپ گئی۔''اب ا یہ وعدہ کرو مجھ سے۔'' وہ اسکی انگلیوں سے کھیلتا ہوا بولا تو صفا نے دن موڑ کر اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔''آئندہ ایسی چھوٹی موٹی تکالیف پ پ یشان نہیں ہوگی تم۔بلکہ ہر مصیبت کا ڈٹ کر سامنا کرو گی۔''

''ا یہ شرط پ ۔۔'' صفا فوراً بولی تھی۔

''کون سی شرط؟''

''کہ وہ تکلیف آپ سے جڑی نہیں ہوگی۔''

ا. اہیم نے دن ا یہ جا. ائی۔اسکی اتنی لمبی چوڑی تمہید ضائع گئی تھی۔

''میں ہر تکلیف سہہ سکتی ہوں۔ہر مصیبت صعو. . داش کر سکتی ہوں بس وہ آپ سے جڑی نہ ہو۔آپکو تکلیف ہوتی ہے تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ میری سانس بند ہو جائے گی۔''

''شششش۔!!'' ا. اہیم نے اسکے ہو ں پ انگلی جمائی۔''تم جا ہو .ں کہ میں مضبوط ہوں۔تمہارا شوہر بہادر ہے چھوٹی چھوٹی .اشیں اور تکلیفیں اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔''

''میرا تو بہت کچھ بگاڑ دیتی ہیں .ں۔''

ا. اہیم نے ا یہ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔''

مرجان اور یقوت اس وقت گاڑی میں تھے۔آج ا ڈرائیور یہ آیا تھا۔یقوت نے دفعتاً مرجان کی جا. دیکھا تو وہ بجھا بجھا سا تھا۔

''کیا ہوا بھائی؟ میں نے دیکھا تم سکول میں بھی خاموش سے تھے۔ .ٹھیک ہے .ں؟'' مرجان نے یقوت کی .ت پ اسکی جا. دیکھا۔۔وہ کچھ دیر خالی خالی وں سے یقوت کو دیکھے یہ۔

''کیا تمہیں کبھی فیل ہوا ہے یقوت؟'' وہ اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو یقوت نے اچنبھے سے دیکھا۔''کبھی ایسا کچھ کر کے پچھتائے تو جس کو تم در یہ سمجھتے آئے تھے؟'' یقوت نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

''بھائی۔!! ماما کہتی تھیں کہ جو ہمیں ٹھیک لگتا ہے ضروری نہیں وہ ٹھیک بھی ہو۔اس لئے ہو سکتا ہے جو تمہیں صحیح لگا ہو وہ دراصل غلط ہو۔اور تم نے ا نے میں غلط کام کر دیا ہو۔۔کہتے ہیں کہ .سے .ٹا نجی یہاں بیٹھا ہوتا ہے۔'' یقوت نے اپنے ینے پ ہاتھ رکھ کر بتایا۔''ا یہاں گلٹی فیل ہو رہا ہے تو مطلب کہ تم نے کچھ تو غلط کر دیا ہے۔'' وہ .محسوس ا. از میں مرجان کو .ورکروا یہ تھا۔بہن بھائی ماں .پ کی ہی صورت ہوا کرتے ہیں۔اور آج مرجان کو یقوت میں اپنی ماں اور .پ دونوں کا عکس آ یہ تھا۔

''ہاں۔شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔'' مرجان اداسی سے کہتا ہوا گاڑی کی وِنڈو سے باہر دیکھنے لگا۔

''صفا۔!!'' منال نے لاؤنج میں آ کر اپنی چادر اتاری تو صفا کچن سے پانی کا گلاس لئے لاؤنج میں آئی۔

''اسلام علیکم۔!!''

''وعلیکم اسلام۔!! جیتی رہو۔'' انھوں نے پانی کا گلاس اٹھایا۔''بچے آ گئے؟''

''نہیں ابھی آدھا گھنٹہ ہے۔''

''اور اہیم؟ کیا کہا ڈاکٹر نے؟'' ان لوگوں کو اہیم کے مسئلے کی سنگینی کا نہیں پتہ تھا اور نہ ہی صفا اور اہیم نے ان لوگوں کو پریشان کیا تھا۔وہ بس اسکو ایک چھوٹی سی سکن الرجی سمجھ رہے تھے۔

''وہ گھر آ گئے تھے ابھی کسی کام سے باہر گئے ہیں۔اور الرجی ٹھیک ہے اب۔''

''اچھا۔تم کیا کر رہی تھی کچن میں؟'' انھوں نے پلٹ کر کچن کی جانب دیکھا۔جہاں سے اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔

''وہ۔میں بچوں کے لئے لنچ بنا رہی تھی۔''

''زلیخا کہاں ہے؟'' انھوں نے گلاس واپس پکڑاتے پوچھا۔

''وہ بھی کچن میں ہی ہے۔ بچوں کے لئے میں خود بنانا چاہتی تھی۔'' منال اسکی بات پہ اداسی سے مسکرا دیں۔

''سلامت رہو۔آباد رہو۔'' انھوں نے پھر شفقت سے اسکو دعا دی تو صفا مسکرا کر واپس کچن میں چلی گئی۔

''یہ تمہاری آج کل یوقوت سے کچھ زیادہ ہی دوستی نہیں ہوگئی؟'' وہ دونوں اس وقت گاڑی میں تھی۔میرال نے آیت سے پوچھا۔وہ جو کہ ونڈو کے باہر بھاگتی ہوئی گاڑیاں اور پیچھے رہ جانے والی عمارتیں دیکھ رہی تھی چونکی۔

''میری؟'' اس نے اپنے سینے پہ انگلی رکھی۔

''ہاں تمہاری۔اور مت بھولو کہ اسکی یہ بات ماما کو پتہ چلی تو۔''

''نہیں۔میرال میری اس سے کیسے دوستی ہو سکتی ہے بھلا۔'' آیت نے حلق تر کیا۔

''میں جا ہوں تم ان دونوں کے آگے پیچھے منڈلاتی ہو۔آج ماما سے شکایت لگاؤں گی پھر دیکھنا تمہیں سزا کے طور پہ صرف ایک وقت کا کھانا کرے گا۔'' وہ اب خوشی خوشی کندھے ہلا رہی تھی۔آج پھر سے اسکا دل چاہ رہا تھا آیت کی شامت لانے کا۔

''نہیں پلیز۔! مجھے صبح کو بھوک لگتی ہے۔اور دوپہر کو تو اور بھی زیادہ لگتی ہے۔اور رات کو تم جانتی ہو کہ میں ہم دونوں کا ہوم ورک کرتی ہوں تو اس لئے دیر تک جاگتی ہوں تو مجھے رات میں بھی بھوک لگتی ہے۔'' آیت نے ڈبڈبائی نیلی آنکھیں لئے کہا تو میرال نے کندھے اچکا دیئے۔اسکا رحم کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

''دیکھو۔میں تمہارا ہوم ورک بھی تو کرتی ہوں نا؟'' آیت نے اسکو یاد دلایا۔

''سو واٹ؟ میں بھی تو تمہیں سکول لے کر آتی ہوں نا۔جس دن میں نے کہہ دیا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ماما تمہارا سکول بند کروا دیں گی۔'' میرال نے اپنا احسان یاد دلایا تو آیت تڑپ کر رہ گئی۔

''تم پلیز ایسا مت کرنا۔تم جو بولو گی میں وہ کروں گی۔'' آیت نے مصالحت کی کوشش کی تھی۔

''جو کہوں گی؟'' میرال نے تیکھی نگاہ آیت پہ ڈالی۔

''اوکے۔'' میرال نے ہامی بھر لی تو آیت کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔وہ اپنا سکول نہیں چھوڑ سکتی تھی اور وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسکو یوقوت سے دوستی پہ ڈانٹیں

اوراس کا کھانا بند کریں کیونکہ آپ کو بھوک جلدی لگتی تھی اور بہت زیادہ لگتی تھی۔وہ ایسی بچی تھی جس سے بھوک برداشت نہیں ہوتی تھی۔

''پیٹی لیڈی۔!!''وہ کچن میں تھی۔مرجان کے رونے کی آواز آئی۔

''آگئی میری جان۔!!''وہ کچن سے ان دونوں کے لئے جوس لئے باہر نکلی تو یقوت تو صوفے پر بیٹھ چکا تھا مرجان وہیں کھڑا تھا۔صفا نے مسکرا کر اسکو دیکھا۔اور ٹرے ٹیبل پر رکھی۔وہ آگے بڑھی اور مرجان کا بیگ اٹھا کر صوفے پر رکھا۔پھر وہ زمین پر بیٹھی اور مرجان کو کندھوں سے تھاما۔اسکے سیاہ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔صفا نے محبت سے وہ بال ہٹائے۔''کیسا رہا دن؟''اس نے ایک ماں کی طرح شفقت سے پوچھا تھا۔مرجان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔''ارے ارے کیا ہوا مرجان؟''صفا گھبرا گئی۔مرجان کے ننھے ہونٹ کانپ رہے تھے۔''مرجان۔!!میرے شہزادے میرے پرنس۔!!کیا ہوا ہے؟''صفا نے ہلکان ہوتے ہوئے یقوت کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔یقوت نے کندھے اچکا دیئے وہ اس معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔''کیا ہوا ہے مرجان؟ مجھے بتاؤ۔''صفا دوبارہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

''پیٹی لیڈی۔!!''اس نے ایک ہچکی لی۔

''ہاں میری جان۔!''

''کیا مرجان کو معافی مل جائے گی؟''وہ ہچکیوں کے بیچ بولا تو صفا کے اردگرد دھرتی گھومنے لگی تھی۔وہ مرجان کو یوں روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔وہ تو اسکا سیویئر تھا۔وہ ایسے کیسے رو سکتا تھا؟

''مرجان۔!ہوا کیا ہے؟''

''آپ بتائیں کیا غلطی کرنے کے بعد معافی مانگنے پر معافی مل جاتی ہے؟''

''ہاں مرجان۔''صفا کا کہنا تھا کہ مرجان نے اسکے کندھے پر سر ٹکا دیا اور اسکے گلے میں بانہیں حمائل کیں اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

''آئی ایم گلٹی پیٹی لیڈی۔!!''

''اٹس اوکے مرجان۔!!اگر تم گلٹی ہو تو یہ کافی ہے۔''صفا کچھ نہیں جانتی تھی اس لئے اس نے بناء کچھ پوچھے ہی اسکو پرسکون کرنا شروع کیا۔

''کیا مرجان کو چھوڑ جائیں گے؟ کیا مرجان اکیلا رہ جائے گا پیٹی لیڈی؟''اس نے سسکتے ہوئے پوچھا تو صفا نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر سامنے کیا۔

''کس نے کہا ہے یہ تمہیں؟ مرجان کو کوئی نہیں چھوڑ سکتا۔اور پیٹی لیڈی تو کبھی نہیں سمجھے تم؟''صفا کی بات پر مرجان کے آنسو تھمے تھے وہ ابھی تک سسک رہا تھا۔

''مرجان کو ڈر لگتا ہے کہ اسکو چھوڑ جائیں گے۔''وہ معصومیت سے بولا تو صفا نے اسکو خود میں بھینچ لیا۔

''ہرگز نہیں۔۔ہم تمہاری زندگیوں کا محور ہے مرجان گورسی۔ہم مرجان کے بناء ادھورے ہیں۔''وہ اسکو ساتھ لگائے ایک بار پھر سے پراعتماد کر رہی تھی۔

مرجان نے آنسو صاف کئے۔اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ صفا کے چہرے پر رکھے۔صفا نے اسکے ہاتھ باری باری چومے تھے۔اور مسکرا دی۔

''کیا مرجان ابھی اپنی غلطی بتائے؟''اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''اگر مرجان کمفرٹیبل ہے تو ابھی بتا دے۔اور اگر نہیں ہے تو بعد میں بتا دے۔کوئی مرجان سے کچھ نہیں پوچھ رہا۔''صفا نے بہت نرمی سے اسکے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہا۔

''اور اگر مرجان کبھی بھی کمفرٹیبل نہ ہو تو؟''

''تو مرجان گورسی کو اجازت ہے کہ وہ کبھی نہ بتائے۔کیونکہ صفا۔ابراہیم کو مرجان گورسی پر بھروسہ ہے۔''وہ اسکے گال چوم رہی تھی۔ایک بار پھر سے مرجان کو گلٹی فیل ہوا اور بہت زیادہ والا۔

''کین آئی کرائے ونس مور؟''اس نے معصومیت سے اپنی سیاہ پلکیں اٹھا کر دیکھا تو صفا نے اسکے گال صاف کئے۔

''ابراہیم گورسی کیا کہتا ہے؟''اس نے جیسے کچھ یاد دلایا۔

''مرد نہیں روتے۔''مرجان نے فوراً جواب دیا تھا کہ اسکی پیٹی لیڈی امپریس ہو جائے۔

''گڈ۔!! تو پھر بس۔ جتنا رو لئے اتنا کافی ہے۔ او کے؟'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو مرجان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور آ کر یقوت کے ساتھ بیٹھا۔ صفا نے ان دونوں کو جوس دیا اور یقوت کا سر چوما۔ وہ دونوں کو. ا. پیار دینے کی کوشش کیا کرتی تھی مرجان اپنی حرکتوں کی وجہ سے زیادہ توجہ سمیٹ لیا کرتا تھا۔

''دادو کہاں ہیں؟'' یقوت نے ادھر ادھر دیکھتے پوچھا۔

''وہ کھا. کھا کر سو گئی ہیں۔''

''اور. .؟''

''وہ کسی کام سے گئے ہیں۔''

''. . کیسے ہیں؟'' یقوت نے جوس کا گھو. ٹ یتا کہا تو مرجان کا دل پھر سے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ اسکے حلق سے جوس کا گھو. ٹ نا. سکا۔

''وہ بھی بہتر ہیں اب۔ تم لوگ جا کر چینج کرو میں کھا. لگاتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی۔۔ یقوت نے َ دن موڑ کر مرجان کی جا. . دیکھا۔

''واٹ؟'' مرجان نے اسکو اپنی جا. . گھورتے پ. تو ہڑ. ا۔

''ڈو. ٹ ٹیل می۔'' یقوت اپنی. ت مکمل نہ کر پ. ۔ وہ مرجان کو جا تھا۔

''میں تمہیں جواب دہ نہیں۔'' وہ دو. رہ سردا. از میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''آئی فیل بیڈ فار یو۔'' یقوت نے پیچھے سے کہا تو مرجان جو سیڑھیوں پ. ڑھ رہا تھا. ٹ ۔ یقوت کی. ت پہ نہیں بلکہ او. ی منزل پ. کھڑی زہرہ کو دیکھ کر۔۔ پھر وہ سر جھکائے سیڑھیاں پ. ھ َ ۔

دوپہر ہو رہی تھی اس کمپاؤ. ٹ کے کمرے کے پ. دے َ ے ہونے کے. ش وہاں رات کے جیسی. ر یکی تھی۔ صحرا میں کھڑی وہ عمارت ا. ر سے ٹھنڈی تھی اتنی کہ َ می کا احساس. نہ ہو. تھا۔ عینا نے کی پلکیں لرزیں۔ پھر وہ اپنا بھاری ہو. سر اٹھا کر بیٹھی۔ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ رونے کے. ش دماغ میں . قابل. دا. ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے اپنے سر کی کنپٹیاں د. تو ا. ر پھر سے . ی لمحے کسی ڈراؤنے خواب کی طرح خود کو دہرانے لگے تھے۔ دو آ پلکوں کی . ڑ تو ڑ کر اسکے گالوں پ. بہہ نکلے تھے۔ اور پھر وہ سلسلہ تھم نہ سکا۔ وہ سر ہاتھوں میں َ ائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اسکا زخم. زہ تھا اس زخم سے ابھی. لہو رس رہا تھا اس لئے اسکے لئے وہ زخم سینا آسان نہ تھے۔ وہ تو ان زخموں کی مرہم پٹی بھی نہیں کر پ رہی تھی۔ وہ سر. ٹ. ں میں دیئے ٹوٹ کر بکھرے ہوئے شخص کی ما روتی رہی رہی۔ حتیٰ کہ اسکی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس نے بے بسی سے بند دروازے کو دیکھا۔ کچھ د. بعد ڈور. ب گھومی تو عینا نے اپنا چہرہ ر. ڑ. ا۔ کمرے کا دروازہ کھلا تو حسن ا. ر داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ سامنے دیکھتا ا. گلاس واس اڑ. ہوا اس سمت میں آ. ۔ حسن نے لمحے کے ہزارویں حصے میں خود کو سنبھالا تھا۔ اور وہ گلاس واس اسکی دا کنپٹی کے قر. . سے َ ر َ ۔

''اوپس۔!! نہ چوک َ ۔'' وہ سامنے بیٹھی عینا کو تپا َ ۔ وہ َ. ں کے بل بیڈ پ. بیٹھی اور ا. اور واس اسکی جا. . اچھالا جس کو حسن نے کیچ کر لیا تھا۔

''. اغارت کرے تمہیں۔!!'' وہ ئی۔

''ویل۔!! یہ دعا بہت لوگ کرتے ہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے کہتا سامنے صوفے پ. اجمان ہوا۔

''ا. دن ضرور سنے گا اللہ ان . کی۔'' عینا نے د یحلق کے ساتھ کہا۔

''دیکھتے ہیں۔ لیکن فی الحال تم ریڈی ہو جاؤ۔''

''ریڈی؟ کس لئے؟'' عینا ٹھٹکی۔

''آ جاؤ۔!!'' حسن نے دروازے کی جا. . دیکھ کر کہا تو کچھ عورتیں ہاتھوں میں کچھ ڈبے اٹھائے ا. ر داخل ہو ۔

''میں اب کسی مشن پ. نہیں جانے والی سمجھے تم؟ اس لئے یہ بھول جاؤ کہ میں دو. رہ تمہارے کسی جال میں پھنسنے والی ہوں۔'' عینا نے کھا جانے والی وں سے حسن کو دیکھا۔ تو وہ گہرا مسکرا. ۔ عورتیں سامان رکھ کر اب ہاتھ. . ھے کھڑی تھیں۔

''جاؤ۔!!''حسن نے الٹے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ . وہاں سے پلٹ گئیں۔

ا. اہیم آفس سے نکلا تو اسکے موبائل پہ میسج آیا۔اس نے . ہر ''' ''' ہی موبائل نکال کر دیکھا۔

''سر۔۔!!عینا مشکل میں ہے۔''

''کیا مطلب ہے؟''ا. اہیم نے ا یہ جگہ رک کر میسج بھیجا اور آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا۔

''سر اس سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔''

''کیا اس سے پہلے رابطے میں تھی وہ؟''

''جی سر۔!وہ کال کیا کرتی تھی اور میسج بھی۔''

''واٹ دا ہیل سفیر؟تم لوگ پاگل ہو یہ بس میرے سامنے ''' ہو؟''اسکا دل چاہا میسج کی بجائے ا یہ گولی مار دے سفیر کو۔

''کیا مطلب ہے بھائی؟''سفیر کو . بھی خطرہ محسوس ہو تھا وہ ا. اہیم سے رشتہ بنا لیا کرتا تھا۔وہ وہی سفیر بن جایا کرتا تھا جو ا. اہیم کو لے کر غزہ کی سڑکوں پہ گھوما تھا۔وہ فوراً ا. اہیم کا چھوٹا بھائی بن کر خود کو محفوظ بنا لیا کرتا تھا۔

''تم اس شخص کو جا ہو ں کہ وہ اپنے ہر آدمی کا ڈیٹا ہر وقت ٹریس کرتا ہے۔کسی بھی ایمپلائے کا فون اسکی دسترس سے . ہر نہیں۔'' شٹ۔۔شٹ۔شٹ۔اس نے میسج بھیج کر سٹیئرنگ پہ ہاتھ دے مارا۔وہ اس . ر خود بھی غفلت کر یا تھا اس نے عینا کو خبردار کیوں نہ کیا۔

''سوری بھائی۔!!اب کیا ہوگا؟''سفیر کو پچھتاووں کی بجائے اگلا قدم سوچنا تھا۔

''اب میرے وہاں پہنچنے کا انتظار کرو۔''میسج بھیجتے اس نے گاڑی دی۔

مرجان واش روم سے نہا کر واپس آیا تو زہرہ بیڈ پہ بیٹھی تھی۔اسکو دیکھ کر تھا سا مسکرائی۔مرجان نے تولیہ ہینگر پہ رکھا اور آ کر اپنے . ل بنانے لگا۔اسکو زہرہ کا سامنا نہیں کر تھا۔

''کمال ہے۔ڈی . ڈی . تیں کرنے والا مرجان گورسی اتنی جلدی ہار یا؟''زہرہ نے طنزیہ ا ازمیں کہتے اسکی جا . دیکھا۔مرجان خاموش رہا۔

''ا تمہاری ماما کو پتہ چل جائے کہ مرجان گورسی نے اسکا انتقام نہیں لیا تو؟''

''زہرہ۔!!''مرجان اسکی جا . مڑا اور غصے سے اسکو گھورا۔

''یہ غصہ اسکو دکھاؤ جو اسکا حق دار ہے۔کمزور مرجان گورسی۔!!''

''مرجان گورسی کمزور نہیں ہے۔''وہ پوری قوت سے یا تھا۔

''مرجان گورسی نہ صرف کمزور ہے بلکہ . دل بھی ہے جو اپنا انتقام نہیں لے پا رہا اور سزا دیتے ہوئے ڈر رہا ہے۔''وہ مرجان کی کسی . ت کو خاطر میں نہ لائی۔

''نہیں۔!!''مرجان نے دونوں ہاتھ اپنی کمر پہ رکھے۔''مرجان گورسی کمزور اور . دل نہیں ہے سمجھی تم؟''

''تو پھر۔؟آج اپنی سوتیلی ماں کے آ میں کیوں چھپ کر رو رہے تھے؟''

''وہ میری پیٹی لیڈی ہیں۔۔مرجان گورسی ا مزیہ کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔''

''اور مرجان گورسی دھوکے کو معاف کر سکتا ہے؟''زہرہ نے فوراً وار کیا تھا۔مرجان کے . سل گئے۔''مرجان۔!!''زہرہ اسکے پاس چل کر آئی اور زمین پہ بیٹھ کر اسکو کندھوں سے تھاما۔''وہ عورت تمہاری ماما کی جگہ لے رہی ہے۔وہ تمہارے . . کو اپنی طرف کر رہی ہے جس سے تمہارے . . ا یہ دن تمہیں بھی بھول جا گے جس طرح وہ تمہاری ماما کو بھول گئے ہیں۔''وہ اپنی آنکھیں مرجان کی سیاہ ترا یہ آنکھوں میں گاڑھ گئی۔مرجان نے پلکیں نہیں جھپکیں تھیں۔''تمہاری ماما نے بھروسہ کیا تھا اور دیکھو کیا صلہ

ا بھروسے کا؟ دھوکہ۔!! مرجان گورسی۔!! بھروسہ کرنے والوں کو صرف دھوکہ ملتا ہے سمجھے تم؟'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تو مرجان نے پلکیں جھپکیں۔

''دھوکہ۔!!'' مرجان کے . ہلے۔

''ہاں۔دھوکہ۔دھوکہ دیہے اس نے تمہیں، یقوت کو، حوریہ میڈم کو، دینا کو۔اور۔''

''اور؟'' مرجان نے پوچھنا لازمی سمجھا۔

''اور تمہارے . . کو بھی۔'' وہ نہ جانے کیوں ا. اہیم کو مرجان کے انتقام کا نہ . نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''. . کو؟'' مرجان کو سمجھ نہ آئی۔

''ہاں۔۔اس نے تمہارے . . سے سچائی چھپائی ہے۔''

''کون سی سچائی؟'' مرجان کسی ٹ انس کا شکار معلوم ہو تھا۔

''ا یہ آدمی اسکو پسند کرتہ ہے اور اس سے شادی کرنہ چاہتا ہے۔''

''تو کیا پ یٹی لیڈی بھی اسکو پسند؟'' مرجان کے حلق میں الفاظ اٹکے۔

''ہاں۔۔وہ بھی پسند کرتی ہے بتاتی نہیں۔'' زہرہ نے مرجان کے یہ میں ا . رپھر سے زہر اٹ یل دیا تھا۔مرجان کے حلق میں درد اٹھا تھا۔وہ اپنی پ یٹی لیڈی پ اتنا بھروسہ کرتہ تھا اسکی پ یٹی لیڈی . کو دھوکہ دے رہی تھی۔صرف دھوکہ۔!

ا. اہیم عجلت میں سیڑھیاں پ ڑھتا ہوا آرہا تھا کہ آ ی زینے پ آ کر کسی سے ٹکرا یا۔اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑا کر زمین بوس ہوتی وہ اسکو اپنی مضبوط پناہ میں قید کر یا تھا۔

''خیر یت ہے؟ ہینڈسم ہوں۔بہت ہینڈسم ہوں۔ما کہ . سے نہ ی یں ہیں تمہاری مجھ پ یوں مجھے دیکھ کر بے ہوش تو نہ ہوا کرو۔'' وہ اسکو اپنے حصار میں لئے بولا تو صفا ٹ ھ کر پیچھے ہٹی۔

''نہ ی یں؟'' وہ اس آ ی ت پ تلملائی تھی۔

''اور نہیں تو کیا؟ جانے . سے مجھ پ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔'' وہ مسکراہٹ د ئے آگے آگے چل دیا۔صفا پ وں پٹ پیچھے پہنچی۔وہ ڈریسنگ میں یا۔صفا وہیں بیڈ پ ٹ گئی۔وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں ا یہ چھوٹا سا سوٹ کیس تھا۔اس نے وہ لا کر بیڈ پ رکھا تو صفا کی جان ہوا ہوئی۔اس نے وہ سوٹ کیس لا کر بیڈ پ رکھا اور دو رہ ڈریسنگ میں یا۔وہ واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں اسکے کپڑے تھے۔وہ اب سکون سے پیکنگ کر رہا تھا۔جبکہ صفا ت کی سی کیفیت میں بیٹھی تھی۔وہ کچھ بول ت نہ سکی۔

ا. اہیم نے آ میں اپنی کچھ چیزیں ر ت ہوئے زپ بند کی تو ا یہ اچٹتی نگاہ صفا کے پیلے پ تے چہرے پ ڈالی۔

''کیا ہوا؟ ہینڈسم شوہر کو لگانی ہے؟'' وہ جان بوجھ کر اسکی توجہ ہٹا رہا تھا۔ وہ اسکی کوئی . ت نہیں سن رہی تھی اسکی یں تو اس بیگ پ ٹکی ہوئی تھیں۔ا. اہیم نے ا یہ ٹھنڈی سانس خارج کی اور آ کر اسکے پ س بیٹھا۔اپنا ہاتھ گھما کر اسکے کندھے پ رکھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، صفا کرنٹ کھا کر اٹھی۔

''صفا۔!!'' اس نے پکارا وہ ڈریسنگ میں چلی گئی۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔کچھ د یبعد وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں بھی ا یہ سوٹ کیس تھا جس کو وہ بمشکل گھسیٹ کر لائی تھی۔پھر پوری طاقت لگا کر اس نے وہ سوٹ کیس بیڈ پ رکھا۔

''میں نے کر لی ہے پیکنگ اور کافی ہے میرے لئے یہ سامان۔'' وہ اسکی کوئی . ت سنے بنا ءدو رہا ر گئی اور واپس آئی تو ا. اہیم کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں وہ اپنے کپڑے لے کر آئی تھی۔اور لا کر پیکنگ شروع کر دی تھی۔

''مرجان اور یقوت کی بعد میں کر دوں گی پہلے اپنی اور دینا کی کر لوں۔'' وہ ساتھ ساتھ . ٹ ا رہی تھی۔

''صفا۔!! میں اکیلے جا رہا ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہا صفا نے خشک گال ر ٹ ا اور دو رہ ڈریسنگ میں گھس گئی۔وہ اپنے مزید جوڑے لے کر نکلی ہی تھی کہ ڈریسنگ

کے دروازے پہ ہی ابراہیم نے اسکو روکا۔اسکے ہاتھ سے کپڑے لئے اور الماری میں واپس رکھے۔صفا خالی دماغ کے ساتھ کھڑی رہی۔پھر وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکو بیڈ تک لایا اور نرمی سے اسکو بٹھایا۔اور خود زمین پہ بیٹھ کے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔

''میری بات غور سے سنو۔!!''

''نہیں۔'' وہ فوراً بولی تھی۔

''پاگل مت بنو ابھی تھوڑی دیر پہلے کیا سمجھا کر گیا تھا؟''

''ہاں تو؟ ساتھ لے کر جاتا ہم کو بھی۔'' وہ اپنی بات پہ ڈٹ گئی تھی۔

''میں وہاں کسی تفریح کے لئے نہیں جا رہا۔ایک چھوٹا سا کام ہے کر کے آجاؤں گا واپس۔'' وہ اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں مسلتا ہوا حد درجہ کوشش کر رہا تھا اسکو نارمل کرنے کی۔

''کام چھوٹا ہو یا بڑا ہمیں ساتھ لے کر جانا ہے۔''

''صفا۔۔!! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''نہیں سمجھنی مجھے کوئی بات۔!'' وہ قریباً چیخی تھی۔

''تم تو چھوٹی سی صفا ہو ناں۔۔جو ایبو کی ہر بات مانتی ہے؟'' اس نے نرمی سے کہتے صفا کے ہاتھ لبوں سے لگائے۔صفا کی سرمئی آنکھیں بے رحم پانیوں سے بھر گئیں۔

''نہیں ہوں میں۔میں۔میں۔آپکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔صرف ونی میں آئی ایک کمزور لڑکی ہوں۔اور۔اور۔''

''شٹ اپ۔!!'' وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔البتہ بیٹھا وہیں رہا تھا۔صفا اسکی دھاڑ پہ سہم کر رہ گئی۔وہ اس ابراہیم کو بھولتی جا رہی تھی جس کی شربتی آنکھوں میں جلتے شعلے اسکی روح تک کو جھلسا دیا کرتے تھے۔صفا سانس تک روک گئی کہ کہیں اسکی سانس اس سے مقابل کو غصہ نہ آجائے۔ابراہیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔کچھ دیر بعد کھولیں تو ان شعلوں کی جگہ اب صرف اور صرف انس تھا۔اس نے صفا کے ہاتھ دوبارہ سے اپنے ہاتھوں میں دبائے۔صفا سر جھکائے بیٹھی تھی۔نمکین پانی مسلسل آنکھوں سے رواں تھا۔

''آئی۔آئی ایم سوری۔!!'' اس نے بھاری ہوتی آواز میں کہا۔۔صفا پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا۔وہ یوں ہی بیٹھی رہی سہمی سی۔''آئندہ ایسی بات مت کرنا۔تم میرے لئے بہت اہم ہو۔کتنی یہ میں خود نہیں جانتا۔بس اتنا جانتا ہوں کہ تم زندگی ہو۔تمہارے ارد گرد سے زندگی پھوٹتی ہے اور یہی زندگی مجھے حیات بخشتی ہے۔'' وہ اسکی جھکی ہوئی پلکوں پہ نگاہیں جمائے ہی کہہ رہا تھا۔

''میری کوئی اہمیت ہوتی تو آپ ساتھ لے کر جاتے۔'' اس نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھوں سے نکالا اور اپنے آنسو صاف کئے۔۔وہ آنسو نہیں صاف کر رہی تھی بلکہ اپنے گال رگڑ رہی تھی۔جس سے اسکے گال سرخ ہو چکے تھے۔ابراہیم نے بے چین ہو کر اسکے ہاتھ پکڑے۔

''میں نے بتایا ناں کہ کسی کام سے جا رہا ہوں۔وہاں شفٹ نہیں ہو رہا یار۔!!'' وہ ہارا ہوئے بولا تھا۔لہجے میں تکان واضح تھی۔وہ ساری دنیا سے ٹکر لے جانے والا شخص اس لڑکی کے آنسوؤں سے خوف کھاتا تھا۔وہ اسکے ان بے رحم موتیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیا کرتا تھا۔

''تو ہم ساتھ ہوں گے۔کیا وہ کام نہیں ہو سکے گا؟'' اس نے ایک ہچکی لی اور نراض سی نگاہ سامنے بیٹھے شخص پہ ڈالی۔اسکا روہانسا سا چہرہ کسی سرخ گلاب کی مانند تھا۔ابراہیم نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اسکے گال کو چھوا۔صفا نے ایک ملتجی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''میں وعدہ کرتا ہوں عید پہ لوٹ آؤں گا۔'' اس نے کہا تو صفا کو یاد آیا کہ پرسوں سے رمضان شروع ہو رہا تھا۔تو کیا وہ یہ رمضان اس کے بناء ہی گزارے گی؟

'' ہم ساتھ۔۔''

'صفا۔!!'' اس نے اسکی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔''تم جانتی ہو ناں کہ پچھلی بار کیا ہوا تھا؟'' اس نے کہا تو صفا دہل کر پلکیں گرا گئی۔وہ لوگ کبھی سے ملے تھے کبھی

اس رے میں ت نہیں کی تھی۔ کبھی ا۔ اہیم نے حسن کے رے میں پوچھا اور نہ ہی صفا نے بتا تھا۔ آج اس ت کا ذکر ہوا تو صفا کو اپنا آپ دو رہ اسی لمحے میں جا ہوا محسوس ہوا۔ وہ ہچکیاں۔ وہ سسکیاں۔ وہ بھیک جو اس نے حسن سے ا۔ اہیم کی ز گی کی مانگی تھی۔ وہ منت سما ۔ ۔ ا۔ اہیم کو کھو دینے کا خوف۔ وہ کچھ دو رہ کسی گ کی طرح اسکو ڈسنے لگا تھا۔ ''اس لئے میں نہیں چاہتا تم لوگوں کو کسی بھی خطرے میں ڈالوں۔ میں تم پ بھروسہ کر رہا ہوں اپنی اولاد کو تمہارے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔'' اس نے ا مان سے کہا تو صفا نے بھیگی پلکیں اٹھا ۔ ا۔ اہیم نے دو رہ اسکی ہتھیلیاں چومی تھیں۔ ''ان ہاتھوں پ خود سے ز دہ بھروسہ ہے مجھے یہ ہاتھ میری اولاد کی حفاظت مجھ سے ڑھ کر کریں گے۔'' صفا نے پلکیں جھپکیں۔ وہ اٹھ کر اسکے۔ ا۔ آ بیٹھا۔ اور دو رہ ا ہاتھ اسکے کندھے پ رکھا کر اسکو قر کیا۔ ''میں ر رتمہیں ا ہی ت سمجھا ہوں کہ یہ کچھ عارضی ہے۔ اور تم ہر رمیری ت نہیں سمجھتی۔'' صفا نے ٹ پ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ اس نے ا ر پھر سے ا۔ اہیم کا ہاتھ ٹ چاہا وہ مسکرا دی۔ صفا پھر سے رونے کو تیار تھی۔ ''اچھا نہیں کہتا دو رہ۔'' کہتے وہ ہار مان ی۔ اور اسکو دو رہ خود میں ہی سمیٹ لیا۔

''دادو۔۔!! پھپو کو کیا ہوا تھا؟'' قوت اور دینا اس وقت منال کے بیڈ روم میں تھے وہ دونوں وہاں کھیل رہے تھے۔ جبکہ منال ستانے کے لئے لیٹی ہوئی تھیں۔ قوت کے چا پوچھنے پ منال کے دل کے ہر زخم میں سے خون رسنے لگا تھا۔

''آج۔ پھپو کی دیکھے آ گئی؟'' انھوں نے نم آنکھیں ر ڑیں۔

''ویسے ہی۔۔ وہ بھی ہوتیں تو مزہ آ ں۔ صفا آ بہت اچھی ہیں کیا پھپو بھی ان جیسی ہی تھیں؟'' اس نے دینا کے ساتھ کھیلتے ہوئے پوچھا تو منال اٹھ کر بیٹھیں۔ انھوں نے دینا کو اپنی گود میں کیا اور اسکی ک چومی۔

''ایسی ہی تھی میری بیٹی۔ لکل دینا جیسی۔'' ا آنکھیں نم تھیں۔

''کیا واقعی؟ پھر آپ لوگ دینا کو دیکھ کر ہرٹ نہیں ہوتے؟'' قوت کے سوال کر منال نے الجھ کر دیکھا۔

''۔ کہتے ہیں جو شخص جائے پھر اسکی شبیہ بھی تکلیف دیتی ہے۔'' منال کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''نہیں ٹ۔! ایسی ت نہیں ہے۔۔ دینا میری سجل کی شبیہ ہے یہ ہماری جان کا ٹکڑا ہے ہم اسکو دیکھ کر جیتے ہیں۔ یہ۔ یہ ہمیں ہرٹ نہیں کرتی۔'' انھوں نے فوراً قوت کی غلط فہمی دور کی تھی۔

''تو کیا۔ غلط کہتے ہیں؟'' قوت کو اپنے پ یقین تھا کہ وہ کبھی غلط نہیں ہو ۔

''وہ بھی صحیح کہتا ہے۔ ایسا کہنے کی اسکی اپنی وجہ ہو سکتی ہے۔۔ ہر کسی کا سچ الگ ہو ہے قوت ہر کسی کی سوچ مختلف ہوتی ہے۔'' انھوں نے ی سے اسکے لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''صفا آ پھپو کی دو تھیں؟''

''ہاں۔۔ بہت گہری دوستی تھی دونوں کی بچپن سے ہی۔۔ اتنی کہ لوگ ان دونوں کو جڑواں سمجھتے تھے۔'' وہ کہتے ہوئے ہنس دیں۔ قوت دلچسپی سے سن رہا تھا۔

''جیسے میں اور مرجان؟''

''نہیں۔۔ تم لوگ جڑواں ہو لگتے ہیں۔ وہ دونوں جڑواں نہیں تھیں لگتی تھیں۔'' منال کی ت قوت کے سر کے اوپ سے ی ری تھی۔

''میرا مطلب ہے کہ تم دنوں بہت الگ ہو۔ اچھا ایسا کیوں ہے قوت؟ تم اور مرجان بہت الگ ہو۔'' انھوں نے ا۔ ت ہوئے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔۔ ماما کہتی تھیں کہ مرجان ماموں پ ی ہے۔'' وہ مسکرا دی۔

''ماموں؟''

''ہاں۔۔ حسن ماموں میری ماما کے ی کے ٹ ہیں وہ مصر میں ہی ہوتے ہیں پہلے کافی عرصہ دبئی میں رہے اب دو رہ مصر آ گئے ہیں۔'' قوت نے حسن کا مختصر سا تعارف کروایا۔

''اچھا۔!! کیا کرتے تھے اسکے۔۔؟'' ٹ پ سنجل سے حسن پ شفٹ ہوَ ی تھا اور ان لوگوں کو احساس ت نہ ہوا۔

''وہ بھی ۔۔ جان کی طرح ہی پ ی ٹ ٹ تھے۔۔ ی شای ۔ ن والے تھے۔۔ مجھے ز ادہ نہیں پتہ۔۔۔ ٹ ہاں انکا ا ٹ ہوا تھا۔'' قوت اپنی لے میں کہہ رہا تھا جبکہ منال کا چہرہ سفید پ ڑ ی۔

''اور۔اور۔اسکی۔ماں؟''

''ا بھی ساتھ ہی ڈ یتھ ہوگئی تھی۔ ماما بتاتی تھیں کہ ان لوگوں کی و ٹ ڑ ا رسری تھی اس دن۔۔ اور وہ لوگ کسی ہوٹل میں سیلیبر ی ٹ کرنے جا رہے تھے اور انکا ایکسڈ ٹ ہوَ ی۔'' قوت نے ی دکرتے ہوئے بتایا تو منال نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا۔

''نن۔ م کیا تھا۔اسکی ماں کا؟'' منال کے ب پ رہے تھے۔

''امم۔ مجھے ٹھیک سے ی د نہیں۔۔ میں ب سے پوچھ کر بتاؤں گا۔'' قوت نے معصومیت سے کہا تو منال نے اثبات میں سر ہلا ی۔

شام ہر سو پھیل رہی تھی۔ آسمان پ کہیں کہیں ب دل تھے اور ڈوبتا ہوا سورج خود کو ان ب دلوں میں چھپا رہا تھا۔ اور وہ ب دل اس سورج کی تپش کو اپنے ا ر ا ت ر کر اس آگ کے گولے کو ا ی دلکش ر ہ بنا رہے تھے۔ اس آگ کے گولے نے اپنی تمام ت تپش ان روئی کے گالوں کے آر پ ر کر دی تھی۔ اور وہ روئی کے گالے لہراتے ہوئے اسکی تپش کو اپنے ا ر سمو رہے تھے۔ مغرب کی اذا ہو ۔!

سورج ڈوب ی ۔!! اپنی تمام ت تپش لے کر۔!!

''مرجان۔!! وہاں کیا کر رہے ہو؟'' وہ اس وقت لان میں ا ی کیاری کے پ س بیٹھا تھا۔ ب ا۔ اہیم نے اسکو پکارا۔ مرجان نے ن دن موڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ یوں ہی سر جھکائے بیٹھا رہا۔ ا۔ اہیم آ کر اسکے پ س ہی بیٹھ ی۔ ''یہاں مچھر ہو ت ہیں ٹ ی۔!! بیمار پ ڑ گئے تو؟'' ا۔ اہیم نے اسکے سیاہ ب لوں میں ا ں ی ۔ مرجان نے خالی سی نگاہ ا۔ اہیم کے چہرے پ ڈالی۔ اسکے زخم کافی ٹھیک ہو چکے تھے۔ اب تو رنگت بھی ر مل ہو چکی تھی۔ مرجان نے اداسی سے ہاتھ ٹ ھا کر اپنے ب پ کے عارض کو چھوا۔

''آئی ایم فائن میرے شہزادے۔'' وہ مسکرا ی۔ مرجان اٹھا اور ا۔ اہیم کے گلے لگا۔ وہ خاموش سا تھا۔ ا۔ اہیم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ اس نے مرجان کے ب لوں اور پیٹھ پ ہاتھ پھیرا۔ ''اداس ہو؟'' اس نے پوچھنا لازمی سمجھا۔ مرجان جو کہ ٹ ں پ کھڑا تھا۔ ا۔ اہیم کی ن دن میں چہرہ چھپا ی۔ ا۔ اہیم کا دل اب واقعی ڈ ول ی تھا۔ ''کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟'' وہ مرجان کی حا ت سمجھنے سے قاصر تھا کیو وہ آجکل صفا کے ساتھ خوش تھا۔ اس لئے ا۔ اہیم مطمئن تھا مرجان کی اداسی آج اسکی جان نکال رہی تھی۔

''۔۔!! آئی ایم سوری۔'' اس کی ٹ ٹ سی آواز آئی تو ا۔ اہیم نے مسکرا کر اسکا چہرہ سامنے کیا۔

''اور کس لئے؟''

''بس ایسے ہی۔'' وہ۔ سر جھکا ی۔ تو ا۔ اہیم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

''مجھے میرے بیٹوں سے کبھی کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔۔ ا تمہارے دل میں کچھ ہے تو بتا دو یوں دل پ بوجھ نہ رکھو۔'' مرجان نے سیاہ آنکھیں اٹھا ۔

''۔ ٹ ۔۔!! یہاں ہو رہا ہے۔'' اس نے اپنے گلے پ ہاتھ رکھا۔ تو ا۔ اہیم کی آنکھوں کے کنارے نم ہوئے۔ اسکے ب ٹ کے حلق میں آ پھنسے ہوئے تھے۔ آ وہ کس ب ت پ اتنا رنجیدہ تھا۔

''شش۔!!'' ا۔ اہیم نے اسکا چہرہ اپنے ن میں چھپا لیا اور اسکو اپنی گود میں بٹھا ی۔

''۔۔! کین آئی کرائے؟'' وہ آج پھر سے اجازت ما رہا تھا۔ ا۔ اہیم نے ن دن جھکائی اور اسکی اٹھی ہوئی پلکوں کو دیکھا۔

''ڈو یو مس ماما؟'' ا۔ اہیم نے ڈ ولتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔ مرجان پلکیں جھکا ی۔

''آئی مس ماما۔ ٹ ۔'' کہتے ہوئے وہ پ پ ہوَ ی۔

''. ٹ ؟''ا. اہیم نے اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپ کیا۔

''. ٹ وجہ وہ نہیں ہیں۔''اس نے دو. رہا. اہیم کے ی. پ اپنا گال رکھا۔اس. ت نے ا. اہیم کو ہلا کر رکھ دی. تھا۔وہ آ. کیوں کر رہا تھا ایسے؟

''آپ دونوں یہاں بیٹھے ہیں؟ میں پورے گھر میں ڈھونڈ رہی تھی۔''صفا بھی اسی جا. چلی آئی۔وہ ا. ٹی پنک اور سفید رَ کے جوڑے میں ملبوس تھی۔شیفون کا دوپٹہ ا. کندھے پ جھول رہا تھا جبکہ سنہری. ل یوں ہی کھلے رقص کر رہے تھے۔وہ چلتی ہوئی آ رہی تھی اور اسکے. ل پیچھے جھول جھول جاتے تھے۔ا. اہیم دن موڑے اسی کی جا. دیکھ رہا تھا۔اس نے ا. اہیم کی نگاہ خود پ پڑی تو جھینپ کر سر جھکا لیا اور چہرے پ آئی ا. ٹ کانوں کے پیچھے کی۔وہ سست قدموں سے چلتی ا. پس آئی۔

''ڈ. نہیں کر. کیا؟''

''آؤ بیٹھو یہاں۔!!''ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو بھی بٹھا لیا۔مرجان اپنے. پ کے ی. سے چپکا ہوا تھا۔

''اسکو کیا ہوا؟''صفا نے مرجان کے. لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''پتہ نہیں۔۔مجھے لگا شاید تمہیں پتہ ہوگا۔''ا. اہیم نے سوالیہ وں سے صفا کو دیکھا۔لان میں ا. ھیرا چھا چکا تھا۔گھر کی لائٹس اور لان میں لگی ڈ ر لائیٹس سے پھوٹتی روشنی میں ان لوگوں کے ت. اثرات واضح محسوس کئے جا تے تھے۔

''مرجان۔!! کیا ہوا ہے؟'' صفا بھی پ. یشان ہوئی تھی۔اس نے ابھی ت. اسکی دوپہر والی. ت ا. اہیم کو نہیں بتائی تھی ورنہ وہ مز. پ. یشان ہو جا. ۔صفا نے مرجان کے. لوں کو چھوا تو وہ مز. ا. اہیم کی آغوش میں ہی گم ہو ی. ۔''کیا ہوا ہے مرجان؟''صفا نے پ. یشانی سے پوچھا۔

''لگتا ہے مرجان کا آئس کھانے کا موڈ ہو رہا ہے۔''ا. اہیم نے مرجان کو گدگدی کی۔

''ارے واہ۔!! پھر تو ہم . ہی چلتے ہیں۔''صفا فوراً پ. جوش ہوئی۔

''نو۔!!''مرجان نے کر. ت سے ا. ازمیں کہا تو صفا کی مسکراہٹ سمٹی۔''مجھے . . کے ساتھ اکیلے ٹ ٹائم سپینڈ کر. ہے۔''اس نے دن موڑ کر سیاہ. ر. آنکھوں سے صفا کو گھورا تھا۔صفا نے تھوک نگلا۔

''مرجان۔! یہ کون سا طر ہے. ت کرنے کا؟''ا. اہیم نے اسکو ڈپٹا۔صفا . اہیم کے. ز و پ ہاتھ رکھا۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔''کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے بیٹھو یہاں۔''اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''نہیں میں جا کر ڈ. ٹیبل لگاتی ہوں۔آپ. پ. ٹ. . . توں سے فارغ ہو جا تو کھا. کھا لیجیے گا۔''وہ ز. دستی کھلکھلائی تھی۔ا. اہیم کو وہ کھلکھلاہٹ کھوکھلی لگی اور اس کھوکھلی کھلکھلاہٹ نے ا. اہیم کو ا. رسے ا. لمحے میں خالی کر دی. تھا۔وہ جا چکی تھی۔ا. اہیم کتنی ہی د. اس روش کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ. ری تھی۔

''مرجان۔!!''ا. اہیم نے اسکا چہرہ اپنی جا. کیا۔''ٹ۔! کیا تم جا ہو کہ . سے. ڑ ا ہتھیار کون سا ہے؟''اس نے پوچھا تو مرجان نے میں سر ہلا دی. ۔

''ز. ن۔!! ہماری ز. ن . سے. ڑ ا ہتھیار ہے اور کسی کو مارنے کے لئے ہمارے الفاظ کافی ہوتے ہیں۔تمہیں پتہ ہے ا. اچھا مسلمان کون ہوتا ہے؟''وہ ا. رپھر سے لہجہ. م کر ی. تھا۔

''کون . . ؟''

''جس کی ز. ن اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔''ا. اہیم کی. ت پ مرجان نے سر جھکا لیا۔

''آئی ایم سوری . . ۔!!''

''آر یو گلٹی؟''وہ اسکا چہرہ اپنے ی. سے لگائے پوچھ رہا تھا۔

''یس . . ۔!!''

''دین گو اینڈ اپولوجائیز۔''ا. اہیم نے اسکا گال کھینچا۔

''. . ۔! آئی ایم کنفیوزڈ۔''اس نے کچھ د. بعد کہا تو ا. اہیم ٹ ۔

''کس بات پہ؟''

''دھوکہ دینے والوں کو سزا ملنی چاہیے نا..؟'' ابراہیم کو اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی اس نے انے میں اثبات میں سر ہلایا۔

''تو پھر گلٹ کیوں فیل ہوتا ہے؟'' وہ معصومیت کی انتہا پہ تھا۔ابراہیم مسکرادیا۔

''جس کو سزا دے کر گلٹ فیل ہو تو پھر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لو۔کیونکہ وہ اصل میں اس سزا کا حق دار نہیں۔'' ابراہیم نے مرجان کا گال چوما۔

''ہمم۔'' مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور کوئی کنفیوژن؟''

''نو...!!''

''گڈ بوائے۔'' اس نے مرجان کا دوسرا گال چوما۔اور وہ دونوں باپ بیٹے اٹھے اور انکی جانب بڑھ گئے۔

مصر کی سڑکوں کو اس وقت کسی کی گاڑیوں کے قافلے کی ہیڈ لائٹس توڑ رہی تھیں۔وہ قافلہ اپنی آب و تاب پہ تھا۔جس کی منزل کرداوی مینشن تھا۔

کرداوی مینشن کے باہر آ کر گاڑیاں رکیں تو سب سے پہلے گارڈز نکلے اور درمیانی گاڑی کو حصار میں لیا۔اس میں سے حسن اپنا کوٹ درست کرتا ہوا نکلا اور انکی جانب بڑھا۔

دوسری جانب سے ایک لڑکی نکلی جو کہ ایک سیاہ عبایہ میں ملبوس تھی۔اسکے سر پہ سیاہ اور سفید ڈبوں والا ایک سکارف تھا۔غالباً اسی سکارف میں کسی نے فجر کی نماز ادا کی تھی۔اور اب یہی سکارف عینا کے سر پہ تھا۔

زماں پچھلی گاڑیوں سے آیا۔عینا نے گاڑی سے قدم باہر نکالا تو لڑکھڑائی زماؤں نے اسکو جلدی سے سنبھال لیا۔

روشنی عینا کے چہرے پہ پڑی تو اسکا چہرہ بیمار سا ہوا۔اسکا چہرہ بے رنگ و بے نور تھا۔آنکھیں سرخی مائل تھیں جبکہ اسکے گال شاید آنسو بہانے کے باعث سرخ ہو چکے تھے۔

اسکا پورا وجود لاغر سا تھا۔

وہ لوگ اسکو لئے مینشن کے اندر داخل ہوئے۔

پہلے بھی گاڑیاں آتی تھیں تو منصور ریسیو کیا کرتا تھا۔آج ان گاڑیوں کو ریسیو کرنے منصور نہیں آیا تھا۔

''...!!میں آج رات مصر کے لئے نکلوں گا۔'' باپ نے کھانا کھا لیا تو اس نے نیپکین سے ہونٹ تھپتھپاتے ہوئے اسے بم پھوڑا تھا۔

''کیا؟ کیا مطلب تھا اس بات کا؟'' منال نے تڑپ کر ابراہیم اور پھر اسکے ساتھ بیٹھی صفا کو دیکھا جو کہ ہار مان کر سر جھکا گئی تھی۔

''کچھ کام ہے۔تھوڑے دنوں تک واپس آ جاؤں گا۔'' وہ پرسکون تھا۔سفیان گورسی اسکو دیکھ کر رہ گئے۔

''کون سا کام؟ نوکری سے استعفیٰ دے چکے ہو۔گھر ویسے چھوڑ دیا ہے اور ویسے بھی جہاں بیوی اور بچے ہوں وہی گھر ہوتا ہے اس لئے یہی اب گھر ہے تمہارا۔تو وہاں کیا کام ہے؟'' سفیان گورسی نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''...!!نوکری ہی کچھ نہیں ہوتی وہاں اور بھی بہت سے کام ہیں مجھے۔''

''...!!کیا ہم بھی جا سکتے ہیں گے؟'' مرجان نے سنجیدہ سے انداز میں پوچھا تو ابراہیم نے ہاں میں سر ہلایا۔''واٹ ڈو یو مین...؟ آپ ہمیں یہاں اکیلے چھوڑ کر جا سکتے ہیں گے؟'' وہ اداس ہوا۔

''اکیلے کیوں؟ دادا دادی ہیں تمہارے یہاں اور سب سے بڑھ کر تمہاری پیٹی لیڈی بھی تو یہیں ہیں۔'' ابراہیم نے مسکرا کر صفا کی جانب دیکھا تو وہ خود ناراض سی

رخ پھیر گئی۔ا. اہیم نے ہارما ہوئے قوت کی جا. دیکھا۔

''جیسا آپ کہیں۔!!''فرمانبردار بیٹے نے کندھے اچکا دیئے۔

''ایسی ہوتی ہے اولاد۔''ا. اہیم نے مرجان کو چوٹ کی تو وہ تلملا کر رہ گئی۔

''مجھ سے یہ نہیں ہوتا۔۔میں آپ کے بناء نہیں رہ سکتا۔''مرجان نے پلیٹ میں چمچ ادھر تو منال نے بھی دکھ سے ا. اہیم کی جا. دیکھا۔

''خیر۔۔ہے؟ پہلے تو کہتے تھے کہ پیٹی لیڈی کے بناء نہیں رہ سکتے؟''ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑ کر مرجان کو. ورکروایا۔جس پر مرجان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ غصہ۔۔رنج۔۔ل۔۔اور صدمہ۔!!

مرجان چہرہ جھکا گئی۔تو زہرہ کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''سر! کیا میں ساتھ جا رہی ہوں؟''اس نے ا. اہیم کی جا. دیکھا تو منال نے اسکو گھور کر دیکھا۔

''اگر اسکی بیوی نہیں جا رہی تو تم وہاں آم نہ جاؤ گی؟''منال کو. جانے کیوں زہرہ پر غصہ آیا تھا۔ا. اہیم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں منال کو ٹوکا۔زہرہ وہیں خاموش ہوگئی۔منال کو پہلے ہی ا. اہیم کے جانے کا صدمہ لگا ہوا تھا اوپر سے زہرہ کے بے تکے سوال۔

''۔۔!آپ حسن ماموں سے ملیں گے؟''قوت نے سرسری سے ا. ازمیں پوچھا تو ا. اہیم کی دن کی رگیں پھول گئیں۔اس نے مٹھیاں اتنی زور سے بینچ لیں کہ اسکے ہاتھوں کی نسیں پھٹنے کو تھیں۔صفا کا حلق خشک ہوا۔اس نے دفعتاً ا. اہیم کا ہاتھ دیکھا تو بے اختیار اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ا. اہیم نے دن موڑ کر صفا کو دیکھا تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا کی تھی۔

ا. اہیم نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتار لیا۔

منال نے اسکے تاثرات بخوبی نوٹ کئے تھے۔اس لئے وہ مزید حسن کا ذکر نہ کرپایا۔ورنہ ارادہ تھا حسن کی ماں کے بارے میں پوچھنے کا۔

''بتاؤ ں۔۔!!''قوت اسکی حالت سے انجان دوبارہ بولا تو ا. اہیم ہوش میں آیا۔

''ہاں میرے بیٹے۔!!اسی سے تو ملنے جا رہا ہوں۔اور اس بار اچھی طرح ملنے جا رہا ہوں۔''صفا نے بے اختیار ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔اسکی شربتی آنکھوں کے شعلے روشن تھے۔صفا نے اسکے ہاتھ پر کھا اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔اسکو ا. اہیم سے خوف محسوس ہوا تھا۔

کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ا. اہیم جس چیز کا فیصلہ کر لے پھر کون اسکو اسکے فیصلے سے ہٹا سکتا تھا۔اس لئے منال اور سفیان گورسی نے ہار مان لی تھی۔

وہ اس وقت بالکونی میں کھڑا کافی پی رہا تھا۔اس نے دفعتاً کمرے کے ا. ارجھانکا تو کمرہ خالی تھا۔

''ابھی تک نہیں آئی؟ کہاں رہ گئی یہ لڑکی؟''وہ لگ وہیں چھوڑ کر واپس روم میں آیا اور وہاں سے بالکونی۔

صفا جو کہ کام نبٹا کر سیدھا قوت اور مرجان کے کمرے میں داخل ہی ہوئی تھی اسے سوئے ہوئے پایا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔اسکا ارادہ مرجان کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا تھا۔اور آج کل تو وہ اس سے کہانی بھی نہیں سن رہا تھا۔

صفا کو لگا شاید وہ پڑھائی کی وجہ سے سٹریس میں ہے۔دوپہر کو بھی اسکو مرجان کی حالت سمجھ نہیں آئی تھی اس لئے اب وہ اسکے پاس بیٹھ کر اسکو بہلانا چاہتی تھی اس کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی مرجان اور قوت سو چکے تھے۔قوت کے پاس اسکی کتاب پڑی تھی۔صفا نے وہ کتاب اٹھا کر دیکھنا چاہی تو اس میں سے ایک تصویر نیچے گری۔صفا نے چونک کر وہ تصویر اٹھائی تو اسکے ہاتھ لرز رہے تھے۔

آنکھیں ایک پل میں نم ہو گئی تھیں۔

حوریہ کے ساتھ بیتا ہر پل کسی فلم کی طرح اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔وہ مہربان اور شفیق سی ہستی صفا کے لئے کسی مرشد کی مانند تھی۔صفا اس عورت سے انس رکھتی

تھی۔محبت اور عقیدت ر تھی۔اس نے حوریہ کی تصو پہ ہاتھ پھیرا۔اور پھر قوت کو دیکھا۔

قوت صفا کے دل میں ا رپھر سے سما تھا۔صفا کا دل پسیج ۔اس نے جھک کر قوت کی پیشانی چومی اور تصو واپس کتاب میں رکھ دی۔

اسکا رخ اب مرجان کی جا تھا۔وہ جھک کر مرجان کے ماتھے پہ بوسہ کر رہی تھی۔ ا کمرے کا دروازہ کھلا۔صفا نے پلٹ کر دیکھا تو وہ دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے ٹیڑھا سا کھڑا تھا۔صفا اسکو دیکھ کر مسکرائی۔اور پلٹ کرا رپھر سے مرجان کو دیکھا۔

وہ واپس مڑی اور آ کرا اہیم کے پاس کھڑی ہوئی۔

''کیا کر رہی تھی؟''وہ سرگوشی ا از میں بولا۔

صفا کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔اس نے ایڑھیاں اٹھا اور اپنے ہونٹ ا اہیم کے کان کے پاس لے جانے لگی ت وہیں آ گئی کہ وہ کندھے ہی پہنچی۔ وہ خفت سے پیچھے ہٹی۔ا اہیم اسکی حا سے اچھا خاصا محظوظ ہوا۔اور پھر سر جھٹک کر خود جھک ۔صفا نے اسکا کالر پکڑ کر اسکو کھینچا۔

''آپ کے بچوں پہ جادو کر رہی تھی۔''وہ سرگوشی کرتی پیچھے ہٹی تو ا اہیم نے مصنوعی حیرت سے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

''سچی؟''اسکی آنکھیں پوری کھل گئیں تھیں۔

''مچی۔!!''اس نے اپنی آنکھیں مٹکا ۔ا سنہری ٹ ہمیشہ کی طرح چہرے پہ جھول رہی تھی۔

ا اہیم کو اسکی وہ شوخی، وہ شرارت بہت بھائی تھی۔وہ صفا سے اسکا بچپنا نہیں پ چاہتا تھا وہ اسکو اسکا وہ بچپنا لوٹ چاہتا تھا جو وہ شاید کہیں کھو چکی تھی۔زاویر کے خوف نے اس کو کبھی کھل کے کھلکھلانے نہیں دیا تھا۔اور ا اہیم اسکے سارے خوف ختم کر کے اسکو ا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ جیے جیسے وہ چاہتی ہے۔لکل ویسے۔اب یہ اسکی تمنا تھی۔ اسکا مداوا۔کون جانے؟

وہ ٹ سا اس کی جا دیکھے ۔صفا نے دفعتاً اسکی جا دیکھا تو اسکو خود کی جا یوں مبہوت سا دیکھتے پ۔صفا نے شرارت سے ا اہیم کے ہاتھ کی پشت پہ چٹکی کاٹی۔

اس سے پہلے کہ وہ کراہ کر چیخ مارت صفا نے اسکے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسکی چیخ وہیں د دی۔ا اہیم نے حیرت اور صدمے سے اسکی جا دیکھا۔

''خونخوار لڑکی۔ا!''اس نے صفا کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے سرگوشی کی۔

''بچے جاگ جا گے۔''صفا نے ا قدم پیچھے ت اپنا دفاع کیا۔

''تم چلو میرے ساتھ ذرا۔''اس نے صفا کی وہی ٹ پکڑ کر کھینچی تو وہ کرٹ کھا کر قر ہوئی۔اور پھر وہ اسکو لئے کمرے میں آ۔صفا منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روک رہی تھی۔جبکہ ا اہیم اپنا ہاتھ رگڑ رہا تھا۔

زہرہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔دینا ابھی ت بیڈ پہ بیٹھی ہی کھیل رہی تھی۔

''سو جاؤ دینا۔!''زہرہ نے تھکے تھکے سے ا از میں اسکی جا دیکھا۔

''نو زہرہ۔!!''دینا نے فوراً میں سر ہلا۔زہرہ کو فت زدہ ہوئی۔دینا سو جاتی تو وہ اٹھ کر لکونی میں جاتی اور فون کال کرتی جس کو کرنے کی وہ سے کوشش کر رہی تھی۔دینا کے سامنے وہ ایسی کوئی غلطی نہیں کرتی تھی کیو دینا آج کل طوطا بنی ہوئی تھی۔جو ت، جود ت اسکو رپیٹ کرتی تھی۔

وہ چیزوں کو د تھی تھی اور دہراتی تھی۔آج کل اسکا یہی مشغلہ تھا۔

زہرہ خن چبانے لگی۔اسکو ہر صورت کال کرنی تھی۔

''یہ لو۔۔اور ہوم ورک اچھا ہونا چاہیے۔کل بھی تم نے اچھی رائیٹنگ نہیں کی تھی۔میں نے تمہاری نوٹ دیکھی تھی اتنی صاف تھی اور میری نوٹ ایسے تھی جیسے

پ وں سے لکھا ہو۔'' میرال نے نوٹ ۔ آ ۔ ۔ کے سامنے اچھالی۔ وہ جو کہ اپنا ہوم ورک کر کے ابھی فارغ ہی ہوئی تھی ا ۔ اور نوٹ ۔ دیکھ کر اسکا دل بجھ ۔ تھا۔

'' تمہارا ہوم ورک تو کر دیہ ۔ ں میں نے ابھی ابھی مکمل کیا۔ ۔ اسکے بعد ہی اپنا کام کیا ہے'' آ ۔ ۔ کو لگا شا ۔ میرال اس نوٹ ۔ کو پہلے دینا بھول گئی۔ اس لئے اس نے وہ نوٹ ۔ اٹھائی۔

۔ م پڑھ کر اسکو صدمہ لگا۔ ۔ اس نے التجائیہ نگاہ میرال پ ڈالی۔

''وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے۔ ۔ ا ۔ دن اسکا کام کر دو گی تو مر نہیں جاؤ گی۔'' میرال نے ڈھٹائی سے کہتے اپنا ٹیبلٹ اٹھا ۔ اور بیڈ پ بیٹھی۔

'' میرال۔!! کیا تم نے اسکو بتا ۔ کہ میں تمہارا ہوم ورک کرتی ہوں؟'' آ ۔ ۔ کا دل بند ہوا تھا کہ کہیں ا ۔ اور لڑکی کا ہوم ورک اسکے شیڈول میں جمع نہ ہو جائے۔ وہ پہلے ہی رات ۔ رہ بجے فارغ ہوتی تھی۔ اور میرال ت ۔ ۔ اپنی گیمز کھیلتی رہتی تھی۔

''ہاں۔ سو واٹ؟ کیا تمہیں اعتراض ہے؟'' وہ مصروف سی بولی۔

'' میرال۔!! تم میری بہن ہو اس لئے تمہارا تو میں کر دیتی ہوں آ کا؟''

''سٹاپ اٹ۔!!'' میرال نے اپنے سے نگاہ ہٹا کر آ ۔ ۔ کی پشت کو گھورا۔

''پہلی ۔ ت تم میری بہن نہیں ہو۔ ۔ اور دوسری ۔ ت آ کو میرے ساتھ گیم کھیلنی ہوتی ہے اَ تم اسکا بھی ہوم ورک کر دو گی تو ہم لوگ آرام سے اس وقت گیم کھیل ۔ ہیں۔'' اس نے مزے لے کر کہا تو آ ۔ ۔ نے مڑ کر میرال کا منہ دیکھنا چاہا وہ دو ۔ رہ اپنے میں مگن ہو چکی تھی۔

آ ۔ ۔ نے د ۔ حلق کے ساتھ دوسری نوٹ ۔ کا کام بھی کر ۔ شروع کر دی۔ ابھی کچھ ہی د ۔ ۔ ری تھی کہ نوٹ ۔ کے صفحوں پ لکھے گئے الفاظ مندمل ہونے لگے۔ وہاں ا ۔ چہرہ نمودار ہوا۔

''میری پ ابھی ۔ ہوم ورک کر رہی ہے؟'' وہ اسکی ماں کا چہرہ تھا۔ ا ۔ حسین نوجوان سی لڑکی جس کے چہرے سے شفقت اور محبت کے علاوہ کچھ بھی ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

آ ۔ ۔ نے اپنی خشک آنکھیں ر ۔ ڑیں۔ منظر جوں کا توں رہا۔

آ ۔ ۔ کے حلق میں آ وں کا گولہ اٹکا۔

''میری پ بہت سٹرا ۔ ہے ۔ ں؟'' وہ اسکے ۔ ۔ کی آواز تھی جس کا چہرہ بھی نوٹ ۔ کے صفحوں پ ابھر رہا تھا۔ وہ اسکے ماں کے پیچھے ہی کھڑے تھے۔

''۔ ۔!!'' آ ۔ ۔ کے ۔ ہلے آواز حلق میں ہی دم توڑ گئی۔

''ہماری بیٹی بہت سٹرا ۔ ہے۔'' اسکی ماں نے پلٹ کر اسکے ۔ پ کو دیکھا۔ تو انھوں نے اثبات میں سر ہلا ۔۔

''ہاں۔ ۔ ہماری بیٹی بہت ذہین بھی ہے۔ اور دیکھنا ا ۔ دن اسکی محنت ہی اسکی کامیابی کا راز بنے گی۔'' وہ دونوں اس کو فخر سے دیکھ رہے تھے۔

کچھ آ پلکوں کا بندھ توڑتے ہوئے آ ۔ ۔ کے سرخ و سفید اور پھولے پھولے گالوں پ بہہ نکلے۔ اور وہ گالوں سے ہوتے ہوئے آ کر نوٹ ۔ کے صفحے پ ٹپکے تو اس نے جلدی سے نوٹ ۔ کا صفحہ صاف کیا۔

اس نے دو ۔ رہ صفحوں کو دیکھا تو وہ چہرے وہاں سے غا ۔ ہو چکے تھے الفاظ ابھی ۔ واضح نہ ہو پ ئے تھے کیو آنکھیں آ وں کے ۔ ش دھندلائی ہو تھیں۔

آ ۔ ۔ نے آ پونچھے۔ الفاظ واضح ہوئے۔ اب اسکو بھوک لگ چکی تھی۔

اس نے پلٹ کر ا ۔ نگاہ میرال پ ڈالی وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔ آ ۔ ۔ آہستگی سے اٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔ میرال کو ا ۔ ازہ ہی نہ ہوا۔

وہ دبے پ وں کچن میں آئی۔ فریج کھولا تو اس میں ۔ ۔ نی کی ا ۔ پلیٹ پڑی تھی جو کہ ٹھنڈی تھی۔ اس نے وہ پلیٹ نکالی۔ اور ن ۔ می سے شیلف پ رکھی۔ ا ۔ چھوٹی سی پلیٹ اٹھائی اور اس میں تھوڑے سے چاول نکالے۔ ۔ قی پلیٹ اس نے ویسے ہی ۔ ڑ کر دی کہ معلوم نہ ہو کہ اس میں سے چاول نکالے گئے ہیں۔

اس نے وہ پلیٹ اٹھائی اوراوون کے پ س آئی۔آ ۔ نے ا ٹھیاں اٹھا کراون میں وہ پلیٹ رکھی اورسوئچ آن کیا۔اب وہ ٹ ئمر ٹ کر کے انتظار میں کھڑی تھی۔
اسی دوران لاؤنج کا دروازہ کھلا تو جواد اندر آتے دکھائی دیے۔ا کندھے پ انکا چھوٹ سا بیگ تھا اورا ز و پ انکا کوٹ تھا۔
کچن کی لائ ٹ جل رہی تھی۔وہ اپنا سامان لاؤنج میں رکھ کراسی جا ب آ گئے۔
آ ۔ سامنے کھڑی اب اوون سے پلیٹ نکال رہی تھی۔ ۔ نے اسکو دیکھا اسکی ۔ کی جا ب پشت تھی۔وہ مسکرا دیئے۔
آ ۔ نے ہو ں پ ز ب ن پھیرتے پلیٹ اٹھائی اور پلٹی۔سامنے ۔ کو دیکھا تو وہ وہیں سا ۔ ہوگئی۔اس سے پہلے کہ پلیٹ اسکے ہاتھ سے چھوٹتی ۔ نے فوراً جا کر پکڑ لی۔
''ارے ارے۔!!میرا ٹ کھا ب کھا رہا تھا؟''انھوں نے پلیٹ کاؤنٹر پ رکھی اورآ ۔ کے سر پ پیار کیا۔
''وہ۔بھوک لگ رہی تھی۔''آ ۔ منمنائی۔
''یہ تو اچھی ب ت ہی ب ں۔۔ہم دونوں ب پ بیٹی ا ساتھ کھا ب کھاتے ہیں۔''وہ اپنی آستینیں فولڈ کرتے فریج کی جا ب پلٹے اور وہ پلیٹ اٹھالائے۔
انھوں نے کھا م کیا اورا ٹ ے میں دونوں پلیٹس رکھیں۔پ نی کا گلاس اٹھا یا اور آ کر ڈائننگ پ ساری چیزیں رکھیں۔آ ۔ ابھی ۔ کچن میں کاؤنٹر سے لگی کھڑی تھی۔
''آ جاؤ۔!''انھوں نے آواز دی تو آ ۔ مریل قدم اٹھاتی ا پ س آئی۔
''بیٹھو۔!!''انھوں نے اشارہ کیا تو وہ بھی بیٹھ گئی۔انھوں نے اسکی پلیٹ اسکے سامنے رکھی اور چمچ پکڑا ۔
وہ دونوں سکون سے کھا کھانے لگے۔اب آ ۔ بھی خاصی پ سکون ہو چکی تھی کیو ئی جان ۔ جان کی موجودگی میں اسکو کچھ نہیں کہتی تھیں اور میرا ل بھی ب زر ہتی تھی۔

'' ب ۔ واپس آ گے؟''صفا ڈریسنگ کے ساتھ ٹکی کھڑی تھی جبکہ وہ اب بیڈ پ لیپ ٹ پ لئے اپنے کوئی ایم میلز دیکھ رہا تھا۔
''کوئی اور ب ت کرلو۔''وہ مصروف سا بولا تو صفا نے ن راض سی نگاہ اس پ ڈالی۔
''کیا مطلب ہے اب ب ت بھی میں اپنی مرضی کی نہیں کر سکتی؟''
'' ب کچھ اپنی مرضی سے ہی کرتی ہو۔میری مجال تمہیں ٹوکنے کی؟''وہ ابھی بھی مصروف تھا۔
''ا اتنا ہی خیال ہو تو میری مرضی کا تو ساتھ لے کر جاتے ہم لوگوں کو۔''وہ مسلسل منہ پھلائے ا ہی راگ الاپ رہی تھی۔
''کیا کرو گی وہاں جا کر؟''وہ ہلکے پھلکے موڈ میں تھا۔ما تو اسکو تھی نہیں صفا کی سختی کر کے وہ اسکو اداس نہیں کر سکتا تھا وہ بھی جانے سے پہلے تو ہر نہیں۔
''آپ کے لئے کھا بناؤں گی۔''
''مجھے خود بنا آ ۔ ہے۔''
''آپکے کپڑے پ یس کر دوں گی ب ں۔''
''لا ٹ ری سے کروالوں گا۔''
''آپکو کافی بنا کر د کروں گی۔''
''میں بنا ۔ ہوں کافی۔''
اب صفا نے ہو ٹ چبانے شروع کر دیئے کیو اسکو کوئی ایسی ٹھوس وجہ نہیں سوجھ رہی تھی جس کی بناء پ وہ ا۔ اہیم سے کہتی کہ وہ ا۔ اہیم کے لئے ن ۔ ہے۔
''کیا ہوا اب؟''ا۔ اہیم نے لمبی خاموشی محسوس کی تو لیپ ٹ پ پ چلتی ا ں روکیں اورا نگاہ اس پ ڈالی۔وہ ن جانے کیا سوچ رہی تھی۔مایوس ہو کر اسکی جا ب

دیکھنے لگی۔

''یعنی میں کسی کام کی نہیں؟'' وہ روہا ہوئی تو ا. اہیم نے بے اختیار مسکراہٹ د بائی۔ وہ اب ایموشنل بلیک میلنگ پ ا آئی تھی۔

''مجھ پ یہ ایموشنل ہتھیار کام نہیں کرتے۔'' وہ ا. واچکا کر جتا ہوا دو. رہ اپنے کام میں مصروف ہو گ ۔ ''کوئی ٹھوس وجہ دو۔'' وہ کچھ د یبعد پھر بولا تو صفا ا ۔ رپھر سے . کترنے لگی۔

''کیا ہے؟'' وہ کچھ ہی د یمیں جھنجھلائی اور آ کر اسکے سامنے بیٹھی۔

''اب کیا کیا ہے میں نے؟''

''یہ تو ہٹا ۔'' اس نے اسکی گود سے لیپ ٹ پ اٹھا کر سائیڈ پ رکھا۔ اور خود چہرہ ہتھیلیوں میں ئے اسکو دیکھنے لگی۔

''کیا؟''

''آپ کو میری کوئی ضرورت نہیں؟'' اس نے آنکھیں مٹکا ۔

''مجھے تمہاری ضرورت کیوں ہونے لگی بھلا؟'' وہ اسکی حا ت پ محظوظ ہوتا ہوا ٹیک لگا ۔ صفا اسکے سامنے چہرہ ہتھیلیوں میں ئے کہنیاں اسکے ٹ ں پ ٹکائے ہوئے تھی۔

''کیو بیوی ہوں آ پکی۔''

''اتنی سی بیوی؟'' وہ اپنے مخصوص ا. ازمیں بولا تو صفا تلملا کر رہ گئی۔

''ابھی اتنی سی بیوی کی اتنی سی چٹکی بھی. داشت نہیں ہو پ ئی تھی۔'' وہ آنکھیں سکیڑ کر جتا گئی۔

''اور ابھی تم کہتی ہو کہ ساتھ لے کر جاؤں۔ تم نے مجھے کھا جا ہے۔''

''اچھا ں۔ پلیز۔ بتا . واپس آ گے؟'' وہ تکان سے بولی۔

''بتا یتو ہے کہ عید ۔''

''یعنی روزے آپکے بناء ہی رکھوں؟''

''اللہ نے روزے فرض کیے ہیں شوہر نے نہیں۔''

''مجھ پ تو فرض ہیں آپ۔'' وہ روانی میں کہہ گئی۔ ا. اہیم نے مسکراہٹ د بائے سر جھکا ۔

''کل سے اچھے بچوں کی طرح کالج جاؤ۔ بہت دماغ چاٹنے لگی ہو تم۔''

''نہیں۔۔ میرا اب دل نہیں کرتا۔'' وہ ا ادا سے کہتی پیچھے ہٹی۔

''اور وہ کیوں؟''

''یہ کالج القاہرہ یونیورسٹی جیسا نہیں ہے ں۔۔ قاہرہ یونیورسٹی کی . ت ہی الگ تھی۔۔ ہائے۔ وہاں اتنے ہینڈسم پ وفیسرز تھے۔۔ اور یہاں۔۔ یہاں ڈھائی ڈھائی من کی استا ں۔'' صفا نے ک پ ڑھا۔ ا. اہیم کے چودہ طبق روشن ہوئے۔

''توبہ استغفار۔!!'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگا ۔ ''تم لڑکیاں کتنی ٹھرکی ہوتی ہو اور الزام ہم مردوں کو دیتی رہتی ہو۔'' وہ صدمے سے بولا تھا۔ صفا نے ز ن دانتوں تلے د بائی۔

''ہاں تو۔۔ وہاں آپ تھے یہاں آپ نہیں ہوں گے۔'' اس کو لگا کہ وہ ہینڈسم لوگوں کو واضح کر دے۔

''اور اس ہینڈسم بندے پ تو جانے . سے یں تھیں۔'' وہ افسوس سے بولا تو صفا شرم سے پ نی پ نی ہوئی۔

''جی نہیں خوش فہمی ہے آپکی۔''

''ادھر آؤ تمہیں بتاؤں۔''اس نے صفا کو کھینچا۔ اسی وقت دروازے پہ دستک ہوئی۔صفا اپنا ہاتھ چھڑواتی فوراً پیچھے ہٹی۔

''آجاؤ۔''ا. اہیم نے جواب دیا تو دروازے میں زہرہ اور دینا کھڑی تھیں۔

''۔۔!!''دینا اپنی ایک ٹیچر کو دیکھ کے لگائے بھاگتی ہوئی اسکے پاس پہنچی تھی۔ا. اہیم نے سوالیہ نگاہ زہرہ پہ ڈالی۔

''سر یہ آپکے پاس آنے کی ضد کر رہی تھی۔''

''اچھا ٹھیک ہے جاؤ تم۔''اس نے دینا کو اٹھا کر اپنے ساتھ پہ بٹھایا۔

''میں تھوڑی دیر تک لے جاؤں گی اسکو۔''زہرہ نے ایک نگاہ سرخ ہوتی صفا کو دیکھا جو کہ اب بیڈ کی دوسری جانب بیٹھ رہی تھی۔

''اوکے۔''ا. اہیم نے مختصر جواب دیا تو وہ چلی گئی۔

''دینا۔۔کو مس کر رہی تھی؟''ا. اہیم نے اسکے گال چومے۔

''نو۔''دینا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو ا. اہیم نے ہڑبڑا کر صفا کو دیکھا۔

''میں نے اس بار کچھ نہیں کیا۔''وہ مسکراہٹ چھپائے ا. اہیم کی دینا کے ہاتھوں ہوئی انسلٹ پہ اچھی خاصی محظوظ ہوتی تھی۔

''تمہیں اللہ پوچھے۔۔میری اولاد کو چھین لیا تم نے۔''وہ مصنوعی خفگی سے کہتا دینا کی جانب متوجہ ہوا۔

وہ دونوں باپ بیٹی اپنی باتوں میں مگن تھے۔صفا نے نمی سے ا. اہیم کے کندھے پہ سر ٹکا دیا۔وہ بھی دینا کی جانب محبت سے دیکھ رہی تھی۔

ا. اہیم نے محسوس انداز میں اپنا بازو پھیلا لیا۔

''آفندی۔!!وہ صبح وہاں پہنچ رہا ہے۔''ٹیرس پہ کھڑی زہرہ کسی سے فون پہ بات کر رہی تھی۔

''کیوں؟اب وہ یہاں کیا لینے آرہا ہے؟''سپیکر کے پار سے بھاری مردانہ آواز گونجی تھی۔

''نہیں معلوم آفندی۔!! مجھے اسکے ارادے ٹھیک نہیں لگتے آپ اپنا خیال رکھیے گا۔''

''مجھے تم نے کوئی کمزور انسان سمجھ رکھا ہے جو اسکی آمد کا سن کر کانپنے لگے گا؟''وہ غرایا تو زہرہ کی ہتھیلیاں پسیج گئیں۔

''نہیں آفندی۔!! میں نہیں چاہتی آپکو کوئی نقصان پہنچے۔''وہ نرمی سی آواز میں بولی۔

''تم سے جتنا کہا گیا ہے اتنا کرو۔۔میرے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

'' آفندی۔!!''

''وہ کیسی ہے؟''کچھ دیر بعد اسکی آواز گونجی تو زہرہ کے چہرے کے تاثر تبدیل ہوئے۔

''آفندی وہ کسی کی بیوی ہے۔''

''واہ۔۔بتانے کے لئے شکریہ۔!!''اس نے زہرہ کی بات ہوا میں اڑا دی تھی۔

کچھ دیر پھر سے خاموشی چھا گئی۔

''مرجان اور یاقوت؟وہ دونوں کیسے ہیں؟''اس نے اٹک اٹک کر اپنا سوال مکمل کیا تھا۔

''وہ دونوں ٹھیک ہیں آفندی۔!!بس آپ اپنا خیال رکھیے گا۔''

''میری فکر تم نہ کرو۔''

''مجھے آپکی فکر ہے آفندی۔!!''زہرہ کی آواز میں نمی تھی۔حسن ٹوکتے ہوئے''مجھے آپکی فکر ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ اس پوری دنیا میں صرف مجھے ہی آپکی فکر ہے۔۔کسی کو آپکے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا زہرہ کو پڑتا ہے آفندی۔!!''

حسن جو کہ اس وقت اپنے لاؤنج میں صوفے کی پشت سے ٹ لگائے کوئی موووی دیکھ رہا تھا اچا ۔ سے سیدھا ہوا۔

''زہرہ۔!!''اس نے ت ر آواز میں پکارا تو زہرہ وہیں کانپنے لگی۔

''جج۔جی آفندی۔!!''

''اپنے دل میں میرے لئے کوئی مرض مت پ لنا۔''

'' آفندی۔!!دل پ کس کا اختیار ہوت ہے؟''

حسن چند پلوں کے لئے شل رہ ۔ پھر اس نے ضبط کا ا گھون ٹ حلق سے نیچے ا ت را۔

''ہوت ہیل۔جو حاصل نہ ہو اس کو بھول جاؤ۔ا سامنا ہو بھی تو پھیر لو۔''

''تو پھر آپ اسکے لئے کیوں فکرمند ہوتے ہیں؟''

''اسکی فکر نہیں چھوڑ سکتا۔۔نہ اس سے محبت کر چھوڑ سکتا ہوں۔۔ ۔''وہ ا پل کے لئے خاموش ہوا تو سپیکر کے پ س گہرا سناٹ چھا ۔

'' اسکو چھوڑ سکتا ہوں۔۔اسی کی خاطر۔''وہ کہہ کر مسکرا د ۔

''یہ کو اصول ہے آفندی؟''وہ اب قاعدہ رو رہی تھی۔

''یہ لیٹنگ گو'' کا اصول ہے زہرہ۔۔یہ د داری کا اصول ہے۔۔اور یہ اصول مجھے میرے محبوب ت ین ا ن نے سکھا ہے۔۔اور محبوب کا سکھا ۔ قاعدہ کبھی نہیں بھولتا۔۔اسکی سکھائی گئی ہر ز ،ز پیش محبّ کو از ہو جا کرتی ہے۔۔اور مجھے بھی یہ اصول از ہو ہے۔''اسکی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

'' وہ آپکی محبت ڈ رو نہیں کرتی آفندی۔!!اسکی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ اسکو دو لوگوں کی بے پناہ محبت ملے۔''

زہرہ کے الفاظ حسن کے دل کے آر پ ر ہوئے تھے۔

''کیا ا ہیم؟''وہ آگے بول نہ سکا۔

''جی ہاں۔وہ ہر وقت اسکا سایہ بن کر گھومتا ہے۔ذرا سی چوٹ لگ جائے تو اسکے لئے نیندیں قر ن کر دیتا ہے۔وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے آفندی اور وہ چھٹا ۔ بھر کی لڑکی اس قابل نہیں ہے کہ اسکو اتنا چاہا جائے۔''زہرہ کا خون کھول رہا تھا اور یہ ا ل اسکے لہجے میں واضح تھا۔

حسن کو ا نہ سا شہ ظاہر ہوا۔

''کیا اسکی حور یہ میڈم کے لئے محبت بس اتنی سی تھی کہ چند ہفتوں میں ہی بھلا دی جائے؟''زہرہ زہرا گل رہی تھی اور حسن آفندی کو لہجوں کے زہر کی پہچان تھی۔

فون کے پ س گہرا سکوت چھا ۔ تھا۔کچھ پل اسی سکوت کی ہو گئے۔

''زہرہ۔۔!!'' کچھ د بعد پھر سے ت ر سی آواز گو ۔

''جی آفندی۔''زہرہ نے اپنا گال ر ڑ ا۔

''اسکو کبھی کوئی تکلیف مت ہونے دینا زہرہ۔۔ورنہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے در گور کروں گا۔۔وہ بھی ز ہ۔''

زہرہ کا حلق خشک ہوا۔ خوف سے ز دہ اسکو صدمہ لگا تھا۔۔یعنی وہ ش ۔ حسن آفندی کے لئے کچھ بھی نہ تھی؟

''آ۔آفندی؟''اس نے ا ہچکی لی۔

''شٹ اپ۔۔نیکسٹ ٹ ئم اسکے ر ے میں ا لفظ نہیں۔'' کہتے حسن نے فون بند کیا اور سامنے دیوار میں دے مارا۔۔ جانے یہ کتنوا فون تھا جو اپنی جان کی ز ی ہار ۔ تھا۔

سر میں ا ٹیس اٹھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ ٹیس اسکو مفلوج کرتی اس نے جلدی سے سامنے پڑی میز سے ا چھوٹی سی ڈبی اٹھائی اور دو گولیاں نگل لیں۔

آج پھر سے سنان نیند سے جاگا تو اس نے چھڑی سے سلویٰ کو ٹٹولنا چاہا وہ اپنے بستر پہ نہیں تھی۔ سنان ہڑبڑا کر اٹھا۔

''رحمدل پٹیل۔!! کہاں ہو تم؟'' وہ اسکو ڈھونڈتا اور آوازیں لگاتا گلی میں پھرنے لگا سلویٰ کہیں نہیں تھی۔

''رحمدل پٹیل؟'' سنان نے گلی کے اختتام پہ آ کر پکارا کوئی جواب نہ آیا۔ ''کہاں چلی گئی یہ؟'' اب سنان کو واقعی پریشانی ہونے لگی تھی کیونکہ سنان نے اس سے کہا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے رات کے وقت اس گلی سے نہ نکلے۔ سنان کے ماتھے پہ چمکا۔ وہ اپنی چھڑی کی مدد سے ادھر ادھر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ اسکو ہر جگہ ڈھونڈتا ہوا مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ گھومتا ہوا مین روڈ پہ آ گیا کہ ایک گاڑی اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ سنان ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا۔

''مرنے کا ارادہ ہے؟'' گاڑی والا ہنکارہ بھرتے آگے بڑھ گیا۔ سنان کا دل بند ہونے والا تھا وہ چھوٹی سی بچی رات کے اس پہر کہاں تھی اسکو کوئی علم نہ تھا اور اسکو ہر حال میں اپنی رحمدل پٹیل کی حفاظت کرنی تھی۔ اسے پس وہ نور نہیں تھا جو اسکو اسکی رحمدل پٹیل کے پاس پہنچا دیتا۔ اسکے پاس تو دن کے اجالے میں دیکھنے کی طاقت نہ تھی رات کی تاریکی میں وہ خاک کچھ دیکھ سکتا تھا۔

وہ اپنی چھڑی کے سہارے وہیں بیٹھ گیا۔ دو آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے۔

''رحمدل پٹیل۔!! کہاں ہو تم؟'' اس نے پھر آسمان کی جانب دیکھا۔

''اے پالنے والے۔۔!! میں کبھی کسی چیز کا شکوہ نہیں کیا۔ آج۔ آج اپنی یہ معذوری مجھے بہت بری لگ رہی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے میں اس بچی کو تلاش نہیں کر پا رہا۔ میرے مالک میری مدد کر۔!!'' وہ تڑپ کر رو دیا تھا۔

''کیا ہوا سنان؟ تم رو رہے ہو؟'' اسکو پہ نے کندھے پہ ایک چھوٹا سا ہاتھ محسوس ہوا تو سنان کروٹ کھا کر مڑا اور ٹھٹھک کھڑا ہوا۔ اس نے بیقینی کی سی کیفیت میں ہاتھ بڑھا کر سلویٰ کے بال چھوئے۔

''تم۔ تم۔ کون ہو؟''

''میں سلویٰ۔ علی۔'' اس نے چہک کر اپنا تعارف کروایا تو سنان کی جان میں جان آ گئی۔

''کہاں چلی گئی تھی تم؟'' وہ اب بڑھا سا تھا۔

''میں فلافل لینے۔۔!!'' اس نے چہک کر ایک لفافہ سنان کی جانب بڑھایا۔ سنان کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔

''تم۔ تم پاگل ہو؟ رات کے اس پہر کہاں گئی تھی؟'' وہ اب باقاعدہ غصہ ہوا تھا۔

''نہیں سنان۔! تم پاگل ہو۔'' وہ اسکا ہاتھ تھامے چل دی وہ بھی ساتھ ساتھ چل پڑا۔ اسکو غصہ تھا غم تھا سلویٰ کی باتوں نے اسکے غصے کو جھاگ بنا دیا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے جس ریڑھی والے سے میں نے فلافل لیا تھا وہ بہت مہنگا تھا کیونکہ وہ ایسیا سے کے لئے آنے والے کا مسکن ہے۔ سیاح وہاں سستے رہتے ہیں اس لئے وہ آدمی مہنگی چیزیں بیچتا ہے۔ اب تم خود ہی دیکھو میں نے دوسرے محلے سے فلافل لیا تو اسکی قیمت بس دس اغوروت تھی۔'' سلوی نے چہک کر بتایا تو سنان ہڑبڑا گیا۔

''کیا؟ دس اغوروت؟''

''ہاں۔!! بس دس اغوروت۔!!''

''دو اسکو۔'' سنان نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''کیوں سنان؟''

''کیونکہ یہ اب ہے۔'' وہ تاسف سے بولا۔ وہ لوگ واپس گلی کی نکڑ تک آ گئے تھے۔

''یہ سستا ہے۔'' سلویٰ نے سنان کو اسکی جگہ بٹھا کر لفافہ کھولا تو بوکا بھوکا اسکی نظر سے ٹکرایا۔ ''اونہوں۔۔!! یہ واقعی اب ہے۔'' سلویٰ نے منہ بند کی اور لفافہ جلدی سے بند کیا۔ ''یعنی میں نے وہ دس اغوروت بھی ضائع کر دیئے؟'' اسکو اب رونا آ رہا تھا۔ پیسے اسکی کمزوری تھے۔ اور سلویٰ۔ علی کو اپنے کمائے ہوئے پیسوں سے عشق تھا۔

''ہاں رحمدل پڑے۔!!'' وہ تکان سے کہتا اپنے ٹ بستر پر دراز ہو ۔

جبکہ سلویٰ وہیں چبوترے پہ بیٹھ گئی۔اور اپنا چھوٹ سا چہرہ اپنی ننھی ننھی ہتھیلیوں میں لیا۔

''یا اللہ۔!! میرے اغوروت'' وہ افسردہ تھی۔''کیا کبھی مجھے عقل نہیں آئے گی؟ امو۔!! کاش آپ یہاں ہوتیں۔'' امو کا ذکر کر کے اسکی آنکھیں نم ہوگئیں۔اور پھر وہ معصوم اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''امو۔!! مجھے بھول نہ جانا۔ مجھے یاد رکھنا امو۔'' اس نے تڑپ کر چاند کو دیکھا۔جیسے چاند کے ذریعے اپنی ماں کو پیغام بھیج رہی ہو۔''امو۔! ایک دن میں بہت سارے پیسے کمالوں گی پھر میں تمہارے پاس آؤں گی اور تمہیں اور یوسف کو بھی یہاں لے آؤں گی امو۔امو۔! یہ بیت المقدس ہے امو یہاں سکون ہے۔یہاں بہت سکون ہے امو۔! کاش تم دونوں بھی یہاں ہوتے۔یہاں کی کھلی سڑکوں پہ بھی سکون ہے اور بند عمارتوں میں بھی امو۔!! امو یہاں اذان کی آواز آتی ہے اور بہت پیاری لگتی ہے امو۔!!'' وہ چاند کو دیکھ کر مانو کوئی خط لکھ رہی تھی۔

جانے کتنی دیر وہ چاند کے ذریعے اپنی ماں سے باتیں کرتی رہی اور وہیں کروٹ کے بل لیٹ گئی۔اس نے ایک ہاتھ کا تکیہ بنایا اور وہیں سو گئی۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ ا. اہیم کے موبائل پر کال ہوئی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا بجتا ہوا موبائل اٹھایا تو عاصم کی کال تھی۔ا. اہیم نے وقت دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے۔اسکی فلائٹ ساڑھے تین بجے کی تھی۔عاصم یقیناً اسکو جگانے کے لئے کال کر رہا تھا۔

ا. اہیم نے کروٹ لے کر دیکھا تو صفا موبائل کی روشنی سے ذرا سا کسمسائی۔ا. اہیم نے کال کاٹ دی اور میسج باکس اوپن کیا۔

''بس تھوڑی دیر میں نکل رہا ہوں۔تم گاڑی لے آؤ۔'' اس نے میسج بھیجا اور موبائل سائیڈ ٹیبل پہ ہی رکھ دیا۔اس نے اپنی آنکھیں رگڑیں اور پھر سے صفا کا پرنور سا چہرہ دیکھا۔

اسکے سنہری بال اسکے چہرے سے ہٹائے اور اسکی پیشانی چومتا ہوا اٹھ گیا۔وہ سو رہی تھی۔

وہ تیار ہو کر واپس آیا اور آ کر اپنے پیپرز اپنے ہینڈ کیری میں رکھنے لگا۔وہ کوشش کر رہا تھا کہ کم سے کم آواز پیدا ہو تاکہ صفا کی نیند نہ ٹوٹے ورنہ اسکے سامنے یوں جانا۔ اسکو سوچ کر ہی کچھ ہوا تھا۔

اس نے پندرہ منٹ میں ہی اپنی تیاری مکمل کر لی تھی۔وہ بنا چاپ کیئے قوت اور مرجان کے کمرے میں پہنچا۔وہ دونوں سو رہے تھے۔اس نے دونوں کے ماتھے پہ باری باری بوسہ دیا اور الحاف درست کرتا ہر آیا۔اسکا رخ اب دینا کے کمرے کی جانب تھا۔یوں زہرہ کی موجودگی میں آدھی رات کو دینا کے کمرے میں جانا۔

ا. اہیم کے قدم وہیں ساکت ہوئے اور وہ پلٹ آیا۔

ابھی اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ کوئی پوری قوت سے آ کر اسکے سینے سے ٹکرایا۔ا. اہیم لڑکھڑا کر رہ گیا۔صفا نے ہیجانی کیفیت میں اسکی جانب دیکھا۔صفا کا چہرہ پسینے اور آنسوؤں سے تر تھا اسکے بال بکھرے ہوئے تھے اور پاؤں ننگے تھے۔

''صفا۔!! کیا ہوا؟'' ا. اہیم نے نرمی سے اسکا چہرہ تھام کر پوچھا۔ وہ بس روئے جا رہی تھی۔

''یہاں آؤ۔'' وہ اسکو لئے بیڈ پر آیا۔اسکو بٹھایا اور جگ سے پانی کا گلاس نکال کر دیا۔صفا نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

''مجھے نہیں پینا۔!!'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تو ا. اہیم اسکے ساتھ ہی ٹک گیا۔

''ہوا کیا ہے؟ کوئی خواب دیکھ لیا؟'' وہ تیار سا تھا۔اسکے کلون کی مہک صفا کو قریب سے محسوس ہوئی تھی۔اور آج پھر سے وہ اس کلون کی مہک کو آنسوؤں اپنی سانسوں میں اترتا رہی تھی فی الحال تو کے لئے۔ وہ واپس نہیں لوٹ آیا۔

''وہ۔۔ مجھے لگا آپ مجھے بنا بتائے ہی چلے گئے ہیں۔'' اس نے سسکتے ہوئے اٹک پوچھی۔

''میں دینا کو دیکھنے ے تھا پھر لوٹ آ ے۔۔زہرہ کے ہوتے ہوئے یوں کمرے میں جا ا اچھا نہیں لگا۔'' ا. اہیم نے اسکے د ز و پھیلاتے ہوئے اسکو قر ے. کیا۔

'' آپ نے مجھے جگا ے ہی نہیں۔۔اور مجھے پتہ ہے اَ میں نہ جاگتی تو آپ نے ایسے ہی چلے جا ا تھا۔'' وہ سوں سوں کرتی اس سے ٹ راض ہوئی۔

ا. اہیم اسکی ب ت پہ خاموش رہا۔تو صفا نے جھٹکے سے اسکی جا ب دیکھا۔وہ بے چارگی سے اسکی جا ب دیکھ رہا تھا۔

''یعنی؟ یعنی آپ سچ میں مجھ سے ملے بناء جانے والے تھے؟''؟ حیرت اور صدمے سے اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔ا. اہیم نے نگاہ پھیر لی۔

''ادھر دیکھیں۔!!'' صفا نے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

''اچھا ں۔۔نہیں جا رہا تھا۔'' وہ اسکی ڈ ٹ ب تی سرمئی آنکھیں صاف کر ے بولا۔

''تو پھر؟ جگا ے کیوں نہیں مجھے؟''

''ویسے ہی۔۔سوچا جاتے وقت اٹھا دوں گا۔'' وہ صاف ستھرا جھوٹ بول ے ۔وہ اسکو سوتے ہوئے چھوڑ کے جانے والا تھا۔صفا نے آنکھیں صاف کیں۔

''میں دینا کو لے کر آتی ہوں۔'' وہ کچھ ے دآنے پہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ا. اہیم نے ٹ سف سے اسکو دیکھا۔

اور پھر اٹھ کرا ے ر پھر سے اپنا سامان دیکھنے لگا۔

مو ئل پہ عاصم کا میسج آ ے۔وہ آ چکا تھا۔۔!!

کچھ دیر میں صفا دینا کو اٹھائے ا. اہیم کے پ س آئی۔دینا سوئی جاگی سی تھی۔

''میری پ ۔!!'' ا. اہیم نے دینا کو اٹھا ے اور پیار کیا۔

''اپنا اور میری پ کا خیال رکھنا۔'' کہتے ہوئے وہ اسکو بھی حصار میں لے ے ۔صفا نے بے بسی سے اسکا چہرہ دیکھا۔

''اور ہاں۔۔میرے جانے کے بعد خبر دار جو روئی تو۔۔میں نے ماما سے پوچھ ہے صفا۔'' ا. اہیم نے تنبیہ کی۔

''آپ تو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔۔پھر؟ آپکو کیا پیچھے والے رو رو کر مرجا ے سسک سسک کر۔''

''پ گل مت بنو۔''

''پلیز۔!! جلدی واپس آ جایئے گا۔۔'' وہ پھر سے رنجیدہ ہوئی۔

''افف۔۔میں تو حیران ہوں اوورسیز پ کستانیوں کے لئے۔۔قسم سے جگرہ ہے ان لوگوں کا کیسے ہر سال اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں۔'' وہ ٹ سف سے بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''ان لڑکیوں کی جا ب بھی دیکھو جن کی ابھی مہندی نہیں ا ی ہوتی اور ا شوہروں کی چھٹی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی دلہنوں کو چھوڑ کر بیرون ملک چلے جاتے ہیں۔''

''کیا ہر رتلخ ے ے بتا ضروری ہو ا ہے؟'' وہ منہ بسور گئی۔

''ہاں۔۔کیو ویسے تمہیں سمجھ نہیں آتی۔''

''آ جاتی ہے۔۔اَ پیار سے بتا ے۔''

''سمجھ تو ایسے بھی نہیں آتی تمہیں۔۔کرتی وہی ہو جو مرضی ہوتی ہے۔'' وہ سر جھٹک کر اسکو مز ے اپنے قر ے کر ے۔

''ارے جواد آپ ب آئے؟'' ئی جان سیڑھیاں ا تی دکھائی دیں تو ے جان کے ساتھ بیٹھی آ ے گھبرا گئی۔

''ابھی تھوڑی د ے پہلے۔''

''مجھے جگا دیتے کھا َ م کر دیتی۔'' وہ پ س آ ے ۔

''میرے آنے سے پہلے ہی میری بیٹی کر رہی تھی کھا َ م۔۔اس لئے ہم دونوں نے ہی کھا لیا۔'' انھوں نے بتا ے تو آ ے ے کے چہرے کا رَ فق ہوا۔۔وہیں ے ئی

جان نے اسکو ایک گھوری سے نوازا۔

''ارے۔!! آپ۔ ٹ۔! آپکو بھوک لگ رہی تھی مجھے بتاتیں۔۔آپ تو جاتی ہیں ساری رات یہ گیمز کھیلتی رہتی ہے پھر آدھی رات کو اسکو بھوک لگ جاتی ہے۔ایک میری میرال ہے وقت پہ کھاتی ہے، وقت پہ سوتی اور وقت پہ پڑھتی ہے۔''انھوں نے تنقید کی ڈوز میں اضافہ کرنا لازمی سمجھا۔

''کوئی بات نہیں۔۔جس کا دل کرے کھانا کھا سکتا ہے آپ۔۔''وہ اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

''جج۔جی۔۔۔''

''ٹ۔!! گیمز مت کھیلا کرو وقت پہ سو جایا کرو ورنہ سکول کے لئے لیٹ ہو جاتی ہو۔''انھوں نے اسکے بھورے گھنگریالے بالوں پہ ہاتھ پھیرا تو وہ سر جھکا گئی۔۔اسکا پیٹ بھر چکا تھا اب ڈانٹ ڈپٹ جو مرضی کہتیں اسکو خاص فرق نہیں پڑنا تھا۔

''اوکے۔۔جان۔!!''وہ بس اتنا ہی کہتی اٹھ کر باتھ روم سمیٹنے لگی۔

''رہنے دو تمہاری ڈانٹ جان کر لیں گی۔۔تم جا کر سو جاؤ۔''انھوں نے شفقت سے کہا تو آپ۔۔نے ایک ڈانٹ کو دیکھا جو اسکو کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔

''ہاں۔تم جاؤ۔میں کر لوں گی۔''ڈانٹ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا تو آپ۔۔وہاں سے چلی گئی۔

وہ باقاعدہ سے مینشن میں آئی تھی بے ہوشی کی حالت میں تھی۔

''نہ۔۔۔۔''اس کمرے سے کسی کی چیخ سی آوازیں آ رہی تھیں۔''نہیں۔پلیز۔۔۔نہیں۔''وہ چیخ کر اٹھی تھی۔رات کے پچھلے پہر اسکی آنکھ کھلی تھی۔اس نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ اس وقت کمرے میں تھی۔ یہ گیسٹ روم نہیں تھا۔عینا کو جلد ہی سمجھ آ گئی تھی کہ یہ کس کا کمرہ ہے۔

''اگر مشن پہ نہیں جانا تو یہ کیا ہے؟''

''تمہارے لئے جوڑا ہے۔بلکہ عبایہ ہے پہن لو۔''وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اپنا سگریٹ سلگا رہا تھا۔

''کیوں؟''

''کیونکہ شیخ حسن آفندی کی بیوی بن کر جا رہی ہو تم۔''وہ پرسکون سا کہتا دھواں ہوا میں تحلیل کر گیا۔عینا کی دھڑکن رکی۔اور سانس وہیں تھم گئی۔عینا کی پوری دنیا ساکت ہوئی تھی۔

پھر ایک قہقہہ گونجا۔

''اچھا مذاق تھا۔۔بلکہ بہت ہی بیہودہ مذاق تھا۔''وہ ہنس دی۔ مقابل کا سکون برقرار تھا۔عینا کچھ ہی لمحوں بعد ٹھٹکی۔شا مذاق نہیں کیا کرتا تھا۔وہ اٹھ کر اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''تم۔تم۔پاگل ہو چکے ہو۔سمجھے تم؟''

''بہت پہلے ہو گیا تھا۔۔اب تو مجنوں ہوں۔''وہ ایک اور کش لیتا ہوا بولا تو عینا کا دماغ پھٹنے لگا۔

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔میں ایسا کروں گی ہی نہیں۔۔ہاں۔۔شادی دو لوگ کرتے ہیں۔۔میں تو انکار کر رہی ہوں۔۔تم کر لو خود سے ہی۔''وہ اپنی پوری ہمت جمع کر کے بولی اور پیر پٹختی زولپیٹ گئی۔

حسن جھٹکے سے اٹھا۔

عینا دو قدم پیچھے ہوئی۔اس نے عینا کی کہنی دبوچی اور اسکو اپنے قریب کھینچا۔۔اس نے اپنا چہرہ عینا کے کان کے قریب کیا۔۔عینا سانس تک روک چکی تھی۔

''میں ایسا کر سکتا ہوں۔اور میں ایسا ہی کروں گا۔عینا منصور حیات۔!!''

بس۔یہ الفاظ تھے جو عینا کا . سے .ٹاخوف تھے۔اسکا پورا ·م۔اسکے .پ کا ·م۔۔حسن آفندی کو اسکے .پ کا پتہ چل جا· یہی کافی تھا عینا کی جان نکال دینے کے لئے۔۔اسکی ز .ن ۔لو سے جا لگی اور جبڑے .ہم پیو ۔ ہو گئے۔۔آنکھوں کی پ ۔یں سا ۔تھیں۔چہرہ ایسے تھا جیسے کوئی ·اں کا زرد پتہ۔!!اسکے .ن سے مانو سارا خون نچڑ َ ۔تھا۔

اور ش ۔حسن آفندی اپنے الفاظ سے ہی مقابل کا خون نچوڑ· جا تھا۔عینا ·ٹھال ہوئی۔

حسن نے اسکو سہارا دے کر صوفے پ بٹھا ۔اور خود اسکے سامنے آ کر جھکا۔ہاتھ دا . جا· ٹکائے۔۔عینا بس ا ۔ ہی سمت میں دیکھے جا رہی تھی۔

حسن نے ا ۔ نگاہ اسکے سپاٹ چہرے پ ڈالی اور پھر ہنستا ہوا پیچھے ہٹا۔ا ۔ گہرا کش لیا اور سگر ۔ٹ پیروں تلے مسل دی۔

وہ اب اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

''چلو۔ا ۔ کہانی سنا ۔تا ہوں۔'' وہ اب محظوظ سے ا· ازمیں بولا۔

''ا ۔ تھی عینا۔

ا ۔ تھا حسن۔'' وہ تھوڑی پ انگلی جمائے کہانی کے ۔تنے .نے بن رہا تھا۔

''ا ۔ دن عینا حسن سے ٹکرائی ہے۔اور بے چاری زخمی ہو جاتی ہے۔حسن اسکو ا ۔ کارڈ دیتا ہے جس سے عینا .ڈے مزے سے شاپنگ کرتی ہے۔کون سا کارڈ تھا؟''

وہ آنکھیں بند کئے سوچنے لگا۔''ہاں۔ .دآ ۔'' کہتے اس نے اپنی .. میں ہاتھ ڈالا۔اور نکالا تو اسکی دو انگلیوں میں ا ۔ کریڈٹ کارڈ تھا۔اس نے وہ کارڈ عینا کی جا· . اچھالا جو کہ اسکے پیروں میں جا َ ا۔عینا اب سا ۔تھی۔

''یہ تھا وہ کارڈ۔!!'' وہ اپنی ہی .ت پ ہنسا۔

''خیر۔کہانی لمبی ہے۔مختصر قصہ کہ عینا صرف حسن کرداوی کو جا تھی وہ ش ۔حسن آفندی کے ساتھ کام کرتی رہی۔ ا ۔ دن بھی کسی سے نہیں پوچھا کہ حسن ش ۔ کیوں ہے؟ وہ تو کرداوی تھا وہ آفندی کیسے ہے؟ کیوں۔صحیح کہا· ں لٹل سپائے؟'' آ· ی جملہ ۔ر آواز میں کہتا وہ اسکے سامنے جھکا اور اسکو تھوڑی سے دبوچا۔

عینا سکی سیاہ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں میں دیکھے گئی۔

حسن کچھ پل عینا کی سیاہ گول آنکھوں میں دیکھے َ اور پھر اسکا چہرہ جھٹک دی۔

''وہ کیا ہے· ں۔کہ وہ لڑکی عینا منصور حیات تھی۔منصور حیات کی بیٹی اور ا. ابیم گورسی کی جاسوس۔'' آ· ی الفاظ کسی لوہے کے راڈ کی طرح عینا کے سر پ . سے تھے جنھوں نے اسکے کانوں کو لہولہو کر ڈالا تھا۔

''ٹھیک پہچا· ں؟'' وہ ا ۔ تمسخر بھری نگاہ اس پ ڈالتا دو .رہ متوجہ ہوا۔

''بے چاری سپائے۔!!میرے پ س رہ کر میری خبریں اپنے دوستوں کو دی ۔کرتی تھی۔کیا· م ہیں ا ؟'' وہ ا ۔ .رپھر سے سوچنے کی اداکاری کر رہا تھا۔

''ہاں۔سفیر اور عیشا۔یہی تھے· ں؟'' اس نے کنفرم کرنے کے لئے عینا کی جا· . دیکھا۔وہ سا ۔تھی کسی پتھر کے مجسمے کی ما ۔۔

'' میں بھی انجوائے کر ۔رہا۔۔مزہ آ رہا تھا· ں۔کافی عرصے سے لائف .ڈی بور َ چل رہی تھی۔سوچا چلو انٹرٹینمنٹ ہو جائے گی۔'' وہ کہہ کر ہنس دی۔

(''ہم۔ایک بلی ایک چوہے کو پکڑتی ہے۔مگر پکڑنے سے پہلے وہ اسکو خوب بھگاتی ہے۔اسکے ساتھ مانو کھیلتی رہتی ہے۔مگر جب جب چوہا اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے وہ سختی سے اپنا پنجہ مارتی ہے جس سے وہ چوہا زخمی ہو جاتا ہے۔اگلی بار جب چوہا بھاگتا ہے تو اسکی ہمت پہلے جیسی نہیں رہتی۔اور اسکو ایک بار پھر سے ایک پنجہ مارا جاتا ہے۔یوں آہستہ آہستہ وہ چوہا اپنے بھاگنے کی سکت کھو دیتا ہے۔اور آخر کار وہ بلی کی آغوش میں بیٹھ جاتا ہے۔پھر پتہ ہے بلی کیا کرتی ہے؟''

عینا نے کھوئے کھوئے انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

''پھر وہ اسکو خود ادھر ادھر دھکیلتی ہے۔تا کہ وہ بھاگے اور وہ اسکو پکڑے۔مگر آخر کار وہ چوہا بے کار ہو جاتا ہے۔اور ناکارہ ہونے کے بعد۔جب وہ بلی کے لئے مزید انٹرٹینمنٹ فراہم کرنے کے قابل نہیں رہتا تو وہ اسکا سر چبا جاتی ہے۔'' جوزف نے بات مکمل کی تو عینا نے ایک جھرجھری سی لی۔''اگر تم ابھی تک زندہ ہو تو تم اسکی انٹرٹینمنٹ ہو۔

جس دن تم انٹرٹینمنٹ فراہم کرنے کے قابل نہ رہی اس دن وہ تمہارا سر بھی تن سے جدا کر دے گا۔'')

جوزف کی سنائی ہوئی کہانی آج عینا کو سمجھ آ گئی تھی۔

('اگر تم ابھی تک زندہ ہو تو تم اسکی انٹرٹینمنٹ ہو۔جس دن تم انٹرٹینمنٹ فراہم کرنے کے قابل نہ رہی اس دن وہ تمہارا سر بھی تن سے جدا کر دے گا۔'')

یعنی آج ثمینہ حسن آفندی کی انٹرٹینمنٹ ختم ہو گئی تھی اور اب وہ اس لڑکی کا سر چبا جائے گا۔

عینا نے غیر یقینی سے حسن کو دیکھا جو کہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ٹھونسے محظوظ سے انداز میں اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟ کہانی اچھی نہیں لگی؟ تالیاں لگاؤں؟'' وہ دور رہ بولا تو عینا کے ہلے۔

''اغارت کرے تمہیں۔'' آواز اتنی دھیمی تھی حسن کو بس اسکے ہلتے ہوئے محسوس ہوئے وہ جھٹکے سے اسکے قریب ہوا۔عینا کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

''تالیاں لگاتے ہیں نلل سپائے۔'' وہ کہتا پیچھے ہٹا۔

''لے آؤ۔!!'' اس نے وہیں کھڑے کھڑے حکم صادر کیا تو دو لوگ ایک آدمی کو لئے اندر داخل ہوئے جس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔

''۔۔۔۔'' وہ تڑپ کر اٹھی۔ حسن نے اسکا بازو جکڑا۔

عینا نے تڑپ کر حسن کی جانب دیکھا۔اسکی آنکھوں میں التجا تھی۔اسکی آنکھوں کا وہ کشکول خالی تھا۔اور حسن کو خالی کشکول دیکھ کر ہمیشہ وحشت ہوا کرتی تھی۔کیونکہ اسکا اپنا کشکول خالی تھا۔

''یہاں سے وہاں تک کا فاصلہ۔۔مسز آفندی طے کر سکتی ہے۔۔کہ عینا منصور حیات۔'' اس نے اپنی شرط بہت ہی نارمل انداز میں بتائی تو عینا نے بے یقینی سے اسکی جانب دیکھا۔

''سوچ لو۔۔ماں باپ کا قرض بہت بڑا ہوتا ہے۔۔اگر آج تمہارا باپ تمہاری ہٹ دھرمی کے شکار ہوا تو خود سے نگاہیں کیسے ملاؤ گی؟ ۔۔۔۔'' وہ افسوس سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔عینا کا دل کیا اس شخص کا سینہ چیر دے اور دیکھے کہ ان ہڈیوں کے پنجرے کے پیچھے دل نامی چیز ہے بھی یا نہیں۔۔

عینا نے بیڈ سے پاؤں نیچے اتارے اور خود کو سنبھالتے ہوئے ہرلائی۔وہ سیڑھیاں اتری تو اسکو وہ سفاک سامنے ہی آرام سے صوفے پر دراز۔عینا کی آنکھوں میں ایک پل کے لئے خون اتر آیا تھا۔

وہ دبے پاؤں سیڑھیاں اتری اور آ کر ایک گلدان اٹھایا۔اور دبے پاؤں چلتی ہوئی آ کر حسن کے عقب میں کھڑی ہوئی۔۔

اس نے وہ گلدان ہوا میں بلند کیا۔۔ اس شخص کا چہرہ۔!!

وہ اس چہرے کو کچل نہیں سکتی تھی۔!

وہ چہرہ تو عینا کی آنکھوں کا نور تھا۔!

وہ شخص اسکی محبت تھا۔!!

وہ شخص اسکا عشق تھا۔

وہ عشق ممنوع تھا۔!!

وہ شخص اسکے لئے شجر ممنوع تھا۔!!

جس کا پھل کھانے کے بعد ذلت اسکا مقدر ٹھہرتی۔!!

جس کو ٹھکرا دینے پر وہ فنا ہو جاتی۔!!

عینا منصور حیات کے ہاتھ لرز گئے۔وہ اس شخص پر وار کرنے میں ناکام ٹھہری۔!

وہ آج اپنے فرض کے پہلے امتحان میں کامیاب ٹھہری تھی۔!!

اور اسکی کامیابی کا سہرا تھا عشق۔!!

عشق ممنوع۔!!

ایسا عشق جو آنسو پلکوں کے حدود سے باہر تو ہوا بہہ گیا۔اور حسن کے عارض کی زینت بن گیا۔وہ بند آنکھوں سے مسکرا دیا۔

''خدا نظر بد سے بچائے تمہیں۔''عینا کے ہاتھ سے وہ گلدان گر گیا۔

صبح ہوئی تو منال نے صفا کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اندر سے کوئی جواب نہ دیا۔انھوں نے کئی بار دستک دی تو دروازہ کھلتا گیا۔وہ سامنے بیڈ پر اوندھے منہ سوئی ہوئی تھی۔منال نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا اور جا کر اسکے پاس بیٹھیں۔انھوں نے صفا کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

''صفا۔!! کیا ہوا؟''ا لہجے میں سے مامتا چھلک رہی تھی۔وہ ایسی ہی تھیں محبت کرنے پر آتیں تو مقابل کو بادشاہ بنا دیتیں اور اگر کوئی انکی نگاہ میں گر جاتا تو اسکو اسکی اوقات ایک پل میں یاد دلا کر آسمان سے زمین پر دے دیتی تھیں۔شکر ہے کہ صفا کے لئے انکا دل صاف ہو چکا تھا۔وہ محبتوں کی ہی حقدار ٹھہری تھی ورنہ انکا قہر بڑا شدید کر صفا کے بس کی بات کہاں تھیں۔

''صفا۔!!اٹھو بیٹا۔بچے بھی تیار ہو رہے ہیں۔تم یوں پڑی رہو گی؟''وہ جانتی تھیں کہ وہ جاگ رہی ہے۔صفا نے پلٹ کر انکی جانب دیکھا تو اسکا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔اس نے منال کی گود میں چہرہ چھپا دیا۔منال کو اسکا یہ روپ پیارا سا لگا تھا ساتھ ہی انکا دل پسیجا۔

''میری بیٹی۔۔!!یوں اداس نہیں ہوتے تم دعا کرو کہ وہ اپنے کام نبٹ کر جلد واپس آ جائے۔''وہ اسکے سر پر بوسہ دیتیں پیچھے ہٹیں۔

''وہ مجھے بہت ڈرا رہے تھے۔۔''صفا نے بالآخر اپنا خوف ظاہر کیا تو منال کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب کہ وہ کہتے ہیں کہ انکا کوئی مقصد ہے جو خون مانگتا ہے اور وہ مقصد انکا خون بھی مانگے گا۔''وہ ہچکیوں میں بولی تو منال کا چہرہ سفید پڑ گیا۔''بتا آ بھلا ایسا کون سا مقصد ہوتا ہے؟''صفا نے چہرہ نکال کر آنکھوں میں دیکھا وہ بمشکل مسکرا سکیں۔آنکھیں بھی بھیگ چکی تھیں کیونکہ اہیم اکثر ایسی باتیں کیا کرتا تھا۔وہ اسکو اسکی بلیک میلنگ سمجھتی تھیں آج صفا کے منہ سے بھی وہی بات سن کر انکا دل مٹھی میں آیا تھا۔۔

''نن۔نہیں۔نہیں تو۔ایسا کوئی مقصد نہیں ہوتا بیٹا۔جان بوجھ کر ستاتا ہے وہ تمہیں بس۔''انھوں نے صفا کا چہرہ صاف کیا تو وہ بھی کچھ مطمئن ہوئی۔''اب چلو اٹھو اور ناشتہ کر لو۔اور تم نے کالج نہیں جانا کیا؟''

''نہیں۔مجھے کہیں نہیں جانا۔''وہ بچوں کی طرح انکی گود میں دوبارہ چہرہ چھپا گئی۔منال اسکی اس حرکت پر مسکرا کر رہ گئیں۔

''اچھا کل سے شروع کر دینا۔ابھی اٹھو بچے بھی تمہارا پوچھ رہے تھے۔''

''کیا مرجان نے پوچھا میرا؟''صفا نے جانے کیوں سر اٹھا کر پوچھا۔منال نے اچنبھے سے دیکھا۔

''مرجان تو تیار ہو رہا تھا یاقوت نے تمہارا پوچھا اور دینا کا تمہیں پتہ ہے شفا شفا کر رہی تھی۔''وہ بھی ذرا کھوسی گئیں کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے مرجان اور صفا زیادہ وقت ساتھ نہیں گزارتے تھے۔

''اب اٹھو۔تم ویسے تو ماں بننے جا رہی ہو اور آج خود بچی بنی ہوئی ہو۔''انھوں نے سنبھلتے ہوئے اسکو ڈپٹا تو صفا بھی چہرہ پونچھتی اٹھ بیٹھی۔''اپنی ذمہ داریاں سنبھالو۔یہ تمہارا گھر ہے یہاں کون کیا کرتا ہے ہر چیز پر نظر رکھا کرو۔''وہ ذرا رازداری سے بولیں تو صفا ٹھٹکی۔

''کس کے بارے میں کہہ رہی ہیں؟''

''اورکون۔یہ زہرہ مجھے بہت عجیب سی لگنے لگی ہے۔عجیب پراسراری سی ہے۔'' وہ دوبارہ رازداری سے گویا ہوا تو صفا نے منہ پر ہاتھ رکھے مسکراہٹ دبائی۔

''مجھے لگا پتہ نہیں کیا ہوگیا۔آ فکر نہ کریں۔دراصل وہ ہماری زبان نہیں جانتی اور رہن سہن بھی الگ سا ہے اس لئے آپکو اتنی عجیب لگتی ہے۔'' صفا نے بات ہوا میں اڑادی۔

''خیر پھر بھی۔ذرا دھیان رکھا کرو۔''

مصر میں ابھی فجر نہیں ہوئی تھی۔ڈائینگ ٹیبل پر انواع واقسام کے کھانے سج چکے تھے۔ زمین نے آج خاص اہتمام سے کھانا تیار کیا تھا۔وہ اس وسیع میز پر کھانے کی ڈشز سجانے کے بعد ہاتھ باندھے مؤدب سے کھڑے تھے کہ وہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دیں۔

وہ سفید عربی جبے میں ملبوس تھا اور سر پر کیفیہ باندھے نیچے اتر رہا تھا۔اسکے کلون کی مہک نے پورے لاؤنج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

وہ ورکنگ آورز کے علاوہ جبہ پہننا پسند کرتا تھا۔شاید دبئی میں ایک لمبا عرصہ گزارنے کے باعث اسکو عادت ہوگئی تھی۔یا پھر شاید یہ اسکو شاہانہ محسوس کرواتا تھا۔وجہ جو بھی تھی وہ اس لباس میں ہمیشہ شاندار لگتا تھا۔

ایک ہاتھ میں چھوٹی سی سیاہ دانوں والی تسبیح پکڑے وہ ڈائینگ ایریا میں آیا۔اور آکر سر راہی کرسی پر براجمان ہوا۔ایک اس نے اس خالی میز کو دیکھا۔

آج سے دس سال پہلے وہ میز بھری بھری سی تھی۔جہاں شہرین اور شیشے تھے۔جہاں رحمان کرداوی اور حوریہ رحمان بھی تھے۔وہ لوگ اسکا خاندان تھے۔وہ بھلے ملک سے باہر ہوتا تھا تعلیم کے سلسلے کے لئے رمضان میں کوشش کرتا تھا کہ واپس آجائے۔کہا کرتا تھا کہ رمضان اور عید، یہ اللہ کے تحفے ہیں جو اپنوں کے ساتھ ہی انجوائے کئے جاتے ہیں کیونکہ رشتے بھی انکے تحفوں میں شامل ہیں۔یوں وہ سارے تحفے مل کر ایک دوسرے کو دوام بخشتے تھے۔

آج۔آج وہ میز خالی تھی۔حسن ماضی کی یادوں میں کھویا تھا۔

''سر۔!!'' زمہ نے ایک جوس کا گلاس اسکے سامنے رکھا تو وہ چونکا۔

''ہاں؟'' اس نے الجھ کر زمہ کو دیکھا۔

''سر سحری کا وقت نکل رہا ہے۔'' وہ نرم سے لہجے میں بولی تو حسن نے نے سر ہلایا۔

''میڈم کہاں ہیں؟'' ایک گھونٹ جوس لیتے ہوئے اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا تو زمین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔۔

''میری دلہن۔!!'' وہ دوبارہ بولا تو زمہ فوراً سامنے آئی۔

''میں انہیں جگانے گئی تھی وہ کہتی ہیں کہ سحری نہیں کریں گی۔''

''واہ۔!! مجھے دین سکھاتے سکھاتے محترمہ اپنا دین بھول گئی۔'' وہ جوس کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوا مسکرایا۔

''نہیں۔!! وہ کہتی ہیں کہ وہ بناء سحری کے روزہ رکھ لیں گی۔'' زمہ نے وضاحت کی تو حسن نے جھٹکے سے اسکو دیکھا زمہ ہڑبڑائی۔

''ان فائیو منٹس۔!!'' کہتے اس نے گھڑی دیکھی تو دو زما فوراً سیڑھیاں چڑھ گئیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ واش روم سے نکل رہی تھی۔اس نے وضو کرلیا تھا وہ چہرے اور کلائیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ زما تقریباً دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئیں۔

''ہاں اللہ۔! کیا مصیبت ہے تم لوگوں کو؟ انسانوں والی کوئی حرکتیں نہیں کرتیں تم لوگ؟ آہ۔چھوڑو مجھے۔۔'' اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی وہ دونوں اسکو گھسیٹ کر لے جا چکی تھیں۔

عینا کا سکارف اسکے کندھوں پر تھا۔بال بکھرے ہوئے تھے اور ماتھے پر گیلی لٹیں جھول رہی تھیں۔وضو کرنے کے باعث لباس بھی بھیگا بھیگا سا تھا۔

سیڑھیوں سے اسکی چیخ وپکار. آمد ہوئی تو حسن نے اچنبھے سے اس جا. دیکھا۔ زما اسکو ٹھیک تین منٹ میں وہاں لے آ تھیں۔انھوں نے عینا کو کرسی پ لا کر بٹھا یا اور خود دو. رہ ہاتھ. ھے مؤدب سی کھڑی ہوگئیں۔

''واٹ دا ہیل ازدس؟''عینا مڑ کر پوری قوت سے دھاڑی تھی۔ زما خاموش کھڑی تھیں۔عینا نے دن پھیر کر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو کہ اطمینان سے بیٹھا جوس پی رہا تھا۔

عینا مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

''تم۔۔تم۔!!''اس نے انگلی کھڑی کی الفاظ منہ سے نکل کے ہی نہیں دے رہے تھے۔

''بعد میں لڑ. سحری کرلو۔''وہ پ سکون سا اب. شتہ کر رہا تھا۔

''بھاڑ میں گئے تم۔۔اور بھاڑ میں ے تمہارا کھا.۔''وہ ا پلیٹ کو دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی زماؤں نے اسکے کندھوں سے پکڑ کر دو. رہ بٹھا دی۔عینا نے ا خونخوار نگاہ ان پ ڈالی۔

''میری بیوی ا نی گو ت کھاتی ہے اس لئے بچ کر رہو اس سے۔''حسن نے چھی سی نگاہ زماؤں پ ڈالی وہ لوگ ہاتھ. ھے پیچھے کھسک گئیں۔

''بیوی؟ مائی فٹ۔''عینا نے ا فورک اٹھا کر حسن کی جا. اچھالا۔جس کو اس نے بناء دیکھے ہی کیچ کرلیا۔عینا دا ت بھینچ کر رہ گئی۔''. کہاں ہیں؟''وہ اب جا کر کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

''فی الحال اسی د میں،اسی روئے زمین پ ہیں۔اور ا ۔۔''وہ آملیٹ کا ٹکڑا منہ میں ر تا ہوا سیدھا ہوا اور اسکی جا. گہری نگاہ ڈالی۔عینا آگ کا گولہ بنی ہوئی تھی۔

''ا ؟''عینا نے اسکو خاموش دیکھا تو. ت جاری رکھی۔

''ا تم مجھ پ یوں ہی قاتلانہ حملے کرتی رہی تو ضرور اس روئے زمین سے انکا رزق اٹھ سکتا ہے۔''وہ پ سکون سا کہتا اپنا کافی کا پ اٹھا کر لبوں سے لگا ۔۔عینا کا دل بند ہوا تھا۔

''تم اتنے ٹ کیوں ہو؟''عینا ر ھی ہوئی آواز میں بولی تو حسن نے ا ت حم بھری نگاہ اس پ ڈالی۔''کیوں تمہارے ا را می چیز نہیں ہے حسن؟ کیوں۔ آ کیوں تم ایسے ہو؟''عینا کے حلق کی رگیں بیٹھ چکی تھیں۔اسکے سوکھے حلق میں اس وقت اشیں پ ڑ چکی تھیں۔وہ بے جان سی ہو کر میز پ ہی سر ٹکا گئی۔وہ یوں ہی بیٹھا رہا۔

بے ش۔سرد۔بے جان۔۔!!

''بچے ریڈی ہوگئے؟''صفا مرجان اور یقوت کے کمرے کی جا. ڑھ رہی تھی. راستے میں زہرہ سے ٹکرائی۔وہ دینا کو لئے نیچے ہی ا رہی تھی۔

''ہاں ہوگئے۔''زہرہ دینا کو اٹھائے نیچے ا ی۔صفا بھی نیچے ہی آ گئی تھی وہ لوگ. شتہ کر رہے تھے۔

''کیسے ہیں میرے شہزادے؟''صفا ا عقب میں آئی اور ان دونوں کے گال چومتی ہوئی جا کر اپنی کرسی پ بیٹھی۔سفیان صا اخبار فولڈ کرتے اسکی جا. متوجہ ہوئے۔منال بھی مسکرا دیں۔

''ہم ٹھیک ہیں۔۔آپ کیسی ہیں؟''پوچھنے والا یقوت تھا جبکہ مرجان بس سر جھکائے. شتہ کر رہا تھا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔''وہ مسکرائی۔

''کیا آج ہم شام کو آ ۔ کی طرف چلیں؟''یقوت نے جھجکتے ہوئے صفا سے فرمائش کی تھی۔اس نے پہلی. ریوں فرمائش کی تو صفا خوشی سے مسکرائی۔۔

''ہاں ضرور کیوں نہیں۔''وہ تو خود آ ۔ سے ملنا چاہتی تھی۔''کیا مرجان بھی چلے گا ساتھ؟''صفا نے اسکو مخاطب کر. چاہا۔مرجان نے سر جھکائے ہی میں سر ہلا دی۔صفا نے مایوسی سے یقوت کی جا. دیکھا۔

''چلے گا یہ بھی۔۔ہم. ہی جا گے۔''یقوت نے کہا تو مرجان نے ا گھوری یقوت پ ڈالی۔وہ کندھے اچکا ۔آج یقوت اچھے موڈ میں لگ رہا تھا۔

''خیر۔ ۔ ہے؟ آج آ۔ ۔ کے گھر کی تیاری کس خوشی میں؟'' منال نے بھی ہلکے پھلکے موڈ میں پوچھا تو یقوت نے مسکرا کر اجا۔ دیکھا۔

''دادو۔!! وہ دراصل کچھ دنوں سے اداس سی تھی تو سوچا اسکے ساتھ کچھ وقت ٔ ارلیں۔ وہ صفا آ کو بھی مس کرتی ہے ۔'' کہتے ہوئے یقوت خاموش ہو ۔

'' کیا؟'' منال نے دلچسپی سے سنا۔

'' وہ کسی سے ڈرتی ہے۔۔'' یقوت نے سر جھکائے بیٹھے مرجان کی جا۔ ۔ چھی سی نگاہ ڈالی تو وہ ۔ ہنس دیئے۔ مرجان نے ۔ بھینچ لئے۔

''وہ اپنی پ یٹی لیڈی کو کسی سے ۔ ٹ نہیں سکتا ۔ ں۔'' سفیان گورسی بھی ہلکے پھلکے موڈ میں بولے تو وہ لوگ ہنس دیئے۔

''میں ٔ شتہ کر چکا ہوں۔۔ ا تمہارے چٹکلے ختم ہو گئے ہیں تو آ جا ٔ گاڑی میں و۔ ٹ کر رہا ہوں۔'' مرجان ا۔ نگاہ یقوت پ ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ۔ مرجان کے روبے پ حیران ہوئے تھے۔ صفا اپنی جگہ سے اٹھی اور آ کر مرجان کے سامنے بیٹھی۔ اسکے یونیفارم کی ٔ د ۔ ہ شکنیں در ۔ ۔ کیں اور اسکے ماتھے پ ۔ ل ۔ ٹ کئے۔ مرجان نے حلق ۔ ۔ کیا۔۔ یہ عادت حوریہ کی تھی۔ اسکے دل میں ا۔ لہر سی اٹھی تھی۔

''ٔ راض ہو؟'' صفا نے سرگوشی ا ٔ ازمیں پوچھا مرجان َ دن جھکا ۔ ۔ وہ اپنے ۔ پ کی طرح صفا۔ ا ہیم کے سامنے خاموش ہو جا یکرتا تھا۔ ''میرے چھوٹے سے کرش کو کیا ہوا ہے؟ کیا میری کوئی ۔ ت۔ ی لگی؟'' صفا نے اسکے گالوں پ ہاتھ پھیرا۔ مرجان َ دن جھکائے کھڑا رہا۔

زہرہ کی نگاہیں مرجان پ ہی ٹکی ہوئی تھیں۔ ''او کے ا َ مرجان گورسی کو پسند نہیں تو ہم آ۔ ۔ کے گھر نہیں جا گے۔'' صفا نے اپنے ۔ ۔ پ پتھر رکھا تو یقوت نے مڑ کر دیکھا تھا۔

مرجان نے فوراً چہرہ او پ اٹھا۔ صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا وہ آنکھیں خالی سی تھیں۔ بجھی بجھی سی۔

''تم رات کو سو رہے تھے ۔ ں؟ کیا تم نے نیند پوری کی؟'' اب صفا واقعی پ یشان ہوئی تھی۔ مرجان نے اثبات میں سر ہلا د۔

''او کے۔ اب بتاؤ۔''

''ہم شام کو آ۔ ۔ کے گھر جا گے۔'' وہ نگاہیں پ ائے بولا تو صفا نے مسکراہٹ سمیٹی۔

''اچھا؟ یہ تو اچھا ہو ۔ کہ مرجان کو کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ مرجان کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ مرجان نے ا۔ نگاہ صفا کے ہاتھوں میں موجود اپنے ہاتھوں پ ڈالی۔

''مجھے کچھ پوچھنا ہے؟'' وہ بولا تو اسکی آواز بمشکل صفا کی سما ۔ ۔ پہنچ پ ئی تھی۔

''ہاں میری جان۔!! بولو۔'' صفا نے پیار سے اسکے گال کو چھوا۔ زہرہ جو کہ دینا کو ٔ شتہ کروا رہی تھی ٹھٹکی۔

''وہ۔۔ کیا کوئی اور بھی ہے جو۔''

''اوہ۔ دینا۔۔!!'' زہرہ کی ۔ ت پ ۔ لوگ چو ۔ صفا نے مڑ کر دیکھا تو دینا کے کپڑوں پ جوس َ ۔ تھا۔ ''سوری۔۔ میں اسکو چینج کروا کے آئی۔'' وہ معذرت کرتی اٹھی اور ا۔ تنبیہی نگاہ مرجان پ ڈالی۔ صفا دو ۔ رہ مرجان کی جا۔ ۔ متوجہ ہوئی۔

''ہاں۔ بولو کیا پوچھ رہے تھے؟''

'' کچھ نہیں۔'' وہ کہتا ہوا وہاں سے َ ۔ صفا وہیں بیٹھی رہ گئی۔ خالی ہاتھ۔!!

دوپہر ہو رہی تھی۔ اس وقت سکول بینچ پ مرجان اور یقوت موجود تھے۔

''تم جا ہو ں کہ تمہیں کیا کر ۔ ہے؟'' کچھ فاصلے پ آ۔ ۔ اور میرال کھڑی تھیں۔

آ۔ ۔ نے مرجان کی جا۔ ۔ دیکھ کر تھوک نگلا۔

''پلیز۔!! مجھ سے نہیں ہو پ ئے گا۔'' آ۔ ۔ نے بھیگی سی نیلی آنکھوں سے میرال کی جا۔ ۔ دیکھا۔

''فائن۔!! پھر تیار رہو۔'' میرال یہ پڑھ کر زولپیٹ گئی۔

''نہیں نہیں۔۔میں۔۔جاتی ہوں۔'' آیت نے حلق تر کرتے ہوئے قدم اس جانب بڑھا دیئے۔

جبکہ میرال کچھ فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔جہاں سے آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

''ہائے یاقوت۔!!ہائے مرجان۔!!'' آیت نے اپنے روایتی انداز میں آکر کہا تو یاقوت نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا۔

''ہائے آیت۔!! آؤ بیٹھو۔'' وہ ایک جانب کھسک کر آیت اسکے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو تم؟'' یاقوت نے گردن موڑ کر آیت کو دیکھا تھا۔

''میں ٹھیک تم کیسے ہو؟''

''میں بھی ٹھیک۔'' وہ لوگ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

''یاقوت۔!!وہ۔۔کیا تم میرے ساتھ سکول لائبریری جاؤ گی؟'' آیت نے کچھ دیر بعد میرال کی نگاہیں خود پر مرکوز پاتے پوچھا۔

''ہاں۔۔ کیوں کیا ہوا؟''

''وہ مجھے ایک کتاب چاہیے تھی۔''

''ارے تمہیں کس کتاب کی ضرورت پڑ گئی۔؟'' یاقوت نے مانو اسکا مذاق اڑایا۔آیت نے منہ بنا کر یہ پڑھ کر زولپیٹا۔

''میں لائق نہیں ہوں۔۔ہر قسم کی اردو اور انگلش ریڈ کر سکتی ہوں۔''

''اوکے۔۔مان گئے۔'' یاقوت نے ہارا ہوئے ہاتھ کھڑے کئے۔''چلو۔۔چلتے ہیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تو سامنے میرال آئی۔

''کہیں جا رہے تھے؟''

''ہاں۔۔سکول لائبریری۔۔کیوں؟'' یاقوت نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی جانب دیکھا۔

''وہ مجھے تمہیں اپنا ہوم ورک دکھانا تھا۔سیلف رائیٹنگ میں تم اچھے ہو ں۔اگر کوئی غلطی ہوتی تو بتا دیتے۔'' میرال نے مایوسی سے یاقوت کو دیکھا۔

''اوہ۔۔چلو ہم لائبریری سے آجا پھر دکھا دینا۔''

''آیت کلاس شروع ہو جائے گی۔'' میرال نے اپنی کلائی پر بندھی چھوٹی سی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

''اٹس اوکے یاقوت تم چلے جاؤ۔'' آیت نے بڑے دل کا مظاہرہ کیا۔

''مرجان۔!! کیا تم آیت کے ساتھ چلے جاؤ گے؟'' یاقوت نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔کہ کہیں مرجان کوئی الٹا جواب نہ دے دے۔

لیکن خلاف توقع وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اور پاس سے گزر گیا۔یاقوت نے افسوس سے آیت کو دیکھا۔مرجان کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔

''اب آجاؤ۔وہاں گاڑی بھیجوں؟'' مرجان نے طنز کر کہا تو آیت نے سہم کر یاقوت اور میرال کو دیکھا۔

''جاؤ۔'' یاقوت مسکرا دیا۔تو آیت سست قدم اٹھاتی اسکے پاس پہنچی۔

وہ دونوں لائبریری جبکہ یاقوت اور میرال کلاس روم کی جانب بڑھ گئے۔یاقوت اور مرجان سکول کے باقی بچوں کی نسبت ذہین اور سمجھدار تھے۔کچھ اتفاق تھا اور کچھ تعلیمی ماحول اچھا تھا شروع سے۔اس لئے وہ ہمیشہ باقی بچوں میں ممتاز رہتے تھے جس کی وجہ سے کچھ بچے ان سے امپریس تھے تو کچھ ان سے حسد بھی کرنے لگے تھے۔

جہاں ہم اپنی شخصیت سے دوسروں کو متاثر کرتے ہیں وہیں کچھ حاسدین بھی جنم لے لیا کرتے ہیں۔اور حاسدین کا کوئی علاج نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ لوگ اپنی آگ میں جل کر خود ہی راکھ ہو جا ئیں۔

''تم مجھ سے ناراض ہو؟'' آیت نے چلتے چلتے مرجان سے پوچھا۔وہ اسکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔

''کیوں؟ تم کون ہو جس سے میں ناراض ہوں گا؟'' اس نے اپنے ہمیشہ کے سرد سے انداز میں جواب دیا۔

''نہیں۔۔وہ میرا مطلب تھا کہ تم ہمیشہ مجھ سے خفا خفا سے رہتے ہو۔''

''مرجان ہر کسی سے خفا نہیں ہوتا۔'' وہ اسکے کسی سوال کا صحیح جواب نہیں دے رہا تھا۔آ۔۔نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔وہ چہرے پہ بناء کسی تاثر کے چلتا جا رہا تھا۔ لائبریری کا راستہ ایڈمن بلاک کے سامنے سے ہی گزرتا تھا۔وہ لوگ ایک روش پہ چل رہے تھے جو لان کے ساتھ ساتھ اونچائی پہ بنی ہوئی تھی۔اسکے ساتھ ساتھ گہرائی میں لان بنا ہوا تھا جس میں پودے اور گھاس لگی ہوئی تھی۔وہ چھوٹا سا لان ایڈمن بلاک کے سامنے گولائی میں بنا ہوا تھا۔

چلتے چلتے آ۔۔کا پاؤں سلپ ہوا تو وہ روش سے نیچے گہرائی میں جا گری۔وہ لان روش سے تین چار فٹ گہرا تھا۔اس لئے دھڑام کی آواز پہ مرجان چونکا تھا۔

''آ۔۔۔!! آ۔۔۔!!'' وہ آوازیں لگاتے پیچھے ہی کود گیا۔آ۔۔او ندھے منہ گری رو رہی تھی۔

''آ۔۔اٹھو۔!!'' مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھنے میں مدد کی۔آ۔۔کے کپڑوں پہ مٹی لگ چکی تھی۔اسکے رونے کی وجہ سے ایڈمن بلاک سے کچھ ٹیچرز جو کہ اب کلاس رومز کی جانب جا رہی تھیں اس جانب آ گئیں۔آ۔۔آنکھوں پہ ہاتھ رکھے روئے جا رہی تھی جبکہ مرجان کبھی اسکا یونیفارم جھاڑتا تو کبھی اسکو چپ کروانے کی کوشش کرتا۔

''ارے۔کیا ہوا بیٹا؟'' ایڈمن کوارڈینیٹر اس جانب آ گئیں۔اور آ کر آ۔۔کو اٹھا کر کھڑا کیا۔آ۔۔کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''ارے ارے۔!! کہاں چوٹ آئی؟'' اس ٹیچر نے آ۔۔کی کہنی دیکھی جو کہ چھل چکی تھی۔آ۔۔بس روئے جا رہی تھی۔

''میم۔۔شی نیڈز فرسٹ ایڈ۔'' مرجان نے پریشان ہوتے ہوئے اسکی کہنی دیکھنا چاہی تو آ۔۔نے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑوایا۔ٹیچر نے چونک کر مرجان کو دیکھا۔

''میں۔۔میں اسکا۔۔کلاس میٹ۔نہیں۔دوست۔۔نہیں۔۔میں۔'' وہ اپنا تعارف نہیں کروا پا رہا تھا۔

''ہی ککڈمی۔۔!!'' آ۔۔کی زخمی سی آواز آئی تو مرجان کی سیاہ آنکھیں پھیل گئیں۔جبکہ میم نے چونک کر آ۔۔کو دیکھا۔

''بیٹا کیا کہا آپ نے؟''

''اس نے مجھے دھکا دیا۔'' آ۔۔نے نیلی ڈبڈبائی آنکھوں سے مرجان کی جانب دیکھا۔ٹیچر نے ایک سخت نگاہ مرجان پہ ڈالی۔وہ بھی طرح ہڑبڑایا۔

''نو آ۔۔۔!! آر یو میڈ؟'' وہ غصے تھا۔آ۔۔میڈم کے ساتھ چپک گئی۔

''واٹ از دس بیہیویئر؟'' میم نے مرجان کو سخت گھوری سے نوازا۔وہاں کچھ شور سا بڑھا تو مزید کچھ ٹیچرز بھی وہاں چلی آئیں۔

اور پھر مرجان اور آ۔۔کو پرنسپل کے آفس لے جایا گیا۔جہاں آ۔۔کی کہنی پہ ڈریسنگ کر کے ایک چھوٹا سا بینڈیج لگا دیا گیا تھا۔اب وہ ایک کرسی پہ دبکی بیٹھی تھی جبکہ مرجان آگ بگولہ ہوتا اسکے سامنے کھڑا تھا۔

''کیا ہوا۔؟'' قوت ہڑبڑی میں اندر داخل ہوا۔

''قوت ابراہیم۔!! آپ کے بھائی نے آج اس بچی کو دھکا دیا ہے۔'' پرنسپل نے اپنے چشموں کے اوپر سے جھانکا۔تو قوت نے بے یقینی سے مرجان کو دیکھا۔ مرجان نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔وہ مرجان کی بجائے آ۔۔کے پاس آیا۔

''آر یو اوکے؟'' قوت نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہمم۔'' آ۔۔نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اسکا دل کانپ رہا تھا اسکو یہ کرنا تھا اپنے سکول کی خاطر اپنی پڑھائی کی خاطر۔

''آئی ایم سوری میم۔!!'' قوت پرنسپل کی جانب متوجہ ہوا۔

''میں آپکے ڈیڈ کو کال کر رہی ہوں۔'' انھوں نے لینڈ لائن اٹھایا۔

''ڈیڈ وہ تو مصر چلے گئے ہیں۔'' قوت نے ایک نگاہ بھی مرجان پہ نہ ڈالی۔

''تو؟ دادو؟ ماما؟''

''آپ پلیز اسکو معاف کر دیں۔۔یہ آئندہ نہیں کرے گا۔'' قوت نے شرمندہ ہوتے ہوئے مرجان کی ضمانت دی۔

''ڈیڈ میں نے کچھ نہیں کیا۔'' مرجان چیخا تھا۔

''آواز نیچے۔!!'' پنسپل نے فوراً مرجان کو ڈپٹا۔ قوت نے مڑ کر افسوس سے مرجان کو دیکھا۔

''تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے؟ یہ لڑکی جھوٹ بولتی ہے۔'' مرجان نے اپنی خونخوار نگاہ آپ پر ڈالی جو کہ مزید سہم گئی۔

''بس مرجان۔!! ہم آپ کا رویہ اب تک ازکرتے آئے ہیں۔ پہلے آپ نے میرال کے ساتھ اتنا کچھ کیا۔ اور اب آپ؟ پہلے ہم سمجھے تھے کہ وہ بچی شاید جھوٹ بول رہی ہے آپ جھوٹ نہیں بولتی۔'' پنسپل نے سختی سے کہتے اپنے چشمے اتارے۔

''میم۔! پلیز۔! اسکو ایک چانس دے دیں۔''

''قوت۔!! آپ اپنا اوبیڈ اور اچھے بچے ہیں ہم لوگ مرجان کو یوں معاف نہیں کر سکتے۔'' کہے ہوئے پنسپل نے دوبارہ کوئی نمبر ملایا۔

قوت نے بے بسی سے مرجان کو دیکھا وہ رخ پھیر گیا۔ اسکا کسی نے یقین نہیں کیا تھا۔ اور اس میں کہیں نہ کہیں غلطی مرجان کی ہی تھی۔ وہ میرال کی وجہ سے ہاں میں آچکا تھا۔ اور اب وہ سچا ہونے کے باوجود جھوٹا قرار دیا گیا تھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔ ریت کے ٹیلے تپ رہے تھے۔

اگنیش نے اس قید خانے کو بھی کسی بھٹی کی طرح سلگا کر رکھ دیا تھا۔

قید خانہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جس نے ماحول کو ناقابل برداشت بنا رکھا تھا۔

وہاں سے کسی کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ کوئی شخص بہت تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ یوں جیسے کسی کی جان لبوں پر آئی ہوئی ہو۔ اوپر کچھ روشن دان تھے جن میں سے بس مدھم ہی روشنی آتی تھی کیونکہ وہ روشن دان بھی عمارت کے اندر رہی کھلتے تھے۔

دن کا اجالا ہو تو روشنی اپنی جگہ بنا ہی لیا کرتی ہے۔ وہ تو رات کی تاریکی ہے جس کو چیرنے کے لئے مصنوعی سہاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔

اسی مدھم سی روشنی میں اسے قید خانے کا منظر واضح ہوا تو اسے آدمی بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسرا آدمی اس کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔

''میرے بھائی صبر کرو۔۔ یہ وقت گزر جائے گا۔'' وہ جو بیٹھا تھا وہ بھاری ہوتی آواز میں بولا تھا۔

''نہیں طارق۔۔!! میرا وقت آن پہنچا ہے۔'' اس نے اسکی ہچکی لی۔

''نہیں قمر۔!! تم ایسا مت سوچو۔!! دیکھنا ایک دن ہم اس قید سے ضرور نکلیں گے ایک دن ہم روشنی ضرور دیکھیں گے میرے بھائی۔''

''روشنی؟'' اسکی سانس اٹکی۔

''ہاں روشنی۔''

''یہ مصنوعی روشنی تمہیں مبارک۔!! مجھے کچھ اور دکھائی دے رہا ہے اب۔'' وہ اسی سمت میں نگاہ ٹھہرائے تھا۔ اسکے چہرے پر اک مسکراہٹ سی در آئی۔ سانس اب رک رک کر آرہی تھی اور دھڑکن ناہونے کے برابر محسوس ہو رہی تھی۔۔ طارق نے قمر کے سینے پر ہاتھ رکھا تو وہاں سناٹا تھا۔ طارق نے جھک کر قمر کی آنکھیں دیکھیں وہ ساکت ہو چکی تھیں۔ اور اسکا منہ کھلا ہوا تھا۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون۔!!'' طارق نے کپکپاتے ہاتھوں سے قمر کی آنکھیں بند کر دیں۔ وہ کچھ دیر شل سا بیٹھا رہا۔

اور پھر وہ اس نے قمر کا سر زمین پر رکھا اور اٹھ کر سلاخوں پاس آیا۔

''مبارک ہو۔ میرے بھائیو۔!! مبارک۔!!'' وہ دیوانہ وار چیخا۔ چیخنے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

''قمر کا سفر تمام ہوا۔'' وہ لوگ جانتے تھے کہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے بس اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے آنکھیں موند گئے۔ طارق نے سامنے دیکھا تو قادر تشہد کی حالت میں بیٹھا تھا۔

''مبارک ہو قادر بھائی۔!! آج اپنا اور پورا آزاد ہوئے۔ اب دیکھنا ہمیں بھی جلد ہی آزادی مل جائے گی۔'' وہ خوشی سے چیخا۔ قادر نے شہادت کی انگلی اٹھائی۔

ا کے ایک ہونے اور اسکے محبوب کی اسکے آخری رسول ہونے کی گواہی دی۔۔پھر اس نے اپنے لئے ،اپنے والدین کے لئے اور مومنین کی بخشش کے لئے دعا کی۔اور سلام پھیر دیا۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' قادر نے پرسکون سے تاثرات سے کہہ دیا تو وہ طارق وہیں زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔اسکی سامنے پڑے بیلچے پر گئی۔ابھی اسکا کام ختم نہیں ہوا تھا۔اسکو ابھی اپنے دوست کو دفنانا بھی تھا۔!!

سلویٰ آج پھر سے تازہ دم سی بازار میں پھر رہی تھی۔وہ آج چلتی چلتی دور نکل آئی تھی۔آج وہ مسلم کوارٹر کے سوق میں نکل آئی۔

''واہ۔۔!!'' سلویٰ کی حیرت کے مارے آنکھیں پھیل گئیں۔بڑی سی مارکیٹ جہاں نئی پرانی طرز کی تمام تر اشیاء موجود تھیں۔جن میں کچھ عرب ثقافت کی جبکہ کچھ ماڈرن طرز زندگی کی ضروریات کی چیزیں شامل تھیں۔کہیں قدیمی طرز پر بنے قالینوں کے ڈھیر لگے تھے تو کہیں طرز کے کارپٹس موجود تھے۔

سوق عربی میں بازار یا مارکیٹ کو ہی کہا جاتا ہے۔جو مارکیٹ قدیمی طرز پر بنی ہوئی ہو اور ابھی تک اپنی پہچان برقرار رکھے ہوئے ہو سوق کے دائرے میں آتی ہے۔مسلم کوارٹر کا وہ بازار بھی سوق کہلاتا ہے۔جہاں سے ایک راستہ سیدھا مسجد اقصی کی جانب جاتا ہے۔الاقصیٰ کمپاؤنڈ میں جانا وہاں موجود ہر شخص کا خواب ہے۔لوگ جمعہ اور فرض نماز کے لئے کمپاؤنڈ جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔اگر حالات نارمل رہیں تو۔

مرکزی دروازے پر اسرائیلی فورسز کا پہرہ ہوتا ہے۔جو کہ سیاحوں اور وہاں کے رہائشیوں پر سختی برتتے ہیں اور ان کے شناختی کارڈ اور دستاویزات دیکھ کر ہی اندر جانے دیتے ہیں۔

سلویٰ اٹکیلیاں بھرتی ہوئی اسی گلی میں آ گئی۔رش ہی رش۔لوگ ہی لوگ۔سیاہ،سفید،گندمی۔ہر رنگ ہر اور ہر مذہب کے لوگ شامل تھے۔جن میں مسلمان، عیسائی اور یہودی سرفہرست تھے۔

سلویٰ ادھر ادھر دیکھتی حیران سی آگے بڑھ گئی۔

وہ آگے چلی جا رہی تھی۔کسی نے اسکو پکارا۔سلویٰ ٹھٹکی۔!!

''کس کے ساتھ ہو تم؟'' وہ ایک سپاہی تھا جس نے سلویٰ کو روکے پر روکا تھا۔باقی سپاہی بھی وہیں موجود تھے۔

''میں؟'' وہ لوگ عربی میں ہی بات کر رہے تھے۔سلوی نے معصومیت سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

''ہاں ہاں تم۔'' ان سپاہیوں نے جیسے اسکا مذاق سا اڑایا۔ایک لگا شاید وہ کھو گئی ہے۔

''میں اپنے اللہ کے ساتھ آئی ہوں۔'' سلویٰ نے ڈرامہ ٹائز کر کہا تو وہ لوگ ہنس دیئے۔

''حوالہ کافی ہے تو جاؤں اندر؟'' اس نے کمپاؤنڈ کی جانب اشارہ کیا۔اسکو قدس دیکھنا تھا۔

''نہیں اپنے کاغذات دکھاؤ پہلے۔'' ایک فوجی اپنی مسکراہٹ چھپائے بولا تو سلویٰ نے سینے پر زور لپیٹ کر ایک ناراض سی نگاہ اس پر ڈالی۔

''نہیں دکھاتی۔۔کر لو جو کرنا ہے۔''

''ارے۔!! پھر تو تمہیں گرفتار کرنا ہوگا۔'' وہ لوگ ہنس دیئے۔

''کیوں؟''

''کیونکہ یہاں تم کاغذات دکھائے بنا اندر نہیں جا سکتی۔''

''یہ گھر کس کا ہے؟'' سلویٰ نے اندر کی جانب اشارہ کیا۔لوگ اسکے پاس سے گزر رہے تھے۔وہ لوگ اپنے کاغذات دکھاتے اور گزر جاتے جبکہ سلویٰ وہیں پھنس گئی تھی۔

''اکاؤنٹ۔'' ایک سپاہی نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔۔

قدس . کے لئے ا۔ مقدس مقام ہے۔ پھر چاہے وہ عیسائی ہوں، یہودی ہوں۔ مسلمان۔ یہ . اہل کتاب ہیں اور . کے :۔ دی عقا٘ میں توحید شامل ہے ۔ بلکہ ہر مذہب کی :۔ دہی توحید ہے۔ قدس ان . کے لئے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔

''تو پھر؟ اجازت تم کیوں دو گے؟'' اس نے ٘ک پھلائی۔ وہ سپاہی ٘ جانے کیوں محظوظ ہوئے تھے۔

''کیو ہم نگران ہیں۔'' ا۔ لڑکا بولا۔

''کس نے بنا۔؟'' سلوی نے تیوری پ ڑھائی۔

''ہماری حکومت نے۔'' وہ اب پھنس رہا تھا۔

''حکومت کس کی؟''

''ہمارے صدر کی۔''

''اور ملک کس کا؟''

''یہاں کے لوگوں کا۔''

''لوگ کس کے؟''

''لوگ؟ ٘ اکے۔'' وہ اب اٹ اٹ کر بولا۔

''وہی تو۔۔ لوگ ٘ اکے حکومت ٘ اکی۔۔ گھر ٘ اکا۔۔ تو نگران تم کیوں؟'' اسکے سوال پ وہ . ہڑ٘ بڑ٘ ائے۔

''کیو یہاں کی حکومت نے ہمیں یہاں تعینات کیا ہے۔۔'' ا۔ لڑکا اب خجلت سے بولا تھا۔

''پہلی . ت۔! یہ ملک تمہارا نہیں۔۔ نہ ہی تمہارے اس صدر کا۔'' اس نے انگلی کھڑی کی تو وہ لوگ حیرت سے اسکی چھوٹی سی انگلی دیکھنے لگے۔

''میری امو کہتی ہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے۔۔ ہم فلسطینیوں کا۔۔ یہ مسجد ہماری ہے۔۔ یہ شہر ہمارا ہے۔۔ اور تم لوگ مہمان بن کر آئے تھے۔ اب تم خود بتاؤ۔ نگرانی مالک کرتے ہیں۔ مہمان؟'' وہ دو . رہ :۔ پ . زو لپیٹ گئی۔ اب کی . ران سپاہیوں کے ت ٘ ات . ل گئے تھے۔ یہی تو حقیقت تھی ٘ ی اٹل حقیقت اور یہود اس حقیقت سے آنکھیں پ اتے ہیں۔ وہ ڈھیٹ ہیں۔ وہ ملعون ہیں۔

کچھ د۔ پہلے جو وہ دوستانہ ا٘ از اپنائے ہوئے تھے اب ا چہروں پ سختی در آئی۔

''اے چھوٹی لڑکی۔!! نکلو یہاں سے۔ اور جاؤ اپنی ماں کے پ س۔'' ا۔ سپاہی جبڑے بھینچ ے۔

''کیوں؟ سچ . الگا ں؟ امو کہتی ہیں تم لوگ ملعون ہو۔۔ سچ سے بھاگتے ہو۔'' سلوٰی نے ٘ک پ ڑھائی وہ لوگ ا۔ دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہاں اب ماحول . ل رہا تھا۔

پنسپل آفس میں ا۔ لڑکی داخل ہوئی جس نے ا۔ سبز رَ کا عبا۔ پہنا ہوا تھا اور سر پ سکارف تھا۔ اسکے ہاتھ میں اسکا بیگ تھا۔ ہیلز پہنے وہ ا٘ ر داخل ہوئی تو پ سپل مرعوب سی ہوئی۔

سامنے کرسی پ ۔ٹ مرجان نے نگاہ اٹھا کر اسکو دیکھا تھا۔

''السلام وعلیکم۔!! میں مرجان کی ماما۔!!'' وہ اپنا تعارف کرواتی بیٹھ گئی۔ آ۔ ۔ نے بھیگی نیلی آنکھوں سے صفا کو دیکھا وہ بس پنسپل کی جا٘ . متوجہ تھی۔

''خیر۔ ۔ ہے آپ نے بلوا۔؟''

''آپکے بچے نے اس بچی کو دھکا د۔ جس سے یہ َ گئی اور اسکے . زو پ چوٹ آئی۔'' پنسپل نے لئے دیئے ا٘ از میں بتا۔ تو صفا نے ا۔ نگاہ سائیڈ پ بیٹھی آ۔ ۔ پ ڈالی۔ آ۔ ۔ سر جھکا گئی۔

''کیاواقعی؟'' وہ دو. رہ پنسپل کی جا. مڑی۔

''جی ہاں۔۔آپ اس بچی سے پوچھ سکتی ہیں۔''

''وہ تو میں پوچھ لوں گی اتنا میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ مرجان گورسی ایسا نہیں کرسکتا۔'' مرجان نے بے اختیار اپنی سیاہ آنکھوں سے صفا کو دیکھا تھا۔۔وہ اسکے جا. تھا.....جبکہ صفا کی کرسی پنسپل کے سامنے تھی اور آ۔ ۔ دا جا. بیٹھی تھی۔

''مسز گورسی۔!! ت یہ ہے کہ پہلے بھی مرجان کی کئی شکا یت آتی رہی ہیں۔''

''تو کیا وہ شکا یت در ۔ ۔ ش. ۔ ہو ؟'' وہ جیسے ٹھان کر آئی تھی کہ مرجان گورسی سچا ہے۔اور صفا. اہیم کی عدا ۔ میں تو ویسے بھی مرجان گورسی ہمیشہ بے قصور ہی ہوتا تھا۔

''نہیں الزام تو ایسے ہی لگے تھے۔۔آپ شا. میرا ل کو جا ہوں۔''

'' میں الزام کی نہیں ثبوت کی ب. ت کر رہی ہوں۔۔اَ پچھلے الزام ش. ۔ نہیں ہو سکے تو ا :. د بنا کر آپ اس بچے پ آج الزام کیسے عا کرسکتی ہیں؟''

پنسپل خاموش ہوگئیں۔صفا کچھ د بیٹھی رہی اور پھر اٹھ کر آ۔ ۔ کے پ س آئی۔اس نے آ۔ ۔ کو کرسی سے اٹھا کر کھڑا کیا اور خود اسکے سامنے زمین پ ہی بیٹھ گئی۔آ۔ ۔ مسلسل یں جھکائے ہوئے تھی۔

''کیا ہوا تھا؟'' صفا نے ڈا سوال کیا۔

''میں گئی تھی۔'' وہ بھی فوراً بولی تھی۔

''کیسے؟''

'' وں سلپ ہوا۔''

''مرجان نے پش کیا تھا؟'' صفا نے اپنا سوال دہرا تو آ۔ ۔ نے مرجان کو دیکھا جو کہ خونخوار یں لئے اسی کو گھور رہا تھا۔اور پھر اس نے سہم کر صفا کو دیکھا۔

''اٹس او کے۔!! تم درمیانی راستہ نکال سکتی ہو۔'' صفا نے جیسے آ۔ ۔ کو بچنے کے لئے راستہ دی۔آ۔ ۔ کچھ دیا سکی ب. ت کو سمجھتی رہی۔

''مجھے لگا کہ کسی نے پش کیا تھا۔'' آ۔ ۔ کے ب. ہلے صفا کے چہرے پ فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی آ۔ ۔ اسکا پیغام سمجھ چکی تھی۔دعوے میں اور الزام میں بس اتنا سا ہی فرق ہوتا ہے۔دعوے میں ا فیصد بھی شک نہیں ہوتا جبکہ الزام مشکوک ہوتا ہے۔اور ب. دعویٰ الزام میں ب. ل جائے تو ضما ۔ سے کام چل جا کرتا ہے۔

صفا کے چہرے پ فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی۔جبکہ مرجان نے ا خونخوار نگاہ آ۔ ۔ پ ڈالی تھی۔ قوت اپنے کلاس روم میں ہی تھا۔

صفا مسکرا کر پلٹی اور مسز قیوم کے سامنے ہوئی۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی ا ں. ہم دھنسا اور ڑ ۔ پ ۔ جمائی۔مسز قیوم اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھ کر رہ گئیں۔

''جی تو ب. ت آپکے سامنے واضح ہے کہ بچی کو بس لگا کہ کسی نے اسکو پش کیا ہے اور ضروری نہیں کہ پش کرنے والا مرجان ہو۔''

'' ۔!!''

''میں ابھی بول رہی ہوں۔'' صفا نے ا وہیں خاموش کروا دی۔وہ بھنویں اچکا کر رہ گئیں۔

''ہوسکتا ہے بچی کا پ وں پھسلا ہو اور اسکو لگا کہ کسی نے اسکو پش کیا ہو۔لہٰذا کسی بچے کو اس طرح ہراس کر. بناء کسی ٹھوس ثبوت کے آپ جا ہیں اسکا ا م؟'' وہ بولی تو مسز قیوم کا حلق خشک ہوا۔

''ہہ۔ ہراس؟''

''جی ہاں۔۔آپ نے میرے بچے کا چہرہ نہیں دیکھا کیسے مرجھا ہے ا ہی گھنٹے میں۔۔آپ جا ہیں ایسی الزام اشی اور یوں اس طرح اسکو عدا ۔ میں پیش کرنے سے اسکی مینٹل ہیلتھ پ کتنا. ا ا ثر پ سکتا ہے؟''

''دیکھیں مسز گورسی اب آپ زیادہ کہہ رہی ہیں۔''

''نہیں ابھی تو میں صرف کہہ رہی ہوں۔۔آپ سی سی ٹی وی فوٹیج نکلوا پھر میں کر کے دکھاؤں گی۔'' صفا نے اعتماد سے کہا تو مسز قیوم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

انھوں نے ایا اپنے ہی ٹیبل پہ موجود کمپیوٹر سکرین کو دیکھا جہاں ایٹمن بلاک کے سامنے والے لان کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔

صفا چھا سا مسکرائی۔

''ریوائینڈ اٹ۔'' اس نے پراعتماد لہجے میں کہا تو مسز قیوم نے اپنا ماتھا پیٹ لیا تھا۔انھوں نے مرجان کے گھر فون کرنے سے پہلے سی سی ٹی وی کیوں نہیں دیکھا۔دراصل بات یہ تھی کہ میرال کی وجہ سے مرجان ان کی نگاہوں میں مشکوک بن چکا تھا اس لئے اس پر وہ لوگ اسکی کسی بات پہ یقین نہیں کر رہے تھے اور یہی غلطی تھی۔

''اٹس اوکے۔!! اس بات کو یہیں ختم کر دیتے ہیں۔۔بچے ہیں غلطی ہو جاتی ہے۔'' مسز قیوم نے حلق تر کرنے کے لئے سامنے پڑا پانی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''آپ بے شک ٹھیک کہتی ہیں بچوں کا کیا؟ انکا ذہن ابھی پختہ نہیں ہوتا۔۔اس طرح کی چیزیں بچوں کے ذہن پہ چھاپ چھوڑ جاتی ہیں۔۔آپ ریوائنڈ کریں میں یہیں ہوں۔''

مسز قیوم نے ایا نگاہ مرجان پہ ڈالی جو کہ اب اپنی سیاہ تر آنکھیں ان پہ ہی گاڑھے ہوئے تھا۔

'اوکے۔!!'' انھوں نے فوراً فوٹیج ریوائنڈ کی اور سکرین صفا کے سامنے کر دی۔

ویڈیو میں صاف دیکھا جا سکتا تھا کہ آیت کا پاؤں پھسلا تھا۔صفا نے فاتحانہ مسکراہٹ مسز قیوم کی جانب اچھالی۔وہ شرمندہ ہوا۔جبکہ مرجان نے ایا سخت نگاہ آیت پہ ڈالی تھی جو کہ اب مزید سہم چکی تھی۔

''آئی تھنک اب یہ کلیئر ہو چکا ہے۔۔اب کون سی قانونی کاروائی کرنی چاہیے؟'' صفا نے ٹیک لگائے ہوئے اپنی انگلیوں کو باہم جوڑتے ہوئے کہا تو مسز قیوم نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔صفا کو اچانک ہی آیت پہ رحم آیا تھا۔

''اٹس اوکے۔'' وہ کہتی ہوئی آگے جھکی۔''آپ لوگوں کی ڈیوٹی تھی آئندہ ثبوت کے بناء الزام مت لگایئے گا۔'' وہ کہتی اپنا بیگ اٹھائے کھڑی ہوئی۔مسز قیوم کی صفا کی درمیانی انگلی میں موجود کارٹیئر رنگ پہ گئی تو وہ اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔

''میرے ہزبنڈ نے گفٹ کی ہے۔'' صفا نے مسکرا کر بتایا تو وہ شرمندہ سی نگاہ پھیر گئیں۔

''چلیں مرجان؟'' اس نے پلٹ کر مرجان سے کہا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔صفا نے اسکا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے آفس سے باہر آئی۔مسز قیوم نے ایا سخت نگاہ آیت پہ ڈالی۔

''آیت۔!! مجھے لگتا ہے اب آپکے گھر والوں کو بلوانا چاہیے۔''

''نن۔نہیں میم۔پلیز۔!!'' آیت فوراً منمنائی۔

''آر یو اوکے؟'' وہ اسکے سامنے زمین پہ بیٹھی تھی۔اونچی ہیلز کے باعث وہ آسانی مرجان کی آنکھوں میں دیکھ سکتی تھی۔مرجان نظریں جھکائے ہوئے تھا۔

''کیا تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو مرجان گورسی؟''

مرجان نے سیاہ آنکھیں اٹھائیں تو ان میں نمی تھی۔اسکے حلق میں ایک پھر سے درد اٹھا تھا۔وہ سامنے بیٹھی لڑکی پہ بھروسہ کرنا چاہتا تھا۔وہ اسکے گلے لگنا چاہتا تھا وہ اسکی آغوش میں چہرہ چھپا کر رونا چاہتا تھا کیونکہ کسی نے اسکا اعتبار نہیں کیا تھا سوائے صفا ابراہیم کے۔۔وہ خاموش رہا۔

''اٹس اوکے۔'' صفا نے خود ہی آگے بڑھ کر مرجان کو اپنے ساتھ لگایا۔وہ خاموش کھڑا رہا۔

صفا نے اپنا بیگ اٹھایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو آیت اپنی نیلی آنکھوں میں پانی بھرے کھڑی تھی۔صفا کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔صفا فوراً اسکے پاس گئی اور اسکے ہاتھ تھامے۔

آیت نے ایا ہچکی لی۔

''کیا ہوا میری جان۔؟'' صفا نے محبت سے پچکارا تو مرجان نے ٹھ کر ان دونوں کو دیکھا۔

''وہ لوگ اب میرا اسکول بند کروا دیں گے۔'' آ۔ نے ا۔ ہاتھ سے اپنی آ رَ ڑی۔

''میری جان کون کروا دے گا؟'' صفا. ی طرح ہڑ. ٹ ائی تھی۔

''وہ۔۔وہ ئی جان۔۔میڈم نے کہا کہ وہ میری شکا۔ کریں گی۔۔'' اس نے سسکتے ہوئے کہا تو صفا کا دل. جانے کتنے ٹکروں میں تقسیم ہوا۔

''کوئی کسی کو شکا۔ نہیں لگائے گا اور سکول سے کوئی نہیں نکلوا رہا۔''

''اَ . . ہوتے۔۔تو میڈم ایسے نہ کہتیں۔'' اس نے ا۔ اونہہ کی تو صفا کا دل اب کی. رر. ہ ر. ہوا ساتھ ہی اسکو مسز قیوم پا۔ . رپھر سے غصہ آ. تھا۔

''کاش۔! کاش۔! مرجان کی طرح میرے پ س بھی ماما ہوتیں۔'' وہ. ک پونچھتی ہوئی بولے جا رہی تھی۔ بچی تھی. جانے . سے سہمی بیٹھی تھی ذرا سا کمفرٹ زون تو اپنے دل کا غبار نکالنے لگی تھی۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' صفا نے آ۔ کا ہاتھ تھاما۔ اسکا رخ ا۔ . رپھر سے مسز قیوم کے آفس کی جا. تھا۔ مرجان اپنے کلاس روم میں َ۔ تھا۔

''میری ماں یہاں نہیں ہے اور مجھے کپا ؤ ٹ دیکھنا ہے۔'' وہ بچی ابھی ت وہیں کھڑی ضد لگائے ہوئے تھی۔ ان فوجیوں کے ماتھے پ بل پ گئے۔

''جاؤ یہاں سے۔'' ا۔ آدمی ذرا سخت ا. ازمیں بولا تھا۔

''کیوں؟ تمہارے . پ کی جگہ ہے؟'' سلوئی کے الفاظ پ ان . کے ت ات ا۔ . رپھر سے سخت ہوئے۔ ا۔ سپاہی آگے ٹ ھا اور آ کر سلوئی کو. زو سے دبوچا۔

''کہاں لے کر جا رہے ہو تم؟'' وہ چیخی تو مقامی لوگوں نے اچنبھے سے اس جا. دیکھا۔ اس نے سلوئی کو لا کر مارکیٹ میں پٹخا۔

وہ اپنے کپڑے جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ملعون۔'' وہ. ٹ. ٹ ائی۔

''کیا کہا؟'' وہ سپاہی آگے ٹ ھا اسکے راستے میں ا۔ لڑکا حائل ہوَ۔ جس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔

''جانے دو بچی ہے۔'' وہ. ی. تھا۔ اسکی آواز سنی تو سلوئی جلدی سے آگے آئی۔

''سنان۔!!'' اس نے چہک کر سنان کا. زو تھاما۔ وہ سپاہی ا۔ وارننگ دیتا وہاں سے َ۔

''کہاں تھی تم رحمدل پ ۔؟'' سنان نے پلٹ کر سلوئی کے . لوں کو ہاتھ لگا۔

''میں تو بس کپا ؤ ٹ دیکھنا چاہتی تھی۔'' وہ اداس سی ہوئی۔

'' تمہارے پ س کوئی کاغذ نہیں ہیں۔'' وہ لوگ اب واپس جا رہے تھے۔

''تو کیا ہوا؟ اپنے اللہ کا گھر دیکھنے جا. تھا۔ اللہ نے کوئی پ بندی نہیں لگائی تو یہ ملعون کون ہوتے ہیں پ بندی لگانے والے؟''

''تمہیں اتنی . تیں کس نے سکھائی ہیں رحمدل پ ۔'' سنان تھکا سا ہوا تھا۔

''میری امو نے۔'' اس نے ا۔ اٹھکیلی بھرتے ہوئے کہا تو سنان مسکرا ۔

''سلامتی ہو تمہاری امو پ ۔''

شام ہو رہی تھی۔ ا۔ . رپھر سے . دل آسمان پ رقصاں تھے آج وہ. دل چاہ کر بھی اس آگ کے گولے کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے پ رہے تھے۔۔وہ آگ کا گولہ اپنا تکبر قائم کئے ہوئے تھا جو ان روئی کے گالوں کو ا اوقات ۔ دلا ت ہوا پ ے دھکیل رہا تھا۔

مغرب کی اذا ہو تو پورے مصر میں افطار کے سائ ن بج گئے تھے۔

کرداوی مینشن کی ڈائینگ ٹیبل خالی تھی۔عینا اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔سا ن کی آواز آئی تو اس نے پ س پ ا نی کا جگ اٹھا یا اور ا یـ گلاس پ نی سے اپنا روزہ افطار کرلیا۔

وہیں اپنے کمرے کے ٹیرس پ کھڑے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑی ا یـ کھجور کو اپنے میں رکھا اور ا یـ گلاس پ نی سے اسکو نگل لیا۔

ماہ رمضان کے یہ سحر و افطار اسکے لئے مشکل تھے۔کیو یہ ش . وروز اسکو ب ر ا سکا خا ان ید دلاتے تھے اور وہ چاہ کر بھی ان . چیزوں سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔

ا ن خود کو بھلے تعمیر کرلے خود پ پتھروں کی تہہ ہی کیوں نہ پ ڑ ھالے دل۔دل پ کوئی سنگ مرمر کام نہیں آ ۔دل کی ن می کو کوئی سنگ مرمر اپنی طرح سخت نہیں کرسکتا۔یہ دل ہمیشہ دل ہی رہتا ہے پھر خواہ . ن سنگ مرمر ہی کیوں نہ بن جائے۔

یہ دل خوش ہو ت ہے۔

یہ دل اداس ہو ت ہے۔

یہ دل سکون محسوس کر ت ہے۔

یہ دل بے چین ہو ت ہے۔

یہ دل پناہ دیتا ہے اور۔

یہ دل پناہ بھی ڈھونڈ ت ہے۔۔

یہ دل ا یـ مسکن ہے تو۔

یہ دل ا یـ بنجارہ مسافر بھی ہے۔

یہ دل ا یـ گھونسلہ ہے تو۔

یہ دل کسی پ ند ے کی ما اپنے آشیانے کی تلاش میں بھی رہتا ہے۔

رات کے سائے گہرے ہوئے تو کرداوی مینشن کے سامنے کچھ گاڑیں آ کر رکی تھیں جن میں سے کچھ سول یونیفارم میں کچھ لوگ نکلے تھے۔وہ لوگ پ فیشنلز تھے اور کسی ادارے کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔گارڈز نے انکا راستہ روکنا چاہا تو انھوں نے اپنے بیجز نکال کر دکھا دیئے۔ا یـ عجیب ہلچل سی مچ گئی تھی گارڈز ا رکی جا . لپکے ت کہ وہ اپنے مالک کو خبردار کرسکیں ا پیچھے وہ آفیسرز چلے آرہے تھے۔

ا یـ گارڈ ہڑ بڑ ی میں لاؤنج میں داخل ہوا تو سامنے زم کھڑا تھا۔

''ب س کہاں ہیں؟''اس نے بے چینی سے پوچھا۔

''وہ عشاء پ ڑھ رہے ہیں۔۔خیر۔ ت ؟''

''کہاں ہیں اس وقت؟''وہ دھاڑا۔

''کرداوی کے اسٹڈی روم میں۔'' زم کا کہنا تھا کہ وہ گارڈ اس جا . بھاگا۔آفیسرز بھی اسکے پیچھے ہی چل دیئے تھے۔

گارڈ نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی تشہد کی حا ت میں بیٹھا تھا۔اس نے سلام پھیرا تو اسکی گارڈ پ گئی۔جو کہ گھبراہٹ کا شکار تھا۔اس نے بناء کسی ت ش کے . جا . رخ پھیرا۔اور پھر پ سکون سا بیٹھ ـ اپنی۔۔ سے ا یـ سیاہ تسبیح نکالے۔

آفیسرز ا ر داخل ہوئے۔ وہ پ سکون سا اپنا عمل جاری رکھے ہوئے تھا۔۔

آفیسرز نے اسکو ز کی حا ت میں دیکھا تو پ سکون سے جا کر صوفے پ بیٹھ گئے۔وہ تین لوگ تھے . ق کا عملہ . ہر ہی رک ـ تھا۔۔

اس نے کچھ د ت دانے گھمائے اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔گارڈ نے آگے ب ھ کر اسکے جوتے اسکے پیروں میں رکھے اور خود جائے ز تہہ کرنے لگا۔

وہ آکرا سامنے صوفے پ بیٹھا۔

''مجھے دنہیں پتہ کہ میں نے آج کسی کو ڈنر کے لئے مدعو کیا ہو'' وہ تضحیق آمیز انداز میں بولا تو ایڈیشنل آفیسر ہنس دیے۔

''آپ کی مہمان نوازی کے تو چرچے سن رکھے ہیں سوچا کیوں نہ آج آپ ہمیں موقع دیں۔'' وہ معنی خیز جملہ بولا تو حسن نے اٹھا کر داد دی تھی۔

''آہاں۔۔!! تو آج حسن کرداوی کی دعوت کا اہتمام کیا گیا ہے؟'' وہ محظوظ ہوا تھا۔

''نہیں۔۔حسن کرداوی کی نہیں۔'' آفیسر نے اسکی اصلاح کی تو وہ ٹھٹکا۔۔''شیخ حسن آفندی کی۔''

وہ الفاظ ایک پل کے لئے اسکا دماغ بند کر گئے تھے۔ وہ شیخ حسن آفندی تھا اس نے اپنے اندر اسی لمحے میں قابو پا لیا تھا۔

''شیخ میرے باپ کا نام ہے اور آفندی تو میری ماں کا سر نیم تھا۔ میں حسن کرداوی ہوں۔اس لئے آپ کسی غلط ایڈریس پ آگئے ہیں۔'' اس نے پرسکون سے انداز میں وہ سیاہ دانوں والی تسبیح سامنے پڑی شیشے کی میز پ رکھی۔

''نہیں مسٹر آفندی۔۔!! ہم بالکل صحیح ایڈریس پ آئے ہیں۔۔اور آپ ابھی سے اسی وقت سے ہماری تحویل میں ہیں۔'' کہتے ہوئے آفیسر اٹھا اور ایک ہتھکڑی کھول کر اسکے سامنے لہرا دی۔

وہ بیٹھا بیٹھا ہنس دیے۔اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا میں اسکو ایک پبلسٹی سٹنٹ تصور کروں؟'' وہ آفیسر کی آنکھوں میں اپنی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں ڈال کر۔

''نہیں۔!! ہمارے پاس آپکا ایک عدد معاف گواہ موجود ہے جس نے کچھ ثبوت فراہم کیے ہیں جن کے مطابق آپ پ کچھ ایلیگیشنز ہیں۔

آپ چاہیں تو اپنا وکیل کر سکتے ہیں فی الحال آپکو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔''

''اور میں اس وعدہ معاف گواہ کا نام جان سکتا ہوں؟'' اطمنان میں کمی نہ آئی تھی۔

اس سے پہلے کہ آفیسر جواب دیتا اسٹڈی کا دروازہ کھلا اور جو شخص اندر داخل ہوا تھا اسکو دیکھ کر حسن کا سکون ایک پل میں غارت ہوا تھا۔وہ شخص اپنی مسکراتی ہوئی شربتی آنکھوں سے اسکو دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔

''ارے؟ کہیں جا رہے ہو سالے صاحب؟'' اس نے آکر حسن کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔حسن جبڑے بھینچ گیا۔وہی تو شخص تھا جو اسکو زیر کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔حسن نے ایک نگاہ اٹھائی اور اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔خلافِ توقع شربتی آنکھوں میں کوئی شعلے روشن نہ تھے بلکہ وہ آنکھیں پرسکون تھیں۔جیسے ڈوبتے ہوئے سورج کی ٹھنڈی روشنی ہو۔

''اوکے احافظ۔!! امید ہے ہم دوبارہ نہیں ملیں گے۔۔'' اس نے ایک آدھ بائی تو آفیسرز اسکو لے کر چلے گئے۔وہ لوگ چلتے ہوئے لاؤنج میں آئے تو عینا سیڑھیوں پ کھڑی تھی۔

اس نے حسن کو دیکھا تو وہیں ساکت ہوگئی۔حسن نے ایک معنی خیز نگاہ عینا پ ڈالی۔پیچھے ہی اہیم لاؤنج میں داخل ہوا تو عینا کے ساکت وجود نے حرکت کی۔اسکو اپنی آنکھوں پ یقین نہیں آیا تھا کہ وہ آزاد ہوگئی ہے۔

وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتری اور آکر اہیم کے سامنے کھڑی ہوئی۔اہیم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔اور عینا کے سر پ ہاتھ رکھا۔

''آئی ایم سوری بیٹا۔!! مجھے دیر ہوگئی۔۔''

عینا سر جھکائے رو دی تھی۔اہیم نے مڑ کر ایک خونخوار نگاہ حسن پ ڈالی تھی۔

''کیا میں اپنی بیوی سے بات کر سکتا ہوں؟'' حسن نے آفیسر کی جانب دیکھ کر کہا تو اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس نے حیرت سے عینا کو دیکھا۔عینا نے بے بسی سے اہیم کو دیکھا۔

اب کی بار اہیم آگے بڑھا اور حسن کو گریبان سے دبوچا۔

''ٹ ا ن۔!! تیری یہ ہمت؟''اس نے حسن کے منہ پ ا مکا. سا تو وہ لڑکھڑا ہمیشہ کی طرح اس نے ا. اہیم پ ہاتھ نہیں اٹھا تھا۔عینا کا دل نہ جانے کیوں بند ہوا تھا۔وہ ٹ پ کرا سکے پ س پہنچی۔ا. اہیم نے ا اور مکا ہوا میں بلند کیا عینا اسکے اور حسن کے درمیان حائل ہوگئی۔ا. اہیم نے چو کر عینا کی جا . دیکھا۔ اس نے بے بسی سے میں سر ہلا ۔

''عینا۔!!''ا. اہیم غرا ۔

''پلیز۔!!''اس نے ہاتھ جوڑ دیئے تو ا. اہیم کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔جبکہ پیچھے کھڑے حسن کے چہرے پ ا فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

عینا نے اپنے آ پونچھے اور حسن کی جا . رخ پھیرا۔

'' . . کہاں ہیں؟''عینا نے سیدھا سوال کیا تھا۔

حسن نے ا پ اسرار مسکراہٹ اچھالی۔ا. اہیم مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔

'' . . کہاں ہیں حسن؟ پلیز بتادو۔''عینا بے بسی سے ئی تھی۔جبکہ وہ ویسے ہی کھڑا رہا دن ٹ ائے۔

''حسن۔!!''عینا نے اسکا یبان پکڑا وہ اسکو جھنجھوڑ رہی تھی حسن کے . مقفل تھے۔عینا بے بس تھی وہ لاغر ہو چکی تھی۔اس نے سحری ٹھیک سے نہ کی تھی اور افطار میں بھی بس پ نی کیا تھا۔اسکے قدموں میں سکت . قی نہ رہی تھی۔وہ وہیں زمین پ بیٹھتی چلی گئی۔

حسن جھکا اور اسکو دونوں . زوؤں سے تھام کر کھڑا کیا۔عینا . ر . رلڑھک رہی تھی۔

اس نے ا سامنے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا جو کہ ضبط کی انتہا پ تھا۔اور پھر عینا کو اپنے ساتھ لگا ۔ا. اہیم کا چہرہ ضبط کے مارے لال ہوا۔یہی تو وہ چاہتا تھا۔وہ ا. اہیم کے سامنے جان بوجھ کر عینا کو اپنی پ ا ٹی کلیم کر رہا تھا اور ا. اہیم بے بس تھا۔

''اٹس او کے پ ۔!میں جلد واپس آ ؤں گا۔''عینا کو اسکے الفاظ کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔پھر وہ ذرا سا جھکا۔۔

''میرے حق میں تمہاری گواہی تمہیں تمہارے . . ضرور پہنچا دے گی۔''وہ سرگوشی کر رہا تھا۔عینا کا وجود پتھر بن ۔وہ ا. اہیم سے دو قدم آگے رہتا تھا اسکا ا ازہ آج عینا کو ہو چکا تھا۔اس نے نگاہ اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا اور عینا کی کنپٹی کو لبوں سے چھوا۔۔

''بس۔!!''ا. اہیم نے عینا کو اسکی فت سے کھینچا۔''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''وہ جا۔

حسن آگے ٹ ھا اور عینا کے گال پ ہاتھ رکھا۔

''میرے آنے ت میرے گھر سے قدم نہ نکالنا۔پ ۔!!''وہ ا آ د ت وہاں سے نکل ۔آفیسرز جا چکے تھے۔ا. اہیم نے عینا کو سہارا دے کر صوفے پ بٹھا ۔

''یہ لو پ نی پیو۔''اس نے پ نی کا گلاس عینا کو تھما ۔عینا کے سوکھے حلق میں کا چبھ رہے تھے اس نے چار و چار وہ پ نی پی لیا۔ا. اہیم کو اس لڑکی پ بہت ت س آ تھا۔ اسکو واقعی د ہو چکی تھی۔ا. اہیم وہیں کھڑا رہا اپنے . لوں میں ا ں دھنسائے۔!!

''وہ۔وہ کیا کہہ رہا تھا؟ شادی؟ بیوی؟'' آ ٓ کارا. اہیم جبڑے بھینچے عینا کی جا ٓ . متوجہ ہوا۔عینا نے بے بسی سے ا. اہیم کی جا ٓ . دیکھا۔وہ سامنے جا کر صوفے پ بیٹھا۔

''دیکھو ٹ ۔!!اس نے تمہیں جس . ت پ بھی دھمکا یہ ہے۔تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اب مجھے پوری . ت بتاؤ۔''ا. اہیم نے لہجہ ٓ م کرتے ہوئے اس سے کہا کیو عینا پہلے ہی خوفزدہ تھی۔

عینا نے تھوک نگلا۔اورا ا. اہیم کو دیکھا۔

''فاطمہ۔!!''ا. اہیم وہیں سے ۔تو کچن سے ا زمہ نکل کر اس جا ٓ . آئی۔ . قی سارے زمین دبکے ہوئے تھے۔

''جی۔!!'' وہ سامنے مودب سی کھڑی تھی۔

''اس کے لیے کھا ٓ لاؤ۔''ا. اہیم نے وہیں بیٹھے بیٹھے پ سکون سے ا ٓ ازمیں حکم د ۔تو فاطمہ کچن کی جا ٓ . چلی گئی جبکہ عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''داماد ہوں اس گھر کا۔۔میری بیوی کا گھر ہے یہ۔۔کسی کے . پ کی ہمت نہیں مجھے آنے سے روکے۔'' وہ ٹ ٓ پ ٓ جمائے پ سکون سا بیٹھا تھا۔عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''بتاؤ اب۔''

''وہ۔۔ہم لوگ سینائی میں تھے۔''عینا نے کہنا شروع کیا۔

اس نے . کچھ ا. اہیم کو بتا ۔قید خانے کے حالات بھی بتائے۔وہ ہچکیوں میں اسکو . کچھ بتاتی رہی اورا. اہیم کی مٹھّیاں بھنچتی چلی گئیں۔اسکی ٓ دن کی رگیں تن گئیں تھیں۔

عینا سانس ۔ ٓ کو رکی۔فاطمہ کھا ٓ وہیں لے آئی۔

''کھا ٓ کھاؤ۔!!''ا. اہیم نے عینا کی حا ت پ ت س کھاتے اسکو کہا تو عینا نے میں سر ہلا ۔۔

''مجھ سے نہیں کھا یا جا ت کھا ٓ ۔۔پتہ نہیں . کس حال میں ہوں گے۔''اسکی آنکھوں سے ا . رپھر سے آ رواں ہو چکے تھے۔

ا. اہیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔۔کچھ د بعد کھولیں اور آ کر عینا کے پ س کھڑا ہوا۔۔اس نے عینا کے سر پ ہاتھ رکھا۔

''بے فکر رہو۔۔وہ منصور کو کچھ نہیں کرے گا۔۔میں جا ہوں اسکو۔۔''

عینا نے ٹ پ کر سر اوپ اٹھا ۔۔

''نہیں۔۔آپ نہیں جا ۔۔آپ اسکے . رے میں کچھ نہیں جا جتنا میں نے اسکو جا ٓ ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''تم کھا ٓ کھاؤ۔۔اسکے بعد کیا کر ٓ ہے میں طے کروں گا۔''اس نے ا . رپھر سے کہا تو عینا نے سر ہلاتے ہوئے ا لقمہ لیا۔وہ لقمہ اسکے حلق میں اٹ ٓ یا تھا۔۔ا

س نے جلدی سے پانی کا گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں پانی کا گلاس ختم کر ڈالا۔

رات کے تین بج رہے تھے۔ کرداوی مینشن سے ابراہیم اور عینا نکلے تھے۔ گارڈز نے کوشش کی کسی میں ہمت نہ تھی ابراہیم کے سامنے ڈٹے رہنے کی۔۔ لوگ اسکے رے میں واقف تھے کہ وہ اس گھر کا اکلوتا داماد ہے۔۔ حوریہ کے جانے کے بعد اس پراپرٹی کا وارث وہی تھا۔۔ اسکو بہت پہلے ہی رحمان کرداوی نے اپنی جائداد کا شراکت دار بنا دیا تھا اس نے کبھی ان چیزوں کی جانچ دیکھا تھا نہ تھا۔۔ اسکے لئے بس حوریہ ہی کافی تھی۔

ابراہیم کی سچائی جاننے کے بعد رحمان کرداوی کے پاس اتنا وقت اور موقع ہی نہ بچا تھا کہ وہ ابراہیم سے یہ تمام اختیارات واپس لے لیتا تو کچھ سوجھا ہی نہیں تھا۔ اسکے بعد آزمائش اور امتحان ٹوٹ پڑا تھا ان پر۔۔ پہلے شاہ کی بلیک میلنگ۔۔ پھر ابراہیم کے قتل کا منصوبہ۔۔ اور پھر حوریہ کی موت۔۔

وہ گارڈز یہ نہیں جانتے تھے کہ یہی شخص اس خاندان کی تباہی کا باعث بنا تھا۔۔ جانے میں انجانے میں۔

وہ لوگ گاڑیوں میں سوار ہوئے۔۔ راستے میں گاڑیوں کا ایک بڑا قافلہ ساتھ آ ملا تھا۔۔ انکا رخ سینائی کی جانب تھا۔۔ عینا نے اب سیاہ عبایہ پہنا ہوا تھا۔۔ اور ابراہیم آج سفید جبے میں ملبوس تھا۔۔ اور سر پہ سفید اور سیاہ ڈبوں والا کیفیہ تھا۔۔ جس سے اس نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا۔

پانچ گھنٹے کی طویل مسافت کے بعد وہ لوگ سینائی پہنچے تھے وہاں سے کمپاؤنڈ تک پھر ایک لمبا سفر تھا۔ اور وہ راستہ خطروں سے خالی نہ تھا۔ وہاں جگہ جگہ مائینز تھیں۔ جو کہ حسن نے بچھائی ہوئی تھیں عینا کو اس بات کا علم تھا۔۔ اس لئے وہاں سے کمپاؤنڈ تک جانا ایک امتحان تھا۔ ابراہیم کسی امتحان سے خوفزدہ نہ تھا اسکو ان قیدیوں کو رہا کروانا تھا ہر قیمت پر۔

ایک ہیلی کاپٹر وہاں موجود تھا اس میں بس چند ہی لوگ جا سکتے تھے۔۔ ابراہیم کچھ سوچ کر ہی وہاں پہنچا تھا۔۔ وہ لوگ اور چند ایک اور گارڈز ہیلی کاپٹر میں روانہ ہو گئے عینا ساتھ تھی..... جبکہ باقی لوگ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ گئے تھے۔

ان ٹکڑیوں کے سامنے ایک گاڑی چلتی تھی جس میں کوئی ڈرائیور نہ تھا۔۔ وہ گاڑی خودکار سسٹم کے تحت چل رہی تھی جس کو پچھلی گاڑی میں موجود لوگ آپریٹ کر رہے تھے۔

باقی گاڑیاں اسی گاڑی کے عین پیچھے ایک لکیر میں چلتی تھیں۔ یوں اگر مائن پہ پاؤں پڑتا تو پہلے اگلی گاڑی تباہ ہوتی۔۔ اس طرح کوئی جانی نقصان نہ ہوتا۔۔ یہی وہ طریقہ کار تھا جو ابراہیم نے اپنایا تھا۔۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس میں وقت زیادہ لگنا تھا۔۔ اس لئے وہ خود ہیلی سے گیا تھا جبکہ باقی گارڈز اب آرام آرام سے پہنچتے۔۔ سفیر، عیشا اور ضرار گارڈز کے ساتھ ہی تھے۔

ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا تو ابراہیم عینا کا ہاتھ پکڑے نیچے اترا۔

گارڈز سامنے آئے۔۔ شاہ کے گارڈز کی ایک مخصوص خوبی تھی کہ وہ لوگ ہمیشہ سر جھکائے ہی شاہ کے سامنے آتے تھے۔۔ کبھی کسی میں ہمت نہیں ہوئی تھی شاہ کی آنکھوں میں دیکھنے کی۔

سفید جبہ پہنے اور سر پہ کیفیہ باندھے وہ چھ فٹ تین انچ کا مرد نیچے اترا جس کے ہمراہ ایک عبایہ میں ملبوس خاتون تھی۔ وہ اس لڑکی کو جانتے تھے۔۔ ابھی دو دن پہلے ہی تو شاہ اس لڑکی کو یہاں سے اپنی دلہن بنا کر لے کر گیا تھا۔۔ وہ لوگ کیسے بھولتے تھے اسکو۔

وہ دونوں بنا کسی رکاوٹ کے اندر کی جانب بڑھ گئے۔۔ گارڈز نے ان دونوں کے گرد ایک مضبوط حصار بنا لیا تھا۔۔ وہ یہ حصار شہ حسن آفندی کے لئے کر رہے تھے۔۔ جس کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ تیز تلوار کی دھار جیسی تھیں۔

دفعتاً عینا نے مڑ کر ابراہیم کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ وہ سیاہ تھیں۔ تیز تلوار کی دھار جیسی ہی آنکھیں تھیں۔ عینا نے پلکیں جھپکیں۔ وہ خوفزدہ تھی۔

پکڑے جانے کے خوف سے وہ لرز رہی تھی۔ا. اہیم نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں د.یتو اس نے تھوک نگلا۔

وہ لوگ کمپاؤ.ڈ کے ا. ردا خل ہو گئے۔ا. اہیم ا. لفظ نہ بولا تھا۔اسکو ش. حسن آفندی کے کمرے میں لے جا کر ٹھہرا. ے۔گارڈز چلے گئے تو عینا نے جلدی سے اپنا سکارف ڈھیلا کیا۔اسکو سانس. نہیں آرہی تھی۔ا. اہیم نے ن. رمل سے ا. ازمیں اپنے کیفیہ کا بنا ہوا ب. ا. را۔

''آپ۔۔آپ۔۔نہیں جا کہ میری اس وقت کیا حا. ہے؟''عینا نے وہاں پڑے جگ سے ا. گلاس پ. نی نکالا۔اس سے پہلے کہ وہ اس گلاس کو لبوں سے لگاتی ا. اہیم نے فوراً وہ گلاس پکڑ لیا۔عینا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

''یہاں تم کچھ بھی کھا پی نہیں سکتی۔''اس نے کہتے ہوئے وہ پ. نی دو. رہ جگ میں ا. ٹ. یل د.ے۔

'' کیوں؟ مجھے پیاس لگی ہوئی ہے۔''عینا نے بے چارگی سے اس جگ کو دیکھا۔

''تم پ. گل ہو. بس میرے سامنے بن رہی ہو؟''ا. اہیم نے کوفت زدہ ہو کر عینا کا بیوقوف سا چہرہ دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب تم نے اتنے دن بلکہ ہفتے اسکے ساتھ ٹ. ارے اتنا بھی نہیں جان پ. ئی؟''

''کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''وہ جھنجھلائی۔

''مطلب کہ وہ اپنے ٹھکانے سے جاتے وقت وہاں موجود ہر شے میں زہر کر جا. ے۔۔یہ پ. نی۔۔یہ زہر ہے۔۔یہاں موجود ہر شے میں زہر ہے۔''عینا کا منہ کھل. ے تھا۔''اس لئے کہ ا. یہاں کوئی اسکی مرضی کے بناء آ. بھی ہے تو جان سے جائے گا۔''

''۔۔ ۔تو؟''عینا نے خشک لبوں پ. ز. ن پھیر۔

''تو یہ کہ۔۔یہاں کسی شے کو ہاتھ. نہ لگا. ۔''

'' ہم نے جگ اور گلاس کو چھوا ہے۔''عینا نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔

''اٹس او کے۔۔جگ کو کوئی کیوں چھوئے گا؟''

''پ. نی پی. نے کے لئے۔''

''دیٹس اٹ۔۔ا. کوئی پیاسا ہے تو پ. نی پی کر مرے گا۔۔اس لئے جگ کے ا. رز ہر ہے نہ کہ. ہر۔۔ ہاں. قی کسی شے کو ہاتھ مت لگا. ۔''اس نے تنبیہ کی تو عینا نے ا. جھرجھری سی لی۔

رات کے پچھلے پہر اس کی آ کھلی تھی۔سائیڈ ٹیبل پ. پڑے لیمپ کی روشنی کمرے میں پھیل چکی تھی۔اس نے وقت دیکھا تو ابھی ا. بج رہا تھا۔یعنی ابھی سحری میں کافی وقت تھا۔اس نے کروٹ لی تو دینا د جہان کی معصومیت سمیٹے اسکے ساتھ ہی سو رہی تھی۔

منال نے اسکی تنہائی دور کرنے کے لئے دینا کو اسکے کمرے میں بھیج د. تھا۔دینا اور وہ کتنی د. کھیلتی رہی تھیں اور پھر دینا سو گئی تھی۔صفا نے مسکرا کر دینا کے ماتھے پ. رکھے۔اور اسکے پھولے ہوئے گالوں پ. ہاتھ پھیرا۔دینا نیند میں ہلکا سا مسکا دی تھی۔صفا کے. بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔. جانے کیوں دل میں ا. ننھی سی کلی چٹکی تھی۔ ا. خوبصورت سا احساس۔۔بچوں کے ساتھ شا. یوں ہی محسوس ہوتا ہے۔وہ کتنی ہی د. دینا کا چہرہ د. ت. رہی۔وہ پ. سکون نیند کی آغوش میں تھی۔پھر صفا نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی اور اپنا مو. ئل اٹھا. کوئی نوٹ. ٹ. ٹ. نہیں تھا۔. کوئی کال اور نہ ہی کوئی میسج۔ پھر بھی اس نے ا. کس کھول کر تسلی کی تھی۔ وہ خالی تھا۔

پھر یوں ہی اس نے سارے سوشیل میڈ. ا کاؤنٹس دیکھے کہ شا. کسی اور طرح اس نے رابطہ کیا ہو۔ رابطے کی ساری سائیٹس کے ا. کسز خالی تھے۔صفا کو اس د میں. سے ز. دہ و. ان اور سنسان اس وقت وہ مو. ئل فون لگا تھا۔اس کا دل کیا اس کو دیوا میں پ. ٹ. دے۔ اس نے ضبط کر لیا۔

اور الارم دیکھا جو کہ اس نے پہلے ہی. ٹ کیا ہوا تھا۔اور فون دو. رہ سائیڈ ٹیبل پ. د.ے۔

''اللہ پوچھے آپکو۔!!''اسکی آنکھوں میں نمی بھرنے لگی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔''میں کیوں روؤں بھلا؟ آپ ا۔ رآجا آپکو رولاؤں گی۔''اس نے دل ہی دل میں ٹھان لی تھی۔اسکواس وقت جانے کیوں بیک وقت رونا بھی آرہا تھااور غصہ بھی۔ا۔ اہیم نے پہنچ کرا۔ میسج۔ نہ کیا تھا۔

''اتنی بھی کیا مصروفیت کہ بندہ اپنے خان کو ہی بھول جائے۔۔ا۔ میسج کردیتے کم ازکم کیا جاتا؟''اس نے دو۔رہ موبائل سکرین کو دیکھا وہ خاموش رہی۔ صفایوں ہی ٹیک لگائے بیٹھی رہی۔دو۔رہ پھر سے اسکی آ۔ لگی اسکوا۔ ازہ ہی نہ ہوسکا۔

وہ لوگ اس وقت حسن کے کمرے میں ہی تھے۔وہ دونوں اس وقت زمین پ بیٹھے تھے سامنے ا۔ ٹ اسا پیپر بچھا ہوا تھا جو کہ دراصل ا۔ ورلڈ میپ تھا جس کی الٹی سائیڈ کو ا۔ خالی پیپر کے طور پ استعمال کیا جارہا تھا۔عینا ہاتھ میں ا۔ پکڑے وہاں کچھ ن بنا رہی تھی۔

''یہاں سے سیدھا جا۔ ہے۔۔اور پھر۔۔اس جا۔ مڑ جا۔ ہے۔''وہ اسکی قید خانے کا راستہ سمجھا رہی تھی۔''یہاں دیوار پ ا۔ پیٹرن بنا ہوگا۔۔اسکی یہ۔یہ۔اور یہ۔ ا۔ کھسکانی ہے تو وہ دروازہ کھل جائے گا۔''عینا نے اینٹوں کا پیٹرن بھی اسکو سمجھا دیا تھا۔

''فائن۔!میں سمجھ چکا ہوں۔۔بس تم یہاں سنبھال۔۔۔ٹھیک ہے۔۔''ا۔ اہیم نے عینا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا چاہی۔

''آپ اکیلے جا گے؟''

''ہاں۔۔میں مزید انتظار نہیں کرسکتا۔۔فی الحال مغیث کچھ نہیں جا وہ مشن پ گیا ہوا ہے۔۔ا۔ اسکو پتہ چلے گا تو وہ یہاں ۔ کو الرٹ کردے گا۔''

''۔ قی لوگوں کو تو پہنچنے دیں۔''ا۔ اہیم اٹھ کھڑا ہوا تو عینا بھی کھڑی ہوئی۔

''ا۔ وقت لگ سکتا ہے۔۔مجھے۔ ۔ یہاں کچھ نہ کچھ کور کر۔ ہوگا۔''وہ ا۔ ۔رپھر سے کیفیہ سے اپنا چہرہ ڈھا۔ پ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔میں بھی چلتی ہوں ساتھ۔''

''نہیں۔۔تم یہاں دھیان رکھو۔''وہ اسکو کہتا ہوا۔ ہر گارڈز کھڑے تھے۔ا۔ اہیم کو دیکھ کر سر جھکا گئے۔وہ وہاں سے نکلا اور قید خانے کی جا۔ جانے کی بجائے ہال میں جانے کے لئے مڑ گیا۔ جہاں حسن اکثر جایا کرتا تھا۔

گارڈز وہیں کھڑے تھے۔ ا۔ کمرے کے ا۔ ر سے چیخنے کی آواز آئی۔۔وہ لوگ ہڑ۔بڑی میں ا۔ ر داخل ہوئے۔

سامنے دیکھا تو عینا بیڈ پ پڑھی ہوئی تھی۔۔گارڈز اسکو دیکھ کر سر جھکا گئے۔

''کیا ہوا ہے میڈم؟''ان میں سے ا۔ پسکون سے ا۔ ازمیں پوچھنے لگا۔

''میرے بیڈ کے نیچے ا۔ سا۔ پ ہے۔''عینا ئی۔

''میڈم۔!یہاں سا۔ پ نہیں آسکتا۔''وہ لوگ پسکون تھے۔

''تو میں جھوٹ بول رہی ہوں؟''عینا غرائی۔''ٹھیک ہے۔۔میں حسن کو بتاتی ہوں وہی نمٹے گا تم لوگوں سے۔''وہ بیڈ سے ا۔ ترنے لگی تو وہ ۔ لوگ فوراً متحرک ہوئے۔

وہ لوگ کیسے بھول گئے تھے کہ وہ شہ۔ حسن آفندی کی بیوی ہے۔اَ اس نے کہا تھا کہ وہاں سا۔ پ ہے تو وہاں سا۔ پ ہے۔پھر چاہے ان لوگوں کو خود ہی وہاں سا۔ پ پیدا کر۔ پڑے۔

ا۔ اہیم نے مڑ کر دیکھا تو راہداری صاف ہوچکی تھی۔وہ انہی قدموں واپس پلٹا اور اسی راستے پ چل دیا جو اسکو عینا نے سمجھایا تھا۔

تہجد کا وقت شروع ہوچکا تھا۔ا۔ اہیم نے قید خانے میں قدم رکھا تو۔ بوکا ا۔ بھبھو کا اسکی ۔ک سے ٹکرایا تھا۔اس نے کیفیہ سے ب کر رکھا تھا اسکے ۔ جود وہ اس ۔ بوکو سو سکتا تھا۔ا۔ اہیم کا دل بند ہوا تھا۔اس نے قدم آگے ۔ٹھائے۔قید خانے کے مناظر دیکھ کر ا۔ اہیم کی ٹانگوں کی جان نکل رہی تھی۔جیسے جیسے وہ آگے ۔ٹھ رہا تھا ا۔

ا یہ قدم اسکے لئے اٹھانا محال ہو رہا تھا۔اسکو اپنے ا یہ پاؤں کا وزن منوں کے حساب سے معلوم ہو رہا تھا۔

اس کے گلے میں ا یہ گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔آنکھیں حد درجہ سرخ ہو چکی تھیں۔جلال کی شدت سے اسکے چہرے پہ سرخی در آئی تھی۔اسکے پورے وجود میں اسکو کرنٹ دوڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اسکو لگا کہ شاید وہی اگلا قدم نہیں اٹھا پائے گا۔ وہ قدم اٹھاتا گیا تھا۔

ا یہ ا یہ قدم ا۔ اہیم کے دل پہ کسی بلڈوزر کی طرح تھا۔۔وہ ا یہ ا یہ قدم سے اپنے ینے میں موجود اس ننھی سی شے کو کچل رہا تھا۔اسکا سینہ اب جلنے لگا تھا۔حلق میں خراشیں پڑ چکی تھیں۔آنکھیں اب سارا گیا تھیں۔

وہ حساس ا۔ اہیم جو کسی کے جنازے میں شریک نہیں کیا کرتا تھا آج اپنی آنکھوں کے سامنے زخمی لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔۔شکر ہے وہ حساس ا۔ اہیم بہت پہلے مر چکا تھا۔۔ورنہ وہ آج ا یہ ک پھر سے مرجاتا اور اس ک راسکی روح کے ساتھ ساتھ اسکا جسم بھی فنا ہو جاتا۔

آج سے دل سال قبل والا ا۔ اہیم اس بوجھ کو ہرگز داشتہ نہیں کر سکتا تھا۔ آج والا ا۔ اہیم۔اسکے انکار کی سکت تھی۔ ہر قسم کا بوجھ اٹھانے کی۔وہ قدم آگے بڑھاتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ا یہ سیل کے سامنے آ رکا۔جہاں ا یہ آدمی اس جانب پشت کئے تشہد کی حالت میں بیٹھا تھا۔

ا۔ اہیم نے اسکی پشت سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کون ہے؟اس قدر سختیوں کے ب جود جو شخص ایمان کے اس درجے پہ قائم تھا وہ کوئی عام انسان نہیں ہو سکتا تھا۔۔وہ ا یہ فلسطینی تھا۔

وہ عام شہری نہیں تھا۔۔وہ غزہ کا باسی تھا۔

وہ عام مرد نہیں تھا۔۔وہ مرد مجاہد تھا۔

وہ کوئی عام روح کا حامل انسان نہیں تھا۔۔وہ ناممکن تھا۔!

وہ قادر تھا۔!!

ا۔ اہیم سلاخیں تھام کر وہیں زمین پہ بیٹھتا گیا۔قدموں پہ کھڑے رہنا محال ہوا تھا۔

زی نے اپنی زنگمل کی۔اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

''قا۔قادر۔!!''وہاں کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔

قادر نے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔وہ اپنے رب کے سامنے ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا تھا۔اس نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا۔وہ تشکر کی نگاہ تھی۔

''قادر۔!!مت کرو۔مت کرو یہ۔''وہ نجانے کیا کہہ رہا تھا۔ قادر اسکی بات سمجھ گیا تھا۔اس نے دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھ اپنی جھولی میں ہی گرا دیئے۔

''مت کرو قادر۔!!تمہاری یہ ہتھیلیاں اگر اٹھیں تو یہ ناکا قہر لے کر واپس پلٹے گی۔اور ہم لوگ اس قہر کو سہہ نہیں پائیں گے قادر۔!!''وہ سلاخوں کو مٹھیوں میں جکڑے کراہ اٹھا تھا۔

قادر وہیں سر جھکا گیا۔اسکی آنکھیں ایسے تھیں جیسے سیم زدہ زمین ہو۔جس میں دراڑیں پڑ چکی ہوں۔وہ آنکھیں بنجر زمین کے ٹکڑے کی مانند تھیں جو برسوں سے برش کی منتظر تھیں۔وہ آنکھیں کسی پہاڑ کی چوٹی پہ موجود پتھر کی مانند تھیں جن کا رخ تو آسمان کی جانب رہتا تھا آسمان سے برستی برش سے وہ پتھر محروم تھا۔

اس نے پلکیں جھپکیں تو آج اس پتھر پہ پہلی بوند گری تھی۔۔بنجر زمین پہ برش کا پہلا قطرہ گرا تھا۔۔اس سیم زدہ زمین کے ٹکڑے کی دراڑیں بھرنے لگی تھیں۔

ان دراڑوں میں پانی بھرنے لگا تھا۔

وہ نمکین پانی آنکھوں میں جمع ہوا تو اس سے آنکھوں میں عجیب جلن ہوئی تھی۔جیسے کسی زخم پہ نمک کے چھڑکنے سے ہوتی ہے۔اس نے پلکیں دو بار جھپکیں تو وہ پانی آنکھوں کی حدود سے نکل کر اسکے عارض پہ بہہ گیا۔اور چہرے پہ جہاں جہاں کھروچیں تھیں وہاں وہاں اسکو جلن محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ ا یہ کنٹرول روم تھا۔ا یہ خفیہ کمرہ تھا جس کو انویسٹی گیشن کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔کمرے کے وسط میں ا یہ میز اور دو کرسیاں آمنے سامنے تھیں۔

وہاں ایک آدمی بیٹھا تھا۔جبکہ سامنے والی کرسی خالی تھی۔یہ منظر دوسرے کمرے میں موجود کچھ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ایک شیشے کی دیوار کے زریعے۔

اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ آدمی ہنوز سو رہا۔وہاں دو لوگوں کے قدموں کی چاپ تھی۔ایک ملزم تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی جبکہ ساتھ ایک اہلکار تھا۔جو سول کپڑوں میں ہی تھا۔

وہ لوگ چلتے ہوئے اس میز کے پاس پہنچے تو ہتھکڑی والے آدمی کے ماتھے پر بل پڑے۔اس کو وہ سویا ہوا آدمی بہت عجیب لگا تھا۔وہ جلد سے جلد اسکا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے یوں ہی کھڑے کھڑے اس آدمی کی کمر پر ایک لات رسید کی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا جبکہ اہلکار ہکا بکا رہ گیا۔وہ اس کو روک نہ سکا۔

جیسے ہی اس سوئے ہوئے آدمی نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ سیاہ آنکھیں مزید سرخ ہو چکی تھیں۔وہاں غیر یقینی تھی۔وہاں اچنبھا تھا۔

وہ آدمی حسن کو اس حالت میں دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔اسکے چہرے پر زخموں کے نشان تھے قہقہہ پھر بھی اس نے جاندار لگایا تھا۔آفیسر وہاں سے جا چکا تھا۔

حسن اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ پراسرار سی نگاہ سامنے بیٹھے شخص پر ڈالے ہوئے تھا۔

''لگتا ہے جہنم کو بھی تم جیسا بے ہودہ شخص قبول نہ تھا اس لئے اس نے بھی تمہیں واپس یہیں بھیج دیا۔''حسن نے اپنے ازلی انداز میں سامنے والے کا تمسخر اڑایا تھا۔

''تم تو بھیج چکے تھے جہنم۔۔اب اگر راستے میں میری گاڑی نے یوٹرن لے لیا تو میرا کیا قصور۔''وہ اسی کے انداز میں جواب دیتا ہنس دیا۔

''بکواس بند کرو۔''حسن نے کہتے ہوئے سکون سے ٹیک لگا دی۔''کیسے بچا یہ اس نے تمہیں؟''اسکا دل کیا تھا کہ وہ اس کہانی کو ایک سگریٹ کے کش کے ساتھ انجوائے کرتا ان اہلکاروں منحوس ماروں نے اسکو سگریٹ نہیں دیا تھا۔

''میڈم۔!!یہاں سانپ نہیں ہے۔''گارڈ تھک ہار کر بولے تھے۔وہ تین لوگ تھے۔عینا ابھی تک بیڈ پر کھڑی تھی۔

''کیا مطلب نہیں ہے؟میں پاگل ہوں کیا؟''وہ پورے زور سے بولی تو گارڈز ایک بار پھر سے سارا کمرہ چھاننے لگے تھے۔

اسکو وہاں بیٹھے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔اسکے سامنے قادر بیٹھا تھا۔وہ دونوں دو دن آج کتنے دنوں بعد اکٹھے ہوئے تھے۔عام حالات میں یہ دوری یہ فاصلہ کچھ نہ تھا جس حالت میں قادر کو رکھا گیا تھا قادر کے لئے وہاں گزارا ہوا ایک پل صدیوں کے برابر تھا۔تو کل کے سہارے اس عمر میں گزارا نہیں جا سکتا ہے یہ کوئی نہیں جانتا کہ ان عمروں کا ایک لمحہ کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ہر پل ٹوٹتا امید کا بندھن۔ہر وقت خود کو ہار دینے کا خوف۔۔اس کے لئے یہ آسان نہیں ہے۔

''مجھے معاف کر دو قادر۔''ابراہیم کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔قادر نے مسکرا کر اسکے ہاتھ تھامے۔

''نہیں میرے بھائی۔!!تم سے جو ہوا تم نے کیا۔۔جو ہم سے ہوا ہم نے کیا۔۔اور جو اس سے ہوا اس نے کیا۔۔جس کی جھولی میں جو تھا اس نے وہی پیش کیا۔۔تمہاری جھولی میں ایثار تھا۔۔میرے بس میں قربانی تھی اور اس شخص کی جھولی میں موت تھی۔''حسن کا نام تک نہیں لے پا رہا تھا قادر۔۔ابراہیم سر جھکائے ہی اثبات میں ہلا۔

پھر وہ اپنا چہرہ صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

وہاں کسی کے قدموں کی چاپ ہوئی۔۔چاپ سیڑھیوں کی جانب سے ہو رہی تھی کیونکہ جو راستہ گارڈز استعمال کرتے تھے وہ سیڑھیاں تھیں جو تہہ خانے میں سیڑھیوں کی مانند وہاں اترتی تھیں۔قادر چوکنا ہو گیا۔ابراہیم بھی اٹھ کھڑا ہوا اور جا کر سیڑھیوں کے پاس ایک ڈرم کی اوٹ میں ہو گیا۔

تمام قیدی جو کچھ دیر پہلے ابراہیم سے مل کر اپنے دل کا بوجھ اتار رہے تھے اب دور سے اسی طرح ہو گئے جیسے پہلے تھے۔

کچھ دیر میں وہاں ایک گارڈ آیا۔اس سے پہلے کہ اسکا رخ کرتا ابراہیم نے اسکو عقب سے ہی دبوچ لیا تھا۔اسکے حلق سے آواز تک نہ نکل پائی اور ابراہیم اسکی گردن مروڑ چکا تھا۔قیدیوں نے خوشی سے اس جانب دیکھا تھا۔تاریکی کے باعث وہ لوگ زیادہ کچھ دیکھ نہ پائے تھے۔

اسی طرح وہاں راؤنڈ پر آنے والے پانچ گارڈز اپنی ٹوٹی ہوئی گردنوں کے ساتھ زمین بوس ہو چکے تھے۔اسکو بس تھوڑی دیر اور انتظار کرنا تھا۔تاکہ سفیر اور ضرار لوگ نہیں پہنچ جاتے۔۔انکے آنے تک اسکو اکیلے ہی کچھ سنبھالنا تھا۔۔اور وہ سنبھال رہا تھا۔

تین بجے اسکا الارم رَ ہوا تو وہ ہڑ بڑا کر اٹھی تھی۔اس نے جلدی سے الارم بند کیا اور ا یہ دینا کو دیکھا وہ ابھی سو رہی تھی۔اس نے اسکے ماتھے پہ پیار کیا اور واشروم میں گھس گئی۔

وضو کیا اور نوافل پڑھے۔۔دینا ہنوز سو رہی تھی۔۔کمرے کو اچھی طرح سے بہر سے بند کر کے وہ سیڑھیاں اتری تو زلیخا اور منال پہلے ہی ٹیبل پہ سحری لگا رہی تھیں۔صفا شرمندہ سی ا پس پہنچی۔

''میں ہیلپ کروا دیتی ں۔''اس نے جلدی سے منال کے ہاتھ سے پانی کا جگ پکڑا اور میز پہ رکھا۔منال نے مسکرا کر اسکی جا دیکھا۔

''نیند اچھے سے آئی؟''انھوں نے تما سے پوچھا تو صفا نے بس سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

''چلو آ جاؤ اب سحری کرتے ہیں۔''زہرہ بھی آ گئی تو وہ چاروں سحری کے لئے بیٹھیں۔کہ بہر سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔صفا کے دل میں ا یہ پل کو اداسی سی اتری۔کاش وہ ہارن ا اہیم نے دیا ہوتا وہ سفیان گورسی تھے۔منال مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کر لاؤنج میں آ ۔وہ بہر سے آئے۔انھوں نے کوٹ صوفے پہ اچھالا۔ منال نے ان سے انکا بیگ پکڑا۔۔

''فریش ہو کر آ جا ۔بس ہم سحری کرنے ہی لگے تھے۔''

''شکر ہے میں وقت پہ پہنچ ی۔''وہ مسکرا کر اپنے کمرے کی جا ڑھ گئے۔

وہ لوگ انکا انتظار کرتی رہیں۔۔کچھ ہی دیر میں وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اترتے دکھائی دیئے۔

ا پیچھے یقوت اور مرجان بھی اپنے ٹ سوٹ میں ہی چلے آ رہے تھے۔

''تم لوگ کہاں چلے آ رہے ہو؟''سفیان صا سیڑھیاں اترتے بناء پلٹے ہی بولے تھے۔وہ لوگ پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

''ہم بھی روزہ رکھیں گے۔''یقوت نے جوشی سے کہا تھا۔

''تم لوگوں نے سکول جا ہے۔''وہ لوگ لاؤنج میں پہنچ چکے تھے۔

''تو کیا ہوا۔؟''یقوت ا ساتھ ہی آ کر اپنی کرسی پ ی۔مرجان سست قدم اٹھا وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ ی۔منال اور صفا نے حیرت سے ان لوگوں کی جا دیکھا۔

''میرے شہزادے سحری کریں گے؟''صفا نے محبت سے چور لہجے میں کہا تھا۔

''آ !ہم لوگ روزہ رکھیں گے۔''یقوت نے مسکرا کر صفا کے علم میں اضافہ کیا تھا۔

''ماشاءاللہ۔!! آپ لوگ ابھی بہت چھوٹے ہیں ں۔''

''ہم لوگ رکھ تے ہیں روزہ۔۔کیوں مرجان؟''اس نے دن موڑ کر مرجان کو دیکھا جو کہ پانی پی رہا تھا۔

''ہاں۔۔ہم رکھ تے ہیں۔''وہ خشک سے لہجے میں کہتا گلاس واپس ر لگا۔

''اچھا؟ چلو ایسا کرو بس سحری کر لو۔۔پ اَ تم لوگوں کو بھوک لگی تو تم لوگ آزاد ہو کہ کھا کھا تے ہو۔''صفا نے ا لئے شتہ نکالا۔

''نہیں آ ۔!!ہم سٹرا ہیں۔۔۔کی طرح۔''یقوت نے آنکھوں میں چمک لئے کہا تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''وہ سٹرا نہیں پتھر ہیں۔''وہ بس بڑبڑائی تھی۔

ساڑھے چار بجے وہاں گاڑیاں پہنچ چکی تھیں۔۔شکر تھا کہ کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔۔روبوٹ گاڑیاں بھی صحیح سلامت رہیں تھیں یعنی وہ واپسی پہ بھی استعمال ہو سکتی تھیں۔

کمپاؤنڈ کی سکیورٹی الرٹ ہو چکی تھی۔۔اتنی تعداد میں اسلحے سے لیس گارڈز کو دیکھ کر وہ لوگ ہڑبڑائے تھے۔

''شا کو اطلاع کرو۔'' ایک گارڈ نے وائرلیس پر موجود کسی شخص کو اطلاع دی تھی۔

اندر کھڑا شخص مسکرایا۔

''شا کا حکم ہے ان لوگوں پر کوئی حملہ کئے بناء اندر آنے دیا جائے۔'' اس نے گمبھیر آواز میں کہا تو ہر کھڑا گارڈ ٹھٹکا۔

''کیا مطلب؟''

''وہ شا کے آدمی ہیں۔۔دوسرے گروپ سے آئے ہیں۔۔انہیں اندر آنے دو۔'' اندر کھڑے شخص نے وائرلیس بند کی اور زمین پر پڑے ایک گارڈ کی گردن پر پاؤں رکھ کر اسکی سانس بند کر دی تھی۔

اندر کی صفائی ابراہیم نے اکیلے ہی کر دی تھی۔۔کوئی بھی گارڈ وہاں زندہ نہیں بچا تھا۔۔کیونکہ وہ لوگ جان ہی نہیں پائے تھے کہ وہاں ابراہیم علاوہ اور کوئی بھی موجود ہو سکتا ہے۔۔وہ ان سب کو اکیلا اکیلا کر کے ختم کر رہا تھا۔۔گیٹ کھلا تو ابراہیم کے مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔اسکے گارڈز کسی فوجی دستے کی طرح پوری شان سے اندر داخل ہوئے تھے۔

وہ لوگ بناء کسی مشکل کے اندر داخل ہو چکے تھے۔ابراہیم نے شا کے پہرے داروں کو اندر آنے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔۔اس لئے وہ شا تھا۔۔اس لئے انھوں نے اسکے حکم کی تعمیل کی تھی۔۔شیخ حسن آفندی کی دہشت ہی اتنی تھی کہ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ شیخ ہی ہے یا کوئی اور۔۔کیونکہ ایسا سوچنا شیخ کی مرضی کے تابع تھا۔

''ہم پہنچ گئے بھائی۔!!'' سفیر پرجوشی سے آگے بڑھا۔

''کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟'' ابراہیم نے اسکے عقب میں کھڑے ضرار کو دیکھا۔

''نہیں۔۔خوش نصیبی سمجھو یا اللہ کی مرضی کہ ہمارے راستے میں کوئی مائن نہیں تھی۔۔اس لئے کچھ محفوظ رہا۔''

''الحمدللہ۔!!'' ابراہیم بس اتنا ہی کہہ پایا۔

''سر۔!!عینا کہاں ہے؟'' عیشا نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ اندر ہے تم جاؤ اور اسی کے ساتھ رہنا۔''

''کیوں سر؟ ہم لوگ تو یہاں لڑنے آئے ہیں نا؟'' اس نے احتجاج کیا۔

''ہم لڑ لیں گے تم جاؤ اندر۔۔اور ہاں عینا کے ساتھ ہی رہنا۔۔یاد رکھنا کہ وہ کوئی سپاہی نہیں ہے۔'' ابراہیم نے عیشا کو تنبیہ کی۔عیشا کا منہ مزہ ہوئی۔۔اسکو ہمیشہ سے ان لوگوں کے ساتھ مل کر لڑنے کا شوق تھا ابراہیم ہمیشہ اسکو یوں ہی کسی اور کام پر لگا دیتا تھا۔

''کاش میں عورت نہ ہوتی۔'' وہ آنکھوں میں پانی لے آئی۔

''واہ۔!! پھر کیا ہوتی؟'' ابراہیم کو اسکی بے تکی بات پر ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔

''مرد ہوتی۔۔شانہ بشانہ لڑتی۔'' اس نے تنگ آ کر کہا تو سفیر نے اسکو سر تا پیر دیکھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟'' عیشا نے سفیر کی نگاہیں خود پر مرکوز پائیں۔۔سفیر نے ابراہیم کو دیکھا اور پھر عیشا کے کان پر جھکا۔

''مت کرو۔۔اگر تم لڑکی نہ ہوتی تو میں کنوارہ ہی مر جاتا۔'' وہ ایسا آرڈر پیچھے ہٹا تو عیشا کی آنکھیں پوری کھل گیں۔

''منحوس۔!!تم اب بھی کنوارے ہی مرو گے۔'' کہتے عیشا نے اپنے بھاری بھرکم بوٹ سے سفیر کے پاؤں پر وار کیا سفیر کراہ کر رہ گیا۔ضرار نے ان لوگوں کو دیکھ کر سر جھٹکا۔

''اچھا اب یہ ڈرامے بازیاں بند کرو اور اندر جاؤ۔'' ابراہیم نے عیشا کو تنبیہ کی تو وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

وہ لوگ سیدھا قید خانے کی سمت میں بڑھے تھے۔۔اب کی بار وہ لوگ سیڑھیوں سے گئے تھے۔

قید خانے میں سے قیدیوں کو نکال کر وہ لوگ اسی ہال میں لے آئے تھے جہاں حسن آ کر بیٹھا کرتا تھا۔۔ان لوگوں کو پانی پلایا گیا جو سفیر اور ضرار لوگ لے کر آئے تھے۔۔وہ لوگ فی الوقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہ تھے۔۔اسے کچھ کھانا بھی کھلایا گیا۔

کچھ دیر میں وہ لوگ سنبھلے تو اب اگلا مرحلہ ان کو وہاں سے نکالنے کا تھا۔ابراہیم بناء شور شرابے کے یہ کام کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ مشکل لگ رہا تھا۔۔وہ اب تو دھوکہ دے چکا تھا مزید چکما دینا مشکل لگ رہا تھا۔

عیشا کمرے میں داخل ہوئی تو اسکا پاؤں کسی شے سے ٹکرایا۔اس نے زمین پر دیکھا تو وہاں تین گارڈز اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے اور عینا پرسکون سی بیڈ پر بیٹھی تھی۔

''عینا۔!!!''عیشا نے غیر یقینی سے اسکو پکارا تو عینا فوراً بیڈ سے نیچے اتری اور آ کر عیشا کے گلے لگی۔وہ دونوں دوستوں کی طرح ملی تھیں۔۔

''تم لوگ آ گئے؟''عینا نے الگ ہوئے خوشی سے پوچھا تھا۔

''ہاں۔۔اور باقی ہر سو اور لوگ مشن میں مصروف ہیں۔''عیشا نے منہ بسورا۔

''اور تمہیں یہاں بھیج دیا؟''عینا نے اسکی بے زاری دیکھ کر ہنسی روکی تھی۔۔۔ابراہیم سے۔ابراہیم لوٹا تھا عینا کی امیدیں لوٹ آئی تھیں۔۔وہ لوگ اس پر بھروسہ کرتے تھے۔

''ہاں۔۔یہ کیا ہے؟''عیشا نے زمین پر پڑے وہ لوگ دیکھے۔۔جو کہ گارڈز معلوم ہوتے تھے۔۔عینا نے ایک جہم بھری نگاہ ان پر ڈالی اور پھر عیشا کی جانب دیکھ کر مسکرا دی۔۔عیشا نے الجھ کر دیکھا۔

''دراصل بے چارے سارا پانی ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تھے اس لئے میں نے انہیں پانی پلا دیا۔''وہ جا کر پرسکون سے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔

''واٹ؟ پانی؟''عیشا بھی اسکے پاس آئی۔

''ہاں۔۔پانی۔''عینا نے کندھے اچکا دیئے تو عیشا نے اسکے پاس پڑا جگ دیکھا۔۔جو کہ آدھا ہو چکا تھا۔۔عینا اسکی جانب دیکھ کر چھا سا مسکرائی۔

''واہ۔واہ۔واہ۔''عیشا اسکی بات سمجھ کر تالیاں بجانے لگی۔

عینا نے دانت نکالے۔

''اور سر کہہ رہے تھے کہ عینا کا دھیان رکھنا وہ کون سا کوئی سپاہی ہے۔''عیشا نے میسنی عینا کو دیکھا جو کہ دانت نکالے بیٹھی تھی۔

''ہاں۔۔کچھ دن پہلے تک نہیں تھی۔۔پھر بن گئی۔''عینا کھوئی کھوئی سی بولی۔

''کیسے؟؟''

''کسی کی بیوی بن کر۔۔''عینا نے عیشا کے سر پر بم پھوڑا تھا وہ بھی بہت سکون سے۔۔

''واٹ۔۔!!!!!تم نے شادی کر لی۔؟؟؟مجھے انوائیٹ تک نہیں کیا؟لڑکی؟؟''عیشا جنگلی طرح چیخی تھی۔

''شش۔شش۔!!''عینا نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسکی چیخ دبائی۔

''کیا مطلب ہے؟تم نے چپکے سے شادی کر لی اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔۔تمہیں اللہ پوچھے عینا منصور حیات۔!!''عیشا نے تاسف سے دیکھا۔

''عینا منصور حیات نہیں۔۔مسز آفندی۔!!بلکہ مسز کرداوی۔''عینا نے اپنی شناخت کا تعین کیا تو عیشا کی آنکھوں میں اچنبھا تھا وہ اسکی بات سمجھنے سے قاصر تھی۔''میں شہ حسن آفندی یعنی حسن کرداوی کی بیوی ہوں۔''وہ بولی تو عیشا نے اپنے منہ پر دونوں ہاتھ جما لئے۔

''کیا یہی لوگ ہیں بس؟''ابراہیم نے ہال میں موجود مجاہدین کو دیکھا۔جن کی تعداد بہت کم تھی۔

''ہاں۔۔یہی ہیں۔۔ق۔'' کہتے ہوئے قادر کی آواز حلق میں دم توڑ گئی۔۔ا۔ اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''ا قرنی رائیگاں نہیں جانے دوں گا۔'' کہتے ا۔ اہیم نے ق یوں کو اشارہ کیا اب ہر کھڑے گارڈز تھی۔

صبح کے پانچ بجے کرداوی منشن کے ہرا گاڑی آکر رکی۔۔جس میں سے مغیث نکلا تھا۔۔وہ ہاتھ میں چابی گھما۔ خوش خوش سا ا رکی جا ۔ ٹھا تھا۔۔یقیناً شا نے اسکو جس کام کے لئے بھیجا وہ اس کام کو کامیابی سے کر کے واپس لوٹ رہا تھا۔۔اور اب اپنی کامیابی کا ا م وصول کرنے کا وقت تھا۔۔ش حسن آفندی کے منہ سے اپنے لئے تعریف اور داد ۔ وہاں موجود ہر شخص کا خواب تھا۔۔ یہ دادا کثر مغیث کے حصے میں آتی تھی۔

وہ گیٹ پہنچا تو ا گارڈ ہڑ بڑی میں اسکے پس پہنچا۔۔مغیث نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا س ا رہیں؟ آج سحری ا ساتھ ہی کروں گا۔'' مغیث پ جوش تھا۔

''کیا تم کچھ نہیں جا ؟'' گارڈ نے ہلکان ہوتے ہوئے اس سے کہا تو مغیث نے سوالیہ وں سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''س کو ایجنسی والے لے گئے ہیں۔''

''واٹ۔۔!!!!'' مغیث پ حیرت اور صدمے کا پہاڑ ٹوٹ تھا۔

''ہاں۔۔وہ لوگ ا لے گئے ہیں۔۔اور ا۔ اہیم۔''

''ا۔ اہیم؟؟؟ کہاں ہے ا۔ اہیم؟'' مغیث نے اب کی۔ رگارڈ کو یبان سے پکڑا تھا۔۔ا۔ اہیم اور حسن کی دشمنی بس چند لوگ ہی جا تھے۔۔جن میں سے ا مغیث تھا۔۔ق یوں کی نگاہ میں ا۔ اہیم بس حوریہ کا شوہر، کرداوی کا داماد اور حسن کا بہنوئی تھا۔

''وہ لوگ تو چلے گئے۔''

''وہ لوگ؟'' مغیث کو اپنی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''ہاں۔۔س کی بیوی۔۔یعنی میڈم۔۔اور ا۔ اہیم۔''

''واٹ۔؟؟؟ اور تم لوگ اتنے آرام سے اب بتا رہے ہو؟'' وہ دھاڑا تھا۔

''تمہارا نمبر بند تھا۔'' مشن پ جاتے ہوئے مغیث اپنے پیچھے موجود لوگوں سے ہر رابطہ ختم کر کے جا کرتا تھا۔۔یوں کہ اَ وہ کہیں مارا بھی جائے تو اسکی لاش کو بھی کوئی اسکے ٹھکانے نہ پہنچا سکے۔

''گاڑیاں نکالو۔'' اس نے جلدی سے اپنا فون نکالا اور وہاں سے نکل ۔

''اس دن مجھے ز ہ گاڑھ کر تم تو چلے گئے تھے۔۔ کسی نے مجھے وہاں سے نکال لیا تھا۔'' جوزف نے ہنستے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''کس نے؟'' وہ بناء کسی ت ش کے بولا۔

''کوئی تھا۔۔میں اسکا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا.....لیکن وہ گورسی کا آدمی تھا۔'' جوزف نے بے چارگی سے کندھے اچکائے۔

''اور تم نے . . د؟''

''تم نے مجھے دھوکہ د۔۔مجھے مار ڈالا تھا تم نے شا۔!! اور تم مجھ سے کیا امید ت ہو؟ میرے پس جو کچھ تھا میں ایجنسی کو مہیا کر چکا ہوں۔۔'' جوزف کا کہنا تھا کہ حسن نے دن ا جا ۔ ائی اور ا گہری نگاہ جوزف پ ڈالی۔۔جوزف لرز سا ۔۔وہ زخموں سے چور تھا۔۔ وہ کوئی عام ا ن نہیں تھا وہ بھی جوزف تھا۔۔شا کی طرح کا ہی ا درہ۔

''اتنا دل، ٹ اور بے کارا ن پہلی ر دیکھ رہا ہوں۔'' حسن نے ا زہر آلود نگاہ اس پ ڈالی۔

''اب تم جو بھی کہو۔۔اَ میں مروں گا تو تم بھی مرو گے۔۔اَ میں ڈوبَ یہوں تو بچو گے تم بھی نہیں۔''جوزف ا یرپھر سے ہنس دیا۔وہ تو اپنے خیال میں مر چکا تھا۔اسکو ا یاور زندگی ملی تھی اور اس زندگی میں وہ شاکو. دکر چاہتا تھا پھر چاہے اس کے لئے اسکو خود ہی فنا کیوں نہ ہو. پڑے۔

حسن اپنی جگہ سے اٹھا تو جوزف کی ہنسی تھم گئی۔۔دوسرے کمرے میں موجود ٹیم کے ماتھے پ بل پڑے۔۔وہ لوگ اسکے اگلے قدم کے انتظار میں تھے۔۔حسن چلتا ہوا اس شیشے کی دیوار کے پ س آ یا۔اس نے جھک کر وہاں دیکھا اسکو وہاں اپنا ہی عکس دکھائی دیا تھا۔ وہ جا تھا کہ اس کے پ رو ہ لوگ اسکو دیکھ رہے ہیں۔۔حسن نے ا یپ اسرار سی نگاہ ان لوگوں پ ڈالی۔۔وہ بناء دیکھے بھی ا دیکھ سکتا تھا۔ان لوگوں پ ا یعجیب ر طاری ہوا۔

وہ لوگ ہڑ.ا کر ا یقدم پیچھے ہٹے۔۔مانو حسن اس دیوار کو توڑ کر ہی ا پس پہنچ جائے گا۔

پھر اس نےَ دن ٹیڑھی کی اور ا یآ ی نگاہ ان لوگوں پ ڈالتا پیچھے ہٹا۔۔وہ مڑا اور جا کر جوزف کے عقب میں کھڑا ہوا۔۔اسکے دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

جوزف بیٹھا رہا وہ جا تھا کہ حسن کچھ نہیں کر سکتا کیو اسکے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

حسن دہرا ہوا۔۔اور اپنا چہرہ جوزف کے کان کے پ س کیا۔

''تم جا ہو کہ تمہیں کچھ دیر مہلت کیوں ملی تھی؟''

''کک۔کیوں؟''جوزف کی زبن. چاہتے ہوئے بھی لرزی تھی۔

''۔کہ تم اپنےَ ہ. ہوں سے توبہ کر لو۔''

''ہاں۔ہاں۔میں کر چکا ہوں توبہ۔''جوزف نے بناء دیکھے ہی جواب دیا۔

''تو پھر توبہ کرنے والے کو زیادہ دن نہیں جینا چاہیےں۔''

''کیوں؟''جوزف نے تھوک نگلا۔

''کیو دو. رہَ ہ سرزد ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔''وہ اسکے کانوں میں صور پھو. رہا تھا۔اس پ رکھڑے آفیسرز کچھ خاص سن نہیں پ رہے تھے وہ بس دیکھ رہے تھے کہ حسن جوزف کے کان میں کچھ کہہ رہا ہے۔

''ہاں۔۔تم صحیح کہتے ہو۔''جوزف کسی روبوٹ کی طرح اسکی ہاں میں ہاں نے لگا۔

''میں ہمیشہ ہی صحیح کہتا ہوں۔'' کہتے ہوئے وہ پیچھے ہٹا۔اور جا کر آرام سے سامنے والی کرسی پ بیٹھَ ۔

کچھ دیر بعد وہی آفیسر آ یا۔۔وہ حسن کو واپس لے جانے کے لئے آ یا تھا کیو ان دونوں کی قات ہو چکی تھی۔۔وہ حسن کو لے کر جوزف کے پ سےَ ہ راتو جوزف نے جھٹکے سے اسکی بیلٹ کے ساتھ نصب پستول نکالی۔۔اسکے ہاتھ نہیں. ھے گئے تھے۔۔اس لئے وہ ایسا کر پ ا۔

کسی کے سمجھنے سے پہلے ہی وہاں گولی چلی۔

وہ لوگ ہال میں ہی کھڑے تھے کہ گیٹ ا یرپھر سے کھلَ ۔۔وہاں سے گارڈز اندر داخل ہوئے۔۔وہ لوگ ا یاسلحے سے لیس تھے۔۔وہاں موجود شیشے کی کھڑکی سے ا. اہیم. ہر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔

ا. اہیم کی نگاہوں کا تعاقب کرتے . نے اس جا. دیکھا تھا۔

وہ لوگ ا حقیقت جان چکے تھے۔۔اب خاموش.َ مزید نہیں چل سکتی تھی۔۔اب وہاں شور. پ ہونے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

ا. اہیم نے سفیر کو اشارہ کیا۔۔وہ کچھ گارڈز کی مدد سے قیدیوں کو وہاں سے لےَ ۔۔وہ لوگ ا یخفیہ ٹنل میں چلے گئے تھے جو کہ کسی بنکر کی طرح بنا ہوا تھا۔۔قیدیوں کو وہاں چھوڑ کر سفیر اور. قی گارڈز واپس آئے۔

ہال کا دروازہ ٹوٹ تھا۔۔اور آتے ہی ان لوگوں نے ا ھادھند فا ئ شروع کر دی تھی۔

''یا اللہ۔!!''عینا نے اپنے ی پ ہاتھ رکھا۔عیشا اسکے قر ب ہوئی۔

''ا. اہیم سر نے کہا تھا کہ یہا خاموش ن ہوگی پھر یہ ب ؟''. ہر سے آتی گولیوں کی ت ت ہٹ کی آواز ان لڑکیوں کو خوفزدہ کر رہی تھی۔۔عینا کا تو حلق خشک ہو رہا تھا۔

''اٹس او کے۔!! ریلیکس۔!! کچھ نہیں ہوگا۔''عیشا نے عینا کو دلاسہ دیا۔

''ب۔۔۔؟۔۔ کہاں ہیں؟''عینا پھڑ پھڑائی عیشا نے اسکو وہیں جکڑ لیا۔''پلیز مجھے جانے دو۔۔مجھے۔۔ کے پ جا ہے۔''عینا نے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی۔

''وہ محفوظ ہیں پلیز تم حوصلہ رکھو۔۔اس طرح تم ہر جاؤ گی تو تم صرف اپنے لئے نہیں بلکہ ق کے لئے بھی خطرہ بن سکتی ہو۔''عیشا نے اسکو سمجھانے کی پوری کوشش کی۔۔ عینا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اسکو بس اپنے۔۔ کی فکر تھی۔

ا. اہیم کے گارڈز نے پہلے ہی اپنی جگہیں سنبھال لیں تھیں۔اور شا کے گارڈز نے چو سامنے سے حملہ کیا تھا اس لئے وہ خود ہی نہ سنبھل پ ئے تھے۔۔ا. اہیم کی ٹیم اوٹ سے چھپ کر وار کر رہی تھی اور شا کے گارڈز بنا ء کسی ڈھال کے ہال کے ن و ن کھڑے تھے۔۔جلد ہی ا. اہیم کی ٹیم ان لوگوں پ بھاری پ نے لگی تھی۔۔اور ا ی کر کے شا کے گارڈز زمین بوس ہونے لگے۔

ا. اہیم کے چہرے پ ا فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔۔کچھ گارڈز مارے گئے اور کچھ کو ا. اہیم کی ٹیم نے ق فتار کر لیا تھا۔

''یہ اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔''سفیر قہقہہ لگا ہوا سامنے آ۔۔اب حسن کے اڈز زمین پ پ ے ہوئے تھے۔

''ہاں۔۔اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔''ضرار کی آواز دھیمی سی تھی۔۔سفیر نے پلٹ کر دیکھا تو ضرار اپنے پیٹ کے ج ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔۔اور خون پ ٹ پ ک رہا تھا۔

''بھائی۔!!''سفیر نے لپک کر ضرار کو تھام لیا تھا۔ا. اہیم بھی اسکی جا پ۔

''کیا تم ٹھیک ہو؟''ا. اہیم نے ضرار کو سہارا دیا۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔ شا ہ ضائع ہو جائے۔''اس نے کرب سے بند ہوتی آنکھیں بمشکل کھولی ہو تھیں۔

''میں دے دوں گا ہ بھائی۔۔تم بس سنبھالو خود کو۔''سفیر نے نم آواز میں کہا تو ا. اہیم نے اس نوجوان سے لڑکے کو دیکھا۔

''چلو تم۔۔''ا. اہیم اسکو سہارا دے کر ا کمرے میں لا۔۔کمرے کا دروازہ کھلا تو عینا اور عیشا بھاگ کر دروازے ت گئیں۔۔ضرار کو زخمی دیکھ کر ان دونوں نے اپنی چیخ روکی تھی۔

''ریلیکس۔!! ٹھیک ہے۔''ا. اہیم نے ان دونوں کو پ سکون کرنے کی کوشش کی اور ضرار کو بیڈ پ ہی لٹا دیا۔

پھر اس نے وہاں سے ٹ اسا کپڑا اٹھا اور اس سے ضرار کا خون روک دیا۔۔ان لوگوں کو اب جلد سے جلد وہاں سے ن تھا۔

''میرے۔۔؟''عینا نے بھیگی سی آواز میں پوچھا تو ا. اہیم نے بے بسی سے اس معصوم کو دیکھا۔

''وہ ان قیدیوں میں نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب نہیں ہیں؟ کہاں ہیں میرے۔۔؟''عینا کے حلق کی رگیں بیٹھ چکی تھیں۔۔وہ بھی نہ پ ئی۔۔عیشا نے اسکو کندھے سے پکڑ کر ساتھ لگا ہوا تھا۔

''ہم ا بھی ڈھونڈ لیں گے فی الحال یہاں سے ن ہوگا۔''ا. اہیم اسکے سر پ ہاتھ ر ت وہاں سے ی۔۔سفیر عیشا کو ضرار کا خیال ر ن کی ت کید کرتا پیچھے ہی پ ۔

وہ لوگ قیدیوں کو ۔ کے لئے دو. رہ بنکر میں جانے لگے تو راستے میں ہی ا قدم زنجیر ہوئے تھے۔

وہ لوگ وہیں پتھر بن گئے۔۔

''کیا ہوا گورسی؟ اتنی جلدی کس. ت کی ہے؟'' وہ مغیث تھا جو کہ شیطانی ہنسی ہنستا ہوا ا راستے میں کھڑا تھا۔ مغیث کی بس آواز ہی آئی تھی کیو اسکے اور ا. اہیم کے راستے میں کچھ لوگ حائل تھے۔۔۔اور ا. اہیم ان چہروں کو پہچا تھا۔

''ٹ۔بے غیرت ا ن۔!!'' ا. اہیم غصے سے جبڑے بھینچ کر رہ ۔

''ہمارے آدمیوں کو تو بھون دی۔۔اب دیکھتے ہیں تمہارا یہی ہاتھ تمہارے اپنے ساتھیوں پ کیسے اٹھتا ہے۔؟؟'' مغیث ہنس دی۔

ا. اہیم نے بے بسی سے اپنے سامنے کھڑی اس فوج کو دیکھا۔

وہ لوگ قیدی نہیں تھے نہ وہ لوگ حسن کے آدمی تھے۔۔وہ لوگ ا. اہیم کے ہی مجاہد تھے۔۔جن کو حسن اپنی کٹھ پ ں بنا چکا تھا۔۔اب ا امتحان ا. اہیم کے سامنے اپنا پھن پھیلائے کھڑا تھا۔

وہ ا ایسا فتنہ تھا جس کا سر کچلنا ا. اہیم کے لئے اس د کا سے کٹھن کام تھا۔۔وہ لوگ اسکے مجاہد تھے۔۔ ا دماغ اس وقت حسن کے کنٹرول میں تھے۔ حسن نے مجاہدین کی ڑی تعداد کو اپنے کلٹ کا حصہ بنا لیا تھا۔۔وہ لوگ چلتے پھرتے بم تھے۔۔وہ لوگ چلتے پھرتے ہتھیار تھے۔۔خودکش ہتھیار جو کہ کسی کو مارنے مرنے سے پہلے سوچتے نہیں تھے کیو ان سے ا سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لی گئیں تھیں۔

وہ لوگ بنا کسی ہتھیار کے بھی سامنے والے کو شکست دے تے تھے۔کیو ا ن کو دو چیزیں کمزور کرتی ہیں ا خوف اور ا درد۔۔ان لوگوں کے دلوں سے موت کا خوف ختم کر دی تھا۔۔ا دماغوں کو قابو کر کے۔۔اور درد اب ا محسوس نہیں ہو تا تھا۔۔ جانے کون کون سے ڈر ا ں میں ا رے گئے تھے کہ وہ لوگ کسی بھی قسم کے درد کے احساس سے عاری تھے۔

ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور مڑ کر اپنے پیچھے موجود اپنے سپاہیوں کو دیکھا۔

'' ہ تکبیر۔!!'' ا. اہیم نے آج ہ لگا یا تھا۔

''اللہ اکبر۔!!'' . نے اسکے ے کا جواب دی تھا۔

مغیث ہنستا جا رہا تھا۔آج ا. اہیم کے ضمیر پ ا بہت ڑے بوجھ کا اضافہ ہونے جا رہا تھا۔

وہ سحری کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آئی۔ زکا وقت شروع ہو چکا تھا۔اس نے جائے ز بچھائی اور فجر کی زادا کرنے لگی۔

اس نے سکون سے اپنی زادا کی تھی دل میں عجیب بے چینی سی بے چینی تھی۔ یہ ایسی بے چینی تھی جس نے اسکے خشوع میں اضافہ کیا تھا۔ جتنا دل گھبرا رہا تھا وہ اپنے سجدوں کو اتنا ہی طویل کر رہی تھی۔دل میں اٹھتا ا ساخوف اب سا ں میں گھلنے لگا تھا۔دل کو کسی نے مٹھی میں لیا تھا اور سانس اب ا کھڑنے لگی تھی۔

اس نے سلام پھیرا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

''میرا دل اتنا کیوں گھبرا رہا ہے؟'' اس نے اپنے ۔ پ ہاتھ رکھ کر اپنا سینہ مسلا تھا کیو وہاں گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔اور حلق میں الگ تکلیف تھی۔

سانس رکنے لگی تو اس نے سر سجدے میں ادی۔کتنے ہی لمحے خاموشی کی ہو گئے۔

''ہا اللہ۔!!'' . لآ اسکی ٹ سی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی تھیں۔۔دینا ہنوز سو رہی تھی۔

آنکھوں سے آ نکل کر اس مخملیں جائے ز میں ب ہو رہے تھے۔ دل تھا کہ مز بے چین ہو رہا تھا۔سانس. قاعدہ ا رہی تھی۔دھڑ بہت تیز تھیں اتنی کہ اسکو ان دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ اپنے پورے وجود میں ارتعاش پیدا ہو ا محسوس ہو رہا تھا۔

''اللہ۔!! میں نہیں جا کہ یہ بے چینی کیسی ہے؟ میں بس اتنا جا ہوں کہ تو میرا رب ہے۔۔میری جان تیرے قبضے میں ہے۔۔میری ہر سانس تیرے حکم کی تا بع

ہے اَ تیرا حکم ہوگا تو اگلی سانس میرے مقدر میں ہوگی ورنہ یہ سا ں کی ڈوری پل میں ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔'' وہ سانس ی ٔ کور کی۔

'' یللہ۔!! میں تجھ سے اپنے شوہر کی سلامتی کی اپیل کرتی ہوں۔۔وہ شخص میری کل کائنات ہے اسکو سلامت رکھنا۔۔اسکا اور میرا ساتھ سلامت رکھنا۔۔اسکا سایہ اسکے بچوں کے سر پ سلامت رکھنا۔'' وہ ا ی ہی سانس میں بولی تھی کہ کہیں اگلی سانس اسکی آ ٔ ی سانس نہ ہو۔

''ہتھیار دو۔!!'' ا. اہیم نے سرد ٔ ات لئے حکم دی تو پیچھے کھڑی ٹیم نے اسکو اچنبھے سے دیکھا تھا۔سامنے وہ موت کے سائے کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں خنجر تھے اور ا. اہیم ہتھیار پھینکنے کا کہہ رہا تھا۔۔مغیث کے قہقہے گونج رہے تھے۔

''لیکن۔ بھائی۔!!'' سفیر کے الفاظ نے اسکا ساتھ نہ دی۔

ا. اہیم نے َ دن موڑ کر سفیر کی آنکھوں میں دیکھا۔سفیر ہڑ ٹا ی۔

''تو کیا اپنے بھائیوں پ ہاتھ اٹھاؤ گے تم؟'' اس نے سخت لہجے میں پوچھا سفیر نے بے بسی سے ا. اہیم کو دیکھا۔

'' بھائی ایسے تو۔''

''اَ ہماری موت ایسے لکھی ہے تو ایسے ہی سہی۔۔ میں ان لوگوں پ ہاتھ اٹھانے سے پہلے اپنے ہاتھ کاٹنا پسند کروں گا۔'' اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔۔ ق لوگ ا. اہیم کے فیصلے پ حیران تھے۔۔ا. اہیم نے مڑ کر ا ی ان . پ ڈالی۔۔وہ ا ی ٹنل جگہ پ تھے جہاں بس واپسی کا ا ی ہی راستہ تھا۔۔دوسری جا . کیا تھا کوئی نہیں جا تھا۔۔مجاہدین کو ا ی بنکر میں رکھا ہوا تھا اور وہ بنکر . ہر سے بند تھا۔۔اور ٹنل ت ریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔۔کہیں کہیں سے معمولی سی روشنی پھوٹ رہی تھی اور وہ روشنی دیواروں میں لگی قند ں سے پھوٹ رہی تھی۔

''اَ کسی کو موت کا خوف ہے تو وہ واپس جا سکتا ہے۔۔ابھی بھی دروازہ کھلا ہے۔'' اس نے کہا تو ان . نے بے چارگی سے ا. اہیم کو دیکھا۔۔وہ بھلا ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔۔وہ لوگ تو اسکے ساتھ جینے مرنے کے لئے آئے تھے وہ کیسے اسکو چھوڑ تے تھے۔

''ان قندیلوں سے ٔ والی روشنی کی قسم۔!! میں تم لوگوں کو معاف کر تا ہوں تم لوگ چا ہو تو جا تے ہو میں کبھی سوال نہیں کروں گا۔'' وہ آرزدگی سے مسکرا ی۔۔وہ اس موت کے گہرے سائے تلے بھی مسکرا ی تھا۔ٹیم نے ا ی پل کے لئے مز ی نہ سوچا اور اپنے ہتھیار زمین پ رکھ دیئے۔۔

مغیث فاصلے پ کھڑا یہ . دیکھ رہا تھا۔۔اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

''موت مبارک ہو گورسی۔!!'' اس نے ا ی ہ لگا یا اور وہاں سے پلٹ َ ی۔

ا. اہیم نے پلٹ کر اپنے سامنے کھڑے ان مجاہدین کو دیکھا جو کہ آنکھوں میں ت لئے اسی کو گھور رہے تھے۔۔وہ لوگ اس پ حملہ کرنے کو تیار تھے۔

''آجاؤ۔!!! اَ میری جان لے کر تم لوگوں کا جلال ٹھنڈا ہوتا ہے تو ایسے ہی سہی۔'' ان . کی آنکھیں ا ی ہی جگہ سا تھیں وہ پتلے معلوم ہوتے تھے جن کی اپنی سوئی سوچ سمجھ نہ ہو۔۔وہ بس حکم کے غلام تھے۔۔اور حکم دینے والا ا حکم دے کر جا چکا تھا۔

ان میں سے ا ی آدمی آگے ٹ ھا اس نے اپنا خنجر ہوا میں بلند کیا۔۔ا. اہیم نے نہتے ہونے کے . وجود مزاحمت کی اور اس سے وہ خنجر چھین لیا۔۔ایسا کر ٔ تھا کہ وہاں ا ی خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔۔وہ . سمجھ چکے تھے کہ ا کیا کر ٔ ہے۔

''ہا اللہ۔! میری ہر سانس پ تیری حکومت ہے۔۔ میرے دل کی مسند پ وہ شخص قابض ہے تیرے بعد وہی ہے جو میرے دل پ حکمرانی کر تا ہے۔۔میرے مالک۔ا ے میرے حکمران۔!!! اے میرے حقیقی ٔ ا۔!! میرے مجازی ٔ ا کو سلامت رکھا۔'' اس نے اپنا آ وں سے ت چہرہ سجدے سے اٹھا ی۔۔اور یوں ہی بیٹھی آ بہاتی رہی۔ اسکے ہاتھ اسکی خالی گود میں َ ے ہوئے تھے۔

اس نے اپنے لرزتے ہاتھ سامنے کئے۔۔اور اللہ کے سامنے ا ی . رپھر سے پھیلا دیئے۔

''تو اٹھے ہوئے ہاتھوں کی حیا کرتے ہیں۔۔تو میری التجا بھی قبول کرلے اور میرے ان ہاتھوں کو خالی مت لوٹ۔'' اس نے اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپالیا۔۔ اب وہ قاعدہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔

وہ ابھی بیٹھی تھی کہ دینا کسمسائی۔۔اور اگلے ہی پل دینا کی رونے کی آواز آئی۔۔صفا نے جلدی سے اپنا چہرہ پونچھا۔۔جائے زسمیٹی اور اٹھ کر دینا کے پاس آئی۔

''دینا۔!! میرا بے بی۔میری چندا۔میری گڑیا۔'' وہ اسکو محبت سے اٹھا کر اپنے کندھے سے لگا گئی۔

''۔۔۔!!'' دینا روتے ہوئے مسلسل اپنے باپ کو پکار رہی تھی۔۔صفا کے آنے پر پھر سے جاری ہوئے۔

''دینا۔!! آپکے بابا کو ہماری کوئی پرواہ نہیں۔'' وہ سرخ ناک لئے ناراض سی کہتی دینا کی پیٹھ سہلانے لگی۔۔ دینا روئے جارہی تھی۔''دینا۔!! کیا ہوا گڑیا؟'' اس نے دینا کو اپنی گود میں لٹاتے اسکا چہرہ صاف کیا۔۔وہ اب سسک رہی تھی۔۔صفا نے بے اختیار ہوتے ہوئے دینا کا ماتھا چوما۔۔پھر اسکے گال چومے۔

''دینا مس۔۔!!'' دینا کے الفاظ پر صفا کی دھڑکن رک گئی۔

''آئی مس ہم ٹو۔'' اور آگے ٹوٹ کر اسکے گال پھسلے۔دینا نے اسکے آنسو دیکھے تو وہ اپنے پل میں رونا بند کرتی اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔۔صفا مسکرائی اور دینا کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''دینا کیا کھائے گی؟'' وہ اب اسکو بہلا رہی تھی۔دینا نے آنکھیں مٹکا تو اسکی آنکھوں میں ستارے ٹمٹمانے لگے۔بلکل جیسے سجل کی آنکھوں میں ٹمٹماتے تھے۔صفا کے دل میں ایک پھر سے ہول سا اٹھا۔اس نے جھک کر اپنے پھر سے دینا کے چہرے کا ہر وہ نقش چوما تھا جو سجل سے مماثلت رکھتا تھا۔

انویسٹیگیشن روم میں عجیب ہلچل سی مچ گئی تھی۔۔زمین پر وہ اہوا تھا۔۔ اسکے دماغ سے خون ابل رہا تھا وہ اوندھے منہ اہوا اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔۔ اہلکار نے حسن کو چھوڑا اور جھک کر جوزف کی دونوں کی نس پر دو انگلیاں رکھیں۔۔اسی دوران دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تھا۔۔انر پنج سکیورٹی اہلکار اور دو آفیسرز داخل ہوئے تھے۔انھوں نے ایک نگاہ سامنے ڈالی جہاں وہ پرسکون سا کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

پھر وہ لوگ ہڑبڑا کر جوزف کی جانب بڑھے تھے جو کہ زمین پر اب مردہ حالت میں پڑا تھا۔۔آفیسر نے اہلکار کی جانب دیکھا جو کہ جوزف کی سانسیں دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا تو اس آفیسر نے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔حسن بناء کسی تاثر کے بیٹھا تھا۔

آفیسر مٹھیاں بھینچے ہی اسکے پاس پہنچا۔۔اس نے کرسی کے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ جمائے اور حسن کے سامنے جھکا۔۔حسن نے ابرو اٹھائے۔

''کیا کیا ہے تم؟'' وہ جبڑے بھینچے غرایا۔۔حسن نے کندھے اچکا دئے۔

''بولو آفندی۔!!'' آفیسر نے دھاڑتے ہوئے کرسی کے بازو ہتھیلی زور سے ماری۔حسن نے مسکراہٹ ضبط کی جس کو دیکھ کر آفیسر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا میں۔'' وہ حسن کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے بولا۔

حسن نے دن کو دانستہ جھٹکا دیتو ہتھکڑی کے کی آواز آئی۔۔پھر اس نے یوں ہی اپنے کندھوں کو گھما کر مانو تکان دور کی۔۔اسکے ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔۔اسنے اپنے دونوں ہاتھ آفیسر کے سامنے کئے۔۔اور اشارہ کیا۔۔آفیسر مسلسل اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''خود دیکھ لو۔۔میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تو میں کیسے کسی کو قتل کرسکتا ہوں وہ بھی اسکو جو تمہاری کسٹڈی میں ہے۔۔کیا تم اتنے غافل تھے کہ تمہاری کسٹڈی میں موجود شخص نے خودکشی کرلی اور تم اسکو روک نہ سکے؟'' وہ معنی خیز مسکرایا اور اپنی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں آفیسر کی آنکھوں میں گاڑھ دیں۔۔وہ بری طرح بوکھلایا۔

''تم نے اس سے کچھ کہا تھا۔''

''کیا تم نے سنا کہ میں نے کیا کہا تھا؟'' حسن اسی طرح اسکو اپنی آنکھوں سے قید کئے بولا۔۔آفیسر ہربڑا کر پیچھے ہٹا۔

''وہ میں معلوم کرلوں گا تم بھول جاؤ کہ اب تم اس جیل سے کبھی رہا ہوسکو گے۔'' اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہاں حسن کا بلند اور زقہقہہ گونجا۔جس نے اس انویسٹیگیشن روم کے در و دیوار پر وحشت طاری کردی۔۔

کچھ دیر بعد قہقہہ تھما۔اب وہاں خاموشی تھی۔سناٹا۔!!

''اس دن میں ابھی وہ جیل بنی نہیں جو شیخ حسن آفندی کو قید کر سکے۔'' وہ آفیسر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسکو چیلنج کر رہا تھا۔آفیسر خود پر ضبط کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔اہلکار نے حسن کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔وہ اسکو لے کر جا رہا تھا۔حسن نے دروازے میں پہنچ کر ایک مڑ کر جوزف کو دیکھا۔

''جہنم مبارک۔!!'' وہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

ایک خنجر فضا میں بلند ہوا۔اور وہ ابراہیم کے سینے میں پیوست ہوا۔

اگلے ہی پل وہاں سناٹا چھا چکا تھا۔لوگوں کی حرکت رک چکی تھی۔جو جہاں تھا وہیں تھما رہ گیا تھا۔سامنے وہ لڑکا کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔اور اسکا ہاتھ ابھی تک اس خنجر کے دستے پر تھا اور آدھا خنجر ابراہیم کے سینے میں پیوست تھا۔

''بھائی۔!!'' سفیر کے الفاظ بکھر گئے۔

ابراہیم نے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔

[''چلو اسی خوشی میں تمہیں دو دن کی چھٹی۔۔جاؤ گھر والوں کے ساتھ موج مستی کرو۔'' ابراہیم مسکرا کر کہتا ہوا واپس مڑا کہ اسکے قدم رک گئے۔

''سر۔میرا کوئی گھر نہیں ہے۔'' ابراہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا سر جھکائے کھڑا تھا۔

ابراہیم کی آنکھوں میں کرب اتر آیا۔

''سر دراصل میرا خاندان فلسطین زیارت کے لئے گیا تھا۔۔ایک حادثے کی نذر ہو گیا۔'' اس لڑکی کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

''کیا ہوا تھا۔؟ کونسا حادثہ؟'' ابراہیم نے اسکے چہرے پر نگاہیں گاڑے جواب دیا۔

''وہ۔ایک۔۔ایک راکٹ لانچر حملہ تھا۔اسرائیلی گاڑی اڑ گئی۔'' اس لڑکے نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو وہ بے حد خوبرو تھا۔۔

''سمجھ گیا۔'' ابراہیم نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تم جاؤ۔۔یہ سارے سپاہی تمہارا خاندان ہی ہیں۔۔اب ساتھ موج مستی کرو۔۔ٹھیک ہے۔؟؟]

ماضی کا سایہ سا لہرایا تھا۔ابراہیم کی بند ہوتی آنکھوں کے سامنے وہ لڑکا کھڑا تھا۔شدید درد کی ایک لہر سی اٹھی تھی سینے سے۔۔اور بھل بھل کر کے خون نکلا تھا جو اس ٹرین کے فرش پر کراسی ٹریکی کا حصہ بن چکا تھا۔

''میں نے۔۔تمہیں۔۔معاف کیا۔'' ابراہیم نے بکھرتے الفاظ میں سامنے کھڑے لڑکے سے کہا۔اسکی آنکھوں کی پتلیوں سے حرکت کی۔

''بھائی۔!!'' سفیر چیخا۔

ابراہیم نے وہیں سے ہاتھ کھڑا کر کے سفیر کو روک دیا۔۔جو جہاں تھا ٹھہر گیا تھا۔خون مسلسل بہہ رہا تھا۔خون کی بوند بوند کے تھنوں سے ٹکرائی انھوں نے سر موڑیں اور ابراہیم کو دیکھا۔

ابراہیم اپنے ضبط کی انتہا پر تھا۔اس نے خود کو اپنے پیروں پر کھڑا کئے رکھا۔

وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں خنجر تھے وہ اب ابراہیم کی جانب بڑھنے لگے۔سفیر کی آنکھوں سے نمکین مائع بہنے لگا۔۔

''چھوڑ دو اسکو۔'' ابراہیم نے بھاری ہوتی آواز کے ساتھ حکم دیا تو اسکی ٹیم نے اپنے ہاتھ واپس کھینچ لئے۔وہ ساری کٹھ پتلیاں آزاد ہو گئیں۔اور اب وہ ایک دائرے کی شکل میں ابراہیم کی جانب بڑھ رہے تھے۔ایک حالہ سا بن گیا تھا ابراہیم کے گرد۔موت کا حالہ۔!!

عین اسی وقت اپنے اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا جبکہ مرجان اپنے بیڈ پر اپنا بیگ پھیلائے بیٹھا تھا۔اسی کمرے کا دروازہ کھلا تو ان دونوں نے چونک کر

دیکھا۔۔سامنے صفا دینا کو گود میں اٹھائے کھڑی تھی۔۔یقوت مسکرا یا۔

''آجا آ ۔!!''اس نے خوش دلی سے صفا کو خوش آمد یہ کہا تھا۔صفا بوجھل قدم اٹھاتی ہوئی آئی اور یقوت کے خالی بستر پ بیٹھ گئی۔دینا کو گود میں لٹا یا۔وہ اب دو رہ سونے کی تیاریوں میں تھی۔۔مرجان نے ا اچٹتی نگاہ صفا پ ڈالی۔وہ بجھی بجھی سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔۔اسکی سرمئی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔۔مرجان نے ضبط کا ا گھونٹ حلق سے نیچے ا تا رلا۔

صفا نے مرجان کی نگاہوں کی تپش محسوس کی تو اسکی جا ب نظر دن موڑی۔۔مرجان دو رہ اپنے بیگ پ جھک ی۔

''کیا کر رہے ہو مرجان؟''

''اپنا بیگ ی ٹ کر رہا تھا۔''وہ اسی طرح جھکا ہوا بولا۔

''ہمم۔۔اور یقوت تم؟''

''میں ا معافی نامہ لکھ رہا ہوں۔''وہ مصروف سا بولا۔۔صفا کے ماتھے پ بل پڑے۔

''معافی نامہ؟ کیسا معافی نامہ؟''

''آ ی۔کو مرجان کی وجہ سے جو بھی تکلیف اور مشکل اٹھانی پڑی اسکی معافی۔''یقوت مصروف سا بولا تو مرجان کے بیگ میں کتابیں ر ہاتھ رکے۔

''کیا مرجان نے بولا لکھنے کو؟''صفا نے ان دونوں کو ب ری ب ری دیکھا۔

''نہیں۔۔یہ میں خود لکھ رہا ہوں۔۔وہ بہت ہرٹ ہوئی ہے شا یا اس سے مان جائے۔''

''اور تم یہ کس کے بی ہاف پ لکھ رہے ہو؟''مرجان نے جبڑے بھینچ کر مڑے بنا ء پوچھا تھا۔

''آف کورس اپنے بی ہاف پ۔۔کیو مجھے تم سے ایسی پیش قدمی کی امید نہیں۔''یقوت اچھا خاصا ناراض دکھائی دیتا تھا۔

'' میں نے اسکو دھکا نہیں دیا تھا۔''مرجان ی۔

'' ؤمت مرجان۔!!''یقوت اپنا ڈ چھوڑ کر کھڑا ہوا۔وہ دونوں آمنے سامنے آ کھڑے ہوئے۔۔صفا کا دل دھک سے رہ ی۔

''یقوت۔!!''صفا نے دینا کو دیکھا جو کہ سو چکی تھی۔۔وہ اسکو لٹاتی ا پ س پہنچی۔۔وہ تو اپنے بوجھل دل کو سہارا دینے ا کمرے میں چلی آئی تھی اور یہاں الگ ہی ماحول بن چکا تھا۔

''یہ تم کیسے ب ت کر رہے ہو بھائی سے؟''صفا نے یقوت کے ب لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''آ ۔!! آپ نہیں جانتیں یہ بہت کچھ کر جا تا ہے اور ہم لوگوں کو ناراض بھی نہیں ہو تا۔''اس نے مرجان کی گھوری کو ا نا ازکرتے ہوئے اپنی ب ت جاری رکھی۔''میں جا ہوں جو میرال نے کہا وہ سچ تھا کیو مجھے یقین ہے کہ اسکے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں ضرور مرجان کا ہاتھ تھا۔اور اب آ ی۔؟ آ وہ اتنی معصوم ہے اس نے اسکا کیا بگاڑا ہے؟ وہ تو خود اپنے پیرنٹس کی وجہ سے اتنی اپ ی ٹ رہتی ہے اور اس نے اسکو مزید ہرٹ کر دیا۔''یقوت کی آواز بھیگ گئی۔

''اوکے اوکے۔۔اٹس اوکے۔''صفا نے یقوت کو اپنے ساتھ لگا یا۔۔مرجان ان کو دیکھ کر رہ ی۔

''میں نے نہیں کیا اسکے ساتھ کچھ۔''وہ بولا تو تھا وہ آواز ز بان سے نہیں دل سے نکلی تھی۔۔اس لئے وہ دونوں اسکی ب ت کو سن ہی نہ سکے۔

صفا نے یقوت کے ب ل سہلاتے ہوئے اسکو اپنے ساتھ لگائے رکھا۔۔وہ بہت اداس تھا۔

''مرجان نے ا غلطی کی ہے تو وہ معافی مانگے گا۔۔تم اداس مت ہو۔''صفا نے یقوت کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر سامنے کیا۔۔مرجان کی ا ہی سمت میں ٹھہری ہوئی تھی۔

''تم اکیلے ہو جاؤ گے۔۔ تمہیں چھوڑ کر چلے جا گے۔''میرال کے الفاظ کی ب زگشت اسکو سنائی دی تھی۔

مرجان نے پلکیں جھپکیں اور جا کر دو رہ بیڈ پ بیٹھ ی۔۔اس کا اسکے بیڈ پ پڑا تھا۔۔اس نے وہ اٹھا یا۔۔اور اسکو آن کیا تو وال پیپر پ ا ہیم اور اسکی تصو ی

تھی۔

کتنا خوش اور محفوظ تھا وہ اپنے ب پ کی موجودگی میں۔۔اسکا ب پ جو غم کو اسکے ی سے ' سے پہلے ہی چن لیا کرتا تھا۔۔اور وہ تو اس وقت رو بھی نہیں سکتا تھا کیو اسکو رونے لئے ا. اہیم کی اجازت درکار تھی اور ا. اہیم سے اسکا فی الحال کوئی رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔

وہ یوں ہی ا. اہیم کی تصو یر کو دیکھتا رہا تھا۔وہ دونوں آپس میں لڑتے تھے مستی کرتے تھے مرجان کے لئے جوا. اہیم تھا وہ کوئی نہیں بن سکتا تھا۔

اس نے گیلری اوپن کی تو ا. اہیم کی ا ی دن پہلے کی تصو یر سامنے آئی جس میں اسکے عارض پ سرخی تھی اور اس سرخی کا ش مرجان تھا۔مرجان نے بے اختیار اسکی تصو یر میں اسکے عارض پ ہاتھ پھیرا۔

''آئی ایم سوری۔۔!!''اس نے ا. ر پھر سے کہا تھا آواز دل سے نکل کر حلق میں دم توڑ گئی تھی۔

صفا یقوت کو لئے اسٹڈی ٹیبل پ کھڑی تھی اور اسکا لکھا ی معافی ' مہ پڑھ کر دیکھ رہی تھی۔

''۔۔!جلدی واپس آجا ۔۔ماں ب پ کی غیر موجودگی میں کوئی ہماری ب ت کا یقین نہیں کرتا۔''اس کے حلق میں پھر سے درد اٹھا تھا۔مرجان نے بے اختیار اپنے گلے پ ہاتھ رکھا۔۔اور بیڈ سے اتر کر کمرے سے نکل ی۔

صفا نے کن ا یوں سے اسکو جاتے ہوئے دیکھا۔۔اسکا دل دکھا تھا مرجان کو اپنے کئے کے ب رے میں سوچنا چاہیے تھا۔۔وہ ساری د کے سامنے تو اسکی وکا ت کر سکتی تھی وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ مرجان اپنے کئے کے ب رے میں سوچے۔۔وہ اسکی میں بے ' ہ تھا وہ چاہتی تھی کہ مرجان ا. راپنی عدا ت میں بھی حاضری لگائے اور دیکھے کہ کہیں وہ واقعی مجرم تو نہیں۔۔وہ اسکو وقت دینا چاہتی تھی۔وہ اسکو تحفظ دے چکی تھی۔۔پوری د کے سامنے اسکا یقین کر کے وہ اسکو ت ارک کا موقع بھی دینا چاہتی تھی۔۔اسکو تنہائی دے کر۔

سمندر کی لہریں ا. ر بلند ہو اور پھر آ ' سینائی کے ' یے سے سے ٹکرا کر پلٹ گئیں۔۔کنارے پ موجود پتھروں سے وہ لہریں اپنا ماتھا پ ' کے بعد اب واپس لوٹ رہی تھیں۔

سمندر کنارے موجود وہ پتھر اپنی پوری آب سے موجود تھے جنکا وہ دیو قامت لہریں کچھ نہ بگاڑ پ تھیں۔وہ ا. صحرائی ' یہ ہے جہاں پ نی اور ر ت دونوں موجود ہیں۔ا. ایسا صحرا جس کے ی میں پ نی بہتا ہے۔!!قدر کا . سے انمول تضاد۔ . سے انمول سنگم اور . سے انمول رہ۔!!

نیو یرک سٹی میں آج سڑکوں پ مختلف وپس نکل ائے تھے جن کے ہاتھوں میں کے بورڈز تھامے ہوئے تھے۔وہ وپش مختلف ٹ ؤ ' میں ٹ گئے تھے۔ہر وپ کی سر. اہی ا. نوجوان لڑکا کرتا تھا جس کے ہاتھ میں ا. لاؤڈ سپیکر تھا۔وہ لوگ ے لگانے کے ساتھ ساتھ وہاں کی عوام کو آ گہی بھی دے رہے تھے۔کہ کیسے ا. مہمان نے ڈاکو بن کر میز. ن کے گھر پ نہ صرف قبضہ کر لیا ہے بلکہ وہ اب اس میز. ن کو اسی کے گھر سے بے دخل کر رہا ہے۔نہ صرف بے دخل کر رہا ہے بلکہ وہ اس میز. ن کے بچوں کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے۔

صبح صبح کا وقت تھا اس لئے لوگ اپنے اپنے کاموں کے لئے ب ہر نکل رہے تھے۔روڈ پ چلتی ہو ان ریلیوں سے آتی آوازیں لوگوں کے کانوں میں جا پڑتی تھیں۔

ا ی ٹ وآ کر رکی تو کچھ لوگ اس میں سوار ہوئے جن میں ا. نوجوان لڑکی بھی تھی۔وہ جینز اور ٹی شرٹ پہنے بس میں سوار ہوئی تو سامنے ا. نشست پ بیٹھی ا. بوڑھی عورت جس کے ہاتھ میں ا. اخبار تھا اس نے اپنے چشموں کے اوپ سے اس لڑکی کو دیکھا۔

اخبار کی سرخیوں میں واضح لکھا ہوا تھا۔

وہ غالباً کسی احتجاج کی کوریج رپورٹ تھی۔

''ہونہہ۔۔قدس ہمیشہ سے اہل کتاب کا تھا۔۔مسلمانوں کا اس پ کوئی حق نہیں۔۔اب قدس اپنے اصل وارثوں کے پ س پہنچا ہے تو ان لوگوں نے شور مچا دیا ہے۔''

وہ عورت ا۔ ۔ رپھر سے اخبار د۔ ۔ ۔ ٹ۔ ٹ ائی تو اس لڑکی نے ا۔ ۔ اس عورت پ ڈالی۔

وہ لڑکی ا۔ ۔ جھولتے ہوئے ہینگر کو تھامے کھڑی تھی کیو ۔ بس میں رش تھا۔

''نہیں۔۔قدس کی ۔ ت الگ ہے۔۔فلسطین کی ۔ ت الگ ہے۔'' وہ لڑکی بولی تو خاتون نے اپنا چشما۔ ت را۔''قدس کسی کی ملکیت نہیں ہے۔۔یہ صرف ۔ او۔ کی ملکیت ہے۔۔ اس طرح کسی کے ملک میں پناہ۔ ۔ اور بعد میں دھوکے سے ان لوگوں سے انکا وطن چھین۔ ۔ کہاں کا ا ف ہے؟'' اس لڑکی کے سیاہ لمبے ۔ ل اسکی پشت پ بکھرے ہوئے تھے۔۔عورت نے ا۔ ۔ نگاہ اس پ ڈالی۔

''مسلمان لڑکیاں تو حجابی ہوتی ہیں۔۔ا۔ ۔ بناء حجاب کی لڑکی کو پہلی ۔ ر دیکھ رہی ہوں تبلیغ کرتے ہوئے۔'' اس خاتون نے لڑکی کا مذاق اڑا۔

''نہیں۔۔میں عیسائی ہوں۔'' وہ فخر سے مسکرا کر بولی تو عورت کے ساتھ ساتھ وہاں کچھ اور لوگوں نے بھی مڑ کر اسکو دیکھا۔۔لڑکی نے ۔ کی نگاہیں خود پ مرکوز پ تو ہڑ۔ ٹ ائی۔

''کیا ہوا؟ کیا سچ دیکھنے، ۔ ، بولنے اور قبول کرنے کے لئے مسلمان ہو۔ لازمی ہے؟ کیا آپ لوگوں کو حقیقت نہیں آتی؟ یہ ا۔ ۔ سیدھا سا قبضے کا کیس ہے اور آپ لوگ اسکو مذہب کے ر۔ میں ر۔ رہے ہیں؟'' اس لڑکی نے کہا تو ۔ قی تو ۔ نے شرمندگی سے نگاہیں پھیر لیں وہ خاتون ویسے ہی۔ دن ٹ ائے بیٹھی رہی تھیں۔

''یہود وہاں پہلے سے آ۔ د تھے۔۔غزہ انکا علاقہ ہے۔۔'' وہ عورت اب کی ۔ ت ٹ خ کر بولی۔

''اوہ کم آن لیڈی۔!! ایسے تو یہود سے پہلے بھی وہاں مسلمان آ۔ د تھے؟ یہ بحث کچھ اور ہے۔اور میں کچھ اور کہہ رہی ہوں۔کوئی بھی شخص حق نہیں ر ت کہ وہ پناہ۔ ین بن کر جائے اور جس ملک نے اس کو پناہ دی ہو اسی کے بچوں کو کاٹ کر کھا جائے۔'' وہ لڑکی بھی اب کی ۔ رسخت لہجے میں بولی۔

''تم۔۔تم۔۔تم مسلمان ہو۔۔میں جا ہوں۔۔تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' وہ عورت انگلی کھڑی کر کے غصے سے ئی تھی۔

آس پ کھڑے لڑکے اور لڑکیاں اس لڑکی کے۔ دحصار بنا گئے۔۔عورت نے ا دیکھا تو د۔ رہ گئی۔

'' نے سچائی ۔ ل نہیں جائے گی۔'' وہ ۔ ۔ ز ۔ ن ہو کر بولے تو عورت کا حلق خشک ہوا۔

وہ لوگ عیسائی تھے اور وہ عورت یہودی۔۔بلکہ وہ ا۔ ۔ صہیونی عورت تھی۔۔ا۔ ۔ شدت پسند یہودی۔

''تم لوگ ا۔ ھے ہو رہے ہو۔'' وہ ہڑ۔ ٹ ائی۔

''نہیں۔۔ہماری آنکھیں اب سچ دیکھنے لگی ہیں۔۔مظلوم کا ساتھ دینے کے لئے مسلمان ہو۔ ضروری نہیں۔'' وہ لڑکی۔ دن ٹ اگئی۔

''ہاں ہاں۔۔مظلوم کا ساتھ دینے کے لئے مسلمان ہو۔ ضروری نہیں۔'' کچھ نوجوان لڑکے لڑکیوں نے بھی اس لڑکی کی ہاں میں ہاں ئی تو وہ عورت ۔ ی طرح بوکھلائی تھی۔

اگلے اسٹیشن پ بس رکی تو وہ اپنا بیگ سنبھالتی فوراً وہاں سے نکل گئی۔

وہ ۔ لڑکے لڑکیاں ہنس دیئے۔

اب یقیناً ذ ۔ صیہیونیوں کا مقدر ٹھہر ۔ تھی۔ا۔ ۔ رپھر سے اس۔ فرمان اور ملعون قوم کے مقدر میں لعنت مت لکھی جانی تھی۔

گاڑی میں ا۔ ۔ رپھر سے ے گونج اٹھے تھے۔

''اب تم مرو گے گورسی۔!!'' ا۔ ۔ سکرین پ نگاہیں جمائے مغیث ت چھا سا مسکرا۔ ۔ سامنے سکرین پ ٹنل کا منظر واضح تھا۔۔وہ لوگ اسکو گھیر رہے تھے۔۔گھیرا مسلسل تنگ ہو ت جا رہا تھا۔

ا. اہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کرلیں۔۔سفیر کا دل بند ہو رہا تھا۔

''بھائی۔!!''اس نے ا ۔ رپھر سے پکارا۔۔ ا. اہیم کا کوئی جواب نہ آ ۔

ا. اہیم کو اب کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا سوائے ان چہروں کے۔۔وہ لوگ مسلسل قر ۔ آ رہے تھے۔۔ا. اہیم اپنے ٹ ں پ بیٹھ ۔۔اس نے شہادت کی انگلی کھڑی کی اور اللہ کے معبود ہونے اور اسکے نبی کے آ ی رسول ہونے کی گواہی دی۔

ا ہاتھ ا. اہیم کی جا ۔ ٹھا۔۔اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں تھیں۔۔وہ آج موت کو عین سامنے دیکھ پ رہا تھا۔

''اپنا دھیان رکھنا۔۔وہاں ماں نہیں ہوگی۔''

''اور میں جو تمہیں ۔ دکر کر کے اداس ہو ۔ رہا اسکا کیا؟''

ماں ۔ پ کے الفاظ گونجنا شروع ہوئے تو اسکو لگا کہ واقعی موت قر ۔ ہے۔

''۔۔!آئی لو یو۔''مرجان اور ۔ قوت کے الفاظ کانوں میں گونج تھے۔

''دینا۔۔دینا۔۔!!''دینا کا معصوم سا چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرا ۔ تھا۔

''صفا ا. اہیم سے محبت کرتی ہے۔۔اور صفا ا. اہیم کا ۔ حیات انتظار کرے گی۔''ائیر پورٹ پ اسکے گلے سے لگی وہ لڑکی کچھ سرگوشیاں کر رہی تھی۔۔

پوری ز ۔ گی کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔۔اور پھر اسکے سامنے ا ۔ اور چہرہ لہرا ۔۔وہ اس چہرے پ اپنی د وار دینے کو تیار رہتا تھا۔۔ وہ چہرہ جھکا ہوا تھا ۔ امت سے شرمندگی سے۔

وہ چہرہ اسکی مصری شہزادی کا تھا جس نے اسکو دھوکہ دے د ۔ تھا۔

حسن ا. اہیم کے خفیہ مشن کے ۔ رے میں جا تھا مجاہدین کا سارا ڈیٹا اسکو حوریہ کے ذریعے تھا۔۔حوریہ نے جو فائل کرداوی کو بھیجی تھی وہ کرداوی حسن کو سینڈ کر چکا تھا۔۔منصور نے فائل جلادی تھی ۔ ۔ وہ فائل جہاں پہنچنی تھی پہنچ چکی تھی۔

اور آج وہ مصری شہزادی ۔ دم تھی۔۔وہ سفید لباس میں ملبوس اسکو سر جھکائے کھڑی آئی تھی۔۔وہ بند آنکھوں سے ان تمام مناظر کو دیکھ اور محسوس کر سکتا تھا جو کھلی آنکھوں سے ممکن نہ تھے۔

ا ہاتھ اس ۔ ٹھا۔۔اور اسکو کندھے سے پکڑ کر کھڑا کرنے لگا۔۔ا. اہیم نے چو ۔ کر دیکھا۔

ان ۔ کے چہرے الگ تھے۔۔وہاں اب کوئی طلسم نہیں تھا بلکہ وہ طلسم اب ٹوٹ چکا تھا اور وہاں اب کٹھ پتلیوں کی جگہ جیتے جاگتے ا ن کھڑے تھے۔۔ا. اہیم کھڑا ہو ۔۔خون مسلسل ابل رہا تھا۔ ان لوگوں کے چہرے دیکھ کر ا. اہیم کے ا ردو ۔ رہ سے ز ۔ گی دوڑ گئی۔سفیر اور ۔ قی ٹیم نے حیرت سے ا ۔ دوسرے کو دیکھا۔

جس لڑکے نے وار کیا تھا وہ سامنے آ ۔ اور ا. اہیم کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔۔ا. اہیم کے بہتے خون نے ان لوگوں کا ٹ انس توڑ د ۔ تھا۔۔چو وہ لوگ پہلے ہی اس م کے خلاف اپنی پوری قوت سے ۔ کرتے آ رہے تھے اس لئے انکا ٹ انس ز ۔ دہ د ۔ نہ چل سکا۔۔ا. اہیم نم آنکھوں سے مسکرا د ۔ اور اس لڑکے کے ہاتھوں کو تھام ۔۔

''یہ۔یہ نہیں ہو سکتا۔''مغیث اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔وہ اب کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

''سفیر۔۔!!''ا. اہیم خوشی سے لبر ۔ ۔ ت میں پکارا تھا۔

''جی بھائی۔!!''وہ فوراً آگے ۔ ٹھا۔

''ہم ۔ ۔ گئے سفیر۔!!'' اسکی لرزتی آواز نے اس ٹنل کے سکوت کو چیرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی ۔ ریکی کو بھی ختم کر ڈالا۔

''بھائی۔!!''سفیر اسکے پ س پہنچا اور اپنی ۔ ۔ سے ا ۔ کپڑا نکال کر ا. اہیم کے زخم پ د ۔ د ۔ خنجر ابھی ۔ اسکے ۔ میں پیو ۔ تھا۔

'' ۔ کو یہاں سے لے کر ۔ ہر نکلو۔''ا. اہیم نے حکم د ۔

'' بھائی پہلے آپ ۔ ہر چلیں۔''اس نے ا. اہیم کا زخم اور خون دیکھتے پ یشانی سے کہا تھا۔

''نہیں۔!!تم ا لے کر نکلو۔''اس نے سفیر کا ہاتھ جھٹکا اور آگے ۔ ھ ۔ ٹنل کی دوسری سمت۔

''میں۔۔میں۔ کام رہا۔''مغیث اس وقت پ گل ہو رہا تھا۔۔وہ اپنے ۔ل نوچ رہا تھا۔''شا مجھے آسان موت نہیں دے گا۔''اس نے بیبسی سے سکرین کو دیکھا جہاں ا۔ اہیم سی جا۔ آ رہا تھا۔۔سفیر اور ۔ قی لوگوں نے مجاہدین کا انخلاء شروع کر دیا تھا۔

''نہیں۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔!میں ایسا نہیں ہونے دے سکتا۔''کہتے ہوئے مغیث نے ا۔ چھوٹا سا ریموٹ اٹھایا۔

کچھ مجاہدین ۔ ہر جا چکے تھے جبکہ کچھ ابھی ۔ بنکر میں تھے۔اب سفیر ا ۔ کے لئے بنکر میں داخل ہوا۔

''عینا۔!!ہمیں ضرار کو لے کر ۔ ہر ۔ ہو گا۔''عیشا نے ٹ ۔ ہوئے ضرار کی حا ۔ دیکھی وہ بے ہوشی میں جا رہا تھا۔

'' ہمیں دوسروں کا انتظار کر ۔ چاہیے۔۔ہم ایسے ا کیلے کیسے؟''عینا نے بے بسی سے لمبے چوڑے ضرار کو دیکھا۔۔اسکو اٹھا ۔ ان دونوں کے بس کی ۔ ت نہ تھی۔

''جو بھی ہے ہمیں یہاں سے ۔ ہو گا۔۔ہم ان لوگوں کا انتظار نہیں کر ۔ ۔''

'' مجھے لگتا ہے ہمیں ۔ س کا انتظار کر ۔ چاہیے۔''

ا۔ اہیم آگے ۔ ٹھتا جا رہا تھا۔۔ٹنل کی دوسری جا ۔ راستہ ا۔ بہت ۔ ڑے ۔ لاب میں گم ہو جا ۔ تھا۔۔ا۔ اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔۔وہ اس ۔ لاب کے سامنے کھڑا تھا۔وہ پ نی بہہ رہا تھا کہاں جا رہا تھا کوئی علم نہ تھا۔۔چو وہ کہ پاو ٹ صحرائی علاقے میں تھا اس لئے وہاں ا۔ قدرتی ۔ لاب ہو ۔ ممکن تھا۔۔یعنی وہ ا۔ مصنوعی ۔ لاب تھا۔۔ا ۔ ایسا تھا تو یقیناً اس ۔ لاب کے نیچے کچھ تھا۔۔کوئی سر ۔ کوئی راستہ۔!!

سفیر بنکر میں داخل ہوا تو کچھ لاغر سے مجاہدین کو اٹھنے میں مدد کرنے لگا۔۔وہ دو لوگوں کو سہارا دے کر کمرے کے دروازے ۔ لا ۔ کہ ا۔ زوردار دھماکے کی آواز آئی تھی۔

''آہہ۔۔!!''عینا اپنے کانوں پ ہاتھ رکھے چیخی تھی۔دھماکے کی آواز سے ضرار نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

''عینا۔!!چلو۔!!نکلو یہاں سے۔''وہ عمارت اب لرز رہی تھی جیسے وہاں بھو ل آ ۔ ہو۔

''اس نے ٹ ۔ پوائنٹ اڑا دیا ہے۔''ضرار کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھا۔۔اسکو ہمت کر ۔ تھی۔

''چلو۔!!ہر ۔ چلو۔''عیشا نے آگے ۔ ھ کر ضرار کو سہارا دیا۔۔عینا تو ویسے ہی لرز رہی تھی۔۔ان دونوں نے جیسے کر کے ضرار کو سہارا دیا۔وہ لوگ کمرے سے نکلیں کہ عمارت زمین میں دھنسنا شروع ہو چکی تھی۔

دیواروں سے مٹی ۔ رہی تھی۔۔سیلنگ اکھڑ کے نیچے گرنے لگی۔

عینا کی آنکھوں سے آ ۔ جاری ہو چکے تھے۔اسکے قدم جام ہو رہے تھے۔

عیشا نے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''عینا۔!!پلیز۔!!''عیشا ئی تو وہ ہوش میں آئی۔

وہ دونوں ضرار کو لے کر ۔ ہر نکل آ ۔

۔۔جیسے ہی وہ لوگ ۔ ہر نکلے تو عمارت زمین بوس ہو گئی۔

عیشا نے پلٹ کر دیکھا وہاں کچھ مجاہدین تھے۔۔اسکی نگاہیں جس کو ڈھو ٹ رہی تھیں وہ وہاں نہیں تھا۔۔عیشا کا دل بند ہوا تھا۔۔وہ اس ۔ تپتے صحرا میں کھڑی تھی۔۔

مجاہدین آگے بڑھے اور انھوں نے ضرار کو تھام لیا۔

''سس۔سفیر۔!!''عیشا کے قدم لڑکھڑائے تھے۔۔اس نے اپنے لرزتے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے۔۔''نہیں۔!!تم۔تم۔ایسا نہیں کر سکتے۔''اس نے ایک ہچکی لی۔

''۔۔۔!!''عینا بچوں کی طرح اس ملبے کو دیکھ کر تڑپی تھی۔وہاں سے اس عمارت کا نقشہ ہی مٹ چکا تھا ایسے جیسے وہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔

وہ تعمیر ہی اس طرح کی گئی تھی۔۔ایک دھماکہ اور ساری عمارت زمین بوس۔۔بلکہ غرق ہو جانی تھی اور وہ غرق ہو چکی تھی۔

وہ سیل عام جیل کی طرح نہیں تھا بلکہ وہ ایک وی آئی پی سیل تھا جس میں ضرورت کا سارا سامان موجود تھا۔۔اور اس وقت وہ اپنے بیڈ پر چت لیٹا ہوا تھا۔۔کمرے میں اے سی کی خنکی تھی۔۔وہ نہ جانے کن سوچوں میں گم تھا۔کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔۔وہ چت لیٹا رہا۔

ایک آفیسر اندر داخل ہوا جو کہ تھری پیس میں ملبوس تھا۔حسن اسکو دیکھ کر تھوڑا سا مسکرایا۔۔وہ آکر وہاں موجود ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔حسن بھی سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''ملاقات کا وقت تو ختم ہو گیا ہے نا؟''اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔۔آفیسر ہلکا سا مسکرایا۔

''بتاؤ کہ کیا ماجرا ہے یہ؟''وہ آفیسر اب ذرا آگے کو ہو کر جھکا اور حسن کی جانب مکمل متوجہ ہوا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟''حسن نے دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنایا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ محظوظ سا تھا۔

''تمہارا گورسی کے ساتھ جو بھی مسئلہ ہے اسکو حل کرو۔۔ہم اس طرح کے حالات افورڈ نہیں کر سکتے۔۔تم کرداوی خان سے ہو تمہارا یہ ایمیج ہمارے ادارے پر ہی ایک دھبہ ہے۔''وہ آفیسر صاف گوئی سے بولا تھا۔

''ہمم۔۔دھبہ تو ہے۔''وہ مسکراہٹ دبائے آفیسر تو پٹھا گیا تھا۔

''دیکھو۔!!جو زف نے جو جو ثبوت دیئے ہیں ان میں کچھ خاص نہیں ہے۔''آفیسر سنجیدہ تھا۔

''جانا ہوں۔''وہ ہنوز فاتحانہ مسکراہٹ قائم کئے ہوئے تھا۔

''اتنا اعتماد آخر کہاں سے ہے تم میں؟''آفیسر کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

''جتنی سانسیں تم لے چکے ہو اور جتنی تمہاری سانسیں بچی ہیں نا۔۔ان سے زیادہ اعتماد میری ایک بات میں ہوتا ہے۔''وہ دن بدن چھی کرتا آفیسر کو اپنا سر پیٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔وہ کسی عام جیل میں نہیں تھا اور نہ ہی وہ کوئی عام پولیس تھانہ تھا۔۔وہ ایجنسی کے لوگ تھے جو باتوں سے مسائل حل کرنا جانتے تھے۔

مجرم سے پہلے اپنا بیان صاف دکھانا ہوتا ہے۔۔اگر ایک ملک میں ایک مافیا یوں دندناتا پھرتا ہوا پکڑا جائے تو اس مجرم سے پہلے وہ ایجنسی جواب دہ ہوا کرتی ہے۔۔اس لئے اگر مجرم کو پکڑنے یا سزا دینے سے پہلے اپنے لئے کوئی صفائی ڈھونڈنی ہوتی ہے۔۔اور اگر وہ ایسی کوئی جسٹیفیکیشن ڈھونڈ نہ سکیں تو پھر وہ ڈیل کر لیا کرتے ہیں۔

اس وقت بھی آفیسر اسی مقصد کے لئے آیا تھا۔۔اور حسن اس بات سے بخوبی واقف تھا۔

''چلو ڈیل کرتے ہیں۔''آفیسر نے رادارانہ انداز میں کہا۔

''نہیں۔!!تم انویسٹیگیشن کرو۔''وہ مسکراہٹ دبائے مسلسل ان لوگوں کے حلق کا وہ نوالہ بنا ہوا تھا جو نہ وہ لوگ نگل سکتے تھے اور نہ ہی اگل۔

''تم اس دن ہوٹل میں کیا کرنے گئے تھے؟''آفیسر مدعے پر آیا۔۔کیونکہ اس پاس ایک واحد وہی ثبوت تھا۔۔کہ وہ وہاں گیا اور اس عمارت میں موجود لوگوں کو سر عام قتل کر کے آیا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟ کیوں گیا تھا؟''

''یقیناً جو زف کے ساتھ کوئی معاملہ ہوگا۔۔آئی مین پیسوں کا کاروبار کا۔''آفیسر نے کندھے اچکا دیئے۔

''نہیں۔!! زر کا نہیں زن کا معاملہ تھا۔''وہ سرد سی بات لئے بولا تو آفیسر چونکا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ آفیسر۔!!'' کہتے اس نے اپنے سر کی پشت سے ہاتھ ہٹائے اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔اب وہ آفیسر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔''کہ اس دماغی مریض نے میری ہونے والی بیوی کو کڈ کر لیا تھا۔۔اس کو بچانے یہ تھا میں۔۔سمپل۔۔اور جو لوگ اس میں مارے گئے وہ میرا سیلف ڈیفینس تھا۔''اس نے اس بات کو ایسا رخ دے دیا کہ آفیسر بھی سوچ میں پڑ گیا۔

'' ہم نے دیکھا کہ وہ لڑکی خود اپنی مرضی سے وہاں گئی تھی۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے اگر کسی لڑکی کو بلیک میل کیا جائے تو وہ کیا کرے گی؟''

''بلیک میل؟'' وہ اب کہانی بنا رہا تھا۔

''ہاں۔۔وہ لڑکی میری اسسٹنٹ بھی رہ چکی ہے۔۔اور جوزف نے اسکو بلیک میل کیا کہ اگر وہ اس رات اسکے پاس نہ آئی تو وہ اسکے باپ کو مار ڈالے گا۔۔''حسن نے تاسف سے کہا آفیسر بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''کہاں ہے اسکا باپ اب؟''

''نہیں معلوم۔!! میں بس لڑکی کو زیب کروا پایا۔۔باپ ابھی بھی غائب ہے۔۔چاہے تو لڑکی سے گواہی لے لو۔''اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا واقعی ایسی بات تھی؟''

''ہاں۔کیا تم نے دیکھا نہیں کہ جوزف کو معلوم ہوا کہ وہ کام ہو چکا ہے تو اس نے خودکشی کر لی؟ وہ ایک ذہنی مریض تھا بس۔!! چاہے تو اسکے دماغی ٹیسٹ کروا لو۔۔اوپس۔۔وہ تو مر گیا۔۔اور گولی بھی دماغ میں ہی لگی۔''حسن نے معصومیت کی حدیں توڑ دیں۔

''ٹھیک ہے۔۔اس کیس کو میں خود دیکھوں گا۔۔پر اس لڑکی نے کچھ اور کہانی سنائی تو تمہارے لئے مشکل ہو جائے گی۔''وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیوی ہے وہ میری۔!! اسکی عزت کی خاطر ایک جوزف کیا۔تمہارے پورے ادارے کو آگ لگا سکتا ہوں میں۔''وہ نارمل سے انداز میں آفیسر کا حلق خشک کر گیا۔

'' اوکے بات۔!!'' آفیسر جاتے جاتے پلٹا۔حسن کے پرسکون تاثرات میں فرق نہ آیا تھا۔''یہ معاملہ ختم ہو جانے کے بعد تم مصر سے چلے جاؤ گے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔''

حسن محظوظ سا اسکی جانب دیکھتا رہا۔پھر اس نے دن پیچھے ہی جانب گئی۔

''آف۔آفیسر۔!! کیوں ایک معصوم مصری کو اسکے ملک سے نکالنے پہ تلے ہوئے ہو تم لوگ؟؟ آئی میرا مکیا ہے؟''

آفیسر کا دماغ گھوم گیا۔''معصوم''لفظ پہ۔کیونکہ وہ لوگ اسکے کرتوتوں سے واقف تھے آج تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ ڈھونڈ پائے تھے۔

''ٹھیک ہے۔۔ہم لڑکی سے بات کریں گے۔۔پر۔!!'' آفیسر نے انگلی کھڑی کی۔''اگر اس نے تمہیں قصوروار ٹھہرایا تو تم اس بار نہیں بچ سکو گے۔''وہ ایک آخری وارننگ دیتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

حسن نے دروازے کی جانب دیکھا۔اور پھر اپنا سر تکیے پہ ایسے۔ وہ اب سنجیدہ تھا۔کچھ دیر پہلے کے محظوظ کن تاثرات کہیں تحلیل ہو چکے تھے۔

''حسن تم لوگوں کے گلے کا پھندہ ہے۔۔تم لوگ اس پھندے سے جان نہیں چھڑوا پاؤ گے۔میں وہ نوالہ ہوں جس کو نہ تم نگل سکتے ہو اور نہ اگل۔!!''چہرے کے تاثرات ایسے ہی رہے پر اسرار تھے۔''میرے جتنے منٹ اور گھنٹے تم لوگ ضائع کر رہے ہو سود سمیت واپس لوں گا۔''اس نے آنکھیں چھت پہ جما دیں۔

پھر اچانک اسکی سیاہ تاریک آنکھیں سانپ سی ہو گئیں۔وہ وہیں مجسمہ ہوا۔اس نے اپنی آنکھوں کو ذرا سی جنبش دی۔اسکے پیروں کے پاس ایک سیاہ زہریلا سانپ تھا۔

''واہ۔!! تو اب زہر کو ختم کرنے کے لئے زہر کا استعمال کرو گے؟ کتنے احمق لوگ ہیں؟'' وہ سانپ اب اسکی دائیں ٹانگ سے لپٹ رہا تھا جو اس نے پیچھے جمائی ہوئی تھی۔

دوپہر ہورہی تھی۔

سکول میں معمول کے مطابق کلاسز ہوتی رہیں تھیں۔۔ ہوئی تو میرال اٹھ کر آ۔ ۔ کی ڈ کے پ س آئی۔آ۔ ۔ سر جھکائے اپنا ہوم ورک کر رہی تھی۔وہ اپنا ز ی دہ ہوم ورک سکول میں ہی ٹ لیا کرتی تھی کیو گھر جا کر اسکو میرال کا کام کر پ ت تھا۔

''گڈ جاب۔''اس نے آ۔ ۔ کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔آ۔ ۔ ہنوز سر جھکائے بیٹھی رہی۔''کیا ہوا؟ اداس ہو؟ تمہارا وہ مصری دو ۔ ۔ راض ہو ی ؟''اس نے اب آ۔ ۔ کو. قاعدہ چھیڑا تھا۔

''وہ میرا دو ۔ نہیں ہے۔''آ۔ ۔ نے اپنی نوٹ . پ نگاہ جمائے ہی جواب د ی۔

''اچھا؟ چلو یہ تو اچھی. ت ہے۔۔اگلی. رمز ی آسانی ہو جائے گی۔''

''میرال۔!!''آ۔ ۔ نے سر او پ اٹھا ی۔''نیکسٹ ٹ ئم میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔''وہ فیصلہ کن لہجے میں کہتی اپنی نوٹ . سمیٹنے لگی۔

''یہ تو وقت ہی بتائے گا۔۔خیر میں جا رہی ہوں۔۔مز ی ڈسٹرب نہیں کروں گی تم چاہو تو یہاں بیٹھ کر اپنا ہوم ورک کر سکتی ہو ویسے بھی ہم لوگ شام کو ماموں خلیل کی طرف جا رہے ہیں۔''

آ۔ ۔ کے نوٹ بکس سمیٹے ہاتھ رکے تھے۔چہرے کی رنگت اچا ٹ سے زرد پ ی تھی۔۔اس نے سر اٹھا کر آ۔ ۔ کو دیکھا۔

''کیوں جا ہے؟''آ۔ ۔ کو اپنی ہی آواز سنائی نہ دی تھی۔

''پتا نہیں۔۔ماما بول رہی تھیں کہ ا کوئی کام ہے۔''

'' ۔۔میں نہیں جا چاہتی۔''

''ہاں۔۔جیسے تمہاری مرضی ۔ ٹ کرتی ہے ں۔''میرال نے اسکا تمسخر اڑا ا۔

''پلیز۔۔تم جو کہو گی مان لوں گی۔۔ میں وہاں نہیں جا چاہتی۔''

''تو پھر؟ تمہیں ماما اکیلے گھر تو نہیں چھوڑ کر جانے والیں۔''میرال نے سنجیدگی سے جواب د ی تھا۔

''میں کہیں اور چلی جاؤں گی. ٹ پلیز۔''

''کہیں اور؟''

''ہاں۔۔میں فاطمہ کی طرف جا سکتی ہوں۔'' فاطمہ ان لوگوں کے ہمسائے کی بچی تھی جو کلاس فیلو بھی تھی اسکی ان دونوں کے ساتھ ہی اچھی دوستی تھی۔۔وہ بے ضرر سی بچی تھی۔

''ہمم۔۔چلو ماما سے. ت کر لیں گے شا ی وہ آج سکول سے خود ی آ ۔''میرال کندھے اچکاتی. ہر چلی گئی۔آ۔ ۔ نے ا ی . ر پھر سے نوٹ . کھولی تھی دماغ اب بند ہو چکا تھا۔

اس نے بناء حر ۔ کئے اپنا دائیاں ہاتھ. ٹ ھا یا اور سا پ کو دن سے دبوچ لیا۔

اب وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔سا پ کی دن اسکے ہاتھ میں تھی۔۔اسکی آنکھوں میں عجیب جنون سا آ ی۔

''تو تم لوگے ش حسن آفندی کی جان؟''اس نے سا پ کا بھی تمسخر اڑا ا۔''چلو۔۔کرو ٹ ائے۔''اس نے سا پ کا جبڑا زور سے د ی۔۔کہ سا پ کا منہ ہی پچک ی۔۔ وہ ہنوز اسکا جبڑا د رہا تھا۔سا پ اسکی گ فت میں مچل رہا تھا۔حتیٰ کہ اس نے اپنی دم کو حسن کے. ز و پ لپیٹ لیا۔

ایسا کر تھا کہ حسن کی آنکھیں مز ی ر ی ہو گئیں۔۔اس نے وہ ر ی آنکھیں سکیڑ کر مز ی تیکھی کر لیں۔۔پھر وہ اس سا پ کو لئے اٹھ کھڑا ہوا۔۔کمرے میں کوئی تیز دھار چیز موجود نہ تھی۔۔وہ اسکو لئے واشروم کی جا . ٹ ھا۔۔واشروم کے دروازے میں اس نے سا پ کا سر د ی اور بے دردی سے اس دروازے کو بند کر د ی۔۔سا پ کا

سر کچلا تھا۔۔کچھ ہی دیر میں سانپ کی تمام مزاحمت ختم ہوگئی تو وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا پیچھے ہٹا۔۔دروازہ کھولا اور مردہ سانپ کو اٹھا کر کوڑے دان میں پھینکا۔۔ہاتھ دھوئے اور آ کر سکون سے لیٹ گیا۔

''کاش۔! کچھ لوگوں کا سر کچلنا اتنا آسان ہوتا۔''اس نے سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

پانی کا بہاؤ کم ہونے کے بجائے بڑھتا جا رہا تھا۔جو کہ اسکے جسم کو بہا کر لے جا رہا تھا۔جانے کتنی دیر کے بعد اسکی آنکھ کھلی تھی۔۔اس نے ادھر ادھر دیکھنا چاہا اسکو تاریکی میں کچھ دکھائی نہ دیا تھا۔۔وہ ایک تنگ سا راستہ تھا۔۔ایک سرنگ جس میں پانی تھا۔۔اتنا کہ اگر آدمی بہہ بھی رہا ہو تو اسکا منہ نہیں ڈوبتا تھا۔میں اٹھتی ٹیسوں نے اسکو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔اس نے ہاتھ پاؤں مارے تاکہ واپس پلٹ سکے وہ سرنگ اتنی تنگ تھی کہ اپنا رخ بدلنے کے لئے ان کو پوری طرح اپنا آپ سمیٹنا پڑتا تھا۔میں پیوستہ خنجر نے اسکو بے جان کر دیا تھا۔اس لئے اس نے لہروں کی سمت میں ہی بہنا شروع کر دیا تھا وہ سرنگ کہیں تو ختم ہونی ہی تھی۔۔سو ایسے ہی سہی۔۔وہ پہلے تو بے ہوشی میں تھا اب وہ باقاعدہ خود کو حرکت دے کر تیزی سے اس سفر کو کاٹ رہا تھا۔۔شکر ہے کہ خنجر کو ساتھ سے نکالا نہیں گیا تھا ورنہ خون روکنا مشکل ہو جاتا۔اور وہ اس وقت زندہ اس لئے تھا کیونکہ وہ خنجر کندھے کے پس پیوستہ میں تھا۔۔اگر دل کے قریب تر بھی ہوتا تو وہ اب تک جان سے جا چکا ہوتا۔۔اسکی جان کو بچا لیا گیا تھا۔۔کسی کے لئے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

''سفیر بھائی۔!! ہم کب تک یہاں پھنسے رہیں گے؟''ایک لڑکا خود کو قریباً گھسیٹتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔۔وہ لوگ ابھی تک بنکر میں پھنسے ہوئے تھے۔۔انھوں نے مہینوں کی قید کاٹی تھی زندگی کے اتنا قریب آ کر۔۔امید کو اتنا قریب سے دیکھ کر دور موت کے منہ میں چلے جانا۔۔یہ اب تھوڑا غمگین کر رہا تھا۔

''تم لوگ غمگین کیوں ہوتے ہو میرے بھائی؟''سفیر نے مڑ کر اسکی جانب دیکھا۔۔عمارت زمین بوس ہو چکی تھی وہ بنکر ابھی تک محفوظ تھا۔۔بنکر اسی طرز پہ بنائے جاتے ہیں۔۔یہ زلزلہ،آندھی طوفان ایٹمی حملوں میں بھی محفوظ رہتے ہیں۔

''نہیں غمگین نہیں ہیں۔۔بس یوں ہی پوچھ رہے تھے۔''وہ لڑکا سر جھکا گیا۔۔سفیر نے مسکرا کر اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''ایک وہ دن تھا جب تم لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کوئی مدد کو آئے گا بھی یا نہیں؟تم لوگ روشنی دیکھو گے بھی یا نہیں۔۔اور ایک آج کا دن ہے جب مدد آن پہنچی ہے۔۔بس تھوڑا انتظار کرو۔۔اللہ کی مدد جلد آئے گی۔''وہ سفیر تھا۔۔امید کا چلتا پھرتا سورج۔!!وہ بھی ایک فلسطینی تھا۔

اسکا ایمان قابل دید تھا۔۔اگر وہ موت سے خوفزدہ نہیں تھا تو وہ زندگی سے پر امید بھی تھا۔۔کیونکہ زندگی کی ایک نعمت ہے اور اس نعمت کی قدر ایک فلسطینی سے زیادہ اور کس کو قدر ہو سکتی ہے؟

سفیر فرش پہ ہی بیٹھا تھا۔۔وہ اٹھا اور ایک کیبنیٹ کھولی۔۔اس میں کچھ خوراک کے پیکٹس رکھے ہوئے تھے جو ایمرجنسی کی صورت میں استعمال کے لئے تھے۔۔اس نے ایک پیکٹ کھولا تو اس میں کچھ اجی بسکٹس تھے۔۔ویسے بھی حسن نے وہ بنکر اپنے اور اپنے آدمیوں کے لئے بنوایا تھا۔اس لئے وہاں کسی چیز میں زہر ہونے کا جواز نہیں بنتا تھا۔

سفیر نے کوکھانے کے لئے وہ بسکٹس دیئے تاکہ وہ لوگ مدد آنے تک زندہ سلامت رہ سکیں۔

''کیا تم نہیں کھاؤ گے۔؟''ایک لڑکے نے پوچھا تو سفیر مسکرا دیا۔

''میں روزے سے ہوں۔''اس نے انکشاف کیا تو ان سب نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا رمضان شروع ہو گیا؟''ان میں سے ایک بولا تو سفیر آرزدگی سے مسکرایا۔

''ہاں۔۔رمضان شروع ہو چکا ہے۔۔ہمارے صبر کا امتحان۔''

''تو پھر ہم کیوں کھا رہے؟''ایک لڑکے نے بسکٹ منہ ڈالتے ڈالتے ہاتھ روک لیا۔

''وہ اس لئے کیو تم لوگ بیمار، قیدی اور کمزور ہو۔۔اس لئے تم لوگ۔ صحت مند ہو جاؤ گے تو جا کر گنتی پوری کر۔ ۔۔میں تندر ۔ ہوں اس لئے مجھ پ یہ فرض ہیں۔'' سفیر کی ب ت پ وہ لوگ کچھ حد متفق ہو چکے تھے۔

وہ لوگ اب بس انتظار میں تھے۔۔ا نہیں معلوم تھا کہ ا او پ جو عمارت ہے وہ ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔۔بلکہ غرق ہو چکی ہے۔

''آ ۔!!'' صفا سیڑھیاں ا تے ہوئے منال کو پکار رہی تھی۔۔وہ کچن میں مصروف تھیں۔

''ہاں۔!!'' انھوں نے وہیں سے آواز لگائی۔

''میں ی قوت اور مرجان کو سکول سے ی جا رہی ہوں۔'' وہ اپنا سکارف در ۔ کرتی ہوئی بولی کندھے پ بیگ جھول رہا تھا۔

''زلیخا۔!! ذرا یہ سبزیاں دیکھ ی۔ شام کے لئے آسانی رہے گی۔'' وہ زلیخا کو کام سنبھالتیں۔ ہر نکلیں۔صفا لاؤنج میں کھڑی تھی۔'' روز تو ڈرائیور جا ہے۔''

''ہاں۔۔ آج دل کیا کہ خود چلی جاؤں۔''

''اچھا؟ چلو خیر سے جا ۔'' وہ مسکرا دیں۔

''دینا کمرے میں زہرہ کے پ س ہے ا ۔ ر چکر لگا لیجیے گا۔''

''ہاں میں بس کام ٹ کرو ہیں جا رہی ہوں۔ مجھے ا ازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی ہلکان ہو جائے گی۔'' منال نے افسوس سے سیڑھیوں کی جا ۔ دیکھا۔

''ہاں۔۔وہ بہت روتی رہی ہے رات کو بھی اور صبح سے بھی بجھ سی گئی ہے۔۔کچھ کھا پی بھی نہیں رہی۔'' صفا بھی اداس سی ہوئی۔

''ا۔ اہیم سے کوئی رابطہ ہوا؟'' منال کے پوچھنے پ صفا نے سر جھکائے میں سر ہلا دی۔۔دل اسکا بھی بجھ چکا تھا۔۔عجیب بے چینی سے تھی اس لئے وہ اپنا دھیان بٹانے یوں ہی مرجان اور ی قوت کو ی چل دی تھی۔

''اچھا تم اداس مت ہو۔۔وہ ایسا ہی ہے۔۔۔ ۔ یہاں سے جا ہے تو پتا نہیں کون کون سے کام ٹ نے لگ جا ہے کئی کئی دن رابطہ نہیں کر ۔۔تم بچوں کو لے آؤ، دل بہل جائے گا۔۔ہمم؟'' انھوں نے اسکا دل بہلاتے ہوئے کہا تو صفا آرزدگی سے مسکرا دی اور ۔ ہر نکل گئی۔۔منال پیچھے اداس سی ہو گئیں۔۔اب تو انکا بھی دل گھبرانے لگا تھا۔۔ا۔ اہیم بے شک مصروف ہو تھا ایسے نہیں کر تھا وہ ا ۔ رکال ضرور کیا کر تھا۔۔ اس ۔ر تو وہ غا ۔ ہی ہو ی تھا۔

ا دل میں عجیب وسوسے سر اٹھانے لگے تھے۔

سکول گیٹ کے سامنے گاڑی آ کر رکی تو چھٹی میں ابھی دس منٹ تھے۔صفا وہیں بیٹھی بیٹھی انتظار کرنے لگی۔دس منٹ ۔ ار۔ اسکو عذاب دکھائی دے رہا تھا۔سکول پنسپل سے دوستی ہوتی تو اسکے پ س ہی جا کر بیٹھ جاتی اس کے ساتھ ابھی اس نے کل ہی پھڈا کیا تھا پہلے مرجان کی وجہ سے اور پھر آ ۔ کی وجہ سے۔۔اس نے مسز قیوم کو سختی سے کیا تھا کہ خبردار جو اس بچی کے گھر کسی کو کچھ کہا ورنہ ا جن ئج کا سامنا کر ۔ پڑے گا اسکی ذمہ دار وہ خود ہوں گی۔

مسز قیوم سر پیٹ کر رہ گئیں تھیں۔۔وہ ملزم کے ساتھ ساتھ مدعی کا بھی مقدمہ لڑ کر جا چکی تھی اور مسز قیوم کے پ س اپنا سر پ ٹ کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔

وہ ا۔ اہیم کے کر ۔ رویے سے تھوڑا واقف تھیں صفا تو اس سے بھی چار ہاتھ آگے نکلے گی یہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

جیسے کر کے دس منٹ ۔ رے اور سکول چھٹی کی بیل ہوئی۔۔ ۔ بچے اپنے بیگ اٹھائے اپنے کلاس رومز سے نکلے تھے۔۔ی قوت بیگ کندھے پ ڈالے نکلا تو سامنے کوری ور میں آ ۔ کھڑی آئی۔۔وہ چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔

''کیا ہوا؟ کسی کا انتظار کر رہی تھی؟'' وہ شرمندہ سا تھا۔آ ۔ نے سر اٹھا کر ی قوت کو دیکھا۔اسکا مصری دو ۔!!

اس نے مبہم سی مسکراہٹ سجائی جو وہ ہمیشہ اپنے چہرے پ سجائے ر تھی۔۔گھنگر لے ۔ل پونی ٹیل سے نکل کر کانوں کے پ س بکھرے سے ہوئے تھے۔۔نیلی آنکھیں ا دم سے ٹمٹمائی تھیں۔

''ہاں۔۔میں فاطمہ کا انتظار کر رہی ہوں۔''

''کیوں؟ میرال کہاں ہے؟'' یقوت نے ادھر ادھر دیکھا۔کوریڈور میں رش تھا۔

''وہ میرال کے ساتھ نہیں جا رہی میں آج۔۔فاطمہ کے ساتھ جاؤں گی اسکے گھر۔''

''کیوں؟ تم آج اپنے گھر نہیں جا رہی؟''

''اونہوں۔'' آیت نے میں سر ہلایا۔

'' کیوں؟''

''کیونکہ میرال اور تائی جان نے کہیں جانا ہے اور مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا اس لئے میں فاطمہ کے گھر رہوں گی۔ اور وہ آنہیں جاتے۔''

''تم نے تائی جان سے پوچھ لیا؟'' جانے کیوں یقوت کو کچھ کھٹکا لگی تھی۔

''اونہوں۔!! میرال نے کہا کہ وہ ابا بتا دے گی۔'' آیت پرسکون سی تھی۔۔کچھ ہی دیر میں فاطمہ اس جانب آتی دکھائی دی۔

''چلیں فاطمہ؟'' آیت اسکی جانب بڑھی۔

''کہاں؟'' فاطمہ ان دونوں کو دیکھ کر ٹھٹکی۔

''آج میں تمہارے گھر رکوں گی ناں۔''

'' تم نے بتایا نہیں۔'' فاطمہ نے اچنبھے سے دیکھا تھا۔

''وہ۔۔آج ہی پلان بنا ہے۔'' آیت پرسکون تھی کیونکہ فاطمہ اسکو کبھی انکار نہیں کرے گی۔

'' تم نے مجھے تو پوچھا ہی نہیں۔۔آج ہم لوگ چاچو کے گھر لنچ پہ جا رہے ہیں آیت۔۔'' فاطمہ نے بتایا تو آیت کا چہرہ بجھ یقوت نے بھی ٹھٹک کر آیت کو دیکھا۔

''۔!!اب تو میرال بھی جا چکی ہوگی۔'' وہ فوراً گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

''آیت۔۔رکو۔!!'' یقوت بھی اسکے پیچھے پہ

مرجان کوریڈور میں آیا تو وہاں یقوت نہیں تھا۔۔اس نے ادھر ادھر دیکھا۔۔وہ اسکو ڈھونڈتے سکول کی بیک سائیڈ پہ یہ۔

''آیت۔۔رکو۔!!'' یقوت نے گیٹ پہ جا کر اسکو روکا آیت پہلے ہی وہاں کھڑی اب سسک رہی تھی۔۔میرال کی گاڑی جا چکی تھی۔

''میرال چلی گئی۔'' اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنی نیلی آنکھیں صاف کیں۔

''اٹس اوکے۔!!تم ہمارے ساتھ چلو۔'' یقوت نے فوراً پیشکش کی۔'' پلیز۔یوں روؤ مت۔'' اس نے بے چارگی سے آیت کی نیلی بھیگی آنکھیں دیکھیں۔

''۔!!ایسے کیسے؟'' آیت نے ایک ہچکی لی۔

''ہائے بچو۔!!'' وہاں صفا بھی پہنچ گئی ابھی وہ لوگ گیٹ کے اندر آ رہی تھے۔۔صفا نے آگے بڑھ کر یقوت کا ماتھا صاف کیا جس پہ پسینے کے ننھے سے قطرے تھے۔۔اسکے بال ماتھے سے ہٹائے اور بوسہ دیا۔۔آیت اپنا رونا دھونا بھول کر یہ منظر دیکھنے لگی۔

''کیسی ہو آیت؟'' وہ اب اسکی جانب بڑھی اور آیت کے بکھرے بال سمیٹے۔۔پھر جھک کر اسکے بھورے بالوں پہ بوسہ رکھے۔۔آیت کا دل عجیب لے میں دھڑکا تھا۔۔کتنے عرصے بعد اسکو یہ لمس محسوس ہوا تھا۔۔اس دن بھی صفا کے لمس پہ وہ یوں ہی ہواؤں میں اڑنے لگی تھی اور آج بھی ایک پل کے لئے اسکو یہ بھول گیا کہ وہ کہاں کھڑی ہے۔

''کیا ہوا؟ تم روتی رہی ہو؟'' صفا نے اسکی بھیگی پلکیں دیکھیں۔۔آیت نے میں سر ہلایا۔

''جی آ۔!!یہ رو رہی تھی۔۔میں آپکو ساری بات بتاتا ہوں۔'' یقوت نے کہا تو صفا اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

''آپ نے میرے بھائی کو دیکھا ہے کہیں؟'' وہ بیک سائیڈ پہ ایک کوارڈینیٹر کے پاس کھڑا تھا۔

''نہیں۔''انھوں نے سر ہلا دیا۔

'' میم میں نے اسکو کوریڈور میں کھڑا ہونے کے لئے کہا تھا۔'' مرجان نے دھوپ نے ایک بار پھر سے ادھر ادھر دیکھا۔اب تو اسکو روزہ بھی لگ رہا تھا۔۔بھوک وہ برداشت کرلیا کرتا تھا اب پیاس لگ رہی تھی۔

''نہیں معلوم مرجان۔!!'' کوارڈینیٹر خود تکان سے بولیں۔۔رمضان میں اس وقت کی اجی ڈاؤن ہو جاتی ہے۔

'' میں اپنے بھائی کے بناء سکول سے نہیں جاؤں گا۔'' کوارڈینیٹر آگے بڑھیں تو وہ وہیں دھوپ میں کھڑا پاؤں پٹخ کر بولا۔کوارڈینیٹر نے تکان سے اسکو دیکھا۔

''کیا تم نے اسکو گیٹ پہ دیکھا؟''

''نہیں میں نے اسکو کوریڈور میں ویٹ کرنے کا بولا تھا۔۔اور میرا بھائی ایسے نہیں کرتا میں نے اسکو کوریڈور کا کہا تھا تو وہ وہیں ہونا چاہیے۔'' وہ پورے اعتماد سے بولا۔کوارڈینیٹر کو اسکی معصومیت اور اسکے غصے سے اسکی سرخ ہوتی ناک پہ پیار آیا تھا۔

وہ اسکے پاس آئی اور اسکا ہاتھ تھاما۔

''اچھا چلو مل کر ڈھونڈتے ہیں۔'' وہ مسکرا کر اسکو لئے گیٹ تک آئی۔۔اس سے پہلے کہ وہ لوگ ایڈمن بلاک کی جانب جاتے گیٹ پہ کھڑے ان تینوں پہ نگاہ پڑی تو مرجان کا دل ڈوب سا گیا تھا۔۔اس نے یقوت کو کوریڈور کا کہا تھا۔

''وہ دیکھو۔!! میں نے کہا تھا نا۔'' کوارڈینیٹر سر ہلاتی ہوئی ایڈمن بلاک میں چلی گئیں۔۔مرجان سست قدم اٹھاتا پاس آیا۔

''اچھا؟ ایسی بات ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو۔۔میں تمہاری ماں جان سے بھی بات کرلوں گی۔۔'' صفا نے ایک منٹ میں حل پیش کیا۔''ٹھیک ہے نا؟'' اس نے آنکھ کی تکلیف چاہی تو اس نے یقوت کی جانب دیکھا۔۔یقوت پہلے ہی خوش تھا۔آنکھ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''مرجان۔!!'' صفا نے سیدھے ہوتے ہوئے اسکو دیکھا جو اجانب ہی آرہا تھا۔۔وہ سست قدم اٹھاتا پاس پہنچا۔صفا نے اسکا بجھا سا چہرہ دیکھا تو فورا آگے بڑھی۔

اسکا بیگ اسکے ہاتھ سے پکڑا۔۔اسکے ماتھے سے بال ہٹا کر اسکا ماتھا چوما۔۔یہ چھوٹے چھوٹے سے ایک عورت کو ماں بناتے ہیں۔بچے پیدا ہر عورت کر لیتی ہے ماں بننا مشکل کام ہے۔۔یہ مشکل اس لئے ہے جو بچوں کو بس ایک ذمہ داری سمجھتی ہیں۔۔ورنہ یہ ایک خوبصورت سفر ہے جو کوئی بھی عورت طے کرتے ہوئے تھکتی نہیں ہے۔

''میں نے کہا تھا روزہ نہ رکھو۔'' اس نے مرجان کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھ کر کہا۔

''آئی ایم فائن۔'' وہ ایک نگاہ یقوت پہ ڈالتا بولا۔

''اچھا؟ چلو اچھی بات ہے۔۔آج ہم لوگ ایک ساتھ افطاری کریں گے۔'' وہ ان تینوں کو ساتھ لئے چل دی۔مرجان نے ایک سوالیہ نگاہ آیت پہ ڈالی۔

''آج آیت ہمارے گھر جا رہی ہے۔'' صفا نے اسکے علم میں اضافہ کیا مرجان نے بے پرواہی کا اظہار کیا۔۔جیسے کہ اسکو کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔۔گاڑی میں آکر ان لوگوں نے سکون کی سانس لی تھی۔۔اے سی کی خنکی نے سکون بخشا تھا۔۔یقوت ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ صفا مرجان اور آیت کے ساتھ پچھلی سیٹ پہ تھی۔

''عیشا۔!! ضرار کی حالت اب ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے۔'' عینا نے عیشا کے کندھے پہ ہاتھ رکھا جو کہ اس ملبے کے سامنے تپتی دھوپ میں زمین پہ بیٹھی تھی۔۔مجاہدین گاڑیوں میں تھے جبکہ گارڈز ملبہ ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔اور عیشا ابھی تک وہیں بیٹھی تھی۔

''نہیں۔عینا۔!! تم لوگ جاؤ۔'' اسکی آنکھیں خشک تھیں۔

'' ہم لوگ تمہیں چھوڑ کر کیسے؟''

''میں ٹھیک ہوں۔۔زخمیوں کو طبی امداد چاہیے تم لوگ جاؤ۔'' وہ بناء پلٹے ہی بولی۔

''عیشا۔!!''

''میں نے کہاتم لوگ جاؤعینا۔!!'' وہ ئی۔اسکی آواز میں نمی گھلنے لگی توعینا نے اسکو بیٹھے بیٹھے اپنے ساتھ لگا۔

''پلیز۔! ا پ یقین رکھو۔!!''عینا نے ٹوٹتی ہوئی امید کے ساتھ اسکودلاسہ د۔

''' ا پ یقین ہےعینا۔!! قسمت پ نہیں۔میں۔۔میں۔۔ہمیشہ سے اکیلی رہی ہوں۔۔ماں۔۔ کی علیحدگی کے بعد میرا کوئی رشتہ نہیں بچا تھا۔۔۔ نے منہ پھیر لیا۔۔مامانے دوسری شادی کرلی۔۔اورعیشا۔عیشا اکیلی رہ گئی۔۔کیو عیشا تو بے کار تھی۔ں۔''وہ آج ٹوٹے لہجے میں بولی توعینا نے پہلی ر عیشا کو اتنے درد میں دیکھا تھا۔

''ا۔ اہیم سر نے مجھے سہارا د۔اور۔اور۔'' کہتے ہوئے اسکی ہچکی بندھ گئی۔

''اورسفیر۔!!وہ میرا واحدد ۔ تھاعینا۔!!''عیشا کے حلق میں اشیں پ گئیں تھیں۔عینا نے اسکوساتھ لگائے رکھا۔

''وہ ٹھیک ہوگا۔۔تم دیکھ۔ں۔''عینا نے اسکے آ صاف کئے۔

''ہاں۔۔وہ ٹھیک ہوگا۔۔ تمیزا ن جان بوجھ کر مجھے دکھ دیتا ہے۔۔ا ۔ ر۔ ہرآجائے اسکا گلا اپنے ہاتھوں سے د۔وں گی۔''عیشا نے بکھری سی آواز میں کہا تو عینا مسکرادی۔

''ہاں۔۔ہاں۔۔ ابھی یہاں سے چلو۔''

''نہیں۔۔تم۔ قیوں کو لے کر چلو۔۔۔ ۔ ۔ وہ لوگ۔ ہر نہیں آجاتے میں یہیں رہوں گی۔''

'' عیشا۔!!''

''عینا۔!!'' وہ سخت آواز میں پکارتی ہوئی پلٹی۔''مت بھولو کہ ان لوگوں کی جان بچا اور ا محفوظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔اس لئے میری فکر چھوڑو اور جاؤ یہاں سے۔۔میں یہاں گارڈز کے ساتھ مدد کرواؤں گی۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

عینا اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔عیشا کچھ د۔ بعد اس جا۔ چلی گئی جہاں گارڈز ملبہ ہٹانے کی ا ۔ کام سی کوشش کر رہے تھے۔۔ اس کوشش میں ا۔ امید تھی۔۔ا۔ آس جڑی تھی۔

عینا پلٹ گئی۔۔اب اسکو اپنا فرض نبھا تھا۔

ا۔ اہیم نے اسکو بتا تھا کہ منصور کمپاؤ ٹ میں نہیں ہے تو پھر اسکو حسن نے کہیں اور رکھا تھا۔۔اس لئے عینا کو اب حسن کے اگلے ٹھکانے بھی جا تھا۔

سورج اپنا قہر۔ سا رہا تھا۔۔آسمان پ کوئی۔ دل نہیں تھا۔۔کسی۔ دل میں۔ ات ہی نہ تھی کہ وہ اس تپتے ریگستان میں جلتے ہوئے اس آگ کے شعلے کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔

وہ تنگ سرنگ ختم ہونے کا م نہیں لے رہی تھی اور اب ا۔ اہیم کی ہمت جواب دے رہی تھی۔۔اب اسکے ہاتھ پ وں اسکا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔۔اس نے ا۔ ٹھنڈی سانس لی اور کچھ وقت کے لئے کوششیں ترک کر دیں۔

کچھ ہی د۔ بعد اسکو زور کا جھٹکا لگا تھا۔۔ا۔ اہیم کو سانس نہیں آرہی تھی۔۔وہ پ نی گہرا ہوَ۔ تھا۔۔اتنا گہرا کہ ا۔ اہیم کی ک ڈوب گئی۔۔اس نے اچا سے ہوش سنبھالا اور ہاتھ پ وں مارنے لگا۔ اگلے ہی لمحے ا۔ اہیم کا سر پ نی سے۔ ہر آیا تو وہ حیران رہ گیا۔

وہ روشنی کو دیکھ سکتا تھا۔اسکے سر پ آسمان تھا۔نیلا آسمان۔چمکتا سورج۔!!

'' وہ لوگ گھر پہنچے تو مرجان تیز تیز قدم اٹھا سیڑھیاں چڑھ۔ ۔منال لاؤنج میں تھیں وہ جو اسکے سلام کا انتظار کر رہی تھیں یوں ہی بیٹھی رہ گئیں۔ پیچھے۔ قوت اور صفا کے ساتھ ساتھ آ۔ ۔ بھی گھر میں داخل ہوئی۔

''اسلام علیکم۔!!'' یقوت اور صفا نے سلام کیا جبکہ آ۔ نے مدھم سی آواز میں ا پیروی میں ہی سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام۔!!'' منال خوشی سے مسکرا دیں وہ تینوں ا پس آ کر بیٹھے۔۔صفا نے یقوت کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''تم جا کر نہا لو۔۔ َ می لگ رہی ہو گی۔۔اور پھر کچھ دیسو ۔۔اوکے؟'' اس نے یقوت کو کہا تو وہ سر ہلا ہوا سیڑھیاں پ ھ َ ۔منال نے سوالیہ وں سے صفا اور آ۔ کو دیکھا۔

''آ۔ آج کا دن ہمارے ساتھ ہی َ ارے گی۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو منال نے سمجھی سے دیکھا۔''اسکی ئی جان آج کہیں گئی ہیں تو آ۔ ہمارے ساتھ دن َ ارے گی۔''

'' کیوں؟ آ۔ ساتھ کیوں نہیں گئی؟ وہ مرجان کا رویہ سمجھ چکی تھیں اور ا گوارہ نہ تھا کہ مرجان کسی کی بھی وجہ سے یوں اداس ہو پھر چاہے وہ آ۔ ہی کیوں نہ ہو۔

''وہ۔۔مجھے نہیں جا تھا۔'' آ۔ نے اپنے ہاتھوں کے گھورتے ہوئے ی سے جواب دیا صفا نے َ دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''اٹس اوکے چندا۔!! نہیں جا تھا تو کوئی ز دستی کر بھی نہیں سکتا تھا۔۔چلو ہم بھی فریش ہو جاتے ہیں پھر افطاری کی تیاری کریں گے مل کر۔۔ہمم؟'' اس نے آ۔ کے ل وں پہ ہاتھ پھیرا تو اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ا اچٹتی نگاہ منال پہ ڈالی۔۔وہ سہم سی گئی تھی۔۔منال سنجیدہ سے ث ات لئے بیٹھی رہیں۔

'' مرجان کا موڈ کیوں اب ہے؟'' وہ دونوں اٹھنے لگیں تو منال نے صفا سے پوچھا۔۔وہ ٹھٹکی اور پھر مڑی۔

''نہیں معلوم۔!! آج کل کچھ پ پ اسا ہو ہے۔'' وہ خود الجھی ہوئی تھی ا کیا بتاتی۔

''تو معلوم کرو ں صفا۔!!'' انھوں نے سنجیدگی سے کہا تو صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔وہ پہلے بھی منال کے غصے کا سامنا کر چکی تھی دینا کی وجہ سے۔

''دینا۔!! کہاں ہے؟'' اس نے منال سے پوچھا۔جو کہ اب ریموٹ اٹھا رہی تھیں۔

''وہ سو رہی ہے شای۔'' وہ بناء مڑے بولیں صفا آ۔ کا ہاتھ تھام کر اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔

منال نے اسکو جاتے ہوئے دیکھا اور اپنا فون اٹھایا۔۔انھوں نے ا نمبر ۔

''پلوشہ آپ۔!'' وہ کسی سے فون پ ت کر رہی تھیں۔''کیا آپ آج رات آ سکتی ہیں؟ ڈ پ ہی آ جا ۔''

''کیوں منال خیر۔ تو ہے؟'' وہ منال بیگم کی چچازاد ن تھیں۔

''بس ایسے ہی کچھ ت کرنی تھی آپ سے۔۔کیا آپ آج رات آ سکتی ہیں؟'' انھوں نے بھرائی آواز میں کہا تو پلوشہ خالہ جو کہ عمر میں منال سے ب ی تھیں فوراً راضی ہو گئیں۔

''اچھا اچھا۔میں آ جاؤں گی۔''

انھوں نے ہامی بھر لی۔منال کچھ دیر ادھر ادھر کی ب تیں کرتی رہیں اور پھر کال ٹ کر دی۔

''تم بیٹھو میں تھوڑی دی آئی۔'' صفا آ۔ کو بیڈ پہ بٹھا کر خود ہر آئی۔۔اسکا رخ مرجان اور یقوت کے کمرے کی جا تھا۔

''تو کیا تم ہار مان چکے ہو؟'' ا انی آواز کمرے میں گو ۔

''کس ت کے لئے؟'' وہ آواز مرجان کی تھی۔

''تم نے تو کہا تھا کہ تم اس لڑکی کو سبق سکھاؤ گے اور تم یہاں خود ہی شکل ٹ ئے پھر رہے ہو۔'' زہرہ بیڈ پہ بیٹھی تھی جبکہ مرجان اپنے ل خشک کر رہا تھا۔

وہ خاموش رہا۔

''ہمم۔۔سمجھ گئی۔'' زہرہ نے معنی خیزی سے کہا تو مرجان نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''کیا سمجھ گئی؟''

''یہی کہ مرجان گورسی ایک کمزور اور بے کار مالکن ہے۔۔جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اداس ہو جاتی ہے وہ کسی کو سزا نہیں دے سکتی کیوں کہ سزا دینے کے لئے دل کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔'' وہ تاسف سے کہتی سر ہلا رہی تھی۔۔مرجان کا چہرہ سرخ ہوا۔

''نہیں۔!!'' اسکی آواز ذرا بلند ہوئی۔''مرجان گورسی کمزور نہیں ہے۔'' کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تھا مرجان طیش میں تھا دیکھ نہیں پایا۔''مرجان گورسی سزا دیتا ہے تو پھر سامنے چاہے کوئی بھی ہو مرجان گورسی کبھی نہیں کہتا۔مجھے غلط اور صحیح نے سکھایا ہے کہ سزا کیسے دی جاتی ہے۔'' وہ پوری قوت سے چلا رہی تھا جبکہ زہرا نے ہڑبڑا کر دروازے میں کھڑی صفا کو دیکھا۔مرجان نے بھی زہرہ کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔صفا کا چہرہ سپاٹ تھا۔مرجان رخ پھیر کر دوبارہ آئینہ کے سامنے جا کھڑا ہوا مانو اسکو کسی کے کچھ کہنے سے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

صفا سست قدم اٹھاتی مرجان کے پاس آئی جبکہ زہرہ وہاں سے چلی گئی۔

''مرجان۔!!'' صفا نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا مرجان آئینہ میں اسکا عکس دیکھ سکتا تھا۔''مرجان۔!!ادھر دیکھو۔'' صفا نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر اپنی جانب گھمایا اور اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا مرجان نے پلکیں نہیں اٹھائی تھیں۔

''کون سی سزا؟ کون غلط اور؟'' صفا نے بس یہی دو الفاظ سنے تھے۔مرجان خاموش کھڑا رہا۔''مرجان میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔کون غلط اور؟ اور کس کو سزا دینے کی بات کر رہے تھے تم؟'' صفا کا دل مٹھی میں آیا تھا۔۔مرجان کچھ لمحے یوں ہی جامد کھڑا رہا۔

''مرجان۔!! کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔'' صفا نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔تو مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''آپ جاننے کا حق نہیں رکھتیں۔'' وہ سپاٹ انداز میں کہہ گیا تو صفا کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔۔وہ مرجان نہیں تھا۔وہ اپنی پیٹی لیڈی کا مرجان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔وہ بھلا اس سے ایسا کیسے کہہ سکتا تھا؟ صفا کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

''کک۔کیا کہا تم نے؟'' اسکے حلق میں آواز یں دم توڑ رہی تھیں۔

''مطلب یہ میری اور زہرہ کی بات تھی اور آپ نے کہا تھا کہ اس میں کمفرٹیبل نہیں ہوں کچھ بتانے کے لئے تو مجھے کوئی فورس نہیں کرے گا۔'' اب کی بار وہ کچھ نم پڑا تھا۔۔وہ اپنی پیٹی لیڈی کے سامنے زیادہ دیر پتھر نہیں بن سکا تھا۔۔صفا کے بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔وہ زمین پر بیٹھی اور مرجان کا چہرہ ہتھیلیوں میں تھام کر سامنے کیا۔۔وہ غصہ دیکھے۔۔

''ٹھیک ہے۔۔اگر مرجان کمفرٹیبل نہیں ہے تو نہ بتائے۔۔ مرجان یہ تو بتا سکتا ہے کہ وہ آخر کس بات پر اداس ہے؟''

اسکی بات پر مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکائیں۔

''میں اداس نہیں ہوں۔'' مرجان نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔

''جس مرجان گورسی کو میں جانتا ہوں وہ جھوٹ نہیں بولتا۔۔ہاں البتہ خاموشی ضرور اختیار کرتا ہے۔'' صفا نے اسکو قید بھی کیا اور فرار کا راستہ بھی مہیا کیا تھا۔

''مجھے یاد آ رہی تھی۔'' مرجان نے اسکو اصل عدد سچ بتایا تھا اور باقی سچ پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔۔صفا کی پلکیں نم ہوئیں اس نے بیٹھے بیٹھے مرجان کو اپنے ساتھ لگایا۔۔مرجان کچھ دیر یوں ہی بنا رہا پھر اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے بازو صفا کے گلے میں حمائل کئے۔وہ اسکی پیٹھ سہلاتی رہی۔

''وہ جلد واپس آجائے گے۔۔تم بس اسکی خیر طلب کرو۔'' وہ مدھم سی آواز میں بولی تھی۔

''وہ خیر سے ہی ہوں گے۔۔میں جانتا ہوں وہ سٹرانگ ہیں۔'' مرجان یوں ہی خالی خالی آنکھیں لئے بولا تھا۔

''ہاں۔۔وہ سٹرانگ ہیں۔۔تم پھر بھی دعا کرنا۔''

''ہاں۔۔میں دعا کرتا ہوں اسکے لئے اور۔''

''اور؟'' صفا نے اسکو ساتھ لگائے ہی پوچھا۔

''اور ماما کے لئے بھی۔'' وہ روانی میں کہہ گیا تھا بناء کسی لگی لپٹی کے۔۔صفا آرزدگی سے مسکرائی۔

''ماما کے لئے کیا دعا کرتے ہو؟'' صفا نے اسکے بالوں میں بھی انگلیاں چلائیں۔

''کہ اللہ میاں ان کو معاف کر دیں۔'' اسکے الفاظ پہ صفا شل رہ گئی تھی۔۔ پھر وہ سنبھلی۔

''ہاں۔۔اولاد کو ماں باپ کی بخشش طلب کرنی چاہیے۔''

''ہاں۔۔ ماما کے لئے میں زیادہ دعا کرتا ہوں۔'' وہ اپنی بات پہ قائم تھا۔۔آج کافی دنوں بعد اسکا وہ خول ٹوٹ رہا تھا شاید اہیم کی غیر موجودگی کی وجہ سے کیونکہ وہ صفا سے بات نہیں کرتا تھا تو اسکے پاس اہیم ہوتا تھا آج اسکو صفا سے ناراضگی کے باوجود اسکی توجہ چاہیے تھی۔

''اچھا؟ ایسا کیوں؟'' صفا کو لگا کہ وہ کچھ بتانا چاہتا ہے۔

''وہ۔۔انھوں نے کچھ کیا تھا۔'' کہتے ہوئے مرجان پیچھے ہٹا۔

''کیا کیا تھا؟'' وہ نارمل انداز میں پوچھ رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ مرجان کتنی سنگین بات کر رہا ہے۔

''ہم لوگ اس دن ہاسپٹل میں تھے تو منصور انکل نے بابا سے کہا تھا کہ اہیم تباہی کی ذمہ دار ماما ہیں۔'' وہ سر جھکا گیا۔صفا کا دل ڈوب کے ابھرا۔

''نہیں مرجان۔!! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔۔آج بھی تمہاری ماما سے بہت پیار کرتے ہیں تم ایسا کیوں سوچتے ہو؟'' صفا نے اسکے گالوں کو چھوا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ماما نے کچھ کیا تھا۔۔بس مجھے لگتا ہے۔'' اس نے چہرہ اٹھایا تو سیاہ آنکھوں میں نمی تھی۔۔صفا نے بے اختیار اسکے گال چومے۔

''نہیں میری جان۔!! ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ لوگ کسی اور چکر میں بات کر رہے ہوں گے۔'' منصور نے حوریہ کا نام نہیں لیا تھا پھر بھی مرجان ان دونوں کی بات سمجھ رہا تھا۔۔اس دن منصور اور اہیم نے جو جو بات کی تھی وہ مرجان کے دماغ پہ گہرا اثر چھوڑ گئی تھی۔۔اور اسکو اتنے سوالوں میں الجھا دیا تھا کہ وہ بولنا بھول گیا تھا۔۔وہ خاموش ہو گیا تھا کہ وہ اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈ سکے۔

''بچے اتنا نہیں سوچا کرتے۔۔ہمم؟'' صفا نے اٹھتے ہوئے مرجان کا سر چوما۔

وہ جا کر خاموشی سے بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

''قوت کہاں ہے؟'' وہ نارمل سے انداز میں پوچھتی ان لوگوں کی وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔

''وہ دینا کے پاس گیا تھا۔'' مرجان نے اپنے ہاتھوں میں اپنا سر اٹھایا۔۔اور اپنی گیم کا اسکرین پہ کیا وہ خالی تھا۔۔اس نے ٹرتھ اول کو بہت سارے میسجز کئے ہوئے تھے ٹرتھ اول کا کوئی جواب نہیں آیا تھا ابھی تک۔

''اچھا کیا میں تمہارے یہ کپڑے لے سکتی ہوں؟'' مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو صفا اسکی ایک ٹی شرٹ اور جینز کی پینٹ لئے کھڑی تھی۔

'' آپکو یہ چھوٹے ہوں گے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو صفا کا قہقہہ گونجا۔مرجان نے اچنبھے سے دیکھا کہ آخر اس نے ایسا کون سا لطیفہ سنا دیا تھا۔

''پگل۔!! یہ مجھے نہیں کسی اور کو چاہیے۔'' صفا ہنستی ہوئی اسکے پاس آئی۔۔اور جھک کر اسکے بال چومے تھے۔''روزہ تو نہیں لگ رہا ناں؟'' اس نے شفقت سے چور لہجے میں پوچھا تھا۔وہ مرجان کو مس کر رہی تھی اور درمیان نا چاہتے ہوئے فاصلے آ رہے تھے۔

''نہیں، میں ٹھیک ہوں۔'' وہ اپنے پنجے نگاہیں جمائے بیٹھا تھا۔

''اچھا۔!! افطار میں کیا کھائے گا میرا شہزادہ میرا پرنس۔۔میرا کرش۔'' مرجان نے سر اٹھا کر دیکھا تو صفا نے ایک آدائی۔مرجان فوراً نگاہیں جھکا گیا۔۔وہ اسکا خول توڑ رہی تھی مرجان گو رسی کمزور نہیں تھا۔۔اور اسکو یہ شدت کر گوارا نہیں تھا۔

''جو بن جائے گا میں کھا لوں گا۔۔ویسے بھی کہتے ہیں کہ روزہ صبر کا ہوتا ہے ہمیں افطار کے لالچ میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔'' صفا کو اسکا جواب دن کر جھٹکا لگا تھا۔

''تم لوگوں کے باپ نے ساری معصومیت چھین لی تم سے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔۔مرجان نے ایک بند دروازے کو دیکھا اور پٹخ کر وہیں ڈھے گیا۔

صفا کمرے سے نکلی تو قوت دینا کی انگلی پکڑے اسی جا. آ رہا تھا۔صفا وہیں رک گئی۔وہ دونوں اسکے پ س آئے۔

''شفا۔!!'' دینا نے .نہیں اٹھا ۔''آپ۔آپ۔'' صفا کھل کر مسکرائی اور دینا کو اٹھا لیا۔

''میں فریش ہو جاؤں۔'' قوت وہاں سے ۔ تو صفا دینا کو اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو آ۔ ۔ اسی طرح بیڈ پ پوں ٹ ئے بیٹھی تھی جیسے صفا چھوڑ کر گئی تھی۔

''آئی ایم سوسوری آ۔ ۔ ۔!! مجھے د ہو گئی۔'' اس نے دینا کو بیڈ پ بٹھاتے ہوئے معذرت کی۔

''نہیں۔۔آپ معافی نہ مانگیں۔'' آ۔ ۔ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا یہ لو۔۔جا کر نہا لو۔۔ ۔ می ہو رہی ہے۔'' اس نے آ۔ ۔ کی پونی ٹیل کھول دی۔بھورے گھنگر لے .ل الجھے سے ہوئے تھے۔

''تم کنڈیشنر نہیں لگاتی؟'' صفا نے دیکھا اسکے .ل خوبصورت تھے شا ٹھیک سے کیئر نہیں ہو رہی تھی۔

''شیمپو کر لیتی ہوں۔''

''اچھا۔!! چلو جاؤ نہا لو۔'' صفا نے مز کچھ نہ پوچھا۔

''جی تو میری پ کیا کر رہی تھی؟'' وہ اب دینا کو گدگدی کر رہی تھی اور دینا کھلکھلا رہی تھی۔اس نے دینا کے دونوں گال چومے اور اسکو گود میں بٹھا ۔

''دینا۔۔!!'' دینا نے ا . رپھر سے وہی راگ الا پ تھا۔

''دینا۔!! جہاں مجھے د ہے وہ پہلے بھی یوں ہی کام سے جاتے رہتے تھے کیا تم . بھی یوں کرتی تھی؟'' صفا نے دینا سے سوال کیا دینا تو بس آنکھیں مٹکاتی رہی۔صفا نے فون اٹھا یا اور ا . رپھر سے سارے ا کسز دیکھے۔خالی ا کسز اسکو منہ پ ا رہے تھے۔صفا کو ا . رپھر سے بے چینی نے آن گھیرا تھا۔اس نے نمبر ڈائل کیا نمبر بند جا رہا تھا۔کسی طرح بھی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔

صفا یوں ہی مو ئل لئے بیٹھی رہی۔سکرول کرتے کو تے ا . م پ اسکی ا ں رک گئیں۔

دماغ میں ا . پل کے لئے سناٹ چھا تھا۔اور حلق سوکھ تھا۔

جیسے کر کے اس نے خود کو گھسیٹا اور کنارے لا۔ر ۔ ،پتھر،چٹا ا علاوہ چلتی ہوئی ہوا جو کہ خشک اور م تھیں۔ا. اہیم وہیں پ ہاتھ رکھے ڈھے سا ۔

وہ کنارے پ ر ۔ پ ا تھا اور اسکے سر پ بس آسمان تھا۔وہ جانے کتنی ہی د اس کھلے نیلے آسمان کو دیکھتا رہا جس کا عکس پ نی میں آ ۔ تھا تو اسکے . ش پ نی بھی نیلا ہو جا ۔ تھا۔

آنکھوں کے سامنے ا. ھیرا چھا رہا تھا وہ خود کو وہاں موجود چٹانوں سے بھی ز دہ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔

''میں ہر مصیبت. دا ش کر سکتی ہوں۔ وہ آپ سے نہ جڑی ہو۔'' صفا کا رو دھو سا چہرہ. جانے کیوں آنکھوں کے سامنے لہرا یا تھا۔ا. اہیم نے آنکھیں بند کر کے اسکے خیال کر. ٹ چاہا۔کیوں آ رہا تھا اسکا خیال اس وقت؟ کیوں وہ اسکے حواسوں پ چھا رہی تھی؟ وہ اہم تھی اتنی نہیں کہ کسی محبوب بیوی کی طرح اسکے حواسوں پ چھا. شروع کر دے۔اس سے انس تھا لگا ؤ تھا۔ ایسے نہیں؟ تو پھر؟ یہ . کیوں؟!. اہیم نے کرب سے آنکھیں میچ لیں تھیں۔

''آ پکو تکلیف ہوتی ہے تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے میری سانس بند ہو جائے گی۔'' بند آنکھوں کے سامنے پھر سے وہی چہرہ لہرا یا تھا اور اس . رتو بھیگی سی سرمئی آنکھیں بھی اسکا چین تباہ کرنے چلی آ تھیں۔

''صفا۔!! خاموش ہو جاؤ۔'' وہ ب ڑا ۔

''ا میری پ واہ ہوتی تو ہمیں ساتھ لے کر جاتے۔'' اسکا. راض سا چہرہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔ا. اہیم بے بسی سے اٹھ کر بیٹھا۔اسکو اب کچھ

کر تھا ورنہ وہ یہاں پڑے پڑے مرجاتے۔اس نے بیٹھے بیٹھے ہی نگاہ دوڑائی تو اردگرد چٹانوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیا تھا۔

ا ہیم اٹھا اور بمشکل خود کو گھسیٹتا ہوا آگے بڑھا۔اس نے ایک کو گھسیٹنا شروع کیا جس سے ریت پر کچھ لکھا جارہا تھا۔

کچھ دیر کی مشقت کے بعد اسکی بس ہوئی تھی۔وہ ایک رپھر سے اسی پتھر ریت پر نڈھال سا ہوکر گر گیا تھا۔

اسکے پہلو میں ریت پر بڑے بڑے حروف میں (ایس۔او۔ایس) لکھا آرہا تھا۔ کیا کوئی جہاز کوئی ہیلی کاپٹر وہاں سے گزرا تھا جس نے اس مدد کے پیغام کو پڑھ کر اسکی مدد کے لئے آنا تھا؟ یہ ایک سوال تھا جس کا جواب نہ تو ا ہیم کے پاس تھا، نہ نیلے آسمان کے پاس، نہ ان چٹانوں کے پاس، نہ نیلے پانیوں کے سمندر کے پاس اور نہ ہی اس پتھر ریت کے پاس جو کہ اب ا ہیم کی کمر کو جھلسا رہی تھی۔

عیشا پگلوں کی طرح گارڈز کی مدد کروا رہی تھی۔۔وہ مدد کم کررہی تھی روز یدہ رہی تھی۔۔کبھی کنکریٹ کے بلاکس کو ہٹانے کی کوشش کرتی تو کبھی بے بسی سے بیٹھ کر ہاتھوں سے ہی مٹی کھودنے لگتی۔۔گارڈز نے اسکی بے بسی دیکھی تو تڑپ کر رہ گئے۔

اس وقت بھی وہ زمین پر بیٹھی ایک جگہ سے خونخوار سے مٹی کھود رہی تھی کہ کہیں سے کوئی جگہ مل جائے کئی روشنی، کوئی سراغ، جس سے وہ لوگ سفیر اور باقی لوگوں تک پہنچ جائے۔

ایک درمیانی عمر کے گارڈ نے اسکی حالت دیکھی تو افسوس سے اسکے پاس آیا۔عیشا کے سر سے اسکا سکارف بھی ڈھلک چکا تھا۔اس وقت اسکو بس زینت بچانی تھیں سکارف کہاں تھا کہاں نہیں کوئی ہوش نہ تھی۔اس گارڈ نے جھک کر اسکے پیچھے پڑا سکارف اٹھایا اور عیشا کے سر پر رکھا۔وہ چونکی۔

''تم آرام کرو۔۔ہم لوگ کرلیں گے۔''

''نہیں خواجہ۔!! میں کیسے سکون سے بیٹھ سکتی ہوں۔''

''عیشا۔!! یوں تم بس خود کو نقصان پہنچا رہی ہو۔۔اس طرح کرنے سے تم جانتی ہو کہ ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔''

'' خواجہ۔!! وہ لوگ تو بنکر میں تھے نا؟ تو۔۔تو بنکر کا راستہ کہاں ہے؟'' وہ اٹھ کر اسکے سامنے آئی۔

''ہم وہی ڈھونڈ رہے ہیں۔۔تم آؤ میرے ساتھ۔'' وہ اسکو لے کر گاڑیوں کے پاس آیا اور ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر اسکو بٹھایا۔عیشا بھی بے بسی سے ٹوٹ کر بیٹھ گئی۔

''تم یہاں بیٹھو۔!! ہم لوگ بنکر کے دروازے تک ہی پہنچنے کی کوشش کررہے ہیں۔اگر وہ لوگ بنکر میں تھے تو یقین مانو وہ محفوظ ہوں گے۔'' خواجہ گاڑی کے کھلے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

''اور اگر وہ بھی باقی عمارت کے ساتھ؟''

''نہیں ایسا نہیں ہوا ہوگا۔۔تم بے فکر کرو۔۔بس ملبہ ہٹنے کی دیر ہے۔۔وہ ہٹ جائے تو بنکر کے اندر جانے کا راستہ بھی مل جائے گا۔''

''کیا اسکا اوپن کی جانب بھی راستہ کھلتا تھا؟'' عیشا کو امید کی کرن نظر آئی۔

''ہاں۔۔میں نے اور ا ہیم نے معائنہ کیا تھا۔۔اسکا دروازہ بھلے ٹنل میں تھا اسکا ایمرجنسی ایگزٹ یہیں ہے زمین پر۔۔یہاں ایک بڑا سا لوہے کا دروازہ ظاہر ہوگا۔۔ہم اسکو کھول کر اندر جائیں گے۔۔اندر سیڑھیاں اتر رہی ہوں گی۔''

''تو کیا وہ سیڑھیاں ٹنل تک جائیں گی؟''

''نہیں وہ سیدھا بنکر میں جائیں گی۔''

''کیا واقعی؟'' عیشا پہلی بار مسکرائی تھی۔

''ہاں۔۔تم بس یہاں بیٹھی رہو۔'' وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتا وہاں سے گیا۔جبکہ اب عیشا ایک رپھر سے پوری امید اور شدت سے دعا مانگنے میں مصروف ہوچکی

تھی۔

تپتے ریگزار میں وہ گاڑیوں کا قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔عینا اس وقت ایک بڑی گاڑی میں ضرار کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔اس نے دفعتاً گردن موڑ کر دیکھا تو ضرار نڈھال سا تھا۔

''ضرار۔!!''عینا نے اسکو پکارا وہ بے ہوش تھا شاید۔

''ضرار پلیز۔!!ہوش میں رہو۔۔ہم جلد ہی پہنچ جائیں گے۔''عینا کے ہاتھ پاؤں پھولنا شروع ہو چکے تھے اسکی ہمت ٹوٹ رہی تھی۔اس نے اپنا لرزتا ہاتھ ضرار کی نبض پر رکھا تو وہ سست تھی چل رہی تھی۔۔پھر اس نے جھک کر ضرار کا زخم دیکھا جس سے خون رکا ہی ہوا تھا۔وہ گولی اسکو چیر کر اندر پیوست ہوئی تھی۔جانے کون کون سے انجکشن لگے تھے اس نے۔

''یا اللہ جی۔!!پلیز۔ہماری مدد کریں۔''عینا نے اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔تو بند آنکھوں کے سامنے کسی کی سیاہ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں لہرا تھیں۔۔عینا نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔۔اسکا خون ہی تو کھول اٹھا تھا۔۔آج وہ لوگ اسی شخص کی وجہ سے اس حال میں تھے۔

''میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ماروں گی۔''اس نے خود سے جیسے کوئی عہد کیا اس عہد پر اسکا اپنا ہی دل لرزا تھا۔اس نے اپنے تئیں خود ہی مکا سا کر اپنے دل کو سرزنش کی تھی۔

''تم کو اختیار نہیں کہ میرے فیصلوں کی حرمت کرو تم۔''عینا نے اپنے دل کو اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔ان گاڑیوں کے آگے آگے ایک ہیلی کاپٹر بھی اڑ رہا تھا۔

ابراہیم کی آنکھیں اب بند تھیں۔نہ تو ماضی کا کوئی منظر تھا نہ ہی کوئی حال کا۔آنکھوں کے سامنے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔بس میں جو گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اسکی دھڑکن بھی سست ہو چکی تھی۔۔دماغ تک خون نہیں پہنچ پا رہا تھا۔۔اس لئے دماغ خالی ہو چکا تھا۔۔اس نے اپنے اس زخم کے ساتھ بہت سفر طے کر لیا تھا۔۔اب اسکا جسم ان اسکے عزم کے تابع نہیں تھا۔۔اب اس گوشت کے ٹکڑے نے بغاوت شروع کر دی تھی۔ابراہیم کے ارادے ہار رہے تھے کیونکہ اسکا جسم ہار رہا تھا۔

مسلم کوارٹر میں زندگی معمول کے مطابق رواں تھی۔رمضان شروع ہو چکا تھا اس لئے دن کے وقت کاروبار تقریباً بند ہوتے تھے اور عصر کے بعد ہی مارکیٹوں میں رش ہونا شروع ہو جایا کرتا۔۔رمضان کی راتیں زندہ تھیں۔۔لوگ اپنے دن کے کام رات کو سرانجام دیتے تھے اس لئے دن کی نسبت رات کو زیادہ چہل پہل رہتی تھی۔

اس وقت ابھی عصر کا وقت شروع نہیں ہوا تھا۔

''سنان۔!!اٹھو ناں۔''وہ اس وقت اسی گلی کی نکر میں ایک چبوترے پر سائے میں لیٹا ہوا تھا اور سلویٰ اسکے پاس بیٹھی اسکو اب جگا رہی تھی۔

''سونے دو رحمدل پٹھان۔!!میں روزے سے ہوں۔''اس نے اپنی بازو اپنی آنکھوں پر رکھا۔

''تم روزے سے ہو میرا کیا؟ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''اس نے اپنے ننھے سے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

''تو جا کر کھا لو کچھ۔''وہ کروٹ لے گیا۔

''مارکیٹ بند ہے۔۔اور مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے سنان۔۔!!''اسکی آواز اب گیلی ہو رہی تھی۔سنان نے اسکی جانب کروٹ لی۔

''تو میں اس میں کیا کر سکتا ہوں؟''وہ واقعی بے بس تھا۔

''وہ۔۔جو۔۔تم نے افطار کے لئے۔''

''رحمدل پٹھان۔!!بس دو کھجوریں ہیں میرے پاس۔''سلویٰ کی اسکی ان دو کھجوروں پر تھی۔

''تم مجھے وہ کھجوریں دے دو۔۔میں شام تمہارے لئے افطار لے آؤں گی ناں۔''

''اورا تم کام رہی؟ اور یہ کھجوریں بھی گئیں تو؟'' سنان نے بے چارگی سے کہا تھا۔ سلویٰ نے فوراً اپنی فراک کی . . . میں ہاتھ ڈالا تو بس چند اغوروت اسکے ہاتھ لگے تھے۔۔ سیاحوں کی وجہ سے وہاں مہنگائی زیادہ تھی اس لئے وہ چند اغوروت کچھ معنی نہ رکھتے تھے۔۔ سلویٰ نے بے بسی سے سنان کو اور پھر اپنے اغوروت کو دیکھا۔

سلویٰ اپنے کپڑے جھاڑتی ہوئی اٹھی۔ سنان نے اسکے قدموں کی چاپ سنی۔

''زیادہ دور مت جانا۔!!'' وہ پیچھے سے چیخا تھا۔

''اب میں جہاں مرضی جاؤں۔'' وہ جان بوجھ کر الٹا جواب دیتی اٹھکیلیاں بھرتی وہاں سے چلی گئی۔ سنان سر جھٹک کر رہ گیا۔ وہ اب اسکی اداکاریوں سے واقف ہو چکا تھا۔

سوق میں اس وقت زیادہ رش نہ تھا۔ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور سیاحوں کا بھی رش نہ تھا۔ سنان نے وہاں افطار کے بعد اکٹھے ہونا تھا۔ وہ چلتی ہوئی ایک جگہ ایک کونے میں آ کھڑی ہوئی۔۔ کچھ ہی دیر میں عصر کی اذان شروع ہو گئیں۔ سلویٰ کے پیٹ میں اب چوہے دوڑ رہے تھے۔ وہ بھوک کی عادی تھی اس نے وہ وقت بھی دیکھا تھا۔ کئی کئی پہروں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا اور لیلیٰ اسے دلاسہ دینے کے لئے پانی پلتی رہتی تھی۔

ایک عورت سوق میں داخل ہوئی۔ وہ ایک لانگ سکرٹ اور ایک ٹاپ میں تھی۔۔ گلے میں سبز موتیوں کی ایک مالا سی تھی اور ہاتھوں میں بھی موتیوں کے بنے بریسلیٹ تھے۔۔ وہ ایک ہاتھ میں ایک بیگ پکڑے چلی آ رہی تھی۔۔ وہ سیاح تھی حلیے سے وہ تاجکستان کی معلوم ہوتی تھی۔۔ سر پر ایک سکارف تھا اور اس پر ایک ٹوپی۔۔ وہ مگن سی چلتی ہوئی آئی اور ایک دکان میں گھس گئی۔

سلویٰ کو امید کی ایک کرن آئی۔۔ وہ اسکے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

آیت فریش ہو کر کمرے میں آئی تو صفا نے اسکے بال خشک کئے اور کنگھی کر کے اسکے بالوں کی ایک پونی ٹیل بنا دی۔۔ ٹی شرٹ اور جینز میں آیت بہت پیاری لگ رہی تھی۔ صفا نے اپنا ایک فیوم اٹھا کر آیت پر سپرے کیا تو وہ جھینپ سی گئی۔۔ صفا ہنس دی۔

پھر آیت آ کر بیڈ پر بیٹھ کر دینا کے ساتھ کھیلنے لگی۔ صفا اسکا یونیفارم سمیٹ رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ آیت نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے یقوت کھڑا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟'' اس نے مسکرا کر اجازت مانگی۔۔ آیت کھلکھلائی۔

''آ جاؤ۔۔!!'' صفا واش روم سے بولی تو وہ بھی ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔۔ صفا کمرے میں چھوٹی چھوٹی چیزیں سمیٹتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

''آیت۔۔!! یہ تمہارے لئے۔'' اس نے آیت کے مقابل اور دینا کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ایک پیپر آیت کی جانب بڑھایا۔

''یہ کیا ہے؟'' آیت نے اچنبھے سے دیکھا۔

''یہ معافی نامہ ہے۔'' وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔ صفا ان دونوں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔

''معافی نامہ؟''

''ہاں۔!! تمہیں مرجان کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے تمہیں پش بھی کیا تھا۔''

''اس نے پش نہیں کیا تھا یقوت۔!!'' صفا فوراً بولی تو یقوت نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہاں۔۔ ٹھیک ہے۔۔ پش نہیں کیا اسکی وجہ سے یہ ہوا۔''

''یہ اسکی وجہ سے نہیں ہوا تھا۔'' آیت کی مدھم سی آواز آئی۔

''چلو۔!! یہ نہ سہی اس سے پہلے بھی وہ تمہیں تنگ کرتا آیا ہے اور روڈ بیہیو کرتا رہا ہے اس لئے ہم تم سے اسکے رویے کی معافی مانگتے ہیں۔'' یقوت نے لاتعلقی سمیٹی۔ صفا صوفے کے کشن کو رزیٹ کر رہی تھی اسکا سارا دھیان انہی کی جانب تھا۔

''کیا یہ مرجان نے لکھا ہے؟'' آ۔ ۔ نے پیپر پڑھا۔

''نہیں، میں نے۔'' ۔قوت نے مسکرا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔آ۔ ۔ نے وہ پیپر ۔قوت کی جا۔ ۔ بڑھا دیا۔

''نہیں چاہیے۔۔ مجھے تمہاری ۔مرجان کی، کسی کی بھی معافی نہیں چاہیے ۔قوت۔!!''

''کیا تم ہمیں معاف نہیں کرو گی؟'' ۔قوت اچا۔ سے اداس ہوا صفا بھی ٹھٹکی۔

''تم دونوں میرے دو ۔ ہو اور دوستوں سے کوئی ۔ راضگی نہیں ہوتی۔۔اس لئے جہاں ۔ راضگی نہیں وہاں معافی کیسی؟'' وہ نیلی آنکھیں مٹکا کر بولی تو صفا نہال سی ہو کر اسکے پاس آئی اور آ۔ ۔ کا سر چوما۔۔آ۔ ۔ ا۔ ۔ رپھر سے جھینپ سی گئی۔۔ا۔ عجیب لہر سی اسکے جسم میں اٹھی تھی۔۔

''آ۔ ۔ ٹھیک کہتی ہے۔۔اس لیے تم یہ معافی ۔ مہ لے جاؤ۔'' صفا نے ہنستے ہوئے ۔قوت سے کہا تو وہ ان دونوں کا منہ دیکھ کر رہ ۔ ۔

''تم ۔ ۔ا۔ ہو۔۔کوئی کسی کو نیچا نہیں دکھا سکتا۔۔اَ مرجان سے غلطی ہوئی ہے تو وہ خود معافی مانگے گا۔۔تم اسکے لئے ذمہ دار نہیں ہو میری جان۔'' صفا نے ۔قوت کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔

'' میں اسکے بی ہاف پہ۔''

''تم کبھی کسی کے بی ہاف پہ معافی نہیں مانگو گے۔۔تم اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہو۔۔کسی کے عمل کے لئے نہیں۔۔ٹھیک ہے ۔ن۔'' صفا نے ۔قوت کی بھوری آنکھوں میں دیکھا تو اس نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''چلو شا۔ش۔۔اب تم جا کر تھوڑی دیر آرام کر لو۔۔میں اور آ۔ ۔ بھی تھوڑی دیر ریسٹ کریں گے پھر ہم ۔ مل کر افطاری بنا گے۔اوکے؟'' صفا نے کہا تو ان دونوں نے پرجوش ہوتے ہوئے سر ہلا دیا۔

۔قوت ۔ تو صفا نے دینا کو اپنے ساتھ لٹا لیا۔اور آ۔ ۔ اسکی دوسری جا۔ تھی۔وہ دونوں ۔ تیں کرتی رہیں۔دینا جلد ہی سو گئی تھی صفا کی بھی آ لگ گئی۔ آ۔ ۔ ہنوز چھت کو گھور رہی تھی۔اس نے بے اختیار اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھا اور کروٹ لی۔وہ ۔ جانے کتنی دی ۔ کروٹیں ۔لتی رہی تھی۔ خالی پیٹ نہ نیند آنی تھی نہ آئی۔

اس نے مڑ کر صفا کو دیکھا تو وہ اور دینا سو رہی تھیں۔

آ۔ ۔ بناء چاپ کئے کمرے سے نکل آئی۔وہ ابھی کوریڈور میں تھی کہ مرجان سیڑھیوں سے اسی جا۔ آ۔ دکھائی دی۔۔وہ اسکو ا۔ ازکر پاس سے ۔ ر ۔۔آ۔ ۔ وہیں رک گئی۔

مرجان نے دروازے پہ پہنچ کر مڑ کر دیکھا آ۔ ۔ وہیں سر جھکائے اداس سی کھڑی تھی۔۔مرجان دروازہ کھولنے کی بجائے اسکے پاس آ۔

''کچھ چاہیے؟'' وہ آ کر بولا تو آ۔ ۔ چو ۔

''ہاں؟''

''کچھ چاہیے؟'' ا۔ ازلیا۔ سا تھا۔

''ہاں۔۔ ۔۔وہ۔''

''کیا چاہیے؟'' مرجان اپنے سوال سے ہٹ کر کچھ اور نہیں پوچھ رہا تھا۔

''وہ۔۔ ۔ روزے سے ہیں۔'' آ۔ ۔ نے اَ ۔ یں مروڑیں۔

''تم بتاؤ تمہیں کیا چاہیے؟'' مرجان اب کی ۔ رکچھ سخت ہوا تو آ۔ ۔ نے فوراً میں سر ہلا دیا۔اسکی نیلی آنکھیں پانیوں میں ڈوب رہی تھیں۔

مرجان کچھ دیر کھڑا اسکو دیکھتا رہا۔۔آ۔ ۔ کا دل کیا کہ وہ کہیں چھپ جائے۔۔وہ مرجان کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ڈھیٹ بنا کھڑا رہا۔

آ۔ ۔ اسی کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔۔مرجان نے ا۔ پل کے لئے اپنی ٹی شرٹ کو دیکھا اور پھر جینز کو جس کو ٹخنوں سے فولڈ کیا ۔ تھا۔۔ٹی شرٹ اسکو پوری ہی تھی کیو وہ ۔ ہم ہمر ہی تھے آ۔ ۔ اور مرجان کا بس ا۔ سال کا ہی فرق تھا۔۔ قد کاٹھ میں وہ اسکے ۔ ا۔ ہی تھی۔

آ۔ کچھ دیر وہاں بوس سی کھڑی رہی۔۔مرجان اس پر ایک نگاہ ڈالتا سیڑھیاں اتر کر۔۔آ۔ وہیں چلتی ہوئی آ کر آخری سیڑھی پر ہی بیٹھ گئی۔۔وہ چہرہ دونوں ہتھیلیوں میں لئے نیچے لاؤنج میں دیکھ رہی تھی جو کہ خالی تھا۔

''ماما۔۔۔!! آئی ایم سوری۔!! مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی اس لئے روزہ نہیں رکھا۔۔ میں تو ابھی چھوٹی ہوں نا۔'' وہ ہوا میں ہی کہیں دیکھ رہی تھی۔

'' میں آپ دونوں کے لئے ہمیشہ دعا کرتی ہوں۔۔اور آئی پرامس۔ میں بڑی ہو جاؤں گی تو روزہ رکھا کروں گی۔۔پلیز۔ماما۔۔۔!! آئی ایم سوری۔'' وہ دل ہی دل میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہی تھی۔ ایک اشتہا انگیز خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔۔آ۔ نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے مرجان کھڑا تھا اسکے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں کچھ نگٹس تھے اور ایک طرف کیچپ تھا۔۔آ۔ نے حیران ہوتے ہوئے مرجان کو دیکھا۔

''کھالو۔!!'' اس نے پلیٹ آ۔ کی جانب بڑھائی۔

'' ۔۔میں۔۔وہ۔''

''جانتا ہوں تمہارا روزہ نہیں ہے۔۔اور اٹس اوکے۔!! تم ابھی چھوٹی ہو۔'' آ۔ نے جھجکتے ہوئے پلیٹ پکڑ لی۔۔وہ وہیں کھڑا تھا سامنے ایک زینہ نیچے۔

'' تم لوگوں کا روزہ تھا۔'' وہ منمنائی۔

''ہم بھی بچے ہیں۔۔شاید کل سے نہ رکھیں۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیے تو آ۔ کے دل سے نہ جانے کتنا بڑا بوجھ اترا۔۔اسکو لگا تھا کہ بس وہی ہے جو ابھی روزہ نہیں رکھ سکتی۔

''پیٹی لیڈی مہمان کو تو لے آ اسکو یہ پوچھنا بھول گئیں کہ کہیں وہ بھوکی تو نہیں۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا سر جھٹکتا اسکے پاس سے گزرا۔

ایک مدھم سی مسکان نے آ۔ کے لبوں کو چھوا تھا۔۔اس نے ایک نگٹ اٹھا کر کھایا تو اسکو اپنے اندر میں توانائی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے بے ساختہ آنکھیں بند کر لیں۔

''مرجان اتنا بھی انہیں ہے۔'' وہ مسکرا کر دوبارہ کھانے لگی۔

عیشا کی اب بس ہوئی تھی۔۔وہ گاڑی سے نکل کر دوبارہ وہاں پہنچی جہاں گارڈز ملبے کا ڈھیر ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''کیا مصیبت ہے؟ کیا تم لوگوں سے دروازہ نہیں ڈھونڈا جا رہا؟'' وہ حلق کے بل چیخی تھی۔۔خواجہ اسکے پاس آیا۔

''دیکھو۔!! یہاں ہمارے پاس کوئی ایسے اوزار نہیں ہیں اور نہ ہی اس صحرا میں کوئی ایسی مشنری ہے۔۔اس لئے صبر سے کام لو۔۔ہم لوگ اس وجہ میں انشاءاللہ کامیاب ہو جائیں گے۔'' اس نے حوصلہ دیا عیشا اپنے آپ پیچھے دھکیلتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔اور خود بھی کوشش کرنے لگی۔۔خواجہ سر جھٹک کر رہ گیا۔۔اس لڑکی میں صبر نامی شے نہیں تھی۔

آنکھیں ہنوز بند تھیں۔۔اب تو ریت اڑ اڑ کر اسکو ڈھک رہی تھی۔۔وہ کسی بے جان جسم کی طرح خود کو موت کے حوالے کئے ہوئے تھا۔وہ اب انتظار میں تھا شاید۔۔مدد کے انتظار میں پھر موت کے۔

اسکا تو کل اسکو تھامے ہوئے تھا۔اس لئے وہ مدد کے انتظار میں تھا۔

وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے بھی واقف تھا اسلئے وہ موت کے انتظار میں بھی تھا۔

تپتے ریگستان میں ریت کا طوفان آیا ہوا تھا۔ہر سو تیز ہوا اور ریت۔۔آنکھیں کھول کر رکھنا ناممکن تھا۔اس نے ادھر ادھر دیکھا۔کچھ بھی دکھائی نہ پڑتا تھا۔اسکے پیر ننگے تھے اور سر پر چادر نہ تھی۔اسکے سنہری بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ وہاں بے یارومددگار کھڑی تھی۔

ر ۔ ۔ کی دھندا ۔ پل کے لئے چھٹی تو اسکو کوئی کھڑا آ ۔

''ای۔ایبو۔!!'' وہ حلق کے بل ئی۔

سامنے کھڑے شخص نے ۔ نہیں پھیلا دیں۔صفا نے اپنی آنکھیں رَ ڑیں جو کہ آ وَں سے تھیں اور اس جا ۔ بھا گی۔وہ ۔ ۔ وہاں پہنچی تو وہاں کچھ نہ تھا۔اس نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا۔

''ا۔ اہیم۔!! کہاں ہیں آپ؟'' وہ وہاں کھڑی تھی اور ہوا کے د ۔ وَ کی وجہ سے ا ۔ چکر سا اسکے دبن َ ۔ ۔ اور ہوا اور ر ۔ ۔ نے اس سے اسکی ۔ ئی چھین لی تھی۔

''ا۔ اہیم۔!! آ پکو ٔ اکا واسطہ ہے۔ مجھے یوں اکیلا مت چھوڑیں۔!!'' وہ ئی۔

''صفا۔!!'' گہری گمبھیر آواز نے اسکو پھر سے پکارا۔۔جس سمت سے آواز آئی وہ اسی سمت میں بھا گی پھر سے اسکے ہاتھ کچھ نہ آ ۔۔ر ۔ ۔ اسکی آنکھوں میں چبھ رہی تھی اسکی آنکھوں سے مسلسل نمکین مائع رواں تھا وہ ہیجانی کیفیت میں تی ہوئی اسکو ڈھو ڑ رہی تھی۔

''ا۔ اہیم۔!!'' اسکے کمرے میں ا ۔ چیخ گو تھی۔

''صفا۔!!'' ادھر صحرا میں اسکی آ کھل گئی تھی۔۔ا ۔ پل کے لئے وہ سا ۔ ۔ ٹ رہا۔۔وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے؟ کچھ ہی پلوں میں اسکو ۔ کچھ ۔ د آ ۔ ۔۔اس نے دا جا ۔ َ ن گھما کر دیکھا۔۔سورج ڈھل رہا تھا۔۔تپش میں قدرے کمی آتی جا رہی تھی خنک ہواؤں نے اسکے ہو ں کو خشک کر دیا تھا۔۔یوں معلوم ہو تا تھا کہ اسکے ہو ٹ ذرا سے ہلے تو وہاں سے خون جاری ہو جائے گا۔اس نے ۔ جا ۔ َ دن گھمانی چاہی درد کی شدت سے وہ کراہ کر رہ َ ۔ تھا۔

صفا سپاٹ چہرہ لئے پ ۔ لیٹی ہوئی تھی۔۔اسکی آنکھیں و ۔ ان تھیں اور ان سے آ نکل کر اسکے کانوں کی جا ۔ لڑھک رہے تھے۔وہ سانس ۔ نہیں لے پ رہی تھی۔۔اس ا ۔ خواب نے اسکو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔دل تھا کہ بس اب بند ہونے کو تھا۔

''شفا۔!!'' دینا کا لمس اسکو اپنے چہرے پ محسوس ہوا تو اس نے یوں ہی ٹ ۔ ٹ َ دن گھمائی۔دینا اسکے پ س بیٹھی کھیل رہی تھی۔۔اسکے جاگنے پ اسکے چہرے کو چھو کر اسکو متوجہ کرنے لگی۔

''شفا۔!! ۔ ۔'' دینا نے بس یہی کہا تھا کہ صفا نے اسکو اپنے ۔ ۔ پ َ الیا۔۔اور ہچکیوں میں رو دی تھی۔

''دینا۔!! پلیز دعا کرو کہ ۔ ۔ ٹھیک ہوں۔'' وہ اسکو اپنے ۔ ۔ میں بھینچے سسک رہی تھی۔۔دینا بھی خاموش سی اسکے ساتھ لگی رہی۔۔۔ ۔ سے ا۔ اہیم َ ۔ تھا وہ یوں ہی حساس سی ہو گئی تھی۔۔ ۔ تو روتی رہتی ۔ پھر یوں ہی خاموش سی بیٹھی رہتی۔۔کھلونوں سے بھی خاص نہیں کھیلتی تھی بس یوں ہی ہاتھ میں لئے بیٹھی رہتی تھی۔۔دو دن میں ہی وہ مرجھا سی گئی تھی۔

کچھ د ۔ میں آسمان پ ا ۔ گونج محسوس ہوئی۔۔ا۔ اہیم آنکھیں مو ۔ ے ہوئے تھا۔تھوڑی د ۔ میں وہ گونج مز ۔ قر ۔ ۔ سے آنے لگی تو اس نے پ ٹ سے آنکھیں کھول دیں۔۔وہ اٹھ کر بیٹھا تو کچھ فاصلے پ ہی آسمان میں اسکو ا ۔ ہیلی اسی جا ۔ ۔ آ ۔ دکھائی د ۔ ۔

ا۔ اہیم نے غیر یقینی سے آسمان کی جا ۔ دیکھا۔۔وہاں نہیں جہاں سے ہیلی آ رہا تھا بلکہ وہاں جہاں اسکے مالک کا عرش تھا۔

''تیرا شکر ہے میرے پ ودگار۔!!'' وہ مشکور ہوا۔

''کیا مجھے میرا مو ئل مل سکتا ہے؟'' وہ اس وقت اپنے کمرے میں ہی تھا۔۔کمرہ کم قید خانہ ز ۔ دہ۔

''تم یہاں اپنے سسرال میں آئے ہو؟'' آفیسر طیش میں آ ۔

وہ دونوں اس وقت دو کرسیوں پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔حسن کی انگلیوں میں ایک سگریٹ دبا ہوا تھا۔۔اس نے سگریٹ لبوں سے لگایا اور ایک گہرا کش لیا۔۔پھر دھواں فضا میں چھوڑنے کی بجائے سامنے بیٹھے آفیسر کے منہ پہ پھونک دیا۔۔وہ بری طرح کھانسنے لگا تھا۔

''یو باسٹرڈ۔۔۔!'' وہ سانس بحال کرتا پیچھے ہٹا۔

''بے بس تو تم میرے سالوں کی طرح ہو۔۔اس لئے میں اسکو اپنا سسرال ہی سمجھوں گا۔'' وہ پرسکون سے انداز میں کہتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔۔آفیسر کا چہرہ غصے اور ضبط سے سرخ ہوا۔

وہ واقعی بے بس تھا۔

''تم۔۔تم۔۔یہ مت سمجھو کہ ہم تم سے ڈرتے ہیں۔'' وہ انگلی کھڑی کئے بولا تو حسن نے سکون سے ایک اور کش لیا اور دھواں فضا میں چھوڑنے سے پہلے میں انگلی ہلائی۔۔آفیسر بے ساختہ پیچھے ہٹا۔۔کہ اس کا رکھیں پھر سے حسن اسکے پھیپڑوں کو دھویں سے نہ بھر دے۔

حسن دھواں خارج کرتے ہوئے ہلکا سا مسکرایا۔۔آفیسر اسکے انداز پہ کڑھ کر رہ گیا۔

''سمجھ گیا کہ تم نہیں ڈرتے۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''وہ لڑکی کہاں ہے۔۔ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔'' آفیسر کو اس وقت سامنے بیٹھا شخص زہر لگ رہا تھا وہ ضبط کئے بیٹھا رہا۔

''مجھے کیا پتہ۔۔جا کر پتہ کرو تم۔'' اسکے سکون میں رتی بھر بھی فرق نہ آیا تھا۔

''تمہاری بیوی غائب ہے اور تم پرسکون ہو؟'' آفیسر نے اسکا تمسخر اڑانا چاہا اسکی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھیں دیکھ کر وہ ہنس نہ سکا تھا۔

''میری بیوی کہاں ہے کہاں نہیں۔۔یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔۔اس لئے تم لوگ اپنا کام کرو اور تلاش کر کے اسکا بیان لو۔۔میں زیادہ دن اس بودار جگہ نہیں ٹھہر سکتا۔'' اس نے خفت سے کہا تو آفیسر اٹھ کھڑا ہوا۔

''اگر یوں اتنے پروٹوکول سے فرار نہ کرتے تو ایسے حلق کا کانٹا نہ بنتے تم لوگوں کے۔۔اس لئے اب ہر بھیجنا تم لوگوں کا مسئلہ ہے۔۔ مجھے میرا فون لا کر دو۔'' وہ آفیسر کے کسی بھی تاثر کی پرواہ کئے بنا اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔

آفیسر نے دروازے میں پہنچ کر ایک نظر مڑ کر اسکو دیکھا تھا۔۔وہ سکون سے سگریٹ کا کش لے رہا تھا۔

دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ بند ہوا تو اس نے دھواں فضا میں تحلیل کیا اور سگریٹ کو سامنے پڑی ایش ٹرے میں مسل دیا۔

''مجھے امید ہے کہ تم اپنے شوہر کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کرو گی۔'' وہ بولا تو اسکی آواز تن گئی تھی۔

ہیلی لینڈ ہوا تو اس میں سے دو لڑکے بھاگتے ہوئے اسکے پاس پہنچے۔۔ابیہم بمشکل اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

''سر۔!! سر۔! آپ۔۔آپ ٹھیک ہیں؟'' انھوں نے ابیہم کو دونوں طرف سے پکڑ کر سہارا دیا۔

''ہاں۔۔'' وہ خشک حلق کے ساتھ بمشکل بولا تھا۔

وہ اسی کے آدمی تھے جو کہ ضرار کی گاڑی کے آگے آگے چل رہے تھے۔کہ ضرار کو صحیح سلامت پہنچا کر واپسی پہ مدد لے کر آسکیں۔۔ جیسے ہی ان لوگوں نے زمین پہ وہ ان اور پھر ایک آدمی کو وہاں دیکھا تو فوراً اس جانب آئے۔قریب آتے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ابیہم ہے۔

ان لوگوں نے اسکو لا کر بمشکل ہیلی میں بٹھایا۔۔تبھی ایک لڑکا جو کہ میڈیکل ٹیم کا حصہ تھا اس نے فرسٹ ایڈ کی تیاری کر لی تھی۔

وہ لوگ وہاں نہ تو کوئی آپریشن کرنے تھے اور نہ ہی کوئی ایسا انتظام موجود تھا۔۔اس لڑکے نے بے بسی سے ابیہم کی جانب دیکھا۔

''تم نکالو اسکو۔'' ابیہم نے کراہ کر کہا تھا۔

''سر۔!! اگر خون بند نہ ہو سکا تو۔''

''تو کچھ نہیں ہوگا۔۔ویسے بھی بہت وقت تھا موت کے پاس آ اس نے لے کر جا ہوتا تو اب تک لے جا چکی ہوتی۔۔مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا چاہیے جلد از جلد۔''

اس لڑکے نے بے بسی سے باقی لڑکوں کو دیکھا۔

'' سر۔!''

''احمد۔!!یہ میرا آرڈر ہے۔''ابراہیم نے سخت آواز میں کہا تو اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے دستانے اٹھائے اور اپنے ہاتھوں پر چڑھانے شروع کر دیئے۔

''ضرار۔۔وہ۔۔کہاں ہے؟''ابراہیم کا دل بری طرح دھڑکا تھا۔

''سر وہ لوگ پیچھے آ رہے ہیں اور گاڑی واپس جا رہی ہے۔''

''اور باقی؟''ابراہیم نے ڈولتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

''سر۔!عمارت غرق ہوگئی۔''ایک لڑکے نے بے بسی سے بتایا تو ابراہیم کی سانس بند ہوئی۔

''جا ہوں۔''وہ مدھم سی آواز میں بولا۔

'' سر۔!!بس جو لوگ بنکر میں تھے وہی پھنسے ہوئے ہیں باقیوں کو نکال لیا تھا۔''لڑکے نے بتایا تو ابراہیم کو لگا کہ اسکے جان میں ایک بار پھر سے کسی نے جان ڈال دی ہو۔۔بنکر کا خیال آتے ہی اسکے دل میں سفیر کا خیال آیا۔۔اور اگلے ہی پل وہ جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

وہ پل پل موت اور زندگی دیکھ رہا تھا۔

''گارڈز کوشش کر رہے ہیں کہ ایگزٹ مل جائے۔''

''نہیں ملے گا''ابراہیم نے اس لڑکے کو دیکھا جو کہ اب فرسٹ ایڈ باکس اسکے سامنے کھڑا تھا اجازت طلب نگاہوں سے دیکھتا ہوا۔اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو ابراہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

''یہاں ایک سرنگ ہے جو سیدھی وہیں جاتی ہے۔۔وہاں ٹنل کے دوسری جانب ایک تالاب ہے اسی تالاب میں وہ سرنگ کھلتی ہے۔۔اگر میں مر جاتا ہوں تو تم لوگ اس سرنگ کا استعمال کرتے ہوئے اس ٹنل میں جاؤ گے اور بنکر کو کھولو گے۔''

'' سر ٹنل تو۔''

''وہ ٹنل نہیں بنکر ہی ہے۔۔وہ سارا بنکر ہی تھا۔۔اس لئے وہ نہیں کہا۔۔تم لوگ جا کر ان لوگوں کو نکالنے کی کوشش کرو۔''

''نہیں سر۔!ہم ساتھ جائیں گے۔''اس لڑکے کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ابراہیم انکا باس نہیں تھا وہ اسلئے بہت کچھ تھا۔وہ انکا خاندان تھا۔وہ لوگ اپنے خاندان گنوا چکے تھے۔زیادہ تر وہی لوگ اسکی ٹیم میں شامل تھے جو کسی نہ کسی طرح اپنوں کو کھو بیٹھے تھے۔اب وہ لوگ ابراہیم کو کھونا افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

''پاگل مت بنو۔۔جاؤ اور ان لوگوں کو نکالو۔''اس نے کہتے ہوئے احمد کا ہاتھ پکڑا اور خنجر پر رکھا۔۔وہ اسکو اب اجازت دے رہا تھا۔احمد نے لرزتے ہاتھوں نے اپنا کام شروع کیا۔

اس عورت نے دکان سے کچھ سامان لیا اور واپس پلٹی۔۔اسکے ہاتھ میں کچھ پیسے تھے جو اس نے اپنے بیگ کی جیب میں رکھے۔۔سامنے سلویٰ کو دیکھا تو ٹھٹکی۔

''کیا چاہیے تمہیں؟''وہ تیز جگمگاتی زبان میں بولی تھی صفا کے سر کے اوپر سے گزر گئی اسکی بات۔

''میں مدد کرنا چاہتی ہوں۔''اس نے عربی میں ہی کہا۔۔وہ عورت شاید اسکی بات سمجھ گئی تھی۔

''کیا کر سکتی ہو تم؟''اب کی بار وہ عورت عربی میں بولی تھی۔۔سلویٰ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''کچھ بھی۔۔کوئی بھی کام کر سکتی ہوں۔''

''تم بہت چھوٹی ہو۔''

''نہیں۔۔میں کوئی بھی کام کرسکتی ہوں۔۔میں بوجھ بھی اٹھاسکتی ہوں۔''اس نے اس عورت کے بیگ کی جا۔ دیکھ کر کہا۔

''کیا واقعی؟''

''ہاں۔''سلویٰ نے زور سے اثبات میں سر ہلا۔

''آؤ میرے ساتھ۔''وہ اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔سلویٰ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔وہ اس عورت کے ساتھ چلتی رہی۔اس عورت کی ہم عورت پینتیس سال کے قر۔ تھی۔وہ ا۔ دراز قد اور پ اعتماد سی عورت تھی۔سلویٰ اسکی انگلی پکڑے چلتی رہی۔کچھ د۔ بعد وہ لوگ ا۔ سنسان سی جگہ پہنچ گئے۔

اس عورت نے اپنے بیگ سے ا۔ پیکٹ نکالا۔سلویٰ اسکو دیکھے جا رہی تھی۔

''یہ لو۔یہ پیکٹ اس آدمی کو دے آؤ۔''اس نے دور فاصلے پ کھڑے ا۔ آدمی کی جا۔ اشارہ کیا۔

'' وہ تو قر۔ ہی ہے تم خود کیوں نہیں دے آتی؟''سلویٰ کو حیرت ہوئی۔

''سوال مت کرو یہ کام کردو میں تمہیں اس کے ۔ لے ا۔ سوشیکل دوں گی۔''اسکی ۔ت سن کر سلویٰ کے تو خوشی کے مارے کان ہی َ م ہو گئے۔

''اب جاؤ جلدی۔''اس نے کہا تو سلوی اس کے ہاتھ سے پیکٹ ۔ فوراً اس آدمی کے پ پہنچی۔

''یہ لو۔''اس نے کہا تو آدمی مڑا۔۔اسکے ہاتھ میں ا۔ سگر۔ ٹ تھا۔اس نے ا۔ سخت سی نگاہ سلوی پ ڈالی۔سلوی کو وہ آدمی اچھا نہیں لگا تھا۔وہ ا۔ پینٹ اور ٹی شرٹ میں تھا۔اسکی عمر لگ بھگ تیس سال تھی۔اس نے سلویٰ کے عقب میں دیکھا کوئی نہ آ۔

پھر اس نے سلویٰ کے ہاتھ سے وہ لفافہ پکڑ لیا۔

''میں چلتی ہوں۔''سلویٰ پلٹی۔

''رکو۔!!''وہ آدمی بولا تو سلوی کے قدم وہیں رک گئے۔وہ چلتا ہوا سلویٰ کے سامنے آ۔ اور اپنی۔۔ سے ا۔ ہزار شیکل نکال کر سلوی کو دیئے۔اتنی رقم دیکھ کر سلوی کے تو ہوش ہی اڑ گئے۔

''کیا میں یہ اس عورت کو دوں؟''

''نہیں، یہ تم رکھو۔''کہتے اس نے سلویٰ کے سر پ ہاتھ رکھا اور وہاں سے َ ۔سلویٰ کچھ د۔ین دی کھڑی رہی اور پھر جلدی سے اس نے وہ رقم اپنی فراک میں لپیٹ لی۔

وہ واپس آئی تو وہ عورت وہاں سے جا چکی تھی۔۔

''ہونہہ۔۔دھوکے ۔ زمکار۔!! آئندہ میں اسکا کوئی کام نہیں کروں گی۔''اسکے ا۔ سوشیکل مارے گئے تھے اور سلویٰ کو ان ا۔ سوشیکل کا دکھ تھا۔حالا ا۔ ہزار شیکل اس وقت اسکی جھولی میں تھے۔پیسہ سلویٰ کی کمزوری تھا۔

اسکا رخ اب سنان کی جا۔ تھا۔۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے منال کھڑی تھیں۔اسکو یوں رو۔ ہوا دیکھ کر ا کلیجے کو ہاتھ پ۔ا۔

''صفا۔!! کیا ہوا۔ٹ؟''وہ تقریباً بھاگ کر اسکے پ پہنچی تھیں۔صفا نے ا گود میں چہرہ چھپا لیا۔

''صفا۔!! کیا ہوا ہے؟''وہ پ یشان ہو ۔

''آ۔آ ۔!!وہ۔وہ۔بہت۔ ے ہیں۔''صفا کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے۔

''ہوا کیا ہے؟ اسکا فون آ۔ تھا؟ کیا ڈا اس نے؟''وہ اپنے ٔ شات ظاہر کر رہی تھیں۔

''نہیں۔''اسکی ٹ ٹ آواز آئی۔اب تو دینا بھی اسکے ساتھ بیٹھی ہونٹ گول کرتے ہوئے رونے کی تیار میں تھی۔

''صفا۔!! پگل ہوگیا تم؟''انھوں نے اسکا چہرہ. ہر نکالا۔''ادھر دیکھو بچی سہم گئی ہے۔''

صفا نے چہرہ پونچھتے ہوئے دینا کو دیکھا تو اسکو اٹھا کر اپنے ینے سے لگایا۔

''اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟'' کچھ دیر بعد وہ کچھ نارمل ہوئی تو منال نے محبت سے پوچھا۔

''وہ۔۔مجھے خواب آیا تھا۔''وہ سوں سوں کرتی بولی تو منال اپنا سر پیٹ کر رہ گئیں۔

''. چوبیس گھنٹے ایسی ہی بات سوچو گی تو ایسے ہی خواب آ گے ں۔''

''ی۔''

''ا کچھ نہیں۔۔میں اسکو جا ہوں۔۔وہ ایسا کرتا رہتا ہے تم اسکی فکر نہ کرو۔۔وہ ٹھیک ہوگا۔۔اور تم یہ کیا حا ۔ بنائی ہوئی ہے۔۔اٹھو اور آؤ کچن میں۔ہم مل کر افطار بنا گے۔''وہ کہتی ہو اٹھیں تو صفا نے سر ہلایا۔

دفعتاً اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''آیا۔کہاں ہے؟''صفا نے منال سے پوچھا تو وہ مسکرا دیں۔

''یقوت اور مرجان کے کمرے میں ہے۔۔وہ لوگ شاید کھیل رہے ہیں۔۔ابھی وہیں سے آئی ہوں۔۔بہت انجوائے کر رہے ہیں وہ۔''وہ خوشی سے مسکرا تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا مرجان بھی وہیں ہے؟''وہ یقین کرنا چاہتی تھی۔

''ہاں۔۔وہ تینوں ہی کھیل رہے تھے۔۔کوئی بورڈ لے کر بیٹھے ہیں شاید۔''وہ کہتیں. ہر نکل گئیں تو صفا حیرت سے مسکرائی۔

ایک. رپھر سے دل نے ہچکولا کھایا تو اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے دینا کا چہرہ سامنے کیا۔۔وہ رونے کو تیار تھی۔

''نو۔میری ٹ یر۔''اس نے مسکرا کر دینا کے گال چومے۔

شام ہو رہی تھی۔صحرا میں سورج غروب ہوا تو فضا ٹھنڈی ہوگئی۔سکون سا ا آیا تھا جس نے ابھی۔ وہاں بے چینی پھیلا رکھی تھی۔

سفیر نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا تو مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔۔اس نے بسم اللہ پڑھ کر ایک بسکٹ کھا لیا اور وہیں پڑی ایک پانی کی بوتل اٹھائی اور پانی کے چند گھونٹ پی لیئے۔

اس نے بوتل کا ڈھکن بند کیا اور اداسی سے مسکرایا۔

''اگر ہم لوگ یہاں مر گئے تو ہماری. بو بھی. ہر نہیں جائے گی۔''نہ جانے کیا سوچ کر اس نے یہ کہا تھا۔

.قی قیدیوں نے اسکی جا. دیکھا۔۔سفیر مسکرا دیا۔۔وہ. ایک ہی کشتی میں سوار تھے انتظار کی کشتی میں۔

اسی دوران ا کسی چیز کی آہٹ محسوس ہوئی۔۔سفیر فوراً اٹھا اور اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔۔اس نے دروازے کا لاک کھولنے کی کوشش کی وہ اٹ چکا تھا۔۔اور اگلے ہی پل وہاں دستک ہوئی۔۔سفیر اور. قیوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''مدد آن پہنچی ہے بھائیو۔!!''وہ خوشی سے یے۔. نے آسمان کی جا. دیکھا کر. اکا شکر ادا کیا۔

''. لوگ آؤ۔ہمیں یہ دروازہ کھولنا ہے۔''اس نے کہا تو وہ. وہاں پہنچے اور اپنی اپنی ہمت کے مطابق کوشش کرنے لگے۔

ان. نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی تھی۔. نے ایک جان ہو کر قوت لگائی۔وہ. ایک مٹھی بن گئے تھے اور جہاں. لوگ ایک مٹھی بن جا تو پھر ایسی طاقت کے سامنے تو بڑے سے بڑا پہاڑ بھی ہل جایا کرتا ہے۔وہ تو بس ایک دروازہ تھا۔

دروازہ کھل چکا تھا۔اور آج پھر سے زندگی موت پہ فتح یاب قرار پائی تھی۔موت ہار گئی تھی اور زندگی۔۔۔ جیت گئی تھی۔سفیر نے نہال ہو کر دیکھا تو سامنے اسکے ساتھی کھڑے تھے۔قیدی جو ہفتوں اور مہینوں کے تشدد کے باعث بے جان ہو رہے تھے ان میں بھی زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔امید کی کرن آتے ہی رگ رگ میں جان آ چکی تھی۔

''شکریہ بھائیو۔!''اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو گلے لگایا۔

''بھائی کیسے ہیں؟''اس نے ادھر ادھر دیکھا تو ابراہیم وہاں موجود نہ تھا۔

''وہ بہتر ہیں۔۔ہم لوگ تمہارے لئے آئے ہیں۔۔یہ راستہ انھوں نے ہی بتایا ہے۔''

''کون سا راستہ؟''سفیر نے ادھر ادھر دیکھا۔

'''یہاں سرنگ ہے۔''گارڈ نے اشارہ کیا تو سفیر نے اثبات میں سر ہلایا پھر اس نے پلٹ کر باقیوں کو دیکھا جن میں تیر کر جانے کی یہ مزید سفر کرنے کی ہمت باقی نہ تھی۔وہ ایک دم مایوس ہوا۔

''ہم کر لیں گے یہ۔!!''ایک نے بڑھ کر سفیر کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو سفیر مسکرا دیا۔۔ان میں ابراہیم بھی شامل تھا۔

وہ لوگ وہاں سے نکلنے لگے تو بنکر سے آوازیں آنے لگیں۔۔سفیر نے پلٹ کر دیکھا۔پھر وہ بنکر کے اندر گیا تو جو دروازہ بنکر کے اوپر کھلتا تھا وہاں سے آواز آ رہی تھی۔کیونکہ وہ دروازہ اندر سے بند تھا۔۔سفیر کی خوشی کا تو ٹھکانہ نہ رہا۔وہ فوراً سیڑھی پہ چڑھا اور جا کر وہ دروازہ کھول دیا۔تیز روشنی کی ایک بیم سفیر کی آنکھوں میں پڑی تو پل کے لئے وہ مانو بینا ہو چکا تھا۔

ہر اندھیرا ہو رہا تھا۔۔اور وہ روشنی کسی کی آرچ سے نکلی تھی۔

''آہہ۔۔سلامتی ہو آپ لوگوں پہ۔۔یہ روشنی۔!!''وہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

اسکی آواز سنتے ہی ہر کھڑی عیشا نڈھال سی زمین پہ بیٹھ گئی۔

''مبارک ہو۔۔ہم نے دروازہ کھول لیا۔''ہر موجود گارڈز کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔سفیر نے تشکر بھرے انداز میں آسمان کی جانب دیکھا۔

''واہ میرے مالک۔!!۔تیری یکی تھی تو لگتا تھا کہ سارے در بند ہو چکے ہیں اور اب کھولنے پہ آیا تو تو نے ہر ایک در ہمارے لئے کھول دیا اور روشنی ہمارا مقدر ٹھہری۔!!''اسکی آنکھیں نم تھیں۔اس نے نیچے دیکھا تو وہاں لوگ خوش تھے۔''چلو بھائیو۔!!''وہ خود نیچے اترا آیا اور باقیوں کو اوپر چڑھنے کی ہدایت دیتا رہا۔وہ لوگ آہستہ آہستہ ہر نکل رہے تھے۔تازہ ہوا۔تحفظ اور کھلا آسمان۔نہ جانے کتنے دنوں بعد یہ نعمتیں نصیب ہوئی تھیں اور وہ ہر آتے ہی اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوئے تھے۔

''سس۔سفیر؟ سفیر کہاں ہے؟''عیشا نے آتی ہی آدمی کو ہر طرف دیکھا تو بے ساختہ چیخ پڑی تھی۔۔اس آدمی نے بھی مڑ کر دیکھا بنکر خالی تھا۔۔عیشا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ،خود ہی سیڑھیاں اتر گئی۔اسکے ہاتھ میں ایک آرچ تھی۔

سفیر کا رخ کنٹرول روم کی جانب تھا جہاں مغیث آتی ہی رہا تھا۔

اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر سفیر کی آنکھیں سانس تک ہو گئیں۔۔زمین پہ خون تھا بے تحاشہ خون اور سامنے مغیث مردہ حالت میں زمین پہ پڑا تھا۔۔کارپٹ خون سے تر تھا۔۔سفیر نے اپنے قدم اٹھائے اور بمشکل اسکے پاس پہنچا۔۔مغیث کے دماغ میں گولی لگی تھی۔وہ مر چکا تھا۔۔اس نے اپنی جان خود ہی لے لی تھی۔۔وہ شاہ کے قہر کا سامنا نہیں کر سکتا تھا پھر اپنی ناکامی اس سے برداشت نہیں ہوئی تھی اس لئے اس نے موت کو گلے لگانا مناسب سمجھا تھا۔

سفیر گھٹنوں کے بل وہاں بیٹھا تھا۔

''تو کیا وفاداری اسکا نام ہے؟اگر تم مالک کے کسی کام کے نہیں رہے تو تمہاری جان کی کوئی وقعت نہیں؟تم نے ساری زندگی اپنا کام ٹھیک طرح سے انجام دیا یہ سوچے بناء کہ وہ جائز تھا کہ ناجائز۔ایک غلطی؟فقط ایک غلطی کے لئے تم نے اپنا نام یہ چن لیا؟''سفیر کا دماغ چکرا رہا تھا۔۔کیونکہ ابراہیم نے ان لوگوں کو بس جینا سکھایا۔

تھا۔

ہر حال میں۔۔

کامیابی میں اور ناکامی میں۔۔امید میں اور مایوسی میں۔۔روشنی میں اور تاریکی میں۔۔خوشی میں اور رنج میں۔۔سکون میں اور خوف میں۔

اس نے ان لوگوں کو بس جینا ہی سکھایا تھا۔

اس نے انہیں سروائیو کرنا سکھایا تھا۔

اس نے ان کو سکھایا تھا کہ ان پر اور انکی جانوں پر اللہ اور اسکے رسول کا حق ہے۔۔ان کی جانوں پر انکا اپنا بھی حق نہیں ہے وہ اپنی جان بچاتے ہیں اسکو اپنی مرضی سے ختم نہیں کرتے۔!!اور سفیر جو کہ یہی درس سن کر یہاں تک پہنچا تھا مغیث کی موت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ انہی سوچوں میں غرق تھا۔اسکو اپنی پشت پر ایک بھاری وار محسوس ہوا۔سفیر اوندھے منہ گرا تھا۔

پاکستان میں ابھی افطار میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔اور گورسی ہاؤس کے کچن میں اس وقت کشتی چل رہی تھی۔اور لاؤنج میں بکھری طرح طرح کی خوشبو وہاں کے در و دیوار کو بھی اپنے بس میں کئے ہوئے تھیں۔رمضان کی برکتیں واضح محسوس کی جا سکتی تھیں۔

''زلیخا اماں۔!!یہ فروٹس کاٹ دیں پلیز۔!!''صفا نے فروٹس کی ایک ٹوکری زلیخا کی جانب بڑھائی جو کہ پہلے ہی وہاں رکھے ایک چھوٹے سے ڈائننگ پر بیٹھی کچھ سبزیاں کاٹ رہی تھی چنا چاٹ کے لئے۔۔زلیخا نے ٹوکری پکڑی اور فروٹس کاٹنے لگی۔

''میں کیا کروں؟''صفا کو اپنے عقب سے آواز آئی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔۔آیت ہونٹوں پر انگلی جمائے کھڑی تھی۔۔صفا بے اختیار ہنس دی۔

''تم کچھ نہ کرو۔تم بس یہاں بیٹھو۔!!''اس نے آیت کو اٹھا کر وہاں کرسی پر بٹھا دیا۔۔زلیخا نے ایک آیت کو دیکھا۔

''آ۔!!میں نے شربت بنا لیا ہے۔''وہ مڑی تو یقوت کاؤنٹر پر رکھے ایک جگ میں چمچ ہلا رہا تھا۔

''شاباش شہزادے۔!!''اس نے یقوت کا گال کھینچا۔

'' اس میں چینی پتہ نہیں پوری ہے کہ نہیں۔''

''اوہ۔اب کیا کریں؟''صفا سوچ میں پڑ گئی۔

''آیت کو ٹیسٹ کروا دو۔۔اسکا روزہ نہیں ہے۔۔''مرجان کی آواز پر وہ دونوں چونکی تھے۔۔وہ وہیں کرسی پر بیٹھا تھا۔۔دینا کو سامنے میز پر بٹھائے اسکو کچھ کھلا رہا تھا۔

''آیت؟''صفا نے اچنبھے سے دیکھا آیت نے ایک چور نگاہ مرجان پر ڈالی۔۔اسکو لگا تھا کہ وہ اسکا راز رکھ لے گا۔

''وہ۔۔میں ابھی چھوٹی ہوں نا۔''آیت نے آنکھیں مٹکا تو صفا بے اختیار ہنس دی۔

'' تم نے بتایا کیوں نہیں؟ لنچ بھی نہیں کروایا میں نے تمہیں۔''اب اسکو واقعی افسوس ہوا تھا۔

''اٹس اوکے۔۔میں نے کروا دیا تھا۔''مرجان ان لوگوں کی جانب متوجہ نہیں تھا اہربت کا جواب دے رہا تھا۔۔صفا نے مسکرا کر اس چھوٹے سے گورسی کو دیکھا جس نے روانگی کے بعد وجود آیت کا خیال رکھا تھا۔

''شکریہ شہزادے۔!!ورنہ میں گلٹ سے ہی مر جاتی۔''صفا نے بے چارگی سے کندھے اچکائے۔

''آیت یہ ٹیسٹ کرنا۔''یقوت آدھا گلاس شربت لے کر آیا۔۔آیت نے جھکتے ہوئے گلاس پکڑ لیا۔

''تم منہ دوسری جانب کر لو نا۔''اس نے یقوت کو دیکھ کر کہا تو وہ لوگ دوبارہ متوجہ ہوئے۔

''وہ کیوں؟''

''وہ۔۔روزے دار کے سامنے ہم کچھ کھا نہیں ۔۔ں۔'' وہ معصومیت کی حدوں کو چھو کر بولی تو وہاں موجود ہر قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔آ۔۔ جھینپ گئی۔

''اٹس اوکے بلو آئیز۔!! ہمارا روزہ اتنا کچا نہیں ہے۔'' یقوت ا۔ آ د کر واپس کاؤنٹر کی جا۔ مڑ۔ے۔آ۔۔ نے گلاس لبوں کو لگایا۔

''بلو آئیز؟ ہونہہ۔'' مرجان نے دینا کے منہ میں ا۔ اسٹا۔ی کا پیس ڈالتے جیسے سر جھٹکا۔

''بہت اچھا بنا ہے یقوت۔!!''

''وہ تو میں جا ہوں کہ میں ۔۔ کی طرح ا۔ اچھا ہوں۔۔تم یہ بتا دو کہ چینی پوری ہے؟'' وہ شوخ ہو کر بولا۔جبکہ ۔۔ کے ذکر پہ صفا جو کہ پکوڑے تل رہی تھی اچا۔ سے اسکے دل نے ا۔ بیٹ مس کی تھی۔

''پوری ہے چینی۔'' آ۔۔ نے آ۔ی گھونٹ بھر کر مزے سے کہا تھا۔

''اوکے۔!! میں ا۔ اورڈر۔ بنا۔ تا ہوں وہ بھی ٹیسٹ کر۔۔'' آج یقوت فل والے موڈ میں تھا۔آ۔۔ نے انگوٹھا کھڑا کر کے اوکے کہا تھا۔یہ دن شا۔یے آ۔۔ کا یدگار تین دن ہونے والا تھا۔کتنے عرصے بعد یوں فیملی کو ا۔ ساتھ دیکھا تھا افسوس کہ یہ اسکی فیملی نہیں تھی۔ وہ فیملی تھی اور وہ لوگ آ۔۔ سے پیار کرتے تھے یہی کافی تھا۔

ٹ اہی میں اب پکوڑے نہیں تھے۔۔وہ سیاہ رنگ کے کچھ ٹکڑے سے تھے۔

''میں آپکو اس کے لئے معاف نہیں کرنے والی۔'' وہ اس ٹ اہی کو گھور رہی تھی اسکی آنکھیں وہاں فوکسڈ نہیں تھیں۔ایسا ہی ہوتا ہے ہم لوگ اکثر کسی سمت میں دیکھ رہے ہوتے ہیں ہماری آنکھیں ہمیں وہی دکھاتی ہیں جو ہم دیکھنا چاہ رہے ہوتے ہیں۔اور صفا بھی اس وقت صرف ا۔ اہیم کو دیکھنا چاہ رہی تھی سو وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

اسکی آنکھوں میں بس ا۔ ہی شخص کا عکس تھا اور اسکا نام تھا۔ اہیم گورسی۔!!

وہ اسکو دیکھ رہی تھی اپنے ساتھ۔!اپنے پاس۔!!اپنے قریب۔!! جو چیز اسکی آنکھوں کے عین سامنے تھی وہ آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

اچا۔ سے کچن میں دھواں سا بھرنے لگا۔سٹوو ہوڈ نے کافی سموک کھینچ لی تھی اسکے وجود کچھ سموک سی اٹھی۔

''صفا۔!!'' منال قریباً چیخی تھیں۔وہ ابھی ابھی کچن میں داخل ہو تھیں۔

''جج۔جی؟ جی آ۔!'' وہ ہڑبڑائی تو۔ منال سٹوو آف کر چکی تھیں۔ایکٹرک سٹوو تھے پھر بھی خطرہ تو تھا۔

''دھیان کہاں ہے؟''

''سس۔سوری۔وہ۔وہ۔میں تو۔'' اسکو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''اچھا لاؤ۔میں ۔قی کا کر دیتی ہوں تم ۔ہر جاؤ۔'' وہ آگے بڑھیں۔

''نہیں۔۔میں کر لوں گی۔'' وہ شرمندہ تھی۔

''کچھ نہیں ہوتا۔۔ سے لگی ہوئی ہو۔جاؤ۔اور ہاں۔وہ زہرہ کہاں ہے اسکو بھیجو۔کچھ مدد کروائے۔'' وہ پکوڑوں کا مصالہ مکس کرتی ہو بولیں تو صفا نے ماتھے پہ آ۔ صاف کیا۔وہ تو اتنے پفیکٹ ا۔ ازمیں ۔ کچھ کر رہی تھی یہ غلطی کیسے؟ وہ گھبرائی سی کھڑی تھی۔بچے بھی اسکی حا۔ت دیکھ کر ڈ۔ تھے۔

''میں۔میں دیتا۔ تا ہوں۔'' اسکو شدت سے رونا آ۔ تھا۔اس شخص کی وجہ سے یہ ۔ ہوا تھا۔وہ کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہیں کر پا رہی تھی۔اور وہ وہاں لاپرواہ ہو کر بیٹھا تھا۔سرمئی آنکھیں ا۔ دم سے بجھ سی گئیں تھیں۔جیسے لکڑیوں کی ٹھنڈی راکھ ہو۔

وہ وہیں کھڑی تھی۔ ۔ اسکو اپنا ہاتھ کسی کی گرفت میں محسوس ہوا۔اس نے چونک کر دیکھا تو وہ ا۔ ننھا سا ہاتھ تھا۔

''ہم۔ ہر چلتے ہیں۔'' وہ اسکی جا۔ نہیں دیکھ رہا تھا۔۔صفا نے آنکھوں میں امڈی نمی کو پیچھے دھکیلا تھا۔۔مرجان کے ا۔ ہاتھ میں دینا کا ہاتھ تھا اور دوسرے میں صفا کا۔

اور دینا ابھی تک ا۔ سٹا۔ی منہ میں ٹھونسے ہوئے تھی۔اسکا منہ اسٹا۔ یہ کی وجہ سے لال ٹماٹر جیسا ہو رہا تھا۔صفا بے اختیار مسکرائی۔ وہ بچے نعمت تھے۔!! بلاشبہ وہ نعمت تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا ایک اور لات اسکی کمر میں رسید کی گئی تھی۔سفیر کراہ کر رہ گیا۔وہ پلٹ کر وار کرنے والے کو دیکھ نہیں پا رہا تھا کیونکہ جیسے ہی وہ پلٹتا ایک اور لات اسکی کمر میں رسید ہو جاتی۔

''کون ہے؟'' وہ اب کی بار دانت بھینچ کر رہ گیا۔

اس سے پہلے کہ ایک اور لات اسکی کمر میں رسید ہوتی وہ ایک جھٹکے سے مڑا تھا اور وار کرنے والے کو گلے سے دبوچ گیا تھا۔

''عیشا۔!!''اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔عیشا کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

''کیا ہوا؟'' وہ ایسے پوچھ رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔وہ لوگ ایسے ہی تھے آزمائش میں صبر کرنے والے اور امتحان کے وقت کچھ بھول کر آگے بڑھ جانے والے۔

''کمینہ۔!!''وہ غصے سے پاگل ہو رہی۔

''ایسا منٹ ہوا کیا ہے یار؟''وہ اسکی حالت دیکھ کر پریشان تھا۔

''تم۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟''عیشا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کس چیز کا کیسے اظہار کرے۔اسکو بس غصہ تھا۔اسکو رونا بھی آ رہا تھا اور وہ خوش بھی تھی۔یہ سارے جذبات مل کر یوں گڈمڈ ہو رہے تھے کہ اسکو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس چیز کا کیسے اظہار کرے۔

''عیشا۔!!ہوا کیا ہے؟''وہ اب واقعی پریشان ہو گیا تھا۔''ہر بار ٹھیک ہے ناں؟''اسکو اب دورہ سے پریشانی ستانے لگی تھی۔جبکہ عیشا بس روئے جا رہی تھی۔

سفیر بے چین ہو کر ہر کی جانب بڑھا۔کسی نے اسکی شرٹ کو پکڑ کر کھینچا۔وہ وہیں ساکت ہوا۔پھر پلٹا عیشا اسکی شرٹ کا کونہ پکڑے ہوئے تھی۔

''کیا؟''وہ واقعی الجھا ہوا تھا۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟''وہ ایک بار پھر سے روئی۔

''عیشا۔!!مجھے تمہاری کسی بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔''وہ بری طرح جھنجھلایا۔

''تم۔تم۔مر جاتے تو۔تو۔میں کیا کرتی۔''وہ آخر کار ہچکیوں میں بولی تو سفیر کی آنکھوں میں اچنبھا تھا۔

''کیا مطلب؟''

''اتنے بچے نہیں ہو تم۔''وہ اسکا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی۔سفیر کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا تھا وہ یقین کرنا چاہتا تھا۔

''دیکھو۔!!ہم ٹھیک ہیں۔۔لوگ سیف ہیں۔۔اب تم کیوں ایسے؟''

''مجھے تمہاری فکر تھی ایڈیٹ۔!!میں تمہاری منتظر تھی۔ہو۔!!''وہ پھر سے روئی۔۔سفیر مسکراہٹ دبا گیا۔

''اچھا تو میں یہیں ہوں تمہارے سامنے۔''وہ ایک قدم آگے بڑھا اور عیشا کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر سامنے کیا۔۔اسکی آنکھوں سے ہنوز نمکین مائع بہہ رہا تھا۔

''اور تمہیں کچھ ہو جاتا۔۔تو؟''وہ سسکی۔

''تو کیا ہوتا۔۔میں شہید ہو جاتا۔''وہ مزے سے بولا عیشا کے دل کی دھڑکن تو روکا تھا۔عیشا نے بے اختیار پلکیں اٹھا ئیں۔وہ محظوظ سا اسی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''شہید نہیں۔۔قتل۔۔اور وہ بھی اب میرے ہاتھوں سے ہونے والے ہو تم۔''وہ سرخ انگارہ آنکھیں لئے غرائی۔۔سفیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''ہنسنا بند کرو۔تمیز ا ن۔!!''وہ دھاڑی۔

''اوکے اوکے۔۔کون ہنس رہا ہے بھلا؟''اس نے اپنے منہ کو ایسے مقفل کیا جیسے بند زپ بند کرتے ہے۔عیشا کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

''میں تمہارا گلا دبا دوں گی سفیر۔!!''اس نے ہاتھ بڑھائے سفیر نے اسکے دونوں ہاتھ ایک ہی ہاتھ میں قید کر لئے۔

''اب لگتا ہے کنوارہ نہیں مروں گا۔'' وہ ہنس دی۔۔عیشا کا چہرہ ایک پل کے لئے سرخ ہوا۔

''خوش فہمیاں پالنا چھوڑ دو۔'' وہ اس پر ایک نگاہ ڈالتی جھٹکے سے ہاتھ چھڑواتی وہاں سے چلی گئی۔۔سفیر نے اپنی گردن کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔۔ لب زمسکراہٹ میں ڈھل رہے تھے۔

''پگلی۔!! محبت کا اظہار بھی نہیں کرتا۔۔زبان سے گولیاں ہی برساتی ہے پھول برسانا تو آتا ہی نہیں اسکو۔۔ہائے۔!! کیا ہوگا سفیر تیرا۔۔'' اس نے بے چارگی سے اپنے بالوں پر ہاتھ مارا۔

''آجاؤ۔ورنہ گلنے سڑنے کے لئے یہیں چھوڑ جاؤں گی۔'' عیشا کی دور سے آواز آئی۔وہ بنکر کی سیڑھیوں پر رچ پکڑے کھڑی تھی۔

''یہ مغیث کال کیوں نہیں اٹھا رہا؟'' وہ اس وقت ٹیرس پر تھی فون کان سے لگائے بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔۔اس نے کال کاٹ کر دوبارہ کوشش کی تھی۔

اس بار کال اٹھالی گئی تھی۔

''ہیلو۔!!'' ایک مردنہ آواز گونجی تو زہرہ کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا۔وہ مغیث کی آواز نہیں تھی۔اس نے سانس روک لی۔

سفیر نے موبائل سکرین کو دیکھا تو انیو ٹ نمبر لکھا آرہا تھا۔

''کون ہے؟'' وہ احتیاط سے بولا تھا۔ مقابل خاموش رہا۔اور پھر دو سیکنڈز کے بعد کال ڈسکنیکٹ ہوگئی تھی۔سفیر نے موبائل مٹھی میں دبایا اور بنکر کی سیڑھیاں پھاندتے ہوئے نیچے اترا۔

ہر بار لوگ قدرے بہتر حالت میں تھے۔گاڑیوں کا قافلہ تیار تھا۔کچھ ہی دیر میں ان لوگوں کو واپسی کے لئے روانہ ہونا تھا۔

''زہرہ۔!!'' کمرے میں آواز گونجی۔

''جج۔جی؟'' وہ بالکونی سے واپس کمرے میں آئی۔سامنے صفا کھڑی تھی دینا کو گود میں اٹھائے۔

''تمہیں آپا بلا رہی ہیں۔'' اس نے زہرہ کا ہاتھ دیکھا جو اس نے اپنے دوپٹے کے نیچے چھپا رکھا تھا۔

''میں۔۔آتی ہوں۔'' زہرہ کی آواز بمشکل نکلی تھی۔

''آجاؤ پھر۔'' صفا بھی وہیں کھڑی رہی۔

''آپ چلیں۔۔میں وضو کرلوں۔''

''اکچن میں ہیلپ چاہیے افطار میں تو ابھی وقت ہے۔'' اس نے وال کلاک دیکھا جہاں ابھی پینتالیس منٹ باقی تھے۔

''جی۔۔بس ابھی آئی۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔یعنی صاف اشارہ تھا کہ تم چلو میں آرہی ہوں۔صفا پھیکا سا مسکرائی اور دینا کو اٹھائے باہر آئی۔

وہ نیچے جانے کے بجائے اپنے کمرے میں آگئی۔۔دینا کو بیڈ پر بٹھایا اور اپنا فون اٹھایا۔۔وہ پاس بیٹھ کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

''دینا۔۔؟'' دینا پر جوش ہوئی۔صفا کے حلق میں کچھ اٹکا۔پھر اس نے دینا کے گال پر ہاتھ پھیرا۔

''یس۔دینا۔۔'' کہتے اس نے ایک آس کے ساتھ نمبر ڈائل کیا تھا۔

بیل جاتی رہی۔ کسی نے فون نہ اٹھایا۔

اس نے بے بسی سے سکرین کو دیکھا۔اور ایک بار پھر سے کال ملائی۔۔ایک بار،دو بار،ہر بار کے ساتھ ساتھ صفا کا دل ڈوب رہا تھا۔اسکو لگا کہ مغرب کے سورج سے پہلے اسکا دل ڈوب جائے گا اور وہ یہ روزہ افطار کرنے سے پہلے ہی ختم ہوجائے گی۔۔

کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔۔صفا نے بے بسی سے فون بیڈ پہ پٹخا۔۔دل ایک بار پھر سے ہچکولے کھانے لگا تھا۔

واش روم کا دروازہ کھلا تو وہ وہاں سے نکل کر کمرے میں آیا۔۔ایک ڈھیلا سا ٹراؤزر اور ایک ٹی شرٹ میں ملبوس وہ تولیے سے چہرہ خشک کرتا ہوا باہر آیا۔پھر اس نے وہ تولیہ ویسے ہی ایک کرسی پہ اچھال دیا اور وہاں پڑی ایک جائے نماز اٹھائی۔

وہ نماز ادا کر رہا تھا۔کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے کھڑا شخص ایک پل کو ٹھٹکا۔۔پھر وہ دروازہ بند کرتا ہوا آگے بڑھا ایک کرسی پہ بیٹھا اور دلچسپی سے اس نمازی کو دیکھنے لگا۔

وہ سکون سے اپنی نماز ادا کرتا رہا۔۔اتنے سکون سے کہ اگر کوئی اس حالت میں اسکا سر بھی تن سے جدا کر دیتا تو اسکو یقیناً خبر نہ ہوتی۔

اس نے سلام پھیرا۔اور اپنی جگہ سے وہ سیاہ دانوں والی تسبیح نکالی۔۔وہ اب دانے گن رہا تھا اور زیر لب کچھ پڑھ رہا تھا۔کرسی پہ بیٹھا شخص اس منظر سے اچھا خاصا لطف اندوز ہوا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتا اٹھ کھڑا ہوا۔جائے نماز تہہ کرتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ کرسی پہ بیٹھے آدمی پہ ڈالی۔

''ابھی مل کر گئے تھے۔۔لگتا ہے اداس ہو جاتے ہوئے میرے بناء۔۔'' وہ اپنے ازلی انداز میں جملہ کستا ہوا سامنے آ بیٹھا۔ہاتھ میں تسبیح تھی۔

مقابل نے ٹوکنے کے بجائے جمائی۔اور اسکے ہاتھ میں سیاہ دانوں والی تسبیح دیکھی۔

''یہ شروع سے سیاہ ہے یا تمہارے گناہوں کی سیاہی پڑھ گئی ہے اس پہ۔؟'' اس نے طنز کیا تھا۔مقابل اس سے بہت محظوظ ہوا۔۔اس نے دلچسپی اور حیرت سے اپنے ہاتھوں میں موجود وہ تسبیح دیکھی۔

''تمہیں پتہ ہے؟ پتھر انجانے میں جب بھی کرتے ہیں اور خارج بھی کرتے ہیں۔''

''یعنی واقعی اس نے تمہارے گناہ جذب کر لئے ہیں؟'' آفیسر کا قہقہہ گونجا۔

''ہاں۔۔اس سے پہلے کہ تم ان گناہوں کی لپیٹ میں آؤ۔۔چلے جاؤ یہاں سے۔'' اس نے اپنی سیاہ تر آنکھیں آفیسر کی آنکھوں میں ڈالیں تو وہ ایک پل کے لئے پیچھے ہٹا۔کچھ پلوں کے لئے کمرے میں سناٹا چھا رہا۔

''کیا کرنے آئے تھے؟ یہ مت کہنا کہ دستار ہی تھی۔۔دستار تو میری بیوی کو بھی میری نہ ستائے۔'' وہ اب کی بار ٹیک لگا کے بیٹھا تھا۔ہاتھوں وہ سیاہ دانوں والی تسبیح ہنوز موجود تھی۔

''تمہیں بیوی کی دستار نہ ستائے اس لئے تمہارے لئے کچھ لایا ہوں۔'' وہ اب کی بار اچھا سا مسکرایا۔حسن نے آنکھیں سکیڑ کر مزید تیکھی کر لیں۔آفیسر نے جیب سے ایک موبائل فون نکال کر حسن کی جانب بڑھایا۔۔حسن سوالیہ نظروں سے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''تم نے مانگا تھا۔۔کیا نہیں چاہیے؟'' وہ اب کی بار بولا تو حسن اچھا سا مسکرایا۔

''کتنے بھونپو تم لوگ۔۔دھماکہ پہنچ گئی۔۔مرچ پہ پانی ڈھونڈا جا رہا ہے تم لوگ اپنے ٹیکٹیکس نہ بدلنا کبھی بھی۔۔اسی لئے تو تم لوگ ترقی نہیں کرتے۔'' وہ سر جھٹکتا ہوا بولا تو آفیسر جبڑے بھینچ گیا۔

''تم نے موبائل مانگا تھا۔'' اس نے یاد دلایا۔

''تو؟'' وہ بھنویں اچکا گیا۔

''تو یہ کہ۔۔تم ایک وی آئی پی ملزم ہو اس لئے تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔۔۔''

''۔۔۔؟'' وہ اسکی چھوڑی ہوئی بات پکڑ کر بولا۔

''۔۔۔تمہاری بیوی کو کوئی ٹھوس بیان نہیں دے دیتی۔''

''میرے حق میں؟'' وہ محظوظ ہوا۔

''نہیں۔۔تمہارے خلاف۔!!'' آفیسر کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''خوش فہم لوگ جلدی مرجاتے ہیں۔'' وہ نگاہ اٹھائے آفیسر کا چہرہ ہی دیکھ رہا تھا جس کے تا ثرات پل پل بدل رہے تھے۔

''اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری خوش فہمی قائم رہے۔۔آدھے گھنٹے بعد لے جاؤں گا فون۔'' وہ موبائل سامنے پڑی میز پر اتار کر کرسی سے ٹیک لگا۔حسن ویسے ہی بیٹھا رہا۔اس نے موبائل کو چھوا تک نہ۔

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا کہ۔

اچانک۔!!

فون کی سکرین بلنک ہوئی۔!!

حسن نے ذرا آگے کو جھک کر دیکھا تو جو نمبر سکرین پر دمک رہا تھا اس نے حسن کی دنیا تہس نہس کر ڈالی تھی۔وہ بھول چکا تھا کہ وہ اس وقت کہاں بیٹھا ہے؟ اسکو کوئی فون کال نہیں اٹھانی تھی۔کسی سے بات نہیں کرنی تھی۔وہ ایک سیدھا سا جال تھا۔حسن کے لئے کچھ بھی معنی نہیں رکھتا تھا۔

کیونکہ جو نمبر سکرین پر جھلملا رہا تھا وہ اس نمبر کے مالک کے لئے سب کچھ تیاگ سکتا تھا۔

وہ تلوار کی دھار پر کھڑے ہو کر بھی اس شخص کو انکار نہیں کر سکتا تھا۔

وہ خنجر کی نوک پر بھی اس شخص کی پکار کو نہیں کر سکتا تھا۔

وہ بھلے جال تھا۔۔اور وہ اس جال میں پھنسنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔۔فیصلہ لمحے بھر میں ہوا تھا۔

اس نے کال اٹھائی۔!!

''پیٹی لیڈی۔!!'' وہ بے ساختہ بولا تھا۔

صفا کے ہاتھ سے موبائل گر گیا۔۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے کال کاٹ دی۔

دل کی دھڑکن منتشر تھی۔

''یہ۔یہ میں کیا کر رہی تھی؟ یا اللہ۔!!'' اس نے اپنے لب پر ہاتھ رکھا۔سامنے دینا الجھی سی بیٹھی تھی صفا نے دینا کو اپنے لب میں بھینچ لیا۔

فون کے پر خاموشی چھا گئی تو حسن نے کچھ لمحوں کے بعد فون کان سے ہٹا کر دیکھا کال کٹ چکی تھی۔

[''یہ لو۔میں نے اپنا نمبر ایڈ کر دیا ہے۔۔تمہیں کوئی پریشانی ہو۔۔مشکل ہو۔۔تم مجھے کسی بھی وقت یاد کر سکتی ہو۔۔بندہ خدمت کے لئے حاضر ہو جائے گا۔'']

حسن کو وہ دن یاد آیا۔اس نے صفا کے موبائل میں اپنا نمبر ایڈ کیا تھا۔تو کیا اس نے آج وہ نمبر ڈیلیٹ نہیں کیا تھا؟ کیا وہ آج بھی وہی فون استعمال کر رہی تھی؟ نمبر اس نے دو بار سیو کیا تھا۔؟ جانے کتنے سوال تھے جو کہ اب خالی دماغ میں گردش کر رہے تھے۔

''ابیہم۔!! میں آپکو اس کے لئے معاف نہیں کرنے والی۔۔آپکی خاطر میں نے اس شخص کو کال کر دی جو آپکی ہی زندگی کا دشمن ہے۔'' صفا کو اپنی سانس کی نالی تنگ ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہوئیں۔اسی نمبر سے دو بار وہ کال آنے لگی تھی۔

صفا کا منہ کھلا۔اس نے اچنبھے سے سکرین کو دیکھا۔پھر اس نے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔کالز کا سلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔۔مسلسل فون کالز آتی رہی تھیں۔

اب صفا کے پورے وجود پر لرزا طاری ہو چکا تھا۔

''دس۔ٹ کم از کم دس۔ٹ کی دوری۔'' اسکو ابیہم کے الفاظ یاد آئے تھے۔حسن اس گھر موجود تھا۔اور ان حالات میں ابیہم کیا حال کر سکتا؟ یہ سوچ سوچ کر ہی اب جان ہوا ہو رہی تھی۔

اپنی گھبراہٹ میں وہ کیا غلطی کر بیٹھی تھی وہ نہیں جان پائی تھی اور اب وہ بری طرح لرز رہی تھی۔

ایک بار پھر سے کال آئی تو صفا نے ایک گہری سانس لی اور خود پر حد درجہ قابو پا۔اور فون اٹھا لیا۔بولی نہیں تھی۔

''پیٹی لیڈی۔!!'' مقابل کی وہی آواز گونجی تھی۔ لہجے میں غیر یقینی، اچنبھا اور اپنائیت تھی۔ اور صفا کو وہ اپنائیت کا عنصر زہر لگا تھا۔ اس نے ہمت کی تھی۔

''ا۔ ۔ا۔ اہیم کہاں ہیں؟'' وہ فوراً بولی تو مقابل نے فون کان سے ہٹا کر اپل کو سامنے کیا۔ ماتھے پہ ان گنت بل پڑے تھے۔

''کیا مطلب کہاں ہے؟ مجھے کیا پتہ ہوگا کہ کہاں ہے؟'' لہجے میں الجھن بھی تھی اور گواری بھی تھی۔ ا۔ اہیم اسکو تو جیل پہنچا چکا تھا تو اب وہ خود کہاں تھا؟ یہ بات حسن کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''دد۔ دیکھو۔!!ا ا۔ اہیم کو کچھ ہوا حسن۔!! میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔'' وہ اب کی بات پوری قوت سے دھاڑی تھی۔ فون کے پرا اپل کے لئے سناٹا چھا گیا۔ اور پھر ا جان دار قہقہہ گونجا تھا۔ صفا کو لگا کہ کسی نے سیسہ پگھلا کر اسکے کانوں میں ڈال دیا ہو۔

''ائی ایم سوری۔۔وہ۔۔تھوڑی ہنسی آ گئی تھی۔'' کچھ دیر بعد وہ خود کو نارمل کرتا بولا۔

''مجھے تمہاری ہنسی کی یا تمہاری بے ہودہ بکواس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ میرا شوہر کہاں ہے؟'' وہ غرائی۔

''شفا۔ شوہر؟'' دینا نے اسکی گود سے منہ نکالا۔ صفا کا پسینے میں ڈوبا ان ا اپل کو ٹھنڈا پڑتا۔ اس نے دینا کا ماتھا چوما۔ فون کے اس پس دینا کی آواز سن کر جیسے حسن ا اپل کو منجمند ہوا تھا۔

''دینا۔۔ بچے کیسے ہیں وہ لوگ؟'' وہ پوچھنے سے خود کو روک نہ سکا۔

''بھاڑ میں جا تمہاری بلا سے۔!! یہ بتاؤ انکا باپ کہاں ہے؟'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔ حسن کے جبڑے تن گئے۔

''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں جانا ہوں کہ انکا باپ کہاں ہے؟'' وہ اب کی بار پرسکون انداز میں کہتا ٹیک لگا گیا۔ شاید مقابل کی بے چینی دیکھ کر سکون سا مل رہا تھا۔ ا اپل کمینہ سا سکون۔!!

''مصر میں ا سے بڑے دشمن تم ہو حسن۔!! اور وہ۔ سے گئے ہیں میرے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہوا انکا۔۔ اس لئے میں جانا ہوں کہ وہ۔'' ا اپل کے لئے صفا نے رک کر سانس لی تھی۔۔ سانس کی نالی ہنوز تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ ''دیکھو اگر کچھ ہوا تو میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔''

''اور میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ دو۔!!'' وہ ا اپل کو سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''ہاں؟ کیا؟''

''ہاں۔۔تم مجھے چھوڑ دو۔۔کسی آسیب کی طرح میرے خیالوں پہ قابض ہو چکی ہو۔۔ میرے دل کو تمہارے غم کی دیمک لگ چکی ہے۔ تمہارے غم کا سرطان میری روح میں سرایت کر چکا ہے جو نہ مجھے جینے دے رہا ہے اور نہ مرنے دے۔!!'' اب کی بار حسن دھاڑا تھا۔

صفا کے ہاتھ سے موبائل گرتے گرتے بچا تھا۔

''مجھے تمہاری یہ فضول کی ڈانگ بازی نہیں سننی۔۔ا اپنے کان کھول کر سن لو۔۔ میرے شوہر کو اپنی کھروچ نہیں آنی چاہیے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس نے کہتے مقابل کی کوئی بات سنے بنا ٹھک سے فون بند کر دیا تھا۔

حسن نے فون سکرین کو دیکھا۔۔ وہ بھینچے بیٹھا رہا۔ فون پہ اسکی انگلیوں کی گرفت ہر لحظہ بڑھ رہی تھی۔ صفا کے الفاظ کی بازگشت کسی اسکو ہنوز سنائی دے رہی تھی۔۔ کتنے حق سے وہ ا اہیم کو اپنا شوہر کہہ رہی تھی۔۔ کتنا حق تھا اسکے لہجے میں اسکے انداز میں اور وہ حق حسن کو پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا۔

اسکے گلے کی رگیں تن چکی تھیں۔

موبائل سامنے بیڈ پہ پڑا تھا۔ خاموش سا۔۔!!

صفا ابھی تک میں تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ ہمت کہاں سے اور کیسے آئی؟ اس کو حسن پہ آنے کون سا مان تھا جو اس نے اس طرح اسکو فون کر ڈالا۔۔ کس مان سے اس نے حسن سے اپنے شوہر کی امان مانگی تھی؟

''حسن۔۔!!'' یہ الفاظ دینا کے تھے۔صفا نے جھٹکے سے دینا کی جا۔ دیکھا۔وہ آنکھیں مٹکاتی ہوئی اسی کو دیکھ رہی تھی۔صفا کا دماغ پھک سے اڑ ۔

''شفا۔حسن۔!!'' دینا اب سوال کر رہی تھی۔وہ تین سال کی تھی۔ڈی ہو رہی تھی اور الفاظ کو دہراتی تھی اس۔ت سے واقف زہرہ تھی صفا نے یہ غلطی کر ڈالی تھی۔

''نو۔نو۔دینا۔میں۔میں۔''

وہ اب الفاظ جوڑ رہی تھی کہ دینا کو کیسے حسن کا۔م بھلا دے۔

''۔۔!!۔۔سے۔ت کرنی ہے۔ن؟''

''لیش۔!!'' دینا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا ۔

''او کے ہم رات کو۔۔سے۔ت کریں گے۔۔دینا کو کیا چاہیے؟'' وہ خود کو آ۔ی حد۔ ۔رمل ر ۔کی کوشش کر رہی تھی۔اس نے کافی دی۔ دینا کو۔توں میں لگائے رکھا۔۔ ۔اسکو کچھ تسلی ہوئی کہ دینا حسن کا۔م بھول چکی ہے وہ اسکو لئے۔ہر آ گئی۔

لاؤنج میں ا۔ ہل چل سی تھی۔ ۔لوگ ڈائینگ ٹیبل ۔ٹ کر رہے تھے۔صفا دینا کا ہاتھ پکڑے ڈائینگ ا۔۔میں آئی۔منال کچن سے سامان لا کر رکھ رہی تھیں۔

''میں لے آتی ہوں۔قی چیزیں۔۔آپ دینا کو دیکھ لیں۔''

''نہیں۔۔تم دونوں بیٹھ جاؤ۔۔ہم کر لیں گے۔'' وہ مسکرا دیں۔صفا نے آسودگی سے ا جا۔ دیکھا تھا۔وہ ماں کے جیسی ہی تو تھیں۔غلطی پ ڈا۔ٹ دینے والیں اور اداسی میں دل بہلانے والیں۔۔شفقت اور محبت۔سانے والیں تو کبھی کبھی شکوہ بھی کر دیتی تھیں۔صفا کو ان پ پیار آ تھا۔

وہ لوگ سامان لگا رہے تھے کہ سفیان گورسی کے ساتھ پلوشہ آ بھی گھر میں داخل ہو ۔

منال جو کہ کچن کی جا۔ جا رہی تھیں وہیں سے پلٹ آ ۔

''آ پ۔!!'' وہ آ کر ان سے گلے ملیں۔کچھ د۔ بعد وہ ان سے الگ ہو تو منال کی آنکھیں نم تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟ ۔ٹھیک ہے۔ن؟'' انھوں نے منال کا پ یشان سا چہرہ دیکھا۔

''ہاں۔ ۔ٹھیک ہے۔آپ آ ۔۔افطار میں تھوڑا وقت رہ۔ ہے۔'' وہ ۔لوگ ڈائینگ ا۔۔میں چلے آئے۔

رات ہو رہی تھی۔افطاری کے بعد سفیان سی چہل قدمی کے لئے۔ہر چلے گئے تھے جبکہ بچے ا۔ ۔پھر سے کھیل میں مصروف ہو گئے تھے۔

صفا کچن میں تھی کہ ۔قوت نے اسکو اسکا فون لا کر د۔

''آ کال ہے۔''

صفا نے ہاتھ پو۔ت ہوئے فون کان سے لگا ۔

''جی۔جی ٹھیک ہے میں اسکو لے آتی ہوں۔''

مختصر سی۔ت کر کے اس نے کال بند کی۔

''کون تھا؟'' ۔قوت ابھی۔ وہیں تھا۔

''آ۔۔سے کہو ر۔ی ہو جائے ہم اسکو چھوڑنے جا رہے ہیں۔''

''ہم ۔چلیں گے؟'' ۔قوت پ جوش ہوا۔

''ہاں۔۔ہم ۔چلتے ہیں۔'' صفا نے اسکا پ جوش سا چہرہ دیکھا۔

''اور واپسی پ آئس کریم بھی کھا گے۔'' ۔قوت کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''واپسی پ کیوں؟ جاتے ہوئے کھا گے۔ن۔آ۔۔بھی کھائے گی۔'' اس نے ۔قوت کا گال کھینچا۔

''اوکے اوکے۔میں ا لے کر آ ہوں۔'' وہ وہاں سے ی۔صفا نے ا اداس سی نگاہ مو ئل سکرین پ ڈالی۔وہ سکرین خالی تھی۔
یوں معلوم ہو تھا کہ ا. اہیم. می شخص کا تو اس مو ئل میں نمبر بھی سیو نہیں ہے۔کوئی میسج، کوئی کال، کوئی نوٹی ش نہ تھا۔
کچھ ہی د میں آ ۔ اپنا بیگ اٹھائے نیچے آئی۔
''یونیفارم؟'' صفا نے پوچھا تو آ ۔ نے بیگ کی جا . اشارہ کیا۔
''اوکے چلو۔'' اس نے اسکا ہاتھ پکڑا۔۔ قوت اور مرجان بھی ساتھ چل دئے۔
''دینا کہاں ہے؟'' صفا نے مڑ کر مرجان سے پوچھا۔
''دینا سو چکی ہے۔۔آپ لوگ جا ۔'' سیڑھیوں پ کھڑی زہرہ نے جواب د تھا۔
''اس وقت؟'' صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔
''ہاں۔۔وہ سو گئی ہے۔'' زہرہ کا لہجہ کچھ خشک تھا۔صفا اور بچے منال سے اجازت ی چلے گئے تھے۔منال اور پلوشہ خالہ اس وقت لاؤنج میں تھیں۔
''بولو اب۔'' پلوشہ خالہ نے رازداری سے پوچھا۔
''آپ۔! مجھے لگتا ہے کہ شہرین۔'' ا آواز بھیگ گئی۔
''تمہارا رابطہ ہوا ہے اس سے؟'' وہ حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں بولیں تھیں۔
''نہیں۔۔بیس سال سے زیدہ عرصہ ہو چکا ہے۔۔میرا اس سے رابطہ نہیں ہوا۔۔اس وقت بھی . ملی تھی میں اس سے۔۔اس قات کا بس آپکو پتہ ہے۔'' وہ آ پوچھ رہی تھیں۔
''تو اب کیا ہوا ہے؟''
''آپ جا ہیں کہ . . نے شہرین کو بے دخل کر د تھا۔۔''
''ہاں۔۔ اب تم یہ . کیوں دہرا رہی ہو۔؟''
''آپ۔!! مجھے لگتا ہے کہ شہرین نہیں رہی۔'' انھوں نے ا ہچکی لی۔
''کک۔کیا؟ یہ تم سے کس نے کہا ہے؟'' پلوشہ خالہ کا چہرہ بھی پل میں بے رَ ہوا تھا۔وہ تینوں ں تھیں۔وہ بہنیں تھیں وہ ۔۔بتھیں۔
''وہ۔آپکو د ہے ں۔۔اس نے بتا تھا کہ وہ مصر کے بہت طاقت ور شخص کی بیوی ہے۔''
''ہاں۔۔بتا تھا۔۔تو؟''
''اسکا شوہر اس وقت مصر کا ابھر ہوا لیڈر تھا۔۔ . جا تھے کہ وہ صدر بن جائے گا۔''
''منال۔!! پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو؟'' پلوشہ خالی کی بس ہوئی تھی۔
''آپ۔! وہ شخص اور اسکی بیوی۔۔وہ لوگ مر چکے ہیں۔'' منال نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا۔
''کیا؟'' پلوشہ خالہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
''ہاں۔۔مجھے ی قوت نے بتا کیو حوریہ۔۔ا. اہیم کی پہلی بیوی اسی خا ان سے تھی۔''
'' ۔۔ہو سکتا ہے وہ کسی اور کی . ت کر رہا ہو۔۔تمہیں پتہ ہے ان لوگوں کا خا ان بہت وسیع ہو تا ہے۔۔چچا ی کی اولاد۔''
'' وہ ا ہی تھا۔'' ا ش کا پورا م نہیں معلوم تھا۔
''پھر بھی۔۔تم۔۔تم حوصلہ کرو۔۔ہم اس . رے میں ا. اہیم سے پوچھ لیں گے۔''
'' وہ بھی تو فون نہیں اٹھا رہا۔'' منال کا لہجہ بکھر ی تھا۔

''اسکوواپس آنے دو۔۔اللہ خیر کرے گا۔تم دعا کرو۔''انھوں نے منال کوساتھ لگایا اور تسلی دی۔کسی نہ کسی طرح وہ ا قائل کر چکی تھیں کہ وہ مرنے والا جوڑا شیث اور شہرین کا نہیں تھا۔۔ منال کا دل بے چین تھا۔

اور وہ بے چینی کم نہیں ہو رہی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلا۔

''شٹ۔!!اسکو کیا ہوا؟''آفیسر اسکی جانب لپکے۔۔وہ اسی کرسی پر آڑھی ترچھی حالت میں پڑا تھا۔۔آفیسر نے جلدی سے اسکی گردن پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔وہ زندہ تھا۔۔اسکی سانسیں بھی چل رہی تھیں دھڑکن بہت سست تھی۔

''ہیلپ۔۔!!''وہ وہیں سے چلایا تھا۔۔وہ کسی قسم کا ہیڈکوارٹر تھا۔۔ہر تعنیات گارڈز فوراً دوڑے آئے۔کچھ ہی دیر میں اسکو اسٹریچر پر لٹایا گیا اور اسکو اسی ہیڈکوارٹر کے اسپتال لے جایا گیا تھا۔

تین دن گزر گئے۔

فارم ہاؤس کے سامنے ایک گاڑی آکر رکی۔جس میں سے سفیر اترا تھا۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔دروازہ کھلا تو سامنے ہی ایک صوفے پر عیشا بیٹھی تھی۔ہاتھ میں ایک پپ کارن کا بول پکڑے ٹی وی سکرین پر نگاہیں جمائے وہ پرسکون تھی۔

''عینا کہاں ہے؟''اسکی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

''خیر تو ہے؟''عیشا پلٹی۔

''ہاں۔۔تم بتاؤ عینا کہاں ہے؟''

''وہ۔۔کچھ سامان لینے مارکیٹ گئی ہے۔''

''کس سے پوچھ کر؟''سفیر نے بولوں میں انگارے بھر لیے۔

''ہوا کیا ہے؟''اب کی بار عیشا نے بول ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم لوگ بے وقوف ہو۔کون کی کوشش کرتے ہو؟ایجنسی اسکو تلاش کر رہی ہے اور تم نے اسکو مارکیٹ بھیج دیا؟''

''کیوں؟اس نے ایسا کیا کر دیا ہے جو ایجنسی اسکے پیچھے ہے؟''

''عیشا۔عیشا۔۔!!!!دماغ مت چاٹو۔!!''وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔''بھائی کیسے ہیں؟''

''اوپر کمرے میں ہیں۔۔دوپہر کو ٹمپریچر زیادہ ہو گیا تھا میڈیسن دی ہے اب بہتر ہیں۔''

''اوکے۔''سفیر مزید کچھ کہے بنا سیڑھیاں پھلانگ گیا۔

جبکہ عیشا نے بول اٹھایا اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔اس نے بول کچن میں رکھا اور ہاتھ دھوتے ہوئے باہر آئی اور اوپر فلور پر ہی ایک کمرے میں داخل ہوئی۔

سامنے بیڈ پر ضرار شاید نیند میں تھا۔

اس نے ہلکی سی دستک دی تو وہ اٹھ گیا۔

''کیسے ہو؟''وہ تھرمامیٹر اٹھاتی اسکے پاس آئی۔

''بہتر ہوں۔''عیشا اسکا ٹمپریچر چیک کر رہی تھی۔ان دنوں وہی ان کا خیال رکھ رہی تھی۔پھر عینا۔قادر اور باقی لوگ دوسرے مینشن میں تھے جہاں سفیر ان کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔جبکہ فارم ہاؤس پر ابیہم،ضرار،عینا اور عیشا موجود ہوتے تھے۔سفیر چکر لگاتا تھا۔ زیادہ وقت وہی وہاں ہوا کرتی تھیں۔

''ہمم۔اب تو بخار نہیں ہے۔''اس نے تھرما ٹ دیکھا۔

''عیشا۔!!''ضرار کی مدھم سی آواز آئی۔

''ہاں بولو۔''وہ مصروف سی دکھائی دے رہی تھی۔اس نے میڈیسن کس دیکھا جہاں کچھ دوائیاں ختم ہو رہی تھیں۔ پس پڑا نوٹ پیڈ اٹھایا اور ا نوٹ کر شروع کر دیے۔

''میرا فون؟''

''مجھے نہیں پتہ کہاں ہے۔۔کیا چاہیے تمہیں؟ میں دوسرا فون لا دیتی ہوں۔''عیشا نے اسکی جا دیکھا۔

''ہاں۔۔مجھے فون لا دو۔۔مجھے ماں سے ت کرنی تھی۔''

''اچھا میں لا دیتی ہوں۔''وہ مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔

ضرار کچھ دیچھت کو گھورتا رہا اور پھر سو گیا۔

''بھائی۔!!''

سفیر دروازہ کھولتے ہی پکارا تھا۔سامنے وہ بیڈ پہ ہی تھا۔ پٹی بندھی ہوئی تھی۔اس نے سفیر کی آواز پہ آنکھیں کھول دیں۔اور اٹھنے کی کوشش کی۔۔

''نہیں بھائی۔۔ ٹ رہیں۔''سفیر نے آگے ڑھ کر اسکو سہارا دیا۔

''میری شرٹ دو۔''وہ کراہ کر بولا تھا۔

'' بھائی۔''

''سفیر۔!!''وہ ذرا سختی سے بولا تو سفیر نے اسکی وارڈروب سے ایک ڈریس شرٹ نکالی اسکے بٹن کھولے اور ابتہیم کو پہنا دی۔

''فون دو۔''

'' بھائی۔''وہ سفیر کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا۔

''سفیر۔!! پانچ دن ہو گئے ہیں وہ مر جائے گی۔''اس نے کرب سے چور لہجے میں کہا تھا۔

'' بھائی آپکی یہ حالت دیکھ کر۔۔''

''میں جانتا ہوں کہ خود کو کیسے دکھا ہے۔۔تم فون دو۔''

سفیر نے ہارتا ہوئے اسکو اسکا فون دے دیا اور خود باہر نکل آیا۔

عیشا لاؤنج میں کھڑی فون کر رہی تھی۔

''ہاں۔۔سنو۔!! کچھ میڈیسنز کی لسٹ بھیج رہی ہوں وہ لے آنا۔''وہ مصروف سی ایک پیڈ لئے کھڑی تھی۔سفیر نے جھٹکے سے اس سے فون لیا تھا۔

''سفیر۔!! کیا بدتمیزی ہے یہ؟''عیشا ئی۔

''ہیلو۔!!عینا۔!!تم جہاں کہیں بھی ہو وہیں رہو۔۔میں دس منٹ میں پہنچ آ رہا ہوں تمہیں۔''

'' کیوں کیا ہوا ہے؟''سکرین کے پس عینا کی آواز گونجی تو سفیر مٹھیاں بھینچ گیا۔

''وہ جو تمہارا نویلا دلہا بیٹھا ہے نا ں لاک اپ میں۔۔اسی کے لئے گواہی چاہیے ان لوگوں کو تمہاری۔۔اس لئے جہاں ہو وہیں رہو۔۔ پہنچ آ رہا ہوں میں۔''وہ جبڑے بھینچے غرایا تو دوسری جانب ایک سپر سٹور پہ کھڑی عینا کا چہرہ پل میں زرد ہوا تھا۔

وہ ایک ٹالی تھامے کھڑی تھی۔۔جس میں گھر کا کچھ سامان تھا جو اس نے لیا تھا۔۔فون بند ہو چکا تھا وہ ابھی تک اسی پوز میں کھڑی تھی۔
تین دنوں کی مسلسل جدوجہد اور مصروفیت کے بعد وہ اس شخص کو تو یکسر بھول چکی تھی۔۔تو کیا وہ اسکی گواہی کا منتظر تھا؟ تو کیا اسکو عینا کی گواہی چاہیئے تھی؟ تو کیا ابھی عینا کا سے بڑا امتحان باقی تھا؟

اسکی آنکھوں سے بے اختیار نمکین مائع جاری ہوا تھا۔دل ایک پل کے لئے بند ہوا تھا۔ سے بڑا امتحان تو اسکے حصے میں آیا تھا۔ایک جان بچانا دوسری جان لینا اسکا فرض تھا۔وہ اپنے باپ کی جان بچاتی تو اپنے فرض سے غداری کرتی اور اگر فرض کو نبھاتی تو وہ ایک وقت میں دو لوگوں کو کھو دیتی۔اور دونوں ہی اسکو اپنی جان سے عزیز تھے۔

اس نے ایک پل کے لئے آنکھیں موند لیں تھیں۔اور شدت سے دعا کی تھی کہ سب ٹھیک ہو جائے۔اگر اسکو اس امتحان سے گزرنا نہ پڑے۔۔کبھی کبھار ہمارے کچھ امتحانوں کو ہماری آزمائشوں کو دعا بھی نہیں پلٹ سکتیں۔کیونکہ کچھ تقدیریں لوح محفوظ میں درج ہوتی ہیں۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔۔سپر اسٹور کا گلاس ڈور کھلا تھا۔۔وہ چار لوگ تھے سول کپڑوں میں انھوں نے سٹور کیپر کو اپنا تعارف دکھایا اور آگے بڑھ گئے۔۔عینا وہیں کھڑی تھی ساکت۔۔ان لوگوں کو اپنی جانب آتے دیکھتی ہوئی۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

''زہرہ۔!! سوپ بنا دو۔'' منال لاؤنج میں بیٹھیں تھیں۔

''میں بنا دیتی ہوں۔'' زلیخا کی کچن سے آواز آئی۔

''ہاں۔۔وہ بچپن سے تمہاری ہی مریض ہے۔۔اس لئے تم ہی بنا دو۔'' وہ صوفے پہ بیٹھیں تھیں ایک ہاتھ سے اپنی کنپٹی مسلتی ہوئی۔

کمرے میں تاریکی تھی۔۔دروازہ کھلا تو کوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بیڈ کی جانب آیا۔

اس نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اسکے ماتھے پہ رکھا۔اور پھر وہیں سائیڈ ٹیبل پہ پڑا آئس پیک اٹھایا اور اسکے ماتھے پہ رکھا۔

''سس۔۔'' سسک کر رہ گئی۔

وہ اب آہستہ آہستہ اس آئس پیک کو اسکے ماتھے اور گالوں پہ رگڑ رہا تھا۔

''نہ کرو۔'' اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

''تھوڑی دیر میں آپ ٹھیک ہو جاؤ گی۔'' ایک خالی خالی سی آواز گونجی تھی۔

''مر۔مرجان؟'' اس نے بند آنکھوں سے ہی اسکا چھوٹا سا ہاتھ پکڑا تھا۔

''ہمم۔'' وہ وہیں کھڑا تھا۔چہرے پہ پریشانی کے آثار تھے۔

''دینا۔۔کہاں ہے؟''

''وہ قوت کے ساتھ ہے۔۔آپ آرام کریں۔'' وہ ابھی تک آئس پیک اسکے ماتھے پہ رکھے ہوئے تھا۔

''یہ۔۔بہت ٹھنڈا ہے۔'' صفا نے اسکا ہاتھ ہٹانا چاہا۔

''کچھ دیر میں اچھا فیل کریں گی۔۔۔ایسے ہی کیا کرتے تھے۔'' وہ مدھم سی آواز میں بول رہا تھا۔جبکہ ۔۔کے ذکر پہ صفا کی آنکھیں ایک بار پھر سے جلنے لگی تھیں۔۔آنکھوں سے نمی آ بہہ کر اسکی کنپٹی میں جذب ہونے لگے تھے۔

''وہ ٹھیک ہوں گے۔'' مرجان کو اپنی ہی آواز سنائی نہیں دی تھی۔۔وہ اسکو حوصلہ دے رہا تھا حالانکہ وہ خود اس وقت اندر سے ٹوٹ ہوا تھا۔باپ کی جدائی اور دل و دماغ میں چلتی ایک مسلسل جنگ۔۔وہ اس آٹھ سالہ بچے کو کسی طرح جھنجھوڑے ہوئے تھی۔

''ہاں۔۔وہ ٹھیک ہوں گے۔'' صفا کے لہجے میں د. د. سا غصہ تھا۔

'' پیٹی لیڈی۔!!'' وہ اب آئس پیک رکھ کر اسکے پ س ہی ٹ ک ۔صفا کی آنکھیں اب کچھ کھل گئیں تھیں۔

''ہاں؟'' صفا نے اسکی جا. کروٹ لی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''مجھے کچھ پوچھنا ہے۔۔''

''بولو۔۔میرے شہزادے۔''

''آپ۔۔سچ سچ بتا گی۔''

''میں بھلا اپنے شہزادے سے جھوٹ بول سکتی ہوں؟'' اسکو اپنا جسم بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا مرجان کی ہر ہر. ت کا جواب وہ پورے ہوش میں دے رہی تھی۔

''میں اب مز. یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔۔'' وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''میری جان۔!! میرے شہزادے۔!!'' صفا نے اسکا ہاتھ پھر سے چوما تھا۔''کون سا بوجھ؟'' وہ ٹ پ کر رہ گئی۔

''کوئی تھا ایسا؟ جو آپکو لا کرتا تھا؟'' اس نے. لآ ا ہی سانس میں بول د. تھا۔صفا کو لگا کہ اسکے جسم کو کسی نے کا ں پ گھسیٹ د. ہو۔۔اس کو لگا کہ کسی نے اسکے دل کا خون نچوڑ د. ہو۔۔اور وہ ابھی ت ز. ہ تھی۔۔اس اذ. ت کو سہتی ہوئی۔

''مم۔مرجان۔'' اسکو اپنے . ہلتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

''پلیز۔۔یس اور نو۔'' اس نے نگاہیں اٹھا اور صفا کی آنکھوں میں د یکھا۔ ت ریکی میں بھی صفا کو لگا کہ مرجان کی آنکھیں اسکو چیر رہی ہیں۔۔وہ ان آنکھوں کو پہچا تھی۔۔وہ اس نگاہ سے واقف تھی۔۔وہ ان نگاہوں کے شر سے واقف تھی وہ نگاہیں قید کرنے کی صلا ت ر یتھیں۔

''یس۔اور۔نو؟'' وہ دو. رہ بولا۔اس. رلہجہ پہلے سے ز. دہ ڈیما ٹ تھا۔صفا کی آنکھیں ا ہی نقطے پ مرکوز ہو چکی تھیں۔

'' پیٹی۔۔لیڈی۔'' وہ . بھینچے غرا۔صفا کو لگا کہ وہ مرجان کے سامنے نہیں ہے۔وہ کسی بہت. ٹے شخص کی عدا ت میں ہے۔جس کے سامنے وہ بے بس تھی۔آج ت مرجان گورسی تو صفا. اہیم کی عدا ت میں. ی ہو ت آ تھا تو کیا آج صفا. اہیم کو مرجان گورسی کی عدا ت میں کوئی رعا ت مل سکتی تھی۔

''یس۔اور۔؟؟؟؟''

''ہاں۔!!'' اس سے پہلے کہ مرجان مز. کچھ بولتا صفا نے ا لمبی سانس کھینچ کر جواب د. تھا۔

''ہاں۔۔وہ کرتا تھا پسند۔'' صفا کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کیوں بتا رہی تھی وہ ان آنکھوں کے سامنے بے بس تھی۔

''اور آپ نے دھوکہ د. تھا؟؟؟ کیا آپ نے ماما کو؟''

''نہیں۔۔نہیں مرجان۔!! تم یہ الزام نہیں لگا ت۔'' وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔

''آپ نے اور . . نے۔''

''نہیں۔۔نہیں مرجان۔!! ایسی کوئی . ت نہیں ہے۔۔تم۔۔تم بہت چھوٹے ہو۔۔تم ان چیزوں کو سمجھ نہیں ت جو ہم نے اپنی ذات پ سہی ہیں۔'' صفا نے اسکے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

'' آپ کو بتا. چاہیے تھا۔'' وہ ہاتھ چھڑوا ت اٹھ کھڑا ہوا۔

''نہیں مرجان۔!! تم۔تم ایسا نہیں کر ت۔'' اسکو دور جا ت دیکھ کر صفا کی سانس ا ٹکنے لگی تھی۔مرجان دروازے ت ک ۔

صفا نے ا لمبی سانس کھینچی اور وہ بے جان ہو کر لڑھک گئی۔

'' پیٹی لیڈی۔!!'' وہ بھاگ کر صفا کے پ س آ ۔

'' پیٹی لیڈی۔!! پ یٹی۔!'' اسکے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''کیا ہوا؟'' صفا کی آواز نے اسکا خواب توڑا تھا۔

''ہاں؟'' مرجان کا چہرہ پسینے میں ڈوب چکا تھا۔

''تم کچھ پوچھ رہے تھے؟''

''ہاں؟ نہیں تو۔ وہ۔ میں۔ وہ۔'' مرجان کو اپنی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''بولو مرجان۔!! کون سی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے؟'' صفا نے دل میں ایک پختہ عہد کر لیا تھا کہ اب بس ایک بار مرجان اپنے دل کی بے چینی ظاہر کرے وہ اسکا ہر وہم اسکی ہر بے چینی کو دور کر دے گی۔

''نہیں۔۔'' مرجان نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آپ۔ ریسٹ کریں۔'' وہ وہاں سے جانے لگا تو سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل رنگ ہوا۔ صفا نے گردن موڑ کر دیکھا۔ مرجان نے سکرین کی جانب دیکھا اور وہاں سے گزر گیا۔

صفا اسکے اس پراسرار رویئے پر حیران تھی۔

اس نے بمشکل ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا۔

''کہاں سے آرہے ہو؟'' وہ اس وقت کوریڈور میں تھا۔ سامنے سے زہرہ آتی دکھائی دی۔

''کہیں سے نہیں۔'' وہ آگے بڑھ گیا۔

''مرجان گورسی پریشان ہے؟''

اسکی آواز پر وہ رکا پلٹا نہیں۔

''مرجان گورسی اپنی ماں کا انتقام بھول چکا ہے۔۔ مرجان گورسی کی ماں کو دھوکہ دیا گیا اور اسکے مجرم سکون سے پھر رہے ہیں۔۔ واہ مرجان گورسی۔!! واہ۔!! تمہارا ایف۔''

مرجان وہیں کھڑا رہا۔ ساکت۔ جامد۔!!

''کس کی بات ہو رہی ہے؟'' وہ دونوں پلٹے تو قوت کمرے کے دروازے کے میں کھڑا تھا۔۔ زہرہ بری طرح ہڑبڑائی۔

''کسی کی نہیں۔۔ دینا کہاں ہے؟'' اس نے خود کو کمپوز کیا۔ جبکہ مرجان کچھ فاصلے پر کھڑا تھا ان دونوں کو دیکھتا ہوا۔

''وہ روم میں ہے۔'' قوت نے ایک چھبتی سی نگاہ مرجان پر ڈالی۔

''میں دیکھنے آئی تھی اسکو۔'' وہ ایک نقلی سی مسکراہٹ سجائے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

''تم نے ہوم ورک کر لیا۔؟'' قوت نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

''ہاں۔'' وہ کہتا پلٹ گیا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' قوت نے صدا لگائی۔

''لان میں۔''

''کیڑے ہیں؟'' قوت کی بات پر مرجان ہل نہ سکا تھا۔ وہ وہیں ساکت ہو گیا۔

کال ریسیو ہوئی تو سامنے اسکا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ چہرہ مرجھا چکا تھا۔ وہ چند ہی دنوں میں اپنی رونق کھو چکا تھا۔ وہ سرمئی آنکھیں بے نور معلوم ہوتی تھیں۔۔ ہونٹ خشک اور پھٹے ہوئے تھے۔۔ چہرے کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔

''کیسی ہو؟'' وہ نگاہ پ اَ ۔ ہمیشہ کی طرح۔

صفانے ہاتھ ٹھا کر سائیڈ ٹیبل پ پڑا لیمپ آن کیا۔ روشنی میں اسکے چہرے کے ٔ وخال مزید واضح ہوئے اور ا. اہیم مزید غرق ہوَ ۔ وہ خاموش رہی تھی۔

صفانے چہرہ جھکالیا۔ آ ا ۔ ر پھر سے بہہ رہے تھے۔ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی نہ کوئی شکا ۔ اور نہ ہی کوئی غصہ۔

''ادھر دیکھو۔!!''ا. اہیم کو اپنے ۔ میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

صفانے میں سر ہلا ۔۔

اسکی ٔ ک سرخ ہو رہی تھی۔ ا. اہیم کو اپنے ۔ میں اٹھی ٹیسیں بھول چکی تھیں۔ وہ اسکے پ س پہنچنا چاہتا تھا۔ دل میں ا ۔ شدید سی لہر اٹھی تھی اور وہ اس کیفیت سے یکسر ا ن تھا۔ وہ سکرین کے پ رتھی، کہنے کو تو وہ اسکی آنکھوں کے سامنے تھی ا درمیان فاصلہ تھا بہت فاصلہ۔۔ وہ ز ۔ فاصلہ تھا ا. اہیم کا دل چاہا کہ اسکو وہیں سے اپنے دل میں سمالے۔

''ادھر دیکھو۔!!'' وہ دو ۔ رہ بولا اس ۔ لہجے میں انس تھا۔

اس نے دو ۔ رہ میں سر ہلا دی ۔ یعنی صاف انکار تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔ کال بند کردو۔'' وہ سفاکیت سے بولا تو صفانے ا ۔ جھٹکے سے چہرہ او پ اٹھا ی ۔ وہ محظوظ ہوا تھا۔ اور صفا کی آنکھوں میں صدمہ ا ٹھا تھا۔

''اوکے۔۔ آئی ایم سوری۔''ا. اہیم نے ا ۔ ہاتھ سے کان پکڑنے کی کوشش کی تھی ۔ کی تکلیف کے ۔ ش وہ حر ۔ نہ کرسکا۔

صفاَ دن موڑ گئی۔

''۔ راض ہو؟'' وہ اب شریر سی مسکان لئے پوچھ رہا تھا۔۔ صفانے اسکی جا ۔ نہیں دیکھا تھا۔

''ادھر دیکھو تو سہی۔'' وہ نچلا ہو ٹ د ۔ ی ۔ وہ اپنی چھوٹی سی بیوی کو منا رہا تھا نہیں جا تھا کہ اسکو کیسے منائے۔ وہ اس وقت واقعی بے بس تھا۔۔ وہ نہ تو اسکے پ س پہنچ سکتا تھا اور نہ اسکو وہاں بلوا سکتا تھا۔

''صفا۔!!'' اس نے پکارا تو صفانے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔ اور پھر ا ۔ ہاتھ اپنے منہ رکھ کر اپنی ہچکیاں روکنے کی ٔ کام سی سعی کی تھی۔

''صفا۔!!ادھر دیکھو۔'' وہ بے چین ہوا تھا۔ بہت ز ۔ دہ بے چین۔ اتنا کہ وہ پہلو ۔ ل کر رہ ی ۔ ۔ کی تکلیف یکسر ا ٔ ازہوئی تھی۔ ی ۔ یبان کے چند بٹن ابھی ٹ کھلے ہوئے تھے۔ پہلو ۔ لنے کے ۔ ش اسکی پٹی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جلدی سے فون پیچھے کیا اور اپنی شرٹ در ٹ کی جبکہ وہ تو بس رونے میں مصروف تھی اس ۔ ت سے ا ن کے مقابل کتنی ٹ ی ۔ ۔ لڑ کر آ ہے۔۔ وہ اس سے کوئی رابطہ نہیں کر رہا تھا کیو وہ نہیں جا تھا کہ وہ مشن میں کامیاب رہے گا ٔ کام۔

وہ ا ۔ خفیہ مشن تھا۔ ا ٹیجنسیز اور پولیس سے بھی خفیہ۔۔ اور ا. اہیم اس خفیہ مشن کو خاموشی سے سرا م دے کر واپس ہر شے اپنے کنٹرول میں چاہتا تھا۔

اس کمپاؤ ٹ کے ۔ رے میں حسن کے سوا کوئی نہیں جا تھا۔ عینا کے ذریعے ا. اہیم وہاں پہنچا۔ اَ ایجنسی کو اس ۔ رے میں علم ہو جا ٹ تو وہ مجاہدین کو اپنے قابو میں کر ی ٹ ۔ کیو وہ صرف ا. اہیم کی میں مجاہد تھے ۔ قی د کی میں وہ لوگ ۔ غی، شدت پسند اور دہشت دَ تھے۔

یہاں تو ممالک خود ساختہ وَ پس کو دہشت دَ قرار دے دیتے ہیں وہ تو پھر اپنی مرضی سے اس مشن کو سرا م دے رہے تھے۔۔ یہی قانون ہے ہماری د کا۔۔ ہم لوگ اپنی مرضی سے اپنے مقصد کے لئے کچھ عسکری وَ وہ بنا ی ٹ ہیں جو کہ آفیشل نہیں ہوتے۔۔ اور اَ بیرونی طاقتوں کو ان کے ۔ رے میں علم ہو جائے تو پھر ی تو وہ وَ وہ بچتا ہے ۔ ملک کی سا کھ۔

اور یہاں ملکی سلامتی اور ملک کی سا کھ ۔ زی لے جاتی ہے اور اپنے ہی لوگوں کو غدار اور دہشت دَ قرار دے کر ا خلاف آ پ شروع کر دی جا ٹ ہے۔۔ وہ لوگ مسکراتے ہوئے اپنے ملک کے اداروں کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جو کل ٹ ا ہدایت دے رہے تھے آج ا خلاف زہر اگلتے ہوئے ا خاتمے کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

اس صورت میں اَ ا. اہیمَ فتار ہو جا ٹ تو اسکے خا ٔ ان کو ڈ لیس کر ٔ ان لوگوں کے لئے مزید آسان ہو جا ٹ ۔۔ وہ اپنے پیچھے ایسا کوئی کمزور ثبوت نہیں چھوڑ سکتا تھا

جس سے اسکا خا ان ایسی کسی مشکل میں پھنس سکے۔!! وہ اپنی جگہ ٹھیک تھا۔
اور صفا اپنی جگہ در تھی۔
ہی اپنی اپنی جگہ در تھے۔
بس۔!! وقت غلط تھا۔!!

قوت چلتا ہوا آ اور مرجان کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ مرجان نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا جبکہ قوت اسکے جا آ کھڑا ہوا۔
''بھائی۔!! کیوں کر رہے ہو ایسا؟'' قوت کے ا از میں می اور فکر واضح تھی۔
''اپنے کام سے کام رکھو۔'' مرجان ا ہی نقطے پ نگاہ جمائے بولا تھا۔
''نہیں میرے بھائی۔!! تم اور میں ا جسم دو جان ہیں دہے ں کہ ماما کیا کہتی تھیں۔'' قوت نے ا کام سی سعی کی تھی اسکو ور کروانے کی۔
مرجان جواب میں خاموش رہا تھا۔
''کیا تم ماما کو تکلیف دینا چاہتے ہو؟'' قوت نے دن موڑ کر مرجان کی آنکھوں میں دیکھا۔
''نہیں۔!!'' مرجان کا لفظی جواب سن کر قوت کو کچھ سکون ہوا تھا۔
''تو پھر؟ کیوں کر رہے ہو یہ ؟ ماما نے ہمیں یہ کبھی نہیں سکھا تھا۔''
''میں سزا دے رہا تھا۔'' مرجان کے ہلے۔ قوت نے اچنبھے سے اسکو دیکھا اور دو قدم چل کر اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔ مرجان دن جھکا تھا۔
''کس کو اور کیسی سزا؟''
''ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیہے بھائی۔!!'' مرجان نے نگاہ اٹھائی تو اسکی آنکھیں نم تھیں۔
''کن لوگوں نے؟'' قوت کو ابھی ت اسکی ت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔
''۔۔۔اور پ یٹی لیڈی نے۔'' اس نے اپنے ننھے سے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں میں امڈتی نمی پونچھی تھی۔
''پوری ت بتاؤ۔'' قوت بھی اب کی ر بے چین سا ہوا تھا۔
''۔۔نے پ یٹی لیڈی سے بہت پہلے شادی کر لی تھی اور ۔ وہ مصر گئیں تھیں تو۔۔ کی بیوی بن کر ہی گئی تھیں حالا ہم ۔ سے کہا کہ وہ۔۔ کی ن ہیں اور۔''
''اور؟'' قوت تحمل سے سن رہا تھا۔
''اور یہ بھی کہ پ یٹی لیڈی کو کوئی پسند کرتا تھا اور وہ بھی شا ۔'' مرجان کہتے کہتے خاموش ہر ۔ قوت کے چہرے کے رَ پھیکے سے پ گئے۔ اسکی میں صفا کے لئے بہت عزت تھی وہ اسکو قبول کرنے لگا تھا بے شک وہ مرجان کی طرح والہانگی کا اظہار نہیں کرتا تھا صفا کا اسکے دل میں ا الگ سا مقام تھا۔۔ مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔
''لیکن میں۔ ۔ ۔ ا سزا دیتا ہوں مجھے بہت گلٹی فیل ہوتا ہے بھائی۔'' مرجان نے بھرائی آواز میں کہا تھا حلق میں آ اٹ رہے تھے ا بہنے کی اجازت نہ تھی
۔
''اور تمہیں یہ کس نے بتا ؟'' قوت نے کچھ سوچ کر پوچھا تھا۔ مرجان نے اچا اسکی آنکھوں میں دیکھا وہاں کچھ اور تھا۔
''کیا تم میری ت کا یقین نہیں کر رہے؟'' مرجان ا قدم پیچھے ہٹا۔
''کر رہا ہوں یہ بتاؤ کہ یہ کس نے کہا ہے۔؟'' قوت نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنی ت پ زور دیا تھا۔
مرجان کی سیاہ پلکوں میں جنبش ہوئی۔ ''مجھے۔۔ مجھے۔ خود ہی پتہ چل تھا۔'' مرجان نے جھوٹ بول دیا۔

''تو کیا مرجان جھوٹ بولتا ہے؟'' قوت نے ایک گہری نگاہ مرجان پہ ڈالی کیونکہ وہ . . . جھوٹ بولتا تھا اسکی سیاہ پلکیں لرزنے لگتی تھیں۔مرجان نے نگاہ نہیں اٹھائی۔

''مرجان بتانا نہیں چاہتا۔اس نے پرامس کیا ہے کسی سے۔''اس نے اب کی بار سچ بول دیا تھا۔

''ہمم۔ میری بات سنو بھائی۔'' قوت نے کچھ سوچ کر مرجان کا ہاتھ پکڑا۔

''وہ . ہیں۔۔ہمارے . ۔۔اس دنیا میں اگر ہم کسی پہ ٹرسٹ کرتے ہیں تو وہ صرف اور صرف ہمارے . . ہیں۔۔ماما نے بھی آج یہی سکھایا تھا کہ اپنے ماں باپ کی پرابلم کبھی شک نہیں کرتے۔''وہ سانس ٹھہر کر بولا۔''تم بھلے صفا آپی کی بات کا یقین نہ کرو . . کی بات کا کرو۔۔وہ آجائے تو ان سے بے شک . کچھ پوچھ لو۔۔کیونکہ ماما کہتی تھیں کہ دل میں کوئی باتیں نہیں رکھنی چاہیں۔''وہ ایک بار پھر سے اسکو سمجھا رہا تھا۔

''میں ٹرسٹ کرنا چاہتا ہوں۔''مرجان منمنایا۔

''تو پھر کروٹرسٹ ۔۔کیونکہ . . ہم ٹرسٹ کرتے ہیں تو پھر شک کی گنجائش نہیں ہوتی اگر تمہیں ٹرسٹ نہیں ہے تو تم پہلے انویسٹی گیٹ کرلو۔۔پھر اگر ٹرسٹ کرلیا تو پھر انویسٹی گیٹ نہ کرو۔۔کیونکہ وہ بڑے ہیں یقیناً وہ لوگ ہم سے بہتر سمجھتے ہیں۔'' قوت کی بات پہ مرجان نے نگاہ اٹھائی۔

''تو کیا بڑے ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں؟''اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''آئی گیس۔'' قوت نے کندھے اچکا دیئے۔

''تو پھر میں . بڑا ہوں گا؟''مرجان کو اپنی حد تک خود سمجھ نہیں آرہی تھی۔

''ہم جلد بڑے ہوجائیں گے . تم ایسا کچھ نہیں کرو گے جس سے . . راضی ہوں۔۔چلیں کمرے میں؟''اس نے پیار سے کہتے ہوئے مرجان کے کندھے پہ زور پھیلایا۔۔مرجان نے ایک نگاہ اسکو دیکھا۔۔اور پھر اسکے ساتھ کمرے میں آگیا۔

آج پھر سے قوت نے مرجان کو سیاہ پتھر بننے سے روک لیا تھا۔۔وہ اسکی انجانی اربیب کرنا جانتا تھا۔۔شاید وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم تھے۔

''ٹھیک ہے اگر تمہیں رونا ہی ہے تو میں کل فون کرلوں گا۔''اس نے درشتی سے کہتے کال کاٹ دی۔۔صفا نے چونک کر سکرین کی جانب دیکھا تھا۔کال کٹ چکی تھی۔صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں تھیں اس نے جلدی سے اپنا چہرہ رگڑا۔اسکو اپنی ناراضگی ہی مہنگی پڑ گئی تھی۔اتنے دنوں بعد اس نے کال کی تھی اور صفا نے اپنی غلطی کی وجہ سے وہ بھی اب کردی۔

اگر وہ کسی مشکل میں ہوا تو؟اس نے تو ابیہم سے اسکا حال بھی نہیں پوچھا۔

''میرے اللہ!!''صفا نے اپنی سوچوں کو لگام ڈالتے ہوئے جلدی سے کپکپاتے ہاتھوں سے دوبارہ نمبر ڈائل کیا۔اس نے ایک ہاتھ سے اپنے گال رگڑے اور فون کان سے لگائی۔بیل جارہی تھی۔

ادھر فون ابھی تک ابیہم کے ہاتھ میں تھا اور وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پرسکون سا فون سکرین کو دیکھ رہا تھا جہاں صفا کی کالز آرہی تھیں۔ایک مدھم سی مسکراہٹ نے ابیہم کے عنابی لبوں کو چھوا تھا۔

اس نے کال نہیں اٹھائی۔کال کٹ گئی۔!!وہ آنکھیں سکیڑیں فون سکرین کو دیکھتا رہا جہاں اب ایک بار پھر سے فون آرہا تھا۔

''نہیں۔نہیں۔ابھی اور تھوڑی دیر رہو ناراض۔!!''وہ مسکراہٹ دبائے بڑبڑایا۔کال کٹ گئی۔ابیہم ایک اور کال کا انتظار کررہا تھا کہ ایک بار اور کال آئی تو وہ اٹھا لے گا۔

فون نہیں اٹھایا گیا تھا۔۔صفا کا دل بند ہورہا تھا۔۔یہ میں عجیب گھٹن سی محسوس ہوئی تھی اس نے لرزتے ہاتھوں سے میسج بکس اوپن کیا۔

کچھ دیر رہ چکی تھی کال نہیں آئی۔ا. اہیم اب تھوڑا بے چین ہوا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ خود سے کال کرتا ایک میسج اسکی سکرین پہ نمودار ہوا۔اس نے اکسس اوپن کیا تو پھر سے مسکراہٹ اسکے لبوں پہ رقص کرنے لگی تھی۔

''ا. اہیم۔!! آئی ایم سوری۔۔پلیز۔۔کال اٹھالیں۔۔مجھے معاف کردیں آئندہ ایسے نہیں کروں گی پلیز کال اٹھالیں ورنہ میں مرجاؤں گی۔'' آخری بات پڑھ کر ا. اہیم کی مسکراہٹ سمٹی اور ماتھے پہ بل پڑ گئے۔اس سے پہلے کہ صفا کال کرتی ا. اہیم کی کال آنا شروع ہوچکی تھی۔صفا نے جلدی سے فون اٹھایا۔وہ ایک ویڈیو کال ہی تھی۔

''السلام وعلیکم۔!! کیسے ہیں آپ؟''اس بار وہ طوطے کی طرح بولی تھی بناء روئے بناء اٹکے۔ا. اہیم نے جواباً. واچکائے۔

''وعلیکم السلام۔!! میں ٹھیک ہوں۔۔ لگتا ہے تمہارا دماغ ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔'' وہ خفگی سے بولا تھا۔

''میرا دماغ کیوں؟''صفا نے کاٹے۔

''یہ جو میسج بھیجا ہے اسکے آخری جملے پہ غور کرو۔'' وہ اب کی بار سنجیدگی سے بولا تھا۔

''کک۔۔کیا ہے آخری جملہ؟ میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔''

''کیا واقعی۔؟ کیا تم نے ایسا کچھ نہیں کہا جس پہ تمہیں شرمندہ ہونا پڑے؟''

''مجھے نہیں لگتا۔۔کیونکہ یہ سچ ہے اگر آپ نے بے اعتنائی برتی تو مرجاؤں گی میں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی تو ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کتنی بار کہا ہے کہ یہ بات مت کیا کرو؟'' وہ ضبط کرتے ہوئے جبڑے بھینچ گیا۔

''اور آپ جو ہر بار۔۔۔''

''کیا میں ہر بار یہاں؟ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں یہاں تفریح کرنے آیا ہوا ہوں؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں یہاں مزے اڑا رہا ہوں؟ اندازہ بھی ہے کن حالات میں تھا؟'' وہ پھٹ پڑا تھا۔۔اس بات سے ان کے اسکی ہر بات پہ وہ لڑکی نیلی پیلی ہو رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟ کون سے حالات؟ آپ بتاتے کیوں نہیں؟''اسکی آواز یں دم توڑ رہی تھیں اور ا. اہیم کو اگلے ہی لمحے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ نارمل ہوا۔

''نہیں بتا آپ۔۔کیا ہوا ہے؟ کیسے حالات؟ اور اتنے دن رابطہ کیوں نہیں کیا؟''اسکے لہجے میں غم ،غصہ اور استحقاق شامل تھا۔اسکی آنکھیں کرب سے سرخ تھیں تو خوف غصے سے۔۔اور آواز خوف کے مارے لرز رہی تھی دل میں ایک استحقاق تھا۔ایک ہی جملے میں اتنے جذبات کی عکاسی ہوچکی تھی ا. اہیم کچھ بول نہ پایا۔

''بتاتے کیوں نہیں؟''وہ آخر کار اونچی آواز میں چیخی تھی۔

''شش۔۔!!''ا. اہیم نے فوراً اسکو خاموش کروایا تھا۔جبکہ وہ ڈھیٹ بنی رہی۔''اوکے سوری بول تو رہا ہوں یار۔'' وہ تکان سے بولا۔صفا نے سرخ ناک پونچھی۔

''اور میں معاف نہیں کر رہی آپکو۔'' وہ پورے حق سے بولی تو ا. اہیم کے لئے مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہوگئی تھی۔

'' میں تو معافی مانگ رہا ہوں نا۔۔اور دیکھو شوہر سے معافی منگوانے والی بیویوں کا اللہ الگ سے حساب لیتا ہے۔'' وہ ا. واچکا کر اسکو ورکروا رہا تھا۔

'' میں نے ایسی کوئی بات کہیں نہیں پڑھی۔''

''کیونکہ میں نے پڑھائی نہیں نا ابھی۔''ہونٹوں کے کنارے پھیل رہے تھے وہ بڑا سمیٹ کر خود کو سنجیدہ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''اور مجھے ایسا کوئی قاعدہ نہیں پڑھنا۔''

''لائق اور بھگوڑے اسٹوڈنٹس کو قابو کرنا آتا ہے مجھے۔''

''میں نالائق نہیں ہوں۔'' وہ فوراً بولی تھی اس بات سے ان کہ ا. اہیم کتنی آسانی سے اسکا دھیان مزید بات سے ہٹا چکا تھا۔

''اچھا؟ چلو مان لیا۔یہ بتاؤ کہ میرے جیسے میرے ذہین بچے کیسے ہیں اور کہاں ہیں؟'' وہ اسکو آہستہ آہستہ مین بات سے ہٹ کر اپنی مرضی کی گفتگو پہ لانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

''مرجان اور یقوت اپنے کمرے میں ہیں اور دینا آج زہرہ کے پس ہے۔''

''آج زہرہ کے پس؟''

''ہاں۔۔پہلے میرے ساتھ ہی ہوتی تھی۔''

''تو آج کیوں زہرہ کے پس ہے؟''

''وہ۔۔آج میری طبیعت تھوڑی خراب تھی۔'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''کیا ہوا ہے طبیعت کو؟ اور دوا لی؟''

''جی لے لی تھی۔۔بخار تھا۔۔اب ٹھیک ہوں۔'' اس نے صفائی سے جھوٹ بولا تھا ہالا ابھی بھی اسکا ماتھا بخار کی حدت سے تپ رہا تھا۔

''جھوٹ اس سے بولنا جو پکڑ نہ سکے۔۔ماما کہاں ہیں؟'' اب کی بار وہ پھر سے سخت لہجے میں بولا تھا۔صفا ہونٹ چبانے لگی۔''بولو۔ماما کہاں ہیں؟''

''وہ تو سو گئیں۔'' اس نے کندے اچکا دیئے۔اگلے ہی پل فون بج رہا تھا۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر سکرین کو دیکھا۔

ابراہیم نے اگلے ہی لمحے ریسیو اور فون کال اٹھائی تھی۔۔بیل جاتی رہی۔اور پھر منال نے کال اٹھالی۔

''ابراہیم۔۔!!! میرے بیٹے۔!! کیسے ہو؟ کہاں ہو؟ تم نے اتنے دن سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔۔تم جانتے بھی ہو کہ ہم کتنے پریشان تھے۔۔اور خاص کر۔۔''

''اور خاص کر وہ آپکی اتنی سی بہو۔'' وہ خفگی سے بولا تو منال بولتی بولتی خاموش ہو گئی۔

''ہاں۔۔اور تمہیں اسکی رتی بھر پرواہ نہیں۔۔پتہ بھی ہے کہ کتنی ہلکان ہوتی رہی ہے وہ؟ اوپر سے جانے تم اس سے کیا کیا کہتے رہے ہو کہ وہ اتنا ڈر چکی ہے کہ آفس کار بخار میں تپ لگی۔''

''اور آپ آ کر سو گئیں؟'' وہ خفا سا تھا۔

''نہیں تو۔۔میں نے اسکو دوا دی تھی۔۔اب تو بہتر تھی۔۔اور ویسے بھی میں نہیں سوئی ابھی۔'' وہ فوراً اپنے دفاع میں آ گئی۔

''ماما۔!! پلیز! ڈاکٹر کو کال کریں۔۔ورنہ میں کر دیتا ہوں وہ ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ آفس کار تکان سے بولا کچھ درد تھا اس لئے لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔

''میں دیکھتی ہوں اسکو تم فکر نہ کرو۔۔یہ بتاؤ کہ تم ٹھیک ہو؟'' وہ بیڈ سے اٹھیں اور صفا کے کمرے کی جانب چل دیں۔

''جی۔۔۔آپکی دعا ہیں میرے ساتھ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔'' عجیب مان سا آیا تھا لہجے میں۔۔اسکے میں درد کی شدید لہر سی اٹھی تھی کہ اسکا دل کیا کہ کاش اسکی ماں اسکے پس ہوتی۔۔جیسے بچپن میں ماں کی آغوش میں آ کر اسکے سارے زخم بھر جایا کرتے تھے شاید آج بھی اسکو وہی آغوش درکار تھی وہ لوگ ایک دوسرے سے بہت دور تھے۔

''ماں صدقے جائے۔۔میرے لعل۔!! میری دعا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔'' وہ نہال ہوئی۔

''ماں۔!اسکو دیکھیں پلیز۔اور پھر مجھے بتا۔میں تھوڑی دیر تک کال کرتا ہوں۔''

''اچھا میں دیکھتی ہوں۔'' وہ بات کرتیں کرتیں صفا کے کمرے کے باہر پہنچ گئیں تھیں۔دستک دی اور خود ہی اندر آ گئیں۔صفا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی خون چبا رہی تھی۔

''کیا ہوا پھر سے بخار ہو گیا؟'' وہ پریشانی سے اسکی جانب بڑھیں اور اس سے پہلے کہ صفا میں سر ہلاتی انھوں نے اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔''صفا۔!! تم نے بتایا کیوں نہیں؟'' وہ حیران تھیں کہ صفا ایک بار پھر سے بخار میں تپ رہی تھی۔

''میں اب ٹھیک ہو جاؤں گی آپ۔'' وہ انکا ہاتھ پکڑ کر بولی تو منال مسکرا دیں۔

''جا رہی ہوں۔۔اب تو ہو جاؤ گی ٹھیک اس نے جو میرا سر کھایا ہوا ہے؟ میں کرتی ہوں ڈاکٹر کو کال۔'' کہتیں وہ اسکے پس ہی بیٹھ گئیں۔

ا. اہیم نے موبائل وہیں سائیڈ ٹیبل پہ پٹکا اور ہاتھ بڑھا کر ایک کلر اٹھائی اور پانی کا گلاس اٹھایا۔۔اس نے ہاتھ بڑھا کر جگ اٹھانا چاہا تو جگ زمین بوس ہو گیا۔۔چھناکے کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''عیشا فوراً آگے بڑھی اور جگ دیکھا جو کہ کرچی کرچی ہوا تھا۔

''ہاں۔۔پانی چاہیے تھا۔''

''میں لے کر آتی ہوں۔''عیشا فوراً پلٹی تھی۔

''عینا کہاں ہے؟''ا. اہیم کی بھاری سی آواز گونجی تو عیشا دروازے میں ہی رک گئی۔۔پلٹی نہیں۔

''عیشا۔۔!!عینا کہاں ہے؟''ا. اہیم کھٹکا تھا۔

عیشا آہستہ سے مڑی سر اوپر نہیں اٹھایا۔

''میں کچھ پوچھ رہا ہوں ڈیم اٹ۔!!''وہ پوری قوت لگا کر دھاڑا تھا۔۔عیشا لرز کر رہ گئی۔

''سس۔سر۔۔وہ۔دراصل۔''

''کیا وہ۔وہ۔لگا رکھی ہے۔۔ان سنگل سینٹینس۔!!''اس نے آرڈر دیا تو عیشا نے تھوک نگلا۔

''اسکو ایجنسی والے لے گئے ہیں۔''اسنے آنکھیں بند کر کے آنکار بتا دیا۔

''واٹ؟''ا. اہیم پہ حیرت کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔

''سر۔۔سفیر یہ تھا۔۔اسکے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ لوگ۔''

''تم لوگوں نے اسکو بھیجا ہی کیوں؟؟؟مجھ سے اجازت لی تھی؟''

''نو۔سر۔!!''عیشا کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔

''جسٹ لیو۔!!!''وہ پھر سے چیخا تو عیشا ایک پل میں وہاں سے غائب ہوئی تھی۔۔ا. اہیم نے ہاتھ میں پکڑی گولی بھی دور اچھال دی۔اب کوئی کلر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے گاڑیاں جہاں آکر رکی تھیں وہ کوئی ہیڈکوارٹر تھا۔پوٹوکول پورا کرتے ہوئے وہ لوگ ایک بڑی سی بلنڈنگ کے احاطے میں پہنچے تھے۔پھر آنکار گاڑی رکی تو ایک آفیسر جو کہ فرنٹ سیٹ پہ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا نیچے اترا اور آکر پچھلا دروازہ کھولا۔عینا نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔

''کم آؤٹ۔!!''وہ پروفیشنل سے انداز میں بولا تھا۔عینا خاموشی سے باہر نکل آئی اور ان لوگوں کی پیروی میں چلتی رہی تھی۔آنکار وہ لوگ ایک آفس کے باہر آکر رکے۔

کچھ ہی دیر میں اس آفس سے ایک آفیسر نکلا اور ان لوگوں کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔عینا خاموشی سے ساتھ چلتی رہی۔جیسے ہی دروازہ کھلا تو سامنے سر. اہی کرسی پہ ایک آفیسر بیٹھا تھا وہ سول کپڑوں میں تھا۔اس نے نگاہ اٹھا کر عینا کی جانب دیکھا۔وہ ان آفیسرز کے درمیان کھڑی تھی۔۔سر کے خم سے اندر آنے کا کہا اور ہاتھ سے ان لوگوں کو باہر جانے کا کہا۔کیونکہ آفیسر کا لینڈ لائن بج رہا تھا۔۔جیسے ہی وہ بیٹھی آفیسر نے کال اٹھائی۔

''جی سر۔!!''وہ مئودب سا بولا تھا۔

''لڑکی کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہیے۔''مقابل کی گمبھیر آواز گونجی تھی۔

''سر۔!انویسٹیگیشن کرنی ہے۔''آفیسر نے جیسے مقابل کو سمجھانا چاہا۔

''جو وہ بتائے۔۔جتنا بتائے کافی ہے۔۔اس پہ کوئی دباؤ نہیں آنا چاہیے۔''مقابل نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

''تو سر ہم جانے دیتے ہیں ں پھر خاتون کو۔'' آفیسر جیسے تپ گیا تھا۔

''وہ تو لازمی سی بات ہے۔'' مقابل نے جیسے پیشگی فوراً قبول کی تھی آفیسر لینڈ لائن سپیکر کو دیکھ کر رہ گیا۔ پھر اس نے ایک اچٹتی نگاہ سامنے بیٹھی لڑکی پر ڈالی۔۔اور کچھ الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

سامنے بیٹھی لڑکی کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔۔وہ ایک سفید ڈریس شرٹ اور براؤن کلر کی لانگ سکرٹ میں ملبوس تھی۔۔بند جوتے تھے اور سر پر ایک سکارف جو کہ اسکے کندھوں کو بھی ڈھک دیتا تھا۔۔بظاہر بڑی ڈیسنٹ دکھائی دیتی تھی۔

''کمال ہے۔!! لیڈی۔!! آپ کے تو پہنچنے سے پہلے ہی آپکی سفارش لگ چکی ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرایا تھا۔عینا سر جھکا گئی۔''ارے ارے۔۔شرمندگی کی بات نہیں ہے۔۔فخر کی بات ہے کیونکہ ہمارے ڈیفینس منسٹر کی کال تھی۔'' وہ بولا تو عینا نے بے اختیار سر اوپر اٹھایا تھا۔

''داد دینی پڑے گی آپکی پہنچ کو۔۔ارے۔۔میں بھی ں۔۔بھول گیا تھا کہ کس سے بات کر رہا ہوں۔'' وہ معنی خیز انداز میں کہتا ایک دم ہنسائے ٹیک لگا گیا۔۔عینا نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

''مسز شہ حسن آفندی۔!!'' وہ بولا تو عینا نے تھوک نگلا تھا۔

''پرفیکٹ لی۔۔!! مسز حسن کر داوی۔'' اس نے اپنی تصحیح کی تو عینا نے سر جھکائے ہی اثبات میں سر ہلایا۔

''ہمم۔۔تو ایسا کریں مسز کر داوی۔!! آپ آج کی رات آرام کریں۔۔ہماری مہمان ہیں آپ۔۔اس لئے آپ سے صبح ملاقات ہوگی۔'' وہ بے فکری سے کہتا سیدھا ہوا اور ایک فائل پر کچھ لکھنے لگا۔

عینا نے گھبرا کر سر اوپر اٹھایا۔

''۔۔کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے جو مجھے روک رہے ہیں؟'' عینا کا حلق ایک پل میں خشک ہوا تھا۔۔تو کیا وہ لوگ اسکو بھی گرفتار کر رہے تھے؟

سحری کے وقت صفا کی آنکھ کھلی تھی۔بخار کم ہو چکا تھا۔ڈاکٹر نے دوا بدل دی تھی اور منال ساری رات اسکے سرہانے بیٹھی رہی تھیں۔کمرہ خالی تھا اس نے اپنا دوپٹہ سنبھالا اور وضو کرنے چلی گئی۔۔کچھ دیر بعد واپس آئی تو موبائل سکرین بلنک ہو رہی تھی۔

صفا نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔

''میں کچھ دنوں تک واپس آجاؤں گا۔۔اور مجھے امید ہے کہ تم مجھے اپنی طرف سے پریشان نہیں کرو گی اپنا اور میرے بچوں کا خیال رکھو گی۔''

سطری پیغام نے صفا کے اندر ایک جان سی بھر دی تھی۔۔اس نے جلدی سے موبائل دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

''میں اپنا اور ہمارے بچوں کا خیال رکھوں گی آپ بے فکر ہو کر اپنا کام کریں اور۔۔جلدی سے واپس آجا ئیے۔'' اس نے پیغام بھیج دیا۔اور مسکرا کر اٹھی اور باہر نکلی۔

وہ لاؤنج میں پہنچی تو وہ لوگ ناشتہ لگا چکے تھے۔اور صفا ان کو ساتھ دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی منال نے اسکو آتے دیکھا تو مسکرا دیں۔

''کیسی طبیعت ہے اب؟''

''بہتر ہوں۔'' وہ اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔۔ایک پیار بھری نگاہ ساتھ بیٹھے مرجان اور یوقوت پر ڈالی۔

''سحری کر لو روزہ بے شک نہ رکھنا۔'' وہ مصروف سی بولیں۔

''نہیں۔۔میں ٹھیک ہوں اور روزہ رکھ سکتی ہوں۔'' صفا نے ایک پلیٹ اٹھایا۔

''ابھی پوری طرح ٹھیک ہو جاؤ۔'' سفیان گورسی نے چائے کا کپ واپس رکھتے ہوئے اسکو شفقت سے ڈپٹا تھا۔

''نہیں انکل۔!! میں ٹھیک ہوں۔'' وہ کسی ضدی بچے کی طرح ان لوگوں سے بحث کر رہی تھی۔

''پیٹی لیڈی۔!! آپ پہلے کھانا کھا لیں آپکو پورا ملے گی۔'' مرجان بے ساختہ اٹھا اور ایک پلیٹ اسکی جانب بڑھائی جس میں پراٹھے پکھن لگا ہوا تھا۔۔صفا نے

خوشگوار حیرت سے دیکھا۔جبکہ دوسری جا٘ بیٹھی زہر نے اچنبھے سے مرجان کا٘ لہ سارو یہ دیکھا۔۔یقوت ان سے بے زا پنا٘ شتہ کرر ہا تھا۔

''اچھا؟ مجھے لگتا ہے کہ یہ پ اٹھا کسی اور کو کھا٘ چاہیے۔ کہ وہ جلد از جلد ٹ اہو جائے۔''صفا نے مرجان کے سیاہ٘ لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''اوہ ریئلی؟ کیا پ اٹھا کھانے سے میں ٹ اہو جاؤں گا؟''اس کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''ہاں٘ لکل۔!!''صفا نے اثبات میں سر ہلا یا تو مرجان نے اپنے لئے ا یا اور پ اٹھا نکالا اور اس پ مکھن لگا نے لگا۔

'' تمہیں اتنی جلدی ٹ اہو کر کیا کر٘ ہے؟''سفیان صا٘ اس سے محظوظ دکھائی دیتے تھے۔

''۔کہ میں ہمیشہ صحیح ث٘ ۔ ہو سکوں۔''وہ معصومیت سے کہتا اب پ اٹھا کھا رہا تھا۔ لوگ اسکی٘ ت پ حیران ہوئے تھے۔

''تو اب کون تمہیں غلط کہتا ہے؟''منال نے اپنی مسکراہٹ روکی۔

'' ٹ ے ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں٘ ں۔۔اور مجھے جاننا ہے کہ ٹ ے ہم سے٘ تیں کیوں چھپاتے ہیں۔۔منال۔!!٘ میں ٹ اہو جاؤں گا٘ ں۔تو سارے رازوں کا پتہ ؤں گا۔۔آ٘ کیوں مجھ سے٘ لوگ٘ تیں چھپاتے ہیں؟''وہ الجھا سا ہوا تھا اس لئے اس نے الجھے سے ا٘ از میں اپنی پ یشانی بتائی تھی جس کی کسی کو سمجھ نہ آئی۔۔البتہ جوا ًا یا قہقہہ گو تھا سفیان گورسی کا۔

مرجان نے ا یا ٘ راض سی نگاہ ان پ ڈالی۔

''اوکے اوکے۔!!''انھوں نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔''٘ ۔ مرجان گورسی ٹ اہو جائے گا تو ہر کوئی اس کو ہر٘ ت بتا یا کرے گا۔۔اور اسکے مشورے کے بناء اس گھر میں کوئی کام نہیں کیا جائے گا۔''انھوں نے فیصلہ سنا یا تو منال اور صفا نے مسکراتے ہوئے ا ہاں میں ہاں ئی۔مرجان کچھ مطمئن ہوا تھا۔

''ہاں۔۔یہ بہتر ہے۔''وہ اب پھر سے٘ شتہ کرر ہا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ اس وقت واش روم سے نکل رہی تھی۔وہ کمرے جیل کے نہیں تھے۔وہ کوئی گیسٹ ہاؤس معلوم ہو٘ تھا۔ا یا زمہ ا٘ رآئی جو کہ یونیفارم میں ملبوس تھی اس کے ہاتھ میں ا یا کھانے کی ٹ ے تھی جس میں کچھ٘ ٹ ، دودھ، جوس اور آملیٹ تھا۔اس نے وہ ٹ ے لا کر وہاں موجود ا یا چھوٹی سی میز پ رکھی جہاں دو کرسیاں بھی رکھی ہو تھیں۔

عینا نے تو لئے سے منہ صاف کیا اور اس جا٘ آئی۔ زمہ اب مئودب سی کھڑی تھی۔

''کیا میں اپنے شوہر سے مل سکتی ہوں؟''اس نے ا یا آس سے پوچھا تھا۔

''شوہر؟'' زمہ نے سوال کیا۔

''ہاں۔۔یہاں میرا شوہر بھی قید ہے۔۔کیا٘ ہر کوئی آفیسر ہے اس وقت؟''عینا نے دروازے کی جا٘ دیکھا۔

''میڈم۔!!میں کچھ نہیں جا ۔۔آپ٘ شتہ کر لیں میں بس یہاں آ پکی٘ مت کے لئے ہوں۔''اس نے پ وفیشنل ا٘ از میں جان چھڑوائی تھی۔۔عینا کا حلق ٹ وا ہوا۔

وہ پیشی سے پہلے حسن سے قات چاہتی تھی کیو وہ نہیں جا تھی کہ حسن اس سے کیا چاہتا ہے۔وہ ا یا عجیب کشمکش میں تھی۔ا یا جا٘ حسن تھا جس کے حق میں گواہی دینے کے بعد اسکو اسکے پ کا بھی پتہ چل جا٘ ۔۔اور دوسری جا٘ وہ٘ مجاہدین تھے جن کا حسن مجرم تھا۔۔وہ حسن کو سزا دلوا٘ چاہتی تھی۔

عینا نے ا یا گہری سانس خارج کی اور بیٹھ کر سحری کرنے لگی۔

کمرے میں اس وقت ٘ ریکی تھی آفیسر کرسی پ بیٹھا تھا جبکہ وہ سامنے بیڈ پ ہی ٹ ے رکھے پ سکون سا سحری کرر ہا تھا۔۔آفیسر ماتھے پ٘ گواری سجائے اسکا پ سکون سا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔وہ اسکے سکون کو غارت کر٘ چاہتا تھا سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے کرے۔

پھر آفیسر تھا سا مسکرا یا۔

حسن نے ا یا لقمہ بنا یا اور جیسے ہی اپنے منہ کے قر یب کیا۔

''تمہاری بیوی کو گرفتار کر چکے ہیں کل رات۔'' لقمہ حرام ہوا تھا۔ سکون غارت ہوا تھا۔ آفیسر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

حسن نے لقمہ واپس ڈ ے میں پٹخا۔ اور پ نی کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا یا۔ ا یا گھونٹ حلق سے ا تی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسکے گلے میں موجود اس گلٹی کی حر ت اس کے حلق سے ا تے پ نی کی کہانی بیان کر رہی تھی۔ وہ شخص ضبط پ نے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور پھر اس نے خالی گلاس ڈ ے میں رکھا۔ اور سامنے بیٹھے آفیسر کو دیکھا۔

''مجھے میری بیوی سے ملنا ہے۔'' وہ نرمی سے ا ا۔ اسکے سفید پ وں اس میرون قالین کی زینت بنے تھے۔ پھر اس نے وہیں پ ی ا یا سیاہ چپل پیروں میں اڑس لی۔ اور چلتا ہوا آفیسر کے پ س آ یا۔

''کچھ زیادہ ہی بے قراری ہو رہی ہے؟'' آفیسر اب محظوظ ہو رہا تھا۔ حسن نے ا یا گہری نگاہ اس پ ڈالی اور پھر کرسی کھینچ کر اسکے سامنے آ کر بیٹھا۔

''تمہیں پتہ ہے آدم کو جنت میں بھی تنہا نہیں رکھا گیا تھا۔ اور تم لوگ سمجھتے ہو کہ اس بوڈار قید خانے میں تم لوگوں کے منحوس چہرے مجھے میری بیوی کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں؟'' وہ ٹہ ک پ ڑ جمائے کہہ یا جبکہ آفیسر کی مسکراہٹ پل میں سمٹی تھی۔

''وہ گواہ ہے ہماری اور تم اس سے گواہی سے پہلے تو نہیں مل سکتے۔'' آفیسر نے ڈ ائی۔

''وہ گواہ ہے۔ تم لوگ گواہ کو تو روک سکتے ہو میری بیوی کو نہیں۔ اس کا کوئی قانون مجھے میری بیوی سے ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا۔''

''تم۔!!'' آفیسر نے انگلی کھڑی کی۔

''اگلے دس منٹ میں وہ یہاں ہونی چاہیے۔'' وہ پرسکون تھا جیسے کہ اسکا حکم ٹال نہیں جائے گا۔ پورکا دوسرا نام تھا شیخ حسن آفندی۔!!

آفیسر مٹھیاں بھینچے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور تن فن کرتا باہر نکل گیا۔ پیچھے اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''اتنی جلدی کیسے تم ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی؟؟ پگل لڑکی؟'' وہ غرا یا۔

ٹھیک دس منٹ کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اور وہ اس وقت وضو کر کے واش روم سے نکلا تھا۔ دیکھا تو سامنے ا یا لیڈی آفیسر کے ساتھ عینا کھڑی تھی۔ چہرے پ گھبراہٹ اور آنکھوں میں الجھن کے ساتھ ساتھ خوف بھی تھا۔ حسن نے ا یا نگاہ اس پ ڈالی اور تولیہ اچھال دیا۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔

عینا نے اسکی جانب نہیں دیکھا تھا۔ وہ نگاہ نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ خوف، کرب، پچھتاوا اور جانے کتنے احساسات تھے جو کہ اس وقت گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ اس شخص کو دیکھنا بھی چاہتی تھی وہ بھی خواہش کرتی تھی کہ زندگی میں کبھی بھی اس سے سامنا نہ ہو۔

وہ جانے کیا چاہتی تھی۔ وہ اپنی اس کیفیت میں پھنسی ہوئی تھی کیونکہ اس وقت اس کے دل و دماغ میں ایک چھڑی ہوئی تھی دماغ کہتا تھا کہ وہ شخص قابل نفرت ہے جبکہ دل بغاوت کر رہا تھا۔ اور دل کی یہ بغاوت عینا کو تختہ دار کی جانب گھسیٹ رہی تھی۔

عینا کی نظر اسکے پیروں پ گئی۔ ہمیشہ کی طرح وہ اسکے پیروں کو دیکھ کر رہ گئی۔

اتنے شفاف۔!!

اوپر سے سیاہ چپل۔!

کیا تھا اگر وہ شخص اسکو اس طرح نہ ملتا؟ کیا تھا اگر وہ لوگ عام لوگوں کی طرح ملے ہوتے؟ کیا ہو جاتا اگر حسن انہ ہوتا۔؟ کیا اس دنیا سے اچھائی ختم ہو جاتی اگر حسن اپنا حصہ نہ ڈالتا؟

دل نے دہائی دی تھی اور یہ خاموش دہائی ایک بار پھر عرش تک گونجی تھی۔ دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔

لیڈی آفیسر عینا کے ساتھ کھڑی تھی۔حسن نے اجازت طلب نگاہ اس پہ ڈالی یعنی کہ وہ تنہائی چاہتا تھا۔

''آئی ایم سوری۔!! آپ ہماری موجودگی میں ہی مل سکتے ہیں۔'' آفیسر نے قطعی لہجے میں کہا تو حسن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔عینا نے پلکیں بھی نہ اٹھائیں۔

''اوکے۔۔ایز یو وش۔!!'' وہ کندھے اچکاتی ہوئی۔اس نے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو کہ اپنی ہنسی روکنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔۔پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر عینا کا ہاتھ پکڑا جو کہ پسینے سے بھیگ رہا تھا۔۔وہ دوسرے کے سامنے بے شک ایک مضبوط اعصاب والی لڑکی تھی اس شخص کے سامنے اسکی تمام تر ہمت ختم ہو جایا کرتی تھی۔۔وہ ریزہ ریزہ کا ڈھیر بھی ہو جایا کرتی تھی۔

عینا نے اپنے ہاتھ کو اسکی گرفت میں جاتے دیکھا تو حلق میں کانٹے چبھنے لگے۔اور پھر حسن نے ایک نگاہ آفیسر کو دیکھا۔وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی۔

حسن نے عینا کا ہاتھ کھینچا۔۔اتنی زور سے کہ وہ اسکے سینے سے جا لگی۔

دل کے سمندر میں خوبوں کا ایک ایسا شور بپا ہوا تھا کہ ساحل پہ موجود خوف، خدشات اور واہموں کے پرندے پھر سے اڑ گئے تھے۔عینا کا پورا وجود شل ہو چکا تھا۔سارے بدن میں ایک کرنٹ سا دوڑ چکا تھا۔اسکے دل کی دھڑکنوں کا شور حسن کو بھی سنائی دیتا تھا۔اور وہ اس شور کو پہچانتا تھا۔

حسن نے اچنبھے سے سر جھکا کر عینا کی بند آنکھوں کو دیکھا۔

اور حسن کو لگا کہ وہ آج اپنی خطا بنا لڑے ہی ہار چکا ہے۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔!!!

اس نے غیر یقینی سے عینا کا چہرہ دیکھا جہاں کیا کچھ نہیں تھا۔!!

وہاں اسکو ہر شے آتا تھا سوائے نفرت کے۔!!

تو۔؟ کیا عینا حسن سے محبت؟

یا اللہ۔۔!! یہ کیسا لمحہ تھا؟ کس چیز کا ادراک کس لمحے میں اور کس جگہ پہ ہو رہا تھا۔؟

حسن کا دل ایک لمحے کو بند ہوا تھا۔۔وہ دل جو صدیوں سے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اچانک سے پھڑ پھڑایا تھا۔۔صفا کے جانے کے بعد اس نے اپنے دل کو ایک زنجیر میں جکڑ کر قید کر دیا تھا۔بالکل جیسے کسی جنگلی جانور کو قید کیا جاتا ہے کہ اسکی وجہ سے اہل علاقہ کا نقصان نہ ہو۔۔حسن نے بھی اپنے دل کو قید کر دیا تھا کہ کہیں اسکے دل کی بغاوت سے اسی کا نقصان نہ ہو جائے جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ آج؟ آج یہ پھڑ پھڑاہٹ کیوں؟ ایسا تو نہیں ہوتا؟ دل تو بس ایک ہی رد دھڑکا کرتا ہے پھر آج اسکا دل یوں کیوں دھڑک رہا تھا۔۔عینا کی ہر دھڑکن کے ساتھ اسکا دل بھی دھڑک کر جواب دے رہا تھا۔وہ دونوں دل ایک دوسرے کے ساتھ تال سے تال ملا رہے تھے بنا اپنے مالکوں کی اجازت کے۔!!

کیونکہ دل بے لگام حیوان ہوتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہونے کے باوجود بھی قابو میں نہیں آیا کرتا۔

حسن نے ہر سوچ کو جھٹک دیا۔اور ایک ہاتھ سے عینا کی پشت سہلائی۔۔اسے اس لڑکی کے لئے بالکا تھا۔۔جانے کیوں وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس سے ڈر جائے۔۔وہ تو بس اسکے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا صرف اس لئے کہ وہ اسکی اینٹرٹینمنٹ تھی۔۔وہ اس انٹرٹینمنٹ کو یوں کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔۔اس نے دونوں ہاتھ اسکے گرد باندھ کر اسکو محفوظ کر لیا۔

عینا کی بند آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔۔ اس نے احتجاجاً اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ کر الگ ہونا چاہا حسن نے اسکی مزاحمت کو ناکام بنا دیا۔

وہ اسکو پرسکون کرنا چاہتا تھا۔وہ اسکے واہموں کو دور کرنا چاہتا تھا۔نہیں جانتا تھا کیوں۔؟ وہ اسکو اس طرح نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔وہ اسکے آنسوؤں کا حصہ نہیں تھی نہ ہی وہ اسکو اس آنسو کا حصہ بنانا چاہتا تھا۔

''آئی مسڈ یو لٹل سپائے۔'' وہ سرگوشی نما آواز میں بولا تھا۔

''چھوڑو مجھے۔!!'' وہ خفگی سے اسکے سینے پہ مکے برسانے لگی۔

''شش۔!!'' اس نے عینا کے کان میں سرگوشی کی۔۔آفیسر اپنے کان اور آنکھیں کھولے کھڑی تھی۔

''مجھے کچھ نہیں ۔۔!!۔ کہاں ہیں؟ پلیز۔ بتادو۔'' وہ سسکیوں کے بیچ بمشکل بولی تھی۔

''بتادوں گا۔۔ تم پلیز۔ روؤ مت۔'' وہ جانے کیوں کمزور پڑ رہا تھا۔۔ وہ خود نہیں جان سکا تھا۔

''میرے آ تو تمہیں ہمیشہ خوشی دیتے ہیں حسن کرداوی۔'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

''ادھر دیکھو۔!!'' حسن نے جھک کر اسکو تھوڑی سے پکڑا اور اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔۔ عینا نے بھیگی پلکیں اٹھا ۔

''تم۔۔ آزاد ہو۔'' وہ اچا سے بولا تھا۔ عینا کے کھل گئے۔۔ آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''کک۔ کیا۔ کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ جو چاہے گواہی دو۔!! جو بتا ہے بتادو ان لوگوں کو۔'' وہ ا ہاتھ سے اسکے گال صاف کر رہا تھا۔

''تم۔ تم۔ ایسے کیسے؟''

''میں تمہیں اس ۔ میں شامل نہیں کر سکتا۔!! جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ اور چلی جاؤ۔ مجھ سے دور۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔'' وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ ۔ اور عینا کو لگا کہ وہ قید ہو چکی ہے۔ اور اس قید سے رہائی ممکن تھی۔

وہ ساحر تھا۔ اور سحر زدہ کرنا جانتا تھا۔

مگر آج وہ سحر نہیں کر رہا تھا اور مقابل اسکے سحر میں جکڑی جا رہی تھی۔

''۔۔۔؟'' عینا کے ملے تھے۔

''تم آزاد ہو۔'' اس نے عینا کی ت سنے بناء اپنی ت دہرائی۔

''۔۔'' وہ اپنی ت پہ قائم تھی۔۔ حسن نے ا نگاہ آفیسر کو دیکھا۔

اور پھر اس نے دو رہ عینا کے د فت بنائی اور اسکی کنپٹی کو چھوا۔۔ عینا کا دماغ خالی ہو چکا تھا۔

''آزادی کا پ وانہ صرف تمہارا جاری ہوا ہے۔۔ ق لوگ اپنی سزا پوری کریں گے۔۔ مائی ڈیئر وائفی۔۔ ہمم؟؟؟'' اس نے عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''سس۔ سزا؟'' عینا کا دل بند ہوا۔

''گو۔'' اس نے کہتے عینا کو جھٹکے سے الگ کیا تھا۔

''نہیں۔'' عینا ا قدم آگے ڑھی اور اسکو یبان سے دبوچا۔ ''میں۔ میں تمہارے جال میں نہیں پھنسنے والی۔۔ تم۔ تم سمجھتے ہو کہ یوں مجھے آزاد کر کے خود کو رہا کروا لو گے تو تمہاری سوچ ہے۔'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوری قوت سے چیخی تھی۔

''تم نے ہ کئے ہیں حسن کرداوی۔۔ اور تم اپنی سزا پ ؤ گے۔!! تم۔ تم۔ سزا۔۔'' اسکے الفاظ دم توڑ گئے۔۔ اور وہ اسکی نہوں میں جھول گئی۔

''اتنی سی تو ہمت ہے تم میں۔'' اس نے بے بسی سے عینا کا زرد چہرہ دیکھا۔

''سٹاف۔۔!!'' آفیسر ہر نکل کر ئی تو کچھ ہی د میں کچھ اور لیڈی آفیسرز آ اور عینا کو وہاں سے لے گئیں۔

وہ پیچھے کھڑا رہ ۔۔ خالی ہاتھ۔ اور خالی دل کے ساتھ۔!!

دوپہر ہو رہی تھی۔

صفا کمرے میں ہی رہی تھی سارا دن۔۔ ا اہیم تھوڑی تھوڑی د بعد اسکا حال احوال پوچھتا رہا تھا۔ وہ لوگ میسجز پ چھوٹی موٹی ت کرتے رہے تھے۔۔ اس نے ا دو رہ کال کر کے دینا سے اور ق گھر والوں سے بھی ت کی تھی۔۔ وہ خود بستر پ پڑا تھا۔۔ کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں تو گھر والوں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

صفا سیڑھیاں ا کر نیچے آئی تو منال لاؤنج میں ہی تھیں۔ اسکو دیکھ کر مسکرا ۔

صفاا پ س آ کر بیٹھی۔انھوں نے صفا کے ب لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''کیسی طبیعت ہے؟''انھوں نے شفقت سے پوچھا تو صفاا گود میں سر رکھ وہیں صوفے پ ہی دراز ہوگئی۔منال کے دل میں عجیب لہر سی اٹھی تھی۔۔ا لگا جیسے ا سجل ا آغوش میں آ گئی ہو۔۔ا ہاتھ لرزے تھے۔۔صفا نے منال کے ہاتھ پکڑ کر چومے۔۔ا آنکھیں نم تھیں۔

''آپ جیسی ماں خیال ر ' کے لئے ہو تو بندہ ٹھیک ہو ہی جا ' ہے۔''اس نے ہاتھ ٹ ھا کر منال کے آ صاف کئے۔وہ آسودگی سے مسکرا دیں۔

''کہا بھی تھا کہ روزہ نہ رکھو۔۔ابھی کمزور ہو۔''انھوں نے اسکے ب لوں میں ا ' ی ں ۔

''کوئی ب ت نہیں۔۔میں اتنی بھی کمزور نہیں ہوں۔''

''ہاں۔۔بہت بہادر ہوگئی ہو۔۔کاش۔۔پہلے بھی ہو جاتی۔''وہ ' جانے کیا سوچ رہی تھیں۔

''ہمم۔۔ہر چیز کا ا ی وقت ہو ' ہے۔۔شا ی میرے مقدر میں یہ ب سہنا لکھا تھا۔''صفا بھی کھو سی گئی۔

''پتہ ہے سجل کہا کرتی تھی امی۔!!صفا بہت ' زک ہے۔۔میں ہمیشہ صفا کے لئے موجود رہوں گی۔۔مجھے تو یہ ڈر ہے کہ۔ ب ہم دونوں شادی کر کے الگ الگ گھروں میں جا گی تو صفا کا کیا ہوگا؟''وہ سجل کی ب تیں دہراتی ہو کھو سی گئیں۔

''ہاں۔۔اور مجھے کہا کرتی تھی کہ ہم دونوں ا ی ہی گھر میں شادی کریں گے۔''صفا بھی اداسی سے مسکرائی۔

''میری سجل۔!!کاش۔۔!!آج وہ ہوتی۔''منال نے ا ی ہچکی لی تو صفاان سے لپٹ گئی۔

وہ لوگ کتنی ہی د ی اپنے زخموں کو کر ی کر ی کر آ بہاتی رہی تھیں۔

''میں۔۔بچوں کے لئے کھا ' بنالوں۔''وہ کچھ د ی بعد آ پونچھتی ہوئی الگ ہوئی۔

''زلیخا بنا رہی ہے۔تم آرام کرو۔''منال نے اسکو ڈپٹا۔

''دو دن سے میں ا لئے کچھ نہیں بنا سکی۔۔آج بنا ی ' دیں۔''

''نہیں ب لکل نہیں۔''منال نے دوٹوک ا ' از میں کہا تھا۔

'' ۔''صفا اداس ہوئی۔

''ٹھیک ہے بس جوس بنالوا لئے۔۔ب قی کھا ' زلیخا بنا لے گی۔''منال نے اجازت دی تو صفاا گلے میں ب نہیں ڈال گئی۔

وہ ابھی کچن میں ہی تھی کہ لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا۔

''السلام علیکم دادو۔!!'' ی قوت ا ' ر داخل ہوا جبکہ پیچھے ہی مرجان اپنا بیگ قریباً گھسیٹتا ہوا ' ر آ رہا تھا۔

''وعلیکم السلام۔!!''انھوں نے ان دونوں کو ب ری ب ری پیار کیا۔

''آ گئے میرے شہزادے۔!!''صفا کچن سے جوس لے کر آئی۔وہ دونوں اسکو یوں ہشاس ب ش دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔خاص کر مرجان۔!!

''آپ ٹھیک ہو گئیں پ یٹی لیڈی؟''وہ پ جوش ہوا تھا۔

''ہاں۔۔میں نے سوچا کہ میرا ہینڈسم اور چارمنگ ٹ اتنی دعا کرتا ہے۔۔اب مجھے ٹھیک ہو جا ' چاہیے۔''صفا نے مسکرا کر ان دونوں کے گال چومے اور ا ب ل ٹھیک کئے۔

مرجان اور ی قوت نے جوس کے گلاس اٹھا لیے۔

''پ یٹی لیڈی۔!!منال۔!!''اس نے ان دونوں کو پکارا۔

''ہاں؟''وہ ی ز ن ہو ۔

''آپ لوگ منہ دوسری جا. کرلیں آپکا روزہ ہے۔۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ دونوں ہنس دیں۔

'' ہمیں ایسے کچھ نہیں ہوتا۔''

''نہیں۔۔میں جا ہوں تھوڑی تھوڑی کریو ہوتی ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''کیسے؟'' صفا حیران ہوئی۔

''اس دن. آ۔ کونگلٹس دیئے تھے تو مجھے بھی کریو ہوئی تھی۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ ۔ جبکہ منال اور صفا کے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو ۔ ساتھ ساتھ ا مرجان پ تس بھی آ ۔ تھا۔

'' ہم لوگ. ڑے ہیں۔'' صفا نے مرجان کا سر چوما۔

''جو بھی ہے۔۔میں نہیں چاہتا آپ لوگوں کو کریو ہو۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا تو منال اور صفا دونوں نے اپنی آنکھوں پ ہاتھ رکھ لئے۔

آ ۔ اور میرال گھر داخل ہو تو کچن سے اشتہا انگیز مہک اٹھ رہی تھی۔

''واہ۔ماما نے آج کچھ سپیشل بنا ہے۔'' میرال لاؤنج میں بیگ پٹکتی کچن کی جا. آئی۔جبکہ آ ۔ بھی بیگ ر ست قدم اٹھاتی کچن میں چلی آئی۔۔سامنے ئی جان زمہ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھیں۔۔وہ لوگ کوئی آمیزہ مکس کر رہی تھیں۔

''ماما۔!! آج کچھ سپیشل بنا رہی ہیں؟'' میرال نے پ وں اٹھا کر دیکھا۔

''آ گئی میری پ ؟ سلام نہ دعا۔آتے ہی بس ۔ جھا ۔'' انھوں نے ڈپٹا تو میرال ہنسنے لگی۔

آ ۔ نے گلاس اٹھا اور کولر سے پ نی ڈالنے لگی۔اسکا حلق سوکھ رہا تھا۔

''بتا ں۔۔آج کیا بن رہا ہے؟''

''آج افطار پ تمہارے ماموں کی فیملی آ رہی ہے۔۔اسی کی تیاری کر رہے ہیں۔''

کچن میں چھنا کے کی آواز پ وہ . پ تھیں۔

سامنے آ ۔ کھڑی تھی جس کے ہاتھوں سے وہ شیشے کا گلاس کر ٹوٹ چکا تھا۔۔پیروں میں کانچ بکھرا ہوا تھا اور چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

''آ ۔ ۔!! آتے ہی شروع کر دیا تم نے یہ . ؟'' ئی جان نے تکان سے کہا تھا۔

''سس۔سوری۔وہ۔میں صاف کرتی ہوں۔'' آ ۔ فوراً زمین پ بیٹھی اور کانچ چننے لگی۔ا کانچ کا ٹکڑا اسکی انگلی میں لگا تو خون کی بو یں فرش پ نے لگی۔

''آ ۔ ۔اٹھو۔۔میں کرتی ہوں۔'' زمہ نے اسکو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا اور خود صفائی کرنے لگی۔۔آ ۔ سامنے کھڑی تھی. ڑی نیلی آنکھوں میں پ نی امڈ رہا تھا۔

''جاؤ۔۔اب جا کر چینج کر لو۔۔پھر کھا کھا۔ تم لوگ۔'' ئی نے گواری سے کہا تو آ ۔ وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتی پلٹی تھی۔۔میرال نے بھی ا چھلا لگائی اور کانچ کو عبور کرتی ہر نکلی۔

''میرا بیگ بھی اٹھالا۔'' وہ آ ۔ کو جو کہ اپنا بیگ اٹھا رہی تھی حکم دیتی سیڑھیاں پ ھ گئی۔۔

آ ت نے وہیں ٹیبل سے ا ٹشو اٹھا۔۔اس سے اپنی ننھی سے انگلی پونچھی اور دونوں بیگ اٹھاتی بمشکل سیڑھیاں پ ھنے لگی۔۔

دن ٹ نہیں رہا تھا۔بے چینی سی بے چینی تھی۔ا. ابہیم نے ا . رپھر سے کسی کو فون کیا تھا۔ کوئی خاطر خواہ جواب نہ پ کر اس نے فون وہیں د ۔ پ س پ ڑی ا . تی بیل بجائی تو سفیر کمرے میں داخل ہوا۔

''جی بھائی۔!!''

''گاڑی نکالو۔'' وہ اٹھنے لگا۔

'' بھائی آپکی طبیعت۔''

''بھاڑ میں گئی طبیعت یر۔۔وہ بچی۔ جانے کس حال میں ہوگی۔'' ا۔ اہیم اپنی شرٹ کے بٹن بند کرر ہا تھا ا یہ ہاتھ سے۔

'' بھائی۔۔اس طرح آپ۔''

''دماغ مت چاٹو سفیر۔!!'' وہ اسکی بناء سنے سست قدم اٹھا تا کمرے سے نکل َ ۔

سفیر سر پیٹ کر رہ َ ۔وہ بھی چارو۔ چار پیچھے آ۔اور گاڑیاں تیار کروا ۔

انویسٹی گیشن روم میں اس وقت سناٹا تھا۔۔سامنے ا یہ آفیسر بیٹھا تھا۔۔اسکے ساتھ ہی ا یہ لیڈی آفیسر تھی۔۔ ا یہ تناؤ سا تھا وہ لوگ عینا کے ساتھ حد درجہ ٰ می . ت رہے تھے۔

''آپ حسن کرداوی کو کیسے جا ہیں؟'' آفیسر نے پہلا سوال کیا تھا۔

''شوہر ہے وہ میرا۔'' عینا کی آنکھیں سرد تھیں۔

''شوہر سے پہلے؟ قات کیسے ہوئی؟''

''جاب کرتی تھی۔۔سیکرٹ ی تھی اسکی۔''

''ہمم۔۔تو پھر اچا۔ سے شادی؟''

''کیا آپکو اس. ت کا دکھ ہے کہ آپکو شادی کا کارڈ نہیں ؟'' عینا نے سرد لہجے میں کہا تو آفیسر نے اچنبھے سے دیکھا۔''ہم کیسے ملے؟ کیسے شادی ہوئی۔؟ یہ . ہماری ذاتی ز ٰ گی ہے۔''

''مسز کرداوی۔!!'' آفیسر نے اپنا چشمہ ا۔ ر کر رکھا۔''ہم سمجھ تے ہیں کہ آپ پ. ؤ ہے آپ بے فکر۔''

''ا یہ منٹ۔!! کس نے کہا. ؤ ہے؟'' عینا ٹ خ کر بولی تو آفیسر نے لیڈی آفیسر کو دیکھا۔وہ کندھے اچکا گئی۔وہ لوگ حیران ہوئے تھے کہ کل رات جس لڑکی کی ز. ن نہیں کھل رہی تھی آج وہ حسن سے ملنے کے بعد ایسے بول رہی ہے جیسے وہ لوگ حسن کے سامنے ہی بیٹھے ہوں۔

''یعنی نہیں ہے د. ؤ؟'' آفیسر نے ا یہ چھی نگاہ ڈالی۔

''نہیں۔۔میں یہاں جو کچھ بولوں گی اپنی مرضی سے بولوں گی اور مجھ پ کوئی کسی قسم کا د. ؤ نہیں ڈال سکتا۔'' عینا نے َ دن ٹ الی۔

''ٹھیک ہے۔۔اس دن ہوٹل میں جوزف کے ساتھ کیسے قات ہوئی۔؟''

وہ لوگ اب اصل. ت پ آئے تھے۔عینا نے تھوک نگلا۔

وہ ا یہ . ر پھر سے دودھاری تلوار پ کھڑی تھی۔

''مجھے حسن نے بھیجا تھا۔'' آنکھیں ا یہ . ر پھر سے سرد ہو تھیں۔

''واٹ؟'' آفیسر چونکا تھا۔

''ہاں۔!!اور اب جو جو میں بتاؤں گی وہ سچ ہوگا۔۔اور مجھے امید ہے کہ اس قانون کے پ س اتنی ہمت ہوگی کہ وہ ا یہ مجرم کو، ا یہ درن ے کو سزا دے سکے۔'' عینا نے اٹل لہجے میں کہا تو دونوں آفیسرز نے ا یہ دوسرے کا منہ دیکھا۔

ڈیفینس آفیسر کے آفس کے سامنے کچھ گاڑیں آ کر رکی تھیں۔

گارڈز آگے بڑھے۔!! گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس سے وہ شخص نکلا جس کو پورے پروٹوکول سے اندر لے جایا گیا تھا۔

وہ ایک کثیر منزلہ عمارت تھی۔وہ لوگ لفٹ سے ہوتے ہوئے تیسری منزل پر پہنچے تھے۔

آفس کا دروازہ کھلا تو سامنے بیٹھی شخصیت اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیوں تکلف کیا؟ مجھے کہہ دیتے۔'' وہ اٹھ کر آگے بڑھا اور ابیہم سے مل کر اسکو ساتھ لایا۔وہاں موجود صوفے پر بیٹھا اور خود بھی اپنی کرسی چھوڑ کر اسکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔باقی گارڈز اور زمین بوس ہی رک گئے تھے۔

''کوئی اپڈیٹ؟'' ابیہم نے پانی پیتے ہوئے پوچھا تھا۔

''بے فکر رہو۔وہ بچ نہیں پائے گا۔'' وہ ایک چالیس سالہ آدمی تھا جو کہ ابیہم کے ساتھ یوں بیٹھا باتیں کر رہا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں۔

''مجھے اس بڑھیا اور ان کی پرواہ نہیں ہے۔اس بچی کا پتہ کرو۔وہ لوگ اتنی دلچسپیاں کیوں لگا رہے ہیں؟'' ابیہم نے پانی کا گلاس رکھتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

''پتہ کیا ہے۔بیان بازی کیا جا رہا ہے۔تم کیوں فکر کرتے ہو؟''

''اور بیان بازی کروانے سے پہلے ملاقات کروانے کا کس نے کہا تھا؟'' ابیہم کے سوال پر ساتھ بیٹھا شخص بڑبڑایا تھا۔''دیکھو۔!!تم اچھے سے جانتے ہو کہ پچھلے آٹھ سالوں سے اس ملک کے ہر اقدام کے پس پردہ میری منشا شامل ہوتی تھی۔اس لئے یہ مت سمجھنا کہ اب مجھ سے کچھ چھپ سکتا ہے۔''

''جانتا ہوں۔ اس نے خود کہا تھا۔''

''تو؟ وہ تم لوگوں کا مجرم تھا یا داماد؟'' وہ غرایا۔

''اچھا تم غصہ نہ کرو۔میں دوبارہ پتہ کرواتا ہوں۔''

''تم لوگ اس سے خوفزدہ ہو؟'' ابیہم نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔وہ نگاہ پھیر گیا۔

''احمر۔!!مت بھولو کہ ظلم مٹنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔وہ اب یہاں دفن ہو رہا تھا تو صرف اس لئے کہ میں نے اسکو ڈھیل دے رکھی تھی جو اس نے حال ہی میں کیا ہے،ن۔!!میں اسکو اب مزید آزاد نہیں چھوڑ سکتا۔'' ابیہم مٹھیاں بھینچ گیا۔

''جاتا ہوں۔تم۔تم۔بے فکر رہو۔'' کہتے اس نے اپنا موبائل نکالا۔

آفیسر نے اپنا میز پر رکھا۔اور ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا۔

وہ سامنے بڑھا سی بیٹھی تھی۔جیسے کہ دل کا بوجھ اتار کر وہ خود اسی بوجھ کے نیچے دفن ہو گئی ہو۔اس نے تکان سے سر میز پر گرا دیا۔

لیڈی آفیسر نے اسکا کندھا ہلایا۔عینا ایک طرف کو لڑھک گئی۔

''اس کو لے جاؤ۔'' میل آفیسر نے اپنا چشمہ اٹھا کر آنکھوں سے لگایا۔

آفیسر اٹھی۔تو عینا نے یوں ہی میز پر سر ٹکائے آنکھیں کھول دیں۔وہ ایک ہی سمت میں دیکھ رہی تھی۔

''کیا میں ایک بار اس سے مل سکتی ہوں؟'' وہ گم سم سے لہجے میں بولی تھی۔

''کیا اب بھی؟'' آفیسر کو اچنبھا ہوا تھا۔

''ہاں۔۔آخری بار۔!!'' عینا پھیکا سا مسکرائی۔

''ٹھیک ہے۔'' آفیسر نے لیڈی آفیسر کو اشارہ کیا۔

''بیان ر رڈ ہو چکا ہے۔''احمر نے فون کان سے ہٹا کر ا. اہیم کی جا. دیکھا۔وہ سامنے بیٹھا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔چلو۔۔مجھے اسکو ۔ جا. ہے ابھی اسی وقت۔''ا. اہیم اٹھ کھڑا ہوا۔

'' ۔!!''

''ا کچھ نہیں۔۔ا اس لڑکی کو کچھ ہوا تو میں منصور کو کیا منہ دکھاؤں گا احمر۔!!''وہ جبڑے بھینچ ۔

''او کے فائن چلو۔!!''احمر بھی اٹھ کر آ ۔

''ا اس نے حسن کے حق میں بیان د ہوا تو؟''وہ دونوں اس وقت لفٹ میں تھے۔ احمر نے کہا تھا۔

''وہ بعد کی. ت ہے۔۔وہ اسکی گواہی حاصل کر کے بھی میرے ہاتھوں بچ نہیں سکتا۔''ا. اہیم مٹھیاں بھینچ ۔

''تمہارے پ س کئی موقع آئے تم نے اسکو ختم کیوں نہیں کیا؟''احمر نے دن موڑ کرا. اہیم کو د یکھا۔لفٹ کا ڈور کھل چکا تھا۔۔وہ لوگ اب گارڈز کے حصار میں چل رہے تھے۔۔سفیر بھی انہی میں شامل تھا۔

ا. اہیم اسکے سوال پ خاموش ہو ۔اسکے پ س کوئی جواب نہ تھا۔

وہ لوگ آ کر گاڑی میں بیٹھے۔

''بتا نہیں تم؟''احمر نے پھر سے سوال د ہرا ۔

''بس۔۔نہیں مار سکتا اسکو۔''ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''کیوں؟تم اس سے ت کرتے ہو؟وہ آج ۔ تمہارے لئے مشکلات کھڑی کر آ ہے پھر کیوں؟''

''بس۔۔نہیں معلوم۔!! نہیں مار سکتا میں اسکو۔۔ ۔''

'' ؟''احمر حیران تھا۔

'' اسکو قید کروا سکتا ہوں۔۔میں بس چاہتا ہوں کہ وہ قید رہے۔''

''مجھے سمجھ نہیں آتی تمہاری۔''احمر نے سر جھٹکا۔

''تم جا ہوا سائنسدان تھا۔''اس نے کہنا شروع کیا تو احمر نے دن گھمائی۔

''اس کو شوق تھا نئے نئے تجربے کرنے کا۔۔اس نے ا گوریلا پ ا تجربہ کیا۔۔جس سے وہ گوریلا ا بہت. ڑا حیوان بن ۔''

''ہاں۔۔شا. ہالی ووڈ مو . میں د یکھا ہے۔''احمر نے سر ہلا ۔

''آجکل ہر تیسری مووی کا کانسیپٹ یہی ہے۔۔ ۔۔کیا تم جا ہو کہ وہ گوریلا بس ا استعارہ ہے۔دراصل ہم لوگ ایسے کچھ جانوروں اور ا نوں کے ساتھ یوں ہی تجربے کرتے رہتے ہیں۔ہم ان پ طرح طرح کے تجربے کرتے ہیں اور پھر. وہ حیوان بن جاتے ہیں اور کنٹرول سے. ہر ہو کر تباہی مچانے لگتے ہیں تو ہم خود ہی ا ختم کر دیتے ہیں۔''وہ سانس . کور کا۔

''وہ گوریلا اس د کا ا ایورج نیگیٹو اور. اشخص ہے جس کو. ابنادی ۔اس پ تجربے کر کر کے۔۔یہ د ا تجربہ گاہ ہے۔۔اور ہمارا معاشرہ وہ سائنس دان ہے۔ ۔جو ایسے لوگوں کو جنم دیتا ہے۔۔''

''تو پھر؟کیا نہیں مار. چاہیے ایسے حیوانوں کو؟''احمر نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

''مار دینا چاہیے۔''ا. اہیم خالی سے لہجے میں بولا تھا۔احمر نے اچنبھے سے د یکھا۔

'' میں نہیں مار سکتا۔!! کیو وہ گوریلا مجھے بہت عز ہے۔اس نے مجھے بھائی کہا تھا۔اس وقت. وہ اس لفظ سے ت کر تھا۔اس نے مجھ پ اعتبار کیا تھا حالا وہ اپنوں کا بھروسہ ہار چکا تھا۔اس نے مجھ سے محبت کی حالا وہ پور پور ت میں ڈو. ہوا تھا۔اس پ بہت. ے تجر. ت ہوئے ہیں احمر۔!! وہ چھ ماہ کا قصہ۔!!وہ

سمجھتا ہے کہ اس چھ ماہ کے قصے کو کوئی نہیں جا ۔ میں جا ہوں احمر۔!! میں ۔ جا ہوں۔'' وہ کہتا جا رہا تھا۔

''کون سا قصہ؟'' احمر نے چو۔ کر پوچھا۔

''ا۔ ایسا قصہ جس نے حسن کو شا بنا دی۔ جس نے حسن سے اسکی پہچان ۔ چھین لی۔ جس نے حسن کے منہ پ اتنے تما نچے پ سائے کہ وہ اپنا اصل چہرہ ہی کھو بیٹھا۔ اب وہ آ ئ۔ میں خود کو دیکھتا ہے تو اسکو اپنا چہرہ پہچان میں نہیں آ ۔ کیو وہ اپنا چہرہ بھول چکا ہے۔ ۔''

'' ؟'' احمر کو بہت دلچسپی ہو رہی تھی۔

'' د ہو چکی ہے۔ اتنی کہ کوئی چاہ کر بھی اب شا کو حسن نہیں بنا سکتا۔ اسکی جینز ڈ انسفارم ہو چکی ہیں وہ ا۔ گوریلا سے ا۔ خونخوار درن ہ بن چکا ہے۔ اسکی رگوں میں اب خون نہیں زہر دوڑ ۔ ہے۔ اس لئے اسکو قید کر دینا ہی بہتر ہے۔'' اس نے تکان سے کہتے ۔ ٹ کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

وہ ا۔ قاتی کمرہ تھا۔ ا۔ کشادہ کمرہ جس کے وسط میں دو کرسیاں اور درمیان میں ا۔ میز تھی۔ آج کوئی شیشے کی دیوار نہ تھی۔ کیو گواہ نے اپنا بیان ر رڈ کروا دی تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو بنا ء کسی رکاوٹ کے ملنے کی اجازت مل چکی تھی۔

ا۔ کرسی پ وہ بیٹھا تھا۔ ٹ ۔ پ ۔ جمائے پ سکون سے ا۔ از میں۔ نہ تو اسکو کوئی ہتھکڑی لگائی گئی تھی اور نہ کوئی زنجیریں تھیں۔

کچھ د بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا ا۔ مدھم سی مسکان نے لبوں کو چھوا تھا۔ کوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا ۔ اسی جا ۔ آ رہا تھا۔ وہ اس سے دس قدم کی دوری پ تھی حسن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے قدموں پ پلٹا تھا۔ وہ سامنے جہاں چلی آ رہی تھی وہیں رک گئی تھی۔ ان دونوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔

حسن نے ا۔ اسکو دیکھا اور پھر اسکو بوجھل قدم اٹھاتے دیکھا وہ بمشکل چل رہی تھی۔ حسن نے وہ بقیہ نو قدم خود طے کیئے تھے۔ وہ آسودگی سے چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔ وہ وہیں کھڑی تھی۔ قدموں تلے زمین تھی۔ نہیں وہ نہیں جا تھی۔ سر پ آسمان تھا کہ نہیں اسکو نہیں معلوم تھا اور دل دھڑک رہا تھا۔ نہیں وہ اس چیز سے بھی یکسر ا ن تھی۔ اسکے دماغ میں بس چند لمحے پہلے اسکے بولے گئے الفاظ گونج رہے تھے۔ وہ ۔ زگشت اسکو ۔ ھا گونگا اور بہرہ کئے ہوئے تھی۔

''حسن کرداوی ہی ۔ ۔ حسن آفندی ہے جس کو کالی د میں شا کے ۔ م سے جا ۔ جا ۔ ہے۔ میں اسکے ۔ رے میں بہت کچھ جا ہوں میرے پ س دینے کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ میں نے کچھ وقت اسکے ساتھ ۔ ارا ہے اور اس دوران میں نے اس سے ۔ ڑ در ہ اور وحشی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی جان ۔ ۔ سے پہلے ا۔ پل کے لئے نہیں سوچتا۔ وہ ۔ کو اپنے اشاروں پ ۔ ہے۔ وہ آنکھوں سے قید کر ۔ جا ہے۔

حال ہی میں ملک میں پھیلنے والی جلدی بیماری کے پیچھے بھی وہی ہے۔ وہ اپنی لیب میں ا نوں پ تجر ۔ ت کرتا ہے اور وا ئ سز بنا ۔ ہے۔ وہ لوگوں کو ا ن نہیں جانور وں کی طرح سمجھتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔

اس نے مجھے جوزف کے پ س اپنی جاسوس بنا کر بھیجا۔ اور پھر مشن پ مجھے جا کر ریسکیو بھی کیا۔ اس لئے میرے دل میں اسکے لئے ۔ م گوشہ بن ۔ ۔ میں یہ بھول چکی تھی کہ وہ ا۔ شیطان ہے اور شیطان کبھی نہیں ۔ لتا۔ اس نے کچھ ایسا کیا ہے کہ میں اسکو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔''

''کیا آپ اس ۔ ت کے ۔ رے میں بتا ۔ چاہیں گی؟'' آفیسر نے پہلی ۔ را سکوٹو کا تھا۔

''نہیں۔ میں اس ۔ رے میں ۔ ت نہیں کر سکتی اس ۔ ت کی وجہ سے وہ میرے دل میں اپنا مقام کھو چکا ہے۔ اس لئے میں اپنے پورے ہوش و حواس میں حسن کرداوی یعنی ۔ ۔ حسن آفندی کو اپنا اور اس قوم کا مجرم ٹھہراتی ہوں۔''

''کیا آپ پ کوئی د ۔ وَ ہے؟'' آفیسر نے اسکی غیر ہوتی حا ۔ دیکھ کر پوچھا تھا۔

''د ۔ وَ ہی تو ختم کیا ہے۔ خوف ہی تو مٹا ۔ ہے۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔

''کیسا خوف؟''

''اپنوں کو کھو دینے کا۔''

''کیسے اپنے؟''

''میرے۔۔۔'' کہتے ہوئے عینا نے ایک ہچکی لی۔''وہ اسکے قابو میں ہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں ہم ا۔زیب کروالیں گے۔'' آفیسر نے اسکو دلاسہ دینا چاہا۔

''نہیں۔۔ہم لوگ تین۔نوے پہ یقین ر۔ والے ہیں۔''

''تین۔نوے؟'' آفیسر الجھا۔

''ہم لوگ مقصد کی راہ میں چلنے والے ہیں۔۔اور ہم جا۔ ہیں کہ ہم اس وقت۔ نیکی کو نہیں پہنچ ۔۔۔ ہم اس چیز کو اللہ کی راہ میں قر۔ن نہ کر دیں جو ہمیں ۔ سے زیادہ عزیز ہو۔''عینا نے اپنی۔ت کا مفہوم سمجھایا تو آفیسر کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔۔اس نے میز پہ اپنا سر ٹکا دیا۔

''کیا میں ایک۔راس سے مل سکتی ہوں؟'' وہ گم سم سے لہجے میں بولی تھی۔

''کیا اب بھی؟'' آفیسر کو اچنبھا ہوا تھا۔

''ہاں۔۔آ۔ی ر۔!!''عینا پھیکا سا مسکرائی۔

''ٹھیک ہے۔'' آفیسر نے لیڈی آفیسر کو اشارہ کیا۔

اور اس وقت وہ اس شخص کے سامنے کھڑی تھی۔۔جس کو ابھی ابھی اپنا مجرم ٹھہرا کر آئی تھی۔

حسن اسکی حا۔ دیکھ کر ایک پل میں جان گیا تھا کہ وہ کیا بیان دے کر آئی ہے۔۔وہ اسکو دیکھ کر زخمی سا مسکرایا۔۔اس نے عینا کو دونوں شانوں سے تھاما۔

''۔ اغارت کرے۔''عینا کے ۔ پھڑ پھڑائے۔

''اٹس اوکے۔!!''حسن نے سرگوشی کی۔

''۔ اغارت کرے۔''عینا پھر سے بولی تھی۔اسکی آنکھیں ہوا میں ہی کہیں ٹ۔ گئی تھیں وہ اپنے حواس میں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

''اٹس اوکے لٹل سپائے۔!!''اس نے ن۔می سے اسکا سر اپنے کندھے سے لگایا اور ایک۔زوا سکے دھمائل کر کے اسکا کندھا سہلایا۔

''۔ اغارت کرے۔'' وہ پھر سے ب۔ڑبڑائی۔

''جس عینا کو میں جا۔ ہوں وہ اتنی کمزور تو نہیں کہ ایک سچ بولنے پہ اس طرح بکھر جائے۔'' وہ مسکرا دیا۔عینا ہنوز ۔ کی سی کیفیت میں تھی۔

''تم بے شک۔۔کو مار ڈالو۔''اسکی آواز گو۔ تو حسن پھر سے مسکرا دیا۔'' میں وہ غلطی نہیں کروں گی جو حوریہ نے کی تھی۔میں اپنے ایمان پہ اپنے دل کو ت۔یح نہیں دوں گی۔''عینا کی پلکیں ہنوز سا۔ تھیں۔حسن کا دل ڈوب سا گیا تھا حوریہ کے ذکر پہ۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔جو کر۔ تھا وہ تو کر دیا۔۔اب کیوں پریشان ہو؟''اس نے عینا کا کندھا سہلایا تو عینا نے گ۔دن اٹھا کر اسکو دیکھا۔وہ اسی کی جا۔ دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں کوئی ت۔ریکی نہیں تھی۔کوئی سحر نہیں تھا۔وہ آنکھیں صاف تھیں۔ہر عیب سے صاف۔ہر مکاری سے شفاف۔۔عینا پلکیں ت۔ نہ جھپک پائی۔

''کیا تم پچھتا رہی ہو؟''وہ ن۔م سے لہجے میں بولا تو عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ لبوں سے نہیں کا لفظ ادا ہوا تھا۔حسن پھر سے مسکرایا۔وہ اسکی حا۔ سمجھ رہا تھا اور آج ایسا شاید پہلی ب۔ رہا تھا کہ وہ اسکی اس حا۔ سے محظوظ نہیں ہوا تھا۔

''تم چاہو تو مجھے بھی مار ت۔ ہو۔۔جان لے ت۔ ہو میری۔''وہ گم سے ا۔ از میں اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تو حسن نے ا۔ واچکائے۔۔

''اور میں ایسا کیوں کرنے لگا؟''

''کیا پہلے تمہیں لوگوں کی جان ت۔ ہوئے کوئی وجہ درکار ہوتی تھی جواب ہوگی؟''عینا نے بناء پلکیں جھپکے پوچھا تو حسن نگاہیں پ۔ ا۔۔وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی اسکو کوئی

وجہ نہیں چاہیے ہوتی تھی۔اس نے کیوں وہ رَ بنا ؟ کیوں اس نے وہاں موت کے سواد بنائے؟ کیا صرف پیسے اور پ ور کے لئے؟ پیسہ تو اسکے پ س پہلے ہی بہت تھا۔ش ہ کے حصے کے شیئرز اتنے تھے کہ وہ ساری ز ندگی بھی بیٹھ کر اڑا ت تو ختم نہ ہو ت۔اور پ ور؟ کیا رحمان کرداوی کے مرنے کے بعد وہ اسکی کرسی پ بیٹھا تھا؟ نہیں تو۔یعنی اسکو پ ور کی بھی بھوک نہیں تھی۔

ا یہ . پیسہ اور پ ور نہیں تھا تو یہ کیا تھا؟ کیو یہ دو وجوہات تھیں جو وہ ہمیشہ ہائی لا ٹ کیا کر ت تھا۔ آج وہ دونوں وجوہات کہیں غرق ہو گئیں تھیں۔اور حسن کے پ س عینا کے سوال کا واقعی کوئی جواب نہ تھا۔کوئی ایسا عذر نہ تھا جس کو پیش کرنے کے بعد وہ اپنے ٰ ہوں کی جسٹیفیکیشن دے سکتا۔کیو ٰ ہ کی کوئی جسٹیفیکیشن ہوتی ہی نہیں ہے۔ ائی کی کوئی جسٹیفیکیشن نہیں ہے۔ ائی اختیار کر ہماری چوائس ہے۔مجبوری نہیں۔!!!اور اس ت کا احساس آج حسن کو ہوا تھا۔کہیں نہ کہیں دل کے کسی کونے سے ا صدا گو تھی کہ۔۔

حسن۔۔!!!تمہارے پ س آج کوئی جسٹیفیکیشن نہیں ہے۔

''کوئی جواب ہے تمہارے پ س؟''عینا نے دو ر ہ اسکو مخاطب کیا۔وہ ابھی ت اسکے حصار میں کھڑی تھی۔حسن نے نگاہ نہیں ئی تھی۔

عینا کا ن اسکا دماغ تھک چکا تھا۔وہ دو ر ہ اسکے کندھے پ سر ٹکا گئی۔

''مجھے مار دو حسن۔!!میرے پ س کچھ نہیں بچا۔''اسکی حا ت قابل رحم تھی۔وہ اپنے مجرم کے حصار میں کھڑی اس سے اپنے لئے موت کا سوال کر رہی تھی۔اور مجرم اسکے اس سوال پ مسکرا رہا تھا۔

''میں تمہیں نہیں ماروں گا عینا۔''وہ ٰ می سے بولا تھا۔

''کیو مجھے میرا عشق ہی مار ڈالے گا۔''اسکی ٹ ٹ سی آواز نے حسن کے ن کے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے۔اسکو اپنی شیر نوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اسکو لگا تھا کہ آج ا عینا مز کچھ بولی تو وہ شا اپنی سزا پوری کرنے کے لئے ز ہ نہیں بچے گا۔

''خاموش ہو جاؤ۔''وہ دوسرا ہاتھ بھی اسکے د ھ ے۔عینا نے ا ہچکی لی۔''مضبوط ا ن اپنے فیصلوں پ پچھتا نہیں ہے۔''اس نے سرگوشی ا از میں کہا۔

''میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔''وہ دو ر ہ سسکی تھی۔

''جانتا ہوں۔تم شفاف ہو۔اور میں ایک گدلے پانیوں کا تالاب۔''

''تم ایسے کیوں ہو حسن۔۔!!!''عینا اب کی ت بلند آواز میں چیخی تھی۔

''شش۔شش۔!!''حسن نے اسکا چہرہ اپنے ٰ میں غرق کر دے۔

''اوہ میرے ٰ ا۔!!میں کیا کروں گی؟ میں . دھو چکی ہوں۔میں اپنے دل کے ہاتھوں . دھو چکی ہوں۔حسن۔!!! ٰ اغارت کرے تمہیں۔''وہ دہائی دے رہی تھی۔حسن اسکی . عا مسکرا کر سن رہا تھا۔جیسے اسکو عینا کے یہ الفاظ سکون بخش رہے ہوں۔

وہ ٰ جانے کتنی ہی د ا اسکے ٰ پ اپنا غم بہاتی رہی۔اور اپنے آ وں سے اسکے ٰ پ اپنی . دی کی داستان رقم کرتی رہی تھی۔

پھر وہ الگ ہوئی۔اس نے اپنے آ پونچھے۔حسن نے ابھی ت اسکے د اپنا حصار نہیں توڑا تھا۔

''امید ہے کہ ہم دو ر ہ کبھی نہیں ملیں گے۔''وہ اپنے آ صاف کرتی مضبوط لہجے میں بولی۔تو حسن نے بھی اثبات میں سر ہلا د ے۔

عینا اسکے حصار سے نکلی اور دو قدم پیچھے ہٹی۔۔حسن نے اسکی جا . دیکھا۔اسکو آج اپنی آنکھیں جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔وہ لڑکی آج اسکو تباہ و . دکر کے جا رہی تھی اور وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔وہ جو اپنی آنکھوں سے قید کر کے اپنے الفاظ کے سحر سے مقابل کو ختم کر دیتا تھا آج وہ خود کو زنجیروں میں جکڑا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

عینا اپنے قدم پیچھے لیتی رہی۔۔حتیٰ کہ وہ کمرے کے بند دروازے سے جا ٹکرائی۔!!

اس نے ا آ ی نگاہ سامنے کھڑے شخص پ ڈالی۔جس کی آنکھوں میں کچھ نہ تھا۔کوئی ت ش کوئی . بہ کچھ بھی نہ تھا۔وہ کسی پتھر کے مجسمے کی طرح کھڑا تھا۔کاش وہ عینا کو روک ت ۔کاش وہ کہہ دیتا کہ عینا اپنا بیان . ل دو۔کاش وہ کہہ دیتا کہ عینا میرے ساتھ رہو۔کاش وہ کہہ دیتا کہ عینا مت جاؤ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔!! یہ کاش۔بس

کاش ہی رہ ۔ تھا۔ وہ تو جاتے جاتے اسکی آنکھوں میں پچھتاوا۔ نہ دیکھ پ ئی تھی۔

وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے آ ۔ یہ ۔ کیوں کیا؟ وہ کوئی سوال کر ہی نہ پ ئی تھی۔ اس لئے وہ اس آدھی ادھوری قات کو سمیٹ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ دروازہ بند ہوا تو کمرے میں ا ۔ ر پھر سے سناٹ چھا ۔ تھا۔ وہ ا ۔ پل کے لئے لڑکھڑا ۔ اور پھر جا کر واپس اسی کرسی پ بیٹھ ۔ ۔

دماغ کی شر ۔ پھٹنے کو تیار تھیں۔ وہ ضبط کی شدت سے بیٹھا رہا تھا۔

وہ قاتی کمرے سے نکلی تو ا ۔ لیڈی آفیسر نے اسکو ۔ ز و سے تھام لیا کیو اسکو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ کسی بھی وقت ڈھے جائے گی۔

آفس میں اس وقت آفیسر اپنی سر ۔ اہی نشست پ جبکہ دو لوگ مہمان کی کرسی پ موجود تھے۔

'' ابھی ہمیں اسکی ضرورت ہے۔''

''بیان ۔ تھا آپ لوگ لے چکے ہیں۔۔ اب اسکو رو کنے کا کوئی جواز نہیں۔'' احمر نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔

'' سر۔! ابھی ٹ ائل چلنا ہے۔۔ اس طرح اَ وہ لڑکی یہاں سے چلی گئی تو مشکل ہو جائے گی۔''

''' ٹ ائل کے لئے اسکا اعترافی بیان کافی ہے۔۔ وہ جن جن معا ت کی عینی شاہد تھی بتا چکی ہے اس لئے مز ۔ اسکو رو کنا فضول ہے۔۔ اس لڑکی پ انحصار کرنے کی بجائے اپنی ڈیوٹی پوری کریں اور ۔ ق کی انو یسٹیگیشن خود کریں آپ لوگ۔'' اب کی ۔ را ۔ اہیم بولا تھا۔ آفیسر نے ا ۔ گہری نگاہ اس پ ڈالی۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپکا حسن سے کیا تعلق ہے؟''

''اس ملک کی نیشنلیٹی ہے میرے پ س۔۔ اس لحاظ سے میں یہاں کا شہری ہوں اور حسن اس ملک کا دشمن تو اس کے لئے کیا کوئی ۔ طہ ہو ۔ ضروری ہے؟'' ا ۔ اہیم کر ۔ ۔ لہجے میں بولا تو احمر نے اسکو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔ وہ جبڑے بھینچے رخ پھیر ۔ ۔

''آپ پیپرز بنا دیں۔۔ وہ لڑکی ہمارے ساتھ جائے گی۔۔ اور یہ میرا آرڈر ہے۔'' احمر ٹ ۔ پ ۔ جما ۔ ۔ آفیسر نے چار و ۔ چار فائل بنا دی تھی۔

کچھ د ۔ بعد دروازہ کھلا تو لیڈی آفیسر عینا کو تھامے ا ۔ ر داخل ہوئی۔ ا ۔ اہیم فورا اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکے پ س پہنچا تھا۔

''عینا۔!!'' اس نے لڑکھڑاتی سی عینا کو تھاما۔

''مجھے۔۔ گھر جا ۔ ہے۔'' وہ پلکیں ۔ نہیں جھپک رہی تھی۔ ا ۔ اہیم نے مڑ کر ا ۔ قہر بھری نگاہ آفیسر پ ڈالی۔

''ہم نے کچھ نہیں کیا۔۔ پوچھ لیں بے شک۔'' آفیسر نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''لڑکی کی یہ حا ۔ کیسے ہوئی؟'' اب کی ۔ ت احمر غرا ۔ تھا۔ آفیسر کے ماتھے پ چکا تھا۔۔ وہ ا ۔ وی آئی پی کیس تھا اس لئے وہ ۔ بہت احتیاط سے کام کر رہے تھے کیو حسن کے ساتھ ساتھ بہت سارے ملکوں کے مافیاز اس میں انوالو تھے۔

''اَ لڑکی کو کچھ ہوا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' احمر اسکو وارننگ دیتا وہاں سے نکل ۔ ۔ ا ۔ اہیم عینا کو لے کر جا چکا تھا۔

سہ پہر ہو رہی تھی اور مسلم کوارٹ کے ا ۔ چھوٹے سے گھر کے آنگن میں اس وقت بھی دھوپ تھی۔ وہ دو منزلہ مکان تھا جس کی نچلی منزل پ سیڑھیاں تھیں جو کہ گیٹ کے ساتھ ساتھ ۔ لائی منزل کی جا ۔ جاتی تھیں۔

گیٹ کھلا تو ا ۔ چھوٹی سی لڑکی ہاتھ میں ا ۔ پیکٹ پکڑے ا ۔ ر داخل ہوئی۔ اس کے سر پ تین کونوں والا سکارف تھا اور کپڑے صاف ستھرے تھے۔ وہ اس پیکٹ کو اٹھائے نچلی منزل پ ہی بنے گھر میں داخل ہوئی۔ سامنے ا ۔ آمدہ اور دو کمرے تھے۔ ا ۔ کمرے میں ہی کچن کا سامان رکھا ہوا تھا جبکہ ا ۔ کمرے میں سونے کے لئے جگہ تھی۔ جگہ یعنی وہاں کوئی فرنیچر نہیں تھا بس ا ۔ چٹائی تھی کھجور کی جس کو بستر کے طور پ استعمال کیا جا رہا تھا۔

''سنان۔!! سنان۔!! کہاں ہو؟'' وہ کمرے میں آئی تو کمرہ خالی تھا۔ اس نے وہ پیکٹ اٹھا کر دوسرے کمرے میں رکھا۔ اور پھر سے اسی کمرے میں آئی۔ سنان گھر

نہیں تھا۔

سلویٰ آ کر اس چٹائی پ ت لیٹ گئی اور دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھا۔ وہ چھت کو گھور رہی تھی۔ وہ خوش اور مطمئن آتی تھی۔

''امو۔!! میرے پ س بہت سارے پیسے ہیں۔۔ میں آپکو پیسے بھیجوں گی۔'' وہ خوش سی تھی۔

''امو۔!! پتہ ہے وہ آدمی مجھے اچھا لگا۔۔ اتنے سے کام کے اتنے پیسے دے ۔۔ اب میں اسکا ہر کام کر دیا کروں گی۔'' وہ خود کلامی کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ اپنے پ وں ہلا رہی تھی۔ وہ کافی پ جوش سی تھی۔

اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا تو پہلے ا لاٹھی ا رآئی اور پھر کسی کے قدم۔

''آ گئے تم؟'' سلویٰ اٹھ کر بیٹھی۔

''ہاں۔۔ ہر بہت می ہے۔'' وہ آ کر کچھ فاصلے پ ا اور بچھی ہوئی چٹائی پ بیٹھ ۔۔

''تو کیا کرنے گئے تھے اتنی می میں ہر؟'' سلویٰ اسکو دیکھ کر رہ گئی۔۔ پنکھا چل رہا تھا ہوا. ائے م ہی تھی۔

''کوئی کام ڈھونڈ نے تھا۔'' سنان نے سر پ بندھا ہوا رومال ا ر کر رکھا۔ اور اسی سے اپنے چہرے پ آ صاف کیا۔

''کیا ضرورت ہے کام کی؟ میں کر تو رہی ہوں۔۔ اور اب تو ہمارے پ س بہت سارے پیسے آ گئے ہیں۔۔ ابھی ہم نے گھر لیا ہے پھر دیکھنا میں اپنا کارو. ر کروں گی۔

''

اسکی. ت پ سنان پہلے تو حیران ہوا اور پھر ہنس د ۔

''اچھا؟ کون سا کارو. ر؟''

''میں ا کھلونوں کی دکان بناؤں گی۔'' وہ پ جوش سی اپنا پلین بتا رہی تھی۔

''ارے واہ۔!! کھلونے ہی کیوں؟'' سنان دلچسپی سے سن رہا تھا۔

''کیو میں جا ہوں کہ کھلونے کتنے قیمتی ہوتے ہیں۔'' وہ بتاتے بتاتے کھو سی گئی۔

''کیا تم جا ہو سنان کہ کھلونے کتنے قیمتی ہوتے ہیں؟'' اس نے اداسی سے پوچھا۔

''کتنے؟'' سنان نے اسی کے ا از میں پوچھا۔

''جتنی قیمتی مسکراہٹ ہوتی ہے۔۔ بلکل اتنے ہی قیمتی ہوتے ہیں کھلونے۔'' وہ چھ سالہ بچی بہت. ڑی. ت کہہ گئی تھی اور اسکی اس. ت نے سنان سے اسکی قوت گویائی بھی چھین لی تھی۔۔ وہ خاموش ہو ۔۔

''کیا ہوا؟ تمہیں کھلونے پسند نہیں؟'' سلویٰ نے اسکو خاموش دیکھا تو بولی۔ سنان ہوش میں آ ۔۔

''نہیں تو۔ پسند ہیں۔ بہت۔ ابھی تو تم چھوٹی ہو ں۔ اس لئے مجھے بھی کام کر چاہیے۔ پیسے جتنے بھی ہوں ا دن ختم ہو جاتے ہیں۔'' وہ اپنی چھڑی اپنے ساتھ ر تو ہیں دراز ہو ۔۔

''ہاں تو۔؟؟ میں کما رہی ہوں ں۔''

'' مجھے نہیں لگتا کہ تمہیں اس آدمی کے لئے دو. رہ کوئی کام کر چاہیے۔'' سنان آنکھیں مو ۔ ہوا بولا تو سلویٰ کھسک کر آگے کو ہوئی۔

'' کیوں؟''

''کیو کوئی بھی اتنے سے کام کے اتنے پیسے نہیں دیتا رحمدل پ ۔!! اس لئے مجھے لگتا ہے کہ وہ کسی غلط کام کے لئے تمہیں استعمال کر رہا ہے۔''

''افف۔!!'' سلویٰ نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اپنے ماتھے پ دے مارا۔ ''تم کتنا سوچتے ہو سنان۔!! وہ بس کام کروا ہے اور پیسے دیتا ہے۔ اور میں جا ہوں غلط کام ایسے نہیں کئے جاتے۔'' وہ سمجھداری سے سر ہلاتی بولی۔ تو سنان نے اسکی جا. کروٹ لی جس جا. سے اسکو سلویٰ کی آواز آ رہی تھی۔

''اور کیسے ہوتے ہیں غلط کام؟''

''غلط کام جیسے کہ لوگوں کو مار دینا۔۔اور دھماکے کرنا۔۔جس سے ہم بچے راتوں کو سہم کر اٹھ جاتے ہیں۔۔اور کسی کے ملک پہ قبضہ کرنا۔۔یہ ہوتے ہیں غلط کام۔'' سلویٰ نے اپنی سمجھ کے مطابق غلط کام کی تشریح کی تو سنان خاموش ہو گیا۔وہ اس بچی کو نہیں سمجھا سکتا تھا کہ غلط کاموں کی فہرست بہت لمبی ہوتی ہے۔۔جس میں کسی کی جان لینا انتہائی اقدام ہے۔۔اس سے پہلے بہت کچھ کیا جاتا ہے۔۔موت تو آخری سٹیج ہے۔۔اصل تباہی تو زندگی اور موت کے بیچ میں ہوتی ہے۔

''میں افطاری کا سامان لے کر آئی ہوں۔۔آج شام کو افطاری کے بعد سوق جاؤں گی۔شاید کوئی مزدوری مل جائے۔'' وہ کہتی ہوئی جمائی لیتی لیٹ گئی۔۔ابھی ظہر ہوئی تھی اور عصر میں کچھ وقت تھا اس لئے وہ کچھ دیر ستانا چاہتی تھی۔

افطار میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔گھر میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔آیت سر جھکائے اسٹڈی ٹیبل پہ بیٹھی کوئی ڈرائینگ کر رہی تھی۔

''میں کون سا ڈریس پہنوں؟'' میرال اسکے پاس دو ربی فراکس لے کر آئی۔ایک پنک تھی اور ایک بلو۔

''کوئی سا بھی پہن لو۔'' آیت اپنے کام میں مگن رہی۔

''تم بہت بورنگ ہو۔۔اسی لئے میں تمہارے ساتھ نہیں کھیلتی۔'' وہ ٹک سکیٹر کر بولی تو آیت نے پلٹ کر دیکھا۔

''میں بورنگ نہ بھی ہوں تم بھی میرے ساتھ نہیں کھیل سکتی۔'' اس نے جیسے ٹوی حقیقت کا تمانچہ مارا تھا میرال کے منہ پہ۔

''واٹ ایور۔۔!!'' میرال آنکھیں گول کرتی وہاں سے چلی گئی۔''پنک ون از بیٹر۔'' کہتے اس نے خود ہی ایک پنک فراک اٹھایا اور ڈریسنگ میں چلی گئی۔

سکیچ بک کے صفحے پہ رنگوں کی مدد سے ایک ڈرائینگ ابھر رہی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح اپنی فیملی کا خاکہ تھا۔آج اس خاکے میں وہ نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں آ رہی تھی۔

آیت نے رنگ بھرنے کے بعد دن ذرا اوپر اٹھائی اس خاکے کو دیکھا وہ بہت پیارا تھا۔جس میں ایک آدمی اسکے ساتھ کھڑی ایک لڑکی جس کے سنہری بال تھے اور اس لڑکی کی گود میں ایک چھوٹی سی بچی اور ان کے درمیان دو لڑکے کھڑے تھے جو کہ ہم عمر تھے۔

آیت اس ڈرائینگ کو دیکھ کر مسکرائی۔پھر اس نے ایک اور پینسل اٹھائی۔اب اس پہ وہ ایک خاکہ بنا رہی تھی۔ایک چھوٹی لڑکی کا۔جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔

اس نے وہ خاکہ مکمل کیا اور اس پیپر کو تراش کر اس ہیپی فیملی کے سکیچ کے پاس کر کے دیکھا۔وہ انہی کا حصہ لگ رہی تھی۔وہ کچھ دیر اس ممکن سی کاوش کو دیکھتی رہی اور پھر اس نے اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کا خاکہ پکڑا اور قینچی کی مدد سے اسکے ٹکڑے کر دیئے۔

وہ اپنی اس کاروائی میں مگن تھی۔اسکے کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی بھاری قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔آیت مگن سی قینچی چلا رہی تھی اسکو اپنے دونواح کی کوئی خبر نہ تھی۔

''ہاؤ آر یو لٹل گرل؟'' آیت کے کان کے پاس سرگوشی ہوئی تو وہ سانس تک روک گئی۔۔آیت کے چہرے کا رنگ ایک پل میں زرد ہوا تھا۔

اس آدمی نے آیت کے ہاتھ سے قینچی پکڑی اور ایک سامنے پڑی سکیچ بک کو دیکھا۔

''دس از ناٹ رائیٹ گرل۔۔لیٹ می کمپلیٹ دس۔'' کہتے اس نے ایک سرخ رنگ کا مارکر اٹھایا اور اس سکیچ میں موجود تمام کرداروں کے گلے پہ ایک لائن لگا دی۔۔وہ یوں لگ رہا تھا جیسے کہ ان کے گلے کٹ گئے ہوں۔۔پھر اس نے ایک کونے میں اسی مارکر سے دو سکیچ بنائے۔۔ایک اس چھوٹی لڑکی کا جسکی آنکھیں نیلی تھیں اور ایک آدمی کا جو اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔۔وہ دور سے اس خاکے کو دیکھ رہے تھے۔

''اٹ لکس پرفیکٹ۔'' کہتے اس نے مارکر کا ڈھکن بند کیا اور دو قدم آیت کے عقب میں دونوں جانب ہاتھ رکھے جھکا۔۔''تم نے بتایا نہیں کہ کیسی ہو تم؟'' اس نے گردن جھکا کر آیت کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ تھیں اور رنگت زرد پڑ چکی تھی۔وہ بچی سانس بھی روک گئی تھی۔

پھر وہ تھوڑا سا مسکرایا اور آیت کے کان پر جھکا۔

''تم جو بھی فیملی بناؤ گی۔۔اسکا یہی حال کروں گا میں پرامس۔!!اس لئے خوابوں میں جینا چھوڑ دو۔'' وہ تیز آواز میں سرگوشی کرتا پیچھے ہٹا۔ڈریسنگ کا دروازہ کھلا تو سامنے میرال کھڑی تھی جس نے ایک بے بی پنک کلر کا فراک پہن رکھا تھا اور گلے میں سفید موتیوں کی مالا تھی۔اس نے جی جان سے تیاری کی تھی۔۔بال بھی اچھے سے بنائے ہوئے تھے۔۔میچنگ ہیلز پہنے وہ پرجوش سی کھڑی تھی۔

''ماموں۔!! آئے آپ۔'' وہ بھاگ کر اس شخص کے ساتھ لگی وہ زمین پر بیٹھا اور میرال کو گلے لگایا۔۔وہ ایک چالیس سالہ مرد تھا۔۔جو کہ اس وقت ایک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ہاف سلیوز ٹی شرٹ اور ہاتھ پر اب ڈھکی بندھی ہوئی تھی پھر بھی وہ شخص کسی قسم کی کشش سے عاری تھا۔شرمل سے تھے البتہ گال پر داڑھی کے نیچے ایک چھوٹا سا کٹ کا نشان تھا۔جس پر ٹانکے لگے ہوئے تھے۔زخم نہیں بس نشان تھا۔

''ابھی ابھی ماموں کی جان۔'' اس نے میرال کے دونوں گال بڑے پیار سے چومے تھے۔

''میں کیسی لگ رہی ہوں۔'' وہ دو قدم پیچھے ہٹی اور گھوم کر اپنے فراک کی نمائش کی۔

''پرفیکٹ۔'' اس آدمی نے کہا تو میرال خوشی سے واپس اسکے پاس آئی۔

''کیا آیت ریڈی نہیں ہوگی؟'' اس نے مڑ کر ایک سنسان سی بیٹھی آیت کو دیکھا اور دوبارہ میرال کی جانب متوجہ ہوا۔

''وہ سٹریل ہے۔'' میرال نے سرگوشی انداز میں کہا تو وہ شخص قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''اٹس اوکے دین۔۔ہم لوگ ہی انجوائے کرتے ہیں۔'' وہ آگے بڑھا۔میرال منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی دبا گئی۔''تم چلو نیچے سبحان ڈھونڈ رہا تھا تمہیں۔۔میں ابھی آیا۔'' اس نے رازداری سے کہا تو میرال سر ہلاتی باہر نکل گئی۔۔آیت ہنوز اسی حالت میں تھی۔۔وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ جھاڑنے لگا۔۔پھر وہ آیت کی ڈریسنگ کے پاس پہنچا۔

اس نے جھٹکے سے آیت کو اٹھایا اور ڈریسنگ پر بٹھا دیا۔۔آیت کی نیلی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں تھیں۔

وہ اسکے دائیں جانب ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا۔۔آیت اب کانپنا شروع ہو چکی تھی۔

''آئی لائک دس آیت۔۔ایسے ڈری سہمی سی۔۔مجھے ایسی آیت پسند ہے۔۔ٹھیک ہے نا؟'' اس نے تیز سی آواز میں کہا تو آیت نے دونوں ہاتھوں کو کراپنی پشت کو قابو کیا۔

''مم۔۔مجھے۔۔ہرجانا ہے۔'' آیت آنسوؤں سے چہرہ لئے بولی تھی۔

''چلی جانا۔۔کیوں نہ کچھ پرامسز ریپیٹ کر لئے جائیں؟'' اس نے معنی خیز انداز میں کہا تو آیت نے آنسو پونچھے۔

''شاباش۔!! گڈ گرل۔!!'' اس نے آیت کے آنسو صاف کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آیت جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔۔اس شخص کی آنکھوں میں غصے سے سرخی امڈ آئی۔

اس نے آیت کو گردن کی پشت سے جکڑا اور جھٹکے سے سامنے کیا۔۔پھر دوسرے ہاتھ سے اسکا چہرہ صاف کیا۔

''ڈونٹ ڈو دس اگین۔!!'' وہ آنکھیں نکال کر بولا تو سہمی سی آیت نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''گڈ گرل۔'' کہتے اس نے آیت کا گال تھپتھپایا۔

''اب بتاؤ۔ماما کو کیا ہوا تھا؟'' وہ اب سیدھا ہو کر کھڑا ہوا اور پینٹ کے پاکٹس میں دونوں ہاتھ ڈالے۔

''ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔'' آیت نے لرزتی آواز میں کہا۔

''گڈ۔!! کیسے ہوا تھا؟''

''کیک۔۔کیک۔۔کھا گئے تھے۔''

''واؤ۔!! آیت تو بہت ذہین بچہ ہے۔'' وہ اسکو داد دے رہا تھا آیت کے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

''اور۔۔اور کیا ہوا تھا؟''اس نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

''اور۔اور۔۔ آئے تھے۔ماما۔۔کو پ۔ل سے لے کر۔وہ لوگ مر گئے تھے۔''وہ اٹ اٹ کر بولی۔

''ارے واہ۔''اس نے مصنوعی ا۔ ازمیں اسکو داد دیتے ہوئے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔''ویل ڈن۔''

''اب۔میں۔جاؤں؟''آ۔۔ نے سسکتے ہوئے پوچھا۔وہ ا۔ جھٹکے میں قر۔۔ ہوا۔اور ا۔ ۔رپھر سے آ۔۔ کے دونوں جا۔ ہاتھ جمائے۔آ۔۔ دو۔رہ دم سادھ گئی۔

''تم جا ہو۔ں کہ تم کیوں ز۔ ہ ہو؟''وہ سرگوشی ا۔ ازمیں بولا۔آ۔۔ نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا۔۔

''۔ ۔بیس۔بیس۔کی ہو کر۔مم۔مجھے وہ ۔کر۔ ہے جو۔جو۔آپ کہیں۔''اس نے پ۔تے ہوئے اپنا جملہ بولا۔

''یس۔وی گڈ۔!!تم تو بہت ز۔دہ ذہین ہو۔''

''اب۔اب۔جاؤں؟''آ۔۔ دو۔رہ پ۔ئی۔

''ارے۔!!تم ڈرتی کیوں ہو مجھ سے؟''کہتے اس نے ا۔ ہاتھ سے آ۔۔ کا گال چھوا۔آ۔۔ پیچھے ہٹی۔''مجھ سے ڈرا مت کرو۔''وہ دن ا۔ جا۔ ا۔ آ۔۔ آ۔۔ نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔

''او کے فائن۔جاؤ۔''وہ ا۔ قدم پیچھے ہٹا۔آ۔۔ جھٹکے سے چھلا۔ لگا کر ڈ سے ا۔ی اور آ صاف کرتی ہر بھاگ گئی۔

پیچھے کمرے میں اس آدمی کا قہقہہ گو تھا۔

رات کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔آزاد اور قیدی ہر کوئی اس ت۔ریکی میں ۔ا۔ کا حصے دار تھا۔روشنی ۔ کے مقدر میں ہو۔نہ ہو ت۔ریکی ۔ میں ۔ا۔ ۔ جاتی ہے۔

صفا سیڑھیاں پ۔ڑھتی ہوئی آئی تو ا۔ دم کسی چیز سے ٹکرائی۔۔وہ لڑکھڑائی اور اس سے پہلے کہ وہ منہ کے بل نیچے جا۔ تی کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو تھام لیا۔۔صفا کی اوپ کی سانس اوپ اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی تھی۔۔اسکا دل حلق کو آ۔ تھا۔

اس کا رخ ہنوز نیچے کی جا۔ تھا جہاں ا۔ وہ کرتی تو شا۔ز۔ ہ نہ بچ پ۔تی۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''زہرہ نے اسکو جھٹکے سے کھینچ کر سامنے کیا تو صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''وہ دو۔رہ بولی تو صفا نے حلق ت۔کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔۔اسکا پورا وجود شل ہو چکا تھا۔۔اس نے ہاتھ سے ہی ماتھے پ آ۔ صاف کیا۔

''دھیان رکھا کریں۔''زہرہ ا۔ مسکراہٹ اچھالتی سیڑھیاں ا۔ گئی جبکہ صفا کتنی ہی د۔اسی ٹ انس میں کھڑی رہی۔۔پھر وہ خود کو ن۔رمل کرتی آگے ب۔ڑھ گئی۔۔اسکا رخ مرجان اور ی۔قوت کے کمرے کی جا۔ تھا۔

''زہرہ۔!!''وہ لاؤنج میں پہنچی تو منال نے اسکو اشارے سے پ۔س بلا۔۔

''جی۔!!''زہرہ ا۔ پ۔س آ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو یہاں۔''انھوں نے اسکو اپنے پ۔س بٹھا لیا۔زہرہ کچھ الجھی پھر اس نے ہر سوچ جھٹک دی۔

''تم ا۔ اہیم کی پہلی بیوی کو کتنے عرصے سے جا۔ تھی؟''وہ رازداری سے بول رہی تھیں۔۔زہرہ نے اچنبھے سے دیکھا۔''بولو بھی۔''انھوں نے زور دی۔تو زہرہ نے سر ہلا۔۔

''پ۔نچ۔۔پ۔نچ سال سے۔''

''چھا۔۔کیا تم اسکے ت۔زاد حسن کے ۔رے میں جا۔ ہو؟''اب کی ۔را آواز مز۔ مدھم تھی۔زہرہ نے حیران ہو کر انکا چہرہ دیکھا۔

''بولو۔!!'' وہ پھر سے بولیں تو زہرہ نے اثبات میں سر ہلا یا۔

''کیا تم اسکے ماں۔ پ کا۔ م بتا سکتی ہو؟'' انھوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں۔۔۔ا والدہ کا۔ م شہرین اور والد کا۔ م ش ہے۔''

زہرہ نے تصدیق کی تو منال نے ی۔ پ ہاتھ رکھا۔۔ انکا پورا وجود۔ ف ہو رہا تھا۔

''اور۔۔ وہ دونوں آج کل کہاں ہوتے ہیں؟'' انھوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ ا۔ آس لئے پوچھا تھا۔

''ان دونوں کی موت ہوگئی تھی آج سے دس سال پہلے۔''

زہرہ کے الفاظ نے منال کا دل بند کر دیا تھا۔۔ درد کی ا۔ شدید لہر سی دوڑ گئی تھی پورے جسم میں۔

''کک۔ کیا مطلب؟'' ا۔ آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

''یعنی۔!! وہ دس سال پہلے ا۔ کار حادثے میں ختم ہو گئے تھے۔'' زہرہ کی۔ ت پر انھوں نے ی۔ پ ہاتھ رکھا۔ اور زہرہ کو جانے کا کہا۔ وہ کچھ دیر الجھی سی ا۔ حا۔ ت۔ ت رہی۔۔ اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

منال نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں دبائی تھیں۔ وہ ا۔ بہن تھی۔۔ ا۔ ماں جائی۔۔ انکا خون۔ ا۔ لگا کہ وہ دس سال پہلے نہیں بلکہ آج مری ہے۔۔ اور آج ہی ا۔ ی۔ پ یہ زخم لگا تھا۔

وہ اسی حا۔ ت میں بیٹھی تھیں کہ سفیان گورسی گھر میں داخل ہوئے۔۔ ا۔ یوں لال پیلا ہوتے دیکھا تو اپنا بیگ ر۔ ت فوراً ا۔ پس پہنچے۔

''منال۔!! کیا ہوا؟'' وہ ا۔ ساتھ آ کر بیٹھے۔

''سس۔ سفیان۔'' انھوں نے ا۔ ہچکی لی۔

''کیا ہوا ہے منال؟'' انھوں نے منال کے ہاتھ پکڑ کر مسلے۔ وہ بس ہچکیوں میں روئے جا رہی تھیں۔'' ا کا واسطہ سے ڈراؤ مت۔ تم جا۔ ہو میں مزید کوئی صدمہ۔ دا۔ ش نہیں کر سکتا۔'' وہ خود بے بسی سے بولے تھے۔ منال نے ا۔ جا۔ ن دیکھا۔

''بولو۔ کیا ہوا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔'' انھوں نے ن۔ می سے پوچھا۔

''سفیان۔ میری۔ میری بہن۔''

''کیا ہوا پلوشہ آپ ٹھیک ہیں؟'' ا۔ دماغ میں بس ا۔ ہی۔ م آ۔ تھا۔

منال نے میں سر ہلا۔ ''شہہ۔ شہرین۔'' وہ بمشکل شہرین کا۔ م لے سکی تھیں۔

''شہرین؟'' جیسے کہ انھوں نے۔ د کیا ہو۔

''ہاں۔۔ میری بہن شہرین۔۔ وہ دس سال پہلے اس د۔ سے چلی گئی اور مجھے آج پتہ چل رہا ہے سفیان۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔۔ کچھ دیر بعد سفیان صا۔ ن کو بھی ساری ب۔ ت۔ د آ گئی۔۔ انھوں نے ن۔ می سے منال کا کندھا تھپتھپا۔۔ اور ا۔ حوصلہ دیتے رہے۔

منال کے لئے آج کا دن قیامت تھا۔۔ وہ مسلسل رو رہی تھیں۔

''پ۔ یٹی لیڈی۔!! یہ دیکھیں ذرا۔!!'' وہ ی۔ قوت کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب دیکھ رہی تھی۔ ۔ مرجان اسکے پ۔ س اپنا۔ لے کر آ۔ صفا نے مڑ کر اسکی جا۔ ن۔ دیکھا اور پھر کو دیکھا۔

''یہ کیا ہے؟'' صفا نے اسکے ہاتھ سے پکڑا تو اس میں ا۔ خوبصورت سا کامدار جوڑا تھا جو کہ کسی۔ ینڈ کے آؤٹ لیٹ پر موجود تھا۔ وہ کوئی آن لائن سٹور تھا۔

''یہ آپ عید کے لئے بنوا لیں۔'' وہ خوشی سے اسکو وہ جوڑا دکھا رہا تھا۔ صفا نے خوشگوار حیرت سے اسکی جا۔ ن۔ دیکھا۔

''ابھی تو عید میں بہت دن باقی ہیں شہزادے۔!!''

''آپ ابھی سے بنوالیں۔۔پھر میں بھی آپکے ساتھ میچنگ کروں گا۔'' وہ سر جھکائے شرمائے سے انداز میں بولا تو صفا کا دل اتھل پتھل ہوا۔اس نے ہنستے ہوئے مرجان کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا۔

''اچھا؟ تو میرا ہینڈسم کرش۔۔میرے ساتھ ٹوئینگ کرے گا؟'' وہ اسکے گال چومتی بولی تو مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔۔قوت ان دونوں کو دیکھ کر مسکرادیا۔۔وہ بھی شاید ان لوگوں کا مزاج سمجھ رہا تھا۔

''اچھا۔ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔۔ساری گورسی فیملی اس سال ٹوئینگ کرے گی۔'' صفا نے کردن ٹیڑھا کر کہا تو مرجان نے خوش ہوکر اسکی جانب دیکھا۔۔وہ کچھ دیر اسکی آنکھوں میں دیکھے گیا۔''کیا ہوا؟ کچھ کہنا چاہتے ہو؟'' صفا نے اسکا گال کھینچا۔مرجان کی آنکھوں میں کچھ تھا۔۔کوئی سوال۔

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''آپ میرے لئے دعا کریں گی؟'' اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

''ہاں۔کیوں نہیں۔۔میں تو ہر روز ہی اپنے شہزادے کے لئے دعا کرتی ہوں۔'' صفا نہال ہوئی۔

''آپ دعا کریں کہ میں جلدی سے بڑا ہوجاؤں۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولا تو صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''اچھا؟ ایسا کیا کرنا ہے تم نے بڑا ہوکر جو ابھی نہیں کر سکتے؟''

''پھر میری بھی ہر بات صحیح ہوگی۔'' وہ سر جھکا گیا۔

''اور تم ایسا کیوں سوچتے ہو؟'' صفا الجھ سی گئی تھی۔

''قوت کہتا ہے کہ بڑے ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں۔''

''ارے۔!! نہیں تو۔کس نے کہا؟'' صفا نے مڑ کر قوت کو دیکھا وہ کندھے اچکا گیا۔جیسے اس نے بھی بس تکا ہی لگایا ہو۔

''ایسی بات نہیں ہے۔۔صحیح ہونے کے لئے بڑا ہونا ضروری نہیں۔۔صحیح ہونے کے لئے سچائی کا جاننا،قبول کرنا اور اسکا ساتھ دینا لازمی ہوتا ہے بس۔'' صفا نے مرجان کے سیال بال ماتھے سے ہٹائے۔

''بڑے ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں۔۔اور وہ ہم سے باتیں چھپاتے تو بھی وہ صحیح ہوتے ہیں پتہ ہے کیوں؟'' مرجان کی آواز میں نمی سی تھی۔

''کیوں؟''

''کیونکہ اس پاس ہر چیز کی جسٹیفیکیشن ہوتی ہے۔'' مرجان نے نگاہ اٹھا کر صفا کی آنکھوں میں دیکھا تو صفا کا دل ڈوب کے ابھرا۔

''تم اتنے گہرے کیوں ہو مرجان؟'' وہ کہتی اسکو خود سے لگا گئی۔

''کیونکہ میں مرجان ہوں۔'' اسکی دبی دبی سی آواز آئی۔

''تم کبھی بھی مت سمجھنا کہ تم غلط ہو۔۔اگر تمہیں کسی چیز کی جسٹیفیکیشن نہ بھی ملے تو بھی تم مجھ سے شیئر کرتے ہو۔۔اگر خود کو ڈیفینڈ نہ کرسکو تو اعتراف کرتے ہو۔۔کیونکہ اعتراف ہمیں آزاد کردیتا ہے۔'' وہ اسکے بال سہلاتی اسکو پرسکون کررہی تھی۔۔آج کتنے دنوں بعد وہ تینوں موجود مدف کی دیوار پگھلی تھی۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بات کررہے تھے بناء اٹکے۔۔بناء جھجکے۔!!

دروازہ کھلا تو ان تینوں نے پلٹ کر دیکھا۔۔سامنے زہرہ تھی۔

''منال میڈم رو رہی ہیں۔'' اس نے سرد سے تاثرات لئے بتایا تو ان تینوں کے بدن سے جان نکل گئی تھی۔۔وہ تینوں ایک پل میں بیڈ سے اترے اور قریباً بھاگتے ہوئے باہر نکلے تھے۔

''کھا کھالو۔'' کمرے کا دروزہ کھلا تو عیشا ہاتھ میں کھانے کی ٹ ے لئے کھڑی تھی۔اس نے دیکھا تو عینا سامنے ہیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اپنے دونوں ز و ٹ ں کے د ھے اپنا ا گال ٹ پٹکائے ا سمت میں ہی دیکھے جا رہی تھی۔اسکی یہ حا ت دیکھ کر عیشا کا دل ٹ یہ تھا۔وہ چلتی ہوئی اسکے پ س آئی۔

ٹ ے سامنے رکھی اور خود بھی اسکے پ س ٹ گئی۔اس نے عینا کے چہرے سے بکھرے ل ہٹائے۔

''کیوں یہ حا ت بنالی ہے تم نے؟ افطاری میں بھی بس ا کھجور کھائی اور پ نی پیا۔اس طرح تم بیمار پ جاؤ گی عینا۔''عیشا نے اسکا ہاتھ د ب۔ وہ ہنوز اسی حا ت میں رہی۔

''کچھ تو بولو۔!!''عیشا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔عینا سیدھی ہوئی۔ اس نے نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔''کھا کھالو۔پلیز۔!!''عیشا نے سا ت کی تو عینا نے ا اسکو دیکھا۔''کھالو کھا ۔''عیشا نے دو ر ہ سے اسکو پچکارا تھا۔

''مجھے یہاں سے جا ہے۔''عینا کے ل ہلے۔

''کہاں جا ہے؟''

''وہاں جہاں موت کی آغوش میں ز گی پلتی ہے۔۔وہاں جہاں اپنا نقصان نقصان نہیں لگتا۔۔وہاں جہاں صبر کا مقام شکر کا مقام بن جا ت ہے۔''وہ ہوا میں میں گھو ر رہی تھی۔

''تم کہہ کیا رہی ہو عینا۔۔؟'' عیشا ی طرح الجھی تھی۔

''ا اہیم سر سے کہو مجھے بھجوا دیں وہاں۔''وہ دو ر ہ اپنا گال اپنے ٹ ں پ ٹکا گئی۔

'' عینا۔!!''

''مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''اس نے خالی سی آواز میں کہا تو عیشا ا ٹھنڈی سانس خارج کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔'یہ کھا بھی لے جاؤ۔۔''

عینا کی آواز پ وہ پلٹی۔

''کھا تو کھالو۔''عیشا نے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''ا ن بناء کھائے چھ دن ز ہ رہ سکتا ہے۔۔اس لئے تم فکر نہ کرو۔۔ابھی کچھ نہیں ہوگا۔''وہ زخمی سا مسکرائی۔

''تم خودکشی کر چاہتی ہو؟''عیشا کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔

''حرام موت مرنے سے بہتر ہے حلال غم جھیل لیا جائے۔''

عینا کے جواب پ عیشا کو کچھ تسلی ہوئی۔وہ کھانے کی ٹ ے اٹھائے کمرے سے نکل گئی۔اس نے دروازہ بند کیا تو سامنے سفیر کھڑا تھا۔

''کیا ہوا؟''سفیر نے سوالیہ وں سے اسکی جا ۔ دیکھا۔عیشا نے بے بسی سے میں سر ہلا دیا۔

''ہمم۔''سفیر نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔''اسکا دکھ ا ہے۔''

''مجھے س آ ہے اس پ۔''عیشا نے سف سے پیچھے بند دروازے کو دیکھا۔

''لاؤ میں ت رکھ آؤں۔''سفیر نے ٹ ے پکڑ لی۔

''اور دھو بھی دینا۔''عیشا کہتے آگے ھ گئی۔۔پیچھے سفیر نے بے چارگی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

اور پھر وہی بے چارگی سجائے کچن کی جا ۔ ھ ۔۔

''آ پلیز۔!صبر کریں۔''صفا ابھی ت منال کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ قوت اور مرجان بھی اداس سے ا پ س ہی بیٹھے تھے۔سفیان گورسی بے بسی سے ان لوگوں

کو دیکھ رہے تھے۔وہ کیا کر تے تھے سوائے صبر کی تلقین کرنے کے۔

''میری بہن۔!!وہ۔اتنے سال ہم سے دور رہی۔اور۔اتنی دور ہوگئی۔کہ ہمیں پتہ بھی نہ ۔۔'' وہ اپنے خالی ہاتھوں کو۔ر۔ر دیکھ رہی تھیں۔

''آ ۔پلیز۔'' صفانے ا ۔ د نہیں حمائل کی ہو تھیں۔وہ روتی رہی تھیں۔جانے کتنی دیر ۔اس گھر میں تو آج موت کی خبر پہنچی تھی۔وہ دس سال سے مر چکے تھے آج ا خبرا ملی تھی اس لئے ان کی میں تو وہ لوگ آج ہی مرے تھے۔۔اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج ہی اس گھر میں کسی کی موت ہوئی ہو۔

منال کو کسی صورت صبر نہیں آ رہا تھا۔

''۔۔ماں۔ ۔ چلے گئے۔اور۔اور شہرین بھی۔'' وہ آج اکیلی ہوگئیں تھیں۔وہ بس دو ہی بہنیں تھیں۔شیرین منال سے چھوٹی تھیں۔

۔۔سے ضد کر کے انھوں نے قاہرہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔اور ا لمبا عرصہ مصر میں ۔ ارا۔

پھرا دن وہ آ تو حیدر آفندی نے انکار شتہ طے کرنے کا فیصلہ کیا کیو ا ڈ ی مکمل ہو چکی تھی۔ انھوں نے ایسا بم پھوڑا کہ جس نے پورے خا ان کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

انھوں نے اپنے اور ش ہ کے نکاح کا بتا دیا جس کی وجہ سے حیدر آفندی نے فوراً گھر سے اور جا اد سے بے دخل کر دیا تھا۔

منال کی ماں نے اس غم کو ۔ سے ایسا لگا یا کہ دو سال میں ہی وہ انتقال کر گئیں۔اور اسکے چار سال بعد ہی حیدر آفندی کا انتقال ہو ا تھا۔

شہرین ایسی پ دیسی ہوئی کہ انھوں نے مڑ کر کسی کی خبر نہ لی۔شا اپنوں نے ا بے دخل کر دیا تھا یہی غم ا لئے قابل۔د ا ش تھا۔

اور پھرا دن اچا وہ آ ۔

آج سے دس سال پہلے۔

منال اس وقت اپنے کام ٹ کر آرام کرنے کے لئے لیٹی ہی تھیں کہ ا ا ان نون نمبر سے کال آئی۔انھوں نے فون اٹھا۔

''ہیلو۔!!''

''آ۔آ پ۔!!''

''شہ۔شہرین۔!!'' وہ ٹ پ کر اٹھیں۔

''کیا۔۔آپ مجھ سے مل سکتی ہیں؟''

''کہاں ہو تم شہرین؟'' وہ بے چین ہو ۔ میوں کی دوپہریں تھیں وہ بنا کسی چیز کی پ واہ کئے اپنی چادر اٹھا تیں۔ہر نکلی تھیں۔ڈرائیور کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر شہرین کے بتائے گئے ایڈریس پ پہنچ گئیں۔

وہ ا ہوٹل میں ٹھہری ہو تھیں۔

منال ہوٹل کے کمرے کے۔ہر پہنچیں تو شہرین نے ا خوش آمدید کہا تھا۔وہ دونوں بہنیں گلے لگ کر خوب رو ۔۔اپنے ماں۔پ کا غم بھی شہرین کو کسی کے کندھے پ بہا تھا اس لئے ا منال اور منال کو شہرین کی ضرورت تھی۔

وہ دونوں کتنی ہی د ۔۔تیں کرتی رہی تھیں۔

''آ پ۔!! ش ہ بہت محنت کر رہے ہیں۔۔اگلے پ ٹ وہی ہوں گے ا اللہ۔!!'' کچھ د بعد شہرین نے اپنے گھر کا بتا شروع کیا۔

''ماشاءاللہ۔!! ا تمہیں خوش رکھے۔'' منال نے دل سے دعا دی تھی۔

''سجل اور ا۔ا ہیم۔۔کیسے ہیں؟ سجل کو تو دیکھا بھی نہیں میں نے ا ۔ر بھی۔'' شہرین نے آ پوچھے۔

''میری سجل۔!! بہت پیاری ہے۔اور ا۔ا ہیم بھی اب تو ڑا ہو ہے ماشاءاللہ۔'' منال نہال ہو تھیں۔

''میرا حسن۔'' شہرین نے بھی خوش ہو کر بتا شروع کیا۔''بہت پیارا ہے۔۔وہ اب تو ماشاءاللہ یورپ میں ہوتا ہے تعلیم پوری کرنے کے بعد۔پ کا کار و۔ر

سنبھالے گا۔'' حسن کا ذکر کرنے پہ شہرین کی آنکھوں میں الگ سی چمک در آئی تھی۔

''ماشاءاللہ۔!! پیارا کیوں نہیں ہوگا۔۔میری بہن بھی تو بہت پیاری ہے۔'' منال نے شہرین کو گلے لگایا۔

''آپ۔!! میری ایک خواہش ہے۔'' شہرین نے منال کے ہاتھ تھام لئے۔

''بولو میری جان۔!! تم پہ تو آپ کی جان بھی قربان۔۔تم جو کہو گی کرتی تھی میں تمہیں۔''

''آپ۔! بس میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ جو ڈور ۔۔نے توڑ دی تھی ہم وہ ڈور جوڑ لیں۔'' انھوں نے آنکھوں میں چمک لئے کہا تو منال نے الجھ کر سمجھی سے دیکھا۔

''میں چاہتی ہوں کہ میں اپنے حسن کے لئے سجل۔''

''شہرین۔!! سجل بہت چھوٹی ہے۔'' منال نے فوراً بات کاٹی۔

''آپ۔! پلیز۔! اتنا فرق تو چلتا ہے اور یہ میری دلی خواہش ہے۔۔پلیز آپی۔'' انھوں نے منال کے ہاتھ مضبوطی سے تھام لیے۔

'' میں اس طرح کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔''

''میں سفیان بھائی سے بھی بات کر لوں گی۔۔آپ مان جا پلیز۔''

'' شہرین۔!''''

''آپ۔!!'' انھوں نے سمجھ کی تو منال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔تو شہرین کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا تھا۔۔انھوں نے زور سے منال کو گلے لگایا۔وہ دونوں بہنیں اپنے بچوں کا رشتہ جوڑے بیٹھیں تھیں یہ جانے بناء کہ مستقبل کی جھولی میں کیا ہے اولادوں کے لئے۔

منال شہرین سے مل کر جا چکی تھیں۔۔شہرین کی نگاہ ایک واٹر بوٹل پہ گئی جو کہ شاید منال کو گاڑی میں ملی تھی اس لئے وہ آتے ہوئے سامان کے ساتھ ہی اٹھا لائی تھیں۔ بہن کے لئے لوازمات چھوڑ کر گئیں تو وہ واٹر بوٹل بھی وہیں چھوڑ گئیں۔۔شہرین نے مسکرا کر وہ بوتل اپنے سامان میں رکھ لی۔

''میرے ہاتھ خالی رہ گئے صفا۔میری بہن۔وہ۔وہ مجھ سے اتنی دور چلی گئی صفا۔'' وہ روتے ہوئے اپنے خالی ہاتھ پھیلائے جا رہی تھیں۔صفا نے ان ہاتھوں پہ بوسہ دیا۔ صفا کی اپنی آنکھیں برس رہی تھیں۔وہ اپنوں کی جدائی کا غم جانتی تھی۔وہ اس چیز سے گزر چکی تھی۔

''بچو۔!! چلو آجاؤ۔'' قریباً آدھی رات ہو چکی تھی۔ سفیان گورسی نے مرجان اور یاقوت کو اٹھنے کو کہا۔وہ لوگ ہلکان سے ہو کر منال کو دیکھے جا رہے تھے۔

''اٹھو۔جا کر سو جاؤ۔صبح سکول جانا ہے تم لوگوں کو۔'' سفیان گورسی نے انہیں بنے دیکھا تو پھر سے کہا۔وہ دونوں چپ چاپ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیڑھیاں چڑھ گئے۔

''منال۔!! اٹھو۔'' سفیان گورسی نے انکا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

''بس اب چپ ہو جاؤ۔صبر کرو۔ان لوگوں کی اتنی ہی زندگی تھی۔'' وہ ساتھ لگائے دلاسہ دیتے ہوئے لے جا چکے تھے۔صفا وہیں بیٹھی رہی۔کچھ دیر تو وہ ان چیزوں کو پراسس کرتی رہ گئی کہ کیسے لوگ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔

اور حسن اک خاندان کا حصہ تھا۔یہی بات صفا کے لئے ایک نے خطرے سے کم نہ تھی۔

''کاش وہ یہ کبھی جان ہی نہ پائے۔۔کاش وہ کبھی یہاں کا رخ ہی نہ کرے۔'' صفا نے دل سے دعا کی تھی۔پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتی اٹھی۔

اسکا رخ دینا کے کمرے کی جانب تھا۔اس نے دستک دی اور دروازہ کھولا تو زہرہ گہری نیند میں تھی جبکہ دینا بے بی کاٹ میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''شفا۔شفا۔!!'' اسکو دیکھ کر اس نے فوراً بانہیں پھیلا دیں تھیں۔

''ارے۔!! میری چندا جاگ رہی ہے؟'' دینا کو دیکھ کر اسکے دل کا بوجھ سا اتر گیا تھا۔وہ بچے اسکے لئے مرہم تھے یہ تو وہ جان چکی تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر دینا کو اٹھا لیا۔زہرہ ہنوز سو رہی تھی صفا نے اسکو جگانا مناسب نہ سمجھا اور دبے پاؤں کمرے سے نکل گئی۔

ا. اہیم عینا کو مینشن چھوڑ کر کر داوی ہاؤس آ یا تھا۔

وہ لاؤنج میں پہنچا تو زمہ سامنے آئی۔اس نے سلام کیا۔ا. اہیم نے سر کے خم سے جواب د یا۔

ا. اہیم کچھ د یر وہاں کھڑا رہا اور پھر منصور کے اسٹڈی روم میں آ یا۔

اس نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا تو کچھ ویسے ہی تھا جیسے ہوا کرتا تھا۔اس نے آ کر منصور کا پی سی آن کیا۔اور خود سر. اہی کرسی پ آن بیٹھا۔کچھ د یر وہ یوں ہی کمپوٹ کو پ کرتا رہا وہاں سے سارا ڈیتا ختم کر د یا تھا۔کچھ بھی نہیں تھا وہاں۔ا. اہیم نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

''صبح صبح کہاں چلی گئی تھی؟''ا. اہیم کو اپنے ہی الفاظ کی ز گشت سنائی دی۔ اس نے اپنے دماغ پ زور د یا تو اسکو معلوم پڑا کہ اس سوال کا جواب حوریہ نے کبھی نہیں د یا تھا۔اس سے پہلے ہی اسکو صفا کے اغواء ہونے کی اطلاع مل گئی تھی۔

ی: میں درد سا اٹھا تھا۔زخم کی وجہ سے نہیں۔ ل کی وجہ سے۔!!

ا. اہیم نے ضبط سے میز پ مکا دے مارا۔پورا میز لرز سا گیا تھا وہاں موجود ہر شے اچھلی تھی اور پھر اگلے ہی پل دو. رہ سکوت چھا گیا تھا۔

''کاش۔۔!! کاش۔۔!! کاش۔۔!!''اس ا ی لفظ میں کیا کچھ نہیں تھا۔

سوال۔۔ ل۔۔رنج۔۔!!

''کاش تم نے ا ی. رسو چا ہوتا۔۔کاش ا ی. رمجھ سے پوچھ لیا ہوتا۔۔کاش ا ی. رپھر وسہ کر کے دیکھ لیتی۔۔کاش۔!!''اس نے اپنی کنپٹیوں کو انگوٹھے اور انگلی سے د ب۔اسکا ماتھا گرم ہو رہا تھا۔شاید بخار ہو رہا تھا وہ ہر شے کو ا ز کئے ہوئے تھا۔

اسکو اپنوں نے دھوکہ د یا تھا۔

وہ سکول میں اپنی ڈ پ بیٹھا اپنا کلاس ورک کر رہا تھا۔ٹیچر یوں ہی چیپٹر مکمل کر کے پوری کلاس کا چکر کاٹ رہی تھی۔وہ اپنی نوٹ. پ جھکا ہوا تھا۔

''مس فرزانہ۔!آپکی کال۔''. ہر سے ا ی اور ٹیچر آ ا ہاتھ میں ا ی موبائل تھا۔

''شکریہ مس ایمن۔''انھوں نے مسکرا کر فون کان سے لگا یا اور اسکی ڈ کے ساتھ ہی ٹیک لگائے کھڑی ہو گئیں۔جبکہ مس ایمن کلاس کا راؤنڈ ل لگیں۔

''جی اسفند؟ جی وہ چابی تو میرے پ س ہے۔۔''وہ غالباً اپنے شوہر سے. ت کر رہی تھیں۔چو وہ ا. اہیم کے ڈ کے. لکل ساتھ تھیں اس لئے سپیکر کے پ س سے آتی ہو کچھ آوازیں اسکی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھیں۔پ انے موبائل فون کے سپیکرز سے یوں ہی آواز. ہر آجا یا کرتی تھی۔

'' فرزانہ مجھے اپنی فائل چاہیے تھی۔''مقابل کو فت زدہ معلوم ہوتا تھا۔

''اب میں تو واپس آ کر ہی چابی دے سکتی ہوں۔۔آپ ی پھر آ کر لے جا ۔''انھوں نے مشورہ د یا تو مقابل کو غصہ آ یا تھا۔

''آ کون سا انہ ہے الماری میں جو یوں تا لہ لگا کر جاتی ہو تم؟''وہ ذرا او آواز میں بولا۔

''اسفند آپکو معلوم ہے کہ میں ایسا کیوں کرتی ہوں۔''وہ اداس سی ہو ۔

''بھر وسہ کر نا سیکھو۔''مقابل کی سخت آواز آئی تھی۔

''کیا تھا اسفند، . اپنے ہی دھوکہ دیں تو دکھ ز یادہ ہوتا ہے۔۔خیر آپ آ کر چابی لے جا ۔''انھوں نے سرد لہجے میں کہتے فون کاٹ د یا۔

''مس ایمن۔!!شکریہ۔''انھوں نے مس ایمن کو موبائل لوٹا د یا۔''سوری وہ میرا موبائل ا ی دو دن ٹھیک ہو جائے گا۔آپکا بہت بہت شکریہ۔''وہ مشکور بھی تھیں اور شرمندہ بھی۔

''ارے کوئی. ت نہیں ہم دو ت ہیں۔''مس ایمن بھی ہلکے پھلکے ا از میں بولیں۔مس فرزانہ دو. رہ اداس ہو گئیں۔ا عمر کوئی چالیس. س کے لگ بھگ تھی۔

''کیا ہوا ہے؟''

''اسفند چابی ما َ رہے تھے۔'' ان دونوں کی آواز دھیمی تھی۔

''تو پھر؟ کیا آپ ساتھ لے کر آئی ہو ہیں؟''

''ہاں ایمن۔!!! ا ۔ ردھوکہ کھا چکی ہوں۔ ر۔ رنہیں۔''

'' اپنے ہی گھر میں آپکو کس سے خطرہ ہے؟''

''میری اپنی اولاد سے۔''

''کیا مطلب؟''

''میرا بیٹ ۔۔سترہ۔ س کا ہے، سکندر۔ تم جا ہو۔ ں؟''

''جی جی۔۔ میں نے دیکھا ہوا ہے۔''

''میری الماری سے اکثر میرے پیسے غا ئ ۔ ہو جا یا کرتے تھے میں نے کبھی۔ ت ذہن پ سوار نہیں کی تھی کیو میں خود اکثر بھول جاتی ہوں۔ چ کر کے۔۔اس لئے پیسوں کے معاملے میں کبھی واویلا نہیں مچا یا تھا ا یک دن۔۔ا یک دن میں نے دیکھا کہ سکندر میری الماری کھول کر کھڑا ہے ایمن۔'' ا آواز بھیگ گئی۔''اور۔۔میں نے دیکھا کہ وہ میری چین چوری کر رہا تھا۔''

''تو؟ آپ نے اسکو پکڑ لیا؟'' مس ایمن نے فوراً سوال کیا تو مس فرزانہ نے میں سر ہلاتے ہوئے۔ جانے کتنے آ پلکوں کے پیچھے دھکیل دیئے۔

''نہیں۔۔میں نے اسکو کرنے دیا جو وہ کر رہا تھا۔۔اس نے وہ چین پھ دی۔۔اور میں نے جیولر سے جا کر وہ چین ۔ لی۔۔تھوڑے پیسے زیادہ دینے پڑے میں اس چین کو نہیں کھو سکتی تھی میرے شوہر نے منہ دکھائی کا تحفہ دیا تھا مجھے۔'' وہ رنجیدہ ہو مس ایمن کو بھی ان پ ترس آ یا تھا۔۔ا۔ اہیم سر جھکائے اپنا کام کر رہا تھا کانوں پ تو بند نہیں۔ ھا جا سکتا۔ ں۔

''ان پیسوں کا کیا کیا اس نے؟'' مس ایمن نے مس فرزانہ کو۔ رمل ہوتے دیکھا تو دو۔ رہ پوچھا۔

''میں نے اس پ بہت رکھی۔۔ پھر دو ہفتوں بعد پتہ کہ وہ کوئی گیمز کھیلتا ہے۔۔ان پ پیسہ لگا تا ہے اس لئے اسکو آئے روز پیسوں کی ضرورت رہتی تھی۔۔مجھ سے ما َ ما َ کر تھک َ یا تو چوری کرنے شروع کر دیئے۔۔کیو میں نے اس سے حساب جو ما َ لیا تھا ا ۔ ر۔'' وہ زخمی سا مسکرا ۔

مس ایمن خاموش ہو گئیں۔۔

کلاس ختم ہوئی۔ا۔ اہیم نے اپنی نوٹ۔ اپنے بیگ میں رکھی۔ وہ اس وقت نویں جما ۔ میں تھا۔ا۔ اہیم نے سر جھٹکا تو ساتھ بیٹھے ضرار نے اچنبھے سے دیکھا۔

''تمہیں کیا ہوا؟''

''ت ۔ یہ کرنی نہیں اولاد کی اور پھر بعد میں روتے پھرو۔'' وہ منہ پھلائے دوسری کتاب نکال رہا تھا۔

''ر تم بھی۔ ں۔'' ضرار اسکی۔ ت پ سر جھٹک کر رہ َ ۔

ا۔ اہیم کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہی زخمی سا مسکرا دیا۔

''مس فرزانہ ٹھیک تھیں۔۔میں غلط تھا۔'' اس نے پیپرو۔ ٹ پ ا َ یں پھیرتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔

''کبھی کبھی ہم چاہ کر بھی کسی کا بھروسہ نہیں۔ ۔ ت ۔۔ہم اس شخص پ چاہے جان وار دیں وہ ہمیں سمجھ نہیں سکتا۔۔کیو اسکو اپنی ۔ ئی پ یقین ہو تا ہے اسکے لئے وہی سچائی ہوتی ہے جو اس نے دیکھی ہوتی ہے ہمارا نقطہ کیا ہے ہماری کیا مجبوری رہی تھی اس شخص کو سمجھ نہیں آ ۔ ۔''

وہ یوں ہی ٹیک لگائے ۔ ٹ۔ ٹ ار ہا تھا کہ اسکے مو ئل کی سکرین بلنک ہوئی۔۔ا۔ اہیم نے مو ئل اٹھا کر دیکھا۔

''سو گئے آپ؟'' سطری پیغام تھا۔ا. اہیم کے لبوں کو بے ساختہ مسکان نے چھوا تھا۔اس نے فوراً وہیں بیٹھے بیٹھے وٹ یو کال کی۔

صفا جو کہ اپنے کمرے میں دینا کے ساتھ بیٹھی تھی اچا ٹ وٹ یو کال دیکھ کر ہڑ بڑا ئی تھی۔اس نے پہلے دینا کو دیکھا۔دینا نے سکرین کو دیکھا تو ا. اہیم کی ڈسپلے پکچر دیکھ کر دینا پ جوش ہوئی۔

''..--دینا..'' اسنے فوراً ہ لگا یا تھا۔

''یس۔دینا..'' صفا نے اسکا گال چومتے ہوئے اسکو گود میں بٹھا یا اور کال اٹینڈ کی۔

صفا کے چہرے پ جانے کتنے رَ سے بکھر رہے تھے۔۔اس وقت وہ ا ٹی پنک لا فراک میں ملبوس تھی جس کا گلا گولائی میں بنا ہوا تھا اور وہاں سفید رَ کے چھوٹے چھوٹے پ لز سے ہار سا بنا ہوا تھا۔۔دوپٹہ اس نے ا ر کے رکھا ہوا تھا۔اور سنہرے ل کیچر میں مقید ہونے کے ب وجود اپنی حدود سے نکل کر اسکے چہرے پ رقصاں تھے۔۔کچھ پلوں کے لئے ا. اہیم اسکو دیکھے ۔۔وہ خاموش سی نگاہیں ادھر ادھر گھماتی رہی۔

''اتنی د کر دی کال اٹھانے میں؟'' آ کا را. اہیم نے ہی ب ت کا آغاز کیا تھا۔

''السلام علیکم۔!!'' صفا نے ب لوں کی ٹ کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔!! کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسے ہیں؟''

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔''

''..۔!!دینا..۔!!'' دینا نے اسکی توجہ پ کرا حتجاج شروع کر دیا تھا۔

''یس۔یس۔دینا..۔میری پ کیسی ہے؟'' وہ فوراً اسکی جا ب متوجہ ہوا تھا۔صفا نے موبائل دینا کے سامنے کیا۔

''دینا مس..'' دینا نے ہو ٹ گول کئے۔

''ارے ارے۔!!اتنی جلدی؟''

''جلدی؟ آپ جا بھی ہیں یہ دن ہم لوگ کیسے ا رہے ہیں؟'' صفا نے فوراً شکوہ کیا تو ا. اہیم نے ا. واچکائے۔

''کیسے ا رہے ہیں؟'' وہ مسکراہٹ د ئے بولا تو صفا دو ب رہ سر جھکا گئی۔

''بس۔۔جیسے بھی ا رے ا رلئے۔۔اب مز نہیں ا ر ت۔'' اس نے آنکھوں میں امڈتی نمی پیچھے دھکیلی۔

''اچھا اب رو مت شروع کر دینا۔'' وہ فوراً سیدھا ہوا۔

'' ب واپس آ گے؟'' اس نے فوراً پوچھا تھا۔

''ابھی تھوڑے سے کام رہتے ہیں۔۔وہ ختم کر لوں۔۔پھر تمہارے پ س ہی آ ہے۔''

''ہم لوگ آپ کے بناء ہی روزے رکھ رہے ہیں۔'' صفا نے ہو ٹ گول کئے۔

''ہاں تو؟ مولوی صا ب نے فتویٰ د یہ ہے کہ ا. اہیم کی موجودگی کے بناء روزے قبول نہیں ہوں گے؟'' وہ جان بوجھ کر اسکو تنگ کر رہا تھا۔صفا نے ک سکیٹری۔۔

''آپ سے ب ت کر ہی فضول ہے؟ اور یہ کہاں بیٹھے ہیں آپ؟ جا جا کر اپنے کام ٹ ں۔۔یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ی سے تو کام نہیں ہونے والے۔'' وہ خفگی سے بولی تو ا. اہیم کی مسکراہٹ نے سمٹنے سے انکار دیا تھا۔۔اس نے ا ہاتھ منہ پر ت ہوئے بمشکل اپنی مسکراہٹ سمیٹی تھی ورنہ وہ مز غصہ ہو جاتی۔

''اچھا گیس کرو کہ کہاں بیٹھا ہوں۔'' اس نے ٹیک لگائی۔

''مجھے کیا پتہ؟'' صفا نے ا ب رسکرین کو دیکھا۔

''آپ کا اسٹڈی روم ہے؟'' اس نے اسکے پیچھے بکس کا ر دیکھ کر ا ازہ لگا یا۔

''میرا نہیں۔۔میرے مرحوم سسر کا۔''

صفا کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر گزر گیا۔

''آپ۔۔کہاں ہیں؟''اس نے دور پوچھا تو اسکی آواز میں ایک خالی پن سا تھا۔

''وہیں جہاں میرے مقصد کی دھجیاں بکھیری گئیں تھیں۔۔یہیں سے دوبارہ شروع کروں گا۔''وہ ایک بار پھر سے سنجیدہ لہجے میں بولا تو صفا کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

''آپ۔۔پلیز۔۔واپس آ جائیے۔''اسکے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔

''تم کس لئے خوفزدہ ہو رہی ہو؟''ابراہیم نے ابرو سکیڑ کر اسکی اڑی سی رنگت کو دیکھا۔۔دینا اپنے کھلونوں کے ساتھ مگن ہو چکی تھی۔

''وہ۔۔حسن۔''

''صفا۔!!''وہ دبے دبے غصے میں کہتا جا رہا تھا۔''خبردار جو اسکے نام سے خوف کھایا تم نے۔۔وہ کچھ نہیں ہے۔۔وہ بس ایک کھوکھلا انسان ہے۔۔وہ بس گیدڑ بھبکیاں دینا جانتا ہے۔۔تم پریشان مت ہو۔''

''مم۔مگر ابو۔۔''صفا دوبارہ ہکلا رہی تھی۔

''ڈونٹ وری۔''ابراہیم نے پرسکون سے انداز میں دوبارہ ٹیک لگائی۔''وہ سالہ ہے میرا اور میرا سالہ اس وقت اپنے سسرال میں ہے۔۔اور میں اپنے سسرال میں ہوں۔''

اسکی بات صفا کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب کچھ نہیں۔۔سو جاؤ تم۔۔ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو؟''وہ دوبارہ نارمل ہو گیا تھا۔صفا نے ناراضی سے اپنی پلکیں پونچھیں تھیں۔

''آپکو کیا؟اب تو ہم لوگوں کو پورا مہینہ ہی جاگنا ہے۔''

''کیوں؟میں کیا تمہارا پنکھا ریموٹ کر لے سکتا ہوں؟''

''ابراہیم۔!!''صفا غصے سے چیخی تھی۔ابراہیم کا قہقہہ گونجا۔

''اچھا اچھا۔نہیں کرتا تنگ۔۔اب بتاؤ آج سارا دن کیا کیا؟''اس نے صفا سے نارمل سے انداز میں اسکے دن کی روٹین پوچھی۔وہ بھی اب طوطے کی طرح اسکو سارے دن کی کاروائی سنانے لگی۔مرجان اور آیت کا معاملہ بھی بتایا۔جس پر ابراہیم نے صفا کو داد دی تھی۔۔وہ مرجان سے بات کرنا چاہتا تھا وہ لوگ سو گئے تھے۔۔بات طویل ہوتی گئی۔دینا سو چکی تھی۔صفا اٹھی اس نے کمرے کو انرجی سے لاک کیا اور جا کر بالکونی میں کھڑی ہو گئی۔۔چاندنی کہیں نہیں تھی گھر کی اپنی لائیٹس کی روشنی تھی۔۔رات کے وقت ہوا ٹھنڈی اور پرسکون سی ہو جایا کرتی تھی۔وہ وہاں کھڑی کچھ دیر ابراہیم سے باتیں کرتی رہی۔

''دینا اب میرے ساتھ ہی ہوتی ہے۔''اس نے اپنے بالوں کی لٹ کے ساتھ کھیلتے ہوئے ابراہیم کو آگاہ کیا تھا۔

''ہاں۔۔پہلے ہی میری بیٹی پر جادو کر دیا ہے تم نے،اب مزید کر دو۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔۔آپ ہی اپنی بیٹی کا دل نہیں بھرتے تو میرا کیا قصور۔؟''ابراہیم کی آنکھیں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔

''اچھا۔۔وہ۔۔مجھے کچھ بتانا تھا آپکو۔''صفا کو ڈر بھی لگ رہا تھا وہ حسن کے بارے میں بتانا بھی چاہتی تھی۔

''ہاں۔۔بولو۔۔''ابراہیم سنجیدہ ہوا۔

''وہ۔۔حسن۔''

''کہاں کہ اسکا نام مت لو۔''وہ جبڑے بھینچ گیا۔

''آپ پوری بات تو سن لیں۔'' صفا نے بے بسی سے سکرین کو دیکھا جہاں وہ چہرے پہ گواری سجائے ہوئے تھا۔

''کچھ نہیں۔۔۔اور تم۔۔کیا اسکا ذکر کر رہی ہو بار بار؟'' وہ آنکھیں نکال رہا تھا۔ قاعدہ۔صفا کو ہر چیز بھول بھال کر ابیم کا غصہ ہونا اچھا لگا تھا۔

''آپ۔۔جیلس ہو رہے ہیں؟'' وہ مسکراہٹ دبائے اسکی چوری پکڑنے میں کامیاب رہی تھی۔

''میں کیوں جیلس ہونے لگا۔۔کیا ہے اسکے پاس جس کی بناء پہ میں اس سے جیلس ہونے لگا۔'' وہ اچھا خاصا ناراض دکھائی دیتا تھا۔

''جیلس تو آپ ہو رہے ہیں۔۔اسی لئے تو مجھے حسن کا نام۔''

''صفا۔!!ایٹ رمزیلو اسکا نام۔'' وہ غرایا۔

''کیا کر لیں گے؟'' وہ نظریں چرا گئی۔

''کچھ نہیں۔۔ویسے بھی کیا فرق پڑتا ہے تم جس کا بھی نام لو۔''

''کیا واقعی؟ آپکو کوئی فرق نہیں پڑتا؟'' صفا نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''اونہوں۔۔مجھے کیوں پڑنے لگا فرق۔'' وہ کندھے اچکا گیا۔

''واہ۔۔پھر تو حسن سے۔'' وہ ابیم کے تاثرات دیکھتے ہنس پڑی۔۔ابیم نے اسکو ایک گھوری سے نوازا تھا۔

''اوکے۔آئی ایم سوری۔'' اس نے حسن کے بارے میں بتانے کا ارادہ کینسل کر دیا۔۔اور یہ بات منال پہ ہی چھوڑ دی کہ وہی اسکو بتا دیں۔۔کیونکہ صفا کے منہ سے تو وہ حسن کا نام تک نہیں سننا چاہتا تھا۔

صفا ہنستی دبائے دوبارہ کمرے میں آئی تو اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''کیا ہوا؟'' ابیم فوراً سیدھا ہوا۔

''دی۔دینا؟'' صفا دیوانوں کی طرح چیخی۔ابیم کا حلق خشک ہوا۔صفا نے دروازہ دیکھا تو کھلا ہوا تھا۔

''دد۔دروازہ کیسے کھلا؟'' صفا اب موبائل وہیں کارپٹ پہ پھینکتی بھاگی تھی۔

''دینا۔!!دینا۔!!چندا۔!! کہاں ہوں؟'' وہ اسکو آوازیں دیتی بھاگی تھی۔صفا نے دھڑکنے دل کے ساتھ سیڑھیوں پہ قدم رکھا۔ لاؤنج خالی تھا۔صفا کا دماغ اب مفلوج ہو رہا تھا۔

''آ۔!!'' وہ منال کے کمرے کے باہر کھڑی انکا دروازہ پیٹنے لگی۔

''یا للہ خیر۔!!'' منال جو کہ ابھی اپنے غم سے نہیں نکلی تھیں انھوں نے فوراً دروازہ کھولا۔سامنے صفا بکھری سے حالت میں کھڑی تھی۔

''دینا کہاں ہے؟'' صفا کے حلق سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔

''دینا؟ وہ تو زہرہ کے ساتھ تھی۔'' وہ بھی لاعلم تھیں۔

''ہاں۔۔تھوڑی دیر پہلے میرے پاس تھی۔'' صفا نے ہچکی لی۔

''تو پھر؟'' منال بھی باہر آ گئی۔سفیان گورسی منال کو دوا دے کر پھر سے کسی کام سے نکل چکے تھے۔وہ آج کل لیٹ نائٹ تک کام کرتے رہتے تھے۔۔رمضان میں ویسے بھی رات کے وقت زیادہ کام کیا جاتا تھا۔

''میں۔۔میں۔۔کال سن رہی تھی۔۔لکونی میں۔۔ واپس۔آئی تو۔تو۔''

''شش۔!!اچھا ٹھیک ہے۔۔کہیں نہیں گئی ہو گی یہیں ہو گی۔'' وہ اسکو دلاسہ دیتیں قوت اور مرجان کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

ادھر ابیم کا اب دل بند ہو رہا تھا۔۔اس نے کال کاٹ کر منال کے نمبر پہ فون کیا انکا فون بھی اسی کمرے میں پڑا رہ گیا۔

''کوئی فون کیوں نہیں اٹھا رہا؟'' وہ اب اسٹڈی میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اپنے دل پہ رکھا۔درد کی ایک لہر سی اٹھی تھی۔ابیم کا چہرہ ضبط کی

شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

اس نے دفعتاً زہرہ کا نمبر ۔۔

کال اٹھالی گئی تھی۔

'زہرہ۔!! دینا کہاں ہے؟'' ا. اہیم قریباً ۔ تھا۔

''سر۔! وہ میرے پ س ہے۔'' زہرہ پ سکون تھی۔

''واٹ؟'' وہ غیر یقینی سے َ جا۔

''جی سر۔! میں بچوں کو دیکھنے گئی تھی دینا. ہر کور ٹ ور میں ملی مجھے۔۔ شا. صفا میڈم مصروف تھیں۔ سوچکی تھیں اس لئے میں نے ا ڈسٹرب نہیں کیا۔۔ دینا۔۔ سے. ت کرو گی؟'' اس نے ٔ رمل سے ا ٔ ازمیں کہتے ہوئے اپنی گود میں بیٹھی دینا سے پوچھا۔ دینا جو کہ سوئی جا گی سی تھی۔ فوراً اثبات میں سر ہلانے لگی۔ زہرہ نے فون سپیکر پ ڈال کر دینا کے سامنے کیا۔

''دینا۔!! میرا بچہ۔!! میری پ ۔!!'' وہ ٹ پ ہی تو َ تھا۔

''یس۔۔۔!!'' دینا کی میٹھی سی پیاری سی آواز گو تو ا. اہیم کی روح ۔ میں سکون ا ّ اتھا۔

''سوئے نہیں ابھی ۔ ؟'' اس نے وہیں ٹیبل کے ساتھ ٹیک لگا دی۔۔ ٹ نگوں سے جان ہی تو نکل گئی تھی پل بھر میں۔

''نو۔۔!!'' وہ کھلکھلائی۔

'' اوکے۔ ٔ وسلیپ۔ مائی لٹل پ ۔''

''گڈ ٔ ٹ ۔'' اس نے اپنے تو تلے سے ا ٔ ازمیں کہا۔

''گڈ ٔ ئیٹ۔'' ا. اہیم نے سکون کی سانس خارج کی۔ ''زہرہ۔!'' اس نے اگلے ہی پل زہرہ کو مخاطب کیا۔

''جی سر؟''

''. ہر جاؤ اور صفا سے میری. ت کرواؤ۔'' اسکا لہجہ سخت سا تھا۔ زہرہ کے لبوں پ مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

زہرہ فون لئے کمرے سے نکلی ہی تھی کہ سامنے منال اور صفا دروازہ بجانے ہی والی تھیں۔

''زہرہ دینا کہاں ہے؟'' منال نے فوراً پوچھا تھا۔

''وہ میرے ساتھ ہے۔'' زہرہ کے سکون میں رتی. ا. فرق نہیں آ ۔ تھا۔۔ منال نے اچنبھے سے صفا کی جا ٔ. دیکھا۔

'' ۔۔ وہ تو میرے کمرے میں تھی۔'' صفا کو اپنی دماغی حا ۔ پ ہی ا ۔ پل کے لئے شک ہوا تھا۔

''ہاں۔۔ میں ۔ قوت اور مرجان کو دیکھنے گئی تھی دینا. ہر تھی مجھے لگا آپ شا. سو گئی ہیں اس لئے میں اسکو لے آئی۔'' وہ مدھم سی مسکراہٹ لئے کہہ رہی تھی۔۔ منال نے حیرت سے صفا کی جا ٔ. دیکھا۔۔ صفا کا دماغ گھوم َ ۔۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ کمرہ ا ٔ رسے لاکڈ تھا۔'' وہ او آواز میں ئی۔

'' ۔۔ دینا. ہر تھی۔'' زہرہ نے ڈھٹائی سے کہا تھا۔۔ منال نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

''آ ۔! پلیز۔ میرا۔ میرا یقین کریں۔'' صفا اب کی. ت واقعی گھبرائی تھی۔

''صفا۔۔!!'' فون سپیکر سے ا. اہیم کی آواز گو تو صفا نے اچنبھے سے زہرہ کو دیکھا۔

''سر. ت کر ٔ چاہتے ہیں۔'' اس نے پ اسرار سے ا ٔ ازمیں کہتے فون صفا کو پکڑا ۔

منال سر جھٹک کر وہاں سے جا چکی تھیں۔۔ فی الحال ان میں مز ۔ ہمت نہ تھی کسی تماشے کا حصہ ٔ ن کی۔

''ا. . ـا. اہیم۔!!'' صفا نے ہچکی لی۔

''صفا۔!! حد ہوتی ہے ر۔'' وہ پہلے ہی بھرا ہوا تھا۔

''نن۔نہیں۔آپ۔آپ جا ہیں۔۔میں نے آپکے سامنے دروازہ لاک۔''

''صفا۔!! بس کرو۔۔آج کے بعد دینا زہرہ کے پ س ہی رہے گی۔'' اسکا لہجہ سرد تھا۔۔نہ غصہ اور نہ ہی ٰ راضگی عجیب سرد پن تھا جس نے صفا کے پورے وجود کو مفلوج کر کے رکھ دی تھا۔

''آپ۔شک کر رہے۔''

''صفا۔!! اس میں شک کی کیا ٰت ہے؟ وہ بچی ہے۔۔اور زہرہ کو اسکو سنبھالنے کا تجربہ ہے۔۔تم سے ہینڈل نہیں ہوتی تو کیوں ضد کرتی ہو؟'' وہ ٰم لہجے میں کہہ رہا تھا لہجے کی سردی ڈھکی چھپی نہ تھی۔

'' ۔!!'' صفا کا چہرہ زرد سا پڑ رہا تھا۔

''اَ کچھ نہیں۔۔سو جاؤ اب جا کر۔۔اپنا خیال رکھو۔۔اپنی صحت بہتر کرو۔۔پھر بچوں کو دیکھنا۔''

''ا. . ـا. اہیم۔!!'' صفا نے غیر یقینی سے اسکو پکارا تھا۔

''میں نے کچھ کہا ہے؟ جو تم اب رونے لگ گئی ہو؟''

''کہہ لیں۔۔بے شک کہہ لیں۔۔ اس طرح۔'' وہ اپنے منہ پ ہاتھ رکھے سسکیاں د رہی تھی۔

''صفا۔!!'' وہ تکان سے بولا تھا۔اسکی اپنی حا ت اس وقت غیر ہو رہی تھی۔۔بخار شدت پکڑ ت جا رہا تھا۔''پلیز۔! کچھ دن اور سنبھال لو۔۔میں آ کر . دیکھ لوں گا۔''

''آپ کو مجھ پ یقین نہیں رہا۔''

''ایسی . ت نہیں ہے۔''

''ایسی ہی . ت ہے۔'' صفا نے کہتے ہی کال کاٹ دی اور فون زہرہ کو پکڑا کر اپنے کمرے کی جا . بھاگ گئی تھی۔یہ رات یقیناً اسکے لئے طویل ہونے والی تھی۔

ا. اہیم نے تکان سے فون میز پ پٹکا۔اور آ کر سر. اہی کرسی پ ہی ڈھے ۔۔

پ نچ دن مز ۔ ر چکے تھے۔منال کا غم آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا۔صبر کو آ . ہی ہو ت ہے سو وہ آ ۔ تھا۔جو چلے جاتے ہیں ا کتنا ہی رو لیں۔ا لئے کتنا ہی ٹ پ لیں۔وہ واپس نہیں آ جا کرتے۔اور منال تو ا رو رہی تھیں جن کو گئے دس سال ہو چکے تھے۔

ان پ نچ دنوں میں ا. اہیم نے . رہا کوشش کی تھی صفا سے . ت کرنے کی ہر . روہ بچوں کو فون دے کر خود کسی کام میں مگن ہو جا کرتی تھی۔منال نے بھی دل پ پتھر . ھ لئے تھے۔۔انھوں نے فی الحال ا. اہیم سے حسن کے . رے میں کوئی . ت نہیں کی تھی۔

بس وہ اسکے آنے کا انتظار کر رہی تھیں کیو وہ نہیں جا تھیں کہ ا. اہیم اور حسن کا تعلق کیسا ہے۔۔اس دن انھوں نے حسن کے ذکر پ جو ا. اہیم کے ت ٹ ات دیکھے تھے اسی وجہ سے وہ خاموش تھیں۔

.ب ششم

''غم کا پیمانہ''

''کیا یہ تمہارا آ ٰ ی فیصلہ ہے؟''عینا اس وقت گاڑی کے پ س کھڑی تھی جبکہ ا. اہیم سفیر اور عیشا بھی وہیں موجود تھے۔سفیر اسکو چھوڑنے جا رہا تھا۔ . ا. اہیم نے ا ۔ آ ٰ ی. راس سے پوچھا تھا۔

''جی۔۔وہاں جاؤں گی۔۔بچوں کے ساتھ وقتَ ٰ اروں گی۔۔شا ۔ ۔ز ٰ گی پ صبر آ جائے۔''وہ بجھی بجھی سی تھی۔

ا. اہیم نے اسکے سر پ ہاتھ رکھا۔

''سفیر اور عیشا بھی ساتھ چلے جا گے اَ تم چا ہو تو۔''

''نہیں۔۔میں پہلے قدس جاؤں گی۔۔وہاں کے معا ت سے آ پکو آ گاہ کر دوں گی۔۔امدادی ٹ کوں کی نگرانی کا کام میں دیکھ لوں گی۔۔۔بعد میں. . مال پہنچا ہو تو بے شک سفیر وہاں آ جائے۔''وہ مضبوط لہجے میں بولی تو ا. اہیم نے اثبات میں سر ہلا ۔

''ٹھیک ہے۔۔اپنا خیال رکھنا۔۔را بطے میں رہنا۔''اس نے عینا کے سر پ ہات رکھا۔عینا مڑی اور عیشا کے گلے لگی۔

''آئی ول مس یو۔''عیشا کی آواز بھرا گئی۔

''ہمم۔۔خیال رکھنا . کا۔''عینا اسکا کندھا سہلاتے پیچھے ہٹی۔اور ا ۔ نگاہ ان پ ڈالتی گاڑی میں سوار ہو گئی۔

ا ۔ نئے سفر پ ۔!!

ا یـ نئی راہ ٗ ر پ ۔!!

وہاں جہاں موت کی آغوش میں ز ٗ گی پلتی تھی ۔!!

وہاں جہاں اپنا نقصان، نقصان نہیں لگتا ۔!!

وہاں جہاں صبر کا مقام شکر کا مقام بن جا ٗ ہے ۔!!

وہاں جہاں ا ٗ یء کا ٗ ول ہوا ۔!!

وہاں جہاں سے اسلام پھیلا ۔!!

وہاں جہاں سرکار دو جہاں نے تمام ا ٗ یء کی امامت کروائی ۔!!

وہاں جہاں ا نقش قدم آج بھی موجود ہیں ۔!!

وہاں جہاں سکون ہے ۔!! جہاں آسودگی ہے ۔!! جہاں صبر ہے ۔!!

رات ہو رہی تھی ۔ سارا مصر اس وقت رات کی ٗ ر یکی میں ڈوبنے کے ۔ وجود مصنوعی روشنیوں میں نہا یـ ہوا تھا ۔ مار ں میں روشنیاں اور ز ٗ یں بحال تھیں ۔۔ رونقیں موجود تھیں اور وجہ تھی رمضان ۔۔ رمضان کے دوران دن کے بجائے راتوں کو رونقیں پ ئی جاتی ہیں ۔

ا یـ شخص اس وقت ا یـ ٹی شرٹ اور ڈ اوزر پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے مگن سا قاہرہ کی سڑکوں پ چہل قدمی کے ا ٗ از میں چلتا جا رہا تھا ۔

وہ چلتا ہوا یـ ٹ ی سی مارکیٹ میں داخل ہو ۔ ا ۔ وہ مارکیٹ ا ٗ ر سے کسی تنگ گلی کی ما تھی جو کہ ہر ٹ ھتے قدم کے ساتھ تنگ ہوتی جا رہی تھی ۔ اور پھر چلتے چلتے وہ ا یـ تنگ گلی میں داخل ہوا ۔ جہاں چھوٹی چھوٹی کئی دکا موجود تھیں ۔ وہ بہت چھوٹی دکا تھیں بعض پ چون کی تو کچھ سلائی ٹ ھائی کی ۔۔ اسی ٹ ا یـ دکان جا کا شٹر آدھا ٗ ا ہوا تھا ۔

وہ لڑکا چلتا ہوا آ یـ اور اس نے جھک کر اس ادھ کھلے شٹر کے ا ٗ ر جھانکا ۔

وہ دکان کم کباڑ خانہ ز یـ دہ معلوم ہو ٗ تا تھا ۔۔ وہ ا یـ الیکٹرا کی دکان تھی جس میں بے شمار کمپیوٹ زاور ٗ قی آلات رکھے ہوئے تھے ۔۔ اسی کباڑ کے ڈھیر کے ا ٗ ر کمرے کے عین ٹ ٹ ا یـ شخص بیٹھا تھا جس کی میز پ رکھے ا یـ چھوٹے سے لمپ سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور وہ خود ا یـ کرسی پ بیٹھا دو ٗ روں کو ٗ ہم کر دیکھ رہا تھا ۔ جس کے ٗ ش پس پڑا ا یـ چھوٹ سا لیمپ روشن ہو جا ٗ تا تھا ۔ پھر وہ ٗ روں کو الگ کر ٗ تو وہ لیمپ بجھ جا ٗ تا ۔۔ ٗ اسکو تسلی ہو گئی تو اس نے دونوں ٗ روں کو ٗ ہم جوڑ کر ٹ لگا دیـ اور اس لیمپ کو بند کر دیـ ۔

وہ ا یـ درمیانی عمر کا مصری تھا جس کے ٗ ل کنپٹی سے سفید تھے اور داڑھی بھی سفید تھی ۔۔ ہلکی ہلکی سی مونچھیں تھیں وہ بھی ٗ ے ہو رہی تھیں ۔ آنکھوں پ کے ٹ ے ٹ ے چشمے لگائے جو کہ آنکھوں پ کم ٗ ک پ ز یـ دہ ٹکے ہوئے تھے ۔ وہ اپنے کام میں مگن دکھائی دیتا تھا ۔

وہ لڑکا کچھ دیـ اسکو دیکھتا رہا ۔ پھر وہ جھک کر ہی اس ادھ کھلے شٹر سے ا ٗ ر داخل ہوا ۔

''السلام علیکم ۔!!'' اس لڑکے نے ادب سے سلام کیا تھا ۔ آدمی نے اپنے چشموں کے اوپ سے جھانکا ۔ اور اسکو پہچاننے کے لئے آنکھیں سکیڑیں ۔ اور پھر کچھ یـ آتے ہی جلدی سے اثبات میں سر ہلا یـ اور اسکو قر ٗ ب آنے کا اشارہ کیا ۔

''ا یـ موبائل دیـ تھا ۔'' وہ لڑکا اب اسکے پ س پہنچا تھا ۔

''ہاں ۔ یہ لو ۔'' اس نے ا یـ دراز کھولی اور اس میں سے ا یـ موبائل نکال کر اس لڑکے کو پکڑا دیـ ۔

''اسکا ڈیٹا ۔'' اس لڑکے نے موبائل پکڑ کر ٗ ٗ میں ڈالا ۔

''کچھ ر ہو ٗ ے ہے اور کچھ نہیں ہو سکا ۔''

''نہیں کیوں نہیں؟تم تو اپنے کام کے ماہر ہو ں؟'' وہ لڑکا. مزہ ہوا تھا۔

''ہاں۔میں اپنے کام میں ماہر ہوں۔ اس مو.ئل میں کچھ ایسی فائلز تھیں جن کے ساتھ ذرا سی چھیڑ چھاڑ کرنے پ وہ انکر پ ٹ ہوگئی ہیں۔کسی نے دورا ٔ یشی سے کام لیا ہوا تھا۔''

''تمہیں اسکی تعریفوں کے پل. ھے کو نہیں تھا۔۔یہ بتاؤ کہ کال لاگ ہوار ر؟'' وہ خفت سے بولا تھا۔

''ہاں۔۔دیکھ لو۔'' اس نے مصروف سے ا ٔ ازمیں ہاتھ جھلا یا تو سفیر نے اپنی۔۔۔ سے مو.ئل نکالا اور اسکو ان لاک کیا۔۔کال لا ٔ دیکھی تو آ ٔ ی کال جو اس نے خود اٹھائی تھی اسکا نمبر اب سامنے شو ہو رہا تھا۔

''واہ۔۔تم تو کمال ہو۔'' سفیر نے اس آدمی کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

'' یہ نمبر اب استعمال میں نہیں ہے۔۔نہ تو اس پ رابطہ ممکن ہے اور نہ ہی اسکی لوکیشن ٹ لیس ہو سکتی ہے۔'' اس نے مگن سے ا ٔ ازمیں کہتے سفیر سے اسکی ساری خوشی ساری پ جوشی چھین لی تھی۔

''اورا دو. رہ اس مو.ئل پ کوئی فون کال آئے۔۔تو کیا تم اسکی لوکیشن ٹ لیس کر تے ہو؟'' سفیر نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو اس آدمی نے تیچھی نگاہ سے سفیر کو دیکھا۔

''ظاہر ہے۔۔تم اسکو کال پ رکھنا میں لوکیشن ٹ لیس کر دوں گا۔۔آسان ہے یہ تو۔'' وہ ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔سفیر پیچھے ہٹا تو کسی شے سے ٹکرا۔وہ سارا کمرہ ہی کباڑ خانہ تھا۔

''ٹھیک ہے اب تم جاؤ مجھے کام ہے۔'' وہ آدمی بے زی سے کہتا ا ٔ رکی جا. ٹھ ی۔سفیر اثبات میں سر ہلا. ہر نکل ی تو اس آدمی نے شٹر ا اور ا ٔ رکی جا. ٹھ ی۔۔اس نے مخالف سمت میں ا ی دروازہ کھولا تو وہ منظر. قابل یقین تھا۔۔وہ ا ی ہائی پ وفائل کنٹرول روم تھا. لکل جیسے کسی ا تھیکل ہیکر کا آفس ہوتا ہے۔۔وہاں کمپیوٹ زاور. قی آلات کی بھرمار تھی اور وہ ا ی پ تعیش کمرہ تھا۔

وہ آ کر ا ی کمپیوٹ کے سامنے بیٹھا اور اپنا کام کرنے لگا۔

پ نی ہی پ نی۔!!

بناء کسی بند کے پ نی۔!! جس کی کوئی رکاوٹ نہ تھی اور نہ ہی کوئی حد تھی۔!!

اتنا پ نی کہ وہاں پ نی کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔وہ کسی بحرِ بے کراں کا منظر تھا۔!!

کوئی تھا جو اس پ نی میں غوطے کھا رہا تھا۔اس نے اپنا سر. ہر نکالا۔تو اسکو سانس آئی تھی۔اس نے کھینچ کر ا ی گہری سانس لی اور اپنا چہرہ صاف کیا تو اپنے ارد دنگاہ دوڑائی۔وہ کسی سمندر کے نیچ و نیچ تھا۔!! پھر اچا ٔ ا ی تیز روشنی پڑی جس نے اس شخص سے ا ی پل کے لئے اسکی ی. ئی تی. چھین لی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ جہاں تھا وہ کوئی پ نی کا سمندر نہیں تھا۔وہ پ نی نہیں تھا۔وہ مائع کچھ اور تھا۔وہ لہو کی ما تھا۔اس سے بھی گاڑھا تھا۔وہ لہو تھا۔

وہ کسی لہو کے سمندر میں ڈو. ہوا تھا۔ا ی. رپھر سے تاریکی چھا گئی۔وہ روشنی غا ٔ ہوئی۔اب اس مائع سے ا ی. بو اٹھنے لگی تھی تعفن زدہ. بو۔لہو کی بو۔!!

جس میں اسکے لئے سانس. مشکل ہوا تھا۔اس نے ہاتھ پ وں مارے اور کنارے کی تلاش میں ادھر ادھر تیرنے لگا۔منٹ، گھنٹے، دن، ماہ یسال۔!! ٔ جانے کتنا وقت لگا تھا اسکو۔ آ ٔ اس کو کنارہ مل ی تھا۔وہ اس وقت کا ا ٔ ازہ نہیں کر پ تھا بس ا ٔ ازہ تھا تو اس. ت کا کہ وہ ا ی لہو کے سمندر میں ڈو. ہوا ہے۔جہاں سے تعفن اٹھ رہا ہے اور اسکو وہاں سے ٔ ہے۔وہ ا ی ٔ پک مائع تھا اور اسکو اپنا آپ پ ک کر ٔ تھا۔

آ ٔ کنارہ آ ی۔اس نے اس تاریکی میں کنارہ دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔

نوح کی کشتی. جودی پہاڑ پ جا کر ٹھہری تھی۔. . نے روشنی دیکھی تھی اجالا دیکھا تھا اس وقت جو لوگوں کا احساس تھا اس شخص کو بھی وہی محسوس ہوا تھا۔اس

نے آسمان کی جا ۔ تشکر بھری نگاہ ڈالی اور کنارے ا ۔ پتھر کا سہارا لیا۔

۔!!

اچا ۔ ۔!!

ا ۔ ڑا سا ہاتھ آ ۔!!

جس میں ا ۔ پتھر تھا۔!!

بہت ڑا پتھر۔!!

اور اس ہاتھ نے وہ پتھر اس شخص کے سر میں دے مارا۔۔جس سے خون کی ا ۔ پھوار نکلی تھی۔اور وہ لہو اس لہو کے سمندر میں شامل ہوا تھا جس سے وہ مائع مز ۔ لال ہو ۔ تھا۔

وہ اب لہو سے بھی لال تھا۔

وہ اب لہو سے بھی گاڑھا تھا۔

اس کی ۔ بو میں اضافہ ہوا تھا۔

ا ۔ پل کے لئے آنکھوں کے سامنا ۔ ھیرا چھا ۔ ۔اور وہ شخص جو ۔ سوں کی مسافت طے کر کے کنارے پ آ ۔ تھا وہ مر ۔ تھا۔اور اسکا وجود اب اس بحر بے کراں کے حوالے تھا۔وہ وجود ہچکولے کھا ۔ ہوا اب لہروں کے سپرد ہو چکا تھا۔

پھر۔۔ ۔ ریکی میں اضافہ ہوا تھا۔

ہر پل۔!!

ہر لحظہ۔!!

بس ۔ ریکی ہی ۔ ریکی تھی۔!!

ا ۔ ختم ہونے والی ۔ ریکی۔!!

وہ خون اسی شخص کا تھا۔!!وہ لہو کا در ۔ اسی کی شر ۔ نوں سے بہہ رہا تھا۔وہ سالوں کی مسافت طے کر ۔ اور پھر کنارے پ آ کر اسی پتھر سے اپنا سر پھڑوا کر مر جا ۔ ۔پھر سے اس ۔ ر ۔ سمندر کی ہو جا ۔ ۔وہ پھر سے ز ۔ ہ ہو ۔ ۔اور ۔ سوں کی مساف طے کر ۔ اور پھر سے مر جا ۔ ۔یوں وہ اپنے ہی خون کے سمندر میں ڈوبتا جا رہا تھا۔اور یہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔!!!!!

اس چھوٹے سے کمرے میں دو آنکھیں بیدار ہو ۔ تھیں۔وہ سیاہ آنکھیں تھیں۔تیز تلوار کی دھار کی ما ۔ آنکھیں۔۔آنکھوں میں کوئی مائع شامل ہوا تھا۔وہ نمکین مائع تھا جو شا ۔ ماتھے سے بہتا ہوا آ کر آنکھوں میں شامل ہو جا ۔ تھا۔جس کے ۔ ش ا ۔ عجیب جلن سی محسوس ہوئی تھی۔

۔ ن ابھی ۔ مفلوج تھا۔بس آنکھیں تھیں جو کھلی ہوئی تھیں اور سانس تھی جو چل رہی تھی۔جبکہ دھڑکن۔!!دھڑکن رک رک کر چل رہی تھی۔اور ۔ دل دھڑکتا تو اتنی زور سے دھڑکتا کہ اس کے ۔ ش پورا وجود ہل جا ۔ ۔اور ۔ خاموش ہو ۔ تو ا ۔ لمبی خاموشی چھا جاتی۔ ۔ میں اتنا سناٹ چھا جا ۔ تھا کہ مانو وہاں دل ۔ می کوئی شے رہتی ہی نہیں ہے۔

رات کے تین بج رہے تھے۔۔!!

زہرہ نے بے چینی سے کروٹ ۔ لی تو اس نے گھڑی پ وقت دیکھا۔پھر وہ کچھ سوچتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

''اس دن کسی اور نے کال اٹھائی تھی۔۔کیا مجھے کال کرنی چاہیے؟''اس نے دانتوں میں انگلی دبائی۔'' آفندی۔!!ابھی تو کوئی خبر نہیں ہے۔۔مغیث پتہ نہیں کہاں دفع ہوا ہے۔؟اے آفندی نے غصہ کیا تو؟''اس کی سوچیں اسکو جکڑے ہوئے تھیں۔

''نہیں نہیں۔میں آفندی کو ناراض نہیں کرسکتی۔'' کہتے وہ پھر سے لیٹ گئی۔دینا اپنے کاٹ میں پرسکون نیند میں تھی۔ایک اسکو دیکھا اور پھر اسی کی جانب کروٹ لے لی۔

کچھ دیر وہ یوں ہی لیٹی رہی۔ پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اٹھی اور دبے پاؤں اپنی وارڈ روب کی جانب بڑھ گئی۔اس نے دراز کھولی تو اس میں ایک موبائل فون پڑا تھا۔زہرہ نے ساتھ پڑی ایک چھوٹی سی ڈبی اٹھائی تو اس میں بس ایک ہی سم پڑی تھی۔

یہ آخری موقع تھا بس اسکے پاس۔۔اس کے بعد نئی سم کیسے لینی تھیں کہاں سے لینی تھیں کوئی آئیڈیا نہیں تھا۔۔کیونکہ اسکو کوئی امید نہیں تھی مغیث کے پاکستان آنے کی۔۔اس لئے اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور موبائل میں سم ڈالی۔

موبائل آن کرتی وہ دبے پاؤں بالکونی میں نکل آئی۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے نمبر ملایا۔ایک پل کے لئے دل سہما بھی تھا اسکو یہ کرنا تھا۔

بیل گئی۔ایک۔۔دو۔۔۔تین۔۔!! کسی نے فون نہ اٹھایا۔

زہرہ نے کچھ الجھ کر سکرین کو دیکھا کیونکہ عموماً مغیث تیسری بیل پہ اٹھا لیا کرتا تھا۔خیر اس نے سر جھٹکا اور ایک بار پھر سے نمبر ڈائل کیا۔

تیسری بیل پہ کال اٹھا لی گئی تھی۔

''السلام وعلیکم مغیث۔!!''وہ فوراً بولی تھی۔ مقابل خاموش رہا۔

''مغیث۔!! مجھے آفندی کے بارے میں بتاؤ۔وہ ٹھیک ہیں نا؟اور تمہارا فون کس کے پاس تھا کسی اور نے کال اٹھائی تھی۔''وہ بول رہی تھی مقابل نے جیسے منہ میں چنے ڈال لئے تھے۔

''تم کچھ بولتے کیوں نہیں ہو مغیث۔!!''وہ دبے دبے غصے میں غرائی تھی۔

کچھ دیر رک کر زہرہ نے کال بند کر دی تھی۔

''یقیناً کہیں میں ہوگا اسی لئے کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا۔''وہ سر جھٹکتی واپس آئی۔سم نکال کر توڑنے لگی پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے سم واپس رکھ دی تھی۔۔کون سا اب اسکو کوئی پکڑ سکا تھا جو آج پکڑے جاتا تھا۔۔آخری سم تھی اتنی آسانی سے نہیں توڑ سکتی تھی۔اس لئے موبائل اور سم وہیں کپڑوں میں اچھے سے چھپا دیا تھا۔

وہ گورسی ہاؤس تھا جہاں کی پرائیویسی کا خیال رکھا جاتا تھا۔اس لئے زہرہ بے فکر تھی کہ کوئی اسکی الماری تو نہیں پہنچ سکتا۔۔کپڑے ٹٹولتے ہوئے اسکے ہاتھ میں ایک چابی آئی۔۔زہر نے وہ چابی اٹھا کر دیکھی۔۔اور مسکرا دی۔

''تم جتنی بار مرضی اپنا کمرہ لاک کرلو۔۔ مجھ سے نہیں بچ سکتی صفا۔''وہ پراسرار انداز میں بولی تھی۔۔پھر چابی رکھ کر ہاتھ جھاڑنے کے انداز میں جھٹکے اور آ کر بیڈ پہ بیٹھی۔دینا ہنوز سو رہی تھی۔

''سو جاؤ ڈیئر۔۔تم سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔۔بس تمہاری اس سوتیلی ماں کا سکون غارت کرنے میں نے۔!!''وہ جبڑے بھینچ گئی۔

''کچھ لوگوں پہ قسمت کی دیوی کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتی ہے اور مجھے لگتا ہے ایسے لوگوں سے۔۔کیوں؟ کیوں؟ کیوں اتنا زیادہ دیتا ہے؟ کیوں اکو ہماری تکلیف نہیں آتی؟ ہمارا بھی دل ہے۔اسکی نعمتوں پہ ہمارا بھی حق ہے تو پھر صفا جیسے لوگوں پہ ہی مہربان کیوں اللہ جی؟''اس نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر دیکھا۔اور پھر ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''مجھے اہیم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ تمہارے پاس یہ ساری نعمتیں۔ میں دیتا ہوں تو یہ۔یہ جلتا ہے۔''اسنے دیوانوں کی سی کیفیت میں سینہ پیٹا تھا۔''مجھے غصہ آتا ہے۔۔۔تمہیں اس طرح خوش دیتا ہوں۔اپنی نعمتوں کی نمائش کرتے ہوئے دیتا ہوں۔اے تم آفندی کے دل میں اپنے لئے مرض پیدا نہ کرتی تو شاید

مجھے تم سے جلن نہ ہوتی۔'' وہ اعتراف کر رہی تھی کہ وہ حسد کی آگ میں جل رہی ہے۔

'' آفندی کو مجھ سے چھین کر تم نے اچھا نہیں کیا صفا۔۔اب دیکھنا ہر چیز کے لئے ترس جاؤ گی تم۔'' وہ اس وقت خوفناک دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ لو جوان۔!! یہ لوکیشن تھی۔'' ایک لنک کے ساتھ ایک میسج بھی رسیو ہوا تھا۔

''شکریہ جناب۔!!'' سفیر نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جوابی میسج بھیجا تھا۔اسکا رخ اب ابیہم کی جانب تھا۔

اس نے دستک دی۔

''آجاؤ۔!!'' اندر سے جواب ملنے پر سفیر خوشی سے اندر آیا تھا۔سامنے وہ بیڈ پر آڑھی ترچھی حالت میں پڑا تھا۔تکیے بکھرے ہوئے تھے ایک تکیہ سر کے نیچے تھا ایک ٹانگوں کے نیچے تھا اس نے بانہوں میں لیا ہوا تھا۔

''آپ سوئے نہیں بھائی؟'' وہ اسکو بے چین سا دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔

ابیہم جو کہ اوندھے منہ پڑا تھا سیدھا ہوا۔نیچے میں ٹیس اٹھی وہ اندر آ کر۔

''کیا ہوا ہے؟ آپکو بخار ہو رہا ہے؟ کہیں زخم میں انفیکشن تو نہیں ہو گیا؟'' سفیر بے چینی سے اسکا ماتھا چھو کر دیکھنے لگا۔تھوڑا سا بخار تھا۔

''ٹھیک ہوں میں۔'' وہ تھکے سے انداز میں بولا تھا۔ سفیر اب فرسٹ ایڈ باکس میں سے دوا نکال رہا تھا۔

''سفیر۔!! ٹھیک ہوں رہیں۔''

''ابھی آپکی ڈریسنگ کرتا ہوں۔۔اس طرح زخم بگڑ گیا تو مصیبت ہو جائے گی۔'' وہ فکرمندی سے اسکے پاس آ کر بیٹھا۔ابیہم نے تکان سے اسکی جانب دیکھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے یقین دلایا۔سفیر کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو گئیں۔

''میرے پاس آپکے سوا کوئی نہیں ہے بھائی۔!! کچھ وہیں ملبے تلے دب گیا تھا۔اموال۔اور وہاں سے بس سفیر کا جسم واپس آیا تھا آپکے پاس۔۔روح تو ابھی ان کھنڈروں میں ہی کہیں بھٹک رہی ہے۔'' اسکا حلق درد کرنے لگا تھا۔

''سفیر۔!!'' ابیہم نے تڑپ کر اسکو پکارا تھا۔''میرے شیر ہو تم۔۔'' اس نے سفیر کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔۔سفیر سر جھکا گیا۔

''تم اگر میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچ پاتا۔'' ابیہم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔سفیر نے نگاہ اٹھائی تو ابیہم آسودگی سے اسکی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر۔۔ڈریسنگ کروالیں۔'' وہ پھیکا سا مسکرایا تو ابیہم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنی بنا آستینوں کی سیاہ ٹی شرٹ اتار دی تھی۔

سفیر نے اسکا زخم کھول کر دیکھا تو وہ کافی حد تک بھر چکا تھا۔

''کہا تھا ناں کہ یہ اب ٹھیک ہے۔'' ابیہم نے ہلکان ہوتے ہوئے سفیر کو دیکھا۔

''ہاں۔۔شکر ہے اللہ کا۔۔ لاپرواہی اچھی نہیں۔'' سفیر تسلی سے اسکی ڈریسنگ کرنے لگا تھا۔

ڈریسنگ کر کے اس نے ایک کلر نکال کر ابیہم کو دی۔جو اس نے چپ چاپ کھا لی تھی۔

سفیر لائٹ آف کر کے سونے لگا تو ابیہم نے پکارا۔

''کرنے کیا آئے تھے بھوت۔!!'' ابیہم کے پکارنے پر سفیر ماتھے پہ ہاتھ مارتا ہوا پلٹا۔

اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا۔ابیہم سیدھا ہو کر بیٹھا۔اس نے وہ لنک اوپن کیا اور ابیہم کے سامنے کیا۔

''یہ۔۔لوکیشن کیوں مانگ کر رہے تھے تم؟'' ابیہم نے الجھتے ہوئے سفیر کو دیکھا۔

''آپ جا ہیں اس جگہ کو؟ آپکا ہی شہر ہے۔'' سفیر نے فاتحانہ انداز میں کہا تو ابیہم نے ابرو سکیڑے۔

''ہاں۔۔یہ میرا ہی گھر ہے۔''

''کیا؟''سفیر کو جھٹکا لگا تھا۔اس نے غیر یقینی سے موبائل سکرین کو دیکھا۔

''کیا ہوا ہے؟''ا. اہیم مزید الجھ کر رہ گیا تھا۔

''لگتا ہے بڑھاسٹھیا گیا ہے۔''سفیر نے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

''تم بتاؤ ہوا کیا ہے؟''

''بھائی۔آپ کیا یقین کریں گے میری بات کا؟''سفیر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

''کیا آج تک شک کیا ہے؟''ا. اہیم نے یقین دلایا۔سفیر نے حلق تر کیا۔

''بھائی۔!!جس دن ہم لوگ ٹنل میں تھے۔۔''

اس نے بتانا شروع کیا کہ کیسے اسکو مغیث کا موبائل جس پر کوئی کال آرہی تھی۔اور پھر اس نے اس موبائل کا ڈیٹا ریکروایا اور آج ایک نئے نمبر سے کال آئی تو اس نے لوکیشن ٹریس کروائی اور وہ لوکیشن ا. اہیم کے گھر کی آرہی تھی۔

''واٹ؟''ا. اہیم کی آواز بے ساختہ بلند ہوئی۔

''۔۔بھائی۔مم۔میں دیکھتا ہوں۔۔ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے۔''سفیر قاعدہ اچھل کر دور ہوا تھا۔

''ادھر دکھاؤ۔''ا. اہیم نے موبائل مانگا۔

''بھائی۔!رہنے دیں۔۔شاید وہ آدمی ہی پاگل تھا۔''سفیر نے تھوک نگلا۔

''دکھاوادھر۔!!''ا. اہیم نے سختی سے کہا تو سفیر نے موبائل سامنے کر دیا۔ا. اہیم کچھ دیر اس لوکیشن کو غور سے دیکھتا رہا۔اور پھر ا. اہیم کا دماغ ایک پل کے لئے شل ہوا تھا۔

''نہیں۔یہ نہیں ہو سکتا۔''اسکا دماغ پھٹنے کو تھا۔

''کیا ہوا بھائی؟''سفیر بھی پاس بیٹھ گیا۔ا. اہیم کی انگلیاں موبائل سکرین پر چل رہی تھیں۔جہاں وہ اس سم کی ایگزیکٹ لوکیشن دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔نہیں۔نہیں۔!!''ا. اہیم مسلسل میں سر ہلا رہا تھا۔

''بھائی۔کیا ہوا؟''اب سفیر واقعی پریشان ہوا تھا۔

''شٹ۔!!''ا. اہیم دھاڑا۔اور پھر جلدی سے اس نے اپنا موبائل نکالا۔سفیر ہکا بکا سا اسکی حرکات دیکھ رہا تھا۔

''پولیس کو کال۔۔!!ڈیم اٹ۔پولیس کو اب کال۔!!''وہ اپنا ٹخنہ ہلاتا ہوا بے چینی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

''شٹ۔!!''اس نے فون کان سے لگایا۔''کون سے گدھے گھوڑے پر سوار ہو تم لڑکی؟''وہ غرایا۔اور پھر سے کال ملائی۔

''ہیلو۔!!''نیند میں ڈوبی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔وہ ابھی بھی جمائی لے رہی تھی۔

''دینا کہاں ہے؟''وہ فوراً بولا تھا۔

صفا نے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں سے موبائل سکرین سامنے کی۔ا. اہیم کی ہی کال تھی۔اس نے لیمپ آن کیا اور ٹیک لگا کر بیٹھی۔

''جس کے پاس چھوڑی ہے اسی کے پاس ہے۔۔مجھ پر تو بھروسہ نہیں رہا ں۔''وہ خفا خفا سی بولی تھی۔

''پاگل لڑکی۔!!''وہ دانت بھینچ کر رہ گیا۔

''ہاں۔ہاں۔پاگل ہی تو ہوں۔جو آپ سے اور بچوں سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ اب میری محبت ہی مشکوک ہو گئی ہے۔۔ظاہر ہے اتنی مطلبی دنیا میں بے لوث محبت بہ شک ہی نگاہ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔''

''او۔!!مرزا غالب کی اولاد۔!!دو منٹ چونچ بند کر کے میری بات سنو گی؟''ابراہیم پر ضبط پانا مشکل ہو رہا تھا۔

''بے عزتی کرنے کے لئے ہی فون کیا ہے؟''وہ ٹک سکیڑ گئی۔

''اچھا۔سنو۔!!''وہ آخری حد خود کو پرسکون رکھے ہوئے تھا۔

''نہیں۔اب رہنے دیں سوری بولنے کو۔''وہ ڈن کر گئی۔

''واٹ؟''ابراہیم نے سکرین کو دیکھا۔''یا اللہ۔!!کس بلا سے پالا پڑا ہے؟''وہ بڑبڑایا تھا۔

''ہاں۔اب سوری ایکسیپٹ نہیں کر سکتی میں کیونکہ ابھی میرے سونے کا ٹائم ہے۔آپ دن کے وقت رابطہ کریں۔''کہتے وہ فون کاٹنے لگی۔

''صفا۔!اسٹاپ اٹ۔!!''وہ اب کی بار دھاڑا تھا۔صفا کے ہاتھ لرز گئے۔''کال مت کاٹنا۔اور اب زبان کو تالا لگا کر دو منٹ میری بات سن لو۔''

صفا کا دل حلق کو آیا۔''کک۔کیا ہے؟ایسے کون ڈانٹتا ہے؟''

''تم ابھی کے ابھی جاؤ گی۔اور دینا کو اپنے کمرے میں لے کر آؤ گی۔اور زہرہ آپا پوچھے تو کہنا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی اس لئے لے کر جا رہی ہوں۔''

''آپ نے اسکو زہرہ کے حوالے کیا ہے۔''وہ منہ پھلا گئی۔

''اور میں ہی اسکو واپس تمہیں سونپ رہا ہوں۔۔جاؤ فوراً۔''

''اور اس نے دینا کو نہ دیا تو؟''

''کیا تم میں اتنا بھی اعتماد نہیں ہے کہ اپنی آپی سے اپنی بیٹی کو لے کر آ سکو؟''ابراہیم کے الفاظ میں نہ جانے کیا طلسم تھا کہ صفا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔کل تک اس سے اولاد کو پانے والا آج اسکو سارے حقوق دے رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔باقی معافی آپ کل مانگ لیجئے گا۔''اس نے ادا سے کہتے کال بند کر دی تو ابراہیم سکرین کو دیکھ کر رہ گیا۔

سفیر نے ہنسی روکتے ہوئے ابراہیم کی حالت دیکھی تھی۔

''کس مٹی سے بنایا جاتا ہے ان عورتوں کو؟''ابراہیم بڑبڑایا۔

''سر آپکی پسلی سے بنی ہے۔''سفیر نے چوٹ کی تو ابراہیم نے خون آشام نگاہ اس پر ڈالی۔

''اس موبائل میں اور بھی جتنا ڈیٹا ہے ٹرانسفر کرو۔''

''پر سر وہ لڑکی؟کیا ایسے ہی رہتی رہے گی؟''

''ابھی یہاں کچھ کام ہیں۔۔تب تک اسکا انتظام کر لوں گا۔''ابراہیم کی آنکھوں میں کرب اتر آیا تھا۔آج اور پھر سے اسکے گھر میں لگی تھی۔اسکے بھروسے کو چوٹ پہنچی تھی۔۔آج پھر سے اسکا یقین توڑا گیا تھا۔اور پھر سے اسکو کسی پر بھروسہ کرنے کی سزا ملی تھی۔

ابھی زہرہ سوئی جاگی کیفیت میں ہی تھی کہ اسکے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔زہرہ نے اچنبھے سے وقت دیکھا اور پھر آ کر دروازہ کھول دیا۔سامنے صفا کھڑی تھی ڈھیلے سے سفید رنگ کے کرتے میں جس پر سرخ دھاگے سے کام ہوا ہوا تھا۔وہ رات کو عموماً یہی پہنا کرتی تھی۔گلے میں شیفون کا دوپٹہ ڈالے وہ پورا زور لگا پیٹ ہوئے تھی۔

''سحری کا وقت ہو گیا؟''زہرہ نے اچنبھے سے دیکھا۔

''ہاں۔''صفا نے سکون سے کہا۔

''اٹھ گئے؟''زہرہ نے اگلا سوال کیا۔

''نہیں۔''وہ پرسکون سے انداز میں بولی۔زہرہ کو اسکا انداز تھوڑا عجیب لگا تھا۔

''تو پھر؟''

''پھر یہ کہ تم اٹھ گئی ہو تو زلیخا اماں کے ساتھ کچن میں ہیلپ ہی کروادو۔۔میں ذرا دینا کے ساتھ تھوڑا ٹائم سپینڈ کرلوں۔'' وہ اسکی بغل سے نکل کر دینا کے پاس گئی۔۔ دینا گہری نیند میں تھی۔صفا اسکے کاٹ کو تھام کر جھک کر دینا کا پرسکون سا چہرہ دیکھنے لگی۔

'' وہ سو رہی ہے۔'' زہرہ فوراً پلٹی۔

''کوئی بات نہیں میرے پاس سو جائے گی۔'' صفا نے جھک کر دینا کو اٹھالیا۔

'' اہیم سرنے تو۔۔''

صفا فوراً پلٹی اور زہرہ کے رو برو آئی۔

''اہیم میرا شوہر ہے۔۔اور دینا ہماری بیٹی۔۔اس لئے ان دونوں رشتوں میں مجھے کسی اور سے محبت کرنے کے لئے دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہیں۔''

زہرہ کے چہرے کے رنگ بدل گئے تھے۔

''سائیڈ پلیز۔'' صفا نے اداسے کہا اور دینا کو کندھے پہ ڈالے پرسکون سے انداز میں وہاں سے نکل گئی۔

زہرہ ابھی وہیں تھی۔

صفا اپنے کمرے میں آئی۔اور نرمی سے دینا کو بیڈ پہ لٹایا۔اور دوسری جانب سے آکر اسکے برابر ہی لیٹ گئی۔اس نے جھک کر دینا کے ماتھے پہ بوسہ دیا۔پھر اسکی بند پلکیں دیکھی تو اس نے اس کی براؤن آنکھیں چومی تھیں۔یہ پیار دینا کے لئے نہیں سجل کے لئے تھا۔وہ اسکی سجل تھی۔

آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔اسکو برداشت نہ ہوا۔پھر اس نے دینا کو زور سے اپنے سینے سے لگالیا۔سائیڈ ٹیبل پہ پڑے موبائل کی سکرین بلنک ہوئی۔صفا نے بائیں ہاتھ سے موبائل اٹھایا۔

''گڈ نائٹ۔!!''

صفا کے لب مسکرائے تھے۔نمی آنکھوں کے کناروں پہ ہی جذب ہوگئی تھی۔

''شکریہ۔!!'' صفا نے جوابی میسج بھیجا۔

''آئی ایم سوری۔'' دوبارہ میسج ٹون بجی تو اس نے اکسیس دیکھا۔

''ابھی معافی قبول نہیں ہوسکتی۔۔صبح رابطہ کیجیے گا۔'' اس نے مسکراہٹ دبائے جواب دیا۔

کچھ دیر موبائل خاموش رہا تھا۔شاید مقابل بھی اپنی مسکراہٹ سمیٹ رہا تھا۔ایک پرسکون سا دوڑ تھا وجود میں۔۔اسکی اولاد محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔۔وہ ان ہاتھوں میں اپنی اولاد کی ذمہ داری سونپ کر گیا تھا اور خود ہی ایک چھوٹی سی غلط فہمی پہ اس نے ان ہاتھوں سے ذمہ داری کی کنجی لے لی تھی۔ آج ایک بار پھر سے وہ لڑکی اسکو مقروض کر گئی تھی۔

''سود بہت بڑھ گیا ہے۔۔اب تو دیوالیہ ہونے کا خدشہ ہے۔'' میسج پڑھ کر صفا کے ماتھے پہ حیرت کے مارے بل پڑے تھے۔۔یقیناً یہ بات اسکے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی۔

''اور اگر معافی بھی نہ ملی تو۔ مانہ بھر میرے لئے ناممکن ہوجائے گا۔۔پھر دیوالیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سزائے موت بھی ہوجائے گی۔'' وہ ابھی پہلے میسج کو پراسس کررہی تھی۔ایک اور میسج آیا۔اب کی بار صفا نے خفگی سے سکرین کو گھورا تھا۔

''وہاں جا کر زیادہ بہادر شاہ ظفر بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔جلدی واپس آجانا۔'' اس نے مسکراہٹ دبائے میسج بھیجا۔۔تو کچھ دیر موبائل سکرین پھر سے سنسان پڑ گئی تھی۔

''اپنا خیال رکھنا۔''

''اور بچوں کا؟'' صفا نے فوراً جوابی میسج بھیجا تھا۔

''وہ تمہارے ساتھ محفوظ ہیں۔ تم ٹھیک ہو تو وہ ٹھیک ہیں۔'' اس نے صفا کی دن میں سر ڈال دیا تھا۔ کیسا مان دے دیا تھا۔ وہ شخص ایسا ہی تھا۔ ایک پل میں اس کی دستار بندی کر دیتا تو اگلے ہی پل اسکو بے گانہ کر کے گاؤں کا ٹھٹھہ ا کوئی فقیر بنا دیا کرتا تھا۔

وہ امیری اس فقیری پہ حاوی پڑ جایا کرتی تھی۔ اور شکر گزار لوگوں کے لئے سکون کا حصول مشکل نہیں ہوا کرتا۔ وہ چھوٹی چھوٹی نعمتوں پہ ہی خوش ہو جایا کرتے ہیں۔ اور ناشکرے لوگ ہمیشہ شکایت کرتے ہیں پھر خواہ اسے سر پہ سے دشاہی وار کر دی جائے۔

پورا وجود پسینے میں نہا چکا تھا۔ ان پہ سے فالج کا اثر زائل ہوا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔ ماتھے پہ ہاتھ پھیر کر صاف کیا۔ وی آئی پی پروٹوکول ختم ہو چکا تھا۔ وہ ایک قید خانہ تھا جس کے فرش پہ ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ایک قید خانہ جس میں ہوا اور روشنی کا گزر ممکن تھا۔

وہ نہ تو اس تاریکی سے خوفزدہ تھا اور نہ ہی ہوا کی کمی سے تکلیف میں تھا۔ خوابوں کا یہ جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ایک ختم ہونے والی اذیت تھی۔ جس نے اس سے راتوں کی نیند چھین لی تھی۔ اور یہ مسلسل چھٹی رات تھی۔ وہ اس طرح اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ چوبیس گھنٹوں میں دو گھنٹے کی نیند بمشکل نصیب ہوتی تھی اور وہ بھی اس طرح ٹوٹتی تھی کہ دو پل آنکھیں موندنے سے خوف آنے لگا تھا۔

وہ اب اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں گھٹنے جوڑے اور ان کے گرد بازو پھیلا کر اپنا سر تھام لیا تھا۔ کنپٹیوں کو مسلتا ہوا وہ گہرے سانس لے رہا تھا۔

پاس ایک بوتل پڑی تھی پانی کی۔ اس نے تاریکی میں بوتل کا ڈھکن اتارا۔ اسکو لبوں سے لگایا تو پانی نے حلق سے نیچے اترنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے وہ پانی تھوک دیا۔ کیونکہ اس پانی سے وہی بو آ رہی تھی جو اسکو اس خون کے سمندر سے آئی تھی۔

''کوئی ہے؟'' وہ بلند آواز میں چیخا تھا۔ کسی کا کوئی جواب نہ آیا۔ ''پانی چاہیے۔'' وہ پھر سے پکارا۔ اسکی آواز کی بازگشت کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیا تھا۔ کچھ دیر بعد سناٹا چھا گیا۔

اب پھر سے تاریکی اور خاموشی کا راج تھا۔ جہاں بس اسکو اپنے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔

فجر کی اذانیں سوق میں گونجتی تھیں۔

مسلم کوارٹر میں وہ اذان کی صدا کس قدر دلکش تھی یہ وہاں کے رہائشی ہی جانتے تھے۔ اس صوت میں کس قدر سکون پنہاں تھا یہ وہاں موجود لوگ ہی محسوس کرتے تھے۔

الاقصیٰ کمپاؤنڈ کے احاطے میں بیشتر لوگ موجود تھے کچھ ٹولیوں کی صورت بیٹھے تھے جو ابھی ابھی سحری کر کے فارغ ہوئے تھے تو کچھ لوگ اب وضو کر رہے تھے۔

وہیں ایک چھوٹے سے قالین پہ ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کے سامنے ایک چھوٹا سا پارسل پڑا تھا جس میں شاید کھانا تھا جو ابھی ابھی کھایا گیا تھا۔ ایک دودھ کی بوتل تھی جو کہ اب آدھی ہو چکی تھی اور ایک پانی کی بوتل تھی جو کہ خالی ہو چکی تھی۔ اذان کی آواز کے ساتھ ہی اس نے اپنا بکھرا سامان سمیٹنا شروع کیا۔ اور ایک چھوٹے سے شولڈر بیگ میں رکھا۔ پھر اس نے وہ چھوٹا سا قالین اٹھایا اور اسکو تہہ کر کے اسی بیگ میں رکھا۔ وہ ایک سیاہ رنگ کے عبایا میں ملبوس تھی اور سر پہ حجاب تھا۔ اپنی پشت پہ وہ بیگ ٹکائے وہاں سے چل دی۔ ایک لمبی روش تھی جہاں لوگوں کا ایک ہجوم مسجد اقصیٰ کے احاطے کی جانب رواں دواں تھا جن میں مرد حضرات اور خواتین کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔

اذان کی صدا ہنوز گونج رہی تھی۔ ہر اٹھتے قدم کے ساتھ وہ اس رب کے قریب ہو رہی تھی کیونکہ وہ اسکے آگے سر سجدے میں جھکانے جا رہی تھی۔ جسم میں ایک لہر سی دوڑ گئی تھی۔ سکون کی آسودگی کی۔ دل میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوا تھا۔

حیی علی الصلوۃ۔۔!!

مؤذن مسلسل پکار رہا تھا اور وہاں موجود ہر شخص اس پکار کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ سحر کا وقت تھا وہاں لگی مصنوعی لائٹس سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ اور

قدموں تلے وہ فرش چمک رہا تھا۔ وہ فرش اس قدر شفاف تھا کہ اپنا عکس دکھائی دیتا تھا۔

وہ لوگ چلتے جا رہے تھے۔ پھر بڑی سی سیڑھیاں پار کر وہ لوگ احاطے میں داخل ہوئے۔ جہاں مسجد کے اندر زیارت ہو رہی تھی وہیں لوگوں کی بڑی تعداد وہیں احاطے میں زیارت کر رہی تھی۔ کچھ لوگ آ رہے تھے کچھ جا رہے تھے۔ اور کچھ ان سے بے نیاز اپنی اپنی نماز پڑھ رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے جوتے اتارے تھے جبکہ بیشتر اپنے جوتوں میں ہی اس ننگے فرش پر سجدہ ریز تھے۔

عینا نے ایک جگہ دیکھی اور اپنے کندھے سے وہ بیگ اتارا۔ اس کی زپ کھولی اور اس میں سے وہ مخملی قالین نکالا جو کہ ایک جائے نماز کی طرز کا ہی تھا۔ اس نے وہ بچھایا اور اپنے جوتوں کے تسمے کھولے۔ جوتے بیگ میں رکھے اور بیگ اپنے دائیں جانب رکھا۔ پھر اس نے بھی نماز قائم کی۔

وہ نیچے ہاتھ باندھے کھڑی اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد خود کو امت مرحومہ فتہ لوگوں میں شامل کرنے کی دعا کر رہی تھی۔ پھر وہ اسکی تسبیح بیان کرتی ہوئی رکوع اور پھر سجدے میں جا چکی تھی۔

نماز مکمل کرنے کے بعد اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

لوگوں کا ہجوم تھا کسی کو کسی سے کوئی غرض نہ تھی۔ لوگ اس پاک سرزمین پر اپنی اپنی نماز ادا کر رہے تھے۔ سجدہ کر رہے تھے اور دعا مانگ رہے تھے اس مقام پر جہاں نبی آخر الزماں ﷺ نے انبیاء کی امامت کروائی تھی۔

فضا میں خنکی تھی وہاں ایک عجب سکون اور سرور تھا اتنا سکون کہ اس سکون کو حاصل کرنے کو دنیا کے شاہ بھی ترس جائیں۔ کھلے آسمان تلے وہ خالی ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی۔!!

اور پھر اسکے آنسو بہہ چلے تھے۔!!

''میرے اللہ۔!!'' وہ اس مالک کو پکار کر رو دی تھی۔ آنسو جو کہ غالباً آنکھوں میں جم چکے تھے اب بہنا شروع ہو چکے تھے۔ وہ آنسو کسی بنجر زمین پر پڑی برش کی پہلی بوند کی مانند تھے اور پھر اسکے بعد سلسلہ شروع ہو چکی تھی۔ کبھی کبھار الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ دل کی کیفیت بیان کرنے کے الفاظ کے بس میں نہیں رہتا اس صورت میں یہ آنسو ہی ہیں جو ہماری زبان بن جاتے ہیں۔

عینا منصور حیات کے بھی آنسو اسکی زبان بن چکے تھے۔ وہ ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھی تھی اور ان ہتھیلیوں پر آنسو گر رہے تھے۔ وہ ہتھیلیاں آنسوؤں سے سیراب ہو رہی تھیں۔ جہاں آنسو داستان لکھنے لگیں وہاں الفاظ کو زحمت نہیں کرنی پڑتی۔ عینا کے الفاظ کو بھی زحمت نہیں کرنی پڑی تھی کچھ بھی بیان کرنے کی۔

جانے کتنی ہی دیر وہ اپنے آنسوؤں سے اپنی کہانی بیان کرتی رہی تھی۔۔ لوگوں نے فجر پڑھ لی تھی اور اب وہ لوگ وہاں سے پلٹ رہے تھے۔ کچھ اپنے گھروں کو جا رہے تھے اور کچھ وہیں پر سیر کے لئے ادھر ادھر نکل گئے تھے۔ وہ ابھی تک اس صحن میں بیٹھی تھی۔ سر جھکائے خالی ہتھیلیاں پھیلائے۔

زمان نے اسے تن اٹھائے تو ان میں کھانا ویسے ہی پڑا تھا۔ ایک لقمہ توڑا گیا تھا وہ بھی ویسے ہی پڑا تھا۔ پانی بھی ان چھوا تھا۔ اس نے ایک سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ اور جھک کر سر اٹھائی۔

''کیا ہوا؟ روزہ نہیں رکھو گے؟ ویسے بھی تم جیسا ان سے کیا زاور کیا روزے کی امید لگانا۔۔ ذرا دیر رکھو کہ اب دو گھڑی رہ گیا مغرب کے وقت ہی ملے گا۔۔ قیدی ہو تو کیا ہوا قانون کا احترام تو کرنا ہوگا پھر چاہے وہ ملکی ہوں یا مذہبی۔'' وہ زمان سر اٹھائے کھڑا رہا۔

حسن اسی کیفیت میں بیٹھا تھا۔

''ابھی بھی دس منٹ ہیں اذان میں۔۔ کھانا ہے تو کھا لو کھانا۔'' اس کو نجانے کیوں اس خوبصورت سے لڑکے پر ترس آیا تھا۔۔ حسن نے سر اٹھا کر دیکھا۔ حلق سوکھ چکا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر پانی مانگا۔۔ زمان نے وہ پانی کی بوتل اسکو تھما دی۔۔ اب کمرے میں کچھ روشنی بھی تھی۔ اس نے ڈھکن ہٹایا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس پانی کا رنگ

. ل ۔ تھا۔وہ ا۔ سرخ ر۔ کے مائع میں تبدیل ہو۔ا۔حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔

اس نے جھٹکے سے زم کو دیکھا جو کہ پ سکون سا کھڑا تھا۔

''ایسا کیوں ہو رہا ہے؟''حسن نے اچنبھے سے پوچھا تھا۔

''کیسا ہو رہا ہے؟'' زم کو اسکی حا ۔ تشویش ناک لگ رہی تھی۔

''یہ۔ پ نی۔اسکا ر۔ لال کیوں ہے؟''وہ کبھی پ نی کو دیکھتا تو کبھی زم کو۔

''کیا۔؟لال؟ دماغ ہل ۔ ہے کیا؟؟ یہ پ نی ہے۔ لکل شفاف۔'' زم کو اب واقعی اسکی حا ۔ عجیب لگی تھی۔

''تم۔تم۔ پ گل ہو؟ یہ۔ یہ۔ پ نی نہیں ہے۔ یہ خون ہے۔تم لوگ سمجھتے کیا ہو۔؟ مجھے یوں ٹ ر پ کرو گے؟''وہ غرا ۔ ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ زم کا حلق خشک ہوا۔۔سامنے والے شخص کے ۔ ث ات بہت ت ر ۔ تھے۔۔اسکی آنکھیں سیاہ تھیں۔۔اور وہ ان آنکھوں کو زم کی آنکھوں میں گاڑھ چکا تھا۔۔ زم قدم قدم پیچھے ہ ٹ اب دیوار کے ساتھ جا لگا تھا۔

وہ مسلسل اپنے قدم آگے لے رہا تھا۔

''کوئی ہے؟'' زم نے پکار ۔ چاہا الفاظ حلق سے نکل ہی نہیں رہے تھے۔اب خوف کے مارے اسکے ہاتھوں سے ٹ ے چکی تھی۔

''تم لوگ ابھی مجھے جا ہی نہیں ہو۔۔ا میں یہاں قید ہوں تو اس میں بھی میری ہی منشا شامل ہے۔۔میری منشا کے بناء کوئی مجھے کہیں قید نہیں کر سکتا۔''وہ ت ر ۔ آواز میں بولتا آگے ب ھ رہا تھا۔ زم پ اب پ طاری ہو چکی تھی۔

حسن نے جھٹکے سے اسکا گلا دونوں ہاتھوں سے دبوچا تھا۔ زم ماہی بے آب کی ما ت ڑپ رہا تھا۔حسن کی سیاہ آنکھوں میں سرخی ا ۔ آئی تھی۔وہ بناء کچھ کہے اسکے گلے پ د ۔ ؤ ب ھا ۔ رہا تھا۔

''کیا پہلے تمہیں لوگوں کی جان لیتے ہوئے کوئی وجہ درکار ہوتی تھی جواب ہو گی؟''

عینا کے الفاظ نے حسن کے ہاتھوں کی ساری قوت چھین لی تھی۔ زم کے گلے پ ۔ ھتے ہوئے د ۔ ؤ میں کمی آنے لگی تھی اور پھر آہستہ آہستہ وہ ۔ فت ٹوٹ گئی اور حسن کے ہاتھ نیچے ۔ ے۔۔ زم نے وہ موقع غنیمت جا ۔ اور بناء ٹ ے اٹھائے وہاں سے سرپ ٹ بھاگا تھا۔

حسن دو قدم پیچھے ہٹا اور لڑکھڑا ۔ا۔اور پھر وہ اسی حا ۔ میں زمین پ بیٹھتا ۔ ۔وہ دونوں پ ؤں سمیٹ کر اپنے ٹ ں پ اپنی کہنیاں ٹکائے ز و ٹ ئے بیٹھا تھا۔

وہ کچھ ثانیے یوں ہی بیٹھا رہا۔پھر دا ہاتھ کی انگلیوں پ کچھ گننے لگا۔اور پھر وہ مسکرا ۔

پھر اس نے ا ۔ زوردار قہقہہ لگا ۔

''سات دن۔۔ چھ راتیں۔۔''وہ قہقہہ لگا کر ہنس د ۔''سات دن۔۔ چھ راتیں۔''وہ ہنستا جا رہا تھا اور پھر پیٹ پ ہاتھ رکھے دہرا ہوا۔ ہنسنے کی وجہ سے۔

''اتنی جلدی نہیں۔'' کہہ کر اس نے وہ بوتل اٹھائی اور آنکھیں بند کر کے پ نی حلق سے نیچے ا ۔ ر لیا۔۔اس نے خالی بوتل پھینکی تو فجر کی ازا شروع گئیں۔اس نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے پیچھے دیوار کے ساتھ سرٹکا د ۔

اس نے اپنا قالین سمیٹا۔اور اسکو تہہ کر کے اپنے بیگ میں رکھا۔پھر اپنے جوتے نکال کر پہنے اور بیگ اپنے کندھے پ ٹ ئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ اب سست قدم اٹھاتی ہوئی احاطہ عبور کر رہی تھی۔سیڑھیاں ا ۔ ی تو اسکے عقب میں سنہری گنبد اپنی پوری آب پ کھڑا آ ۔ تھا۔وہ وہاں سے تیز تیز قدم چلتی ہوئی نکل آئی تھی۔

وسیع و عریض کمپا ؤ ٹ سے نکل کر وہ سوق میں داخل ہوئی۔۔اپنے کاغذات دکھاتی وہ آگے ب ھ گئی۔

مسلم کوارٹر کے لوگ بھی ز سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

سنان اپنی چھڑی سنبھالتا ہوا گلی کے اندر داخل ہوا اور چلتا ہوا آ کر اسی گھر کے سامنے رکا۔۔اس نے دستک دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اسکا ہاتھ کسی سے ٹکرایا۔

''کون ہو تم؟'' سنان فوراً قدم پیچھے ہٹا۔

''میں نے یہ گھر کرائے پہ لیا ہے۔'' وہ ایک انجانی آواز تھی۔

'' یہاں ہم لوگ رہتے ہیں۔'' سنان نے آنکھیں سکیڑیں۔

''میں بالائی منزل پہ رہوں گی۔'' وہ لڑکی نرم سے لہجے میں بولی تو سنان نے کچھ سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیا تمہارے پاس چابیاں ہیں؟'' سنان نے اس لڑکی سے پوچھا۔

''ہاں۔۔اور میں بس دروازہ کھولنے ہی والی تھی۔'' وہ مسکرا کر پلٹی اور دروازہ کھول دیا۔سنان کو یقین آ گیا کہ وہ واقعی کرائے دار ہے۔وہ دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔

''سنان۔!! تم آ گئے؟'' عینا نے دیکھا کہ سامنے ایک چھوٹی سی لڑکی قریباً بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔ عینا کو دیکھتے ہی وہ ٹھٹکی اور اسکے قدموں کی رفتار سست ہوئی۔

''سنان۔!! کیا یہ مہمان ہے؟'' سلویٰ نے سنان کے پاس جا کر رازداری سے پوچھا تو سنان نے میں سر ہلا دیا۔''اوہ۔!! کیا تم نے شادی کر لی؟'' اس نے حیران ہوتے ہوئے اپنے منہ پہ دونوں ہاتھ رکھے تھے۔۔سنان بری طرح بوکھلایا۔

''نہیں نہیں رحمدل پڑوسی۔!! یہ کرائے دار ہیں۔'' سنان نے سلویٰ کے مزید کچھ سوچنے سے پہلے بات بتائی۔

'' ہمارے پاس دو ہی کمرے ہیں اور پنکھا تو بس ایک ہی کمرے میں ہے۔۔ہم تینوں رہ لیں گے؟'' سلویٰ نے عینا کو دیکھتے ہوئے سنان سے پوچھا تھا۔

''یہ بالائی منزل پہ رہیں گی۔'' سنان نے دو ٹوک سرگوشی کی۔

''اوہ اچھا۔!! خوش آمدید نئی پڑوسی۔'' وہ اب خوش دلی سے ملی تھی اور آگے بڑھ کر عینا سے مصافحہ بھی کیا تھا۔۔عینا اس چھوٹی سی بلا کو دیکھ کر رہ گئی۔

''سحری کر لی تم نے؟'' وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہی تھی۔

''ہاں۔۔کر لی تھی۔'' عینا مدھم سا مسکرائی۔

''ٹھیک ہے۔۔آج کا افطار ہمارے ساتھ کرنا۔'' سلویٰ نے یہ پاتھ رکھے اسکو دعوت بھی دے ڈالی تھی۔۔عینا کے خوشگوار حیرت سے اس معصوم میزبان کو دیکھا جو کہ پڑوسیوں کے حقوق سے اچھی طرح واقف تھی۔

''شکریہ۔!! اس تکلف کی ضرورت نہیں۔''

''تکلف کیا؟ ہم مہمان نواز ہیں۔۔تم ہمارے ساتھ ہی افطار کرو۔'' وہ کھلے دل سے پیش آئی تھی۔عینا اور سنان کو دیتا اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

''خوشی ہو گی مجھے۔۔اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔'' سلویٰ نے مانو اسکو اجازت دی تھی۔۔عینا چاہتے ہوئے مسکرائی تھی۔وہ لڑکی اسکو حیرت میں مبتلا کر رہی تھی۔۔ پھر عینا اپنا بیگ سنبھالتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

''سنان۔!! آ جاؤ ہم قرآن پڑھتے ہیں۔'' وہ سنان کا ہاتھ پکڑے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

صبح بچے ناشتہ کر کے سکول جا چکے تھے۔صفا نے زلیخا کے ساتھ مل کر کچن سمیٹ دیا تھا۔منال اور زہرہ لاؤنج میں ہی تھیں اور دینا انکے پاس ہی کھیل رہی تھی۔۔صفا ہاتھ پونچھتی لاؤنج میں آئی تو ان تینوں کو دیکھ کر مسکرا دی۔

وہ آ کر وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی۔دینا نے کھیلتے کھیلتے ایک چھوٹا سا شوپیس اٹھا لیا جو کہ کانچ کا تھا۔

''ارے۔۔دینا۔!! ادھر لاؤ۔'' زہرہ اٹھنے لگی دینا آگے آگے بھاگنے لگی۔۔منال نے بھی اس جانب دیکھا۔۔دینا آگے آگے بھاگ رہی تھی اور زہرہ کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔۔صفا کھلکھلائی۔

''دینا۔!! چوٹ لگ جائے گی۔'' زہرہ اسکے پیچھے بھاگ رہی تھی دینا ہاتھ نہیں آرہی تھی۔

''دینا۔! میری چندا۔!!'' صفا نے پکارا تو دینا نے رک کر اسکی جا. دیکھا۔۔زہرہ نے وہ پیس پکڑ. چاہا تو دینا نے شور مچادی۔

''رہنے دو۔'' صفا نے زہرہ کو روک دی۔۔وہ الجھ کر پیچھے ہٹی۔۔اب دینا کی ساری توجہ صفا کی جا. تھی۔

''دینا یہ ہاتھ میں کیا ہے؟'' اس نے پچکارا۔۔دینا نے اس شو پیس کو ا ٹ پلٹ کر دیکھا۔۔اور پھر صفا کی جا. دیکھا۔

''ارے یہ تو بہت پ یٹی لگ رہا ہے۔۔مجھے دکھاؤ ذرا'' اس نے پ رسے کہا تو دینا ا ی دم پ جوش ہوئی اور اپنی در یافت صفا کو دکھانے کے لئے بھا گی اور اسکے پ س پہنچی۔صفا نے محسوس ا. از میں اسکے ہاتھ سے وہ شو پیس پکڑا اور کچھ د ی دینا کے ساتھ مل کر اسکا معائنہ کرتی رہی۔پھر اس نے دینا کو ادھر ادھر کی. توں میں لگا کر اسکا دھیان ٹ دی۔۔اور شو پیس زہرہ کو د ی کہ وہ کسی اونچے مقام پ رکھ دے۔۔تا کہ کہیں دو. رہ دینا اسکو اپنے پیروں پ ہی ٹ الے۔۔منال بیگم اسکو دیکھ رہی تھیں۔

''یہ کس نے سکھایا۔؟'' وہ صفا سے مخاطب ہو ۔

''کیا؟'' صفا نے پوچھتے ہوئے دینا کو اپنی گود میں بٹھایا۔

''یوں۔۔بچوں کو سمجھنا اور ا اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا؟'' کیو ا صفا سے یہ امید نہیں تھی۔۔صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''میں نے اسکی ماں کو ایسا کرتے دیکھا تھا کئی. ر'' وہ اداسی سے کہتی ہوئی دینا کا گال چوم گئی۔

منال بھی خاموش سی ہو گئیں۔

''ا. اہیم . واپس آئے گا؟'' کچھ د ی بعد منال نے موضوع. لا تھا۔

''کہہ تو رہے ہیں کہ عید آ جا گے۔''

''اور۔۔حسن کے. رے میں. ت کی تم نے؟'' منال نے کن ا یوں سے صفا کو دیکھا جس کا ر پل میں سفید پڑا تھا۔

''نن۔نہیں تو۔۔مجھے لگا آپ ہی کریں گی۔۔اور ویسے بھی۔وہ۔وہاں کم ہی ہوتا ہے۔۔اپنے کاموں کے سلسلے میں ادھر ادھر پھرتا رہتا ہے۔۔. ا. اہیم آ جا گے تو۔۔کر لیجیے گا. ت۔'' صفا نے بھرپور کوشش کی تھی کہ منال دو. رہ حسن کا ذکر نہ کریں۔

''ا. اہیم اور حسن کا تعلق کیسا ہے؟ میرا مطلب ہے۔۔دوستی ہے ان میں ی پھر؟''

''دد۔دوستی؟ کا تو نہیں پتہ۔۔بس ا ی دو. رہی دیکھا ہے میں نے اسکو۔'' صفا کا حلق سوکھ رہا تھا۔

''د ں میں کیسا ہے؟ کوئی تصو ی وغیرہ ہے؟'' ا مامتا تڑپ رہی تھی وہ ا بہن کا بیٹ تھا اور ا بہت عز ی ہو ی تھا۔۔وہ اسکو دیکھنا چاہتی تھیں اس سے ملنا چاہتی تھیں۔

''میرے پ س کیونکر ہونے لگی تصو ی؟'' صفا کے ماتھے پ چمکا تھا۔

''اچھا اچھا۔۔میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔۔آجکل ا ٹ ام فیس . اکاؤنٹس بھی تو ہوتے ہیں ں۔'' منال نے ہاتھ جھلا ی۔

زہرہ کوئی کام کر کے واپس آئی تو صفا کے چہرے کی ہوائیاں اڑتی ہوئی دیکھ کر ٹھٹکی اور وہیں بیٹھ گئی۔

''نہیں۔۔مجھے نہیں پتہ۔'' صفا نے جھک کر دینا کو دیکھا جو کہ اب کسی اور کھلونے سے کھیل رہی تھی۔

''کیا ہوا؟ کس. رے میں. ت ہو رہی ہے؟'' زہرہ کو ہر وہ ٹ پ اٹ کرتا تھا جس سے صفا کی حا ت اب ہو جائے۔

''میں حسن کی. ت کر رہی تھی۔۔کیا اسکی کوئی تصو ی وغیرہ مل سکتی ہے؟'' منال اب اسکی جا. متوجہ ہو ۔

''آفندی۔!!'' زہرہ پ جوش ہوئی۔

''اسکا. پ کرداوی تھا۔'' منال نے جیسے ی دلا ی۔

''جی جی۔۔کرداوی۔!! دراصل وہ اپنی ز گی بہت پ ا وئیو ٹ ر تے ہیں۔۔اس لئے آپکو سوشل میڈ ی پ تو کوئی تصو ی نہیں مل سکتی۔''

منال زہرہ کے جواب پہ اداس سی ہو گئیں۔

''ا. اہیم سر گئے ہوئے ہیں۔۔آپ ان سے کہیں ں کہ وہ ان سے آ پکی. ت کروادیں۔'' وہ محظوظ سے ا ٔ ازمیں بولتی ا ِ نگاہ زرد پ تی صفا پہ ڈال گئی۔

''ہاں۔۔کروں گی. ت اس سے۔۔اور کہوں گی کہ اسکو ساتھ ہی لے آئے۔۔ا ِ . رملنا چاہتی ہوں میں اس سے۔'' منال نے ِ ٔ پہ ہاتھ رکھا۔

''کک۔کیوں؟ وہ۔مصروف ہوتہ ہے ں۔یہاں کیوں آئے گا؟'' صفا نے فوراً منال کی جا ٔ . دیکھا۔منال نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''تم اتنی پ یشان کیوں ہو رہی ہو؟'' ا اب واقعی اسکی حا ت دیکھ کر تشویش ہوئی تھی۔

''نہیں تو۔۔مجھے۔۔کیا پ یشانی ہو گی۔'' صفا بمشکل مسکرائی۔

زہرہ کو صفا کے چہرے کے پھیلے پ تے رَ بہت خوشی دے رہے تھے۔وہ پ سکون سی بیٹھی رہی۔

''بی بی۔! ہر الیکٹر آ یہ ہے۔'' گارڈ نے آ کر اطلاع کی تو منال نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''وہ کہتا ہے کہ ا. اہیم نے بھیجا ہے۔۔اے سی کی سروس کروانی ہے۔''

''ہاں۔۔َ میاں شروع ہو چکی ہیں۔۔سفیان کو تو آج کل فرصت ہی نہیں کسی کام کی۔۔دیکھو۔۔میرا بیٹ کتنا سمجھدار ہے۔۔سات سمندر پ ربیٹھا ہے اپنی ذمہ داریں نہیں بھولا۔'' منال کھل اٹھی تھیں۔''جاؤ۔۔لے آؤ۔۔کتنے لوگ ہیں؟''

''وہ جی تین لڑکے ہیں۔۔سارے ائیر کنڈیشنرز کی سروس کرنی ہے۔''

''اچھا لے آؤ ا ۔'' منال نے اجازت دی تو گارڈ واپس َ ۔

کچھ د ِ بعد وہ لوگ داخل ہوئے اور منال بیگم کی پیروی میں سیڑھیاں پ ھ گئے۔۔وہ لوگ اپنا کام شروع کر چکے تھے۔

اپنا کام مکمل کر کے وہ لوگ قریباً شام کو واپس گئے تھے۔

عصر ہو رہی تھی۔۔صفا ابھی اپنی جائے ز پہ ہی بیٹھی تھی. اسکا کمرہ ٔ ک ہوا۔

''آ جا ۔'' اس نے وہیں سے اجازت دی تو ِ قوت چھوٹے چھوٹے قدم ِ ا ٔ ر داخل ہوا۔

''ِ قوت۔!! آ جاؤ شہزادے۔'' اس نے ہاتھ سے آنے کا اشارہ کیا تو ِ قوت اسکے پ س ہی آ کر بیٹھ َ ۔اسکی جائے ز پ اسکے سامنے۔

صفا نے ِ قوت کے ماتھے پ بکھرے. ل ہٹائے۔

''کیا ہوا؟ کچھ کہنا تھا؟'' اس نے ٔ می سے پوچھا تو ِ قوت نے اثبات میں سر ہلا د ِ ۔

''بولو۔''

''یہ. ت آ ِ ت سے ریلیٹڈ ہے۔'' وہ کھوئے کھوئے سے ا ٔ ازمیں بول رہا تھا۔

''ہاں۔۔کیا ہوا آ ِ ت کو؟''

''وہ آج سکول آئی تو بہت سہمی سی ہوئی تھی۔۔ٹھیک سے بیٹھ کر. تیں بھی نہیں کیں۔اور اس دن بھی وہ عجیب طر سے خوفزدہ ہوئی تھی۔''

''کیا مطلب؟ کیا تم مجھے پوری. ت بتاؤ گے ِ قوت؟'' اب کی. رصفا کو بھی اچنبھا ہوا تھا۔

ِ قوت نے اسکو وہ. ت بتائی جس دن اسکے آنکھوں پ ہاتھر ٔ سے آ ِ ت . ی طرح گھبرا گئی تھی اور آج بھی وہ سکول میں بجھی بجھی سی تھی۔

''تو تم میرال سے پوچھ ِ ت کہیں اسکی طبیعت ٔ اب نہ ہو۔''

''میں نے پوچھا تھا۔۔ میرال نے کہا کہ. ٹھیک ہے۔۔ ۔''

'' کیا؟''

''کیا آپکو پتہ ہے وہ اس دن ہمارے ساتھ ہمارے گھر کیوں آئی تھی؟''

''ہاں۔۔کیو وہ شاید ماموں کے گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔'' صفا نے کچھ رکر کے بتایا۔

''اور وہ بھلا کیوں نہیں جانا چاہتی؟''

صفا نے کندھے اچکا دیئے۔

''اب آپ دیکھیں آپکے ماما کے گھر جاتے ہوئے ہمیں تو ڈر نہیں لگتا بلکہ ہمیں اتنا مزہ آتا تھا اس دن۔'' قوت نے جیسے کچھ سمجھانا چاہا تھا وہ خود ہی طرح الجھا ہوا تھا۔

''ہاں۔۔تو آپ۔۔کیوں وہاں نہیں جانا چاہتی تھی؟'' صفا بھی ٹھٹکی۔

''وہی تو میں سوچ رہا تھا۔۔اور مجھے لگتا ہے میں پتہ کہ کل میرال کے ماموں لوگ آئے ہوئے تھے افطار پارٹی میں۔اور شاید آپ۔۔اسی وجہ سے ایسی تھی۔'' وہ آخر کار گتھی سلجھانے میں کامیاب ہوا تھا۔

''ہمم۔۔کیا تم نے آپ۔۔سے پوچھا؟''

''بہت بار۔۔وہ ہر بار ٹال دیتی ہے۔'' قوت نے بے بسی سے صفا کو دیکھا۔۔صفا کو اس چھوٹے سے لڑکے پہ بہت پیار آیا جو کہ اسکی فکر کرتا تھا۔۔صفا نے قوت کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''تو پھر اسکو وقت دو۔۔۔ وہ محسوس کرے گی کہ تم دونوں کی دوستی پکی ہو چکی ہے تو وہ خود بتا دے گی۔''

''اور یہ دوستی اور کیسے پکی ہوگی؟'' قوت نے کندھے ادیئے۔

صفا اسکی معصومیت پہ مسکرا دی۔

''وقت کے ساتھ ساتھ۔'' اس نے قوت کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔

''تو میں انتظار کروں؟''

''ہاں۔۔تم انتظار کرو۔۔اس وقت کا اپنے آپ۔۔خود تمہیں آکر بتا دے۔'' صفا نے کہا تو قوت نے کچھ سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور کچھ پوچھنا ہے؟'' اس نے قوت کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''مرجان اور آپ ٹھیک ہو گئے ہیں۔۔مجھے خوشی ہوئی۔'' آخر کار قوت نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو صفا گہرا مسکرائی۔

''ہم اکثر دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔۔اور جہاں محبت ہو وہاں کبھی کبھی کچھ غلط فہمیاں اپنی جگہ بنا لیا کرتی ہیں۔۔ ایک مضبوط رشتہ وہی ہے جو ان غلط فہمیوں کو نگل جائے اور اپنی خوبصورتی پہ آنچ نہ آنے دے۔'' صفا نے اسکے گالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو قوت نے اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ اچھی ہیں۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا تو صفا حیرت سے مسکرائی۔

''ماما بھی آپکو لائیک کرتی تھیں۔'' وہ ٹھہر کر پوری بات بولا تو صفا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔''کیا ماما آپ لوگوں کی شادی کے بارے میں جانتی تھیں؟'' وہ اس طرح نارمل سے انداز میں بولا کہ صفا کا دماغ پھک سے اڑا۔

''۔۔قوت۔!! شادی تو بعد میں ہوئی تھی نا۔'' صفا نے خشک ہوتے لبوں پہ زبان پھیری۔

'' شاید نکاح پہلے ہوا تھا۔'' قوت نے اپنی بات کی تصحیح کی کہ شاید وہ غلط بول رہا تھا۔

صفا کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔۔ پھر اس نے دیکھا کہ اسکے قدموں تلے جائے نماز ہے وہ اپنے رب کی بارگاہ میں بیٹھ کر جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔اس لئے وہ سر جھکا گئی۔

''آپ بتا سکتی ہیں۔۔میں جج نہیں کروں گا۔'' قوت نے صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا تو صفا کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔۔اسکے دل نے شدت سے ابیہم کو پکارا تھا کہ

کاش وہ اس وقت یہاں ہوتا کیونکہ اسکی غیر موجودگی میں وہ اسکے بچوں کو کیا جواب دیتی۔

کچھ دیر وہ خاموش رہی تو قوت کچھ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''اٹس اوکے۔!!۔ ہم بڑے ہو جا گے۔ بتا دیجیے گا۔'' وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا تو صفا نے بے اختیار پلکیں اٹھا تھیں جو کہ نمی کے بوجھل ہو رہی تھیں۔۔پھر اس نے قوت کا ہاتھ تھاما اور اسکو دو رہ اپنے سامنے بٹھا لیا۔قوت ٹ سا اسکی آنکھوں میں دیکھے۔۔صفا نے اپنا ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔۔اور قوت کے ہاتھوں کر مضبوطی سے تھام لیا۔

''میں اب جو جو بتاؤں گی وہ سچ ہوگا۔۔ تم وعدہ کرو کہ اسکے بعد مجھے اپنے کو جج نہیں کرو گے۔۔کیونکہ ہم لوگ وقت کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔'' صفا نے اپنا آس لئے کہا تو قوت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ابراہیم فارم ہاؤس میں داخل ہوا تو سامنے لاؤنج میں قادر کو دیکھ کر وہ حیرت اور خوشی سے مسکرا رہا تھا۔قادر اسکو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ابراہیم اپنا ہوتا میں اس تک پہنچا اور اسکو گلے سے لگا یا۔

''کیسے ہو میرے بھائی۔!!''۔ابراہیم نے قادر کی پیٹھ تھپکی۔

''اللہ کا کرم ہے۔۔میں بھی ٹھیک ہوں اور باقی لوگ بھی بہتر ہیں۔'' قادر نے الگ ہوتے ہوئے کہا تو ابراہیم نے اپنا قادر کے چہرے پر ڈالی جہاں ابھی وقت کے دیے گئے زخموں کے نشان موجود تھے۔۔ابراہیم کرب سے آنکھیں بند کر گیا۔

''میں اسکو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' اس نے جیسے اپنا عہد دہرایا تھا۔

''کچھ لوگوں کو اللہ ڈھیل دیتا ہے ابراہیم صرف اس لئے کہ وہ اپنے کھودے گئے گڑھے میں خود جا ئے۔'' قادر نے اداسی سے کہا تو ابراہیم نے سر ہلا یا۔

''بیٹھو۔!!افطار ساتھ کریں گے۔''

''اب آگے کیا سوچا ہے تم نے؟'' قادر نے سنجیدہ ہوئے پوچھا۔

''کمانڈر سے رابطہ ہوا ہے ہمارے سپاہی جہاد کے لئے اب فٹ نہیں رہے شاید۔''۔ابراہیم مایوسی سے سر جھکا گیا۔

''تو کیا ہوا۔۔رضا کاری کے لئے تو فٹ ہیں نا۔'' قادر نے مسکرا کر کہا تو ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔قادر نے پر امید نگاہوں سے اثبات میں سر ہلا یا۔

''نئی ٹیم بنانے کے لئے ہمیں وقت لگے گا۔۔کم سے کم بھی چھ ماہ۔۔اور مجھے لگتا ہے کہ مصری گورنمنٹ اب سنائی پر پوری نظر رکھے ہوئے ہے اس لئے ہمیں یہ مشن روکنا ہوگا۔'' قادر نے کہا تو ابراہیم نے اضطراب سے پہلو میں سر ہلا یا۔''فی الحال کے لئے۔۔حالات بہتر ہو جائے اور حسن کا معاملہ دب جائے تو ہم دوبارہ سوچ سکتے ہیں۔'' قادر نے حل پیش کیا تو ابراہیم نے بے چینی سے پہلو بدلتے۔

''میں نے اس مقصد پر بہت کچھ قربان کیا ہے قادر۔۔اپنے بچوں کو وقت نہیں دے سکا۔۔اس کی وجہ سے حوریہ چلی گئی اور۔''

''کیا تم پچھتا رہے ہو؟'' قادر نے اسکو ٹوکا تو ابراہیم نے فوراً نفی میں سر ہلا یا۔

''ہرگز نہیں۔۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتا۔''

''جہاد صرف تلوار سے نہیں کیا جاتا ابراہیم۔!!'' قادر نے کہنا شروع کیا۔۔ابراہیم خاموشی سے اسکو سنتا رہا۔۔ قادر بولا کرتا تھا۔ابراہیم خاموشی سے اسکو سنا کرتا تھا۔

''جہاد قلم سے،زبان سے اور اپنے ہر ہر عمل سے کیا جا سکتا ہے۔بائیکاٹ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔ہمیں کیوں لگتا ہے کہ دشمن کو بس اسکا سر قلم کر کے ختم کیا جا سکتا ہے؟ ہم دشمن کو پوری دنیا میں اتنا رسوا کر دیں کہ کوئی ملک اسکے ساتھ لین دین کرنے میں اپنی توہین سمجھے۔ہم اسکی اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں کہ اسکا کاروبار غرق ہو جائے۔ہم اسکے خلاف آواز بلند کریں تا کہ جو لوگ انجانے میں اسکا ساتھ دے رہے ہیں وہ اسکے اصل اور مکروہ چہرے کو پہچان سکیں۔اور۔'' قادر سانس لینے کو رکا۔پھر کچھ یاد آنے پر وہ پھیکا سا

مسکرا۔ آنکھوں کے کنارے نم ہو چکے تھے۔

''تم جا ہو۔ ۔ ۔ سٹرائیک ہوتی تھی حالات اتنے اب ہو جا کرتے تھے کہ کبھی کبھار بچوں کے لئے دودھ کی ا بوتل حاصل کر بھی ممکن لگتا تھا۔اور کبھی کبھی ا وقت کے کھانے کے لئے در در کی خاک چھاننا پڑتی تھی۔کیا تم جا ہو آٹے کے ا تھیلے کی قیمت؟''اس نے پوچھا تو ا۔ اہیم خاموش ہی رہا تھا۔کیو وہ جا تھا کہ وہ جو قیمت بتائے گا وہ صحیح عدد نہیں ہو گا۔

''کبھی کبھی ا پوری ز گی۔'' قادر کی آواز گیلی سی تھی۔

ا۔ اہیم سر جھکا ۔

''اس لئے جہاد کی ا قسم ہے جہاد۔ لمال۔۔ہم وہ کر ہیں۔۔ہم رضا کاری کر ہیں۔۔ہمارے لوگ وہاں جا کر جا بچا ہیں۔۔اور ہم لوگ ان لوگوں کے لئے مالی امداد بھیج ہیں۔''

'' میں ان صہیونوں کو مٹا دینا چاہتا ہوں۔''ا۔ اہیم کی کنپٹی کی نسیں ابھر آ تھیں۔

''جا ہوں۔۔ تمہارا یہ ۔ بہ ہی کافی ہے۔۔ اکے لئے تمہارا ۔ بہ بہت انمول ہے۔۔اللہ دیکھتا ہے اور یقیناً اللہ کو تمہاری یہ اور تمہارا یہ ۔ بہ پسند آ ہے۔'' قادر مسکرا۔

'' میں۔۔ایسے کیسے؟''

''کچھ عرصہ کر ہو گا۔۔ ۔ ۔ لوگ شا کو بھول نہیں جاتے ۔ ۔ ۔۔کیو تمہارا اس سے ا تعلق ہے جس کو چاہ کر تم ختم نہیں ۔اس لئے وہ لوگ تم پ بھی رکھیں گے۔'' قادر نے کہا تو ا۔ اہیم کو آفیسر کی وہ مشکوک نگاہیں یاد آئی تھیں۔

''ہمم۔۔تم شا ٹھیک کہتے ہو۔'' وہ سر جھکا ۔

''ا ہم قاتل کی جان لے نہیں ۔ تو مظلوم کی جان بچا ہیں۔۔دونوں صورتیں ہی افضل ہیں۔'' قادر کی ۔ ت پ ا۔ اہیم نے سر ہلا دیا۔وہ کچھ حد مطمئن ہوا تھا۔

''السلام علیکم بھائی۔!!''سفیر جلدی میں ا ر داخل ہوا۔

قادر سے مل کر وہ ا۔ اہیم کے پ س آ کر بیٹھا۔

''کام ہو ہے بھائی۔۔یہ لیں۔'' کہتے ہوئے اس نے ا ا۔ اہیم کے حوالے کیا۔۔جس میں اس وقت پورے گورسی ہاؤس کو دیکھا جا سکتا تھا۔۔اس ا سکرین پ کئی وٹ وز کھلی ہوئی تھیں۔

''ہمم۔۔ٹھیک ہے۔''ا۔ اہیم نے کوریڈ ور کی وٹ واوپن کی تو وہ ا پل کے لئے سا رہ ۔۔سامنے سکرین پ صفا اور دینا کھیل رہی تھیں۔دینا آگے آگے بھاگ رہی تھی جبکہ صفا اسکو پکڑنے کے لئے بھاگ رہی تھی۔۔ا۔ اہیم پلکیں نہ جھپک سکا۔۔وہ منظر ہی اتنا دلکش تھا۔

صفا کے گلے میں اسکا شیفون کا دوپٹہ لہرا رہا تھا اور سنہری ل کمر پ بکھرے ہوئے تھے۔۔ لآ اس نے دینا کو پکڑ لیا تھا۔

اب دینا اسکی فت میں مچل رہی تھی اور صفا شا اسکو گدگدی کر رہی تھی۔

وہ دونوں اپنی اس سر می میں بہت خوش آتی تھیں۔۔ا۔ اہیم ہلکا سا مسکرا۔پھر صفا دینا کا ہاتھ تھامے اسکو کمرے میں لے گئی۔۔اس نے وہیں وال کلاک پ ڈالی تو پ کستان میں ابھی چھ بج رہے تھے یعنی ابھی افطار میں وقت تھا۔

کوریڈ ور خالی ہو چکا تھا۔۔ا۔ اہیم نے وٹ وتبدیل کی اور یوں ہی بیٹھے بیٹھے سارے گھر کا معائنہ کیا تھا۔صرف بیڈ رومز کے علاوہ سارے گھر میں سی سی ٹی وی کیمرا ز لگ چکے تھے۔۔اور وہ اب سکون سے اپنے گھر کو وہاں سے بھی دیکھ سکتا تھا۔

واقعی ٹیکنالوجی نے ز یں آسان کر دی تھیں۔

گھر کے ہر کونے میں چھوٹے چھوٹے کیمرے نصب کئے گئے تھے جو کہ عام طور پہ دکھائی نہ دیتے تھے۔اس کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے وہیں صوفے پہ رکھا۔

''بھائی۔!! آپ اس لڑکی کو ابھی بھی چھوڑ رہے ہیں؟''سفیر کو زہرہ پہ اب غصہ آ رہا تھا۔

''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسکا مقصد کیا ہے۔۔اور وہ میرے خاندان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اسکو بھی میں یقینی بناؤں گا۔''ابراہیم کے اطمینان دلانے پہ سفیر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

افطار میں کچھ ہی گھڑیاں باقی تھیں۔۔سلویٰ سیڑھیاں چڑھتی تو لائی منزل پہ پہنچی۔ایک درآمدہ اور دو کمرے۔ایک واشروم تھا جو کہ کمرے کے ساتھ ہی اٹیچ تھا۔اور ایک کونے میں ایک چھوٹا سا کچن تھا۔

گھر ویسے ہی پڑا تھا صحن میں پتے اور مٹی یوں ہی پڑی تھی یعنی نئی کرائے دار نے صفائی نہیں کی تھی۔سلویٰ نے سر جھٹکا اور سامنے ایک کمرے کے بند دروازے پہ دستک دی۔

''نئی پڑوسی۔!!''اس نے ایک ہانک لگائی کمرے سے آواز نہ آئی۔سلویٰ وہیں کھڑی تھی کہ سیڑھیوں پہ چاپ ہوئی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو عینا چلی آ رہی تھی ہاتھ میں کچھ پیکٹس تھے۔

''تم کہاں گئی تھی؟ افطار کا وقت ہونے والا ہے۔''سلویٰ کسی بڑی خاتون کی طرح کمر پہ ہاتھ ٹکائے اس سے تفتیش کر رہی تھی۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میں مارکیٹ گئی تھی۔''اس نے وہ پیکٹس لا کر صحن میں پڑی ایک میز پہ رکھے۔

''میں نے آج تمہیں افطار کی دعوت دی تھی۔''سلویٰ بھی اسکے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

''اور مجھے لگتا ہے مجھے اپنے پڑوسیوں پہ بوجھ نہیں بننا چاہیے۔''عینا نے اپنے کندھے پہ جھولتا بیگ اتار کر رکھا۔اور اپنا سکارف ذرا سا ڈھیلا کیا۔

''پڑوسی بوجھ ہوتے ہیں؟''سلویٰ کو شاید صدمہ لگا تھا۔عینا ٹھٹکی۔''یعنی اگر کل کو مجھے تمہاری ضرورت پڑی تو تم مجھے بوجھ سمجھو گی؟''اس نے حساب لگا کر کہا تو عینا کے چودہ طبق روشن ہوئے۔وہ جلدی سے پلٹی اور اس چھوٹی سی لڑکی کے سامنے آئی۔اس نے سلویٰ کے کندھوں پہ ہاتھ رکھا۔

''نہیں چھوٹی لڑکی۔!!ایسا کس نے کہا؟''اسکا دل پسیجا تھا۔

''ابھی ابھی تم نے کہا ناں۔''سلویٰ کا چہرہ اتنا سا رہ گیا تھا۔

''نہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا۔''عینا کو شرمندگی ہوئی۔وہ اتنے خلوص سے اسکو دعوت دے رہی تھی اور عینا نے ٹھکرا دی تھی۔''اچھا چلو۔۔ہم ساتھ میں افطار کرتے ہیں۔''عینا نے مسکرا کر وہ پیکٹس بھی اٹھائے۔

''ہاں۔۔یہ ٹھیک ہے۔''سلویٰ نے پیکٹس سے اٹھتی ہوئی شتہا انگیز خوشبو شوق سے سونگھی تو عینا مسکرا کر رہ گئی۔۔وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر آ گئیں۔

افطار کرنے کے بعد وہ ابھی چٹائی پہ ہی بیٹھے تھے۔سلویٰ نے ایک آدھ کھجور اٹھایا اور اسکو ایک ساس میں ڈپ کر کے کھا لیا۔وہ ایک میٹھی ساس تھی جو کہ موٹی پھلی سے بنتی ہے۔۔اس نے انگلیاں چاٹیں تو عینا نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''کیا تم یہاں مسجد اقصیٰ دیکھنے آئی ہو؟''سلویٰ نے دن موڑ کر عینا کو دیکھا۔

''ہاں۔۔یہی سمجھ لو۔''وہ مسکرائی۔سنان اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں زاد اکرنے جا رہا ہوں۔''وہ اپنی چھڑی سنبھالتا ہوا وہاں سے گیا۔سلویٰ اور عینا ابھی وہیں موجود تھیں۔

''کیا تمہارے پاس وہ کاغذ ہے؟''سلویٰ نے شوق سے پوچھا۔

''ہاں۔!!''

''یعنی تم کمپاؤنڈ کے اندر جا سکتی ہو؟''سلوی پر جوش سی ہو کر اسکی جانب مڑی۔

''ہاں۔۔اور میں نے سحری وہیں کی تھی۔۔فجر بھی وہیں ادا کی۔''

''کیا؟ سچ میں؟''سلوی نے منہ پر ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔۔اور تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟ کیا تم کبھی نہیں گئی کمپاؤنڈ؟''عینا کو اسکی حیرت پر حیرت ہوئی تھی۔سلوی نے مایوسی سے میں سر ہلایا۔

'' تم مقامی ہو۔۔اور تم۔''

''نہیں۔۔میں مغربی کنارے سے آئی ہوں۔۔اس لئے میرے پاس اجازت نامہ نہیں ہے۔''سلوی سر جھکا گئی۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کیا تم غزہ سے آئی ہو؟''

سلوی نے ہاں میں سر ہلایا۔تو عینا نے حیرت سے دیکھا۔

''اور سنان تمہارا بھائی ہے۔۔ہے نا؟''

''نہیں۔۔وہ یہاں کا رہائشی ہے۔۔میں وہاں سے اکیلی آئی ہوں۔''سلوی نے چمکتی آنکھوں سے دیکھا تو عینا کا دماغ ماؤف ہوا۔

''کیا؟''اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔

''بتاتی ہوں۔''سلوی نے ہنستے ہوئے اسکو اپنا کارنامہ سنایا۔۔تو عینا کی آنکھیں ہر کو آ گئیں۔

'' یہ لوگ اتنے منحوس ہیں مجھے کمپاؤنڈ میں نہیں جانے دیتے۔''وہ بچی اپنا سارا خسارہ بھلا کر صرف اس غم میں مبتلا تھی کہ وہ الاقصیٰ کو اندر سے نہیں دیکھ سکتی۔عینا کا دل بھی طرح لرزا تھا۔

رات ہو رہی تھی۔صفا کام نمٹا کر اپنے کمرے میں آئی۔دینا پہلے ہی بیڈ پر بیٹھی ابھی تک کھیل رہی تھی اور اسکے پاس یقوت تھا۔صفا مسکرا کر آئی۔اور ان دونوں کے پاس بیٹھی۔

وہ یوں ہی اسکے ساتھ کچھ دیر کھیلتی رہی۔یقوت نے دفعتاً صفا کی جانب دیکھا۔اسکو آج صفا الگ لگی تھی وہ کتنی زیادہ مشکلات سہہ کر آئی زندگی میں شامل ہوئی تھی۔کیا کچھ نہیں دیکھا تھا اس نے۔۔وہ بچہ تھا اس لئے صفا بہت ساری باتیں نہ سمجھ کر گئی تھی۔ یہ بات اسکو معلوم ہو چکی تھی کہ اسکو اپنے بھائی کی وجہ سے اتنا کچھ دیکھنا پڑا۔اسکے نے خود اسکو اسکے بھائی کے عوض فروخت کر دیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ سجل کیسے مری۔۔ وہ یہ جانتا تھا کہ سجل کو زاویر نے قتل کیا۔۔اور اسکی سزا اسکو مل گئی۔

صفا نے سجل کو کھویا تھا۔۔ایک دوست کو ایک بہن کو کھو دینے کا دکھ یقوت کو بہت قریب سے محسوس ہوا تھا۔۔جس دن دینا کو موچھلی سے الرجی ہوئی تھی وہ اس تکلیف کو آج بھی محسوس کر سکتا تھا۔

وہ اس رات بے بس تھا۔سیڑھیوں پر بیٹھ کر جس طرح اس نے ابراہیم اور دینا کے واپس آنے کا انتظار کیا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔اگر دینا کو کچھ ہو جاتا تو؟ اس سے آگے وہ سوچ نہ پایا۔

وہ لوگ یقیناً ان باتوں کو سمجھنے کے لئے بہت چھوٹے تھے اس لئے یہ باتیں ان سے چھپایا گیا تھا۔ یقوت کے پوچھنے پر صفا نے اسکو حقیقت بتا دی تھی جس نے یقوت کو ایک الگ ہی طرح کا مادے دیا تھا۔اسکا دل عجیب طرح سے سہم سا گیا تھا۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ کچھ باتوں کا نہ جاننا ہی بہتر ہوتا ہے۔

''کیا ہوا؟ کیا سوچ رہے ہو؟''صفا نے اسکو گم سم سا بیٹھے دیکھا تو پوچھنے لگی۔یقوت نے چونک کر دیکھا اور پھر میں سر جھٹکا۔الفاظ حلق میں اٹک چکے تھے۔

دروازہ دستک ہوا۔

''آجا۔!!''صفا کے بولنے پر دروازہ کھلا تو سامنے مرجان کھڑا تھا اپنے مخصوص سوٹ میں ملبوس۔

''مرجان۔!! میرے شہزادے۔!! آجاؤ'' صفا نے خوش دلی سے اسکو ویلکم کیا تھا۔ وہ بھی آکر ان لوگوں کے ساتھ ہی ٹ ۔ ۔

''کیا ہوا؟ نیند نہیں آرہی تھی؟'' صفا نے ساتھ بیٹھے مرجان کے ۔ لوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ مرجان نے اداسی سے میں سر ہلا ۔ ۔

''کیا میں یہاں لیٹ جاؤں؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا تو صفا نے حیرت سے دیکھا۔

''کیوں نہیں۔'' صفا نے اجازت دی تو وہ وہیں دراز ہو ۔ ۔ جبکہ ۔ قوت نے ت سف سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''کیا آپ مجھے کہانی سنا دیں گی؟'' مرجان نے صفا کی جا ۔ کروٹ لی۔

''ہاں۔۔ کیوں نہیں۔'' کہتے اس نے دینا کو بھی اپنے ساتھ لٹا لیا۔۔ اور ۔ قوت کے لئے جگہ بنائی۔

''اٹس اوکے۔۔ میں تھوڑی دیر بیٹھوں گا۔۔ مجھے اپنے روم میں ہی نیند آتی ہے۔'' ۔ قوت نے اسکو جگہ بناتے دیکھا تو فوراً کہا تھا۔ صفا مسکرا دی۔

''ٹھیک ہے۔ تو چلو۔ آ ۔ ج ہم کہانی سناتے ہیں۔''

''شفا۔ شٹوری؟'' دینا نے ۔ جوش ہو کر پوچھا۔

''ہاں۔۔ شٹوری۔'' صفا نے دینا کی ک چومی۔ اور پھر ا کہانی سنانی شروع کی۔

ا ۔ شہزادی اور ا ۔ دیو کی کہانی۔

کہانی ت ۔ دینا تو سو چکی تھی جبکہ اب مرجان کی آنکھیں بھی نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ ۔ قوت اٹھنے لگا کہ صفا کے موبائل پر ر ہوئی۔ ۔ قوت وہیں ٹ ۔ ۔ صفا نے جلدی سے فون اٹھا ۔ کہ کہیں دینا نہ جاگ جائے۔۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔ مرجان نے بوجھل پلکوں سے اسکو دیکھا۔

''میں چلتا ہوں۔'' ۔ قوت کچھ سمجھتے ہوئے اٹھنے لگا تو صفا نے اسکو ۔ کا اشارہ کیا۔

اس نے کال اٹینڈ کی اور ا ۔ شرارتی مسکراہٹ سجائے بیک کیمرہ آن کیا۔۔ اور بیڈ پر موجود سارے کنبے کو دکھا ۔ ۔

مقابل نے حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھا۔

۔ قوت نے ہاتھ ہلا کر اپنے ۔ ۔ کو سلام کیا۔

''چالاک لومڑی۔!! میرے بچے اغواء کر لئے تم نے؟''۔ ا ۔ اہیم نے مصنوعی صدمے سے کہا تو صفا کھلکھلائی۔

''جی ہاں۔۔ میں نے اغواء کر لئے ہیں۔۔ اور اب یہ میرے پاس ہی رہیں گے۔'' اس نے شرارت سے کہتے ہوئے فرنٹ کیمرہ آن کیا۔ ا ۔ اہیم مسکراہٹ کو پھیلنے سے روک رہا تھا۔ دل میں ا ۔ عجیب سکون سا ا ۔ ۔ تھا۔۔ اس نے سکون سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''یہ سوئے نہیں ابھی ت ۔ ؟''

''دینا سو گئی ہے۔۔ اور مرجان نیند میں جھول رہا ہے۔۔ وہ کیا ہے کہ ابھی ت ۔ شہزادے نے پری کو دیو کی قید سے نکالا نہیں ہے۔۔ اس لئے وہ خود کو جگائے ہوئے ہے۔''

صفا کی ۔ ت ا ۔ اہیم کے سر کے اوپر سے ۔ رگئی۔

''کیا کیا۔ کیا؟'' وہ آنکھیں سکیڑ ۔ ۔ صفا ہنس دی۔

''ہم لوگ ا ۔ کہانی انجوائے کر رہے تھے دراصل۔''

''واہ۔۔ بھیجو ا ۔ کمرے میں صبح سکول نہیں جا ۔ ؟''۔ ا ۔ اہیم نے مصنوعی ا ۔ از میں ڈپٹا تو مرجان ا ۔ جھٹکے میں اٹھ بیٹھا۔

''آپ تو یہاں ہیں نہیں۔۔ اور ا ۔ پیٹی لیڈی ہمارے ساتھ کوالٹی ٹائم سپینڈ کر رہی ہیں تو آپکو اس سے بھی جیلسی ہو رہی ہے؟''

مرجان کی ۔ ت پر جہاں صفا نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا وہیں ا ۔ اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''یہ جو کوالٹی ٹائم ہے ۔ ں۔۔ اسکو ٹائم سے سپینڈ کیا کرو۔۔ پھر صبح تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں۔''

''کھل جا گی۔۔یہ دیکھیں۔''مرجان نے بڑی بڑی آنکھیں ابیہم کو دکھا ۔۔وہ ہنس دیے۔
یقوت بھی مسکرایا۔
موبائل مرجان نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔۔وہ کچھ دیر ابیہم کو دیکھتا رہا۔
''کیا دیکھ رہے ہو؟''
''۔۔!آپ کمزور لگ رہے ہیں۔''مرجان نے آنکھیں چھوٹی کر کے سکرین کو گھورا۔۔ابیہم بی طرح ہڑبڑایا۔۔اسکی حالت کو کوئی نہیں پہچان سکا تھا۔۔ اسکے بیٹے سے اسکی حالت چھپ نہ سکی تھی۔
''نہیں تو۔۔ویسا ہی تو ہوں۔''ابیہم نگاہ پھیر گیا۔
''نہیں۔۔ایسا لگتا ہے آپکا بلڈ پریشر لاس ہوا ہے۔''مرجان کی بات پر ابیہم کی آنکھیں پھیل گئیں وہیں صفا کا دل ڈوب کے ابھرا تھا۔
''پرگل ہو گیا؟''ابیہم بی طرح ہڑبڑایا تھا۔
''آپکو یاد ہے۔۔لاسٹ ٹائم بھی آپکو ایسا رچوٹ لگی تھی۔۔تو بلڈ پریشر لاس کے بعد یوں ہی آپکا چہرہ ہوا تھا۔''مرجان نے کچھ سوچتے ہوئے ابیہم کو یاد دلایا۔
آج ابیہم کو رہ کر افسوس ہوا تھا کہ اسکی اولاد اتنی ذہین کیوں ہے؟ کیوں وہ عام بچوں کی طرح لاپرواہ سے بچے نہیں ہیں؟ کیوں وہ ہر چیز کو لے کر زیادہ ہی حساس ہیں۔
''کک۔۔بھی لگی تھی چوٹ؟''صفا نے مرجان کی جانب دیکھا۔
''۔۔گارڈن میں تھے۔۔تو ایسا بہت بڑا بلڈ لگا تھا۔۔خون بند نہیں ہو رہا تھا۔۔شاید کوئی نس کٹ گئی تھی۔۔ہے نا یقوت؟''اس نے ساتھ ساتھ یقوت سے بھی تصدیق چاہی۔یقوت نے اثبات میں سر ہلایا۔''اور پھر کافی دن تک آپکا چہرہ ایسے ہی رہا تھا۔جیسے کلر لیس ہو۔یونو۔۔جیسے۔''مرجان کچھ سوچ سوچ کر وضاحت کر رہا تھا۔
''مرجان۔!!''ابیہم نے اسکو ڈپٹا تھا۔''سو جاؤ جا کر۔''
''اوکے۔۔!!بائے۔''وہ کہتے ہوئے ابیہم پل کو رکا۔
''بائے؟''ابیہم کے اب ڈھیلے پڑ گئے۔
''وی مس یو۔۔جلدی آجا پلیز۔''اس نے معصومیت سے کہا تو ابیہم کے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔
''اوکے۔۔میں اپنے شہزادوں کے پاس جلدی آجاؤں گا۔۔اور تب تک دینا کا اور اپنی پیٹی لیڈی کا خیال رکھنا اوکے؟''اس نے نرمی سے مرجان کو بہلایا۔
پھر کچھ دیر اس نے یقوت سے حال احوال پوچھا۔
وہ لوگ اپنے کمرے میں واپس جا چکے تھے۔۔صفا نے فون پکڑا تو وہ خفا خفا سی آتی تھی۔
''اب تمہیں کیا ہوا؟''ابیہم نے تکان سے اسکو دیکھا۔
''کیا واقعی آپ ٹھیک ہیں؟''مرجان کی باتیں اسکے ذہن پہ نقش ہو گئی تھیں۔
ابیہم ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا تھا۔مرجان جس وہم کا تذکرہ کر رہا تھا اب اس وہم کے پودے کو کاٹنا تھا۔اور یہ کام ابیہم کے لئے مشکل ہونے والا تھا۔
''بولتے کیوں نہیں؟یعنی مرجان ٹھیک کہہ رہا تھا؟''وہ روہانسی ہوئی۔
''نہیں یار۔!!میں ٹھیک ہوں بالکل۔''ابیہم نے نرمی سے کہا تھا۔
''۔۔مجھے بھی آپکا چہرہ بجھا بجھا سا لگ رہا ہے۔''
''واہ۔۔کل تو تمہیں میں ہٹا کٹا لگ رہا تھا اور آج بجھا بجھا؟ لگتا ہے تمہاری آنکھوں کے لینز میں کوئی خرابی ہے۔''

''ہر. ت مذاق میں نہ اڑا یا کریں۔'' وہ واقعی پریشان ہو چکی تھی۔

''اچھا بتاؤ آج کیا کیا سارا دن؟'' وہ اب اسکا دھیان بٹا رہا تھا۔

''آج۔؟'' صفا کچھ سوچتے ہوئے کھو سی گئی۔

''کیا ہوا؟''

'' آج یقوت نے ا۔ سوال پوچھا'' صفا نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''کیسا سوال؟''

''اس نے پوچھا کہ کیا اسکی ماں کو ہمارے نکاح کا پتہ تھا؟''

ا. اہیم ا۔ لمحے کو ٹ ۔

'' نکاح تو ان لوگوں کے سامنے ہوا تھا۔'' ا. اہیم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

''میں نے کہا تو کہتا ہے کہ شادی ہمارے سامنے ہوئی ہے نکاح آپ لوگوں کا ہو چکا تھا۔'' صفا نے سکون سے بتا یا ا. اہیم کے سر پہ آسمان گھوم َ یا تھا۔۔اس نے پہلو. لا۔

''اور تم یہ. ت اتنے سکون سے بتا رہی ہو؟''

''کیو میں نے یقوت کو سچائی بتا دی ہے۔'' وہ سکون سے بولی تو ا. اہیم کی آنکھیں. ہر کو آ ۔

''کک۔کیا مطلب؟'' اسکا دل. ی طرح لرزا تھا۔

''بے فکر رہیں۔۔میری سنائی گئی کہانی میں آپ مجرم نہیں تھے۔۔بلکہ میرا اخ ان مجرم تھا۔'' وہ زخمی سا مسکرائی۔

'' ۔تم۔نے۔۔کیسے۔وہ ۔ ؟''

''وہ بچے ہیں ا. اہیم۔!!اَ ہم ان سے سچائی چھپا گے تو کوئی اور بتائے گا اور ا دلوں میں ہمارے لئے ت ڈالے گا۔۔اس لئے جتنا سچ جاننا یقوت کے لئے سیف تھا اتنا میں بتا چکی ہوں۔۔اور اَ مرجان نے کچھ پوچھا تو اسکو بھی بتا دوں گی۔''

''تم۔۔اتنی آسانی سے ایسا کیسے کر سکتی ہو؟'' ا. اہیم کو اسکی ہمت پہ رشک ہوا تھا۔۔کیو یہ طاقت آج ۔ ا. اہیم میں نہیں آسکی تھی۔۔وہ نہ تو حوریہ کو سچائی بتا سکا تھا اور نہ بچوں کو۔۔وہ ان کے علم میں لائے بنا ء ہی . کچھ ریورس کر. چاہتا تھا۔

''مجھے اعتماد تھا یقوت پ ۔۔اور وہ اعتماد اسی نے مجھے دیا۔۔اس نے کہا کہ آپ سچائی بتا سکتی ہیں میں جج نہیں کروں گا۔۔اس نے مجھے ا. سیف انوائرمنٹ دیا جس کی وجہ سے مجھ میں نہ جانے کہاں سے اتنی ہمت آگئی کہ میں نے اسکو . بتا دیا۔'' آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے تھے۔۔پہلو میں سوئی دینا نے اسکی جا. کروٹ لی۔۔صفا نے دفعتاً جھک کر اسکا سر چوما۔

ا. اہیم نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔اور دو. رہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا َ یا۔۔وہ کچھ دیر خاموش رہا۔۔صفا دینا کے. ل سہلاتی رہی۔

''شکریہ۔!!'' وہ مدھم سی آواز میں بولا تو صفا نے سکرین کی جا. دیکھا۔

''شکریہ کس. ت کا؟''

''میرا بوجھ ہلکا کرنے کا شکریہ۔۔تم نہیں جا کہ آج میرے کندھوں سے کتنا ٹ ا بوجھ ہٹ َ یا ہے۔۔اور میں اس کے لئے تمہارا مشکور رہوں گا۔''

''ا. اہیم۔!!'' وہ اداسی سے پکاری۔

''ہمم۔!!''

''میں جو بھی کرلوں۔۔جتنا بھی کرلوں۔۔آپ کا جواب بس شکریہ ہوتا ہے۔'' صفا کے حلق میں درد سا ٹھا تھا۔۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''کیا یہ شکریہ۔۔کبھی۔'' وہ باقی جملہ ادا نہ کر سکی۔

ابراہیم نگاہ پھیر گیا۔کچھ پلوں کے لئے دونوں جانب گہری خاموشی چھا گئی۔

''مجھے نیند آرہی ہے۔'' صفا نے خود ہی ابراہیم کی مشکل آسان کر دی تھی۔

''میں واپس آکر کوشش کروں گا کہ تمہارے شکوے دور کر دوں۔'' اس نے ایک آدھا ادھورا سا عہد کیا تھا۔

''مجھے آپ سے نہ کبھی ہوئی شکوہ تھا اور نہ ہوگا۔میرے لئے آپکا میری زندگی میں ہونا ہی کافی ہے۔'' وہ مسکرا دی۔ وہ مسکراہٹ ابراہیم کے دل پہ کسی بھاری پتھر کی مانند آکر لگی تھی۔اسکو لگا کہ اسکا دل اس پتھر کے نیچے کچلا جا چکا ہے اور اس دل کا سارا لہو نچڑ چکا ہے۔

ابراہیم کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔صفا نے 'احافظ' کہتے فون کاٹ دیا۔اور بند فون کو سینے سے لگایا۔آنکھ پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلا۔

ابراہیم نے بند موبائل صوفے پہ پٹکا۔اور ہاتھوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر اپنا سر صوفے کی پشت پہ گرا دیا۔

''آئی ایم سوری صفا۔آئی ایم سوری۔!! مجھے معاف کر دو۔!!'' اسکا دل کسی نے زور سے مٹھی میں لیا تھا۔حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔

وہ لڑکی وصل جانب جا رہی تھی۔

وہ لڑکی اسکا روگ تھی۔!!

اس لڑکی کی محبت ابراہیم پہ قرض تھی۔!!

اور اب اس قرض پہ سود چڑھتا جا رہا تھا۔!!

وہ دیوالیہ ہونے کے کنارے پہ تھا۔!!

وہ مشکور سے زیادہ مقروض تھا۔!!

اور آج ابراہیم گورسی کی جیب پھر سے خالی تھی۔!!

اسکی جیب سے ایک سکہ تک آمد نہ ہو سکا جس سے وہ صفا ابراہیم کی ایک مسکراہٹ کا صدقہ ہی اتار دیتا۔

وہ لڑکی اسکو دن بدن مقروض کر کے کنگال کر رہی تھی۔ابراہیم گورسی کی جیب خالی ہو چکی تھی۔!!

کیا وہ اس جیب کو دوبارہ کبھی بھر سکے گا؟

کیا وہ صفا ابراہیم کے قرض کو سود سمیت لوٹا سکے گا؟

کیا وہ دوبارہ محبت کر سکے گا؟

کیا اسکا محبت کی منزل طے کر پائے گا؟

کیا محبت بس ایک ہی بار ہوتی ہے؟

کیا محبت اتنی خود غرض اتنی کم ظرف ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں موجود دوسروں کا کاسہ خالی کر دے۔ان سے تو محبتیں وصول کر لے اور دینے کی باری آئے تو اپنی مجبوری کا تمغہ دکھا کر پیچھے ہٹ جائے؟

نہیں۔!!

محبت اتنی کم ظرف تو نہیں۔۔یہ تو سیراب کرنا جانتا ہے۔

محبت کرنے والوں کا اپنا کاسہ بھلے خالی ہو دوسروں کو دینے کے لئے انکے پاس ہمیشہ 'انے موجود ہوا کرتے ہیں۔۔ایسے میچورا ن وہی ہے جو محبت کے تسلسل کو برقرار رکھے۔۔جو اسکو ٹوٹنے نہ دے۔۔اور خود سے جڑے ان لوگوں کی قدر کرے جو ان سے بناء کسی مطلب کے محبت کرتے ہوں۔۔وہ اس محبت کو نہ صرف قبول کر کے اپنا خالی کاسہ دوبارہ بھر سکتا ہے بلکہ وہ مقابل کو بھی ایک نئی زندگی دے سکتا ہے۔یہی کائنات کا اصول ہے۔۔یہی بقا کا قاعدہ ہے۔!!

اگلے دن دوپہر ہو رہی تھی۔۔ مسلم کوارٹر کے اس چھوٹے سے گھر کے دروازے پہ دستک ہوئی۔تین چار دستک کے بعد دروازہ کھلا تھا۔

''معاف کرنا اتنی دھوپ میں تمہیں تنگ کیا۔۔میں چابیاں گھر بھول گئی تھی۔''عینا نے سامنے کھڑی سلویٰ سے معافی مانگی تھی۔

''کوئی بات نہیں۔''سلویٰ جیسے آئی تھی ویسے ہی اٹھکیلیاں بھرتی ہوئی اندر بھاگ گئی۔عینا نے ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کیا اور اپنا حجاب ڈھیلا کرتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

اس نے کچھ سامان لا کر اپنے کمرے میں رکھا۔اور آ کر خود بھی اپنے سے پلنگ پہ لیٹ گئی۔اوپری منزل میں ضرورت کا فرنیچر موجود تھا اس لئے اسکا کرایہ زیادہ تھا۔سلویٰ کی خواہش تھی کہ وہ لوگ اوپری منزل میں رہیں سنان نے اسکو روکا کہ زیادہ کرایہ ادا کریں گے تو پیسے جلدی ختم ہو جائیں گے۔

پنکھا چل رہا تھا۔ حبس اور تپش میں ذرا فرق نہیں آ رہا تھا۔روزہ ہونے کی وجہ اسکا حلق تو پہلے ہی سوکھ رہا تھا۔ تکلیف نہ تو زیادہ کی تھی اور نہ ہی پیاس کی شدت کی۔۔تکلیف تو ان یادوں کی تھی جو اسکو مسلسل ڈس رہی تھیں۔

اس نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھوں پہ کھا۔۔اور آ ضبط کے بند توڑتا ہوا اسکے گال پہ بہہ نکلا۔

''پلیز۔!تم۔۔روؤ مت۔''

کسی کے الفاظ نے اسکے کانوں میں پگھلا سیسہ ڈال دیا تھا۔آ اب رکنے کے بجائے متواتر بہنا شروع ہو چکے تھے۔

''آئی مسڈ یو لٹل سپائے۔''وہ بھاری آواز اسکے کانوں میں مسلسل گونج رہی تھی۔۔اسکو لگا کہ اسکے کانوں سے لہو رسنے لگے گا۔۔اس شخص کا ایک لفظ بھی اور اسکے کانوں میں گوارا تو۔

عینا نے اپنے دونوں کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے۔۔آنسو بہہ کر اسکی کنپٹی میں جذب ہونے لگے تھے۔وہ اب بری طرح سسک رہی تھی۔

''مجھے یاد مت آؤ حسن۔!ایک آخری احسان کر دو میری ذات پہ۔۔مجھے یاد مت آؤ۔تمہیں خدا کا واسطہ۔''عینا نے دہائی دی تھی۔

''اٹس اوکے لٹل سپائے۔''ایک بار پھر سے کانوں نے بغاوت کی تھی اور اس شخص کے الفاظ کو خود میں گھلنے دیا تھا۔

''آہہہہہ۔۔ پپ ہو جاؤ۔۔''اس نے چیختے ہوئے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا شیشے کا گلاس اٹھا کر سامنے پٹخا۔وہ بند دروازے میں لگا اور چور ہوا۔۔چھناکے کی آواز آئی۔۔اور پھر سے سناٹا چھا گیا۔۔بس اب پنکھے کی آواز آ رہی تھی۔

وہ بیٹھی تھی۔۔یوں ہی دو بارہ بیڈ پہ ڈھے گئی۔

کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اسکے دروازے پہ دستک ہوئی۔۔عینا نے یوں ہی لیٹے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

''کیا تم ٹھیک ہو نئی پڑوسی؟''سلویٰ کی پریشان حال سی آواز گونجی تھی۔عینا نے آنسو پونچھے اور اٹھ کر بیٹھی۔۔اس نے اپنی حالت پہ قابو پایا۔۔اور احتیاط سے جا کر دروازہ کھولا۔۔سامنے سلویٰ فکرمندی سے کھڑی اسکو دیکھ رہی تھی۔

''کیا تم روئی ہو؟''اس نے سینا کی سرخ آنکھیں دیکھیں۔

''نہیں تو۔''عینا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''تم مجھ سے ہر چیز چھپا سکتی ہو۔تم مجھ سے اپنے فلافل چھپا سکتی ہو۔اپنی ڈبل روٹی چھپا سکتی ہو۔۔ آنسو نہیں۔۔کیونکہ ہم مغربی کنارے کے باسیوں کا آنسوؤں سے بڑا اٹوٹ رشتہ ہے۔''وہ زخمی سا مسکرائی تو عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''تمہاری عمر کیا ہے؟''

''کیوں۔؟تم نے میرا شناختی کارڈ بنوانا ہے؟''

اسکا جواب سن کر عینا کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

''کیا یہیں کھڑی رہوں؟''اس نے اپنے پیروں کی جا. دیکھا۔۔وہ ننگے پ وں م فرش پ کھڑی تھی۔

''یہ کیا؟ جوت کہاں ہے تمہارا؟''عینا. ی طرح ہڑ. ائی۔۔پھر اس نے جھک کر سلویٰ کو اٹھا کرا. رلا کر پلنگ پ بٹھا۔یکو دروازے میں کانچ بکھرا ہوا تھا۔

سلویٰ نے پلنگ پ ہاتھ پھیر کر دیکھا۔وہ. جانے سے او پی منزل کا فرنیچر دیکھنا چاہتی تھی۔۔پھر اس نے بیٹھے بیٹھے ہی اچھل کر دیکھا۔

''کتنا. م ہے یہ؟''سلویٰ خوشی سے چہکی تھی۔۔عینا نے اسکو. سف سے دیکھا۔

''ہاں. ارا کیا جا سکتا ہے۔''وہ بھی آ کر اسکے سامنے بیٹھ گئی۔۔سلویٰ نے آلتی پ لتی ماری۔

''ارے. ارا؟ یہ بہت اچھا ہے۔''

''ہاں۔۔شا۔''عینا سر جھکا گئی۔وہ کیا بتاتی کہ وہ محلوں کو دیکھ کر آئی ہے۔۔وہ مصر کے شاہی خا. ان کی بہو ہے۔۔وہ ش. کر داوی کی بہو اور حسن کر داوی کی بیوی ہے۔۔ عینا کو اس تعارف سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔۔یہ تعارف اسکے لئے اذی. کے سوا کچھ نہ تھا۔

''تمہارا. م کیا ہے؟''سلویٰ نے آنکھیں پٹپٹا ۔اسکی ہیزل آنکھیں اب بھوری ہو چکی تھیں۔

''میرا. م۔عینا۔''عینا نے مسکرا کر اپنا تعارف کروا۔

''بس؟عینا؟''سلویٰ کو یقیناً یہ. م. مکمل لگا تھا۔

''عینا منصور حیات۔''عینا نے پورا تعارف کروا۔

''یہ ہوئی. بات۔!!میں سلویٰ. ت. عبداللہ۔!!''اس نے بھی اپنا تعارف کروا۔وہ دونوں کل سے ں بنی ہوئی تھیں. م. نہیں معلوم تھے۔سنان سلویٰ کو رحمدل پ. کہتا تھا جسکی وجہ سے عینا کو اسکا. م بھی معلوم نہ ہو سکا۔

''اور میں تم سے بھلا اپنا فلافل. ڈبل روٹی کیوں چھپاؤں گی؟''عینا کو. دآ. کہ سلویٰ نے اس پ. ت. زہ. ت. زہ الزام عا. کیا تھا۔

''اوہ۔تو کیا نہیں چھپاؤ گی؟''عینا سلویٰ کی آنکھیں پ. ڑھ چکی تھی۔وہ بے اختیار ہنس دی تھی۔سلویٰ اسکے لئے اس. ت. موسم میں کسی ٹھنڈی پھوار کی ما. ش. ہوئی تھی۔

''نہیں۔۔کبھی نہیں چھپاؤں گی۔''اس نے ہنسی روکتے ہوئے جواب دی۔

''تو پھر۔؟ مجھے کہیں کیوں نہیں آ رہا کچھ؟''سلویٰ نے ادھر ادھر ٹٹولا۔عینا ہنستی جا رہی تھی۔پھر اس نے سلویٰ کا گال پکڑ کر کھینچا۔

''وہ اس لئے کیو میں آج الاقصیٰ کمپاؤ. ڈ میں افطاری کروں گی۔''عینا نے سلویٰ کی آنکھوں میں جلتے دیئے ا. پل میں. ت. دیکھے تھے۔''ارے کیا ہوا۔''

سلویٰ سر جھکا گئی۔اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

''ہوا کیا ہے؟''عینا نے اسکا کندھا پکڑ کر ہلا۔

''میں کبھی الاقصیٰ نہیں دیکھ پ وں گی۔''وہ بھیگی سے آواز میں بولی تو عینا کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

''ارے. ھو۔!!کس نے کہا۔''عینا نے اسکا اپنے پ س کھسکا۔سلویٰ نے امید سے اسکی جا. دیکھا۔

''آج جمعہ ہے۔۔اور جمعہ کے دن ہر خاص و عام کو اجازت ہوتی ہے اقصیٰ جانے کی۔''

''کیا مغربی کنارے والوں کو بھی؟''سلویٰ کی آنکھوں میں ا. رپھر سے چمک امڈ آئی تھی۔۔امید کی۔

''ہاں۔۔ کو۔''عینا نے مسکرا کر کہا تو سلویٰ اپنے ٹ. ں پ ہوئی اور عینا کے گلے میں. نہیں ڈال گئی۔۔عینا کا دل ا. پل کے لئے رک. تھا۔۔اور پھر زور سے دھڑکا تھا۔۔محبت کا لمس اسکے لئے اجنبی ہو چکا تھا۔

''کیا تم جا ہو تم نے مجھے کتنی. ڑی خوشی دی ہے؟''وہ الگ ہوئی۔۔سلویٰ کی آنکھیں خوشی سے نم تھیں۔

''تم وہاں جا کر کیا کر. چاہتی ہو؟''عینا نے اس چھ سالہ بچی کو دیکھا کیو اسکو لگتا تھا بس وہ ا. لا. لی سی معصوم سی بچی ہے۔

''وہاں جا کر؟''سلویٰ نے تھوڑی پہ انگلی جمائی۔عینا اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔''میں وہاں جا کر اللہ جی سے بہت ساری شکایتیں لگاؤں گی۔''سلویٰ نے اپنی ہیزل آنکھیں مٹکا ۔تو عینا ہنس دی۔

''اچھا؟ مثلاً کون کون سی؟''عینا نے سلویٰ کے چہرے پہ آئے اسکے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے محظوظ سے انداز میں پوچھا۔

''میں اللہ جی کو بتاؤں گی کہ ہم لوگوں پر بم گرائے گئے۔۔ہمارے خاندانوں کو مارا گیا۔۔اور میرے بابا کو بھی مار دیا گیا۔۔اور۔۔اور۔''وہ مزید کچھ سوچ رہی تھی۔ جبکہ اسکے ہر ہر لفظ کے ساتھ عینا کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑتا جا رہا تھا۔مسکراہٹ سمٹ چکی تھی۔''اور۔ہاں۔میں بتاؤں گی کہ اللہ جی ہم لوگ اتنے اتنے دن بھوکے پیاسے رہتے تھے۔۔اور ہماری سرحد کے ساتھ مصری اور باقی ملکوں کے لوگ اچھے اچھے کھانے کھایا کرتے تھے۔''

''سس۔سلویٰ۔۔!!''عینا کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

''مصری اس لئے کہا کیونکہ مجھے بس انکا ہی پتہ ہے۔۔امو کہتی تھیں کہ مصر بہت پیارا ہے۔۔انکا چاچو کا خاندان وہاں رہتا تھا۔۔اس لئے وہ ہمیں مصر کے بارے میں بتایا کرتی تھیں۔۔باقی لوگوں کی بھی شکایت لگاؤں گی۔''اس نے عینا کو وضاحت دی کیونکہ اسکو پتہ تھا کہ عینا مصر سے آئی ہے۔۔اس لئے وہ اسکا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔۔اس نے رک کر عینا کے چہرے کی پھیکی پڑتی رنگت دیکھی۔۔سلویٰ کے دل میں عجیب دکھ اور افسوس سا اٹھا۔۔اس نے آگے بڑھ کر عینا کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

''تم فکر نہ کرو۔۔تمہاری شکایت نہیں لگاؤں گی۔''عینا نے چونک کر دیکھا۔سلویٰ نے آنکھ مارتے ہوئے اسکو اس اذیت سے رہائی دی تھی۔عینا کو لگا کہ اسکے دل میں لاتعداد تیر پیوست ہو چکے ہیں۔۔اور سمجھ نہیں آ رہی کہ کس تیر کو پہلے نکالے اور کس زخم کی مرہم پٹی کرے۔۔اسکی آنکھوں میں پانی جم چکا تھا۔۔کچھ دیر پہلے بہتا ہوا دریا اب خشک ہو گیا تھا اور اس خشک دریا کی ریت پہ اب زخمی کیڑے رینگ رہے تھے۔۔اس پہ گھاس اور جھاڑیاں اگ آئی تھیں۔پلکیں بھی پہ وہ خاردار جھاڑیاں پلکوں کو زخمی کر دیتی تھیں۔

''اچھا تم اداس مت ہو۔۔میں اللہ جی سے کہوں گی کہ عینا منصور حیات بہت اچھی ہے۔۔کیونکہ وہ سلویٰ نہیں۔۔عبداللہ کی دوست ہے۔بس؟ اب خوش؟''سلویٰ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ عینا کی اداسی کیسے دور کرے۔اسکو عینا کی حالت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

عینا کسی بھی طرح تھی۔کوئی تسلی،کوئی ہمدردی اسکے لئے کافی نہ تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔میں کسی کی بھی شکایت نہیں لگاؤں گی۔''سلویٰ منہ پھلائے سر جھکا گئی۔''ویسے بھی امو کہتی ہیں کہ اللہ جی سے کسی بھی مسلمان کی شکایت نہیں لگانی چاہیے۔وہ تو رات کو میں اور یوسف ڈر کر اٹھ جایا کرتے تھے۔مجھے غصہ آ جاتا تھا۔اور ہم لوگ بھوکے ہوتے تھے اور امو دیگچی میں پانی ابالتی رہتی تھیں۔جس میں گھاس اور پتھر ہوتے تھے۔اور ہم سے کہتی تھیں کہ کھانا بس پکنے والا ہے۔تب بھی مجھے بہت غصہ آتا تھا۔۔پھر پتہ ہے؟ میں نا۔چھپ چھپ کر اللہ جی سے شکایت کیا کرتی تھی۔۔پر۔۔اب نہیں کروں گی۔''اس نے اداسی سے عینا کو دیکھا۔

''کیا تم اب بھی ناراض ہو؟ کیا تم اب اپنے فلافل مجھ سے چھپا لو گی؟''سلویٰ نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ پوچھا تو عینا سوچوں کی گہری کھائی سے نکلی تھی۔۔اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی جو وہ جانے کب سے روکے بیٹھی تھی۔

''نن۔نہیں تو۔میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی۔''عینا نے سلویٰ کے دونوں ہاتھوں کو باری باری چوما۔''بس تم ہم سے ناراض نہ ہونا۔ورنہ ہم مر مر دہو جا گے۔''عینا کے دل پہ اتنا بوجھ تھا کہ وہ چاہ کر بھی اس بھاری بوجھ کو اپنے دل سے دور نہیں کر پا رہی تھی۔۔اس نے خود کو بہت تسلی دی تھی کہ وہ مجاہدین میں سے ہے۔۔وہ لوگ تو خوراک پہنچاتے ہیں۔۔وہ لوگ تو ان لوگوں کے لئے متحرک رہتے ہیں۔۔ پھر بھی کیا یہ کافی تھا؟ کیا چند لوگوں کا یہ وہ لاکھوں غزہ کے بسیوں کے لئے کافی تھا؟ یقیناً نہیں۔ہرگز نہیں۔قطعی نہیں۔!!

عینا نے سلویٰ کو اپنے ساتھ لگایا۔

''یہاں اچھی ہوا آتی ہے۔۔کیا میں یہاں سو جاؤں تھوڑی دیر؟''سلویٰ نے اپنی ہیزل آنکھیں مٹکا ۔وہ نہیں جانتی تھی وہ چھوٹی سی تتلی اس بڑی لڑکی کو کس قدر

اذ۔ ۔ میں مبتلا کر چکی ہے۔

''ہاں۔۔کیوں نہیں۔۔سو جاؤ۔'' عینا نے اسکو اجازت دی تو سلوی وہیں اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''میں اموسے . ملوں گی؟ میں نہیں جا - تم جا ہو۔۔میرے پ س بہت سارے پیسے ہیں۔۔کسی کو بتا مت۔'' ساتھ ساتھ اس نے عینا کو وارن کیا۔عینا کے خشک کھردرے . دو رہ مسکراہٹ میں ڈھلے۔''میں وہ پیسے اموکو بھیجنا چاہتی ہوں۔'' اس نے رازداری سے کہا تو عینا نے اسکے . لوں میں ا ں -

سلوئی اسکو جہاں کی چھوٹی چھوٹی . تیں سناتی ہوئی . نیند کی آغوش میں چلی گئی اسکو احساس ہی نہ ہوا۔۔ وہ عینا سے یقیناً اسکے نیند چھین چکی تھی۔

''کیا تم نے آ ۔ کو دیکھا ہے؟''

کور ڈور میں چلتی ہوئی میرال سے بھوری آنکھوں والے لڑکے نے در فت کیا تھا۔

''کیا کام ہے اس سے؟''

''وہ کہاں ہے؟'' بھوری آنکھوں والا لڑکا اسکے الٹے سوال پ . مزہ ہوا تھا۔

''ہوگی کہیں چھپ کر لنچ کر رہی ہوگی۔۔بھوک بہت لگتی ہے ں اسکو۔'' میرال . ل جھٹکتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تو قوت نے ۔ سف سے اسکی پشت کو دیکھا اور پھر ان لوگوں کے کلاس روم کی جا . . ٹھ ے۔

دروازہ کھولا تو توقع کے عین مطابق آ ۔ اپنی ڈ پیٹھی ا رول کھا رہی تھی۔ قوت دیکھ کر مسکرا ۔اور چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔وہ اسکے عقب میں کھڑا تھا۔آ ۔ کو اسکی موجودگی کا علم نہ ہو سکا تھا۔

''بھاووووو۔۔''

''آہہہہ۔'' آ ۔ کے ہاتھوں سے وہ رول چھوٹ کر زمین پ ا۔۔وہ اپنے کانوں پ ہاتھ رکھ کر . ی طرح چیخی تھی۔

''آ ۔ ۔آ ۔ ۔اٹس می۔ قوت۔'' وہ ہڑ . ڑا کر اسکے سامنے آ ۔۔آ ۔ . قاعدہ کا پ رہی تھی۔۔

'' قوت اسکے ساتھ آ کر بیٹھا اور افسوس سے اس رول کو دیکھا۔جو کہ اخبار میں پ ہوا تھا۔اس نے جھک کر وہ رول اٹھا ۔

''آئی ایم سوری۔۔یہ۔ اب ہو ۔'' قوت واقعی شرمندہ تھا۔۔آ ۔ اب کچھ رمل ہو چکی تھی۔

''اٹس اوکے۔۔یہ گندہ نہیں ہوا۔'' آ ۔ نے قوت کے ہاتھ سے وہ رول پکڑ چاہا۔

''نو آ ۔ ۔۔یہ زمین پ ا تھا۔۔اور تمہیں پتہ ہے فرش پ کتنے . اثیم ہوتے ہیں۔'' قوت کی آنکھوں میں حیرت اور صدمہ ا تھا۔

''اٹس اوکے۔۔ئی جان کہتی ہیں آ ۔ کی امیو اچھی ہے۔'' اس نے مسکرا کر رول پکڑ چاہا تو قوت نے ہاتھ پیچھے کھینچا۔ قوت اچا ٹ ۔۔آ ۔ نے گھبرا کر اسکو دیکھا۔۔قوت نے ا آ ۔ کو دیکھا اور ا اس پ اٹھا رول کو۔۔اس نے وہ رول سونگھا تو عجیب سی مہک اسکی ک سے ٹکرائی۔

''آ ۔ ۔!! یہ اب ہے۔'' قوت نے اچنبھے سے اس لڑکی کو دیکھا جو کہ ا اب پ اٹھا رول کھا رہی تھی۔

''نہیں۔۔سحری کے وقت بنا تھا ں۔۔اس لئے تھوڑا سی ہے۔۔ اب نہیں ہے۔۔تم دو مجھے بھوک۔'' آ ۔ کے حلق میں درد اٹھا تھا۔

''نہیں۔۔یہ سحری کا ہ نہیں ہے۔۔یہ۔کل رات کا لگ رہا ہے۔تم۔تم۔ پ گل ہو؟ سی کھا کھا رہی ہو؟ پیٹ اب ہو تو؟'' قوت نے سر ٹ ہوئے وہ رول اخبار میں لپیٹا اور وہاں پ ے ٹ لیش کین میں د ۔۔آ ۔ نے بھیگی پلکوں سے اس رول کو دیکھا۔

اسنے تو ابھی دو ہی لقمے لئے تھے۔۔افطاری کے بچے ہوئے کباب اس نے اس . سی پ اٹھے میں لگا کر خود کو جانے کتنا ڑا سمجھ لیا تھا۔اور قوت نے ا منٹ میں اسکا بنا ہوا شاہکار د تھا۔۔وہ ہاتھ جھاڑ ہوا پلٹا تو آ ۔ بھیگی پلکیں لئے راض سی بیٹھی تھی۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' کہتے اس نے آ۔ ۔ کا ہاتھ پکڑا۔

''میں ٹھ راض ہوں۔'' آ۔ ۔ نے ہاتھ چھڑوا کر دونوں ٹ زو ۔ ٹ پ پ ٹ۔

''اچھا راضی مت ہو ٹ ۔۔بس آ جاؤ۔'' اس نے مسکراہٹ د ۔ئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو کھینچا۔ آ۔ ۔ ٹ چاہتے ہوئے اسکے ساتھ چل دی تھی۔

وہ اسکو لئے اپنے کلاس روم میں آ ۔کلاس روم خالی تھا۔۔آ۔ ۔ نے ٹ دن گھما کر ساری کلاس میں دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔

''آ جاؤ۔!!'' ۔قوت اسکو اپنی ڈ پ لے ۔اسکو بٹھا ۔اور اپنے بیگ کو ٹٹولنے لگا۔ کچھ ہی د ۔ بعد اس نے ا ۔ ٹفن ٹ کس نکالا۔ اسکو کھولا اور آ۔ ۔ کے سامنے کیا۔۔آ۔ ۔ نے اچنبھے سے دیکھا۔۔اس میں ا ۔ سینڈوچ تھا۔

''کیا یہ میرے لئے ہے؟'' آ۔ ۔ کی آنکھیں چمکی تھیں۔ کچھ د ۔ پہلے کی ٹھ راضگی ختم ہو چکی تھی۔۔خالی پیٹ لڑائیاں نہیں لڑی جاتیں۔

''ہاں۔'' ۔قوت نے مسکرا کر وہ ٹ کس اسکے سامنے رکھا۔

''تم نہیں کھاؤ گے؟'' اس نے ا ۔ سینڈوچ اٹھا ۔اور ا ۔ لقمہ لیا۔ ''یہ بہت لذ ۔ ہے۔''

''ہاں۔۔آ نے بنا ۔ ہے۔'' ۔قوت مسکرا کر اسکی خوشی دیکھ رہا تھا۔

''صفا آ نے؟''

''ہاں۔''

''وہ کتنی اچھی ہیں ٹھ ں۔'' آ۔ ۔ نے ا ۔ ٹ ا سا لقمہ لیا تو ۔قوت نے بیگ سے پ نی کی بوتل نکال کر اسکو تھمائی۔ ''تھینکس ۔'' آ۔ ۔ نے بھرے منہ کے ساتھ اسکو تھینکس بولا ۔اور اس سے پہلے کہ لقمہ اسکے حلق میں اٹکتا اس نے پ نی کا گھو ٹ بھرا۔

''مرجان نہیں آ رہا؟'' آ۔ ۔ پوچھے بنا ء نہ رہ سکی۔

''وہ شا ۔ پلے اوٹ میں ہوگا۔''

''کیا تمہیں بھوک نہیں ہے؟'' آ۔ ۔ نے دوسرا سینڈوچ اٹھاتے ہوئے ا ۔ ر پھر سے پوچھا۔

''اٹس اوکے۔۔میں بھوک ٹ د ٹ ۔ کر ۔ ت ہوں۔۔میرے لئے یہ آسان ہے۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔

'' مجھ سے ٹ د ٹ ۔ نہیں ہوتی۔'' آ۔ ۔ نے بے چارگی سے ا ۔ لقمہ ۔ ت ہوئے کہا تھا۔

''اٹس اوکے۔۔ ٹ مختلف ہوتے ہیں۔۔۔ کہتے ہیں بھوک ٹ د ٹ ۔ کرنی چاہیے کیو وہ جن لوگوں کو جا ہیں۔۔وہ تین تین پہر بھوکے پیاسے رہ ۔ ت ہیں۔'' ۔قوت نے افسردگی سے کہا تو آ۔ ۔ کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''ایسے کیسے؟ اور وہ لوگ کیوں بھوکے رہتے ہیں؟'' اس نے ا ۔ اور لقمہ کھا ۔ تھا۔

''کیو ان لوگوں پ ٹ ٹ مسلط کی ہوئی ہے۔۔اس لئے شا ۔ ان ٹ خوراک نہیں پہنچ پ تی۔'' ۔قوت نے کچھ ۔ دکرتے ہوئے بتا ۔ تھا۔

''ایسا ہے کیا؟'' آ۔ ۔ نے ٹ ی ٹ ی آنکھیں مٹکا ۔

''ہمم۔۔۔ ایسا ہی کہتے ہیں۔''

''تو وہاں تو میرے جیسے بچے بھی ہوتے ہوں گے۔۔جن سے ا ۔ وقت کی بھوک بھی ٹ د ٹ ۔ نہیں ہوتی پھر وہ کیا کرتے ہوں گے؟'' آ۔ ۔ نے سوال پوچھ کر آ ٹ ی لقمہ بھی کھا لیا۔۔اب وہ پ نی پی رہی تھی۔

''پتہ نہیں۔۔شا ۔ ۔۔مر جاتے ہوں گے۔'' ۔قوت نے کھوئے کھوئے ا ٹ از میں کہتے ٹفن بند کیا تھا۔

آ۔ ۔ اپنی جگہ سا ۔ ہوئی۔

''شفا۔!!''

''جی میری چندا۔۔!!''صفا جو کہ اپنے کمرے میں ا۔ چھوٹی سی . شیلف ۔ ٹ کر رہی تھی دینا کی آواز پ پلٹی۔

''شفا۔!!''دینا نے اسکو پ س بلا۔صفا مسکراتی ہوئی سارے کام چھوڑ کر اسکے پ س آ کر بیٹھی۔

''کیا ہوا میری ٹ ۔کو کچھ چاہیے؟''صفا نے اسکو اپنی گود میں بٹھا۔۔دینا نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا۔

''کیا چاہیے؟''صفا نے اسکا گال چوما۔

''اممم۔''دینا نے اپنے ہو ں پ ہاتھ رکھا۔

''دینا کو بھوک لگی ہے؟''صفا نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

''یس۔یس۔''دینا نے پھر سے سر ہلا۔صفا کھلکھلائی اور اسکو اٹھا کر بیڈ سے نیچے ا۔ را۔۔دینا کو جوتے پہنائے اور اپنا دوپٹہ سنبھالتی اسکا ہاتھ پکڑتی وہ. ہر نکلی۔

کوری ڈور میں دیکھا تو زہرہ اسی جا. چلی آ رہی تھی۔

''کہیں جا رہی ہیں؟''اس نے مسکراہٹ سجائے صفا سے پوچھا۔

''ہاں۔۔میں اور دینا چوری چوری کچن میں جا رہے ہیں۔''اس نے َ دن موڑ کر دینا کو دیکھا جو کہ خوشی سے جھوم اٹھی۔زہرہ کے چہرے کی رنگت. ل۔

''میں۔۔دینا کے ساتھ کھیلنا چاہتی تھی۔''

''ہاں۔۔تم چلو کمرے میں ہم لوگ بس ابھی واپس آتے ہیں دینا کا فیورٹ میل بنا کر۔''صفا نے دینا کا ہاتھ ہلا۔۔

''نہیں۔۔وہ۔۔میرا مطلب تھا کہ آپ چلی جا اور بنا کر لے آ ۔۔میں اور دینا کمرے میں انتظار کریں گے۔''

صفا نے ا۔ دینا کو دیکھا۔''کیا دینا یہاں رکنا چاہے گی؟''

''نو۔''دینا نے جلدی سے میں سر ہلا۔۔صفا نے بے چارگی سے زہرہ کی جا. دیکھا۔۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''سوری زہرہ۔۔تمہیں انتظار کر. ہوگا۔''وہ ہنستی ہوئی آگے ٹ. ھ گئی۔۔پیچھے زہرہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

اسی دوران زہرہ کے موبائل پ فون آ۔زہرہ نے اچنبھے سے سکرین کو دیکھا۔۔

''السلام علیکم۔!!''

''صفا کہاں ہے؟''بھاری گمبھیر آواز گو ۔

''وہ۔۔تو۔''زہرہ نے دیکھا۔وہ لوگ سیڑھیوں کے پ س تھیں۔

''اسکو آواز دو۔''حکم آ۔ تھا۔زہرہ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

''ص۔صفا میڈم۔!!''

صفا جو کہ پہلی سیڑھی پ قدم ر . ہی لگی تھی اچا. سے پلٹی تھی۔

''ہاں۔!!''

''سر کی کال ہے۔''اس نے ضبط کرتے ہوئے موبائل کی جا. اشارہ کیا۔صفا پ حیرت کا پہاڑ ٹو ٹ۔ خوشی کی ا۔ لہر پوری روح میں دوڑ گئی تھی۔

''کیا واقعی۔؟ا. اہیم کی کال ہے؟''

''شفا۔!!۔۔۔''دینا کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

صفا بناء کچھ سوچے پلٹ آئی۔اس نے موبائل پکڑ کر کان سے لگا۔۔

''السلام علیکم۔!!''اس نے چہک کر کہا تھا۔

ادھر اپنے فارم ہاؤس کے لاونج کے صوفے پہ بیٹھے شخص نے سکون سے ٹیک لگا دی تھی۔

''کہاں تھی؟ سے کالز کر رہا ہوں۔''

''ابھی ابھی تو کمرے سے آئی ہوں۔''

''ہاں۔۔تو ابھی ابھی کر رہا تھا۔ں۔''

''میں اور دینا کچن میں جا رہے تھے۔''صفانے دن جھکا کر دینا کو دیکھا جو کہ اپنے .پ کی آواز ' کے لئے بے ت ب تھی۔

''زہرہ کو بھیج دو۔۔تم دونوں روم میں جاؤ۔''

''ہاں؟ کیوں کیا ہوا؟''صفانے ٹھٹک کر زہرہ کو دیکھا۔

''کیوں۔؟ مجھے اپنی بیوی اور بیٹی سے .ت کرنے کے لئے کسی ''کیوں'' کا جواب دینا لازمی ہے؟''اس نے ہمیشہ کی طرح الٹا جواب دیا تھا۔۔ اس الٹے جواب نے بھی صفا کے گال سرخ کر دیئے تھے۔

'' دینا کو بھوک لگی ہے۔''صفانے بے چارگی سے دینا کو دیکھا۔

''تو۔؟ زہرہ بنا دے گی۔۔آج ۔ وہی بناتی آئی ہے۔''

'' ۔۔اب صفا بناتی ہے۔''صفانے کر دن ٹ ائی۔۔ا. اہیم نے تکان سے دن ا۔ جا. ائی۔

''ٹھیک ہے جاؤ۔۔پھر نہ کہنا کہ میرا فون نہیں اٹھا۔''

''ارے ارے۔۔اب آپ ' راض بھی ہونے لگے۔''اس نے مسکراہٹ د۔ئے فون کان سے ہٹا۔ اور زہرہ کو جانے کا اشارہ کیا کہ وہ دینا کے لئے کھا' بنا لائے۔۔ زہرہ کے جبڑے تن گئے۔

سکرین پ اب صفا کو کمرے کی جا. جبکہ زہرہ کو آگے ٹ ھتے ہوئے دیکھا جا سکتا تھا۔۔ا. اہیم نے مٹھّیاں بھینچ لیں۔۔زہرہ سیڑھیاں ا تے کی بجائے وہاں سے اپنے کمرے کی جا. گئی۔۔وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں ا۔ پ ا' تولیہ تھا۔۔اس نے ٹھہر کر ادھر ادھر دیکھا۔اور پھر جھک کر سیڑھی صاف کی۔

اور پھر یوں ہی بچا کے سیڑھیاں صاف کرتی ہوئی نیچے چلی گئی۔ا. اہیم کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

''تم اس حد جاؤ گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔اپنے ا م کے لئے تیار رہنا زہرہ۔''

اس نے سکرین سے نگاہ ہٹائی تو اسکے موبائل پ اب ویڈ یو کال آ رہی تھی۔ا۔ پل لگا تھا اسکی آنکھوں کی سرخی مندمل ہونے کو۔ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کرتا ہوا وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''۔۔۔!!''دینا نے ہاتھ ہلا۔۔

''یس۔۔کی جان۔!مائی پ ۔!''ا. اہیم کے چہرے کی ساری تکان دور ہو چکی تھی۔سکرین پ ا۔ اور چہرہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ا. اہیم نے ا۔ پل کے لئے دیکھا۔اور اگلے ہی پل دو. رہ دینا کی جا. متوجہ ہوا۔

''دینا۔!!لگتا ہے کوئی ہم سے ' راض تھا۔''صفانے دن اٹھا کر اور آنکھیں سکیڑ کر سکرین کو دیکھا۔

''اینگری؟''دینا نے کنفرم کر' چاہا۔

''ہاں۔۔۔آپ سے ' راض ہیں۔''

''۔۔۔!!''دینا روہا ہوئی۔

''نو نو۔۔میں اپنی پ سے ' راض ہو سکتا ہوں بھلا؟''

''یس۔۔شفا۔نو۔۔۔نو۔اینگری۔''اس نے مڑکر صفا کو رم کر۔ بھی لازمی سمجھا۔۔ا۔ اہیم ہنس دیے۔

''ہونہہ۔مجھ سے تو ہو جاتے ہیں۔۔اتنی جلدی۔''صفا نے ہنکارہ بھرا۔

''ہاں۔تو۔۔ا یہ ہی۔ رمیں مان لے بندہ۔ت۔''

''ہم دونوں کام سے ہی جارہی تھیں۔''صفا نے احتجاج کیا۔

''اور مجھے تم لوگوں سے۔ت کرنی تھی۔''وہ اسی کے ا۔ ازمیں پٹ کر بولا تو صفا خاموش ہوگئی۔

اب ان دونوں کی نوک جھو۔ اور دینا کے لقمے دیتے چلنے تھے۔

افطاری کے بعد وہ۔ لوگ لاؤنج میں جمع تھے۔آج مرجان۔ جانے کون کون سی داستا سنا رہا تھا صفا کو۔جبکہ یقوت سفیان صا۔ کے ساتھ بیٹھا کوئی سیر۔ دیکھ رہا تھا۔منال دینا اور مرجان کی چھٹی چھوٹی۔ تیں سن رہی تھیں۔

''بی بی۔!!۔ ہر مہمان آئے ہیں۔''زلیخا۔ ردا خل ہوئی۔

''کون آیہے؟''منال نے چو۔ کر پوچھا تو۔ ہی متوجہ ہوئے۔

''ہم آئے ہیں۔''اس سے پہلے کہ زلیخا کچھ بولتی زریب اور۔ یجہ بیگم ا۔ ردا خل ہوئے۔صفا کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔وہ اٹھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی جا کر۔ یجہ بیگم سے لپٹ گئی تھی۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟''انھوں نے اسکو ساتھ لگائے ہی پوچھا تھا۔جبکہ صفا ان سے لپٹ کر رو دی تھی۔ لوگ اسکو دیکھ رہے تھے کہ اسکو کیا ہوا۔ یجہ بھی ہڑ۔ڑا۔

''صفا۔! کیا ہوا ہے؟''انھوں نے ہلکان سی ہوتی صفا کو الگ کر کے سامنے کیا۔وہ خود پیشان ہوگئیں تھیں۔سفیان گورسی سے سوالیہ ا۔ ازمیں منال بیگم کو دیکھا۔ زریب ان سے ملنے کے بعد اب بچوں سے مل رہا تھا۔یقوت اور مرجان اسکے ساتھ بیٹھ گئے تھے مرجان کی نگاہ تو اپنی پیٹی لیڈی پ ٹکی ہوئی تھی جو کہ رو رہی تھی۔کیوں؟ یہ کوئی نہیں جا تھا۔

''بتاؤ کیا ہوا ہے؟ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے صفا۔'' یجہ نے اسکو جھنجھوڑا۔وہ۔ک پونچھ رہی تھی۔

''السلام علیکم۔!!''منال آ کر۔ یجہ سے ملیں۔وہ الجھی سی ہو تھیں وہ بس صفا کو دیکھ رہی تھیں۔

''ارے پیشان کیوں ہوتی ہیں۔۔اپنے شوہر کو یدکرتی رہتی ہے ہر وقت۔''منال نے صفا کے سر پا یپ۔ لگائی تو۔ یجہ کی اٹکی سانس بحال ہوئی۔

''ڈرا کر رکھ دیتھا۔۔پگل لڑکی۔''صفا یا۔ رپھر ان سے لپٹ گئی۔اب کی۔ روہ شرمندگی کے مارے چھپ رہی تھی۔

''زریب ماموں۔!! یہ مٹھائی کس کے لئے ہے؟''مرجان جو کہ۔ سے اس مٹھائی کے ڈبے کو دیکھ رہا تھا۔لآ۔ بول ہی پڑا۔ نے اچنبھے سے دیکھا۔

''۔ئے داوے۔۔آئی ڈونٹ لائ سویٹس۔۔ویسے ہی پوچھا۔''اس نے فوراً دوسروں کی نگاہوں کو سمجھتے وضا ۔ دی تو یا۔ جا۔ ارقہقہہ لاؤنج میں بلند ہوا تھا۔

مرجان نے۔ راض سی نگاہ۔ پ ڈالی۔۔ یجہ کے ساتھ بیٹھی صفا نے محبت پ ش نگاہ مرجان پ ڈالی۔

''میری شادی ہو رہی ہے۔۔اس خوشی میں۔''زریب نے مرجان کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''واہ۔رئیلی؟ ۔؟''وہ واقعی پ جوش ہوا تھا۔

''عید کے تیسرے دن۔۔۔۔دوسرا دن ہوسکتا ہے۔۔یہ تو چا۔ پ ڈیپنڈ کرتا ہے۔۔ اس مہینے کی۔ ۔ریخ ہوگی۔'' زریب نے بتا یتو۔ نے مبارک۔د دی۔

''آپ . لوگوں کو آ. ہے۔'' یجہ نے مسکرا کر کہا تو ا پل کے لئے گورسی ہاؤس کے لاؤنج میں سناٹ چھا َ تھا۔صفا نے بھی سر جھکا لیا۔

''ہم کوشش کریں گے۔'' منال نے ت کا راستہ نکالا تھا۔۔ یجہ نے سر ہلا د ۔

''صفا کو میں ا ہفتہ پہلے لے جاؤں؟ سعد یہ ا کیلی ہے۔۔اسکی مدد کر دے گی یہ۔'' انھوں نے اجازت طلب نگاہوں سے منال کو دیکھا۔

''مجھے کیا پتہ۔۔یہ اپنے شوہر کی اجازت سے جہاں مرضی جائے۔'' منال نے سارا ملبہ صفا پ ڈال د ۔

''میں . ت کر لوں گی ان سے۔'' صفا نے ' می سے کہا تھا۔

مرجان کا تو حلق خشک ہوا۔

'' مجھے اتنے دن آف نہیں ملے گا سکول سے۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ . لوگوں نے حیرت سے اسکی جا ' . دیکھا۔

''ہاں؟ تم لوگ تو شادی والے دن جاؤ گے ں؟'' سفیان گورسی نے مرجان کو ِ دلا ۔

''نہیں تو۔۔اَ پ یٹی لیڈی پہلے جا گی تو ہم بھی ساتھ ہی جا گے۔''

''ارے۔۔یہ کہاں لکھا ہوا ہے؟ اور ویسے بھی تم لوگوں کو اتنی چھٹیاں کوئی نہیں دے گا۔'' منال خود میدان میں آئی تھیں۔

'' عام طور پ ایسا ہی ہو ہے۔۔ . ' نو کے گھر شادی ہوتی ہے۔۔تو ماما کے ساتھ بچے بھی جاتے ہیں۔'' مرجان نے کندھے اچکا د ۔

. لوگ ہنس دیئے صفا کی د وہیں ٹھہر گئی تھی۔۔مرجان نے آج اسکو ماما کہا تھا۔۔اسکے لئے یہ . ت ' قابل یقین تھی۔۔وہ ہمیشہ اسکو پ یٹی لیڈی کہتا آ ِ تھا۔۔ اور صفا کو لگا تھا کہ پ یٹی لیڈی کی جگہ کوئی اور ہے۔۔کسی دو ی کی۔۔کسی پ کی۔۔ ماں کی؟ یہ جگہ مرجان شا ِ کسی کو نہ دے سکے۔۔ آج مرجان کے منہ سے یہ لفظ سن کر صفا سا ی رہ گئی تھی۔

''ہاں۔۔ پ ھائی کا کیا؟'' منال نے پھر سے سوال دہرا ۔ قوت اس دوران پ سکون تھا۔جو بھی فیصلہ ہو اسکو قبول تھا۔ ' نو کے گھر اسکو مزہ آ ِ تھا۔اَ وہ شادی سے پہلے جاتے تو یقیناً وہاں انجوائے کرتے۔ پ اَ پ ھائی کی وجہ سے کمپرومائز کر ' پ ی . بھی اسکو اعتراض نہ تھا۔

''میں . . سے پوچھ لوں گا۔۔'' مرجان نے آ ' کار . ت ختم کی تھی۔اسکو نہ تو شادی سے غرض تھی اور نہ ہی پ ھائی سے۔۔اسکو بس اپنی پ یٹی لیڈی سے غرض تھی۔۔ اَ اسکو اجازت نہ ملتی تو وہ یقیناً ا. اہیم کو صفا کو نہ بھیجنے پ آمادہ کر ی ۔

صفا نے اسکی چال سمجھتے ہوئے بے چارگی سے اسکی جا ' . دیکھا تھا۔وہ کندھے اچکا َ ۔

''یہ میرے ساتھ ہے۔'' عینا نے اپنے کاغذات دکھاتے ہوئے سلویٰ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔آئی ڈی ایف کے اہلکاروں نے ا نگاہ سلویٰ پ ڈالی۔سلویٰ نے منہ پ ا تو وہ اسکو دیکھ کر رہ گئے۔عینا نے سلویٰ کے منہ پ ہاتھ رکھا۔

''او کے۔'' ان لوگوں نے اجازت دے دی تھی۔سلویٰ نے غیر یقینی سے عینا کو دیکھا تھا۔عینا نے مسکرا کر سلویٰ کو دیکھا۔اور اسکا ہاتھ پکڑے آ گے ' ھ گئی۔سوق کی وہ تنگ گلی قدم قدم مسجد اقصیٰ کے قر . لے جا رہی تھی۔مغرب کی اذان میں ابھی وقت تھا۔

سلویٰ کا دل زور و شور سے دھڑک رہا تھا۔وہ چھوٹی سی بچی اپنے ' . ت کو سمجھنے اور بیان کرنے سے قاصر دکھائی دیتی تھی۔وہ بس چلتی جا رہی تھی۔عینا نے اسکا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔سلویٰ نے ا سرخ فراک پہنی ہوئی تھی۔جس کا پ جامہ سفید تھا۔سر پ سرخ اور سبز رنگوں والا ا تین کونوں والا اسکارف تھا جس نے اسکے ننھے سے چہرے کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

''میں تھکا ی نہیں لگاؤں گی۔'' وہ لوگ اس وقت داخلی دروازے پ تھے۔ . سلویٰ نے َ دن اٹھا کر اپنے ساتھ کھڑی عینا کو دیکھا۔عینا کی آنکھیں جو کہ سوکھے در ی کی ما تھیں۔۔اب پھر سے ت ہونے لگی تھیں۔۔اس نے جھک کر سلویٰ کے دونوں گال چومے۔

''تم جو چاہے کہہ سکتی ہو اللہ جی سے۔'' وہ اسکا گال صاف کرتی پیچھے ہٹی۔اور سلویٰ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔اور وہ لوگ داخلی سیڑھیاں پ ھ گئیں تھیں۔

کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی سلویٰ نے ہاتھ چھڑوا یا تھا۔اور دیوانوں کی طرح اپنے قدموں پہ گھومی تھی۔

''یا اللہ۔!! کتنی پیاری ہے اقصیٰ۔!!'' اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔عینا مسکرادی۔ بے شک اس بچی کے پس بیان کرنے کو بہت بڑے بڑے جملے نہیں تھے اسکی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ کس قدر خوش ہے۔اسکی آنکھوں کا رنگ اب سبز تھا۔

کمپاؤنڈ کے احاطے میں وہ چھوٹی سی بچی جانے کیا محسوس کر رہی تھی جو کسی مورنی کی طرح رقص کر رہی تھی۔اسکو نہیں پتہ تھا کہ وہ جگہ کیا معنی رکھتی ہے۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ وہ جگہ قدر پرکشش ہے۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ دھرتی پہ موجود زمین کا یہ ٹکڑا اپنے اندر صدیوں کی داستانیں سموئے ہوئے ہے۔وہ نہیں جانتی تھی دھرتی کا یہ ٹکڑا انبیاء کرام کا مسکن رہا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی آج کتنی اہم تھی وہ جگہ تین مذاہب کے لئے، تین اقوام کے لئے، کہ وہاں صدیوں سے جنگیں ہوتی آئی تھیں۔کبھی صلیبی اسکی خاطر خون بہاتے آئے تھے تو کبھی مسلمانوں نے اس پہ کیزہ اور مقدس مقام پہ اپنا جھنڈا لہرایا۔تو کبھی اسکی کنجیاں آل یہود کے پاس چلی جاتی تھیں۔

وہ بس اتنا جانتی تھی کہ یہاں وہ اسے ملنے آئی ہے۔وہ بس یہ جانتی تھی یہاں شاید اسکو زیادہ قریب سے دیکھ لے گا۔وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید وہ اکو یہاں پہ لے گی۔!!

عینا مسکرا کر اسکی خوشی دیکھ رہی تھی۔عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔اب آسمان پر روشنی بکھر رہی تھی۔آہستہ آہستہ آج کا سورج اپنے سفر کے اختتام پہ تھا۔

اور آج سلویٰ۔۔عبداللہ کا سفر بھی اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔وہ آج الاقصیٰ پہنچ گئی تھی۔اس نے آل یہود کے سورماؤں کو زیر پاؤں آتے ہوئے اقصیٰ میں قدم رکھا تھا۔

وہ اسکے منہ پہ تمانچہ مار آئی تھی۔

وہ ننھی سلویٰ آج خوش تھی۔بہت خوش۔

''چلیں؟'' عینا نے اس جھومتی ہوئی بچی کا ہاتھ پکڑا۔

''میں یہاں سب کے لئے دعا کر سکتی ہوں ناں؟'' سلویٰ نے عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں۔تم سب۔۔امو۔اور اپنے بھائی یوسف کے لئے بھی دعا کر سکتی ہو۔'' عینا نے اسکا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے چل دی۔

''اور تم کس کے لئے دعا کرو گی؟'' سلوی نے گردن موڑ کر عینا کا رخ دیکھا۔

عینا کے قدم سست ہوئے۔چہرے پہ ایک رنگ سا آکر گزرا۔

''کسی کے لئے نہیں۔'' اسکا لہجہ سرد تھا۔

''کیا تم کسی سے پیار نہیں کرتی؟'' سلویٰ نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

عینا کی آنکھوں کے کنارے نم تھے۔ اسکی زبان پہ کوئی شکوہ نہ تھا۔وہ اپنے مقدر پہ راضی تھی۔

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس نے گردن جھٹکی۔

''پڑتا ہے ناں۔۔دیکھو۔میں امو سے پیار کرتی ہوں۔وہ مجھ سے پیار کرتی ہیں۔میں جب اداس ہوتی ہوں۔رات کو ڈر جاتی ہوں تو امو کو یاد کرتی ہوں۔تم کس کو یاد کرتی ہو۔؟''

''ہاں؟'' عینا چونکی۔

''یعنی۔اداسی میں۔خوف میں۔بیماری میں۔اور۔بھوک میں؟'' سلویٰ نے کچھ سوچ سوچ کر وہ تمام واقعات گنوائے جب جب اسکو للہ کی یاد آئی تھی۔

عینا کے حلق میں اٹھتی ٹیسوں میں اضافہ ہوا تھا۔

''میں کسی کو یاد نہیں کرتی۔'' وہ سر جھکا دی۔ وہ لوگ اب روش پہ چلتے جا رہے تھے۔اردگرد بہت سے لوگ تھے۔

''اچھا؟ پھر کیا تم سنان کی طرح اللہ کو یاد کر لیتی ہو؟ تم جانتی ہو؟ اسکا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں۔۔وہ کہتا ہے کہ وہ اداسی میں۔۔خوف میں۔۔بیماری اور بھوک میں

بس اللہ کو یاد کرتا ہے۔'' سلویٰ اٹھکیلیاں بھرتی ہوئی اسکے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

عینا نے لعب نگلا۔

وہ نہ تو سلویٰ کی طرح تھی جس کے پاس رشتوں کی بھرمار تھی۔ اور نہ ہی سنان کی طرح بے آسرا تھی۔ پھر وہ کون تھی؟

''کیا تم نے وہ انسان دیکھا ہے جو سمندر میں کھڑا اور پیاسا ہو؟''

مہینوں پہلے کہے گئے اسکی سہیلی کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تو وہ آزردگی سے مسکرا دی تھی۔ اس دن عینا نے صفا کا مذاق اڑایا تھا کہ سمندر میں کھڑی رہو گی تو پیاسی ہی مرو گی۔۔ اس لئے اگر خود کو سیراب کرنا چاہتی ہو تو دریا کے پاس جاؤ۔

آج اسکو سمجھ آیا تھا کہ سمندر یا دریا کا انتخاب ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔۔ کچھ انتخاب ہماری قسمت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔۔ پھر انسان چاہے تو اس انتخاب کو سزا سمجھ کر اس میں غرق ہو جائے یا پھر اسکو آزمائش سمجھ کر اس میں سے راستہ تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ پر توکل بھی کرے۔

وہ پیاسا انسان صفا نہیں۔۔ وہ عینا تھی۔!! آج اسکو سمجھ آ گئی تھی۔!!

کچھ ہی دیر میں مغرب کی اذان ہوئی تو سب نے روزہ افطار کیا تھا۔۔ افطار میں سب کے لئے کھجوریں۔ لسی۔ اور ایک میٹھی چٹنی تھی جو کہ موٹھ پھلی سے بنائی جاتی ہے۔۔ اس کے علاوہ ایک سموسے جیسی چیز تھی جس کو سلویٰ نے شوق سے کھایا تھا۔۔ افطار کے بعد ان لوگوں نے وہیں نماز ادا کی تھی۔

آج وہاں اقصیٰ کے احاطے میں دو جائے نماز بچھے ہوئے تھے۔۔ ایک پہ عینا بیٹھی تھی اور ایک پہ ننھی سلویٰ۔

عینا نے نماز کے بعد تسبیح کرنی شروع کر دی جبکہ سلویٰ نے دعا کے لئے اپنے ننھے ننھے سے ہاتھ اٹھائے۔ اسکے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اپنے اللہ سے بہت زیادہ قریب ہو کر ہم کلام ہو رہی ہے۔۔ بچے معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔۔ اور اگر وہ اس طرح ہاتھ پھیلا تو کون جانے ان پہ کتنا لاڈ آتا ہو گا۔۔ عینا کا دل موڑ کر اسکو دیکھے گئی تھی۔

وہ اب باقاعدہ اشاروں سے اللہ کو اپنی نیتیں سمجھا رہی تھی۔۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ اور لب ہل رہے تھے آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

عینا بڑی محظوظ ہوئی۔ اگلے ہی لمحے اسکے تاثرات بدلتے دیکھے تو عینا ٹھٹکی۔ اب سلویٰ کے چہرے پہ گلوزاری اور غصہ امڈ آیا تھا۔

تو کیا وہ شکایت کر رہی تھی؟ عینا کا دل ایک پل کے لئے بند ہوا تھا۔ اسکو لگا شاید اس کھلی فضا میں بھی آکسیجن کی کمی واقع ہو چکی ہے۔ سینے میں گھٹن کا احساس ہوا تھا۔

''سس۔ سلویٰ۔!!'' عینا نے اسکو پکارنا چاہا۔ آواز سرگوشی سے زیادہ نکل ہی نہ سکی تھی۔

وہ کہنا چاہتی تھی کہ سلویٰ ہم پہ رحم کرو۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہماری شکایت مت لگانا۔ ہماری پکڑ بہت سخت ہونے والی ہے۔ اپنے ان ننھے ہاتھوں سے ہمارے لئے عذاب مت مانگنا۔۔ عینا کے لب کپکپا رہے تھے۔۔ بے بسی سی بے بسی۔

''سلویٰ۔!!'' عینا کی بس ہوئی تھی۔ اس نے سلویٰ کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

''ہاں؟'' سلویٰ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور اسکی جانب دیکھا۔

''چلیں؟'' اسکا چہرہ اترا ہوا تھا۔

''بس۔۔ تھوڑی سی دعا اور مانگنی ہے۔''

عینا نے تھوک نگلا۔ اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ سلویٰ نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اور پھر اسکی جانب جھکی۔

''فکر نہ کرو۔۔ شکایت نہیں لگا رہی تھی۔۔ میں تو بس اپنے لئے بہت سارے پیسے مانگ رہی تھی۔۔ اور ایک عورت نے میرے ایسے اغوا روتے ہڑپ کئے ہوئے ہیں۔۔ اسی کی شکایت لگائی ہے بس۔'' آمین میں سلویٰ نے اعتراف کر لیا تھا۔

عینا نے نم آنکھوں سے اسکو دیکھا۔۔ اور پھر ایک لمحہ ضائع کئے بنا اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔

دن ۔ رتے جا رہے تھے۔ ۔ ورو زتو بس وقت کے ۔ رنے کا پتہ دیتے ہیں۔ ورنہ ہم ۔ اپنے اپنے وقت میں وہیں موجود ہوتے ہیں جہاں ہم نے خود کو چھوڑا ہوا ہوتا ہے۔۔ وقت کے سفر میں بس دن رات اپنا لباس ۔ لتے ہیں۔ ورنہ ہم تو وہیں اٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

۔ ۔ تا ہم خود نہ چاہیں ہم وقت کے اس بھنور سے نہیں نکل تا۔ وقت کے بھنور سے ۔ ۔ آسان نہیں ہے۔ اس بھنور میں پھنسے ا ن کا پل پل دم ٹ تا ہے۔۔ ہر آتے پل میں موت قر ۔ سے قر ۔ ہوتی محسوس ہوتی ہے۔۔ ا ن کو لگتا ہے کہ وہ صدیوں کی مسافت طے کر چکا ہے ۔ ۔ وہ پلٹ کر دیکھتا ہے تو ۔ کچھ وہیں ہوتا ہے۔

ہمارے خسارے وہیں ہوتے ہیں۔

لا حاصل کا چکر وہیں ہوتا ہے۔

حاصل کی ۔ قدری کا تسلسل وہیں ہوتا ہے۔!!

ہمارے ۔ ن پ وقت کی دھند چھا جاتی ہے جو اس ۔ ن سے اسکی ظاہری خوبصورت اور کشش کو چھین کر لے جاتی ہے ہماری روح۔ روح تو وہیں رہتی ہے۔ روح نہ تو بوڑھی ہوتی ہے اور نہ ہی روح فنا ہوتی ہے۔

تسلسل جسم کا ٹوٹتا ہے۔۔ روح کا نہیں۔

جسم فنا ہو جا تا ہے جبکہ روح منتقل ہو جاتی ہے۔

ا یک جہان سے دوسرے جہان میں۔

سائنس کا بھی یہی اصول ہے کہ ا ۔ جی نہ تو ۔ تا ہے اور نہ ہی ختم ہوتی ہے۔۔ یہ تو بس منتقل ہوتی ہے ا یک شکل سے دوسری شکل میں۔

روح کا تصور سائنس کی ۔ ت سے بھی پہلے موجود تھا۔

کیو ں دین مکمل ہے۔۔ جبکہ سائنس ابھی اپنی منازل طے کر رہی ہے۔۔ سائنس کا موازنہ دین سے نہیں کیا جا سکتا۔۔ دین اٹل ہے۔ دین مکمل ہے۔ جبکہ سائنس ا یک علم ہے۔ جو کہ مسلسل در یافت اور تجسس کا ۔ م ہے۔ اس لئے اس کی حد مقرر نہیں ہے۔۔ جہاں تا دین پہنچ چکا ہے وہاں تا سائنس ابھی پہنچ ہی نہیں پا ئی ہے۔

دین نے جو راز بتا دیئے ہیں سائنس تو ا ۔ ۔ کر رہی ہے۔۔ ابھی سائنس نے خود تو کچھ ا دکیا ہی نہیں۔۔ یہ تو بس در یافت کر رہی ہے۔ اسکو جو پہلے سے موجود ہے۔ یہ تو بس ا ۔ ۔ کر رہی ہے جو پہلے ہی اٹل ہے۔!!

''مرجان۔!!''

وہ اپنے کمرے کی جا ۔ جا رہا تھا۔ ۔ اسکو اپنے عقب سے آواز آئی۔

رات کا وقت تھا۔۔ وہ اپنے ۔ ٹ سوٹ میں ہی تھا۔۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو زہرہ کھڑی تھی۔۔ مرجان سست قدم اٹھا تا اسکے پ س آ ۔۔

''کیا کر رہے تھے؟'' وہ زمین پ بیٹھی اور مرجان کو کندھوں سے تھاما۔

''سونے جا رہا ہوں۔'' اس نے مختصر جواب د یا تھا۔

''ہمم۔۔ تم یہاں خوش ہو گے ۔ ں۔۔ تمہیں تمہارا خا ۔ ان مل ۔ ۔'' زہرہ اداس سی دکھائی دیتی تھی۔

''ہاں۔۔ اور میں اب پ یٹی لیڈی پ یقین کروں گا۔۔ ۔ میں ب ڑا ہو جاؤں گا تو وہ مجھے خود ۔ بتا دیں گی۔۔ اس لئے میں ا ۔ رے میں کچھ نہیں سنوں گا۔'' اس نے انگلی کھڑی کر کے پہلے ہی وارن کر د یا تھا۔

''سمجھ گئی۔'' زہرہ نے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کئے۔

''تو پھر؟تم کیوں کہہ رہی ہوایسا؟ کیاتمہیں بھی تمہارا خا ان یاد آ ہے؟''

''ہاں۔''زہرہ نے سرہلایا۔

''ہمم۔۔تو تم واپس کیوں نہیں چلی جاتی۔''

''اب میں نہیں جا چاہتی۔۔میں نے یہاں . کواپنا خا ان بنالیا ہے۔''وہ پھیکا سامسکرائی۔

''یہ تو اچھی . ت ہے۔''مرجان کندھے اچکا ۔

''ہاں۔۔اب تو ہم . ا خا ان ہیں۔۔ ۔''

'' ؟''مرجان نے ا. واٹھائے۔

'' دیکھو ں۔۔دو دن میں عید ہے۔۔اور ابھی کسی نے مجھ سے شاپنگ کا نہیں پوچھا۔''

''ارے۔!!زہرہ۔''مرجان نے ماتھا پیٹ۔

''کیا ہوا؟''زہرہ نے معصوم سی صورت بنائی۔

''وہ کیا ہے ں۔۔کہ اس . رہم . نے آن لائن ہی . کچھ آرڈر کیا ہے ہمارے جوڑے کل پہنچ جا گے۔۔تم فکر نہ کرو۔۔ پ یٹی لیڈی نے تمہارے لئے بھی بہت کچھ منگوا ہے۔''مرجان نے آ د ئی تو زہرہ مسکرادی۔

'' کیا ہم مارکیٹ نہیں جا گے؟''

''مارکیٹ؟''مرجان سوچ میں پ ۔

''ہاں ں۔۔دیکھو۔۔عید میں دو دن رہتے ہیں۔۔کتنی رونق ہوگی ں مارکیٹ میں۔۔اور میں نے سنا ہے لاہور میں تو بہت زیادہ رونق ہوتی ہے۔۔کیا ہم . یہ چیزیں انجوائے نہیں کریں گے؟''

''ہاں۔۔تم ٹھیک کہتی ہو۔۔ زہرہ۔۔ پ یٹی لیڈی کہہ رہی تھیں کہ ہم لوگ یہ عید سادگی سے منا گے۔۔نئے کپڑے جوتے پہننا ۔ ہے۔۔وہ پوری کی جائے گی۔۔ یوں . زاروں میں جا ۔''وہ اداس سا ہوا تھا۔

''اچھا۔؟ہاں۔۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔شای ۔''

''ہاں۔۔اور . . نے ا ۔نو کے گھر بھی نہیں جانے دی۔۔اب ہم لوگ عید کے دوسرے دن ہی جا گے۔''

''کیا . . نے روکا تھا؟''زہرہ نے خوشی سے پوچھا۔

''ای سیکرٹ بتاؤں؟''مرجان نے سرگوشی کی تو زہرہ قری . ہوئی۔''میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جا کیو مجھے چھٹیاں نہیں مل رہی تھیں۔میں نے . . کے ساتھ مل کر گیم ئی ہے۔''

''اوہو۔۔تم نے پ یٹی لیڈی کو ہرٹ کر دی؟''وہ مصنوعی افسوس کے ساتھ بولی تھی۔

''نونو۔۔ . میں نے ا اپنی اور . . کی گیم بتائی تو وہ زرا بھی ۔ راض نہیں ہو بلکہ وہ کہتی ہیں کہ وہ میرے بناء جا کر کیا کریں گی۔''مرجان دن ڈ ای۔۔زہرہ ٹھنڈی سانس بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

یعنی اسکی کوشش رائیگاں گئی تھی۔

''سفیر۔!!''

''جی بھائی۔!!''ا. اہیم لاؤنج میں داخل ہوا تو سفیر وہیں تھا۔

''عینا کے ساتھ رابطہ ہوا؟'' وہ آ کر صوفے پ بیٹھا۔

''جی بھائی۔! وہ مغربی کنارے پہنچ گئی ہے۔۔وہ اور ضرار دونوں اس. رامدادی ٹ کوں کے معا ت دیکھیں گے۔''

''ہمم۔۔ٹھیک ہے۔''

''بھائی۔! شا یکل عید ہو جائے۔'' سفیر نے اسکو مو ئل پ جھکا ہوا دیکھا تو جھکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''ہاں۔۔تو؟''

''آپ۔۔گھر . جا گے؟''

ا. اہیم نے فون سے نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔

''مجاہدین کو سیلات پہنچا دی تھیں؟'' وہ بناء سفیر کے سوال کا جواب دیئے اگلا سوال پوچھ رہا تھا۔

''جی بھائی۔۔اب وہ رضا کار ہیں۔۔اور وہ لوگ اپنا کام کر رہے ہیں۔'' سفیر نے تکان سے کہا تھا۔جبکہ ا. اہیم کے ت ٹ ات بگڑے تھے۔۔کاش وہ وقت کو کہیں قید کر یت۔

''ٹھیک ہے۔۔میں ا رہوں۔۔کچھ د آرام کروں گا۔۔کوئی مسئلہ ہو تو بتا دینا۔'' وہ فون. . . میں ر ت سیڑھیاں پ ڑھ ۔۔اوپ سے عیشا آتی دکھائی دی۔

''سلام سر۔'' اس نے ُ رتے ہوئے سلام کیا۔ا. اہیم ڑ ۔

''رکو۔'' ا. اہیم مڑا۔

''جی سر؟'' عیشا اس سے دو زینے نیچے تھی۔

''سفیر کیسا لگتا ہے؟''

کچن میں پ نی پ ت سفیر کو. ی طرح اچھو لگا تھا۔

''. لکل زہر۔'' عیشا کے جواب پ سفیر کا منہ کھل ۔۔پ نی اسکے منہ سے بہ ۔۔وہ صدے میں پہنچ چکا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔تو پھر تیاری کر لو۔۔تم ممبئی جا رہی ہو۔'' کہتے ا. اہیم پلٹا۔

''کک۔کیا۔ ۔کیوں؟'' عیشا تقریباً ئی تھی۔ا. اہیم وہیں رکا۔ پلٹا نہیں۔

''میں نہیں چاہتا کہ تم ا ز ہریلے ا ن کے ساتھ رہ کر کسی مرض میں مبتلا ہو جاؤ۔''

''نن۔نہیں سر۔! وہ تو۔اچھا ہے۔بہت اچھا۔یعنی۔وہ پسند ہے کافی مجھے۔نہیں۔میرا مطلب ہے کہ میں اسکو پسند کرتی ہوں۔اور۔نہیں۔بلکہ۔'' عیشا کے الفاظ اور دماغ میں کوئی کنکیشن قائم نہیں ہو پ رہا تھا۔ا. اہیم نے لبوں کو. ہم د. کر مسکراہٹ ضبط کی۔

''تیار رہنا۔۔ا آج چا رات ہوئی تو نکاح کروا دوں گا تم دونوں کا۔'' وہ سادہ ت ین الفاظ میں کہتا سیڑھیاں پ ڑھ ۔۔عیشا وہیں. ف کا مجسمہ بن چکی تھی.....جبکہ کچن میں کھڑا سفیر کو یوں تھا کہ ہاتھ لگاؤ تو ر یہ ہو جائے۔۔غیر یقینی سی غیر یقینی۔!!

غزہ کی ا بستی میں جہاں ا امدادی کیمپ لگا ہوا تھا۔وہاں ا ٹ آ کر رکا۔صبح فجر کا وقت ہونے والا تھا۔

''راشن لے لو۔'' کسی نے صدا لگائی تو لوگ خیموں سے شکر کی صدا بلند کرتے نکل آئے۔صبح عید تھی۔اور عید کی صبح ا رزق کی ث رت مل رہی تھی۔یقیناً یہ ا م تھا۔

''لیلیٰ اور یوسف کا خیمہ کون سا ہے؟'' عینا نے وہاں کسی آدمی سے پوچھا تھا۔

''لیلیٰ؟'' وہ آدمی ٹ ۔

''ہاں۔لیلیٰ۔جس کی ایک بیٹی تھی سلویٰ اور ایک بیٹا یوسف۔جس کے شوہر کا نام عبداللہ تھا۔''عینا نے تعارف کروایا۔

''اوہ اچھا۔اچھا۔لیلیٰ۔!!اللہ مغفرت نصیب کرے۔''وہ آدمی بولا تو عینا کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی۔

''کک۔کیا مطلب؟''اس نے بند ہوتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''بیٹی غائب ہوگئی تھی اسکی پچھلے دنوں۔۔ایسا روگ لگا خود کو کہ دہی چھوڑ گئی بے چاری۔۔اللہ یقیناً اسکو مغفرت میں اسکے خاندان سے ملوا دے گا۔''وہ آدمی سر جھٹک کر رہا تھا۔

عینا کی آنکھیں پتھرا گئیں تھیں۔۔کیا کیا دیکھنا باقی تھا۔اسکا ہاتھ بے اختیار اپنے کندھے پر جھولتے چھوٹے سے بیگ پر گیا جس میں سلویٰ کے بھیجے گئے پیسے تھے۔

''اور۔یوسف؟''عینا کو کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

''وہ۔۔''اس آدمی نے ادھر ادھر دیکھا۔''وہ رہا یوسف۔''اس نے دور اشارہ کیا تو عینا نے پلٹ کر دیکھا۔جہاں باقی سارے بچے ٹک کے اجتماع تھے راشن لینے کے لئے وہیں ایک بچہ دور ایک پتھر پہ بیٹھا تھا۔اس جانب اسکی پیٹھ تھی۔

''یوسف؟''عینا نے دھکتے حلق کے ساتھ پوچھا چاہی۔۔اس آدمی نے اثبات میں سر ہلایا۔اور وہ خود بھی راشن لینے گیا۔

عینا کو اپنا ایک ایک قدم منوں کے حساب سے وزنی محسوس ہو رہا تھا۔

وہ بمشکل اپنے قدم اٹھاتی ہوئی اس بچے تک پہنچی تھی۔۔ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا تھا۔جس نے عینا کا عبایا بھی لہرا دیا تھا۔۔وہ کچھ فاصلے پہ کھڑی سکو دیکھے گئی۔۔وہ دونوں زانوں کے گرد پیٹ چہرہ ٹانوں پہ ٹکائے بیٹھا ایک ہی سمت میں دیکھ رہا تھا۔

وہ چلتی ہوئی اسکے پاس آئی اور اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔یوسف نے کچھ محسوس تک نہ کیا۔

''یوسف۔!!''عینا کے پکارنے پہ اس نے ذرا سا گردن موڑ کر دیکھی۔

''تم سلویٰ کے بھائی اور لیلیٰ کے بیٹے ہو یوسف؟''عینا نے کنفرم کرنا چاہا تھا۔

''میں صرف لیلیٰ کا بیٹا ہوں۔''اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔عینا کا دل کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا۔

''سلویٰ تمہاری بہن تھی ناں؟''

''وہ مر چکی ہے۔''

''نہیں یوسف۔!!وہ زندہ ہے۔''عینا نے آنسو روکتے ہوئے اسکو بتایا کہ شاید وہ خوش ہو جائے۔

''زندہ ہے تو مر جائے۔۔اماں اسکی وجہ سے مری ہے۔''وہ اتنا سا بچہ ایسے بات کرے گا۔عینا کے کان سائیں سائیں کر گئے تھے۔کیا واقعی مغربی کنارہ بچپن نگل جاتا ہے؟

آج عینا کو احساس ہوا تھا کہ سلویٰ اپنی عمر سے بڑی باتیں کیوں کرتی ہے؟

''آؤ۔!!کھانا کھا لو۔''عینا نے اسکا بازو پکڑ کر اسکو کھڑا کیا۔

وہ چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔عینا اسکا ننھا سا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔

''عید مبارک۔!!''صبح ہوتے ہی اسکو ایک میسج موصول ہوا تھا۔

ابراہیم نے بلوں میں شرکت کرتے ہوئے آرزدگی سے وہ میسج پڑھا تھا۔

''خیر مبارک۔''اس نے مختصر سا پیغام بھیجا تھا۔

''تھوڑی دیر میں بچوں سے بات کر لیجیے گا۔''لہجہ لیا دیا سا تھا۔ابراہیم نے مسکرا کر میسج پڑھا تھا۔

''اور بچوں کی ماں سے؟''وہ میسج ڈیلیٹ کرتا باہر نکلا۔

''ضرورت نہیں۔'' پیغام مختصر تھا۔ مطلع ا. آلود تھا۔

ا. اہیم پیغام پڑھتا ہوا سیڑھیاں اتر کر آیا تو سامنے سفیر صوفے پہ بیٹھا تھا۔

''سلام بھائی۔!!'' سفیر اٹھ کر اس سے بغل گیر ہوا۔

''نئی زندگی کی پہلی سحر مبارک ہو۔'' ا. اہیم نے اسکا کندھا تھپتھپایا تھا۔

''شکریہ بھائی۔'' سفیر نے نم آنکھیں لئے الگ ہو. پھر سے اسکو گلے لگایا۔

''اب ایموشنل ہونے کا ٹائم نہیں ہے۔۔عید کی نماز کا وقت نکل جائے گا۔'' ا. اہیم نے اسکے ارادوں کو بھانپ لیا تھا۔

''بھائی۔!! صحیح سے شکریہ تو ادا کرنے دیں۔''

''چل۔ڈرامے باز۔'' ا. اہیم نے اسکو آگے لگایا۔

مصر سمیت کئی خلیجی ریستوں میں اور یورپی ممالک میں۔۔افریقی ممالک میں اور سارے مغرب میں آج عید تھی۔جبکہ پاکستان اور ہمسایہ ممالک میں عید کل ہونی تھی۔

''سنان۔!! کیا اموکو رقم مل گئی ہوگی؟ کیا انھوں نے عید کے کپڑے لے دیے ہوں گے؟ کیا انھوں نے میٹھا بنایا ہوگا؟ کیا انھوں نے آج اچھا کھانا کھایا ہوگا؟'' سوق میں چلتی ہوئی سلویٰ نے سنان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔اور وہ صبح سے یہی سوال پوچھ رہی تھی۔

''ہاں۔۔اَ تمہاری دوست نے کہا تھا کہ وہ پہنچا دے گی تو یقیناً انھوں نے اچھا کھانا کھایا ہوگا۔۔اچھا لباس پہنا ہوگا۔'' سنان چلتا جا رہا تھا۔

''ہاں۔۔میں آج خوش ہوں۔۔یوسف بھی خوش ہوگا نا؟''

''ہاں کیوں نہیں۔۔۔ اسکو علم ہوا ہوگا کہ سلویٰ نے ان لوگوں کے لئے پیسے بھیجے ہیں تو وہ خوش ہوئے ہوں گے نا۔''

''ہاں۔یہ تو ہے۔۔چلو۔آج ہم لوف شوارمہ کھائیں گے۔'' ا. شوارمہ کی مشہور دکان کے سامنے رک کر سلویٰ نے شوق سے کہا تھا۔سنان نے مسکرا کر سر ہلایا۔

''صفا۔!!''

وہ کچن کی جانب جا رہی تھی۔ منال نے اسکو پکارا۔۔سحری کے بعد سفیان گورسی پھر سے سو گئے تھے۔۔بچے اپنے کمرے میں تھے۔عید کی چھٹیاں ہو گئیں تھیں۔

''جی؟'' صفا وہیں سے پلٹی۔

''بیٹھو۔!!'' منال نے اسکو اپنے پاس بٹھایا۔۔صفا وہیں بیٹھ گئی۔۔ٹی وی آن تھا۔

''کیا ہوا۔؟ دیکھ رہی ہوں کچھ دنوں سے اداس ہو؟''

''نہیں تو۔'' صفا نے آنکھوں میں امڈتی نمی پیچھے دھکیلی۔

''آج شام کو بچوں کے ساتھ بازار چلی جانا۔۔انجوائے کرنا۔'' انھوں نے صفا کے دوپٹے سے ڈھکے سنہری بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔

''جو چاہیے ہوگا۔۔انکل کے ساتھ جا کر لے آنا۔۔میرا دل نہیں جانے کو۔''

''ایسے کیسے دل نہیں؟''

''آپ۔!! آپ جانتی ہیں کہ یہ ہماری پہلی عید ہے سجل کے بناء۔'' صفا نے حلق میں اٹھتا درد ا. ازکیا تھا۔

''جانتی ہوں۔۔ یہ ہماری پہلی عید ہے تمہارے ساتھ۔'' وہ بولیں تو صفا نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا۔

''جو جائے۔۔اسکی وجہ سے جو موجود ہو اسکی قدر ی تو نہیں کی جاتی نا۔''

صفا نے اگود میں چہرہ چھپالیا۔

''اچھا اب رونے مت بیٹھ جا۔۔بہت سارے کام کرنے ہیں۔'' منال نے شاید آج پتھر کی بجائے کوئی چٹان ہی رکھ لی تھی۔۔ماں کا دل سمندر سے گہرا ہوتا تھا۔۔جہاں وہ اپنی اولاد کے راز چھپالیتی ہے۔۔تو پھر وہ اپنی اولاد کا غم بھی چھپا سکتی ہے۔۔انھوں نے آج سجل کے غم کو اس سمندر کی تاریکیوں میں چھپا دیا تھا کہ وہاں سانس لیتی صفا کو اور اذیت خان کو آکسیجن کی کمی محسوس نہ ہو۔

''غزہ کی مسجد میں عید کی نماز کے دوران ہوا دھماکہ۔۔بیس شہری شہید۔۔بیشتر زخمی۔'' ٹی وی پر نیوز بلیٹن ہوئی تو صفا نے چونک کر سر اٹھایا۔

منال بھی ٹی وی سکرین کو دیکھ رہی تھیں۔

''یا اللہ۔۔!!'' صفا جو کہ پہلے ہی ہچکیوں میں رو رہی تھی۔۔اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

منال نے جلدی سے ٹی وی آف کر دیا۔اور صفا کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''شش۔!! بیٹا۔اللہ کی آزمائش ہے۔'' وہ نہیں چاہتی تھیں وہ پینک ہو۔

''آآآ۔!!وہ۔وہ۔لوگ۔اتنے۔ظالم۔ہیں۔'' صفا کو سانس نہیں آ رہی تھی۔

''صفا۔ادھر دیکھو۔!!'' انھوں نے صفا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر سامنے کیا۔

''تمہیں پتہ ہے کہ وہ لوگ فلاح پا گئے ہیں۔۔پیچھے تو ہم رہ گئے۔''

''مم۔آ۔''

''اللہ کہتا ہے کہ لوگ اسکی راہ میں ستائے گئے۔۔جن کو گھروں سے نکال دیا گیا۔۔اور قتل کیا گیا۔۔میں انکے گناہوں کو دور کر دوں گا۔اور بہشتوں میں داخل کروں گا۔جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔اور تم جانتی ہو کہ جو اللہ، جو صلہ اللہ دیتا ہے وہ دنیا سے بہتر ہوتا ہے؟''

صفا اب سانس لیتی ہوئی بات کو سن رہی تھی۔

''اور یہ جو آج ظالم بنتے ہیں۔۔جو شہروں کو تباہ کر کے ان پر قبضہ کرتے ہیں۔۔یہ تو تھوڑی سی مہلت ہے جو اللہ نے دے رکھی ہے۔یہ دنیا فانی ہے صفا۔یہاں کسی نے نہیں رہنا۔۔جو چیز معنی رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جاتے ہوئے اپنی جھولی میں کیا لے کر جا رہے ہیں۔؟ اور بے شک ایسے ظالموں کو ٹھکانہ جہنم ہے جو نہ کبھی ٹھنڈی ہو گی اور نہ ہی کبھی ان پر رحم کھائے گی۔۔جو اچھے چہروں کو جھلسا دے گی اور اچھے چہروں کو مسخ کر دے گی۔۔اس لئے تم غم نہ کرو۔۔اور دیکھو کہ کون کس راستے پر گامزن ہے۔۔کون جنت کی جانب سفر طے کر رہا ہے اور کون دوزخ کی جانب۔۔!!'' انھوں نے کہا تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''چلو۔۔شاباش۔۔جا کر منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔پھر ہم وہ شاپنگ دیکھتے ہیں جو ابھی ابھی موصول ہوئی ہے۔'' صفا سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

منال نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یا اللہ۔!! ہمیں ان کام لوگوں میں شامل نہ کرنا۔'' انھوں نے آسمان کی جانب دیکھا۔

''بی بی۔!'' وہ وہیں تھیں کہ گارڈ آیا۔

''ہاں۔''

''بی بی کوئی مہمان آیا ہے۔''

''کیا صفا کے گھر سے ہے؟''

''نہیں۔۔وہ کہتا ہے کہ مصر سے آیا ہے۔''

''مصر سے؟'' منال نے آنکھیں سکیڑیں۔

''تم گھر چلو۔۔میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' وہ لوگ مسجد سے نکلے تو ابراہیم نے سفیر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''کہاں جا رہے ہیں آپ؟''

''اپنی بیوی سے ملنے۔'' ابراہیم نے زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو سفیر کا دل بجھ گیا۔۔عید کی ساری خوشی جیسے مندمل سی ہوگئی۔

''بھائی۔'' سفیر اسکے سامنے آیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔جاؤ۔۔تمہاری دلہن انتظار کر رہی ہے۔۔اسکو عیدی دو۔۔تب تک میں آتا ہوں۔''

'' بھائی۔''

''اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہاری اور تمہاری دلہن کی پہلی عید ہیٹنگ میں میں کباب میں ہڈی بنوں۔۔تو جاؤ۔'' وہ چھا سا مسکرایا تو سفیر نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا تھا۔۔

''میں آتا ہوں۔'' ابراہیم کہتا ہوا وہاں سے نکلا۔سفیر کچھ دیر اسکو جاتا ہوا دیکھتا رہا۔اور پھر وہاں سے پلٹ گیا۔

قاہرہ جسے مرداروں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔اس کا بڑا سے بڑا قبرستان۔۔جہاں خاص و عام اپنی اپنی اپنی آخری آرام گاہوں میں قیامت کی صبح کا انتظار کر رہے ہیں۔۔اس صبح کا وہ سورج ہوگی تو پھر اپنے اختتام کو نہ پہنچے گی۔ہر ذی روح کا حساب نہ کر لیا جائے۔!!

وسیع و عریض قبرستان کے ہر گاڑی آ کر رکی تھی۔ڈیش بورڈ پر سفید گلابوں کا گلدستہ پڑا تھا۔

وہ گاڑی سے نکلا۔آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھا ہوا تھا۔شاید آج بھی دنیا سے اپنے جذبات اور احساسات چھپانے کا ارادہ رکھتا تھا۔کیا جذبات کی لو بس آنکھوں میں ہی دہکتی ہے؟ پیشانی کی لکیریں،رخساروں کی سرخی اور ہونٹوں کی خشکی۔کیا انکا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا جذبات کے اظہار میں؟ بے شک ہوتا ہے۔اور ابراہیم کا پورا چہرہ اسکے دل کی حالت کا آئینہ بن چکا تھا۔۔جہاں اسکے جذبات کا ایک حقیقی عکس ابھر رہا تھا نہ کہ غیر حقیقی۔۔کیونکہ وہ آئینہ مادی آئینوں سے ذرا الگ تھا وہ ورچوئل نہیں حقیقی عکس دکھاتا تھا۔

آقا و غلام۔۔امیر و غریب۔۔مالکن اور خادمہ۔۔باپ اور بیٹی۔۔ماں اور بیٹی۔۔سبھی تو دفن تھے وہاں۔۔کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہ تھا۔محبت کرنے والے بھی انہی صفوں میں شامل تھے جن میں دھوکہ اور فریب دینے والے تھے۔کہیں کسی کا محبوب دفن تھا تو کہیں کسی کا دشمن۔۔ایک یہی تو ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں۔!!

وہ چلتا ہوا ایک قبر کے پاس پہنچا۔ہاتھوں میں موجود سفید گلابوں کے بوکے پر نمی تھی شاید اسکے ہاتھوں کا تھا جو ان پھولوں پر منتقل ہوا تھا۔نہیں۔نمی تو ایک پھول پر بھی تھی۔وہ ایک قطرہ تھا موتی کی مانند شفاف۔!جیسے صبح صبح پھولوں پر کیڑے شبنم کے قطرے آتے ہیں ویسے ہی ایک قطرہ اتھا۔وہ کہاں سے آیا تھا؟مطلع تو صاف تھا۔تو پھر؟ یہ سات کہاں سے برس رہی تھی۔کہ ایک کے بعد دوسرا۔اور دوسرے کے بعد تیسرا موتی۔

گلاب کے سفید پھولوں پر شفاف موتیوں نے اپنی برسات کر ڈالی تھی۔

آنکھوں پر تو چشمہ تھا۔کیسے معلوم ہوتا کہ وہ برسات کہاں سے ہوئی تھی۔وہ کامیاب ٹھہرا تھا یقیناً اپنے آنسو چھپانے میں کامیاب ٹھہرا تھا۔

اس نے جھک کر وہ گلدستہ قبر کے سرہانے رکھا۔نگاہ بے اختیار قبر کے قطبے پر لکھی تحریر پر پڑی تھی۔

''حوریہ رحمان۔۔زوجہ ابراہیم گورسی۔'' عربی تحریر تھی جس میں تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات درج تھی۔

اس نے اسم پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ماربل پر وہ قطبہ بھی نم ہوا تھا۔

وہ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا تھا۔آج عید کا دن تھا اس لئے وہ ایک جبہ اور کیفیہ میں ملبوس تھا۔وہ اس قبر کے دائیں جانب بیٹھا۔ایک گھٹنہ فولڈ کیا۔اور دونوں ہاتھ قبر پر رکھے۔

''عید مبارک قلبی روحی ۔۔!!''

خاموشی کا ایک طویل وقفہ آیا تھا۔ وہاں کچھ اور بھی لوگ تھے جو اپنے پیاروں سے غالباً عید ملنے آئے تھے۔ دور سے بچوں اور بزرگوں کی مدھم مدھم سی آوازیں آ رہی تھیں۔

''سلامی روحی المضطربہ۔!!'' آواز میں لرزش تھی۔ اس حد تک لرزش تھی کہ آخری لفظ حلق میں ہی کہیں دم توڑ گیا تھا۔ پھر اس نے دوسرا گھٹنہ بھی فولڈ کیا۔ اور دونوں ہاتھوں کی مٹھی سی بنا کر اپنی گود میں رکھی۔

''کوئی شکوہ نہیں کرنے آیا۔۔ کیونکہ میں شاید اسکا حق نہیں رکھتا۔۔!!'' وہ کہتا ہوا رکا۔ اس نے اپنا چشمہ اتارا۔ شربتی آنکھوں میں سورج کی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ آنکھوں کے پپوٹے سرخ تھے اور ہلکے ہلکے سوجھ چکے تھے۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ سختی سے نچلے دانتوں میں دبا کر خود پر ضبط پانے کی ایک بھرپور کوشش کی تھی۔

''مجھے لگا تھا کہ ایک کامیاب رشتے میں صرف محبت سرف ہوتی ہے۔۔ محبت ہی کی اکائی ہوتی ہیں جن پر اس رشتے کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔۔ اور محبت کا ہی گارا ہوتا ہے جس سے ان اینٹوں کو آپس میں جوڑا جاتا ہے۔۔ اور محبت کے ساتھ خلوص کے ستون ہوتے ہیں جن کے سہارے اس رشتے کی عمارت کھڑی رہتی ہے۔۔ اسکے علاوہ سچے اور بے لوث جذبوں کی چھت ہوتی ہے جس کے نیچے ایک مکمل اور خوبصورت خاندان پروان چڑھتا ہے۔ حوریہ۔!!'' اس کی آواز گیلی تھی۔ اب آواز میں لرزش نہیں تھی۔ البتہ بھاری پن ضرور تھا۔

''۔۔ میں غلط تھا۔۔ میں بہت بڑی غلطی پر تھا۔۔ میں اس آشیانے کو بچانے میں کامیاب ٹھہرا کیونکہ کسی بھی رشتے کی بنیاد محبت نہیں، بلکہ بھروسہ اور اعتماد ہوتا ہے۔۔ اگر بھروسے کا کنکریٹ نہ بھرا جائے تو محبت کی اکائی کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔۔ اور وقت کی سختیاں، داشتہ نہ کرتے ہوئے اس عمارت کو لے کر زمین بوس ہو جاتی ہیں۔۔ ہمارا رشتہ بھی کھوکھلا ہو گیا تھا شاید۔۔ نہ میں تمہارا اعتماد پا سکا۔۔ اور نہ تم مجھ پر بھروسہ کر سکی۔!!'' وہ آخری بات کرتے ہوئے زخمی سا مسکرایا تھا۔

''میں اس تباہی میں اپنا حصے دار ہوں۔۔ میں تم پر کوئی الزام عائد کرنے نہیں آیا۔۔ میں تمہیں کسی کٹہرے میں کھڑا کرنے نہیں آیا۔۔ میں تو۔۔ بس۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ پھر سے پھر ہوا۔۔ آس پاس سے آتی آوازیں خاموش ہو گئیں تھیں۔۔ کچھ پلوں کے لئے ہر چیز ٹھہر گئی تھی۔

''میں تو بس۔۔ تم سے ملنے آیا ہوں۔'' کہتے ہوئے اس نے نگاہ اٹھا کر قطبے کو دیکھا اور مسکرا دیا۔

''کیا ہے ناں۔۔ انسان مر جاتے ہیں۔۔ محبتیں نہیں مرتیں۔۔ آج۔'' کہتے ہوئے اس نے ذرا آگے بڑھ کر وہ سفید گلابوں کا گلدستہ اٹھایا۔

''آج میں کسی چیز کو دفن کرنے آیا ہوں۔۔ میں ایک نئی شروعات کرنے آیا ہوں۔۔ اس سے پہلے پرانی اور خستہ حال دنوں کو دفنانے آیا ہوں۔۔ یہ۔ یہ سفید گلاب ایک اختتام ہیں۔۔ اور ایک نئی شروعات کی علامت بھی ہیں۔۔ میں یہ تمہیں دیتا ہوں کیونکہ میرے لئے تم ہمیشہ پاکیزہ اور معصوم عورت رہو گی جس نے مجھ سے محبت کی۔۔ میری اولاد کو پیدا کیا۔۔ اور میں نے بھی تم سے بے لوث محبت کی تھی اس لئے آج کوئی شکوہ نہیں ہے زندگی۔۔ تم میری زندگی کے ان خساروں میں شامل ہو جن کا مداوا شاید کبھی ممکن نہ ہو پائے گا۔۔ میں نے شاید بہت کچھ بگاڑ دیا ہے۔۔ اور اس میں بہت سارے لوگوں کا نقصان ہوا۔ تمہارا، میرے بچوں کا، صفا کا۔۔ اور شاید میرا بھی۔۔ خیر۔ میں اپنا نقصان تمہیں معاف کرتا ہوں۔۔ لیکن اب مجھ میں یہ سارے بوجھ اٹھانے کی مزید ہمت نہیں ہے۔'' اس نے کہتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کی۔ اور پھول رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میری ذات پر کچھ قرض ہیں۔۔ جن کو چکانا ضروری ہے ورنہ روز محشر تم تو شاید۔۔ میں ہو گی میں دوسری جانب پہنچ جاؤں گا۔ اس لئے مجھے بہت کچھ درست کرنا ہے۔۔ مجھے اس لڑکی کی محبت کا بھی قرض ادا کرنا ہے جو اس نے انگاروں پر کھڑے ہو کر بھی سینچی ہے۔'' اس نے اپنا چشمہ اٹھا کر آنکھوں پر لگایا۔

''تم جانتی ہو؟ مصر نے سیلابات بند کر دی ہیں۔۔ اپنی سرحدوں کو مضبوط کر دیا ہے۔۔ یقیناً ملکی سلامتی کسی بھی قوم کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ تم یہی کہا کرتی تھی ناں۔۔ آج یہی ہو رہا ہے۔۔ میں سرحد کے پروالوں کا دکھ محسوس کر سکتا ہوں۔۔ انکا دکھ میرے لئے کسی بھاری پتھر کی طرح آن کھڑا ہے۔۔ جس کو ہٹاتے ہٹاتے میرے ہاتھ زخمی ہو چکے ہیں اور میرا دل اس بوجھ سے کچلا جا چکا ہے۔۔ تم شاید نہ سمجھ سکو۔۔ ملکی سلامتی کو ترجیح دینے والے اس کو نہیں سمجھ سکتے۔۔ اسی لئے میں نے تمہیں اور رحمان کرداوی کو دھوکہ دیا تھا۔'' وہ ہلکا سا سر جھکا کر زخمی سا مسکرایا۔

''امید ہے تم مجھے روز محشر اپنا مجرم نہیں بناؤ گی۔۔اور میرا گریبان نہیں پکڑو گی۔''

ایک آخری رقیبے پر نگاہ ڈالتا۔۔وہ الوداع کہے بناء وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا پلٹ گیا تھا۔۔شاید الواع کہنا ابیم گورسی کو کبھی آیا ہی نہیں تھا۔

لاؤنج کا دروازہ کھلا تو سامنے کھڑی لڑکی پر نگاہ پڑتے ہی اس لڑکے کی آنکھیں ایک ہی سمت میں ٹھہر گئیں تھیں۔وہ تو اپنی جگہ مجسمہ بن چکا تھا۔۔

وہ لڑکی ایک سرخ رنگ کے گاؤن ڈریس میں ملبوس تھی۔جس پر روایتی مصری کام ہوا ہوا تھا۔سر پر ایک سکارف سا تھا۔جس سے اسکے بال ڈھکے ہوئے تھے۔۔ ہاتھوں میں سونے کی دو انگوٹھیاں اور دونوں کلائیوں میں ایک ایک سونے کا کنگن تھا۔

سفیر کو یوں بت بنے دیکھا تو وہ ''اماں'' اماں چلتی ہوئی پاس آئی۔

''عید مبارک۔!!''اس نے قریب ہو کر سرگوشی انداز میں کہا۔مقابل تو برف میں لگ چکا تھا۔۔اس لڑکی کو ہمیشہ مغربی طرز یا ماڈرن طرز کے لباس میں دیکھا تھا۔۔آج یوں اس طرح روایتی لباس میں دیکھ کر وہ پلکیں بھی نہ جھپک سکا تھا۔

عیشا نے ذرا سی ایڑھیاں اٹھا اور سامنے کھڑے لڑکے کے دونوں گال باری باری چومے۔جن سے اس لڑکے کا چہرہ حد درجہ سرخ ہوا تھا۔وہ شرارت بھری مسکان لے کر نیچے ہوئی۔۔سفیر کی آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔اس نے سفیر کا ہاتھ پکڑا اور اسکی پشت پر بھی بوسہ دیا۔

پھر اس نے اپنی ہتھیلی پھیلا دی۔۔اور شریر نگاہوں سے سفیر کی جانب دیکھا۔

''کک۔کیا؟''وہ کسی ٹرانس کے تحت بولا۔

''میری عیدی۔!!''

اتنا کہنا تھا کہ سفیر نے اس پر سے نگاہ ہٹائے بناء ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اپنا والٹ نکال کر اسکی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

عیشا کی آنکھوں میں چمک اتری۔۔اس نے والٹ کھولا۔۔اس میں سے سارے پیسے اور کریڈٹ کارڈ نکالا۔۔اور تقریباً خالی والٹ سفیر کے ہاتھ پر رکھا۔

''شکریہ۔!!میرے بے وقوف شوہر۔''وہ اسکے پاؤں پر پاؤں مارتی ہوئی پلٹی۔تو سفیر کراہ کر رہ گیا۔سارا ٹرانس ٹوٹ چکا تھا۔وہ ایک پل میں آسمان سے زمین پر لا کر پٹخ دیا گیا تھا۔اس نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جو کہ اسکو اپنے سحر میں جکڑ کر پل بھر میں کنگال کر کے اب سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی جا رہی تھی۔

''عیشا۔!!''وہ چیخا۔

عیشا نے آخری زینے پر رک کر اسکی جانب دیکھا۔

''بائے۔''وہ اس پر افسوس کرتی ہوئی اوپر بھاگ گئی۔

''آج تاریخ میں پہلی بار۔۔کوئی بیوی عید کے دن اپنے شوہر کے ہاتھوں ضائع ہوگی۔۔دیکھنا تم۔''وہ کہتا ہوا اسکے پیچھے سیڑھیاں پھلانگتا گیا تھا۔

منال خود اٹھ کر گیٹ تک پہنچی تھیں۔گارڈ نے گیٹ کھولا تو سامنے ایک دراز قد لڑکا کھڑا تھا۔۔سیاہ ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس۔۔ایک کوٹ تھا جو اس نے بازو پر ڈالا ہوا تھا۔آنکھوں پر سن گلاسز لگائے۔۔وہ کسی سے پریشان دکھائی دیتا تھا۔ماتھے پر ان گنت شکنیں موجود تھیں۔

''جی۔!!کس سے ملنا ہے آپکو؟''منال نے اسکو سر تا پیر دیکھا تھا۔۔اس لڑکے نے اپنے گلاسز اتارے اور فولڈ کر کے جیب والی جگہ میں رکھے۔

''السلام علیکم۔۔!!''بھاری دلکش مردانہ آواز گونجی تھی۔

''وعلیکم السلام۔!!''

''منال آفندی کا گھر یہی ہے؟''اس نے سامنے کھڑی عورت پر اپنی سیاہ آنکھیں گاڑیں۔

''ہہ۔ہاں۔یہی ہے۔''وہ ہڑبڑا گئی۔

''مجھے ان سے ملنا تھا۔۔ بلکہ کچھ دینا تھا۔'' کہتے ہوئے اس نے اپنی پینٹ کی ۔۔ ٹٹولی۔

منال ۔ ٹ سی اسکو دیکھے گئیں۔۔اس نے اپنی ۔۔ سے ا۔ چابی نکالی اور ا جا ۔ ٹھائی۔

''یہ۔ یہ کیا ہے؟''

''یہ ا۔ گھر کی چابیاں ہیں۔۔اور۔ پیپرز گاڑی میں ہیں۔۔میں لے کر آ۔ ہوں۔'' وہ بے پ واہ سے ا۔ از میں بولا تھا۔

''گھر کی چابیاں؟ کیسا گھر؟ کس کا گھر؟'' وہ ۔ ی طرح الجھی تھیں۔

''شہرین آفندی نے ا۔ گھر بنوا۔ تھا منال آفندی کی بیٹی سجل گورسی کے لئے۔۔وہی دینے آ۔ ہوں۔'' وہ مصروف سے ا۔ از میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔۔ لہجے میں کوئی احساس نہ تھا۔کوئی ۔ بہ کوئی ۔ ش کچھ بھی نہ تھا۔۔یوں معلوم ہو۔ تھا وہ شخص اپنی کوئی ڈیوٹی نبھانے آ۔ ہو۔

جبکہ سامنے کھڑی عورت ا۔ ۔ رلڑ کھڑائی تھی۔۔گارڈ آگے ۔ ٹھا انھوں نے اسکو ہاتھ کے اشارے سے روک دی۔

''کک۔کیا؟ شہہ۔شہرین۔شہرین نے بھیجا ہے؟ وہ۔وہ ز۔ ہ ہے؟'' ا آنکھوں سے نمکین پ ی کی آ ۔ ش ر بہنے لگی تھی۔

سامنے کھڑے لڑکے نے ا۔ پل کے لئے اس عورت کو دیکھا۔اور پھر آنکھیں ذرا سکیڑیں۔۔وہ آنکھیں سکڑ کر میز۔ تیکھی ہو چکی تھیں۔

''یہ چابی انھوں نے بھیجی ہے۔۔ ۔۔اگلے سوال کا جواب نہ میں ہے۔'' اس نے سامنے کھڑی عورت کے چہرے پ نگاہیں جمائے ہی کہا تھا۔

سائیڈ ٹیبل پ پڑے موبائل کی ر۔ ہوئی تو ڈریسنگ میں کھڑی لڑکی کے وارڈ روب ۔ ٹ کرتے ہاتھ ا۔ پل کو رکے تھے۔اس نے ٹھٹک کر دیکھا۔واقعی کسی کی کال آ رہی تھی۔

دل میں ارتعاش پیدا ہوا۔وال کلاک پ نگاہ ڈالی۔دس بج رہے تھے۔۔

''ہونہہ۔۔ د آ گئی ہماری۔'' وہ سر جھٹک کر دو ۔ رہ کام میں مصروف ہو گئی۔

موبائل خاموش ہو۔ ۔

''اب کرتے رہیں کال۔۔نہیں اٹھانے والی میں بھی۔'' اس نے کپڑے ۔ ٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔نگاہ بے اختیار ا۔ کاٹن کے سفید سوٹ پ گئی تھی۔۔جس پ سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔اس نے ہینگر سے وہ کرتا نکالا۔بے اختیار اسکو چہرے کے قر۔ ۔ کیا۔اور اسکی خوشبو سونگھی تھی۔ ۔ سی خوشبو۔ہمیشہ کی کی طرح وہ مہک صفا قریشی کی سا ں میں سمائی تو وہ ا۔ پل کو گہری سانس بھرتی آنکھیں مو گئی۔وہ مہک اسکی سا ں میں شامل ہو چکی تھی۔

اس نے اپنا چہرہ کرتے سے چھپا لیا تھا۔۔پھر اس نے وہ کرتا سامنے کیا۔۔موبائل پ مسلسل کالز آ رہی تھیں۔

''میں ۔ راض ہوں۔'' آنکھیں نم ہو ۔

''آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔'' حلق میں درد اٹھا۔

موبائل خاموش ہو۔ ۔

''نہیں کرنی ۔ ت۔'' اس نے سرخ ہوتی ۔ ک پونچھی اور ۔ راضگی سے سر جھٹکا۔

ا۔ پل۔دو پل۔چند ثانیے۔اور منٹ ۔ رگئے۔موبائل جو کہ مسلسل بج رہا تھا اب ا۔ طویل خاموشی چھا گئی تھی۔

اس نے کان لگا کر سنا۔۔کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔

اس نے ٹھٹک کر کرتا واپس رکھا۔اور کمرے میں واپس آئی۔۔ا۔ ۔ ۔ میں جا کر موبائل اٹھایا۔

دل ۔ ی طرح لرز رہا تھا۔۔تو کیا وہ خفا ہو۔ ؟

موبائل ان لاک کیا۔۔اس سے پہلے کہ وہ ری ڈائل کرتی ا۔ میسج نے اسکے چہرے پ قوس وقزح کے ر۔ بکھیر دیئے تھے۔

''میری چھوٹی سی بیوی۔ ۔ ۔ راض ہوتی ہے تو اسکی ۔ ک سرخ ہو جاتی ہے۔۔ ۔ لکل ایسے لگتا ہے جیسے شہد کی مکھی نے ڈ ۔ مارا ہو۔ یقین مانو۔ پہلے سے زیادہ کیوٹ لگتی ہو۔۔ دل کرتا ہے تم پہ شہد کی مکھیوں کا پورا چھتہ ہی پلٹ دوں۔۔ کیا خیال ہے؟'' آخری جملہ پڑھ کر مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اور ۔ ک مزید سرخ ہوئی تھی۔ آنکھیں سکڑ گئیں تھیں۔

''ہاں۔۔ اب آنکھیں بھی سکیڑ لو۔۔ یقین مانو کسی چینی ۔ شندے کی طرح لگتی ہو۔''

اگلے پیغام نے تو اسکا خون کھولا دیا تھا۔

''آپکو اللہ پوچھے۔'' یہ میسج ٹائپ کر تو صفا نے کیا تھا سینڈ کے آپشن پہ کلک کرنے سے پہلے ہی ۔ لکل یہی میسج اسکو رسیو ہوا تھا۔ صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''یہی کہنا تھا ۔ ں؟''

صفا نے دانت کچکچائے اور فوراً کال کی تھی۔

کال اٹھاتے ہی مقابل کا قہقہہ گونجا تھا۔۔ سکرین پہ ابھرتا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔

''ارے۔!! اتنا غصہ؟'' وہ اب رک کر اسکے تاثرات دیکھنے لگا تھا۔

''آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔'' اس نے رخ پھیر لیا۔

''اچھا؟ کون سا وعدہ؟ ۔ کیا تھا؟'' وہ سر کھجاتے ہوئے اسکو مزید تپاتا دلاتا رہا تھا۔

''آپ نے کہا تھا عید پہ آ جا گے۔'' اس نے اپنی آواز میں چھپی نمی کو چھپا لیا تھا۔

''اچھا؟ کیا میں نے کہا تھا۔؟ ۔ کہا تھا؟ ۔ نہیں آ رہا۔'' اس نے ماتھے کھجایا۔

اب اسکا ضبط جواب دے گیا تھا۔ اس نے تڑپ کر اس سفاک انسان کو دیکھا تھا۔ وہ خاموشی سے کچھ دیر اسکو دیکھتا رہی۔ وہ ہنس رہا تھا۔ وہ محظوظ ہو رہا تھا۔ اس لڑکی کے دل کا کیا۔ جو کہ پٹ جتنا تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ٹوٹ جایا کرتا تھا۔

''مجھے یاد ہے۔۔ پچھلے دس سالوں میں کوئی عید آپ نے پاکستان میں نہیں کی تھی۔'' وہ بولی تو ابیہم کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔۔ صفا نے جہاں چوٹ کرنی تھی وہ کر چکی تھی۔

اب مقابل کی باری تھی۔ داد تحسین کرنے کی۔!! وہ کچھ دیر اسکے تاثرات دیکھتا رہا۔ اور پھر پھیکا سا مسکرا دیا۔

''اب یہاں میرا کچھ نہیں بچا۔'' وہ خالی سی آواز میں بولا تو صفا کا دل پھر سے ٹوٹا۔۔ وہ اس شخص کو کبھی کوئی چوٹ نہیں کر سکتی تھی۔۔ وہ روایتی بیوی تھوڑی تھی۔ وہ تو صفا تھی۔ صفا۔ ابیہم۔!

''آئی ایم۔ سوری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''تمہیں اجازت ہے۔'' وہ مسکرا دیا۔ صفا نے سر اوپر اٹھایا۔

''جہاں چاہے۔ جیسے چاہے۔۔۔ ۔ چاہے وار کر سکتی ہو۔۔ میرا دل حاضر ہے۔'' وہ رک رک کر بولا تو صفا بیڈ کنارے بیٹھ گئی۔

''نہیں ابیہم۔!! ہرگز نہیں۔۔ میں آپ پہ کبھی کوئی وار نہیں کر سکتی۔'' اس نے ایک ہچکی لی۔

''اچھا۔ اچھا۔۔ اب رو مت۔ پلیز۔'' وہ فوراً سیدھا ہوا۔

''کیا آپ نے معاف کر دیا؟'' صفا نے شرمندگی سے نگاہ اٹھائی۔

''ادھر دیکھو۔!!''۔ ابیہم نے کہا تو اس نے رخ موڑے ہی سر ہلا دیا۔

''ادھر دیکھو ں۔'' اس نے اب کی بار پکارا تو صفا نے اسکی جانب دیکھا۔۔ آب رخساروں پہ لکیریں بنا رہے تھے۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کبھی ناراض ہو سکتا ہوں؟'' اس نے بڑی نرمی سے پوچھا تھا۔

صفا نے خالی خالی آنکھوں سے دیکھا۔

''کبھی سنا ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف سے ناراض ہوا ہے؟''

صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔۔وہ کس وقت کون سی بات کر رہا تھا۔

''پاکستان آئی ایم ایف کی شرطوں پہ اپنا بجٹ بناتا ہے۔۔کیونکہ وہ اسکے قرض میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہے۔۔''

''میں نے آپ سے اکنامکس پڑھنے کے لئے فون نہیں کیا۔'' وہ اب ابیہم کی طرح جھنجھلائی تھی۔ابیہم نے مسکراہٹ ضبط کی۔

''اسی طرح ابیہم گورسی بھی صفا۔ابیہم کا قرض پڑھا ہوا ہے۔۔تو ناراض ہو کر وہ اپنے پیروں پہ کلھاڑی کیسے مار سکتا ہے؟'' صفا نے سر جھٹکا تھا۔ اسکے الفاظ کانوں میں پڑے تو اس نے غیر یقینی سے ابیہم کو دیکھا۔

''آپ میرے مقروض نہیں ہیں۔'' وہ فوراً بولی تھی۔

''بچے کیسے ہیں؟'' وہ مزید اس سے بحث نہیں کر سکتا تھا۔

''وہ بھی ناراض ہیں۔'' صفا چہرہ صاف کرتے ہوئے دن ڈھل آگئی۔

''دیکھا۔۔مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔۔میرے بچوں پہ قبضہ کر لیا ہے تم نے۔''

صفا بے اختیار مسکرا دی۔

''ہاں تو۔۔کیوں چھوڑ کر گئے تھے میرے پاس۔'' وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔اسکا رخ اب مرجان اور یاقوت کے کمرے کی جانب تھا۔

ابیہم نے صوفے سے ٹیک لگا دی۔۔سیڑھیوں پہ آہٹ ہوئی تو اس نے دن موڑ کر دیکھا۔سفیر اور عیشا اترتے آرہے تھے۔ابیہم مسکرا دیا۔۔عیشا نے سر جھکا لیا۔

''السلام علیکم سر۔!عید مبارک۔'' عیشا سامنے آئی تو ابیہم نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''خوش رہو۔'' کہتے وہ وا ٹ نکالنے لگا۔

''بھائی۔!!خبردار جو آپ نے اسکو پیسہ بھی دیا۔'' سفیر عیشا کو پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا۔ابیہم نے ان دونوں کو حیرت سے دیکھا۔''بس میرا خون پینا باقی رہ گیا ہے۔باقی ہر طرح سے لوٹ چکی ہے مجھے یہ۔میرے پیسے،میرا کارڈ،ہر چیز اس نے ہتھیالی ہے۔'' سفیر بے چارگی سجائے عیشا کی شکایت لگا رہا تھا۔ابیہم نے تاسف سے عیشا کو دیکھا۔

''تو اور کس کا حق تھا اسکے پیسوں پہ؟'' عیشا نے کمر پہ ہاتھ رکھے ابیہم سے پوچھا۔۔سفیر نے حیرت سے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''بے شک۔۔بیوی کا ہی حق ہوتا ہے بھئی۔'' کہتے ابیہم نے پیسے نکال کر عیشا کی جانب بڑھائے۔سفیر اچکنے لگا تو ابیہم نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔۔اور اسکو گھورا۔

''بھائی۔!!'' سفیر نے روہانسا ہوتے ہوئے اسکو دیکھا۔

''عیدی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔'' کہتے اس نے عیشا کو پیسے پکڑائے۔۔وہ سفیر کو منہ پٹخ کر رہ گئی۔

''اچھا۔چلو۔۔اب رونے مت لگ جانا۔۔آج کا لنچ میں کرواتی ہوں۔'' عیشا ابیہم سے اجازت مانگتی ہوئی سفیر کا ہاتھ پکڑ کر اسکو ساتھ لے گئی۔۔ابیہم نے مسکراتے ہوئے موبائل اٹھایا۔

''ہاں جی۔!!''

''وہ دونوں کمرے میں نہیں ہیں۔۔میں لاؤنج میں دیکھتی ہوں۔'' وہ مصروف سے انداز میں آگے بڑھ گئی۔دو زینے اترتی تھی کہ لاؤنج سے آتی آوازوں پہ اس نے چونک کر سامنے دیکھا تھا۔وہ صفا وہیں کی وہیں جم چکی تھی۔

''ماموں۔!!آپ آنے سے پہلے بتا تو دیتے۔'' مرجان اسکی گود میں پڑھ کر بیٹھا تھا۔یاقوت سامنے منال کے ساتھ بیٹھا تھا۔جو کہ اس سیاہ آنکھوں والے لڑکے کے واری صدقے جا رہی تھیں۔

''مجھے نہیں پتہ تھا تم لوگ یہاں مل جاؤ گے۔''اس نے مرجان کے ماتھے سے .ل ہٹائے۔

''کل عید ہے۔۔۔ بھی آجا گے ہم لوگ اس .رخوب انجوائے کریں گے۔''مرجان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''صفا۔! کیا ہوا؟''ا. اہیم نے اسکو حواس .ختہ دیکھا تو آنکھیں سکیڑ کر اسکے ثات جانچنے لگا۔

''ا. . ۔اب۔ا. اہیم۔!!''

''ہاں۔بولو۔!! کیا ہوا ہے؟'' وہ بے چین ہوا تھا۔ماتھے پ شکنیں تھیں۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

صفا وہاں سے الٹے قدموں پلٹی تھی۔اس نے پہلے اپنا پورشن اچھی طرح بند کیا اور پھر کمرے میں آکر سانس لیا تھا۔کمرے کا دروازہ اتنی زور سے بند ہوا تھا کہ لاؤنج میں آواز آئی تھی۔

سیاہ آنکھوں والے شخص کے چہرے پ زخمی سی مسکراہٹ امڈ آئی تھی۔

''صفا۔! کیا ہوا۔ہے؟ کیا . ٹھیک ہے؟''وہ اب کی .راو آواز میں یں تھا۔وہ آکر زمین پ ہی بیڈ کی پٹی سے لگ کر بیٹھ گئی۔۔کچھ د یبعد سانس بحال ہوئی تو اس نے مو.ئل سکرین سامنے کی۔وہ سامنے پ یشان سا کھڑا تھا۔وہ. ی طرح الجھا ہوا تھا۔

''صفا۔!!''ا. اہیم نے بے چینی سے پکارا تو صفا نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا۔''کیا ہوا ہے؟''

''وہ۔آ ۔ یہ ہے۔وہ۔وہ آ ۔ یا. اہیم۔''

''کون آ ۔ یہ۔؟ کس کی .ت کر رہی ہو؟''وہ. ی طرح جھنجھلا یا تھا۔

''وہ۔ . کچھ. .دکر دے گا۔۔وہ ا یا .رپھر سے . ۔۔ . ۔۔کچھ تباہ کر دے گا۔ا. اہیم۔پلیز۔پلیز۔آجا ۔پلیز۔!!''وہ ٹ ٹ ارہی تھی۔

''صفا۔!!ادھر دیکھو۔''وہ بے بسی سے اسکو روتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔صفا نے منہ پ ہاتھ رکھے ہی میں سر ہلا یا۔''کیا تم بتاؤ گی۔؟ ہوا کیا ہے؟''

''ا. اہیم۔!پلیز۔آجا ۔''وہ ہچکیوں کے ثبمشکل بولی تھی۔

''صفا۔!!سٹاپ اٹ یا ر۔!!''وہ اب کی .ردھاڑا تھا۔

''حسن۔حسن۔آ ۔ یہ ہے۔''اس نے جلدی سے لرزتے ہوئے بتا یا تو ا. اہیم کے ا. وسکڑ گئے۔

''کیا؟ کیا اول فول بول رہی ہو؟ وہ کیسے وہاں جا سکتا ہے؟ وہ تو۔''ا. اہیم کا دماغ شل ہوا۔وہ ا یا لمحہ ضائع کئے بناء کمرے میں پہنچا تھا۔اس نے اپنا آن کیا تھا۔اور ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔

''یہ۔یہ۔کیسے؟''ا. اہیم کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔کہ جو منظر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے یا اسکا وہم۔ اس .ت کی تصدیق تو صفا نے کی تھی۔اور وہ نہ تو جھوٹ بولتی ہے اور نہ یوں دھوکہ کھا سکتی ہے۔تو پھر؟ کیسے؟

ا. اہیم نے فوراً مو.ئل سامنے کیا۔وہ بیٹھی رو رہی تھی۔

''ادھر دیکھو۔!!''وہ مضبوط لہجے میں بولا۔صفا نے اسکی جا . دیکھا۔

'' . سے پہلے رو. بند کرو۔۔میں نے کتنی .رکہا ہے کہ اس سے خوفزدہ مت ہوا کرو۔۔کچھ نہیں ہے وہ۔۔سمجھی تم۔۔وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔''

''آپ۔۔آجا ۔پلیز۔!!''وہ بس ا یا ہی .ت دہرا رہی تھی۔

''پہلے بتاؤ کہ کیا کچھ ایسا ہے جو مجھ سے چھپا یا ۔ یہ ہے؟''وہ صفا کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو صفا نے ا یا پل کے لئے نگاہ پ ائی۔

''صفا۔۔جھوٹ نہیں۔''

''وہ۔منال۔آ ۔اور حسن کی ماں۔''

''کیا؟ حسن کی ماں کیا؟ صفا۔''وہ شا یخو پ قابو کھو رہا تھا۔

''وہ دونوں بہنیں تھیں۔''

الفاظ تھے کہ ہتھوڑے جوا. ہیم کے دماغ پ. ی طرح. سے تھے۔

''مجھ سے کیوں چھپا یا؟'' وہ جبڑے بھینچ َ ۔۔

''نہیں۔۔کچھ دن پہلے ہی پتہ تھا۔۔تو۔آ نے کہا تھا۔کہ۔''

''کہ ا. اہیم سے چھپا ۔ ہیں؟ واہ۔واہ۔و ی. ئس۔'' وہ مصنوعی قہقہہ لگا کر ہنسا تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلا ۔۔

''آپ میری. ت۔تو۔سن لیں۔''

''میری. ت کان کھول کر سن لو۔'' اس نے انگلی کھڑی کی۔۔صفا کو لگا کہ اسکا پورا وجود مفلوج ہو چکا ہے۔۔وہ اب کیا کہے گا؟

'' ۔پلیز۔ا ۔ ر. ت سن۔''

''میں نے کہا پ ۔!!'' وہ َ جا تو صفا لرز کر رہ گی۔

''تمہیں اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں آئی سمجھ؟ اور کمرہ ا ر سے لاک ہ َ نہیں کرو گی تم۔۔نیچے جاؤ ماما کے پ س۔''

'' ۔!!''

''وہ کچھ نہیں کر سکتا۔۔تم ا. اہیم گورسی کی بیوی ہو۔۔آئی سمجھ؟'' وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا۔۔صفا نے میں سر ہلا ۔۔

''. ۔ آپ نہیں آتے۔۔میں نہیں۔''

''فائن۔!! ۔۔تم گھبراؤ گی نہیں۔۔آئی سمجھ؟'' اس نے اب کی. ز می سے کہا۔

''پلیز۔۔کال مت بند کیجیے گا۔'' صفا نے سسکتے ہوئے التجا کی۔

''صفا۔!! صفا۔!! صفا۔!! وہ کوئی بھوت نہیں ہے۔۔ پ گل مت بنو۔۔دیکھنا آ کر کیسے اسکے جبڑے توڑ ۔ ہوں میں۔'' وہ اپنے کچھ پیپرز نکال رہا تھا۔۔دماغ کو حد درجہ پ سکون رکھے ہوئے وہ اپنا سامان رکھ رہا تھا۔

''آپ بس۔۔جلدی۔''

''اڑ کر آ جاؤں؟'' وہ جھنجلا ۔

''ہاں۔'' وہ اسی ا. از میں بولی تو ا. اہیم اس حد ۔ مشکل حالات میں بھی مسکرا د ۔

''اچھا۔۔آ جا ۔ ہوں اڑ کر۔۔اب خوش؟'' صفا نے. ک پو ٹ ۔ ہوئے اثبات میں سر ہلا ۔۔

ا. اہیم نے اسکی حا ۔ ت دیکھ کر ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''میری ساری محنت پ ا ۔ منٹ میں پ نی پھیر دیتی ہو تم۔۔. . . لگتا ہے میری صفا بہادر اور مضبوط بن گئی ہے ۔ . ۔ تم ایسے پینک ہو جاتی ہو کہ مجھے لگتا ہے تم کبھی. ل ہی نہیں سکتی۔''

وہ. جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔۔ صفا کی د ا ۔ ہی لفظ پ اٹکی ہوئی تھی۔''میری صفا۔۔''

''کیا شہرین نے کبھی میرا ذکر کیا تھا؟'' منال نے نم ہوتی آنکھوں سے پوچھا۔

''ہاں۔۔وہ کرتی تھیں۔'' وہ مرجان کو گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔۔اسکے سیاہ. لوں سے کھیلتا ہوا مدھم سی آواز میں بولا تو منال کی آنکھوں میں ٹھہرا پ نی بہ َ ۔۔

''ماموں۔!. . سے قات ہوئی۔؟ وہ . ۔ واپس آ گے؟'' مرجان نے چہرہ او پ اٹھا کر پوچھا تو حسن ۔ چھا سا مسکرا ۔۔

''بس۔!! آ ۔ ہی ہو گا۔''

''کیا واقعی؟ واؤ۔۔پھر تو ہم شادی اور عید . لوگ اکٹھے ہی انجوائے کریں گے۔'' مرجان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

''شادی؟ کس کی شادی؟''

'' پیٹی لیڈی کے گھر شادی ہے۔۔ا زمہ۔۔یعنی وہ کہتے ہیں کہ گھر کی فرد ہی ہیں ا شادی ہے اس لئے ہم . وہاں جا گے۔'' مرجان نے بہت صاف ا ازمیں سمجھایا تھا۔

''ہمم۔'' حسن مزید نہ بول سکا۔

''تم اتنی اچھی اردو بول رہے ہو۔۔مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔'' منال اسکے ہر ہرا ازپہ واری صدقے جا رہی تھیں۔

''ماما ہمیشہ۔۔اردو ہی بولا کرتی تھیں۔۔اس لئے۔''

''میری شہرین۔'' وہ یز پہ ہاتھ رکھ کر رہ گئیں۔

سیڑھیوں پہ کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی تو ان . نے مڑ کر دیکھا۔۔اسی دوران حسن نے بھی دیکھا تو سامنے کھڑی زہرہ ا قدم لڑکھڑائی۔۔اسکے ساتھ دینا تھی۔

''آ۔آفن۔آفندی۔!!'' اسکی آنکھوں میں حیرت تھی اور دل کی حا سے تو وہ خود واقف نہ تھی۔۔حسن نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکو زرہنے کا اشارہ کیا۔۔وہ کچھ سنبھلتی ہوئی تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں ا ی۔

''السلام وعلیکم۔!!'' اس نے سر کے خم سے سلام کیا۔۔حسن اٹھا اور دو قدم قر . ہوا۔زہرہ کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔ وہ اس کے قر . جھکا اور دینا کو اٹھا لیا۔۔اور واپس اپنی جگہ پہ آ کر بیٹھا۔۔زہرہ اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''خا۔خال۔!!'' دینا نے ہمیشہ کی طرح اسکو خال کہا تھا۔۔حسن مسکرا ۔

''یو کین کال می ماموں۔'' اس نے دینا کا گال چوما۔

''ماموں۔'' دینا نے سر ہلا ۔

''بچے بہت اٹیچ دکھائی دیتے ہیں تم سے۔'' منال نے حسن اور بچوں کی . ٹ دیکھی تو وہ میز نہال ہو ۔

''جی۔'' وہ ہر ت کا جواب مختصرا ازمیں دے رہا تھا۔

زہرہ ٹ سی حسن کو دیکھ رہی تھی۔۔منال نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا تو کھنگارنے لگیں۔

''ا زہرہ نہ بتاتی تو شا میں تمہیں کبھی پہچان نہ پ تی۔''

حسن نے اچنبھے سے زہرہ کو دیکھا وہ ی طرح ٹ ٹائی۔۔حسن نے گہری نگاہ اس پہ ڈالی۔

''وہ۔وہ۔انھوں نے پوچھا تھا۔کہ۔کہ۔''

''اٹس اوکے۔'' وہ معنی خیزا ازمیں بولتا اسکو خاموش کروا ۔زہرہ کی ہتھیلیاں بھیگ چکی تھیں۔

''تم آرام کر لو۔۔زہرہ۔!! جاؤ حسن کو گیسٹ روم میں لے جاؤ۔کچھ دیر آرام کر لے تھک ہو گا میرا بچہ۔!!'' منال نے محبت پ ش لہجے میں کہا تو حسن نے نگاہ اٹھائی۔

''نہیں۔۔میں مزید نہیں رکوں گا۔۔بس اب اجازت دیں۔''

'' کہاں؟ اب تم کہاں جاؤ گے؟'' منال کا دل ڈو ۔

''ہوٹل میں ٹھہرا ہوں۔۔کچھ دن بعد واپسی ہے۔'' اس نے ٹ ے ز رل سے ا ازمیں بتا ۔

''نہیں۔۔ہر نہیں۔۔۔ . گھر موجود ہے تو میرا ٹ کیوں ہوٹلوں میں رہے گا؟ ہر نہیں۔'' منال پورے استحقاق سے بولی تھیں۔

''ہاں ماموں۔۔پلیز۔۔ہم لوگ انجوائے کریں گے۔'' مرجان جو اسکے ساتھ ٹکا ہوا تھا التجا کرنے لگا تو حسن نے ا۔ اسکو دیکھا۔

''رک جاؤ۔'' منال نے بھی محبت سے کہا۔

حسن کے چہرے پ عجیب سی مسکراہٹ آئی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔زہرہ بھی اٹھی۔

''زہرہ تم رہنے دو۔۔میں لے جاتا ہوں ماموں کو ا روم میں۔'' مرجان نے کہا تو زہرہ حسن کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔۔حسن نے مرجان کے .لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''چلو۔'' اس نے مرجان سے کہا تو مرجان خوشی خوشی اسکا ہاتھ تھامے اسکو ساتھ لے َ ۔دینا اور ِقوت وہیں منال کے پ س تھے۔

''احمر۔!! وہ وہاں سے کیسے نکلا؟'' وہ گاڑی سے نکل کر قریباً دھاڑا تھا۔

''ا. اہیم۔!! تم .ت تو سنو۔''

''مجھے کچھ نہیں ''۔۔یہ بتاو وہ وہاں سے نکلا کیسے؟ اور مجھے خبر ۔ نہیں ہوئی۔۔اور تو اور وہ پ کستان ۔ پہنچ َ ی؟'' ا. اہیم کے چہرے پ غیر یقینی سے غیر یقینی تھی۔۔ وہ لوگ ائیر پورٹ کے احاطے میں کھڑے تھے۔گاڑی سے ' ی ہی ا. اہیم احمر پ .س پ ا تھا۔

''تم جا ہو حکومت اسی کی ہے۔۔جتنا میرے اختیار میں تھا میں نے کیا۔ ۔''

''ا َ ی بھاڑ میں۔۔تم یہ بتاو کہ مجھے یہ . کیوں نہیں بتا ی َ ی؟'' وہ اس وقت کنٹرول کھو رہا تھا۔

''مجھے آج صبح خبر ہوئی۔۔وہ دو دن پہلے نکلا ہے۔'' احمر کے ماتھے پ صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

''آج صبح۔۔لاَ سیریسلی ؟ا ڈیفنس منسٹر اتنا بے خبر ہے تو عام عوام کا کیا حال ہو سکتا ہے؟'' ا. اہیم نے اسکا کالر پکڑ کر کھینچا۔۔اسکو احمر کی .ت پ یقین نہیں تھا۔ احمر سر جھکا َ ی۔

ا. اہیم نے تیکھی نگاہ اس پ ڈالی۔۔آج پھر سے شربتی آنکھیں قہر ڈھا رہی تھیں۔

''میری بیٹی۔'' احمر بس دو ہی جملے ادا کر سکا تھا۔

ا. اہیم نے اسکا کالر چھوڑ دی۔۔وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹا۔

''کہاں ہے عنا ی؟'' ا. اہیم کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''گھر ہے۔۔ ۔۔آج صبح ہی پہنچی ہے۔۔ان لوگوں نے میری۔۔میری شہ رگ پ وار کیا ا. اہیم۔'' احمر کی آواز لرز گئی اس نے نم اور شرمندہ آنکھوں سے ا. اہیم کی جا . دیکھا۔

ا. اہیم خاموش ہو َ ی۔

''کیا عنا ی ٹھیک ہے؟'' ا. اہیم نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔۔احمر نے سر جھکائے اثبات میں ہلا ی تو ا. اہیم نے ا ی ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''آئی ایم سوری۔'' ا. اہیم نے احمر کے کندھے پ ہاتھ رکھا اور وہاں سے پلٹ َ ی۔

''ہٹ جا ۔۔راستہ چھوڑ دیں۔۔ہٹ جا ۔''

ہر طرف ا لینسز کا شور تھا۔ہر جا . ا ی افراتفری تھی۔آدھا شہر عید کی خوشیاں منا رہا تھا اور آدھا شہر اس وقت غم کی لپیٹ میں تھا۔شہر کی . سے .ڑی مسجد پ آج عید کے دن حملہ ہوا تھا۔جس سے بیس افراد تو موقع پ جان کی . زی ہار گئے تھے جبکہ زخمیوں کی تعداد کا کوئی ا ' ازہ نہ تھا۔

ان زخمیوں میں ز ی دہ ت . رگ اور بچے شامل تھے جن کے ا ' ران زخموں کی ت ب لانے کی بھی سکت نہ تھی وہ لوگ اس وقت میڈ ٹیمز کے رحم و کرم پ تھے۔مسجد کے

ملبے کو ہٹانے کی کوشش جاری تھی جس کے ا٘ رمز یہ افراد کے ہونے کی خبر تھی نہ جانے وہ لوگ ز٘ ہ تھے یا اپنی ز٘ گی کی ب٘ زی ہار چکے تھے یہ کسی کو علم نہ تھا۔

ا پ ت ل کے ب٘ ہرا یا ا لینس آ کر رکی تو ایک لڑکی ایک چھوٹی سی بچی کو اٹھائے ا٘ ر کی جا٘ ب٘ بھاگی تھی جس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔اور اسکے سر پہ ایک سکارف پٹ ہوا تھا۔

وہ اسکو اٹھائے ایمرجنسی میں داخل ہوئی اور ایک اسٹیچر پہ لٹایا۔

''یہ بچ سکتی ہے۔۔اسکو فر ٹ ایڈ چاہیے۔'' پاس کھڑے میڈ سٹاف سے ٘ ارش کرتی وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ان لوگوں نے اس بچی کی جلدی سے مرہم پٹی شروع کر دی۔

وہ لڑکی تیزی سے ب٘ ہر کی جا٘ ب٘ پ ۔۔ایک اور ا لینس آ کر رکی تو اس لڑکی نے میڈ سٹاف کی مدد کرتے ہوئے ان زخمیوں کو بھی ایمرجنسی ت پہنچایا۔۔پھر وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

وہ گاڑی آ کر اس مسجد کے پاس رکی۔

اس گاڑی سے وہ لڑکی اور ایک پینتیس سالہ مرد نکلے اور وہاں سے زخمیوں کو نکالنے لگے۔

رات ہو چکی تھی۔وہ ایک پل کے لئے نہیں رکی تھی۔

رات ہونے ت شہداء کی تعداد تیس ہو چکی تھی اور زخمیوں کی تعداد درجنوں میں تھی۔

ایک امدادی کیمپ کے ب٘ ہر گاڑی آ کر رکی تو وہ تھکی ہاری سے اس میں سے نکلی۔۔اس نے اپنے سکارف کے کونے سے اپنا چہرہ صاف کیا تو پیچھے گاڑی کا دروازہ ٹھک سے بند ہوا۔۔اس نے مڑ کر دیکھا تو ضرار گاڑی بند کر کے اسکے پیچھے ہی آ رہا تھا۔۔عینا کے قدم سست ہوئے۔

''تھک گئی ہو؟'' وہ سر جھکائے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آ رہا تھا۔

''ہاں۔شاید۔'' وہ بھی اب سست قدم لے رہی تھی۔جیسے کوئی بندہ واک کر رہا ہو۔۔پتھریلی سی زمین تھی۔کچھ فاصلے پہ خیمے تھے۔جن کے عقب میں ان لوگوں کا ٹرک موجود تھا۔اور اسکے عین پیچھے ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس میں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

''واپس چلی جاؤ ہم لوگ ہیں یہاں کیوں اذیت دیتی ہو خود کو؟'' ضرار کو اس پہ رحم آیا تھا۔

''اذیت سے چھٹکارہ پانے ہی تو آئی ہوں۔'' اس نے مدھم سی آواز میں کہتے ایک چھوٹے سے پتھر کو ٹھوکر ماری۔۔وہ دور جا گرا۔

''بھول کیوں نہیں جاتی اسکو؟''

''کس کو؟'' عینا نے دن موڑ کر ضرار کو دیکھا۔۔ضرار ہنس دیا۔

''اداکارا اچھی ہو۔'' اس نے ا٘ واٹھا کر داد دی تھی۔

''ہاں۔۔مجھے لگتا ہے کہ کسی ڈرامے یا فلم میں کام کر٘ چاہیے اچھا کما سکتی ہوں۔'' وہ بھی ہنس دی۔

'' مجھے لگتا ہے تمہیں سکرپٹس لکھنے چاہیں۔''

''کیوں؟ ایسا کیوں لگتا ہے؟''

'' تیں بہت بنا لیتی ہو۔۔اور گھما بھی لیتی ہو۔'' وہ ہنس دیا۔عینا بھی ہنس دی۔ ہنستے ہوئے آنکھوں کے کنارے نم ہوئے تھے۔

''کوئی اور بھی ایسا ہی کہتا تھا۔'' وہ مدھم سی آواز میں کہتی سر جھکا گئی۔

''کیا واقعی؟ پھر تم نے اس کا مشورہ کیوں نہیں مانا؟''

''کیونکہ میں اپنے الفاظ سے اسکا دل نہ توڑ سکی۔۔اس لئے مجھے لگا میری الفاظ میں تاثیر نہیں ہے۔۔تو اسکرپٹ رائٹنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔'' آنکھ ی بات پہ اس

نے ایک قہقہہ لگایا۔۔ضرار کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔۔وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئی صفا چونک کر اٹھی۔اس نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔۔دستک دوبارہ ہوئی۔۔اس نے اپنی حالت سنبھالی اور دروازے کے پاس گئی۔

''کون ہے؟'' وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔ہر کھڑی زہرہ نے مسکراہٹ دبائی۔۔صفا کی حالت پہ اسکو مزہ آرہا تھا۔

''ہر آجا منال میڈم بلا رہی ہیں۔''

صفا نے دانت کترتے ہوئے وال کلاک کو دیکھا۔۔افطاری کا وقت ہونے والا تھا۔اسی لئے اسکو بلا رہے ہوں گے۔۔صفا نے دروازہ کھول دیا۔

''میری طبیعت اب ہے۔۔میری افطاری کمرے میں لے آؤ۔''

'' وہ لوگ آپکو بلا رہے ہیں۔''

''کک۔کون۔لوگ؟'' صفا نے تھوک نگلا۔

''آپ نہیں جانتیں؟ آج مہمان آئے ہیں۔'' زہرہ محظوظ سے انداز میں بتا رہی تھی۔

''کون مہمان؟'' صفا نے نگاہ پھیرائی۔

''حوریہ میڈم کے بھائی۔۔حسن کرداوی۔'' زہرہ نے صفا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''ہمم۔تو۔تو میں کیا کروں؟ میرا شوہر آجائے گا تو مل لے گا اس سے۔۔میرا کیا۔دینا۔''

''منال صاحبہ کی بہن کے بیٹے ہیں وہ۔۔آپکے دیور لگتے ہیں۔۔اس طرح آپکا یوں کمرے سے نہ نکلنا۔۔اچھی بات نہیں ہے نا۔'' زہرہ اسکی حالت سے اچھی محظوظ ہو رہی تھی۔

''تم۔تم۔جاؤ۔اپنا کام کرو۔میں آجاؤں گی۔'' صفا نے کہتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔زہرہ مٹھیاں بھینچ گئی۔

''پہلے تو بڑی عاشقی پٹھی ہوئی تھی۔۔اب کیوں چھپی بیٹھی ہو؟'' ایک آنکھ کی نگاہ دروازے پہ ڈالتی سیڑھیاں اتر آئی۔

''کہاں ہے صفا؟'' منال کچن میں مصروف تھیں۔۔آج وہ حسن کے لئے جانے کون کون سے پکوان تیار کر رہی تھیں۔

''وہ کہہ رہی ہیں ابھی طبیعت اب ہے وہ کمرے میں ہی افطار کریں گی۔''

''ارے۔!! یہ کیا بات ہوئی۔؟ میں دیکھ کر آتی ہوں۔'' منال کچن سے نکلی ہی تھیں کہ صفا آتی دکھائی دی۔

''کیا ہوا طبیعت کو؟'' انھوں نے آگے بڑھ کر اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔

''سر میں درد تھا۔۔اب ٹھیک ہوں۔'' اس نے کنپٹیوں سے سارا لاؤنج اور کچن چھان مارا وہ نہیں آیا تھا۔

'' چلو اچھی بات ہے۔۔افطار کا وقت ہونے والا ہے۔۔زہرہ نے بتایا کہ آج حسن آیا ہے؟'' وہ مسکرا کر بتا رہی تھیں۔

''ہمم۔'' صفا نے پھیکی سی مسکان لئے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں تو اتنی خوش ہوں کہ مت پوچھو۔۔دل کر رہا ہے دو جہان کی نعمتیں اپنے بچے کے قدموں میں رکھ دوں۔'' وہ نہال ہوتیں دوبارہ کچن کی جانب چلی گئیں۔۔صفا نے ایک بار پھر سے دن گھما کر چاروں طرف دیکھا۔۔اور پھر کچن میں چلی آئی۔

''مرجان۔اور یاقوت کہاں ہیں؟'' اس نے بات نکالتے ہوئے پوچھا۔

''وہ دونوں حسن کے ساتھ باہر گئے ہیں۔۔آتے ہی ہوں گے۔۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ اپنے ماموں کے ساتھ اتنے اٹیچ ہوں گے بچے۔۔ یہاں تو دینا بھی اسکو پہچان گئی، ایک منٹ میں۔'' منال اب اپنی قابلیت کا حوال بتا رہی تھیں۔

جبکہ صفا کا دل تو بس ا ی ہی شخص کا منتظر تھا جس کی موجودگی میں وہ محفوظ ہو جا ی کرتی تھی۔۔جس کی موجودگی میں خوف کا ہر پ ہ اڑھ جا ی کرتا تھا۔جس کے ہونے سے دل کو قرار آ جا ی کرتا تھا۔جس کے سائے تلے کھڑی ہو کر وہ خود کو د کی مضبوط ترین عورت سمجھ لیا کرتی تھی۔جس کے م کے ساتھ جڑ کر وہ مکمل ہو گئی تھی۔

افطار کا وقت جیسے جیسے قر ب آ رہا تھا۔صفا کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہی ہوا تھا۔

''پ یٹی لیڈی۔پ یٹی لیڈی۔!!''مرجان کی پکار نے بے ساختہ صفا کا حلق خشک کر د یا تھا۔وہ کچن میں ہی دبکی ہوئی تھی جبکہ ب قی ڈ ائننگ ا یا میں پہنچ چکے تھے۔چند گھڑیاں ب قی تھیں۔ لاؤنج میں شور سا پ ہوا۔

''آ جاؤ حسن۔!!''منال کی آواز نے صفا کی ہتھیلیاں بھگو دی تھیں۔

وہ شا ید اب ڈ ائننگ ٹیبل کی جا ب جا رہا تھا۔

''منال۔!! پ یٹی لیڈی کہاں ہیں؟''

''کچن میں۔''منال نے کہا تو کرسی کھینچتا ہوا حسن ت چھا سا مسکرا ا۔اور یہ مسکان کسی اور کے دل پ خنجر گئی تھی۔

''کیسا لگا لاہور؟''سفیان گورسی نے حسن کو دیکھ کر پوچھا۔

''اچھا ہے۔۔رونق ہے کافی یہاں''وہ کہاں متا ثہ ہو سکتا تھا لاہور سے۔

''کیا ہم اسکو اپنے لاہور کی انسلٹ سمجھیں؟''سفیان گورسی ہنس دیئے۔

''ہر گ نہیں۔۔شہر۔۔شہروں جیسے ہی ہوتے ہیں۔۔کچھ خاص تو کچھ عام.....لیکن شہر بس ا نوں سے ہوا کرتے ہیں۔۔ا لاہور کے لوگ اچھے ہیں تو یہ اچھا ہے۔۔ورنہ عمارتوں سے کسی کو کیا غرض؟''حسن نے کندھے اچکا دیئے۔سفیان گورسی نے ا واٹھائے۔

وہ اسکو مادہ پ ت سمجھ رہے تھے۔۔ایسی ب ت سن کر وہ تھوڑا حیران ہوئے تھے۔

''پ یٹی لیڈی۔!! آپ یہاں ہیں؟ صبح سے کہاں تھیں آپ۔؟ آپکو پتہ ہے کون آ یا ہے؟''مرجان نے آتے ہی سوالوں کی پوچھاڑ کر دی۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔اسکو ابھی ت وہ منظر بھولا نہیں تھا۔ وہ حسن کی گود میں پ ڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔صفا رخ پھیر گئی۔

''ارے ارے۔۔اب آپ مرجان گورسی کو اگنور بھی کریں گی؟''وہ کچن میں ہی رکھی ا کرسی پ چھلا گ لگا کر پ ڑھا اور صفا کے عین ب ا آ ی۔

''ہاں۔۔ب لکل۔۔جیسے مرجان گورسی کرتا ہے۔''وہ ی پ ب زو پ یٹ اسکو مکمل اگنور کر گئی۔

''میں نے ب کیا اگنور؟''مرجان کا دل مٹھی میں آ یا تھا۔

''ب سے وہ آ یا ہے اسی کی گود میں سوار ہو۔۔آ کر پوچھا کہ پ یٹی لیڈی کی طبیعت کیسی ہے؟''صفا سے رہا ن ی سو شکوہ کر گئی۔

ب سے ا اہیم وہاں سے نکلا تھا اس میں ہمت آ گئی تھی۔۔اب بس اسکا انتظار تھا۔۔ت صفا کو صفا ا اہیم بن کر رہنا تھا۔

مرجان کا دل بیٹھ ی۔اسکی پ یٹی لیڈی اس سے ن راض تھی۔۔وہ ہونٹ ٹ کر سر جھکا ی۔۔صفا نے کن ا یوں سے اسکو دیکھا تو بے اختیار مسکرا دی۔

''آئی ایم سوری۔!!وہ۔مجھے۔وہ۔ماما جیسے لگتے ہیں۔۔بس اسی لئے۔۔''مرجان کی ب ت نے صفا کی سانس ت روک دی تھی۔وہ شخص ان بچوں کے لئے کتنا اہم تھا۔

''آئی ایم سوری مرجان۔''صفا نے آگے ب ڑھ کر اسکے اپنے ی سے لگایا۔مرجان نے اسکے کندھے پ سر ٹکا دیا۔''آئی ایم ریئلی سوری۔''صفا کی آواز میں نمی گھلنے لگی۔

''صفا۔!! آ جاؤ۔ٹ ٹائم ہو ی ہے۔''ہر سے سفیان گورسی کی آواز پ وہ ٹھٹکی۔

''چلیں؟''مرجان نے اس سے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔۔مرجان کرسی سے ا ا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو ساتھ لے ی۔۔وہ چھوٹا سا

ہاتھ صفا کا سہارا تھا۔

ڈائننگ میں آتے ہی اس نے سلام کیا تھا۔اور آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی۔

''کیسی ہیں آپ؟''حسن نے اسکی جا. دیکھا نہیں تھا۔۔ سوال اسی سے کیا تھا۔۔صفا نے جبڑے بھینچ لئے۔

''ٹھیک ہوں۔''وہ مختصر جواب دیتی بس وقت کے ٹ رجانے کی دعا ما رہی تھی۔

اسکے بعد سفیان اور منال حسن سے چھوٹی چھوٹی. تیں کرتے رہے تھے۔۔حسن نے آج نہ جانے کتنے عرصے بعد ا خا ان کے ساتھ افطاری کی تھی۔۔منال نے اسکے لئے بنائے گئے کھانے اسکو کھلا کھلا کر اب پ گل کر دیا تھا۔۔وہ بے چارگی لئے ا جا. دیکھ رہا تھا۔

کھا کھانے کے بعد وہ لوگ مسجد چلے گئے تھے۔خواتین نے عشاء گھر ہی پ ڑھ لی تھی۔کل عید تھی۔صفا کا جوڑا آ یا تھا۔ . کی چیزیں پہنچ گئی تھیں صفا نے کسی چیز کو دیکھا نہ تھا۔

وہ پ نی پ ن کچن میں آئی تو زلیخا کھیر بنا رہی تھیں۔

''کیا ہو رہا ہے؟''وہ پ نی پ یتے ہوئے. رمل سے ا. ازمیں بولی۔

''کھیر بنا رہی ہوں۔۔صبح پھر ٹھنڈی ہو جائے گی. ں۔۔اور اس طرح مجھے. قی کی چیزیں بنانے میں بھی آسانی رہے گی۔۔کافی تیاری تو شام کو ہی کر چکی تھی میں۔''

زلیخا نے کھیر میں چمچ ہلاتے ہوئے کہا تو صفا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''یہ ذرا چمچ ہلا ۔۔میں منال بی بی سے کچھ پوچھ کر آئی۔''زلیخا کھیر کو اسکے حوالے کر کے وہاں سے چلی گئیں۔۔صفا نے کھیر میں چمچ . شروع کیا۔

پ س ہی ڈرائی فروٹس کٹے پ ڑے تھے۔اس نے ا کشمش اٹھا کر منہ میں ڈالی۔۔اور اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

''کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں؟''کانوں کے پ س گمبھیر سرگوشی گو تو صفا کے چہرے کا سارا خون ہی نچڑ یا تھا۔

وہ اسکے عقب سے ہٹ کر اسکے سامنے آ یا۔اور اسکے دا جا. آ کر سلیب سے ٹیک لگا یا۔۔صفا کے چہرے کی اڑتی رنگت دیکھی تو اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔اور پ س پ ڑی پلیٹ سے ا . دام کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

''گھبراؤ مت۔!!تمہارے لئے نہیں آ یا۔''

صفا نے یوں ہی ت کی سی کیفیت میں اسکے چہرے پ نگاہ ڈالی۔

''میں کسی اور کے لئے آ یا ہوں۔۔''اس نے صفا کے ت ثرات کی پ واہ کئے بنا ہی. ت جاری رکھی۔

''تمہارے شوہر نے میری بیوی غا . کر دی ہے۔اسی کو ڈھونڈ نے آ یا ہوں۔۔اسکا پتہ مل جائے۔تو جاؤں گا۔''وہ محظوظ سے ا. ازمیں بتا ہوا ڈرائے فروٹس کھا رہا تھا۔

''ببب۔بیوی؟''صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''ہاں۔۔میری بیوی۔۔''وہ کندھے اچکا یا۔''تمہیں کیا لگا تھا؟تمہارے روگ میں ساری ز. گی کنوارہ بیٹھا رہوں گا؟ ہر نہیں۔''وہ محظوظ سے ا. ازمیں کہتا صفا کو پ نی پ نی کر یا تھا۔

''بکواس بند کرو۔''وہ غرائی۔

''افف۔!!کیا کبھی گورسی کے سامنے ایسے. ت کی؟''

''میں نے کہا بکواس بند۔''صفا نے انگلی کھڑی کی۔

''اوکے اوکے۔''حسن نے سر اٹ ر کے ا. ازمیں ہاتھ کھڑے کئے۔۔البتہ صفا کی انگلی کا پ رہی تھی۔

''ائیر پورٹ پہ تو بہت کہہ رہی تھی کہ تم محبت کئے جانے کے قابل ہو۔'' حسن نے ایک تشمش کھاتے ہوئے اسکو یاد دلایا تھا۔۔وہ دراصل اس بات اور خوف کی دیوار کو جو ان کے بیچ آگ آتی تھی، ڈھانا چاہتا تھا۔

صفا نے کوئی جواب نہ دیا۔، وہ اپنا کام کرتی رہی، ۔وہ خود ہی ہنس دیا۔

''آئی نو۔، وہ بس تم نے فرار حاصل کرنے کے لئے کہا تھا۔۔ورنہ حقیقت میں بھی جانا ہوں۔۔کہ میں بس محبت کئے جانے کے قابل ہوں۔''

صفا نے بے اختیار گردن موڑ کر دیکھا۔۔وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''اس وقت۔اس جگہ۔اس گھر میں۔میری ایک حیثیت ہے۔میں کسی کی بہو، بیوی اور ماں ہوں۔اس لئے اپنی فضول باتیں لے کر یہاں سے چلے جاؤ حسن۔۔ مجھے تم سے، تمہاری سوچ سے یا تمہاری خواہشات سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' وہ مدھم آواز میں غرائی تھی۔

حسن نے ایک زخمی سی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''تم۔۔ہمیشہ سے ہی خود غرض تھی۔۔آج بھی تمہیں اپنے رشتوں کی پرواہ ہے۔۔اپنے امیج کی فکر ہے۔اور'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا زہرہ کچن میں آتی دکھائی دی۔۔حسن وہاں سے نکل گیا۔

صفا نے آنکھوں میں امڈتی نمی کو پیچھے دھکیلا اور کھیر میں چمچ ہلانے لگی۔۔زہرہ اس پہ نگاہ جمائے ہی سنک کی جانب بڑھ گئی۔

''کچھ لوگ کتنے دوغلے ہوتے ہیں نا؟''

''ہاں؟ کچھ کہا؟'' صفا نے ٹھٹک کر گردن موڑ کر دیکھا۔۔زہرہ نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا اسکی صفا کی جانب پشت تھی۔

''کچھ عورتیں شوہر، بچے اور گھر رہونے کے باوجود دوسرے مردوں کے دلوں میں اپنے لئے مرض پیدا کرتی ہیں۔۔اور وہ کبھی نہیں چاہتیں کہ وہ مرض کبھی ختم ہو۔ کیوں کہ عادت پڑ چکی ہوتی ہے اٹینشن کی۔۔ایک جھوٹی توجہ کی۔۔وہ اس قدر خود غرض ہوتی ہیں کہ دوسرے کے ہر مرد کی نگاہ کا مرکز بن کر رہنا چاہتی ہیں۔''

''زہرہ۔!! کیا بکواس کر رہی ہو؟'' صفا کھیر کو چھوڑ کر اسکے پاس پہنچی۔۔اس نے زہرہ کا بازو دبوچا اور اسکو اپنے سامنے کیا۔

''بکواس؟ کیا تم نے حوریہ کا گھر اب نہیں کیا؟ کیا تم نے ابراہیم پہ جائز قبضہ نہیں کیا۔؟ کیا تم نے حسن کے دل میں مرض پیدا نہیں کیا؟ کیا تم؟'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز کچن کے در و دیوار نے سنی تھی۔۔زہرہ نے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔۔اسکی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔۔صفا نے اسکا بازو دبوچ کر اسکو ایک جھٹکے سے قریب کیا۔

''خبردار۔!! خبردار۔!! جو آئندہ یہ بکواس کی۔۔آئی سمجھ؟ میری زندگی میں نے جی ہے۔۔اس لئے میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔۔جو سفر میں نے طے کیا ہے اسکے عوض جو پیروں میں آبلے پڑے ہیں وہ میرے پیروں میں پڑے تھے۔۔وہ چھالے کسی اور نے اپنے وجود پہ محسوس نہیں کئے، اس لئے کوئی مجھ سے سوال کرنے کا حقدار نہیں۔۔آئی سمجھ؟''

''کس کس کا منہ بند کرواؤ گی؟ جس دن ابراہیم کی اولاد جواب مانگے گی اس دن تم کیا کرو گی ہاں؟''

صفا کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا۔۔اس نے حیرت سے زہرہ کا چہرہ دیکھا۔۔جہاں ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

''تم نے مرجان؟'' صفا کو یقین نہیں آیا تھا۔''تم۔تم۔اس قدر گر سکتی ہو؟ جس تھالی میں کھایا اسی میں ہمیشہ چھید کیا؟'' صفا کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

''یہ تو تم بتاؤ نا۔'' کہتے ہوئے زہرہ نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑوایا۔''حوریہ نے تمہیں اپنے گھر میں رکھا۔۔اور تم کیا صلہ دیا؟''

''بکواس۔بند کرو۔۔سمجھ آئی۔۔اور ابراہیم کو آنے دو۔۔تم۔تم۔دیکھنا'' صفا انگلی کھڑی کر کے وارن کرتی وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی نکل گئی تھی۔

''ہونہہ۔'' زہرہ نے ہنکارہ بھرتے ہوئے آگ کھیر کے نیچے جلتی آگ بڑھا دی۔اور خود ڈرائے فروٹس پھانکتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

وہ ٹیرس پہ کھڑی تھی۔ماحول میں حبس تھی اس دوران چلتی ہوئی ہوا بھی تپش اور حبس کو ختم نہیں کر پائی تھی۔۔اس نے اپنے چہرے پہ اڑتے بالوں کو کانوں کے پیچھے

اڑ سا۔

اور سامنے نگاہ ٹکائے کھڑی رہی۔

وہ کچھ دیر یوں ہی کھڑی رہی۔۔پھر اس نے یوں ہی کھڑے کھڑے کھلے آسمان کی جا نگاہ اٹھائی۔وہ کچھ دیر یوں ہی آسمان کو تکتی رہی۔

''تیری کائنات اتنی بڑی ہے۔۔اتنی کہ جس زمین پر میں موجود ہوں وہ اس کائنات کے سامنے کسی ذرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔۔اس زمین پر ایک چھوٹے سے گھر کی چھت پر کھڑی ایک پانچ فٹ کی لڑکی۔۔جو کل مٹی ہو جائے گی۔۔جس کے جسم کو کیڑے کھا جائیں گے۔جس کی آواز غزہ کی یہ ہوا اچک لے جائے گی۔۔جس کی روح ایک دن کسی پرندے کی مانند اپنا مسکن ڈھونڈ لے گی۔۔آج اس جہان میں ہے۔کل اس جہان میں چلی جائے گی۔۔عالم ارواح سے شروع ہونے والا یہ سفر پل صراط پر تمام ہوگا۔۔کیا تو اس چھوٹی سی مخلوق کی ایک ننھی سی خواہش پوری نہیں کرے گا؟''اس نے آسمان کی جانب دیکھ کر بڑے لاڈ سے کہا تھا۔

آنسوؤں نے پلکوں کے بند کو توڑا۔۔پھر پپوٹوں کے کنارے چھوڑ کر رخسار پر بہتے ہوئے زمین بوس ہو جاتے تھے۔

''بس ایک دفعہ اسکی آنکھوں میں پچھتاوا دکھا دے۔''اس نے دن کو ذرا سا خم دیا۔

آنچل کر چہرے پر بہہ گئے۔۔اس نے ایک ہچکی لی۔۔اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

''میں تم سے نفرت نہیں کر سکتی۔۔یہ سوچ کر مجھے خود سے نفرت ہو رہی ہے۔''اس نے ہچکیوں کے بیچ کہا تھا۔''۔۔!! مجھے معاف کر دیں، میں ایک اچھی بیٹی نہیں ہوں۔۔میں ایک اچھی بیٹی ہوں۔۔میں نے آپکو نہیں بچایا۔۔میں نے آپکے مجرم سے محبت کر لی۔۔میں اسکو کبھی بھول نہیں سکتی۔۔!!۔۔میں فنا ہو سکتی ہوں۔۔اور فنا ہو رہی ہوں۔۔میں اس شجر ممنوع کے پاس بھی نہیں جاؤں گی۔۔۔اپنی بیٹی کو معاف کر دیجیے گا۔۔عینا منصور حیات کو معاف کر دیجیے گا۔۔عینا منصور حیات ایک کام بیٹی ہے۔۔ایک اچھی بیٹی ہے۔''اس کی سسکیاں اس ویرانے میں گونج رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ رگڑا۔۔دل کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا۔۔آنکھیں صاف ہو تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔۔اور پھر اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتی نیچے آئی تھی۔

وہ کمرے میں آئی۔۔دروازہ بند کر کے وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔۔آنکھوں سے آبشار جاری تھے۔۔اور دل بند ہو رہا تھا۔

''میں۔۔میں۔۔کردار نہیں ہوں۔''اس نے اپنے پپوٹے ہاتھ سامنے کئے۔''میں۔۔۔کردار نہیں ہوں۔۔مجھے مردوں کی اٹینشن نہیں چاہیے۔''وہ پگلوں کی طرح اپنے خالی پپوٹے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

''میں نے۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔میں۔۔نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔''آج دل ڈوب رہا تھا۔۔یوں تھا جیسے کوئی ننھی دل میں پیوست ہو چکی ہو۔اور اس پر لگا زہر پورے وجود میں سرائیت کر رہا ہو۔۔۔حلق میں اٹھتی ٹیسوں کا کوئی شمار نہ تھا۔اس پر سست ہوتی دھڑکن اور رک رک کر آتی سانسیں۔

وہ اپنے تئیں لمحے میں تھی۔۔اسکے کردار پر انگلی اٹھائی گئی تھی جس نے آج تک ایک مرد کے علاوہ اپنی سوچوں کو بھی کسی کے تابع نہیں ہونے دیا تھا۔۔جس نے ایک شخص کی بے رخی، داستان کرتے ہوئے بھی اسی کی محبت کو سینچا تھا۔۔جس کے سامنے قدرت نے بہترین آپشن رکھا تھا اس نے وفا کو چنا تھا۔۔اور آج اس کے وجود پر اس پر انگلی اٹھ چکی تھی۔

اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

''آجا۔۔!!اس سے پہلے کہ آپکی صفا کو یہ لوگ تہمت لگا کر سنگسار کر ڈالیں۔۔آجا۔''اس نے آنکھیں بند کر کے دروازے سے ٹیک لگا دی۔

''میں کمزور ہوں۔۔مجھ میں اپنے کردار کی گواہی دینے کی کوئی ہمت نہیں بچی ہے۔۔آ کر مجھے چھپا لیں۔۔مجھے کہیں پناہ نہیں آ رہی۔۔مجھے چھپا لیں۔''اس کے دل کی دھڑکن سست ہوتی جا رہی تھی۔

''سجل۔!!''سانس کی نالی تنگ ہوئی تو اس نے بے اختیار سجل کو پکارا تھا۔

''سجل۔!! مجھے چھپالو۔۔پلیز۔!!۔پلیز۔سجل۔'' صفانے دونوں بازو اپنے دلپیٹ کوخود کوخود میں چھپانا چاہا تھا۔

کھلی کھلکوٹی سے ہوا کا ایک تازہ جھونکا آیا۔

اور چھنا کے کی آواز سے زمین پہ بیٹھی صفا لرز کر رہ گئی۔

اس نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو دیوار سے سجل کا ایک فوٹو فریم کرکٹوٹ چکا تھا۔

''سجل۔!!'' وہ فوراً اس جانب لپکا۔اس نے کانچ کی پرواہ کئے بناء اس فریم کو ہٹایا اور اس میں سے سجل کی تصویر اٹھا کر سینے سے لگائی۔

''میری سجل۔!!'' وہ سسکتی ہوئی جا کر یوں ہی صوفے پہ بیٹھ گئی۔۔وہ اب محفوظ تھی۔۔اسکی سجل اب اسکے پاس تھی۔

ائیر پورٹ پہ جہاز لینڈ ہوا تو اپنے پیاروں کی منتظر آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔لوگ اپنے پیاروں کو رسیو کرنے کے لئے لپکے تھے۔۔اس نے وہ چہرے پہ دجہاں کی پریشانی اور گواری سجائے نکلا تھا۔۔ایک ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔اور ایک ہاتھ پہ اسکا کوٹ ٹنگا ہوا تھا۔۔اس نے باہر آتے ہی موبائل آن کیا تھا۔

فون کان سے لگائے ہی ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھتے ہی اس نے ایک بار پھر سے کال کی تھی۔۔کال جاتی رہی کسی نے فون نہیں اٹھایا تھا۔

اس نے بے چین ہوتے ہوئے اپنی ٹائی ڈھیلی کی۔اور ڈرائیور سے گاڑی تیز چلانے کے لئے کہا تھا۔

وہ بچہ چلتا جا رہا تھا۔۔اپنے دونواح سے بے خبر۔۔عینا سست محتاط قدم اٹھاتی اسکے پیچھے پیچھے چل دی۔۔اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اس نے اس تاریکی میں سامنے قبرستان کو دیکھا تھا۔

''یوسف۔!!'' عینا کے قدم ساکت ہوئے۔۔وہ بچہ چلتا گیا۔۔اور آکر ایک قبر کے سرہانے جا کر کھڑا ہوا۔

عینا بھی دبے پاؤں اسکے پیچھے آئی اور اس سے دو قدم کی دوری پہ جا کر کھڑی ہوئی۔

وہ کھڑا رہا۔اور پھر اس قبر کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔۔اس نے ایک بازو اس قبر پہ رکھا۔۔اور اپنا گال اس کی مٹی پہ ٹکا دیا۔

''امو۔!!'' وہ سسکا تو پیچھے کھڑی عینا کے لئے سانس لینا مشکل ہو چکا تھا۔

''امو۔!! کیا تم سن رہی ہو؟ کیا تم جانتی ہو آج عید تھی۔۔امو۔۔بچے اپنی امو کے ہاتھ کا کھانا کھا رہے تھے۔۔امو۔!!'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں کہتا اس قبر پہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔

''امو۔!! آپکا یوسف بھوکا رہا۔۔کیونکہ اسکے پاس امو نہیں تھی۔''

عینا کو لگا کہ اسکا دل شاید پھٹ جائے گا۔۔وہ کچھ دیر پہلے اپنے ایک نقصان کا شکوہ کر رہی تھی۔۔وہ ایک خواہش کر رہی تھی۔۔اس کے سامنے جو بچہ تھا اسکا نقصان شاید بہت بڑا تھا۔۔عینا کو اپنا آپ زمین میں دھنستا ہوا محسوس ہوا۔

وہ دو قدم آگے بڑھی۔۔اس نے جھک کر یوسف کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

''یوسف۔!! اٹھو۔'' عینا نے کہا تو وہ چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔

''چلو میرے ساتھ۔'' وہ اپنے آگے پیچھے دھکیلتے ہوئے یوسف کو اپنے ساتھ لے گئی۔

گورسی ہاؤس کا گیٹ کھلا تو وہ تن فن کرتا اندر داخل ہوا۔۔گارڈ نے ٹیکسی سے اسکا سوٹ کیس نکالا تھا۔

''ماموں۔!! کیا ہم شاپنگ کرنے چلیں؟'' مرجان نے ایک بار پھر سے فرمائش کی تھی۔

''شام کو ہی تو گئے تھے تم لوگ۔۔اور ڈھیر ساری شاپنگ کر کے آئے ہو۔''منال نے مرجان کو ٹوکا۔۔وہ . لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

''کوئی بات نہیں ہم پھر سے چلے چلتے ہیں۔''حسن نے ساتھ بیٹھے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھلا تھا۔۔ . نے مڑ کر دیکھا تھا سوائے حسن کے۔

''ا. اہیم۔!! آ گئے تم۔''منال فوراً اٹھ کر آگے بڑھیں۔۔ا. اہیم ا پس سے ٹ رَ ی۔۔وہ دنگ رہ گئیں۔۔اس نے اس پرسکون سے بیٹھے شخص کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔

حسن چھا سا مسکرا یا۔

''مہمان کے ساتھ ایسا سلوک کون کرتا ہے؟''

''ا. اہیم۔!! یہ کیا. تمیزی ہے؟''سفیان گورسی بھی اٹھ کھڑے ہوئے.....جبکہ بچے تو ا دم سہم سے گئے تھے۔

وہ سامنے خون چھلکاتی آنکھوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔۔شربتی آنکھیں سیاہ آنکھوں کو شکست دینے کے درپے تھیں۔

''کیا آئے ہو یہاں؟''وہ آ کار غرا یا۔

''کچھ نہیں۔''حسن نے کندھے اچکا دیئے۔ا. اہیم کا صبر جواب دے گیا۔۔اس نے ا ہاتھ سے اپنی پینٹ کی بیلٹ کے ساتھ نصب پسٹل نکالی۔۔اور حسن کے ماتھے پہ رکھی۔۔منال کی تو چیخ گو تھی۔۔سیڑھیاں اترتی زہرہ کا حلق خشک ہوا۔

''۔۔!!''مرجان یہ تھا۔

''ا. رجاؤ تم لوگ۔''ا. اہیم نے مرجان اور قوت کی جا. دیکھا۔

''ا. اہیم۔!! بس کرو۔''سفیان گورسی نے اسکے ہاتھ سے حسن کا گریبان چھڑوا. چاہا۔

''۔۔ہٹ جا ۔۔آپ کچھ نہیں جا نتے''وہ خون آشام نگاہیں حسن پہ گاڑے ہوئے تھا۔۔حسن کے سکون اور اطمینان میں رتی. ا. فرق نہ آیا تھا۔

''ا. اہیم۔۔چھوڑ وا سکو۔''منال آگے آ ۔۔اور اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''ماما۔!! بچوں کو لے کر ا. رجا ۔''وہ غرا یا۔

''ا. اہیم۔۔تمہیں میری قسم۔''منال نے ماں والا وار کیا تھا۔

''آپ چلی جا بچوں کو لے کر۔۔پلیز۔۔''ا. اہیم نے ا جا. نہیں دیکھا تھا۔۔منال کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

''ا. اہیم۔!! ا کا واسطہ ہے۔''منال نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''۔۔۔پلیز۔۔مت کریں۔''مرجان آگے بڑھ کر ا. اہیم کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔۔قوت تو سہم ہی گئی تھا''۔۔۔پلیز۔''مرجان کی آواز میں خوف تھا۔۔

ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔۔اور ا قہر. ساتی نگاہ حسن پہ ڈالی۔۔وہ اسکے خان کو اپنی ڈھال بنا رہا تھا۔۔ا. اہیم نے پسٹل نیچے کی۔۔ ا مکار سید کر. نہیں بھولا تھا۔۔حسن دو قدم لڑکھڑا یا۔

''ا. اہیم۔!!''منال چیخی تھیں۔۔اور جا کر حسن کو تھام لیا تھا۔

''اٹس اوکے۔۔میں ٹھیک ہوں۔''حسن نے ا نگاہ منال پہ ڈالی۔۔منال رو دی تھیں۔۔ا. اہیم نے بے بسی سے اپنے خان کو دیکھا۔۔پھر اس نے نگاہ جھکا کر دیکھا تو مرجان ملتجی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔

''دو منٹ میں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''ا. اہیم انگلی کھڑی کر کے حسن کو وارننگ دیتا وہاں سے گیا تھا۔۔ . نے ا سکون کی سانس لی تھی۔

''ماموں۔''مرجان حسن کی جا. بڑھا۔۔تو حسن نے جھک کر مرجان کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔

''اٹس اوکے۔۔ہمارا چلتا رہتا ہے۔''اس نے آ دبی تو وہاں . نے حیرت سے دیکھا۔۔ا. اہیم سیڑھیوں پہ سن سی کھڑی زہرہ پہ ا نگاہ ڈالتا وہاں سے

ے۔۔وہ نگاہ زہرہ کولرزا کر رکھ گئی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو کمرہ خالی تھا۔۔ا. اہیم کا دل. ی طرح لرز ے تھا۔۔ جانے کیسے اس نے خود کو سنبھالا ہوگا۔۔کس حا ت میں ہوگی وہ؟ یہ سوچ سوچ کر ہی اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔وہ آگے ب ھا تو دیکھا کہ وہ صوفے پ ہی سمٹی ہوئی تھی۔

ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔اور زمین پ ہی بیٹھ ے۔۔اس نے ا گھٹنہ زمین پ بچھا۔۔اور ا گھٹنہ کھڑا کیا۔

صفا کے سنہری. ل اسکے چہرے پ بکھرے ہوئے تھے۔۔ا. اہیم نے ہاتھ ب ھا کر وہ. ل ہٹائے۔۔اسکے چہرے پ ہمیشہ کی طرح آ وں سے لکیریں بنی ہوئی تھیں وہ شا ر روتے روتے ہی سو گئی تھی۔

'' کیا تھا ں کہ اس سے خوفزدہ مت ہو ۔'' وہ ر اض سا اسکے رخسار پ ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔جہاں ابھی ت نمی تھی۔۔ا. اہیم کی نگاہ اسکے ہاتھوں پ گئی۔۔اس نے کسی چیز کو اپنے ی سے لگا ہوا تھا۔

ا. اہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا۔۔اور اسکے ہاتھ سے تصو ی نکالی۔۔تصو ی کا رخ اپنی جا . کیا تو ا پل کے لئے ٹھہر سا ے۔

سجل کا ہنستا مسکرا ت سا چہرہ ا. اہیم کے دل کو مسل کر رکھ ے تھا۔۔اس نے ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا ت ارا۔۔اور تصو ی کو اپنی. ی. میں رکھا۔

''صفا۔!'' اس نے ی می سے اسکو پکارا۔

صفا کی پلکیں لرزیں۔اور اگلے ہی پل وہ جھٹکا کھا کر اٹھی۔۔اس نے ہڑ ب ا کر دا ر جا . دیکھا۔۔وہ لڑکی پ گل تھی۔۔وہ دیوانی تھی۔۔وہ اس قدر بھولی اور جھلی تھی کہ اس سے عشق ہو جائے۔

کہا جا ت ہے کہ ا عورت خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ جھلی ہو تو اس سے محبت نہیں اس سے پھر عشق ہو جا ی کر ت تھا۔

ا ی ا نہ سا . بہ تھا جس نے ا. اہیم کے دل کی دیواروں پ جمی. ف کو توڑ ڈالا تھا۔۔اس. ف کی دیوار پ دراڑیں تو بہت پہلے پ چکی تھیں۔ آج وہ. ف کی دیوار پورے قد سے زمین بوس ہوئی تھی۔

اس نے اس جھلی لڑکی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔۔صفا نے ہڑ ب ا کر اسکی جا . دیکھا۔

''ا. ۔ا. اہیم۔'' اس کو لگا کہ شا ر وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔۔اس لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔ا. اہیم نے حیرت سے اسکو دیکھا۔۔پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔منظر کہیں بھی تحلیل نہیں ہوا تھا۔۔وہ سامنے تھا۔۔وہ عین سامنے تھا۔۔اسکے قدموں میں بیٹھا ہوا۔

''کیا حا ت بنا لی ہے تم نے۔۔پ گل لڑکی۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے اسکو ب ے . رمل ا . از میں ڈپٹا تھا۔

''ایبو۔!!'' صفا نے . پ ئے۔

ا. اہیم نے اس جھلی لڑکی کے دونوں ہاتھوں کو. ری. ری لبوں سے لگا ے۔۔اور پھر ا اپنے ہاتھ میں لے کر د ے تھا۔

وہ جھلی لڑکی محفوظ ہو چکی تھی۔۔اسکے ہاتھ اسکے ا. اہیم کے ہاتھوں میں تھے۔۔اس وقت اس نے ہمیشہ کی طرح ا ی تحفظ محسوس کیا تھا جو وہ اسکی موجودگی میں محفوظ کیا کرتی تھی۔

اسکی آنکھیں سا ت تھیں۔۔ا. اہیم وہاں سے اٹھا۔۔اور اسکے. ا. آ کر بیٹھا۔۔اس نے ب ی می سے ا ی ہاتھ گھما کر اسکے کندھے پ رکھا۔۔اور اسکو اپنے ساتھ لگا ے۔۔اور پھر یوں ہی اس نے اسکو اپنی آغوش میں سما لیا۔

وہ ا ی ہاتھ سے اسکا کندھا سہلا رہا تھا۔۔جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے گالوں پ بہتا مائع پونچھ رہا تھا۔

''پگلی۔!!'' وہ دھیما سا مسکرا ے۔

''مجھ پ پہلی تہمت لگ چکی ہے۔'' وہ کھوئے کھوئے ا. از میں بولی۔

''تمہارا کردار میں ہوں۔۔تم پہ کوئی تہمت نہیں لگا سکتا۔''

''وہ کہہ رہی تھی کہ مجھے غیر مردوں کی اٹینشن چاہیے۔''صفا کے دل و دماغ پہ بس زہرہ کا اگلا ہوا زہر چھایا ہوا تھا۔۔کوئی اور بات نہ دل میں بس رہی تھی اور نہ دماغ میں بیٹھ رہی تھی۔

''وہ بس تم سے حسد کرتی ہے۔''ا. اہیم نے بڑی نرمی سے اسکے بالوں کو چھوا۔

'' مجھ سے کیسا حسد؟ میرے پاس ہے ہی کیا؟''اس نے سسک کر چہرہ اوپر اٹھایا۔۔سرمئی آنکھوں میں چمکتی نمی نے ا. اہیم کے دل کو بری طرح ڈبویا تھا۔

''تمہارے پاس ا. اہیم ہے۔''وہ کہہ کر ہلکا سا مسکرایا۔۔اور اسکی ڈبڈباتی آنکھوں پہ لب رکھے۔

''کیا واقعی میرے پاس ا. اہیم ہے؟''صفا نے آنکھیں کھولیں تو ا. اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔آج اس نے نگاہیں نہیں پھیری تھیں۔۔صفا اسکو دیکھتی رہی۔۔وہ اب بھی نگاہ پھیرے گا۔۔اب بھی رخ پھیرے گا۔۔ نہیں۔۔اس نے نہیں کیا تھا۔۔نہ اس نے نگاہ پھیری تھی اور نہ ہی رخ پھیرا تھا۔۔

''ہاں۔۔واقعی۔۔صفا کے پاس ا. اہیم ہے۔۔اور ا. اہیم کے پاس صفا ہے۔''وہ مسکرا دیا۔

آنکھوں میں کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔۔کوئی مال نہیں تھا۔۔وہ قرض نہیں تھا۔۔وہ کچھ اور تھا۔

''مجھے سونا ہے۔''صفا نے کہتے ہوئے اسکے کاندھے پہ اپنا گال ٹکا دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ میں اتنے دنوں بعد آیا ہوں۔۔لوگوں کی بیویاں اپنے لئے کھانے بناتی ہیں۔۔گھر سجاتی ہیں۔۔اور تم سونے کی بات کر رہی ہو؟''وہ مسکراتا ہوا اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا اسکو چھیڑ رہا تھا۔

''کیونکہ میں ناراض ہوں اس لئے۔''اسکی دبی دبی آواز آئی تھی۔۔ا. اہیم مسکرا دیا۔

''ایسی ناراضگی؟''اسنے اسکا چہرہ اپنے کاندھے سے ہٹانا چاہا صفا نے اسکی کوشش ناکام بنا دی۔۔وہ ہنس دیا۔اس وقت میں حسن کا ذکر کہیں نہیں تھا۔۔ا. اہیم نے اسکا ذکر نہیں کیا تھا۔۔کیونکہ وہ اہم نہیں تھا۔۔ان دونوں کے بیچ کسی تیسرے کی کوئی اہمیت کوئی وقعت نہیں تھی۔۔اس کے لئے صفا اہم تھی اسکا پرسکون ہونا اہم تھا۔۔اور صفا کے لئے ا. اہیم اہم تھا۔۔اسکی موجودگی میں جو تحفظ تھا۔۔بس وہ اہم تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ پرسکون ہو کر دوبارہ سو چکی تھی۔

لان میں مدھم سی روشنی بکھری ہوئی تھی۔۔وہ ایک ہاتھ میں سگریٹ لئے کھڑا تھا۔۔اسکا رخ گیٹ کی جانب تھا۔

آج یوں معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر ہی جاگ رہا ہے۔کوئی بھی تو نہیں سو رہا تھا۔عید کے استقبال کے لئے ہر نے بھرپور تیاری کر رکھی تھی۔اور وہ شخص ان فضاؤں میں کسی کی مہک محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟ میرے دل میں کانچ چبھو کر منظر سے غائب کیسے ہو سکتی ہو؟ تم مجھے سیاہ دل کہہ کر گئی اور۔اور خود مجھ سے کچھ چھین کر کہاں چھپ گئی ہو؟ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟ اتنی سنگدل تو شاید میں بھی نہیں تھا۔۔میری خلاف گواہی دی۔۔مجھے پچھتاوے کی بھٹی میں جلتا ہوا چھوڑ کر کہاں چلی گئی ہو تم؟ کیا تم مجھے سن رہی ہو؟ ایسا کیسے کر سکتی ہو تم؟''اس نے ایک گہرا کش لیا۔اور دھواں فضا میں تحلیل کیا۔

''میرے دل کو جہنم کا ٹھکانا کر کہاں چلی گئی ہو؟ اتنی ہی تم بہادر ہو تو سامنے کیوں نہیں آتی؟''وہ زخمی سے انداز میں ہنسا۔۔اور سگریٹ پیروں تلے مسل دیا۔

وہ پلٹا تو ایک پل کے لئے ٹھٹکا۔۔پھر مسکرایا۔

'' جاؤں گا یار۔!!''

''میں نے کہا تھا دفع ہو جاؤ۔''ا. اہیم دو قدم آگے بڑھا۔

''بڑے ہی کوئی تنگ دل کے مالک ہو۔۔خان، ماں، محبت ہر چیز پہ قابض ہو۔۔ایک دن ماں کا پیار مجھے بھی محسوس کرنے دو۔''

ا. اہیم نے اسکو گریبان سے پکڑا۔۔اور جھٹکا دے کر قریب کیا۔

''اپنے ان دو غلے لفظوں سے تم ساری دنیا کو بے وقوف بنا سکتے ہو مجھے نہیں۔۔آئی سمجھ؟''اس نے جھٹکے سے حسن کا گریبان چھوڑا۔

''افففف۔۔کیا کروں۔۔ایسا تو بھروسہ بڑی کمینی چیز ہے۔۔نہ مجھے تم پہ ہے اور نہ تمہیں مجھ پہ۔''حسن نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔

''یہاں سے نکل جاؤ۔۔میں نہیں چاہتا کہ میں اپنی ماں کے سامنے اسکے بھانجے کا خون بہاؤں۔''ا. اہیم نے انگلی کھڑی کر کے وارننگ دی۔

''کیا یار۔ہر وقت کہتے رہتے ہو۔۔مار ڈالوں گا۔۔جان لے لوں گا۔۔خون بہا دوں گا۔۔کبھی۔سوچا ہے اگر ایسا ہو گیا تو؟ اگر تم نے میرا خون بہا دیا تو؟''حسن نے تیکھی نگاہیں ا. اہیم کی شربتی آنکھوں میں گاڑھ دیں۔

''تم ایسا کبھی کر ہی نہیں سکتے۔۔کیونکہ اگر تم مجھے مارنا ہی چاہتے تو لاکھوں مواقع آئے۔۔تم میری جان لے سکتے تھے۔''حسن نے ا. اہیم کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔''

''حسن نے ا. اہیم کا تمسخر اڑایا۔وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔ا. اہیم اسکو مار سکتا تھا۔ اس نے نہیں مارا تھا۔حسن ا. اہیم کو مار سکتا تھا۔ان دونوں کے لئے ایک دوسرے کو ختم کرنا کا آسان ترین کام تھا۔ وہ دونوں ہی اس کام سے انکاری تھے۔

''کم آن۔!!مان بھی جاؤ کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔''حسن نے ا. اہیم کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔ا. اہیم نے خون آشام نگاہ اس پہ ڈالی۔حسن کا قہقہہ گونجا۔

''یقین مانو۔!!میں نے تمہاری بیوی کو نہیں ڈرایا۔''حسن نے ہاتھ کھڑا کیا۔۔تو ا. اہیم نے اسکو پھر سے گریبان سے پکڑا۔۔حسن ہنستا جا رہا تھا۔

''یقین ہو کہ آپکا دشمن آپکی جان نہیں لے سکتا۔اسکو تنگ کرنے کا الگ ہی مزہ آتا ہے۔''

''شٹ اپ۔!!وہ بیوی ہے میری۔۔نکاح میں ہے میرے۔''

''جا رہا ہوں۔''حسن نے کہتے ہوئے ا. اہیم کے جھٹکے میں گریبان چھڑوایا۔''اور یہی بات تم سے پوچھنے آیا ہوں۔۔کہ جو لڑکی میرے نکاح میں تھی وہ کہاں ہے؟ کہاں چھپایا ہے میری بیوی کو؟'' وہ اب کی بار طیش میں آیا تھا۔۔ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑیں۔۔یعنی وہ عینا کے لئے آیا تھا۔۔دل کے نہاں کونوں میں ایک سرور سا آیا تھا۔

اگلے ہی پل ا. اہیم نے چہرے کی سختی دور کر قائم کی۔

''وہ نہیں ملے گی تمہیں۔۔اور تم۔۔اپنا بوریا بستر سمیٹو۔۔اور جتنا جلدی ہو سکے دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''میری بیوی کا بتا دو۔۔ جاؤں گا۔''حسن اڑا تھا۔

ا. اہیم چھاسا مسکرایا۔۔پھر اسنے محظوظ سے انداز میں کہا۔زو پیٹا۔

''تم تو''شا''ہو ں؟ دیکھ شیر حسن آفندی؟ تو ڈھونڈ لو۔''ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

حسن کے جبڑے تن گئے۔۔ماحول لمحہ بھر تھا۔۔جس کے چہرے پہ طیش تھا وہاں اب سکون تھا۔۔اور مقابل کے چہرے پہ اب دہکتا جہان کا غصہ اور طیش موجود تھا۔

''دیکھو۔''حسن نے انگلی کھڑی کی۔۔ا. اہیم کو اب حسن کی ہر بات پہ مزہ آ رہا تھا۔''بتا دو وہ کہاں ہے۔۔ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔''

''میں نے سنا تھا کہ شیر حسن آفندی دھمکیاں نہیں دیتا۔۔یہ کیا۔۔حسن تو دھمکیوں پہ اتر آیا۔''ا. اہیم محظوظ سے انداز میں کہتا ہوا اسکے قریب ہوا۔''کیا کچھ پہ اکر لے گئی ہے وہ؟''ا. اہیم نے سرگوشی کی تو حسن نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''آئے ہو تو اب عید کر کے ہی جانا۔۔ماں کے ہاتھ کا کھانا کھا کر جانا۔۔ہمم؟''ا. اہیم نے اسکا کندھا تھپتھپایا اور وہاں سے پلٹا۔۔حسن نے جبڑے بھینچے اس جاتا دیکھا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ بوکھلائی سی بیڈ پہ بیٹھی تھی۔

''کک۔کہاں تھے آپ؟''وہ قریباً چیخی تھی۔

''کم آن۔۔گھر آئے مہمانوں کی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔۔اور تم یہاں ڈری سہمی ہوئی بیٹھی ہو؟''ا. اہیم نے اسکی بات سنے بنا پاس پڑے جگ سے پانی کا

گلاس نکال کر اسکی جا. .ٹھایا۔۔صفا نے دونوں ہاتھوں سے وہ گلاس پکڑا اور ایک ہی سانس میں ختم کر دیا۔۔آ. ی گھونٹ پر وہ. ی طرح کھا تھی۔

''ریلیکس۔۔او پ دیکھو۔''ا. اہیم نے گلاس پکڑ کر سائیڈ پر رکھا۔اور اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپ کیا۔صفا نے نم آنکھوں سے ا. اہیم کو دیکھا۔

فجر کی اذان کی آواز آئی تو ا. اہیم مسکرادیا۔۔صفا ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔۔ا. اہیم نے جھک کر اسکی پیشانی چومی۔

''عید مبارک بیگم۔!!میں نے وعدہ خلافی نہیں کی۔''وہ مسکرا کر کہتا پیچھے ہٹا۔

صفا کے گال پل میں سرخ ہوئے تھے۔

''ارے۔۔ابھی ابھی تو ڈری ہوئی تھی۔۔اتنی جلدی بلش بھی کرنے لگی؟قسم سے۔۔اللہ نے .ڑی فرصت سے بنایا ہے تمہیں۔''وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔۔اس نے ابھی۔ صفا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا۔

''میرے لئے کوئی سوٹ بنوایا ہے یا بس اپنی اور مرجان کی ہی شاپنگ کی ہے؟''وہ کیا کہہ رہا تھا صفا کر کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

صفا نے اسکے دونوں .زو لپیٹ لئے۔۔ا. اہیم نے مسکرا کر اسکے .لوں پہ ہاتھ پھیرا۔

''وعدہ کریں۔۔آئندہ ایسے مجھے چھوڑ کر نہیں جا گے۔''وہ مدھم سی آواز میں بولی تو ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''آج عید پہ مجھے اپنے ہاتھ کا بنا ہوا کورین کھلا۔۔بہت یاد آرہی تھی اسکی۔''

صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''فائن۔!!میں خود کو کنگ کروں گا آج۔''

''میں کچھ اور مانگ رہی ہوں۔''صفا آج اسکی .توں میں نہیں پھنسی تھی۔

''چالاک ہوتی جارہی ہو۔''وہ ہنس دیا۔

''وعدہ؟''صفا نے پھر سے دہرایا۔

''نہیں کرسکتا۔''وہ سپاٹ ا. از میں کہتا ہوا ڈریسنگ کی جا. .ٹھ گیا تھا۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے آفندی۔''

حسن نے مڑ کر دیکھا تو زہرہ کھڑی تھی۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''حسن نے ٹ.ٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔

''آپ بتا کہاں چلے گئے تھے۔۔میں نے مغیث کو اتنے فون کئے۔''

حسن کے ہاتھ میں ایک ادھ جلی سگریٹ تھی۔۔اس نے وہ سگریٹ پاؤں تلے مسلی۔۔اور دو قدم آگے .ٹھا۔۔زہرہ سانس روک گئی۔

''مر چکا ہے مغیث۔!!''وہ مدھم لہجے میں بولا تو زہرہ نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

''کک۔ .؟ ۔میری تو اس سے .ت ہوئی تھی۔''زہرہ کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی.....جبکہ اس کی .ت پہ حسن نے آنکھیں سکیڑیں۔

'' . ہوئی تھی .ت؟''

''کچھ دن پہلے۔۔یعنی . ا. اہیم وہاں تھا۔۔ت . ۔''

''واٹ؟''حسن کی آنکھیں .ہر کو آ ۔۔اس نے بے اختیار اپنے .لوں میں ہاتھ پھیرا۔۔اور پھر اپنی تھوڑی پہ۔

''تم۔تم پاگل ہو؟وہ مر چکا ہے۔۔جس دن ا. اہیم وہاں گیا تھا۔۔اس سے اگلے دن ہی وہ مر گیا تھا۔''

''تو۔پھر۔فون کس نے اٹھایا تھا؟''اب زہرہ کا بھی حلق سوکھ رہا تھا۔

حسن کچھ ثانیے اسکو دیکھتا رہا۔۔۔پھر ایک قدم آگے بڑھا۔

''واپسی کی تیاری کرلو۔''

''۔کیوں؟''زہرہ کی سانس اٹکی۔

''کیونکہ وہ تمہاری حقیقت جان چکا ہے۔''حسن کے لہجے میں کوئی خوف نہ تھا البتہ الجھن سی تھی جیسے کہ وہ زہرہ کو اس کا نہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ زہرہ کسی کردہ گناہ کی سزا پائے۔۔اس نے زہرہ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا تھا۔۔اور اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ زہرہ کا نام کسی بھی طرح بدنام ہو۔۔حسن کو لوگوں کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔۔کسی کی جان کی تو ہرگز نہیں۔۔آج اسکو سامنے کھڑی لڑکی پر رحم آیا تھا۔

''نہیں آفندی۔!!اب میں نہیں جاؤں گی۔''

''پاگل ہو؟تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔۔ویسے بھی اب مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔۔اپنا باقی کا سفر میں اکیلے کرنے والا ہوں۔۔تم آزاد ہو۔۔جاؤ اپنے اپنے گھروں کو۔''اس نے بے پرواہ سے انداز میں ہاتھ جھلایا۔

''باقی کا سفر؟کیسا سفر؟''

''وہ میں تمہیں بتانا لازمی نہیں سمجھتا۔۔جاؤ یہاں سے اور واپسی کی تیاری کرو۔''کہہ کر حسن نے رخ پھیر لیا۔

زہرہ اسکی پشت کو دیکھے گئی۔۔پھر ایک قدم آگے بڑھی اور آگے آکر اس نے حسن کا ہاتھ پکڑا۔

حسن کرنٹ کھا کر پیچھے ہوا۔

''واٹ دا ہیل۔!!'' وہ بے اختیار کہہ اٹھا تھا۔

''آفندی۔!!آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟کیا آپکو میں دکھائی نہیں دیتی؟کیا میری قربانیوں کی،میری ندامات کی بس اتنی سی قیمت ہے کہ میری جان بخش دی جائے۔؟کیا میرے حصے میں بس اتنا ہی آنا تھا؟''وہ نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

حسن کی آنکھوں میں حیرت امڈ آئی۔۔پھر وہ آگے آکر اسکے روبرو کھڑا ہوا۔۔اس نے انگلی کھڑی کی خود پر ضبط کرنے کی انتہا کی تھی۔

''دیکھو زہرہ۔!!میں نے تم سے ہزار دفعہ کہا ہے کہ میرے بارے میں کوئی مرض دل میں مت پالنا۔''

''دل کا کیا آفندی؟آپ نے بھی تو صفا سے۔۔''

''شٹ اپ۔!!جسٹ شٹ اپ۔!!''وہ تیز آنکھوں سے اسکی جانب دیکھ کر غرایا۔

''نہیں۔۔آج نہیں۔۔آج آپ مجھے خاموش نہیں کروا سکتے۔۔آپ لوگ کریں تو محبت،صفا کرے تو ایثار اور زہرہ کرے تو؟کیا زہرہ کی محبت کسی کو نہیں آتی؟کیوں؟کیوں صرف صفا جیسے لوگوں پر ہی قسمت مہربان ہوتی ہے؟میرے جیسے لوگ کیوں ہمیشہ تشنہ رہ جاتے ہیں۔اور وہ صفا۔۔ایک مرد سے دل نہیں بھر رہا تھا اسکا جو آپکے دل میں بھی۔۔''

''زہرہ۔!!''اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی حسن نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔۔زہرہ نے آنکھیں بند کرلیں۔۔حسن نے مٹھی بھینچ کر ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

وہ کچھ دیر اپنے ہاتھ کو دیکھتا رہا۔۔اسکو لگا کہ جیسے کوئی غیر مرعی قوت اسکو کنٹرول کر رہی ہے۔۔وہ کارہ ہوتا جا رہا تھا اسکا ہاتھ نہیں اٹھ رہا تھا۔۔وہ ارتعاش کر رہا تھا۔۔وہ جو ذرا سی بات پر زہرہ کو دن سے دبوچ لیا کرتا تھا وہ آج خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔۔دل میں کچھ ٹوٹ رہا تھا۔

''دفع ہو جاؤ۔۔اس سے پہلے کہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کردوں میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔''حسن نے سختی سے کہا تو زہرہ ایک لمحہ ضائع کئے بناء وہاں سے چلی گئی۔

''آہہہ۔۔!!''حسن نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے۔پاس پڑی بید کی کرسی کو زور سے ٹھوکر ماری وہ دور جا گری تھی۔

آفیسر کمرے میں داخل ہوا تو وہ سامنے کرسی پہ آڑھی ترچھی حالت میں پڑا تھا۔۔اسکی حالت دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت یقیناً کریٹیکل کنڈیشن میں ہے۔۔آفیسر نے عملے کو بلوایا اور اسکو وہاں سے لے گئے۔

ہیڈ کوارٹر کے ہی ایک ہسپتال میں اسکو منتقل کیا گیا تھا۔۔پیشہ ور ڈاکٹرز کی ٹیم اپنی سر توڑ کوشش کر رہی تھی اسکی حالت کو سمجھنے کی۔۔ہر قسم کا ٹیسٹ کیا گیا تھا۔۔آخر کار اسکے دماغ کے ٹیسٹ کئے گئے تو ڈاکٹرز پہ انکشاف ہوا کہ اسکے دماغ میں ایک کلاٹ ہے۔۔جس کی وجہ سے وہ اس حالت میں ہے۔

بیڈ پہ پڑے ہوئے اس شخص کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس قدر طاقت ور انسان ہے نہ صرف اپنے عہدے کے اعتبار سے بلکہ اپنی شخصیت کے اعتبار سے بھی۔۔وہ جو چلتے پھرتے انسانوں کو ہتھیاروں میں بدلنے کا ہنر جانتا تھا۔۔وہ جو کٹھ پتلیاں بنانے کا گر جانتا تھا۔

وہ جسے سامنے والے شخص کو قتل کرنے کے لئے کسی بھی آلے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔۔وہ ایک آواز کے اشارے سے اور ایک حکم سے مقابل کو قید کر کے مار دیا کرتا تھا۔

وہ آج اس حالت میں تھا کہ جس کو اگر کوئی زہر کا انجکشن لگا کر جاتا تو وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔۔ان کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو جائے ایک نا ایک دن، ایک نا ایک لمحہ ایسا ضرور آتا ہے۔ قدرت اسکو اسکی اوقات دکھا دیتی ہے۔

اس دن بے ہوشی کے دوران اس نے وہ کچھ ایکسپیرینس کیا تھا جو وہ ہوش میں رہ کو تو کبھی نہیں کر سکتا تھا۔

''ڈاکٹر ضیاء۔!!''

ایمرجنسی بھاگتی ہوئی آئی۔

''وہ حسن کرداوی کی حالت بہت کریٹیکل ہے۔'' اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ضیاء ایک سینئر ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ اس ادارے کے اہم کارکن تھے۔۔وہ اپنی ٹیم کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچے تھے۔

وینٹی لیٹر پہ زندگی کی لکیر بتا رہی تھی کہ شاید وہ شخص ہاتھوں سے پھسل رہا ہے۔۔دھڑکن بہت مدھم تھیں جبکہ آکسیجن کے وجود وہ سانس لیتا ہوا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

ان لوگوں نے فوراً ایمرجنسی ٹیم کو طلب کیا۔۔اور اسکا ٹریٹمنٹ شروع کر دیا۔

.ب ہفتم

''ہ کی دلیل یا ف؟''

ا سزَ ۔۔!!

ر ی ختم ہونے والی سزَ ۔جس میں ا لڑکا بھا ہوا جا رہا تھا۔۔اسکی سانس پھولی ہوئی تھی اور وہ اپنی جان بچا ہوا بھاگ رہا تھا۔اسکے پاؤں ننگے تھے جن پہ پتھر اور کنکر چبھنے کے ش اب خون رس رہا تھا۔۔وہ ان زخموں سے ا ن بھا ہوا جا رہا تھا۔

اسکے دل کی دھڑکن اسکو اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔۔سانس پھولنے کے ش اس نے اپنی رفتار سست کی تو وہاں کسی کی غراہٹ گو تھی۔۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو ا خونخوار بھیڑ یا جس کے ٹ ے نوکیلے دا تھے۔ان دانتوں سے لہو ٹپک رہا تھا وہ پوری رفتار سے اسی کی جا ٹ ھ رہا تھا۔حسن نے ا اس خونخوار جانور کو دیکھا اور ا ر پھر سے دوڑ لگا دی۔

وہ بھا ہی جا رہا تھا۔۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔۔ٹنل ختم ہونے کا م نہیں لے رہی تھی۔۔اس نے بے اختیار آسمان کی جا دیکھا۔۔وہاں بھی ر یکی تھی یوں معلوم ہو تھا کہ تو بہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔۔جیسے کہ آسمان بھی ر یکی میں ڈوب چکا تھا۔۔وہاں اب پکار والا کوئی نہ تھا ا شا وہ ذات اب اپنا در بند کر کے بیٹھ چکی تھی۔۔اب کوئی صدا کوئی پکار کسی کے کام نہ آنے والی تھی۔

وہ بھا ہی جا رہا تھا۔

کہ اسکو ا روشنی دکھائی دی۔۔حسن کی آنکھیں ا پل کو چندھیا گئیں۔۔روشنی اس قدر تیز تھی کہ اسکو ا ٹھوکر لگی اور وہ او ھے منہَ ے۔

''حسن۔!!'' وہاں ا مردانہ آواز گو تو حسن نے یوں ہی او ھے منہَ ے ہوئے سر او پ اٹھا۔

''اٹھو ٹ ۔!! کیا حا بنا لی ہے تم نے۔'' وہ ا مرد تھا۔۔جس نے ہاتھ ٹ ھا کر حسن کو تھام لیا۔۔حسن کی نگاہیں اس شخص کے چہرے سے ہٹ نہ سکی تھیں۔

''ا۔۔۔!!'' اسکے حلق سے آواز نہ نکل سکی تھی۔

''حسن۔!! میرے ٹ ۔!! میرے شہزادے۔!!'' ش کر داوی نے محبت سے اسکو پکارا اور دونوں کندھوں سے پکڑ کر سامنے کھڑا کیا۔

''۔۔۔آپ۔!!'' وہ حیرت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔

''کیا ہوا؟ کیا اپنے ۔پ کو پہچان نہیں پ رہے؟؟'' ا چہرے پ ا پ سکون سی مسکان تھی۔

حسن نے بوکھلا کر مڑ کر دیکھا۔۔بھیڑ یے دور رہ َ یے تھا۔

''وہ تمہارے َ ہ ہیں حسن۔۔جو تم نے جان بوجھ کر کئے ہیں۔'' وہ پ سکون سے ا ٔ ازمیں بولے۔

''مم۔ ۔!!ان لوگوں نے میرے ساتھ اتنا ۔ا کیا۔۔آپ نہیں جا ۔''

''میں جا ہوں حسن۔!! کیا ا عمل کا جو تم نے رد عمل د یہ وہ ٹھیک تھا؟''

''میرا کیا قصور تھا؟ میں بے َ ہ تھا،معصوم تھا۔''

''اور انکا کیا قصور تھا جو تمہارے قید خانوں میں مر گئے؟'' وہ دو ۔ وجواب دے رہے تھے حسن ا یک پل کے لئے خاموش ہو َ یے۔اسکو کوئی جواب نہ آ یا تھا۔

ش ۃ کر داوی آگے ٹ ھے اور اسکے دل پ ہاتھ رکھا۔

''کیا یہاں پ دل موجود نہیں؟ کیا ہڈیوں کا یہ پنجرہ اس دل ٔ می پ ٹ یے سے محروم ہو چکا ہے؟ کیا تمہارے دل میں سے ٔ اہمیشہ ہمیشہ کے لئے َ یہ ہے؟'' وہ ۃ سف سے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

'' ۔۔ان لوگوں نے مجھ پ ظلم کیا۔''

''تو کیا تم اسکا ۔لہ معصوموں سے لو گے؟ تو کیا جس کے ساتھ غلط ہو گا اسکو اجازت ہے کہ وہ پھر ۔ طاقت میں آئے تو دوسروں کے ساتھ غلط کرے؟ تمہیں یہ اجازت کس نے دی حسن؟

جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ تمہاری آزمائش تھی اور تم اس آزمائش میں ۔ی طرح ٔ کام ہوئے ہو۔'' کہتے ہوئے ش ۃ کے چہرے پ غصہ در آ یے۔۔انھوں نے اسکے ۔ پ مکا مار۔ا۔حسن لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔

''جو تمہارے ساتھ ہوا وہ تمہارے اختیار میں نہیں تھا۔۔ جو تم کرتے ہو وہ تمہارے اختیار میں ہو ۃ ہے تم اپنے برے کاموں کی جسٹیفیکشن نہیں دے سکتے یہ کہہ کر کہ تمہارے ساتھ برا ہوا۔'' ش ۃ نے حسن کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔

'' ۔۔ان لوگوں نے۔'' حسن کے پ س کوئی الفاظ نہ تھے اپنے ۔پ کو قائل کرنے کے لئے۔

''کیا ان لوگوں نے؟ کیا تم نہیں جا کہ طائف والوں نے ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ کیا تم بھول گئے اہل مکہ کی چال ۔زیوں کو؟ کیا تم بھول گئے مشرکین کے جبر کو؟'' وہ طیش میں آئے۔

'' میں نہ تو محمد ہوں اور نہ کوئی نبی ۔ولی۔!!'' حسن ۔ تھا۔

''تم محمد ﷺ کے امتی ہو۔!!!'' ش ۃ اسی طرح غرائے۔''تمہارے سامنے انکا اسوہ تھا۔۔انکا راستہ تم نے کیا کیا؟؟؟ تم نے شیطان کا راستہ چنا۔۔کیا تم جا ہو کہ ٔ ۃ سے آدم اور ابلیس دونوں کو نکالا َ یا تھا کیا فرق تھا دونوں میں کہ ا یک پ ٔ ۃ کے دروازے کھول دئے گئے اور ا یک کے لئے جہنم د ہکائی گئی؟'' اب ش ۃ بول رہے تھے اور حسن خاموش کھڑا تھا۔

''کیو ا یک نے ٔ دم ہو کر توبہ کر لی۔۔اس نے نہیں کہا کہ اللہ مجھے تو شیطان نے بہکا د یا تھا اس لئے میرا کیا قصور؟ مجھے کیوں ٔ ۃ سے نکالا َ یا؟ میں تو معصوم تھا مجھے سزا کیوں دی گئی؟ بلکہ اس نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور توبہ کی۔۔ا یک عرصے ۃ اس روئے زمین پ ٔ ٹ رہا۔ ۃ کہ اسی توبہ کو قبول نہ کر لیا َ یہ.....جبکہ دوسری جا ٔ ابلیس۔۔جس نے توبہ کرنے کی بجائے اللہ کو ہی چیلنج کیا کہ وہ اسکے بندوں کو رہتی د ۃ بہکا ۃ رہے گا۔۔ کیا تم جا ہو حسن کہ تمہارا رب کتنا غفور ہے؟'' آ ٔ ی جملہ کہتے ہوئے ش ۃ کی آنکھیں نم ہو تھیں۔۔حسن ۃ کی سی کیفیت میں ا سن رہا تھا۔۔آج حسن کے پ س ا کسی سوال کا جواب نہ تھا کسی بھی ۔ت کی دلیل موجود نہ تھی۔۔آج حسن کے ہاتھ پ وں ٔ ھ دیئے گئے تھے۔

''اس نے پھر بھی کہا کہ اسکو قسم ہے اپنی عزت کی کہ. . . اسکا بندہ توبہ کرے گا۔اپنے ' ہوں پ ' دم ہوگا۔۔وہ اپنے بندے کی پکار سنے گا اور اسکو معاف کر دے گا۔۔تو تم نے کیوں نہ پکارا اپنے رب کو حسن؟ آ ' کس چیز نے تمہاری آنکھوں پ پٹی ' ھ دی تھی؟ کیا تم اتنے جاہل تھے، اتنے ا ' ھے تھے کہ تمہیں ہدا ۔ کا ا جگنو ۔ نہ نصیب ہو سکا؟'' انھوں نے حسن کو جھٹکا دے کر دور کر دیا۔۔وہ لڑکھڑا ۔۔اور پھر زمین پ ۔

پتھر زمین پ نے کے . ش اسکی ہتھیلیاں اور اسکے ' ٹ جھل گئے تھے۔اسکی آنکھوں کے سامنے ا ' ھیرا چھا ۔ تھا۔۔وہ خاموش تھا۔

کہ ا . ر پھر سے اسی جانور کے غرانے کی آواز آئی۔۔حسن نے چو ' کر پیچھے دیکھا۔۔بھیڑیا ۔ ہوا اسی کی جا ' . آ رہا تھا۔۔حسن نے سامنے کھڑے اپنے . پ کو دیکھا۔

''۔۔! پلیز۔! بچالیں۔'' وہ رینگتا ہوا ا پس پہنچا اور ا پیروں سے لپٹ ۔

''اب وقت ختم ہو چکا ہے حسن۔۔اب مہلت ختم ہو چکی ہے۔۔اب تم سجین میں دیئے جاؤ گے قیامت کی سحر ہونے ت ۔'' انھوں نے اپنے پ وں چھڑوائے۔

بھیڑیا قر . سے قر . ت آ ت جا رہا تھا۔۔حسن نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''۔۔نہیں۔۔پلیز۔'' وہ ٹ ٹ ٹ ا رہا تھا وہ روشنی ہر لحہ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔اور آ ' کا روشنی کرن بھی بجھ گئی۔اور ٹنل میں ت ریکی چھا گئی۔۔حسن نے آ پونچھے اور ت پ ت اٹھ کھڑا ہوا۔۔وہ ا . ر پھر سے بھاگنے لگا تھا۔

وہ بھا ت جا رہا تھا۔۔بھیڑیا اسکے پیچھے تھا۔۔وہ اسکے پیروں سے ' ت ہوئے خون کو وہ رک کر سونگھتا اور ا . ر پھر سے حسن کے پیچھے بھاگنے لگتا۔۔حسن بھا ت جا رہا تھا کہ اچا ' وہ ا . ڑے سے پتھر سے ٹکرا ۔ تھا۔ٹھوکر لگنے کے . ش وہ ا . ر پھر سے زمین بوس ہوا تھا۔

اور بھیڑیا اب اسکے سر پ آن پہنچا تھا۔۔حسن نے آنکھیں بند کر لیں۔۔اس نے خود کو موت کے حوالے کر دیا تھا۔

ز ' گی کی لکیرا ا . ر پھر سے بحال ہوئی۔

''تھینک گاڈ۔!!'' ڈاکٹر ضیاء نے آلات ا طرف رکھے۔''ان کو اگلے چوبیس ' ٹ آئی سی یو میں رکھو۔۔مزید ٹیسٹ ہوں گے اور پھر ا اجازت سے ہی آپ کریں گے۔'' ڈاکٹر ضیاء . قی ٹیم کو ہدایت دیتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔

سیاہ آنکھیں بند تھیں۔حسین چہرہ بے رونق تھا۔زرد۔۔!!

''آپ سمجھ نہیں رہے۔۔آپ ہی واحد حل ہے ورنہ یہ مرض آپکی جان لے لے گا۔''

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔۔ڈاکٹر ضیاء ہاتھ میں فائل لئے کھڑے اسکو قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''مجھے سیل میں شفٹ کر دو۔''

''کیا؟'' ڈاکٹر ضیاء کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اسکو قائل کر رہے تھے کہ اسکی حا ت کتنی ' اب ہے اور اب جا کر اس نے منہ سے کچھ بولا ہے تو یہ؟ کہ اسکو سیل میں ڈال دیا جائے؟ انکا دماغ گھوم کر رہ ۔ تھا۔

'' ۔!!''

وہ کچھ کہتے حسن نے نگاہ اٹھا کر ا جا ' دیکھا۔

''میں یہاں سزا کے لئے لا ۔ ہوں۔۔اور قیدیوں کے علاج نہیں کئے جاتے۔۔جن کو سزائے موت دینا مقصود ہو پھر ا زخموں پ مرہم نہیں رکھا جا ت۔'' وہ ت ر سی آواز میں بولا تھا۔

'' آپ۔۔اس طرح۔۔کیسے ہم آپکو۔'' ڈاکٹر ضیاء . ی طرح ہڑ ۔ائے تھے۔

''کیوں؟ مجھے فتار کیا ۔ ہے ت کہ میں اپنے ' ہوں کی سزا پ سکوں۔۔تو پھر؟ یہ ہمدردی کیوں؟''

ڈاکٹر ضیاء خاموش ہو گئے واقعی ا پس حسن کی ب ت کا جواب نہ تھا۔۔وہ لوگ تو اسکو ڈی سے ڈی سزا دلوانے کی تیاری کر رہے تھے۔ملٹری عدا ۔ میں اسکا ٹائل چاہتے تھے۔۔تو پھر کیوں ا اس شخص کی پ واہ تھی؟ کیوں وہ اسکے مرض کا علاج کر چاہتے تھے۔

شا اس لئے کہ وہ ڈاکٹر تھے۔۔ڈاکٹر مجرم یا مومن کو نہیں دیکھتا۔۔اس نے بس جان بچا سیکھا ہوتا ہے اس کو فرق نہیں پڑتا کہ مریض گنہگار ہے یا مومن۔۔اس کو تو بس ا ہی کام آتا ہے۔۔وہ ہے مسیحائی کر۔۔اور ڈاکٹر ضیاء بھی شا اپنے پیشے کی وجہ سے اس طرح کی ب تیں کر رہے تھے۔

اسکو سیل میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔یہ اسکی منشاء کے مطابق ہوا تھا۔اسکو کچھ وقت درکار تھا اپنے سوالوں کے جواب حاصل کرنے کے لئے۔

شیشہ کے الفاظ اسکے ذہن کانشیس میں گونج رہے تھے.....اس خواب نے اسکو بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا۔اس لئے وہ کچھ دیر اس تاریکی میں تنہا چاہتا تھا۔۔وہ وہاں کچھ لمحے حسن کے ساتھ تنہا چاہتا تھا۔۔وہ ''شا'' سے چھٹکارا چاہتا تھا کچھ پلوں کے لئے یا کچھ دنوں کے لئے۔۔اس لئے اس نے تنہائی کو چن لیا۔

یہ تنہائی اسکو راس نہیں آئی تھی۔۔اسکو اسکے کسی سوال کا جواب نہیں مل پایا تھا۔۔اسکا سکون دن بدن غارت ہوا تھا۔۔اسکی حالت بگڑتی سے بگڑتی ہوتی گئی۔

دن رات وہ سوچتا رہتا دماغ خالی رہتا تھا۔۔یعنی اس قید کو چننے کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا تھا۔

''تم بنی اسرائیل کی مائیں ملعون ہو حسن۔!! جن کے دل سیاہ ہیں۔'' آواز کا رعینا کے الفاظ اسکے دماغ پر دن رات ہتھوڑوں کی مانند سنے لگے تھے۔

کون تھے بنی اسرائیل ؟

بنی اسرائیل۔!!

دو ہزار سال قبل اللہ کی چہیتی قوم کا لقب پانے والی واحد قوم۔!!

جو اپنے وقت کی مسلمان قوم تھی۔!! یہ صابی کتاب اور صابی شریعت قوم تھی۔

ایک ایسی قوم جس پر کرامات اور احسانات کی برسات کی گئی۔۔مسلمان اور یہود دونوں کا مذہب ابراہیمی ہے۔۔حضرت ابراہیم علیہ سلام کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی سے جو قوم وجود میں آئی وہ آل یہود تھی.....جبکہ حضرت اسماعیلؑ کی سے امت محمدی ﷺ کا تعلق ہے۔

اس طرح ہم دونوں کی جڑیں ایک ہی مٹی میں ہیں۔

اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔۔جس کی وجہ سے ا کو اور اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔۔ا بارہ بیٹے تھے۔۔اور بارہ ہی قبیلے تھے جو کہ کنعان کی سرزمین پر آباد تھے۔۔یہ بارہ قبائل حضرت ابراہیمؑ کے مذہب پر پیرا عمل تھے۔

یوں بنی اسرائیل ان بارہ قبیلوں پر مشتمل تھے یہود جو کہ آج کے بنی اسرائیل ہیں وہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی اولاد میں سے ہیں۔۔اس لئے موجودہ بنی اسرائیل میں جو یہودی ہیں وہ یہودا کی اولاد میں سے ہیں۔

یوں دیکھا جائے تو کوئی بھی قوم ملعون نہ ہوئی کیونکہ کوئی بھی قوم اجتماعی طور پر معلون نہیں ہوا کرتی۔۔البتہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ ایسے ایسے جرموں کے مرتکب ہوتے ہیں کہ ان پر اللہ اور اسکے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

یہ وہ قوم تھی جو نبیوں کو ناحق قتل کرتی تھی۔۔اور ذلہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔۔یہ لوگ کہتے تھے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔۔(نعوذ باللہ) اس بارے میں پھر اللہ نے واضح کہا کہ ان پر لعنت اور پڑتی رہو۔۔کیونکہ انھوں نے اللہ کی شان کو پہچانا ہی نہیں۔

اس طرح وقتاً فوقتاً آل یہود وہ کام کرتے رہے جن کی وجہ سے وہ لوگ مختلف زمانوں میں اور مختلف مقامات پر اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے تھے۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۸ میں بھی آل یہود پر لعنت کی گئی ہے۔۔کیونکہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لئے اسلام کی دعوت ا دلوں پر اثر نہیں کرتی۔۔وہ لوگ یہ عذر پیش کرتے تھے۔۔وہ لوگ متکبر تھے۔۔یہ عذر ہی نہیں یہ انکا تکبر تھا کہ ا دلوں میں ا اپنی تعلیمات اتنی پختہ ہیں اسلام چاہے کتنے ہی دلائل دے دے وہ لوگ ایمان نہیں لا گے۔لہٰذا اس قوم پر رہا لعنت کی گئی۔

وہ اپنے ہوں کی جسٹیفلیشن دیکرتے تھے اور اس جسٹیفلیشن پہ تکبر کیا کرتے تھے۔
حسن نے اپنے ہوں ہی جسٹیفیکیشنز گھڑ لی تھیں۔اور ان من گھڑت جسٹیفیکیشنز پہ وہ مطمئن تھا اور متکبر تھا۔
ان باتوں کا جواب حسن کو نہیں مل رہا تھا کہ عینا نے اسکو ملعون کیوں کہا تھا؟ تو پھر اسکا جواب صرف عینا کے پاس تھا۔
اور اس نے اس تاریکی میں عینا سے مل کر اپنے سوالوں کے جواب مانگنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''کیا ہم آج ایک ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں؟'' وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ صفا واش روم سے نکلی تھی۔۔کچھ دیر پہلے کا تناؤ رویہ صفا کو ابھی بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔ابراہیم نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔۔دوپٹہ حجاب کی صورت چہرے کے گرد لپیٹے ہوئے وہ کھڑی تھی۔۔آستینیں ابھی تک چڑھی ہوئی تھیں اور چہرے سے پانی کی بوندیں گر رہی تھیں۔

ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور برش واپس رکھا۔اس نے ایک پرفیوم اٹھایا اور صفا کے سامنے کھڑا ہوا۔صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ابراہیم نے پرفیوم کا ڈھکن اتارا اور صفا کی کلائی پکڑی۔اس کی نبض کے مقام پہ ہلکا سا سپرے کیا۔اور اسکو مسل کر اسکی کلائی صفا کی جسم کے قریب کی۔ایک مدھم سی مہک اسکی سانس میں اتر گئی۔۔صفا نے آنکھیں بند کر کے اس مہک کو محسوس کیا۔

ابراہیم مسکرا دیا۔

''پگلی۔'' کہہ کر اس نے پرفیوم واپس ٹیبل پہ رکھا۔۔صفا نے آنکھیں کھول کر اسکی یہ حرکت دیکھی۔۔وہ الجھی تھی۔

ابراہیم دور ہٹ کر مڑا۔

''یہ پرفیوم یہاں موجود تھا تو میرے ان دھلے کپڑے الماری میں کیا کر رہے تھے؟'' صفا کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔۔اسکی چوری پکڑی جا چکی تھی۔۔وہ جھجکتے ہوئے سر جھکا گئی۔۔ابراہیم نے اسکی تھوڑی تھام کر چہرہ اوپر کیا۔

''بولو۔!!''

صفا نے پلکیں اٹھائیں۔سرمئی آنکھوں نے پھر سے اپنا جادو جگایا تھا۔اور شربتی آنکھیں ایک بار پھر سے اس سحر زدہ ہوتی تھیں۔ابراہیم نے آج پہلی بار غور کیا تھا اسکے کمرے کی ہر شے پہ تو سیاہ تھی یا سرمئی جو سرمئی رنگ وہ اس وقت دیکھ رہا تھا وہ رنگ پسند کیا تھا۔وہ رنگ سے کے سارے شیڈز سے زیادہ خوبصورت تھا۔اور آج وہ نہ کہہ پایا کہ ''آئی ڈونٹ لائک اٹ۔'' وہ آج خود سے جھوٹ نہ بول سکا تھا۔کیونکہ سے اسکا پسندیدہ رنگ تھا۔

''وہ دراصل۔'' صفا نے اٹکتے۔

''اٹس اوکے تو تمہاری یہ ہکلانے کی بیماری کا کوئی حل نہیں ہے میرے پاس۔'' ابراہیم نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

''ہکلا نہیں رہی۔'' صفا فوراً دفاع میں آئی۔

اس سے پہلے کہ ابراہیم مزید کوئی چوٹ کرتا وہ آگے بڑھی اور پرفیوم اٹھایا۔۔ابراہیم نے حیرت سے اسکو دیکھا۔۔وہ اب ڈھکن کھول کر سامنے آئی اور ابراہیم کے کرتے پہ سپرے کرنے لگی۔۔ابراہیم اسکی اس حرکت پہ حیرت سے ہنس دیا۔۔ اس نے کچھ پوچھا نہیں۔۔صفا نے پرفیوم واپس رکھا۔۔اور اسکے قریب ہوئی۔۔ابراہیم ٹھٹکا۔۔صفا نے قریب ہو کر اسکی خوشبو کو محسوس کیا۔۔ابراہیم کے گلے میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''دیکھا۔!! یہ والی زیادہ اچھی ہے۔'' صفا نے کہتے ہوئے اپنی کلائی سامنے کی۔''اور یہ والی نہیں۔'' ابراہیم نے ابراہیم وسکیڑے۔''یعنی جو مہک آپ میں سے آتی ہے وہ پرفیوم سے الگ ہوتی ہے۔۔جو آپکے لباس سے آتی ہے وہ اس شیشی سے نہیں آتی۔۔پرفیوم وہی ہے۔۔ جب آپ اسکو سپرے کرتے ہیں تو اسکی مہک مل جاتی ہے۔'' وہ سنجیدگی سے اپنا نقطہ دے رہی تھی۔۔ابراہیم سانس روکے۔

وہ پلکیں جھپک نہ سکا۔

''کیوں؟ غلط کہا کیا میں نے؟'' صفا نے کہتے ہوئے اپنی آستینیں در ۔ کیں۔

ا. اہیم خاموش رہا تھا۔ لکل کسی. ۔ کی طرح۔

'' ز پڑھ لیں؟'' صفا کہتے ہوئے اسکی بغل سے نکل گئی۔۔اس نے دونوں جائے ز بچھائے۔۔ا. اہیم ابھی۔ ۔ میں تھا۔

''آجا ۔۔وقت نکل رہا ہے۔'' صفا کے پکارنے پ وہ ہوش میں آ۔

ز ہرہ آ چھپاتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی۔اس نے دروازہ بند کیا اور آ کر بیڈ پ ڈھے گئی۔۔ جانے کتنی د وہ روتی رہی تھی۔۔پھر اس نے آ صاف کئے اور اٹھ کر بیٹھی۔

''نہیں۔۔اتنی آسانی سے نہیں۔۔اتنی آسانی سے میں تم لوگوں کی ز گی سے نہیں جاؤں گی۔۔میں ا ن ہوں کوئی جانور نہیں کہ. چاہا گھر میں رکھ لیا اور . چاہا کسی شیلٹر میں چھوڑ کر آ گئے۔'' ز ہرہ نے ا ہچکی لی۔

اس دوران دینا ذرا سا کسمائی۔۔اور اٹھ کر بیٹھی۔

''۔۔!!'' دینا نے ادھر ادھر دیکھا اور ہو ٹ گول کئے۔۔ز ہرہ نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔اب یقیناً دینا کا رونے کا سیشن سٹارٹ ہونے والا تھا۔۔ .

سے ا. اہیم ۔ تھا وہ نیند سے جاگتے ہی اسکا م لیا کرتی تھی۔۔اور کل رات صفا کی اپنی حا ۔ ایسی تھی کہ دینا پھر ز ہرہ کے پ س ہی رہی تھی۔

اور اس وقت ز ہرہ کے لئے ا. اہیم کے کمرے میں جا محال ہو رہا تھا۔کیو اسکو اپنے گال پ ابھی۔ اس تھپڑ کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔

''۔۔!!'' اس سے پہلے کہ دینا مز روتی ز ہرہ نے جھک کر اسکو اٹھا لیا۔اور اسکی پیٹھ پ لگی۔۔وہ کچھ د اسکو لئے کمرے میں ٹہلتی رہی . . دینا کسی صورت قابو میں نہ آئی تو وہ اسکو لئے کمرے سے نکل آئی۔

راہداری کراس کر کے وہ ا. اہیم کے پورشن میں پہنچی تو مرجان اپنے کمرے کے . ہر کھڑا جمائی روک رہا تھا۔

''مرجان۔!تم اٹھ گئے؟'' ز ہرہ فورا اسکے پ س پہنچی۔

''ہاں۔!'' وہ فریش نہیں ہوا تھا۔۔ابھی۔ اپنے ٹ ڈریس میں تھا۔

''اچھا۔!!یہ دینا کو اپنے . . کے پ س لے جاؤ روئے جا رہی ہے'' ز ہرہ نے دینا کو گود سے ا ۔ را۔

مرجان نے دینا کی انگلی پکڑی۔۔اور صفا کے کمرے کی جا . چل دی۔۔ز ہرہ نے ا سکون کی سانس لی اور واپس اپنے کمرے کی جا . پلٹ گئی۔

وہ اس سے ا قدم آگے تھا۔ زادا کر کے اب وہ دونوں دعا ما رہے تھے۔ا. اہیم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے وہ خاموش تھا۔۔وہ اکثر خاموش دعا مانگا کرتا تھا۔صفا نے . جھول جھول کر اپنی دعا مکمل کی تو اسکو کن ا ں سے دیکھا۔پھر ا شرارتی سی مسکراہٹ اسکے لبوں پ بکھر گئی۔صفا یوں ہی ٹ بیٹھے آگے کو سرکی۔اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ ٹ ھا کر ا. اہیم کی ہتھیلیوں سے دعا اچک لی۔۔ا. اہیم اسکی حر ۔ پ اسکو دیکھ کر رہ ۔۔صفا نے جلدی سے ہاتھ چہرے پ پھیر لئے۔

''آپ اور ما لیں کیو یہ دعا تو میں نے لے لی۔'' وہ کھلکھلا کر پیچھے ہٹی۔۔ا. اہیم نے ا. واچکائے۔

''چور۔!!'' وہ آنکھیں سکیڑ کر بولا تو صفا کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔

''اس میں کیا تھا؟ دعا ہی تو تھی۔۔اور ما لیں۔'' وہ ڈھٹائی کا مظاہر کرتی واپس اپنی جگہ پ آئی۔۔ا. اہیم نے دونوں جبڑوں کو. ھم پیو ۔ کر کے اپنی ہنسی کو روکا تھا۔۔جس کے . ش اسکے جبڑے ابھر سے گئے۔

''اب اتن سی . ت پ غصہ بھی کریں گے؟'' وہ اسکے جبڑوں کا ابھار دیکھ رہی تھی۔۔ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔''ہونہہ۔لوگ اپنی بیویوں پ . کچھ لٹا دیتے ہیں اور آپ ا دعا نہیں دے ۔''

''بڑی کوئی ڈرامے باز ہوگئی ہو تم۔''ا. ایم نے صفا کی ناک پکڑ کر کھینچی۔۔وہ کراہ کر رہ گئی۔۔

وہ ہنس دیا۔دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجاؤ۔!!''ا. ایم نے وہیں سے اجازت دی تو دروازہ کھلا۔۔سامنے مرجان اور دینا کھڑے تھے۔

''اوئے۔!!میری پری۔!!''ا. ایم نے دینا کو دیکھ کر بانہیں پھیلا دیں۔۔وہ روتی ہوئی بھاگتی ہوئی آئی اور اسکی آغوش میں سما گئی۔۔ا. ایم نے دینا کو خود میں ہی چھپا لیا۔۔مرجان ابھی تک جمائیاں لے رہا تھا۔

''تم اٹھ گئے مرجان۔''صفا نے اسکو پکارا۔۔وہ سست قدم اٹھاتا ہوا آیا اور اسکے ساتھ آ کر ٹک گیا۔

''کیا ہوا؟تم اداس ہو؟''صفا نے مرجان کے سیاہ بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے خفگی سے نگاہ ا. ایم پر ڈالی جو کہ اب دینا کا چہرہ چوم رہا تھا۔۔اور دینا تو خوشی کے مارے اب پھولی نہیں سما رہی تھی۔۔جانے کتنے دنوں بعد اسکو اپنے باپ کا لمس محسوس ہوا تھا۔

''ہاں۔۔میں اداس نہیں ناراض ہوں۔''مرجان نے کہتے ہوئے صفا کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

''ارے ارے۔!میرا ہینڈسم، چارمنگ کرش کیوں ناراض ہے؟''

ا. ایم ان دونوں کی باتیں سن کر مڑا۔۔اور سامنے آتے۔۔دینا ا. ایم کی گود میں پڑھی بیٹھی تھی جبکہ سامنے مرجان صفا کے کندھے سے سر ٹکائے ہوئے تھا۔

''یہ تو آپ اپنے پہلے والے کرش سے پوچھیں۔''مرجان نے ہونٹ گول کیئے۔۔ا. ایم نے ا. واٹھائے۔

''اب کیا کروں میرے شوہر نے؟''صفا نے ا. ایم پر ڈالی جس نے ا. واچکا کر ان دونوں کی اداکاری دیکھی تھی۔

''میرے دو تین کی پٹائی کی۔۔اتنی زور سے مارا ہے۔''مرجان کھوئے کھوئے انداز میں بولا تو صفا نے چونک کر ا. ایم کو دیکھا۔۔وہ یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ ا. ایم اور حسن کا آمنا سامنا ہوا ہے۔۔اسکو تو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ دونوں کیسے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔۔صفا کا حلق خشک ہوا۔

''تو اسکو کس نے کہا تھا بن بلائے مہمان کی طرح منہ اٹھا کر آجائے۔۔ہے نا دینا؟''ا. ایم دینا کے ساتھ کھیلتا ہوا نارمل سے انداز میں بولا تو مرجان تڑپ کر رہ گیا۔

''۔۔!!آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟''

''میں ایسا کر سکتا ہوں۔۔اور ایسا ہی کروں گا۔''ا. ایم نے دوٹوک انداز میں کہا۔۔صفا کبھی باپ کو دیکھتی تو کبھی بیٹے کو۔۔

''اگر گولی لگ جاتی تو؟''مرجان نے ہونٹ بھرا۔۔جبکہ گولی کا سن کر ہی صفا کے پسینے چھوٹ گئے۔۔تو اسکی غیر موجودگی میں وہاں کیا کیا ہوا تھا؟

''گگ۔گولی؟''صفا ہکلائی۔

''ہہ۔ہاں۔گگ۔گولی۔۔اب آپ تم دور رہ اسکے۔تم پر ہکلائی تو گگ۔گولی۔۔۔تمہارے بھیجے میں بھی اتار دوں گا۔''ا. ایم اب کی بار پٹ کر بولا تھا۔۔مرجان اور صفا کا بے تکاری ایکشن اسکوارییٹ کر رہا تھا۔۔صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''اور تم۔!چلو جاؤ اور ریڈی ہو جاؤ۔پھر عید کی نماز کے لئے لیٹ ہو گئے تو نہیں لے کر جاؤں گا۔''ا. ایم نے اب کی بار مرجان کو سختی سے ڈپٹا تھا۔۔مرجان نے ہونٹوں کی طرح اسکو دیکھا۔

''اور اس گیدڑ سے زیادہ ہی ہمدردی ہے تو بھیج دیتا ہوں اسی کے ساتھ تمہیں۔''ا. ایم کو مرجان کا حسن کے لئے یوں پگھلنا ذرا پسند نہیں آیا تھا۔۔مرجان نے ہونٹ گول کیئے۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے۔۔آپکو۔۔مس کیا تھا۔''وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔۔صفا نے بے چارگی سے مرجان کو اور پھر اسکے سفاک باپ کو دیکھا تھا۔

''ہاں۔۔جانتا ہوں کتنا مس کیا۔۔۔میں آیا تو اسکی گود میں پڑھے بیٹھے تھے۔''

''وہ۔وہ۔تو۔'' مرجان کے الفاظ ختم ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔۔صفا کو اس پہ بے انتہا پیار اور ترس آ رہا تھا۔۔وہ بڑوں کی لڑائی میں پھنس گئی تھا۔

''میں اب آپ سے بات نہیں کرنے والا۔'' مرجان نے اپنی آستین سے خشک آنکھیں رگڑیں۔۔ابراہیم نے مسکراہٹ دبائی۔

''ٹھیک ہے نہ کرو۔۔میں خود کرلوں گا۔''

''اور میں جواب نہیں دوں گا آپکی بات کا۔'' مرجان نے ایسی لی۔

''ایبو۔! کیا کر رہے ہیں؟'' صفا نے دینا کو اپنی گود میں کھینچا۔۔دینا مزے سے باپ بیٹی کی لڑائی دیکھ رہی تھی۔

''تمہارا تو باپ بھی دے گا جواب میری بات کا۔'' ابراہیم مقابلے پہ اتر آیا تھا۔

''آئی۔۔آئی۔''

''لو یو۔'' کہتے ہوئے ابراہیم نے مرجان کو اپنی گود میں لیا۔۔اور اسکا منہ پکڑ کر چوما۔

''نو۔۔آئی یو۔'' مرجان نے احتجاج کیا۔

''ٹ آئی لو یو۔'' کہتے ہوئے ابراہیم نے اسکو گدگدی کی تھی۔۔مرجان نہ روسکتا تھا نہ ہنس سکتا تھا۔۔وہ بس ہائے جا رہا تھا.....جبکہ صفا اور دینا کا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

قوت نے اپنی جائے نماز تہہ کی اور اپنے اسٹڈی ٹیبل کی ہی دراز میں رکھی۔۔اس نے اپنی چھوٹی سی سفید جالی دار ٹوپی اتار کر بھی وہیں رکھ دی۔

پھر وہ پلٹ کر اپنے شیلف کے پاس آیا اور وہاں سے ایک کتاب نکالی۔

اس میں سے ایک تصویر نکالی اور اس پہ ہاتھ پھیرا۔۔اور پھر اس تصویر کو اپنے لبوں سے لگایا۔

وہ کچھ دیر اس تصویر کو دیکھتا رہا تھا۔۔اس میں موجود سیاہ آنکھیں قوت کو اپنی جانب ہی متوجہ محسوس ہو رہی تھیں۔

''ماما۔!!'' وہ مدھم سی آواز میں بولا۔۔اور کتاب واپس رکھ کر تصویر کو سینے سے لگا کر کھڑا ہو گیا۔

''میں نے آپکے لئے دعا مانگی ہے۔۔کیا آپ کو میری دعا مل گئی؟'' وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بول رہا تھا۔

''بابا کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں تو اللہ پاک آپ پہ رحمتیں بھیجتا ہے۔۔ماما میں نماز پڑھتا ہوں اب باقاعدگی سے تاکہ آپ پہ رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔۔کیا آپ خوش ہیں؟'' اس نے تصویر کو سامنے کیا۔۔اور سوال کرنے لگا۔

''میں نے آپی سے بھی کہا تھا کہ وہ نماز پڑھا کرے تاکہ اسکے ماں باپ کی قبر پہ بھی رحمت ہو اور وہ لوگ خوش رہیں۔۔میں نے ٹھیک کیا ناں ماما؟'' وہ کتنی ہی دیر اس خاموش تصویر سے باتیں کرتا رہا اور پھر آخر کار اس نے اٹھ کر وہ تصویر واپس اس کتاب میں رکھی۔۔اور کمرے سے نکل گیا۔

دروازہ پھر سے کھلا تو ان چاروں نے چونک کر دیکھا۔۔سامنے قوت کھڑا تھا۔۔جو کہ مرجان کے برعکس اپنے سفید کرتے اور پاجامے میں تھا۔۔وہ یقیناً نماز پڑھ کر آیا تھا۔

''ماشاءاللہ۔!!اسکو کہتے ہیں اولاد کی صورت میں انعام۔'' ابراہیم نے نہال ہو کر قوت کو دیکھا اور اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔قوت اسکے پاس آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی پشت پہ بوسہ دیا۔۔ابراہیم نے مرجان کو گود سے نکالا۔۔اور قوت کو بٹھایا۔۔اسکا ماتھا چوما۔

وہ بے شک ان کی عید تھی۔۔وہ سب ساتھ تھے ایک مکمل خوبصورت خاندان۔!!جو برسوں بکھرنے کے بعد پھر سے سمٹ گیا تھا۔

''سب۔!! آپکا سفر کیسا رہا؟''

قوت نے پوچھا تو ابراہیم نے ایک صفا کو دیکھا کیونکہ وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ وہ وقت کیسے کٹا تھا۔

''خیرت سے ر ی تھا میرے بیٹے۔''ا. اہیم نے اسکے بالوں کو چوما۔

''آپ حسن ماموں سے ناراض ہیں؟'' قوت نے بھی وہی سوال کیا تھا۔۔ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔یقیناً بڑوں کو بچوں کے سامنے نہیں لڑنا چاہیے کیونکہ بچے نہ تو وجہ جانتے ہوتے ہیں اور نہ ایسے واقعات کو بھول پاتے ہیں۔۔بڑے بھول جاتے ہیں۔۔

''کیا تم اور مرجان کبھی نہیں لڑے؟''ا. اہیم نے الٹا سوال کیا۔

''ہم دونوں بھائی بھائی ہیں۔۔ہمارے بیچ بحث ہو جاتی ہے ہم ایسے نہیں لڑتے۔'' قوت نے اسکو سمجھانا چاہا کہ وہ گن نکالے کھڑا تھا۔

''تو بس پھر سمجھ لو کہ بڑے لڑتے ہیں تو کچھ ایسے ہی لڑتے ہیں.....جبکہ بچے بس بحث سے کام لیتے ہیں۔''ا. اہیم نے سر کھجاتے ہوئے منطق دی۔۔صفا نے تاسف سے اسکو دیکھا۔۔وہ اپنے بچوں کو کس بات کا درس دے رہا تھا کہ بڑے ہو جا تو ایک دوسرے پر گن تان لیتے ہیں؟

''تو پھر میں بھی جلدی بڑا ہونا چاہتا ہوں۔'' یہ کہنے والا مرجان تھا۔۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔قوت نے کنکھیوں سے مرجان کو دیکھا۔

'' میں اپنے بھائی پر کبھی بھی گن نہیں تانوں گا۔۔ہاں البتہ جو ہم دونوں کو تنگ کرے گا وہ نہیں بچے گا۔۔میں اسکو ڈھیشوں ڈیشوں کر دوں گا۔'' مرجان نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تو صفا نے بے اختیار اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔

''یس۔ڈیشوں ڈیشوں۔'' دینا نے پر زور حمایت کی تھی۔۔ا. اہیم کا قہقہہ گونجا تھا جبکہ صفا تو بس ہلکان ہوئے جا رہی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو کیسی باتیں سکھا رہا ہے۔

صبح کا اجالا پھیلنے لگا تو صفا تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔اسکا رخ کچن کی جانب تھا۔

اس نے کچن میں قدم رکھا ہی تھا کہ زلیخا پریشان سی کھیر بنا رہی تھیں۔

''السلام علیکم۔!''صفا پاس آئی۔

''وعلیکم السلام۔'' زلیخا نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔۔ابھی بہت سارے کام نبٹانے تھے۔

'' کھیر تو کل رات بن گئی تھی ناں؟'' صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''بن نہیں، جل گئی تھی۔'' زلیخا نا راض سی دکھائی دیتی تھیں۔۔صفا نے چونک کر دیکھا۔''تمہارے حوالے کی تھی صفا۔۔پندرہ منٹ بعد آئی تو کھیر جل چکی تھی۔۔اب جلی ہوئی کھیر تھوڑی نہ کھلا سکتی تھی کو۔'' وہ واقعی خفا تھیں۔۔صفا کا دل ڈوبا۔

''آئی ایم سوری زلیخا اماں۔!!''اسکو واقعی بہت برا لگا تھا۔۔زہرہ اور اسکی لڑائی کے بیچ کھیر جل گئی تھی۔۔اسکو اپنا پر پھر سے زہرہ پر غصہ آیا تھا۔

''کیا ہوا؟ کس بات پر تبصرہ ہو رہا ہے؟''ا. اہیم اپنی گھڑی بند کرتا ہوا کچن کے دروازے میں پہنچا۔

''کچھ نہیں۔۔تمہاری بیوی کے حوالے کھیر کی تھی۔۔جل گئی۔'' زلیخا اماں نے دل کھول کر شکایت لگائی تھی صفا دیکھ کر رہ گئی۔

''زلیخا اماں۔!!!اب آپ میری اتنی سی بیوی پر اتنی بڑی ذمہ داریاں ڈالیں گی تو پھر یہی انجام ہو گا۔'' وہ محظوظ سے انداز میں کہتا صفا کو طیش دلا گیا تھا.....جبکہ زلیخا اماں ہنس دی تھیں۔

''آپ۔آپ دونوں۔!'' صفا نے دونوں کی جانب انگلی کھڑی کی۔

''دیکھیں اماں۔!اتنی سی دھمکی دیکھی ہے آپ نے کبھی؟ آج دیکھ لیں۔'' وہ مسلسل اسکو تنگ کر رہا تھا۔صفا کی ناک سرخ ہوئی۔

وہ پاؤں پٹختی اسکے پاس سے گزری۔ اگلے ہی لمحے وہ وہیں فریز ہو گئی۔ا. اہیم نے گردن موڑ کر دیکھا تو سامنے لاؤنج میں حسن کھڑا تھا۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے محظوظ سے انداز میں کھڑا اسی جانب دیکھ رہا تھا۔۔صفا بڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

ا. اہیم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''افففف۔!!!اب اتنی بھی کیا دہشت میری؟''حسن نے گردن اچکائی۔۔ماحول میں اچانک سے تناؤ بڑھ گیا تھا۔ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔

''گیٹ آؤٹ۔!!''ا. اہیم وہیں کھڑے کھڑے دھاڑا تھا۔۔زلیخا اماں لرز کر رہ گئیں۔

جوابِ حسن کا قہقہہ گو تھا۔۔ا. اہیم نے صفا کو وہیں چھوڑا اور آ کر اسکے رو. وکھڑا ہوا۔

''کیا چاہتے ہو؟''وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ ے۔

''تم جا ہو۔''حسن نے اسی کے ا' ازمیں جواب دیا۔

''نہیں ملے گی وہ۔۔جتنی تم نے اسکی ز' گی. دکرنی تھی کر چکے۔۔اب مزید نہیں۔۔اس لئے دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''وہ مدھم آواز میں بولا تھا۔ لہجے کی َ می وہاں چاروں اطراف محسوس کی جا سکتی تھی۔

صفاا. اہیم کے پ س پہنچی۔

''ا. اہیم۔!! پلیز۔بچے سہمے ہوئے ہیں۔''اس نے مدھم سی سرگوشی میں اسکو کوئی سخت قدم اٹھانے سے روکنا چاہا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی ان . کی ز' گیوں سے جڑے تکلیف دہ واقعات . تی لوگوں کو معلوم ہوں۔

''اور تم؟تم بھی تو سہمی ہوئی ہو؟''حسن نے َ دن ٹیڑھی کر کے صفا کو محظوظ سے ا' ازمیں دیکھا تھا۔۔صفا کا حلق خشک ہوا۔۔ا َ حسن نے ایسی کسی َ ما َ می میں ا. اہیم کو اس فون کال کا بتا دیا؟

سوچ کر ہی صفا کے پیر کانپنے لگے تھے۔

ا. اہیم نے صفا کو اپنے پیچھے کیا۔

''مجھ سے . ت کرو۔''

''تم سے ہی کر رہا ہوں۔۔وہ تو پ یٹی۔''وہ ا. اہیم کی آنکھوں میں دہکتے شعلے دیکھ کر رکا۔''آئی مین تمہاری بیوی ہے جو ہمارے ﷺ آ رہی تھی۔''

''بکواس بند کرو۔۔اور میری وں سے غا َ ہو جاؤ۔۔ورنہ میں اب کسی کا لحاظ نہیں کرنے والا۔''ا. اہیم غرایا۔

''اچھا؟ویسے۔۔کیا یہ . تمہارے . رے میں جا ہیں؟تمہارے کاموں کے . رے میں اور جس سلسلے میں تم مصر جاتے ہو اس . رے میں؟''حسن مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔۔ا. اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''وہ کیا ہے ن۔۔کہ ا َ کل کلاں کو تم کہیں کسی مشن میں مر مرا گئے تو کوئی تو ہو نا چاہیے جو اس . کے . رے میں جا ہو۔''وہ جان بوجھ کر صفا کے جسم سے روح کھینچ رہا تھا۔۔صفاا. اہیم کے عقب سے نکل کر اسکے . ا. آئی۔۔اور َ دن اٹھا کر سوالیہ ا' ازمیں اسکو دیکھا۔

''او کے۔!!میں ریڈی ہونے جا رہا ہوں۔۔عید کرنے کی اجازت تو تم نے خود دی تھی ن۔۔آج عید کی زا ساتھ ہی ادا کریں گے۔''حسن مصالحت سے کہتا ہوا وہاں سے پلٹ َ ۔۔ا. اہیم نے . لوں میں ا َ یں ۔۔اور دفعتاً صفا کی جا . دیکھا جو کہ سوالیہ نگاہیں لئے اسی کی جا . دیکھ رہی تھی۔

''بکواس کر رہا تھا۔۔جان بوجھ کر تمہیں ڈرا رہا تھا۔''ا. اہیم نے ا . زوا سکے دمائل کیا۔

''نہیں تو۔۔آپ بھی ایسا کہہ چکے ہیں کئی . ر۔''صفا کھوئے کھوئے ا' ازمیں بولی۔

''مذاق تھا وہ۔'' کہتے ہوئے ا. اہیم نے اسکو اپنے ے میں چھپا لیا۔۔زلیخا نے ان دونوں کو دیکھا اور دو . رہ اپنے کام میں مگن ہو گئیں۔

''کیا میری کسی خوشی کو کبھی دوام ملے گا۔؟ یوں ہی غیر یقینی کی کشتی میں سوار رہوں گی۔۔کہ کوئی لہر آئے گی اور میری خوشیوں کو ڈبو دے گی؟''صفا کی آواز میں خوف تھا،رنج اور تھکن تھی۔

''خوشیاں دا نہیں ہوتیں۔۔یہ آتی جاتی رہتی ہیں۔۔اور دعا کرو کہ انکا آ' جا' لگا رہے کیو کھڑے پ نی میں . بو پیدا ہو جاتی ہے اور اسکی تہہ پ کائی جم جاتی ہے۔''ا. اہیم نے اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر سمجھا' چاہا۔

''اہمم۔اہمم۔''ا. اہیم نے چو کر دیکھا تو سیڑھیوں پ سفیان گورسی کھڑے تھے۔۔وہ اسکو دیکھ کر مسکراہٹ د ئے رخ پھیر گئے۔

''کم آن۔!!اس عمر میں ایسی باتیں سوٹ نہیں کرتیں آپکو۔''ا۔ اہیم۔ ی طرح جھنجلا یا تھا۔۔وہیں صفا کانوں تک سرخ ہوئی۔۔اور کچن میں چلی گئی۔۔سفیان گورسی ہنسی دبائے اسکے پاس پہنچے۔

وہ دونوں گلے ملے۔۔ورنہ کل رات۔ وہ آیا تھا تو کسی سے مل نہ سکا تھا۔

''میں خوش ہوں۔''انھوں نے ا۔ اہیم کی پیٹھ تھپکی۔۔ا۔ اہیم خاموش رہا۔

''تیار ہو تم؟''انھوں نے پیچھے ہٹ کر اسکو دیکھا۔

''ہاں۔۔بس مرجان اور یاقوت آرہے ہیں پھر چلتے ہیں۔''ا۔ اہیم نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔''ماما کہاں ہیں؟ابھی تک اٹھی نہیں؟''ا۔ اہیم نے ادھر ادھر دیکھا۔

''خفا ہیں تم سے۔''سفیان گورسی نے سرگوشی کی۔

''مجھ سے؟ کیوں؟''

''کیونکہ تم نے ا بھانجے کے سر پہ پستول تان دی تھی۔''

''اوہ۔اچھا؟ان سے پوچھ لیں کہ اگر مزید راض رہنے کا ارادہ ہے تو لگے ہاتھ گولی بھی ہی دیتا ہوں۔۔مزید راض تو ویسے بھی رہنا ہے انھوں نے تو اسی میں بھانجے کا غم بھی منالیں گی۔''ا۔ اہیم منال کو سیڑھیوں پہ دیکھ چکا تھا.....اس لئے ذرا بلند آواز میں بولا۔۔منال تڑپ کر رہ گئیں۔

''ا۔ اہیم۔!!اگر تم نے حسن کو چھوا بھی تو معاف نہیں کروں گی تمہیں۔''وہ لرزتی آواز میں بولیں۔

''ٹھیک ہے۔۔نہیں چھوؤں گا۔''منال سیڑھیاں اتر کر آئیں۔''دور سے گولی ماروں گا۔''وہ محظوظ سے انداز میں ادھورا تبصرہ کیا۔

منال کا صدمے سے برا حال ہوا۔

ا۔ اہیم نے ہنستے ہوئے اپنے ساتھ لگایا۔''کم آن۔!!ایک دن پہلے ہوا بھانجا آپکو اپنے بیٹے سے بھی عزیز ہو گیا؟''

''مجھے تم دونوں عزیز ہو۔''منال کی بھیگی سی آواز آئی۔

''یعنی وہ ایک ہی دن میں میرے برابر آ گیا؟''

''دماغ خراب نہ کرو میرا۔۔اور یہ کیا گولی ماردوں گا۔۔گولی ماردوں گا لگا رکھی ہے؟تم انسانوں کی طرح بھی اپنی لڑائی حل کر سکتے ہو۔''منال شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھتے بولیں۔

''پر سامنے انسان نہ ہو تو اس پہ جانوروں والے ہتھیار استعمال کرنے پڑتے ہیں۔''

''خبردار جو تم نے اسکو جانور کہا۔''

منال روہانسی ہو گئیں۔ا۔ اہیم نے تاسف سے انہیں دیکھا۔۔وہ شخص ایک ہی دن میں اسکے خاندان پہ قابض ہو چکا تھا۔

''عینا۔!! آکر شتہ کرلو۔۔پھر ہمیں واپسی کے لئے نکلنا ہے۔''

ضرار نے نیچے کھڑے کھڑے آواز لگائی۔

عینا سیڑھیاں اتر ہی رہی تھی۔

''کیا ہم آج ہی واپس چلے جائیں گے؟''وہ اداسی سے بولی۔۔اور چلتی ہوئی لاؤنج میں رکھے ایک چھوٹے سے ڈائننگ ٹیبل پہ آکر بیٹھی۔۔ضرار نے شتہ لگایا۔۔ وہ دونوں شتہ کرنے لگے۔

''ہاں۔۔کام ختم ہو گیا ہے۔۔باقی رضا کار تو یہاں کرتے رہیں گے اپنا کام۔۔میں واپس مصر کے لئے نکلوں گا۔۔وہاں بہت کام دیکھنے ہیں۔۔۔پھر ا۔ اہیم واپس نہیں آئے گا۔کچھ سنبھالنا ہوگا مجھے۔''ضرار نے شتہ کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں بتایا۔

''کیا میں یہاں رک جاؤں؟''عینا نے ا یہ آس کے ساتھ اسکی جا ب دیکھا۔

''یہاں؟ یہاں کہاں رہو گی۔؟''

''میں یہیں رہ لوں گی ں۔''عینا نے فوراً جواب دیا۔

''نہیں۔۔یہاں ہر وقت خطرہ رہتا ہے تم تو میرے ساتھ واپس چلو پھر قدس جاؤ گی۔''ضرار نے فوراً اسکی بات کی کی تھی۔۔عینا کا چہرہ مرجھا گیا۔۔وہ یہاں رہنا چاہتی تھی۔

''پلیز۔۔مجھے یہاں رہنے دو۔''

''یہاں اکیلے کیسے؟''ضرار نے اسکو سختی سے کیا تھا۔

''میں رہ لوں گی۔۔جیسے قدس میں رہتی تھی۔۔پلیز۔''عینا نے پھر سے التجا کی تھی۔

''اور اگر یہاں کچھ ہو گیا تو؟''

''تو کیا ہوا۔۔یہاں رہنے والے بھی تو رہ رہے ہیں ں۔۔جیسے ا زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں ویسے ہی میری بھی نہیں۔''عینا نے لاپرواہی سے کندھے اچکا دیئے۔

''تم خودکشی کر رہی ہو۔''ضرار نے تاسف سے اسکو دیکھا۔

''اگر غزہ میں رہنا خودکشی ہے تو یہاں کے دو ملین سے زیادہ لوگ خودکشی ہی کر رہے ہیں۔''

''تم سمجھ کیوں نہیں رہی؟ یہ ان لوگوں کا وطن ہے وہ اس لئے یہاں پر ہیں۔''

''نہیں ضرار۔!! یہ ہم کا وطن ہے۔۔کیا تم جانتے ہو کہ وطن پرستی کتنا بڑا جرم ہے جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔۔اور اسی وطن پرستی کی وجہ سے آج غزہ کے معصوم اس حال میں ہیں۔''

''تو کیا تمہیں اپنے وطن سے محبت نہیں؟ کیا تمہیں مصر سے محبت نہیں؟''

عینا ضرار کی بات پر پھیکا سا مسکرائی۔۔

''وطن وہ ہوتا ہے جہاں ہمارا کوئی محبوب رہتا ہو۔۔وہاں میرا کوئی محبوب نہیں رہتا۔''وہ سر جھکائے چائے کے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتی بولی تو ضرار اسکو دیکھ کر رہ گیا۔

''بات اسکا سوگ مناؤ گی؟''ضرار کو اس لڑکی پر ترس آیا تھا۔

''سوگ انکا منایا جاتا ہے جو مر جاتے ہیں ضرار۔!! وہ شخص میرے لئے کبھی مر نہیں سکتا۔''عینا نے سر اٹھا کر دیکھا تو ضرار کو اسکی آنکھوں میں عجیب ویرانہ آیا۔

سارا کمرہ بکھرا ہوا تھا۔میرال تیار ہو رہی تھی جبکہ آیت ابھی تک بستر میں گھسی ہوئی تھی۔میرال نے اپنا ڈریس جو کہ اسکے ماں باپ کل رات ہی لے کر آئے تھے وہ پہنے کھڑی تھی۔اس نے کاجل بنائے اور اپنی جیولری پہنی۔جوتے پہننے کے بعد وہ اب پھر سے آیت کے سرہانے کھڑی تھی۔

''اٹھ جاؤ۔۔کتنا سوتی ہے تم نے؟ لوگ عید کی نماز پڑھ کر آتے ہی ہوں گے۔''میرال نے آیت کا کندھا ہلایا۔

''مجھے تھوڑی سی دیر اور سونا ہے۔''آیت کی نیند سے بوجھل سی آواز آئی۔

''فائن۔!!اگر تم لیٹ ہو گئی تو تمہیں شیر خورمہ نہیں ملنے والا۔''میرال نے بالوں کو جھٹکا دیا اور اپنی ہیلز پہنتے ٹپ ٹپ کرتی کمرے سے نکل گئی۔

دروازہ بند ہوا تو آیت اٹھ کر بیٹھی۔۔اس نے کمفرٹ ہٹایا تو اسکی گود میں ایک فوٹو فریم تھا۔۔آیت نے وہ فوٹو فریم سامنے رکھا اور اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''ماما۔!!۔۔!! آپ لوگ کیوں چلے گئے؟''وہ سسکی۔فوٹو فریم میں ایک نوجوان سا جوڑا تھا جو ہمیشہ کی طرح مسکرا رہا تھا۔اور لڑکے نے ایک سالہ آیت کو اٹھایا ہوا تھا۔۔ساتھ کھڑی لڑکی نے لڑکے کے کندھے سے سر ٹکایا ہوا تھا.....وہ ایک مکمل خوبصورت خاندان تھا۔

آ۔ نے اس چھوٹی سی نیلی آنکھوں والی آ۔ کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

''آئی یو۔!! تمہاری وجہ سے ماما۔۔ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔'' وہ آج خود سے ہی اظہار ت کر رہی تھی۔

''کیا ضرورت تھی تمہیں روم سے ن کی۔۔ اَ تم روم سے نہ ت تو۔تو۔آج۔۔ اور ماما میرے ساتھ ہوتے۔'' اس نے نم آنکھوں سے تصویر کو ا۔ پھر سے دیکھا۔

''آئی ایم سوری ماما۔۔ میں ا۔ اچھی بیٹی نہیں تھی۔'' اس نے فوٹو فریم ۔ سے لگا۔۔ اور اپنا چہرہ چھپا لیا۔

''آ۔ ۔!!'' نیچے سے ئی جان کی آواز آئی تو کمرے میں بیٹھی آ۔ لرز گئی۔۔ اس نے جلدی سے آ صاف کئے اور وہاں سے اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

وہ کپڑے پہن کر واپس آئی۔۔ اس نے ا۔ پل کلر کا فراک پہنا ہوا تھا جو جواد صا ۔ نے اسکو کل رات ہی دلا۔ تھا۔۔ وہ میرال اور آ۔ میں فرق نہیں کرتے تھے۔

جوتے اور اپنی ہلکی سی جیولری پہن کر اپنے ۔ل پونی ٹیل میں ۔ ھ کر وہ مکمل طور پہ تیار ہو چکی تھی۔

وہ بھی سیڑھیاں ا۔ کر نیچے آئی تو ئی جان ۔ شتہ لگا رہی تھیں۔

''عید مبارک ئی جان۔!!'' آ۔ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔ ئی نے ۔ شتہ لگاتے لگاتے ٹھٹک کر دیکھا۔۔ وہ کچھ د اسکو د۔ ت رہی تھیں۔۔ آ۔ کی نیلی آنکھوں میں نمی واضح تھی۔

''خیر مبارک۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔ تمہارے ۔ آجا تو ۔ شتہ کرتے ہیں۔'' انھوں نے قدرے ۔ می سے کہا تھا۔۔ آ۔ کو تو اپنے کانوں پہ یقین نہ آ۔۔ وہ خوشی خوشی چھلا ۔ لگا کر کرسی پہ بیٹھ گئی۔

''آج میں۔۔ سے بہت ساری عیدی لوں گی۔'' میرال نے اپنا چھوٹا سا پس ۔ ٹ کرتے ہوئے کہا۔۔ آ۔ مسکرا دی۔

''ویسے تمہارا ابھی صحیح ہے۔۔ محنت میں کرتی ہوں۔۔ اور تمہیں بیٹھے بٹھائے ۔ کچھ مل جاتا ہے۔'' میرال نے ٹ ھ کر آ۔ کی جا۔ دیکھا۔۔ آ۔ نے جھنجھلا کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میں۔۔ سے جتنی عیدی لیتی ہوں وہ تمہیں بھی۔ ا۔ دیتے ہیں بناء مانگے۔۔ مانگنا تو مجھے پ۔ تا ہے۔'' میرال نے منہ پھلا۔ آ۔ سر جھکا گئی۔

''ا۔ کام کرتے ہیں۔'' میرال نے پ۔ وں جھلاتے ہوئے سرگوشی کی۔۔ ئی واپس کچن میں جا چکی تھیں۔

''کون سا کام؟''

''یہی کہ اس۔ رتم عیدی مانگو۔۔ اور ہاں۔۔ دس، دس ہزار مانگنا۔۔ پھر ہم دونوں اپنی مرضی سے پ۔ رک میں جا کر انجوائے کریں گے۔ ڈیل؟'' میرال نے ہاتھ ب۔ ھایا۔

آ۔ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔۔ اسکو خوشی تھی کہ آج میرال اسکو اپنے ساتھ انوالو کر رہی تھی ۔ سے پیسے مانگنا آ۔ کے لئے ۔ سے کٹھن کام تھا۔

عید کی ز پڑھ کر وہ ۔ لوگ اب گلے مل رہے تھے۔۔ سفیان گورسی۔ ری۔ ری۔ ا۔ اہیم اور حسن سے گلے ملے تھے۔۔ قوت اور مرجان نے ا۔ دوسرے کو گلے لگا۔۔ ا۔ اہیم دیکھ کر مسکرا دی۔۔ وہ ا جا۔ متوجہ تھا کہ حسن اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔ ا۔ اہیم نے ا۔ وسکیٹر کر اسکو دیکھا۔

''۔۔!! ہم دونوں بھائی بھائی تو ا۔ دوسرے سے مل لئے۔۔ کیا آپ دونوں عید نہیں ملیں گے؟'' مرجان نے ا۔ اہیم کا ہاتھ پکڑ کر ہلا۔ ا۔ اہیم کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

''آج کے دن دلوں میں ٹ واہٹ نہیں ر ت۔'' سفیان گورسی نے ا۔ اہیم کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔

''کچھ ٹ واہٹیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔۔پھر عید کے دن گلے ملنے کا فائ ہ؟''ا. اہیم نے ا یہ شعلہ اگلتی نگاہ حسن پ ڈالی۔

''اوہ۔کم آن۔!! اب اتنی ب ڑی دشمنی بھی نہیں ہماری۔''حسن نے کہتے ہوئے ا. اہیم کو جواب کا موقع دیے بناء گلے لگا یا۔ا. اہیم ٹھہر سا ۔حسن نے اسکی پیٹھ تھپکی۔

ا. اہیم نے جھجکتے ہوئے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔آج. سوں بعد وہ لوگ اس طرح ملے تھے۔۔دل میں عجیب ہلچل سی ہوئی تھی۔۔دل کی گہرائیوں میں محبت، بھائی چارہ اور دوستی کے ب ت نے انگڑائی لی تھی۔۔ جلد ہی ا. اہیم نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔۔وہ ابھی نہ تو قادر کی حا کو بھولا تھا اور نہ ہی ان قیدیوں کو جو حسن کے بے تکے انتقام کی بھینٹ پ ڑھ گئے تھے۔۔وہ ابھی اس ب ت کو بھی فراموش نہیں کر پ تھا کہ حسن نے ا. اہیم کی بیوی کو اغواء کیا تھا۔۔ا. اہیم ابھی کچھ نہیں بھول سکا تھا۔

''تم نے اپنا بہت ب ڑا نقصان کیا ہے۔۔اس کے لئے تمہیں نہ تو زمانہ معاف کر سکتا ہے اور نہ زمانے کا رب۔''ا. اہیم نے مدھم سی سرگوشی کی۔

''زمانے کی پ واہ نہیں ا زمانے کا رب معاف کر دے۔''حسن پھیکا سا مسکرا یا۔

''وہ اپنے حقوق معاف کر دیتا ہے بندوں کے نہیں۔۔اس لئے رب تک پہنچنے سے پہلے تمہیں اسکے بندوں تک ہی پہنچنا ہوگا۔''ا. اہیم نے دو ٹوک جواب دیا تھا۔

حسن کی مسکراہٹ پھیکی پ گئی۔

''تو پھر کیوں رکاوٹ بنے ہوئے ہو؟ پہنچنے دو مجھے اس تک۔''

''اسکو جتنا ب دکر تھا کر چکے تم۔۔اب مزید نہیں۔''ا. اہیم دوٹوک ا ا ز میں کہتے پیچھے ہٹا تھا۔

''یہ کیا تم میاں بیوی کی طرح گلے لگ کر کھسر پھسر کر رہے تھے؟''سفیان گورسی نے ان دونوں کو ب ری گھورا۔

جبکہ اس ب ت پ مرجان اور ی قوت ہنس دیئے تھے۔۔حسن زمین پ بیٹھا۔۔اور ی قوت اور مرجان کو ساتھ لگا یا۔

دس بجے ٹ ک واپسی کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔عینا کچھ د کھڑی ان لوگوں کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہتی رہی اور پھر وہاں سے پلٹ آئی۔۔واپسی پ اسکا رخ یوسف کے خیمے کی جا تھا۔وہ چلتی ہوئی آئی اور اس پھٹے ہوئے خیمے کا پ دہ اٹھا کر ا رجھانکا تو سامنے ہی یوسف ا یہ کونے میں بیٹھا تھا۔۔اپنے ب زو اپنے ٹ ں کے د پٹے اور سر ٹ ں میں دیئے۔

عینا وہاں کھڑی تھی کہ ا یہ عورت وہاں آئی۔۔عینا نے پلٹ کر د یکھا اس کے پ س ا یہ روٹی تھی جس میں کچھ لپیٹا ہوا تھا۔

''میں یوسف کے لئے لائی تھی۔''اس بوڑھی عورت نے مسکرا کر عینا کو د یکھا۔

''یہ اب یہاں اکیلا ہی رہتا ہے؟''عینا نے اس عورت سے پوچھا۔

''ہاں۔۔رہتا تو اکیلا ہی ہے۔۔ میں اسکا دھیان ر ت ہوں کھا میں ہی دے کر جاتی ہوں۔۔میں اپنے خیمے میں لے تو جاؤں میرا یٹا اس کا ہم عمر ہے دونوں لڑنے لگتے ہیں کسی نہ کسی ب ت پ۔۔اس لئے پھر میں اسکو یہیں کھا دے جاتی ہوں۔''وہ عورت کچھ شرمندہ سی بولی تو عینا نے سر ہلا یا۔

وہ عورت اسکے پ س سے گ رگئی اور یوسف کے پ س پہنچی۔

''یوسف۔!! کھا کھالو۔''وہ اسکے پ س جا کر بیٹھی اور یوسف کے ب لوں پ ہاتھ پھیرا۔۔یوسف نے چہرہ او پ اٹھا یا۔

''یہ لو۔۔کھا کھالو۔''اس نے دو ب رہ پچکارا۔

یوسف نے خاموشی سے وہ رول پکڑ لیا۔۔ کھا نہیں۔۔عورت نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔۔وہ مسکرا کر عینا کے پ س سے گ رگئی۔۔عینا نے ا یہ ٹھنڈی سانس خارج کی اور ا رآئی۔۔وہ آ کر کچھ د کھڑی رہی۔۔اور پھر یوں ہی یوسف کے پ س بیٹھ گئی۔یوسف نے ا یہ لقمہ کھا یا۔

''اموا س سے اچھا بناتی تھیں۔''وہ مدھم سی آواز میں بولا۔۔عینا کا دل کا پ یا۔۔وہ بچہ تھا چھوٹا سا معصوم بچہ۔۔جس کے لئے اسکی ماں سے ب ڑھ کوئی نہ تھا۔۔اس وقت اسکو اپنی ماں کی اشد ضرورت تھی اور وہی اسکو میسر نہ تھی۔۔اسکو چاہے اب د کی کوئی بھی نعمت لا کر دے دی جائے وہ نعمت اسکی اموکی کمی کو پورا نہیں کر سکتی تھی۔

''آؤ۔!!''عینا نے کھڑے ہوتے اسکا ہاتھ تھاما۔وہ مزاحمت نہیں کیا کرتا تھا۔اسے جو کہو وہ کردیا کرتا تھا جو دیں وہ کھالیا کرتا تھا۔جہاں لے جاؤ جایا کرتا تھا۔

عینا اسکو لئے اپنے اس چھوٹے سے دومنزلہ رہائش مکان میں آئی۔۔جو کہ ابھی خالی تھا وہاں بس عینا ہی کرائے دار تھی۔۔ وہ مکان کافی اچھی حالت میں تھا ضرورت کا سارا سامان موجود تھا وہاں فرنیچر اور برتن وغیرہ۔

''تم یہاں بیٹھو۔۔میں تمہارے لئے شام کا کھانا بنا کر لاتی ہوں۔''عینا نے اسکو ڈائینگ ٹیبل پہ بٹھایا اور اسکے ہاتھ سے وہ سوکھی روٹی کا رول پکڑ لیا۔

یوسف وہیں بیٹھا رہا چپ چاپ۔!!

کچھ دیر بعد وہ آئی تو اسکے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں ایک انڈا اور ڈبل روٹی تھی۔۔ساتھ کچھ پنیر بھی تھا۔۔ایک گلاس دودھ۔اس نے شام کا کھانا میز پہ رکھا تو یوسف نے چونک کر عینا کی جانب دیکھا۔

وہ مسکرادی اور کرسی کھینچ کر اسکے سامنے آکر بیٹھی۔۔عینا نے ایک لقمہ بنایا اور یوسف کے سامنے کیا۔۔وہ ٹکر ٹکر سا اس کھانے کو دیکھے گیا۔

''کیا ہوا؟ کھالو۔''عینا نے زور دیا۔یوسف نے اسی طرح غیر یقینی کی سی کیفیت میں منہ کھولا اور وہ نوالہ کھالیا۔۔وہ اس نوالے کو بڑے آرام آرام سے چبا رہا تھا جیسے کہ ایک ایک ذرے کا ذائقہ محسوس کررہا ہو۔۔عینا مسکراتی ہوئی اسکو کھانا کھلاتی رہی۔۔یوسف کا پیٹ بھر گیا۔

عینا نے برتن اٹھا کر کچن میں میں رکھے۔اور اسکو کمرے میں لے گئی۔پنکھا چلایا تو یوسف ایک بار پھر سے حیران ہوا۔

''تم یہاں آرام کرلو۔۔میں کچھ دیر تک آتی ہوں۔۔''ہمم؟''عینا نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا تو یوسف نے آنکھیں مٹکا دیں۔۔وہ دروازہ بند کرکے چلی گئی۔

اسکا رخ مارکیٹ کی جانب تھا۔۔یوسف کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا اور پھر بیڈ پہ کروٹ کے بل سمٹ کر لیٹ گیا۔کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی۔بس پنکھے کی آواز آرہی تھی۔

''امو۔!! کیا آپ نے کبھی سے کسی کو بھیجا ہے؟ یہ کھانا تو شاید کبھی کبھار والے کھاتے ہیں۔۔کیا تم نے بھیجا تھا کسی کو؟''وہ کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تکیے پہ انگلیوں سے گول دائرے بنا رہا تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم نے ہی اس لڑکی کو بھیجا ہے امو۔''وہ مسکرادیا۔۔وہ یقیناً خوش تھا۔

مسلم کوارٹر میں دن پڑھ آیا تھا۔آج سوق میں عام دنوں سے زیادہ رش تھا کیونکہ عید کا دوسرا دن تھا اس لئے وہاں لوگوں کی آمدرفت معمول سے ذرا ہٹ کر تھی۔۔ دکانوں پہ اور چھوٹے چھوٹے سٹالز پہ لوگوں کا ہجوم تھا۔۔سیاح وہاں اپنی اپنی پسند کی چیزیں خرید رہے تھے۔

اور آج سلویٰ بھی اپنے کام پہ نکلی ہوئی تھی کیونکہ اس نے ان پیسوں کا بڑا حصہ عینا کے ہاتھ بھجوادیا تھا۔۔اور اب اسکو دو وقت کی روٹی کا کوئی کام ڈھونڈنا تھا۔۔وہ آدمی جو اسکو پیسے دے کر گیا تھا اس سے ان لوگوں کا رمضان بہت اچھا گزر رہا تھا۔

وہ یوں ہی آکر ایک فلافل کے سٹال کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

''کچھ چاہیئے کیا۔''ریڑھی والے نے سلویٰ کو دیکھا۔

''نہیں نہیں۔'' سلویٰ نے ہاتھ کے اشارے سے انکار کیا۔وہ کچھ دیر وہاں ستانے کے لیے کھڑی تھی۔فلافل والا اپنے کام میں مگن ہوگیا۔سلویٰ وہاں کھڑی تھی کہ اچانک سے وہ سیدھی ہوئی۔پھر اس نے دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے اور آنکھیں سکیڑ کر سامنے دیکھا۔

''اسکی تو ایسی کی تیسی۔۔اس نے میرے پورے ایک سو شیکل ہڑپ کئے ہیں۔'' سلویٰ تن فن کرتی وہاں سے نکلی۔۔روڈ کی دوسری جانب ایک دکان کے باہر وہی عورت کھڑی تھی اسکے ایک ہاتھ میں ایک جوس تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک کا پیکٹ۔

سلویٰ آگ بگولہ ہوتی اسکے پاس پہنچی۔!!

''اوئے۔!!''سلویٰ نے انگلی کھڑی کی۔اس عورت نے سلویٰ کو دیکھا۔

''کیا میں؟''اس نے اپنے ۔ پہ انگلی رکھی۔

''ہاں تم۔۔میرے پیسے کہاں ہیں؟''سلویٰ دونوں ہاتھ کمر پہ جمائے کھڑی تھی۔

''کون سے پیسے؟''وہ کھاتی ہوئی لا پرواہ سے ا٘ ازمیں بولی تو سلویٰ کو مزید تپ چڑھی تھی۔

''کیا مطلب ہے کون سے پیسے؟اس دن تم نے مجھ سے کام کروایا تھا اور کہا تھا کہ سوشیکل دوں گی تم بناء پیسے دیئے بھاگ گئی تھی۔''

اس عورت نے آنکھیں سکیڑ کر کچھ یاد کیا۔

''اوہ۔اچھا۔وہ؟''اس نے ڈرامائی ا٘ ازمیں سر کھجایا۔سلویٰ کو اس وقت وہ بہت ہی لگ رہی تھی۔پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور سلوی کے قریب آ کر جھکی۔۔سلویٰ نے غصے سے اسکو دیکھا۔

''دیکھو چھوٹی بچی۔!!اگر تمہیں وہ والے پیسے چاہیں تو میرا یہ کام کرنا ہوگا۔''وہ رازداری سے بولی۔

''نہیں۔۔اب مزید کوئی کام نہیں، پہلے مجھے اس کام کی رقم دو۔''سلویٰ نے انگلی کھڑی کی۔اس عورت کا حلق تک واہوا۔

''دیکھو۔۔یہ والا کام کردو پھر میں تمہیں اکٹھے دو سو شیکل دوں گی۔''

''تم نے مجھے بے وقوف سمجھا ہوا ہے کیا؟؟مغربی کنارے سے آئی ہوں۔۔تم جیسوں کی چالوں میں نہیں آتی میں۔''سلویٰ نے انگلی کھڑی کر کے دو بارہ وارن کیا تو اس عورت نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''کیا تم مغربی کنارے سے آئی ہو؟''

سلویٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا تمہارے پاس یہاں رہنے کا پرمٹ ہے؟''

سلویٰ نے کچھ سوچتے ہوئے میں سر ہلایا۔وہ عورت مسکرائی۔

''یعنی تم یہاں گرفتار ہو سکتی ہو۔''وہ ہنس دی۔سلویٰ کا حلق خشک ہوا۔

''ایسے کیسے؟میں فلسطینی ہوں۔۔اس لئے میں جہاں چاہے جس شہر میں چاہے رہ سکتی ہوں۔۔اس ملک میں مجھے کون روکے گا؟''

''تم شاید یہاں کا قانون نہیں جانتی چھوٹی لڑکی۔۔یہاں مغربی کنارے والوں کو رہنے کے لئے ایک پرمٹ کی ضرورت ہے۔''وہ اب دوبارہ محظوظ سے ا٘ ازمیں کھا رہی تھی۔

''میں۔تو۔چھوٹی بچی ہوں ں۔اور۔ویسے بھی۔میں کون سا کوئی کام کرنے والی ہوں۔''سلوی اب واقعی سہم گئی تھی۔وہ عورت فاتحانہ مسکرائی۔

''اگر تم چاہتی ہو کہ تمہیں کوئی گرفتار نہ کرے۔۔تو میرا کام کردو۔''وہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی دوبارہ جھکی۔

''کک۔کیا کرنا ہوگا؟''سلویٰ کے ماتھے پہ پسینہ آیا۔

''آؤ۔بتاتی ہوں۔''وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔

''تم ابھی تک یہاں کھڑی ہو؟جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ۔''منال نے کچن میں کھڑی صفا کو آ کر ڈپٹا تھا۔

صفا جو کہ ڈرائے فروٹس کاٹ رہی تھی اچانک متوجہ ہوئی۔

''میں ٹھیک تو ہوں۔''اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔

''ہرگز نہیں۔۔جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ۔''

''اوکے۔''صفا خاموش سی ہو گئی۔۔منال نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکے پاس آ کر۔۔اسکو دونوں شانوں سے تھاما۔

''مرنے والوں کے ساتھ ہم مرتو نہیں ...ں۔۔ ہاں۔۔ پیچھے رہ جانے والوں کو جینے کی وجہ دے ...ہیں۔'' وہ بولیں تو انکا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

''آپ اتنی مضبوط کیسے ہیں؟'' وہ پوچھے بناء نہ رہ سکی۔

''کیو میں ماں ہوں صفا۔۔اور ماں کا دل احد پہاڑ سے مضبوط اور سمندر سے زیدہ گہرا ہوتا ہے۔۔ماں کے لئے اسکے . بچے . ا. ہوتے ہیں۔۔وہ ا۔ کے جانے کی سزا دوسرے کو نہیں دیـ کرتی۔۔میں نے اپنی بیٹی کو کھو دیـ ہے تو کیا اب ..ٹی کی خوشیاں بھی. داشـ نہ کروں؟''

صفا بے اختیار ا گلے لگی۔۔

''کیا ساری ما ایسی ہی ہوتی ہیں؟'' وہ ٹـ ٹـ سی آواز میں بولی۔

''ہاں۔۔یہ. ت تم ت. سمجھو گی. . تم ماں بنو گی۔'' وہ مسکرا تو صفا خاموش ہو گئی۔وہ کچھ دیـ ا ساتھ لگی رہی۔پھر منال نے اسکو سامنے کیا۔

''اب جاؤ شا. ش۔!! اور اچھے سے تیار ہو جاؤ۔۔ہمم؟''

صفا نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا۔ اور وہاں سے نکل آئی۔وہ لاؤنج میں پہنچی تو دینا صوفے پ بیٹھی کھیل رہی تھی۔صفا نے جھک کر اسکے گال چومے اور سیڑھیاں پـ ھ گئی۔

اسکو سیڑھیوں پ زہرہ آئی۔۔صفا نے ا۔ سخت نگاہ اس پ ڈالی۔۔زہرہ خاموشی سے رخ پھیر گئی۔۔صفا مٹھیاں بھینچے اسکے پ س سے ن رگئی۔

وہ لوگ عید کی زادا کر کے گھر آئے تو منال نے . کو ویلکم کیا۔۔خاص کر حسن کو۔

دینا پہلے سے ہی لاؤنج میں تیار ہوئی پھر رہی تھی۔وہ کسی پ ی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ا. اہیم نے آتے ہی دینا کو گود میں اٹھا لیا۔

''..۔دینا۔ڈریس۔'' دینا نے خوشی سے اپنے . پ کو اپنا ڈریس دکھا یـ تو وہاں . کا قہقہہ گو ۔ا. اہیم نے نہال ہو کر اپنی شہزادی کا ڈریس دیکھا۔

''واؤ۔سو پ یٹی۔!! میری پ تو ہمیشہ ہی پ یٹی لگتی ہے۔''ا. اہیم کا نہ اب دینا کے پھولے ہوئے گال تھے۔

'بیٹھ جا میں. شتہ لگواتی ہوں۔'' وہ مصروف سی دو. رہ کچن میں چلی گئیں۔

حسن یـ قوت اور مرجان کے ساتھ بیٹھ یـ۔ جبکہ ا. اہیم نے دینا کو اٹھائے ہی ادھر ادھر دیکھا۔سفیان گورسی نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا تو مسکراہٹ د. گئے۔ انھوں نے گلا صاف کیا۔

''لگتا ہے آ پکو کھا کی دوا لے لینی چاہیے۔''ا. اہیم نے پـ کرا جا. دیکھا۔وہ ہنس دیئے۔جبکہ حسن. جانے مرجان کے کون سے قصے اتنی غور سے سن رہا تھا۔

ا. اہیم سر جھٹک کر کچن میں آ۔۔اس نے . کتر تے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔۔زلیخا نے دیکھا تو مسکراہٹ د. ئے منال کو کہنی ماری۔۔منال نے مڑ کر دیکھا۔

''وہ۔۔میں اور دینا دیکھنے آئے تھے کہ مینیو میں کیا کیا ہے۔۔کیوں دینا؟''ا. اہیم نے دینا کی جا. دیکھا۔

''نو..۔شفا۔!!'' دینا تو صفا کو ڈھونڈ رہی تھی۔

''نو دینا۔مینیو۔''ا. اہیم نے دینا کی اصلاح کی۔۔منال ان دونوں. پ بیٹی کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔پھر وہ سر جھٹک کر اسکے پ س آ ۔

''ادھر آؤ۔!!'' انھوں نے کہا تو ا. اہیم ذرا سا جھکا۔۔منال نے ا. اہیم کے ماتھے پ بوسہ دیـ۔۔اور اسکے کندھے پ ہاتھ پھیرا۔۔ا. اہیم کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔۔اس نے ا۔ ہاتھ منال کے دھمائل کر کے ا ساتھ لگا۔۔ان دونوں ماں ..ٹی کی آنکھیں نم تھیں۔

''وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔''ا. اہیم نے اپنی ماں کا سر چوما۔۔منال کا دل بند ہو رہا تھا ا سامنے انکا ..ٹ تھا جس کی خوشیاں ا اپنے غم سے .ڑھ کر تھیں۔

''ہاں۔یہ دیکھو۔وہ یہیں تو ہے۔'' انھوں نے الگ ہوتے ہوئے دینا کا گال کھینچا۔۔دینا یـ ٹـ سی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔لاؤنج میں بیٹھے سفیان گورسی کی آنکھوں کے کنارے بھی نم ہوئے تھے۔

وہ کمال ضبط سے چھپا گئے کیو وہ تو مرد تھے۔۔وہ. پ تھے۔!!

یقوت غیر محسوس ا· از سے اٹھا۔اور آ کر سفیان گورسی کے ساتھ بیٹھا۔۔اس نے انکا ہاتھ تھاما۔۔اور اپنے ہاتھوں میں لے کر د۔۔۔وہ ان جیسا ہی تھا۔۔سفیان گورسی نے ضبط کرتے ہوئے ا اپنے ساتھ لگا۔

یہ ا۔ فطری سی ۔ت ہے کہ خوشی کا کوئی موقع ہو عید ہو۔ شادی بیاہ بچھڑے ہوئے ۔دآتے ہیں۔۔اور اس قدر ۔دآتے ہیں کہ پھر ہر تہوار اپنی رونق کھو دیتا ہے۔۔ہر خوشی اپنی ۔تیر کھو دیتی ہے اور ہر ہنسی کھوکھلی ہو جاتی ہے۔۔جانے والوں کے خلاء کو بھر· مشکل نہیں· ممکن ہو۔ت ہے۔۔یہ دل ۔ٹ اخود شناس ہو۔ت ہے کس کو کہاں رکھنا ہے کس کو کتنی جگہ دینی ہے یہ بخوبی جا ہے۔

۔ کوئی ہماری ز· گی سے جا۔ت ہے تو دل کی سرزمین پ اس شخص کی ۔دوں کی ا۔ قبر بن جا۔ کرتی ہے جہاں ہر روز دھڑ فاتحہ پ ڑھتی ہیں۔۔یوں وہ شخص· ہو کر بھی ہماری ز· گیوں کا حصہ بن کر رہتا ہے۔وہ ہمیشہ وہیں رہتا ہے۔اسی جگہ۔اسکی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔البتہ دل خود کو وسیع کر۔ ہے اتنا کہ آنے والوں کے لئے جگہ بن جاتی ہے۔۔اتنی ہی جتنی کبھی جانے والوں کے پ س تھی۔ کبھی کبھی ان سے بھی ز۔دہ جو چلے جاتے ہیں ا جگہ پ کوئی قابض نہیں ہو سکتا۔

کچھ خسارے کبھی پورے نہیں ہوتے۔!

کچھ قبریں کبھی پ انی نہیں ہوتیں۔!!

''تمہیں اداکاری آتی ہے؟''اس عورت نے چلتے چلتے سلویٰ سے پوچھا تو سلویٰ نے َ دن اٹھا کر اسکو دیکھا۔''بس تھوڑی د تمہیں ا۔ بھکاری کی اداکاری کرنی ہے۔۔پھر ا۔ آدمی آئے گا۔۔وہ تمہیں ا۔ لفافہ دے گا۔۔وہ لفافہ میں آ کر لے جاؤں گی اور تمہیں تمہارے پیسے مل جا گے۔۔ٹھیک ہ· ں؟''اس نے سمجھا۔

سلویٰ اسکو د۔ ۔ رہی۔اور پھر رک کر اسکو جھکنے کا اشارہ کیا۔

وہ جھکی۔

''کیا یہ کوئی غلط کام ہے؟''اس نے سرگوشی کی تھی۔

''نہیں۔۔تم سے جو کہا ہے وہ کرو۔۔اَ پیسے چاہئیں۔''اس نے دوٹوک ا· از میں کہا تو سلویٰ نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔

کچھ د۔ بعد وہ ا۔ سڑک کے کونے میں بیٹھی تھی۔۔اسکے سامنے ا۔ چھوٹا سا رومال بچھا ہوا تھا جس میں کچھ پیسے تھے۔

سلویٰ نے اس رومال کو دیکھ کر ۔ کترے۔

''یا اللہ جی۔!!مجھے یہ ۔ ۔لکل اچھا نہیں لگ رہا۔۔ یہ تو اداکاری ہے· ں۔۔میں کون سا سچ میں بھیک ما َ رہی ہوں۔''اس نے خود ہی اپنے عمل کی وضا ۔ دی۔

'' میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔۔میں۔میں تو کما کر کھاتی ہوں ہمیشہ۔۔محنت کرتی ہوں۔۔یہ والا کام اچھا نہیں ہے۔''سلویٰ مسلسل بے چین ہو رہی تھی۔

کچھ د۔ ۔ وہ یوں ہی بے چین سی بیٹھی رہی۔۔اکا دکا سیاح َ رے کسی نے کچھ پیسے دیئے اور کسی نے بس ا۔ ۔حم بھری نگاہ سے کام ۔۔ سلویٰ کو نہ تو پیسوں سے غرض تھی اور نہ لوگوں کی نگاہوں سے۔۔اسکو تو بس اس ا۔ شخص کا انتظار تھا۔

کچھ ہی د َ ری تھی ا۔ آدمی دور سے آ۔ دکھائی د۔۔اسکے چہرے پ ماسک تھا۔۔سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا تو وہ اسکو پہچان گئی۔سلویٰ نے سکون کی سانس خارج کی۔

اس آدمی نے جھک کر۔ ۔ سے کچھ پیسے نکالے اور سلویٰ کے فراک کی۔ ۔ میں ڈال دیئے۔اور مسکرا کر واپس کھڑا ہوا۔۔اسکی آنکھیں دیکھ کر ا· ازہ ہوا تھا کہ وہ مسکرا رہا ہے۔

''مجھے پیسے نہیں چاہیں۔''سلویٰ نے پیسے دو۔ رہ اسکو نکال کر دیئے۔

''تو پھر کیا چاہیے اس چھوٹی سی پ ے کو؟'' وہ محظوظ سے ا ٰ از میں بولا تھا۔

''تم جا ہو۔'' سلویٰ نے احتیاط سے کام لیا تھا۔

''کیا واقعی؟'' وہ شا ید محظوظ ہو رہا تھا۔

''ہاں۔۔میں تمہیں پہچا ہوں۔''

'' ید ا ش ۔ اچھی لگتی ہے۔'' وہ ہنس د ے۔

''ہاں۔۔اب تم مجھے وہ لفافہ دو تا کہ میں یہاں سے واپس جاؤں۔''

''اور تمہیں کیا ضرورت ہے یہاں اس طرح محنت کرنے کی؟ تمہارے ۔۔ کہاں ہیں؟'' وہ آج شا ید اس سے طویل ملاقات چاہتا تھا۔

''وہ اللہ کے پ س ہیں۔'' سلویٰ نے سر جھکا ے۔

''اور تمہاری امو؟''

''وہ دوسرے شہر ہیں۔''

''اور تم یہاں ا کیلی کیا کر رہی ہو؟''

''میں یہاں پیسے کمانے آئی ہوں۔۔ڈھیر سارے پیسے۔۔تا کہ واپس جاؤں۔۔امو کو دوں۔۔اور یوسف پ ھ سکے۔''

''یوسف کون؟''

''میرا بھائی۔''

''تو کیا تم نہیں پ ھنا چاہتی؟'' وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

''اونہو۔'' سلویٰ نے میں سر ہلا ے۔

''کیوں؟''

''کیو مجھے بس پیسے کمانے ہیں اور پیسے کمانے کے لئے پ ھائی کی ضرروت نہیں۔'' وہ سر اٹھا کر بولی تھی۔

''اچھا؟ چلو۔۔ٹھیک ہے۔'' کہتے ہوئے وہ جھکا اور اپنی ۔۔ سے ا لفافہ نکال کر سلویٰ کو تھما ے۔

''شکر یہ۔'' سلویٰ اٹھنے لگی۔

''یہ بھی رکھو'' اس نے اپنے وا ٹ سے ا ہزار شیکل نکال کر دیئے۔ سلویٰ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

'' اس کام کے پیسے تو وہ عورت دینے والی تھی ں۔''

''ہاں۔۔وہ بھی دے گی۔۔ یہ میری طرف سے۔''

''میں بھیک نہیں لیتی۔'' سلویٰ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔

''تو پھر ان پیسوں کا کیا کرنے والی ہو؟'' اس نے مسکراہٹ د ئے اس بھیک کے پیسوں کی جا ۔ اشارہ کیا۔

''یہ میں کسی غر ۔ ۔ ی کو دے دوں گی۔'' سلویٰ کے ذہن میں سنان کا خیال آ تھا۔

''اچھا؟ چلو پھر ٹھیک ہے۔۔ یہ بھیک نہیں ہے۔۔تم اسکو اپنی ا ت سمجھو۔'' اس نے آگے ٹ ھ کر وہ پیسے دو رہ سلویٰ کے فراک کی ۔۔ میں رکھے۔۔اور اسکے سر پ ہاتھ ر ت وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھر ے۔

کچھ د ے بعد سلویٰ واپس سوق میں آ گئی۔ اسکو وہ عورت وہیں کھڑی دکھائی دی۔۔اس نے وہ لفافہ لا کر اسکو د ے۔

''شکر یہ۔'' اس عورت نے وہ لفافہ جلدی سے اپنے بیگ کی ۔۔ میں رکھا۔

''میرے پیسے؟''سلویٰ نے ہتھیلی پھیلائی۔

''یہ جو بھیک والے اتنے اکٹھے ہوئے ہیں یہی تمہاری ا. ت ہے۔''وہ بے پ واہ سے ا· از میں بولی تو سلویٰ کے حلق میں درد اٹھا۔

''تم دو. رہ دھوکہ نہیں دے سکتی۔''سلویٰ کی آواز بھیگ گئی۔

''اچھا چھا۔۔یہ لو۔'' کہتے ہوئے اس نے بیگ سے پچاس شیکل نکال کر سلویٰ کے ہاتھ پ رکھے۔

'' یہ پورے نہیں ہیں؟''

''. قی اگلا کام کرنے کے بعد۔''وہ ا۔ آ د. تی وہاں سے نکل گئی۔

سلویٰ کا دل بھر آ۔۔

''امو۔!!یہ د بہت. ی ہے۔۔''ا اس نے سلویٰ کو پ مٹ کی وجہ سے دھمکا نہ ہو تو وہ شا۔ اچھے سے لیتی۔۔سلویٰ نے چہرہ ر ڑ ا اور پلٹی۔

''سنان۔!!تم؟''سلویٰ بھاگ کر روڈ کے عین ب و ٹ آئی جہاں سنان چھڑی کی مدد سے چلتا آ رہا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''سلویٰ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو لئے واپس مڑی۔

''میں تمہیں ڈھونڈ نے آ تھا رحمدل پ ۔''

''چلو۔۔آج ہم شوارمہ کھاتے ہیں۔''سلویٰ خوشی سے چہکی۔

''اس کا مطلب ہے رحمدل پ کو پیسے مل گئے ہیں۔''وہ ہنس د۔

''ہاں۔۔اور یہ تمہارے پیسے۔'' کہتے ہوئے سلویٰ نے کچھ شیکل اور کچھ اغوروت نکال کر سنان کی. . میں ڈالے۔

''ارے۔۔میرے لئے؟''

''ہاں۔۔ان پ تمہارا حق تھا۔''وہ کہتی ہوئی چل دی۔۔آج پھر سے وہ لوگ اچھا کھا کھانے والے تھے۔۔ا مہینہ سکون سے ر نے والا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو کمرہ خالی تھا۔اس نے اچنبھے سے ادھر ادھر دیکھا۔۔

''وئیر از شفا؟''اس نے دینا کے کان میں سرگوشی کی۔

''ڈو ٹ ۔نو۔''دینا نے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

''لیٹس فا ہر۔''وہ دونوں. پ بیٹی سرگوشیاں کرتے اسکو ڈھونڈ رہے تھے۔۔واش روم کا دروزہ انلاکڈ تھا یعنی وہ وہاں نہیں تھی۔

وہ دونوں دبے پ وں جا کر ڈریسنگ کے دروازے میں کھڑے ہوئے۔انکا ارادہ صفا کو ڈرانے کا تھا۔کچھ د وہاں انتظار کرنے کے بعد دروازہ کھلا۔

۔یہ کیا۔یہاں تو کوئی اور ہی شاک ہو تھا۔وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

''دد۔دھیان۔سے۔''وہ یوں ہی شاک کی کیفیت میں بولا تھا۔

''عید مبارک۔''صفا نے چہرے پ بکھرے. ل کان کے پیچھے کئے۔وہ خاموش رہا۔سا ت ۔. لکل. ف کے مجسمے کی ما ۔وہ اپنی جگہ سے ہل ت نہ سکا۔

وہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑے تھے۔اور اس چھوٹی سی جگہ پ ا. اہیم کوز گی کی ہر خوشی اور ہر سکون آ تھا۔کائنات . سے سمٹنے لگی تھی؟اسکا ا· ازہ اسکو آج ہوا تھا۔اسکی کائنات سمٹ گئی تھی۔ساری گیلیکسیز اور سیارے ان دو روشن سرمئی آنکھوں میں سمٹ گئے تھے۔

آج ا . ر پھر سے شربتی آنکھوں نے ان سرمئی پتھروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔شربتی آنکھوں کے سارے شعلے بجھ گئے تھے۔

. لکل سی طرح جس طرح آسمان پ رقص کرتے سرمئی . دل اس دہکتے آگ کے گولے کو اپنی لپیٹ میں لے کر ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔اسی طرح ان سرمئی آنکھوں نے شربتی آنکھوں کی ساری تپش اپنے ا· را ر لی تھی۔اور مقابل کو لگا کہ اسکو کسی نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔اس طرح کہ کہیں سے فرار ممکن نہ تھا۔

کیا محبت دو. رہ ہوسکتی ہے؟؟؟

دل کی دھڑکن .ڑھنے لگی تو ہر سانس نے گواہی دی کہ ہاں۔۔محبت دو. رہ ہوسکتی ہے۔آج دل کی سرزمین وسیع ہوگئی تھی۔جس میں صفاا. اہیم کی جگہ مختص ہوچکی تھی۔ اوراس جگہ پ صفاا. اہیم کے .م کی مہر ثبت ہوچکی تھی۔

دل کی دھڑکنوں نے کھلے دل سے اس نئے مالک کوتسلیم کیا تھا۔اورتتلیوں نے اڑان بھر کے اس جگہ پ اس کے مالک کے .م کے گیت ۔۔ئے تھے۔

محبت ہوگئی تھی۔!!

ا. رپھر سے۔!!

دل کی سرزمین پ ا" اتھا۔

ا پیام۔۔!! پیام محبت۔!!

جس کودھڑکنوں نے پ ڑھا۔!!

اورسا ں نے ۔۔ ۔!!

رواں رواں گواہ ٹھہرا تھا۔!!

''کیا ہوا؟'' صفا کی آواز نے اس سحر کوتوڑا تھا جواس نے خود ہی طاری کیا تھا۔۔مقابل ابھی" اسی کیفیت میں تھا۔

''شفا۔!! پ یتی۔'' دینا نے پ جوش ہوکر اسکی تعریف کی تھی۔

ا. اہیم. ی طرح ہڑ.ڑا یا تھا۔

''نن۔نہیں کچھ نہیں۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''وہ۔۔مرجان کوٹوئننگ کرنی تھی اس لئے میں نے بھی وا ٹ بنوالیا۔'' وہ ا اپنے وا ٹ ڈریس کودیکھ کر بولی۔سفید کامدار جوڑا،جس پ سنہری کام کیا ۔ یا تھا۔ گولڈن اورسفید کے علاوہ وہاں اورکوئی ر ۔ نہ تھا۔ ا. اہیم کولگا کہ کائنات کا ہر ۔ وہاں موجود تھا۔

''اچھا۔اچھا۔۔لگ رہا ہے۔'' اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی گود میں اٹھائی ہوئی دینا کوسنبھالے۔۔اپنے دل کی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو یا بے اعتدال ہوتی سا ں کو۔۔اس . سے .ڑھ کر اپنی نگاہوں کو جو سامنے کھڑے سراپے سے ٹ کور اضی نہ تھیں۔اس نے دوپٹے کا پلو سر پ بھی رکھا ہوا تھا۔ .ل ڈھیلی سی فرنچ چوٹی میں بندھے ہوئے تھے جن میں بیڈز لگے ہوئے تھے۔ہلکی سی جیولری تھی مخروطی انگلی پ وہ سبز انگوٹھی ان . میں واضح ہورہی تھی۔

سنہری لٹیں پہلے . اسکی" بعد ار ہوا کرتی تھیں جو آج ہوتیں۔۔اس لئے وہ بھی .ر .رچہرے پ پھسل جاتی تھیں۔۔اس شخص کا ہوش کھو :" تھا۔۔اوراسکی حا " اس وقت قابل رحم تھی وہ لڑکی بے رحم بنی ہوئی تھی۔

پھراس نے مزید ستم ڈھایا۔۔۔ . وہ سر جھکائے ہلکا سا مسکرائی۔

اوراسکی اس ستم ظریفی نے مقابل کوتختہ دار پ ڑ دیا تھا۔

اور پھراس نے جھکی پلکیں اٹھا ۔اورا ا قدم آگے .ڑھی۔۔وہ ا ا قدم کے نیچے اس شخص کے دل کومسل رہی تھی۔اس نے آگے .ڑھ کر ا. اہیم کی. . . میں ڈھلکتا رومال در " کیا۔۔اوراسی دوران اسکو اس شخص کی حا " کا ا ازہ ہوا۔۔صفا نے بے اختیار اسکے " پ ہاتھ رکھا۔

''آ۔آپکو۔بخار ہے؟'' وہ پ یشان ہوئی۔

''نہیں تو۔'' وہ فوراً بولا تھا۔

''آپکی دھڑکن اتنی تیز ہورہی ہے۔۔آپ ٹھیک ہیں ں؟'' صفا نے آگے .ڑھ کر اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔۔چہرہ " پ رہا تھا۔

''ہاں۔۔بخار ہورہا ہے۔'' وہ اب سچ میں پ یشان ہوئی۔

''نہیں۔بخار نہیں۔ہو رہا۔'' وہ اٹ اٹ کر بولا۔

''تو پھر یہ؟'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کیا ہوا ہے آپکو؟'' صفا کو اسکی حالت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔دینا بھی اب پریشان ہوئی تھی۔

''اور اگر بتا دوں تو یقین کر لوگی؟'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

''میرے پاس آپ پر یقین کرنے کے علاوہ کبھی کوئی دوسرا آپشن ہوتا ہی نہیں۔'' وہ محظوظ انداز میں بولی تھی۔

''''وہ کیا ہے ناں۔۔کہ اگر کل کلاں کو تم کہیں کسی مشن میں مر مرا گئے تو کوئی تو ہونا چاہیے جو اس سب کے بارے میں جانتا ہو۔''

ا. اہیم کو لگا کہ کسی نے اسکو کھولتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں دھکا دیا ہے۔۔اور اب اسکی ہڈیوں سے گوشت گل کر الگ ہو جائے گا۔۔

''کیا ہوا؟ بتاؤ ں؟'' اب صفا پریشان نہیں بے چین تھی۔

ا. اہیم نے اسکو دیکھا۔۔اور پھر نگاہ پھیر لی۔

وہ پھر سے نگاہ پھیر رہا تھا۔۔صفا کا دل بری طرح بکھرا تھا۔۔اس کے دل میں اڑتی ساری تتلیاں مر گئیں تھیں۔۔خوشی کے سارے جگنو بجھ گئے تھے۔!! آنکھوں کے کنارے اپنی پل میں نم ہوئے تھے۔حلق میں درد اٹھا تھا۔وہ سر جھکا گئی۔

''میں نے کہا تھا۔۔ آپ نے زبردستی بھیجا تیار ہونے کو۔'' وہ منمنائی۔

دینا نے ہونٹ گول کئے۔اسکی شفا اداس ہو گئی تھی۔۔ا. اہیم کا دل پھر سے لرزا تھا۔وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا اور وہ کیا سمجھ رہی تھی۔

''میں۔۔چینج کر کے آتی ہوں۔'' وہ پھیکی سی مسکرائی۔۔اور پلٹنے لگی۔

اسکی کلائی کسی کی مضبوط گرفت میں تھی۔صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔ا. اہیم نے دنیا جہان کی خفگی لئے اسکو دیکھا۔

''کبھی تو مجھے سمجھ جایا کرو۔'' کہتے ہوئے اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔۔وہ گھوم کر اسکے سینے سے ٹکرائی۔''کیا ا. اہیم گورسی کو سمجھنے والا کوئی نہیں بچا اس روئے زمین پر؟'' وہ شکوہ کناں لہجے میں بولا تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔دینا نے صفا کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔صفا نے بے اختیار دینا کا ہاتھ چوما۔ا. اہیم نے صفا کا دوسرا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔ اس نے کوئی بات نہ کی۔اور پھر صفا کی پیشانی پر لب رکھے۔

''تمہیں دیدہے میں نے اپنا دل تمہارے حوالے کیا تھا؟'' اس نے صفا کے دونوں زخمی ہاتھ لئے اسکو اپنے قریب کیا۔۔وہ سن سی کھڑی تھی۔

''ہہ۔ہاں۔کیا ہوا؟'' وہ منمنائی۔

''تو یہ کہ تم نے حشر نشر کر دیا ہے میرے اس دل کا۔۔'' اس نے مسکراہٹ دبائے کہا تو صفا الجھ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''میں نے کیا کیا ہے؟'' وہ الجھن رہی۔

''یہ کیا ہے۔'' کہتے ہوئے اس نے دونوں رہا اسکا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھا۔۔دل کی دھڑکنوں میں اک طلاطم بپا تھا۔

''میں سمجھی نہیں۔'' وہ الجھی۔

''ہائے۔!!'' ا. اہیم نے اک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''ستم کبھی ستم کر کے اعتراف جرم کرتے نہیں پیارے۔''

''اتنی مشکل باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ سیدھی طرح کہہ دیں کہ جا کر چینج کر لو۔'' وہ اب چڑ گئی تھی۔۔ا. اہیم کی سمٹی مسکراہٹ پھیل گئی۔وہ ذرا سا جھکا۔اسی دوران موقع پا کر دینا اسکی گود سے اتر گئی۔اور جا کر وہاں پڑی اپنی ٹاپ اٹھا کر بیٹھ گئی۔۔ان دونوں نے مڑ کر اسکی جانب دیکھا۔

''مطلب یہ کہ۔'' اس نے صفا کے کان میں سرگوشی کی۔''محبت ہو گئی ہے ا. اہیم گورسی کو۔'' اسکی سرگوشی نے صفا کی دھڑکنیں وہیں روک دی۔۔تو یہ اعتراف تھا۔!!

''اور یہ محبت ا. اہیم گورسی پر دوسری مرتبہ حملہ آور ہوئی ہے۔۔مجھے اپنے دل کی حالت اب لگ رہی ہے۔'' وہ کہہ کر پیچھے ہٹا۔۔صفا نے آنکھیں پھیلا ئیں۔

''کیا سچ میں؟''

''ہاں۔''اس نے بے چارگی سے دیکھا۔''یہ تو ضرب کاری ہے۔پھر دل کمزور ہے۔''

''تو اب کیا کیا جائے اسکا۔''صفا نے اسی کے انداز میں سنجیدگی سے کہا۔

''اسکو طبیب کی ضرورت ہے۔۔''ابراہیم نے بے چارگی سے دیکھا۔

''تو پھر تو جلدی سے اسکا علاج کرنا ہوگا۔''

''ہاں۔''اس نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو کون ہے اسکا طبیب؟''صفا نے اسکے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔

ابراہیم ذرا سا جھکا۔''صفا ابراہیم۔''اس نے سرگوشی کرتے ہوئے صفا کی کنپٹی کو چھوا۔

صفا کے لئے اپنے پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہوا تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑاتی۔۔وہ اسکو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔

'' افسوس۔!!طبیب بہت چھوٹا ہے۔۔اسکو خود آکسیجن کی کمی لگ رہی ہے۔''وہ آکسیجن کا راستہ چھیڑنا نہیں بھولا تھا.....جبکہ صفا نے سانس بحال کرنے کے لئے اسکا سہارا لیا تھا۔۔وہ چہرہ چھپا گئی تھی۔

''شفا۔!!''

ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔

''شفا۔۔۔لو۔''اس نے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ہنسنا لگایا۔۔ابراہیم ہنس دیا.....جبکہ صفا کے گال سرخ ہوئے تھے۔

''جان۔۔!!''وہ لوگ نشتے سے فارغ ہوئے تو آیت منمنائی۔جواد صاحب جو کہ اپنی کرسی سے اٹھنے ہی والے تھے دوبارہ بیٹھ گئے۔

''جی میرا بیٹا؟''انھوں نے شفقت سے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔آیت معصومیت سے اپنا چھوٹا سا پس ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی۔میرال نے اسکو سن کر پوں خوشی سے جھلائے تھے۔

''کیا میں آج آپ سے کچھ مانگ سکتی ہوں؟''وہ نیلی آنکھیں جھکائے بیٹھی تھی۔

''ارے۔!!میرے بیٹے کو اجازت کی کیا ضرورت؟''

''مجھے عیدی چاہیئے۔''اس نے آبکار مدھم سے لہجے میں کہا تو تائی جان نے سر جھٹکا۔جبکہ تایا کا قہقہہ گونجا تھا۔انھوں نے فوراً اپنا والٹ نکالا۔اور پیسے نکالنے لگے۔میرال آیت کے کان پہ جھکی۔

''وہ پانچ پانچ ہزار دیں گے ہر عید کی طرح۔۔تم نے اس بار دس دس ہزار مانگنا ہے۔۔اوکے؟''اس نے سرگوشی کے انداز میں آیت کو کمانڈ دی۔۔آیت نے ایک جان کی جانب دیکھا۔۔وہ اب نوٹ گن گن کر دوجگہ رکھ رہے تھے۔۔آیت نے حلق تر کیا۔

''جان۔''وہ پھر سے مدھم سی آواز میں بولی۔

''جی میرا بیٹا۔!!''وہ نرمی سے بولے۔

''یہ والی عیدی نہیں۔''اس نے سر جھکائے اپنے خالی پس پہ نگاہ جمائے ہی کہا تھا۔

''اچھا؟تو پھر اور کیا چاہیے؟میرا بیٹا جو مانگے گا ملے گا۔''

''دس ہزار مانگو۔!!''میرال نے پھر سے اسکے کان میں سرگوشی کی۔جبکہ آیت بس سر جھکائے بیٹھی تھی۔''بولو میرا بیٹا۔''آیت نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''وہ۔کیا آپ مجھے ابو کی قبر پہ لے کر جاتے ہیں؟''اس نے اچانک سے کہا تو میرال نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔جبکہ تائی نے بھی گھورا تھا۔۔آیت جان کی آنکھوں میں کرب اترا۔۔وہ خاموش ہوگئے۔

''پلیز۔ جان۔'' آ۔ ۔ نے اس. را جا. رخ موڑ کر دیکھا تھا۔۔وہ ایسے کبھی ضد نہیں کیا کرتی تھی آج کر رہی تھی۔۔جواد نے اسکو ا۔ دیکھا.....جبکہ میرال کا غصے سے. احال تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔چلیں گے۔۔ یہ لو تم دونوں کی عیدی۔''انھوں نے کہتے ہوئے پانچ پانچ ہزار ان دونوں کو دیئے۔۔آ۔ ۔ نے ڈرتے ڈرتے پیسے پکڑ لیے۔۔وہ ان سے پیسے نہیں ما. سکتی تھی۔۔شاید کبھی نہیں۔۔ ہاں وہ اپنے. . سے ہر چیز ما. سکتی تھی۔۔وہ ا قبر پ جا. چاہتی تھی ان سے ڈھیر ساری. تیں کرنے کے لئے۔

زلیخا اور منال نے . کی من پسند ڈ بنائی تھیں۔۔ شتہ ہلکا پھلکا کر لیا تھا . نے اس لئے اب لنچ کی تیاری چل رہی تھی۔۔ان . میں صفا بھی کچن میں گھسی ہوئی تھی۔

'' پ یٹی لیڈی۔!! کہاں ہیں آپ؟''مرجان ہمیشہ کی طرح اسکو ڈھونڈ ۔ ہوا کچن میں آ ۔

''کیا ہوا؟''صفا جو کہ سلاد کاٹ رہی تھی اسکی آواز پ مڑی۔

''آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ اتنا اچھا ڈریس اب کر لیں گی۔۔چلیں میرے ساتھ۔''وہ کسی ٹ ے کی طرح کمر پ ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔صفا ہنس دی جبکہ منال کا منہ کھل ۔۔وہ آگے ٹھیں اور مرجان کو کان سے پکڑا۔

''آہہ۔منال۔!! درد ہو ت ہے۔''وہ ٹ پ ۔ تھا۔

''آئے ٹ ے پ یٹی لیڈی کے ہمدرد۔! کیا تمہیں میں نہیں آتی اتنی می میں کھڑی ہوئی؟''منال نے اپنا سوٹ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔۔ا بھی مرجان کے منہ سے تعریف نہ تھی۔۔مرجان نے ا ان پ ڈالی۔

''واؤ۔آپ تو گورجئیس لگ رہی ہیں۔''مرجان نے انگوٹھا کھڑا کر کے ا تعریف کی۔۔منال نے آنکھیں سکیڑیں۔''بس؟ ہو گئی آپکی تعریف۔۔اب میں اپنی پ یٹی لیڈی کو لے جاؤں؟''مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکا تو منال نے حیرت کے مارے منہ پ ہاتھ رکھا۔

''کتنے مطلب پ ۔ ہو تم مرجان گورسی۔!!''

''اسکو کہتے ہیں۔۔میں نے آپکی تعریف کی جو کہ آپ چاہتی تھیں۔۔اب مجھے . لے میں پ یٹی لیڈی چاہیئے۔''وہ ا پ س سے ۔ ر ۔ اور صفا کا ہاتھ تھاما۔۔منال کا صدمے سے. احال تھا۔۔انکا پتہ ا آنکھوں میں دھول جھو ۔ تھا۔

''کین آئی ٹیک ہر و دمی؟''اس نے احسان کرنے کے ا از میں پوچھا۔۔صفا کا ہنس ہنس کر. احال ہو رہا تھا.....جبکہ منال کا صدمے سے۔

''لے جاؤ بھئی۔۔ہم کون ہوتے ہیں تمہاری پ یٹی لیڈی کو روکنے والے۔''وہ ہار مان گئیں۔۔زلیخا نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔

''تھینک یو پ یٹی۔اولڈ لیڈی۔''وہ آ د ۔ صفا کا ہاتھ تھامے وہاں سے بھاگ ۔۔جبکہ منال کا ا . رپھر سے منہ کھل ۔۔انھوں نے بے اختیار اپنے چہرے پ ہاتھ پھیرا۔

''زلیخا۔!!''

''جی بی بی۔!!''زلیخا اماں فوراً متوجہ ہو ۔

''کیا میں بوڑھی ہو گئی ہوں؟''وہ رنجیدہ آتی تھیں۔۔زلیخا نے ہنسی روکی۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں کچن میں کسی اور کی آواز گو تھی۔

''آپ جوان ہیں یہ بوڑھی۔۔اسکے. رے میں تو صرف ا شخص بتا سکتا ہے۔۔اور اسکا م ہے سفیان گورسی۔''وہ محظوظ سے ا از میں بولے۔۔زلیخا تو شرم کے مارے رخ ہی پھیر گئیں۔۔منال نے مڑ کر ا گھورا تھا۔

''اب اس عمر میں گھوریاں ڈالتی ہوئی اچھی لگتی ہیں آپ؟''وہ مسکراہٹ د ئے مسلسل ا تنگ کر رہے تھے۔

''اور آپ اس عمر میں ایسی پ . تیں کرتے اچھے لگتے ہیں؟''

''ارے ارے۔۔ابھی عمر ہی کیا ہے میری۔'' انھوں نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا جو کہ سفید ہو رہی تھیں۔منال کے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو گیا تھا۔

''لگتا ہے ابیہم کی صحبت اثر کر گئی ہے۔'' زلیخا اماں دوسری جانب رخ کئے ہی بولیں تو منال نے بے چارگی سے سفیان گورسی کا منہ دیکھا۔وہ ہنس دیئے۔

''آپکو کوئی کام نہیں ہے کیا؟ کیوں بچوں کے سامنے شرمندہ کر رہے ہیں؟'' منال روہانسی ہو گئی۔

''ارے۔کہاں ہیں بچے؟ زلیخا آپ مجھ سے پانچ سات سال بڑی ہی ہوں گی۔'' وہ زنہیں آئے تھے۔منال پاؤں پٹختیں وہاں سے چلی گئیں۔

پیچھے سفیان گورسی ہنس دیئے۔

وہ لاؤنج میں پہنچیں تو مرجان صفا کو جانے کون کون سے پلین بتا رہا تھا.....جبکہ دینا اور قوت بھی وہیں کھیل رہے تھے۔

''ابیہم اور حسن کہاں ہیں؟'' منال نے ان سے آ کر پوچھا۔

''ابیہم کے کوئی دوست ملنے آئے تھے ساتھ چلے گئے ہیں۔'' صفا نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

''اور حسن؟'' منال نے پوچھا تو صفا نے نگاہ پھیر لی۔

''مجھے نہیں پتہ۔'' وہ کندھے اچکا گئی۔

''وہ بھی ساتھ ہی ہوں گے۔۔دوست ہیں نا۔۔کے۔'' مرجان نے فوراً سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''دوست؟'' صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''ہاں۔۔ماما بتایا کرتی تھیں کہ۔۔اور حسن ماموں پہلے دوست تھے۔۔پھر۔'' کہتے کہتے مرجان کچھ سوچنے لگا۔

''اور پھر؟'' یہ منال نے پوچھا تھا۔۔

''پھر اکسی بات پہ لڑائی ہوئی تھی۔۔اب تو سے انکار یلیشن اچھا نہیں ہے۔۔ مجھے پتہ ہے۔۔وہ دونوں ہمیشہ دوست ہی رہیں گے۔'' مرجان نے پورے یقین سے کہا تھا۔منال نے سکون کی سانس لی۔۔اور مسکرا دیں۔

''ہاں۔۔مجھے یقین ہے کہ وہ دوست رہیں گے۔۔اور جو بھی لڑائی ہے اسکو جلد حل کر لیں گے۔'' منال وہیں صوفے پہ ٹک گئیں۔

'' مجھے یہ مشکل لگتا ہے۔'' قوت دینا کے ساتھ کھیلتا ہوا مصروف سا بولا۔

''کیوں؟ مشکل کیوں؟'' منال نے حیرت سے دیکھا۔

''کیونکہ دوست ہوں یہ بھائی۔۔ا لڑائی زیادہ دیر نہیں چلتی۔۔جیسا کہ میں اور مرجان ہیں۔۔ہم دونوں ایک دوسرے سے لڑتے نہیں ہیں۔۔اگر کبھی لڑائی ہو جائے۔'' کہتے کہتے قوت نے مرجان پہ گہری نگاہ ڈالی۔۔مرجان کو لگا کہ وہ اف میں لگ رہا ہے۔۔اسکا وہم ختم نہیں ہو سکتا تھا کبھی بھی نہیں۔۔ قوت مسکرا دیا۔

''پھر بھی ہم زیادہ دیر ناراض نہیں رہتے۔۔ہیں نا مرجان؟'' اس نے تائید چاہی۔۔مرجان نے ٹھہرا سا اسکو دیکھا۔۔اور پھر پھیکا سا مسکرایا۔۔اور اثبات میں سر ہلا گیا۔۔ قوت دوبارہ منال کی جانب مڑا۔

''اور ان دونوں کی لڑائی سالوں سے چلتی آ رہی ہے۔۔اس لئے مجھے دوستی کے چانس نہیں آتے۔'' قوت کندھے اچکا گیا۔۔منال کا دل بجھ سا گیا تھا۔

دوپہر کو کھانے پہ سب لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔آج گورسی ہاؤس کا ڈائننگ ٹیبل پر رونق تھا۔وہاں خوشیاں تھیں مسکراہٹیں تھیں۔۔ وہاں کسی کی کمی تھی۔اور وہ کمی بھی پوری نہیں ہونے والی تھی۔

ابیہم نے اپنا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے سامنے پڑی خالی کرسی پہ نگاہ ڈالی۔۔اسکی نگاہ وہیں اٹک گئی۔

وہاں سجل بیٹھی تھی۔وہ مزے سے کچھ کھا رہی تھی ساتھ ساتھ منال کی تعریفیں کر رہی تھی۔آوازیں نہیں آ رہی تھیں بس سلوموشن میں وہ منظر آنکھوں کے پردے پہ کسی فلم کی مانند چل رہا تھا۔وہ لقمہ چبا نہ سکا۔

سجل کے ساتھ بیٹھے۔ ابہیم نے اسکے بول سے کچھ پوچھا چاہا تو اس نے جلدی سے اپنا بول اٹھایا۔ اور اشارہ کیا وہ اپنا کھانا کھائے۔ ابہیم کی للچائی نگاہ سجل کے بول پر تھی۔ وہ کوئی سوپ ڈش تھی شاید فرنی تھی تبھی سجل نے ابہیم کے ساتھ بھی باؤل کو تیار نہ تھی۔

ابہیم نے بے چارگی سے دیکھا تو سجل نے اپنا بول اسکے سامنے کر دیا۔ اور دن کے اشارے سے سارا کھانا کو کہا۔ وہ منظر چل رہا تھا۔ اور آج کا ابہیم اس پانچ سال پہلے کے منظر کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سجل کی فرنی کھانی شروع کی۔ سجل ہنستے ہوئے اٹھی اور ابہیم کے عقب میں آ کر کھڑی ہوئی۔ اس نے ابہیم کے گلے میں زور پیٹا۔ وہ یوں ہی لاڈ کیا کرتی تھی۔ ابہیم ہنستا ہوا فرنی کھاتا رہا۔ سجل کے چہرے پر شرارتی مسکان ناچ رہی تھی۔ اس نے جھولتے جھولتے ابہیم کی جینز والی جیب سے اسکا موبائل اچک لیا۔

ابہیم کرنٹ کھا کر مڑا۔ وہ اسکا فون لہراتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

ابہیم اپنی کرسی چھوڑ کر اسکے پیچھے بھاگا۔ وہ دونوں پورے لاؤنج میں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور منال اور سفیان گورسی کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔

''ایبو۔!!'' مدھم سی سرگوشی آواز نے اسکا ہنس تو توڑا تھا۔ وہ ہنس ہی نہیں وہ خواب ٹوٹا تھا۔ وہ حسین خواب جس کو وہ بناء تھکے ساری زندگی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے خالی خالی نظروں سے سامنے پڑی خالی کرسی کو دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے لاؤنج میں نگاہ ڈالی وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ قہقہے تھے منظر وہ نہیں تھا۔ مسکراہٹیں تھیں وہ ساری مسکراہٹیں زبردستی کی تھیں۔ جیسے کہ وہ بس اس دن کو گزارنا چاہتے تھے بناء ایک دوسرے کے زخموں کو چھیڑے۔

ابہیم نے ان کے چہروں پر ایک نگاہ ڈالی۔ ہر مسکراہٹ کھوکھلی تھی۔

ہر فرد کی پلیٹ میں کھانا بھرا پڑا تھا کیونکہ لقمے حلق سے نہیں اتر رہے تھے۔ وہ روحیں زخمی تھیں کمال کی اداکاری کی صلاحیتوں کی حامل تھیں کہ کسی ایک شخص کے کرب کا اندازہ ساتھ بیٹھے شخص کو نہیں ہو رہا تھا۔

وہ لوگ آج کی اداکاری کے لیے آسکر ایوارڈ کے مستحق تھے۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' صفا نے مدھم سی سرگوشی کرتے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ ابہیم نے گردن موڑ کر دیکھا۔ پلکیں جھپکیں۔ وہ ماضی سے آزاد ہوا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور پانی کا گھونٹ پی کر وہ نوالہ حلق سے اتارتا۔

اس نے دفعتاً صفا کی جانب دیکھا تو پیشانی سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ حسن منال کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا اور وہ اسکو غور سے سن رہی تھیں۔ اس نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

ابہیم صفا کا وہ ہاتھ جو اس نے ابہیم نے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ اسی ہاتھ سے پکڑا۔ اور اسکو دیکھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ مسکرا دیا۔ صفا نے بے بسی سے اسکو دیکھا۔

''کہاں۔ ٹھیک ہوں۔'' اس نے صفا کو ایک گھوری سے نوازا۔ اس نے کٹ پٹھائی۔ ابہیم ہنس دیا۔

حسن ٹھٹک کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

ابہیم مسکرا کر صفا کی جانب دیکھ رہا تھا۔ صفا نے بھی اسکی جانب دیکھا۔

وہ منظر کہیں قید ہوا تھا۔ ان کی نگاہوں میں اور ان نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس منظر کی اتاری تھی۔ حسن نے دیکھا تو مسکرا کر سر جھکا لیا۔ آج اسکو جلن نہیں ہوئی تھی۔ کسی بھی قسم کا کوئی ایسا احساس نہیں جاگا تھا۔ جس کی تپش ابہیم اور صفا کے اس خوبصورت اور بے رشتے کو جھلسا پاتی۔

شاید اسکی زندگی میں اسکا محرم آ چکا تھا۔

اس نے صفا کو جانے دیا تھا۔ اور جن کو جانے دیتے ہیں پھر جانب مڑ کر نہیں دیکھتے۔

یہ ہی لیٹنگ گو کا اصول ہے۔!!

اورحسن اپنے اصولوں کا پکا ٹھہرا تھا۔!!

زہرہ کو حسن کی مسکراہٹ سمجھ نہیں آئی تھی۔۔اس کے دل کے مرض نے اسکی آنکھوں پہ پٹی ۔ ھر رکھی تھی اس لئے اسکے دل میں کوئی مثبت جگنو نہیں چمک رہا تھا۔۔کوئی روشنی اسکے دل کی تا ریکی کو کاٹ نہیں پا رہی تھی۔۔شاید یہ حسد کی آگ تھی جو کسی بھی پاکیزہ پھول کو وہاں کھلنے سے پہلے ہی راکھ کر رہی تھی۔۔وہ ہمیشہ کی طرح اس منظر کو دیکھ کر صرف حسد کا شکار ہوئی تھی۔۔اسکو آج پھر سے صفا پر دو آدمیوں کی نگاہ مرکوز آئی تھی۔۔آج اسکو پھر سے صفا سے نفرت ہوگئی تھی۔۔نئے سرے سے۔

جو لوگ حسد کرتے ہیں انکو کوئی ٹھوس وجہ درکار نہیں ہوتی کسی سے نفرت کرنے کی۔۔وہ اپنی زندگی کی کمیوں کا قصوروار دوسروں کو سمجھتے رہتے ہیں۔وہ لوگ خدا کی تقسیم پر ناراض ہوتے ہیں۔اور جو خدا کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے پھر وہ ساری زندگی خالی ہاتھ رہ جایا کرتا ہے۔پھر اسکو فراوانی میں بھی سکون نہیں ملتا۔۔اسکی تشنگی کبھی نہیں مٹتی۔۔وہ شخص ہمیشہ خالی ہاتھ اور تشنہ ہی رہ جایا کرتا ہے۔

''۔۔!!ہماری عیدی۔!!'' مرجان نے اس لمحے کے سکوت کو توڑا تھا۔

''تمہیں عیدی کیوں چاہیے؟ ہر چیز تو مل جاتی ہے۔۔''ابیہم اسکو پراٹھا ہوا کھانے لگا تھا۔

''کیا مطلب؟ ہمیں عیدی نہیں ملے گی؟'' مرجان نے یاقوت کی جانب دیکھ کر کہا۔یاقوت نے بھی الجھ کر اپنے باپ کو دیکھا۔تو کیا وہ اس بار عیدی نہیں دینے والا تھا۔

''کرنی کیا ہے؟ یہ بتاؤ۔جو چاہیے بتا لے دوں گا۔'' وہ کندھے اچکا کر کھانے میں مگن ہو چکا تھا۔مرجان نے ہوں کی طرح یاقوت اور پھر صفا کو دیکھا۔پھر اس نے کی جانب دیکھ وہ اس چیز سے محظوظ ہو رہے تھے مرجان کا دل بیٹھ گیا۔اسکے حق پہ ڈاکا ڈالا جا رہا تھا اور اسکے خان والے اس بات سے محظوظ ہو رہے تھے۔

''۔۔ہر سال ملتی تھی ناں۔۔اور اس بار بھی ملے گی۔'' مرجان نے منطق دینے کی کوشش کی۔

''ہر سال تو تم پوز بھی دیتے تھے کیا اس سال لی؟'' ابیہم نے کنکھیوں سے مرجان کو دیکھا۔

''۔۔!!آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟'' مرجان کی سیاہ آنکھیں پل میں اداس ہوئی تھیں۔

''کیوں تنگ کر رہے ہو ابیہم؟'' منال نے اسکو ڈپٹا تھا۔

''تنگ کیوں کرنا۔؟اس سے پوچھیں اس بار اسکے ٹیسٹ سیریز میں کتنے مارکس آئے ہیں؟'' ابیہم کھانا کھانے میں مصروف تھا جبکہ باقی مرجان کے غم میں اب غمگین ہو چکے تھے یعنی وہ سنجیدہ تھا۔

''اسکا عیدی سے کیا لینا دینا؟'' صفا سے اپنے چھوٹے کزن کی پریشانی دیکھی نہ گئی۔

''اگر یہ اپنے اصول توڑ سکتا ہے تو پھر میں بھی روایت توڑ سکتا ہوں۔'' ابیہم سنجیدہ آواز تھا۔

''کوئی بات نہیں شہزادے۔۔یہ لو۔عیش کرو۔'' حسن نے اپنا والٹ نکال کر مرجان کے حوالے کیا۔۔ابیہم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔اور چیچ پلیٹ میں گرائی۔۔منال کی آنکھوں میں ایسا خوف امڈ آیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ تمہاری مہلت ختم ہو چکی ہے۔۔اس لئے اب تم جا سکتے ہو'' اسکے جبڑے تن گئے تھے۔۔صفا نے گھبرا کر ابیہم کو دیکھا۔

''کیا ہو گیا ہے ابیہم؟ گھر آئے مہمان سے ایسے بات کرتے ہیں؟'' منال نے حسن کے بازو پہ ہاتھ رکھا۔

''مہمان نہیں زبردستی کا مہمان۔۔اسکو بولیں کہ اس سے پہلے کوئی مزید مزگی ہو۔۔ جائے یہاں سے۔'' ابیہم نے کرسی دھکیلی اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔وہ اب حسن کو برداشت کر رہا تھا یہی کافی تھا۔۔اب اسکا صبر جواب دے گیا تھا۔

''ابیہم۔!!'' صفا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کھانا کھاؤ بیٹھ کر۔'' ابیہم نے اسکو ڈپٹ دیا۔صفا کا دل وہیں سہم گیا۔وہ شخص کبھی نہیں بدل سکتا تھا۔

''ابیہم۔!!بیٹھو۔!!'' اب کی بار سفیان گورسی نے اسکو ڈپٹا تھا۔۔ابیہم نے بے بسی سے اسکو جاتے دیکھا۔''میں نے کہا بیٹھو'' آنکھوں کی سختی میں ذرا فرق

نہیں آ یا تھا۔۔ا. اہیم مٹھیاں بھینچے ہی دو. رہ بیٹھ ۔ یا۔مرجان سر جھکائے بیٹھا تھا۔اسکا دل اب ٹوٹ ۔ یا تھا۔اسکی وجہ سے ماحول دو. رہ ٔ اب ہو ۔ یا تھا۔صفانے مرجان کی جا. دیکھا تو اسکے دل میں ہول اٹھے۔۔وہ اسی کے ساتھ بیٹھا تھا۔

''مرجان۔!!''صفانے بھاری ہوتے دل کے ساتھ اسکو پکارا تھا۔مرجان کے حلق میں ا ۔ ر پھر شدت سے درد اٹھا تھا۔وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔اور کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بھاگ کر سیڑھیاں پ ڑھ ۔ یا تھا۔۔صفانے ڈولتے دل کے ساتھ اسکو دیکھا۔

وہ اٹھنے لگی تو ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر وہیں بٹھا د ۔

''وہ مجھ سے خفا ہے۔۔میں ہی مناؤں گا۔''صفانے ۔ دن ا ۔ جا. ۔ اکر تاسف سے اسکو دیکھا۔۔ . نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔اب کسی کے بھی حلق سے کھا. نہیں ا ۔ نے والا تھا۔۔اب تو اداکاری کرنے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔۔اس لئے . خاموش ہو گئے تھے۔

کچھ د ۔ یر بعد ا. اہیم سیڑھیاں پھلا ۔ ۔ یا تھا۔صفانے نم آنکھوں سے اسکو جاتے ہوئے دیکھا۔ قوت نے صفا کی جا. دیکھا۔

''ڈو ٹ وری۔!!وہ لوگ ٹھیک ہو جا گے۔انکا چلتا رہتا ہے۔''وہ بے فکر سا تھا۔۔صفانے سر جھٹکا۔۔حسن نے ا ۔ گہری سانس خارج کی۔

ا. اہیم کمرے میں داخل ہوا تو مرجان سامنے اپنے اسٹڈی ڈ پ بیٹھا تھا۔۔ا. اہیم پھیکا سا مسکرا ۔ پھر آ گے. ٹھا۔اور بناء مرجان کو سوچنے کا موقع دیے اسکو اٹھا لیا تھا۔

''چھوڑیں . .۔!!''وہ خفا تھا۔اس نے ہاتھ پ ؤں مارے۔ ا. اہیم نے اسکو نہیں چھوڑا تھا۔کچھ د ۔ یر کی مزاحمت کے بعد ا. اہیم نے اسکو اپنے ۔ ' سے لگا لیا۔۔ مرجان اسکے کندھے پ تھوری ٹکا ۔ ۔وہ رو نہیں رہا تھا۔اسکی سیاہ آنکھیں خشک تھیں۔ ا. اہیم کی آنکھوں میں کرب تھا۔

''تو کیا اب مرجان گورسی اپنے . پ کا مذاق بھی نہیں سمجھے گا؟''ا. اہیم اداسی سے کہتا اسکو لئے بیڈ کنارے بیٹھ ۔ یا۔مرجان ابھی تک اسکے ۔ ' سے لگا ہوا تھا۔

''مرجان گورسی کے پ س بس اسکے . . ہیں۔۔وہ ا ۔ اس طرح کرتے ہیں تو مرجان کا دل ٹوٹ جا ۔ تا ہے۔''وہ منمنا ۔۔ا. اہیم کا دل. ی طرح ڈو. تھا۔

''تو کیا مرجان گورسی کا دل کانچ کا ہے؟''ا. اہیم نے اسکے سیاہ. لوں کو بکھیرا۔

''دل تو دل ہو ۔ تا ہے . .۔ٹوٹ جا ۔ تا ہے۔''مرجان نے اسکی ۔ دن میں چہرہ چھپا ۔

''نہیں تو۔دل ٹوٹتا نہیں ہے۔ٹوٹنے والی چیزیں تو کانچ کی بنی ہوتی ہیں۔دل تو سخت ہو ۔ تا ہے۔۔یہ نہیں ٹوٹتا۔''ا. اہیم کا لہجہ جانے کیوں سفاک سا ہوا تھا۔

'' میرا دل تو ٹوٹ جا ۔ تا ہے . ں۔''وہ شکوہ کر رہا تھا۔

''اچھا؟ تو پھر تم نے اتنی فر ئل چیز اپنے پ س رکھی ہی کیوں ہوئی تھی جو ذرا سی . ت پ ٹوٹ جائے؟''ا. اہیم نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔مرجان کچھ لمحے اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

''یہ تو اللہ تعالی ر ۔ تا ہے . ں ہمارے ۔ ' میں۔''وہ بناء پلکیں جھپکائے بولا تھا۔ا. اہیم کچھ پل اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

''بتا کتنی عیدی چاہیے میرے پ نس کو؟''اس نے مرجان کا گال کھینچا۔

''اب نہیں چاہیے۔''مرجان دو. رہ اسکی ۔ دن میں منہ چھپا ۔ ۔

''ابھی بھی . راض ہو؟''

''نہیں۔''

''تو پھر؟''

''پتہ نہیں اب دل نہیں کر رہا۔''مرجان یوں ہی اداس سا بولا۔

''اچھا؟ چلو کوئی . ت نہیں۔۔ویسے بھی تمہیں پیسوں کی کیا ضرورت، میرا . کچھ تمہارا ہی تو ہے۔''ا. اہیم مسکراہٹ د ۔ ئے بولا تو مرجان نے فوراً چہرہ نکالا۔اور

اسکے سامنے ہوا۔

''کیوں؟ ٹھیک کہا ں؟''ا. اہیم نے مسکراہٹ د ئے کہا تو مرجان کا ا ۔ رپھر صدمے سے . احال ہوا۔

''ایسے کیسے۔؟ آپ تھوڑی منتیں کریں۔۔مجھے منا ۔۔میں تھوڑے ے دکھاؤں گا۔۔پھر آپ مجھے ڈبل عیدی دے کر منا ۔تو بت ہے ں۔''اس نے آنکھیں مٹکا ۔ا. اہیم کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''اوئے۔!!تم آ چیز کیا ہو ہاں؟''اس نے حیرت سے اپنے ٹ کو دیکھا۔

''میں مرجان گورسی ہوں۔''مرجان دن ٹ ا ۔

''اچھا؟ تو پھر میں بھی مرجان گورسی کا. پ ہوں۔''ا. اہیم نے اسکو بیڈ پ ا ۔اور اسکو گدگدی کرنے لگا۔مرجان کا ہنس ہنس کر اور چیخ چیخ کر. احال ہو رہا تھا۔

''مجھے لگتا ہے اب مجھے چلنا چاہیے۔''اس نے منال کی جا . دیکھا۔منال کی آنکھیں ا ۔ لمحے میں بھر آ تھیں۔

''ابھی مت جاؤ۔''وہ بھیگی آواز میں بولیں تو حسن کو لگا کہ اسکے دل کو کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔وہ آج سامنے ماں کو دیکھ رہا تھا۔۔وہ کبھی بھی ا ۔ جگہ ٹ کر نہیں بیٹھا کرتا تھا۔کبھی کہیں تو کبھی کہیں۔۔ کبھی اسکو کہیں سے جاتے ہوئے۔۔کسی جگہ کو چھوڑتے ہوئے اس طرح کا احساس نہیں ہوا تھا۔

اسکا دل آج عجیب طرح سے دھڑکا تھا۔پہلے . وہ پڑھائی کے لئے واپس یونیورسٹی جا کرتا تھا تو شہرین اسکی منتظر ہوتی تھیں۔

وہ . گھر لوٹتا تو شہرین اسکے واری صدقے جا کرتیں اور اسکے واپس جاتے ہی اداس ہو جا کرتی تھیں۔۔ پچھلے دس. سوں میں ایسا کوئی نہ تھا جو اسکی راہ ۔۔ اسکا منتظر ہوتا۔۔اور اسکے کہیں چلے جانے پ اداس ہوتا۔

وہ ا ۔ ٹ پ ہ تھا۔۔آج منال کی آنکھوں میں اپنے لئے آ دیکھ کر اسکو لگا کہ اسکے ں میں بھی کچھ ہے۔۔کچھ ایسا جو ابھی ت دھڑکتا ہے۔۔جس میں ابھی ت لہو دوڑتا ہے۔۔ہاں۔وہ پتھر نہیں تھا وہ دل تھا۔۔

وہ خاموش ہو ۔

''میں مرجان کو دتا ہوں۔''صفا معذرت کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

دروازے پ دستک دے کر اس نے دروازہ کھولا تو کمرے کی حا ت دیکھ کر صفا نے بے اختیار منہ پ ہاتھ رکھا تھا۔وہ دونوں. پ. ٹ بیڈ پ کشتی کر رہے تھے۔۔تکیوں میں سے روئی نکل کر سارے کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔۔صفا جو یہ سوچ کر آئی تھی کہ پتہ نہیں کون سا ایموشنل سین چل رہا ہوگا۔۔یہ . دیکھ کر وہ دَ رہ گئی تھی۔

واقعی وہ. پ. ٹ ہی ا دوسرے سے ت تھے اور اچھی طرح سے ت تھے۔۔صفا نے سر ٹ ہوئے بکھری چیزیں سمیٹنا شروع کر دیں۔

''پیٹی لیڈی۔!!بچا ۔''مرجان جو کہ ا ۔ رپھر سے ا. اہیم کے ہتھے پ ھ ہ تھا اسکو دیکھ کو تھا۔

''آئے تو سہی تمہاری پیٹی لیڈی۔!!اسکو بھی دیکھ لوں گا۔''ا. اہیم مرجان سے دو دو ہاتھ کرتا بولا تھا۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔اور ان دونوں کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔

''ہاں جی۔۔دیکھ لیں۔۔آ گئی ہوں۔''صفا نے ر سے کہا تھا۔

ا. اہیم نے ا نگاہ اس پ ڈالی۔صفا آنکھیں سکیڑے اسکو گھور رہی تھی۔

''دیکھ لیا۔۔اب جاؤ۔۔''ا. اہیم نے الٹا ہاتھ مارا تو صفا کا صدمے اور حیرت سے . احال ہوا۔

صفا نے غصے سے اسکو گھورا۔

''کیا ہے اب؟''

''آپکواللہ پوچھے'' کہتے ہوئے صفانے ایک تکیہ اٹھا کر اسکو دے مارا۔

''یہ چیز۔!! پیٹی لیڈی۔ون۔۔۔ز یرو'' مرجان تالیاں بجاتا ہوا اٹھ کر بیڈ پر کودنے لگا تھا۔ابیہم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک رصفا کو دیکھا اور پھر کمنٹری کرتے مرجان کو۔

''تم تو ادھر آؤ۔'' ابیہم نے مرجان کو کیچ کرنے سے پکڑنا چاہا۔ مرجان اسکی دسترس سے فرار ہو چکا تھا۔اس سے پہلے کہ ابیہم اسکو پکڑتا۔وہ اسکو انگوٹھا دکھاتا ہوا ہر بھاگ گیا۔صفا ہنسے جا رہی تھی۔

''اور تم؟ ادھر آؤ تم؟'' ابیہم نے اسکو ہاتھ سے اشارہ کیا وہ مزید پیچھے کھسک گئی۔

''کیوں۔؟ مجھ سے کیا کام؟'' وہ کھلکھلائی۔

''اچھا۔رکو۔بتاتا ہوں۔'' وہ اٹھا۔صفا بھاگنے لگی ابیہم نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسکو وہیں قید کر دیا۔

صفا کی اسکی جانب پشت تھی۔اسکا دل ایک لمحے کے لئے بند ہوا تھا۔

''بھاگو۔۔کہاں بھاگتی ہو۔'' ابیہم نے محظوظ سے انداز میں کہا تو صفا نے کترائے۔

''میں نے کہاں جانا ہے۔'' وہ منمنائی۔

''ایک منٹ میں بھیگی بلی بن جاتی ہو۔۔چالاک لومڑی۔'' ابیہم نے اسکا رخ اپنی جانب کیا۔۔وہ ہنسی دبائے سر جھکا گئی۔۔اسکے چہرے پر قوس قزح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔۔ابیہم دن پر ہاتھ پھیر کر پیچھے ہٹا۔۔صفا نے اسکی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا۔۔دونوں کی نگاہیں ملیں۔۔تو ایک عجیب احساس سا بھر گیا تھا۔اس جگہ میں عجیب مہک سی اٹھی تھی کہ ان دونوں کے لئے وہاں رکنا محال ہوا تھا۔

''مم۔میں کمرہ ٹھیک کر دیتی ہوں۔'' وہ آگے بڑھنے لگی۔

ابیہم نے اسکا ہاتھ پکڑا۔۔صفا وہیں دم سادھ گئی۔اس نے ہاتھ کھینچا۔اور اسکو دروازے سے لگا دیا۔صفا وہیں سانس روکے کھڑی تھی۔

''کیا تمہیں عیدی نہیں چاہیے؟'' وہ اسکے چہرے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔۔ایک ہاتھ دروازے پر جما ہوا تھا۔

''نن۔نہیں۔م۔میں کون سا بچی ہوں۔'' صفا نے خشک ہوتا حلق تر کرنے کی کوشش کی۔

''۔۔بچی۔ہوتیں تو۔ہی تو ہتھلاتی ہو۔'' وہ اسکی اترن نہیں بھولا تھا۔۔صفا نے سر خک کے لئے اسکو گھورا تھا۔

ابیہم ہنس دیا۔۔اور اسکی ناک پکڑ کر کھینچی۔

''غصہ دکھانے کے قابل تو ہو جاؤ۔۔پٹاخہ جتنی شکل ہے تمہاری۔۔اتنی سی شکل پر غصہ جچتا ہے بھلا۔''

صفا نے بے بسی سے لب بھینچ لئے۔

''اچھا۔اچھا۔نہیں کرتا تنگ۔۔بتاؤ کیا چاہیے آج۔'' وہ مصالحت سے بولا تھا۔

''جو مانگوں گی ملے گا؟'' صفا کی آنکھوں میں اچانک سے چمک اتری۔

''ہاں۔۔اگر میں افورڈ کر سکتا ہوا تو ضرور دوں گا۔'' اس نے کھلے دل سے اسکی خواہش کو قبول کیا تھا۔بناء یہ جانے کہ وہ کیا مانگے گی۔

''اور اگر افورڈ نہ کر سکتا ہوئے تو؟'' صفا نے اسی کے انداز میں پوچھا۔۔ابیہم نے ایک ہاتھ سے اپنی دن کھجائی۔

''ویل۔!! پھر دیکھتے ہیں کوئی چوری چکاری کرنی پڑ سکتی ہے۔۔ تم وعدہ کرو کہ ضمانت کروالو گی؟'' وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا تو صفا ہنس دی۔وہ کچھ دیر یوں ہی ہنستی رہی۔ابیہم کو وہ ہنسی بہت پاکیزہ لگی تھی۔بلکل جیسے برسات کے بعد نکلی ہوئی دھوپ۔۔جس سے ہر گوشہ چمک جائے۔اسکی نگاہیں کچھ دیر صفا کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔

''کیا چاہیے بولو۔!!'' پھر اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔صفا ایک پل کے لئے ٹھٹکی۔پھر اسکی ہنسی سمٹی اور چہرے پر ایک رپھر سے وہی آلودہ سی مسکان چھا گئی۔۔جس

میں غم کی آلودگی شامل تھی۔

''کیا ہم سجل کی قبر پر جا تے ہیں؟'' صفا نے بھیگی آواز میں پوچھا تو ابیہم کے چہرے پر بکھری ساری مسکراہٹ جیسے سمٹ گئی تھی۔ چہرے کا ایک نقش سے کرب ٹپکنے لگا تھا۔

''پلیز۔!!'' صفا نے سما تے کی۔۔ابیہم نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے ا تارا۔

''ایک شرط پر۔'' ابیہم نے دا ہاتھ سے اسکے عارض کو چھوا۔

''مجھے منظور ہے۔'' وہ فوراً بولی تھی۔

''وہاں جا کر تم روگی نہیں۔۔نہ ہی پہلے کی طرح پینک کروگی۔۔بس دعا مانگو گی اور واپس آجاؤ گی۔''

''یہ۔کیسی شرط ہے؟'' صفا کی سرمئی آنکھیں نمکین پانیوں میں ڈوبتی ہوئی محسوس ہو تھیں۔

''بس۔یہی شرط ہے۔اگر منظور ہے تو چلیں گے۔ورنہ نہیں۔'' اس نے کہتے ہوئے محسوس ابا زمیں صفا کے پپوٹوں پر ٹھہرا نمکین مائع اپنی انگلیوں کے پوروں پر چن لیا۔

'' یہ۔یہ کسی کے اختیار میں تھوڑی ہوتا ہے۔'' اسکا دل اب بھاری ہو رہا تھا۔

''اختیا بنانا سیکھو۔۔خود کو سچوئیشنز میں سنبھالنا سیکھو۔۔اپنے دل پر اپنے آپ پر بندھ باندھنا سیکھو۔۔اگر تم ان آپ کے ہاتھوں یوں ہائی ہوتی رہو گی تو یہ زندگی تم پر تنگ کر دی جائے گی۔۔پھر تمہیں کہیں سکون میسر نہیں ہوگا۔۔تم ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز پر۔۔ہر چھوٹی بات پر بکھر جایا کروگی۔۔اور ہر سمیٹنے کے لئے ابیہم گورسی موجود نہیں ہوگا۔''

صفا نے تڑپ کا اپنے گالوں پر سفر کرتا ہوا اسکے ہاتھ پکڑا۔۔اور اپنے لبوں سے لگایا۔

'' میں ایسی ہی ہوں۔۔میں خود کو کتنا ہی سمیٹ لوں بکھر جاتی ہوں۔۔شاید میں اسی طرز پر بنی ہوں۔۔میری مٹی ہی ایسی ہے میرا خمیر ہی ایسا ہے۔۔ہر کوئی مضبوط نہیں ہوتا۔۔کچھ لوگ میری طرح بھی ہوتے ہیں جو ہر روز خود کو نئے سرے سے تعمیر کرتے ہیں اور ہر روز ہی نئے سرے سے بکھر جاتے ہیں۔'' اب آنسوؤں نے رفتار پکڑ لی تھی۔۔

''اور میں یوں ہی بکھرتی رہوں گی کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ مجھے سمیٹنے والا ہمیشہ میرے ساتھ ہوگا۔اس دنیا میں اور کوئی ہو نہ ہو۔ابیہم گورسی کبھی بھی صفا ابیہم کو بکھرنے نہیں دے گا۔وہ ہمیشہ میرے لئے موجود رہے گا۔بتا کیا رہے گا ناں ابیہم گورسی میرے لئے موجود؟'' اس نے بات کا اختتام سوال پر کیا تھا۔ایسے سوال پر جس کا جواب ابیہم کے پاس نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر یوں ہی خاموش کھڑا رہا۔پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے اسکے اپنے ساتھ لگایا۔

''ہاں۔موجود رہے گا۔۔ابیہم گورسی کا دل دھڑک رہا ہے۔اسکی سانسیں چل رہی ہیں۔اور ان میں خون دوڑ رہا ہے وہ صفا ابیہم کے لئے موجود رہے گا۔'' صفا کی روح میں سکون اتر گیا تھا۔دل کہ گہرائیوں میں آج نور بھر گیا تھا۔

آج ابیہم نے اسکے سوال کا جواب دینے سے انکار نہیں کیا تھا۔نہ اس نے فرار اختیار کیا تھا اور نہ اس نے رخ موڑا تھا۔اس نے صفا کو اسکے سوال کا جواب دیا تھا۔اور یہ چیز صفا کے لئے بہت اہم تھی۔

کچھ دیر وہ اسکو یوں ہی ساتھ لگائے پرسکون کرتا رہا۔

''ایک بات پوچھوں؟'' صفا نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں۔پوچھو۔'' ابیہم نے ایک ہاتھ سے اسکے گال صاف کئے۔

''آپ کی اور حسن۔۔''

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی ابیہم کے تاثرات دیکھ رہ سرد ہونے لگے تھے۔اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتی صفا نے اسکو وہیں قید کرلیا۔

''میرے سوال کا جواب دیں۔''وہ ضدی سے انداز میں بولی تو ابیہم نے گردن پیچھے کی۔

''پوچھو۔''

''آپ دونوں میں کبھی دوستی ہوا کرتی تھی۔''

''تم سے کس نے کہا؟''ابیہم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''یہ قوت بتا رہا تھا۔''

ابیہم خاموش ہوگیا۔

''اور وہ یہ بھی بتا رہا تھا کہ پھر آپ دونوں کی لڑائی ہوگئی۔۔اور آپ دونوں الگ ہوگئے۔۔کیا ہوا تھا؟''صفا نے اسکے بٹن پہ انگلی پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ ایسا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔''ابیہم مدھم سی آواز میں بولا۔

''پھر بھی؟ کیوں آپ دونوں ایک دوسرے سے اتنی نفرت کرتے ہیں؟''

''اسکو لگتا ہے کہ میں نے اسکو دھوکہ دیا تھا۔''ابیہم زخمی سا مسکرایا۔

''تو کیا آپ نے نہیں دیا تھا؟''صفا نے آنکھیں مٹکائیں۔

''نہیں۔''ابیہم نے نفی میں سر ہلایا۔

''تو پھر آپکو اس غلط فہمی کو دور کرنا چاہیے تھا نا۔''صفا کو حیرت ہوئی تھی کہ اس نے آج تک حسن کا اعتماد کیوں واپس نہیں جیتا تھا۔

''کیونکہ میں یقین دلانا نہیں چاہتا تھا۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟''وہ بری طرح الجھی تھی۔

ابیہم نے صفا کے چہرے پہ جھولتی ایک سنہری لٹ اسکے کان کے پیچھے کی۔اور وہاں سے ہٹ کر آ کر بیڈ کنارے ٹک گیا۔صفا وہیں مرجان کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''سنان۔!! کیا ہم لوگ تھوڑا سا فرنیچر لے لیں؟''وہ دونوں ابھی تک مارکیٹ میں ہی پھر رہے تھے۔

''ہاں رحمدل پڑوسی۔۔جو لینا ہے لے لو۔''اس نے سلوی کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔۔۔بابا تو عینا واپس نہیں آتی میں کچھ چیزیں لے لوں گی۔۔پھر وہ واپس آئے گی تو میں دوبارہ پیسے جمع کروں گی۔۔اور وہ غزہ جائے گی تو اسکے ہاتھ ڈھیر سارے پیسے بھیجوں گی۔''سلوی نے اٹھکیلیاں بھرتے ہوئے اپنی پلاننگ سے سنان کو آگاہ کیا تھا۔

''ہاں۔ضرور۔''سنان مسکرادیا۔

''اچھا تم یہاں رکو۔۔میں کچھ لے کر آتی ہوں۔''اس نے سنان کو ایک دکان کے باہر رکھے بینچ پر بٹھایا اور خود سامنے ایک دکان میں چلی گئی۔۔سنان اپنی چھڑی سنبھالتا ہوا وہاں بیٹھ گیا۔

وہ روڈ کے اس پار تھا جبکہ سلوی دوسری جانب کسی دکان میں سے کچھ لے رہی تھی۔۔دھوپ تیز ہو رہی تھی دکان کے باہر ٹینٹ لگا کر دھوپ سے بچاؤ کے لئے چھاؤں کی گئی تھی۔سنان وہیں بیٹھا رہا۔

''پیاس لگی ہوگی۔۔پانی پی لو۔''ایک انجانی آواز پہ سنان پلٹا۔

وہیں جھک عورت کھڑی تھی۔۔ہاتھ میں ایک پانی کی بوتل لئے ہوئے۔۔سنان کے چہرے پہ حیرت ابھری۔

''ایسے اجنبی شخص پہ ایسے اعتبار نہیں جچتے۔''وہ گردن سے اشارہ کرتی بے تکلفی سے بولی تھی۔۔سنان نے جھٹکے سے اسکے ہاتھ سے پانی

کی بوتل چھین لی۔

''یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ بڑبڑایا۔۔اس طرح کہ اسکے ہلتے ہوئے محسوس نہیں ہو رہے تھے آواز آ رہی تھی۔

''جو تم کر رہے ہو۔'' وہ کندھے اچکا گئی۔۔اسکی نگاہ بھی روڈ پہ تھی۔۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ دونوں بس قریب کھڑے ہیں ایک دوسرے کو جانتے نہیں۔۔

''تم نے اس بچی کے پیسے ہڑپ کئے۔۔شرم نہیں آتی؟'' وہ غصے سے کہتا ہوا بوتل کا ڈھکن بند کرنے لگا۔

''اور تم جو اسکو دھوکہ دے رہے ہو۔۔تمہیں شرم نہیں آتی؟'' وہ اسی کے انداز میں بولی تھی۔

''بکواس بند کرو۔۔ہم ایسے ہی آدمی کے لئے کام کرتے ہیں۔۔اس لئے تم اپنی زبان بند رکھو۔۔اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''پارسل ملک کا ہے۔۔اب ظاہر ہے میری کس کو ضرورت ہوگی۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولی۔

''وہ پارسل نہ تمہاری ملکیت تھا نہ میری۔۔وہ جس کا تھا اسکو ارسال کر دیا گیا ہے۔''

''جا رہی ہوں۔'' وہ تھکے سے انداز میں بولی۔

''سلویٰ کو اسکے پیسے واپس کرو۔۔تمہارا لالچ ختم ہوگا؟'' سنان نے ٹھوکر خالی بوتل اسکو تھمائی تھی۔

''اتنے پیسے تو دے چکے ہو اب۔ تم اسکو۔۔ڈیڑھ سو شیکل کا کیا کر لے گی وہ۔'' اس نے نوکیلی سے وہ خالی بوتل اپنے بڑے سے جھولے بنا بیگ میں رکھی۔

''وہ پیسے میں نے اپنی۔۔ سے دیئے ہیں۔۔ تم نے اسکو اسکی امانت دینی ہے۔۔اس لئے مزید بحث نہ کرو اور اسکو اسکے پیسے لوٹاؤ۔'' سنان نے جبڑے بھینچے ہی سخت لہجے میں کہا تھا۔

''نہیں دیتی۔۔کیا کر لو گے؟'' وہ ڈھٹائی سے کہتی ہوئی پلٹ گئی۔

''ٹھیک ہے۔۔تم سے ''شا'' مل لے گا۔'' سنان نے کندھے اچکا دیئے۔

''شش۔شا؟۔۔ تم اتنی سی بات شا کو بتاؤ گے۔'' وہ عورت پسینے سے بھیگ گئی تھی۔

''دیکھو صوفیہ۔!!اصول اصول ہوتا ہے۔۔اگر تم کام کے اصول توڑو گی تو تمہیں انجام کے لئے تیار رہنا چاہیے۔'' سنان نے کندھے اچکا دیئے۔

کچھ ہی دیر میں سلویٰ روڈ پہ نمودار ہوئی۔وہ دکان سے نکل کر اسی جانب آ رہی تھی۔اور اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی بسکٹ تھی۔اس نے سنان کے ساتھ کھڑی عورت کو دیکھا تو سلویٰ کے چہرے پہ غصہ ابھر آیا۔۔وہ بھاگ کر سنان کے پاس پہنچی۔

''سنان۔!!یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟'' سلویٰ نے دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکائے۔۔اور بسکٹ سنان کی جھولی میں رکھی۔

''کون؟'' سنان نے اپنی چھڑی سے ادھر ادھر کچھ ٹٹولنا چاہا۔۔اسکی چھڑی دائیں جانب کسی سے ٹکرائی تھی۔

''سنان۔!!یہ وہی ہے جس نے میرے ڈیڑھ سو شیکل ہڑپ کئے ہیں۔'' سلویٰ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''کیا واقعی؟'' سنان نے دائیں جانب گردن موڑی۔۔اسکی آنکھیں ایک پل کے لئے اس تاجک عورت پہ جا کر رکی تھیں۔اگلے ہی پل اس نے اپنی آنکھوں کی پتلیاں گھما لی تھیں۔

''دیتی ہوں پیسے۔'' اس عورت نے خائف ہوتے ہوئے اپنے پاس میں ہاتھ ڈالا۔۔سلویٰ تو حیران رہ گئی۔

''دیکھا۔!!اب کتنی جلدی دے رہی ہے۔۔میں نے سنان کو شکار جو لگا دی۔'' سلویٰ کو سنان پہ فخر ہو رہا تھا۔۔اس عورت نے ایک نگاہ سنان پہ ڈالی اور پیسے نکال کر سلویٰ کے حوالے کیے۔۔سلویٰ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔۔اپنی محنت کی کمائی ہتھیلی پہ آتی ہے تو اسکی خوشی ہی الگ ہوتی ہے۔۔سلویٰ کو سنان کے دیئے گئے دو ہزار شیکل سے بھی زیادہ وہ دو سو شیکل عزیز تھے جو اس نے خود کمائے تھے۔

''شکریہ۔۔!! آئندہ کسی کے پیسے مت ہڑپنا۔'' سلویٰ نے دن کو جھٹکا دیا۔تو وہ تاجک عورت سر جھٹکتی وہاں سے آگ بگولہ ہوتی نکل گئی۔سلویٰ اپنے پیسے گن رہی تھی۔۔پھر اس نے وہ سارے پیسے ایک چھوٹے سے پاس میں ڈال لئے۔

''اب خوش؟'' سنان اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں۔۔بہت۔۔چلو مزید کچھ چیزیں لیتے ہیں۔'' وہ اسکا ہاتھ تھامے آگے آگے چل دی۔۔سنان نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

دو سال پہلے۔۔

فلسطین کی سرزمین پر ایک لڑکے نے قدم رکھے۔۔وہ ایک اٹھائیس کا جوان تھا۔

اپنا بیگ سنبھالتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا۔

ائیر پورٹ سے نکلتے ہی اسکو کسی عجیب سی چیز کا احساس ہوا۔۔اسکو لگا کہ جیسے کوئی اسکا پیچھا کر رہا ہو۔

اس نے اپنے شولڈر بیگ کی گرفت بنائی اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔

وہ روڈ پر نکل آیا تھا۔ٹیکسی کی بجائے وہ پیدل چل رہا تھا۔بازاروں کے بیچ سے گزرتا ہوا۔کیونکہ یہی سیف طریقہ تھا۔۔وہ چلتا ہوا ایک تنگ سی گلی میں داخل ہوا۔

اردگرد کا تھیں اسکو کسی شے سے غرض نہ تھی۔۔وہ چلتا ہوا جا رہا تھا۔

کہ اچانک اسکو اپنی دن میں کوئی چیز چبھتی ہوئی محسوس ہوئی۔۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو ایک آدمی اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔۔اس نے اپنا ہاتھ سنان کی گردن پر رکھا۔۔ہٹایا تو اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پن تھی۔۔ایک چھوٹی سی سرنج جو کہ دور سے ایک پن ہی دکھائی دیتی تھی۔۔لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ اس سرنج میں موجود مادہ سنان کی رگوں میں اتر چکا تھا۔۔سنان دو قدم لڑکھڑایا۔۔پھر لڑکھڑا۔۔اسکے بعد آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا چکا تھا۔

اسکو ہوش آئی تو اس نے خود کو ایک بستر پر پایا۔وہ کسی ہاسپٹل کا بستر معلوم ہوتا تھا۔اسکے اردگرد بہت سارے آلات لگے ہوئے تھے سنان کو کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اگلے ہی پل اسکے دماغ میں جھماکا ہوا۔۔اس نے خود پر سے وہ کپڑا ہٹایا جس سے اسکو ڈھکا ہوا تھا۔تو اسکے پیٹ پر ایک بڑی پٹی لگی ہوئی تھی۔

''غارت کرے۔۔لعنت ہو تم لوگوں پر۔'' وہ اٹھنے لگا درد کی ایک شدید لہر پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔۔وہ وہیں لیٹ گیا۔

''کوئی ہے؟ ظالموں۔!!خدا کا خوف نہیں تم لوگوں کو۔؟؟؟'' وہ حلق کے بل چیخا۔۔وہاں کوئی نہیں تھا۔۔کوئی ہوتا تو پکار کا جواب دیتا۔سنان نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور بمشکل اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے اپنا بیگ دیکھا جو کہ کمرے کے وسط میں فرش پر بکھرا ہوا تھا۔۔اس نے جلدی سے جھک کر بیگ اٹھایا۔۔تکلیف کی شدت بیان سے باہر تھی۔۔اسکو دیکھنا تھا۔

اس نے سارا بیگ چھان مارا اسکے کاغذات نہیں تھے۔۔وہ لوگ اسکے کاغذات لے گئے تھے۔۔اور اسکا ایک وہ نکال لیا گیا تھا۔

''خدا کی پناہ رہو تم لوگوں پر۔'' سنان وہیں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

وہاں پڑے پڑے اسکو رات ہو چکی تھی۔۔آدھی رات کا وقت تھا۔سنان کی آنکھ کھلی۔۔کمرہ تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔سنان نے خود کو گھسیٹا۔۔زخم تازہ تھا۔درد کے ساتھ ساتھ اب اسکو بخار بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔اسکو آج شدت سے اس دنیا سے نفرت ہوئی تھی۔

وہ جیسے تیسے کر کے وہاں سے نکل آیا تھا۔۔بازار میں نکلا تو ابھی تک زندگی کی رمق باقی تھی۔دکانوں کی لائٹس روشن تھیں۔وہ ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر دبائے جا بجا رکھے چلتا رہا۔

ا یک آدمی مخالف سمت سے چلتا آ رہا تھا۔۔سنان چلتا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا بھائی۔؟ خیر۔۔ ہے؟'' اس آدمی نے سنان سے رک کر پوچھا۔

''ہاں۔۔خیر۔۔ ہے جاؤ۔'' سنان نے الٹا ہاتھ مارا اور اسکے پاس سے گزر گیا۔ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ۔ ان میں درد کی ایک شدید لہر دوڑ گئی۔سنان وہیں دہرا ہو گیا تھا۔۔وہ آدمی پلٹا اور آ کر سنان کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔اس نے دفعتاً دیکھا سنان کے پیٹ سے کمر کے پاس سے خون رس رہا ہے۔۔چلنے کے باعث اسکے زخم کھل گئے تھے شاید۔

''یہ۔یہ کیا ہوا ہے؟'' اس نے اچنبھے سے سنان کو دیکھا۔

''ظلم کی داستان ہے۔۔جو میرے خون سے لکھی جا رہی ہے۔'' وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔

'' ہوا کیا ہے؟''

''ان ظالموں نے میرا۔۔میرا بیگ وہ نکال لیا۔۔اور۔۔میرے کاغذات لے گئے۔'' وہ کراہ رہا تھا۔اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔

''کن لوگوں نے؟ کیا تم انجان ہو؟''

'''نہیں۔نہیں جانتا۔!! جو بھی تھے ظالم تھے۔۔خدا کی لعنت برسے گی ان پر۔'' سنان شدت سے کراہا تھا۔

''اچھا تم۔چلو میرے ساتھ۔'' اس آدمی نے اسکو سہارا دیا اور اپنے ساتھ کچھ فاصلے پر موجود اپنے چھوٹے سے گھر میں لے گیا۔

اس نے سنان کو بیڈ پر لٹایا۔۔اسکے زخم کی مرہم پٹی کی۔۔اور اسکو انجکشن لگا دی۔

سنان کچھ ہی دیر میں درد سے راحت ملنے پر سکون کی نیند سو گیا تھا۔

اگلی صبح اسکی آنکھ کھلی تو اس نے ادھر ادھر دیکھا کمرہ خالی تھا۔

''کیا کوئی ہے؟'' وہ وہیں سے بولا تھا۔کہ وہ آدمی جو اسی کا ہم عمر دکھائی دیتا تھا ایک گلاس میں دودھ اور اسکے ساتھ کچھ کھانے کے لئے لے کر آیا تھا۔سنان نے بمشکل ٹیک لگائی۔اس نے شکستہ دیکھا تو سنان کو سامنے کھڑا شخص کوئی فرشتہ لگا تھا۔

''بہت بہت شکریہ۔!! تم نہیں جانتے کہ تم میرے لئے کیا ہو۔۔مجھے انہوں سے شدید محبت ہو چکی تھی۔یہ دنیا بہت ظالم اور سفاک ہے۔یہ لوگ درندے ہیں۔۔مجھے لگا تھا شاید زمین سے انسانیت ختم ہو چکی ہے۔۔تم نے مجھے ایک امید دی ہے کہ ابھی بھی انسانیت قائم ہے۔'' سنان مشکور ہوا تھا۔

''تم سکون سے شکستہ کرو۔۔اور دوا کھاؤ۔۔ابھی ٹھیک نہیں ہو جاتے یہاں رہو تم ہو۔'' وہ آدمی سامنے صوفے پر ہی ٹک گیا۔

''بہت بہت شکریہ۔۔تم کیا ہے بھائی تمہارا۔'' سنان نے دفعتاً پوچھا۔

''میرا نام مغیث ہے۔۔اور تمہارا؟'' وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔

''میرا نام سنان ہے۔۔عمر اٹھائیس سال ہے۔۔سارا سال کمائی کر کے پیسے جمع کئے تھے۔۔فلسطین دیکھنے کا یہاں کی مٹی کی خوشبو سونگھنے کا ایسا شوق چڑھا کہ ساری جمع پونجی اکٹھی کر کے چل آیا۔۔ان ظالموں نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔'' سنان کی آنکھیں بے ساختہ نم ہو گئیں۔

''اوہ۔اہوا۔۔خیر۔۔تم یہاں رہو۔۔ٹھیک ہو جاؤ۔۔پھر تمہارے کاغذات کے بارے میں سوچیں گے کہ کیا بن گئے تو۔'' مغیث نے رسمل سے انجان میں کہتے موبائل نکالا۔

''شکریہ بھائی۔۔بہت بہت شکریہ۔!!'' سنان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔''ویسے بھائی وہ لوگ کون تھے؟'' سنان نے دودھ کا گھونٹ بھرتے ہوئے دفعتاً پوچھا۔

''کوئی گینگ ہے شاید۔۔جیسے عام ملکوں میں کچھ گینگ ہوتے ہیں جو انکی سمگلنگ کرتے ہیں۔۔ہوگا اسی طرز کا کوئی گینگ۔'' مغیث نے کندھے اچکا دیئے۔

''وہ لڑکا اس وقت میرے سامنے بیٹھا شکستہ کر رہا ہے۔'' مغیث ساتھ ساتھ ای میل بھی ٹائپ کر رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے بھائی۔۔وہ مسلمان تھے؟'' سنان کو انتہائی رنج ہو رہا تھا۔

''ایسے لوگوں کا کوئی دین نہیں ہوتا۔۔وہ بس ظالم ہوتے ہیں۔'' مغیث مصروف سے انداز میں بولا۔

''اسکو شک تو نہیں ہوا؟'' ای میل رسیو ہوا۔

''نہیں۔۔وہ بھی سمجھ رہا ہے کہ اسکا دہ نکالا گیا ہے۔'' مغیث مسکراہٹ دبائے میسج ٹائپ کر رہا تھا۔

''اچھا بھائی۔!! تم یہیں رہتے ہو؟'' سنان نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں۔۔یہیں رہتا ہوں۔'' مغیث نے مختصر جواب دیتے ہوئے موبائل میز میں رکھا۔

''تم آرام کرو۔۔بعد میں ملیں گے۔'' وہ کہتا وہاں سے نکل گیا۔

دو ہفتے گزر گئے۔سنان کا زخم بھر گیا۔

ایک دن وہ یوں ہی اسی گھر میں موجود تھا کہ مغیث آیا۔اسکے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

''یہ لو تمہارے کاغذات۔۔اور میں نے ٹکٹ بھی کروا دیا ہے۔۔تم اب اپنے وطن واپس جا سکتے ہو۔'' اس نے بڑے مزے سے انداز میں سنان کے سر پہ خوشی اور حیرت کا بم پھوڑا تھا۔

''کیا واقعی؟'' اس نے حیران ہوتے ہوئے وہ کاغذ پکڑے۔اور خوشی سے اپنے ڈاکیومنٹس دیکھنے لگا۔'' یہ ممکن کیسے ہوا؟''

''ہمارے کچھ تعلقات ہیں۔۔اسی سے ممکن ہوا۔''

'' ۔بھائی۔یہ تو دبئی کا ٹکٹ ہے۔اور مجھے تو بحرین جانا تھا۔'' اس نے اچنبھے سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

''اوہ۔کیا ایسا ہے؟ شاید کہیں کوئی غلطی ہوگئی ہے۔۔خیر تم فکر نہ کرو۔۔تم دبئی جاؤ وہاں میرا دوست ہے وہ تمہارے بحرین لوٹنے کا بندوبست کر دے گا۔'' مغیث نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔تو سنان مسکرا دیا۔

''بہت بہت شکریہ۔''

اگلے ہفتے وہ دبئی ائیر پورٹ پہنچ گیا تھا۔بورڈنگ سے سامان لینے کے بعد وہ اب انتظار کر رہا تھا کہ اسکو ایک آدمی کے ہاتھ میں اپنے نام کا بورڈ آئے۔یعنی وہی تھا مغیث کا دوست۔۔سنان نے خوشی خوشی وہ چھوٹا سا شولڈر بیگ اٹھایا اور اسکے پاس آیا۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے کے بعد عالیشان مینشن کے سامنے آ کر رکے تھے۔۔گاڑی سے اترتے ہی سنان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اسکو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی گھر اتنا شاندار بھی ہو سکتا ہے۔ماہ دبئی کے شیخوں کے گھر اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتے ہیں یہ گھر کوئی گھر نہیں محل معلوم ہوتا تھا۔

وہ اس آدمی کی پیروی میں آگے بڑھا۔

اسکو ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔اسکو کھانا کھلایا گیا۔اور اسکے بعد وہ سو گیا۔

سنان کی آنکھ کھلی تو اسکا کمرہ بالکل الگ سا ہوا تھا۔

یہ اسی طرز کا کمرہ تھا جس میں اسکو پہلے لے جایا گیا تھا۔۔جیسے کسی ہاسپٹل کا کمرہ ہو۔۔اس نے اچنبھے سے ادھر ادھر دیکھا۔

اور پھر اٹھنے لگا تو اسکو اسی جگہ تکلیف کا احساس ہوا جہاں پہلے زخم تھا۔۔سنان نے کراہ کر اپنے پیٹ پہ دایاں ہاتھ رکھا۔۔

''یہ۔یہ۔کیا۔کیا۔ہو رہا ہے۔میرے ساتھ؟'' سنان اپنے حواس کھو رہا تھا۔اسکے ساتھ پھر سے وہی ہوا تھا۔اور ایسا ہی جانے کیسے؟ اور دہ نکال

لیا ۔ تھا تو دوسری ۔ راسی جگہ کیوں؟

سنان چیخ اٹھا تھا۔

''کوئی ہے؟؟؟ کوئی ہے۔'' وہ بے بسی سے چیخا تھا۔ اسکا دل کیا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔ اور وہ رو رہا تھا۔ وہ بے تحاشہ رو رہا تھا۔ اسکو پیٹ چاک ہونے کا درد نہیں تھا۔ اسکو درد تو اس دھوکے کا تھا جو اسکے ساتھ ہوا تھا۔

ا واقعی ختم ہو چکی تھی۔ سنان کے لئے ختم ہو چکی تھی۔!!

وہ چیخ رہا تھا۔ وہ رہا تھا۔

وہ بیڈ سے نیچے ا نے لگا کہ زمین پ ہی منہ کے بل ا۔ وہ وہیں زمین پ اپنا گال ٹکائے پھوٹ پھوٹ کر رو ی تھا۔

''کیوں؟ کیوں کیا تم لوگوں نے ایسا؟ کیوں میرے ساتھ کیا؟ کیا بگاڑا تھا میں نے؟'' وہ دھاڑ رہا تھا۔ وہ بے بسی اور درد کی شدت سے چیخ اور رہا تھا اسکی پکار ' والا کوئی نہ تھا۔

وہ بحرین کا عربی جوان جو اپنی ز گی اپنی مرضی سے جینے کا خواہش مند تھا۔ جس کے لئے سرحدیں ر ۔ کی دیواروں کے سوا کچھ نہ تھیں۔ وہ جو د کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ جو اس د کے ہر خوبصورت ملک اور ہر حسین وادی میں قدم رکھنا چاہتا تھا آج زمین پ او ھے منہ ا ہوا اپنی حا ۔ زار پ ماتم کناں تھا۔

''تو آپ نے حسن کو بتا ۔ کیوں نہیں کہ وہ فون کال حوریہ آپی نے کی تھی آپ نے نہیں؟'' صفا دونوں ہتھیلیوں میں چہرہ ا ئے بیٹھی اسکو غور سے سن رہی تھی۔

''بتا دیتا۔۔ ا وہ اس قدر شدی ۔ ردعمل نہ دیتا تو۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس ۔ ت کی وجہ سے اتنی ت کرے گا مجھ سے۔۔۔ ۔ مجھے اسکے دل میں اپنے لئے موجود ت کا ا ازہ ہوا تو میں نے اسکو سچ بتانے کا ارادہ ک کر د ۔۔ کیو میں چاہتا تھا کہ وہ بھلے مجھ سے ت کرے حوریہ سے نہیں۔'' کہتے ہوئے ا. اہیم زخمی سا مسکرا ۔

''کیو حسن کے پ اس اس وقت صرف ا ہی رشتہ بچا تھا اس د میں جس پ وہ انحصار کر سکتا تھا۔۔ جس کے لئے وہ مصر میں رہ سکتا تھا۔ اور جس کی وجہ سے وہ خوش ہو سکتا تھا۔۔ حوریہ سے اسکی مسکراہٹ جڑی ہوئی تھی۔۔ اس کی وہ مدھم پڑتی مسکراہٹ کی ڈور حوریہ کے ساتھ جڑی تھی۔۔ اور مجھے حسن کر داوی کی وہ مسکراہٹ عز تھی۔۔ میں نے وہ ت اپنے دامن میں ڈال لی۔۔ میں نے خوشی خوشی اسکی ت کو قبول کر لیا۔۔ ت کہ اسکا واحد رشتہ جو اسکی ٹوٹی پھوٹی مسکراہٹ کی وجہ ہے وہ ہمیشہ قائم رہے۔'' ا. اہیم اپنے سامنے پھیلائے ہوئے اپنے خالی سے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

صفا اس کے سامنے کرسی پ بیٹھی تھا۔ اس نے آگے جھک کر ا. اہیم کے ان خالی خالی ہاتھوں پ اپنے ہاتھ رکھے۔

''مجھے یقین ہے کہ ا نا ۔ دن حسن کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔''

ا. اہیم نے نگاہ اٹھائی۔ اور صفا کی آنکھوں میں جھانکا۔ اسے ان آنکھوں میں اپنے لئے محبت اور حسن کے لئے ہمدردی آئی تھی۔۔ وہ لڑکی کسی شفاف پ نی کے چشمے کی ما تھی جس میں کوئی وٹ کوئی کھوٹ نہ تھی۔۔ وہ جیسی تھی ویسی ہی آتی تھی۔

ا. اہیم نے کرسی کے دونوں ۔ زووں کو پکڑ کر صفا کی کرسی اپنے قر ۔ کھینچی۔۔ وہ ہر ٹائی۔۔ اور ہنس دی۔

ا. اہیم نے دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھاما۔

''ہمیشہ ایسی ہی رہنا۔''

''کیسی؟'' صفا کے لبوں پ ا دلکش سی مسکراہٹ تھی۔

''شفاف۔۔ ۔ لکل کسی ٹھنڈے پ نی کے بہتے چشمے کی طرح۔۔ جس میں کوئی وٹ کوئی کھوٹ نہ ہو۔'' وہ اسکے چہرے کو ہاتھوں نے بھرے اس سے کہہ رہا تھا۔۔ صفا کو اپنے حلق سے کچھ ا ت ہوا محسوس ہوا۔

''میں تمہاری آنکھوں سے تمہاری روح ۔ جھا ۔ سکتا ہوں ۔۔اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم ا ۔ پ کیزہ روح ہو۔'' وہ آسودگی سے مسکرا ۔ صفا کے چہرے کی رنگت پھیکی پ گئی۔

''وعدہ کرو۔'' وہ پھر سے بولا تو صفا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

آج بساط پلٹ گئی تھی۔آج سرمئی آنکھیں نہیں بلکی شربتی آنکھیں اپنا سحر پھو ۔ رہی تھیں۔صفا کو لگا کہ وہ ان نگاہوں کی تپش کو جھیل نہیں پ ئے گی اور را کھ ہو جائے گی۔

''کیسا وعدہ؟'' وہ بمشکل بولی۔

''یہی۔کہ ہمیشہ یوں ہی رہو گی۔شفاف۔'' اس نے دہرا ۔ وہ اب اسکے جواب کا منتظر تھا۔صفا نے پلکیں ا ۔ شربتی آنکھوں کا سرمئی آنکھوں سے رابطہ ٹوٹ سا ۔ ۔

وہ اسکے جواب کا انتظار کر ۔ رہا۔

''مجھے کچھ بتا ۔ ہے۔'' صفا کے پورے جسم سے خون نچڑ چکا تھا۔اسکو مقابل کے بھروسے پ یقین تھا۔کہ وہ اس پ ہمیشہ بھروسہ کرے گا۔ وہ خود شرمندہ تھی۔اس نے اسکی مرضی کے بناء اسکی اجازت کے بغیر حسن کو فون کیا تھا اور یہ ۔ ت اب صفا کے حلق میں پھنس چکی تھی۔

''ہمم۔بتاؤ۔'' وہ ۔ می سے اسکے عارض پ انگوٹھا پھیر رہا تھا۔صفا کو اپنی دھڑکنوں کا ارتعاش پورے ۔ ن کو لرزا ۔ ہوا محسوس ہوا۔

''وہ۔ ۔ ۔۔آپ مصر گئے تھے۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''آج کی ڈ ۔ ٹ میں بتا دو گی ۔ پھر کبھی بھی کی اپ ئنٹمنٹ رکھیں؟'' ا ۔ اہیم کو اسکی ۔ وسنس پسند نہیں آئی تھی۔صفا نے ا ۔ آس سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''آپ۔خفا نہیں ہوں گے۔''

''نہیں ہوں گا۔''

''پ امس؟'' صفا نے دن کو خم دے کر التجا کی۔

''کنکر ۔ ٹ والا۔'' وہ ہنس د ۔ صفا نے بے چارگی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔وہ کس کشمکش میں تھی اور ا ۔ اہیم کو مذاق سوجھ رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مز ۔ کچھ بولتی دستک ہوئی اور ا ۔ کچھ کہنے سے پہلے ہی دروازہ کھل ۔ تھا۔

صفا ہڑ ۔ ا کر پیچھے ہٹی۔

''آپ دونوں کو منال میڈم بلا رہی ہیں۔'' زہرہ نے ان دنوں پ نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

''آ رہے ہیں۔'' صفا کا لہجہ ۔ دم سخت ہوا تھا۔۔زہرہ اس پ ا ۔ نگاہ ڈالتی وہاں سے نکل گئی۔

''آپکو پتہ ہے اس نے کیا کیا؟'' صفا ا ۔ اہیم کی جا ۔ پلٹی۔ ا ۔ اہیم کے ت ۔ ات پہلے ہی سخت تھے۔اسکے چہرے پ ۔ گواری تھی۔صفا وہیں خاموش ہو گئی۔۔چھوٹی چھوٹی ۔ تیں بتا ۔ ضروری نہیں ہو ت ۔۔اس نے سر جھٹکا۔

''چلو۔۔نیچے چلتے ہیں۔'' اس نے صفا کا ہاتھ تھاما اور وہاں سے ۔ ۔۔کمرہ بکھرہ ہی رہ ۔ تھا۔

سہ پہر ہو رہی تھی ۔ قبرستان کے ۔ ہرا ۔ گاڑی آ کر رکی۔۔ا ۔ چھوٹی سی نیلی آنکھوں والی بچی جس کے ہاتھوں میں دو چھوٹے چھوٹے گلدستے تھے وہ ا ۔ مرد کا ہاتھ تھامے گاڑی سے نکلی۔۔اور قبرستان کے ا ۔ ر داخل ہوئی۔

وہ لوگ چلتے ہوئے دو قبروں کے پ س پہنچے۔۔آ ۔ ت نے جھک کر ا ۔ گلدستہ ان دونوں قبروں پ رکھا۔اور ن دن اٹھا کر جواد ۔ کو دیکھا۔

''دعا مانگو اب۔'' انھوں نے کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔۔آ ۔ ت ا پیروی کرتی گئی۔۔اس نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔۔ ۔ ت نے یہ تو بتا ۔ ہی نہیں کہ کس

سے مانگنا ہے اور کیا مانگنا ہے۔۔اس لئے وہ اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑانے لگی۔

''تم اپنے ماما۔۔ کے لئے اللہ سے دعا کیا کرو وہ خوش رہیں گے۔'' قوت کے کہے گئے الفاظ اسکو یاد آئے۔۔ہاں اسکو اللہ سے ہی مانگنا تھا اور اپنے ماں۔ پ کے لئے کچھ مانگنا تھا۔

تو وہ کیا مانگتی؟ اپنے لئے تو وہ ضرورت کی چیزیں مانگا کرتی تھی اب اسکے ماں۔ پ کو وہاں کس چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ آ۔ ۔ ا۔ ۔ پھر سے الجھی۔

''تم ان کے لئے رحمت اور مغفرت مانگا کرو۔۔ا لئے بخشش مانگا کرو۔'' قوت آج وہاں نہ ہوکر بھی اسکا رہنما بنا ہوا تھا۔۔آ۔ ۔ نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔

''اللہ جی۔!! میرے ماما۔۔ آپکے پ۔ س ہیں۔تو آپ انکا خوب سارا خیال ر۔ ۔گا۔۔ا بتادیں کے آ۔ ۔ ا بہت مس کرتی ہے۔اور آ۔ ۔ کا دل نہیں لگتا ا بناء۔تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ان دونوں کو واپس بھیج دیں؟'' آ۔ ۔ نے دعا شروع کرتے ہی اپنی ضرورت کو سامنے رکھ دیا تھا۔پھر جلدی سے اس نے اپنا خیال جھٹکا۔''اوہ سوری اللہ جی۔ مجھے اپنے لئے نہیں ماما۔۔ کے لئے کچھ مانگنا تھا۔'' اس نے سر ہلایا۔

''اللہ جی۔!! آپ ان پ۔ اپنی رحمت ن۔ زل کریں۔ لکل جیسے ی۔ قوت کے دعا کرنے پ۔ اسکی ماما پ۔ ن۔ زل کرتے ہیں۔۔ا معاف کردیں جیسے آپ ی۔ قوت کی ماما کو معاف کردیتے ہیں۔اور ا خوش رکھیں جیسے ی۔ قوت کی ماما کو خوش ر۔ تے ہیں۔ ی۔ اللہ جی ان لوگوں کو ہر وہ چیز دے دیں جس کی ا ضرروت ہے۔'' دعا ما۔ کر آ۔ ۔ کے چہرے پ۔ ا خوشی سی امڈ آئی تھی۔ا۔ سکون سا ا۔ ی تھا دل میں جیسے کہ وہ اپنے امتحان میں کامیاب رہی ہو۔

اس نے چہرے پ۔ ہاتھ پھیرا۔اور ر۔ دن اٹھا کر ی۔ کی جا۔ ۔ دیکھا۔وہ مسکرادیئے اور اس کے سر پ۔ ہاتھ رکھا۔

''چلیں اب؟'' انھوں نے آ۔ ۔ کی جا۔ ۔ دیکھ کر پوچھا۔

''تھوڑی دی۔'' آ۔ ۔ نے سما۔ ۔ کی۔

''ٹھیک ہے۔۔میں ا۔ ی فون کال کرلوں۔'' وہ اسکو وہیں چھوڑ کر سائ۔ ڈ پ۔ ہوکر کھڑے ہوگئے۔

آ۔ ۔ ان دونوں قبروں کے درمیان میں آکر بیٹھی۔قبریں قر۔ ۔ قر۔ ۔ ہی تھیں اس نے۔ ری۔ ری ان دونوں قبروں پ۔ ہاتھ پھیرا۔اور مٹی کی مہک کو محسوس کیا۔

''آئی مسڈ یو ماما۔۔'' اسکی آواز بھیگ گئی۔۔نیلی آنکھوں میں بے ر۔ موتی چمکنے لگے تھے۔

''آپ لوگوں کو نہیں پتہ کہ۔کہ۔میرا ل میرے ساتھ کتنا کچھ کر جاتی ہے۔۔اس نے میرا روم بھی لے لیا۔۔اور میرا ٹیڈی بھی۔۔اور ٹ۔ ئی جان بھی اسکی بجائے مجھے ہی ڈا۔ ٹ دیتی ہیں۔'' وہ ان دونوں قبروں کے درمیان زمین پ۔ ک۔ ں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

''آپ لوگ کیوں چلے گئے؟ کیا آپ لوگ مجھ سے ن۔ راض ہیں؟ میں نے آپ کی ب۔ ت نہیں مانی تھی کیا آپ لوگ مجھ سے خفا ہوگئے ہیں؟ پلیز۔مجھ سے ن۔ راض نہ ہوں۔'' اس نے ا۔ ی ہچکی لی۔

قبرستان کے ب۔ ہرا۔ ی اور گاڑی آکر رکی۔اور اس میں سے ا۔ ی مکمل خا۔ ان نکلا تھا۔۔وہی خا۔ ان جس کی ڈرائنگ آ۔ ۔ ہمیشہ سے بناتی آئی تھی۔وہ لوگ چلتے ہوئے دوسری جا۔ ۔ مڑ گئے ا وہ چھوٹی سی بچی ہی نہ آئی۔۔جو کہ اپنے ماما۔۔ سے ن۔ جانے کون کون سی ب۔ تیں کر رہی تھیں۔

''اپنا پ۔ امس۔ دہے تمہیں؟'' ا۔ اہیم جو کہ دینا کو اٹھائے ہوئے تھا ساتھ چلتی صفا کو اسکا وعدہ۔ یاد دلا۔ نہیں بھولا تھا۔۔

''میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔'' صفا کی آواز میں۔ قاعدہ لرزش تھی۔

ا۔ اہیم نے حیرت سے اسکو دیکھا۔وہ آگے ب۔ ڑھ گئی۔چاروں پیچھے ہی رہ گئے تھے۔

''۔۔!!'' ی۔ قوت جو کہ ا۔ اہیم کے ساتھ ہی چل رہا تھا اچا۔ ن۔ بولا۔

''ہاں؟''

''جو لوگ یہاں دفن ہیں کیا ا لئے بس یہیں آکر دعا کی جاسکتی ہے۔۔اور جو مصر میں دفن ہیں کیا ا لئے دعا کرنے کے لئے ہمیں مصر جا۔ ن۔ پڑے گا؟'' وہ انتہائی

معصومیت سے ا. اہیم کے دل میں ا ی ٹھ ڈال ی تھا۔

''نہیں میرے شہزادے۔'' ا. اہیم نے ا ی ہاتھ سے اسکے ب ل سہلائے۔وہ قبرستان کے ن و ن کھڑے تھے۔کچھ فاصلے پ صفا سجل کی قبر پ کھڑی فاتحہ پ ھتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''جولوگ اللہ کے پ س ہوتے ہیں ا ی دگار چاہے کہیں بھی ہو ہم ا لئے د کے کسی بھی کونے سے دعا کر تے ہیں۔۔ا وہ مصر میں ہیں تو دعا کرنے کے لئے مصر جا ضروری نہیں۔۔تم یہاں سے بھی دعا کر تے ہو۔۔کیو یہ تو بس ی دگاریں ہیں۔۔روحیں اللہ کے پ س ہیں۔۔اور اللہ تو ہر جگہ ہے۔''

''یعنی ہم ماما کے لئے یہاں بھی دعا ک تے ہیں؟'' مرجان اور ی قوت ا ی ۔ر پھر سے ی ز ن ہوئے تھے۔

''ہاں ضرور۔!!'' ا. اہیم نے ان مسکرا کر ان دونوں کو جواب د ی تھا۔

پھر وہ لوگ سجل کی قبر پ پہنچے۔۔صفا پہلے ہی دعا ک کر اب اس قبر کے سرہانے بیٹھی تھی۔۔اس نے تختی پ ہاتھ پھیرا۔

سجل گورسی ولد سفیان گورسی

- ریخ پیدائش:

- ریخ وفات:

وہ اپنی سالگرہ منانے سے پ نچ دن پہلے ہی اس د کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔وہ ا. اہیم کی سالگرہ کی تیار یں کرتی کرتی ۔ کو اپنی موت کا دکھ دے کر چلی گئی تھی۔۔سجل ان ۔ کا مشترکہ روگ تھی۔۔وہ ان ۔ کا مشترکہ خسارہ تھی۔ا ی ایسا خلاء جس کو بھر ب کبھی ممکن نہ تھا۔وہ ا ی ایسا زخم تھی ان ۔ کے سینوں پ جس کا مرہم وقت کے پ س بھی نہیں تھا۔

ا. اہیم اپنے قدموں پ کیسے کھڑا تھا یہ بس وہی جا تھا۔۔ اسکو کھڑے رہنا تھا کیو آج وہ یہاں اکیلا نہیں تھا۔۔وہ تنہا ہو تو شا ی بکھر جا ۔۔ آج اسکے ساتھ اسکا خا ان تھا۔۔اسکے بچے تھے اور بیوی جو پہلے ہی اسکے سہارے جیتی تھی۔۔وہ ان ۔ کے سامنے بکھر جا تو اسکو سمیٹنے والے بھی بکھر جاتے۔۔اسکو آج ضبط دکھا تھا۔

اس نے دن موڑ کر دیکھا تو اسکے دونوں ٹ اپنی پھپھو کے لئے دعا مغفرت کر رہے تھے۔۔اسکی آنکھوں کے کناروں پ نمی تھی وہ نمی کہیں جم چکی تھی اس لئے وہ آنکھوں کے کناروں کو چھوڑ نہیں رہی تھی وہ وہیں خشک ہو جاتی تھی۔۔جبڑے ضبط کی شدت سے ہم پیو ۔ تھے۔ ی میں سانس کہیں اٹ اٹ کر آ رہی تھی۔

دینا نے ا. اہیم کے کندھے پ سر رکھا۔شا ی اسکو دھوپ لگ رہی تھی۔ا. اہیم نے اسکو دوسرے کندھے پ ا لیا جہاں تھوڑی چھاؤں تھی۔

''سجل۔!!'' صفا کی مدھم مدھم سی سسکیاں اور سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔وہ اپنی سجل سے کچھ ب تیں کر رہی تھی ۔ قیوں کو اسکی گفتگو سمجھ نہیں آ رہی تھی کیو اسکی آدھی ب ت ز ن پ ہوتی تھی اور آدھی حلق میں دم توڑ جاتی۔۔اسکی ز ن سے ز ادہ اسکے آ ب ت کر رہے تھے۔

''تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔۔تمہیں ذرا بھی میرا خیال نہ آ ؟ تم کیسے مجھے چھوڑ کر چلی گئی سجل؟ ا تم میرے پ س رہتی تو شا ی مجھے ز گی اتنا نہ آزماتی۔۔میں اپنی خواہشوں پ اپنے دل پ بند ھ لیتی۔۔تمہارا کندھا تو کم از کم مجھے میسر رہتا۔سجل۔!!'' اس نے ا ی ہچکی لی۔۔اور اپنے منہ پ ہاتھ جما لیا۔

''سجل۔!! تمہارے جانے کے بعد ی ز گی مجھ پ ب ی ا ک ری ہے۔میں ب رہا بکھری سجل۔!! میں نے تمہیں ہمیشہ اپنے ساتھ پ ۔۔تم میرے پ س نہ ہو کر بھی میرے ساتھ رہی ہو سجل۔!!'' اسکی آنکھوں سے آ متوا بہہ رہے تھے اور وہ قبر کی مٹی کو نم کر رہے تھے۔

مرجان نے دعا ک کر صفا کو دیکھا۔اور خاموشی سے آ کر اسکے ساتھ ٹ ی ۔وہ ٹ ز مین پ بچھائے اسکے کندھے سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

ی قوت ابھی - دعا ک رہا تھا۔وہ شا ی اہل مصر کے لئے بھی دعا ک رہا تھا۔

''بس۔اب چلو واپس۔'' ا. اہیم نے سخت گیر لہجے میں کہا تھا۔صفا نے جلدی سے سر اٹھا کر اسکو دیکھا۔اسکے چہرے پ اضطراب تھا ماتھے پ شکنیں تھیں۔وہ اسکو بکھرا ہوا دیکھ کر اذ ی - کا شکار ہو رہا تھا۔

''تھوڑی د ی اور پلیز۔'' صفا نے سما - کی۔

''نہیں۔۔بس اب چلو۔''ا. اہیم اسکو اٹھانے کے لئے جھکا۔صفا نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔اور قبر سے لپٹ گئی۔

''صفا۔!! ضد نہیں کرو۔''وہ اسکی اس حرکت پہ ششدر رہ گیا تھا۔

وہ اسکی سنے بناء قبر سے لپٹی رہی تھی۔اسکی حالت دیکھ کر اب مرجان اور یقوت بھی کچھ پریشان ہوئے تھے۔ا. اہیم کے چہرے پہ موجود اضطراب میں اضافہ ہوا تھا۔

''تمہیں یہاں لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔''وہ واقعی پچھتایا تھا۔

یقوت اپنے باپ کے ساتھ جا کر کھڑا ہوا۔

''کیا آپ پھپھو سے بہت پیار کرتی تھیں؟''اس نے ا. اہیم کا ہاتھ پکڑا۔یں اس حال سی لڑکی پہ جھکی تھیں جو کہ اپنی دو کی قبر سے لپٹی ہوئی تھی۔۔جیسے کہ وہ اکی سے بڑی متاع ہو۔

''ہاں۔۔دونوں ہی ایدوسرے پہ جان وارتی تھیں۔''وہ تھکے سے لہجے میں بولا۔۔مرجان نے صفا کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''پیٹی لیڈی۔!! آپ ٹھیک ہیں؟''وہ منمنایا۔وہ یوں ہی پڑی رہی۔

''صفا۔!! بچے پریشان ہو رہے ہیں۔۔اٹھو۔!!''ا. اہیم نے پھر سے سخت لہجے میں کہا تھا۔دینا بھی بے چین دکھائی دیتی تھی۔صفا ٹس سے مس نہ ہوئی۔۔ا. اہیم ایٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

''ارے۔!!!ا. اہیم۔!! تم یہاں؟''دور سے جوادصاحب آتے دکھائی دیئے۔

''جی۔۔آپ یہاں؟''وہ ایگاہ صفا پہ ڈالتا آگے بڑھ گیا۔

''ہاں آیت کو لے کر آیا تھا۔۔ضد کر رہی تھی۔''انھوں نے کچھ فاصلے پہ ایبچی پہ نگاہ ڈالی جو کہ سرکٹ ں میں دیئے ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی تھی۔

''ہم۔سمجھ سکتا ہوں۔''ا. اہیم کو آیت کی حالت دیکھ کر رحم آیا تھا۔۔دل میں کہیں کچھ مزید ٹوٹ گیا تھا۔۔یقیناً وہ لوگ اکیلے اس اذیت سے دوچار نہیں تھے۔۔جانے کتنے ایسے لوگ موجود تھے اس روئے زمین پہ جو اپنے بچھڑے ہوؤں کو یاد کر رہے تھے۔

''اور سناؤ۔!! ٹھیک ہے ں؟''جوادصاحب نے اسکے عقب میں ایگاہ صفا پہ ڈالی۔

''جی۔۔ٹھیک ہے۔''ا. اہیم پھیکا سا مسکرایا۔

''انکل۔!! کیا میں آیت سے مل لوں؟''یقوت جوادصاحب کے پاس آیا۔۔وہ مسکرا دیئے۔

''ہاں ضرور۔''

یقوت فوراً آیت کی جانب بڑھ گیا۔

وہ ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی تھی۔۔یقوت اسکے عقب میں آ کر کھڑا ہوا۔۔اس نے آ کر آیت کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔آیت نے چہرہ ہر نکالا مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

''ہمارے رونے سے اتکلیف ہوتی ہے آیت۔''

یقوت کی آواز پہ آیت جھٹکے سے پلٹی تھی۔۔اسکو اسکا دوست ملا تھا جو اسکو سمجھتا تھا۔۔جو بناء کہے اسکے دل کی باتوں کو جان لیا کرتا تھا۔۔جو اسکے رونے سے پہلے اسکے آنسوؤں کو چن لیا کرتا تھا۔

یقوت اسکے عقب سے نکل کر اسکے سامنے آیا۔اور اس نے ہاتھ بڑھایا۔آیت نے وہ ہاتھ تھام لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اسکی فراک پہ مٹی لگی ہوئی تھی۔۔یقوت نے وہ مٹی جھاڑ دی۔آیت نے اپنا چہرہ صاف کیا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''آیت نے سنبھل کر یقوت سے پوچھا۔

''میں اپنی فیملی کے ساتھ آ ہوں۔'' قوت نے دوسری جا . دیکھا۔

''کیا صفا آ بھی؟'' آ ۔ نے چہک کر پو چھا پھر اسکی نگاہ صفا پ پڑی۔وہ قوت کو وہیں چھوڑ کر صفا کے پ س پہنچی۔

''صفا آ ۔!!'' آ ۔ نے صفا کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔صفا جو کہ . سے میں تھی وہ کسی کی کوئی . ت نہیں سن رہی تھی اچا . آ ۔ کی آواز پ چو تھی۔اس نے مڑ کر دیکھا تو آ ۔ کھڑی تھی۔

''تم یہاں؟'' صفا نے آ صاف کئے۔

''ہاں۔۔میں ماما . کے لئے دعا کرنے آئی تھی۔'' اس نے دور قبروں کی جا . اشارہ کیا۔صفا سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''ادھر آ ؤ۔'' اس نے آ ۔ کو گلے لگا ۔

ہمیں اپنا غم ت . ۔ ۔ ا لگتا ہے . ۔ ہمیں وہ شخص نہیں مل جا ۔ جس کا غم ہم سے بھی . ا ہو۔

اس چھوٹی بچی کا نقصان . ا تھا۔۔صفا کو شدت سے اس پ پیار آ ۔ تھا۔

آ ۔ کی نیلی آنکھوں کے آ جو خشک ہو گئے تھے ا . پھر سے بہنے لگے تھے۔

ا عجیب منظر سا بن َ ۔ تھا۔۔جہاں بس درد تھا تکلیف تھی۔۔اور اذ ۔ تھی۔

ا . اہیم نے مڑ کر ان . کو دیکھا۔۔اس نے سر جھٹکا۔یہ شا ۔ غلطی تھی اسکی۔۔بہت . ڑی غلطی۔

''آفندی چائے۔''

وہ اس وقت ڈرائنگ روم میں اکیلا ہی بیٹھا تھا . زہرہ اسکے پ س آئی۔۔حسن نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''ضرورت نہیں۔'' وہ دو . رہ مو ئل سکرین پ نگاہیں جما َ ۔

''آفندی۔'' زہرہ کی آواز میں لرزش تھی۔

''زہرہ۔!! لے جاؤ اسکو۔'' وہ تکان سے بولا تھا۔

''آپ ایسا کیسے کر ۔ ہیں؟''

''کیسا؟'' حسن نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔

''وہ کسی کی بیوی ہے۔۔اور آپ آج بھی اسکو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔''

''زہرہ۔!!'' وہ غرا ۔ تھا۔''اپنی آواز نیچی رکھو۔۔یہ نہ ہو کہ میں تمہاری آواز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم سے چھین لوں۔'' وہ سیاہ ت ر آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑ َ ۔۔زہرہ کے وجود میں لرزش ہوئی وہ کمال ضبط سے کھڑی رہی۔

''تو کیا نہیں ہے ایسا۔؟ کیا آپ کے دل میں وہ نہیں ہے؟''

''میں نے اسکو اپنی ز ۔ گی سے نکال دیا ہے زہرہ۔!! اور خبردار جو آئندہ اسکا . م مجھ سے منسوب کیا۔'' وہ ٹ ی نگاہ لئے اسکو . ور کروا ر ہا تھا۔

''کتنا آسان ہو ت ہے آپ لوگوں کے لئے کسی کو دل دینا اور پھر اس شخص کو دل سے نکال دینا۔ آفندی۔!! زہرہ کے لئے یہ آسان نہیں ہے۔۔اس نے بس ا ۔ ن کو دل دیا ہے اور کبھی بھی اس سے د ت . دار نہیں ہو سکتی۔'' وہ بکھرے لہجے میں بولی تو حسن جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میری . ت کان کھول کر سن لو زہرہ۔!! میں تمہیں ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں کہ میرے دل میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔۔ا َ یہاں صفا نہیں ہے تو تم بھی نہیں ہو۔۔ اسکو میں نے اسکی خاطر جانے دیا۔۔اور حسن جن کو جانے دیتا ہے پھر پلٹ کر نہیں دیکھتا۔میں اس سے د ت . دار ہوا کیو وہ میری کبھی تھی ہی نہیں۔اسکا گمان رکھنا میرے لئے حرام تھا۔۔لہٰذا وہ میرے لئے وہ ٹھہری۔''

''تو یہ . آپکو تو . یہ نہیں آ یہ . آپ نے اسکو اغواء.....''

''زہرہ۔!!''اسکی آواز بلند ہوئی۔اس نے جھٹکے سے زہرہ کے ہاتھ سے پ لے کر میز پ رکھا۔۔اور اسکو دیوار سے لگا دیا۔

''آئندہ یہ. تیں مت دہرا۔۔سمجھی؟؟''

''سچائی کا ذکر نہ کرنے سے سچائی. ل نہیں جاتی آفندی۔''وہ. زنہیں آئی تھی۔

''کیوں میرے ہاتھوں سے مر. چاہتی ہو؟''وہ بے بسی سے غرایا۔

''آپ. ل گئے ہیں۔''وہ بے بسی سے ہنسی تھی۔

''ہاں۔۔. ل رہا ہوں۔''اس نے بناء کسی مزاحمت کے اعتراف کیا تھا۔

''اور یہ. لا وصفا کی وجہ سے ہے۔''زہرہ زخمی سا ہنسی۔

''نہیں۔!!''اس نے فوراً انکار کیا۔اور واپس آ کر صوفے پ بیٹھ یا۔زہرہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''تو پھر کون ہے وجہ اس. لاؤ کی؟''

''. لنے کے لئے کسی وجہ کا ہو. ضروری نہیں ہوتا۔۔دل کی د میں ہزاروں طوفان آتے ہیں بھو ل آتے ہیں۔۔سو. می آتے ہیں۔کبھی کسی ہادثے میں دل کا نقشہ. ل جاتا ہے۔کبھی کبھی کوئی ایسا شہاب ثاقب دل پ گرتا ہے جو دل میں موجود سفاک جانور کا قتل کر دیتا ہے اور وہاں دو. رہ زندگی جنم لیتی ہے۔''

'' مرد کے دل کو. لنے کی وجہ ہمیشہ ایک عورت رہی ہے۔''زہرہ نے چوٹ کی تھی۔

''ضروری نہیں ہوتا کہ مرد عورت کے عشق میں گرفتار ہو کر ہی اپنے دل کی سرزمین پ اگی جھاڑیوں کی کاٹ چھانٹ کرے۔۔کبھی کبھی کوئی احساس،کوئی خواب،کوئی ید،آپ سے آپکا . کچھ چھین لیتی ہے۔''

'' میں نے مرد کو عورت کی خاطر اپنا مذہب چھوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔''زہرہ کسی صورت یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھی کہ حسن کسی عورت کے اثر میں نہیں تھا۔

''جو لوگ عورت کی خاطر مذہب. لتے ہیں وہ اس عورت پ ہی ایمان لاتے ہیں۔۔ا پھر. ابھی نہیں مل سکتا۔۔. اکو. اکے لئے مانگا جاتا ہے۔۔کسی عورت کے اشاروں پ دین نہیں. لے جاتے۔۔ایک عورت سے عشق کر. اور. اکو تلاش کر. الگ الگ چیزیں ہیں۔۔. اکا تصور یکتا ہے. لکل اسکی ذات کی طرح۔۔اس تلاش میں رہبر تو ہوتے ہیں شریک نہیں۔''

''تو کیا آپکو رہبر مل گئی؟''زہرہ کا دل ڈو. تھا۔

''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میری رہبر ایک عورت ہی ہو سکتی ہے؟''وہ اس. رہنس دیا تھا۔

''کیو میں نے آج تک کسی مرد کو ثابت حسن آفندی کے رو. وکھڑے ہو کر حق بیان کرتے نہیں دیکھا۔۔وہ یا تو آپ سے مرعوب ہو جاتا ہے یا پھر ت کرنے لگتا ہے۔۔رہبر نہ تو مرعوب ہوتا ہے نہ ت کرتا ہے۔۔اور ایک عورت ہی ہے جس کو ثابت حسن آفندی اتنا موقع دے سکتا ہے کہ وہ اسکے مقابل کھڑی ہو کر حق بیان کر سکے۔۔کیو وہ عورتوں پ ہاتھ اٹھانے میں جلدی نہیں کرتا۔''وہ آ ی. ت کہتے ہوئے ہلکا سا ہنس دی تھی۔

''چوٹ کر رہی ہو؟''اس نے زہرہ کی جا. دیکھا۔

''نہیں،حقیقت ہے۔۔میں نے مردوں کو دیکھا ہے کہ ا لئے عورت پ ہاتھ اٹھا . سے سہل ہوتا ہے اور مردوں سے مقابلہ کر. کٹھن۔۔ آپ الگ ہیں۔۔ آپ مردوں کو پہلے پچھاڑتے ہیں اور عورت کی جا. بعد میں متوجہ ہوتے ہیں۔''

''جاؤ یہاں سے۔''حسن نے بے دلی سے کہا تھا۔زہرہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی۔پھر اسکو مصروف دیکھا تو خود ہی. ہر چلی گئی۔

حسن نے صوفے کی پشت پ سر ٹکا دیا۔موبائل میں کیلکولیٹر کھلا ہوا تھا۔یعنی وہ کسی کو کوئی ای میل نہیں ٹائپ کر رہا تھا۔وہ بس ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مصروف ہے۔

''یوسف۔!! کہاں ہو؟'' وہ سارے گھر میں یوسف کو تلاش کر رہی تھی وہ کہیں نہیں تھا۔ عینا ہلکان سی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ وہ چھت پہ بھی نہیں تھا۔ وہ منڈیر کے قریب آئی تو وہاں سے کچھ فاصلے پہ خیموں کر دیکھا جا سکتا تھا۔ عینا نے یوں ہی ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ اسکو کچھ فاصلے پہ رش سا نظر آیا تھا۔ عینا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

تو وہاں کوئی تنظیم تھی جو کہ شاید بچوں میں کھانا بانٹ رہی تھی۔ عینا ہلکا سا مسکرا دی۔ جلد ہی اسکی قطار میں کھڑے یوسف پہ گئی جو کہ ایک چھوٹا سا تن لئے کھڑا تھا۔

عینا کے دل میں کوئی تیز دھار الہ چبھو ہوا تھا۔ ایک ٹیس اٹھی تھی۔ یوسف وہاں کیوں تھا۔۔ اسکو تو وہ کھانا کھلا کر گئی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر کر آئی۔ اسکا رخ یوسف کی طرف تھا۔

قطار تھی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اب تنوں میں کھانا کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔۔ وہ لوگ اب اس چھوٹے سے سٹال کے قریب کھسک رہے تھے۔ وہ قطار جلد ہی ایک جمگھٹے کی شکل اختیار کر چکی تھی۔۔ کی کوشش تھی کہ اسکا کھانا مل جائے۔

وہ لوگ بھکاری نہیں تھے۔۔ وہ لوگ وقت کے ستائے ہوئے تھے۔۔ وہ بس بھوکے تھے۔۔ وہ تھے اور یہ ستی ان پہ مسلط کی گئی تھی۔۔ ورنہ وہ لوگ بھی کبھی خوشحال ہوا کرتے تھے۔۔ اپنی زمیں اپنے اصولوں پہ جیا کرتے تھے۔۔ وہ لوگ بھی خیرات دیا کرتے تھے۔۔ وہ لوگ بھی زکواۃ دیا کرتے تھے جو آج اس قطار میں کھڑے تھے۔

ننھا یوسف بھی اس بھیڑ میں ہی کہیں گم ہو چکا تھا۔ ایک عورت نے کھانے کا ڈونگا اٹھایا تو اس میں موجود وہ دلیہ چیز چھلکی تھی۔ اور وہ مکمل کھولتا ہوا دلیہ یوسف کے سر پہ آ کر گرا تھا۔

وہ بری طرح چیخا تھا۔ اسکی چیخ و پکار اسی بھیڑ میں دم توڑ گئی تھی۔ عینا جو کہ چلتی آ رہی تھی اب بھاگنے لگی تھی۔

''یوسف۔!!'' اسکا دل بری طرح لرزا تھا۔

''اموں۔!!'' یوسف کی پکار آسمان تک جا پہنچی تھی۔۔ وہ چیخ رہا تھا۔۔ اسکے سر کی جلد وہ گرم دلیہ بری طرح جھلسا رہا تھا۔۔ وہ سلسلہ رکنے کے بجائے بڑھتا گیا تھا۔۔ اب بھیڑ بڑھ گئی تھی جس کے شور لوگوں کے تنوں سے وہ دلیہ رس رس چھلک رہا تھا۔۔ جو کہ یوسف کے سر، اسکے چہرے اور کندھوں کو جھلسا رہا تھا۔

''یوسف۔!!'' عینا اس بھیڑ کے باہر آ کر پوری قوت سے چیخی تھی۔

''اموں۔!!'' یوسف کی دبی دبی سی چیخیں گونجیں تو عینا لوگوں کا ہجوم ہٹاتی ہوئی آگے بڑھی۔۔ وہ حواس خستہ سی آگے بڑھ رہی تھی۔

یوسف زمین پہ بیٹھا تھا سر ہاتھوں میں دیئے۔۔ جلن سے اسکے پورے وجود میں درد کی لہر دوڑ گئی تھی اسکو اپنی روح تک جھلستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''یوسف۔!! ادھر آؤ۔'' عینا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اور اسکو باہر نکالا۔ یوسف کے چہرے اور سر پہ وہ دلیہ گرا ہوا تھا۔ عینا نے فوراً اپنا سکارف کھولا اور اسکے سر اور چہرے پہ سے اس کھولتے ہوئے مادے کو ہٹایا تھا۔۔ یوسف سسک رہا تھا۔۔ درد کی شدت سے اسکے حلق سے چیخیں بھی نہیں نکل رہی تھیں۔

''یوسف۔ یوسف۔۔!! ادھر دیکھو۔'' عینا نے اسکا چہرہ پکڑ کر سامنے کیا۔۔ اسکا چہرہ جھلسنے کے باعث سرخ ہو رہا تھا۔۔ عینا نے جلدی سے اسکو اٹھا لیا اور گھر کی جانب دوڑ لگا دی۔

گھر لا کر اس نے جلدی سے یوسف کو واشروم میں بند کیا۔۔ اور اس پہ ٹھنڈا پانی بہایا۔۔ وہ مادہ گرم تھا اتنا نہیں تھا کہ اس سے آبلے پڑتے۔۔ ٹھنڈا پانی یوسف کو سکون دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عینا اسکو لئے باہر آئی۔۔ اسکے کپڑے اتارے اسکو ایک تولیئے میں ہی لپیٹ دیا۔

اس نے ایک آئنمٹ اٹھائی اور جہاں جہاں سے جلد جھلس چکی تھی وہاں وہاں آئنمنٹ لگائی۔۔ یوسف کو سکون آ رہا تھا وہ ابھی تک سسک رہا تھا۔

عینا اسکے پاس آ کر بیٹھی۔۔ اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھرا۔

''یوسف۔!! تم وہاں کیوں گئے تھے بیٹا؟ تمہیں تو میں کھانا کھلا کر گئی تھی نا؟'' عینا نے نرمی سے پوچھا۔۔ یوسف نے اپنی معصوم آنکھوں سے اسکو دیکھا۔۔ عینا نے اسکی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کئے۔

''وہ۔ مجھے لگا۔۔وہاں اموبھی آئے گی۔'' وہ سسکتے ہوئے بولا تو عینا کا دل بند ہو ۔ تھا۔

''اور۔۔تمہیں ایسا کیوں لگا؟''

''کیو ۔ ۔ بھی امداد آتی تھی تو اموہی جا یکرتی تھیں۔۔۔ ۔ کھا۔ ۔ٹ کوئی آ ۔ تو بھی اموہی جاتی تھیں۔۔اس لئے مجھے لگا اموآ گی۔۔ وہ نہیں آ ۔''
اس نے مایوسی سے کہتے ہوئے عینا کی جا۔ ۔ دیکھا۔

عینا آرزدگی سے مسکرائی۔

''یوسف۔۔میری ۔ ت غور سے سنو۔ٹھیک ہے۔ ن؟'' یوسف نے سر ہلا ۔

''تمہاری امو ا ۔ بہترین جگہ پ ہیں۔۔وہ۔ ۔ میں ہیں۔۔جہاں ا ہر قسم کا کھا۔ میسر ہے۔۔ا اب بھوکا نہیں رہنا پ ۔ اس لئے وہ اس طرح کھا۔ ۔ اب کبھی نہیں آ گی۔۔ٹھیک ہے۔ ن؟''

یوسف اسکو غور سے سن رہا تھا۔

''تو۔ اسکا مطلب ہے کہ امو بہت خوش ہیں؟''

''ہاں۔۔وہ خوش ہیں۔'' عینا نے مسکرا کر جواب دی۔

''میرے بناء ہی؟'' یوسف افسردہ ہوا تھا۔

''نہیں تو۔۔وہ تمہیں ۔ د کرتی ہیں۔۔ وہ یہ چاہتی ہیں کہ یوسف یہاں خوش رہے۔''

'' مجھے یہاں وہاں نہیں رہنا مجھے امو کے پ س رہنا ہے۔۔آپ امو سے کہیں کہ وہ مجھے یہاں سے لے جا مجھے یہاں نہیں رہنا۔'' اس نے چہرہ جھکائے کہا تو عینا نے یوسف کو اپنے ساتھ لگا ۔

''ایسے نہیں کہتے۔۔یہ دونوں جہان اللہ کے ہیں۔۔وہ ہمیں اس جہان میں رکھے ۔ اُس جہان میں۔۔ہمیں اسکی مرضی پ راضی رہنا ہے۔ٹھیک ہے۔ ن؟''

''اور یوسف کی مرضی کا کیا؟'' اس نے چہرہ اٹھا کر سوال کیا۔

''یوسف کی مرضی وہی ہوگی جو اللہ کی ہوگی۔''

''اور اللہ کی مرضی کیا ہے؟'' وہ اب دلچسپی سے سن رہا تھا۔۔آئنمنٹ نے جھلسے ہوئے حصے کو سن کر دی تھا۔

''اللہ کی مرضی ہے کہ یوسف یہاں خوش رہے۔''

'' میرا دل کہتا ہے یوسف بس امو کے ساتھ خوش رہ سکتا ہے۔'' وہ پھر معصومیت سے بولا۔

اب کی ۔ رعینا کے پ س اسکا جواب نہیں تھا۔

''تمہیں بھوک لگی ہے؟''

''ہاں۔۔تھوڑی تھوڑی۔۔کیا۔ ۔ سے کھا۔ آ ۔ ہے؟'' اس نے شوق سے پوچھا۔۔عینا کی آنکھوں میں حیرت ا ی۔

''۔ ۔ سے؟''

''ہاں۔۔ ۔ سے۔۔وہ جو صبح آ ۔ تھا۔''

''یوسف۔۔وہ کھا۔ ۔ سے نہیں آ ۔ تھا۔۔وہ زمین والوں کا ہی کھا۔ تھا۔۔سادہ سا کھا۔'' عینا کو اسکی ۔ ت پ حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

'' مجھے لگا شا ۔ امو نے ۔ ۔ سے بھیجا تھا۔۔کیو وہ بہت اچھا کھا۔ تھا۔''

یوسف ا ۔ ر پھر سے عینا کو بکھیر ۔ تھا۔۔عینا کے غم کا قدا ۔ ر پھر سے ۔ ۔ تھا۔۔اسکا غم یوسف کے نقصان کے سامنے اسکو بو محسوس ہوا تھا۔۔وہ بھاری دل کے ساتھ اٹھی اور یوسف کے لئے کھا۔ بنانے لگی۔

شام ہو رہی تھی۔اور وہ لوگ ایک پارک میں موجود تھے۔قبرستان کے بعد ابراہیم ان کو ایک ریسٹورنٹ لے کر گیا تھا۔آئس کریم کھلائی۔اور اب وہ لوگ ایک پارک میں موجود تھے۔صفا نے عرش کی تو جواد صاحب آیت کو ان لوگوں کے ساتھ ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

اور آیت ساتھ خوش تھی۔

''آیت تمہیں کتنی عیدی ملی؟'' قوت نے مرجان کی جانب کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے آیت سے پوچھا تھا۔آیت اور مرجان ایک جھولے پر بیٹھے تھے۔آیت کا جھولا قوت جھلا رہا تھا جبکہ مرجان اپنی مدد آپ کے تحت لگا ہوا تھا۔

''مجھے پانچ ہزار۔!!'' آیت نے اپنی جھولی میں رکھا ہوا چھوٹا سا پرس دیکھ کر جواب دیا۔''اور تم دونوں کو؟'' اس نے باری باری قوت اور مرجان کو دیکھا۔مرجان کا حلق سوکھا ہوا۔کیونکہ اسکو ابھی تک عیدی نہیں ملی تھی۔اور اسکو اب قوت پر بھی غصہ آ رہا تھا جو کہ اسکے زخموں کو جان بوجھ کر کرید رہا تھا۔

''مجھے تو خاص دلچسپی نہیں ہے۔۔تم مرجان سے پوچھ لو۔'' قوت مسکراہٹ دبائے بولا تو مرجان نے تپ کر قوت کو دیکھا۔۔وہ ہنس دیا۔

''کتنی عیدی ملی مرجان؟'' آیت نے دونوں ہاتھوں میں جھولا تھامے ہوئے اس سے پوچھا۔

''ابھی نہیں ملی۔۔مل جائے گی۔'' مرجان نے کوفت سے کہا۔

''ارے۔!! عیدی تو صبح صبح ملتی ہے۔۔مجھے اور میرال کو تو جان نے صبح ہی دے دی تھی۔'' آیت نے نیلی آنکھیں مٹکائیں۔

''سو واٹ؟'' مرجان تڑخ کر بولا۔

''مرجان۔!! کیسے بات کر رہے ہو آیت سے؟'' قوت فوراً دفاع میں آیا۔

''میں جیسے مرضی بات کروں۔۔وہ صرف تمہاری دوست نہیں ہے میری بھی دوست ہے۔۔اس لئے تم زیادہ پوزیسو نہ ہوا کرو۔'' مرجان نے تپ کر کہا جبکہ آیت ابھی تک اسی بات پر اٹکی ہوئی تھی کہ وہ مرجان کی دوست ہے۔۔حالانکہ ایک دو بار کے علاوہ کبھی بھی مرجان نے ایسا نہیں دیکھا تھا۔

''اچھا اچھا۔۔دوستوں کو ہرٹ نہیں کرنا چاہیے نا۔'' قوت نے مصالحت سے کام لیا۔۔وہ جانتا تھا کہ مرجان صبح والی بات پر ابھی تک تپا ہوا ہے۔

''اور مرجان ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو چھوٹی چھوٹی بات پر ہرٹ ہو جاتے۔'' اس نے کن انکھیوں سے آیت کو دیکھا۔۔آیت نے نیلی آنکھیں مٹکائیں۔ان دونوں کی باتیں اسکے سر کے اوپر سے گزر گئیں تھیں۔

''تم نہیں انجوائے کرو گی؟'' ابراہیم نے ساتھ بیٹھی صفا کو دیکھا۔وہ دونوں ایک درخت کی چھاؤں میں زمین پر ہی بیٹھے تھے۔دینا پاس ہی کھیل رہی تھی۔وہ چھوٹے چھوٹے سے پھول لئے بیٹھی تھی اور ان سے کچھ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔پھولوں کو ایک قطار میں رکھتا اور پھر سے اکھیڑ دیتی۔

''بچے خوش ہیں۔۔میرے لئے کافی ہے۔'' وہ ابھی تک اداس تھی۔

''تم نے وعدہ کیا تھا۔'' ابراہیم نے ایک بار پھر اسکی جانب دیکھا۔وہ ٹانگیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ہاتھوں کو دائیں جانب پھیلائے سہارے ٹیک سی لگائے بیٹھا تھا۔جبکہ صفا اپنے گھٹنوں پر زور پیٹ بیٹھی تھی۔دوپٹہ ہوا کی وجہ سے سرک سا جاتا تھا۔جس کو وہ وقتاً فوقتاً درست کرتی۔

''دل پر اختیار نہیں ہوتا۔۔اور بس نہ رہ گئی ہیں عید۔۔اب مزید اداکاری نہیں ہو سکتی۔'' وہ تکان سے بولی تھی۔

''صفا۔!!'' ابراہیم نے اسکو گھورا تھا۔''یہ تہوار اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔۔اپنے غموں کو کریدکر زخمی کر کے ان سے خون نکال کر ان تہواروں کو لہولہان نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ جو خود جانے کتنی اذیت سے دوچار تھا اسکو نصیحت کر رہا تھا۔

'' بے بسی ہے کہ اپنے بچھڑے ہوئے تہواروں پر ہی یاد آتے ہیں ابیو۔!!'' اسکی آواز میں نمی واضح تھی۔

''ہم لوگ شادیاں انجوائے کرتے ہیں۔۔پرائیویٹ انجوائے کرتے ہیں۔۔عید کی آتی ہے تو اپنے اپنے غموں کا رونا دھونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔۔اللہ بھی کیا سوچتا ہوگا کہ جو تہوار میں نے انعام کے طور پر دیے ہے میرے بندے اسی کی ناشکری کرتے ہیں۔'' ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔

''ہمم۔۔شاید۔۔ہم ایسے شکری قوم ہیں۔'' صفا نے بھی اسکی تائید کی تھی۔

''شاید نہیں یقیناً۔'' ابراہیم نے اپنی بات پر زور دیا۔۔وہ ہلکا سا ہنس دی۔

''خود کو صحیح ثابت کر کے کتنی خوشی ہوتی ہے نا آپکو۔'' صفا نے سر جھٹکا۔

''کس کو نہیں ہوتی۔'' ابراہیم کندھے اچکا گیا۔

''کبھی کبھی خود کو غلط ثابت ہوتا دیکھ کر بھی خوشی ہوتی ہے۔'' صفا سیدھی ہو کر بیٹھی اور پھول کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگی۔

''جیسا کہ؟'' ابراہیم محظوظ ہوا۔

''جیسا کہ میں سوچتی تھی کہ میں صحرا کے پیاسے مسافر کی طرح راستے میں ہی دم توڑ دوں گی۔۔مجھے لگتا تھا کہ میں سمندر میں کھڑی رہ کر بھی تشنہ مر جاؤں گی۔مجھے لگتا تھا کہ میرا سفر کبھی تمام نہیں ہوگا۔میرے مقدر میں منزل کا سکھ نہیں ہے۔مجھے لگتا تھا کہ میں ہمیشہ یوں ہی اپنے نام کی اپنی شناخت کی جنگ لڑتی رہ جاؤں گی۔'' وہ مدھم سی مسکراہٹ لئے کہتی گئی۔

''یعنی تم اس دنیا کی سب سے بڑی گمان لڑکی ہو؟'' ابراہیم نے تاسف سے سر جھٹکا۔

''گمانی ختم ہوتی ہے۔۔اور ہمارے اندیشے درست ثابت نہیں ہوتے۔۔اور ہماری ریاضت کا صلہ مل جاتا ہے۔۔ہماری تمنا ہماری جھولی میں ڈال دی جاتی ہے تو اس وقت ان کو خود کو غلط ثابت ہوتا دیکھ کر اپنے اندیشوں کو ہارتا ہوا دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔''

ابراہیم اسکو دیکھ کر رہ گیا۔

''ایسا بتا سچ سچ۔!!'' وہ سیدھا ہو کر آلتی پالتی مار کر اسکے روبرو بیٹھا۔صفا نے تھوک نگلا۔۔وہ اب کیا پوچھنے والا تھا۔

''کک۔کیا؟'' وہ ہکلائی۔

''سچ سے تم میرے بارے میں سوچتی آئی ہو؟'' ابراہیم کی آنکھوں میں سوال تھا۔۔اور چہرے پہ بلا کی سنجیدگی۔۔صفا ہڑبڑا کر سر جھکا گئی۔

''ادھر دیکھ کر جواب دو۔'' ابراہیم نے اسکی تھوڑی کو انگلی سے ذرا سا اوپر اٹھایا۔

''مجھے نہیں پتہ۔'' وہ کترنے لگی۔پلکیں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔

''ہو ہی نہیں سکتا۔۔بتاؤ مجھے۔''

''مم۔میں بچوں کو دیکھ کر آتی ہوں۔'' وہ اٹھنے لگی۔

''بیٹھ جاؤ آرام سے۔'' ابراہیم نے پورے استحقاق سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو بٹھایا۔صفا کی سانس اٹکی۔''اور بتاؤ مجھے۔''

''آپ۔پلیز۔شرمندہ نہ کریں۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''نہیں کر رہا۔اب بتاؤ۔'' وہ ڈھٹائی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔صفا نے بے بسی سے اسکو دیکھا۔

''وہ۔'' صفا نے کترے۔

''مجھے نہ تو تمہاری ''یہ۔وہ'' سے ہے اور نہ ہی ''اس۔۔'' سے۔'' صاف ستھرے الفاظ میں بتاؤ۔''

''مجھے نہیں پتہ۔۔بس اتنا جانتی ہوں کہ آپ ہمیشہ سے تھے۔۔جیسے ایمان ہمیشہ سے ہوتا ہے نا دل میں۔۔ویسے ہی آپ ہمیشہ سے ہی تھے۔۔میں اس بے کو نہ کبھی پہچان سکی تھی اور نہ کوئی نام دے سکی تھی۔۔یہ بے ہمیشہ سے تھا۔۔محافظ۔محسن۔اور دوست کے الفاظ کا مطلب میرے لئے ابراہیم گورسی ہوتا تھا۔۔اسکے علاوہ ان الفاظ کا کوئی مطلب نہ تو میں جانتی تھی اور نہ ہی کبھی جاننا چاہا تھا۔'' ابراہیم سانس روکے اسکو سنتا رہا۔

''اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لفظ ''ہمسفر'' کا مطلب بھی ابراہیم گورسی بنتا گیا تھا۔'' اسکی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔شاید وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندہ ہوئی تھی۔

''میں عمر میں تم سے بہت بڑا تھا صفا'' ابراہیم کی آواز میں پچھتاوا نہیں تھا بس ایک سوال سا تھا۔

''یہ جو محبت ہوتی ہے نا۔۔یہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔۔جو زمان اور مکان میں قید ہو اسکو محبت نہیں کہہ سکتے۔۔وہ ضرورت ہوتی ہے پھر خواہش۔۔ضرورت اور خواہش ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ محبت کبھی ختم نہیں ہوتی۔'' اس نے کہتے ہوئے نمی سے ابراہیم کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔ابراہیم کو وہ لڑکی آج چھوٹی سی صفا نہیں لگی تھی۔۔اسکو وہ بہت میچور لگی۔۔اسکی باتیں کسی صورت بھی ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کی نہیں تھیں۔۔شاید وقت کی بھٹی میں وہ لڑکی کندن بن گئی تھی۔ کم عمری کا عنصر ہمیشہ غائب آ ہی جایا کرتا تھا۔۔۔۔۔ اسکو کسی امتحان سے گزارا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔ اسکو اپنے احساسات پہ قابو پانا ہوتا تھا وہ ایک چھوٹی لڑکی ہی ہوتی تھی۔۔ کیونکہ وہ تھی ہی ابھی کم عمر۔۔

وہ بے شک اپنی عمر سے بڑی ہو چکی تھی پھر بھی اسکے اندر کی وہ حساس سی معصوم سی لڑکی ہمیشہ اس کی دانش پہ غالب آ جایا کرتی تھی۔۔

کیا دیکھا ہے تم نے کبھی سمندر میں کھڑا پیاسا شخص؟

کیا دیکھا ہے تم نے بھیڑ میں کھویا ہوا کسی ماں کا معصوم بچہ؟

کیا دیکھا ہے تم نے اپنی عمر سے بڑا شخص؟

کہ جس کو کھلونوں کی عمر میں کتابیں بھا جائیں؟

کہ جس کو لطیفوں کی عمر میں شاعری سے دل لگی ہو جائے؟

کیا دیکھا ہے کبھی ٹوٹ کے بکھرا ہوا بظاہر سمٹا ہوا شخص؟

کیا دیکھا ہے تم نے ہمیشہ مسکراتا ہوا شخص؟ کبھی جھانک کر دیکھا ہے تم نے کسی کی مسکان کے پیچھے چھپی اذیت کو؟

نہیں نا؟

ہاں۔میں نے دیکھا ہے ایسے انسانوں کو۔

جن کو کچی عمر میں بڑے روگ لگ گئے۔

جن کے غم اور خواہشوں کو نگل گئے۔!!

جن کی زندگی پہ بہار کی دستک سے پہلے ہی خزاں نے پہرہ بٹھا لیا۔

جن کے ہاتھوں میں جلتی شمع انا عیال نے ہی بجھا دی۔

جن کے دلوں میں وہ تیر پیوست ہیں کہ انکا نکالا جائے تو لہو کی وہ پھوار نکلتی ہے جس کو سنبھالنا ممکن ہے۔اور انکا نکالا نہ جائے تو ان تیروں کی چبھن اس شخص سے سکون کا ہر پل چھین لے۔!

ایسا شخص جو دل کی باتیں کہتا کہتا ایک دن اچانک۔خاموش ہو جائے۔جو زندگی کے اس مقام پہ آ جائے کہ غم،غم نہ لگے اور خوشی اپنی تاثیر کھو دے۔جس کے لئے تسلی اور صبر کی تلقین بس ایک دکھاوا بن جائے۔

کیونکہ ہم کسی غم کو تنہا جھیلتے ہیں۔کسی خسارے سے تنہا گزرتے ہیں کسی تکلیف میں اکیلے کراہتے ہیں۔تو پھر ہمیں انسانوں کی مزید ضرورت نہیں رہتی۔

پھر ایک کتاب،ایک چائے کا کپ،ایک زرد پیڑ جس کے پتے جھڑ کر آپکے پیروں میں گریں۔وہ انسانوں سے بہتر ساتھی بن جایا کرتے ہیں۔

کیونکہ ان ہمیں سمجھنے کے لئے نہیں ہمیں جواب دینے کے لئے نہیں ہیں۔ وہ ہمارے غم کو پینے کے لئے نہیں بلکہ اس میں مزید زہر گھول کر ہماری رگوں میں اتارنے کے لئے نہیں اور محسوس کرتے ہیں۔

تو پھر ایسا شخص کہاں انسانوں کی بستی میں خود کو محفوظ سمجھے گا؟ کہاں اسکو اپنا بھاتے ہیں؟

کیونکہ انسانوں کو شیوہ رہا ہے طعنہ زنی کا۔!

ہمارے کمزور لمحوں میں بتائے گئے رازوں کو ہمارے خلاف استعمال کر کے ہمیں منہ کے بل گرانے کا۔!!

تو پھر کیسے بھروسہ کرے ایسا شخص جس کے امید کی تمام ریکی چھا چکی ہو؟ جس کے دل پر زمانے کی ٹھوکروں کی چھاپ ابھی موجود ہو؟ جس کے دل پر ویرانے کا راج ہو۔ اور جس کے دل پر ان کے پیلے پیڑ اگ آ جن پر بہار کی آمد کا کوئی آثار نہ دکھائی دیتا ہو؟

ایسے شخص کو چاہیے ایک کندھا۔۔ جو بلکل اسکے دل کی طرح ہو۔

جو اسکو سنے اسکو سمجھنے کے لئے نہ کہ اسکی باتوں کا جواب دینے کے لئے۔!!

جو اسکے دل کے بوجھ کو بانٹ کر ہلکا کر دے۔

جو کہہ دے کہ پرسکون ہو جاؤ۔

جو کہہ دے کہ میں ہوں ناں تمہاری پناہ گاہ۔!

جو اس شخص کو سمالے اپنی آغوش میں۔۔ اسکے آنسوؤں کو چن کر اک وہ نور بنا دے۔!!

جو اسکے ہر زخم پر مرہم بھلے نہ رکھ پائے ان زخموں میں سے مزید لہو رسنے سے روک دے۔!!

جو اس شخص کے بوجھ کو اپنے دل کی سرزمین پر اتار لے۔!!

جو اس شخص کے مہابل کو اپنے دل میں پناہ دے دے۔!!

ایسا شخص۔۔!!

کیا موجود ہے کوئی ایسا شخص؟

کیا دیکھا ہے تم نے ایسا شخص؟

جس کی اپنی بانہیں بھلے خالی ہوں۔ دینے کے لئے اسکی بانہوں میں محبت کا سکہ ہمیشہ موجود رہے؟

ہاں۔!!

دیکھا ہے میں نے ایسا شخص۔!!

جس کے دل پر بھی زخم تھے۔ جو اپنے غم سے اکیلے تن تنہا لڑ رہا۔ وہ اپنے میدان جنگ میں تنہا تھا وہ ڈٹ رہا تھا۔

وقت کی ستم ظریفی نے اسکو وہ کندن بنا دیا جو اب دوسروں کی زندگیوں میں شامل ہوتا ہے تو ان زندگیوں کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

جس کو زخم دیئے آتے ہیں۔!!

جس کو چاک رفو کرنے آتے ہیں۔!!

جس کو دکھتی رگ کا پتہ معلوم ہے۔!!

جس نے غم کی شدت میں مسکرانا سیکھا ہے۔

وہ اکیلا تھا۔ اسکے لئے کوئی موجود نہ تھا۔!!

آج وہ موجود ہے۔ سب کے لئے۔!!

وہ ایسی روح ہے جو ہر زخمی روح کو پناہ دینے کو تیار ہے۔!!

اسکا دل وہ سرزمین ہے جس پر امید کے جگنو چمکتے ہیں۔

اور وہ جگنو اب مایوسیوں کی تاریکیوں کو روشنیوں میں بدل دیتے ہیں۔

جس کے لفظوں میں وہ تاثیر اور مہک ہے جو کسی بھی بوسیدہ خستہ حال روح کو مہکانے اسکو مکمل کرنے کے لئے کافی ہے۔!!

وہ ایک بکھرا ہوا بظاہر سمٹا ہوا شخص ہے۔!!

جس نے اپنا سفر تنہا طے کیا ہے۔!!

جو مایوسیوں سے اکیلے لڑتا آیا تھا۔!!

جس نے اپنے دل کو مردہ ہونے سے بچالیا۔

''۔۔!!'' دینا کے پکارنے پر ان دونوں کا ٹانس ٹوٹا تھا۔وہ پھولوں کو اب اپنی جھولی میں ڈالے کھڑی تھی۔وہ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی۔

''جی۔۔ کی جان۔'' ابیم نے اسکا گال چوما۔

''فلاور۔کراؤن۔'' اس نے اٹک اٹک کر آخر کار اپنی الجھن بیان کی تو ابیم ہنس دیا۔

''اچھا۔۔تو میری پرنسز سے کراؤن بنانے کی کوشش کر رہی تھی؟'' وہ حیرت سے دینا کا ستا ہوا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

''یس۔'' دینا نے اثبات میں سر ہلایا۔

'' یہ میجک تو بس۔۔کے پاس ہے۔'' وہ اسکو اٹھا کر کھڑا ہوا۔اور وہ لوگ ایک کیاری کی جانب چلے گئے جہاں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔۔ابیم نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو اسکو ایک چھوٹی سی ٹرے مل گئی تھی جو پودوں کے ڈھیر بنانے کے لئے استعمال کی گئی تھی اور اسکے بقیہ ٹکڑے یوں ہی وہاں پڑے ہوئے تھے۔وہ دونوں باپ بیٹی اب کراؤن بنا رہے تھے۔

صفا ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

کاش وہ اس خوبصورت منظر کو کہیں قید کر پاتی۔۔یہ قوت مرجان اور آیت بھی سامنے ہی کسی کھیل میں مگن تھے۔

کچھ دیر بعد ابیم اور دینا اس جانب آتے دکھائی دیئے۔دینا کے سر پر ایک چھوٹا سا کراؤن رکھا ہوا تھا۔وہ خوشی خوشی بھاگی آرہی تھی۔

''شفا۔کراؤن۔دینا۔کراؤن۔'' وہ کراؤن کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔صفا کھلکھلائی۔دینا آکر اسکی آغوش میں سمائی۔اور اسکو اپنا کراون دکھانے لگی۔صفا نے اشتیاق سے دینا کا کراون دیکھا۔

پھر اسکے اپنے سر پر کسی کا لمس محسوس ہوا۔صفا نے پلٹ کر دیکھا تو وہ اسکے سر پر بھی ایک کراؤن رکھ رہا تھا۔بلکل ویسے ہی جیسے وہ سجل اور صفا کے لئے کراؤن بنایا کرتا تھا۔آج اس نے دینا اور صفا کے لئے بنایا تھا۔اس نے صفا کا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کراؤن سیٹ کر دیا۔

''واو شفا۔پرنسیس۔'' دینا اسکا کراون دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔بلکل جیسے سجل خوش ہوا کرتی تھی۔سجل اور صفا میں درمیان ہمیشہ موجود رہنے والی تھی۔

''گھر چلیں؟'' ابیم نے جھکے ہوئے ہی پوچھا۔صفا نے دن پیچھے اکر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔اسکو آج ابیم کی آنکھوں میں کوئی گلہ کوئی قرض کی ادائیگی نہیں آئی تھی۔۔اسکو ایک شفاف سا سکون آیا تھا۔۔وہ مسکرا دی۔

''چلیں۔'' اس نے کہا تو ابیم گھوم کر سامنے آیا اور اسکو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

''مرجان۔!!قوت۔!!چلو۔'' ابیم نے اپکارا تو وہ تینوں بھی آگئے۔

''واہ۔پرنسیس لیڈی۔!!آپکا کراؤن بہت پیارا ہے۔'' مرجان نے آتے ہی ان دونوں کے کراؤن دیکھے تھے۔دینا بھی اچھل اچھل کر اپنا کراؤن دکھا رہی تھی۔۔آیت بھی مسکرا کر ان لوگوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔

صفا نے مسکرا کر آیت کی جانب دیکھا۔اور پھر اپنا کراؤن اتار کر اسکے بالوں میں لگایا۔ابیم مسکرا دیا۔

'' پرنسیس لیڈی۔!!یہ تو آپکے لئے تھا ناں؟'' مرجان کو اچھا نہیں لگا تھا۔

''ہاں تو اب میں آیت کو دے رہی ہوں۔''

''ایسے کوئی اپنا کراؤن کسی کو کیسے دے سکتا ہے۔'' وہ سخت۔ مزہ ہوا تھا۔ یقوت دینا کا ڈھلکتا کراؤن یٹ کر رہا تھا۔

''دے سکتا ہے۔۔ا ن اپنا تخت اور تاج اپنی اگلی کو منتقل کر سکتا ہے۔۔اور میں یہ تاج آیت کے سر پہ منتقل کر رہی ہوں۔'' وہ مسکرا کر کہہ گئی۔۔ا۔ ابیم نے ا۔ و سکیٹر کر صفا کو دیکھا۔

جبکہ یہ۔ت بچوں کے سر پہ سے ٹ رگئی تھی۔

''چلیں؟ دیر ہو رہی ہے۔'' صفا نے مسکرا کر آیت کا ہاتھ تھاما۔

وہ لوگ جا چکے تھے۔۔آسمان پہ سرمئی رنگوں اور نور روشنیوں کو بکھرا ہوا چھوڑ کر۔

حسن اس وقت لاؤنج میں بیٹھا تھا۔منال اس سے۔تیں کر رہی تھیں۔وہ اپنے اور شہرین کے بچپن کے قصے سنا رہی تھیں۔

اسی دوران حسن کے موبائل پر کٹ ہوئی۔۔اس نے دفعتاً موبائل نکال کر دیکھا وہ کوئی پیغام تھا۔جیسے جیسے وہ ان سطروں کو پڑھ رہا تھا حسن کے چہرے کے تاثرات پل پل۔ل رہے تھے۔

حیرت،خوشی،اضطراب،بے چینی۔ان۔کا ایک بھدا سا مکسچر بن گیا تھا۔ وہ بے تاب ہوا تھا۔اور یہ بے تابی ان تمام احساسات پہ حاوی تھی۔وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے اب چلنا ہوگا۔''

'' اتنی جلدی؟'' منال ایک۔رپھر سے اداس ہو ۔۔حسن نے ا بے تابی دیکھی تو بے چین سا ہو کر آگے بڑھا۔۔وہ۔ سے آیا تھا منال ہی تھیں جو اسکو۔ر۔رپیار کر رہی تھیں۔۔ہر۔ت کا آغاز منال ہی کرتی تھیں۔ آج وہ آگے بڑھا۔۔اس نے منال کو اپنے ساتھ لگایا۔

ایک سکون کی لہر سی دوڑ گئی تھی روح میں۔۔جیسے ماں کے گلے لگنے پہ دوڑ جاتی ہے ویسے ہی۔

''دعا کیجیے گا۔'' وہ بس اتنا ہی بولا۔

''کون سی دعا۔'' منال نے اسکی پیٹھ تھپکی۔

''کہ مجھے میری منزل مل جائے۔'' وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔۔

''جو تمہیں چاہیے۔۔ اتمہیں وہ کردے۔'' منال نے دعا دی۔۔حسن نے ا ہاتھ چومے۔۔اور اپنا سامان اٹھانے لگا۔

وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے۔ابھی گیٹ پہ ہی تھے کہ حسن مین ڈور سے نکلا۔۔ا۔ ابیم سے سامنا ہوا تو وہیں رک گیا۔۔ا۔ ابیم نے ا۔ وسکیٹر کر حسن کے چہرے پہ بکھرا سکون دیکھا تھا۔

''امید ہے پھر ملیں گے۔'' حسن نے بنا کسی تمہید کے ا۔ ابیم کو گلے لگایا۔۔ا۔ ابیم سا ۔ت کھڑا رہا۔

پھر وہ بچوں سے ۔۔ا۔ ابیم دینا کو اٹھائے اندر گیا۔

''۔ احافظ پیٹی لیڈی۔'' آخر کار حسن صفا کے رو۔ وآیا۔۔مرجان اور یقوت کچھ دیکھڑے رہے پھر وہ بھی اندر چلے گئے۔۔صفا کے ہاتھوں میں لرزش تھی۔۔ وہ اس وقت اپنے گھر میں کھڑی تھی۔

''تم۔۔کس مقصد سے آئے تھے۔؟'' وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''جس مقصد سے بھی آیا تھا۔۔اب حل ہو چکا ہے۔''

''تم مزید کتنی زندگیاں۔ دکرنے والے ہو حسن؟''

''اَ سوالوں کے جواب مل گئے تو شا یہ سلسلہ رک جائے۔'' وہ تَ ر یہ سے لہجے میں بولا۔

''جو مرضی کرو۔۔ میرے خا ان سے اور میرے شوہر سے دور رہنا'' صفا کا لہجہ مضبوط تھا۔

''اس دن فون کال کر کے بھی دھمکیاں ہی دیتی رہی تھی تم۔۔ایسے کون دھمکا ہے؟ اَ میرے جیسا کمزور دل بندہ ڈر کے مارے کہیں اَ یہ تو کون ذمہ دار ہوگا'' وہ مسکراہٹ د ئے بولا تو صفا کو وہ زہر لگا تھا۔

''۔۔ ۔تم۔اس فون کال کا کہہ کر اب بلیک میل؟'' صفا کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

''ا منٹ۔!! بلیک میل؟ میں کروں گا بلیک میل؟''

''تم۔نے ا. اہیم کو۔دد۔دیکھو۔!اس طرح کسی کی کردار کشی کر ۔''

''ا منٹ۔ا منٹ۔!!'' حسن نے انگلی کھڑی کی۔''مجھے سمجھنے دو۔'' اس نے اپنے دماغ پ زور دینے کے ا از میں کہا۔۔وہ شخص ان پ یکٹیبل تھا۔۔اس سے کسی بھی چیز کی توقع کی جا سکتی تھی۔

''اتنا ڑ ا ان نہیں ہوں میں پ یٹی لیڈی۔!!'' اس نے ت سف سے کہا۔

''مجھے تم سے کبھی کسی بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی۔''

''میں نے تمہیں کوہ نور کہا تھا۔۔اور میں اس کوہ نور پ کبھی بھی کیچڑ نہیں مل سکتا۔۔یہ ت بٹھا لو اپنے اس چھوٹے سے اور محدود سے دماغ میں۔'' وہ اب تھوڑا غصے سے بولا تھا۔۔صفا کا چہرہ غصے سے لال ہوا۔

''پ یشان مت ہو۔۔جن کو حسن جانے دیتا ہے پھر۔۔جانے دیتا ہے۔'' اس نے معنی خیز لہجے میں کہا تھا۔

''امید ہے ہم کبھی نہیں ملیں گے۔'' صفا کہہ کر اسکی بغل سے نکل گئی۔۔ دروازے میں کھڑی زہرہ پ گئی۔۔وہ اس پ ا سخت نگاہ ڈالتی ا ر چلی گئی۔

''آفندی۔!!'' زہرہ نے حسن کو پکارا تو وہ اپنے پیروں پ مڑا۔

''میرے لئے کیا حکم ہے؟'' وہ اب سر جھکائے کھڑی تھی۔

''کل میرا آدمی تمہارے کاغذات دے جائے گا۔۔اسکے ساتھ ا پیپر پ ڈیٹیلز ہوں گی۔۔تم خاموشی سے یہاں سے نکل جا ۔''

''میری منزل کہاں ہوگی؟ مصر دبئی؟'' اس نے خوش ہو کر پوچھا تھا۔

''استنبول۔'' وہ لفظی جواب دیتا آگے ٹ ھ ۔۔زہرہ. ف میں لگ چکی تھی۔۔تو اسکا کام پورا ہوا۔۔اسکا سفر تمام ہوا۔۔اب اسکی کسی کو ضرورت نہیں تھی۔

''کہاں رہ گئی تھی؟'' وہ ا ر داخل ہوئی تو منال لاؤنج میں ہی تھیں۔

''بس یوں ہی. ہر پودے دیکھنے لگی تھی۔'' صفا پ س آئی۔''ا. اہیم اور بچے کہاں ہیں۔'' اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔

''وہ لوگ کمرے میں چلے گئے ہیں شا ۔'' منال اداس سی تھیں۔

''آپ ٹھیک ہیں؟'' صفا نے ا پ یشان سا دیکھا۔

''ہاں۔۔بس حسن کے جانے پ دل اداس ہو ہے۔''

''کوئی. ت نہیں۔۔اب تو اسکو آپ کا معلوم ہو ہے ں۔۔اب وہ آجا کرے گا'' صفا نے مسکرا کر تسلی دی۔۔تو منال نے بھی اثبات میں سر ہلا ۔

''ہاں۔۔اب آ کرے گا'' انھوں نے ا امید سے کہا۔

''میں آتی ہوں۔'' صفا مسکرا کر سیڑھیاں پ ڑھ گئی۔منال بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو ا. اہیم بیڈ پہ ہی ٹ ہوا تھا۔ دینا اسکے ی پہ بیٹھی تھی۔ ا ہاتھ سر کے نیچے ٹکائے دوسرے ہاتھ سے وہ دینا کے گالوں کو چھو رہا تھا۔

''کھانے میں کیا بناؤں؟'' صفا نے کمرے میں آتے ہی پوچھا۔ وہ آ کر آ ئ کے سامنے کھڑی ہوئی اور اپنے . لوں سے بیڈز نکالنے لگی۔

''لگے رہنے دو۔''

''ہاں؟'' اس نے پلٹ کر دیکھا۔۔ وہ اسی کی جا . دیکھ رہا تھا۔

''یہ۔ جو موتی سے لگے ہوئے ہیں۔۔ واٹ ایور۔ لگے رہنے دو۔'' وہ کہتے کہتے ہی الجھ ی تھا۔

'' مجھے چینج کر ہے۔۔ کھا . بنا ہے۔۔ اور پھر سے رات کے لئے تیار ہو ہے۔''

''رات کے لئے؟''

''ہاں۔۔ آج سعدیہ کی مہندی ہے۔ اور ہم . مہندی پہ جا رہے ہیں۔۔ بچوں کو بھی ریڈی کر ہے۔'' وہ ڈریسنگ سے ٹیک لگا کر بیٹھی۔ دوپٹہ اب شانوں پہ پھیلا ہوا تھا۔ سنہری لٹیں ا . رپھر سے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

'' . ت واپسی ہوگی۔'' ا. اہیم کے ماتھے پہ بل سے پڑ گئے۔

''لیٹ ٹ ۔۔ پھر شا ہم لوگ وہیں رک جا ۔۔ اور پھر کل کا ایو ٹ نمٹا کر واپس آ ۔'' اس نے اپنے کنگن کے ساتھ کھیلتے ہوئے مصروف سے ا. ازمیں اپنی پلاننگ بتائی۔

''ہر نہیں۔'' وہ کر ٹ کھا کر اٹھا۔

''کیوں؟ کیا آپ اجازت نہیں دیں گے۔'' صفا کو اس سے یہ امید نہ تھی۔

''جاؤ۔ مہندی دیکھو۔ اور واپس آؤ۔ کل بھی خود چھوڑ کر آؤں گا تم لوگوں کو۔۔ اور ٹائم سے واپس آ ہے۔'' وہ اپنے کف کے بٹن کھولتا ہوا اسکی جا . آ۔

'' ایسے کیسے؟ ہم لوگ رات کو انجوائے کریں گے ن۔'' وہ بچوں کی طرح منہ پھلائے کھڑی تھی۔

''رات کے فنکشنز بس ی رہ جاتے ہوتے ہیں۔۔ اور مجھے نہیں لگتا خیام قریشی اتنی دھوم دھام سے کرنے والا ہے یہ شادی۔'' وہ حالات سے واقف تھا۔

''ہاں۔۔ پھر بھی ہم لوگ کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں گے۔'' صفا نے منہ بنایا۔

ا. اہیم چلتا ہوا آ ۔۔ صفا دو . رہ سے اپنے بیڈز نکالنے لگی۔

''کہا ں کہ مت نکالو۔'' وہ اسکے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔

'' کھا . بنا ہے۔۔ . لوں کو اچھے سے . ھلوں گی تو آسانی ہوگی۔''

''پہلے کیا تم کھا . بناتی تھی؟'' وہ ا. واچکا ی۔

''اب بناتی ہوں۔'' وہ اسی کے ا. ازمیں بولی۔۔ ا. اہیم محظوظ سے ا. ازمیں اسکو دیکھے ی۔۔ پھر اس نے صفا کو اٹھا کر وہیں ڈریسنگ پہ بٹھا دیا۔۔ صفا سانس روک گئی۔۔ اس نے دا . جا . ہاتھ جمائے۔

''کک۔ کیا مسئلہ ہے؟''

''کک۔ کوئی مم۔ مسئلہ نہیں۔''

''آپ۔ میری ا ت رر ہے ہیں؟'' صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔ جو کہ محظوظ سا ہو کر اسکے چہرے پہ نگاہیں پھیر رہا تھا۔

''نن۔ نہیں۔ ت ۔ تو۔'' وہ پھر سے اسی کے ا. ازمیں بولا۔ صفا کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔

''آپکو۔ اللہ پوچھے۔'' اس نے ٹھ وٹھے پن سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''یہ بیڈز نہیں ا نے چاہیں۔'' اس نے ا. بیڈ کر ہاتھ لگا کر چھوا۔

''مجھے کچن میں الجھن ہوگی۔۔صبح بھی ہوئی تھی۔'' وہ اسکے لمس پہ سمٹ سی گئی۔

''ٹھیک ہے پھر۔۔اسکا حل بھی ہے۔'' اس نے کہتے ہوئے صفا کے کانوں میں جھولتے ا موتی کو چھوا۔

''کون سا حل۔'' اس نے بھرپور کوشش کی تھی کہ وہ ہکلائے نہ۔

''یہی کہ آج ڈ ا. اہیم گورسی بنائے گا۔۔اور پورا گورسی ہاؤس اپنی ا یں چاٹ جائے گا۔'' وہ تکبر سے بولا تو صفا نے ا. واٹھائے۔

''کیا واقعی؟''

''ہاں. لکل۔!!''

''مجھ سے اچھا نہیں بنا گے۔'' وہ اسی کے ا ازمیں بولی۔

''تم جیسے چھوٹے موٹے تو میں سٹارڈ میں کھا جاتا ہوں۔'' وہ دن ڈ ا ۔

''میں اب فیشنلز کی طرح کھا بناتی ہوں۔۔ دہے دوپہر کا کھا ؟'' صفا کو اپنی سکلز کی انسلٹ منظور نہ تھی۔

''ہاں۔۔ دہے۔۔اچھی کوشش تھی۔۔ میرے لیول کو نہیں پہنچ سکتی۔''

صفا کا منہ کھل ۔

''اسکو بند رکھا کرو۔'' اس نے ہنستے ہوئے صفا کی تھوڑی کو پکڑ کر بلند کیا۔اور اسکا منہ بند کروا د ۔

''دیکھتے ہیں پھر آج ا. اہیم گورسی کی کوکنگ سکلز۔''

''کیا پہلے کبھی نہیں دیکھیں؟'' وہ اپنے کف فولڈ کر رہا تھا۔

صفا کی مسکراہٹ پھیکی پڑ ی۔

ا. اہیم نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو صفا کا چہرہ بجھا سا ہوا تھا۔ا. اہیم نے اسکی تھوری کو پکڑا۔اور اسکے چہرے کا رخ دینا کی جا . گھما ۔

''وہ ہے ں۔۔سمجھو کہ وہ وہی ہے۔۔وہ ہمارے نہ ہمیشہ موجود رہے گی۔'' وہ جا تھا کہ وہ اس وقت کیا سوچ رہی تھی۔صفا نے اپنی آنکھوں میں امڈتی نمی کو پیچھے دھکیلا۔اور مسکرا دی۔

''ہاں۔وہ ہمیشہ رہے گی۔'' اس نے مسکرا کرا. اہیم کی جا . دیکھا۔ا. اہیم نے فرط . ت سے مسرور ہو کر اسکی پیشانی کو چھوا تھا۔وہ آنکھیں مو گئی۔سکون کی ا لہر پوری روح میں سرائیت کر گئی تھی۔

''سنان۔!!'' اس چھوٹے سے آنگن میں آج دو بستر لگے ہوئے تھے۔وہ دو چھوٹے چھوٹے سے سیکنڈ ہینڈ پلنگ سے تھے جیسے کہ چار پ ئیاں ہی ہوں۔

''بولو رحم دل پ ۔!!'' کھلے آسمان تلے وہ دونوں ٹ ہوئے تھے۔آج آسمان صاف تھا۔ستارے چمک رہے تھے۔البتہ چا نہیں تھا کیو چا کی ابتدائی راتیں تھیں۔

''کیا تم خواب دیکھتے ہو؟'' سلویٰ کی . ت پ سنان نے ا. وسکیڑے۔''یعنی۔'' اس نے . ت جاری رکھی۔''دیکھو۔!ہم لوگ جو کچھ دن کے وقت دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں تو رات کو خواب میں بھی وہی کچھ دیکھتے ہیں۔جیسا کہ غزہ میں دن رات دھماکے ہوتے رہتے تھے۔ہر وقت خوف سا رہتا تھا۔اس لئے رات کو خواب میں بھی ہم وہی . دیکھتے تھے۔میں اور یوسف ڈر کے مارے رات کو اٹھ جا کرتے تھے۔ تم تو دیکھ ہی نہیں ت۔اس لئے تم خواب کیسے دیکھتے ہو؟ تم خواب میں کیا دیکھتے ہو؟'' وہ متجسس تھی۔سنان نے دن موڑ کر کچھ فاصلے پ سلویٰ کی جا . دیکھا۔وہ آسمان کی جا . دیکھتے ہوئے پ وں ہلاتی ہوئی سوال کر رہی تھی۔

''میں بھی خواب دیکھتا ہوں رحمدل پ ۔!!'' وہ پھیکا سا مسکرا ۔

''تو پھر تمہارے خواب کیسے ہوتے ہیں؟'' وہ ن کے لئے بے ب تھی۔

''میرے خوابوں میں زمین ہوتی ہے۔۔بہت وسیع زمین۔۔میرے خوابوں میں پہاڑ اور وادیاں ہوتی ہیں۔۔میرے خوابوں میں صحرا اور ریگستان بھی ہوتے ہیں۔'' وہ مگن سا کہے گیا۔

'' تم نے تو یہ کبھی دیکھا ہی نہیں پھر خواب میں کیسے دیکھتے ہو؟'' سلویٰ واقعی حیران ہوئی تھی۔

''میں ہمیشہ سے یہ نہیں تھا۔'' اسکی مدھم سی آواز آئی۔جیسے کہ اسے خوف ہو کہ کہیں اسکی بات کوئی سن نہ لے۔

''اچھا؟ کیا واقعی؟'' سلویٰ اٹھ کر بیٹھی۔اس نے پاؤں نیچے لٹکائے اور دونوں ہتھیلیوں میں چہرہ گرا لیا۔

''ہاں۔۔میں دیکھ سکتا تھا۔۔میں دیکھنا چاہتا تھا۔۔میں اس دن کے سفر پہ نکلا تھا اپنی ساری متاع لے کر۔''

'' ؟'' سلویٰ نے بے چینی سے پوچھا۔

'' پھر میرے خواب ٹوٹ گئے۔۔مجھے قیدی بنا لیا گیا۔۔میری آنکھیں نوچ لی گئیں۔۔اور کہا گیا کہ آج سے میں اندھا، گونگا اور بہرہ ہوں۔'' وہ آرزدگی سے مسکرایا تھا۔

'' تم تو بس اندھے ہو۔'' سلوی کو اسکی بات پہ تعجب ہوا۔

''ہاں۔۔میں بظاہر بس اندھا ہوں۔۔ میں گونگا اور بہرہ بھی ہوں کیونکہ میں بادشاہ کے خلاف نہ تو بول سکتا ہوں اور نہ ہی حق سن سکتا ہوں۔''

سلویٰ نے سمجھنے کے انداز میں پلکیں جھپکیں۔۔یہ باتیں اسکے لئے تھوڑی بڑی تھیں۔

''تو جیسا کہ تم گونگے ہو لگتے نہیں۔۔بہرے ہو لگتے نہیں۔۔ویسے ہی تم اندھے نہیں ہو لگتے ہو۔'' اس نے ہر چیز کی کرکے ایک فارمولا سا بنا دیا۔۔سنان کا حلق خشک ہوا۔۔اس نے جھٹکے سے گردن موڑ کر سلویٰ کی جانب دیکھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں۔۔'' اس نے چہرہ ہتھیلیوں میں گرائے ہی پلکیں جھپکیں۔

''سو جاؤ۔'' سنان نے کہتے رخ موڑ لیا۔اب سنان کی سلویٰ کی جانب پشت تھی وہ دوسری جانب کروٹ لئے لیٹا گیا تھا۔سلویٰ کچھ دیر اسکی پشت کو دیکھے گئی۔اور پھر وہ بھی لیٹ گئی۔اور پھر رفتہ رفتہ ان ستاروں میں اپنے سوالوں کو تلاش کرنے لگی۔

''رحمدل پرندے!! مجھ سے دور رہو۔۔مجھے جاننے کی کوشش مت کرو۔۔ورنہ میں اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی راکھ کر دوں گا۔'' سنان کے دل نے سرگوشی کی تھی۔۔اور آہستہ سے آنکھ نکل کر اسکی کنپٹی میں غائب ہو چکا تھا۔

وہ فرش پہ لیٹا ہوا رو رہا تھا چیخ اور رہا تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔اس نے چونک کر دیکھا تو سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔۔عربی جبا پہنے اور سر پہ کیفیہ اوڑھے۔

''تمہیں بلا رہے ہیں۔'' اس نے کسی روبوٹ کی طرح پیغام پہنچایا تھا۔۔سنان اسکو دیکھے گیا۔اور پھر کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھا۔۔سنان کے پیٹ میں شدید درد تھا۔۔ایک ہی مہینے میں اسکے پیٹ کو دو بار چاک کیا گیا تھا۔۔تکلیف کی شدت سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔۔البتہ خون کی کمی نہیں تھی کیونکہ جس بیڈ پہ وہ لیٹا ہوا تھا اسکے ساتھ رکھے ڈرپ سٹینڈ پہ خون کی کئی ڈرپس چڑھی ہوئی تھیں جو کہ اب خالی تھیں۔یعنی اسکا اپریشن کیا گیا تھا۔

''کون ہے تمہارا باس؟ کیا چاہتا ہے مجھ سے؟'' وہ یوں ہی بیٹھا بیٹھا بولا۔

''یہ تم ان سے مل کر پوچھنا۔۔اب زندہ رہ گئے۔'' اس آدمی نے بے نیازی سے انداز میں کندھے اچکا دیئے۔سنان کی آنکھیں پھیل گئیں۔کس قدر سفاک لوگ تھے وہ۔

''مجھ سے کیا چاہیے آخر تم لوگوں کو؟'' وہ پھر سے چیخا۔

'' وہمت۔!!'' وہ آدمی دھاڑا تو سنان لرز سا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک عالیشان لاؤنج میں داخل ہوا۔وہاں رکھی ہر شے کمال کی تھی ہر چیز انمول تھی اور بیش قیمتی۔ سنان کو کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔۔اسکو بس اپنے سوالوں کے جواب چاہیں تھے۔

''بیٹھو یہاں۔''اس آدمی نے سنان کو وہاں رکھے ایک صوفے پہ بٹھادیا۔اور وہاں سے چلا گیا۔سنان گم سم سا بیٹھا تھا۔اسکو کسی بھی چیز کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ دماغ شل ہو رہا تھا۔

کہ اچانک وہاں لگی ایک ٹی وی روشن ہوئی۔۔سنان نے چونک کر دیکھا کیونکہ ریموٹ کنٹرول تو اسکے سامنے رکھا تھا تو پھر وہ ایل ای ڈی کس نے آن کی تھی۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا۔سکرین پہ چلتے مناظر نے سنان کو وہیں منجمد کر دیا۔

سکرین پہ ایک بوڑھی عورت اور اسکے ساتھ ایک بیس سالہ لڑکے اور ایک پندرہ سالہ لڑکی کو دیکھا سا سکتا تھا جو کہ کچھ لوگوں کے ہمراہ ایک بہت بڑے اور عالیشان محل مینشن میں داخل ہو رہے تھے۔۔۔سنان ایک ٹک سا اس منظر کو دیکھے گیا۔

وہ گھر کسی محل سے کم نہ تھا۔۔وہ عورت اور اسکے ساتھ چلتا لڑکا اور لڑکی۔۔وہ تینوں بے انتہا خوش تھے خاص کر وہ پندرہ سالہ لڑکی۔۔وہ تو جھوم جھوم جاتی تھی اتنا اچھا گھر۔۔پھر پورے گھر کا ٹور کروایا گیا۔۔گیراج میں گاڑیاں بھی کھڑی تھیں۔وہ لوگ کس کے گھر میں پھر رہے تھے سنان کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''امی۔''اسکے پھڑ پھڑائے تھے۔وہ اسکی ماں تھی۔اور وہ لڑکا اسکا چھوٹا بھائی اور وہ پندرہ سالہ لڑکی اسکی چھوٹی بہن تھی۔سنان کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کچھ بھی تو سمجھ نہیں آرہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ مناظر غائب ہوئے اور سکرین بند ہو گئی۔۔سنان نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔

لاؤنج کا مین ڈور کھلا اور ایک آدمی چلتا ہوا آیا۔سنان اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

وہ شخص ایک عربی جبہ پہنے ہوئے تھا۔سر پہ کیفیہ تھا اور ہاتھ میں ایک سیاہ دانوں والی تسبیح تھی۔۔وہ یقین زمین میں گاڑے اپنی دھن میں مگن چلتا آرہا تھا۔ سنان کا دماغ اس شخص کے پیچھے آتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر شل ہوا تھا۔۔وہ اور کوئی نہیں مغیث تھا جس نے سنان کی مدد کی۔اور پھر اسکو دھوکہ بھی دیا۔۔سنان کے اعصاب تن گئے۔ پورے وجود میں ایک درد کی لہر دوڑ گئی کچھ دیر پہلے کا کرب پھر سے چہرے سے چھلکنے لگا تھا۔۔دل کیا تھا کہ اس شخص کو زمین میں گاڑ دے جس نے اسکو یوں دھوکہ دیا۔۔ اسکی معصومیت کا فائدہ اٹھایا۔۔سنان اپنی جگہ سے آگے بڑھنے لگا درد کی شدت سے وہاں سے ایک قدم تک نہ ہل پایا۔

وہ شخص شاہانہ چال چلتا ہوا آیا اور آکر سر راہی نشست پہ براجمان ہوا۔اس نے ایک نگاہ سامنے کھڑے لڑکے پہ ڈالی جو کہ آنکھوں میں غصہ،کرب اور تاسف لئے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔وہ شخص ہلکا سا مسکرایا۔جیسے کہ سامنے کھڑے لڑکے کا مذاق اڑایا ہو۔۔وہ اسی کا ہم عمر معلوم ہوتا تھا اسکی شخصیت میں ایک مضبوطی سا تھا۔۔ چٹانوں جیسا سخت اور پہاڑوں جیسا بلند۔

جیسے ہی اس نے نگاہ اٹھائی تو اسکی آنکھیں سمندر کی گہرائیوں سے زیادہ تر یک تھیں۔اور وہ آنکھیں تلوار کی مانند تھیں۔۔اس نے ایک گہری نگاہ سنان پہ ڈالی جیسے کہ اسکی روح تک میں جھانکنا مقصود ہو۔

''بیٹھ جاؤ۔!!''اس نے خاص عربی لہجے میں حکم دیا تھا۔سنان نے ایک اسکے پیچھے کھڑے مغیث کو دیکھا اور پھر بیٹھ گیا۔کیونکہ اسکے پاس مزید کھڑے رہنے کی سکت باقی نہ تھی۔

''تم۔تم لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟''سنان نے مغیث کو ایک دیکھتے ہوئے اپنے پیٹ کے دائیں جانب ہاتھ رکھا۔۔جہاں ابھی تک درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

''تم اس دنیا کے صرف چند فیصد لوگوں میں شامل ہو جن پہ ہمارے سیمپل کا اثر نہیں ہوا۔تم ہمارا ایک قیمتی کیریئر ہو۔''حسن محظوظ سے انداز میں بولا بناء سنان کے سوالوں کی پرواہ کئے۔

''کیریئر؟''سنان ہکلایا۔

''ہاں۔۔ایسا جسم۔۔جو ہمارے کام آئے گا۔۔تمہارا جسم اس طرز پر بنا ہے کہ ہماری ڈرگ تمہارے خون کے ساتھ ری ایکٹ نہیں کرتی۔۔اگر تم عام انسان ہوتے تو تم اسی دن مر گئے ہوتے جس دن تم فلسطین پہنچے تھے۔''حسن نے کہتے ہوئے ایک قہقہہ لگایا۔اب سنان کا دماغ واقعی بند ہو رہا تھا اسکو کسی بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔وہ الجھ کر رہ گیا۔

''بتاتا ہوں۔''حسن نے محظوظ ہوتے ہوئے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔دائیں ہاتھ میں سیاہ تسبیح تھی جس کے وہ دانے گن رہا تھا۔اور کہنی اس نے صوفے کی آرمسیٹ پر ٹکائی ہوئی تھی۔وہ پرسکون سے انداز میں بیٹھا تھا۔

''ہمیں ایک ڈرگ ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچانی ہوتی ہے۔۔وہ ڈیٹیکٹ ہو جاتی ہے۔۔کسی بھی انسان کا جسم اسکو کیری نہیں کر پاتا۔کیپسولز کی شکل میں کھلائی جائے تو وہ فوراً ری ایکٹ کر جاتی ہے۔اس طرح ہمیں ایک ایسے انسان کی تلاش تھی جو کہ اس ڈرگ کے ساتھ موزوں ہو۔تم پر بہت پہلے سے نظر پڑ گئی تھی ہماری۔۔پھر ہمیں پتہ چلا کہ تم فلسطین جا رہے ہو۔۔وہاں سے ایک آرڈر تھا ہمارا تو سوچا کیوں نہ تجربہ کیا جائے۔''وہ ایسے بتا رہا تھا جیسے کہ اسکے لئے یہ کسی موبائل ایپلیکیشن کا تجربہ ہو۔کسی ویبسائٹ کا ٹیسٹ ہو۔اس کی باتوں سے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کسی جیتے جاگتے انسان کے بارے میں بات کر رہا ہو۔۔شاید اسکے لئے انسان کوئی آن لائن ایپلیکیشن کسی ویبسائٹ سے بھی کم حیثیت رکھتے تھے۔

''کک۔کیا کہنا چاہتے ہو تم لوگ۔''سنان نے خالی خالی نگاہوں سے حسن کو دیکھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ تمہارا دم نکالا گیا ہے؟''حسن نے محظوظ ہوتے ہوئے سوال کیا تو سنان نے الجھ کر دیکھا۔

''تو۔کیا نہیں نکالا گیا؟''سنان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنی حالت پر ماتم کرے یا پھر اپنے اندیشوں کے غلط ہونے پر جشن منائے۔

''نہیں۔''

حسن کے لفظی جواب نے سنان کے دل کے ہر کونے میں سکون بھر دیا تھا۔اس کی زبان سے بے اختیار تشکر ادا ہوا تھا۔اگلے ہی پل اسکو اپنی حالت کا اندازہ ہوا۔

''تو پھر؟ کیا کیا تم لوگوں نے؟''وہ کبھی حسن کو دیکھتا تو کبھی اسکے پیچھے کھڑے مغیث کو۔

''اتنے کم عقل کیوں ہو تم؟ بتایا تو ہے کہ تمہاری بڈی ایک بہترین کیریئر ہے۔۔جس کے ذریعے ہم مال سپلائی کرتے ہیں۔''حسن کے لہجے میں بے زاری سی تھی۔

''خیر۔!!مدعے پر آتے ہیں۔''حسن نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور قدرے سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔سنان الجھا ہوا تھا۔

''تم نے ابھی ابھی دیکھا کہ تمہارا خاندان کس قدر خوش ہے۔۔وہ لوگ اس عالیشان محل میں رہتے ہیں۔۔وہ محل انکا ہے۔۔وہ گاڑیاں انکی ہیں۔۔وہ لائف سٹائل انکا ہے۔۔ایک شرط پر۔''

''شش۔شرط؟ کیسی شرط؟''سنان کا حلق خشک ہوا۔۔وہ آخر کہاں پھنس گیا تھا۔

''تم ہمارے لئے کام کرو گے۔۔تم آج سے اندھے گونگے اور بہرے ہو۔۔جو ہم دکھائیں گے وہ تم دیکھو گے، جو ہم سنیں گے وہ تم سناؤ گے اور جو ہم کہیں گے وہ تم بولو۔۔اسکے علاوہ نہ تو تم دیکھو گے، نہ سنو گے اور نہ ہی بولو گے۔''حسن نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے سنان کے وجود پر سکتہ طاری کر دی تھی۔

''اگر میں نہ مانوں تو؟''سنان نے لہجہ مضبوط رکھنا چاہا وہ مرعوب ہو چکا تھا۔مقابل کی سیاہ تیز آنکھوں نے اسکو مرعوب کر دیا تھا۔

''تو سادہ سی بات ہے۔۔یہ جو تمہارا خاندان اس محل کے اندر رہے۔۔وہ اسی محل کے نیچے دب جائے گا۔۔یہی محل انکا قبرستان بن جائے گا۔''وہ بے حد نارمل انداز میں کہتا کندھے اچکا گیا۔

سنان کی آنکھیں ابل پڑیں۔۔وہ اتنی سفاکی سے یہ کہہ رہا تھا کہ سنان کو اپنے دل کی دھڑکن بند ہوتی سنائی دی۔

''تم۔تم لوگ۔ایسا کیسے کر سکتے ہو؟''سنان کے حلق کے بمشکل الفاظ نکلے تھے۔مقابل کے سکون میں رتی بھر فرق نہ آیا تھا۔

''تمہاری بہن اچھے سکول میں جائے گی۔۔بھائی اچھی یونیورسٹی جائے گا۔۔ماں کے اردگرد زمین ہوں گے۔۔وہ لوگ ساری عمر عیش کریں گے۔۔''کہتے

ہوئے وہ ایک لمحے کو رکا۔اور سنان کے تاثرات دیکھے۔'' تم امیر نہیں ہو گے۔''

ہر لمحے سنان کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔

''بصورت دیگر۔!!'' کہتے ہوئے اس نے ایک سگریٹ نکال کر لبوں سے لگایا۔مغیث نے لائٹر جلا کر سامنے کیا۔سگریٹ کا کش لیتے ہوئے اس نے دھواں فضا میں چھوڑا۔۔سنان کھانسنے لگا تو حسن نے جلدی سے سگریٹ بجھا دیا۔

''تمہاری صحت ہمارے لئے اہم ہے۔''اس نے ایش ٹرے میں سگریٹ مسلا دیا تو سنان نے اچنبھے سے دیکھا۔۔وہ شخص اسکو پل پل حیران کر رہا تھا۔

''تو۔کیا کہہ رہا تھا میں۔ہاں۔اگر تم ہماری بات نہیں مانو تو۔تم یہاں مرجاؤ گے کچھ ہی منٹوں میں۔''سنان کو لگا کہ اسکی دنیا بس اسی شخص تک محدود ہو چکی ہے۔۔وہ اپنے اردگرد سے بے گانہ ہو چکا تھا۔وہ شخص اسکو کنٹرول کر رہا تھا۔۔سنان کو اپنا آپ بندھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''تمہارا خاندان پہلے تمہاری موت کا ماتم منائے گا۔۔پھر اگلے دن وہ لوگ بھی اس زمین کے اندر غرق ہو جائے گے۔۔اور اس طرح تم اور تمہارا خاندان ضائع ہو جاؤ گے۔''اس نے افسوس سے کہا تھا۔

''مجھے واقعی افسوس ہو گا۔۔کام کی چیزیں ضائع ہوتے ہوئے دیکھنا تھوڑا مشکل ہوتا ہے میرے لئے پر کیا کرتا ہیں۔۔جو میرے حکم کے تابع نہ ہو۔۔پھر وہ زندہ تو نہیں رہ سکتا نا۔''اس نے تاسف سے بھرپور لہجے میں کہا کہ کوئی اور اسکو دیکھتا تو اس سے ہمدردی جیسا کچھ کر بیٹھتا۔

''تو۔۔فیصلہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔''وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

سنان اپنی جگہ مجسمہ بن چکا تھا۔ایک طرف موت تھی تو دوسری جانب بھی موت ہی تھی۔اسکو موت اور موت کے بیچ کسی ایک کو چننا تھا۔ایسی صورت میں وہ اپنے خاندان کے لئے مرجاتا۔وہ اور اسکا خاندان زندہ رہتے۔۔دوسری صورت میں وہ مرجاتا اور اسکا خاندان بھی تباہ ہو جاتا۔۔ایک طرف کنواں تھا تو دوسری جانب کھائی۔

''مغیث اسکو کام سمجھا دینا۔''سنان کے تاثرات سے حسن کو اسکے فیصلے کا اندازہ ہو چکا تھا۔

''آج سے تم ایک سالہ،یہ فلسطینی لڑکے ہو۔۔جو کہ بے سہارا ہے اور فٹ پاتھ پر رہتا ہے۔۔یہ درکھنا کہ تم یہ ہو۔۔اس کا مطلب ہے کہ تم تنہائی میں بھی یہ ہو اور بھیڑ میں بھی یہ ہو۔۔تمہیں کوئی دیکھے یہ نہ دیکھے تم یہ ہو۔تم خود کو یہ ظاہر نہیں کرو گے بلکہ قبول کرو گے کہ تم یہ ہو۔''مغیث اگلے دن اسکو سمجھا رہا تھا۔

''اور اگر میں ایسا نہ کروں؟''

''تو پھر تمہاری آنکھیں نکال کر اس بات کو حقیقت بنا دیا جائے گا۔''وہ کندھے اچکا کر بولا۔''اس سے ہمارا کام تھوڑا مشکل ہو جائے گا۔''

''یہ کیوں کرنا ہے؟''سنان کی آواز رندھ گئی۔

''تم آئی ڈی ایف کو جانتے ہو؟''

''اسرائیل ڈیفینس فورس۔''سنان نے فوراً جواب دیا۔

''ہاں۔۔ان لوگوں کی آنکھوں میں بھی سینسرز ہیں۔۔وہ لوگ کسی ایک آدمی کو دیکھ لیں تو پھر وہ اسکو لاکھوں کی بھیڑ میں بھی پہچان لیتے ہیں۔اس لئے انہیں دھوکہ دینا آسان نہیں۔۔تم اس لئے ایک بے ضرر یہ اور کمزور فلسطینی لڑکے ہو۔۔جو نہ کسی کو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

'' تم لوگ یہ کام فلسطین میں کیوں کر رہے ہو؟''سنان بھی طرح جھنجھلایا۔

''ویل۔!! یہ کام صرف فلسطین میں نہیں ہوتا۔۔سمجھ لو کہ ساری دنیا میں ہی ہمارا کام چل رہا ہے۔۔تم تو بس ایک ہو۔۔تمہارے جیسے درجنوں اور ہیں۔''

سنان پہ حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

''اب باقی کا کام تمہیں تفصیل سے سمجھا دیا جائے گا۔۔تم ابھی آرام کرو۔''مغیث سنان کا کندھا تھپک کر وہاں سے گیا۔۔سنان جو کہ صوفے پہ بیٹھا تھا وہیں ڈھے سا گیا۔

ماضی کی کرچیاں آنکھوں میں چبھ رہی تھیں۔سنان نے دفعتاً رخ موڑ کر دیکھا تو ننھی سلوئی سو رہی تھی۔وہ پھیکا سا مسکرایا اور دوبارہ سیدھا ہو کر پہ لیٹ گیا۔

''اس دن۔تم غائب ہوئی تھی۔۔میں نے پہلی بار اپنی بے بسی کا استعمال کیا تھا۔۔اگر میں تمہیں کھو دیتا تو شاید میں واحد خوشی کو کھو دیتا۔۔شکر ہے کہ تم مجھے مل گئی۔''سنان مسکرا دیا۔

اس دن وہ سلوئی کو ڈھونڈتا ہوا مارا مارا پھر رہا تھا۔۔پھر اچانک اسکو اپنے عقب سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔سلوئی یقیناً اسکے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔۔سنان نے ہلکی سی گردن موڑ کر دیکھا تو وہ اسکے پیچھے ہی کھڑی تھی۔اس نے فوراً اپنا رخ موڑا اور اللہ سے معافی کا طلبگار دعا کرنے لگا۔

وہ دوبارہ بے بس سنان بن گیا تھا۔کیونکہ وہ اس پری کے سامنے اپنا راز نہیں کھولنا چاہتا تھا۔ورنہ اس سے پہلے تو وہ اپنے لئے بھی اپنی آنکھیں استعمال نہیں کرتا تھا۔

آج ابیہم کے پورشن میں اشتہا انگیز مہک پھیلی ہوئی تھی۔۔آج سارے لوگ اسی کے پورشن میں موجود تھے۔۔وہ سارے لوگ اسکے چھوٹے سے لاؤنج میں بیٹھے کھانا پکنے کا انتظار کر رہے تھے۔

کچن میں وہ اپرن پہنے کسی ماہر شیف کی طرح کھانا بنانے میں مصروف تھا۔جبکہ اسکا ہاتھ بٹانے کے لئے قوت اور مرجان کے علاوہ صفا بھی تھی۔

''۔۔!!میں نے تو تن دھو دیئے ہیں۔''مرجان سنک کے پاس رکھے چھوٹے سے اسٹول پہ کھڑا تھا۔ہمیشہ کی طرح ابیہم نے اس سے تو تن دھلوائے تھے۔آج زلیخا اماں کو بھی چھٹی دے دی گئی تھی وہ بھی آج ابیہم کی مہمان تھیں۔

جبکہ قوت کھڑا کسی سوئیٹ ڈش کے لئے کچھ ڈرائے فروٹس کاٹ رہا تھا۔جو کہ بار بار کٹنگ بورڈ سے پھسل جاتے تھے۔وہ سخت جھنجھلایا ہوا آیا تھا۔

''لاؤ میں کر دیتی ہوں۔''صفا نے قوت کے ہاتھ سے چھری پکڑ لی۔

''میں کر لوں گا۔''قوت شرمندہ ہوا کیونکہ وہ پچھلے پندرہ منٹ میں بس چار بادام ہی کاٹ پایا تھا۔

''تمہیں لگ جائے گی۔''صفا نے اس کو روک دیا۔''ایسا کرو۔تم کچھ فروٹس کاٹ دو۔''صفا نے اسکی شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اسکو قدرے آسان کام دیا تھا۔۔قوت خوشی خوشی فریج سے فروٹس نکالنے لگا۔

مرجان اسٹول سے اترا اور اپنے ہاتھ صاف کرتا ہوا ابیہم کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔اس نے ایڑھیاں اٹھا کر ٹرالی میں جھانکنا چاہا۔ابیہم نے چمچ ہلاتے ہوئے اسکو مڑ کر دیکھا۔

''کتنا ٹائم ہے؟''مرجان بے تاب سا تھا۔

''بھوک لگی ہے؟''ابیہم نے مصروف سے انداز میں پوچھا تو مرجان نے ایک مڑ کر گلاس وال سے آتے لاؤنج کے منظر کو دیکھا جہاں آیت جواد تیوں کے ساتھ بیٹھی پاؤں جھلا رہی تھی۔۔وہ اسکو یہاں آئے تھے ابیہم نے اصرار کیا تھا کہ وہ لوگ کھانا کھا کر جائیں۔

''ہاں۔۔لگتا ہے بھوک لگی ہے۔''مرجان نے مڑ کر کہا تو ابیہم آنکھیں سکیڑ کر اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کس کو؟''اس نے تیکھی سی نگاہ مرجان پہ ڈالی۔

''ممم۔ہم سب کو۔''مرجان نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔۔ابیہم نے ابرو سکیڑے۔

''کم آن۔۔شک نہیں کرنا چاہیے وہ بھی بچوں پہ۔''مرجان نے ابیہم کو باور کروایا تو اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔۔اسکی اولاد اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھی۔۔خاص کر مرجان۔

''اگر تمہارا کام ہو گیا ہے تو تم جا کر بیٹھو باہر جا کر۔۔آیت بھی اکیلی بور ہو رہی ہو گی۔''صفا نے مرجان کو دیکھا جو کہ اب ایڑھیاں اٹھا کر ابیہم کی ڈش دیکھ رہا تھا۔۔اسکے کہنے پہ مرجان نے گردن موڑ کر دیکھا۔

''اور آپ نہیں بور ہوں گی میرے بناء؟'' اس نے سیاہ آنکھیں مٹکا ۔۔صفا کے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو ۔

ا. اہیم نے مڑ کر اس ادا کا رکو دیکھا۔

''وہ کیوں ہونے لگی بور؟ اسکے پ س ہم لوگ ہیں· ں۔'' ا. اہیم نے اچھے خاصے ا· ازمیں جتا یا تھا۔

''کم آن ۔۔دو بور· لوگ مل کر تیسرے کو مز یا بور کر دیں گے۔'' مرجان نے ا. اہیم اور ی قوت پ . ری . ری نگاہ ڈالی ۔۔ان دونوں کا منہ کھل ۔

''رکو ۔۔تمہیں میں بتا· ہوں۔'' ا. اہیم نے چمچ اٹھا ۔۔صفا نے آگے ٹ ھ کر مرجان کو خود میں چھپا لیا۔۔کچن میں صفا اور مرجان کی ہنسی گونج رہی تھی۔ ی قوت بھی ہنس د ۔جبکہ ا. اہیم جبڑے بھینچے کھڑا تھا۔جس کی ابھی مرجان کے ہاتھوں· زہ· زہ ہوئی تھی۔

ا قہقہے کچن سے لاؤنج میں گئے تو منال نے مڑ کر دیکھا اور مسکرا دیں۔جبکہ آ ۔ نے بھی اس جا· . دیکھا۔۔اوپن کچن ہی تھا۔بس معمولی سی آڑ سی تھی۔۔ا ی شیلف تھی جو لاؤنج اور کچن میں رکاوٹ تھی۔اسکے علاوہ ا ی لکڑی کی پ رٹیشن وال بھی تھی۔ اسکے . وجود کچن سے لاؤنج اور لاؤنج سے کچن کے مناظر دیکھے جا · تھے۔ آ ۔ مسکرا دی۔

''جاؤ تم بھی ا پ س چلی جاؤ۔'' منال نے آ ۔ کو اس جا· . دیکھتے ہوئے پ تو فوراً کہا تھا۔آ ۔ کی نیلی آنکھیں خوشی سے چمکی تھیں۔

''کیا میں چلی جاؤں؟'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اب جواد· سے اجازت ما· رہی تھی۔

''ہاں۔جاؤ۔'' انھوں نے اجازت دی تو وہ بھی کچن میں آ گئی۔صفا نے کام کرتے ہوئے اسکو دیکھا تو مسکرا د ۔

''آ جاؤ آ ۔ ۔!! کچھ چاہیے؟'' اس نے خوش دلی سے پوچھا تو آ ۔ نے فوراً میں سر ہلا د ۔

''میں نے کہا تھا· ں کہ اب بھوک لگ رہی ہوگی۔'' مرجان ب· ا ی۔

''میں . سن رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے پ س کھڑے مرجان کی جا· . دیکھے بناء ہی کہا تھا۔

''ہاں تو ۔۔مہمانوں کو بھوک لگی ہے ۔۔اور کتنا ٹ ئم لگے گا؟'' مرجان واقعی جھنجلا یا ہوا تھا۔

''تمہیں کس . ت کی جلدی ہے؟'' ا. اہیم اسکے اس طرح اصرار کرنے پ اب بے زار ہوا تھا۔آ ۔ سست قدم اٹھاتی ہوئی صفا کے پ س آئی ۔۔صفا نے آ ۔ کو اٹھا کر کاؤنٹر پ بٹھا د ۔اور فریج سے ا ی آئس کریم . نکال کر د ۔جس کو آ ۔ نے کچھ جھجکتے ہوئے پکڑ لیا۔

''پھر کھا· نہیں کھا یا جائے گا۔'' مرجان نے کن ا ۔ ں سے آ ۔ کو دیکھا جو کہ اب مزے سے وہ چاکلیٹ آئس کریم . رکھا رہی تھی۔

''اٹس او کے مرجان ۔۔وہ کھا لے گی کھا· ۔'' اب کی . ری قوت بولا تھا۔۔وہ اپنی فروٹس والی ٹ ے اٹھا کر آ ۔ کے پ س ہی جا کر کھڑا ہو · تھا۔

مرجان کو اب سخت کوفت ہوئی تھی ۔۔صفا نے ڈرائے فروٹس کاٹ کا ا. اہیم کے حوالے کئے ۔۔اور مڑ کر مرجان کو دیکھا۔۔وہ جھکی اور مرجان کے گال کھینچے۔

''کیا ہو · ہے؟ کس . ت پ ٹ ے ہوئے ہو؟''

مرجان نے ا ی گہری سانس لی۔صفا اسکے جواب کی منتظر تھی۔

''کھا· جلدی بنے گا تو ہم لوگ· نو کے گھر جا سکیں گے· ں ۔۔ مجھے زر یب بھائی کے ساتھ انجوائے کر· تھا۔'' اس نے آ · کار اپنی الجھن بتائی تو صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔۔ا. اہیم نے ٹ ھ کر مرجان کو گھورا۔

''ہاں بس ۔۔کھا· کھا لیں پھر ہم چلتے ہیں ۔۔ت . ۔ تم تینوں کوئی موو ی دیکھ لو۔'' صفا نے . ری . ری ان تینوں کو دیکھا۔

''ہاں چلو آ ۔ میں تمہیں اپنی نیو بکس کولیکیشن دکھا· ہوں۔'' ی قوت نے فروٹس ا. اہیم کے حوالے کرتے ہوئے کہا تو آ ۔ نے اثبات میں سر ہلا ۔

''بور· ہ ۔'' مرجان نے· ک پ ھائی۔

صفا نے آ ۔ کو نیچے ا· را ۔۔وہ تینوں وہاں سے چلے گئے.....جبکہ مرجان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کام ختم ہو اور وہ لوگ· نو کے گھر جا ۔

''کتنا کام رہتا ہے؟'' صفا. اہیم کے پ س آ کر کھڑی ہوئی۔

''بس سمجھو ہو گیا۔'' وہ اب کھانے پر لگا رہا تھا۔

''میں نے سلاد اور رائتہ تیار کر دیا ہے۔ سویٹ ڈش بھی ریڈی ہے۔'' صفا نے ابیہم کی جانب دیکھ کر کہا۔ ابیہم اپنے کام میں مصروف آنکھ تھا۔ اسکا رخ آرہا تھا۔ صفا کچھ ثانیے اسکو دیکھے گئی۔

'' لگانے کا ارادہ ہے؟'' وہ اسی طرح مصروف سے انداز میں بنا اسکی جانب دیکھے بڑبڑایا تو صفا نے ہربڑا کر نگاہ پھیر لی۔ وہ مسکراہٹ ضبط کر گیا۔

''دیکھ لو۔ کوئی نہیں روک رہا۔'' وہ اب اسکے سامنے سے پلیٹ زور پٹخ کھڑا تھا۔ صفا کو پلیٹ کے لئے جگہ نہیں مل رہی تھی۔

''میں۔ میں تو۔ کھانا دیکھ رہی تھی۔''

''ہینڈسم شوہر کو چھوڑ کر تم یہ چاول اور سبزیاں دیکھ رہی ہو؟ زیادتی ہے بیگم۔'' وہ بے چارگی سجائے بولا تو صفا کے کان سرخ ہوئے۔

''مم۔ مجھے ریڈی ہونا ہے۔'' وہ پلٹنے لگی کہ ابیہم نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ اور اسکو جھٹکے سے کاؤنٹر پہ بٹھا دیا۔ کتنے ہی پل ریوا ہوئے تھے۔ دماغ میں یادوں کی ایک پوری فلم چل گئی تھی۔ صفا کا دل ایک پل کے لئے بند ہوا اور اگلے پل اتنی زور سے دھڑکا کہ اسکو اپنی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دی۔

اسکی دھڑکن کی آواز اتنی تیز تھی کہ ابیہم کو بھی محسوس ہوئی۔ اس نے فکرمندی سے صفا کا چہرہ دیکھا جو کہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

''ریلیکس۔!! اتنی سی بات پہ اتنا ری ایکٹ؟'' اس نے صفا کا سرخ پڑتا گال تھپتھپایا۔ وہ واقعی پریشان سا ہوا تھا۔ وہ لڑکی کبھی کبھی اسکو حد سے زیادہ نازک لگتی تھی اتنی کہ اسکو ڈر لاحق ہو جاتا تھا کہ کہیں ہاتھ لگانے سے بکھر نہ جائے۔ اور کبھی کبھی وہ اتنی سخت گیر ہو جاتی تھی کہ ابیہم جیسے مرد کو بکھیر دینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ وہ لڑکی اسکی سمجھ سے باہر تھی۔ ابیہم نے جھینپ کر سر جھٹکا۔

اس نے پاس پڑے بول سے سویٹ ڈش کا ایک چمچ نکالا اور صفا کی جانب بڑھایا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ٹیسٹ تو کرو۔'' ابیہم کے کہنے پہ صفا نے وہ چمچ کھا لیا۔

''کیسی بنی؟'' اس نے پوچھتے ہوئے چمچ میں باقی کی تھوڑی سی بچی ہوئی شیریں کھائی۔

''اچھی۔ اچھی بنی ہے۔'' وہ بمشکل بولی۔

''اتنی اچھی تو بنی ہے۔ اب تم اپنی ہار قبول نہیں کرنا چاہتی الگ بات ہے۔'' اس نے فخر سے کہتے ہوئے چمچ واپس رکھا۔

''لا۔ میں اسکو فریج میں رکھ دوں ورنہ اسکی کریم پگھل جائے گی۔'' صفا نے وہ میٹھا حلق سے نیچے اتارتے ہوئے مدد آفر کی۔

''میں رکھ دیتا ہوں۔'' شیریں کا بول جو کہ تھوڑی دیر پہلے ہی فریج سے نکالا تھا اس میں مزید کچھ میوہ جات شامل کرنے کے لیے اب وہ دوبارہ فریج میں رکھ رہا تھا۔ صفا نے کنکھیوں سے اسکو دیکھا اور چھلانگ لگا کر کچن سے بھاگ گئی۔ ابیہم نے مڑ کر دیکھا تو ہنس دیا۔

''سعدیہ۔!!'' یجہ اسکو پکارتی ہوا اسکے کمرے میں آئی۔ سعدیہ ابھی کمرے میں دبکی ہوئی تھی۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ زیادہ دھوم دھام سے کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی اس گھر میں ٹوٹی ہوئی قیامت کی تباہ حالیوں کے نشان موجود تھے۔ پھر بھی انھوں نے تھوڑی بہت رسمیں کر لی تھیں۔ آخر سعدیہ نے بھی اس خاندان کی امانت کی تھی وہ لوگ اسکی خوشیوں پہ یوں ڈاکہ نہیں ڈال سکتے تھے۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟''

''ہو جاؤں گی۔'' وہ بے دلی سے آ کر اپنے ڈریسنگ مرر کے سامنے بیٹھی۔ بیڈ پہ کپڑے اور جیولری ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔

''کیا ہوا ہے؟ کیا کوئی چیز پسند نہیں آئی؟'' یجہ اب پریشان سی ہو کر اسکے پاس آئی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' سعدیہ فوراً بولی تھی۔

''تو ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئی تم؟؟''

''صفا . ۔ آئے گی۔'' سعدیہ نے سر جھکائے کہا تو ' یجہ نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''کہہ تو رہی تھی کہ آئے گی۔۔ تم انتظار مت کرو۔'' وہ کہتے ہوئے اداس سی ہو گئیں۔

''کیوں؟ کیوں نہ کروں انتظار؟'' سعدیہ کے دل میں ہول اٹھا۔

''ا. اہیم کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔۔عین وقت پ جائے تو وہ کیا ہی کر سکتی ہے۔'' انکا لہجہ بھیگ سا َ تھا۔

''وہ ایسا نہیں ہے۔'' سعدیہ نے ' یجہ کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔

''اس سے کسی بھی چیز کی توقع کی جا سکتی ہے۔۔وہ کیسا ہے کیسا نہیں۔۔اسکا ا ازہ بخوبی ہو چکا ہے۔۔وہ پہلے بہت اچھا ہوتا تھا۔۔فرمانبردار سا پ ھائی کرنے والا۔۔اپنے ماں. پ کی فکر کرنے والا۔۔ ۔۔ سجل کے جانے کے بعد جس شخص کو ہم نے دیکھا ہے ' ں۔وہ ا. اہیم نہیں تھا۔۔وہ تو کوئی اور ہی تھا۔۔جس کے سر پ ہر وقت خون سوار رہتا تھا۔۔وہ ا. اہیم جس نے کبھی پ ٹ ی کا بچہ نہیں مارا تھا اس نے زاو ر کے ساتھ جو کیا۔'' ' یجہ نے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکی د ئی تھی۔

'' اب تو وہ . ل َ ی ہے ' ں۔'' سعدیہ نے ا تسلی دینا چاہی۔۔

''نہیں معلوم۔۔اس شخص سے کچھ بھی بعید نہیں۔''

''کیوں میرے شوہر کے خلاف قصیدے پ ڑھے جا رہے ہیں؟'' ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو صفا دروازے میں کھڑی تھی۔اسکے ساتھ ی قوت اور مرجان بھی تھے۔۔البتہ دینا نہیں تھی۔

''صفا۔!! آ گئی تم؟'' سعدیہ ا ی ' ۔ ۔ میں اس۔ پہنچی تھی اور اسکے گلے لگی۔۔اسکی واحد سہیلی اسکے پ س پہنچ گئی تھی۔۔ا عمروں میں کافی فرق تھا پھر بھی وہ دونوں بہت اچھی ں تھیں۔

صفا نے سعدیہ کا کندھا ت پ ۔

''کیوں آپ لوگوں کو کیا لگتا تھا کہ میں نہیں آؤں گی؟'' صفا نے خفگی سے ' یجہ کو دیکھا جو کہ نم آنکھوں سے اسی کو دیکھ رہی تھیں۔صفا آگے ب ھی اور ان سے ملی۔۔ سعدیہ نے ی قوت اور مرجان سے ہاتھ ی۔

''آپ. ا ٹ ہیں لگ نہیں رہیں۔'' مرجان نے سعدیہ کو غور سے دیکھا تھا۔جبکہ اسکی. ت پ وہ . ہنس دی تھیں۔

''کوئی. ت نہیں اب تم لوگوں کی ماما آ گئی ہے ' ں۔۔بنا دے گی مجھے. ا ٹ ۔'' سعدیہ نے مرجان کا گال کھینچا۔

''وہ میری پ یٹی لیڈی ہیں۔'' مرجان نے اسکی تصحیح کی تو صفا کی مسکان پھیکی پ گئی۔

''چلو۔آؤ تم لوگ زر ب پوچھ رہا تھا تمہارا۔'' ' یجہ نے مرجان اور ی قوت کا ہاتھ پکڑا۔اور ان دونوں کو لے گئیں۔

''کیا زر ب بھائی آ گئے؟ اور تم ابھی۔ تیار نہیں ہو ؟'' صفا نے سعدیہ کی حا ۔ دیکھ کر ماتھا پ ٹ ا تھا۔

''ہاں۔۔وہ لوگ تھوڑی د ۔ پہلے ہی آئے ہیں۔'' سعدیہ کے چہرے سے گلال ٹپک رہا تھا۔صفا نے اسکو مز ۔ چھیڑتے ہوئے کہنی ماری۔''تم مجھے بتاؤ کہ اتنی د ۔ کیوں لگائی؟ اور کیا بس تم لوگ ہی آئے ہو؟'' سعدیہ نے موضوع. لا۔

''ہاں۔۔د ۔ اس لئے ہوئی کہ آج کچھ مہمان آ گئے تھے۔۔اور دوسری. ت کا بھی یہی جواب ہے کہ ہاں۔۔بس ہم لوگ ہی آئے ہیں۔'' اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے سعدیہ کو ڈر یسنگ مرر کے سامنے بٹھا ۔

''کیا ا. اہیم بھی نہیں آ ۔؟'' سعدیہ نے ڈر یسنگ مرر میں اسکی جا . دیکھ کر سوال کیا۔

''وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔اب ی ' آ گے۔''

''کیا مطلب ہے؟ تم لوگ یہاں رات نہیں رکنے والے؟'' سعدیہ کو صدمہ لگا تھا۔۔صفا نے میں سر ہلا ۔ ''یہ تو بہت غلط. ت ہے۔ا ی تو اتنی لیٹ آئی ہو۔۔اور اب واپس جانے کی. تیں کر رہی ہو۔'' سعدیہ روہا ہوئی۔

صفا نے جھک کر اسکے گلے میں بانہیں حمائل کیں۔

''کوئی بات نہیں۔۔صبح آجاؤں گی ناں۔''

''اچھا۔!!یہ کہو کہ میاں جی کہ بناء اب دل نہیں لگتا۔''سعدیہ نے صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔

''ایسی بھی بات نہیں ہے۔''صفا فوراً پیچھے ہٹی۔''تم چلو اٹھو۔چینج کرو۔کہ جلدی سے تیار کردوں میں تمہیں۔''وہ بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔اور اسکا جوڑا اٹھا کر دیکھنے لگی۔

رات گہری ہو رہی تھی۔قبرستان میں اس وقت کسی کی مدھم مدھم سی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔دور گورگن ایک لالٹین لئے بیٹھا تھا۔اسکے پاس ہی کچھ فاصلے پہ ایک گاڑی کھڑی تھی۔

ایک قبر کے سرہانے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔وہ بار بار قبر پہ لگی اس نام والی تختی پہ ہاتھ پھیرتا اور پھر کچھ پڑھتا۔اور پھر وہ دعا کرتا۔یوں ہی دعا کا سلسلہ جاری رہا۔

پھر اچانک وہاں سناٹا چھا گیا۔کچھ ثانیے خاموشی سی چھائی رہی۔

''زاویار۔!!کیا تم میری بے بسی دیکھ رہے ہو؟''وہ ایک مردانہ آواز تھی۔ایک بے بس لاچار بچے کی آواز تھی۔

''میری بے بسی دیکھو کہ میں رات کے اس پہر دنیا سے چھپ کر تمہاری قبر پہ تمہاری مغفرت کی دعا کر رہا ہوں۔پتہ ہے کیوں؟''انھوں نے ایک بار پھر سے تختی پہ ہاتھ پھیرا۔

''کیونکہ دن کا اجالا تم پہ لعنت بھیجتا ہے۔''یہ بات کہتے ہوئے انکا چہرہ پسینے سے تر تھا۔انکا بوڑھے ہاتھوں میں لرزش تھی۔انکی آواز میں بھی لرزش تھی۔

''جو کہ اور ہر رات کی تاریکی میں کئے جاتے ہیں زاویار،پھر ان پہ دن کا اجالا لعنت کرتا ہے۔''وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے تھے۔

''میں اپنے رب سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔میں تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا۔میرا دل تمہارے لئے تڑپتا رہے گا زاویار۔''ایک بوڑھی آواز میں بے حد لرزش تھی۔اتنی کہ اس تاریک اور سنسان قبرستان میں ایک وحشت سی طاری ہوگئی تھی۔

وہ کچھ دیر بیٹھے رہے۔پھر اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔گورگن لالٹین اٹھائے پاس آیا۔

''شاہ جی۔!!آپ ٹھیک ہیں؟''اس نے پیشانی سے ایک پسینہ دیکھا تھا۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔''انھوں نے اپنی جیب سے ایک پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر گورگن کو دیا۔

''نہیں شاہ جی۔!!اسکی ضرورت نہیں ہے۔''گورگن کا دل ٹکڑوں میں تقسیم ہوا تھا۔ایک باپ کی بے بسی دیکھ کر اسکا دل بجھ چکا تھا۔

''اپنے بچوں کو اچھا کھانا کھلا دینا۔۔اور۔''کہتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے خاموش ہوئے۔انھوں نے بھینچ کر ضبط پیا۔آنسو ہنوز چہرے کو بھگو رہے تھے۔''اور ان سے کہنا کہ میرے گناہگار بیٹے کی مغفرت کی دعا کریں۔''وہ گورگن کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر آگے بڑھ گئے۔وہاں مزید رکنا انکے لئے موت سے کم نہ تھا۔ڈرائیور نے گاڑی دی تو گورگن نے مڑ کر تاسف سے دیکھا۔

''ہائے ری قسمت۔!!''اس کے دل سے بس یہی الفاظ نکلے تھے۔اس نے لاکھ مضبوط کی۔اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتا ایک اور گاڑی روڈ پہ آکر رکی۔۔وہ وہیں جم گیا۔

گاڑی سے سفیان گورسی نکلے تھے۔۔انکو دیکھ کر گورگن کے دل میں ایک اور ٹیس اٹھی تھی۔۔یہ قبرستان بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں ناں۔یہاں ظالم اور مظلوم ایک ہی قطار میں مدفن ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ ظالم کے لئے مغفرت طلب کرنے آتے ہیں تو کچھ مظلوم کے لئے رحمت مانگنے آتے ہیں۔۔اس دنیا سے جانے کے بعد ہر روح ہی معتبر ہو جاتی ہے۔۔پھر بھلے اس نے کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔

وہ ایک گورگن پہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔۔راستے میں زاویر کی قبر پہ ایک پھولوں کا گلدستہ پڑا تھا۔۔وہ ایک پل کے لئے ٹھٹھکی۔انھوں نے وہ گلدستہ اٹھایا۔۔اور دوسرا اچھال دیا۔۔ایک تنفر بھری نگاہ اس قبر پہ ڈالی اور آگے بڑھ گئے۔

سامنے ہی لالٹین کی مدھم مدھم سی روشنی میں قطبے کی تحریر واضح ہوئی۔

سجل گورسی والد سفیان گورسی۔!!

وہ اس قبر کے سرہانے ڈھے سے گئے۔

اب ایک لمبی رات تھی اور باپ بیٹی کی ایک طویل ملاقات تھی۔۔جس ملاقات کا ضامن بس خدا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو آیت جو کہ اپنے بیڈ پہ بیٹھی اپنے پیسے گن رہی تھی چونک کر دیکھنے لگی۔۔سامنے میرال شدید غصے میں بپھرا زوہیب کھڑی تھی۔آیت نے ایک گہری سانس لی اور اپنے پیسے واپس بیگ میں رکھ دیئے۔اسکا آج کا دن اچھا خاصا رہا تھا۔ فرار بس اتنا ہی ہوتا ہے۔آخر کار حقیقت کے کنویں میں گر ہی پڑتا ہے۔اور اب فرار کی راہیں بند تھیں۔اب سامنے حقیقت تھی۔

میرال چلتی ہوئی آئی اور آتے آیت کا بازو زور سے جھٹکا۔۔آیت کراہ کر رہ گئی۔

''آہہہہ۔چھوڑو میرال۔''اس نے مزاحمت کی۔

''کیوں؟ درد ہو رہا ہے نا۔؟''میرال نے ایک جھٹکا دیا۔آیت کی آنکھیں خشک تھیں۔وہ بس ضبط کر رہی تھی۔اسکے جبڑے باہم پیوست ہو چکے تھے۔

''میرال۔پلیز۔لیومی۔''آیت نے پوری قوت سے اپنا بازو چھڑوانا چاہا۔ حلق میں اٹکے آنسوؤں نے اس سے اسکی طاقت چھین لی تھی۔وہ اپنا بازو نہ چھڑوا سکی۔

''یونو واٹ۔!!یو آر سچ اے اٹینشن سیکر۔''میرال نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔آیت بس اپنا بازو چھڑوانے کی مزاحمت کرتی رہی۔

''درد ہو رہا ہے؟ مجھے بھی ہوا تھا۔۔تم میرے کے ساتھ گئی تھی۔۔سارا دن تم نے ہر عیاشی کی۔۔اور میں یہاں پورا دن گھر میں بور ہوتی رہی۔''وہ تنے جبڑوں سے بولی تو آیت نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا۔

''میں بس اپنے ماما کی قبر پہ گئی تھی۔''وہ سسکی۔

''ہونہہ۔''میرال نے جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا۔

''جیسے میں جاتی ہی نہیں۔۔تمہیں ہر وقت میرے کی اٹینشن چاہیے ہوتی ہے۔تمہارے اپنے جو چلے گئے ہیں۔''وہ حقارت سے بولی تھی۔۔آیت کا ضبط جواب دے گیا۔۔اور نیلی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبتی چلی گئیں۔

''اور یہ۔''اس نے جھٹکے سے اس سے اسکا چھوٹا سا بیگ چھین لیا۔۔آیت نے بس میرال کی جانب دیکھا تھا۔''میں نے جو عیدی کہی تھی تم نے وہ نہیں مانگی۔۔اب تم بھی بھول جاؤ اپنی عیدی۔۔کیونکہ یہ اب میری ہوئی۔''میرال نے اسکا بیگ خالی کر کے اچھال دیا۔۔آیت نے اپنا خالی بیگ اٹھایا۔۔اور اسکی زپ بند کی۔

''اٹس اوکے میرال۔۔تم پیسے لے لو۔۔پلیز۔۔مجھے ہرٹ نہ کرو۔''وہ آنسو پونچھتی ہوئی سماجت کر رہی تھی۔

''ہرٹ؟ ابھی تو تمہیں ہرٹ کیا ہی نہیں میں نے۔۔ابھی دیکھنا کل ماموں لوگ آئیں گے میں ماموں سے شکایت لگاؤں گی۔اور سبحان کو بھی تمہارے ساتھ کھیلنے نہیں دوں گی۔۔اکیلی بیٹھی رہنا، پھر آئے گا مزہ۔''وہ اسکو پٹاتی ہوئی اپنے بیڈ پہ چھلانگ لگا کر بیٹھی اور پیسے گننے لگی۔۔آیت کے پیسے دیکھ کر میرال کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔وہ پانچ ہزار نہیں بلکہ پندرہ ہزار تھے۔

جبکہ دوسری جانب آیت کی سانس اٹک چکی تھی ماموں کا نام سنتے ہی۔۔آیت کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔۔یعنی کل کا دن بہت طویل ہونے والا تھا اسکے لئے۔

''آیت۔!!''میرال کی حیران سی آواز آئی۔۔آیت نے چہرہ رگڑتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔

''تم نے چوری کی ہے؟''وہ حیران و پریشان سی پوچھ رہی تھی۔

''نن۔نہیں تو۔نہیں میرال۔میں نے چوری نہیں کی۔'' آ۔ت کا پورا وجود پ پ اٹھا تھا۔

''تو پھر؟ یہ پیسے۔؟تمہیں تو۔۔نے بس پنج ہزار دیئے تھے۔۔یہ پندرہ ہزار ہیں۔'' میرال کی حیرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔۔آ۔ت نے جلدی سے ا۔ر پھر سے آنکھیں ر ڑ یں۔۔منظر واضح ہوا۔

''وہ۔۔مجھے یہ پیسے ی قوت کے۔۔نے دیئے تھے۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''ہو ہی نہیں سکتا۔۔میں یقین کر ہی نہیں سکتی۔''

''پلیز۔۔میرا یقین کرو۔'' آ۔ت نے ا۔ ہچکی لی۔''یہ پیسے ا۔ اہیم انکل نے دیئے تھے۔۔ ۔ لوگ وہیں پ تھے۔'' آ۔ت کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''کیا۔۔کو پتہ ہے؟'' میرال نے سوالیہ ا۔ ازمیں پوچھا۔

''ہاں۔ہاں۔ت ی جان کو پتہ ہے۔'' آ۔ت نے ا۔ سکون کی سانس لی۔۔ا۔ واحد امید ت ی جان ہی تھے۔

''فائن۔۔میں۔۔سے پوچھوں گی۔'' کہتے میرال نے مزے سے وہ پیسے اپنے بیگ میں رکھ لئے۔'' تم اب ان پیسوں کو بھول جاؤ۔''

'' جو پیسے ا۔ اہیم انکل نے دیئے۔۔وہ مجھے واپس کر دو۔۔پلیز۔'' آ۔ت نے ا۔ آ ی ٹوٹتی ہوئی امید سے کہا تھا۔

''نو۔۔تم نے مجھے دھوکہ دی۔۔آج قبرستان کا کہہ کر تم نے سارا دن ی قوت اور مرجان کے ساتھ اور ا فیملی کے ساتھ انجوائے کیا۔۔اور میں یہاں گھر میں بور ہوتی رہی۔'' وہ مزے سے آ۔ت کو اسکے۔ م کی سزا سناتے ہوئے پ ت لیٹ گئی۔۔آ۔ت اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

رات لمحہ لمحہ۔ت رہی تھی۔قریشی ہاؤس میں آج پھر سے خوشیاں ا ی تھیں۔سعدیہ اور زریب کو ا۔ ساتھ بٹھا کر رسم حنا ادا کی گئی۔مرجان اور ی قوت اس میں پیش پیش تھے۔ ۔ لوگ صفا کی آمد پ حیران تھے۔

بہت ساری چہ مگوئیاں بھی ہو کہ کیسے صفا اپنے بھائی کے قاتل کے ساتھ رہ رہی ہے؟ کیسے وہ اسکے بچوں کو لئے پھر رہی ہے۔اور تو اور قریشی خا ان نے ا۔ اہیم کو اتنی آسانی سے جانے دی۔۔لوگ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہے تھے جبکہ صفا اور بچے بس انجوائے کر رہے تھے۔

کیو لوگوں کو کوئی نہ کوئی تو پ چاہیے ہوتا ہے۔پھر آج صفا اور ا۔ اہیم ہی سہی۔

صفا رسم کی ادائیگی کے لئے آگے ب ھی تو ا۔ خاتون کی آواز آئی۔

''یہ لڑکی تو سبز قدم ہے۔۔اس سے رسم کرواؤ گے تم لوگ؟'' صفا کے مٹھائی کی ڑ ے کی جا۔ ب ھتے ہوئے ہاتھ وہیں رک گئے۔زریب کی آپ نے ا۔ زریب کو دیکھا۔۔ا آنکھوں میں خوف تھا۔۔زریب نے اشارے سے ا۔ زر ہنے کا کہا۔۔ وہ بہن تھیں۔۔انکا دل ڈوب ے۔۔

صفا نے ضبط سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔

''لگاؤ مہندی تم۔'' سعدیہ نے صفا کا ہاتھ پکڑا۔

''نہیں۔۔شا ی۔۔وہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔'' صفا نے ہاتھ پیچھے کھینچا۔مرجان اور ی قوت جو کہ اسکے دا ۔ جا۔ کھڑے تھے الجھ کر صفا کی جا۔ دیکھنے لگے۔

۔ یجہ مہمانوں کے پ کھڑی تھیں۔۔کسی لڑکی نے جا کر ا کان میں سرگوشی کی تو وہ اپنا دل تھام کر رہ گئیں۔۔اور جلدی سے اسٹیج کی جا۔ آ ۔

''صفا۔!! کیا ہوا؟'' انھوں نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''کچھ نہیں۔۔بچوں نے لگا دی مہندی، کافی ہے۔۔میرے ہاتھ گندے ہو جا گے۔'' اس نے مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور پلکوں پ ٹھہری نمی پیچھے ہی کہیں دھکیل دی۔

''لگاؤ تم مہندی۔'' ۔ یجہ نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ خاتون رخ پھیر گئیں جنھوں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا۔

''نہیں امی۔!! میں ٹھیک ہوں۔۔دیکھیں میں نے تو خود مہندی نہیں لگوائی۔۔مجھے اپنے ہاتھ صاف ہی اچھے لگتے ہیں۔''اس نے اپنی خالی ہتھیلیاں سامنے کیں تو
یجہ کا دل مزید ٹوٹا۔

''صفا۔!!تم بہن ہو میری۔۔لگاؤ مہندی۔''اب کی بار زریب بولا تھا۔۔سعدیہ نے نم آنکھوں سے زریب کو دیکھا۔۔اسکے دل میں زریب کا مقام کس حد تک بلند ہوا تھا یہ بس سعدیہ ہی جانتی تھی۔

''پہلے سہیلی اسکی وجہ سے بدھوئی۔۔پھر بھائی کو اسکے شوہر نے مار دیا۔۔اب اسکی وجہ سے آج سنبھل نہیں سکا۔۔اور اب یہ اپنی نحوست آگے بڑھانے جا رہی ہے۔''

وہ خاتون بدزبان نہیں آئی تھیں۔وہ جو بھی تھیں یجہ کے سسرال میں سے تھیں۔تبھی انکا خون ان کی بیٹی کا نہیں بلکہ خاندان کے مجرم بیٹے کا ہی دکھ دکھائی دے رہا تھا۔۔وہ شاید خیام قریشی کی کوئی بہن تھیں۔

''آپ۔!آپ عمر میں ہم سے بڑی ہیں۔۔معاف کریں آپکی سوچ بہت ہی چھوٹی ہے۔''یجہ تڑپ ہی تو گئیں تھیں۔۔اب وہاں سناٹا چھایا تھا۔۔سرگوشیاں ہونے لگی تھیں۔

''یجہ۔!!لگتا ہے بیٹی کی طرح تم نے بھی اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دیا ہے۔''وہ غصے سے بولیں تھیں۔

''معاف کرنا آپ۔۔زبان تو کنٹرول میں ہی تھی آپ لوگ رہنے نہیں دیتے۔''صفا نے اپنی ماں کی جانب نم آنکھوں سے دیکھا جو کہ اس بھرے مجمعے میں تن تنہا اپنی بیٹی کی ڈھال بنی ہوئی تھیں۔

مرجان نے گھبرا کر صفا کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔صفا نے جھک کر دیکھا۔۔اور مرجان کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''مرجان کی آواز میں فکر تھی۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔''صفا نم آنکھوں سے ہی مسکرا دی۔

''کیا آپکی ماما آپکے ساتھ ہیں۔۔ہے نا؟''مرجان نے سوال کیا۔صفا کو نہیں معلوم تھا کہ اس نے یہ سوال کیوں کیا۔صفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ بھی سکول میں آئی تھیں۔۔تو مجھے بھی اچھا لگا تھا۔''اس نے دوبارہ کہا تو صفا کو اسکی بات سمجھ آ گئی۔۔اسکا دل الگ ہی لے میں دھڑکا تھا۔یعنی مرجان کو آج ویسا ہی احساس ہوا تھا جیسا اسکو اس دن ہوا تھا اپنے ساتھ صفا کو کھڑے دیکھ کر۔

''آئی۔!پلیز۔''زریب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''زریب۔!!تم خاموش رہو۔''زریب کی آپی سامنے آتو وہ شل رہ گیا۔

''آپی آپ۔۔ایسا کیسے؟''

''وہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''انکا چہرہ ستا ہوا تھا۔۔صفا کے حلق میں شدید درد اٹھا تھا۔۔یجہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔''آپ لوگ ایسی معمولی سی بات پہ بحث نہ کریں۔۔صفا اگر مہندی نہیں لگائے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔اور مجھے بھی لگتا ہے کہ۔''

''آپی۔!!''زریب نے ٹوکا۔''آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں؟ جو کچھ بھی آج ہوا ہے اس میں صفا کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔آپ لوگوں کا دماغ ٹھیک ہے؟''زریب کا چہرہ ضبط سے لال ہو رہا تھا۔۔سعدیہ نے تڑپ کر صفا کی جانب دیکھا۔

عجیب ماحول سا بن گیا تھا۔۔اب زریب کی وجہ سے یجہ بھی خاموش ہو گئیں۔۔انھوں نے ایسی سہمی سی بیٹھی سعدیہ کو دیکھا۔

''امی۔!!مجھے تھوڑا کام ہے۔''صفا میں اب مزید ہمت نہیں بچی تھی۔۔وہ وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی جانب چلی گئی تھی۔یقوت اور مرجان نے ایک سخت سی نگاہ اس خاتون اور زریب کی آپی پہ ڈالی اور صفا کے پیچھے ہی چلے گئے۔

زریب سخت جھنجلایا ہوا تھا۔

''معاف کر. ٹ ۔۔ ہماری وجہ سے۔'' ' یجہ کے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

''نہیں۔۔آپ معافی نہ مانگیں پلیز۔'' زریب نے آگے .ٹھ کرا ہاتھ تھامے۔

''بس کرواب یہ ڈرامہ۔!! رسم شروع کرو۔'' وہ خاتون آگے .ٹھیں تو زریب سعدیہ نے سعدیہ کا ہاتھ تھام کر اسکو کھڑا کیا۔۔ . لوگوں کے منہ کھل گئے۔

''ا. رجاؤ۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''زریب۔!!'' آپی آگے .ٹھیں۔

''آپی۔!! پلیز۔! اَ صفا یہ رسم نہیں کرسکتی تو کسی اور کو بھی میں یہ حق نہیں دیتا۔'' اس نے کہتے ہوئے سعدیہ کو دو. رہ اشارہ کیا۔۔سعدیہ ا. سرشارسی نگاہ زریب پ ڈالتی اپنا دوپٹہ سنبھالتی وہاں سے چلی گئی۔

وہاں ا. عجیب تماشہ سا ہو چکا تھا۔۔ . لوگ ا. دوسرے کا منہ. رہے تھے۔۔آپی کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔

''چلیں یہاں سے۔'' وہ آگے .ٹھا اور آپی کو لئے وہاں سے ۔۔۔' یجہ وہیں ا. کرسی پ ڈھے سی گئیں۔۔وہ خاتون بھی منہ بسورے دوسرے کرسی پ بیٹھ گئیں۔

''بس؟ خوش ہو گئیں آپ۔؟ اس معصوم بچی کی خوشیوں کو آگ لگا کر؟'' ' یجہ غصے سے پھٹ پڑیں۔

''کیا ہو. ہے؟ ا. زمہ کے لئے اتنا کیوں ت. رہی ہو؟'' ا لہجے میں رتی. ا. فرق نہ آ. تھا۔۔' یجہ ا چھوٹی سوچ پ حیران رہ گئیں۔

''آپ۔!! اس نے. سوں ہمارے اتھ. ارے ہیں۔۔اتنی سی تھی. . اسکے ماں. پ اسکو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔ت. سے وہ اس خا. ان کی. متیں کر رہی ہے۔۔وہ کوئی زمہ نہیں ہے۔۔وہ بھی اس گھر کی بیٹی ہی ہے۔''

''بس کرو. یجہ۔!! تم اب ا. زمہ کو شاہوں سے و. گی؟''

''آپ۔!!'' ' یجہ کے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔۔یقیناً وہ اس خاتون کی جہا. ت کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھیں۔

''آپ ٹھیک ہیں؟ پلیز۔'' مرجان نے صفا کے پ. تے ہاتھوں کو دیکھا۔جبکہ. قوت پ یشان سا پ. نی کا گلاس لئے کھڑا تھا اسکے لئے۔

سعدیہ بھی اسی کے کمرے میں اسکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔۔وہ خود صفا کی حا. ت کی وجہ سے پ یشان تھی اور اسکو رہ رہ کر خود پ غصہ آ رہا تھا کہ اسکی مہندی کی رسم کی وجہ سے یہ . ہوا۔

صفا نے نگاہ اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔'' وہ ز. دستی مسکرائی۔

''میں . . کو کال کر. ہوں۔۔ہم ابھی یہاں سے واپس چلتے ہیں، ہمیں نہیں رکنا اب یہاں۔'' مرجان خوفزدہ سا تھا۔اس نے شا. کبھی کسی کو ایسے کسی مجمعے میں بحث کرتے نہیں دیکھا تھا۔۔وہ تو کرداوی مینشن جا. کر. تھا پ رٹیز میں۔۔جہاں . کو بس اپنے لباس اور جیولری کے شوآف سے مطلب ہو. تھا۔

عورتیں الگ اپنے کپڑوں کی ئش کر رہی ہوتی تھیں اور لڑکیاں الگ۔

وہاں اَ کوئی کسی کو. پسند بھی کر. تھا تو بس دلوں میں ہی کدورت رکھی جاتی تھی ورنہ وہ لوگ ملتے تو اتنی پ جوشی سے تھے کہ ساتھ کھڑے شخص کو بھی ا دلوں کی کدورت کا ا. ازہ نہیں ہو پ. تھا۔

شا. یہ کرداوی خا. ان کی خوبی تھی۔

مرجان نے پ. س پڑا صفا کا فون اٹھا. ۔

''آ. پنی پی لیں۔'' قوت نے پ. نی کا گلاس آگے .ٹھا. تو صفا نے پ. نی کا گلاس تھاما۔۔اسکے ہاتھ مسلسل لرز رہے تھے۔. قوت نے گلاس نہیں چھوڑا تھا۔۔صفا

نے دوگھونٹ پانی پیا اور ان دونوں کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دی۔۔وہ دونوں کتنے پریشان ہو گئے تھے۔

''صفا۔!!'' کمرے کا دروازہ کھلا تو عجیہ میں اس سے پہنچی تھیں۔۔اور اسکو اپنے ساتھ لگایا۔''تم ٹھیک ہو میری بیٹی؟''انھوں نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

''ہاں۔امی۔۔میں ٹھیک ہوں۔''اس نے اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا تھا۔انھوں نے اسے پھر سے اسکو خود سے لگایا۔

''معاف کر دو بیٹا۔۔یہ دنیا والے ہیں ہی ایسے۔۔انکو کسی کا غم نہیں آتا۔''اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کے زخموں پر مرہم کیسے رکھیں۔

''امی۔''صفا کی ٹوٹی ٹوٹی سی آواز آئی۔

''ہاں میری بچی۔!!''انھوں نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔

''میرا کوئی قصور نہیں تھا۔۔میں نے سجل کو۔''

''شش۔۔!!بس۔۔بس ہو جاؤ۔''انھوں نے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔صفا کے حلق میں خراشیں پڑ گئیں تھیں آنکھیں ہنوز خشک تھیں۔

''پرنسپل لیڈی۔!!ریڈی ہو جاؤ۔۔آرہے ہیں۔''مرجان فون اٹھائے اسکے پاس آئی۔۔عجیہ نے اچنبھے سے دیکھا۔

''تم یہاں رک جاؤ۔۔آج مت جاؤ۔''انھوں نے سماعت کی۔اس سے پہلے کہ صفا کچھ کہتی مرجان آگے آئی۔

''عجیہ۔!!آپ انہیں روک سکتیں۔۔جیسے آپکے مہمانوں نے پرنسپل لیڈی کو ہرٹ کیا ہے اب ہم دو۔رہ یہاں نہیں آ سکتے۔''وہ چھوٹی سی منہ پر غصہ سجائے بولا تو عجیہ نے تڑپ کر صفا کو دیکھا۔۔وہ سر جھکا گئی۔

''نہیں صفا۔!!تم ایسا نہیں کر سکتی۔''عجیہ کا دل بند ہوا۔۔وہیں سعدیہ بھی بے چین ہوئی۔

''امی۔!!''اس نے اپنی حالت پہ قابو پایا۔''میں نہیں چاہتی کہ دو۔رہ پھر سے کوئی۔۔''

''نہیں صفا۔!!تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟ کیا تم میری شادی میں شرکت نہیں کرو گی؟''سعدیہ ہلکان ہوئی۔

''میں تو چاہتی تھی سعدیہ۔۔''صفا نے نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔

''تو بس پھر۔۔تم یہیں رہو گی۔۔میں دیکھ لوں گی ایک کو۔۔کوئی میری بیٹی پر ہنٹ کر کے تو دیکھے۔''عجیہ نے اسکا سر چوما۔

صفا اسکے ساتھ کندھا ٹکا گئی۔

کچھ ثانیے خاموشی کی نذر ہو گئے۔۔صفا قدرے بحال ہو چکی تھی۔۔ماضی پھر سے دھندلانے لگا تھا۔۔مرجان نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب دو۔رہ وہ اپنی پرنسپل لیڈی کو لے کر یہاں نہیں آئے گا۔

''ہر بلا رہے ہیں آپکو۔۔''ایمرجنسی زمانہ آئی تو مرجان نے فوراً صفا کا بیگ اور موبائل اٹھایا۔۔عجیہ اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔

''امی۔۔میں چلتی ہوں۔''صفا نے مرجان سے اپنا بیگ پکڑا۔

''مت جاؤ پلیز۔''عجیہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔ایک بیٹی اگر گھر سے یوں دل۔داشتہ ہو کر جا رہی تھی۔

''میں صبح آنے کی کوشش کروں گی۔''وہ بس یہی کہہ سکی تھی۔۔کیونکہ سعدیہ اسکی جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''چلیں پرنسپل لیڈی۔''مرجان نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔عجیہ نے ایک خفا سی نگاہ مرجان پر ڈالی۔

''آپ مجھ سے خفا نہ ہوں۔۔ہم لوگ اپنی پرنسپل لیڈی کو آپکے گندے مہمانوں کی وجہ سے ہرٹ نہیں کر سکتے۔''وہ اچھے خاصے غصے میں تھا۔عجیہ نے بے بسی سے صفا کو دیکھا۔۔وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

''۔۔!!شفا؟''وہ دونوں۔پ بیٹی۔ہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔

''شفا آتی ہی ہوگی۔''ا. اہیم خود تھوڑا الجھا ہوا تھا کیو ان لوگوں نے دو بجے واپسی کا کہا تھا اور ابھی بس. رہ بجے تھے۔۔وہ دونوں کھڑے ہی تھے کہ وہاں گاڑی آ کر رکی۔۔ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ خیام قریشی کی گاڑی تھی۔۔ا. اہیم کو دیکھ کر وہ ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔

ا گاڑی ا. اہیم کے پ س سے ٔ رگئی۔۔گیٹ کھلا اور گاڑی ا ٔ رداخل ہوئی۔۔کتنی گھٹن سی تھی کتنا بوجھ سا تھا اس ا لمحے میں۔

وہ گاڑی سے نکلے تو صفا مرجان اور ی قوت کے ساتھ. ہر آتی دکھائی دی۔

''۔۔!!''ا دیکھ کر وہ رکی۔

''اتنی جلدی واپس جا رہی ہو؟''انھوں نے اسکے سر پ ہاتھ رکھا۔

''جی۔۔وہ بچوں کو نیند آ رہی ہے۔''وہ ز. دستی مسکرائی۔

''تو آج یہیں رہ جاتی۔۔''

''صبح آؤں گی۔''صفا نے انکا بوڑھا سا ہاتھ تھاما۔۔تو وہ ٹھٹکی۔۔ا ہاتھوں پ مٹی لگی ہوئی تھی۔

''آپ۔کہاں سے آ رہے ہیں؟''صفا نے ٹھٹک کر پوچھا تو انھوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''صبح آ۔۔مجھے خوشی ہوگی۔''وہ بمشکل مسکرائے۔۔ا ی نگاہ مرجان اور ی قوت پ ڈالی۔۔اور ا ٔ رکی جا. ٹھ گئے۔۔صفا آگے. ٹھ گئی۔

گیٹ کھلا تو وہ سامنے ہی روڈ پ کھڑا تھا۔۔اسکا منتظر۔

ٔ جانے اسکو دیکھ کر ا ی. رپھر سے دل کا بوجھ. ٹھنے لگا تھا۔وہ تکلیف، وہ چبھن جو قدرے مدھم پ گئی تھی ا ی. رپھر سے زور پکڑنے لگی تھی۔ی قوت اور مرجان آگے. ٹھ کر اپنے. پ سے کچھ کہہ رہے تھے۔وہ سست اور بھاری قدم اٹھا رہی تھی۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔مرجان اور ی قوت دینا کو لئے واپس گاڑی میں بیٹھ گئے۔۔وہ بے چین سا ہو کر آگے. ٹھا۔

جو فاصلہ طے کر ٔ صفا کے لئے کٹھن ہو رہا تھا وہ فاصلہ ا. اہیم نے طے کیا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟''اس نے آگے. ٹھ کر صفا کو کندھوں سے تھاما۔

صفا نے بھرپور اداکاری کرنے کی کوشش کی۔۔مسکرا کر چہرہ او پ اٹھایا۔

''کچھ بھی نہیں۔''

''بچے کیا کہہ رہے ہیں؟''ا. اہیم کے چہرے پ ٔ گواری تھی۔کرب تھا۔اور غصہ تھا۔

''کچھ بھی نہیں ہوا۔۔چلیں؟ د یہو رہی ہے۔۔''وہ درشتی سے کہتی اسکے پ س سے ٔ رنے لگی ا. اہیم نے اسکا. زو پکڑ کر کھینچا۔۔صفا بمشکل سنبھلی۔

''کس نے ہرٹ کیا؟ بتاؤ ابھی۔''

''کسی نے نہیں ا. اہیم؟''

''مرجان کہہ رہا تھا کہ کسی عورت نے تمہیں بہت کچھ کہا ہے۔۔کچھ غلط کہا ہے۔۔بتاؤ۔کون تھی وہ؟''ا. اہیم کے ا ب تن گئے۔

''کوئی بھی نہیں۔۔اور مجھے بھلا کوئی کیوں کچھ کہے گا؟ میں اپنے ماں. پ کے گھر تھی۔''صفا نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔۔اسکو قریشی ہاؤس واپس آ ٔ تھا۔۔اسکو اپنے. پ سے ملنا تھا۔۔اسکو سعدیہ کو رخصت کر ٔ تھا۔۔اسکو اپنی ماں سے ملنا تھا۔

وہ کسی غیر کی. توں کی وجہ سے اپنا خا ٔ ان اپنے رشتے نہیں تیاگ سکتی تھی۔۔ا ٔ ا. اہیم کو ا ٔ ازہ ہو جاتا کہ وہاں کیا ہوا تھا تو ممکن تھا کہ وہ اسکو دو. رہ نہ آنے دیتا۔

''صفا۔!!''وہ دبے دبے غصے میں بولا۔

صفا نے ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا ترا۔۔اور اسکے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔۔اس نے ا. اہیم کے چہرے پ نگاہ ڈالی جو کہ ستا ہوا تھا۔ا. اہیم اسکے جواب کا منتظر تھا۔

''ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ صفا مضبوط بنو۔۔بہادر بنو۔۔خود کو سنبھالنا سیکھو۔''اس نے کہنا شروع کیا۔''اور اب اَ میں کچھ خود محدود کر رہی ہوں تو کیوں مجھے کر رہے ہیں؟ کیوں چاہتے ہیں کہ میں بکھر جاؤں۔۔کیوں چاہتے ہیں کہ میں کسی چھوٹے بچے کی طرح آپ سے شکایتیں لگاؤں؟''وہ مضبوط لہجے میں بولی۔۔ا پل کے لئے ا. اہیم ششدر رہَ ۔

''اَ میں کچھ خود سے ہینڈل کر رہی ہوں ۔خود. داشتہ کر رہی ہوں تو کرنے دیں ن۔۔کیوں آپکو میری. َ میں کود ہے؟ اَ کسی نے کوئی. ت کہی ہے تو اسکا جواب مجھے دینے دیں۔۔کیوں آپکو میری لڑائی لڑنی ہے؟''اسکا. زوا بھی ت ا. اہیم کی مضبوط َ فت میں تھا۔

''وہ عورتیں ہیں ا. اہیم۔!!عورتوں کے پ س نے کے لئے بس ا ز ن ہی تو ہوتی ہے۔کیا بگاڑ سکتی ہیں وہ میرا؟ کچھ بھی نہیں۔ایسی عورتوں کو بس اپنی ز ن کا ذا . لنا ہوتا ہے۔۔لوگوں کی ز گی میں زہر گھول کر بس خود کی ا کو تسکین دینی ہوتی ہے۔۔آپ کہاں ت جا گے؟ کس کس عورت کی ز ن پکڑیں گے؟ آپکو پتہ ہے مرد کا ہاتھ توڑ آسان ہوتا ہے عورت کی زہر اگلتی ز ن کو روکنا آسان نہیں ہوتا۔''وہ آ ی جملہ شدت کرب سے بولی تھی۔۔ا. اہیم کو سامنے کھڑی لڑکی پ بیک وقت پیار بھی آ اور ترس بھی۔۔ ان . سے . ھ کر اسکو اس لڑکی پ آج فخر محسوس ہوا تھا۔۔ا. اہیم نے ا ب ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

''گھر چلیں؟ یہ مزید کوئی تفتیش. قی ہے؟''صفا نے ناراض سے لہجے میں کہا تو ا. اہیم بے اختیار مسکرا دیا۔۔ہوا چلنے کے . ش اسکا دوپٹہ سرک رہا تھا۔۔ا. اہیم نے اسکا. زو چھوڑا اور دونوں ہاتھوں سے اسکا دوپٹہ در ت کیا۔

''چلو۔''ا. اہیم نے اسکی کلائی پکڑی اور اسکو لئے آگے . ھ ۔

اس چھوٹے سے کمرے کا پنکھا چل رہا تھا۔بیڈ پ یوسف سکون کی نیند سو رہا تھا۔ جانے کتنے دنوں بعد وہ اس طرح سکون سے سو یا تھا۔ م سے بستر پ ۔عینا کچھ د یہیں لیٹی رہی پھر وہ اٹھ کر کمرے سے . ہر نکل آئی۔اسکو عجیب گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔وہ زینے پ ڑھ گئی۔چھت پ ہوا چل رہی تھی آج. قی دنوں کی نسبت ہوا صاف ستھری اور قدرے ٹھنڈی تھی۔ماحول میں حبس نہیں تھا۔وہاں سکون سا تھا وہ کچھ د یوں ہی کھڑی رہی۔

اس نے ا گہری سانس خارج کی اور کچھ فاصلے پ موجود امدادی کیمپ کو دیکھا جہاں کچھ لوگ سو رہے تھے جبکہ کچھ اسی کی طرح بے خوابی کی وجہ سے ادھر ادھر چہل قدمی کر رہے تھے۔

عینا پ سکون سی کھڑی ان لوگوں کو دیکھے گئی۔

''میرا یہاں آنے کا فیصلہ ٹھیک ث ت ہوا۔''اس نے آسمان کی جا . دیکھ کر کہا جیسے کہ اپنے رب سے . تیں کر رہی ہو۔''یہاں آ کر مجھے اپنا درد، اپنا نقصان بو لگنے لگا ہے۔۔یہاں کے لوگوں کی تکالیف ہم سے . ڑی ہیں۔۔ا تکلیف کے سامنے ہماری تکالیف کچھ بھی نہیں ہیں۔''اس نے ا سرشار سی سانس خارج کی۔

وہ کچھ د یوں ہی سامنے دیکھتی رہی۔ پھر اچا ک سے ماضی سر اٹھانے لگا۔کیو ان لمحات کو ت کوئی سال یں صدیاں نہیں ری تھیں۔ابھی کچھ دن ہفتے پہلے کی ہی تو . تیں تھیں۔ا بھلا آسان نہ تھا۔ان سے فرار سہل نہ تھا۔وہ بھی ا . ر پھر سے جکڑی جا چکی تھی۔

اسکی آنکھوں میں نمی چمکی اور ی میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔

''نہیں معلوم تھا کہ محبت کا روگ اتنا جان لیوا ہوتا ہے۔''وہ زخمی سا مسکرائی۔

ا . ر پھر سے درد سکون پ غا . آر ہا تھا کہ اچا ک آسمان پ روشنی سی نمودار ہوئی۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔اور پھر اس نے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھا۔خوف، کرب، اور رنج کے ملے جلے احساسات تھے اسکے چہرے پ ۔اگلے ہی لمحے ا زوردار دھماکہ ہوا تھا۔اور ہر سو چیخ و پکار شروع ہو چکی تھی۔فضا میں دھواں شامل ہو چکا تھا۔ یوں لگا کہ جیسے پوری فضا آلودہ ہو چکی تھی۔

اسی ٹ ون میں ا ایئر سٹرائ ہوئی تھی۔

عینا وہیں کانوں پ ہاتھ رکھے بیٹھتی چلی گئی۔ اگلے ہی لمحے اسکو ا دل اش چیخ سنائی دی۔عینا نے ہڑ ا کر ادھر ادھر دیکھا۔اور پھر وہ اٹھ کر نیچے کی جا . بھاگی۔

وہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے ا ت رہی تھی۔لائ ٹ آف ہو چکی تھی۔ گھر میں ایمرجنسی لائٹس لگی ہوئی تھیں جو کہ چارج ہونے کے بعد بجلی بند ہونے کی صورت میں خود بخود آن ہو جاتی تھیں۔

''یوسف۔!!یوسف۔!!''عینا بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ زمین پہ کانوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھا. ی طرح چیخ رہا تھا۔۔کمرے میں ایمرجنسی لائ ٹ کی مدھم سی روشنی تھی۔

''یوسف۔!!''عینا فوراً اسکے پاس پہنچی اور اسکو اپنے ساتھ لگا یا۔''شش۔!! . ٹھیک ہے۔ . ٹھیک ہے یوسف۔''وہ اسکو پ سکون کر رہی تھی یوسف تھا کہ بس روئے جا رہا تھا۔۔وہ چیخ رہا تھا اور رہا تھا۔۔اسکو عینا کی کسی ت کی کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''یوسف۔!ادھر دیکھو۔''عینا نے اسکا چہرہ تھام کر سامنے کیا۔۔وہ سسک رہا تھا۔

'' . ٹھیک ہے یوسف۔''اس نے یوسف کا پسینے سے ت چہرہ صاف کیا۔

''امو۔امو مر گئی۔آ پ۔وہ بھی مر گئی۔۔۔وہ بھی۔ . مر گئے۔''یوسف خوفزدہ تھا۔۔اسکے چہرے کا رَ زرد پڑ چکا تھا۔

''یوسف۔ادھر دیکھو۔!! . ٹھیک ہے۔تم ٹھیک ہو۔سلویٰ ٹھیک ہے۔میں ٹھیک ہوں۔''عینا نے بمشکل اسکو تسلی دی تھی۔

''آ۔آ پ۔''یوسف سلویٰ کا م سن کر ڑ ٹ ۔

''ہاں۔سلویٰ ٹھیک ہے۔۔میں اسی کے پ س سے ہو کر آئی ہوں وہ. لکل ٹھیک ہے اور تمہیں پتہ ہے اس نے تمہارے لئے بہت سارے پیسے بھی بھیجے ہیں۔''عینا نے اسکا چہرہ صاف کرتے ہوئے اسکا دھیان . ٹ یا تھا۔

''کیا آ پ زِ ہ ہے؟''وہ اب ی ٹ ساد یکھے جا رہا تھا۔۔ . کچھ کھو دینے کے غم اور خوف میں وہ سلویٰ کو معاف کر چکا تھا۔اب سلویٰ اس کی آ پ تھی اور یوسف کے لئے اس د میں اسکی آ پ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

''ہاں وہ زِ ہ ہے۔۔اٹھو تم۔''عینا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اٹھا یا اور واپس لے جا کر بیڈ پہ بٹھا یا۔۔بجلی بند ہونے کی وجہ سے پنکھا تو . کا بند ہو چکا تھا۔۔اب کمرے میں َ می محسوس ہو رہی تھی۔

''یہاں َ می ہے۔''یوسف نے ی ٹ ہوئے کہا تھا۔۔اسکا ماتھا پسینے سے بھیگ چکا تھا۔

''اچھا؟ چلو پھر. ہر چلتے ہیں۔''عینا اٹھنے لگی تو یوسف نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

''نہیں۔۔وہاں. ہر دھماکے ہو رہے ہیں۔۔پھر . مر جا گے۔''وہ معصومیت سے بولا۔۔وہ ڈرا ہوا تھا۔

''نہیں۔۔وہ تو ساتھ والے گھر میں شادی تھی ں۔۔تو وہ لوگ آ تش. زی کر رہے تھے۔''عینا نے اسکو بہلاتے ہوئے قر. ہی پڑی ا ئل اٹھائی اور اسکو ہوا دینے لگی۔

'' یہاں شادیوں پہ دھماکے نہیں ہوتے۔''وہ اپنی. ت پہ اٹکا ہوا تھا۔

''اچھا؟ ہمارے ملک میں تو ہوتے ہیں۔''عینا نے ز. دستی کی مسکراہٹ سجائی۔جو کہ اس مدھم سی روشنی میں بھی پ نور لگ رہی تھی۔

''اچھا؟ اور کیا کیا ہو تا ہے آ پکے ملک میں؟''یوسف کو دلچسپی ہوئی۔

''وہاں؟ وہاں بہت کچھ ہو تا ہے۔وہاں. ڑی. ڑی عمارتیں ہیں وہاں. ڑی. ڑی دکا ہیں۔ . لکل جیسے غزہ میں ہوا کرتی تھیں ں ویسے ہی۔۔اور لوگ وہاں تہواروں پہ جشن مناتے ہیں۔۔آ تش. زی کرتے ہیں۔''وہ اس بچے کو بہلا رہی تھی۔یوسف تجسس اور شوق سے اسکو سن رہا تھا۔

''ہم لوگ آ پکے پ س . جا گے؟''وہ دو. رہ اسی نقطے پہ آ َ یا تھا۔

''بہت جلد جا گے۔''عینا نے اسکے. لوں پہ ہاتھ پھیرا۔ماتھے سے. ل ہٹائے اور اسکو ہوا دینے لگی۔۔کچھ ہی د میں یوسف پ سکون سا ہو کر سو َ ۔

''۔۔!! پیٹی لیڈی نے مہندی کیوں نہیں لگائی؟'' مرجان نے دفعتاً پوچھا تو ا. اہیم نے ؔ دن موڑ کر صفا کی جا. دیکھا جو کہ سر جھکائے. جانے کن سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

''کیوں بھئی؟ تم نے مہندی کیوں نہیں لگائی؟'' اس نے خود ابھی غور کیا تھا کہ اس نے مہندی نہیں لگائی تھی۔

''ویسے ہی؟'' وہ منمنائی۔

''ویسے کیسے؟ تم ا ِ مہندی کے ایو ٹ سے آرہی ہو اور وہ بھی بناء مہندی لگائے؟'' ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''بس ایسے ہی۔'' صفا نے. لوں کی ٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ا ِ پچھلی ٹ پ مرجان اور ِ قوت کے پ س سوئی ہوئی دینا کو دیکھا۔

''کم آن۔۔اب یہ نوے کی دہائی کی ہیرو کی طرح ایسے ویسے والا گیم نہ شروع کر دینا۔'' وہ پ ٹ کر بولا تو صفا نے خفا سی نگاہ اس پ ڈالی۔

''اچھا اچھا۔!! بعد میں گھور ۔۔۔پہلے مہندی لگوا ِ تہیں۔'' کہتے ہی اس نے گاڑی کا رخ. لا تھا۔

''اس وقت؟'' صفا نے بے یقینی سے اسکا منہ دیکھا۔

''ہاں کیوں؟ میں سجل کو. رہ بجے کے بعد بھی لگوانے لے جا ِ کرتا تھا۔'' وہ کندھے اچکا ِ ۔

'' وہ چا. رات ہوتی تھی ا. اہیم۔۔آپ شا ِ بھول رہے ہیں کہ آج عید ہے۔'' صفا نے اپنا ماتھا پیٹ ۔

''تو کیا ہوا۔۔کوئی نہ کوئی تو بیٹھا ہی ہوگا تمہاری طرح سر پھرا۔'' وہ محظوظ سے ا. ا زمیں بولتا بناء اسکی. ت سنے گاڑی ت رہا۔

وہ لوگ یوں ہی ساری مارکیٹ میں گاڑی گھماتے رہے۔۔ سیلو. بند تھے۔

''کہا تھا. ں میں نے آپ سے۔'' وہ لوگ ا ِ اور بند سیلون کے سامنے کھڑے تھے. صفا نے ٹ ھ کر کہا۔

''اچھا۔۔چلو آگے دیکھتے ہیں۔'' وہ ڈھیٹ بنا رہا۔

''ا. اہیم۔!! کیا فا ہ ہے اب عید تو ؔ رگئی۔'' صفا. ی طرح جھنجھلائی۔

''ہاں تو کیوں نہیں لگوائی تھی عید پ؟'' وہ روانی میں بول ِ ۔

''آپ اچھی طرح جا ہیں کہ میری کیا حا تھی۔'' صفا نے ا ِ ۔ راض سی نگاہ اس پ ڈالی.....جبکہ وہ. ت ِ دکرتے ہی ا. اہیم کے جبڑے پھر سے تن گئے۔

''کاش میں اسکو وہیں ختم کر دیتا۔'' وہ مدھم سی آواز میں. ٹ. ٹ ا تھا۔

''کس کو. .؟'' اسکے کانوں کے تیز ٹ نے سن لیا تھا۔

''کسی کو نہیں۔'' ا. اہیم نے ضبط کیا۔

''ا َ آپ یہ. ت حسن ماموں کے لئے کر رہے ہیں تو. ی. ت ہے۔۔بھائی بھائیوں کو جان سے نہیں مارا کرتے۔'' مرجان نے دانش مندی سے کام لیا۔۔صفا نے مڑ کر اسکو دیکھا۔۔دینا ِ قوت کی گود میں سو رہی تھی اور اب ِ قوت بھی او رہا تھا۔۔جبکہ مرجان ہمہ تن گوش تھا۔

''وہ بھائی نہیں ہے میرا۔''

'' وہ منال کی بہن کا ٹ ہے۔۔آپکا بھائی ہی ہوا۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے جواب د ِ تو صفا ہنس دی۔

''اسکو خاموش کروالو ورنہ اسکے ساتھ ساتھ میں اسکے چمچے کو بھی۔''

''ا. اہیم۔!!'' صفا نے بے چارگی سے اسکو ٹوکا۔

''اس چمچے کو پ کروالو ورنہ بجادوں گا اسکو میں۔'' وہ. زنہیں آ تھا۔

''۔۔میں چمچہ نہیں ہوں۔۔میں مرجان ہوں۔۔آپکا . سے ہینڈسم، ذہین اور قابل ٹ۔'' مرجان نے اپنی تعریف کر. لازمی سمجھی۔۔ا. اہیم نے مڑ کر اسکو گھورا جبکہ

صفا نے منہ پہ ہاتھ رکھے اپنی ہنسی روکی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ ایک چھوٹے سے چوڑیوں کے سٹال پہ کھڑے تھے جو کہ اب بند ہو رہا تھا۔

''ایک منٹ۔'' ابیہم جلدی سے گاڑی سے اترا۔اور اس سٹال کی جانب گیا جہاں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا کھڑا تھا۔

''ایکسیوزمی۔!'' ابیہم نے ایک لڑکے کو مخاطب کیا۔

''جی بھائی؟'' اس نے مڑ کر دیکھا۔جبکہ وہ دونوں لڑکیاں زمین پہ بیٹھیں اپنا سامان کارٹنز میں رکھ رہی تھیں۔

''مہندی لگا دیں گے؟'' اس نے دن موڑ کر ان لڑکیوں کو دیکھا۔

''ہاں میری بہن لگا لیتی ہے اب ہم لوگ سٹال بند کر رہے ہیں۔'' اس لڑکے نے عجلت میں کہا۔

''بس بیس منٹ۔۔میری بیوی کو مہندی لگا دیں۔'' ابیہم فوراً آگے بڑھا۔

'' بھائی اب ہمارا کلوزنگ کا ٹائم ہے۔'' وہ لڑکا ابیہم کی گاڑی دیکھ کر بولا۔

''بات تو ایسے کر رہا ہے جیسے کوئی پلازہ کلوز کر رہو۔'' ابیہم بڑبڑایا۔

''کچھ کہا بھائی؟'' وہ لڑکا سامنے آیا۔

''نہیں۔نہیں تو۔۔اچھا بتاؤ کہ کتنے پیسے لو گے؟'' ابیہم بمشکل مسکرایا۔

''پیسوں کی بات نہیں ہے۔۔اب ہم لوگ واپس جا رہے ہیں۔''

''دیکھو۔!!'' ابیہم نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔اسکا بھاری بھرکم سا ہاتھ پڑتے ہی وہ کمزور سا لڑکا ایک پل کے لئے لڑکھڑایا۔۔ادھر گاڑی میں بیٹھی صفا نے گھبرا کر اس جانب دیکھا۔

''مجھے دوزخ آتی ہیں۔۔ایک وہ جس میں میں بات کر رہا ہوں۔۔اور دوسری زبان کے لئے تم سلامت نہیں رہو گے۔'' وہ گمبھیر سے لہجے میں بولا تو وہ دونوں لڑکیاں جو سامان پیک کر رہی تھیں گھبرا کر اٹھیں اور اس کے پاس آئیں۔

''اس لئے جس زبان میں بات کر رہا ہوں ں۔اسی میں سمجھ جاؤ تو بہتر ہے کیونکہ دوسری زبان جھیلنے کی سکت نہیں ہے تم میں۔'' کہتے ہوئے ابیہم نے زور سے اسکا کندھا دبایا۔۔اس لڑکے کو اسکی انگلیاں اپنے کندھے میں کھبتی ہوئی محسوس ہوئیں۔وہ کراہ کر رہ گیا۔

''بھائی۔!!معاف کر دیں۔۔آپ جو کہیں گے ہم کریں گے۔'' ایک لڑکی سامنے آئی۔جبکہ دوسری تو اپنے بھائی کے پیچھے ہی دبک گئی تھی۔۔ابیہم کی مسلسل اس لڑکے پہ ہی تھی۔

صفا نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔مرجان کسی ویڈیو گیم میں مصروف تھا۔۔اس نے تھوک نگلا۔۔

''مرجان۔!تم بھائی اور دینا کا خیال رکھنا۔۔میں ابھی آئی۔'' اس نے التجا چاہی تو مرجان نے سر جھکائے ہی بے زاری سے سر اثبات میں ہلا دیا۔۔صفا گاڑی سے نکل کر اس جانب چلی گئی۔

''میری بیوی کو مہندی لگاؤ بیس منٹ ہیں تمہارے پاس۔'' ابیہم نے کہا لڑکی سے تھا نگاہیں اسکے بھائی پہ جمائی ہوئی تھیں۔

''میں۔میں لگا دوں گی۔۔آپ میرے بھائی کو چھوڑ دیں۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔۔روڈ سنسان سی تھی وہاں رونق محلّہ کوئی چھوٹا سا سٹال تھا۔۔مدد کی آس نہ ملی تو وہ لڑکی سسکی۔

''ابیہم۔!! کیا کر رہے ہیں آپ؟'' صفا نے آکر اسکا ہاتھ پکڑا۔۔ابیہم نے دن موڑ کر اسکو دیکھا اسکے چہرے پہ خوف تھا۔۔وہ مسکرایا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے لڑکے کے کندھے سے ہاتھ ہٹایا اور اسکی شرٹ کی درشکنیں درست کیں۔''میں تو بھائی سے کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی مدد چاہیے تو بتاؤ۔''

صفا نے تاسف سے سر جھٹکا۔

''آپی۔!! آ آپکو مہندی لگا دیں۔'' وہ لڑکی آگے بڑھی اور جلدی سے صفا کا ہاتھ تھام کر اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔۔صفا، اہیم کو دیکھ کر رہ گئی۔جو کہ اب پرسکون سا اپنی سگریٹ سلگا کر اسی اسٹال سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ایک لڑکی نے چھوٹی سی چٹائی بچھائی اور دوسری نے جلدی سے مہندی نکالی۔وہ دونوں اب بیٹھیں اسکے ہاتھوں پہ مہندی لگا رہی تھیں۔انکا بھائی اپنے کندھے پہ ہاتھ رکھے، اہیم کے پاس ہی کھڑا تھا۔

ب۔ہشتم

''تلافی۔سزا''

بن گوریان ائیرپورٹ پہ ایک جہاز لینڈ ہوا۔غزہ ائیرپورٹ مکمل طور پہ تباہ ہو چکا تھا اس لئے فلسطین جانے کے لئے وہاں سے آنے کے لئے اسرائیل کی حدود ہی استعمال کی جاتی تھیں۔

رات ہر سو پھیل رہی تھی۔وہ ایک چھوٹا سا بیگ کندھے پہ ڈالے ائیرپورٹ کے احاطے سے نکلا تو ایک گاڑی پہلے ہی تیار کھڑی تھی۔وہ آکر اس گاڑی کی پچھلی نشست پہ سوار ہوا اور گاڑی چل دی۔

''سر آپکا فون۔'' ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ایک لڑکے نے ایک موبائل فون اسکی جانب بڑھایا۔

اس نے وہ موبائل پکڑا اور آن کیا۔۔کچھ دیر وہ یوں ہی موبائل میں ایک میلز وغیرہ دیکھتا رہا۔

''غزہ جا کے پھر کچھ دن قدس میں رہیں گے؟'' اس لڑکے نے گردن گھما کر اسکو دیکھا۔

''یہاں تھوڑے سے کام ہیں۔۔وہ نبٹا کر غزہ جاؤں گا۔'' اس نے موبائل بند کر کے جیب میں رکھا۔

''وہ بتا آئی تھی۔۔ہی مجھے اس پہ تھوڑا سا شک ہوا تھا۔۔پھر آپکا ای میل ملتے ہی مجھے یقین ہو گیا۔'' وہ لڑکا بولتا رہا تھا۔

''یہاں جتنا کام چل رہا ہے اسکو کلوز کر دو۔'' اس نے جواب میں کہا تو لڑکے نے جھٹکے سے گردن موڑ کر دیکھا۔

''جی؟''

''ہاں۔۔یہاں کا سارا کام ختم کر دو۔۔اب مزید یہ کام نہیں چلے گا۔'' وہ بے زاری سے بولا.....جبکہ لڑکے کا دماغ شل ہو گیا۔

'' مجھے تو یہاں ایک اور کیریئر ملا ہے اور میں نے اسی کے سلسلے میں آپ سے رابطہ کیا تھا۔''

''سنان۔!!'' حسن نے اسکو تھکے سے انداز میں پکارا۔۔

''جج۔جی سر۔!!'' اسکے ماتھے پہ بلاوجہ ہی پسینہ چمکا۔

''میں بتا ایک حکم دے دیتا ہوں تو پھر اس پہ کوئی بحث نہیں کی جاتی۔'' اسکا لہجہ حد سے زیادہ سرد اور تکان سے بھرپور تھا۔

''او۔او کے۔شاہ۔'' سنان کا اس سے سامنا کم و بیش ہی ہوا تھا۔۔اس لئے وہ شاکو زیادہ نہیں جانتا تھا۔جتنا سن رکھا تھا اسکے عین برعکس پایا تھا اس نے آج حسن کو۔۔کچھ دیر گاڑی میں سناٹا چھایا رہا۔

''کون ہے وہ کیریئر؟'' اس نے سیدھے ہو کر پوچھا۔۔سنان نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''ا۔ چھ سالہ بچی ہے۔۔غزہ سے آئی ہے۔'' سنان نے کچھ ہچکچاتے ہوئے بتایا۔

''ہمم۔۔جانے دو اسکو'' حسن نے الٹا ہاتھ مار دیا۔

''وہ دراصل وہاں سے بھاگ کر آئی ہے۔۔کہتی ہے کہ یہاں رہ کر بہت سارے پیسے کمائے گی پھر اپنی ماں اور بھائی کے لئے پیسے بھیجے گی۔'' سنان کے انداز میں تھوڑی شوخی تھی۔شاید حسن کا سلوٰی کو بخش دینا ہی سنان کے لئے کافی تھا۔کیونکہ وہ خود نہیں چاہتا تھا کہ وہ معصوم ان جھمیلوں میں پڑے۔

اسکی بات سن کر حسن کے عنابی لب ہلکا سا مسکرائے۔آنکھوں میں عجب سی چمک اتر آئی۔

''کہاں رہتی ہے وہ؟'' اس نے شوق سے پوچھا۔

''میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔۔میں ملنا چاہوں گا اس سے۔'' وہ محظوظ ہوا۔

''ہوگئی آپی۔'' لڑکی نے سکون کی سانس لیتے ہوئے صفا کا ہاتھ دیکھا۔آدھی کلائی اور ہتھیلی مہندی سے سج چکی تھی۔اسکے دونوں ہاتھوں پہ مہندی لگ گئی تھی۔۔صفا اپنے ہاتھ کی مہندی دیکھ رہی تھی۔ دوسری لڑکی نے بھی اپنی کون کی پن بند کی۔وہ تھوڑی خفا سی آتی تھی۔

''بہت بہت شکریہ۔'' صفا نے خوش ہو کر ان دونوں کو دیکھا۔

''کوئی بات نہیں۔'' وہ جو لڑکی بڑی تھی اس نے کچھ جھینپ کر کہا۔اور اہیم کو دیکھا جو کہ شاید اب تیسرا سگریٹ سلگا چکا تھا۔

''آپکی ان سے شادی کیسے ہوگئی؟ اتنے کوئی کھڑوس ہیں یہ۔۔میرے بھائی کا زور ہی توڑ دینا تھا۔'' اس لڑکی نے صفا کے کان میں سرگوشی کی تو صفا نے تھوک نگلا۔

''آئی ایم سوری۔۔پلیز۔۔میں معافی مانگتی ہوں اس طرف سے۔'' اس نے اہیم پہ بھی ڈالی وہ بے زار سی نگاہ۔اہیم نے بھی وہ بے زار سی نگاہ ڈالی

''نہیں نہیں۔۔آپ کیوں سوری کر رہی ہیں۔'' وہ لڑکیاں اٹھ کھڑی ہو۔۔چھوٹی والی ابھی تک خاموش تھی۔

''چلیں؟'' اسکو اپنی جانب آتے دیکھ کر اہیم نے سگریٹ پہ پاؤں تلے مسل دیا۔

''ہاں جی چلیں۔۔آج تو ٹھیک ٹھاک قسم کا موقع ہے آپکو سگریٹ پینے کا۔'' صفا نے دانت کچکچائے۔۔اہیم کے کان پہ جوں تک نہ رینگی۔۔اس نے اپنی جیب سے والٹ نکالا۔اور پانچ پانچ ہزار کے دو نوٹ نکال کر ان دونوں لڑکیوں کی جانب بڑھائے۔۔بڑی والی نے تھوڑا جھجکتے ہوئے پکڑ لیا.....جبکہ چھوٹی والی ویسے ہی کھڑی رہی۔

''لے لو بیٹا۔'' اہیم نرم سے لہجے میں بولا تو اس نے غصے سے اہیم کو دیکھا۔

''اپنی بیویوں کے ناز نخرے وقت پہ اٹھایا کریں۔۔آدھی رات کو ہم غریبوں کر ڈرا دھمکا کر ہم سے اپنی فرمائشیں نہ کروایا کریں۔'' وہ غصے سے کہتی پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔۔صفا نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔

''معاف کر دیں بھائی۔!! وہ دراصل بھائی سے بہت پیار کرتی ہے۔۔اس لئے غصہ کر گئی۔'' بڑی لڑکی نے مصالحت سے کام لیا.....جبکہ انکا بھائی دور سہما سا کھڑا تھا۔

''اچھا یہ لو۔۔اسکو دے دینا۔'' اہیم نے بھینچ لئے۔۔اس لڑکی نے جھجکتے ہوئے پیسے پکڑ لئے۔

''چلو۔'' اہیم نے صفا کو آگے لگایا۔

''آپ نے اچھا نہیں کیا۔'' وہ ناراض سی بولی۔

''کیا کر دیا اب میں نے؟'' وہ واش بیسن میں ڈالتا اسکے پیچھے آ رہا تھا۔

''ان بچیوں کا دل دکھایا۔۔اب انھوں نے کوئی دعا دے دی تو؟''

''اتنی سی بات پہ کوئی دعا نہیں دیتا۔۔اور ویسے بھی اگر دعا یوں لگنے لگیں تو پھر ہر سال ہم لوگ دفاقی بجٹ کے بجائے دعا کرنے والوں کا بندوبست کیا کریں۔اور ایسا سالانہ اہتمام کیا کریں دعاؤں کا۔جن میں ہم اسرائیلیوں اور دشمن ممالک کے لئے دعا کیا کریں۔''ابہیم نے اسکی بات ہمیشہ کی طرح ہوا میں اڑادی۔

''آپکو اللہ پوچھے۔'' کہتے صفا خفا سی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''اگر کسی دن پوچھ لیا ں اللہ نے۔!! تو تم نے ہی رونا ہے سے زیادہ۔'' وہ مسکراہٹ دبائے اسکی جانب جھکا۔صفا وہیں دم سادھ گئی۔ آنکھوں میں عجیب کرب سا آیا۔۔وہ شخص وار کرنا جانتا تھا۔

ابہیم نے آگے بڑھ کر اسکا سیٹ بیلٹ لگایا۔صفا نے پلٹ کر دیکھا تو مرجان بھی سوچکا تھا۔۔اسکا اسکے اوپر پڑا تھا۔

''سو گئے ہیں وہ لوگ۔۔آج تم نے میرے بچوں کو اتنا تھکا دیا ہے ں۔'' وہ اسے جانچتی دیکھ رہی تھی۔ ابہیم نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''واہ۔واہ۔ وہ لوگ بس میرے ساتھ ہی انجوائے کرتے ہیں۔۔ورنہ آپ تو انکا دم نکال کر رکھتے ہیں۔۔میرے بچوں کو آپ نے عیدی بھی نہیں دی۔۔اب تو واقعی میں نے آپکے خلاف کر دینا ہے۔''

''کرلو۔۔اگر کرسکتی ہو تو۔'' وہ ہنس دیا۔

صفا نے ہنستے ہوئے سر جھکایا۔سنہری لٹیں پھر سے چہرے پہ بکھر گئیں۔ابہیم نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے ایک اس پہ ڈالی جو کہ اپنے مہندی لگے ہاتھوں سے اپنی لٹوں کے ساتھ ایک جنگ کر رہی تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے کل سمیٹ دیئے۔۔اور ذرا سا جھک کر اسکے گالوں کو چھوا۔

''مہندی اچھی لگ رہی ہے۔۔کل ہی لگوالیتی۔'' وہ مسکراہٹ دبائے کہتا گاڑی سٹارٹ کرگیا۔جبکہ صفا کے چہرے پہ ایک رنگ پھر سے قوس وقزح کے رنگ بکھر چکے تھے۔

''سنان۔!! کہاں چلے گئے تھے تم؟'' دروازہ کھولتے ہی سلویٰ نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔سنان نے اپنی چھڑی آگے کی۔کچھ ٹٹولتے ہوئے اس نے ایک قدم آگے رکھا۔سلویٰ نے ٹھٹک کر دیکھا تو سنان کے پیچھے بھی کوئی آرہا تھا۔

''آپ کون ہیں؟'' سلویٰ نے اچنبھے سے دیکھا۔

''مہمان ہیں۔'' سنان کہتا آگے بڑھ گیا۔

''مہمان؟'' سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

''ہاں۔مہمان۔!! کیا اندر آسکتا ہوں؟'' وہ جھک کر پوچھ رہا تھا۔

''ہم دو لوگ ہیں۔۔فرنیچر نہیں ہے زیادہ۔۔ابھی مزید نہیں ہے۔۔فرش پہ سونا پڑے گا۔'' سلویٰ نے انگلی کھڑی کر کے اسکو پہلے ہی آنے والے وقت سے آگاہ کیا۔۔حسن نے ابرو اٹھا کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔

''بتاؤ منظور ہے؟'' اس نے دوبارہ پوچھا چاہی۔

''ہاں چھوٹی لڑکی۔!منظور ہے۔'' وہ دل سے مسکرایا تھا۔

''میرا نام سلویٰ ہے۔۔عبداللہ ہے۔۔اس لئے مجھے چھوٹی لڑکی مت کہو۔'' اس نے چھوٹی سی انگلی پھر کھڑی کی۔

'' میں تمہیں چھوٹی لڑکی کہنا پسند کروں گا۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا تو سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''ٹھیک ہے پھر تمہیں کھانا نہیں ملے گا۔'' سلویٰ نے دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکائے۔

''میں بھوک . داشت کرسکتا ہوں۔'' وہ ہنوز جھکا ہوا تھا۔

''کیا واقعی؟ پھر تو تمہیں غزہ میں ہونا چاہیے۔'' سلویٰ نے کچھ سوچ کر کہا تو حسن فوراً سیدھا ہوا۔۔دل میں کہیں کچھ ڈوب سا گیا تھا۔آنکھوں کے سامنے ایک پل کے لئے اندھیرا چھایا۔

''کیا۔۔میں اندر آسکتا ہوں۔''

''ہاں۔۔آجاؤ۔'' سلویٰ نے راستہ چھوڑ دیا۔وہ سست قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔

''آجا سر۔'' سنان نے اسکے لئے بستر لگا دیا تھا۔اور اپنے لئے اس نے زمین پہ بستر لگایا تھا۔

''میں یہاں سو جاؤں گا۔'' حسن نے بیگ کندھے سے اتار کر فرش پہ لگے بستر پہ رکھا۔

''نن۔نہیں سر۔!! آپ ایسے کیسے؟'' سنان فوراً آگے بڑھا۔

''میں نے کہا ناں۔'' حسن نے تیز آنکھوں سے سنان کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔

''ہاں ٹھیک ہے سنان۔!! ویسے بھی وہ بعد میں آئے ہیں۔۔اہم اپنا بستر نہیں دے سکتے ناں۔'' سلویٰ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''رحمدل پڑے۔!! وہ مہمان ہیں۔۔اور مہمان کے لئے اپنا بستر چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دینا چاہیے۔'' سنان نے بے چارگی سے اس بچی کو دیکھا جو اسکے سامنے کھڑے شیطان سے واقف نہ تھی۔

حسن تب تک اپنا بیگ سرہانے رکھ کر وہیں پہ لیٹ چکا تھا۔۔سنان نے تاسف سے سلویٰ کو دیکھا اور پھر سست قدم اٹھاتا اپنے بستر کی جانب بڑھ گیا۔

ڈیڑھ بج رہا تھا۔ وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے۔ گھر والے سو چکے تھے۔مرجان اور یاقوت خمار میں ڈوبی آنکھوں سے بمشکل چلتے ہوئے آرہے تھے۔صفا ان دونوں کو کمرے میں لے گئی۔جبکہ ابراہیم دینا کو اٹھائے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ ان دونوں کو سلا کر واپس پلٹی تو وہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔۔صفا بھی پیچھے ہی آئی۔

''لا۔۔میں اسکو سلا دوں۔'' صفا نے دینا کو پکڑنا چاہا۔۔دینا جاگ چکی تھی۔

''ہ۔۔!!'' دینا نے آنکھیں مسلتے ہوئے اسکو پکارا۔

''جی۔۔کی جان۔'' وہ مسکرادی۔

''بلڈ۔'' دینا نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا تو ابراہیم کا دماغ ایک پل کے لئے بند ہوا۔

''۔۔بلڈ؟ کہاں چوٹ لگی ہے میرے بچے کو؟'' ابراہیم کی سانس اٹکی تھی۔۔ساتھ ہی صفا کے پیروں تلے سے زمین نکل چکی تھی۔ابراہیم نے جلدی سے دینا کو بیڈ پہ بٹھایا۔اور اسکا ہاتھ صاف کرنے لگا۔صفا ہلکان سی ٹشو سے اسکا ہاتھ صاف کروا رہی تھی۔

''نو۔۔۔بلڈ۔'' دینا نے ابراہیم کے چہرے کی جانب اشارہ کیا تو وہ وہیں ساکت رہ گیا۔لمحے کے ہزارویں حصے میں سمجھ آیا تھا کہ بلڈ کہاں سے آیا ہے۔

''ہاں۔ہاں۔میں صاف کرتا ہوں شرٹ۔۔پہلے اپنے بچے کو دوا لگا دوں۔'' وہ کمال مہارت سے جھوٹ بولتا فرسٹ ایڈ باکس سے ایک کریم نکال کر دینا کے ہاتھ پہ لگانے لگا۔صفا نے ابراہیم کے چہرے کو دیکھا جہاں خوف سا تھا۔کچھ پکڑے جانے کا خوف۔وہ مصنوعی مسکرا رہا تھا۔وہ ہراساں سا ہوا تھا۔صفا نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اسکے بازو پہ رکھا تو اس کا ہاتھ خون سے بھر گیا۔

''ا۔۔ابراہیم۔'' صفا نے دوسرا ہاتھ اپنے منہ پہ رکھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ اٹھ کر ڈریسنگ روم میں بند ہو گیا۔پیچھے صفا ساکت بنے بیٹھی تھی۔

''شفا۔۔بلڈ۔'' دینا نے اسکو بتانے کی کوشش کی کہ یہ خون اسکے ہاتھ سے نہیں نکلا۔صفا نے گہری کیفیت میں دینا کو اپنے ساتھ لگایا۔

ا. اہیم نے اپنی شرٹ اتار کر وہیں رکھے. سکٹ میں پھینکی اور ایک فرسٹ ایڈ. کس نکال کر بیٹھا۔
اس نے آئینے کے سامنے دیکھا تو زخم کافی حد تک بھر چکا تھا۔ شاید آج زیادہ تکان کی وجہ سے یوں خون رسنا شروع ہوگیا تھا۔اس نے خون صاف کرنا شروع کیا۔ جلد ہی خون رکگیا تھا۔اس نے ایک گاز بیگ رکھا۔اور ایک بینڈ تیج لگانے لگا۔وہ ایک ہاتھ سے گاز بیگ دبائے ہوئے تھا اور دوسرے سے بینڈ تیج کھول رہا تھا۔
ڈریسنگ کا دروازہ کھلا تو ا. اہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کیں۔وہ اس لڑکی کا سامنا نہیں کرسکتا تھا۔آج پھر سے وہ کہیں غائب ہوجانا چاہتا تھا۔وہ شل سی کھڑی تھی۔
''میں آتی ہوں تھوڑی دیر میں۔تم۔ ہرجاؤ۔''اس نے بنا صفا کی جانب دیکھے ہی کہا۔کچھ دیر وہ اسکے جواب کا انتظار کرتا رہا وہاں خاموشی سی چھائی رہی۔
ا. اہیم نے جب دن موڑ کر دیکھا تو وہ زمین پر بیٹھی تھی دونوں ہاتھ اپنے منہ پر جمائے اپنی سسکیاں روکتی ہوئی۔
''پاگل لڑکی۔''وہ بے بسی سے بولا تھا۔اور اٹھ کر اسکی جانب آیا۔
''اٹھو یہاں سے۔''اس نے صفا کا بازو تھام کر اسکو کھڑا کیا۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ا. اہیم نے ہاتھ کی پشت سے اسکا چہرہ صاف کیا۔
''پاگل ہوگئی ہو؟''وہ دبے دبے غصے میں بولا۔
''اور کیا کچھ چھپایا ہوا ہے؟''وہ ایک ہچکی لیتے ہوئے خفا خفا سی بولی۔
''کچھ نہیں چھپا رکھا۔۔چھوڑی سی خراش ہے۔۔دیکھو لو بے شک۔''
صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ اچھا خاصا زخم تھا جو کہ خشک ہو چکا تھا وہ خراش کہیں سے نہیں لگ رہی تھی۔
''مرجان ٹھیک کہہ رہا تھا ناں؟''اس نے نم آنکھیں اٹھا کر سوال کیا۔
''اوورایکٹنگ کرتا ہے وہ بس۔''
''آپ اتنے بے رحم،اتنے سفاک اور اتنے سخت دل کیسے ہیں ا. اہیم؟''وہ کرب سے چور لہجے میں بولی تو وہ کچھ دیر اسکے چہرے کو دیکھتا رہا۔
''جیسے تم ایک حساس،بھولی اور بے وقوف سی لڑکی ہو۔۔ویسے ہی۔''اس نے مزے سے کندھے اچکا دیئے۔۔صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔
''آپکو ہم پر ذرا رحم نہیں آتا؟''وہ بے بسی سے بولی۔
''کم آن۔ادھر آؤ۔''اس نے صفا کا ہاتھ پکڑا۔
''چھوڑیں مجھے۔۔مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔''اس نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔
''اتنی ظالم بیوی پہلی بار دیکھی ہے۔۔مجھے تمہاری ہیلپ چاہیے اور تم ہو کہ ہاتھ چھڑوا رہی ہو؟''اس نے معصومیت سجائے کہا تو صفا نے غیر یقینی سے اسکو دیکھا۔
''میری مدد کرواؤ۔''وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے ساتھ لے آیا۔ایک اسٹول کھینچ کر اسکو بٹھایا۔اور خود وہاں رکھے ایک چھوٹے سے صوفے پر بیٹھا۔''یہ لو۔کرو بینڈ تیج۔''
''مم۔میں کیسے؟''اسکے ہاتھ پہلے ہی کانپ رہے تھے۔
''مجاہدوں کی بیویوں کو زخموں کی مرہم پٹی کرنا آنا چاہیے۔''وہ مسکراہٹ دبائے بولا تو صفا نے خالی خالی نگاہوں سے اسکو دیکھا۔
''مم۔مجاہد؟''وہ منمنائی۔
''ہاں۔۔چلو پہلے بینڈ تیج کرو۔۔پھر بتاؤں گا۔''کہتے اس نے صفا کو بینڈ تیج پر لگا دیا۔
وہ لڑکی کانپتے ہاتھوں سے اسکے زخم پر مرہم رکھنے لگی۔ہر لمس پر وہ خود ہی سسک جاتی تھی جبکہ وہ سامنے ایک بے پرواہ لڑکی ما بیٹھا رہا۔جس کو اپنے زخم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔البتہ وہ وقتاً فوقتاً اس لڑکی کے آنسو ضرور چن لیتا تھا۔کیونکہ تکلیف وہی دے رہے تھے۔

صبح ہوئی تو عینا نے ا۔ یوسف کو دیکھا جو کہ اب کروٹ لئے سو رہا تھا۔ وہ دبے پاؤں کمرے سے نکلی۔ اور پھر گھر سے ہی نکل گئی۔ وہ چلتی گئی۔ ہر ابھی۔ لوگوں کی آہ و بکا سنی جا سکتی تھی۔ کل رات ہوئی سٹرائیک میں ا۔ خا۔ ان کے چار افراد شہید ہو چکے تھے۔ جبکہ۔ قی کے دو بس ان چاروں کو رونے کے لئے زن ہ رہ گئے تھے۔

عینا چلتی ہوئی اس جا۔ آئی جہاں ا۔ کھلے سے میدان میں چار جنازے رکھے ہوئے تھے اور دو لڑکیاں ان جنازوں کے سرہانے بیٹھیں تھیں۔ ا آ۔ خشک ہو چکے تھے۔ اب رونے کی مز۔ سکت۔ قی نہ تھی۔ عینا نے ا۔ گہری سانس لی اور اس بھیڑ میں جا کر کھڑی ہو گئی۔

''ماں، ۔ پ اور دو بھائی شہید ہو گئے۔ اب پیچھے دو بہنیں رہ گئیں ہیں۔'' ا۔ عورت نے نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا۔۔ عینا نے ا۔ اس عورت کو دیکھا اور پھر ان دونوں لڑکیوں کو۔ جو آج اپنا ۔ کچھ گنوا بیٹھی تھیں۔

''۔ اللہ۔!! آ۔ یہ آزمائش ۔ ختم ہو گی؟ آ۔ ۔ یہ محاصرہ ٹوٹے گا؟ آ۔ ۔ ہماری سنی جائے گی؟'' ا۔ لڑکی نے چیختے ہوئے آسمان کی جا۔ دیکھا اور دہائی دی۔۔ عینا کا دل لرز کر رہ ۔۔

''کیا ہماری ۔ والا کوئی نہیں بچا؟ کیا ہماری آہ و بکا کسی کے کان میں نہیں پڑتی؟ کیا ساری امت بہری ہو چکی ہے؟ کیا یہ لوگ دیکھ نہیں ۔ ہمارے ۔ کے زخموں کو۔؟ کیا ا۔ سنائی نہیں دیتی ہماری چیخ و پکار؟ کیا ا۔ ہل نہیں ۔ ہمارے حق کے لئے؟'' وہ لڑکی چیخ چیخ کر دہائی دے رہی تھی جبکہ اسکے ساتھ بیٹھی لڑکی خاموش تھی۔ اور عینا کو اس خاموش لڑکی سے زیادہ خوف محسوس ہوا تھا۔ کیو۔ خاموش صدا بہت بلندی۔ جاتی ہیں۔ اور پھر۔ ۔ وہ صدا آسمان سے پلٹ کر واپس آتی ہیں تو۔ ٹی تباہی لے کر آتی ہیں۔

عینا کی آنکھیں نم تھیں۔ اور لبوں پہ بس ا۔ ہی التجا۔

''۔ اللہ۔!! ہمیں ظالموں میں شامل نہ کر۔۔''

صبح فجر کی اذا ۔ سوق میں گونجیں تو سلویٰ بیدار ہوئی۔ اس نے سنان کو دیکھا جو کہ ابھی۔ سو۔ ہوا تھا۔

''سنان۔!! اٹھ جاؤ۔ زادانہیں کرنے جا۔؟'' سلویٰ نے اسکو پکارا اور اپنا چھوٹا سا سکارف اٹھاتی ہوئی اٹھی۔ اسکو امو نے چھوٹی عمر میں ہی ز سکھا دی تھی۔ پہلے تو وہ بس امو کو دیکھ دیکھ کر پڑھتی تھی اب وہ خود سے ز پڑھنے لگی تھی۔

سلویٰ نے اپنے پلنگ چارپائی سے ا۔ کر دوسری جا۔ دیکھا تو فرش پہ لگا ہوا بستر خالی تھا۔

''یہ مہمان کہاں ۔۔؟'' اس نے ہو ں پہ انگلی رکھ کر سوچا۔

''بھوک لگ گئی ہو گی۔'' سلویٰ کھلکھلائی اور اٹھ کر وضو کرنے چلی گئی۔

تنگ گلیوں میں ا۔ آدمی جا رہا تھا۔ جس کے چہرے پہ ا۔ سیاہ ماسک تھا۔ اسکے قدم مضبوط اور تیز تھے۔ اسکی چال سے معلوم ہو۔ تھا کہ وہ حکمرانی کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہے۔

وہ چلتا ہوا ا۔ تنگ گلی میں داخل ہوا۔ وہ تنگ گلی مز۔ سے مز۔ تنگ ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ اس گلی کا اختتام ہوا۔ اب سامنے بس ا۔ دیوار تھی۔ اس نے لڑکے نے مڑ کر دیکھا۔ ابھی پوری طرح اجالا نہیں ہوا تھا۔ پھر اس شخص کی تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔

اس نے ا۔ دو۔ ردا ۔ جا۔ دیکھا اور پھر وہیں جھک کر ا۔ اٹھائی تو اسکے نیچے ا۔ چابی تھی۔ اس نے وہ چابی اٹھائی اور وہاں سے پلٹ آ۔ چار قدم واپس آنے کے بعد وہ ۔ جا۔ مڑ ۔۔ سامنے ا۔ بہت ۔ ا سا دروازہ تھا جو کہ۔ ہر سے مقفل تھا۔ اس نے چابی گھمائی اور وہ پانی طرز کا۔ لہ کھل ۔۔ اس نے بناء آواز کئے وہ دروازہ کھولا۔ تو روشنی کی ا۔ بیم سی اسکی آنکھوں میں پڑی۔ اس نے جھنجلا کر آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھا۔

اور یوں ہی آگے ۔ ھ ۔۔ وہ ا۔ رسے ا۔ وسیع عمارت معلوم ہوتی تھی۔ جس کا احاطہ فی الحال خالی تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ چلتا ہوا آگے ۔ ھا ا۔ کشادہ۔ آمدہ تھا

اوراس میں مختلف کمروں کے دروازے کھلتے تھے۔وہ جا کرا یہ دروازے کے پ س کھڑا ہوا۔ا ر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔وہ کچھ د ان آوازوں کو ن ر رہا۔

''کیا تم جا ہو کہ شا نے یہاں موجود سارا کام بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟''ا ر کمرے میں ر یکی تھی۔وہاں دو لوگ موجود تھے دونوں ہی ا ی صوفے پ . اجمان تھے اورا سامنے ا ی شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ا ی آدمی نے گلاس میں شراب ا ٹ یلتے ہوئے دوسرے سے کہا تھا۔

''ہاں۔۔ ہم لوگ اتنا ٹ انقصان افورڈ نہیں ر ۔۔اس لئے ہم اس معاملے میں شا کا ساتھ نہیں دیں گے۔''دوسرے نے گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

'' ڈینیل۔!!تم اسکو جا ہو۔۔ا وہ کسی کام کو کرنے کی ٹھان لے تو کر کے رہتا ہے۔''

''سمتھ۔!!دیکھو۔۔مجھے لگتا ہے کہ اسکے ا ر کا وہ سو ہوا مسلمان تھوڑے دنوں کے لئے جاگ ی ہے۔۔اسی لئے وہ یہ . کر رہا ہے۔ فکر نہ کرو۔۔ او کے کرم سے یہ مسلمان جلد ہی دو . رہ سو جائے گا۔۔کیو وہ شا ہے۔۔جس کے ا ر بس ر یکی ہی ر یکی ہے۔اور ایمان ر ی جگہوں پ وان نہیں پ ٹھا کر ر۔''ڈینیل نے قہقہہ لگا ی تو سمتھ بھی ہنس د ی۔

''اورا نہ بھی سو ی تو ہم ہیں ن۔۔شا کو ہی سلا دیں گے۔۔چیرز۔''اس نے گلاس آ گے ٹ ھا ی۔ڈینیل نے گلاس سے گلاس ٹکرا ی۔ان لوگوں کے قہقہے گونج رہے تھے کہ اچا ک کمرے کا دروازہ کھلا۔تو انھوں نے چو ک کر دروازے کی جا . دیکھا۔

''کون ہے وہاں؟''اس ر یکی میں ا اس شخص کا چہرہ دکھائی نہ د ی تھا۔

''شا۔!!''ا ی گہری گمبھیر اور ر ی آواز نے کمرے کا سکوت توڑا۔کچھ پل کے لئے دو . رہ سناٹ چھا ی۔اور پھر ا ی زوردار قہقہہ گو تھا ڈینیل اور سمتھ کا۔

''شا؟ دیکھو۔شا آ ی ہے۔!!''ڈینیل ر لی مار کر ہنس د ی۔

وہ دونوں ہنستے جا رہے تھے۔حسن نے کمرے میں داخل ہو کر کمرے کوا ر سے لاک لگا ی تو ان دونوں کی ہنسی تھم گئی۔

''کون ہو تم؟ کیا تم پ گل ہو؟ تم شا ی ہمیں جا نہیں ہو۔''وہ دونوں اب اٹھ کھڑے ہوئے۔

حسن نے کوئی جواب نہ د ی۔وہ بس قدم قدم چلتا پ س آ رہا تھا۔اب وہ دونوں ذرا سا گھبرائے کیو اس خفیہ جگہ کوئی عام ا ن تو آ نہیں سکتا تھا۔اور وہ دونوں تھے بھی یہودی اس لئے ا خاص رسائی حاصل تھی ایسے مقامات کی۔ وہ جو سامنے آ رہا تھا وہ کون تھا؟ وہ شا نہیں ہو سکتا تھا۔کیو ا شا اس سرزمین پ قدم ر ت تھا تو ا د کو پتہ چل جا ی کرتا تھا۔اسکا شاہانہ پ وٹوکول چیخ چیخ کر فضاؤں کو بتا ی کرتا تھا کہ وہاں شا نے قدم رکھ د ی ہے۔

اس . رنہ تو کسی فضا کو علم ہوا تھا نہ کسی پ ے نے سرگوشی کی تھی تو وہ ایسے کیونکر آ سکتا ہے؟

''تم۔کون ہو؟''ڈینیل قدم پیچھے ی لگا۔

''کہا ں۔!!شا۔ہوں۔''اس نے کہتے ہوئے اپنا ماسک ا ر د ی۔قندیلوں کی روشنی میں اسکا چا ی کی ما چمکتا چہرہ روشن ہوا تو ان لوگوں کے حواس شل ہوئے۔

''ششش۔شا۔۔!!ت ۔تم۔۔نے آنے سے پہلے بتا ی ہی نہیں؟ ہم تمہارا استقبال کرتے۔۔پورے ی وشلم کو تمہارے لئے سجا دیتے۔۔تم۔۔بتا تو دیتے۔''ڈینیل مصالحت سے کہتا ہوا آ گے ٹ ھا۔ اگلے ہی لمحے اسکے پ وں زمین پ نہ تھے۔حسن نے ا ی ہی ہاتھ سے اسکو گلے سے پکڑ کر ہوا میں ٹ د ی تھا۔

''ششش۔شا۔!!یہ۔یہ کیا؟''سمتھ گھبرا ی۔اسکے سر پ ا چھوٹی سی ٹوپی موجود تھی جو عام طور پ یہودی پہنا کرتے ہیں اور اسکی نوکیل سی داڑھی تھی۔۔حسن نے ا اسکو دیکھا۔اور ڈینیل کو دورا چھال د ی۔

سمتھ کا پ کر رہ ی۔اب حسن سمتھ کی جا . قدم ٹ ھا رہا تھا۔

''ا بتا دیتا۔!!تو اتنا اچھا سر پ ائز کیسے دیتا تم لوگوں کو۔''وہ ت ر لہجے میں کہتا ہوا آ گے ٹ ھا۔

''ہہ۔ہاں۔خو۔خوشی ہوئی۔ہمیں۔خوشی ہوئی ن۔''سمتھ کے ہاتھ پ وں ٹھنڈے پ گئے تھے۔

''ن کو نہیں کہو گے؟''حسن نے ی دن ت چھی کر کے سمتھ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''. .بیٹھو ن۔''اس نے صوفہ صاف کرتے ہوئے اسکو بٹھا ی۔

حسن ٹ ٹ پ ٹ جمائے بیٹھ ے۔اس وقت بھی وہ ا ے عام سی سیاہ ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا۔

''بیٹھو۔!!''حسن نے اپنے قدموں کی جا ٹ اشارہ کیا تو سمتھ نے دور پڑے کراہتے ہوئے ڈینیل کو ا ے دیکھا اور پھر فوراً حسن کے قدموں میں بیٹھ ے۔حسن نے آگے ٹ ھ کر ڈینیل کی وہ ٹوپی ا ا رلی۔اور ا ے سامنے میز پ پڑی شراب کی بوتل کو دیکھا۔

'' ۔ ۔۔بندہ شراب پ ے سے پہلے یہ ٹوپی تو ا ردے۔۔کیا ر۔۔مذہب کوئی بھی ہو۔۔احترام تو لازمی ہو ا ہے ٹ ں۔'حسن نے معصومیت سے کہا تو سمتھ نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا ے۔

''ہہ۔ہاں۔ہاں۔تم ٹھیک کہتے ہو۔''

''اور۔یہ داڑھی بھی۔۔کیا ر اچھے نہیں لگتے اس داڑھی کے ساتھ شراب پ ے ہوئے۔''حسن نے ا سف سے ک دن ا ے جا ٹ ئی۔

''کا۔کاٹ دیتا ہوں۔۔ہاں۔کاٹ دیتا ہوں۔''وہ کسی کٹھ پتلی کی طرح حسن کا ہر حکم بجالا رہا تھا۔

''نہیں۔''وہ محظوظ سے ا از میں کہتا ہوا سیدھا ہوا۔وہ ہاتھ کی مٹھی سی بنا کر تھوڑی کے نیچے ٹکائے ہوئے تھا۔جبکہ دا ہاتھ کی شہادت کی انگلی پ اس ٹوپی کو گول گول گھما رہا تھا۔

''ت ۔۔تو؟''

''تو۔یہ کہ۔اکھاڑ دو۔''وہ پھر سے ک دن ا ے جا ٹ اکر بولا تو سمتھ کا پورا وجود ف میں لگ ے۔

''کیا؟''

حسن تھوڑا سا آگے کو جھکا۔اس نے سمتھ کی آنکھوں میں دیکھا۔اور یہیں سمتھ غلطی کر ے تھا۔

''شا کا حکم ا ے ہی ر ما جا ا ہے۔۔ٹھیک ہے ٹ ں۔۔دہرانے کی عادت نہیں مجھے۔''وہ ت ر ے آواز میں بولا۔

''سمجھ ے۔''سمتھ نے کسی کٹھ پتلی کی طرح سر ہلا ے۔اور اگلے ہی پل وہ اپنی داڑھی کے ل اکھیڑ رہا تھا۔وہ چیخ رہا تھا۔درد کی شدت سے ۔ رہا تھا وہ رک نہیں پ رہا تھا۔۔دور ے ہوئے ڈینیل نے سمتھ کی حا ت دیکھی تو اسکی روح ت لرز گئی تھی۔

اب یقیناً ان پ ا ے عذاب ٹ نزل ہو چکا تھا۔۔وہ عذاب جو د میں ہی انکا مقدر ٹھہرا تھا۔

شا کی صورت میں۔

عینا واپس گھر آئی۔کمرے میں دیکھا تو یوسف ابھی ت سو رہا تھا۔لائ ٹ آ چکی تھی۔وہ کچھ د ا اسکو د ت ت رہی اور پھر کچن میں چلی آئی اسکو اپنے اور یوسف کے لئے ٹ شتہ بنا ٹ تھا۔

ٹ شتہ بناتے بناتے وہ سوچوں میں غرق ہو گئی۔یوسف تو ا ے تھا ق بچوں کا کیا؟ وہ ۔ بچوں کو نہ تو اپنے گھر میں رکھ سکتی تھی اور نہ ہی ا کھا ٹ کھلا سکتی تھی۔نہ جانے کتنے ایسے یوسف تھے جو کہ پہروں بھوکے پیاسے بلک رہے تھے۔۔ ۔ ۔ خوراک کی ت سپل روک دی جاتی تھی ت ت قحط پڑ جا ا کر ت تھا اور بچے یوں ہی بلکتے تھے ۔

غزہ کے حالات دن ب ن اب ہو رہے تھے۔مسلم ممالک بس سلامتی کو کے اجلاس میں بیٹھ کر لمبی لمبی تقریریں کر رہے تھے وہ بھی صرف اپنے مفاد کے لئے۔ کیو ایسا کرنے سے ا ا ممالک میں عزت ٹ ھ جاتی تھی اور اگلے الیکشن ٹ ت کے مواقع ٹ ھ جا ا کر ت تھے۔

اور جن ممالک کو الیکشن کی پ واہ نہیں تھی ا غزہ کے بچوں کی بھی پ واہ نہیں تھی۔کیو ا بس اپنے کارو ر ہ عز ے تھے۔ا عالمی منڈیوں میں اپنا مال بیچنا تھا۔ا بھارت جیسے ملک ا ے منڈی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے۔اور بھارت کا ر تھا سرا ۔اس لئے جو کوئی اسرا کے خلاف بولتا اسکو بھارت کی جا ٹ سے ا ے ب ئیکاٹ کا ٹ شہ رہتا تھا۔اور بھارت ٹھہرا ا ارب سے ز دہ ا نوں کی مارکیٹ۔امریکہ نے کھلم کھلا سرا کی حما ت کر کے بہت ساری جمہوری طاقتوں کو اپنا بندی بنا لیا تھا۔وہ

چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پ رہی تھیں۔ کیو جو ممالک قرض دار ہوتے ہیں۔ جن کی عصمت ا غیرت ہی آئی ایم ایف کے بینکوں میں وی پڑی ہو پھر وہ کسی مظلوم کی خاطر کیونکر آواز اٹھا تے۔

اور اَ کوئی حکمران ایسی کوئی کاوش کرتا بھی تھا، تو وہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتا۔ پھر عدم اعتماد کے نتیجے میں اپنی نشست ہار جایا کرتا تھا۔ اس رجیم چینج نے بڑے بڑے نقصان کئے ہیں۔ ملک کی آنکھوں میں یوں دھول جھو جاتی ہے کہ اچھے بھلے ا ن ''سنان'' بن جایا کرتے ہیں۔ کیو اس صورتحال میں سے پہلے میڈیا کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جو وہ دکھانا چاہتے ہیں وہ ہم دیکھتے ہیں اور جو وہ سنانا چاہتے ہیں وہی ہم نتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر جو ہماری بصارت اور قوت سما تنے دیکھا اور سنا ہوتا ہے ہماری زبان سے بھی وہی کچھ ادا ہونے لگتا ہے۔ یوں چند سوں مہینوں میں پوری قوم کا بیانیہ تبدیل ہو جایا کرتا ہے اور کسی کو محسوس نہیں ہوتا۔

فون کال نے عینا کو ان سوچوں کے بھنور سے نکالا تھا۔ اس نے نشتے کی ٹرے واپس رکھتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

''السلام علیکم قادر بھائی۔!!'' وہ مئودب سی بولی تھی۔

''کیسی ہو؟'' قادر کی آواز تھوڑی سی تھتھلاتی تھی ہونٹ کٹنے کی وجہ سے۔۔ عینا نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

''ٹھیک ہوں بھائی۔'' اسکا لہجہ بھیگا سا ہوا تھا۔

''تم محفوظ ہو ں؟ میں آج ہی پہنچا ہوں۔''

''جی جی۔۔ محفوظ ہوں۔''

''تم واپس ویلم چلی جاؤ۔۔ یہاں میں دیکھ لوں گا۔'' اسکی آواز میں فکر واضح تھی۔۔ عینا کی آنکھوں میں نمی آئی۔

''نہیں۔۔ میں یہاں ٹھیک ہوں۔''

''عینا۔!! کل رات جو حملہ ہوا ہے وہ تمہاری ہائش پ بھی ہو سکتا تھا۔۔ اس عمارت میں تم ہو سکتی تھی سمجھ کیوں نہیں رہی ہو تم آ؟ کیوں اپنی جان کی دشمن بنی ہوئی ہو؟'' اسکی آواز میں بے بسی تھی۔۔ عینا زخمی سا مسکرائی۔

''۔ میرا رزق روئے زمین سے اٹھ جائے گا ں اس دن نہ تو آپ مجھے بچا سکیں گے اور نہ ہی د کی کوئی اور طاقت۔۔ اور۔ یہ رزق ہے ں۔۔ کوئی ائیر سٹرائ بھی میری جان نہیں لے سکتی۔''

''تم اتنی ضدی اور ہٹ دھرم ہو گی ا ازہ نہیں تھا۔'' قادر نے سر جھٹکا۔

''ہالا میرا فر امپر کچھ ایسا ہی تھا۔'' وہ ہلکے پھلکے موڈ میں آتی ٹے اٹھائے لاؤنج میں آئی۔ قادر بھی ہنس دیا۔

''ممی بنوانے ہی لگا تھا تمہاری۔۔ شکر ہے بچ گئی تم۔''

''مصر کے عجائ خانوں میں سے حسین ممی میری ہی ہونی تھی پھر آپ دیکھتے کہ کیسے لوگ ا ممی کے لئے قتل کرتے قتل۔'' وہ ہنس رہی تھی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

وہ لاؤنج میں ہی کھڑی تھی۔ یوسف آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر آیا۔ وہ معصوم سا یوسف جسکی آنکھوں میں ابھی نیند کی خماری تھی اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ عینا مسکرا کر رہ گئی۔ اسکے سارے زخم ایک پل کے لئے مندمل ہو گئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر یوسف کو اٹھا لیا۔ وہ تھوڑی مشکل سے ہی اٹھا سکی تھی اس نے اٹھا لیا تھا۔ کل بھی۔ وہ یوں جھلس رہا تھا تو جانے عینا میں کہاں سے اتنی طاقت آئی تھی۔ اس نے یوسف کو لا کر ڈائینگ ٹیبل پ بٹھایا۔ اور اسکا گال چوما۔ یوسف ٹ سا اسکو دیکھے گیا۔

''بھوک لگی ہے؟'' عینا نے اسکے ماتھے سے بال ہٹاتے پوچھا تو یوسف نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''چلو۔ تمہارا منہ ہاتھ دھلواؤں۔ پھر شتہ کرتے ہیں۔'' وہ اسکو لئے دو رہ واش روم میں چلی گئی۔ اسکا منہ ہاتھ دھلوایا۔ اسکے سر اور چہرے پ ایا۔ رپھر سے آئینمٹ لگائی اب جلن نہیں ہو رہی تھی عینا نہیں چاہتی تھی کہ ذرا سی بھی تکلیف باقی رہے۔ پھر ان دونوں نے مل کر شتہ کیا تھا۔

اسکے بعد عینا نے گھر کی صفائی کی اور یوسف اسکے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا رہا تھا۔

قریباً نو بجے اسکے دروازے پہ بیل ہوئی تو عینا ٹھٹک کر دروازہ کھولنے گئی۔ سامنے ایک لڑکا کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا بکس تھا۔

''یہ کس کے لئے ہے؟'' عینا نے اچنبھے سے پوچھا۔

''یوسف کے لئے۔۔ یہاں سائن کر دیں۔'' وہ ایک ڈیلیوری بوائے تھا۔ عینا پہلے تو الجھی پھر اس نے سائن کر دیئے اور پارسل رسیو کر لیا۔

''کون تھا؟'' یوسف لاؤنج میں رکھے ایک صوفے پہ بیٹھا پاؤں جھلا رہا تھا۔

''پتہ نہیں۔'' عینا نے کندھے اچکا دیئے۔

''یہ کس کے لئے ہے؟'' یوسف نے اشتیاق سے پوچھا۔

''تمہارے لئے۔'' عینا مسکرا دی۔ یوسف نے حیرت سے دیکھا۔

''کیا یوسف کے لئے؟'' اس نے اپنے سینے پہ چھوٹا سا ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔ آؤ دیکھتے ہیں کھول کر۔'' وہ دونوں اس بکس کو لئے وہیں لاؤنج میں پیچھے قالین پہ بیٹھ گئے۔ یوسف اس پارسل کے کھلنے کا انتظار بے چینی سے کر رہا تھا۔ عینا اسکی بے چینی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

دس بج رہے تھے۔ وہ واپس آیا۔ دروازہ کھلا تو وہی ہیزل آنکھوں والی لڑکی کمر پہ ہاتھ رکھے کھڑی اسکو تفتیشی انداز میں گھور رہی تھی۔ وہ جو چہرے پہ تکان اور بیزاری سجائے کھڑا تھا اسکو دیکھ کر اچانک ہی اسکے چہرے پہ ایک مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کہاں سے آ رہے ہو؟''

اس کے انداز پہ حسن نے ابرو اٹھائے۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ سلویٰ نے اسکے پیروں کو دیکھا تو اسکے جوتوں پہ مٹی لگی ہوئی تھی۔ اسکی پینٹ اور سیاہ شرٹ پہ بھی مٹی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تو سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔

''اتنے بڑے ہو کر مٹی میں کھیلتے ہو؟ تمہاری امو نہیں ڈانٹتی؟'' اس نے ہاتھ جھلا کر پوچھا تو حسن کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔ ''کتنے ڈھیٹ مہمان ہو تم؟'' وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

حسن ہنس دیا اور ذرا سا جھکا۔

''کیوں چھوٹی لڑکی؟ اب میں نے کیا کر دیا؟'' وہ افسوس سے پوچھ رہا تھا۔

''تم صبح بنا بتائے چلے گئے۔۔ اگر تم گم ہو جاتے تو؟'' وہ اسکا راستہ چھوڑ کر آگے چل دی۔ حسن حیران سا مسکراتا ہوا اسکے پیچھے ہو لیا۔ ''تمہیں پتہ ہے میں نے سنان سے کہا تھا کہ اپنے مہمان کو ڈھونڈ لے ورنہ میں نہیں جانے والی اسکو ڈھونڈنے۔''

حسن کے تاثرات پل پل بدل رہے تھے۔ خوشگوار حیرت سی تھی جس نے اسکو اپنے حصار میں جکڑ لیا تھا۔

''تو کیا فلسطین والے اپنے مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں؟'' وہ مصنوعی بے چارگی سجائے صحن میں رکھے ایک پلنگ پہ پاؤں رکھ کر اپنے جوتوں کے تسمے کھولنے لگا۔

''ہم لوگ تو اپنے مہمانوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کرتے ہیں کہ انہیں رہنے کے لئے گھر دیتے ہیں کھانے کے لئے خوراک اور پینے کے لئے پانی۔۔ ہمارے مہمان آ کے میں ہمارے گھروں پہ قبضہ کر لیتے ہیں۔۔ اور وہ لوگ ہمارے گھروں پہ بمباری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔'' وہ بتاتے بتاتے اداس سی ہو گئی۔ حسن کا تسمے کھولتا ہاتھ وہیں رکا تھا۔ اسکے دل کی دھڑکن ایک پل کے لئے بند ہوئی۔ اور سانس لینے میں اٹکنے لگی تھی۔ وہ اپنے دہرشے سے ایک لمحے کے لئے بے گانہ ہوا تھا۔

وہ لوگ اس بچی کے مجرم تھے اور وہ ان کے ساتھ کا روادار آ رکا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ جانتا نہیں تھا وہ اچھی طرح ان لوگوں سے واقف تھا جہاں پہلے ہی تاریکی ہو وہاں مزید تاریکی شامل ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔۔۔ دل پہ سیاہ دھبے اتنے بڑھ جاتے کہ سارا دل ہی سیاہ ہو جائے پھر وہاں مزید سیاہی کے آنے سے کوئی

فرق نہیں پڑ۔

وہ بھی آج۔ بس سیاہی ہی آ۔ تھا اپنے دل پ۔۔ جانے کیوں اب اسکو فرق پڑنے لگا تھا۔۔ اسکو گھن آنے لگی تھی اپنے ہی دل سے۔۔ کئی۔ رتو اسکا دل چاہتا تھا کہ اس سیاہ دل کو اپنے ۔ سے نکال کر دے۔۔ راتوں کی نیند مکمل طور پ حرام ہو چکی تھی۔۔ ا۔ دو گھنٹے وہ بمشکل سو۔ تھا اور یہ اذ۔ دن بہ دن۔ بڑھتی جا رہی تھی۔۔ نہ اسکو تنہائی راس آتی تھی اور نہ اسکو لوگوں کا ساتھ سکون بخشتا تھا۔ ا۔ کسک سی تھی دل میں۔۔ کہیں کچھ چبھتا رہتا تھا کہ جیسے کوئی کا ہو۔۔ اسکو کوئی ایسا شخص نہیں آ۔ تھا جو اس کا کو نکال کر اسکو اسکا سکون اسکی نیند واپس لوٹ دے۔

''۔ شتہ کرو گے؟'' سلویٰ نے اسکا ٹ انس توڑا تھا۔ حسن نے ا۔ گہری سانس لی جسے وہ ۔ سے روکے ہوئے تھا۔

''نہیں۔۔ میں کر چکا ہوں۔'' وہ وہاں سے سنان کے کمرے میں ۔ اور اپنا سامان اٹھانے لگا۔

''تم کہیں جا رہے ہو؟'' سلویٰ بھی اسکے پیچھے ہی آئی۔

''ہاں۔'' وہ اپنا بیگ بند کر رہا تھا۔

''کہاں؟'' سلویٰ کے سوال پ اسکے ہاتھ رکے۔ اس نے مڑ کر سلویٰ کی جا۔ دیکھا۔

''نہیں معلوم۔''

'' ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم اتنے ۔ڑے ہو۔۔ تمہیں یہ بھی نہیں پتہ کہ تمہیں کہاں جا۔ ہے؟''

وہ بچی اسکو جھنجھوڑ رہی تھی۔۔۔ ۔ سے وہ آ۔ تھا وہ مسلسل اسکو کر۔ رہی تھی۔

سچ ہی تو کہہ رہی تھی کہ وہ اتنا ۔ڑا ہونے کے ۔ وجود گمراہ تھا جسکو نہ اپنے راستے کا علم تھا اور نہ منزل کی خبر تھی۔۔ وہ ا۔ ھیروں میں جیتا آ۔ تھا کیا وہ ان پڑھ تھا؟ جاہل تھا؟ کم عقل تھا؟ کیا وہ مجنون تھا کہ کسی کی ۔ت ۔ سمجھنے سے قاصر ہو؟

نہیں۔۔ بلکہ وہ بہت سارے ا۔ نوں سے بہتر تھا۔۔ وہ ذہین تھا، قابل اور پ اعتماد پڑھا لکھا ا۔ ن تھا جس کی عقل و فہم اور دانش۔ جانے کتنے لوگوں پ غا۔ آ۔ کرتی تھی۔۔ بلکہ وہ عام ا۔ نوں سے کچھ ز۔ دہ ہی ذہین تھا اسکی ذہا۔ ۔ اسکے کام نہ آئی۔۔ اس نے اپنی ذہا۔ ۔ کو ابلیس کی طرح ضائع کر د۔۔

تو کیا وہ ابلیس تھا؟ کیا اسکے لئے ہدا۔ ۔ کے راستے بند تھے؟

ا۔ اہیم گھر میں داخل ہوا تو منال لاؤنج میں ہی تھیں۔

''کہاں سے آ رہے ہو؟'' انھوں نے ٹی وی آف کرتے ہوئے کن ا۔ ں سے دیکھا۔

''کہیں سے بھی نہیں۔'' اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے صفا اور بچے تیار ہیں ا۔ لے جاؤ پھر شام کو واپس بھی آ۔ ہے۔'' انھوں نے کہا تو وہ سر ہلا۔ ہوا سیڑھیاں پڑھ ۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ا۔ پل کے لئے اسکا دماغ گھوم کر رہ ۔۔ اسکا کمرہ کسی سٹور روم کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

''واٹ دا'' اگلے الفاظ منہ میں ہی ۔ف کر۔ ہوا وہ آگے ۔ڑھا۔ اسکے بیڈ پ ڈھیروں کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ فرش پ جوتوں کا الگ ا۔ رتھا۔ دینا بیڈ پ بیٹھی تھی ا۔ بے بی پنک کلر کی فراک پہنے وہ تیار ہو چکی تھی۔ جبکہ مرجان صوفے پ بیٹھا اپنے جوتے پہن رہا تھا۔ یقوت آ ۔ کے سامنے کھڑا پ فیوم لگا رہا تھا جبکہ صفا غا۔ تھی۔

''یہ میرے کمرے کی حا۔ ۔ کیا بنا رکھی ہے تم لوگوں نے؟'' وہ شل سا آگے ۔ڑھا۔ مرجان نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ا۔ اہیم اسی کو گھور رہا تھا پھر مرجان نے فرش پ اپنے جوتوں کی کولیکشن دیکھی۔ اور دو۔ رہ معصومیت سجائے ا۔ اہیم کی جا۔ دیکھا۔

''وہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کون سے پیئرز پہنوں اس لئے میں اپنی ساری کولیکشن لے آ۔۔ اب جا کر ڈیسائڈ ہوئے ہیں۔'' اس نے آ۔ ی۔ ت کہتے ہوئے اپنے سیاہ چمکدار نوکیلے جوتے دکھائے۔ جو اسکے ۔ دامی ر۔ کے کاٹن کے قمیض شلوار کے ساتھ جچ رہے تھے۔

یقوت نے مڑ کر دیکھا اور پھر بیڈ پہ بکھرے اپنے کپڑوں کو دیکھا۔۔اب ا. اہیم اسی کی جا. متوجہ تھا۔

''مجھے بھی کپڑے ڈیسائڈ کرنے میں مسئلہ ہو رہا تھا اس لئے میں یہیں لے آیا۔۔'' وہ بھی معصومیت سے کندھے اچکا یا۔ا. اہیم اس وقت ا یسفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس تھا جس کی آستینیں اس نے پٹ ھار کھی تھیں۔اسکے کسرتی. زو بمشکل اس کرتے میں قید تھے۔دامن پٹی پہ ہلکی ہلکی ٹ ھائی کی گئی تھی۔

''وہ محترمہ کہاں ہے جس نے یہ . کچھ بکھیرا ہوا ہے؟'' اس نے بیڈ پہ بکھرے ہوئے کئی لیڈی ڈریسز کی جا. دیکھ کہا۔

''وہ چینج کرنے گئی ہیں۔'' مرجان نے مصروف سے ا. ازمیں بتا یا۔

''ساتویں. ر۔'' یقوت نے اضافہ کیا تو ا. اہیم کی ا انکھیں پھیل گئیں۔

''سا۔ساتویں؟ واٹ دا ہیل؟'' وہ آنکھیں پھاڑے یقوت کو دیکھ رہا تھا۔یقوت نے ن. رمل سے ا. ازمیں کندھے اچکا دیئے۔

''اپنے. پ کے ولیمے پ جا. ہے اس نے جو اتنی تیا.....''

اسکے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے. ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا۔وہ اپنی جگہ سا ہوا۔سامنے وہ سرخ. ک لئے کھڑی تھی۔یقیناً وہ اسکے الفاظ سن چکی تھی۔

ا. اہیم اسکی سرخ. ک کے علاوہ . کچھ دیکھ رہا تھا۔وہ اس وقت ا ٹی پنک کلر کے میکسی ڈریس میں ملبوس تھی جس پ گولڈن اور پ یل نگینوں سے کام کیا یا تھا۔اسکا سراپا ہوش ر. تھا۔سنہری. ل ابھی شانوں پ بکھرے ہوئے تھے ابھی اسکو تیار ہو. تھا صفا قریشی کو شا یمصنوعی سجاوٹ کی کبھی ضرورت پیش ہی نہیں آئی تھی۔وہ قدرت سے اپنے حصے کا حسن اور کشش لکھوا کر لائی تھی۔

ا. اہیم کو اپنے حلق سے کچھ نیچے ا ہوا محسوس ہوا جس کے . ش اسکی شہ رگ کا ابھار واضح ہوا۔وہ غصے سے قدم اٹھاتی اسکے پ س آئی اسکے عین رو. وکھڑی ہوئی اس نے سرخ ہوتی. ک مز یپھلالی۔اور اپنی چھوٹی سی مخروطی انگلی کھڑی کی۔

''آپکو کتنی. ر کہا ہے میرے.. کے. رے میں کچھ نہ کہا کریں۔'' وہ اچھی خاصی ت پ گئی تھی۔

''واہ۔۔!!!'' مرجان منہ کھولے بیٹھا تھا۔جبکہ یقوت نے بھی سراہتی نگاہوں سے اسکو دیکھا تھا۔۔پورے کمرے میں اسکی موجودگی نے جیسے ز. گی سی بھر دی تھی۔

ا. اہیم ٹھیک کہتا تھا اس لڑکی سے ز. گی پھوٹتی تھی۔

''پ یٹی لیڈی۔!! یولوک پ یٹی۔۔مسمرائزنگ ۔۔گورجیس۔'' مرجان نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پ ر ہوئے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔صفا نے مسکرا کر ر دن موڑ کر مرجان کو دیکھا۔

''تھینکس مائی پ نس۔'' مرجان اسی کو دیکھ رہا تھا۔۔صفا نے دو. رہ دا ت بھینچے اور ا. اہیم کی جا. مڑی۔

''آپکو کیا کہہ رہی ہوں میں۔'' وہ غصے سے بولی۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' وہ بناء پلکیں جھپکے بولا تھا۔

''میں۔میں نے کہا کہ۔''

''کیا کہا؟'' وہ کسی ٹ انس کے تحت بول رہا تھا۔صفا نے ا یپل کے لئے اپنے چہرے کا طواف کرتی اسکی نگاہوں کو دیکھا تھا۔وہ اسی پ مرکوز تھیں۔وہ ہڑ. ٹ ائی۔

''کچھ نہیں۔'' کہتے وہ اپنے دل کو سنبھالتی ہوئی پلٹی اور جا کر آئ ینہ کے سامنے کھڑی ہوئی۔

مرجان اور ا. اہیم یٹ سے اسکا آئ ینہ میں آ سراپہ دیکھ رہے تھے۔۔یقوت نے پ فیوم واپس رکھا اور بیڈ سے اپنے کپڑے اٹھانے لگا۔

وہ اپنے کپڑے سمیٹ کر کمرے سے نکل یا۔جبکہ وہ دونوں الووں کی طرح بناء پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گئے۔صفا نگاہوں کی پ واہ کئے بناء تیار ہوتی رہی۔

. اس نے آ کار پ اسٹک لگائی اور پھر اپنے کانوں میں ائیر پہننے کے لئے اٹھائے۔اس نے جھولتی لٹوں کو جھٹکا دے کر پیچھے کیا اور ا ئیرنگ پہن لیا۔جبکہ دوسرے ائیرنگ نے بغاوت کر دی تھی۔کئی کوششوں کے . وجود اسکا لاک بند نہیں ہو رہا تھا۔

''مرجان۔!!'' صفا نے مصروف سے ا. ازمیں اسکو پکارا۔

''جی۔!!'' وہ اسی طرح بیٹھا بیٹھا بولا۔

''میری ہیلپ کرنا۔'' صفا نے مڑ کر کہا تو مرجان فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔اس سے پہلے کہ وہ خوشی خوشی صفا کے پاس پہنچتا کوئی اسکے راستے میں آیا۔

''سائیڈ پلیز۔!!'' مرجان نے اپنے باپ سے کہا۔۔جس نے ایک تیکھی جتاتی نگاہ اس پر ڈالی۔

''کیوں؟ وہ میری بیوی ہے میں مدد کر سکتا ہوں اسکی۔'' وہ تن فن سا زور پیٹ کھڑا تھا۔

''اگر میں تھوڑا سا موٹا ہوتا تو وہ میری بیوی ہوتیں۔'' مرجان نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکا کر جتایا تھا۔

اسکے جواب پر صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''واٹ؟؟؟'' ابراہیم نے اسکو ڈپٹا۔

''ہاں۔بس دس سال ہی بڑی ہیں۔۔کاش میں کسی اور کے گھر پیدا ہو جاتا دس سال پہلے۔'' مرجان کسی گہرے صدمے میں تھا۔

''شٹ اپ۔!!وہ پھر بھی تمہاری بیوی نہ بنتی۔'' ابراہیم نے ڈانٹا۔

''کیوں؟ایسے کیسے نہ بنتی۔۔کیا کمی ہے مجھ میں؟'' مرجان نے اپنے کپڑوں اور جوتوں کو دیکھا۔

''عقل کی کمی ہے۔یہ۔۔'' ابراہیم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور اسکے بال بگاڑے۔''یہ والا پورشن خالی ہے بالکل۔''

''خیر ہے۔۔منال کہہ رہی تھیں کہ شادی کے بعد مرد کی عقل ٹخنوں میں چلی جاتی ہے۔۔۔ اس عقل نے کام کرنا ہی نہیں تو کیا فائدہ۔۔ہے نا پیٹی لیڈی؟'' اس نے مزے سے آنکھیں مٹکاتے ہوئے صفا کو دیکھا جو کہ ایسے کھڑی تھی جیسے کوئی مجسمہ ہو۔

''ٹھہر جاؤ تم۔تو۔ذرا۔'' کہتے ابراہیم اسکی پٹائی کے لئے کچھ ڈھونڈنے لگا تھا۔دینا کا قہقہہ گونجا وہ ایک پل کے لئے رکا اور پھر سے کچھ ڈھونڈنے لگا۔۔مرجان وہاں سے یوں غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ چونکا۔

''۔۔۔پٹائی۔'' دینا تالیاں بجاتی ہوئی خوشی سے نہال ہو رہی تھی کہ اب پٹائی کرنے والے تھے۔وہ اسکی جانب دیکھ کر ہنس دیا۔اور پھر اس نے مڑ کر ایک آئینے سے لگی کھڑی لڑکی کو دیکھا۔اور پھر مسکراہٹ سمیٹتا ہوا اسکے پاس پہنچا۔اس نے نرمی سے صفا کے ہاتھ سے وہ ائیر پکڑا۔۔ وہ ششدر سی تھی۔

ابراہیم نے ائیر لاک کرتے ہوئے اسکے ائیر کو چھو کر دیکھا وہ جھولنے لگا۔اس میں لگا موتی جھول جھول جا رہا تھا۔

''یہ اتنی پیاری چیزیں ملتی کہاں سے ہیں تم لڑکیوں کو؟'' وہ مبہوت سا اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔اور پھر اس نے اسکے بالوں میں لگے چھوٹے چھوٹے سے نگینے دیکھے تو اسکی سمٹتی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اس نے وہی ڈھیلی سی فرنچ چوٹی بنائی اور اسی طرح بیڈز لگائے تھے جیسے کل لگائے ہوئے تھے۔

ابراہیم نے مزید کچھ کہے بنا اسکے دونوں ہاتھ تھامے اور اسکو ذرا سا منے کھڑے کیا۔پھر اس نے بغور اسکا جائزہ لیا۔

''تیاری تو اچھی کی ہے۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

صفا نے پلکیں جھپکیں اور نگاہیں زمین میں گاڑ دیں۔

''ویسے کیا کہہ رہی تھی تم؟'' ابراہیم نے ایک انگلی سے اسکی تھوڑی کو ذرا اوپر کیا۔

''کچھ بھی تو نہیں۔'' اس نے تھوک نگلا۔اسکی موجودگی میں جیسے صفا کے ہاتھ پاؤں ہی ساتھ چھوڑ دیا کرتے تھے۔وہ آج بھی ویسی ہی تھی اور وہ اس پر ویسا ہی امپیکٹ رکھتا تھا۔

''کوئی دھمکیاں دینے لگا تھا مجھے۔'' وہ مسکراہٹ دبائے بولا تو صفا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔

''کوئی انگلی کھڑی کر کے دھمکانے لگا تھا مجھے۔'' وہ مصنوعی معصومیت سجائے بولا تو صفا نے بھینچے اور میں سر ہلایا۔''نہیں تو۔مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ایک چھوٹی سی انگلی مجھے دھمکانے کے لئے اٹھائی گئی تھی۔واللہ ڈر گئی تھی میں۔'' اس نے مصنوعی بے چارگی سجائے کہا تو صفا نے روہانسی شکل بنائے اسکی جانب ملتجی نگاہوں سے

دیکھا۔

''نہ کریں۔ں۔''

''کیا کر رہا ہوں؟'' وہ مسلسل اپن مخصوص مسکراہٹ لئے اسکو تنگ کر رہا تھا۔

''تنگ نہ کریں۔۔'' کہتے وہ پلٹی۔اسکو اپنی سانس بھی بند ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ا۔ اہیم اسکے عقب میں آ۔یا۔اسکے دونوں ہاتھ تھامے اور اسکی پشت کو اپنے ی۔ سے لگا۔یا۔صفا کے دل کی دھڑکنوں میں ا۔ ۔ر پھر سے شور۔ پ ہوا۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' وہ اسکے کندھے پ تھوڑی ٹکائے بولا تو صفا کو لگا کہ وہ اب اپنے قدموں پ مز۔ کھڑی نہیں رہ پ ئے گی۔

''یہ آنکھیں کاجل سے سجا تو لی ہیں پ۔ درکھنا کہ یہ کاجل بہنا نہیں چاہیے۔'' وہ تنبیہی ا۔ از میں بولا تو صفا کی آنکھیں پہلے نمی چھلکانے لگی تھیں۔

''جو میری مس سٹر پ انگلی اٹھائے گا اسکا ہاتھ ایسے توڑوں گا کہ وہ درد کی شدت سے کراہ بھی نہیں سکے گا۔'' صفا نے پلکوں کی جھالر َ الی۔سرمئی آنکھوں کا رابطہ شربتی آنکھوں سے ٹوٹ َ ی۔

''ا َ کوئی کچھ کہے تو اسکی ز۔ن گتھی سے کھینچ ی۔۔مرہم پٹی میں کر دوں گا۔''

صفا آ۔ ی۔ت پ بے اختیار مسکرائی۔

''تمہیں پتہ ہے تم نے جو جیولری اس وقت پہنی ہوئی ہے ان میں ۔ سے ز۔یدہ قیمتی جیول کون سا ہے؟'' وہ اسکی مسکراہٹ کو آ۔ی۔ میں دیکھ رہا تھا۔صفا نے بے اختیار اسکے ہاتھوں میں مقید اپنے ہاتھ دیکھے۔اسکی مخروطی انگلی پ وہ سبز انگوٹھی پوری شان سے دمک رہی تھی۔

''انہوں۔!!وہ نہیں۔''ا۔ اہیم نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھ کر فوراً کہا تھا۔صفا نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر اسکو آ۔ی۔ میں دیکھا۔اسکی آنکھوں میں سوال تھا۔

ا۔ اہیم نے اسکے لبوں کی جا۔ ۔ اشارہ کیا۔

''یہ۔۔یہ جو مسکراہٹ ہے۔ں۔یہ ہے وہ ۔ سے قیمتی جیول۔''

'' ''

اسکے اس ا۔از پ صفا نے مڑ کر اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔ا۔ اہیم نے مسکرا کر اسکے شانے سے فرنچ چوٹی سی ۔ ہوئی لٹیں ہٹا ۔اور ذرا سا جھک کر اسکے پیچھے پ ا اپنا پ فیوم اٹھا۔یا۔اس نے صفا کے ۔لوں اور اسکی َ دن پ ہلکا ہلکا سا پ فیوم سپرے کیا۔

''میں ساتھ نہیں ہوں گا۔ میری مہک رہے گی۔''اس نے پ فیوم واپس رکھا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔وہ حیران سی تھی اسکے اس رویے پ۔

''اب ٹھیک ہے۔۔''اس نے ا۔ ۔ر پھر سے اسکا جائ۔ہ لیا۔

وہ وہاں سے پلٹنے لگا تو صفا نے اسکا ہاتھ پکڑا۔وہ وہیں رک َ ی۔

''کیا ہوا؟ کچھ چاہیے؟'' وہ ٹ۔می سے بولا تھا۔صفا نے اثبات میں سر ہلا۔یا۔اور اسکے ی۔ پ ہاتھ رکھا۔جہاں اس نے خود مرہم رکھا تھا۔ا۔ اہیم نے َ دن جھکا کر اسکا ہاتھ دیکھا۔

''میں آپ سے سوال نہیں کروں گی۔۔نہ ہی آپکے مقصد کی راہ میں کوئی رکاوٹ بنوں گی۔''اس نے جیسے ا۔ عہد کیا تھا۔اور ا۔ اہیم نے سرشاری کے سے عالم میں اسکو دیکھا۔سرمئی آنکھوں کا شربتی آنکھوں کے ساتھ رابطہ ا۔ ۔ر پھر سے قائم ہوا تھا۔

'' ۔''اس نے کہا تو ا۔ اہیم نے ت۔سف سے َ دن ا۔ جا۔ َ ائی۔

''ا۔ تو اچھی بھلی ب۔ت چل رہی ہوتی ہے۔۔اور تم عورتیں یہ'' '' کا لفظ استعمال کر کے ہر چیز کی کر دیتی ہو۔۔ ۔ وعدہ ہو رہا ہے تو پھر یہ'' '' کہاں سے آ َ ی؟؟''وہ جھنجھلا کر بولا تو صفا نے ہونٹ ٹ ئے۔وہ اسکی ب۔ت بھی مکمل نہیں ہونے دیتا تھا۔

''اچھا بولو۔''اس نے صفا کا اداس پ۔ چہرہ دیکھا تو ا ب ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

''کیا آپ خود کو میرے لئے زن ہ رکھ تہیں؟''

وہ بولی تو ا. اہیم چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا۔ وہ اسکی ب ت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''لوگ محبت ش . ت کرنے کے لئے مر کے دکھانے کا کہتے ہیں اور تم جی کر دکھانے کا کہہ رہی ہو؟'' وہ محظوظ سا ہوا تھا۔ صفا کے چہرے پ سنجیدگی تھی۔ ا. اہیم نے . ئیاں . زوا سکے دپھیلا یا اور دا ہاتھ سے اسکی تھوڑی کو تھام کر اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

''کیا کہنا چاہ رہی ہو۔۔کہو۔''

''میں بس یہ چاہتی ہوں کہ یہ سینہ ہمیشہ محفوظ رہے اس پ آئندہ کوئی زخم کوئی گھاؤ اپنا ن نہ بنائے۔'' اس نے ا. اہیم کے ی پ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''میں چاہتی ہوں کہ آپ ہمیشہ سلامت رہیں۔۔میرے لئے، اپنے بچوں کے لئے اور اپنے ماں . پ کے لئے، کیو ہمارے پ س آپکے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔۔ آپ ہماری چھت ہیں۔۔ انہ کرے اَ آپ پ ذرا سی بھی آنچ آئی تو اس خا ان کی عمارت ڈھے جائے گی اور ہم . بے آسرا ہو جا گے۔۔ہم سے ہماری چھت، ہمارا آسمان اور ہمارا سائبان نہ چھینیں پلیز۔'' آ میں اس نے بھیگی پلکیں لئے ارش کی تھی۔ ا. اہیم اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اسکے پ س صفا کی کسی . ت کا کوئی جواب نہ تھا۔

''بتا ۔۔کیا کر تہیں یہ عہد؟'' صفا نے اسکے کالر کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اسکا جھنجھوڑا تھا۔ ا. اہیم نے پلکیں جھپکیں۔ وہ فرار کی راہ ڈھونڈ نے لگا۔ فرار ممکن نہ تھا۔ صفا قریشی کی آنکھوں کی قید سے ممکن ہو یہ تھا۔

''ز گی کوئی وعدہ نہیں ہے۔'' اس نے . لآ کہنا شروع کیا۔ ''یہ . اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ ز گی موت کے فیصلے آسمانوں پ ہوتے ہیں۔ اسلئے میں تم سے کوئی عہد کیسے کر سکتا ہوں صفا؟'' اس نے آ ی ب ت کہتے ہوئے بے بسی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''آپ خود کو محفوظ تو رکھ تہیں ں؟'' وہ اپنی ب ت پ قائم تھی۔

''حفاظت کرنے کے لئے میرے پیارے سے خا ان کی دعا کافی ہیں۔'' وہ ہلکا سا مسکرا۔ وہ اسکا خوف سمجھ رہا تھا۔

صفا اسکی بینڈ یج کر کے فارغ ہوئی تو اس نے ا ڈھیلا سا کرتا نکال کر ا. اہیم کو دیا۔ کرتا پہنتا ہوا وہ کمرے میں آ دینا سو رہی تھی۔

''سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔'' ا. اہیم نے اپنی جا . آ کر یٹ ہوئے کہا۔ صفا نے ہاتھ پہلے ہی دھو لئے تھے وہ ہاتھ دھو کر ہی اسکے پ س گئی تھی۔ وہ آ کر اپنی جا . بیٹھی۔ دینا اپنے کاٹ میں سو رہی تھی۔ وہ مسلسل اپنی ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو دا ہاتھ کے انگوٹے کے خن سے کھرچ رہی تھی۔ وہ بے چین تھی۔

ا. اہیم نے اسکی حر ت دیکھی۔

''اب کیا ہوا؟''

''آپ نے کہا تھا کہ آپ بتا گے۔'' وہ منمنائی۔

''چھوڑو۔۔کیا کرو گی جان کر؟'' وہ ا ہاتھ سر کے نیچے ٹکائے دوسرا ی پ رکھے ہوئے تھا۔ کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔

'' مجھے جاننا ہے۔'' اس نے رخ پھیر کر ا. اہیم کی جا . دیکھا۔

''اچھا آؤ بتا ہوں۔'' اس نے ا . زو پھیلا دیے۔ صفا نے میں سر ہلا۔ ا. اہیم نے ا. وسکیٹر کر سوالیہ ا از میں دیکھا۔

''آپکا زخم۔'' اسنے اشارہ کیا تو وہ مسکرا دیے۔

''بھر چکا ہے۔'' کہتے ہوئے ا. اہیم نے اسکا ہاتھ کھینچا۔

''کیا پوچھنا ہے؟'' وہ اسکے . لوں میں ا یں ہوا اسکو پ سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

''یہی کہ یہ . کیا ہے؟ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ ا. اہیم بھی میرے جیسا ہے۔۔آپ کیا کرتے ہیں؟ اور یہ چوٹ؟'' اس نے اپنے دماغ کی ساری منتشر سوچیں اسکے

سامنے بکھیر دیں۔

''وہ کہتا ہے کہ میں اس جیسا ہوں؟'' ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''ہاں۔'' صفا نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلا یا جیسے کسی بڑے زار کے کھلنے پہ وہ خوفزدہ ہو۔

''نہیں۔۔ہم دونوں الگ ہیں۔۔ہمارا سفر کرنے کا طر ا یہ ہوسکتا ہے ہماری راہیں اور ہماری منزلیں الگ الگ ہیں۔'' ا یہ جواب ملتے ہی صفا کچھ پرسکون ہوئی۔

''کیا آپ دونوں کی منزل کبھی ا یہ نہیں ہوسکتی؟''

ا. اہیم نے ناراض سی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''ر. راسکا ذکر نہ کرو۔۔'' وہ. مزہ ہوا۔

''آپ اس سے جیلس ہو رہے ہیں؟'' صفا محظوظ سے ا. از میں ہنسی۔

''میں کیوں ہونے لگا اس گیدڑ سے جیلس؟''

''مان جا ۔آپ اس دن فون پہ بھی جیلس ہو رہے تھے۔اور. پہلے دن ہمارا سامنا ہوا تھا. بھی آپ بہت. ہم ہوئے تھے۔'' صفا مزے سے بولی ا. اہیم نے. بھینچے۔

''کیوں چاہتی ہو کہ میں تمہیں کھڑکی سے نیچے دوں؟'' وہ مصنوعی غصے سے بولا تو صفا مزید ہنس دی۔وہ اسکی ہنسی کو دیکھے ۔وہ ہنسی کسی صحرا میں پڑی ٹھنڈی پھوار کی مانند تھی۔

''میں کسی سے جیلس نہیں ہوتا۔کیونکہ جو میرا ہے وہ میرا ہی رہتا ہے۔تم ا میرے. م ہو تو کوئی تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکتا۔اس لئے میں ایسی کوئی سستی انسکیورٹیز نہیں پالتا۔'' وہ دوٹوک ا. از میں بولا تو صفا نے منہ پھلایا۔

'' مجھے مزہ آتا ہے. آپ جیلس ہوتے ہیں۔'' وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح شوق سے بولی۔ا. اہیم نے ا. واٹھائے۔

''جانا ہوں۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تو کیا بس آپ اسی لئے ایسا شو کرتے ہیں کہ آپ جیلس ہیں؟'' صفا حیران ہوئی۔

ا. اہیم کندھے اچکاتا ۔

''کیا؟ اور میں یہاں کیا کیا سوچ رہی ہوتی ہوں۔'' صفا کو افسوس ہوا تھا۔۔ا. اہیم نے اسکی جا. کروٹ لی۔

''کہا. ں کہ میں سستی انسکیورٹیز نہیں پالتا۔''

''ہونہہ۔اگلی. ت کا جواب دیں۔'' صفا نے سر جھٹکا۔

''دس سال پہلے میں فلسطین یہ تھا کسی کی اما. ت لوٹانے۔'' ا. اہیم نے کہنا شروع کیا اور اسکو اپنے سارے سفر کی روداد سنائی۔صفا. جانتے ہوئے کتنی دفعہ اش. ر ہوئی۔اور سفیر کی چھوٹی چھوٹی. تیں سن کر ہنسی بھی تھی۔ اس . میں ا یہ چیز مستقل رہی تھی اور وہ تھا کرب۔شدید کرب۔نہ ختم ہونے والا ل۔ادا کا سوچ سوچ کر. ر. ر اسکی آنکھوں میں نمی ا رہی تھی۔

. تیں کرتے کرتے ا فجر ہوگئی تھی۔

''تو کیا ان لوگوں کا کوئی ڈیفنس سسٹم نہیں؟'' صفا نے اسکے. زو پہ سر رکھے ہوئے پوچھا. از میں پوچھا تھا۔

''ہے۔۔ وہ بہت کمزور ہے۔۔ان لوگوں کے پاس ملٹری اثاثے نہ ہونے کے برابر ہیں۔حالانکہ ا یہ پاس اتنے ذہین لوگ موجود ہیں کہ انھوں نے آج تک اسرائیلیوں کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔۔اگر تھوڑی سی بھی مدد کی جائے تو وہ لوگ اسرائیل کو مزہ چکھا سکتے ہیں۔''

''تو پھر امدد کیوں نہیں کی جاتی؟'' صفا کی حیرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔

''کیو د نہیں چاہتی کہ وہ لوگ اپنی ۔ بتیں ۔۔تمہیں پتہ ہے کہ ہمیشہ فلسطین کو خبروں میں ایک مظلوم ریا ست کے طور پہ پیش کیا جاتا ہے جس میں بھوک اور افلاس ہے جہاں بچے روتے بلکتے ہیں؟''

''ہاں تو کیا ایسا نہیں ہے؟''

ا. اہیم نے ایک گہری سانس لی۔

''ہاں۔ایسا ہے۔ کیا تم نے دیکھا ہے کبھی کہ ہمارا میڈیا عسکری ونگ کی واپس کو دکھا رہا ہو؟ا کامیابیاں بیان کر رہا ہو؟ کہ کیسے ان لوگوں نے سرنگیں بچھا کر اسرائیلی کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں؟ کیسے وہ لوگ اسرائیل کے ایک فوجی کے لئے درجنوں اور سینکڑوں فلسطینی قیدیوں کو چھڑوا لیتے ہیں؟ کہ کیسے وہ لوگ اسرائیلوں کو آج تک ٹکر دیئے ہوئے ہیں؟'' ا. اہیم نے سوال کیا تو صفا نے میں سر ہلایا۔

''کیونکہ عالمی طاقتیں نہیں چاہتیں کہ دنیا کو ان عسکری ونگ کی واپس کی طاقت اور اہمیت کا اندازہ ہو۔ان لوگوں کی میں وہ ونگ واپس دہشتگردوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ملک امدد کرے۔۔کیونکہ اگر ان ونگ واپس کو کسی کی سپورٹ حاصل ہوگئی تو اسرائیل کو بھاری نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔''

''کیا پاکستان بھی مدد نہیں کرتا؟'' صفا کو افسوس ہوا تھا۔ا. اہیم نے تاسف سے میں سر ہلایا۔

''ہم لوگ بس عالمی سطح پہ جا کر تقریریں کرتے ہیں اسکے علاوہ ٹھوس اقدامات اٹھانے کے لئے ہمیں امریکہ کی اجازت درکار ہوگی جو کہ کبھی نہیں مل سکتی۔'' وہ زخمی سا مسکرایا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟ ہم لوگ خودمختار ہیں۔۔ہمارے پاس ایٹمی طاقت ہے۔'' صفا کو اپنے ملک کی بے بسی ہضم نہ ہوئی۔

ا. اہیم نے اسکے معصوم سے چہرے کو غور سے دیکھا۔اور پھر ذرا سا جھک کر اسکی چھوٹی سی ناک کو چھوا۔صفا خود میں ہی سمٹ گئی۔

''باقی باتیں بعد میں۔۔ابھی سو جاؤ۔۔کل تم نے شادی میں جانا ہے۔'' وہ کہتا پیچھے ہٹا اور خود اٹھنے لگا۔

''اور آپ؟'' صفا نے پکارا تو اس نے جوتے پہنتے ہوئے اسکو دیکھا۔

''بہت دنوں سے جماعت نہیں پڑھی۔'' وہ دن ایک جانے بولا تو صفا ہنس دی۔

''یوں کہیں کہ دعا چوری ہونے کا ڈر بیٹھا ہے آپ کے دل میں۔''

''ظاہر ہے۔۔چوروں کی بستی میں سنبھل کر چلنا پڑتا ہے۔'' وہ بے چارگی سے کہتا واش روم میں بند ہوا۔

صفا کے چہرے کی ساری سرخی ساری ہنسی مٹ گئی۔ہرا حساس مندمل ہوا۔اب اسکے چہرے پہ بس خوف تھا۔اس نے دوسری جانب کروٹ لی اور خود میں سمٹ گئی۔ جیسے کہ خود کو ہی سہارا دینا چاہا ہو۔

ا. اہیم نے اسکو زیادہ گہرائی نہیں بتائی تھی وہ اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی کہ ایک مجاہد کے مقاصد اور اسکے اقدام سے بے خبر ہو۔ہر وقت موت کے سائے میں جینا پڑتا ہے۔

اب صفا کا دل لرزنے لگا تھا۔اس نے ہر خیال کو ڈانٹ کے لئے زور سے اپنے گرد حصار بنایا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ وضو کر کے واپس لوٹا تو اسکو یوں لیٹا ہوئے دیکھا۔ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔اس نے جھک کر صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔اسکی آنکھیں سفید پڑ رہی تھیں۔ا. اہیم نے اسکی آنکھیں مسلیں۔وہ خود پہ ضبط پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''خوف زدہ ہونا چھوڑ دو۔'' اس نے جھک کر سرگوشی کی۔

''زندگی اور موت کے فیصلے عرش پہ ہوتے ہیں۔اس لئے بلاوجہ کے واہمے نکال دو دل سے۔'' وہ اسکی کنپٹی کو چھو کر اسکے بال سہلاتا پیچھے ہٹا تو صفا کی اپنے گرد بندھی ہوئی مٹھ ڈھیلی پڑی۔اس نے سب ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

''سر آپ جا رہے ہیں؟'' سنان گھر میں داخل ہوا تو حسن کا بیگ صحن میں پڑا تھا۔ سنان پوچھتا ہوا اندر داخل ہوا۔ حسن نے نہا کر کپڑے پہن لیئے تھے اس نے ایک فیوم اٹھا کر سپرے کیا تو اس پرانے سے بوسیدہ گھر کو ایک انمول سی مہک نے گھیر لیا تھا۔

''ہاں۔'' لفظی جواب دیتا وہ تیاری کر رہا تھا۔ اس نے ایک سفید ڈریس شرٹ اور پینٹ پہنی ہوئی تھی۔ کلائی میں گھڑی باندھ کر بال بنائے وہ تیار ہو کر مزید پرکشش لگ رہا تھا۔

''میرے لئے کیا حکم ہے؟'' سنان نے ایک آس سے اسکی جانب دیکھا۔

''یہاں کام ختم ہو گیا ہے۔۔ چاہو تو گھر واپس چلے جاؤ۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے سنان کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا تو کیا اسکو رہائی مل گئی تھی۔۔ اتنی آسانی سے؟

''کک۔ کیا۔ کیا۔ سر؟'' سنان کی آواز لڑکھڑائی۔

''کیا نہیں جانا چاہتے؟'' وہ اپنا سامان سمیٹتا ہوا اسکی جانب مڑا تو سنان بری طرح ہڑبڑایا۔

''کک۔ کیا واقعی؟'' وہ ابھی شاک میں تھا۔ حسن اسکی حالت دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا اور دو قدم آگے بڑھا۔ اس نے سنان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''مداوا ممکن نہیں ہے۔۔ ہو سکے تو معاف کر دینا۔'' اسکی آواز بمشکل سنان کے کانوں تک پہنچی تھی۔ سنان کے لئے یہ بات کسی صورت قابل یقین نہیں تھی۔ شیخ حسن آفندی ہر چیز کو ریورس کر رہا تھا۔۔ آہ ایسا ممکن کیسے تھا؟ سنان کی آنکھوں میں حیرت تھی اچنبھا تھا۔

''میں اپنی آزمائش میں کامیاب ٹھہرا۔'' وہ ٹھنڈی سانس خارج کرتے آگے بڑھے۔ سلویٰ ہر سے بھاگتی ہوئی آئی۔

''کیا تم غزہ جا رہے ہو؟''

''تمہیں کس نے کہا؟'' حسن نے نگاہ پھیری۔

''میں اتنی بھی بچی نہیں ہوں۔'' اس نے چہک کر کہا تو حسن نے صحن میں پڑا بیگ دیکھا جو کہ اٹ پلٹ چکا تھا۔ وہ یقیناً اسکے کاغذات دیکھ رہی تھی۔

''ایسے پیپرز عینا کے پاس تھے۔ وہ غزہ گئی تھی۔'' اس نے حسن کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو حسن ایک قدم لڑکھڑایا۔ اسکا ایک ہاتھ سلویٰ کے چھوٹے سے ہاتھ میں مقید تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں اسکا پرفیوم تھا۔

''بتاؤ ناں۔ کیا تم غزہ جا رہے ہو؟ مجھے اپنی امو کے لئے پیسے بھجوانے ہیں۔۔ عینا بھی لے کر گئی تھی میرے پاس اور پیسے ہیں۔۔ کیا تم میری امو کو پیسے دے دو گے؟'' وہ اسکا ہاتھ ہلا ہلا کر پوچھ رہی تھی۔ جبکہ مقابل شاید شاک میں تھا۔

''سر۔!!! اس کی بھی ضرورت نہیں ہے تو اسکو بھی لے جائیے۔'' سنان اسکے پیچھے ہی آیا۔ سلویٰ نے سوالیہ انداز میں سنان کو دیکھا۔

''رحمدل پٹھے۔!! کیا تم اپنی امو کے پاس جانا چاہو گی؟'' سنان نے مسکرا کر پوچھا تو سلویٰ کی آنکھوں میں خوشی اور اداسی کے ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔

''کیا میں وہاں واپس جا سکتی ہوں؟ کیا میں امو سے مل سکتی ہوں؟'' اس نے ایک آس سے حسن کی جانب دیکھا۔ ''پھر میں وہاں چلی گئی تو پھر پیسے کون بھیجے گا امو کو؟ یوسف کی پڑھائی کا کیا ہو گا؟ میرے وعدے کا کیا ہو گا؟'' وہ اداسی سے سر جھکا گئی۔ حسن کا مضبوط ہاتھ ابھی بھی سلویٰ کے معصوم سے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔

''کیا تم جانا چاہتی ہو؟'' حسن نے بناء اسکی جانب دیکھے پوچھا۔

سلویٰ نے سر جھکائے ہی میں سر ہلا دیا۔

''رحمدل پٹھے۔!! تم چلی جاؤ۔ میں بھی کچھ دنوں کے لئے شہر سے باہر جا رہا ہوں تم اکیلی ہو جاؤ گی۔'' سنان اسکو یہ نہ بتا سکا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے واپس جا رہا ہے۔

''تو کیا ہوا سنان؟ میں یہاں اکیلی آئی تھی۔۔ اللہ نے تمہیں میرا سہارا بنایا اور مجھے تمہارا۔۔ اصل سہارا تو اللہ ہے ناں۔۔ وہ میری مدد کرے گا۔'' وہ چہک کر بولی تو سنان نے کندھے اچکا دیئے۔۔ وہ اسکو کیسے قائل کرتا۔

''مل کر واپس آجانا۔'' حسن نے دن جھکا کر سلوی کی ہیزل آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا ایسا ممکن ہے؟'' سلوی کی آنکھیں چمکیں۔

''ہاں۔'' اسکی آواز مدھم تھی۔

''ٹھیک ہے تو پھر میں اپنا سامان بھی رکھ لیتی ہوں۔'' وہ خوشی خوشی اندر چلی گئی۔ کچھ کپڑے تھے اور کچھ پیسے۔۔ وہ اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

''یہ کیا ہے؟'' یوسف ڈبہ کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ عینا نے مسکرا کر ڈبہ کھولا تو اندر ٹاسا ٹیڈی تھا۔

''ارے واہ۔!! دیکھو کسی نے یوسف کو عیدی بھیجی ہے۔'' اس نے ساتھ پڑا ایک چھوٹا سا عید کارڈ اٹھایا۔ یوسف کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ٹیڈی کو چھوا کہ جیسے وہ یقین کرنا چاہتا ہو کہ ہاں واقعی وہ اصل میں موجود تھا۔

''مرجان اور یاقوت کی جانب سے۔۔ پیارے سے یوسف کے لئے پیاری سی عیدی۔'' عینا بے اختیار مسکرا دی۔۔ یوسف نے اچنبھے سے دیکھا۔

'' یہ کون ہیں؟ میں انہیں جانتا۔'' اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔

''میں جانتی ہوں نا۔۔ انھوں نے تمہارے لئے عیدی بھیجی ہے۔۔ دیکھو۔'' عینا نے ٹیڈی نکال کر یوسف کو دیا تو کس کے اندر بہت ساری چاکلیٹس بھی تھیں۔ یوسف کی تو حیرت اور خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔۔ وہ تو یقین ہی نہیں کر پا رہا تھا۔

''چلو ایک چھوٹی سی ویڈیو بنا کر بھیجتے ہیں ان کو کہ یوسف کو اسکا گفٹ مل گیا ہے۔'' عینا نے مسکرا کر اپنا موبائل اٹھایا۔۔ یوسف نے ٹیڈی اپنے سینے سے لگایا۔ عینا نے مسکراتے ہوئے اسکی ویڈیو رڈکی اور پاکستان بھیج دی۔۔ اسکی سکرین پہ ایک میسج نمودار ہوا۔

''پارسل مل گیا؟'' وہ میسج ضرار کا تھا۔

''ہاں مل گیا ہے۔'' عینا نے پرجوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''باہر نکل کر دیکھو ذرا۔'' ضرار کا میسج پڑھ کر عینا کو حیرت ہوئی پھر وہ ویسے ہی چلتی ہوئی باہر آئی تو کچھ فاصلے پہ ایک آدمی کھڑا امدادی کیمپ کے بچوں میں تحائف بانٹ رہا تھا۔۔ ہر تحائف پہ یہی لکھا ہوا تھا۔

''یاقوت اور مرجان کی جانب سے اپنے بھائیوں کے لئے عیدی۔۔''

بچے تحائف وصول کر کے خوشی سے جھوم جھوم جاتے تھے۔ ان زخموں پہ ایک ننھا سا مرہم رکھا گیا تھا کیونکہ بچے معصوم ہوتے ہیں انکو لئے دکھوں کا عرصہ طویل نہیں ہوا کرتا۔۔ اگر کوئی ان زخموں پہ مرہم رکھنے والا ہو تو زخم جلدی بھر جایا کرتے ہیں۔۔ ان جسم میں تازہ خون ہوتا ہے جو دلوں کو غم جیسے مرض میں زیادہ دیر مبتلا نہیں رہنے دیتا۔

پارک میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ وہ ایک میرون کلر کے فراک میں ملبوس تھی سر پہ دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ اپنی فراک اپنے دائیں پھیلا رکھی تھی جبکہ ایک چھوٹی لڑکی جو کہ قریباً اسی کی تھی اس بڑی لڑکی کی تصویریں بنا رہی تھی۔۔

''آپی۔!! ذرا سائیڈ پوز دو نا۔''

''بس کرو مبرہ۔!!'' وہ کچھ جھنجھلائی ہوئی تھی۔

''آپی پلیز۔! دو اور۔'' اس نے فرمائش کی تو وہ ویسے ویسے کرتی گئی جیسے وہ چھوٹی لڑکی کہہ رہی تھی۔

''ایکسکیوزمی۔!!'' ایک لڑکا جو کہ تقریباً اس کا ہم عمر تھا بلیو جینز اور سیاہ ٹی شرٹ میں ملبوس تھا وہ آ کر کھڑا ہوا۔

''جی؟'' وہ لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ نے بلایا مجھے؟'' وہ لڑکا کچھ شوخی سے بولا۔لڑکی بہت خوبصورت تھی جس کو دیکھ کر وہ یقیناً اپنے ہوش کھو بیٹھا تھا۔

''جی نہیں۔۔میں آپکو کیوں بلوانے لگی؟ مبرہ۔یہاں آؤ۔''اس نے کچھ گھبراتے ہوئے مبرہ کو اپنے قریب کیا۔۔وہ چھوٹی لڑکی آنکھیں سکیڑے غصے سے اس لڑکے کو گھور رہی تھی۔

'' مجھے کسی نے کہا کہ آپ بلا رہی تھیں۔۔ہم کہیں اور چل کر بات کرتے ہیں۔''اس نے ایک مبرہ پر ڈالی۔

''واٹ ڈو یو مین؟ مجھے آپ سے کوئی بات کیوں کرنی ہوگی؟ پلیز۔۔جاؤ یہاں سے۔''وہ جھک کر اپنا سامان اٹھانے لگی۔

''دیکھیں۔!! آئی نو آپ کو اس طرح یوں سب کے سامنے تھوڑی ہچکچاہٹ ہو رہی ہے۔۔ڈونٹ وری۔۔ہم اکیلے میں بات کرتے ہیں۔''وہ دن کھجاتا ہوا مزید شوخ ہوا تھا۔۔اس لڑکی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''بکواس بند کرو۔''اسکی آواز لرز رہی تھی۔

وہ دو قدم آگے بڑھا۔

''آپی۔!!''مبرہ نے اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔جبکہ وہ بڑی لڑکی سہمی سی ہوئی تھی۔

''آؤ میں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔''وہ غلیظ سی مسکراہٹ سجائے کہہ رہا تھا۔۔ان دونوں لڑکیوں کا غصے سے برا حال ہوا تھا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''اس لڑکی نے انگلی کھڑی کی۔تو لڑکے کے تاثرات بگڑے۔۔اس نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔مبرہ نے ایک چیخ ماری۔۔پارک کے لوگ متوجہ ہوئے۔

''اپنی لمٹس میں رہو۔۔مجھے جانتی نہیں ہو شاید۔۔اس لئے ایسا کہہ رہا ہوں کہ پسند آ گئی ہو تو چپ چاپ چلو ساتھ۔''وہ غرایا تو اس لڑکی نے اگلے ہی لمحے ایک زوردار طمانچہ اسکے منہ پر جڑ دیا۔

''واٹ دا۔''وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

''چلو مبرہ۔''وہ جانے لگی اسکا ہاتھ ایک بار پھر سے اس لڑکے کی گرفت میں تھا۔۔وہ کراہ کر رہ گئی۔

''چلو۔!!''وہ اسکو گھسیٹنے لگا۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑوا رہی تھی۔

''ہاں بھئی؟ کیا مسئلہ ہے؟''ایک لڑکا ماسک لگائے آیا۔

''تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ جاؤ یہاں سے۔''وہ اس کو خاطر میں لائے بنا آگے بڑھنے لگا۔

''بھائی۔!! پلیز۔میری آپی کو بچا لو۔''مبرہ چیخی تھی۔

اس ماسک والے لڑکے نے اسکو گریبان سے پکڑا۔

''آپی۔!!''مبرہ اس بڑی لڑکی سے آ کر لپٹ گئی۔۔وہ دونوں بہنیں ایک طرف ہو کر اب اس لڑکے کی درگت ہوتے دیکھ رہی تھیں۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے مزید لوگ وہاں جمع ہوئے۔۔ان لوگوں نے بھی اس لڑکے پر اپنے ہاتھ صاف کئے۔۔اسکو ادھ مرا کرنے کے بعد ان لوگوں نے پولیس کو کال کی۔

ایک لڑکی کو پارک میں حراساں کرنے کے جرم میں اس لڑکے کو پولیس پکڑ کر لے جا چکی تھی۔

پارک کے لوگوں نے ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ ہمدردی کی۔۔اور آہستہ آہستہ بھیڑ چھٹنے لگی۔

''شکریہ بھائی۔''مبرہ آگے بڑھی تو اس ماسک والے لڑکے نے ماسک اتار دیا۔۔اس نے مبرہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔اور ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھا۔

''میرے پیسے؟''لڑکی نے ہاتھ آگے پھیلایا۔

''یہ لو۔''اس نے اپنا والٹ نکالا اور ایک نوٹ نکال کر اسکے حوالے کیا۔

''شکریہ۔'' وہ لڑکی مسکرا کر بولی۔۔مبرہ نے دونوں کو۔ری۔ری دیکھا۔

''کیا۔ٹی ہو کر میں بھی یہ ایکٹنگ والا کام کر سکتی ہوں؟'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہر۔نہیں۔'' ۔ٹی لڑکی ہنس دی اور اس کو ساتھ لئے وہاں سے چلی گئی۔۔ماسک والے آدمی نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو دیکھا۔۔دھوپ اسکی آنکھوں میں پڑی تو شربتی آنکھیں جگمگا اٹھی تھیں۔اس نے اپنی۔۔۔ سے سن گلاسز نکال کر آنکھوں پہ لگائے اور ماسک لگا کر وہاں سے ۔۔۔

نکاح ہو چکا تھا اور آج زریب کی آپی نے صفا سے اور۔یجہ سے معافی بھی مانگی تھی۔سعدیہ زریب کو پا کر سرشار تھی وہ ہر رشتے کو عزت دینا جا تھا۔وہ ۔کو ساتھ لے کر چلنا بھی جا تھا۔وہ یقیناً ا۔ بہت اچھا مرد تھا جو سعدیہ جیسی سادہ طبیعت اور معصوم لڑکی کے لئے کسی نعمت سے کم نہ تھا۔۔سعدیہ کو آج ا۔ ۔رپھر سے زریب سے عشق ہو۔ تھا۔

وہ سرشار سی بیٹھی تھی۔تقر۔ ۔قریشی ہاؤس میں ہی رکھی گئی تھی۔چھوٹی سی تقر۔ ۔تھی جس میں بس خا۔ ان کے کچھ لوگ مدعو تھے۔زاو۔ر کی وجہ سے ان لوگوں نے کوئی ۔ٹا ایو۔ ٹ نہیں کیا تھا۔زر۔یب نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا اس نے کہا کہ کوئی۔ت نہیں میں ولیمے پ۔ اپنے شوق پورے کر لوں گا۔

وسیع لاؤنج میں صوفے پ۔ سعدیہ گھونگٹ۔ ائے ہی بیٹھی تھی۔کچھ د۔ بعد رخصتی تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' صفا نے مسکراہٹ د۔ئے سعدیہ کو چھیڑا۔۔سعدیہ جواب میں خاموش رہی۔صفا ہنس دی تھوڑی د۔ بعد اسکو سعدیہ کی سسکیاں سی سنائی دیں صفا نے اچنبھے سے اسکا گھونگٹ ذرا سا اٹھا۔۔

''تم رو رہی ہو؟''

سعدیہ خاموش آ۔ بہا رہی تھی۔

''ارے پ۔گل لڑکی۔۔تمہیں خوش ہو۔ چاہیے کہ زر۔یب بھائی اتنے اچھے ہیں۔'' صفا نے سعدیہ کے ہاتھوں کو ہاتھوں میں لیا۔اور ا۔ سہلانے لگی۔

''میں تم لوگوں کو بہت۔ د کروں گی۔'' سعدیہ کی مدھم سی آواز آئی تو صفا ہنس دی۔

''تو آ جا۔کر۔۔۔ں۔۔کس نے روکا ہے۔''

''تمہیں پتہ ہے۔ ۔اماں ا۔کو کھو۔ تھا تو مجھے لگا تھا کہ میں اتنی ۔ٹی د۔ میں کہیں گم ہو جاؤں گی شاہ صا ۔ اور بی بی نے مجھے بیٹیوں کی طرح محبت دی۔۔مجھے اپنے ماں۔پ کی صورتیں بھی بھول چکی ہیں۔۔تم لوگ ہی میرا خا۔ ان ہو۔'' وہ رو۔ا ہوئی۔۔صفا نے اسکو اپنے ساتھ لگا۔۔

''ہم لوگ ہی ہیں تمہارا خا۔ ان۔'' صفا نے اسکا کندھا سہلا۔۔

اسی دوران ڈرائینگ روم سے خیام قریشی اٹھ کر آئے۔عورتوں نے راستہ چھوڑ د۔۔وہ چلتے ہوئے آئے۔صفا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تو سعدیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔خیام قریشی نے اسکے سر پ۔ ہاتھ رکھا۔

''کبھی مت سمجھنا کہ تم ا۔کیلی ہو۔۔ہم تمہارا خا۔ ان ہیں۔۔یہ گھر تمہارا بھی ہے۔۔ا۔ کبھی لگے کہ د۔ تم پ۔تنگ کر دی گئی ہے تو تم واپس لوٹ آ۔۔۔قریشی ہاؤس تمہیں دو۔رہ اپنا لے گا۔'' انھوں نے شفقت سے کہا تو سعدیہ ا۔ ۔رپھر سے رو دی۔

خیام قریشی مسکرائے اور ساتھ کھڑی صفا کو دیکھا۔وہ مسکرا کرا جا۔ دیکھ رہی تھی۔ا۔ چبھن سی ہوئی تھی دل میں وہ اپنی سگی بیٹی کو بیاہ کر رخصت نہ کر پ۔ئے۔اور آج کسی اور کی بیٹی کو رخصت کر رہے تھے۔ا۔ کسک سی تھی دل میں ا۔ ل سا تھا۔

''اس کے سر پ۔ بھی ہاتھ رکھ دیں بھائی صا ۔ ۔۔!! یہ بھی سوچ رہی ہو گی کہ۔پ کی شفقت کے بناء ہی گھر بسا لیا۔اور وہ بھی بھائی کے قاتل کے ساتھ۔'' وہی خاتون بولی تھیں۔۔یجہ نے ٹ۔پ کر ا جا۔ دیکھا۔صفا کا حلق خشک ہوا۔وہ ا۔ ۔رپھر سے زہرا گلنے لگی تھیں۔

''ویسے ایسی بھی کیا جلد۔زی تھی کہ تم ا۔پ۔ل سے ہی بھاگ گئی؟'' انھوں نے ا۔ اور جملہ کسا تو خیام قریشی نے سخت نگاہ ڈالتے ا۔ خاموش کروا د۔۔

خیام قریشی نے صفا کے چہرے کے پھیکے پڑتے رنگ دیکھے تو آگے بڑھ کر اسکو اپنے ساتھ لگایا۔صفا نے سر رکھ کر رو دی تھی۔انھوں نے اسکے بال سہلائے۔

''کچھ زخم کبھی بھر نہیں سکتے ان سے خون رسنے سے روکا جا سکتا ہے۔'' وہ بھاری ہوئی آواز کے ساتھ بولے تھے۔''میری بیٹی بہت بہادر ہے۔۔اس نے جو فیصلہ کیا مجھے منظور ہے۔۔خوش رہو۔'' انھوں نے اسکے سر پہ بوسہ دیا۔یہ دیکھ کر تو خاتون کو آگ ہی لگ گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید زہر اگلتیں ایک کم سن سا لڑکا بھاگتا ہوا اندر آیا۔

''تائی جان۔!!''

''ہاں سلیمان؟؟'' وہ خاتون متوجہ ہوئیں۔

''تائی جان۔!! وہ ہارون۔'' اسکی سانس پھولی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا میرے ہارون کو؟'' وہ تڑپ کر رہ گئیں۔

''اسکو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔'' وہ بولا تو پورے لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔۔خیام قریشی بھی چونکے۔۔ماحول یکسر بدل سا گیا تھا۔

''کک۔کیا؟ پو۔پولیس؟'' وہ چیخی تھیں۔

''ہاں۔۔وہ پارک میں کسی لڑکی کو ہراساں کر رہا تھا اس لئے اسکو پارک والوں نے پکڑ کے بہت مارا اور پھر پولیس اسکو پکڑ کر لے گئی۔'' اس لڑکے نے تفصیل بتائی تو خاتون نے اپنے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لئے.....جبکہ وہ خاتون ہوش کھو کر وہیں ڈھے گئیں۔

''آپ۔آپ۔!!'' خیام قریشی اچانک لپکے۔صفا تو کسی کیفیت میں کھڑی تھی۔سعدیہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

''مکافات۔'' سعدیہ نے چہک کر سرگوشی کی۔۔صفا نے حیرت سے سعدیہ کو دیکھا۔۔سعدیہ نے ایک آدائی۔۔صفا نے بے اختیار گردن موڑ کر دیکھا تو زیب کسی کو فون کرتا ہوا ہنس رہا تھا جبکہ باقی ساری مہمان تو صدمے کی سی کیفیت میں تھے۔زریب نے دفعتاً صفا کی جانب دیکھا۔وہ اس وقت لاؤنج میں ہی آیا تھا ایک عجیب گہما گہمی سی ہو گئی تھی۔صفا نے الجھی ہوئی آنکھوں سے دیکھا وہ ہنس دیا۔اور ایک آدائی۔جبکہ اسکے ساتھ کھڑے یاقوت اور مرجان بھی الجھے سے ہوئے تھے کہ آخر ہو کیا رہا تھا۔وہ ان کی آنکھوں کو سمجھ گئی تھی۔کچھ تو غلط تھی۔

''میری مس سٹر پہ انگلی اٹھانے والوں کے ہاتھ ایسے توڑوں گا کہ وہ درد کی شدت سے کراہ بھی نہیں سکیں گے۔'' ابراہیم کے الفاظ صفا کے کانوں میں گونجے تھے۔۔اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔

سامنے وہ خاتون بے ہوش پڑی تھیں۔وہ تو چیخ بھی نہ سکی تھیں۔

''بی بی یہ پارسل ہے۔'' گارڈ ایک لفافہ ہاتھ میں لے کر آیا تھا۔

منال جو کہ ابھی ابھی چائے لے کر لاؤنج میں بیٹھی ہی تھیں اچنبھے سے دیکھنے لگیں۔

''پارسل؟ کیسا پارسل؟'' انھوں نے لفافہ پکڑ کر دیکھا تو اس پر زہرہ کا نام لکھا ہوا تھا۔

''زہرہ؟ اس نے کیا منگوایا ہے؟'' وہ حیرت سے ہنس دیں۔۔اور گارڈ کو واپس جانے کا کہا۔

''زہرہ۔!! زہرہ۔!!'' انھوں نے آواز لگائی تو زہرہ سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔

''جی میڈم؟'' وہ پاس آئی تو ہاتھوں میں لفافہ دیکھ کر زہرہ کا دل ایک پل کے لئے بند ہوا تھا۔۔تو کیا آفندی نے یہ بھیجا؟ وہ سوچ رہی تھی کہ منال نے وہ لفافہ اسکی جانب بڑھا دیا۔

''یہ لو۔۔یہ تمہارا کوئی پارسل آیا ہے۔۔کیا منگوایا ہے؟'' انھوں نے ہنستے ہوئے پوچھا تو زہرہ ہڑبڑائی۔

''وہ۔یہ۔وہ۔میں نے۔''

''اچھا اچھا۔ٹھیک ہے۔۔نہ بتاؤ۔ہزار ضروریت ہوتی ہیں۔''منال نے چائے کا پ اٹھایا۔

''کیا میں جاؤں؟''

''ہاں۔جاؤ۔''وہ اب چائے پیتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔سہ پہر ہو رہی تھی۔انھوں نے وقت دیکھا تو تین بج رہے تھے۔بچے اور صفا ابھی نہیں آئی تھی۔

''سنو۔!!''انھوں نے پکارا تو وہ سیڑھیاں چڑھتی ہی مڑی تھی۔

''جی؟''

''دینا کیا کر رہی ہے؟''

''وہ کھیل رہی ہے۔''

''اسکو یہاں لے آ۔''انھوں نے کہا تو زہرہ سر ہلاتے ہوئے چلی گئی۔اب منال کو کوئی تو چاہیے تھا اپنی اداسی بھگانے کے لئے۔۔اور دینا ا بہترین انٹرٹینمنٹ ث۔ہوا کرتی تھی۔

زہرہ اپنے کمرے میں آئی تو اسکا چہرہ آ وں سے تھا۔اس نے وہ پارسل کھول کر دیکھا اس میں اسکی ضرورت کے تمام پیپرز اور کچھ پیسے تھے جن سے وہ آسانی اپنے ملک واپس جا سکتی تھی۔اسکے علاوہ حسن نے اسکے رہنے کے لئے اسکو وہاں ایک گھر اور ضرورت کی ہر شے دے دی تھی جس کے بعد اسکو اپنی زندگی شروع کرنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔اسکو اپنے خان کی ذ سہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔۔زہرہ نے بے دلی سے کاغذات بیڈ پ پٹخے۔اور اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپا کر وہیں بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔دینا بیڈ پ بیٹھی اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔

وہ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی اسکے خواب اسکی جینے کی وجہ اس سے چھین لی گئی تھی۔ایک آ ی امید کہ حسن کبھی اسکا ہو سکتا تھا وہ آ ی امید توڑ دی گئی تھی۔۔اور وہ اس سے جڑی رہتی اسکے لئے کام کرتی رہتی تو اسکو امید تھی کہ کسی نہ کسی دن وہ حسن کا دل اپنے لئے مائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی حسن نے اپنے دل کے تمام دروازے اسکے لئے بند کر دیئے تھے اور اسکو اسکے ملک واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''کیا میرا سفر تمام ہوا؟''اس نے ہچکی یتے ہوئے اپنے ٹ ں پر تھوڑی ٹکا دی۔وہ کئی ث نئے ہوا میں ہی کہیں گھورتی رہی تھی۔

''شفا؟''دینا نے ایک کھلو بے دلی سے پھینکا اور صفا کے بارے میں پوچھا تھا۔وہ آج بہت بور ہوتی رہی تھی کیونکہ می زیادہ ہونے کی وجہ سے صفا اسکو نہیں لے کر گئی تھی۔اور دینا اب ان لوگوں کی غیر موجودگی میں شدید بور ہوئی تھی۔

صفا کا نام لیتے ہی زہرہ نے ایک گہری سانس خارج کی۔

''صفا۔۔صفا۔صفا۔آپ ہے کیا اس صفا میں؟''وہ سر پکڑ کر ئی۔دینا سہم سی گئی کہ آپ اس نے ایسا بھی کیا کہہ دیا۔''پگل کر کے رکھ دیا ہے اس صفا نے مجھے۔۔میں اسکو جان سے مار دوں گی بخدا۔''وہ چاقو سے جنونی انداز میں بولی تھی۔''اگر میں یہاں سے جاؤں گی تو صفا تمہیں بھی کسی قابل نہیں چھوڑوں گی۔۔تم۔تم۔میری خوشیوں کی قاتل ہو۔۔تم نے آفندی کو مجھ سے چھینا۔۔تمہیں کبھی بھی سکون نہیں ملے گا۔''وہ جنونی انداز میں اٹھی اور اپنا سامان سمیٹنے لگی۔۔دینا سہم سی گئی تھی۔

دروازے پ دستک ہوئی تو زہرہ ٹھٹکی۔۔اس نے جلدی سے وہ پیپرز سمیٹے اور اپنا چہرہ صاف کر کے اپنی حالت کو درست کیا۔۔دروازہ کھولا تو منال سامنے کھڑی تھیں۔

''میں نے دینا کو بھیجنے کو کہا تھا۔''وہ تکان سے بولیں۔

''معاف کر دیں۔۔وہ میں واشروم میں تھی۔''اس نے خود کو کمپوز کیا۔

''کوئی بات نہیں۔۔میری شہزادی کیا کر رہی ہے؟ دادو کی جان۔میری گڑیا۔میری سجل۔''وہ لاڈ سے کہتیں آگے بڑھیں اور دینا کو اٹھا کر پیار لے آئیں۔دینا سہمی سی ا ساتھ ہی چپک گئی تھی۔

ا جاتے ہی زہرہ نے ایک گہری سانس خارج کی اور بیڈ پ بیٹھی۔

مغرب کی اذا ہورہی تھیں۔غزہ کی فضا آج پھر سے پسوگ تھی۔ان چاروں لوگوں کودفنادیَ تھااوروہ دونوں بہنیں ابھی تاپنوں کے غم میں ٹھال دکھائی دیتی تھیں۔

عینا اپس تعزیت کرنے گئی تھی۔کافی دیان لوگوں کے پس بیٹھی رہی تھی۔اگھر کا ملبہ ہٹادیَ تھااوروہ اب اپنے ہمسائے میں رہ رہی تھیں۔جہاں بس ایک بوڑھی عورت ہی رہائش پذیر تھی۔

عینا کا دل بھاری ہورہا تھا۔مغرب کی اذان ختم ہی وہ ان لوگوں کوآخری دلاسہ دے کراٹھ کھڑی ہوئی اورواپس چلی آئی۔

گھر پہنچی تو یوسف لاؤنج میں ہی بیٹھا اپنے ٹیڈی سے کھیل رہا تھا۔اسکی مسکراہٹ دیکھ کرعینا کے بجھے دل کو کچھ سکون تھا۔وہ اتنا کچھ کھوکر مسکرا رہا تھا۔عینا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اورچلتی ہوئی اسکے پس آئی۔اسکے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''اب جلن تو نہیں محسوس ہورہی؟''اس نے ہوسف کے بل دیکھے اس نے میں سرہلایا۔

''ٹھیک ہے میں زپڑھ لوں پھر ہم اکٹھے مارکیٹ جائیں گے۔''عینا نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

'' وہاں جانے کے لئے پیسے چاہیے ہوتے ہیں ناں؟''یوسف نے پلکیں جھپکیں۔۔اسکی سیاہ بڑی بڑی پلکیں اورگول گول آنکھیں۔وہ بہت خوبصورت تھا۔

''ہاں اورمیرے پس پیسے ہیں۔''وہ ہنس دی۔

''میرے پس نہیں ہیں۔''وہ اداس ہوا۔

''کس نے کہا؟''عینا نے کہا تو یوسف نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''سلویٰ نے پیسے بھیجے ہیں یوسف کے لئے۔۔ڈھیر سارے۔''اس نے رازداری سے کہا تو یوسف کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔

''کیا واقعی؟ آپ نے؟''

''ہاں۔۔اورتمہاری آپی چاہتی ہیں کہ یوسف دل لگا کر پڑھائی کرے وہ پیسے بھیجتی رہا کرے گی۔''عینا نے مسکراتے ہوئے آج یوسف کوایک اور بڑی خوشی دی تھی۔

وہ صوفے پہ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''تو پھر جلدی چلو۔۔میں آج کتابیں لوں گا۔''وہ ننھا سا لڑکا خوش تھا۔۔بہت خوش۔!

''ہاں۔کیوں نہیں۔میں زپڑھ کرآتی ہوں۔۔تم کھیلو۔''وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی مڑنے لگی کہ یوسف اسکے گلے لگ گیا۔عینا ٹھٹکی۔

''کیا واقعی تمہیں اموں نے نہیں بھیجا؟''وہ مدھم سی آواز میں بولا۔عینا بول نہ سکی۔اس نے تھوک نگلا۔

''اموں کے اللہ نے بھیجا ہے ناں۔۔کیونکہ اموں نے اللہ سے کہا تھا کہ یوسف اکیلا ہے۔''اس نے یوسف کا چہرہ سامنے کیا۔

''تو پھر میں اللہ کے پاس جاؤں گا؟ میں اموں سے ملنا چاہتا ہوں۔''وہ بے بسی سے بولا تو عینا کا دل مٹھی میں آیا۔

''یوسف۔۔کتنی بار کہا ہے کہ ایسے نہیں کہتے۔!!اموں چاہتی ہیں کہ یوسف یہاں خوش رہے۔''

'' مجھے اموں کے پاس جانا ہے۔''وہ ضدی ہوا۔

''کتابیں لینا جانا ہے؟''عینا نے کنکھیوں سے دیکھا۔۔یوسف نے جلدی سے ہاں میں سرہلایا۔

''تو پھر آئندہ ایسی بات نہیں کرنی۔''

یوسف نے کچھ سوچا اور پھر ہاں میں سرہلادیا۔عینا کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔وہ مسکرا کرا وضو کرنے چلی گئی۔

وضو کر کے وہ جائے نماز اٹھائے چھت پہ چلی گئی تھی۔

پرسکون سی تازہ سی ہوا چل رہی تھی۔اسکا دل تھا کہ آج چھت پہ نماز پڑھی جائے۔اس نے ایک کونے میں جائے نماز بچھائی اور نماز ادا کرنے لگی۔آج دل پرسکون تھا۔جو دل ہمیشہ بے چین رہا کرتا تھا آج پرسکون تھا۔عینا کو اپنے دل کی حالت پہ تھوڑی حیرت ہوئی وہ خوش تھی کہ کم از کم اسکے دل کا غم کم ہورہا تھا۔اسکی اذیت میں کمی آگئی

تھی۔شاید اسکو صبر آ رہا تھا۔

اس نے نماز ادا کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔کچھ دیر وہ یوں ہی بیٹھی رہی۔پھر اس نے اپنے ماں باپ کے لئے دعا کی۔

''یا اللہ۔!! میں جانتی ہوں کہ میری ماں تیرے پاس ہے۔۔اسکا خیال رکھنا اس پر رحمتوں کا نزول کرنا۔۔۔''عینا کے حلق میں درد اٹھا۔تکلیف کی لہر پورے وجود میں دوڑ گئی تھی۔''میں نہیں جانتی کہ میرے بابا کہاں ہیں۔۔اللہ پلیز۔۔میرے بابا کو سلامت رکھنا۔۔میرے بابا کی حفاظت کرنا۔''اس نے سسکتے ہوئے شدت سے دعا مانگی۔

کچھ دیر وہ یوں ہی چہرہ ہتھیلیوں میں چھپائے دعا کرتی رہی۔پھر اس نے چہرہ باہر نکالا۔جو کہ آنسوؤں سے تر تھا۔اسکی آنکھوں میں سرخ ڈورے واضح ہو رہے تھے۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا جہاں اب سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہلکی ہلکی سی روشنی موجود تھی۔

''میرا غم بھی یوں ہی غروب ہو جائے۔''اس نے ڈوبے ہوئے سورج کو دیکھ کر کہا تھا۔

''میرا غم شدید تھا اس نے میرے دل کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔بالکل جیسے سورج کی تپش جھلسا دیا کرتی ہے۔میرے دل کی سرزمین بھی اس کی تپش سے جھلس گئی ہے اور میرے دل کی سرزمین پہ کھلنے والا ہر خوشی کا پودا اس تپش سے جل گیا ہے۔مجھے اس غم سے نجات چاہیے۔اے سورج کو بنانے والے۔اسکو طلوع اور غروب کرنے والے رب۔!!'' اس نے اپنے اللہ کو پکارا۔''میرے غم کو غروب کر دے۔مجھے سکون بخش دے۔''اس نے باآب سے کہتے چہرہ چھپایا تھا۔

ڈور بیل بجی تو عینا چونکی۔اس نے ابھی وسکیٹرے۔اس وقت کون آ سکتا ہے۔؟ کیا قادر؟ عینا نے ایک پل کے لئے سوچا۔اور پھر جلدی سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنی جائے نماز اٹھائی۔

وہ آج کافی پرسکون تھی۔اسکو لگا کہ آج اسکا ماضی غروب ہو گیا ہے اسکو آج سکون مل گیا ہے۔وہ مدھم سی مسکراہٹ لئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

''یوسف۔!!''عینا نے پکارا۔ اسکا جواب نہیں آیا۔''یہ لڑکا کہاں رہ گیا۔''وہ بڑبڑاتی ہوئی نیچے اتری۔لاؤنج میں آ کر اپنا سکارف ڈھیلا کیا اور جائے نماز وہیں ٹیبل پر رکھی۔

اسکا رخ مین ڈور کی جانب تھا۔وہ اپنی دھن میں مگن چلتی جا رہی تھی۔ دیکھا تو یوسف پہلے ہی دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''یوسف۔!! میں دیتا ہوں۔''اس نے یوسف کو سائیڈ پہ کیا اور دروازہ کھول دیا۔

سامنے سلویٰ کھڑی تھی۔ایک چھوٹا سا بیگ اٹھائے۔

''سلویٰ۔۔!!''عینا کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔اس نے دیکھا کہ سلویٰ کے پیچھے کوئی اور بھی کھڑا تھا اور اسکی اس جانب پشت تھی۔

''آپ؟''یوسف حیران سا آگے بڑھا۔

''یوسف میرے بھائی۔!!''سلویٰ نے آگے بڑھ کر یوسف کو گلے لگایا۔دونوں بہن بھائی مل کر خوب روئے تھے۔عینا نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کون تھا جو پلٹ کر نہیں دیکھ رہا تھا۔

''تم کس کے ساتھ آئی ہو سلویٰ؟؟''یوسف الگ ہوا تو عینا نے سلویٰ کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔۔

''میں۔اپنے ساتھ۔''سلویٰ نے اپنے عقب میں اشارہ کیا۔عینا اسکے پاس سے گزر کر آگے بڑھی۔وہ ایک قدم اسکے قریب آ رہی تھی اور اسکا دل کیا کہ وہ یہاں سے غائب ہو جائے۔۔کاش۔کاش۔وہ یہاں نہ آتا۔!

اسکو آنا تھا۔۔اسکو اپنے جواب چاہیے تھے۔اسکو آنا ہی تھا۔!

''شکریہ آپکا۔'' عینا اسکے پیچھے آ کر کھڑی ہوئی۔۔وہ پلٹا نہیں۔

''یوسف امو کہاں ہیں۔؟''سلویٰ نے ادھر ادھر دیکھا۔تو یوسف نے اچنبھے سے اسکو دیکھا۔اور پھر وہ رو دیا۔سلویٰ پریشان ہوئی اور یوسف کو پھر سے ساتھ لگایا۔

''کیا ہوا یوسف؟ امو نے ڈانٹا ہے؟''وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اسکی پشت سہلا رہی تھی۔عینا کے دل میں درد اٹھا تھا۔

اس نے پلٹ کر سلوئی کو دیکھا۔اسی لمحے وہ بھی پلٹا۔اس نے عینا کا رخ دیکھا۔اسکی آنکھیں آج بھی ویسے ہی سرخ تھیں جیسے اس دن تھیں۔وہ آج بھی غمگین تھی جیسے اس دن تھی۔اسکا چہرہ آج بھی بجھا ہوا تھا جیسے اس دن تھا۔وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ شاید غم سے نکل آئی ہے حسن کو اسکا غم اسکے چہرے پہ دکھائی دے رہا تھا۔اس لمحے حسن کو اندازہ ہوا کہ اس نے کیا کھو دیا ہے۔

اس نے عینا سے بہت کچھ چھین لیا تھا اور آج اسکو عینا کا خسارہ آ رہا تھا۔

اسکو آج وہ شوخ اور چنچل سی لڑکی وہاں نہیں ملی تھی جس کے ساتھ رہنے میں جس کے ساتھ شرارتیں کرنے میں حسن کو مزہ آتا تھا۔جس کو تنگ کر کے اسکو ستا کر حسن محظوظ ہوتا تھا۔

آج اس نے اپنا جیری واقعی میں کھو دیا تھا۔

آج ٹوم نے جیری کا سر کچل دیا تھا؛اسکی خوشیوں کا سر کچل کر رکھ دیا تھا؛۔اس نے اس شوخ اور خوش مزاج زندگی سے بھرپور لڑکی کو ہلاک کر دیا تھا؛۔آج حسن خسارے میں تھا؛۔اس ایسے خسارے میں جس کی بھرپائی شاید ممکن نہ تھی۔

آج اسکے گلے میں بھی پچھتاوے کی رسی ڈال دی گئی تھی۔اور وہ منہ کے بل گرا تھا۔کبھی نہ اٹھنے کے لئے۔

عینا اچانک مڑی تھی۔

مغرب کا وقت ختم ہوا۔تاریکی نے اپنا راج بٹھا لیا۔

آج پھر سے سیاہی سیاہی سے ٹکرا گئی۔اور ڈوبتے سورج نے آسمان و زمین کو تاریک کر دیا۔

وہ وہیں رک گئی تھی۔شاید سیارے نے گردش روک دی تھی۔پھر اسکی وہ اتنی رفتار سے اسکے گھومی تھی کہ اسکو اپنا وجود ہی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔وہ تو اپنے غم سے نکل گئی تھی۔

وہ تو اپنا ماضی بھلا چکی تھی۔اسکو لگا تھا کہ غم نے غم کو نگل لیا ہے۔غزہ کے غم نے اس کے اندر سے محبت کے روگ کو نگل لیا ہے نہیں۔اسکا غم ویسا ہی تھا تازہ جس میں سے ابھی تک لہو رس رہا تھا۔

وہ اپنے غم سے نکل نہ پائی۔

وہ دونوں سائے تھے ان دونوں کے دلوں میں ایک نہ ختم ہونے والی بے چینی چھڑ چکی تھی۔

ایک کے دل میں آگہی نے طوفان برپا کر دیا تھا۔

تو دوسرے کا دل جھٹلانے کی کوشش میں تھا۔!!

ایک چیز کامن تھی اور وہ تھا دل۔!!

کاش یہ نہ ہوتا۔!!

پھر کاش۔وہ نہ ہوتا۔!!

یہ کاش تو بس کاش ہی بن کر رہ جاتا ہے۔

ایک ادھوری خواہش!

ایک مکمل خوشی۔!!

ایک زخمی پکار۔!!

عینا کی آنکھیں خشک تھیں۔اور مقابل کی تاریک آنکھوں میں کچھ چمک رہا تھا۔وہ مائع تھا نمکین بے رنگ مائع۔

ا. اہیم گھر میں داخل ہوا تو منال اور دینا لاؤنج میں ہی کھیل رہی تھیں۔

''زہرہ کہاں ہے؟'' وہ سنجیدگی سے بولا تو منال نے ہنستے ہوئے اسکی جا. دیکھا۔

''کیا ہوا؟''

''پہلے تو اپنی اتنی سی بیوی کا پوچھتے تھے آج زہرہ کا؟ خیر۔ ہے؟''

ا. اہیم نے کندھے اکرتے سف سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''..شفا۔!!'' دینا نے اداسی سے پوچھا تھا۔ا. اہیم نے گھڑی پہ وقت دیکھا تو شام کے چھ بج رہے تھے۔

''لے آؤ ا۔'' منال نے بھی کہا تو اس نے ا۔ سیڑھیوں کی جا. دیکھا اور پھر جس مقصد سے آیا تھا اسکا خیال مسترد کرتے وہیں سے پلٹ ۔

''..۔و۔ٹ۔!'' دینا منال کی گود سے نکل کر بھاگی تھی۔ا. اہیم نے رک کر اسکو اٹھایا۔اور ہمیشہ کی طرح وہ دونوں. پ بیٹی ان لوگوں کو ۔ چلے گئے تھے۔

منال نے سر جھٹکا اور اٹھ کر کچن میں آ ۔

''زلیخا کھا. تیار ہے؟''

انھوں نے دیکھا کہ زلیخا چولہے کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔

''کیا ہوا؟''

''پتہ نہیں چل نہیں رہا۔'' وہ ا۔ الیکٹرک سٹوو تھا۔جو کہ شای. اب ہو چکا تھا۔

''اوہو۔ابھی ا. اہیم آیا تھا بتا دیتی۔۔میں الیکٹر کو بلوا لیتی۔۔میرے پ س نمبر بھی نہیں ہے اور سفیان بھی گھر نہیں ہیں۔'' وہ سخت جھنجھلا ۔

''آپ ا. اہیم کو فون کر دیں وہ الیکٹر کو بھیج دے گا۔''

زلیخا نے ہارما ہوئے کہا تھا۔

''وہ صفا لوگوں کو ۔ ہے۔۔خیر۔میں دیت ہوں۔۔تم ایسا کرو کہ روا لا چولہا استعمال کر لو۔۔. ت الیکٹر نہیں آجا. کھا. تو تیار ہو جائے۔۔سفیان کو بھوک لگی ہو گی ہم الیکٹر کا انتظار نہیں کر ت۔'' منال کہتیں. ہر آ تو زلیخا سٹور سے دوسرے چولہے ۔ چلی گئی۔

عینا نے یوسف اور سلویٰ کا ہاتھ پکڑا ا. رلے گئی۔وہ دروازے کی جا. پ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

''بتاؤ. ں عینا۔!!! امو کو کیا ہوا؟ امو کہاں ہیں؟'' سلویٰ اس سے سوال کر رہی تھی۔

''صبح. ت کریں گے۔'' عینا نے سلویٰ کا بیگ اٹھا کر رکھا۔

سلویٰ نے ادھر ادھر دیکھا۔

'' وہ کہاں ہے؟''

''کون؟'' عینا کچن کی جا. چلی گئی۔

''جس کے ساتھ میں آئی ہوں۔عینا۔وہ مہمان ہے۔تم نے اسکوا. نہیں آنے دی؟'' سلویٰ کو افسوس ہوا تھا۔

''وہ غیر ہے اور غیروں کو گھروں کی چار دیواری میں مدعو نہیں کیا جا ۔'' وہ درشتی سے کہتی کچن میں چلی گئی۔

''اسکو کیا ہوا؟ یوسف۔تم بتاؤ امو کہاں ہے؟'' سلویٰ اب پھر سے یوسف کی جا. متوجہ ہوئی جو کہ صوفے پ سر ٹ. ں میں دیئے بیٹھا تھا۔سلویٰ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔اتنا کچھ چل رہا تھا دماغ میں کہ اسکو کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا پوچھے کس سے پوچھے۔کس کو کیا کہے۔ جو. سے اہم تھا وہ امو کا خیال تھا۔

''بتاؤ. ں عینا۔!!! امو کو کیا ہوا؟ امو کہاں ہیں؟'' سلویٰ اس سے سوال کر رہی تھی۔

''سلویٰ کیا کھاؤ گی؟''عینا کی آواز پہ وہ چو ۔

''تم یہاں کیسے آ گئے؟ میں نے اتنا ڈھونڈ اتمہیں یوسف۔!!''سلویٰ عینا کی ت کا جواب دیئے بناء یوسف کی جا ٔ مڑی۔عینا نے سر جھٹکا اور ان دونوں کے لیے کھا ٔ بنانے لگی۔یوسف خاموش تھا۔

کچھ ہی د یمیں عینا نے سلویٰ اور یوسف کو کھا ٔ کھلا دی۔۔

''امو کہاں ہے؟؟؟''آ ٔ کار سلویٰ پوری قوت سے ئی تھی۔

''مر گئی ہے امو۔!!''یوسف اسی طرح چیخا تھا۔

سلویٰ جو کہ کھانے کی میز پہ ہی بیٹھی تھی شل رہ گئی۔اسکو لگا کہ کسی نے اسکے ن سے روح نکال لی ہو۔اس معصوم جان پہ وہ غم بہت ٹ اتھا۔عینا جو کہ تن اٹھا کر سنک میں رکھ رہی تھی پلٹی۔۔اور آ کر سلویٰ کو اپنے ٔ میں چھپا لیا۔سلویٰ ٹ سی ا ہی سمت میں دیکھے جا رہی تھی۔

''سلویٰ میری جان۔!!میری ٹ ۔!!تم ٹھیک ہو؟''عینا نے اسکو پچکارا۔

''عینا۔۔!!''سلویٰ کی بکھری سی آواز گو ۔

''وہ اللہ کے پ س گئی ہیں۔۔تمہارے لئے ٔ میں گھر بنا ٔ تھا ں۔۔اس لئے امو پہلے چلی گئیں ہیں ٔ کہ وہ یوسف اور سلویٰ کے لیے ٔ میں پیارا سا محل بنا سکیں۔۔ٹھیک ہے ٔ ں۔''وہ ہر ممکن کہانی بنا رہی تھی۔

سلویٰ روتی رہی تھی۔اسکی وجہ سے یوسف کا غم بھی ٔ زہ ہو ٔ ا تھا۔عینا نے ٹ ی مشکل سے ان دونوں کو سلا ٔ ا تھا۔

وہ ا کمرے میں سلا کر ہر لاؤنج میں آئی۔اور آ کر صوفے پ ڈھے گئی۔

اسکے سر میں شد ٔ درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔بے اختیار نگاہ دروازے پ گئی۔

تو کیا وہ ٔ ؟وہ کیا کرنے آ ٔ ا تھا؟وہ جیل سے کیسے چھوٹ ؟ ہزاروں سوالوں نے اسو گھیر لیا۔۔پھر عینا زخمی سا مسکرائی۔

''ا کرپٹ اور ظالم ا ن سے کسی بھی چیز کی امید کی جا سکتی ہے۔۔قید خانوں میں تو وہ لوگ رہتے ہیں جن کے پ س خود کو مظلوم ث ٔ ت کرنے کے لئے ٔ اپنی سچائی ث ٔ ت کرنے کے لئے نہ تو وکیل ہوتے ہیں اور نہ ہی مال و دو ت ۔

وہ تو حسن کرداوی تھا۔جس کے اشارے پ مصر چلتا تھا۔وہ کیسے بھول گئی تھی کہ وہ کسی قید خانے میں رہ سکتا تھا۔؟

''ہونہہ۔!!تم اور قید خانہ۔!!اچھا مذاق تھا۔''وہ ہنس دی۔ضبط کا ٔ گھونٹ حلق سے نیچے ا ٔ را۔

قریشی ہاؤس کے ہر گاڑی آ کر رکی تو صفا اپنی چادر سنبھالتی ہوئی ہر آئی اسکے ساتھ ٔ قوت اور مرجان بھی تھے۔وہ مزے سے گاڑی کے بونٹ پ دینا کو بٹھائے اس سے کوئی ت کر رہا تھا۔اکا دکا مہمان واپس جا رہے تھے۔ا اہیم کو دیکھتے تو ا آدھ سرگوشی ضرور کرتے تھے۔ا اہیم ان کو اگنور کئے دینا کے ساتھ مگن آ ٔ تھا۔

ان تینوں کو آتے دیکھا تو دینا پ جوشی سے ئی تھی۔

''۔۔!!شفا۔!!''ا اہیم نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا۔صفا غصے سے سرخ ٔ ک سجائے چلی آ رہی تھی۔ا اہیم نے بے چارگی سے دینا کو دیکھا۔

''آج مطلع ا آلود ہے۔۔طوفان آ سکتا ہے۔''

''۔طوفان؟''دینا نے آنکھیں پوری کھول کر پوچھا۔

''ہاں۔۔تھنڈر سٹورم۔''ا اہیم نے کہا تو دینا نے خوفزدہ ہو کر مز ٔ آنکھیں پھیلا لیں۔

صفا ان دونوں کے پ س آئی۔

''گاڑی میں بیٹھو تم لوگ۔''اس نے ٔ قوت اور مرجان سے کہا وہ لوگ پ چاپ آگے لگے۔

''اہم۔خیر۔۔ ہے؟ زیادہ گوشت کھالیا ہے؟ جو ک کان گال . سرخ ہورہے ہیں؟ آئس کریم کھاؤ گی؟'' وہ مسکراہٹ ضبط کئے اسکی جا . پلٹا۔

''شرم نہیں آتی آپکو؟'' صفا غرائی۔

ا. اہیم نے ا ن ت ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔اور معصومیت سے کندھے اچکائے۔

''میں نے کیا کردیا؟'' دینا ان دونوں کی . تیں غور سے سن رہی تھی اسکو اس وقت طوفان کا ڈر تھا کہ اَ طوفان آیا تو وہ . . کے پاس چھپے گی۔ شفا کے پاس۔

''ایک معصوم بچے کو مار پیٹ کر پولیس کے حوالے کر کے بہت سکون مل رہا ہے؟ مل گئی آپکی ا. کو تسکین؟'' وہ دونوں ہاتھ ی پ . ھے قدرے غصے سے بولی۔

''ایک منٹ۔!! کچھ الفاظ در ت کرلو۔'' ا. اہیم نے مصنوعی سنجیدگی سے انگلی کھڑی کی۔''وہ بچہ نہیں تھا۔دوسری ب ت۔معصوم ہر گز نہیں تھا۔تیسری ب ت۔۔مار پٹائی پر رک والوں نے کی تھی ر۔'' وہ کندھے اَ ے۔

''جیسے میں تو کچھ جا ہی نہیں۔آپ نے زریب اور سعدیہ کے ساتھ مل کر یہ . پلان کیا۔اللہ اللہ۔!! آپ لوگوں کو ذرا خیال نہیں آیا؟ اسکی ماں بلڈ پ کی مریض ہے۔۔اَ اسکو کچھ ہو جا ت؟''

''اللہ اللہ۔!! تو اسکی ماں لوگوں کا خون نہ پیا کرے۔۔بلڈ بھی . رل رہے گا اور پ بھی۔'' وہ منہ پڑا کر بولا تو صفا کو مزید غصہ آیا۔

''مجھے ا. ازہ نہیں تھا کہ اتنے سفاک ا ن ہیں آپ۔''

''اب ہو ی۔؟ چلو د ہو رہی ہے۔۔خود تو کھا . کھالیا ہے۔۔میں بھوکا پھر رہا ہوں۔۔ویسے کیا تمہارے ہاں رواج نہیں ہے داماد کے لئے کھا . بھیجنے کا؟'' اس نے کان کھجاتے ہوئے مزے سے کہا تو صفا نے ٹ ھ کر اسکی جا . دیکھا۔

''ہونہہ۔۔ایسے سسرال کا کھا . کھا . بھی رسک ہی ہے۔۔کیا پتہ خیام قریشی زہر دے۔'' ا. اہیم نے خوف زدہ ہوتے ہوئے جلدی سے سر جھٹکا۔

''ا. اہیم۔!!''

اسکو اس طرح کو فت زدہ دیکھتے ہوئے وہ مز محظوظ ہوا۔۔

''اب تمہاری سزا ہے کہ جا کر میرے لئے کھا . بناؤ گی۔''

''اور مجھ پ شک نہیں ہے کہ میں زہر دوں گی؟'' وہ آنکھیں سکیڑ کر بولی تو ا. اہیم نے فوراً میں سر ہلا ی۔صفا نے تکان سے اسکی جا . دیکھا۔

ا. اہیم ہنستے ہوئے دو قدم آگے ب ھا۔اسکو دن سے پکڑا۔اور ذرا سا قر ب کیا۔صفا جو کہ کچھ د پہلے آگ بگولہ ہو رہی تھی ایک پل میں اسکا پورا وجود . ف میں لگ ی تھا۔

''کیا تم زہر دے سکتی ہو ا. اہیم گورسی کو؟'' اس نے محظوظ سے ا . از میں سرگوشی کی۔صفا نے سر جھکا ی۔چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔

'' ہاں۔۔تم مار ضرور سکتی ہو۔''

صفا نے چو . کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''اپنے الفاظ سے۔'' اس نے کہتے ہوئے صفا کی کنپٹی کو چھوا۔وہ وہیں دم سا دھ گئی۔

''آئندہ مجھ سے کچھ نہ چھپا . ۔آئی سمجھ؟'' اس نے صفا کا چہرہ قر ب سے دیکھتے ہوئے ت چاہی۔

''وہ بے . ہ تھا۔!!'' صفا نے بے بسی سے دیکھا۔

''نہیں تھا۔۔یہ سمجھو کہ اسکے ان تمام . ہوں کی سزا اسکو آج ملے گی جو وہ آج ت کرت آیا تھا۔۔اور پتہ ہے ایسے مردوں کی ہی ما ہوتی ہیں جو اپنے بیٹوں کے قصور دیکھنے کی بجائے دوسروں کی بیٹیوں پ اَ یں اٹھاتی ہیں۔۔ت کہ کل کو اَ ا بیٹے کا کوئی سیاہ کار . مہ سامنے آئے تو وہ اپنے موقف پ قائم رہ سکیں کہ بھئی لڑکی ہی . اب تھی۔۔ہمارا بیٹا ایسا نہیں ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔صفا نے غور سے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' وہ مسکرا ی۔

''اپنا نصیب۔۔''

''گھر جا کر تسلی سے دیکھ۔۔'' اس نے ہنستے ہوئے دینا کو اٹھایا۔ صفا بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

وہ لوگ واپس چل دیئے۔ ایک خوبصورت سفر پہ۔ جو اچانک ہی طے کر گئے تھا۔

آسمان پہ بادل چھا گئے۔ آج پھر سے غزہ کا آسمان بمبار سنے کو تیار تھا۔ وہ معصوموں کی آہ و بکا کی تاب نہیں لا پا رہا تھا۔

بادل چمکے تو ایک تیز روشنی سی بکھری۔ اور اگلے ہی پل سناٹا ہوا۔ پھر ایک زوردار شاک کی آواز سنائی دی۔ انعرصوفے پہ سمٹ کر لیٹی ہوئی عینا ہڑبڑا کر اٹھی۔

اور پھر بارش ہونا شروع ہوئی۔ آج شاید آسمان بمبار سنے کے ریکارڈ قائم کر رہا تھا۔

عینا خوفزدہ سی وہیں دبکی بیٹھی تھی۔

''کم آن عینا۔!! اتنی بہادر بن کر تم اس بادل سے نہیں ڈر سکتی۔'' اس نے خود کو ڈپٹا۔

خوف تو خوف ہوتا ہے۔ جو دل میں پہرہ بٹھا لیا کرتا ہے۔

کچھ ہی دیر میں لائٹ چلی گئی۔ ایمرجنسی لائٹس آن ہوئیں۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر سلویٰ اور یوسف کو دیکھا وہ لوگ پرسکون سے سو رہے تھے۔ شاید یہ بادل کی گرج چمک اسلئے معمولی تھی۔ اسے پرسکون دیکھا تو وہ بھی پرسکون ہو گئی۔

دوبارہ آ کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

کچھ دیر وہ یوں ہی تاریکی میں گھورتی رہی۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ دل میں آتے ہر خیال ہر وہم اس نے جھٹک دیا تھا۔

''وہ کیا ہو گا؟'' اس نے جیسے خود سے چھپ کر سرگوشی کی تھی۔

''ہاں۔ ظاہر ہے۔۔ کیا ہو گا۔ کیا ہو گا اپنے کسی غلیظ کام کے سلسلے میں۔'' اس نے حقارت سے بند دروازے کو دیکھا۔

دل کی دھڑکن ایک بار پھر سے بڑھ گئی۔

''نہیں عینا۔!! نہیں۔!! تم اس طرح نہیں کر سکتی۔۔ اب اسکے ہر کم پہ تمہاری دھڑکنوں کا منتشر ہونا قابل معافی جرم ہے۔۔ اب تم ایسا نہیں کر سکتی۔'' اس نے خود کو ڈپٹا۔

کچھ دیر کیلئے تو اس کے قدم بے اختیار صوفے سے اٹھے۔۔ اس نے خود کو ڈپٹا۔ اور روکا۔ وہ شاید اپنے ہی کنٹرول میں نہیں تھی۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ڈور بیل گھمائی۔

ذرا سا دروازہ کھول کر دیکھا تو عینا کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔ وہ وہیں بیٹھا تھا اسکی چوکھٹ پہ۔۔ اس جانب اسکی پشت تھی۔۔ اسکے اوپر بارش برس رہی تھی۔ اور اس برستی بارش میں وہ ایسے بیٹھا تھا جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ ہو۔۔ وہ ہل تک نہیں رہا تھا۔

عینا کو اپنی سانس رکتی میں اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پہ حسن نے مڑ کر دیکھا۔۔ دروازہ بند تھا۔ وہ ہلکا سا ہنس دیا۔ اور دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔

ایک بلی جو کہ اس سڑک میں کوئی پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی اس پہ حسن کی نگاہ پڑی تو وہ بے اختیار اٹھا اور اس بلی کو اٹھا لایا۔ خود تو وہ دہلیز پہ بیٹھا تھا اس نے بلی کو وہاں موجود ایک چھوٹے سے ڈبے سے ڈھک دیا۔ وہ ایک پلاسٹک کا کارٹن تھا جو کہ اس بلی کے لئے کافی شیلٹر ہوا تھا۔

حسن وہیں دوبارہ بیٹھ گیا۔ اب بلی اس کارٹن کے اندر تھی۔ وہ اسکو گھسیٹ کر ادھر ادھر جا رہی تھی۔ حسن دل سے ہنسا تھا۔ وہ کافی دیر بلی کی حرکات دیکھ کر ہنستا رہا۔

''تمہیں بھی لگتا ہے کہ تم اس طرح چھپ چھپا کر اپنے گھر چلی جاؤ گی؟'' وہ ہنس دیا۔

بارش مسلسل برس رہی تھی۔

حسن نے چہرہ اوپر اٹھایا۔آسمان سے گرتی ہوئی بوندیں اسکو سکون بخش رہی تھیں۔ٹھنڈی بوندیں جو اسکے جھلستے ہوئے بدن پر گر اسکو آرام دے رہی تھیں۔

''کیا یہ رحمت ہے؟''اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دور آسمان کی جانب دیکھا۔

''یہ تیرے پاس سے آرہی ہے؟ یہ مجھ پر کیسے برس سکتی ہے؟ میں تو اس قابل نہیں؟''وہ سرد ذات قائم کئے سوال کر رہا تھا۔ رحمت برستی جا رہی تھی۔ اور حسن اپنے سوال پوچھتا جا رہا تھا۔

عینا نے گھر کی ساری کھڑکیاں بند کر دیں۔اور آ یوسف اور سلویٰ کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔

وہ دل کی کھڑکی بند کرنا بھول گئی تھی۔

'' ت ہے مجھے اب تم سے۔''اس نے کروٹ یتے ہوئے دل کی کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی۔

''آئی مسڈ یو لٹل سپائے۔''کھڑکی دور سے کھل گئی۔

''بھاڑ میں جاؤ۔''

''اٹس اوکے لٹل سپائے۔!!''

عینا نے مزید کچھ کہنے کی بجائے خود کو تکیے میں چھپایا اور آنکھیں بند کر لیں۔اس آس میں کہ شاید نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو جائے۔

''آپ نے میرے بچوں کی عیدی نہیں دی ابھی تک۔''صفا نے روٹھے پن سے کہا۔

''مل گئی ہے ا عیدی۔''ابیہم گاڑی تے ہوا پر سکون سے انداز میں بولا۔

''کیا مطلب؟''اس نے مڑ کر مرجان اور یاقوت کو دیکھا۔وہ دونوں مسکرا دیئے۔

''۔۔!! کیا عیدی پہنچ گئی؟''مرجان کو اچانک یاد آیا۔

''ہاں۔۔مل گئی۔۔یہ دیکھو۔''ابیہم نے موبائل نکال کر مرجان کے حوالے کیا۔مرجان نے فوراً موبائل کھول کر گیلری دیکھی کیونکہ اسکو بتایا گیا کہ ویڈیو پیغام آ گے۔اس نے ان بچوں کے ویڈیو پیغام دیکھے تو سرشاری سے یاقوت کو دیکھا وہ بھی خوش آئی تھا۔

''۔۔!! کیا ہم ہر سال یہ کرتے ہیں؟''یاقوت نے خوش ہو کر پوچھا۔۔صفا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں۔کیوں نہیں۔''ابیہم مسکرا دیا۔

''ایک منٹ۔!! مجھے کوئی کچھ بتائے گا؟''صفا نے باری باری ان کو دیکھا۔

''یہ دیکھیں پیٹی لیڈی۔!! ہم لوگوں نے اپنی عیدی غزہ کے بچوں کو ڈونیٹ کر دی۔''مرجان نے ایک ویڈیو نکال کر صفا کے سامنے کی تو صفا کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑتی ہوئی۔

''یہ۔یہ۔''وہ بول نہ سکی۔اس نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں مرجان کے ہاتھ سے فون لیا۔موبائل سکرین پر عینا اور یوسف بیٹھے شکریہ ادا کر رہے تھے۔

''عینا منصور حیات۔''ابیہم نے بناء دیکھے ہی اسکے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا۔

''عینا۔وہاں کیسے؟''صفا نے جھٹکے سے ابیہم کی جانب دیکھا۔

وہ کچھا سا مسکرایا۔۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''ایک منٹ۔!!!ابیہم۔!!''وہ قریباً چیخی تھی۔

''ریلیکس۔!!!اس وقت نہیں تھی۔۔یعنی تھی۔۔ اس وقت سامنے نہیں آئی تھی۔''اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں بتانا مناسب سمجھا۔

''عینا کی بچی۔!! میں اسکو چھوڑوں گی نہیں۔''صفا کا خوشی اور حیرت کے مارے برا حال تھا۔

''آ مل گئی تو چھوڑ مت۔'' وہ پھر سے مسکرادیا۔

''کتنی جھوٹی نکلی یہ۔'' صفا نے پھر سے سکرین کو دیکھا۔

''اسکی ڈیوٹی میں شامل تھا۔۔وہ اس وقت ہمارے لئے کام کررہی تھی ہمیں بھی نہیں پتہ تھا۔۔بس اسکے باپ نے اسکو ایک مشن دے رکھا تھا اب کچھ عرصے سے ہمارے ساتھ ہی ہوتی ہے۔''

''کیا میں اس سے بات کرسکتی ہوں؟'' صفا نے ایک آس سے پوچھا۔وہ اسکی سہیلی تھی۔اتنے سے دنوں کی ساتھی ایک ایسی سہیلی جو بھلے کچھ دنوں کی ہو آپکی زندگی پہ اپنا اثر چھوڑ جائے۔ایسی دوست جو بھلے مختصر وقت آپکے پاس رہے ہمیشہ آپکے ساتھ رہے۔

''کریگی۔!!'' وہ بے ساختہ ازمیں بولا۔صفا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

''میں کل فون کروں گی اسکو۔'' اس نے خوشی سے موبائل گود میں رکھ لیا۔چہرے پہ رنگ رنگ سے بکھر رہے تھے۔وہ عینا سے کیا کہے گی۔کیا بتائے گی۔کیا پوچھے گی۔ سوچ سوچ کر ہی وہ خوش ہورہی تھی۔

ابیہم نے اسکے تاثرات دیکھے تو گہرا مسکرایا۔اور اسکا ہاتھ تھام لیا۔صفا نے چونک کر پیچھے دیکھا۔مرجان اور یاقوت اب نیند کی وادیوں میں جھول رہے تھے۔جبکہ دینا کی سوچکی تھی۔

''ایک عادت ہے۔'' اس نے شوخ لہجے میں کہتے صفا کا ہاتھ لبوں سے لگایا۔بوسہ لیا تو کی ایک لہر سی پورے وجود میں دوڑ گئی۔

صفا نے ابیہم کا بازو تھاما اور اسکے کندھے پہ سر ٹکادیا۔

''ایک عادت تھی۔ اس جگہ پہ اپنی ماں کو دیکھنے کی عادت تھی۔'' وہ بجھے سے انداز میں بولی جیسے کوئی کھلا سا ہو کسی کی جگہ خلا کا۔

''تم بھی تو ماں ہو۔۔کیا نہیں ہو؟'' ابیہم نے الٹا سوال کیا۔صفا نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ وہ سکرین کے پار روڈ پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

''ہاں۔'' صفا نے مدھم سی سرگوشی کی تو ابیہم کے لبوں پہ ایک الوہی سی مسکان دوڑ گئی۔اس نے ذرا سا جھک کر ہمیشہ کی طرح اسکے بالوں کو چھوا۔

''میرے پہ فیوم کی مہک واقعی بال گئی ہے۔'' اس نے بالوں کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے کہا تو صفا کے گال ایک بار پھر سے سرخیاں چھلکانے لگے۔

''جادو ہے یہ تو واقعی۔'' وہ مسکرا کر اسکو چھیڑ رہا تھا۔

''اچھا اب تنگ نہ کریں۔''

''لو جی۔۔اب اس میں تنگ کرنے والی کیا بات تھی۔۔تم یہ بات کہو تو رومینس۔۔اور میں کروں تو تنگ؟ انصاف چاہیے مجھے یور آنر۔!!'' اس نے چہرے پہ بے چاری سجائی۔۔صفا کھلکھلا کر ہنس دی۔سارے راستے وہ اسکو کسی نہ کسی بات پہ تنگ کرتا آیا تھا۔

آج شیراز ماموں کی فیملی نہیں آئی تھی۔انوائٹ تو کیا تھا وہ لوگ شاید کسی اور دعوت میں چلے گئے تھے اس لئے انکا اگلے دن آنے کا ارادہ تھا۔

''آئی۔لک ایٹ دس۔'' وہ اس وقت اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی آئی۔جو کہ بیڈ پہ اپنی سکیچ بک لے کر بیٹھی کچھ ڈرا کررہی تھی اسکو دیکھ کر قریباً بھاگی تھی۔آئی۔نے فون اٹھا کر دیکھا تو میرال کے ہاتھ میں ایک نیو ویڈیو گیم تھا۔

''یو نو واٹ۔!! میں سے میں اسکو خریدنا چاہتی تھی۔ٹرائی کہتے تھے ایگزامز کے بعد۔۔ میں نے آج اسکو خود ہی خرید لیا۔۔یو نو میرے پاس بہت سارے پیسے آ گئے تھے نا۔'' وہ شوق سے بتاتی ہوئی آ کر اپنی کمپیوٹڈ پہ مزے سے بیٹھی تھی۔آئی۔پھیکا سا مسکرائی اور دوبارہ اپنے کام میں مگن ہوگئی۔

''کیا تم جیلس ہورہی ہو؟'' میرال نے ویڈیو گیم کا باکس کھولتے ہوئے سر اٹھا کر سامنے سے پوچھا تھا۔آئی۔نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

''نہیں تو۔۔میں کیوں ہونے لگی جیلس؟ ویسے بھی میرا ویڈیو گیمز میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔میں تو پینٹنگ اور کتابوں کی شوقین ہوں۔۔اور سکیچز بنانا میرا جنون ہے۔'' آئی۔نے جیسے چاہتے ہوئے اپنی صفائی دی تھی۔

''ہاں۔۔ پھر بھی۔''

''نہیں میرال۔۔میں جیلس نہیں ہوں۔'' آ۔۔ تکان سے کہتی اپنا کام کرنے لگی۔

میرال کے دل میں پتہ نہیں کیا آ۔ کہ اس نے دن موڑ کر دیکھا۔اور پھر اٹھ کر چلتی ہوئی آ۔۔ کے پ س آئی۔آ۔۔ اپنے کام میں مگن دکھائی دیتی تھی۔

میرال نے اپنی پ ٹ میں ہاتھ ڈالا۔اور اس میں سے کچھ پیسے نکالے۔

''یہ لو۔''

آ۔۔ نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔اسکی آنکھوں میں سوال تھا۔

''جو تمہیں ا. اہیم انکل نے دیئے تھے۔۔ڈ و ٹ وری۔۔ مجھے بس دس ہزار کی ضرورت تھی۔۔تمہارے پیسے تم رکھ سکتی ہو۔۔. ٹ جو.. نے دیئے تھے وہ میں نے لے لئے۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔۔آ۔۔ اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''اس میں بھی تمہاری غلطی تھی میں نے کہا تھا ں کہ.. سے دس، دس ہزار مانگنا'' اس نے جیسے آ۔۔ پ ملبہ ڈالا۔۔آ۔۔ کی نیلی آنکھوں میں غیر یقینی تھی۔

''تم یہ رکھ لو میرال۔!! مجھے ضرورت نہیں۔''

''میں اتنی. ی ہوں کیا؟'' میرال نے کہا تو آ۔۔ نے جلدی سے میں سر ہلا۔۔اور پیسے پکڑ لیے۔

''گڈ۔!! چلو آ ؤ۔ہم ساتھ میں کھیلتے ہیں۔'' اس نے آ۔۔ کا ہاتھ تھاما۔آ۔۔ مسلسل شاک کی کیفیت میں تھی وہ یقین نہیں کر پ رہی تھی کہ آ ٔ ایسا کیا ہو ۔ ہے جو میرال ایسے بی ہیو کر رہی ہے۔

میرال نے اسکو گیم کے رولز سمجھائے۔اور اسکے ساتھ کھیلنے لگی۔وہ دونوں کچھ د ۔ کھیلتی رہی تھیں۔آ۔۔ کے چہرے پ ا نی سی خوشی تھی۔غیر یقینی کے ساتھ ساتھ ا ۔ خوشی تھی کچھ مل جانے کی خوشی۔کوئی اسکا کتنا ہی دو ۔ کیوں نہ بن جا۔ اسکو ہمیشہ میرال کا ل رہتا تھا کہ وہ اسکی دو ۔ کیوں نہیں بن سکتی؟ وہ دونوں ا ۔ گھر میں ا ۔ کمرے میں رہتی تھیں کیا ہوا ٔ وہ دونوں دو ۔ بن جاتیں۔ز ۔ گی کس قدر حسین ہو سکتی تھی کتنے زخم ایسے تھے جو بھر ۔ تے۔

''آ۔۔ ۔!!'' میرال نے کھیلتے کھیلتے اسکو پکارا۔

''ہاں؟'' وہ بھی کھیل میں مصروف سی بولی۔

''کل ہم لوگ ساتھ والے پ رک میں جا گے۔۔ گھر میں کسی کو بتا نہیں او کے؟''

میرال کی. ت پ آ۔۔ نے اچنبھے سے دیکھا۔

'' میرال؟ ایسے کیسے؟''

''ماما بلاوجہ کریں گی۔۔تم بس مت بتا ۔۔. قی میں دیکھ لوں گی۔''

آ۔۔ کچھ لمحے سوچتی رہی پھر اس نے اثبات میں سر ہلا د ۔ وہ اس دوستی کی نئی نئی کو کو مرجھانے نہیں دے سکتی تھی۔

وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو ا قہقہے ا ٰ رآنے سے پہلے ہی گونجنے لگے تھے۔منال اور سفیان گورسی لاؤنج میں بیٹھے کوئی. ت کر رہے تھے ا ہنسی سن کر دونوں مسکرانے لگے۔انھوں نے ا ۔ سرشارسی نگاہ دروازے پ ڈالی جہاں سے ا. اہیم اور اسکا چھوٹ سا خا ان ا ٰ ر داخل ہو رہا تھا۔

''پ یٹی لیڈی۔!! ویسے اس آ کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔۔کل رات کیسے آ پکو تنگ کر رہی تھیں اور آج۔'' مرجان ہنس ہنس کر د ہرا ہو رہا تھا۔صفا نے اسکو گھورا جبکہ ا. اہیم مرجان کا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔ قوت بھی خوش تھا کیو اس وقت صفا کا جیسے دل دکھا تھا اسکی اصل حقیقت وہی جا تھا کیو صفا نے اسکو سچائی بتائی ہوئی تھی۔جبکہ مرجان تو بس اسی پ خوش تھا کہ اس عورت کی حا ۔ ٰ اب ہو گئی تھی کیو اسکے ٹ ٹ کی کسی نے پٹائی کی تھی۔

''کیا ہو ۔ ؟ کس کی. ت کر رہے ہو؟'' منال نے مسکرا کر مرجان کو دیکھا۔وہ لوگ وہیں بیٹھ گئے۔صفا تھکی سی آ کر منال کے ساتھ لگ کر بیٹھی۔انھوں نے اسکے سر پ

ہاتھ پھیرا۔

''تھک گئی؟''

''ہاں۔بہت۔''اسکی آنکھوں میں تکان واضح تھی۔

''کھا کھالو۔۔پھرسوجا سکون سے۔''انھوں نے محبت سے کہاتوا. اہیم نے صفا کودیکھا۔

''ماما۔!! آپ ابھی بھی اسکوکھانے کا پوچھ رہی ہیں؟ یہ لوگ جانے کیا کیا اڑا کر آئے ہیں۔۔بھوک تو مجھے اور دینا کو لگی ہے۔۔ہم معصوموں کو کھا کھلا دیں۔۔دعا دیں گے آپکو۔''ا. اہیم نے اپنا پیٹ سامنے کیا صفا نے آنکھیں سکیڑ کر جتایا۔

''ہاں تو تم بھی چلے جاتے اپنے سسرال۔''سفیان گورسی ہلکے پھلکے ا ازمیں بولے۔

''کیوں میری بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ ہے؟''صفا کا منہ کھل ۔سفیان گورسی نے چشموں کے اوپ سے دیکھا۔''اسکے. پ نے وہ وہ گھوریں ڈالی تھیں مجھے کہ توبہ۔مجھے لگا تھا کہ کھا جائے گا۔بناءنمک لگائے۔''صفا نے روہا ہوتے ہوئے منال کو دیکھا۔

''ا. اہیم۔!!مذاق کی حد ہوتی ہے۔''انھوں نے سنجیدگی سے ڈپٹا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔کھا لگوادیں۔''وہ تکان سے بولا تو منال اٹھ کھڑی ہو ۔

''میں لگا دیتی ہوں۔''صفا اٹھی۔

''کوئی. ت نہیں تم تھکی ہوئی ہو۔''

''زلیخا اماں کہاں ہیں؟''ا. اہیم نے ادھر ادھر دیکھا۔

''اسکے سر میں درد تھا کھا بنا کر چلی گئی ہے۔۔ م ہی تو کر ہے کھا۔۔میں کر دیتی ہوں۔''منال اٹھنے لگیں۔

''آپ بیٹھیں اسکو جانے دیں۔۔اس نے اکیلے مٹن نوش فرمایا ہے۔۔اب اسکی سزا ہے ہمارے لئے کھا لگا۔''ا. اہیم نے دو. رہ اس پ حملہ کیا۔۔صفا ک سکیڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آ ۔!!اَ میرا پیٹ اب ہوا تو در ۔گا۔۔ا لگی ہے میرے کھانے کو۔''وہ پ وں پٹخ کچن میں چلی گئی۔ا. اہیم کا قہقہہ گو ۔

''اچھا کیا ہوا تھا مرجان؟ کس کی. ت کر رہے تھے تم لوگ؟''

''منال آپ نہیں جانتیں۔ا عورت تھی۔کل رات اس نے پ یٹی لیڈی کو تنگ کیا۔ا . ی. ی. تیں کی تھیں۔مجھے خاص سمجھ نہیں آ پ یٹی لیڈی ہرٹ ہو تھیں۔''وہ پوری تفصیل بتانے لگا۔

. لوگ غور سے اسکو لگے تھے۔مرجان کی. ت سے زیدہ اسکے وہ ات پیارے ہوتے تھے جو وہ اپنی گفتگو میں شامل کیا کرتا تھا۔اَ کسی نے اسکی. ت دس . رہی سن رکھی ہوتی. بھی ۔ روہیں. ر پ مجبور ہو جا کرتا تھا۔

''آ ۔!!لا کہاں ہے؟''صفا کی کچن سے آواز آئی۔

''لا ؟الیکٹر آ نہیں؟''ا. اہیم نے اچنبھے سے پوچھا۔

''نہیں، کہہ رہا تھا کہ اب صبح آئے گا۔''منال نے مایوسی سے بتایا۔''خیر گیس والا چولہا نکال لیا تھا ہم نے۔۔صفا۔!!وہ کیبنٹ میں دیکھو۔!!''بتاتے بتاتے انھوں نے صفا کی. ت کا بھی جواب دیا۔

وہ لوگ دو. رہ مرجان کی. ت لگے تھے۔

خوف، و ش ، ت

اس وقت ان تمام احساسات نے زہرہ کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ اس وقت لان میں کھڑی تھی۔ جلے پیر کی بلی کی ما وہ ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔

''میں ایسے تو نہیں جاؤں گی۔'' اس نے رک کر ا تہ زہ کھی ہوئی کلی کو دیکھا۔ لان میں لگی لائٹنگ کی روشنی میں وہ تہ زہ معصوم کلی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''اس ر زہرہ جیتے گی۔۔ میرا انتقام جیتے گا۔'' اس نے کلی کو ہاتھ میں پکڑا۔

''تم شا مجھے جا نہیں۔! اَ خوشیاں زہرہ کے مقدر میں نہیں ہیں تو وہ بچیں گی تمہارے پ س بھی نہیں۔'' اس نے جبڑے بھینچ کر وہ کلی وہیں مسل دی۔۔ شاخ لڑکھڑائی۔

کلی کی پنکھڑیں بکھر گئیں۔

وہ سمجھ نہیں پ تھا کہ آ ہوا کیا ہے۔ بس اسکوا چیخ سنائی دی تھی۔ اسکے بعد وہ ی ہوَ تھا۔ اس چیخ کے بعد ا پل کے لئے سناٹ چھا ۔

ا شور سا اٹھا تھا۔۔!!

ا ہلچل سی تھی۔ ا گہما گہمی۔۔ بچوں کے چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔۔ دینا کے رونے کی بھی آواز آئی تھی۔۔ منال کچھ کہہ رہی تھیں۔ سفیان کہیں بھاگ رہے تھے۔۔ مرجان لاؤنج میں کھڑا چیخ رہا تھا۔

دل دھڑک رہا تھا جسم میں خون کی َ دش رک گئی تھی۔ تمام تہ شریانوں میں خون کی تہ سیل ا پل کے لئے رک گئی تھی۔ اسکو اپنا وجود ف ہوتہ محسوس ہوا تھا۔

الفاظ حلق میں اٹ گئے تھے۔ اس کے بعد اسکی ی ئی لوٹی تو اس نے خود کو شعلوں کی لپیٹ میں پ تھا۔

دھواں۔۔ آگ۔ شعلے۔ اور چیخ و پکار۔!!

''صفا۔۔!!!!'' وہ پوری قوت سے تھا۔

''ا اہیم۔!!'' سفیان نے آگ بجھانے کا آلہ اٹھا اور اسکی پن نکال دی۔۔ سارا کچن آگ کی لپیٹ میں تھا۔ اسکو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ بس اسکی آنکھوں کی پ یں تھیں جو مسلسل حر میں تھیں۔ وہ کسی کی متلاشی تھیں۔ کسی عزیز جان کی۔

''صفا۔!! مجھے۔ آواز۔ دو۔'' اسکو اپنی آواز بکھرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''صفا۔!!'' وہ پوری قوت سے تہ ہوا آگے ب ھا۔

''منال۔!! پ یٹی لیڈی۔!!'' مرجان ا رکی جا بھاگا۔ منال نے اسکو پکڑ لیا۔ وہ بمشکل اسکو گھسیٹ کر لان میں لے کر آ تھیں۔

''نہیں۔ منال۔!! وہ۔ وہاں ہیں۔۔ وہ۔ بھی۔'' مرجان کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ اسکی آنکھیں پتھرا رہی تھیں۔

ی قوت دینا کو اپنے ی میں بھینچے وہیں کھڑا تھا۔

''مرجان۔!! میرے لعل۔!! وہ ٹھیک ہوگی۔ دیکھنا وہ ٹھیک ہوگی۔'' منال نے اسکو ی میں بھینچا۔

''منال۔!! ماما چلی گئیں۔۔ اب پ یٹی لیڈی۔''

''نہیں۔ نہیں مرجان۔!!'' وہ دہری ہوئی کھڑی تھیں۔ کچھ فاصلے پ زہرہ کھڑی تھی۔ جو کہ سرد چہرہ لئے ان کو دیکھ رہی تھی۔۔ گارڈز ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔۔ کوئی پ نی کا بندوبست کر رہا تھا تو کوئی ا لینس کو کال کر رہا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے دیکھا اسکو ہر کی جا بھاگتے ہوئے۔۔ مرجان نے منال کے ی سے چہرہ نکال کر دیکھا۔

وہ اسکے پ س سے َ ر َ ۔

''ا اہیم۔!!'' سفیان اسکے پیچھے تھے۔

منال نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں روکی تھیں۔ انھوں نے ا ی زک سے وجود کو ا اہیم کی نہوں میں دیکھا تھا۔

''پیٹی لیڈی۔!!''مرجان پوری قوت سے چیختا ہوا پیچھے بھاگا تھا۔

''مرجان۔!!''منال نے لپک کر اسکو پکڑ لیا۔۔وہ انہوں میں جھول گیا تھا۔منال کے سر پر آسمان ٹوٹ گیا تھا۔

''مرجان۔!میرے لعل۔!مرجان۔!!''وہ اسکا گال تھپتھپا رہی تھیں۔

''دادو۔!!پلیز۔مرجان کو بچالیں۔''قوت بری طرح سسکا تھا۔

کچھ لمحوں پہلے گونجتے قہقہوں کی جگہ چیخوں،سسکیوں اور ہچکیوں نے لے لی تھی۔

''حسد اونٹ کو ہائی میں پہنچا دیتا ہے۔''

ا خوشیوں کا اونٹ آج راکھ ہوا تھا۔

''ڈرائیور۔!!''وہ پوری قوت سے ئی تھیں۔ایمرجنسی گارڈ پاس پر تھا۔

''گاڑی نکالو۔۔مرجان۔''ا الفاظ نہیں ادا ہو سکے تھے۔گارڈ نے مرجان کو اٹھایا۔دوسری گاڑی تیار تھی۔

''قوت۔!!دینا کا خیال رکھنا۔''منال نے قوت کو تنبیہ کی۔

'زہرہ۔!!بچوں کا خیال۔رکھنا۔''وہ ہانپتا ہوا پیچھے پر تھیں۔

''دینا۔!!پ۔!!''قوت نے آنسو صاف کر کے دینا کو سامنے کیا۔دینا ہچکیوں میں رو رہی تھی۔وہ بری طرح ڈر گئی تھی۔

''سنو۔!!ہم لوگ ایک گیم کھیل رہے ہیں۔۔ٹھیک ہے ناں؟''قوت نے اپنے آنسو پی لیئے۔۔دینا نے پلکیں جھپکیں۔

''ہائیڈ اینڈ سیک۔!!''اس نے جیسے دینا کو یاد دلایا۔

''۔۔اور باقی لوگ چھپ گئے ہیں۔۔آؤ۔!!ہم انہیں ڈھونڈتے ہیں۔''اس نے دینا کا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے لان کے عقبی حصے میں آیا۔دینا کچھ سمجھتے ہوئے اب رونا بند ہو گئی تھی۔

''گگ۔گاڑی۔تیز۔گو۔ڈیم اٹ۔!!!''وہ دھاڑا تھا۔پوری قوت سے۔

''ابراہیم۔!!تسلی رکھو۔کچھ نہیں ہوگا۔''سفیان گورسی پیسنجر سیٹ پر تھے۔ڈرائیور پوری سپیڈ سے گاڑی چلا رہا تھا۔اور وہ پچھلی سیٹ میں اس کی زخمی وجود کو خود میں چھپائے بیٹھا تھا۔

''۔۔!!اس کو نہیں۔پلیز۔!!''اسکا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔وہ کچھ تھا کچھ اور۔یہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔اسکی آنکھوں کے کنارے نم تھے۔

''ابراہیم۔!!حوصلہ رکھو۔''انھوں نے کرب سے چور لہجے میں کہا تھا۔

''ہر کیوں۔؟کیوں۔۔؟ہار کیوں؟''وہ خود نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔کیوں کہہ رہا ہے۔وہ بس کہے جا رہا تھا۔سفیان گورسی کو اپنی سانسیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ا بوڑھے ہاتھ پے در پے ہٹ کا شکار تھے۔وہ اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر خوفزدہ ہو چکے تھے۔

''صفا۔!!آنکھیں کھولو ڈیم اٹ۔!!''وہ ایک بار پھر سے اسکا چہرہ تھام کر بیٹھا تھا۔

سرمئی آنکھوں کا آج شربتی آنکھوں سے کوئی رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔سرمئی آنکھیں آج شربتی آنکھوں سے روٹھ سی گئی تھیں۔

اسکا آئینہ روٹھا روٹھا سا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے لہرا رہا تھا۔

''پلیز۔صفا۔!!''اس نے کانپتے ہوئے اسکے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا دیا۔

''مجھ میں ہمت نہیں۔۔میری کمر ٹوٹ چکی ہے۔۔مزید ہمت نہیں ہے صفا۔''اسکی دبی دبی سی آہ و بکا بار بار سفیان گورسی کی روح کو چھلنی کر رہی تھی۔ا اپنی حالت اب ہو چکی تھی۔ا ماتھے پر تھا آنکھوں میں نمی۔وہ ایک بار اپنی بیٹی کے جنازے کو کندھا دے چکے تھے۔وہ اسکے لاشے کو اٹھا کر تن تنہا چل کر گھر پہنچے تھے۔آج

ان میں ہمت نہیں تھی اپنے بیٹے کی خوشیوں کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھنے کی۔

گاڑی ہاسپٹل پہنچی تھی۔ اسکو ایمرجنسی میں شفٹ کیا گیا تھا اسکو کچھ ہوش نہ تھا۔ بس اب اسکو یہ معلوم تھا کہ وہ اس وقت خالی ہاتھ پھیلائے لابی میں ایک بینچ پہ بیٹھا تھا۔ اسکے کندھے پہ ایک لمس محسوس ہو رہا تھا اسکو۔ جو اسکے باپ کا دوست شفقت تھا۔ وہ اسکے ساتھ بیٹھے تھے۔

اس نے سر ہاتھوں میں گرایا۔ آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔ خشک بنجر۔!!

''ہمت رکھو۔!!'' سفیان گورسی نے اسکی ڈھارس بندھانی چاہی۔

وہ خاموش رہا۔

''اللہ ہمیں آزماتا ہے۔۔ جن سے ہم محبت کرتے ہیں ان کے ذریعے اللہ ہمیں آزماتا ہے میرے بچے۔'' انھوں نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔

ابراہیم نے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹائے۔ ایک مٹھی سی بنا کر تھوڑی کے نیچے رکھی۔ اور اسکے سہارے بیٹھا۔

''مجھے امید ہے اللہ تمہیں مزید کسی خسارے سے دوچار نہیں کرے گا۔'' وہ مسلسل اسکو امید دلا رہے تھے۔

''وہ مجھے آزما چکا ہے۔۔ کئی بار میں آزمائش میں کامیاب ٹھہرا۔۔ کیا میری زندگی بس اسی کام کے لیے ہے؟ کیا میں بس ساری زندگی آزمایا ہی جاتا رہوں گا؟'' وہ خالی خالی سے لہجے میں بولا۔

''کیا تم پیغمبر ابراہیمؑ کو نہیں جانتے؟ کیا تم ان پہ ایمان نہیں رکھتے؟'' ابراہیم خاموشی سے فضا میں کسی غیر مرعی نقطے کو گھورتا رہا تھا۔

''وہ اللہ کے خلیل تھے۔۔ اللہ نے خلیل کا لقب دیا تھا۔۔ وہ اللہ کے دوست تھے ابراہیم۔!! اور تم جانتے ہو دوست کون ہوتا ہے؟'' انھوں نے پوچھا تو ابراہیم نے گردن موڑ کر خالی خالی آنکھوں سے انجان دیکھا۔

''دوست شکوہ کناں نہیں ہوتا۔۔ دوست اپنے دوست سے ملی ہر سوغات کو چوم کر آنکھوں سے لگاتا ہے۔۔ پھر چاہے وہ نعمت کی سوغات ہو یا غم کی۔''

وہ خالی خالی آنکھوں سے انھیں دیکھے گیا۔

ہاسپٹل کی راہداری میں لوگ جمع تھے۔ کوئی اپنے مریض کو آپریشن تھیٹر کے لئے تیار کر رہا تھا۔ کوئی اس وقت تھیٹر کے باہر بیٹھا تھا۔ کوئی کسی مریض کے شفایاب ہونے پہ شکر ادا کر رہا تھا۔ راہداری میں اسکو واپس لے کر جا رہا تھا۔ راہداری ویٹنگ ایریا اور فارمیسی۔ ہر جگہ لوگ ہی لوگ تو تھے۔ وہ اپنی اپنی آزمائش سے دوچار تھے۔۔ وہ بھی اسی وقت کی چکی میں پس رہے تھے۔ وہ بھی انتظار کی سولی پہ لٹک رہے تھے۔

راہداری میں لگا ٹاسا وال کلاک تکبر سے سوئیاں گھما رہا تھا۔ جیسے کہ وہ وقت کا بادشاہ بن کر بیٹھا ہو۔ جیسے کہ وہ فرعون بنا ہو۔ وہ اپنی مرضی سے سوئیاں گھما رہا تھا۔

ٹک ٹک ٹک۔!!

اسکی آواز شور کے باوجود سنائی دے رہی تھی۔ اور ہر گزرتا لمحہ اذیت کی ایک داستان رقم کر رہا تھا۔

''اللہ نے آزمایا۔ انتظار کی سوغات دی۔ انھوں نے وہ بھی قبول کی۔ پھر امتحان کی سوغات دی جس کو انھوں نے جی جان سے قبول کیا۔۔ اور پھر۔!!'' کہتے ہوئے وہ ایک پل کے لئے رکے اور افسردگی سے مسکرائے۔ ''پھر سے ابتلا کی اور انتظار کی سوغات دی۔ انھوں نے وہ بھی قبول کی۔ اور پھر آخر کار انکا انتظار ختم ہوا۔ اور پھر سے نعمت کی گئی۔ بیٹے سے ملاقات کروائی گئی۔ اور جانتے ہو۔ اسکے بعد؟'' وہ رنجیدگی سے بولے۔ ابراہیم پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔

''اسکے بعد پھر سے آزمایا گیا۔ کہا گیا کہ اے ابراہیم جو نعمت دی گئی تھی اب قربان کر دو اسکو میرے راستے میں۔'' وہ تاسف سے مسکرائے۔

'' وہ بھی خلیل تھے۔ انکار نہیں کیا۔ اپنی نعمت کو لے کر چل پڑے قربان گاہ۔ لٹا دیا۔ چھری رکھ دی اور بھی دی۔'' سفیان گورسی کی بوڑھی آنکھوں میں نمی تھی۔

''لیکن۔!! پھر سے معجزہ ہوا۔ امتحان دیا گیا۔ سوغات۔ پھر سے ایک سوغات۔ معجزے کی صورت میں۔ انعام کی صورت میں۔ اور کہا گیا کہ جاؤ۔ لے جاؤ اپنے بیٹے کو۔ تم آزمائش میں کامیاب ٹھہرے۔ اور خلیل مسکرا دیے۔ خلیل نے نہیں کہا کہ اب کیوں؟ کیونکہ خلیل کا کام ہی نہیں ہے سوال کرنا۔۔ خلیل کا کام ہے قبول کرنا۔ راضی

ہوجا۔سوغات کو ۔ سے لگا۔ ۔سوخلیل نے وہی کیا۔''

''میں پیغمبر نہیں ہوں۔''ا. اہیم کی آواز میں واضح لرزش تھی۔''میرا حوصلہ نبیوں والا نہیں ہے۔میرا دل نبیوں کی طرح پ ک نہیں ہے۔میرا جگرہ نبیوں والا نہیں ہے۔ میں عام بشر ہوں۔ا۔ عام گنہگار بشر۔جو بھٹک جا ہے۔جس کے لئے قبول کر آسان نہیں۔جو بنا ٹھوکر کھائے پلٹ کر نہیں آ ۔جو اپنی آزمائش پ صبر کی بجائے سوال کر ہے۔میں ا۔ عام ا ن ہوں ۔۔''آ ی ت کہتے ہوئے اسکا لہجہ اس قدر بھیگ چکا تھا۔کہ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

''تو بس پھر حوصلہ رکھو۔ا تم نبی نہیں ہو تو تمہاری آزمائش بھی عام ہی ہوگی۔یہ عام بشر والی ہی آزمائش ہوگی۔کیو وہ کسی کی ہمت سے ٹھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔'' انھوں نے اسکا کندھا پکڑ کر ہلا یا تھا۔

''میرا پوتا کیسا ہے؟''وہ ایمرجنسی وارڈ کے ہر کھڑی تھیں۔یا قر پ ائیو ٹ پ ت ل تھا۔ڈاکٹر ہر آئی تو منال فوراً پ تھیں۔

''اسکو کوئی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔۔بچہ ہوش میں نہیں آ رہا۔۔کچھ ہوا ہے کیا؟''ڈاکٹر نے پ یشانی سے پوچھا تھا۔منال کا دل کر چی کر چی ہوا۔

''ہاں۔گھر میں آگ لگی۔اسکی۔ماں۔ہاں۔ماں۔اسکی۔وہ جل گئی ہے۔''منال کو خود نہیں پتہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

''اوہو۔کیا وہ؟''ڈاکٹر نے ت ادھوری چھوڑی۔

''نہیں۔نہیں۔اللہ نہ کرے۔وہ ز ہ ہوگی۔ہاں۔ہاں۔وہ۔وہ ا ءاللہ ز ہ ہوگی۔''انھوں نے چہرہ ر ڑ ا۔

''اچھا۔آپ پلیز۔ریلیکس رہیں ہم ٹ یٹمنٹ کر رہے ہیں۔ا ءاللہ وہ اس شاک سے جلدی ہر نکل آئے گا۔''وہ تسلی دیتیں وہاں سے چلی گئیں۔

''بی بی۔!!''منال نے مڑ کر دیکھا تو زلیخا اماں چادر پ ٹ بھاگتی ہوئی آ رہی تھیں۔منال ا دیکھ کو ٹ ھال سی ہو ۔زلیخا نے آ کر ا تھام لیا۔

''کیا ہو ۔ یہ بی بی۔؟''وہ ا لے کر بیٹھیں۔

''زلیخا۔!!دعا کرو۔دعا کرو۔میرے بچے ٹھیک ہوں۔''وہ بے سدھ سی تھیں۔

'' ٹھیک ہو جائے گا۔آپ سنبھالیں خود کو۔''

''زلیخا۔!!اس ر میرا ٹ سہہ نہیں پ ئے۔گا۔وہ۔وہ۔بکھر جائے گا زلیخا۔!!میں مر جاؤں گی۔ہم ۔ ۔ دہو جا گے زلیخا۔!!''وہ ہچکیوں میں رو دیں۔

''نہیں بی بی۔۔کچھ نہیں ہوگا۔۔آپ حوصلہ رکھیں۔''

'' زلیخا۔!!تم اللہ سے کہو ں۔کہ وہ میری۔ہاں۔وہ میری جان لے لے۔ میرے ٹ کی خوشیاں۔اسکی ز گی۔وہ نہ و ان کرے۔''

''اللہ ٹھیک کر دے گا بی بی۔!!آپ حوصلہ رکھیں۔''

رات لمحہ لمحہ ت رہی تھی۔

ر ش تھم گئی تھی۔۔

اب کہیں کہیں۔کوئی کوئی بو ر ہی تھی۔ہوا کے ہر جھو کے ساتھ ز گی تھی۔

ٹھنڈی خوشگوار۔صاف ستھری۔دھلی دھلی سی ہوا۔جس میں ا عجیب سی مہک تھی۔ا جھونکا آ تو اسکے کمرے کی کھڑکی کا ا پ ٹ کھل ۔ پ دہ ہلنے لگا۔

اس نے آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا تو ر آسمان پ ل منڈلا رہے تھے۔ہوا کے جھو مسلسل آ رہے تھے۔وہ کچھ دیر یوں ہی کروٹ کے بل ٹ ٹ کھڑکی سے ہر د ت رہی۔گھر کے چاروں اطراف ا چار دیواری تھی اور کھڑکی اسی چار دیواری میں کھلتی تھی۔

پ سوز سے ماحول نے روح کے زخم ا ر پھر سے مندمل کر دیئے۔

اسی دوران فجر کی اذان گونجنے لگی۔اس نے چو کر گھڑی دیکھی۔اور پھر اپنے ساتھ ٹ سلوٰی اور یوسف کو دیکھا۔وہ دونوں سہمے سے ا دوسرے سے پ

ہوئے تھے کہ کہیں کوئی کھو نہ جائے۔

کچھ دیر اذان کی پرسوز صدا بلند ہوتی رہیں۔اور پھر گھروں کے بلب روشن ہونے شروع ہو گئے۔ٹوٹی پھوٹی عمارتوں میں بھی روشنیاں جلنے لگیں۔

لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کے لئے جاگ رہے تھے۔عینا جس کی تھوڑی دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی اٹھ بیٹھی۔اس نے نرمی سے اپنا سکارف اٹھایا۔جوتا پہنا اور واش روم میں چلی گئی۔

واپس آئی تو اسکی آستینیں ٹنگی ہوئی تھیں۔اور چہرے سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔آنکھوں میں شدید بیداری صاف جھلک رہی تھی۔آنکھوں کے سرخ ڈورے واضح کر رہے تھے کہ وہ کئی راتوں سے نہیں سوئی۔ وہ ہر شے سے بے نیاز جائے نماز بچھاتی اپنی ادا کرنے لگی۔

اس نے پرسکون سے انداز میں ادا کی۔

سلام پھیرا تو دماغ کے کونوں میں کسی دکھ کا جھونکا سا آیا۔وہ ادائیہ مسکرائی اور سر جھٹک کر انگلیوں پر ہی تسبیح کرنے لگی۔

کچھ دیر خالی دماغ کے ساتھ وہ جو منہ میں آیا پڑھتی چلی گئی۔اور پھر اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ہتھیلیاں بھی پھیلائی ہی تھیں کہ سیاہ آنکھوں نے اسکو اپنے سحر میں جکڑ لیا۔اسکو ان ہتھیلیوں میں بھی کسی کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔عینا نے حیرت سے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھا۔

وہ کچھ دیر خالی دماغ کے ساتھ ہاتھ پھیلائے بیٹھی رہی۔ زبان تھی کہ آج ساتھ ہی نہیں دے رہی تھی۔کوئی لفظ ادا ہی نہیں ہو رہا تھا۔

کچھ دیر جدوجہد کرنے کے بعد اس نے آنکھ کا ل وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیئے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اپنا سکارف ڈھیلا کیا اور وہیں لاؤنج میں صوفے پر آ کر لیٹ گئی۔

اسکا رخ مین ڈور کی جانب تھا۔وہ کچھ دیر اس دروازے کو دیکھتی رہی۔اور پھر دوسری جانب کروٹ لے کر لیٹ گئی۔

اسکی آنکھ ایک دلخراش چیخ سے کھلی تھی۔عینا ہڑبڑا کر اٹھی اس نے ادھر ادھر دیکھا چیخیں کمرے سے آ رہی تھیں۔عینا ننگے پاؤں ننگے سر ادرکی جانب بھاگی۔دیکھا تو سلویٰ کمرے میں زمین پر بیٹھی زور زور سے چیخ اور رو رہی تھی۔

''سلویٰ۔!!سلویٰ۔۔!!میری جان۔!!''عینا آ کر اس سے لپٹ گئی اسکو اپنے میں چھپایا۔سلویٰ روتی رہی۔

''سلویٰ۔!!کیا ہوا ہے؟'' کچھ دیر بعد اسکے رونے کی شدت میں کمی آئی تو عینا نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

''عینا۔!!''سلویٰ نے ہچکی لی۔

''ہاں ہے۔!!''

''عینا۔امو۔وہ۔امو۔چلی گئی عینا۔''وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لئے سسک رہی تھی۔عینا نے اسکو رپھر سے اسکو شدت سے اپنی آغوش میں لیا تھا۔عینا نے دفعتاً دیکھا تو یوسف بیڈ پر خاموش سا بیٹھا تھا۔عینا کو اچنبھا ہوا۔

''یوسف۔!!''اس نے یوسف کو پکارا۔یوسف نے عینا کی جانب دیکھا۔''کیا ہوا یوسف؟''عینا کو اسکی حالت کچھ عجیب لگی۔اسکی آنکھوں میں کچھ تھا۔کچھ تر سا۔وہ خاموش رہا۔

''بولو یوسف؟''عینا مزید بے چین ہوئی۔

یوسف خاموشی سے بیڈ سے نیچے اترا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔عینا اسکو دیکھے گئی ابھی اسکو سلویٰ کو سنبھالنا تھا۔وہ کتنی ہی دیر اسکو پرسکون کرتی رہی۔

حد تو تب ہوئی جب عینا کو گھر میں دھواں بھرتا ہوا محسوس ہوا۔عینا کی طرح کھانسی اس نے مڑ کر دیکھا کمرے کے ادھ کھلے دروازے میں سے لاؤنج کا منظر دکھائی دیتا تھا وہاں بھی بس دھواں تھا۔سلویٰ بھی چونکی۔

''تم۔بیٹھو۔میں دیکھتا ہوں۔''عینا باہر نکلی تو مین ڈور زور زور سے بجنے لگا تھا۔اس نے اندر مین ڈور کی جانب دیکھا اسکا رخ کچن کی جانب تھا۔

''یوسف۔!! کہاں ہو۔یوسف؟'' وہ کھانستی ہوئی آگے بڑھی۔ کچن کا منظر دیکھ کر عینا کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

''یوسف۔!! کیا کر رہے ہو یہ تم؟'' مین ڈور مسلسل بج رہا تھا۔اب مزید شدت آ گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کوئی دروازہ توڑ کر اندر آ جائے گا۔

''یوسف۔!! چھوڑو اسکو۔'' عینا نے بمشکل چہرے پہ ہاتھ رکھے یوسف کو پکڑ کر کھینچا تھا۔

''کیا کر رہے تھے یہ تم؟'' اس نے چولہے پہ جلتی ہوئی کتابیں اور بیگ دیکھا۔کچھ کھلونے بھی تھے پلاسٹک جلنے کے دھواں مزید زہریلا ہو گیا تھا۔

''امو۔۔اسکی وجہ سے مر گئیں۔۔مجھے اسکے پیسوں سے لی ہوئی چیزیں نہیں چاہیں۔'' یوسف عینا کے ساتھ لگا تے کی سی کیفیت میں بولا تھا۔عینا نے اسکو چھوڑا۔ جلدی سے چولہا بند کیا اور پانی ڈال کر آگ بجھائی۔اس نے ایگزاسٹ دیئے۔۔کچھ ہی دیر میں سانس بحال ہونا شروع ہو گئی۔وہ یوسف کو لئے لاؤنج میں آئی۔اسکو اٹھا کر صوفے پہ بٹھا کر اٹھا کیا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کو کچھ کہہ پاتی مسلسل بجتے ہوئے دروازے نے اسکا دماغ گھما دیا تھا۔

''یہیں رکو۔۔میں آتی ہوں۔'' وہ جبڑے بھینچ کر کہتی دروازے کی جانب بڑھی۔اس نے ڈور ناب گھمائی۔عینا کا چہرہ ستا ہوا تھا۔اس نے ضبط کی شدت سے جبڑے بھینچ رکھے تھے۔

''تم۔تم ٹھیک ہو؟ یہ۔یہ۔دھواں؟ آگ؟'' دروازہ کھلتے ہی کوئی اسکی جانب لپکا تھا۔اسکو شانوں سے پکڑ کر وہ جھنجھوڑ رہا تھا۔عینا کسی بت کی طرح کھڑی تھی۔

''تم بولتی کیوں نہیں ہو؟ تم لوگ ٹھیک ہو۔؟'' وہ بولا۔

''شٹ اپ۔!!'' عینا پوری قوت سے چلائی۔تو وہ ایک پل کے لئے اپنی جگہ پہ جم گیا۔۔عینا نے اسکے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹائے۔اور جھٹک دیئے۔

''مسٹر کرداوی۔!! ہاؤ ڈیئر یو ٹچ می؟'' وہ سرخ انگارہ آنکھوں سے غرائی۔

حسن اپنی جگہ منجمند تھا۔

''ہم لوگ چاہے جل کر مر جاتے ڈوب کر۔۔یو آر نو بڈی ٹو کیئر۔۔اٹ رسٹینڈ؟؟؟ (آپ پہ واہ کرنے والے کوئی نہیں ہوتے۔۔سمجھے آپ؟)'' وہ انگلی کھڑی کر کے دھاڑی۔حسن کی آنکھیں ایک ہی جگہ پہ ساکت تھیں۔وہ تو بس اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔عینا کی سیاہ آنکھوں میں تاریکی تھی۔اجنبیت تھی۔وہ اس اجنبیت پہ ششدر رہ گیا تھا۔

''ع۔عینا۔!!'' اسکے ہلے۔

''جسٹ لیو۔۔( )'' وہ لرزتی آواز میں کہہ کر دروازہ بند کر چکی تھی۔وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا۔اور پھر وہ ایک قدم لڑکھڑایا۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔اور پھر پلٹتا گیا۔وہ اس بند دروازے پہ نگاہ جمائے پیچھے پلٹتا جا رہا تھا۔

عینا بند دروازے سے پشت لگائے کھڑی رہی۔سانسیں چل رہی تھیں محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔وہ وہیں۔ بنے کھڑی رہی۔آج آنکھیں خشک تھیں جیسے خشک بنجر زمین ہوتی ہے۔۔ویسے ہی۔!

یوسف ابھی تک سامنے صوفے پہ کھڑا تھا۔۔دھواں ختم ہو چکا تھا۔ارسلویٰ بیٹھی سسک رہی تھی۔۔وہ گھٹنوں میں چہرہ دیئے بیٹھی تھی۔

ہر حسن کھڑا اس عمارت کو دیکھ رہا تھا۔

وہاں کس کا غم کتنا بڑا تھا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

حسن کا سفر رائیگاں گیا تھا۔

عینا کا صبر ساتھ چھوڑ رہا تھا۔!!

سلویٰ کی ریاضت۔اسکی محنت رائیگاں گئی۔!!

یوسف کے لئے رشتے اجنبی ہو چکے تھے۔!!

آسمان پہ سورج کی کر اپنی جگہ بنا رہی تھیں۔ رش کے ننھے ننھے قطرے ابھی تہ وہاں پودوں اور پتوں پہ موجود تھے۔ وہاں اتنے ت تھے کہ ایک نئی قوم آباد ہو سکتی تھی۔ وہ ت اس سرزمین میں زم ہو گئے تھے جو خود آ پیتھی اور لہو بہاتی تھی۔

''مرجان۔!! میرے شہزادے۔!! دیکھو کون آیا ہے۔'' مسالمس اسکو اپنے لوں پہ محسوس ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولی تھیں۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ اسکو ہوش آئی۔ پلکوں کا پہرہ ہٹا تو سیاہ آنکھیں بیدار ہو ۔منال کے ساتھ سفیان گورسی کھڑے تھے۔

اس نے دو تین رپلکیں جھپک کر ادھر ادھر دیکھا یقین کر چاہا کہ وہ اس وقت کہاں تھا۔

''میرے بہادر شہزادے۔!!'' سفیان گورسی نے اسکے لوں میں ہاتھ پھیرا۔ ''اٹھو۔!! یوں پڑے رہو گے؟''

''۔۔۔؟'' اس نے ٹوٹتے لہجے میں پوچھا تھا۔

سفیان گورسی نے تھوک نگلا۔

''پ۔ریٹی۔لیڈی؟'' وہ دو رہ بولا تو سفیان گورسی نے کرب سے بھینچ لئے۔

''تم اٹھو۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' انھوں نے شفقت سے اسکا ماتھا چوما۔ منال کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

''کہاں۔ ہیں وہ؟'' اس نے اپنا آکسیجن ماسک ا ر چاہا۔ سفیان نے اسکو روک دیا۔

''ٹھیک ہو جاؤ۔۔ پھر دیکھ ۔'' وہ نمی سے بولے تھے۔

اسی دوران ڈاکٹر روم میں آئی۔ اس نے مرجان کی فائل اٹھائی اور دیکھنے لگی۔ سفیان نے سوالیہ ا ازمیں دیکھا تو ڈاکٹر نے تسلی دینے کے ا ازمیں سر ہلایا۔ انھوں نے سکون کی سانس لی تھی۔

کمرے میں ر یکی تھی۔۔ چھوٹی سی دینا اپنے بھائی سے لپٹی سو رہی تھی۔ قوت نے دینا کے دمضبوط حصار بنا رکھا تھا۔ وہ کسی قیمتی انے کی طرح اسکو خود میں بھینچے ہوئے تھا۔ اسکا خان بکھر چکا تھا اور اب دینا کو وہ کہیں نہیں جانے دے سکتا تھا۔

کمرہ ا رسے بند تھا۔

ایک سیاہ چادر میں خود کو پیٹ وہ گیٹ پہ آئی۔

''کہاں جانا ہے؟'' گارڈ تکان سے پوچھتا ہوا سامنے آیا۔

''مجھے ابراہیم سر نے بلوایا ہے۔'' وہ ترک اور اردو کے ملے جلے سے لہجے میں بولی تھی۔

''بچے؟'' گارڈ کو کچھ اچنبھا ہوا۔۔ اسکے ہاتھ میں ایک بیگ دیکھ کر وہ تھوڑا الجھا تھا۔

''صرف مجھے بلوایا ہے۔۔ کچھ سامان لے کر جانا ہے۔''

''لاؤ۔۔ میں دے آتا ہوں۔'' گارڈ نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ زہرہ نے فوراً بیگ پیچھے کھینچا۔

''نہیں۔۔ ہرگز نہیں۔۔ انھوں نے مجھے بلوایا ہے۔۔ وہ کسی پہ بھروسہ نہیں کرتے۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولی تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' اس نے روستہ چھوڑ دیا اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہا۔

وہ گاڑی میں سوار ہوئی اور گاڑی چل دی۔ اسکے چہرے پہ کہیں بھی خوف نہیں تھا۔ وہاں بس سناٹا تھا، وحشت تھی اور تاریکی تھی۔

گاڑی اسپتال کے سامنے آ کر رکی۔ وہ گاڑی سے نکلی۔ اندر داخل ہوئی۔ وہ چلتی جا رہی تھی۔ اور پھر اسپتال کے عقبی دروازے تک پہنچی۔ اس نے ایک پل کے لئے

رک کرادھرادھر دیکھااور پھر وہاں کھڑی ا یـ گاڑی میں سوار ہوگئی۔

گاڑی چل دی۔اس نے مڑکرا پـتـ ل کی جا٘ . دیکھا۔گاڑی آگے نکل گئی۔ا پـتـ ل پیچھے چھوٹ َ ۔۔

''اللہ حافظ ا. اہیم گورسی۔'' وہ مسکرائی۔اسکے چہرے پ ا یـ طنزیہ مسکان تھی۔

ا پـتـ ل کے کوریڈ ور میں گہما گہمی کچھد یـ کے لئے تھم سی گئی تھی۔فارمیسی پ رش اب نہ ہونے کے . ا. تھا۔تیماردارشا یـ کچھد یـستانے کی غرض سے وہیں بینچوں پ سو گئے تھے۔کچھ لوگ پ رکنگ لاٹ میں اپنی بنے چھوٹے چھوٹے بینچوں پ . زوسر کے نیچے رکھے سو رہے تھے۔اور کچھ لان میں گھاس پ اپنا بستر لگائے ہوئے تھے۔

وسیع عمارت میں عملے کے لوگ گھوم رہے تھے۔کچھ لوگوں کی ز٘ َ یں ابھی تـ وہیں اٹکی ہوئی تھیں۔کچھ لوگوں کے لئے وقت ابھی تـ فرعون بنا ہوا تھا۔اوران لوگوں میں ا. اہیم گورسی بھی شامل تھا۔جو دونوں ہاتھوں کی مٹھی بنائے تھوڑی کے نیچے ٹکائے مسلسل آئی سی یو کے بند دروازے کو تـ رہا تھا۔اسکی آنکھیں ا یـ پل کے لئے بھی اس دروازے سے ٹ٘ سے قاصر تھیں۔آنکھوں میں موجود سرخ ڈورے اسکے کرب کو بیان کررہے تھے۔

وہیں کچھ فاصلے پ ا یـ کرسی پ ا یـ ماں ہاتھ میں تسبیح لئے اپنی بیٹی کی ز٘ گی کی بھیک ما٘ َ رہی تھی۔

ا٘ ر ں میں جکڑا وجود ان . سے بےخبر تھا۔کہ وقت اسکے پیاروں پ قہر بن کر ٹوٹ رہا ہے۔وہ آج ان . کے جینے کی وجہ بنی ہوئی تھی۔یوں معلوم ہو تـ تھا کہ ان . کی سا ں کی ڈور اس وجود سے جڑی ہے۔ا َ اسکو کچھ ہو جا تـ تو ان . کی وہ سا ں کی ڈوری ٹوٹ جائے گی۔ان لوگوں کی کمر ٹوٹ جائے گی اور وہ پھر کبھی نہیں اٹھ پ گے۔

وہ جس کو بے مول کرد یـ َ یـ تھا آج وہ انمول ہوگئی تھی۔

وہ جس کو کسی ز٘ گی کے عوض ٹ٘ د یـ َ یـ تھا۔

آج اسکی ز٘ گی کی بھیک مانگی جارہی تھی۔!!

وہ جس کو ان چاہے وجود کی طرح ا٘ ٹھے کنویں میں دھکیل د یـ َ یـ تھا۔!!

آج اسکے بناء وہ لوگ ٘ . ہو چکے تھے۔!!

ا پـتـ ل کی ملحقہ مسجد میں اسکا . پ سجدے میں َ ٹ٘ ا کر اپنی بیٹی کی ز٘ گی کی بھیک ما٘ َ رہا تھا۔وہی . پ جس نے اپنے ٹ٘ ے کے لئے اسکو جیتے جی مار د یـ تھا۔آج وہ اسکی ز٘ گی کے لئے ٹ٘ َ ٹ٘ ا رہا تھا۔

آئی سی یو کا دروازہ کھلا تو وہ کسی تھکن سے چور پیارے مسافر کی ما ڈاکٹر کی جا٘ . پ تھا۔

ڈاکٹر نے اپنا ماسک ا تـ را۔

ا. اہیم کی ز٘ ن کے علاوہ اسکا پورا وجود ا یـ سوال بنا ہوا تھا۔٘ یجہ بھی سنبھلتی ہو ان لوگوں کے پ س پہنچیں۔

''انکا جسم تیس فیصد جھلس چکا ہے۔'' ڈاکٹر کے الفاظ نے ا. اہیم کی روح تـ کو جھلسا کر رکھ د یـ تھا۔اسکو اپنا پور پور جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اسکی ز٘ ن تـ لو سے جا لگی تھی۔اسکے چہرے کا ر٘ َ سفید پ َ یـ تھا جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

''ا یـ آپ آج کریں گے۔۔اسکے بعد ہی بتا سکیں گے کہ مز یـ کتنے آپ یشنز کی ضرورت ہے۔'' ٘ یجہ نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں د٘ ئی تھیں۔جبکہ ا. اہیم لڑکھڑا یـ تھا۔وہ آج تن تنہا کھڑا تھا۔اسکا مرجان بھی اسکے پ س نہ تھا۔جو اسکا ہاتھ تھام کر اسکو تسلی دے دیتا۔

''ہم سر. ی کی تیاری کررہے ہیں۔۔آپ حوصلہ رکھیں۔۔اللہ بہتر کرے گا۔'' اسکے لبوں کو مقفل دیکھ کر ڈاکٹر نے خود آگے ٹ٘ ھ کر ا. اہیم کے کندھے پ ہاتھ رکھا تھا۔

آنکھوں میں شد یـ جلن تھی۔چہرے پ کرب کے سوا کچھ نہ تھا۔اور طبیعت بوجھل ہوئی تھی اسکو لگا تھا کہ اسکا دل حلق کو آجائے گا۔ڈاکٹر جا چکا تھا۔وہ وہیں کھڑا رہا تھا۔

۔بند دروازے پہ ہاتھ رکھے۔

''سنبھل کر۔!!'' وہ ایک بوڑھے آدمی سے جا ٹکرایا تھا۔۔اس نے مڑ کر دیکھا ایک بوڑھا آدمی اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑا تھا۔

''معذرت۔!!'' اس نے سنبھل کر کہا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔'' انھوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔''مہمان لگتے ہو۔'' انھوں نے نرمی سے پوچھا۔حسن نے ایک نگاہ اپنے حلیے پہ ڈالی۔سفید ڈریس شرٹ میں سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ہوا چلنے کے باعث کپڑے سوکھ چکے تھے کف اور کالر ابھی تک نم تھے۔

''کھانا کھایا ہے؟'' انھوں نے دوبارہ پوچھا تو حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔''آؤ۔!!'' انھوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا حسن کسی مانوس کے تحت ساتھ چل دیا۔

''عینا۔!!تم مت روؤ۔'' اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو یوسف اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔اس نے ایک گہری سانس لی۔اور زمین پہ بیٹھ کر یوسف کو ساتھ لگایا۔

''میں آئیندہ گھر میں آگ نہیں لگاؤں گا۔'' وہ مدھم سی آواز میں بولا۔

''یوسف۔!!''

''ہمم؟''

''سلویٰ بے قصور ہے۔۔تم اس سے نفرت نہ کرو۔''

'' اموا سکی وجہ سے مر گئیں۔''

''نہیں یوسف۔!! کوئی کسی کی وجہ سے نہیں مرتا۔۔اموا اس لئے چلی گئیں کیونکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا تھا۔'' عینا نے اسکی پشت تھپکی۔اس نے دفعتاً نگاہ پھیر کر دیکھا تو کمرے کے دروازے میں سلویٰ کھڑی تھی۔عینا نے ایک دن ایک جان دیکھی۔

''تو پھر اللہ سے کہو کہ یوسف کو بھی بلوا لے۔''

''نہیں۔اللہ نے کہا ہے کہ یوسف اور سلویٰ مل کر رہیں۔کہ اموو ہاں دوسرے بچوں کا خیال رکھ سکیں۔''

'' اموکے اپنے بچوں کا کیا؟''

''اموکے بچے بہادر ہیں۔'' عینا نے یوسف کا چہرہ تھام کر سامنے کیا اور ایک ہاتھ سے سلویٰ کو پاس آنے کا کہا۔سلویٰ بوجھل قدم اٹھاتی اس پاس آئی۔وہ یوسف کی باتیں سن کر صدمے دے دوچار تھی۔وہ ننھی سی جان اپنے غم کو محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔اسکو نہیں پتہ تھا کہ اسکا کتنا بڑا نقصان ہو چکا ہے۔

''آپ۔!!!'' یوسف سلویٰ کے سامنے آیا۔''میں نے تمہارے پیسوں سے خریدی گئی چیزیں جلا دیں۔'' وہ شرمندہ تھا۔

''کوئی بات نہیں یوسف۔!! میرے پاس اور بھی پیسے ہیں۔ہم اور چیزیں خرید لیں گے۔''

اسکی بات پہ یوسف نے بے اختیار اسکی جانب دیکھا۔وہ دونوں بہن بھائی ایک بار پھر سے عینا کے گلے لگ گئے۔کم از کم عینا تھی اس پاس۔۔ ان بچوں کا کیا جن کے پاس عینا نہیں تھی؟

''تم کہاں ٹھہرے ہو؟''۔ورگ نے خوشگوار کر کے اسکی جانب دیکھا جو کہ ابھی تک پلیٹ سامنے لئے بیٹھا تھا۔

''میں؟'' حسن چونکا۔

''ہاں۔تم۔'' وہ مسکرا دیئے۔اس بار داڑھی سفید تھی۔

''میں۔تو بس مسافر ہوں۔''

''منزل کہاں ہے؟''انھوں نے حسن کی جا. حیرت سے دیکھا۔

''نہیں معلوم۔''وہ کندھے اچکا ۔

''چلو۔۔پھر. ۔ منزل نہیں ملتی سفر جاری رکھو۔'' وہ ہنس دیئے۔

حسن نے سر جھکا ۔

'' ۔!!منزل کا تعین کرلو۔۔سفر آسان ہوجائے گا۔''وہ دو. رہ بولے تو حسن نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''اورا رہبر ہی روٹھ کر بیٹھ ۔ ہو؟''وہ زخمی سا مسکرا ۔

''رہبر نہیں روٹھا کرتے۔''. رگ اسکی. توں سے محظوظ ہوور ہے تھے۔

''میرا رہبر روٹھ ۔ ہے۔''وہ بھی مسکرادی۔

''پھر رہبر کا گہرا تعلق ہے تم سے یقیناً، کیو رہبرا محبوب ہو تو روٹھنا: ہے۔۔یہ محبوب کی ادا ہے اورا رہبر میں محبوب کی ادا دکھائی دیں تو سمجھ جاؤ کہ منزل قر. ہے۔''

حسن نے سمجھی سے دیکھا۔

'' تمہیں چاہیے کہ غلام بن جاؤ۔کیو غلام کا درجہ بہت بلند ہے۔وہ . سے زیدہ قر. ہوتا ہے۔''انھوں نے سرگوشی کی۔حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''غلام۔مختار ہوتا ہے ا تم سمجھو۔''انھوں نے مسکرا کر کہا۔

''تو مجھے رہبر کی غلامی کرنی ہے؟''حسن نے اچنبھے سے پوچھا۔

''تم محبوب کی غلامی کرو۔۔وہ نہ صرف رہبری کرے گا بلکہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں منزل پہنچا دے گا۔''

حسن مسکرادی۔اور اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اپنی پینٹ کی. . سے اپنا وا ٹ نکالا۔ اسکے چہرے پ سف تھا۔کیو نوٹ بھیگ چکے تھے۔بوڑھے آدمی نے ہاتھ جھلا ۔

''ہم مہمان نواز ہیں۔''حسن ا ت پہنس دی۔

''اور میں شکر ار۔'' کہتے ہوئے اس نے ا سونے کا سکہ جو اکثر اسکے وا ٹ میں پ جا تھا. رگ کی ہتھیلی پ رکھا۔اور وہاں سے پلٹ ۔

دوپہر ہورہی تھی۔دروازہ کھلا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔عینا نے ا سخت نگاہ اس پ ڈالی۔حسن نے محظوظ سے ا. ازمیں دن ا جا. ائی۔

''گیٹ آؤٹ۔!!''وہ درشتی سے کہتی آگے ٹھ گئی۔

''عینا۔!!ہمارے لئے تو رکو۔!!''پیچھے سلویٰ اور یوسف بھی بھاگے آرہے تھے۔یوسف آگے ٹھ ۔ جبکہ سلویٰ نے رک کر حسن کو دیکھا۔

''تم ابھی۔ یہیں ہو؟''

حسن محظوظ سے ا. ازمیں جھکا۔

''ہاں چھوٹی لڑکی۔!!میں یہیں ہوں۔اور اب کہیں نہیں جانے والا۔''اسکی سیاہ آنکھوں میں آج چمک تھی جیسے سیاہ مرجان کے پتھر سے پ کیزہ روشنی کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔آج اسکی آنکھوں سے بھی پ کیزہ روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔

''تمہیں منزل مل گئی؟''سلویٰ نے پلکیں جھپکیں۔

''ہاں۔۔سمجھ مل گئی۔''

''ہمم۔دعا کرو۔مجھے بھی مل جائے۔'' وہ اداس ہوئی۔عینا اور یوسف کچھ فاصلے پہ کھڑے سلویٰ کا انتظار کر رہے تھے۔

''کہاں ہے تمہاری منزل؟'' حسن نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

''میری منزل اموہے۔اور وہ اللہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی ہیں۔۔دعا کرو میں اور یوسف بھی جلدی سے اللہ کے پاس چلے جا ئے۔'' وہ افسردگی سے بول گئی۔جبکہ اسکے الفاظ نے حسن کی آنکھوں کی چمک اچک لی تھی۔وہ آنکھیں بجھ گئیں۔

''میں چلتی ہوں۔'' سلویٰ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔حسن نے مڑ کر دیکھا عینا ان دونوں کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔دھوپ تیز ہو رہی تھی۔بارش کے بعد آسمان ایسا نکھرا تھا کہ پہلے کی نسبت دھوپ میں زیادہ تپش تھی۔ ہوا ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

وہ ہنوز اسی کیفیت میں بیٹھا تھا۔سر ہاتھوں میں گرائے۔

''۔۔!!''

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو یوقوت کھڑا تھا۔ابراہیم نے اپنی خشک آنکھیں رگڑیں۔

''آپ کیسی ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' ابراہیم نے کہتے ہوئے یوقوت کے دونوں ہاتھ تھامے۔''کس کے ساتھ آئے ہو؟''

''دادو کے ساتھ۔''

''۔۔کہاں ہیں؟''

''وہ۔ہر ہیں۔۔جان کے پاس۔'' یوقوت نے جس استحقاق سے ''جان'' کہا تھا ابراہیم اسکو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''مرجان کیسا ہے؟'' اس نے تھکے سے لہجے میں پوچھا۔

''وہ بہتر ہے۔۔آنے کی ضد کر رہا تھا دادو نے اسکو روک لیا۔۔اسکو دوا دے دی تھی اس لئے سو گیا۔''

''اور دینا؟''

''وہ بھی دادو کے پاس ہی ہے۔'' یوقوت نے سمجھداری سے کی خیریت بتائی تو ابراہیم نے اسکو قریب کھینچ کر گلے سے لگایا۔یوقوت نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''آپ نے کھانا کھایا؟'' وہ اداسی سے پوچھ رہا تھا۔

ابراہیم خاموش رہا۔وہ کیا بتاتا کہ اسکے لئے سانس لینا محال ہے کھانا کھانا تو دور کی بات۔

''آپ نے کل رات بھی نہیں کھایا۔۔پلیز۔۔کھانا کھا لیں۔'' یوقوت نے الگ ہو کر اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔۔ابراہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔

''پلیز۔!!'' یوقوت نے سماجت کی تو ابراہیم اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔یوقوت کو سعدیہ گھر لے گئی تھی اور طبیعت بگڑ رہی تھی۔جبکہ خیام قریشی کے پاس زریاب تھا۔آج اس لڑکی نے ان دونوں خاندانوں کو ایک کر دیا تھا۔

ابراہیم یوقوت کا ہاتھ پکڑے کیفے ٹیریا کی جانب چل دیا۔

اس نے ایک چائے اور ایک سینڈوچ اپنے لئے منگوایا اور ایک یوقوت کے لئے۔

وہ دونوں اس وقت وہیں بیٹھے تھے۔ابراہیم نے ایک نوالہ توڑ تو لیا وہ حلق سے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔ وہ نوالہ اسکے خشک حلق میں اٹکنے لگا تو اس نے پانی کا گھونٹ بھر کے اس نوالے کو حلق سے نیچے دھکیلا تھا۔

یقوت نے آدھا کھایا ہوا۔ ا۔ اہیم کی جا۔ ۔ ٹھایا۔

''یہ کھالیں۔۔شایا سینڈوچ زیادہ سپائسی ہے۔''اس نے خود ہی ا۔ ازہ لگایا تھا۔ا۔ اہیم نے آدھے۔ کو دیکھا تو اب پانی نے بھی حلق سے ا۔ نے سے انکار کردیا تھا۔

''تم کھالو۔۔مجھے بھوک نہیں ہے۔''اس نے ن۔ می سے کہا تھا۔اس ا۔ لقمے کے علاوہ کچھ بھی حلق سے نہیں ا۔ اتھا۔وہ یوں ہی کینٹین سے واپس آ۔ ۔اور آ کر اپنی مخصوص کرسی پہ ہی بیٹھ۔ ۔ا پ۔ ل میں رش۔ ٹھ رہا تھا۔لوگ اپنے پیاروں کی تیمارداری اور ا خیر۔ ۔معلوم کرنے آرہے تھے۔

''منال۔!!''

''ہمم۔!!''منال اسکے سرہانے بیٹھیں اسکے۔ بلوں میں ا۔ ۔یں رہی تھیں۔وہ دواؤں کے ز۔ اثر تھا۔وہ اسکو گھر لے آئی تھیں وہ بس ا۔ ہی۔ ت دہرائے جا رہا تھا۔

''۔۔؟''

''وہ آجا گے۔''وہ اسکی ہر۔ ت کا مختصر جواب دے رہی تھیں۔

''ماما چلی گئیں۔''

''وہ بہتر جگہ پہ ہیں مرجان۔''وہ شایا۔ آج دو۔ رہ اسی مقام پہ جا کھڑا ہوا تھا۔آج صفا کو کھو دینے کے خوف نے اسکے نقصان اور غم کو ا۔ ۔ر پھر سے ہرا کردیا تھا۔

''اور پیٹی لیڈی۔!!''اسکی۔ ت کی شروعات۔۔سے ہوتی اور اختتام پیٹی لیڈی پہ۔

''وہ بھی ٹھیک ہو جا گی۔''منال نے اسکے ماتھے سے۔ ل ہٹا کر اسکا ماتھا شدت سے چوما تھا۔

''وہ اس دن پھپھو سے کہہ رہی تھیں کہ وہ ا۔ مس کرتی ہیں۔۔کیا وہ پھپھو کے پاس چلی جا گی؟''مرجان نے سیاہ آنکھیں اٹھا کر منال کی آنکھوں میں دیکھا۔اسکی۔ پلکیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

''نہیں۔''منال مز۔ نہ بول سکیں۔

''آپ پھپھو سے کہیں کہ پیٹی لیڈی کو نہ لے کر جا ۔''اس نے کروٹ لے کر منال کی گود میں چہرہ چھپا لیا۔منال نے شدت سے آنکھیں بند کی تھیں۔انکا خا۔ ان آج کس نہج پہ پہنچ۔ تھا۔کیا ا۔ خوشیوں کی مدت بس اتنی سی ہی تھی؟انکا دل کر رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو وہ ضبط کر رہی تھیں کیو ا ضبط کر۔ تھا۔مرجان کی خاطر اور اس گھر کی خاطر۔

''تم ریڈی ہو؟''میرال نے آ۔ ۔ کے کان میں سرگوشی کی۔وہ دنوں لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔آ۔ ۔ نے نیلی آنکھیں مٹکا ۔خوف اور ا یکسائٹمنٹ دونوں ہی آنکھوں میں چھلک رہے تھے۔

''ماما۔!!ہم لوگ فاطمہ کے گھر چلے جا ؟''میرال نے کچن میں کھڑی۔ ئی جان سے پوچھا۔انھوں نے مڑ کر دیکھا۔

''میرال۔!!تمہارے ماموں لوگ آنے والے ہیں۔''

''ماما۔!!پلیز۔تھوڑی دی۔ آجا گے۔''

انھوں نے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا اور پھر اجازت دے ڈالی۔

میرال خوشی خوشی لوٹی اور آ۔ ۔ کا ہاتھ تھامے اسکو لے گئی۔آج آ۔ ۔ الگ ہی ہواؤں میں تھی۔وہ آج بہت خوش تھی کہ آج اسکی دوستی میرال سے ہوگئی تھی۔اسکا دل کیا کہ وہ اپنی ساری چیزیں جو جو ادا نکل اسکے لئے لائے تھے وہ بھی میرال کو دے دے۔دل میں ت۔ یں سی۔ چ رہی تھیں۔وہ آج خود کو میرال کا کرائم پ۔ بنا ہوا محسوس کر رہی تھی

۔آج اسکے پاؤں زمین پہ تھے ہی نہیں۔وہ لوگ پانچ منٹ میں ہی قریب پارک میں پہنچ گئی تھیں۔وہاں فاطمہ بھی تھی میرال نے فاطمہ کو دیکھ کر آہستہ سے کا ہاتھ چھوڑا اور بھاگتی ہوئی آگے بڑھی۔آہستہ سے نے ہولے سا اپنا خالی ہاتھ دیکھا وہ وہیں کھڑی رہ گئی جبکہ میرال فاطمہ کے ساتھ کھیلنے لگی۔آہستہ نے اچنبھے سے ان دونوں کو دیکھا۔

پھر اپنے ذہن میں امڈتی ساری سوچوں کو جھٹکا اور پاس چلی گئی۔وہ فاطمہ سے ملی اور وہ تینوں کھیلنے لگیں۔اب میرال کے لہجے میں اسکے رویے میں وہ گرم جوشی نہیں تھی جو تھوڑی دیر پہلے اور کل رات کو تھی۔آہستہ کو میرال کے چہرے پہ وہی سرد مہری سی آنے لگی۔

''چلو ہائیڈ اینڈ سیک کھیلتے ہیں۔''میرال نے مشورہ دیا تو وہ دونوں بھی راضی ہوگئیں۔پارک میں اور بھی بچے تھے۔''چلو آہستہ آہستہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر تم ون ہنڈرڈ تک کاؤنٹ کرو۔اور پھر ہمیں ڈھونڈو۔''میرال نے کہا تو آہستہ نے مسکراتے ہوئے خوشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

آہستہ نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھے اور گنتی شروع کر دی۔میرال اور فاطمہ چھپ گئیں اور آہستہ ابھی تک گن رہی تھی۔آہستہ نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹانا چاہا وہ ہٹا نہ پائی۔اسکے ہاتھوں پہ کسی کی مضبوط گرفت تھی آہستہ کو ایک مخصوص مہک محسوس ہوئی۔اسکے حلق میں اسکی سانس اٹک گئی۔اور اگلے ہی پل آہستہ اس آدمی کی بانہوں میں جھول گئی۔

''میرال۔!!میں دیکھوں آہستہ کہاں ہے؟''فاطمہ نے اندر آہستہ کی اوٹ سے جھانکنا چاہا تو میرال نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو روک دیا۔

''وہ آجائے گی۔۔ابھی تم ہرنہ جاؤ۔''میرال کے چہرے کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔

وہ لوگ وہاں مزید دس منٹ تک انتظار کرتی رہیں آہستہ نے انہ ڈھونڈا۔آخر کار فاطمہ ہرآئی اور آہستہ کو ڈھونڈنے لگی۔آہستہ کا نام و نشان نہ تھا۔میرال ابھی تک اندر آہستہ کی اوٹ میں بیٹھی تھی۔اسکی سانس پھولی ہوئی تھی اور اسکا چہرہ زرد تھا۔

سعدیہ کھانے کی ٹرے لئے سیڑھیاں چڑھتی دکھائی دی۔اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر کمرے میں بیڈ پہ لاغر سا وجود آہستہ سعدیہ کی آنکھوں میں ٹھہری نمی ابھر پھر اسکے رخساروں پہ بہہ گئی۔اسکا دل نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔

اس نے بایاں ہاتھ کی پشت سے اپنے گال رگڑے۔اور اندر داخل ہوئی۔اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی اور سارے کمرے کی لائٹس آن کیں۔اسکو لگا تھا کہ وہ سو رہی ہیں سعدیہ ایک دکھ کر دہ رہ گئی۔وہ کھلی آنکھوں سے چھت کو تک رہی تھیں اور آنسو آنکھوں سے نکل کر کنپٹی میں جذب ہو رہے تھے۔

''بی بی۔!!''سعدیہ تڑپ کر پاس آئی۔انکا ہاتھ تھاما اور پاس ہی بیڈ پہ ڈھ گئی۔اسکو لگا کہ وہ کسی برسوں سے بیمار مریض کو دیکھ رہی ہے جو جینے کی امید چھوڑ چکا ہے۔جس کو ہر طبیب نے جواب دے دیا ہو اور وہ بس اپنی موت کا منتظر ہو۔۔

''بی بی۔!!کیا حالت بنالی ہے آپ نے۔اٹھیں۔''اس نے انکا سہارا دے کر اٹھانا چاہا تو وہ رو دیں۔انکا پورا وجود لرز رہا تھا۔''بی بی۔!!''سعدیہ کے آنسو پھر سے بہنے لگے۔

''سعدیہ۔!!میرا جگر چھلنی ہو چکا ہے۔مجھے اپنا وجود اندر سے کٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا سعدیہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔وہ اَ۔اَ۔اسکو۔اسکو کچھ ہوا سعدیہ۔''وہ بولتے بولتے اچانک سے اٹھ کر بیٹھیں۔ابل بکھرے ہوئے تھے۔

''نہیں۔بی بی اسکو کچھ نہیں ہوگا۔''سعدیہ نے آگے بڑھ کر انکا گلے لگایا۔

''سعدیہ۔وہ۔وہ۔بہت کمزور ہے۔بہت نازک ہے۔اسکو تو ہم پانی سے چھالے بن جایا کرتے تھے۔''وہ الگ ہو کر

''تمہیں پتہ ہے میں اسکو سردیوں میں بھی گرم پانی سے نہیں نہلاتی تھی کہ میری بیٹی کہیں جھلس نہ جائے سعدیہ۔اور آج۔آج۔''وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''بی بی۔!!''سعدیہ نے انکا ساتھ لگایا۔وہ رو رہی تھیں۔وہ تڑپ رہی تھیں۔انکا جان کو کسی پل سکون نہیں تھا۔وہ جب سے آپریشن تھیٹر سے آئی تھیں انکا یہی حال تھا۔ڈاکٹر نے انجکشن دے دیا تھا جس نے انکو کچھ دیر کے لئے ہی سلایا تھا اور اب پھر سے وہی حال تھا۔

وہ پل پل کوئلوں پہ لوٹ رہی تھیں۔ا صفا کی بجائے اپنا ن جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''سعدیہ۔!! میری بیٹی نے تو ابھی جینا شروع کیا تھا۔سعدیہ۔وہ ایسے۔ایسے کیسے؟'' ا الفاظ ر ر بکھر رہے تھے۔

''اسکو کچھ نہیں ہوگا۔وہ ۔ یٔ گی کیو وہ اب جینا چاہتی ہے۔'' سعدیہ نے انکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔''آپ کہتی ہیں کہ وہ ٔ زک ہے۔میں نے اسکا مضبوط ّ ین پہلو بھی دیکھا ہے۔اس عمر کی لڑکیاں ایسے کسی ا غم کی بھی ب نہیں لاسکتیں اور صفا نے ٔ جانے اتنے کم عرصے میں کتنے دکھ دیکھے ہیں اور دیکھیں۔اسکی مسکراہٹ۔وہ کسی گلاب کی ما ّ و ّ زہ ہے۔کیو وہ مضبوط ہے۔وہ ٔ زک ہر ٔ نہیں ہے۔'' سعدیہ نے مضبوط لہجے میں کہا ٔ یجہ کو کسی پل چین نصیب نہیں ہو رہا تھا۔

''شاہ صا ۔ کو فون کرو۔'' انھوں نے آ صاف کئے۔

''آپ کھا ٔ کھا کر دوا کھالیں۔پھر میں فون کروں گی۔'' سعدیہ نے کھانے کی ٹ ے اٹھائی۔

''سعدیہ۔!!'' ا آواز لرزی ا آواز میں حیرت تھی۔

''میری بیٹی ز ٔ گی موت کی کشمکش میں ہے۔وہ موت اور ز ٔ گی کے ب جھول رہی ہے۔اور تم مجھے کہہ رہی ہو کہ میں کھا ٔ کھاؤں؟ سعدیہ میرا حلق کا ں سے بھر چکا ہے۔میں سانس لے رہی ہوں یہی کافی ہے۔اور ا میری صفا کو کچھ ہوا تو دیکھنا میری سا ں کی ڈوری بھی ٹوٹ جائے گی سعدیہ۔'' انھوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔سعدیہ کو ا حا ّ سے خوف محسوس ہوا تھا۔

''کھا ٔ کھالیں۔۔پھر فون۔'' سعدیہ نے ہٹ دھرمی دکھائی کیو وہ جا تھی کہ یہی انکا کمزور لمحہ ہے ا انھوں نے اب اسکی ب نہیں مانی تو بعد میں بھی نہیں ما گی۔

وہ ز ٔ دستی ا کھا ٔ کھلانے لگی۔ ٔ یجہ کو ا ٔ نوالہ زہر محسوس ہو رہا تھا۔ہر نوالے پہ ا کا لگے ہوئے تھے جو ا حلق کو لہولہان کر رہا تھا۔ ا یہ کر ٔ تھا۔ا وہ نوالے ٔ ٔ تھے۔وہ ٔ ّ رہیں۔

''کتنے پیسے؟'' وہ لوگ ا سبزی فروش کی دکان پہ کھڑے تھے۔

''بیس شیکل۔'' دکا ٔ ار نے بتایا تو عینا نے پیسے نکال کر دیئے۔بقایا لے کر اس نے بیگ اٹھا ٔ چاہا تو وہ سبزیوں والا تھیلا غا ٔ ب تھا۔وہ اچا ٔ مڑی۔

''کیا ضرورت ہے؟ میں ہوں ٔ ں۔'' وہ مدھم سی مسکراہٹ لئے کھڑا تھا۔عینا کا چہرہ لمحے بھر میں سرخ ہوا تھا۔

''بیگ واپس دو۔'' اس نے تھیلا پکڑ ٔ چاہا حسن دو قدم پیچھے ہٹا۔سلویٰ اور یوسف نے ب ری ب ری ان دونوں کو دیکھا۔

''تماشا مت بناؤ۔بیگ واپس دو۔'' عینا ا قدم اور آگے ب ڑھی۔وہ دو قدم مزید پیچھے ہٹا۔عینا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔مقابل کے چہرے پہ موجود سکون میں ذرا فرق نہ آیا تھا۔

''ڈھیٹ۔'' عینا نے ب بھینچ لئے۔

''عینا۔!! مہمان کو ایسے نہیں کہتے۔'' سلویٰ کو حسن کی بے عزتی ہوتے دیکھ کر افسوس ہوا تھا۔وہ ہونٹ ٹ ے کھڑی تھی۔عینا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔

''تمہیں بہت ہمدردی ہو رہی ہے؟'' وہ آنکھیں سکیڑ گئی۔

''وہ مہمان ہے بس۔۔اور ہم نے امو سے ملنے بھی جا ٔ ہے۔۔ا سامان اٹھا کر لے کر جا گے تو تھک جا گے۔۔اور مجھے لگتا ہے کہ یہ اٹھا لے گا۔۔اسکے ب زو دیکھو۔۔کتنے مضبوط ہیں۔'' سلویٰ نے معصومیت سے کہا تو عینا نے ب بھینچ کر حسن کی جا ٔ دیکھا جو کہ غور سے سلویٰ کی ب ت سن رہا تھا۔اور سمجھ آنے پہ حسن کی مسکان مدھم پڑ گئی تھی۔وہ لوگ یہاں سے سیدھا قبرستان جانے والے تھے۔

شام ہو رہی تھی۔ ب وہ لوگ واپس لوٹے تھے۔حسن نے گاڑی سے سامان نکالا تو عینا نے فوراً اسکے ہاتھ سے سامان پکڑ لیا۔وہ سلویٰ اور یوسف کا ہاتھ تھامے تیز تیز

قدموں سے آگے بڑھ گئی۔حسن نے گہری سانس لی۔

ایک امید سی تھی جو دل میں کہیں نہ کہیں جاگی تھی۔وہ پھیکا سا مسکرایا۔اور گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔عینا نے دروازے پر پہنچ کر ایک پل کے لئے پلٹ کر دیکھا۔اسکی گاڑی وہاں نہیں تھی۔اس نے دل کی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو لگام ڈالی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔سلویٰ اور یوسف بجھے بجھے سے تھے۔

''تم لوگوں کے لئے جوس بناؤں؟''اس نے فروٹس اور سبزیاں نکالتے ہوئے پوچھا۔ان دونوں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔

''کیا ہوا؟''عینا نے کچن سے صدا لگائی۔

''کیا تم حسن کو جانتی ہو؟''سلویٰ نے کچن کی جانب دیکھ کر پوچھا۔عینا کے فروٹس دھوتے ہاتھ رک گئے۔ایک پل کو سارا خون نچڑ کر چہرے پر آیا۔اور پھر اگلے ہی پل وہ چہرہ سفید پڑا۔

''وہ کیا واپس آیا؟تم نے اسکے ساتھ اچھا نہیں کیا۔۔وہ ہمارا مہمان تھا عینا۔!!''سلویٰ نے دوبارہ کہا تو عینا نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔

''میں جوس بنا رہی ہوں۔تم لوگ نہا لو۔کپڑے بیگ سے نکال لو۔''اس نے مصروف سے انداز میں کہتے ہوئے اپنا کام جاری رکھا۔

''کون سا بیگ؟''سلویٰ نے پوچھا تو عینا کے ماتھے پر بل پڑے۔۔وہ لاؤنج میں واپس آئی۔

''کیا مطلب کون سا بیگ؟ہم نے جو تم لوگوں کے کپڑے لیے تھے۔میں اس شاپنگ بیگ کی بات کر رہی ہوں۔''عینا ادھر ادھر بیگ دیکھ رہی تھی۔

''تم تو بس سبزیوں والا تھیلا لے کر آئی ہو۔''سلوی نے بھوئیں جھلائے تو عینا کا دماغ پھک سے اڑا۔

''تم لوگ یہیں رہنا۔۔میں آتی ہوں۔''اس نے اپنا سکارف اٹھا کر سر پر لپیٹا۔

دروازہ کھولا تو وہ وہیں جم گئی۔

''یہ بیگ۔!!'' اس نے ایک شاپنگ بیگ عینا کی جانب بڑھایا۔۔عینا نے بھینچ لیے۔

''نہیں چاہیے۔''اس نے دروازی بند کرنا چاہا تو حسن نے آگے ہاتھ کر لیا۔۔عینا چاہ کر بھی اسکا ہاتھ نہ کچل سکی۔۔عینا نے ضبط کیا۔

''کیا چاہیے؟''وہ دروازہ کھول کر تڑخ کر بولی تھی۔سلویٰ اور یوسف نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر سہم کو عینا کی جانب دیکھنے لگی اسکی اجانب پشت تھی حسن کا رخ اجانب تھا۔۔وہ اسکے تاثرات دیکھ پا رہے تھے۔

''سکون۔''ایک لفظی جواب آیا تھا۔

''میرے پاس نہیں ہے۔''

''مجھے لگتا ہے کہ یہیں ملے گا۔''

عینا جواب میں جبڑے بھینچ گئی۔

''میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتی کرداوی۔!!بہتر ہے کہ چلے جاؤ۔ورنہ میں سکیورٹی کو کال کر دوں گی۔''اس نے انگلی کھڑی کی۔

''میرے پاس نکاح نامہ ہے۔''وہ تیکھا سا مسکرایا۔عینا طنزیہ ہنسی۔

''تم کبھی نہیں بدل سکتے کیونکہ انسان اپنے اصل سے کبھی نہیں ہٹ سکتا۔''

''تم کہو گی تو چلا جاؤں گا۔''جواب فوراً آیا تھا۔

''میں اس طرح کسی چالبازی میں نہیں آؤں گی۔''

''یہ چالبازی نہیں ہے۔۔میں بے بس ہوں۔''عینا نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔حسن کرداوی۔عرف شہ حسن آفندی۔اور بے بسی؟؟؟اسکو سمجھ نہیں آئی۔

''کیا چاہتے ہو؟''عینا نے پھر سے پوچھا۔

''تم۔''ایک لفظی جواب آیا تھا۔

''کیسی چیز سے؟'' عینا نے پلکیں جھکا ۔رخ پھیرا۔

''اذ۔ سے۔''اس نے کہا تو عینا نے پلکیں اٹھا ۔

''ا۔ ختم ہونے والی اذ۔ مسلسل سے۔جو نہ تنہائی میں سکون ۔ دیتی اور نہ بھیڑ میں گم ہونے دیتی ہے۔ا۔ ایسی اذ۔ جو نہ سونے دیتی ہے اور۔نہ ہی جاگنے پ کچھ دیکھنے دیتی ہے۔اجالا مجھ سے ی۔ئی چھین رہا ہے اور تر یکی میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو ا۔ ختم ہونے والے مناظر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔نیند مجھ سے روٹھ چکی ہے۔''

وہ ا۔ ہی سانس میں اپنی کیفیت بیان کر ۔عینا ۔ ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔ایسا ممکن نہیں تھا۔حسن کرداوی اور یہ ۔تیں۔نہیں نہیں۔یہ تضاد تھا۔بہت ۔ڑا تضاد۔ قدرت کے ۔ تضاد ا۔ طرف اور حسن کرداوی کی شخصیت کا یہ روپ ا۔ طرف۔عینا نے اپنی سوچوں کو جھٹکا۔یہ فر۔ ۔تھا۔

اس نے بیگ پکڑا اور واپس مڑ آئی۔سلوٰی صوفے سے ا۔ ی اور دروز ۔ گئی۔اس نے بناء کچھ کہے حسن کا ہاتھ پکڑا۔حسن جو کہ نے کن سوچوں میں غرق تھا ہوش میں آ۔

''آ جاؤ۔''سلوٰی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔وہ ۔ چاہتے ہوئے قدم ۔ڑھانے لگا۔

''بیٹھو۔۔میں تمہارے لئے پ لے کر آتی ہوں۔''سلوٰی نے اسکو یوسف کے ساتھ صوفے پ بٹھا۔اور کچن میں چلی آئی۔

''فر۔ ۔دھوکہ۔بس یہی ۔ کچھ ہے اسکے پ س۔ا کوئی کہے کہ احد پہاڑ اپنی جگہ سے سرک ۔ ہے تو شا یقین کرلوں۔پ ا کوئی آ کر کہے کہ شا اپنی کرتوتوں سے ۔ز آ ۔ ہے تو میں کبھی یقین نہ کروں۔''وہ ۔ڑ۔اتے ہوئے پھل کاٹ رہی تھی۔سلوٰی نے پ نی کی بوتل سے گلاس میں پ نی بھرا۔

''عینا۔!!''

اس نے پکارا تو عینا نے مڑ کر دیکھا۔

''وہ مہمان ہے۔۔اور مہمانوں کے ساتھ ایسا نہیں کرتے۔۔ہوسکتا ہے اسکو امو نے بھیجا ہو۔''وہ ہیزل آنکھیں مٹکا کر بولی تو عینا نے تھوک نگلا۔

''نہیں بھیجا اسکو امو نے۔''وہ ۔ خ کر بولی۔

'' پھر بھی۔۔اس نے میری بہت مدد کی ہے۔۔اسکی وجہ سے میں یوسف سے مل پ ئی۔۔کیا تم اب بھی اسکو معاف نہیں کر سکتی؟''

''سلوٰی میرا دماغ نہ اب کرو۔''وہ غصے سے کہتی پلٹ گئی۔

سلوٰی روہا ہوئی۔

''امو ہوتیں تو میں اسکو اپنے خیمے میں لے جاتی۔''عینا کے چھری تے ہاتھ رکے۔اس نے مڑ کر دیکھا سلوٰی جا چکی تھی۔اس نے وٹ وسے دیکھا تو وہ لاؤنج میں بیٹھا تھا۔سلوٰی نے اسکو پ نی د تو حسن نے نگاہ اٹھا کر وٹ ومیں سے جھانکتی عینا کی جا ۔ اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا۔

''پی لو پ نی۔کیو پ نی پ کسی کی حکومت نہیں۔''سلوٰی کی ۔ت پ اس نے چو کر دیکھا۔عینا مڑ کر اپنا کام کرنے لگی۔حسن مدھم سا مسکرا۔امید کا ا۔ جگنو اسکے ہاتھ میں آ ۔ تھا۔

''آ ۔ ۔!! آ ۔ ۔!! کہاں ہو تم؟''فاطمہ ابھی ۔ اسکو ڈھو ڑ رہی تھی۔شام ہونے کو آئی تھی۔اب تو ا۔ ھیرا پ ۔ جا رہا تھا۔

میرال کھڑکی پ پ رہی تھی۔

''میرال۔!!اب تو پ رک خالی ہو چکا ہے۔۔دیکھو آ ۔ کہیں نہیں ہے۔۔ہم گھر جا کر ۔ کو بتاتے ہیں ۔ کہ وہ لوگ آ ۔ کو ڈھو ڑ یں۔''فاطمہ تھک ہار کر اسکے پ س آئی۔

''نن۔نہیں۔مم۔میں نہیں جانے والی گھر۔''

''میرال۔!! ہم لوگ اسکو ۔ ڈھونڈیں گے؟''

''میں،۔۔۔سے کیا کہوں گی؟''

'' بتانا ہوگا۔۔چلوتم میرے ساتھ۔'' فاطمہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو اپنے ساتھ لے گئی۔

سارے راستے میرال پپ پتی ہوئی آئی تھی۔وہ لوگ ڈری سہمی سی گھر میں داخل ہو ۔

''میرال۔!! کہاں تھی تم لوگ؟ ماموں ۔ سے انتظار کر رہے ہیں تم لوگوں کا۔'' آتے ہی ئی جان نے میرال کی کلاس لی۔۔میرال نے کن ا ۔ ں سے ماموں کو دیکھا۔جو کہ ہشاش ش سے صوفے پ بیٹھے تھے۔۔ممانی بھی ساتھ تھیں اور سبحان ا پس ہی بیٹھا تھا۔

''اور یہ آ۔ ۔ کہاں ہے؟'' ئی جان نے میرال اور فاطمہ کو دیکھا۔

''آ ۔!!'' فاطمہ دو قدم آگے ۔ٹھی۔

''ہاں۔''

''وہ۔آ۔ ۔ ۔''

''کیا ہوا ہے؟ کیا کیا ہے آ۔ ۔ نے؟'' وہ ٔ گواری سے بولی تھیں۔

''نہیں۔وہ۔آ۔ ۔ ۔'' فاطمہ کے پس الفاظ نہیں جمع ہو رہے تھے۔

''عطیہ۔!! آ۔ ۔ ۔کہاں ہے؟'' جواد ۔ بھی ہڑ ۔ڑی میں گھر میں داخل ہوئے۔ ئی جان نے اچنبھے سے ا دیکھا۔''بولو آ۔ ۔ کہاں ہے۔میرال۔آ۔ ۔ کہاں ہے؟'' انھوں نے میرال کو جھنجھوڑ ڈالا۔میرال پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔شیراز ماموں،ممانی اور سبحان بھی اٹھ کر وہاں آئے۔

''کیا ہو ۔ ہے جواد؟'' ئی جان نے میرال کو چھڑوا ۔

''آ۔ ۔ کہاں ہے؟'' ا آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے بھائی؟'' شیراز آگے ۔ٹھا۔

''آ۔ ۔ کڈ ہوگئی ہے۔'' وہ بے بسی سے ئے تھے۔ا ۔ پل کے لئے وہاں سناٹ چھا ۔ ۔میرال سسک رہی تھی۔جبکہ فاطمہ بھی خوفزدہ سی کھڑی تھی۔

''تم لوگ کہاں سے آ رہی ہو۔؟''

''انکل۔۔'' فاطمہ نے تھوک نگلا۔''وہ۔ہم۔ ۔ پ رک گئے تھے۔'' اس نے خود پ قابو پ تے ہوئے ساری ت بتا دی۔

''میں پولیس کے پس جا رہا ہوں۔'' وہ ہر جانے لگے تو شیراز آگے ۔ٹھا۔

''بھائی صا ۔!!'' وہ پلٹے۔

''مجھے لگتا ہے ہمیں اغواء کاروں کی ڈیما ٹ کا انتظار کر چاہیے۔پولیس سے معاملہ اب ہو سکتا ہے۔'' ا ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

''میں اپنی بچی کی ز گی پ رسک نہیں لے سکتا۔۔تم کیا چاہتے ہو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں؟؟'' وہ دھاڑے۔

''نہیں۔ پ بھائی صا ۔!! یتیم بچی ہے۔ا پولیس کو انوالو کیا۔اور ا اسکو کوئی نقصان ہوا تو لوگ یہی کہیں گے کہ یتیم بھتیجی کا ۔ وان ادا نہیں کیا۔۔اور مروا دی۔''

''تم کیسے کہہ ۔ ہو کہ وہ ۔ وان کا مطالبہ کریں گے؟'' وہ ٹ ۔۔شیراز نے ماتھا صاف کیا۔

''نہیں۔وہ۔آجکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔۔کئی کیسز درج ہوئے ہیں۔۔شا ۔ کوئی وہ ہے۔۔تھوڑے بہت پیسوں کی ڈیما ٹ کرتا ہے۔۔مجھے لگتا ہے کہ ہمیں انتظار کر چاہیے۔۔''

''نہیں جواد۔!! آپ پولیس میں اطلاع کریں۔'' ئی جان سامنے آ ۔وہ کیسے آ۔ ۔ کا ۔ وان بھرتیں۔۔وہ کیسے اتنے پیسے آ۔ ۔ کو بچانے کے لئے لٹا دیتیں۔

جواد ۔ نے ا گہری سانس لی۔انھوں نے مو ئل نکالا۔اور ہر نکل گئے۔۔شیراز ۔ چھا سا مسکرا ۔

مغرب کی اذا گونجیں تو ا. ایم نے ہاتھوں میں ا یہ سر. ی کو شروع ہوئے ا یہ گھنٹہ ٗ رچکا تھا۔ یہ قوت کو اس نے واپس بھیج دیا تھا۔ وہ اس وقت اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ خیام قیریشی ا پ ل کے . ہر روڈ پ ا یہ بینچ پ بیٹھے تھے۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر اٹھ کر بے چینی سے آ پ تھیٹر کی جا . قدم ب ڑھائے۔ وہ آ پ تھیٹر کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے دروازے پ ہاتھ رکھا۔ بے چینی، کرب، تکلیف، اذ یہ ت انتظار ٗ جانے کیا کچھ نہیں تھا اس لمحے میں۔ وہ لمحہ تکلیف اور اذ یہ ت کی . سے خوفناک صورت بن کر اس کو اپنے حصار میں جکڑے ہوئے تھا۔ ہر لمحہ اسکو لگتا تھا کہ وہ ڈھے جائے گا۔ وہ اپنے ہوش کھو بیٹھے گا۔ وہ پ گل ہو جائے گا یہ پھر وہ اپنی سانسیں کھو دے گا۔

ہر اگلا لمحہ ا یہ تلخ حقیقت بن کر اسکو ڈس یہ ت تھا کہ آج فرار کے سارے راستے بند ہیں۔ وہ نہ تو ہوش کھوئے گا نہ ہی اس سے اسکی سانسیں چ ٗ جا گی۔ اسکے لئے ہمیشہ فرار کا راستہ بند کر دیا جا ت تھا۔ یوں ا. ایم گورسی کو آزما یا جا ت تھا۔ وقت کا ہتھوڑا اس کے سر پ . ستا تھا۔ اور وہ اپنی جگہ پ قائم رہتا تھا۔ آج دل خواہش کر رہا تھا کہ کاش۔ کاش۔ وہ کہیں غا ئ . ہو جائے۔ کاش اسکو فرار مل جائے۔ وہ آنکھیں بند کر کے کھولے تو وہ سنہرے . لوں والی پ ی اسکے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہو۔

کاش۔ وہ . آنکھیں کھولے تو وہ ٹھٹھے پن سے کچھ کہہ رہی ہو۔ کاش وہ اسکو سرخ ٗ ک لئے گھور رہی ہو۔

یہ کاش۔ تو بس۔ ا یہ کاش ہی تھا۔ ا یہ خواہش۔ جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔

ا یہ تمنا جو لا حاصل تھی۔!!

وہ وہیں کھڑا تھا۔ . اسکو اپنے کندھے پ ا یہ لمس محسوس ہوا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

''اللہ سے مانگو۔ وہ دے دے گا۔'' ا. ایم کو لگا کہ شا یہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ امداد قریشی ا یہ ہاتھ میں لاٹھی پکڑے اسکے سامنے کھڑے تھے۔ ا. ایم نے بے بسی سے . بھینچ لئے۔

''وہ ہر شے پ قادر ہے۔۔ حیات اور شفا دینے پ قادر ہے۔''

ا. ایم نے ا بوڑھی آنکھوں میں موجود نمی کو دیکھا۔ اسکو آج ان میں وہی شفقت اور محبت آئی تھی جو آج سے دس سال پہلے ا آنکھوں میں ہوتی تھی۔ وہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے۔ انکا د یہ ت شفقت ان . کے سروں پ یکساں تھا۔

''وہ ہر . را آزما کر مجھے تنہا کر دیتا ہے۔ وہ ہر . رچھین یہ ت ہے۔ کیا میں اتنا. اہوں؟ کیا میں اتنا ٗ لائق ہوں کہ ہر امتحان ہار جا ت ہوں؟'' ا. ایم کی آواز میں مایوسی تھی۔ امداد شاہ نے اسکے کندے پ ہاتھ رکھ کر د ؤ. ڑھایا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے آزمائش میں کامیابی بس کسی چیز کو حاصل کر یہ ٗ کا م ہے؟'' وہ مسکرائے۔ ا. ایم کی آنکھوں میں بے شمار سوال تھے۔ ''نہیں ا. ایم۔'' کامیابی ''کھو دینے کے بعد بھی اپنے رب سے مایوس نہ ہونے کا م ہے۔ اس پ ایمان ر ٗ کا م ہے۔ کیو یہ د ا یہ دن ختم ہو جائے گی۔ یہاں کچھ . قی نہیں رہے گا ا. ایم۔!!'' وہ شفقت سے بولے۔

ا. ایم تلخی سے مسکرا یہ۔

''یعنی اس سے بھی د ت . دار ہو جاؤں؟''

''کس نے کہا؟'' وہ پ سکون سے ا ٗ از میں بولے ا. ایم الجھا۔

''. . ت اسکی سانسیں چل رہی ہیں۔ امید کا جگنو تمہاری مٹھی میں ہے۔ تم دعا کرو۔ کہ اللہ اس جگنو کو کبھی . ٗ نہ دے۔ تم دیکھنا وہ سن لے گا تمہاری التجا۔۔ اور یہ جگنو تمہارے لئے کافی ہو جائے گا تمہیں مایوسی کی ت ریکیوں میں یہ نے سے بچانے کے لئے۔''

ا. ایم نے سر ہلا یہ۔

شاہ صا . نے بند دروازے کو دیکھا۔

''ہوسکتا ہے وہ جینا چاہتی ہو۔۔کیا تم اسکی امید کو توڑ دو گے؟''

ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔

''ہوسکتا ہے اسکی زندگی تمہاری دعا کی محتاج ہو۔'' وہ مسکرا دیئے۔ا. اہیم کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

وہ وہاں سے الٹے قدموں پلٹ گئے۔

عینا جلدی جلدی ہاتھ رہی تھی۔وہ کھانا بنا رہی تھی جبکہ وہ لاؤنج میں بیٹھا سلویٰ اور یوسف سے باتیں کر رہا تھا۔وہ سلویٰ کا مہمان تھا۔وہ اسکا محسن تھا اس لئے وہ اسکو گھر سے دھکے مار کر نہیں نکال سکتی تھی۔اگر سلویٰ کی اموہوتی تو وہ اسکو اپنے خیمے میں لے جاتی۔اور یہ بات عینا کے دل پر کسی بھاری پتھر کی طرح آ کر گری تھی۔اب وہ بس سلویٰ کا مہمان تھا۔اور کچھ نہیں۔وہ اپنی سوچوں سے لڑتی جھگڑتی جلدی جلدی کچھ سبزیاں کاٹ رہی تھی۔

''مے آئی ہیلپ یو؟؟''عینا کو اپنے عقب سے وہی مخصوص آواز آئی۔اسکا یہ انداز ہمیشہ عینا کی سانسیں روک دیتا تھا۔اسکے ہاتھ سے چھری گر گئی۔عینا نے تھوک نگلا۔خود میں اٹکی سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔

اس نے ذرا سا سر پیچھے کر کے چاہا تو اسکا سر حسن کے سینے سے ٹکرایا۔عینا دو پل رہ دم سادھ گئی۔وہ بہت قریب تھا۔اتنا قریب کی عینا کو اسکی سانس کا لمس اپنی گردن کے پچھلے حصے پر محسوس ہو رہا تھا۔وہ سلیب پر دونوں ہتھیلیاں جما گئی۔

حسن نے اسکے دونوں ہاتھوں کے پاس اپنے ہاتھ جما دیئے۔عینا کو لگا کہ بس اب دم ختم ہو چکی ہے۔اسکی تمام تر سوچیں جن سے وہ لڑتی جھگڑتی آئی تھی وہ بکھر گئی تھیں۔اسکا پورا وجود برف میں لگ چکا تھا۔اسکو لگا کہ اگر وہ ذرا سا ہلی تو وہ پتھر کی مورت بن جائے گی۔جیسے ایسا فرمان قوم بن جایا کرتی ہے۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔''عینا کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

''تمہیں لے کر جاؤں گا۔''

''حسن ختم ہو چکا ہے۔'' وہ مڑی نہیں البتہ آواز مضبوط تھی۔

''شروع ہوا تھا؟''

''تم الٹے سوال کر کے اب میرا دل نہیں دکھاؤ۔۔اور کیونکر لے جانا چاہتے ہو اب ساتھ؟ ہمارا ایسا کوئی رشتہ نہیں بچا۔۔میں نے کچھ اسی قید خانے میں دفنا دیا تھا۔'' وہ پلٹی نہیں تھی۔

''اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ مجھے اپنی پراپرٹی کلیم کر کے زبردستی کرو گے۔۔صرف اپنی انا کی تسکین کے لئے مجھے واپس لے کر جاؤ گے تو بھول ہے یہ تمہاری حسن کرداوی۔!!میں غزہ کے کسی قبرستان میں دفن ہو جاؤں گی تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔حسن مزید جھکا۔

''اتنا برا تو نہیں ہوں میں۔''

عینا کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔اسکی آواز اسکے کانوں میں اپنا سحر پھونک رہی تھی۔اسکا دل کیا کہ کاش وہ بہری ہوتی۔پھر اسکی سانس کا لمس محسوس کر کے عینا کی روح تک کانپ اٹھی تھی۔دل بغاوت کر رہا تھا۔اور دماغ اس پر کوڑے برسا رہا تھا۔

''تو بن جاؤ۔مزید برے بن جاؤ۔ویسے بھی ابلیس کتنا ہی برا ہو سکتا ہے؟ کیا تمہاری برائی کی کوئی حد ہے؟ کیا کوئی ایسا بند ہے جو تمہارے دل پر لگے اور اس پر مزید سیاہی گرنے سے روک دے؟'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

اگلے ہی لمحے اسکی سانس حلق میں اٹکی۔حسن نے جھٹکے سے اسکا رخ موڑا تھا۔عینا آنکھیں بند کر گئی۔وہ اسکو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔وہ اسکے شر میں نہیں پھنس سکتی تھی۔وہ اسکو اپنی آنکھوں میں قید کر سکتا تھا اور عینا کو اب مزید کوئی قید منظور نہ تھی۔

''تم تو ایسا نہ کہو۔'' توقع کے عین برعکس اسکی نرم آواز گونجی تھی۔عینا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔اور پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔اب مزید کوئی خوف نہیں تھا۔وہ اسکی

آنکھوں میں آنکھیں گاڑ گئی۔

''تم کیا سمجھتے ہو۔؟ امت کے چند بول بول کر۔ ہر چیز سے سبکدوش ہو جاؤ گے؟ تمہیں کیا لگتا ہے چند الفاظ سے تم اللہ کو راضی کر لو گے؟ کیا لگتا ہے چند الفاظ بول کر ت حاصل کر لو گے؟ ابھی تو بس نیند حرام ہوئی ہے حسن کر داوی۔۔تم پ پنی اور ا ج کا ا ا دانہ حرام کیا جائے گا'' اسکے لہجے میں اس قدر حقارت ا آئی تھی کہ حسن کو اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہوا۔

''تم نے اسکے بندوں کو قید خانوں میں بند کر کے ا جانوروں کی موت مارا ہے۔۔تم اب بھول جاؤ کہ تم پ رحم کیا جائے گا۔اپنے ا م کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ ت اب تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔'' عینا نے دونوں ہاتھ اسکے ی پ رکھ کر اسکو پ ے دھکیل دی۔اور کھا ٹھا کر ہر آئی۔

سلویٰ اور یوسف کمرے میں بیٹھے تھے۔اس نے کھا لا کر بیڈ پ رکھا۔

''کھا کھاؤ'' عینا نے پ نی گلاس میں ڈال کر ا دی۔

''مہمان کھا نہیں کھائے گا؟'' سلویٰ نے پوچھا تو عینا نے گلاس پ ٹ مضبوط کی۔

''تم لوگ کھاؤ کھا ۔''

''کیوں نہیں کھائے گا مہمان؟'' ان لوگوں نے مڑ کر دیکھا تو حسن ا ی پلیٹ میں وہی سلاد لئے کھڑا تھا جو ابھی عینا نے کاٹ تھا۔اس نے ا ی سبزی کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے بھرپورا ا زمیں جتا یا تھا۔عینا کو اسکا یہ ا ز زہر لگا تھا۔وہ غصے سے اسکے پ س سے ر نے لگی۔تو حسن نے دروازے کی چوکھٹ پ ہاتھ رکھ کر اسکو وہیں قید کر دی۔۔

''لگتا ہے حسن کر داوی اپنے مقصد کے لئے اپنی عزت کو بھی ت ڈالتا ہے۔'' وہ تنفر سے ہنسی تھی۔

''غلاموں کی عزت نہیں ہوتی۔'' حسن کی مسکراہٹ میں کمی نہیں آئی تھی عینا نے بے اختیار اسکی جا دیکھا۔

''کسی نے کہا تھا غلام بن جاؤ۔۔منزل مل جائے گی۔'' وہ کندھے اچکا ی۔

''یہ تیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ ٹ ھ کر رہ گئی۔

'' مجھے تو اچھی لگتی ہیں۔۔تمہاری ساری تیں۔'' وہ ت چھا سا مسکرا ی۔سلویٰ اور یوسف بناء پلکیں جھپکے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔عینا کو نہیں سوجھ رہا تھا کہ آ وہ ایسی کون سی چوٹ کرے کہ حسن منہ کے بل جائے۔اور پھر عینا کے چہرے پ ا ی مسکراہٹ پھیلی۔حسن اس مسکراہٹ سے محظوظ ہوا۔وہ جا تھا کہ وہ اب چوٹ کرنے جا رہی ہے۔۔آ ایسے کھیل حسن سے بہتر کون کھیل سکتا تھا۔

''صفا کو بھول گئے۔؟'' اس نے لآ چوٹ کی۔حسن کی مسکراہٹ ا ی لمحے کے لئے سمٹ گئی۔عینا کی آنکھوں میں فتح چمکی۔وہ کامیاب رہی تھی۔شا وہ اسکو منہ کے بل اچکی تھی۔وہ وار کر چکی تھی۔وہ اسکو ز کر چکی تھی۔اب ا غیرت ہوگی تو پلٹ کر نہیں دیکھے گا۔عینا نے دل میں سوچا۔

اگلے ہی پل مسکراہٹ لوٹ آئی۔عینا کی آنکھوں کی چمک ما پڑی۔

''ہاں۔۔اس سے موو آن کر لیا۔'' وہ پ سکون لہجے میں بولا۔۔کہ عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

وہ اتنا ڈھیٹ ۔ ہوگا وہ سوچ نہیں سکتی تھی۔

''تو پھر ٹھیک ہے۔۔مجھ سے بھی کر لو موو آن۔'' وہ ا ی جتاتی نگاہ اس پ ڈالتی آگے ٹ ھنے لگی۔ حسن نے راستہ نہیں چھوڑا۔عینا کے ماتھے پ بل پ گئے۔

''محرموں سے موو آن نہیں کیا جا ۔۔ا خاطر موو آن کیا جا ہے۔'' وہ سکون سے کہہ ی جبکہ عینا کا سکون غارت ہوا تھا۔

اس نے ہاتھ ہٹا یا اور آ کر سلویٰ کے پ س بیٹھا۔عینا کو اپنے حلق سے کچھ ا ا ہوا محسوس ہوا۔وہ اپنے قدموں کو آگے ٹ ھا چاہتی تھی اسکو لگ رہا تھا کہ کسی نے اسکے پیروں میں کیل ٹھو دیئے تھے۔وہ چاہ کر بھی ہل نہیں پ رہی تھی۔

حسن اسکی حا سے محظوظ ہو رہا تھا۔وہ یقیناً اس جواب کی امید نہیں کر رہی تھی۔

الفاظ کا ساحر تو بس ایک ہی تھا۔ اور اسکا نام تھا شیخ حسن آفندی۔!!

وہ تشہد کی حالت میں بیٹھا تھا۔ ہاتھ جھولی میں ہی رکھے ہوئے تھے۔ وہ گم سم سا بیٹھا ایک ہی نقطے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ اس کھجور کی چٹائی پر وہ ٹانگ موڑے بیٹھا تھا۔ اسکے گریبان کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔ سینے پر لگی پٹی آر ہی تھی۔ جو کہ ایک بار پھر سے سرخی مائل ہو رہی تھی۔

کف کو لڈ کر رکھے تھے۔ اسکی سفید دریس شرٹ پر جگہ جگہ داغ دھبے لگے ہوئے تھے۔ اور کہیں کہیں سے وہ شرٹ گیلی تھی شاید وضو کرتے ہوئے اس نے ان داغوں کو صاف کرنے کی ایک ناکام سی کوشش کی تھی۔

''مانگتے کیوں نہیں؟'' اس نے گردن موڑ کر دیکھا ایک ادھیڑ عمر آدمی وہاں بیٹھے تھے۔ جو کچھ دیر سے اسکو دیکھ رہے تھے۔

''مانگنا نہیں آتا۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولا۔

''اس سے مانگنا نہیں آتا۔ کسی سے بھی مانگنا نہیں آتا؟''

''ایسا ہی وقت ہے۔'' وہ سر جھٹک کر۔

''نہیں۔ ایسا وقت نہیں ہے۔ جن کو اس سے مانگنا آتا ہے۔ اسے پھر کسی اور سے مانگنا نہیں تھا۔ اور جو در در مانگتے پھرتے ہیں۔ اس یکتا کے سامنے مانگنا نہیں آتا۔''

ابراہیم نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ مسکرا دیئے۔

''اب بتاؤ۔ کس سے مانگنا نہیں آتا؟'' انھوں نے سوال کیا ابراہیم نے اپنے خالی سے ہاتھ سامنے پھیلائے۔

''وہ شاید چاہتا ہی نہیں کہ مانگوں۔۔ پہلے دور میرے کچھ مانگنے سے پہلے ہی مجھ سے کچھ چھین چکا ہے۔۔ اور اب۔''

''اب موقع دے رہا ہے؟'' اک آواز پر وہ چونکا۔ ''اگر اب موقع دے رہا ہے تو اب مانگ لو۔'' انھوں نے زمل سے آواز میں کہہ دیا۔

''اب الفاظ نہیں بچے میرے پاس۔'' وہ بے بسی سے مسکرایا۔ تو رگ نے اسکے کندھے پر تھپکی لگائی۔

''کس نے کہا کہ اس سے مانگنے کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے؟''

ابراہیم نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ خود آج تک خاموش دعا مانگتا آیا تھا۔ آج جانے کیوں ابراہیم کو ساری تعلیمات یکسر بھول چکی تھیں۔ اسکا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ ہر احساس جیسے مندمل ہو رہا تھا۔ ہر سوچ لنگڑی ہو چکی تھی اور اسکا وجود اسکو ہر گزرتے پل کے ساتھ مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''ایک نگاہ۔!!! ایک آہ۔!!! ایک خاموش پکار۔!! یہ دعا کی ہی تو صورتیں ہیں بیٹا۔'' ابراہیم کو آج لگا کہ جیسے پوری کائنات اسکی رہبر بن گئی تھی۔ اللہ نے اسکو اس گھڑی میں تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ کیسے کہہ رہا تھا کہ وہ آزمائش میں ناکام ٹھہرے گا۔؟ حالانکہ اللہ نے تو ساری کائنات کو اسکا ہم نشین بنا دیا تھا۔ ہر آدمی اسکو حوصلہ دے رہا تھا۔ ہر کوئی اسکو امید کا جگنو تھما رہا تھا۔ پھر کیسے وہ اندھیروں میں گر سکتا تھا۔

ابراہیم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے بڑی مضبوطی سے ہم پیوستہ کئے۔ اور سر جھکا لیا۔

کتنی ہی ساعتیں گزر گئیں۔ آہ و زار و قطار بہہ رہے تھے۔

یہ آہ وں کی زبان تھی جس کو عرش والا کان لگا کر سن رہا تھا۔

آج زبان خاموش تھی۔ آج آہ ابراہیم کا مقدمہ عرش والے کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ آج اسکے آہ وں نے اسکے دل کو زبان دے دی تھی۔

آہ آبِ حیات ہوتے ہیں اگر سمجھا جائے۔!!

آہ رزق ہیں اگر سمجھا جائے۔!!

آہ سکون ہیں اگر سمجھا جائے۔!!

جس کے آہ خشک ہو جا وہ پتھر آجا کرتا ہے۔!!

جس کے پ س آ نہ ہوں اسکا دل سخت ہو جا یکرتا ہے۔!!

اور پتھرا ہوئی خشک، سرد، بے ت آنکھیں تو مردے کی ہوتی ہیں۔!!

آ ا ن کے ز ہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔!!

آ ز گی کے موجود ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔!!

آ دل کی ی کو ظاہر کرتے ہیں۔!!

اللہ کو آ بہت عز ہیں۔ا یہ اسکے سامنے بہائے جا ۔آ اللہ کے لاڈلے ہوتے ہیں۔وہ بہتے آنکھوں سے ہیں زمین پ نے کے لئے ا دھمک عرش پ سنائی دیتی ہے۔

ا. اہیم کے آ بھی بہتے جا رہے تھے۔اسکے آ اسکی خالی جھولی میں ب ہو رہے تھے جس کو اس نے اللہ کے سامنے پھیلا یہوا تھا۔

اور پھر۔!!اس کے لبوں میں جنبش ہوئی۔

''میں اسکو کھونے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔''اس نے خود کو کہتے سنا۔

''مجھے یقین ہے کہ مجھ پ میری ہمت سے ب ھ کر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ورنہ ا. اہیم گور سی ہمیشہ کے لئے بکھر جائے گا۔''اس نے کہتے ہوئے زور سے آنکھیں بند کیں تو آ وں کا ا یسیلابی ریلہ جیسے امڈ آ یہو۔

''میرے پ س بہت محدود اث ثے ہیں۔اور وہ میرا قیمتی سرمایہ ہے۔مجھے پھر سے غر ب مت کر۔میں تیرے در پ اپنی جھولی پھیلائے بیٹھا ہوں۔میری پھیلی ہوئی ہتھیلیوں کی لاج رکھنا۔''اس نے آنکھیں کھول کر اپنے خالی ہاتھ دیکھے۔

اور پھر اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی ہتھیلیوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔اور وہ جواب ت بناء آواز کے رو رہا تھا اب اسکی ٹ ٹ اہٹ وہاں موجود ہر شخص سن پ رہا تھا۔عشاء کی اذا ہو رہی تھیں۔لوگ اگلی ز کے لئے آ رہے تھے ا. اہیم کی ابھی مغرب کی ز مکمل نہیں ہوئی تھی۔

اس وقت لاؤنج میں وہ تینوں بیٹھے تھے۔یوسف اور سلویٰ صوفے پ پ وں رکھے آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے جبکہ سامنے والی صوفے پ حسن بیٹھا ان لوگوں کو کوئی بہت ہی دلچسپ ب ت یکہانی سنا رہا تھا کیو سلویٰ اور یوسف کے چہرے کے ت ات بتا رہے تھے کہ وہ جو کچھ بھی بتا رہا تھا وہ لوگ اس سے بہت محظوظ ہو رہے تھے۔اور ساتھ ساتھ وہ لوگ تھرلنگ ایکسپریشنز بھی دے رہے تھے۔

جبکہ کچن سے کھٹ پھٹ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''ہونہہ۔!!سمجھتا کیا ہے یہ شخص خود کو؟ ۔ چاہا معصوموں پ قہر ڈھا یاور ۔ چاہا بیٹھ کر ا دلجوئی کرنے لگا؟''وہ ب تن دھوتی ہوئی مسلسل ب ڑ ا رہی تھی۔''اسکو کیا لگتا ہے ایسا کر کے اسکو سکون مل جائے گا؟ ہر ب نہیں کیو اللہ صرف اپنے حقوق معاف کر دیتا ہے حقوق العباد کے لئے بندوں سے ہی معافی مانگنی ہوتی ہے۔اور جن لوگوں کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہے اب وہ لوگ اسکو قیامت معاف نہیں کرنے والے۔''ب ت کے اختتام پ عینا کا دل ی طرح لرزا تھا۔تو کیا حسن کو کبھی معافی نہیں ملنے والی تھی؟

''خیر۔!!اس نے ابھی معافی مانگی ہی کہاں ہے؟ابھی بھی اسکو صرف اور صرف اپنے سکون کی فکر ہے۔یہ تو سکون ڈھونڈ نے آ یہے جو اسکو کبھی نصیب نہیں ہونے والا۔''آنکھوں کے کنارے نم ہو رہے تھے اور دل ی طرح لرز رہا تھا ز ن ز ہر اگل رہی تھی۔

وہ تیز تیز ہاتھ تی ہوئی قدرے جا رہانہ از میں اپنا کام کر رہی تھی۔ب تن اتنی زور سے ٹوکری میں پٹکتی تھی کہ ہر بیٹھا شخص مڑ کر دیکھنے پ مجبور ہو جا تھا۔وہ ب تیں تو بچوں سے کر رہا تھا دھیان ب ر اس آگ کے گولے کی جا ب جا رہا تھا جو اس وقت آتش فشاں بنا ہوا تھا۔اور حسن کو ڈر تھا کہ وہ اس پ ہی نہ پھٹ جائے۔اس لئے وہ اپنی آواز دھیمی رکھے ہوئے تھا کہ کم سے کم طیش دلا یجائے۔

''اچھا؟؟ تو پھر کیا ہوا؟'' یوسف نے اپنا گول مٹول سا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی دلچسپی سے پوچھا تھا۔

''پھر کیا۔!! شہزادی بہت ہی کوئی ڈھیٹ قسم کی تھی۔ شہزادے کو گھر سے باہر نکال دیا۔'' وہ نہایت مظلومیت سے بولا تھا۔

''ویسے اچھا ہی کیا شہزادی نے۔۔ شہزادے کے ساتھ ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا۔۔ اسکو کس نے کہا تھا کہ شہزادی کا دل دکھائے؟'' سلویٰ نے تاسف اور حقارت سے سر جھٹکا تو حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''دد۔ دیکھو۔!! چھوٹی لڑکی۔!!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔

''سلویٰ۔۔ عبداللہ۔!!'' اس نے اپنا نام دہرایا۔

''چھوٹی لڑکی۔۔!! شہزادے کو نہیں پتہ تھا ناں۔ وہ اندھا تھا۔'' اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

''کیوں شہزادہ کیا دودھ پیتا بچہ تھا؟ کیا اسکی اموں نے اسکو نہیں سکھایا تھا کہ غلط کیا ہوتا ہے اور صحیح کیا؟'' سلویٰ نے ناک بھلائی۔ حسن کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''وہ۔ اسکی امو اس دنیا میں نہیں تھی۔'' اس کے لہجے میں کرب سا تھا۔

''کیا وہ میرے جتنا تھا۔ اسکی امو اسکو چھوڑ کر چلی گئی؟'' یوسف نے اپنی گول گول آنکھیں مٹکائیں تو حسن کا دل مزید کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ اور اب تو اسکے لئے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔ وہ غزہ کے بچے تھے۔ وہ اپنی جسٹیفیکیشنز سے قائل نہیں کر سکتا تھا۔

''نہیں۔ میں۔ میرا مطلب ہے کہ شہزادہ۔'' حسن بری طرح ہڑبڑایا۔ ''وہ تھوڑا بڑا تھا۔ اسکی امو اسکو چھوڑ کر گئی تھی۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''کتنا بڑا؟'' یوسف صوفے پہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔ ''کیا اتنا بڑا تھا؟'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے شہزادے کا قد بتانے کی کوشش کی تھی۔ حسن نے اسے خود کو دیکھا۔ اپنا لمبا چوڑا جسم دیکھا جو یوسف کے بتائے گئے قد سے بھی بڑا تھا۔

''اس سے تھوڑا بڑا۔'' اس نے ضبط کا گھونٹ پیتے ہوئے بتایا۔

''کیا اتنا بڑا؟'' اب کی بار سلویٰ صوفے پہ کھڑی ہوئی اور قد پوچھا۔

حسن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ کاش کہ وہ وہاں سے غائب ہو سکتا۔!! کاش۔!! اس نے دل شدت سے خواہش کی تھی۔ وہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے معصوم سوالوں کے سامنے بے بس تھا۔ آج ساری وضاحتیں جیسے دم توڑ رہی تھیں۔ وہ اتنا چھوٹا نہیں تھا۔ وہ بڑا تھا۔ وہ ایک نوجوان تھا جس کو صحیح غلط کا علم تھا پھر بھی اس نے بس اپنا غصہ نکالنے کے لئے غلط راستہ چنا۔ اسکو لگا کہ بس پاور حاصل کر کے ہی ان کی بقا ممکن ہے۔ اگر تمہیں جینا ہے تو دوسروں کو مارنا ہوگا۔ اگر تمہیں آگے بڑھنا ہے تو اپنے حریفوں کو کچلنا ہوگا۔ اس نے بس یہی سوچا تھا۔ اس کی سوچیں اتنی منفی ہو گئیں تھیں کہ صحیح غلط کی پہچان بھول گیا تھا۔ اسکو اندازہ ہی نہ ہوا کہ جنھوں نے اسکے ساتھ غلط کیا تھا وہ تو ختم ہو چکے تھے تو پھر؟ پھر وہ کس پہ اپنا غصہ نکالتا رہا تھا؟

یہ طاقت کا حصول۔ اور اسکی تمنا اندھے بھینسے کی مانند ہوتی ہے۔ یہ نہیں دیکھتی کہ راستے میں کون ہے اور کون نہیں۔ جس کے سر پہ بس پاور کا سوار ہوتا ہے اور اسکو بس خود غرضی کی لالی آتی ہے۔ پھر خواہ سامنے کوئی مظلوم ہو۔ خواہ اسکا اپنا ہو۔ اسکو نہیں آتا۔ بس وہ ٹکراتا ہے اور مقابل کو ختم کر کے اسکے اوپر پاؤں رکھ کر اپنی فتح کا جشن مناتا ہے۔!!

''سلویٰ۔!! یوسف۔!!'' کچن سے آواز آئی۔ وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

عینا کچن کے دروازے میں کھڑی ہاتھ پونچھ رہی تھی۔ اس نے ایک قہر بھری نگاہ حسن پہ ڈالی جو کہ اسکو دیکھ کر کمال ڈھٹائی سے مسکرا دیا تھا۔

''جا کر سو جاؤ۔'' اس نے ان دونوں سے کہا تو انھوں نے حسن کی جانب دیکھا۔

''میری فکر نہ کرو میں یہاں صوفے پہ آرام سے سو سکتا ہوں۔۔'' حسن نے ان بچوں کی فکرمندی سمجھتے ہوئے فوراً حل پیش کیا۔ عینا کے ماتھے پہ بل پڑے اور بھنچ گئے۔ وہ تن فن کرتی اسکے پاس آئی۔

''مسٹر کرداوی۔!!''

''جی مسز کرداوی۔!!'' وہ اسی ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولا تو عینا کا پارہ ہائی ہوا۔

سلویٰ اور یوسف آنکھیں مٹکا مٹکا کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

''شٹ اپ۔!!'' عینا مٹھیاں بھینچ گئی۔

''اوکے۔''

عینا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی چیز اٹھا کر اسکا سر پھاڑ دے۔ وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔

''اب آپ جا ہیں۔'' وہ دا بھینچے ہی بولی تھی۔ حسن نے بے چارگی سے اسکی جا دیکھا۔ ''دروازہ کھلا ہے۔ مجھے سونے سے پہلے لاک کر ہے۔ بہتر ہوگا کہ اب آپ جا ۔'' اس نے دروازے کی جا اشارہ کیا۔ وہ مظلومیت سجائے اٹھ کھڑا ہوا۔

''عینا۔!! وہ مہمان۔۔ ہے۔۔'' سلویٰ نے عینا کی گھوری کو سمجھتے ہوئے ت بمشکل مکمل کی۔

''غیروں کو اپنے خیموں میں نہیں ر سلویٰ میری جان۔'' اس نے مسکرا کر سلویٰ سے کہا تو حسن کا منہ کھل ۔ ''ورنہ تم جا ہو ں کہ وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟'' عینا نے سیاہ آنکھیں مٹکا ۔ حسن کبھی عینا کو دیکھتا تو کبھی سلویٰ کو جو کہ مکمل طور پ عینا کی جا متوجہ تھی۔

''ہاں۔۔ پھر وہ لوگ ہمارے گھروں پ ۔ ہمارے خیموں پ ۔ ہماری زمینوں پ قبضہ کر ہیں۔ اور ہم پ بم اتے ہیں۔'' وہ اچا سے خوفزدہ ہوئی تھی۔ حسن نے تھوک نگلا۔ اور سامنے کھڑی عینا کو دیکھا۔ عینا نے رخ موڑ کر سامنے کھڑے حسن کو دیکھ کر دن ا جا ائی۔

''جواب مل آپکو مسٹر کرداوی؟'' وہ طنزیہ مسکرائی۔ حسن کو عینا میں ا پل کے لئے اپنا عکس آ تھا۔ وہ سلویٰ کو اسی طرح کر رہی تھی جیسے آج حسن لوگوں کو کر آ تھا۔

''تم۔ تم۔ مجھے ان لوگوں سے رہی ہو۔'' حسن کا دل ا پل کے لئے بند ہوا تھا۔

''کوئی فرق ہے؟'' عینا کی مسکراہٹ میں کمی نہیں آئی تھی اور حسن کو اس د کا سے خطر ناک زہر اس وقت عینا کے لبوں پ سجی اس مسکراہٹ کی صورت میں آ تھا۔

حسن کو لگا کہ اس پ توبہ کا ہر دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اسکے دل کی سیاہی شا کبھی نہیں پ والی تھی۔ جو اس نے کیا تھا اسکا ازالہ ممکن تھا۔ وہ اب سجین میں د جائے گا۔ وہ بھیڑ حسن کو اپنی جا پوری رفتار سے ڑھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسکو لگا کہ جیسے اگلے ہی پل وہ بھیڑ حسن کو چیر پھاڑ کر رکھ سے گا اور اسکا دل نکال کر چبا ڈالے گا۔

خوف۔ بے بسی۔ اور غیر یقینی نے اسکو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اور وہ کسی گہری کھائی میں چکا تھا جہاں سے نکالنے والا کوئی ہاتھ موجود نہ تھا۔ وہ مسلسل جا رہا تھا۔ ریکیوں میں۔

''عینا۔۔!!'' وہ بمشکل اسکو پکار پ تھا۔

''دروازہ اس جا ہے۔'' عینا نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سلویٰ نے بجھی سی آنکھوں سے حسن کو دیکھا۔ وہ ان دونوں پ ا نگاہ ڈالتا خاموشی سے ہر ۔ عینا نے دروازہ بند کیا۔ اور واپس آ کر یوسف اور سلویٰ کو سلانے چلی گئی۔

وہ ہر کچھ دیکھ رہا۔ پھر یوں ہی چکر لگانے نکل پ ا۔ کیو نیند تو آنی نہیں تھی۔

وہ زادا کر کے اٹھا۔ اسکا رخ اب دو رہا پ ل کی جا تھا۔ خیام قریشی ابھی عشاء پ ھ کر دعا ما رہے تھے جبکہ ا اہیم واپس آ تھا۔

وہ آ کر اپنی مخصوص نشست پ بیٹھا۔ کچھ پل یوں ہی اذ کی ہو گئے وہ مسلسل بے چینی سے دروازے کو رہا تھا۔

اور پھر آ ٔ کا روہ لمحہ آ ٔ جس کا اسکو بے تا بی سے انتظار تھا۔اسکو جتنا اس لمحے کا انتظار تھا اتنا ہی اس لمحے سے وہ بھا ٔ چاہتا تھا۔یہ لمحہ وقت کی ایسی قید تھی جس سے رہائی ممکن نہ تھی اور وہ اس میں داخل بھی ہو ٔ چاہتا تھا۔آ ٔ تھیٹر کی لا ٹ آف ہوئی تو وہ ق رفتاری سے اٹھ کر آگے ٹ ھا۔دروازہ کھلا اور سرجن ہر نکلے۔ا۔ اہیم کا حلق خشک تھا۔اتنا کہ اسکے حلق سے اپنی بیوی کی خیر ۔ معلوم کرنے کے لئے بھی الفاظ نہیں نکل پ رہے تھے۔اسکو نہیں معلوم تھا کہ وہ سانس لے پ رہا ہے ۔نہیں۔اور دل تھا کہ اسکی سمجھ سے ہر تھا۔کبھی یوں دھڑکتا کہ ٔ کی دیوادوں سے ٹکرانے لگتا اور کبھی یوں پ ہو کر بیٹھ جا ٔ کہ مانو ابھی زٔ گی ختم ہو جائے گی۔

دعا۔امید۔التجا۔اور بے چینی۔!!

''کک۔کیسی۔کیسی ہے۔وہ۔'' وہ بمشکل الفاظ ادا کر پ تھا۔

ڈاکٹر نے کچھ کہنے کی بجائے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھ کر زور سے د ۔۔ا۔ اہیم نے ڈاکٹر کا ہاتھ دیکھا وہ ا مسیحا کا ہاتھ جو اس وقت ا۔ اہیم کو تسلی دینا چاہتا تھا ا۔ اہیم کو تسلی نہیں چاہیے تھی اسکو تو اس چھوٹی سی جان کی زٔ گی چاہیے تھی جس کے بغیر اب اسکو یہ د خالی لگنے لگی تھی۔

''ٔ افٹنگ کر دی گئی ہے۔اور مجھے نہیں لگتا کہ مزی ٔ افٹنگ کی ضرورت پ ے گی۔'' ڈاکٹر نے کہا تو ا۔ اہیم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ا دیکھا۔وہ ہلکا سا مسکرا دیئے اور اثبات میں سر ہلا ۔

''مزی ۔آ پ یشنز کی ضرورت نہیں ہے وہ ر رہو جا گی۔''

الفاظ شفا ہوا کرتے ہیں۔۔!!

آ ج ا۔ اہیم کے ہچکولے کھاتے غمگین، بیمار اور لاچار دل کو شفا ملی تھی۔

''کیا۔میں دیکھ سکتا ہوں۔'' اس نے خود کو کہتے سنا۔

''ابھی اگلے چوبیس گھنٹے ا آئی سی یو میں رکھیں گے۔اسکے بعد کنڈ کے حساب سے ہی روم میں شفٹ کریں گے۔آپ تسلی رکھیں۔'' ڈاکٹر نے مسکرا کر اسکے کندھے پ د ؤ ٹ ھا ۔ا۔ اہیم کی آنکھوں کے کنارے نم ہوئے۔ اسکا دل اس وقت سجدہ ری تھا۔وہ شکر ادا کر رہا تھا۔

رات کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔

وہ اس وقت ا پہاڑ کی چوٹی پ دہرا ہوا کھڑا تھا۔اسکے چھوٹے سے ہاتھ میں کسی کا ہاتھ تھا۔اور وہ اسکو اوپ کھینچ رہا تھا غالباً کوئی اس چوٹی سے نیچے ٔ رہا تھا۔

''پ یٹی لیڈی۔!!ہولڈ آن۔!!میں آ پکو ٔ نے نہیں دوں گا۔'' اس نے اس ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ا پتھر سے اسکی کہنی ٹکرا کر چھل گئی تھی اسکا زولہولہان ہوا تھا جس کے ش خون نکل کر اس لڑکی کے چہرے پ ٔ رہا تھا جو اس وقت اس چوٹی سے نیچے لٹک رہی تھی۔

''پ یٹی لیڈی۔!!پلیز۔!!ہولڈ آن۔'' وہ ملتجی ا از میں پکار تا ہوا مسلسل اس ہاتھ کو اوپ کھینچ رہا تھا۔ وہ لڑکی تھی کہ اسکا ساتھ نہیں دے پ رہی تھی وہ بس نیچے ٔ نے کو تیار تھی۔

''پ یٹی لیڈی۔!!'' وہ پوری قوت سے ی تھا۔

''مرجان۔!!میرے بھائی۔کیا ہوا؟'' ت ری کمرے میں اسکو کسی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ اس چوٹی سے ہٹ نہیں پ رہا تھا۔اسکو محسوس ہو رہا تھا کہ اسکو کوئی پکار رہا تھا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو قوت کھڑا اسکو پکار رہا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسکے ہاتھ سے وہ ہاتھ پھسل رہا تھا۔

''نو۔پلیز۔نو۔'' وہ ٹ ٔ ا۔

''ماما کی طرح نہیں۔پلیز۔پلیز۔پ یٹی لیڈی۔ماما کی طرح نہیں۔'' وہ پوری قوت سے ی۔

''مرجان۔!!'' ی قوت نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو مرجان نے آنکھیں کھول دیں۔اسکا پورا وجود لرز رہا تھا۔وہ پسینے میں نہا چکا تھا۔

''مرجان۔!!'' ی قوت نے سائیڈ لیمپ آن کیا۔اور اسکو کندھوں سے تھاما۔مرجان نے ی قوت کو دیکھا جو کہ پ یشانی سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔دل میں آج شدت سے

درد اٹھا تھا اور حلق میں کا اگ آئے تھے۔اسکو آج اجازت درکار تھی ا. اہیم وہاں موجود نہیں تھا۔ یقوت نے مرجان کو کندھوں سے پکڑ کر بٹھا یا۔اور پنی ی ' کے اٹھنے لگا۔ مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ وہیں بیٹھ ی ۔

''کین آئی کرائے؟''اس نے یقوت کی جا ' ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔ یقوت نے بے بسی سے مرجان کو دیکھا۔وہ لوگ آج پھر اسی مقام پ آ کھڑے ہوئے تھے۔ یقوت نے بنا کچھ کہے آگے ٹھ کر ٹ ں کے بل بیٹھ کر مرجان کو گلے لگا ی ۔

''یوڈو ٹ نیڈ پ میشن مرجان۔''اس نے کہتے ہوئے مرجان کی پیٹھ سہلائی۔کچھ د ی بعد مرجان کی سسکیاں گو تھیں۔جو ہچکیوں اور بلآ ' بلند چیخوں میں تبد یل ہو گئیں تھیں۔ یقوت اسکو اپنے ساتھ لگائے اسکی پیٹھ سہلا ر ہا تھا۔

منال جو کہ لاؤنج میں اس وقت فون سن رہی تھیں۔ا چہرے کے ت ' ات بتا رہے تھے کہ کوئی اچھی خبر ہے۔ جیسے ہی ا اوپ سے چیخوں کی آواز سنائی دی تو وہ فون بند کرتیں فورا اوپ آئی تھیں۔کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے یقوت کے گلے لگا ہوا مرجان بلند آواز میں رو ر ہا تھا۔

''مرجان۔!!میرے لعل۔!!''منال نے قر ب جا کر مرجان کو ی سے لگا ی۔ یقوت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''منال۔!!''مرجان نے دبے دبے سے ا ' از میں ا پکارا۔

''جی میری جان۔'' منال نے اسکے سیاہ ب لوں میں ا ' ی ں ۔

''منال۔!!پ یٹی لیڈی۔وہ۔۔وہ میرے ہاتھ سے۔چھوٹ گئیں۔وہ نیچے گئیں۔میں ا بچا نہیں سکا۔'' وہ اپنے خواب کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کر ر ہا تھا۔

''نہیں مرجان۔!!وہ ٹھیک ہے۔''انھوں نے اسکو اپنے ا ' رمز ب بھینچا۔

''نہیں منال۔میں نے خود یکھا۔وہ۔یہاں۔مجھے خون نکل ر ہا تھا۔''اس نے اپنی کہنی دکھا ' چاہی وہ ٹھیک تھی خون نہیں بہہ ر ہا تھا۔منال نے اسکے ماتھے سے ب ل ہٹائے اور اسکا چہرہ چوما۔

''تم نے بس ا ی ب اخواب دیکھا۔وہ اب ٹھیک ہے میری تمہارے ب ب سے ب ت ہوئی ہے۔''انھوں نے اپنی ب ت مکمل کی تو مرجان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ا دیکھا۔

''ہاں۔۔وہ ب لکل ٹھیک ہے۔''منال نے مسکرا کر اپنی ب ت دہرائی۔اس نے یقوت کو دیکھا۔ یقوت بھی منال کی جا ' ہی دیکھ ر ہا تھا۔

''کیا ہم ان سے ملنے چلیں؟''مرجان اٹھنے لگا۔

''نہیں۔ہم کل جا گے۔۔تمہارے ب ب نے کہا ہے کہ مرجان سے کہو اپنی نیند پوری کرے پھر وہ تم لوگوں کو کل لے کر جا گے ا پ ل۔''ا ب ت سن کر مرجان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف کیا۔اس نے اپنے ہاتھوں کی پشت سے اپنے گال صاف کئے۔اور مسکرا ی۔

''سنا یقوت۔!!وہ ٹھیک ہیں۔!''وہ اپنی خوشی یقوت سے ب ٹ ر ہا تھا۔ یقوت بھی مسکرا ی۔

''ہاں۔وہ ٹھیک ہیں۔'' وہ دونوں بھائی دو ب رہ سے کھل اٹھے منال نے ان دونوں کو ساتھ لگا ی۔

''وہ ٹھیک ہے۔۔کیو وہ جینا چاہتی تھی وہ تم لوگوں کے لئے لوٹ کر آئی ہے۔وہ تم لوگوں سے محبت کرتی ہے۔اس لئے وہ ٹھیک ہے کیو محبت ز ' گی دیتی ہے۔'' انھوں نے ' می سے ان دونوں کے سر اپنی گود میں رکھے۔وہ لوگ ا ی ہی بیڈ پ دراز ہو گئے۔

وہ اس وقت ا پ ل کی راہداری میں کھڑا تھا۔فون بند کر کے ب ب میں رکھ کر پلٹا۔سامنے سے خیام قریشی آتے دکھائی دیئے۔وہ ' جانے کیوں اپنی جگہ پ ہی جم سا ی ۔کتنے لمحے سے آ کر ' رگئے تھے۔اسکو آج خیام قریشی بہت بوڑھے تھکے اور لاغر آئے تھے۔وہ چلتے تو ذرا سا خم کھاتے تھے۔

اولاد کا غم ا ن کی کمر توڑ دیتا ہے اور خیام قریشی کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔ا. اہیم کے دل میں کچھ ٹوٹ سا ی تھا۔کاش یہ ب نہ ہوا ہوتا۔!!

ا ۔ رپھر سے وہ ل۔ وہی پچھتاوا۔ وہی کرب۔!

وہ چلتے ہوئے اسکے پ س آئے اور ملتجی نگاہوں سے اسکی جا ۔ دیکھا۔ ا۔ اہیم کے ۔ بےاختیار پ پ ئے تھے اس نے اپنے لبوں کو۔ ہم پیو ۔ کر کے خود پ ضبط پ نے کی ا ۔ آ ی اور بھر پور کوشش کی تھی۔ حلق سے ضبط کا گھو ٹ نیچے ا ۔ را۔

''ٹھیک ہے وہ۔'' اس نے خود کو کہتے سنا۔ خیام قریشی کی بوڑھی آنکھیں بےاختیار آسمان کی جا ۔ اٹھی تھیں۔ وہ ا ۔ نگاہ تھی۔ ا ۔ خاموش تشکر کی نگاہ۔!

ا۔ اہیم مز ۔ انکا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ سو وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھر ۔ ہر نکل ۔ ۔ سفیان گورسی اسکو بیرونی دروازے پ ملے۔ وہ اس سے مل کرا ۔ رآئے تو خیام قریشی بمشکل قدم اٹھاتے بینچ کی جا ۔ جا رہے تھے۔ سفیان نے انکا تھام لیا۔ اور ا سہارا دے کر بٹھا ۔ وہ دونوں دو ۔ تھے ہمسائے تھے اور آج اپنی اپنی اولاد کے غم میں ٹ ھال آتے تھے۔ انکا غم مشترک تھا۔ اس لئے ان دونوں نے ہی ا ۔ دوسرے کو وہ کندھا میسر کر د ۔ جس پ وہ دونوں اپنا اپنا غم بہا ۔ تھے۔

وہ دونوں آج ا ۔ دوسرے کے ساتھ تھے۔ بوڑھے ہاتھوں میں بوڑھے لرزتے ہوئے ہاتھ تھے۔ وہ بوڑھے ہاتھ کسی مضبوط سہارے سے کم نہ تھے۔

''سفیان۔!!'' خیام نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ وہ نہ جانے اب ۔ کتنی ۔ ران سے معافی ما ۔ چکے تھے۔

سفیان نے ا ۔ ہاتھ تھام لئے۔

''میری بیٹی کو کبھی ۔ دعامت دینا۔'' ا ۔ آواز لرزی۔

''خیام۔!! وہ لڑکی ہماری ز ۔ گیوں میں خوشیاں لے کر آئی ہے۔ وہ ہمارے جینے کی وجہ بن چکی ہے۔ وہ ہماری خوشیوں کا مر ۔ بن چکی ہے۔ ہم اس سے بس محبت کرتے ہیں۔'' وہ خیام قریشی کی تکلیف کو سمجھ رہے تھے۔

''میں تمہاری بیٹی کو ا ۔ ف نہ دے سکا۔ ۔ اور۔''

''بس۔!! اسکا انتقام پورا ہو چکا ہے۔ ۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ اب مز ۔ اس ۔ رے میں ۔ ت کرنی چاہیے۔'' سفیان نے خیام قریشی کی ۔ ت کاٹ دی۔

خیام قریشی سر جھکائے خاموش آ ۔ بہانے لگے تھے۔ ا ۔ ی ۔ پ ا ۔ ٹی کی موت درج تھی اس وقت ز ۔ گی اور موت کے ج جھولتی ہوئی بیٹی ا ۔ ہر شے سے ٹ ھ کر عز ۔ تھی۔

وہ یوں ہی روڈ پ چلتا جا رہا تھا کہ اسکو کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ وہ اس آواز کے تعاقب میں چل د ۔ وہ کسی نومولود بچے کے رونے کی آواز تھی۔ اس نے بے اختیار قدم اسی جا ۔ ٹ ھا دیئے جس جا ۔ سے آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ چلتا ہوا اسی خیمہ بستی میں داخل ہوا۔ ارد ۔ د عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں۔ سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں اور عمارتیں ملبے کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھیں۔

وہ خالی دماغ کے ساتھ آ گے ٹ ھتا رہا۔ پتھر اور کنکر اسکے پیروں میں لگے۔ آ ۔ کار وہ ا ۔ خیمے کے ۔ ہر آ ۔ رکا۔ جہاں سے کسی مرد کے سسکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اور ساتھ کسی نومولود کی کلکاریں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ اسکے ماتھے پ بل پ ڑ ھے آنکھوں میں اچنبھا ا ۔ ا۔ اس نے آ گے ٹ ھ کر خیمے کا پ ردہ اٹھا ۔ اور ا ۔ رجھانکا تو وہ پتھر کا ہو ۔ ۔

ا ۔ پچیس ۔ س کا جوان سا لڑکا اس وقت زمین پ بیٹھا تھا۔ اسکے سامنے ا ۔ وجود تھا جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور اس وجود کے پ س ا ۔ چھوٹ سا بچہ پ ڑا ہوا تھا جو کہ شا ۔ ا ۔ ید دن قبل ہی پیدا ہوا تھا۔ وہ شیر خوار رو رہا تھا۔ اور وہ لڑکا ک ٹ ں پ بیٹھا اس وجود کے پ س بیٹھا اپنے منہ پ ہاتھ رکھے اپنی ہچکیاں د ۔ نے کی ۔ کام سی کوشش کر رہا تھا۔

''ایمان۔!!

قلبی یؤلمنی من أجلک (میرا دل تمہارے لئے غمگین ہے۔)

لا أستطیع التنفس ۔ و ۔ (مجھے تمہارے بناء سانس نہیں آ رہی۔)

اُ اِلی سعادتنا الأولی (ہماری پہلی خوشی کی جا. دیکھو۔)

أَلا یجلب الحیاۃ إلیک؟'' (کیا یہ تمہارے ا. رز. گی نہیں بھر سکتی؟)

حسن کے قدم وہیں جم چکے تھے۔ وہ ہلنا چاہتا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ جا. چاہتا تھا اسکے قدموں نے پلٹنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ قید ہو چکا تھا۔ وہ اس لمحے قید ہو َ یا تھا۔ کسی. معلوم طاقت نے اسکے قدموں کو وہیں جکڑ لیا تھا۔ وہ ہل۔ نہیں پا رہا تھا۔

اس لڑکے نے روتے روتے مڑ کر دیکھا تو حسن وہیں کھڑا تھا۔ اس نے ا۔ نگاہ حسن پہ ڈالی اور دو. رہ سر جھکائے بیٹھ َ ۔

''ایمان۔!! لوگ آ گے تعز۔ ۔ کریں گے۔

میرا غم. نٹیں گے ایمان۔۔ میری خوشیاں بس تم سے وابستہ ہیں۔۔ اَ تم نہیں رہی تو میں بھی ختم ہو چکا ہوں۔۔ ہمارا. ٹ تمہارے بناء کیسے . ئ گا ایمان؟'' وہ سسک رہا تھا۔ مدھم آواز میں وہ اس بے جان وجود سے ہم کلام تھا۔

حسن نے اپنے قدموں کو گھسیٹا اور آگے ب. ڑھ آ ۔ اس نے ان دونوں. پ . ٹ کوا۔ دیکھا۔ اور اس لڑکے کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ اور پھر پ س ہی بیٹھ َ ۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ بس خاموشی سے بیٹھا رہا تھا۔ اسکے پ س تسلی کا کوئی بول نہ تھا۔ سو وہ خاموش رہا تھا۔

''کیا ہم لوگ ایسے ہی مرتے رہیں گے؟ کیا ما دواؤں اور خوراک کی قلت سے یوں ہی اپنے نومولود بچوں کو چھوڑ کر جاتی رہیں گی؟ کیا ہمارے نونہال یوں ہی اپنی ماؤں کے لمس کو ت ستے رہیں گے؟'' وہ ک ک اتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔ اور ہر سوال کے ساتھ حسن کے وجود میں ا۔ کیل ٹھو. رہا تھا۔ حسن کا پورا. ن لہولہان تھا وہ لہو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔

وہ ل کا لہو تھا۔ وہ پچھتاوے کی سرخی تھی۔ وہ بے بسی کی سیاہی تھی جو اس لہو میں رچ بس رہی تھی۔

''ہمارے معصوم بچے یوں ہی ٹ پ ٹ پ کر جا دیتے رہیں گے؟ کیا کسی کو ہم آ گے؟ کیا کوئی ہماری مدد کے لئے آئے گا؟'' اب وہ لڑکا آسمان کی جا. دیکھ رہا تھا۔

حسن کے لئے وہاں ا۔ لمحہ رکنا بھی محال تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تو وہ لڑکا کرب سے ہنس د۔ ۔

''تم لوگ تو سن نہیں ت۔ جو ہم لوگ ہر روز سہتے ہیں۔'' اسکے جملے نے حسن کے. ن سے سارا خون نچوڑ لیا تھا۔ اسکو یہ حیرت تھی کہ اسکا دل کیوں نہیں پھٹا ابھی ت۔ ؟ تو کیا واقعی اسکے ی۔ سے دل. می پ ۔ اڑ گئی تھی؟ کیا واقعی وہاں بس ا۔ پتھر موجود تھا؟

حسن نے قدم واپس کھینچے۔ اور وہاں سے نکل آ ۔ اسکی سانس پھول رہی تھی۔ سر میں ا۔ ٹیس اٹھی تھی جس نے اسکی ی۔ ئی سلب کر لی۔ وہ چلتا جا رہا تھا۔ وہ ملبے کے ٹکڑوں سے ٹکرا کر کئی. رلڑکھڑا۔ وہ چلتا َ ۔ اسکو رکنا نہیں تھا۔ اَ وہ رک جا۔ تو کسی ملعون قوم کی ما پتھر کا ہو جا۔ ۔

وہ آ ٓ کار اسکے دروازے پہ پہنچا۔ اس نے دروازے پہ ہاتھ رکھا دستک نہیں دی اسکی سانس پھولی ہوئی تھی اور سر میں اٹھتی ٹیسیں اسکی جان نکال رہی تھیں۔ وہ یوں ہی دہرا ہو کر اسکی دہلیز پہ کھڑا رہا۔ کچھ د۔ سانس بحال کرنے کے بعد وہ کچھ فاصلے پہ کھڑی اپنی گاڑی کی جا. ب. ڑھا۔ ڈیش بورڈ پہ پ ڑی ا۔ ڈبی اٹھائی۔ دو گولیاں نکال کر نگل لیں۔ اور گاڑی کا دروازہ بند کر ت پلٹ آ ۔ اس نے دروزے سے ٹیک لگائی اور زمین پہ ہی بیٹھتا َ ۔ رات چھا رہی تھی حسن کے دل پہ جمی سیاہی ڑ رہی تھی وہاں روشنی اپنی جگہ بنا رہی تھی وہ اس. ت سے ا ن تھا۔ اس لئے کرب سے دوچار تھا۔

. . ت اللہ نہ چاہے ت۔ ت تو ل بھی دل میں اپنی جگہ نہیں بنا پ ت۔ اَ حسن کے دل میں ل نے جگہ بنائی تھی تو عرش پہ کہیں نہ کہیں اسکا ذکر ہوا تھا۔ اسی لئے اسکے دل کی سیاہی پہ ٹ. لگی تھی۔

رات کے دس بج رہے تھے۔ ت ئی جان سونے کے لئے جا چکی تھیں اور میرال اس وقت ڈری سہمی سی اپنے کمرے میں موجود تھی جبکہ ت جان لاؤنج میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ شیراز نے ا پولیس کیس کرنے سے روک دیا تھا اور اب وہ اس کڈنیپر کی کال کا انتظار کر رہے تھے دل میں. ر. رہول اٹھ رہے تھے۔

بے اختیار ا قدم بیسمنٹ کی جا ب اٹھے۔وہ سگر ٹ لبوں میں د بائے لا سے سلگاتے بیسمنٹ میں پہنچے۔ا ک کمرے کا دروازہ کھولا وہاں کچھ پا ان سامان رکھا ہوا تھا۔

وہ ا ر ی کے پ س پہنچے ا فریم اٹھا یا اور ہاتھ سے اس پ جمی دھول صاف کی۔وہ ا نوجوان جوڑے کی تصو تھی۔لڑکی کی گود میں ا چھوٹی سی بچی تھی جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔جواد نے اس بچی کے چہرے کو چھوا۔

''مجھے معاف کر دوا م۔!!''انھوں نے اپنے بھائی کی تصو پ ہاتھ پھیرا۔''میں تمہاری بیٹی کی حفاظت کرنے میں ناکام ٹھہرا۔'' آنکھیں نم تھیں۔

''کاش۔کاش۔!کاش میں اسکو کہیں چھپا ہمیشہ کے لئے۔۔کاش میں اسکو کبھی ہرگز نہ جانے دیتا۔۔کاش میں اسکو پوری د سے ہی کہیں چھپا ۔''ا آواز میں ل اور رنج واضح تھا۔

وہ نہیں جا تھے کہ آ ۔ کو سے زیادہ تکلیف اور اذ ۔ کا سامنا ا گھر میں ہی کر پڑ تھا۔وہ اس بچی کو د سے چھپا تھے کیا وہ اسکو اپنے گھر والوں سے بچا تھے۔؟اپنی بیوی کی بے جا ت سے اور اپنی بیٹی کی بے تکی ضد اور حقارت سے؟

نجانے کتنے ہی بچے ہیں جن کی حفاظت کے لئے ا پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں ا گھروں کے دروازوں پ تالے لگا دیئے گئے جہاں سے ا خطرہ تھا وہاں سے ا حفاظت نہ کی جا سکی۔

آ ۔ کو بھی گھر سے خطرہ تھا۔

وہ کھڑے تھے کہ ا موبائل پر کَ ہوئی۔انھوں نے جلدی سے فریم رکھا اور موبائل اٹھا یا۔

''بیس لاکھ لے کر ماڈل ٹ ؤن پہنچ جاؤ۔''

مختصر ترین فون کال۔۔جواد صا نے کچھ کہنے ن کے لئے منہ کھولا تھا ا کسی لفظ کی ادائیگی سے پہلے ہی فون کال کاٹ دی گئی تھی۔

رات کے ر ہ بجے وہ ماڈل ٹ ؤن میں کھڑے تھے۔مین روڈ پ پہنچتے ہی ا لوکیشن کا میسج موصول ہو تھا۔اور اس وقت وہ ا سنسان سی جگہ پ گاڑی کے بو ٹ کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے ا ہاتھ میں ا چھوٹا سا بیگ تھا جس میں غالباً رقم تھی۔

جواد بس اسی ت کا شکر ادا کر رہے تھے کہ انھوں نے کروڑوں کی ڈیما ڈ نہیں کی تھی۔اتنے پیسوں کی ڈیما ڈ کی تھی جو انھوں نے آسانی سے ارینج کر لئے تھے۔

وہ کبھی گھڑی پ وقت دیکھتے تو کبھی بیگ پ گرفت مضبوط کرتے۔دس منٹ بعد وہاں ا گاڑی آ کر رکی جس میں سے دو آدمی نکلے جن کے چہروں پ ب تھا۔انھوں نے گاڑی میں سے آ ۔ کو نکالا جس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور منہ پ ٹیپ لگی ہوئی تھی۔اسکی نیلی آنکھیں رو رو کر سوجھ چکی تھیں۔ جان کو دیکھا تو آ ۔ نے ا چیخ ماری ٹیپ کی وجہ سے وہ چیخ اسکے حلق میں ہی دم توڑ گئی۔

''یہ لو۔اور بچی کو جانے دو۔'' نے آگے ب ھ کر درمیان میں بیگ رکھ دی۔وہ لوگ آ ۔ کو لے کر آگے ب ھے۔آ ۔ کو ت ی کی جا ب دھکا دیتو نے فوراً اس مومی کَ ی کو اپنی آغوش میں سمو لیا تھا۔

وہ لوگ پیسوں کا بیگ اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ اتنی آسانی سے اور بناء کسی آواز کے ہوا کہ یقین نہ آ ۔ اس وقت ا سامنے آ ۔ تھی۔ا بھائی کی امانت ۔ا اس وقت آ ۔ کے علاوہ کچھ بھی عزیز نہ تھا۔انھوں نے اسکو ی سے لگا ۔اسکے ہاتھ کھولے اسکا منہ کھولا۔آ ۔ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

''۔۔''اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے ب پ کو پکارا تو کا دل ڑ کر رہ ی ۔

''ٹ ی۔!!میری نیلی آنکھوں والی مومی کَ ی۔!!ادھر دیکھو۔!!میں ہوں ں۔''انھوں نے اسکے آ صاف کئے وہ مسلسل ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

''۔۔!!کہاں چلے گئے۔۔میرا کوئی محافظ نہیں بچا۔''وہ ہچکیوں کے ن بولی تو جان کی آنکھیں جو ضبط کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں اب خون چھلکانے لگی تھیں۔

''میرے۔۔مرگئے۔آ۔۔کے۔۔مرگئے۔ ۔مرگئے۔میری ماں مرگئی۔ ۔مرگئے۔''وہ ہچکیوں میں روتی ہوئی ۔کچھ آج دہرا رہی تھی۔وہ اس قدر خوفزدہ ہو گئی تھی کہ اسکو لگا کہ اس د میں اسکا کوئی بچا ہی نہیں۔

''ٹ ۔!!میں ہوں۔ن۔''وہ بمشکل بولے۔آ۔نے ہچکی لی اور آ پو۔ہوئے ا دیکھا۔

''آپ میرال کے۔۔ہیں۔۔مجھے میری۔۔چاہئیں۔''وہ پھر سے رودی۔نے اسکو اپنے ساتھ لگا۔

''میری ٹ ڈر گئی؟''انھوں نے اسکو شفقت سے بہلا چاہا۔آ۔ا گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

''میری ٹ بہادر ہے۔ن؟ ہم لوگ تو بس ا گیم کھیل رہے تھے۔۔تم نے مووی میں دیکھا تھا۔ن؟''انھوں نے کچھ سوچتے ہوئے ا کہانی گھڑی۔آ۔نے آنکھیں پو۔ہوئے ا دیکھا۔

''جس میں ا پ کڈ ہو جاتی ہے۔۔پھر اسکے۔۔اسکو بچانے کے لئے بہت سارے پیسے دیتے ہیں؟''وہ معصومیت سے بولی تو۔نے اثبات میں سر ہلا۔

'' ان لوگوں نے نہیں بتا۔کہ یہ گیم ہے۔۔وہ پتہ ہے کیا کہہ رہے تھے؟''آ۔کی نیلی آنکھیں پھر سے ڈ۔نے لگی تھیں۔''وہ کہتے تھے کہ اَ تمہارے۔نے پیسے نہ دیئے تو وہ میری آنکھیں نکال کر مارکیٹ میں ٹ دیں گے۔۔اس طرح وہ میرے جسم کا ا ٹکڑا کاٹ کر اپنے پیسے حاصل کریں گے۔''وہ سہمی ہوئی تھی۔نے اسکو گود میں اٹھا۔اور بو۔ٹ پ بٹھا۔اسکے آ پونچھے۔

''ایسا کچھ نہیں ہوتا۔۔کوئی ایسی مارکیٹ نہیں ہوتی۔۔اور وہ لوگ بس تمہیں ڈرا رہے تھے کہ کہیں تمہارا سر پ ائ۔اب نہ ہو جائے کہ کہیں تمہیں شک نہ ہو جائے کہ یہ گیم ہے۔''

''کیا واقعی؟''آ۔نے آنکھیں مٹکا ۔

''ہاں۔واقعی۔''۔نے پیار سے اسکا سر چوما۔۔

آ۔نے سر اٹھا کر انکا مہر۔ن اور شفیق سا روپ دیکھا۔ اگلے ہی پل اسکا دل بجھ۔کیو کل سے وہ دو۔رہ شہر سے۔ہر جانے والے تھے اور آ۔ا۔ر پھر سے تنہا ہو جاتی۔۔اسکا واحد ہمدرد اس گھر سے جا۔۔اس نے ا ہچکی لی۔

۔نے اسکو اٹھا کر گاڑی میں بٹھا۔اور چاکلیٹس کا ا پورا پیکٹ اسکی جا۔ٹھا۔

''میری ہیں یہ؟''اس نے بے یقینی سے ا دیکھا۔

''ہاں۔یہ صرف اور صرف میری بیٹی کی ہیں۔''انھوں نے گاڑی سٹارٹ کی تو آ۔نے اداس ہوتے پیکٹ واپس رکھ دی۔

''کیا ہوا؟ واپس کیوں رکھا؟''۔نے دفعتاً دیکھا۔

''آپ نے کہا کہ یہ آپکی بیٹی یعنی میرال کی ہیں۔''وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔کے دل میں عجیب درد سا اٹھا۔

''تم بھی بیٹی ہو۔ن میری۔!!''

''نہیں۔میں بس اپنے۔۔کی بیٹی ہوں۔۔''اس نے۔ک پونچھی۔

جواد۔بول نہ سکے تھے۔

وہ اس وقت ا پ۔ل کے گیٹ پ ہی تھا۔یوں ہی چہل قدمی کرتا ہوا وہ روڈ پ جا نکلا۔اس نے۔۔دیکھی تو خالی تھی۔صفا کی وجہ سے سگر۔ٹ کی عادت کافی حد اس نے کم کر دی تھی۔ا۔رتو وہ آرزگی سے مسکرا دیتا تھا۔اسکو زہ رہنے کی قسم دے کر خود موت کی آغوش میں پڑی تھی اور ہر پل ا۔اہیم سے اسکی زگی چھین رہی تھی۔وہ لڑکی سفاک تھی۔بے انتہا سفاک۔اسکا ادراک ا۔اہیم کو کئی۔رہو چکا تھا اس۔ریہ۔ت کچھ زیدہ ہی محسوس ہوئی تھی۔

وہ اس وقت کس اذ۔سے دوچار تھا اسکا۔ازہ صرف اسی کو تھا۔روڈ کنارے ا پ۔ل کے ہی ا میں ا چھوٹی سی دکان تھی پ چون کی۔اس نے دکان کی جا۔

قدم بڑھا دیئے۔

''ایک پیکٹ سگریٹ کا دے دو۔'' اس نے جیب سے والٹ نکالا۔

''کچھ اور چاہیے؟'' دکاندار نے بقایا دیتے ہوئے پوچھا۔ ابیم نے میں سر ہلاتے بقایا اور سگریٹ کا پیکٹ اٹھالیا۔ کچھ فاصلے پر جا کر اسکو یاد آیا کہ اس نے لائٹر نہیں لیا۔ وہ پلٹا ہی تھا کہ سامنے سے کوئی چلتا ہوا آرہا تھا۔ ابیم ٹھٹک کر وہیں رک گیا۔

''کیسے ہیں آپ؟'' عاصم نے اسکی حالت دیکھ کر پوچھا۔ ابیم ہنس دیا۔

''کیسا لگ رہا ہوں؟'' اس نے خود بھی اپنی حالت دیکھی۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' عاصم نے ابیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''انشاءاللہ۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ یہ جو وقت میں اس وقت کاٹ رہا ہوں ناں۔ یہ بس میں ہی جانتا ہوں۔ یہ لمحات بہت دردناک ہیں عاصم۔۔ کبھی کسی کو ایسی کشمکش سے دوچار نہ کرے۔ ان کے جسم میں جان نہیں ہوتی اسکو چلتے رہنا ہوتا ہے۔ دل پھٹتا ہوتا ہے اسکو جینا پڑتا ہے۔ دماغ کی شریانوں میں خون نہیں بہہ رہا ہوتا ہمیں اپنے حواسوں پر قائم رہنا پڑتا ہے۔ ہم منظر سے غائب ہونا چاہتے ہیں ہو نہیں پاتے۔'' وہ کرب سے چور لہجے میں بولا تھا۔

اس نے لائٹر نکال کر ابیم کو دیا۔ اس نے سگریٹ سلگایا اور یوں ہی رخ موڑے کھڑا ہو گیا۔

عاصم کو ہمیشہ ابیم سے بس خوف ہی محسوس ہوا تھا اس نے ابیم کا جو سے خوفناک روپ دیکھ رکھا تھا ایسا روپ آج ابیم کے اپنے بھی اس روپ کو دیکھ کر تو شاید کبھی خوف کے مارے اسکے قریب نہ رہ پاتے آج عاصم کو سامنے کھڑے شخص پر ترس آیا تھا۔ اسکو رحم آیا تھا اس حال اجڑے سے شخص پر اور عاصم نے اسکی خوشیوں کی سلامتی کی دعا مانگی تھی۔ وہ اسکو یوں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''مجھے آپکو کچھ بتانا تھا۔'' عاصم نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے خود کو۔ ابیم کے کرب کے حصار سے نکالا تھا۔ ابیم جو کہ سگریٹ سلگائے کھڑا گہرے گہرے کش لے رہا تھا بناء اسکی جانب متوجہ ہوئے سگریٹ پیتا رہا۔

''مجھے لگتا ہے ابھی وقت نہیں ہے۔'' اس نے ابیم کا رخ دیکھا۔ ابیم نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ بھی اس وقت کسی اور چیز کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتا تھا۔

''آپ یہ دیکھیں کہ جس نے یہ کیا ہے وہ اپنے انجام تک پہنچ جائے گا۔'' عاصم نے ابیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ابیم جھٹکے سے مڑا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہی کہ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔'' عاصم نے بے بسی سے کہا تو ابیم کے اوسان خطا ہو گئے۔

''کون ہے وہ؟'' ابیم کی کنپٹی کی نسیں پھول گئیں۔ آنکھوں میں سرخی چھلکی تھی۔

''فی الحال آپ یہاں رہیں۔۔ حالات بہتر ہونے پر بتا دوں گا۔''

''عاصم۔!! مجھے مشورے نہیں چاہیں۔'' وہ دھاڑا۔ عاصم ایک قدم پیچھے ہٹا۔ اسکے سامنے ابیم پھر سے وہی ابیم تھا جو خوف اور دہشت کی علامت ہوا کرتا تھا۔

اسکی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو تاریکی جگہ پر پایا۔ اس نے ہلنے کی کوشش کی تو اسکو اپنا پورا وجود زنجیروں میں جکڑا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے چیخنا چاہا تو اسکے حلق میں کچھ ٹھونس کر اسکی آواز کو اس سے چھین لیا گیا تھا۔

اس نے آنکھیں بارہا کھول کر دیکھنا چاہا تاریکی کے علاوہ اسکو کچھ دکھائی نہ دیا۔ اس نے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی اسکو خاموشی میں رینگتے کیڑوں کی بھنبھناہٹ کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیا۔

اگلے ہی پل اسکو اپنے بدن پر کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔ اسکی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس نے خود کو چھڑوانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت

تھی۔خوف، تاریکی بے بسی۔کیا کچھ نہیں تھا وہاں۔

اور پھر مناظر بدلنے لگے۔

وہ گاڑی میں بیٹھی۔

''چلو۔۔ائیر پورٹ پہ۔''اس نے اپنا بیگ سامنے کیا اور اس میں سے اپنا موبائل نکالا۔

''آفندی میں یہاں سے نکل گئی ہوں۔۔میرے لئے اتنا کچھ کرنے کا شکریہ۔۔ مجھے اب مزید کی طلب نہیں ہے۔مجھے اب سکون ملا ہے میرے انتقام نے میرے اندر جلتے الاؤ کو بجھا دیا ہے اس لئے اب میں کبھی کسی کے سامنے نہیں آؤں گی۔ آفندی۔!! درگا کہ زہرہ نے آپ سے محبت کی تھی۔بے پناہ محبت کہ اس کے راستے میں آنے والوں کو زہرہ نے موت کا لقمہ بنا دیا۔''میسج سینڈ کر کے اس نے موبائل رکھا اور گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔عمارتیں۔روشنیاں۔زندگی۔ کچھ پیچھے چھوٹتا گیا تھا۔

اس نے اپنا طویل سفر طے کیا تھا۔استنبول سے قاہرہ۔قاہرہ سے نیویارک۔۔نیویارک سے لاہور اور اب لاہور سے استنبول۔

کیا اسکا یہ سفر رائیگاں گیا؟ کیا یہ اسکا سراب تھا؟ اس نے کیا کھویا کیا پایا؟

کہا جاتا ہے کہ ابلیس نے تکبر کیا اس نے تکبر کے ساتھ ساتھ حسد بھی کیا تھا۔ اللہ نے آدم کا پتلا بنا کر سو کھنے کے لئے رکھ دیا کہ وہ سوکھ کر کسی ٹن کی ما آواز پیدا کرے اور اللہ اس میں منا وقت پہ جان ڈال دے۔تو اس وقت ابلیس کے دل میں حسد جاگا تھا وہ چلتا تو آدم کے پتلے کو ٹھوکر مار کر آگے بڑھتا۔وہ آدم کے اس بے جان پتلے سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اللہ نے تمہیں میرے حوالے کیا تو میں تمہیں برباد کر دوں گا۔اور اگر نہ کیا تو بھی میں تمہارا دشمن ٹھہروں گا۔

آدم کی تین عرش پہ ہوتی تھیں جن کے باعث ابلیس کو اپنا مقام خطرے میں محسوس ہوتا تھا غالباً اسی لئے وہ آدم سے بہت پہلے سے بغاوت میں مبتلا ہو چکا تھا۔اور آدم کے سجدے کا حکم آیا تو اسکا تکبر اور حسد غالب آیا اور وہ آدم کا ازلی دشمن قرار پایا۔

اس نے صدیوں کی ریاضت کے بعد اپنا مقام بنایا تھا۔اس نے اپنے سوں اللہ کی مانی تھی اپنے فرمانی سے اس نے اپنی صدیوں کی ریاضت کو گنوا دیا۔وہ کچھ بن کر بیٹھا اسکا سفر رائیگاں گیا۔

کبھی کبھی ایک غلطی ایک خطا سے سب کچھ برباد ہو جایا کرتا ہے۔ایک خطا ان کے سوں کی ریاضتوں کو کھا جایا کرتی ہے اور کبھی کبھی ایک نیکی۔ایک معافی سے سب کچھ ٹھیک ہو جایا کرتا ہے۔یہ سب نیتوں پہ منحصر ہے۔اگر نیک ہو جائے تو حرکت میں برکت نہیں لگتی اور اگر بگڑ جائے تو عزازیل سے شیطان بنتے میں دیر نہیں لگتی۔یہ سب قدرت کے راز ہیں۔یہ قدرت ہی جانے۔ اللہ جان لے گا کہ کسی کے دل میں رائی کے دانے جتنی بھی اچھائی ہو اور کسی کے دل میں رائی کے دانے جتنی بھی برائی ہو۔

''لعنت ہو تم پہ گورسی۔''وہ دل سے چیخی تھی آواز حلق سے نہ نکل پائی۔''تم برباد ہو جاؤ گے تم برباد ہو گئے۔''وہ کہہ رہی تھی۔اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ ہنسنے لگی تھی۔وہ دیوانوں کی مانند ہنستی جا رہی تھی۔وہ ہنستی ہوئی دہری ہوئی۔

''اب تم جو مرضی کر لو۔۔اس لڑکی میں زندگی نہیں بھری تھی۔وہ مر جائے گی۔دیکھنا۔وہ مر جائے گی۔زہرہ کے راستے میں آنے والا اپنے انجام کو پہنچے گا۔وہ مر جائے گی۔''وہ دور کہیں ہنسی۔

بیسمنٹ کا دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا تھا۔اس نے وہیں گردن موڑ کر دیکھا۔اور پھر سے آنکھوں میں خوف امڈ آیا تھا۔چہرے پہ خوشی تھی۔کسی کے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی تو زہرہ کی سانس اسکے حلق میں ہی اٹک گئی۔اگلے ہی پل کمرے میں جھولتا ہوا وہ بلب روشن ہوا۔تیز روشنی چمکی تو زہرہ نے آنکھیں ایک پل کے لئے بند کر لیں۔اسکی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ ہوش اسکو آیا۔ اسکو اپنے وجود پہ کسی کی گرفت محسوس ہوئی۔

کوئی اسکو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا۔اس نے آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا۔ اگلے ہی پل اسکو اپنا سر کھولتے ہوئے پانی میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔اسکے ناک اور منہ میں

پنی ۔وہ ۔ی طرح جھٹپٹائی۔وہ ۔ی طرح چیخ رہی تھی رہی تھی حلق میں ٹھو ہوئے ٹشو پیپرز کی وجہ سے آواز نہیں نکل پ رہی تھی۔اسکے ل کسی کی مٹھی میں تھے اور وہ اسکو مسلسل پ نی میں ڈبو رہا تھا۔

کچھ ہی د یمیں زہرہ کی ہمت جواب دینے لگی اسکی مزاحمت کمزور پ نے لگی تو اسکا سر جھٹکے سے ہر نکال لیا ۔کوئی اسکو دو رہ گھسیٹ رہا تھا۔زہرہ کا دماغ پ اس نہیں کر پ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔لآ اسکو کمرے کے وسط میں زمین پ ہی لا کر پٹ دیا ۔وہ جھکا اور اسکے منہ پ سے وہ ٹیپ کھینچ کر ا تار دی۔ا ر تو وہ سسکی۔ پھر اس نے وہ ٹشو اگلے۔اور انگارہ ہوتی آنکھوں سے سامنے کھڑی قہر کی مورت کو دیکھا۔

زہرہ کی سانس پھولی ہوئی تھی م پنی کی وجہ سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا پھر بھی وہ ہنس دی۔اسکو مقابل کی حا ت دیکھ کر مزہ آ یا تھا۔

''کیا ہوا؟ مر گئی وہ؟'' وہ ت ر آواز میں بولی لہجے میں تنفر تھا۔اس نے ا گہری سانس لی اور حقارت سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔جو کہ اب جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''وہ تم مردوں کو بیوقوف بناتی رہی۔اور تم لوگ جود کو قابو کرنے کے خواہش مند ہو۔اس چھٹا بھر کی لڑکی کے ہاتھوں کھلو بنے ہوئے ہو'' وہ حقارت سے ہنس دی۔ا اہیم کے جبڑے تن گئے۔ وہ خاموش رہا۔

''وہ لڑکی ا ساتھ دو مردوں کو۔۔''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی ت مکمل کرتی ا ٹھڈا اسکی کمر میں رسید ہوا تھا۔زہرہ کے چودہ طبق روشن ہوئے۔وہ تو سامنے کھڑا تھا تو پھر مارا کس نے تھا۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو اسکی آنکھوں کی پ یاں پھیل گئیں۔

''خاص تمہارے لئے آئی ہوں۔'' وہ ا چیو چبا رہی تھی۔جینز ٹ پ پہنے کھلے ل لئے وہ کھڑی اس عورت کو حقارت اور ا ئیا ا ز میں دیکھ رہی تھی۔زہرہ نے مڑ کر ا اہیم کی جا دیکھا۔وہ پ سکون سے ا ز میں کھڑا تھا۔

وہ یہی سوچ کر خوش ہوتی رہی تھی کہ ا اہیم اس پ ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ یہ اسکا محض وہم تھا۔وہ اسکو جانے دیتا یہ اسکی سوچ تھی۔

''عیشا۔!!'' اس نے پیچھے کھڑی لڑکی کو مخاطب کیا۔

''حکم۔!!'' عیشا نے فوراً جواب د یا تھا۔

''یہ درکھنا۔!!دن میں پچاس ر موت مانگے یہ۔۔ا ا دن بھی اس نے ا س ر موت مانگی تو پچاسویں ر تم مانگو گی۔''

''بے فکر ہو جا ۔'' عیشا کہتے ہی زہرہ کے سامنے آئی۔۔وہ ا گھٹنہ موڑ کر اسکے سامنے بیٹھی اور زہرہ کا چہرہ دبوچا۔

''واہ۔گورسی۔واہ۔!!ا معمولی سی زمہ کو مارنے کے لئے تم نے مصر سے اپنی چمچی بلوالی۔'' وہ ز نہیں آئی تھی۔

''اتنا کمزور ا ۔۔''

اسکے الفاظ عیشا نے ' ہی نہیں دیئے تھے اتنی زور سے اسکا جبڑا دبوچا تھا کہ زہرہ کو اسکی ا یں اپنے گالوں میں دھنستی ہو محسوس ہو تھیں۔

وہ مز وہاں رکے بناء لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ۔

پیچھے عیشا نے جھٹکے سے اسکا منہ چھوڑا تھا۔

''ا اہیم گورسی اتنا کمزور ہو ؟ یقین نہیں آ ۔'' وہ پھر سے زہرا گلنے لگی۔

''نہیں۔'' کہتے ہوئے عیشا اٹھ کھڑی ہوئی اس نے ا بیلٹ اٹھا یا۔''وہ کمزور نہیں ہوا۔۔دراصل تم جیسے کا کرو کو کچلنے کا وقت نہیں ہے اسکے پ س۔۔اس لئے یہ چھوٹے موٹے کام وہ مجھے دیتا رہتا ہے تا کہ میں اپنے ہاتھ سیدھے کر سکوں۔'' کہتے ہوئے عیشا نے وہ بیلٹ زہرہ کے منہ پ دا غا تھا جس سے ا پل کے لئے تو وہ گھوم کر رہ گئی۔۔درد کی شد لہر پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔

''تمہاری اوقات تو کتنے دنوں سے سامنے آ چکی تھی ہم لوگ تمہاری آ ی غلطی کا انتظار کر رہے تھے۔'' عیشا نے بیلٹ کو اپنی کلائی اور ہاتھ پ لپیٹا۔اور اسکے پ س

آ کر جھکی۔

'' . حسن نے تمہیں واپس بھیجنے کا فیصلہ کیا تو پتہ ہے ہم . نے کہا تھا کہ تمہیں موقع نہیں دینا چاہیے۔'' وہ حقات سے کہہ رہی تھی جبکہ زہرہ کا جسم ٹیسوں کی زد میں تھا۔'' ا. اہیم سر نے کہا کہ نہیں۔۔اس نے میری بیوی کی ٔ مت کی ہے۔۔بھلے وہ کسی کے پ وپیگینڈا میں شامل تھی اس نے ا۔ عرصہ میری بیوی کی ٔ مت کی ہے۔۔اس لئے میں اسکو یہ آ ٔ ی موقع دیتا ہوں۔'' عیشا جبڑے بھینچ گئی۔

'' ۔'' کہتے ہوئے عیشا نے وہ بیلٹ اسکی کمر پ رسید کیا۔زہرہ کی چیخ. آمد ہوئی۔''تم نے وہ موقع بھی گنوادی۔اور جاتے جاتے اس خا ٔ ان کی خوشیوں پ وار کر گئی۔'' اس نے ا۔ اور ضرب لگائی۔اب زہرہ کی چیخ وپکار اس ت ر۔ بیسمنٹ میں گونج رہی تھی۔

فجر کی اذا ہو تو منال کی آ کھلی انھوں نے مرجان اور ۔قوت کو دیکھ وہ دونوں گہری نیند میں تھے دینا کو بھی وہ وہیں لے آئی تھیں۔وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہو ہر نکلیں تو زلیخا کچن میں ہی تھی۔

''تم گئی نہیں آج گھر؟'' منال نے پ پ ۔ ہوئے پوچھا۔

''نہیں بی بی۔۔آج رات میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی تھی۔'' وہ اداسی سے بولیں۔

''شکریہ زلیخا۔'' وہ بجھی سی ہوئی تھیں۔پ نی کی بوتل واپس ر ۔ انھوں نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔کچن سارا دھو سے اٹ ہوا تھا جگہ جگہ سے کیبنیٹس جل گئیں تھیں۔ ساری رات زلیخا نے سامان ۔ ٹ کیا تھا۔جلا ہوا سامان. ہر نکال کر رکھا اور کچن کی حا ۔ کچھ بہتر کی تھی کہ جس میں کھا ٔ بن سکے۔منال نے کی آنکھیں ا۔ پل کو نم ہو یہ سوچ کر کہ آ ٔ اتنی جلدی اتنا کچھ کیسے ہو ۔ ؟ وہ لوگ کتنے خوش تھے۔

وہ سہارا ۔ ٔ کے لئے سلیب پ ہاتھ جما گئیں۔

''کیا ہوا بی بی۔!! آپ ٹھیک ہیں؟'' زلیخا پ س آ ۔

''زلیخا۔!!'' ا آواز بھرا گئی۔''میرے بچوں کی خوشیاں اتنی محدود کیوں ہیں؟ کیوں ا خوشیاں عارضی ہیں؟ کاش۔کاش۔میں چلی آتی کچن میں۔کاش۔'' وہ اپنے منہ پ ہاتھ جمائے سسک سسک کر رو دی تھیں۔زلیخا نے ا ساتھ لگا ۔

''بی بی۔!! اللہ بہتر کرے گا۔اور جس کے مقدر میں جو ہو ۔ ہے اسکو وہی ملتا ہے اَ یہ زخم صفا کے مقدر میں تھے تو آپ ا اپنے. ن پ نہیں جھیل سکتی تھیں۔'' زلیخا کے پ س منا . الفاظ نہیں جمع ہو رہے تھے۔

''ہم۔شا ۔تم صحیح کہتی ہو۔سارا کھیل ہی مقدر کا ہے۔'' انھوں نے ا لگ ہوتے ہوئے آ صاف کئے۔''زہرہ کہاں ہے؟'' انھوں نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ تو ا پ ل گئی ہوئی ہے۔''

''ابھی آئی نہیں؟'' انھوں نے اچنبھے سے پوچھا۔

''نہیں۔'' زلیخا نے کندھے اچکا دیئے۔

''اچھا؟'' وہ تھوڑا الجھی تھیں کہ آ ٔ اسکو ایسا کیا کام تھا کہ وہیں رک گئی۔ پھر سوچیں جھٹک دیں کیو اس وقت وہ فضول چیزیں نہیں سوچنا چاہتی تھیں۔

''بچوں کے لئے ٔ شتہ بنا دو۔۔'' وہ واپس آ گئیں۔

لاؤنج میں آ کر انھوں نے کال ئی۔

''السلام علیکم۔!! کیسی ہے صفا؟'' انھوں نے سفیان کو کال کی تھی۔

''بہتر ہے۔آ پ ہو ۔ ہے۔۔اب بس اللہ خیر کرے۔دعا کرو۔'' وہ اس وقت وہیں کیفے ٹیر ۔ میں بیٹھے تھے۔

''اور۔'' وہ ا۔ پل کے لئے رکیں۔''اور ا. اہیم۔۔وہ کیسا ہے؟'' انکا دل. ی طرح لرزا تھا۔

چند ثانیے خاموشی سی چھائی رہی۔

''سفیان بتا ۔۔کیسا ہے میرا ا. اہیم؟'' آواز میں واضح لرزش تھی۔

''ٹھیک نہیں ہے وہ۔'' سفیان گورسی کی بھیگی سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو منال کی آنکھوں کے کناروں پر ٹھہرا پانی بہہ گیا۔ ''اسکو بکھرا ہوا دیکھا ہے میں نے۔نہیں معلوم تھا کہ وہ اس لڑکی سے اتنی محبت کرتا ہے۔ پتہ ہے منال۔!! میں صفا کی سلامتی کی دعا کیوں مانگ رہا ہوں؟''

منال خاموش رہی تھیں۔

''کیونکہ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ اگر اس لڑکی کو کچھ ہوا تو میرا بیٹا شاید حواس کھو دے گا۔''

''سفیان۔!! اللہ نہ کرے۔'' منال تڑپ کر رہ گئیں۔

''ہاں۔منال۔!! تم نہیں جانتیں۔میں نے دیکھا ہے اسکو۔اسکی حالی کا گواہ میں ہوں۔وہ بکھر چکا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی اسکی سانس کی ڈوری ہے۔اگر یہ ڈوری ٹوٹ گئی تو۔ انخواستہ۔''

''سفیان۔!!'' وہ قریباً چیخی تھیں۔''ایسی باتیں نہ کریں۔میرا بیٹا بہت بہادر ہے۔وہ اتنا کمزور نہیں ہے۔اور صفا۔وہ بھی ٹھیک ہو جائے گی۔'' وہ خوفزدہ ہو گئی تھیں۔

''آمین۔وہ ٹھیک ہو جائے گی منال وہ بہادر تھا وہ بہادر ہے لیکن کیا ہم نے کبھی اسکی اذیتوں کو سمجھا ہے؟'' سفیان صاحب کے لہجے میں کرب سمٹ آیا تھا۔منال نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

''وہ اپنی بہن کو کھو بیٹھا ہے۔وہ اپنی بیوی کو گنوا چکا ہے۔اسکا بیٹا ایک مہینہ زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا رہا۔اب مزید کوئی خسارہ اسکی کمر توڑ سکتا ہے۔''

''سفیان خاموش ہو جائیں۔!! میرا دل پھٹ جائے گا۔میں۔۔میں۔۔داستانیں نہیں کر سکتی کہ میرا ابراہیم ایسی حالت میں ہو۔میں اسکو نہیں دیکھ سکتی اس طرح۔''

''تو پھر دعا کرو۔دعا کرو کہ وہ لڑکی ٹھیک ہو جائے۔''

انھوں نے کہتے کال بند کر دی۔منال نے فون گود میں گرایا اور آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ایسا لگ رہا تھا کہ انکا دل کسی بھی لمحے بند ہو جائے گا۔

''منال۔!!'' انھوں نے جھٹکے سے گردن موڑی تو مرجان سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔

''مرجان۔!!'' انھوں نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے۔''یہاں آؤ۔'' انھوں نے بازو پھیلائے۔مرجان سست قدم اٹھاتا پاس پہنچا اور گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔منال نے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

''میرا بیٹا ناشتہ کرے گا؟ کیا کھائے گا؟'' انھوں نے اسکا ماتھا چومتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔

''ہم اسپتال جا رہے ہیں گے؟'' وہ کھویا کھویا سا بولا۔

''ابراہیم روم میں شفٹ کر دیں گے تو چلیں گے ہم۔''

''وہ واپس آئے گی؟'' اسکا لہجہ خالی سا تھا۔

''ابراہیم وہ ٹھیک ہو جائے گی۔''

''اور اگر وہ ٹھیک نہ ہو۔اور ماما کی طرح کبھی ہاسپٹل سے واپس نہ آئے تو؟'' اس نے چہرہ نکال کر پوچھا تو منال کا دل جو مرجان کی وجہ سے کچھ بہل گیا تھا۔ پھر سے ہچکولے کھانے لگا۔

''نہیں مرجان۔!! ایسا نہیں ہوگا۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' انھوں نے بھرپور کوشش کی تھی اسکا دل بہلانے کی۔

''تو پھر ماما ٹھیک کیوں نہیں ہوئیں؟'' وہ ابراہیم قاعدہ آنکھوں میں دیکھ رہا تھا منال کے حلق میں درد اٹھا تھا۔بچے کس بات کو کہاں جوڑ دیتے ہیں۔وہ اتنا کیوں سوچتے ہیں؟ منال تڑپ کر رہ گئیں۔

''کیو اللہ نے ایسا چاہا تھا'' ا پس کوئی جواب نہ تھا۔

''اور اَ اللہ نے اب بھی ایسا چاہا؟'' مرجان کے سوالوں کا سلسلہ تھمنے والا نہیں تھا۔

''تو پھر راضی بہ رضا ہو جا گے مرجان'' انکا دل ا یک پل کے لئے بند ہوا تھا۔

''وہ کیسے ہوتے ہیں؟''

''جو اللہ دے وہ لے لو۔ اور جو اللہ واپس ما َ لے اس پہ شکوہ نہ کرو''

''پ . وہ دے دیتا ہے تو واپس کیوں ی ہے؟ میں تو ایسا نہیں کرتی جو چیز کسی کو دے دوں پھر واپس نہیں مانگتا۔''

''وہ اللہ ہے۔ سارا مال اسی کا ہے ہم بھی اسی کے ہیں۔ وہ مرضی کا مالک ہوتا ہے مرجان وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہم کسی چیز کے مالک نہیں ہیں وہ مالک ہے۔ اس لئے اسکو ہر شے کا اختیار حاصل ہے۔''

''تو کیا وہ بس اپنی مرضی ہی کرتا ہے؟'' مرجان کا چہرہ بجھ َ گیا تھا۔ آواز میں مایوسی جھلکنے لگی تھی۔

''نہیں۔ وہ مختار ہے وہ اپنی مرضی کر سکتا ہے کیو وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہے مرجان۔۔ وہ ہماری بھی دعا تا ہے۔۔ وہ ہمیں وہ بھی دیتا ہے جو ہم مانگتے ہیں۔'' وہ اسکے سیاہ ریشمی ل لوں میں ا َ ی ں ی تی ہو ا سکے معصوم سوالوں کے جواب دیتی رہیں۔

غزہ کی مسا . میں فجر کی اذا گونجیں تو عینا کی آ کھلی۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی ب ہر آئی۔ وضو کیا۔ زادا کی اور سکارف کھولتی ہوئی کچن میں آئی۔ فریج کھول کر دیکھا تو دودھ ختم ہو َ گیا تھا۔ عینا نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور کمرے کی جا . دیکھا جہاں یوسف اور سلوئی سو رہے تھے۔ اسے ا جاگنے سے پہلے دودھ لے کر آ . تھا۔ اپنا سکارف دو . رہ لپیٹا اور اپنا وا ٹ اٹھاتی وہ دروازے پہ پہنچی۔ دروازہ کھلو تو عینا اپنے قدموں پہ ہی جم گئی۔ چہرے پہ زردی سی چھا گئی۔ دل مٹھی میں آ یا تھا۔ اسکی اپنے وا ٹ پ َ فت . ٹھی۔ اس نے ضبط پ نے کی خاطر دروازے کو تھاما تھا۔

وہ سامنے دہلیز پہ ہی کروٹ کے بل ی ٹ ہوا تھا۔ وہ سمٹا ہوا تھا جیسے کہ خود کو ہی خود میں سمیٹ رکھا ہو کیو اس وقت اسکو سمیٹنے والا اسکو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔

عینا نے ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا ا را اور قدم قدم چلتی اسکے پ س آئی۔ وہ مڑ کر اسکے سامنے آئی تو اسکا چہرہ دیکھا۔ وہ بے ر َ ورونق چہرہ ش حسن آفندی کا ہر َ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ دوسروں کے جسموں سے جان نکال ی والا آج کسی بے جان جسم کی ما پڑا تھا۔

وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ کیا چاہیے تھا اسکو؟ آ َ کیوں وہ اس طرح خود کو بھلائے وہاں پڑا تھا۔ عینا کے قدموں نے ا ب ر پھر سے بغاوت کی تھی۔ وہ ا ی قدم آگے ہوئی اور زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اسکے سیاہ ل ل اسکے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے سیاہ ر ی اور تلوار کی دھار کی ما آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ وہ گہری سیاہ پلکیں مندھی ہوئی تھیں۔ تیکھی ک اور خوبصورت ش۔ کسرتی َ دن جس کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ ا ی ہاتھ کا تکیہ بنائے دوسرا ہاتھ سامنے فرش پہ ہی ٹکائے سو رہا تھا۔

دوسرے ہاتھ کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ اور آستین موڑی ہوئی تھی۔ عینا بے اختیار اسکے ب زو اور ہاتھ کی ابھری ہوئی ں پ انگلی نے لگی۔

وہ ان ں میں اپنا م ڈھو ٹنے لگی۔ یوں ہی انگلی تے تے اس نے ان ں پ اپنا م لکھا۔ اور پھر اپنی حر ت پہ خود ہی مسکرا دی۔ پھر اس نے وہ گہری سیاہ َ پلکیں دیکھیں۔

وہ شخص اتنا خوبصورت کیوں تھا آ َ ؟؟؟؟

اس نے انگلی سے اسکی پلکوں کو چھوا۔ اور جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ دل میں ارتعاش سا اٹھا تھا۔ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے مڑ کر دیکھا۔ اپنی حر ت پہ اسکا چہرہ سرخیاں چھلکانے لگا تھا۔ روڈ پہ کوئی نہیں تھا۔

اس نے سکون کی سانس لی۔ اور پلٹی تو وہ شل رہ گئی۔ عینا کی سانس جہاں تھی وہیں ا ٹ گئی۔

وہ ا ی ہاتھ سر کے نیچے ٹکائے کہنی کے سہارے ی ٹ ہوا تھا۔ چہرے پہ وہی مخصوص مسکان اور آنکھوں میں وہی چمک جو سورج کی کر پڑنے پہ کسی تلوار میں پیدا ہوتی

ہے۔

وہ اٹھنے لگی تو حسن نے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ جھٹکا کھا کر مڑی۔ اسکے سکون میں کمی نہ آئی۔

''۔ پ گل ہو؟ چھوڑو۔'' عینا نے اپنی کلائی چھڑوانی چاہی۔

''سوتے ہوئے آدمی پ اتنی گندی یں ڈالنا اچھی ب ت نہیں ہوتی۔''

''کک۔ کیا مطلب ہے؟ میں نے کوئی گندی نہیں ڈالی۔'' عینا ی طرح ہڑ ب ائی۔

''میری ں پ اپنا م لکھا۔ پھر میری پلکوں کو چھوا۔ اور پتہ نہیں ابھی اور کیا کیا کر تھا تم نے۔۔ پ شکر ہے میری آ کھل گئی وقت پ۔'' وہ مصنوعی بے چارگی سے کہتا ہوا اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھے ے۔ ا خوبصورت سے احساس نے حسن کے دل پ دستک دی تھی۔ اسکو عینا سے کبھی محبت نہیں تھی اور نہ شا ید اسکو ہو سکتی تھی۔ وہ لڑکی جو سامنے بیٹھی تھی وہ اس پ اپنی چھاپ چھوڑ رہی تھی۔ کبھی نہ مٹنے والی چھاپ۔ وہ ا اسکے دل کی مسند پ حکمرانی نہیں کرتی تھی تو وہ اسکی سلطنت کی . سے ب ڑی اور آ ی امید وار ضرور تھی۔ ا حسن اپنی سلطنت کسی کو سو پ سکتا تھا تو وہ عینا تھی۔ . لے میں اسکو سکون چاہیے تھا جو کہ چھن چکا تھا۔

''اپنی فضول بکواس بند کرو۔ مجھے د یھ رہی ہے۔'' وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑواتی اٹھ کھڑی ہوئی اپنا وا ٹ سنبھالا۔ حسن بھی کپڑے جھاڑ ت ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ آ کر اسکے . جا . کھڑا ہوا تو اس نے دن موڑ کر عینا کی جا . دیکھا۔ وہ سامنے دیکھ رہی تھی اسکی نگاہیں خود پ مرکوز پ تو جھنجھلا اٹھی۔

''وو۔ واٹ۔؟''

''یور ہارٹ بیٹ۔'' حسن نے اچنبھے سے دیکھا۔

''آئی۔ آئی۔ ایم فائن۔'' عینا نے خود کو کمپوز کرنے کی ا ۔ کام سی سعی کی۔

''آر یو شیور؟''

''یی۔ یس۔''

''لیٹس کنفرم۔''

حسن بولا تو عینا نے دن موڑ کر دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پ تی وہ اسکی کلائی پکڑ کر کھینچ کر اسکو اپنے حصار میں لے چکا تھا۔

عینا کا پورا وجود سا ت ہوا تھا۔ ا پل کے لئے دل ی پ ٹ کہیں د . کر ہی بیٹھ گئی تھی۔ یوں معلوم ہو تھا کہ وہ ہڈیوں کا پنجرہ اس پ ٹ سے محروم ہو چکا تھا۔ وہ سانس ت نہیں لے پ ئی تھی۔ حسن نے اسکے د ز و ھے۔ اور اسکے کندھے پ تھوڑی ٹکائی۔

''اس نے مدھم سی سرگوشی کی تھی۔ عینا نے ا گہری سانس لی۔

''آئی ایم سوری۔'' وہ دو رہ بولا تو عینا نے اسکی فت سے ن کی کوشش کی۔ حسن نے اسکی کوشش کو ن کام بنا دی۔ ''آئی ایم سوری۔ میں نے تمہیں استعمال کیا۔ میں نے تمہاری فیلینگز کو ہرٹ کیا۔ میں نے تمہیں ہمیشہ ٹیز کیا اور اپنی اینٹرٹینمنٹ کا سامان سمجھا۔ آئی ایم سوری۔'' وہ بھاری سانسیں ت ہوا اس سے معافی ما رہا تھا۔ عینا بمشکل اپنے قدموں پ کھڑی تھی اسکی ٹ نگوں میں جان نہیں تھی۔

''تم مجھ سے ت کر سکتی ہو جو کہ تمہارا حق ت ہے ۔ پلیز۔ پلیز۔ مجھے اس بے سکونی سے نکال دو۔ مجھے موت بھی قبول نہیں کر رہی۔'' وہ بے بسی کی انتہا پ تھا۔ عینا کے مزاحمت کرتے ہاتھ رکے۔ وہ وہیں سا ت ہوئی۔

''کیا تم میرے لئے اتنا کر سکتی ہو؟''

اسکو نہیں معلوم تھا کہ اسکی آواز کیوں بھیگ رہی تھی۔

''کیا کوئی ریورس گیئر نہیں ہے۔؟ کیا کچھ ایسا۔ جس سے۔ جس سے میں۔ میں لوٹ جاؤں؟ دس سال پیچھے۔ جہاں میں نے اپنے ماں ب پ کو کھو ے۔ جہاں میں نے حسن کو کھو دیا تھا؟'' وہ آ ی جملہ ادا کرتے کرتے تکان سے اسکے کندھے پ اپنا ماتھا رکھ ے۔

عینا کے ہاتھ اسکے پہلو میں ے ہوئے تھے۔اس نے پ ہاتھ اسکے د ھنا چاہا پھر مٹھی بنا کر پیچھے کھینچ لیا۔

''تم جاہل نہیں تھے جو تم صحیح غلط کو نہ پہچان سکے۔'' وہ سفا پ قائم رہی۔

''میرے پ س کوئی نہیں تھا جو مجھے صحیح غلط کا بتا ۔۔میرے ماں ب پ میرا واحد اث ۔۔وہ لوگ چلے گئے۔میں ر یکیوں میں ر ے۔''

''تو تمہارا علم کہاں تھا؟ تمہاری ڈ یں کہاں تھیں؟ تم ا اعلیٰ خا ان کے پ ھے لکھے نوجوان تھے۔تم نے ر یکیوں کو خود چنا۔'' عینا کا لہجہ کسی بھی احساس سے عاری تھا۔''اور یہ کوئی کنگ گیم نہیں ہے حسن۔!! جہاں تم گھنٹی بجا کر کھیل نئے سرے سے شروع کر دو۔یہ ز گی ہے جہاں اپنے عمال کا ام دیکھنا پ ہے۔جہاں اپنے کئے کا حسان چکا پ ہے۔جہاں اپنی بوئی فصل کاٹنی پ تی ہے ابھی تو تم پ نیند حرام ہوئی ہے۔ابھی تم پ خوراک اور پ نی کا بندو ب ق ہے۔'' وہ سفا کیت سے بھرپور ا ز میں کہہ گئی۔جبکہ اپنا دل کسی سوکھے پتے کی ما لرزا تھا۔

حسن نے اپنا سر اٹھا اور عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔اور پھر پھیکا سا مسکرا دیا۔

''مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہو تم سفا کیت میں۔'' وہ بے بسی سے بولا تھا۔عینا نگاہ پ ا گئی۔

''میرے پ س تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔'' حسن کو اسکی آنکھوں کے کناروں پ ٹھہری نمی آئی تو دل میں ا عجیب سرور ا ۔یعنی امید کے پ اغوں میں ابھی روشنی ب ق تھی۔

''کسی نے کہا تھا کہ اللہ غفار ہے۔ اسکے بندے بہت ظالم ہیں۔'' وہ بولا تو عینا نے جھٹکے سے رخ موڑا اور حسن کی ا انکھوں میں دیکھا۔

''یہ تم کہہ رہے ہو؟'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

''ہاں۔!! کیو میرے سامنے اس د کی ظالم ین اور سفاک ین لڑکی کھڑی ہے جو کسی کو اللہ بھی پہنچنے نہیں دے رہی۔''

''میں نے نہیں روکا۔جاؤ۔پہنچ جاؤ اللہ کے پ س۔'' وہ ٹ خ کر بولی وہ ابھی حسن کے حصار میں تھی۔

'' کسی نے کہا تھا اللہ پہنچنے کا راستہ اسکے بندوں سے ہو کر ر ہے۔'' عینا نے بے بسی سے بھینچے۔وہ اس سے ب توں میں ہر نہیں ۔ سکتی تھی۔

عینا نے جھٹکے سے اسکا حصار توڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے چلی گئی۔حسن کچھ د اسکی پشت کو دیکھے ۔پھر دن کھجا ہوا خود بھی اسکے پیچھے ہو لیا۔کیو اب وہ غلام تھا۔اور غلام وہیں ہوتے ہیں جہاں آ قا۔!

سر ی کے بعد اسکو صبح ن یو ٹ میں شفٹ کر دیا تھا۔تیس فیصد جھلسنا ا فیٹل ا ی تھی اور اس میں صفا کا سروائیو کر واقعی کسی دعا کا نتیجہ تھا۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے اور وہ ہنوز اسی حا میں بیٹھا تھا۔سر ہاتھوں میں ائے آئی سی یو کے ب ہر۔اسکی آنکھیں مکمل بجھ چکی تھیں چہرہ بے رونق تھا۔یوں معلوم ہو تا تھا کہ جھلسی تو وہ لڑکی تھی خاک ا اہیم ہو چکا تھا۔

ب ہم کسی نئے غم، کسی نئے کرب سے ر تے ہیں کسی نئے خسارے سے دوچار ہوتے ہیں تو ہمارے کندھے پ صرف اور صرف اس غم، کرب اور خسارے کا بوجھ نہیں ہو بلکہ پچھلے سارے غم سارے خسارے اس میں شامل ہو کر اس بوجھ کو چار ب ڑھا دیتے ہیں جس سے ا ان کی کمر کا ٹوٹ جا ز ل سی ب ت ہے۔

غم روئی کی ما ہوتے ہیں ا ا اڑانے پ آؤ تو ا پل میں اڑا یا جا سکتا ہے پ ا ان میں ماضی کے خساروں کی نمی شامل ہو جائے تو یہ بھیگ کر بھاری ہو جاتے ہیں اتنے کہ چلنا محال ہو جا ہے۔ا اہیم کے بھی سارے خسارے جمع ہو چکے تھے اسکے غم دو رہ زہ ہوئے تھے اور آج دل پ لگے زخموں سے خون پھر سے رسنے لگا تھا۔

ب یجہ بیگم چکر لگا کر واپس جا چکی تھیں۔کچھ دو اور رشتہ دار بھی آتے رہے تھے ا اہیم ان ب سے چھپ کر یہاں بیٹھا ہوا تھا وہ کسی کی کوئی ب ت نہیں ب چاہتا تھا۔

سفیان گورسی ہی تھے جو ان ب لوگوں کو ہینڈل کر رہے تھے۔

اس وقت بھی وہ اسی بکھری سی حا میں بیٹھا ہوا تھا۔ ب اسکو جو ادصا ب اور آ ے آتے دکھائی دیئے۔ا اہیم اپنی جگہ سے ہل نہ پ ۔اسکے ا راتنی ہمت ہی نہیں

بچی تھی۔جوادصا ۔ اسکے پ س آ کر بیٹھے اور اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔وہ روایتی تسلی کے بول بول رہے تھے وہ صبر کی تلقین کرتے رہے اور اسکی ڈھارس بندھاتے رہے۔
وہ بس ا ہی نقطے پ اٹکا ہوا تھا کہ صفا کس حا ۔ میں ہے اور اب تو ا پچھتاوا بھی ساتھ جڑ چکا تھا کہ ا ۔ رپھر سے ا. اہیم کو اسکا بھروسہ لے ڈو. تھا۔غلطا نوں پ بھروسہ کرنے کی اسکی عادت نے اسکا ٹ انقصان کیا تھا۔

کاش وہ زہرہ کو بہت پہلے ہی اپنی ز ندگیوں سے نکال دیتا۔کاش۔!!

''انکل۔!!'' ا معصوم سی پکار پ وہ ہوش میں واپس آ یا تھا۔اس نے بوجھل آنکھیں اٹھا کر دیکھا آ ۔ نے اسکے ہاتھوں پ ہاتھ رکھے۔اسکی نیلی آنکھیں نم تھیں۔

''وہ ٹھیک ہو جا گی۔''

''ہمم۔'' ا. اہیم نے ضبط سے اثبات میں سر ہلا ۔

''میں نے اللہ سے پ امس کیا ہے کہ وہ ا نہ لے کر جا ۔۔اسکے. لے۔۔'' آ ۔ کہتے کہتے خاموش ہوئی۔

جواد نے ٹھٹک کر آ ۔ کو دیکھا۔

''اسکے. لے کیا آ ۔ ؟'' ۔ نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''اسکے. لے اللہ مجھے اپنے پ س بلا لیں۔۔ کہ میں ماما. سے مل سکوں۔'' وہ بھیگی پلکیں لئے کہہ گئی اس معصوم نے ان دو مردوں کے کلیجے کاٹ دیئے تھے۔

ا. اہیم نے ٹ پ کر اسکی جا. دیکھا۔۔آ ۔ نے ہاتھ ٹ ھا کرا. اہیم کے گال کو چھوا۔

''میں تھوڑی سیلفش ہو رہی ہوں۔۔ میں جا ہوں کہ مرجان کو ا ز یدہ ضرورت ہے۔۔اس لئے میں ا جگہ چلی جاؤں گی۔۔ کہ مرجان اپنی پ یٹی لیڈی سے دور نہ ہو۔''

''شش۔!!'' ا. اہیم کے لئے وہ الفاظ. ں کی ما تھے جو اسکی روح ۔ کو چھلنی کر رہے تھے۔

اسکو صفا کی قسمت پ رشک آ یا تھا۔وہ لڑکی کتنی مالدار تھی۔وہ محبتیں سمیٹنا جا تھی اس نے جانے کتنے دلوں کی محبتیں سمیٹ لی تھیں۔صفا کا دامن محبتوں سے بھرا ہوا تھا۔اور ا. اہیم کو ا پل کے لئے اس ز ندگی موت کے بیچ جھولتی ہوئی لڑکی پ رشک آ یا تھا۔اس نے بے اختیار آئی سی یو کے دروازے کی جا. دیکھا۔

''آپ پ یشان نہ ہوں۔۔وہ ٹھیک ہو جا گی۔۔ہم . ا لئے دعا کریں گے۔'' آ ۔ نے اٹ یاں اٹھا اور ا. اہیم کے گلے میں. ز وڈال کر اسکی پیٹھ تھپکی تھی۔جوادصا . آرزدگی سے مسکرا دیئے۔وہ خود کل رات کس اذ ۔ میں مبتلا تھی اور صبح اٹھتے ہی شفا. ٹ لگی تھی۔

وہ الگ ہوئی۔تو وہاں کوئی چلتا ہوا اسی جا. آ رہا تھا۔آ ۔ نے نم آنکھیں پونچھ کر دیکھا۔

''۔۔!!'' ا. اہیم نے دن موڑ کر دیکھا تو منال کے ساتھ مرجان اور دینا بھاگے آ رہے تھے۔دینا نے منال کا ہاتھ چھڑوا اور قریباً بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔ا. اہیم نے آنکھوں میں امڈتی نمی کو صاف کیا اور آگے ٹ ھ ۔اس نے زمین پ ۔ ہوئے دینا کو گلے لگا ۔اسکے سر پ اور چہرے پ بوسے دیئے۔وہ اسکو پوری شدت سے خود میں بھینچ ۔ تھا۔مرجان نے بھی آ کرا. اہیم کے گلے میں. نہیں ڈالیں۔وہ زمین پ ہی ان دونوں کو گلے لگائے بیٹھا تھا۔

منال نے اپنے ٹ ی کی حا ۔ دیکھی تو سفیان صا . کی. توں پ یقین آ ۔ ۔وہ کچھ فاصلے پ کھڑی تھیں مز آگے ٹ ھنے کی ہمت نہ رہی۔

جواد نے آ ۔ کا ہاتھ تھاما۔وہ ۔ ٹ سی ا. اہیم اور دینا کو دیکھ رہی تھی وہ کیسے والہانگی سے اپنی بیٹی کو محبت کر رہا تھا وہ اسکو چوم رہا تھا وہ اسکو ۔ سے لگا رہا تھا. لکل کسی قیمتی ۔انے کی طرح اسکو خود میں ہی چھپا رہا تھا۔

''چلیں؟'' ۔ نے پوچھا تو آ ۔ نے اثبات میں سر ہلا ۔حلق میں اٹھتے درد پ شدت سے ضبط پ ۔ تھا۔پیروں میں ہمت نہیں تھی خود کو گھسیٹا ۔ تھا۔وہ شفا بن کر آئی تھی اور مرض قلب سے دوچار ہو چکی تھی۔وہ آ پو ۔ آئی تھی اور اپنے آ پی کروا پس جا رہی تھی۔

کچھ د بعد وہ لوگ. ہر لان میں نکل آئے تھے۔

''زہرہ کہاں ہے؟ وہ کل رات سے ہاسپٹل ہی ہے؟'' منال نے لان میں ا کرسی پ ۔ ہوئے ا. اہیم سے پوچھا جو کہ دینا کو گود میں بٹھائے اسکے ہاتھ چوم رہا

تھا۔

''وہ چلی گئی ہے۔''اچا ٹ سے ا. اہیم کے ت ات سرد ہوئے تھے۔

''چلی گئی؟ کہاں؟''

''اسکی ماں کا انتقال ہو ی تھا اس لئے میں نے اسکو واپس بھیج د ی۔''

''اوہ۔۔ بتا کر تو جاتی ،مل کر بھی نہیں گئی۔۔میں اسکو کچھ لے دے کر بھیجتی ن ں۔''ا افسوس ہوا تھا۔

''لین دین پورا ہو ی ہے اسکے ساتھ۔۔اب مز ی اسکی یہاں ضرورت نہیں۔''وہ سرد لہجے میں بولا۔ منال کچھ د ی سوچتی رہیں پھر سر جھٹک گئیں۔یہ ا. اہیم کے فیصلے تھے۔اور اس وقت ا لئے ز ہرہ سے ز ی ہ اہم انکا ٹ اور اسکا بکھر ا ہوا خا ان تھا۔

''واہ استاد۔!! کیا ہاتھ مارا ہے۔۔پ مجھے افسوس ہے کہ تم نے رقم کم مانگی۔۔کیا تھا ا کروڑ دو کروڑ ما ی ت۔''دو لوگ اس وقت ا ی گاڑی میں بیٹھے تھے ا ی جو پینجر ٹ پ بیٹھا تھا بول رہا تھا جبکہ ڈرائیو ی ٹ والا خوشی سے ا ی ببل گم چبا رہا تھا۔

''. ھو۔!! کیا تم نے وہ سونے کے ا ٹ ے دینے والی مرغی کی کہانی نہیں سن رکھی؟''

''ہاں استاد جس میں ا ی مرغی روز سونے کا ا ی ا ٹ ا دیتی ہے۔۔ مالک کو صبر نہیں آ ا اور وہ اس مرغی کو ذ ج کر ی ت ہے۔''

''ہاں۔اور پھر؟''اس نے ببل گم چباتے استفسار کیا۔

''پھر کیا. س۔!! ہو سکتا ہے وہ ا ی ہی دن میں امیر بن ی ہو۔''اس نے کندھے اچکا دیئے تو ببل گم چباتے آدمی نے دن موڑ کر. مزہ ہو کر اسکو دیکھا۔

''اسی لئے تم وہاں ہو۔۔اور میں یہاں۔''اس نے فرق سمجھا چاہا۔

''نہیں. س۔!گاڑی میں ت کیا ہے کہ ڈرائیو ی ٹیسٹ میں فیل ہو جا ا ہوں۔''

''اپنی جہا ت اور کند ذ ہنی کے. ش ۔۔''

''. س۔!!! اب بتا بھی دو۔''وہ جھنجھلا ا۔

''اس آدمی نے مرغی . ذ ج کی تو وہاں کوئی سونے کا ا ٹ ہ نہیں تھا۔۔یوں وہ مرغی سے بھی ی اور ا ٹ وں سے بھی۔۔اس لئے کہتے ہیں کہ صبر رکھنا چاہیے۔اور نوالہ ٹھنڈا کر کے کھا چاہیے۔یہ لڑکی بھی سمجھو وہ مرغی ہے۔میں اس سے آہستہ آہستہ اپنا مال نکلواؤں گا۔''وہ نخو ت سے بولا۔اسی دوران اسکو فون کال آئی۔اس نے. مزہ ہوتے ہوئے سکرین کو دیکھا۔

''ہاں آ پ۔!!'اس نے فون کان سے لگا ا۔

''شیراز۔شیراز۔!!میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔''مقابل کی آواز اتنی بلند تھی کہ سپیکر سے سنائی دے رہی تھی۔

''کیا ہو ی آ پ؟''وہ خجلت سے بولا۔

''میں جان گئی ہوں کہ یہ حر ت تمہاری تھی۔''

''ہاہاہا۔''وہ ہنس د ی۔''تو آ پ۔۔آپ سے کہا تھا ں کہ مجھے پیسے دے دو۔۔ تم تو گ ہی بن کر بیٹھ گئی ہو۔۔اس لئے مجھے خود ہی بند و بست کر ڑ ا۔''

''شیرزا۔!!ا جواد کو بھنک بھی پڑ ی تو وہ تمہیں جان سے مار دیں گے اور مجھے طلاق دے دیں گے۔''وہ ۔شیراز نے فون دور کر کے کان پ ہاتھ رکھا۔

''اچھا اب دماغ نہ اب کرو آ پ۔۔اگلی . ر پیسے مانگوں تو آرام و سکون سے دے دینا۔۔ورنہ اگلی . ری میرا ل کی ہو گی۔''

''شٹ اپ۔۔خبردار جو میری بچی کا م بھی لیا ہو تو۔۔''وہ دھاڑیں۔جبکہ جواد کا قہقہہ گو ۔

اس نے فون بند کر کے ڈیش بورڈ میں پھینکا اور گاڑی د ی۔

''چل آج تمہیں ئی بوٹی کھلاتا ہوں۔۔'' اس نے شوخی سے کہا۔

''واہ استاد۔!! اتنا بڑا ہاتھ مار کے بس ئی بوٹی پہ ٹ خاؤ گے؟''

''اوئے۔!! وہ پیسے کا رو. رمیں ڈالنے تھے عیاشیوں کے لئے نہیں کمائے۔''

''کمائے یا لوٹے؟'' وہ ہنس دیا۔

''کچھ بھی سمجھ لو۔۔ یوں سمجھو کہ چوروں کو مور پڑ گئے۔'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔

مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ اپ ٹل کورٹ ورمیں رش ہنوز قائم تھا۔ اب شور میں اضافہ بھی ہو رہا تھا ماحول میں عجیب گھٹن سی تھی۔

''مرجان۔!!'' وہ اسکی گود میں سر رکھے وہیں بینچ پہ لیٹ ہوا تھا۔

''ہمم۔''

''گھر جاؤ میرے شہزادے۔!!'' اس نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''نہیں۔!''

''گھر میں یا قوت اور دینا بھی تو ہیں ناں۔۔ وہ لوگ اب تمہارے بناء بور ہو جا گے۔''

''نہیں۔۔ میں پیٹی لیڈی کو دیکھ کر ہی جاؤں گا۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولا۔

''تمہاری دادو انتظار کر رہی ہوں گی گھر پ۔۔''

منال دینا کو لے کر واپس چلی گئیں تھیں جبکہ وہ وہیں رک گیا تھا۔

''میں یہاں پیٹی لیڈی کا وٹ کر رہا ہوں۔''

''وہ ٹھیک ہو جا گی تو تمہاری دادو لے آ گی تمہیں دو. رہ۔۔'' وہ نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں رہا تھا۔ مرجان نے سر اٹھا کر ا. ہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''آپ نے کچھ سے کھانا نہیں کھایا؟''

ا. ہیم اسکے اچانک سوال پہ چونکا۔ پھر مرجان نے اسکے پیٹ پہ کان لگایا۔

''آپ بھوکے ہیں۔۔'' مرجان حیرت اور پریشانی کے عالم میں بولا تھا۔

''نہیں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔'' ا. ہیم نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

''میں ٹھیک ہونے یا نہ ہونے کی بات نہیں کر رہا۔۔ آپ بھوکے ہیں۔۔ اوہ مائی گاڈ۔!! آپ ہمیں لینے گئے تھے۔۔ آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا پھر۔ اسکے بعد۔۔۔!!'' وہ اٹھ کر بیٹھا۔

''ڈونٹ ٹیل می۔!! آپ دو دن سے بھوکے ہیں؟'' مرجان کا دماغ شل ہوا تھا۔ ا. ہیم پھیکا سا مسکرایا۔

''نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ کھانا کھا لیا تھا میں نے، تم یاقوت سے پوچھ سکتے ہو۔'' اس نے جان چھڑوانی چاہی۔ بات بیٹی کی بحث چل ہی رہی تھی کہ ڈاکٹر اس آ گئے۔

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''روم میں شفٹ کر دیتے ہیں آپ۔'' وہ مسکرایا تو ا. ہیم کو لگا کہ کائنات میں دوبارہ زندگی بھر گئی ہے۔ سوکھی شاخوں پہ ا. ر پھر سے سبز پتے اگ آئے تھے اور ان پتوں نے ا. ر پھر سے بسیرا کیا تھا۔ اسکی دنیا میں ا. ر پھر سے پھول کھل اٹھے تھے۔

اس نے بےاختیار آسمان کی جا۔ دیکھا۔

بس۔ا۔ نگاہ۔!!

ا۔ خاموش پکار۔!!

وہ شکر کی صورت تھی۔!!

''۔۔!!لیٹس گو۔''مرجان نے اپنے۔پ کا ہاتھ جھلا۔ا۔ اہیم نے اسکی جا۔ دیکھا اس سے پہلے کہ وہ آگے۔ٹھتا اسکی مین ڈور سے داخل ہوتے خیام قریشی پ گئی۔ا۔ اہیم کے قدم وہیں سا ۔ ہوئے۔وہ چلتے ہوئے ان لوگوں کے پ س آئے کیو وہاں ڈاکٹر کھڑی تھی۔انھوں نے الجھ کر ڈاکٹر اور پھرا۔ اہیم کی جا۔ دیکھا۔

''مل لیں آپ پہلے۔''ا۔ اہیم کہتے ا۔ قدم پیچھے ہٹا تو خیام قریشی کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔

''کک۔کیا؟وہ۔ وہ۔''

''ہاں۔۔وہ ٹھیک ہے مل لیں۔''ا۔ اہیم نے کہا تو انھوں نے بھی آسمان کی جا۔ دیکھ کر شکر ادا کیا۔اور آگے۔ٹھ گئے۔

''۔۔جان۔!!رک جا ۔''مرجان بھی ا ساتھ ہی بھاگ ۔۔وہ مزی انتظار نہیں کر سکتا تھا۔جبکہ ا۔ اہیم کو ابھی اپنی سا ں اور دھڑکنوں کو سنبھالنا تھا۔سو وہ وہیں کھڑا تھا۔

سفیان گورسی اسکے پ س آئے تو وہ اٹھ کر ا گلے لگ ۔۔

''۔۔!!''اسکی بھرائی سی آواز ا سما ۔ سے ٹکرائی۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی اب۔۔۔!!''وہ کسی بچے کی طرح اپنی خوشی بیان کر رہا تھا۔جس کو کھلو۔ مل ۔ ہو۔سفیان نے اسکے کندھے پ ہاتھ پھیرا۔

''ہاں۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔کیوں نہیں ہو گی وہ ٹھیک،۔وہ میرے ۔ٹے کی ز۔ گی کا نور ہے۔اسکو ٹھیک ہو۔ ہی ہو گا۔''وہ بھی مسکرا دیئے۔

''۔۔!!ا اسکو کچھ ہو جا ۔''

''نہیں ہو ۔''انھوں نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر سامنے کیا۔''نہیں ہو ا۔ اہیم۔!!اور تم اب ڈر۔ چھوڑ دو۔،خوفزدہ ہو۔ چھوڑ دو۔''ا۔ اہیم کے چہرے پ بےبسی تھی۔

''۔۔!!اتنا کچھ گنوا دینے کے بعد۔''

''کہا تھا۔ں کہ خلیل شکوہ نہیں کرتا۔۔جو وہ دے اسکو تھام لو،۔اب بس تھام لو اپنی ز۔ گی کو،۔اور بھول جاؤ پ انے زخموں کو۔۔وہ بہتر لے کر بہترین دے دیتا ہے۔تمہیں بھی بہترین سے نواز دیا ہے اب پ انے زخموں کو کر۔ کر۔ کر اپنے حال کو لہولہان کر۔ بند کر دو۔۔اَ تم چھوٹے چھوٹے حادث پ یوں بکھرنے لگو گے تو ہم لوگوں کا کیا ہو گا۔۔جو کھڑے ہی تمہارے سہارے ہیں؟''انھوں نے اسکے ۔ پ ہاتھ مارا۔ا۔ اہیم نے انکا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''تھینک یو سو مچ۔۔!!مجھے ۔ریکیوں میں نہ نے دینے کے لئے،ہمیشہ مجھے تھام کر ۔ کے لئے۔''وہ ۔ب سے بولا تو سفیان نے اسکو دو۔رہ گلے لگا۔

''ماں۔پ کا کام ہی یہ ہو ۔ہے میرے ۔ٹے۔۔اور تم بھی تو ا۔ پ ہو۔۔تم کیا سمجھتے نہیں ہمیں؟''وہ۔پ۔ٹے مسکرا دیئے۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو خیام قریشی کے ۔ میں درد اٹھا تھا۔ وہ آج کمال ضبط سے کھڑے تھے سامنے وہ۔ زک سا وجود پٹیوں میں پ ڑ اور ں میں جکڑا ہوا تھا۔ ا آنکھوں سے زاروقطار نمکین مائع بہنا شروع ہو چکا تھا۔آج ا سفیان گورسی کا غم انکا کرب محسوس ہو ۔ تھا کہ کس طرح وہ اپنی بیٹی کے مردہ اور مسخ وجود کو اپنی۔ نہوں میں اٹھا کر لے کر گئے تھے۔وہ ا سامنے سجل پ کپڑا ڈال رہے تھے وہ ا سامنے سجل کو اٹھا کر لے کر گئے تھے۔ا بوڑھے قدم ا۔ رہی نہیں لڑکھڑائے تھے کیو وہ اس دن تن تنہا تھے ا ا بیٹی کا لاشہ تن تنہا ہی اٹھا۔ تھا۔اس لئے ا قدموں میں ہمت خود بخود آ گئی تھی جیسے آج خیام قریشی کے ا۔ رہمت تھی۔ا نہ تو آج کوئی دل کا دورہ پ ا تھا اور

نہ ہی انکا بی پی شوٹ ہوا تھا کیو وہ کسی کے منتظر تھے وہ اپنی بیٹی کے دیار کے منتظر تھے۔ وہ اسکی زندگی کی دعا کر رہے تھے اور اپنی بیٹی کو صحت یاب ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔

ساتھ کھڑے مرجان نے انکا ہاتھ چھوڑا وہ خود بھی تیز کی سی کیفیت میں آگے بڑھا۔ وہ جو صفا کے چہرے پہ نیل دیکھ کر پریشان ہوئی تھا آج اسکو اس حال میں دیکھ کر تو مرجان کو اپنی روح تک تڑپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ ننھے ننھے قدم بڑھاتا ہوا آگے بڑھا۔ صفا کا بیڈ قدرے اونچا تھا وہ نارمل بیڈ سے کافی اونچا تھا۔

مرجان نے پاس پڑا چھوٹا سا اسٹول کھینچا اور اس پہ کھڑا ہوا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر صفا کے چہرے کو چھونا چاہا۔ اسکا چہرہ ٹھیک تھا۔ صرف چہرہ ہی ٹھیک تھا۔

خیام قریشی آگے بڑھے۔ اور آکر مرجان کے ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔

''صفا۔!!'' انھوں نے لرزتی کانپتی آواز میں پکارا تو صفا نے ذرا سی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دن دا جانا۔ ذرا سی گھمائی تو اسکا باپ کھڑا تھا آنکھوں میں نمی لئے اور پپوٹے ہوئے لئے۔ صفا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئی۔

''پیٹی لیڈی۔!! پلیز۔ ڈونٹ کرائے۔'' مرجان نے جلدی سے اسکے آنسو صاف کئے۔ صفا کے آنسو مزید بہنے لگے تھے۔ مرجان نے اسکے سرہانے کی طرف سر ٹکا دیا اور اپنا ہاتھ سے اسکے گال سہلانے لگا۔ خیام قریشی نے اس بچے کی محبت دیکھی تو وہ ششدر رہ گئے۔

''مجھے لگا تھا کہ آپ بھی ماما کی طرح مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ آپکو پتہ ہے میں ڈر گیا تھا۔ آپ اس ماؤنٹ سے بھی نیچے گئی تھیں میں نے آپکا ہاتھ پکڑ رکھا تھا میری کہنی سے خون بھی نکلا آپکو نہیں بچا سکا میں۔'' وہ بچے بچے سے لہجے میں اپنے دل کا غبار نکال رہا تھا۔ خیام قریشی نے مرجان کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''میری بیٹی ٹھیک ہے؟'' انھوں نے صفا کے چہرے کو بھی چھوا۔ صفا نے اجنبی دیکھ کر نرمی سے اثبات میں ذرا سا سر ہلایا تو خیام قریشی کی روح میں سکون اتر گیا۔ وہ اسکی حالت سے بھی واقف تھے وہ کہہ بھی دیتی پھر بھی وہ جانتے تھے کہ وہ کس اذیت سے دوچار ہے۔ فی الحال وہ زندہ تھی یہ کافی تھا۔

زندگی میں زندگی موجود ہو تو زخم ایسے نا ایسے دن بھر ہی جایا کرتے ہیں۔

صفا نے نگاہیں ادھر ادھر گھمائی۔ وہ نگاہیں کسی کی متلاشی تھیں۔

''کہیں درد تو نہیں ہو رہا۔؟ ڈاکٹر کو بلاؤں؟'' انھوں نے پریشانی سے پوچھا۔ صفا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''کچھ تو بولو۔'' وہ تکان سے بولے وہ اسکی آواز سننا چاہتے تھے۔

''ٹھیک ہوں میں۔'' وہ مدھم سی آواز میں بولی تو انھوں نے تشکر سے آسمان کی جانب دیکھا۔ مرجان نے بھی سر اٹھا کر صفا کو دیکھا۔

''آپ ٹھیک ہو جاؤ پھر ہم لوگ واپس ایکچیپٹ چلے جائے گے۔'' وہ روٹھے پن سے بولا تو خیام قریشی کا دل بند ہوا۔

''کیوں؟ ایکچیپٹ کیوں؟'' وہ فوراً بولے تھے۔

''پیٹی لیڈی یہاں آئی ہیں کچھ نہ کچھ ہوئے جا رہا ہے اسکے ساتھ۔۔ اب ہم لوگ یہاں نہیں رہیں گے ہم لوگ واپس چلے جائے گے۔'' وہ ضدی سے انداز میں کہتا صفا کا چہرہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے چھو رہا تھا۔ خیام قریشی اسکا خوف سمجھتے تھے وہ اپنی بیٹی کو اب کسی صورت کہیں نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔

''نہیں۔۔ ہرگز نہیں اب کچھ بھی غلط نہیں ہوگا۔'' وہ بے بسی سے بولے۔

''ہم یہاں نہیں رہنے والے۔'' مرجان نے دوٹوک انداز میں کہا۔ وہ دونوں لڑنے پہ تل گئے تھے۔

صفا کراہ کر رہ گئی۔ وہ دونوں اپنی لڑائی پوسٹپون کر کے اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

''کیا ہوا؟'' وہ دونوں یک زبان ہوئے تھے۔

''کچھ نہیں۔۔ آپ لوگ لڑائی مت کریں۔''

''اوکے۔۔ فی الحال نہیں کرتے۔'' مرجان نے بیک کرتے ہوئے ایک نگاہ خیام قریشی پہ ڈالی۔

صفا مسلسل بے چین دکھائی دیتی تھی۔

''کچھ چاہیے؟'' خیام قریشی نے پھر سے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ بس اتنا ہی بول پائی۔

شاید وہ اسکو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ایک جلی ہوئی صورت بیوی کو کون دیکھنا چاہے گا؟ وہ زخمی سا مسکرائی۔دل شدت سے کا تھا اسکو تو سے پہلے آنا چاہیے تھا اور وہ ابھی نہیں آیا تھا۔وہ تو پہلے ہی تھوڑی سی جگہ لے پائی تھی اسکی زندگی میں،اب تو شاید اس جگہ سے بھی جائے۔سوچیں بے لگام اور منہ زور گھوڑے کی مانند دوڑ لگا رہی تھیں بنا اس بات کی پرواہ کئے کہ وہ جس کے بارے میں یہ سوچ رہی ہے وہ اس وقت کس کرب سے دوچار تھا۔

پیر ہال میں اس وقت کوئی سجدے میں تھا۔

عشاء کا وقت ابھی شروع نہیں ہوا تھا اور مغرب کا نکلا تھا تو یہ کون تھا جو اس وقت سجدے میں پڑا تھا۔اسکے اردگرد کچھ اور لوگ بھی تھے جو کہ بے چینی سے وہاں بیٹھے تسبیح کے دانے گنا رہے تھے۔کچھ انگلیوں پر ہی اپنے رب کی حمد وثناء بیان کر رہے تھے جبکہ کچھ تسبیح لئے بیٹھے تھے۔

زیادہ تر عورتیں تھیں۔ایک دو بوڑھے مرد حضرات جن کی شاید اولادیں تکلیف میں تھیں۔

وہ ایک جوان مرد سجدے میں ایسا گیا تھا کہ ابھی تک نہیں اٹھا تھا۔وہ کچھ مانگ رہا تھا پھر شکر ادا کر رہا تھا اندازہ لگانا مشکل تھا کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی وہاں موجود تھا تو یوں ہی خاموش سجدے میں پڑا رہا تھا اور اب بھی ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔

کچھ سجدے خاموش ہوا کرتے ہیں۔خاموشی وہ زبان ہے جو دل بولتا ہے اور دل سنتا ہے۔جو لوگ ہماری خاموشی کی زبان سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں پھر ان پر الفاظ ضائع کرنا بے وقوفی ہے۔اور یہ زبان اللہ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ وہ دل میں رہتا ہے وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور وہ اپنے بندے کے پور پور سے واقف ہوتا ہے اس لئے خواہ آنسوؤں کی زبان ہو یا خاموشی کی۔اللہ ہر زبان سمجھتا ہے۔

کچھ دیر بعد اس نے سر سجدے سے اٹھایا تو اسکا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔اس نے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر اپنا چہرہ خشک کیا۔اور پھر یوں ہی بیٹھے بیٹھے مسکرا دیا۔ایک بڑی عمر کی عورت نے اسکو یوں مسکراتے دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی۔کیونکہ اس نے دو دن میں اس شخص کو پہلی بار مسکراتے دیکھا تھا۔

کچھ دیر وہ بیٹھا تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔جوتے پہنے اور وہاں سے نکلا۔وہ عورت اسکی پشت کو دیکھے گئی اسکے لبوں پر بھی مسکان تھی امید کی مسکان۔اسکی سن لی گئی تھی تو اللہ تو اسکا بھی تھا۔اس نے ایک نئی آس سے تسبیح کے دانے گننے شروع کر دیئے اسکے امید کے باغ میں ابھی ابھی اہیم کی مسکراہٹ نے گھی ڈال دیا تھا۔امید کے باغ کی لو بڑھ گئی تھی ہر سو راشنی پھیل گئی تھی امید کی،یقین کی۔

اس نے گھر ڈور لاک میں چابی گھمائی تو کوئی بھاگتا ہوا اسکے پیچھے آیا۔اس نے تکان اور تاسف سے دن پیچھے گنائی۔

''میں کچھ سامان لایا تھا۔'' وہ خوشی سے چہکا۔

''نہیں چاہیے۔'' وہ اسی تکان سے بولی۔

''تمہارے لئے نہیں،بچوں کے لئے۔''

''اس گھر میں جو بچے ہیں انکی ضروریات میں پوری کر رہی ہوں اگر کچھ کرنا ہی ہے تو جو ہر بچے ہیں انکے دے دو۔'' وہ نرمی سے بات کر رہی تھی حسن کے لئے یہی کافی تھا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگ دیکھے جن میں کچھ چاکلیٹس اور کھانے پینے کا سامان تھا۔

'' یہ تو بس دو بچوں کے لئے ہی کافی ہوگا۔'' اسکی مسکراہٹ مدھم پڑی عینا پلٹی۔

اس نے گہری سانس لے کر ان بڑے تھیلوں کو دیکھا۔

''یہ بچے کسی ایلیٹ فیملی کے کسی پینٹ ہاؤس کے بگڑے ہوئے بچے نہیں ہیں۔۔یہ غزہ کے نزدیک علاقے میں رہنے والی روٹی کے ٹکڑے کو ترسنے والے صابر بچے ہیں۔''

عینا نے نرمی سے ہی کہا تھا۔

الفاظ زہریلے تھے۔!

سکون غارت ہوا۔مسکراہٹ غائب ہوئی۔حلق خشک ہوا۔

عینا اسکے دکھوں کی چلتی پھرتی سزا تھی۔حسن کو اندازہ ہو چکا تھا۔

''طنز کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔'' وہ معصومیت سے بولا تو عینا کو اس وقت وہ زہر لگا تھا۔اسکا دل کیا کہ جو ہاتھ میں سامان پکڑا ہوا ہے وہ حسن کے سر میں دے مارے وہ اس قابل نہیں تھا کہ اس پر اس سامان کو ضائع کیا جائے جو کئی خاندانوں کی بھوک مٹا سکتا تھا۔

''چلے جاؤ یہاں سے حسن۔!!'' وہ چیخ پڑی۔حسن کو اسکی حالت دیکھ کر ہنسی تو آئی تھی وہ ضبط کر گیا۔عینا نے دروازہ کھولا اور اندر چلی گئی جبکہ وہ وہاں کھڑا کچھ دیر بند دروازے کو دیکھے گیا اور پھر پلٹ گیا۔آ کر گاڑی میں بیٹھا سامان رکھا اور خیمہ بستی کی جانب چل دیا۔

راستے میں اس نے نگاہ دوڑائی تو مسمار عمارتوں میں رواں زندگی نے حسن کی مسکراہٹ کو جڑ سے کھینچ لیا تھا۔وہ مسکرا نہ سکا۔کھنڈروں میں سے بچوں کے کھیلنے کی ہنسنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ابھی وہاں مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا۔ابھی شام ہی تھی اس لئے بچے یوں ہی ادھر ادھر کھیل رہے تھے۔

بکھرے بال پھٹے کپڑے۔اجڑے گھر۔ایک پل کے لئے حسن کا دل چاہا کہ وہ کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہاں سے فرار ہو جائے فرار ممکن نہ تھا۔اور وہ اب بھاگ کر تو اپنا سکون ہمیشہ کے لئے غارت کر دیتا۔

اس نے ایک جگہ گاڑی لا کر روکی اور سامان نکالا۔کچھ بچے فاصلے پر کھیل رہے تھے حسن نے ہاتھ سے آنے کا اشارہ کیا وہ لوگ دوڑتے ہوئے اسکے پاس پہنچے۔

حسن نے اسروں پر ہاتھ رکھا اور سے چیزیں نکال کر دینے لگا ان لوگوں نے حیرت سے حسن کو دیکھا اور پھر ان چیزوں کو۔

''یہ لو۔'' حسن نے ایک بچے کو دو چاکلیٹ پکڑ دیئے تو اس نے میں سر ہلایا۔

''ایک کافی ہوگا۔۔ہم چھ بہن بھائی ہیں۔۔اس میں چھ ٹکڑے ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ کافی ہے دوسرا تم کسی اور کو دے دو۔'' وہ خوشی سے بولا تھا حسن کو عینا کی بات سمجھ آ گئی۔

حسن کے حلق میں کانٹے سے اگ آئے وہ بول نہیں پا رہا تھا۔اس نے پنجے اور پکڑ نکالے اور اسکو پکڑائے۔

''ایک ایک ٹکڑا نہیں ایک ایک رکھنا۔'' حسن نے کہا اس بچے نے ایک قدم پیچھے لیا۔

''نہیں۔۔یہ چاکلیٹ ہے کچھ دیر کے لئے منہ میٹھا کرے گی اور کچھ گھنٹوں کے لئے تھوڑی سی جسمانی طاقت بھی دے گی یہ عارضی ذائقہ ہے ہمیں ایک مستقل حل چاہیے۔ہمیں جینا ہے ہم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہیں ہمیں چاکلیٹس نہیں ہمیں خوراک چاہیے ہمیں سکون چاہیے اور تحفظ چاہیے۔کیا دے سکتا ہو یہ۔؟'' اس نے کہا تو حسن کو لگا کہ کسی نے زہر آلود تیز راسکی شہ رگ کے آر پار کر دی ہو۔وہ بولنا چاہتا تھا الفاظ نہیں نکل رہے تھے اب تو سانسیں بھی تھم رہی تھیں۔

وہ بچے اسکی موت کی وجہ بن سکتے تھے اور اس بات کا اندازہ حسن کو بخوبی ہو چکا تھا۔اس نے جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے وہ تھیلے واپس تھما دیئے۔

''جس کو جو ملے، بانٹ دینا۔'' کہتا ہوا وہ وہاں سے پلٹا گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی فل سپیڈ میں وہاں سے نکال کر لے آیا۔وہ واپس عینا کے پاس نہیں گیا تھا۔فی الحال وہ مزید کچھ دیکھ کوئی اور زہر آلود تیر، خنجر، چھری اپنے حلق میں پیوست ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا وہ تاب نہیں لا سکتا تھا اس لئے دور نکل جانا چاہتا تھا۔

عینا جو کہ سامان رکھنے کے بعد شام کا کھانا بنانے لگی تھی ڈور بیل پر چونکی۔اس نے تکان سے سر پیچھے گرایا۔

''عینا میں دیکھوں کون ہے؟'' سلویٰ نے لاونج سے ہی پوچھا۔

''نہیں۔میں دیکھتی ہوں۔'' وہ جبڑے بھینچے غرائی اور تن فن کرتی ہوئی وہاں سے نکلی۔

''لگتا ہے آج تمہارے مہمان کی پھر سے شامت آنے والی ہے۔'' یوسف نے سلویٰ کے کان میں سرگوشی کی وہ دونوں منہ پر ہاتھ رکھے ہنس دیئے۔

''کیا مصیبت ہے؟ کس گناہ کی سزا ہو تم میرے؟'' اس نے دروازہ کھولتے ہی بند آنکھوں سے اور سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کہا تھا۔

''السلام علیکم۔!!'' کسی اور کی آواز ت ہی عینا نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''قق۔قا۔قادر بھائی۔!! آپ؟'' وہ. ی طرح ہڑ. ائی تھی۔

''کس کی. ت کر رہی ہو تم؟ کوئی تنگ کر رہا ہے تمہیں؟'' وہ پ یشان ہوئے۔

''نن۔نہیں بھائی۔!'' عینا کے ماتھے پ چمکا تھا۔اس نے روڈ پ دیکھا وہ کہیں نہیں تھا اسکی گاڑی بھی نہیں تھی۔

''کیا ہوا ہے عینا؟ اَ کوئی تنگ کر رہا ہے تو بتاؤ مجھے۔''

''نہیں نہیں بھائی۔! آپ کیسے ہیں؟ بلکہ آ ا. رآ ۔'' عینا نے راستہ چھوڑ دی تو قادر الجھا سا ا. ر داخل ہوا اسکے ہاتھ میں کچھ پیکٹس تھے اس نے وہ لا کر میز پ رکھے سلویٰ اور یوسف ی ٹ سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔قادر نے آگے ب. ھ کر ا سر پ ہاتھ رکھا۔

''کیسے آ. ہوا بھائی؟'' عینا کچن سے جوس کا گلاس لے کر آئی۔

''سادہ پ نی لے آؤ۔۔یہ بچوں کو دینا۔'' قادر نے کر دی تو عینا نے ت سف سے اسکی جا. دیکھا۔اور پھر کچن میں واپس چلی گئی۔آئی تو اسکے ہاتھ میں سادہ پ نی کا گلاس تھا۔

قادر نے پ نی پیا اور گلاس میز پ رکھا۔

''بس ایسے ہی سوچا تمہاری خیر خبر ت جاؤں۔''

''کیا واپس جا رہے ہیں مصر؟'' وہ سلویٰ اور یوسف کو لئے سامنے صوفے پ بیٹھی۔

''نہیں، ابھی تو یہیں ہوں۔ تم واپس چلی جاؤ۔''

''ہر. را ہی. ت کیوں کرتے ہیں آپ؟'' وہ جھنجھلائی۔

''کیو میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔''

''میرا جو نقصان ہو. تھا اب ہو چکا ہے۔اب مز کوئی خسارہ مجھے تکلیف نہیں دے سکتا۔رہی. ت حادثے کی تو وہ کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ز. گی موت کا فیصلہ اللہ کر ت ہے۔'' وہ سکون سے کہہ گئی۔قادر نے افسوس سے اسکی جا. دیکھا۔

وہ واپس آ ی تو خیام صا . اور مرجان اسکو کور ڈ ور میں ہی آ گئے ڈاکٹر ا پ س ہی کھڑی تھیں ا. اہیم کی سانس اٹکی وہ ا ی . ت میں ان ت پہنچا۔

''کک۔کیا ہوا؟ . ۔ . ٹھیک ہے؟'' اسکی سانسیں پھول رہی تھیں۔

ڈاکٹر نے اسکی جا. دیکھا تو مسکرا دیں۔

''مسٹر گورسی . ٹھیک ہے۔آپ پ یشان نہ ہوں ہم لوگ بس کچھ پ شنز ڈسکس کر رہے تھے۔''

ا. اہیم نے گہری سانس خارج کی۔

''پ شنز کی لسٹ بنا دیجیے گا۔اَ کہیں گی تو اسکو. ہر کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔'' ڈاکٹر نے حیرت سے ا. اچکائے۔اس سے پہلے وہ کچھ بولتیں وہ لمبے لمبے ڈگ بھر ت آگے ب. ھ ی۔

دروازہ کھلا تو صفا نے بے چینی سے آنکھیں کھول دیں۔ اگلے ہی لمحے اسکی موجودگی محسوس کرتے اس نے آنکھیں دو. رہ بند کر لیں وہ اسکا سامنا نہیں کر سکتی تھی اس حا ت میں ہر گز نہیں۔

ا. اہیم نے اسکو دیکھا تو ا ی پل کے لئے واقعی اسکی روح نے اسکا. ن چھوڑ دی تھا۔اسکو اپنے ہاتھ پ وں، کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔پورا وجود جیسے . ف میں لگ چکا تھا۔

اس نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا اور اپنا قدم اٹھایا۔ اپنے پاؤں منوں کے حساب سے وزنی محسوس ہو رہا تھا وہ قدم بڑھاتا رہا حتیٰ کہ وہ اسکے پاس جا پہنچا۔ یہ فاصلہ بہت طویل تھا یہ مشقت بہت تھکا دینے والی تھی۔ اس انتظار نے ابیہم کا خون نچوڑ لیا تھا۔

وہ اب تھکا ماندہ سا معلوم ہوتا تھا اپنی تھکن سے چور مسافر جو صدیوں کی مسافت طے کر کے آیا اور اب منزل پہنچ کر اسکو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ منزل پہنچ چکا ہے۔ کچھ خواب کی سی صورت لگ رہا تھا۔ مناظر بردھندلا رہے تھے اور وہ بار بار اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر ان مناظر کو دیکھ کر جیسے خود کو یقین دلانا چاہتا تھا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ وہ زندہ ہے۔ وہ اسکے سامنے ہے۔

جس سے زندگی پھوٹتی تھی ابیہم کا وہ پودا مرجھایا نہیں تھا۔

جس سے روشنی پھوٹتی تھی ابیہم کی وہ قندیل بجھی نہیں تھی۔

جس سے سکون وابستہ ہو چکا تھا ابیہم کی وہ چھوٹی سی روح اسکے ساتھ تھی۔

جس کے دا سکی کائنات سمٹ گئی تھی ابیہم کا وہ نقطہ آج قائم تھا۔

اس اذیت کا کیا جس نے اسکی کمر توڑ کر رکھ دی تھی، اس انتظار کا کیا جس نے اس سے اسکی آنکھوں کی بینائی چھین لی تھی۔ انتظار ضروری نہیں ہوتا کہ وہ بس ہی محیط ہو۔ انتظار تو چند منٹوں، چند گھنٹوں اور دو دنوں کا بھی کافی ہوتا ہے ان کو تھکن سے دوچار کرنے کے لئے۔ یہ وقت کی سوئیاں نہیں بلکہ اس شدت کا غم ہے جس شدت میں خوف چھپا ہوا ہو۔ اگر کسی کو کھو دینے کا خوف شدید ہو تو انتظار اپل کا بھی کافی ہوتا ہے۔ ان سے روح نکالنے کے لئے اور ان سے میں لہو جما دینے کے لئے۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے صفا کے گال کو چھونا چاہا پھر ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اس ڈر سے کہ کہیں وہ اسکو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔

پورے جسم پہ مخصوص لباس تھا اور ہاتھوں پہ دستانے۔ ابیہم کو پھر بھی خوف تھا کہ کہیں کوئی غلیم ایسا نہ ہو کہ جس سے اس کی چھوٹی سی بیوی کسی خطرے سے دوچار ہو جائے۔ وہ اسکو چھونے سے اسکو ہاتھ لگانے سے ڈر رہا تھا۔

وہ کچھ دیر کھڑا خاموش آنسو بہاتا رہا۔ اسکا پورا وجود لرز رہا تھا خوف سے، اذیت سے۔ پٹیوں صفا کے جسم پہ تھیں درد کی لہریں اسکو اپنے بن میں اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

''ماما۔!! سجل کہاں ہے؟'' وہ ہاتھ میں کچھ پیکٹس لئے گھر میں داخل ہوا۔

''چھت پہ ہے۔''

''کیا کر رہی ہے اس وقت چھت پہ؟''

''آج شوٹنگ ات ہے۔ تم نہیں جانا ان لوگوں کے کارنامے۔'' منال مصروف سی بولیں۔

''ان چھپکلیوں کو میں دیکھتا ہوں۔ اگر ہاتھ جلا لیے تو؟'' اس سے پہلے کہ وہ سیڑھیاں پھلانگتا پٹاخے کی آواز آئی۔ ابیہم نے گردن موڑ کر منال کو دیکھا۔

''ضد کر رہی تھی اس لئے تمہارے نام نے لا دیئے تھے۔'' منال نے کندھے اچکا دیئے وہ اسف بھری نگاہ ان پہ ڈالتا سیڑھیاں پھلانگ گیا۔

وہ دوسری منزل سے ہوتا ہوا آخر کار کھلی چھت پہ پہنچا تھا۔ تیسری منزل کی چھت کے صحن میں وہ دونوں سامنے بیٹھی تھیں۔ اس وقت وہ دونوں لگ بھگ چھ سال کی تھیں۔ اس وقت بھی وہ لوگ زمین پہ کوئی پٹاخہ رکھے اسکو آگ لگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ماچس جلی تو صفا تو اچھل کر دور ہوئی جبکہ سجل نے ہنستے ہوئے پٹاخے کو آگ لگا دی۔

اور پھر بھاگ کر وہ دونوں دور ہو اور کانوں پہ ہاتھ رکھے کھڑی ہو گئیں۔ کچھ دیر گزر گئی پٹاخہ چلنے کی آواز نہ آئی۔ ان لوگوں نے اپنی آنکھ کھول کر دیکھا آگ بجھ گئی تھی۔ سجل قدم قدم چلتی پٹاخے کے پاس آئی۔ ابھی تین قدم کی دوری تھی کہ ٹھاکا کی آواز پہ اسکی چیخ بلند ہوئی۔

وہ دونوں کانوں پہ ہاتھ رکھے وہیں بیٹھ گئی۔ ابیہم جو کہ محظوظ ہو کر انکی حرکتیں دیکھ رہا تھا قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

سجل نے منہ بنا کرا. اہیم کی جا. دیکھا۔جو کہ ہنستا ہوا دہرا ہو رہا تھا۔

''ایبو۔!!ایسے کون ہنستا ہے؟'' وہ منہ پھلا گئی۔

''ایسے ایبو ہنستا ہے۔'' وہ ہنستا ہوا اسکے پ س آ یا اور سجل کو او پ اٹھا یا۔صفا دور ریلنگ کے ساتھ ہی دبکی کھڑی تھی۔''ا اتنا ہی ڈر لگتا ہے تو کیا ضرورت ہے پنگے ی کی؟'' اس نے سجل کا گال کھینچا۔

''وہ کیا ہے؟'' سجل نے اسکے ہاتھ میں پیکٹ دیکھا۔

''تمہارے لئے نہیں ہے۔''ا. اہیم نے ہاتھ پیچھے کیا۔

''تو؟ کس کے لئے ہے؟'' سجل نے ا. وسکیٹرے۔

''یہ تو ایبو خود کھائے گا۔۔وہ بھی تم لوگوں کو دکھا دکھا کر۔''

''ہائے اللہ۔!! آپ اتنے زی دہ. ے ہو جا گے سوچا نہیں تھا۔''

''اب سوچ لو۔'' وہ کندھے اچکا ی۔

''ادھر لا ہمارا حصہ۔'' سجل نے نیچے ا کر اسکے ہاتھ سے پیکٹ چھین لیا۔''صفا۔!! آ جاؤ۔'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ بھی ا پ س چلی آئی۔اب وہ تینوں وہیں فرش پ بیٹھے تھے اور مزے سے گول گپے کھا رہے تھے۔صفا نے تیسرا گول گپہ کھا ی۔

''ا تمہارا گلا اب ہوا ں۔پھر دیکھنا۔''ا. اہیم نے کن ا ں سے اسکو دیکھا۔صفا سر جھکا گئی۔

''ایبو۔!! آپ اسکو ہمیشہ ایسے ہی کہتے رہتے ہیں۔نہیں ہوتا گلا اب۔یہ لو صفا۔تم ا ی اور کھاؤ۔'' اس نے ا ی اور گول گپہ چٹنی میں بھگو کر اسکو دی تو صفا نے وہ بھی پ ٹ کر دی۔ا. اہیم مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

''چلیں۔!!اب ہم پھلجھڑیاں جلا گے۔'' گول کپوں پ ہاتھ صاف کرنے کے بعد سجل اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہر نہیں۔۔ان سے ہاتھ جل جائے گا۔''ا. اہیم نے خالی پیکٹس وہاں پڑے ڈ لیش کین میں پھینکے اور ہاتھ جھاڑتا ہوا پ س پہنچا۔

''ہاہاہا۔۔جیسے ہم آپکی ں والے ہیں۔'' سجل نے کونے میں رکھا ہوا بڑا سا پٹاخوں والا شاپ اٹھا یا تو ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''یہ ۔۔۔نے دلائے تم لوگوں کو؟'' وہ ششدر رہ ی۔

''آدھے میرے ۔۔نے اور آدھے صفا کے ۔۔نے۔۔اور ہم لوگ اب اکٹھے انجوائے کریں گے۔'' وہ اب پھل جھڑیاں نکال رہی تھی۔

''واہ۔!!اور صفا بی بی جلا لے گی؟'' اس نے صفا کی جا. دیکھا جو کہ پھل جھڑیوں کو دیکھ کر ہی سہم سی گئی تھی۔

''ہم جلا لیں گے۔آؤ صفا۔اسکو پکڑو۔'' سجل نے صفا کو ز. دستی ا ی پھل جھڑی پکڑائی اور ماچس جلانے لگی۔

''اوئے۔!! ادھر لاؤ۔''ا. اہیم نے سجل کے ہاتھ سے ماچس پکڑ لی۔اب جو بھی تھا اسکو ان کے ساتھ شامل ہو تھا ورنہ وہ لوگ اکیلے کچھ نہ کچھ کر لیتیں۔

ان دونوں نے ا ی پھل جھڑی پکڑی اور ا. اہیم نے ا آگ لگائی۔ان میں سے چنگاریاں پھوٹیں تو سجل نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ تھوڑے سے دور کئے وہ انجوائے کر رہی تھی جبکہ صفا کی جان حلق کو آئی ہوئی تھی۔

جیسے ہی اس نے صفا کی پھل جھڑی کو آگ لگائی اس نے چیخ مارتے ہوئے وہ پھینکی وہ پھل جھڑی اسکے اپنے کپڑوں پ ہی گ گئی۔صفا ت کی سی کیفیت میں تھی۔

''ششش۔ششش۔!! کچھ نہیں ہوا۔کچھ نہیں ہوا۔''ا. اہیم نے جلدی سے وہ پھل جھڑی بجھا دی۔ ت ت صفا پھوٹ پھوٹ کر رو. شروع ہو چکی تھی۔سجل نے بھی سہم کر اپنی پھل جھڑی دور دی اب وہ بھی صفا کو پ پ کروا رہی تھی۔

''دیکھا۔!!میں نے کہا تھا ں۔''ا. اہیم زمین پ ہی بیٹھا ان دونوں کو ڈ پ ٹ رہا تھا جبکہ صفا ہو ٹ نکالے بس رو رہی تھی۔

''اٹس او کے صفا۔'' سجل نے اداس ہو کر اسکو ساتھ لگا ی۔

''میری ڈریس۔'' صفا نے اپنی فراک دیکھی جس میں کچھ سوراخ ہو گئے تھے۔

''اٹس اوکے۔! تم میری ڈریس لے۔ ، میری سیم ہے۔'' سجل نے فوراً حل پیش کیا۔ صفا نے سرمئی آنکھیں رَ ڑیں اور سجل کی جا ۔ دیکھا جس کے پ س صفا کی ہر مشکل کا حل ہو تا تھا۔ اس کی ٹ ک اتنے میں ہی سرخ ہو چکی تھی۔

''سجل۔!! کتنی ر کھا ہے اسکو ان کاموں میں شامل نہ کیا کرو۔ ۔ ابھی اسکو چوٹ لگ جاتی۔'' ا۔ اہیم نے صفا کی حا ۔ دیکھتے ہوئے سجل کو ڈپٹا۔ وہ واقعی شرمندہ تھی۔ صفا نے سجل کو یوں اداس دیکھا تو پھر سے ہچکیوں میں رونے لگی۔

''اب کیا ہوا؟'' ا۔ اہیم نے تکان سے پوچھا۔

''آپ نے اسکو ڈا ۔'' وہ دونوں رونے لگی تھیں۔ ا۔ اہیم کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ کبھی ا ۔ کو دیکھتا تو کبھی دوسری کو۔ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے آنکھوں پ رکھے رونے میں مصروف تھیں۔ ا۔ اہیم کا دل چاہا کہ وہ اپنا ماتھا پیٹ لے۔

''اچھا۔!! ادھر دیکھو۔ آئی ایم سوری ر۔'' ا۔ اہیم نے اپنے دونوں کان پکڑے۔۔

سجل نے کن ا ۔ ں سے دیکھا۔

''ا ۔ شرط پ۔'' سجل نے فوراً آ صاف کئے ا۔ اہیم کو اسکی اداکاری کا ا ۔ ازہ ہوا تو وہ اب سچ میں ماتھا پیٹ کر رہَ ۔ تھا۔

''کون سی شرط؟''

''آپ یہ سارے پٹاخے جلا گے اور ہم یہاں بیٹھ کر انجوائے کریں گے۔'' اس نے صفا کی جا ۔ دیکھ کر کہا تو صفا نے بھی رو ۔ بند کر دی۔ ا۔ اہیم نے افسوس سے سر جھٹکا۔

''چالاک لومڑیں۔'' کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر ا۔ اہیم نے وہ سارے پٹاخے ئے تھے اور صفا اور سجل نے ت لیاں بجا بجا کر اس آتش ۔ زی کو انجوائے کیا تھا۔ ا۔ اہیم کے بھی قہقہے گونج رہے تھے۔ وہ دفعتاً ا ۔ پھل جھڑی لے کر صفا کے پ سَ ۔ وہ دور بھاگ گئی۔ پوری چھت پ ان تینوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔ وہ ا پیچھے پیچھے تھا اور وہ لوگ آ گے آ گے بھاگ رہی تھیں۔ اور وہ قہقہے وہیں کہیں مندمل ہو گئے۔ ان پ وقت کی دھول جم گئی۔

وہ جوا ۔ پھلجھڑی کے کپڑوں پ َ نے سے اتنی خوفزدہ ہو گئی تھی آج پوری جھلسی ہوئی اسکے سامنے تھی۔ ا۔ اہیم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ اسکے ہاتھ پ پ رہے تھے وہ نہیں جا تھا کہ وہ کیا کرے کہاں جائے اسکو لگا تھا کہ صفا کو دیکھ کر وہ جی اٹھے گا وہ تو یہاں آ کر اسکو اس حا ۔ میں دیکھ کر مرَ ۔ تھا۔

صفا نے کافی د ۔ اسکی کوئی ۔ ت نہ سنی تو خود ہی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس وقت وسوسوں اور ا ۔ یشوں کی زد میں تھی۔ وہ نہیں آ ۔ تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ شخص اس سے بے زار ہوَ ۔ ہے۔ وہ ا ۔ جلی ہوئی عورت کو کیونکر دیکھنا چاہے گا۔

آنکھیں کھلتے ہی سارے ا ۔ یشے ہوا ہوئے تھے۔ وہ شخص کھڑا بے آواز رو رہا تھا۔ صفا نے ٹ پ کر اسکی جا ۔ دیکھا۔ ا۔ اہیم نے آنکھیں بند کئے ہی جھک کر اسکے بیڈ پ ہاتھ رکھے سہارے کے لئے۔

''ا۔ اہیم۔!!'' صفا کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تو ا۔ اہیم نے پ ٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ۔ ٹ سی اسکو دیکھ رہی تھی۔ ا۔ اہیم نے جلدی سے آ صاف کئے۔

''۔۔ ۔تم۔ تم ٹھیک ہو؟ ڈاکٹر۔ کو بلاؤں؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا اسکے ہر ہرا ۔ از میں ہڑ ۔ اہٹ واضح تھی۔

''ا۔ اہیم۔!!'' صفا نے دو ۔ رہ پکارا تو اسکی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

''ہاں۔!! ہاں۔! بولو۔'' وہ فوراً اسکے قری ۔ ہوا۔ آواز ہنوز بھیگی ہوئی تھی اسکا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔

''آپ۔رو رہے ہیں؟'' وہ غیر یقینی سی کیفیت میں اسکو دیکھ رہی تھی۔

''نہیں۔نہیں تو۔'' اس نے پھر سے آنکھیں رگڑیں۔

صفا کچھ دیر پلکیں جھپکے بنا دیکھے گئی ا. اہیم اس سے نگاہیں پھیر رہا تھا۔

''ادھر دیکھیں۔'' صفا نے کہا تو ا. اہیم نے جھجکتے ہوئے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

سرمئی آنکھوں کا شربتی آنکھوں سے رابطہ بحال ہوا تھا۔اور الفاظ کی ضرورت ختم ہوگئی تھی۔ا. اہیم کے ہونٹ مسلسل پھڑپھڑا رہے تھے وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔سچ میں۔'' صفا نے مسکرا کر یقین دلانا چاہا۔وہ ابھی کلرز کی ہائی ڈوز کے اثر میں تھی اس لئے اسکو کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

''ہمم۔'' وہ کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔صفا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنا پریشان ہو جائے گا۔وہ اسکی حالت سے واقف کہاں تھی ابھی۔

ا. اہیم نے کپکپاتے ہاتھ سے اسکے چہرے کو چھونا چاہا۔

''درد۔تو نہیں؟'' وہ اسکو چھو نہیں پا رہا تھا۔

''نہیں۔''

''میں۔ہاتھ۔لگا۔سکتا ہوں؟'' وہ کپکپاتے لبوں کے ساتھ اجازت مانگ رہا تھا صفا کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ا. اہیم نے ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کر دیئے۔

''آئی ایم سوری۔پلیز۔!!!'' وہ بھرائی آواز میں بولا صفا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اسکا بھی ضبط جواب دے گیا تھا۔وہ لوگ کتنے خوش تھے ابھی تو زندگی کی گاڑی ایک پرسکون اور خوشگوار راستے پر رواں ہوئی تھی اور وہ لوگ کسی بھی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی ایک حادثے کا شکار ہو چکے تھے۔

ا. اہیم نے اپنا ماسک کھینچ کر اتارا۔اور صفا کی پیشانی پر بوسہ دیا۔وہ وہاں سے کچھ دیر ہل نہیں سکا تھا۔اسکی آنکھوں سے بہتا مائع صفا کی آنکھوں پر گر رہا تھا جہاں وہ نمکین پانی مل کر ایک آبشار کی مانند اسکے رخساروں پر بہہ جاتا تھا۔آج پھر سے نمکین پانیوں کا سنگم ان دونوں کو ایک کر رہا تھا۔

کتنے ہی لمحے گزر گئے۔ا. اہیم نے ہاتھ ہٹائے اور اپنے آنسو صاف کئے پھر اس نے صفا کے آنسو صاف کئے۔

''مجھے معاف کر دو۔ایم۔رئیلی سوری۔تم۔تم۔میری وجہ سے۔'' وہ بول نہ پایا۔

''نہیں ا. اہیم۔!! آپکی وجہ سے نہیں۔یہ میری قسمت میں تھا۔''

''نہیں۔یہ تمہاری قسمت میں نہیں تھا۔'' کہتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور وہاں موجود ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔اس نے صفا کے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیرے۔وہ بال نہیں جلے تھے شکر تھا۔ا. اہیم بس اب بچی کچی چیزوں کا شکر ادا کر رہا تھا کیونکہ اسکو سکھایا گیا تھا کہ خلیل ہونے کے کیا آداب ہیں۔وہ خلیل نہیں تھا وہ خلیل کی طرح عمل کر سکتا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے میں کتنا سفر طے کر کے آ رہا ہوں؟'' وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔صفا بس اسکو محسوس کرنا چاہتی تھی۔

''میں نے ان دو دنوں میں اپنی زندگی کا بہت بڑا بوجھ اٹھایا ہے۔سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کھو دینے کا خوف بڑا ہوتا ہے یا پھر غم؟''

اس نے صفا کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ ساتھ ساتھ صاف کر رہا تھا۔وہ اسکے ساتھ بیتیں کرنا چاہتا تھا۔اس نے بہت اذیت کاٹی تھی اب وہ اسکو بتانا چاہتا تھا کہ وہ کس کرب سے گزر کر آیا ہے۔

''اور تم جا ہو۔میرا خوف اور میرا غم۔دونوں جمع ہو گئے تھے اور میری کمر ٹوٹ گئی۔'' اسکا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔آج وہ پہلا ا. اہیم نہیں تھا جو صفا سے اپنے غم بانٹ رہا تھا۔وہ اپنی توہین سمجھتا تھا جو اپنی تکالیف کو بس خود تک ہی محدود رکھتا تھا بلکہ یہ ا. اہیم الگ تھا۔یہ آج صفا سے اپنا غم بانٹ رہا تھا یہ اسکے سامنے بکھر رہا تھا اور اسکو اس پر کوئی افسوس نہیں تھا۔

''تمہیں پتہ ہے ایک آدمی ہوا کرتا تھا اس کے پاس ایک قیمتی ہیرا تھا وہ اپنی زندگی سے ہمیشہ خوش رہا کرتا تھا اور شکوے شکایتیں کرتا رہتا تھا۔'' وہ بولنا شروع ہوا

صفا نے ذرا سی دن موڑ کر اسکو دیکھا۔ وہ پاس تھا۔ ہاں وہ اسکے پاس بیٹھا تھا جس کو اسکی آنکھیں اب ڈھونڈ رہی تھیں جس کی غیر موجودگی میں دل وسوسوں سے بھرا تھا وہ اسکے پاس تھا۔ بہت پاس۔!! صفا اسکی پلکوں کی جنبش بھی دیکھ پا رہی تھی اور اسکی پلکوں پہ ٹھہرا مائع بھی۔ شربتی آنکھوں میں کوئی جلال نہیں تھا وہ بس سچے جذبوں سے لبریز تھیں۔

''ابراہیم کسی جنگل سے گزرا تو اسکی نظر درگ کو دیکھا جو کہ وہاں بیٹھے اپنی کوئی عبادت کر رہے تھے۔ اسکو لگا کہ درگ چونکہ عبادت گزار ہیں کیوں نا انکے پاس شکوہ کروں اور وہ مجھے کوئی ایسی دعا دے دیں یا کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں جس سے میرے حالات بہتر ہو جائے۔'' ابراہیم سانس روکے انکے لئے رکا۔ دفعتاً اس نے صفا کا چہرہ دیکھا وہ متجسس سی اسکی باتیں سن رہی تھی۔ ابراہیم مدھم سا مسکرا دیا۔ اور ابراہیم پھر ذرا اٹھ کر صفا کی پیشانی چومنے لگا۔ پھر وہ بیٹھا۔ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا۔

''اس نے جا کر اس درگ سے کہا کہ جی۔!! میرے حالات ٹھیک اب ہیں میرے پاس کوئی نعمت نہیں ہے میں کیا کروں۔ مجھے سکون نہیں ملتا۔ وہ بے چارگی سے کہے جا رہے آگے کار انھوں نے اپنی عبادت کی یکسوئی توڑی اور اسکی جانب متوجہ ہوئے۔ کہنے لگے ہاں جوان اب بتاؤ کہ تمہارے پاس سے قیمتی چیز کون سی ہے؟ اس درگ نے پوچھا تو اس لڑکے نے اپنی بات میں ہاتھ ڈال کر وہ ہیرا دکھا دیا۔ درگ کہنے لگے کہ کیا میں اسکو تھوڑی دیر دیکھ سکتا ہوں؟'' صفا نے ابراہیم کو اچکائے وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح محظوظ ہو کر اس کہانی کو سن رہی تھی۔ ابراہیم نے اسکو دیکھا تو مسکرا دیا۔

''پھر کیا ہوا؟'' وہ جاننے کے لئے بے تاب تھی۔

''پھر کیا وہ درگ اٹھے ہیرا اپنی جیب میں ڈالا اور وہاں سے بھاگ گئے۔'' ابراہیم ہنس دیا صفا کا منہ کھلا کا کھلا۔

''ہائے اللہ۔!! پھر؟''

''پھر کیا۔۔ وہ درگ آگے آگے اور وہ لڑکا پیچھے پیچھے۔۔ آخر کار وہ لڑکا تھک ہار کر تو وہ درگ ایک درخت پہ چڑھ گئے اب لڑکا نیچے کھڑا منتیں کر رہا تھا کہ میرا ہیرا دے دو۔۔ تمہیں کس کا واسطہ۔''

''تو؟ کیا اسکو اسکا ہیرا مل گیا؟'' وہ بچوں کی طرح پوچھنے لگی۔

''کچھ دیر اس سے منتیں کروانے کے بعد آخر کار وہ درگ آئے اور انھوں نے وہ ہیرا اس نوجوان کو واپس کر دیا۔۔ اب نوجوان اس ہیرے کو پا کر جھومنے لگا۔۔ اسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ جھوم رہا تھا ناچ رہا تھا۔''

صفا کے چہرے پہ بھی سکون در آیا۔

'' اس درگ نے ایسا کیوں کیا ابو؟'' وہ معصومیت سے بولی تو ابراہیم نے سر جھکا لیا۔

'' وہ لڑکا جھوم لیا تو کہنے لگا۔۔!! بہت بہت شکریہ مجھے میرا ہیرا واپس دے دیا۔ تو درگ نے کہا کہ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس کوئی نعمت نہیں ہے۔۔ وہ لڑکا چونکا۔ اس کو اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت اتنا قیمتی ہیرا جس کو پانے کے لئے لوگ جان گنوا دیتے ہیں وہ تو اسکی جیب میں تھا پھر وہ کیوں اتنا شکرا ہو رہا تھا۔ درگ نے کہا کہ ہمیں اپنی نعمت اس وقت نعمت نہیں آتی جب تک وہ ہم سے چھین نہ لی جائے۔'' کہتے کہتے ابراہیم کا لہجہ حد درجہ اداس ہوا۔

صفا سمجھی سے اسکو دیکھے گئی۔

ابراہیم نے سر اوپر اٹھایا تو آنکھوں کے کناروں پہ پھر سے نمی جمع ہو چکی تھی۔

''مجھے بھی اندازہ ہو گیا کہ میرے پاس کیا تھا اور میں کیا کھونے جا رہا تھا۔''

صفا کچھ سنے پلکیں نہ جھپک سکی تھی۔ تو کیا وہ اسکو نعمت کا درجہ دے رہا تھا؟

وہ ہل نہیں پا رہی تھی ناممکن ہوتا تو وہ اس شخص کو خود آگے بڑھ کر گلے لگا لیتی اور اس سے کہتی کہ وہ اس کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ یہ ممکن نہیں تھا۔

صفا کی آنکھوں سے آنسو پھر سے جاری ہونے لگے۔ ابراہیم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے آنسو پونچھے اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔۔

''میں جس صفا کو جانتا تھا وہ بہت نڈر اور ڈرپوک سی ہوتی تھی آج جو لڑکی میرے سامنے ہے وہ بہت بہادر اور مضبوط ہے۔ یہ لڑکی چٹانوں کی سی مضبوط ہے۔ اس

میں تمہاری جگہ ہوتی تو بکھر چکا ہوتی تم بہت بہادر ہو۔ بہت بہادر۔ آئی ایم پراوڈ آف یو۔ ریئلی یو آر مائی سٹرانگ لیڈی۔'' وہ اسکی ہمت بندھا رہا تھا وہ سچ کہہ رہا تھا۔ آج کی صفا مضبوط تھی وہ اس چھوٹی سی نازک سی لڑکی سے یکسر مختلف تھی جس کو ابیہم زبردستی اسکے گھر سے اٹھا لایا تھا۔

''تم جان نہیں سکتی کہ میری اس وقت کیا حالت ہے۔ یوں سمجھ لو کہ آپریشن تھیٹر میں تم تھی موت سے لڑ کر میں آرہا ہوں۔ آئی۔ آئی۔ لو یو صفا۔ ابیہم۔! تم میری زندگی میں اس سے آلودگی پر بہار بن کر آئی ہو۔'' وہ آج کھل کر اپنے دل کی حالت بیان کر رہا تھا۔

صفا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر دیکھا۔

''اب مجھے موت کے منہ سے لوٹ کر ہی اتنے پیارے الفاظ میں اظہار نور کو ملے گا۔ تو میں روز موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار ہوں۔''

''شش۔!!'' ابیہم نے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ ''خبردار۔!! خبردار جو ایسا کوئی لفظ بھی زبان سے نکالا۔'' وہ خفا ہوا۔ صفا نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

ابیہم اسکے چہرے کو نہارتا رہا۔ وہ کبھی اسکے آنسو صاف کرتا تو کبھی اسکے بال سنوارتا۔

''آپکو پتہ ہے۔ آگ بھڑکی تھی۔ تو ایمرجنسی کیبنٹ کھلی تھی۔ میں اس میں ڈر کے مارے گھس گئی تھی۔ میرے کپڑوں کو آگ لگ چکی تھی۔'' وہ معصومیت سے بولی تو ابیہم کے دل پر جہاں ایک ٹھنڈی پھوار پڑنے شروع ہوئی تھی ابیہم پھر سے آگ کے گولے سہنے لگے۔

''میں بہت ڈر گئی تھی۔ اور پتہ ہے۔ مجھے اپنا دل لاہور۔ میرا آپریٹ کیا ہوا۔ تو مجھے آپریٹ سے پہلے ہوش آیا تھا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا تھا کہ وہ مجھے بچا لیں۔ مجھے جینا ہے، ابیہم کے ساتھ، مرجان اور یاقوت کے ساتھ، دینا کے ساتھ۔'' وہ بھرائی آواز میں بولے جا رہی تھی۔ اور ہر بات کے ساتھ ابیہم کا دل مزید پگھلا جا رہا تھا۔

''میں نے سن۔ پتہ ہے خواب بھی دیکھا تھا۔'' وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح بتانے لگی۔ ابیہم اسکا چہرہ دیکھتا ہوا اسکی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔

''اس رات۔ سچل مجھے لینے آئی تھی۔'' ابیہم نے بھینچ لئے وہ اسکے تاثرات کی پرواہ کئے بنا اپنی کہے گئی۔'' میں نے بھی جانے سے انکار کر دیا۔ اس رات میں نے کہا کہ نہیں مجھے نہیں جانا۔ مجھے یہیں رہنا ہے ابیہم کے ساتھ۔'' ابیہم بے اختیار مسکرا دیا۔

''اچھا؟ اور؟'' اس نے جھک کر اسکے سنہری بالوں کو چھوا۔

''اور۔ اور۔ اور بس۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔'' وہ بولی تو ابیہم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو نور بیگم خیام صاحبہ کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ابیہم نے مڑ کر دیکھا تو وہ اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

''آجائیے۔'' وہ انہیں بلا کر خود ہر ڈاکٹر نے رشک کرنے سے کیا تھا۔

''صفا۔!! میری بیٹی۔'' وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھیں صفا اس حالت میں ہی نہیں تھی۔ وہ بے بسی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئیں۔

''بیٹھ جاؤ۔'' خیام صاحب نے انہیں بٹھا دیا۔

رات کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے آج قادر نے سلویٰ اور یوسف کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کی تھیں۔ سلویٰ جو کہ اپنی امو کے غم میں ہر تھوڑی دیر بعد نڈھال سی ہو جاتی تھی اب قادر کے آنے پر کافی حد تک اسکا دل بہل گیا تھا۔ بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

کھانا کھانے کے بعد بچے سونے کے لئے چلے گئے جبکہ قادر لاؤنج میں ہی بیٹھا تھا اور عینا اسکے لئے چائے بنا رہی تھی۔ اسی دوران دروازے پر بیل ہوئی عینا کے میں دودھ ڈالتے ہاتھ لرز گئے تھے تو کیا وہ واپس آ گیا تھا؟

وہ جلدی سے اپنا سکارف درست کرتی کچن سے نکلی۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' قادر نے اسکو کہا اور خود آگے بڑھ گیا عینا وہیں لاؤنج میں کھڑی تھی اسکی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔

''کون ہے؟'' دروازہ کھولتے ہی قادر نے پوچھا اگلے ہی لمحے قادر اپنی جگہ پر فریز ہو گیا۔

''تم؟'' قادر کے ماتھے پہ بل پڑے۔

جبکہ مقابل کا تو غصے سے چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ آنکھوں میں وہ جلال تھا کہ کسی کو بھی جلا کر بھسم کر ڈالے۔

عینا اپنی جگہ جم چکی تھی۔

''نکلو یہاں سے۔'' قادر نے اسکا راستہ روکا۔ حسن جس نے ایک قدم اندر رکھی جانب بڑھایا تھا وہیں رک کر قادر کو دیکھنے لگا۔

''بیوی ہے میری۔'' وہ چبا چبا کر بولا تھا۔

''ہوگی۔ اس وقت تم اس سے نہیں مل سکتے۔'' قادر نے سختی سے اسکو روکا۔

''میرا راستہ چھوڑ دو قادر۔!! آج کل میں نے شکار تک کر رکھا ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولتا ہوا عینا پہ نگاہیں گاڑے اس لڑکی کو لرزا گیا تھا۔

''حسن۔!! چلے جاؤ۔ ابھی سے کہہ رہا ہوں۔'' قادر نے ضبط کیا۔

''شٹ اپ۔!!'' وہ قادر کا ہاتھ جھٹک کر اندر پہنچا اور آ کر عینا کے روبرو کھڑا ہوا۔ عینا یہ دیکھ کر جھکا گئی۔

''کیا میری بیوی بننا پسند کرے گی کہ میری غیر موجودگی میں اس وقت ایک غیر مرد یہاں کیا کر رہا تھا؟'' حسن کی نسیں پھٹ رہی تھیں۔ عینا نے بے ساختہ نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ حسن کی بات نے عینا کا دل چیر کر رکھ دیا تھا۔

''تمہیں کسی نے کوئی حق نہیں دیا حسن۔!! کہ تم مجھ سے ایسے بات کرو۔'' وہ اپنی پھٹ پڑنے کو بیتاب ہوئی بولی تو حسن کی سیاہ آنکھیں مزید سرد ہو گئیں۔

''شٹ اپ۔ جسٹ۔ شٹ اپ۔!!'' وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا بولا۔

''ہوتے کون ہو تم ہاں؟'' قادر نے آ کر حسن کا گریبان پکڑا۔ اور اسکو دیوار سے لگا دیا۔

''قادر بھائی۔!!'' عینا ان دونوں کے پاس پہنچی۔

حسن نے ایک نگاہ عینا پہ ڈالی۔ وہ وہیں رک گئی۔

''میں اسکا شوہر ہوں۔ اس لئے تم لوگ مجھے اسکے پاس آنے سے نہیں روک سکتے اور قادر!! اب تک میں صرف بات کر رہا ہوں تو سمجھ لو کہ کچھ بدل چکا ہے۔'' وہ قادر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا قادر ایک پل کے لئے ٹھٹکا۔

'' ہے۔ صرف اور صرف تمہارا ہے۔ یہ فریب ہے اسکے سوا کچھ نہیں۔ ہم تمہیں جا نے ہیں۔'' قادر نے اسکا گریبان جھنجھوڑا۔ تو حسن نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑوا لیا۔ شور کی آواز سے سلویٰ اور یوسف بھی سہم کر اٹھے۔

''عینا۔!!'' سلویٰ کی آواز آئی تو عینا نے بے بسی سے ان دونوں کو دیکھا۔

''پلیز۔ مت کریں آپ دونوں۔۔ بچے ڈر جائیں گے۔'' وہ گڑگڑائی۔ حسن کی گفت نہیں ٹوٹی تھی۔

''اسکو ان بچوں کی کیا پرواہ جن کے مجرموں کے ساتھ یہ کاروبار کرتا ہے۔۔ اسکو تو بس پیسہ اور طاقت چاہیئے۔۔ کیوں حسن آفندی؟ مل گئی تمہیں پیسہ؟ مل گئی پور؟ مل گیا سکون؟'' آنکھ ہی بات پہ قادر طنزیہ انداز میں ہنسا تھا۔

''اور تم لوگ جو کر رہے ہو اسکا کیا؟'' حسن غرایا۔ عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''۔۔۔ لڑنے کی ہمت نہیں تھی تو شروع کیوں کی ہاں؟ کیوں ان بچوں کی زندگی کو مزید مشکل بنایا؟ کیوں امن میں نہیں رہنے دیا۔۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ زندہ رہنا چاہتے ہیں؟ وہ لوگ خوراک سے محروم ہیں اور تم چاہتے ہو کہ وہ لوگ خالی پیٹ تم لوگوں کی چھیڑی ہوئی جنگ میں شریک بنیں؟ تم لوگ خود کو مجاہد کہتے ہو ں؟'' حسن نے جھٹکے سے قادر کا گریبان چھوڑا۔

''دہشتگرد ہو تم لوگ۔۔ صرف اور صرف دہشتگرد۔'' وہ جبڑے بھینچے کہہ رہا تھا۔ اسی دوران سلویٰ اور یوسف بھی اٹھ کر باہر آ گئے عینا نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ جبکہ دہشتگرد کا لفظ سن کر قادر میں مزید بولنے کی سکت نہیں بچی تھی۔

''اس لئے یہ ۔ ۔ جاری کر ۔ ۔ تم لوگوں کے پس منا ۔ اصلحہ اوران بچوں کے پس کھانے کوروٹی ہو۔'' وہ انگلی کھڑی کر کے بولا توعینا نے بے یقینی سے اس شخص کو دیکھا۔

''نکلو یہاں سے۔'' قادر نے حسن کا بیان پکڑ کر اسکو گھسیٹا۔

''قادر بھائی۔!! پلیز۔'' عینا بچوں کو چھوڑ کر قادر کے سامنے آئی۔حسن کی نگاہیں اسکو مسلسل لرزا رہی تھیں فی الحال وہ اس سچو سے ۔ چاہتی تھی پھر حسن کو تو وہ قابو کر ہی لیتی۔اسکو لگا تھا۔!

قادر نے حسن کا بیان جھٹکے سے چھوڑا اور عینا کے سامنے آیا۔

''میں یہیں ہوں۔۔اگر اس خبیث نے کچھ کہا تو مجھے کال کر دینا۔''

''بیوی ہے وہ میری۔۔مجھ سے بڑے محافظ نہیں ہوتم اسکے اور نہ مجھ سے حفاظت کرنے کی ضرورت ہے اسکی۔۔آئی سمجھ؟'' حسن نے کہا لگا یا تو قادر مٹھیاں بھینچے وہاں سے چلا گیا۔

دروازہ بند ہوا تو حسن نے مڑ کر عینا کو دیکھا۔

''۔ ۔بچو۔!! چلو۔ رچلیں۔'' اس نے سلویٰ اور یوسف کا ہاتھ تھاما اور اسے کمرے میں لے جانے لگی۔اس نے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر ۔ چاہا تو حسن نے دروازہ تھام لیا۔اب عینا کا صحیح معنوں میں خون خشک ہوا تھا۔اس نے بچوں کا ہاتھ چھڑوا یا اور عینا کو ہاتھ پکڑ کر ۔ ہر نکالا۔دروازہ دھاڑ کی آواز سے بند ہوا تو ا رکھڑے سلویٰ اور یوسف کا پ گئے۔وہ اسکو لئے ۔ ہر آیا۔عینا نے خوب پ قابو پ۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔''

''شٹ اپ۔!!'' وہ دھاڑا۔عینا نے خون آلود نگاہ اس پ ڈالی۔

''یو شٹ اپ مسٹر کرداوی۔!! ہمارا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جس کو ۔ دبنا کر تم مجھ سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کر سکو، یہ حق نہیں دیتی میں تمہیں آئی سمجھ؟'' اس نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا حسن نے آنکھیں سکیڑ لیں۔''اب چلے جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں شور مچادوں اور سکیورٹی کو کال کروں۔'' وہ دو ۔ رہ بولی تو حسن ۔ چھا سا مسکرا ۔عینا پ پھر سے خوف حاوی ہونے لگا تھا۔

حسن نے اگلے ہی پل اسکو ۔ زووں سے دبوچ کر دیوار سے جا لگا ۔عینا کی چیخ نکلی تو اس نے ا ہاتھ عینا کے منہ پ جما ۔اسکی آنکھوں سے آ جاری ہو گئے۔

''ا لفظ نہیں۔!! سمجھ آئی؟ ا لفظ نہیں۔!! اب میں بولوں گا اور تم سنو گی۔!!''

اس نے عینا کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔عینا کا دل شدت سے چیخنے کو چاہا تھا وہ اسکی آواز رو کے کھڑا تھا۔عینا کی آنکھوں سے آ بھل بھل بہہ رہے تھے ۔وہ سمجھی تھی کہ شا وہ ۔ ل رہا ہے یہ بس اسکا وہم تھا۔!

''میں یہاں رہوں ۔ نہ رہوں۔! میں کسی بھی ملک میں رہوں۔ ۔ پھر خواہ یہ د ہی چھوڑ دوں۔'' وہ کہنے لگا۔

''تمہیں حق نہیں ہے کہ کسی بھی غیر مرد کو یوں اپنے گھر میں اپنی چار دیواری میں بٹھا کر کھانے کھلا ؤ۔'' وہ جبڑے بھینچے غرا ۔اس کے ہر ہرا ۔ از سے استحقاق چھلک رہا تھا۔عینا نے بے یقینی سے اسکو دیکھا اور پھر اسکی انکھوں میں اشتعال جمع ہونے لگا اس نے جھٹکے سے حسن کا ہاتھ ہٹا ۔

حسن نے اسکے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا اسکو وہاں سے جانے نہیں د تھا وہ اسکو وہیں قید کر چکا تھا۔

وہ طنزیہ مسکرائی۔!!

''مسٹر کرداوی۔!! شا آپ بھول رہے ہیں کہ ہمارا ایسا استحقاق والا کوئی رشتہ نہیں، یہ بس ا مصنوعی رشتہ تھا جو اس سیل میں ہی ختم ہو ۔ تھا۔دوسری ۔ ت، ۔ تم میری ز گی میں نہیں تھے اور ۔ تم مجھے اپنی ز گی سے نکال چکے تھے اس وقت یہی غیر مرد تھے جنھوں نے مجھے ٹوٹنے سے بچا ، جنھوں نے میری حفاظت کی اور ہر موڑ پ میرا ساتھ د ۔اور۔'' کہتے ہوئے عینا کی آواز ز ھ گئی۔

''تم سمجھتے کیا ہو خود کو ہاں؟ تم سے ہزار َ ۔ بہتر ہیں یہ لوگ۔۔تمہاری طرح ۔ دل نہیں ہیں وہ۔''

''۔ دل؟''

''ہاں ۔ دل۔!! کیو وہ لوگ لڑتے ہیں اپنے حقوق کے لئے اور معصوموں کے حق کے لئے ،تمہاری طرح ڈرپوک نہیں ہیں جو ساری ز ۔ گی اصلحہ جمع کرتے رہیں اور پھر ۔ ۔ لڑنے کے قابل ہوں ۔ ۔ زمین ہی ۔ قی نہ رہے اور نہ زمین کے لوگ۔'' حسن اسکی ۔ توں سے محظوظ ہوا تھا۔

''اورا ۔ ت۔!'' وہ کچھ کہنے لگی اسکی سہمے سے کھڑے سلویٰ اور یوسف پ گئی جو کہ دروازہ کھول کر ۔ ہر آ کر کھڑے تھے۔عینا زخمی سا مسکرائی۔

''واؤ مسٹر کرداوی۔!! آج آپ نے ان بچوں کو مز ۔ خوف زدہ کر دی ۔۔آج ا دکھا دی کہ ڈومیسٹک وائلنس کیا ہوتی ہے آج وہ لوگ اسی چھت کے نیچے سہمے کھڑے ہیں جہاں وہ خود کو محفوظ سمجھتے تھے۔'' وہ غصے سے کہتی اسکی قید توڑ کر جانے لگی حسن نے اسکا ۔ زو د بوچ کر دو ۔ رہ دیوار سے لگا دی ۔سلویٰ نے منہ پ ہاتھ رکھ کر چیخ د ۔ ئی ۔عینا کا حلق خشک ہوا۔

''بچے سہمے ہوئے ہیں حسن ۔!! چلے جاؤ ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔'' وہ غرائی۔

وہ خاموشی سے اسکے چہرے کو دیکھے ۔ ۔وہاں خوف کا ۔ م و ن ۔ نہیں تھا۔حسن نے آنکھیں سکیڑیں۔

''تمہیں ڈر نہیں لگتا مجھ سے؟'' ۔ جانے کیا سوچ کر وہ بولا تھا۔عینا نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''نہیں۔'' وہ َ دن ٹ اگئی۔

حسن محظوظ ہوا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''کیوں نہ آج خوف سے آشنا کروا دہی دوں تمہیں۔'' وہ ۔ ر ۔ آواز میں کہہ رہا تھا۔اور یہ وہ لمحہ تھا ۔ عینا کو لگا کہ حسن کا سفر رائیگاں َ ۔ ۔وہ جس مقصد سے آ ۔ تھا وہ مقصد فنا ہو َ ۔ ۔وہ شخص دو ۔ رہ شیطان بن رہا تھا۔اور اس شیطان سے عینا خوف کھاتی تھی۔وہ مضبوط صرف اور صرف حسن کے سامنے تھی۔شا سے وہ آج بھی خوف کھاتی تھی۔

'' ۔پلیز۔ ۔ ۔بچے ڈرے ہوئے ہیں۔'' عینا کے ۔ پ پ ئے۔

''ڈرنے دو۔ا بھی ڈرنے دو۔'' وہ اسکے چہرے پ پ ۔ را۔عینا نے سانس ۔ روک لی۔

''تم ۔تو ۔ ل ۔ ۔ لنا چاہتے تھے۔''

''ہاں ۔۔ تم نے نہیں ۔ لنے دی ۔'' وہ اسی لہجے پ واپس آ رہا تھا پ سکون ٹھہرا ہوا ۔ ر ۔ لہجہ۔

''آئی ۔ایم سوری ۔ جانے دو ۔۔ہم ۔ہم چلے جا گے یہاں سے۔'' عینا نے بچوں کو دیکھا جو کہ تقریباً کھڑے کا ۔ پ رہے تھے۔

''نہیں ،اب تو نہیں جا سکو گے ۔اب تم لوگ یہیں رہو گے۔'' وہ اسکی حا ۔ دیکھ کر مسکراہٹ ضبط کر َ ۔ ۔عینا نے خوفزدہ ہو کر اسکو دیکھا۔ اب ۔ ث ات الگ تھے۔ وہ شخص کیا چیز تھا پل پل میں ۔ ث ات ۔ لتا تھا۔

''کیا ہوا؟ ڈر گئی؟''

اور اس پل عینا کا پورا وجود پ پ ر ہا تھا۔

''شش ۔!! میں مذاق کر رہا تھا۔'' اسکا خوف حسن سے دیکھا نہیں َ ۔ ۔وہ اس لڑکی کو خوفزدہ نہیں کر رہا تھا۔سلویٰ نے بے یقینی سے یوسف کو دیکھا جو کہ خوفزدہ سا حسن کو دیکھ رہا تھا۔

''آئی ایم سوری ۔ ں پلیز۔!!'' اس نے عینا کا لرز ۔ وجود تھام لیا۔

''گیٹ آؤٹ ۔'' عینا کی آواز میں لرزش تھی۔حسن نے اسکا سر اپنے کندھے سے لگا ۔

''مجھے غصہ آ ۔ تھا۔۔وہ یہاں کیوں تھا؟ مجھے . الگا بس۔اور کچھ نہیں۔تم ڈرومت۔''

''یو آر اے سائیکو۔!!''عینا سسکی۔

''آئی نو۔۔اسی لئے علاج چاہتا ہوں۔۔اور میرا علاج یہیں ممکن ہے۔''وہ اسکو مزید قریب کرتے ۔سلوئی نے آ صاف کئے اور گہری سانس خارج کی۔

عینا نے اسکے ی پ ا مکا سا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

''ہو جاؤں گا۔ تم نہ ڈرو۔''وہ اسکا سر تھپک رہا تھا۔عینا میں مزید مزاحمت کی ہمت نہیں بچی تھی۔وہ اسکو لئے صوفے پ آ ۔اسکو بٹھا اور پ نی کا گلاس دیا۔عینا نے کا پ تے ہاتھوں سے ہی پ نی کا گلاس پکڑا۔وہ ا ہی سانس میں سارا گلاس ختم کر گئی۔

''یہاں آ ؤ۔!!''حسن نے سلوئی اور یوسف کو دیکھا وہ دونوں سہمے سے دو قدم مزید دور ہوئے۔حسن کے دل میں کچھ مزید ٹوٹ ۔وہ چاہتے ہوئے بھی . کچھ اب کر رہا تھا۔

''یہاں آ ؤ۔''حسن نے دو رہ کہا تو عینا نے سلوئی اور یوسف کی جا . دیکھا وہ دونوں سست قدم اٹھاتے عینا کے پ س آئے اور اسی کے ساتھ د گئے۔

حسن نے ... سے سے چاکلیٹ . رز نکالے اور ا جا . ٹھائے انھوں نے میں سر ہلا دیا۔

''کیا ہوا؟ کیا نہیں چاہیے؟''وہ بے چارگی لئے بولا۔

''نہیں۔!!تم نے عینا کو مارا۔۔ہمیں . تم سے کچھ نہیں چاہیے۔۔اور عینا ٹھیک کہتی تھی کہ اجنبیوں کو اپنے گھروں میں پناہ نہیں دیتے۔۔تم نے بھی وہی . کیا جو وہ لوگ کر رہے تھے ہمارے ساتھ۔''آج سلوئی نے بھی حسن کو ان لوگوں میں شامل کر دیا تھا۔حسن کے ہاتھ اسکی گود میں ہی گئے۔

اس نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے ا را اور وہاں سے اٹھا۔اس نے وہ چاکلیٹ . رز میز پ رکھے اور وہاں سے ۔دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو عینا نے سہمی سی سلوئی اور یوسف کو دیکھا۔اس نے ان دونوں کو ساتھ لگا لیا۔

''عینا۔!! کیا وہ بہت . ا ہے؟''سلوئی سسکی۔

''نہیں۔وہ . انہیں ہے۔''عینا اسکے . لوں کو سہلاتی ہوئی بولی۔

''تو پھر وہ تمہیں مار کیوں رہا تھا؟''

''نہیں تو۔اس نے نہیں مارا۔''عینا مدھم سا مسکرائی۔

''تم رو رہی تھی۔وہ تمہیں ڈرا رہا تھا ں؟''

''ہاں۔۔وہ ڈرا رہا تھا عینا کسی سے نہیں ڈرتی۔''اس نے اپنے آ صاف کئے اور ان دونوں کا چہرہ سامنے کیا۔عینا نے ا آ صاف کئے اور چاکلیٹ کھولنے لگی۔

''ہمیں نہیں چاہیے اسکی گندی چاکلیٹ۔''سلوئی نے منہ بنا ۔عینا ہنس دی۔

''چاکلیٹ گندی نہیں ہے۔''

''اور وہ؟''سلوئی اپنے سوال پ قائم رہی۔

''وہ؟ پتہ نہیں۔''عینا نے سر جھٹکا۔

وہ لوگ اس وقت کوریڈور میں موجود تھے۔

''ا . اہیم۔!!تم گھر جا کر ا . رفریش ہو کر آ جاؤ۔''سفیان گورسی نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔''اس نے ا۔ اپنی حا - پ ڈالی۔

''ہم لوگ ہیں یہاں تم جاؤاور کھا۔ بھی کھا آ۔''

''نہیں۔۔۔بھوک نہیں ہے۔''

''ا۔ اہیم۔!!''وہ سخت لہجے میں بولے۔''کیا چاہتے ہو کہ اسکو سنبھالنے کے بجائے خود بستر پ ڈ جاؤ؟ کیا چاہتے ہو کہ ہم جو پہلے ا۔ کو سنبھال رہے ہیں دوسرے کی بھی اذ۔ - میں مبتلا ہو جا ۔''ا۔ اہیم سر جھکائے کھڑا ا ڈا۔ ٹ ڈ پ ۔ تے رہا۔

''۔۔!! چلیں آپ۔!! ہم پھر آ جا گے آپکی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔''مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہلا۔ا۔ اہیم نے ا۔ نگاہ اس پ ڈالی۔اور پھر اثبات میں سر ہلا د۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو دینا لاؤنج میں ہی پھر رہی تھی۔

''۔۔ا! دینا۔۔!!'وہ بھاگ کر اسکے پ س پہنچی۔منال جو کہ کچن میں تھیں ٹھٹک کر۔ ہر آ ۔

ا۔ اہیم نے دینا کو اٹھا۔ اور اسکو پیار کیا۔

''۔۔ کو مس کیا تھا؟''ا۔ اہیم نے دینا کا چہرہ چوما۔

''۔۔!! شفا؟''وہ بولی تو ا۔ اہیم پھیکا سا مسکرا۔۔وہ اسکی اولاد پ قابض ہو چکی تھی۔اَ اب اسکو کچھ ہو جا - تو اسکی اولاد پھر سے بکھر جاتی۔

''آ گئے تم؟''منال نے آ کر اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔مرجان منال کو سلام کر - سیڑھیاں پھلا ۔ ۔

''ہمم۔''

''کیسی تھی وہ؟''

''بہتر ہے اب۔''

''جا کر نہا لو۔میں کھا۔ لگاتی ہوں کھا۔ کھا۔ ۔اور پھر تھوڑی د۔ آرام کر لو۔''

''ہمم۔''ا۔ اہیم تھکان سے چور آ - تھا۔دینا کو منال کے حوالے کر کے وہ بھی سیڑھیاں پ ڑھ ۔

کمرے میں داخل ہوا تو خالی کمرہ اسکا منہ پ ڑ رہا تھا۔ا۔ سایہ سا آ کر۔ اتھا۔وہ آگے ۔ ٹھا اور ڈریسنگ ٹیبل پ بکھرا ہوا سامان دیکھا۔اسکی جیولری وہیں پ ڑی تھی۔

ا۔ اہیم نے اپنی۔۔۔ میں ہاتھ ڈالا اور وہ پیکٹ نکالا جو سر۔ ی کے وقت ڈاکٹرز نے اسکو د۔ تھا اس میں صفا کی جیولری تھی۔سبز انگوٹھی۔چوڑیں۔اور کچھ بیڈ۔جبکہ ا۔ ائیر۔ تھا۔

وہ ان چیزوں کو نکال کر وہاں پ ڑے ا۔ جیولری۔ کس میں ر ۔ لگا۔کتنے ہی ث نیے وہ اسکی اس جیولری کو دیکھتا رہا۔اور پھر سر جھٹک کر اپنے کپڑے نکالتا واش روم میں گھس ۔

نہا کر۔ ل خشک کر - ہوا واپس آ - تو منال نے دستک دی۔ا۔ اہیم نے آ ۔ میں اپنی پٹی دیکھی اور جلدی سے اپنی شرٹ کے بٹن بند کئے۔منال کھا۔ لے کر آ ۔اور میز پ رکھا۔

ا۔ اہیم۔ ل ۔ ٹ کر - ہوا آ ۔ اور ا پ س ہی صوفے پ بیٹھ ۔۔منال نے ا۔ لقمہ بنا۔ اور ا۔ اہیم کو کھلا۔۔وہ پھیکا سا مسکرا د۔

''میرا بیٹ بہت بہادر ہے۔میں جا ہوں کہ میرا بیٹ اپنے ا۔ ر بہت بڑے طوفان سموئے ہوئے ہے میں یہ بھی جا ہوں کہ میرا بیٹ بہت مضبوط ہے اتنا کہ ان طوفانوں کو اپنے ۔ میں سنبھالے ہوئے ہے۔''

وہ اسکو کھا۔ خود کھلا رہی تھیں۔

کھا کھا کرا. اہیم نے ا گود میں ہی سر رکھ دیا۔ وہ اسکے .لوں میں ہاتھ نے لگیں۔

''کچھ دیا ایسے رہنے دیں ماما۔'' وہ تکان سے بولا۔

''سو جاؤ۔ میں یہیں ہوں۔'' انھوں نے جھک کر اسکا سر چوما۔

ماں کی آغوش اس د کا . سے آرام دہ اور م بستر ہوتا ہے۔ ماں کی آغوش میں ا ن اپنی ساری تھکان اپنے سارے غم بھلا دیتا ہے۔ ا. اہیم کی بھی تھکان غا . ہوگئی تھی وہ بھی پ سکون ہو گیا تھا۔

اسٹڈی ڈ پ بیٹھی آ ۔ ۔ کچھ لکھ رہی تھی۔ میرال کمرے میں داخل ہوئی تو سست قدم اٹھاتی ہوئی اسکے پ س آئی۔

''آ ۔ ۔ ۔!!''

''ہمم۔'' وہ مصروف سے ا از میں بولی۔

''تم ٹھیک ہو ں؟''

''کیوں؟ مجھے کیا ہو ۔'' وہ مسلسل اپنی نوٹ . پ جھکی ہوئی تھی۔

''تم . . سے واپس آئی ہو کوئی . ت نہیں کی۔ وہ لوگ کون تھے تمہیں کیوں لے کر گئے تھے اور۔''

''اور کچھ نہیں میرال۔'' آ ۔ ۔ نے پھینکا۔ ''وہ لوگ بس کچھ . ے لوگ تھے جن کو پیسوں کی ضرورت تھی اس لئے انھوں نے مجھے استعمال کیا۔ دیٹس اٹ ۔ ۔!''

'' پھر بھی۔ وہ لوگ مجھے بھی تو کڈ کر ۔ تھے۔ تمہیں ہی کیوں؟'' میرال منمنائی۔

آ ۔ ۔ نے دن موڑ کر میرال کو دیکھا۔ وہ کچھ دیا اسکو دیکھے گئی۔

''کیو مجھے کوئی وی یو گیم نہیں چاہیے تھا۔'' وہ بولی تو میرال کے ہاتھ سے اسکا ٹیڈی ی ۔

''آ ۔ ۔ ۔!!'' میرال کا حلق خشک ہوا۔

''مجھے اس . رے میں کوئی . ت نہیں کرنی میرال۔ فی الحال میں مصروف ہوں۔'' اس نے کہتے دو . رہ اٹھا لیا۔ میرال ہو ٹ چباتی ہوئی جا کر اپنے بیڈ پ بیٹھ گئی۔

آ ۔ ۔ نے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں میں امڈتی نمی پیچھے دھکیلی اور ا اپنی تحر ۔ پ ڈالی۔

''پیارے اللہ جی۔!

میں آ ۔ ۔ ۔!! آ ۔ ۔ ا م چوہان۔ ۔ دہوں ں آ پکو؟ میرے ماما . . آپ کے پ س ہی ہیں۔ اس لئے آپ جا ہوں گے مجھے۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ آپ جا ہیں ں کہ مرجان کی پ یٹی لیڈی اور میری صفا آ بہت بیمار ہیں۔ . کوڈر ہے کہ وہ کہیں ا چھوڑ کر آپکے پ س نہ چلی جا ۔ اس لئے میں آپ سے ا ر ئسٹ کرتی ہوں کہ آپ ا بجائے مجھے وہاں بلوا لیں۔ اسی بہانے میں ماما . . سے مل لوں گی۔ مرجان کے لئے اسکی پ یٹی لیڈی بہت ضروری ہیں۔ پلیز۔ آپ اس سے اسکی پ یٹی لیڈی کو دور نہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری دعا سن لیں گے۔

آ ۔ ۔ ا م چوہان۔ ۔''

اس نے وہ پیپر ا لفافے میں ڈالا اور اپنی . میں رکھ لیا۔ اسکو اب نیند آ رہی تھی ا نگاہ اپنے ماما . . کی تصو ۔ پ ڈالتے ہوئے وہ جا کر پ سکون سی سو گئی۔

جبکہ دوسری جا . میرال کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''صفا۔ ۔!!''

تقریباً آدھی رات کا وقت تھا. . وہ ہڑ ب ا کر اٹھا۔ اسکا چہرہ پسینے سے ت تھا۔ کمرہ ت ر تھا وہ ابھی ت صوفے پ ہی سو رہا تھا۔ اس نے اپنی گھڑی اٹھا کر وقت

دیکھا رات کے تین بج رہے تھے۔

''اتنی دیسو رہا میں۔'' وہ ہڑبڑی میں اپنے جوتے پہننے لگا۔

کمرے سے نکلا گھر سنسان پڑا تھا۔ وہ بناء آواز کئے لاؤنج میں آیا میز سے اپنی چابی اٹھائی اور باہر نکلا۔

قریباً سوا تین بجے وہ اسپتال کے احاطے میں موجود تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ اندر داخل ہوا تو سفیان گورسی روم کے سامنے ہی سر ہاتھوں میں لئے بیٹھے تھے۔

''...!!'' وہ بھاگتا ہوا پاس آیا۔ انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' اسکی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

سفیان کی کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

''کیا ہوا..؟''

انھوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''کک۔کیا۔۔کیا۔مطلب؟'' وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

''وہ چلی گئی۔'' سفیان گورسی بولے تو ابیم لڑکھڑایا۔

''نن۔نہیں..!! آپ۔آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟'' وہ وہیں کھڑا تھا۔ اندر سے ایک سٹریچر لایا گیا۔ جس پہ سفید کپڑا ڈالا ہوا تھا۔

''یہ۔یہ۔یہ۔کون۔ہے؟''

ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اسکے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ سنہری لٹیں چہرے کے دائیں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ پورا سا چہرہ خاموش تھا۔ بے جان۔

''نن۔نہیں۔نہیں۔'' ابیم غیر یقینی کی سی کیفیت میں کہتا پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ جا کر کسی سے ٹکرایا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو زہرہ کھڑی ہنس رہی تھی۔ وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ ابیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''دیکھا۔!مرگئی وہ۔کہا تھا ناں میں نے۔!! مرگئی وہ۔'' زہرہ نے تالی بجائی۔

''''ش۔شٹ اپ۔سمجھی۔'' وہ دھاڑا۔

''ہاہاہا۔مرگئی وہ۔'' زہرہ مسلسل ہنس رہی تھی۔

''شٹ اپ۔!!'' وہ اپنا سر پکڑ کر چیخا۔ وہ پوری وقت سے دھاڑا تھا۔

اسکی آنکھ کھلی تو اسکا پورا وجود پسینے میں نہایا تھا۔ کچھ لمحے تو وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پایا تھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ کہاں تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں اپنے صوفے پہ ہی موجود تھا۔ وہ سو رہا تھا۔

یا اللہ۔!وہ خواب تھا۔ہاں۔وہ بس ایک خواب تھا۔خوفناک ترین خواب۔

کچھ دماغ میں آتے ہی وہ فوراً اٹھا تھا۔ جوتا پیروں میں اڑستے وہ چابیاں اٹھائے باہر بھاگا۔

اسپتال پہنچا تو منظر کچھ ویسا ہی تھا۔ ابیم کا دل بند ہوا۔ اس نے سست قدم سفیان گورسی کی جانب بڑھائے۔

''...!!'' اسکو اپنی بھی اواز سنائی نہیں دی تھی۔ سفیان گورسی نے چہرہ اوپر اٹھایا۔ ابیم نے انکا چہرہ غور سے دیکھا وہ بھیگا ہوا نہیں تھا۔ شکر ہے وہ مسکرا ہی رہے تھے۔

''آ گئے تم؟'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اسکے پاس آئے۔ ''کچھ دیر اور آرام کر لیتے میں تھا یہاں۔'' انھوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ ''خیام کو بھی بھیج دیتا میں نے۔اب اگر مزید رکتا تو ممکن تھا کہ وہ بھی بیمار پڑ جاتا۔'' وہ اسکی حالت سے انجان کہے گئے۔ اور پھر اسکا کندھا تھپک کر باہر نکل گئے۔

ابیم چل حواس کے ساتھ کھڑا رہا۔ اور پھر اس نے بے چینی سے کمرے کی جانب دیکھا۔ اور پھر ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ سست قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں گیا۔ اب مزید چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کسی مخصوص لباس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔

وہ چلتا ہوا اسکے بیڈ کے پاس آیا وہ پرسکون نیند میں تھی۔ ابراہیم مسکرادیا کچھ دیر پہلے بیتے لمحے جو اس نے خواب کی شکل میں دیکھے تھے یاد آنے پر ابراہیم کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ اس نے جھک کر لب سے اسکی پیشانی چومی تھی۔ اور کرسی کھینچ کر اسکے پاس ہی بیٹھ گیا۔ وہ کتنی ہی دیر اسکو دیکھتا رہا۔

''ایبو۔!!''

''ہاں۔!!'' وہ فوراً اٹھا۔

''پانی۔'' وہ بوجھل آنکھیں بمشکل کھول رہی تھی۔

''دیتا ہوں۔'' ابراہیم نے شکر ادا کیا کہ وہ اس وقت اسکے پاس تھا۔ بس اب وہ وہاں سے کبھی نہیں جانے والا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی۔ اس نے پانی کا گلاس اٹھایا اس میں سٹرا لگایا اور صفا کے لبوں سے لگایا۔ دو تین گھونٹ پینے کے بعد وہ دوبارہ نیند میں چلی گئی۔

ابراہیم نے گلاس واپس رکھا۔ اور اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح سوتے ہوئے چھوٹے چھوٹے سانس لے رہی تھی۔ ابراہیم کو اس پر بے حد جان سے پیار آیا تھا۔

''اب ٹھیک ہو جاؤ بس تم۔'' اسکی آنکھیں پھر سے نم تھیں۔ اب دل میں امید تھی یقین تھا کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ وہیں بیٹھ گیا۔ بنا پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گیا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا۔ عینا کی آنکھ کھلی وہ کمرے میں تھی اسکے ساتھ ہی سلویٰ اور یوسف سوئے ہوئے تھے کمرے کا پنکھا چل رہا تھا نمی کی شدت قائم تھی۔ وہ یوں ہی کچھ دیر لیٹی ہوئی پنکھے کے گھومتے پروں کو گھورتی رہی۔

کتنے ہی پل اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائے تھے۔ وہ شخص اسکی محبت تھا۔ وہ اس سے محبت کرتی تھی بے پناہ اور بے لوث محبت افسوس کہ وہ اسکی محبت کا اہل نہیں تھا۔ آج حسن کا اپنے لئے یوں پوزیسو ہونا اسکو کہیں نہ کہیں پسند آیا تھا اسکا قادر پوزیسو ہونا اور ان لوگوں کو دہشت دکھنا عینا کے دل میں کسی تیر کی طرح کھب گیا تھا۔ وہ ان سوچوں کو جھٹک نہیں پا رہی تھی۔ وہ شخص کتنی آسانی سے اسکی روح کو کچل دینے کی صلاحیت رکھتا تھا پھر اس نے اسکو یہ اختیار خود ہی دے رکھا تھا۔

کچھ دیر وہ اپنی لامتناہی سوچوں سے لڑتی رہی اور پھر آنکار کروٹ بدل گئی وہ ان سوچوں سے بھاگ جانا چاہتی تھی جیسے ہی آنکھیں موندتی تھی حسن کی سیاہ آنکھیں اسکو خود پر ٹھہرتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ وہ بے بس ہو کر پہلو بدل جاتی۔

کچھ بھی کام نہ آ رہا تھا۔

''کیا مصیبت ہے؟'' وہ اٹھ کر بیٹھی اور اپنے بال جوڑے کی شکل میں باندھے۔ اس نے دونوں بازو اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹے اور بیڈ کے کنارے ہی بیٹھی اپنا چہرہ اپنے گھٹنوں میں چھپا گئی۔ کتنی ہی ساعتیں گزر گئیں۔ وہ جو سمجھ رہی تھی کہ ایسا کرنے سے شاید نیند اس پر سوار ہو جائے گی جو کہ اسکی محض غلط فہمی تھی۔ اس لئے اس نے سر اٹھایا۔ اور دن موڑ کر سلویٰ اور یوسف کو دیکھا اور پھر بنا آواز کئے اٹھی اور اپنا جوتا پہنتی کمرے سے نکل گئی۔ کمرے کا دروازہ نرمی سے بند کر کے وہ لاؤنج میں پہنچی۔ لاؤنج کا پنکھا چل رہا تھا اور وہیں صوفے پر دراز ہو گئی۔

لاؤنج میں گھٹن تھوڑی کم تھی اتنی بھی کوئی ٹھنڈک نہ تھی جس میں وہ سکون کی نیند سو جاتی۔

''کیا وہ کبھی ہوگا؟'' ہر رات کی طرح دل نے دماغ سے سوال کیا۔

''خبردار جو اسکا نام لیا۔ سو جاؤ۔'' دماغ نے فوراً دل کو ڈپٹ دیا۔ وہ کروٹ بدل کر رہ گئی۔ اک گہری سانس خارج کی اور اپنا چہرہ کشن میں چھپا لیا۔

''اس نے کھانا کھایا ہوگا؟'' دل نے استفسار گوشی کی۔

''وہ انوں تو کو کھا جائے تم کھانے کی بات کرتی ہو۔'' دماغ نے اس کے دل پر اک کوڑا برسایا۔ عینا نے بے بسی سے ہاتھ رکھا۔ جیسے کہ درد کی شدت کو کم کرنا چاہا ہو۔

''اگر وہ بھوکا لیٹنا چاہتا ہوا تو؟'' دل نے کراہتے ہوئے پوچھا۔

''تو. ل جائے۔تمہارے پ س کیا ۔ آ ہے؟؟'' دماغ دھاڑا۔

''وہ کہتا ہے سکون ۔ آ ہے۔'' دل نے شوخی سے جواب د ۔ جس پ دماغ ۔

''تم اپنی آ ت اب کر رہی ہو کیو وہ خود. لنے والا ہے نہیں بلکہ اب تمہیں بھی گمراہ کر دے گا۔'' دماغ نے اپنا پینترہ پھینکا تو دل کہیں د . ۔

کچھ د ۔ دل و دماغ ی. چلتی رہی۔ پھر وہ آ کار اٹھ بیٹھی اور آسمان کی جا . د یکھنے لگی۔

''کیوں رکھا ہے ۔ میں یہ دل؟؟ کیا دماغ کافی نہیں تھا؟ یہ دل دماغ پ غا . آ رہا ہے میری سوچوں کو مفلوج کر رہا ہے۔'' اس نے آسمان والے کے سامنے مقدمہ رکھا۔ کچھ د ۔ کے لئے خاموشی چھا رئی رہی۔ ''ٹھیک ہے۔نہیں جواب دینا تو نہ سہی۔'' وہ سر جھٹک گئی۔

اور اٹھ کر ننگے پ وں ہی دروازے کی جا . چل دی۔

''غلط کیا ہے اس میں؟ بس دیکھنے جا رہی ہوں کہ وہ ۔ ہے یا نہیں۔ا یوں ہی ڈ ہ ڈال کر بیٹھا رہے گا تو اہل محلّہ میرے . رے میں کیا سوچیں گے۔'' خود کو وضا ۔ دیتے وہ مضبوط قدم اٹھاتی مین ڈور ۔ پہنچی۔ڈور ب پ ہاتھ ر ۔ا آ ی ر ۔ پ ہاتھ رکھا تو دل کی دھڑکن ہڈیوں کے پنجرے کو توڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے . لآ دروازہ کھلو د ۔

دل. . . ۔!

دماغ ہار ۔!!

. بے. . ۔ گئے۔!

دلیلیں ہار گئیں۔!

دروازہ کھلتے ہی عینا اپنی جگہ ا ۔ پل کے لئے سا ۔ ہوئی وہ وہیں بیٹھا تھا۔ ٹ ں کو موڑ کر ۔ سے لگائے اور ٹ ں پ اپنی تھوڑی ٹکائے۔ . زوا پنے ٹ ں کے د لپیٹ رکھے تھے۔عینا نے مڑ کر لاؤنج میں لگے وال کلاک کو دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے۔صبح ہونے والی تھی اور وہ شخص یوں بیٹھا تھا جسے دن کا اجالا ہو۔کیا واقعی اس سے اسکی نیند روٹھ گئی تھی؟ عینا کے دل میں ہول اٹھا۔

اس نے سست قدم اٹھائے اور بناء چاپ کئے اسکے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔وہ سامنے دیکھ رہا تھا عینا نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو وہ اپنی جگہ پتھر کی بن گئی۔ روڈ کنارے ا ۔ مردہ بلی پ ی تھی۔سٹر ۔ ٹ لائٹس کی روشنی میں اس بلی کی حا ۔ دیکھی جا سکتی تھی اسکو یقیناً کسی گاڑی نے کچل د ۔ تھا۔اسکے منہ سے خون نکل رہا تھا او ر جسم کے ا ء. ی طرح مسخ ہو چکے تھے۔وہ ۔ ٹ سا اس بلی کو دیکھے جا رہا تھا بناء پلکیں جھپکے۔عینا کا دل بلی کو دیکھ کر . ی طرح ت پ تھا ا ۔ پل کے لئے وہ آنکھیں بند کر گئی تھی پھر اگلے ہی پل اس نے حسن کو دیکھا۔وہ اس بلی کو دیکھ رہا تھا ا ۔ پل سا آ کر ر ا۔جس رات عینا نے حسن کی جان بچائی تھی اس رات بھی وہ ا ۔ بلی کو اپنی گود میں لئے بیٹھا تھا۔کیا اسکو بلیوں سے لگاؤ تھا؟ عینا کو اس سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔پھر نقصان تو ا دشمن کا بھی ہو جائے اسکے پ س بھی لوگ تعز ۔ کرنے چلے جاتے ہیں وہ تو حسن تھا۔

عینا جا کر اسکے . جا . خاموشی سے بیٹھ گئی۔وہ ٹ ں پ . زو لپیٹ گئی ننگے پ وں سامنے آ رہے تھے۔سکارف اس نے گلے میں ہی ڈال رکھا تھا ڈھیلے جوڑے میں سے کچھ لٹیں نکل کر اب چہرے اور دن پ جھول رہی تھیں۔

''افسوس ہوا۔'' عینا نے خود کو کہتے سنا۔حسن اسکی . ت پ جیسے اپنے خیالات سے . ہر نکلا تھا اس نے خالی خالی آنکھوں سے عینا کو دیکھا۔وہ ا ۔ پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھ سکی تھی اگلے ہی پل نگاہیں پھیر گئی۔اور دو . رہ سامنے دیکھنے لگی جہاں بلی کی مسخ شدہ لاش پ ی تھی۔

''شا ۔ اسکی موت ایسے ہی لکھی تھی۔'' عینا نے بلی کو دیکھ کر کہا تھا۔وہ واقعی ہی تعز ۔ کر رہی تھی۔

''ہمم۔'' حسن کہتے ہوئے سر جھکا ۔

دونوں کے درمیان ا ۔ طویل وقفہ خاموشی کا ر ا تھا۔حسن نے بھی کوئی . ت نہیں کی تھی اور نہ ہی عینا کوئی . ت کر چاہتی تھی۔کچھ د ۔ بعد عینا کو کچھ محسوس ہوا چھوٹی

چھوٹی سی سسکیاں۔عینا کی سانس ایک پل کے لئے رکی اور پھر اس نے جھٹکے سے سر دن موڑ کر دیکھا وہ تھوڑی اپنے گھٹنوں پر ٹکائے رو رہا تھا۔عینا شل رہ گئی۔حسن آفندی رو رہا تھا۔وہ جس کے لئے میں دل ہونے پر بھی اسکو شک تھا وہ آج ایک بلی کی موت پر رو رہا تھا۔

یہ بات عینا کے لئے قابل قبول نہ تھی وہ تھا؟ کیا واقعی وہ تھا؟ نہیں نہیں۔وہ عورت نہیں تھا کیونکہ آنسو عورتوں کا ہوتے ہیں مردوں کا نہیں۔اور حسن کو کسی کی ضرورت نہ تھی تو وہ کیوں رو رہا تھا۔انسانوں کی کھوپڑیوں سے دماغوں کو نکالنے والا۔لوگوں کے دلوں کو سینوں سے نکالنے والا اور جیتے جاگتے انسانوں کو درندوں کی خوراک بنا دینے والا آج ایک بلی کی موت پر رو رہا تھا۔یہ تو ممکن تھا۔تو کیا ان آنسوؤں کی وجہ کوئی اور تھی؟ اگلے ہی پل عینا کی حیرت اسکے تجسس میں تبدیل ہوگئی۔وہ متجسس تھی جاننے کے لئے کہ کیا واقعی وہ ایک بلی کے لئے رو رہا تھا؟

''کیا تم رو رہے ہو؟''عینا لاشعوری پوچھ بیٹھی جواب نہ آیا۔بلکہ اسکی سسکیاں کچھ بلند ہوئیں تو عینا کا دل مٹھی میں آیا۔اس نے بے اختیار ہاتھ اٹھا کر حسن کے کندھے پر رکھا۔

ایک لمس۔کیا کچھ نہیں تھا اس ایک لمس میں۔حسن کے دل کے سمندر میں ایک لہر بلند ہوئی ایک آسمان کو چھوتی ہوئی بلند لہر جس کے واپس دل کی زمین پر ٹکرانے پر حسن نے مڑ کر عینا کا چہرہ دیکھا وہ ہمدردی کے تاثرات لئے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''وہ مر گئی۔''حسن نے خود کو کہتے سنا۔

''وہ بس ایک جانور ہے حسن اور جانوروں میں روح نہیں ہوتی۔تم غمگین نہ ہو۔''

'' اس میں جان تھی۔اسکو تکلیف ہوئی ہوگی۔''

'' کو ہوتی ہے حسن۔ !ابھی ہوئی تھی جن کو تم نے زندہ درگور کر دیا۔اور ابھی جو تمہارے بردار قید خانے میں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ابھی جن کو تم نے کٹھ پتلیاں بنا یا اور وہ تمہارے ہی حکم پر اپنی جان لے لیا کرتے تھے۔ابھی جن کو تم اپنے بے تکے انتقام کی بھینٹ چڑھاتے آئے ہو۔ان میں نہ صرف جان تھی بلکہ روح بھی،تو قیامت کے دن زندہ کئے جانے گے اور وہ تمہارا گریبان پکڑیں گے حسن۔!''کہتے ہوئے عینا کا دل لرزا۔اسکی آواز گھٹ رہی تھی اس نے اپنی بات پھر بھی مکمل کی۔

''اور مجھے اسی دن سے خوف آتا ہے حسن جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور تمہارے نامہ عمال میں ان گنت جانوں کا خون ہوگا۔اس دن تم ہاتھ والوں میں ہوگے۔''وہ کہتے کہتے خاموش ہوئی۔

''اور تم ؟''وہ فوراً بولا تو عینا ٹھٹکی۔

''ہاں؟''

''تم تو دا ہاتھ والوں میں سے ہوگی ناں۔یا شاید آگے والوں میں۔''وہ امید سے دیکھ رہا تھا۔''کیا اللہ دا ہاتھ والوں سے کہے گا کہ مانگو آج کیا مانگتے ہو۔کیا تم اس وقت میرے لئے بخشش نہیں مانگ سکتی؟''سوال تھا کہ زہر آلود تیر جو عینا کے دل میں پیوست ہوا تھا۔وہ پھیر گئی۔

''شفاعت کا حق صرف نبی ﷺ کے پاس ہے۔''عینا نے دو ٹوک جواب دیا۔

''اور سزا دینے کا؟''حسن فوراً بولا۔

عینا کے دل میں کہیں کچھ ڈوبا۔اس نے بے اختیار پلکیں اٹھا کر حسن کو دیکھا۔

''اللہ کے پاس۔''عینا نے خود کو کہتے سنا۔یہی تو حسن اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا۔وہ زخمی سا مسکرایا۔

''تو پھر تم کیوں دے رہی ہو؟''

وہ خاموش ہوگئی کیونکہ خاموشی کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔

''کیوں جو سزا ہمیں اللہ نے دینی ہوتی ہے وہ انسان دینا شروع کر دیتے ہیں؟ کیوں انسان ہی ہمارے عمال کو جانچنے لگتے ہیں؟ کیوں انسان ہی ہمارے مالک بن جاتے ہیں۔سزا کے دن کے مالک؟''

عینا نے تھوک نگلا۔اسکے لئے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔

''میں نے انوں کو قتل کیا ہے، کیا ان سے معافی مانگنے کے لئے مجھے مرنا ہوگا؟ اور اگر میں مر گئی تو واپسی ممکن نہیں ہوگی اور موت کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔پھر بتاؤ کیا کروں؟ کیا میری واپسی کے سارے راستے بند ہیں؟ کیا حقوق العباد میرے گلے کا وہ پھندہ ہیں جس سے میں کبھی خود کو چھڑا نہیں پاؤں گا؟ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ نہیں بچا؟ کیا امید کا کوئی جگنو نہیں جو مجھے راستہ دکھا دے؟ کیا ایسا کوئی عمل نہیں جو مجھے سجین میں جانے سے روک لے۔جو میری قبر کو آگ کا ٹھکانا بنانے سے روک لے۔؟؟ کیا کوئی آپشن نہیں؟'' آنسو بہتے ہوئے اس نے تکان سے عینا کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

عینا اپنی جگہ سن سی تھی وہ اسکا سر اپنے کندھے سے ہٹانا چاہتی تھی نہیں ہٹا پائی۔وہ پتھر کی ہو گئی تھی کیونکہ اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔اب وہ سزا کی حقدار تھی۔ اسکو کہا گیا تھا کہ مڑ کر نہیں دیکھنا تو پھر اس نے مڑ کر کیوں دیکھا؟ تو کیا اب وہ قوم لوط کی مانند پتھر کی ہو گئی تھی؟ عینا کو اپنی سانس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اسکو اپنے کندھے پر نمی محسوس ہوئی۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا وہ اسکے کندھے پر سر ٹکائے سامنے بلی کو دیکھ رہا تھا۔آنکھوں سے نمی بہتی ہوئی عینا کے کندھے پر گر رہی تھی۔

''کتنے دنوں سے نہیں سوئے تم؟'' وہ کہہ رہی تھی۔

''جس دن سے تم مجھے جھنجھوڑ کر گئی ہو۔'' وہ اسی طرح کھوئے کھوئے انداز میں جواب دے رہا تھا۔

''میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔''

''تم نے چاہتے ہوئے مجھ سے میرا سکون چھینا ہے۔''

عینا کچھ دیر بیٹھی رہی اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی حسن نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔عینا نے کھڑے ہو کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔حسن نے غیر یقینی سے اسکو دیکھا۔

''تھام لو۔'' عینا نے کہا تو حسن نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ عینا کے ہاتھوں میں دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔عینا مڑی اس نے دروازہ کھولا اور اسکو لئے اندر آئی وہ کسی کی پیروی کرتا رہا بناء کوئی سوال کئے۔

عینا نے اسکو لا کر صوفے پر بٹھایا۔

''سو جاؤ۔'' وہ کہہ کر پلٹی تو حسن نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا وہ مڑی۔

''کیا تم یہاں رک سکتی ہو؟'' عینا نے اسکی آنکھوں کا خالی کشکول دیکھا۔اس دن عینا کا کشکول بھی یوں ہی خالی تھا۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کی ہر خوشی اور آسودگی کا ہر انعام اس کشکول میں ڈال دے وہ بے بس تھی وہ تو خود خالی ہاتھ تھی اسکو کیا دے سکتی تھی۔

''ہمم۔میں یہیں ہوں۔۔'' عینا وہیں زمین پر ٹک گئی تو وہ فوراً سیدھا ہوا۔

''نہیں۔!! میں وہاں سو جاؤں گا۔تم صوفے پر بیٹھ جاؤ پلیز۔''

''میں اپنی نیند پوری کر چکی ہوں۔تم سو جاؤ۔'' عینا کہتے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔حسن کچھ ثانئے اسکو دیکھتا رہا اور پھر وہ صوفے پر ہی دراز ہو گیا عینا اسکے سرہانے بیٹھی تھی۔ حسن نے اسکی جانب کروٹ لی وہ اسکی جانب دیکھے جا رہا تھا۔اسکی نگاہوں سے عینا بے چینی کا شکار ہو رہی تھی۔۔

''کیا ہے؟'' اس نے رخ موڑے ہی کہا تو حسن بے اختیار مسکرا دیا۔وہ پٹ گئی تھی۔

''اچھا رہنے دو جس کو دیکھنے سے دل میں سکون اتر رہا ہو محسوس ہو رہا ہے۔'' وہ بولا تو عینا نے جھینپ گئی۔وہ نہ تو مسکرانا چاہتی تھی اور نہ اسکو کوئی ایسا تاثر دینا چاہتی تھی جس سے اسکے دل میں کوئی خوش فہمی پیدا ہو۔بس وہ اس وقت پچھتاوے کا شکار تھی کہ وہ اسکی وجہ سے سو نہیں پا رہا تھا اس لئے وہ تو بس مداوا کر رہی تھی۔

''ایسے ان گنت رشتے دیکھ چکے ہو تم۔اس لئے مجھ پر ایسی ٹائی مت مارو۔'' وہ جھنجھلائی۔

''واللہ یہ رشتہ نہیں دیکھا کبھی۔'' وہ شوخی سے بولا۔عینا نے غصے سے اسکو گھورا۔وہ مسکرا رہا۔عینا کو اپنے فیصلے پر افسوس ہوا تھا۔ وہ اس پر ترس کھا کر اسکو ساتھ لے آئی تھی۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تم قابل ترس تھے اور اب اٹھ کر تم نے فلرٹ شروع کر دیا۔'' عینا تڑخ کر بولی۔

''کیا تھوڑی دیر پہلے۔ میرے غم میں کوئی شریک نہیں تھا اور اب میں اپنا غم تمہارے کندھے پر بہا چکا ہوں تو میرا سوگ تمام ہوا۔'' اسکے لہجے میں پھر سے اداسی گھل گئی تھی۔ عینا کو اپنا رویہ پھر سے پچھتاوا ہوا وہ اس سے اپنا مدھم سی مسکراہٹ بھی چھین چکی تھی۔

''اچھا سو جاؤ تم ویسے بھی صبح ہونے والی ہے۔'' عینا نے بات ختم کی۔ وہ اسکی جانب دیکھتے دیکھتے ہی آنکھیں موند گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اسکی بھاری ہوتی سانسیں بتا رہی تھیں کہ وہ سو چکا ہے۔ عینا نے صوفے کے ساتھ ہی سر ٹکا دیا وہ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اور محسوس انداز میں اس نے حسن کے سیاہ بالوں میں انگلیاں شروع کر دیں۔ اور اسکو بھی اپنا رویہ پھر سے نیند آ گئی تھی۔

صبح کے سات بج رہے تھے وہ ابھی تک اپنی کرسی پر ہی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اسپتال کے کمرے میں کسی کی ہلکی ہلکی سی آوازیں آ رہی تھیں۔ جس کچھ دیر پہلے ہی اسکو دیکھ کر گئی تھی اور وہ بھی اب گہری نیند میں تھی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو اونگھتا ہوا اہیم چونکا۔ اس نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر صفا کو دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھی وہ مدھم سا مسکرایا اور اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھا۔

دروازہ کھولا تو سامنے منال اور قوت کھڑے تھے۔

''السلام علیکم۔۔!!'' قوت نے سلام کیا تو اہیم نے جھک کر اسکے گال چومے۔

''وعلیکم السلام۔'' اس نے منال کی جانب دیکھا۔

''کیسی ہے اب؟''

''بہتر ہے۔ آ جائیں۔''

''میں دیکھ لوں ذرا؟'' قوت نے کہا تو اہیم نے راستہ چھوڑ دیا وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا صفا کے بیڈ کے پاس پہنچا۔ وہ کچھ دیر اسکو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایڑھیاں اٹھا کر اور صفا کے بالوں کو چھوا۔

''تھینک گاڈ آپ ٹھیک ہیں۔ اب جلدی سے گھر واپس آ جانا دینا مجھے بہت تنگ کرتی ہے اسکو آپکی عادت ہو چکی ہے۔'' قوت سرگوشی آواز میں کہہ رہا تھا اہیم اور منال کو اسکی باتیں سن رہی تھیں۔ اہیم منال کو دیکھ کر مسکرا دیا وہ بھی سر شاری سی اس جانب دیکھے گئیں۔

''وہ آنا چاہتی تھی پر ہم اسکو لے آتے تو وہ آپکے پاس آنے کی ضد کرتی اور پھر آپکو ہوتی۔'' قوت نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔ ''بس جلدی سے ٹھیک ہو جانا میں آپکے لئے زیادہ دعا کرتا ہوں آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔'' وہ کہتا پیچھے ہٹا اور پلٹ کر اہیم کے پاس آیا۔

''آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔'' اس نے اہیم کا ہاتھ پکڑا۔ اہیم نے اسکے بال سہلائے۔ وہ لوگ ہر لابی میں چلے آئے۔ لابی میں پھر سے رش بڑھ رہا تھا۔ پھر سے اسپتال کی روایتی بھاگ دوڑ شروع ہو چکی تھی اہیم کے ماتھے پر اذیت کے بل پڑے۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا منال اسکے ساتھ بیٹھیں اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''تمہیں اسپتال کے نام سے بھی کوفت محسوس ہوتی تھی اور اب دیکھو پچھلے تین دنوں سے تم یہیں ہو۔''

''ہم ان راستوں سے گزرتے خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان راستوں پر ہمارے عزیز سفر نہ کر رہے ہوں۔ مجھے قبرستان سے بھی خوف آتا تھا اب نہیں آتا۔'' وہ پھیکا سا مسکرایا تو منال کے دل میں اپنا کا سا چبھا۔ ساری دنیا کے خسارے ایک طرف اور اہیم کے لئے سجل کا خسارہ ایک طرف تھا۔

''۔۔! آپ نے کچھ کھایا؟'' قوت اسکے پاس کھڑا تھا۔ اہیم نے اسکی جانب دیکھا اسکے چہرے پر پیشانی تھی۔

''ہاں کھانا کھا لیا تھا کل رات۔''

''..!! کتنے دن مزید رکھیں گے آپ کو؟''

''کچھ دن تو لگیں گے۔''

''مجھے لگتا ہے ہمیں مصر واپس چلنا چاہیے بلکہ مرجان کو بھی لگتا ہے۔'' قوت نے سر جھکائے ا. اہیم کے ہاتھوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو منال پہلو. ل کر رہ گئیں۔

''کیوں بھئی؟ مصر کیوں؟'' منال کا دل بیٹھ ۔

''بس ایسے ہی۔۔ یہ ملک اچھا نہیں ہے'' قوت کے لہجے میں واضح اداسی تھی۔

''ایسے نہیں کہتے ۔ یہ میرا ملک ہے اور مجھے یہ بہت عزیز ہے۔''ا. اہیم نے اسکے گال کو چھوا۔

''نہیں، یہاں کے لوگ اچھے نہیں ہیں۔ آپکو پتہ ہے آ۔ کڈ ہوگئی تھی۔'' قوت نے اپنا خوف بیان کیا تو ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔''ہاں وہ کڈ ہوگئی تھی کسی نے صرف کچھ پیسوں کے لئے آ۔ کو کڈ کرلیا تھا۔ اسکے ۔ نے ا پیسے دیئے تو وہ لوگ آ۔ کو واپس چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔! مجھے اب ڈر لگ رہا ہے اَ کسی کو آپ سے پیسے چاہیں ہوں گے تو کیا وہ ہم لوگوں کو کڈ کرلے گا؟'' قوت بول رہا تھا جبکہ ا. اہیم کے ماتھے پہ بل پڑتے جا رہے تھے۔

''کچھ پتہ کہ کون لوگ تھے؟''ا. اہیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ آ۔ جا ہے بتا نہیں رہی۔ میں آج سکول میں پھر سے پوچھوں گا اس سے۔'' قوت نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو ا. اہیم نے بھی اثبات میں سر ہلا۔

کون تھا جس نے آ۔ کو کڈ کیا اور تو اور جواد صا بھی ملنے آئے تھے انھوں نے بھی نہیں بتا۔ آ۔ نے بھی ذکر نہیں کیا۔ا. اہیم کی سوچیں ا نئی راہ پہ گامزن ہو چکی تھیں۔

آج امریکی ر۔ واشنگٹن میں ا ر نکلی جو جلد ہی ا ۔ڑے جلوس کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ان لوگوں کے ہاتھوں میں کے بینرز پکڑے ہوئے تھے۔وہ لوگ ے لگا رہے تھے اور آج پولیس نے کسی کو فتار نہیں کیا تھا البتہ سکیورٹی ضرور فراہم کی تھی۔

اس جلوس میں سے آگے ا فلسطینی نوجوان تھا جو ے لگا رہا تھا اور ی لوگ اسکے وں کا جواب دے رہے تھے۔اسکے ہاتھ میں ا لاؤڈ سپیکر تھا۔

''سفیر بھائی۔!! مجھے دیں آگے مجھے سفر طے کرنے دیں۔'' ا لڑکا اس فلسطینی لڑکے کے پاس آ۔ تو سفیر نے لاؤڈ سپیکر اسکو تھما دی اور خود ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

وہ ا آدھی استینوں والی سیاہ ٹی شرٹ میں ملبوس تھا اور سر پہ ا سرخ ز کی پٹی. کھی تھی جس میں کچھ حصہ سبز ز کا بھی تھا۔

اس جلوس میں لوگوں نے ہی فلسطین سے جہتی کے لئے اسکے جھنڈے سے ملتے جلتے ز ز. تن کئے ہوئے تھے۔

''میز. نوں کے گھر لوٹنا بند کرو۔'' ہ گو تو نے اسکی. ت کو دہرا۔

''اَ پناہ چاہیے تو درخوا ۔ کرو۔۔ لگا. بند کرو۔''

وہ لڑکا مسلسل ے لگا رہا تھا۔

''کیا تم بھول گئے اس دن کو. تم بے رو مددگار تھے اور فلسطینیوں نے تمہیں رہنے کو زمین دی؟''

وہ قافلہ بھاری ہوتا گیا۔ سفیر بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا اسکی آنکھوں میں آج چمک تھی خوشی تھی کم از کم دان ظالموں کے وہ چہروں کو پہچان رہی تھی۔ وہ لوگ ان کو دکے سامنے بے نقاب کرنے میں کسی حد تک کامیاب ٹھہرے تھے۔

آخر وہ قافلہ واشنگٹن میں موجود اسرائیلی سفارت خانے کے سامنے آکر رکا۔ اور وہ لوگ نعرے بازی کرنے لگے۔ وہاں مزید لوگ بھی اس احتجاج میں شامل ہو چکے تھے۔

ایک لڑکا مائک میں بول رہا تھا وہ فلسطین میں ہونے والے مظالم کو بتا رہا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ کیسے دہائیوں سے فلسطینوں کا حق مارا جا رہا ہے کیسے غزہ کی پٹی پر ہر وقت موت کے سائے لہراتے ہیں کیسے بچے راتوں کو سو نہیں پاتے۔ وہ بتا رہا تھا کہ کوئی پتھر دل انسان یہ سنے تو اسکا دل بھی موم ہو جائے ان کافروں کا دل موم نہیں ہوا تھا وہ لوگ ڈھٹائی سے اپنے آرام دہ دفتروں میں بیٹھے رہے۔

''میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا تو مائک والے لڑکے نے اچنبھے سے دیکھا کیونکہ اسکا لباس بتا رہا تھا کہ وہ یہودی ہے۔ اس نے جھجکتے ہوئے اسکو مائک دے دیا۔

''میرا نام ڈینیل ہے اور میں ایک یہودی ہوں۔ آپ سب پر سلامتی ہو۔'' اس نے شروعات تو اچھی کی تھی۔ ''میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو بستی غزہ میں بسائی گئی ہے اسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ لوگ ہمارے ماتھے پر بس ایک کلنک ہیں۔ ان کو بسانے والے بھی ظالم ہیں اور وہاں بسنے والے بھی۔ وہ لوگ یہودی کہلانے کے بھی قابل نہیں ہیں وہ لوگ ہیں اور انکا ہم سے کوئی دین نہیں۔ جو لوگ زبردستی فلسطینیوں سے انکا وطن چھین رہے ہیں اور اقتل کر رہے ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔'' وہ بوڑھا بول رہا تھا جبکہ وہاں ایک عجیب سا ماحول بن چکا تھا۔ یہ کیا تھا؟ کیا یہ کسی منصوبے کا حصہ تھا۔؟ کیا وہ لوگ اب یہودیوں کے لئے مسئلہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔؟ وہ لوگ کیا کر رہے تھے آخر؟

سفیر کا سر چکرانے لگا تھا سوچ سوچ کر۔

ایک طرف یہ سوچ کہ یہودی کبھی بھی نیک خیالات نہیں رکھتے اور دوسری جانب اس بوڑھے آدمی کی باتیں۔ یہ سمندر کے دو کنارے تھے جن کا آپس میں ملنا ناممکن تھا۔

''ہم غزہ والوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں اور ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔'' کہہ کر بوڑھے نے مائک واپس اس لڑکے کو پکڑایا۔ اس مجمعے میں عجیب سناٹا سا چھایا تھا۔ یہ تو بس شروعات تھی ابھی تو ان لوگوں کا یہودیوں کو اپنے جلسوں میں شامل ہوتے دیکھنا باقی تھا۔ سفیر نے کچھ فاصلے پر اس بوڑھے کو دیکھا جو کہ اب پلٹ رہا تھا۔ وہ اس لڑکے کو جاری رہنے کا کہہ کر اس بوڑھے کے پیچھے گیا۔

''کیا میں آپ سے کچھ بات کر سکتا ہوں؟'' وہ اسکے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ بوڑھا ہنس دیا۔

''کیوں تمہیں بھی یقین نہیں آیا میری باتوں پر؟''

''کیا مجھے یقین کرنا چاہیے؟'' سفیر ہنس دیا۔

''ہاں کر لو کیونکہ کچھ لوگ میرے جیسے ہوتے ہیں جو حق کا چشمہ پہنتے ہیں۔''

''تو آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل جو کچھ کر رہا ہے وہ غلط ہے؟'' سفیر نے پوچھا۔ بوڑھے نے اثبات میں سر ہلایا۔

'' مجھے یہ بات ہضم نہیں ہوئی۔''

ڈینیل نے مڑ کر اسکو دیکھا۔

''اگر تمہارے کسی اسلامی ملک میں عیسائیوں کی بستی کو جلا دیا جائے تو تم لوگ کس جگہ کھڑے ہوتے ہو۔''

''ظاہر ہے ہم لوگ اقلیت کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیو کسی کو بھی بے قصور جان سے مار دینا ظلم ہے اور ہم ظلم کا ساتھ نہیں دیتے۔'' سفیر کا جواب فوراً آیا تھا۔

''تو پھر میرا بھی یقین کرلو کیو ہم بھی معصوموں کے قتل عام پ افسردہ ہیں۔ کسی بھی ا ن سے اسکے جینے کا حق نہیں پ ن چاہیے۔''

'' وہ لوگ کہتے ہیں کہ فلسطین انکا وطن ہے اس لئے وہ لوگ اس پ اب دو ب رہ قبضہ کریں گے۔'' سفیر نے اداسی سے کہا۔ اسکو ڈینیل سے ب ت کر کے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ لوگ ا فٹ پ تھ پ کھڑے تھے۔

''وطن تھا۔ ب ا قوم اپنی اما ت کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوجاتی ہے تو ا ہٹا کرا جگہ اور لوگوں کو لے آ ہے۔ اور اسکا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ ا یہودیوں نے غلطیاں کیں تو ان سے اس وطن کو چھین لیا ۔ اور اب ا عرب وہی غلطیاں دہرا گے تو ا بھی ہٹا دے گا اور ا جگہ کسی اور کو لے آئے گا کیو وہ بے ز ہے۔''

''آپ جا ہیں کہ آپ قرآن کا حوالہ دے رہے ہیں؟'' سفیر کو اس پ شک ہوا۔

''تو کیا قرآن صرف مسلمان پ ھ تے ہیں؟'' وہ مسکرا ۔ سفیر شرمندہ ہوا۔ ''میں تحقیق کر رہا تھا اس لئے قرآن کا مطالعہ کیا تھا۔ اور میں جا ہوں کہ قرآن ا سچی کتاب ہے اور محمد ﷺ آ ی رسول ہیں۔''

سفیر اسکی ب توں پ گھوم کر رہ ۔

''کیا آپ جا ہیں کہ آپ ایمان لا چکے ہیں؟''

''میں نے ز ب ن سے اقرار نہیں کیا۔'' اس نے ت چھی نگاہ سفیر پ ڈالی سفیر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا ا اسکو اسکا جواب مل ۔ تھا۔

''اللہ آپکو ز ب ن سے اقرار کرنے کی بھی توفیق دے۔ د ینہ کیجیے گا۔'' سفیر نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ سرخ لائٹس آن ہو تو وہ الوداع کر آگے ب ھ ۔ سفیر کچھ د کھڑا اسکو جا دیکھے ۔ اور پھر پلٹ ۔ چند قدم دور ہی تھا کہ ا دلخراش چیخ فضا میں گو ۔

سفیر کے قدم سا ت ہوئے۔ ہر طرف سا ن بج رہے تھے گاڑیوں سے لوگ نکل کر بھاگے تھے۔ گہما گہمی سی تھی کوئی ا لینس کو کال کر رہا تھا تو کوئی وہاں پ نی کی بوتل اٹھائے بھاگ رہا تھا۔ سفیر پلٹنا چاہتا تھا پلٹ نہیں سکا تھا۔

اسکی آنکھوں کے کنارے نم ہوئے۔ اور پھر وہ آنکھیں ر ت ہوا پلٹا۔ کچھ فاصلے پ روڈ کے ن و ن ا ہجوم تھا۔ اس نے ست قدم اس جا ب ھا دیئے۔

''نہ صرف اس آدمی نے ٹ یفک کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ اس نے ا آدمی کی جان بھی لی ہے اسکو اب سخت سے سخت سزا ملنی چاہیئے۔'' ا عورت افسوس سے کہہ رہی تھی سفیر اس سے آگے نہ ب ھ سکا۔ کچھ ہی د میں ریسکو والے آگئے اور ڈینیل کو پ کرنے لگے۔ انھوں نے اسکی دیکھی جو کہ رک چکی تھی۔ وہ لوگ اسکو ابتدائی طبعی امداد دیتے رہے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ انہوں نے مجمع کو دیکھ کر افسوس سے سر ہلا ا اور ڈینیل کی ڈ ب ڈی کو لے گئے۔

قاتل نے پکڑا ہی جا تھا۔ کچھ ہی فاصلے پ جا کر اسکو پولیس نے گھیر لیا تھا۔ وہ پکڑا ا تھا۔

گاڑیوں کا رش چھٹ ۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اپنی اپنی منزلوں کی جا ب ۔ وہ بس ا حادثہ تھا۔ سفیر کا دماغ ابھی ت وہیں اٹکا ہوا تھا۔

''میں نے ز ب ن سے اقرار نہیں کیا۔'' ڈینیل کی شوخ سی آواز اسکے کانوں میں گو تو سفیر نے بے اختیار آسمان کی جا ب دیکھا۔

''کیا اسکے دل کا ایمان قبول ہوجائے گا؟ میں اسکے لئے ت حیات دعا کروں گا۔'' سفیر نے آسمان والے کی عدا ت میں ڈینیل کا مقدمہ پیش کیا تھا۔ اور سفیر اسکا ڈیفینس لا تھا۔

دوپہر ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت پ یشان سا اپنے ب کاٹتا ہوا ا پ ل کے اس کمرے میں کھڑا تھا۔ بے چینی اسکے چہرے پ واضح تھی۔ وہ مسلسل اپنے لبوں کو کچل رہا تھا حتیٰ کہ اسکے ہو ٹ سرخ ہو گئے یوں معلوم ہو تھا کہ ابھی ان میں سے خون رسنے لگے گا۔ ی پ ب ز و ھے وہ ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا جو کہ اس وقت صفا کا پ اپ کر رہی تھی وہ اس سے کچھ پوچھ رہی تھی اور ساتھ کھڑی اسسٹنٹ کو ہدا یت دے رہی تھی۔

''درد تو نہیں ہو تا زیادہ؟'' ڈاکٹر نے نرمی سے پوچھا۔

''نہیں۔''

''ماشاءاللہ۔!! بہت بہادر ہیں آپ۔'' ڈاکٹر نے اسکا حوصلہ بڑھایا۔ کچھ اور سوال پوچھنے کے بعد ڈاکٹر پلٹی۔

''کوئی پیچیدگی؟'' وہ فوراً بولا تھا۔ ڈاکٹر مسکرادی۔

''نہیں گورسی صاحب۔!! وہ ماشاءاللہ رکر رہی ہیں۔''

''ڈریسنگ چینج کرنی؟'' وہ ہچکچایا۔

''کل کریں گے۔''

''ہمم۔'' وہ مزید کیا پوچھتا وہ لڑکی احتیاتیں کان لگا کر رہی تھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں۔ جلدی ہی گھر چلی جائے گی وہ۔'' ڈاکٹر اسکی پریشانی سمجھتے ہوئے بولی۔

''نہیں نہیں۔ آپ رکھیں یہاں۔ انفیکٹڈ ہوتا ہے زخم بھی بھر نہیں جاتا میں اسکو یہاں سے نہیں لے کر جاؤں گا۔'' وہ فوراً بولا تھا۔ صفا کے ماتھے پر بل پڑے اس نے غیر یقینی سے ابراہیم کو دیکھا۔

''نہیں نہیں۔ دو ہفتوں تک آپ کو ڈسچارج مل جائے گا۔ پھر بس تھوڑی بہت کیئر ہے وہ آپ کر لیجیے گا۔ اور پراپر اپ ضروری ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں میں پوری کیئر کروں گا۔'' وہ بولا تو ڈاکٹر نے پلٹ کر منہ پھلائے لیٹی صفا کو دیکھا۔ جو کہ ابراہیم کے اسکو اسپتال میں رکنے کے فیصلے پر خفا آتی تھی۔

''اوکے۔!! میں چلتی ہوں۔'' وہ مسکرا کر چلی گئی۔ ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''کچھ کھاؤ گی؟'' اس نے صفا کے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

''نہیں۔'' وہ ناراض سی بولی۔ تو ابراہیم نے ابروسکیڑے۔

''کہیں درد ہے؟''

''نہیں۔'' سرد سا جواب آیا۔

''خفا ہو؟''

''ہاں۔'' اس نے کہا تو ابراہیم نے مسکراہٹ ضبط کی۔

''اسکا جواب بھی نہیں میں مل جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔'' وہ مسکراہٹ دبائے بولا تو صفا نے اسکو ایک گھوری سے نوازا۔ ابراہیم نے اسکی ناک پکڑ کر کھینچی۔

''اتنی سی ناک پر غصہ نہ سجایا کرو کتنی بار رکھا ہے۔''

''آپ مجھے اسپتال میں چھوڑ کر جانے کی بات کر رہے تھے۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''شاید صحیح سے نہیں سنا تم نے۔ اسپتال میں رکنے کی بات کر رہا تھا۔''

''ایک ہی بات ہے۔'' صفا نے ناک پھلائی۔

''نہیں۔ چھوڑ کر جانے کی بات نہیں کی۔ تمہیں یہاں رکنے کی، یعنی میں بھی یہیں رہوں گا تمہارے پاس۔'' اس نے دوبارہ صفا کی ناک کھینچی۔ اس بار وہ کراہ کر رہ گئی۔ ''کیا ہوا کہیں درد ہو رہی ہے؟'' وہ مضطرب سا ہوا۔

''ہاں۔ ایسے ہلتی ہوں تو ہوتی ہے درد۔'' وہ منمنائی۔

''سوری۔ آئی ایم رئیلی سوری۔ ڈاکٹر کو بلاؤں؟'' وہ اسکی ناک چھوڑ کر اب اسکے گال سہلا رہا تھا۔ صفا نے اسکی جانب دیکھا۔ اور مسکرا کر میں سر ہلایا۔

''نیند آرہی ہے؟'' صفا اسکے اس شیریں لہجے پہ پگھل سی گئی تھی۔

''نہیں۔'' وہ اسکو دیکھنا چاہتی تھی۔

''ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر آتا ہوں۔ اس کو چھوڑ کر جارہا ہوں۔''

ابراہیم نے کہا تو صفا کا پرسکون چہرہ اداس ہوگیا۔

''کیا ہوا؟''

''ابھی تو کہہ رہے تھے کہ ساتھ رہیں گے اور اب جارہے ہیں؟'' اسکا خفا خفا اور ضدی سا روپ بہت پیارا لگ رہا تھا۔ابراہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''یہ لو۔ یہاں بیٹھا ہوں۔ کہو تو قدموں میں بیٹھ جاؤں؟''

صفا اسکی بات پہ پلکیں جھپکانے لگی۔ ''کبھی تو سنجیدہ ہوجایا کریں'' وہ اسکی جانب سے نگاہیں پھیر کر چھت کی جانب دیکھنے لگی۔

ابراہیم مسکرا کر رہ گیا۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔سلوٰی بلی کی طرح پاؤں اٹھاتی بناء آواز کئے کمرے سے نکلی اور لاؤنج میں آئی لاؤنج کا منظر دیکھ کر وہ اپنی جگہ منجمند ہوئی۔اس نے اپنے چھوٹے سے ہاتھ کو منہ پہ رکھا اور اپنی حیرت چھپائی۔

سامنے صوفے پہ حسن کروٹ کے بل سو رہا تھا۔اور عینا اسکے صوفے سے ٹیک لگائے زمین پہ ہی بیٹھی سو رہی تھی۔عینا کا ایک ہاتھ حسن کے بالوں میں تھا۔حسن کا ایک بازو اسکے سر کے نیچے رکھا ہوا تھا جبکہ دوسرا نیچے لٹک رہا تھا۔جو کہ عینا کے کندھے پہ ٹکا ہوا تھا۔

سلوٰی نے پلکیں جھپکیں جیسے کہ یقین کرنا چاہتی ہو کہ ان دونوں میں واقعی صلح ہوگئی تھی۔ابھی وہ کھڑی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ پھر سے کھلا وہ بند نمی سے نہیں ہوا تھا۔یوسف نے دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا تو عینا ہڑبڑا کر اٹھی حسن بھی اس سے مس نہ ہوا تھا۔اس نے آنکھیں کھول کر اپنی حالت دیکھی تو ایک پل کے لئے شرم سے پانی پانی ہوئی۔

''عینا۔!!اس کو اندر کون لے کر آیا؟'' سلوٰی نے ماتھے پہ بل ڈالے حسن کو دیکھا۔حسن کی جانب سے بڑی حمایتی بھلے سلوٰی تھی اس نے حسن کو دیکھا کہ وہ عینا کو ڈرا رہا ہے جبکہ وہ صرف عینا کی ہی پریشانی میں تھی اب وہ حسن سے خفا تھی۔

''شش۔!!'' عینا نے لبوں پہ انگلی رکھی ایک پل کے لئے مڑ کر دیکھا وہ پرسکون نیند میں تھا۔جانے کتنے دنوں بعد سویا تھا جو آج ہی نہیں کھلی تھی۔

عینا کے چہرے پہ ایک سایہ سا آکر گزرا۔ اگلے ہی پل خود کو ڈپٹتی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا سکارف سنبھالتے ہوئے وال کلاک کو دیکھا۔

''اوہو۔آج کا وقت نکل گیا۔'' عینا نے گھڑی دیکھی اور ٹھٹک کر حسن کو دیکھا تو کیا یہ اسکی سزا تھی۔؟نہیں نہیں۔اللہ ایسے سزا نہیں دیتا۔اس نے دل کو سمجھایا اور سلوٰی اور یوسف کو لے کر کمرے میں چلی گئی اور کپڑے نکال کر دیئے۔سلوٰی نہانے چلی گئی۔اسکے بعد اس نے خود یوسف کو نہلایا اسکو کپڑے پہنائے۔

اب وہ ناشتہ بنانے کچن میں چلی گئی۔سلوٰی اور یوسف مقابل صوفے پہ چہرہ ہتھیلیوں میں سمائے حسن کو دیکھے جارہے تھے۔وہ سکون سے سو رہا تھا اور اسکا چہرہ بہت معصوم اور پیارہ لگ رہا تھا۔سیاہ گھنی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ چاند جیسا چہرہ ضرورت سے زیادہ ہی دمک رہا تھا۔ اب ماتھے پہ ہلکی ہلکی پسینے کی بوندیں بھی ابھر رہی تھیں۔

وہ لڑکی ہوتا تو یقیناً اسکی خاطر قتل ہوتے۔!!

''عینا۔!!'' سلوٰی نے لاؤنج سے ہی ہانک لگائی۔عینا نے پلٹ کر اسکو اپنا والیم دھیما رکھنے کو کہا تو سلوٰی نے آنکھیں سکیڑ کر عینا کو گھورا۔

''وہ سویا نہیں تھا کتنی راتوں سے۔'' عینا نے دن ایک جانب اکروضا تھا دی۔سلوٰی چلا کر صوفے سے اٹھی اور کچن میں آئی۔

''کل۔ تو اتنی لڑائی کر رہے تھے تم لوگ اور آج صلح بھی ہوگئی؟' وہ کمر پہ دونوں ہاتھ رکھے کھڑی کسی بڑے کی طرح تفتیش کر رہی تھی۔

عینا نے بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے۔

''ہاں۔ جیسے تم اور یوسف۔ تم لوگ بھی تو لڑتے ہو ں۔ پھر صلح کر لیتے ہو۔ اور پتہ ہے ایک اچھا مسلمان دوسرے مسلمان سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہتا۔''

عینا نے وضاحت دینی چاہی۔

''یعنی تم دونوں بھی ہماری طرح بہن بھائی ہو؟''

اسکے سوال پہ عینا کی طرح کھڑکی۔

''نہیں نہیں۔ ہم۔ بہن بھائی نہیں ہیں۔'' عینا کی سانس اٹکی وہ دونوں اب کچن میں کھڑی تھیں۔ عینا مڑ کر آملیٹ بنا رہی تھی۔ جبکہ سلوئی اسکے پاس جا پہنچی تھی۔

''تو پھر۔ بتاؤ ں۔ کہ وہ تمہارا کیا لگتا ہے؟''

''سلوئی۔ جا کر بیٹھو۔ یہاں گندی ہے۔'' عینا نے جان چھڑوانی چاہی۔

''تم بتاتی کیوں نہیں؟'' سلوئی نے پوچھتے ہوئے مڑ کر دیکھا۔ اس نے لبوں پہ انگلی رکھ کر سلوئی کو خاموش رہنے کا کہا۔ سلوئی نے آنکھیں دکھا پھر پاؤں پٹختی باہر آ گئی۔

''سلوئی۔!! میں نے کہا جاؤ باہر۔'' عینا اٹھینٹتی ہوئی بولی تو اسکو اپنے سامنے والی دیوار میں کوئی سایہ سا آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹتی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر عینا کا اٹھے پھینٹتا ہوا ہاتھ پکڑا۔ وہ سانس روک گئی۔

''تھینک یو سو مچ۔'' اسکی بھاری آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ اسکی مخصوص مہک سانس میں گھلنے لگی تو عینا نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور پلٹی۔ یہ پلٹنا ہی اسکی غلطی تھی۔ وہ سلیب پہ دونوں ہاتھ جمائے کھڑا تھا۔

''جج۔ جاؤ۔ جاؤ۔ یہاں سے اب۔'' عینا نے رخ پھیرا۔

وہ مسلسل اسکے چہرے پہ نگاہیں گاڑے ہوئے تھا۔

''حسن۔!! میں تم پہ کوئی مزید احسان نہیں کر سکتی۔'' عینا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس سے کیا کہے۔

''جو احسان کیا ہے وہ بہت بڑا ہے۔'' حسن اسی بھاری آواز میں بولا۔

''اب تم جا سکتے ہو۔'' عینا نے جان چھڑوانی چاہی۔

''کہاں؟''

''جہاں سے آئے ہو۔''

''مجھے اب واپسی کا راستہ بھول گیا ہے۔''

''گوگل میپ ہے نا ں۔ وہ استعمال کر لو۔'' عینا تڑخ کر بولی تو حسن نے اداسی واچکائے۔ عینا اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''کیا تھا سرچ۔ ہر بار یہیں آ جاتا ہوں۔ گوگل میپ نے کہا ہے کہ تمہاری منزل اب یہی ہے۔'' وہ بولتا تھا تو اسکے گلے کی ہڈی میں ابھار پیدا ہوتا تھا۔ وہ گلٹی جیسے پانی میں ہچکولے کھاتی تھی۔ عینا کی نگاہیں بے اختیار اس گلٹی پہ جا کر رکی تھیں۔

''گوگل میپ کو بھی بیتیں بنانی آ گئی ہیں تمہاری طرح۔'' عینا نے اسکی دن سے نگاہ ہٹا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اسکے چہرے پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ حتیٰ کہ اس نے عینا کی نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے بھی بخوبی دیکھا تھا۔ اور عینا اس بات پہ شرمندہ ہوتی نگاہ جھکا گئی۔

''اٹس اوکے۔'' حسن نے ذرا سا جھک کر سرگوشی کی تو عینا کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں دھنس جائے۔

''کیا میں یہاں رہ سکتا ہوں؟'' وہ پوچھتے ہوئے پیچھے ہٹا اور اجازت طلب نظروں سے اسکو دیکھنے لگا۔ عینا نے پھر سے اسکو دیکھا۔ دل نے تو شدت سے کہا تھا ہاں۔

دماغ نے جیسے ا ۔ رتو خنجر ہی اٹھالیا تھا۔کہ خبردار جو اس شخص پہ بھروسہ کیا۔

''۔۔کہاں ہیں؟''عینا نے فوراً سوال کیا تھا۔''کیا تم نے ۔۔کو؟''وہ اس سے آگے بول نہ پائی۔آنکھوں کے کنارے نم ہوگئے۔سامنے کھڑا شخص ا ۔ رپھر سے اجنبی ہو َ تھا۔اس سے پھر سے ت محسوس ہونے لگی تھی۔دماغ نے جیسے دل کا تمسخر اڑا یا تھا۔دماغ اپنا وار کر چکا تھا اور دل لہولہان ہوا تھا۔اگلے ہی پل عینا کی سیاہ آنکھیں بے ر َ مائع میں ڈوب گئی تھیں۔اسکے حلق میں شدت سے درد اٹھا تھا۔

''چلے جاؤ حسن۔!!مجھے خود سے ت کرنے کی ا ۔ اور وجہ مت دے دینا پلیز۔''وہ سختی سے اپنی آنکھیں ر َ ٹتی ہوئی پلٹ گئی۔حسن کچھ د ۔ تو سن سا کھڑا رہا۔وہ سلیب پہ ہاتھ ٹکائے جھکی ہوئی آ ۔ بہار ہی تھی اسکے آ ۔ سلیب پ َ رہے تھے جو بے ر َ موتیوں کی شکل میں ٹھہر جاتے اور پھر وہیں پھیل جاتے تھے۔

حسن نے قر ۔ ہو کر اسکے سلیب پ رکھے دونوں ہاتھوں پہ ہاتھ پھیرے۔اور یوں ہی وہ اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے َ ۔اور اسکی مخروطی انگلیوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلانے لگا۔

عینا نے ا ۔ ہچکی لی۔اب آ ۔ وں پہ بند ۔ ھنا ممکن لگ رہا تھا۔تو کیا وہ اپنی ز ۔ گی کے ۔ سے ۔ ڑے غم کا سامنا کرنے جا رہی تھی؟

حسن نے جھک کر اسکے ۔ لوں کو چھوا تو عینا نے سر جھٹکا۔

''میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟''حسن کی آواز میں عجیب کرب سا تھا۔

''تم کر ۔ تے ہو۔''عینا سسکی۔

''نہیں کر سکتا۔!تمہارے ساتھ نہیں کر سکتا یہ۔''وہ بولا تو عینا بلند آواز میں رونے لگی۔لاؤنج میں بیٹھی سلویٰ بے چین ہوئی اور کچن کے دروازے میں آئی۔

''تم نے پھر سے رلا د ۔ عینا کو؟ چلے کیوں نہیں جاتے تم؟ اور عینا۔!تم اسکو گھر میں لے کر ہی کیوں آئی تھی؟''وہ کمر پہ دونوں ہاتھ ٹکائے کھڑی تھی۔حسن نے بے اختیار مڑ کر سلویٰ کو دیکھا۔اسکی آنکھوں میں اپنے لئے غصہ اور ت دیکھ کر حسن کا دل بند سا ہوا تھا۔حالا ایسا نہیں ہوا کر ت تھا۔

وہ ان ۔ ت کو دس سال کے بعد نئے سرے سے محسوس کر رہا تھا۔اسکو پہلی ۔ ر کسی کی نگاہوں سے،کسی کی ت سے اور کسی کی محبت سے فرق پ ڑنے لگا تھا۔یہ ۔ بے نئے تھے انکا لمس سا تھا ا ۔ نہیں تھا۔وہ ان ۔ بوں سے واقف تھا ا لمس کو بھلا بیٹھا تھا۔

اسکو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہو۔اسکو ہر ۔ بے کے لمس کو محسوس کر ۔ تھا نئے سرے سے۔

''سلویٰ ۔ ہر جاؤ۔''عینا نے آ ۔ پونچھے۔سلویٰ حسن پ ا ۔ سخت گھوری ڈالتی ۔ ہر نکل گئی۔اور لاؤنج میں جا کر یوسف کے پ س منہ پھلائے ۔ ۔ ۔ زو لپیٹ کر بیٹھ گئی۔

حسن نے عینا کو کندھوں سے پکڑا اور اسکا رخ اپنی جا ۔ ۔ کیا۔عینا نے نگاہ نہیں اٹھائی تھی وہ اسکو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

''ادھر دیکھو۔!''حسن نے اسکو تھوڑی سے تھام کر اسکا چہرہ او ۔ پ کیا۔عینا نے ا ۔ ر اسکے چہرے پ نگاہ ڈالی۔اور رخ پھیر گئی۔

''میں کوئی ولی نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی ولی ۔ صوفی بن سکتا ہوں کبھی بھی۔میں ا ن تھا۔شیطان بنا اور اب پھر سے ا ن ۔ کے سفر پ گامزن ہوں۔اس وقت میری ذات دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ا ۔ شا ہے جس کے لئے غلط صحیح معنی نہیں ر ۔ تے جس کو بس اپنی ا ۔ کی تسکین چاہیے۔اور ا ۔ طرف حسن ہے جس کے ۔ ۔ میں آج بھی دل موجود ہے۔جس کو تمہارے آ ۔ وں سے فرق پ ڑنے لگا ہے۔جس پ سلویٰ کی ۔ تیں اثر کرتی ہیں۔میں خود ا ۔ بہت ۔ ڑی کشمکش میں ہوں۔اور نہیں جا ۔ کہ مرتے دم ت اس کشمکش سے جان چھڑوا پ ؤں گا ۔ نہیں۔ اتنا جان لو کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔ ۔ تم میرے آس پ س ہوتی ہو تو ا ۔ حالہ سا بن جا ۔ ہے مجھے اپنا آپ محسوس ہونے لگتا ہے۔مجھے درد محسوس ہونے لگتا ہے اور خوشیاں بھی اچھی لگنے لگتی ہیں۔میں حسن ۔ لگتا ہوں۔''عینا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''تمہارے ۔۔۔!!منصور وہ ز ۔ ہ ہیں۔میں نے جیل سے واپس آ کر ۔ کو آزاد کر د ۔ تھا۔''

اس نے کہا تو عینا نے بے یقینی سے اسکو دیکھا۔حسن مسکرا د ۔

''ہاں۔میرا اب کوئی کلٹ نہیں ہے۔کوئی ۔ کسنگ ر َ نہیں ہے۔میں اب صفر ہوں۔میرے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے میں اپنے سارے کارو ۔ رہ یہاں آنے سے پہلے

ہی بند کر چکا ہوں۔اور جو یہاں تھے ا یہاں آ کر بند کر دیے ہے۔میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں کوئی بہت بڑا کام کر رہا ہوں۔مجھے تو آج بھی امید نہیں کہ میں بخشا جاؤں گا۔'' وہ زخمی سا مسکرایا تو عینا نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا۔عینا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس وقت کس چیز کا اظہار کرے۔اسکا بس نہ تھا اس وقت کی خوشی ہی ہر غم پہ بھاری ہو گئی تھی۔

''کیو جو کچھ میں نے کیا ہے شاید اسکے بعد ممکن ہے۔ کم سے کم جو میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ اب مزید انہونے سے روک دیا جائے۔''

عینا بنا پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گئی۔دل میں شدت سے درد اٹھا تھا یہ سوچ کر کہ حسن کے وہ قابل معافی نہیں ہیں۔کاش وہ اسے اسکی سفارش کر سکتی۔

''۔۔کہاں ہیں؟''

''وہ مصر میں ہی ہیں۔چاہو تو بات کر لو۔''اس نے کہا تو عینا کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلکنے لگے۔جہاں کچھ دیر پہلے کرب اور تکلیف تھی اب وہاں تشکر تھا۔جیسے طوفان کے بعد سورج طلوع ہوا ہو اور ہر گوشے میں روشنی پھیل گئی ہو۔دل نے سرشاری سے دماغ کو دیکھا تھا۔دماغ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب کہاں اور کون سا وار کرے۔سو وہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔

اور دل جھوم اٹھا تھا۔وہ محو رقصاں تھا۔!

عینا نے آنسو صاف کئے۔حسن مسکرا دیا۔

''وہ جو بلاہر بیٹھی ہے اس سے صلح کروا دو پلیز۔''وہ بے چارگی سجائے بولا تو عینا نے اسکو گھورا۔

''خود منا لو جا کر۔''عینا پلٹ کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

سکول میں چھٹی کی بیل ہو گئی تھی۔بچے اپنے اپنے کلاس رومز سے نکل رہے تھے۔آیت ابھی اپنا بیگ پیک کر رہی تھی جبکہ میرال وہاں سے نکل گئی تھی۔کوریڈور میں یوقوت کا سامنا میرال سے ہوا تو وہ رک گئی۔

''آیت کہاں ہے؟''

''کلاس روم میں۔'' آج میرال نے کوئی فضول بات نہیں کی تھی سیدھا جواب دیا تھا اس پہ یوقوت کو تھوڑی حیرت ہوئی وہ زیادہ سوچے بنا آگے بڑھ گیا۔

کلاس روم میں قدم رکھا تو وہ ابھی تک اپنی ڈیسک پہ بیٹھی تھی اپنے بیگ میں کتابیں رکھ رہی تھی۔اسکے ہاتھ نہایت سستی سے کام کر رہے تھے۔یوقوت کچھ لمحے اسکی حرکات و سکنات کو دیکھے گیا اور پھر چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''کیا ہوا؟ ٹھیک ہو ناں؟''وہ دوستانہ انداز میں بولا تو آیت چونکی اس نے سر اٹھا کر یوقوت کو دیکھا جو کہ اپنے کندھوں پہ اپنا بیگ ٹکائے کھڑا تھا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔'' کہتے اس نے اپنی سکیچ بک بیگ میں رکھنا چاہی وہ کسی طرح اسکے ہاتھ سے نیچے گئی۔آیت نے جھک کر اٹھانی چاہی تو یوقوت نے اسکو رکنے کا اشارہ کیا اور سکیچ بک اٹھانے لگا۔اٹھاتے اٹھاتے اسکا ورق پلٹ گیا تو یوقوت ٹھٹکا۔وہیں آیت کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

اس ورق پہ ایک ڈرائینگ بنی ہوئی تھی جس میں کسی گھر کا لاؤنج دکھایا گیا تھا وہاں ایک آدمی ایک بچی کو اٹھائے کھڑا تھا اور ایک آدمی اسکے سامنے کھڑا اس بچی کو اس سے چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔

یوقوت نے ڈرائینگ کو غور سے دیکھا تو جو آدمی بچی کو اٹھائے کھڑا تھا اسکے پیروں کے پاس لال رنگ تھا۔نہیں بلکہ وہ بہتا ہوا خون تھا۔یوقوت نے دوسرے آدمی کو دیکھا تو اسکی نگاہ اسکے ہاتھ میں موجود خنجر پہ گئی جس پہ خون لگا ہوا تھا۔

''واٹ۔!!؟؟''یوقوت کو جھٹکا لگا۔

''یوقوت۔پلیز۔۔واپس کرو۔''آیت چیخ رہی تھی۔

پھر اس نے اگلا ورق دیکھا تو وہی لاؤنج کا منظر تھا اب دروازے میں ایک لڑکی کھڑی تھی جو کہ اس بچی اور اسکے باپ کو شاید پکار رہی تھی۔

اگلے ورق پہ وہ خنجر والا آدمی اس لڑکی کے پاس پہنچا اور اس نے اپنا واسطہ اٹھا کر اس لڑکی کے سر میں دے مارا۔ منظر میں یہ چیز واضح ہو رہی تھی کہ واسطہ ٹوٹ پڑا تھا اور لڑکی کے سر سے خون نکل رہا تھا۔ یقوت شاک کی کیفیت میں ورق پلٹتا گیا۔ آخر کار اس نے سکیچ بند کر کے آنسو کی جانب دیکھا جو کہ بے حد خوبصورتی سے بنایا گیا تھا۔ آنسو ہو بہو اسی طرح اپنے گال پر لڑھک رہی تھی۔

''کیا یہ آدمی آج بھی موجود ہے؟ کیا تم اسکو پہچانتے ہو؟ کیا اسی نے تمہیں کڈنیپ کیا تھا؟'' یقوت نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ آنسو سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑی تھی۔

''بولو آنسو!!'' یقوت نے اسکا کندھا پکڑ کر ہلایا۔

''میری سکیچ بک۔'' اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

''میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں آنسو؟''

آنسو نے نیلی آنکھیں اٹھا کر یقوت کو دیکھا۔ یقوت نے دیکھا کہ آج آنسو کی آنکھوں میں نہ تو آنسو تھے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی خوف تھا۔ وہاں بس سرد مہری تھی جیسے کہ اپنے مجرم کو جانتے ہوئے بھی خاموش رہنے پہ انسان پتھر بن جاتا ہے وہی پتھروں جیسا تاثر تھا آنسو کی آنکھوں میں۔

''مجھے نہیں پتہ وہ۔ اور نہ میں اسکو پہچانتا ہوں۔'' آنسو نے جھٹکے سے اپنی سکیچ بک پکڑی بیگ بند کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

یقوت کچھ ثانیے وہیں کھڑا رہا۔ اور پھر وہ بھی باہر نکل کر کوریڈور میں اسکو آنسو کہیں دکھائی نہیں دی تھی وہ سر جھٹک کر گیٹ پہ پہنچا تو مرجان وہاں گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ یقوت آ کر اسکے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''کیا ہوا بھائی؟ ٹھیک ہے؟'' مرجان نے اسکا اترا سا چہرہ دیکھا۔

''ہمم۔ شاید۔'' وہ نہ سچ بول سکتا تھا اور نہ ہی جھوٹ۔ مرجان کچھ لمحے یقوت کی بھوری آنکھوں میں دیکھے گیا پھر اس نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''تم بتاتے ہو۔'' وہ مدھم سی آواز میں بولا۔ اس سے پہلے کہ یقوت کچھ کہتا کھلے گیٹ سے آتے روڈ پہ میرال اور آنسو کی گاڑی آ کر رکی۔ یقوت نے گردن موڑ کر دیکھا۔ اسکی نگاہوں کا تعاقب مرجان نے کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ میرال اور آنسو گاڑی میں سوار ہو کر گاڑی چلی گئی۔

یقوت نے پلٹ کر مرجان کو دیکھو تو وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

''اٹس اوکے تم مت بتاؤ۔ میں فورس نہیں کر رہا۔'' مرجان نے بھینچ لئے۔ یقوت جو کہ کچھ کہنے ہی والا تھا خاموش ہو گیا۔

گاڑی اپنے سفر پہ گامزن تھی آنسو ونڈسکرین کے پار خاموش سی بیٹھی دیکھ رہی تھی عمارتیں درخت بہت پیچھے چھوٹ رہا تھا تو پھر اسکا ماضی پیچھے کیوں نہیں چھوٹ رہا تھا کیوں اسکو وہ ابھی تک داغ کرب پڑ رہا تھا؟ کیوں اسکے ماں باپ کا مال ادو اسکے لئے ایک بن گئی تھی جو اسکے گلے میں آج تک لٹک رہا تھا۔ وہ بوگ جو چاہے آنسو کو ڈس لیا کرتا تھا اور وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔ کتنے ہی لمحے آنکھوں کے سامنے آ ٹھہرے تھے آج پھر سے وہ ماضی میں چلی گئی تھی جہاں دھندلے منظر اور دھندلے چہروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس دن وہ چار برس کی ہوئی تھی۔ کیک اسکے ماں باپ رات کو ہی کاٹ چکے تھے اور آج آنسو کے لئے ایک چھوٹی سی. تھوڑے پارٹی پلین کی گئی تھی۔ اور وہ پارٹی ایک ریسٹورنٹ میں ہو بھی جہاں ایم کے کا رویدو اور زرین کی دوستوں نے آنا تھا۔ فیملی کے لوگ تو مدعو تھے ہی۔

صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ آنسو کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ کل رات ایک چھوٹی سی سلیبر لیٹ نائٹ چلی تھی جس کے باعث آنسو ابھی تک سو رہی تھی۔

کوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اسکے بیڈ کے پاس آیا۔ اسکا ٹیڈی جس کو وہ ہر سے لگائے سو رہی تھی اسکو کھسکا کر سائیڈ پہ کیا اور آنسو کے پھولے پھولے گالوں پہ محبت بھرا بوسہ دیا۔

وہ لڑکی پیچھے ہٹی تو مسکرا دی کیونکہ آنسو کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ وہ جاگ رہی تھی شاید اسکو اپنی ماں کا یہ پیار وصول کرنا بہت اچھا لگتا تھا جو وہ نیند میں وصول کیا کرتی

تھی۔

''امم۔ہمم۔مجھے لگتا ہے یہاں کوئی جاگ رہا ہے۔'' زرین کی شرارتی سی آواز پر آ۔۔نے پلکیں زور سے بند کرلیں اور ۔ بھی بھینچ لئے۔کہ اسکی مسکراہٹ چھپی رہ سکے۔زرین اسکی یہ حر۔۔ دیکھ چکی تھی۔

''شا۔کوئی مارکیٹ نہیں جا۔ چاہتا۔چلو۔میں اور ا م ہی چلے جا گے۔'' وہ پلٹ کر اسکی ۔ شیلف ٹھیک کرنے لگی آ۔۔ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''کسی کا۔ربی ڈریس بھی آ ۔ ہے ڈ۔ائنر سے۔لگتا ہے کوئی اسکوٹ ائی نہیں کر۔ چاہے گا۔'' وہ مسکراہٹ د۔ئے مسلسل آ۔۔کوننگ کر رہی تھی۔ آ۔۔بھی پکی تھی جس پر کسی ۔ت کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

''میرال کا فون آ۔ تھا۔'' وہ مسکراہٹ د۔ئے بولی تو آ۔۔نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھی۔

'' ۔؟اس نے مجھے وش کر۔ تھا؟ آپ نے مجھے جگایا ہی نہیں۔مجھے اس سے ۔ت کرنی تھی۔'' وہ فوراً اٹھ کر سوال کرنے لگی تو زرین ہنستے ہوئے اسکے پاس آئی اور اسکے گال کھینچے۔

''یعنی میرال ۔ سے زیادہ امپورٹنٹ ہے۔''

''ہم دو ۔۔ ہیں ماما۔۔'' وہ ۔۔ پ۔ز و لپیٹ گئی۔

''آہاں۔چلو پھر ریڈی ہو جاؤ۔ہم لوگ کیک ۔۔ جا رہے ہیں،''

''نو ماما۔۔آپ چلے جا مجھے گھر رہنا ہے۔''

''وہ کیوں؟'' زرین نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میں اپنی مانو کو ریڈی کروں گی ۔ں۔اسکو بھی تو جا۔ ہے ہمارے ساتھ۔'' آ۔۔کہتی ہوئی اٹھی اور اپنی پ بورڈ کھولنے لگی اسکے کمرے میں چھوٹی سی پ بورڈ تھی۔ اس نے وہ کھولی اور اس میں سے پنک ر۔ کی چھوٹی سی فراک ا۔ نیکر اور ا۔ کیپ نکالی۔

'' تم خود تو ریڈی ہو جاؤ۔''

''پہلے مانو۔'' وہ زرین کی سنے بناء ہی کمرے سے نکل گئی۔لاونج میں پہنچی تو ا۔ سفید رشین کیٹ صوفے پر مزے سے بیٹھی تھی آ۔۔ اسکے پاس پہنچی اور اسکو گود میں بٹھایا۔

وہ اسکو تیار کر رہی تھی۔

ا م اور زرین آ کو اسکے پاس چھوڑ کر خود ہی کیک ۔۔ چلے گئے جو انھوں نے خاص آ۔۔ کے لئے کسٹمائز بنوایا تھا۔

دوپہر کے ۔ رہ بج رہے تھے۔ ۔ زرین اور ا م بیکری سے نکلے تھے انھوں نے کیک گاڑی میں رکھا اور آ کر گاڑی میں بیٹھے۔ا م نے گاڑی سٹارٹ کی گاڑی سٹارٹ ہی نہیں ہو رہی تھی۔

''یہ کیا مصیبت ہے؟'' وہ مسلسل کوشش کر رہا تھا۔زرین نے بھی بے چینی سے اسکو دیکھا۔

''لگتا ہے ا کا کوئی مسئلہ ہے میں کسی مکینک کو دیکھتا ہوں۔'' وہ گاڑی سے ۔ لگا۔

''ا م۔!!''

''ہاں۔'' وہ رکا۔

''مکینک کے آنے میں اور گاڑی ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا کیوں نہ ہم ٹیکسی سے گھر چلے جا ایو۔ ٹ کے بعد آپ آ کر گاڑی لے جایئے گا۔پلیز۔'' اس نے ۔ارش کی تو ا م نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا اور موبائل نکال کر آن لائن ہی ٹیکسی ۔ کی۔کچھ ہی د۔ میں گاڑی آ گئی وہ لوگ دوسری گاڑی میں سوار ہو گئے۔

''آ۔ تم بھی چینج کرلو تمہارا ماما۔۔ آتے ہوں گے۔'' آ۔ اسکے پاس آئی جو ابھی۔ مانو کو گود میں لئے بیٹھی تھی جبکہ مانو نے ا۔ پنک ڈریس پہن لیا تھا اور سر پا۔ پنک کیپ تھی جس کو ربین کے ساتھ۔ ھد۔ ے تھا۔ آ۔ نے اسکی مدد کی تھی مانو کو تیار کرنے میں۔

''آنی۔!!! ابھی نہیں۔ ماما آ گی تو میں ہو جاؤں گی ر ڈی۔''

اس سے پہلے کہ آ۔ کچھ کہتی گیٹ پ بیل ہوئی۔

''لگتا ہے وہ لوگ آ گئے۔! میں سامان پکڑ لاؤں۔'' آ۔ کہتی ہوئی گیٹ کی جا۔ چل دی۔ وہ اپنی دھن میں چلی جا رہی تھی گیٹ کھولا تو وہاں کوئی گاڑی نہیں تھی۔

''یہ گارڈ کہاں ے؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ ''بیل کس نے دی؟'' اسکو کچھ سمجھ نہ آ۔ وہ پلٹنے لگی تو اسکے سر پا۔ زوردار وار ہوا۔ وہ پلٹ کر وار کرنے والے کو دیکھ۔ نہ سکی۔ اور کوئی اسکو گھسیٹ کر لے جا چکا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا اسکے چہرے پ رومال بندھا ہوا تھا اس نے آ۔ کو گھسیٹا اور دیوار کی دوسری سائیڈ پ کھڑی گاڑی کی ڈگی میں ڈال دی۔

وہ ہاتھ جھاڑ۔ ہوا۔ ردا خل ہوا۔ سے پہلے گارڈ کے کمرے میں ے۔ جہاں سی سی ٹی وی لگا ہوا تھا۔ اس نے وہ سی سی ٹی وی وہیں سے ہیک کر لیا اور اس کو دو گھنٹے پیچھے کر دی۔ کہ موجودہ اور آنے والے وقت کا کوئی لمحہ اس کیمرے میں قید نہ ہو سکے۔

گارڈ کو وہ پہلے ہی ٹھکانے لگا چکا تھا۔ اب وہ قدم قدم چلتا۔ ر آ۔ لاؤنج کا دروازہ کھولا تو سامنے ا۔ چھوٹی سی لڑکی کھڑی تھی اپنی ا۔ پنک ٹی شرٹ اور پنک ہی پ جامے میں۔ اس کی گود میں اسکی مانو تھی۔ مانو نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا وہ اجنبیوں کو دیکھ کر یوں ہی خوفزدہ ہو جا۔ کرتی تھی۔

آ۔ مسکرائی اور چلتی ہوئی اس آدمی کے پ س آئی۔

''انکل۔!! پ رٹی یہاں نہیں ہے آپکو کارڈ نہیں ؟'' وہ مانو کو ے سے لگائے کھڑی تھی۔ مقابل ہنس دی۔ تو آ۔ بھی ہنس دی۔

''پ رٹی تو یہیں ہوگی۔'' وہ ہنستا ہوا آگے ب ھا۔

''ماما۔۔ نے کہا تھا کہ یہاں نہیں ہوگی۔'' وہ ابھی۔ الجھی ہوئی تھی۔ وہ ا۔ ۔ میں اس۔ پہنچا اور آ۔ کو گود میں اٹھا لیا۔ مانو چھلا۔ لگا کر دور بھاگ گئی۔ آ۔ ہنستی جا رہی تھی۔

''ا۔ ت بتاؤں؟'' اس نے سرگوشی کی تو آ۔ نے تجسس سے اسکو دیکھا۔

''تمہارے ماما۔۔ تمہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔''

''ہاں۔ وہ لوگ کیک ۔ گئے ہیں۔'' آ۔ کے ت ات میں فرق نہ آ۔ تھا وہ ہنس دی۔ تو آ۔ پھر سے ہنس دی۔ ''انکل آپ فنی ہیں۔'' آ۔ نے اسکا رومال ا۔ ر۔ چاہا تو اس نے آ۔ کا ہاتھ روک دی۔

پھر اس نے اپنی۔۔۔ سے موبائل نکالا ا۔ وڈیو نکال کر اسکو دکھائی۔

''یہ تو۔۔ کی گاڑی ہے۔'' آ۔ نے ا۔ سیاہ مرسیڈ۔ کو دیکھا تو خوشی سے اچھلی۔ کیو اسکے پیچھے ا۔ چھوٹا سا ٹوائے لٹک رہا تھا جو کہ آ۔ نے ٹ۔ تھا۔

''ہاں۔ ابھی دیکھنا۔'' کہتے اس نے وڈیو پلے کی تو ام اور زرین آ کر گاڑی میں بیٹھے اور پھر ا۔ ٹک آ۔ جس نے اس گاڑی کو ہوا میں اچھال دی۔

''ماما۔!!۔۔!!'' آ۔ کی نیلی آنکھیں پتھرا گئیں۔

''دیکھا۔!!! گاڑی اڑ گئی۔'' وہ ہنس دی۔ اس۔ آ۔ نہیں ہنسی تھی۔

وہ ی۔ ٹ سی سکرین پ اپنے۔ پ کی تباہ شدہ گاڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ بچی تھی کچھ ہی لمحوں میں رونے لگی۔ اس نے چیخنا۔ شروع کر دی۔ تو اس آدمی نے اسکو لے جا کر ا۔ کمرے میں بند کر دی۔

''آ۔۔!!''

''ہاں؟'' وہ چو ۔اس نے ادھر ادھر دیکھا مناظر ان درختوں اور عمارتوں کے سائے میں ہی کہیں تحلیل ہو َ تھا۔اس نے مڑ کر میرال کو دیکھا جو کہ اسی کی جا ۔ دیکھ رہی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' میرال نے اسکے ۔زو پ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔میں ٹھیک ہوں۔'' آ۔۔ نے اسکا ہاتھ اپنے ۔زو سے ہٹا۔

''کیا تم ٔ راض ہو مجھ سے؟'' میرال کی َ ٹ َ سی آواز آئی۔وہ ہمیشہ سے آ۔۔ کو تنگ کرتی آئی تھی ۔ ۔ آ۔۔ کڈ ہوئی اور وہ واپس آئی ۔ سے آ۔۔ اس سے دور تھی اور یہ ۔ت میرال کو کھٹک رہی تھی کچھ تھا جو دل میں چبھ رہا تھا۔وہ بس اسکو تنگ کرنے کا کوئی موقع نہ ملنا تھا یا پھر شا۔ کوئی ل۔

''کیوں تم نے کیا ایسا کچھ کیا ہے؟ جس کی وجہ سے میں تم ٔ راض ہوں؟'' آ۔۔ نے جوا ًسوال کیا تو میرال ۔ ی طرح ہڑ ۔ٹ ائی۔اور رخ پھیر گئی۔آ۔۔ کچھ د ۔اسکو د۔ ۔ رہی اور پھر دو ۔ رہ سے و ۔ٹ سکرین کے پ ر دیکھنے لگی۔

دوپہر کے ۔ رہ بج رہے تھے۔سلویٰ اور یوسف َ می کے ستائے ہوئے تھے پھر بھی وہ لوگ لاؤنج میں کار ۔ٹ پ بیٹھے کوئی کھیل کھیلنے میں مصروف تھے جبکہ عینا کچھ د ۔ پہلے ہی مارکیٹ سے آئی تھی۔ میز پ ابھی ۔ شاپنگ رکھے ہوئے تھے۔وہ اپنا عبا ۔ا ۔ رکر واپس آئی۔

''عینا۔!! حسن کہاں ہے؟''

''پتہ نہیں مجھے چھوڑ کر کہیں َ ۔'' عینا مصروف سی کچھ سامان اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔

''میں تمہاری مدد کرواؤں؟'' وہ اٹھ کر اسکے پ س آئی۔وہ دونوں کچن میں سامان ۔ ٹ کرنے لگیں۔

کچھ د ۔بعد بیل ہوئی تو عینا نے مڑ کر لاؤنج کی جا ۔ دیکھا۔

''میں کھولتی ہوں۔'' سلویٰ اٹھکیلیاں بھرتی ہوئی ۔ ہر چلی آئی عینا اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

''یہ کیا ہے؟'' دروازہ کھولتے ہی سلویٰ کی حیران سی آواز آئی تھی۔

''یہاں رکھ دو۔'' سلویٰ کی ۔ت کا جواب دیئے بنا ء وہ اپنے پیچھے کھڑے دو لڑکوں سے ۔ت کر ر ہا تھا۔

''حسن۔!! کیا ہے یہ۔'' وہ اب لاؤنج میں پڑے ۔ٹے ۔ٹے ڈبوں کو دیکھ رہی تھی۔

''ائیر کنڈیشنرز۔'' وہ مصروف سے ا ٔ از میں کہتا لڑکوں کو کام سمجھانے لگا۔''ا ۔ اس کمرے میں لگا دو اور ا ۔ لاؤنج میں۔'' اس نے چھوٹے اے سی کو کمرے میں لگوا ۔ جبکہ ۔ٹے والے کو لاؤنج میں۔

دفعتاً اس نے نگاہ اٹھا کر کچن کے دروازے کی جا ۔ دیکھا تو وہ ۔ ۔ ۔ زو ۔ پیٹ اسی کو دیکھ رہی تھی۔وہ ۔ کاٹتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔

''َ می کافی ہے نہیں؟'' اس نے اپنے ماتھے پ آ۔ صاف کیا۔

''نہیں۔'' عینا نے فوراً جواب د ۔ تو حسن نے ہو ٹ نکال کر اسکو دیکھا۔''ا َ یہاں رہنا ہے تو ہم لوگوں کی طرح رہنا ہوگا۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی۔

''پلیز۔!!'' حسن نے سما ۔ ۔ کی جبکہ عینا کا ا ٔ از اٹل تھا۔

''عینا۔!! یہ اسے سی کیا ہوتا ہے؟'' سلویٰ چلتی ہوئی کچن میں آئی۔

''کچھ نہیں ہوتا بس امیروں کے چونچلے ہوتے ہیں۔'' عینا نے ا ۔ سخت گھوری حسن پ ڈالی وہ بے بسی سے ۔ بھینچ َ ۔

''پھر بھی؟'' سلویٰ متجسس تھی۔حسن کو ا ۔ امید کی کرن آئی اس نے مڑ کر سلویٰ کو دیکھا۔

''اس سے ٔ ں۔ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔یخ ٹھنڈی َ می کا احساس ۔ نہیں ہوتا۔'' حسن کی آنکھوں میں چمک تھی اور سلویٰ کی آنکھیں بھی چمکیں۔

''اچھا؟ کیا واقعی؟'' وہ خوش تھی کی می کے . ش رات کو سو اسکے لئے بھی محال ہو تا تھا۔ عینا نے سلوی کی خوشی دیکھی۔

'' مجھے لگتا ہے ہمیں اسکو نیچ کر خوراک ' نی چاہیے۔'' سلوی نے مشورہ دی تو عینا اور حسن دونوں کا دل مٹھی میں آ یا تھا۔

''وہ بھی لے لیں گے۔'' حسن نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

'' کروا لو فٹ۔'' عینا نے اجازت دے دی تو حسن نے تشکر سے اسکو دیکھا۔

آ ' کا روہ ا ی گھر بن رہا تھا۔ وہ لوگ ا ی خا ان بن رہے تھے۔ ا ی چھوٹ سا خا ان، ٹوٹے ہوئے لوگوں کا خا ان۔ جو مل کر ا ی دوسرے کو جوڑ دیتے تھے۔ .مکمل لوگوں کا جو مل کر ا ی دوسرے کو مکمل کر دیتے تھے۔

حالات کچھ قابو میں آ چکے تھے صفا کی طبیعت دن . ن بہتر ہو رہی تھی زخم بھرتے جا رہے تھے اپنے ' مٹنے والے ن بھی چھوڑتے جا رہے تھے۔ ی قوت اور مرجان دن میں ا ی چکر ضرور لگا لیا کرتے تھے کبھی کبھی منال دینا کو بھی لے آتیں۔ ' یجہ اور خیام صا . نے تو اب ڈ ی ہ ہی ڈال لیا تھا۔ وہ لوگ صبح آتے تھے اور رات کو بمشکل اپنے گھر واپس جاتے۔ اور صبح پھر سے ' یجہ اٹھ کر صفا کے کھانے کے لئے کچھ نہ کچھ بناتیں اور ٹفن بنا کر تیار ہو جاتیں۔ یہ ان لوگوں کا معمول بن َ ی تھا۔

زر ب اور سعدیہ نے ولیمہ فی الحال پو ٹ پون کر دی تھا۔ انکا ارادہ صفا کی واپسی پہ ہی تقر . کرنے کا تھا۔

آ ۔ اس دن کے بعد پ پ سی ہو گئی تھی وہ بناء مقصد کے . ت نہیں کرتی تھی بلکہ وہ بس . ت کا جواب دی کرتی تھی۔ میرال اس سے کسی نہ کسی بہانے . ت کرنے کی کوشش کرتی آ ۔ مختصر جواب دی کرتی تھی۔

میرال نے دو . رہ اس سے اپنا ہوم ورک نہیں کروا ی تھا۔ وہ وڈ یو گیم جو وہ اس دن لے کر آئی تھی ابھی ت ان چھوا پ ا تھا۔ میرال اور فاطمہ شام کو پ رک چلی جاتیں آ ۔ نے پ رک جا ' بند کر دی تھا۔ جواد ت نے بھی اسکو بلا وجہ اور اکیلے گھر سے . ہر ' ' سے کر دی تھا۔ وہ اب نہ تو رات کو اٹھ کر فریج میں سے کیک ی پیسٹر ی نکال کر کھاتی تھی اور نہ ہی دن میں کسی قسم کا کھانے پی ' کا شوق ظاہر کرتی تھی۔

اس نے اپنے او پ ا ی خول پ ڑھا لیا تھا۔ جس کو توڑ ' دن . ن کے لئے مشکل ہو تا جا رہا تھا۔ ئی جان اسکو کسی نہ کسی . ت پ ڈ ا ٹ دیتیں تو وہ بے حسی سے ا ڈ ا ٹ پ ڑ ت اور . وہ خاموش ہو جاتیں تو پ سکون سی جا کر اپنے کمرے میں کتابیں کھول کر بیٹھ جاتی۔

اس دن کے بعد ی قوت سے بھی اس نے کوئی . ت نہیں کی تھی۔ ی قوت اس سے . ت کرنے کی کوشش کر ت تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے چلی آتی۔

مرجان کو تو بس ا ی ہی چیز کا انتظار تھا کہ صفا . واپس آئے گی۔ وہ اپنی پ یٹی لیڈی کا منتظر تھا۔

حسن اور عینا کی ز گی بس وہیں اٹکی ہوئی تھی انکا رشتہ ل اور مداوے سے آگے نہیں . ھ پ رہا تھا۔ سلوی اور یوسف کی موجودگی نے ا رشتے میں ا ی ز گی سی بھر دی تھی۔ حسن کو یہی ل تھا کہ وہ کبھی بخشا نہیں جائے گا اور عینا کو یہ کہ کاش وہ اسکی سفارش کر سکے۔

منصور نے رہائی کے بعد ضرار کے ساتھ ا. اہیم کا کارو . ر سنبھال لیا تھا۔ عینا نے منصور سے . ت کی تھی اس نے اپنے . پ سے یہی کہا تھا کہ اس نے اپنے اور حسن کے رشتے کو وقت اور حالات کے سپرد کر دی ہے۔

وقت کا پہیہ چل رہا تھا بناء ر کے بناء تھکے۔!! ا ز َ یں ٹھہری ہوئی تھیں۔

وہ ا پ ل کے کور ڈ ور میں تیز تیز قدم اٹھا ت آ رہا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ا ی فائل تھی۔ اور چہرے پ ا ی الوہی سی مسکان تھی۔ وہ ا پ ل کے کمرے کے کے دروازے ت ہی پہنچا تھا کہ ا ' رسے خیام قریشی نکلے انھوں نے سوالیہ وں سے ا. اہیم کو دیکھا۔

ا. اہیم ا ی پل کے لئے ٹھہرا۔ اپنے ہاتھ میں فائل دیکھی اور پھر ا جا . دیکھا۔

''ڈسچارج مل َ ی ہے۔'' اس نے کہا ا. اہیم کے ہر ہر حرف سے اسکے ا از سے بھی خوشی پھوٹ رہ تھی۔

خیام قریشی کچھ پلوں کے لئے اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔تو کیا وہ ا بیٹی سے اتنی محبت کرتا تھا؟ اَ وہ صفا کی اورا. اہیم کی طلاق کروانے میں کامیاب ہوجاتے تو۔؟ اورارمان کی کرتوت جاننے کے بعدتوا روح تـ کا ٔپ گئی تھی۔کیاا. اہیم کے علاوہ کوئی اورشخص اس روئے زمین پ موجودتھاجوا ٔزک جان بیٹی کوہتھیلی کا چھالہ بنا کر ر ـ؟ جوانتقام میں آئی ہوئی لڑکی کواس قدر محبت اورشفقت سے رکھ سکتا تھاوہ اپنی محبت والی بیوی سے کس حدـ عشق کرتا ہوگا۔خیام قریشی اس شخص کو دیکھ کر رہ گئے۔وہ اس سے معافی مانگنا چاہتے تھےاوراسکا شکریہ ادا کرٔ چاہتے تھے کمبخت ا ہمیشہ کی طرح آڑے آ گئی تھی۔

وہ خاموشی سے ا جاٗ. ہوگئے انھوں نے راستہ چھوڑ دیا اورا. اہیم دروازہ کھول کرا ٔر ـ۔

کمرے کا دروازہ کھلاتو وہ مریض کے ڈھیلے سے لباس میں ملبوس کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔کلائیوں پ زخموں کے ن تھےاورزخم کچھ کچھ کچے تھےابھی بھرے نہیں تھے۔کچھ زخم بھر چکے تھے۔ یجہ اسکا ہاتھ تھامے اسکو چلنے میں اسکی مدد کررہی تھیں۔صفا ا پل کے لئے لڑکھڑائی تو وہ فائل وہیں کرآگے ٔ ھا۔

اورا ہی پل میں اسکو تھام لیا۔

''ابھی لگ جاتی۔''اس نے تـ سف سے صفا کی جاٗ. دیکھا۔جہاں صفا کی سانس پھولی تھی وہیں ا. اہیم کی سانس بھی ٔ میں ا ٹ گئی تھی۔

''نہیں لگتی ا. اہیم۔!!اور ٔ تـ اسکو ٔ نہوں میں اٹھائے پھروگے؟ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسکو چلنے پھرنے کی عادت ڈالنی ہوگی۔کچھ مشکل ہوگی آہستہ آہستہ یہ ٹھیک ہوجائے گی۔'' یجہ نے اسکو ڈپٹا تو ا. اہیم نے بے چارگی سے صفا کی جاٗ. دیکھا۔وہ مسکراہٹ د ٔئے سر جھکا گئی۔

''ہاں۔ہاں۔اپنی ماں سے ڈا ٹ پٔ واکر بہت خوش ہو ں۔آ ٔ کا بن گئی ں روایتی بیوی؟''وہ ٔ ک سکیٹر ٔ صفا نے ہو ں کی طرح اسکو دیکھا۔ یجہ ہنس دیں۔

''کوئی ٔ ت نہیں،تم اسکو منال سے ڈا ٹ پٔ وادینا حساب ٔ ا. ہوجائے گا۔''

صفا نے بے چارگی سے ا. اہیم کی جاٗ. دیکھا وہ کندھے اچکا ٔ ـ۔

''وہ نہیں ڈانٹیں گی مجھے۔''صفا نے خود ہی اپنا دفاع کیا۔

''اچھا؟ وہ تو میں دیکھوں گا اب۔''ا. اہیم نے چیلنج کیا تو صفا نے ہو ٹ گول کئے۔

''یعنی اب اپنی اتنی سی بیوی کو اپنی ماما سے ڈا ٹ پٔ ا گے۔ا. اہیم گورسی؟''اس نے اس قدر معصومانہ ا ٔ ازمیں کہا تھا کہ ا. اہیم کا دل ٔ میں سے ٔ کو بے تـ اب ہوا تھا۔اس نے ٔ یجہ کی پ واہ کئے بناءاسکو اپنی پناہوں میں سما ٔ اور ٔ رہا اسکا سر چوما۔

ٔ یجہ خود ہی رخ پھیر گئیں۔

ا. اہیم نے اسکو لا کر بیڈ پ بٹھا ٔ یا اورا ٔ ـ آئینمنٹ اٹھا کر اسکے پیروں پ لگائی۔ ٔ یجہ نے فائل اٹھائی اور وہیں رکھی ا ٔ ـ کرسی پ بیٹھ گئیں۔

''یہ فائل کس چیز کی ہے ا. اہیم؟''وہ فائل کے صفحے پلٹنے لگیں۔

ا. اہیم نے مسکرا کر صفا کی جاٗ. دیکھا اوروہ تو دیکھ ہی اسکو رہی تھی۔صفا نے سوالیہ نگاہ اس پ ڈالی۔

''سوچو کس چیز کی فائل ہے؟''وہ کہتا دو ٔ رہ اسکے پیروں پ آئینمنٹ لگانے لگا۔

''بتادیں ٔ ں۔''صفا جھنجھلائی۔

ا. اہیم نے آئینمنٹ کا ڈھکن لگا ٔ یا اورٹشو سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔صفا کو جواب دیے بناءوہ اسکا سامان سمیٹنے لگا تھا۔صفا الجھی سی اسکو دیکھ رہی تھی ٔ یجہ بھی نم آنکھوں سے فائل کو دیکھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟ بتائے گا کوئی کچھ؟''صفا نے جھنجھلا کر کہا تھا۔وہ دونوں مسکراہٹ د ٔئے اپنا کام کرتے رہے۔

اسی دوران دروازہ کھلا تو مرجان بھا ٔ ـ ہوا ٔ ردا خل ہوا۔اورآ کر صفا کے پ س کھڑا ہوا۔

'' ٔ آئے تم؟''

''ابھی ابھی۔۔دادو بھی آئے ہیں۔''

''آ نہیں آ ؟'' صفا نے اسکے پیچھے دیکھا۔مرجان نے میں سر ہلا یا۔مرجان نے دھیان سے اسکے دونوں ہاتھوں کو دیکھا وہ ہاتھ اب ٹھیک ہوتے جا رہے تھے کچھ ن ق تھے اب زخم بھر چکے تھے۔

''کیا میں آپکے ہاتھ پکڑ لوں؟'' وہ ہمیشہ اسکے ہاتھ تھامنے سے پہلے اجازت لیا کرتا تھا۔صفا نے مسکرا کر خود ہی مرجان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر لبوں سے لگا یا۔وہ مسکرا دیا۔

''۔۔!! ہوگئی پیکنگ؟'' اس نے ا۔ اہیم کو دیکھا جو کہ ا یا بیگ میں صفا کی کچھ دوا رکھ رہا تھا۔

''ہاں بس ہوگئی۔'' صفا نے ا یا پھر سے ا۔ اہیم کو دیکھا۔

'بتا دیں ن۔کیا کسی اور ہاسپٹل میں شفٹ کرنا ہے؟'' صفا نے بے بسی سے پوچھا لہجے میں اداسی گھل سی گئی تھی۔۔ سے وہ کچھ بہتر ہوئی تھی کبھی اسکو کسی منزل پہ لے جایا جاتا تھا پہ اپ کے لئے کبھی کسی منزل پہ۔اور وہ ان چیزوں سے اب اکتا گئی تھی۔

ا۔ اہیم نے سامان چھوڑا اور آ کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔

''کبھی مثبت بھی سوچ لیا کرو۔'' اس نے صفا کے چہرے پہ بکھرے ل ہٹائے۔وہ خالی خالی نگاہوں سے اسکو دیکھے گئی۔''چھٹی مل گئی ہے گھر جا رہے ہیں۔''

وہ بولا تو صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں اس نے غیر یقینی سے یجہ اور مرجان کو دیکھا۔

''یس۔اور میں آپکو آ یا ہوں۔'' مرجان نے بھی خوش ہو کر کہا تو صفا نے بھیگی پلکیں لئے ا۔ اہیم کی جا دیکھا۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اسکے ۔ ہم پیو تھے وہ لمحہ عجیب سا تھا خوشی بھی اور دل میں خوف بھی تھا کہ گھر جا رہے ہیں اَ طبیعت بگڑی تو جلد از جلد ا پتال پہنچنا ہوگا۔ خوف صرف ا۔ اہیم کے ہی دل میں تھا۔ ق تو خوش تھے۔

''چلیں۔جلدی چلیں۔'' وہ اٹھنے لگی تو ا۔ اہیم نے ا یا ہاتھ اسکے دحمائل کر کے اسکو اٹھنے میں مدد کی۔

''چلتے ہیں۔ ا یا رپہ اپ کروالیں۔''

''پھر سے؟'' اس نے دن ا یا جا ئی۔

''ہاں۔اور تا مجھے ذرا وہاں تا چل کر دکھاؤ۔'' ا۔ اہیم نے اسکو سہارا دیا وہ اسکے سہارے چھوٹے چھوٹے قدم یا لگی۔

رات کے رہ بج رہے تھے۔ گاڑیاں گورسی ہاؤس کے سامنے آ کر رکیں تھیں۔مرجان جلدی سے گاڑی سے ا اور آ کر پچھلی ٹ کا دروازہ کھولا جہاں صفا یجہ کے سہارے بیٹھی تھی۔اس نے ہاتھ آگے ٹھایا۔جس کو صفا نے تھام لیا۔ا۔ اہیم بھی آ کر مرجان کے ساتھ کھڑا ہوا۔وہ ہر نکلی تو مرجان کا ننھا ہاتھ اسکو سنبھال نہ سکا۔اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑاتی ا۔ اہیم نے آگے ٹھ کر اسکو اٹھا لیا۔مرجان نے پلٹ کر اپنے پ کو گھورا جس نے اس سے اسکی سروس کا موقع پھر سے چھین لیا تھا۔

''ا۔ اہیم۔'' صفا کا چہرہ تاریکی میں بھی سرخیاں چھلکاتا آ رہا تھا۔

''شش۔!!'' اس نے صفا کو خاموش کروایا اور آگے ٹھ کر یجہ بیگ اٹھائے پیچھے پیچھے چل دیں۔

وہ لوگ لاؤنج میں داخل ہوئے تو منال وہیں دروازے میں ہی کھڑی تھیں انھوں نے ا یا بکرے کو پکڑا ہوا تھا۔

''ماما۔!!! ابھی عید الاضحیٰ میں وقت ہے۔'' ا۔ اہیم نے دن ا یا جا ئی انھوں نے اسکو گھورا۔

''صفا۔!! اسکے سر پہ ہاتھ پھیر دو۔صدقہ ہے تمہارا۔'' انھوں نے شفقت سے کہا تو ا۔ اہیم نے مسکرا کر صفا کو دیکھا اور پھر اسکو لئے تھوڑا سا جھکا۔صفا نے ہاتھ بکھرے کے سر پہ پھیرا۔

اس سے پہلے کہ منال مزید کچھ کہتیں وہ اسکو لئے سیڑھیاں پ ھ یہ۔منال کا منہ کھلا رہ یہ۔

''اٹس اوکے منال۔۔ ق چیزوں کو ہاتھ میں لگا دیتا ہوں۔'' مرجان نے آگے ٹھ کر مت پیش کی تو ہنس دیئے۔

ٔ یجہ نے آگے بڑھ کر منال کو گلے لگا یا۔

ا. اہیم نے ا یا ہاتھ سے ڈور ب گھمائی۔ دروازہ کھولا تو صفا کی آنکھیں پھیل گئیں سارے کمرے میں م ّ ین کارپٹ بچھا ہوا تھا۔ ہر شے ایسے تھی کہ جیسے روئی کے گالے ہوں۔ بیڈ شیٹ سے لے کر سائیڈ ٹیبل کے کورز اتنے م اون سے بنے ہوئے تھے کہ وہ دیکھ کر رہ گئی۔

اس نے آگے بڑھ کر صفا کو کسی قیمتی ٔ انے کی طرح بیڈ پر لٹا دیا۔ اسکا تکیہ در ست کیا اسکو بیڈ میں یوں ٹکا دیا کہ صفا کو اپنا ب ن بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا درد تو دور کی ب ت۔

''آرام دہ ہے؟ کہیں کچھ چبھ تو نہیں رہا؟'' ا. اہیم نے اے سی کا ٹمپر یچر کرتے ہوئے پوچھا کیو کہ کمرے میں حد سے زیادہ ہی خنکی ہو رہی تھی۔

وہ بناء جواب دیئے پ ت لیٹی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا؟'' ا. اہیم ریموٹ رکھ کر مڑا۔ اور جھک کر اسکے ب ل تکیئے پر درست کیئے۔''ا ٔ ھ دوں؟'' اس نے دفعتاً پوچھا تو صفا نے نم آنکھوں سے میں سر ہلا یا۔

''کچھ تو بولو'' وہ اب پ یشان ہوا تھا۔

صفا نے ا یا ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا ت ارا اور اپنے ب لوں میں سرائیت کرتا ہوا اسکا ہاتھ تھاما۔ ا. اہیم یہ ٹ سا دیکھ ے۔ صفا نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگا یا تو ا. اہیم کی ڈولتی د ا یا پل کے لئے ٹھہر سی گئی۔ کتنے دنوں بعد اسکو صفا کا لمس نصیب ہوا تھا۔

یوں لگا تھا جیسے سو ٔ می کی لپیٹ میں آئے سمندر میں یک دم سکوت چھا ے ہو۔

جیسے آ ٔ ھیوں کی زد میں آئے کسی پ ٔ ے کو اچا ٔ ا یا غار مل ے ہو پناہ کے لئے۔!

جس پ ٔ ے کا گھونسلہ کچھ ہی دیر پہلے ان آ ٔ ھیوں نے تنکا تنکا بکھیر دیا تھا۔!

اس پ ٔ ے کو رہنے کے لئے ا یا اور محفوظ مسکن مل ے ہو تھا۔!

اور وہ پ ٔ ہ اب وہاں بیٹھ کر آ ٔ ھیوں کے ٔ ر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

ت کہ ہوا تھم جا اور شاخوں پ پھر سے پتے نکل آ ئ۔

پھولوں کی کونپلیں پھوٹیں۔ اور وہ پھل دار در ت پ اپنا گھونسلہ پھر سے تعمیر کر سکے۔!

کچھ د ے کے لئے ہی سہی۔ اسکو پناہ مل گئی تھی۔

اسکا ہاتھ ہنوز صفا کے ہاتھوں میں تھا۔ اور وہ اسکے ہاتھ کو لبوں سے لگائے ہوئے تھی۔ ا. اہیم نے جھک کر اسکی پ ٔ ی شدت سے چومی تھی۔

''ٹھیک ہو جاؤ جلدی سے۔'' وہ ب ٔ ب سے کہتا پیچھے ہٹا۔ شربتی آنکھوں میں امڈتے ب ٔ ت کی وجہ سے جو بے ر ٔ موتی پلکوں پ آن ٹھہرے تھے اس نے ا جیسے پی لیا تھا۔

''کیا ہم ا ٔ ر آ ت ہیں؟'' ا. اہیم پلٹا تو دروازے میں وہ تینوں نمونے کھڑے دا ت نکالتا ہوا رہے تھے جہاں صفا شرمندہ ہوئی تھی وہیں ا. اہیم ڈھٹائی سے مسکرا ت ہوا وہیں اسکے پ س ہی ٹ ے تھا۔

''آپ لوگ ا ٔ ر آ چکے ہیں۔'' اس نے کہا تو قوت نے سر کھجایا جبکہ مرجان دا ت نکالتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔ دینا کا ہاتھ قوت کے ہاتھوں میں تھا۔

''شفا۔!!'' وہ پ جوشی سے ئی تھی۔ صفا نے قوت کو پ س آنے کا اشارہ کیا وہ دینا کو لے کر پ س آیا۔ اس سے پہلے کہ دینا صفا پ چھلا ٔ ہی لگا دیتی ا. اہیم نے آگے بڑھ کر اسکو اچک لیا۔ ا یا پل کے لئے صفا کے دل کی دھڑکن ہی بند ہو گئی تھی۔ جبکہ ا. اہیم سانس ت روک ے ہو تھا۔

''۔ شفا۔!'' دینا صفا کے پ س جا چاہتی تھی۔ ا. اہیم نے دینا کو گلے لگا لیا۔ ا یا پل کے لئے وہ ب پ یشان ہوئے تھے۔

''ا. اہیم! مجھے لگتا ہے کہ مجھے دینا میجک کی اشد ضرورت ہے۔'' صفا نے ہلکے پھلکے ا ٔ از میں کہا تو وہ اسکو دیکھ کر رہ ے۔ صفا نے آنکھوں سے ہی اسکو اشارہ کیا تھا۔

ا. اہیم نے گود میں اٹھائے ہی دینا کو اسکے قر ب کیا تو اس نے صفا کے گال چومے۔

''دینا میجک۔!!'' وہ ہ لگا کر پیچھے ہٹی۔

''یس۔!!!دینامیجک۔''ا۔ اہیم نے دینا کے گال چومے۔

· یجہ گھر پہنچیں تو ا چہرے سے تکان واضح تھی انھوں نے اپنی چادر ا· رکر رکھی گلے میں ا۔ ر۔ سا دوپٹہ تھا وہ آ کر صوفے پ ڈھے سی گئیں۔

''پ نی۔''

انھوں نے چو· کر دیکھا تو خیام قریشی کھڑے تھے ہاتھ میں پ نی کا گلاس لئے وہ ان سے پہلے گھر واپس آ گئے تھے جبکہ وہ صفا کو چھوڑ کر آئی تھیں۔ا ہاتھ میں پ نی کا گلاس دیکھ کر وہ حیران رہ گئیں انھوں نے دو· رہ پ نی کا گلاس سامنے کیا تو· یجہ نے ہڑ·ا کر پ نی کا گلاس تھام لیا۔وہ بھی ا پ س ہی بیٹھ گئے۔دونوں ہاتھوں کو· ہم ۔ اور یوں سی سر جھکائے بیٹھ گئے· یجہ نے دو گھو· ٹ پ نی پی کر گلاس پ س پ ڑی ٹیبل پ رکھا اور ا جا· پہلو· لا۔

''آ پکی طبیعت ٹھیک ہے؟''

''ہاں۔'' ۔ لفظی جواب آ ۔اور اسکے بعد ا۔ لمبا وقفہ خاموشی کا آ ۔

''میں کھا· لگا دوں؟''وہ کہہ کر اٹھنے لگیں خیام نے انکا ہاتھ تھام کر ا بٹھا لیا۔وہ ۔ ٹ سی ا دیکھے جا رہی تھیں۔

''بہت تھک گئے ہیں· ں ہم· یجہ؟''ا اداس سی آواز آئی وہ ہنوز سر جھکائے بیٹھے تھے· یجہ نے ا· زو پ ہاتھ رکھا۔

''اب تو· ٹھیک ہو َ ۔ ہے· ں؟؟''انھوں نے تسلی دینا چاہی خیام نے میں سر ہلا ۔

''نہیں· یجہ کبھی کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا جو نقصان ہو چکے ہیں ا بھر ئی کبھی نہیں ہو سکتی سفیان نے اپنی بیٹی کو کھو ۔اور میں نے اپنے واحد ۔ٹ کو۔۔اور دیکھو پھر بھی آج ہم دونوں ا۔ ساتھ ا۔ ہی ا پ ۔ل میں ا۔ ہی ذات کے لئے دعا گو تھے۔''انھوں نے آ· ی ۔ت کہتے ہوئے· یجہ کی جا· دیکھا۔

''پتہ ہے کیوں· یجہ؟''انھوں نے پوچھا تو· یجہ نے کسی ٹ انس کے تحت میں سر ہلا دی ۔''کیو مرنے والوں سے زیادہ زندہ اہم ہوتے ہیں ہم۔ ۔ ز ہ لوگوں کی قدر نہیں کرتے۔ ۔ وہ موت کے منہ میں نہیں پہنچ جاتے۔ا کھو دینے کا خوف ہمیں ا۔ پل کے لئے ان لوگوں سے ا ن کر دیتا ہے جو ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے اور ہم ا لئے غمگین تھے۔ہم ا غم میں ایسے ڈوبے کہ اپنے سامنے موجود ز ہ لوگوں کو فراموش کرتے رہے۔میں بھی اپنے ۔ٹ کی ۔ ائی غمگین تھا اسکی موت کا غم اسکا دکھ کبھی میرے دل سے مندمل نہیں ہو سکتا ۔ ۔ میں نے اپنی بیٹی کو موت کی آغوش میں جھولتے دیکھا تو ا۔ پل کے لئے میں اپنے ۔ٹ کا غم بھول َ ۔۔'' انھوں نے ا۔ گہری سانس خارج کی۔

''کیو صفا بے قصور تھی ہم نے اسکی ز· گی کو تباہ کر دی اس سے اسکی معصومیت چھین لی۔ہم اسکے گنہگار ہیں وہ بیٹی تھی شاہ صا ۔!!اور بیٹیاں ماں۔پ کا ہر ظلم ا کی گئی ہر ز دتی معاف کر دیتی ہیں بیٹیوں کے دل بہت ۔ڑے ہوتے ہیں شاہ صا ۔''وہ زخمی سا مسکرا ۔

'' ان دنوں میں ا۔ چیز کا· ازہ ہو َ ۔ ہے کہ میرے لئے اب میری بیٹی ہی اہم ہے۔کیو اولاد تو اللہ نے دی تھی جو اس نے واپس لے لیا اسکا کیا غم؟ا اس نے مجھے بیٹی سے نوازا ہے تو میں اپنی محرومیوں کا اور اپنے غم کا بوجھ اس پ نہیں ڈالوں گا۔''

· یجہ نے ا کندھے پ ہاتھ رکھ کر انکا کندھا سہلا ۔

''میں بہت تھک َ ۔ ہوں· یجہ۔!!بس اب سکون چاہتا ہوں۔''انھوں نے تکان سے کہتے ہوئے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔· یجہ کی آنکھیں نم تھیں آ· کار خیام قریشی کو ا غلطیوں کا احساس ہو َ ۔ تھا مگر کیا کسی کی اہمیت کا اندازہ ہونے کے لئے حادثات کا ہونا ضروری ہے؟ کیا ہوا گر ہم کسی حادثے کے پیش آنے سے پہلے ہی اپنے قریب لوگوں کی قدر کرنا شروع کر دیں۔

''پ ۔ٹی لیڈی۔!! آپ کو کہیں درد تو نہیں ہو رہی· ں؟''مرجان اسکے پ س کھڑا تھا۔

''نہیں۔میں ٹھیک ہوں۔''صفا مسکرائی۔

''تم لوگ جا کر سو جاؤ اب۔'' ا. ا ہیم نے مرجان اور ی قوت کو. ری. ری دیکھا۔

''ہم لوگ آج یہیں رہیں گے پ یٹی لیڈی کا خیال ر ' کے لئے۔'' مرجان نے کھلے دل سے پیش ش کی تھی جس پ ا. ا ہیم نے ا. واچکا کر اسکو دیکھا۔

''اور تمہیں کیوں لگتا ہے کہ اسکو تمہاری ضرورت ہوگی؟'' ا. ا ہیم جتانے والے ا' از میں بولا تھا۔

''کیو . . ماما بیمار ہوتی تھیں ہم دونوں انکا خیال ر ' تھے زی دہ ت ۔۔اس لئے پ یٹی لیڈی کا خیال بھی ہم لوگ ہی رکھیں گے۔'' وہ دن ٹ ا ی۔ جہاں صفا مسکرا دی تھی وہیں ا. ا ہیم کی مسکراہٹ اچا ' سے سمٹ گئی تھی۔ افف۔!! جانے والے کہاں کہاں ی دآتے ہیں۔

ی قوت نے اپنے. پ کا چہرہ دیکھا تو چل کرا سکے پ س آ ی جبکہ مرجان ' جانے اب صفا سے کیا کہہ رہا تھا. ا ہیم ا ی پل کے لئے بہرہ ہو ی تھا۔ اسکو اپنے ارد د کسی چیز کی خبر نہیں رہی تھی دینا اسکی گود میں بیٹھی اسکی داڑھی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ پچھلے چند دنوں میں اسکی شیو. ٹھ گئی تھی ا پ ل کے چکروں میں وہ خود کو تو یکسر ہی بھول ی تھا۔

ا. ا ہیم ہوش میں ت . واپس آ ی . . ی قوت نے اسکے ہاتھ پ اپنے ننھے ننھے سے ہاتھ رکھے۔ ا. ا ہیم نے چو ' کر دیکھا اسکا ی ٹ آنکھوں کے پیالے میں تسلی کا جام لئے کھڑا تھا۔ اس نے بھلے ز ن سے کچھ نہیں کہا تھا اسکی آنکھوں میں بہت کچھ تھا اور وہ ا. ا ہیم سمجھ ی تھا۔ آنکھوں کی ز ن کو آنکھیں سمجھتی ہیں اور دھڑ دل کی تختی پ تحر ی کرتی ہیں۔ ا. ا ہیم کے دل کی تختی پ بھی وہ الفاظ نقش ہو گئے تھے جو ابھی ت ی قوت کی آنکھوں میں ہی تھے۔

''آئی ایم فائن۔'' اس نے بے حد آہستہ آواز میں کہتے ی قوت کا ہاتھ چوما تھا۔ وہ مسکرا دی۔

''مرجان۔!! چلیں؟ مجھے نیند آ رہی ہے اور ہمیں کل سکول بھی جا ' ہے۔'' اس نے کہا تو مرجان نے ا ی پل کے لئے صفا کو دیکھا اس نے مسکرا کر اجازت دی۔

مرجان ا ی قدم آگے. ٹھا اس نے. ڑھی احتیاط سے صفا کا گال چوما۔ پھر اس نے اپنا دائیاں ہاتھ اسکے گال پ پھیرا۔ صفا ی ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔

''مرجان گورسی اب پ یٹی لیڈی پ پورا یقین کر ت ہے۔ اب مرجان گورسی پ یٹی لیڈی کو . کچھ بتا دے گا۔'' وہ اعتراف کر ' چاہتا تھا۔ صفا نے ا. وسکیڑے وہیں ا. ا ہیم بھی ٹ ۔ ی قوت کے ت ش ات الگ تھے۔ وہاں حیرت تھی۔

''کیا بتا ' چاہتا ہے مرجان گورسی؟'' صفا نے ' می سے پوچھا۔

''یہی کہ مرجان کو زہرہ نے کچھ کہا تھا کچھ ایسا کہ جس کے بعد مرجان نے پ یٹی لیڈی پ اور . . پ ٹ کھو دیا تھا۔'' وہ بولتا جا رہا تھا. ا ہیم اور صفا کے ت ش ات پل پل . ل رہے تھے۔'' پھر ی قوت نے مجھے بتا ی کہ میں غلط ہوں۔ پھر اس نے بتا ی کہ ضروری نہیں ہو ت کہ جو ہم دیکھیں اور سنیں وہ سچ ہو۔ کبھی کبھی سچ چھپا بھی ہو ت ہے۔''

''مرجان۔'' ا. ا ہیم نے اسکو متوجہ کرنے کی کوشش کی صفا نے میں سر ہلا ی. ا ہیم خاموش ہو ی وہ چاہتی تھی کہ مرجان بولتا رہے۔ مرجان نے ا ی اپنے. پ کو دیکھا۔

''آئی ایم گلٹی . .۔!! اور . . ہم گلٹی ہوں تو قبول کر ' چاہیے۔ اس لئے میں قبول کر ت ہوں کہ پ یٹی لیڈی کے بیڈ پ کیڑے میں نے ڈالے تھے۔'' وہ بولا تو ا. ا ہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔ صفا کا حلق خشک ہوا۔ وہ لوگ خاموش رہے۔''اور . . کی شیو ' فوم بھی میں نے ' اب کی تھی۔'' اب کی. ر تو صفا کی آنکھیں ابل پڑیں جبکہ ا. ا ہیم کا دماغ چکرا ی تھا۔

''اور مرجان نے یہ . کیوں کیا؟'' وہ حیرت زدہ سی بولی۔ مرجان کسی ٹ انس میں لگ رہا تھا وہ کسی روبوٹ کی طرح بولے جا رہا تھا اسکا چہرہ کسی بھی ت ش سے عاری تھا۔ وہ کچھ بھی محسوس نہیں کر پ رہا تھا اسکو بس آج قبول کر ' تھا۔

''کیو مرجان کو بتا ی تھا کہ . . اور پ یٹی لیڈی نے مل کر مرجان کو اور. ق . کو دھوکہ دیا ہے۔''

''و۔و۔واٹ؟؟؟'' ا. ا ہیم کی آواز حلق سے نہیں نکل رہی تھی۔ وہ آج اپنی ز ' گی کی . سے. ڑی کنفیشن سن رہا تھا۔

''یس۔!! مجھے بتا ی تھا کہ آپ لوگوں نے پہلے سے شادی کی ہوئی تھی اور ماما کو دھوکہ دیا۔ حالا ایسا نہیں تھا ' ں ی قوت؟'' اس نے مڑ کر ی قوت سے کنفرم بھی کر ' چاہا۔ ا. ا ہیم نے بے یقینی سے ی قوت کو دیکھا۔ ی قوت نے اثبات میں سر ہلا ی۔

''مجھے زہرہ نے کہا تھا یہ . ، وہ غلط تھی شا ی اسکو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی کیو ی قوت نے بتا ی ہے کہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ بلکہ پ یٹی لیڈی کو بہت کچھ. د ش ی کر ' پڑا

تھا۔کچھ ایسا ہوا تھا جو کہ غلط تھا وہ ہم لوگوں کو بڑے ہونے پر ہی معلوم ہوگا ابھی ہم چھوٹے ہیں ن۔ مجھے یقوت نے اتنا بتا دیا ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں نہ۔۔ کا قصور تھا اور نہ ہی پیٹی لیڈی کا۔''ا۔ اہیم تو سا ۔ رہا تھا وہ سانس۔ نہیں لے پا رہا تھا۔آ۔ یقوت نے ایسا بھی کیا سمجھا دیا اسکو کیو وہ مرجان کو اچھی طرح جا تھا۔

''اور زہرہ نے یہ بھی غلط بتایا تھا کہ پیٹی لیڈی کسی کو پسند کرتی تھیں۔حالا وہ تو کڈ ہوئی تھیں۔لکل جیسے آ۔ ہوئی تھی۔ہے ن۔۔؟''وہ اب کی۔رمڑا تھا۔ ا۔ اہیم اپنی جگہ پر شل تھا البتہ صفا کے چہرے کا رَ اڑ چکا تھا۔

''مرجان ہم۔قی۔تیں بعد میں کریں؟''اس نے مرجان کو ٹوکنا چاہا۔

''نہیں، مجھے پہلے سوری کرنے دیں۔ ہاں آپ لوگ چاہیں تو سزا دے ۔ تے ہیں۔میرے بستر پر کیڑے چھوڑ ۔ تے ہیں۔اور شیو تو میں کر۔ نہیں ہوں۔تو۔۔''وہ تھوڑی پر انگلی جمائے اپنی سزا تجو۔ کر رہا تھا۔

''مرجان۔!!گو۔''ا۔ اہیم کی مدھم سخت گیر آواز آئی تھی۔

''نو۔۔!مجھے اپولوجائز کرنے دیں۔''

''مرجان۔!!گو۔''وہ اب کی۔ردھاڑا تھا مرجان لرز کر رہَ ۔ یقوت نے آگے بڑھ کر مرجان کا ہاتھ تھاما۔مرجان سہم سا َ تھا۔

''ا۔ اہیم۔ ۔پلیز۔!!''صفا بھی ہڑ۔ائی۔

''پ ہو جاؤ۔اپنی حد بھول َ ہے یہ۔ا۔ زمہ کی۔توں میں آ کر اس نے اپنی ماں اور اپنے۔پ پر اٹیک کیا؟''وہ اٹھ کھڑا ہوا دینا جو کہ نیند میں جھول رہی تھی اچا۔ سہم سی گئی تھی۔

''ا۔ اہیم۔!!بچہ ہے وہ۔''صفا نے اٹھنا چاہا۔

''بچہ نہیں ہے۔کیا اسکو اپنے پرائے کا فرق نہیں پتہ؟ ا َ یہ کیڑوں کی بجائے کچھ اور کر دیتا؟ا َ تمہارے کھانے میں کچھ دیتا؟ا َ تمہیں کہیں سے َ ادیتا؟تو۔؟کیا ۔ بھی یہی کہتی تم؟''

مرجان اب۔لکل دم سادھ َ تھا۔وہ سہم ہی تو َ تھا۔اسکو لگا تھا کہ اپنی غلطی مان ۔ کے بعد ڈانٹ نہیں پڑتی۔تو سزا ملتی ہے۔پھر معافی۔اور اسکو زیادہ امید معافی کی ہی تھی وہ ڈانٹ کے لئے ریڈی نہیں تھا اس نے یقوت کا ہاتھ زور سے اپنے ہاتھوں میں جکڑا۔

''کیا یہ اتنا بیوقوف تھا کہ ا۔ معمولی زمہ کی۔توں میں آ َ ؟میں تو اسکو اپنی ۔ سے ذہین اولاد سمجھتا تھا یہ ۔ سے۔بڑا بیوقوف نکلا۔تم سے تو اچھا یقوت تھا جس نے پوچھ۔ منا ۔ سمجھا۔''وہ کرب سے بولا تھا مرجان نے َ دن جھکائی ہوئی تھی۔اسکو اب مزید گلٹ ہو رہا تھا۔سیاہ آنکھوں کی ساری چمک ما۔ پڑ چکی تھی۔

''ا۔ اہیم۔!!پلیز۔''وہ کہتی ہوئی کہنی کے سہارے اٹھنے لگی ۔ زو کا زخم درد کرنے لگا۔ا۔ جگہ سے تو پٹی سے ہلکا سا خون بھی رسنے لگا تھا۔ ا۔ اہیم کا دھیان تو بس مرجان پر تھا وہ کھا جانے والی وں سے اسکو گھور رہا تھا۔

''میری وں سے دور ہو جاؤ۔''وہ َ جا۔

''ا۔ اہیم۔پلیز۔!''صفا کی آواز رُ ھ گئی مرجان نے بے اختیار صفا کی جا۔ دیکھا جو کہ بمشکل ٹیک لگائے اسکو دیکھ رہی تھی وہ بے اختیار آگے بڑھا۔

''پیٹی لیڈی۔!!آئی ایم سوری۔''وہ رو دینے کو تھا وہ اتنی آسانی سے اپنے آ نہیں بہنے دیا کرتا تھا۔

''یہاں آؤ۔!!''صفا نے مرجان کو اپنے قریب آنے کا کہا۔اس نے کہتے ہوئے۔نہیں پھیلا دیں۔

''نو۔''مرجان نے ہونٹ گول کئے ہی میں سر ہلا۔

''مرجان۔!!کم ہیئر۔!!''صفا نے دو۔رہ کہا تو اس نے سر اٹھا کر صفا کو دیکھا وہ مسکرا کر اسی کی جا۔ دیکھ رہی تھی۔

''آپکو ہوگی۔''اس نے صفا کی خون آلود پٹی دیکھی۔

''اٹس اوکے۔۔''صفا نے سرگوشی کی مرجان نے ا۔ را۔ اہیم کو دیکھا اسکی شعلہ اگلتی نگاہوں سے فرار ممکن نہ تھا اس لئے اس نے صفا کی آغوش میں ہی پناہ ڈھونڈ۔

منا . سمجھا۔وہ اسکی .نہوں میں چہرہ چھپا ۔

''اٹس او کے مرجان۔!!تم ابھی بچے ہواور بچوں سے غلطیاں ہوجاتی ہیں اکثر لوگ بچوں کو کرنے لگتے ہیں اور معصوم بچے ا .توں میں آجاتے ہیں تم اسکی .توں میں آئے یعنی تم معصوم تھے اور اس نے تمہیں کیا یعنی وہ تھی۔''وہ مدھم سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔مرجان دم سادھے اسکی .تیں سن رہا تھا۔ا. اہیم نے دینا کو وہیں ا ۔ کنارے پ بٹھا ۔اور چلتا ہوا مرجان کے پ س آ ۔اس نے پوری قوت سے مرجان کا .زو پکڑ کر اسکو کھینچا۔

''آہہ۔!!''صفا کراہ کر رہ گئی۔ا. اہیم ا ۔ پل کے لئے اسکو دیکھنے لگا۔اسکا آسمان کو چھوتا ہوا غصہ جس پ وہ پہلے ہی مشکل سے ضبط کئے ہوئے تھا ا ۔ پل کے لئے مدھم ہوا تھا۔اس نے آنکھیں زور سے بند کیں اور کھول دیں۔پھر اس نے سر جھٹکا اور زمین پ بیٹھا مرجان جو کہ خوفزدہ سا تھا اس نے مرجان کو دونوں کندھوں سے تھام کر ا ۔ رتو جھنجھوڑا تھا۔

''کیا کیا کرتے رہے ہو تم اسکے کہنے پ ؟''ا. اہیم کی آنکھوں میں سختی ہنوز قائم تھی البتہ اب آواز قدرے مدھم تھی۔مرجان ۔ ٹ سا اسکو دیکھے ۔''بولو''ا. اہیم نے سختی سے کہا۔

''وہ۔اس نے کہا تھا کہ آپ دونوں نے ماما کو دھوکہ دیا تھا اس لئے مجھے پ یٹی لیڈی کو سزا دینی چاہیے۔''ا. اہیم نے .بھینچ لئے۔''وہ کہتی تھی کہ . .کا قصور نہیں ہے میں نے آپ دونوں کو سزا دی۔''ا. اہیم نے مرجان کا مضبوط لہجہ دیکھ کر ا ۔ پل کے لئے ا. واچکائے تھے۔''کیو مرجان کو ا ف پسند ہے۔اَ غلطی آپ دونوں کی تھی تو سزا بھی آپ دونوں کو ملنی تھی۔''

ا. اہیم شاکڈ رہ ۔ تھا۔ا ۔ پل کے لئے اسکو مرجان کی عمر پ شک ہوا تھا وہ خود سے .ڈی .تیں کر رہا تھا۔

''پھر مجھے آپ دونوں کو سزا دے کر بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا تو میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اَ سزا دے کر بھی سکون نہ ملے تو آپ نے کہا تھا کہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لو۔۔بس پھر میں نے آپ دونوں کو مزی سزا دینا بند کر دی۔۔''آ ۔ی .ت کہتے کہتے وہ سر جھکا ۔ ۔ا. اہیم کچھ لمحوں کے لئے اسکا جھکا ہوا سر دیکھتا رہا۔صفا کی آنکھوں سے آ جاری تھے وہ ننھا سا مجرم اپنے .پ کی عدا ۔ میں کھڑا تھا۔قوت دینا کے پ س جا کر کھڑا ہو ۔ تھا یں اسکی بھی مرجان اور ا. اہیم پ ٹکی ہوئی تھیں۔

اب کیا فیصلہ ہو ۔ تھا؟ کیا ا. اہیم مرجان کو معاف کر دیتا؟ پھر اسکو کوئی سزا دیتا؟ . اسکے فیصلے کے منتظر تھے۔

''عینا۔۔!!''

''ہاں؟''وہ جو ٹیبل پ کھا ۔ لگا رہی تھی چو ۔ کر دیکھنے لگی سلویٰ صوفے پ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔

''حسن . ۔ واپس آئے گا؟''اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''آجائے گا۔کیوں؟''عینا کھا ۔ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''وہ اکثر تم سے معافی ما ۔ رہا ہوتا ہے۔''سلویٰ کھوئی کھوئی سی بولی تو عینا نے تھوک نگلا۔

''یوسف کہاں ہے؟''عینا نے ہڑ .ڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔سلویٰ نے ۔ دن ا ۔ جا ۔ ۔ ائی۔

''کیا تمہیں یہ بھی .نہیں کہ یوسف کہاں ہے؟تم کہاں کھوئی رہتی ہو عینا؟''اس نے کسی .ڑے کی طرح ماتھے پ ہاتھ مارا عینا نے بے چارگی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔''وہ حسن کے ساتھ ہی ۔ ہے۔''

''اوہ اچھا۔ہاں .دآ ۔''وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''تم بتاؤ ۔ں۔تم اسکو معاف کیوں نہیں کر دیتی؟''سلویٰ نے اپنی .ت جاری رکھی۔

''میری اس سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔''

'' میں اکثر دیتا ہوں وہ . بھی تمہارے پ س کھڑا ہوتا ہے معافی کی .ت کر رہا ہوتا ہے کیا تم اسکو معاف نہیں کر سکتی؟''عینا سلویٰ کے چہرے کو دیکھے گئی۔

''میں اسکو معاف کر چکی ہوں۔ بلکہ وہ میرا مجرم نہیں ہے وہ بس میرا محرم ہے۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔

''تو پھر؟'' سلویٰ حیران سی بولی۔

''پھر یہ کہ وہ اللہ کی معافی چاہتا ہے۔'' عینا تکان سے بولی۔

''تو اللہ تو معاف کر دیتا ہے ں؟'' سلویٰ نے تھوڑی کے نیچے ہاتھ ٹکا یا۔

''اسکے بندے نہیں۔'' عینا بھی اسکے پ س ہی بیٹھ گئی۔

''بندے کیوں نہیں کرتے؟'' سلویٰ تھوڑی کے نیچے دونوں ہاتھوں کی مٹھی سی بنائے بیٹھی تھی۔

''جوز ہ ہوتے ہیں ان سے امید ہوتی ہے جو مرجا ا معافی حاصل کر ۔ مجھے نہیں لگتا ہے ممکن ہے۔'' عینا نے کندھے اچکا دئے۔

''ہمم۔ یعنی حسن کو جن سے معافی چاہیے وہ لوگ مر چکے ہیں؟'' سلویٰ نے اداسی سے پوچھا۔ عینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اب وہ دونوں خاموش ہو گئیں تھیں۔ لاؤنج میں ٹھنڈی تھی اے سی چل رہا تھا۔ دیوار پ لگے وال کلاک کی ٹ ٹ کی آواز آ رہی تھی۔

وہ لوگ ا سٹور پ کھڑے تھے یوسف اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ حسن سامان پیک کروا رہا تھا جو اس نے ابھی ابھی ا یا تھا۔ پیمنٹ کی تو دکا ار نے ا پل کے لئے اسکو دیکھا کیو اس نے کسی چیز کی قیمت پ کوئی بحث نہیں کی تھی۔

''آپ سیاح ہیں؟'' اس سٹور کیپر نے اچنبھے سے پوچھا تو حسن جو کہ سامان اٹھا رہا تھا متوجہ ہوا۔

''کہہ تہ ہو۔''

''اَ آپ یہاں بیس سال قبل آتے تو یقیناً اغزہ اپنی خوبصورتی کے ساتھ آپکو خوش آمدید کہتا پچھلے دس سالوں سے تو کچھ زیدہ ہی تباہی ہوئی ہے۔'' وہ آرزدگی سے کہہ رہا تھا۔

''شہروں کی خوبصورتی نہیں ا لوگ معنی ر تہ ہیں اور جو یہاں رہتی ہے وہ میرے لئے بہت معنی ر تہ ہے۔'' وہ کہتے ہوئے مسکرا دیا تھا اسکو خود ا ازہ نہیں ہوا تھا۔

''آہاں۔!! تو محبت کا چکر ہے؟'' سٹور کیپر ہلکے پھلکے ا از میں بولا تو حسن چونکا۔

''محرم کا چکر ہے۔''

''ہاں تو محرم محبوب ہی ہوتہ ہے۔'' اس نے سر جھٹکا۔

''نہیں۔ محرم محرم ہوتہ ہے اور محبوب محبوب ہوتہ ہے۔'' حسن نے خود کو کہتے سنا۔

''یہ تو شرک ہوا'' وہ آدمی پھیکا سا مسکرا یا۔ حسن کے چہرے کی مسکراہٹ کہیں تحلیل ہو گئی۔

''شرک؟''

''ہاں۔ شرک، دیکھو اَ تمہارا محرم کوئی اور ہے اور محبوب کوئی اور ہے تو یہ شرک ہے محرم کے ساتھ بھی اور محبوب کے ساتھ بھی۔ اَ تم نے محرم چن لیا ہے تو بس پھر اس پ ایمان لے آؤ اسکے بعد کسی اور کو مت سوچو اَ تم اس کے بعد پھر بھی کسی اور کو سوچتے رہو گے اور محرم کو محبوب کا درجہ نہیں دو گے تو تم شرک کے مرتکب ٹھہرو گے اور کلمہ عشق میں شرک ناقابل معافی ہ ہے۔''

حسن کے چہرے کا سارا خون جیسے نچڑ یا ہو اسکا چہرہ پیلا زرد پڑ یا تھا۔

''محرم کے آنے سے پہلے کوئی محبوب ہو سکتا ہے کیو ایمان سے پہلے زمانہ کفر میں ا ان شرک کرتہ ہے پ ۔ ایمان لے آئے تو پھر شرک کو ت ک کر دو پھر یہ شرک تمہیں ہلاک کر دے گا۔ پھر بس اپنے محرم کے ہو جاؤ۔ عشق توحید کا م ہے اس میں کسی تیسرے کی جگہ نہیں ہوتی۔''

''تو کیا ایمان لانے کے بعد پچھلے ۔ ہ معاف ہو جاتے ہیں؟'' حسن نے تجسس سے پوچھا۔ تو وہ سٹور کیپر جو اسی کا ہم عمر معلوم ہوتا تھا ہنس دیا۔

''یہ بھی پوچھنے کی بات ہے بھلا؟'' اس نے ہاتھ جھلایا۔

''پچھ ۔ ہ بہت بڑے ہوتے ہیں۔'' حسن نے اداسی سے پوچھا۔

''سمندر کی جھاگ سے زیادہ نہیں ہوتے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ۔ ہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو وہ بھی معاف ہو جائیں گے تو پھر کیوں غم کرتے ہو؟''

''پر اگر میں نے انسانوں کا نقصان کیا ہو، اگر میں انسانوں کا مجرم ہوا تو؟'' حسن کو اپنے دل کی دھڑکن نہیں سنائی دے رہی تھی۔

''پھر ان انسانوں سے معافی مانگو۔'' کہہ کر وہ آدمی پلٹ گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ حسن کا سفر جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں تمام ہوا۔ اس گفتگو میں سے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ وہ کچھ پلوں کے لئے کاؤنٹر پر موجود سامان کو گھورتا رہا تھا۔ یوسف نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہلایا تو وہ سوچوں کے بھنور سے نکلا۔ اس نے سر جھٹک کر سامان اٹھایا اور یوسف کو لئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

اس سکوت کو ڈور بیل نے توڑا تھا۔ ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔

''لگتا ہے وہ آ گئی۔'' سلویٰ کے چہرے پر خوشی سی در آئی عینا نے اسکے چہرے کی چمک دیکھی تو ایک پل کے لئے ٹھٹکی کیونکہ جو لوگ گنہگار ہوتے ہیں وہ بچوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنایا کرتے۔ وہ لوگ ابھی بیٹھی ہی تھیں کہ دروازہ کھلا کیونکہ چابیاں حسن کے پاس بھی تھیں۔ اس نے گود میں یوسف کو اٹھایا ہوا تھا اور اسکے ایک ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز تھے یوسف مسکرا کر کبھی سلویٰ کو دیکھتا تو کبھی عینا کو۔

عینا اٹھ کھڑی ہوئی وہ لوگ چلتے ہوئے اسکے پاس آئے۔ وہ کچن کی جانب جانے لگی کہ حسن نے یوسف کو نیچے اتارا اور اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''کیا؟''

''یہ سامان۔!!'' اس نے اسکے سامنے کیئے۔

''ابھی ختم نہیں ہوا تھا سامان۔'' عینا نے ایک نگاہ اسکے چہرے پر ڈالتے ہوئے سامان پکڑ لیا۔ ''ہاتھ منہ دھو لو کھانا لگا رہی ہوں میں۔'' وہ کہہ کر کچن میں گم ہو گئی۔ وہ واپس آ کر سلویٰ اور یوسف کے درمیان بیٹھ گیا۔

''تم جانتا ہو کہ عینا نے تمہیں معاف کر دیا ہے؟'' سلویٰ نے ذرا قریب ہو کر سرگوشی کی وہ اسکے چہرے کی رنگت بحال کرنا چاہتی تھی۔ حسن نے چونک کر دیکھا۔ ''ہاں۔'' سلویٰ نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اور وہ کہتی ہے کہ تم اسکے مجرم نہیں محرم ہو۔ حسن۔!! یہ محرم کیا ہوتا ہے؟'' اس نے اب معصومیت سے پوچھا۔ حسن کو اچھو کا لگا تھا۔ یوسف فوراً صوفے پر کھڑا ہوا اور اسکی پشت مسلنے لگا۔

''اموا ایسا ہی کیا کرتی تھی۔'' ساتھ ساتھ اس نے بتانا بھی لازمی سمجھا۔ حسن نے ری ری ان دونوں کو دیکھا۔ اور پھر اس نے یوسف کو کھینچ کر اپنی گود میں بٹھایا۔ یوسف بڑی بڑی گول گول آنکھوں سے اسکو دیکھے گیا۔

''سلویٰ کے لئے کیا لائے تھے؟'' حسن نے اسکو گدگدی کی۔ یوسف ہنسنے لگا۔ جبکہ سلویٰ نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔

''میں آپ کے لئے ایک لالا یا تھا۔'' یوسف نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''لالا؟'' سلویٰ کا منہ کھل گیا۔

''ہاں۔ یہ کہہ رہا تھا۔'' حسن بتانے لگا یوسف نے ہنستے ہوئے حسن کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حسن نے اسکے ہاتھ کو پرے ہٹایا۔ ''نہیں نہیں میں بتاتا ہوں ن۔'' یوسف نے ہنستے ہوئے پھر سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حسن نے اسکو گدگدی کی تو یوسف نے چیخنا شروع کر دیا۔

''چھوڑ دو اسکو۔'' عینا کچن سے ہی چیخی تھی۔

حسن نے یوسف کو قابو کیا۔

''بتاؤ۔ ں کیوں لا یا تھا یہ میرے لئے تا لا؟'' سلویٰ نے حسن کا کندھا پکڑ کر ہلا یا۔

''یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کی زبان بہت چلتی ہے اسکو تالا لگا نا ہے۔'' حسن نے ہنستے ہوئے کہا تو سلویٰ کی آنکھیں پوری پھیل گئیں۔

''یوسف کے بچے۔۔!!'' سلویٰ نے اٹھ کر یوسف پر حملہ کر نا چاہا تو حسن نے یوسف کو صوفے پر گرا یا اور خود پر اس پر جھک کر اسکو بچانے لگا۔ ان تینوں کے قہقہے گونجنے لگے عینا نے مڑ کر لاؤنج میں دیکھا اور سر جھٹک کر رہ گئی۔ دل کے نہاں خانوں میں خوشی نے رقص کیا تھا۔

وہ کھانا لے کر واپس آئی وہ لوگ ابھی تم گتھم گتھا تھے۔

''میں نے کہا تھا ہاتھ منہ دھولو۔'' اس نے حسن اور یوسف کو گھورا جبکہ سلویٰ خفاسی منہ پھلا ئے زور پیٹ بیٹھی تھی۔

''شیروں کے ہاتھ دھلے ہی ہوتے ہیں ہا ں یوسف؟'' حسن نے یوسف سے کہا اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا یا۔

''اچھا؟ اور ان شیروں کی بیلن سے دھلائی ہو جائے تو زیادہ چمک جا ئیں گے۔'' کہتے وہ کچن سے بیلن لینے گئی۔ پیچھے سے حسن نے یوسف کو اٹھا یا اور واش روم کی جانب دوڑ لگا دی۔ عینا ہنستے ہوئے واپس آئی اسکے ہاتھ میں پانی کا جگ تھا۔

''تم تو بیلن لینے لگی تھی۔'' سلویٰ نے اسکے ہاتھ خالی دیکھے تو اسکو مایوسی ہوئی تھی۔

''ضرورت نہیں، وہ ویسے ہی ڈر گئے ہیں۔'' کہتے ہوئے عینا اسکے ساتھ ہی ٹک گئی۔

کمرے میں سناٹا چھا یا ہوا تھا سب لوگ اس وقت ابیہم کی جانب متوجہ تھے۔ ابراہیم سامنے سر جھکائے کھڑے مرجان پر نگاہیں گاڑے ہوئے تھا۔

''آج کل کو کوئی اور آئے گا وہ تمہیں تمہارے ماں باپ تمہارے بھائی کے خلاف ورغلائے گا تو تم پھر سے اسکی باتوں میں آجاؤ گے اور اپنے خاندان کو سزا دینا شروع کر دو گے؟''

مرجان نے بے ساختہ سر اٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا۔

''کیا غیروں کی باتیں اتنی اہم ہیں کہ تم اپنوں کو، اپنی محبتوں کو اور اپنی قریبوں کو فراموش کر دو؟'' مرجان نے ہونٹ کاٹتے ہی میں سر ہلا یا۔

''بتاؤ۔!!'' ابراہیم نے مرجان کو جھنجھوڑا۔ ''کیا دوبارہ کرو گے یہ سب؟''

مرجان کے پاس جواب نہیں تھا وہ کچھ دیر اپنے باپ کا مایوس سا چہرہ دیکھے گیا۔

''بولو مرجان۔!!'' اس نے پھر سے اسکا کندھا ہلا یا۔

''نو۔'' مرجان ایک لفظ ادا کر کے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔ صفا جو کہ بہت سے آنسو روکنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی وہ بھی رو دی۔ اور دینا نے بھی ہونٹ نکال لیئے تھے۔ قوت الگ اداس ہوگیا تھا۔ عجیب ماحول سا بن گیا تھا۔ ابراہیم نے سر جھٹکا اور اسکو اپنے سینے سے لگا یا۔ مرجان اسکے کندھے پر تھوڑی رکھے رو رہا تھا۔

''میرے شہزادے اپنا گھر کسی گھونسلے کی مانند ہوتا ہے جو ہمیشہ آندھیوں کی زد میں رہتا ہے تم بجائے اسکو بیرونی خطرات سے بچانے کے خود ہی اسکو اندر سے کمزور کرنے لگ گئے؟''

''سوری۔۔'' وہ سسکا۔

''ماں باپ کا البدل کوئی نہیں ہوتا اس دنیا میں وہ لوگ کتنا ہی غلط کیوں نہ کر جائیں وہ تم سے بغض نہیں رکھ سکتے، بس یہ بات ذہن میں رکھنا۔ وہ لوگ تم سے بہتیں چھپا سکتے ہیں تمہیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔''

''سوری۔۔'' وہ پھر سے بولا۔

''کسی ہمدرد والے کے کہنے پر اپنے گھر کی چار دیواری کو کبھی کمزور نہ کرنا۔ ہمدردوں کے کہنے پر اپنے گھر کی بنیادیں کھوکھلی مت کرنا۔ ورنہ یہ گھر بے گا تو اسکا ملبہ تمہارے اوپر بھی گرے گا۔ اس سے تم بھی غرق ہو جاؤ گے۔''

''سوری۔۔''

کچھ دیر وہ اسکے کندھے پر تھوڑی ٹکائے اسکے کندھے پر آنسو بہاتی رہا۔ ابیہم نے اسکو پکڑ کر سامنے کیا۔ ابیہم کی اپنی آنکھیں بھی سرخیاں چھلکا رہی تھیں۔ اس نے مرجان کا چہرہ صاف کیا اور اسکے گال چومے۔

''اگر کبھی کوئی گمانی آئے دل میں تو بات کرو۔ خواہ سامنے کوئی بھی ہو بات کرنے سے ہچکچاؤ مت۔ بات کو حل کرو اور اگر مقابل تمہیں کچھ نہیں بتا رہا تو انتظار کرو صحیح وقت کا کیونکہ حق بات زیادہ دیر نہیں چھپتی۔ اس دوران اپنے پر اعتماد قائم رکھو۔ ٹھیک ہے ناں؟''

مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔ ابیہم نے اسکے ماتھے سے اسکے سیاہ بال ہٹائے اسکا ماتھا چوما۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے اٹھا اور قوت کے پاس آیا۔

''اگر ماں باپ میں سے کسی سے بات نہ کر سکو تو اس کو دیکھنا، یہ تمہارا بھائی ہے۔ تمہارا خون اسکا اور تمہارا خمیر ایک ہے۔ اس سے دل کی بات کرنا اور اسی سے اپنا غم بانٹنا۔'' قوت نے مسکرا کر مرجان کو دیکھا مرجان نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اب جا کر سو جاؤ۔'' ابیہم نے ان دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''اور میری سزا؟'' مرجان نے گردن اٹھا کر دیکھا۔

''اعتراف کر لیا جائے تو پھر سزا معاف ہو جایا کرتی ہے۔'' مرجان کچھ دیر پلکیں جھپکتی رہا پھر کچھ سمجھ کر اثبات میں سر ہلانے لگا۔ کچھ دیر میں وہ دونوں جا چکے تھے ابیہم نے دینا کو بے بی کاٹ میں بٹھایا۔ وہ سہمی سی ہوئی تھی جلد ہی سو گئی۔

آنکھ کا رونا پلٹا تو صفا ابھی تک بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی آنکھوں کے کنارے نم تھے اور پلکیں نمی سے بوجھل تھیں۔ اس نے خفگی سے رخ موڑ لیا۔

''کم آن۔!! اب تم نہ شروع ہو جانا۔'' اس نے گردن اپنی جانب گھمائی۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی آپ نے اتنا ڈانٹا اسکو۔'' وہ سوں سوں کرتی بولی۔

''یہ ضروری تھا۔ کچھ باتیں سختی سے پیار سے اور بات سے سمجھانی پڑتی ہیں۔ اگر آج اسکو جانے دیتا تو وہ پھر کسی کی باتوں میں آ جاتا۔ تمہیں پتہ ہے ایک کچے کانوں والا مرد کس قدر کام ٹھہرتا ہے؟'' وہ کہتا ہوا آ کر اسکے پاس بیٹھا۔

''وہ بچہ ہے ابیہم آپ کیوں بھول جاتے ہیں۔'' صفا نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔

''بچوں کی ہی ذہن سازی کی جاتی ہے مردوں کی نہیں۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو صفا چپ ہو گئی۔ ''بیٹوں کی غلطیوں کو اتنی جلدی معاف نہیں کرنا چاہیے ورنہ اگلا ''زاویار'' بنتے دیر نہیں لگتی۔'' وہ روانی میں کہہ گیا۔ صفا نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔'' اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اس نے معافی مانگی تھی۔ وہ سر جھکا گئی۔ کتنے ہی زخم تازہ ہو گئے تھے۔ ابیہم کی دفعتاً اسکی پٹی پر گئی۔

''یہ کیا ہوا ہے؟'' وہ آگے کو کھسکا اور اسکا زخم دیکھنے لگا۔

''وہ۔ پتہ نہیں شاید اٹھتے وقت۔''

''کیا مطلب ہے اٹھتے وقت؟'' اسکی آواز بلند ہوئی تھی۔ ''اتنی لاپرواہی؟ ابھی ہاسپٹل سے آئے ہیں اور تم نے آتے ہی؟ میری غلطی ہے تمہیں وہاں سے لانا ہی نہیں چاہیے تھا۔'' وہ اسکی بناء کوئی بات سنے بس بولے جا رہا تھا۔ یوں ہی بڑبڑاتے ہوئے اس نے فون نکالا۔

''کس کو کال کر رہے ہیں اب؟''

''گاڑی نکلوا رہا ہوں ابھی واپس جا رہے ہیں گاؤں۔ اور تم۔ بلکہ رہنے دو میں کر لوں گا۔'' وہ اٹھنے لگا۔

''ابیہم۔!!'' صفا نے تکان سے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ ایک پل کے لئے رکا۔

''کیا ہوا ہے؟ ایسے کیوں ہو گئے ہیں آپ؟ آپ یوں غیر یقینی کا شکار رہیں گے؟ آپ پرسکون کیوں نہیں ہو جاتے؟ میں نے کہا ہے کہ میں ٹھیک ہوں تو ٹھیک ہوں۔'' اسکے لہجے میں تکان سی تھی ابیہم کے اب ڈھیلے پڑ گئے۔ ''اتنا اوور ری ایکٹ کرنا چھوڑ دیں۔ کوئی آپ سے کچھ نہیں چھین رہا۔ کیوں آپکو اللہ پر توکل نہیں؟''

ا. اہیم وہیں واپس بیٹھ ۔ وہ اسکے پ س سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ . کو دلیلیں دے د کرتا تھا صفا کی دلیلوں کے سامنے ز یہو جا کرتا تھا۔

''اللہ پ توکل کر. سیکھیں۔ ہمارے ساتھ. ے واقعات ہو جاتے ہیں ہادثات بھی ہو جاتے ہیں اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ہر وقت اپنے مقدر سے . گمان ہی رہیں۔ امید رکھا کریں کہ آگے جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔ آج. اہوا ہے تو کل اچھا بھی ہوگا۔ اَ اچھا وقت ز دہ د نہیں رہتا تو. ابھی نہیں رہتا۔ وقت َ رتا رہتا ہے۔'' وہ بولتی جا رہی تھی اور ا. اہیم گورسی پ پ ہو َ تھا۔

''کسی بچے نے چھوٹی سی غلطی کر ڈالی آپ اسکو اس طرح سیکھاتے ہیں جیسے کہ وہ کوئی روبوٹ ہو اور اسکی پ و َ امنگ میں مسئلہ آ َ ہو۔ آپ فوراً اسکی پ و َ امنگ کر. شروع کر دیتے ہیں آپ بچوں کے دماغوں میں ہر چیز فٹ نہیں کر تا وہ خود دیکھتے ہیں سیکھتے ہیں۔ ا ا تجر. ت کرنے د یکریں۔ ہر. ت ا پہلے سے سمجھا دیں گے تو وہ خود کیا سیکھیں گے؟''

ا. اہیم نے نگاہ اٹھائی وہ اسی کی جا. . دیکھ رہی تھی۔ پ یشان سی۔

''کیوں اس طرح خود کو اور دوسروں کو ہلکان کر دیتے ہیں؟''

ا. اہیم کچھ د بیٹھا اسکا چہرہ دیکھے ۔ پھر اٹھا اور ڈ ریسنگ میں ۔ واپس آ تو اسکے ہاتھ میں ڈ ریسنگ . کس تھا۔ وہ آ کر اسکے پ س بیٹھا اور اسکے . زو پ لگی پٹی کھولنے لگا۔

''ٹھیک ہے یہ اب۔'' صفا نے ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا۔ وہ کچھ نہیں بولا بس اسکا ہاتھ پکڑے اسکے . زو سے پٹی ہٹا رہا۔ پٹی ہٹائی تو ا. ٹا سا ن اسکا منتظر تھا جس میں سے کہیں کہیں سے خون رس رہا تھا۔ ا. اہیم نے کاٹن اٹھائی اور دوا لگا کر زخم صاف کرنے لگا۔ وہ اتنی . می سے اسکا زخم صاف کر رہا تھا کہ جیسے اَ ذرا سی سختی دکھائی تو کہیں اسکا . زو ہی اسکے ہاتھ میں نہ آ جائے۔ وہ خوفزدہ تھا۔ اس کو اللہ پ توکل تھا ا. ر کے خوف اور ڈ ر نے اس توکل کو کہیں چھپا رکھا تھا۔ اسکا دل . سے . گہائیوں کی زد میں آ ۔ تھا وہ خوفزدہ ہو َ تھا اسکو لگتا تھا کہ اَ اب مز ید کسی کو کھو تو شا ید وہ بھی مر جائے گا۔ پھر ا ایسی ز . گی جئے گا جو موت سے . ت ہوگی۔

اس نے پٹی کا سامان رکھا اور آ کر دوسری جا. . بیٹھ ۔ صفا کا سر اپنے کندھے سے لگا۔

''آئی ایم سوری میری وجہ سے تم لوگوں کو. جانے کیا کچھ سہنا پ ۔ ہے میں پ فیکٹ نہیں ہوں۔'' اس نے کہنا شروع کیا صفا نے اسکے ۔ پ ہاتھ رکھا۔ ا. اہیم کا دل اسکے ہاتھ کے نیچے دھڑک رہا تھا۔

''مجھے لگتا ہے کہ میں چٹانوں کی طرح سخت اور مضبوط ہوں ایسا نہیں ہے۔ . . . . ت میرے اپنوں پ آتی ہے میں ر ۔ ت کی دیوار . ت ہوتا ہوں کیو میں اپنوں سے لڑ نہیں سکتا۔''

''نہیں آپ ر ۔ ت کی دیوار نہیں ہیں۔ آپ ہمارے لئے چٹان ہی ہیں۔ آپ ہمارے محافظ ہیں۔ اور اپنوں سے کیوں لڑ . ؟ اپنوں کے لئے لڑا جا ت ہے . ں؟'' وہ . می سے بولی۔

''ہمم۔ اپنوں کے لئے لڑا جا ت ہے۔'' کہہ کر اس نے َ دن موڑ کر صفا کی پ ش ٹی چومی۔

''بس تم لوگ سلامت رہو۔'' وہ . ب سے کہتا اسکو قر . کر َ تھا۔ ''کہیں درد ، جلن تو نہیں؟'' اس نے دفعتاً پوچھا صفا نے میں سر ہلا ۔ وہ اسکے . لوں میں ا َ ں ت رہا۔

کھا. کھانے کے بعد سلویٰ اور یوسف سو چکے تھے وہ . ہر صوفے پ دراز تھا عینا ا. ر بچوں کے پ س ہی سو رہی تھی۔ لاؤنج میں لگے وال کلاک کی ٹ ہنوز قائم تھی۔ اب پھر سے سکوت چھا رہا تھا۔

''تو ا نوں سے معافی مانگو۔''

''تم نے ا نوں کا قتل کیا ہے۔''

''اللہ حقوق العباد معاف نہیں کرتا۔''

الفاظ کی نہ ختم ہونے والی جنگ۔ اسکو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔ وہ کروٹ لی۔ تو کیا کوئی راستہ نہیں تھا؟ کیا حسن کرداوی پ سارے راستے بند تھے؟

وہ یوں ہی ٹکٹکی ھے سوچے۔ رات بیتتی جارہی تھی سناٹ بڑھتا جارہا تھا۔ روڈ سے وقفے وقفے سے آتی گاڑیوں کے ہارن کی آوازیں بھی دم توڑتی جارہی تھیں۔ نیزد سونے لگی تھی پ سکون ہوکر حسن کا سکون کسی آوارہ پ ے کی طرح اڑ تھا اور اب اسکو ٹھکانہ نہیں مل رہا تھا۔

. اسکی بے بسی میں اضافہ ہوا تو وہ اٹھ کر بیٹھ۔ اس نے سر ہاتھوں میں ا دماغ میں گونجتی آوازیں بلند ہورہی تھیں۔

(''. کو ہوتی ہے حسن۔ !ا بھی ہوئی تھی جن کو تم نے زہ درگور کردیا۔ اورا بھی جو تمہارے. بودار قید خانے میں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ا بھی جن کو تم نے کٹھ پتلیاں بنا اور وہ تمہارے ہی حکم پ اپنی جان لے لیا کرتے تھے۔ا بھی جن کو تم اپنے بے تکے انتقام کی بھینٹ پ ھاتے آئے ہو۔ان میں نہ صرف جان تھی بلکہ روح بھی تو قیامت کے دن زہ کئے جا گے اور وہ تمہارا یبان پکڑیں گے حسن۔!''

''اور مجھے اسی دن سے خوف آتا ہے حسن جس دن ہر ذی روح کو زہ کیا جائے گا اور تمہارے مہ عمال میں ان گنت جانوں کا خون ہوگا۔اس دن تم. ہاتھ والوں میں ہوگے۔'')

عینا کے الفاظ کے کوڑھے ا رپھر سے. سنے لگے تھے۔ دماغ میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ درد کی ا شدلہر دوڑی پورے. ن میں تو اس نے سر اٹھا کر سامنے دروازے کو دیکھا۔ ہر چیز جیسے گھوم رہی تھی اس نے چھت کو دیکھا اسکو چھت بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسکو ساری کائنات اپنے گھومتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

ا یہ درد قابل. داشت تھا تو پھر وہ کیسے قیامت کے دن کی سختیاں. داشت کرسکتا تھا؟ا یہ تکلیف قابل. داشت تھی تو پھر اللہ کے عذاب کی ا جھلک کیسے دیکھ سکتا تھا وہ؟ دماغ اٹھتی ٹیسیں. بڑھتی جارہی تھیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اسکو اپنی ٹانگوں میں جان محسوس نہیں ہورہی تھی اسکو لگا کہ جیسے وہ مفلوج ہو تھا۔

اس نے کسی کو آواز دینے کی کوشش کی حلق سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں۔ اس نے سامنے پڑی ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھانے کی کوشش کی اس سے پہلے کہ وہ گلاس کو تھامتا وہ گلاس اور جگ زمین بوس ہوا تھا۔ دل میں ا آس جاگی کہ جگ کے نے سے جو آواز پیدا ہوگی اس سے کوئی اسکی مدد کو آئے گا۔ جگ کارپٹ پ تھا۔ پانی بہہ نہ جگ ٹوٹا اور نہ اتنی آواز پیدا ہوئی جو رموجود س کو جگا سکتی۔

اب ساری امیدیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اسنے بے بسی سے آسمان کی جا. دیکھا۔ چھت اسکے سر پ گھوم رہی تھی۔ وہ آرزدگی سے مسکرادیا۔ تو کیا اسکا سفر تمام ہوا؟

اسکی آ کھلی تو ریکی کے سوا کچھ نہ آیا۔ اس نے آنکھیں ملنے کے لئے اپنے ہاتھ ہلانے چاہے پورا جسم شدید درد کی لپیٹ میں تھا۔ اس قدر درد تھا کہ اس نے بے اختیار آسمان کی جا. دیکھا۔

''یا اللہ۔!! اس سے بہتر ہے مجھے موت دے دے۔''

اس نے اپنا جسم گھسیٹنا چاہا جسم پ موجود زخموں سے اٹھتی درد کی لہروں سے اسکو بے بس کردیا۔ وہ ا دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اسکے پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسکو اپنے حلق میں کا چبھتے ہوئے محسوس ہوئی۔ اسکا حلق خادرار کا ں سے چھل چکا تھا پیاس کی شدت نے اس سے اسکی آواز چھین لی تھی۔

''پ۔نی۔'' اس نے کہنا چاہا اسکے گلے کی رگیں بیٹھ چکی تھیں حلق ا رسے سوجھ چکا تھا اس لئے آواز نکل نہیں پ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد کمرے کا کچھ نہ کچھ منظر واضح ہوا۔ کچھ ہی فاصلے پ ا ٹ. میں پانی پڑا تھا۔ جس میں سے سرخی چھلک رہی تھی یقیناً اس ٹ. میں اسکا خون آلود چہرہ. ر. رڈبو تھا۔

اس نے خود کو گھسیٹنا چاہا ن تھا کہ بے جان تھا۔ پیاس کی شدت نے بھی جان سولی پ رکھی تھی۔

''کہاں ہو اس وقت؟'' وہ کسی سے فون پ ت کررہی تھی۔

''ا مردہ خانے کے. ہر۔'' سپیکر کے پ رسے افسردہ سی آواز آئی۔

''کیوں کیا ہوا سفیر؟ ٹھیک ہے ں؟ کسی کو کوئی چوٹ لگی ہے؟ ہم نے کہا تھا ں کہ پ امن رہنا ہے۔'' عیشا پینک ہوئی تھی۔

''ہم پہ امن ہی تھے عیشا۔!!اور فکر نہ کرو ہم ٹھیک ہیں بس ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ایک یہودی کا انتقال ہوا ہے۔اسکا کوئی وارث نہیں آ رہا اسکو دفنانے اور میں اسکی آخری رسومات ادا کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ افسردگی سے کہہ رہا تھا۔عیشا کی آنکھیں سکڑ گئیں۔

''واٹ؟ایک یہودی؟سفیر؟لارڈ سیریسلی؟تم ایک یہودی کے لئے کھڑے ہو؟''عیشا کا دماغ ماؤف ہونے کو تھا جن لوگوں سے وہ لوگ آج تک لڑتے آ رہے تھے سفیر ان کے لئے پریشان تھا۔

''عیشا۔!!وہ ایک ان تھا جو حق بات کہتا تھا۔اسے غرض نہیں کہ وہ یہودی تھا یا عیسائی وہ بس ایک ان تھا جو حق بات کہتا تھا اس لئے بس۔میں۔''

''اس لئے تمہیں اس سے ہمدردی ہونے لگی سفیر؟سفیر مت بھولو کہ ہاتھوں پہ بے گناہ معصوموں کا خون لگا ہوا ہے۔''

''عیشا وہ نہیں تھا وہ بس ایک یہودی تھا۔جو شاید ایمان لے آتا اسکو مہلت نہیں ملی۔''سفیر کی آواز میں رنجیدگی تھی عیشا ایک پل کے لئے ٹھٹکی۔کیونکہ جو بھی تھا ان لوگوں کا غم سفیر سے بڑا نہیں تھا اگر سفیر کچھ کہہ رہا تھا تو یقیناً اسکی کوئی وجہ تھی۔

''آئی ایم سوری۔''عیشا کی آواز مدھم ہوئی۔

''اٹس اوکے عیشا۔!!''اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''عیشا تمہیں پتہ ہے دنیا کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟''

''کیا؟'' وہ کھڑکی کھڑی دیوار سے ٹیک لگا گئی۔اس وقت وہ فارم ہاوس کے لاؤنج میں کھڑی تھی۔

''ایمان والے گھرانے میں پیدا ہونا۔مسلمان پیدا ہونا۔عیشا۔کیونکہ کبھی کبھی روشنی نہیں ملتی اور کبھی کبھی مہلت نہیں ملتی۔میں نے دیکھا کہ اس شخص کو روشنی مل گئی تھی مہلت نہ مل سکی۔فرض کرو تم کسی ان مسلم گھر میں پیدا ہوئی ہوتی۔عمر کا بڑا حصہ گمراہی میں گزار دیتی اور پھر ایمان کی روشنی تمہارے دل میں جگہ بنانے لگتی پھر چاہے وہ کسی معجزے کی طرح ہوتی کوئی ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کسی بھی طرح ایمان کا جگنو تمہارے دل میں چمکنے لگتا اس روشنی کے پھیلنے سے پہلے ہی تمہاری مہلت ختم ہو جاتی اور موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرتے تم اقرار کئے بناء شہادت دیئے بناء ہی اس دنیا سے چلی جاتی۔''

عیشا کا اپنے پیروں پہ کھڑا رہنا مشکل ہوا تھا۔وہ اچانک سے دیوار سے ہٹی اور جا کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

''ایسے لوگ ہوتے ہیں عیشا کہ جن کی موت کے بعد ان فیصلہ نہیں کرتے کہ اسکو دفنانا ہے یا جلانا ہے۔'' وہ رنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔عیشا خاموش ہو گئی۔

''آئی ایم سوری سفیر۔''عیشا نے خود کو کہتے سنا۔

''ہمم۔اچھا چھوڑو۔۔یہ بتاؤ کہ کیسی ہو؟'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔

''مصروف۔''

''کہاں؟''

''آج کل زہرہ کی کانٹ چھانٹ کر رہی ہوں۔''

''اب خود ہی دیکھ لو کچھ لوگ اپنی ساری عمر کی ریاضتیں گنوا دیتے ہیں ایک غلطی کی وجہ سے۔''

''نہیں سفیر ایک غلطی نہیں وہ شروع سے ہی غلط تھی وہ شروع سے ہی حسن کی پیروکار تھی اس نے ڈبل کراس کیا۔ابراہیم نے اس سے ہمدردی کی اس نے حسن سے وفا نبھائی۔''

''ہمم۔پھر بھی اس نے ایک عرصہ گورسی فیملی کی خدمت کی ہے مجھے لگتا تھا کہ اسکو چانس دیا جائے۔''

''دیا تھا ان چانس سفیر۔۔اسکے لئے راستہ چھوڑ دیا گیا تھا۔کہ وہ چلی جائے خاموشی سے۔جس راستے سے آئی ہے اسی راستے سے واپس چلی جائے اس نے تباہی کو چنا۔اس نے جاتے جاتے بھی ابراہیم کے دل پہ وہ ضرب لگائی ہے کہ وہ اب قابل رحم یا قابل معافی نہیں رہی۔''

دھاڑ کی آواز کے ساتھ لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا۔عیشا کے ہاتھوں سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ اسکے پاس سے گزر کر دوسری جانب گیا اسکا رخ بیسمنٹ کی جانب تھا۔

''اللہ خیر کرے۔''عیشا نے زی. کہا تھا۔

''کیا ہوا؟''

''زہرہ کی شامت آئی ہے۔''عیشا نے تاسف سے اس جا. دیکھا جہاں ابھی ابھی ا. اہیم تھا۔

''اچھا سنو۔!!''سفیر نے اسکو پکارا۔

''ہاں۔!!'' اسکا دل. ی طرح دھڑک رہا تھا۔

''آئی لو یو۔''

دل ٹھہر گیا۔دھڑکنیں تم گئیں سانس مدھم ہوئی۔خوف زائل ہوا اور سکون اتر گیا۔

''سفیر۔''عیشا کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

''یہ وقت ٹھہر جائے پھر ہم لوگ ولیمہ وشلم جا گے اور پھر مکہ اور مدینہ بھی ہم لوگ پہ مقام پہ جا گے جہاں اللہ قریب محسوس ہو اور اپنی محبت پہ مہر لگوا کر لا گے ۔''اس نے جب سے کہا عیشا کی آنکھیں نم ہو ۔

تہہ خانے کا دروازہ کھلا تو کمرے میں مزید روشنی پھیل گئی۔سیڑھیوں پہ چاپ محسوس ہوئی۔اس نے ایک آس کے ساتھ سیڑھیوں کی جا. دیکھا۔

''پ۔نی۔''وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بولی تھی۔

جواب نہیں آیا تھا۔

''پ۔پ۔نی۔''وہ پھر سے بولی تھی۔

وہ جو کوئی بھی تھا اب چلتا ہوا قریب آرہا تھا۔اسکے پیچھے ہی سیڑھیوں پہ پھر سے چاپ محسوس ہوئی کوئی تیز تیز قدم لیتا نیچے اتر رہا تھا۔

''سر۔!!میں دیکھتا ہوں اسکو۔''عیشا کہتی ہوئی قریب آئی اسکی سانس پھول رہی تھی اس نے جلدی سے کمرے کے وسط میں جلتا بلب روشن کیا۔بلب کی روشنی سے زہرہ نے آنکھیں بند کر لیں۔

اچا. اسکو اپنے بالوں پہ کھنچاؤ محسوس ہوا اس نے آنکھیں کھول دیں۔وہ اسکے پاس بیٹھا تھا ایک گھٹنہ زمین پہ بچھائے۔

''میرے بیٹے کے ذہن میں خناس بھرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟''وہ غرایا۔

زہرہ نے ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں میں دیکھا بلب کی روشنی ا. اہیم کی آنکھوں میں جلتے الاؤ کو واضح کر رہی تھی۔وہ اچھا سا مسکرائی۔ا. اہیم نے دوسرے ہاتھ سے اسکا جبڑا دبوچا۔

''خبردار۔!!خبردار جو ہنسنے کی کوشش کی ورنہ تمہیں موت نہیں دوں گا۔''اسکی آنکھوں میں جو دہشت تھی وہ کسی کو بھی بھسم کرنے کے لئے کافی تھی۔

زہرہ ہنس دی۔وہ ہنستی جا رہی تھی ا. اہیم نے ایک تیکھی نگاہ عیشا پہ ڈالی جس نے ابھی تک اس کے کس بل نہیں نکالے تھے۔

''آپ نے کہا تھا کہ زندہ بھی رکھنا ہے۔''عیشا نے تھوک نگلا۔

''آؤٹ۔!!''وہ گرجا۔عیشا لرز کر رہ گئی۔

''عاصم کو بھیجو۔!''

''سر اسکو تو آپ نے دوسرے شہر بھیجا ہوا ہے۔''عیشا کانپ رہی تھی کہ آج نے کیا ہونے والا تھا۔ا. اہیم اسکے جواب پہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

''آج میں اس کو ختم کر دوں گا۔''وہ دو. رہ زہرہ کی جا. متوجہ ہوا۔

''کیوں کیا ہوا کیا تمہارے ہاتھ تشدد کر کے تھک چکے ہیں؟''وہ بولنا نہیں بھولی تھی۔ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکا جبڑا چھوڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اپنی. . سے گن

نکال کر لوڈ کی۔

''کلمہ پڑھ لو۔'' اس نے ٹ پہ ہاتھ رکھا۔ عیشا کا حلق خشک ہوا۔

''وہ تو میں پڑھ لوں گی جاتے جاتے ا ت ضرور بتا کر جاؤں گی۔'' وہ غرائی۔ ا۔ اہیم نے پسٹل کی ٹ لی اسکے منہ میں ٹھونس دی۔ وہ مسلسل کچھ کہہ رہی تھی ا۔ اہیم نے ا پل کے لئے پسٹل پیچھے ہٹائی۔ زہرہ نے ا طرف منہ کر کے تھوکا۔

''ہنسی آتی ہے تمہاری بے بسی پ۔'' وہ بول رہی تھی اور اب ا۔ اہیم نے اسکو موقع دیا تھا آ ی موقع۔

''جس لڑکی کی وجہ سے تم قتل کرنے جا رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ وفادار نہیں۔'' وہ ہنس دی۔ ا۔ اہیم نے ا الٹے ہاتھ کا تمانچہ اسکے منہ پہ رسید کیا۔ خون کی پھوار اسکے منہ سے نکلی تھی۔

''خبردار جو اسکے کردار پ ت کی۔'' اس نے انگلی کھڑی کی۔ زہرہ نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''جا کر اسکا مو ئل دیکھو جس میں آج بھی حسن کا نمبر موجود ہے۔ جس نمبر پہ وہ آج بھی فون کرتی ہے وہ حسن سے رابطے میں ہے۔'' زہرہ پوری قوت سے ئی تھی۔

ا۔ اہیم نے ٹ پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا اسکا ہاتھ لرز رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی ٹ د نہیں پا رہا تھا کیو شا۔ اس نے کبھی کسی عورت کو یوں قتل نہیں کیا تھا۔ یہ اسکے لئے تھوڑا مشکل اور تھا۔

''بکواس بند کرو۔'' وہ پھر سے دھاڑا۔

''بکواس نہیں ہے۔ جا کر پوچھ لو اس سے۔ تم مصر میں تھے تو اس نے حسن کو فون کیوں کیا تھا؟'' زہرہ نے اسکی بے بسی دیکھ لی تھی۔ وہ اسکو قتل نہیں کر پا رہا تھا ورنہ اتنی تیں نہ ا۔ اہیم کسی دشمن سے کر تھا اور نہ ہی اسکی اتنی تیں تھا۔

''عیشا۔۔!!'' اسکی آواز میں عجب لرزش تھی عیشا فوراً سامنے آئی۔

ا۔ اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔ اس نے پسٹل دور اچھال دی۔

''اسکو جانے دو۔''

''سر؟'' عیشا نے چو کر دیکھا۔ ا۔ اہیم نے اسکی ت کا جواب نہیں دیا تھا وہ بس وہاں سے یا تھا۔ عیشا نے زہرہ کی جا دیکھا وہ اب ڈھے سی گئی تھی۔ اسکو ز گی نہیں چاہیے تھی اسکو موت چاہیے تھی۔ اسکو لگا تھا کہ ا۔ اہیم کو ٹ کر کے وہ موت حاصل کر لے گی وہ نہیں کر پائی تھی اسکو موت چاہیے تھی۔ اسکو ز گی دی گئی تھی۔ یہی اسکی سزا تھی۔

عیشا نے الجھ کر اسکی جا دیکھا۔

اسکی آ کھلی اسکا حلق سوکھ رہا تھا اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔ دواؤں کے ز ا کبھی بھوک بہت جلدی لگتی اور کبھی سرے سے ہی ختم ہو جا کرتی۔ اس نے بھی بے چینی سے دن موڑ کر اسکو پکار چاہا وہاں کوئی نہیں تھا۔ صفا نے آنکھیں سکیڑ لیں۔

''ا۔ اہیم۔!!'' اس نے پکارا۔ کوئی جواب نہ آ۔ وہ ٹیک لگا کر بیٹھی اور لیمپ آن کیا۔ وقت دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے۔ وہ اس وقت کہاں یا تھا؟

''ا۔ اہیم۔!!'' اس ر وہ ذرا بلند آواز میں پکاری تھی کہ کہیں وہ لکونی میں واش روم میں نہ ہو۔ کچھ دیر رجانے تک کسی کا جواب نہیں آیا تھا۔

''ا۔ اہیم۔!!'' وہ پھر سے بولی۔ جواب ارد۔

اس نے پس پڑا مو ئل دیکھا۔ ہاتھ ٹھا کر مو ئل اٹھایا اور ا۔ اہیم کا نمبر ۔ پہلی کال پہ ہی فون اٹھا لیا یا تھا۔

''کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک ہے؟ ماما کو بھیجوں؟'' وہ چھوٹتے ہی بولا تھا۔

''آپ کہاں ہیں؟''

''بس آ رہا ہوں تم بولو کیا ہوا ہے؟'' آواز میں بلا کی سنجیدگی تھی۔

''کچھ نہیں بس ایسے ہی۔'' وہ . کاٹتی خاموش ہوگئی۔

''ٹھیک ہے۔'' کہتے اس نے فون کاٹ دیا۔صفا نے بے یقینی سے فون کو دیکھا۔وہ ایسے تو نہیں کرتا تھا وہ اسکا فون یوں نہیں کاٹ کرتا تھا اور آج . وہ کچھ دیر پہلے کتنے ہی وعدے کر کے گیا تھا کہ وہ اسکا سایہ بن کر رہے گا اور یوں فون کاٹ گیا تھا۔

دل ا. یشوں کی زد میں آ رہا تھا۔

''نہیں نہیں۔میں ہمیشہ ہی غلط سوچتی ہوں۔وہ کسی کام سے گئے ہوں گے اور اب بس آ رہے ہوں گے۔'' اس نے خود کو جیسے تسلی دی تھی۔

اس کی امید کے عین مطابق دس منٹ کے بعد وہ کمرے کے دروازے پہ کھڑا تھا۔اس نے ڈور. ب گھمانے سے پہلے ا. پل کے لئے رک کر ا. ٹھنڈی سانس خارج کی۔اپنے ا. ب ڈھیلے کئے اور دن کو دا . جا. گھما. یکسر الگ ا. ن میں ٹ انسفارم ہو. گیا تھا۔چہرے پ ا. مسکراہٹ سجائی اور دروازہ کھول دیا۔

''کیا ہوا۔؟ طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ چابیاں وہیں ٹیبل پہ پھینکتا ہوا اسکے پ س پہنچا اور اسکے ماتھے کو چھو کر دیکھا۔

''ہاں۔ٹھیک ہوں۔'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''تو پھر جاگ کیوں رہی ہو؟'' وہ اپنے کف موڑنے لگا تو اچا. نگاہ کف پہ موجود ا. سرخ دھبے پہ گئی۔اس سے پہلے کہ صفا کی پ تی اس نے جلدی سے کف موڑ لئے۔وہ قمیض شلوار میں ہی تھا۔

''بھوک لگ رہی ہے۔'' وہ کسی بچے کی طرح منہ پھلائے بولی تو ا. اہیم نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''بھوک لگی ہے؟'' وہ. می سے مسکرا کر بولا۔صفا نے کسی بچے کی طرح اثبات میں سر ہلا. ۔

''اتنا تو سر کھاتی رہی ہو ساری رات میرا۔۔ابھی بھی بھوک لگ رہی ہے؟''

''ابو۔!!'' اس نے دن ا. جا. ئی۔

''او کے کیا کھائے گی مس سٹر؟'' اس نے جھک کر پوچھا۔

''پ ستہ۔!!'' وہ چہک کر بولی تو ا. اہیم ا. وسکیڑے۔

''پہلے تو ابکائی آتی تھی۔''

''اب نہیں آئے گی. ں۔اب دل کر رہا ہے۔''

''ہمم۔لگتا ہے ٹیسٹ. ز چینج ہو گئے ہیں۔'' اس نے کہتے ہوئے صفا کے. ل بگاڑے۔

''کیا ہے؟'' وہ جھنجھلائی۔

''یہ میرے پیار کا طر ہے۔'' اس نے صفا کا گال کھینچا۔

''تو پھر تو . سے زیادہ پیار آپ اپنے دشمنوں سے ہی کرتے ہوں گے۔'' اس نے اپنے بکھرے. ل سمیٹے۔

''ہاں. ں۔'' وہ آستینیں پ ڑھاتا ہوا ہنس دیا۔

''ہونہہ۔میں تو وہ والا پیار ما. بھی نہیں سکتی۔'' اس نے منہ بنا. ا. اہیم ہنس دیا۔

''مانگنے کی ضرورت بھی نہیں تمہیں کون سا پیار دینا ہے میں جا ہوں۔'' کہتے وہ جھکا اور. می سے اسکے گال چھو کر پیچھے ہٹا۔صفا کے چہرے پ سرخیاں دوڑ گئیں۔وہ سر . ٹ. ہر نکل گیا۔

صفا نے اپنے سرخ ہوتے گال تھپتھپائے۔چہرہ م ہو رہا تھا اسکو جگہ نہیں مل رہی تھی کہ کہاں چھپ جائے۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ واپس آیا اس کے ہاتھ میں ا. ٹے تھی جس میں ا. پلیٹ میں پ ستہ رکھا ہوا تھا ا. گلاس پ نی کا تھا اور ا. شا. ڈر. تھی جو اس نے

بنائی تھی اسکے لئے۔

اس نے وہ ڈ ے لاکر اسکے پ س رکھی اور خود اس کے سامنے بیٹھا۔فورک کی مدد سے پ ستہ اٹھا اسکو ٹھنڈا کیا۔۔ . یقین ہو ۔ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا ہے اس نے صفا کی جا . وہ فورک ٹ ھا ۔اس نے کھالیا۔ا. اہیم نے خالی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلادی۔صفا کچھ د ۔ چباتی رہی۔ا. اہیم انتظار میں تھا کہ وہ . تھوکے گی۔ اس نے نگل لیا تھا۔ا. اہیم نے حیرت سے دیکھا۔

''واہ۔!! یہ تو مزے کا ہے۔'' صفا نے شوق سے اسکی جا . دیکھا۔وہ خود حیران تھا۔''اور کھلا ں۔'' اس نے بچوں کی طرح کہا تو ا. اہیم نے سر جھٹکا۔وہ مز۔ پ ستہ کھلانے لگا۔وہ اچا سیدھی ہو کر بیٹھی۔''آپ بہت چھوٹی ئٹس بناتے ہیں۔ادھر دیں میں خود کھالوں گی۔'' اس نے پلیٹ کھسکا کر قر . کی۔ا. اہیم نے ہنستے ہوئے چمچ اور فورک اسی کو پکڑ دی۔وہ اب مزے لے کر کھا رہی تھی۔

کچھ ہی د میں اسکا پیٹ بھر ۔

''بس۔!!'' اس نے واپس چمچ پلیٹ میں رکھا۔اور ا. اہیم کی جا . دیکھا۔اس نے پ نی کا گلاس اٹھا کر اسکو پلا ۔''یہ کیا ہے؟'' صفا نے دوسرے گلاس کو دیکھا۔

''پی کر دیکھو۔'' اس نے وہ گلاس اسکی جا . ٹ ھا۔

''یہ بھی مزے کا ہے۔'' وہ آدھا گلاس پی گئی۔

ا. اہیم نے. تن سمیٹے۔اور. ہر ۔واپس آ تو وہ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''اب سو جاؤ۔'' کہتے ہوئے خود وہ ڈر ینگ میں ۔

کچھ د بعد وہ واشروم سے نکلا تو ا ٹی شرٹ اور ڈ اوزر میں ملبوس تھا ۔ رے لمحات ابھی۔ اسکے حواسوں کو شل کر رہے تھے . ر را ہی . ت دماغ پ کسی ہتھوڑ ے کی طرح . س رہی تھی۔

(''جا کر اسکا مو ئل دیکھا جس میں آج بھی حسن کا نمبر موجود ہے۔جس نمبر پ وہ آج بھی فون کرتی ہے وہ حسن سے رابطے میں ہے۔'')

. . وہ سامنے اسکا معصوم چہرہ دیکھتا تو سارے احساسات جیسے زائل ہو جاتے۔اسکے لئے صرف اور صرف صفا کی صحت اہم تھی . قی . تیں بعد میں کی جا سکتی تھیں۔

اس نے آ کر اسکی جا . کا لیمپ آف کیا اور آ کر اسکے . ا. ٹیک لگا کر بیٹھ ۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' اس نے صفا کو ٹکٹکی . ھے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

''کیا . میں ٹھیک ہو جاؤں گی . زخم بھر جا گے تو میرے ن بھی چلے جا گے؟''

ا. اہیم نے ا. وسکیٹرے۔

''میرے سارے جسم پ بھدے . داغ بن جا گے ں؟ اور وہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ا میرا چہرہ بھی جل جا تو؟'' وہ جیسے خود کلامی کر رہی تھی۔

''صفا۔!! کیا کر رہی ہو؟'' وہ بے چین ہوا۔

''میں ہمیشہ اپنے جسم کو ڈھا پ کر ہی رکھا کروں گی۔جسم تو ڈھا پ لیا جائے گا ا چہرہ جل جا تو ا. اہیم؟'' اسکی آواز ر ھ گئی اس نے دن موڑ کر اسکو دیکھا۔

''تو کیا ہو جا ؟ تم ز ہ ہو۔تم ٹھیک ہو۔اور ٹھیک ہو رہی ہو یہ اہم ہے۔''

''نہیں۔ا میرا چہرہ جل جا تو یہ . بھی اہم نہ ہو ۔پھر میں کسی صورت اہم نہ ہوتی۔'' وہ اسکے چہرے پ نگاہیں گاڑے ہوئے تھی۔

''تمہارا دماغ ٹھکانے پ ہے؟ لاؤں ٹھکانے پ ۔؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ بس چہرہ اہمیت ر ت ہے؟''

''تو کیا نہیں ر ت ؟'' وہ دو . و بولی تھی۔ا. اہیم ا پل کے لئے پ ہو ۔ وہ اسکی آنکھیں پ ڑھنے لگا وہاں عدم اعتمادی تھی۔وہ احساس کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔وہ اب اگلے فیز میں داخل ہو رہی تھی جہاں اسکو اپنے جسم کو اپنے داغوں کو دیکھنا اور قبول کر تھا۔ ابھی وہ ڈینائل میں تھی۔یہ . ہو ہی تھا۔

ا. اہیم پھر چاہے کتنی ہی دلیلیں دے دیتا وہ اسکے دماغ سے ان منفی سوچوں کو دور نہیں کر سکتا تھا وہ اس احساس کمتری کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ا یک دو دن میں تو بالکل نہیں۔اس میں وقت لگنا تھا۔اسکو اپنا کاؤنسلنگ کی ضرورت تھی۔

ا. اہیم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی جتنی وضاحتیں اس نے سوچی ہوئی تھیں ۔ پھر مٹی ڈالی اور اسکو اپنے قریب کیا۔

''تم اہم ہو۔بس تم۔تمہاری ذات اہم ہے پھر خواہ اس ذات میں کتنے ہی داغ کیوں نہ ہوں۔''

''۔''

''شش۔!! میں تھکا ہوا ہوں۔سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔''اس نے کمفرٹ دونوں پر اچھا کیا۔

وہ کچھ ہی دیر میں سو گئی تھی۔

صبح ہو رہی تھی آج پھر سے غزہ پر قیامت اتری تھی آج پھر سے ایک بستی خاک ہوئی تھی آج پھر سے گھروندے تباہ ہوئے تھے آج پھر سے کچھ بچے ماں باپ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔آج پھر سے شاہ ارعمارتیں مسمار ہوئی تھیں۔

آج پھر سے کسی نے کہا تھا کہ انھوں نے شدت پسندوں کے ٹھکانے کو نشانہ بنایا ہے۔اور ان شدت پسندوں کی فہرست میں چار معصوم پھول تھے اور اک ماں باپ تھے۔

ساتھ ایک دکان ارتھا اور تین بلڈنگیں تھیں۔ان شدت پسندوں کے ٹھکانوں کے ہر پنجرے میں موجود کبوتر بھی مارے گئے تھے۔

ملبے کے ڈھیر کے پاس لوگ کھڑے تھے لاشوں کو نکال لیا گیا تھا اور کچھ زخمی تھے جن کو ایمبولینس لے جا رہا تھا۔ایمبولینس کا سائرن کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا۔

عورتوں کی سسکیاں اور مردوں کی بے بسی۔

بچوں کی چیخ و پکار اور جانوروں کی وحشت زدہ آنکھیں۔

اسکی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک کمرے میں پایا۔سر پر چھت تھی اور پاس کہیں سے بیپ کی آواز آ رہی تھی۔اس نے پلکیں جھپکیں۔اور پھر گردن موڑ کر دیکھا وہ کرسی پر بیٹھی ہی اونگھ رہی تھی ۔

اس نے اچنبھے سے دیکھا وہ ایک ہاسپٹل کے کمرے میں تھا ہاتھ کی نس میں ڈرپ لگی ہوئی تھی۔اس نے وقت دیکھا صبح کے سات بج رہے تھے۔

''میں یہاں۔کیسے؟''اس نے جیسے یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ اونگھی تو اسکی آنکھ کھل گئی۔وہ آنکھیں مسلتی ہوئی اسکو دیکھنے لگی جو کہ غور سے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''حسن۔!!''وہ بے چین ہو کر اٹھی اور اسکا چہرہ چھو کر دیکھا۔اس نے اسکے ماتھے پر ہاتھ لگا کر دیکھا۔وہ ٹکر ٹکر سا اسکو دیکھے گیا۔''تم ٹھیک ہو ں؟''وہ ہلکان سی دکھائی دیتی تھی۔

''حسن۔!!بولو۔!! کیا ہوا تھا؟''وہ اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

''یہ تو تم مجھے بتاؤ کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔''وہ نارمل سے انداز میں بولا۔

عینا کی آنکھیں جو بے چینی سے اسکو دیکھ رہی تھیں ایک پل کے لئے اسکی آنکھوں سے ملی تھیں۔وہ بے بسی سے اسکو دیکھنے لگی۔عینا کی انکھیں جو نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں اچانک سے نیر بہنے لگیں۔

''کیا ہوا لٹل سپائے؟''وہ مسکرا دیا۔

''شٹ اپ۔!!''عینا نے اسکے کندھے پر مکا مارا۔

''ہوا کیا ہے؟'' وہ جھنجھلا یـ۔

عینا نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

''مجھے لاؤنج میں کچھ کھٹ پھٹ کی آوازیں آ -- . ہر نکل کر دیکھا تو تم بے ہوش پڑے تھے۔تم۔تم نے مجھے آواز کیوں نہیں دی؟'' عینا سسکی۔

''دی تھی۔''

''مجھے سنائی کیوں نہیں دیـ۔اَ تمہیں کچھ ہو جاتـ تو؟'' آ پھر سے جاری ہو چکے تھے۔

''تو؟'' وہ محظوظ ہوا۔عینا نے خفا سی نگاہ اس پہ ڈالی۔

''بھری جوانی میں بیوہ ہو جاتی اور کیا خبیث ا ن۔!!'' وہ غصے سے کہتی اسکے یـ پا یـ اور مکا جڑ گئی تھی۔

''لگتا ہے پسلیاں توڑنے کا پلان ہے۔'' وہ اسکو ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا وہ بس رو رہی تھی۔

''اچھا آئی ایم سوری جو تمہیں پـ یشان کیا۔میری دوا نہیں تھی پـ س۔اس لئے۔''

''تم اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے۔آ ؟'' وہ ا یـ ر پھر سے آنکھیں رَ ڑ رہی تھی۔

''وقت نہیں ہے۔'' وہ خاموش ہوَ یـ۔

''کرواؤ علاج تم۔۔ قی . چیزوں کو بھول جاؤ کچھ دیـ۔''

''نہیں۔اَ آپ کے دوران مرَ یـ تو؟ نہیں نہیں۔اتنا ٹ ارسک نہیں۔''

عینا نے چو کر دیکھا۔''آپ ؟''

''ہاں۔اَ مرَ یـ تو مہلت ختم ہو جائے گی۔ . ـ مہلت ہے کوشش تو کرتـ رہوں گا ں۔'' وہ اداس ہوا تھا۔عینا نے ا یـ اداس سی نگاہ اس پـ ڈالی۔

''اچھا ٹھیک ہے کروالوں گا۔'' کہتے اس نے عینا کا ہاتھ پکڑا اور اسکے اپنے پـ س ہی بٹھا لیا۔اس نے عینا کا ہاتھ تھاما جس کی پشت کو وہ دوسرے ہاتھ کے ـ خن سے کھرچ رہی تھی۔وہ اسکے ہاتھ کی پشت سہلانے لگا۔''ایسا مت کیا کرو ڈ پ کی علامت ہوتی ہے۔''

وہ اسکا سرخ ہاتھ دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو۔اتنی ٹینشنز ہیں ڈ پ ہو گا ہی،'' وہ سوں سوں کرتی بولی۔

''میں ہی ہوں ـ ں . سے ـ ٹی ٹینشن؟'' عینا نے َ دن موڑ کر اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔حسن نے کچھ مزـ کہے بنا ء اسکا سرخ ہوتـ ہاتھ لبوں سے لگا یـ۔''ا زخمی ـ کیا کرو ـ ٹ ابو جھ اٹھا ـ ہے انھوں نے۔'' وہ زخمی سا مسکراتـ ہوا اسکے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔

اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر ا ـ رآ یـ۔عینا ہڑ ـ ٹ ا کر اٹھنے لگی حسن نے اسکو وہیں بٹھائے رکھا۔

''کیسے ہیں اب آپ؟'' ڈاکٹر نے فائل دیکھی۔

''ـ لکل فٹ۔''

''ہمم۔کچھ ٹیسٹ کروالیں۔'' ڈاکٹر نے پـ وفیشنل ا ـ ازمیں کہا تھا۔

''ـ ہر شور کیسا؟'' حسن نے بناء ڈاکٹر کی ـ ت کا جواب دیئے پوچھا۔

''آج ا یـ ا پـ رٹمنٹ پـ ڈرون اٹیک ہوا ہے اسی کے سلسلے میں زخمیوں کو لا یـ جا رہا ہے۔'' عینا نے بے چینی سے بند دروازے کو دیکھا۔جبکہ حسن کے ـ سل گئے تھے۔ڈاکٹر کچھ ہدا یـ ت دے کر ڈسچا رج لکھ کر جا چکا تھا۔حسن اٹھا۔

عینا نے اسکو سہارا دینے کے لئے اسکا ـ زو تھاما۔۔اس نے اچنبھے سے اسکو دیکھا۔حس کو سہاروں سے ـ ت تھی صرف عینا منصور حیات تھی جس کے ـ ٹھائے ہوئے ہاتھ کو وہ تھام لیا کرتـ تھا۔وہ اپنا بوجھ اس پـ ڈال دیـ کرتـ تھا۔وہ اسکے دیئے گئے سہارے پـ کھڑا ہو جاتـ تھا۔

وہ لوگ چلتے ہوئے . ہر آئے تو ا لڑکا ا بچے کو اٹھائے بھاگا آ رہا تھا۔اس نے اس بچے کو لا کر سٹیچر پ لٹا ۔اسکا تھوڑا سا پ اپ کرنے کے بعد اس بچے کو ایمرجنسی میں لے گئے۔ حسن اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ لڑکا کون ہے؟''اس نے اسی لڑکے پ نگاہیں جمائے پوچھا۔

''دہشتگرد۔''عینا زخمی سا ہنس دی۔حسن نے دن موڑ کر دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔''ہاں یہ وہی دہشتگرد ہیں جن کو تم نے اپنے قید خانوں میں رکھا ہوا تھا۔آج دیکھو دہشتگردی کر رہے ہیں۔لوگوں کی ،معصوم بچوں کی جا بچا کر۔''

حسن کے پیروں تلے زمین کھسک گئی تھی۔

صفا کی آ کھلی تو کمرہ خالی تھا۔اس نے اپنے . جا . دیکھا وہ نہیں تھا۔کمرے کا پ دہ ہٹا ہوا تھا. لکونی جو سامنے لان میں کھلتی تھی وہاں سے روشنی آ رہی تھی جبکہ جو . لکونی لان کے عقبی طرف تھی اسکا پ دہ ا ہوا تھا۔وہ بیڈ پ ٹ ہی سارے کمرے کا جا ہ ۔ لگی۔کتنے دن وہ اس کمرے سے دور رہی تھی۔اس کمرے کے سرمئی اور سیاہ رنگو ں کو آج وہ غور سے دیکھ رہی تھی۔کمرے کی ہر شے ۔ تو سیاہ تھی ۔ سرمئی صفا دیکھ کر ٹھٹکی۔

''آئی ڈونٹ لائ ے۔''

اس وقت وہ ان الفاظ پ غور نہ کر سکی تھی کیو اسکی سوچیں محدود ہو چکی تھیں ہر وقت ا ۔ خوف اسکو گھیرے رہتا تھا۔ آج وہ ا نئے ا از سے اس کمرے کو دیکھ پ رہی تھی۔ا ا. اہیم کو ے ر پسند نہیں تھا تو اس نے کمرے کی ہر شے کو سیاہ اور سرمئی رنگوں سے کیوں مزین کیا ہوا تھا؟ا عجیب وغر . سا سوال صفا کے دماغ میں اٹھا تو وہ حیرت سے ہر شے کو دیکھنے لگی وہاں واقعی تیسرا ر موجود نہیں تھا۔

عقبی حصے والی . لکونی کا پ دہ ہلا تو کمرے میں روشنی منعکس ہوئی۔یوں ہی وہ سوچتی رہی کہ اچا ۔ مردانہ آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

وہ شا عقبی حصے والی . لکونی میں کھڑا کسی سے فون پ . ت کر رہا تھا۔صفا ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور کمرے کو ۔ ٹ سا دیکھے گئی۔

''کیا مطلب ہے ر کی طرف جا رہے ہیں؟''وہ اس وقت مضطرب سا دکھائی دیتا تھا۔ماتھے پ بل پڑے ہوئے تھے اور شربتی آنکھوں کے شعلے آج نے کتنے دنوں بعد روشن تھے بلکہ دہک رہے تھے۔وہ ٹی شرٹ اوزر اور جو ز پہنے فون کان سے لگائے اور دوسرا ہاتھ ماتھے پ پھیرتا ہوا کسی کی . ت سن رہا تھا۔

''. بنس مائی فٹ۔۔!! کیا وہ لوگ نہیں جا کہ جن سے وہ لوگ کارو . رکر رہے ہیں ا ہاتھوں پ معصوموں کا خون ہے؟''وہ کسی . ت کے جواب میں بولا تھا۔ مقابل کی آواز اب سپیکر کے پ رسنی جا سکتی تھی۔

''ان لوگوں کو کارو . رسے غرض ہے۔وہ لوگ ہمسایہ ممالک اور د میں اپنا امیج قائم ر کے لئے اسرا کو تسلیم نہیں کر رہے وہ لوگ اب ا نئے ایجنڈے پ کام کر رہے ہیں اور وہ ہے ر ۔اس سے یہ ہوگا کہ وہ لوگ ز ن سے اسرا کو تسلیم نہیں کریں گے ا ساتھ لین دین کریں گے۔ا جہاز اسرا اور اسرا کے جہاز ا ملکوں میں ا یں گے۔وہ لوگ ا اپنے سفارتخانے ا دوسرے کے ملکوں میں کھولیں گے اور کار . رکو فرو ۔ دیں گے۔یہی منصوبہ ہے ان لوگوں گا۔''

''اور ہماری کا ز کا کیا؟''وہ بکھرا سا بولا جیسے کہ ساری محنت رائیگاں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔

''ہماری کا ز کا یہ ہوگا کہ جو لوگ تھوڑا بہت اسرا کا وہ چہرہ دیکھنے کے قابل ہوئے ہیں وہ بھی جا رہے گا۔وہ لوگ کہیں گے دیکھو۔!! تمہارے بھائی ممالک تو ان کے ساتھ کارو . رکر رہے ہیں اس لئے یہ جو کشی کارو . تم لوگ روتے ہو پہلے ا سامنے جا کر روؤ۔پہلے ان سے کہو کہ اسرا کا . بائیکاٹ کریں پھر ہم سے کہنا۔یہ وہی . ت ہو جائے گی ا. اہیم کہ ہمارے اپنے ہی ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپیں گے اور ہم کسی کو اپنا زخم نہیں دکھا گے۔''

''ضرار۔!! ضرار۔!!''وہ مضطرب سا ۔ا چا ۔ اسکی آواز بلند ہوئی تو ا ر بیٹھی صفا بھی ٹھٹکی۔''ہم لوگ کسی قیمت پ بھی ایسا نہیں ہونے دے ۔تم کما ڈ ر سے رابطہ کرو۔ان لوگوں کا کیا منصوبہ ہے مجھے آ گاہ کرو۔'' اس نے ا ب پ قابو پ تے ہوئے کہا۔

''میں کرتا ہوں کچھ۔ اور ہاں۔'' کہتے کہتے ضرار رکا۔

''کیا؟''ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''وہ حسن۔!!''

''کیا حسن؟''ا. اہیم کے . بھنچ گئے۔

''وہ اس وقت غزہ میں عینا کے پ س ہے۔''

''جا ہوں۔''ا. اہیم نے سامنے لان میں دیکھتے ہوئے جواب د ۔

''یعنی تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟''ضرار حیران ہوا۔

''وہ اپنی بیوی کے پ س ہے۔ مجھے کیا اعتراض ہوگا؟''

''ا. اہیم۔!''ضرار کو اپنے کانوں پ یقین نہیں آ تھا۔

''قادر سے . ت ہوئی تھی۔ وہ اپنے کالے دھندے بند کر رہا ہے شای اسکو عقل آ گئی ہے۔''ا. اہیم کا لہجہ مدھم سا تھا۔

''عقل اور اسکو؟ ممکن؟''ضرار نے . ت ہوا میں اڑا دی۔ا. اہیم ت چھا سا مسکرا د ۔

''مجھے چہرے پ ھنے آتے ہیں ضرار۔!! جس دن وہ یہاں آ تھا اسی دن میں نے دیکھ لیا تھا اسکی آنکھوں میں کچھ . لا ہوا تھا۔ اور ویسے بھی عینا اس سے محبت کرتی ہے ۔ ہوسکتا ہے اسکی محبت کا کوئی معجزہ ہو َ ہو؟''اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا محبت بھی معجزے کرتی ہے؟''ضرار نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ محبت معجزے کرتی ہے ضرار بلکہ محبت خود ا . ڑا معجزہ ہے۔ محبت ز ندگی دیتی ہے۔''وہ کسی ٹ انس کے تحت بولا۔ ضرار خاموش ہو َ ۔''محبت قدرت کے رازوں میں سے ا . ڑا راز ہے۔ یہ مردہ روحوں کو بھی ت زہ دم کر دیتی ہے اور بنجر دلوں کو زرخیز کر دیتی ہے۔ . اہل قلب محبت کا کلمہ پ ھتے ہیں تو پھر وہ اہل بن جاتے ہیں۔''

''تمہاری یہ . تیں میری سمجھ سے . ہر ہیں۔''ضرار جھنجھلا ۔ا. اہیم ہنس د ۔۔دفعتاً اس نے مڑ کر دیکھا تو ا پل کے لئے منجمند ہوا۔

''واٹ دا''وہ مو ئل بند کر کے فوراً اسکی جا . پ ۔

''یہاں کیا کر رہی ہو؟''وہ جو ریلنگ کو تھام کر آہستہ آہستہ چل رہی تھی وہیں رک گئی۔

''ویسے ہی آپ کو دیکھنے آئی تھی۔''ا. اہیم نے اسکے د زو گھما اور اسکو لئے کمرے میں آ ۔

''میں یہیں تھا آواز دے دیتی۔''اسکے لہجے میں . می آ گئی تھی۔

''ویسے ہی دل کر رہا تھا چلنے کا۔''وہ اسے بیڈ پ بٹھانے لگا تو صفا نے بے چارگی سے اسکی جا . دیکھا۔ا. اہیم اسکی ملتجی آنکھوں میں دیکھ َ ۔اور پھر مسکرا کر اسکو سہارا دے کر کھڑا کیا۔

''آؤ پھر۔''اس نے کہا تو صفا نے خوشی سے اسکی جا . دیکھا۔ وہ اب اسکو سہارا دیئے کمرے میں ہی اسکی چہل قدمی کروا رہا تھا۔''اب ٹ َ کا زخم تو کافی حد تک بھر چکا ہے۔ پ وں میں تکلیف تو نہیں ہے ں؟''ا. اہیم نے چلتے ہوئے پوچھا۔ صفا نے میں سر ہلا ۔ اسکے . ہم یو تھے شای تکلیف کی وجہ سے۔

''کل س آئے گی ڈریسنگ کے لئے ا آج کوئی مسئلہ ہے تو بتا دو آج بھی چلے جا گے ا پ ل۔''ا. اہیم نے ا ہاتھ اسکے د ھمائل کیا ہوا تھا جبکہ ا ہاتھ میں اسکا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ صفا خاموشی سے چلتی رہی۔''بولو۔!!''اس نے رک کر َ دن جھکا کر اسکا چہرہ دیکھا تو وہ درد کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔''صفا۔!!''اس نے پ یشانی سے اسکا کندھا ہلا ۔ صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

''ر۔!! پ گل ہو تم؟''وہ اسکو لئے فوراً بیڈ پ آ ۔ اسکو بٹھا ا اور ڈریسنگ کا سامان لے کر آ ۔ا. آئنمنٹ نکال کر اسکے پیروں پ لگانے لگا۔ وہ خاموشی سے بیٹھی رہی

آنکھوں سے آ بہتے رہے۔ا. اہیم کے چہرے پ اضطراب تھا پ یشانی تھی۔آ لگا کر وہ اٹھا اور مو ئل نکال کر فون ی۔

''ہیلو۔!! ہاں آج ہی س کو بھیجیں آج ہی ڈ ریسنگ کروانی ہے۔'' اس نے کچھ ہدا یت دیں اور اسکے پ س آ کر بیٹھا م می سے اسکا ہاتھ پکڑا۔اسکے آ صاف کئے اور اسکے ہاتھ پ دوسرا ہاتھ رکھ کر د ۔۔یہ تسلی اور اعتماد کی ز ن تھی۔

''کیا ہوا ہے؟ کیوں پ یشان ہو؟ ا ز یدہ تکلیف ہے تو چلتے ہیں ن ڈاکٹر کے پ س۔'' وہ م گوئی سے بولا تھا۔صفا خاموشی سے اسکو دیکھے گئی۔آنکھوں سے ر ر نمکین مائع بہہ رہا تھا۔

''دیکھو۔!! چلنا پھر بے شک ضروری ہے ورنہ تمہارے جوڑوں کا مسئلہ بن سکتا ہے اور بیڈ سول کا بھی خطرہ ہو تا ہے ا ہی جگہ پ ے رہنے سے اسکا مطلب یہ نہیں کہ تم خود پ کوئی د وڈالو۔جتنا آ سانی سے چل سکتی ہو اتنا ہی چلو۔جہاں لگے کہ بس اب مز نہیں وہاں رک جاؤ۔'' وہ م می سے سمجھا رہا تھا۔

''یوں خود کو تکلیف دیتی ہو تو مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے ن۔۔'' وہ بے بسی سے بولا تھا۔

''میں تکلیف کا ہوں؟'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

''نہیں نہیں۔ لکل نہیں۔تم تکلیف کا نہیں ہو صفا۔تمہاری تکلیف میری تکلیف کا ہے۔'' وہ اسکی ت پ ش د ر ہ ی تھا۔

''ا ہی ت ہے ن کہ میری وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔''

''نہیں، تمہاری وجہ سے نہیں، تمہاری خاطر تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ تمہیں درد ہو تا ہے میں بھی بے چین ہو جا تا ہوں۔اس فرق کو سمجھو۔'' وہ جا تھا اسکی حا پھر بھی وضا دے رہا تھا۔

''میں بچوں کے کمرے میں نہیں جا سکتی۔'' اسکی آواز بھرا گئی۔

''تو کیا ہوا۔ بچے یہاں آ جا گے۔''

''میں ا ساتھ کھیل نہیں سکتی۔'' اس نے ہچکی لی۔

''وہ تمہارے ساتھ کھیل لیا کریں گے۔'' اس نے محبت سے اسکے آ پھر سے پونچھے۔

''میں۔میں کوئی اچھا لباس نہیں پہن سکتی۔'' اس نے ا اپنے ڈھیلے سے کرتے کو دیکھا جو کہ اسکے لئے خاص سلوا ی تھا جس میں اسکو کسی قسم کی چبھن ہو۔

''تم جو لباس پہنو گی وہی شا ار لگے گا۔''

''میرے ہاتھ۔یہ۔ صورت ہو گئے ہیں۔'' اس نے ا. اہیم کے ہاتھوں میں مقید اپنا ہاتھ دیکھا جس کی پشت پ جلے ہوئے کا ٹ اور بھدا سا ن موجود تھا۔

''کہاں ہیں صورت؟ مجھے تو بہت خوبصورت لگتے ہیں۔'' کہتے ہوئے ا. اہیم نے اسکے ہاتھ کی پشت کو لبوں سے لگا ی۔

''یہ تو بس آپ کہہ رہے ہیں۔'' وہ خفا سی ہوئی۔یعنی اب رنج خفگی میں ڈھل ی تھا۔وہ واپس آ رہی تھی۔

''ہاں تو۔تمہیں فرق بھی صرف مجھ سے ہی پ چاہیے۔ا میرے لئے تم ی ب ہو تو سمجھ لو کہ تم ی ب ہو۔''

'' میں تو صفا ہوں۔'' وہ خفگی سے مسکرا دی۔

ا. اہیم بے ساختہ ہنس د ۔اس نے ہنستے ہوئے میں سر جھٹکا۔وہ لڑکی سچ میں پ گل تھی۔وہ بھی نم آنکھوں اور ی ہوئے رخساروں سے ہنس دی تھی۔

''کیوں پ یشان کرتی ہو مجھے؟'' ا. اہیم نے ت سف سے کہتے ہوئے اسکا گال کھینچا۔

''جان بوجھ کر نہیں کرتی۔'' وہ منہ پھلائے چہرہ جھکا گئی۔''بس دل میں ر ر عجیب سے وہم آتے رہتے ہیں۔''

''مثلاً؟''

''مثلاً یہ کہ میں اب پہلے جیسی نہیں رہی۔نہ میں صحیح سے چل پھر سکتی ہوں، نہ میں ہر جا سکتی ہوں، اور۔اور میرا جسم۔بھدے نوں سے بھر چکا ہے۔'' ا ر پھر سے اسکا لہجہ رنجیدہ تھا۔ا. اہیم کو اس پ بے تحاشہ س آ تھا اور زہرہ پ ا ر پھر سے غصہ آ تھا۔ وہ محض جبڑے بھینچ کر رہ ی۔

پھراس نے آنکھیں بند کیں اور کھول دیں۔سامنے وہ سر جھکائے بیٹھی سوں سوں کر رہی تھی۔اسکا رونے کو جی چاہ رہا تھا وہ نہیں رو رہی تھی۔

''ادھر دیکھو۔!!''ا. اہیم نے اسکو تھوڑی سے پکڑ کر اسکا چہرہ سامنے کیا۔وہ اسکی جا. دیکھنے لگی آنکھوں سے پ نی ہنوز ٹپک رہا تھا۔

''ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں؟ابھی تمہارا علاج چل رہا ہے۔شکر کرو کہ تمہاری جان بچ گئی۔تم ز. ہ ہو ہمارے ساتھ ہو ہمارے لئے یہی کافی ہے۔اور رہی. ت چلنے پھرنے کی تو آہستہ آہستہ زخم بھر جا گے اور تم پہلے جیسی ہو جاؤ گی. لکل۔''صفا نے روتے ہوئے میں سر ہلا۔

''پہلے جیسی نہیں ہو پ ؤں گی۔''وہ سسکی۔

''کس. ت کا ز ہ غم ہے؟''ا. اہیم نے اسکے آ پو. ت ہوئے. می سے پوچھا۔

''میرا جسم۔''وہ ا. رپھر سے اپنے ہاتھوں کی پشت کو دیکھنے لگی۔

''ہمم۔ا. منٹ۔''ا. اہیم نے مو ئل نکالا اور کچھ گوگل کرنے لگا۔اس کے بعد اس نے ا. تصو. نکال کر صفا کے سامنے کی۔

صفا نے تصو. دیکھی تو اسکی آنکھیں پھیل گئیں اس نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روکنے کی کوشش کی تھی۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ا. اہیم نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے مو ئل ہٹا۔اور صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکے منہ سے ہٹا۔

پھر اس نے صفا کی ا. تصو. بنائی اور اسکو دکھائی۔وہ اس تصو. کو دیکھ کر رہ گئی۔اسکے. ل اسکے گال، ک، آنکھیں . اپنی جگہ پ تھے ہر شے صحیح سلامت تھی۔وہ خوبصورت تھی بشرطیکہ وہ اپنا. قی جسم نہ دیکھ ت۔

''جس لڑکی کی تصو. میں نے دکھائی ہے اسکی پ نچ سر. یں ہو چکی ہیں پھر بھی اسکا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے صفا۔جیسا تمہارا ردعمل تھا. تی لوگوں کا بھی یہی ردعمل ہو. ہوگا عموماً۔کیوں تم اس چیز کی. قدری کر رہی ہو جو تمہارے پ س ہے۔تمہارا یہ چہرہ، یہ سلامت ہے کیا یہ کافی نہیں؟اس لڑکی کا سارا جسم سلامت ہے اسکے چہرے پ تیزاب ا. اتھا اسکو پوچھو تو وہ کہے گی کہ بے شک میرا جسم جلا دو مجھے میرا چہرہ لوٹ دو۔''وہ اسکو دیکھے جا رہی تھی۔اور سن بھی رہی تھی۔ا. اہیم نے شیو کر لی تھی اسکے نکھرے سے ش اور اسکا خوبصورت وجیہ چہرہ صفا کی توجہ اپنی جا. مبذول کروانے کے لئے کافی ہو. تھا۔وہ نہ بھی کچھ کہہ رہا ہو. ت. بھی وہ اسکو. ں بناء تھکے دیکھ سکتی تھی۔

''جو موجود ہے اسکی قدر کر. سیکھو۔جو بچ. ہے اسکو سنبھالنا اور اسکا شکر ادا کر. سیکھو۔ورنہ جو نعمت تمہارے پ س ہے وہ بھی چھین لی جائے گی۔''

''میں جا ہوں۔''وہ منمنائی۔''بس خود بخود یہ خیالات آ جاتے ہیں دل میں۔''

''جا ہوں، سمجھتا ہوں۔یہ قدرتی چیز ہے اور اس سے. میں تمہیں تھوڑا وقت لگے گا۔ . بھی ایسا کوئی خیال آئے تو ان وکٹمز کو یاد کر. جو تم سے بھی. ت حا ت میں ہیں۔پھر تم جہاں صبر نہیں کر پ رہی تھی وہاں شکر ادا کر. شروع کر دو گی۔ہمم؟''اس نے کسی شفیق استاد کی طرح سمجھایا تھا کچھ. تیں صفا کی سمجھ میں آ بھی گئی تھیں۔ یہ انسکیورٹیز آہستہ آہستہ ختم ہو. تھیں۔

''کیا کھاؤ گی. شتے میں۔''اس نے صفا کا گال چھو کر پوچھا۔

''دل نہیں کر رہا۔''

''میڈیسن لینی ہے. ں۔''

وہ منہ بنائے سوچنے لگی اسی دوران کمرے کے دروازے پ دستک ہوئی۔

''آ جاؤ۔!!''ا. اہیم نے اجازت دی تو مرجان اور دینا کھڑے تھے۔دینا کو منال صبح ہی اپنے پ س لے گئیں تھیں اور اب وہ مرجان کا ہاتھ پکڑے کھڑی تھی۔وہ دونوں چلتے ہوئے صفا کے پ س آئے۔مرجان نے ایڑھیاں اٹھا اور اپنا گال سامنے کیا۔ا. اہیم نے بھنویں سکیڑیں۔صفا نے مسکرا کر اسکا گال چوما۔

''شکریہ پ یٹی لیڈی۔''وہ اپنی مارننگ کس. یٹ تھا۔

''ریڈی نہیں ہوئے تم ابھی؟''ا. اہیم نے اسکو گھر کے کپڑوں میں دیکھ کر پوچھا اور دینا کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا۔دینا نے ذرا سا اٹھ کر ا. اہیم کا گال چوما۔جواباً ا. اہیم نے. رہا دینا کے پھولے ہوئے گال چومے تھے۔

''..۔بھائی چوٹ۔'' دینا نے آنکھیں بڑی کر کے بتایا۔ا. ابیم نے ا. وسکیٹر کر مرجان کو دیکھا۔

''کہاں چوٹ لگی ہے؟''

مرجان نے میں سر ہلایا۔

''اب تم مجھ سے جھوٹ بھی بولو گے؟ ادھر آؤ۔''ا. ابیم نے زرا سا ڈپٹ کر کہا۔مرجان اسکے پاس کھسک آیا۔ا. ابیم نے اسکا ہاتھ دیکھا جو اس نے ذرا اپنے پیچھے چھپایا ہوا تھا۔اسکی ہتھیلی سرخ ہو چکی تھی اور اس پہ بے شمار چھوٹے چھوٹے سے ٹ تھے۔

''واٹ از دس مرجان؟''ا. ابیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔مرجان مسلسل سر جھکائے کھڑا تھا۔صفا نے ذرا آگے ہو کر دیکھا۔

''مرجان۔!! یہ کیا ہوا ہے۔؟'' وہ بھی بے چین ہوئی۔

''بولو مرجان؟''ا. ابیم کے لہجے میں فکرمندی اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

''وہ۔دراصل۔میں نے خود کو سزا دی تھی۔'' وہ . کاٹنے لگا۔

''واٹ؟''ا. ابیم کا منہ کھلا تھا۔

''ہاں۔وہ میں نے سارے کیڑے اپنے ہاتھ پہ رکھے انھوں نے تھوڑا تھوڑا ٹ کیا زیادہ نہیں۔اس لئے پھر میں نے وہی کیمیکل اپنے ہاتھ پہ ڈال دیا جو آپ کے شیو فوم میں تھا۔وہ مجھے زہرہ نے دیا تھا۔میں نے سارا آپکے فوم میں نہیں تھا۔بس ذرا سا تھا۔اس لئے ابھی آج میں نے اپنے ہاتھ پہ ڈال دیا۔ڈونٹ وری ..!بس ذرا سی جلن ہے ٹھیک ہو جائے گی۔'' مرجان نے مسکرانے کی کوشش کی۔''اتنا درد نہیں ہے جتنا آپکو فیل ہوا تھا کیونکہ آپکا چہرہ تھا اور چہرہ زیادہ حساس ہوتا ہے۔ میں نے اس ہاتھ کو سزا دی کیونکہ میں نے ان ہاتھوں سے غلطی کی تھی۔'' وہ سیاہ آنکھیں مٹکا کر بولا۔ا. ابیم کا چہرہ سفید پڑ گیا۔اسکا بیٹا کیا سے کیا بن چکا تھا۔زہرہ نے آخر اسکے ساتھ کیا کر ڈالا تھا؟ اسکی غلط لوگوں پہ بھروسہ کرنے کی عادت نے اس سے بہت کچھ چھین لیا تھا جن میں سے ایک چیز مرجان کی معصومیت بھی تھی۔صفا کی آنکھیں نم تھیں وہ رونے کے علاوہ کر ہی کیا سکتی تھی۔

''ا. ابیم۔!! پلیز۔!!اسکو ہاسپٹل لے جا ۔'' وہ سسکی۔

''نو..۔!آئی ایم فائن۔'' اسکے چہرے پہ درد کے آثر تھے وہ ضبط کر رہا تھا۔

''چلو۔''ا. ابیم اٹھ کھڑا ہوا۔اور اسکو تقریباً گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔مرجان سست قدم اسکے ساتھ ہو لیا۔وہ نیچے آ دینا کو منال کے حوالے کر کے اسکا ہاتھ پکڑے اسکو لے گیا۔قوت ان دونوں کو جاتا دیکھے گیا اسکو بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے کیونکہ مرجان صبح ہوتے ہی کمرے سے نکلا تھا۔اور اب ا. ابیم کے ساتھ نیچے آ رہا تھا۔

ڈینیل کو یہودی رسومات کے مطابق دفنا دیا گیا تھا۔سفیرا قبرستان سے لوٹ رہا تھا راستے میں اسکو ایک چھوٹا سا فلسطینی جھنڈا زمین پہ پڑا ہوا ملا۔اس نے جھک کر اس جھنڈے کو اٹھا لیا وہ یقیناً کسی احتجاج میں استعمال ہوا تھا اور پھر اسکو ایسے ہی کوئی کر گیا تھا۔سفیر نے جھنڈے کی مٹی صاف کی اور اسکو لبوں سے لگایا۔پھر یوں ہی اس نے اسکو تہہ کر کے اپنی..میں رکھ لیا۔

وہ واشنگٹن کی سڑکوں پہ چلتا جا رہا تھا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر کو جھکائے سوچوں میں گم۔

''سفیر میں تمہاری شادی دھوم دھام سے کروں گی۔''

ادا اس وقت چھوٹے سے لاؤنج میں قالین پہ ہی بیٹھی تھی جبکہ سفیر اموکے ساتھ صوفے پہ بیٹھا تھا۔

'' پہلے تو میری شادی ہوگی ں۔'' اموفوراً ادا کی جا متوجہ ہوئی۔ادا نے ماتھے پہ ہاتھ دے مارا جبکہ سفیر ہنس دیا۔

''اموا۔اموا۔!!میری پیاری اموا۔!!'' ادا نے مسکراتے ہوئے پیار سے ا پکارا۔'' آپکی شادی ہو چکی ہے اب سفیر بھائی کی شادی ہوگی۔'' اس نے اموکو یاد دلوانے

کی کوشش کی۔

''میری شادی؟ ہوئی میری شادی؟''

''امو۔!! بیس بچیس سال پہلے ہوگئی تھی۔'' ادا نے بے چارگی سے دنیا جانے والی سفیر ہنستا جا رہا تھا۔

''اچھا؟ پھر میرا دولہا کہاں ہے؟'' اب اموا گلے نقطے پہ اٹک گئی تھیں۔

''آپکا دولہا اللہ میاں کے پاس جا چکا ہے امو۔!!'' اس نے بات کو کھینچا۔

''اچھا؟ میرا دولہا مر گیا؟'' امو اداس ہوگئیں۔ ادا کی مسکراہٹ بھی سمٹ گئی جبکہ سفیر نے اپنی ماں کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''نہیں۔ وہ بس یہاں سے چلے گئے ہیں۔'' اس نے امو کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں۔ امو اور میں سفیر کی شادی کی بات کر رہی تھی۔'' ادا نے بات کو بدلنے کی کوشش کی۔

''نہیں امو۔! پہلے اس پٹیل کی شادی ہوگی پھر میری۔'' سفیر نے ادا کی جانب دیکھ کر کہا تو وہ پٹ گئی۔

''ایسے کیسے؟ میں چھوٹی ہوں۔ تم بڑے ہو۔ اس لئے پہلے تمہاری شادی ہوگی۔ پھر میں تمہاری بیوی سے خوب کام کروایا کروں گی۔'' اس نے ڈانٹ کر کہا سفیر کا منہ کھلا کا کھلا۔

''دیکھا امو۔!! اسکے اتنے خطرناک ارادے ہیں اسی لیے میں اسکی شادی پہلے کروں گا۔'' سفیر نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

''جی نہیں، پہلے تمہاری شادی ہوگی۔'' کہہ کر ادا نے گود میں رکھا ہوا کشن اسکو دے مارا۔

''ادا کی بچی۔'' سفیر اٹھ کر اسکو پکڑنے لگا جبکہ ادا اٹھ کر بھاگ گئی۔

'' یہ تو بتا دو کہ سفیر ہے کون؟'' امو نے ادا کو پکارا تو ادا نے بے بسی سے امو کو دیکھا جبکہ سفیر پھر سے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

گاڑی زن سے اسکے پاس سے گزری تو سفیر چھلانگ لگا کر سائیڈ پہ ہوا۔ ایک پل کے لئے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

''آر یو او کے؟'' روڈ کنارے کھڑے ایک آدمی نے پوچھا۔ سفیر نے اثبات میں سر ہلایا۔

''بی کیئر فل۔!!''

سفیر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور روڈ سائیڈ پہ چلنے لگا۔ ماضی سے حال میں واپس آنا ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ماضی میں واپس جانا ایسا ہی لگتا ہے جیسے ان کسی ٹائم مشین میں سفر کر رہا ہو۔ اور اس وقت میں واپس جا کر اپنوں کو دیکھتا ہے ان سے ملتا ہے آوازوں کو سنتا ہے تو وہ حال سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ پھر حال خواہ کتنا ہی خوبصورت ہو اسکو بس ماضی کی تلاش ہوتی ہے اسکو ماضی چاہیے ہوتا ہے اسے بس ماضی کی طلب ہوتی ہے۔ یہ محض ایک طلب ہی ہوتی ہے۔ لاحاصل تمنا۔ اور کچھ نہیں۔!!

وہ لوگ آٹھ بجے گھر واپس پہنچے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی سلویٰ اور یوسف بھاگتے ہوئے آئے تھے۔ عینا نے حسن کا زوا بھی تھاما ہوا تھا۔ سلویٰ نے حسن کا مرجھایا سا چہرہ اور عینا کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔

''عینا کیا ہوا تھا حسن کو؟'' سلویٰ نے فکرمندی پوچھا۔

''بتاتی ہوں۔'' وہ اسکو لے کر آگے بڑھ گئی۔ حسن صوفے پہ لیٹ لگا تو عینا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا وہ وہیں رک گیا۔ ''وہاں نہیں۔ کمرے میں جا کر آرام کر لو۔'' وہ نرمی سے کہتی اسکو کمرے میں لے گئی۔ اے سی آن ہی تھا بچوں نے بند نہیں کیا تھا۔ انکا گھر اب کافی اچھا ہو گیا تھا حسن آئے روز ضرورت کی چیزیں لاتا رہتا تھا۔ عینا کے لاکھ کرنے کے باوجود اس نے گھر کو سامان سے بھر دیا تھا۔

''سو جاؤ کچھ دیر۔ کچھ کھاؤ گے؟ کچھ بنا دوں؟'' وہ بیڈ پہ بیٹھا جوتے اتار رہا تھا اور وہ سامنے مؤدب سی کسی روایتی بیوی کی طرح پوچھ رہی تھی۔ حسن نے نگاہ اٹھا کر

اسکو دیکھا اور کچھ لمحوں کے لئے دیکھتے رہے۔ عینا کو اسکی نگاہوں سے جھنجھلاہٹ ہوئی تو ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''یہی کہ بیماریاں بھی نعمت ہوا کرتی ہیں۔'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''شٹ اپ۔'' وہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی۔ حسن ہنس دیا اور پھر یوں ہی پلیٹ لیٹ رہے۔ وہ سر کے نیچے دونوں بازوؤں کا تکیہ بنائے چھت کو گھورتا رہا۔ اس وقت تھا۔ وہ یوں ہی دو دو دن تک بھی بے ہوش رہتا تھا۔ اور کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی تھی۔ اگر کبھی مغیث نے دیکھ لیا تو دیکھ لیا ورنہ وہ یوں ہی بے سدھ پڑا رہتا تھا۔ پھر اس نے خود ہی اپنا علاج شروع کر دیا ایسے سٹیرائڈز کے فارمولے بنوائے جو بڑی سے بڑی درد کی ٹیس کو بھی روک دیتے تھے جو اسکے دماغ کو کچھ لمحوں کے لئے سن کر دیتے تھے اور اسکو درد کی شدت محسوس نہیں ہوا کرتی تھی۔

لیکن آج۔ آج وہ تکلیف میں تھا تو اس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر اس دوا تک پہنچ پاتا، وہ اتنا بے بس تھا کہ کسی کو آواز تک نہیں دے پا رہا تھا۔ آج اللہ نے اسکو بے بس اور بے سہارا نہیں چھوڑا تھا آج ایک عورت تھی جو اسکی محرم تھی جس نے اسکو وقت پہ سنبھالا اور اسکی جان بچائی۔ وہ اسکے لئے بے چین ہوئی شاید دعا بھی کرتی رہی تھی۔

وہ ان لمحات کو محسوس کر پا رہا تھا۔ دل پہ جمی سیاہ مزید پہ گہ لگی تھی نور اپنی جگہ بنا رہا تھا۔

''کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟'' اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو وہ دونوں ادھ کھلے دروازے میں کھڑے تھے۔ بے اختیار لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آ جاؤ۔!!'' اسنے اجازت دی تو وہ دونوں سست قدم اٹھاتے اسکے پاس آئے۔ یوسف کو اس نے کھینچ کر اوپر کیا اور اپنے اوپر بٹھا لیا۔

''کیا ہوا میرے شیر؟'' اس نے یوسف کا پھولا ہوا گال کھینچا۔

''تم بیمار ہو؟'' یوسف شاید اسکی حالت پہ پریشان تھا۔ سلویٰ بھی اسکے سرہانے آ کر کھڑی ہوئی اس نے اپنا ننھا سا ہاتھ حسن کے سر پر رکھا۔ اس نے ٹھٹک کر دیکھا۔

''تمہارا سر درد دوں؟'' سلویٰ نے پوچھا تو حسن کچھ پلوں کے لئے سن پڑ گیا تھا۔ یہ تو کہیں بھی نہیں تھا نہ اسکے کسی منصوبے میں اور نہ ہی اسکی کسی امیدوں کی لسٹ میں۔ یہ جو بھی تھا اسکی امیدوں سے پرے تھا۔ وہ تو یہاں اپنی سزا پانے آیا تھا جو اسکو مل رہا تھا وہ تو نعمتیں تھیں۔ یہ نعمتیں تھیں کوئی سراب تھا؟ یہ بہت عجیب تھا۔

''کیا ہوا؟ تم پھر سے بے ہوش ہونے لگے ہو؟'' یوسف نے اسکو گم سم دیکھا تو اسکے چہرے کو ہاتھ لگا کر دیکھا حسن چونکا۔

''ہاں؟ نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔'' وہ پھیکا سا مسکرا دیا۔ سلویٰ اسکے سرہانے پڑھ کر بیٹھ گئی اور اسکا سر دبانے لگی۔ ''سلویٰ۔!! میں ٹھیک ہوں رہنے دو۔'' اس نے آج پہلی بار سلویٰ کا نام لیا تھا۔ سلویٰ کے ہاتھ تھمے۔

''مجھے چھوٹی لڑکی ہی کہا کرو۔'' وہ منہ پھلا کر بولی۔

''اچھا؟ وہ کیوں؟'' وہ ہنس دیا۔

''کیونکہ سلویٰ اموکہتی تھیں بس۔'' وہ اداس سے لہجے میں بولی تو حسن کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

''ٹھیک ہے چھوٹی لڑکی۔!!'' وہ مسکرا دیا۔

''کیا تم بیمار ہو؟'' یوسف اپنے سوال پہ اٹکا ہوا تھا۔ حسن نے اسکی جانب دیکھا۔

''نہیں، میں بیمار نہیں ہوں۔ بس کبھی کبھی سر درد کرنے لگتا ہے۔'' اس نے یوسف کا گال کھینچنا لازمی سمجھا اسکی یہی عادت تھی جس کی وجہ سے وہ حوریہ سے بھی ڈانٹ کھایا کرتا تھا۔ یوسف کا گال سرخیاں چھلکانے لگا تھا۔ یوسف نے اپنا گال رگڑا۔

''میں عینا کو بتاؤں گا کہ تم نے اتنی زور سے میرا گال کھینچا۔'' یوسف نے منہ پھلایا۔ حسن ہنس دیا وہ بھی جانے سے غزہ آیا تھا ضرورت سے زیادہ ہی ہنسا تھا۔

''اور ہے کہاں عینا؟'' وہ محظوظ ہوا۔

''وہ مارکیٹ گئی ہے۔'' سلویٰ نے سر دباتے ہوئے بتایا۔

''کیا کرنے؟''

''کہہ رہی تھی کوئی دوا ۔ جا رہی ہے تمہارے لئے۔''سلویٰ اسکا سرد ۔ تی رہی۔''اَ تمہیں کچھ چاہیے ہو تو مجھے بتا دینا میں لا دوں گی۔''

''تم لوگوں نے ۔ شتہ کر لیا؟''

''نہیں، عینا آئے گی تو بنائے گی ۔ ں۔''یوسف جھنجھلا کر بولا تھا۔

''تم لوگوں کو بھوک لگی ہے؟''

''ہم بھوک ۔ داش ۔ کرنے کے عادی ہیں۔''سلویٰ نے اسکو بتا ۔ لازمی سمجھا۔حسن کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ غزہ آ کر زیادہ ہنسا تھا یا زیادہ زخمی ہوا تھا۔اور زخم بھی ایسے جو پل پل اسکے وجود پہ لگتے تھے کسی کو نہیں آتے تھے۔

''کتنے ہوئے؟''وہ اس وقت ایمیڈ سٹور پہ کھڑی تھی۔

''پچاس شیکل۔''

آسمان پہ آج صبح صبح ہی بادل منڈلا رہے تھے۔اب تو گھٹا گہری ہو رہی تھیں۔سورج چھپ سا گیا تھا۔اب آہستہ آہستہ ہوا بھی چلنے لگی تھی۔

عینا نے رقم نکال کر دی اور بقایا لیا۔

''کیا وہ بیمار پڑ گیا ہے؟''وہ پلٹی تو ایرگ سامنے کھڑے تھے عینا نے مڑ کر اپنے عقب میں دیکھا کہ وہ کس سے بات کر رہے ہیں۔''برشوں میں ۔ تا رہا۔دو پہروں میں جلتا رہا۔بیمار تو پڑنا ہی تھا۔''وہ مسکرا رہے تھے انداز میں افسوس تھا۔عینا نے الجھ کر دیکھا۔

''مجھ سے کہہ رہے ہیں؟''

''ہاں ہاں۔وہ مہمان جو چوکھٹ پہ بیٹھا ہوتا تھا اب کچھ دنوں سے نہیں آتا۔کیا وہ بیمار ہے؟''عینا نے پلکیں جھپکیں۔وہ سٹور کے دروازے میں کھڑے تھے۔

''سائیڈ پلیز۔''اس نے عربی میں ہی کہا تھا۔وہ ایک طرف کو ہو گئے عینا بنا کسی بات کا جواب دیئے آگے بڑھ گئی۔

''اسکو معاف کر دو۔''پیچھے سے پکار آئی تو عینا کے قدم وہیں جم گئے وہ آگے نہ بڑھ سکی۔وہ سست قدم چلتے ہوئے آگے بڑھے اور اسکے پاس آ کر کھڑے ہو گئے وہ دونوں سٹور کے باہر روڈ سائیڈ پہ کھڑے تھے۔

''آپ اسکو کیسے جانتے ہیں؟''عینا اب کی بار ٹھٹکی تھی۔وہ مسکرا دیئے۔

''ملاقات ہوئی تھی اس سے۔''

''کیسی ملاقات؟''

''ملاقات تو بڑی سادہ ہوئی تھی اس سادہ سی ملاقات میں بھی اپنے ابا رتا کا احوال بتا کر گیا تھا۔''

''وہ بہت باہمت ہے۔لوگوں کو باتوں میں الجھانے کا ہنر ہے اسکے پاس، آپ اسکی باتوں میں نہ آئیے گا۔''عینا نے نگاہ پھیر لی وہ مسکراتے رہے۔

''باتیں تو ہر کوئی کرتا ہے تاثیر ہر کسی کی باتوں میں نہیں ہوتی۔''

''وہ تاثیر ڈالنا جانتا ہے۔فریب اسکی ہتھیلی پہ رچتا ہے۔''عینا نے سر جھٹکا۔

''چلو چھوڑ دو۔اب جانے دو۔اسکو معاف کر دو۔''وہ سامنے سے بولے تو عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔

''میں اسکو معاف کر بھی دوں تو فائدہ نہیں کیونکہ وہ میرے علاوہ بہت لوگوں کا گنہگار ہے اور جن کا وہ گنہگار ہے وہ لوگ مر چکے ہیں وہ چاہ کر بھی ان سے معافی نہیں مانگ سکتا۔میرا وہ محرم ہے میں اس سے محبت کرتی ہوں وہ میرا مجرم نہیں ہے وہ جن کا مجرم ہے وہ اسکو اب سکون نہیں دیتے۔''عینا نے تکان سے کہا تھا۔دل کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے تھے۔ٹھنڈی ہوا اب اسکے لباس کی تہوں کو اڑا رہی تھیں۔اس نے اپنے اڑتے ہوئے سکارف کو پکڑا اور دوبارہ چہرے کے گرد لپیٹا۔

''تو اس میں کیا بڑی بات ہے اگر وہ تمہارا مجرم نہیں ہے تو بات ختم۔''

'' وہ۔''

''قی کی معافی اسکو اللہ دے دے گا۔'' انھوں نے کندھے اچکا دیئے۔

'' اللہ بندوں کے حقوق معاف نہیں کرتے۔'' عینا بڑبڑائی۔

''اس نے جہاں میں گناہ کئے ہیں اس لئے اللہ معاف کر دے گا۔''

''وہ جاہل نہیں تھا۔۔وہ پڑھا لکھا ذہین مرد تھا جس کے پاس اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں تھیں وہ اچھے خاندان سے تھا جہاں اسکو صحیح غلط کا فرق سمجھایا جاتا تھا پھر یہ کیسی گمراہی تھی کہ وہ اپنی حدود کو بھلا بیٹھا؟ وہ ان تو نہ تھا۔!'' عینا کی آواز میں مایوسی تھی۔

''مایوسی تو شیطان ڈالتا ہے دلوں میں۔۔کیا تم نے اپنے دل میں شیطان کو جگہ دے رکھی ہے؟'' انھوں نے اچانک پوچھا تو عینا نے جلدی سے میں سر ہلایا۔''تو پھر؟ کیوں روکا ہوا ہے روشنی کو اس تک پہنچنے سے اور خود سے گرنے سے؟''

عینا نے الجھ کر دیکھا۔

''دیکھو۔!!اگر تم کہتی ہو کہ وہ ہدایت پر تھا پھر بھی سرکشی کرتا رہا تو بیٹا۔!! جو سرکشی کرے وہ ہدایت پر نہیں ہوتا۔وہ بھٹک کر ہی گناہ کرتا ہے اور ٹھوکروں کو واپس آنے سے نہیں روکا جاتا۔''

'' ۔''

''میری بات مکمل نہیں ہوئی۔'' عینا خاموش ہو گئی۔''تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آدمؑ سے بڑھ کر کسی کے پاس علم نہ تھا۔کیونکہ اللہ نے ان کو وہ سارے علوم سکھائے تھے جو فرشتوں سے بھی اعلیٰ بناتے تھے۔اس طرح آدمؑ جنکی تعلیم و تربیت خود اللہ پاک نے کی، کیا تمہیں لگتا ہے کہ کسی اور کا علم آدمؑ سے بہتر ہو سکتا تھا؟''

عینا نے میں سر ہلایا۔

'' دیکھو۔!!ان سے بھی غلطی ہوئی۔ابلیس نے ورغلایا جس کے نتیجے میں انھوں نے وہ پھل کھا لیا جس کے درخت کے پاس جانے سے بھی اللہ نے منع کیا تھا۔'' کہتے ہوئے انھوں نے انگلی کھڑی کی۔'' ان میں اور ابلیس میں یہی ایک فرق تھا کہ آدم پچھتاوا ہوا جبکہ ابلیس کو پچھتاوا نہیں ہوا۔اس لئے آدم ہونے کی نبی ہے پچھتاوا۔ جبکہ ابلیس کی نبی ہے اڑ جانا۔اپنی غلطی پہ اڑ جانا اور اس سے پیچھے ہٹنے کے بجائے اپنے ہی خالق کو چیلنج کر دینا۔'' عینا کی سوچیں کسی بے لگام گھوڑے کی مانند دوڑنے لگی تھیں۔اس نے حسن کے ساتھ کیا کر دیا تھا۔وہ پچھتاوے کی آگ میں جل رہا تھا۔وہ سکون کی تلاش میں تھا یعنی اسکو پچھتاوے نے بے سکون کر دیا تھا۔حسن کو راہ دکھانے کی بجائے اسکو امید کا جگنو تھمانے کی بجائے اس نے حسن سے ہر وہ آس چھین لی جو اسکو اکے قریب کر سکتی تھی۔

''میرے ا۔'' عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ ابلیس سے آدم بن رہا تھا عینا نے اسکی کاوش کو محض فریب جانا۔اسکو ٹھکرایا۔اور اپنا بھی توازن کے ساتھ اسکو کبھی معافی نہیں ملے گی۔

''اب تم خود سوچو کہ وہ ابلیس ہے یا آدم؟'' رگ کی آواز پہ وہ سوچوں کے بھنور سے نکلی۔اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

''تو۔کیا۔اسکو معافی مل سکتی ہے؟'' عینا کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

''معاف کرنا اللہ کا کام ہے وہ آدم کو معاف کر دیتا پھر خواہ اس نے کوئی بھی گناہ کیوں نہ کیا ہو شرط ہے کوشش، اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا عہد اور مغفرت کی طلب۔''

''یعنی۔یعنی۔اللہ حقوق العباد بھی معاف کر دے گا؟'' اس نے آنکھیں رگڑیں۔

''جہاں میں کیا ہر گناہ معاف ہوتا ہے بس توبہ سچی ہونی چاہیئے۔'' وہ مسکرا کر بولے۔عینا نے انکا بوڑھا جھریوں والا ہاتھ پکڑا اور اسکی پشت پہ بوسہ دیا۔

''شکریہ۔بہت بہت۔بہت۔شکریہ۔'' ٹھنڈی ہوا کا تازہ سا جھونکا آیا جس میں مہک تھی عجیب سی مہک وہ مہک بہت بھلی تھی۔شاید وہ مہک امید کی تھی سکون

کی تھی اور قبولیت کی تھی۔ وہ آسودگی کی مہک تھی۔

انھوں نے مسکرا کر عینا کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''اگر کوئی پلٹنا چاہے تو اسکے لئے راستہ ہموار کیا جا سکتا ہے مزید مشکل نہیں۔''

''ہمم۔ سمجھ گئی۔'' عینا نے خوشی سے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اس وقت اپنے ایمرجنسی میں بیٹھے تھے۔ نمرس اسکے ہاتھ کی ڈریسنگ کر رہی تھی اور ابیم اسکے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ ابیم مرجان کی ہمت پہ حیران تھا اس نے ایسی کسی بھی نہیں لی تھی وہ ضبط کئے بیٹھا رہا۔ ڈریسنگ مکمل ہوئی تو وہ دونوں اٹھ کر ڈاکٹر روم میں آ گئے۔

ڈاکٹر نے اسکو دوا لکھ کر دے دی۔

''کیا سائیکاٹرسٹ کی اپائنٹمنٹ مل سکتی ہے؟'' ابیم نے پریسکرپشن پکڑتے ہوئے پوچھا تو مرجان نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔ ڈاکٹر نے بھی حیرت سے ابیم کو دیکھا۔

''۔۔!! مجھے نہیں لگتا کہ آپکو سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔'' اس نے معصومیت سے کہا تو ابیم نے اچنبھے سے اسکو دیکھا۔ ''آئی نو۔ کچھ دنوں سے آپ بہت پریشان رہے ہیں مجھے آپ بالکل پرفیکٹ لگ رہے ہیں اس لئے نو نیڈ ٹو کنسلٹ اینی سائیکاٹرسٹ۔'' اس نے دوستانہ انداز میں کہا تو ابیم نے ابرو اٹھائے جبکہ ڈاکٹر مرجان کی باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''میں اپنے لئے نہیں تمہارے لئے اپائنٹمنٹ لے رہا ہوں۔'' ابیم نے خفگی سے کہا تو مرجان کا منہ کھلا۔

''۔۔!! میں آپکو کہاں سے پاگل لگتا ہوں؟''

''ہاں مسٹر گورسی۔ ہی از پرفیکٹلی فائن۔'' ڈاکٹر بھی الجھا۔

''کسی کی باتوں میں آ کر اپنوں کو تکلیف دینا اور پھر احساس ہونے پہ خود کو چوٹ پہنچانا۔ یہ ایسی نفسیاتی مریض کی نشانیاں ہیں ڈاکٹر صاحب۔!! اور مجھے اپنے بیٹے کے لئے ایک دنفسیاتی ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔'' اس نے جبڑے بھینچ کر کہا تو ڈاکٹر نے سر جھٹکا۔

''اٹس اوکے۔۔ وہ بچہ ہے۔''

''اس کی کس بات سے ابھی آپکو اندازہ ہوا کہ یہ بچہ ہے؟'' ابیم طنزیہ مسکرایا۔ ڈاکٹر بھی ہنس دیا۔ واقعی اسکو وہ آٹھ سالہ مخلوق کہیں سے بھی بچہ نہیں لگی تھی۔

''کہہ تو ٹھیک رہے ہیں آپ پھر بھی اکثر بچے ایسی حرکتیں کر جاتے ہیں۔'' ڈاکٹر قدرے سنجیدہ ہوا۔

ابیم نے بھی مرجان کو دیکھا جو مزے سے اسکی جانب دیکھ کر آنکھیں مٹکا رہا تھا۔ ابیم نے سر جھٹکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ دونوں باہر پیٹ کوریڈور میں چلے آ رہے تھے۔

''سوری۔۔!!'' مرجان چلتے چلتے منمنایا۔

''اگر کوئی زہریلا کیڑا تمہیں کاٹ لیتا تو؟'' ابیم کے لہجے میں فکر تھی۔

''وہ بس کچھ سٹریٹ کرالرز تھے۔۔'' وہ بے فکر سا بولا تو ابیم نے حیرت سے اسکو دیکھا ڈرنے جیسی چیز نہیں تھی اس مخلوق میں۔

''تمہاری تو کاکروچ دیکھ کر جان جاتی تھی اتنا بڑا اسٹنٹ کیسے کیا تم نے؟'' وہ دونوں گاڑی تک پہنچ گئے تھے۔

''وہ۔ دراصل۔'' مرجان نے ہونٹ کاٹے تو ابیم نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا اور پھر اسکو اٹھا کر بونٹ پہ بٹھایا۔

''آؤچ، ۔۔ یہ گرم ہے۔'' وہ اچھلا ابیم نے اسکو گھوری سے نوازا۔

''بتاؤ اب۔'' وہ اسکے دائیں ہاتھ جمانے لگا تو اسکو اندازہ ہوا کہ گاڑی واقعی گرم تھی۔

''یہ واقعی م ہے۔'' مرجان نے ا. اہیم کے ہاتھ پکڑے اور اسکی ہتھیلیوں پ پھونکیں ماریں۔ا. اہیم نے اسکو گود میں اٹھالیا۔

''اب بتاؤ۔'' اسکو آ کار مرجان پ س آ ی۔

''وہ مجھے ٹ اول نے کہا تھا کہ ڈر کا سامنا کر چاہیے جس چیز سے ڈرتے ہو اسکا سامنا کرو تو ڈر خود بخود ختم ہو جا ہے۔تم. ت ڈرتے رہو گے چیزیں تمہیں ڈراتی رہیں گی۔'' وہ ا ہی سانس میں بول ی تھا۔

''اور یہ ٹ اول کون ہے؟'' ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑیں۔

''میرا آن لائن گیمنگ پ ر ہے۔'' اس نے ا. اہیم کے دونوں گالوں پ ننھے ننھے ہاتھ ر ت ہوئے کہا تھا۔ کہ اسکا اشتعال نہ ٹ ھے۔اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوا تھا۔

''اگلے ا مہینے کے لئے تمہاری گیمز بند۔'' ا. اہیم نے حکم جاری کیا۔مرجان کا منہ کھل ی۔

''..!! آپ ایسا نہیں کر ت۔'' وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

''میں ایسا کر سکتا ہوں۔'' ا. اہیم نے مرجان کے دا گال میں دا ت گاڑ دیئے اس نے ا چیخ ماری۔جلد ہی اس نے دا ت ہٹائے تو مرجان کے گال پ اسکے دانتوں کی گھڑی سی بن گئی تھی۔

''چلو اب۔۔'' اس نے مرجان کو گاڑی میں بٹھا اور ٹھے سے مرجان کو لے کر چل د۔

وہ ساڑھے نو بجے واپس آئی تھی سامان ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔اسکی سانس پھولی ہوئی تھی وہ جلد از جلد حسن کے پ س پہنچنا چاہتی تھی۔اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو اسکو کچن سے کچھ کھٹ پ ٹ محسوس ہوئی۔وہ ٹھٹکی اور پھر قدم قدم چلتی ا ر آئی۔

وہ سامنے کھڑا کچھ پکانے میں مصروف تھا جبکہ یوسف کاؤنٹر پ بیٹھا تھا اور سلوئی ا کرسی پ کھڑی اسکو دیکھ رہی تھی۔عینا کی آنکھوں میں نمی در آئی اسکے دل میں عجیب سا احساس اٹھا تھا۔

اس نے سامان وہیں پھینکا تو حسن نے ٹھٹک کر اسکی جا دیکھا وہ دروازے میں. ت بنے کھڑی تھی۔حسن نے گھبرا کر اپنے چاروں طرف دیکھا سارا کچن بکھرا ہوا تھا ۔حسن نے کسی مجرم کی طرح دن ا جا ئی وہ اب اپنی سزا کا منتظر تھا۔

''ویل۔!! ہم صاف کر لیں گے۔'' اس نے سر کھجایا۔عینا نے آ پونچھے حسن نے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا وہ رو رہی تھی۔اس نے جلدی سے چولہا بند کیا اور اسکی جا مڑا اس سے پہلے کہ وہ اسکے پ س پہنچتا وہ پوری قوت سے آ کر اسکے ی سے ٹکرائی تھی۔حسن دو قدم لڑکھڑا۔

وقت جیسے وہیں تھم ی تھا ہر چیز اپنی جگہ منجمند ہو چکی تھی ہوا بھی تھم گئی تھیں وہاں ان دونوں کی دھڑکنوں کے سوا کوئی ساز نہیں گونج رہا تھا ا سا ں کے سوا کسی اور شے کی مہک نہیں تھی۔ہر شے جیسے مندمل ہو چکی تھی۔ہر منظر دھندلا چکا تھا ہر آواز خاموش ہو گئی تھی۔

سلوئی نے منہ پ ہاتھ رکھا جبکہ یوسف ی ٹ سا اپنی گول گول آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔دفعتاً اس نے سلوئی کو دیکھا وہ بھی ا ہی دیکھ رہی تھی اس لئے وہ پھر سے ان دونوں کی جا متوجہ ہوا۔

'' لٹل سپائے۔!!' اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

''شش۔!! پلیز۔ پ ہو جاؤ۔'' عینا نے اسکے ی پ اپنا گال ٹکاتے ہوئے کہا تو وہ خاموش ہو ی کیو حکم تھا۔اس نے کچھ د بعد عینا کی سسکیوں کی آواز سنی تھی۔ حسن کا اب دل گھبرا جو لبوں پ دلکش مدھم سی مسکراہٹ رقصاں تھی اب اضطراب میں ڈھل چکی تھی۔

''کیا ہوا ہے لٹل سپائے۔!! کسی کو کچھ ہوا ہے کیا؟'' وہ یہی سوچ رہا تھا شا انکا کوئی ٹیم ممبر کسی مشکل میں ہے۔ وہ بس روتی رہی۔اس نے روتے ہوئے حسن کی سفید ڈریس شرٹ کو بھگو کر رکھ د تھا۔اب وہ بھی پ یشان سا تھا۔

''آئی ایم سوری حسن۔!!''

اسکی ٹوٹی سی آواز آئی تو حسن نے اسکے سر کو سہلایا۔ وہ بھلا کس بات کی معافی مانگ رہی تھی۔

''تم کیوں معافی مانگ رہی ہو؟'' حسن نے اسکا سر سہلایا۔

''میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا۔''

''تم نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔''

''میں نے تم سے تمہارا سکون چھین لیا۔''

''میرا سکون تم سے وابستہ ہو چکا ہے۔اس لئے چھینا نہیں ہے بس۔تمہارے پاس ہے وہ۔'' اس نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

''میں نے تمہارے پچھتاوے کو بڑھا دیا۔''

''تم نے مجھے جھنجھوڑ دیا۔'' وہ اسکی اصلاح کر رہا تھا۔

''میں نے تم سے امید کا جگنو چھین لیا۔'' اب کی بار اس نے چہرہ ہر نکالا اور اسکی آنکھوں میں جھانکا۔حسن اس بار خاموش رہا تھا۔''میں نے تمہیں ہمیشہ کہا کہ تمہیں معافی نہیں مل سکتی حالانکہ میں ایسا کہنے والی کوئی نہیں تھی۔میں نے تمہاری معافی کی بھی شک کیا۔'' حسن الجھ کر رہ گیا تھا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔'' حسن نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے مضطرب سے لہجے میں پوچھا۔

''وہ معاف کر دیتا ہے حسن۔!!'' کہتے ہوئے وہ پھر سے اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔''ہم معاف نہیں کرتے۔'' وہ پھر سے رو دی۔حسن نے ایک گہری سانس خارج کی۔ اور اسکے گرد بازوؤں کا حصار بنایا۔وہ جھکا اور اسکے سر کو چھوا۔پھر یوں ہی اسکے سر پر اپنا گال ٹکا گیا۔

''جانتا ہوں۔۔اسکے بندے معاف نہیں کرتے،اس لئے میں اب انتظار کروں گا اس دن کا جس دن میرا سامنا ہر اس شخص سے ہوگا جس کا میں گنہگار ہوں۔تاکہ اس سے معافی مانگ سکوں۔اور اگر انھوں نے معاف نہ کیا تو میں اپنی سزا پانے کو تیار ہو جاؤں گا۔'' وہ گمبھیر آواز میں ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔''لیکن ایک بات طے ہے۔ میں اپنی سزا کاٹ کر واپس آؤں گا تو اپنی محرم کے پاس ہی لوٹوں گا۔کیا تم میرا انتظار کرو گی؟ نیل کی وادیوں میں؟ شہد کی نہروں کے کنارے بیٹھ کر؟ جھیلوں کے شفاف پانیوں کے پاس بیٹھ کر؟ خوبصورت سونے کے محل کے در و دیوار پر میرا عکس دیکھو گی؟ کیا تم وسیع دسترخوان پر بیٹھ کر مجھے یاد کرو گی؟'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔

عینا نے چہرہ اوپر اٹھایا۔

''اسکی ضرورت پیش نہیں آئے گی حسن۔!! کیونکہ اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔تم بس بھٹک گئے تھے اور ٹوٹے ہوئے شخص کے حقوق العباد اور حقوق اللہ کا حساب نہیں ہوتا وہ معافی مانگ کر لوٹ آئے اللہ کی طرف۔''

حسن نے پلکیں جھپکیں۔

''اگر تم سچے دل سے معافی مانگو گے تو وہ ایسا کیا،دو کیا،سینکڑوں قتل بھی معاف کر دے گا۔اور میں اس دنیا میں بھی تمہاری محرم تھی اور اس جہان میں بھی تمہاری محرم ہی رہوں گی۔ہم مل کر نیل میں اپنا محل تعمیر کریں گے۔''

حسن کی آنکھوں میں چمک آئی تھی۔ایک انی سی خوشی ایسی خوشی جو ہر غم پر بھاری تھی۔ایسی خوش خبری جو ہر خبری پر حاوی تھی۔ایسا امید کا جگنو جس نے دل کی ہر تاریکی کو کاٹ دیا تھا۔سیاہی چھٹ گئی تھی۔نور نے اپنی جگہ بنا لی تھی۔

''کیا واقعی؟''

''ہاں۔'' عینا نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

دل جگمگا اٹھا۔بجلی چمکی۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارا سات شروع ہو گئی تھی۔

کچن کی وہ کھڑکی جو کہ ہر راہداری میں کھلتی تھی وہ کھلی تھی جہاں سے سارا سات کو دیکھا جا سکتا تھا حسن نے بے اختیار گردن موڑ کر دیکھا ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی

پھوار بھی ا ٓ رہی تھی۔حسن کی آنکھوں میں نور تھا تشکر کا نور، امید کا نور، بخشش کی امید کا نور۔

یوسف سلیب پہ بیٹھا تھا وہ اسکی جا ٓ ہی دیکھ رہا تھا۔

حسن نے پلٹ کر عینا کو دیکھا جو کہ اسکو نو ٓ سنا کر اب پہ سکون سی اسکے حصار میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔حسن مسکرا ٓ۔اور اسکے چہرے پہ جھکا تھا۔

سلوٰی کی جا ٓ ان دونوں کی پشت تھی سلوٰی نے یوسف کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دی ٓ۔

وہ پ ٓ ٹ دوپہر ٓ رہ بجے گھر واپس پہنچے تھے۔ا ٓ ہیم ا ٓ ندر داخل ہوا اسکے ساتھ مرجان تھا جس کے ا ٓ ہاتھ پہ پٹی بندھی ہوئی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں ا ٓ پیکٹ تھا جس میں تقریباً ہر فلیور کی آئس کریم اور کچھ چاکلیٹس موجود تھیں۔

''ا ٓ ہیم۔!!اسکے ہاتھ پہ کیا ہوا؟اور تم لوگ صبح سے کہاں تھے؟''منال کچن سے نکلیں تو ان کو دیکھ کر ا ٓ پس چلی آ ٓ۔انھوں نے مرجان کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا۔ وہ منہ پھلائے کھڑا تھا۔

''اور یہ۔اسکے گال پہ کیسا ن؟''انھوں نے ا ٓ ہیم کی جا ٓ دیکھا جو کہ کھڑا ہو ٹ چبا رہا تھا۔

''منال۔!!یہ کیا بتا ٓ گے میں بتا ٓ ہوں۔''مرجان نے ا ٓ خفگی بھری نگاہ اس پہ ڈالی اور منال کی جا ٓ متوجہ ہوا۔''انھوں نے میرے پ ٓ ٹ کیا ہے دیکھیں کیسے ریڈ ہو رہا ہے۔''اس نے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔منال نے ٓ سف سے ا ٓ ہیم کو دیکھا۔

''اور یہ ہاتھ پہ کیا ہوا؟''اب کی بار مرجان نے تھوک ٓ ٹ ہوئے اپنے پ ٓ پ کو دیکھا۔

''ہاں ہاں۔بتاؤ یہ بھی اب۔''ا ٓ ہیم نے آنکھیں سکیڑیں۔

''منال۔!!یہ لمبی کہانی ہے پھر کبھی۔۔ابھی میری آئس کریم میلٹ ہو جائے پلیز۔''اس نے ٹ ٓ ی ہوشیاری سے ٹ ٓ ت گھما دی۔منال اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔جبکہ وہ اٹکلیاں بھر ٓ سیڑھیاں چڑھ ٓ ۔

''زلیخا اماں۔!!دو ٓ ول اور دو چمچ لے آئیے گا۔''ا ٓ ہیم نے کچن میں کھڑی زلیخا سے کہا تو وہ پ ٓ تن لے آ ٓ۔ا ٓ ہیم منال کو اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''جاؤ بھئی۔!!''انھوں نے ہاتھ جھلا ٓ اور ریموٹ اٹھا کر بیٹھ گئیں۔

۔۔.....۔۔

سکول ٓ اوٹ میں بچے کھیل رہے تھے ہاف ٹ ٓ ئم کے وقت اکثر بچے اپنے گھروں سے لا ٓ ئے کھا ٓ کھا رہے تھے کچھ کینٹین سے بھی لے کر کھا رہے تھے۔وہیں لان میں بینچ پہ نیلی آنکھوں والی لڑکی بیٹھی تھی گود میں ا ٓ چھوٹا سا ٹفن رکھے۔آج وہ کلاس میں بیٹھ کر نہیں کھا رہی تھی آج وہ لان میں تھی۔اس کے ٹفن میں ا ٓ چھوٹا سا سینڈوچ تھا۔ اس نے آدھا سینڈوچ کھا لیا تھا جبکہ آدھا ابھی ت ٓ کس میں موجود تھا۔وہ یوں ہی پ ٓ وں جھلاتی ہوئی کچھ فاصلے پہ کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ لو۔''کسی نے ا ٓ جوس کا ڈبہ اسکی جا ٓ بڑھا یا تھا۔آ ٓ ت نے نگاہ اٹھا کر دیکھا جو میرال کھڑی تھی ہاتھ میں دو جوس کے ڈبے پکڑے۔ا ٓ وہ پی رہی تھی اور ا ٓ اس نے آ ٓ ت کی جا ٓ بڑھا یا ہوا تھا۔

آ ٓ ت نے کچھ پلوں کے لئے اسکی جا ٓ دیکھا اور پھر سرد مہری سے نگاہ پھیر گئی۔

''نہیں چاہیے۔''وہ کہتی دو ٓ رہ اپنے ٹفن پہ جھک گئی ا ٓ چھوٹا سا نوالہ بنا ٓ اور کھانے لگی۔

''میں تمہارے لئے ہی لے کر آئی تھی۔''میرال کہتے ہوئے اسکے ساتھ ٹ ٓ گئی۔

''مجھے پیاس ہو گی تو میں پ ٓ نی پی لوں گی۔''وہ بنا ٓ اسکی جا ٓ دیکھے جواب دے رہی تھی۔

'' میرے ہاتھ سے جوس ی ٓ سے کیا ہو جائے گا۔''میرال کا چہرہ بجھ ٓ گیا تھا۔

''ہو سکتا ہے اس کے بعد مجھے پھر سے کوئی کڈ ٓ کر کے لے جائے اور وہ لوگ میری کڈنیز نکال کر نہ دیں۔''آ ٓ ت زخمی سا مسکرائی۔

''آ۔ ۔!!''میرال کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

''ہاں؟''آ۔ نے اب کی ر دن موڑ کر اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔میرال فوراً نگاہ جھکا گئی۔

''میں نے۔''وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

''پلیز۔مجھے اکیلا چھوڑ دو میرال۔''وہ سرد مہری سے کہتی ٹفن کس بند کرنے لگی۔

''اوکے۔میں چلی جاتی ہوں پلیز تم لنچ کرلو۔''میرال نے اسکا ڈبہ بند کرتا ہاتھ دیکھا۔

اس سے پہلے کہ آ۔ اٹھ کر جاتی میرال خود ہی اٹھ گئی تھی۔آ۔ بے دلی سے وہیں بیٹھی رہی۔اس نے اپنی گود میں رکھا ہوا لنچ کس دیکھا۔اور پھر اسکو کھولنے لگی۔

بھوک اب مر چکی تھی۔اب اسکی بھوک جلد ہی مرجا کرتی تھی۔

''ہائے آ۔ ۔!!''اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو قوت کھڑا تھا۔آ۔ پھیکا سا مسکرائی۔''کیا میں یہاں بیٹھ جاؤں؟''آ۔ نے اثبات میں سر ہلا تو وہ وہیں بیٹھ ۔

''لنچ کر رہی تھی؟''اس نے اسکا آدھا لنچ کس دیکھا۔

''ہمم۔''وہ مز کچھ بولے بنا وہ آدھا سینڈوچ کھانے لگی۔

''کیا تم ٹھیک ہو آ۔ ؟''

''ہاں۔''وہ لفظی جواب دیتی کھا کھاتی رہی۔

''کچھ دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں کہ تم عجیب ہوگئی ہو۔اچھے سے ت نہیں کرتی اب اور۔''کہتے کہتے وہ خاموش ہوا آ۔ نے سوالیہ نگاہوں سے اسکی جا دیکھا یعنی وہ ت جاری رکھے۔''اور میرال کا رویہ بھی تم سے کچھ لا ہوا لگتا ہے۔''وہ اٹ اٹ کر بولا تو آ۔ ا ائیہ مسکرائی۔

''کیا کچھ ایسا ہے آ۔ جو تم شیئر کر چاہتی ہو؟''

''نہیں۔''

'' مجھے لگتا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔''قوت نے بے چینی سے اسکی جا دیکھا۔

آ۔ نے اسکی جا دیکھا۔حلق میں وہ نوالہ اٹکنے لگا تھا۔آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی اسکا دل کیا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے اس نے ضبط کئے رکھا۔اور پوری قوت لگا کر وہ نوالہ حلق سے نیچے ا را۔اس نے اپنا لنچ کس پیک کیا اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔قوت اسکی پشت کو دیکھے ۔

پھر اس نے ا گہری سانس خارج کی۔

''اور کتنا ٹائم دوں تمہیں آ۔ ؟آ تم کچھ بتاتی کیوں نہیں؟''وہ بے بسی سے ب ا تھا۔پھر یوں ہی کھیلتے ہوئے لڑکوں کو دیکھنے لگا۔آج مرجان بھی نہیں آ تھا اس لئے وہ اب سخت بور ۔ کا شکار ہو رہا تھا جو بھی تھا اسکو آج کا دن اکیلے ہی ار تھا۔

وہ کمرے کے دروازے پہنچا تو س ا ر سے نکل رہی تھی۔ا ہیم ٹ ۔

''سلام سر۔''اس نے سر کو خم دے۔

''وعلیکم السلام۔!کیسی ہے وہ؟اور زخم کیسے ہیں؟ ۔ ٹھیک ہو جائے؟کیا وہ چل پھر سکتی ہے؟کیا اسکا چلنا پھر سیف ہے؟اور''وہ اچا سے رکا۔اتنے سوال وہ ا ہی سانس میں پوچھ چکا تھا کہ ا ازہ ہونے پہ خود ہی رک ۔ س مسکراہٹ د ئے کھڑی تھی۔

''شی از فائن۔زخم بھر رہے ہیں بلکہ پہلے سے ستر فیصد ٹھیک ہیں وہ۔اور چل پھر بھی سکتی ہیں جتنا آسانی سے ہو سکے۔اور ا تھ بھی دلوا دے ہے میں نے،اب پ سوں آؤں گی۔آپ انکا خیال ر ئے گا۔''س نے م سے لہجے میں اسکے سوالوں کے جواب دیئے تھے۔ا ہیم کچھ پ سکون ہوا۔

''شکریہ۔''ا ہیم جواب میں اتنا ہی کہہ سکا۔وہ مسکرا کر سیڑھیاں ا گئی ا ہیم نے ڈور ب پہ ہاتھ رکھا اور کچھ پل کے لئے یوں ہی کھڑا رہا۔پھر سر جھٹک کر دروازہ

کھول دیے۔

وہ سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی آلتی پالتی مارے اور اسکے سامنے مرجان اپنا آئس کریم والا پیکٹ کھول کر بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلنے پر صفا نے مڑ کر دیکھا تو ا. اہیم کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ ا ۔ چاکلیٹ کھا رہی تھی اور اسکا پورا منہ اس چاکلیٹ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بچوں کی طرح بیٹھی مزے سے چاکلیٹ کھا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ آگے ب ھتا اسکی بیڈ کی دوسری جا ب بیٹھی دینا پر گئی وہ صفا کی اوٹ میں تھی اچا پیکٹ میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالنے لگی تو سامنے ہوئی تھی۔ اسکا بھی حال کچھ الگ نہ تھا ہاتھ اور منہ اس نے چاکلیٹ سے بھرے ہوئے تھے۔ مرجان نے سن سے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ب وَل اور چمچ تھے۔

''۔۔!! جلدی لے آ ۔ ساری چیزیں ہو رہی ہیں۔'' وہ خفگی سے بولا تو ا. اہیم ہڑ ب ا کر آگے ب ھا۔

''یہ کیا حا ۔ بنا رکھی ہے تم لوگوں نے؟''

اس نے ٹشو پیپر نکال کر پہلے دینا کے ہاتھ اور اسکا منہ صاف کیا۔ مرجان آئس کریم ب وَل میں نکالنے لگا۔ ا. اہیم نے ا ۔ اور ٹشو نکالا اور صفا کے ہو ٹ تھپتھپانے لگا۔

''کمال ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ دینا بچی ہے ی تم؟ ی تم دونوں میں سے چھوٹ کون ہے۔ لکل ا ۔ جیسی حرکتیں ہیں تم لوگوں کی۔'' وہ ڈپٹا ہوا اسکا منہ صاف کر رہا تھا۔

''اونہوں۔'' صفا نے چہرہ جھٹکا۔ ''یہ تو ایسے صاف ہو جا تھا۔'' کہتے اس نے اپنے ہو ں پر زبان پھیری۔ ا. اہیم نے ت سف سے سر جھٹکا۔

''پ گل ہو تم ب لوگ۔'' اس نے ٹشو پھینکے اور ا پس ہی آ کر ٹ ۔ ''میرے ی قوت کے لئے بھی کچھ بچا ۔'' اس نے آئس کریم پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے مرجان کو دیکھ کر کہا تھا۔

''ی قوت کو آپ نے ب ٹ کیا؟ نہیں ں؟ تو پھر یہ آئس کریم بھی بس میری ہے کیو یہ آپ نے پ لٹی بھری ہے میرے چیکس پر ٹ کرنے کی۔'' مرجان نے ا ۔ چمچ کھاتے ہوئے اسکو ب ور کروا لازمی سمجھا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے میں ی قوت کو کچھ اور لے دوں گا پھر نہ کہنا ۔۔ نے ا فی کی ہے۔'' ا. اہیم نے جتانے والے ا ز میں کہا تو مرجان ٹھٹک کر کچھ سوچنے لگا پھر اس نے آرام سے کچھ چاکلیٹس اور ا ۔ آئس کریم کا ڈبہ اسکے لئے الگ کر کے رکھ دیا۔ ا. اہیم مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔ دفعتاً اس نے صفا کی جا ب دیکھا جو کہ دینا کے ساتھ مقابلہ لگا کر چاکلیٹ کھانے میں مصروف تھی۔ وہ کچھ ش نیے ان تینوں کو دیکھے ی۔ یہ بہت خوبصورت تھا۔ مکمل حسین۔!!

''ڈریسنگ صحیح سے ہو گئی؟'' اس نے ہاتھ صاف کرتی صفا کو دیکھا۔

''جی۔'' وہ اب دینا کا منہ صاف کر رہی تھی۔

''کچھ اور چاہیے؟'' ا. اہیم اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''نہیں تو۔'' صفا نے میں سر ہلاتے ہوئے دینا کے ہاتھ صاف کئے۔

''ٹھیک ہو جاؤ پھر ہم کہیں چلیں گے۔''

صفا نے ٹھٹک کر اسکی جا ب دیکھا مرجان نے بھی ڈبے میں سے آ ی چمچ کھاتے ہوئے ب پ کو دیکھا۔

''کہاں؟''

''کہیں دور۔ ہر الجھن ہر پ یشانی سے دور۔ جہاں بس سکون ہو۔'' وہ بجھے سے لہجے میں بولا تھا۔

''۔۔!! آر یو او کے؟'' مرجان نے ا. اہیم کے چہرے پر اپنی سیاہ آنکھیں گاڑ دیں۔

''ہمم۔ آئی ایم او کے۔'' اس نے مرجان کے ب لوں میں ہاتھ پھیرا۔

.بنواں

”. ل“

سہ پہر ہو رہی تھی اور اس وقت ٹنل کے ا ر ر یکی چھا چکی تھی البتہ قندیلوں سے کچھ روشنی پھوٹ رہی تھی اور وہی روشنی وہاں ز گی کے موجود ہونے کا ثبوت دیتی تھی ۔طویل ر ٹنل کے ا ر اس وقت سناٹ تھا. لکل سناٹ ۔کسی کے قدموں کی چاپ بھی سنائی نہ دیتی تھی ۔کماٹ ر کے کمرے کا دروزہ کھلا تھا جہاں سے ا ر دیکھا جاتے تو وہ اس وقت رکوع کی حا ۔ میں تھے یقیناً عصر کا وقت تھا . لوگ ز کی ادائیگی میں مصروف تھے . ہی وہاں کسی کی چاپ محسوس نہ ہوتی تھی۔

زادا کی گئی تسبیح کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے گئے ۔ہاتھوں پ جھریں تھیں پھر بھی وہ ہاتھ مضبوط تھے ۔چہرے پ جھریں تھیں ماتھے پ غیر متزلزل ارادوں کی واضح لکیریں موجود تھیں ۔پلکوں کے ل سفید ہو چکے تھے آنکھوں میں موجود سرخ ڈورے ش . بیداری اور عزم کے پختہ ہونے کا ثبوت تھے۔

انکا جسم قدرے بوڑھا تھا ا ا ب مضبوط دکھائی دیتے تھے ۔اس وقت وہ ا مجاہد کے مخصوص لباس میں ہی تھے ۔دعا ا کرا ٹھے ا ہاتھ میں ا چھوٹی سی سفید دانوں والی تسبیح تھی ۔تسبیح پ کوئی کلمات پ ڑھتے ہوئے آ کر وہ اپنی سر. اہی نشت پ بیٹھے اور میز پ رکھا قرآن اٹھا ۔

''اے نبی صلاللہ مسلمانوں کو جہاد کی ت غیب دو، ا تم میں بیس آدمی ش . ت قدم رہنے والے ہوں گے، تو دو سو کافروں پ غا . رہیں گے ۔اور ا سو ایسے ہوں گے، تو ہزار پ غا . رہیں گے، اس لئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں ر ت ۔اب اللہ نے تم پ سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ ابھی تم میں کسی قدر کمزوری ہے ۔پس! ا تم میں ا سو ش . ت قدم رہنے والے ہونگے تو وہ دو سو پ غا . رہیں گے اور ا ا ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پ غا . رہیں گے، اور اللہ ش . ت قدم رہنے والوں کا مددگار ہے ۔(سورۃ ا ل:۵۶۔۶۶)

کماٹ ر اس آ ت کو پڑھ کر کچھ د یوں ہی بیٹھے رہے کہ دروازے پ دستک ہوئی ا لڑکا ا ٹ ے میں دو کھجوریں اور ا گلاس دودھ لے کر آ ۔اس نے وہ لا کر ٹیبل پ رکھا ۔کماٹ ر نے ا کھجور اٹھا کر خود کھائی اور ا اس لڑکے کو دے دی ۔اس نے وہ پکڑ کر کھالی ۔اور وہیں ا سامنے بیٹھ ۔

''اسماعیل کیا تم جا ہو ایمان کی طاقت؟'' وہ یوں ہی مسکراتے ہوئے اسکی جا . متوجہ ہوئے ۔

''کماٹ ر ایمان ا ان کو مضبوط بنا ت ہے، اہل ایمان اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا ۔'' اس نے جواب دینے کی کوشش کی ۔

''یہ تو . طنی مضبوطی ہے کیا تم جا ہو کہ ایمان ہمارے جسموں کو بھی قوت بخشتا ہے؟'' وہ مسکرا رہے تھے ا مدھم سی مسکراٹ ہمیشہ ا لبوں پ رقصاں رہتی تھی ۔

''کیسے کماٹ ر؟'' وہ بھی اچنبھے سے مسکرا ۔

''دیکھو ۔!! ا ا مومن . میں جا ت ہے تو اللہ اسکا ہاتھ بن جا ت ہے ۔اللہ کہتا ہے کہ ا تم میں سے بیس لوگ کفار کے مقابلے میں ہوں گے تو وہ دو سو کافروں پ غا . رہیں گے ۔دیکھو یہاں اللہ نے کسی اصلحے کی . ت نہیں کی اللہ نے ش . ت قدمی کی ہے ۔'' انھوں نے ا لفظ پ ہاتھ رکھا تو اسماعیل نے ذرا سا اٹھ کر ا سامنے رکھی کتاب کو دیکھا ۔

''اور ا سو ایسے ایمان والے ہوں گے تو وہ ہزا کافروں پ غا . رہیں گے پتہ ہے کیوں؟؟'' انھوں نے مسکرا کر پوچھا اسماعیل نے کندھے اچکا دیئے ۔''یہاں اللہ خود جواب دے رہا ہے کہ کافر کوئی سمجھ بوجھ نہیں ر ت یعنی وہ لوگ بس دیکھا دیکھی لڑتے ہیں ا نہیں معلوم ہو ت کہ وہ حق پ ہیں ی نہیں ۔وہ ی تو تنخواہ کے لئے لڑتے ہیں ی پھر بس اپنے . دشاہ کا حکم ما ہیں ۔جبکہ دوسری جا . مومنین حق پ لڑتے ہیں ا نہ تو کسی . دشاہ کی پ واہ ہوتی ہے اور نہ ا کوئی مراعات چاہیے ہوتی ہیں ا کسی قسم کے معاوضے سے دلچسپی نہیں ہوتی ۔''

'' آج تو تقریباً ہر مسلم ملک میں یہی . ہو رہا ہے ۔سپاہی بس اپنی ڈیوٹی نبھا رہے ہیں ۔'' اسماعیل نے ت سف سے کہا تھا ۔کماٹ ر ہنس دیئے ۔

''ان لوگوں کا حال پھر اللہ نے اگلی آ ت میں بیان کر دیا ہے کہ ان میں کہیں نہ کہیں کوئی کمزوری آ گئی ہے ۔وہ لوگ اب لڑتے تو ہیں ان میں وہ قوت ایمانی نہیں ہے ۔!!'' کہتے ہوئے انھوں نے انگلی کھڑی کی ۔''اللہ نے کہا ہے ا پھر بھی ان میں ایمان ہوگا اور وہ ش . ت قدم رہیں گے تو ا طاقت کو کفار کے مقابلے میں دو ۰ کر دی جائے گا ۔یوں کہ ا وہ سو ہوں گے تو دو سو کفار پ غا . رہیں گے بشرطیکہ وہ لوگ ش . ت قدم رہیں ۔'' کہتے کماٹ ر نے دودھ کا گلاس اٹھا یا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی ۔

''کیا . سپاہیوں کو دی ہے؟'' انھوں نے گھونٹ بھرنے سے پہلے پوچھنا لازمی سمجھا ۔اسماعیل نے اثبات میں سر ہلا یا تو انھوں نے گھونٹ بھرا ۔

''دیکھو۔!!اللہ پھر بھی کتنا مہر ن ہے۔'' وہ مسکرا دیئے۔

''کما ٹ رآ گے کیا سوچا ہے؟'' اسماعیل انکا پ سکون چہرہ دیکھ کر کچھ الجھا ہوا تھا۔

''ہم نے کیا سوچنا ہے اللہ ہے ن۔وہ ت بیر کرے گا۔'' وہ کندھے اچکا گئے۔

''تو یعنی ہم کچھ نہیں کریں گے؟اور اس ر ہ کو ہونے دیں گے؟اس سے تو ہماری ب وجہد کرچی کرچی ہو جائے گی۔اس طرح تو وہ نہ صرف غیر مسلم د میں بلکہ مسلم د میں بھی اپنی جگہ بنالیں گے وہ لوگ ہمارے معصوموں کی لاشوں پ تجارت کریں گے۔'' اسماعیل کا چہرہ سرخ ہوا۔

''ایسا نہیں ہوگا۔ہم نہیں ہونے دیں گے۔'' وہ قدرے سیدھے ہو کر بیٹھے۔

''ہم لوگ ایسا نہیں ہونے دیں گے کما ٹ رورنہ معصوم روحیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔'' اسماعیل کی آنکھوں کے سامنے اسکے دو بچوں کے چہرے لہرائے تھے جن میں سے ا تین سالہ بچی تھی اور ا پانچ سالہ بچہ تھا۔

وہ اس وقت لان میں بیٹھا تھا سائے ڈھل رہے تھے اور درختوں کی چھاؤں بھی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ا ہاتھ کی انگلیوں میں سگر ٹ د ئے دوسرے ہاتھ میں چائے کا پ لئے وہ یوں ہی بیٹھا جانے کیا سوچ رہا تھا۔ا ر سے ی قوت آ ت دکھائی دی اس نے چائے کا پ میز پر رکھا۔سگر ٹ کا ا ٹ اسا کش لیا اور اسکو پ وؤں تلے مسل دی۔ وہ قدرے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''آ ؤ شہزادے۔!!'' ہمیشہ کی طرح محبت بھرے لہجے میں ی قوت کا استقبال کیا ی تھا۔ی قوت خاموشی سے آ کر اسکے پ س کھڑا ہو ی۔

''کیا ہوا؟اداس ہو؟'' ا. ابہیم نے اسکو دونوں ب زوؤں سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ی قوت سر جھکائے کھڑا تھا۔''مرجان نے تمہیں تمہاری چیزیں دیں؟'' ا. ابہیم نے اگلا سوال پوچھا۔ی قوت نے اثبات میں سر ہلا ی۔ا. ابہیم نے شکر کی سانس لی۔اسکو اپنے بچوں سے ا ف کی امید تھی پھر بھی دل میں چھوٹا سا خوف تھا۔جو کہ اب دور ہو چکا تھا۔

''میں آ ی کی وجہ سے اداس ہوں۔'' ی قوت منمنا ی۔ا. ابہیم نے بھنویں سکیڑیں۔

''کیا ہوا آ ی کو؟''

''وہ ب ل گئی ہے ب ۔'' ی قوت کی آواز میں اداسی تھی۔

''کیسے ب ل گئی؟''

''پہلے وہ مسکراتی تھی،انفیکٹ ہنستی تھی اور ب تیں بھی کرتی تھی۔''

''تو کیا اب نہیں کرتی ب تیں؟''

''نہیں،بس اب ب توں کا جواب دیتی ہے۔'' اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا ا. ابہیم کو اسکی آنکھوں میں اپنا عکس آ ی۔

''اٹس اوکے۔۔ہو سکتا ہے کوئی ب ت ہو وہ ابھی بتا نہ چاہ رہی ہو۔اسکو وقت دو۔'' ا. ابہیم نے اسکے ب لوں کو ماتھے سے ہٹا ی۔

''کتنا وقت ب ؟'' ی قوت نے بھیگی سی آواز میں پوچھا تو ا. ابہیم حیران ہوا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب کہ صفا آ بھی یہی کہتی ہیں کہ وقت دو۔ ب سے وہ کڈ ہوئی ہے وہ ب ل گئی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی میں نے کافی کچھ نوٹ کیا وہ بتاتی ہی نہیں۔۔میں اب پوچھتا بھی ہوں تو ٹ ل دیتی ہے۔'' ی قوت کے لہجے میں اداسی سی تھی۔

''ہمم۔ہو سکتا ہے اسکو ٹ ایشوز ہوں۔'' ا. ابہیم نے کچھ سوچ کر کہا۔

'' میں نے کبھی اسکا ٹ ب نہیں کیا ب۔'' وہ رو دینے کو تھا۔

''کسی اور نے کیا ہوگا۔ دیکھو میرے شہزادے۔!!. کوئی ہمارا بھروسہ توڑتا ہے تو پھر ہم کسی اور پہ بھی بھروسہ کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ ہمارا بھروسہ ایسا ہے جو ٹوٹ جائے تو پھر دوبارہ بھروسہ کرنا تھوڑا مشکل ہو جاتا ہے۔''ا. اہیم کے لہجے میں آرزدگی تھی۔

قوت نے اسکے ہاتھ تھامے۔

''آپ نے دوبارہ بھروسہ کرلیا؟''اس نے اچانک ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔ا. اہیم کی طرح چونکا تھا۔''ماما نے آپکا بھروسہ توڑا تھا نا ں؟''وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ا. اہیم کے لئے سانس لینا مشکل ہو چکا تھا۔اس نے میں سر ہلایا۔۔

''اس نے بھروسہ نہیں توڑا۔بس اس نے چن لیا تھا۔کچھ ایسا جو میرے مفاد میں نہیں تھا۔''اس نے اداسی سے کہا تھا۔وہ اپنے بیٹوں کی میں اماں کا مرتبہ ہمیشہ بلند ہی رکھنا چاہتا تھا۔

''ہمم۔۔۔ہم لوگ غلط لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں اس میں ہماری غلطی ہوتی ہے نا ں؟''قوت نے پلکیں جھپکیں۔بھوری آنکھوں میں سورج کی ڈھلتی کرن چمک پیدا کر رہی تھیں۔

''

''

ا. اہیم نے اسکا سر تھپتھپایا۔

''سمجھ گیا۔''قوت نے سر ہلایا۔

''اور آئندہ کوا س شخص سے ملواؤ جس پہ وہ بھروسہ کرتی ہو جس کے سامنے وہ کمزور پڑنے سے ڈرتی نہ ہو۔جس پہ اسکو یقین ہو کہ وہ اسکو کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔جس کے پاس وہ خود کو محفوظ سمجھتی ہو۔شاید پھر وہ اپنے دل کا خوف بیان کردے۔ہمم؟''

''ہمم۔میں اسکو صفا آپ سے ملواؤں گا۔''قوت نے فوراً جواب دیا تھا۔ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا۔''ہاں آئی تھنک وہ ان پہ بھروسہ کرتی ہے۔''

ا. اہیم اسکی بات پہ گہرا مسکرایا۔

آسمان پہ چھاؤں سی ہوگئی تو ان دونوں باپ بیٹے نے سر اٹھا کر دیکھا۔دل منڈلانے لگے تھے۔

''شاید آج بارش ہو۔''قوت خوشی سے چہکا۔

''دادو سے کہو کہ پکوڑے بنائے۔''ا. اہیم نے آرڈر دی وہ خوشی خوشی اندر بھاگ گئے۔

''تم خود کو آفندی کیوں کہتے ہو؟''وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے صوفے پہ ہاتھ میں ایپل پین ٹی کا پکڑے۔رات ہو رہی تھی یوسف اور سلویٰ شام کا کھانا کھا کر سو چکے تھے۔عینا نے پاؤں صوفے پہ ہی رکھے ہوئے تھے جبکہ حسن ٹانگیں چھاسا ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

''کیونکہ مجھے اپنے سر سے نفرت ہے۔''وہ سرد سے لہجے میں بولا۔

''وہ کیوں؟اپنے سر سے کس کو نفرت ہوسکتی ہے بھلا؟''عینا نے الجھ کر پوچھا۔

''مجھ سے مجھ پہ میرے خاندان کی حقیقت کھلی تھی۔میرے چچا نے اقتدار کے لئے میرے باپ کو قتل کروادیا۔میری ماں کو بھی مار ڈالا۔مجھ سے مجھے اس خاندان سے ہی نفرت ہوگئی۔تمہیں پتہ ہے اصل نفرت مجھے کب ہوئی؟''اس نے عینا کی جانب دیکھا جو کہ دیکھ ہی اسکی جانب رہی تھی۔

''؟''

''مجھے اندازہ ہوا کہ میرے خاندان کے بیشتر لوگ اس بات کو جانتے تھے رحمان کرداوی نے انہیں منہ بند کروا رکھے تھے۔کسی کو ڈائمنڈ نیکلیس ملا تھا تو کسی کو نئے پلاٹ گھر۔کسی کو مہنگی گاڑی دی گئی تو کسی کو ہوٹل گفٹ کیا گیا۔''وہ زخمی سا ہنس دیا عینا کو اس پہ ترس آیا تھا۔

''تو تم نے رحمان کرداوی کو ڈائریکٹ قتل کیوں نہیں کیا؟ کیوں اپنی پہچان لی اور اتنا بڑا کھیل کھیلا؟''عینا نے آنکھ کا ر پوچھا تو حسن اسکی جانب دیکھے گیا۔پھر اس نے

سر جھٹکا۔

''کبھی سیاسی شہید کا م سنا ہے؟'' وہ مسکرا۔ عینا نے سمجھی سے میں سر ہلا۔

''اَ میں کوئی اور ا قتل کر دیتا تو وہ سیاسی شہید ہو جاتے۔ یعنی لوگوں کی ہمدردیں سمیٹ کر مر جاتے۔ ا کرسی پ جو بھی بیٹھتا وہ رحمان کرداوی کو اپنا مسیحا ما اور یوں ساری ز گی بلکہ صدیوں رحمان کرداوی کو مظلوم اور مسیحا ما جا۔ جس کے پہلے بھائی اور بھا بھی کو ماردیَ۔ پھر اسکو ماردیَ۔ یوں اسکی پ رٹی ا لمبے عرصے رحمان کرداوی کے م پ ووٹ لیتی۔''

'' حکمران پ رٹی تو آج بھی وہی ہے۔'' عینا نے الجھ کر پوچھا۔

''وہ اس لئے کہ میں چاہتا تھا۔ لیکن آج اَ تم دیکھو تو رحمان کرداوی نہ تو معصوم ہے اور نہ ہی سیاسی شہید۔ وہ آج ا گنہگارا ن ہے جس کے سیاہ کرتوت کے سامنے ہیں۔ آج یہ حکومت ختم ہو جائے تو صدیوں دو رہ رحمان کرداوی کے م پ کوئی ووٹ نہیں لے سکتا۔ یہی اسکی سزا ہے۔ وہ مر کر بھی جینا چاہتا تھا میں نے اسکو ہمیشہ کے لئے ماردیَ۔'' عینا نے اسکا چہرہ دیکھا جو رحمان کرداوی کے م پ تیَ تھا۔ عینا نے محسوس ا از میں اسکے ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔ حسن کے ماتھے کی شکنیں پل بھر میں زائل ہو گئیں۔ اس نے اپنا ز و پھیلا۔ عینا اسکے کندھے پ سر رکھ گئی۔

''اَ کوئی سمجھ جائے کہ توبہ میں کتنا سکون ہے تو کوئی گنہگار نہ رہے۔'' حسن نے اسکے ل وں کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے ز کہا تھا۔

''تم صفا سے محبت کرتے تھے؟'' عینا ٹ ائی۔ حسن ہنس دیے۔

''ہنسومت خبیث ا ن۔!!'' اس نے حسن کے یَ پ مکا مارا۔ وہ مزید ہنسنے لگا۔ عینا نے اسکے کندھے سے سر ہٹا چاہا تو حسن نے اسکے د ز و لپیٹا۔

''بیوی چاہے مصری ہو یَ کستانی، ہوتی بیوی ہی ہے۔'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔

''ہاں ل کل اور میں تمہارے دا تو ڑ دوں گی اَ تم دو رہ ہنسے۔''

''جلی ہوئی مصری بیوی۔'' حسن نے ہونٹ ہم پیو تکر کے اپنی ہنسی پ لگانے کی کوشش کی تھی۔ ''بلکہ روسٹڈ مصری بیوی۔'' وہ کچھ دیر بعد پھر سے بولا تو عینا نے کشن اٹھا کر اسکے منہ پ دے مارا۔

حسن نے اسکو قر کیا۔

''پہلے کوئی بھی تھا۔ اب تم ہو۔ بس تم۔ صرف تم۔ تم میرے ایمان کو مکمل کرتی ہو اس لئے اب تمہارے سوا کسی اور کو دیکھنا سوچنا بھی میرے لئے ہ ہے۔ اور پہلے ہی ٹ ی مشکل سے بخشش کی کوئی امید ملی ہے، کیا چاہتی ہو پھر سے اپنے پیروں پ کلہاڑی مار لوں؟''

عینا جھینپ گئی۔ وہ واقعی ل توں میں تیر ڈالنا جا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں ا ھیرا تھا۔

''کمال ہے اتنی جلدی سو گئی؟'' وہ ٹ ا ہوا پس آ۔ اس نے دیکھا تو وہ کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی۔

''صفا۔!!'' ا اہیم نے پکارا جواب نہیں آ تھا۔ زلیخا اسکو کھا کھلا گئی تھی دوا بھی اس نے کھالی تھی شا دوا کے ا ث کی وجہ سے سو گئی ہو۔ وہ یہی سوچ کر ڈریسنگ سے اپنے کپڑے یَ۔ واپس آ تو وہ ہمیشہ کی طرح ا سیاہ بناء آستینوں کی ٹی شرٹ اور ا ڈھیلے سے ٹ اوزر میں ملبوس تھا۔

وہ آ کر اسکے ا ی لگا اس خیال سے کہ اسکی نیند نہ ٹوٹ جائے وہ اپنا مو ئل اٹھا ہوا جا کر صوفے پ بیٹھ۔ کچھ دیر ای میلز دیکھتا رہا کچھ ای میلز کے جواب دیتا رہا۔

وہ یوں ہی قریباً آدھا گھنٹہ بیٹھا رہا۔ کہ اچا اسکو عجیب سی آواز آئی۔ ا اہیم ٹھٹک کر سیدھا ہوا وہ کسی کی سسکیوں کی آواز تھی۔ ا اہیم کرٹ کھا کر اٹھا سائیڈ لیمپ روشن کیا اور آ کر دوسری جا بیٹھا۔ اسکے چہرے سے کمفرٹ ہٹا تو وہ تکیے میں منہ دیے رو رہی تھی۔

''صفا۔!!'' وہ گھبرا گیا تھا۔اس نے جلدی سے کمفرٹ ہٹایا۔دوسرا لیمپ بھی آن کیا۔یوں ہی اس نے بیٹھے بیٹھے سارے کمرے کی لائٹس آن کر دی تھیں۔

''کیا ہوا ہے۔؟ کہیں درد ہے؟ ہاسپٹل چلیں؟'' وہ بے چین ہو کر اسکے پاس پہنچا اسکا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔وہ بس روئے جا رہی تھی۔

''صفا۔!! پلیز۔ بتاؤ تو سہی۔'' ابراہیم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔اس نے جلدی سے موبائل نکالنا چاہا وہ صوفے پر ہی گرا تھا۔

''میں گاڑی نکلواتا ہوں۔'' وہ کہہ کر اٹھنے لگا صفا نے اسکا بازو تھام لیا۔وہ وہیں رک گیا۔

''آپ کو اب مجھ سے نفرت محسوس ہوتی ہے؟'' وہ منمنائی۔ابراہیم کے سر پر آسمان گھوم گیا۔

''واٹ؟'' وہ بوکھلا سا گیا۔

''ہاں۔'' صفا نے آنسو صاف کیے اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔''دوپہر سے آپ بدلے بدلے ہیں۔آپ لوگوں کے قہقہوں کی آوازیں میرے کمرے میں بھی آ رہی تھیں۔میرے بناء آپ لوگ خوش تھے۔اور جب آپ کمرے میں آئے تو اپنا موبائل اٹھا کر صوفے پر چلے گئے۔کیا اتنی بدصورت ہو گئی ہوں؟ آج تو میں نے نفرت بھی لیا ہے مجھ سے ا

آج تو میں نے نفرت بھی لیا ہے۔مجھ سے بو بھی نہیں آ رہی۔'' اس نے پگلوں کی طرح خود کو سونگھ کر دیکھا۔ابراہیم کا دل کیا کہ اپنا ماتھا پیٹ لے۔ وہ حیرت کی مورت بنے اسکو دیکھے گیا۔

''کیا میں بوجھ ہوں؟'' اس نے اب کی برسی آنکھیں مٹکا ۔پلکیں نمی سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ابراہیم کے دماغ میں اس وقت وضاحتوں کا انبار تھا جو وہ اسکو اسکے کہے گئے ایک لفظ کے بدلے میں دے سکتا تھا۔ اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''نہیں۔'' وہ ایک لفظی جواب دیتا ساری وضاحتوں کو دفن کر گیا تھا۔

''ہاں؟'' صفا نے گردن موڑ کر دیکھا۔

''میں نے کہا نہیں۔''

وہ ہونٹ بھینچے بیٹھ گئی۔ابراہیم بیڈ سے نیچے اترا اور اسکی جانب آیا۔اسکا کمفرٹ ہٹایا اور اسکو اٹھا لیا۔

''کیا ہوا؟ کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ مجھے اتارو نہیں جانا۔'' وہ مزاحمت کر رہی تھی وہ کمرے سے باہر جانے کی بجائے عقبی سمت کی بالکونی کی جانب گیا۔

ایک ہاتھ سے سلائڈنگ ڈور کھولا اور اسکو لئے باہر نکل آیا۔شام کو برش ہوئی تھی اس لئے آسمان اب صاف ستھرا تھا اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔وہاں دو کرسیاں پڑی تھیں۔وہ اسکو لئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔صفا نے گردن سیدھی اسکا چہرہ دیکھے گئی۔

''موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے نا؟'' اس نے سامنے آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھا جو کہ بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔صفا سمجھی سے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔وہ پرسکون سا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے آج سے چھبیس دن پہلے مجھ سے کوئی کہتا کہ دیکھو آسمان کتنا خوبصورت لگ رہا ہے تو میں کہتا کہ نہیں آسمان پر دھول جمی ہوئی ہے۔غم کی، بے چینی کی اور بے سکونی کی۔'' وہ بول رہا تھا۔صفا اسکے گلے کی ابھری ہوئی گلٹی کو اوپر نیچے ہوتا دیکھ رہی تھی۔

'' آج مجھے یہ آسمان بھی اچھا لگ رہا ہے، یہ چاند بھی اور یہ ستارے بھی۔آج ان ہواؤں میں بھی سکون ہے جبکہ اس دن مجھے ان ہواؤں سے بھی گھٹن محسوس ہوتی تھی۔''

صفا اب قدرے پرسکون ہو چکی تھی وہ بس اسکو سن رہی تھی۔

''آج میری آغوش میں وہ وجہ موجود ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ اچھا لگ رہا ہے۔اس کا مطلب جانتی ہو؟'' اس نے گردن جھکا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ٹیرس پر لگی لائٹس کی روشنی میں اسکی پلکوں پر ٹھہری نمی موتیوں کی مانند چمک رہی تھی۔صفا نے نفی میں سر ہلایا۔

''اسکا مطلب ہے کہ سارے وہی تھے اور وہی ہیں۔آسمان وہی ہے، چاند بھی وہی ہے اور ستارے بھی ہزاروں سالوں سے وہیں موجود ہیں وجہ بدل گئی تھی۔جس

کے ہونے سے یہ . خوبصورت لگتا تھا وہ اس وقت ز ندگی اور موت کی کشمکش میں تھی۔اور آج . وہ میرے پ س ہے میرے قر . ہے میری قیمتی متاع کی ما میری آغوش میں سمٹی ہوئی ہے تو مجھے یہ مناظر پھر سے بھلے لگنے لگے ہیں۔''

صفا پلکیں جھپکے گئی۔

''جس دن تم پہلی . رحور یہ سے ملی تھی میں نے تمہاری آنکھوں میں احساس کمتری دیکھا تھا'' صفا نگاہیں پھیر گئی۔''یقین مانو اس دن بھی مجھے تمہارا خود کو کم تسمجھنا. الگا تھا۔''

''وہ حسین تھی بے شک حسین تھی۔ تم کسی سے کم نہیں ہو۔تم اب صفا. اہیم ہو۔۔تمہارا حسن صرف میرے لئے معنی ر تا ہے۔اور میرے لئے تم ہمیشہ حسین رہو گی۔ ''

آ میں اس نے . ب سے کہتے ہوئے اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا تھا۔

''اب دو آپشنز ہیں تمہارے پ س۔'' صفا نے سوالیہ ا ازمیں دیکھا۔

''پہلا آپشن۔!! میری . توں کو یدر کھو اور خود کو اس احساس کمتری سے نکال دو۔ہم لوگ تم سے محبت کرتے ہیں ا تم سے کبھی دوری اختیار کرتے ہیں تو وہ بھی صرف تمہارے آرام کی خاطر کی کہیں تمہیں ہماری موجودگی سے کوئی مسئلہ نہ ہو یتمہارے آرام میں خلل نہ آئے۔''

''نہیں۔'' اس نے کچھ کہنا چاہا ا. اہیم نے اسکے ہو ں پ انگلی جمائی۔

''دوسرا آپشن۔!! کل سے تم سائیکا ٹ کے پ س جاؤ گی یوہ یہاں آئے گی۔اور تمہارے اس چھوٹے سے دماغ میں جو فضول سوچیں آتی ہیں ا نکالے گی۔''

وہ ی ٹ سی اسکا چہرہ دیکھے گئی۔

''بولو کون سا آپشن منظور ہے۔'' اس نے کہا تو صفا اسکے ی پ گال ٹکا گئی۔

''آپ ا ہر روز پیار سے سمجھا یکریں گے تو پہلے والا۔'' وہ منمنائی تو ا. اہیم مسکرا دی۔

''میں چاہوں تو لاکھ وضا تی دے سکتا ہوں میں خاموش ہو جا تا ہوں کیو میں جا ہوں کہ تمہیں اس . سے ' میں تھوڑا وقت لگے گا۔اس لئے . ت تم چاہو میں تمہیں یوں سمجھا سکتا ہوں بس کبھی بھی ہم سے . گمان نہ ہو۔''

صفا نے انگلی سے اسکے ا ٹمزا کو چھوا۔

''نہیں ہو گی . گمان۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کچھ کھاؤ گی؟''

''نہیں۔'' وہ مسلسل انگلی سے اسکے ا ٹمزا کو چھو رہی تھی۔وہ مسکرا دی۔

''ٹھیک ہے سو جاؤ۔'' اس نے ' می سے صفا کے . لوں کو چھوا۔

وہ کسی بچے کی طرح وہیں آنکھیں مو گئی۔

رات کے تین بجے ان لوگوں کی نیند ا زوردار دھماکے کی آواز سے ٹوٹی تھی۔حسن ہڑ . ڑا کر اٹھا۔لاؤنج میں ت ریکی تھی وہ دیوانہ وار اٹھ کر عینا اور بچوں کے کمرے میں پہنچا تھا۔وہ لوگ بھی اٹھ چکے تھے عینا نے دونوں بچوں کو ساتھ لگا یہوا تھا وہ تینوں . ی طرح سہمے ہوئے تھے حسن نے کمرے کی لا ٹ آن کی اور ا پ س پہنچا۔

''شششش۔!! ریلیکس۔'' وہ خود بھی خوفزدہ تھا اپنے لئے نہیں ان لوگوں کے لئے۔وہ ا پ س پہنچا اور جھک کر ان لوگوں کو دیکھا۔عینا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اسکی آنکھوں میں خوف تھا۔حسن نے جھک کر اسکے . لوں کو چھوا۔

''میں دیکھتا ہوں جا کر تم بچوں کا دھیان رکھنا۔'' وہ اسکا سر تھپک کر دروازے کی جا . ڑھا۔

''حسن۔!!'' عینا نے بے قراری سے پکارا تھا۔حسن نے پلٹ کر دیکھا۔''اپنا خیال رکھنا پلیز۔اور۔اور جلدی واپس آجانا۔'' اس نے التجا کی تھی۔حسن چند ثانیے اسکی ملتجی نگاہوں کو دیکھتا رہا۔جو اسکے گھر سے ہر جانے پر پیشان تھیں وہ ان نگاہوں کو بھول چکا تھا۔وہ نگاہیں بس شہرین کی ہوا کرتی تھیں وہ بھی گھر سے پھر ملک سے ہر جاتا تو وہ اسی طرح بے چینی سے اسکو جاتے دیکھا کرتی تھی اور زیر لب کتنی ہی دعا کیا کرتی تھی۔آج سوں بعد وہ اس احساس سے بھی روشناس ہوا تھا۔

وہ سر کو ذرا سی جنبش دے کر ہر نکل گیا تھا۔

گھر سے ہر نکلا تو قریب ہی اسکو شعلے اور دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا تھا۔اٹیک اتنا قریب ہی ہوا تھا وہ ایک چار منزلہ عمارت تھی جو کہ اب آگ اور شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ہر سو لینسز کے سائرن بج رہے تھے اور لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔وہ لوگ ملبے میں پھنسے افراد کو نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

حسن کچھ فاصلے پر ہی کھڑا ہو گیا تھا اسکے قدموں میں مزید فاصلہ طے کرنے کی ہمت نہ بچی تھی۔اسی دوران ایک نوجوان سا لڑکا ایک چھوٹے سے بچے کو بانہوں میں اٹھائے اسکے پاس سے گزرا تھا۔اس بچے نے بے ہوشی کے عالم میں ہی حسن کا ہاتھ تھامنا چاہا تھا۔اسی اثنا میں حسن کے ہاتھوں پر لہو لگ چکا تھا اس نے ایک لینسز کے سائرن سے نکلتی روشنیوں میں اپنا ہاتھ دیکھا تو وہ لہو سے بھیگ چکا تھا۔حسن کی آنکھیں بھی سرخی چھلکانے لگی تھیں۔

لوگ ملبہ ہٹا رہے تھے کوئی ادھر بھاگ رہا تھا تو کوئی ادھر بھاگ رہا تھا۔ہر سو چیخ و پکار مچی ہوئی تھی ہر طرف تکلیف تھی ہر طرف خوف تھا۔

''میری بچی۔اسکو۔اسکو اسپتال لے کر جانا ہے۔''

ایک آدمی حسن کے پاس آکر بولا تو اسکا سکتہ ٹوٹا۔اس نے ادھر ادھر دیکھا تو جو لینسز کھڑی تھیں وہ جا چکی تھیں۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' کہہ کر حسن آگے آگے چل دیا وہ آدمی اسکے پیچھے تھا۔اسکی گود میں ایک پانچ سالہ بچی تھی جس کے سر میں چوٹ لگی تھی اسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔اس نے اپنی شرٹ سے اس بچی کے خون کو روکنے کی کوشش کی ہوئی تھی خون تھا کہ بہتا ہی جا رہا تھا۔کچھ ہی فاصلے پر حسن کی گاڑی کھڑی تھی اس نے گاڑی سٹارٹ کی اس آدمی کو اور بچی کو اندر بٹھایا۔اور گاڑی دی تھی۔

''جلدی چلو۔اکاوا سطہ ہے۔'' اس آدمی نے اپنی شرٹ سے خون روکتے ہوئے کہا تو حسن نے مڑ کے ان باپ بیٹی کو دیکھا اور سر ہلاتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

''عینا حسن کہاں گیا ہے؟'' سلویٰ نے عینا کی آغوش میں مزید سمٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

''وہ ہر دیکھنے گیا ہے۔آجائے گا ابھی۔'' عینا اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی ان دونوں کو پرسکون کر رہی تھی۔

''کیا وہ نہیں جانا کہ دھماکہ ہوا ہے؟'' سلویٰ کو اسکا یوں جانا پسند نہیں آیا تھا۔

''جانا ہے وہ بس یہ دیکھنے گیا ہے کہ کسی کو اسکی مدد کی ضرورت تو نہیں۔'' عینا نے اسکا سر چومتے ہوئے اسکو نارمی سے سمجھایا۔

''کاش وہ جلدی آجاتا۔'' سلویٰ نے اسکی گود میں کھسکتے ہوئے مدھم سی آواز میں کہا تھا۔عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔یوسف نیند میں جا رہا تھا جبکہ سلویٰ کی آنکھوں سے نمی بہنے لگی تھی۔عینا نے بے چینی سے اسکے چہرے کو دیکھا۔

''سلویٰ۔!!ادھر دیکھو۔!! کیا ہوا ہے؟'' عینا نے اسکو پچکارا۔جبکہ سلویٰ خاموش آنسو بہاتی رہی۔''سلویٰ میری جان۔کیا ہوا؟'' عینا نے استفسار کیا تو سلویٰ نے ہچکی لی۔

''تمہیں پتہ ہے امو کہا کرتی تھی کہ نہ مرتے اگر کوئی وقت پر اسپتال لے جاتا۔اگر وقت پر مدد مل جاتی اور انکا وقت پر علاج ہو جاتا۔تمہیں پتہ ہے وہ دو دن ہمارے گھر کے نیچے دبے رہے تھے اور پھر بھی سانس آرہی تھی پھر۔'' کہتے کہتے اسکی ہچکی بندھ گئی۔

''شش۔'' عینا نے اسکو خود میں بھینچ لیا۔ان بچوں کے زخم بہت گہرے تھے۔بہت۔!!

وہ اسکو شتہ کروا کر میڈیسن دے کر جا چکا تھا اور اس وقت وہ کمرے میں بیٹھی دینا کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اسکے کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی۔

''کون ہے؟ آجا ''صفا نے دینا کو اپنے کھلونے پکڑاتے ہوئے کہا تو دروازہ کھلا۔ وہ دینا کے ساتھ کھیلتی رہی اسکو لگا کہ منال ہی ہوں گی کیونکہ مرجان اور یاقوت سکول میں تھے۔

وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر اسکے پاؤں وہیں جم گئے تھے۔ اسکی آنکھوں میں بے اختیار نمی امڈ آئی تھی۔ زہرہ نے یہ کیا کر دیا تھا۔ جس صفا کو اس نے مصر میں دیکھا تھا یہ لڑکی اس صفا سے الگ تھی۔ اسکے ہاتھوں اور آستینوں سے آتے زخموں پہ بنے نشان دیکھ کر عیشا کا دل کر چی کر چی ہوا تھا اس نے بے اختیار اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

صفا نے دفعتاً دیکھا تو اس نے آنکھیں سکیڑیں۔ عیشا نے چہرے سے ہاتھ ہٹایا تو صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''عیشا۔!!'' وہ قریباً چیخی تھی۔

''صفا۔!!'' عینا نے ضبط سے پکارا تھا۔ صفا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا وہ اٹھ کر اسکے پاس آنے لگی تو عیشا ایک دم سے تیزی میں اس تک پہنچی۔ وہ بیڈ کنارے ہی ڈھ گئی۔

''عیشا۔!! تم۔ تم۔ یہاں؟'' اس کو شاید یقین نہیں آ رہا تھا۔ عیشا نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''عینا۔ عینا کہاں ہے؟ تم لوگ۔ یہاں۔ کیسے۔'' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کس کے بارے میں پوچھے اور کیا پوچھے۔ عیشا نے اسکے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ صفا مسکرا رہی تھی اور وہ رو بھی رہی تھی۔

''شفا۔'' دینا اٹھ کر اسکے پاس پہنچی وہ اسکو یوں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''ہاں شفا کی جان۔'' صفا نے اپنے آنسو صاف کئے اور دینا کا گال چومتے ہوئے اسکو پاس بٹھا لیا۔ عیشا نے اسکا ہاتھ تھاما۔

''کیسی ہو؟'' وہ نرمی سے بولی صفا نے اپنا خود پہ ڈالی اور پھر پھیکا سا مسکرا دی۔

''ٹھیک ہوں میں۔''

''مجھے سر نے بتایا تھا کہ۔''

''بس کچھ حادثے ہونا ہمارے مقدر میں ہوتے ہیں۔'' صفا نے آنسو چھپائے۔

''تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔'' عیشا نے مسکرا کر تسلی دی۔

''وہ تو ٹھیک ہے تم بتاؤ وہاں کیسے ہیں؟ تم آئی اور عینا، سفیر اور۔ اور قادر بھائی۔'' اس نے ان کا پوچھا تو عیشا نے آنکھیں سکیڑیں۔ شاید وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

''سفیر۔۔ وہ واشنگٹن گیا ہوا ہے کسی کام سے۔۔ اور قادر بھائی اور عینا۔۔ وہ دونوں غزہ ہیں۔'' اس نے بتایا تو صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''کیا عینا کی شادی قادر بھائی سے؟''

''نہیں نہیں۔'' عیشا ہنس دی۔ صفا نے الجھ کر دیکھا۔ ''قادر بھائی تو بس وہاں رضا کاری کے لئے گئے ہیں اور عینا۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہوئی۔

''اور عینا؟'' صفا نے سوالیہ انداز میں دہرایا۔

''اسکی شادی ہو گئی۔'' صفا نے عیشا کی جانب دیکھا۔ ''حسن سے۔'' بات مکمل ہونے پہ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں غیر یقینی سے۔

''کیا؟ حسن۔ اور عینا؟'' صفا کو یقین نہیں آیا تھا۔

''لمبی کہانی ہے۔'' عیشا نے گردن کو خم دیا۔

''اور میرے پاس ٹائم ہی ٹائم ہے۔'' صفا نے اسکو گھورا۔ عیشا نے بے چارگی سے دیکھتے ہوئے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

سکول میں اس وقت تیسرا پیریڈ چل رہا تھا اور یہ سائنس کی کلاس تھی۔ کلاس روم میں اس وقت ٹیچر آکسیجن کی ڈائیاگرام بنا کر کچھ سمجھا رہی تھیں۔ بچے اپنی اپنی نوٹ

بکس پہ وہ ڈائیاَ ام بنا رہے تھے جبکہ آ۔ کسی ت کی سی کیفیت میں بیٹھی بورڈ کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا تم جا ہواَ تمہارے ت جان نے پیسے نہ دیئے تو ہم کیا کریں گے؟'' ا منحوس آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی ۔اور وہ پھر سے اسی ا ٰ ھیرے گودام میں پہنچ چکی تھی جہاں وہ آدمی جھکا کھڑا تھا جبکہ ننھی آ۔ زمین پہ بیٹھی تھی اسکے منہ پہ پٹی بندھی ہوئی تھی اور اسکے ہاتھ پ ؤں بھی بندھے ہوئے تھے جبکہ آدمی کے چہرے پہ ماسک تھا۔

آ۔ نے خوف سے میں سر ہلا۔ وہ آدمی قہقہہ لگا کر ہنس د۔

''پھر ہم لوگ۔'' وہ مدھم سرگوشی میں کہتا ہوا اسکے پ س بیٹھا اور ہاتھ ٹھا کرا خنجر اٹھا۔ آ۔ کی خنجر کو دیکھ کر جان حلق کو آئی تھی۔اس آدمی نے اس خنجر کو اسکی آ کے قر۔ کیا۔''پھر ہم لوگ تمہاری یہ ٹ ی نیلی آنکھیں نکال کر پ دیں گے پتہ ہے بہت پیسے ملیں گے ہمیں۔'' وہ ت ر آواز میں بولا تو آ۔ کی آنکھیں مارے خوف کے مز پھیل گئیں۔اس نے میں سر ہلا۔

''ہاں۔اور پتہ ہے ہم تمہارے دے۔'' کہتے اس نے خنجر کو آ۔ کی کمر پہ رکھ کر ہلکا سا د۔ وہاں سے خون کا ننھا سا قطرہ ر آمد ہوا۔آ۔ نے خوف اور درد کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔''یہ نکال لیں گے اور یہ بھی پ دیں گے۔'' وہ ہنس د۔آ۔ نے میں سر ہلا۔ وہ خوفزدہ ہو چکی تھی۔

''ہم ایسا ہی کریں گے۔'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔پھر اچا ک دروازہ کھلا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا تو ا آدمی اسکے پ س آ۔

''استاد۔!! اسکے ت سے ب ت ہو گئی ہے وہ پیسے دینے کے لئے مان ی ہے۔''

''ما کیوں نہیں۔'' اس نے قہقہہ لگا۔''آ سونے کی چ ی جو ہے یہ لڑکی۔'' اس نے گ دن گھما کر کا پ ت ہوئی آ۔ کو دیکھا۔اسی دوران اسکا فون بجا تھا۔اس نے فون اٹھا۔

''ماموں۔'' سپیکر سے آواز آئی تو آ۔ نے چ ک کر دیکھا۔''ماموں۔ مجھے یہ گیم نہیں چاہیے۔آپ پلیز آ۔ کو واپس چھوڑ جا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

پ پ تی ہوئی آواز آ۔ نے اپنے کانوں سے سنی تھی اور وہ اس آواز کو پہچا تھی۔آ۔ نے غیر یقینی سے اس آدمی کو دیکھا۔وہ اسکو کیوں نہ پہچان سکی۔آ۔ کا دل بند ہوا تھا آج پھر سے اسکو اپنے ب پ کی کمی محسوس ہوئی تھی وہ پھر سے تنہا تھی۔

شیراز نے کوئی بھی جواب دیے بنا ء فون بند کر د۔

''ا تو یہ بچے۔بہت ہی ڈر پوک ہوتے ہیں۔'' اس نے ٹ ھ کر کہا اور ب ہر نکل ی۔

آ۔ کتنی ہی دیر صدمے کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی اس کو میرال سے ہر ز دتی اور ب ائی کی امید تھی اسکی نہیں۔۔وہ کیسے ا وٹ یو گیم کے عوض آ۔ کا سودا کر سکتی تھی۔

''آ۔ ۔!! آ۔ ۔!!'' کسی انی آواز نے اسکو واپس حال میں کھینچا تھا۔آ۔ نے ہڑ ٹ ا کر دیکھا ساری کلاس اسی کی جا ب دیکھ رہی تھی۔''کہاں گم ہیں آپ؟ اور آپ نے ابھی ت ڈائیاَ ام کو لیبل نہیں کیا؟'' ٹیچر نے اسکی نوٹ ب اٹھائی۔آ۔ اپنی ڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ساری کلاس ی ٹ سی آ۔ کو دیکھ رہی تھی کیو وہ ہمیشہ کلاس ورک ب سے پہلے مکمل کر کے دکھا کرتی تھی اور آج آ۔ نے ابھی ت پہلا سوال مکمل نہیں کیا تھا۔

''واٹ ازدس آ۔ ؟'' ٹیچر نے بے دلی سے اسکی نوٹ ب ڈ پٹخی۔کچھ فاصلے پہ بیٹھی میرال نے بھی کن ا ں سے آ۔ کو دیکھا تھا۔آ۔ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

''ا آپکا دل نہیں لگ رہا کلاس ورک میں تو آپ ب ہر جا سکتی ہیں۔'' ٹیچر نے سختی سے کہا تھا۔اور اگلے ہی پل آ۔ بنا ء کسی قسم کا عذر دیئے کلاس سے نکل گئی تھی۔کلاس اسکو جا ت دیکھے گئی ٹیچر بھی حیران تھی کہ اس نے ا ب ر بھی ایکسکیوز نہیں کیا تھا۔

وہ خاموشی سے آ کر کلاس کے ب ہر کھڑی ہو گئی۔کوریڈور سے گ رتے اکا دکا بچے اسکو دیکھ رہے تھے وہ وہیں کھڑی تھی۔سپاٹ چہرے کے ساتھ۔

''ماما۔!! ۔ ۔!! نکالیں مجھے یہاں سے۔'' وہ کمرے میں چیخ رہی تھی۔ اسکی پکار ں والا کوئی نہیں تھا۔شیراز نے اپنا ماسک ہٹا۔اور پ سکون سا آ کر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر ا مووی لگا کر بیٹھ ی۔اس نے گ دن پھیر کر سارے گھر کا جا ہ لیا۔

''واہ ا م چوہان۔!! ٹ امال بنا۔ہے تم نے افسوس کہ یہ ب اب تمہارے کسی کام نہیں آئے گا اب اس پ صرف اور صرف میرا حق ہو گا۔'' وہ ہنس د۔اسی دوران

اسکے موبائل کی بیل بجی اس نے چونک کر فون اٹھایا۔ اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ اسکے لبوں پہ دوڑ گئی۔ اس نے فون کان سے لگایا۔

''ہیلو آپ۔!! کام ہو گیا۔'' وہ قہقہہ لگا کر اپنی فتح کا اعلان کر رہا تھا۔

''.....؟''

''ابھی آدھا گھنٹہ پہلے مجھے ویڈیو مل گئی ہے۔''

''تم پاگل ہو؟ میری پانچ منٹ پہلے زرین سے بات ہوئی ہے وہ لوگ ہوٹل پہنچنے والے ہیں۔''

''کیا؟'' شیراز اپنی جگہ سے اچھلا۔

''ہاں اور آج ہر صورت یہ کام ہو جانا چاہیے ورنہ۔''

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں اس نے فون بند کیا اور پھر سے ویڈیو کو دیکھا۔ وہ ویڈیو ایڈٹ کی گئی تھی یعنی جس کو اس نے کام سونپا تھا اس نے کامیابی کی صورت میں اسکو چکما دیا تھا۔ شیراز نے موبائل سامنے دیوار میں دے مارا۔

اسی دوران ڈور بیل گھومی اور لاؤنج کا دروازہ کھلا تھا۔ زرین اور ایم مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور ہاتھ میں کیک تھا اور کچھ شاپنگ بیگز۔

''اوہ ایم۔! آپ اور سارے مہمان انتظار کر رہے ہوں گے ہم لیٹ نہ ہو جائیں۔''

''نہیں ہوں گے۔'' اس نے مسکرا کر زرین کی جانب دیکھا وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی پھر ایم کی نگاہوں کا زاویہ بدلا اور اسکے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ زرین نے اسکے بدلتے تاثرات دیکھے تو اس نے مڑ کر دیکھا سامنے شیراز کھڑا دانت نکال رہا تھا۔

''تم؟'' ایم کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''ہاں۔ پرتگالی ہے نا تو انجوائے کرنے آیا ہوں۔'' وہ قدم قدم چلتا پاس آیا۔ زرین کو اسکی نگاہوں سے ہمیشہ کراہت محسوس ہوتی تھی وہ ایم کے پیچھے جا چھپی۔۔ شیراز کی نگاہوں نے دیکھا زرین کا تعاقب کیا تھا۔

''ہوٹل میں ہے۔'' ایم زرین کے سامنے آیا۔

''تھی۔ اب۔ یہاں ہو گی۔'' وہ کچھا سا ہنسا تھا ایم کو اسکی حرکتیں مشکوک لگی تھیں۔

''گارڈ اور چوکیدار کہاں ہے؟ تم آئے ہو؟'' ایم کو اب کچھ کھٹکا تھا۔

شیراز قہقہہ لگاتا ہوا لیاں بجا رہا تھا۔ ایم نے اچنبھے سے دیکھا وہ شخص شاید پاگل ہو چکا تھا۔

''آیا۔!!'' زرین نے آگے بڑھ کر آیا کو آواز دی۔ آیا جو کہ کمرے میں رو رو کر برا حال ہو چکی تھی اچانک اپنی ماں کی آواز پہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ماما۔!!'' وہ کمرے سے بولی تھی۔

''آیا۔ کہاں ہو بچہ؟'' زرین نے شکر کی سانس لی تھی کہ بچی ٹھیک ہے۔

''ماما۔!! میں یہاں ہوں۔ دروازہ نہیں کھل رہا۔'' آیا نے کمرے کا دروازہ بجایا تو زرین آگے بڑھی اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اسکو کسی نے بالوں سے پکڑا تھا۔

''زرین۔!!'' ایم آگے بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ شیراز تک پہنچتا اس نے زرین کے گلے پہ خنجر رکھ دیا تھا۔ ایم وہیں پتھر کا ہو گیا۔ اسکا پورا وجود پسینے سے نہا گیا تھا۔

''شش۔ شیراز۔ یہ۔ یہ کیسا مذاق ہے۔ چھوڑو زرین کو۔'' ایم کا دماغ شل ہو رہا تھا۔

''اب تو بہت دیر ہو چکی ہے ایم چوہان۔۔ وہ کیا ہے نا کہ موت تو پہلے ہی آ چکی تھی تم لوگوں کی تم لوگ نا جانے کیسے چکمہ دے کر آ گئے خیر۔ اب بھی دیر نہیں ہوئی۔'' کہتے اس نے ایم کو کچھ بھی سمجھے بنا خنجر فضا میں بلند کیا وہ خنجر ایم نے آگے بڑھ کر پکڑ لیا۔ اسکا ہاتھ خون سے بھر چکا تھا۔ زرین نے شیراز کو دھکا دیا اور جا کر ایم

کے پیچھے چھپ گئی۔

''زرین۔!! پولیس۔ پولیس کو کال۔'' ا م نے پھولتی ہوئی سانس کے ب کہا تھا۔

اس سے پہلے کہ زرین کچھ کرتی شیراز نے ا م کا کندھا دبوچا اور اسکو گھما کر وہی خنجر اسکی شہ رگ کر رکھا۔ زرین کی چیخ. آمد ہوئی تو ا رکھڑی آ ۔ ت کا پ گئی۔ شیراز اور ا م میں مسلسل ہاتھا پائی چل رہی تھی ا م نے زرین کو آ ۔ ت کے پ اس جانے کو کہا۔ آ ۔ ت بھی ا رسے رہی تھی۔ زرین نے دروازہ کھولا اور ا رچلی گئی۔

''آ ۔ ت ۔ میرا بچہ۔!''

''ماما'' آ ۔ ت فوراً زرین سے لپٹ گئی زرین نے اسکو خود میں ہی چھپا لیا۔ ''ماما۔ ماما۔ وہ۔ وہ انکل کہہ رہے تھے۔'' آ ۔ ت اب ہچکیوں میں بتانے لگی۔

''ششش۔!! کچھ نہیں ہوا۔ . . ہیں ں۔ وہ سنبھال لیں گے۔'' اس نے آ ۔ ت کے آ پونچھے۔

ادھر ا م نے دھکا دے کر آ ۔ ت کار شیراز کو گرا لیا تھا۔ اس نے پ بورڈ سے اپنی پسٹل نکالی اس سے پہلے کہ وہ فا ئر کرتا کمرے کا دروازہ کھلا اور آ ۔ ت نکل کر اپنے ب پ کی جا ۔ بھاگی تھی۔

''آ ۔ آ ۔ ت۔'' اس سے پہلے کہ آ ۔ ت ا م کے پ اس پہنچتی شیراز نے موقع دیکھ کر اسکو اچک لیا۔ آ ۔ ت اب اسکے قبضے میں تھی اور ا م اب فا ئر نہیں کر سکتا تھا۔

''ا م۔!'' زرین نے کمرے کے دروازے سے اسکو پکارا جو کہ اب بے بس ہو کر کھڑا تھا۔ زرین کے پیروں میں شیراز کا خنجر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جھک کر اس خنجر کو اٹھاتی شیراز نے ا گلدان اٹھا کر زرین کے سر میں دے مارا۔

''زرین۔!!'' ا م چیخ اٹھا تھا۔ اسکی بیوی کے سر سے خون کی پھوار نکلی اور وہ وہیں زمین پ بیٹھتی چلی گئی۔ آ ۔ ت اب ت صدمے میں جا چکی تھی۔ اسکو اب رو بھی نہیں آ رہا تھا۔

''آ ۔ ت ۔!! میرا بچہ۔'' ا م دو قدم آگے ب ھ کر آ ۔ ت کو پ نے لگا ۔ ت شیراز نے خنجر اٹھا لیا تھا۔

''شکریہ آ ۔ ت ۔!! میرا کام آسان کرنے کے لئے۔'' کہتے شیراز نے وہ خنجر ا م کے پیٹ میں گھو پ دیا تھا۔ اور آ ۔ ت وہیں آنکھیں مو گئی تھی۔

ہوٹل میں خبر پہنچی تو . لوگ ا پ تال پہنچے تھے جہاں شیراز موجود تھا۔ ان لوگوں کا حادثہ ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے گاڑی کے شیشے ٹوٹ کر ان لوگوں کے جسموں میں چبھے تھے۔ شیراز نے اس وڈیو کو اپنے فا ئدے کے لئے استعمال کیا تھا اور پھر ب ڑی ہوشیاری سے پلین کو وہی شکل دی جو وہ دینا چاہتا تھا۔ تھوڑی مشکل ہوئی تھی کیو ا وہ لیٹ ہو جا ت تو تباہ شدہ گاڑی ت پولیس پہنچ جاتی اہل علاقہ نے خالی گاڑی دیکھ کر خاص توجہ نہیں دی تھی شیراز نے اسی گاڑی کو استعمال کیا۔ پولیس نے تھوڑی بہت ابتدائی انو یسٹیگیشن کی اور . سے ب ڑا ثبوت وہ وڈیو ہی تھی جس میں صاف صاف دیکھا جا سکتا تھا کہ ا م اور زرین اس میں بیٹھے تھے اور اس کے بعد پھر اس گاڑی کا حادثہ ہو ۔ تھا۔ اس ب ا گھنٹے میں کیا ہوا کوئی نہیں جا تھا۔

کچھ خبریں اٹھی تھیں کہ گاڑی تو خالی تھی ان خبروں کو شیراز نے کسی نہ کسی طرح گول کر دیا تھا۔

یوں ا قتل بس ا حادثہ بن ۔ تھا۔ ت جوادان لوگوں کو کی ڈیڈ . ڈی کو ا پ تال سے لے کر آئے تھے۔ آ ۔ ت صدمے سے ب ھال تھی جس کا شروع شروع میں ت ئی جان نے کافی خیال رکھا تھا۔

تین دن ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو آ ۔ ت کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر گئے ہوئے۔ آ ۔ ت گم سم سی اپنے کمرے میں تھی کیو جواد اپنے خا ان کے ساتھ اسی گھر میں شفٹ ہو ۔ تھا۔ کچھ دنوں کے لئے پھر وہ دن طویل ہوتے گئے تھے اور وہ آج ت اسی گھر میں قیام پ ۔ تھے۔

کمرے کے دروازے پ دستک ہوئی اور کمرہ کھل ۔ آ ۔ ت اپنے بیڈ پ اپنے ٹیڈی کو ی س لگائے گم سم سی بیٹھی رہی۔ کوئی چلتا ہوا آ ۔ اور اسکے سامنے آ کر بیٹھ ۔ آ ۔ ت نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آ ۔ ت کا حلق خشک ہوا۔ اسکا سارا خون نچڑ ۔ تھا چہرہ سفید پ ۔ آنکھوں میں وہی خوف اور و ش ۔ در آئی تھی۔ اس نے ہاتھ ب ھا کر آ ۔ ت کے چہرے کو چھو چاہا تو آ ۔ ت جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی چاہتی تھی اسکے حلق سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں۔

''شش۔آ۔ت۔پیاری آ۔ت۔'' وہ مدھم آواز میں کہتا قریب ہوا اور آ۔ت کو کھینچ کر اپنی گود میں بٹھایا۔آ۔ت کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے ن کہ۔۔اور ماما کے ساتھ کیا ہوا؟'' آ۔ت ایک ہی سمت میں دیکھے جا رہی تھی۔''اگر تم نے کسی کو کچھ کہا تو جا ہو ں کہ کیا ہو سکتا ہے؟'' اس نے کہتے ہوئے۔۔۔سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا جو بظاہر تو بس پھل کاٹنے کے کام آتا تھا آ۔ت کے لئے وہی کافی تھا۔

''نن۔نو۔'' آ۔ت کی نیلی آنکھیں بے رنگ پانیوں میں ڈوب گئی تھیں۔

''ان لوگوں کا حادثہ ہوا تھا اور جواد نے ہاسپٹل سے لے کر آئے تھے۔بس۔!! اتنا ہی یاد رکھنا ہے تم نے ٹھیک ہے ن؟''

''ہمم۔'' آ۔ت نے خوفزدہ سی ہو کر جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''شاباش۔!! گڈ گرل۔'' کہتے اس نے آ۔ت کا گال تھپتھپایا۔آ۔ت کو اس سے کراہت محسوس ہو رہی تھی۔وہ کہتا کمرے سے نکل گیا۔آ۔ت وہیں اپنے ٹیڈی کو سینے سے لگائے لیٹ گئی۔وہ خود میں سمٹی ہوئی کروٹ کے بل لیٹا۔پھر سے اپنی ہچکیاں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''آ۔ت۔!!'' کسی بچے نے پکارا تھا۔ماضی میں کھوئی ہوئی آ۔ت کو وہ آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

''آ۔ت۔!!'' کسی نے اسکو پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔آ۔ت نے چونک کر دیکھا تو سامنے مرجان کھڑا تھا۔آ۔ت نے اردگرد دیکھا کلاس ختم ہو چکی تھی اور اب اگلی کلاس کے لئے بچے اپنے اپنے کلاس رومز میں جا رہے تھے کچھ دوسرے کمروں میں جا رہے تھے جبکہ کچھ اپنے اپنے کلاس رومز میں ٹیچرز کا انتظار کر رہے تھے۔

''کیا ہوا؟ یہاں کیوں کھڑی ہو۔دھوپ آ رہی ہے یہاں۔'' اس نے دیکھا تو کوریڈور میں اب پڑتے سورج کی دھوپ آنے لگی تھی۔وہ ماتھے پہ بل لئے اسکے سامنے کھڑا تھا۔آ۔ت نے پلکیں جھپکیں۔

''میں یہاں۔کیوں؟'' آ۔ت نے مڑ کر دیکھا بچے اسی کو دیکھ رہے تھے۔اس نے مڑ کو دو رہ مرجان کو دیکھا نہ جانے کیوں آج پھر سے دل بھر آیا تھا۔وہ کسی سے اپنا دکھ نہیں بانٹ سکتی تھی وہ اپنا خوف نہیں بیان کر سکتی تھی۔

''آر یو او کے؟ کیا ٹیچر نے ہرنکالا تھا؟'' مرجان کو اب اسکے چہرے کی پھیکی پڑتی رنگت دیکھ کر عجیب سا واہمہ لاحق ہوا تھا۔''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ مسلسل اس سے پوچھ رہا تھا۔آ۔ت نے اثبات میں سر ہلایا اور پلکیں جھپکیں اور اگلے ہی پل وہ زمین بوس ہوئی تھی۔

''آ۔ت۔!! آ۔ت۔!!'' مرجان اسکے پاس بیٹھا رہا تھا۔بچے اکٹھا ہو کر جمع ہونا شروع ہو گئے۔''کوئی میم کو بلاؤ'' مرجان نے مڑ کر کہا لڑکے اور لڑکیاں یوں ہی تماشگیر بنے کھڑے رہے۔۔

''میم کو بلاؤ ڈیم اٹ۔!!'' وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔آ۔ت شور سن کر ایک کوارڈینیٹر وہاں پہنچ گئی تھی۔اور پھر آ۔ت کو اٹھا کر کوارڈینیٹر کے روم میں لے گئے۔مرجان ہلکان سا اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

''مرجان۔!!'' اسکو کسی لڑکے نے پکارا تھا۔

''ہاں؟'' وہ جلدی میں تھا۔

لڑکا اس سے کچھ کہہ رہا تھا اس لئے مرجان چاہتے ہوئے کچھ لمحوں کے لئے رکا۔اسکی نظر کوارڈینیٹر روم کی جانب جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی جان چھڑوا کر بھاگا تھا۔وہ لڑکا پکارتا رہ گیا مرجان مزید نہ رکا۔وہ بھاگتا ہوا ایڈمن آفس پہنچا۔کوارڈینیٹر کے کمرے میں پہنچا وہاں آ۔ت نہیں تھی۔

''آ۔۔آ۔ت کہاں ہے؟'' مرجان کسی کیفیت کے تحت ہکلایا تھا۔

''اسکو ہاسپٹل لے گئے ہیں۔'' ایک میم وہاں موجود تھیں۔

''کون ہے اسکے ساتھ۔''

''یقوت اور میرال۔ قی گھر میں بھی کال کر دی ہے۔'' میم کہہ کر اپنا رجسٹر اٹھاتی وہاں سے چلی گئی مرجان وہیں کھڑا رہ یا تھا۔

''عینا۔!! دوپہر ہونے کو آئی ہے اور حسن ابھی تک نہیں آیا۔'' وہ کچن میں تھی۔ سلوئی نے آ کر اداسی سے کہا تھا۔

''میرا فون لاؤ۔'' عینا نے مصروف سے انداز میں کہا تھا کیونکہ پریشان اب وہ خود بھی تھی۔ سلوئی بھاگی گئی کمرے سے اسکا موبائل اٹھا کر لائی۔ عینا نے موبائل پکڑا اور حسن کا نمبر ملایا۔ کال جاتی رہی کسی نے فون نہ اٹھایا۔ وہ کوئی چار پانچ بار کال کر چکی تھی ہر بار یہی ہوتا تھا۔

''اف۔!! یہ لڑکا۔ ضائع ہو گا میرے ہاتھوں سے۔'' عینا بھنچے اسکو کوستے ہوئے آ کر صوفے پہ بیٹھی اس نے بے دلی سے کشن اٹھا کر پٹکا تو ٹھٹکی کیونکہ کشن کے نیچے اسکا فون پڑا تھا جو کہ سائلنٹ پہ تھا۔ عینا نے بے بسی سے اس فون کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم کہاں جا رہی ہو؟'' سلوئی نے اسکو سکارف لیتے دیکھا۔

''میں دیکھ کر آتی ہوں۔ تم گھر میں رہنا یوسف کے پاس۔'' اس نے کمرے کی جانب اشارہ کیا جہاں یوسف کھیل رہا تھا۔

''وہ اتنا بڑا ہوا ہے اسکو نہیں پتہ کہ گھر کا راستہ کون سا ہے؟'' سلوئی نے آنکھیں گول کیں۔ عینا نے چونکر اسکی جانب دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے باہر نکل گئی۔

ہاسپٹل میں ایمرجنسی میں فدنتھی ہر طرف گہما گہمی سی تھی اور ایمرجنسی لابارٹری میں وہ اس وقت لیٹا ہوا تھا وہ اپنا خون نکلوا رہا تھا عطیہ کرنے کے لئے۔

کچھ ہی دیر میں خون کی بوتل بھر گئی تو لیبارٹری والے لڑکے نے بوتل الگ کر لی اور اسکے بازو پہ چھوٹی سی پٹی لگا دی۔ حسن اٹھ کر بیٹھا۔

''تمہیں چکر آ تو نہیں رہے۔۔ کچھ دیر بیٹھے ہی رہنا۔'' وہ لڑکا سامان سمیٹ رہا تھا۔

''کیا یہ کافی ہو گا۔'' اس نے پاس پڑی دوا اور بوتلوں کو دیکھا تھا۔

''تمہارے لئے کافی ہے کیونکہ اس سے زیادہ خون نہیں عطیہ کر سکتے تم۔۔ اب جس کی قسمت میں ہو گا اسکو مل جائے گا۔''

''نہیں۔۔ میں اور دے سکتا ہوں۔'' وہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔

''نہیں۔ پہلے ہی تم ایک بوتل اضافی دے چکے ہو۔ مزید خون عطیہ کرنے سے تمہیں نقصان ہو سکتا ہے اور ہم ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ لڑکا اس بار سختی سے بولا تھا۔ حسن نے سر جھٹکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھے رہو۔'' لڑکے نے دوبارہ کہا تو سیاہ آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔

''میں کمزور نہیں ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں کہتا بنا کسی قسم کی لرزش دکھائے باہر نکل گیا تھا۔

وہ چلتا ہوا ایمرجنسی وارڈ کے سامنے سے گزرا تو وہی آدمی کھڑا تھا۔ اس نے حسن کو دیکھا تو اسکی جانب لپکا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ میری بچی وقت پہ ہاسپٹل نہ آتی تو۔'' وہ اپنی بات بھی مکمل نہ کر پایا۔ حسن نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''اللہ صحت دے۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی جانب بڑھتا اسکو کوریڈور میں وہ اپنی جانب آتی دکھائی دی۔ حسن اسکو دیکھ سکتا تھا عینا کی نگاہیں اسکو بے چینی سے ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ پہ ہی کھڑا ہو کر اسکو دیکھ گیا۔ وہ یوں ہی ادھر ادھر نگاہ دوڑاتی ہوئی اس جانب پلٹی تو حسن پہ نگاہ گئی۔ عینا نے شکر کی سانس خارج کی اور پھر اگلے ہی پل تیز تیز قدم لیتی اسکے پاس پہنچی تھی۔

''اتنی دیر لگا دی۔ ہم لوگ پریشان ہو رہے تھے۔'' وہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ ''اور تم فون بھی ساتھ نہیں لے کر آئے اگر کوئی ایمرجنسی ہو جاتی تو؟ ذمہ داریاں سمجھو گے تم؟ میں نے کہا بھی تھا کہ جلدی آ جانا۔'' وہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی حسن بس اسکی مضطرب سی آنکھیں اور اسکے ہلتے ہوئے لبوں کو دیکھ پا رہا تھا۔

''کیا تم سن رہے ہو؟'' عینا نے اسکا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا۔ حسن نے بے ساختہ بازو پہ ہاتھ رکھا۔ وہ چھوٹی سی پٹی ہٹ گئی تھی جس کے باعث اسکی شرٹ پہ چند قطرے

خون کے نمودار ہوئے۔عینا کی آنکھیں وہیں سا ۔ ہو اور پھر اس نے غیر یقینی سے حسن کی جا۔ دیکھا۔جو کہ بے ساختہ ۔ کاٹنے لگا تھا۔عینا نے جلدی سے اسکی آستین پ ھائی۔اور اس جگہ کود۔۔جہاں سے خون نکل رہا تھا

''تم نے کوئی بلڈ ٹیسٹ کروایا ہے؟''عینا اس جگہ کود۔ئے کھڑی تھی اسکو یہی لگا تھا کہ وہ کوئی بلڈ ٹیسٹ کروا کر آرہا ہے۔

''ہمم۔''وہ بس یہی بول پ۔۔عینا اسکی جا۔ دیکھنے لگی اسکو اسکی آنکھوں میں جھوٹ آ۔۔

اسی دوران ۔۔ر ڈی والا لڑکا تین خون کی بوتلیں لئے ایمرجنسی کی جا۔ بھاگا تھا۔

''چلیں اب؟''عینا نے اسکی جا۔ دیکھا۔

''ہاں چلو۔''وہ مسکرادی۔اس نے عینا کا ہاتھ تھاما۔ڑے استحقاق سے۔۔عینا کا وجود ا۔ پل کے لئے۔ف ہوا تھا اگلے ہی پل وہ سنبھل گئی۔

''کیا؟''صفا اپنے منہ پ ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔عیشا بیٹھی ہنس رہی تھی۔

''ہاں۔''

''کس قدر کمینہ نکلا حسن ۔خود کو بچانے کے لئے اس نے عینا کا سہارا لیا۔اور عینا پ گل کہیں کی اسی سے محبت کر بیٹھی ہے۔''صفا نے افسوس سے سر ہلا۔۔

''محبت پ اختیار نہیں ہوتی صفا ۔اب خود کو ہی دیکھ لو۔''عیشا نے جیسے اسکو یاد دلا۔ تھا کہ وہ بھی تو اپنے مجرم کی محبت میں ہی مبتلا ہوئی تھی اور پھر ایسی دیوانی ہوئی کہ ۔ کچھ ہی تیاگنے کو تیار ہوگئی۔صفا نے ۔ کاٹتے ہوئے سر جھکا۔۔

''ا۔ اہیم کی۔ت الگ تھی۔''

''محبوب کی۔ت الگ ہی ہوتی ہے۔''عیشا نے اسکی جھکی ہوئی پلکیں دیکھیں اور شرارت سے کہا۔

''اچھا تم اور سفیر۔ یہ بتاؤ کہ ۔ سے چل رہا تھا؟''صفا اب ان ۔ کی کہا ں سن رہی تھی۔

''ہم لوگ ساتھ تو شروع سے ہی تھے پھر سوچا کیوں نہ شادی کر لیں۔اٹ ونچر ہو جائے گا۔''عیشا نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ مارا اور ہنس دی۔۔

''اٹ ونچر کی بچی۔!!تم اس بے چارے اور شریف سفیر کو تنگ تو نہیں کرتی۔''صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''معصوم، بے چارہ، شریف؟ یللہ۔!!مجھے اٹھالیں۔''عیشا نے ڈرامائی ا۔ از میں کہا تھا۔صفا نے اسکو آنکھیں دکھا ۔

اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا اور ا۔ اہیم ا۔ ر داخل ہوا۔ان دونوں کو یوں خوش دیکھ کر ا۔ پل کے لئے ٹ اسکے ماتھے پ پ یشانی کے بل تھے۔

''کیسی ہو؟''وہ اسکے پ س پہنچا اور اسکی پ یشانی چھو کر پوچھنے لگا۔

''ٹھیک ہوں۔کہاں تھے آپ؟''صفا نے َ دن اٹھا کر پوچھا۔

''سکول سے آرہا ہوں مرجان کو لے کر آ۔ ہوں اب ۔قوت کو ۔ جا رہا ہوں۔''اسکا چہرہ ستا ہوا معلوم ہوتا تھا عیشا نے بھی آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

''کیا مطلب؟ وہ دونوں ا۔ ساتھ نہیں آئے؟''

''نہیں۔۔قوت کو ہاسپٹل سے ۔ ہوگا۔''

''کیا؟''وہ تقریباً ئی تھی۔اپنا مو۔ئل چار۔َ پ لگا۔ ہوا ا۔ اہیم مڑا۔اسکا پ یشان چہرہ دیکھ کر پ س آ۔۔

''ریلیکس۔۔قوت ٹھیک ہے۔وہ تو بس آ۔۔ کی طبیعت ۔ اب ہوگئی تھی وہ بھی اسکے ساتھ َ ہاسپٹل۔''

''کیوں؟ آ۔۔ کو کیا ہوا؟''وہ کیسے بھول َ۔ تھا کہ اسکے لئے تو وہ سارے بچے ہی اہم تھے۔

''جا کر معلوم ہوگا میں ابھی آ۔ ہوں۔''وہ اپنے کپڑے نکالتا ہوا واش روم میں َ۔

صفا بے چینی سے ہاتھ مسلنے لگی۔

''اٹس اوکے۔!! ہوجاتا ہے کبھی کبھی اور می. ٹھر رہی ہے ڈی ہائڈر ہوگئی ہوگی۔''عیشا نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔۔صفا نے سر ہلایا۔ بے چینی اپنی جگہ قائم تھی۔

''کیسی طبیعت ہے اب بیٹ؟''وہ بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی ا. اہیم اسکے پاس کھڑا تھا اور کچھ فاصلے پہ کرسی پہ ئی جان بیٹھی تھیں۔ا. اہیم کے ساتھ ہی قوت پریشان سا کھڑا تھا جبکہ میرال اسکے سرہانے دوسری جا. کھڑی تھی۔آ۔ نے نگاہ پھیر کر ا. اہیم کو دیکھا۔وہ اسکی جا. شفقت سے دیکھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہوں انکل۔''وہ اسی سرد سے لہجے میں بولی تھی۔

''. شتہ نہیں کیا تھا کیا؟''ا. اہیم نے اب کی. رمسکرا کر پوچھا تھا۔

آ۔ نے دن موڑ کر ئی جان کو دیکھا جنھوں نے اسکو صبح د سے اٹھنے کی وجہ سے. شتہ کئے بناء سکول بھیجا تھا یہی اسکی سزا تھی۔

''بھوک نہیں تھی۔''آ۔ سرد مہری سے کہتی اسکی جا. مڑی تھی۔

''. شتہ کئے بناء گھر سے نہیں. ہم؟''وہ. می سے کہہ رہا تھا۔اس نے دفعتاً قوت کو دیکھا جو پریشانی سے آ۔ کی جا. دیکھ رہا تھا۔

''دیکھو تمہارے دو کتنے پریشان ہوگئے ہیں۔''ا. اہیم نے مسکرا کر قوت اور میرال پا ا نگاہ ڈالی۔

کچھ د بعد ڈاکٹر آئی آ۔ کا معائنہ کیا اور اسکو چھٹی مل گئی۔

''کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اسکو ہوا کیا تھا۔کیو مجھے نہیں لگتا کہ وہ بھوک سے بے ہوش ہوئی ہے۔''ا. اہیم کمرے سے. ہوا ڈاکٹر کے پاس پہنچا تھا۔وہ وہیں رک گئیں۔

''جی ہاں مسٹر گورسی۔بے شک وہ بچی بھوک کی وجہ سے نہیں بلکہ ذہنی د. ؤ کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی۔''وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہو ا. اہیم کے ماتھے پہ بل پڑے۔ اگلے ہی پل اسکو قوت کی. تیں یاد آئی تھیں یعنی وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔یقیناً آ۔ کچھ چھپا رہی تھی۔

''آر یو شیور؟''ا. اہیم نے ڈاکٹر کو تفتیشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

''جی ہاں۔اور اَ یوں ہی چلتا رہا تو بچی مزید نقصان اٹھا سکتی ہے کوشش کریں کہ اسکے ساتھ وقت. اریں اور جو کچھ وہ سوچ رہی ہے اس. پہنچیں۔۔. ئے داوے آپ اسکے کیا لگتے ہیں؟''ڈاکٹر نے اچا. ہی پوچھا تھا۔

''میرے بیٹ کی دو ہے وہ۔''ا. اہیم بس اتنا ہی کہہ پایا جس پہ ڈاکٹر مایوس ہوئی کیو یہ کوئی ایسا رشتہ نہیں تھا جس پہ آ۔ اعتبار کر سکتی۔

''اسکے ماں. پ؟''

''ڈیتھ ہو چکی ہے ا ۔۔ئی ہیں جو ساتھ ہیں اسکے۔''

''ہمم۔۔ وہ بچی ان کے ساتھ ا معلوم نہیں ہوتی۔''

''شاید۔خیر۔میں کوشش کرتا ہوں کہ اس معاملے کو دیکھوں۔۔آپکا شکریہ۔''وہ کہہ کر وہاں سے واپس آیا۔

کمرے میں ئی جان آ۔ کا سامان سمیٹ رہی تھیں۔وہ لوگ جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔

''آ۔ بیٹی ہمارے ساتھ جائے گی؟''ا. اہیم نے. رمل سے ا. ازمیں پوچھا تھا جس پہ ئی نے گھبرا کر ا. اہیم کی جا. دیکھا۔

''کیوں؟ آپ کے ساتھ کیوں؟''وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولی تھیں۔

''ویسے ہی، میں نے سوچا بچوں کے ساتھ دل بہل جائے گا۔''وہ ئی جان کے. ات جانچ رہا تھا۔

''نن۔نہیں۔میں نے اسکے. کو بتایا ہے وہ شام. آتے ہوں گے اور اَ یہ گھر نہ ہوئی تو وہ. راض ہوں گے۔''

''اوکے اوکے۔ہم پھر کبھی لے جا گے اسکو۔''ا. اہیم نے پریشان سے بیٹھے قوت کی جا. دیکھا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے تھے۔جبکہ میرال اور ت ئی جان آ ۔ تو گھر لے گئے تھے۔وہ سارے راستے خاموش رہی تھی۔گھر آ کر بھی دوا کھا کر سو گئی تھی۔

عیشا کھا ٰ کھا کر واپس جا چکی تھی اسکو اب واشنگٹن کے لئے ٰ تھا۔سہ پہر ہو رہی تھی۔ ۔ یقوت اور ا۔ اہیم گھر واپس آئے تھے۔

''کیا ہوا تھا آ ۔ تو کو؟'' منال نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی ان لوگوں سے پوچھا تھا۔

''کچھ نہیں بس ایسے ہی بچے کسی نہ کسی ۔ت کو ذہن پہ سوار کر ۔ تے ہیں۔'' ا۔ اہیم نے سر جھٹکا۔مرجان سیڑھیوں پہ کھڑا تھا۔یقوت اسکی جا ٰ ۔ ٹھ ۔ے۔

''کیسی تھی وہ؟'' مرجان نے سرد سے ت ٔ ات لئے پوچھا تھا۔

''اب تو ٹھیک تھی۔'' یقوت نے مسکرا کر کہا اور اسکے پ س سے ٰ ر ۔ے۔مرجان وہاں سے نیچے آ ۔ اور ا۔ اہیم کو سلام کرتا ہوا۔ ہر لان میں نکل آ ۔

ا۔ اہیم نے اسکو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر اپنے کمرے کی جا ٰ ۔ ٹھ ۔ے۔

مرجان آ کر ا ۔ بینچ پہ بیٹھ ۔ے۔سائے ڈھل رہے تھے اب دھوپ کی شدت میں کمی آ گئی تھی ہوا بھی چل رہی تھی وہ ا ۔ درخ ۔ت کی چھاؤں میں بیٹھا تھا۔وہ یوں ہی سامنے کیاری میں لگے پودوں کو دیکھ ۔ے۔

گاڑی ا ٰ ر داخل ہوئی تو اس نے دن موڑ کر دیکھا۔سفیان گورسی گاڑی پہ رک کر کے اسکی جا ٰ ۔ ٹھ ے تھے۔

''کیا ہوا میرے شیر؟'' وہ اسکے کندھے پہ ہاتھ ر ۔ ا اسکے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔مرجان سر جھکائے پ ؤں جھلا ۔ رہا تھا۔''کیا میرا بیٹا اداس ہے؟''

''نہیں۔'' اسکی مریل سی آواز آئی۔

''تو پھر؟ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟''

''ویسے ہی سوچ رہا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو سفیان گورسی حیرت سے مسکرا دیئے۔

''اچھا؟ اور تم کیا سوچ رہے تھے؟'' وہ مسکراہٹ د ۔ئے بولے۔

''میں سوچ رہا تھا کہ میں اچھا دو ۔ تو کیوں نہیں بن سکتا؟''

سفیان گورسی حیرت سے ہنس دیئے۔

''اور تمہیں ایسا کس نے کہا کہ تم اچھے دو ۔ نہیں ہو؟''

مرجان نے دن موڑ کر ا آنکھوں میں دیکھا۔ا آنکھیں یقوت جیسی ہی تھیں۔وہ کچھ د ۔ا انکھوں میں دیکھ ۔ے۔

''مجھے دل جوئی کرنی نہیں آتی شا ۔ے۔'' وہ کہہ کر سر جھکا ۔ے۔

''ایسا کس نے کہا؟ مجھے تو لگتا ہے کہ مرجان گورسی ۔ سے اچھا بھائی اور دو ۔ ہے۔'' وہ اسکو ساتھ لگا گئے۔

''بھائی ہوں۔دو ۔ نہیں۔'' وہ سرد مہری سے بولا تھا۔

''ایسی ۔ت نہیں ہے مرجان۔!! تم بہت اچھے دو ۔ ہو۔کیو تم اپنے دوستوں کے ۔ رے میں سوچتے ہو۔اور جوا ن اپنے دوستوں کے لئے سوچ ا خاطر پ یشان ہو وہ اچھا دو ۔ ہوتا ہے پھر چاہے کوئی مانے ٰ مانے۔''

''میں نہیں سوچتا۔'' وہ اب کی ۔ رتبہ خ کر بولا تھا۔سفیان گورسی ہنس دیئے۔

''خود سے جھوٹ بولنا اچھی ۔ت نہیں۔'' وہ اسکو گدگدی کرنے لگے۔وہ دونوں دادا پوتا اچھا وقت ٰ ار رہے تھے۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ ابھی ۔ بے چینی سے پ ؤں ٹ ئے بیٹھی تھی۔

''آ گئے آپ لوگ؟ آ ۔ کیسی ہے؟'' وہ دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ا۔ اہیم فوراً اسکے پ س پہنچا۔اور اسکو پکڑ کر بٹھا د ۔ے۔

''کیا ہوَ ہے؟'' وہ ماتھے پ تیوری پ ھاَ ۔

''آ ۔ کیسی ہے؟''

''ٹھیک ہے آ ۔ ۔تم اپنا خیال رکھو۔'' وہ اسکے پ وَں او پ کر کے پ س ہی بیٹھَ ۔

''ا۔ اہیم آپ نہیں جا کہ وہ بچی کتنی حساس ہے۔ یقیناً اسکو کسی نے کچھ کہا ہوگا اسی لئے وہ اس طرح۔'' صفا پ یشان ہوئی۔

''صفا۔!! وہ ٹھیک ہے اورا کچھ ہوا بھی ہے تو وہ اپنے گھر میں ہے اپنے ۔ ئی کے ساتھ۔۔ وہ لوگ اسکے اپنے ہیں کوئی دشمن نہیں ہیں۔ اور ۔ڑے بچوں کو کسی نہ کسی ۔ت پ ڈا ٹ بھی دیتے ہیں۔ اس میں کوئی ۔ڑی ۔ت نہیں ہے۔ اس طرح اوورری ا نہیں کر ۔ چاہیے اور نہ ہی بچوں کو ایسا ۔ ت دینا چاہیے کہ ا ساتھ ۔ انخواستہ کوئی ظلم ہو رہا ہے۔''

'' ۔''

''ا کچھ نہیں۔۔ تم نے میڈیسن کھائی؟''

''ہمم۔'' اس نے خفگی سے اثبات میں سر ہلا ۔ا۔ اہیم کے مو ئل پ رَ ہوئی اس نے مو ئل نکال کر دیکھا تو ا میسج تھا۔ جس کو پ ڑھ کر اسکے ۔ ات یکدم سخت ہوئے تھے۔ پھر اس نے ۔ کاٹتے ہوئے صفا کی جا ۔ دیکھا۔ جو اسی کی جا ۔ دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ کہہ کر اٹھَ ۔ اور ڈریسنگ میں ۔ ۔ واپس آ ۔ تو اسکے ہاتھ میں ا بیگ تھا۔ وہ واپس ۔ اور اپنے کچھ کپڑے لا کر اس میں ر ۔ لگا۔ صفا ۔ ٹ سی اسکو دیکھے جا رہی تھی۔ دس منٹ میں ہی وہ اپنی مختصر ۔ ین پیکنگ کر چکا تھا۔

''ایبو۔!!'' صفا کی آواز میں لرزش تھی۔ وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ ا۔ اہیم نے بیگ سائیڈ پ رکھا اور اسکے پ س آ کر بیٹھا۔

''نہیں۔ پلیز۔'' اس نے بے بسی سے اسکی جا ۔ دیکھا۔

''ضروری ہے۔'' وہ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے ۔

'' ایسے کیسے؟ آپ۔ کیسے اس حا ۔ میں مجھے چھوڑ کر؟'' اسکے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''ا۔ لڑکی تھی ۔ڑی ڈرپوک اور حساس سی۔'' ا۔ اہیم نے کہنا شروع کیا صفا نم آنکھوں سے اسکی جا ۔ بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔'' ۔ سمجھتے تھے کہ وہ ز ۔ گی کی تلخیاں جھیل نہیں سکے گی۔ پھر ۔ نے دیکھا کہ کیسے وہ ز ۔ گی کے ۔ سے ۔ڑے امتحان سے ۔ ری۔ نہ صرف ۔ ری بلکہ اس نے کامیابی حاصل کی۔ اس نے ۔ کو دکھایا کہ ا ان چاہے تو اپنے خوف پ قابو پ سکتا ہے۔ ا ا ان ش ۔ ت قدم رہے تو اسکو وہ مل سکتا ہے جس کی وہ تمنا کر ت ہے۔ اور ا ا ان چاہے تو وہ اپنے ا ۔ر مضبوطی پیدا کر سکتا ہے ایسی مضبوطی جو پہاڑوں سے بھی ٹکرا جائے۔''

صفا نے ۔ک پونچھی اور میں سر ہلا ۔

''اس لڑکی کو ۔ مس سٹر کہتے تھے۔''

''صرف آپ کہتے ہیں۔'' صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی تصحیح کی۔ وہ ہنس د ۔

''ہاں میں کہتا تھا۔ اور دیکھو۔!! وہی مس سٹر اپنے ۔ پ کا کارو ۔ر سنبھالتی رہی۔'' اس نے ۔ دلایا جس پ صفا نے خفگی سے سر جھٹکا۔

''میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔'' کچھ د ۔ بعد وہ اسکے ہاتھوں کی پشت کو چومتا ہوا بولا تھا۔

''جیسے پہلے آ گئے تھے؟'' صفا نے جتا ۔ لازمی سمجھا۔

''پہلے بھی کہہ کر ۔ تھا کہ عید پ آؤں گا اور آ ۔ تھا ۔ں۔''

'' ۔!!''

''اَ کچھ نہیں ·س کو ہا ئر کے جاؤں گا۔ چوبیس گھنٹے تمہارے پ س رہے گی۔ اَ کوئی مشکل ہوتی ہے تو مجھے فون کر· ۔''

''اور آپ ہمیشہ کی طرح فون بند کر کے بیٹھ جایئے گا۔'' وہ مسلسل خفا تھی۔ ا. اہیم نے سر کھجایا۔

''نہیں کروں گا اس . ر۔''

'' پ امس؟''

''ہمم۔''

''اور جلدی آ· ہے۔'' وہ اسکو روک نہیں سکتی تھی کیو اب وہ اسکا کام جا تھی وہ اسکے مقاصد کو جا تھی۔ اب اَ وہ اسکو روکتی تو خود کی نگاہوں میں ہیَ جاتی۔ وہ اتنی خودغرض نہیں ہو سکتی تھی کہ اپنے لئے اسکو اسکے مقصد سے روکتی۔ وہ جو بھی کر رہا تھا صفا کے لئے وہ اہم تھا۔ کیو وہ ا. اہیم کے لئے اہم تھا۔ وہ لڑکی تو اس پ ا· ھا اعتبار کرتی تھی۔

''ہمم۔ جلدی آؤں گا۔'' وہ اسکا ہاتھ تھپک کر بولا تھا۔

اگلے دن وہ آ ئ· کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔ جبکہ صفا بے چین سی بیٹھی اسکو دیکھ رہی تھی۔ ا. اہیم نے آ ئ· میں اسکا عکس دیکھا تو مسکرا کر پ فیوم اٹھایا۔ اسکی لڈ ہٹائی اور اسکے پ س پہنچا۔ اس نے جھک کر صفا کے . لوں اور اسکے کان کے پیچھے سپرے کیا۔۔ وہ جھینپ گئی۔

پھر اس نے وہ پ فیوم خود پ سپرے کیا اور ڈھکن لگا کر اسکو تھما دی۔ صفا نے پلکیں جھپک کر اسکو دیکھا۔

''اپنے پ س رکھنا۔۔ میری ی دآئے تو چھڑک· خود پ۔'' کہتا ہوا وہ اسکے کان پ جھکا۔ ''یقین مانو۔ اپنے قری· ت پ وَ گی۔'' وہ سرگوشی کرتا اسکی کن پٹی کو چھو کر پیچھے ہٹا تو صفا کا چہرہ سرخیاں چھلکا رہا تھا۔ وہ اسکو اپنی . توں کے سحر میں جکڑ· جا تھا۔

وہ اسکو بے بس کر· جا تھا وہ اسکی رگ رگ سے واقف تھا۔

صفا نے اپنے ہاتھ میں موجود پ فیوم کی شیشی پ َ فت مضبوط کی۔ اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہٹ صفا نے اسکی ٹ ئی پکڑ کر کھینچی۔ ا. اہیم ہڑ· ا کر آگے ہوا۔ اسکی نگاہیں صفا کے ہاتھ میں موجود اپنی ٹ ئی پ تھیں۔ وہ اسکی ہمت پ حیران بھی تھا اور استحقاق پ خوش۔

''واپس جلدی آ· ہے۔ اور۔''

''اور؟'' ا. اہیم اسکے سامنے ہی بیٹھ َ ی۔ صفا نے اسکی ٹ ئی در ی کی اور ی· پ ہاتھ رکھا۔

''اور یہاں کوئی زخم کوئی ن نہیں ہو· چاہیے۔! جیسے جا رہے ہیں ویسے ہی واپس آ· ہو گا۔ یہ سمجھ لیں کہ یہ وجود اب آپکا نہیں ہے اس پ میرا حق ہے اس کی حفاظت کر· آپکی ذمہ داری ہے۔'' سخت گیر لہجے میں بولی تو ا. اہیم نے ا. واٹھا کر اسکی ہمت کو داد دی تھی۔

''اور کچھ؟'' وہ . دانتوں میں د· َ ی۔

''بس۔'' صفا نے اسکی شرٹ کے کالر ٹھیک کئے۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو اپنے قری· . کھینچا۔ اسکی بھیگتی پلکیں لرز رہی تھیں وہ خود پ ضبط پ ئے بیٹھی تھی۔

''اور ا ی پ امس میں بھی لوں گا۔''

''کیا؟''

''یہ۔'' کہتے ا. اہیم نے اسکی پلکوں پ ٹھہرے موتی اپنی انگلی کے پور پ چنے۔ ''بہنے نہیں چاہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولتا اسکے خون کی َ دش کو تیز کر َ ی تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔ آ ٹوٹ کر گالوں پ بہہ گئے۔ اس نے ا. اہیم کے ی· پ سر رکھ دی۔

''ابھی بہا ی· دیں۔'' وہ بھیگی آواز میں کہتی اسکا کالر تھام گئی تھی۔ ا. اہیم نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ اور اسکو اپنے قری· ت کیا۔

شام ہورہی تھی۔بن گوریان ائیرپورٹ کے احاطے سے وہ نکلا تو ایک گاڑی پہلے ہی اسکی منتظر تھی۔وہ گاڑی میں سوار ہوا اور اپنا موبائل نکالا۔نمبر آن کیا اور ایک میسیج ٹائپ کیا۔

''اپنا خیال رکھنا۔میں پہنچ گیا ہوں۔''اس نے صفا کو پہلے اور خود کو بعد میں رکھا تھا۔میسیج بھیج کر وہ ایک آسودہ سی مسکراہٹ لئے ہر موجود عمارتوں اور کھجور کے درختوں کو دیکھتا رہا تھا۔وہ اسرائیل کا علاقہ تھا جہاں اسکو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا۔اسکے پاس ہر قسم کا اجازت نامہ موجود ہوتا تھا۔وہ جلد ہی غزہ کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔

رات کے دس بجے وہ اور ٹیکسی ڈرائیور اس وقت ٹنل کے اس پار موجود تھے۔وہ چلتا ہوا آگے بڑھتا جارہا تھا ٹیکسی ڈرائیور اسکے پیچھے ہی تھا۔وہ بھی انہی کا آدمی تھا۔وہ لوگ آفس کا رکماٹ کے کمرے کے باہر پہنچے۔جیسے ہی اس نے دستک دی دروازہ کھل گیا۔سامنے کماٹ رسرشار سے کھڑے تھے وہ ان سے گلے ملا تھا۔

وہ لوگ خوشگوار ماحول میں بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو کاوچ پہ دراز اس فوراً اٹھ کر بیٹھی۔صفا نیند میں تھی اس نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے مرجان کھڑا تھا اپنے بلیک سوٹ میں۔

''جی؟''اس نے اس سے پوچھا وہ بناء کسی بات کا جواب دیئے اسکے پاس سے گزرا اور آکر صفا کے پاس کھڑا ہوا۔وہ نیند میں تھی مرجان کچھ دیر کھڑا اسکو دیکھتا رہا اور پھر دوسری جانب سے آکر اسکے پاس ہی خاموشی سے لیٹ گیا۔اس نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا اور پھر خود بھی آکر اپنے بیڈ پہ لیٹ گئی اسکے لئے اس کمرے میں ایک سنگل بیڈ ارینج کیا گیا تھا وہ ہر وقت صفا کے پاس ہی رہتی تھی۔اہیم کو گئے ہوئے تین دن ہو چکے تھے اور ان کا روز کا یہی معمول تھا۔مرجان آدھی رات کو آکر یوں ہی لیٹ جایا کرتا تھا۔

کچھ دیر بعد صفا نے کروٹ لی تو اسکا ہاتھ مرجان سے ٹکرایا۔وہ آنکھیں کھول کر اسکو دیکھنے لگی۔اور پھر مسکرا کر اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔

کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے۔صفا کو سسکنے کی آواز آئی تو وہ آنکھیں سکیڑے اسکو دیکھنے لگی۔

''مرجان۔!! کیا تم جاگ رہے ہو؟''اس نے مرجان کا سر چومتے ہوئے پوچھا۔وہ مزید اپنا چہرہ چھپا گیا۔

''کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟''صفا اب اٹھ کر ٹیک لگا کر بیٹھی۔اس سو رہی تھی۔مرجان آنکھیں پونچھتا ہوا اٹھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

''کیا ہوا ہے۔؟ درد آرہے ہیں؟''صفا نے اسکے ماتھے سے بال ہٹائے۔

''نو۔''اس نے میں سر ہلایا۔''یس۔''پھر اثبات میں۔صفا مسکرادی۔وہ کنفیوذڈ تھا۔

''کیا ہوا ہے؟ کوئی بات پریشان کررہی ہے؟''

''یس۔''وہ سر جھکائے ہی بولا تھا۔

''کون سی بات؟''صفا نے پچکارا۔

''فرسٹ اول پتہ نہیں کہاں گیا ہے؟''وہ ہونٹ نکال کر بولا تو صفا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسکو دیکھا۔۔

''کون فرسٹ اول؟''

''میرا دوست تھا وہ۔اور ایک ماہ۔بلکہ نہیں۔۔اس سے بھی زیادہ دیر ہوگئی ہے میری اس سے بات نہیں ہوئی۔''وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''سکول بھی نہیں آرہا؟''صفا کو لگا کہ وہ اسکا کوئی سکول کا دوست ہے۔مرجان نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''وہ سکول نہیں آتا۔''مرجان نے منہ بسورتے ہوئے تک پونچھی تھی۔

''تو پھر؟''

''وہ میرا گیمنگ پارٹنر ہے اس لئے۔۔وہ آنلائن نہیں آیا۔''

صفانے دن ایجاد کی۔اور تاسف سے سر ہلایا۔

''وہ میرا اچھا دوست تھا۔اس لئے مجھے اب یاد آرہا ہے۔''مرجان نے اپنی بات کی وضاحت دی۔

''مرجان۔!!وہ بس ایک آنلائن دوست تھا۔پر اور ایسے لوگوں سے دل نہیں لگایا کرتے وہ لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں ہمیں اندازہ نہیں ہوتا۔یہ بس عارضی اور وقتی تعلق ہوتے ہیں۔''

''نہیں۔''مرجان نے آنکھیں جھپکیں۔''وہ میرا دوست تھا۔اور دوست دوست ہوتا ہے۔''وہ منہ پھلایا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ہوسکتا ہے وہ کسی کام میں پھنسا ہو۔اسکو وقت ملے گا وہ آجائے گا تم سے بات کرنے۔ابھی تم اس کے بارے میں مت سوچو اور سو جاؤ۔صبح سکول جانا ہے نا۔''صفانے اسکا گال تھپتھپایا۔

''ہمم۔''مرجان منہ بنائے وہیں ڈھے گئی۔صفا اسکی جانب دیکھ کر رہ گئی۔پھر سوجھٹک کر وہ بھی سو گئی تھی۔

رات کی تاریکی ہر سو چھا رہی تھی۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اپنے کمرے سے نکلی اور لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔لان کی عقبی سمت میں تھوڑی تھوڑی روشنی تھی کچھ چاند کی اور کچھ ٹیرس پر لگی لائٹس سے آرہی تھی۔وہ ایک کیاری کے پاس پہنچی اور اپنے پاجامے کی جیب سے ایک چھوٹی سی پڑیا نکالی۔اس کو کھولا تو روشنی میں وہ تحریر واضح ہوئی۔

''میں آتشہ ام چوہان۔!!آج آپ سے شکایت کرنا چاہتی ہوں۔آپ میرے ماما کو لے گئے اور جس نے انکو مارا وہ ابھی تک یہیں پھر رہا ہے۔کیا آپ اسکو اپنے پاس نہیں بلوا سکتے اور اسکے بدلے میرے ماما کو یہاں بھیج دیں؟ایسا نہیں ہوسکتا تو میں چاہتی ہوں کہ اس کو جیل ہوجائے۔''مختصر تحریر کو اس نے دوبارہ فولڈ کیا اور ایک چھوڑا سا کدال اٹھایا اور اس کیاری سے مٹی اکھیڑنے لگی۔چھوٹا سا گڑھا بنا تو اس نے وہ پڑیا وہاں رکھ کر اس پر مٹی برابر کردی۔

وہ اپنا خط اللہ کے نام ارسال کر چکی تھی۔

اس نے ہاتھ جھاڑے اور پلٹی تو وہ وہیں ساکت رہ گئی۔

''کیا کر رہی تھی یہاں؟''

آتشہ کا خون خشک ہوا۔اسکے بدن کا ایک پل میں سوکھ گئے تھے اور نیلی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تتتتائی جان۔''اسکے حلق سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔

''کیا چھپا رہی تھی؟''وہ تیز آواز میں کہتیں اسکے قریب ہوئیں۔آتشہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی کدال میں اسکا پاؤں اٹکا اور وہ اس کیاری میں گر گئی۔تائی جان اس پر جھکیں۔اور اسکا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے اسکو کھینچا تھا۔آتشہ کی سانس اٹکی۔انھوں نے کھینچ کر اسکو چھوڑ دیا جس پر آتشہ کا بیلنس بگڑا اور وہ دوسری جانب لان میں جا گری۔اسکی کہنیاں چھل گئیں تھیں۔آتشہ سسکی۔تائی آگے بڑھیں اور اسکو بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

''کیا کر رہی تھی یہاں؟''وہ غرائیں۔

''کک۔کچھ۔کچھ۔نہیں۔''وہ ہکلائی طرح کانپ رہی تھی۔

''کس سے ملنے آئی تھی بتاؤ۔''وہ تنے جبڑوں سے غرائیں۔

''کک۔۔کسی سے نہیں۔''

''کسی کو کچھ بتا رہی تھی۔؟''

''نن۔نہیں۔''وہ کانپ رہی تھی۔

''میری بات کان کھول کر سن لو آتشہ۔!!اگر تم نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔اپنے تئیں کسی اور کے سامنے یا مجھ سے۔اگر کوئی نہیں ہوگا۔سمجھ آئی؟''

انھوں نے اسکو جھٹکا دیا۔وہ۔ی طرح لرزی تھی۔''آئی سمجھ؟''وہ اسکو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

''آ۔آ۔گئی۔''وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بولی۔ئی نے اسکو جھٹکے سے چھوڑ دیا۔

''چلو ا۔ر۔''انھوں نے اسکو دھکا دیا وہ آگے آگے چل دی۔ئی پیچھے کھڑی رہیں۔ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔وہ بھی واپس مڑ گئیں۔

او۔پ۔لکونی میں کوئی کھڑا۔کچھ دیکھ رہا تھا۔ان ننھے ہاتھوں نے وٹ وکا پ دہ پکڑا ہوا تھا۔اور وہ ہاتھ کا۔پ رہے تھے۔خوف سے، بے یقینی سے اور کرب سے۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ پلٹی۔آ۔ا۔ر داخل ہوئی میرال بھاگ کر اسکے پ س پہنچی۔اور اسکو اپنے ساتھ لگا۔آ۔کسی۔ئی کی طرح کھڑی رہی۔

''سوری آ۔ئی۔آئی ایم سوری۔پلیز۔آئی ایم سوری۔''میرال اسکے ساتھ لپٹی کھڑی رہی۔وہ خود بھی رو رہی تھی آ۔کے آ خشک ہو چکے تھے۔

ئی جان تن فن کرتی ہو اپنے کمرے میں داخل ہو۔جواد۔ہنوز سو رہے تھے۔وہ ا۔ان پ ڈالتیں ا۔گہری سانس لے کر رہ گئیں اور اپنے کمرے کی عقبی کھڑکی کا پ دہ۔ا۔کیا جہاں سے وہ منظر صاف آ رہا تھا جہاں تھوڑی د۔پہلے وہ اور آ۔کھڑی تھیں۔انھوں نے اپنا فون اٹھا۔اور۔ہر نکل آ۔لاؤنج میں آ۔ت۔ئی فون اٹھالیا۔تھا۔

''شیراز۔!!اس لڑکی کا کوئی بندوبست کرو۔''وہ دا۔ئی بھینچے کہتیں وہاں بیٹھ گئیں۔

''آپ۔۔!!کیا بندوبست کروں اسکا؟۔ت وہ اٹھارہ کی نہیں ہو جاتی ہمارے ہاتھ کچھ نہیں لگنے والا اور مزید دو سال اسکی شادی کا انتظار کرنا ہوگا۔اسکے۔پ نے بہت پکا کام کیا ہے۔''

''مجھے پرواہ نہیں، یہ لڑکی میرے لئے خطرہ بن رہی ہے اس نے کسی کو کچھ بتا دیا تو۔''

''فکر نہ کریں آپ۔وہ نہیں بولے گی اسکی آواز بند کروانی آتی ہے مجھے۔''وہ فخریہ ا۔از میں بولا تھا۔

''میں رسک نہیں لے سکتی شیراز۔!!''وہ بے بس تھیں۔

''دو۔ت چاہیے۔ں؟''شیراز نے ا۔للچایا۔وہ بے بسی سے خاموش ہو گئیں۔''تو پھر انتظار کریں۔وہ بیس کی ہو جائے پھر اسکی شادی کریں گے ہم، میرے۔ٹے سبحان سے۔اور پھر اسکا۔کچھ ہمارا ہو جائے گا۔''

''اتنا انتظار۔!!''وہ بے بسی سے کرلا۔

''اس سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا۔اس آ۔ت کو اس سے پہلے کچھ ہوتا ہے تو ساری جا ادا۔ٹ کو چلی جائے گی پھر ہمیں پھوٹی کوڑی نہیں ملے گی آپ۔سمجھیں۔ت کو۔''

''ہمم۔''وہ فون بند کر کے وہیں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گئیں۔

صبح کے چار بجے استنبول ائیر پورٹ سے ا۔لڑکی نکلی تھی خود کو ا۔ڑی سی چادر میں چھپائے۔اسکے چہرے پ بے شمار زخموں کے ن تھے۔وہ بمشکل چل رہی تھی اسکو چلنا تھا۔

''کہاں جا۔ہے؟''وہ ا۔ٹیکسی کے پ س آ کر رکی تو ڈرائیور نے پوچھا۔۔

وہ کچھ ثانیے کھڑی سوچتی رہی۔

''دارالامان۔''وہ اپنے گھر نہیں گئی تھی۔اب۔قی کی ز۔گی اسکو دارالامان میں گ۔ارنی تھی۔

''کما۔ٹ ر۔!!یہ خودکشی ہے۔''وہ اس وقت ز سے فارغ ہو کر کما۔ٹ ر کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔وہ دونوں ٹیبل پ ا۔نقشہ بچھائے بیٹھے تھے۔

''یہی ا۔راستہ ہے ا۔اہیم۔''

''لیکن آپ جا ہیں کہ اس سے ان لوگوں کو سرٹیفکیٹ مل جائے گا بمباری کرنے کا۔'' وہ بے بسی سے بولا تھا۔

''تو پھر بتاؤ۔! اس ر ئ کو کیسے روکا جائے؟'' وہ اب اسکی جا . دیکھ رہے تھے۔

''ہم لوگ . ت کر تے ہیں۔''ا. اہیم الجھا۔

''. ت۔؟ا. اہیم تم . ت کرنے کا کہہ رہے ہو؟ کیا وہ لوگ ا ٹھے ہیں؟ کیا ا نہیں آتے ہمارے بھوک سے بلکتے ہوئے بچے؟ وہ لوگ ہمارے ا پ لوں پ بھی حملے کر رہے ہیں کیا ان لوگوں کو یہ نہیں آ ؟ کیا کارو . راتنا اہم ہے ان کے لئے۔؟'' کماٹ رکی آواز بھیگ گئی۔ا. اہیم نے سر جھکا لیا۔

'' اسکے ئج بہت ہولناک ہوں گے۔ ہمارے پ س اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم ئج کو بھگت سکیں۔''

ا. اہیم نے . کاٹتے ہوئے ا سمجھانے کی کوشش کی۔

''یہ. ہے ا. اہیم۔!! اور. میں ئج کا نہیں سوچا جا ۔بس. کو لڑا جا ہے بناء اپنی جان اور اپنے مال کی پ واہ کئے۔'' وہ عزم سے بولے تھے۔

''مجھے ان بچوں کی فکر ہے جو. کے لفظ سے بھی واقف نہیں ہیں اور وہ اسکے ئج بھگت رہے ہیں۔''ا. اہیم نے کہتے ہوئے سر جھکا لیا۔

''کیا تم ہمارا ساتھ دے کر پچھتا رہے ہو؟'' کماٹ رنے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ا. اہیم نے سر اٹھایا۔اور میں ہلا۔

''ہر نہیں۔ میں بس۔ یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ا مشکل فیصلہ ہے۔''

''فیصلے مشکل ہی ہوتے ہیں ا. اہیم۔'' کماٹ رنے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

'' ہم . ی نہیں سکیں گے۔''

''کیا تم مایوس ہو چکے ہو؟''

''نہیں۔ اس طرح آگ میں کود جا کون سی عقل مندی ہے۔''

''لگتا ہے محبت ہو گئی ہے ا. اہیم گورسی کو۔'' وہ ہنس دیئے۔ا. اہیم. ی طرح ہڑ. ٹا۔۔

''کک۔ کیا مطلب؟''

''محبوب کی خاطر جینا چاہتے ہو۔'' وہ شریر سے لہجے میں بولے تھے۔ا. اہیم کے عارض سرخ ہوئے اور . بھنچ گئے۔''تم چاہو تو واپس جا تے ہو۔ ہم لوگ تم پ کوئی د ؤ نہیں ڈالیں گے۔ وہ تو تم نے ا . ٹا حصہ ڈالا ہے ہماری اس . وجہد میں اس لئے تمہیں . کچھ بتا ہم نے لازمی سمجھا۔ تم پ کوئی د ؤ نہیں ہے۔'' وہ می سے کہتے ٹیک لگا گئے۔

''نہیں نہیں۔ ہر نہیں۔ آپ مجھے اپنا ہم نشین پ گے۔ . قی فتح شکست تو مقدر کی . ت ہے۔ اَ ہم یہ فیصلہ نہیں کرتے . بھی وہ لوگ کشی جاری رکھیں گے انکا چہرہ بے ب نہیں ہو سکے گا۔ کم از کم اس طرح ہم ان کو ا عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔'' وہ سمجھ ے تھا کہ کماٹ رکیا چاہتے ہیں۔ وہ اسکی . ت سن کر مسکرا دیئے۔

وہ اٹھ کر . ہر آئی تو وہ لاؤنج میں نہیں تھا۔ فجر کی اذا ہو رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اسکو واش روم سے جو کہ لاؤنج کے ساتھ منسلک تھا وہاں سے پ نی نے کی آواز آئی۔ عینا واپس پلٹ گئی۔ وہ بھی وضو کرنے چلی گئی تھی۔

وہ نہا کر . ہر نکلا تو اسکی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور . لوں سے نمی ٹپک رہی تھی۔ وہ اپنے . ل. ٹ ہوا اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتا ہوا آگے . ٹھا تو کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔

''دھیان سے۔'' وہ اسکو تھام ے تھا۔ عینا کی سانس اٹکی۔

''کیا ہوا؟''

حسن نے اسکی اڑی ہوئی ہوائیاں دیکھیں تو پوچھا۔

''کک۔کچھ نہیں۔'' وہ جھینپ کر پیچھے ہٹی۔حسن نے ا. وسکیڑ کر اسکو دیکھا وہ کچھ الجھی ہوئی تھی۔اپنا دوپٹہ سنبھالتی وہ جائے زا اٹھانے چلی گئی۔

حسن اسکی ا۔ ا۔ حر ۔ کو دیکھتا ہوا اپنے بٹن بند کر رہا تھا۔وہ مصروف ہوگئی تو وہ بھی زادا کرنے لگا۔

عینا نے سلام پھیرا تو وہ اسی کی جا. دیکھ رہا تھا۔وہ اس سے ا۔ قدم آگے تھا۔عینا نے گود میں ہاتھ ائے ہی سر جھکا لیا۔وہ تسبیح کر رہی تھی۔

''کچھ چھپا رہی ہو؟'' وہ اسکے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

''نہیں تو۔'' عینا بمشکل مسکرائی تھی۔

''ہمم۔یہاں آؤ۔'' وہ ا۔ سائیڈ کوہٹ ۔عینا نے اسکی جا. دیکھا۔اور کھسک کر قر. ہوئی۔

''خوفزدہ کیوں ہو؟'' وہ دن موڑے اسکی جا. دیکھ رہا تھا۔عینا سر جھکائے . کاٹتی رہی۔

''حسن۔!!'' اس نے کچھ د. بعد پکارا۔

''ہاں؟'' وہ تو تیار تھا ' کے لئے۔

''ا میں تم سے کہوں کہ مصر واپس چلے جاؤ۔؟''

حسن نے آنکھیں سکیڑیں۔اور اچنبھے سے اسکی جا. دیکھا۔

''یعنی ہم واپس چلے جا ؟'' اس نے عینا کی .ت کی وضا ۔ کی۔عینا نے . کاٹتے ہوئے سر اٹھایا تو وہ اسکی جا. ہی دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔تم۔''

''کیوں؟'' وہ سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

عینا نے تھوک نگلا اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہے اور کیسے کہے۔

''جا کر حکومت سنبھالو۔''

''کہنا کیا چاہتی ہو؟'' وہ اسکی .ت سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ چاہتی کیا ہے۔

وہ . کترتی رہی۔ الفاظ جمع نہیں ہو پا رہے تھے۔حسن نے اسکی جا. رخ کیا۔اب وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔حسن نے اسکے دونوں ہاتھ تھامے اور اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''ا میں کہوں کہ ہم لوگوں کو تمہاری ضرورت ہے؟؟'' عینا نے ا. امید کے ساتھ اسکی جا. دیکھا۔

''کن لوگوں کو؟'' وہ مسلسل اسکی جا. دیکھ رہا تھا۔جبکہ عینا کبھی نگاہ جھکا لیتی تو کبھی نگاہ لیتی تھی۔

''ہم لوگوں کو۔'' وہ پھر سے منمنائی۔

حسن اسکی .ت سمجھنے کی کوشش کر ۔ رہا اور پھر جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔عینا بھی اٹھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔اور تم تیاری کرو ہم واپس جا رہے ہیں۔'' وہ سرد لہجے میں کہتا صوفے کی جا. ۔ٹھ ۔ تھا۔عینا نے جلدی سے جائے زا اٹھائے اور ا۔ کونے میں رکھ دیئے اور اسکے پ س آ کر بیٹھی۔

''پلیز۔! سمجھنے کی کوشش کرو۔ا تم حکومت میں ہوگے تو ہمارے لئے کام آسان ہو جائے گا۔''

''سٹاپ اٹ عینا۔۔!! میں ان . چیزوں پ یقین نہیں ر ۔اور تم اب مز۔ ان لوگوں کے لئے کام نہیں کرنے والی۔گھر چلو اور گھر سنبھالو جا کر۔۔ا مصر نہیں جا. تو دبئی چلو۔۔ اب ہم مز۔ یہاں نہیں رکنے والے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''حسن۔!!'' عینا نے بے بسی سے اسکو پکارا تھا۔وہ پلٹا۔اور آ کر اسکے سامنے ٹیبل پ بیٹھ ۔عینا سر جھکا گئی۔حسن نے اسکے دونوں ہاتھ تھامے۔

''بولو۔!!'' ایسا ہوسکتا تھا کہ عینا پکارے اور وہ اسکی پکار کو ا ٔ ازکردے۔۔عینا نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''پلیز۔!!تم مصر چلے جاؤ۔وہاں حکومت کو سنبھال لو۔ تا کہ ہمارے لئے آسانی ہو جائے۔''

''اسکے علاوہ بولو۔'' وہ سرد ت ٔ ات لئے بولا تو عینا نے بے یقینی سے اسکی جا ٔ ب دیکھا۔

''تم میری اتنی سی ب ٔ ت نہیں مان ت ٔ ؟''

حسن اسکی آنکھوں میں وہ مان دیکھ پ ٔ رہا تھا جو اسکو حسن پ ٔ تھا۔وہ کچھ لمحے یوں ہی دیکھتا رہا اور پھر اسکے دونوں ہاتھوں کو ب ٔ ری ب ٔ ری لبوں سے لگا ٔ ی۔عینا دم سادھ گئی۔ چہرے پ ٔ سرخی امڈ آئی۔

''ساری زن ٔ گی تمہیں ہی سنوں گا۔ ۔!!''

'' ؟'' وہ فوراً بولی تھی۔

'' ب ٔ لے میں مجھے تم لوگ محفوظ چاہیے ہو۔'' عینا نے پلکیں جھپکیں۔''اب مزید کسی اپنے کو کھو دینے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔تم دبئی جاؤ گی اور وہاں میرے گھر میں رہو گی۔سلویٰ اور یوسف بھی ساتھ چلیں گے۔''

''ہم یہاں رہنا چاہتے ہیں۔'' عینا منمنائی۔

''میں اجازت نہیں دیتا۔''

''کیوں؟'' وہ بے بسی سے اسکی جا ٔ ب دیکھے گئی۔حسن نے سر جھکا لیا۔اس نے دونوں کہنیاں اپنے ٹ ٔ ں پ ٔ جما اور عینا نے ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر تھوڑی کے نیچے ٹکائے۔

''کیو ڈر ٔ یہ ہوں میں۔''

''ش ٔ ۔حسن آفندی ڈر ٔ یہ؟'' عینا نے جیسے مذاق اڑا ٔ یا تھا۔ وہ سنجیدہ رہا۔

''ش ٔ ۔حسن آفندی اب ٔ اکے سوا کسی سے نہیں ڈر ت ٔ ا۔ وہ اپنی بیوی کے لئے ڈر ت ٔ ا ہے۔وہ اب ٔ گہانیوں سے ڈر ت ٔ ا ہے وہ اب آفتوں سے خوفزدہ ہو جا ت ٔ ا ہے۔'' عینا سانس ت ٔ ا نہیں لے پ ٔ رہی تھی۔اپنے محبوب ا ن کے منہ سے اپنے لئے محبت بھرے الفاظ ٔ کسی نعمت سے کم نہیں۔یہ اسکے صبر کا پھل تھا۔یہ اسکی قر ٔ بانی کا صلہ تھا جو اسکو تھا۔اور یہ صلہ بہت خوبصورت تھا۔

''میرے محل میں رہو۔۔راج کرو۔مسز ش ٔ ۔حسن آفندی بن کر۔'' وہ اپنی سیاہ آنکھیں اسکی آنکھوں میں گاڑے بولا۔

'' تم اپنے کارو ب ٔ ار ختم کر چکے ہو۔۔'' وہ اسکے شاہانہ ا ٔ از پ ٔ ٹھکی تھی ۔

''شاہ ہمیشہ شاہ ہی رہتا ہے۔پھر چاہے اس سے اسکی سلطنت ہی کیوں نہ چھین لی جائے۔اور فقیر ہمیشہ فقیر ہی رہتا ہے پھر خواہ اسکو تخت پ ٔ کیوں نہ بٹھا دیا جائے۔''

''سمجھی نہیں۔۔''

''سمجھنے کی ب ٔ ت ہے بھی نہیں۔'' وہ ت ٔ چھا سا مسکرا ٔ یا۔

''کیا تم مصر جاؤ گے؟''

''کیا تم دبئی جاؤ گی؟''

دونوں نے ا ٔ یک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔وہ دونوں ہی اپنی اپنی ضد کے پکے تھے۔

''میں یہاں رہ کر کام کر ٔ نا چاہتی ہوں۔رضا کاری کر ٔ نا چاہتی ہوں اور۔'' اس نے نگاہ پ ٔ ائی۔ وہ اسکی آنکھوں سے بچ نہیں سکتی تھی۔''اور ب ٔ ر کر ٔ نا چاہتی ہوں۔'' وہ بول گئی۔ جواب نہیں آ ٔ یا۔اس نے کچھ د ٔ یر بعد نگاہ اٹھا کر دیکھا وہ محظوظ سے ا ٔ از میں اسی کی جا ٔ ب دیکھ رہا تھا۔

''ب ٔ ر کر ٔ نا ہم مردوں کا کام ہے۔اس لئے اسکو ہمارے لئے چھوڑ دو۔۔''

''اور پھر ہم عورتوں کا کیا کام ہے؟'' اس نے آنکھیں مٹکا ۔

''محبت کرنا۔''

عینا کی سانس ۔ میں اٹکی تھی۔ چہرہ الگ گلال ہوا تھا۔ وہ نگاہیں جھکا گئی۔

''پھر ہمیں بھی مصر لے چلو۔'' وہ ۔ دانتوں میں د گئی۔ اسکی اس ادا پ حسن دل و جان سے فدا ہوا تھا۔ اسکی مسکراہٹ سمٹ ہی نہیں رہی تھی۔ وہ اسکے ساتھ اسکے ملک جا چاہتی تھی جہاں حسن رہتا تھا۔ جہاں حسن حکومت کرتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میری ملکہ۔'' وہ مسکرادیا۔ وہ جھینپ کر رہ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

''کیوں بھئی؟ یہ ہاتھ کیوں چھڑوا رہی ہو؟'' وہ ۔ مزہ ہوا تھا۔

''تم چھچھورے ا ن ہو۔'' اس نے تکیہ اٹھا کر حسن کو دے مارا۔

''۔ دیکھو تشدد کرتی رہتی ہو۔'' اس نے تکیہ کیچ کر لیا۔

''شٹ اپ۔!!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پ وں پٹختی کچن میں گم ہو گئی۔ یہی اسکی پناہ گاہ تھی۔

وہ مسکرا کر رہ ۔

دوپہر ہو رہی تھی وہ ابھی ٹل میں ہی تھا ا الگ کمرے میں جو مہمانوں کے لئے تھا۔ ساری رات وہ اور کما رجاگ کر پلاننگ کرتے رہے تھے اس لئے اب وہ ستانے کی سے لیٹ ۔ تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بناء کسی شرٹ کے اپنے کسرتی ۔ اور ز وؤں کی ئش کرتا ہوا وہ زمین پ ہی لگے ہوئے ا گدے پ دراز تھا۔

مو ئل سکرین بلنک ہوئی تو اس نے مو ئل اٹھا کر میل کس کھولا۔

''وہ مان ۔ ہے۔''

مختصر ترین پیغام پڑھ کرا. اہیم نے سکون کی سانس لی تھی۔ اب انکا راستہ مز آسان ہو جائے گا۔ کیو ا امداد بھیجنی تھی مصر سے غزہ اور حکومت نے سخت پ بندیاں عائ کی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان لوگوں کو مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ اَ مصر میں حسن انتظامات سنبھال ۔ تو ان لوگوں کے لئے آسانی ہو جاتی۔ امداد پہنچانے میں بھی اور مشن کو ا م دینے میں بھی۔ وہ پ سکون ہوا تھا۔

اس نے بے اختیار گیلری او پن کی اور مخصوص فولڈر او پن کیا۔ سنہری ۔ لوں والی لڑکی کی رینڈم تصاو یکو وہ ا ۔ کر کے دیکھنے لگا تھا۔ کہیں وہ منہ پھلائے کھڑی تھی تو کہیں کسی ۔ ت پ ہنس رہی تھی۔ کہیں آنکھوں میں آ لئے کھڑی تھی تو کہیں وہ آنکھیں سکیڑے غصے سے گھور رہی تھی۔ یہ وہ ساری تصاو تھیں جو وہ اس سے چھپ کر بنا لیا کرتا تھا۔

وہ ا ۔ تصو یکو زوم ان کر رہا تھا۔ ا ۔ تصو میں اسکا الگ ہی رَ روپ ہوتا تھا۔ دل میں عجیب سرشاری سی اٹھی تھی۔ اور اگلے ہی پل دل بے چین ہوا تھا وہ اسکو دیکھنا چاہتا تھا وہ اسکے پ س پہنچنا چاہتا تھا اسکو ابھی مز وہاں رکنا تھا۔

اس نے بے بسی سے فون تکیے پ ا اور او ھے منہ لیٹ ۔

آج جواد ۔ واپس جا رہے تھے۔ انکا سامان تیار تھا اب آ ۔ بھی کافی بہتر تھی ا میں۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھے کسی کو فون کر رہے تھے۔ ۔ میرال سیڑھیاں ا کر نیچے آئی ۔ نے سر اٹھا کر اسکو دیکھا وہ سست قدم لیتی ا پ س پہنچی۔

''میرا بچہ۔!! کچھ کہنا تھا؟'' انھوں نے فون کان سے ہٹا ا اور اسکے سر پ ہاتھ رکھا۔ میرال نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''ماما مارکیٹ گئی ہیں۔'' ا لگا شا وہ اپنی ماں کو

ڈھونڈ رہی ہے۔میرال نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔انھوں نے فون بند کر دیا۔اور میرال کے ہاتھ تھامے۔

''..۔!!''

''جی..کی جان۔!!''

''مجھے کچھ کنفیس کرنا ہے۔''وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔جواد مسکرا دیئے۔

''اٹس اوکے اگلے ٹیسٹ میں اچھا پرفارم کرنا۔''ا لگا شاید وہ کسی ٹیسٹ میں کم مارکس آنے پر خوفزدہ ہے۔

''نو..۔!!''اس نے میں سر ہلایا تو انھوں نے اچنبھے سے دیکھا۔

''پھر کیا ہوا؟''

''آپ پرامس کریں کہ آپ میری بات پر یقین کریں گے۔''اس نے اپنے..کے چہرے پر ہاتھ رکھے۔انھوں نے میرال کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ چومے۔

''آئی پرامس۔''

میرال نے سر جھکایا۔اور بولنا شروع کیا۔ایک ایک لفظ اور ایک ایک انکشاف پر جواد کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں۔اسے سانس تک نہیں آ رہی تھی۔میرال بنا اٹکے بنا جھجکے بس کچھ بتا رہی تھی۔اس نے جو جو دیکھا تھا اور جو جو سنا تھا۔وہ ہر ایک بات بتا رہی تھی۔اور جواد پتھر کے ہو گئے تھے۔

''میں نے ماموں سے کہا بھی تھا کہ مجھے وہ ویڈیو گیم نہیں چاہیے آپ آنسو کو گھر بھیج دیں انھوں نے میری بات نہیں مانی اور کہا کہ اگر میں نے کسی کو بتایا تو وہ مجھے غائب کر دیں گے۔''میرال نے آنسی بات کہتے ہوئے ہونٹ گول کیے تھے۔جواد کا دماغ گھوم گیا۔وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔

''آپ ان سے اپنے پیسے واپس لے لیں۔انھوں نے ہی آنسو کو کڈنیپ کیا تھا۔''اب کی بار وہ خفگی سے بولی تھی۔جواد بمشکل مسکرائے وہ اسکو خوفزدہ نہیں کرنا چاہتے تھے انھوں نے میرال کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسکو اپنے قریب کیا۔

''میرا بیٹا فکر نہیں کرے گا۔ٹھیک ہے ناں۔!!ہم لوگ ابھی پولیس کے حوالے کریں گے۔''وہ اسکو بہلاتے رہے میرال خفگی سے اپنی چھوٹی چھوٹی باتیں بتاتی رہی۔

آنسو اس وقت لان میں کیاری کے پاس زمین پر ہی بیٹھی تھی وہ ہاتھ میں کچھ چھوٹے چھوٹے پھول لئے بیٹھی تھی اور اپنا پیر اکھیڑ کر رہی تھی۔جواد لاؤنج سے نکل کر اس جانب چلے آئے۔وہ آ کر آنسو کے عقب میں کھڑے ہوئے۔آنسو نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ محسوس کی تو گردن موڑ کر دیکھا۔

''میرا بیٹا کیا کر رہا ہے؟''وہ شفقت سے کہتے اسکے پاس بیٹھ گئے۔

''کچھ نہیں۔''

''اب میں اپنے بیٹے سے کچھ پوچھوں گا اور میرا بیٹا سچ سچ بتائے گا ٹھیک ہے ناں؟''انھوں نے محسوساً مزید کہتے آنسو کو اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔آنسو نے سر اٹھا سی آنکھوں میں دیکھے گئی۔

''استاد۔!!چل آج نہاری کھاتے ہیں۔''اس وقت ایک گاڑی روڈ سائیڈ پر کھڑی تھی جس میں شیراز ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا تھا جبکہ اسکا چچا اسکے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

''فضول پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔''کہتے ہوئے شیراز نے ایک سگریٹ سلگائی۔اور دھواں چھوڑتے ہوئے نخوت میں اضافہ کیا تھا۔

''ارے استاد اتنی جلدی ختم بھی ہو گئے؟''اسکا مایوس ہوا تھا۔

''تیرے لئے نہیں ہیں۔''شیراز نے ایک اٹھتی نگاہ اس پر ڈالی۔اسکا پہلو لگررہا تھا۔اسکا موڈ اب دیکھا تو شیراز نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے سامنے لا کر روک دی۔اسکا خوش ہونا۔

''چل۔آج آ ی ت نہاری کھالے۔'' وہ اسکو کہتا ہوا ہر نکلا۔ ارابھی پ جوش سا ہر نکلا۔اس سے پہلے کہ وہ لوگ آگے ٹھتے شیراز کو فون کال آئی۔وہ فون ت ہوا واپس گاڑی میں سوار ہوا۔

''اب کیا ہو ۔ استاد؟''ا ارکہتا رہ ۔ وہ گاڑی موڑ کر لے ۔ تھا۔ا اروہیں کھڑا اسکو جا ت دیکھے ۔۔

شیراز گھر پہنچا تو گھر کے ہر پولیس کی گاڑیں دیکھ کرا ۔ لمحے کے لئے اسکا کلیجہ حلق کو آ تھا۔ پھر وہ پ سکون ہو ۔ کہ اس پ کوئی کیس کیوں کرے گا بھلا۔وہ پ سکون سا ا ر داخل ہوا تو لاؤنج میں پولیس اہلکار کھڑے تھے۔

''خیر ۔ ؟'' وہ سست قدم اٹھا ت ہوا آگے ٹھا۔سبحان اپنی ماں کے ساتھ سہما سا بیٹھا تھا جبکہ نوین اس وقت نم آنکھوں میں غیر یقینی لئے شیراز کو دیکھ رہی تھی۔

''آیئے شیراز صا ۔!! آپ پ آ ۔ ا م چوہان کو اغوا کرنے کا الزام ہے۔'' آفیسر سکون سے بولا تو شیراز کا حلق خشک ہوا۔

''کیا۔کیا کہہ رہے ہیں آفیسر؟'' وہ چلتا ہوا ا پ س آ ۔

''جواد چوہان نے آپکے خلاف ایف آئی آر درج کروائی ہے اس لئے آپکو ہمارے ساتھ تھانے جا ہوگا۔ قی کی ۔ تیں آپ سے وہیں ہوں گی۔'' کہتے ہوئے آفیسر نے ساتھ کھڑے اہلکار کو اشارہ کیا وہ ہتھکڑی لئے آگے ۔ ٹھا تو نوین اور سبحان ٹ پ کر شیراز کے پ س پہنچے تھے۔

''یہ۔یہ جھوٹ ہے۔یہ الزام ہے۔'' نوین ٹ ٹ ائی۔جبکہ شیراز تو اس وقت ت کی سی کیفیت میں تھا۔سبحان اسکا ہاتھ تھامے کھڑا تھا کہ اسکے ۔ کو لے نہ جا ۔

''اس کا فیصلہ عدا ت میں ہوگا محترمہ۔!! آپ ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔'' آفیسر نے سختی سے کہا تو نوین نے میں سر ہلا ۔

''نہیں آپ۔آپ لوگوں کو کسی نے غلط کہا ہے میرا شوہر ایسا نہیں کر سکتا۔شیراز۔!! آپ بولتے کیوں نہیں۔'' اس نے آگے ٹھ کر شیراز کا یبان پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''یہ کیا بولے گا۔'' وہاں ا تیسری آواز گو توان نے چو کر دیکھا۔مین ڈور میں اس وقت جواد صا کھڑے تھے۔وہ سختی سے کہتے ہوئے قر آئے اور شیراز کے منہ پ ا مکا جڑا۔شیراز دو قدم لڑکھڑا ۔نوین نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھا۔

''ٹ ا ن۔!! پیسے چاہیے تھے تو مجھ سے مانگتے۔!! میری پھول جیسی بچی کو اغوا کر کے کیا تمہیں؟'' وہ اب اسکا یبان پکڑے کھڑے تھے۔شیراز اپنی جگہ شل تھا اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آ اسکے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔

''وہ معصوم راتوں کو اٹھ کر ڈر جاتی ہے تمہاری وجہ سے۔'' انھوں نے ا اور مکا اسکے منہ پ جڑا۔پولیس آفیسر پ سکون سا کھڑا اسکی در ت ہوئے دیکھ رہا تھا۔''تیری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں لگانے کی۔'' وہ مسلسل اسکے منہ پ مکے مار رہے تھے۔شیراز کے منہ سے خون لگا تو آفیسر نے جواد کو پیچھے کر لیا۔

''ہمیں ہماری کاروائی کرنے دیں۔'' اس نے تسلی کے ا از میں کہا تو جواد پیچھے ہٹ گئے۔پولیس اسکو فتار کر کے لے گئی تھی۔ابھی نوین صدمے میں تھی۔

''۔ ۔بھائی۔!! آپکو غلط فہمی ۔۔''

''خاموش۔!!'' وہ سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں لئے دھاڑے تھے نوین اپنی جگہ سے اچھلی۔''ا لفظ بھی اپنے منہ سے مت نکالنا۔ورنہ تمہارے بچے کی بھی حیا نہیں کروں گا۔اس کو لو اور اپنے ماں ۔ پ کے گھر دفع ہو جاؤ کیو یہ گھر بھی میرا د ہوا ہے۔اس گھر کو تا لاگ ہے میں نے۔'' وہ سخت ا از میں بولتے نوین کے قدموں تلے سے زمین کھینچ گئے تھے۔

''بھائی صا ۔!! آپ ہمیں یوں در ر نہیں کر ت۔'' وہ ہاتھ جوڑے ٹ ٹ ائی۔سبحان سہما سا کھڑا تھا۔

''یہ تمہارے شوہر کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔کل صبح ت نکل جاؤ۔آج رات کی مہلت دے رہا ہوں۔'' کہتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے نکل گئے تھے ۔

ت ئی جان صوفے پ سر ہاتھوں میں ے ائے بیٹھی تھیں۔میرال سہمی سی ا پ س کھڑی تھی۔

''ماما۔!!'' میرال نے ا کندھے پ ہاتھ رکھنا چاہا تو انھوں نے سختی سے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

''خبردار جو مجھے ماما کہا۔وہ۔وہ آ ۔ ۔وہی ہے اب تمہاری ماں۔جس کی خاطر تم نے اپنی ماں کو دو کوڑی کا کر دیا ہے۔'' وہ اشتعال سے بولیں تو میرال کی آنکھوں

میں ٹھہرے آ بہہ گئے۔

''ماما۔!! میں ڈر گئی تھی۔''

''بکواس بند کرو میرال۔! تم نے اپنے ب کے سامنے میری عزت دو کوڑی کی کر دی ہے اور وہ اب مجھے اس گھر سے نکال دیں گے پھر تم رہنا اس۔ اس سنپولی کے ساتھ۔'' انھوں نے غصے سے کہتے ہوئے سیڑھیوں کی جا . دیکھا تو سیڑھیوں پ آ ۔ کھڑی تھی وہی سرد ۔ ات قائم کئے۔ ''اسکو تو میں بتاتی ہوں۔'' وہ تن فن کرتی ہو اٹھ کھڑی ہو ۔ میرال ا پکارتی رہ گئی۔ انھوں نے زینوں پ کھڑی آ ۔ کو اسکے . لوں سے پکڑ کر کھینچا تھا۔ بھورے . ل چوٹی سے نکل گئے تھے کرب سے آ ۔ کی نیلی آنکھیں آ وں سے لبا . بھر چکی تھیں وہ سسکی ۔ نہ۔

وہ اسکو ٹ ہوئی دروازے ۔ لا اور دھکا دے۔ اس سے پہلے کہ آ ۔ نیچے گ تی کسی مضبوط فت نے اسکو تھام لیا تھا۔

''ردا۔!!'' وہ پوری قوت سے دھاڑے تھے۔ ئی جان وہیں سہم گئیں۔

''جج۔ جواد۔!! آپ نہیں جا اسکو۔ یہ۔ یہ لڑکی جھوٹ۔''

''شٹ اپ۔!!'' وہ آ ۔ کو ساتھ لگائے ا ر داخل ہوئے۔ میرال نے اپنی ماں کا ہاتھ تھاما۔ اب اسکو ا ازہ ہو رہا تھا کہ اس نے کیا کر دیا ہے۔ اس نے آ ۔ کا ساتھ دے کر اپنے ماں . پ کی ز گی ا ب کر دی تھی اور ابھی اسکو کیا کیا دیکھنا تھا وہ سوچ کر رہ گئی۔ اسکو بے اختیار اپنے کئے پ پچھتاوا ہوا تھا۔

''اپنا سامان پیک کرو۔ اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ا منٹ بھی میں تمہیں مز اپنے گھر میں . دا ۔ نہیں کر سکتا۔''

ئی جان کے جسم سے سارا خون نچڑ تھا۔ انھوں نے غیر یقینی سے جواد کو اور پھر آ ۔ کو دیکھا تھا جو کہ سن سی کھڑی تھی۔

''میری یتیم بھتیجی کے ساتھ جو تمہارے بھائی نے کیا ہے میں اسکو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔''

''مم۔ ۔ میرا کیا قصور ہے جواد؟'' وہ ا آس سے بولی تھیں کہ شا ا نہ پتہ ہوا . رے میں۔

''تمہارا قصور؟'' وہ آ ۔ کا ہاتھ چھوڑ کر قدم قدم ئی جان کی جا . ٹھے وہ دم سادھ گئیں جبکہ میرال نے اپنی ماں کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''تمہارا قصور یہ ہے کہ تم نے میری بچی کے ساتھ ز دتیاں کیں۔'' وہ غرائے تو ئی جان نے بے اختیار میرال کی جا . دیکھا جو کہ . کتر رہی تھی ۔

''کون سی ز دتیاں جواد؟ آ ۔ میری بچی کی طرح ہے اَ کبھی کسی غلطی پ ڈا ٹ دیا تو یہ ز دتی تو نہ ہوئی اور۔ اور میں میرال کو بھی تو۔''

''شٹ اپ۔!! جسٹ شٹ اپ۔!!'' وہ دو . رہ دھاڑے۔ اب ئی جان کو اپنا گھر خطرے میں آ تھا یعنی جواد کو صرف شیراز کا پتہ تھا ابھی بھی امید کی ا کرن . قی تھی۔ ئی فوراً جواد کے پیروں میں گ گئیں۔

''مجھے معاف کر دیں جواد۔ جو میں نے کبھی آ ۔ کو ڈا ٹ دیا ہو۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مجھے گھر سے نہ نکالیں۔''

جواد نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ انھوں نے سسکتی ہوئی میرال کو دیکھا اور ا آ ۔ کو جو کہ سہمی سی کھڑی تھی۔

''چلی جاؤ یہاں سے۔'' وہ کہہ کر رخ موڑ گئے۔ میرال آگے ٹھی اور اپنے ب کا ہاتھ تھاما۔

''. . پلیز۔! ماما کو گھر سے نہ نکالیں۔ پلیز . . اس میں ماما کی غلطی نہیں تھی۔ وہ تو مجھے بھی ڈا ٹ دیتی ہیں۔'' میرال کو یہی ا چانس آ تھا اپنے گھر کو بکھرنے سے بچانے کا۔ سو وہ اپنے ب سے لپٹ گئی۔ جواد نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔

''ئ جان۔'' آ ۔ اس . میں پہلی ر بولی تھی۔ ئی نے زمین پ بیٹھے بیٹھے ہی سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے میرال کو دیکھا تھا۔

''جی ٹ؟'' ئ زمین پ بیٹھے اور آ ۔ کو کندھوں سے تھاما۔

''آپ ئی جان کو گھر سے نہ نکالیں۔'' اس نے سر جھکائے کھوئے کھوئے سے ا از میں کہا تھا۔ میرال نے ا نگاہ آ ۔ پ ڈالی اور پھر اپنی ماں کی حا ۔ کو دیکھا۔ کاش آ ۔ ان لوگوں کی ز گی میں نہ ہوتی کاش اسکے . . اسکی ماں کو گھر سے نکالنے کی . ت نہ کرتے کاش۔!! میرال کے دل میں ا کا سا چبھ تھا۔ اس نے پچھتاوے کی آگ میں جل کر اپنے ب کو سچائی بتا دی تھی اس . ت سے بے خبر کہ آگ کی لپیٹ میں اسکا اپنا خا ان بھی آنے والا تھا۔

'' بیٹ۔!''

''ت۔ جان پلیز۔'' آ۔ ت۔ نے ڈ۔ ب۔ تی نیلی آنکھوں سے ت۔ جان کو التجا کی تو وہ ا۔ ٹھنڈی سانس بھر کر گئے۔

میرال نے آ صاف کئے اور جا کر اپنی ماں سے لپٹ گئی۔

رات کے دس بج رہے تھے۔ ۔ میرال کمرے میں داخل ہوئی۔ آ۔ ت۔ ابھی ت۔ اپنے بستر پ بیٹھی تھی وہ سوئی نہیں تھی وہ شا۔ کسی تصو۔ کر لئے بیٹھی تھی اور اس پ ا۔ ں پھیرتی ہوئی کچھ ب۔ ڑا رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پ اس نے وہ تصو۔ ا اپنے تکیے کے نیچے کر لی اور اپنی آنکھوں سے بہتا مائع صاف کیا۔

میرال قدم قدم چلتی آئی اور اسکے پ س کھڑی ہوگئی۔ وہ آ۔ ت۔ کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی آ۔ ت۔ اسکی وں سے الجھ کر رہ گئی تھی۔

''کیا ہوا میرال؟'' کچھ د۔ ت۔ ۔ ۔ میرال کچھ نہ بولی تو آ۔ ت۔ نے ہی پوچھ لیا۔ میرال جواب میں خاموش رہی اور جا کر اپنے بستر پ پ وں ٹ کر بیٹھ گئی اسکا رخ آ۔ ت۔ کی جا۔ ۔ ہی تھا۔

کچھ لمحے خاموشی کی ہوگئے۔ ۔ آ۔ ت۔ نے اسکو کچھ نہ کہتے ہوئے پ۔ تو خود بھی ٹ۔ لگی۔

''تم چلی کیوں نہیں جاتی؟''

میرال کی آواز گو تو آ۔ ت۔ نے چو۔ کر اسکی جا۔ ۔ دیکھا۔

''کچھ کہا؟'' آ۔ ت۔ نے الجھ کر پوچھا اسکو لگا شا۔ اس کو ۔ میں غلطی ہوئی تھی۔

''تم ہماری لائف سے چلی کیوں نہیں جاتی؟'' اس نے اپنی ۔ ت دہرائی اور ۔ رواضح کر کے کہا تو آ۔ ت۔ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''ہماری ز۔ گی میں ا۔ تم نہ ہوتیں تو کبھی بھی آج ۔ ماما کو گھر سے نکالنے کی ۔ ت نہ کرتے۔ انھوں نے تمہاری وجہ سے ۔ ۔ پ شاوٹ کیا آ۔ ت۔ '' وہ دبی دبی آواز میں ئی تھی۔ آ۔ ت۔ اپنی جگہ فر۔ ہو چکی تھی۔ اسکو لگا تھا کہ میرال، اسکی دو ت۔ واپس لوٹ آئی ہے۔ جس سے دو سال پہلے آ۔ ت۔ اپنی ہر چیز اپنا ہر کھلو۔ شیئر کیا کرتی تھی۔ وہ دونوں اچھی دوستیں ہوا کرتی تھیں۔ آ۔ ت۔ کو ا۔ م کچھ بھی لے کر دیتے وہ فوراً میرال کو دکھانے کی ضد کرتی اور آدھی چیزیں تو میرال کو ہی دے آ۔ کرتی تھی۔ ا۔ صبح اس نے کچھ ۔ ا ہوت۔ تھا تو شام کو وہ میرال کے پ س پہنچی ہوئی ہوتی تھی ۔

وہ لوگ شروع سے ا۔ ہی سکول میں ہوتی تھیں۔ تین سال کی عمر میں ہی ا۔ کنڈر گارٹن میں ایڈمیشن دلوا دی۔ ۔ تھا اس لئے وہ ز۔ دہ ت۔ وقت ساتھ ۔ ارا کرتی تھیں۔ ا۔ وہ لنچ ب۔ کس لے کر جاتی تو ہر چیز کی تعداد دو ہوتی تھی ت۔ کہ وہ میرال کے ساتھ ب۔ ٹ سکے۔

اور میرال کی بھی کوشش ہوتی تھی کہ آ۔ ت۔ کے ساتھ اپنی چیزیں ب۔ ٹ سکے ت۔ ئی جان ہمیشہ اسکو روک د۔ کرتی تھیں۔ وہ اسکی اور آ۔ ت۔ کی دوستی کے حق میں نہیں تھیں۔ پھر بھی میرال اور آ۔ ت۔ اچھی دوستیں تھیں۔

۔ ۔ سے آ۔ ت۔ کے ماں ب۔ پ کا انتقال ہوا تھا ت۔ ۔ سے میرال ت۔ ئی جان کی وجہ سے آ۔ ت۔ سے کھنچی کھنچی رہتی تھی۔ وہ ا۔ اس سے ب۔ ت کرنے کی کوشش بھی کرتی تو ردا ت۔ ئی کی سخت نگاہیں اسکو روک د۔ کرتی تھیں۔ یوں ہی آہستہ آہستہ میرال کے دل سے آ۔ ت۔ کی اچھی ی۔ دیں دھندلانے لگیں۔ آ۔ ت۔ پ ڑھائی میں اچھی تھی جبکہ میرال ایورج تھی۔ ت۔ ئی جان نے مقابلے ۔ زی ایسی ڈالی اسکے دل میں کہ اسکے دل سے آ۔ ت۔ کی دوستی نکل گئی اور وہ بس آ۔ ت۔ کی ا۔ حریف بن کر رہ گئی۔

اور پچھلے دو تین دن سے آ۔ ت۔ کو۔ ی حا ت۔ میں دیکھ کر جہاں دوستی والا کونہ جگمگا۔ تھا آج ت۔ جان کا اسکی ماں کے ساتھ رویہ جس کی بظاہر وجہ آ۔ ت۔ ہی تھی، دیکھ کر اسکے دل سے ا۔ ۔ ر پھر آ۔ ت۔ ا۔ چکی تھی۔

بچوں کے ذہن کورے کاغذ کی طرح ہوتے ہیں جس سیاہی سے ہم جو لکھتے ہیں وہی چھپ جا۔ ت۔ ہے۔

''تمہاری وجہ سے ہماری فیملی ٹوٹ سکتی تھی آ۔ ت۔ '' میرال کی آواز میں ت، اشتعال اور حقارت تھی۔ آ۔ ت۔ اپنی جگہ پ شل سی اسکو دیکھے جا رہی تھی۔ ''کاش تم بھی مر جاتی تو آج ماما اتنا نہ روتیں۔''

آ ٔ کار وہ کہہ کر اپنا چہرہ تکیئے میں چھپا گئی۔آ ۔ ۔ اپنی جگہ منجمند تھی بے ۔ ۃ اور سرد چہرہ لئے وہ ۔ ۔ ٹ سی میرال کی پشت کو دیکھے گئی۔آج پھر سے دوستی پ ت غا ۔ آ گئی تھی۔

اگلے دن حسن کی آ لاؤنج میں ہونے والی کھٹ پھٹ سے کھلی تھی۔اس نے آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا تو عینا اپنا بیگ اٹھا کر ۔ ہر نکل رہی تھی۔وہ لوگ فجر پ ڑھ کر دو ۔ رہ سو گئے تھے آج کل حسن اَ سوتو ٔ ں سوتو رہتا تھا۔

''کہاں جا رہی ہو؟''اس نے وال کلاک پ ۔ دیکھا جہاں صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔عینا وہیں سے پلٹی۔

''بچوں کو ٔ شتہ کروادیہے اب دودھ ختم ہو ۔ تھا اور ۔ ٹ بھی اس لئے مارکیٹ جا رہی تھی۔قر مارکیٹ سے لے آؤں گی تم سو جاؤ اَ مز ۔ سو ٔ چاہتے ہو۔''اسکو جوتے پہنتے دیکھا تو عینا نے فوراً کہا تھا۔حسن ۔ لوں میں ہاتھ پھیر ۔ جمائی روکتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔

''تم یہیں رہو میں لے آ ۔ ہوں۔''

''میں لے آتی ہوں حسن۔''

حسن مڑا اور آ کر اسکے سامنے کھڑا ہوا۔اس نے عینا کا بندھا ہوا سکارف کھول دیا تو اسکے سیاہ ۔ لوں کا جوڑا بنا ہوا تھا۔اس نے بے اختیار وہ جوڑا بھی کھول دیا۔عینا نے جھینپ کر اسکی جا ۔ ۔ دیکھا جو کہ ہمیشہ اسکو اپنی جگہ پ فر ۔ کر دیکر تا تھا۔

''گھر میں رہو۔اور میرا انتظار کرو۔''وہ سرگوشی کر ۔ تا نکل ۔ ۔ ۔ وہ اسکی ۔ ت کو سمجھنے بناء ہی سر جھٹک کر اپنا بیگ ر ۔ ۃ واپس کمرے میں چلی آئی۔یوسف اور سلویٰ بیڈ پ بیٹھے کھیل رہے تھے۔

''کیا ہو رہا ہے؟''وہ بھی پ س آ کر بیٹھ گئی۔

''عینا۔!!''سلویٰ نے تکان سے اسکو پکارا تھا۔

''جی میری جان۔''عینا نے پیار سے اسکا گال کھینچا۔

''یوسف سکول ۔ جائے گا؟ ہم لوگ دو ۔ رہ اسکی کتابیں لے تو آئے تھے۔''

''تم نہیں جا ٔ چاہو گی؟''عینا نے دیکھا کہ سلوی بس یوسف کے سکول جانے کے لئے فکرمند تھی۔سلویٰ نے میں سر ہلا ۔''کیوں؟''

''میں کوئی کام کروں گی ۔ کہ یوسف پ ڑھ سکے۔''

''سلویٰ۔!!اب تمہیں کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب میں اور حسن تمہاری ضرور ۔ ت کا خیال رکھیں گے۔''

''نہیں۔!!تم لوگوں نے اتنا خیال رکھا ہے اب میں خود یوسف کو پ ڑھالوں گی۔''وہ اپنے ۔ پ جیسی تھی خوددار۔عینا کو اس پ بے تحاشہ پیار آ ۔ تھا۔

''کیا تم لوگ ہمارے ساتھ مصر چلو گے؟''عینا نے دفعتاً پوچھ لیا۔

سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر عینا کو دیکھا۔

''تم لوگ مصر جا رہے ہو؟''سلویٰ کی آنکھوں میں جلتے دیئے بجھ سے گئے تھے۔

''ہاں۔اَ تم لوگ بھی ساتھ چلو گے تو۔''عینا نے مشروط ا ٔ از میں بتا ۔ تھا۔

''نہیں۔''سلویٰ نے فوراً انکار کیا تھا۔

'' کیوں سلویٰ؟''عینا نے اچنبھے سے دیکھا اسکو سلویٰ سے اس طرح صاف انکار کی امید نہیں تھی۔

''یہ ہمارا ملک ہے عینا۔اور اپنے ملک سے کون جا ۔ ہے؟''سلویٰ کو اسکی ۔ ت پ حیرت ہوئی تھی۔

''سلویٰ۔!! یہاں اب تم لوگوں کا کوئی نہیں ہے اس لئے اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو۔''عینا نے پیار سے سمجھا ٔ چاہا۔سلویٰ نے عینا کا ہاتھ جھٹک دیا عینا اپنا ہاتھ

دیکھ کر رہ گئی۔

''ہر نہیں۔!! یہاں اموکی قبر ہے۔ یہاں . . کی دیں ہیں اور۔ اور۔ یہ میرا ملک ہے میں اس ملک سے کیسے بھاگ سکتی ہوں؟''

''سلویٰ۔!! بچے تم چھوٹی ہو اس طرح تمہارا یہاں اکیلے رہنا مشکل ہے۔'' وہ ہنوز نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

''مشکل ہو یہ آسان۔!! عینا۔ یہاں کتنے ہی میرے جیسے بچے ہیں جن کے اموا ور . . چلے گئے ہیں کیا تم ان . کو مصر لے کر جا سکتی ہو؟''

عینا اسکے سوال پر سا - رہ گئی تھی وہ چھ سالہ بچی اسکو لاجواب کر گئی تھی۔ اس نے یہ . ت کیوں نہیں سوچی تھی کیسے ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جا - تے ہیں۔

'' سلویٰ۔!!''

عینا نے پچکارا تو وہ اپنے کھلونے وہیں چھوڑ کر گھر سے . ہر نکل گئی۔ اسکا رخ قبرستان کی جا . تھا۔ عینا نے یوسف کو دیکھا وہ بھی اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں آ سجائے بیٹھا تھا۔

''آؤ۔!! ہم اسکو منا کر لے آ - گے۔'' عینا نے اسکا ہاتھ تھاما اپنا سکارف اٹھایا اور یوسف کو لئے . ہر نکل گئی۔ وہ تینوں قبرستان کی جا . چل دیئے تھے۔ عینا تیز تیز قدم اٹھاتی سلویٰ کے ساتھ قدم - نے کی کوشش کر رہی تھی وہ سلویٰ کو پکار نہیں رہی تھی کیو - ایسا کرنے سے سلویٰ بھاگنے لگتی اور اسکے غصے میں اضافہ ہو جا - ۔ اس لئے وہ اسکے پیچھے پیچھے چلتی رہی تھی۔

اتوار کا دن تھا . لوگ آج گھر پ ہی تھے۔ مرجان اور دینا تو صبح سے صفا کے کمرے میں ہی تھے جبکہ ی قوت نیچے منال کے پ س تھا۔ آج سفیان گورسی بھی گھر ہی تھے اس لئے ی قوت ان دونوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی . تیں کر رہا تھا۔

''دادو۔'' ی قوت نے ساتھ بیٹھے سفیان کا ہاتھ تھاما۔

''بولو میرے شہزادے۔'' انھوں نے اسکا ہاتھ چوما۔

''ہم لوگ آج کیا آ - - کی طرف جا - تے ہیں۔'' اس نے منہ ڑ ئے کہا تو منال نے مسکراہٹ د ئے سفیان کی جا . دیکھا۔ سفیان صا . نے سوالیہ ا ز میں ا دیکھا تو وہ کندھے اچکا گئیں۔

''خیر - - ہے ی قوت؟ کیا وہ سکول نہیں آ رہی؟'' انھوں نے ر مل سے ا ز میں پوچھا۔

''آتی ہے صحیح سے . ت نہیں کرتی۔ مجھے اس سے کچھ . تیں کرنی ہیں۔'' ی قوت سفیان کی انگلیوں سے کھیلتا ہوا گم سم سا بولا تو سفیان گورسی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ انکا پ - تا اپنی دو - - کو ی دکر رہا تھا۔ یہ . ت ا لئے . ڑی دلچسپ تھی۔

''پلیز دادو۔'' اس نے پھر سے کہتے ہوئے ا آنکھوں میں دیکھا۔

''اچھا ٹھیک ہے چلتے ہیں۔'' انھوں نے اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔ ی قوت کا چہرہ کھل اٹھا۔

''کیا واقعی؟ ہم اسکو ساتھ لے کر آ - گے ٹھیک ہے ن؟'' اس نے فوراً اگلا مطالبہ رکھا تو سفیان کچھ سوچنے لگے۔ ''پلیز دادو۔ . . بھی اس دن کہہ رہے تھے کہ اسکو لے کر آ - گے پھر . . کو جا - ڑ ی۔ پلیز ن۔!!'' وہ اب ضد کرنے لگا تھا۔ سمجھدار سا ی قوت ضد کرتا ہوا بہت پیارا لگ رہا تھا سفیان گورسی نے اسکا سر چومتے ہوئے اسکو تسلی دی کہ وہ لوگ آ - - کو لے کر آ - گے۔

''چلیں پھر جلدی چلیں۔'' وہ تو تیار بیٹھا تھا۔

''ابھی؟'' سفیان نے اچنبھے سے دیکھا۔

''جی ہاں ابھی اور اسی وقت۔'' وہ انکا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا۔

''اچھا جاؤ مرجان کو بلا لاؤ۔'' وہ کہتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اس کو رہنے دیں۔ ہم لے آتے ہیں جا کر آ۔ تو جلدی سے۔۔ مرجان کو سرپرائز مل جائے گا اور صفا آ کو بھی۔'' اس نے فوراً پیش کش کی یعنی وہ آ۔ تو بس جلدی سے یہاں لانا چاہتا تھا۔ سفیان صا۔ اسکی بات سمجھتے ہوئے ہتھیار ڈالتے اسکے ساتھ ہو لئے۔ منال سر جھٹک کر رہ گئیں۔ پہلے وہ لوگ صفا اور سجل کی دوستی کے سامنے یوں بے بس ہو جایا کرتے تھے اور آج قوت اور آ۔ تو کہ وجہ سے یوں ہی خود کو بے بس محسوس کر رہے تھے۔ وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

''زلیخا۔!!''

''جی بی بی۔!'' زلیخا کسی جن کی طرح حاضر ہو ایک۔ رتو منال بھی دل تھام کر رہ گئیں۔

''صفا نے خوشتہ کر لیا تھا۔ اور میڈیسن؟''

''جی ہاں۔ میں ابھی۔ تن لے کر آئی ہوں۔ خوشتہ اس نے کر لیا تھا اور نس نے دوا دے دی تھی۔''

''ابھی کیا کر رہے ہیں وہ لوگ؟''

''مرجان اسکو دجہان کی۔ تیں سنا رہا ہے اور دینا نے اپنا شغل لگا یا ہوا ہے۔'' وہ ہنس دیں۔

''کون سا شغل؟'' وہ بھی حیرت سے مسکرا۔

''کل ٹی وی پہ کوئی ڈانس دیکھ لیا تھا۔ بس اب وہی کر کر کے دکھا رہی ہے ان لوگوں کو۔'' وہ ہنس دیں تو منال بھی ہنس دیں۔

''میں ان کو دیتا ہوں تم دوپہر کے کھانے کی تیاری کر لو۔ اگر کوئی مدد چاہیے ہو تو بتا دینا۔'' وہ کہتیں سیڑھیاں چڑھ گئیں۔

وہ کمرے میں داخل ہو تو واقعی ایک پل کے لئے حیران ہو تھیں دینا کمرے کے وسط میں کھڑی ڈانس کر رہی تھی وہ کمر کو ایک جانب مٹکاتی تو صفا کا قہقہہ گونجتا دینا ایک پل کے لئے رک کر صفا کو دیکھ کر ہنستی اور پھر سے وہی حرکت دہراتی تھی۔ جس سے وہاں موجود ہر شخص ہنسنے لگتا اور تالیاں بجا کر داد دیتا۔ ایک عجیب سی محفل لگی ہوئی تھی۔ مرجان گود میں تکیہ دبائے صفا کے سامنے بیٹھا تھا۔ نس بھی صوفے پہ بیٹھی محظوظ سے ان میں ان لوگوں کے تماشے دیکھ رہی تھی۔

''آ۔!! آ۔'' صفا کو دیکھ کر سیدھی ہوئی۔ وہ چلتی ہو آگے بڑھیں اور دینا کا گال چوم کر صفا کے پاس پہنچیں۔ اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''ٹھیک ہو تم؟'' وہ نرمی سے پوچھنے لگیں۔

''جی آج تو سمجھ لیں کہ دینا نے ہمیں فریش ہی کر دیا۔'' صفا ہنس دی۔ منال بھی ہنس دیں۔

''دادو سی۔'' دینا نے مخاطب کرتے ہوئے ایک اور ٹھمکا لگایا تو وہ ہنس دیئے۔ دینا منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسنے لگی اور پھر سے خوشچنے لگی۔

''منال۔!! قوت کہاں ہے؟'' مرجان نے منال سے پوچھا جو کہ دینا کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔

''وہ تمہارے دادو کے ساتھ ہیرے ہے۔'' انھوں نے دانستہ نہیں بتایا تھا۔

''صبح صبح؟'' مرجان نے استعجاب سے۔

''ہاں کہہ رہے تھے آج جا گے تھوڑی دیر۔'' وہ مسکراہٹ دبائے دینا کی جانب متوجہ ہو اس وقت محفل کا مرکز دینا بنی ہوئی تھی۔

''جواد۔!! مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کہوں۔ یہ جو ہوا ہے بہت برا ہوا ہے اگر بچیاں اپنے گھر کے مردوں سے ہی محفوظ نہیں ہوں گی تو ہر والوں کا تو پھر کیا ہی بھروسہ۔'' وہ لوگ اس وقت لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ جواد نے شیراز کی حقیقت سفیان کو بتائی تھی۔

''بس۔ کیا کہہ سکتے ہیں؟ لالچ اپنے پرائے کا فرق بھلا دیتی ہے۔'' وہ حقارت سے بولے تھے۔

''اگر پیسے چاہیے تھے تو مانگ لیتا۔۔ بچی کو ڈرپ کیوں کیا؟''

''پہلے مانگتا رہا ہے اور میں دیتا بھی رہا ہوں۔ پھر شاید اس نے اپنی آپ سے بھی مانگے تھے ردا نے انکار کر دیا تو اس نے یہ اوچھی حرکت کی۔'' جبڑے تنے ہوئے

تھے اس وقت وہ غصے میں بھی تھے اور شرمندہ بھی تھے کہ وہ بچی کی حفاظت نہ کر سکے۔''میں نے ردا کو بھی چلتا کر تھا بچیوں کی وجہ سے۔۔''

''نہیں نہیں جواد۔!! اس میں ردا کا قصور نہیں ہے۔تم اس طرح اسکو گھر سے نکال کر اپنی بیٹی کی زندگی اب نہیں کر تے۔''

''اسی وجہ سے ہاتھ کھینچ لیا۔یہ بیٹیاں بڑا بے بس کر دیتی ہیں بھائی۔''وہ کرب سے چور لہجے میں بولے تو سفیان صاحب زخمی سا مسکرائے۔ان سے بڑی بے بسی کی مورت کون ہو سکتا تھا۔

''چلیں دادو۔!!''انھوں نے چونک کر دیکھا تو قوت آتے آتے کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا آتے آتے کے کندھے پر اسکا چھوٹا سا بیگ بھی تھا جس میں اسکی ضرورت کی چیزیں تھیں جو بقول اسکے بہت ضروری تھیں۔

''کیا ہم لوگ آتے آتے کو؟''

''لے جا تے''جواد تے نے اجازت دے دی تھی۔

''بچی کا دل بہل جائے گا۔قوت اور مرجان کے ساتھ اچھی دوستی ہے اور ہماری صفا سے بھی کافی ا ہے یہ''سفیان گورسی نے بات کو طول دیتا تھا۔

''مجھے آپ لوگوں پر بھروسہ ہے۔''وہ شرمندہ سے تھے۔

وہ لوگ کچھ دیر بعد آتے آتے کو لے آئے تھے آتے آتے سارا راستہ خاموش رہی تھی۔قوت اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا رہا تھا آتے آتے کے دماغ میں ایک ہی بات گھوم رہی تھی۔۔

''تم ہماری لائف سے چلی کیوں نہیں جاتی؟''

وہ بیٹے اور دودھ لے کر واپس آتے گاڑی کچھ فاصلے پر پارک کی اور پیکٹس اٹھاتا ہوا گھر کی جانب بڑھا۔اسکے چہرے پر ایک الوہی سی مسکان تھی۔گھر کی ذمہ داریاں نبھانا اسکو اچھا لگ رہا تھا۔ایک فیملی مین کی فیلنگ آ رہی تھی۔اسکی بیوی گھر میں اسکا انتظار کر رہی تھی۔یہ سوچ ہر رذہن کے کونوں سے جھانکتی تو ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آ کر اسکی روح سے ٹکراتا تھا اور پورے بدن میں سرشاری کی لہر سی دوڑ جاتی تھی۔

ابھی وہ قدم ہی تھا کہ ایک زوردار دھماکا ہوا۔

حسن بے ساختہ لڑکھڑایا۔دکا ایک طوفان سا اٹھا جس کے شانے اسکی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔وہ چند میٹر کی دوری پر ہی تھا۔کچھ ٹکڑے سے اسکو اپنی جانب بڑھتے دکھائی دیئے وہ ایک گاڑی کی اوٹ میں ہوتے ہوتے۔کچھ پلوں بعد وہ آگ کے شعلوں میں تبدیل ہوئی تھی۔

حسن نے اٹھ کر دیکھا اور گھر کی جانب ہی ہونے پر اسکے ہاتھوں سے وہ پیکٹ زمین پر گئے تھے اور حسن کے قدم وہیں جم گئے۔وہ ہل نہیں پا رہا تھا۔اسکو لگا کہ اسکی روح نکل گئی ہے اور بس بدن باقی ہے جو کسی بھی لمحے ڈھیر ہو سکتا تھا۔وہ پکارنا چاہتا تھا آواز حلق سے نہیں نکل رہی تھی وہ پلکیں تک نہیں جھپک رہا تھا کہ اگر وہ ذرا سا ہلا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

''یہ نہیں ہو سکتا۔''

اسکا دل بے ساختہ ہی چیخ اٹھا تھا۔آنکھوں نے دھچائی دمزید چھٹی تو اسکو کچھ لوگ اپنی جانب بڑھتے دکھائی دیئے۔اسکی سماعتیں بحال ہوتے تو اسکو شور سنائی دیا۔وہ ایک ڈورن حملہ تھا جو حسن اور عینا کے گھر پر ہوا تھا۔اس مکان پر جس کو ان لوگوں نے مل کر گھر بنایا تھا۔ان دونوں کا گھر اس وقت ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔جس گھر میں شاکو حسن تھا۔جس گھر میں حسن کو عینا ملی تھی اور جس گھر میں عینا کو یوسف تھا۔جس گھر میں حسن کو سلوی لے کر آئی تھی جہاں اس نے اپنی زندگی کے حسین تین دن اور لمحات گزارے تھے وہ گھر اب مٹی کا ڈھیر بن چکا تھا۔

وہ مکان صرف مکان نہیں تھا وہ آشیانہ تھا حسن اور عینا کا ایک چھوٹا سا آشیانہ جس میں ان دونوں نے ایک دوسرے کو پایا تھا اصل کے ساتھ۔جس میں حسن زندگی کی سب سے بڑی امید ملی تھی بخشش کی امید۔جس گھر میں عینا صبر کے ساتھ داخل ہوئی تھی اور پھر اسی گھر میں اسکو اسکے صبر کا پھل کیا ملا تھا۔جس گھر میں عینا کے

زخموں پہ مرہم رکھا تھا۔ جہاں عینا کی دعا قبولیت کے درجے پہ پہنچی تھیں۔

وہ ایک رہائش نہیں تھی وہ انکا گھر تھا انکا گھونسلہ، انکا آشیانہ۔!!

''پانی لاؤ۔آگ بجھاؤ۔کوئی ایمبولینس کو کال کرو۔ملبہ ہٹاؤ۔'' آوازیں مسلسل آرہی تھیں اور وہ اپنی جگہ شل کھڑا تھا۔اسکا سب کچھ داؤ پہ لگ چکا تھا۔

اور گھونسلہ آتش ہوا تھا۔اور آشیانہ خاک ہوا تھا۔!!

''حسن۔!!''عقب سے ایک مردانہ آواز گونجی تو وہ اپنے قدموں پہ پلٹا تھا۔اور پھر اس بھیڑ میں سے جو ہوا وہ آج دکھائی دیا جو ہر خسارے میں اسکا ہمدم تھا۔جو ہمیشہ بکھرنے کے بعد اسکا ہم نشین ٹھہرتا تھا۔جو اسکو بکھیر کر بھی سمیٹ لیا کرتا تھا۔وہ رشتہ جو ہمیشہ فریب کی زد میں رہا تھا۔وہ جو ہمیشہ دھوکے کی دھول کے نیچے دبا رہا تھا۔وہ رشتہ جو خالص ہو کر بھی دھندلا تھا وہ جو اسکا اپنا ہو کر بھی اجنبی تھا۔

''حسن۔!!یہ۔یہ کیا ہے؟''وہ آکر اسکے روبرو کھڑا ہوا۔دس سال پہلے والا شربتی آنکھوں والا لڑکا اب ایک توانا مرد تھا حسن کو وہ وہی لگا تھا۔وہی دس سال پہلے والا شربتی آنکھوں والا لڑکا جس کی آنکھوں میں اسکو زندگی نظر آئی تھی۔

''بھائی۔''حسن کے ہلے تھے ایک بار پھر سے اس نے اسکو بھائی کہہ کر پکارا تھا اور یہ بے ساختہ تھا۔وہ آج دس سال پیچھے گیا تھا جہاں بس خسارے ہی خسارے تھے۔جہاں اسکے سامنے وہ واحد ایک ایسا شخص تھا جس کو حسن سے کوئی مطلب کوئی مفاد نہیں تھا وہ بس حسن کا دوست تھا وہ اسکا بھائی تھا۔

ابیہم نے اسکو دونوں کندھوں سے تھاما۔

''عینا کہاں ہے حسن؟''وہ اسکو جھنجھوڑ رہا تھا حسن وہاں ہوتا تو جواب دیتا وہ تو ماضی میں تھا جہاں اس نے سب کچھ کھو دیا تھا جہاں اس نے حسن کو کھو دیا تھا۔اسکے سامنے ابیہم تھا۔بس اسکو یہی دکھا۔حسن لڑکھڑا کر اسکے کندھے پہ اٹھا اسکے قدموں میں مزید کھڑے رہنے کی سکت نہیں تھی۔

''حسن۔!!میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔!!عینا کہاں ہے؟؟''وہ مسلسل پوچھ رہا تھا۔کبھی وہ پلٹ کر ملبے کو دیکھتا تو کبھی حسن کو جھنجھوڑتا۔اسکا دل مٹھی میں آیا تھا۔وہ چھوٹی سی سیاہ آنکھوں والی لڑکی جو اسکو بھائی کہتی تھی ان لوگوں کی چھوٹی سی جاسوس آج۔!!!ابیہم مزید سوچ نہ سکا تھا۔

''حسن۔ادھر دیکھو۔''اس نے حسن کو تھام کر سامنے کیا وہ کسی پتلے کی مانند تھا جس میں جان نام کی کوئی شے نہیں تھی جس جان کا موڑ و مڑ جائے جہاں اسکو چھوڑو جائے۔''حسن۔!!ہوش کرو۔''ابیہم نے اسکو پوری قوت سے جھنجھوڑا تھا حسن کو اپنی ہڈیوں سے گوشت الگ ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اسکو لگا کہ وہ ابھی مزید ہلا تو بکھر جائے گا۔

''وہ۔بھائی۔وہ۔وہ۔چلی گئی۔''وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا تھا۔

ابیہم نے مڑ کر دیکھا جہاں لوگ ملبہ ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''نہیں۔''ابیہم کا حلق خشک ہوا۔''نہیں حسن۔!!دیکھنا۔وہ۔وہ ٹھیک ہوگی۔''اسکے ہاتھ پاؤں ساتھ چھوڑ رہے تھے وہ اپنی ہمت جمع کئے کھڑا رہا کیونکہ جس کو اس نے تھاما ہوا تھا وہ اسی کے سہارے کھڑا تھا۔اگر وہ ذرا سی جنبش دکھاتا تو مقابل ڈھے جاتا۔

''ابھی دیکھنا۔وہ۔وہ ٹھیک ہوگی۔ہاں۔''اس نے حسن کے گال پہ ہاتھ رکھ کر اسکا رخ اپنی جانب موڑا وہ جو مسلسل اس ملبے کے ڈھیر کو دیکھ رہا تھا۔ابیہم کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔کچھ لمحے لگے تھے اور پھر اس اسکی سیاہ آنکھوں میں تاریکی اتر آئی تھی۔وہی تاریکی جس کو اس نے بڑی مشکل سے روشنی میں تبدیل کیا تھا۔

اس نے بے ساختہ ابیہم کے ہاتھ جھٹک دیئے۔اسکی آنکھوں میں تشکر تھی اشتعال تھا۔ابیہم ایک قدم پیچھے ہٹا اسکو حسن کی حالت سمجھ نہیں آرہی تھی۔

حسن نے بوکھلا کر اسکے عقب میں دیکھا اور پھر اس نے سامنے کھڑے ابیہم کو دیکھا۔اگلے ہی پل وہ ابیہم کو اسکے گریبان سے پکڑ چکا تھا۔ابیہم شل سا کھڑا تھا۔

''تم۔تم۔ہمیشہ۔کیوں۔کیوں ہمیشہ میری وجہ تم ہوتے ہو؟''

ابیہم نے اسکی نفت پہ نگاہ ڈالی اور پھر اسکی تاریک آنکھوں میں دیکھا۔اسکو اپنی تمام وضاحتیں کام ہوتی دکھائی دی تھیں۔اسے اپنے سارے الفاظ دم توڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

''تم نے اسکو یہاں بھیجا۔''حسن کے ہونٹ اب لرز رہے تھے کسی معصوم بچے کی طرح جس کے سامنے اسکا گھر مٹی میں ملا اور اسکا پسندیدہ کھلونا اس مٹی کے نیچے

دفن ہو گیا ہو۔جس سے اسکی خوشی کی واحد وجہ چھین لی گئی ہو۔

''حسن۔میری بات سنو۔''ا. اہیم نے کچھ کہنا چاہا حسن نے اسکو جھٹکا دے کر قریب کیا۔ا. اہیم خاموش ہو گیا۔

''تم نے اسکو یہاں بھیجا۔یہاں۔موت کے منہ میں۔کیا تم نہیں جانتے تھے کہ یہاں موت ہے۔یہاں موت کا جانور بے لگام گھومتا ہے اور تم نے اسکو یہاں موت کے منہ میں بھیج دیا؟''حسن کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔اسکے چہرے پر کرب کی سرخی تھی اور پورا پورا وجود لرز رہے تھے۔اسکا پورا وجود. ف ہو رہا تھا۔

''میں نے نہیں بھیجا تھا۔''ا. اہیم نہ جانے کیوں آج اپنی صفائی دے رہا تھا۔ اس سے حسن کی حالت دیکھی نہیں گئی تھی۔وہ اس طرح بھی بکھر سکتا ہے وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

''وہ میری واحد۔واحد خوشی تھی۔''حسن کا لہجہ لرز گیا تھا۔اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔قدموں سے جان نکل رہی تھی۔وہ ا. اہیم کو تھامے ہی زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ا. اہیم کے ہاتھ اسکے ہاتھوں میں تھے اور وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔

''میں. دہو چکا ہوں۔میرا سفر رائیگاں گیا۔میری ریاضت رائیگاں گئی میری زندگی خالی ہو گئی۔''وہ اب. قاعدہ رو رہا تھا۔ا. اہیم بے بسی کی مورت بنے کھڑا تھا۔اس نے بہت کوشش کی تھی کہ کہیں سے کوئی تسلی کے بول اسکے منہ سے. آمد ہو جائے وہ. کام ٹھہرا تھا۔خساروں سے دوچار وہ شخص کسی دوسرے شخص کو خسارے میں کیسے تسلی دے سکتا تھا۔

. کچھ ضائع گیا تھا۔!!

وہ لوگ گھر داخل ہوئے تو قوت کے چہرے پر الوہی سی مسکان تھی وہ خوش تھا کہ آج کا دن آیا۔ان لوگوں کے ساتھ. ارنے والی ہے اس نے راستے میں ہی ساری پلاننگ کر لی تھی کہ وہ لوگ آج کیا کیا کرنے والے تھے۔اسکو یہ بھی افسوس تھا کہ. . گھر نہیں ہیں وہ ہوتے تو زیادہ مزہ آتا۔ خیر وہ لوگ آج سفیان گورسی کو اپنا شکار بنانے والے تھے اور اسکا ا. ازہ سفیان کو اچھی طرح ہو چکا تھا۔

وہ لوگ سیڑھیاں چڑھ گئے سفیان وہیں مسکراتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے اور منال کو آوازیں دینے لگے۔کچھ ہی دیر میں منال سیڑھیاں اترتی دکھائی دیں۔راستے میں ا ٹکر قوت اور آیا سے ہوئی تو وہ خوشگوار حیرت سے مسکرا دیں۔

''تم لوگ آ گئے اتنی جلدی؟''

''ہاں دادو۔!! آج کا دن آیا۔ہمارے ساتھ. ارے گی۔''قوت نے آیا۔کا ہاتھ ابھی تک پکڑا ہوا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔جاؤ ا. رصفا اور مرجان ا. رہی ہیں۔''وہ مسکرا کر کہتیں نیچے اتر آئے۔سفیان صاحب ا دیکھ کر ہنس دیئے وہ بھی ہنس دیں۔

''کیا خیال ہے ا جوڑی اچھی رہے گی. ں۔''وہ شرارتی سی مسکراہٹ سجائے بولے تو منال نے آنکھیں نکال کر ا. زرکھا۔

''پرانے زمانے کے قانون آج کے بچوں پر لاگو نہ کریں۔بڑے ہو جانے دیں۔وقت بتائے گا کہ کس کی جوڑی کس کے ساتھ بنے گی۔وہ بچے ہیں اور دوست ہیں یہ بہت پیارا تعلق ہے اسکو خراب نہ کریں۔''وہ خفگی سے کہتیں ساتھ ہی ہٹ گئیں۔

''ارے بھئی میں تو مذاق کر رہا تھا تمہارے پوتے کی خوشی دیکھ کر میرے دل کے ارمان جاگ گئے۔بیٹے نے تو دونوں. راپنی ہی مرضی کی ہے سوچ رہا ہوں پوتوں کی اپنی مرضی سے شادی کروں گا۔''

''اپنی مرضی سے کیوں؟ وہ لوگ. بڑے ہو جائیں تو اپنی مرضی سے کریں گے شادی۔میں تو اپنے بچوں کے ساتھ ہوں۔''وہ دانت نکالتی ہوئی دانت پیستی ہوئی صفا نے سامنے دیکھا۔اور ایک خوشگوار سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر دوڑ گئی تھی وہیں آیا۔ا پل کے لئے اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔

مرجان نے مڑ کر دیکھا تو اسکو آیا۔کھڑی آئی اور پھر اگلی چیز اس نے قوت کے ہاتھوں میں مقید آیا۔کا ہاتھ دیکھا تھا۔

''میں اچھا دوست نہیں ہوں۔''

مرجان پھیکا سا مسکرایا۔ دینا بھی صفا کے سرہانے پٹھی بیٹھی تھی۔

''آیت۔!! آجاؤ۔'' صفا نے بہانے نہیں پھیلائے۔ آیت اپنی جگہ جمی سی کھڑی تھی۔ قوت نے اسکا ہاتھ ہلا کر اسکو ہوش دلایا۔ اس نے گردن موڑ کر ساتھ کھڑے قوت کو دیکھا جو تھا تو اس سے ایک ہی سال بڑا اسکا قد آیت سے بڑا تھا۔

''آ بلا رہی ہیں۔'' قوت نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا جیسے کہ اسکا مقصد پورا ہو گیا ہو۔

آیت سست قدم اٹھاتی صفا کے پاس پہنچی تھی وہ چھوٹی سی بچی جس کے بھورے بالوں پونی میں مقید تھے وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ صفا نے آگے بڑھ کر اسکو اپنے ساتھ لگایا۔ صفا اب کافی بہتر ہو رہی تھی اب اسکو ملنے جلنے میں تکلیف نہیں ہوتی تھی اب وہ قدرے پرسکون رہتی تھی۔ آیت اسکی نرم سی آغوش میں سما گئی۔

صفا نے اسکے بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور اسکا چہرہ سامنے کر کے اسکے گال چومے۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس نے پیار کرتے ہوئے پوچھا۔ آیت نے پلکیں جھپک کر اس مہربان سی لڑکی کو دیکھا۔

''میں ہاسپٹل میں آئی تھی۔ آپ بیمار تھیں۔ ابراہیم انکل پریشان تھے میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔'' وہ کسی بڑی کی طرح کھڑی کسی ٹرانس کے تحت بول رہی تھی۔

صفا اسکے بے ڈھنگے سے جواب پہ مسکرا کر رہ گئی۔

''ہاں۔ اور دیکھو میں ٹھیک بھی ہو گئی کیونکہ آیت نے کہا تھا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

''کسی کے کہنے سے بندہ ٹھیک نہیں ہوتا۔'' مرجان نے آنکھیں سکیڑ کر کہا تھا صفا نے اسکی جانب دیکھا۔

''آئی مین۔ دعا کرنی پڑتی ہے جو کہ میں نے، نہیں نے اور یہ قوت نے کی تھی۔'' وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔ آیت نے اسکا چبھتا ہوا لہجہ محسوس کیا تو گردن جھکا گئی۔

''میں نے اللہ کو لیٹر لکھا تھا۔'' وہ منمنائی۔ مرجان کیسے سارا کریڈٹ لے سکتا تھا۔ صفا ان دونوں کو دیکھ کر رہ گئی جو کہ اپنی اپنی دعا کے لئے مقابلے بازی پہ اتر آئے تھے۔

''اوہ رئیلی؟ اور کس ایڈریس پہ پوسٹ کیا تھا؟'' مرجان نے جیسے اسکا مذاق اڑایا تھا۔ صفا نے مرجان کو گھورا تھا وہیں قوت نے تاسف سے مرجان کی جانب دیکھا تھا۔ آیت نے بھیگی پلکیں اٹھا کر صفا کو دیکھا۔

''میں نے واقعی لکھا تھا۔'' اس نے جیسے یقین دلانا چاہا۔

''ہاں میری جان۔!! اور اللہ میاں نے مجھے ٹھیک کر دیا کیونکہ انتا پریشان ہو رہے تھے نا۔'' وہ خفگی سے مرجان کو گھورتی ہوئی آیت کو اپنے قریب کر گئی اسکو اٹھا کر اپنے ساتھ بیڈ پہ بٹھا لیا۔ قوت وہیں صوفے پہ بیٹھ گیا۔ اسکو مرجان کے رویے پہ افسوس ہوا تھا۔

''میں منال کے پاس جا رہا ہوں۔ یہاں اب بورنگ لوگ آ گئے ہیں۔ چلو دینا۔'' وہ بیڈ سے اتر ہوا دینا کا ہاتھ تھامے وہاں سے صفا کی جانب اشارہ کرتے ہوا۔ وہ اسکو جاتا دیکھ کر رہ گئی۔ وہ لڑکا ان لوگوں کی سمجھ سے باہر تھا۔ کبھی وہ آیت کا دوست ہوتا تھا اور کبھی کبھی یوں ظاہر کرتا تھا کہ آیت اس پر بس ایک بوجھ ہے۔ پھر وہ آیت کو ایک تھرڈ سمجھنے لگتا تھا جو اس سے اسکے پیاروں کو چھین لے گی جو اسکے حصے کے پیار اور توجہ پہ ڈاکہ مار لے گی۔ بچے ایسے ہی ہوتے ہیں وہ اپنے حصے کی توجہ اور پیار کو بٹتا ہوا محسوس کریں تو فوراً دفاع میں آ جاتے ہیں پھر سامنے خواہ کوئی بھی ہو۔

دروازہ ٹھک سے بند ہوا تو صفا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور آیت کی جانب متوجہ ہوئی جو کہ آنکھوں کے پیالے نمکین پانیوں سے بھرے بیٹھی تھی۔

''ارے ارے۔!! وہ بس تھوڑا پوزیسو ہو جاتا ہے دل کا انہیں ہے۔'' اس نے مرجان کی صفائی دینے کی کوشش کی۔

''آیت۔!!'' قوت نے کچھ کہنا چاہا پھر اپنے پاس بیٹھی بہن کو دیکھنے لگا۔ صفا نے قوت کی ہچکچاہٹ دیکھی جس کو اس نے بھی محسوس کیا۔

''میں ایک فون کال کر کے آئی۔'' وہ ان دونوں کو دیکھ کر خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ صفا پھیکا سا مسکرائی وہ خود سوچ رہی تھی کہ آخر قوت نے کیا کہنا تھا جو وہ اس کے

سامنے نہیں کہہ پا رہا تھا۔

دروازہ بند ہوتے ہی صفا نے یقوت کو دیکھا۔

''آ۔۔۔!! کیا تم بتاؤ گی؟'' یقوت نے مصالحتی انداز میں پوچھا۔ صفا نے آ۔۔۔ کی جانب دیکھا جو کہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا؟ کون سی بات بتانی تھی؟''

''آپکو پتہ ہے آ۔۔۔ کڈ ہوگئی تھی اور۔''

''واٹ؟ مجھے کسی نے بتایا کیوں نہیں۔ آ۔۔۔ بچہ۔!! تم ٹھیک ہو ں۔'' وہ فوراً آ۔۔۔ کا چہرہ اپنی جانب موڑے پیشانی سے پوچھنے لگی۔ آ۔۔۔ نے اثبات میں سر ہلا کر یقین دلایا۔

''۔ آپ ہاسپٹل میں تھیں یہ بات ہے۔'' یقوت نے اضافہ کیا۔ صفا ٹکٹکی سی یقوت کو دیکھ رہی تھی۔ ''اور آپکو پتہ ہے کس نے کیا تھا کڈ ؟ اسکے ماموں نے۔۔ آئی مین میرال کے ماموں نے۔'' اس نے مزید بتایا تو آ۔۔۔ مزید سر جھکا گئی۔ وہ خاموش بیٹھی تھی سپاٹ چہرہ لئے۔

''واٹ؟'' اب کی بار صفا کی آنکھیں بھی پھیل گئیں تھیں۔

''ہاں۔ اور اب آ۔۔۔ کوئی بات بھی نہیں کرتی۔ یہ سارا دن پوپ کرتی ہے اور میں بور ہوتا رہتا ہوں۔'' یقوت آ۔۔۔ کی کنڈیشن ایسے بیان کر رہا تھا جیسے مریض کے ساتھ موجود تیماردار ڈاکٹر کو مریض کی حالت سے آگاہ کر رہا ہو۔

''آ۔۔۔!! میری طرف دیکھو۔'' صفا نے اسکا چہرہ تھام کر سامنے کیا۔ آ۔۔۔ خاموش رہی۔ ''کیا یقوت صحیح کہہ رہا ہے؟''

''آ ! اب تو کڈنیپر کو پولیس نے بھی پکڑ لیا ہے پلیز اب تو اس سے کہیں کہ پہلے جیسی ہو جائے میں پریشانی آ۔۔۔ کو بہت مس کرتا ہوں۔'' وہ بس چاہتا تھا کہ کسی طرح آ۔۔۔ پہلے جیسی ہو جائے اس لئے وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ اسکے لہجے میں تکان تھی وہ بس پرانی آ۔۔۔ کو واپس چاہتا تھا کسی بھی طرح۔

''آ۔۔۔'' صفا نے اسکو پیار سے پچکارتے ہوئے ساتھ لگایا۔ وہ بچی کتنا کچھ سہہ گئی تھی۔ اور اسکو اندازہ بھی نہ ہوا۔ ''آ۔۔۔ تو سٹرانگ بچہ ہے ں۔'' اس نے آ۔۔۔ کے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔ یقوت بھی اداس سا ان دونوں کو دیکھے گیا۔

کچھ دیر آ۔۔۔ اسکے ساتھ لگی اسکے نرم اور شفیق لمس کو محسوس کرتی رہی۔ وہ لمس اسکو زرین جیسا لگتا تھا۔

''ہماری ٹائیگر بہت بہادر ہے۔'' صفا مسلسل اسکو پیار کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد آ۔۔۔ کی معصوم سی سسکیاں گونجیں تو صفا نے اسکو مزید پیار کیا اور رونے سے نہیں کیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ہچکیوں میں رونے لگی تھی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بلند آواز میں رو دی۔

''آپکو پتہ ہے وہ۔ وہ۔ کہہ رہا تھا۔ کہ وہ میری نیلی آنکھیں نکال کر ٹشو دے گا۔'' اس نے اپنا خوف ظاہر کرنا شروع کیا۔ صفا کو شیراز پہ رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کیسے اس نے معصوم بچی کو اماٹائز کر دیا تھا۔

''اس نے ں۔'' آ۔۔۔ ایک ہچکی لیتے ہوئے الگ ہوئی اس نے اپنی شرٹ ذرا سی ہٹائی اور کمر پہ ہاتھ رکھا جہاں ایک چھوٹا سا کھروچ کا نشان تھا۔ ''یہاں خنجر رکھا اور کہتا تھا کہ میری کڈنیز نکال کر بھی ٹشو دے گا۔'' وہ بتا کر پھر سے رونے لگی۔

''شششش۔!! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ اب جیل جا چکا ہے۔ اس لئے اب تم بھی بھول جاؤ سب کچھ۔'' صفا نے اسکے آنسو صاف کئے آ۔۔۔ نے نیلی آنکھیں مٹکا ئیں۔

''بھول جاؤں؟ کیسے؟ مجھے رات کو ڈر لگتا ہے۔ مجھے نیند نہیں آتی۔'' وہ بھیگی سی آواز میں بولی صفا نے اسکا چہرہ چوما۔

''آئی نو۔ میرا بچہ۔!! آئی نو۔'' وہ سمجھ سکتی تھی اس احساس کو وہ جانتی تھی۔

''کیسے؟ آپکو کیسے پتہ؟'' آ۔۔۔ نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ صفا مسکرائی اور ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اس نے ایک یقوت کو دیکھا۔

''تمہیں پتہ ہے مجھے بھی ایک گندے آدمی نے کڈ کیا تھا۔''

''کیا؟'' آیت کی آنکھیں پھیل گئیں۔صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔قوت بھی اس بات کو چونکا تھا۔تو کیا یہ مصروالا آدمی تھا؟ وہ سوچ رہا تھا۔

''ہاں میں اپنی آفس پارٹی میں گئی اور اس گندے آدمی نے مجھے کڈ کرلیا تھا'' صفا کی بات پہ قوت نے سر اٹھا کر دیکھا یعنی وہ مصروالے آدمی کی بات نہیں کر رہی تھی۔

'' وہ تو بچوں کو کرتے ہیں ناں کڈ ؟'' آیت نے نیلی آنکھیں مٹکا ۔اسکی آنکھوں میں پانی دیکھ کر قوت کو کچھ تسلی ہوئی تھی۔

''نہیں وہ بڑوں کو بھی کرتے ہیں۔پتہ ہے اس نے مجھے یہاں'' صفا نے اپنے گال پہ ہاتھ رکھا۔''تھپڑ مارے اور۔مجھے بہت کچھ بولا تھا ۔''

'' ۔پھر؟''

''پھر آپکے انکل آگئے'' صفا کہتے ہوئے مسکرائی۔دل میں ایک رپھر سے ایک سا احساس جاگا تھا۔اس شخص کے ذکر پہ ہر بار دل میں ایک کلی سی کھل جایا کرتی تھی وہ شخص اسکے دل میں اپنے نام کی جڑیں مضبوط کر چکا تھا۔اب اسکے ہر ذکر پہ ایک کلی پھوٹتی تھی جو ایک خوبصورت پھول میں تبدیل ہو کر اسکی روح کو مہکا دیا کرتی تھی۔ صفا کو بھی اپنی روح مہکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی ۔اسکے کمرے میں ابیہم کی مہک رچی بسی تھی وہ ہر روز خود پہ اسکا دیا ہوا پرفیوم سپرے کیا کرتی تھی اور واقعی اسکو وہ اپنے قریب محسوس ہوتا تھا۔وہ یہیں تھا۔اسکا لمس ہر چیز پہ موجود تھا۔صفا نے ایک گہری سانس لی اور خود کو نارمل کیا۔

''انھوں نے اس گندے آدمی کو مارا کیا؟'' اب کی بار آیت نے چہک کر پوچھا۔صفا نے مسکرا کر اسکا گال کھینچا۔

''ہاں بہت۔'' وہ مسکرائی تو اب کی بار آیت بھی کھل کر مسکرائی تھی۔اسکو اسکا طبیب مل گیا تھا۔وہ اب شفایاب ہو رہی تھی اور قوت اسکو دیکھ کر بہت خوش تھا۔پانی آیت لوٹ رہی تھی اسکی نیلی آنکھیں جو بجھ چکی تھیں پھر سے روشن ہونے لگی تھیں۔

''حسن۔!! ہوش کرو۔'' ابیہم نے جھک کر اسکو تھامنا چاہا حسن نے اسکا ہاتھ پھر سے جھٹک دیا۔اسکے آج زاروقطار بہہ رہے تھے۔وہ اٹھا اور دیوانہ وار اس ملبے کے ڈھیر کی جانب لپکا تھا۔اس نے کنکریٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے اپنے ہاتھوں سے ہٹانا شروع کئے۔وہ رو رہا تھا۔اسکی بلند ہچکیاں لوگ سن پا رہے تھے اسلئے یہ عام سی بات تھی جس کا بھی گھر یوں ملیامیٹ ہوتا تھا وہ شخص یوں ہی رویا کرتا تھا۔آج ایک اور شخص رو رہا تھا۔اس سرزمین پہ آج بہتے رہتے تھے وہ زمین آج پیتی تھی اور لہو بہاتی تھی۔

ابیہم بے بسی سے اسکو دیکھے گیا۔

''عینا۔!!'' سلویٰ نے عینا کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔وہ لوگ کچھ فاصلے پہ کھڑے اس ملبے کو دیکھ رہے تھے۔''عینا ہمارا گھر۔'' سلویٰ کے چہرے کو مٹی لگی ہوئی تھی اور آنکھیں متورم تھیں یقیناً وہ اموکی قبر پہ روتی رہی تھی اور وہ لوگ واپس آئے تو انکا گھر انکا آشیانہ ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔

عینا کی نگاہ بھیڑ میں حسن پہ گئی جو کہ کنکریٹ کے ایک بڑے سے ٹکڑے کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا اسکی انگلیوں سے خون رس رہا تھا وہ اس چیز سے بے زملبہ ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔عینا دو قدم آگے بڑھی۔

''حسن۔!!'' اس نے بلند آواز میں پکارا تھا۔حسن کے ہاتھ وہیں تھم گئے۔اسکے سر پہ گھومتی ہوئی کائنات ٹھہر گئی تھی ایک لمحے کے لئے اسکی آنکھیں چندھیا گئی تھیں جیسے طویل تاریکی کے بعد روشنی کی ایک کرن بینائی چھین لیتی ہے ویسے ہی حسن سے اسکی بینائی چھن چکی تھی۔وہ ٹھٹکا۔

ابیہم نے بے یقینی سے مڑ کر عینا اور اسکے ساتھ کھڑے دو بچوں کو دیکھا۔اس نے شکر کی سانس خارج کی اور اپاس پہنچا۔

''سلام بھائی۔!''

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتا بولا۔

''ہمارا گھر۔'' عینا زخمی سا مسکرائی۔ابیہم بھینچ کر رہ گیا۔

حسن اپنے قدموں پہ کھڑا ہوا وہ ابھی تک مڑا نہیں تھا۔

''حسن۔!! کیا کر رہے ہو۔'' عینا نے بے چارگی سے اسکی حالت دیکھی۔ ساتھ والی عمارت کو بھی نقصان پہنچا تھا جہاں سے اب زخمیوں کو باہر نکالا جا رہا تھا۔

حسن نے دور سے جانی پہچانی آواز سنی تو بے یقینی کی سی کیفیت میں مڑا تھا۔ وہ سامنے ماتھے پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ پڑتی دھوپ کی وجہ سے وہاں کھڑے رہنا محال ہو رہا تھا۔ حسن کے قدم خود بخود حرکت میں آئے تھے۔ وہ قدم قدم اسکی جانب چلنے لگا۔ اسکی انگلیوں سے خون کے قطرے نیچے گر رہے تھے عینا کی نگاہ اسکے ہاتھوں پہ تھی۔ جبکہ حسن تو بس اپنی کل متاع کو دیکھ رہا تھا جو صحیح سلامت اسکے سامنے تھی۔

''حسن۔!!'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی وہ اسکی جانب حرکت میں آیا تھا۔ میں کہتا اسکو اپنے حصار میں لے چکا تھا۔

''تم زندہ ہو۔''

عینا کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس شخص کی محبت بہت سخت تھی اسکو اپنی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

''حسن۔''

''شش۔!! خاموش۔ پلیز۔ خاموش۔ کچھ دیر خاموش رہو۔ مجھے یقین کرنے دو۔'' وہ اسکی آواز کا بھی گلا گھونٹ چکا تھا۔ ابراہیم کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ زمین پہ بیٹھا اور اداس سے کھڑے یوسف اور سلویٰ کو دیکھا۔

''آپ لوگ کہاں تھے؟''

''ہم لوگ امو کی قبر پہ گئے تھے۔'' یوسف منہ پھلائے بولا ساتھ ہی ابراہیم پہ ناراض سی نگاہ سلویٰ پہ بھی ڈالی۔

''وہ میں ناراض ہو کر امو کی قبر پہ چلی گئی تھی اور یہ دونوں میرے پیچھے چلے آئے اور ہمارا گھر۔'' سلویٰ کو رہ رہ کر اس گھر پہ رونا آ رہا تھا۔

''اٹس اوکے۔!! ہم لوگ گھر لے لیں گے۔'' ابراہیم نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''آپ ہمیں جانتے ہیں؟'' سلویٰ نے آنکھیں مٹکائیں اور اس شرارتی آنکھوں والے لڑکے کو دیکھا۔ ابراہیم مسکرا دیا۔

''آپکی امو کو اور آپکے بابا کو جانتا تھا۔'' اس نے سلویٰ کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔

''کیا واقعی؟'' وہ دونوں اپنے گھر کا دکھ بھول کر ایک دم خوشی سے اچھلے تھے۔

''میرے بابا کیسے دکھتے تھے؟ آپ نے دیکھے تھے؟'' یوسف نے شوق سے پوچھا تھا۔

''بہت خوبصورت اور ہینڈسم۔'' ابراہیم نے یوسف کا گال کھینچا۔

''آنکھیں میرے جیسی تھیں یوسف جیسی؟'' سلویٰ نے آگے بڑھ کر اشتیاق سے پوچھا تھا۔

''یوسف جیسی۔'' ابراہیم نے یوسف کو اپنے قریب کھینچا۔

وہ دونوں بچے ابراہیم سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔ ابراہیم کو وہ خیمے والی دلہن ہمیشہ یاد رہتی تھی اور عبداللہ بھی۔ وہ ان لوگوں کو کیسے بھول سکتا تھا انہی کی وجہ سے تو وہ اس راستے پہ آ نکلا تھا۔ وہ ان لوگوں کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔

''حسن۔!! سانس نہیں آ رہی۔'' عینا ابھی تک اسکے مضبوط حصار میں کھڑی تھی جو ہر پل مزید تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

''شٹ اپ۔'' وہ خفگی سے کہتا اور پھر سے اسکے کندھے پہ تھوڑی ٹکا گیا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے حسن؟'' عینا نے خفگی سے الگ ہونے کی کوشش کی۔

''محبت۔'' وہ لفظی جواب دیتا اسکا ماتھا چوم گیا تھا۔ عینا خود میں سمٹی۔

''محبت ہو گئی ہے بے وقوف لڑکی۔!!'' وہ شدت سے بولا تھا۔ عینا نے پلکیں جھپکیں اسکو حسن کی بات سنائی دے رہی تھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ پھر وہ یقین نہیں کر پا رہی

تھی۔

''اور حسن کرداوی عینا منصور حیات کے بناء جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' اس نے عینا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ عینا کی آنکھوں میں ابھی۔ غیر یقینی تھی وہ ۔ ٹ سی اسکو دیکھے گئی۔

حسن نے خود کو حسن کرداوی کہا تھا۔ اس نے اظہار کے وقت کسی مصنوعی اور خود ساختہ نام کا سہارا نہیں لیا تھا کیو عینا سے محبت حسن کرداوی کو ہوئی تھی۔ وہ آج اَ حسن تھا تو اسکی وجہ سے تھا۔ اسکا اصل عینا سے محبت کرتا تھا اور اس کے اصل نے ہی اظہار کیا تھا۔

''کیا۔ کہا؟'' عینا بے یقینی سے بولی تھی۔

''پھر سے کہوں؟'' وہ شوخی سے مسکرا یا تھا۔ ا. اہیم بھی سلویٰ اور یوسف کا ہاتھ تھامے کھڑا ہوَ ۔

''شکر ہے تم ٹھیک ہو ورنہ یہ شخص اپنے حواس کھو چکا ہوتا۔'' ا. اہیم نے حسن کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ حسن نے مسکرا کر ا. اہیم کی جا . دیکھا۔

''اور میں یقیناً اس . رتمہیں قتل کر دیتا۔'' وہ سیاح آنکھیں لئے غرا یا تھا۔ عینا نے اسکے ی پ ہاتھ مارا۔ وہ مسکرا دی۔ انکا مکان ٹوٹ َ یا تھا انکا گھر نہیں ٹوٹ تھا۔

حسن ا. اہیم کے گلے لگا تھا۔ شدت سے۔!!

''میں تمہارے لئے خوش ہوں۔'' ا. اہیم نے بھاری آواز میں کہا تھا۔

''آئی ایم سوری۔ سوری فار ایوری تھنگ۔'' حسن کو آج بھی یاد تھا کہ حوریہ کی موت کی وجہ بھی وہی بنا تھا جو اسکے پچھتاووں میں ا ی . ٹ اپچھتاوا تھا۔ وہ اسکے لئے معافی ما َ رہا تھا اعتراف کرنے سے ڈر رہا تھا۔ وہ اَ اعتراف کر دیتا تو وہ سامنے کھڑے شخص کو پھر سے کھو دیتا۔ وہ اسکو دس سالوں بعد تھا اور وہ پھر سے اسکو کھو دیتا۔ حسن خود غرض ہوَ یا تھا۔ وہ ا. اہیم کو پھر سے نہیں کھو سکتا تھا۔ اس نے بہت کچھ کھو یا تھا اب اسکے حصے میں چند ا خوشیاں بچی تھیں جن میں سے ا ی ا. اہیم گورسی تھا۔

اسکا خود غرض ہو : تھا کیو وہ خساروں سے دوچار رہا تھا۔ اس نے حوریہ سے اگلے جہان میں جا کر معافی مانگنے کا فیصلہ کیا تھا۔

رات ہو رہی تھی اور وہ لوگ اس وقت ا ی سکول میں بنے امدادی کیمپ میں موجود تھے جو پہلے سکول ہوا کرتا تھا قر عمارتیں تباہ ہونے کے . ش اسکو امدادی کیمپ میں تبدیل کر دیَ یا تھا۔ حسن اور عینا کو رہنے کے لئے ا ی کمرہ ملَ یا تھا جہاں اس وقت وہ لوگ موجود تھے۔ زمین پ گدے لگے ہوئے تھے اور َ می کی شدت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ حسن نے اپنی سیاہ ڈریس شرٹ کی آستینیں کہنیوں ت فولڈ کر رکھی تھیں۔ اور عینا اسکے ساتھ ہی بیٹھی تھی اسکے کندھے پ سر ٹکائے جبکہ یوسف اور سلویٰ اب سو چکے تھے۔

''واپس چلیں؟'' حسن کھوئے سے ا. ازمیں بولا تھا۔ وہ ایسے ماحول کا عادی نہ تھا پھر بھی وہیں پھر رہا تھا۔

''کاش . کے پ اس ا ی مصر ہوتے۔'' وہ اسی کے ا. ازمیں بولی تھی۔ حسن نے َ دن موڑ کر دیکھا۔ ''تمہارے پ اس ا ی ٹھکانہ ہے جہاں تم جا تے ہو۔ جہاں تمہارا . . دل چاہے تم لوٹ تے ہو۔ جو لوگ یہاں ہیں جو یہاں رہتے ہیں جنکا یہ وطن ہے جنکا جینا مر . غزہ ہے وہ لوگ کہاں جا حسن۔۔'' وہ ا ی تلخ حقیقت بیان کر رہی تھی حسن کرب سے آنکھیں مو َ ۔

کچھ لمحے خاموشی کی ہو گئے۔

''سلویٰ مصر نہیں جا . چاہتی۔'' عینا دو . رہ بولی تو حسن نے چو . کر عینا کو دیکھا۔

'' وہ لوگ یہاں ا کیلے کیسے؟''

''میں کوشش کی تھی منانے کی وہ اپنی امو کی قبر پ پہنچ گئی۔ کہتی ہے کہ اپنی امو اور . . کے ملک کو چھوڑ کر نہیں جائے گی۔''

'' ہم لوگ ا کیسے چھوڑ کر جا ؟'' وہ اب صحیح معنوں میں پ یشان ہوا تھا کیو وہ ان بچوں کو ز . دستی تو لے کر نہیں جا سکتا تھا۔ عینا نے کندھے اچکا دیئے۔ ''مناؤ ں ا پلیز۔'' حسن نے عینا کو کندھا مارا۔ وہ ہنس دی۔

''میں کیسے مناؤں؟''

''جیسے مجھے منالیتی ہو ہر کام کے لئے۔''

''تمہیں . منا؟'' وہ ہنستی ہوئی اسکی جا. دیکھ رہی تھی۔

''ہر . ت تو منوالیتی ہو'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر جتا. تھا۔عینا ہنس دی۔اسکی کھنکھناتی ہوئی ہنسی اس آرزدگی کے ماحول میں بھی حسن کو خوبصورت لگی تھی۔عورت کی ہنسی کی کھنکھناہٹ تو کھنڈروں میں ز. گی بھر دیتی ہے۔آج حسن کو اس . ت کا ا. ازہ بخوبی ہو. تھا۔

''ٹھیک ہے کوشش کروں گی۔'' عینا نے مصالحت سے کہا تھا۔

''شکرا. یلا لک. حبیبی۔!!'' ( )

عینا کے گال سرخیاں چھلکانے لگے تھے ۔

''آج ا. ازہ ہوا کہ لوگ اتنی تباہ کاری کے . وجود بھی اپنا وطن کیوں نہیں چھوڑتے۔'' حسن نے پ سوچ ا. ازمیں کہا تھا۔

''کیوں؟''

''کیو ا محبوب ہوتے ہیں اس وطن میں۔اور جہاں محبوب ہو وہ کھنڈر بھی عز. ہوتے ہیں۔'' وہ سرشاری کے عالم میں کہتا عینا کے خون کی َ دش. ٹھا. تھا۔عینا کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔

دروازے پ دستک ہوئی۔اجازت ملنے پ ا. نوجوان سا لڑکا ہاتھ میں ا. ٹ ے لئے ا. ردا خل ہوا۔اس ٹ ے میں دودھ کے پیالے کچھ کھجوریں اور کچھ. ٹ تھے۔ اس نے وہ ٹ ے لاکر سامنے رکھی۔لڑکے کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔حسن نے اس لڑکے کو دیکھا تو اسکو اپنی شر. نوں میں لہو جمتا ہوا محسوس ہوا۔اس لڑکے کے چہرے پ ا. داغے جانے کا ن تھا۔اور وہ ن حسن کا د. ہوا تھا۔

''یہ۔'' حسن کے حلق میں کا چبھے تھے۔وہ لڑکا جا چکا تھا۔حسن کے ماتھے پ تھا۔خوف کا ۔

''یہ لوگ رضا کار ہیں، ا. اہیم بھائی کی ٹیم کے ہی لوگ ہیں۔پہلے مجاہد تھے تشدد کی وجہ سے اب وہ لوگ اس قابل نہیں کہ. َ کرسکیں اس لئے اب ا رضا کاری کے لئے رکھا ہوا ہے۔یہ . لوگ اللہ کے لئے رضا کاری کرتے ہیں۔جہاں کوئی حملہ ہو وہاں لوگوں کو ا. ت ل لے کر جاتے ہیں پناہ گاہوں کے انتظامات دیکھتے ہیں اور خوراک کی ت. سیل کا بھی کام سنبھالتے ہیں۔'' وہ بناء حسن کے ت. ات دیکھے سرشار سی بتا رہی تھی۔

''میں بھی یہاں رہ کر یہی . کر. چاہتی ہوں۔'' آ. میں اس نے کہتے ہوئے حسن کی جا. دیکھا۔حسن کے ماتھے پ چمک رہا تھا۔عینا نے بے اختیار ہاتھ ٹھا. کر اسکا صاف کیا۔'' میرے شوہر سے یہاں کی سختیاں . دا. ش نہیں ہوتیں۔وہ محلوں میں پلا. ٹھا ہے. ں۔اس لئے مجھے واپس جا. ہوگا۔اب جہاں مجھے میرا شوہر رکھے گا وہی میرا ٹھکانہ ہوگا۔کیو میری ذات پ پہلا حق میرے محرم کا ہے۔'' وہ اپنے سکارف کے کونے سے اب اسکا چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔

حسن سانس رو کے بیٹھا تھا۔

ا. اہیم ان لوگوں کو وہاں چھوڑ کر واپس کما. ڈر کے پ س جا چکا تھا۔اور اس نے عینا کو سمجھا. تھا کہ وہ لوگ واپس مصر چلے جا ۔اور وہاں جا کر امداد کی ت. سیل کا کام دیکھیں۔کیو مصر آسان ت. ین سرحد تھی۔وہاں سے وہ لوگ خوراک سپلائی کر . تے تھے اور ضروری سامان بھی۔

''ہمیں کم از کم چھ ماہ ت. کی خوراک کا ذخیرہ کر. ہوگا۔'' اس وقت وہ اور کما. ڈر ا کمرے میں موجود تھے۔

''چھ ماہ؟'' ا. اہیم کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

''ہاں کیو اگلے چھ ماہ پھر شد. َ رہ سکتی ہے۔''

''میں کہتا ہوں ا. . رپھر سے سوچ لیں ہم ا. اور کوشش کر . تے ہیں۔'' ا. اہیم اس فیصلے پ مطمئن نہیں آ. تھا کیو وہ اسکے نتائج کو دیکھ سکتا تھا۔

''ا. اہیم ہم مجاہد لوگ ہیں اور ہماری زبان کی زبان ہے۔'' کمانڈر نے سخت انداز میں کہا تھا۔

''بڑے پیمانے پہ تباہی ہوگی۔'' ا. اہیم نے کاٹے۔

''کیا اب نہیں ہو رہی؟'' کمانڈر کی ہر بات اسکو خاموش کروا رہی تھی اسکا شانہ اپنی جگہ قائم تھا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''حسن کیا کہتا ہے؟'' کمانڈر نے کچھ دیر اس سے کوئی جواب نہ پا کر سوال کیا تھا۔

''وہ مصر جائے گا۔ پھر خوراک کی سپلائی کے لئے آسانی ہو جائے گی۔''

''ہمم۔''

''کیا مزید کوئی کام ہے میرے لائق؟'' ا. اہیم نے محتاط سے انداز میں پوچھا تو کمانڈر مسکرا دیئے۔

''کیوں گھر یاد آ رہا ہے؟''

''نہیں۔ وہ میں نے اپنا شیڈیول بنانا تھا۔ اب یہاں مزید کام نہیں ہے تو میں مصر کے امور دیکھوں گا۔ حسن کی وجہ سے کافی کچھ خراب ہوا تھا۔ وہی دیکھنے جانا ہے۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ اسکا بیک پیک لمبا ہو رہا تھا۔ اور یہی چیز اسکی بے چینی کا سبب بن رہی تھی۔

''ہم نے تم سے بس جہاد بالمال اور جہاد بالید کا وعدہ لیا تھا جو تم کر رہے ہو۔ مزید تمہاری ضرورت ہوگی تو تمہیں بلوا لیا جائے گا اور ہم امید کرتے ہیں کہ تم آنے میں دیر نہیں کرو گے۔'' مان سا مان تھا کمانڈر کے لہجے میں، ا. اہیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ صفا اب کافی حد تک ٹھیک ہو گئی تھی اب تو بس جو زخم تھے جو زخم بھر جاتا اپنے پیچھے ایک مٹنے والا نشان چھوڑ جاتا۔ اور صفا ان نشانوں کو دیکھ کر ہر دن نئے سرے سے احساس کمتری میں گھر جاتی۔ مرجان کی والہانہ محبت اور ا. اہیم کی ہر دن کی گئی کال پر دی گئی کلاس کی وجہ سے وہ اس احساس سے نکل جایا کرتی تھی۔ صبح جو احساس کمتری اسکو کسی اژدہے کی طرح جکڑ لیا کرتا تھا رات تک ا. اہیم اسکو کھینچ کر اتار پھینکتا اور صفا پرسکون ہو کر سو جایا کرتی تھی۔

آج صبح سے ہی اسکی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی ایک ہی طرح کی روٹین سے وہ تنگ آ چکی تھی۔ پہلے تو سارا دن کمرے میں قید رہتی تھی اب وہ گھر میں لگی تھی۔ لان میں بھی شام کے وقت جا کر بیٹھ جایا کرتی۔ جہاں دینا مرجان اور یاقوت اسکو کمپنی دیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ منال نے بھی اسکا بہت ساتھ دیا تھا۔ پچھلے دو تین چکر لگا چکی تھیں صفا کا دل پھر بھی اداس ہی رہتا تھا۔

صبح ہو رہی تھی۔ مرجان اور یاقوت ناشتہ کر کے سکول کے لئے نکل گئے تھے۔ اس وقت وہ دینا اور منال لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

''کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے ناں؟'' منال نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔ بس یوں ہی ایک ہی طرح کی روٹین کی وجہ سے دل بجھ سا گیا ہے۔'' اس نے اداسی سے منال کے کندھے پہ سر ٹکا دیا۔ وہ اس وقت ایک سکائے بلیو کلر کے لانگ شرٹ اور سفید ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔ اسکی شرٹ پہ سفید دھاگے سے کام کیا گیا تھا اور دوپٹہ پہ نٹڈ تھا جس میں سفید اور آسمانی رنگ موجود تھے۔ اسکا صاف ستھرا سا چہرہ بھلا بھلا لگ رہا تھا۔ وہ کمزور ہو گئی تھی گورسی خان نے اسکے چہرے کی چمک ماند نہیں پڑنے دی تھی۔

''تو اب کیا کیا جائے؟'' منال نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''پتہ نہیں۔'' وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح آغوش میں ہی سمٹ رہی تھی۔

''سیدھی طرح کہو کہ ا. اہیم کی یاد آ رہی ہے۔'' منال نے خوشگوار سے موڈ میں اسکو چھیڑا تھا۔

''ہاں تو۔ یاد آنے پہ وہ کون سا آ جائے گے۔'' اس نے منہ پھلایا۔

''اور آ جائے تو؟'' منال نے مسکراہٹ ضبط کی۔

''نہیں آئے گے۔ ا اپنے کام بہت عزیز ہیں۔ میں ہمیشہ ا لئے سیکنڈ آپشن ہی ہوں۔'' وہ روٹھے سے انداز میں بولی۔

''ایسا نہیں ہے۔'' منال کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

''ایسا ہی۔۔''

وہ غصے سے کہتی سیدھی ہوئی تو دروازے چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑے شربتی آنکھوں والے شہزادے کو دیکھ کر وہ وہیں سن ہو گئی۔ وہ آنکھیں سکیڑے اس کے شکوے سن رہا تھا۔ منال محظوظ ہو ۔ دینا زلیخا کے پاس کچن میں پہنچی ہوئی تھی اور وہ اس وقت سٹرا. ۔ پ ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

صفا نے غیر یقینی سے اسکو دیکھا اور پھر مڑ کر منال کو دیکھا۔ وہ اسی کی جا. دیکھ رہی تھیں۔

''کیا آپکو بھی وہ آ رہے ہیں؟'' اس نے غیر یقینی سے پوچھا تھا اسکو لگا کہ یہ اسکا وہم ہے۔ منال اسکی حا - سے محظوظ ہو ۔ انھوں نے میں سر ہلا دی۔ صفا نے مڑ کر پھر سے دروازے کو دیکھا وہ محظوظ سے ا. از میں اسکی اداکاریں دیکھ رہا تھا۔

'' مجھے آ رہے ہیں۔'' صفا نے بے چارگی سے منال کو دیکھا۔

جس سمت بھی دیکھوں آ - ہے کہ تم ہو
اے جان جہاں یہ کوئی تم سا ہے کہ تم ہو

یہ خواب ہے خوشبو ہے کہ جھونکا ہے کہ پل ہے
یہ دھند ہے. دل ہے کہ سا یہ ہے کہ تم ہو

اس دی کی سا - میں کئی رَ ہیں لرزاں
میں ہوں کہ کوئی اور ہے د ہے کہ تم ہو

''مجھے تو نہیں آ رہا ۔!! کہاں ہے دکھاؤ۔'' منال اب مسلسل اسکو تنگ کر رہی تھیں۔ صفا نے مڑ کر دروازے میں دیکھا وہ ٹیک لگائے - چھا سا کھڑا تھا۔

''وہ۔۔ وہ سامنے ہی تو کھڑے ہیں۔'' وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی۔ دل پسلیاں توڑنے کے درپے تھا وہ کیسے بیٹھی رہ سکتی تھی۔ ''وہم ا. رہو - ہے آ ۔۔ میں. بھی دی - ہوں۔'' کہتے ہوئے اس نے پھر سے دیکھا وہ وہیں تھا۔ ''دیکھیں تو۔'' کہہ کر وہ دیوانوں کی طرح دروازے کی جا. ڑھی اب آنکھیں. قاعدہ نم ہو چکی تھیں اسکی آواز لرز رہی تھی۔ منال کو اسکی حا - پر رحم آ تھا۔ ا مسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ منال کی جا. دیکھتے ہوئے دروازے کی جا. قدم لے رہی تھی۔۔

''میں۔ میں۔ کیسے۔'' اس سے پہلے کہ وہ مز کچھ کہتی ا. اہیم کو اس پ - س آ ہی ۔ وہ منال کو اشارہ کر - ہوا آگے ڑھا اور اس پ گل لڑکی کو اپنے حصار میں لے ۔ صفا وہیں جم گئی تھی۔

منال نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

'' پ گل لڑکی۔'' کہتے ہوئے وہ اسکو ساتھ لگا ۔ اسکا لمس محسوس ہو رہا تھا پھر بھی صفا کو جیسے یقین نہ آ تھا۔

''۔۔!!'' دینا کچن کے دروازے میں کھڑی بے یقینی سے ئی تو صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ صفا نے ہو ٹ گول کیئے اور مڑ کر منال کو دیکھا وہ ہنس دیں۔ صفا کو اپنی حا - پ بے تحاشہ رو آ تھا وہ لوگ اسکی اس حا - سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اور وہ ان لوگوں کی انٹرٹینمنٹ بنی ہوئی تھی۔

''اب آ ۔ یقین؟'' ا. اہیم نے شرارت سے پوچھتے ہوئے شدت سے اسکا ماتھا چوما تھا۔ دینا بھاگتی ہوئی آئی اور ا. اہیم کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ ا. اہیم نے جھک کر دینا کو اٹھا لیا۔ اسکا پورا منہ سٹرابیر ۔ سے بھرا ہوا تھا اور کپڑے بھی۔ وہ اس وقت لطیفہ لگ رہی تھی۔ ا. اہیم ہنس دی۔ اور آگے ڑھا۔ منال کو سلام کیا اور ا ساتھ لگا۔

صفا نے خفا سی نگاہ ان دونوں پہ ڈالی۔

''دیکھ لی اسکی حالت۔ اب نہ چھوڑ کر جانا۔'' منال نے شرارت سے کہتے صفا کو دیکھا جس کو اب پہنچ کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

''ہاں دیکھ لیا اور سن بھی لیا کہ محترمہ کے میرے بارے میں کیا خیالات ہیں۔'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر کہا تو صفا نے مزید سر جھکا لیا۔

''آپکو اللہ پوچھے۔'' وہ پاؤں پٹختی سیڑھیاں پھاند گئی۔ پیچھے منال اور ابراہیم کا مشترکہ قہقہہ گونجا تھا۔

صفا نے کمرے میں آکر دروازہ بند کیا اور آکر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا چہرہ دیکھا جو کہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے چہرے پہ ہاتھ رکھا تو اسکے گال حیا سے دہک رہے تھے۔ اس نے اپنے گال تھپتھپا کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔

''آپکو اللہ پوچھے۔'' اس نے کہتے ہوئے سر جھٹکا اور ٹیبل پہ پڑی چیزیں سمیٹنے لگی۔ پرفیوم کی شیشی تقریباً خالی ہو چکی تھی۔ وہ اسکو دیکھ کر بے ساختہ مسکرا دی۔ اس نے اتنے دن اس شخص کی مہک کے سہارے گزارے تھے۔

اپنے عقب میں ہوتی قدموں کی چاپ سن کر وہ وہیں دم سادھ گئی۔ اور پھر اس نے آئینے میں سر اٹھا کر دیکھا ان دونوں کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

''دیکھو یہ کسی اور کی آنکھیں ہیں کہ میری
دیکھوں یہ کسی اور کا چہرہ ہے کہ تم ہو

یہ عمر زماں کہیں ٹھہرے تو یہ جانوں
ہر سانس میں مجھ کو یہی لگتا ہے کہ تم ہو

ہر دم میں موضوع سخن دل زدگاں کا
اب کون ہے شیریں ہے کہ لیلیٰ ہے کہ تم ہو

اک درد کا پھیلا ہوا صحرا ہے کہ میں ہوں
اک موج میں آیا ہوا دریا ہے کہ تم ہو''

وہ مدھم سی سرگوشی کرتا ہوا اسکے دائیں کندھے پہ تھوڑی ٹکائے تھا۔ صفا کے دل کی دھڑکنوں کو شور اس کو اپنے اندر میں محسوس ہو رہا تھا۔

''ابراہیم۔'' وہ بولنا چاہتی تھی الفاظ حلق میں ہی دم توڑ رہے تھے۔

''ہمم۔'' وہ اسکا اور اپنا عکس آئینے میں دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔

''آپ نے بتایا نہیں کہ آپ آرہے ہیں۔'' وہ منمنائی۔

ابراہیم نے اسکا رخ اپنی جانب موڑا۔

''اگر بتا دیتا تو تمہاری یہ حالت دیوانوں والی حالت دیکھ پاتی؟'' وہ شوخی سے مسکرایا تھا۔

''ہاں۔ میں جو کر جو بنی ہوئی تھی اور آپ لوگوں کو میری حالت دیکھ کر مزہ آرہا تھا۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''مزہ تو آرہا تھا جو کر نہیں لگ رہی تھی۔''

''تو پھر کیا لگ رہی تھی؟'' صفا نے پلکیں اٹھا آج کتنے دنوں کا بعد شربتی آنکھوں کے ساتھ سرمئی آنکھوں کا۔ اہ را رابطہ ہوا تھا۔ شربتی آنکھوں کے شعلے اس

سرمئی شام میں کہیں ضم ہو گئے تھے۔شربتی آنکھیں آج اس سرمئی شام کے زیر اثر تھیں اور وہ پھر سے سحر زدہ ہو گئی تھیں۔

''میری پگلی۔''

''ہاں تو پگل ہی لگ رہی تھی ں۔''اس نے سر جھٹکا۔

''نہیں۔میری پگلی پگل نہیں ہے۔''وہ معنی خیز انداز میں بولا۔وہ جھینپ کر اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔

''میں نے بہت مس کیا آپکو۔''وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھے منمنائی۔

''اور اسکے علاوہ کیا کیا؟''وہ محظوظ سے انداز میں بولا۔

''کیا آپ نے مس نہیں کیا ہم لوگوں کو؟''وہ ہم کا لفظ استعمال کر رہی تھی شاید اپنے لئے وہ آج بھی احساس کمتری کا شکار تھی وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی تھی ۔کیونکہ اسکو لگتا تھا کہ وہ ہمیشہ سیکنڈ آپشن ہی رہے گی۔آج کل اسکو یہ سوچیں بہت تنگ کر رہی تھیں۔

''ہاں۔میں نے تمہیں مس کیا۔''ابیم نے کہتے اسکا چہرہ تھوڑی سے تھام کر سامنے کیا۔صفا نے غیر یقینی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''کیوں گمان رہتی ہو؟ کیوں احساس کمتری میں مبتلا رہتی ہو؟ کیوں مجھے ہر وقت زچ کرتی رہتی ہو؟''وہ کرب سے بولا تھا۔صفا کے چہرے کے رنگ ماند پڑ گئے۔''ماضی سے نکل کر حال میں جینا سیکھو۔حال کو قبول کرنا سیکھو۔میں بہت مشکل سے تبدیلیوں کو قبول کر رہا ہوں۔کرلوں تو پھر پلٹ کر نہیں دیکھتا۔اور میں تم سے بھی یہی امید رکھتا ہوں۔''وہ پھر سے آتے ہی اسکے دماغ میں بھری منفی باتوں کو نکالنے لگا تھا۔

''کبھی بھی کوئی بھی پہلا نہیں ہوتا۔ان کی زندگی میں جو سے پہلا آتا ہی ہوتا ہے جو بھی ہوتا ہے اسکے بعد ہی ہوتا ہے۔ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے، دوست احباب۔یہ ان کی زندگی میں ہوتے ہیں۔کوئی بھی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا اور کوئی کسی کو ریپلیس نہیں کر سکتا۔ہر کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے۔اس لئے خود کو کم تر سمجھنا بند کرو۔آئندہ ایسی بات کی تو پھر میں نرمی سے نہیں سمجھاؤں گا۔''وہ آنکھ میں خفگی سے بولا تھا۔صفا نے اسکی آنکھوں کی سختی کی تاب نہ لاتے ہوئے اسکے سینے میں پناہ ڈھونڈی تھی ۔

''بس کہاں ہے؟''وہ اسکو الگ کرتا اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

''وہ آج لیٹ آئے گی۔''صفا محسوس انداز میں ڈریسنگ ٹیبل پر ہی بیٹھ گئی۔

''ہمم۔۔کس خوشی میں؟ مجھ سے تو اس نے اجازت نہیں لی۔''اسکے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

''وہ اسکو کوئی کام تھا۔ویسے بھی مجھے اب کسی کی ضرورت نہیں ہے، میں اب ٹھیک ہوں۔''

''اچھا۔؟ کیا واقعی؟''کہتے وہ اسکے دائیں ہاتھ جما کر جھکا۔مخصوص مہک محسوس کرنے پر صفا جھینپ گئی۔

''ہہ۔ہاں۔وو۔واقعی۔''

ابیم کی نگاہ پرفیوم کی شیشی پر گئی تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔صفا کاٹنے لگی۔

''لڑکی۔۔!!تم پرفیوم پی رہی ہو؟''اس نے تاسف سے صفا کا چہرہ دیکھا۔

''نن۔نہیں تو۔''

''تو پھر۔کک۔کیسے ختم ہوئی؟''ابیم نے پورے دل سے اسکی اداری تھی صفا نے بے بسی سے اسکو گھورا۔

''اچھا ں۔میں لادوں گی۔''وہ بے زاری سے بولی تھی۔یہی ایک طرح تھا بچنے لگا۔ابیم اسکا کنفیوژڈ سا چہرہ دیکھے گیا۔اور پھر اسکے کان پر جھکا۔

''لگتا ہے کسی نے بہت زیادہ مس کیا ہے۔''صفا خود میں سمٹی۔وہ مسکراہٹ دبائے پیچھے ہٹا۔

''کھانا لگواؤ۔میں فریش ہو کر آرہا ہوں۔''کہتا وہ ڈریسنگ میں غائب ہو گیا۔صفا نے رکی ہوئی سانس بحال کی اور وہاں سے دوڑ لگائی۔وہ کپڑے لینے کمرے میں آیا تو اسکو نہ پا کر ہنس دیا۔

سکول ٹائم میں آج جس بینچ پر قوت اور مرجان ہوا کرتے تھے وہاں آیت پہلے سے موجود تھی وہ ایک ٹفن اپنی گود میں رکھے پاؤں جھلا رہی تھی۔ قوت اس جانب آیت کی مسکراہٹ جیسے لوٹ آئی۔ وہ ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھی تھی۔ قوت نے اسکو مسکراتے دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیا اور چلتا ہوا اسکے پاس پہنچا۔

''ہائے آیت۔'' قوت نے سلام کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آیت نے خوش ہوتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

''کین آئی سٹ ہیئر؟'' اس نے بینچ کی جانب اشارہ کیا آیت ایک جانب کو کھسک گئی قوت نے اسکا خوشگوار کا لہجہ دیکھا تو وہ خوش سا اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ''آج تو موڈ بہت اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ ایک کو اپنی گود میں رکھے اسکی جانب رخ کئے بیٹھا تھا۔ آیت نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اہاں۔!! اور اس خوشی کا راز؟'' قوت نے حیرت سے پوچھا۔

آیت نے ٹفن کس کھول دیا جس میں ایک چاکلیٹ کیک کا پیس تھا۔ اس نے چہک کر کس سامنے کیا۔ قوت کی حیرت میں اضافہ ہوا۔

''یونو آج تائی جان نے خود مجھے یہ ٹفن دیا اور کہا کہ یہ چاکلیٹ کیک تمہارے لئے۔ کل رات کو تایا جان آئے تھے ناں وہ لے کر آئے تھے۔ آدھا ہم لوگوں نے رات کو کھا لیا تھا اور تائی نے مجھے ایک پیس ٹفن میں ڈال دیا۔''

''ارے واہ۔!! یعنی تمہیں چاکلیٹ کیک اتنا پسند ہے؟'' قوت نے اسکی خوشی دیکھی۔

''یس۔'' آیت نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ مرجان بھی کچھ فاصلے پر انہیں کو دیکھتا اس جانب آ رہا تھا ماتھے پر گوارى کے ابھرتے ہوئے بل لئے۔

''یہ لو تم بھی ٹرائے کرو۔'' آیت نے کس اسکے سامنے کیا۔ قوت نے ایک ٹکڑا اٹھایا۔

''قوت۔ یہ ڈائری۔'' اس نے اپنی لے میں ہی آتے ڈائری قوت کو پکڑانی چاہی تو قوت کی گود میں رکھا ہوا کیک کا کس زمین بوس ہوا تھا ساتھ ہی آیت کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ اسکی خوشی راکھ ہوئی تھی۔

''اوپس۔'' قوت نے افسوس سے آیت کی جانب دیکھا جو کہ اب مرجان کو تقریباً گھور رہی تھی۔

''سوری۔'' مرجان نے مانو ک سے مکھی اڑائی۔ آیت نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''سوری آیت۔ میں کل تمہارے لئے چاکلیٹ کیک لے آؤں گا۔'' قوت نے مصالحتی انداز میں پیشکش کی۔ وہ زمین پر پڑا کیک دیکھ رہا تھا جو کہ اب کھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

''ضرورت نہیں۔'' آیت نے جھک کر اپنا خالی کس اٹھایا۔ اسکے ڈھکن پر لگی مٹی صاف کی اور سائیڈ پر رکھے چھوٹے سے لنچ بیگ میں رکھ لیا۔ اسکا لنچ اب غارت ہو گیا تھا۔

''یہ ڈائری مجھے رعد نے دی تھی۔'' مرجان نے اپنی بات مکمل کی۔

''ہاں وہ کل اسکو چاہیے تھی۔'' قوت نے ڈائری پکڑ کر رکھ لی۔ آیت وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی چلی گئی مرجان نے منہ موڑ کر دیکھا۔ قوت بھی اسی جانب دیکھ رہا تھا۔

''اسکو کیا ہوا؟'' مرجان نے مڑ کر قوت کو دیکھا۔

''وہ اسکا فیورٹ کیک تھا۔'' قوت نے بے چارگی سے کہا تھا۔

''تو کیا ہوا؟ کیک دینے سے پیدا نہیں ہو گئے جو اتنا ری ایکٹ کر رہی ہے۔'' وہ سر جھٹک کر وہاں سے گیا۔ قوت نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

آیت کلاس روم میں واپس آئی اس نے اپنا خالی لنچ کس اور بیگ ڈیسک پر پٹخا اور خود بھی زور سے دھپ کر بیٹھ گئی۔ بھورے گھنگھریلے کل پونی کی قید سے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

دفعتاً میرال کلاس روم میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنا خالی لنچ کس بیگ میں واپس رکھا اور آیت پر ایک نگاہ ڈالے بناء ہر چلی گئی۔ اس رات کے بعد ان دونوں میں

تعلقات پھر سے اب ہو چکے تھے۔ اب میرال اسکو تنگ کرنے کے بجائے بس دوری اختیار کیا کرتی تھی وہ اس سے کوئی بات نہیں کرتی تھی اور اپنا ہوم ورک بھی خود ہی کر لیا کرتی تھی۔ پہلے آیت کا دل دکھا تھا پھر اس نے جیسے اپنی قسمت کو قبول کر لیا تھا۔ اسکو اب کسی کی ضرورت نہیں تھی۔ رہی دوستوں کی بات تو اب یہ قوت تھا اسکے پاس، اسکے علاوہ اسکو نہ تو کسی دوست کی ضرورت تھی اور نہ خواہش۔

''یہ لو۔'' دھپ سے کسی نے ایک لنچ باکس اسکے سامنے ڈیسک پر رکھا تھا۔ آیت نے نگاہ اٹھا کر دیکھا سیاہ آنکھوں والا لڑکا تیوری پہ چڑھائے کھڑا تھا جو کہ اب دوستوں کی فہرست سے نکل جا رہا تھا۔ وہ دونوں شاید کبھی دوست تھے ہی نہیں۔

''یہ کیا ہے؟''

''میرا لنچ ہے۔ سینڈوچز ہیں میں نے ابھی بھی نہیں کھایا تم کھا سکتی ہو۔'' اس نے جیسے احسان جتایا۔

''اور یہ تم مجھے کیوں دے رہے ہو؟''

''تمہارا لنچ میری وجہ سے خراب ہوا اس لئے۔''

''وہ میری قسمت میں نہیں تھا۔'' آیت نے رخ پھیرا۔ سیاہ آنکھوں والا لڑکا دانت بھینچ کر رہ گیا۔

''کچھ زیادہ ہی لنچ نہیں ہے تمہیں قسمت کا؟'' اس نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

''مرجان۔!! پلیز۔! مجھے کسی سے کوئی بحث نہیں کرنی۔'' اس نے رخ پھیر کر ہی کہا تھا۔

''بات نہ کرو۔ لنچ کر لو۔'' وہ مزے سے کہتا وہاں سے گیا۔ آیت نے آنکھیں سکیڑ کر دروازے کو گھورا تھا۔ دن ختم ہونے میں تھوڑا ہی وقت بچا تھا۔ اس نے چپکے سے ٹفن باکس کھولا تو اشتہا انگیز مہک نے اسکو اپنے حصار میں لیا تھا۔ آیت کو چاہتے ہوئے بھی بھوک لگ گئی تھی۔

مرجان جو کہ کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا تھا چپکے سے اندر جھانکنے لگا تو آیت نے سینڈوچ کو اٹھائے ہوئے تھی۔

''پیٹی لیڈی نے بنائے ہیں۔'' وہ شرارت سے کہتا گیا۔ آیت جو کہ اس اچانک افتاد پہ اچھلی تھی اسکے ہاتھ سے وہ سینڈوچ گرتے بچا تھا۔ سانس الگ سے حلق میں آئی تھی۔ شرمندگی نے اسکو گھیر لیا تھا۔ بھوک تھی کہ مزید بڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنی شرم و حیا کو تھوڑی دیر کے لئے گہری نیند سلا دیا اور مزے سے سینڈوچ کھانے لگی۔

کرداوی مینشن کے باہر گاڑیوں کا قافلہ آ کر رکا تو لگژری گاڑی سے سیاہ آنکھوں والا لڑکا نکلا تھا جس کے شانے دنیا کی توجہ کا مرکز تھے۔ سیاہ تھری پیس پہنے وہ شان سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر داخل ہوا تھا۔

''مسز کرداوی۔!!'' اس نے لاؤنج میں آتے ہی آواز لگائی تھی کچن میں موجود مبہم سا مسکرایا تو ساتھ کھڑی عینا کر رہ گئی۔

''میم۔!! سر آ گئے ہیں۔'' زمہ نے مسکراہٹ دبائے اسکو آگاہ کیا تھا۔

''سن لیا ہے میں نے۔'' عینا نے بھنچے اور ایک گلاس میں جوس انڈیلنے لگی۔ اس نے گلاس پکڑا اور ہر لاؤنج میں آئی۔ چہرے پہ الوہی سی مسکان سجائے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو وہ لگژری صوفے پہ ٹیک لگائے زوآر مسیٹ پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے شاہانہ سے انداز میں بیٹھا تھا۔

''السلام وعلیکم۔!!'' حسن نے گہرا مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

''وعلیکم السلام۔'' عینا نے مسکرا کر جواب دیا۔ حسن جو کہ جوس کا گلاس لینے کے لئے خوشی سے ہاتھ بڑھائے بیٹھا تھا اس کا ہاتھ ہوا میں ہی رہ گیا۔ جبکہ عینا جوس کا گلاس لبوں سے لگائے اسکے ساتھ ٹک گئی۔ حسن نے بے چارگی سے دن موڑ کر دیکھا۔

''دن کیسا رہا؟'' وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اب گھونٹ گھونٹ جوس پی رہی تھی۔

''واٹ دا۔'' وہ بڑبڑایا۔ عینا کی گھوری دیکھ کر الفاظ کو اندر ہی دفن کر گیا۔

''اچھا رہا۔'' وہ بمشکل مزہ ہوا تھا۔

''گڈ۔اور پی ایم سے قات ہوئی؟'' وہ ا۔ اورسپ ۔ت ہوئے حسن کے کلیجے میں آگ لگا گئی تھی۔

''ہاں ہوگئی تھی۔'' وہ بے بسی سے اپنا فون نکال کر بیٹھ ۔ عینا نے مسکراہٹ د ۔ئی۔

''ا۔ عدد خوبصورت بیوی آپکے پہلو میں بیٹھی ہے اور آپ مو ۔ئل استعمال کر رہے ہیں؟ ٹ گڈ مسٹر کرداوی۔''

حسن نے جھلس کر اسکی جا ۔ دیکھا تھا۔

''اور مسز کرداوی مجھے لگا تھا کہ یہ جوس میرے لئے ہے خیر۔!! ہمارے نصیب میں فرماں ۔ دار بیوی کا سکھ لکھا ہی نہیں تھا۔'' اس نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی ۔اور اگلے ہی پل اسکے ۔ زو پ ا۔ مکار سید کیا ۔ تھا۔ وہ کراہ کر رہ ۔۔

''فاطمہ۔!! ا۔ جوس لے آؤ۔'' اس نے کچن میں ز مہ کو آواز دی تھی۔

''یہ ہے ۔ن۔ ہاف ہاف کر ۔ت ہیں۔'' کہتے ہوئے اس نے بناء عینا کو سنبھلنے کا موقع دیئے اسکے ہاتھ میں پکڑے گلاس سے ہی ا۔ گھو ۔ ٹ پی لیا۔

''میرا جھوٹ تھا یہ۔'' وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ حسن نے ا۔ جتاتی نگاہ اس پ ڈالی۔ عینا کے عارض سرخ ہوئے اس ا۔ نگاہ میں ہی سارے جواب موجود تھے۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ رخ پھیر گئی۔

''بچے کہاں ہیں؟'' اس نے ۔ رمل سے ا۔ ازمیں پوچھا۔

''سکول۔'' ۔ لفظی جواب دیتی وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اور گلاس سامنے ٹیبل پ رکھا۔

''کیا مطلب؟ ابھی چھٹی نہیں ہوئی؟'' اس نے گھڑی پ وقت دیکھا۔

''کیا تم کبھی سکول نہیں گئے جو تمہیں سکول ٹ ئمنگز کا بھی نہیں پتہ؟''

''افف۔ کیا ۔ دکروا د ۔۔ میں سکول نہیں جا ۔ تھا۔ حسن کرداوی کے لئے سکول خود چل کر آ ۔ کرتا تھا۔'' اس نے شاہانہ ا۔ ازمیں کہتے صوفے کی پشت پ ۔ زو پھیلا د ۔ جو کہ اب آہستہ آہستہ عینا کی ۔ دن کی جا ۔ کھسک رہا تھا۔ وہ اب اپنا اصل ۔ م ۔ت ہوا گھبراہٹ محسوس نہیں کر ۔ تھا۔ اسکو اپنا ۔ م اور اپنا سر اب اچھا لگنے لگا تھا۔ اسکے خا ۔ ان میں اب عینا منصور حیات شامل ہو چکی تھی۔ اب وہ بھی کرداوی تھی اور حسن کو اب کرداویوں سے محبت ہو گئی تھی۔

''شٹ اپ۔'' اس نے حسن کا ۔ زو جھٹک د ۔۔

''کمال ہے۔! دو بچوں کی ماں ہو گئی ہو اور شوہر سے ۔ ت کرنے کی تمیز نہیں آئی۔'' اس نے جھک کر گلاس اٹھا ۔۔

''بچے؟'' عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''ہاں تو اور کیا۔۔ میں شا ۔ واحد آدمی ہوں جس کو بچے پہلے ملے اور بیوی بعد میں۔''

''حسن۔۔!!'' عینا نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''یہ لو۔ دماغ ٹھنڈا کرو۔ میں اگلی میٹنگ کے لئے نکل رہا ہوں۔'' اس نے اٹھتے ہوئے جوس کا گلاس عینا کے لبوں سے لگا ۔۔ عینا نے ا۔ ٹھتی نگاہ اس پ ڈالی۔ حسن نے اسکی گھوری کو ا۔ ازکرتے ہوئے جھک کر اسکی پیشانی پ بوسہ د ۔۔ گلاس واپس رکھا۔

''شام کو قات ہوگی۔'' وہ کہتا جس طرح آ ۔ تھا اسی طرح واپس ۔ ۔۔ عینا ا۔ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ حسن چند لمحوں کے لئے آ ۔ تھا اور گھر کو اپنی خوشبو سے مہکا کر ۔ ۔ تھا۔ وہ آسودگی سے ٹیک لگا گئی۔

''میڈم لنچ؟'' فاطمہ نے آ کر پوچھا۔

''بچے آ جا ۔'' عینا نے آنکھیں بند کر کے ہی جواب د ۔ تھا۔ فاطمہ مسکرا کر کچن میں چلی گئی۔

عالیشان آفس کے سامنے وہی گاڑیوں کا قافلہ آ کر رکا تھا۔ وہ اپنا کوٹ در ۔ کرتا ہوا کلا اور آگے ۔ ھ ۔۔ ماتھے پ شکنیں تھیں کچھ د ۔ پہلے کرداوی مینشن میں

آنے والا حسن اس حسن سے یکسر مختلف تھا۔ وہ سخت تاثرات قائم کئے اندر داخل ہوا اور پھر لفٹ میں سوار ہوا۔

لفٹ متعلقہ فلور پر آ کر رکی تو وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکلا اسکے پیچھے اسکا ایسسٹنٹ تھا۔ آج اسکے ساتھ اسکا دائیاں بازو مغیث نہیں تھا۔ اسکو رہا رہا مغیث کی کمی محسوس ہوتی تھی وہ جو اسکے ملنے سے پہلے ہی اسکی بات سمجھ جایا کرتا تھا۔ اب کوئی بھی اسکے لئے مغیث نہیں بن سکتا تھا۔ اور نہ وہ کسی کو اپنے اتنا قریب آنے دیتا تھا جس کے جانے کے بعد وہ خود کو کمزور محسوس کرے۔

اس نے اپنا کوٹ اتار کر کرسی کی پشت پر ڈال دیا اور آ کر اپنی سربراہی کرسی پر بیٹھا اور ایک فائل کھولی۔

''آج یہ کھیپ روانہ کر دو۔'' اس نے سائن کر کے فائل پرے دھکیل دی۔

''او کے سر۔'' اسسٹنٹ نے فائل سمیٹی۔ اور جانے کے لئے مڑا۔

''یحییٰ۔!!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔

''جی سر؟'' وہ فوراً پلٹا۔

''میڈیسن کے ساتھ خوراک کا بھی ایک پیکج بھیج دینا جو کہ قریباً سو خاندانوں کے لئے کافی ہو جائے۔'' اسکے تاثرات سپاٹ تھے۔

''سر۔!! بس سو؟'' یحییٰ نے اچنبھے سے پوچھا۔ کیونکہ میڈیسنز کی بڑی کھیپ جا رہی تھی۔

''ہاں۔! فی الحال سو۔ اگر بارڈر پر کوئی مسئلہ نہیں آتا تو پھر اگلی کھیپ بڑھا دیں گے یہ بس ایک تجربہ ہوگا۔'' اس نے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ کہا تھا۔

''او کے سر۔'' وہ فائل اٹھائے کمرے سے نکل گیا۔

حسن نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ اسکی ٹیبل پر تصویر کا ایک فوٹو فریم تھا۔ وہ اس فوٹو کو دیکھے گیا۔ آج حسن نے تصویر کا خواب پورا کر دیا تھا۔ جس مشن کو شروع کرنا چاہتا تھا وہ مشن اب حسن پورا کر رہا تھا۔ وہ اب غزہ کے لئے امداد بھیج رہا تھا۔ وہ دوا اور خوراک بھجوا رہا تھا۔ اسکو حکومت کی حمایت حاصل ہو چکی تھی پھر بھی یہ کام خفیہ ہی ہونا طے پایا تھا کیونکہ کھلم کھلا وہ لوگ اپنا بارڈر استعمال نہیں کرنے دیتے تھے۔ حسن کو بس اپنے مقصد سے غرض تھی پھر خواہ وہ کیسے بھی پورا ہوتا۔

وہ پرسکون سا ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ آج اسکی آنکھوں میں چمک تھی۔ سرشاری کی چمک۔ یہ اسکے مشن کا پہلا دن تھا۔

منزل کے راستے پر چلنے کے لئے دنیا کو تیاگ دینا شرط نہیں ہے کیونکہ دین اور دنیا الگ الگ ہیں ہی نہیں۔ مومن کی دنیا ہی اسکا دین ہے اور اسکا دین ہی اسکی دنیا ہے۔ دنیا کی زندگی کو دین کے مطابق بسر کر دینا ہی فلاح ہے۔ اپنے اختیارات کو تیاگ کر دنیا کو اسی اختیار کر لینا درویشی نہیں ہے بلکہ اپنے اختیارات کو استعمال کر کے زندگیوں کو آسان بنانا اصل درویشی ہے اور حسن اسی راہ پر چل نکلا تھا۔

کچھ ہی دیر میں ظہر کی اذان ہوئی تو حسن اٹھ کر واش روم میں گیا۔ وہ واپس آیا تو اسکی سیاہ ڈریس شرٹ کی آستینیں ٹنگی ہوئی تھیں اور چہرے سے وضو کے پاکیزہ قطرے ٹپک رہے تھے اس نے تولیہ اٹھایا پھر ویسے ہی سٹینڈ پر رکھ دیا۔ اس نے جائے نماز اٹھائی اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ کیونکہ وضو کا پانی اسکی شفاف آستین کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ حسن اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھا اور آج وہ بس فرض نہیں ادا کر رہا تھا وہ توبہ کر رہا تھا اور اپنے عشق کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ اللہ کا قرض ادا نہیں کر رہا تھا بلکہ اسکے قرب کا طلبگار ہو رہا تھا۔ وہ تاریکیوں سے نور کا خواہشمند تھا۔ وہ کفل بن رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے آج ہمارے سکول میں ایک بلی مر گئی۔'' چھٹی کے وقت دو بچے کھڑے آپس میں بات کر رہے تھے۔

''وہی جو لان میں گھومتی رہتی تھی؟''

''ہاں۔ پتہ نہیں اچانک سے مر گئی۔''

''کسی چیز نے کاٹ لیا ہوگا اسکو۔'' دوسرا بچہ افسوس سے بولا۔

''شاید۔'' پہلے بچے نے کندھے اچکا دیئے۔

لان میں بینچ کے پ س ہی ا ی بلی پ ی تھی جو کہ مر چکی تھی۔اور اسکے منہ کو چاکلیٹ کیک لگا ہوا تھا۔بچوں نے شور مچا ی تو انتظامیہ نے آ کر اسکو اٹھا لیا۔
اسکے بعد لان کی صفائی کر دی گئی تھی اور پورے لان میں سپرے کر د ی تھا کہ مز ی کوئی بیماری نہ پھیلے۔

''پ یٹی لیڈی۔۔!! پ یٹی لیڈی۔!!'' گھر میں ا ی شور. پ تھا۔
''آ گئی۔!!'' وہ کچن سے نکلی تھی ہاتھ میں دو جوس کے گلاس پکڑے۔ہمیشہ کی طرح اس نے جوس ٹیبل پ رکھا اور مرجان اور ی قوت کے گال چومے تھے۔ان دونوں کو گلاس پکڑا کر وہ پ س ہی ٹ گئی۔
''کیا ہو ی ہے۔آج ز ی دہ ی می تھی؟'' اس نے مرجان کے سیاہ. ل ماتھے سے ہٹائے۔
''ی می نہیں بھوک لگی ہے اور وہ بھی بہت زوروں سے۔'' اس نے اپنے ننھے سے پیٹ پ ہاتھ پھیرا۔
''اہاں۔!!اور جو لنچ لے کر گئے تھے؟'' وہ تینوں ہی تھے اس وقت لاؤنج میں۔منال شا ی پلوشہ خالہ کی طرف تھیں۔اور زلیخا کچن میں کھا. تیار کر رہی تھی۔
''وہ۔تو میں نے ڈو کر د ی۔'' اس نے جیسے ہیرو ں کی کوشش کی۔ی قوت نے ا ی سخت گھوری سے اسکو نوازا تھا۔
''ارے واہ میرے شہزادے کا اتنا. ادل ہے۔'' صفا نے ا ی . رپھر سے اسکے گال چومے۔
''آ ۔!!اس نے آ ی۔ کا لنچ ی ادی تھا اس لئے پھر اپنا لنچ. کس اسکو دے کر ہیرو بن رہا ہے۔'' ی قوت نے اسکا بھا. اپھوڑ د ی تھا مرجان کھسیا. سا مسکرا ی۔صفا نے اسکو تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔
''بس ا ی ا ٹ تھا۔'' مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔
''تم نے سوری کیا؟'' صفا نے کن ا یوں سے دیکھا۔
''کیا تھا اسکا ایٹیٹیوڈ سا تو یں آسمان پ تھا۔''
''مرجان۔!!. ی ب ت۔'' صفا نے اسکو گھورا۔
''آپ پلیز کھا. لگوا ں۔'' مرجان نے پ وں جھلائے۔
''او کے جا کر ریڈی ہو جاؤ۔اور۔''
''اور؟''
''اور ا ی سر پ ائز بھی ہے۔'' صفا نے آنکھیں چھوٹی کیں۔
''واقعی؟'' کیسا سر پ ائز؟'' مرجان تو اٹھ کر کھڑا ہو ی۔
''وہ میرے روم میں ہے۔'' صفا نے شرارتی سے ا. از میں کہا تو مرجان فورا اٹھ کر سیڑھیوں کی جا. بھا گا تھا۔پیچھے ہی ی قوت ان دونوں کے بیگ بمشکل اٹھا. سیڑھیاں پ ڑھا تھا۔اسکا رخ اپنے کمرے کی جا. جبکہ مرجان کا رخ صفا کے کمرے کی جا. تھا۔
وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔
''زلیخا اماں۔!! کتنا ٹ ئم ہے؟'' وہ اٹھ کر کچن میں چلی آ ی۔
''بس دس منٹ۔ لگاتی ہوں۔''
''میں کوئی مدد کرواؤں؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔
''ہر ز نہیں۔منال بی بی سختی سے کر کے گئی ہیں کہ تمہیں کچن میں. ٹ. نہ دوں۔جاؤ یہاں سے۔''
''اب تو میں ٹھیک ہوں. ں۔''

''ہاں۔مزے ٹھیک ہوجاؤ۔'' وہ شفقت سے بولیں تو وہ مسکرا کر ہر آ گئی۔

مرجان نے کمرے کا دروازہ پوری قوت سے کھولا تھا۔اگلے ہی پل اسکی نگاہ بیڈ پ گئی جہاں ا. اہیم ا ۔ بناء آستینوں والی سیاہ شرٹ پہنے آڑھی ترچھی حا ت میں ٹ ہوا تھا۔وہ یقیناً تھکا ہوا تھا صبح سے سو رہا تھا اور ابھی ت نہیں اٹھا تھا۔

''..!!'' مرجان کی چیخ. آمد ہوئی تھی۔اس سے پہلے کہ ا. اہیم نیند سے پوری طرح جا ت وہ چھلا ک لگا کر اسکی پیٹھ کر پ ڑھ ے تھا۔

''آہہ۔!!'' ا. اہیم کراہ کر رہ ے۔

''واؤ..!! آپ . آئے؟'' مرجان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ا. اہیم تکیے میں منہ دیئے ہی ہنس دی۔اس نے کروٹ . لی اور سیدھا ہوا۔مرجان اب اسکے ی پ تھا۔

''صبح آ ہوں۔'' وہ بھاری آواز میں بولا مرجان نے جھک کر اپنے . پ کے گال چومے۔

''ویلکم ہوم..'' وہ پیچھے ہٹا۔

''شکریہ شہزادے۔'' ا. اہیم دل سے مسکرا تھا۔

''میں نے آپکو مس کیا۔'' مرجان نے ہمیشہ کی طرح اسکو بتا لازمی سمجھا۔

''میں نے بھی۔'' اس نے مرجان کا گال کھینچا۔

''آپ مصر گئے تھے؟'' مرجان کا لہجہ سنجیدہ سا ہوا۔

''ہاں۔وہاں بھی ے تھا۔''

''آپ حسن ماموں سے ملے؟'' مرجان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔''پلیز آپ لوگ لڑائی بند کر دیں۔'' مرجان نے . کاٹے۔

''کر دی۔'' ا. اہیم نے مختصر جواب دی۔

''کیا واقعی؟ اسکو اپنے کانوں پ یقین نہیں آ تھا۔''اور آپ لوگوں نے ہینڈ شیک بھی کیا؟''

''گلے بھی ملے تھے۔'' ا. اہیم نے اضافہ کیا مرجان نے حیرت سے منہ پ ہاتھ رکھا۔

''تھینک یو سو مچ..'' وہ ا. اہیم کے ی پ ہی لیٹ ے۔ا. اہیم نے اسکی پشت پ ہاتھ پھیرا۔وہ مرجان اور حسن کے ٹ کے . رے میں جا تھا۔وہ بہت کم ملتے تھے ان دونوں میں ا ۔ کشش تھی جو ان دونوں کو ا ۔ دوسرے سے جوڑتی تھی۔وہ لوگ شا ا ۔ جیسے تھے۔

دروازہ کھلا تو صفا دینا کا ہاتھ تھامے ا ر داخل ہوئی۔دینا کی مندی مندی آنکھیں گواہ تھیں کہ وہ بھی اپنے . پ کی طرح ابھی ابھی نیند سے جاگی تھی۔صفا نے اسکو الگ روم میں سلا تھا ت کہ ا. اہیم اپنی نیند پوری کر لے۔

''مل ے سر پ ائز؟'' وہ مسکرا کر کہتی پ س آئی اور بیڈ کی دوسری سائیڈ پ گئی۔جبکہ دینا اپنے کھلونے لے کر کارپ پ ہی بیٹھ گئی تھی۔

''کہاں ہے سر پ ائز؟'' مرجان ا. اہیم کے ی پ گال ٹکائے ہی بولا۔

''ارے۔!! یہی تو تھا سر پ ائز۔!! تمہارے..'' صفا نے حیرت سے مرجان کو دیکھا۔

''یہ سر پ ائز تھا؟'' مرجان نے آنکھیں جھپکیں۔ا. اہیم ا ۔ ہاتھ سر کے نیچے ٹکائے محظوظ سے ا ر میں ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو اور کیا؟''

''پیٹی لیڈی۔!! مجھے لگا تھا کہ میرے لئے کوئی وی یو گیم ہوگا۔پھر میرا پی سی۔۔پھر پی ایس فائیو۔ آپ نے سر پ ائز میں کیا دی؟..!! جن کو میں . سے دیکھتا آ رہا ہوں۔'' وہ مزے سے بولا تو صفا کا منہ کھل ے۔

''مرجان۔!!''ا۔ اہیم کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی۔مرجان نے اسکوا یٹ یوگیم سے بھی سستا کر دیا تھا۔

''خیر۔!! میں فی الحال کام یتا ہوں۔ مجھے اپنے سرپرائز کا انتظار رہے گا۔''

''تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔''ا۔ اہیم نے مرجان کے پیٹ میں گدگدی کی۔

''پیٹی لیڈی بچا ۔''وہ چیخا تھا۔

''نہیں اب ٹھیک ہے تم نے میرے شوہر کو اتنا سستا کر دیا اب یہی سزا ہے تمہاری۔''

''آہہ۔پیٹی لیڈی۔!! آپ اپنے کرش کے لئے اپنے شہزادے کو چیٹ کریں گی؟''اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ روئے یا ہنسے۔وہ بس ئے جارہا تھا۔

''۔۔!!'' کمرے کا دروازہ کھلا تو یقوت خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

''آجا میرے لعل۔''ا۔ اہیم نے مرجان کو نیچے اتارا اور اٹھ کر بیٹھ ۔یقوت چلتا ہوا آیا۔

''واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز۔۔''اس نے آکر ا۔ اہیم کا ہاتھ چوما تھا۔ا۔ اہیم نے سرشاری سے اسکا ماتھا چوما۔یقوت اسکے لئے کسی ٹھنڈی پھوار کی ما تھا۔صفا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ان کو دیکھ رہی تھی۔یہ لمحہ مکمل تھا۔ہر عیب سے پاک جس میں کوئی کمی بیشی نہ تھی۔مکمل اور خوبصورت۔!

ا۔ اہیم اور یقوت باتیں کر رہے تھے۔ا۔ اہیم پھر سے ٹیک لگا تھا۔مرجان صفا کے سامنے بیٹھا اسکو کچھ کہہ رہا تھا۔ا۔ اہیم نے محسوس ازمیں صفا ہاتھ تھاما اور اپنے پر رکھا۔صفا نے چونک کر دیکھا وہ مگن سا یقوت کی باتیں سن رہا تھا۔

وہ محسوس ازمیں اسکی انگلیوں سے کھیل رہا تھا۔صفا کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔ا۔ اہیم کا دل صفا کی ہتھیلی کے نیچے دھڑک رہا تھا۔اور اسکی دھڑکن تیز تھیں۔صفا نے پھر سے اسکے چہرے کی جانب دیکھا چہرہ پرسکون تھا تو پھر دل میں کیسا طلاطم بپا تھا۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اور پھر کچھ دیر بعد اسکا دل بھی پرسکون ہوگیا۔وہ اب ایک لے میں دھڑک رہا تھا۔

''کھانا۔کھانا کھالیں۔''اس نے جھینپ کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا۔

''ہاں۔چلو تم لوگ بھی فریش ہو جاؤ۔'' اس نے مرجان کو دیکھا جو کہ ابھی تک یونیفارم میں ہی تھا۔

''اوہ۔!! مجھے واقعی بہت بھوک لگی ہے۔''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے۔۔ہم ٹیبل پر ویٹ کر رہے ہیں۔''یقوت ا۔ اہیم کا گال چومتا ہوا اٹھ گیا۔وہ مسکرا کر ان دونوں کو جاتا دیکھ گیا۔پھر اسکی نگاہ دینا پر گئی جو کہ مزے سے بیٹھی اپنے کھلونوں سے کھیل رہی تھی۔صفا بھی گردن موڑے دینا کو دیکھ رہی تھی۔

''شکریہ۔!!''ا۔ اہیم کی آواز پر وہ پلٹی۔

''ہاں؟''

''میرے بچوں کو اتنی محبت دینے کے لئے۔''ا۔ اہیم نے اپنے پر رکھا اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

''ہمارے بچوں کو۔''صفا نے اسکی تصحیح کی۔

''کبھی کبھی سمجھ نہیں آتی کہ میں خوش قسمت ہوں یا اللہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔''وہ مسکرایا۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''اس نے اتنی نعمتیں دے رکھیں ہیں کہ انکا حساب چکانا مشکل ہو جائے گا۔''ا۔ اہیم نے اسکی مخروطی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا ۔صفا کو اپنی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔

''کون کون سی نعمتیں۔''وہ سرخ عارض چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''بہت ساری ہیں۔جن میں سے ٹاپ آف دالسٹ تم ہو۔''اس نے اپنا اور صفا کا ہاتھ دیکھا جو کہ اب ایک ہو چکا تھا۔ان دونوں کی انگلیوں میں کوئی فاصلہ باقی نہ تھا۔

''میں نعمت ہوں؟'' صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''ہاں۔ایسی نعمت جو اس روئے زمین پہ خاص طور پہ ابراہیم گورسی کے لئے اتاری گئی ہے۔''

صفا کے الفاظ ختم ہو رہے تھے آنکھیں بے اختیار نم ہو گئیں۔''مجھے تم میرے ورثہ میں کی گئی ہو۔تم میرے لئے شفاء ہو۔تم میرے لئے زندگی ہو۔میرے سارے زخموں پہ مرہم رکھنے کے لئے تمہیں میری زندگی میں شامل کیا گیا ہے۔تم میرے لئے انمول تحفہ ہو جس کو میں ہمیشہ اپنے سینے میں قید کر کے رکھنا چاہتا ہوں۔تاکہ اس پہ کسی کی نظر نہ پڑے۔میں اس نعمت کو کسی صورت خود سے دور نہیں کر سکتا۔میں چاہتا ہوں کہ اپنا سینہ چاک کر کے اس میں تمہیں چھپا لوں۔''اس نے لب سے کہتے صفا کا ہاتھ پھر سے لبوں سے لگا لیا۔

''آدم نے غلطی کی۔اللہ چاہتا تو اسکو اکیلے ہی اس زمین پہ بھیج دیتا۔اور یقین مانو یہ آدم کے لئے سب سے بڑی سزا ہوتی اللہ غفور ہے اس نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی زمین پہ اتار دیا۔کچھ عرصے کی جدائی کے بعد آدم کی دعا قبول ہوئی تو اسکو ہمدم میں حوا سے ملوا دیا۔کیا تم اسکو سمجھتی ہو؟''

صفا نے نم آنکھوں سے ہاں میں سر ہلایا۔

''میں اسکو خود سے ریلیٹ کرتا ہوں۔میں نے غلطی کی جس کے باعث مجھے میری ماں سے دور کر دیا۔مجھے سزا کے لئے تنہا کر دیا۔'' اس نے آج بھی حوریہ کو اپنی ماں سے تشبیہ دی تھی۔وہ بول رہا تھا صفا ٹکر ٹکر اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی جہاں محبوں کی سچائی کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔''پھر اللہ نے میرے دل کا پچھتاوا دیکھا۔تو اس نے مجھے تم سے پہنچا دیا۔تم میری زندگی کا حصہ تھی تم مجھ سے دور تھی اور پھر اللہ نے تمہیں مجھ سے پہنچا کر میرے پچھتاوے ختم کر دیئے کہ میں ساری زندگی اسکا مشکور رہوں۔''

''مجھے آپکی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی۔'' وہ بھیگی سی آواز میں جھنجھلائی۔ابراہیم مسکرا دیا۔اس نے گردن موڑ کر صفا کی جانب دیکھا۔اسکی سرمئی آنکھوں کا کشکول پھر سے نمکین پانیوں سے بھر رہا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکی پلکوں کے موتی چن لئے۔

''امت بہایا کرو۔''

صفا نے سر جھکا لیا۔ضبط کی شدت تھی کہ آب قاعدہ بہنے لگے تھے۔

ابراہیم نے اسکو اپنے ساتھ لگایا۔

''پگلی۔'' وہ مسکرا دیا۔

''ایسا بات پوچھوں؟'' وہ سوں سوں کرتی بولی۔

''ہمم۔'' وہ اسکے سنہری بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔

''آپ نے ایک بار کہا تھا کہ آپکو سرمئی رنگ پسند نہیں ہے۔تو کیا میری آنکھوں کا رنگ بھی پسند نہیں۔''

وہ اسکی بے تکی سی بات پہ حیران رہ گیا تھا۔

''عورتوں کی یادداشت اتنی مضبوط نہیں ہونی چاہیے۔'' وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

''بتاؤں۔'' اس نے لاڈ سے پوچھا تھا۔

''ان کچھ چیزیں قبول کرنے سے ڈرتا ہے۔میں بھی قبول کرنے سے ڈرتا تھا۔''

''کیا قبول کرنے سے؟''

''یہی کہ میں تمہاری آنکھوں میں دیکھتا ہوں تو غرق ہو جاتا ہوں۔ایک عجیب سحر سا ہے ان میں جو مجھے جکڑ لیتا ہے جو مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔میں خود کو ان آنکھوں کا مجرم تصور کرتا ہوں میں ایک گہری کھائی میں جاتا ہوں کیونکہ مجھے اندھیرا چمک پسند ہے اور ان میں آنسو بھر جاتے ہیں تو وہ چمک ماند پڑ جاتی ہے۔اور آج میں اعتراف کرتا ہوں کہ۔'' اس نے جان بوجھ کر اپنی بات ادھوری چھوڑی اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''کہ؟''

اس نے صفا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما اور ری ری اسکی متورم آنکھوں پہ عقیدت کا بوسہ دیا۔

''کہا۔ اہیم گورسی ان سرمئی آنکھوں کا اسیر ہو چکا ہے۔'' وہ کہتا پیچھے ہٹا صفا کا اپنا آپ محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ اس بات کی توقع نہیں کر رہی تھی کیونکہ اہیم نے اس وقت بھی اس سے آنکھیں پرا تھیں۔ وہ انتقام کی آگ میں دہک رہا تھا۔ یعنی وہ بہت پہلے سے ان آنکھوں کا اسیر ہو چکا تھا۔ وہ اعتراف آج کر رہا تھا۔ وہ صحیح کہتا تھا کہ صفا اسکی زندگی میں ہمیشہ سے موجود تھی۔ وہ اسکے سامنے پروان چڑھی تھی وہ شاید پہلی تھی بعد میں کی گئی تھی۔

گاڑی آ کر رکی تو ئی جان گیٹ پہ ہی موجود تھیں۔ گاڑی سے میرال نکلی تو انکا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔ اور پھر پیچھے ہی آ ۔ نکلی انھوں نے تھوک نگلا۔

''اسلام علیکم ماما۔'' میرال نے سلام کیا

''وعلیکم السلام۔!! میری بیٹی آ گئی؟'' انھوں نے زرد سے چہرے کے ساتھ ہی جواب دیا۔

''کسی کا ویٹ کر رہی تھیں؟'' میرال نے ا بے چینی دیکھی۔

''نن۔ نہیں۔ نہیں تو۔ تم لوگوں کا ہی کر رہی تھی۔'' انھوں نے میرال کو پیار کیا۔

''السلام علیکم۔ ئی جان۔'' آ ۔ نے خوشگوار سے ا از میں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' انکا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''ہم جا ا ر؟'' میرال نے پوچھا تو ئی جان نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا۔ آ ۔ بھی پیچھے ہی چل دی۔

''آ ۔ ۔!!'' ئی جان نے پکارا تو وہ مسکرا کر پلٹی۔ جبکہ میرال ا رکی جا ۔ ٹھ گئی۔

''جی ئی جان؟''

''تم۔ تم ٹھیک ہو؟'' وہ اپنے دوپٹے سے اپنے ماتھے پہ چمکتی پسینے کی بو ں صاف کرتی آگے ٹھیں۔ آ ۔ کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا کہ ئی جان اسکی خیر ۔ پوچھ رہی تھیں۔

''جج۔ جی ئی جان۔ میں ٹھیک ہوں۔''

''تم نے وہ کیک کھا لیا تھا؟'' وہ ز دستی مسکرا تھیں۔

آ ۔ کا دل ا پل کے لئے ڈر سا ا اس نے بتا دیا کہ وہ کیک تھا تو ممکن تھا کہ ئی ناراض ہو جاتیں۔

''ہاں۔ اور اسکے لئے شکریہ ئی جان۔'' اس نے نیلی آنکھیں مٹکا تو ئی کا زمرہ فق ہوا۔ ''میں جاؤں ا ر؟'' اس نے آنکھیں پٹپٹا ۔

''ہہ۔ ہاں؟ ہاں۔ جاؤ۔'' وہ پھیکا سا مسکرا دیں۔ آ ۔ اپنا بیگ اٹھائے ا رکی جا ۔ ٹھ گئی۔

ئی جان نے اپنے پیچھے بند مٹھی سامنے کی جس میں ا چھوٹی سی شیشی تھی۔ انھوں نے وہ شیشی غور سے دیکھی اور پھر گیٹ سے ہر نکل گئیں گارڈ سے بچا کر انھوں نے روڈ پہ پڑے کوڑے دان میں وہ شیشی دی۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتی ا ر آ ۔

''ویسے منحوس پہ زہر نے بھی اثر نہیں کیا۔ لیکن خیر ہے جو زندہ بچ گئی ورنہ میری تو سوچ سوچ کر ہی خوف سے ی حالت ہو گئی تھی۔ اسکا کوئی اور بندوبست کرنا ہو گا۔'' وہ جلتی کڑھتی ا ر چلی گئیں۔

اوپر لکونی میں کھڑے ننھے سے وجود نے اپنے اعتبار کی کرچیاں ہوتے دیکھا تھا۔ اور پھر اس نے ا گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنے آ اپنی نیلی آنکھوں کے پیچھے ہی کہیں دھکیل دیئے تھے۔

واشنگٹن میں اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔ ایک کثیر منزلہ عمارت میں ایک لڑکا داخل ہوا جس نے ایک جیکٹ پہن رکھی تھی۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے لفٹ میں داخل ہوا اور تیسرے فلور پر آ کر رکا۔ اس نے کوریڈور میں اتر کر اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا۔ فلیٹ کا لاؤنج خالی تھا۔ اس نے جیکٹ اتار کر دروازے کے پاس ہی پڑے ایک سٹینڈ پر ٹانگی۔ اب وہ ایک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔

وہ آگے بڑھا اس سے پہلے کہ وہ مزید قدم اٹھاتا اسکی گردن کے پیچھے کسی نے گن رکھ دی تھی۔ ایک پل کے لئے وہ سناٹے میں آ گیا۔ اور پھر اگلے ہی پل وہ پھرتی سے پلٹا اور حملہ آور سے گن دبوچ کر اسکو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اسکی کنپٹی پر گن رکھ چکا تھا۔

ایک مانوس سی مہک اسکے نتھنوں سے ٹکرائی تو وہ مسکرا دیا۔

''خوش آمدید بیگم۔'' کہتے اس نے جھک کر اسکے دوسری کن پٹی کو چھوا تھا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

''کیسے پہچانا۔'' اس نے ایک ہاتھ سے اپنے چہرے پر لگا ہوا ماسک اتارا۔

وہ جھکا اور اسکے گردن کے قریب چہرہ قریب کیا۔ ایک گہری سانس اندر کھینچی اور پھر سرگوشی کی۔

''اے سفیر اپنی محرم کی مہک پہچان سکے تو لعنت ہے سفیر پر۔'' وہ اسکے جواب پر تڑپ اٹھی سرخ ہوئی تھی۔

''گن ہٹاؤ۔'' اس نے نچلا لب دانتوں میں دبائے کہا۔

''نہیں۔ اب حملہ آور پکڑا گیا ہے تو انتقام تو لینا ہوگا ناں۔'' کہتے اس نے جھٹکے سے عیشا کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔ مشرقی روش نے عربی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ وہ مبہوت سا اس لڑکی کو دیکھے گیا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟'' عیشا نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

''یہی کہ پہلے یہ چہرہ اتنا حسین کیوں نہیں لگتا تھا۔'' وہ شرارت سے انگلی میں بولا۔ عیشا نے آنکھیں سکیڑیں اور اسکے سینے پر ایک مکا جڑ دیا۔

''کیوں تم انتظار کے قابل تھے۔'' وہ ناک سکیڑ گئی۔

''ہاں۔ کیونکہ ہم لوگ اپنے محرم کے علاوہ کسی کے لئے انتظار کے قابل ہی ہوتے ہیں۔'' وہ کہتے اسکو محبت سے ساتھ لگا لیا۔ ''لقد اشتقت الیک کثیرا حبیبی۔''

( )

'' ''

عیشا نے اسکے کندھے پر سر ٹکا دیا۔ کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے۔

''ہمم۔ تو میری ڈان بیوی کہاں تھی اتنے دن؟'' وہ اسکو لئے اندر آیا۔

''کام تھا۔ جیسے ہی ختم ہوا اپنے شوہر سے ملنے چلی آئی۔'' وہ بھی کھلکھلائی۔ وہ اسکو لاؤنج میں بٹھا کر کچن میں گھسا۔

''کیا کھاؤ گی؟'' سفیر نے ہانک لگائی تو عیشا بھی کچن میں چلی آئی۔ اس نے چھلانگ لگائی اور اسکے پاس ہی کاؤنٹر پر بیٹھ گئی۔

''جو بھی بنا لو گے کھا لوں گی۔''

''ٹھیک ہے میں کھانا بنا رہا ہوں۔ اور تم تم دھوؤ گی۔'' وہ مزے سے کہتا فریج کی جانب بڑھا۔

''سفیر۔!! میں آج ہی آئی ہوں اور تم آج ہی مجھ سے کام کرواؤ گے؟''

''عادتیں نہیں بگاڑنی چاہئیں۔'' وہ مسکراہٹ دبائے واپس آیا اور کھانا بنانے لگا۔

''بگاڑنی چاہئیں۔ اور بیویوں کی تو ضرور بگاڑنی چاہئیں۔'' وہ پوؤں جھلا رہی تھی۔

''ابراہیم بھائی کیسے تھے؟'' وہ گوشت کاٹنے لگا۔

''ٹھیک تھے۔ وہ۔'' عیشا نے ایک گہری سانس لی۔

''کیا ہوا؟''اس نے دفعتاً گردن موڑ کر دیکھا۔

''صفا کے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔''عیشا نے اداسی سے بتایا۔

''ہاں بتایا تھا مجھے بھائی نے۔اب ٹھیک ہے وہ؟''

''ہاں اب تو ٹھیک تھی۔خیر۔تم بتاؤ کیا کرتے رہتے ہو ساراں دن میری یاد نہیں آتی؟''وہ شوخ ہوئی۔

''سارا دن کیمپین میں گزر جاتا ہے۔بہت لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور اب تو ایوانوں میں بھی بات ہونے لگی ہے۔پہلے بھی ہوتی تھی اب ہماری تحریک کی وجہ سے لوگوں میں مزید شعور آ گیا ہے اور لوگ اسرائیل کا بائیکاٹ کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔''وہ اب مصروف سا اپنا کام کر رہا تھا۔

''کیا واقعی؟ اگر ایسا ہو جائے تو ہم لوگ ان کافروں کو شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

''ہم۔اگر ہمارے اپنے ہماری پیٹھ میں خنجر نہ گھونپیں تو شاید ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔''وہ اداسی سے مسکرایا۔

''انشاءاللہ ان لوگوں کا وہ چہرہ ضرور دیکھے گی۔''عیشا نے اپنا عزم دہرایا۔

''انشاءاللہ۔''سفیر نے مسکرا کر اسکی پیشانی چومی۔

''تمہیں پتہ ہے میں نے تم سے بہت ساری باتیں کرنی تھیں۔''

وہ اب پاؤں جھلاتی ہوئی اسکو ان تمام دنوں کی مصروفیات بتا رہی تھی جو اس نے سفیر کے بنا گزارے تھے اور سفیر کھانا بناتے ہوئے اسکی ساری باتیں سن رہا تھا۔

''عینا حسن کہاں ہے؟''سلویٰ نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

''وہ کام پر گئی ہے۔''عینا یوسف کو کھانا نکال کر دے رہی تھی۔

''وہ یہاں آ کر کتنا کام کرنے لگا ہے وہاں تو سارا دن گھر رہتا تھا۔''وہ اداسی سے بولی تھی۔شاید اسکو حسن کا گھر نہ ٹکنا پسند نہیں آیا تھا۔

''کیونکہ وہ وہاں بس مہمان تھا۔یہ اسکا ملک ہے یہاں اسکو ہزار کام ہوتے ہیں۔''

''تو کیا ہم لوگ بھی یہاں مہمان ہیں؟''

عینا اسکے سوال پر ہنسی تھی۔

''نہیں۔اب تم لوگ یہیں رہو گے۔''

''یہ ہمارا ملک نہیں ہے عینا۔''سلویٰ یہاں آ کر خوش نہیں تھی۔عینا نے جیسے تیسے کر کے اسکو یہاں آنے کے لئے قائل تو کر لیا تھا سلویٰ دل سے یہاں آئی تھی اپنے وطن کو یاد کرتی رہتی تھی۔عینا نے جلدی ہی اسکا داخلہ کروا دیا تھا پھر بھی وہ سارا دن غزہ کی باتیں کرتی رہتی تھی وہ یہاں محل میں رہ کر بھی اپنے خیمے کو یاد کیا کرتی تھی۔جبکہ یوسف بس خاموش تھا۔اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی وہ اب کسی بات پر مزاحمت نہیں کیا کرتا تھا جو جہاں لے جائے جاتا تھا جو جس جا موڑ دے مڑ جایا کرتا تھا۔

شاید اسکو سمجھ آ گئی تھی کہ ضد بس ماں باپ کے سامنے ہی کی جاتی ہے دنیا والے ہماری ضد کو نہیں دیکھتے۔وہ تو ہماری ضرورت پوری کر کے بھی طعنہ مار دیتے ہیں اور ماں باپ خواہش پوری کر کے بھی اپنی اولاد سے کچھ لٹانے کو تیار رہتے ہیں۔

''بن جائے گا۔اور اب تم چپ چاپ کھانا کھاؤ۔''عینا نے اسکے سوالوں سے فرار حاصل کرنا چاہا تھا۔

''میں بڑی ہو جاؤں گی تو واپس غزہ چلی جاؤں گی۔''سلویٰ نے بڑبڑاتے ہوئے لقمہ توڑا۔

''کیوں مصر میں کیا مسئلہ ہے۔''

''یہ میرا ملک نہیں ہے۔''سلویٰ اپنے موقف پر قائم تھی۔''وہاں امو ہیں۔ہیں۔''

''سلویٰ۔!!وہ لوگ اللہ کے پاس ہیں اور اللہ تو ہر جگہ ہوتا ہے نا۔اس لئے تمہارے امو بھی ہر جگہ ہی ہیں۔تم بس ان کے لئے دعا کیا کرو۔''

''دعا غزہ چلی جائے گی؟'' سلویٰ نے اسکی آدھی بات مجھی تھی۔

''ہاں۔'' عینا نے بحث سمیٹی۔

''تو پھر میں سارے غزہ کے لئے ہی دعا کروں گی۔'' وہ اپنی چونچ لڑاتی رہی تھی۔عینا اسکے جواب دیتی رہی کبھی وہ اسکے سوالوں سے فرار حاصل کرتی تو کبھی چارو ناچار اسکو وضاحتیں دینے بیٹھ جاتی تھی۔

سارا دن اسکا سلویٰ اور یوسف کے ساتھ ہی گزرا تھا۔کھانا کھانے کے بعد وہ لوگ سونے کے لئے چلے گئے۔

رات ہو رہی تھی۔ لوگ کھانا کھا چکے تھے۔صفا اپنے کمرے میں آئی تو کمرہ خالی تھا۔اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھا۔اس عقبی سلائڈنگ ڈور دیکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔وہ باہر آئی تو وہ ہمیشہ کی طرح بالکونی میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔

صفا کو دیکھا تو ایش گہرا کش لیتے ہوئے پاؤں تلے مسل دی۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو گھورا اور چلتی ہوئی پاس آئی۔

''کتنی بار کیا ہے۔'' وہ ہاتھ باندھ کر پاس کھڑی تھی۔

''امم۔تین بار۔شاید چار بار۔'' اس نے انگلیوں پر گننے کی کوشش کی۔صفا کا منہ کھلا۔

''مکھی چلی جائے گی۔'' ابیہم نے تھوڑی کے نیچے انگلی جما کر اسکا کھلا منہ بند کر دیا۔

''آپ بچپن میں تو اتنے ضدی نہیں تھے۔'' وہ اسکے سامنے ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی۔

''کس کے بچپن میں؟'' وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''اپنے بچپن میں۔''

''تم نے میرا بچپن دیکھا ہے؟'' ابیہم ہنس دیا۔صفا نے ہونٹ گول کئے۔

''اچھا میرے بچپن میں بھی آپ ضدی نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ بہت نرم اور دھیمے سے مزاج کے ہوتے تھے۔ کا خیال رکھنے والے بڑوں کی بات ماننے والے۔۔''

''ہاں تو اب بھی تو ایسا ہی ہوں۔اب کون سا میں دجال بن گیا ہوں؟'' ابیہم نے اسکی ناک پکڑ کر کھینچی۔

''اوہو۔آپ سمجھے نہیں۔''

''اچھا۔!! چلو تم بتاؤ کہ تمہیں میں کیسا لگتا تھا؟'' وہ ذرا سا اسکی جانب کھسکا اور صفا کے دائیں جانب ریلنگ پہ ہاتھ رکھا۔

''آپ۔!!'' صفا نے سوچنے کے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ابیہم اسکے کشش سے کشش دیکھ رہا تھا۔''آپ نرم گالے کی طرح ہوتے تھے جو بظاہر تو موم کی طرح تھا سورج کی تپش کی ڈھالنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔آپ سجل کے ابیو تھے۔۔'' اس نے کہتے ہوئے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ابیہم کے تاثرات ویسے ہی تھے۔یعنی وہ مزید سننا چاہتا تھا۔

''آپکو پتہ ہے آپ۔ سجل سے پیار کرتے تھے تو میں آپ دونوں کو دیکھا کرتی تھی۔آپ میرے آئیڈیل بن چکے تھے بہت پہلے سے۔۔ سے میں نے آپکو دیکھا تھا آپکو سنا تھا اور آپکو سمجھا تھا۔آپ میرے لئے اہم ہو گئے تھے۔شاید یہ میرا احساس کمتری تھا جس نے مجھے آپ سے بہت پہلے ہی محبت کروا دی تھی۔''

''احساس کمتری؟''

''ہاں۔میں ادھوری تھی۔میرے پاس سجل کی طرح محبت کرنے والا بھائی نہیں تھا۔میں اس پر رشک کرتی تھی۔میں بھی چاہتی تھی کہ میرا بھائی بھی مجھ سے پیار کرے۔جیسے سجل آپکو ابیو کہتی تھی میں زاویر کو زاوی بھائی کہنا چاہتی تھی۔'' ابیہم کے تاثرات سخت ہوئے تھے۔اسکے چہرے پر کرب آیا تھا۔

'' میرے بھائی نے کبھی مجھے اپنے قریب آنے ہی نہیں دیا تھا۔وہ کسی وجود کی طرح مجھ سے گھن کھاتا تھا۔'' وہ کہتی ہوئی زخمی سا مسکرا دی۔

ا. اہیم نے کچھ کہنے کے . واکئے وہ اس لڑکی کو کچھ نہ کہہ سکا۔ اسکے پ س الفاظ کا ذخیرہ نہیں تھا جس سے وہ اسکی ننھی سی روح کے زخم بھر سکتا۔ یہ دوا صرف صفا کے پ س ہی تھی۔ وہ زخموں پ مرہم رکھنا جا تھی کیو وہ خود زخمی روح کی مالک تھی۔

''پھر میرا ابھی دل کر تھا کہ آپکو ابو کہہ کر پکاروں۔ ۔کبھی ہمت نہیں ہوئی۔'' وہ کہتے ہوئے سر جھکا گئی۔ ا. اہیم کو وہ دن یاد آ۔ جس دن اس نے صفا کو اسکو ابو پکارنے پ ڈانٹ دیا تھا۔ ا. اہیم کے ل میں ضافہ ہوا۔

''آئی ایم سوری۔'' ا. اہیم نے نرمی سے کہتے اسکا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اوپ ٹھایا۔

''نہیں آپ کا کیا قصور۔ کچھ چیزیں ہمارے لئے بنی ہی نہیں ہوتیں۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

ا. اہیم نے ا گہری سانس خارج کی۔

''واک کرنے چلیں؟'' اس نے اچا سے پوچھا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''ہاں؟''

''واک کرنے چلیں؟'' ا. اہیم نے مسکرا کر اسکا ہاتھ پکڑا۔

''ہمم۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''چلو۔ پھر۔'' وہ اسکا ہاتھ پکڑے کمرے سے ہر نکلا۔ لاؤنج میں منال دینا کے ساتھ بیٹھیں تھیں۔

''ہم تھوڑی دیر آئے۔'' ا. اہیم چابی اٹھا بولا۔

'' ہم واک کے لئے جا رہے تھے۔'' صفا نے چابی دیکھی۔

''تھوڑی دور جا کر کریں گے واک۔'' اس نے آ دی۔ صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا وہ اسکا ہاتھ پکڑے ہی اسکو ساتھ لے یا۔ منال نے مسکرا کر دینا کو دیکھا جو کہ آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اپنے بے وفا پ کو جا دیکھ رہی تھی جس نے اسکو ساتھ لے جانے کا پوچھا بھی نہیں تھا۔

منال ہنس دیں۔

''ہم کارٹون دیکھیں؟'' منال نے اسکا گال کھینچا۔ دینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ منال نے ہنستے ہوئے کارٹون لگائے۔ وہ دونوں دادی پوتی کارٹون دیکھ رہی تھیں۔

''تم نے اپنا ہوم ورک کر لیا۔'' قوت اس وقت بیڈ پ اپنی کوئی کتاب لئے بیٹھا تھا مرجان ابھی اسٹڈی ڈ پ ہی تھا۔

''ہاں کر لیا۔ بس۔'' نے آ ی نوٹ اپنے بیگ میں رکھی تو پی سی پ کوئی نوٹیفیکیشن آیا۔ مرجان نے چہک کر پی سی کھولا۔ گیم کا انویٹیشن تھا۔ مرجان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا اس نے جلدی سے وہ انویٹیشن ایکسیپٹ کیا۔

''آئی مسڈ یو۔'' اس نے فوراً میسج بھیجا تھا۔ مرجان پ جوش ہوا تھا۔

''آہاں۔!! آئی مسڈ یو ٹو۔'' جواب بھی فوراً آیا تھا۔

''کہاں تھے اتنے دن؟'' مرجان نے گیم کس کو مکمل ا ازکر دیا تھا وہ بس اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔

''میں مصروف تھا تم کیسے ہو؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ تمہیں بہت کچھ بتانا ہے۔'' مرجان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ اب اس کے ساتھ چیٹ کر رہا تھا۔

مصر میں بھی تاریکی چھا رہی تھی وہ اپنے آفس سے نکلا اور گھر کی جانب چل دیا۔ اس نے دفعتاً اپنا موبائل نکالا۔

''کیا میں مرجان سے بات کر سکتا ہوں؟'' اس نے ابراہیم کو ٹیکسٹ لکھا سینڈ کرنے کی بجائے مٹا دیا۔ اور فون گود میں ہی ڈال دیا۔ وہ پچھلے دنوں سے اس سے رابطہ نہیں کر پایا تھا۔ اور اب وہ مرجان کی چھوٹی چھوٹی باتیں یاد کر رہا تھا۔ اسکو بات بھی کرنی تھی اور اپنی غلطیاں بھی ٹھیک کرنی تھیں۔ اسکو مرجان کے ذہن سے وہ سارا زہر نکالنا تھا جو اس نے خود ہی بھر دیا تھا۔

وہ ابراہیم سے رابطہ کر کے ابراہیم کو شک میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اب اپنی غلطیوں کو ٹھیک کرنا چاہتا تھا بنا کسی کو بھی کھوئے۔ یہ مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

گاڑی رکی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔ گاری مینشن کے گیراج میں داخل ہو چکی تھی۔ آگے بیٹھے گارڈز کی بے شمار گاڑیاں تھیں۔ وہ اپنا کوٹ زوپ ڈیئر کی جان چل دیا۔ سیاہ ڈریس پینٹ اور شرٹ کے ساتھ چکمدار سیاہ جوتے۔ اسکی دلکشی میں اضافہ کرتے تھے۔

ماتھے پہ آج شکنیں تھیں۔ وہ تنہا نہیں تھا اب وہ جھنجھلا جایا کرتا تھا کیونکہ ہر روز اسکو اپنی کوئی کوئی ایسی غلطی یاد آ جایا کرتی تھی جس کو اسے سدھارنا ہوتا تھا۔

وہ آ کر صوفے پہ ڈھے سا گیا تھا۔ ایک ہاتھ سے اپنی کنپٹی مسلتا ہوا وہ دراز سا تھا۔ اب والا احسن دوپہر والے احسن سے یکسر مختلف تھا۔

وہ یوں ہی اپنی کنپٹی سہلا رہا تھا۔ اسکے اپنے سر پہ کسی کا لمس محسوس ہوا۔ اس نے کنپٹی سے ہاتھ ہٹایا اور سکون سے آنکھیں موند لیں۔ نرمی انگلیاں اسکے بالوں میں پھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ سیاہ بال جو ماتھے کو بھی ڈھک دیتے تھے اب کوئی ان سیاہ ریشمی بالوں کو انگلیوں سے پیچھے ہٹا رہا تھا۔

''آپ میری عادتیں خراب کر رہی ہیں مسز کرداوی۔'' وہ مدھم سا مسکرایا۔

''نہیں آپکو اپنی عادتیں ڈال رہی ہوں مسٹر کرداوی۔ تاکہ آپکو میرے بنا کہیں سکون نصیب نہ ہو۔'' وہ شوخی سے کہتی اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتی ہوئی اسکو سکون پہنچا رہی تھی۔

''فاطمہ۔!! پانی اور قہوہ لاؤ۔'' اس نے ساتھ ہی فاطمہ کو آرڈر دے دیا تھا۔ حسن نے اسکا بالوں میں سرسائیت کرتا ہاتھ پکڑا اور اسکو گھما کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

''کیا ہوا؟ تھک گئے کیا؟'' عینا نے پیشانی سے اسکا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔

''ہاں۔ سمجھ لو تھک ہی گیا ہوں۔'' کہتے اس وہ وہیں دراز ہو گیا اور اپنا سر عینا کی گود میں رکھا۔

''جس حسن کو میں جانتی تھی وہ تو تنہا نہیں تھا۔'' اسکو اب واقعی اسکی حالت پہ تعجب ہو رہا تھا۔

''تھکا دیتے ہیں۔'' وہ آنکھیں موند گیا۔ عینا کے دل میں ٹیس اٹھی تھی۔

''بخشش کے بعد درد بھی مٹ جاتی ہے حسن۔'' وہ اسکے ماتھے پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

''یعنی میری بخشش نہیں ہوئی۔'' وہ زخمی سا مسکرایا۔

''بخشش ہی ہے۔'' وہ دو ٹوک بولی تھی وہ حسن کو دو ٹوک تاریکیوں کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔

''کیا واقعی بخشش کے بعد بخشش ہو جاتی ہے؟'' اس نے آنکھیں کھول کر عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں۔ میں تمہیں ایک کہانی سناتی ہوں۔'' وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ ''تمہیں پتہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس کا نام کفل تھا۔'' اس نے بولنا شروع کیا حسن بنا پلکیں جھپکے بڑے غور سے اسکی بات سن رہا تھا۔ ''وہ ایک بہت ہی کردار شخص تھا جس کے لئے ہر رات ایک نئی عورت ہوتی تھی۔''

''واللہ۔!! میں ایسا نہیں تھا۔'' حسن نے اسکو ٹوکا۔ عینا نے اسکے لبوں پہ ہاتھ مار کر اسکو چپ رہنے کا کہا۔ فاطمہ پانی اور قہوہ لے آئی۔ وہ مسکراہٹ دبائے رکھ کر مئودب سے کھڑی ہو گئی۔

''کھانا ریڈی کرو۔'' عینا نے اسکو حکم دیا تو وہ واپس چلی گئی۔

''ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی کہ اس نے ایک لڑکی کو پانچ سو اسٹھ دینار دے کر۔''

''پھر؟'' وہ کسی بچے کی طرح سوال کر رہا تھا۔

''پھر کیا۔ وہ کمرے میں آیا تو وہ لڑکی رونے لگی۔ وہ کہتی کہ کفل۔!! میں کوئی طوائف نہیں ہوں میں ایک عزت دار گھر کی بیٹی ہوں۔''

''آ عزت دار گھر کی تھی تو کفل کے پاس کیا کرنے گئی تھی؟''حسن نے اسکو گھورا۔

''کیو . امراء اپنی زکواۃ نہیں نکالتے ں حسن۔!! تو شرفاء کی بیٹیاں طوائفیں بن جاتی ہیں۔''اس نے اداسی سے کہا تھا۔حسن کا چہرہ زرد پ یا تھا۔اسکے حلق میں ا یا گلٹی ابھری تھی۔عینا نے سر جھٹکا اور اپنی بات جاری رکھی۔''تو کفل کے دل کا قفل کھل یا۔کبھی کبھی کسی کی آ سے اہوا یا موتی کافی ہوتا ہے ہ دھونے کے لئے ۔تو شا یا کفل کے بھی ہ دھل گئے تھے۔اس نے اس لڑکی کو جانے دیا اور کہا کہ میری بخشش کی دعا کر ۔وہ لڑکی واپس چلی گئی تو کچھ ہی دیر بعد کفل کی روح قبض کر لی گئی۔''

''واٹ؟؟؟؟''حسن کو جھٹکا لگا تھا۔

''ہاں۔''

''تو پھر کیسے پتہ کہ اسکو معافی مل گئی تھی۔اسکو تو اپنی غلطیاں سدھارنے کا موقع بھی نہیں تھا۔''حسن کا چہرہ سفید پ یا تھا۔یہ سوچ کر کہ آ اسکو بھی موقع نہ تو۔

''بخشش ا یا لمحے میں ہو جاتی ہے حسن۔!! پھر چاہے تیس سال کے ہ ہی کیوں نہ ہوں۔وہ شخص مر یا۔اب لوگ اسکے گھر کے ہر پہنچے تو پتہ ہے کیسے پتہ کہ کفل کی توبہ قبول ہو گئی؟''

''کیسے؟''حسن کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

''اسکے دروازے پ روشن حروف میں لکھا ہوا تھا کہ ان اللہ قد غفر للکفل۔(لوگو۔!اللہ نے کفل کو معاف کر دیا۔)''عینا مسکرائی۔''پتہ ہے حسن ایسے لوگوں کے تو جنازوں کو بھی کندھا نہیں دیا جاتا اللہ نے اسکی حیا رکھی اسکی بخشش کو قبول کیا اور اسکو رہتی دنیا ا یا مثال بنا دیا کہ آ تمہارے دل میں نیکی کا خیال بھی آ جائے تو اللہ اسکو بھی قبول کر تا ہے۔''عینا سرشاری اسکے لوں میں ا یاں رہی تھی۔

''تمہیں تو اللہ موقع دے رہا ہے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا۔تو تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ مایوس۔''عینا نے کچھ دیا اسکو خاموش پا تو جھک کر دیکھا وہ بے آواز آ بہا رہا تھا۔

''حسن۔!! کیا ہوا؟''عینا نے اسکے آ وں سے تا چہرے کو صاف کیا۔وہ کروٹ کے بل لیٹ کر اپنا چہرہ چھپا یا۔۔اور اب اسکی ٹ ٹ سی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔عینا کا دل مٹھی میں آ تھا۔اسکو آج اس شخص سے نئے سرے سے محبت ہو گئی تھی۔

وہ تو اس وقت اسکی محبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ وہ سفا کی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔آج تو حسن کا دل کسی ننھی پ ی کی طرح ہو چکا تھا جو بات بات پ کانپ جا یا کرتا تھا۔ آج والا حسن تو عشق کئے جانے کے قابل تھا وہ اس سے محبت کیوں نہ کرتی بھلا۔

''کیا تم جا ہو کہ طاقت ملتی ہے؟''سکرین پ سوال ابھرا۔مرجان نے مخالف کسر کو ا مکا رسید کیا تھا۔سکرین پ میسج پ ھا اور پھر جواب ٹ پ کیا۔

''کیسے؟''

''. وہ خون بہا تا ہے۔''

''تم غلط کہتے ہو۔خون بہا کر طاقت نہیں ملتی پ یٹی لیڈی کہتی ہیں کہ اچھا کھا کھانے سے اور ورزش کرنے سے طاقت ملتی ہے۔''مرجان نے معصومیت سے جواب دیا۔

''ہاہاہا۔تمہاری پ یٹی لیڈی بیوقوف ہے۔''

''خبردار۔!! جو میری پ یٹی لیڈی کے بارے میں کچھ کہا۔''میسج بھیجتے ہی مرجان نے مقابل کو زوردار مکا رسید کیا اور اسکے پلیئر کو ک آؤٹ کر دیا۔

''نیکسٹ ٹ ئم پ یٹی لیڈی کے خلاف کچھ نہیں۔''کہتے اس نے چیٹ کس غصے سے بند کر دیا۔میسجز آ رہے تھے مرجان نے پی سی آف کر دیا۔اسکا موڈ اب ہو چکا تھا۔وہ آ کر اپنے بستر میں د ۔

''آج اتنی جلدی سو رہے ہو؟'' قوت نے اپنی کتاب کا ورق پلٹتے پوچھا۔
''ہمم۔'' مرجان مختصر جواب دیتا چہرے پہ کمفرٹ کھینچ رہا تھا۔یعنی اب وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ گاڑی میں بیٹھی تھی۔اور گاڑی ایک آئسکریم پارلر کے سامنے رکی ہوئی تھی ۔وہ یوں ہی روڈ پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔آسمان پہ بادل چھا رہے تھے۔اور کہیں کہیں بجلی بھی چمک رہی تھی۔
''یہ لو۔'' وہ آکر گاڑی میں بیٹھا اور ایک آئس کریم کا سکی جانب بڑھایا۔صفا نے مسکرا کر آئس کریم پکڑی۔
''ہم لوگ شاپنگ واک کرنے آئے تھے۔'' اس نے ایک بائٹ لیتا اہیم کو گھوری سے نوازا تھا۔
''اسکے بعد پکا واک کریں گے۔'' وہ مسکراتا ہوا اپنا آئس کریم کا کھول رہا تھا۔
''شکریہ۔'' اس نے رسان سے کہا تھا۔اہیم نے اسکی جانب دیکھا۔وہ ہمیشہ کی طرح اپنا منہ چاکلیٹ سے بھرے بیٹھی تھی۔
''کوئی حال نہیں۔'' کہتے اہیم نے بڑھایا اور اسکے لبوں پہ لگی آئس کریم صاف کی۔صفا کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔''ایک اور لے دوں گا۔یہ والی تو اترنے دو۔''
اہیم نے تاسف سے سر جھٹکا۔
''میں کر لیتی ہوں۔'' کہتے صفا نے لبوں پہ زبان پھیری۔۔وہ ہنستے ہوئے رخ پھیر گیا۔
''اچھا ٹھیک ہے۔''
اہیم نے اپنا آئس کریم کا ران پیک کیا ہی تھا کہ صفا نے آئس کریم کا رپ بھی کر دیا تھا۔اہیم کچھ کہتے کے لئے مڑا تو اسکو خالی ہاتھ دیکھ کر رہ گیا۔
''کہاں گئی؟'' اہیم نے ادھر ادھر دیکھا۔
''یہاں۔'' صفا نے شرارت سے کہتے اپنے پیٹ پہ ہاتھ پھیرا۔
''یا اللہ۔!! کیا واقعی بیوی گود لے لی ہے میں نے؟'' وہ دن ایجاد کا گیا۔صفا کھلکھلائی۔وہ محظوظ سا اداز میں اسکی ہنسی کو دیکھے گیا۔
''یہ لو۔یہ بھی کھاؤ۔'' اس نے اپنا آئس کریم کا سکی جانب بڑھایا۔
''تھینک یو۔یہ والا فلیورز زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔'' اس نے مزے سے کہتے وہ کا بھی پکڑ لیا۔اہیم اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔صفا نے آدھا کا رکھا کر اسکا منہ دیکھا تھا۔''یہ لیں آپ بھی کیا یاد کریں گے۔'' صفا نے ہاتھ آگے بڑھایا۔اہیم آگے بڑھا۔کا رسے بائٹ کے بجائے صفا کی انگلی پہ لگی آئس کریم چن لی۔
''وو۔۔واٹ؟'' صفا جھینپ کر پیچھے ہٹی۔
''یہ والا فلیورز زیادہ اچھا تھا۔'' وہ مسکراہٹ دبائے کہتا پیچھے ہٹا۔صفا کے کان بھی سرخ ہو گئے تھے۔
''آپ۔آپ۔بہت وہ ہیں۔'' وہ رخ پھیر گئی۔
''کیا ہوں؟'' وہ اسکو اب تنگ کر رہا تھا۔
''بے شرم۔'' صفا بڑبڑائی۔
''تین بچوں کا باپ ہوں۔'' وہ کہتا اسکو مزید سرخ کر گیا تھا۔
''آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔''

رات کے دس بجے وہ لوگ گھر واپس آئے تھے۔اہیم نے گاڑی پارک کی صفا اترکر لان میں چلی آئی۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آسمان پہ بادل گہرے ہو چکے تھے ۔اہیم گاڑی پارک کر کے اسکے پاس پہنچا۔

''اب یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ آ کر اسکے عقب میں کھڑا ہوا۔

''موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔ ں۔! کاش یہاں لان میں ا۔ جھولا ہو۔ تو میں اس پہ بیٹھتی اور ٹھنڈی ہوا کے جھو میرے چہرے کو چھو چھو کر جاتے۔'' صفا نے چہک کر اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

''اور؟؟''۔ اہیم محظوظ سا اسکی بچوں والی حرکتیں دیکھ رہا تھا وہ جواب جوتے ا۔ کر ٹھنڈی گھاس پہ ادھر ادھر دوپٹہ لہراتی پھر رہی تھی۔ آج کتنے دنوں بعد۔ اہیم نے اسکو یوں دیکھا تھا۔

''اور یہ کہ وہ جھولا پھولوں سے سجا ہوا ہو۔''

''اور؟'' وہ چلتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔

''اور میرے پ س ا۔ بلی ہو۔ لکل دینا جیسی۔'' وہ کھلکھلائی۔

''اور؟'' وہ کسی ٹ انس کے تحت پوچھے جا رہا تھا۔ اور صفا اپنی دھن میں مگن اسکو بتا رہی تھی۔

''اور یہ کہ میرے پ س گوش ہوں۔ لکل مرجان جیسے۔'' وہ پھر سے ہنس دی۔

''اور؟'' وہ کمر پہ دونوں ہاتھ ۔ ھے اسکے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

''اور یہ کہ یہاں ا۔ چھوٹ سا پول ہو جس میں سوا ۔ تیر رہی ہوں۔''

''اور؟''

وہ پھر سے بولا تو صفا کے چلتے قدم رکے۔ اس نے مڑ کر دیکھا وہ محظوظ سے ا۔ از میں اسکی جا۔ ہی دیکھ رہا تھا۔ کاٹن کے سفید قمیض شلوار میں ملبوس جس میں ہلکی ہلکی سلوٹیں پ چکی تھیں، دونوں ۔ زوؤں کے کف فولڈ کئے وہ بے زسا کھڑا تھا کسی بھی غرور سے پ ک چہرہ لئے۔

''اور۔'' کہتی وہ دو قدم آگے ۔ ٹھی۔ اس نے ا ٹیاں اٹھا ۔ وہ ا۔ اہیم کے کان ۔ نہ پہنچ سکی۔ وہ مسکرا کر جھکا۔ صفا نے اسکا کالر تھاما۔

''اور آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔'' وہ اسکے کان میں کہتی اسکے ۔ گال پ ۔ ر ۔ پیچھے ہٹی تھی۔ ا۔ اہیم وہیں ۔ ف ہو ۔ صفا پیچھے ہٹی اور اپنا چہرہ چھپائے رخ پھیر کر کھڑی ہوئی۔ آسمان پ ۔ دل جا اور اسی لمحے آسمان سے ابرِ رحمت ۔ زل ہوا تھا۔ صفا نے بے اختیار آسمان کی جا۔ دیکھا جو ٹھنڈی بو ۔ یں ۔ سا کر اسکی خوشی میں جھوم رہا تھا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ۔ رش تیز ہوئی۔ صفا نے مڑ کر دیکھا وہ اسی حا ۔ میں کھڑا تھا۔

''ایبو۔!! چلیں ا۔ ر۔'' وہ کہتی آگے ۔ ھ گئی وہ وہیں جما کھڑا رہا۔ صفا نے کچھ دور جا کر دیکھا اور واپس آئی۔ اس نے آ کر ا۔ اہیم کا ۔ زو تھاما اور اسکو کھینچنا چاہا۔ وہ اسکو کھینچ رہی تھی وہ پہاڑ کہاں اس سے ہل سکتا تھا۔

۔ رش زور و شور سے جاری تھی۔

''ا۔ اہیم۔'' وہ اسکو ٹ ۔ لگی تھی۔ اچا ۔ سے اسکا ہاتھ ا۔ مضبوط ۔ فت میں آ ۔ تھا۔ ا۔ اہیم نے اسکو جھٹکا دیا تو وہ بل کھا کر اسکی آغوش میں سما گئی تھی۔

''ا۔ ا۔۔''

''شش۔!! خاموش۔ ا۔ لفظ نہیں۔'' وہ خمار آلود آواز میں بولا تھا۔ صفا کا دل بند ہونے کو تھا۔

''تم مجھے کسی کام کا نہیں چھوڑو گی۔ یہ ۔ ت تو طے ہے۔'' وہ اسکے چہرے پ ۔ چکے ۔ ل ہٹا رہا تھا۔

''کک۔ کیا ہوا ہے؟'' صفا دل اب زور و شور سے دھڑک رہا تھا۔ اسکو ا۔ اہیم کی آنکھوں میں جنون آ ۔ تھا۔ اور یہ نگاہیں اسکے لئے نئی تھیں پہلے یہ نگاہیں بس خوف کا ۔ ۔ ۔ تھیں آج یہ نگاہیں کچھ اور کہہ رہی تھیں۔

صفا ۔ ٹ سی اسکا چہرہ دیکھے گئی۔

''تم نے میری خواہش نہیں پوچھی کہ میرا ل دل کیا چاہ رہا ہے اس وقت؟''۔ اہیم نے اسکے چہرے کو نگاہوں کا مر ۔ بناتے ہوئے کہا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔ اسکی

پلکوں پہ ٹھہرے۔ رش کے قطرے زمین بوس ہوئے تھے۔

''کیا کر رہا ہے دل؟'' وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

ا۔ اہیم ہلکا سا مسکرایا اور بناء کچھ کہے اپنا ہاتھ اسکے حمائل کیا اور اپنا ہاتھ میں صفا کا داغدار ہاتھ تھاما جو کہ اسکے لئے حسین تھا۔ اس نے وہ ہاتھ لبوں سے لگایا اور اگلے ہی پل صفا گول گول گھوم رہی تھی۔ وہ اپنے پنجوں پہ کھڑی بمشکل اسکا کندھا تھام کر رکی تھی۔ اور پھر ا۔ اہیم اسکا ہاتھ تھامے ہلکا ہلکا جھومنے لگا تھا۔ صفا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنی بکھرتی سانسوں کو سنبھالے، لڑکھڑاتے قدموں کو یا پھر منتشر ہوتی دھڑکنوں کو۔ وہ اسکو اپنے ساتھ لگائے اسکے قدموں سے قدم ملائے ہلکا ہلکا سا جھوم رہا تھا۔

اور پھر اس نے صفا کو اپنی انگلی سے پکڑ کر گول گول گھمایا۔ پہلی بار صفا کے لئے اسکو پیار اس کرنا مشکل ہوا تھا اس بار وہ سمجھ گئی تھی کہ اسکو کیا کرنا ہے۔ وہ خود کو ا۔ اہیم کے اشاروں کے سپرد کر گئی تھی۔

بستی، رش کے قطرے، پھولوں کی پتیوں کے چھوٹے چھوٹے پیالوں میں ٹھہرے پانی پیتے تو اپنا الگ سا ساز بجاتے دیتے تھے۔ اور قدموں کی چاپ الگ اپنی ہی سر پیدا کر رہی تھی۔ ہلکی سی چلتی ہوا نے ماحول کو مزید پرسوز بنا دیا تھا۔ اور اس کے نیچے وہ دونوں اپنی محبت کی داستان کے صفحوں پہ اپنا خوبصورت تحریر کر رہے تھے۔

آلاؤ وہ رکا اور جھک کر صفا کی پیشانی سے اپنا ماتھا ٹکا گیا تھا۔ وہ گہری سانسیں لے رہی تھی ا۔ اہیم نے مسکرا کر اسکے ہلکی روشنی میں اسکے چہرے پہ بکھرے قوس وقزح کے رنگ دیکھے تھے۔ اس لڑکی کو خوش کرنا کتنا آسان تھا۔

''ا۔ اہیم گورسی کے دل پہ نقش ہو چکی ہو تم۔'' اس نے اپنی بکھرتی سانسوں کے ساتھ اعتراف کیا تھا۔ صفا اسکے سینے پہ گال ٹکا گئی۔ اسکا اپنے قدموں پہ مزید کھڑے رہنا محال ہوا تھا۔

ا۔ اہیم نے جھک کر اسکو بانہوں میں اٹھایا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ پرسکون سا عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا۔ عینا کچھ لمحے اسکو دیکھے گئی اور پھر کمرے میں رکھے صوفے پہ ہی بیٹھ گئی۔

وہ ہمیشہ کی طرح سفید جبہ پہنے پرسکون سا اپنے دونوں اطراف سے مکمل بے خبر ہو کر پوری طرح اپنی نماز میں مگن تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر لگتا تھا کہ اگر کوئی اسکا سر بھی قلم کر دے تو بھی حسن کی نماز میں فرق نہیں آ سکتا تھا۔ عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ کتنا محو تھا۔ اور پھر اگلے ہی پل ماضی کی تلخ یادیں ذہن کے پردوں پہ لہرا اٹھیں۔ وہ اسکی نمازوں کا مذاق اڑا کر گئی تھی۔ وہ اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ نمازیں کبھی قبول نہیں ہوں گی۔ وہ گنہگار تھا اپنے فرائض سے غافل نہیں تھا۔

''اور اشفاق احمد کہتے ہیں کہ اگر سکول جاتے رہو تو ایک نہ ایک دن پاس بھی ہو جاؤ گے۔''

وہ بھی حاضری دیتا رہا تھا۔ اس نے اپنے تمام تر سیاہ کاموں کے باوجود اپنی حاضری میں کمی نہیں آنے دی تھی۔ وہ ہر روز پنج بار اپنے اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتا تھا۔

وہ پاکیزہ نہر کے پانی میں دن میں پنج بار نہایا تھا تو ایسا کیسے ممکن تھا کہ اسکے داغ نہ دھلتے۔ توبہ اور اصلاح کا در ہمیشہ کھلا رہتا ہے یہ تو انسان ہے جو اس در کو بند سمجھ بیٹھتا ہے اور خود کو تاریکیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

حسن نے سلام پھیرا اور اپنی جائے نماز کے کنارے پہ رکھی اپنی سیاہ دانوں والی تسبیح اٹھائی۔ اس نے دفعتاً عینا کی جانب دیکھا جو کہ ٹکٹکی باندھے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ عینا نے اسکی نگاہیں بھی خود پہ محسوس نہیں کی تھیں کیونکہ وہ وہاں تھی ہی نہیں وہ کہیں اور پہنچ چکی تھی۔

''لگتا ہے محترمہ کو پھر سے عشق ہوا ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ عینا نے ہڑبڑا کر رخ پھیرا۔

حسن نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لبوں نہیں ہلائے تھے۔ وہ کچھ دیر الفاظ ڈھونڈتا رہا اور پھر آنکار ہا رما اٹھ کھڑا ہوا۔ جائے نماز تہہ کر کے ریک میں رکھی اور اسکے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر جھک کر اسکی پیشانی چومتا ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

''آ ی ردعا ۔ مانگی تھی تم نے؟''عینا نے اسکے خالی سے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھا۔

ا یدسی لہرائی تھی حسن کی مسکراہٹ سمٹ گئی اس نے میں سر جھٹکا۔

''کیا بتاؤ گے نہیں؟''عینا نے نمی سے پوچھا تھا۔حسن نے کسی بچے کی طرح اسکی جا ۔ دیکھا جس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

''کچھ تو چھوڑ دو۔میرے ہر پہلو رسائی حاصل کرنے کا ارادہ ۔ ھ لیا ہے؟''اس نے بے چارگی سجائے کہا تھا۔عینا نے پلکیں جھپکیں اور پھر ہنس دی۔

''ڈونٹ ٹیل می۔!!تم نے کسی کو دعا میں مانگا تھا''عینا نے آنکھیں سکیڑیں حسن نے بے بسی سے دن ا جا ۔ ئی۔

''حسن۔!''عینا نے اسکی چوری پکڑ لی تھی۔

''اچھا ں۔اس وقت بس ا جنون سوار تھا اس لئے ۔ اسے بھی ما لیا تھا اسکو''وہ شرمندہ تھا۔ عینا بس محظوظ ہوئی تھی وہ اسکو جج نہیں کر رہی تھی وہ اسکو کبھی جج نہیں کرتی تھی سوائے قید خانے کے مناظر دیکھنے کے علاوہ اس نے کبھی حسن کو جج نہیں کیا تھا۔اور جس ت پہ اس نے حسن کو جج کیا تھا اس ت کو اس نے حسن کے گلے میں پچھتاوے کی رسی بنا کر ڈال دی تھا اور پھر حسن کے منہ کے بل بھی اتھا۔اَ عینا اسکو صفا کے معاملے پہ جج کرتی تو شاید حسن کبھی خود کو ل نہ پ ۔وہ ہمیشہ خود سر اور ہٹ دھرم ہی رہتا۔ اب اسکو ایسایہ دار درخت مل گیا تھا عینا کی صورت میں جس کی چھاؤں میں وہ اپنے ماضی کی مسافتوں کی تھکن ا رد کرتا تھا۔وہ پرسکون ہو جایا کرتا تھا۔وہ اپنے دل کا کھولتا ہوا لاوہ عینا کے ی میں ا کر کے پرسکون ہو جایا کرتا تھا کیونکہ عینا کے دل کی نمی اس لاوے کو ٹھنڈا کر دیتی تھی۔

''اٹس اوکے''عینا نے اسکے ہاتھ پہ د ؤ ۔ھا یا۔

'' اب سوچتا ہوں کہ اللہ نے مجھے بہترین سے نوازا ہے۔کچھ چیزیں ہمارے لئے نہیں ہوتیں اور ہم اس سراب کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ہمارے بس میں ہو تو ایسے سراب کے پیچھے بھاگ بھاگ کر خود کو فنا کر لیں۔ تم ٹھیک کہتی ہو کہ اللہ مہربان ہے وہ ہمیں ت نہیں دیتا وہ ان چیزوں کو ہم سے دور کر دیتا ہے جو ہمارے لئے بہتر نہیں ہوتیں۔پھر ہم کسی ضدی بچے کی طرح کچھ دیر چیختے ہیں تے ہیں اور پھر کچھ عرصے بعد اسکی مصلحت سمجھ آتی ہے تو پھر ہم اسی اللہ کے مشکور ہو جاتے ہیں۔''

''تمہیں پتہ ہے تم نے توبہ کیوں کی؟''عینا نے اچا ۔ سوال کیا تو حسن نے چو ۔ کر دیکھا۔

''کیونکہ تمہارا دل صاف تھا حسن۔''

''نہیں عینا۔!!اس پہ سیاہی تھی اس پہ ۔ ہوں کی کالک جم چکی تھی اور مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ میں سیاہی کو دھو نہیں پاؤں گا کیونکہ مجھے ہر ۔ ہ کے بعد لگتا تھا کہ اب بخشش ممکن نہیں اس طرح میں مزید ۔ ہوں کی دلدل میں دھنستا جاتا تھا۔اور پھر۔''اس نے عینا کی جا ۔ رخ موڑا اور اسکے عارض پہ ہاتھ پھیرا۔

''مجھے تم کی گئی۔تم نے میری سیاہی کو کھرچ ڈالا۔جس میں بظاہر مجھے تکلیف ہوئی میرا دل لہولہان ہوا میری نیند حرام کی گئی مجھ پہ خوراک اور پانی کو بھی بند کر دیا اور پھر۔پھر امید بھی مجھے تم نے ہی دی۔''وہ مسکرا دیا۔

''خوراک اور پانی؟''عینا کا حلق خشک ہوا۔

''ہاں۔میں پانی پینے کی کوشش کرتا تھا اس میں مجھے خون آتا تھا اسکی ب و میرے لئے ۔ قابل ۔ داشت تھی۔میں کھانا کھانے لگتا تھا وہ مجھے تھوہر کے پھل کی طرح لگتا تھا جو میرے حلق کو لہولہان کر دیتا تھا۔میں سونے کی کوشش کرتا تھا ا خواب جو ہر رات میں دیکھتا تھا وہ مجھ سے میری نیند چھین لیا کرتا تھا۔''اس نے آ کا اپنا کرب بیان کیا۔''اس قید خانے میں وہ گنتی کے دن اذیت ۔ ک تھے اور جا ہو مجھے سمجھ آیا کہ کیوں قیامت کے لئے ا ہی دن ہے اور کہا ہے کہ وہ ا دن ۔سوں پہ محیط ہوگا۔''وہ بناء رکے بولے جا رہا تھا اور عینا محو سی اسکو سن رہی تھی۔وہ بہت پیاری ت کیا کرتا تھا۔وہ یقیناً ساحر تھا۔وہ گفتار کا جادو تھا۔''کیونکہ عذاب کا ا لمحہ ہی کافی ہوتا ہے ہمیں فنا کرنے کے لئے۔''

اس نے آ ی ت کہتے ہوئے تکان سے عینا کے کندھے پہ سر ٹکا دیا۔عینا کا دل زخمی ہو چکا تھا۔حسن کے دل کے زخم دیکھ کر اسکا دل پھر سے رویا تھا۔ ی سے نیکی کی جا ۔ پلٹنا آسان نہیں ہوتا قدم قدم پہ ہماری روح پہ ا زخم لگتا ہے جس سے ہمارے دل پہ چھالے پڑ جاتے ہیں۔یہ مسافت آسان نہیں ہے جو لوگ یہ سفر طے کرتے ہیں ا لئے د ا خاردار جھاڑی بن جاتی ہے اور ا اپنے ململ کے لباس کے ساتھ اس خاردار جھاڑی سے ہو کر ز پڑتا ہے۔ا اپنا لباس بھی بچا پاتا اور سفر بھی طے کر

پڑتا ہے۔یہ اذیت ناک ہے قیامت کے دن سے زیادہ سخت نہیں ہے۔

وہ اسکے بالوں کی ایک لٹ پکڑ کر سکھا رہا تھا۔وہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی اور اسکے سنہری بالوں کی لٹیں اسکی کمر پر جھول رہی تھیں کچھ لٹیں ابیہم کی انگلیوں پر تھیں۔وہ محسوس اسکے بال سکھا رہا تھا۔

''تمہارے یہ بال۔کس پر گئے ہیں؟''وہ گم سا بولا تو صفا چونکی اس نے آئینے میں ابیہم کا عکس دیکھا۔

''امی کہتی ہیں کہ میری نانی کے تھے شاید ان پر گئے ہیں۔''وہ مسکرا دی۔

''میں بھی کہوں کہ تمہاری امی کے تو گولڈن نہیں ہیں۔''

''آپکو انکا رنگ اچھا لگتا ہے؟''صفا نے چہک کر پوچھا۔ابیہم نے اچنبھے سے نگاہ اٹھا کر آئینے میں اسکا کھلا سا چہرہ دیکھا۔

''اور کہوں کہ نہیں۔''اسکی آنکھوں میں شرارت ابھری۔''تو کیا ڈائی کرلوگی؟''اس نے آنکھیں سکیڑ کر صفا کو دیکھا جو کہ اب خفا سی اسکو گھور رہی تھی۔''بتاؤ ناں۔کیا پھر ڈائی کروالوگی؟''وہ پھر سے ڈرائیر کی جانب متوجہ ہوا۔

''ہرگز نہیں۔''وہ دن اٹھ گئی۔ابیہم اسکے اس فیصلے پر دبے مسکرا دیے۔

''اتنی آبسیڈ ہو تم اپنے بالوں سے؟''

''ہاں۔اگر میں سچل کے کہنے پر ڈائی نہیں کروا سکتی تو سمجھ لیں کہ کچھ خاص ہے۔''وہ شوخ سے لہجے میں بولی تو ابیہم نے پھر سے ایک واچکا کر اسکا عکس دیکھا۔

''ایسا بھی کیا ہے؟ سوکھی گھاس جیسا رنگ ہے انکا۔''وہ دبے شرارت سے بولا تو صفا نے ایک سکیڑے اور جھٹکے سے مڑی۔ابیہم کے ہاتھ میں ڈرائیر تھا۔صفا کچھ ثانیے اسکو گھورتی رہی اور پھر اسکو جھکنے کا اشارہ کیا۔ابیہم نے ڈرائیر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور اس کے دائیں ہاتھ جما کر جھکا یوں کہ اسکا چہرہ اب صفا کی نگاہوں کے سامنے تھا۔اس نے انگلی اٹھائی۔

''تو پھر آپکی یہ آنکھیں بھی سوکھی ہوئی گھاس جیسی ہیں۔''وہ پورے اعتماد سے بولی۔ابیہم کی آنکھیں پھیل گئیں۔صفا نے ایک ادا سے اپنے بال جھٹکے۔

''تم کیا چیز ہو۔''وہ آنکھیں سکیڑ کر اسکی سرمئی آنکھوں میں چھپی شرارت کو دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو۔یہ بال مجھے پسند ہیں کیونکہ۔''

''کیونکہ؟''وہ اسکی آنکھوں میں اپنی شربتی آنکھیں گاڑے۔صفا کچھ ثانیے یوں ہی دیکھتی رہی پھر اپنی ہی بات سوچ کر دانتوں میں دبا گئی۔''بولو۔''وہ اسکے چہرے کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

''کیونکہ۔''وہ سر جھکا گئی۔

''کیونکہ یہ بال۔''کہتے ابیہم نے اسکے بالوں کی ایک لٹ پکڑی اور اسکو لبوں سے لگایا۔صفا ایک ٹک اسکو دیکھ رہی تھی۔''تمہیں ان میں میری آنکھوں کا رنگ آتا ہے۔''وہ اسکی چوری پکڑ گیا تھا۔صفا دم سادھ گئی۔''بالکل جیسے میرے کمرے کی ہر شے میں تمہاری آنکھوں کا رنگ آتا ہے۔''وہ اب شریر سے لہجے میں کہتا اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔صفا کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ابیہم نے اسکی تھوڑی کو اپنی انگلی کی مدد سے اوپر کیا تاکہ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ سکے۔

''میں تمہیں ایک کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا ہوں اور ہر پنے پر لکھا اپنا نام بھی۔''

صفا نے بے اختیار پلکیں اٹھائیں۔

''میں کوشش کروں گا کہ تمہاری محبت اور چاہت کے معیار پر پورا اتر سکوں۔''

''؟''صفا کا دل مٹھی میں آیا تھا۔

''میں ایک عام بشر ہوں۔اگر کبھی تمہارے عشق کی شان میں گستاخی کر جاؤں تو درگزر کر دینا۔''وہ اپنی آنکھوں کا کشکول پھیلائے مدھم سے بولا تھا۔

''ا. اہیم۔'' صفا پپتی آواز میں کہتی اسکا ہاتھ تھام گئی۔

''منال۔!! منال۔!!.. آ گئے جاگنگ کر کے؟''

صبح ہوتے ہی مرجان کی آواز سے گورسی ہاؤس گونج اٹھا تھا۔ آج ان لوگوں کو کسی نیشنل ڈے کی چھٹی تھی اور مرجان پ جوش سا جاگا تھا۔ وہ اس وقت ا ٹی شرٹ ٹ اوزر میں ملبوس سیڑھیوں پ کھڑا تھا۔

''ہاں۔تم نیچے تو آجاؤ۔'' منال نے کافی کا پ سفیان گورسی کو تھماتے اسکو نیچے آنے کا اشارہ کیا۔

''کہاں ہیں.. ؟ کمرے میں نہیں ہیں۔'' وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے ا رہا تھا۔

''وہ لان میں ہے۔''

منال نے جواب دے کر پلٹ کر دیکھا مرجان گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غا ہو چکا تھا۔ منال نے سر جھٹکا اور سفیان گورسی کے پ س ہی ٹ گئیں۔

''آج اسکو چھٹی ہے؟'' انھوں نے کافی کا سپ ت ہوئے پوچھا۔

''ہاں اسی لئے یوں اچھلتا پھر رہا ہے۔''

''اچھا ہے میں تو کہتا ہوں آ ت کو بھی لے آتے وہ بھی یہاں دن ا رلیتی۔'' وہ نیوز پیپر کھولتے ہوئے بولے۔

''سفیان صا ۔!! آ ت اپنے گھر میں ہے وہ اسکے ت ئی ہیں۔ میرال اسکی ن ہے۔ وہ ان کے ساتھ خوش ہے۔ بچوں کی دوستی ہے اچھی ت ہے اس طرح ہر وقت وہ اس گھر میں تو نہیں رہ سکتی ں۔''

''مطلب کیا ہے تمہارا؟'' ا ماتھے پ بل پڑے۔

''آج بچے ہیں کل ڑے ہو جا گے۔ یوں بچوں کی دو تیاں گھروں ت آ گی تو۔'' وہ کہتی کہتی خاموش ہو گئیں۔

''کھل کر کہو۔''

''آپ جا ہیں کہ صفا اور سجل کی دوستی نے ہمیں کون سا زخم دیا ہے۔'' وہ اٹ اٹ کر بولیں۔

''منال۔'' انھوں نے ڈ پٹ کے ا از میں کہا۔

''میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ سکول کی دو تیاں سکول کے گیٹ ت ہی محدود رہنی چاہئیں۔ یوں۔ اس طرح۔''

''بس کر دو منال۔ وہ بچے ہیں۔'' وہ. مزہ ہوئے تھے۔

''آج بچے ہیں کل ڑے ہو جا گے۔'' منال اپنی. ت پ قائم تھیں۔

''وہ سمجھدار ہو جا گے۔'' سفیان گورسی کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ آ ت کی کنڈ جا تھے وہ اسکے. رے میں ایسا کوئی سخت فیصلہ نہیں لے ت تھے۔ ا آ ت کو ا گھر آ کر کوئی خوشی ملتی تھی تو ا کوئی اعتراض نہیں تھا۔ منال کو کچھ کچھ آئیڈیا تھا وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھیں۔

'' . ت بچوں کی ہے۔ ا دلوں میں۔''

''خاموش ہو جاؤ منال۔ جاؤ۔ جا کر. شتہ دیکھو۔'' وہ مزید بحث نہیں چاہتے تھے۔

''..۔!! آپ کو کیا لگتا ہے کہ ایکسر سائز کرنے سے پ ورملتی ہے؟''

اس وقت لان میں وہ ا ٹی شرٹ اور ٹ اوزر میں ملبوس پش اپس کر رہا تھا اور مرجان اسکی پیٹھ پ سوار تھا۔

''ہاں اسی لئے تو تمہیں اس وقت. دا ت کر رہا ہوں۔'' ا. اہیم نے سارا وزن ا . زو پ شفٹ کیا اور ا . زوا اپنی کمر پ رکھا۔

''اور کس کس چیز سے پورملتی ہے؟'' مرجان کچھ الجھا ہوا تھا۔

'' وٹینز کھانے سے۔'' وہ مختصر جواب دیتا پش اپس جاری رکھے ہوئے تھا۔کبھی وہ دا زو پ سارا وزن شفٹ کرتا تو کبھی پ۔اور پھر کبھی دونوں ہاتھ زمین پ لگا کر بیلنس بنا۔وہ یوں ہی خود کو پش کیا کرتا تھا۔وہ ہر روز خود کو چیلنج دیا کرتا تھا۔اس لئے پینتیس کی عمر میں بھی وہ اپنے ہم عمر مردوں کی نسبت زیادہ جوان اور مضبوط آ تھا۔اسکے کئی پاکستانی دوستوں کی تو ہیں نکل آ تھیں۔اور وہ ا. اہیم کو ویمپائر کہتے تھے کہ یہ کبھی بوڑھا نہیں ہونے والا۔ وہ اسکے پیچھے کی اسکی کی گئی محنت کو نہیں دیکھتے تھے ۔وہ خوبصورت تھا اور خوبصورتی کو پسند کرتا تھا۔

'' ..!!میں نے سنا ہے کہ خون بہانے سے بھی پورملتی ہے۔'' وہ الجھا سا پسوچ ا ازمیں بولا۔تو ا. اہیم کا حر کرتا جسم فوراً سا ہوا۔وہ کچھ لمحے یوں ہی اپنی جگہ پ فریز ہوا رہا۔

''میں ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہوں کہ پورجم کرنے سے آتی ہے جیسے میرے .. کے پس ہے۔'' مرجان نے سر جھٹکا۔ا. اہیم کی آنکھیں کی پتلیوں نے حر کی۔پھر اس نے ا جھٹکے میں مرجان کو اپنے سامنے زمین پ لٹا اور خود ٹ ں کے بل بیٹھا۔مرجان ٹ سا سبز گھاس پ ہوا اپنے .پ کی آنکھوں میں پڑتی ع ہوتے سورج کی کر دیکھ رہا تھا۔جو اسکی آنکھوں کو مز پ کشش بنا رہی تھیں۔

''کس نے کہا یہ .تم سے؟'' ا. اہیم کا ا ازقدرے سنجیدہ اور سخت گیر تھا۔ماتھے پ اضطراب تھا۔

مرجان سیاہ آنکھیں مٹکا رہا۔

''بولو۔کس نے کہا تم سے یہ .؟'' ا. اہیم جبڑے بھینچے غرایا۔مرجان کو اپنے .پ کی آنکھوں میں جلتے انگاروں سے خوف محسوس ہوا۔اسکو وہی دن یاد آ۔ .

ا. اہیم نے اسکو کیڑوں والی .ت بتانے پ اچھا خاصا جھنجوڑا تھا۔ا اس نے بتادیا کہ اس کے گیمنگ پ نے یہ .کہا ہے تو وہ یقیناً پھر سے اسکے پی سی کے استعمال پ پابندی لگا دیتا۔مرجان ٹکٹکی .ھے ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اسکے ا را .ں چھڑی ہوئی تھی۔ا وہ بتا دیتا تو پھر پھنس جاتا کیو ا. اہیم کے ت ات سے ہی ا ازہ ہو رہا تھا کہ اس نے کوئی غلطی کر دی ہے۔اور ا چھپاتا تو پچھلی .رکی طرح پچھتاوے کی بھٹی میں جلتا رہتا۔

''بولو مرجان۔'' ا. اہیم نے ماتھے پ شکن ڈالی۔وہ اپنا لہجہ م کر رہا تھا۔وہ اسکو ڈرا نہیں چاہتا تھا وہ اپنی آنکھوں کا کیا کرتا جو اسکی زبان سے زیادہ بولتی تھیں۔

مرجان نے تھوک نگلا۔

''یی۔یعنی۔جو آپ نے کہا وہی سچ ہے؟'' وہ بمشکل مسکرایا۔ا. اہیم اسکے چہرے پ خوف بخوبی دیکھ چکا تھا۔وہ کچھ ثانئے مرجان کی خوفزدہ سی آنکھوں میں دیکھے اور پھر اسکو سیدھا کر کے اپنے سامنے بٹھایا۔

''خون بہانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ا آئندہ کوئی ایسی .ت کہے تو تم مجھے بتاؤ گے۔اوکے؟'' ا. اہیم نے اسکے گال پ ہاتھ پھیرا۔مرجان کی آنکھوں میں سکون ا آیا۔اسکا .پ راض نہیں تھا۔

''اوکے ..!!میں آپکو .کچھ بتاؤں گا۔ پلیز۔''

'' کیا؟'' وہ می سے استفسار کر رہا تھا۔

'' پلیز۔میرا پی سی بند نہیں کرنا آپ نے۔'' اس نے .کتر ے۔

ا. اہیم کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔

''ٹ اول کہتا ہے کہ اپنے ڈر پ قابو ڈالو۔''

مرجان کی کہی گئی .ت اسکے دماغ میں گو ۔اس نے پہلے اس .ت کو سنجیدہ کیوں نہیں لیا۔ا. اہیم نے چو کر مرجان کا چہرہ دیکھا۔جو کہ ا .ر پھر سے خوفزدہ ہو رہا تھا۔

ا. اہیم نے ضبط کا گھو ٹ حلق سے نیچے ا را۔یہ بہت زک معاملہ تھا وہ اس معاملے کو سختی سے تو ہر ہینڈل نہیں کر سکتا تھا۔اس وقت وہ کسی سپاہی کے سامنے نہیں تھا

جس کو ٹریننگ دینا مقصود تھی وہ اپنے بیٹے کے سامنے تھا۔جس کو ہینڈل کرنے میں اور ایک سپاہی کی ذہن سازی کرنے میں فرق تھا۔ایک کوئی مرجان کی ذہن سازی کر رہا تھا تو یقیناً وہ مرجان کو اپنے جال میں جکڑ چکا تھا۔اور اسکو اپنے بیٹے کو اس چیز سے نکالنا تھا۔

یعنی وہ جو بھی گیمنگ پر تھا وہ مرجان کا ہم عمر ہرگز نہیں تھا۔ابراہیم پھیکا سا مسکرایا۔اس نے خوفزدہ سے مرجان کو شفقت سے دیکھا اور پھر یوں ہی بیٹھے بیٹھے اسکو اپنی گود میں بٹھا لیا۔مرجان اپنے باپ کے رویے پر شاکڈ تھا۔وہ اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا۔اس نے ابراہیم کی آنکھوں کی سختی کو نرمی میں تبدیل ہوتے بغور دیکھ لیا تھا۔

''اٹس اوکے۔!یو کین شیئر۔''ابراہیم نے اسکا گال چوما۔

''آپ لاسٹ ٹائم کی طرح۔''مرجان نے تھوک نگلا۔

''نہیں ڈارلنگ۔''ابراہیم نے اسکے ماتھے سے بال ہٹائے۔مرجان نے ابراہیم کی جانب رخ کیا اور اسکا ہاتھ تھاما۔

''اور پی سی بھی بند نہیں کریں گے؟''اس نے آنکھیں پٹپٹا ئیں۔وہ شروع شروع اول سے خفا تھا کیونکہ اس نے اسکی پرسنل لیڈی کے خلاف بات کی تھی اس لئے اسکو اس وقت اپنے باپ کی بات کی زیادہ پرواہ تھی بہ نسبت شروع شروع اول کے۔اس نے تھوک نگلا اور بتانا شروع کیا۔

''آج مرجان یہاں آیا تھا؟''قوت نے دروازے پر دستک دی اور اجازت سے اندر آیا۔صفا دینا کو کپڑے پہنا رہی تھی۔دینا صبح صبح اسکے پاس چلی آئی تھی۔رات کو وہ منال کے پاس ہی سو چکی تھی ان لوگوں کے آنے سے پہلے۔

''ہاں آیا تھا وہ تو بہت سے نیچے جا چکا ہے۔''اس نے دینا کے بال بنائے۔اسکے گھنگریالے سیاہ بالوں پر چھوٹی چھوٹی پنز لگا جس سے دینا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔وہ اب ہاتھ لگا لگا کر اپنی پنز دیکھ رہی تھی۔

''یو لائک اٹ؟''صفا نے اسکی خوشی دیکھی۔

''یس شفا۔''دینا نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔صفا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو بیڈ سے اتارا اور لا کر ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا کیا۔دینا اپنی پنز کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھ رہی تھی۔صفا مسکرا کر اسکو دیکھے گی۔

''آج ہم لوگوں کو چھٹی ہے۔''قوت نے وہیں کھڑے کھڑے اسکو مطلع کیا۔

''آہاں۔!!پھر تو آج مزہ آنے والا ہے۔''صفا نے قوت کی جانب دیکھا۔

''ہاں۔کیا ہم آج کہیں باہر چلیں؟''قوت نے کنکھیوں سے صفا کی جانب دیکھا۔صفا تو جیسے تیار بیٹھی تھی۔

''کیوں نہیں۔''وہ مسکرا دی۔

''اوکے میں بابا سے پوچھتا ہوں۔''قوت خوشی سے کمرے سے نکلا۔

صفا دینا کے ساتھ کھڑی تھی اس نے ایک خود کو آئینے میں دیکھا۔وہ ایک سفید رنگ کے انارکلی میں ملبوس تھی۔کپڑے کا سٹف بہت سافٹ تھا اس پر ہلکا ہلکا سنہری دھاگے سے کام کیا ہوا تھا۔

ابراہیم نے تو اسکی وارڈ روب میں ڈھیلے ڈھالے اور آرام دہ کپڑے لا کر ارینج کروا رکھے تھے۔اب وہ ان ڈھیلے کرتوں کی بجائے کوئی اور ڈریس پہن لیا کرتی تھی۔اسکے ڈریس کی آستینیں ہمیشہ پوری ہوتی تھیں اتنی کہ وہ ہاتھوں کی آدھی پشت کو بھی ڈھک دیا کرتی تھیں۔پرانے کپڑے اس نے تہہ کر کے الماری کے ایک کونے میں رکھ دیئے تھے جن کو دوبارہ پہننے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ کسی کی آستینیں پوری نہیں تھیں تو کسی کی آستینیں جالی دار تھیں اور وہ اپنے داغدار بازوؤں اور ہاتھوں کو ہمیشہ چھپانا پسند کرتی تھی۔اس وقت بھی وہ اپنی آستینوں کو کھینچ کھینچ کر اپنے ہاتھ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''شفا۔!!کم ڈاؤن۔''دینا نے اسکو نیچے ہونے کا اشارہ کیا۔صفا اسکی ٹوٹی پھوٹی بات سن کر ہنس دی اور ذرا سا جھکی۔دینا نے اسکے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھا۔اور پھر اسکے دائیں گال پر بوسہ دیا۔کچھ دیر پہلے کا کمپلیکس جیسے کہیں غائب ہوا تھا۔وہ اپنے جسم سے دم بے خبر ہوئی تھی۔وہ داغ دم جیسے بے معنی ہو گئے تھے۔

صفا کا چہرہ خوشی سے سرخیاں چھلکانے لگا تھا۔اس نے جواباً دینا کے دونوں گال شدت سے چومے تھے اور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر ہر آ گئی۔

''اَ میں کہوں کہ اب آئندہ تم ۔۔ٹ اول سے ۔ت مت کر۔تو؟''ا۔ اہیم نے اسکی ساری ۔ت سن کر اب ذرا جھجکتے ہوئے پوچھا تھا۔مرجان نے ۔ کاٹے۔''وہ تمہیں مس گائیڈ کر رہا تھا۔''ا۔ اہیم نے اپنی ۔ت میں اضافہ کیا۔

'' ۔قوت بھی بور۔ ہے وہ بس کتابوں میں گھسا رہتا ہے۔''مرجان نے ہونٹ ٹ ئے۔

''تم اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلا کرو۔ اسکو بلاک کر دو۔''ا۔ اہیم قدرے سنبھل کر ۔ت کر رہا تھا۔اسکی ذرا سی غلطی مرجان کو مزاحمت پ اکسا سکتی تھی۔وہ پھر سختی سے مرجان کو روک تو۔ پھر وہی ۔ت کہ سپر۔ کی طرح جتنا وہ اس چیز کو د۔ یہ اتنی ہی ۔ٹھتی۔وہ مرجان کے ا۔ رمزاحمت نہیں پیدا کر۔ چاہتا تھا۔مرجان اپنے ۔ کچل رہا تھا۔

''اور۔ ۔ تمہیں پ ر نہیں ملتا۔میں تمہیں کمپنی دے سکتا ہوں۔''ا۔ اہیم نے کن ا ۔ ں سے اسکو دیکھا۔مرجان نے اچا۔ سر او پ اٹھایا۔

''واٹ۔۔!! آ پکو ۔کسنگ آتی ہے؟''مرجان کی سیاہ آنکھیں چمک اٹھی تھیں سورج بھی اب بلند ہو رہا تھا۔کل رات کی ۔رش کے بعد موسم قدرے صاف ستھرا تھا۔

''ایسی ویسی؟''ا۔ اہیم دوستانہ ا۔ ارمیں بولا۔

''تھینک یو۔۔''مرجان ۔ٹ ں کے بل بیٹھا اور ا۔ اہیم کے گلے میں ۔نہیں حمائل کر۔۔

ا۔ اہیم کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔شربتی آنکھوں کے شعلے پھر سے روشن ہوئے تھے۔اسکو اب ۔۔ٹ اول ۔ پہنچنا تھا۔

''صفا۔!! جاؤ ا۔ اہیم اور مرجان کو لے آؤ۔''منال نے ۔شتے کی ٹیبل ۔ ٹ کرتے ہوئے اسکو کہا۔

''جی اچھا۔''وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی ۔ہر نکلی تو لان میں وہ دونوں ۔پ ۔ٹ آمنے سامنے بیٹھے کوئی ۔ت کر رہے تھے۔

''ابھی۔ آپ لوگوں کی ایکسرسائز نہیں ہوئی کیا؟''وہ ان لوگوں کے پ س پہنچی۔ا۔ اہیم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اسکے ہاتھوں کو دیکھا جو کہ فراک کی آستین سے ڈھکے ہوئے تھے۔

''آ جاؤ۔''اس نے ہاتھ پکڑ کر اسکو بھی پ س بٹھا لیا۔صفا اپنی فراک سمیٹ کر بیٹھی۔مرجان سنجیدہ سا تھا وہ کچھ د۔ پہلے کی ۔ت ۔۔ کی وجہ سے کچھ اپ ۔ ٹ تھا۔

''مرجان کو کیا ہوا؟''صفا نے مرجان کے ۔لوں میں ہاتھ پھیرا۔مرجان ہنوز سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔تم بتاؤ۔کچھ چاہیے؟ شاپنگ کرنی ہے تو مارکیٹ چلیں؟''وہ مسلسل اسکی آستینیں دیکھ رہا تھا۔یہ سوٹ اس نے ۔ بنوائے تھے وہ سوچ رہا تھا۔

''نہیں تو۔میرے پ س ہیں کپڑے۔ ہاں ۔قوت ۔ہر جانے کی ۔ت کر رہا تھا۔''

''بس پھر ٹھیک ہے شام کو ریڈی رہنا تم لوگ چلیں گے ۔ہر۔''اس نے ا۔ نگاہ مرجان پ ڈالی۔''ٹھیک ہے مرجان؟''ا۔ اہیم نے پوچھا تو مرجان نے سر او پ اٹھایا۔ اور پھر اثبات میں سر ہلا د۔۔

''چلو چلیں۔''ا۔ اہیم اٹھ کھڑا ہوا مرجان بھی اپنے کپڑے جھاڑ۔ ہوا اٹھا۔ا۔ اہیم نے ہاتھ پکڑ کر صفا کو بھی اٹھنے میں مدد کی۔وہ اسکا ہاتھ تھامے ہی ا۔ رکی جا۔ ۔ٹھ ۔۔مرجان آگے آگے چل رہا تھا۔

''مرجان ٹھیک ہے؟''صفا کو اسکی خاموشی کچھ بھائی نہیں تھی۔

''ہاں وہ ٹھیک ہے۔''ا۔ اہیم نے بے فکری سے کہا تو صفا نے بھی سر ہلا د۔۔

''۔شتہ ریڈی ہے؟''وہ سیڑھیوں سے ا۔ ی۔اس وقت وہ ا۔ سرخ ر۔ کے کفتان ڈریس میں ملبوس تھی۔ ۔لوں کو اس نے کرل کر کے کھلا ہی چھوڑا ہوا تھا۔

کلائیوں میں نفیس سے بریسلیٹس اور گلے میں ایک ریسا ڈائمنڈ نیکلیس پہنے وہ واقعی ملکہ لگ رہی تھی۔ میک اپ وہ ہلکے سے ہلکا ہی کرتی تھی۔ پھر بھی اسکے تیکھے نقوش اور سیاہ آنکھیں کافی تھیں قیامت بپا کرنے کے لئے۔

''سر آ گئے؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ ابھی ورک آؤٹ کر رہے ہیں۔'' فاطمہ مئودب سی ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

''اور بچے؟''

''وہ تیار ہو رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے میں حسن کو بلا کر لاتی ہوں۔'' وہ کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نگاہ ڈالتی پلٹ گئی۔

زمین ایک ریسا رپھر سے ٹیبل سیٹ کرنے لگے ہر چیز پرفیکٹ تھی پھر بھی ایک حلق سوکھے ہی رہتے تھے کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ رہ جائے۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر آئی اسکا رخ جم روم کی جانب تھا۔ وہ آ کر اسی گلاس ڈور کے سامنے رکی۔ ڈور نوب پہ ہاتھ رکھا اور دفعتاً گلاس ڈور سے اندر جھانکا۔ ایک لمحہ سا آ کر ٹھہرا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اس کے دل میں موجود محبت کی پنیری پھوٹ پھوٹ کر پھیلی تھی۔ یہیں اسکا دل اس شخص کے لئے بے قابو ہوا تھا۔ اسکے لاکھ ڈھیٹ پن کے باوجود وہ شخص اسکے دل پہ اپنا نقش چھوڑ چکا تھا ایسا مٹنے والا نقش۔

''لٹل سپائے؟'' وہ جو ائیر پیس پہنے ٹیبل پہ تھا دفعتاً اسکی جانب دیکھنے لگا جو کہ ڈور نوب پکڑے جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ حسن نے سر جھٹکا۔ ائیر پیس اتارا اور ٹیبل بند کرتا ہوا اسکی جانب بڑھا۔ دروازہ کھولا تو وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے نکلی۔

''کیا ہوا ہے ابھی چھپ چھپ کر دیکھنے کی عادت نہیں گئی؟'' وہ شرارتی سی مسکراہٹ لئے اسکے سامنے کھڑا تھا۔ عینا کچھ ثانیے اسکی جانب دیکھے گئی۔

''کیا ہوا؟'' حسن نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ ہڑبڑائی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو کہ ہمیشہ اسکے حواس سلب کرنے کے درپے رہتا تھا۔

''قریب آ کر دیکھ لو۔'' کہتے اس نے عینا کے دہاتھ حمائل کر کے اسکو کھینچا۔ گلاس ڈور اسکے عقب میں بند ہوا۔ عینا وہیں سانس روک گئی۔ اسکی مخصوص مہک میں وہ یوں ہی بے بس ہو جایا کرتی تھی۔

''وہ۔ وہ۔ شتہ۔'' عینا نے بند آنکھوں سے تھوک نگلتے ہوئے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تھے۔

''کیا ہوا شتے کو؟'' وہ جان بوجھ کر اسکی حالت سے محظوظ ہوتا اسکی بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''نن۔ شتہ کر رہے ہیں۔''

''ہاں تو کر لیتی۔ میں نے تم سے کون سا نوالہ چھیننا ہے۔'' وہ لب دبائے مسکرایا۔

''ہاں۔ صحیح ہی تو کہہ رہے ہو۔'' عینا نے اٹکی سانس بحال کی اور اسکی جانب دیکھنے کی کوشش کی۔

''کمال ہے۔ ایکسرسائز میں کر رہا تھا اور پسینے میں محترمہ نہا چکی ہیں۔'' وہ ایک انگلی سے اسکے ماتھے پہ آئے صاف کرتا بولا۔

''نن۔ نہیں تو۔ وہ تو بس۔''

''لگتا ہے تم پہ تمہاری دوست کا اثر ہو رہا ہے۔ وہ بھی یوں ہی اٹکتی رہتی ہے۔'' حسن نے آنکھیں سکیڑیں۔ عینا نے آنکھیں پوری کھول کر دیکھا۔ وہ واقعی اپنی حالت پہ حیران تھی کہ وہ اتنی کنفیوژڈ کیوں ہو گئی تھی؟

''کون سی دوست؟'' عینا اب کی بار قدرے کمپوز ہو کر بولی۔ حسن نے آنکھیں سکیڑ کر چھت کی جانب دیکھا۔ اسکے لبوں پہ شرارت رقصاں تھی۔ ''شٹ اپ۔'' عینا نے اسکے بازو پہ ہاتھ مارا۔ وہ ہنس دیا۔

''کیا اب تم اس کی دوست نہیں رہی؟'' حسن نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ایسا کس نے کہا؟ وہ میری واحد دو ۔ تھی۔''عینا اسکے حصار سے نکل کر آگے ۔ ڑھ گئی اور ا۔ رر کھے صوفے کی آرمسیٹ پ ٹ گئی۔''میں ہاسٹل میں رہتی تھی میرا کوئی دو ۔ نہیں تھا ہمیشہ اکیلے ہی رہتی تھی کیو میرا کام ہی ایسا تھا میں دو ۔ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ صفا۔'' کہتے کہتے وہ ا۔ پل کے لئے کھو سی گئی۔''وہ لڑکی ا۔ فیری کی طرح تھی۔ا۔ پ کیزہ سی روح جو کسی کو بھی اپنی جا۔ کھینچ لے جس کی معصومیت اور اسکی سرمئی آنکھوں میں چھپی اداسی نے مجھے مجبور کر دیا تھا اس سے پیار کرنے کے لئے۔ میں نے اس سے اپنی پہچان چھپائی اسکو کہا کہ میں ا۔ ٹ ۔ سے ہوں۔جس کا مجھے افسوس رہے گا۔کہ میں نے اس سے جھوٹ بولا حسن۔'' کہتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ ابھی ۔ وہیں دروازے کے پ س کھڑا تھا ۔ پ ۔ زو پ ٹ ۔'' وہ بہت اچھی تھی بہت سادہ، اتنی کہ وہ لہجوں کے پیچھے چھپے فر ۔ کو بھی نہیں پہچان سکتی تھی۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔

حسن نے افسوس سے مسکراتے سر جھکا لیا۔اسکی بیوی اسکی پہلی محبوبہ کی تعریفیں کر رہی تھی اور وہ خود کو ز ۔ ہ ٹھتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ا۔ عجیب پھندا سا تھا الفاظ کا پھندہ۔

''وہ ایسی ہی تھی کہ کوئی بھی اس سے محبت کر بیٹھتا۔۔''

آ ۔ میں عینا کہہ کر افسردگی سے مسکرا دی۔دل میں کا سا چبھا تھا۔وہ لوگ عجیب سی منجدھار میں تھے جہاں وہ ۔ ا۔ دوسرے سے کنیکٹڈ بھی تھے اور ا۔ دوسرے سے دور بھی تھے۔وہ لوگ ا۔ دوسرے سے بھا ۔ چاہتے تھے لہریں ا لا کر وہیں پ ٹ ۔ دیتی تھیں۔

حسن نے ا۔ گہری سانس لی اور چلتا ہوا اسکے پ س آ۔عینا وہیں بیٹھی رہی۔حسن اسکا ہاتھ تھامے زمین پ بیٹھ ۔عینا چو ۔

''وہ بس ا۔ سراب تھی۔وہ میری کوئی ا نہیں تھی عینا۔وہ جو کچھ بھی تھا یکطرفہ تھا۔اور ایسی یکطرفہ ا ٹ یکشن، محبت، اور انسیت ہم ۔ کو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے محسوس ہوتی ہے۔میں بہت آگے نکل چکا ہوں جہاں میری ز ۔ گی میں اس وقت صرف تم ہو۔صرف اور صرف تم۔!'' وہ ۔ چاہتے ہوئے اپنی صفائی دے رہا تھا کیو جو لڑکی سامنے تھی وہ اس قابل تھی کہ اسکو صفائی دی جا سکتی۔

''میں جا ہوں اور اس کے لئے میں تمہیں کبھی جج نہیں کروں گی۔'' وہ مسکرا دی۔

''میں چھوٹ تھا تو خا ۔ ان کے اکثر بچے کہا کرتے تھے کہ میں بہت خوش نصیب ہوں۔'' وہ اسکے ہاتھوں کی ا ۔ یں دیکھ کر بولا۔عینا نے ا۔ وسکیڑے۔

''اچھا؟ ایسا تھا کیا؟'' وہ دلچسپی سے بولی۔

''ہاں ا ۔۔ د ۔ ش ۔ کر داوی کا ۔ ٹ ہو ۔ ہی خوش نصیبی تھی اور اکلوتی اولاد ہو ۔ اس سے بھی ۔ ڑی خوش نصیبی۔میں نے ا۔ لگژری لائف ۔ اری اتنی کہ لوگ رشک کرتے تھے۔ ۔ کچھ تھا میرے پ س مجھے نہیں ا۔ ازہ تھا کہ اصل میں میں ا۔ ۔ بخت ا ن ہوں جس سے اسکی خوش قسمتی کی وجہ ہی چھین لی جائے گی۔'' اسکے لہجے میں عجیب رنجیدگی گھل گئی تھی۔

''حسن۔!!'' عینا ٹ پ کر بولی تھی۔

''مجھے لگا کہ مجھ سے ۔ ڑھ کر ۔ بخت کون ہوگا جس کے ماں ۔ پ کو صرف اقتدار کے لئے قتل کر دی ۔ اور پھر اس سے ۔ ڑی ۔ بخت کہ قاتل میرا چچا تھا۔اس سے بھی ۔ نصیبی کہ اس قاتل کی بیٹی مجھے عز ۔ بتھی وہ میری بہن تھی وہ میری واحد دو ۔ تھی میں اپنا نقصان اسکے ساتھ نہیں ۔ ٹ سکتا تھا۔اور پھر۔پھر مجھے ا۔ دو ۔ جس کے سامنے میں نے اپنا دل ہلکا کر لیا اور پتہ ہے؟'' کہتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا اسکی سیاہ آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔''وقت نے اس دو ۔ کو بھی چھین لیا۔وہ ا۔ غلط فہمی تھی ۔ سچ تھا وہ بھی مجھ سے دور ہو ۔ ۔ یوں کہو کہ میں نے اپنی ۔ بخت کے ۔ ش اسکو بھی کھو دی۔'' اسکی آواز مدھم ہوتی جا رہی تھی۔

''حسن۔۔!! ۔ شتہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' عینا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اپنے زخم کر ۔ کر خود کو لہولہان کر لے۔حسن نے میں سر جھٹکا۔

'' اب لگتا ہے کہ وہ ۔ جو میں نے جھیلا وہ میری ۔ بخت نہیں تھی وہ بس ا۔ امتحان تھا۔جس میں میں ۔ کام ٹھہرا۔''

''حسن۔!! نہیں ایسا مت کہو۔'' عینا نے اسکے ہاتھ پ اپنا ہاتھ رکھا۔

'' اس امتحان میں مجھے ا۔ رعا ۔ ۔ دی گئی۔ا۔ موقع، ا۔ چانس، اصلاح کا۔اور وہ رعا ۔ ۔ تم تھی۔'' کہہ کر اس نے عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔اور مسکرا دی۔

''اب یہی رعا ۔ ۔ میرے لئے وہ رسی بن چکی ہے جسے تھام کر میں ہر امتحان پ س کر سکتا ہوں۔''

عینا کی آنکھیں نم تھیں۔

''وہ بچے ٹھیک کہتے تھے۔حسن کرداوی خوش قسمت تھا ورنہ ہر کسی کو رعایتیں نہیں ملتی۔''اس نے کہتے ہوئے عینا کی مخروطی انگلیوں میں اپنے مضبوط کی انگوٹھی دیکھی۔پھر اسکی کلائی میں موجود اس سلیٹ دیکھا۔وہ اسکے نقش ونگار دیکھ رہا تھا۔اسکو وہ لڑکی ہر دن نئے سرے سے حسین لگتی تھی۔وہ ہر روز اسکے حسن کا ایک پہلو دیکھتا تھا۔شاید محرم کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔حلال میں ہمیشہ کشش ہوتی ہے حلال بڑھتا ہے پھلتا ہے پھولتا ہے جبکہ حرام۔حرام بس وقتی لذت کا سودا ہے اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا پچھتاوا۔

''تم بہت خوبصورت ہو۔''وہ اچانک بولا تھا۔عینا کے عارض سرخ ہوئے۔عینا کو اپنا آپ کبھی بھی حسین نہیں لگا تھا مصر کا حسین ترین شخص اسکو خوبصورت کہہ رہا تھا۔عینا کو یقین نہیں آیا تھا۔

کچھ لمحوں کے لئے ہر سو سناٹا چھایا تھا۔وہ دونوں تھے اور درمیان میں موجود ایک خوبصورت سا احساس۔

''کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟؟''اچانک سے کسی کی آواز گونجی تو حسن نے ہڑبڑا کر دیکھا۔وہ دونوں اس وقت اپنے یونیفارم میں ملبوس دروازہ کھولے کھڑے تھے۔عینا نے ہڑبڑا کر اپنا ہاتھ حسن کے ہاتھ سے کھینچا۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ اس کے پاس پہنچی۔

''تم لوگ ریڈی ہو گئے؟''اسکو کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کہ وہ ان سے کیا کہے۔

''ہم لوگ انتظار کر رہے تھے تم لوگ یہاں اپنی باتوں میں مگن تھے۔''سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر پیچھے کھڑے حسن کو دیکھا جو کہ اب اپنا سامان سمیٹ رہا تھا۔

''ہاں تو میں اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا۔تمہیں مسئلہ؟''حسن اس پر ایک نگاہ ڈالتا اپنے ڈمبل اٹھا کر جگہ بدلنے لگا۔

''تو پھر ہمیں غزہ چھوڑ آؤ کیونکہ ہمارے ساتھ کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی باتیں نہیں ہوتیں۔''وہ خفگی سے کہتی پیر پٹختی زور سے بڑھ گئی۔حسن نے اٹھا کر اسکو دیکھا۔عینا مسکراہٹ دبا گئی۔

''مجھے آفس جانا ہوتا ہے چھوٹی لڑکی۔''وہ اپنا سامان سمیٹ کر اسکے پاس آ کر جھکا اور سلویٰ کی ناک چھیڑی ساتھ کھڑے یوسف کے بازو بھی بگاڑ دیئے۔یوسف نے ہونٹ گول کر کے عینا کی جانب دیکھا۔عینا نے ہنس کر یوسف کے بازو سیدھے کئے۔

''تو ہم کیا کریں؟تمہاری بیوی بھی بہت بور کرتی ہے سارا دن پڑھاتی رہتی ہے۔''وہ اب حسن کی انگلی پکڑ کر آگے آگے چل دی تھی۔حسن نے مڑ کر اپنی عینا کو دیکھا وہ ہنس رہی تھی یعنی حسن کی شامت آ چکی تھی۔عینا یوسف کی انگلی تھامے اسکے پیچھے چل دی۔

''ہاں تو پڑھائی تو ضروری ہے نا۔''وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا اسکی انگلی ابھی تک سلویٰ کے ہاتھ میں تھی۔زمہ نے اپنا بیگ اسکی جانب بڑھایا اس نے اپنا ہاتھ سے بیگ پکڑ کر اپنی دن خشک کی اور کندھے پہ ہی رکھ لیا۔چینج کرنے کا وقت نکل گیا تھا اب اگر وہ چینج کرنے جاتا تو سلویٰ اور یوسف کے سکول کا وقت ہو جاتا اور وہ ساتھ شتہ نہ کر پاتا۔

''میں وہاں قدس میں ہی ٹھیک تھی۔اپنا دن اپنا چھوٹا سا کام کرتی تھی ڈھیر سارے پیسے مل جاتے تھے اور پھر میں اور سنان پورا مہینہ عیش کرتے تھے۔''وہ مزے سے کہتی ہوئی آ کر کرسی پہ بیٹھ کر بیٹھی۔حسن نے سر جھٹکا اپنا نیپکن اسکی گود میں رکھا اور اپنی اپنی۔عینا اور یوسف بھی اپنی اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔

''وہ عیش تھی؟اپنا بنگلہ نہیں تھا تم لوگوں کے پاس۔''حسن نے دلار سے کہا۔

''ہاں تو۔۔ہم لوگوں نے مزے پیسے کما کر کچھ نہیں تھا۔''

''پڑھ لو پھر کمانا پیسے۔''حسن کو اپنی باتوں میں کوئی مات دے سکتا تھا تو وہ سلویٰ تھی یوسف تھی۔

''اتنے دن ہو گئے ہیں سکول جاتے ہوئے اور ابھی تک پیسے کمانے کا نہ تو کوئی سبجیکٹ ہے اور نہ ہی کوئی ٹیچر پڑھاتی ہیں۔''سلویٰ نے ہونٹ گول کئے۔عینا اور حسن نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''سلویٰ۔!!وہ لوگ تمہیں پڑھاتے ہیں۔زندگی گزارنا سکھاتے ہیں اور بہت سارے اصول بھی۔''عینا نے حیرت سے اسکو سمجھانے کی کوشش کی۔

''زندگی گزارنے کے لئے صرف پیسہ چاہیے عینا'' وہ دو بو لی۔

''شتہ کرو'' عینا نے اب کی بار ذرا سختی سے کہا تھا۔ سلویٰ سر جھٹک کر شتہ کرنے لگی حسن نے عینا کو دیکھا اور گہرا مسکرا دیا۔ اسکی بیوی یقیناً کو کنٹرول کر جا تھی ۔ وہ مسکراہٹ دبائے اپنی لاٹے گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔

چوہان ہاؤس میں اس وقت سناٹا تھا۔ کیونکہ جواد کسی کام سے گئے ہوئے تھے اور ترکی جان بھی گھر نہیں تھیں۔ میرال شتہ کر کے اپنی ویڈیو گیم لے کر بیٹھ گئی تھی ۔ آیت نے اپنا ہوم ورک کیا کچھ دیر کمرے میں بیٹھی رہی پھر بور ہوتے ہوئے باہر نکل آئی۔

وہ چلتی ہوئی لان کے عقبی حصے میں آئی اور اس کیاری کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ دیوار کا سایہ پڑنے کی وجہ سے وہاں تیز دھوپ نہیں تھی۔ وہ یوں ہی کیاری میں کھلے چھوٹے چھوٹے سے پھولوں کو دیکھے گئی۔

پھر دفعتاً اس نے اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی جس کے اوپر ایک چھوٹا سا پنسل ہوتا تھا۔ وہ یہ چھوٹی سی ڈائری اپنی فراک کی پاکٹ میں اکثر رکھا کرتی تھی۔

اس نے ڈائری کھولی اور اپنے گھٹنے پر رکھی پنسل کی کیپ ہٹائی اور کچھ دیر یوں ہی ہوا میں گھورتی رہی۔

پھر اس نے سر ہلایا اور جھک کر کچھ لکھنے لگی۔

''اللہ جی۔!! آپکو پتہ ہے کہ میرال کے ماموں کو جیل ہوگئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرا پہلے والا خط آپکو ملا اور آپ نے میری بات سن لی۔ مرجان ایویں ہی کہہ رہا تھا کہ مجھے آپکا ایڈریس نہیں پتہ ہونہہ۔'' اس نے ہنکارہ بھرتے جیسے مرجان کی بات کا مذاق اڑایا۔

''لیکن اللہ جی۔!!'' اس نے لکھا اور ہونٹ میں دبائے کچھ سوچنے لگی۔ ''مجھے دکھ ہوتا ہے کہ وہ لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیا میں اتنی بری ہوں؟ اب تو میں فریج سے کیک بھی نکال کر نہیں کھاتی۔ میں نے بھوک برداشت کرنا بھی سیکھ لیا ہے اب اگر بھوک لگتی ہے تو میں پانی پی لیتی ہوں جس سے مجھے اپنا آپ مزید کمزور لگنے لگتا ہے کچھ گھنٹے تو نکل ہی جاتے ہیں۔ اللہ جی۔!! کیا کبھی مجھ سے کوئی بھی پیار نہیں کرے گا؟'' لکھتے لکھتے اسکے آنسو اسکی ڈائری کے صفحے کو بھگونے لگے اسکو اندازہ ہی نہ ہوا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر آنسو صاف کئے۔ اور پھر اپنی ڈائری کا صفحہ پھاڑ کر اسکو تہہ کیا اور وہیں کیاری میں مٹی کھود کر اسکو دفنا دیا۔

وہ مطمئن تھی اسکو اب کوئی ملال نہیں تھا جس سے وہ اپنی ساری باتیں کر لیا کرتی تھی۔ یقوت کو لگتا تھا کہ وہ خاموش ہوگئی ہے وہ دراصل خاموش نہیں ہوئی تھی اس نے اپنا ہمراز اللہ کو بنا لیا تھا۔ اس لئے وہ اللہ کے علاوہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتی تھی اور اپنی ہر چھوٹی بڑی بات اللہ کو ہی بتایا کرتی تھی۔

وہ وہیں بیٹھی تھی۔ گارڈ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''آیت بی بی۔!!''

''جی گارڈ انکل؟'' وہ اپنے کپڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپکو ابراہیم صاحب آئے ہیں۔'' گارڈ نے بتایا تو آیت کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اگلے ہی لمحے وہ اداس ہوئی۔

''نہ تو جان گھر پر ہیں اور نہ ہی جان۔ میں کس سے اجازت لوں؟'' آیت نے ہونٹ پر انگلی رکھی۔ کیونکہ جان نے سختی سے کیا ہوا تھا۔ ہر جانے سے اور کسی کی اجازت کے بناء جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

''میں نے انہیں بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم جواد صاحب سے بات ہوگئی ہے آپ آجائیں۔'' گارڈ ان لوگوں کی فیملیز کو جانتا تھا اس لئے بے فکر سا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' آیت نے جلدی سے اپنی ڈائری اپنی پاکٹ میں رکھی اور اسکے ساتھ ہی چلی آئی۔ وہ ایک ہاف وائٹ کاٹن کی آتی فراک میں ملبوس تھی اور سفید ہی اوڑھنی تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کا چھوٹا سا دوپٹہ اسکے گلے میں جھول رہا تھا جس کو اس نے پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور گلے سے دونوں کونوں کو پکڑ لیا۔

وہ گیٹ پر آئی تو ابراہیم وہیں کھڑا تھا اس نے تسلی کے لئے ایک بار پھر سے جواد کی بات گارڈ سے کروا دی تھی۔

''السلام علیکم انکل۔'' وہ خوشی سے چہکی۔

''وعلیکم السلام۔'' ا. اہیم نے محبت سے کہتے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا۔

''کہاں چلنا ہے؟'' اس نے گاڑی دیکھی جس کا رخ مخالف سمت میں تھا۔

''آؤ بتاتا ہوں۔'' وہ اسکی چھوٹی سی انگلی پکڑ کر چل دیا۔فرنٹ سیٹ کا ڈور کھولا تو آ۔ت کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا پیسنجر سیٹ پہ صفا اور دینا بیٹھی تھیں۔

''آپ۔!!'' وہ خوشی سے چیخی وہ اسی کی جا. کھڑی تھی صفا نے شیشہ نیچے کیا اور آ۔ت کا گال چوما۔

''آؤ آ جاؤ۔'' ا. اہیم نے پیچھے کا ڈور اوپن کیا تو آ۔ت نے ا. رجھانکا پچھلی سیٹ پہ قوت بیٹھا تھا جبکہ اسکے ساتھ ہی مرجان تھا۔قوت نے مسکرا کر آ۔ت کو ویلکم کیا تھا۔وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔ا. اہیم نے گاڑی دی۔اس وقت شام کے چار بج رہے تھے پھر بھی دھوپ اچھی خاصی تھی۔

''ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟'' آ۔ت نے چہک کر پوچھا۔

''جہاں ہماری بیٹی بولے گی۔'' ا. اہیم نے مسکرا کر کہا تھا۔صفا نے سرشاری سے ا. اہیم کی جا. دیکھا۔

''تو دینا۔!! ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' آ۔ت نے اگلے ہی لمحے ان لوگوں کے حلق خشک کر دیئے تھے۔صفا نے مڑ کر دیکھا۔

''ٹ وہ تمہاری ب.ت کر رہے ہیں۔آ۔ت کہاں جا. چاہے گی؟''

''میں تو ا.م چوہان کی بیٹی ہوں اور وہ اب نہیں رہے۔'' اس نے نیلی آنکھیں مٹکا۔ان. کے چہرے بجھ سے گئے تھے مرجان جو کہ خاموش سا دوسری جا. بیٹھا. ہر عمارتوں کو دیکھ رہا تھا اسکے ت.ات نہیں. لے تھے جبکہ قوت نے بے بسی سے آ۔ت کی جا. دیکھا۔

''تم بھی ہماری فیملی کی طرح ہو آ۔ت۔'' قوت نے ٹوٹتے سے لہجے میں تھا۔

''نہیں، میں جس کی فیملی میں جاتی ہوں وہ لوگ بعد میں ر۔ٹ فیل کرتے ہیں اس لئے میں اب کسی کی فیملی نہیں ہوں۔'' وہ پ.وں جھلاتی ہوئی آج غیر معمولی ا. از میں خوشگوار سے لہجے میں بولتی ان لوگوں کے جگر چھلنی کر رہے تھے۔

''۔۔!! مجھے کچھ وی.یو گیمز لینی ہیں۔'' مرجان نے دفعتاً ا. اہیم کی جا. دیکھ کر کہا۔

''واپسی پ۔'' وہ سامنے روڈ پ نگاہیں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ڈیش بورڈ پ.ٹا فون رَ. ہوا اس نے فون اٹھایا۔

''سر پی سی کا سارا ڈیٹا ٹ.لیس کر لیا ہے اور اسکو ریسیٹ بھی کر دیا ہے۔اور ایسی تمام سائٹس بلاک کر دی ہیں جہاں پ مرجان گیمز کھیلتا تھا۔اب وہ جن سائٹس کو بھی استعمال کرے گا وہ. ہمارے کنٹرول میں ہوں گی۔'' عاصم کا تفصیلی پیغام پ.ھ کر ا. اہیم کے چہرے پ کچھ سکون در آ.ا تھا۔

''اور اس یوزر کی لوکیشن بھی معلوم کرو۔'' اس نے ا. ہاتھ سے میسج ٹ.ئ.پ کیا۔

''ا. اہیم پلیز گاڑی پ دھیان دیں یہ میسجز گھر جا کر لیجیے گا۔'' صفا نے اسکی توجہ تو.ٹ ہوئے پ.تو گھبرا کر بولی۔ا. اہیم جو کہ. کچلتے ہوئے میسج سینڈ کر رہا تھا یوں ہی اسکی جا. دیکھنے لگا۔دینا بھی آنکھیں مٹکاتی ہوئی ا. اہیم کی جا. دہی دیکھ رہی تھی۔وہ مسکرا دیا اس نے فون واپس ڈیش بورڈ میں پھینکا۔

''جو حکم لیڈ.ز۔'' وہ ت. بعداری سے کہتا گاڑی سنبھالنے لگا۔

.....

وہ اسکے. لوں کی ا.ا.ٹ پکڑ کر سکھا رہا تھا۔وہ آ.ئ.ز کے سامنے بیٹھی تھی اور اسکے سنہری. لوں کی لٹیں اسکی کمر پ جھول رہی تھیں کچھ لٹیں ا. اہیم کی انگلیوں پ تھیں۔وہ محو سا اسکے. ل سکھا رہا تھا۔

''تمہارے یہ. ل۔۔کس پ گئے ہیں؟'' وہ گم سا بولا تو صفا چو. اس نے آ.ئ.ز میں ا. اہیم کا عکس دیکھا۔

''امی کہتی ہیں کہ میری. نی کے تھے شا.ان پ گئے ہیں۔'' وہ مسکرا دی۔

''میں بھی کہوں کہ تمہاری امی کے تو گولڈن نہیں ہیں۔''

''آپکوانکار کا اچھا لگتا ہے؟'' صفا نے چہک کر پوچھا۔ا. اہیم نے اچنبھے سے نگاہ اٹھا کر آئینہ میں اسکا کھلا سا چہرہ دیکھا۔

''اورا کہوں کہ نہیں۔'' اسکی آنکھوں میں شرارت ابھری۔''تو کیا ڈائی کرلوگی؟'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر صفا کو دیکھا جو کہ اب خفا سی اسکو گھور رہی تھی۔''بتاؤ ں۔۔کیا پھرا ڈائی کروالوگی؟'' وہ پھر سے ڈرائیر کی جا. متوجہ ہوا۔

''ہر نہیں۔'' وہ دن ٹ اگئی۔ا. اہیم اسکے اس فیصلے پ . د ئے مسکرادیے۔

''اتنی آبسیڈ ہو تم اپنے .لوں سے؟''

''ہاں۔۔ا میں سجل کے کہنے پ ا ڈائی نہیں کروا سکتی تو سمجھ لیں کہ کچھ خاص ہے۔'' وہ شوخ سے لہجے میں بولی تو ا. اہیم نے پھر سے ا. واچکا کر اسکا عکس دیکھا۔

''ایسا بھی کیا ہے؟ سوکھی گھاس جیسا ر ہے انکا۔'' وہ . د ئے شرارت سے بولا تو صفا نے ا. وسکیڑے اور جھٹکے سے مڑی ا. اہیم کے ہاتھ میں ڈرائیر تھا۔صفا کچھ ثانیے اسکو گھورتی رہی اور پھر اسکو جھکنے کا اشارہ کیا۔ا. اہیم نے ڈرائیر ڈریسنگ ٹیبل پ رکھا اور اس کے دا . ہاتھ جما کر جھکا یوں کہ اسکا چہرہ اب صفا کی نگاہوں کے سامنے تھا۔اس نے انگلی اٹھائی۔

''تو پھر آپکی یہ آنکھیں بھی سوکھی ہوئی گھاس جیسی ہیں۔'' وہ پورے اعتماد سے بولی ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔صفا نے ا ادا سے اپنے .ل جھٹکے۔

''تم کیا چیز ہو۔۔'' وہ آنکھیں سکیڑ کر اسکی سرمئی آنکھوں میں چھپی شرارت کو دیکھ رہا تھا۔

''ہاں تو۔۔یہ .ل مجھے پسند ہیں کیو ۔۔''

''کیو ؟'' وہ اسکی آنکھوں میں اپنی شربتی آنکھیں گاڑ ے۔صفا کچھ ثانیے یوں ہی دیکھتی رہی پھر اپنی ہی .ت سوچ کر . دانتوں میں د گئی۔۔''بولو۔۔'' وہ اسکے چہرے کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

''کیو ۔۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''کیو یہ .ل۔۔'' کہتے ا. اہیم نے اسکے .لوں کی ا ٹ پکڑی اور اسکو لبوں سے لگایا۔صفا ٹ سی اسکو دیکھ رہی تھی۔''تمہیں ان میں میری آنکھوں کا ر آتا ہے۔'' وہ اسکی چوری پکڑ ے تھا۔صفا دم سادھ گئی۔۔''.لکل جیسے میرے کمرے کی ہر شے میں تمہاری آنکھوں کا ر آتا ہے۔'' وہ اب شر سے لہجے میں کہتا اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔صفا کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ا. اہیم نے اسکی تھوڑی کو اپنی انگلی کی مدد سے او کیا تا کہ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ سکے۔

''میں تمہیں ا کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا ہوں اور ہر پنے پ لکھا اپنا نام بھی۔''

صفا نے بے اختیار پلکیں اٹھا ۔

''میں کوشش کروں گا کہ تمہاری محبت اور چاہت کے معیار پ پورا ا سکوں ۔''

'' ؟'' صفا کا دل مٹھی میں آ تھا۔

'' میں ا عام بشر ہوں۔ا کبھی تمہارے عشق کی شان میں گستاخی کر جاؤں تو در گزر کر دینا۔'' وہ اپنی آنکھوں کا کشکول پھیلائے . ب سے بولا تھا۔

''ا. اہیم۔۔'' صفا پ تی آواز میں کہتی اسکا ہاتھ تھام گئی۔

''منال۔۔!!منال۔۔!!.. آ گئے جاگنگ کر کے؟''

صبح ہوتے ہی مرجان کی آواز سے گورسی ہاؤس گونج اٹھا تھا۔آج ان لوگوں کو کسی نیشنل ڈے کی چھٹی تھی اور مرجان پ جوش سا جاگا تھا۔وہ اس وقت ا ٹی شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس سیڑھیوں پ کھڑا تھا۔

''ہاں۔۔تم نیچے تو آجاؤ۔۔'' منال نے کافی کا پ سفیان گورسی کو تھماتے اسکو نیچے آنے کا اشارہ کیا۔

''کہاں ہیں.. ؟ کمرے میں نہیں ہیں۔'' وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔

''وہ لان میں ہے۔۔''

منال نے جواب دے کر پلٹ کر دیکھا مرجان گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائ. ہو چکا تھا۔منال نے سر جھٹکا اور سفیان گورسی کے پ س ہی ٹ گئیں۔

''آج اسکو چھٹی ہے؟''انھوں نے کافی کا سپ ۔ ت ہوئے پوچھا۔

''ہاں اسی لئے یوں اچھلتا پھر رہا ہے۔''

''اچھا ہے میں تو کہتا ہوں آ۔ ۔ کو بھی لے آتے وہ بھی یہاں دن ٰ ارلیتی۔''وہ نیوز پیپر کھولتے ہوئے بولے۔

''سفیان صا . ۔۔!! آ۔ ۔ اپنے گھر میں ہے وہ اسکے ت ۔ ئی ہیں۔میرال اسکی ٰ ن ہے۔وہ ان کے ساتھ خوش ہے۔بچوں کی دوستی ہے اچھی. ت ہے اس طرح ہر وقت وہ اس گھر میں تو نہیں رہ سکتی. ں۔۔''

''مطلب کیا ہے تمہارا؟''ا ماتھے پ بل پڑے۔

''آج بچے ہیں کل. ڑے ہو جا گے۔یوں بچوں کی دو تیاں گھروں ت آ گی تو۔۔''وہ کہتی کہتی خاموش ہو گئیں۔

''کھل کر کہو۔۔''

''آپ جا ہیں کہ صفا اور۔۔سجل کی دوستی نے ہمیں کون سا زخم دیا ہے۔۔''وہ اٹ اٹ کر بولیں۔

''منال۔۔''انھوں نے ڈ پٹ کے ا ازمیں کہا۔

''میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ سکول کی دو تیاں سکول کے گیٹ ت ہی محدود رہنی چاہئیں۔یوں۔۔اس طرح۔۔''

''بس کر دو منال۔۔وہ بچے ہیں۔''وہ. مزہ ہوئے تھے۔

''آج بچے ہیں کل. ڑے ہو جا گے۔۔''منال اپنی. ت پ قائم تھیں۔

''وہ سمجھدار ہو جا گے۔''سفیان گورسی کے دل کو کچھ ہوا۔وہ آ۔ ۔ کی کنڈ جا تھے وہ اسکے. رے میں ایسا کوئی سخت فیصلہ نہیں لے ت تھے۔اَ آ۔ ۔ کو ا گھر آ کر کوئی خوشی ملتی تھی تو ا کوئی اعتراض نہیں تھا۔منال کو کچھ کچھ آئیڈ یا تھا وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھیں۔

'' . ت بچوں کی ہے۔ا دلوں میں۔۔''

''خاموش ہو جاؤ منال۔۔جاؤ۔جا کر. شتہ دیکھو۔۔''وہ مزی بحث نہیں چاہتے تھے ۔

''۔۔۔!! آپ کو کیا لگتا ہے کہ ایکسر سائ. کرنے سے پ ورملتی ہے؟''

اس وقت لان میں وہ ا ٹی شرٹ اور ڑ اوزر میں ملبوس پش اپس کر رہا تھا اور مرجان اسکی پیٹھ پ سوار تھا۔

''ہاں اسی لئے تو تمہیں اس وقت. داشت کر رہا ہوں۔۔''ا. اہیم نے سارا وزن ا ۔ زو پ شفٹ کیا اور ا ۔ زوا پنی کمر پ رکھا۔

''اور کس کس چیز سے پ ورملتی ہے؟''مرجان کچھ الجھا ہوا تھا۔

''پ وٹینز کھانے سے۔۔''وہ مختصر جواب دیتا پش اپس جاری رکھے ہوئے تھا۔کبھی وہ دا ۔ زو پ سارا وزن شفٹ کرتا تو کبھی. پ۔اور پھر کبھی دونوں ہاتھ زمین پ لگا کر بیلنس بنا ت۔وہ یوں ہی خود کو پش کیا کرتا تھا۔وہ ہر روز خود کو چیلنج دیا کرتا تھا۔اس لئے پینتیس کی عمر میں بھی وہ اپنے ہم عمر مردوں کی نسبت زیادہ جوان اور مضبوط آ تا تھا۔اسکے کئی پ کستانی دوستوں کی تو یں نکل آ تھیں۔اور وہ ا. اہیم کو ویمپا ئر کہتے تھے کہ یہ کبھی بوڑھا نہیں ہونے والا۔ وہ اسکے پیچھے کی اسکی کی گئی محنت کو نہیں دیکھتے تھے۔وہ خوبصورت تھا اور خوبصورتی کو پسند کرتا تھا۔

'' ۔۔۔!! میں نے سنا ہے کہ خون بہانے سے بھی پ ورملتی ہے۔۔''وہ الجھا سا پ سوچ ا ازمیں بولا۔تو ا. اہیم کا حر ت کرتا جسم فوراً سا ت ہوا۔وہ کچھ لمحے یوں ہی اپنی جگہ پ فری ہوا رہا۔

''میں ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہوں کہ پورجم کرنے سے آتی ہے جیسے میرے . . کے پس ہے۔'' مرجان نے سر جھٹکا۔ا. اہیم کی آنکھیں کی پتلیوں نے حر ۔ کی۔ پھر اس نے ا۔ جھٹکے میں مرجان کو اپنے سامنے زمین پ لٹایا اور خود ٹ ں کے بل بیٹھا۔ مرجان ۔ ٹ سا سبز گھاس پ ۔ ٹ ہوا اپنے ۔ پ کی آنکھوں میں پ ٹتی ع ہوتے سورج کی کر دیکھ رہا تھا۔ جو اسکی آنکھوں کو مز۔ پ کشش بنا رہی تھیں۔

''کس نے کہا یہ . تم سے؟'' ا. اہیم کا ا ازقدرے سنجیدہ اور سخت گیر تھا۔ ماتھے پ اضطراب تھا۔

مرجان سیاہ آنکھیں مٹکا ۔ رہا۔

''بولو۔ کس نے کہا تم سے یہ . ؟'' ا. اہیم جبڑے بھینچے غرا۔ مرجان کو اپنے ۔ پ کی آنکھوں میں جلتے انگاروں سے خوف محسوس ہوا۔ اسکو وہی دن ۔ د آ۔ . ا. اہیم نے اسکو کیڑوں والی ۔ ت بتانے پ اچھا خاصا جھنجوڑا تھا۔ ا اس نے بتا ۔ کہ اس کے گیمنگ پ نے یہ . کہا ہے تو وہ یقیناً پھر سے اسکے پی سی کے استعمال پ پابندی لگا دیتا۔ مرجان ٹکٹکی ۔ ھے ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اسکے ا ۔ را ۔ ۔ چھڑی ہوئی تھی۔ ا وہ بتا دیتا تو پھر پھنس جا ۔ کیو ا. اہیم کے ۔ ٹ ات سے ہی ا ۔ ازہ ہو رہا تھا کہ اس نے کوئی غلطی کر دی ہے۔ اور ا چھپا ۔ تو پچھلی ۔ ر کی طرح پچھتاوے کی بھٹی میں جلتا رہتا۔

''بولو مرجان۔'' ا. اہیم نے ماتھے پ شکن ڈالی۔ وہ اپنا لہجہ ۔ م کر رہا تھا۔ وہ اسکو ڈرا نہیں چاہتا تھا وہ اپنی آنکھوں کا کیا کرتا جو اسکی ز ۔ ن سے ز ۔ دہ بولتی تھیں۔

مرجان نے تھوک نگلا۔

''یی ۔ ۔ یعنی ۔ ۔ جو آپ نے کہا وہی سچ ہے؟'' وہ بمشکل مسکرا ۔ ا. اہیم اسکے چہرے پ خوف بخوبی دیکھ چکا تھا۔ وہ کچھ ۔ نئے مرجان کی خوفزدہ سی آنکھوں میں دیکھے ۔ اور پھر اسکو سیدھا کر کے اپنے سامنے بٹھایا۔

''خون بہانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ ا آئندہ کوئی ایسی ۔ ت کہے تو تم مجھے بتاؤ گے ۔ ۔ اوکے؟'' ا. اہیم نے اسکے گال پ ہاتھ پھیرا۔ مرجان کی آنکھوں میں سکون ا ۔ آیا ۔ اسکا ۔ پ ۔ راض نہیں تھا۔

''اوکے . . ۔ ۔!! میں آپکو . کچھ بتاؤں گا ۔ ۔ پلیز۔''

'' کیا؟'' وہ ۔ می سے استفسار کر رہا تھا۔

'' پلیز ۔ ۔ میرا پی سی بند نہیں کر ۔ آپ نے۔'' اس نے . کترے ۔ ۔

ا. اہیم کے دماغ میں جھماکے ہوئے۔

''۔ ٹ اول کہتا ہے کہ اپنے ڈر پ قابو ڈالو۔ ۔''

مرجان کی کہی گئی ۔ ت اسکے دماغ میں گو ۔ اس نے پہلے اس ۔ ت کو سنجیدہ کیوں نہیں لیا۔ ا. اہیم نے چو ۔ کر مرجان کا چہرہ دیکھا۔ جو کہ ا ۔ ر پھر سے خوفزدہ ہو رہا تھا۔

ا. اہیم نے ضبط کا گھو ۔ ٹ حلق سے نیچے ا ۔ را۔ یہ بہت ۔ زک معاملہ تھا وہ اس معاملے کو سختی سے تو ہر ۔ ہینڈل نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت وہ کسی سپاہی کے سامنے نہیں تھا جس کو ٹ ینگ دینا مقصود تھی وہ اپنے ۔ ٹ کے سامنے تھا۔ جس کو ہینڈل کرنے میں اور ا ۔ سپاہی کی ذہن سازی کرنے میں فرق تھا۔ ا کوئی مرجان کی ذہن سازی کر رہا تھا تو یقیناً وہ مرجان کو اپنے جال میں جکڑ چکا تھا۔ اور اسکو اپنے ۔ ٹ کو اس چیز سے نکالنا تھا۔

یعنی وہ جو بھی گیمنگ پ ر تھا وہ مرجان کا ہم عمر ہر ۔ نہیں تھا۔ ا. اہیم پھیکا سا مسکرا ۔ اس نے خوفزدہ سے مرجان کو شفقت سے دیکھا اور پھر یوں ہی بیٹھے بیٹھے اسکو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ مرجان اپنے ۔ پ کے رویے پ ٹ تھا۔ وہ اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اس نے ا. اہیم کی آنکھوں کی سختی کو ۔ می میں تبدیل ہوتے بغور دیکھ لیا تھا۔

''اٹس اوکے ۔ ۔! یو کین شیئر ۔ ۔'' ا. اہیم نے اسکا گال چوما۔

''آپ لا ٹ ٹ ئم کی طرح ۔ ۔'' مرجان نے تھوک نگلا۔

''نہیں ڈا ں گا۔'' ا. اہیم نے اسکے ماتھے سے ۔ ل ہٹائے۔ مرجان نے ا. اہیم کی جا ۔ . رخ کیا اور اسکا ہاتھ تھاما۔

''اور پی سی بھی بند نہیں کریں گے؟'' اس نے آنکھیں پٹپٹا ۔وہ ۔ ۔ اول سے خفا تھا کیو اس نے اسکی پ یٹی لیڈی کے خلاف ۔ت کی تھی اس لئے اسکو اس وقت اپنے ۔پ کی ۔ت کی زیادہ پ واہ تھی بہ نسبت ۔ ۔ اول کے۔اس نے تھوک نگلا اور بتا ۔ شروع کیا۔

''آ مرجان یہاں آیا تھا؟'' یقوت نے دروازے پ دستک دی اور اجازت سے ا ر آیا۔صفا دینا کو کپڑے پہنا رہی تھی۔دینا صبح صبح اسکے پ س چلی آئی تھی۔رات کو وہ منال کے پ س ہی سو چکی تھی ان لوگوں کے آنے سے پہلے۔

''ہاں آیا تھا وہ تو ۔ سے نیچے جا چکا ہے۔'' اس نے دینا کے ۔ل بنائے۔اسکے گھنگریلے سیاہ ۔لوں پ چھوٹی چھوٹی پنز لگا جس سے دینا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔وہ اب ہاتھ لگا لگا کر اپنی پنز دیکھ رہی تھی۔

''یولا ٹ؟'' صفا نے اسکی خوشی دیکھی۔

''یس شفا۔'' دینا نے زور وشور سے اثبات میں سر ہلایا۔صفا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو بیڈ سے ا ترا اور لا کر ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا کیا۔دینا اپنی پنز کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھ رہی تھی ۔صفا مسکرا کر اسکو دیکھے گی۔

''آج ہم لوگوں کو چھٹی ہے۔'' یقوت نے وہیں کھڑے کھڑے اسکو مطلع کیا۔

''آہاں۔۔!! پھر تو آج مزہ آنے والا ہے۔'' صفا نے یقوت کی جا ۔ دیکھا۔

''ہاں۔۔کیا ہم آج کہیں ۔ ہر چلیں؟'' یقوت نے کن ا یوں سے صفا کی جا ۔ دیکھا۔صفا تو جیسے تیار بیٹھی تھی۔

''کیوں نہیں۔۔'' وہ مسکرا دی۔

''اوکے میں ۔ ۔ سے پوچھتا ہوں۔'' یقوت خوشی سے کمرے سے نکل ۔۔

صفا دینا کے ساتھ کھڑی تھی اس نے ا یہ خود کو آ ئ ۔ میں دیکھا۔وہ ا یہ سفید ر کے ا رکلی میں ملبوس تھی۔کپڑے کا سٹف بہت سافٹ تھا اس پ ہلکا ہلکا سنہری دھاگے سے کام کیا ہوا تھا۔

ا ہیم نے تو اسکی وارڈ روب میں ڈھیلے ڈھالے اور آرام دہ کپڑے لا کر ا رکھا دیا تھا۔ اب وہ ان ڈھیلے کرتوں کی بجائے کوئی اور ڈریس پہن لیا کرتی تھی۔ اسکے ڈریس کی آستینیں ہمیشہ پوری ہوتی تھیں اتنی کہ وہ ہاتھوں کی آدھی پشت کو بھی ڈھک دیا کرتی تھیں۔پ انے کپڑے اس نے تہہ کر کے الماری کے ا یک کونے میں رکھ دیئے تھے جن کو دو ۔رہ پہننے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا کیو کسی کی آستینیں پوری نہیں تھیں تو کسی کی آستینیں جالی دار تھیں اور وہ اپنے داغدار ۔زوؤں اور ہاتھوں کو ہمیشہ چھپا پسند کرتی تھی۔اس وقت بھی وہ اپنی آستینوں کو کھینچ کھینچ کر اپنے ہاتھ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''شفا۔۔!! کم ڈاؤن۔۔'' دینا نے اسکو نیچے ہونے کا اشارہ کیا۔صفا اسکی ٹوٹی پھوٹی ۔ت سن کر ہنس دی اور ذرا سا جھکی۔دینا نے اسکے دونوں گالوں پ ہاتھ رکھا۔اور پھر اسکے دا گال پ بوسہ دیا۔کچھ دیر پہلے کا کمپلیکس جیسے کہیں غا ۔ ہو یا تھا۔وہ اپنے جسم سے یا دم بے خبر ہوئی تھی۔وہ داغ یا دم جیسے بے معنی ہو گئے تھے۔ صفا کا چہرہ خوشی سے سرخیاں چھلکانے لگا تھا۔اس نے جواباً دینا کے دونوں گال شدت سے چومے تھے اور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر ۔ ہر آ گئی۔

''ا میں کہوں کہ اب آئندہ تم ۔ ۔ اول سے ۔ت مت کر ۔ تو؟'' ا ہیم نے اسکی ساری ۔ت سن کر اب ذرا جھکتے ہوئے پوچھا تھا۔مرجان نے ۔ کاٹے۔'' وہ تمہیں مس گائیڈ کر رہا تھا۔'' ا ہیم نے اپنی ۔ت میں اضافہ کیا۔

'' یقوت بھی بور ہے وہ بس کتابوں میں گھسا رہتا ہے۔'' مرجان نے ہو ٹ ئے۔

''تم اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلا کرو۔ اسکو بلاک کر دو۔'' ا ہیم قدرے سنبھل کر ۔ت کر رہا تھا۔اسکی ذرا سی غلطی مرجان کو مزاحمت پ اکسا سکتی تھی۔وہ پھر سختی سے مرجان کو روک تو یا پھر وہی ۔ت کہ سپر کی طرح جتنا وہ اس چیز کو د ۔ یہ اتنی ہی ۔ٹھتی۔وہ مرجان کے ا رمزاحمت نہیں پیدا کر ۔ چاہتا تھا۔مرجان اپنے ۔ کچل رہا

تھا۔

''اور۔۔ ۔ ۔ تمہیں پر نہیں ملتا۔۔ میں تمہیں کمپنی دے سکتا ہوں۔'' ا۔ اہیم نے کن ا ۔ ں سے اسکو دیکھا۔ مرجان نے اچا ۔ سر او پ اٹھا۔

''واٹ.....!! آ پکو ۔ کسنگ آتی ہے؟'' مرجان کی سیاہ آنکھیں چمک اٹھی تھیں سورج بھی اب بلند ہو رہا تھا۔ کل رات کی ۔ رش کے بعد موسم قدرے صاف ستھرا تھا۔

''ایسی ویسی؟'' ا۔ اہیم دوستانہ ا ۔ ار میں بولا۔

''تھینک یو۔۔۔'' مرجان ٹ ۔ ں کے بل بیٹھا اور ا۔ اہیم کے گلے میں ۔ نہیں حمائل کر ۔ ۔

ا۔ اہیم کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ شربتی آنکھوں کے شعلے پھر سے روشن ہوئے تھے۔ اسکو اب ۔ ۔ ٹ اول ۔ پہنچنا تھا۔

''صفا۔۔!! جاؤ ا۔ اہیم اور مرجان کو لے آؤ۔۔'' منال نے ۔ شتے کی ٹیبل ۔ ۔ ٹ کرتے ہوئے اسکو کہا۔

''جی اچھا۔۔'' وہ اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی ۔ ہر نکلی تو لان میں وہ دونوں ۔ پ ۔ ٹ آمنے سامنے بیٹھے کوئی ۔ ت کر رہے تھے۔

''ابھی ۔ آپ لوگوں کی ایکسر سائز نہیں ہوئی کیا؟'' وہ ان لوگوں کے پ س پہنچی۔ ا۔ اہیم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ اسکے ہاتھوں کو دیکھا جو کہ فراک کی آستین سے ڈھکے ہوئے تھے۔

''آ جاؤ۔۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر اسکو بھی پ س بٹھا لیا۔ صفا اپنی فراک سمیٹ کر بیٹھی۔ مرجان سنجیدہ سا تھا وہ کچھ د ۔ پہلے کی ۔ ت پ ۔ ۔ کی وجہ سے کچھ اپ ۔ ۔ ٹ تھا۔

''مرجان کو کیا ہوا؟'' صفا نے مرجان کے ۔ لوں میں ہاتھ پھیرا۔ مرجان ہنوز سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔ تم بتاؤ۔۔ کچھ چاہیے؟ شاپنگ کرنی ہے تو مارکیٹ چلیں؟'' وہ مسلسل اسکی آستینیں دیکھ رہا تھا۔ یہ سوٹ اس نے ۔ بنوائے تھے وہ سوچ رہا تھا۔

''نہیں تو۔ میرے پ س ہیں کپڑے۔ ہاں ۔ قوت ۔ ہر جانے کی ۔ ت کر رہا تھا۔''

''بس پھر ٹھیک ہے شام کو ر ۔ ڈی رہنا تم لوگ چلیں گے ۔ ہر۔'' اس نے ا۔ نگاہ مرجان پ ڈالی۔ ''ٹھیک ہے مرجان؟'' ا۔ اہیم نے پوچھا تو مرجان نے سر او پ اٹھا۔ اور پھر اثبات میں سر ہلا د ۔

''چلو چلیں۔۔'' ا۔ اہیم اٹھ کھڑا ہوا مرجان بھی اپنے کپڑے جھاڑ ۔ ہوا اٹھا۔ ا۔ اہیم نے ہاتھ پکڑ کر صفا کو بھی اٹھنے میں مدد کی۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے ہی ا ۔ رکی جا ۔ ۔ ٹھ ۔ ۔ مرجان آگے آگے چل رہا تھا۔

''مرجان ٹھیک ہے؟'' صفا کو اسکی خاموشی کچھ بھائی نہیں تھی۔

''ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔'' ا۔ اہیم نے بے فکری سے کہا تو صفا نے بھی سر ہلا د ۔

''۔ شتہ ر ۔ ڈی ہے؟'' وہ سیڑھیوں سے ا ۔ ی۔ اس وقت وہ ا ۔ ۔ سرخ ر ۔ کے کفتان ڈریس میں ملبوس تھی۔ ۔ لوں کو اس نے کرل کر کے کھلا ہی چھوڑا ہوا تھا۔ کلائیوں میں نفیس سے ۔ یسلیٹس اور گلے میں ا ۔ ۔ ر ۔ ساڈائمنڈ نیکلیس پہنے وہ واقعی ملکہ لگ رہی تھی۔ میک اپ وہ ہلکے سے ہلکا ہی کرتی تھی۔ پھر بھی اسکے تیکھے ش اور سیاہ آنکھیں کافی تھیں قیامت ۔ پ کرنے کے لئے۔

''سر آ گئے؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ ابھی ۔ ورک آؤٹ کر رہے ہیں۔'' فاطمہ مؤدب سی ہاتھ ۔ ھے کھڑی تھی۔

''اور بچے؟''

''وہ تیار ہو رہے ہیں۔۔''

''ٹھیک ہے میں حسن کو بلا کر لاتی ہوں۔'' وہ کلائی پ بندھی گھڑی پ نگاہ ڈالتی پلٹ گئی۔

زمین ا۔ ۔ رپھر سے ٹیبل ۔ ٹ کرنے لگے ہر چیز پ فیکٹ تھی پھر بھی ا حلق سوکھے ہی رہتے تھے کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ رہ جائے۔

وہ سیڑھیاں پ ڑھ کر آئی اسکا رخ جم روم کی جا ۔ تھا۔ وہ آ کر اسی گلاس ڈور کے سامنے رکی۔ ڈور ب پ ہاتھ رکھا اور دفعتا گلاس ڈور سے ا رجھانکا۔ ا لمحہ سا آ کر ٹھ را۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اس کے دل میں موجود محبت کی پ ۔ پھڑ پھڑائی تھی۔ یہیں اسکا دل اس شخص کے لئے بے قابو ہوا تھا۔ اسکے لاکھ ڈ پ ٹ کے ۔ وجود وہ شخص اسکے دل پ اپنا نقش چھوڑ چکا تھا ا ۔ مٹنے والا نقش۔

''لٹل سپائے؟'' وہ جو ائیر پیس پہنے ٹ ٹیل پ تھا دفعتاً اسکی جا ۔ دیکھنے لگا جو کہ ڈور ب پکڑے ۔ جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ حسن نے سر جھٹکا۔ ائیر پیس ا تارا اور ٹ ٹیل بند کرتا ہوا اسکی جا ۔ ٹھا۔ دروازہ کھولا تو وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے نکلی۔

''کیا ہوا ہے ابھی تو چھپ چھپ کر دیکھنے کی عادت نہیں گئی؟'' وہ شرارتی سی مسکراہٹ لئے اسکے سامنے کھڑا تھا۔ عینا کچھ ٹھ نیے اسکی جا ۔ دیکھے گئی۔

''کیا ہوا؟'' حسن نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ ہڑ ۔ ائی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو کہ ہمیشہ اسکے حواس سلب کرنے کے درپے رہتا تھا۔

''قر ۔ آ کر دیکھ لو۔'' کہتے اس نے عینا کے دہاتھ حمائل کر کے اسکو کھینچا۔ گلاس ڈور اسکے عقب میں بند ہوا۔ عینا وہیں سانس روک گئی۔ اسکی مخصوص مہک میں وہ یوں ہی بے بس ہو جا کرتی تھی۔

''وہ۔۔وہ۔۔ شتہ۔۔'' عینا نے بند آنکھوں سے تھوک ٹ ہوئے کچھ کہنے کے لئے ۔ کھولے تھے۔

''کیا ہوا شتے کو؟'' وہ جان بوجھ کر اسکی حا ۔ سے محظوظ ہوتا اسکی بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''نن۔۔ شتہ کر ہے ں۔۔''

''ہاں تو کر لیتی۔۔ میں نے تم سے کون سا نوالہ چھیننا ہے۔'' وہ ۔ د ئے مسکرا ۔

''ہاں۔ صحیح ہی تو کہہ رہے ہو۔۔'' عینا نے اٹکی سانس بحال کی اور اسکی جا ۔ دیکھنے کی کوشش کی۔

''کمال ہے۔۔ ایکسر سائز میں کر رہا تھا اور پسینے میں محترمہ نہا چکی ہیں۔'' وہ ا انگلی سے اسکے ماتھے پ آ ۔ صاف کرتا بولا۔

''نن۔۔ نہیں تو۔۔ وہ تو بس۔۔''

''لگتا ہے تم پ تمہاری دو ۔ کا اثر ہو ہے۔۔ وہ بھی یوں ہی اٹکتی رہتی ہے۔'' حسن نے آنکھیں سکیڑیں۔ عینا نے آنکھیں پوری کھول کر دیکھا۔ وہ واقعی اپنی حا ۔ پ حیران تھی کہ وہ اتنی کنفیوژڈ کیوں ہو گئی تھی؟

''کون سی دو ۔ ؟'' عینا اب کی ۔ ر قدرے کمپوز ہو کر بولی۔ حسن نے آنکھیں سکیڑ کر چھت کی جا ۔ دیکھا۔ اسکے لبوں پ شرارت رقصاں تھی۔ ''شٹ اپ۔۔'' عینا نے اسکے ۔ پ ہاتھ مارا۔ وہ ہنس دی۔

''کیا اب تم اس کی دو ۔ نہیں رہی؟'' حسن نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ایسا کس نے کہا؟ وہ میری واحد دو ۔ تھی۔'' عینا اسکے حصار سے نکل کر آگے ۔ ٹھ گئی اور ا ۔ رر کھے صوفے کی آرمسیٹ پ ٹ گئی۔ ''میں ہاسٹل میں رہتی تھی میرا کوئی دو ۔ نہیں تھا ہمیشہ اکیلے ہی رہتی تھی کیو میرا کام ہی ایسا تھا میں دو ۔ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ صفا۔'' کہتے کہتے وہ ا پل کے لئے کھو سی گئی۔۔ ''وہ لڑکی ا فیری کی طرح تھی۔ ا پ کیزہ سی روح جو کسی کو بھی اپنی جا ۔ کھینچ لے، جس کی معصومیت اور اسکی سرمئی آنکھوں میں چھپی اداسی نے مجھے مجبور کر دیا تھا اس سے پیار کرنے کے لئے۔ میں نے اس سے اپنی پہچان چھپائی اسکو کہا کہ میں ا ٹ ۔ سے ہوں۔۔ جس کا مجھے افسوس رہے گا۔ کہ میں نے اس سے جھوٹ بولا حسن۔۔'' کہتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہ ابھی تو وہیں دروازے کے پ س کھڑا تھا ۔ پ ۔ زو پ ٹ۔'' وہ بہت اچھی تھی بہت سادہ، اتنی کہ وہ لہجوں کے پیچھے چھپے فر ۔ کو بھی نہیں پہچان سکتی تھی۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔

حسن نے افسوس سے مسکراتے سر جھکا لیا۔ اسکی بیوی اسکی پہلی محبوبہ کی تعریفیں کر رہی تھی اور وہ خود کو ٹ ہ ٹھتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ ا عجیب پھندا سا تھا الفاظ کا

پھندہ۔

''وہ ایسی ہی تھی کہ کوئی بھی اس سے محبت کر بیٹھتا۔۔''

آ٘ میں عینا کہہ کر افسردگی سے مسکرادی۔دل میں کا سا چبھا تھا۔وہ لوگ عجیب سی منجدھار میں تھے جہاں وہ . ا۔ دوسرے سے کنیکٹڈ بھی تھے اور ا۔ دوسرے سے دور بھی تھے۔وہ لوگ ا۔ دوسرے سے بھا٘ چاہتے تھے لہریں ا لاکر وہیں پٹ٘ دیتی تھیں۔

حسن نے ا۔ گہری سانس لی اور چلتا ہوا اسکے پ س آ۔عینا وہیں بیٹھی رہی۔حسن اسکا ہاتھ تھامے زمین پ بیٹھ٘۔عینا چو ۔

''وہ بس ا۔ سراب تھی۔وہ میری کوئی ا نہیں تھی عینا۔وہ جو کچھ بھی تھا یکطرفہ تھا۔اور ایسی یکطرفہ ا٘ یکشن،محبت،اور انسیت ہم . کو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے محسوس ہوتی ہے۔میں بہت آگے نکل چکا ہوں جہاں میری ز٘ گی میں اس وقت صرف تم ہو۔صرف اور صرف تم۔۔!'' وہ٘ چاہتے ہوئے اپنی صفائی دے رہا تھا کیو جو لڑکی سامنے تھی وہ اس قابل تھی کہ اسکو صفائی دی جاسکتی۔

''میں جا ہوں اور اس کے لئے میں تمہیں کبھی جج نہیں کروں گی۔'' وہ مسکرادی۔

''میں چھوٹ تھا تو خا٘ ان کے اکثر بچے کہا کرتے تھے کہ میں بہت خوش نصیب ہوں۔۔'' وہ اسکے ہاتھوں کی ا٘ یں دیکھ کر بولا۔عینا نے ا۔ وسکیڑے۔

''اچھا؟ ایسا تھا کیا؟'' وہ دلچسپی سے بولی۔

''ہاں ا ٘د یٹ٘ کرداوی کا بیٹ٘ ہو٘ ہی خوش نصیبی تھی اور اکلوتی اولاد ہو٘ اس سے بھی ب٘ ی خوش نصیبی۔میں نے ا۔ لگژری لائف٘ اری،اتنی کہ لوگ رشک کرتے تھے۔ . کچھ تھا میرے پ س مجھے نہیں ا٘ ازہ تھا کہ اصل میں میں ا۔ . بخت ا ن ہوں جس سے اسکی خوش قسمتی کی وجہ ہی چھین لی جائے گی۔'' اسکے لہجے میں عجیب رنجیدگی گھل گئی تھی۔

''حسن۔۔!!'' عینا ٹ٘ پ کر بولی تھی۔

''مجھے لگا کہ مجھ سے ب٘ ھ کر . بخت کون ہوگا جس کے ماں . پ کو صرف اقتدار کے لئے قتل کرد٘ ۔اور پھر اس سے ب٘ ی . بختی کہ قاتل میرا چچا تھا۔اس سے بھی . نصیبی کہ اس قاتل کی بیٹی مجھے عز٘ بھی تھی وہ میری بہن تھی وہ میری واحد دو ٘ تھی میں اپنا نقصان اسکے ساتھ نہیں ٘ ٹ سکتا تھا۔اور پھر۔۔پھر مجھے ا۔ دو ٘ جس کے سامنے میں نے اپنا دل ہلکا کرلیا اور پتہ ہے؟'' کہتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا اسکی سیاہ آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔''وقت نے اس دو ٘ کو بھی چھین لیا۔وہ ا۔ غلط فہمی تھی ۔سچ تھا وہ بھی مجھ سے دور ہو٘ ۔یوں کہو کہ میں نے اپنی . بختی کے . ش اسکو بھی کھود٘ ۔'' اسکی آواز مدھم ہوتی جا رہی تھی۔

''حسن.....!!٘ شتہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' عینا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اپنے زخم کر٘ کر خود کو لہولہان کرلے۔حسن نے میں سر جھٹکا۔

'' اب لگتا ہے کہ وہ . جو میں نے جھیلا وہ میری . بختی نہیں تھی وہ بس ا۔ امتحان تھا۔جس میں میں ٘ کام ٹھہرا۔''

''حسن۔۔!!نہیں ایسا مت کہو۔'' عینا نے اسکے ہاتھ پ اپنا ہاتھ رکھا۔

'' اس امتحان میں مجھے ا۔ رعا٘ ۔ دی گئی۔ا۔ موقع،ا۔ چانس،اصلاح کا۔اور وہ رعا٘ ۔تم تھی۔'' کہہ کر اس نے عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔اور مسکراد٘ ۔

''اب یہی رعا٘ ۔میرے لئے وہ رسی بن چکی ہے جسے تھام کر میں ہر امتحان پ س کرسکتا ہوں۔''

عینا کی آنکھیں نم تھیں۔

''وہ بچے ٹھیک کہتے تھے۔حسن کرداوی خوش قسمت تھا ورنہ ہر کسی کو رعا٘ ۔نہیں ملتی۔'' اس نے کہتے ہوئے عینا کی مخروطی انگلیوں میں اپنے ٘ م کی انگوٹھی دیکھی۔پھر اسکی کلائی میں موجود ا۔ ر٘ سا. یسلیٹ دیکھا۔وہ اسکے نقش ونگار دیکھ رہا تھا۔اسکو وہ لڑکی ہر دن نئے سرے سے حسین لگتی تھی۔وہ ہر روز اسکے حسن کا ا۔ پہلو دیکھتا تھا۔شا٘ محرم کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔حلال میں ہمیشہ ٘ ہوتی ہے حلال ب٘ ھتا ہے پھلتا ہے پھولتا ہے جبکہ حرام۔۔حرام بس وقتی لذت کا ٘ م ہے اور پھر ا۔ ٘ختم ہونے والا پچھتاوا۔

''تم بہت خوبصورت ہو۔۔'' وہ اچا٘ ک بولا تھا۔عینا کے عارض سرخ ہوئے۔عینا کو اپنا آپ کبھی بھی حسین نہیں لگا تھا مصر کا حسین ٘ ین شخص اسکو خوبصورت کہہ رہا

تھا۔عینا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

کچھ لمحوں کے لئے ہر سو سناٹا چھا گیا تھا۔وہ دونوں تھے اور ان کے درمیان میں موجود یہ خوبصورت سا احساس۔

''کیا ہم ان کو آتے ہوئے دیکھ رہے ہیں؟؟''اچانک سے کسی کی آواز گونجی تو حسن نے ہڑبڑا کر دیکھا۔وہ دونوں اس وقت اپنے یونیفارم میں ملبوس دروازہ کھولے کھڑے تھے۔عینا نے ہڑبڑا کر اپنا ہاتھ حسن کے ہاتھ سے کھینچا۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ ان کے پاس پہنچی۔

''تم لوگ ریڈی ہو گئے؟''اسکو کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کہ وہ ان سے کیا کہے۔

''ہم لوگ انتظار کر رہے تھے تم لوگ یہاں اپنی باتوں میں مگن تھے۔''سلویٰ نے آنکھیں سکیڑ کر پیچھے کھڑے حسن کو دیکھا جو کہ اب اپنا سمیٹ رہا تھا۔

''ہاں تو میں اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا۔تمہیں مسئلہ؟''حسن اس پر ایک نگاہ ڈالتا اپنے ڈمبل اٹھا کر جگہ بدلنے لگا۔

''تو پھر ہمیں غزہ چھوڑ آؤ کیونکہ ہمارے ساتھ کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی باتیں نہیں ہوتیں۔''وہ خفگی سے کہتی پیچھے ہو گئی۔حسن نے ایک ابرو اٹھا کر اسکو دیکھا۔عینا مسکراہٹ دبا گئی۔

''مجھے آفس جانا ہوتا ہے چھوٹی لڑکی۔''وہ اپنا سامان سمیٹ کر اسکے پاس آ کر جھکا اور سلویٰ کی ناک چھیڑی ساتھ کھڑے یوسف کے بل بھی بگاڑ دیئے۔یوسف نے ہونٹ گول کر کے عینا کی جانب دیکھا۔عینا نے ہنس کر یوسف کے بل سیدھے کئے۔

''تو ہم کیا کریں؟تمہاری بیوی بھی بہت بور کرتی ہے سارا دن پڑھاتی رہتی ہے۔''وہ اب حسن کی انگلی پکڑ کر آگے آگے چل دی تھی۔حسن نے مڑ کر اب عینا کو دیکھا وہ ہنس رہی تھی یعنی حسن کی شامت آ چکی تھی۔عینا یوسف کی انگلی تھامے اب پیچھے چل دی۔

''ہاں تو پڑھائی تو ضروری ہے نا۔''وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا اسکی انگلی ابھی تک سلویٰ کے ہاتھ میں تھی۔زمہ نے ایک ٹول اسکی جانب بڑھایا اس نے ایک ہاتھ سے ٹول پکڑ کر اپنی دن خشک کی اور کندھے پہ ہی رکھ لیا۔چینج کرنے کا وقت نکل گیا تھا اب اگر وہ چینج کرنے جاتا تو سلویٰ اور یوسف کے سکول کا وقت ہو جاتا اور وہ ساتھ شتہ نہ کر پاتا۔

''میں وہاں قدس میں ہی ٹھیک تھی۔ایک دن ایک چھوٹا سا کام کرتی تھی ڈھیر سارے پیسے مل جاتے تھے اور پھر میں اور سنان پورا مہینہ عیش کرتے تھے۔''وہ مزے سے کہتی ہوئی آ کر کرسی پہ بیٹھ کر بیٹھی۔حسن نے سر جھٹکا ایک نیپکن اسکی گود میں رکھا اور اپنی اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔

''وہ عیش تھی؟ایک پنکھا نہیں تھا تم لوگوں کے پاس۔''حسن نے دلاً لازمی سمجھا۔

''ہاں تو۔۔ہم لوگوں نے مزے پیسے کما کر کچھ نہیں تھا۔''

''پڑھ لو پھر کما لینا پیسے۔۔''حسن کو اتوں میں کوئی مات دے سکتا تھا تو وہ سلویٰ تھی یوسف تھی۔

''اتنے دن ہو گئے ہیں سکول جاتے ہوئے اور ابھی تک پیسے کمانے کا نہ تو کوئی سبجیکٹ ہے اور نہ ہی کوئی ٹیچر پڑھاتی ہیں۔''سلویٰ نے ہونٹ گول کئے۔عینا اور حسن نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''سلویٰ۔۔!!وہ لوگ تمہیں پڑھاتے ہیں۔زندگی گزارنا سکھاتے ہیں۔اور بہت سارے اصول بھی۔''عینا نے حیرت سے اسکو سمجھانے کی کوشش کی۔

''زندگی گزارنے کے لئے صرف پیسہ چاہیے عینا۔''وہ دو ٹوک بولی۔

''شتہ کرو۔۔''عینا نے اب کی بار ذرا سختی سے کہا تھا۔سلویٰ سر جھٹک کر شتہ کرنے لگی حسن نے عینا کو دیکھا اور گہرا مسکرا دیا۔اسکی بیوی یقیناً کو کنٹرول کر جانتی تھی۔وہ مسکراہٹ دبائے اپنی لاٹے گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔

چوہان ہاؤس میں اس وقت سناٹا تھا۔کیونکہ جواد کسی کام سے گئے ہوئے تھے اور ترکی جان بھی گھر نہیں تھیں۔میرال شتہ کر کے اپنی ویڈیو گیم لے کر بیٹھ گئی تھی۔میرال نے اپنا ہوم ورک کیا کچھ دیر کمرے میں بیٹھی رہی پھر بور ہوتے ہوئے باہر نکل آئی۔

وہ چلتی ہوئی لان کے عقبی حصے میں آئی اور اس کیاری کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ دیوار کا سایہ پڑنے کی وجہ سے وہاں تیز دھوپ نہیں تھی۔ وہ یوں ہی کیاری میں کھلے چھوٹے چھوٹے سے پھولوں کو دیکھے گئی۔

پھر دفعتاً اس نے اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی جس کے اوپر ایک چھوٹا سا پنسل ہوتا تھا۔ وہ یہ چھوٹی سی ڈائری اپنی فراک کی پاکٹ میں اکثر رکھا کرتی تھی۔

اس نے ڈائری کھولی اور اپنے گھٹنے پر رکھی کی کیپ ہٹائی اور کچھ دیر یوں ہی ہوا میں گھورتی رہی۔

پھر اس نے سر ہلایا اور جھک کر کچھ لکھنے لگی۔

''اللہ جی۔!! آپکو پتہ ہے کہ میرا ل کے ماموں کو جیل ہوگئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرا پہلے والا خط آپکو مل گیا اور آپ نے میری بات سن لی۔ مرجان ایویں ہی کہہ رہا تھا کہ مجھے آپکا ایڈریس نہیں پتہ ہونہہ۔۔'' اس نے ہنکارہ بھرتے جیسے مرجان کی بات کا مذاق اڑایا۔

''لیکن اللہ جی۔۔!!'' اس نے لکھا اور ہونٹوں میں دبائے کچھ سوچنے لگی۔ ''مجھے دکھ ہوتا ہے کہ وہ لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیا میں اتنی بری ہوں؟ اب تو میں فریج سے کیک بھی نکال کر نہیں کھاتی۔ میں نے بھوک برداشت کرنا بھی سیکھ لیا ہے اب اگر بھوک لگتی ہے تو میں پانی پی لیتی ہوں جس سے مجھے اپنا آپ مزید کمزور لگنے لگتا ہے کچھ گھنٹے تو نکل ہی جاتے ہیں۔ اللہ جی۔۔!! کیا کبھی مجھ سے کوئی بھی پیار نہیں کرے گا؟'' لکھتے لکھتے اسکے آنسو اسکی ڈائری کے صفحے کو بھگونے لگے اسکو اندازہ ہی نہ ہوا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر آنسو صاف کئے۔ اور پھر اپنی ڈائری کا صفحہ پھاڑ کر اسکو تہہ کیا اور وہیں کیاری میں مٹی کھود کر اسکو دفنا دیا۔

وہ مطمئن تھی اسکو اب کوئی مل گیا تھا جس سے وہ اپنی ساری باتیں کر لیا کرتی تھی۔ قوت کو لگتا تھا کہ وہ خاموش ہوگئی ہے وہ دراصل خاموش نہیں ہوئی تھی اس نے اپنا ہمراز اللہ کو بنا لیا تھا۔ اس لئے وہ اللہ کے علاوہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتی تھی اور اپنی ہر چھوٹی بڑی بات اللہ کو ہی بتایا کرتی تھی۔

وہ وہیں بیٹھی تھی۔ گارڈ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔

''آقا بی بی۔۔!!''

''جی گارڈ انکل؟'' وہ اپنے کپڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپکو ابراہیم صاحب آئے ہیں۔'' گارڈ نے بتایا تو آقا کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اگلے ہی لمحے وہ اداس ہوئی۔

''نہ تو قوت جان گھر پر ہیں اور نہ ہی قوت جان۔۔ میں کس سے اجازت لوں؟'' آقا نے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ کیونکہ قوت جان نے سختی سے کیا ہوا تھا۔ ہر جانے سے اور کسی کی اجازت کے بناء جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

''میں نے انہیں بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم جواد صاحب سے بات ہوگئی ہے آپ آجائیے۔'' گارڈ ان لوگوں کی فیملیز کو جانتا تھا اس لئے بے فکر سا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔'' آقا نے جلدی سے اپنی ڈائری اپنی پاکٹ میں رکھی اور اسکے ساتھ ہی چلی آئی۔ وہ ایک ہاف وائٹ کاٹن کا آتی فراک میں ملبوس تھی اور سفید ہی شوز زیب تن تھا۔ ہلکے گلابی رنگ کا چھوٹا سا دوپٹہ اسکے گلے میں جھول رہا تھا جس کو اس نے پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور گلے سے دونوں کونوں کو پکڑ لیا۔

وہ گیٹ پر آئی تو ابراہیم وہیں کھڑا تھا اس نے تسلی کے لئے ایک بار پھر سے جواد قوت کی بات گارڈ سے کروادی تھی۔

''السلام علیکم انکل۔۔'' وہ خوشی سے چہکی۔

''وعلیکم السلام۔۔'' ابراہیم نے محبت سے کہتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

''کہاں چلنا ہے؟'' اس نے گاڑی دیکھی جس کا رخ مخالف سمت میں تھا۔

''آؤ بتاتا ہوں۔۔'' وہ اسکی چھوٹی سی انگلی پکڑ کر چل دیا۔ فرنٹ ڈور کھولا تو آقا کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا پینجرٹ پر صفا اور دینا بیٹھی تھیں۔

''آپ۔۔!!'' وہ خوشی سے چیخی وہ اسی کی جانب کھڑی تھی صفا نے شیشہ نیچے کیا اور آقا کا گال چوما۔

''آؤ آجاؤ۔۔'' ابراہیم نے پیچھے کا ڈور اوپن کیا تو آقا نے ارجھانکا پچھلی سیٹ پر قوت بیٹھا تھا جبکہ اسکے ساتھ ہی مرجان تھا۔ قوت نے مسکرا کر آقا کو

ویلکم کیا تھا۔وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔ا. اہیم نے گاڑی دی۔اس وقت شام کے چار بج رہے تھے پھر بھی دھوپ اچھی خاصی تھی۔

''ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟'' آ۔ ۔ نے چہک کر پوچھا۔

''جہاں ہماری بیٹی بولے گی۔'' ا. اہیم نے مسکرا کر کہا تھا۔صفا نے سرشاری سے ا. اہیم کی جا. دیکھا۔

''تو دینا۔۔!! ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' آ۔ ۔ نے اگلے ہی لمحے ان لوگوں کے حلق خشک کر دیئے تھے۔صفا نے مڑ کر دیکھا۔

''۔ٹ وہ تمہاری. ت کر رہے ہیں۔آ۔ ۔ کہاں جا. چاہے گی؟''

'' میں تو ا م چوہان کی بیٹی ہوں اور وہ اب نہیں رہے۔'' اس نے نیلی آنکھیں مٹکا ۔ان . کے چہرے بجھ سے گئے تھے مرجان جو کہ خاموش سا دوسری جا. بیٹھا. ہر عمارتوں کو دیکھ رہا تھا اسکے ۔ ات نہیں. لے تھے جبکہ ۔قوت نے بے بسی سے آ۔ ۔ کی جا. دیکھا۔

''تم بھی ہماری فیملی کی طرح ہو آ۔ ۔۔'' ۔قوت نے ٹوٹتے سے لہجے میں تھا۔

''نہیں، میں جس کی فیملی میں جاتی ہوں وہ لوگ بعد میں ر ۔ ٹ فیل کرتے ہیں اس لئے میں اب کسی کی فیملی نہیں ہوں۔'' وہ پ وں جھلاتی ہوئی آج غیر معمولی ا. از میں خوشگوار سے لہجے میں بولتی ان لوگوں کے جگر چھلنی کر رہے تھے۔

''۔۔۔!! مجھے کچھ وی یو گیمز لینی ہیں۔'' مرجان نے دفعتاً ا. اہیم کی جا. دیکھ کر کہا۔

''واپسی پ ۔۔'' وہ سامنے روڈ پ نگاہیں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ڈیش بورڈ پ ٹ افون ر ہوا اس نے فون اٹھا۔

''سر پی سی کا سارا ڈیٹا ٹ لیس کر لیا ہے اور اسکو ریسیٹ بھی کر د ہے۔اور ایسی تمام سائٹس بلاک کر دی ہیں جہاں پ مرجان گیمز کھیلتا تھا۔اب وہ جن سائٹس کو بھی استعمال کرے گا وہ . ہمارے کنٹرول میں ہوں گی۔'' عاصم کا تفصیلی پیغام پ ڑھ کر ا. اہیم کے چہرے پ کچھ سکون در آ۔ تھا۔

''اور اس یوزر کی لوکیشن بھی معلوم کرو۔۔'' اس نے ا۔ ہاتھ سے میسج ٹ ئ پ کیا۔

''ا. اہیم پلیز گاڑی پ دھیان دیں یہ میسجز گھر جا کر لیجیے گا۔'' صفا نے اسکی توجہ تو ٹ ہوئے پ۔ تو گھبرا کر بولی۔ا. اہیم جو کہ . کچلتے ہوئے میسج سینڈ کر رہا تھا یوں ہی اسکی جا. دیکھنے لگا۔دینا بھی آنکھیں مٹکاتی ہوئی ا. اہیم کی جا. دہی دیکھ رہی تھی۔وہ مسکرا د اس نے فون واپس ڈیش بورڈ میں پھینکا۔

''جو حکم لیڈ ۔۔'' وہ ت بعداری سے کہتا گاڑی سنبھالنے لگا۔

وہ لوگ شاپنگ کرتے رہے کچھ بچوں کی چیزیں ۔ یں اور کچھ صفا کے لئے جو کہ ا. اہیم نے ہی ۔ ی تھیں جبکہ صفا کو دینا کے لئے شاپنگ کرنے سے فرصت نہیں مل رہی تھی ۔

''ادھر آؤ۔۔'' وہ ا۔ ر کے سامنے کھڑی تھی دینا کے لئے کوئی ڈریس دیکھ رہی تھی. ۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''کیا ہوا؟'' وہ اسکے ساتھ کھنچتی چلی آئی۔آ۔ ۔ دینا کا ہاتھ تھامے وہیں کچھ فاصلے پ کھڑے ۔قوت اور مرجان کے پ س چلی گئی وہ لوگ وی یو گیمز کے کار کی جا. جا رہے تھے۔

''رکو۔۔!!'' آ۔ ۔ نے کہا تو وہ دونوں رک گئے مرجان نے مڑ کر دیکھا وہ ا پ س ہی چلی آ رہی تھیں۔

''کہاں جا رہے ہو؟''

''ہم لوگ مرجان کے لئے ا۔ وی یو گیم ۔ جا رہے تھے تمہیں کچھ چاہیے؟'' ۔قوت نے دوستانہ ا. از میں پ ش ش کی۔

''نہیں میں گیمز نہیں کھیلتی۔''

''ظاہر ہے گیمز کے لئے شارپ ما چاہیے۔۔'' مرجان نے ا۔ جتاتی نگاہ آ۔ ۔ پ ڈالی وہ اپنی نیلی آنکھیں سکیڑ گئی۔

''میں اور ۔قوت کتابیں پ ڑھنے میں اچھے ہیں۔۔ ہے ں ۔قوت؟'' آ۔ ۔ نے ۔قوت کو اپنی ٹیم میں شامل کر چاہا۔

''بلکل۔۔!! کے انٹرسٹس الگ ہوتے ہیں کسی کے انٹرسٹ کی بنیاد پہ اسکی ذہانت کو جج نہیں کیا جاسکتا۔'' قوت نے ہاں میں ہاں ملائی۔۔

''واٹ ایور۔۔'' مرجان نے آنکھیں گھمائیں اور آگے بڑھ گئی۔وہ دونوں بھی اسکے پیچھے ہی ہولیے۔

''یہ پہن کر دیکھو تو۔۔'' وہ اسکو لئے ایک لیڈیز ڈریسز کے ریک کے سامنے کھڑا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک پرپل شیفون کا فراک تھا جس کی آستینیں بڑی تھیں۔

''نہیں۔۔'' صفا نے بے اختیار ہاتھ پیچھے کھینچا۔

'' کیوں؟''

''وہ۔۔ویسے ہی۔۔اس رنگ کا ایک جوڑا پہلے بھی ہے میرے پاس۔'' اس نے بہانہ تلاش کیا۔

''اچھا ٹھیک ہے کوئی اور دیکھتے ہیں۔'' کہتے ابیہم نے ایک میرون رنگ کا ڈریس نکالا جو کہ ایک لانگ شرٹ تھی اسکی آستینیں چھوٹی تھیں۔صفا نے فوراً اسکی آستینیں دیکھیں۔اور پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اپنے دائیں ہاتھ پہ موجود اضافی کپڑا مزید کھینچا۔

''نہیں یہ بھی نہیں۔'' وہ منمنائی۔

''کم آن۔۔اتنا اچھا تو ہے۔'' ابیہم ایک ہاتھ میں وہ ڈریس تھامے اب مزید کپڑے کھنگال رہا تھا۔پھر اسکی ایک دامی سے رنگ کے ایک نکلی گئی جس کی آستینیں سرے سے تھیں ہی نہیں۔وہ ایک سلیولیس ڈریس تھی۔ابیہم نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا۔صفا نے الجھ کر سوالیہ انداز میں ابیہم کو دیکھا۔

''یہ ٹرائے کرو۔۔'' اس نے وہ ڈریس نکال کر اسکو تھمانا چاہا۔صفا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''ہرگز نہیں یہ۔۔یہ۔۔سلیولیس ہے۔۔'' اسکا حلق خشک ہوا۔

''یر۔۔!! صبح جاتے ہیں رات کے بارہ بجے کے بعد واپس آتے ہیں اور پھر سارا دن کون ہوتا ہے گھر میں، ماما اور تم۔۔تو کیا مسئلہ ہے۔۔'' اس نے ڈریس کے صفا کے ساتھ لگا کر دیکھا۔اس رنگ میں صفا کے چہرے کی رنگت مزید نکھر گئی تھی۔وہ اس رنگ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔

''نہیں۔۔میں یہ نہیں۔۔''

''جاؤ ٹرائے تو کرو۔۔'' وہ اسکے ہاتھ سے میرون ڈریس لے کر اسکو وہ دامی ڈریس تھمانے لگا۔

''نن۔۔نہیں۔۔میں۔۔میں یہ پرپل ہی لیتی ہوں۔۔'' اس نے ان تینوں کو دیکھا اور پھر یہ نتیجے پہ پہنچی۔

''ٹھیک ہے۔'' ابیہم نے اسکے چہرے کی بدلتی رنگت دیکھی تو مزاحمت ترک کردی۔

وہ لوگ واپس آئے تو بچے وہاں نہیں تھے۔پھر کچھ فاصلے پہ ہی ابیہم کو وہ چاروں آگئے۔صفا جا بڑھ گئی۔ابیہم نے وہ دامی سوٹ اٹھایا اور اسکو بھی پیک کروالیا۔

آیت کو صفا نے ایک بڑا سا ٹیڈی لے کر دیا تھا جو اس نے جھجکتے ہوئے قبول کرلیا تھا۔اسکے علاوہ کافی ساری چاکلیٹس بھی لی تھیں۔آیت خوش تھی اسکو وہ چیزیں نہیں چاہئیں تھیں اسکو تو بس دوستوں کی ضرورت تھی جن کے ساتھ وہ وقت گزار سکتی اور قوت کی کمپنی نے اسکو مایوس نہیں ہونے دیا تھا آج تو دینا بھی آیت کے ساتھ کچھ زیادہ ہی مانوس آتی تھی۔

وہ اس وقت اپنے آفس روم میں بیٹھا تھا۔سامنے دیوار گیر گلاس وال کا پردہ آدھا ہٹا ہوا تھا۔اب سورج ڈھل رہا تھا اور سورج اسکی عقبی سمت میں غروب ہو رہا تھا جبکہ اسکے آفس کی وہ کھڑکی مشرق کی جانب کھلتی تھی۔اس نے اپنا فون اٹھایا اور ایک کال ملائی۔بیل جاتی رہی اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگادی۔کمرے میں اے سی کی خنکی تھی اور اس میں اسکے مہنگے کلون کی مہک رچی بسی تھی۔شاندار شخص کا شاندار کمرہ۔۔!

''ہیلو۔۔!!'' مقابل آواز گونجی تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اب ماتھے پہ بل نمودار ہوئے تھے بے زاری کے۔

''میرا سامان جو اس دن تم لوگوں نے تحویل میں لیا تھا ابھی تک واپس نہیں مجھے۔'' وہ بناء کسی قسم کی تمہید کے بولا تھا۔

''وہ سامان قانون کی تحویل میں ہے اور۔۔''

''اور وہ اگلے دو گھنٹے میں میری میز پہ ہوگا۔'' اس نے مقابل کی بات کو خاطر میں لائے بناء ہی حکم صادر کیا تھا۔

'' ایسا نہیں ہوتا۔''

''شہ حسن آفندی کی ریاست میں کیسا ہوتا ہے کیسا نہیں یہ بس شہ حسن آفندی طے کرے گا۔''

مقابل کچھ لمحوں کے لئے خاموش رہا تھا۔

''ان ٹیکسٹ ٹو آرز۔۔!!اور ٹائم شروع ہوتا ہے اب۔۔'' کہتے اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا اور فون بند کر دیا۔وہ آرڈرز دینا جانتا تھا وضاحتیں نہیں۔

اور پھر یوں ہی ہوا تھا اسکا سامان جس میں کچھ فائلز، کچھ دستاویزات، اسکے کچھ آلات جن میں اسکا لیپ ٹاپ، پی سی اور کچھ مزید ڈیوائسز تھیں۔سامان میز پہ پڑا تھا اور یحییٰ اسکا سامان کھول کھول کر اسکو پیش کروا رہا تھا۔

''ہم ٹھیک ہے۔۔ڈسپوز آف کر دو باقی کچھ۔۔'' وہ پرسکون سے تاثرات لئے بولا۔

''جی سر؟'' یحییٰ کو جھٹکا لگا تھا۔

''یہ چیزیں اب میرے کسی کام کی نہیں ہیں۔''

'' سر یہ باقی کچھ آج بھی پوٹینشلی ہے وہ لوگ اسکے پوسٹ ورڈز ڈی کوڈ نہیں کر سکے۔'' یحییٰ نے اسکو تسلی دینا چاہی۔

''جا ہوں مجھے اب ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔''

''اوکے سر۔۔'' کہتے یحییٰ سامان سمیٹنے لگا۔

''ایک منٹ۔۔!!'' کہتے اس نے لیپ ٹاپ پکڑا اور اسکو آن کیا۔پھر یوں ہی اس نے اپنے کچھ اکاؤنٹس کھولے اور ڈیلیٹ کر دیے۔پھر اس نے ایک گیمنگ پلیٹ فارم کو لاگ ان کیا۔چیٹ باکس میں میسجز تھے حسن کے گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔کیا اسکو مرجان سے بات کرنی چاہیے؟ کیا شہ اول کو مرجان سے بات کرنی چاہیے؟ حسن کی لیپ ٹاپ کے کی بیڈ پر حرکت کرتی انگلیاں رک گئیں وہ یوں ہی کچھ دیر سوچتا رہا۔جس شہ اول نے مرجان کے دماغ میں زہر بھرا تھا کیا وہی شہ اول مرجان کے دماغ سے اس زہر کو نکال سکتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔اب اسکو اپنا ہی اپوزٹ بن کر مرجان کی زندگی میں جانا ہوگا۔اسکو اب شہ اول کا قصہ ختم کرنا ہوگا۔کیونکہ ہی سے کبھی خیر آمد نہیں ہوتی۔ہی کا سر قلم کر کے ہی خیر پھوٹتی ہے۔حسن نے چیٹ باکس اوپن کیے بناء ہی کچھ ڈیلیٹ کر دیا پھر اس نے اپنا اکاؤنٹ بھی ڈیلیٹ کر دیا اور یوں ہی اس نے اپنا سارا ڈیٹا ختم کر دیا۔

اسکو یہ کرنے میں قریباً آدھا گھنٹہ لگا تھا۔آخر کار اس نے تکان سے ٹیک لگا دی۔

ایک اور گرہ باندھ ہو گیا تھا۔ایک اور ہائی کے درخت کی جڑ کٹ گئی تھی۔کیا وہ جڑیں ختم ہو گئیں تھیں؟ کیا اس درخت کی کوئی قلم کہیں اور تو نہیں لگ چکی تھی؟ کہیں کوئی اور تو نہیں تھا جو ان جڑوں کو پانی دے رہا تھا جس سے وہ جڑیں پھر سے ہری ہو جائے اور وہ درخت پھر سے تناآور ہو جائے۔۔!

وہ لوگ اس وقت ایک ریسٹورنٹ میں تھے ڈنر کا وقت ہو رہا تھا آج کا سارا دن ابراہیم نے اپنی اس چھوٹی سی فیملی کے ساتھ گزارا تھا۔

''آپی کیا کھائے گی؟'' صفا نے سامنے بیٹھی آپی سے پوچھا۔

''مجھے بھوک نہیں۔'' آپی نے پلکوں جھلائے البتہ اسکے سامنے پڑی پانی کی بوتل اب خالی ہو چکی تھی۔قوت نے دن موڑ کر ساتھ بیٹھی آپی کو دیکھا۔

'' ہم لوگوں کو تو بہت بھوک لگی ہوئی ہے تمہیں کیوں نہیں؟ حالانکہ مجھے پتہ ہے کہ تم بھوک کے معاملے میں ہم سے بھی زیادہ حساس ہو۔'' قوت کو کچھ کھٹکا لگی تھی آپی پھیکا سا مسکرائی۔

''نہیں، میں بھوک برداشت کرنا سیکھ رہی ہوں۔۔'' اس نے پرسکون سے تاثرات لئے کہہ دیا۔مرجان سامنے پڑی پلیٹ میں پڑے نیپکن کو گھورے جا رہا تھا۔اسکو

اپنے دونواح سے کوئی دینا نہیں تھا۔اسکو بس ۔ ٹ اول اور .. کی فکر تھی۔اسکا گیمنگ پر اب ہمیشہ کے لئے جائے گا۔اور اَ .. بھی کسی .ت پ. راض ہوگئے؟ کیا .. واقعی. راض نہیں تھے؟اسکی سوچیں بے لگام گھوڑے کی ما دوڑ رہی تھیں۔

کھا. آ ۔ا. اہیم نے اٹیلین آرڈر کیا تھا صفا نے دیسی ڈ جبکہ بچوں نے اپنی اپنی پسند کا فا ٹ فوڈ منگوالیا تھا۔جس پ ا. اہیم پہلے تو. ہم ہوا پھر مان ہی ۔

واپسی پ ان لوگوں نے ہمیشہ کی طرح آئس کریم کھائی۔آ ۔ کوڈراپ کیا اور گھر کی جا . چل دیئے۔ان لوگوں کو رات کے دس بج چکے تھے۔گاڑی میں سناٹ سا تھا صفا نے دفعتاً پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرجان اور ۔قوت اب نیند میں جھول رہے تھے پھر اس نے دینا کو دیکھا جو اسکی گود میں ہی سو چکی تھی۔اس نے جھک کر دینا کا سر چوما۔

ا. اہیم نے َ دن موڑ کر دیکھا اور مسکرا ۔وہ دینا کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی مدھم سی روشنی میں بھی دینا کے ش اسکو بجل کی ۔ددلا رہے تھے وہ. ہوتے ہوئے بھی ا ساتھ ہوتی تھی ہمیشہ۔

''زریب کی کال آئی تھی۔''ا. اہیم نے اچا . سے کہا تو صفا نے چو. کر دیکھا۔

''کیسے ہیں وہ لوگ؟''وہ پ جوش سی ہوئی۔

''ٹھیک ہیں۔بلکہ ا ۔ سر پ ائ. تھا اب سوچ رہا ہوں کہ بتا دوں۔''وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

''کیسا سر پ ائ.؟''

''زریب ولیمہ کر رہا ہے دو دن بعد۔۔''

''کیا؟''صفا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا یعنی ان لوگوں نے صفا کے حادثے کے بعد اپنی ساری تقریبات پو ٹ پون کر دی تھیں۔اور اب وہ لوگ ولیمہ کر. چاہتے تھے ۔

''ہاں۔۔اب چو تم ٹھیک ہو تو وہ لوگ اپنی خوشی کر. چاہتے ہیں۔ کہ تم بھی شر ۔ کر سکو۔۔''

'' ۔۔!!ان لوگوں کو ضرورت نہیں تھی ایسا کرنے کی۔۔''وہ سر جھکا گئی۔اسکی وجہ سے ان لوگوں کی خوشیاں ادھوری رہ گئیں تھیں۔

''. ہمارے پیارے تکلیف میں ہوتے ہیں. ں صفا۔۔پھر ہمارے لئے کوئی خوشی کوئی جشن معنی نہیں ر ۔ان لوگوں نے تمہاری وجہ سے نہیں تمہاری خاطر انتظار کیا۔اس لئے اب تمہیں چاہیے کہ ا خوشیوں میں اضافہ کر دو بھرپور شر ۔ کر کے۔''

'' میں کیسے اس طرح۔۔''صفا نے غیر محسوس ا. ازمیں اپنا ہاتھ چھپا. چاہا۔جو اس نے آج بھی سارا دن .ڑی سی چادر میں چھپائے رکھا تھا۔

ا. اہیم نے اسکی اس حر ۔کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔اس نے صفا کا ہاتھ تھاما۔اور اسکی پشت کو چوما۔

''پگل مت بنا کرو۔۔!!تم ا ۔ پڑھی لکھی کانفیڈ. ٹ لڑکی ہو،اس طرح کی انسکیورٹیز اور کمپلیکسز تم پ سوٹ نہیں کرتے۔''

'' یہ داغ مٹ نہیں ۔ا. اہیم۔۔!!میں ا اگنور کر بھی دوں د نہیں کرتی۔آپکو پتہ ہے آج میں کاؤنٹر پ کھڑی تھی میرے ہاتھ سے چادر ہٹ گئی تو۔۔''اسکی آواز بھرا گئی تھی اسکا ہاتھ مسلسل ا. اہیم کے ہاتھ میں تھا۔''تو وہ اتنی عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔''وہ سر جھکا گئی۔

ا. اہیم کے دل پ ا ۔ بھاری پتھر آن ا۔

''تو تم پ واہ نہ کیا کرو۔''وہ . بھینچ کر رہ َ ۔

''میں پ واہ نہیں کرتی لوگ کرواتے ہیں۔اس لئے۔۔اس لئے میرا اب دل ہی نہیں کر ۔ کہیں جانے کو۔''اس نے سر جھٹکا آنکھیں . کی نم ہو چکی تھیں۔ا. اہیم اسکی جا . جھکا اور اسکی کنپٹی کو چھو کر واپس پیچھے ہٹا۔اس وقت اسکے الفاظ کسی کام نہیں آ ۔ تھے۔ا. اہیم نے اسکا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

''مت سوچو فضول. تیں۔اپنے دماغ کو خالی کر دو۔''

''مسز کرداوی.....!!''وہ ہمیشہ کی طرح اسکو آوازیں دیتا ہوا ا ر داخل ہوا۔عینا جو کہ ڈ لگوا رہی تھی مڑ کر دیکھنے لگی وہ ا ۔ ہاتھ پ کوٹ ٹ ئے اپنی ٹ ئی ڈھیلی کر ۔

اسکے پ س آ ۔فاطمہ کھا· لگا رہی تھی ۔عینا نے مڑ کر اسکو دیکھا۔اس سے پہلے کہ وہ سلام کہتی وہ آ گے ب ھا اسکو ساتھ لگا ۔اور اسکا سر چوما۔

عینا کے عارض سرخ ہوئے ۔وہ کسی کی پ واہ نہیں کر تھا نہ زموں کی نہ بچوں کی ۔شا ۔ وہ خود بھی ایسے ہی ماحول میں پلا ب ھا تھا جہاں محرم رشتوں سے محبت کے اظہار میں عار محسوس نہیں کی جاتی تھی۔

''آئی مسڈ یو ۔۔'' وہ اسکو ساتھ لگائے کھڑا تھا۔اس نے گہری سانس لی اور عینا کو مز ۔ قر ۔ کیا۔

''خیر ۔ ۔ ہے مسٹر کرداوی؟''

وہ سرخ رخسار لئے الگ ہوئی ۔وہ کتنی ہی بولڈ اور کانفیڈ · ٹ لڑکی تھی اسکے سامنے وہ یوں ہی ر ۔ ۔ کی دیوار ش ۔ ۔ ہوا کرتی تھی۔

''ہمم ۔۔کیوں؟ اپنی بیوی کو ی ۔ دکر نے کے لئے کوئی وجہ درکار ہوتی ہے؟'' وہ اب ا ۔ ہاتھ سے اسکے ب لوں سے کھیل رہا تھا۔'' ۔ ئے داوے ۔۔! پہلے سے ز ۔ دہ حسین ہوتی جا رہی ہیں آپ ۔۔ملکہ کہا تھا آپ تو سچ مچ کی ملکہ بن بیٹھی ہیں۔'' وہ ا ۔ ا ۔ واچکا کر بولا ۔عینا نے اسکے ی · پ ہاتھ مارا۔

''افف ۔۔! یہ مشرقی بیویوں کی ادا کہاں سے سیکھ لیں؟'' اس نے عینا کا ہاتھ ی · سے ہٹا کر لبوں سے لگا ۔عینا کے لئے وہاں کھڑے رہنا مشکل ہو رہا تھا۔ زمین مسکراہٹ د ۔ئے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے۔

''حسن ۔۔!!!'' وہ جھینپ کر پیچھے ہٹی۔

''کیا ہوا؟'' وہ پ وں پٹکتی ہوئی لاؤنج میں آئی تو وہ بھی شریر سی مسکراہٹ لئے اسکے پیچھے آ ۔

''جا کر فریش ہو جاؤ پھر ڈ · کرتے ہیں بچے بھی آ ہی رہے ہوں گے۔''

''وہ ہیں کہاں؟'' اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

''ہوم ورک کر رہے تھے۔'' عینا یوں ہی کشنز اٹھا کر ادھر ادھر ر · لگی۔

''اچھا ۔۔!! یعنی تھوڑا سا وقت اور ہے میرے پ س ۔۔'' کہتے اس نے عینا کی کلائی پکڑ کر کھینچی۔

''حسن ۔!!! ا ن بن جاؤ۔'' وہ جھینپ کر رہ گئی تھی۔

''کیا ر ۔۔!! تمہیں دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ پہلے تمہیں مجھ سے محبت ہوئی تھی۔'' وہ بے چارگی سجائے بولا تھا۔

''سرٹیفکیٹ بنوا کر دوں؟'' عینا نے اسکو ا ۔ گھوری سے نوازا۔

''ویسے آپس کی ب ت ہے ۔۔! ب ۔ تم لوگ قاہرہ یونیورسٹی میں ہوتی تھیں ت ۔ بھی میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنے لئے کچھ دیکھا تھا۔ڈ ونٹ ٹیل می تم پہلے دن سے ہی لٹو تھی ۔۔''

''شٹ اپ حسن ۔۔'' وہ اب کی ب ر ئی تھی۔حسن کا قہقہہ گو ۔

بچوں کو سلا کر وہ اپنے کمرے میں آئی تو وہ اس وقت اپنے معمول کے مطابق سگر ۔ ٹ پھونکنے کے لئے ب لکونی میں پہنچ چکا تھا۔صفا کپڑے نکال کر فریش ہونے چلی گئی۔

وہ اس وقت ریلنگ پ ا ہاتھ جمائے یوں ہی سگر ۔ ٹ کے کش ی · میں مصروف تھا۔

''ہم نے تم سے جہاد بل ۔ اور جہاد ب لمال کا عہد کیا تھا۔ا مز ۔ ضرورت ہوئی تو ہمیں یقین ہے کہ تم پیٹھ نہیں دکھاؤ گے۔''

کما ٹ ر کی ب تیں اسکے دماغ میں گ دش کر رہی تھیں ۔ا اسکو جا · پ ۔ کسی ایسے مشن پ جہاں سے واپسی ممکن نہ ہو پ ئی ۔تو کیا وہ لڑکی جو ہر وقت خود سے ہی لڑتی رہتی ہے جو اپنے وجود کو بھی قبول نہیں کر پ رہی وہ اسکے بناء جی سکے گی؟ کیا وہ سہہ لے گی زمانے کی سختیاں؟ کیا وہ ب داش ت کر لے گی وقت کے بے رحم تما نچے؟

کیا اسکو اپنی ب ت سے پیچھے ہٹ جا · چاہیے؟ کیا اسکو کما ٹ ر کو انکار کر دینا چاہیے کہ وہ مال اور طاقت کے علاوہ ا کچھ نہیں دے سکتا؟

ادا،سفیراورامو کے چہرے اسکی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے پھر یوں ہی وہ چھوٹا سا خون آلود کرتا جو اس نے غزہ میں دیکھا تھا، وہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔
فیصلہ مشکل ہوتا جا رہا تھا۔دونوں طرف خودغرضی ہی تھی۔اگر وہ اپنی بیوی کو چنتا تو مقصد سے پیچھے ہٹ جاتا اور خودغرض کہلاتا۔اگر وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹتا تو بھی وہ خودغرض ہی کہلاتا جس نے ایک معصوم لڑکی کو اپنے پیچھے رونے کے لئے چھوڑ دیا۔
دماغ مفلوج ہوتا جا رہا تھا۔ساری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دم توڑتی جا رہی تھیں کہیں سے کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا جو اسکو کسی نتیجے پہ پہنچا دیتا۔اسکو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تو سوچوں کا بھنورا پل کے لئے ٹوٹا تھا۔اسکو ہمیشہ کی طرح ایک کنارہ ملا تھا جہاں وہ کچھ دیر کے لئے اپنی مسافت کی تکان اتار سکے۔
اس نے ایک گہری سانس لی اور سگریٹ پہ اوں تلے مسل دیا۔وہ آ کر اسکے پاس جا کھڑی ہوگئی خاموشی سے۔ابیہم انتظار میں تھا کہ وہ اب بھی اسکو سگریٹ کی وجہ سے ڈانٹے گی اور اب بھی۔نہیں وہ چپ کھڑی رہی۔ابیہم نے اسکا ہاتھ تھام کر اسکو سامنے کیا۔
''کیا ہوا ہے؟''اسکے گیلے بال اسکے شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے۔
''کچھ نہیں بس یوں ہی تھک گئی ہوں۔۔''وہ اسکے سینے پہ گال ٹکا گئی۔
''اتنی جلدی؟''وہ پھیکا سا مسکرایا۔
''ہاں۔۔بس سمجھ لیں کہ اتنی جلدی ہی۔۔''وہ کسی بچے کی طرح اسکے سینے میں ہی کہیں چھپنے کی سعی کرنے لگی۔
''اچھا۔۔!!تو پھر اب کیا کیا جائے؟''وہ ہلکے پھلکے سے موڈ میں اسکو اپنے قریب کرنے لگا۔
''بس مجھے آپکے پاس رہنا ہے ہمیشہ ہمیشہ۔۔''
ابیہم کی مسکراہٹ مانند پڑی۔
''ہمیشہ تو کچھ بھی نہیں ہوتا ں۔۔''اس نے اس کا مسکرانے کی کوشش کی تھی مسکرا نہیں سکا۔
''پھر آپ رہیں گے میں بھی تو ہی ہوں۔سمجھ لیں کہ آپکے ساتھ ہی میرا سفر تمام ہو جائے گا۔''وہ چہرہ اٹھا کر بولی۔ابیہم کے تاثرات ہر پل بدل رہے تھے اسکو لگا کہ اسکا سانس بڑا خوف سے بڑا سوال اس وقت کسی اژدہے کی طرح اسکو جکڑنا شروع ہو چکا ہے اور اسکا دم گھٹ رہا تھا۔
''ایسا نہیں ہوتا۔''
''میرے لئے ہوتا ہے۔۔میرے لئے ابیہم کے بعد زندگی فل سٹاپ ہے۔اسکے بعد زندگی ختم ہے اسکے بعد کچھ نہیں ہے بس۔۔موت ہے۔''
''صفا۔۔!!''اس نے جھٹکے سے صفا کو الگ کیا۔وہ ہل کر رہ گئی۔
''آئندہ ایسی بات نہ سنوں میں تمہارے منہ سے۔۔''اسکی آنکھوں میں سختی در آئی تھی۔
''تو پھر آپ بھی جانے کی بات نہ کیا کریں۔''وہ اسکی گھوریوں کو اگنور کرتی پھر سے اسکے ساتھ لگ گئی۔ابیہم ہار سا گیا تھا۔وہ بے بس ہوا۔اس نے بے بسی سے آسمان کی جانب دیکھا۔حلق میں درد اٹھا تھا۔وہ جو کہتا تھا زندگی کی سب سے بڑی حقیقت موت ہے آج اسکو موت کا لفظ خوفزدہ کر رہا تھا۔پہلی بار وہ اپنی موت سے خوفزدہ ہوا تھا۔وہ اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر کے بھول گیا تھا اسکے خیالات اسکے محبت جیسے یکسر بھول گئے تھے۔
اسکو ہمیشہ لگتا تھا کہ حوریہ ایک مضبوط عورت ہے وہ اسکے ساتھ اور اسکے بعد بھی سروائیو کر جائے گی وہ ایک کامیاب عورت تھی جس کو جینے کے لئے کسی مرد کے سہارے کی ضرورت ہرگز نہیں تھی۔وہ صبر کر جاتی۔اس لئے وہ بے فکر ہو کر کسی بھی خطرے میں کود جایا کرتا تھا۔
یہ لڑکی الگ تھی۔وہ اسکے لئے خود سے بھی خوفزدہ ہوگیا تھا وہ اسکی کسی تکلیف کی وجہ نہیں بننا چاہتا تھا۔پھر خواہ یہ اسکی موت ہی کیوں نہ ہوتی۔یہ اسکے اختیار میں نہیں تھا۔زندگی موت کا فیصلہ تو اللہ کرتا ہے۔آہستہ سے سوچ کر ابیہم کی ساری منفی سوچوں کی لڑیاں جیسے ٹوٹ سی گئیں۔وہ ایک لمحے کے لئے پرسکون ہوگیا۔وہ کہتا تھا کہ خود کو زہر کے لئے مت تھکاؤ۔اب وہ کوشش کرتا تھا خود کو زہر کی۔شاید وہ بدل گیا تھا۔اسکے دل کی سختی ختم ہو چکی تھی۔وہ نرم پڑتا جا رہا تھا۔
آسمان پہ چاند چمک رہا تھا۔سارے رے ان دونوں محبت کرنے والوں پہ سلامتی بھیج رہے تھے جو کہ ایک دوسرے کے لئے فنا ہونے کو بھی تیار تھے اور ایک

دوسرے کے لئے جینے کو بھی تیار تھے۔

وہ اسکو لئے کمرے میں آ ۔

''سو جاؤ۔۔'' اسکو بیڈ پہ بٹھایا اور خود دوسری جا ۔ آ کر بیٹھ ۔ اس سے پہلے کہ وہ لیمپ آف کرتا سائڈ ٹیبل پہ پڑے موبائل کی ر ہوئی۔ ا. اہیم نے اچنبھے سے دیکھا کیو یہ اسکا نہیں صفا کا فون تھا۔

اس نے موبائل اٹھا کر صفا کو دینا چاہا سکرین پہ دمکتا م دیکھ کرا. اہیم ا پل کے لئے منجمند ہوا۔

''کس کا فون ہے؟'' وہ اسی کی جا ۔ دیکھ رہی تھی۔

ا. اہیم کے جبڑے تن چکے تھے اسکی دن کی رگیں ابھر آ ۔

''ا. اہیم۔۔!! کس کی کال ہے۔؟'' وہ مسکرائی اسکو لگا شا سعدیہ نے اسکو ولیمے کا بتانے کے لئے فون کیا ہے۔۔

''حسن.....'' لفظی جواب صفا کا خون خشک کر تھا۔۔

''حج۔۔حسن؟'' اس نے خشک ہوتے ہو ں پہ زبان پھیری۔۔وہ آج کیوں کال کر رہا تھا۔

''کیا ہوا؟ کال نہیں اٹھائی؟'' وہ کافی کے دو پہ لیے لاؤنج میں آ ۔ جہاں عینا اس وقت صفا کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

''نہیں۔۔اٹھا لے گی۔۔'' اس نے کال کاٹ کر دو رہ کی۔

''ر۔۔!! اپنے فون سے کر لو۔۔میرا نمبر دیکھ کر ہی اسکا حلق خشک ہو جا ہے۔'' وہ مزہ ہوا ہوا اسکے ساتھ بیٹھ ۔ انکا ارادہ آج کوئی مووی دیکھنے کا تھا عینا نے صفا سے ت کرنے کی ضد کی۔

''میرا فون اوپر کمرے میں پڑا ہے اور فی الحال میرا موڈ نہیں اوپر جانے کا۔'' وہ اب کوئی تیسری ت کال کر رہی تھی۔

''ادھر لاؤ۔۔'' کہتے حسن نے فون پکڑا اس سے پہلے کہ وہ کال کاٹتا فون اٹینڈ ہو تھا۔اس سے پہلے کہ وہ عینا کو فون لوٹ کسی بھاری آواز نے اسکو متوجہ کیا تھا۔

''کیوں فون کیا ہے؟''

''وہ۔۔۔'' حسن نے بے بسی سے عینا کی جا ۔ دیکھا۔

''میں کہا کہ فون کیوں کیا ہے؟''

''ریلیکس۔۔!! وہ عینا کو ت کرنی تھی صفا سے۔۔''

ادھر ا. اہیم بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔صفا وہیں سمٹی سی بیٹھی تھی۔

'' فون پہ تو تم ہو۔۔''

''ر۔۔!! تم اپنی بیوی پہ شک کر رہے ہو؟'' حسن کو ا. اہیم کا رویہ پسند نہیں آ تھا۔

''اس پہ یقین ہے تم پہ نہیں۔'' وہ بھینچ ۔ حسن کو اب غصہ آنے لگا تھا۔

''دیکھو۔۔!! زیادہ اوور ری ا کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس عینا نے اس سے ت کرنی تھی دیٹس اٹ۔۔''

''تم اس سے رابطے میں کیوں ہو؟ کیوں اسکا نمبر تمہارے پاس ہے؟''

''ا. اہیم۔۔!!'' حسن اٹھ کھڑا ہوا اسکی آنکھوں میں بھی اب سختی تھی۔عینا گھبرا کر اٹھی۔

''میں اس وقت کسی حسن سے ت نہیں کر رہا۔میں اس شخص سے ت کر رہا ہوں جس نے میری غیر موجودگی میں میری بیوی کو میرے گھر سے اغواء کیا تھا اور پھر اسکو مینٹلی ٹارچر کیا اور اب پھر سے تم اس سے رابطہ کر کے کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟''

''تم۔۔تم۔۔کس۔ت کو کہاں جوڑ رہے ہو؟''حسن کے چہرے پ بے یقینی تھی۔وہ پھر سے ا۔ اہیم کو کھودینے کے دہانے پ آن کھڑا ہوا تھا۔

بکواس بند کرو۔۔تم۔۔!!''اب کی۔رفون کے پ رسے دھاڑ گو تھی۔''اسکو خوفزدہ کر کے کیا ۔ ۔کر۔ چاہتے ہو؟ وہ کوئی کمزور،لاچار،ٹین ایج ل نہیں ہے۔سمجھ آئی؟؟؟تم ساری د کے لئے پ رسا بن تہو اس معاملے میں میں کسی پ اعتبار نہیں کرسکتا۔۔اس لڑکی کے لئے میں خود پ بھی اعتبار نہیں کرسکتا۔۔''ا۔ اہیم کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیوں اتنا بھڑک اٹھا تھا۔شا۔ یہ کچھد ۔پہلے کی سوچوں کا تسلسل تھا۔جس کے۔ ش وہ یوں بھڑک اٹھا تھا۔وہ ڈر ۔تھا کہ ا۔ ۔رپھر سے اسکی غیر موجودگی میں کہیں اسکو بیوی کو یہ ۔ نہ سہنا پ جائے۔اسکی سوچیں منتشر ہو رہی تھیں۔وہ ا۔ ۔ڑ لگا۔ چاہتا تھا حفاظت کی۔ڑ صفا کے اور اپنے خا۔ ان کے د۔جو اسکے جانے کے بعد بھی نہ ٹوٹے۔

''جسٹ شٹ اپ۔۔!!''اب کی۔رحسن جاتھا۔وہ ہر چیز پ سمجھوتہ کر۔ تھا وہ خود کو مت بھی کر۔ تھا اس نے نہ تو خود کسی کی کردار کشی کی تھی اور نہ یہ حق وہ کسی اور کو دیتا تھا۔

''میں نے تمہاری بیوی سے کبھی رابطہ نہیں کیا۔۔خود فون کیا تھا اس نے۔۔''وہ آپے سے۔ ہر ہوا تھا۔ا۔ اہیم نے جھٹکے سے دن موڑ کر صفا کی جا۔ ۔دیکھا۔اسکو صفا سے یہ امید نہیں تھی۔زہرہ کی۔ت بھی اسی لئے اس نے اگنور کی تھی کیو اسکو اب حسن کی تبد آ گئی تھی۔ صفا۔!!؟وہ اسکے۔رے میں نہیں سوچ سکا تھا۔۔

''۔ ۔تم اسکو لاوارثوں کی طرح چھوڑ کر اپنے مشن پ چلے جاتے ہو تو پیچھے مڑ کر دیکھ لیا کرو کہ وہ کس حال میں ہے۔وہ پل پل مرتی ہے۔تمہارے لئے ہی فون کیا تھا اس نے۔خدا تم نے رابطہ رکھا ہو۔ تو اسکو یوں کسی سے مدد کی بھیک نہ مانگنی پ۔تی۔آئندہ کسی پ الزام لگانے سے پہلے اپنا عمل دیکھ۔ ۔۔''حسن نے اب کی۔ردرشتی سے کہتے فون بند کر د۔تھا۔

''حسن۔۔!!''عینا نے اسکے۔زو پ ہاتھ رکھا۔حسن نے اسکا ہاتھ بھی جھٹک د۔اس نے فون صوفے پ اچھال د۔اور۔لوں میں ا۔ ۔یں دھنسا ۔

''پلیز۔۔!!ریلیکس ہو جاؤ۔۔میں خود۔ت کروں گی ا۔ اہیم بھائی سے۔۔وہ۔۔وہ ایسے نہیں ہیں۔۔''

''ڈونٹ یو ڈیئر ٹو ٹک ٹو ہم۔۔''حسن نے انگلی کھڑی کی۔۔عینا لرز کر رہ گئی۔

''سس۔۔سوری۔۔سوری۔''عینا نے پ۔تے ہوئے کہا۔

حسن نے انگلی نیچے کی۔اس نے چہرے پ ہاتھ پھیرا اور ا۔ گہری سانس خارج کر کے عینا کو ساتھ لگا۔۔

''آئی ایم سوری۔۔''وہ مدھم سی آواز میں بولا۔

''کس لئے؟''عینا منمنائی۔

''تمہارا ہاتھ جھٹک د۔''

عینا اس مشکل ۔ین گھڑی میں بھی مسکرا دی۔

''اس ہاتھ کو میں مرتے دم۔ نہیں جھٹک سکتا۔۔یہ ہاتھ تو میری ت کا ۔ ہے۔''

''تم بہت مشکل ہو حسن۔''وہ بے بسی سے بولی تھی۔

''اور تم پھر بھی مجھے کر لیتی ہو۔۔''وہ ہنس د۔

''ا۔ ۔۔ا۔ اہیم پلیز۔۔میری۔ت سن لیں۔''وہ اسکے سامنے آئی۔ا۔ اہیم نے مو۔ئل بند کر کے بیڈ پ پٹخا۔اور اس وقت وہ۔لوں میں ا۔ ۔یں دھنسائے کھڑا تھا۔

''تم نے حسن کو فون کیا تھا۔؟''اس نے دونوں ہاتھ کمر پ ٹکائے اور صفا کی جا۔ ۔مڑا۔

''ا۔ ۔۔ا۔ ا۔۔!!''

ہاں۔۔۔۔نہ۔۔''وہ غرا۔۔

''پلیز۔۔!!میری ب ت۔۔''

صفا۔۔!!تم نے حسن سے مدد مانگی تھی؟''ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے وہ خود کو آواز او کرنے سے ز ر کی کوشش کر رہا تھا ا ب تھے کہ اسکے قابو سے ہر ہوتے جا رہے تھے۔مسئلہ یہ تھا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا تھا اسکی ا یک عملی مثال اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔وہ یہی سوچ رہا تھا کہ صفا ا. اہیم کے بناء کیسے سروائیو کرے گی اور اس وقت صفا کا ب سے بڑا ٹبلنڈر اسکے سامنے کھڑا اسکو منہ چڑا رہا تھا۔

ا. اہیم کا دماغ بند ہو رہا تھا۔بہت ساری چیزیں اکٹھی ہو کر اب گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

''نن۔نہیں۔۔وہ۔۔ا. اہیم۔۔''صفا کے پ س الفاظ نہیں تھے کہ وہ اپنی سچو کیسے واضح کرتی۔

ا. اہیم نے چہرے پ ہاتھ پھیرا اور جا کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہوا۔کمرے میں ت ریکی تھی۔صفا اسکے پ س پہنچی۔اس نے ا. اہیم کے ز و پ اپنا لرزتا ہوا ہاتھ رکھا۔

''میں پوچھ رہا ہوں کہ تم نے اسکو کال کی تھی۔۔؟؟؟''

اب کی ب ر وہ شدت سے دھاڑا تھا۔اور ساتھ ہی ڈریسنگ ٹیبل پ پڑی چیزیں زمین بوس ہوئی تھیں۔پ فیوم کی وہ شیشی جس میں ا. اہیم کی مہک قید تھی جس کو صفا نے تقریباً ختم کر ڈالا تھا وہ بھی کرچی کرچی ہوئی تھی۔

صفا اب کی ب ر صحیح معنوں میں گھبرا چکی تھی۔وہ آج پھر سے پ ا. اہیم بن چکا تھا اسکو اسکی آنکھوں میں وہی جنون اور وہی جلتے ہوئے الاؤ آئے تھے۔

نن۔۔نہیں۔۔ا. اہیم۔۔پلیز۔ا ی ر۔۔!!''اسکے ہونٹ پپڑائے تھے۔وہ سا ت کھڑی تھی جیسے کہ پتھر کی کوئی بے جان مورت۔

ا. اہیم نے دونوں مٹھیوں میں اپنے ب ل جکڑے تھے۔

''کل۔۔کو۔۔کل کو اَ میں کہیں ی ۔۔تو تم میرے دشمنوں کے پیروں میں جاؤ گی؟ میرے ا ی۔۔''وہ اپنا سر پکڑ کر ی تھا۔۔

صفا نے اپنے لرزتے ہاتھ اپنے منہ پ رکھے اور اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش کی۔وہ نہیں جا نتی تھی کہ کمزور لمحوں میں کی گئی اسکی خطا یوں اس طرح اسکے سامنے آ کھڑی ہوگی۔وہ بے بس ہو چکی تھی۔اس نے غلطی کی تھی اس کی کچھ اور تھی۔اسے لگا کہ ا. اہیم اس کے حسن کو فون کرنے پ ہم تھا۔کیو ان لوگوں کا ماضی جڑا ہوا تھا ا. اہیم کچھ اور سوچ رہا تھا۔وہ آنے والے وقت کی وجہ سے بے چین تھا اور اس صورت میں صفا کی ایسی حماقت کا سامنے آ نا اسکے دماغ کو شل کر ی تھا۔

ا. اہیم نے اسکو دونوں کہنیوں سے دبوچا اور دیوار کے ساتھ لگا دی۔صفا کی سرمئی آنکھوں میں خوف اور بے یقینی تھی۔وہ اتنا سخت کیسے ہو سکتا تھا۔؟ وہ یقین نہیں کر پ رہی تھی۔

''ا ب ت کان کھول کر سن لو۔۔''وہ غرا ی۔صفا کی سانس ا سکے ی میں رکی ہوئی تھی۔بس غیر یقینی سی غیر یقینی تھی۔جو اسکو کچھ د ی پہلے کسی ن زک پھول کی طرح اپنی آغوش میں سمائے کھڑا تھا۔جو اسکو زمانے سے چھپانے کی ب تیں کرتا تھا اس وقت وہ اپنی انگلیوں کی چبھن سے ہی اسکو تکلیف دے ی تھا۔اسکی ف صفا کے ز وؤں پ مضبوط ہوتی گئی۔تو کیا وہ اسکے کردار کو ر ی ہ ر ی ہ کر دینے والا تھا؟ وہ جو کہتا تھا کہ تمہارا کردار میں ہوں کیا وہ اس وقت اسکو اپنے سائے سے نکال کر تپتی دھوپ میں کھڑا کر دینے والا تھا۔؟ صفا کی سوچیں اسکے پورے ب ل کو مفلوج کر چکی تھیں۔

وہ اسکے کردار کی دھجیاں اڑا دینے پ اختیار ر تھا۔اس وقت وہ کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔وہ اسکو ا ی تنکے سے بھی ز دہ ہلکا کر سکتا تھا۔

''آ ج کل کو میری لاش کے ٹکڑے بھی کر دیئے جا ئ۔۔تو تم کسی کے سامنے مدد کی بھیک نہیں مانگو گی۔۔''

جو اس نے کہا تو صفا کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔وہ کیا کہہ رہا تھا۔؟ صفا نے بے یقینی اور سمجھی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''یہ گھر۔۔یہ شہر۔۔یہ ملک۔۔یہ ا ی لکیر ہے جس کو تم پ ر نہیں کرو گی۔۔کوئی تم سے کچھ بھی کہہ دے۔کوئی تمہیں کچھ بھی دکھا دے۔تم میرا انتظار کرو گی اور خود کو کمزور نہیں پ ڑنے دو گی۔''

اسکی ب تیں صفا کے سر کے اوپ سے گ ر گئی تھیں۔وہ کچھ بھی سمجھنے کی پوز میں نہیں تھی۔

''اور کبھی بھی کسی سے مدد کی بھیک نہیں مانگو گی۔۔تم میرا غرور خاک نہیں کرو گی۔۔ ''وہ اسکو ایک جھٹکے سے چھوڑ کر اپنی چابی اٹھائے باہر نکل گئی۔۔صفا کچھ دیر یوں ہی کھڑی رہی۔۔ میں بس سوال تھے۔وہ اسکو

دروازہ دھاڑ کی آواز سے بند ہوا اور کمرے میں سناٹا چھا گیا۔سوچیں ختم ہو چکی تھیں ایک پل کے لئے دماغ میں سناٹا چھا گیا۔اسکو یہ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسکو رو ہے،ڈر ہے،کچھ سمجھنا ہے۔۔وہ یوں ہی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

ابراہیم کے کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو مرجان کی آنکھ کھل گئی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا قوت ہنوز سو رہا تھا۔اس نے کروٹ لے کر قوت کی جانب دیکھا۔کچھ دیر وہ یوں ہی لیٹی رہا۔اور پھر وہ اٹھ کر اپنے پی سی کے پاس آیا۔اس نے پی سی آن کیا۔اپنے گیمنگ پلیٹ فارم کو لاگ ان کرنے کی کوشش کی کچھ دیر کوشش کرنے کے بعد وہ سائڈ ہی انکرپٹ ہو گئی۔

مرجان کی کی بورڈ پر چلتی انگلیاں تھم گئیں۔یعنی اسکا باپ ان لوگوں کو۔۔۔ہرانجوائے کروا رہا تھا تو اسکے پیچھے اسکے پی سی کی صفائی کروائی جا رہی تھی۔مرجان نے گہرا سانس خارج کیا۔اسکا باپ ہمیشہ اس سے دو قدم آگے ہی رہتا تھا۔

وہ کچھ دیر یوں ہی سائٹس کو رینج کرتا رہا کوئی بھی سائڈ کام نہیں کر رہی تھی۔آخر کار ایک سائڈ اوپن ہوئی جس میں بس لیول کی گیمز تھیں۔

مرجان نے تاسف سے سکرین کو دیکھا۔

اور پھر پی سی آف کر کے اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔اسکو اپنے باپ سے امید تو تھی اتنی جلدی یہ کور کرنے کی امید نہیں تھی۔نہ تو اس کا پی سی اس سے لیا گیا تھا اور نہ ہی گیمز کھیلنے سے کیا گیا تھا۔جو پی سی اس وقت مرجان کے سامنے تھا وہ بے کار ہی تھا۔

خیر۔۔!!مرجان نے صبر کر لیا کیونکہ اب اسکو اپنے باپ کی بات ماننا تھی۔

''مجھے صفا کی فکر ہو رہی ہے وہ میری وجہ سے مشکل میں پڑ گئی۔۔''عینا اس وقت بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بجھے بجھے سے انداز میں بولی۔

''بے فکر رہو۔۔وہ اسکو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا۔۔''حسن نے بیڈ پر نیم دراز ہوئے اپنے کریم اپنے پیروں پر لگائی۔عینا نے کن انکھیوں سے دیکھا۔پھر یوں ہی وہ اپنے ہاتھوں پر کچھ لگانے لگا۔۔

''واٹ دا.....''عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کیا ہوا؟''حسن نے اسکو حیران ہوتے دیکھا۔

''تم تو لڑکیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہو۔۔''عینا ٹانگیں پر ہوتے اسکے سامنے بیٹھی۔

''واٹ۔۔!!لڑکیوں سے؟استغفر اللہ۔۔''

''یہ لوشن کریمز تو لڑکیاں لگاتی ہیں۔۔ہائے اللہ۔۔!!میرا شوہر تو زن نہ شوق رہتا ہے۔''عینا نے مصنوعی ماتھا پیٹا۔حسن نے بے بسی سے اسکو گھورا۔

''ہائے اللہ۔۔!!ایسا ہی شوہر تھا وہ بھی زن نہ نکلا۔۔''وہ جان بوجھ کر اب بین ڈال رہی تھی۔

''شٹ اپ۔۔''حسن نے کریم کو سائیڈ ٹیبل پر پھینکا تھا جیسے کہ واقعی اس نے کوئی غلطی کر دی ہو۔۔عینا نے اسکی حرکت دیکھی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔۔

''میرا معصوم شوہر۔۔''

''تم پاگل ہو۔۔''حسن نے سر جھٹکا۔۔

''یو نو واٹ۔۔!!''عینا نے اسکے بازو پر انگلی ٹیس کی۔حسن خود میں ہی سمٹ گیا۔''یو آر سو۔۔ہینڈسم۔۔''عینا قریب ہوئی۔حسن کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔۔''بلکہ نہیں۔۔ہینڈسم نہیں۔۔تم۔۔تم۔۔تو حسین ہو۔۔یو نو حسین۔۔''اس نے جان بوجھ کر لفظ کھینچا۔حسن پیچھے ہٹ لگا۔عینا اب شرارتی مسکراہٹ لئے آگے بڑھ

رہی تھی۔

''۔۔۔تم۔۔تم پیچھے رہو۔۔''حسن بوکھلا ئے۔

''تمہیں پتہ ہے ا ن کو اتنا حسین نہیں ہونا چاہیے۔۔''وہ اپنی سیاہ آنکھوں سے حسن کی سیاہ آنکھوں میں دیکھ رہی تھی آج حسن کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

''۔۔۔تم۔۔تم۔۔۔ن۔۔''حسن پیچھے ہٹ ئے۔۔اس سے پہلے کہ وہ نیچے جا ئے عینا نے اسکا ہاتھ تھام کر کھینچا۔اور پھر وہ گلا پھاڑ کر ہنسنے لگی۔۔

''پاگل لڑکی۔۔''حسن نے جبڑے بھینچ لئے۔

''شیخ حسن آفندی،عینا منصور حیات سے ڈر ئے۔۔''وہ ہنستی جا رہی تھی۔حسن کو اپنی حا ت پہ ترس بھی آیا اور غصہ بھی۔

''شش۔۔شٹ اپ۔۔''وہ اٹھنے لگا۔عینا نے اسکا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھا لیا۔۔

''ریلیکس۔۔مذاق کر رہی تھی۔۔''اس نے ہنسی روکی۔''تمہیں پتہ ہے میں تمہارے پیروں پہ بھی مرمٹی تھی مجھے کیا پتہ تھا ا خوبصورتی کا بھی کوئی سیکرٹ ہے اب وہ مل ئے۔''اس نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی کریم دیکھی۔۔

''کریمز بھی حسین لوگوں کے لئے بنی ہوتی ہیں۔اب مرغی کے پنجوں جیسے پیروں پر بے شک تم ہیرے لگا لو۔۔وہ حسین نہیں لگیں گے۔۔''حسن نے لے لیا تھا۔عینا کا منہ پورا کھل ئے۔عینا نے بے اختیار اپنا پاؤں سامنے کر کے دیکھا۔

''یہ۔۔یہ۔۔مرغی کے پنجے؟''

''میں نے بس اشارہ کیا تھا تمہیں اپنے پیروں میں یہ اشارہ آ ئے تو میرا کیا قصور۔۔''وہ اب پرسکون ہو کر سر کے نیچے زوٹکا کر لیٹ ئے۔۔عینا سامنے آگ بگولہ ہوتی ہوئی اسکو انگارہ آنکھوں سے گھور رہی تھی۔

''سو جاؤ۔۔اس سے پہلے کہ آنکھوں کے دبھی ڈارک سرکلز پڑ جا ۔۔سکن بھی ڈل ہو جائے گی۔۔ہائے۔۔!!پھر لوگ کیا کہیں گے کہ شیخ حسن آفندی کی بیوی ڈورے مون لگتی ہے۔۔''

''حسن۔۔!!''عینا نے چیختے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسکے منہ پہ دے مارا۔۔

وہ ساری رات یوں ہی خالی سڑکوں پہ گاڑی گھما تا رہا تھا۔اس وقت بھی وہ شاہراہ پہ تھا۔سٹیئرنگ پہ دھرے ہاتھ کی نسیں ابھی تک ابھری ہوئی تھیں یعنی اسکا اشتعال ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا۔ا ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے وہ یوں ہی گاڑی ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔

اسے آج ا ر پھر سے کمانڈ کر کی تیں دا رہی تھیں۔کیسے ا بیوی نے ا دشمنوں سے مدد مانگ لی تھی اور پھر ا کچھ ختم ہو گیا تھا۔اور پھر حور یہ نے بھی یہی کیا تھا۔اور آج صفا بھی وہی غلطیاں دہرا رہی تھی۔وہ اسکی غیر موجودگی میں اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ حسن کو فون کرنے سے نہیں کیا۔کیا ہوا کل کو حسن کی جگہ کوئی اور ہو اور وہ صفا کو اپنے مطابق استعمال کرنا شروع کر دے؟

ا ہیم کے ماتھے پہ چمکا۔سوچ کر ہی اسکا جسم مفلوج ہو رہا تھا۔وہ یہ نہیں ہونے دے سکتا تھا وہ اپنی بیوی کو اس قدر کمزور نہیں بنا سکتا تھا کہ اسکی غیر موجودگی میں وہ اسکے دشمنوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ جائے۔

ا ہیم کا دماغ ر ر ہا تھا۔دل میں الگ ہی درد اٹھ رہا تھا۔وہ اسکو روتے ہوئے چھوڑ آیا تھا۔یہ سوچ سوچ کر ہی ا ہیم کا دل بند ہو رہا تھا۔اسکو اپنی روح ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اس وقت وہ دل و دماغ کی جنگ لڑ رہا تھا۔اور دونوں کے وار صرف ا ہیم کی روح کو زخمی کر رہے تھے۔دل اور دماغ دونوں کی جنگ میں ا کسی کا نقصان ہو رہا تھا تو وہ ا ہیم ہی تھا۔اسکی روح چھلنی ہو رہی تھی۔

آدھی رات ہو چکی تھی۔رات کے پچھلے پہر وہ واپس لوٹا تھا۔دماغ تو ابھی تک شانت نہیں تھا ہنوز اسکے اعصاب تنے ہوئے تھے دل کیا کرتا۔دل دماغ کے پاؤں

پڑے تھا اس لئے دماغ کو کچھ دیر کے لئے ہتھیار پھینکنے پڑے تھے۔اور اسکا دل اپنے سکون کی طرف لوٹ آیا تھا۔

ا. اہیم نے گاڑی پارک کی اور بناء کسی قسم کی آہٹ کیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔وہ لاؤنج سے ہوتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔راہداری میں چلتے ہوئے اس نے ایک مرجان اور یاقوت کے کمرے کو دیکھا جس کی لائٹس آن تھیں۔وہ اسی کمرے کی جانب بڑھنے لگا پھر ارادہ تبدیل کر کے وہ آگے بڑھ گیا۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تھا اتنی نرمی سے کہ اگر وہ سو رہی ہوئی تو اسکی نیند نہ ٹوٹے۔

یاقوت کے کمرے میں دوڑائی وہ کہیں نہ آئی۔ا. اہیم کا دل اسکے پہلو میں شدت سے دھڑکا تھا۔ایک پل کے لئے تو دل نے واویلا مچادیا تھا کہ اس نے دیر کیوں کردی۔اگر اسکو کچھ ہوگیا ہوا تو؟ اور دماغ نے یہیں سے دل کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔کیوں اسکو اتنا کمزور بنالیا تھا کہ وہ ذرا سی ناراضگی بھی برداشت نہ کر سکے۔اور دل کسی چھوٹے سے بچے کی طرح ڈانٹ سن کر سہم کر بیٹھ گیا۔

اس نے جلدی سے کمرے کی لائٹس آن کیں۔ایک، دو، تین۔۔ساری لائٹس آن کر ڈالیں۔وہ کہیں نہیں تھی۔اس نے ڈریسنگ اور واشروم بھی چیک کرلیا وہ کہیں نہیں تھی۔وہ واپس آیا تو اسکے پاؤں سے وہی پرفیوں کی شیشی ٹکرائی۔اس شیشی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔اگلے ہی پل اسکا دل حلق کو آیا تھا وہاں خون کے ننھے ننھے سے قطرے بھی موجود تھے جو اب جم چکے تھے۔

''صص۔۔صفا۔۔'' اسکی آواز حلق سے نہیں نکل سکی تھی۔وہ دیکھتے بناء لکونی کی جانب بڑھ گیا۔وہ بھی خالی۔جگہ دیکھ لیا وہ وہاں نہیں تھی۔ا. اہیم کا رخ اب کمرے سے باہر کی جانب تھا۔اس سے پہلے کہ وہ چل کر لاؤنج میں جاتا وہ سیڑھیوں پر آکر رکا۔اور پھر مڑ کر آیا۔

اس نے مرجان کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔کوئی جواب نہ آیا۔

پھر اس نے نرمی سے دروازہ کھول دیا تو وہ اپنی جگہ منجمد ہوگیا۔اور پھر اس نے ایک گہری سانس لی تھی جو جانے کب سے وہ روکے ہوئے تھا۔صفا مرجان کے بیڈ پر سمٹی سی لیٹی ہوئی تھی اور مرجان دوسری جانب سے اسکے سر پر ہاتھ رکھے دراز سا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔یاقوت اپنے بستر میں دبکا ہوا تھا۔اسکی ایک کتاب اسکے سینے پر رکھی ہوئی تھی۔شاید وہ ان دونوں کو کچھ پڑھ کر سنا رہا تھا۔

ا. اہیم نے ایک گہری سانس خارج کی اور پھر آگے بڑھ گیا۔اس نے مرجان کو سیدھا کر کے لٹادیا وہ گہری نیند میں تھا۔اور پھر اس نے صفا کو دیکھا وہ دوسری جانب کروٹ لئے ہوئے تھی۔ا. اہیم نے کندھے سے تھام کر اسکا رخ اپنی جانب کیا۔اسکا چہرہ مرجھایا ہوا تھا اور آنکھوں میں لگا ہلکا سا کاجل بھی اب اسکے رخساروں پر پھیلا ہوا تھا۔ہونٹ خشک تھے ان میں لکیریں پڑ چکی تھیں اور آنکھوں کے پپوٹے سوجھ چکے تھے۔

کیا وہ اسکو مضبوطی کے لیکچر دینے تھا؟ جو اتنی سی لڑائی پر، یوں کہو کہ اتنے سے آرگیومنٹ پر اپنی یہ حالت بنالے۔ا. اہیم نے خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔اس لڑکی نے ا. اہیم گورسی کو بے بس کردیا تھا۔وہ اس سختی نہیں کرسکتا تھا اس بات کا اندازہ اسکو بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔کچھ باتوں پر اسکا اختیار نہیں رہتا تھا۔وہ ان تھا عام انسان۔۔وہ بس ایک عام بشر تھا جو غلطیاں کرتا تھا۔

اسنے نرمی سے صفا کو اٹھایا اور اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔کمرے میں آدھیان سے اسکو لاکر بیڈ پر لٹادیا۔اسکا چہرہ ایک بار پھر سے دیکھا تو اسکا دل مٹھی میں آیا تھا۔دل نے پھر سے ایک سسکی لی تھی اور دماغ کی جانب بے بسی سے دیکھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہٹتا وہ اسکے کالر کو تھام گئی۔ا. اہیم وہیں جھک گیا۔اس نے دیکھا وہ نیند میں ہی تھی۔آنکھوں کے کنارے پھر سے نم ہونے لگے تھے ماتھے پر اضطراب کی شکنیں تھیں۔وہ یقیناً کچھ دیر پہلے بیتے لمحے ان خواب کی صورت میں دیکھ رہی تھی۔ا. اہیم نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔اور اسکا ہاتھ پکڑ کر الگ کیا۔اسی دوران اسکے ہاتھ پر گئی جہاں اسکی مخروطی انگلیوں پر خون جم چکا تھا۔یقیناً وہ کانچ اکٹھا کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ا. اہیم نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا تھا۔وہ لڑکی اب اس پر تشدد کر رہی تھی ایسا تشدد جو نہیں آرہا تھا ا. اہیم کے دل اور اسکی روح پر مٹنے والے نشان چھوڑ رہا تھا۔اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور اٹھ کر واپس آیا۔

وہ مرجان کے کمرے میں گیا لائٹ آف کی کمرے کا دروازہ بند کیا اور واپس اپنے کمرے میں آیا۔

اب وہ اسکے سرہانے افرٹاً کس لئے بیٹھا تھا۔نرمی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔اسکے ہاتھ کی انگلیوں پر جما ہوا خون صاف کیا۔اور وہاں بینڈیج لگا

دی۔فارغ ہوکراس نے .کس واپس رکھااوراپنا تکیہ اٹھا کرصوفے پ آ۔

مصر میں رات کی ت ریکی چھٹ رہی تھی اوردور کہیں سے اذان کی آوازیں آ رہی تھیں۔عینا نے کروٹ لی تو وہ وہاں نہیں تھا۔وہ یوں ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔اس نے اپنے .لوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنا یا اور یوں ہی بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔واش روم سے پ نی نے کی آواز آ رہی تھی۔

کچھ د یبعدوہ .ہر نکلا تو اپنے جبے میں ملبوس تھا۔وہ ا یہ نگاہ عینا پ ڈالتا آ کر آ ئ ے کے سامنے کھڑا ہوا۔اس نے اپنے کپڑوں کی ٰ د ہ شکنیں دور کیں۔اوراپنا پسند ہ کلون اٹھا یا۔کلون اسٹک سے اس نے وہ کلون اپنی پ اورکان کے پیچھے لگا یا۔پورے کمرے میں ا ی ٰ ۔ بہت ہی سحر انگیر مہک پھیل گئی تھی۔پھر اس نے اپنی گھڑی اٹھا کر پہنی۔یوں ہی اس نے کچھ اورز کا سامان کیا۔اور چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔

''کہیں جا رہے ہو؟''

''صبح بخیر۔''اس نے کہتے ہوئے عینا کی پشانی چھوئی تھی۔وہ سرشاری سے آنکھیں مو گئی۔

''میں ز پڑھ کر آ ۔۔''وہ اسکا گال تھپک کر .ہر نکل ۔ پیچھے اپنی محصور کن مہک کو چھوڑ کر۔جس میں عینا نے چند ا گہری سانسیں لیں۔اور پھر وہ بھی وضو کرنے چلی گئی۔

وہ امام کے پیچھے زادا کر رہا تھا۔اسکی ز میں خشوع وخضوع کی کبھی کمی نہیں ہوتی تھی۔سلام پھیرنے کے بعد اس نے ہمیشہ کی طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے لبوں نے کوئی بھی جملہ ادا کرنے سے انکار د ۔وہ اپنی اس عادت سے اب عا .آ رہا تھا۔وہ اب بے بس ہو رہا تھا وہ اللہ سے .تیں کر چاہتا تھا عین اسی وقت اسکے . مقفل ہو جا یا کرتے تھے۔وہ اللہ سے ڈھیروں .تیں کر چاہتا تھا۔وہ یوں ہی اپنی گود میں رکھے خالی خالی ہاتھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ زی ز پڑ کر اب واپس جا رہے تھے۔ امام نے مڑ کر د یکھا تو وہ اسی حا ت میں بیٹھا تھا۔وہ مسکرا کر اسکے پ س آ کر بیٹھ گئے۔

''کیسے ہو؟''انھوں نے دوستانہ ا ز میں اسکا احوال معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔

''ٹھ گار۔۔''وہ زخمی سا مسکرا ۔

'' مجھے تو ا ٰ دم دکھائی دے رہا ہے۔''امام نے فوراً کہا تھا۔حسن نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر د یکھا۔''ٹھ گار اور ٰ دم میں فرق ہو ت ہے۔سمجھ لو یا ا لکیر ہے۔۔''انھوں نے یوں ہی قالین پ ا لکیر کھینچی۔''. ت اس پ رہو۔۔گنہگار ہو۔۔کیو اس پ رروشنی نہیں پہنچ سکتی۔یہ ا ایسی غار ہے جس میں روشنی نہیں ہے۔یہ ا بے نور ٹ ھا ہے۔۔اوراس پ ر۔۔''کہتے انھوں نے مخالف سمت میں انگلی رکھی۔''اس پ رغار کا منہ ہے جہاں سے پتھر ہٹ چکا ہے جہاں اب روشنی آتی ہے۔سورج کی پ کیزہ روشنی۔یہ ا نور ہے جو دل کی ت ریکی کو ختم کر د یتا ہے۔اوراس دروازے کو،اس غار کے منہ کو ٰ امت کہتے ہیں۔''

حسن ٹ سا ت جا رہا تھا۔

'' یہ غار کا منہ بس ا ٰ امت ہے۔اَ تمہیں حقیقی روشنی د ٰ ہوگی تو تمہیں اس غار سے ٰ ہوگا۔ورنہ یہ ا ٰ ھیرا اجالا تمہیں لنگڑا کر دے گا۔اس لئے اس ٰ امت کو استعمال کرو اس میں ز یدہ وقت نہ رہو۔اس سے پہلے کہ سورج ڈوب جائے اور غار کا منہ بھی ت ریکی میں ڈوب جائے اس ٰ امت کے دروازے سے نکل جاؤ۔پ ر نکل جاؤ۔۔جہاں نور ہے جہاں روشنی ہے۔''

'' میں تو ٰ امت کا اظہار بھی نہیں کر پ ۔میرے پ س الفاظ جمع نہیں ہو پ تے۔''وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح مایوسی سے سر جھکا ۔امام مسکرا د یئے۔

''میں نے کہا ں کہ اس ٰ امت کی دہلیز پ ز یدہ د یقیام مت کرو اس سے پہلے کہ کوئی طوفان آ جائے اور پھر سے غار کے سامنے کوئی پتھر آ ن ے اور اسکا منہ بند ہو جائے۔یہاں سے نکل جاؤ روشنیوں کی جا ۔۔''

''الفاظ نہیں جمع ہو پ تے۔خود کو مفلوج پ ت ہوں۔۔''

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ جس نے تمہیں بنایا ہے تمہارے پور پور کو درد دیا کیا اور جو تمہیں مار دے گا اور پھر سے زندہ کرے گا۔اور تمہارے پور پور درد دے کر دے گا اسکو تمہارے الفاظ کی ضرورت ہے؟''

حسن نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''اوہ تمہارے پور پور سے واقف ہے تو تمہارے حلق میں اٹکے جانے والے آنسوؤں اور الفاظ سے بھی واقف ہے۔وہ جانتا ہے کیوں وہ علیم ہے۔۔وہ خبیر ہے۔۔اور وہ دیکھتا ہے۔یہ جو تم دیکھنے اور بولنے کی حسیں تمہارے پاس ہیں یہ اسی کی ہیں۔وہ تمہارا خالق ہے تو پھر کیونکر وہ تمہاری زبان کو، خاموشی کو، آنسوؤں کو سمجھ نہیں سکے گا۔؟'' وہ مسکرا رہے تھے اسکے چہرے پہ ایک دلآسا سی مسکان تھی۔حسن کے ماتھے پہ پڑے اضطراب کے بل ہٹ گئے۔

''فرض تمہیں جہنم سے بچا سکتا ہے عشق۔۔!!عشق تم پہ وہ وہ راز افشاں کر دے گا جو تم سوچ بھی نہیں سکتے۔۔'' وہ اسکا کندھا تھپک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ زخم پٹھ کروا کر واپس آیا تو وہ یوں ہی بیڈ پہ بیٹھی تھی۔اسکا چہرہ اترا ہوا تھا۔پھر سے آنسوؤں سے تر تھا۔اس نے کمرے میں قدم رکھا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ایک پل کے لئے ابراہیم نے ان سرمئی آنکھوں میں دیکھا جن کا نور اترا ہوا تھا۔پھر سے وہ چھین چکا تھا۔دل میں گھٹن سی ہوئی تھی۔آنکھوں میں جلن سی ہوئی تھی۔آنکھوں میں کنکر سے چبھے تھے۔وہ ضبط کا گھونٹ حلق سے اتارتا ہوا آگے بڑھا۔

وہ چینج کر کے آیا اب وہ ڈریس پینٹ اور سیاہ شرٹ میں ملبوس تھا۔وہ آ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور تیار ہونے لگا۔اس نے دفعتاً آئینے میں اسکا روٹھا سا سراپا دیکھا تو ایک پل کے لئے مسکراہٹ در کر رہ گئی۔وہ خفا تھی۔ابراہیم نے پرفیوم سپرے کیا اور اپنی گھڑی اٹھاتا ہر نکل گیا۔

صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔تو یعنی اب وہ منائے گا بھی نہیں؟ اس نے بے یقینی سے بند دروازے کو دیکھا۔وہ جا چکا تھا۔وہ واقعی جا چکا تھا۔پھر سے حلق میں درد اٹھا تھا اور نمکین پانی گالوں پہ بہہ گیا۔اس نے بے دردی سے اپنا چہرہ رگڑا۔اور اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

وہ تیار ہو کر نیچے آئی تو منال، اشتے کی ٹیبل لگا رہی تھیں۔آج قوت اور مرجان صبح صبح ہی تیار ہو کر ٹیبل پہ آ چکے تھے۔مرجان کے ساتھ دینا بیٹھی تھی جو کہ صبح ہی اس پہ پہنچ گئی تھی۔وہ سست قدموں سے چلتی ہوئی لاؤنج میں آئی چہرے کی رنگت ہنوز پھیکی سی تھی۔اس نے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھا تو لاؤنج خالی تھا۔ان لوگوں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔

''پیٹی لیڈی۔۔!! آپ اٹھ گئیں؟'' مرجان نے اسکو دیکھ کر قدرے فکرمندی سے کہا تھا۔منال نے مڑ کر دیکھا اسکے سنہری بالوں ڈھیلے سے جوڑے میں قید تھے اور دوپٹہ شانوں پہ پھیلا ہوا تھا۔ٹی پنک کلر کے ایک سادہ سے لان کے سوٹ میں ملبوس وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''صفا۔۔!! کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک ہے؟'' وہ پریشان سی چل کر اسکے پاس پہنچیں اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اسکی آنکھوں کے کٹوروں میں پھر سے پانی بھرنے لگا تھا۔

''منال۔!! کل رات پیٹی لیڈی بہت رو رہی تھیں۔میں اس روم میں گئی تو یہ رو رہی تھیں پھر میں اپنے روم میں لے گئی۔قوت نے ہم لوگوں کو ایک سٹوری سنائی اور پھر پیٹی لیڈی سو گئیں۔صبح دیکھا تو یہ کمرے میں نہیں تھیں۔آپ واپس گئیں تھیں؟'' مرجان نے کسی طوطے کی طرح سارا احوال بیان کر ڈالا۔منال کی آنکھیں پھیل گئیں انھوں نے بے یقینی سے صفا کو دیکھا جو کہ ایک بار پھر سے رو دینے کو تیار تھی اور پھر مڑ کر مرجان کو دیکھا۔جو کہ پریشان سا ان لوگوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

''صفا۔۔!! کیا ہوا بیٹا؟ کیا ٹھیک ہے؟'' منال نے اسکو پچکارا تو وہ اسکے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔وہ بھی دنگ رہ گئیں۔زلیخا کچن سے واپس آئی تو وہ بھی سوالیہ نظروں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگیں۔

''صفا۔۔کیا ہوا بیٹا؟'' منال کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔مرجان اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسکے پاس پہنچا۔اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ خود اب پریشان تھا۔

''آ۔۔وہ۔۔وہ۔۔انھوں نے۔۔'' وہ ہچکیوں میں بول رہی تھی۔''لڑائی کی۔۔'' وہ رو رہی تھی منال نے میں سر جھٹکا لگا کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔وہ اب

کسی بچے کی طرح ان سے لپٹی ہوئی شکا۔ ۔ لگا رہی تھی۔ منال نے اسکی پیٹھ تھپکی اور اسکا چہرہ سامنے کیا۔ آ صاف کئے۔

''کیا حال بنالیا ہے۔۔'' وہ افسوس سے کہہ رہی تھیں۔ صفا نے اپنی سرخ ہوتی ۔ک صاف کی۔ ''آ جانے دو میں خبر لوں گی۔۔''

صفا نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ اگلے ہی لمحے پھر سے آنکھوں میں آ اُمڈ آئے۔ اَ منال نے بھی اسکے کردار کو۔ نہیں نہیں۔ وہ مز۔ نہ سوچ سکی اور پھر سے ٹ ھال ہو کرا کندھے پ سر ٹکا گئی۔ وہ اسکو پ سکون کرتی رہیں۔ پھر کچھ د۔ بعد وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر ٹیبل ۔ لا ۔ اسکو بٹھا۔

''تم ۔ شتہ کرو۔۔ اسکو آ جانے دو آج۔۔'' وہ اسکو بٹھا کر اب اسکی پلیٹ میں آملیٹ نکال رہی تھیں صفا کے حلق سے کوئی نوالہ نہیں ا۔ سکتا تھا۔ وہ ایسے کیسے اس سے کوئی ۔ ت کیے بناء جا سکتا تھا؟ وہ کیسے اسکو منائے بناء سکون سے سو سکتا تھا۔ دل میں رہ رہ کر ہول اٹھ رہے تھے۔

''کہاں ہیں۔۔؟'' ۔ قوت نے صفا کی بکھری سی حا ۔ دیکھ کر منال سے پوچھا۔

''وہ اور تمہارے دادو آج کسی میٹنگ کے لئے گئے ہیں مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ کون سا کار۔ مہ کر کے جا رہا ہے ورنہ جانے سے پہلے ہی اسکی طبیعت صاف کر دیتی۔۔'' انھوں نے صفا کے ۔ لوں پ ہاتھ پھیرتے ہوئے خفگی سے کہا تھا۔

''آپ کیا۔۔ کو ڈانٹیں گی؟'' ۔ قوت نے کن ا ۔ ں سے منال کو دیکھا۔

''ظاہر سی ۔ ت ہے۔۔ میری بیٹی کی حا ۔ کیا کر دی ہے اس نے۔ اتنا رلا۔ ہے اسکو۔۔ میں چھوڑوں گی نہیں اسے۔۔''

''وہ میرے۔۔ ہیں دادو۔۔'' ۔ قوت کو اپنے ۔ پ کی شامت آئی تو اس نے ۔ ددلا۔ لازمی سمجھا۔

''پہلے وہ میرا ۔ ٹ ہے۔ اور اسکو لگام ڈالنا آ ۔ ہے مجھے۔'' وہ اب چائے پی رہی تھیں۔

'' ۔۔ کہتے ہیں کہ پیار سے سمجھا۔ چاہیے۔۔'' ۔ قوت نے ا۔ نگاہ صفا پ ڈالی جو کہ سرخ ۔ک سجائے خفگی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''میرا پیار ایسا ہی ہے۔۔ کان پکڑ کر سمجھاؤں گی۔''

منال بھی خوب انجوائے کر رہی تھیں۔ صفا سوں سوں کرتی ہوئی جوس کا گلاس بمشکل اٹھائے بیٹھی تھی اس نے دو تین گھو۔ ٹ مشکل سے پیے تھے۔

وسیع و عریض آفس میں اس وقت وہ کسی میٹنگ میں مصروف تھا۔ وہ اسکا میٹنگ روم تھا۔ ا۔ گھنٹہ سر پ نے کے بعد اس نے سکون سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی ۔ ڈیلیگیشن ۔ تو اس نے یوں ہی اپنی ریوالو۔ چیئر گھماتے ہوئے فون اٹھا۔ ا۔ نمبر ۔ کال جا رہی تھی فون نہیں اٹھا۔ جا رہا تھا۔ اس نے خجلت سے ا۔ ۔ر پھر سے نمبر ڈائل کیا۔

اس ۔ رکال اٹھا لی گئی تھی۔

''کیوں فون کیا ہے؟'' سخت کر۔ ۔ اور چبھتا ہوا لہجہ۔۔ ادھر بیٹھے حسن نے جیسے خود پ ضبط پ ۔ تھا۔

''سوری۔۔'' اسکے ۔ ہلے۔

مقابل کچھ پل کے لئے خاموش ہو ۔ تھا۔

''میں نے آج ۔ نہیں کہا ۔۔ کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' حسن نے پیپرو۔ ٹ کو ہتھیلی پ رکھا ہوا تھا۔ وہ ا۔ پ زم کی شکل کا تھا جس میں سے روشنیاں منعکس ہو رہی تھیں۔

جواب نہیں آ ۔ تھا۔ حسن نے منتظر تھا جواب نہیں آ ۔ تھا۔ وہ زخمی سا مسکرا د۔

''میں تمہیں کھونے سے ڈر۔ ہوں۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے جیسے اعتراف کیا تھا۔ ادھر اپنے آفس کی دیوار گیرو۔ ٹ و کے سامنے کھڑا ا۔ اہیم ا۔ لمحے کے لئے سا ۔ ہوا تھا۔ وہ اس چیز کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ ''ا۔ وقت تھا۔ ۔ میں نے بہت کچھ کھو د۔ تھا۔ اور پھر ایسے وقت میں مجھے تم ملے۔ جس کو کھونے سے میں ڈر۔ تھا اور وقت نے تمہیں مجھ سے چھین لیا۔۔'' اسکی آواز میں کرب تھا۔

''تم نے بھروسہ نہیں کیا تھا۔'' شربتی آنکھوں میں بھی ل آیا تھا۔

''تم نے بھی تو صفائی نہیں دی تھی۔'' اسکا دل چاہا تھا کہ کاش وہ صفائی دیتا ا۔ اہیم کبھی اپنی صفائی نہیں دے سکتا تھا۔ اَ وہ اپنی صفائی دے دیتا تو حسن حوریہ کو کھو دیتا۔ یوں وہ . ا۔ دوسرے کی خاطر ا۔ دوسرے سے ہی دور ہو چکے تھے۔

''جہاں بھروسہ ہو وہاں صفائیاں نہیں مانگی جاتیں۔'' ا۔ اہیم نے سر جھکا کر اپنے پیروں کو دیکھا تھا۔

''اسکو کوئی تکلیف نہ دینا۔'' حسن نے خود کو کہتے سنا۔ ا۔ اہیم کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور جبڑے تن گئے۔ پہلی محبت کسی آ۔ . کی طرح ہوتی ہے جو ا۔ ن کی روح کو جکڑ لیتی ہے اور اسکے دل کا خون پیتی رہتی ہے۔ ا۔ ن پھر اسی محبت سے، اسی آ۔ . سے جان چھڑوانے کے لئے وظیفے کرتا ہے، دعا مانگتا ہے اور ٹوٹکے کرتا ہے۔

''ا۔ . ر. ت سن لو، اپنی آنکھوں کے شعلے بعد میں جلا۔ ۔'' حسن اسکو بند آنکھوں سے ہی دیکھ پا رہا تھا۔

''بکواس بند کرو۔۔'' ا۔ اہیم غرا۔

''میں اسکی کوئی صفائی نہیں دے رہا کیو وہ تمہاری بیوی ہے۔ میں اپنی صفائی دینا چاہتا ہوں۔'' حسن نے . ت جاری رکھی۔ ا۔ اہیم نے کال کاٹنی چاہی نہیں کاٹ پا۔ ''میرے دل میں اب میری بیوی ہے اس لئے اب تم بھی مجھ سے . گمان ہو۔ چھوڑ دو۔ میں اپنی۔ امت سے ۔ چاہتا ہوں۔ میں نور کی طرف جا۔ چاہتا ہوں . . ۔ پچھتاوے گلے کی رسی بن کر میرا دم گھو ٹتے رہیں گے میں آگے نہیں. ڑھ پاؤں گا۔ اس لئے بھول جاؤ جو کچھ بھی ہوا ا۔ ی دکی طرح کسی. ے خواب کی طرح۔'' حسن نے التجا کی تھی۔ ا۔ اہیم نے سامنے دیکھا آفس میں معمول کا کام چل رہا تھا۔ ہر کوئی اپنے کام میں مگن تھا۔ وہ لوگ اپنے گھر مسائل کو گھر کی دہلیز پہ چھوڑ چھاڑ کر اس وقت اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

''مجھے اس پہ بھروسہ ہے۔ خود سے بھی زیادہ۔۔'' ا۔ اہیم نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔

''جانتا ہوں۔'' حسن نے تشکر کا سانس لیا تھا۔

''تمہیں اسکی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میں زندہ ہوں اسکے لئے۔'' ا۔ اہیم نے تنے جبڑے لئے ہی کہا تھا۔

''جانتا ہوں۔ اسکو سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ بس پریشان تھی۔'' حسن نے صفا کی سفارش کرنی چاہی۔

''مجھے کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔'' ا۔ اہیم کا لہجہ پھر سے کرخت ہوا تھا۔ وہ اور حسن لاکھا ا۔ دوسرے کو گلے لگا ت، اپنی رنجشیں بھلا دیتے . . . ت صفا کی آتی تو ا۔ تناؤ سا بڑھ جا تھا۔ جو کہ قدرتی تھا۔ اور اس تناؤ کی اپنی خوبصورتی تھی۔

''جانتا ہوں۔۔ بس میں نہیں چاہتا کہ اسکی کسی تکلیف کی وجہ میں بنوں۔۔'' حسن نے سر جھکا لیا۔

''اور تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں اسکو تمہاری وجہ سے کوئی تکلیف دوں گا؟'' ا۔ اہیم کے لہجے میں حقارت تھی۔ حسن مسکراہٹ د. کر رہ ۔ وہ اسکی تذلیل دل کھول کر کیا کرتا تھا۔ حسن نے سر جھٹکا۔

''خیر۔۔!! امید ہے کہ میری وجہ سے مزید کوئی. مرگی پیدا نہیں ہوگی۔'' حسن نے مزید بے عزتی سہنے کی بجائے فون بند کرنا ہی منا . سمجھا تھا۔ اس نے فون ٹیبل پہ پٹخا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا ۔

ا۔ اہیم نے فون بند کر کے پینٹ کی . . میں ہی رکھا۔ وہ مڑنے لگا کہ پھر سے فون پر کَ ہوئی ا۔ اہیم نے فون نکال کر دیکھا تو لبوں کو ا۔ مبہم سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

وہ کچھ دیر تو مسکرا کر سکرین کو دیکھتا رہا۔ پھر کال اٹینڈ کر کے کرسی پہ جا بیٹھا۔

''جی؟'' اس نے روکھے سوکھے لہجے میں کہا تھا۔ صفا جو لاؤنج میں بیٹھی تھی اس نے بے چارگی سے منال کو دیکھا جو کہ اسی کی جا . دیکھ رہی تھیں۔ اسکی آنکھیں ڈ. ٹ . گئیں۔

''ادھر لاؤ۔۔'' منال نے فون پکڑ لیا۔

''کہاں ہو؟'' وہ سختی سے بولیں۔

''آفس۔۔کیوں؟''

''گھر ۔ آؤ گے؟''

''رات کو۔۔کے ساتھ ہی۔'' وہ مختصر جواب دے رہا تھا۔منال نے دن موڑ کر صفا کو دیکھا وہ انہی کی جا۔ دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے پھر صفا ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی ہے۔'' انھوں نے پسکون سے لہجے میں پینترا پھینکا تھا۔

''کہاں؟'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔لیپ ٹپ آن کیا۔

''سعدیہ اور زریب آئے تھے ولیمے کی دعوت دینے۔''

''وہ تو سوں ہے۔'' اسکے ماتھے پہ شکنیں امڈ آ ۔منال مدھم سا مسکرا وہ اسکے لہجے کی سختی کو محسوس کر رہی تھیں۔

''تو کیا۔۔؟ ۔یجہ نے بلوایہ ہے کچھ تیاریں کرنی ہیں۔''

صفا اب اپنی ا ۔یں مروڑ رہی تھی جہاں ابھی۔ بینڈیج لگی ہوئی تھی۔منال مسکرا دیں یقیناً اب ا۔ اہیم انکار کر دیتا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ پسکون سے لہجے میں بولا منال کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہیں صفا نے الجھ کر ا ۔ات دیکھے۔وہ اب لیپ ٹپ پہ کچھ ٹ پ کر رہا تھا۔

''وہ دو دن بعد آئے گی۔'' منال نے اضافہ کیا۔یقیناً اب وہ انکار کر دیتا۔

''ٹھیک ہے۔۔'' وہ مختصر جواب دیتا ان کو مزید حیران کر ۔ تھا۔منال نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تم.....تم۔۔ایسا کیسے کر ۔ ہو؟'' آ ۔ کار وہ پھٹ پڑیں۔

''کیسا؟'' اسکے اطمینان میں کمی نہیں آئی تھی۔

''تم نے اسکے ساتھ لڑائی کی ہے اور اسکو روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔تم اتنے بے حس کیسے ہو ۔ ہو؟'' وہ ٹپ کر رہ گئیں۔صفا سر جھکا گئی آنکھیں پھر سے نم تھیں۔

جانے کیوں ۔ رر۔ آ رہا تھا۔دل میں ہول سے اٹھ رہے تھے۔ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی دل کا خون نچوڑ رہا ہو اور ہر ۔ رتے لمحے کے ساتھ اسکی دھڑ مدھم پڑتی جا رہی ہوں اور وہ ہر لمحہ موت کے قری۔ جا رہی ہو۔

''جو بیٹھ کر آپکو میری شکایتیں لگا رہی ہے اس سے وجہ بھی پوچھ لینی تھی۔''

منال نے دن موڑ کر صفا کو دیکھا۔فون سپیکر سے آنے والی آواز وہ یقیناً سن چکی تھی۔صفا کا حلق خشک ہوا اس نے نم آنکھیں لئے ہی میں سر ہلا دی۔

''مجھے اس پہ یقین ہے یقیناً تم نے ہی بلاوجہ ڈا ہوگا۔'' منال نے ہاتھ ۔ٹھا کر صفا کے آ صاف کئے وہ مزید رونے لگی تھی۔

''میں پاگل ہوں کیا جو بلاوجہ ڈا ں گا۔۔''

''ا۔ اہیم۔۔!!'' منال کو غصہ آ ۔ تھا۔

''مجھے ا ۔ میٹنگ میں جانا ہے اگر آپکی تفتیش ختم ہو گئی ہو تو جاؤں؟''

منال اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔وہ فون بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا ۔۔

اب لیپ ٹپ سکرین پہ لاؤنج کا منظر دیکھا جا سکتا تھا جہاں صفا منال کی گود میں چہرہ چھپائے ا ۔ رپھر سے رو رہی تھی۔ا۔ اہیم نے دونوں ہاتھ دن کے پیچھے ٹکائے اور اب وہ ۔ کاٹتے ہوئے اسکو دیکھتا رہا۔آنکھوں میں رنج واضح تھا۔وہ سرمئی آنکھیں اسکی وجہ سے ٹوٹ کر۔ س رہی تھیں اور وہ کچھ نہیں کر رہا تھا۔

''تمہیں سمجھنا ہوگا صفا۔۔!'' اسکے ۔ ہلے تھے۔وہ سامنے سکرین کو دیکھے جا رہا تھا۔اسکا دل ٹ رہا تھا۔اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ ا ۔ لمحہ ضائع کئے بنا وہاں پہنچ جائے اور اسکو اپنی آغوش میں محفوظ بنا لے۔وہ اسکی آنکھوں سے بہتی آ ۔ رکو اپنے لبوں سے پی کر خشک کر دے۔ وہ بے بسی سے بیٹھا رہا۔

''یہ ضروری ہے۔تمہیں سمجھنا ہوگا صفا۔تمہیں اپنا خول توڑ ۔ ہوگا۔تمہیں اس خول سے ۔ ہر ۔ ہوگا۔یہ خوف کا۔ تمہیں اپنے ہاتھوں سے توڑ ۔ ہوگا پھر چاہے اس میں

تمہاری ا ٓ یں لہولہان کیوں نہ ہو جا ۓ ۔''

نہ جانے وہ کیوں اتنا سخت ہو رہا تھا وہ تو اسکے لئے ٔ م دل تھا پھر کیوں وہ پتھر ہو رہا تھا۔ وہ تو اسکے لئے مہر ن تھا پھر کیوں اس طرح کٹھور ہو رہا تھا۔ وہ کیوں اپنے ہی ل میں اضافہ کر رہا تھا۔ کیو ان سرمئی آنکھوں کا مجرم بن کر وہ ہمیشہ پچھتا یے اسکے ل میں اسکے رنج میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس لئے وہ اسکو نہیں خود کو اذ ۔ دے رہا تھا وہ اپنا دامن لہولہان کر رہا تھا۔ وہ اس نقصان کی بھر پ ئی کیسے کر پ ئے گا وہ نہیں جا تھا اس وقت اسکو یہی صحیح لگ رہا تھا۔

'' پ یٹی لیڈی ۔۔!! پ یٹی لیڈی ۔۔!!'' وہ ہمیشہ کی طرح اسکو پکار ۃ ہوا گھر میں داخل ہوا تھا پیچھے ہی یقوت اپنا بیگ اٹھائے آ رہا تھا۔

'' پ یٹی لیڈی ۔۔!!'' وہ پہلے ہی اسکی وجہ سے پ یشان تھا اب اسکو یوں گھر میں ٔ پ کر وہ بے چین ہوا تھا۔ وہ لاؤنج میں صوفے پ بیگ پٹختا سیڑھیاں پ ڑھ َ ۔ اسکے کمرے کا دروازہ ٔ ک کیا کوئی جواب نہ ۔ پھر اس نے کمرے کا دروازہ کھول د ۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے سارا کمرہ چھان مارا وہ وہاں نہیں تھی۔ مرجان نے اپنا کمرہ دیکھا وہ بھی خالی تھا۔ پھر وہ اپنے پورشن سے نکلا اور دوسری جا ٔ ۔ َ جہاں منال کا کمرہ تھا۔ وہ منال کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے دروازے پ دستک دی۔ اجازت ملنے پ وہ ا ٔ ر َ ۔ اسکے ماتھے پ پسینے کے ۔ ش ل چپکے ہوئے تھے۔ اور اسکی سانس پھولی ہوئی تھی۔ سامنے منال دینا کو بیڈ پ ہی سلا رہی تھیں۔ اسکو دیکھا تو آواز دھیمی ر ٔ کا اشارہ کیا۔ مرجان بوکھلا یسا ادھر ادھر دیکھتا ا پ س پہنچا۔

'' پ یٹی لیڈی کہاں ہیں؟'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا۔

منال نے جواب نہیں د ۔ انھوں نے ا ۔ دینا کو دیکھا اور پھر مرجان کا ہاتھ تھام کر ۔ ہر نکل آ وہ اسکا ہاتھ پکڑے سیڑھیاں ا ۔ رہی تھیں وہ مسلسل ان سے پوچھے جا رہا تھا۔ لاؤنج میں پہنچیں تو مرجان نے انکا ہاتھ چھوڑا اب وہ سخت بے چین ہو چکا تھا۔

'' وہ ٔ یجہ کی طرف گئی ہے۔'' منال کہتیں کچن کی جا ٔ ۔ ٹھ گئیں اور ان دونوں کے لئے جوس نکالنے لگیں۔

'' واٹ؟ کیوں؟ اور مجھے بتا کر بھی نہیں گئیں؟ ۔ آ گی؟'' وہ سوالوں کی بوچھاڑ کر ۃ ہوا پ س ہی پہنچ چکا تھا۔ منال نے ا ۔ سر جھٹکا اور اسکو گلاس تھما ۔ اور ا ۔ گلاس پکڑے لاؤنج میں آ گئیں۔ انھوں نے یقوت کو گلاس د ۔ وہ بھی الجھا سا ا جا ٔ ۔ دیکھ رہا تھا۔

'' سانس لے لو لڑکے ۔۔'' منال نے مرجان کو گھورا۔ وہ گلاس ٹیبل پ رکھ کر اب ا جا ٔ ۔ سوالیہ ا ٔ از میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔

'' آپکو پتہ ہے ٔ ن کی ا طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور ۔۔ بھی ان سے ٔ راض تھے پھر بھی آپ نے ا بھیج دی ۔۔ مز ٔ راض ہو جا گے۔'' وہ اب منہ پھلا َ ۔ تھا۔

'' تمہارے ۔۔ کی مرضی سے ہی گئی ہے۔ اور تم اب ز ۔ دہ اسکے ۔ پ نہ بنو۔ جا کر فریش ہو جاؤ میں کھا ٔ لگاتی ہوں۔ ا ۔ تو زلیخا پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔'' وہ اسکو ڈپٹ کچن میں چلی گئیں۔ مرجان نے ہو ں کی طرح یقوت کو دیکھا۔ یقوت کندھے اچکا َ ۔ کہ اب اس میں وہ بھلا کیا کر سکتا تھا۔ مرجان پ ؤں پٹختا سیڑھیاں پ ڑھ َ ۔

'' کیا ہوا ہے میری بیٹی؟'' وہ ۔ سے آئی تھی ٔ یجہ کی گود میں سر رکھے بس روئے جا رہی تھی۔ اس وقت وہ دونوں صفا کے کمرے میں ہی تھیں۔ اور ٔ یجہ اسکے ۔ لوں میں ا ٔ ں رہی تھیں انھوں نے بمشکل اسکو دونوالے کھلائے تھے۔

'' انھوں نے اس ۔ ر مجھے روکا بھی نہیں۔'' وہ سوں سوں کرتی بولی۔

'' کیونکہ وہ جا ہے کہ تمہارا دل ہمارے لئے اداس ہو گا۔ ا ۔ اچھا شوہر تو وہی ہو ۃ ہے ٔ ن جو اپنی بیوی کو اسکے ماں ۔ پ سے ملنے پ روک ٹوک نہ لگائے۔'' ا اسکی بے منطق ۔ تیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔

'' وہ ٔ راض ہیں مجھ سے ۔۔'' وہ سسکی۔

'' کیوں ٔ راض ہے؟''

صفا خاموش ہو گئی۔ اسکے پ س ہر ۔ ت کا جواب تھا بس اسی ۔ ت کا جواب نہیں تھا۔ وہ اب کیا کہتی کہ اس نے ا ۔ اہیم کے دشمن کو فون کیا تھا اس ا ن کو جس نے صفا کو

اغواء کیا تھا۔یقیناً یہ جواب سن کر وہ . اسی کو قصوروار ٹھہراتے۔وہ اس. ت پہ خاموش ہو جاتی تھی۔اور بس روئے جا رہی تھی۔

''صفا۔۔!!ایسے آدھی ادھوری. ت بتاؤ گی تو میں کیسے مدد کروں گی؟تم پوری. ت کیوں نہیں بتاتی؟'' یحیہ نے بے چینی سے اسکا چہرہ دیکھا تھا جو کہ مرجھا چکا تھا۔

''میں نہیں بتا سکتی.....'' وہ آ پونچھ گئی۔ یحیا ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔کچھ دیَ ری تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا خیام قریشی حیرت زدہ سے کھڑے تھے۔

صفا نے چو. کر دیکھا تو فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی اس نے اپنے آ صاف کئے اور سر پہ دوپٹہ لیا۔وہ چلتے ہوئے آئے اور اسکے پ س آ کر بیٹھ گئے۔

''السلام علیکم..۔۔''وہ منمنائی۔

''وعلیکم السلام۔۔!کیسی ہے میری بیٹی؟''انھوں نے اسکے سر پ د ۔ شفقت رکھا تھا۔

''ٹھیک ہوں..۔۔''اسکی آواز اسی کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔

''پ یشان کیوں ہو؟''انھوں نے پوچھا تو صفا نے بے بسی سے چہرہ اٹھا کر ا دیکھا وہ شفقت سے اسی کو دیکھ رہے تھے۔اس نگاہ کے لئے صفا ت س کر رہ گئی تھی۔یہ وہی نگاہ تھی جو زاو یر کی موت سے پہلے ہوا کرتی تھی. وہ اپنے.. کی بیٹی ہوا کرتی تھی نہ کہ ا. اہیم کی بیوی۔۔!

وہ بے بسی سے سرا یہ جا. َ اگئی۔آ ا یہ. رپھر سے اُمڈ آئے تھے خیام صا . نے پ یشانی سے. یحیہ کو دیکھا وہ َ دن ا یہ جا. َ اگئیں یعنی وہ بھی کچھ نہیں جا تھیں۔

''کیا ہوَ یہ ہے میرے .یٹ کو؟''انھوں نے شفقت سے پچکارا تو صفا نے انکا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا لیا۔

''..۔!!''وہ ہچکیوں میں رو دی تھی۔

''صفا۔۔!!''وہ پ یشان ہوئے۔

''..۔۔!!میں۔۔میں۔۔. کردار نہیں ہوں۔۔''وہ اپنے. پ کے سامنے بکھر گئی تھی۔وہ اپنی ماں سے اپنی. ت چھپانے میں کامیاب ٹھہری تھی اپنے. پ کی آنکھوں میں محبت اور شفقت دیکھ کر وہ خود پ قابو نہ رکھ پ ئی تھی۔

اسکے الفاظ پ خیام قریشی کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ کیسی. ت کر رہی تھی۔ یحیہ نے بے چینی سے پہلو. لا اور اسکی جا. دیکھا۔

''میں بس پ یشان تھی۔میں۔۔میں۔۔َ ہ گار نہیں ہوں۔۔میں۔۔میں ایسی نہیں ہوں۔میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں، کسی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔''وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔اور ہچکیوں میں اپنی آدھی ادھوری. ت بتا رہی تھی۔

''صفا۔۔صفا۔۔!!ادھر دیکھو.یٹ۔۔''خیام قریشی نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔اسکے آ پونچھے۔صفا کے دل سے کسی حد بوجھ ا چکا تھا۔''مجھے اپنی بیٹی پ پورا یقین ہے۔میں اپنی بیٹی پ بھروسہ کر ہوں۔کس نے الزام لگا یہ ہے تم پ۔۔میں اسکی جان لے لوں گا۔''وہ مضبوط لہجے میں بولے تھے۔صفا نے میں سر ہلا یہ۔

''الزام نہیں لگا ۔۔''

'' کیا؟''وہ بے چین تھے۔

'' ۔۔وہ۔۔وہ غلط سمجھ رہے ہیں۔مجھے لگتا ہے کہ وہ یہی سمجھ رہے ہیں۔..۔۔۔..۔۔میں مر جاؤں گی۔۔''وہ ٹ پ کر بولی۔۔ یحیہ نے اسکو اپنی آغوش میں چھپا لیا۔

''آپ. ت کریں سفیان صا . سے۔۔آ کیا ہوا ہے؟'' یحیہ نے خیام کی جا. دیکھا۔ا آنکھیں ضبط کے مارے لال ہو رہی تھیں۔وہ ا یہ. رپھر سے سسک رہی تھی۔خیام صا . مٹھیاں بھینچے اٹھ کھڑے ہوئے۔وہ کمرے سے نکل گئے تھے۔

''بس میرا بچہ۔۔!!رو. بند کرو۔۔یقیناً اسکو کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی اور دیکھنا یہ دور ہو جائے گی۔''وہ اسکو پچکار رہی تھیں۔

''امی۔۔!!مجھے لگ رہا ہے کہ میرا دل بند ہو رہا ہے۔مجھے سانس نہیں آ رہی امی۔۔''وہ اکھڑتی سا ں کے ت بولی تو یحیہ کا رَ فق ہوا۔

''صفا۔۔!!ادھر دیکھو۔۔''انھوں نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔اسکا چہرہ زرد پ ّ جا رہا تھا۔''تم اتنی کمزور کیوں ہو صفا۔؟ کیوں تم کچھ بھی. داش نہیں کر تی۔یہ چھوٹی

سی ۔ت ۔۔''انھوں نے اسکی آنکھوں کی پ ۔یں سا ۔ ہوتے دیکھیں تو اپنی ۔ت ادھوری چھوڑ کر اسکی دراز سے میڈیسن نکالی اور جلدی سے اسکو دوا کھلا دی ۔۔وہ اب اسکو پھر سے اپنی گود میں چھپائے بیٹھی تھیں ۔وہ کچھ ہی د ۔یں گہری نیند سو چکی تھی ۔

شام ہو رہی تھی ۔وہ آفس کے میٹنگ روم سے نکلا تو ۔ہر ہی سفیان گورسی کھڑے تھے وہ شا ۔اسی کے منتظر تھے ۔

''کیا ہوا؟'' وہ چلتا ہوا ا پس آ ۔۔

''آج آفس کی ۔دکیسے آ گئی؟'' انھوں نے آنکھیں سکیڑیں ۔وہ لوگ راہداری میں کھڑے تھے ۔ا ۔اہیم نے ادھر ادھر دیکھا ۔ کچھ اپنے معمول پ ۔تھا ۔

''آپ ہی کہتے ہیں کہ مجھے آپکا ۔زو ۔: چاہیے ۔'' وہ کندھے اچکا ۔ ۔

''اور یہ ۔زو آج ہی کیوں حر ۔ ۔کر رہا ہے اس سے پہلے تو اسکو فالج پ ۔ار ہتا تھا ۔'' وہ مٹھیاں بھینچ گئے ۔

''کم آن ۔۔!! میری پ ۔شک نہ کریں ۔آپکی پ ۔اپ ٹی میری ہی ہے اس لئے کہیں کچھ ٹ ۔نہیں کروں گا ۔'' وہ کمال بے زی سے بولتا ا مزی تپا ۔ ۔تھا ۔

''صفا سے کس ۔ت پ ۔لڑائی کی ہے؟''

ا ۔اہیم کچھ پل ا جا ۔ دیکھے ۔ ۔پھر اس نے دن ا ۔ جا ۔ ۔ ائی ۔

''کبھی میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ماما سے لڑائی کیوں کی؟''

''ا ۔اہیم ۔۔!!'' اب کی ۔ت ا آواز بلند ہوئی تھی ۔کام کرتے ہوئے ورکرز متوجہ ہوئے تھے ۔انھوں نے مڑ کر دیکھا تو ۔ لوگ اپنے اپنے کام میں لگ گئے ۔وہ ۔پ ۔ٹ پھر سے آمنے سامنے تھے کوئی بھی مداخلت کر کے اپنی جان کا عذاب مول نہیں لے سکتا تھا ۔

''کمال ہے ۔ر ۔۔!!! اس نے سارے خا ۔ان کو میری شکایتیں لگا دی ہیں ۔'' ا ۔اہیم نے بے چارگی سے اپنے ۔پ کو دیکھا ۔

''تم ۔۔'' انھوں نے انگلی کھڑی کی ۔وہ کبھی کبھی بہت ڈھیٹ ش ۔ ۔ہوتا تھا ۔ا شک ہوتا تھا کہ کیا یہ انکا ہی ۔ٹ ہے ۔ مصر سے کوئی اور ہی واپس آ ۔ہے کیو مصر جانے سے پہلے وہ ایسا نہیں تھا ۔''تم جاؤ ۔۔اور اس بچی کو لے کر آؤ ۔۔جو بھی معا ت ہیں ا طے کرو ۔۔اور اس ۔مزگی کو ختم کرو ۔۔''

''وہ ولیمے کے لئے گئی ہے انجوائے کرنے دیں ۔'' وہ بے زی سے کہہ ۔ سفیان اسکا منہ دیکھ کر رہ گئے ۔

''وہ وہاں رو رہی ہے ۔۔اور تم انجوائے کرنے کی ۔تیں کر رہے ہو ۔۔'' وہ ت ۔خ کر بولے تھے ۔

''تو کس نے کہا ہے رونے کو؟ میں نے تو کچھ ایسا ویسا نہیں کہا ۔اسکو چاہیے کہ شادی پ ۔گئی ہے شادی انجوائے کرے ۔۔''

''ا ۔اہیم ۔۔!!''

''ا کچھ اور نہیں کہنا تو میں جاؤں ا ۔ کلا ۔ٹ سے ملنا ہے ۔۔'' وہ گھڑی پ ۔وقت دیکھتا ڈھٹائی سے بولا تھا ۔سفیان گورسی اسکا منہ دیکھ کر رہ گئے ۔

''بھول گئے ۔ ۔وہ ز ۔ گی موت کی کشمکش میں تھی کیسے ت ۔پ رہے تھے تم ۔۔؟ اور اب اس طرح سفاک بنے ہوئے ہو ۔۔'' انھوں نے اسکو یاد دلانے کی کوشش کی تھی ۔

ا ۔اہیم کے جبڑے ۔ہم پیو ۔ ہوئے حلق میں کا سے اگ آئے ۔اس نے ضبط کا گھو ۔ٹ حلق سے ا ۔ارا ۔

''وہ ۔ ۔بیمار تھی ز ۔ گی موت کی کشمکش میں تھی میں نے صرف اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا ۔تھا ۔میں نے اللہ پ ۔بھروسہ کیا تھا اور اسکی واپسی کا انتظار کیا تھا ۔میں کسی بشر کے قدموں میں نہیں ر ۔ ۔تھا جا کر ۔'' اسکی آنکھوں میں کچھ در آ ۔تھا جس کا ا ۔ازہ سفیان گورسی کے لئے لگا ۔مشکل تھا ۔

''ہوا کیا ہے بتا ۔پسند کرو گے؟'' وہ اب کی ۔رقدرے ن ۔می سے بولے تھے ۔ا ۔اہیم نے میں سر جھٹکا ۔اور ا کندھے پ ۔ہاتھ رکھا ۔

''آپ پ ۔یشان نہ ہوں ۔میں اسکو کبھی ایسی تکلیف نہیں دوں گا جو اسکی ۔داش ۔ ۔سے ۔ہر ہو ۔ ۔۔ اسکو سمجھنا چاہیے کہ ز ۔ گی نہ تو شوہر کی محبت کی طرح ہوتی ہے اور نہ ہی ماں کی مامتا کی طرح ہوتی ہے ۔یہ ز ۔ گی بہت ظالم ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں ہر وقت اذ ۔ ۔کا کوڑا موجود رہتا ہے ۔ا وہ یوں ہی فر ئل رہے گی تو وقت کی ا ۔

ضرب بھی. داشتہ نہیں کر پائے گی۔'' وہ ان سے کہتا وہاں رکا نہیں تھا۔سفیان صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے۔

شام کے سرمئی سائے پھیلتے جا رہے تھے۔مصر کی ریت ٹھنڈی ہو رہی تھی۔اب ہوا میں کچھ خنکی سی تھی کچھ دن پہلے سے بارشیں ہو رہی تھیں جن کے باعث شام کے وقت اکثر ٹھنڈی ہوا چلتی اور موسم خوشگوار ہو جایا کرتا تھا۔

کرداوی مینشن کے ٹیرس پر وہائٹ پلم کلر کا گاؤن ٹائپ ڈریس پہنے ہوئے تھی ساتھ ہم رنگ سکارف اوڑھے وہ ریلنگ کو تھامے نیچے لان کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں سلویٰ اور یوسف ایفٹ بال کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

کتنے ہی لمحے سے آنکھوں کے سامنے سے ہو کر گزر رہے تھے۔وہ بچے کس قدر گھٹن زدہ ماحول میں جی رہے تھے وہ لوگ بھوک پیاس. داشتہ کر رہے تھے وہ اکیلے نہیں تھے۔جانے کتنے ہی ایسے بچے تھے جو اس حالت میں ان سے بھی ابتر حالت میں موجود تھے انسانی حقوق کے نام نہاد علم. داروں کو حالت تو دکھائی نہیں دیتی تھی پھر وہ لوگ جان بوجھ کر اندھے گونگے بہرے ہو چکے تھے دلوں پر مہریں لگ چکی تھیں۔اغزہ میں بھوک پیاس کے بلکتے ہوئے بچے نہیں آ رہے تھے کسی ندی میں ڈوبتا ہوا کتا بہت جلدی آ جایا کرتا تھا جس کو بچانے کے لئے منٹوں میں ہی ہیومی مشنری پہنچ جایا کرتی تھی۔

اور اس کتے کو بچا کو وہ لوگ اکا جھومر بڑی شان سے اپنے ماتھے پر سجا لیا کرتے تھے۔اور ہم لوگ بھی داد دیے بنا نہیں رہتے تھے کہ دیکھو کیسے لوگ ہیں جن کی میں ایک جانور کی اتنی اہمیت ہے۔ کیا میں انسانوں کی، خاص کر مسلمانوں کے بچوں کی بھی اہمیت ہے؟ یہ ایک سوال تھا جس سے ہر عہدار نگاہ پر اجایا کرتا تھا۔کسی کتے کو بچانا کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کا اعلیٰ درجہ ہے صرف اپنے مطلب کے کے معیار تخلیق کرنا غلط ہے۔!

گیٹ کھلا تو اسکی گاڑی پورچ میں آ کر رکی۔وہ اپنے کوٹ کے بٹن کھولتا ہوا نکلا۔ڈرائیور گاڑی پارک کر رہا تھا۔اسکی نگاہ سلویٰ اور یوسف پر گئی تو وہ گہرا مسکرا دیا۔اور ادھر ٹیرس پر کھڑی عینا بھی کھل کر مسکرائی تھی۔

یوسف نے فٹبال حسن کی جانب اچھالا جس کو اس نے ایک پاؤں سے ہی روک لیا۔اب وہ اسی فٹبال سے اپنے جوہر دکھا رہا تھا اور سلویٰ اور حسن اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اسکی مہارت دیکھ رہے تھے۔وہ یوں ہی فٹبال کو اپنے دونوں پیروں کے بیچ گھما رہا اور یوسف اور سلویٰ کو چیلنج کیا کہ وہ آ کر اس سے فٹبال لے کر دکھا ئے۔وہ دونوں آگے بڑھے۔انھوں نے اپنی جان لگا دی حسن کی دسترس سے فٹبال پیچھے ممکن دکھائی دیتا تھا۔سلویٰ پاؤں پٹخ کر رہ گئی۔حسن ہنس دیا۔اس نے فٹبال یوں ہی دونوں پیروں کی مدد سے اچھالا اور اسکو اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔

اب وہ اس فٹبال کو اپنی شہادت کی انگلی پر گول گول گھما رہا تھا۔وہ دونوں شاک کے عالم میں اسکو دیکھ رہے تھے۔عینا اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہنستی جا رہی تھی۔وہ رہ بہت خوبصورت تھا زندگی سے بھرپور! چلو دو بچے ہی سہی۔۔ایک ہی زندگی بچ گئی۔وہ اس پر مطمئن ہو گئی۔

سلویٰ خفا سی پاؤں پٹخ کے کھڑی ہو گئی تھی اور یوسف اچھل اچھل کر وہ فٹبال پانے کی کوشش کر رہا تھا۔حسن نے فٹبال کو انگلی پر گھماتے گھماتے ہی سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک پل کے لئے ٹھٹک گیا۔پھر وہ گہرا مسکرا دیا۔عینا مسکرا کر اسکو دیکھ رہی تھی۔وہ اتنی مگن تھی حسن کی نگاہیں بھی خود پر محسوس نہ کر پائی۔وہ بس سرشار سی ان کو دیکھ رہی تھی۔حسن نے مسکرا کر فٹبال ان دونوں کے حوالے کیا اور چپکے سے وہاں سے نکل گیا۔عینا بس یوں ہی دیکھے جا رہی تھی۔کچھ دیر بعد اسکو احساس ہوا کہ وہ وہاں نہیں تھا۔وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی۔تو لان میں ایک بار پھر سے سلویٰ اور یوسف کھیل رہے تھے۔اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ وہاں نہیں تھا۔

وہ یوں ہی الجھی سی مڑنے لگی ایک جانی پہچانی سے مہک نے اسکو آن گھیرا تھا۔عینا وہیں جم گئی۔

وہ چلتا ہوا اسکے قریب آ عینا کی اسکی جانب پشت تھی۔وہ مسکرا کر آگے بڑھا اور ریلنگ پر رکھے عینا کے دونوں ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔وہ وہیں قید ہو گئی۔اور وہ یوں ہی جھک کر اسکے سر کا بوسہ لینے لگا۔

''ح۔۔حسن۔۔!!'' وہ جھینپ گئی۔

''ہمم۔۔''

''آ گئے تم؟''اس نے تھوک نگلا۔

''ہاں۔۔آ ۔ تمہارے پ س۔۔'' کہتے اس نے عینا کا رخ اپنی جا ۔ موڑا۔وہ نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔حسن نے ا انگلی سے اسکی تھوڑی کو ذرا سا او کیا۔

''میری منتظر تھی؟''وہ شوخ سے لہجے میں بولا۔عینا کے عارض سرخ ہوئے۔۔

''کس نے کہا؟''وہ مسکرا ہٹ د گئی۔۔

''اس نے۔۔'' کہتے اس نے عینا کے عارض کو چھوا۔''ان کی سرخی بتا رہی ہے کہ تم جس کی منتظر تھی وہ تمہارے پ س آ ۔ ہے۔''وہ اسکو بے بس کر رہا تھا۔

''۔۔ ۔۔تم۔۔خوش فہمیاں پ لتے ہو۔۔''عینا نے اسکے ۔ پ ہاتھ رکھ کر اسکو دھکیل دی۔

''ظاہر ہے ڈ ی آف خوش فہمیا لو جی ہے میرے پ س۔۔''وہ دن ٹ ا ۔عینا منہ پ ہاتھ رکھے ہنس دی۔۔وہ ہنستی جا رہی تھی۔ا ۔ دسی آ کر کسی جھو کی ما ٹکرائی تھی۔

وہ مبہوت سا اسکو دیکھے ۔اور پھر جا کو یوں ہی وہاں رکھے ا صوفے پ بیٹھ ۔ٹیرس کی ت کی بھی قابل د ہی تھی۔وہاں ۔ ن کے لئے لگژری صوفے رکھے ہوئے تھے کچھ کرسیاں اور چھت پ مصنوعی گھاس بچھائی گئی تھی۔اور گملوں میں ب ڑے ب ڑے پودے رکھے ہوئے تھے۔نیز وہ ا خوبصورت ت ین کونہ تھا اس عالیشان گھر کا۔

عینا نے اچنبھے سے دیکھا اور چلتی ہوئی آ کر اسکے سامنے رکھی ٹیبل پ ہی ٹ گئی۔

''کیا ہوا؟ تھک گئے ہو؟''وہ اسکی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔

''آجکل کچھ ز دہ ہی جلدی تھک جا ت ہوں۔''وہ مبہم سا مسکرا د۔

''وہ سٹیرا ڈ ز تمہیں کمزور کر رہے ہیں۔تم علاج کیوں نہیں کروا ت۔''عینا نے ت سف سے اسکی جا ۔ دیکھا تھا۔

''اور ا آ پ کے دوران ہی مر ۔ تو؟''

''حسن۔۔!!''عینا بے اختیار بلند آواز میں ئی تھی۔اسکی سانس اٹکی تھی۔

''تم عورتیں اتنی حساس کیوں ہوتی ہو؟ مر تو ۔ نے ہے تو پھر اتنا اوور ری ا کیوں کر جاتی ہو۔''وہ دن ا جا ۔ ا ۔عینا نے بے بسی سے اسکو دیکھا تھا۔

''اچھا۔۔؟ ہم عورتیں ہی اوور ری ا کرتی ہیں؟ اور اس دن ملبے کے ڈھیر پ دیوانوں کی طرح کون رہا تھا؟''عینا نے آنکھیں سکیڑ کر د دلا ۔ چاہا۔

''یہ ڈریس اچھا لگ رہا ہے تم پ ۔۔''وہ شوخی سے مسکرا ۔عینا نے اسکے ٹ ن پ رکھے ہاتھ پ زور سے پ ت لگائی۔وہ شخص ۔ توں کی ہیرا پھیری میں ماہر تھا۔

''آئندہ ایسا کوئی مذاق نہ کر ۔''وہ خفگی سے بولی۔حسن مسکرا د ۔اس نے عینا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور ذرا آگے کو ہو کر بیٹھا۔عینا اسکی سیاہ آنکھوں میں قید ہو چکی تھی۔

''سچ کہوں تو اب جینے سے بھی ڈر لگتا ہے اور مرنے سے بھی۔۔''

''کیا؟ پ گل ہو گئے ہو؟''عینا نے اسکو گھورا۔

''ہاں۔۔جینے سے اس لئے کہ کہیں میں پھر سے ا ھیروں میں نہ جاؤں۔کہیں پھر سے میرے دل پ کوئی سیاہ دھبہ نہ آ کر جائے اور وہ میرے دل کو سیاہ نہ کر ڈالے۔اس سے پہلے کہ ایسا کوئی امتحان آئے میں مر جا ۔ چاہتا ہوں۔۔''

''حسن.....''عینا کی آنکھوں کے کنارے نم ہوئے۔

''اور مرنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔تمہاری عادت جو ہو گئی ہے۔''وہ دن ا جا ۔ ا ۔عینا کی آ سے ا آ نکلا۔

''کین یو پلیز سٹاپ اٹ۔۔''عینا نے سر جھکا ۔اسکی آنکھوں سے آ بہہ رہے تھے۔

''روؤ تو مت پلیز۔۔''حسن نے ہاتھ ٹ ھا کر اسکے آ پونچھے۔''تھینک یو سو مچ۔۔سو مچ مجھے ا ولن ۔ سے روک د۔ہر ا ن اپنی ز گی کا مر ی کردار ہوتا

ہے۔میں بھی اپنی زندگی کا مرکزی کردار تھا میں ایک منفی کردار تھا۔جو نہ صرف خود غرق ہو رہا تھا بلکہ اپنے ساتھ بہت سارے لوگوں کو بھی غرق کر رہا تھا۔۔۔'' کہتے کہتے اس نے عینا کے ہاتھ لبوں سے لگائے۔'' تم نے میری ساری جسٹیفیکیشنز کو رد کر ڈالا۔۔اور مجھے ایک بے بس ہارا ہوا شخص بنا کر دیا۔''

عینا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔وہ شکریہ ادا کر رہا تھا پھر طنز کر رہا تھا۔

تمہیں پتہ ہے ہم نے ولنز کو جسٹیفیکیشنز دے رکھی ہیں۔'' اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

''وہ لوگ بائی کر کے بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ بھئی دنیا نے ہم پر رحم نہیں کھایا اس لئے ہم بھی دنیا کو وہی لوٹا رہے ہیں گے۔میں بھی اسی اصول پر جی رہا تھا۔مجھے لگتا تھا کہ میرے پاس میرے ہر گناہ کی ہر عمل کی جسٹیفیکیشن موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی عینا۔۔!ہماری آنکھیں کھلتی ہیں تو۔۔!تو پل کے لئے اندھیرا چھا جاتا ہے پھر واپسی کا کوئی راستہ نہیں آتا۔ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنا کتنا نقصان کر ڈالا۔''

عینا بنا پلکیں جھپکے اسکو دیکھے جا رہی تھی۔اسکا بس چلتا تو وہ اپنی سانسیں بھی روک لیتی۔وہ اپنی باتوں سے عینا کے دل میں اپنا نقش کر رہا تھا جو کبھی نہیں مٹنے والا تھا۔وہ شخص اسکے دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔وہ اسکے دل میں اپنا ایسا مکان تعمیر کر رہا تھا جو اسکے مرنے کے بعد بھی مسمار نہیں ہونا تھا۔وہ مکان ہمیشہ قائم رہنا تھا اور حسن کرداوی اسکا مکین اور اسکا مالک رہنا تھا۔

''ہمارے نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی رحمدل اور معصوم ذات اس دنیا میں نہیں آئی۔دنیا نے انکے ساتھ کیا کیا؟انکو تنگ کیا،ان پر پتھر برسائے،انکو شہر سے نکال دیا۔ان پر بھوک مسلط کی گئی،انہیں ہر وہ تکلیف دی گئی جو کوئی عام انسان سہہ نہ پاتا۔۔!وہ پیغمبر ہیں اللہ کے۔ہم لوگ عام بشر۔میں اس بات سے بھی فرار حاصل کر لیا کرتا تھا کہ میں کون سا کوئی نبی ہوں کیا تم نے کبھی سوچا کہ انبیاء کو تکالیف کیوں سہنی پڑتی ہیں؟حالانکہ وہ تو بس اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں۔۔

کیوں؟ عینا کھوئی کھوئی سی بولی۔

کیونکہ وہ ہمارے لئے ایک راستہ بنا رہے ہوتے ہیں ایک ایسا راستہ جس پر چل کر زندگی بسر کی جائے جس کو جنت کہتے ہیں۔ان کو زمانہ تکلیف دیتا ہے تو پھر انکا ردعمل دیکھو کہ انہوں نے کیا کیا؟ کیا انھوں نے اہل طائف کو بددعا دی؟ کیا انھوں نے اپنا شہر فتح کرنے کے بعد اپنے مجرموں کو نہ چھوڑا ہے کے سزا دی؟ کیا انھوں نے اپنے چچا کے قاتلوں کا کلیجہ چبایا؟

عینا خاموش بیٹھی اسکی باتیں سن رہی تھی۔

نہیں۔۔!وہ نبی ہیں انکا راستہ ہمارے لئے ہی ہے۔ہم اس راستے پر چلنے کے لئے ہیں۔اس لئے ہمارے کسی گناہ کی کسی ظلم کی اور کسی زیادتی کی کوئی جسٹیفیکیشنز نہیں ہیں۔ہم لوگ ان میں ہیں جن کے پاس عقل ہے شعور ہے۔ہم اپنے اماسے کے لئے دوسروں کو کچل نہیں سکتے۔!

اور اس کے لئے تو ہے پھر سزا.....!

میں نے اس رات خواب میں اپنی سزا دیکھ لی تھی۔اس لیے میں نے کو چن لیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوں گا..... مجھے اتنا یقین ہے کہ ایک بار آزو کے پلڑے میں میری توبہ کو ضرور رکھا جائے گا اور میرا اللہ بڑا غفور ہے۔۔!

اب وہ اپنی بات مکمل کر کے عینا کی ہتھیلیوں پر موجود زندگی کی لکیر پر انگلی پھیر رہا تھا۔عینا وہاں موجود ہی نہیں تھی۔وہ شخص اسکو کسی اور ہی دنیا میں لے گیا تھا۔وہ اسکو قید کر لیا کرتا تھا جیسے ایک دیو کسی پری کو قید کر کے دور کہیں کسی پہاڑی پر لے جاتا ہے۔حسن کرداوی بھی عینا منصور حیات کو قید کر کے بہت دور لے جایا کرتا تھا جہاں کسی تیسرے کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا تھا۔وہاں بس دو دل دھڑکتے تھے اور دو لوگوں کی سانسیں گونجتی تھیں ان دھڑکنوں کا تال میل ایک ہی ہوتا تھا اور وہ سانس کی ڈوری ایک دوسرے میں یوں الجھی ہوتی تھی کہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا تھا کہ وہاں ایک ہی وجود ہے یا پھر دو الگ الگ ان ہیں۔

سہ پہر ہو رہی تھی اور ترکول کی سڑک پر وہ دونوں چلتے جا رہے تھے۔عیشا ایک جینز ٹاپ میں ملبوس تھی ہمیشہ کی طرح سر پر اسکارف ہونے کے باعث۔اور سفید

ا ٹی شرٹ اوزر پہنے اسکے ساتھ چل رہا تھا۔

وہ دونوں چلتے ہوئے ا کیفے میں پہنچے۔ جہاں انکا ارادہ ا ا پ کافی پ کا تھا۔

وہ دونوں ا ٹیبل پ جا کر بیٹھے اور اپنے لئے ا ا کافی آرڈر کی۔ عیشا نے. اونیز بھی آرڈر کی تھیں سفیر نے اسکو ا گھوری سے نوازا کیو وہ کھا کھا چکی تھی۔ جوا عیشا نے کندھے اچکا دیئے۔

''آج رات کیا پلین ہے؟'' عیشا نے میز پ دونوں کہنیاں ٹکاتے ہوئے پوچھا۔ سفیر کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔

''خیر۔ ہے مجھے اپنی مشرقی بیوی کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے۔۔''

''سفیر۔۔'' عیشا نے پ س پڑا ا گلدان اٹھالیا۔ سفیر نے فوراً اسکے ہاتھ سے وہ چھوٹ سا کیکٹس پلا ٹ پکڑ کر رکھا۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ وہ سفیر کا سر کھول دیتی۔

''بچ جاؤ میرے ہاتھوں سے تم۔۔'' وہ ٹ ھ کر رہ گئی۔ سفیر ہنستا جا رہا تھا۔

''آج رات ا یور ڈیلیگیشن آ رہا ہے سفارتخانے میں اس لئے ہمارا ارادہ انکا ا اچھا سا ویلکم کرنے کا ہے۔'' وہ ت چھا سا مسکرا۔ عیشا ہنس دی۔

''ویلکم شا ارہو چاہیے۔۔''

''کیوں نہیں۔۔'' سفیر نے آ د ئی۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ مصر واپس چلی جاؤں۔'' کافی آ گئی تو وہ ا گھونٹ بھر کر بولی۔ سفیر کا چہرہ سُت ۔

''کیا مطلب ہے مصر؟''

''یہاں میرا کوئی کام تو ہے نہیں۔۔ اس لئے میں بور ہو جاتی ہوں۔''

''تو؟ میرے ساتھ رہو۔ میری بیوی ہو تم اب سے جہاں میں رہوں گا وہیں تم رہو گی۔'' سفیر نے اسکا ہاتھ تھام لیا مبادہ وہ ابھی نہ اٹھ کر چلی جائے۔ عیشا ہنس دی۔

''اچھا اچھا۔۔! دیکھوں گی۔۔'' وہ مصالحانہ ا ازمیں بولی۔

''ہر نہیں۔۔ اب بس تم میرے ساتھ رہو گی۔'' وہ محبت سے بولا تو عیشا کے عارض سرخ ہوئے۔۔ ''ڈونٹ ٹیل می کہ تم شرما رہی ہو۔۔ اوہ اللہ۔۔!! میں مر کر بھی اس ت کی امید نہیں کر سکتا۔'' سفیر نے دوسرا ہاتھ اپنے منہ پ رکھا۔۔

''تم نہیں بچنے والے۔'' عیشا نے پھر سے وہ کیکٹس پلا ٹ اٹھالیا۔۔ سفیر کا قہقہہ گو ۔۔

وہ لوگ کافی پی کر ہر نکلے اور یوں ہی روڈ کنارے چلنے لگے۔ سفیر نے عیشا کا ہاتھ تھاما اور اسکو دوسری جا کر دی اور خود روڈ کی سمت ہو ۔ عیشا اسکی ا ا ادا پ رہو رہی تھی۔ وہ اتنا پیارا سے لگنے لگ تھا۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔

اچا ا تیز رفتار گاڑی آئی۔

''سفیر۔۔!!'' عیشا چیخ اٹھی تھی۔ سفیر اچھل کر پے ہوا۔ گاڑی زن سے ر گئی۔ سفیر کی سانس میں ہی اٹ گئی تھی۔ یہ اسکے ساتھ دوسری. رہوا تھا۔

''سس۔۔ سفیر۔۔!!'' عیشا اپنے منہ پ ہاتھ رکھے سہمی سی کھڑی تھی۔

''شششش۔۔!! ٹھیک ہے۔۔'' سفیر نے آگے ٹ ھ کر اسکو ساتھ لگا۔ اور مڑ کر اس گاڑی کو ا. ردیکھا۔ جو کہ اب بہت دور نکل چکی تھی۔

''سفیر۔۔ وہ۔۔ وہ گاڑی۔۔ تمہیں لگ جاتی ابھی۔۔'' عیشا ہچکیوں میں رو دی تھی۔ وہ لڑکوں کے ا ب والی لڑکی آج رو دی تھی. لکل کسی چھوٹے سے بچے کی طرح۔ وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔ سفیر مسکرا دیا۔

رات کے نو بج رہے تھے. اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ یجا آ وہ ہنوز سو رہی تھی۔ وہ آ کر اسکے سرہانے بیٹھ گئیں۔ اسکے. لوں کو اسکے چہرے سے ہٹا اور جھک کر اسکا سر چوما۔

''صفا۔!! میری بیٹی۔!! میری ٹ ۔۔!!اٹھ جاؤاور کتنا سو ہے؟'' وہ اسکے ل لوں میں ہاتھ تی کہہ رہی تھیں۔صفا کی پلکیں لرزیں۔اور پھر وہ ہڑ ٹ اکر اٹھی۔

''ا۔ اہیم آ گئے؟'' وہ ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ یجہ نے افسوس سے اسکی حا ت دیکھی۔''امی ا۔ اہیم آ گئے کیا؟ میں چلتی ہوں۔۔ہم لوگ ولیمے پ بھی نہیں آ گے ۔۔مجھے نہیں جا کہیں آپ لوگ چلے جایئے گا۔۔'' وہ اپنا دوپٹہ سنبھالنے لگی۔

''صفا۔!!'' یجہ نے تکان سے کہتے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو بٹھایا۔وہ سوالیہ نگاہوں سے ا دیکھے گئی۔''فی الحال بھول جاؤ اسکو۔۔یہ دیکھو۔۔!یہ بھی تمہارا گھر ہے ں۔۔ہم تمہارے ماں پ ہیں۔کتنا عرصہ تمہیں دیکھنے کے لئے ٹ پ گئے تھے۔کیا تمہارا دل نہیں کرتا ہمارے پ س رہنے کو؟'' وہ آنکھوں میں امڈتی نمی کو پیچھے دھکیلتی ہوئی بولیں تو صفا نے ا خالی خالی آنکھوں سے دیکھا۔

''وہ نہیں آئے؟'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔آنکھوں کی نمی خشک ہو چکی تھی۔اب آنکھوں میں جلن سی ہو رہی تھی۔ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ارد دھواں سا بھر رہا ہو۔اور وہ دھواں آنکھوں میں چبھ رہا ہو۔

''اٹھو اور کھا کھا لو۔۔'' وہ اسکے ل سنوارنے لگیں۔۔''پھر ہم شاپنگ کے لئے جا گے۔ا اچھا سا ڈریس لیں گے تمہارے لئے اور سعدیہ اور زریب کے لئے تحفے بھی تو ہیں۔'' وہ اسکے ل سنوارتی کہہ رہی تھیں۔صفا خالی خالی آنکھوں سے ا دیکھے گئی۔

''تمہارے ۔۔کی سفیان بھائی سے ت ہوئی ہے۔وہ خفا نہیں ہے۔آ جائے گا ۔ ۔ ۔ ت وہ نہیں آئے گا تم کیوں ہلکان ہوتی ہو۔بلکہ تم بھی اسکو دکھا دو کہ تم اسکے بناء رہ سکتی ہو۔۔''

صفا نے بے بسی سے دن ا جا ئی۔۔

''رہ ہی تو نہیں سکتی امی۔۔'' آنکھوں میں نمی امڈنے لگی تھی۔

''تم کیوں خود کو ہلکان کرتی ہو۔بلکہ راض ہو جاؤ اس سے۔۔دیکھنا خود آئے گا ک ر ٹ ہوا۔جتنا تم خود کو بے بس دکھاؤ گی وہ اتنا ہی تمہیں فار انٹڈ لے گا۔دکھا دو کہ تم بھی صفا قریشی ہو۔۔'' وہ مسکراہٹ د ئے اسکا روٹھا روٹھا سا سراپ دیکھ رہی تھیں۔سفیان گورسی نے خیام قریشی کو بے فکر کر دیا تھا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے وہ آ جائے گا تو وہ لوگ اسکی خبر لے تے ہیں۔

''امی۔۔!! میں کیسے؟'' وہ سر جھکا گئی۔

''بچپن میں ۔ میں تمہیں کسی ت پ ڈا ٹ دیا کرتی تھی تو تم دو دو دن مجھ سے راض رہتی تھی۔میں تم سے معافیاں مانگتی رہ جاتی تھی اور تمہارے ۔۔سے الگ میری کلاس لگتی تھی۔بس بن جاؤ وہی صفا۔۔'' انھوں نے اسکی سرخ ہوتی ک کو چھیڑا۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''کھا کھانے چلیں؟'' وہ مسکرا دیں۔

''ہونہہ۔۔ٹھیک ہے۔۔اب میں بھی راض ہوں۔۔'' اس نے خفگی سے سر جھٹکا۔ یجہ بیگم کو اس پ ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ا چھوٹی سی صفا پہلی رشوہر سے خفا ہو کر میکے آئی تھی۔

''۔۔۔!!''

''ہمم۔۔''

''پ یٹی لیڈی کو چلیں؟''

''ابھی نہیں۔۔''

وہ دونوں ب یٹ اس وقت گیم کھیل رہے تھے۔رات کے رہ بج رہے تھے۔ قوت ہمیشہ کی طرح اپنی کتاب میں گھسا ہوا تھا۔اور آج ا۔ اہیم خود مرجان کو کمپنی دے رہا تھا۔وہ دونوں اپنی اپنی جوائے سٹک پکڑے بیٹھے تھے۔وہ دونوں کوئی ریسنگ گیم کھیل رہے تھے۔

''کیوں۔۔۔!'' وہ اب کوئی پانچویں بار یہی بات دہرا رہا تھا۔

''ابھی کچھ سکھانا ہے۔'' وہ گیم میں پوری طرح مگن تھا۔

''ایسا بھی کیا سکھانا ہے جو انکا وہاں جانا ضروری تھا۔ وہ یہاں رہ کر بھی سیکھ سکتی تھیں۔'' مرجان نے ہونٹ گول کیے اسکا گیم میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

''اپنی ماں کی طرف وہ خود گئی ہے۔''

''آپ نے کیوں جانے دیا۔'' اس نے گردن موڑ کر مگن سے ابیہم کو دیکھا۔

''اسکی ماں کا گھر ہے۔ جانے سے روک نہیں سکتا۔۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''اوہ ریئلی؟ پہلے کتنی بار جانے دے چکے ہیں؟ شادی پر بھی خود لے کر جاتے تھے ہمیں اور لے کر بھی آتے تھے۔'' مرجان نے فوراً اسکو یاد دلایا تھا۔

''میں تو آفس میں تھا۔ اس نے اجازت مانگی۔۔'' ابیہم بھی اپنی بات پر قائم رہا۔

''جو بھی ہے لے کر آئیں۔ مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ اور آپ نے ان سے لڑائی بھی کی تھی۔'' مرجان کے لہجے میں اداسی گھل گئی تھی۔

''میں نے لڑائی نہیں کی۔۔ بس سمجھایا تھا اسکو کچھ۔''

''ہاں۔۔ جیسے مجھے اس دن سمجھایا تھا نا؟'' مرجان نے جتانے والے انداز میں یاد دلایا۔

''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔۔'' ابیہم نے مرجان کا سر پکڑ کر اسکا رخ سکرین کی جانب موڑا۔

''وہ تو بھوت نہیں ہیں۔۔''

''تمہاری بات کر رہا ہوں۔''

''۔۔۔!! آپ۔۔!'' مرجان نے کچھ کہنا چاہا پر بھینچ لیے۔

''بھولو مت کہ باپ ہوں تمہارا۔'' ابیہم نے مرجان کی گاڑی کو ٹکر دے ماری۔ اسکی گاڑی ہوا میں اچھلتی ہوئی گئی اور گیم ختم ہو گیا۔ ابیہم گیم جیت چکا تھا۔ مرجان آج مسلسل پانچوں گیم ہارا تھا۔

ابیہم نے جوائے اسٹک رکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت وہ اپنے رات والے لباس میں ہی تھا۔ سلیولیس سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ڈھیلا سا ٹراؤزر۔۔

''سو جاؤ اب۔۔'' اس نے پی سی آف کر دیا۔ مرجان اپنی جگہ پر ہی ٹانگیں لپیٹ کر بیٹھ گئی۔

''آپ نے میرے پی سی کو بیکار بنا دیا ہے اب سونے کے علاوہ کوئی چانس ہے بھی نہیں۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا جا کر اپنے بیڈ پر لیٹ گیا۔ آج کا دن اچھا نہیں گزرا تھا اسکے لئے۔ ابیہم نے قوت سے کتاب پکڑ کر رکھی اور اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

''شب بخیر۔۔'' وہ چمکتی آنکھوں سے بولا تو ابیہم مدھم سا مسکرا دیا۔

''شب بخیر۔۔'' ابیہم کہہ کر جانے لگا قوت نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔ ابیہم یوں ہی کھڑا کھڑا پلٹا۔

''ڈونٹ پنش ہر۔۔'' قوت نے بھی صفا کی سفارش کر دی تھی۔

''آئی کڈ نیور۔۔'' ابیہم مسکرا دیا۔

''وہ جیسی ہیں ویسے ہی قبول کر لیں۔ پلیز ری شیپ نہ کریں۔ وہ ٹوٹ بھی سکتی ہیں۔'' قوت نے اداسی سے کہا تھا۔ ابیہم اپنی جگہ جم سا گیا۔ وہ کتنی بڑی باتیں کیا کرتا تھا۔ پھر ابیہم نے اسکے سرہانے پڑی کتاب دیکھی۔ اسکو جواب مل گیا تھا۔ وہ بچے خود مطالعہ کرنے لگ گئے تھے اور مطالعہ ان کو وقت سے پہلے بڑا کر دیتا ہے۔ ابیہم نے اثبات میں سر ہلا کر یقین دہانی کروائی اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

میرال آ کر اپنے بستر میں لیٹی اور آنکھیں کی جانب پشت کر کے لیٹ گئی۔ آنکھیں کچھ دیر اسکو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے اپنا ٹیڈی جو کہ صفا نے اسکو دلایا تھا اسکو زور سے

خود کے ساتھ لگایا۔اور اپنی آنکھیں موند گئی۔

''گیمز کے لئے شارپ مائنڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔'' اچانک سے مرجان کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔اس نے میرال کو دیکھا جو کہ شاید سو چکی تھی۔وہ کچھ دیر یوں ہی اسکو دیکھے گئی۔تو کیا میرال شارپ مائنڈڈ تھی؟ وہ گیمز کھیلتی تھی۔وہ ذہین تھی؟ پڑھائی میں تو آئیرہ زیادہ اچھی تھی۔پھر کیسے ایک گیمز کھیلنے والا ان شارپ مائنڈڈ کہلا سکتا ہے۔آئیرہ نے خفت سے سر جھٹکا۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر میرال کو دیکھا جو کہ سو رہی تھی۔پھر یوں ہی وہ دبے پاؤں بیڈ سے اتری۔اس نے چپکے سے پی سی آن کیا اور مڑ کر میرال کو دیکھا۔وہ ہنوز سو رہی تھی۔

آئیرہ نے میرال کے منی مائنر کئے ہوئے ٹیبس اوپن کئے۔وہ گیمز ہی کھیل رہی تھی۔وہ یوں ہی کچھ پلیٹ فارمرز اور سمجھتی رہی۔پھر وہ ایک لیول کا پلیٹ فارم کھول کر بیٹھ گئی۔کیونکہ اسکو شروعات یہاں سے کرنی تھی۔وہ کچھ دیر روبوٹ کے ساتھ گیم کھیلتی رہی۔اور پھر کچھ پریکٹس ہونے کے بعد اس نے ایک آنلائن پلیئر کے ساتھ گیم کھیلا۔جس میں آئیرہ کو کامیابی ملی۔آئیرہ کی تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔

وہ یوں ہی ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری گیم کھیلتی رہی۔اسکو اب مزہ آنے لگا تھا۔اور آنلائن پلیئرز کو ہرانے کا تو اور بھی زیادہ مزہ آنے لگا تھا۔

اس نے ان پلیئرز کے یوزر دیکھے جو کے یونیک یونیک تھے۔آئیرہ نے ہونٹ پہ انگلی جمائی اور پھر اپنی پروفائل کھول کر دیکھی۔

''اس نے اپنا یوزر دیا۔اور پی سی آف کر دیا۔

آج کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔اسکو صبح سکول بھی جانا تھا۔اس لئے وہ آ کر سو گئی۔

اہیم اپنے کمرے میں آیا۔خالی کمرہ اسکو منہ پڑا رہا تھا۔اسکو یہ کمرہ کبھی اتنا خالی نہیں لگتا تھا جتنا اب صفا کی غیر موجودگی سے لگتا تھا۔اسے اب اس خالی کمرے سے گھٹن محسوس ہوتی تھی۔

وہ بوجھل قدم اٹھاتا اندر آیا۔لائٹ آن تھی وہ موبائل چارجنگ پہ لگانے کے لئے سائیڈ ٹیبل کے پاس پہنچا تو وہاں صفا کا موبائل پڑا تھا۔اس نے یوں ہی مسکرا کر وہ فون اٹھا لیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔وہ رضامندی میں اپنا موبائل بھی نہیں لے کر گئی تھی۔

اہیم نے موبائل دیکھا تو وہ پروٹیکٹڈ نہیں تھا یعنی اس لڑکی نے کوئی لاک،کوئی پاسورڈ اور کوئی پیٹرن تک نہیں لگایا ہوا تھا۔اہیم مبہم سا مسکرا دیا۔وہ اتنی شفاف کیوں تھی؟ وہ اتنی پیاری کیوں تھی؟ وہ اتنی کمزور بھی کیوں تھی یہ سوچ کر اہیم کی مسکراہٹ زائل ہو گئی۔

وہ یوں ہی اسکا موبائل دیکھتا رہا اس نے گیلری اوپن کی تو ایک مخصوص فولڈر پہ نگاہ گئی جس کا نام تھا۔''مائی سیکریٹ کرش۔۔!''

اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس نے تھوک نگلتے ہوئے اس فولڈر کو اوپن کیا تو اہیم کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی۔وہ ساری اہیم کی تصاویر ہی تھیں۔وہ تصاویر بہت پہلے کی تھیں۔اور وہ تصاویر یقیناً صفا نے نہیں بنائی تھیں تو پھر وہ تصاویر کس نے بنائی تھیں؟ وہ سلائڈ کرتا ہوا سوچے جا رہا تھا۔

پھر یوں ہی اسکی نگاہ ایک تصویر پہ ٹک گئی جہاں وہ ایک ہاتھ میں ڈالے سیڑھیوں پہ کھڑا کوئی فون کال سن رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ وہ تین سال پہلے پاکستان آیا تھا۔اور اس دن وہ کوئی فون کال سن رہا تھا۔اس پہ فلیش لائٹ پڑی۔اہیم نے چونک کر دیکھا تو سجل اسکی تصویریں بنا رہی تھی۔اہیم ایک پل میں ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ ساری تصاویر اسکو سجل نے بھیجی ہوئی تھیں۔

وہ لڑکیاں سچ میں پاگل تھیں۔

پھر اس نے صفا کا موبائل الٹ پلٹ کر دیکھا یہ موبائل تو اس نے خود لے کر دیا تھا۔تو پھر اتنی پرانی تصویریں کیسے۔؟ وہ الجھا ہوا تھا۔کچھ دیر یوں ہی وہ اسکی گیلری دیکھتا رہا اور پھر فون بیڈ پہ پٹخ کر آنکھیں موند گیا۔وہ لڑکی اسکے لئے وبال جان تھی۔!

اگلے دن دوپہر کو مرجان سکول سے واپس آئی تو وہ سیدھا اپنے کمرے میں ہی پہنچا تھا۔منال زلیخا کے ساتھ کھانا لگوا رہی تھیں۔اس نے بے دلی سے آ کر اپنا بیگ پٹخا اور یوں ہی اپنا پی سی آن کر کے بیٹھ گئی۔آج کل وہ ریسنگ گیمز سے ہی وقت گزاری کر رہا تھا۔

''کھانا تو کھا لو۔۔'' قوت اسکے پیچھے ہی کمرے میں آیا اسکو پی سی کے سامنے بیٹھا دیکھا تو پوچھ کر بولا تھا۔

''کھاتا ہوں تم پہلے فریش ہو جاؤ۔۔پھر میں ہو جاتا ہوں۔'' وہ مصروف سے بولا۔قوت اس پر ایک نگاہ ڈالتا فریش ہونے گیا۔مرجان نے اپنا اکس دیکھا تو اسکو ایک ریکوئسٹ آئی ہوئی تھی۔اب وہ بس روبوٹس کے ساتھ ہی کھیل رہا تھا۔اب کسی کی اسکور ریکوئسٹ آئی ہوئی تھی۔مرجان نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔اور پھر اسکو ٹھیک اول ویو آیا۔کیا اسکور ریکوئسٹ ایکسپٹ کرنی چاہیے؟ اگر وہ راضی ہو گئے تو؟ وہ سوچ کر رہ گئی۔اسکے باپ نے اس پر اتنی پابندیاں نہیں لگائی تھیں یعنی اسکا پی سی ٹریس ہو رہا ہے۔تو اس کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں بس محتاط رہنا ہے۔

اس نے یوزر دیکھا تو ایک پل کے لئے سوچ کر رہ گئی۔''

مرجان کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر اس نے ریکوئسٹ ایکسپٹ کر لی وہ یوزر ابھی آف لائن تھا۔وہ کچھ دیر یوں ہی آنلائن گیمز کھیلتا رہا اور پھر فریش ہو کر نیچے آ گیا۔

''یہ ڈریس کتنا پیارا ہے نا۔'' یجہ اس وقت بیڈ پر کچھ جوڑے اور جیولری لئے بیٹھی تھیں۔صفا دیکھ رہی تھی۔ایک کلر کا میکسی ڈریس تھا جس پر ہم رنگ ہی کام ہوا ہوا تھا۔وہ ایک خوبصورت اور نفیس جوڑا تھا۔

''ہاں۔۔اچھا ہے۔۔'' وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''تمہیں پتہ ہے یہ والا ڈریس ان لوگوں نے سمجھو کہ زبردستی ہی دیا ہے۔'' وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔''کہتے کہ آپ یہ والا لے کر جائیں تو اس پر آفر لگی ہے اور دوسرا یہ آپشنز پیس ہے۔اس لئے آپ لوگ اسکو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔مجھے بھی پسند آیا تو میں انکار نہیں کر سکی۔اور تم تو بس انوالو ہونے کے ہی حصہ لے رہی تھی شاپنگ میں۔مجھے یہ پسند آیا تو میں لے آئی۔اب تم بتاؤ تمہیں یہ پسند بھی ہے یا نہیں۔کیونکہ وہاں تو تم نے منہ کو تالا لگا رکھا تھا۔'' وہ آخر کار تکان زدہ سی بولیں۔صفا نے اجنبی دیکھا اور پھیکا سا مسکرا دی۔

''اچھا ہے امی۔۔''

''اچھا چلو اٹھو میرے ساتھ سیلون چلو۔۔کیسا بجھا بجھا سا چہرہ لئے پھر رہی ہو۔۔ایسے ہی جاؤ گی ولیمے پر؟''

''امی۔۔!! میں ٹھیک ہوں اور سیلون ہرگز نہیں جانے والی۔'' وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''ایسے کیسے نہیں جاؤ گی۔۔چلو اٹھو تیار ہو جاؤ۔۔ہم ایک گھنٹے تک جا رہے ہیں گے۔تمہارا اچھا سا میک اوور کروا لیں گے۔''

''امی۔۔!! میں دلہن نہیں ہوں۔۔'' صفا اب چڑ گئی تھی۔

''میری بیٹی دلہن ہی ہے۔اتنی چھوٹی سی پیاری سی دلہن۔۔'' وہ شوخی سے بولیں۔کتنے ہی ارمان تھے جو دل میں ہی دم توڑ گئے تھے۔صفا نے بے چارگی سے انہیں دیکھا۔

''امی۔۔!! میں لوگوں کو فیس نہیں کرنا چاہتی۔۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''کیوں؟ کون سے لوگوں کو؟'' وہ الجھیں۔

''امی۔۔'' صفا نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔اسکے حلق میں درد اٹھا تھا۔

''یعنی ابیہم صحیح خفا ہے تم سے۔۔'' وہ بھی خفا سی بولیں۔صفا نے چونک کر انہیں جانچتی دیکھا۔

''امی۔۔!! آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں؟''

''تم اس طرح زک کا نچ کی گڑیا بن کر کیسے جی سکتی ہو صفا؟ تم اتنی کمزور بن کر نہیں جی سکتی۔تمہیں خود کو بدلنا ہو گا۔'' وہ رخ پھیر گئیں۔

''آپ۔۔آپ۔۔کی۔ت ہوئی۔۔ان سے؟'' صفا کو یقین نہیں آ رہا ہے۔

''وہ ٹھیک کہتا ہے۔تم اتنی فر ئل بن کر سروائیو نہیں کر سکو گی۔اٹھو اور جا کر تیار ہو جاؤ۔۔'' وہ کہتیں سامان سمیٹنے لگیں۔صفا بے یقینی سے انکا منہ دیکھ رہی تھی۔۔یعنی وہ لوگ مل کر اسکو سزا دے رہے تھے وہ لوگ اسکو وقت کی بھٹی میں کر کھڑے ہو کر تماشا دیکھ رہے تھے کہ وہ کیسے خود کو اس سلگھتی ہوئی بھٹی سے نکالتی ہے۔وہ لوگ اسکے ساتھ ایسا کیسے کر تھے؟ اسکی سوچیں ا۔ رپھر سے اس پ ہاوی ہونے لگی تھیں۔

''میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔'' صفا نے اپنی ک پونچھی۔

اگلے دن ولیمہ تھا۔ولیمہ ہوٹل میں تھا جہاں رات کا وقت مقرر تھا۔صفا اور یجہ آٹھ بجے ہال میں پہنچ گئیں تھیں جبکہ خیام صا نے بعد میں آ تھا۔وہ دونوں ہال سے ہوتیں ہو ائیڈل روم میں پہنچیں جہاں سعدیہ تیار بیٹھی تھی۔صفا ردا خل ہوئی تو سعدیہ اپنے منہ پ ہاتھ رکھے کھڑی ہو گئی۔

''صفا۔۔!!'' اسکی آواز بھرا گئی۔

صفا جا کر اسکو گلے ملی۔وہ دونوں سہلیاں م جوشی سے ملی تھیں۔

''اتنی د یر لگا دی۔۔اور۔۔ قی لوگ کہاں ہیں؟ مرجان اور یقوت؟'' سعدیہ نے ادھر ادھر دیکھا۔صفا نے ہو ٹ کچلے۔

''وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔صفا میرے پ س آئی ہوئی تھی اس لئے میرے ساتھ ہی آئی ہے۔'' یجہ نے صفا کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا۔اسکی کی میکسی کی آستینیں پوری تھیں۔ان پ ایمبر ائڈری ہونے کے ش صفا کے ز وؤں کے داغ چھپ سے جاتے تھے۔وہ حسین لگ رہی تھی بلا کی حسین۔اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے ل وں کی ا فرنچ سی چٹیا بنائی ہوئی تھی اور اس میں اپنے فیورٹ بیڈز لگا رکھے تھے۔یوں کہنا غلط نہیں ہو گا کہ وہ بیڈز ا. اہیم کے فیورٹ تھے۔

کلائیوں میں چار چار چوڑیاں تھیں۔ز یدہ چوڑیوں سے اسکو گھٹن ہوتی تھی۔گلے میں ا ر ساڈائمنڈ نیکلس تھا اور اسی کے ساتھ کے چھوٹے چھوٹے سے ائیر نگز تھے۔ ہاتھ کی ا انگلی میں ر سی سونے کی انگوٹھی تھی اور ساتھ والی انگلی میں وہی کارٹیئر ز موجود تھی۔ا ا ف کی نی تھی تو دوسری محبت کی نی تھی۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔۔'' سعدیہ نے اسکو سر تا پیر دیکھ کر کہا تھا۔صفا پھیکا سا مسکرا دی۔''کیا ہوا ہے اداس ہو؟'' سعدیہ اسکی آنکھیں پ ھنا جا تھی۔صفا نے میں سر ہلا یا جبکہ سرمئی آنکھوں کے کشکول پھر سے نمکین پ نیوں سے بھرنے لگے تھے۔

''چلیں ہر مہمان آ گئے ہیں؟'' زر یب کی آپی آ تو سعدیہ ا ساتھ چلی گئی۔ یجہ نے صفا کا ہاتھ تھاما اور اسکو بھی ہر لے آ ۔وہ لوگ سامنے ہی لگے صوفوں پ بیٹھے تھے۔سٹیج پ زر یب اور سعدیہ بیٹھے تھے۔وہ دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ لکل جیسے ا دوسرے کے لئے ہی بنے ہوں۔زر یب کا وجیہہ سراپا اور سعدیہ کا معصوم چہرہ۔۔وہ دونوں ا دوسرے کو مکمل کرتے تھے۔وہ نوجوان سا جوڑا ہر ا کی توجہ کا مر بنا ہوا تھا۔

''آپکو نہیں لگتا ہے صفا اور ا. اہیم کے ت کچھ ٹ ہوئی ہے؟'' سعدیہ نے سرگوشی کی۔

''خیر ہے ہماری بھی ہو جاتی ہے چھوٹی موٹی لڑائی۔۔'' زر یب مسکراہٹ د ۔

''اوہو۔۔ہماری ت الگ ہے ن۔۔''

''کیوں؟ ہماری ت کیوں الگ ہے بھئی۔۔ ؟ ہم کیا مٹی کھاتے ہیں؟'' زر یب نے حیرت سے اسکو گھورا۔سعدیہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''توبہ ہے۔۔! آپ سے ت کر ہی فضول ہے۔میں اس لئے کہہ رہی تھی کیو صفا تو ا. اہیم کے بناء ا پل نہیں رہ سکتی۔''

''اور تم رہ سکتی ہو میرے بناء؟'' زر یب نے پھر سے الٹا جواب د ۔سعدیہ دا ت بھینچ کر رہ گئی۔زر یب ہنس د ۔

صفا سامنے بیٹھی ان دونوں کی نوک جھو دیکھ پ رہی تھی وہ ا تیں سن نہیں رہی تھی۔

''کتنے پیارے لگ رہے ہیں ن ساتھ میں؟'' یجہ نے سرگوشی کی تو صفا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا ۔

''ہاں بہت پیارے لگ رہے ہیں۔''

''لڑکیاں اپنے شوہروں کے ساتھ ہی پیاری لگتی ہیں۔'' ایک تیسری آواز پر وہ دونوں متوجہ ہوئی تھیں۔

''آپ آپ؟'' یکایک اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہاں۔۔کیسی ہو؟'' وہ یکایک بیگم کی کوئی دن تھیں۔

''میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟'' وہ دونوں پر جوش سی ملی تھیں۔صفا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔انھوں نے صفا کو بھی پیار کیا۔اور وہ تینوں ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''کیسی ہو صفا؟ سنا تھا کہ حادثہ ہوا تھا۔''

''اب تو اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہے۔بس اللہ نے بچالیا میری بچی کو۔'' یکایک نے محبت سے صفا کو دیکھ کر جواب دیا۔

''شکر ہے اللہ پاک کا۔۔اسکا شوہر نہیں آرہا۔۔'' انھوں نے ادھر ادھر دیکھا۔

صفا نے بے بسی سے یکایک کو دیکھا۔

''وہ۔۔اسکو تھوڑا کام تھا دبئی سے آئے گا۔'' وہ مسکرادیں۔

''اچھا اچھا۔۔ویسے۔۔یہ ڈریس بہت پیارا لگ رہا ہے صفا پر۔۔'' وہ پھر سے اسکی جانب متوجہ ہوئی۔''میری بیٹی بھی گئی تھی اسکو یہی ڈریس پسند آیا تھا مال میں ان لوگوں نے دینے سے انکار کردیا کہتے ہیں کہ یہ بکڈ ہے۔'' انھوں نے ساتھ ہی صفا کو سر تا پیر دیکھا۔

''کیا تم لوگوں نے پی آر ڈر پر تیار کروایا ہے؟ میری بیٹی کو تو اتنا پسند آیا تھا کہ وہ تصویریں بھی اتار کر لے آئی۔''

صفا کبھی یکایک کو دیکھتی تو کبھی سمینہ خالہ کو۔

''نن۔نہیں تو۔۔یہ تو آفر میں لگا ہوا تھا۔اس لئے ہم لے آئے ویسے بھی مجھے اسکا رنگ پسند آیا تھا۔'' یکایک نے یوں ہی جھجکتے ہوئے بتایا تو سمینہ آپا نے موبائل نکال کر دیکھا۔وہی ڈریس تھا۔

''آفر میں؟ یہ دیکھو یہی ڈریس ہے نا۔۔آج سے تین دن پہلے میری بیٹی لے گئی تھی۔''

''ہم لوگ کل لے کر آئے ہیں۔'' یکایک نے بھی الجھ کر موبائل سکرین کو دیکھا۔''شاید کسی اور مال میں گئے ہوں گے آپ لوگ۔۔'' وہ مسکرادیں۔

''کیا تم نے اس مال سے نہیں لیا۔۔؟'' انھوں نے اب کی بار کاؤنٹر پر لگے بورڈ کی طرف اشارہ کیا جہاں مال کا نام اور ایڈریس مینشن تھا۔ یکایک نے آنکھیں جھپکیں۔

''یہ۔۔یہی مال تھا۔''

''اچھا؟ پھر۔۔ہوسکتا ہے جنھوں نے آرڈر پر بنوایا ہوا پسند نہ آیا ہو۔اسی لئے مال والوں نے آفر میں لگادیا۔'' سمینہ آپا نے ایک جلتی سی نگاہ صفا پر ڈالی جو اس ڈریس میں شہزادی لگ رہی تھی اور اپنے منہ سے انگارے نکالے تھے۔صفا پہلو بدل کر رہ گئی۔

وہ اب بہت مزہ ہوچکی تھی۔اسکا ڈریس کسی کا ٹھکرایا ہوا تھا۔یہ سوچ کر ہی صفا کا حلق کڑوا ہوا تھا۔اسکا دل اب ہر چیز سے اچاٹ ہوچکا تھا۔وہ اب ہر کسی سے خفا تھی۔

ہال میں ایک شخص اینٹر ہوا جس کے ساتھ دو چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے جنھوں نے وائٹ کرتا پر چامہ پہنا ہوا تھا اور دونوں نے ہی بلیک کلر کی واسکوٹ پہن رکھی تھیں۔

وہ دونوں اس مرد کے ساتھ چلتے آرہے تھے۔اور صفا بھی یہی ڈریس تھا۔سفید کرتے پر بلیک کلر کی واسکوٹ پہنے ہوئے وہ تینوں بیک بیٹ اندر داخل ہوئے۔

سامنے سٹیج پر بیٹھے زریب کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔سعدیہ نے بھی اس جانب دیکھا تو گہرا مسکرائی۔

وہ تینوں چلتے ہوئے سٹیج تک آئے وہ لوگ ان صوفوں کے پاس سے گزر گئے۔ایک جانی پہچانی سی مہک صفا کو محسوس ہوئی تو دل زور سے دھڑکا تھا۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔وہ کوئی وہم کوئی خوش فہمی کوئی گمان نہیں پالنا چاہتی تھی۔

''شادی مبارک ہو زریب ماموں۔۔'' ایک جانی پہچانی سی آواز اب اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔صفا نے حلق سے کچھ نیچے اترا اور گردن موڑ کر دیکھا۔اسٹیج پر تین لوگ کھڑے تھے دو بچے اور ایک مرد،ان تینوں کی اس جانب پشت تھی اور وہ لوگ زریب سے مل رہے تھے۔صفا نے ساتھ بیٹھی یکایک کو دیکھا وہ اور سمینہ خالہ باتوں میں

مصروف تھیں۔اس نے پھر سے پلٹ کر دیکھا۔

وہ کئی . رایسی ہیلوسینیشنز کا شکار ہو چکی تھی اس لئے اس نے سر جھٹک دی۔اور اٹھ کر وہاں سے چلی آئی۔

وہ اپنا ڈریس سنبھالتی ہوئی وہاں سے نکلی تو ا. اہیم نے مڑ کر دیکھا۔زری ب مرجان سے کوئی . ت کر رہا تھا۔وہ مبہم سا مسکرا دی۔

''آپ نے میری پ یٹی لیڈی کو دیکھا ہے کہیں؟'' مرجان نے زری ب اور سعدیہ سے پوچھا۔سعدیہ نے سامنے دیکھا تو وہاں بس ' یجہ بیگم تھیں۔

''ابھی تو وہاں تھی۔۔'' سعدیہ نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کہاں؟'' مرجان نے مڑ کر دیکھا۔

''ارے ارے۔۔!! مل۔' اپنی پ یٹی لیڈی سے بھی پہلے مجھ سے تو مل لو۔۔'' زری ب نے مرجان کو اپنے پ س بٹھا لیا جبکہ سعدیہ نے ی قوت کو۔وہ دونوں اب سعدیہ اور زری ب سے . تیں کر رہے تھے۔ا. اہیم کچھ دی وہاں کھڑا رہا پھر وہاں سے نیچے ا آ ی۔

' یجہ کی نگاہ اس پ گئی تو وہ اٹھ کھڑی ہو ۔وہ اس سے سلام دعا کیا۔

''تم نے اچھا نہیں کیا ا. اہیم۔۔'' وہ خفا سی بولیں۔

''میں نے کیا کیا ہے۔؟ وہ آ' چاہتی تھی تو کیا روک دیتا؟ ا روک دیتا تو پھر آپ نے کہنا تھا کہ ظالم شوہر ہماری بیٹی کو ہم سے ملنے نہیں دیتا۔'' وہ کمال معصومیت سے کہتا ا حیران کر ی تھا۔

''تم اچھی طرح جا ہو کہ میں کس . رے میں . ت کر رہی ہوں۔''

'' آپ نہیں جانتیں کہ میں اسکو کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''تم نے اسکو ہرٹ کیا ہے۔اسکو . کردار۔!!''

''ہر نہیں۔۔'' ا. اہیم کی آنکھوں میں حیرت ا ی۔اسکے ماتھے پ بل پ گئے۔''ایسا کوئی سوچ بھی کیسے سکتا ہے؟''

''وہ سوچ رہی ہے۔اور یہی . ت اسکو ہلکان کئے ہوئے ہے۔''

''عجیب پ گل لڑکی ہے۔جو سمجھا' چاہ رہا ہوں وہ نہیں سمجھ سکتی فضول سوچیں جتنی مرضی ڈال لے گی دماغ میں۔'' وہ سر پیٹ کر رہ ی۔''کہاں ہے وہ؟''

''پتہ نہیں۔۔یہیں ہو گی کہیں۔'' انھوں نے ادھر ادھر دیکھا۔

ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور وہاں سے ی۔

''کیا اس لڑکی کو دیکھا ہے آپ نے؟'' اس نے ا ویٹر سے پوچھا۔

''تھوڑی دی پہلے ٹیرس کی طرف جا رہی تھیں۔'' وہ کہتا ی۔

''ٹیرس؟'' ا. اہیم نے ا. وسکیٹر ے اور پھر لفٹ کی بجائے سیڑھیاں پ ھ ی۔

وہ یوں ہی ریلنگ پ دونوں ہاتھ جمائے کھڑی تھی۔ٹیرس بھی روشنیوں میں نہا چکا تھا۔نیچے آتے لان میں بھی لائٹنگ کی گئی تھی۔وہ جگہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اب ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی اس لئے اسکے ا. رکی گھٹن بھی کافی حد ختم ہوتی جا رہی تھی۔دل میں ا . رپھر سے ٹیس اٹھی تھی۔ا. اہیم آ' ایسا کیسے کر سکتا تھا؟ وہ اسکے کردار کو مشکوک کیسے کر سکتا تھا۔؟ کیا وہ اسکو جا نہیں تھا۔؟ آ' کیوں۔۔؟ کیوں کیا اس نے یہ . ؟''

آنکھیں نم تھیں اور چہرہ بجھ چکا تھا۔ٹھنڈی ہوا کے جھو اسکے دوپٹے کو اس کے سر سے ا ر چکے تھے۔اب دوپٹہ ا کندھے پ ا ہوا تھا۔اور سنہرے . لوں میں لگے وہ بیڈز چمک رہے تھے۔

اس نے ا گہری سانس خارج کی۔دل زخمی تھا۔روح پ بھی زخم تھے۔اور وہ زخم اسکے پسند ہ شخص کے دیئے ہوئے تھے بھلا اتنی جلدی کیسے بھر تے تھے۔اب ان زخموں پ مرہم بھی بس وہی شخص رکھ سکتا تھا جس نے وہ زخم دیئے تھے۔اسکے علاوہ کوئی دوا کوئی علاج کام نہیں آ سکتا تھا۔

آ ی زینے پ قدم رکھا تو وہ سامنے ہی کھڑی آ گئی تھی۔ روشنیوں میں وہ کسی الگ ہی د کی مخلوق لگ رہی تھی۔ وہ کسی پ ستان کی شہزادی معلوم ہوتی تھی جو اپنے شہزادے کی منتظر تھی۔

وہ ا پل کے لئے رکا۔ ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور چلتا ہوا اسکے پ س آ ۔ صفا اس سے ا ن رہی۔

''پیاری لگ رہی ہو۔'' قر ۔ سے آتی آواز نے اسکو چونکا د تھا۔ صفا نے ہڑ ۔ اکر دیکھا وہ اسکے دا جا ۔ کھڑا تھا۔ محظوظ سے ا از میں مسکرا ہوا ۔ پ ۔ زو پ ۔ صفا کو یقین نہ آ ۔ اس نے پلکیں جھپکیں۔ وہ حقیقت تھا اس لئے غا ۔ نہیں ہوا تھا۔

وہ کچھ پل اسکو دیکھے گئی اور پھر رخ پھیر گئی۔ ا. اہیم اسکی اس حر ت پ د رہ ۔ اسکو تو لگا تھا کہ وہ اسکے دیکھتے ہی اس سے لپٹ جائے گی یہ کیا۔۔ یہاں تو معاملہ ہی ا ٹ ہو ۔ تھا۔ یعنی اسکی اتنی سی بیوی ۔ راض ہو چکی تھی۔

''اوہ۔۔ سوری محترمہ۔۔!! مجھے لگا میری بیوی ہے۔۔ ویسے کیا آپ نے میری بیوی کو دیکھا ہے؟'' وہ اب دوسری جا ۔ آ کر کھڑا ہوا۔ صفا نے ۔ بھینچ لئے۔'' ویسے ہے تو وہ چھوٹی سی۔۔ اتنی سی ہوگی مشکل سے۔۔'' ا. اہیم نے انگوٹھے اور انگلی کو جوڑ کر اسکا سا ۔ بتا یا صفا نے جبڑے بھینچ لئے۔ اور دوسری جا ۔ رخ پھیر لیا۔

''ا آ پ نے اسکو دیکھا ہے تو پلیز بتا دیں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ کسی کے پ وں تلے نہ آ جائے۔ میری چھوٹی سی بیوی۔۔'' وہ بے چارگی سجائے بولا تو صفا نے مڑ کر دیکھا اور اسکو ا اچھی خاصی گھوری سے نوازا۔'' پلیز محترمہ۔۔!! بتا دیں ورنہ میں یوں ہی اسکو ڈھو ۔ ہوا پ گل ہو جاؤں گا۔'' وہ دن ا جا ۔ ا ۔ صفا نے ۔ بھینچے ہوئے تھے۔ اسکی پلکیں لرزیں تھیں۔ وہ اس پ غصہ کر ۔ چاہتی تھی یہ کمبخت حلق کا درد ۔ جانے کیوں آڑے آ جا ۔ تھا۔

اس لئے وہ پھر سے رخ پھیر گئی۔ وہ اب دوسری جا ۔ آن کھڑا ہوا۔

''چلے جا ۔۔'' وہ پوری ہمت جمع کر کے بولی تھی۔ ا. اہیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''ا کیلے؟''

''ہاں۔۔'' وہ اسکی جا ۔ نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکی جا ۔ د ت تو ر ہ ر ہ نہ ہو جاتی۔ ا. اہیم کے دل میں کچھ ٹو ٹ تھا۔

(ڈ و ٹ ری شیپ ہر۔۔ وہ ٹوٹ سکتی ہیں)

ِ قوت کے الفاظ نے اسکو ا پل کے لئے خوفزدہ کر د تھا۔

'' میں تو اپنی چھوٹی سی بیوی کو ڈھو ۔ نے آ ہوں۔ جو کہ مجھ سے خفا ہو کر یہاں چلی آئی ہے۔'' اس نے مسکراہٹ قائم رکھی۔ صفا نے ٹ پ کر اسکی جا ۔ دیکھا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ کتنے ہی پل اسکو دیکھے گئی۔ آنکھوں میں مائع جمع ہو ۔ شروع ہو ۔ تھا۔ اسکی دلیلیں جو اس نے اب سو چی تھیں ۔ حلق میں کسی کا کی طرح ہی پھنس گئی تھیں۔

''آپ نے خود نکالا تھا اپنے گھر سے۔'' وہ اپنی ہمت جمع کر کے بولی ا. اہیم کا منہ کھل ۔

''واٹ۔؟؟؟''

''ہاں۔۔'' وہ اب اسکے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔ آنکھوں میں اشتعال تھا اب۔۔'' آپ نے خود در ۔ رکیا۔ آپ نے میری کسی ۔ ت کا یقین نہیں کیا۔ مجھے۔۔ مجھے۔۔'' اسکے حلق میں پھر سے درد اٹھنے لگا تھا۔ وہ اس درد سے شد ۔ تنگ تھی۔ اس نے تھوک نگلا اور اس درد پ قابو پ ۔'' مجھے ۔ کردار کہا۔۔''

''صفا۔۔!!'' اسکی آواز بلند ہوئی تھی۔

''ڈا ٹ لیں۔۔ مز ڈا ٹ لیں۔ مز لیں مجھ پ۔۔ مجھے مز میری ہی وں میں ادیں۔'' وہ بناء سہے بولے جا رہی تھی۔ اسکا ا لفظ ا. اہیم کو ا ر سے ر ہ ر ہ کر رہا تھا۔ وہ آج خود نہیں ٹوٹی تھی مقابل کو وہ ر ہ ر ہ کر گئی تھی۔

''صص۔۔ صفا۔۔'' آج وہ ہکلا ۔ تھا۔ اسکی اپنی ہی آواز لرز گئی تھی۔

''چلے جا پلیز۔۔'' وہ پھر سے رخ پھیر گئی۔'' مجھے مز ۔ در گور نہ کریں۔'' اس نے سختی سے اپنی آنکھیں ر ڑ ی تھیں۔ ا. اہیم اسکو دیکھ کر رہ ۔

ا. اہیم اپنی جگہ شل سا کھڑا تھا۔ وہ اسکو کیا سمجھا· چاہ رہا تھا اور وہ کیا سمجھ بیٹھی تھی۔ وہ لڑکی اپنے ۔ رے میں ایسے الفاظ استعمال بھی کیسے کر سکتی تھی۔

''تم ۔۔''ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔ اور اسکی کلائی پکڑ کر کھینچی۔۔ وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ وہ ا۔ پل کے لئے لڑکھڑائی۔ ا. اہیم نے دوسرا ہاتھ اسکے د · ھا۔ ''ایسے الفاظ کیسے استعمال کر سکتی ہو اپنے لئے؟ میری بیوی کے لئے؟'' اسکے لئے یہی ۔ت ہضم کر· ممکن تھا کہ وہ خود کو یعنی ا. اہیم کی بیوی کو۔ کردار کہہ رہی تھی۔

''آپ نے کہا ہے۔۔'' وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ عجیب ۔ غی پن سا تھا۔ عجیب مضبوطی سی تھی اسکے لہجے میں۔ ''صفا۔ا. اہیم ہر الزام۔ داش ۔ سہہ لے گی اپنے کردار پ ۔ت۔ داش ۔ نہیں کر سکتی پھر وہ ۔ت کرنے والا خواہ میرا شوہر ہی کیوں نہ ہو۔۔''

''صفا۔۔''ا. اہیم نے اسکو پکڑ کر جھنجھوڑا۔ اسکو اس صفا سے خوف محسوس ہوا تھا۔ وہ رخ پھیر گئی کھڑی اسی کی َ فت میں رہی۔ ''شٹ اپ۔۔!! آئیندہ ایسے الفاظ اپنی ز ۔ن پ مت لا· ۔ تمہیں پہلے بھی کہا تھا اب بھی کہتا ہوں کہ تمہارا کردار میں ہوں۔ اور مجھے تمہارے کردار کے متعلق کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں تمہاری بھی نہیں۔۔'' اسکے لہجے میں غم اور غصہ دونوں شامل تھے۔ صفا نے سر جھکا لیا۔ اب آ وَں پ بند· ھنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ کچھ د یغیر یقینی سے اسکو دیکھے َ اور پھر اسکو چھوڑ کر جا کر کچھ فاصلے پ کھڑا ہو َ ۔ صفا نے آ پونچھ کر اسکی جا· دیکھا۔ وہ یوں ہی ریلنگ پ ہاتھ جمائے کھڑا تھا۔

صفا نے بے بسی سے اسکو دیکھا۔ وہ اتنا قری ۔ تھا۔ وہ اسکے پ س تھا وہ اس سے بہت دور َ ۔ تھا۔ آ· کیا غلط ہو َ ۔ تھا۔ کیا چیز تھی جو وہ سمجھ نہیں پ رہی تھی آ· کون سی ایسی ۔ت تھی جس نے ان دونوں کو ا۔ دوسرے کے اتنا قری ۔ ہوتے ہوئے بھی دور کر کے رکھ دی تھا۔

وہ آ پونچھتی ہوئی سست قدم اٹھاتی اسکے پ س پہنچی۔ اس نے ا. اہیم نے ۔ز و پ ہاتھ رکھا۔ ا. اہیم نے اسکی جا· نہیں دیکھا تھا۔

''آپ نے مجھے منا ۔ بھی نہیں۔۔'' وہ اب منمنائی۔ ا. اہیم نے اسکی جا· دیکھا وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

''میں ٹھیک تھا۔ اس روئے زمین پ کوئی بھی ایسا موجود نہیں جو ا. اہیم کو سمجھ سکے۔'' وہ تکان سے کہتا سامنے دیکھنے لگا۔ صفا نے ٹ پ کر اسکی جا· دیکھا۔ ''میں کتنا ہی آسان الفاظ میں سمجھا کر دیکھ لوں تم لوگ میری ۔ت سمجھتے ہی نہیں کیو کوئی مجھے سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔ ۔ چاہتے ہیں کہ میں ا سمجھوں۔ مجھے سمجھنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔'' وہ آج بکھرا سا ہوا تھا۔

''نہیں۔۔ آپ ایسا مت کہیں۔'' صفا کو اب اپنے کہے گئے الفاظ پ · امت ہو رہی تھی۔

''تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔۔ میں ہوں ہی اسی قابل کہ مجھے چھوڑ دی ۔ جائے۔ تنہا چھوڑ دی ۔ جائے۔ انفیکٹ میں تو خود ہی چاہتا ہوں کہ مجھے ۔ چھوڑ دیں۔ ۔ کہ میری لاش پ آ بہانے والا کوئی نہ ہو۔۔ اور میں۔۔''

اس سے پہلے کہ وہ مز ۔ کچھ کہتا ا ۔ زٹے دار تھپڑ کی آواز گو تھی۔ ا. اہیم کے چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔ وہ چھوٹ سا ہاتھ اسکو ا· ۔ ت ہلا کر رکھ َ ۔ تھا۔

''آئیندہ ۔۔ آئیندہ ۔۔ ایسی ۔۔۔ ۔ ۔۔۔ ت۔۔'' اس نے انگلی کھڑی کر کے کچھ کہنا چاہا۔ اسکی آواز ۔ ی طرح پ پ رہی تھی۔ اسکے آ اب اسکا چہرہ بھگو رہے تھے ۔ا. اہیم کو کچھ لمحے لگے تھے سنبھلنے میں۔ اسکو یقین کرنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا۔ ''ا ۔۔ آئیندہ ایسی ۔ت کی ۔۔ تو۔۔'' وہ مسلسل پ پ تی ہوئی کچھ کہہ رہی تھی۔ الفاظ تھے کہ اسکا ساتھ دینے سے قاصر تھے۔۔

ا. اہیم نے پلکیں جھپکیں۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اسکو تھپڑ مار چکی تھی۔ یہ ۔ت ہی ا. اہیم کے لئے · قابل یقین تھی۔ وہ · جانے کیا کہنے کی کوشش کر رہی تھی ا. اہیم ابھی ۔ اس تھپڑ کو ہی پ اسس کر رہا تھا۔

صفا نے اپنی ۔ت مکمل کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دی ۔ الفاظ بکھر رہے تھے۔ وہ اپنی ۔ت پ اٹکی ہوئی تھی۔

''ا ۔۔ آپ ۔۔ نے ۔۔ دو ۔ رہ۔۔''

''آئی ایم سوری۔۔''ا. اہیم نے فوراً اسکا پ پ ۔ وجود خود میں چھپا لیا۔ وہ کچھ ش نیے تو یوں ہی ۔ ۔ بنی کھڑی رہی۔۔ ''آئیندہ نہیں کہوں گا۔۔'' وہ اسکو ہر لمحہ اپنے قری ۔ سے قری ۔ ۔ کر رہا تھا۔

''آپ ۔۔ آپ ۔۔'' وہ پھر سے کچھ کہنے کی سعی کرنے لگی۔

''بس کرو۔۔پلیز۔۔ پ پ ہو جاؤ۔۔معاف کر دو۔۔'' وہ ضبط سے بولتا ہوا اسکو خود میں بھینچ ر ہا تھا۔

''آپ۔۔نے میرے کردار۔۔''

''نہیں۔۔ہر ن نہیں۔۔ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔پلیز ایسا سوچ کر مجھے قتل نہ کرو۔۔'' وہ بھرائی آواز میں بولا۔

''تو پھر؟'' اسکی ٹ ٹ سی آواز آئی۔

''بس۔۔پھر کچھ نہیں۔۔شاید تم یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتی۔۔'' وہ ہار مان ر ہا تھا۔

''آپ پیار سے سمجھا ں۔۔'' وہ کسمسائی۔ا۔ اہیم نم آنکھوں سے ہی مسکرا دیا۔اس نے صفا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر سامنے کیا۔اسکے آ صاف کئے۔ وہ اب پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔کچھ دیر پہلے کا غصہ بھی آ وں کی شکل میں ہی نکل رہا تھا۔وہ اسکے پ سر ٹکا گئی۔ا۔ اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''دو راتیں تین دن۔۔تمہیں پتہ بھی ہے کتنا طویل عرصہ ہوتا ہے۔''

''مجھے کیا پتہ۔۔میں تو سکون سے تھی اپنی امی کے پ س۔۔'' وہ ن ک پونچھتی اسکو مزید تپا گئی۔

''واہ۔۔!! یعنی یہ طویل عرصہ صرف میرے لئے ہی کٹھن تھا؟ اور تو اور اس طویل مسافت کا ا۔ بھی دیکھو کیا مجھے۔۔ا ز ٹے دار تھپڑ۔۔'' ا۔ اہیم نے اسکو سامنے کھڑا کیا اور بے چارگی سے اپنے گال پ ہاتھ رکھا۔صفا کا دل ڈو ا تھا۔اس نے بے اختیار ہاتھ ب ھا کر اسکے گال کو چھوا۔

''درد ہو رہی ہے؟'' وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں تو۔۔بہت مزہ آ رہا ہے۔۔بلکہ اتنا ر یشنگ فیل کر رہا ہوں کہ دل کر رہا ہے کہ روز ایسی ڈوز مل جائے۔۔'' وہ دا ت بھینچ ر ہا تھا۔صفا نے پلکیں جھپک کر اسکو دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔۔'' صفا کہتے اپنی ایڑھیوں پ اٹھی وہ زرافے کی ما کھڑا تھا۔وہ مزہ ہوئی۔ا۔ اہیم مسکراہٹ د ئے نیچے جھکا۔اس نے ا۔ اہیم کے گال کو چھوا۔وہ گہرا مسکرا دیا۔

''ویسے ڈاکٹر صاحبہ کیا آپ ہر تھپڑ کے بعد ایسے ہی مرہم لگاتی ہیں؟'' وہ اسکے دونوں ز و ھ کر اسکو اپنے سامنے کر ر ہا تھا۔صفا کا چہرہ سرخیاں چھلکانے لگا تھا۔

''زیادہ زور سے لگی؟'' وہ پھر سے معصومیت سے بولی۔ا۔ اہیم نے ہونٹ گول کئے بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح۔''اچھا سوری ن۔۔'' صفا شرمندہ ہوئی۔

''وہ کیا ہے ن۔۔کہ پہلے تو بہت زور کی لگی تھی۔ مرہم دیکھ کر اب سوچ رہا ہوں کہ دوسرے گال پ بھی ا ٹ جانی چاہیے یوں تو ا فی ہو جائے گی ن۔''

''ایبو۔۔!!'' صفا نے خفگی سے اسکو دیکھا۔وہ ہنس دیا۔

''دیکھ لو۔لوگ کہیں گے کہ ا گال کیوں لال ہے دوسرا کیوں نہیں۔۔''

صفا نے بے بسی سے ہونٹ چبائے۔

''یہ تو کام اب ہو ر ہا۔۔'' ا۔ اہیم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔صفا کو پ کے لئے جگہ نہیں مل رہی تھی۔

''میرے ل ے گئے ڈریس میں لگ تو پیاری رہی ہو۔۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا تو صفا نے بے یقینی سے اسکی جا دیکھا۔''دیکھو ہم تینوں نے تمہارے ساتھ ٹوئننگ بھی کی ہے تم نے تو ہمیں ا دیکھا بھی نہیں۔''

''ہاں؟ آپکا ا ہوا؟ ٹوئننگ؟'' صفا کو کچھ سمجھ نہ آ ئی۔

''جی جناب۔۔!! یہ ڈریس میں نے لیا تھا تمہارے لئے اور اسی لئے تم پہنچ ر خواہ کیسے ہی سہی۔۔''

''۔۔امی تو کہہ رہی تھیں۔۔''

''وہ ساس ہی کیا جو داماد کے ساتھ سازش میں شامل نہ ہو۔۔'' وہ مسکراہٹ د ر ہا۔

''یا اللہ۔!! آپ لوگ کتنے ۔ ے ہیں۔۔'' وہ پھر سے اسکی ؔ فت سے ٗ ٗ لگی اسکو پھر سے بیوقوف بنادی ؔ ی تھا۔

''یا اللہ۔۔!! تم کتنی ڈھیٹ ہو۔۔'' وہ اسی کے ا ٗ از میں بولا تو صفا نے خفگی سے اسکو گھورا۔

''مجھے لگا کہ یہ کسی کا ٹھکرا یا ہوا ہے۔۔'' سمینہ خالہ کی ۔ توں نے اسکو بہت ہرٹ کیا تھا۔

''پ گل ہو؟ یہ میں نے سپیشل تمہارے لئے کسٹما ٗ کروایا تھا۔ ورنہ اسکی آستینیں نہیں تھیں۔'' اس نے کہا تو صفا نے غیر یقینی سے دیکھا۔ وہ اس سے بے خبر نہیں تھا۔ ''کیا کیا سوچتی رہتی ہو تم۔۔'' وہ اسکی پی ٹ نی چومتا پیچھے ہٹا۔

''آپ نے مجھے بہت ڈا تھا۔''

''کچھ سمجھا رہا تھا۔ تم جیسی اللہ میاں کی گائے کو تو میری ۔ ت سمجھ ہی نہیں آتی۔۔''

''آپ ہوں گے گائے۔۔ بلکہ بیل۔۔'' وہ سخت خفا ہوئی تھی۔ ا۔ اہیم نے اسکی سرخ ہوتی ٗ ک کو چھیڑا۔

''میں بس چاہتا ہوں کہ تم پینک ہو ٗ چھوڑ دو۔۔ اَ میں کبھی تمہیں میسر نہ رہوں تو تم پ اعتماد طر سے ز ٗ گی ٗ ارو۔۔ کوئی تمہیں اپنے اشاروں پ نہ سکے۔ حسن میرا اول دشمن تھا۔ تم نے اس سے مدد مانگی۔ وہ اس لمحے میں تمہیں کنٹرول کر سکتا تھا۔ وہ تم سے کچھ بھی منوا سکتا تھا۔ اس نے ایسا کچھ نہیں کیا کیو وہ حسن تھا۔'' صفا الجھی الجھی سی اسکو سن رہی تھی۔

''ہر کوئی حسن کر داوی نہیں ہوتا۔۔'' ا۔ اہیم نے ٹھہرے سے لہجے میں اعتراف کیا تھا۔ ''آ کل کوا ایسا کوئی معاملہ ہوتا ہے۔ اور تم کسی ایسے شخص کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتی ہو جسکا میری طرف کوئی حساب ٗ ہوتو۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا صفا۔۔ اس سے آگے میں سوچ ۔ نہیں سکتا۔۔ تم سمجھتی کیوں نہیں ہو کہ یہ د کس قدر ظالم اور سفاک ہے۔ یہ د ا۔ اہیم کی طرح نہیں ہے جو تمہارے ساتھ اَ ٗ اصافی کرے گی تو ساری ز ٗ گی تم سے معافی مانگے گی۔ یہ د تمہیں ز ٗ ہ نگل جائے گی اور اسکو رتی ۔ ا۔ پچھتاوا نہیں ہوگا۔۔'' وہ بولتا جا رہا تھا۔ صفا نے کھڑے ہونے کے لئے اسکا سہارا لیا تھا۔

''اس د کے ہاتھ میں تمہیں دینے کے لئے محض دھوکہ ہے۔ اس لئے تم یوں ہی ہر کسی پ بھروسہ نہیں کر سکتی یوں ہی ہر کسی سے مدد نہیں ما ٗ سکتی اور یوں ہی ہر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا سکتی۔ تم کسی کا دی ؔ سہارا نہیں تھام سکتی۔ یہ سہارے وقتی ہوں گے اور پھر یہ تمہیں پ تپتے صحرا میں لا کر چھوڑ دیں گے۔ اپنا سہارا خود ٗ سیکھو۔ اپنے قدموں پ خود کھڑے رہنا سیکھو۔ تم ایسی عورت بن جاؤ جس کو ز ٗ گی جینے کے لئے کسی کی ضرورت ۔ قی نہ رہے۔۔ ا۔ اہیم گورسی کی بھی نہیں۔۔!!'' آ ٗ ی ۔ ت کہتے اس نے جھک کر اسکا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اسی کی جا ٗ ۔ دیکھ رہی تھی۔ ا۔ اہیم نے اسکی بینڈ تیج لگی ا ٗ یں تھامیں اور ان پ مرہم لگا ۔ لکل ویسے ہی جیسے صفا نے لگا تھا۔

''ا۔ اہیم گورسی کی بیوی بنو۔۔'' وہ اب کی ۔ رمضبوط لہجے میں بولا تھا۔ صفا اسکے ی پ گال ٹکا گئی۔ وہ اسکی ۔ توں کو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''صفا کہاں ہے؟'' منال نے ٗ یجہ سے پوچھا۔ وہ لوگ بعد میں آئے تھے۔ وہ ٗ یجہ سے مل کر ا پ س ہی بیٹھ گئیں۔

''وہ پتہ نہیں تھوڑی د پہلے یہیں تھی۔'' ٗ یجہ نے بھی ادھر ادھر دیکھا۔

''اور ا۔ اہیم؟'' منال نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ اسی کو ڈھونڈ نے ؔ ہے۔'' ٗ یجہ نے کہا اور وہ دونوں ہنس دیں۔

''شفا۔۔!!'' دینا نے اینٹرینس کی جا ٗ ۔ دیکھ کر ہ لگا ی تو ان دونوں نے بھی پلٹ کر دیکھا وہ دونوں مسکراتے چلے آ رہے تھے۔ صفا سرخ سے عارض لئے سر جھکائے چلی آ رہی تھی اور ا۔ اہیم ٗ جانے اسکو کیا کہہ رہا تھا جس سے وہ مزی سرخ گلاب بن جاتی تھی۔

''ہوگئی صلح۔'' زریب نے سرگوشی کی تو سعدیہ بھی دیکھ کر ہنس دی۔

''ہاں۔۔ اب لگ رہا ہے ٗ ں کہ کوئی کپل آ رہا ہے۔'' وہ سرشاری سے بولی۔

وہ لوگ کچھ فاصلے پ ہی تھے۔ ۔ دینا بھاگتی ہوئی ا سامنے آئی۔ ا۔ اہیم نے جھک کر اسکو اٹھا لیا۔

''نو۔۔!! شفا۔'' وہ صفا کے پاس جانا چاہتی تھی۔اس نے ان دونوں میں صفا کو بہت مس کیا تھا۔

''شفا اپنا ڈریس ہی اٹھالے وہی بہت ہے۔۔'' ا. اہیم نے دینا کا گال کھینچا۔

''شفا۔لکس پیتی۔۔'' دینا نے اسکو کھلے دل سے داد دی تھی۔صفا نے مسکرا کر دینا کے گال چومے۔

''دیکھ لو۔۔!! بچے بھی مرجھا گئے ہیں اور تم یہاں مزے کر رہی تھی۔'' ا. اہیم نے مسکراہٹ دبائے اسکو چھیڑا.....

''مزے؟ ہاں۔۔میں نے واقعی بہت انجوائے کیا۔۔ہم لوگ شاپنگ کرنے گئے پھر سیلون گئے۔۔اور۔۔'' وہ سوچ سوچ کر بتا رہی تھی۔ا. اہیم نے اسکے جھوٹ کو بہت اچھے سے انجوائے کیا تھا۔

'' مہندی تو لگوائی ہی نہیں۔'' ا. اہیم نے اسکی چلتی زبان کو بریک لگائی۔

''میں کون سا دلہن ہوں؟'' وہ کھلکھلائی۔

''میری دلہن تو ہو۔۔'' وہ اسکے اس کھلے سے چہرے کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لئے بولا جو پچھلے تین دن سے مرجھایا ہوا تھا۔ایک پھر سے دل میں ٹیس اٹھی تھی کہ کہیں وہ اس چہرے کی رونق نہ چھین لے۔کہیں وقت اس کو پھر سے کسی رنج سے دوچار نہ کر دے۔

''تیاں بنانی آ گئی ہیں آپکو۔'' وہ مسلسل اپنے سرخ عارض چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''نہیں تو۔۔کھانا بھی بنانا آتا ہے۔'' وہ ہنس دیا۔وہ ہنستا ہی جا رہا تھا۔دل کی سرزمین پہ کوئی بہار سی اتر آئی تھی۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ موسم دھل سا گیا تھا جیسے برسات کے بعد ہر چیز دھل جاتی ہے دمک جاتی ہے اور ہر چیز شفاف ہو جاتی ہے۔پھولوں کی پنکھڑیوں پہ ٹھہرے پانی کے شفاف قطرے جن میں اسکو اپنے حسین مستقبل کا عکس آتا تھا۔وہ صرف خوبصورت ہی نہیں تھا وہ خوش نصیب بھی تھا۔وہ امیر تھا محبتوں کے معاملے میں، رشتوں کے معاملے میں وہ بہت مالدار تھا۔

''وہ تو اب مجھے بھی بنانا آتا ہے۔'' وہ دن بدن اگائی۔ا. اہیم کے چہرے پہ بکھرے سارے رنگ زائل ہوئے۔

''اب سے نہیں آتا بنانا۔۔'' اسکا دل سہم سا گیا تھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ لوگ راہداری میں ہی کھڑے تھے۔اردگرد لوگ آجا رہے تھے کچھ لوگ اپنی اپنی نشستوں پہ بیٹھے تھے۔

''بس اب نہیں آتا کھانا بنانا۔۔بھول جاؤ کہ تم کبھی کچن میں جاؤ گی۔''

''ا. اہیم۔۔!! کیا ہو گیا ہے۔۔'' اسکی مسکان پھیکی پڑ گئی۔ا. اہیم اسکے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔دینا اسکی گود میں تھی۔جو کہ صفا کی جانب ٹکٹکی سی دیکھ رہی تھی۔شاید اسکو صفا پیاری لگ رہی تھی۔

''پلیز۔۔!میرے بچے کچنا نے خالی مت کرو۔۔''

''آپ بھی ناں۔۔عجیب باتیں کرتے ہیں۔'' وہ اسکی بات کو ہوا میں اڑا گئی۔ا. اہیم نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔ پھر اسکی نگاہ پیچھے آتے خیام قریشی پہ گئی وہ اسی کی جانب چلے آ رہے تھے۔ا. اہیم کے تاثرات یکدم تبدیل ہوئے تھے۔اب اسکے چہرے پہ تناؤ تھا۔وہ لوگ بے شک کچھ رشتوں کی ڈوری سے بندھے ہوئے تھے جو دلوں میں ایک دوسرے کے لئے سختی تھی وہ زائل نہیں ہو سکتی تھی۔

صفا نے مڑ کر دیکھا تو مسکرا دی۔وہ آکر اسکے سامنے کھڑے ہوئے اور صفا کے دہاتھ حمائل کیا۔

''ا. اہیم۔۔!! میری بیٹی لاوارث نہیں ہے۔آئندہ اگر تم نے اسکو کوئی تکلیف دی یا تم اسکے آنسوؤں کی وجہ بنے تو میں ابھی بھولا نہیں ہوں کہ تم میرے بیٹے کے قاتل ہو۔'' وہ سخت الفاظ میں بولے تھے۔صفا نے چونک کر اپنے باپ کو اور پھر سامنے کھڑے ا. اہیم کو دیکھا۔یہ کیا ہو رہا تھا۔؟ اچانک سے تناؤ کیوں بڑھنے لگا تھا۔پھر اسکو یاد آیا کہ اس نے اپنے باپ سے ا. اہیم کی شکایت لگائی تھی۔صفا کاٹنے لگی۔ا. اہیم نے ایک نگاہ صفا پہ ڈالی جو کہ ایک پھر سے مرجھا سی گئی تھی۔

دفعتاً لوگوں نے ا جانب دیکھا تو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔آج پھر سے دو جانی دشمن آمنے سامنے تھے۔ہال میں بے چینی بڑھی تو بچے اور منال جو کہ پہلی قطار میں بیٹھی تھیں وہ بھی گھبرا کر اجانب دیکھنے لگیں۔

صفا نے ملتجی نگاہوں سے اپنے ب پ کو دیکھا وہ سخت ت ات قائم کئے ہوئے تھے۔

''۔۔۔!! مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔۔'' وہ منمنائی۔ خیام قریشی نے ا یسخت نگاہ صفا پ بھی ڈال دی کیو وہ جا تھے کہ وہ ا. اہیم کی سفارش نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے انھوں نے صفا کو. زر ° کی سعی کی۔ وہ . کترتی ہوئی سر جھکا گئی۔ وہ پھر سے ا. اہیم کی جا. متوجہ ہوئے۔

''آئی ایم سوری۔۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزی کچھ کہتے ا. اہیم نے سر جھکا کر سوری کرتے ا یپل کے لئے تو وہاں موجود تمام س کو ہی ت میں ڈال دی تھا۔ ا. اہیم معافی ما رہا تھا وہ بھی خیام قریشی سے۔۔ یہ د کا آٹھواں عجوبہ تصور کیا جا سکتا تھا یہ عجوبہ رو ہو چکا تھا۔ صفا نے بے یقینی سے ا. اہیم کے چہرے کو دیکھا۔ منال اور ° یجہ جو کہ ابھی وہاں پہنچی ہی تھیں ان لوگوں کی. ت پ وہیں جم گئیں۔

''آئندہ میری وجہ سے اسکی آنکھوں میں آ نہیں آ گے۔'' وہ مسلسل نگاہ جھکائے کھڑا تھا۔ صفا کی سرمئی آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔ وہ اس چیز کی امید اپنے کسی خواب میں بھی نہیں کر سکتی تھی آج یہ ہو رہا تھا۔

خیام قریشی نے کچھ کہنے کے لئے انگلی اٹھائی تھی پھر انھوں نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''صفا۔!!'' وہ اسکی جا. مڑے۔

''جی۔۔۔۔''

''آئندہ یہ تمہیں کوئی بھی تکلیف دے یتم سے جھگڑا کرے تم ا یمنٹ کی د یکئے بناء میرے پ س چلی آ ۔ پھر میں جانوں اور یہ۔۔'' ا یسلگتی نگاہ ا. اہیم پ بھی ڈال گئے تھے۔ صفا نے . کچلتے ہوئے کن ا ں سے ا. اہیم کو دیکھا۔

خیام قریشی وہاں سے چلے گئے تو . نے ا یسکون کی سانس لی۔ ا یٹماشہ ہونے سے رک یا تھا۔ سٹیج پ بیٹھے زریب اور سعدیہ نے بھی ا یدوسرے کی جا. دیکھ کر شکر کی سانس لی تھی۔

° یجہ اور منال دینا کو لئے واپس آ گئیں۔ جبکہ وہ دونوں ابھی ت وہیں کھڑے تھے۔

''آئی۔۔ایم۔۔'' صفا نے کچھ کہنے کی سعی کی۔ ا. اہیم نے اسکا ہاتھ دبوچ لیا۔ صفا نے گھبرا کر دیکھا۔ اسکے ت ات ان ریڈ ایبل تھے۔ صفا کا حلق خشک ہوا۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑے اسکو. ہر لے آ۔۔

''ا. ا۔۔ا. اہیم۔۔ پلیز۔۔ میری. ت سن لیں۔۔'' وہ کھنچتی چلی آ رہی تھی۔ وہ اسکو لئے گیٹ پ کھڑا تھا صفا مسلسل کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی وہ خاموشی سے کھڑا گاڑی کا انتظار کرتا رہا۔ کچھ ہی د میں گارڈ گاڑی لے آ۔

''آ جاؤ۔۔'' ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو لئے آگے ب ھ ۔ اس نے پیسنجر ٹ کا دروازہ کھولا صفا سہمی سی کھڑی تھی۔ ''بیٹھو۔'' وہ اسکے پ س گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

''۔۔''

''بیٹھو۔۔''

''نہیں۔۔'' صفا نے سختی سے کہتے ڈور بند کر دی اور خود اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ''آپ پھر سے ° راض ہو رہے ہیں؟''

ا. اہیم خاموشی سے کھڑا رہا۔

''بتا ۔۔!! میں نے . . سے ایسا ویسا کچھ نہیں کہا تھا۔'' وہ اداس لہجے میں مضبوطی سے بولی تھی۔

''اچھا؟'' ا. اہیم نے اسکے چہرے پ نگاہ جمائے ہی اسکے دا . جا. ہاتھ رکھے۔ صفا نے سانس ی کی کوشش کی۔ ''تو پھر۔۔ کیسا ویسا کہا تھا؟'' وہ غصہ نہیں تھا وہ مسکرا بھی نہیں تھا۔

''وہ۔ بس۔۔ میں نے کہا تھا۔'' وہ . کچلنے لگی۔

''کیا کہا تھا؟'' وہ قریب ہوا۔ اسکے کلون کی مخصوص مہک نے صفا کی دھڑکنوں میں طلاطم پیدا کر دیا تھا۔ وہ اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نگاہیں پھیر رہی تھی۔ ''بولو۔۔'' ابیم نے ایک ہاتھ سے اسکے چہرے پہ جھولتی ننھی سی لٹ ہٹائی۔ صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا آنکھوں میں نہیں۔ صفا نے تھوک نگلا۔ وہ پھنس چکی تھی وہاں سے فرار ممکن نہ تھا۔

صفا نے پلکیں جھپکیں۔۔ اور ایک گہری سانس لی۔ اس نے ابیم کے ہاتھ پہ دونوں ہاتھ رکھ کر اسکو پیچھے دھکیل دیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور اسکو خفگی سے گھورنے لگا۔

''وہ میرے اور کے نیچے کی بات تھی۔'' اس نے کہتے ہوئے اپنے شانوں پہ پھیلا دوپٹہ درست کیا۔ ابیم نے اچٹتی نگاہ اٹھائی۔ وہ اسکی دلیری پہ حیران رہ گیا۔ وہ یہی تو چاہتا تھا۔

''آہاں۔!! تو اب میری اتنی سی بیوی۔۔'' اس نے پھر سے انگوٹھے اور انگلی کو کراس کا سائن بنایا۔۔ صفا نے سرخ ہوتے گال لئے اسکو گھورا۔۔ ''بتیں بھی بنانے لگی ہے۔۔'' وہ ہنسنا چاہتا تھا وہ ضبط کئے کھڑا رہا۔ صفا کے چہرے کے بدلتے رنگ اسکو اور دلکش سکون اور خوشی دے رہے تھے۔

''ہاں۔۔!! بالکل۔۔'' اس نے ایک ادا سے کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔ دبی ہوئی مسکراہٹ کو اس نے بالآخر آزاد کیا تھا۔ صفا کی سانس بحال ہوئی۔

''چلو۔۔'' کہتے اس نے پھر سے ڈور اوپن کیا۔ اس بار صفا بیٹھ گئی۔ وہ دوسری جانب سے آ کر بیٹھا۔

''کہاں جانا ہے؟ ابھی تو ہم لوگوں نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔'' وہ منہ پھلا گئی۔

''پیٹ بھرنی ہے۔۔ تمہیں رلایا ہے تو کھانا بھی میں ہی کھلاؤں گا۔'' کہتے اس نے گاڑی دی۔۔

''دادو۔۔ کہاں ہیں؟'' سفیان گورسی ہال میں داخل ہوئے ساتھ مرجان اور یقوت تھے۔ وہ لوگ سارے ہال میں ابیم کو تلاش کر رہے تھے۔

''وہ تو فرار ہو گیا۔'' وہ مسکرا دیئے۔

''کیا مطلب ہے؟'' مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے ان سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ وہ اپنی چھوٹی سی بیوی کو بھگا کر لے گیا ہے وہ بھی کسی اور کی شادی سے۔۔'' وہ ہنس دیے۔۔ مرجان اور یقوت نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''چلیں گھر؟'' منال دینا کا ہاتھ تھامے پاس چلی آئی۔

''ہاں۔۔ کھانا کھا لیا۔۔ جو کام کرنے آئے تھے وہ ہو گیا اب چلو۔۔'' سفیان گورسی ہلکے پھلکے موڈ میں دکھائی دیتے تھے۔ منال بھی ہنس دیں۔

''صفا اور ابیم نہیں آ رہے۔۔'' منال نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ بھگا کر لے گیا ہے تمہاری بہو کو۔۔'' وہ شوخی سے مسکرائے۔ منال نے سر جھٹکا۔ ''چلیں گھر۔'' وہ لوگ زریاب اور سعدیہ سے مل کر ڈھیروں دعا دے کر اور گفٹس ایک حوالے کر کے گھر چلے گئے تھے۔

ایک گھر پہنچتے پہنچتے رات کے بارہ ہو چکے تھے۔ یقوت اور مرجان اپنے کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ منال دینا کو لئے اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔

یقوت تھکا ہوا تھا اس نے چینج کیا۔ شیو کیا اور جا کر لیٹ گیا۔ آج اس نے کوئی کتاب بھی نہیں پڑھی تھی۔ اسکو بس اب نیند آ رہی تھی۔ جبکہ مرجان چینج کر کے اپنا پی سی سنبھال چکا تھا۔

اس نے اپنا اکاؤنٹ اوپن کیا تو اسکو اسی اکاؤنٹ سے ایک گیم کا انویٹیشن آیا ہوا تھا۔ مرجان نے دیکھا کہ وہ انویٹیشن آدھا گھنٹہ پہلے آیا تھا۔ اس لئے اس نے بے دلی سے وہ ایکسپٹ کر لیا کیونکہ اسکو امید تھی کہ وہ یوزر اب دستیاب نہیں ہوگا۔ اسکی توقع کے عین برعکس گیم شروع ہو گیا۔ یعنی وہ یوزر اسکے انتظار میں تھا۔

مرجان کی نیند پھک سے اڑی تھی۔ وہ چوکنا ہو کر گیم کھیلنے لگا وہ ایک کار ریسنگ گیم تھی آج کل وہ کنگ کی بجائے ریسنگ گیمز سے ہی کمایا رہا تھا۔

چیٹ بکس اوپن ہوا۔

''ہائے۔۔!!''

مرجان نے پہلے تو چو۔ کر دیکھا۔ ۔ ۔ ٹ اول سے ۔ تیں کر کر کے وہ اب تھوڑا محتاط ہو ۔ تھا۔ وہ یوں ہی دو ۔ رہ کسی کو اپنی ز ۔ گی میں نہیں آنے دے سکتا تھا۔ اس کے ۔ ۔ نے کہا تھا کہ ۔ ۔ ٹ اول اسکو مس گائیڈ کرتا ہے۔ اس لئے اب وہ ہر کسی پ بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ بھروسہ توڑتا ا شخص ہے اور اٹھ ہر کسی سے جا ۔ ہے۔

مرجان نے جھجکتے ہوئے جواب دی۔ ''ہیلو۔۔''

''ہاؤ آر یو؟'' جواب فوراً آ ۔ تھا۔

''ہو آر یو؟'' جواب میں مرجان نے سوال کیا تھا۔ کچھ پل کے لئے سناٹا چھا ۔ ۔ گیم ہنوز چل رہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا مرجان کی ٹکر کا ہر ۔ نہ تھا۔ مرجان ان گیمز میں ماہر تھا بلکہ وہ تو بس اب وارم اپ کے لئے ایسی گیمز کھیلا کرتا تھا۔

''آئی ایم بلیو۔۔'' جواب آ ۔ تو مرجان نے اسکا یوزر دیکھا۔ ''بلیو۔۔''

''بلیو مینز؟'' مرجان نے فوراً سوال کیا تھا۔ کیو یہ کوئی ۔ م نہیں تھا یہ تو کوئی ۔ تھا پھر کچھ اور۔

'' ''

مرجان جواب پڑھ کر ا پل کے لئے مسکرا ۔ تھا۔ آنکھوں میں دادا ۔ ی تھی۔ وہ ایسے جواب کی امید ہر ۔ نہیں کر رہا تھا۔ وہ کچھ لمحے اس لائن کو پڑھتا رہا تھا۔ ا ۔ ر ،دو ۔ ر، تین ۔ ر۔۔ نیز ۔ ر ۔ ر۔۔!

وہ اس لائن کو پڑھتا رہا تھا۔ وہ یقیناً متا ۔ ہوا تھا۔ مرجان گورسی اس جملے سے متا ۔ ہوئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

'' ''مرجان نے اگلا سوال پوچھا۔

'' ''جواب غیر متوقع تھے۔ مرجان نے کی بورڈ چھوڑا اور کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ ۔ ۔ وہ سکرین کو دیکھ کر ہنستا جا رہا تھا۔

''یہ مزے دار ہے۔۔'' اسکو فائنلی کوئی پ ر مل ۔ تھا۔ پھر چاہے اسکے لئے اسکو ۔ کسنگ چھوڑ کر ریسنگ گیمز ہی کیوں نہ کھیلنا پڑتیں۔ وہ خوش تھا۔ اس نے کوئی جواب دیئے بنا پی سی آف کر دی۔ وہ یوں ہی مسکرا ۔ ہوا آ کر اپنے بیڈ پ ۔ ۔ ت لیٹ ۔ ۔

''۔ ۔ ٹھیک کہتے ہیں کبھی کبھی کسی چیز کا اختتام کسی نئی چیز کی شروعات ہو ۔ ہے۔ اور شروعات ہمیشہ خوبصورت ہوتی ہے۔۔'' اسکو اپنے ۔ پ کے کہے گئے کچھ الفاظ ی د آئے تھے۔ وہ کچھ دیر مسکرا ۔ ہوا چھت کو گھور ۔ رہا۔ اور پھر کروٹ کے بل لیٹ ۔ ۔

دوسری طرف آ ۔ ۔ نے دیکھا کہ ''بلیک سٹون'' یوزر اچا ۔ سے آف لائن ہو ۔ تھا۔ وہ مایوسی سے کچھ ۃ نیے سکرین کو دیکھے گئی۔ اس نے کافی د ۔ اسکا انتظار کیا تھا اور اب وہ بنا کچھ کہے ۔ ۔ تھا۔ سکور بورڈ پ وہ ۔ ٹپ فائیو میں تیسرے نمبر پ تھا حالا اس نے دو دن پہلے ہی اکاؤ ۔ ٹ بنا ۔ تھا۔ آ ۔ ۔ کو اس یوزر سے بہت کچھ سیکھنا تھا۔ اس نے تمام پ نچ یوزرز کو یوں ہی انویٹیشنز بھیجے تھے انھوں نے ا کا انویٹیشن قبول نہیں کیا تھا۔ یہ واحد یوزر تھا جس نے قبول تو کر لیا وہ اسکو کچھ عجیب لگا تھا۔

وہ کچھ دیر یوں ہی دیکھتی رہی کہ شا ۔ وہ پھر سے آنلائن ہو جائے وہ نہیں آ ۔ تھا۔ وہ کچھ دیر روبوٹ کے ساتھ کھیلتی رہی اور پھر اٹھ کر سونے کے لئے لیٹ گئی۔ میرا ل گہری نیند میں تھی۔

''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ اس وقت فارم ہاؤس کے اوپن کچن میں ا ن پہنے کھڑا کھا ۔ بنا رہا تھا۔ صفا جو کہ لاؤنج میں بیٹھی موویز دیکھ رہی تھی کافی د ۔ بور ہونے کے بعد اسکے پیچھے چلی آئی۔ اور وہ بس اب کھا ۔ ڈش آؤٹ کر رہا تھا۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ ابھی ت اسی ڈریس میں کھڑی تھی۔ دوپٹہ اب ا کندھے پ ڈھلک ۔ ۔ تھا۔ فرنچ چوٹی سے لٹیں نکل کر چہرے پ جھول رہی تھیں۔ وہ کنفیوذڈ سی کھڑی تھی۔

ا ۔ اہیم نے کچھ ۃ نئے اسکو دیکھا اور پلٹ کر پھر سے اپنے کام میں مصرف ہو ۔ ۔

''میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔'' وہ اسکے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور اہیم کے کندھے پہ ہاتھ رکھے آگے ہو کر کھانا دیکھنے لگی۔اسکو بھوک لگ رہی تھی اور کھانا دیکھ کر تو مزید لگ رہی تھی۔

''تم جا کر موویٰ انجوائے کرو۔۔بس میں تھوڑی دیر تک لے کر آ رہا ہوں۔'' وہ سلیقے سے کھانا ڈش آؤٹ کر رہا تھا۔اس نے اپنے لئے اٹیلین بنایا تھا اور صفا کے لئے پاکستانی ڈشز بنائی تھیں۔دو گھنٹے کی محنت کے بعد آخر کار کھانا تیار ہو چکا تھا۔

''اکیلے دیکھ رہی ہوں۔مزہ نہیں آ رہا۔۔اور کیا ہم ساری رات یہیں رہنے والے ہیں؟ گھر نہیں جانا کیا۔'' وہ خجلت سے بولی۔اہیم نے مڑ کر دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح بڑی بڑی سرمئی آنکھیں پھیلائے کھڑی تھی۔جن میں سوال تھا۔اہیم پلٹا اور ہمیشہ کی طرح اسکو کمر سے پکڑ کر کاؤنٹر پہ بٹھا دیا۔وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔

''کیوں؟ یہاں کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' اسکی نگاہیں اب صفا کو مزید الجھا رہی تھیں۔

''نہیں تو۔۔آپ کے ساتھ کوئی مسئلہ کیوں ہوگا۔آپ کے ساتھ تو میں کہیں بھی رہ سکتی ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

''ٹیسٹ کرو تو۔۔'' اہیم نے ایک چمچ پستا اسکی جانب بڑھایا۔صفا کچھ دیر سوچنے لگی۔''پچھلی بار تو مزے سے کھا گئی تھی۔'' اہیم نے اسکا منہ تکتے ہوا دیکھا تو گھور کر کہا۔

''میں بیمار تھی۔۔اب میرے ٹیسٹ بڈز پھر سے چینج ہو گئے ہیں۔'' اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

''ڈرامے باز۔۔'' اہیم نے چمچ پیچھے ہٹانا چاہا تو صفا نے اسکا ہاتھ تھام کر وہ چمچ کھا لیا۔وہ اب کھانے کا ذائقہ محسوس کر رہی تھی۔اہیم اسکے تاثرات بغور دیکھ رہا تھا۔پھر صفا نے شرارت سے اسکی جانب دیکھا۔

''تھینک گاڈ۔۔!! میرا شوہر کسی سے کم نہیں ہے۔'' وہ شوخ انداز میں بولی تھی۔اہیم گہرا مسکرایا۔''آپ شرما رہے ہیں؟'' صفا نے اسکے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی۔وہ مسکراہٹ دبائے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔''کیا واقعی شرما رہے ہیں؟'' وہ اب اسکو تنگ کر رہی تھی۔

اہیم نے ایک ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑی اور ایک ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھام کر اسکو کاؤنٹر سے اترنے میں مدد کی۔وہ اسکو لئے لاؤنج میں ہی ڈائننگ ٹیبل تک لایا۔اور ٹرے میز پر رکھی۔ایک کرسی کھینچی اور اسکو بٹھایا۔وہ اسکو کسی شہزادی کی طرح کھانا سرو کر رہا تھا۔صفا بس مسکرائے جا رہی تھی۔

وہ دوبارہ کچن میں گیا اور مزید کچھ چیزیں لے کر آیا۔ٹیبل سیٹ کیا۔اور آ کر اسکے پاس بیٹھا۔

''شروع کرو۔۔'' وہ کھانا نکالنے لگا۔صفا ٹکر ٹکر اسکو دیکھے گئی۔''یہ بیوی۔۔!! کھانا کھا لو۔'' اہیم نے سر جھٹکا صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو گھورا۔

''سر وہ آ گئے ہیں؟'' وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔عاصم نے آ کر اسکو اطلاع دی۔صفا نے چونک کر سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''ہمم۔۔انہیں بٹھا دو۔کھانے کے بعد لے آنا۔۔'' اہیم نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔عاصم پلٹنے لگا۔''بلکہ رکو۔۔'' اہیم نے ہاتھ سے ہی اشارہ کیا۔عاصم وہیں رک گیا۔''کچن سے کھانا نکال کر لے جاؤ انہیں لئے۔۔'' اہیم نے کہا تو عاصم نے ایک ڈائننگ ٹیبل کو دیکھا۔

''اور میرے لئے؟'' اس نے للچائی نظروں سے دیکھا۔اہیم نے اسکو گھوری سے نوازا۔صفا ہنس دی۔۔

''لے جاؤ اپنے لئے بھی۔'' اہیم کہا تو عاصم خوشی خوشی کچن کی جانب بڑھ گیا۔

''کون آیا ہے؟'' صفا پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''کھانا کھاتے ہوئے باتیں نہیں کرتے۔'' اس نے اسکو کسی چھوٹے بچے کی طرح ڈپٹ دیا۔وہ منہ بسور کر رہ گئی۔

''دل کرتا ہے اپنی مرضی کے اتھکس کریٹ کر دیتا ہیں۔ہونہہ۔'' اس نے دل ہی دل میں دہرایا تھا۔اہیم نے گردن موڑ کر دیکھا۔

''دل میں کیا کہہ رہی ہو؟ منہ پہ بولو۔۔''

''اب آپکو نہیں پتہ کہ کھانا کھاتے وقت زیادہ باتیں نہیں کرتے۔'' صفا نے آنکھیں سکیڑ کر وارن کروایا۔

''میں ابھی بھولا نہیں ہوں کہ تم نے سارے خان کو میری شکایتیں لگائی ہیں۔۔'' وہ اب صفا کی پلیٹ میں کھانا نکال رہا تھا۔

''بس۔۔!!''اس نے اسکا ہاتھ روکنے کی کوشش کی ۔ا۔ اہیم نے گھور کر اسکو۔ زر کھا۔''ہاں تو۔۔!۔ ۔ آپ میرے ساتھ لڑائی کریں گے میں یوں ہی سارے خا۔ ان کو بتا۔ کروں گی۔۔''

''۔ دلوں کی نی ہوتی ہے یوں شکایتیں لگا۔۔''

'' تھپڑ مار۔ تو بہادروں کا کام ہوتا ہے۔ ں۔۔''صفا نے چبا کر کہا تھا۔ا۔ اہیم اسکو دیکھ کر رہَ ۔

''چونچ بند کرلو۔۔ورنہ اس کھانے میں ایلفی ڈال دوں گا۔۔''

''ہاں۔۔اب تو میری چونچ۔ ی ہی لگے گی۔۔''وہ کندھے اچکا گئی۔

یوں ہی انھوں نے چونچ لڑاتے ہوئے کھا۔ ختم کیا تھا۔ا۔ اہیم۔ تن ر ۔ کچن میں َ ۔صفا اٹھ کر پھر سے ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔وہ کچن سے نکل کر اسکے پ س آ ۔اور آ کر اسکے ساتھ ہی ٹ َ ۔ریموٹ اٹھا یا اور ا۔ مووی لگا لی۔

''یہ۔۔ہار رہے۔۔''صفا نے مووی کو ردیکھ کر ہی کہا تھا۔ا۔ اہیم۔ چھا سا مسکرا۔

''تو کیا ہوا۔تھپڑ مارنے والے ا۔ ہار فلم سے ڈر جا گے؟''وہ اسی کے ا۔ از میں جتا َ ۔صفا نے ۔ک سیکڑی۔اسی دوران لاؤنج کا دروازہ کھلا اور دو لڑکیاں ا۔ ردا خل ہو ۔صفا نے چو۔ کر دیکھا۔انھوں نے ا۔ رآتے ہی سلام کیا۔ا۔ اہیم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ا ۔ ۔ کا کہا۔صفا نے کچھ ہی لمحوں میں ا پہچان لیا تھا۔

''یہ۔۔کیوں؟''صفا نے َ دن موڑ کر دیکھا۔وہ ا۔ ۔ زو صوفے کی پشت پ پھیلائے اسکے قر۔ بیٹھا تھا۔ا۔ اہیم نے اسی ہاتھ سے اسکی ٹ کو پیچھے ہٹا۔

''مہندی نہیں لگوانی تھی؟''

''ا۔ اہیم۔!!رات کا ا۔ نج رہا ہے اور آ پکو مہندی لگوانی ہے؟''وہ حیران ہوئی تھی۔

''مجھے نہیں تمہیں لگوانی ہے۔۔''وہ ہنس دی۔صفا نے َ دن ا۔ جا۔ َ ائی۔''جا کر چینج کرلو۔۔وارڈروب میں کپڑے پڑے ہیں۔یہ بھاری بھرکم ا۔ ردو۔تم سے زیادہ وزن ہے اسکا۔''ا۔ اہیم نے اسکے جوڑے کو ا۔ دیکھا۔وہ لڑکیاں مسکرا رہی تھیں۔صفا کے عارض سرخ ہوئے ۔

'' ۔۔''

''جاؤ۔۔''ا۔ اہیم نے آنکھیں۔ ٹی کر کے کہا تو وہ منہ بسورے پ وں پٹ۔ کر چلی گئی۔ا۔ رآئی تو وارڈروب کھول کر دیکھا اس میں بس ا۔ ہی جوڑا تھا۔اور وہ جوڑا دیکھ کر صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔یہ وہی۔ دامی رَ کا سوٹ تھا جس کو ۔ سے اس نے انکار کر۔ تھا۔۔اس پ بھی ہلکا سا کام ہوا ہوا تھا وہ قدرے آرام دہ تھا۔صفا نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی اور ٹ ھ کر بند دروزے کو گھورا۔

''جلدی آجاؤ۔۔''ا۔ اہیم نے۔ ہر سے ہا۔ لگائی۔وہ چار وہ۔ چار وہ جوڑا لے کر واش روم میں گھس گئی۔کیو میکسی میں وہ خود بہت ان کمفرٹیبل فیل کر رہی تھی۔ شاور لے کر اس نے وہ ہلکا سا خوبصورت جوڑا پہن لیا مسئلہ وہی تھا کہ اسکی آستینیں نہیں تھیں۔اس نے آ ۔ میں ا۔ خود کو دیکھا۔اور پھر اپنا دوپٹہ اچھی طرح ۔ زوؤں پ پھیلا لیا۔کہ اسکے داغ نہ آ ۔

''اس دن کے لئے میں معذرت کرتا ہوں۔جو کچھ بھی ہوا۔۔''ا۔ اہیم اب شرمندہ سا ان لڑکیوں سے مخاطب تھا۔

''نہیں بھائی۔۔!!ایسی۔ ت نہیں ہے آپ نے معاوضہ ادا کر۔ تھا۔''۔ ٹی لڑکی نے جھجکتے ہوئے کہا تھا۔

''معاوضہ بے عزتی کی بھر ئی نہیں کر سکتا۔اس لئے آج آپ میرے مہمان ہیں۔''وہ مسکرا کر بولا تو اس چھوٹی لڑکی نے بھی۔ م سی نگاہ سے ا۔ اہیم کو دیکھا تھا کیو پچھلی۔ را سکو۔ اہیم پ بہت غصہ آ۔ تھا آج اسے اس شخص پ غصہ نہیں آ۔ تھا۔وہ مہر۔ ن سا لگا تھا۔ ۔ لکل ویسا جیسے کسی بھی شوہر کو اپنی عورت کے لئے ہو۔ چاہیے۔''

''کیا آپ نے مجھے معاف کر۔ ؟''ا۔ اہیم نے اس چھوٹی سی کھوئی کھوئی لڑکی کو دیکھا۔وہ چو ۔۔

''جی؟ جی۔۔کر۔ معاف۔۔''

۔ ٹی لڑکی نے اسکی بے۔ کی پ اسکو گھورا۔

''معافی مانگ رہے ہیں تو معاف کر دیں۔'' اس نے سادگی سے کندھے اچکا دیئے۔ ا. اہیم مسکرا دیا۔

وہ. ہر نکلی تو ا. اہیم نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا وہ اسکو خفگی سے گھورتی ہوئی آ کر اسکے پاس بیٹھ گئی۔ ا. اہیم نے مسکراہٹ دبائی اور اسکے غصے کو مزے سے اگنور کر دیا۔

وہ یوں ہی اسکو دیکھے جا رہی تھی۔ صفا اسکی نگاہوں سے الجھی اور اسکو آنکھوں ہی آنکھوں میں. ورکروا رہی کہ لڑکیاں بیٹھی ہیں۔ وہ اسکی گھوریوں کو ا. ازکرتے ذرا سا جھکا۔

''خوبصورت لگ رہی ہو۔'' وہ پل میں صفا کے عارض سرخ کر گیا تھا۔ وہ جو نہ جانے کون کون سے ہتھیار لئے بیٹھی تھی اسکی ا. سرگوشی پر زیر ہو چکی تھی۔ ''اب مہندی لگوالو۔'' اس نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر سامنے کیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا دوپٹہ دبوچ لی کہ کہیں اسکے. زو نہ آ جا۔ چہرے پر بکھرا گلال زردی مائل ہو چکا تھا۔

ا. اہیم نے اسکے ا. زو سے دوپٹہ ہٹا دیا۔ صفا نے چونک کر دیکھا۔ اور پھر اس نے سامنے بیٹھی لڑکیوں کو دیکھا۔ وہ دونوں اسکا. زو دیکھ کر ٹھٹکیں اور ا. دوسرے کی جا. دیکھنے لگیں۔ صفا کی آنکھوں میں پانی امڈ آیا۔ اس نے فوراً دوپٹہ اپنے. زو پر پھیلا لیا۔ ا. اہیم نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ لوگ مہندی لگا دیں۔ میں تھوڑی دیر آیا۔'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔ تو وہ لڑکیاں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ صفا چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ یوں ہی لاؤنج سے نکل گیا۔ وہ دونوں لڑکیاں آ کر اسکے دا. جا. بیٹھ گئیں۔

''میرا نام نور ہے۔'' بڑی نے اپنا تعارف کروایا صفا نے اسکی جا. دیکھا۔

''اور میرا نام چاندنی ہے۔'' چھوٹی نے اپنا نام شوق سے بتایا تھا۔ صفا بمشکل مسکرائی۔ ''پچھلی. رمجھے آپکے ہز بنڈ پر بہت غصہ آیا تھا۔'' وہ اب اپنے بیگ سے مہندی نکال رہی تھی۔

''چاندنی۔!!'' نور نے اسکو ڈپٹا۔

'' آج وہ بہت اچھے لگے۔ وہ. لکل بھی ڈراؤنے نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اب ان پر غصہ نہیں ہے۔'' وہ مزے سے کہتی ا. ٹشو نکال کر مہندی پی کرنے لگی۔ صفا کبھی نور کو دیکھتی تو کبھی چاندنی کو۔

''کہاں سے شروع کرنی ہے؟'' نور نے اسکے ہاتھ دیکھے۔

''بس۔۔ ہاتھوں پر ہی۔۔'' اس نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے ہاتھ سامنے کئے۔

''ارے۔۔!!! انھوں نے اتنے پیسے دیئے ہیں آپ کو چاہیے کہ پورے پورے. زوؤں پر لگوا اور پیروں پر بھی۔۔'' چاندنی نے چہک کر کہا۔ تو صفا پھیکا سا مسکرائی۔ اور اپنے پاؤں بھی چھپانے کی سعی کرنے لگی۔

''ویسے آپ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ اس دن تو یہ داغ نہیں تھے۔'' چاندنی نے آخر کار پوچھ ہی لیا۔ صفا کی آنکھوں میں جہاں کچھ دیر پہلے شوخی تھی اب پھر سے عدم اعتمادی سی اتر نے لگی تھی۔

''وہ۔۔ میں جل گئی تھی۔۔''

''اوہو۔۔'' چاندنی نے افسوس سے اسکی جا. دیکھا۔ صفا سر جھکا گئی۔ اب. تیں ختم سی ہو گئیں تھیں۔

'' آپ بہت خوش نصیب ہیں۔'' اب کی. رنور بولی تھی۔ اسکے لہجے میں عجیب سی آرزدگی تھی کہ صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''کیسے؟'' صفا کھوئی کھوئی سی بولی۔ نور اب اسکی ہتھیلی پر مہندی سے ڈیزائن بنا رہی تھی۔ چاندنی نے نور کے چہرے کی اداسی اور خالی پن دیکھ لیا تھا۔ وہ ا. ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔

''یہ آپکو کیا بتائے گی آپی۔! میں بتاتی ہوں۔'' چاندنی نے. ت شروع کی۔ وہ بچگانہ سی تھی بہن بھائیوں سے کافی اٹیچ تھی اس لئے وہ اپنے بہن بہن بھائیوں کے ساتھ کسی کی بے رخی. داشت نہیں کرتی تھی اور ا. اہیم نے تو اسکے بھائی کا بیان پکڑ لیا تھا۔ ''اسکی شادی ہوئی تھی۔ چھ ماہ بعد ہی طلاق ہو گئی۔''

''کیا؟ چھ ماہ بعد؟'' صفا کو اچھا خاصا جھٹکا لگا تھا۔ اس نے اپنے دا. جا. بیٹھی نور کو دیکھا جو کہ اب ا. زخمی سی مسکان سجائے اپنے کام میں مگن آتی تھی۔

''ہاں۔۔ اسکی ساس اسکو ا. پتال لے گئی اور ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ یہ کبھی ماں نہیں بن سکتی اس لئے اسکے شوہر نے اسکو طلاق دے دی۔۔'' چاندنی زخمی سا مسکرائی۔

''اتنی جلدی کوئی کیسے؟''

''آپ نہیں جانتیں کہ یہ دکتنی. ی اور ظالم ہے۔میرے ماں. پ نہیں تھے۔بھائی نے اور آپی نے بہت محنت کی۔پھر ہم نے آپی کی شادی کر دی۔اور ان لوگوں کو تو بس نوکرانی مل گئی۔ پھر اسکی ساس کی بھا جس کو طلاق ہوگئی تھی وہ اسکے شوہر میں دلچسپی دکھانے لگی۔اس نے گھر میں. ت کی اور اپنے شوہر کو. زر کھنا چاہا ان لوگوں نے اس کو ہی گھر سے نکال دی۔کہ یہ ماں نہیں بن سکتی۔صرف اس لئے کہ بھا کے ماں. پ امیر تھے اور وہ لوگ اپنی بیٹی کی شادی دوسری جگہ جلد از جلد کر. چاہتے تھے۔پہلے بھی انھوں نے بھر بھر کے جہیز دی. تھا اور اس. رتو دولہے کو مکان دینے کا بھی کہا تھا۔بس پھر۔۔اس کی لالچی ساس نے الٹا اسی کو داغدار کر کے گھر سے نکال دی۔''چا. نی کہے جا رہی تھی۔صفا کا دل مٹھی میں آ. تھا۔''آپی یہ لوگ اتنا کچھ کرنے سے پہلے سوچتے کیوں نہیں کہ ا مر. بھی ہے۔''چا. نی جو کہ مشکل سے سولہ سال کی تھی ا. آہ بھر کر رہ گئی۔ اسکا. از ہی ایسا تھا جیسے کہ اس کے دل نے ان لوگوں کو. دعا دی ہو۔۔صفا کا دل بند ہوا۔اس نے چو. کر چا. نی کو دیکھا۔

''کیا۔۔تم۔۔نے اس دن مجھے. میرے شوہر کو بھی. دعا۔۔''صفا کا چہرہ سفید پ. ۔۔چا. نی نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا نور نے بھی بے یقینی سے دیکھا۔

''نہیں نہیں۔۔ہر. نہیں۔۔ہم غر. یوں. دعا نہیں دیتے۔۔آپ۔۔پلیز۔۔ایسا نہ سوچیں۔''چا. نی کو بہت افسوس ہوا تھا۔

''یوں تو پھر مجھے بھی کسی کی. دعا لگی ہوگی۔''نور کھوئی کھوئی سی بولی صفا نے اسکی جا. دیکھا۔وہ بہت معصوم سی تھی۔

''نہیں تمہیں بھلا کوئی کیوں. دعا دے گا۔وہ ان لوگوں کا عمل تھا جس کا صلہ ا ضرور ملے گا۔اللہ ا ف کرنے والا ہے۔''

''ہاں تو پھر آپ بھی ایسا نہ سوچیں۔ہم نے کبھی کسی کو. دعا نہیں دی۔جس نے آپ کے ساتھ. ا کیا ہے وہ اپنے عمل کا. لہ پ لے گا۔اور جس نے اس. کے. وجود آ پکو اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا ہے اللہ اسکو بھی ا. دے گا۔''آ. ی. رکہتے ہوئے نور کی آنکھوں میں رشک سا تھا۔''آپکے شوہر کی محبت دیکھ کر رشک آ. ہے۔ ورنہ میرے شوہر نے تو ا. جھوٹی سچی سی رپورٹ پ بھی یقین کر لیا تھا۔اور ا. آپکا شوہر ہے جو آپ سے اتنی محبت کر. ہے۔''

اس نے. ت مکمل کی۔صفا کے کندھے سے دوپٹہ سرک. ۔اسکے دونوں ہاتھوں پ مہندی لگ رہی تھی۔اسکے چہرے کے ر. سے اڑ گئے۔

''آپکو ان داغوں کو لے کر پ یشان نہیں ہو. چاہیے۔یہ آپکے شوہر کی محبت کا ثبوت ہیں کہ وہ ا دیکھنے کے. وجود آپ پ جان چھڑکتے ہیں۔یہ داغ نہیں ہیں یہ پھول ہیں۔یہ مہر ہیں۔۔آپکے شوہر کی آپ سے بے پناہ اور بے لوث محبت کی مہریں ہیں یہ داغ۔ا اون کریں۔ان سے گھبرا نہ۔۔''نور نے نم آنکھوں سے اسکو سمجھا. چاہا تھا۔صفا کو وہ لڑکی بہت. ڑی لگی تھی۔اور اسکا اپنا آپ کسی بونے سے کم نہیں لگا تھا۔اسکے پ س جو نعمت تھی وہ اسکو ا. از کر بیٹھی تھی اور جو کمی تھی اسکو ہائی لائ. ٹ کرتی رہتی تھی۔

وہ منفی ہو چکی تھی۔اتنی کہ اسکو اپنے نقصان کے سامنے ہر کسی کا نقصان کم اور چھوٹ لگتا تھا۔ آج اسکو اپنا غم بہت چھوٹ محسوس ہوا تھا۔کیو اسکے زخموں پ مرہم ر. والا۔اسکے داغوں کو اون کرنے والا اور اسکو انمول کر دینے والا اسکے پ س تھا۔اور وہ اسکی چاہتوں کو ا. از کرتی رہی تھی۔

صفا نے ا. گہری سانس لی۔اور اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔

''اس مہندی میں کوئی کیمیکل تو نہیں ہے. ں؟''

''نہیں۔یہ خالص مہندی ہے آپکے شوہر نے سپیشل کہا تھا۔اور اب ہم نے اپنی جان نہیں گنوانی آپکو کیمیکل والی مہندی لگا کر۔۔''چا. نی ہنس دی۔۔صفا بھی ہنس دی

۔

وہ لڑکیاں اب اس سے چھوٹی چھوٹی. تیں کر رہی تھیں۔کیسے انھوں نے اپنے ماں. پ کے جانے کے بعد خود اپنا بوجھ اٹھا. ۔وہ اپنے بھائی کے سر پ بوجھ بن کر نہیں بیٹھ گئیں تھیں بلکہ وہ لوگ خود کمانے نکل پ ڑی تھیں۔اور آج وہ تینوں بہن بھائی خوش تھے مطمئن تھے۔وہ لوگ ا. دوسرے کی جینے کی وجہ تھے وہ لوگ ا. ہی پلیٹ میں کھاتے تھے۔ا اب کسی مصنوعی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ تینوں اتنے مضبوط ہو چکے تھے کہ وہ ا کیلے ا کیلے بھی اسی اعتماد سے جی تھے جس اعتماد سے وہ ا. ساتھ رہ کر جی رہے تھے۔

اس وقت لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے عیشا بیٹھی تھی سامنے ٹی وی سکرین پہ کوئی نیوز چینل چل رہا تھا جہاں دو دن پہلے اسرائیلی سفارتخانے پہ ہوئے فلسطین کے حق میں احتجاج کی ہائی لائٹس دکھائی جا رہی تھیں۔ جہاں یورپی ڈیلیگیشن آیا تو تھا ان لوگوں کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اسکے بعد اب پورے ملک میں اور بین الاقوامی سطح پہ فلسطینی مسئلے کو اجاگر کیا جا رہا تھا۔ جو لوگ آئے تھے ان میں سے کچھ لوگ تو اسرائیل کے ساتھ تعلقات معطل کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

ان لوگوں نے مختلف بل پیش کئے اپنے اپنے پارلیمانوں میں جن میں اسرائیل کی مخالفت اور فلسطینیوں کے حقوق کی بات کی گئی تھی۔ جہاں اس بات کو واضح کیا گیا تھا کہ فلسطین وہاں کے فلسطینیوں کی زمین ہے اس لئے وہاں یہودی بستیوں کی آبادکاری بند ہونی چاہیے۔ بات وہیں ختم ہو جاتی تھی کہ جس کے سامنے یہ بل پیش کیے جاتے تھے اس نے تو آنکھوں پہ پٹی باندھ رکھی تھی۔ اسکو مفاد عزیز تھا۔ اسکو بھی مسلمانوں سے شاید نفرت تھی۔

لوگوں میں کافی حد تک شعور آ گیا تھا۔ یہ جدوجہد دہائیوں سے چلتی آ رہی تھی اور نہ جانے کتنی دہائیوں تک مزید جاری رہنی تھی۔ اس میں جو چیز معنی رکھتی تھی وہ تھی ان کا کردار۔

ایک جدوجہد ہوتی ہے تو دونوں فریقین جیت کے لئے ہی میدان میں اترتے ہیں ہر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ اس جنگ کو ضرور جیتے گا۔ وہ بس اپنے کماںڈر کے احکامات مانتے ہے، حکمت عملی بناتے ہے اور اپنا چھوٹا سا کردار ادا کرتے ہے۔ پھر خواہ وہ کردار زخمیوں کو پانی پلانے کا کیوں نہ ہو۔ اسکا وہ کردار تاریخ کے صفحات میں لکھا جاتے ہے۔ دراس کے کردار کو یاد رکھا جاتے ہے اور رہتی دنیا تک اسکی کاوش کو سراہا جاتے ہے۔

یوں اس شخص کا مقصد پورا ہو جاتے ہے وہ اپنی جنگ جیت جاتے ہے۔ وہ اپنا کردار ادا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے حصے کی لڑائی لڑ جاتے ہے۔ کیونکہ حساب دینے کا وقت آتے ہے تو اس سے نہیں پوچھا جاتے کہ تمہارا کماںڈر کس قطار میں لڑ رہا تھا۔؟ تمہارے ساتھی کس میدان میں مصروف تھے۔ تمہارا گھوڑا کتنا طاقتور تھا۔ اس سے بس یہ پوچھا جاتے ہے کہ تم نے کیا کیا؟ جو ہتھیار تمہیں دیئے گئے تھے وہ تم نے کہاں استعمال کئے۔ جو طاقت تمہیں بخشی گئی تھی وہ طاقت تم نے کہاں صرف کی۔ جو اختیارات تمہیں دیئے گئے تھے وہ اختیارات تم نے کس طرح اور کس جگہ استعمال کئے تھے۔ یوں اسکو بس اپنا حساب دینا ہوتے ہے۔

اور اس نے اپنا کردار ایمان داری سے ادا کیا، اپنی طاقت کو صحیح استعمال کیا اور اپنے ہتھیار چھوڑ کر بھاگا نہیں اور اپنے حصے کی جنگ لڑتے رہا اپنی آخری سانس تک تو وہ کامیاب ٹھہرے گا۔ پھر اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہاری فوج نے جنگ جیتی یا ہار گئی۔ کیونکہ وہ شخص جیتے جی ہار گیا۔!

''کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ اسکے پاس آ کر دھپ سے بیٹھا۔ عیشا نے گردن موڑ کر دیکھا۔

''یہی کہ ہماری کوئی کاوش کبھی پوری بھی ہوگی یا نہیں۔'' وہ اداس سی تھی۔ سفیر مسکرا دیا۔

''جو لوگ کوشش کرتے ہیں وہ ہر قدم کو نہیں سوچتے کیونکہ کچھ تبدیلیوں کے لئے مہینے یا سال نہیں صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ کچھ مسائل کے حل کے لئے ایک زمانہ چاہیے ہوتا ہے۔ اور کچھ مقاصد نسلوں کی قربانیاں دینے پہ حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا قدم اٹھا کر ہی نتیجے کے بارے میں سوچ کر فکرمند ہو جانا مایوسی ہے۔ اگر تم صحیح راستے پہ ہو تو بس چلتے رہو۔ تمہارے پیچھے جن رہ جائے گے۔ پھر ان نوں پہ کوئی اور چلے گا۔ یوں ہی تمہارے نقش قدم ایک رہنمائی بن جائے گا۔'' اس نے کہتے ہوئے عیشا کے بال بگاڑے تھے۔ عیشا نے جواباً سفیر کے بال کھینچے۔

''چڑیل۔!'' سفیر کراہ کر رہ گیا۔

''تم نے بھی تو کھینچے تھے۔''

''میں نے بس پیار کیا تھا۔''

''میں نے بھی پیار ہی کیا تھا۔'' عیشا کندھے اچکا گئی۔

''مجھے درد ہوا۔'' سفیر نے اپنے بال سہلائے۔

''کیونکہ میرا پیار زیادہ تھا۔'' وہ ہنس دی۔۔ جواب میں سفیر بھی سر جھٹک کر رہ گیا۔ سفیر نے یوں ہی صوفے کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ عیشا نے اسکے کندھے پہ سر ٹکا دیا۔

''مجھے یقین ہے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔۔'' وہ آرزدگی سے بولی۔

''ا ءاللہ۔۔'' سفیر نے اسکے .لوں میں ہاتھ پھیرا۔

وہ واپس آ .تو وہ لڑکیاں جا چکی تھیں۔اس نے آ کر لاؤنج میں دیکھا تو لاؤنج خالی تھا۔وہ اپنے کرتے کی آستینیں ٹ نگتا ہوا ا رکمرے میں آ .تو وہ آ ئ: کے سامنے کھڑی تھی۔ا. اہیم دیکھ کر ہی مسکرا دی۔اسکو دیکھ کر مسکراہٹ خود بخود امڈ آتی تھی۔

آ گے .ھا تو وہ مسکراہٹ حیرت میں تبدیل ہوگئی۔وہ حیران سا اسکے پ س پہنچا۔صفا نے آ ئ: میں اسکا عکس دیکھا تو اسکی جا: .مڑی۔اسکا دوپٹہ ا. کندھے پ جھول رہا تھا۔ ا. اہیم اسکی کلائیاں دیکھ رہا تھا جن پ مہندی کے نقش ونگار اس قدر خوبصورتی سے بنائے گئے تھے کہ وہ داغ بھی کوئی مہندی کا ڈ: ائن ہی معلوم ہوتے تھے۔وہ حیرت زدہ سا مسکرا ی۔اور یوں ہی سوالیہ وں سے اسکو دیکھے ۔۔

صفا نے مسکرا کر اپنی دونوں ہتھیلیاں اسکے سامنے کیں۔

''کیسی لگ رہی ہے؟'' اس نے شوخ سے لہجے میں پوچھا۔ا. اہیم کچھ ثنیے اسکی ہتھیلیوں کو دیکھے ۔۔اس نے ابھی ابھی مہندی دھوئی تھی اس لئے ابھی ہتھیلیاں گیلی تھیں۔ا. اہیم نے وہ ہتھیلیاں سامنے کیں۔اور جی بھر کے ان نقش ونگار کو دیکھا۔

''بتا ں۔۔!! میری ہتھیلیاں کیسی لگ رہی ہیں؟''

''ہتھیلیاں تو ہمیشہ سے حسین تھیں البتہ مہندی آج ٹھکانے لگی۔'' وہ کھو کھو سا بولا۔

''کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ الجھی۔

''آج مہندی سا مقصد پورا ہوا'' اس نے مسکرا کر صفا کی ہتھیلیاں .ری .ری چومیں۔اسکے گال ت پ سے گئے۔

''میں نے .زوؤں پ بھی لگوائی ہے۔۔'' صفا نے جھجکتے ہوئے بتا .تو ا. اہیم نے چہرہ او پ اٹھا ی۔اور غور سے دیکھنے لگا۔

''اس کی ضرروت نہیں تھی۔یہ مہندی کے بغیر بھی حسین تھے۔''

''آپ۔۔آپ ایسے نہ کہا کریں۔۔'' وہ سر جھکا گئی۔

''اچھا۔۔ ؟ کیسے: کہا کروں؟'' وہ دو قدم آ گے .ھا۔اور صفا کو کھینچ کر قر. کیا۔

''بس۔۔اس طرح .ت نہ کیا کریں اور کسی کے سامنے ہر: نہ کیا کریں۔''

''کیوں بھئی؟ میں اپنی بیوی سے محبت کرتا ہوں اسکا اظہار د بھر کے سامنے کروں گا۔کسی کو کوئی اعتراض؟'' ا. اہیم نے حیرت سے اسکا چہرہ دیکھا۔

''اور ا سامنے کوئی ایسا ا ن ہو جس کا دل ٹوٹ چکا ہو۔۔ پھر جو اس رشتے میں: کام ٹھہرا ہو۔ممکن ہے کہ اسکا دل ٹوٹ جائے۔'' وہ آرزدگی سے بولی۔ا. اہیم ی ٹ سا اسکو دیکھے ۔۔

''اپنی نعمت کا ذکر یوں نہیں کر: چاہیے۔۔مجھے لگتا ہے۔۔'' صفا نے پھر سے اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔

''جیسے آپکا حکم۔۔'' وہ گہرا مسکرا ی۔۔صفا پھر سے سرخ عارض لئے سر جھکا گئی۔''بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' اس نے صفا کو ساتھ لگا ی۔ اور پھر ذرا سا جھک کر اسکے .زو پ بنے نقش کو چھوا۔وہ جھینپ کر اس میں ہی پناہ تلاش کرنے لگی۔

''ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔'' وہ اسکی ویسکوٹ کے بٹن سے کھیلتی ہوئی بولی۔

''بتا ہوں۔۔'' کہتے اس نے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے ہی ا فائل نکالی اور اسکو تھما دی۔صفا نے الجھ کر وہ فائل دیکھی۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے: سمجھی سے پوچھا۔

''یہ تمہارا حق ہے۔آج سے،ابھی سے۔۔یہ فارم ہاؤس تمہارا ہے۔۔یہ صرف اور صرف صفا قریشی کا ہے۔'' ا. اہیم نے .ت مکمل کی تو صفا نے غیر یقینی سے دیکھا۔''

یہ گھر، صفا قریشی کا ہے۔۔'' اس نے اپنی بات پر زور دیا۔ ''وہ گھر سفیان گورسی اور منال آفندی کا ہے۔۔ اور یہ گھر صفا قریشی کا ہے۔''

صفا کی آنکھوں میں غیر یقینی سی تھی۔

''صفا۔ ابراہیم کا؟'' صفا نے تصحیح کرنا لازمی سمجھا۔

''نہیں۔۔ یہ گھر صفا قریشی کا ہے۔ یہ صرف اور صرف تمہارا گھر ہے۔ جس دن تمہیں لگے کہ تمہیں ابراہیم راضی ہو کر کہیں جانا ہے تو تم خیام قریشی کے گھر نہیں جاؤ گی۔ تم اپنے گھر آؤ گی۔۔ پھر اگر تمہیں کبھی کوئی کہے کہ عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا اس دن تم اس گھر کو یاد کرنا۔ یہ گھر صرف اور صرف صفا قریشی کا ہے۔ اس پر ابراہیم گورسی کا کوئی حق نہیں بنتا۔ اسکے تمام جملہ حقوق صفا قریشی کے پاس ہیں۔ آج کل کو تم مجھ سے الگ بھی ہو جاتی ہو۔'' بات کرتے کرتے اس نے صفا کے بگڑتے تاثرات دیکھے۔ اس نے جلدی سے کچھ کہنے کے لئے منہ واکئے۔ ابراہیم نے اسکے لبوں پر انگلی جما دی۔ ''پھر بھی اس گھر کی مالک تم رہو گی۔ کیونکہ یہ گھر ابراہیم کی بیوی کا نہیں ہے یہ صفا قریشی کا ہے۔۔''

اب صفا کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ خوشی سے، سرشاری سے، تشکر ہے، مان سے، محبت سے اور آج کی بات کے کرب سے۔ وہ بھلا اس سے الگ کیسے ہو سکتی تھی۔ اس نے خفگی سے ابراہیم کے بازو پر مکا دے مارا۔ وہ ہنس دیا۔۔

''گھر کے پیپرز ہاتھ میں آتے ہی شوہر پر تشدد شروع کر دیا بیگم۔۔!! نٹ فیئر۔۔'' وہ ہنستے ہوئے اسکو اپنی پناہوں میں قید کر گیا۔

صبح کا وقت ہو رہی تھی اور اس وقت وہ اپنے لاؤنج میں تیار سا بیٹھا تھا۔ اپنا لیپ ٹاپ کھولے وہ کوئی نیوز پڑھ رہا تھا۔ حسن آ کر ساتھ بیٹھی۔ ابراہیم ڈارک براؤن کفتان زیب تن کئے بازوؤں کو سٹریچ کر کے کھلا چھوڑے کلائیوں میں ہمیشہ کی طرح نفیس سی جیولری پہنے وہ شاید الرٹ لگ رہی تھی۔ حسن نے دفعتاً گردن موڑ کر دیکھا اور مبہم سا مسکرا دیا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟'' اس نے نگاہ ڈالنی چاہی تو حسن نے خود ہی سامنے کر دیا۔

وہ غزہ کی خبر تھی جہاں حال ہی میں امداد پہنچی تھی اور وہ کسی بھی اسرائیلی اٹیک سے بچ گئی تھی اور خیریت سے لوگوں تک پہنچ چکی تھی۔ ان ٹرکوں پر کسی ملک کا پرچم نہیں تھا بلکہ وہ بس ایک این جی او کی طرف سے تھی وہاں کچھ نہیں لکھا ہوا تھا۔ بس ایک سفید جھنڈا تھا جو امن کی علامت تھا۔ یعنی وہ خوراک کسی سے جنگ کرنے نہیں آئی وہ تو امن سے ان لوگوں کا پیٹ بھرنے کے لئے آئی ہے۔

عینا مسکرا دی۔ آنکھوں کے کنارے نم ہو چکے تھے۔

''کیا یہ مصری حکومت نے بھیجی ہے؟'' اس نے سرشاری کے عالم میں پوچھا تو حسن نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں یہ مصری عوام نے بھیجی ہے۔''

''ایک ہی بات ہے۔۔'' عینا نے اسکی جانب دیکھا۔

''نہیں ایک ہی بات نہیں ہے۔ حکومتوں کے دوسرے ممالک سے مفاد جڑے ہوتے ہیں وہ کسی کے زخم کی مرہم پٹی کرنے سے پہلے بھی اپنے اتحادی ملکوں سے مشاورت کرتی ہیں اور ان سے معاہدے طے کرتی ہیں عوام آزاد ہوتی ہے اسکا کسی سے مفاد نہیں جڑا ہوتا۔''

''عوام کا مفاد اس ملک کی حکومت سے ہوتا ہے حسن۔۔''

وہ مسکرا دیا۔ اس نے نفی میں انگلی ہلائی۔

''حکومت کا مفاد عوام سے ہوتا ہے۔ بلکہ جمہوریت ہوتی ہی عوام کی ہے، عوام میں سے ہوتی ہے اور عوام کے لئے ہوتی ہے۔ کوئی بھی حکمران کسی قوم کا مالک نہیں بن جاتا۔ وہ اسی قوم سے ہوتا ہے اور اسی قوم کی خدمت کرنے آتا ہے۔ اس لئے عوام حکومت کی نہیں حکومتیں عوام کی پابند ہوا کرتی ہیں۔''

''یہ بس کہنے کی باتیں ہیں حقیقت اسکے برعکس ہے۔۔'' عینا نے کہتے ہوئے ٹیک لگائی اور ٹانگ پر ٹانگ جما لی۔

''ہاں کیونکہ عوام اپنے حقوق سے غافل ہے۔ ان لوگوں نے حکمرانوں کو اپنا مالک بنا لیا ہے حالانکہ وہ ووٹ سے آتے ہیں وہ لوگ عوام کے بنا، سپورٹ اور

ا ساتھ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔جس دن عوام اپنے حقوق کو پہچان لے گی اس دن ووٹ ۔ آنے والوں کے لئے بڑے بڑے دسترخوان نہیں سجائے جا گے بلکہ ان کو اپنے مطالبات سے آگاہ کیا جائے گا۔اور اگلی ر وہ بندہ ووٹ مانگنے آئے تو پہلے اس سے حساب لیا جائے کہ پچھلی ر موقع ملنے پ اس نے کون سا وعدہ نبھا جو اسکو اس ر بھی موقع د جائے۔''

''تم بور نہیں ہوتے؟''عینا نے کَ دن ا جا ۔ ائی۔حسن ہنس د ۔اس نے سر جھٹکا۔

''میں ا سیاسی خا ان میں پیدا ہوا ہوں، یہاں پلا ۔ ھا ہوں اور یہی کام کرتے کرتے مر جاؤں گا۔میرا مر جینا سیا ۔ ہے تو پھر میں کیسے بور ہو سکتا ہوں؟''

'' تم تو کبھی کرسی پ بیٹھے ہی نہیں۔۔''عینا نے منہ بسورا۔

''کچھ لوگ کرسی کے او نہیں ۔ ۔ وہ کرسی پ ۔ والوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔۔اور اصل پ ور انہی کے پ س ہوتی ہے۔''وہ محظوظ سے ا از میں کہتا ٹ ک پ ٹ جما ۔

''اور ایسے لوگوں کو کر پ ٹ کہا جا ۔ ہے۔۔''عینا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو گھورا۔حسن قہقہہ لگا کر ہنس د ۔۔

''لگتا ہے میری بیوی کو کرسی پ بیٹھنا ہے۔۔''

''نہیں۔۔مجھے ضرورت نہیں۔۔''

''خیر یہ تو آپ کہہ رہی ہیں آپ تو حکومت کنٹرول کرنے والے کو کنٹرول کیے بیٹھی ہیں۔اس لئے آپ تو سپریم پ ور ہیں۔''وہ ٹھ رل سے ا از میں کہتا اسکو سر پ وں سرخ کر ۔عینا نے مسکراہٹ چھپائی۔

''آفس کے لئے د نہیں ہو رہی اب؟''عینا نے اسکو یاد دلا چاہا۔

''ا سے تم نے مجھ پ حکمرانی شروع کی ہے کیا کروں دل کرتا ہے کہ ہر وقت بس اپنے حکمران کے قدموں میں ہی بیٹھا رہوں۔''

''اور ابھی کوئی کہہ رہا تھا کہ حکمران مالک نہیں ہوتا۔۔''

''حکمران مالک نہیں ہوتا حکمران کا کوئی مالک ضرور ہوتا ہے۔۔''وہ تر سی آنکھوں سے کہتا اسکو پھر سے جھینپنے پ مجبور کر تھا۔عینا نے ا جھرجھری سی لی۔

''تم۔۔تم۔۔جاؤ آفس۔۔''عینا کہتے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتی حسن نے اسکی کلائی پکڑ کر اسکو روک لیا۔''کیا ہے؟''عینا نے مڑے بناء ہی پوچھا۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر قید نہیں ہو چاہتی تھی۔

''ا پ کافی مل جاتی اپنی مسز کے ہاتھوں کی تو۔۔یہ غلام بھی آج خوش ہو جاتا۔۔''

''ت ۔۔تم بہت تیں بناتے ہو۔۔''عینا نے ہاتھ چھڑوا چاہا۔۔وہ اسکی حا ت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''کیو مجھے کافی نہیں بنانی آتی ں۔۔''

''میں نے ریگولر ملک ڈال دینا ہے۔۔''عینا نے مڑ کر شوخ لہجے میں دھمکی دی۔۔

''بھلے زہر ڈال دینا۔کسے پ واہ ہے۔۔''

عینا کو اپنے حلق سے کچھ ات ہوا محسوس ہوا۔اس کی نگاہوں میں کچھ تھا۔۔کوئی سحر سا۔۔عینا کو لگا کہ وہ اَ کچھ ثانیے وہاں کھڑی رہی تو پتھر کی ہو جائے گی۔وہ ا لمحہ ضائع کئے بناء وہاں سے بھاگ گئی۔وہ ہنستا ہوا دو ر ٹیبلٹ کی جا متوجہ ہوا۔

کچھ د بعد عینا کافی لے کر آئی۔حسن نے ا چھی سی نگاہ اس پ ڈالی۔

''ریگولر ملک سے بنائی ہے۔۔پی لو۔۔''اس نے ا ادا سے کہا۔۔حسن نے ا واچکا کر اسکو دیکھا۔اور پھر ا گھونٹ بھرا۔اس نے غیر یقینی سے عینا کی جا دیکھا۔

''کیا سچ میں زہر دینے کا ارادہ ہے؟''

''ہاں۔۔اَ محبت میں صدق ہوا تو یہ زہرا ثر نہیں کرے گا۔'' وہ ا یہ ادا سے کہتی ٹیک لگا گئی۔حسن نے سر جھٹکا اور گھو ٹ گھو ٹ کافی پیتا رہا۔

''فائن۔۔!! میں چلتا ہوں اَ بچّ ے تو گھر آ جاؤں گا واپس، اَ نہ بچا تو لا یہ جاؤں گا۔'' وہ کہہ کر اٹھنے لگا۔

''ڈرامے ز۔۔'' عینا نے سر جھٹکا۔حسن نے اپنا مو ئل اور اٹھا یا اور اسکا گال تھ پ تھ پا وہاں سے نکل ے۔وہ لاؤنج کے دروازے ت پہنچا۔عینا اسی کی جا ب دیکھ رہی تھی۔حسن نے سہارے کے لئے چوکھٹ پ ہاتھ رکھا۔عینا ہنسی د ئے بیٹھی رہی۔

حسن نے مڑ کر دیکھا اسکی دن کی رگیں پھول چکی تھیں۔اور آنکھیں حد درجہ لال تھیں۔عینا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

اسکی آ کھلی تو کمرہ خالی تھا۔وہ یوں ہی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔پھر اسکو یاد آ یہ کہ وہ کہاں ہے؟ وہ گھر نہیں تھی۔۔ہاں وہ تو فارم ہاؤس پ تھی۔اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور چپل پہنتی واش روم میں گھس گئی۔واپس آئی۔ زادا کر کے وہ جائے زتہہ کرتی ٹیبل پ رکھے آ ئ: کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔اس نے اپنے جوڑے کی جا ب دیکھا۔اور مسکراہٹ بلا وجہ ہی گہری ہوئی۔پھر اس نے اپنے ز وسامنے کر کے دیکھے آج پہلی ر اسکو وہ داغ ے نہیں لگے تھے۔وہ ا قبول کر رہی تھی۔

اس نے ا یہ گہری سانس لی اور اپنا دوپٹہ گلے میں ڈال لیا۔ لوں کو اس نے ش کر کے یوں ہی کھلا چھوڑ دیا۔چہرہ کسی بھی میک اپ سے پ ک تھا وہ پھر بھی دلکش تھا۔

اس کو ا ہیم کی ت یاد آئی کہ کتنی ہی ایسی لڑکیاں تھیں جن کے چہرے جھلس گئے تھے۔اَ وہ لوگ خود کو قبول کر سکتی ہیں اور ا یہ اعتماد: گی جی سکتی ہیں تو پھر وہ کس ت سے ڈرتی ہے۔

وہ کچھ د یوں ہی خود کو آ ئ: میں د ت رہی۔اور پھر ہر نکل آئی۔

لاؤنج میں اشتہا انگیز مہک نے اسکو آن گھیرا۔وہ سامنے ہی اوپن کچن میں کھڑا ا شتہ بنا رہا تھا۔صفا گہرا مسکرائی اور آگے ب ھی۔ا ہیم مصروف تھا اس لئے اسکو صفا کے آنے کا پتہ نہ ۔

وہ اسکے ب جا ب آ کر کھڑی ہوئی اور ذرا سا اٹھ کر اسکے کندھے پ بوسہ دیا۔ا ہیم نے مسکرا کر دن موڑی۔وہ اسی کی جا ب دیکھ رہی تھی دلکشی سے۔

''مکمل ہو گئی۔۔'' وہ اسکو دیکھ کر بولا۔

''کیا؟'' صفا نے سمجھی سے پوچھا۔

''میری صبح۔۔'' ا ہیم کہتے دوب رہ اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔صفا نے چہرے کی سرخی چھپانے کے لئے پ نی پ: کا بہانہ بنا۔پ نی کا گلاس واپس کاؤنٹر پ رکھا اور آ کر اسکے ب ا کھڑی ہوئی۔

''ہم لوگ گھر ب جا گے؟''

ا ہیم نے اسکی جا ب دیکھا۔چہرے پ کوئی خوف نہیں تھا بس یوں ہی ا یہ بچگانہ سا سوال تھا۔

''ب تم کہو گی۔۔'' وہ شوخی سے مسکرا یا۔

''اچھا؟ تو پھر۔۔'' وہ سوچنے لگی۔۔

''تو پھر؟'' ا ہیم آملیٹ بنا رہا تھا۔

''تو پھر آپ چلے جا واپس۔۔میں اپنے گھر میں رہوں گی۔۔'' وہ شوخی سے مسکرائی۔ا ہیم نے آنکھیں ب ڑی کر کے اسکو گھورا۔''یہ میرا گھر ہے۔۔اس لئے آپ یہاں ز یدہ د نہیں رک ت۔۔'' وہ ز و ی پ لپیٹ گئی۔ا ہیم نے ا واچکا کر اسکو داد دی تھی۔صفا نے ا یہ ادا سے ب ل جھٹکے اور پھر ا ہیم کی نگاہیں خود پ پ کر ہنس دی۔ا ہیم نے بھی ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔

''پیپرز تو نکل گئے تمہارے۔۔اب؟'' وہ دونوں ش تہ کر رہے تھے۔ ب ا ہیم نے اچا ک سے اسکے پیپرز کا سوال کر ڈالا۔صفا نے منہ بسورا۔''ڈو ٹ ٹیل می کہ تم

پڑھائی سے چالو ہو چکی ہو۔۔'' ا. اہیم نے اسکو گھورا۔

''نہیں۔۔میں سیکنڈ ایئول میں دے دوں گی۔۔'' صفا نے آرام سے کہتے کندھے اچکا دیئے۔

''کیا مطلب؟ تیاری کر لو گی اتنے کم وقت میں؟''

''آپ شا یہ جا نہیں مجھے۔۔'' صفا نے چیلنج کیا۔

''ٹھیک ہے جان جا گے۔''

''اَ میں نے ایگزام پ س کر لیا تو مجھے کیا ملے گا؟'' وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح شرط لگانے لگی۔ا. اہیم نے فرصت سے اسکا بچگا نہ پن دیکھا تھا۔

''جو کہو گی۔۔'' وہ مصروف سے ا٠ ازمیں بولا۔

''امم۔۔!! مجھے گاڑی لے کر دیں گے اور ڈرائیو٠ بھی سکھا گے۔۔'' صفا نے فوراً اپنی فرمائش سامنے رکھی۔

''ہر٠ نہیں۔۔'' فوراً انکار ہوا تھا۔صفا کو اس درشتی کی امید نہیں تھی اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔

'' ۔۔آپ نے کہا کہ جو میں کہوں۔۔'' وہ منہ بسور گئی۔

''گھر میں گاڑی ہے ڈرائیور ہے پھر تمہیں کیوں اکیلے ڈرائیو کر٠ ہے۔۔میں ایسا رسک نہیں لے سکتا بھئی۔۔اور۔۔تم جیسی لڑکیاں تو۔۔سامنے گاڑی دیکھ کر۔ ۔ لگانے کی بجائے چیخ مار دیتی ہیں۔۔میں ایسا کوئی رسک نہیں لے سکتا۔۔'' ا. اہیم نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔صفا کو اپنے کانوں پ یقین نہیں آ یا تھا۔

''آپ۔۔آپ ایسا کیسے سوچ ٠ ہیں؟''

''جیسے تم یہ سوچ سکتی ہو کہ تم گاڑی ڈرائیو کر سکتی ہو۔۔'' وہ کندھے اچکا ٠ ۔صفا دا٠ ٠ پیس کر رہ گئی۔

''حسن۔۔!!'' عینا اپنی جگہ سے اٹھی اور اسکی جا٠ . پ ۔حسن کے ہاتھ سے اسکا مو ئل ٠ ۔عینا نے اسکو سہارا دیا اور لا کر صوفے پ بٹھا۔۔''پلیز۔۔یہ۔۔یہ مذاق مت کرو۔۔میں نے سچ میں آلمنڈ ملک ہی ڈالا تھا۔'' عینا کے ہاتھ پ ؤں پھول رہے تھے۔ حسن صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''حسن۔!! پلیز۔۔سٹاپ اٹ۔۔'' عینا کی آنکھیں نم تھیں۔حسن نے بمشکل آنکھیں کھول کر عینا کی جا٠ . دیکھا۔۔وہ اس پ جھکی ہوئی تھی۔حسن نے مسکرانے کی کوشش کی وہ نہیں کر سکا۔سر میں اٹھتی ٹیسوں نے اسکے پورے وجود کو مفلوج کر دیا تھا۔یہ اٹیک کافی دنوں بعد ہوا تھا۔ . وہ اس منحوس درد کے . رے میں یکسر بھول چکا تھا۔ آج پھر سے وہی تکلیف اسکو ڈس رہی تھی۔۔

عینا نے اسکے کوٹ کے بٹن کھولے اور اسکی ٹ ئی کھول دی۔۔وہ اب اسکی شرٹ کے او پ ی دو بٹن کھول رہی تھی۔عینا کے ہاتھ ی طرح پ پ رہے تھے۔۔

''فاطمہ۔۔!!'' عینا. ی طرح چیخی تھی۔حسن نے عینا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کیا۔کہ وہ کسی کو نہ بتائے۔

''جی میڈم۔۔'' فاطمہ کے ساتھ مز٠ کچھ زمین بھی وہاں آ گئے انھوں نے حسن کی حا ٠ دیکھی تو . کے ہاتھ پ ؤں پھول گئے۔

''گاڑی نکلواؤ۔۔'' عینا اسکے ہاتھ مسل رہی تھی۔۔

''نن۔۔نو۔۔'' حسن نے لہجہ مضبوط ر ٠ کی کوشش کی۔ عینا کی آنکھوں سے آ مسلسل بہہ رہے تھے۔حسن اتنا ٠ ذاق نہیں کر سکتا تھا۔اتنا تو عینا جا تھی۔ اسکو حسن کی حا ٠ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''گو۔۔'' حسن نے زمین کو ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے حکم دیا تو وہ لوگ وہاں سے غا٠ . ہو گئے۔عینا نے بے یقینی سے حسن کی جا٠ . دیکھا۔

حسن نے بنا٠ کسی . ت کا جواب دیئے اپنا مفلوج ہو٠ ہاتھ اٹھایا اور اپنی کنپٹی کو د٠ ۔عینا لمحے بھر میں سمجھ گئی۔اسکی آنکھوں سے بہتا مائع مناظر کو دھندلا رہا تھا۔عینا ا٠ پل کی دیر کیئے بنا٠ وہاں سے اٹھی اور سیڑھیاں پھلا٠ گئی۔وہ چند سیکنڈز کے بعد ہا٠ ہوئی نیچے ا ٠ ی اور اس نے وہ دوا حسن کو کھلا دی۔اسکو سہارا دے کر بٹھایا۔اور پ نی کا گلاس لبوں سے لگایا۔حسن نے دو گھونٹ پ نی بھرا۔اور پھر سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا ٠ ۔

عینا نے گلاس واپس رکھا۔اور ایہ ہاتھ سے اسکا سر د نے لگی۔اسکے نم مومی ہاتھوں کا لمس حسن کے اعصاب رفتہ رفتہ سکون ا ر رہا تھا۔دس منٹ میں اسکی حا سنبھل چکی تھی۔حسن نے ا گہری سانس لی اور آنکھیں کھول کر ساتھ بیٹھی پریشان حال لڑکی کو دیکھا۔جو رو رو کر پگل ہو چکی تھی۔وہ ان دس رہ منٹوں میں ہی بے حال ہو چکی تھی اسکی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ بے رونق۔۔

''اللہ معاف کرے۔۔ابھی بیوہ نہیں ہوئی ہو۔۔جو یوں رو رہی ہو۔''حسن نے ہنسی د ئے اسکو چھیڑا۔عینا جو کہ بس جھول جھول کر اسکا سر د رہی تھی اسکی ت پر اچا رکی۔اس نے اپنی آنکھیں ر ڑیں اور دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا۔عینا نے بے یقینی سے اسکے چہرے کا سکون دیکھا۔وہ شخص کیا تھا؟ کیا وہ ا ن تھا۔۔؟ یہ پھر کوئی اور مخلوق؟ عینا سوچ کر رہ گئی۔

اگلے ہی لمحے حسن کی ت پھر سے یہ دآئی تو عینا کی ک سرخ ہو گئی۔اس نے حسن کا گلا پکڑ کر د۔۔

''میں تمہیں خود مار ڈالوں گی۔۔''اسکی آواز لرز رہی تھی۔حسن قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔عینا کی فت اسکے گلے پر ڈھیلی پڑ گئی۔اور وہ وہیں اسکے پر ڈھے سی گئی۔

''آئی ایم سوری۔۔!!''حسن نے اسکے ل سہلائے۔۔

''مم۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔یہ ایسا کچھ۔۔''

''کافی عرصے بعد ہوا ہے ں۔۔اس لئے شاید۔۔''وہ مدھم سے لہجے میں بولا۔

''تم۔۔تم۔۔اسکا علاج کروالو پلیز۔۔''عینا کے آ اسکی شرٹ بھگو رہے تھے۔

''لا أرید أن أموت الآن ''(میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔)

''أرید أن أبنی بیتاً معک''(میں تمہارے ساتھ ایہ گھر بنا چاہتا ہوں۔)

''أرید أن أعیش معک''(میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔)

''أرید بعض المسائلۃ من الحیاۃ''(میں زن گی سے کچھ احتساب چاہتا ہوں۔)

''أرید تعویض خسائری''(میں اپنے خساروں کا ازالہ چاہتا ہوں۔)

''أرید بیتاً معک''(میں تمہارے ساتھ ایہ گھر چاہتا ہوں)''

وہ اسکے ل سہلاتا ہوا بڑے سادہ الفاظ میں اسکو بتا رہا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔وہ اپنی زن گی مختصر کرنے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔وہ لالچی ہو چکا تھا۔وہ خود غرض ہو رہا تھا۔

عینا نے چہرہ اوپر اٹھا کر دیکھا۔حسن نے مسکرا کر اسکے آ صاف کئے۔

''مزید رونا ہے یا پھر میں چینج کر لوں؟''اس نے ایک نگاہ اپنے ڈریس پر ڈالی جو کہ اب آفس جانے کے قابل نہیں رہا تھا۔عینا نے اسکو گھورا۔''افف۔۔!!یہ گھوریاں۔۔''وہ مصنوعی ناز میں آنکھیں مونچ رہا تھا۔عینا نے مسکرانا چاہا تھا۔دل میں ر رہا رہول سے اٹھ رہے تھے۔

''آج آفس نہ جاؤ۔۔''وہ منمنائی۔حسن نے آنکھیں کھول دیں۔وہ اسکے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔وہ اسکی جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھ رہی ہو۔آج پھر سے عینا کی آنکھیں کشکول پھیلائے ہوئے تھیں۔

''اس ڈر سے کہ کہیں راستے میں کوئی حادثہ نہ ہو جائے ہم گھر میں قید نہیں رہ تے۔۔''حسن نے اسکے گال پھر سے صاف کئے۔

''تو پھر علاج کروانے سے کیوں ڈرتے ہو؟''عینا نے فوراً اسکی ت پکڑی تھی۔

''کروالوں آپ ؟''اس نے جیسے سارا ملبہ عینا پر ا دیا تھا۔عینا کا سارا خون نچڑ رہا تھا۔چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔وہ کیسے اتنا بڑا فیصلہ عینا پر ڈال سکتا تھا۔وہ بے بسی سے اپنا گال اسکے پر ٹکا گئی۔حسن مسکرا دیا۔

''فیصلے مشکل ہوتے ہیں۔۔فیصلوں کا بوجھ اٹھانا مشکل ہوتا ہے۔یہی فیصلہ کوئی اور لے لے تو ہم اسکا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ پھر غلط نتیجے کا بوجھ ہمیں

نہیں اٹھا۔ پ۔ بلکہ جو فیصلہ کرتے ہے سارا ملبہ اسی پ آ۔ ہے۔۔''

''تم بہت۔ ے ہو۔۔''عینا منمنائی۔حسن ہنس دی۔

کلاس روم میں ا۔ ہیزل آنکھوں والی لڑکی اپنی ۔ ٹ پ بیٹھی تھی۔اسکے ساتھ ا۔ لڑکی آ کر بیٹھی۔۔ ۔ کا وقت تھا اس لئے زیادہ۔ کلاس خالی سی تھی۔

''میرا۔ م حیات ہے۔۔''اس بچی نے اپنا تعارف کروا۔

''سلویٰ۔۔''ہیزل آنکھوں والی لڑکی نے بھی اسی کے ا۔ از میں مسکرا کر اپنا تعارف کروا۔

''تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟''حیات نے کچھ ا۔ ہوئے پوچھا۔

''ہم لوگ گھر سے آتے ہیں۔''سلویٰ نے کندھے اچکا دیئے تو حیات جو کہ اسی کی ہم عمر معلوم ہوتی تھی منہ پ ہاتھ رکھے ہنس دی۔

'' تمہارا ا۔ ڈمیشن لیٹ ہوا ہے۔کیا تم کسی اور ملک سے آئی ہو؟''وہ دونوں عربی میں ۔ ت کر رہی تھیں اس لئے حیات کو ا۔ ازہ نہیں ہوا تھا کہ سلویٰ کس ملک سے آئی ہے۔

''ہاں۔میں فلسطین سے آئی ہوں۔''سلویٰ نے آنکھوں میں چمک لئے بتا۔ تو حیات کے چہرے پ جو دوستانہ مسکراہٹ تھی وہ سمٹ سی گئی۔اب وہاں بے زاری سی تھی ۔

''اچھا؟ چلو۔۔میں چلتی ہوں۔''وہ اٹھنے لگی۔

''کیوں کیا ہوا؟ کیا تمہیں میری دوستی پسند نہیں آئی؟''سلویٰ نے مسکرا کر پوچھا تو حیات رک گئی۔

''یہ۔ ت نہیں ہے۔دراصل تم لوگوں کے ملک میں۔ ۔ لگی رہتی ہے اور جو لوگ۔ ۔ زدہ ملک سے آتے ہیں۔۔وہ۔۔''کہتے کہتے حیات خاموش ہوئی۔

''۔ ت جاری رکھو۔۔''سلویٰ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''وہ لوگ کافی شدت پسند سے ہوتے ہیں۔ماما ایسا کہتی ہیں۔۔کہ وہ لوگ پھر جہاں پناہ ۔ ت ہیں وہیں کے مکینوں کا نقصان کرنے لگتے ہیں۔''حیات نے جھجکتے ہوئے بتا۔سلویٰ کی رہی سہی مسکراہٹ بھی غا۔ ہو چکی تھی۔۔''اور یہ بھی کہ وہ لوگ غر۔ ہوتے ہیں ا۔ پس کھانے پ۔ کو بھی کچھ نہیں ہوتا۔اس لئے ہمیں ان سے دوستی نہیں کرنی چاہیے۔ہمیں اپنے جیسے لوگوں سے دوستی کرنی چاہیے۔۔''حیات نے اپنی ماں کی۔ ت من وعن دہرائی تھی۔

سلویٰ کے چہرے پ غیر یقینی تھی۔تو کیا وہ لوگ ان لوگوں کی نگاہ میں اس قدر حقیر تھے؟؟ اسکے حلق میں شدید درد اٹھا تھا۔وہ دھماکوں کا شور۔ دا۔ ۔ کر لیا کرتی تھی ان لفظوں کے تیر نہیں جنھوں نے اسکا کلیجہ کاٹ کر رکھ دیا تھا اسی لئے وہ ہمیشہ غزہ واپس جانے کی۔ ت کرتی تھی کیو۔ اپنا ملک ہی ا۔ ن کا اپنا ہوتا ہے۔اپنے ملک میں ا۔ ن کی شنا۔ ۔ ہوتی ہے اسکی عزت ہوتی ہے۔اپنا ملک اپنے گھر کی طرح ہوتا ہے جو بھلے ٹوٹ پھوٹ ہوا ہو ہم وہاں اپنی مرضی سے جی۔ ۔ ہیں۔مسکرا۔ ۔ ہیں اور رو بھی۔ ۔ ہیں۔

سلویٰ کو آج پھر سے غزہ کی یاد آئی تھی جہاں وہ لوگ خیموں میں بھی مسکرا لیا کرتے تھے۔جہاں کوئی ا۔ حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔جہاں کوئی ا۔ ا۔ تھر۔ ٹ نہیں سمجھتا تھا۔

''میں چلتی ہوں۔۔''حیات ا۔ مسکراہٹ سی سجائے وہاں سے چلی گئی۔سلویٰ کو سوچوں کی ت۔ بھٹی میں جھلسنے کے لئے۔

اب وہ جلدی سے ۔ ڈی ہو جائے گی۔پیسے کمائے گی اور اپنے ملک لوٹ جائے گی۔وہ یہاں نہ تو کسی کی ہمدردی سمیٹنا چاہتی تھی اور نہ وہ کسی کی حقارت کو۔ دا۔ ۔ کر سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

''خیر۔۔ ہے آج بڑی خوش آرہی ہو؟'' بینچ پہ آ۔۔ بیٹھی پاؤں جھلا رہی تھی۔ ۔ ۔ قوت کہتا ہوا اسکے پاس آ کر بیٹھا۔ آ۔۔ نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا اور پھر سے پاؤں جھلانے لگی۔ قوت گہرا مسکرایا۔ ا۔ ۔ پھر سے آ۔۔ کی نیلی آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ ایسی ہی تھی چھوٹی سی خوشی مل جاتی تو بڑے سے بڑے غم کو بھول جاتی تھی۔ اور کبھی کبھی چھوٹے سے دکھ کے سامنے بڑی بڑی خوشیوں کو ا۔ ازکر دیا کرتی تھی۔ آج وہ خوش تھی یعنی آج کے دن غم ا۔ ازہوئے تھے۔ اور قوت کے لئے یہ کافی تھا۔

''ارے واہ۔۔!! تو بلیو آئیز مجھ سے بھی چھپا گی؟'' قوت نے شوخی سے کہا تھا۔ آ۔۔ نے دن موڑ کر دیکھا اور اسی شوخی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''ویل۔۔ ویل۔۔ ویل۔۔ دیٹس نٹ فیئر۔۔'' قوت نے تاسف سے کہا تھا۔ آ۔۔ اپنے منہ پہ چھوٹا سا ہاتھ رکھے ہنسنے لگی۔

''ہوا کیا ہے؟ بتاؤ گی بھی؟'' قوت اب بے تاب سا ہوا کہ آ۔ کون سی بات نے آ۔۔ کو اتنا خوش کر دیا تھا۔

''آئی ایم شارپ مائنڈڈ۔۔'' آ۔۔ نے پرجوش ہو کر کہا تو قوت نے آنکھیں سکیڑیں۔

''واٹ۔؟؟؟'' اسکو کچھ سمجھ نہ آیا۔

''مرجان کہتا تھا۔ ں کہ گیمز کھیلنا شارپ مائنڈڈ لوگوں کا کام ہوتا ہے تو اب میں بھی گیمز کھیل رہی ہوں اور کل رات میں نے ایٹ پ ٹین میں موجود کھلاڑی کو ہرا دیا۔۔'' اس کے ا۔ ازمیں عجیب شوخی اور اعتماد سا تھا۔ قوت اسکی بات پہ مسکرائے جا رہا تھا۔ ''اب تو مجھے یہ گیم بورنگ لگنے لگی ہے آج کوئی مشکل سی گیم کھیلوں گی۔۔'' وہ مسکرا کر بتائے جا رہی تھی۔

''واہ۔۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔ اور میں پہلے سے جانتا تھا کہ آ۔۔ شارپ مائنڈڈ ہے۔'' قوت نے کھل کر اسکی تعریف کی۔ آ۔۔ نے اسی ا۔ ازمیں مسکراتے ہوئے قوت کو دیکھا۔

''تمہاری آنکھیں بھوری ہیں۔۔'' آ۔۔ نے غور سے دیکھا۔

''تمہیں آج آئی ہیں؟'' قوت نے افسوس سے اسکی جانب دیکھا۔

''نہیں تو۔۔ بس میں نے کبھی نوٹ نہیں کیا تھا۔ مرجان کی بلیک ہیں۔۔ ڈارک بالکل کسی بلیک ہول کی طرح۔۔'' آ۔۔ نے کہتے جھرجھری سی لی۔

''بلیک ہول؟'' قوت اسکی بات پہ ہنس دیا۔

''ہاں۔۔ مجھے لگتا ہے کہ اسکی آنکھیں چیزوں کو اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ یعنی وہ نگل۔ چاہتی ہیں ہر چیز کو۔''

'' یہیں رک جاؤ۔۔'' قوت نے اسکو وہیں روک دیا۔ آ۔۔ نے اچنبھے سے دیکھا۔ ''یہ باتیں اسکے سامنے مت کر دینا۔ وہ ایک انتہائی سلیف آبسیسڈ آدمی ہے۔۔ سچ میں لوگوں کو نوٹ شروع کر دے گا۔۔''

''واٹ؟'' آ۔۔ کھلکھلائی۔۔ وہ قوت کی بات پہ کھل کر ہنس دی تھی۔ اور پھر کچھ دیر وہ بس ہنستی گئی۔ اچانک آ۔۔ کی نگاہ سامنے لان کی گھاس پہ بیٹھے مرجان پہ گئی جو کہ منہ پھیلائے منہ بنائے بیٹھا تھا۔ درخت کی چھاؤں میں بیٹھا تھا پھر بھی اسکے ماتھے پہ اضطراب تھا جیسے کہ گرمی کی شدت کا ہو۔

''اسکو کیا ہوا ہے؟'' آ۔۔ نے دن موڑ کر قوت کو دیکھا۔

''آج اسکو اسکی مارننگ کس نہیں ملی اسی لئے منہ بنا ہوا ہے۔''

''ہاں؟ مارننگ کس؟'' آ۔۔ حیرت سے ہنس دی۔

''ہاں۔ ۔ اور صفا آ کل ولیمے سے ہی کہیں چلے گئے تھے اور صبح واپس نہیں آئے تھے۔ اس لئے مرجان اپنی مارننگ کس کے بناء ہی سکول آیا۔ اور اب اسکا دل نہیں لگ رہا ہوگا۔''

''اوہ۔۔ یہ تو بہت اہم ہوا۔۔'' آ۔۔ نے ہنسی دبائی۔

''اس نے سامنے ہنسنے کی غلطی نہ کر دینا۔'' قوت نے اسکو گھورا تو آ۔۔ نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہونٹوں پہ انگلی جمائی۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے دائرے میں اپنے اپنے مدار میں گردش کررہے تھے۔ ہر کسی کا محور الگ تھا۔ کسی کا محور اسکا شریک حیات تھا تو کسی کا محور اسکی زندگی کا مقصد تھا۔ ان میں ایک چیز مشترک تھی وہ تھی بہتری اور تعمیر نو۔

وہ لوگ ہر روز خود کو نئے سرے سے تعمیر کررہے تھے۔ بیتے دن کے زخموں کی مرہم پٹی کرتے اور آنے والے دن کے لئے پر امید ہوجاتے تھے۔ وہ لوگ کہیں نہ کہیں سروائیورز تھے اس لئے وہ لوگ اب زندگی کی جانب گامزن تھے۔ وہ لوگ اپنے اپنے حصے کی خوشیاں بٹور رہے تھے۔ زندگی کا کاسہ سب کے لئے یکساں تھا وہ لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اپنے کشکول بھر رہے تھے۔

کوئی زندگی سے مسکراہٹیں اچک رہا تھا تو کوئی خوشیاں۔ کوئی اپنے آنسوؤں کی تجارت ہنسی کے ساتھ کررہا تھا تو کوئی زخموں کی تجارت مرہم کے ساتھ کررہا تھا۔ وہ لوگ ہر زور خود کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے کوشاں تھے۔ ان زندگیوں ایک روٹ پر چل نکلی تھیں جہاں فی الحال کے لئے سفر آرام دہ تھا۔ اگلے طوفان کے آنے سے پہلے بہار اپنے عروج پر تھی۔

آج اسکا آخری پیپر تھا۔ وہ پیپر دے کر کالج گیٹ پر ہی کھڑی تھی۔ سیاہ عبایا اور سرمئی حجاب میں وہ ایک کندھے پر اپنا بیگ لٹکائے دوسرے ہاتھ میں بندھی گھڑی کو بار بار دیکھ رہی تھی۔ دھوپ بھی بڑھ رہی تھی اسکی آنکھیں مسلسل کسی کی متلاشی تھیں۔

اسی دوران ایک سیاہ گاڑی آکر رکی تو صفا کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ ان رسے وہ ایک سیاہ پینٹ اور سیاہ ہی ڈریس شرٹ میں ملبوس ایک ہاتھ میں موبائل اور دوسرے میں چابی پکڑے باہر نکلا۔ کچھ فاصلے پر آکر اس نے دفعتاً سر اٹھا کر دیکھا تو وہ سامنے ہی پر زور پیٹ کھڑی تھی۔ ابہیم نے موبائل پر وقت دیکھا تو اس نے منہ کا زاویہ بنایا۔ صفا نے رخ پھیر لیا۔ ابہیم مسکراہٹ دبائے آگے بڑھا آیا۔

''کیسا ہوا پیپر؟'' وہ آتے ہی اسکے موڈ کو انازکئے پوچھنے لگا۔ صفا بنا کوئی جواب دیئے آگے بڑھ گئی۔ ابہیم کچھ پلوں کے لئے اسکو جاتا دیکھے گیا۔ پھر سر جھٹک کر مسکراتا ہوا اسکے پیچھے ہولیا۔

وہ گاڑی کے پاس آکر رکی۔ ابہیم نے جلدی سے آگے بڑھ کر ڈور اوپن کیا۔ وہ کسی مغرور سی شہزادی کی طرح گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ابہیم دوسری جانب سے آیا۔ اور بیٹھ کر اسکے تاثرات بغور دیکھنے لگا۔ گاڑی کا اے سی آن کیا جو کہ پہلے بھی آن ہی تھا بس اترتے وقت اس نے گاڑی بند کی تھی کیونکہ اسکو لگا تھا کہ پیپر ابھی ختم نہیں ہوا ہوگا۔ یہاں آکر پتہ کہ کالج تو تقریباً خالی ہو چکا تھا۔

ابہیم نے ایک چاکلیٹ شیک کا گلاس اسکی جانب بڑھایا۔ صفا نے تڑخ کر اسکی جانب دیکھا۔

''میرا خون پھر کبھی پی لینا۔ فی الحال اس سے کام لو۔ پلیز۔'' ابہیم نے محتاط سے انداز میں کہا۔ صفا نے ہونٹ بھینچ لئے۔ ''پلیز۔!!'' ابہیم نے وہ گلاس اسکی جانب بڑھایا۔ تو صفا نے احسان جتانے کے انداز میں وہ گلاس تھام لیا۔ اب وہ سپ سپ پی رہی تھی۔ ٹھنڈا شیک پی کر اسکا غصہ جیسے اڑن چھو ہوا تھا۔ اس نے سکون سے آنکھیں موند لیں۔ ابہیم کچھ پل اسکو دیکھے گیا۔ پھر اسکا غصہ زائل ہوتے دیکھا تو مسکرا کر گاڑی دی۔

''دینا کو سکول میں ایڈمیشن دلوادوں۔ سوچ رہا ہوں۔'' وہ یوں ہی بولا تھا۔ صفا نے اسکی جانب دیکھا۔

''وہ ابھی چھوٹی ہے۔''

''وہ تو تم بھی ہو۔''

''ابہیم۔!!'' صفا نے دانت بھینچے۔ ابہیم کا قہقہہ گونجا۔

''اچھا اچھا۔!! پھر بھی اسکا ایڈمیشن تو کروانا ہے نا۔''

''وہ پانچ سال کی ہوجائے پھر۔'' صفا نے مزے سے کندھے اچکا دیئے۔

''واٹ؟ وہ بہت پیچھے رہ جائے گی صفا۔''

''نہیں رہتی۔۔میں اسکو گھر میں پڑھاتی ہوں۔ہم لوگ ایک ساتھ بہت انجوائے کرتے ہیں اسکو ابھی کسی اور ٹیچر کی ضرورت نہیں۔'' صفا نے ضدی سے انداز میں کہا تھا۔ابیہم نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔

''دیکھو۔۔!!وہ آجایا کرے گی گھر.....ویسے بھی پلے گروپ کو جلدی چھٹی ہو جاتی ہے چند گھنٹوں کی تو بات ہے۔۔''

''ہرگز نہیں۔۔'' صفا نے اسکو گھورا۔اور خالی گلاس ہولڈر میں رکھا۔

''پاگل نہ بنو۔۔''

''بس سمجھ لیں کہ پاگل ہی ہوں۔۔''

''اچھا تم دینا کو سکول جانے دو۔۔پامس ایک اور دینا دلا دوں گا۔'' اس نے مسکراہٹ دبائے کہا۔

''ایک کی بجائے بے شک چار دلا دیں میں اپنی دینا کو دور نہیں کروں گی۔۔'' وہ روانی میں کہہ گئی۔اگلے ہی پل اسکی بات سمجھ آئی تو صفا کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔اس نے ابیہم کی جانب گھورنے کی کوشش کی تھیں پلکیں جھکی ہی رہیں۔

''ڈیل؟'' وہ مسکراہٹ دبائے اسکو چھیڑ رہا تھا۔

''خاموش ہو جا۔''

''اچھا اگر چار آجا تو پھر دینا کو جانے دو گی؟''

''ایبو۔۔!!'' صفا کو کچھ مل نہیں رہا تھا کہ وہ اٹھا کر اسکے سر میں دے مارے۔وہ اسکی حالت دیکھ کر ہنستا جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد گاڑی رکی تو صفا نے چونک کر دیکھا۔وہ ایک شوروم تھا۔

''یہاں کیوں آئے ہیں؟'' صفا پوچھتی رہ گئی۔۔ابیہم اٹھ کر اسکی جانب آیا اور اسکی جانب کا ڈور اوپن کیا۔صفا نے الجھ کر دیکھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ابیہم نے اسکا ہاتھ تھام کر اسکو باہر نکالا۔۔وہ الجھی سی اسکے ساتھ چلی آئی۔وہ لوگ اب گاڑیوں کی کولیکشن دیکھ رہے تھے۔

''ابیہم۔۔!! آپ گاڑی لے رہے ہیں؟'' وہ بھی دلچسپی سے گاڑیاں دیکھ رہی تھی۔ایک سے بڑھ کر ایک لگژری گاڑی موجود تھی۔

''ہاں۔۔ہم گاڑی لے رہے ہیں۔'' ابیہم نے چلتے ہوئے ہی بتایا۔صفا کا ہاتھ مسلسل اسکے ہاتھ میں ہی تھا۔

''سر ویلکم۔۔!!'' مینیجر اسکے پاس آیا۔

''ہمم۔میری وائف کے لئے گاڑی دکھائیں۔'' وہ سنجیدہ سے انداز میں بولا۔تو صفا نے چونک کر دیکھا۔''فیچرز سموتھ ہونے چاہئیں۔ایسی گاڑی جو لیڈیز کے لئے سوٹ ایبل ہو۔خاص کر۔۔'' کہتے ہوئے ابیہم صفا کے کان پر جھکا۔''میری چھوٹی سی بیوی کے لئے سوٹ ایبل ہو۔۔'' صفا نے ابیہم کو گھورا۔مینیجر ان لوگوں کو لئے آگے بڑھا۔

صفا کسی بچے کی طرح پرجوش تھی کہ آج فائنلی اسکو گاڑی مل جائے گی۔کافی دیر خوار ہونے کے بعد ابیہم کو ایک گاڑی پسند آ ہی گئی۔وہ سیاہ تھی سلیک سی گاڑی جو بظاہر لگژری گاڑی معلوم ہوتی تھی۔

''یہ کیسی ہے؟'' اس نے ساتھ کھڑی صفا سے رائے مانگی۔۔

''یہ مہنگی ہوگی بہت.....آپ مجھے سوزوکی دلا دیں۔'' اس نے فوراً پیشکش کی۔۔ابیہم نے بھینچ لئے۔۔اس نے ایک مینیجر کو دیکھا اور پھیکا سا ہنس دیا۔

''میری وائف کو مذاق کرنے کی عادت ہے۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔تو مینیجر بھی ہنس دیا۔صفا نے حیرت سے دیکھا۔

وہ لوگ انکے آفس میں چلے گئے۔کچھ ہی دیر میں ڈیل سائن ہو گئی اور صفا قریشی ایک لگژری گاڑی کی مالک بن چکی تھی۔نام کے خانے میں صفا قریشی درج تھا۔

صفا نے سائن کرتے ہوئے ابیہم کی جانب دیکھا۔

''یہ کچھ صفا قریشی کا ہے۔۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور صفا کے ہاتھ میں تھما دیا۔صفا نے اسکو سمجھی سے دیکھا اور پھر آگے کار سائن کر دیئے۔

وہ لوگ ہر نکل آئے۔

''سر شام تک گاڑی آپکے گھر پہنچ جائے گی۔''مینیجر نے کہا تو صفا نے منہ بسور کر ابراہیم کی جانب دیکھا۔

''کیا؟''ابراہیم نے صفا کی جانب دیکھا۔

''میں اپنی گاڑی میں جاؤں گی۔۔''صفا نے کسی بچے کی طرح ہی فرمائش کی۔

''ڈرائیو کرنی آتی ہے؟''وہ ہنس دیا۔

''ہاں ں۔۔آپکو ساتھ بٹھاؤں گی۔۔صرف آج کے لئے۔۔''

''واہ۔۔!!یعنی میری جان کی دشمن بنی ہوئی ہو۔۔''

''اللہ۔۔اللہ ابو۔۔!!''وہ خفا ہوئی۔

''بھول جاؤ ڈرائیو کو۔۔اور ویسے بھی یہ تمہیں رزلٹس کے بعد ملے گی۔ڈرائیور کے ساتھ۔۔''اس نے سخت انداز میں کہا تھا۔صفا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔اسکی ساری خوشی پانی پھیر دیا تھا۔

''بالکل نہیں۔۔''

''بالکل ہاں۔۔''ابراہیم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔اور اسکو لے کر مینیجر پیچھے سے ہنس دیا۔

''کم عمر بیویاں پالنا بھی کسی امتحان سے کم نہیں۔۔''مینیجر سر ہلاتا ہوا رکی جانب بڑھ گیا۔

آج فضا میں عجیب وحشت سی تھی آج ایک بار پھر سے فضا میں خوف کی بو رچی بسی تھی۔آسمان بھی خاموش تھا اور زمین بھی دم سادھے بیٹھی تھی۔

''کمانڈر۔۔!شمالی سرحد پہ حملہ ہوا ہے۔''وہ اپنے کمرے میں تھے۔ایک سپاہی نے آکر اطلاع دی۔کمانڈر نے آنکھیں بند کر کے خود پہ ضبط کیا۔''وہ لوگ ریکی کر رہے ہیں اور۔۔اور انکا اگلا قدم ہوگا۔''

''کتنے لوگ بچ گئے ہیں؟''کمانڈر نے اسکی دوسری بات ان سنی کر دی تھی۔

''وہ سرحد مکمل طور پہ تباہ ہو چکی ہے۔۔''سپاہی نے مایوسی سے کہا تھا۔کمانڈر نے آنکھیں بند کر کے فاتحہ پڑھی اور اپنی مغفرت کی دعا کر کے اپنی شہادت کی بھی دعا کی۔

''تیاری کرو۔۔ہمارے اتحادیوں کو فوراً اطلاع کرو۔۔ہمیں جو بھی کرنا ہے جلدی کرنا ہوگا۔''انھوں نے آنکھیں کھول کر مضبوط تر لہجے میں کہا تھا۔

''جو حکم کمانڈر۔۔''سپاہی سر ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

کمانڈر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔آج کا دن یقیناً ایک غمناک دن تھا۔آج ایک بڑا خسارہ ہوا تھا۔آج ایک بڑے پیمانے پہ شہادتیں ہوئی تھیں اور وہ عام لوگ نہیں تھے وہ لوگ ٹرینڈ مجاہدین تھے۔ان لوگوں کا جانا کمانڈر اور اتحادیوں کو بڑے نقصان میں ڈال گیا تھا۔اب فیصلے کا وقت آن پہنچا تھا۔تیاریاں مکمل تھیں بس اب تاریخ کا انتخاب کرنا باقی تھا۔

ایک ای میل ابراہیم کو بھی بھیجا گیا تھا کہ کسی بھی صورت میں کسی بھی وقت اسکو بلوایا جا سکتا ہے۔اگر وہ چاہے تو انکار کر سکتا ہے اسکو چھوٹ ہے۔اور اگر وہ آئے تو پھر اپنے گھر والوں کو الوداع کر کے آئے۔کیونکہ اس بار آپریشن میں یہ تو فتح تھی یا موت۔۔فتح کسی دیوانے کے خواب سے کم نہ تھی۔کیونکہ دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔وہ بہت طاقت ور تھا۔تو دوسری صورت میں موت تھی۔فقط موت۔۔!

''عینا۔۔!عینا۔۔!!''اس نے گھر آتے ہی شور مچایا تھا۔عینا سیڑھیاں ہی اتر رہی تھی اسکو دیکھ کر مسکرا دی۔وہ پہلے اندر داخل ہوئی تھی اور یوسف اسکے پیچھے پیچھے

آ رہا تھا۔وہ آ کر صوفے پ ڈھے گئی۔

''تھک گئی سلویٰ؟؟''عینا نے مسکرا کر اسکے سر پ ہاتھ پھیرا۔

''ہاں۔''وہ منمنائی۔اسی دوران فاطمہ ان لوگوں کے لئے جوس لے آئی۔عینا ا پس ہی بیٹھ گئی۔انھوں نے جوس کے گلاس رکھے۔عینا مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔''کل ہمیں چھٹی ہے سکول سے۔''

''اچھا؟ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔اتنی .ٹی نیوز دینے کے لئے شکریہ سلویٰ۔۔!''عینا نے اسکا مذاق اڑایا۔جہاں سلویٰ کا منہ پھول َ وہیں یوسف ہنس دیا۔

''میرا مطلب تھا کہ ہم لوگ کل کا دن بھی اس بور َ سے محل میں َ ارنے والے ہیں؟''

''واٹ؟ بور َ محل؟''عینا کو اسکی .ت پ ہنسی آئی تھی۔

''ہاں تو اور کیا۔۔نہ تو یہاں کوئی بچہ ہے جس سے ہم کھیل سکیں اور نہ ہی حسن گھر ہوتا ہے اور تم ہمارے ساتھ کھیلتی ہی نہیں ہو۔۔بس ہر وقت پ ڑھائی پ ڑھائی کرتی رہتی ہو۔''اس نے منہ پھلائے ہی اپنی شکای درج کروائی۔عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔''اب بتاؤ۔۔!ہم کل کیا کرنے والے ہیں؟''اس نے .زو ی پ لپیٹ کر پوچھا۔

''دیکھتے ہیں۔۔''عینا نے .ت ہوا میں اڑا دی۔

''کیا مطلب ہے دیکھتے ہیں؟''سلویٰ اب کی .ر .ی طرح ئی تھی۔

''حسن آ جائے اس کا پلان بھی دیکھیں گے اَ وہ فری ہوا تو چلیں گے کہیں۔''عینا نے .ت سمیٹی۔

''مجھے اس کے پلینز سے فرق نہیں پ ت۔اسکو ہمیں بھی وقت دینا چاہیے۔''

عینا اسکی معصوم سے خواہش پ مسکرا دی۔وہ لوگ حسن سے جتنا اٹیچ تھے وہ اتنا ہی کم ا میسر رہتا تھا۔جس کا عینا کو افسوس تھا۔وہ لوگ حسن کے ساتھ بہت انجوائے کرتے تھے یہ لمحات کم ہی ملتے تھے۔وہ اکثر .ی رہتا اور کبھی کبھی رات کو بھی دیر سے آ۔ . وہ لوگ سو چکے ہوتے۔ شتے کی میز پ مشکل سے پانچ دس منٹ قات ہوا کرتی تھی۔اس لئے سلویٰ اب اسکو مس کر رہی تھی۔

''اچھا۔۔۔!ٹھیک ہے میں اس سے .ت کروں گی اور سختی سے کہوں گی کہ کل کے دن کے سارے کام کینسل کر دے اور۔۔''

''اور آپکے قدموں میں بیٹھ جائے غلام۔۔''

ان تینوں نے مڑ کر دیکھا وہ مین ڈور میں کھڑا تھا جیبوں میں ہاتھ ڈالے ا نیوی بلیو ڈریس شرٹ اور َ ے میں ملبوس وہ شا ارلگ رہا تھا۔اس عام سے حلیے میں بھی وہ کسی کی بھی سانس ت روک دینے کی صلا ت رکھتا تھا۔اور پھر اس پ اسکی وہ دلکش مسکراہٹ۔۔!

''حسن۔۔!!''عینا مسکرا کر اٹھی۔

''جی مسز کرداوی۔۔''وہ شوخ سے لہجے میں کہتا ا پس آ۔سلویٰ نے ی .پ .زو پ ٹ ہی رخ دوسری جا . کر لیا۔وہ اس سے خفا تھی۔حسن نے عینا سے سوالیہ ا ازمیں پوچھتے ہوئے اسکو ساتھ لگا یا اور اسکے ماتھے پ پیار کیا۔عینا الگ ہو کر کندھے اچکا گئی۔یوسف مسکرا کر دونوں ہاتھ تھوڑی کے نیچے ٹکائے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔اسکی .ٹی .ڈی گول گول آنکھیں ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر جیسے چمک سی اٹھی تھیں۔

حسن نے پینٹ کو دونوں ٹ ں سے پکڑ کر ذرا سا اوپر کھینچا اور یوں ہی سلویٰ کے سامنے زمین پ بیٹھ ۔

''کیا چھوٹی لڑکی بتائے گی کہ اسکا یہ منہ غبارے کی طرح کیوں پھولا ہوا ہے؟''حسن نے دلچسپی سے اسکو دیکھتے ہوئے کہا تو یوسف ہنس دیا۔عینا نے حسن کو ا گھوری سے نوازا کہ وہ اسکو مز راض کر رہا ہے۔ وہ ان دونوں کو ا ازکر سلویٰ کی جا . متوجہ تھا۔

''میں اپنے ملک واپس جا چاہتی ہوں۔''سلویٰ نے رخ موڑے ہی کہا۔حسن کی مسکراہٹ یکدم ہی جیسے پھیکی سی پ گئی۔اس نے ا . رپھر عینا کو دیکھا کہ آ اسکو کس .ت نے اتنا ہرٹ کیا ہے۔عینا نے لاتعلقی کا اظہار کیا۔حسن نے ت سف سے پھر سلویٰ کو دیکھا۔

''کیا سلویٰ .ت یوسف بتائے گی کہ مجھ سے کون سی غلطی ہوئی ہے؟''اب کی .ر حسن نے واضح کر کے پوچھا۔سلویٰ نے اسکی جا . دیکھا اور کچھ ثانیے دیکھے گئی۔یہ

لوگ الگ تھے یا بوجھ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اتھریٹ نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی وہ اغریب سمجھتے تھے۔ وہ لوگ سے الگ تھے۔

سلویٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔ حسن نے شکر کی سانس لی۔

''تم ہمیشہ مصروف رہتے ہو۔ ہمارے ساتھ نہ کھیلتے ہو نہ ہمیں ہر کہیں لے کر جاتے ہو۔ ہم اس لئے اپنے ملک جانا چاہتے ہیں جہاں ہم لوگ بچوں کے ساتھ کھیل سکیں۔'' اس نے معصومیت سے بتایا تو حسن کی مسکراہٹ پھر سے نمودار ہوئی۔ شکر ہے کوئی بات نہیں تھی۔

''ایسی بات ہے کیا؟'' حسن نے پسوچا۔ ازمیں کہا سلویٰ نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تو چلو پھر آج ڈنر ہر کریں گے۔'' حسن نے پسکون ا۔ ازمیں فیصلہ سنادیا۔ تو عینا نے بھی اچنبھے سے دیکھا۔ ''اور شام تم ہم آج انجوائے کریں گے۔ موویز دیکھیں گے اور گیمز کھیلیں گے۔'' حسن اٹھ کھڑا ہوا۔ سلویٰ کو تو اپنے کانوں پ یقین نہیں آرہا تھا وہیں یوسف پ جوش ہوا تھا۔

'' یہ پڑھاتی رہتی ہے۔'' سلویٰ نے لگے ہاتھوں عینا کی بھی شکایت لگادی۔ عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کیوں مسز کرداوی؟ آپ میرے بچوں کو کیوں پڑھاتی رہتی ہیں؟ انھوں نے انجوائے کرنا ہے اور ویسے بھی حسن کے ہوتے ہوئے ا پڑھنے کی پیسے کمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں چھوٹی لڑکی؟'' حسن نے ساتھ ہی سلویٰ کے سامنے ہاتھ کیا۔ سلویٰ نے تالی بجائی تو عینا نے ان دونوں کو ایک گھوری سے نوازا۔

'' پیسے میں کماؤں گی۔'' سلویٰ نے حسن کی دوسری بات سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ حسن نے داد دیتی نگاہوں سے اسکو دیکھا تھا۔

''تم لوگ آج کرلو جتنا انجوائے کرنا ہے کل سارا دن پڑھاؤں گی۔'' عینا نے بھی ٹھان لی تھی۔ سلویٰ نے جیسے فک سے مکھی اڑائی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ا نگاہ دینا پڑ گئی جو کہ لاؤنج کے فرش پ ہی بیٹھی کھیل رہی تھی۔ صفا کے چہرے کی ساری خفگی اور ساری تکان جیسے زائل ہوئی تھی۔ اس نے بیگ وہیں پٹخا اور دینا کو اٹھالیا۔

''شفا۔!!'' دینا بھی پ جوش سی ئی۔ ا۔ ابیم نے چابی میز پ رکھی اور وہیں آکر بیٹھ ۔

''جی شفا کی جان۔'' وہ اسکے گال چوم رہی تھی۔ وہ مسکرا کر ان دونوں کو دیکھے جارہا تھا۔ منال کچن سے آ ۔

''کیسا ہوا پیپر؟''

''بہت اچھا۔ اور بس اب جان چھوٹ گئی۔'' صفا آج بہت خوش تھی کیو اسکے پیپرز ختم ہوگئے تھے اور وہ اب آزادی سے بچوں کے ساتھ کھیل سکتی تھی ورنہ تو ا۔ ابیم نے اسکو کمرے میں قید کیا ہوا تھا کہ بس پڑھائی کرنی ہے اور پیپر دینے ہیں۔

''اچھا۔! اللہ کامیاب کرے۔ تم جا کر فریش ہو جاؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔'' وہ کہتیں واپس کچن میں چلی گئیں۔ صفا دینا کو لئے گول گول گھوم رہی تھی۔ دینا کھلکھلا رہی تھی۔ وہ دونوں ہنستی جارہی تھیں۔ اور وہ ٹ سا دیکھے ۔ صفا نے اسکی نگاہیں خود پ تو اسکے پس چلی آئی اور ساتھ ہی ٹ گئی۔ دینا اسکی گود میں تھی۔

''ہو دینا لوز مور؟... صفا؟'' اس کو شرارت سوجھی تو دینا سے پوچھا۔ ا۔ ابیم نے حیرت سے دن موڑ کر دیکھا۔

''شفا۔'' دینا نے فوراً جواب دیا تھا۔ صفا پھر سے کھلکھلائی۔

''ہوا زمور پیٹی؟ دینا صفا؟'' اب کی بار ا۔ ابیم نے پوچھا۔

''شفا۔'' جواب فوراً آیا۔ ا۔ ابیم نے ا۔ وسکیڑے۔ کچھ تو ٹ بٹھی۔ صفا ہنسی دبائے اسکو دیکھے گئی۔ ا۔ ابیم ان دونوں کی چالاکی سمجھ نہیں پ رہا تھا۔

''میں ہر جارہا ہوں۔ دینا کس کے پس رہے گی؟... صفا؟'' ا۔ ابیم نے کافی سوچ کر سوال کیا کیو دینا ہمیشہ ہر جانے کے لئے پ تولتی رہتی تھی۔

''شفا۔'' دینا نے ایک پل کے لئے بھی نہیں سوچا۔ ا۔ ابیم کی آنکھیں پھیل گئیں۔ صفا اب کی بار ہنس دی تھی۔ وہ ہنستی ہوئی دوہری ہوئی۔ ا۔ ابیم نے دانت کچکچائے۔

''فائن۔!! رہو تم شفا کے پس۔ جارہا ہوں میں۔'' ا۔ ابیم ٹھ کر اٹھنے لگا تو صفا نے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ خفگی لئے ہی بیٹھ ۔

''میں بتاؤں اب؟'' صفا ہنسے جا رہی تھی۔ دینا کنفیوز سی ان کو دیکھ رہی تھی کہ آ ٓ اسکی. توں پ وہ لوگ اتنا کیوں ہنس رہے ہیں۔

''بتاؤ۔''ا. اہیم نے منہ پھلا یا۔

''دراصل ۔۔! دینا دوسرا آپشن جلدی پ کرتی ہے۔۔'' وہ ہنس دی۔ا. اہیم کا دماغ پھک سے اڑ ۔یہ. ت اس نے نوٹ کیوں نہیں کی تھی۔ اسکا دل کیا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔ وہ دونوں پ یں اسکو آج ۔ بے وقوف بناتی آئی تھیں۔ا. اہیم نے سوالیہ وں سے دیکھا صفا نے اثبات میں سر ہلا یا۔

''دینا کس سے زیادہ پیار کرتی ہے؟ صفا۔۔۔؟''ا. اہیم نے ٹوٹتی بکھرتی امید کے ساتھ پوچھا۔

''۔۔۔'' دینا کا جواب فوراً آ یا تھا۔ا. اہیم کا دل ا پل کے لئے ٹھہر سا ۔ تھا۔ اسکی آنکھیں بے اختیار نم ہو تھیں۔ دینا آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی اسکو دیکھ رہی تھی۔ اگلے ہی پل ا. اہیم نے دینا کو صفا کی گود سے لیا تھا اور اسکو اپنے ۔ میں بھینچ ۔۔ صفا اسکے اس شدید ری ایکشن پ تھوڑا الجھی تھی۔

''میرا بچہ۔۔! میری دینا۔۔ میری سجل۔۔ میری ٹ ۔۔ میری پ ۔۔۔ کی جان۔۔۔ کی کائنات۔۔۔ کا سارا جہان۔۔۔ کی ز ندگی۔۔'' وہ پ گلوں کی طرح اسکا چہرہ چوم رہا تھا۔ آنکھیں ر رنم ہو رہی تھیں صفا حیران پ یشان سی اسکو دیکھ رہی تھی۔

''ا. اہیم۔!'' اس نے ا. اہیم کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔ا. اہیم چونکا۔ اس نے مڑ کر دیکھا وہ پ یشان سی اسکو دیکھ رہی تھی۔ا. اہیم نے دینا کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔ اس نے ا ر پھر سے شدت سے دینا کا گال چوما۔ اور اسکو وہیں صوفے پ بٹھا کر تیز تیز قدم اٹھا تا اپنے کمرے کی جا ۔ ٹھ ۔ صفا کچھ لمحے اسکو جا تا دیکھے گئی۔ دل میں عجیب ہول سا اٹھا کہ وہ بھی پیچھے ہی چل دی۔

وہ الجھی سی کمرے میں داخل ہوئی تو کمرہ تا ریکی میں ڈو ہوا تھا۔

''ا. اہیم۔۔!!'' صفا نے اسکو پکارا کیو وہ کمرے میں ہی آ یا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے ڈریسنگ میں دیکھا۔ واش روم بھی خالی تھا۔ پھر اسکی نگاہ اسٹڈی کے دروازے پ گئی جو کہ بند تھا۔

وہ آ کر اسکے سامنے کھڑی ہوئی اور دروازے پ ہاتھ رکھا۔ وہ الجھن کا شکار تھی اسکو. اہیم کا یہ ری ایکشن سمجھ نہیں آ یا تھا۔

''ا. اہیم۔۔!!'' اس نے ز می سے پکارا۔ کوئی جواب نہ آ یا۔ وہ کچھ ثنیے وہاں کھڑی رہی۔ پھر واپس کمرے میں آئی۔ شا یہ وہ کوئی ضروری کام کر رہا اس لئے ڈسٹرب نہ کیا۔ اس نے آ کر چینج کیا اور منہ ہاتھ دھو کر. ہر نکلی کمرہ ہنوز خالی تھا اور اسٹڈی کا دروازہ بند تھا۔ صفا اب کی. ر پ یشان ہوئی تھی اس نے پھر سے دستک دی۔ وہ کچھ دیکھڑی رہی۔ دروازہ نہ کھلا تو وہ پلٹی۔

اگلے ہی پل اسکو اپنی کلائی کھنچتی ہوئی محسوس ہوئی۔ صفا ہڑ. ٹائی۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ بھیگا ہوا تھا۔ ل بکھرے ہوئے تھے۔

''ا. اہیم۔۔!!'' صفا نے بے اختیار ہاتھ. ٹھا کر اسکے گال پ بہتے آ صاف کئے۔ وہ پلٹ کر واپس آ ۔ اور وہیں رکھے ا صوفے پ بیٹھ ۔ وہ سر ہاتھوں میں ۔ ائے بیٹھا تھا۔ صفا کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ سست قدم اٹھاتی اسکے پ س پہنچی۔ اور اسکے سامنے پ ڑی کانچ کی ٹیبل پ ہی ٹ گئی۔ اس نے ا. اہیم کے چہرے کو چھپاتے ہاتھوں کو ہٹا یا۔ا. اہیم نے ا گہری سانس لی۔

''کیا ہوا ہے۔۔ پلیز۔۔ بتا ۔۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔'' صفا کی پوری آواز نہیں نکل پ رہی تھی۔ وہ یوں ہی بیٹھا رہا ہوا میں کسی غیر مرعی نقطے کو گھور تا ہوا۔''پلیز ا. اہیم۔'' صفا کی آواز لرزی تھی۔ا. اہیم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ اور پھر اسکے دونوں ہاتھوں کو تھاما۔

''کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟''

''ا. اہیم؟'' صفا نے غیر یقینی سے اسکو پکارا۔''کیسی. تیں کر رہے ہیں؟'' وہ حیران تھی۔

''میں نے تمہیں تمہارے ماں. پ سے دور کر دیا تھا۔ اور تمہیں ان سے دور رکھا۔ تمہیں ا پ ائے ملک لے ۔ تم ان سے ملنے کے لئے ا دیکھنے کے لئے روتی ٹ پتی رہی میں نے تمہیں ملنے نہیں دیا۔'' وہ بولے جا رہا تھا بناء اٹکے بناء رکے۔''کیا تم مجھے میرے اس عمل کے لئے معاف کر سکتی ہو؟'' اس نے ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔ صفا کو اسکی حا ۔ کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''صفا پلیز۔۔!! میں نہیں چاہتا کہ میری دینا کے ساتھ کبھی بھی یہ ۔ ہو۔'' اسکی آواز لرز رہی تھی اسکا پورا وجود اس وقت کا۔ پ رہا تھا۔ آ زار و قطار بہہ رہے تھے۔''
صفا تمہارا۔ پ ز۔ ہ تھا پھر بھی وہ تمہیں نہیں بچا سکا۔۔ صفا یہ د تیموں کے ساتھ بہت ظلم کرتی ہے صفا۔۔ میری بچی کو بچا۔ صفا۔۔''
صفا کی اب بس ہوئی تھی۔ اسکا پورا وجود اب۔ ف ہو رہا تھا۔ ا۔ اہیم کی کوئی۔ ت اسکی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بس اسکو معلوم تھا تو یہ کہ وہ شخص آج بہت کمزور پ ۔ تھا۔ اور وہ خود بے بس تھی وہ اسکو کیسے سنبھال سکتی تھی؟
ا۔ اہیم نے صفا کے دونوں ہاتھوں کو زور سے اپنے ہاتھوں میں د۔۔ اسکی آنکھوں سے ا۔ رشدت سے نمکین سیلاب جاری ہوا تھا۔ اس نے ۔ ہم پیو ۔ کر کے خود پ ضبط پ۔۔
''پلیز صفا۔۔!! میری دینا کو بچا۔۔۔'' وہ پھر سے ٹ ۔ ا۔ اور اسکے دونوں ہاتھوں پ اپنا ماتھا ٹکا ۔ آ مسلسل بہہ رہے تھے۔ صفا کو نہیں سمجھ آ رہی تھی کہ وہ کس۔ ت پ اتنا ری ا کر رہا تھا۔ تھوڑی د۔ پہلے تو ۔ ٹھیک تھا۔ پھر اچا۔ سے یہ ۔ کیا ہوا تھا؟
''ا۔ اہیم۔۔!!'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔
''ہمم۔۔'' وہ یوں ہی بولا تھا۔
''پلیز۔۔ ایسا مت کریں۔۔ میں۔۔ میں مر جاؤں گی۔۔ مجھے آ پکی حا ۔ کی سمجھ نہیں آ رہی۔۔'' اس نے ا۔ ہچکی لی۔ ''پلیز آپ ایسا نہ کریں۔ میں آ پکو یوں بکھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ پلیز ا۔ اہیم۔'' وہ بول رہی تھی اسکے ۔ ہل رہے تھے اسکا پورا وجود۔ ف میں لگا ہوا تھا۔

شام ہو رہی تھی اور اس وقت سلویٰ اور یوسف تیار سے لاؤنج میں کھڑے تھے۔ وہ لوگ اب۔ ہر جانے والے تھے۔ عینا ابھی ۔ تیار ہو کر نہیں آئی تھی۔ وہ دونوں کچھ د۔ کھڑے رہے اور پھر یوں ہی تکان سے صوفے پ بیٹھ گئے۔ اسی دوران مین ڈور کھلا اور وہ مصروف سا ا۔ ر داخل ہوا۔ وعدہ کرنے کے۔ وجود وہ سہ پہر سے غا۔ تھا اور اب آ رہا تھا۔ اسکو دیکھ کر سلویٰ نے رخ دوسری جا۔ کر لیا۔ حسن نے ا۔ واچ کائے اور اسکے پ س آ ۔
''کیا ہوا چھوٹی لڑکی؟'' وہ اسکے پ س آ کر جھکا۔
''تمہاری بیوی ابھی ۔ تیار نہیں ہوئی۔ اور ہم آدھے گھنٹے سے اسکا انتظار کر رہے ہیں۔'' اس نے منہ پھلائے ہی شکوہ کیا تھا۔
''ارے ابھی تو بس آدھا گھنٹہ ہوا۔ اسکو تو شا ۔ دو گھنٹے اور لگ جا ۔'' حسن نے کندھے اچکا کر۔ رمل سے ا۔ از میں کہہ د۔ سلویٰ کا منہ حیرت کے مارے کھل ۔۔''
دیکھو لڑکیوں کو تیار ہو۔ پ ۔ ہے، میک اپ جیولری، اور سو طرح کے بناؤ سنگھار۔'' اس نے وضا ۔ دی۔
'' مجھے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں پ ۔ تی۔''
''کیو ۔ تم ابھی چھوٹی لڑکی ہو۔۔ ۔ ۔ ڑی لڑکی ہو جاؤ گی تو ضرورت پ ۔ ے گی۔'' وہ اسکے گال کھینچتا آگے ۔ ھ ۔ ۔ سلویٰ ٹ ھ کر رہ گئی۔ وہ مسکرا کر سیڑھیاں پ ۔ ھتا جا رہا تھا۔
''آؤ ہم تھوڑی د۔ کوئی گیم کھیل ۔ ۔ تے ہیں۔'' یوسف نے سلویٰ کو مشورہ کیا۔ وہ چار و۔ چار اٹھ کر اسکے ساتھ۔ ہر لان میں چلی آئی۔ جہاں ا ۔ تفریح کا ہر سامان موجود تھا۔
وہ لوگ ا۔ جھولے پ آ کر بیٹھ گئے۔
''آ پ۔۔!!''
''ہاں۔۔''
''ہم لوگ اپنے ملک جا ۔ گے کیا؟'' آج یوسف نے پہلی۔ ر اپنے ملک کا ذکر کیا تھا۔ سلویٰ نے اسکو غور سے دیکھا تھا۔ وہ بس سوال پوچھ رہا تھا کوئی خواہش نہیں کر رہا تھا۔

''ہاں۔۔! جا گے۔'' سلویٰ نے پورے عزم سے جواب دیا تھا۔

'' ۔ ۔ ہم بڑے ہوں گے۔ ۔ تو سارے لوگ مرجا گے ں۔'' یوسف نے معصومیت کی انتہا قائم کرتے ہوئے سوال کیا۔ سلویٰ کا بھی ایک پل کے لئے دل بند سا ہوا۔ سارے جواب جیسے ہوا میں ہی مندمل ہو گئے تھے۔ اسکو کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔

''یوسف۔۔!! یہ تو اللہ کو پتہ ہے ہم لوگ واپس جا گے۔'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ اسکے چہرے پہ اداسی یں تھی۔

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو ایک پل کے لئے وہیں فریز ہو گیا۔ وہ آئینہ کے سامنے تیار سی کھڑی تھی۔ اسکو دو تین گھنٹے نہیں درکار تھے وہ بس آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں تیار ہو چکی تھی۔ اسکا میرون گاؤن ڈریس اور ڈارک پنک اسٹک تباہی مچانے کو کافی تھے۔ اس پہ اس نے اس سلکی گاؤن کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا حجاب سر پہ لے رکھا تھا۔ زیادہ میک اپ نہیں تھا ہاتھ سر بھی ننگا نہیں تھا۔ نفیس سی جیولری جو وہ ہمیشہ پہنا کرتی تھی اور ایک عدد گھڑی واچ۔ اسکے علاوہ ایک ڈھیلا ڈھالا اسکو مکمل کر دیتی تھیں۔ وہ واقعی شیخ حسن آفندی کی بیوی معلوم ہوتی تھی۔ وہی شاہانہ انداز اور وہی سادگی میں رہ کر بھی قیامت ڈھانے والی روایتی۔

حسن کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ عینا نے دفعتاً اسکی جانب دیکھا تو وہ کسی پتھر کی مجسمے کی طرح کھڑا تھا۔ مسلسل اسکو دیکھتا ہوا۔ عینا نے مسکرا کر اسکو دیکھا اور پھر قدم قدم چلتی اسکے پاس آئی۔ وہ ہنوز پتھر کی سی حالت میں کھڑا تھا۔ عینا نے اسکے سامنے ایک چٹکی بجائی۔

حسن کی نگاہوں کا زاویہ بدلا۔ وہ اب اسکے پورے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے عینا کا سراپا پوری فرصت سے دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی خوبصورت لگتی تھی اور آج بھی مکمل سی ہی تیاری کی تھی حسن کو وہ ہر روز اب نئے سرے سے حسین لگنے لگی تھی۔ حلال کی جا رہی تھی۔

''کیا ہوا مسٹر کرداوی؟'' وہ اسکی نگاہوں کو خود پہ مرکوز پا کر شوخ سے لہجے میں بولی۔ حسن نے چھا سا مسکرایا اور پھر ایک بار پھر اس کو بھر کے دیکھا۔

ہم نے اسکو اتنا دیکھا جتنا دیکھا جا سکتا تھا
لیکن پھر بھی دو آنکھوں سے کتنا دیکھا جا سکتا تھا

حسن زیر لب بڑبڑایا۔ عینا نے مشکل سے سنا۔

''اردو لٹریچر میں تم ماہر آتے ہو۔'' وہ تعریف کیے بنا نہ رہ سکی۔

حسن نے اسکا ہاتھ تھام کر رکھا اور اسکو قریب کھینچا۔ عینا نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

حسن نے اسکا ہاتھ تھاما اور لبوں سے لگایا۔

دھوکے نے مجھ کو عشق میں کیا کیا سکھا دیا
کیا سکھا دیا ہے سنبھلنا سکھا دیا
روتی تھیں آنکھیں زار زار یہ وعدے نے آپکے
آنکھوں کو انتظار بھی کرنا سکھا دیا
سورج کی تیز دھوپ ناکام کر گئی
خوابوں کے دائرے سے نکلنا سکھا دیا
اپنوں کی ٹھوکروں نے کیا تھا بڑا
غیروں نے سیدھی راہ پہ چلنا سکھا دیا

آخری مصرعہ کہتے ہوئے حسن نے عینا کی پیشانی چومی تھی۔

یہ اظہار تھا شکر کا۔

یہ اظہار تھا احسان مندی کا۔

وہ اسکا مشکور تھا۔

وہ اسکا مقروض تھا۔

حسن کرداوی عینا منصور حیات کا مقروض تھا۔اور اسکا اعتراف کرتے ہوئے اسکو رتی بھی عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔وہ اس چیز کا اعتراف کھلے دل سے کیا کرتا تھا۔اسکی زندگی میں نور کی کوئی کرن داخل ہوئی تھی تو وہ عینا کی وجہ سے ہوئی تھی۔کیونکہ نور ہمیشہ موجود رہتا ہے روشنی ہمیشہ موجود رہتی ہے بس ہم اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہوتے ہیں۔پھر کوئی ایسا آتا ہے ہماری زندگی میں جو ہماری آنکھوں پہ بندھی اس خودغرضی، انا پرستی اور خود پسندی کی پٹی کو کھینچ کر اتار پھینکتا ہے۔اور اتارنے والے کے اپنے ہاتھ بھی لہولہان ہو جاتے ہیں اسی لئے پھر نور دیکھنے والا اس شخص کا احسان مند رہتا ہے۔

''چلیں مسٹر کرداوی؟ یا مزید کوئی دیوان کہنا ہے آپکو؟''عینا کی آنکھوں میں شرارت جھلک رہی تھی۔وہ گہرا مسکرایا۔

''دیوان تو شاعر لکھتے ہیں اور شاعر تو پاگل اور دیوانے ہوتے ہیں۔میں تو تاریخ لکھوں گا۔اور اس تاریخ کے ہر پنے کو عینا منصور حیات کے نام کر دوں گا۔''

عینا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔اس نے حسن کی گہری اور سیاہ آنکھوں میں دیکھا وہ جو سمندر کی طرح گہری تھیں اور تھیں۔جہاں غرق ہو کر پھر سطح پہ آنا ممکن ہو جاتا تھا۔اس نے خود کو اس سمندر میں ڈوبتے ہوئے پایا۔عینا سانس نہیں لے پا رہی تھی۔وہ اسی سمندر میں ڈوب رہی تھی اسکا بس ایک پل کے لئے مفلوج ہونا محسوس ہوا۔کیا تھا آخر اس شخص کی آنکھوں میں۔وہ آنکھیں اس قدر پراسرار کیوں تھیں وہ بس آنکھیں ہی تو تھیں سیاہ اور آنکھیں وہ عام آنکھوں سے مختلف تھیں ان آنکھوں میں مقابل کو قید کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔وہ آنکھیں کسی کو بھی قید کر سکتی تھیں اور قیدی کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا جا چکا ہے۔عینا بھی جکڑی جا چکی تھی اور اسکو اس بات کا اندازہ نہ ہوا۔

''چلیں مسز کرداوی؟''حسن نے آنکھوں میں شوخی سجائے کہا تو عینا ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔وہ آخر کار اس قید سے آزاد ہوئی تھی۔عینا نے اس سے الگ ہو کر ایک جھرجھری سی لی۔وہ آئندہ اسکی آنکھوں میں کبھی نہیں دیکھے گی۔جیسے کہ اس نے خود سے عہد کیا ہو۔

''تم۔۔تم۔۔نے چینج نہیں کر؟''عینا نے اسکو فارمل لباس میں دیکھا۔

''کیوں؟ کیا ہینڈسم نہیں لگ رہا ان میں؟''اس نے خود کو بھرپور نگاہوں سے دیکھا۔عینا مسکرا دی۔

''نہیں ہینڈسم نہیں۔۔''

''پھر؟''حسن کو مایوسی ہوئی تھی۔عینا ایک قدم قریب آئی اور اسکو ٹائی سے پکڑ کر کھینچا۔حسن بوکھلایا۔وہ خود بے شک ایک شکاری تھا جو نگاہوں سے ہی شکار کیا کرتا تھا عینا منصور حیات کے سامنے حسن زیر ہو جایا کرتا تھا۔وہ خود ہی شکار ہو جاتا تھا ایک بے بس لاچار شکار۔۔!

حسن جھکا۔۔عینا نے ہیل پہنی ہوئی تھی اس لئے اسکو زیادہ مشکل نہ ہوئی۔

''تم ہینڈسم نہیں لگتے۔۔تم حسین لگتے ہو۔۔''وہ شرارتی انداز میں کہتی دور کر پیچھے ہٹی۔حسن نے گلا کھنگارہ۔۔اب واقعی ہوا میں آکسیجن کی کمی ہو رہی تھی۔۔

''تت۔۔تم۔۔تم۔۔ن۔۔اپنی لمٹس میں رہا کرو۔۔''وہ انگلی کھڑی کر کے اسکو وارن کرنے لگا۔

''ہائے۔۔!!دیٹ شٹ حسن آفندی اب ہکلانے بھی لگا ہے۔۔''وہ اسکو مزید تپا رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی حسن نے اسکی کلائی پکڑی اور اسکو لئے ہر آگے۔وہ لڑکی پاگل تھی اور اسکو بھی پاگل کرنے کے درپے تھی۔وہ سر تا پا ہوا سیڑھیاں اتارا۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو اس نے سامنے بستر پہ سوئے ہوئے ابیہم کو دیکھا۔جو کہ کروٹ کے بل سو رہا تھا۔صفایوں ہی بیٹھی اسکو دیکھ رہی تھی۔دل میں اٹھتے واہمے وسوسے اسکو ہلکان کر رہے تھے اس وقت اس شخص کی نیند، اسکا سکون اسکو ہر شے سے بڑھ کر تھا۔صفا فوراً اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی اٹھی اور دروازہ کھولا تو سامنے مرجان

کھڑا تھا۔

صفا نے مڑ کر ا سوئے ہوئے ا. اہیم کو دیکھا اور پھر ز می سے دروازہ بند کرتی . ہر نکل آئی۔ مرجان کو اسکا ا ازتھوڑا عجیب لگا تھا۔ صفا ز مین پ بیٹھی اور مرجان کے . لوں کو ماتھے سے ہٹانے لگی۔ مغرب ہو چکی تھی اب ا ھیرا چھا رہا تھا۔

''کیا ہوا۔۔؟ کچھ چاہیے تھا؟'' صفا نے ز می سے پوچھا۔ اسکا اپنا چہرہ بھی بجھا بجھا سا تھا۔

''۔۔؟'' مرجان مسلسل بند دروازے کو دیکھ رہا تھا کیو ا. اہیم اس وقت نہیں سو تھا۔

''وہ تھک گئے تھے اس لئے سو گئے ہیں۔ تم بتاؤ کچھ چاہیے؟'' صفا نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

''ہاں۔۔ وہ مجھے ان کے ساتھ کھیلنا تھا۔'' مرجان مایوسی سجائے بولا۔

''چلو۔۔!! ہم کھیل ۔ تے ہیں۔'' صفا اسکا ہاتھ تھامے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آ پکو گیمز کھیلنی آتی ہیں؟'' وہ اب اسکا ہاتھ تھامے اپنے کمرے کی جا . جا رہا تھا۔

''تم سکھا دینا۔'' صفا نے شوخ سے ا ازمیں کہا تھا۔ جو بھی تھا وہ اپنی پ یشانی کی وجہ سے ان بچوں کو پ یشان نہیں کر سکتی تھی۔

''ٹھیک ہے۔۔'' مرجان پ جوش سا ہوا۔

وہ لوگ کمرے میں آئے تو ۔ قوت اپنا ہوم ورک کر رہا تھا۔ اور مرجان نے آ کر اپنا پی سی سنبھال لیا۔

''تم نے ہوم ورک کر لیا؟'' صفا نے مرجان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

'' . کا۔۔'' مرجان نے پ جوش ہو کر جواب د ۔ اور وہ دونوں اب گیم کھیلنے میں مصروف ہو چکے تھے۔

مرجان اسکو گیم کے اصول سکھا رہا اور پھر آ کار صفا بھی اسکے ساتھ مصروف ہو گئی۔ وہ دونوں گیم کھیل رہے تھے نہ تو مرجان پ جوش دکھائی دیتا تھا اور نہ ہی صفا۔ صفا ا. اہیم کی وجہ سے پ یشان تھی اور مرجان بھی ا. اہیم کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا وہ ان دونوں کو ہی د ۔ ب نہیں تھا۔

وہ لوگ کھیل رہے تھے کہ اچا ۔ سے ا انویٹیشن آ ۔ مرجان نے دھیان سے دیکھا تو یوز ر بلیو کا ہی انوی ٹیشن تھا۔ صفا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

''یہ کون ہے؟'' اس نے مرجان سے پوچھا۔

''نیو فرینڈ۔۔ یعنی پلیئر۔۔ یعنی پ ر ۔۔ افف۔۔ یعنی کمپیٹیٹر۔۔'' وہ ڈ ئن نہیں کر پ رہا تھا۔ صفا الجھی سی اسکو دیکھے گئی۔ پھر ہنس دی۔

''چلو تم اس کے ساتھ گیم کھیلو میں آتی ہوں۔'' وہ اسکے سر پ ہاتھ پھیرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مرجان نے بے دلی سے انوی ٹیشن ایکسیپٹ کر لیا۔ صفا ان دونوں پ ا نگاہ ڈالتی وہاں سے نکل گئی۔ اسکا رخ نیچے کی جا . تھا جہاں منال اور زلیخا ڈ کی تیاری کر رہی تھیں۔

''ہاؤ آر یو۔۔'' سکرین پ میسج نمودار ہوا۔

''لیٹس پلے۔۔'' مرجان شا ۔ ت نہیں کر . چاہتا تھا۔

'' ۔ ٹ آئی وا ٹ ٹو ٹ ک۔۔''

مرجان کچھ د سکرین کو دیکھے ۔۔

''فائن۔۔!! کیا ۔ ت کرنی ہے؟'' مرجان نے گیم کو یکسر ا ازکر د ۔

''کیا تم میری مدد کر ۔ تے ہو؟ مجھ سے لیول ٹن انلاک نہیں ہو رہا۔۔''

''میں یہاں کھیلنے آ ۔ ہوں ٹیوشن پ ڑھانے نہیں۔'' مرجان سخت . مزہ ہوا تھا۔ ادھر کمرے میں پی سی کے سامنے بیٹھی آ ۔ ۔ کا منہ پھول ۔ ۔ وہ جو کوئی بھی تھا نہا ۔ ۔ ہی . تمیز اور . لحاظ تھا۔ وہ . اخلاق تھا۔ آ ۔ ۔ نے ز جانے کتنے القا ۔ ت سے اسکو نوازا تھا۔

وہ بے دلی سے گیم کھیلنے لگی کیو اس سے ۔ ت کر . ہی فضول تھا۔

آج میرال اپنی ماں کے ساتھ اسکی ممانی کی طرف گئی ہوئی تھی اس لئے آ ۔ ۔ آج پورے گھر میں د ۔ ۔ تی پھر رہی تھی وہ اکیلے رہ کر خوش اور محفوظ تصور کیا کرتی تھی۔

''آ پ ۔ ۔!! آپ کچھ کریں ۔ ں ۔ آپ پلیز جواد بھائی سے کہیں کہ شیراز کے خلاف کیس واپس لے لیں۔'' وہ لوگ اس وقت نوین کے گھر پ تھے۔ شیراز کا گھر خالی تھا۔ سبحان اور میرال ۔ ہر کھیل رہے تھے اور ردا ۔ ئی اس وقت نوین ممانی کے پ س تھیں۔

''نہیں نوین ۔ ۔!!ا اَ اب میں نے شیراز کی کوئی سفارش کی تو وہ مجھے بھی گھر سے نکال دیں گے۔'' وہ مایوسی سے بولی تھیں۔ نوین کی آنکھوں سے آ جاری ہو گئے۔

''آ پ ۔ ۔!! ہم لوگ کیا کریں؟ میری بوڑھی ماں ہے میرے ۔ پ کی پینشن سے گھر چلتا ہے میں کیسے اپنا اور سبحان کا ۔ چ اٹھاؤں؟ مجھے بتا کہ مجھے اور میرے ۔ ٹے کو کس چیز کی سزا مل رہی ہے آ ۔ ؟'' وہ رو دی تھی۔

ردا ۔ ئی نے نوین کو ہمدردی سے دیکھا اور پھر اپنے بیگ سے ا ۔ لفافہ نکالا۔ نوین نے اچنبھے سے دیکھا۔

''یہ لو ۔ ۔ مجھے لگتا ہے دو ماہ کے لئے کافی ہو گا۔ ت ۔ ۔ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ شیراز ۔ ہر آ جائے گا۔ تم پ ریشان مت ہو۔ میں تمہارا اور سبحان کا خیال رکھوں گی۔'' وہ مسکرا دیں تو نوین نے بھی جھجکتے ہوئے لفافہ پکڑ لیا۔ ''ہم اب چلتے ہیں اَ جواد کو پتہ تو وہ بہت ۔ ہم ہوں گے۔'' وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئیں۔

''رک جاتیں، رات کا کھا ۔ کھا کر جاتیں۔'' نوین نے ا ۔ مصنوعی سے مسکراہٹ سجالی۔ ردا نے اسکا کندا ۔ پ اور ۔ ہر نکل آئی۔ ۔ ہر چھوٹے سے لان میں سبحان اور میرال کھیل رہے تھے۔

''میرال آ جاؤ ۔ ٹے ۔!'' انھوں نے پکارا تو میرال سبحان کو الوداع کر کے چلی آئی۔ اور وہ دونوں ماں بیٹی واپسی کے لئے نکل گئیں۔

گیٹ بند ہوا تو سبحان چلتا ہوا اپنی ماں کے پ س آ ۔ ۔ وہ اسکا ہاتھ تھام کر ا ۔ ر چلی آئی۔ اور لاؤنج میں رکھے ا ۔ صوفے پ ہی بیٹھ گئی۔

''ماما ۔ ۔!! میرال بہت اچھی ہے وہ میری دو ت ۔ ہے ہم دونوں ا ۔ ساتھ کھیلتے ہیں۔ مجھے میرال بہت پسند ہے۔'' وہ پ جوش سا اپنی اور میرال کی دوستی کا بتا رہا تھا۔ نوین کا چہرہ ت ۔ ۔ اس نے سبحان کو پکڑ کر سامنے کیا۔ اسکا چہرہ سنجیدہ تھا سپاٹ۔ سبحان الجھا سا اپنی ماں کی جا ۔ ۔ دیکھ رہا تھا۔ وہ میرال اور آ ۔ ت ۔ سے ا ۔ سال ۔ ا تھا اسکی میرال سے اچھی دوستی تھی۔

''میری ۔ ت سنو ۔ ۔!! تمہیں میرال سے نہیں آ ۔ ت ۔ سے دوستی کرنی ہے۔'' وہ سخت گیر لہجے میں بولی تو سبحان نے اچنبھے سے دیکھا۔

'' ماما ۔ ۔! مجھے تو میرال کی دوستی اچھی لگتی ہے۔ ہم دونوں اچھے دو ت ۔ ہیں اور آ ۔ ت ۔ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ وہ میرال کو بھی اچھی نہیں لگتی۔'' سبحان نے منہ بسورا۔

''نہیں سبحان تمہیں میرال سے نہیں آ ۔ ت ۔ سے دوستی کرنی ہے سمجھ آ رہی ہے تمہیں اور یہ ۔ ت میں ۔ ر ۔ نہیں دہراؤں گی۔ اور میں تمہارا ایڈمیشن ان کے سکول میں کروا رہی ہوں۔''

'' ماما آپ کہتی تھیں کہ انکا سکول مہنگا ہے اور ۔ ۔ کے پ س اتنے پیسے نہیں ہیں۔'' وہ حیران تھا اتنی ۔ ڑی تبد ۔ پ ۔ نوین مسکرا دی۔

''اب پیسوں کی فکر نہیں کرنی تم نے ۔ بس تم تیاری کرو۔ اور ہاں جتنا ہو سکے آ ۔ ت ۔ کے قر ۔ ۔ رہنا ہے اسی سے دوستی کرنی ہے۔''

'' ماما ۔ ۔!! میرال نے بتایا تھا کہ ۔ ۔ آ ۔ ت ۔ کی وجہ سے جیل ۔ ۔''

''نہیں ۔ ۔ تم یہ ۔ تیں مت سوچو ۔ ۔! اور دیکھو ۔ ں آ ۔ ت ۔ کتنی پیاری ہے۔ اسکی آنکھیں دیکھو کتنی خوبصورت ہیں اور اسکے ۔ ل ۔ ۔ اور وہ ذہین بھی تو بہت ہے۔ بس تم اس سے دوستی کر ۔ اور اسکے قر ۔ ۔ رہنا۔''

سبحان کچھ د ۔ اپنی ماں کی جا ۔ ۔ دیکھتا رہا وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اسکی سمجھ میں کچھ نہ آ سکا۔ اس لئے اس نے فی الحال کے لئے اثبات میں سر ہلا د ۔ ۔

''شا ۔ ش میرا پیارا بیٹا ۔ ۔!!'' اس نے سبحان کے ہاتھ چومے ۔ ۔ ''آؤ ۔ ہم آج پیزا آرڈر کریں گے۔'' وہ پ جوش سی اٹھ کر کمرے سے مو ۔ ئل ۔ ۔ چلی گئی۔

''صفا ۔ ۔! کھا ۔ تیار ہے جاؤ ۔ ا ۔ اہیم کو اٹھا دو۔ آج کس وقت کی نیند سو رہا ہے وہ؟ پہلے تو اس وقت کبھی نہیں سو ۔ ۔''

صفالاؤنج میں دینا کے ساتھ کوئی کتاب لئے بیٹھی تھی اور اسکو حروف کی پہچان کروا رہی تھی۔ منال نے کچن سے آ کر کہا۔

''پتہ نہیں آج کافی تھکے ہوئے تھے۔اس لئے شاید۔۔'' صفا نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔''انکل آ گئے؟'' اس نے بات لی۔اسکی گاڑی آ گئی تھی اس نے ایسے بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔ا۔ اہیم کی حالت کے بعد اسکو کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی اوپر سے ا۔ اہیم کی حالت بھی سمجھ سے باہر تھی۔وہ بھی اپنے بات کی انتہا پر ہوتے ہے تو یوں ری ایکٹ کرتا ہے پھر آج کیا ہوا؟ آج تو کچھ نارمل تھا آج تو کوئی چیز ایسی نہیں ہوئی تھی جس نے ا۔ اہیم کو ڈسٹرب کیا ہو۔صفا کو سوچ سوچ کر بھی کوئی ایسا سوراغ نہیں ملا تھا۔

''وہ تو رات کو لیٹ ہی آتے آج کل پھر سے کام بڑھ گیا ہے ا۔ اہیم کو لاکھ منع کر رکھا ہے کہ بپ کا ہاتھ بٹاؤ پتہ نہیں کیا چاہتا ہے یہ۔'' منال بڑبڑاتی ہوئی پھر سے کچن میں گم ہو گئیں۔صفا نے دینا کو وہیں بٹھایا اور سست قدم اٹھاتی زینے چڑھ گئی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو سامنے بستر خالی تھا۔واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔وہ یقیناً جاگ گیا تھا۔صفا وہیں بیڈ کنارے بیٹھ کر اسکا انتظار کرنے لگی۔وہ یوں ہی پاؤں جھلاتی ہوئی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑا ا۔ اہیم کا فون رنگ ہوا۔پہلے تو صفا نے اگنور کیا کہ وہ خود آ کر اٹھا لے گا۔ فون مسلسل بجتا ہی گیا تو وہ چار و ناچار اٹھی اور کال اٹینڈ کی۔

اس نے فون ابھی کان کو لگایا ہی تھا کہ کسی نے آ کر فون اسکے ہاتھ سے اچک لیا۔صفا اچھل کر مڑی۔سامنے ا۔ اہیم تھا۔بے رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس۔اس کے بال ابھی تک گیلے ہی تھے شاید وہ فون کی آواز سن کر ہڑبڑی میں نکل آیا تھا۔کاٹن کے کپڑے گیلے ہو کر بدن سے چپک رہے تھے یعنی اتنی جلدی تھی کہ وہ تولئے سے اپنا جسم بھی خشک نہ کر سکا۔صفا کو دیکھ کر پھیکا سا مسکرایا اور فون لئے کچن میں گیا وہاں جا کر اس نے سلائیڈ ڈور لاک کر دیا نہیں بھولا تھا۔صفا ہکا بکا سی کھڑی رہ گئی۔وہ پہلے تو ایسا نہیں کرتا تھا۔

''ہاں ضرار۔۔!'' اسکے ماتھے پر شکنیں تھیں۔

''حالات اب ہیں کمانڈر نے ڈیوٹی دے دی ہے۔۔ایک بڑی کھیپ آج جائے گی باقی کا کام ہو چکا ہے۔حسن نے اس بار نہ صرف ہمارا کام آسان کیا ہے بلکہ اس نے خود بھی بہت بڑا حصہ ڈالا ہے۔'' ضرار ایک ہی سانس میں بولا تھا۔

''کون سی ڈیوٹی دی ہے؟'' ا۔ اہیم نے حلق تر کیا۔

''سات اکتوبر۔۔نووا فیسٹیول۔۔'' اس نے ان دو فقروں میں بات مکمل کی۔ا۔ اہیم نے فون کان سے ہٹایا۔اور تاریخ دیکھی جیسے کہ وہ دن گننا بھی بھول چکا تھا۔ایک پل کے لئے دماغ خالی سا ہو چکا تھا۔

''تین اکتوبر۔۔'' تاریخ دیکھ کر ا۔ اہیم کے چہرے کا خون نچڑ گیا۔

''تم مت آؤ ہم لوگ سنبھال لیں گے۔'' ضرار نے اسکی خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔ا۔ اہیم ابھی تک خاموش تھا۔اس نے گلاس ڈور سے اگر جھانکا تو وہ الجھی سی وہیں کھڑی تھی اسکا رخ اسی جانب تھا۔وہ ا۔ اہیم کی منتظر تھی۔ا۔ اہیم نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اسکو تسلی دینا چاہی۔ وہ یوں ہی کھڑی رہی۔

''کیا کوئی اور راستہ نہیں؟'' ا۔ اہیم نے خود کو کہتے سنا۔

''کمانڈر کا آرڈر ہے اور تمام اتحادیوں کو پیغامات مل چکے ہیں۔'' ضرار کی آواز مدھم سی تھی۔

''ہم مذاکرات سے بھی۔۔''

''ا۔ اہیم۔!! یہ حملہ بقا کے لئے نہیں کیا جا رہا، یہ بس ایک چھوٹا سا انتقام ہے اور جو فلسطین کو بھول چکی ہے ا دلانے کے لئے کیا جا رہا ہے کہ ابھی فلسطینی مجاہدین وہیں اور وہ اپنی جگہ جاری رکھے ہوئے ہیں وہ لوگ بزدلوں کی صفحوں میں شامل نہیں ہیں۔اس حملے میں نقصان ہمیں ہی ہونا ہے شکست ہمیں ہی ہونی ہے۔۔ یہ ایک جواب ہے۔۔جو ادا کرنا پڑے گا کہ کسی غیرت مند قوم کا تماشا کیسا ہوتا ہے۔'' ضرار کی آواز آج مضبوط تھی۔

ا۔ اہیم نے ایک گہری سانس لی۔اسکو اپنی سانسیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

''تم مت آؤ۔! میں اور منصور جا گے۔ سفیر اور عیشا واشنگٹن میں ہی کام کریں گے کیو اس حملے کے بعد اسرائیلی مظلومیت کا رو· رو گے اور د کی وں میں مظلوم ش· ۔ ہونے کی کوشش کریں گے جس سے فلسطینیوں کی آواز مز ۔ دب جائے گی۔ اس صورت میں وہ لوگ ا حقیقت د کو بتاتے رہیں گے۔'' ضرار اپنی کہے جا رہا تھا جبکہ ا. اہیم کو سانس نہیں آ رہی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنی قمیض کے بٹن کھول دیئے۔ اسکے کپڑے گیلے تھے ہوا بھی چل رہی تھی۔ اس صورت میں اسکو ٹھنڈک کا احساس ہو· چاہیے تھا اسکو اپنا آپ کسی بھٹی میں جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ا ۔ دودھاری تلوار پ چل رہا تھا۔ اب ۔ تو اسکو اپنی فیملی کو چننا تھا جو اسکا کل سرمایہ تھی ۔ پھر اسکو وہ وعدہ نبھا· تھا جو اس نے کبھی غزہ کے بچوں سے کیا تھا۔ وہ اب مشکل میں پ چکا تھا۔ فیصلہ کٹھن تھا۔

''ا. اہیم ۔۔! کیا تم سن رہے ہو؟'' ضرار نے اسکو خاموش پ تو پکارا۔

''ہاں۔؟ ہاں۔۔ ہاں۔ میں۔۔ میں سن رہا ہوں۔۔'' وہ ہوش میں واپس آ ۔

''میں نے بس تمہیں اطلاع دینی تھی۔ ق فیصلہ تم پ ہے۔ ا. اہیم تمہارے بناء بھی ہم لوگ یہ مشن کر لیں گے۔ تمہارا آ· ضروری نہیں ہے۔ اس لئے تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کر· ۔'' ضرار نے اسکو فرار کا ا ۔ راستہ خود ہی دے د تھا۔ ا. اہیم نے بس سر ہلا کر فون بند کر د ۔

اس نے مو ئل۔ ۔ ۔ میں رکھا اور یوں ہی ریلنگ پ دونوں ہاتھ جما لئے۔ سامنے لان تھا۔ یہ لان کا عقبی حصہ تھا جہاں سجل اور صفا ہمیشہ کھیلتی پ ئی جاتی تھیں۔

''میں یہ کر لوں گا۔ اَ میں سجل کے غم کو جھیل سکتا ہوں تو د کا کوئی بھی غم جھیل سکتا ہوں۔ سجل میرا خسارا ہے۔ اَ میں اس خسارے سے نکل سکتا ہوں تو پھر کسی بھی خسارے سے نکل آؤں گا۔ اور۔۔ اور میں وعدہ کر· ہوں کہ لوٹ کر آؤں گا۔ اپنے خا· ان کے پ س۔۔ میں ان لوگوں کو ایسے زخم دے کر آؤں گا کہ وہ لوگ قیامت· اپنے زخم چاٹتے رہیں گے۔ وہ لوگ ساری ز· گی اس قیامت کی سحر کو ی د رکھیں گے۔۔'' اسکے ا ب تنے ہوئے تھے۔ جبڑے ۔ ہم پیو · تھے۔

''تین اکتو ۔ ۔۔'' یعنی اسکے پ س دو دن کا وقت تھا۔ چار اور پ نچ کا۔۔ اور چھ کو اسکو· تھا۔ اور یہ دو دن اسکو اپنے خا· ان کے ساتھ· ارنے تھے۔ اتنے بھرپور ا· ازمیں کہ یہ دو دن ان لوگوں کے لئے جینے کے لئے کافی ہو جا ۔ اس نے جیسے عہد کیا تھا۔ اسی دوران گلاس ڈور پ دستک ہوئی۔ ا. اہیم نے مڑ کر د یکھا وہ سامنے کھڑی تھی۔

وہ مسکرا د ۔ اور آ کر اس نے ڈورا و پن کیا۔ صفا سامنے خفا سی کھڑی تھی۔ ا. اہیم نے اسکو د یکھ کر اپنے دونوں کان پکڑ لئے۔ وہ ی پ ۔ زو پیٹ خفا سی کھڑی تھی۔

''کس سے ۔ ت کر رہے تھے؟'' ا· ازمیں ر ۔ تھا جیسے عموماً بیویوں کے ا· ازمیں ہوا کر· ہے۔

''تھی کوئی۔۔'' وہ مسکراہٹ د ئے اسکو چھیڑنے لگا۔ صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ فوراً ہر آئی۔ اب وہ دونوں ہی ۔ لکونی میں تھے۔

''بتا مجھے۔۔! مجھے پہلے ہی شک تھا۔ ۔ آپ نے مجھ سے فون چھینا۔ آپ بتا رہے ہیں۔۔''

''۔۔ پھر سے تھپڑ مارو گی.....'' وہ مسکراہٹ د ئے جھکا۔ اتنا کہ اسکا چہرہ صفا کے چہرے کے عین قر ۔ تھا۔ صفا کی ز ن کو· لا لگ ۔ ا. اہیم نے دونوں ہاتھ پیچھے کمر پ · ھے ہوئے تھے۔ وہ محظوظ سا اسکے چہرے کے· ات دیکھ رہا تھا۔

''دیکھیں۔۔!! آپ ایسا نہیں کر ·۔'' اس نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔

''کیسا؟'' ا. اہیم نے اسکی چھوٹی سی انگلی کو چھوا تو صفا نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچا۔

''کیوں؟ میں کر· ٹ مار· ہوں؟'' وہ ہنوز اسکو چھیڑ رہا تھا۔

''آ پکو۔۔ آ پکو۔۔ اللہ پوچھے۔۔'' وہ پ وں پ· پلٹی۔۔ اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے جاتی ا. اہیم نے اسکا کلائی پکڑ کر کھینچی وہ اگلے ہی پل اسکے حصار میں آ گئی۔

''تم پوچھ لو۔۔'' وہ اسکے فرار کی تمام· راہیں بند کر ۔ تھا۔

''کک۔۔ کیا پوچھوں؟'' صفا نے نگاہیں پ الیں۔

''جو پوچھ رہی تھی۔'' ا. اہیم نے جھک کر اسکی سرخ ہوتی · ک کو چھوا تو اسکے عارض سرخ ہو گئے۔ وہ بے اختیار ہنس د ۔ وہ لڑکی پل میں لال گلاب بن جاتی تھی۔

''میں نہیں پوچھ رہی اب کچھ بھی۔''اس نے نگاہیں ادھر ادھر پھیریں۔

''نہیں۔ں۔۔پوچھ لو۔۔''ا۔ اہیم نے اسکی تھوڑی کو پکڑ کر اسکا رخ اپنی جا۔ موڑا۔صفا نے پلکیں َ الیں۔''کم آن۔۔!!اتنا کون شرما۔ ہے بھلا۔۔''ا۔ اہیم نے اسکے سرخ ہوتے چہرے اور شور مچاتی دھڑکنوں کے ٹ رک رک کر آتی سانس کو محسوس کیا تھا۔

''ایسے۔۔کون تنگ کر۔ ہے بھلا۔۔''صفا نے بھی اسی کے ا۔ ازمیں کیا اڑ اڑ کر۔

''ا۔ اہیم گورسی کر۔ ہے اور وہ بھی صرف صفا قریشی کو۔''ا۔ اہیم نے اپنے ۔لوں میں ہاتھ پھیرتے ا جھٹکا تو ٹھنڈے پ نی کے قطرے صفا کے چہرے پ آ ے۔۔

''ایبو۔۔!!''وہ ئی تھی۔

''جی ایبو کی شفا۔۔''وہ اسی کے ا۔ ازمیں بولا۔

''دینا کا اٹ ہوَ یہ ہے؟''

''نہیں میں نے شفا کہا ہے۔۔ ''

ا۔ اہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو صفا کی آنکھوں میں کچھ ا۔ آ۔ تھا کچھ ایسا جو سمجھ سے ۔ ہر تھا۔وہ شخص اسکو دن۔ ن اپنی ز۔ گی میں اسکی قیمت سے آگاہ کر رہا تھا۔کبھی وہ اسکو نعمت کہتا تو کبھی وہ اسکو شفا۔کبھی وہ اسکو ز۔ گی کہتا تو کبھی روشنی۔تو کیا وہ واقعی اتنی اہم ہو چکی تھی اس شخص کے لئے جو آج ۔ اسکا ۔ کچھ تھا۔؟ کیا یہ صلہ تھا؟ کیا یہاں اسکی خوشیاں تمام ہو ؟ کیا یہاں نعمتیں تمام ہو ؟

اسکی پیٹ نی پ۔ م سے لمس نے اسکو ان سوچوں کی زنجیروں سے آزاد کر دیا تھا۔وہ چو۔ کر دیکھنے لگی۔

''تم نے مجھے شفا یاب کر دیا ہے ۔تم میرا مرہم ہو،تم ز۔ گی ہو،تم نعمت اور تم میرا قیمتی ا۔ ثہ ہو۔''وہ پھر سے دہرا رہا تھا وہ اسکو بتا رہا تھا کہ وہ کتنی اہم ہے۔وہ پہلے بس محسوس کیا کر۔ تھا اظہار نہیں کر۔ تھا وہ ہمیشہ اعتراف سے ڈر۔ تھا اب وہ اعتراف کرنے لگا تھا۔ہر اس چیز کا جو وہ محسوس کر۔ تھا۔

وہ گم سم سی اسکو سنے جا رہی تھی۔اس شخص کا ہر ہر لفظ اسکو معتبر اور انمول کر رہا تھا۔

''ڈ۔ ہر کریں؟''وہ شوخی سے بولا تو صفا نے پلکیں جھپکیں۔''ا۔ تو ذرا سا پیار سے ۔ ت کرلو تم کھو ہی جاتی ہو۔۔کہاں چلی جاتی ہو تم؟''وہ اسکی ٹ ک پکڑ کر کھینچ کر بولا۔وہ اسکی پناہوں میں کوئی چھوٹی سی بچی ہی لگتی تھی اور بن بھی جا۔ کرتی تھی۔

'' کھا۔ تیار ہے۔۔''صفا کو ی۔ د آ۔ کہ وہ اسکو کھانے کا کہنے آئی تھی۔

''وہ ہم کسی کو دے دیں گے آج ساری فیملی ۔ ہر ڈ۔ کرنے جائے گی۔''اس نے جیسے کھڑے کھڑے ہی منصوبہ بنا۔ تھا۔

''نہیں ا۔ اہیم۔۔''صفا کے ت ۔ات کچھ ۔ ل سے گئے اسکو اب وٹ کی بو محسوس ہوئی تھی وہ کچھ چھپا رہا تھا۔ا۔ اہیم نے سوالیہ ا۔ ازمیں ا۔ واچکائے کیو وہ تو ہمیشہ تیار رہتی تھی ۔ ہر جانے کے لئے پھر آج کیوں؟''آپ۔۔کیا چھپا رہے ہیں؟''صفا نے اسکے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹائی تھی۔ا۔ اہیم اب کی ۔ رمسکرا نہ سکا تھا۔

''نہیں تو۔۔بھلا میں نے کیا چھپا۔ ہے؟''

''آپ دوپہر میں کیا کہہ رہے تھے؟''صفا آ۔ کا راستی نقطے پ آ گئی تھی جہاں سے وہ اسکو چکما دے رہا تھا کہ وہ اس ۔ رے میں نہ سوچے وہ بھی صفا تھی۔

''کچھ بھی تو نہیں۔۔بس یوں ہی ا۔ مووی دیکھ لی تھی ا۔ آرفن بچی کے ساتھ گھر والے ز۔ دتیاں کر رہے تھے۔یونو آج کل کی موو۔ اور ڈرامے۔۔بس یوں ہی ا ن ٹ اما کا شکار ہو جا۔ ہے۔۔۔ ٹ وَ۔۔الٹس فائن۔۔مووی ہی تو تھی بس۔''اس نے کمال مہارت سے جھوٹ بولا تھا۔صفا اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی کہ کہیں وہ نگاہیں پ ا کر فرار نہ حاصل کر لے۔''سچ کہہ رہا ہوں ر۔۔مت سوچا کرو اتنا۔اتنا سا دماغ ہے اسکا بھی دہی کر لیتی ہو۔۔اور پھر میرے دماغ کی لسی بنا دیتی ہو۔۔''وہ اسکو چھیڑ۔ ہوا اپنے قر۔ کرنے لگا۔ صفا کی سوئی وہیں اٹکی رہی تھی۔

وہ لوگ رات کو ڈ۔ کر کے واپس آ گئے تھے کیو اسکے بعد حسن کو کسی میٹنگ کے لئے جا۔ تھا۔اسکے کام میں دن رات کا کوئی فرق نہ تھا۔آج کا شیڈیول رات کا تھا اسی

لئے اس نے عینا اور بچوں کے لئے وقت نکال لیا تھا۔اس نے ا خوب انجوائے کروا یا اور آ ٔ کار وہ لوگ ڈ ٔ کر کے واپس آ گئے تھے۔راستے میں اس نے سلویٰ اور یوسف کے لئے شاپنگ بھی کی تھی۔جبکہ عینا کے لئے وہ ڈ ۔ائنر چیزیں ہی بنوا یا کرتا تھا۔پھر چاہے وہ کپڑے ہوں،جیولری ہو پھر ۔اور یہ ۔ کچھ عینا کو گھر بیٹھے ہی مل جا یا کرتا تھا۔ حسن کرداوی نے ا اسکو ملکہ کہا تھا تو ملکہ بنا کر بھی رکھا تھا۔ان چند ہفتوں میں وہ واقعی ملکہ لگنے لگی تھی۔کیو وہ ا شاہ کی بیوی تھی وہ جس سے بھلے اسکی سلطنت چھین لی جائے وہ پھر بھی شاہ ہی رہتا ہے۔

''انجوائے کیا؟''وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو عینا نے سلویٰ سے پوچھا جو کہ اب ۔ ی طرح تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی جبکہ یوسف گاڑی میں ہی سو َ یا تھا اور حسن نے اسکو کندھے پ ا یا ہوا تھا۔

''ہاں۔۔بہت۔۔''سلویٰ نے تکان سے کہا تو عینا اور حسن ہنس دیئے یقیناً سلویٰ کا آ ؤٹنگ کا بھوت ا چکا تھا اور ا دو ہفتے ۔ یہ بھوت دو ۔ رہ نہیں پ ٹھنا تھا۔'' میں سونے جا رہی ہوں۔''سلویٰ جمائی روکتے ہوئے اپنے کمرے کی جا ۔ ٹھ گئی۔حسن بھی یوسف کو لئے اسکے ساتھ ہی َ ۔عینا نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا جو کہ جاتے ہوئے بھی کسی ۔ ت پ بحث کر رہے تھے۔اور سر جھٹک کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئی۔

''میم۔۔!! آپ سے ملنے کوئی آ یا ہے۔''گارڈ نے ا ٓ کر کہا تو عینا سیدھی ہو کر بیٹھی اس نے وقت دیکھا رات کے دس بج رہے تھے۔

''کون ہے؟''

''منصور حیات۔۔''

''۔۔؟ جاؤ ا لے کر آ ؤ ا ٓ ر۔۔''عینا پ جوش سی بولی تو گارڈ َ ۔عینا بے چینی سے لاؤنج کے چکر کاٹنے لگی۔کچھ ہی د یں میں مین ڈور کھلا تو عینا نے سامنے اپنے ۔ پ کو کھڑے دیکھا۔وہ ۔ لکل ویسے ہی تھے شا ٔ ار اور ر ۔ سے۔

وہ بھاگ کر اپنے ۔ پ کے ساتھ جا لگی۔عینا کے آ بہہ رہے تھے۔وہ ۔ سے آئی تھی اس نے منصور سے بس فون پ ہی ۔ ت کی تھی آج وہ اپنے ۔ پ کو سامنے دیکھ رہی تھی۔

''۔۔۔!! کیسے ہیں آپ؟''وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''میں ۔ لکل ٹھیک ہوں۔میری بیٹی کیسی ہے؟'' انھوں نے کچھ د یر بعد عینا کو سامنے کیا اور اسکے آ پونچھے۔

''میں آپکے سامنے ہوں۔۔شا ٔ ار۔۔''اس نے بھی چہک کر کہا تو منصور مسکرا د ۔

''وہ۔۔شیطان کہاں ہے؟''منصور نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔عینا نے ا آنکھوں ہی آنکھوں میں گھورا۔کہ وہ اسکے شوہر کو شیطان کہہ رہے تھے حالا اس نے خود آج ۔ حسن کو شیطان کے علاوہ کسی ٔ م سے نہیں پکارا تھا۔

''وہ ا ٓ رہے۔۔آپ آ ۔''وہ ا لئے بیٹھی اور فاطمہ سے کافی لانے کا کہا۔''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ اس وقت میرے ساتھ ہیں میرے سامنے۔''وہ پ جوش سی بولی۔

''ہمم۔۔''وہ خاموش سے ہو گئے۔عینا ٹھٹکی۔

''۔۔۔!! ۔ خیر ۔ ت ہے؟''عینا کو کچھ َ ٹ لگی تھی۔

منصور نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ بچوں کو سلا نے َ ہے تھوڑی د ۔ آ جائے گا۔''عینا کو لگا کہ وہ حسن کی وجہ سے ہچکچا رہے ہیں۔

''میں جا رہا ہوں۔''وہ بولے تو عینا نے مسکراتے ہوئے ہی ا جا ۔ دیکھا۔اسکی نگاہوں میں سوال تھا کہ کہاں؟''ہم لوگ غزہ جا رہے ہیں۔''انھوں نے ۔ ت مکمل کی۔

''ہاں۔۔تو خیر سے جا ۔''عینا بے فکری سے بولی کیو وہ لوگ اکثر امداد کے ساتھ جا یا کرتے تھے۔منصور نے میں سر ہلا ۔

''اس ر آ گئے تو واپس نہیں آ گے۔''منصور نے ل آ کہا تو عینا کی مسکراہٹ غا ہوئی۔آنکھوں میں بے چینی ابھری اور ماتھے پ بے یقینی کے بل پ گئے تھے ۔اسکی ہتھیلیاں بے اختیار نم ہو تھیں۔اس نے بے اختیار سیڑھیوں کی جا دیکھا تو وہ بھی وہیں شل سا کھڑا تھا۔عینا نے بے بسی سے حسن کی جا دیکھا۔وہ چلتا ہوا پس آیا۔منصور اٹھنے لگا حسن نے اسکو کا ہی کہا۔وہ بیٹھ ۔عینا کو سانس اٹ اٹ کر آنے لگی تھی۔یقیناً وہ لوگ کسی ایسے مشن کی تیاری کر چکے تھے جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔اور منصور نے کہا تھا کہ وہ جا رہا ہے تو عینا اسکو کسی صورت نہیں روک سکتی تھی۔اسکے پ رہے تھے۔حسن نے اسکی حا دیکھی تو فوراً اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اسکی ہتھیلیاں نم تھیں۔

''کہاں جا رہے ہیں آپ لوگ؟''حسن اب منصور سے پوچھ رہا تھا۔وہ بس اپنا کام کیا کرتا تھا جو کہ دواؤں اور خوراک کی سپلائی کا تھا۔وہ ان لوگوں کا راستہ صاف کر رہا تھا وہ اس مشن کا حصہ نہیں تھا۔وہ مشن ا اہیم کا تھا اور حسن اسکا راستہ تھا۔

منصور نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور ا عینا کی غیر ہوتی حا کو دیکھا اور پھر اس نے بتا شروع کیا۔جیسے جیسے وہ بتا جا رہا تھا عینا کا خون نچڑ جا رہا تھا۔ ساتھ ہی حسن کا بھی زرد پ چکا تھا۔وہ اس کی امید نہیں کر رہا تھا۔اسکو لگا تھا کہ وہ لوگ بس جہاد ل کریں گے۔اس طرح میدان میں نہیں جا گے۔اور جہاد ل وہ کر رہے تھے۔

''ا اہیم۔۔وہ۔۔بھی جائے گا؟''حسن کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔منصور نے ا اسکو دیکھا جو کہ اس سے ا ن تھا۔اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔حسن نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔

''میں اب چلتا ہوں۔''منصور اٹھ کھڑا ہوا۔

''۔۔!!''عینا فوراً اٹھ کر ان سے لپٹ گئی۔''پلیز۔۔آپ۔۔آپ نہ جا ۔۔۔''اس نے سما کی تھی۔منصور نے اسکے ل کو سہلایا۔وہ خود ضبط کی انتہا پ تھا۔پیچھے کوئی رونے والا نہ ہو تو مر مشکل نہیں لگتا پ اَ پیچھے کوئی رونے والا ہو تو ڑے سے ڑا موت کا سودا بھی کا پ جا تا ہے۔

وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔حسن آگے ڑھا اور عینا کو کھینچ کر الگ کیا۔منصور نے حسن کی جا دیکھا۔حسن نے عینا کو زبردستی خود میں قید کر لیا تھا۔منصور نے حسن کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''میری بیٹی۔۔''وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا۔وہ اس سے کوئی وعدہ نہ لے سکا۔وہ کوئی عہد نہ لے سکا۔کہنا چاہتا تھا کہ میری بیٹی کا خیال رکھنا،اسکی حفاظت کرنا،اسکو دکھ نہ دینا اسکی خوشیوں کے محافظ بن کر رہنا۔وہ کہہ نہ سکا۔وہ کچھ دیکھڑا رہا ضبط کے ساتھ اور پھر بنا پیچھے دیکھے وہاں سے نکل ۔عینا نے ا چیخ ماری اور وہیں فرش پ ڈھے گئی۔

اسکا پ ہمیشہ کے لئے اسکو چھوڑ کر جا رہا تھا اب کوئی معجزہ ہی اسکو واپس لا سکتا تھا۔حسن نے اسکو خود میں سمیٹ لیا تھا وہ کیسے سمٹ سکتی تھی وہ تو بکھر گئی تھی۔ساری زندگی پ کی خاطر،اسکی پہچان کی خاطر اس سے دور رہی۔پھر ملی تو وہ دونوں پھر سے الگ ہو گئے۔وقت کی چکی نے ان پ بیٹی کو بہت ی طرح پیسا تھا۔اور آج وہ پھر سے اپنے پ کو کھو دینے کو تھی۔

''شش۔۔!!عینا۔۔ادھر دیکھو۔۔''حسن نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔وہ بس روئے جا رہی تھی عینا کی سانس اکھڑ رہی تھی اسکو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ کسی صورت قابو نہیں آ رہی تھی۔وہ لوگ آج زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے آئے تھے آج اپنوں کو موت کے منہ میں بھیجتے ہوئے ان کے دل کانپ گئے تھے۔

موت کا بے لگام جانور اپنے ائے کو نہیں دیکھتا۔یہ بوڑھے جوان کو نہیں دیکھتا۔یہ بس نگلتا ہے اپنے شکار کو۔۔!حسن نے پھر سے اسکو اپنے سے لگایا۔وہ فرش پ ہی بیٹھا تھا۔کچھ دیر میں ہچکیوں سسکیوں کی آوازیں آ بند ہو گئیں۔حسن نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔وہ بے ہوش چکی تھی۔حسن نے ضبط سے اسکی پیشانی چومی اور اسکو اٹھائے سیڑھیاں پ ھ گیا۔آنے والے دن ا پھر سے اسکے لئے امتحان ثابت ہونے والے تھے۔

اسکو بیڈ پ لٹا کر اس نے اپنے ا ڈاکٹر کو کال کی جو کہ اسکا فیملی فزیشن ہی تھا حسن اس سے بھی اپنا علاج نہیں کروا تا تھا لیکن آج عینا کے لئے اسکو کسی ڈاکٹر سے بھیک مانگنی پ تی تو وہ تیار تھا۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر آیا اور عینا کو انجکشن دے کر گیا۔ حسن کچھ دیر اسکے سرہانے بیٹھا رہا۔ وہ گہری نیند میں جا چکی تھی۔ حسن ایک گہری سانس لیتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس نے دروازہ آدھا کھلا ہی چھوڑ دیا تاکہ اگر عینا پکارے تو اسکو اسکی آواز سنائی دے جائے۔

وہ آکر لاؤنج میں بیٹھا اس نے زمین کو وہاں سے جانے کا حکم دیا اور ایک سگریٹ سلگایا۔

(''ا. ابیم۔۔وہ۔۔بھی جائے گا؟'')

اس نے سوال کیا تھا جس کا جواب میں نہیں مل سکا تھا۔

یہ اثبات کے ڈسے ہوئے لوگ۔ ان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

حسن نے یوں ہی بیٹھے بیٹھے اپنا فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔ بیل جاتی رہی۔ تیسری بیل پہ کال اٹھا لی گئی تھی۔

''کیا ہے؟'' مقابل تڑخ کر بولا تھا۔

''تم بھی جا رہے ہو؟'' حسن نے دل پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا۔ وہ پھر سے میں جواب چاہتا تھا۔

''کہاں؟'' مقابل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''مت جاؤ۔۔'' سماعت سے کی گئی۔

''تمہیں پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔۔'' بے رخی سے کام لیا گیا۔

''یہ میرے بس میں نہیں۔'' بے بسی کا اظہار ہوا تھا۔

''تو بس میں کرنا سیکھو۔۔'' سختی ہنوز قائم تھی۔

''تمہارا جانا ضروری نہیں۔'' ایک جواز پیش کیا گیا۔

''کیا ضروری ہے کیا نہیں۔۔ یہ طے کرنے والے تم نہیں ہو۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔'' بے حسی سے کام لیا گیا۔

حسن نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔

''کچھ اور کہنا ہے بس؟ کیونکہ میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہے۔'' جاتے جاتے چوٹ کی گئی تھی۔ حسن نے زخمی سا مسکرایا۔

''اسی کی خاطر رک جاؤ۔۔'' اس نے ایک عذر تلاش کرنا چاہا۔ اب کی بار مقابل خاموش ہو گیا تھا کیونکہ اسکا جواب اسکے پاس نہیں تھا۔ وہ اسکا انکار نہیں کر سکتا تھا۔

''آئندہ فون نہ کرنا۔۔'' اس نے سختی سے کہتے فون بند کر دیا۔ حسن نے بے بسی سے بند سکرین کو دیکھا اور پھر فون یوں ہی گود میں گرا دیا۔ اس نے اپنی ڈریس شرٹ کے اوپری دو تین بٹن کھول دیئے۔ اب اسکو کالز آ رہی تھیں۔ اسکی میٹنگ تھی اس نے کچھ کینسل کر دیا تھا۔ آج پھر سے وہ اسی دریا کے کنارے آن کھڑا ہوا تھا۔

''کہاں رہ گئے ہیں؟'' اس نے بالکونی میں کھڑے ابیم کو ہانک لگائی تو وہ سگریٹ پیروں تلے مسل کر اسکے پاس آن پہنچا۔ وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی بال کنگھی کر رہی تھی۔ اسکے سنہری بال اسکے شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے۔ ابیم اسکے عقب میں آن کھڑا ہوا۔ وہ اسکا عکس آئینہ میں دیکھ کر مسکرا دی۔

''کیا دیکھ رہے ہیں؟'' وہ شوخی سے بولی۔

''اپنا مقدر۔۔'' وہ مسکرا دیا۔

صفا نے نگاہ جھکا لی۔ وہ آج کل کچھ زیادہ ہی محبت کا اظہار کر رہا تھا اور صفا کو اتنی محبتوں کی عادت نہ تھی اس لئے وہ ہر بار یوں ہی جھینپ جایا کرتی تھی۔ ابیم نے اسکے ہاتھ سے برش لے کر رکھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو سامنے کیا۔ ابیم نے ایک ہاتھ اسکے دھمائل کیا اور دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ صفا الجھ کر اسکو دیکھنے لگی۔ وہ اسکی نگاہوں کی پرواہ کیے بناء ہی اسکو ساتھ لگائے ہلکا ہلکا سا جھومنے لگا۔ صفا پہلے حیران ہوئی اور پھر مسکرا دی۔

''کیا ہو گیا ہے؟'' وہ ہنستے ہوئے سر اٹھا کر اسکو دیکھنے لگی۔ ابیم نے اسکو ذرا سا اٹھا کر اسکے پاؤں اپنے پیروں پہ رکھے۔ صفا بوکھلائی۔ اب وہ اسکے ساتھ قدم نہیں

رہا تھا بلکہ اسکو اپنے قدموں پ رہا تھا۔صفا کو یہ لمحہ کوئی فیری ٹیل کا لمحہ لگا تھا۔

اسکو لگا کہ وہ اس حقیقی د سے نکل کر کسی فیری ٹیل میں پہنچ چکی ہے جہاں بس وہ ہے،ا. اہیم ہے اورا یہ خوبصورت سا لمحہ ہے۔وہ دونوں ا یہ دوسرے میں کھو کر اس جہان سے کہیں دور نکل چکے تھے۔وہ لوگ شا یہ دلوں پ تھے یہ پھر شا یہ سمندر کی لہروں پ تھے۔یہ پھر ہواؤں کے دوش پ تھے۔وہ کہیں بھی تھے وہ اس د میں نہیں تھے۔

یہ لمحہ بہت قیمتی تھا بہت خوبصورت اور مکمل۔۔!

''تم نے گاڑی دیکھی اپنی؟''وہ اسکے یہ پ گال ٹکائے ہوئے تھی۔ ا. اہیم نے مدھم سی آواز میں پوچھا۔

''انہوں۔۔''اس نے اداسی سے میں سر ہلا یا۔

''وہ کیوں؟''

''کیو آپ اداس تھے اس لئے مجھے بھی کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔''صفا نے کہتے ہوئے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ا. اہیم کی مسکراہٹ ما پڑی اس نے جلد ہی اس مسکراہٹ کو پھر سے گہرا کر لیا۔

''چلو۔۔ابھی دیکھ یتے ہیں۔''وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر لے جانے لگا۔

''دینا سو رہی ہے۔۔''صفا نے کاٹ میں سوئی ہوئی دینا کو دیکھا۔

''ہاں تو سو رہی ہے،ہم جلدی واپس آجا گے۔''

''ا وہ اٹھ گئی اور رونے لگی تو؟''صفا نے پ یشانی سے دینا کو دیکھا جو کہ اپنے چہرے پ د جہان کی معصومیت سمیٹے سو رہی تھی۔

''ماما سے کہہ دیتے ہیں تھوڑی د یخیال رکھیں۔''وہ اسکی مز یکوئی ت سنے بناء ہی اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو لے یے۔نیچے لاؤنج میں آئے تو منال سفیان گورسی کو کھا دے رہی تھیں۔وہ یقیناً ابھی آئے تھے۔

''ماما۔۔!!پلیز ا ردینا کو دیکھ لیجئے گا۔''وہ کہتا آگے ٹھ ے۔سفیان گورسی نے سوالیہ وں سے منال کو دیکھا انھوں نے کندھے اچکا دیئے۔

''آجکل تمہارا ٹ کچھ ز یدہ ہی عاشق مزاج نہیں ہو ے؟''انھوں نے منال کو چھیڑا۔

''پ ے ہے۔۔''منال ٹ ٹا سفیان ا ت سن چکے تھے۔

رہ بج رہے تھے۔ مرجان کی آ پی سی کے ا نوٹی فیکیشن سے کھلی تھی۔اس نے پی سی آن ہی چھوڑ دی تھا۔مرجان نے آنکھیں ملتے ہوئے یقوت کو دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح یہ پ کتاب رکھے سو رہا تھا۔مرجان سست قدم اٹھا اپنے سٹڈی ڈ کے پ س آ پی سی کو آف کرنے کی سے سکرین پ موجود نوٹی فیکیشن کو دیکھ کر ٹ ۔

(ٹ اول)

اس م سے نوٹ یشن تھا وہ کسی گیم کا نہیں بلکہ ا ای میل کا نوٹ یشن تھا۔مرجان کے کمپیوٹ پ تو ا. اہیم کا ای میل لگا ہوا تھا۔ وہ ای میل ا. اہیم استعمال نہیں کرتا تھا۔وہ اکاؤنٹ مرجان ہی استعمال کرتا تھا۔ سے مرجان کے پی سی کی نگرانی شروع ہوئی تھی اب ا. اہیم قاعدگی سے ای میل پ کیا کرتا تھا اور اسکے کمپیوٹ کو بھی وقتاً فوقتاً پ کرتا رہتا تھا۔نٹ اول ا. اہیم کے ای میل پ میسج کر رہا تھا۔یہ ت عجیب سی تھی۔مرجان نے ای میل اوپن کیا۔

''تمہارا پ تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہے ہمیشہ کے لئے۔۔اگر اسکو بچا چاہتے ہو تو جانے سے روک لو۔''

پیغام پڑھ کر مرجان کا ماتھا پسینے سے نہا ے۔اس معصوم کا پورا وجود شل تھا۔وہ لوگ اسکے ای میلز پہنچ چکے تھے۔اور اب ا. اہیم یہ پیغام پڑھ لے گا۔پھر سے وہ مرجان کو ڈا گا اور اس سے اسکا پی سی لے لیا جائے گا۔

مرجان نے کا پتے ہاتھوں نے پی سی آف کر دی۔اور آ کر اپنے بستر میں گھس ے۔اسکا پورا وجود کا پ رہا تھا۔آج اس نے خوف کو بہت قر سے محسوس کیا تھا۔یہ

. بہت عجیب تھا۔ بہت عجیب۔ آ ۔۔۔ ٹ اول کون تھا اور وہ کیوں اس پ رکے ہوئے تھا۔ اور وہ کیوں ا. اہیم کو جانے سے روکنا چاہتا تھا۔
ان گنت سوالوں نے جیسے مرجان کو سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

لاہور کی فضاؤں میں صفا کی گاڑی ہواؤں سے . تیں کر رہی تھی اسکو ا. اہیم ہی رہا تھا۔ ا. اہیم نے بٹن د.. تو اس گاڑی کی چھت ہٹ گئی۔ صفا نے اچنبھے سے دیکھا اور پھر پ جوش سی اٹھ کھڑی ہوئی۔
''نہ جا۔۔۔'' ا. اہیم نے ا. ہاتھ سٹیئرَ پ جما یا اور ا. ہاتھ سے اسکو تھاما۔
وہ دونوں ہاتھ ہوا میں چھوڑ کر خود کو ہواؤں کے سپرد کر چکی تھی۔ یہ لمحہ بہت خوبصورت تھا۔ بلکہ آنے والا ہر لمحہ پچھلے لمحے سے زیادہ حسین تھا۔ صفا فیصلہ نہیں کر پ رہی تھی کہ کون سا لمحہ کتنا خوبصورت تھا۔ پھر اس نے جھک کر ا. اہیم کو دیکھا جو اسکی بچگانہ حرکتوں سے لطف ا. وز ہو رہا تھا۔ پھر صفا کو ا. ازہ ہوا کہ کوئی لمحہ بھی خوبصورت نہیں تھا۔ خوبصورت تو اس شخص کا ساتھ تھا۔ اسکا ساتھ تھا جو ہر لمحے کو مکمل کر دیتا تھا۔ ہاں وہی تھا جس نے اسکی زِ گی کو مکمل کر دیا تھا۔ وہ واپس اپنی ٹ پ آ بیٹھی۔
''کچھ کھاؤ گی؟'' ا. اہیم نے اسکا گال پکڑ کر کھینچا۔
''نہیں۔۔ ہوا بہت کھا لی ہے۔۔'' وہ چہکی۔۔ ا. اہیم ہنس دیا۔ اس نے موبائل اٹھایا اور ا. میسج ٹ پ کر کے واپس رکھا۔ پھر سے سکرین بلنک ہوئی تو اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔
''سر۔۔!!! ا. رات میں اتنا کچھ کیسے؟'' وہ عاصم کا میسج تھا۔
''چاہے الٹے لٹک جاؤ۔ زمین میں ٹھ جاؤ۔۔ صبح مجھے یہ . تیار چاہیے۔۔'' اس نے حکم دیتے موبائل واپس رکھا اور گاڑی ا. آئس کریم پ لر کی طرف موڑ دی۔

ا. ٹ ر. کنٹرول روم۔ جہاں ہر طرف بس سکر لگی ہوئی تھیں۔ . قی آلات سے نیلی اور سرخ روشنیاں پھوٹ رہی تھیں اس وسیع کمرے کی لائٹس آف تھیں۔ .ٹی .ٹی سکر اور کمپیوٹ سسٹمز۔ وہ کوئی عام جگہ نہیں تھی وہ کوئی بہت .ٹ اکنٹرول روم تھا۔ جہاں ا. شخص ا. .ٹی سی سکرین کے سامنے بیٹھا تھا اسکے سامنے سکرین پ پوری د کی مختلف لو شو ہو رہی تھیں۔ وہ . لو مارکڈ تھیں وہ کچھ دیر ان لو کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے لیپ ٹ پ پ کچھ ٹ پ کیا۔
''وہ یہاں سے نکل چکا ہے۔'' پیغام ملتے ہی سکرین کے سامنے بیٹھے شخص کے چہرے کے ت ثرات بگڑے تھے۔
'' آج اسکو وہیں ہو. چاہیے تھا۔'' اس نے اشتعال میں پیغام بھیجا۔
''آج کی میٹنگ کنفرم تھی عین وقت پ اس نے سارے پ وَ ام کینسل کر دیئے ہیں۔ شا. اسکو شک ہوَ ہے۔''
''نہیں۔ اسکو شک نہیں ہوا اَ شک ہوا ہو. تو تم اس وقت زمین کے او پ نہیں نیچے ہوتے۔''
اس نے پیغام بھیج کر لیپ ٹ پ بند کر کے دو. رہ سامنے سکرین کو دیکھا جہاں اب ا. لوکیشن پ سرخ بتی جل رہی تھی۔ اور کچھ ہی د. میں وہاں ا. بلا ٹ ہوا تھا۔ اور وہ جو بھی کوئی عمارت تھی، جگہ تھی، . کوئی مارکیٹ تھی وہ جل کر خاکستر ہو چکی تھی۔ اس نے سکرین پ زوم کیا۔ کر. رہا تھا تا کہ وہ عمارت واضح آنے لگی۔
''کرداوی انٹر پ ائز۔۔'' سائن بورڈ جل رہا تھا۔ وہ عمارت شعلوں کی زد میں تھی۔
''بچ َ۔۔'' وہ یقیناً مایوس ہوا تھا۔ اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ اور اس سائن بورڈ کو دیکھتا رہا۔
پھر اس نے یوں ہی دوسری سکرین کو دیکھا جہاں ۔۔۔ ٹ اول اور بلیک سٹون کی چیٹ اوپن تھی۔ وہ مبہم سا مسکرا دیا۔
''. . ت حسن ا. اہیم کا دشمن تھا ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ حسن.....!! تم نے ٹھیک نہیں کیا تم نے ا. اہیم کا راستہ ہموار کر کے اپنے اور ا. اہیم دونوں کے لئے قبر کھود لی ہے۔'' وہ شخص سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں ابھی ت وہ سائن بورڈ جل رہا تھا۔

''اب تم لوگوں کی نسلیں بھی ہمارے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔'' کہتے ہوئے اس نے دوسری سکرین کو دیکھا۔اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

رات کے تین بج رہے تھے پچھلا پہر تھا وہ ہنوز اسی حالت میں لاؤنج میں بیٹھا تھا ٹیبل پر رکھے ایش ٹرے میں ان گنت بجھے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے اسکی شدید بیداری کا ثبوت دیتے تھے۔وہ اسی طرح دراز سا تھا اپنا ہاتھ سے سر کو دباتے ہوئے۔سامنے موبائل سکرین آن تھی جہاں ایم ایم ایس اوپن تھا۔اور اس ایم ایم ایس میں وہی جلتی ہوئی عمارت تھی۔ حسن کو اس وقت اس عمارت کی فکر نہیں تھی اسکو تو مکینوں کی فکر تھی جو اسکی زندگی میں شامل ہو چکے تھے۔اسکو عینا کی فکر تھی اور اسکو ابیہم کی فکر تھی۔اسکو فکر تھی تو صفا کی کہ اب ابیہم کو کچھ ہو گیا تو وہ کیا کرے گی۔اسکو فکر تھی مرجان کی کہ وہ کیسے اتنی سی عمر میں اپنا اور اتنا بڑا نقصان جھیل پائے گا۔پہلے بھی حوریہ کی موت کا مرجان کے دماغ پر شدید اثر ہوا تھا جو کہ حسن کو کبھی نہیں بھولتا تھا اور اب پھر سے وہ لوگ اسی دہانے پر آن کھڑے ہوئے تھے۔

دینا بہت چھوٹی تھی اور قوت کی معصومیت اسکا معصوم سا چہرہ۔۔حسن کی سوچیں مفلوج ہونا شروع ہو گئی تھیں۔اس نے بے چینی سے موبائل اٹھایا اور اس ایم ایم ایس کو بند کر دیا۔اب کالز بھی آ رہی تھیں جن میں سے زیادہ تر نیوز چینلز والے تھے جن کو تازہ تازہ خبر ملی تھی۔اور وہ لوگ اسکو مصالحے لگا لگا کر پیش کر رہے تھے۔ حسن کی بلا سے ایسی درجنوں عمارتیں راکھ کا ڈھیر ہو جاتیں اسکو پرواہ نہیں تھی۔

عمارت میں بس کچھ آفیشلز اور سٹاف ہی تھا جو کہ فائر الارم کی وجہ سے ہر حد میں کامیاب ہو چکے تھے۔اس لئے اب حسن کو کسی چیز سے غرض نہ تھی۔اسکے دشمن سینکڑوں کی تعداد میں تھے اس لئے وہ ایسے چھوٹے موٹے نقصانات کو سر پر سوار نہیں کرتا تھا۔

کمرے سے آتی ایک دلخراش چیخ نے لاؤنج کا سکوت توڑا تھا۔حسن جھٹکا کھا کر اٹھا اور سیڑھیاں پھلانگتا گیا۔وہ یقیناً جاگ گئی تھی اور ایک بار پھر سے حسن کا امتحان شروع ہو چکا تھا۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی اس نے ایک ہاف وائٹ کرتا اور پاجامہ پہنا ہوا تھا ساتھ شاکنگ پنک دوپٹہ تھا جو اس نے گلے میں ڈالا ہوا تھا۔کرتے پر خاص کڑھائی نہیں تھی بس ہلکا سا پرنٹ تھا۔وہ ایک سادہ سا سوٹ تھا۔ اس وقت آئینے میں کھڑی وہ اپنے بال بنا رہی تھی جو اس نے برش کر کے اب ایک ڈھیلے سے جوڑے میں باندھ لئے تھے۔چہرہ کسی بھی میک اپ نامی شے سے عاری تھا۔اپنا ڈرائیر اور برش اٹھا کر اس نے ڈریسنگ کی دراز میں ہی رکھ دیا۔اور ایک نگاہ خود پر ڈالی۔نہ کوئی جیولری نہ کوئی میک اپ اور نہ ہی کوئی پرفیوم اسٹک۔۔وہ کچھ ثانیے خود کو دیکھے گئی۔ پھر مسکرا دی۔اس سے پہلے کہ وہ پلٹتی کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ ایک دامی رنگ کے کرتے میں ملبوس اندر داخل ہوا۔

''آپ آفس نہیں گئے؟'' صفا نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا جس کے تاثرات کچھ سرد سے تھے۔وہ کمرے میں داخل ہوا تو مسکرا رہا تھا اسکو دیکھ کر چہرہ سنجیدہ سا ہو گیا تھا۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ایک نگاہ بھر کے اسکو دیکھا۔صفا سمجھی سے کھڑی مسکراتی رہی۔ابیہم کے اوتن گئے۔

''جا کر چینج کرو۔۔'' وہ سخت سے لہجے میں بولا۔صفا حیرت زدہ سی مسکرائی۔

''ہاں؟''

''سنائی نہیں دیا؟ جا کر چینج کر کے آؤ۔'' وہ دوبارہ بولا تو آواز مزید سرد اور سخت تھی۔صفا کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ پل میں سمٹ گئی۔اسکو سمجھ نہیں آئی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟'' وہ ایک قدم بڑھا کر اسکے پاس پہنچی۔اس نے ابیہم کے بازو پر ہاتھ رکھنا چاہا۔ابیہم نے جھٹکے سے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکو لئے ڈریسنگ میں گیا۔صفا ہونق بنی ہوئی تھی۔ابیہم نے کر اسکو وارڈروب کے سامنے کھڑا کیا اور وارڈروب کھولی جس میں ایک سے بڑھ کر ایک کامدار اور شوخ رنگ جوڑا موجود تھا۔ابیہم نے سارے جوڑے باری باری نکال کر وہیں رکھے ایک چھوٹے سے کاؤچ پر پھینکے۔۔

''یہ۔۔یہ۔۔ابھی آگ لگانے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ آپ تم نے یہ بے رنگ کپڑے پہننے ہیں؟'' وہ اونچی آواز میں بولا صفا اپنی جگہ اب سن سی کھڑی تھی۔وہ اتنا شدید کیوں ہو گیا تھا۔آخر ایسا بھی کیا ہو گیا تھا۔

''آگ لگادو اس الماری کو۔۔'' کہتے ہوئے اس نے ا۔ اور کمپارٹمنٹ کھولا جس میں مز۔ کا مدار جوڑے تھے ا بھی نکال کر کاؤچ پ اچھالا۔ کپڑوں کا ڈھیر لگ چکا تھا۔''کیا تمہیں پہننے کو بس یہ سفید رَ ہی ملتا ہے؟'' اسکی کنپٹی کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ صفا. لکل ا ن بنی کھڑی تھی۔

ا. اہیم نے اسکو دیکھا اور پھر سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو گھسیٹ کر ہی کمرے میں لا۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کا کمپارٹمنٹ کھولا اور کاسمیٹکس کو اٹھا کر. ہر فرش پ پھینکا۔ صفا اچھل کر دور ہوئی۔

''ا. اہیم۔۔!! کیا کر رہے ہیں؟'' وہ اب کی. رخوف اور حیرت کی ملی جلی کیفت میں ئی تھی۔

''فا ہ؟ان . کا فا ہ؟ا تم نے یوں بیوہ بن کر ہی گھومنا ہے؟'' وہ اب کی. راسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا۔ صفا کا پورا وجود. ف ہو چکا تھا۔''کیا فا ہ ان . آسائشوں کا. تم نے خود کو یوں اجڑی ہوئی حا ۔ میں ہی رکھنا ہے ہمیشہ؟''

صفا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس. ت پ اتنا پ گل ہو رہا تھا۔ صفا نے کچھ کہنے کے لئے . وا کئے۔

''خبردار۔۔!! خبردار۔۔!! جو خود کو کبھی بھی ان رنگوں سے دور کیا۔۔ خبردار جو تم نے اپنی ز۔ گی سے کبھی رنگوں کو دور کیا۔۔ سمجھ آئی؟'' وہ اسکی کوئی. ت نہیں سن رہا تھا۔

صفا ا۔ پل کے لئے اسکو دیکھے گئی۔ ا. اہیم کی اسکے کندھوں پ َ فت ڈھیلی پ گئی۔ اس کے ہاتھ نیچے َ گئے۔۔ اس نے اپنے ا۔ ہاتھ سے اپنے چہرے کے ش مسلے۔ اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''آپ۔۔ ٹھیک ہیں؟'' وہ منمنائی۔

'' . میری غلطی ہے۔ تمہیں اپنی ز۔ گی میں شامل کر۔ ہی . سے .ڑی غلطی تھی۔ تم۔۔ تم۔۔ تم کیوں نہیں واپس گئی؟؟''

''ا. اہیم۔۔!!'' صفا مز۔ اسکو کسی. ت کا موقع دیے بنا اسکے د. زو. ھ گئی۔ ا. اہیم کے ہاتھ ہوا میں ہی رہ گئے۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ اور آنکھیں سا ۔ تھیں ۔ دل کی دھڑ جو کہ . سے سو. می. پ کئے ہوئے تھیں ا۔ پل کے لئے سکوت چھا َ ۔ ۔ میں سکون سا در آ۔

''اٹس اوکے۔۔!!'' وہ اسکے ۔ پ ہاتھ پھیر رہی تھی۔'' . ٹھیک ہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔ . کچھ ٹھیک ہے۔ میں آئندہ سفید رَ نہیں پہنوں گی۔ تیار ہوا کروں گی۔ آپ ریلیکس ہو جا پلیز۔۔'' وہ مدھم سی آواز میں کہتی آج اسکو کہہ رہی تھی۔ جس طرح وہ لوگ اسکو آج ۔ ہینڈل کرتے آئے تھے آج صفا قریشی ا. اہیم کو ہینڈل کر رہی تھی۔

''اتنی سی. ت پ اتنا ری ا کیوں؟'' صفا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ غیر یقینی سے اسکو دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں کی سختی پل میں زائل ہوئی تھی۔

(صرف تم ہو جو اسکو سنبھال سکتی ہو۔)

مہینوں پہلے کہے گئے قادر کے الفاظ صفا کے کانوں میں گونجے تھے۔ ا. اہیم نے پلکیں جھپکیں۔ وہ آج کل ایسے ہی ری ا کر رہا تھا ہر چھوٹی. ت پ بہت .ڑی ایکشن دے دیتا اور .ڑی سے .ڑی. ت کو یوں ہی پی جا ۔ تھا۔ وہ خود کو سمجھنے سے قاصر تھا کسی کو کیا سمجھا ۔ ۔ وہ اپنے ا ر ا ۔ َ میں مبتلا تھا جس. َ میں ا. اہیم کا دل لہو لہان ہو رہا تھا۔ اپنوں سے . ائی اسکی روح کو چیر رہی تھی اسکا عہد اسکو پکار رہا تھا۔ وہ نہ تو عہد توڑ سکتا تھا اور نہ اپنوں کو چھوڑ سکتا تھا۔ فیصلہ تو کر. ہی تھا ں۔ اور یہ فیصلہ ہی تھا جو اسکو ا. رسے یوں چیر پھاڑ رہا تھا جیسے ململ کے کپڑے کو کا ں پ َ ۔ سے وہ کپڑا پھٹ جا ۔ ہے۔ ا. اہیم کے دل کا بھی حال اس ململ کے کپڑے کی ما ہی تھا۔ کٹا پھٹا سا۔۔!

''تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگا؟'' ا. اہیم نے اسکے پ سکون چہرے کو دیکھا۔ جو اسکی ذرا سی او آواز سے زرد پ جا ۔ کر ۔ تھا۔ صفا نے میں سر ہلا۔

''میں بھلا کیوں ڈروں آپ سے؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔''ہاں۔۔ البتہ آپکو اب مجھ سے ڈرتے رہنا چاہیے ورنہ میرا ڈھائی کلو کا ہاتھ. . پ ۔ ہے. ں۔۔'' صفا شرارتی سے ا. از میں بولی تو ا. اہیم کے سارے ا ب ڈھیلے پ گئے۔ وہ ابھی ۔ مسکرا نہ سکا۔

''کسی اور سے بھی کبھی نہ ڈر. ۔۔'' اس نے آہستہ آہستہ صفا کے قر. . کیا۔

'' اوروں سے ڈر لگتا ہے۔'' صفا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔'' . قی مجھ سے محبت نہیں کرتے . ں۔ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں آپ سے ڈر نہیں لگتا۔'' ا. اہیم نے اسکی

سرمئی آنکھوں میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا اعتماد، بھروسے اور کامل یقین کا سمندر دیکھا تھا۔

''تیار ہو جاؤ جا کر۔۔''ا. اہیم نے اسکو الگ کیا۔

'' کچھ تو بکھیر دیہے آپ نے۔۔''صفا نے ہونٹ گول کر کے کمرے کی ادھے کھلے دروازے سے ڈریسنگ روم کی حا ت دیکھی۔

''زلیخا اماں سمیٹ دیں گی۔تم۔۔تیار ہو جاؤ بس۔۔''کہتا ہوا وہ واش روم میں گھس َ ۔صفا کی مسکان سمٹ گئی۔اب چہرے پ پیشانی تھی جو اطمینان کچھ د پہلے تھا اسکی جگہ اب بے چینی نے لے لی تھی۔آ ا. اہیم کس اذ ت سے دوچار تھا۔؟ آ وہ کون سی َ تنہا لڑ رہا تھا۔کیوں وہ سے چھپا رہا تھا؟ آ وہ کیا چھپا رہا تھا۔صفا کا عورتوں والا روایتی دماغ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے لگا۔اسکو ا ازہ ہی نہ ہوا۔ واش روم کا دروازہ کھلا وہ منہ ہاتھ دھو کر آ تھا۔اسکو یوں ہی اپنی جگہ پ کھڑے دیکھا تو سر ٹ ہوا اسکے پ س آ ۔

''فائن۔۔!! کھڑی رہو۔۔ہم لوگ تمہارے بناء ہی چلے جاتے ہیں۔''اس نے عقب سے آ کر سرگوشی کی تو صفا چو اس نے جھٹکے سے مڑ کر دیکھا وہ ان ریڈ ایبل سے ت ات لئے کھڑا تھا۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''نہیں جا ؟''ا. اہیم نے پھر سے پوچھا۔

''کہاں جا ہے؟''صفا نے الجھ کر پوچھا۔

''تیار ہو جاؤ َ جا ہے ورنہ بیٹھی رہو۔۔ درکھنا گھر خالی ہوگا۔بعد میں کوئی جن بھوت کھا َ تو میری کوئی ذمہ داری۔۔''وہ مو ئل چار َ سے ا رر ہا تھا دفعتا ً مڑ کر دیکھا تو صفا ل پل ضائع کئے بناء ڈریسنگ روم میں گھس گئی تھی۔

''ڈرپوک۔۔''وہ ٹ ٹا ل۔ پھر یوں ہی وہ سر ہاتھوں میں َ ائے بیڈ پ بیٹھ َ ۔وہ کچھ د پہلے کے اپنے ہی ردعمل کے ر ے میں سوچ رہا تھا۔وہ کیوں خود پ قابو کھو رہا تھا۔کیا ان لوگوں سے دور جانے سے پہلے ہی وہ پ گل ہو جائے گا؟ا. اہیم نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا ۔

کوئی چھوٹے چھوٹے قدم ت ہوا اسکے پ س آ کر کھڑا ہوا۔ا. اہیم کے ہاتھوں سے ٹھنڈا سا لمس ٹکرا تو اس نے چہرہ ہاتھوں سے نکال کر دیکھا۔سامنے ق وت کھڑا تھا۔

''آر یو اوکے۔۔؟''وہ ا ٹی شرٹ اوزر میں ملبوس تھا۔آج وہ لوگ سکول نہیں گئے تھے آج ا چھٹی تھی۔اور آج وہ تیار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔جس کا صفا کو نہیں بتا َ تھا یقیناً اسکے لئے کوئی سر ائز تھا۔

ا. اہیم چند لمحے یوں ہی ق وت کے چہرے کو دیکھے َ ۔پھر اس نے ق وت کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومے۔اسکے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا جیسے کہ وہ ہاتھ، وہ لمس اسکی آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہے تھے۔ا. اہیم کے حلق میں کوئی ٹ ابھاری سا پتھر اڑ چکا تھا۔اسکو لگا کہ اسکے گلے کی رگیں بیٹھ گئی ہیں۔اس نے کچھ کہنے کی سعی کی الفاظ نہیں نکل سکے تھے۔

''آر یو۔۔اوکے۔۔؟''ق وت نے پھر سے استفسار کیا۔ا. اہیم نے اسکے ہاتھوں کو چومتے ہوئے ہی اثبات میں سر ہلا ۔

''ق وت۔۔!''آ کار اس نے حلق سے ضبط کا گھونٹ نیچے ا رتے ہوئے اسکو پکارا تھا۔

''جی۔۔۔!''

''کیا تم میرے لئے بڑے ہو سکتے ہو؟''ا. اہیم اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھ رہا تھا وہ بس ق وت کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

''۔۔!!اگلے مہینے ہم لوگ نو سال کے ہو جا گے۔'' ق وت نے فوراً اسکو خوش خبری سنائی تھی کہ وہ لوگ ٹ ے ہو رہے ہیں۔ا. اہیم نے میں سر ہلا ۔

''کیا تم تھوڑا اور جلدی بڑے ہو سکتے ہو؟''

''۔۔!!اس سے پہلے کیسے؟'' ق وت نے الجھ کر اپنے پ کو دیکھا۔

'' ق وت۔۔!!''اس نے نگاہ اٹھا کر ق وت کی آنکھوں میں دیکھا۔''آج سے تم ٹ ے ہو۔تم ٹ ے ہو گئے ہو اتنے ٹ ے کہ۔۔''کہتے ہوئے ا. اہیم نے اسکی ہتھیلیاں چومیں۔''کہ یہ ہتھیلیاں ٹ ے سے ٹ ے بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔''وہ ضبط کی انتہا پ تھا۔آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

''۔۔۔!! مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔'' قوت نے بے بسی سے اپنے ۔پ کو دیکھا۔

''آ جائے گی سمجھ۔۔ ہر ۔ت۔۔ ہر چیز۔۔ سمجھ آ جائے گی۔'' وہ پھیکا سا مسکرا ۔۔اسی دوران ڈ ریسنگ کا دروازہ کھلا تو وہ خفا خفا سی ا ۔ میرون ر َ کا کامدار جوڑا پہنے کھڑی تھی۔ وہ ای کلا َ شرٹ تھی۔ جس کے پلاز و بھی کام تھا۔ وہ بھاری سا جوڑا ۔ڑی مشکل سے سنبھال رہی تھی۔ اس نے دوپٹہ کندھے پ َ ا ہوا تھا اور اب اسی طرح خفگی سے پ ؤں پ ٹ ہوئی ڈ ریسنگ مرر کے سامنے آئی۔ قوت نے سامان بکھرا ہوا دیکھا تو آگے ۔ ھ کر صفا کی مدد کروانے لگا۔ وہ سامان اٹھا اٹھا کر ٹیبل پ رکھ رہا تھا۔

''آپ لوگوں کی لڑائی ہوئی ہے؟'' قوت نے سرگوشی کے ا ۔ ازمیں پوچھا۔ صفا نے ۔ک پ ڑھائی۔ قوت نے کن ا ۔ ں سے اپنے ۔پ کو دیکھا جو کہ مو ۔ئل پ مصروف ہونے کی ۔ کام سی کوشش کر رہا تھا۔

''آئندہ ۔۔ لڑائی کریں تو آپ ہمارے روم میں آ جا ۔کریں۔'' قوت نے دوستانہ ا ۔ ازمیں سرگوشی کی تو صفا ہنس دی۔ دفعتاً ۔ ابہیم نے َ دن موڑ کر دیکھا وہ دونوں اب ا ۔ دوسرے کے کان میں کھسر پھسر کر رہے تھے۔ وہ کچھ د ۔ان دونوں کو دیکھے َ ۔۔

صبح کے نو بج رہے تھے۔ اور وہ ابھی ۔ اسکے سرہانے بیٹھا تھا۔ وہ پھر سے انجکشن کے ز ۔ا ۔سور ہی تھی۔ اور حسن یوں ہی خالی دماغ کے ساتھ اسکے سرہانے بیٹھا رہا۔ وہ کبھی اسکے ۔لوں میں ا َ ۔ں نے لگتا تو کبھی یوں ہی تکان سے ٹیک لگا دیتا۔

دروازے پ دستک ہوئی تو حسن نے یوں ہی اجازت دے دی۔ دروازہ ۔ می سے کھلا اور بند ہوا اب سلویٰ سست قدم اٹھاتی اسکے پ س چلی آ رہی تھی۔ وہ اپنے ۔ ٹ سوٹ میں ہی تھی۔ یقیناً وہ لوگ د ۔ سے اٹھے تھے۔ وہ آ کر حسن کے پ س کھڑی ہوئی۔ عینا دوسری جا ۔ نیند میں تھی۔

''تم لوگوں نے ۔ شتہ کر لیا؟'' حسن کے لہجے میں تکان سی تھی۔

''نہیں۔''

''جا کر فریش ہو جاؤ۔۔ فاطمہ سے کہو تمہیں اور یوسف کو ۔ شتہ کروا دے۔'' وہ آنکھوں کو مسلتا ہوا بولا۔

''عینا کو کیا ہوا ہے؟'' سلویٰ نے فکرمندی سے بے سدھ سی پ ڑی عینا کو دیکھا۔ حسن نے َ دن موڑ کر اس مرجھائے سے چہرے کو دیکھا جو ا ۔ ہی رات میں مرجھا َ ۔ تھا اور اتنا زرد پ َ ۔ تھا کہ وہاں ز ۔ گی کی رمق بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

''اسکے ۔۔ چلے گئے۔'' حسن نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''کہاں؟''

''دور۔۔ بہت دور۔۔'' حسن نے یوں ہی کھوئے کھوئے سے ا ۔ ازمیں جواب د ۔ تھا۔

''اللہ کے پ س؟'' سلویٰ نے آنکھیں پٹپٹا ۔ حسن نے سامنے کھڑی اس چھ سالہ بچی کو دیکھا جس کے ماں ۔پ اللہ کے پ س تھے۔ وہ تو کھڑی تھی اپنے قدموں پ ۔ وہ اپنے حواس میں تھی بلکہ وہ سروائیو کر رہی تھی وہ جی رہی تھی۔ تو پھر وہ لوگ اتنے کمزور کیسے ۔ ۔ ہو رہے تھے۔ اَ وہ بچی چٹان بن سکتی تھی تو وہ لوگ کیوں ر ۔ ۔ کی خستہ حال دیوار ۔ ۔ ہو رہے تھے۔

وہ لوگ تو طاقت کا کھیل کھیلتے آئے تھے۔ وہ لوگ تو ز ۔ گی موت کا اکھاڑہ سجاتے آئے تھے پھر کیوں آج ا ۔ خون نچڑ گئے تھے کیوں آج وہ لوگ بے بسی کی انتہاؤں پ تھے؟ کیوں ا ۔ دل بند ہو رہے تھے؟ حسن کو کسی سوال کا کوئی جواب نہ مل سکا۔

بس اسکا قد اپنی ہی ۔ میں چھوٹ ہو َ ۔ تھا۔ وہ بو ۔ ہو َ ۔ تھا۔ تیس سالہ چھ فٹ سے بھی ز ۔ دہ قد آور حسن کرداوی اس چھ سالہ بچی کے سامنے بو ۔ دکھائی دیتا تھا۔ وہ لوگ کس قدر ۔ دل ش ۔ ۔ ہو رہے تھے اسکو آج ا ۔ ازہ ہوا تھا۔ اسکو آج بھی ۔ دتھا جیسے سلویٰ پ اسکی ماں کی موت کا پہاڑ ٹوٹ تھا۔ اس بچی نے تین دن سے ز ۔ دہ سوگ نہیں کیا تھا۔ وہ شا ۔ بچی تھی۔۔ پھر شا ۔ وہ ان ۔ سے ۔ڑی تھی۔

وہ ۔ ٹ سا سلویٰ کو دیکھے َ ۔۔ وہ اتنی چھوٹی ہو کر اتنی ۔ڑی کیوں تھی کہ وہ ۔ قد آور دیوا اسکے سامنے ڈھیر ہو چکے تھے۔

''نہیں۔۔کچھ لوگ ہمیشہ جیتے رہتے ہیں بس وہ ہم سے دور چلے جاتے ہیں۔''حسن نے مسکرا کر کہا تھا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں کو کیا کرنا ہے۔ان لوگوں کو اب صبر کرنا تھا۔

''جیسے۔۔؟''سلویٰ نے فوراً اگلا سوال کیا۔حسن نے ایک سکیٹر ے۔''اموکہتی تھیں کہ۔۔اللہ کے پاس ہیں وہ زندہ ہیں۔انکا رزق بھی ملتا ہے۔کیا عینا کے۔۔بھی میرے۔۔کی طرح زندہ رہیں گے؟''وہ مسلسل حسن کے۔ن سے روح کھینچ رہی تھی۔حسن کے پاس اسکے سوالوں کے جواب نہیں تھے۔وہ الفاظ جمع کر رہا تھا کہ عینا کسمسائی ۔حسن اسکی جانب متوجہ ہوا۔عینا نے بوجھل آنکھیں کھول دیں۔اسکی آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑ چکے تھے۔آنکھوں کے پپوٹے سوجھ چکے تھے اور چہرہ بے رنگ سا تھا۔

حسن کا دل مٹھی میں آیا تھا۔اپنوں کی جدائی کس قدر اذیت ناک ہوتی ہے نہ جینے دیتی ہے اور نہ ہی موت کے حوالے کرتی ہے۔

''کیسی ہو؟''حسن نے نرمی سے اسکا سر اٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھا۔عینا بے بسی سے اسکو دیکھ رہی تھی۔سلویٰ اسکے پاس ہی ڈھے گئی۔حسن نے عینا کی آنکھوں کے پپوٹے چھوئے۔''کیوں ہلکان کر رہی ہو خود کو؟ کیا تمہیں ہم لوگ نہیں آتے؟ سلویٰ کو دیکھو۔۔''وہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھے دیکھو۔۔

عینا نے پلکیں جھپکیں۔وہ اس وقت دوا کے زیر اثر تھی اس لئے اسکو باتیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔وہ کچھ دیر یوں ہی ان دونوں کو باری باری دیکھے گئی۔

اور پھر سے عینا کے دماغ پر چھائی دھند چھٹ لگی۔آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے پپوٹوں پر نمی آن ٹھہری اور لرزنے لگے۔چہرے پر کرب کے آثار تھے۔

''شش۔۔!!بس۔۔اب مزید نہیں۔پلیز۔۔!''حسن نے اسکی نم آنکھوں کو صاف کیا۔وہ سسکنے لگی۔آنکھیں بھر آئی تھیں۔وہ کیسے بھول سکتی تھی اسکا باپ موت کے منہ میں جا چکا تھا۔

''عینا۔۔!!تم رومت،میرے۔۔تمہارے۔۔کا خیال رکھیں گے۔وہ پہلے سے۔۔۔میں ہیں اس لئے وہ تمہارے۔۔کا خیال رکھیں گے۔''سلویٰ کے الفاظ نے عینا کے دل کی دھڑکن۔۔روک دی تھی۔وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی۔آنکھوں میں وحشت در آئی تھی۔

''نہیں۔۔میرے۔۔میرے۔۔۔۔زندہ ہیں۔۔وہ۔۔وہ ابھی زندہ ہیں۔۔تم۔۔تم کیسے کہہ سکتی ہو ایسے؟''عینا کسی چھوٹی سی بچی کی طرح سلویٰ سے لڑنے کے لئے تیار ہو چکی تھی۔

''عینا۔۔!!ریلیکس۔۔وہ بچی ہے۔''حسن نے اسکو قریب کھینچا۔۔

''نہیں۔۔دیکھو تو کیسے کہہ رہی ہے؟ میرے۔۔تو زندہ ہیں۔۔یہ ایسا کیسے کہہ سکتی ہے؟''عینا رو رہی تھی۔سلویٰ بے چاری خوف کے مارے اٹھ کھڑی ہوئی۔حسن کبھی عینا کو سنبھالتا تو کبھی سلویٰ کو بے بسی سے دیکھتا جو کہ نم آنکھیں لئے خوفزدہ سی کھڑی تھی۔

''عینا پلیز۔۔وہ ڈر گئی ہے۔۔''حسن نے اسکو ساتھ لگائے سرگوشی کی۔عینا کچھ نہیں سن رہی تھی۔وہ بس شور ہی مچا رہی تھی۔سلویٰ وہاں سے آنکھیں پونچھتی ہوئی باہر نکل آئی۔حسن نے ایک گہری سانس لی۔

کچھ دیر میں عینا کے رونے میں کمی آ گئی تھی۔تو وہ سچائی کے قریب جا رہی تھی۔پھر رو رو کر تھک چکی تھی۔جو لوگ مر جاتے ہیں ان پر صبر آ جاتا ہے جو مرنے والے ہوتے ہیں ان پر صبر نہیں آتا۔بلکہ ان کا ساتھ ہی پل پل مرتا ہے۔وہ تل تل مرتا ہے مرنے والے کے ساتھ۔آدھا میں مرنے والا جاتا ہے اور ہمیں زندگی اور موت کے بیچ جھولتا ہوا چھوڑ جاتا ہے۔

''عینا۔۔!!.ودۃ عینی (میری آنکھوں کی ٹھنڈک)۔۔!! نور عینی (میری آنکھوں کا نور)۔۔!!''

اس نے محبت سے کہتے ہوئے عینا کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

''جس عینا کو میں جانتا ہوں وہ اتنی کمزور نہیں ہے۔وہ تو عینا منصور حیات ہے جس نے وقت کے فرعون شاہ حسن آفندی کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔وہ عینا منصور حیات اتنی کمزور،بے بس اور خود غرض نہیں ہو سکتی۔''وہ اسکی سرخ متورم آنکھیں چھو کر بولا۔عینا اب خاموش ہو چکی تھی۔

''خود غرض؟''عینا کے ہلے۔

''ہاں خود غرض۔۔دیکھو آج تم لوگ ایک مشن کی خاطر جیتے آئے ہو۔اس مشن میں کتنے لوگوں نے اپنی جانیں گنوائی ہیں۔اور آج خود میدان میں اترنے کا

وقت آ ہے تو تم اس طرح کمزور پ جاؤ گی؟ کیا تم اپنے . . کو شان سے رخصت نہیں کرو گی؟ کیا تم ا فتح ی کی دعا نہیں دو گی؟ کیا تم ان بچوں سے کیا ہ عہد فراموش کر دو گی۔؟ کیا تم سلویٰ اور یوسف سے کئے گئے سارے عہد بھلا دو گی؟'' وہ ' می سے اسکے چہرے پ انگوٹھے آ صاف کر ہوا اسکو سمجھا رہا تھا۔ عینا نے ا ہچکی لی۔ وہ پھر سے رو دینے کو تھی۔۔

''شش۔۔!!'' حسن نے اسکے ہو ں پ انگلی رکھی۔ ''بس۔۔! بہت رو لیا۔ اب مز آ نہیں۔ اَ تم مز روؤ گی تو پھر میں بھی جاؤں گا ان لوگوں کے ساتھ۔'' اس نے کہا تو عینا نے بے بسی سے اسکی جا . دیکھا۔ اور فوراً اسکا ہاتھ تھام لیا کہ کہیں وہ ابھی نہ جائے۔

'' عینا کچھ جنگیں میدان کے . ہر بھی لڑی جاتی ہیں۔ اور میں وہ ' لڑوں گا۔ میں کنارے کنارے چلوں گا۔ میں ان لوگوں کی طاقت بن جاؤں گا۔ جہاں ا طاقت ختم ہو جائے گی وہاں حسن کا کندھا کام آئے گا۔'' اس نے جیسے عینا سے عہد کیا تھا کہ وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں ' والا۔ وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہے۔ عینا نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگا ا اور پھر سے رو دی۔ حسن نے اسکا چہرہ اپنے مز قر . کیا۔

''تم جا ہو کہ ز ' گی میں کن دو چیزوں کی خواہش نہیں کرنی چاہیے؟'' اس نے پوچھا تو عینا نے اسکے ' سے چہرہ نکال کر حسن کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ کسی معصوم سہمے ہوئے ہرنی کے بچے کی طرح اسکی آغوش میں سمٹی ہوئی تھی۔

''ا موت اور دوسری چیز ہے۔ ' ۔۔کیو . . سامنا ہو ہے تو ا ن پھر ان دونوں چیزوں سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ پھر ہر صورت سامنا کر ہی پ ہے۔'' عینا اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔ وہ آج اسکو اپنی آنکھوں میں قید نہیں کر رہا تھا بلکہ اس نے اپنی آنکھوں کے سمندر کو عینا کے لئے کھول دیا تھا کہ وہ اس میں ڈبکی لگائے۔ وہ اس میں چھپے رازوں کو جان لے۔ وہ ان آنکھوں کے سمندر میں خوشی سے تیرے اور جل پ یوں کے ساتھ مل کر رقص کرے۔ وہ اس کو اجازت دے رہا تھا کہ وہ اس ' ر سمندر کی گہرائی میں ا ' کر اسکی گہرائی کا ا ' ازہ لگا لے اور اس سمندر پ اپنا حق ش . ' کر دے۔ وہ عینا کو اختیار دے رہا تھا کہ وہ اس سمندر کے دوسرے کنارے ' بھی رسائی حاصل کر لے جہاں ' کسی اور کی رسائی ممکن نہ تھی۔

عینا خود کو پھر سے ان آنکھوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان آنکھوں نے اپنا سحر پھونکنا شروع کر دیا۔ اور عینا یوں ہی آنکھیں مو ' گئی۔ اسکے دل کا غم اس ' ر سمندر نے اپنی تہوں میں ا ' ر لیا تھا۔ اور وہ غم اب وہیں دفن ہو چکا تھا۔ عینا کا دل ہلکا ہو چکا تھا وہ پ سکون ہو چکی تھی۔

''ہم آ ' جا کہاں رہے ہیں؟'' وہ لوگ گیٹ ' آئے تو وہاں سفیان گورسی کی گاڑی پہلے سے تیار تھی جس میں منال اور سفیان موجود تھے۔ اور ی قوت بھی ا ساتھ ہی جا کر بیٹھ ی۔ صفا نے ا . اہیم سے سوال کیا۔ جبکہ وہ اسکی کسی ب ت کا جواب دیئے بنا ء اسکی گاڑی کی جا . لے ی جو وہ لوگ کل صفا کے لئے ' ی کرا ئے تھے۔ صفا پیسنجر ٹ پ بیٹھی تو پیچھے مڑ کر دیکھا دینا اور مرجان پیچھے بیٹھے دا ' ' نکال رہے تھے۔ صفا ہنس دی۔

''آج . لوگ کہاں جا رہے ہیں؟'' صفا اب پ جوش ہوئی تھی۔ ا . اہیم نے کچھ کہے بنا ء گاڑی دی۔ وہ ا بلیو جینز اور سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس تھا۔ اور صفا اپنے کامدار جوڑے کو سنبھال رہی تھی۔ اَ وہ لوگ کسی پ رٹی پ جا رہے تھے تو ا . اہیم اتنے کچوئل کپڑوں میں کیوں تھا۔ اور مرجان اور ی قوت بھی ٹی شرٹس میں ہی تھے۔ وہ اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑا دوڑا کر تھک چکی تھی۔ پھر تکان سے ی ٹ سے ٹیک لگا گئی۔

''. . .۔! میرے پی سی کا ای میل آپکے پ س ہے ' ں؟'' مرجان نے احتیاط سے پوچھا۔

''ہاں کیوں؟'' وہ مصروف سا بولا۔

''نہیں کچھ نہیں۔۔ بس ویسے ہی۔''

''مرجان۔۔!! کچھ چھپانے کی کوشش نہ کر ' اور ای میل چینج کرنے کی تو . لکل بھی نہیں۔''! . اہیم نے بیک مرر میں سے دیکھتے ہوئے مرجان کو وارن کیا تھا۔

''نہیں کر رہا . . ۔'' مرجان نے بے فکری سے اپنے . پ کو جواب دیا۔ وہ کچھ دیر مرجان کو دیکھے ی پھر اس نے ساتھ بیٹھی دینا کو دیکھا جو کہ اپنے چاکلیٹ . ر پ ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔ دل میں پھر سے درد اٹھا تھا۔ گھٹن . ٹھنے لگی تھی۔ ا . اہیم نے مرر سے نگاہ ہٹائی۔ اور سامنے روڈ پ نگاہ جما لی۔ وہ آج کا دن اچھی طرح

ار چاہتا تھا۔ وہ کمزور نہیں پڑ سکتا تھا۔ وہ ان لوگوں کو اچھی دیں دینا چاہتا تھا۔

حلق میں اگتے کا ں میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا پھر بھی وہ ا. ہیم گورسی تھا اس نے خود پر قابو پا لیا تھا۔ صفا اسکی حرکتوں کو نوٹ کر رہی تھی اسکا بے چین ہونا اور خود کو سنبھالنا۔ صفا سے چھپ نہیں سکا تھا۔ صفا خاموش رہی۔

''دینا۔۔!!'' ا. ہیم نے کچھ دیر بعد دینا کو پکارا۔۔

''یس۔۔۔۔'' دینا نے چاکلیٹ سے بھرے ہوئے منہ سے ہی جواب دیا تھا۔

''ہو دینا لوز مور؟ شفا۔۔۔؟'' اس نے پوچھا تو صفا نے دن موڑ کر دیکھا۔

''۔۔۔'' دینا نے بناء کسی توقف کے جواب دیا تھا۔ صفا نے حیرت سے ا. ہیم کو دیکھا آ اسکو کیا سوجھ رہی تھی۔

''اور۔۔ آپ کس سے زیادہ پیار کرتے ہیں؟'' مرجان نے الٹا اپنے پ سے سوال کیا تو ا. ہیم نے چونکر دیکھا۔ وہ اب خود شکنجے میں آ گیا تھا۔ اب صفا مزے سے اسکے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

''میں تو سے ہی کرتا ہوں۔'' ا. ہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''پھر بھی میں، یقوت دینا۔؟'' مرجان اپنے سوال سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ ا. ہیم مرر میں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں یقوت نہیں تھا۔ کاش اس ٹ پ یقوت بھی ہوتا تو وہ ان تینوں کو بھر کے ایک رپھر سے دیکھ پاتا۔ وہ کو دیکھنا چاہتا تھا ہر وقت، ہر لحہ، ہر پل۔۔!

''بتا ں۔۔۔!!'' مرجان نے استفسار کیا۔

''مجھے میری وہ اولاد عزیز ہوگی جو میرے خلاء کو بھر دے گی۔''

اسکی یہ بات مرجان کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ صفا نے تڑپ کر ا. ہیم کی جانب دیکھا وہ اب سامنے روڈ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ وہ ان کے ساتھ کیا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔؟ صفا کا دماغ پھر سے الجھ پڑا تھا۔

گاڑی فارم ہاؤس کے سامنے آ کر رکی تو صفا نے حیرت سے ا. ہیم کو دیکھا۔ گیٹ کھلا ا. ہیم نے گاڑی روہی روک دی۔ وہ اپنی جانب سے اترا۔ پیچھے مرجان نے دینا کو نیچے اتارا۔ ا. ہیم صفا کی جانب آ کر کھڑا ہوا اور ڈور اوپن کیا۔

''آؤ۔۔!!'' ا. ہیم نے ہاتھ پھیلایا تو صفا نے حیرت سے مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ا. ہیم نے اسکو ہر نکالا اور۔۔ سے ایک چھوٹی سی سیاہ پٹی نکالی۔

''یہ کیا ہے ا. ہیم؟''

''شش۔۔!!'' وہ اسکو خاموش کروا کر اب اسکی آنکھوں پر پٹی ٹھہر رہا تھا۔ آسمان پر دل چھا رہے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آج موسم کچھ زیادہ ہی اچھا ہو رہا تھا۔ صفا خاموش رہی۔ مرجان دینا کا ہاتھ تھامے ا رکی جانب بڑھ رہی جہاں گیراج میں پہلے سے سفیان اور منال کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ لان میں ہی آ کر کھڑا ہو گیا جہاں وہ لوگ پہلے ہی کھڑے تھے۔

مرجان مسکرا کر سامنے دیکھ رہا تھا۔

''مرجان۔۔!! دیکھو یہ کتنا کیوٹ ہے۔'' مرجان نے دیکھا یقوت ایک گوش کو اٹھائے کھڑا تھا۔ مرجان قریب آیا اس نے بڑی احتیاط سے اس گوش کو ہاتھ لگایا جلدی ہی ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ ''تم ڈرتے ہو؟'' یقوت ہنس دیا۔

''نہیں۔۔'' مرجان نے فوراً میں سر ہلایا۔ ''یہ بس۔۔ کافی نرک سا ہے۔۔'' مرجان کو لگا کہ کہیں وہ اسکے چھونے سے مر نہ جائے۔ دینا اچھل اچھل کر گوش کو دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ اسکے ساتھ چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ منال اور سفیان نے مڑ کر دیکھا تو گہرا مسکرا دیئے وہ اسکا ہاتھ پکڑے اسکو لئے آ رہا تھا۔ صفا بمشکل اپنا جوڑا سنبھال رہی تھی

او پ سے ا. اہیم نے اسکی آنکھوں پ سیاہ پٹی . ھ رکھی تھی۔

''ا. اہیم۔۔!!اور کتنی د ی؟'' وہ سخت جھنجھلائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

ا. اہیم نے ی قوت کو اشارہ کیا وہ ن گوش لئے اسکے پ س آ ی۔ا. اہیم نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر ن گوش کے سر پ رکھا تو صفا نے کر ٹ کھا کر ہاتھ پیچھے کھینچا۔۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو صفا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔وہ فارم ہاؤس کسی امیوزمنٹ پ رک میں تبدیل ہو چکا تھا۔جس جس چیز کی صفا نے خواہش کی تھی ہر وہ چیز وہاں موجود تھی۔بلکہ اس سے بھی . ڑھ کر تھا۔

صفا نے حیرت سے مسکراتے ہوئے اس ن گوش کو دیکھا اور پھر اس نے مڑ کر ا. اہیم کو دیکھا۔منال آگے . ڑھیں اور صفا کے سر پ ہاتھ رکھا۔۔

''ہمیشہ مسکراتے رہو تم لوگ۔۔ہمیشہ ا ی ساتھ رہو۔۔اور جیتے رہو۔۔'' انھوں نے ا. اہیم اور صفا کو دعا دی تھی۔صفا کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔وہ اس سر پ ائ ز کی امید نہیں کر رہی تھی اتنی جلدی تو ہر ز نہیں۔اس نے تو بس مستی میں گم ہو کر اپنی خواہشات کا اظہار کیا تھا اسکو کیا علم تھا کہ کوئی اسکی ہر ہر خواہش کو اپنے دل کی تختی پ لکھ رہا تھا۔ اور آج اسکی ہر خواہش اسکے سامنے حقیقت کا روپ دھار کر کھڑی تھی۔

یہ واقعی فیری ٹیل تھی۔یہ حقیقت سے پ ے کی چیز تھی۔یہ حقیقت نہیں تھی۔یہ تو کوئی ما ی جال تھا،کوئی سراب ی خواب۔۔وہ جو کچھ بھی تھا وہ حقیقت ہر ز نہیں تھی۔

اس کی نگاہ اس سوئمنگ پول پ گئی جو کہ اب سوئمنگ پول نہیں رہا تھا بلکہ وہ ا ی چھوٹا سا ی تالاب تھا جس میں اسکی پسند ی ہ سوا ن تیر رہی تھیں۔جس میں پودے اور پتھر لگا کر اسکو قدرتی ی تالاب کا ر ز دے د ی ے تھا۔ پھر اسکی نگاہ اس جھولے پ گئی جس کو مصنوعی اور اصلی پھولوں سے سجا ی ے تھا۔اور وہ ن گوش۔

ہر چیز وہاں موجود تھی جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ ان . کے علاوہ وہاں ا ی . ڑا سا پنجرہ تھا جس میں مختلف کمپارٹمنٹ بنے ہوئے تھے ا ی میں مور تھا جبکہ دوسرے کمپارٹمنٹس میں طوطے اور مختلف پ ے موجود تھے۔صفا کی حیرت اور خوشی کے مارے آنکھیں بھر آئی تھیں۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا وہ اسکو یوں انمول کیسے کر سکتا تھا۔وہ تو پہلے ہی اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی تو پھر وہ اسکو خود سے عشق کرنے پ مجبور کیسے کر سکتا تھا۔

''تم لوگ انجوائے کرو۔۔میں تو ا رجا رہی ہوں۔۔آج ا. اہیم کا فارم ہاؤس ا رسے دیکھنا ہے۔اس نے تو بم پھوڑا ہے۔پہلے کبھی بتا ی ہی نہیں کہ اس نے یہ فارم ہاؤس بھی رکھا ہوا ہے۔'' منال نے خفگی سے ا. اہیم کو گھورا۔

''میرا نہیں ماما۔۔یہ اب صفا کا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا تو منال نے محبت سے ان دونوں کو دیکھا۔

''۔۔۔!!یہ مور میرے لئے ہے ن۔۔'' ا. اہیم نے چو کر دیکھا تو مرجان اب مور کے پنجرے کے پ س کھڑا تھا۔ا. اہیم مسکرا کر اسکے پ س پہنچا اور جھک کر مور کو دیکھنے لگا۔

''ہاں۔۔'' اس نے مرجان کے . لوں پ ہاتھ پھیرا۔

''اور یہ. ڈز؟'' اس نے مز ی پوچھا۔

''یہ تم . کے لئے ہیں۔۔''

'' یہ سر پ ائز تو پ یٹی لیڈی کا تھا۔'' مرجان نے وضا ی چاہی۔

''اور پ یٹی لیڈی کن کی ہیں؟'' ا. اہیم نے الٹا سوال کیا۔

''ہماری۔۔'' جواب فوراً آ ی تھا۔

''تو بس پھر۔۔'' ا. اہیم نے مرجان کے . ل بگاڑے وہ ہنس د ی۔ان دونوں نے مڑ کر دیکھا تو اب دینا صفا اور ی قوت ا ی ن گوش کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے وہ ا پہنچ میں نہیں آ رہا تھا۔

''یہ ا بس کی . ت نہیں۔'' مرجان ہنستے ہوئے ا ساتھ شامل ہو ی ۔ا. اہیم وہیں پنجرے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو ی ۔وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے خا ان کو دیکھ پ رہا تھا۔خوبصورت مکمل خا ان۔۔!

جیتے جی کسی کو الوداع کر کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے کوئی اس وقت ابراہیم سے پوچھتا۔ پھر ہر اس سپاہی اور مجاہد کے عزیز سے پوچھتا جو اس کرب اور اس اذیت سے گزرتے ہیں۔ وہ جو کفن دھر کر جاتے ہیں۔ جانے کتنی ادھوری خواہشیں اور حسرتیں یہیں لے کر ہی اپنوں کو چھوڑ کر منوں مٹی تلے دفن ہو جاتے ہیں۔

صفا بھاگتی بھاگتی رکی۔ اسکی سانس پھول گئی تھی۔ اچانک سے چہرہ زردی مائل ہوا اور اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی ابراہیم لپکتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اسکو اپنی پناہوں میں محفوظ بنائے کھڑا تھا۔ بچے بھی پریشان سے اسکو دیکھ رہے تھے۔ صفا نے چکراتا ہوا سر پکڑا۔ اور پھر جلد ہی اثبات میں سر ہلایا۔

''بس۔۔ بہت ہو گیا۔ اتنی مستی ہے۔۔ پھر کھیلیں گے۔ ابھی اندر چلو۔۔'' ابراہیم نے انکو مزید مستی کرنے سے روک دیا۔

''جی ہوا چل رہی ہے۔'' مرجان کو مزہ ہوا تھا۔

''جی تو ہے ناں۔۔ چلو اندر۔۔'' وہ ابھی کہتا ہوا صفا کو لئے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔۔'' وہ منمنائی۔

ان دو دنوں میں اس نے اپنے خان کی ہر وہ مادی ضرورت اور خواہش پوری کر دی تھی جس کا کسی نے کبھی اظہار کیا ہو۔ مرجان کے پاس اسکا پی ایس فائیو آ چکا تھا۔ اسکے علاوہ جس کو جس چیز کی ضرورت اور خواہش تھی اسکو وہ چیز مل چکی تھی۔

قوت کے لئے اس نے ایک خاص شیلف بنوائی تھی جو بہت بڑی تھی وہ قوت کے کمرے کی پوری دیوار پہ چھا گئی تھی اس میں اتنی کتابیں تھیں کہ قوت جوانی تک ان کتابوں کو پڑھتا رہتا پھر بھی وہ ختم نہ ہوتیں۔

اسکے بس میں جو تھا اس نے وہ کر دیا تھا۔ وہ پھر بھی کچھ نہیں کر سکا تھا۔ وہ ان لوگوں کو انکا باپ نہیں دے سکتا تھا جس کی اشد ضرورت تھی۔

اس وقت وہ لان میں گھاس پہ بیٹھا تھا۔ دینا اسکی گود میں بیٹھی تھی اور وہ اسکے لئے ایک کراؤن بنا رہا تھا۔ شام گہری ہو رہی تھی صفا اندر رہی تھی اور وہ دونوں باپ بیٹی اس وقت وہیں بیٹھے تھے جہاں کبھی سجل اور صفا بیٹھا کرتی تھیں۔

''دینا۔۔!!'' وہ مدھم سی آواز میں بولا۔

''یس۔۔۔'' دینا اسکے ہاتھوں میں اس کراؤن کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بے تابی سے اس کراؤن کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

''یولو۔۔؟'' وہ جانے کتنی بار یہ سوال پوچھ چکا تھا۔

''یس۔۔۔ دینا لو۔۔۔'' اس نے ہر بار کی طرح اپنا جواب دہرایا تھا۔

''دینا از سٹرانگ؟''

''یس۔۔۔ دینا سٹرانگ۔۔'' وہ اسکے سکھائے گئے جواب دہرا رہی تھی۔ وہ ان جوابوں کا مطلب نہیں جانتی تھی وہ بس دہرا رہی تھی۔

''دینا۔۔ کاوٹ کرے گی؟'' وہ ساتھ ساتھ پھول ایک لڑی میں پرو رہا تھا۔

''یس۔۔ دینا۔۔ کاوٹ کرے گی۔۔'' وہ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔

''دینا۔۔ سے ہمیشہ پیار کرے گی؟''

''یس۔۔۔''

اب ابراہیم کے مقفل ہو چکے تھے مزید سوال پوچھنے کی سکت باقی نہ تھی۔ اب حلق میں اگتے کانٹے خاردار جھاڑیوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ اب ہر لفظ کے ساتھ لہو ٹپکتا تھا جو اسکے حلق سے نیچے اتر جاتا تھا۔ شربتی آنکھوں میں آج ویسا ہی کرب تھا جیسا سجل کو الوداع کہتے ہوا کرتا تھا۔ وہ نہ آج سجل کو الوداع کہہ پایا تھا اور نہ ہی دینا

کو کہہ سکتا تھا۔

وہ سجل کی قبر پہ گیا تھا۔ گھنٹوں وہاں گزار کر آیا تھا۔ اس سے ڈھیر ساری باتیں بھی کر کے آیا تھا۔ اسکو الوداع کہہ کر نہیں آیا تھا۔ وہ یہ کبھی کر ہی نہیں سکتا تھا۔

ابراہیم نے کراؤن دینا کے سر پہ رکھا تو وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔

''مائی پرنسز۔۔'' کہتے اس نے دینا کے گال شدت سے چومے تھے۔ مرجان چلتا ہوا پاس آن پہنچا۔

''آپ لوگ یہاں ہیں۔۔؟ منال آپکو بلا رہی ہیں کھانا تیار ہے۔'' وہ آکر پاس ہی کھڑا ہوا۔

''بیٹھو۔۔ابا!'' اس نے مرجان کا ہاتھ تھام کر اسکو بٹھا لیا۔ مرجان وہیں بیٹھ گیا اور دینا کا کراؤن دیکھنے لگا۔

''میری بیٹی کے لئے یہ کراؤن بنا رہا ہو؟'' ابراہیم نے سختی سے پوچھا تھا۔

''مجھے بنانا نہیں آتا۔ میں سیکھ لوں گا۔'' مرجان نے فوراً حل پیش کیا۔

''اسکے لئے تم ہر روز کراؤن بنایا کرو گے۔۔''

''اوکے۔۔۔'' مرجان نے فوراً ہامی بھر لی۔

''اسکا مطلب جانتے ہو؟'' ابراہیم کی آنکھوں میں اب ذرا سختی تھی۔ یہاں وہ والی نرمی نہیں تھی جو یہ قوت سے بات کرتے وقت تھی۔ یہاں تنبیہی انداز تھا۔ جیسے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر جا رہا ہو۔ جس کو ذمہ داریاں سونپ جا رہیں ان سے نرمی نہیں برتی جاتی۔

''کیا۔۔؟''

''اسکا مطلب ہے کہ یہ میری شہزادی ہے اور تم اسکے گارڈین ہو گے ہمیشہ۔۔''

''۔۔۔!! دینا ہماری پرنسز ہے۔'' مرجان نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''نہیں۔۔'' ابراہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ ''میں کہہ رہا ہوں کہ یہ میری شہزادی ہے اور تم آج سے اسکے گارڈین ہو۔۔ اسکے محافظ۔ میں دینا کی ذمہ داری تمہیں دیتا ہوں۔''

''۔۔۔!! کیا ہوا ہے؟'' مرجان اب کی بار گھبرایا تھا۔ وہ بھلے اپنی عمر سے بڑا تھا۔ ذہین تھا اتنا بڑا بھی نہیں تھا کہ ان باتوں کو سمجھ پاتا۔

''سمجھ جاؤ گے بس میری بات یاد رکھنا۔۔'' اس نے تنبیہی انداز میں کہا تو مرجان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ منال کے کمرے میں آیا تھا۔ سفیان آج بھی دیر سے آنے والے تھے۔ وہ شام کو چلے گئے تھے اور اب لیٹا تھا۔

وہ اس وقت منال کی گود میں سر رکھے ہوئے بیڈ پہ دراز تھا۔ وہ اسکے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟'' منال کو اسکی خاموشی عجیب لگ رہی تھی۔

''کچھ نہیں، بس ایسے ہی۔۔ کیا نہیں لیٹ سکتا۔؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔ منال نے اسکے کندھے پہ تھپکی لگائی۔

''کیا آپ عون و محمد سے ملے ہیں؟'' ابراہیم نے کھوئے کھوئے انداز میں پوچھا۔

''کوئی بھول سکتا ہے ابراہیم؟'' منال نے کرب سے جواب دیا تھا۔

''آج کل کسی ماں کو زینبؑ جیسا جگرہ نکالنا پڑے تو کیا وہ ماں نکال سکتی ہے؟'' ابراہیم نے نگاہ اٹھا کر منال کی آنکھوں میں دیکھا۔ منال کی سانس رکی تھی۔

''ابراہیم۔۔!!'' آواز کانپ گئی۔ ''ہم زینبؑ کے پوؤں کی خاک بھی نہیں پھر ان جیسا جگرہ کہاں سے لاتے ہیں؟'' آواز میں نمی تھی۔

''ان جیسا نہیں ادھورا دیکھ کر صبر کرتے ہیں۔ ادھورا دیکھ کر صبر کرتے ہیں۔۔'' ابراہیم کی آواز اب قدرے مضبوط تھی۔

''ماں، ماں ہوتی ہے ابراہیم۔ اس وقت زینبؑ کے دل کے کتنے ٹکڑے ہوئے کس نے دیکھا؟'' منال کے کلیجے کو ہاتھ پڑا تھا۔

''وہ پھر بھی صبر اور شجا ۔ کی عظیم مثال ہیں۔''ا. اہیم اپنی .ت پ قائم تھا۔

''کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہو۔۔''منال نے تنگ آ کر کہا تھا۔وہ مبہم سا مسکرا دیا۔اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا سفیان مسکراتے ہوئے ا' ر داخل ہوئے ۔

''صبر کا تو پتہ نہیں ا۔ نصیحت ہے۔۔ا کوئی کہے کہ تمہارا خیمہ جل َ ہے تو پیچھے مڑ کر مت دیکھنا''سفیان کی .ت پ ا. اہیم کا چہرہ زرد پ َ تھا۔وہ آ کر سامنے صوفے پ ہی بیٹھ گئے۔

''.۔۔۔۔''وہ اٹھنے لگا۔انھوں نے اسکو روک دیا۔

''ا مقصد نیک ہے تو پھر ز ِدہ پہیلیوں میں مت پ ُ۔۔بس ش. ۔ قدم رہنا''

''۔۔.....''ا. اہیم اٹھ کر ا پس پہنچا۔اس نے دیکھا سفیان صا . کی آنکھیں نم تھیں۔منال ہونق بنی ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔''میں جلدی واپس آ جاؤں گا''ا. اہیم کا دل کیا تھا ا یہ تسلی دینے کا۔

وہ اٹھے اور ا. اہیم کو گلے لگا کر ملے۔منال بھی اٹھ کر آ ۔

''کیوں پ یشان کر رہے ہو۔۔پہلے تو نہیں کرتے تھے ایسے؟''وہ اب پ یشانی سے ان .پ ٹ کو دیکھ رہی تھیں۔

''عاصم کو ساتھ لے جاؤ۔۔''سفیان نے الگ ہوتے ہوئے کہا تو ا. اہیم کو ساری .ت سمجھ آ گئی۔یقیناً عاصم اسکا بھا ٹ ہ پھوڑ چکا تھا۔ا. اہیم نے ضبط سے جبڑے . ہم پیو ۔ کئے۔

''میں جلدی لوٹ آؤں گا''اسکا لہجہ مضبوط تھا پہلے سے بھی ز ِدہ۔۔

وہ کمرے میں واپس آ ِ تو وہ واش روم سے نکل رہی تھی۔اسکی رنگت زرد سی تھی۔ا. اہیم کے ماتھے پ بل پ ُے۔وہ چلتا ہوا اسکے پ س آ ِ اور ہاتھ پکڑ کر اسکو کاؤچ ۔ لا ِ۔

''کیا ہوا ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے .ں؟''وہ پ یشان سا تھا۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔شا ِ کل رات آئس کریم کھالی تھی معدہ ' اب ہو َ ہے۔''وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

''آئس کریم سے کس کا پیٹ ' اب ہو ت ہے ِ ر۔۔''وہ ا ِ ہاتھ اسکے ُ دجمائل کئے دوسرے ہاتھ سے اسکے دونوں ہاتھوں کو د. رہا تھا۔

''کھا ' کھا ِ ہوا تھا۔۔اور پھر او پ سے آئس کریم ز ِدہ کھالی۔۔اس سے ہو جا ت ہے کبھی کبھی۔''وہ بے پ واہ سی تھی۔

''کیا پہلے کبھی ایسا ہوا ہے؟''

''ہاں۔۔ہو جا ت ہے کبھی کبھی۔۔''صفا نے بے فکری سے اثبات میں سر ہلا ِ۔

''ڈاکٹر کے پ س چلیں؟''ا. اہیم نے اسکا زرد پ ت چہرہ دیکھا۔

''ا. اہیم۔۔!!''صفا نے َ دن موڑ کر اسکا چہرہ دیکھا۔وہ پ یشان حال سا تھا۔''کیوں فکر کر رہے ہیں؟ میں ٹھیک ہوں۔۔ویسے بھی آپ نے جا ' ہے آپ نے ابھی ۔ پیکنگ بھی نہیں کی۔چھوڑیں میں پیکنگ کر دیتی ہوں۔''وہ اٹھنے لگی تو ا. اہیم نے اسکو کھینچ کر واپس بٹھا لیا۔

''میں کر لوں گا تم بیٹھ جاؤ۔''

''میں کر دیتی ہوں .ں۔۔اور کتنے دنوں ت واپس آ گے؟''وہ اس .ر کچھ ز ِدہ ہی . رمل تھی کیو وہ اس سے پہلے دو . رجا چکا تھا اب صفا کا خوف زائل ہو چکا تھا۔وہ اب اسکو بھیجتے ہوئے خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔

صفا نے َ ن موڑ کر اس کو دیکھا۔وہ اسی کی جا ' . دیکھ رہا تھا۔وہ مسکرا دی۔

''لگتا ہے آپ اس .رجا ' نہیں چاہتے۔''صفا نے اسکو چھیڑا۔

ا. اہیم مسکرا نہیں سکا تھا۔ وہ یوں ہی اسکو دیکھے گیا۔ کچھ لمحے کچھ ثانیے کچھ پل۔۔!

اور ان پلوں کے اندر اس نے پوری زندگی دیکھ لی تھی۔ وہ پیدا ہونے سے اب تک اسکے سامنے تھی اسکی زندگی کے مختلف پہلو اسکے سامنے تھے۔ وہ جہاں بھی تھی سجل کے ساتھ تھی۔ وہ بہت پہلے سے تھی۔ وہ شاید ہمیشہ سے تھی۔ وہ اسکے اردگرد تھی کبھی سجل کی صفا بن کر، کبھی زاویر کی بہن بن کر، کبھی مرجان کی پیٹی لیڈی بن کر تو کبھی دینا کی شفا بن کر۔۔ وہ اسکی زندگی کے ہر پہلو میں شامل تھی۔ اور اب ا. اہیم کی طبیب بن کر۔

وہ ان لمحوں میں صرف اسکو ہی دیکھ رہا تھا ہر سو ہر جا۔ وہی وہ تھی۔

وہ اسکا انتقام تھی۔

پھر پچھتاوہ بن گئی۔۔

اور اب وہ اسکی طبیب تھی۔!

طبیب کا درجہ محبوب سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے طبیب کے ہاتھ میں آپکی ہوتی ہے وہ آپکے مرض سے واقف ہوتا ہے وہ آپکی ہر رگ سے واقف ہوتا ہے۔ وہ آپکے درد سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ آپکی آنکھوں سے آپکی روح کے ارجھا کر آپکے قلب کے مرض کا اندازہ لگاتا ہے۔ اور اگر طبیب محبوب کے درجے پر بھی فائز ہو تو پھر آپ اس دنیا کے ان چند خوش نصیب انسانوں میں شامل ہیں جن کو اپنا درد بیان کرنے کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ محبوب آپکے دل کی چار دیواری میں رہتا ہے اور روح میں سرائیت کر جاتا ہے۔ اس لئے وہ آپکے قلب اور روح کی بیماریوں سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

اور اگر وہ محبوب طبیب ہو تو اس سے بہتر آپکا کوئی علاج نہیں کر سکتا۔

محبوب شفا ہے۔

محبوب طبیب ہے۔

اور محبوب ہی مرض ہے۔۔!

وہ اسکا مرض تھی، طبیب تھی اور شفا بھی تھی۔!

ا. اہیم نے اسکا ہاتھ تھاما اور لبوں سے لگایا۔

''ایک عہد چاہیے۔'' اس نے صفا کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ جانے کو نصیحت کر کے جا رہا تھا اس سے عہد مانگ رہا تھا۔

''کیسا عہد؟'' وہ انجان تھی۔ ہر شے سے۔!

''میرا انتظار کرو گی۔'' ا. اہیم نے اسکی سرمئی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔

''میں تو ہمیشہ ہی آپکی منتظر ہوتی ہوں۔۔ جب بھی آپ گھر سے جاتے ہیں۔''

''اس بار انتظار تھوڑا لمبا ہو جائے گا۔ کر لو گی؟'' اسکی آنکھوں میں کچھ تھا جس نے صفا کے دل کی دھڑکن میں ایک ارتعاش سا پیدا کیا تھا۔ وہ اپنے ذہن پر کسی منفی سوچ کو سوار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ مضبوط بنی ہوئی تھی۔

''انشاءاللہ حیات۔۔!'' صفا نے عہد پر مہر لگا دی۔

ا. اہیم نے آنکھیں موند لیں۔ اب درد داستان سے تجاوز کر رہا تھا اب بات طبیب کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ اب طبیب ہی مرض بن کر اسکی جان نکالنے کے درپے تھا۔ اب طبیب اسکی رگوں میں اپنی محبت کا زہر اتر چکا تھا جو اس کی روح کو لہولہان کر چکا تھا۔ اب شفا ممکن نہیں تھی۔ اب رفوگری کا وقت نکل چکا تھا۔

وہ وہیں اسکی گود میں سر رکھ کر دراز ہو گیا۔ صفا کو اسکی خاموشی پسند نہیں آ رہی تھی۔ وہ کچھ دنوں سے الجھا ہوا تھا دو دن میں تو اس نے نہ تو کسی غصے کا اظہار کیا تھا اور نہ ہی ماتھے پر کوئی شکن آنے دی تھی۔ بلکہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ایسے رہ رہا تھا کہ اس سے خوش نصیب اور کوئی نہیں۔ اس نے ان دو دنوں میں ان لوگوں کی زندگی کو پرستان کی کوئی کہانی بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور اب اس طرح اس پرستان کے محل کی دیواروں کو لرزا کر وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا۔ صفا کے حلق میں درد سا اٹھا تھا۔ اسکی آشنائی صفا کے لئے قابل

. داشتہ نہ تھی وہ ا. اہیم کو دو. رہ مایوس نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس سے بہت امیدیں لگا رہا تھا اور صفا ہر. ز بکھر کر اسکو مایوس نہیں کر. چاہتی تھی۔

وہ یوں ہی اسکے. لوں میں ا. ئ یں تی رہ گئی۔ سوچوں کا اژدہا اسکو ڈسنے لگا تھا۔ ا. اہیم نے اپنے. لوں میں سرائیت کرتا اسکا ہاتھ تھام کر پھر سے لبوں سے لگا۔ اور اپنے ی. پ دل کے مقام پ رکھ لیا۔

''آپ مجھے اب پ یشان کر رہے ہیں۔'' صفا کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

''میں تو رومینس کر رہا ہوں۔'' وہ. زنہیں آ. تھا۔ صفانم آنکھوں سے ہی مسکرا دی۔

صبح سے رات ہو چلی تھی اور عینا ابھی اپنے کمرے میں ہی تھی۔ سلوی دو. رہ اسکے کمرے میں نہیں گئی تھی۔ وہ اور یوسف سارا دن اپنے کمرے میں ہی رہے تھے۔ حسن نے ان دونوں کو منانے کی پوری کوشش کی تھی ان بچوں کا دل اداس ہو چکا تھا۔ وہ لوگ عینا کو اس طرح نہیں دیکھ تے تھے۔

اس وقت بھی حسن ان دونوں کے پ س بیٹھا تھا۔ وہ کچھ دیا پ س بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر نیچے لاؤنج میں آ ی۔ اس نے فون نکالا۔ اور نمبر ڈائل کیا۔

''ہم لوگ کہاں کھڑے ہیں؟'' وہ سخت گیر لہجے میں بولا تھا۔

''ہم نیوٹ ل ہیں۔'' شا. مقابل اسکی. ت سمجھ چکا تھا۔ حسن نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

'' ہم مز. نیوٹ ل نہیں رہ ت۔'' حسن کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

''ہم لوگ اپنے ملک کی سلامتی خطرے میں نہیں ڈال ت۔'' دوٹوک ا. ازمیں جواب آ. تھا۔

''اور ان لوگوں کا کیا؟''

''وہ ا. ہے۔ ہم ہماری. ئ لڑیں گے وہ اپنی۔'' ا. ازلا پ واہ تھا۔

''تم لوگ بے حس جانور ہو۔'' حسن غرا. ۔

''ہم لوگ بس محبّ وطن ہیں۔ ورنہ تم شام اور لیبیا کا حال جا ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ مصر کا بھی یہی حال ہو جائے؟''

حسن خاموش ہو ی۔ اس نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں اور مو ئل بند کر کے وہیں صوفے پ دی۔ آج اسکو سمجھ آ. تھا کہ ا. اہیم نے دھوکے کو کیوں چنا تھا۔ کیوں اس نے رحمان کرداوی کی مرضی کے بناء اپنا مشن جاری رکھا ہوا تھا۔ کیوں وہ اس حکومت پ بھروسہ نہیں کر سکا تھا۔ آج حسن پ ور میں ہوتے ہوئے بے بس تھا تو ا. اہیم کیسے کچھ کر سکتا تھا۔

وہ لوگ کھلم کھلا اپنے سے دس گ. ہ. ڑے دشمن کو دعوت نہیں دے تے تھے۔ وہ اپنے ساتھ کروڑوں لوگوں کی ز. گیوں کو داؤ پ نہیں لگا تے تھے۔ کچھ فیصلے. ت سے نہیں لئے جا تے۔ خاص کر وہ فیصلے جن سے دوسروں کی ز. ئ یں جڑی ہوئی ہوں۔ وہ بھی. ڑے پیمانے پ۔

وہ لوگ ا. ئ لڑنے کے لئے مز. جانوں کو اس. ئ میں نہیں گھسیٹ تے تھے۔ اس لئے ا. اہیم نے ٹ کا راستہ چن لیا۔ بغاوت کا راستہ۔!

اور آج حسن کو ا. اہیم کا ا. ا فیصلہ سمجھ آ رہا تھا۔ وہ لوگ بس حما. ت کر تے تھے وہ لوگ. ئ میں نہیں ا. تے تھے۔ کیو اسرا تو محض ا. مہرہ تھا۔ اصل دشمن تو اسکے پیچھے کھڑا تھا جس کو پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ جس نے اپنی مرضی کے ا نی حقوق کے سٹینڈرڈز بنا رکھے تھے۔ جو اپنی مرضی کے ا نی حقوق کا الم. دار تھا۔ وہ صرف ا حقوق کی. ت کرتا تھا جن کو وہ ا ن سمجھتا تھا جن کے حقوق کی وہ. ت کر. چاہتا تھا۔ قی ا نوں کے حقوق کے لئے اسکے سامنے سفارشات پیش کر. بھینس کے سامنے بین بجانے کے مترادف تھا۔

اس نے سگر. ٹ کا پیکٹ اٹھا. ا. سگر. ٹ لبوں میں د. . اور لا سے سلگاتے ہوئے سیڑھیوں کی جا. دیکھا تو وہیں لائیٹر بند کر دی۔ اور سگر. ٹ یوں ہی ایش ٹ ے میں دی۔ وہ اسکو دیکھ کر مسکرا. ۔ وہ تھکان زدہ سی چلی آ رہی تھی۔ حسن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

محبت سے۔۔

عقیدت سے۔۔

ادب سے۔۔

اور تعظیم سے۔۔!

وہ آگے بڑھا اور اسکو ساتھ لگائے واپس لا کر بٹھایا۔اسکے چہرے کو ہاتھ لگا کر چھوا۔آنکھوں کے کناروں پہ آنسوؤں سے نشان سے بن گئے تھے۔وہ دو دن میں ہی مرجھا گئی تھی۔

''میری ملکہ اپنے غلام پہ اتنا رس کھا نا۔یوں اسکو اذیت نہ دیں۔ایسی ادنیٰ سی خراش ہے۔'' وہ بے بسی سے بولا تو عینا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اب آنسو خشک ہو چکے تھے۔حسن ہلکا سا مسکرایا۔

''بچے کہاں ہیں؟'' عینا نے ادھر ادھر دیکھا۔

''وہ لوگ سو گئے ہیں۔''

عینا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سر جھکا لیا۔

''کافی بناؤں؟'' حسن نے جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''تمہیں تو بنانی ہی نہیں آتی۔'' عینا نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔وہ اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی سے کھیل رہی تھی۔

''کس نے کہا؟'' وہ مسکرا دیا۔

''تم نے خود کہا تھا۔''

''میں تو کچھ بھی کہہ دیتا ہوں۔۔''

''تم مجھے بہلاؤ مت۔۔!'' عینا نے تشنی سے جواب دیا۔

''نہیں بہلاؤں گا۔۔بلکہ بہلاؤں پھسلاؤں گا۔۔کہ تم دھڑام سے میرے عشق میں آ جاؤ۔۔'' وہ شوخ سے لہجے میں بولا عینا نے خفا سی نگاہ اس پہ ڈالی۔''اوپس۔۔!! میرے عشق میں تو تم بہت پہلے ہی آ چکی تھی۔۔شاید۔۔القاہرہ یونیورسٹی کے کیفے میں۔۔'' اس نے اب کی بار مزید شوخ لہجے میں کہا تھا۔

عینا اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی بنا کسی تاثر کے۔

''یوں نہ دیکھو۔۔!! میں بھی آ جاؤں گا تمہارے عشق میں۔دھڑام سے۔۔!!'' اس نے اپنی شوخی قائم رکھی۔عینا نے اب کی بار کشن اٹھا کر اسکے سر پہ دے مارا۔

''افففف۔۔!!ایک مشہور بزنس مین پہ تشدد اور اقدام قتل کے جرم میں آپکو جیل ہو سکتی ہے محترمہ۔۔'' اس نے کشن کیچ کرتے ہوئے اپنی گود میں رکھا۔عینا مبہم سا مسکرا دی۔وہ مسخرا بنا ہوا تھا وہ کیسے نہ مسکراتی۔

''یہ ہوئی نا بات۔۔'' حسن نے اسکا گال پکڑ کر کھینچا۔عینا نے کچھ پلوں کے بعد سر اٹھا کر دیکھا آنکھوں میں پھر سے نمی تیرنے لگی تھی۔''دیکھنا وہ لوگ واپس ضرور آئیں گے۔'' حسن نے آنکھوں کی نمی کو پپوٹوں سے ہی چن لیا تھا۔عینا نے امید سے اثبات میں سر ہلایا۔

صبح اس نے اپنی نماز صفا کے ساتھ ہی پڑھی تھی۔اس کے ساتھ دعا مانگی اور اسکے ساتھ کی دعا مانگی۔وہ جائے نماز تہہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔اس سے پہلے کہ وہ صفا سے کچھ کہتا وہ اپنی ابکائی روکتی ہوئی واش روم میں گھس گئی۔وہ پریشان سا دونوں جائے نماز اکٹھے کر کے واش روم کے دروازے پہ کھڑا تھا۔

''صفا۔۔!! کیا تم ٹھیک ہو؟''

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تو وہ تولئے سے چہرہ خشک کرتی باہر نکلی۔

''تم ٹھیک تو ہو نا۔۔'' وہ اسکا زرد سا چہرہ دیکھ کر بولا۔دیوار کے ساتھ اسکا سوٹ کیس پڑا تھا۔صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ڈاکٹر کے پ س چلو۔۔''اس نے صفا کا ہاتھ تھاما۔تو اس نے میں سر ہلا ۔

''آپ تیار ہو جا آپکی فلائ ٹ کا ٹ ئم ہو جائے گا۔میں ٔ شتہ لگواتی ہوں۔''وہ اسکی ہر ت کو ا ٔ ازکر گئی۔ا۔ اہیم جو کہ بمشکل سانس لے پ رہا تھا پھر سے اسکی سانس بند ہونے کو تھی۔

''بس کرو۔۔''ا۔ اہیم نے اسکو کھینچ کر ٔ سے لگا ۔''اتنی مضبوط مت بنو۔۔''وہ اسکو خود میں سمیٹے بولا۔

''آپ نے ہی کہا تھا۔''وہ منمنائی۔آ پلکوں پ آن ٹھہرے تھے۔

''میرے جانے کے بعد بن جا ٔ مضبوط۔۔''وہ بھیگی سی آواز میں بولا۔

''نہیں تو۔۔میں تو آپکے سامنے ہی مضبوط ہوں۔''وہ اسکی قمیض کو مٹھیوں میں بھینچ گئی۔''بعد میں تو میں بکھر جاتی ہوتی ہوں۔''اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔

''اس ٔ رتم میرے سامنے نہیں میرے بعد مضبوط رہو گی۔''وہ اسکا سر چوم رہا تھا۔

''آپ جلدی آ جایئے گا بس۔۔''

ا۔ اہیم کا دل اس ٔ ت پ تھم سا ۔اس نے صفا کا چہرہ سامنے کیا۔اسکے آ پونچھے۔

''ہاں۔۔جلدی آ جاؤں گا۔۔اب جلدی آ جاؤں گا۔۔''اس نے عہد کیا۔

''کتنا جلدی؟''صفا نے عہد مانگا تھا۔

''بہت جلد۔۔''اس نے مدت نہیں بتائی تھی۔

''میرے آ ٔ پ کی د یہو گی اور آپ آ جا گے ٔ ں؟''اسکی آواز بھیگ رہی تھی۔ا۔ اہیم نے حلق ت کیا۔

''ہاں۔۔آ جاؤں گا۔''وہ اسکے چہرے پ چپکے ٔ لوں کی لٹوں کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔''ا کبھی ڈائی مت کروا ٔ۔''وہ اسکے ٔ لوں کی ٹ کو پکڑ کر لبوں سے لگا رہا تھا۔

''بھلا میں کیوں کرواؤں گی ڈائی۔''

''اور میرے کمرے کو ہمیشہ سرمئی رَ سے مزین ہی رکھنا۔''وہ اسکی نہیں سن رہا تھا۔

''سرمئی ہی رکھوں گی۔''وہ عہد د ہرا رہی تھی۔

''اور آئندہ آئس کریم نہ کھا ٔ۔۔پیٹ ٔ اب ہو جائے گا۔''

''نہیں کھاؤں گی۔۔''

''سردیوں میں کینو مت کھا ٔ۔۔ گلا ٔ اب ہو جائے گا۔''

''نہیں کھاؤں گی۔''وہ من وعن د ہرا رہی تھی۔

''اپنا خیال رکھنا۔''

''رکھوں گی۔''

''مجھے ٔ د کرتی رہنا۔''اس نے صفا کی انگلی میں موجود وہ پتلی سی انگوٹھی دیکھی۔

''بھولوں گی تو ٔ د کروں گی ٔ ں۔''

''پھر بھی ٔ د کرتی رہنا۔۔''

''میں چا ٔ کو دیکھ کر آپ کو پیغام بھیجا کروں گی۔آ پکو مل جائے گا ٔ ں؟مصر میں اور پ کستان میں چا ٔ ٔ ت ہے؟''وہ اسکی آنکھوں میں کھوئی کھوئی سی بولی ۔

''ا ہی وقت ہو ت ہے تقریباً۔۔تم ٔ ت کر ٔ میں جواب دوں گا۔''اس نے کہا تو صفا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا ۔''اور تمہارے مو ٔ ئل میں جو سیکر ٹ کرش والا فولڈر ہے اسکو کبھی ڈ یلیٹ نہ کر ٔ۔''وہ اسکے کانوں میں لٹکتے چھوٹے چھوٹے سے موتیوں کو چھو رہا تھا۔صفا نے اچنبھے سے دیکھا۔''ساری چور یں پکڑ لی ہیں تمہاری میں

نے۔۔'' وہ مسکرا یا۔تو صفا نے بھی سرخ عارض لئے چہرہ جھکا لیا۔

''میری دینا کا خیال رکھنا۔'' اس نے اب کی ر ب سے کہا تھا۔

'' قوت اور مرجان کا؟'' صفا نے مسکرا کر پوچھا۔

''وہ تمہارا خیال رکھیں گے۔'' ا. اہیم نے اسکی ک کو چھوا۔

''اور آپ بھی اپنا خیال رکھیں گے۔۔اس کا۔۔'' کہتے اس نے ا. اہیم کے پ ہاتھ رکھا جہاں وہ پہلے زخم کھا چکا تھا۔ ''اس چہرے کا۔۔'' اس نے ا. اہیم کے گال پ ہاتھ رکھا۔''ان ہاتھوں کا۔۔'' کہتے اس نے ا. اہیم کے ہاتھ کی پشت کو لبوں سے لگا یا۔''اور میرے سارے کے سارے ا. اہیم کا۔'' کہتے اس نے بھر کے ا. اہیم کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے۔۔'' وہ کھو سا گیا تھا۔''اور کچھ؟''

''مجھے یاد کر ہے۔۔بھول نہیں جا ۔۔'' صفا نے خفگی سے وارن کیا۔ا. اہیم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور پھر سے اسکو ساتھ لگا لیا۔

''اب تھوڑی دیر کے لئے پ رہنا۔۔بس۔۔خاموش۔۔'' وہ بس اسکو محسوس کر چاہتا تھا۔

مغرب کا وقت تھا۔ وہ غزہ کی سرزمین پ قدم رکھ چکا تھا۔وہ اسی سرحد سے ہو کر آ یا تھا جہاں ان لوگوں نے اپنا انتقام ی تھا۔وہ ا یک عام سا مسافر تھا۔جو اکثر سفر کرتا رہتا تھا۔

وہ اس وقت ا یک گاڑی میں تھا جو کہ اسکے لئے خاص طور پ بھیجی گئی تھی۔وٹسکرین کے پ س مناظر تیزی سے ب ل رہے تھے۔بہت ساری چیزیں پیچھے چھوٹ رہی تھیں۔بہت سارے لوگ، وقت اور رشتے۔۔

بہت کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں اب کل والی ا امیدی اور مایوسی نہیں تھی۔وہ لوگ کمزور نہیں تھے جو دشمن کے سامنے ز یہو جاتے۔وہ لوگ تو بہادر تھے جنھوں نے قسمیں کھا رکھی تھیں۔جو اپنے سر کفن ب ھ کر نکل پڑے تھے۔وہ لوگ بے شک مٹھی بھر تھے ا حوصلے چٹانوں جیسے تھے۔وہ مسکرا کر اب وٹسکرین کے پ س آتے چا کو دیکھ رہا تھا۔اس نے مو ئل دیکھا تو پہلے ہی میسجز کی بھر مار آ چکی تھی۔

کچھ میسجز کے اس نے جواب دیئے ب لکل ن رمل سے ا ازمیں۔اور پھر اس نے مو ئل سے سم نکالی اور وہیں کچل کر روڈ پ ہی دی۔پھر اس نے مو ئل دیکھا۔ اسکی گیلری او پن کی اور فوٹو فولڈر کھول کر سلا ٹ کرنے لگا۔وہ ان فوٹوز کو دل پ نقش کر رہا تھا۔

گاڑی اپنی منزل کی جا ب رواں دواں تھی۔ماحول میں حد سے ز یدہ خاموشی تھی۔حد سے ز یدہ ہی سنا ٹا تھا۔

وہ گاڑی ا ٹوٹی پھوٹی سی عمارت کے پ س آ کر رکی۔ا. اہیم گاڑی سے نکلا تو ڈرائیور نے اسکا سامان بھی نکال لیا۔ا. اہیم نے اپنا بیگ پکڑا اور اس ٹنل کے ا ر داخل ہو گیا۔

وہ ا ر آ یا تو ٹنل میں آج رات کے وقت بھی اجالا تھا۔وہاں آج گہما گہمی تھی۔یوں معلوم ہو تا تھا کہ وہاں اب دن کا وقت ہے۔ ب سے پہلے اسکو ضرار تھا۔

''کیوں آئے ہو؟'' ضرار نے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''تم کیوں آئے ہو۔؟'' ا. اہیم نے الٹا سوال کیا۔ضرار نے ت سف سے اسکی جا ب دیکھا۔وہ مسکرا کر آگے ب ھ گیا۔

یہ رات طویل ہونے والی تھی۔

رات کے پچھلے پہر ہی نو وا فیسٹیول کی تیاریاں عروج پ پہنچ چکی تھیں۔اور دن کے اجالے کے ساتھ ساتھ جیسے اس ایونٹ مین جان ڈلتی جا رہی تھی۔د کے مشہور سنگر اور ڈانسرز وہاں مو جود تھے۔موسیقی کی دھنوں پ رقص کرتے ہوئے وہ لوگ ری پ ہی خیمے لگا کر جشن منا رہے تھے۔

ان لوگوں کی ہر گفتگو غزہ کے خاتمے سے شروع ہوتی اور فلسطین پہ قابض ہونے پہ ختم ہوتی تھی۔ وہ عام لوگ نہیں تھے وہ ایسے لوگ تھے جن کی . ین واشنگ کی گئی تھی۔ انکا بچہ بچہ ا کے تقاضوں کر بھلا بیٹھا ہے ۔ وہ لوگ معصوم بچوں کے خون بہنے پہ جشن مناتے تھے۔ اور غزہ کی بلنڈنگز کو اڑا کر بے بی شاور منا یہ کرتے تھے۔

ا کسی سپاہی کو اپنے بچے کی جنس کا علان کر ہوتو تو وہ غزہ کی کوئی عمارت دھماکے سے اڑا ۔ ا دھواں گلابی ہو تو وہ لوگ اسکو بیٹی کی خبر کہتے اور ا دھواں نیلا ہو تو وہ لوگ جشن مناتے کہ ٹ ہوگا۔ ان لوگوں کے ہاں پ رٹی، بمز اور غزہ کی عمارتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

وہ عمارتیں نہیں تھیں وہ کسی کے آشیانے تھے وہ کسی کے خوابوں کا محل تھے۔ ان لوگوں نے غزہ کے معصوم بچوں سے ا سکولز اور پ رک چھین لئے تھے۔ اب سکولز میں پناہ ین ہوتے تھے اور پ رکوں میں کھیلنے سے بچے ڈرتے تھے۔

کھیلنے سے پہلے ا خوراک درکار ہوتی تھی جس پ اس ظالم اور جا. قبضہ وپ نے پ بندی لگا رکھی تھی۔

وہ ان معصوموں کو بھوکا بلکتا چھوڑ کر خود شراب کے میں دھت ہو کر اس وقت جشن منا رہے تھے۔ یہ جشن جلد ہی ا موت کے کھیل میں تبدیل ہونے والا تھا۔

سات اکتو. کا فوجی آ پ کرنے کے پیچھے کا مقصد آج ک کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکا۔ کیو لوگوں کی میں یہ ا خودکشی تھی۔ غزہ کے مجاہدین نے اپنے پیروں پ کلہاڑی ماری اور د کی ب ڑی فوج سے ٹکر لے لی جس کے حمایتی بھی د کے طاقت ور ین ممالک ہیں۔ اتنے ب ڑے دشمن سے ٹکر ین ہی خودکشی اور بیوقوفی تھی کوئی بھی اسکے پیچھے کے سیاسی کاز کو نہیں سمجھ پ ۔

. . سے فلسطین میں یہودیوں کی غیر قانون بستیاں آ د کی جانے لگی تھیں ت . سے فلسطینی مزاحمت کر رہے تھے وہ لوگ اپنی ا تحر جاری رکھے ہوئے تھے کیو وہ جا تھے کہ ا وہ لوگ خاموش بیٹھے رہیں گے تو یہ لوگ ا ملک کو نگل جا گے اور د کو کان وکان خبر نہ ہوگی۔ کچھ تحریکیں شروع کر اور ا جاری رکھنا بہت مشکل ہو تا ہے کیو وہ تحریکیں صرف اور صرف خون مانگتی ہیں۔

یہ کوئی سیاسی تحر نہیں تھی کیو انکا دشمن ی تی دشمن نہیں تھا۔ وہ بس ا جا. اور ظالم دشمن تھا جس کی میں مسلمانوں اور خاص کر فلسطینیوں کے خون کی کوئی قدر نہیں تھی۔ وہ بس ا ت کرنے والا دشمن تھا جس کے بچے بچے کی ذہن سازی کی گئی ہے۔ ان لوگوں کو نہ تو حق سنائی دیتا ہے اور نہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ ا ھے گونگے اور بہرے ہیں۔ اس لئے ایسے کسی دشمن سے مذاکرات کر سیاسی سطح پ ان سے بحث ومباحثہ کر بس ا دیوانے کا خواب ہو سکتا تھا۔

یہ تحر کوئی سیاسی تحر نہیں تھی یہ ا خونی تحر تھی جو بس خون مانگتی تھی۔ جس میں بس خون کا لین دین ہو تا تھا۔ جس میں خون کی ز ن بولی، سنی اور سمجھی جاتی تھی۔

مجاہدین نے بھی اسی ز ن میں ب ت کر اور سمجھنا سیکھ لیا تھا۔ ا پ س دو راستے تھے۔

پہلا کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ جا اور د کی حما ۔ اور مدد کا انتظار کریں۔ اس د کی حما ۔ کا جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے ہی بھائی کی َ دن اڑانے میں د نہیں کرتی۔

دوسرا، وہ لوگ اپنی تحر کو جاری رکھیں۔ وہ لوگ مزاحمت کو جاری رکھیں اور دشمن کو اپنا ملک ا پلیٹ میں پیش کر کے نہ دیں بلکہ دشمن اس خطے کو حاصل کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کرے۔ اسکا اپنا وجود بھی لہولہان ہو جائے۔ دشمن کے ہاتھ ا ا دن کاٹنے کے لئے ب ڑھیں تو سلامت ا ہاتھ بھی نہ رہیں۔ کم از کم وہ ا غیرمند قوم بن کر مر تے بجائے ا بے غیرت محکوم قوم بن کر جینے کے۔

سیاسی طور پ د فلسطین کی کاز کو یکسر بھول چکی تھی۔ لوگ خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ مشرق وسطی میں کتنے ہی ممالک تھے جو آپس میں ہی لڑ لڑ کر مر رہے تھے اور اس کے پیچھے بھی اسی دشمن کی سازشیں شامل تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ تمام مسلم ممالک مل کر اس سا پ کا سر کچلتے اس نے ان تمام کو آپس میں ہی الجھا یا اور وہ آپس میں ہی لڑ لڑ کر مرنے لگے۔

بس نو بجے کے بولیٹن میں ا خبر آ جا کرتی تھی کہ آج صہیونی فورسز کے ہاتھوں اتنے فلسطینی شہید۔

اور بس۔۔! اس کے بعد یہ تو خبر نامہ ختم ہو جاتا۔ پھر کھیلوں کے میدان میں ملکی کامیابیاں بیان کرنا شروع کر دی جاتی تھیں۔ یہ خبر نامہ سے آخر میں لگائی جاتی تھی۔ اسکے بعد یہ تو شو بز کی خبر ہوتی یا کھیلوں کی اور خبر نامہ اپنے اختتام کو پہنچ جاتا تھا۔ اور جو لوگ خبر نامہ دیکھ رہے ہوتے تھے وہ اس ایک منٹ کی خبر کو ان کھیلوں اور شو بز کی خبروں کے ساتھ ہی اناز کر دیا کرتے تھے۔

سات اکتوبر کا فیصلہ بہت کٹھن تھا کیونکہ اسکے بعد کے نیوز سے کوئی بھی غافل نہ تھا یہ کرنا ہی تھا۔ دنیا کی توجہ اس خاموش ظلم کی جانب مبذول کروانے کے لئے اپنا گلا کاٹنا پڑا تھا۔ کہ خون بہنے سے کم از کم اس دنیا کا ڈانس تو ٹوٹے۔ یہ دنیا دیکھے تو سہی کہ آخر کیا ہو رہا ہے۔؟ جو مظالم خاموشی سے ہو رہے تھے ابھی ملکی خبر نامے میں ایک بینگ نیوز میں شامل کیا جاتا۔ صحافی آتے اور آکر کنوا اس ظالم ملک کی بچوں سے اور معصوموں سے دشمنی کو دکھاتے۔ وہ لوگ ان کے مظالم کو دنیا کے سامنے لاتے اور انسانی حقوق کے علمبرداروں کے منہ پر تمانچے برساتے کہ آج تک کیا کیا ہے ان لوگوں نے؟ کم از کم سوال تو کیے جاتے۔

اور اس میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ جو موت کا جانور پہلے خاموشی سے نگل جاتا تھا اب کم از کم ان فضاؤں میں گونجنے والی چیخوں کو دنیا میں کامیاب ہو چکی تھی۔

خون پہلے بھی بہتا تھا، خون اب بھی بہنا تھا دنیا کو اس خون کا رنگ آشکار شروع ہو جاتا۔

۔

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ یونیورسٹی تیار ہو رہا تھا جبکہ مرجان ابھی تک بیڈ پر پاؤں لٹکائے ہی بیٹھا تھا۔ اسکے ہاتھوں میں ایک کراؤن تھا۔ تازہ پھولوں سے بنا ہوا کراؤن۔ وہ غور سے اس کراؤن کو دیکھ رہا تھا۔

''تم میری بیٹی کے لئے روز یہ کراؤن بناؤ گے۔۔''

وہ کھویا کھویا سا اس کراؤن کو دیکھ رہا تھا۔ یونیورسٹی تیار تھا۔ نگاہ ڈالتا ہوا ڈریسنگ میز کی جانب۔

وہ کراؤن کو پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ سیاہ آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں۔ اسکے چھوٹے چھوٹے سفید خوبصورت ہاتھ اس کراؤن کو پلٹ رہے تھے کہ کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی تھی۔

''تم آج سے میری بیٹی کے گارڈین ہو۔۔''

وہ یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر اس نے دفعتاً نگاہ اٹھا کر دیکھا اسکی اسٹڈی ڈیسک پر اسکا پی ایس فائیو پڑا ہوا تھا۔ وہاں ہر وہ شے موجود تھی جس کی اس نے کبھی خواہش کی ہو۔۔۔! کھیلنے والا نہیں تھا۔ وہ جو چند دن پہلے ہی اسکا پارٹنر بنا تھا آج وہ نہیں تھا۔

وہ یوں ہی خالی خالی نگاہوں سے اس ٹیبل کو دیکھے جا رہا تھا۔ شستہ دن کے مناظر اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے۔۔ وہ شستہ کی میز پر بیٹھا تھا اور اہیم اپنا بیگ اٹھائے سیڑھیاں اتر کر آیا اسکے پیچھے ہی صفا تھی جس کی آنکھیں سرخی مائل تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر کر آیا تو دینا اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکے پاس پہنچی اور اسکی ٹانگوں سے ہی لپٹ گئی۔ اہیم نے بیگ وہیں رکھا اور دینا کو گود میں اٹھا لیا۔

''شستہ تو کر لو۔۔''

منال اٹھ کر اسکے پاس آئی۔ آنکھیں بھی خالی سی تھیں یوں کہ آنکھیں کہیں پیچھے ہی دھکیل رکھے تھے۔

''نہیں کھایا جائے گا ماما۔۔''۔ اہیم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ لوگ وہاں آ گئے تھے۔ سفیان گورسی آگے بڑھے اور اہیم کو گلے لگایا۔ اس خاموش سے لمحے میں جانے کیا کچھ تھا۔ ان دونوں باپ بیٹے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جانے کتنے عہد و پیمان کیے تھے۔ مرجان ان دونوں کی آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''عاصم یہیں رہے گا۔ آپکا زوبن کر۔۔''۔ اہیم نے مدھم سی آواز میں کہا۔

''ہاں جیسے تم زوبن کر رہے ہو اب۔۔'' سفیان گورسی نے شکوہ کرنا لازمی سمجھا تھا۔ اہیم ہنس دیا۔ وہ دونوں باپ بیٹے بظاہر ہلکے پھلکے موڈ میں تھے انکا رکون

سا آتش فشاں دہک رہا تھا یہ بس وہی جا تھے۔

ا. اہیم منال سے ۔ان سے خوب دعا لیں اور پھر زمین پ بیٹھ کر اس نے ا ہی وقت میں اپنے تینوں بچوں کو ے سے لگا۔شدت سے۔۔اتنی زور سے کہ وہ لوگ بھی چو گئے۔وہ شد ے ت کو تھامے ہوئے تھا وہ اپنا ا بھی آ نہیں نے دے سکتا تھا۔وہ اس وقت اپنی کائنات کو نہوں میں بھرے بیٹھا تھا۔مرجان کا سینہ اپنے ب پ کے ے سے مس ہو رہا تھا۔مرجان کو ا. اہیم کے دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی محسوس ہو رہی تھی۔اسکو ا. اہیم کا دل اپنے ے میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''۔۔۔!''مرجان منمنا۔

''جی۔۔کی جان۔''ا. اہیم نے محبت سے جواب د۔

''جلدی آ جایئے گا۔میں آپکو بہت مس کروں گا۔''مرجان کا حلق پھر سے درد کرنے لگا تھا۔ا. اہیم نے اسکی پیٹھ تھپکی اور ان تینوں کو سامنے کیا۔اس نے ان تینوں کے گال چومے۔

''میں جلدی واپس آؤں گا میرے شیر۔۔''اس نے مرجان کا کندھا تھپ۔مرجان کچھ د ا. اہیم کے چہرے کی جا۔دیکھے ے۔ا. اہیم اب قوت کی جا۔متوجہ تھا وہ اسکو کچھ کہہ رہا تھا کوئی عہد کوئی نصیحت۔ مرجان کو کوئی آواز نہیں آ رہی تھی وہ بس اپنے ب پ کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اسکی آنکھوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کچھ د بعد ا. اہیم اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے پلٹ کر صفا کو دیکھا وہ نم آنکھیں لئے کھڑی تھی۔ا. اہیم نے صفا کا ہاتھ تھاما اور مرجان کے ہاتھ میں د۔

''تم اسکے بھی گارڈین ہو۔۔''اس نے نمی سے کہا۔مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔صفا کی پلکوں پ ٹھہرا پانی اب بہنے کو تیار تھا۔''ماما۔۔دھیان رکھیے گا۔''اس نے ساتھ کھڑی منال کو بھی تاکید کی۔انھوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا د۔وہ صفا کو ان کے حوالے کر کے جا رہا تھا۔صفا ہر چیز سے ا ان کھڑی بس اپنے آ پ رہی۔

''سلامت رہو۔اور جلدی واپس آ۔۔''زلیخا اماں اس سے آ کر ملیں۔وہ بھی مسکرا کر ان سے ا نکا ہاتھ چوما۔اور اپنا سامان اٹھا کر چل د۔وہ بے اختیار ہی اسکے پیچھے چل دیئے۔

ہر گاڑی تیار کھڑی تھی۔وہ گیٹ آئے۔عاصم نے سامان پکڑ کر گاڑی میں رکھا۔ا. اہیم گیٹ کے ہر کھڑا تھا۔اس نے پلٹ کر دیکھنے سے پہلے ا سیاہ چشمہ سے نکال کر اپنی آنکھوں پ لگا لیا۔اس وقت وہ ا سفید ڈریس شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا۔

اس نے مڑ کر دیکھا وہ سے پیچھے کھڑی تھی کہ وہ دکھائی بھی نہیں دے رہی تھی۔ا. اہیم نے ا گہری نگاہ اس پ ڈالی منال نے صفا کو سامنے کر د۔صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔وہ چلتا ہوا سکے پ آ۔اور ا بھر کر صفا کو دیکھا وہ سر جھکائے ہی کھڑی تھی۔

ا. اہیم مسکرا د۔اس نے آگے ٹھ کر اسکو ساتھ لگا۔اور اسکی پیشانی چومی۔

''اپنا خیال رکھنا۔''اس نے سرگوشی کی تو صفا کی پلکوں کا بند ٹوٹ ے۔اس نے ا. اہیم کی شرٹ کا کالر تھاما اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔منال نے صفا کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''پگل مت بنو۔''ا. اہیم نے اسکی پشت کو سہلاتے اسکو ڈپٹا تھا۔

''آپ ڈانٹ رہے ہیں۔''وہ منمنائی۔ لوگ مسکرا دیئے۔ ا. اہیم نہ مسکرا سکا۔

''نہیں ڈانٹ رہا۔''اس نے پھر سے اسکا سر چوما۔اور ا آ ی را سکو شدت سے ساتھ لگا کر چھوڑ د۔اور پھر پلٹے بناء ہی وہاں سے نکل ے۔اس نے گاڑی میں بیٹھ کر پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ بیک ویو مرر میں سے وہ اپنے خان کو دیکھ پ رہا تھا۔

مرجان نے بیک ویو مرر میں ا آ ی را پنے ب پ کو دیکھا تھا۔وہ کتنے ہی ثانیے وہاں کھڑا رہا۔قوت کی بھوری آنکھیں نم تھیں اس نے دینا کا ہاتھ زور سے پکڑ رکھا تھا۔

''چلو ا رے۔''منال نے ان سے کیا۔سفیان گورسی اسکو چھوڑنے اسکے ساتھ جا چاہتے تھے ا. اہیم نے ا ساتھ لے جانے سے انکار کر د تھا۔وہ ا. اہیم کی گاڑی کے فوراً بعد ہی ا ر چلے گئے تھے۔اور اپنے کمرے میں گم ہو گئے تھے۔

منال نے صفا کو اپنے ساتھ لگایا اور اسکو لئے اندر کی جانب چل دیں۔ قوت نے ایک رخالی روڈ کو دیکھا اور پھر دینا کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب چل دیا۔ مرجان وہیں کھڑا رہا۔

اہیم کی گاری جا چکی تھی۔ وہاں موجود ہلکی ہلکی سی دھول بھی اب مٹ چکی تھی۔ مرجان کا دل ڈول رہا تھا۔ دل بھی طرح سے کانپ اٹھا تھا۔ اسکو کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ اسکا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ اہیم کی گاڑی واپس آجائے۔ کاش۔ کاش۔ وہ واپس آجائے۔

''۔۔!! پلیز۔ واپس آجا۔'' مرجان کے ہلے۔ حلق میں اٹکے ہوئے آزاد ہو چکے تھے اور اب وہ اسکے گالوں پہ بہہ نکلے تھے۔ ''آئی مس۔ آپکی ہر بات مانوں گا۔'' اس نے خالی روڈ کو دیکھ کر کہا۔ اب وقت ختم ہو چکا تھا۔ مرجان وہیں روڈ کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے ترکول کی سڑک پہ ہاتھ پھیرا وہاں جہاں کچھ دیر پہلے اہیم کھڑا تھا۔ جہاں اہیم کے قدموں کا لمس موجود تھا۔

''تم نے سکول نہیں جانا؟'' قوت یونیفارم پہن کر آچکا تھا اور مرجان ابھی تک وہیں بیٹھا تھا۔

''جانا ہے۔'' وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہی کراؤن تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا کمرے سے نکلا گیا۔ قوت اپنی تیاری کرنے لگا۔

مرجان اپنے کمرے سے نکلا اور اہیم کے کمرے کی جانب چل دیا۔ اس نے دستک دی اور اجازت ملنے پہ اندر گیا۔

وہ واش روم سے نکل رہی تھی۔ اسکی آنکھیں خالی سی تھیں اور چہرہ بے رنگ سا۔ مرجان ہاتھ میں وہ کراؤن پکڑے کھڑا تھا۔

''آجاؤ مرجان۔۔'' صفا نے تولیہ وہیں بیڈ پہ رکھا اور آکر کاؤچ پہ بیٹھی۔ مرجان سست قدم اٹھاتا اسکے پاس پہنچا۔ اس نے آگے بڑھ کر صفا کا ہاتھ چوما تو صفا نے باری باری اسکے دونوں گال چومے۔ ''یہ کتنا پیارا ہے۔۔'' وہ اسکے ہاتھوں میں موجود وہ کراؤن دیکھ رہی تھی۔

''دینا جاگی نہیں ابھی؟'' اس نے بیڈ پہ سوئی ہوئی دینا کو دیکھا۔

''نہیں ابھی نہیں۔''

مرجان وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ جا کر دینا کے سرہانے کھڑا ہوا۔ اس نے جھک کر دینا کے گال چومے اور وہ کراؤن دینا کے سر پاس کے بالوں پہ ہی ٹکا دیا۔

''یہ تم نے صبح صبح بنایا ہے؟'' صفا خوشی سی کراؤن دیکھ رہی تھی۔ مرجان نے دینا کو دیکھتے ہوئے ہی اثبات میں سر ہلایا۔

''بہت خوبصورت ہے۔''

''جیسا نہیں بن سکا۔'' مرجان پھیکا سا مسکرایا۔ اور مزید کوئی بات کئے بناء کمرے سے نکل گیا۔ صفا اسکو جاتا دیکھے گئی۔ یہ عجیب تھا۔ وہ شاید اپنے آپ کو مس کر رہا تھا۔ اسی لئے اداس تھا۔

صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی نو وا فیسٹیول اپنے عروج پہ تھا۔ ناچ گانا، شراب نوشی، ہر چیز اپنے عروج پہ تھی۔ وہاں ملکی اور غیر ملکی گلوکار موجود تھے جو کہ مختلف دھنوں پہ گیت گا رہے تھے اور رقص کر رہے تھے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں شراب کے نشے میں دھت جشن منا رہے تھے۔ کہ اچانک جہاں پہ آسمان میں سورج طلوع ہونا تھا وہاں کچھ عجیب سی چیزیں آنا شروع ہو گئیں۔ پہلے تو انھوں نے انکو انجوائے کیا۔ جیسے ہی وہ چیزیں قریب آتی گئیں وہاں موجود لوگوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ پاتے انھوں نے میزائلوں اور راکٹس کو اپنی جانب آتا دیکھا۔ چیخ و پکار۔۔ ہر سو شور تھا۔ ویسا ہی شور جیسا غزہ کی بستی میں ہوتا تھا۔

پھر بھی اس چیخ و پکار میں وہ درد، اور تڑپ نہیں تھی جو غزہ میں معصوم بچوں کے بلکنے کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی۔ وہ لوگ بھاگ رہے تھے ساتھ ساتھ اپنے اپنے موبائل فونز میں مناظر کو ریکارڈ کر رہے تھے۔

اچانک ہوا ہوئی۔ انھوں نے کچھ پیراگلائڈرز کو آسمان میں اڑتا ہوا دیکھا جو کہ ان ہی کی جانب آرہے تھے۔ گلوکار اب پناہ کے لئے اپنے اپنے خیموں میں جا رہے تھے جو کہ عارضی طور پہ بنائے گئے تھے وہ خیمے پناہ دینے سے انکاری تھے۔ وہ لوگ اب کھلے میدانوں میں بھاگ رہے تھے۔

. رڈر پ بلڈوزورز کی مدد سے . ڑکو ہٹادی ے۔آج ہرسو ہ تکبیر کی صدا بلند ہورہی تھیں۔وہ ہرشخص مجاہد تھا۔پھر وہ خواہ ا ی بیس سالہ نوجوان تھا ی پھر وہ ساٹھ سال کا ی بوڑھا آدمی تھا۔ ی پھر وہ ا. اہیم جیسا کوئی تو ا مرد تھا جو کہ اپنا . کچھ پیچھے چھوڑ چکا تھا۔

وہ لوگ آج ہ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے صہیونی جبری طور پ قائم کی گئی ظالم اور جا. ر ی ۔ کے ا رگھس آئے تھے۔آج زمین نے ا لئے خود راستے بنا دیئے تھے ۔آج ہواؤں نے ا رہبری کی تھی آج پ وں نے ان پ سلامتی بھیجی تھی۔آج فضاؤں نے ا حق میں ے لگائے تھے۔

پیدل، گاڑیوں، اور فضائی حدود کو استعمال کرتے ہوئے وہ مجاہد اس سرزمین پ ا آئے تھے۔آج آسمان بھی دیکھ رہا تھا کہ کیسے مٹھی بھر لوگ اپنا انتقام ی پہنچ گئے ہیں۔

اور پھر . نے دیکھا، آسمان نے، زمین نے ، پ وں نے اور فضاؤں نے، کہ کیسے انھوں نے اپنا انتقام لیا تھا۔وہ پھیل گئے تھے آسمان پ عقابوں کی ما ، زمین پ شیروں کی طرح، اور ا آگ اگلتے ہوئے میزائل اپنے اپنے ٹ ر ٹ پ آ لگے تھے۔

ا ٹ ورز کو تباہ کر کے ا رابطے بند کر دیئے گئے۔اور پھر ا راستے میں آنے والے ہر ذی جان نے ا ی مرد مجاہد کا جوش مار ہوا خون دیکھا تھا۔ہر آ پھر گواہ ٹھہری تھی کہ . ا بیل آتے ہیں تو پھر وہ کنکروں سے ہی تباہ و . دکرنے کی صلا ی ر ی ہیں۔ صبح کے سات بجے ۔ وہاں موت دستک دے چکی تھی۔اب وہاں موت نے رقص کر تھا اور انھوں نے وہ رقص اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھنا تھا۔

وہی رقص جو موت سرحد پ رکرتی آ رہی تھی آج وہی رقص سرحد کے اِس پ رہو رہا تھا۔سا ن بجانے والے ٹ ور بھی تباہ کر دیئے گئے تھے۔اب موت ہر لمحہ قر . سے قر . آ رہی تھی۔فضا میں ہر لمحہ خون کی بو شامل ہو رہی تھی۔آج زمین نے انتقام دیکھنا تھا۔آج آسمان نے موت کا رقص دیکھنا تھا اور آج فضاؤں نے خوف کا گیت ے تھا۔

ر ی ۔ خبر پہنچنے ۔ د ی ہو چکی تھی۔وہ بستی اب تباہ ہو چکی تھی۔ہزاروں گاڑیں کچرے کا ڈھیر بن چکی تھیں ہر گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔وہاں موجود ہر شخص آج سرحد کے اس پ ر کے خوف کو سو سکتا تھا۔

گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ا ی ۔ڑے پیمانے پ تباہی ہوئی وہ تباہی کچھ بھی نہیں تھی۔جتنی تباہی آج ۔ غزہ میں ہو چکی تھی اسکے سامنے تو یہ کچھ بھی نہ تھا۔کچھ بھی نہیں۔۔!

۔۔!!

شور اٹھا تھا۔۔!

ہر سو کہ ظلم ہوا ہے۔۔!

بچے مارے گئے۔۔!

جوان مارے گئے۔۔!

بوڑھے مارے گئے۔۔!

سپاہی، مسلح غیر مسلح مارے گئے۔۔!

گاڑیاں تباہ ہو ۔۔!

عورتیں بیوہ ہو ۔!

بچے یتیم ہوئے۔۔!

اور یقین جانو۔۔! یہ شور بہت بلند تھا۔۔یہ شور ماؤ ٹ ایور ٹ سے بھی بلند تھا اس شور کو د کے ہر کونے میں سنا ی ۔ہرا ی نیوز پ ٹ پ نیوز یہی تھی۔ہر جگہ وہ غیر قانونی، ظالم اور جا. ر ی ۔ مظلوم ٹھہری تھی۔د کے ہر کونے سے مظلوم مظلوم کی صدا بلند ہو تھیں۔

طاقت وروں نے اپنے ہتھیار پھر سے اٹھا لیے تھے اور وہ میدان میں آ گئے۔یوں کہ اب ا ی چیو کے مقابلے کے لئے ہاتھی خود میدان میں آ چکا تھا۔اور وہ چیو

سے کہہ رہا تھا کہ تم نے ہم پہ حملہ کیا ہے اب تمہیں اسکا نتیجہ بھگتنا ہوگا۔ جبکہ چیو جس کے بل کو وہ لوگ پہلے ہی لاوہ ڈال کر جلا چکے تھے وہ ہنس رہی تھی ا حا ت پ اور د کی حا ت پ۔

کہ آج کیسے وہ خبروں کی ز بن چکی تھی۔ آج کیسے ہر نیوز پ پ بتا جا رہا تھا کہ چیو نے جنگل پ حملہ کر دیا تھا۔ اس جنگل پ جہاں طاقت کا قانون تھا۔ اور اب شیر، گیدڑ، ہاتھی، زرافے مل کر اس چیو کے مقابلے پ ا آئے تھے۔

چیو نے ہار نہیں مانی تھی اس نے انتظار نہیں کیا تھا کسی بھی شاہین کا کہ وہ آئے اور جنگل پ کہیں سے لا کر کوئی کوئلہ ادے۔ اس نے کسی بھی · در الو جود کا انتظار نہیں کیا تھا کہ وہ آئے اور اس جنگل کو خاکستر کر دے۔ اس چیو کے اتحادی خاموش تماشائی بنے رہے۔ جبکہ اب اس جنگل میں وہ چیو تنہا بمقابلہ پورا جنگل تھی۔ اسکولڑ · تھا۔ وہ لڑ رہی تھی۔ اس نے لڑنے کے لئے ہی قدم ٹھائے تھے۔ اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔ اس لئے وہ لڑتی رہی۔

دس بج رہے تھے۔ منال لاؤنج میں بیٹھیں ٹی وی پ پ کوئی ڈرمہ دیکھ رہی تھیں۔ زلیخا ہمیشہ کی طرح صفائی کروانے کے بعد اب کچن میں گھسی ہوئی تھیں۔ گھر کے سناٹے کو ٹی وی میں سے آتی ہوئی آوازیں ہی توڑ رہی تھیں۔

''دا۔۔دو۔۔'' ا ننھی سے پکارنے ا متوجہ کیا تو انھوں نے پلٹ کر دیکھا۔ دینا سیڑھیوں پ کھڑی تھی۔ منال اپنی جگہ سے اٹھیں اور دینا کے پ س پہنچیں۔

''یہاں اکیلے کیا کر رہی ہو دینا؟ شفا کہاں ہے؟'' انھوں نے دینا کو پیار کیا اور اپنے ساتھ ہاتھ پکڑ کر نیچے لانے لگیں۔

''دا۔۔دو۔۔شفا۔۔فرش پ ۔۔'' اس نے ٹوٹے پھوٹے جملے میں بتا۔

منال نے ا وسکیپر کر دینا کو دیکھا۔ وہ آدھے زینے ا ی تھیں اور ابھی وہیں کھڑی تھیں۔

''کہاں ہے شفا؟'' انھوں نے پھر سے پوچھا۔

''فرش۔۔فلور۔'' دینا نے آنکھیں ٹ ی کر کے فرش کی جا · اشارہ کیا۔ منال کا دل ا پل کے لئے بند ہوا۔

''زلیخا۔۔!!'' انھوں نے وہیں سے آواز دی۔

''جی؟'' وہ فوراً کچن سے نکل کر آ ۔

''دینا کو لے کر نیچے جاؤ۔۔'' انھوں نے کہا تو وہ او پ آ اور دینا کا ہاتھ تھامے نیچے آ گئیں۔ منال وہیں سے او پ چلی گئیں۔ انکا دل رک رک کر دھڑک رہا تھا۔ وہ ویسے ہی فرش پ بیٹھی ہو گئی۔۔ انھوں نے اپنے دل کو تسلی دی تھی۔ وہ سانس روکے جلدی جلدی اسکے کمرے کی جا · ٹھیں۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اور منال کی ساری تسلیاں دھری کی دھری رہ گئیں تھیں۔ وہ سامنے ہی فرش پ ی ہوئی تھی۔

''صفا۔۔!! صفا.....!!'' وہ بے اختیار ئی تھیں۔ اور بھاگ کر اسکے پ س پہنچیں۔ انھوں نے صفا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔۔ ''صفا۔۔!! ہوش کرو۔۔ صفا۔۔ کیا ہوا؟'' وہ اسکو ہوش دلانے کی کوشش کر رہی تھیں وہ آنکھیں مو ے ہوئے تھی۔ ''صفا۔۔ ٹ ۔۔'' منال کے ہاتھ پ وں پھول رہے تھے۔

''زلیخا۔!!'' وہ وہیں سے ۔۔

وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا سامنے دیوار گیر ایل ای ڈی سکرین پ نیوز چل رہی تھیں۔ اور وہ بناء کسی ت ش کے سپاٹ چہرہ لیے خبریں دیکھ اور سن رہا تھا۔ اور وہ اس د کے دوغلے معیار کو آج قر ب سے دیکھ پ رہا تھا۔ آج ساری د سلوی کے ملک کو اسکی ر ت کو دہشتگرد کہہ رہی تھی۔ حسن کا دل کر رہا تھا کہ وہ قہقہے لگا کر ہنسے۔۔ اتنا زور سے ہنسے کہ د کو شرم آ جائے۔ اس د کے دوغلے معیار قائم کرنے والوں کو شرم دلا ·· ممکن تھا۔ احد پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دینا آسان تھا ان لوگوں کے دلوں میں حق ڈالنا آسان نہ تھا۔ کیو یہ وہ ہیں جن کے دلوں پ مہر لگ چکی ہے۔ جن کی آنکھیں اب · ہیں، دل سیاہ ہیں اور وہ لوگ بہرے ہو چکے ہیں۔

وہ یوں ہی بیٹھا رہا سپاٹ سرد بے ت ش ۔۔!

موبائل رنگ نے اسکو ہوش دلایا تھا۔حسن نے فون اٹھایا تو نمبر دیکھ کر گھبرا گیا۔

''عینا۔۔!!'' وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھنے لگا۔کہ جلدی سے گھر پہنچ جائے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اسکی مدھم سی آواز پہ حسن چونکا۔

''میں آرہا ہوں۔۔تم۔۔تم۔۔ٹھیک ہو نا۔'' اسکے لہجے میں بے انتہا فکر تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔آج لنچ میں کیا بنواؤں؟'' اسکی نارمل سی بات پہ حسن ڈھ گیا۔اس نے فون سکرین کو ہٹا کر دیکھا وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ عینا ہی ہے؟ پھر وہ یوں ہی کرسی پہ بیٹھتا گیا۔

''جو مرضی بنوالو۔۔''

''تمہیں کیا پسند ہے؟''

''مجھے تو عینا منصور حیات پسند ہے۔'' وہ شوخ لہجے میں بولا۔مقابل کے تاثرات جانچنے کے لئے۔

وہ خاموش رہی۔''کیا واقعی تم ٹھیک ہو؟'' حسن نے اسکی خاموشی کو محسوس کرتے دوبارہ پوچھا۔

''ہاں۔۔میں ٹھیک ہوں اور خوش بھی۔''

''خوش؟'' حسن کو ایک جھٹکا لگا رہا تھا۔

''ہاں۔۔!آج اللہ نے امدد کی ہے۔انھوں نے اپنے سے دس گنا بڑے دشمن کو دھول چٹا کر رکھ دی ہے۔ساری دنیا حیران ہے آج۔۔آج اگر وہ لوگ مارے بھی جاتے ہیں تب بھی مجھے کوئی ملال نہیں ہوگا حسن۔۔!کیونکہ وہ اس ساری دنیا سے بہتر ہیں۔وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو صدیوں اور دہائیوں سے اسلحہ جمع کرتے آئے ہیں اور شاید کرتے رہیں گے انکا اسلحہ یوں ہی گل سڑ جائے گا۔اگر وہ اسلحہ کسی معصوم عورت کی عصمت بچانے کے کام نہ آیا،اگر وہ کسی فلسطینی بچے کو یتیم ہونے سے نہ بچا سکا اگر وہ کسی باپ سے اسکا لخت جگر پیدا ہونے سے نہ روک سکا تو اس اسلحے پہ اور ان اثاثوں پہ لعنت ہے۔''

حسن خاموش رہا۔اسکے پاس الفاظ نہیں تھے۔

''آج وہ مٹھی بھر لوگ اپنا رائی کے دانے کے برابر اسلحہ لے کر میدان میں کھڑے ہیں اور دنیا کی طاقتیں تماشا دیکھ رہی ہیں۔کیونکہ وہ لوگ غیرت مند ہیں حسن۔۔اور اس غیرت پہ دنیا کی ہر متاع قربان۔۔'' عینا کے لہجے میں آج عجیب سا جذبہ تھا۔حسن کو اسکی آواز میں کہیں بھی لرزش محسوس نہیں ہوئی تھی وہ آواز مضبوط تھی کسی چٹان کی طرح۔

''وہ لوگ مرجائے گے حسن۔۔!!'' عینا کی آواز پہلی بار لرزی تھی۔حسن بے چینی سے اٹھ کھڑا ہوا۔''مرتو نے جانا ہے حسن۔۔!سوال یہ ہوگا کہ زندگی کو کہاں استعمال کیا؟ موت کے ڈر سے چھپ کر بیٹھے رہے یا پھر اللہ پہ یقین کر کے نکل پڑے تھے۔حساب کتاب کا ہوگا حسن۔۔!حساب کوشش کا ہوگا۔۔حساب یقین کا ہوگا۔اور حساب فیصلوں کا ہوگا جو مشکل وقت میں کئے گئے۔'' اب وہ باقاعدہ رو رہی تھی۔حسن لفٹ سے اتر چکا تھا۔وہ اب تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔اسکے آفس سے نکلتے ہی اسکی گاڑی اور گارڈز تیار ہو چکے تھے۔وہ آکر اپنی گاڑی میں بیٹھا۔اور ڈرائیور سے سپیڈ بڑھانے کا کہا۔وہ آنکھوں سے ہی بات کیا کرتا تھا۔

ڈرائیور نے سمجھتے ہوئے سپیڈ بڑھا دی۔

''وہ۔۔لوگ آج مرجائے گے۔۔شاید۔۔وہ لوگ بچ جائے۔پھر شاید وہ لوگ قید ہو جائے حسن۔۔'' وہ مسلسل بات کر رہی تھی۔'' حساب بھی کا ہوگا حسن، انکا بھی جو تماشائی بنے رہے اور انکا بھی جو ظالم کے ساتھ کھڑے تھے۔'' وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

حسن نے آنکھیں ضبط سے بند کر کے کھول دیں۔

کچھ دیر بعد عینا کے رونے میں کمی آئی۔اس نے آنسو صاف کئے۔

''میں کھانا بنوالوں۔۔'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کرتے کہا۔

''فون بند نہ کرنا۔۔''حسن فوراً بولا تھا۔

''کیا ہوا؟''

''بس۔۔فون پہ رہو۔۔''حسن نے بے بسی سے کہا۔عینا نے فون سکرین کو دیکھا۔اسکو ہوت کرتے ہوئے پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔وہ پندرہ منٹ سے رو رہی تھی۔

''آئی ایم سوری حسن۔!میں نے تمہیں پریشان کر دیا۔میں ٹھیک ہوں۔''عینا کو اب احساس ہوا تھا۔

''بس فون پہ رہنا۔''

عینا زخمی سا مسکرائی اور آ کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔وہ اب خاموش تھی۔بلکل خاموش۔دوسری جانب بھی خاموشی تھی۔وہ دونوں اب مکمل خاموش تھے بس وہ دونوں ایک دوسرے کی دھڑکنوں کو سن رہے تھے۔

کچھ دیر ہی تو گیٹ پہ گاڑی آ کر رکی۔وہ گیٹ سے ہر ہی اتری۔اور تقریباً بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔مین ڈور اوپن کیا تو وہ ابھی تک فون کان سے لگائے صوفے پہ ہی بیٹھی تھی۔اسکی آنکھیں سرخ متورم تھیں۔اسکا رخ دوسری جانب تھا۔آہٹ پہ اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ ایک دم تیزی سے میں اس تک پہنچا۔

''شش۔۔!!بس۔۔اب نہیں رونا۔۔''وہ اسکو ساتھ لگائے اسکے بال سہلانے لگا۔''آئی ایم سوری۔۔!مجھے آج آفس نہیں جانا چاہیے تھا۔''

''میں ٹھیک ہوں۔۔''وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

''جانا ہوں۔۔تم بہت بہادر ہو۔۔ میں کمزور ہوں۔ں۔''اس نے عینا کا چہرہ سامنے کیا۔''تمہارے آنسوؤں پہ دل نہیں لگتا ہے۔''

عینا ایک ٹک اسی اسکو دیکھے گئی۔وہ شخص کمزور تو ہرگز نہیں تھا وہ بس خوفزدہ تھا کیونکہ اسکا خاندان ایک بکھر چکا تھا اور وہ اب اپنے خاندان پہ مزید کوئی بھی رسک نہیں لے سکتا تھا۔اسکو اپنا خاندان ہر شے سے زیادہ عزیز تھا۔

''کیا کھاؤ گے؟''عینا نے اپنے غم کو ایک طرف رکھا۔

''جو کھلا دو گی۔۔''وہ مسکرا دیا۔

''میں فاطمہ سے کہہ کر آتی ہوں۔''وہ اسکے بازو پہ ہاتھ رکھ کر وہاں سے کچن کی جانب چل دی۔حسن کچھ ثانیے اسکو دیکھے گیا۔وہ کچن میں کھڑی ملازموں کو ہدایت دے رہی تھی۔حسن اپنی ٹائی نکالتا ہوا جا کر صوفے پہ ہی بیٹھ گیا۔

اس نے فون نکالا اور ای میلز دیکھنے لگا۔کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔اس نے خود کو ہر چیز کے لئے تیار کیا ہوا تھا پھر بھی دل تھا جو بار بار اختیار سے باہر ہو رہا تھا۔وہ میدان سے باہر تھا اسکے پاس ان گنت زخم تھے۔اسکی روح پہ بھی وار ہو رہے تھے۔وہ جانتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے پھر بھی وہ ایک امید سے تھے ہوئے تھا کہ ٹھیک ہوگا۔کیسے؟ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہونے والا تھا۔

وہ لوگ تو سرپہ کفن باندھ کر جا چکے تھے پیچھے رہ جانے والوں کے لئے تو صبر بھی مشکل ہو رہا تھا۔سکون تو دور کی بات تھی۔وہ لوگ جل رہے تھے۔وہ لوگ اس بھٹی میں جھلس رہے تھے جو بھٹی دہکا کر وہ لوگ میدان جنگ میں جا چکے تھے۔اب پیچھے رہ جانے والوں کے امتحان کا وقت تھا۔

ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی راستے میں آنے والا ہر شخص یا تو موت کا مزہ چکھ رہا تھا یا پھر وہ قیدی بنایا جا رہا تھا۔تباہی ہو رہی تھی پھر بھی وہ تباہی بہت کم تھی اس تباہی کے مقابلے میں جو دہائیوں سے ہوتی چلی آ رہی تھی۔یہ تو ایک چھوٹا سا تھپڑ تھا جس کا بھلے اس بھیانک جانور کو فرق نہ پڑتا مگر وہ حقیقت کو جان لیتی۔وہ دیکھ لیتی کہ کون کتنا طاقت ور ہے اور کون کتنا غیرت مند ہے۔

وہ ایک بکھرا تھا۔جس کے سامنے اس وقت ایک درجن کے قریب سپاہی موجود تھے۔وہ لوگ اب ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔

''یہ ممکن نہیں لگتا۔''

''ہو جائے گا۔۔'' وہ عزم سے بولا تھا۔

''ا. اہیم۔۔!! واپس چلو۔۔ . لوگ واپسی کے لئے نکل رہے ہیں۔ ہمارا مشن پورا ہو چکا ہے۔''

رات کی تا ریکی میں ان لوگوں کے چہرے دیکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

''تم لوگ جاؤ واپس میں نہیں جا سکتا۔ یہ آ ی کام ہے جو مجھے ہر صورت کر. ہوگا'' وہ بنکر کے دروزے کو دیکھ رہا تھا۔

'' یہ ہم ڈی کو ڈ نہیں کر تے۔ تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ کیوں ہماری فتح کو شکست میں . لنا چاہتے ہو؟'' ا. سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم اسکو فتح کہتے ہو؟'' ا. اہیم کی آنکھوں میں جلتے انگارے ابھی تا روشن تھے۔

''ہمارا آ پ پورا ہو ا ہے۔ ہم نے اپنے سپاہیوں کی تعداد کے مطابق قیدی بنا لئے ہیں۔''

'' مجھے اس پ اکسی کو ختم کر. ہے تم لوگ جاؤ۔۔'' ا. اہیم ان سے بے ز ہو چکا تھا۔ اور وہ اب ا . ر پھر سے ڈور کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کما ٹ ر کے آرڈرز ہیں واپسی کے۔۔''

''تو جاؤ تم لوگ۔۔'' وہ اب پیچھے مڑ کر دھاڑا تھا۔ وہ لوگ اسکو دیکھ کر رہ گئے۔ ''اور اب یہ میرا بھی آرڈر ہے۔۔ جاؤ۔۔'' ا. اہیم نے اب سختی سے کہا تھا۔ وہ نوجوان سے لڑکے جو کہ مجاہدین کے لباس میں تھے ا دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ''پیچھے ہٹ جاؤ . ۔۔'' ا. اہیم نے کہا تو وہ . لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ا. اہیم نے ان . کے ہتھیار لے لئے اور ا استعمال کر کے ا . ٹ ا ہتھیار بنا۔ وہ اب دروازے کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عرب اسرا . ئ کے بعد یہ دوسرا . ٹ ا ٹیک تھا جو کہ فلسطینیوں نے کیا تھا۔ جس میں قریباً چھ ہزار حملہ آوروں نے حصہ لیا تھا۔ ان میں سے زا ئ ایلیٹ مجاہدین کی فورسز میں سے تھے جبکہ دو ہزار سے زا ئ سویلینز تھے۔ اسکے علاوہ ا ہزار . سی وہ تھے جنھوں نے غزہ کی پٹی سے میزائل فا ئ کئے تھے اسطرح ا ٹوٹل تعداد لگ بھگ سات ہزار بتائی جاتی ہے۔

شروعات راکٹس سے ہوئی تھی جس نے . ٹ ے پیمانے پ تباہی مچائی تھی۔ . رہ سو سے زا ئ یہودی جہنم واصل ہوئے تھے جن میں سے کچھ تعداد اسرائیلی فورسز کی بھی تھی۔ اس کے علاوہ ڈھائی سو سے زا ئ اسرائیلی فورسز کے سپاہی اور کچھ سویلینز کو قیدی بھی بنا لیا ئ تھا۔ جو کہ ا . ٹ ی کامیابی تھی۔

سے زا ئ ممالک نے اس حملے کو ا دہشت ئ کاروائی قرار د تھا جبکہ کچھ عرب اور مسلم ممالک نے کچھ حیا شرم کھا کر اسکو دہشت ئ دی قرار نہیں د تھا بلکہ اسکو ا ر دعمل قرار د تھا اس عمل کا جو اسرا آج تا کر تا آ تھا۔

مجاہدین نے بھی اسکو ردعمل ہی کہا تھا۔ وہ بس ا چھوٹ سا انتقام تھا ا چھوٹ سا طمانچہ۔۔ جس پ بھی د نے واویلا مچا د۔

ا ی آ ی کی کوشش جس کے بعد ا مشن کا ا . ٹ اسنگ میل پورا ہو جا تا۔ وہ صبح سے اب تا لڑ رہے تھے اور شام تا ان لوگوں نے بہت ساری کامیابیاں سمیٹ لی تھیں۔ جو لوگ آ پ کے لئے . رڈر کر اس کر کے آئے تھے ا . ٹ ی تعداد واپس جا چکی تھی۔ وہ ا ظاہری کامیابی تھی۔

جبکہ کچھ لوگ ابھی تا وہیں تھے۔ اسرائیلی فورسز نے علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ ہر چیز ا کنٹرول میں تھی۔ ہر سو ایمرجنسی . فذ تھی اس ٹ بھی کچھ لوگ بے خوف و خطر اس بنکر کے سامنے کھڑے تھے اپنا اگلا کام مکمل کرنے کے لئے۔

ا بلا ٹ ہوا اور دروازہ ٹوٹ ئ۔ اس تا ر خاموشی میں وہ بلا ٹ کافی شور اور روشنی پیدا کر ا تھا جو کہ خطرے کی گھنٹی تھی۔ وہ ہر شے سے بے ز کھڑا تھا۔ دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور ا. اہیم نے ا . ر مڑ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ . لوگ فوجی وردیوں میں ملبوس تھے۔

''تم لوگ واپس جاؤ۔۔'' اس نے ا . ر پھر سے آرڈر د۔ آج وہ . . ا. تھے۔

''نہیں ہم تمہیں چھوڑ کر نہیں جا گے۔ ا موت ہے تو . مریں گے ا فتح ہے تو . فاتح ہوں گے۔'' ان . نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ا. اہیم نے بے بسی سے ا دیکھا۔ اور پھر اپنے ہتھیار پ فت مضبوط کر تا محتاط قدم تا ہوا آگے . ٹ ھ ئ۔ وہ بنکر ا ٹنل کی طرح تھا۔ وہ لوگ ا ر جا رہے تھے ا را ھیرا تھا پ س ٹ ر تھیں جن سے تھوڑی بہت روشنی پھوٹ رہی تھی جو کہ ا راستہ دکھانے کے لئے کافی تھی۔

وہ لوگ چلتے ہوئے ا۔ بڑے دروزے۔ پہنچ گئے جس کے ہر ڈیوائس فکسڈ تھی یعنی وہ پسورڈ پر وٹیکٹڈ تھا۔اب اگر وہ لوگ ا۔ بھی غلطی کرتے تو وہ لوگ وہیں غرق ہو جاتے اور ا لاش بھی کسی کو نہ ملتی۔

ا۔ ابہیم نے مڑ کر دیکھا تو وہ دروازہ جس کو انھوں نے اپنے طور پر تباہ کر دیا تھا پھر سے بند ہو چکا تھا۔یعنی وہ ا۔ سازش تھی۔وہ دروازہ تباہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ بس کھل کر تھا۔اور اب پھر سے وہ بند ہو چکا تھا۔

جہاں ان لوگوں کی سوچیں ختم ہوتی تھیں وہاں سے ان یہودیوں کی سوچیں شروع ہوتی تھیں۔ ا۔ ابہیم بھی مایوس نہیں ہوا تھا۔

اس نے ا۔ گہری سانس لی اور آسمان کی جا۔ دیکھا۔اور ہاتھ بڑھا کر اس پسورڈ ڈیوائس کو ڈی کوڈ کرنے لگا۔ٹوٹل تین چا تھے۔اور دو چا ضائع ہو چکے تھے ۔۔اب بس چند کلکس کے فاصلے پر ا قسمت اور زندگی کا فیصلہ تھا۔ا۔ ابہیم نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور اپنے ساتھ کھڑے سپاہیوں کو دیکھا۔انھوں نے ا۔ ابہیم کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ا اعتماد میں رتی بھر ا۔ بھی فرق نہیں آیا تھا۔

''ابھی ہوش نہیں آیا۔۔صبح سے رات ہونے کو آئی ہے۔''سفیان گورسی نے لابی میں بیٹھی منال کو دیکھ کر پوچھا۔وہ ہر سے آئے تھے اور منال کو جس طرح چھوڑ کر گئے تھے وہ اسی حا میں بیٹھی تھیں جبکہ ا دا جا قوت اور مرجان بیٹھے تھے۔دینا زلیخا کے پاس گھر پر ہی تھی۔

منال جو کہ سر ہاتھوں میں لئے بیٹھی تھیں سر اٹھا کو دیکھنے لگیں۔اور پھر انھوں نے میں سر ہلا دیا۔

سفیان گورسی نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔وہ لوگ بے بس سے دکھائی دیتے تھے۔منال کی آنکھیں متورم تھیں۔

''بچہ واپس چلی گئیں؟''سفیان گورسی نے کچھ دیر بعد پوچھا تو منال نے میں سر ہلایا۔''کہاں ہیں؟''

''وہ نوافل پڑھنے گئی ہیں۔''

''ڈکٹر نے کیا کہا ہے۔۔؟ابھی ہوش کیوں نہیں آ رہا؟''

منال اب اٹھ کھڑی ہو ۔

''راؤنڈ پر آئی تھی ڈاکٹر۔۔کہہ رہی ہے کہ ذہنی دباؤ ہے۔۔''انھوں نے آنکھیں پونچھتے ہوئے بظاہر اطمینان سے بتایا تھا۔

''ہمیں تو خوشی کو بھی محسوس نہیں ہونے دیا۔۔اور۔۔ا نئی آزمائش۔۔''سفیان گورسی کا لہجہ اداس سا تھا۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی ا ءاللہ۔۔!اور خوشی کیوں محسوس نہیں ہوئی۔۔دیکھیں تو اللہ نے کتنی بڑی نعمت سے نواز دیا ہے۔بس اب میرا بیٹا واپس آ جائے۔''منال کا چہرہ اگلے ہی پل کھل سا گیا تھا۔''کیا آپکی ا ابہیم سے بات ہوئی۔۔؟اسکو نہیں بتانا تھا کچھ بھی۔۔اسکا سر پرائز اب ہو جائے گا۔''منال نے نم آنکھوں میں جلتے خوشی کے دیئے لئے سفیان صا سے کہا۔تو انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔اب وہ کیا بتاتے کہ انکا تو ا۔ ابہیم سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہوا تھا۔

اسی دوران روم سے نرس نکلی تو ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔

''مریض کو ہوش آ گیا ہے۔''

''کیا؟یا اللہ۔۔!تیرا شکر ہے۔۔''منال نے نم آنکھوں سے شکر ادا کیا۔قوت اور مرجان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ا۔ ابہیم کون ہے؟''نرس نے پوچھا تو وہ ا۔ دوسرے کا منہ تکنے لگے۔''وہ بے ہوشی میں انکا نام لیتی رہی ہیں۔اگر وہ پہلے مل لیتے تو اچھا ہوتا۔''نرس نے بات مکمل کی تو ان کا دل بند ہوا تھا۔

''وہ تو یہاں نہیں ہیں۔''مرجان نے ان کو خاموش دیکھا تو خود آگے بڑھا۔وہ صفا کے لئے پریشان تھا۔

''ٹھیک ہے آپ لوگ مل لیں۔''نرس کہتی وہاں سے چلی گئی۔

منال اور بچے اندر چلے گئے جبکہ سفیان گورسی وہیں بیٹھ گئے۔ا بوڑھی آنکھیں نم تھیں۔انکا چہرہ ستا ہوا تھا اور ماتھے پر کرب کے ثبت واضح تھے۔انھوں نے ا۔

ٹھنڈی سانس خارج کی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔

''اللہ کی امان میں۔۔'' وہ زیر لب کہتے آنکھیں موند گئے۔ایک آنسو سارے صبر کے بندھن توڑ کر رخسار پر بہتا ہوا سفید داڑھی میں کہیں جذب ہو گیا تھا۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟'' منال نے اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھا تو صفا نے مندی مندی سی آنکھیں کھول دیں۔

''میں کہاں ہوں۔۔میں۔۔یہاں۔۔کیوں؟'' اس نے اسپتال کا کمرہ دیکھا۔

''پیٹی لیڈی۔۔! آپ بے ہوش ہو گئی تھیں اور آپ صبح سے بے ہوش ہیں۔'' مرجان دوسری جانب اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔

''کیوں؟ کیسے؟'' وہ اب خود پریشانی سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔تو کیا وہ صبح سے بے ہوش تھی۔''ایبو۔۔انکا فون آیا؟ وہ پریشان ہوں گے۔۔آپ نے انہیں بتایا؟'' وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی منال نے اسکو روک دیا۔اور اسکے سارے سوال سن کر مسکرا دیں۔انھوں نے جھک کر اسکی پیشانی چومی۔اور اسکے بالوں کو سہلایا۔

''تم ٹھیک ہو جاؤ۔۔گھر چلتے ہیں۔۔خود بتا دینا اسکو۔'' وہ مسکرا رہی تھیں۔صفا کو اسکی مسکراہٹ عجیب لگی۔

''کیا۔۔کیا بتانا ہے؟'' وہ اب کبھی مرجان اور کبھی قوت کو دیکھتی تو کبھی منال کو۔

''پیٹی لیڈی۔۔!! آپکو پتہ ہے ہمارے گھر میں ایک اور بے بی آنے والا ہے۔'' مرجان نے بم پھوڑا تھا۔صفا نے ایک سیکنڈ کے لئے مرجان کو دیکھا۔پھر قوت کو۔وہ بھی ہنس دیا۔وہ دونوں خوش آتے تھے۔صفا نے الجھ کر ان دونوں کو دیکھا۔

منال نے پھر سے جھک کر اسکا ماتھا چوما۔اور پھر انھوں نے اپنی کلائی میں موجود اپنا کنگن نکال کر صفا کی کلائی میں پہنا دیا۔

''ہمیں اس وقت اتنی بڑی خوشی دینے کے لئے شکریہ۔۔'' آنکھیں نم تھیں۔صفا کبھی حیران سی اور کبھی قوت اور مرجان کو۔

''وی آر پریگننٹ۔۔'' قوت آگے بڑھا اور صفا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔وہ کسی بڑے کی طرح اسکو مبارکباد دینا چاہتا تھا اسکو کچھ سمجھ نہیں آئی تھی کہ کیا کہے۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سمجھ پاتی یہ بے چین سی کمرے میں داخل ہوا۔منال سائیڈ پر ہٹ گئیں۔

''صفا۔۔!! میری بیٹی۔!تم۔۔تم اٹھ گئی؟ تم ٹھیک ہو ناں؟'' وہ ہلکان سی اسکے چہرے کو چھو رہی تھیں۔

''امی۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔کیا ہوا ہے آپ کو؟''

انھوں نے صفا کی آواز سنی تو اسکا چہرہ چوم کر رہ گئیں۔وہ اتنے نہال آتے تھے صفا کو کچھ کھٹکا۔انھوں نے صفا کے بال سہلائے۔

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تمہیں ہوش آیا۔ہم ڈر گئے تھے۔''

''امی۔۔'' وہ پھر سے الجھ کر منال کو دیکھنے لگی۔

یہ مسکرا دیں۔اور اسکے کان چھوئے۔

''کیا؟'' صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔منہ کھلا۔اسکاری ایکشن دیکھ کر وہ ہنس دیئے۔ ''امی۔۔'' وہ بے اختیار پکار اٹھی۔

''ہاں امی کی جان۔۔'' وہ جھک کر اسکا ماتھا چومنے لگیں۔اب لوگ خوش تھے۔صفا تو فی الحال شاک کی کیفیت میں تھی۔اسکو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''چلو۔۔اب جلدی سے گھر چلو۔۔'' منال اسکا سامان سمیٹنے لگیں۔صفا ہونق بنی ہوئی تھی۔وہ ان کو دیکھ رہی تھی۔صفا کے حلق میں پھر سے درد اٹھا تھا۔وہ لوگ خوش تھے جس کے ساتھ وہ خوشی جڑی ہوئی تھی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔یہ غیر متوقع تھا۔صفا اس کے لئے تیار نہیں تھی اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا ردعمل دے۔کیا سوچے اور کیا نہیں۔اس نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔دل میں عجیب ہول سے اٹھ رہے تھے۔زندگی کی سب سے بڑی خوشی اسکی منتظر تھی اور وہ کسی اور کی منتظر تھی۔

آنی کوشش کے بعد اب وہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑا تھا۔سیاہ ماسک کے پیچھے سے آتی اسکی شربتی آنکھوں میں کوئی تاثر نہیں تھا۔وہ تو آیا ہی موت کو گلے لگانے تھا۔وہ کو الوداع کر آیا تھا۔اب جو بھی ہو وہ اس کے لئے تیار کھڑا تھا۔سامنے کاؤنٹ ڈاؤن چل رہا تھا۔آٹھ ،سات۔۔چھ.....

ا۔ اہیم نے ا۔ گہری سانس لی اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اب موت کو سامنے دیکھ پ رہا تھا۔ اس نے ان سات سیکنڈز میں اپنی ز ندگی کا ہر پہلو ی دکر لیا تھا۔ مصری شہزادی سے لے کر صفا قریشی ۔ سجل سے لے کر دینا ۔ سفیان گورسی سے لے کر ی قوت ا۔ اہیم ۔ حسن کرداوی سے لے کر مرجان گورسی ۔ ۔ منال آفندی تو ان سے او پ تھیں۔ انکا کوئی متبادل موجود نہ تھا۔

اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ پیارے پیارے سے رشتے اسکی نگاہوں کے سامنے تھے۔ اور وہ ا بند آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہاتھ ب ڑھا کر ان کو چھو چاہتا تھا یہ ممکن نہ تھا۔

دورواز ہ کھل ی۔ ان کی توقعات کے عین ع کس۔ ۔!!

ان نے ا۔ دوسرے کو دیکھا۔ اسے سے پہلے کہ وہ غیر یقینی سے سامنے مڑ کر دیکھتے گولیوں کی ت ا ت ا ٹ نے ا ہلا کر رکھ دی۔ اس کمرے سے آتی ان گنت گولیوں کی بوچھاڑ نے ا سنبھلنے ن دی۔ ا۔ اہیم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سامنے آٹومیٹک سسٹم لگا ہوا تھا جس سے حملہ ہو رہا تھا۔ ا۔ گولی فضا کو چیرتی ہوئی آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ ا۔ اہیم کے ی میں پیو ت ہوتی ا۔ لڑکا اسکے سامنے آ۔ اور اسکے ڈھال بن ی۔ اس نے ا۔ اہیم کی جا ب ڑھنے والی ہر گولی اپنے ی میں ا ت ار لی تھی۔

ا۔ اہیم وہیں جم چکا تھا۔ کچھ ہی پلوں میں گولیوں کی ت ا ت ا ہٹ ختم ہوئی۔ ا۔ اہیم نے اس لڑکے کو دیکھا جو کہ اسکی ب نہوں میں تھا۔ جس کا پورا وجود چھلنی ہو چکا تھا۔ اسکے پورے جسم میں گولیاں تھیں سارے جسم کا گوشت پ لگا تھا۔ ا۔ اہیم نے سرد آنکھوں سے ہی اس کو زمین پ لٹا۔ اور مڑ کر دیکھا وہاں کچھ بھی ب قی نہیں تھا۔ وہ ختم ہو چکے تھے ۔ وہ لوگ قر ن ہو چکے تھے جس راستے پ وہ نکلے تھے وہ اس راستے پ قر ن ہو چکے تھے۔ ا۔ اہیم کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ وہ کچھ ث نیے یوں ہی بیٹھا رہا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ ان کو دیکھ سکے کہ کوئی ز ہ ہے ی نہیں۔ کیو جو کچھ ہو چکا تھا وہ سیکنڈز میں ہوا تھا اور اس میں کسی کا بھی بچنا ممکن نہیں تھا۔ ا۔ اہیم نے ابھی سانس نہیں لی تھی۔ اس نے ارد د دن گھما کر دیکھا۔ اس نے خود کو محسوس کیا یہ دیکھے کے لئے کہ وہ بھی ز ہ ہے ی ختم ہو چکا ہے۔ اسکو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ز ہ ہے۔ اسکو لگا کہ وہ بھی مر چکا ہے اسکا وجود بھی وہیں کہیں کٹا پھٹا پ ا ہے اور یہ جوان کو دیکھ رہی تھی یہ اسکی روح تھی۔ وہ یقین نہیں کر پ رہا تھا۔

پھر اسکی نگاہ سامنے دروازے پ گئی۔ وہ دو رہ بند ہو رہا تھا۔ ا۔ اہیم اگلے ہی پل اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ دروازہ بند ہو وہ اسکے ا ر ی۔

ا۔ اہیم نے ا ر آ کر سانس لی دروازہ اب بند ہو چکا تھا۔ وہاں ا ر کوئی نہیں تھا۔ ۔!

ا۔ اہیم نے نگاہ پھیر کر دیکھا تو اسکا سر چکرا ی۔ تھا۔ وہ کوئی کنٹرول روم تھا۔ جس میں ب ڑی ب ڑی سکر لگی ہوئی تھیں۔ وہ ا۔ ایسی جگہ پ تھا جہاں کسی کا گمان بھی نہیں تھا۔ ا۔ عام سی سنسنان سی جگہ پ ایسی سہولیات اور ایسے سسٹمز لگے ہوئے تھے ا۔ اہیم کو اپنے فہم پ شک ہوا تھا۔

اسکو جہاں پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا تھا۔ یہ ا۔ ون وے مشن تھا۔ یہاں سے واپس جا ممکن نہیں تھا۔ اور اسکا ا ر ازہ ا۔ اہیم کو ہو چکا تھا۔

اس نے ا۔ گہری سانس لی اور بند دروازے کو دیکھا۔ اور پھر آ کر ا۔ کمپیوٹ کے سامنے آ کر بیٹھ ی۔ اب ا۔ ب ڑا کام تھا۔ جو وہ کرنے والا تھا۔ وہ ان تمام پ اکسیز کو ختم کرنے والا تھا جو مسلم ممالک میں لگائی گئی تھیں جن سے وہ یہودی مسلم ممالک کو کنٹرول کر رہے تھے۔ وہاں کچھ راز تھے جن کو ضائع کر ضروری تھا۔ وہاں کچھ معلومات تھیں جن کو ختم کر ضروری تھا۔ اور اس میں وقت لگنے والا تھا۔ ا۔ اہیم نے دن کو دا جا ب جھٹکا دی۔ ا۔ ٹ اکے کی آواز نکلی۔ ہر لاشیں پڑی تھیں وہ شا یہیں گل سڑ جاتیں۔ اور ا۔ اہیم ا ر تھا۔

اس نے کمپیوٹ سسٹم سنبھال لیا۔ عمارت ا کنٹرول میں تھی اب مشن مکمل ہونے پ مجاہدین واپس جا رہے تھے اور آئی ڈی ایف کے اہلکار پھر سے اپنی عمارتوں کا کنٹرول سنبھال رہے تھے۔ وہ بھی ا۔ ایسی ہی عمارت تھی جو خفیہ معلومات کا ڈ ھ تھی۔ جو پہلے تو مجاہدین کے کنٹرول میں تھی اب اگلے ہی لمحے کیا کیا ہو سکتا تھا کسی کو ا ر ازہ نہیں تھا۔ جگہ جگہ خودکار سسٹمز لگے ہوئے تھے جن سے بچتے بچاتے وہ لوگ یہاں پہنچے تھے یہاں آ کر وہ لوگ موت کو مز چکھا نہیں دے پ ئے تھے۔ اور اب ا۔ اہیم کو اپنا کام کر تھا۔ ورنہ ان کا خون رائیگاں جا۔

''معاف کردو ں..... پلیز۔۔'' وہ لوگ اس وقت سلوئی اور یوسف کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ حسن کی گود میں یوسف پ ڑھا بیٹھا تھا جبکہ عینا سلوئی کو گود میں ز دستی

بٹھائے اس سے معافی مانگ رہی تھی۔اور سلویٰ کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ معاف کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہے۔

''پلیز۔۔میری جان نہیں؟''عینا نے اسکو مسکا لگایا۔سلویٰ نے رخ پھیر لیا۔عینا نے بے بسی سے حسن کو دیکھا حسن کندھے اچکا گیا۔

''پلیز۔۔!!''عینا نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

سلویٰ نے مڑ کر اسکو دیکھا۔سلویٰ کی آنکھیں نم تھیں یعنی وہ واقعی ہرٹ ہوئی تھی۔عینا نے بے اختیار اسکو گلے سے لگا لیا۔سلویٰ سسکنے لگی۔عینا نے اسکو خود سے لگائے ہوئے معافی مانگی۔واقعی عینا اس لڑکی کے سامنے ہار گئی تھی وہ اسکے سامنے بہت چھوٹی پڑ گئی تھی۔وہ لڑکی تو خساروں سے دوچار تھی پھر بھی وہ اتنی مضبوط تھی،عینا کو اپنا آپ زمین میں گڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔حسن کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔اب کمرے میں عجیب گھٹن سی محسوس ہونا شروع ہو چکی تھی۔

''کوئی بات نہیں۔۔!میں بھی غصہ کر جاتی ہوں۔''سلویٰ کی بھیگی سی آواز گونجی تو وہ بھی مسکرا دیئے۔عینا نے آنسو صاف کئے اور سلویٰ کا چہرہ سامنے کیا۔اسکے آنسو صاف کئے۔

''تم کر سکتی ہو غصہ۔تم کر سکتی ہو سلویٰ،ہم نہیں کر سکتے۔۔''عینا نے سلویٰ کا چہرہ چوما۔

''تمہارے ماں باپ واپس آ جائیں گے۔''سلویٰ نے عینا کو حوصلہ دینا چاہا۔عینا نے نم آنکھوں سے ہی اثبات میں سر ہلایا۔

''انشاءاللہ۔۔!!''وہ اب پر امید سی تھی۔

حسن نے ایک گہری سانس خارج کی۔

''چلو۔۔اب تم لوگ سو جاؤ۔۔صبح سکول جانا ہے۔''وہ یوسف کو بیڈ پر لٹا کر ہوا اٹھنے لگا۔

''آج عینا ہمارے کمرے میں سو جائے؟''سلویٰ نے عینا کی طرف دیکھتے ہوئے حسن سے اجازت مانگی۔حسن کروٹ کھا کر پلٹا۔

''ہاں کیوں نہیں۔۔میں یہیں سو جاتی ہوں۔''عینا سلویٰ کا گال کھینچتی ہوئی بولی ،حسن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے عینا کو دیکھا۔''تم جا کر سو جاؤ حسن۔۔ہم لوگ یہاں ٹھیک ہیں۔''وہ اب سلویٰ کے ساتھ لیٹ رہی تھی۔

''ہرگز نہیں۔''حسن نے عینا کا لحاف اتار پھینکا۔۔وہ چونکی۔''اٹھو۔آئی۔۔مین۔۔تمہیں یہاں نیند نہیں آئے گی۔''حسن نے عینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔سلویٰ نے ایک خفا سی نگاہ حسن پر ڈالی۔اور عینا کا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا۔عینا اب ان دونوں کے درمیان جھول رہی تھی۔

''آ جائے گی نیند۔۔عینا ہمیں کہانی سنائے گی تو اسکو بھی آ جائے گی۔''سلویٰ نے فوراً مشورہ کیا۔حسن نے بے چارگی سے عینا کی جانب دیکھا۔عینا نے اثبات میں ہوئے کندھے اچکا دیئے۔حسن نے بے بسی سے گردن اثبات میں ہلا دی۔

''تھوڑی اکڑ اور دکھا مسٹر کرداوی۔''عینا کی آنکھوں میں شرارت تھی۔حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔

اس نے عینا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

''فائن۔۔سو جاؤ۔''وہ کندھے اچکا کر وہاں سے گیا۔سلویٰ کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا جبکہ عینا کی سسکی بند دروازے کو دیکھے گئی۔اتنی سی بات پر کون راضی ہوتا ہے بھلا۔۔!اس نے ہونٹ سکیڑے۔اور سلویٰ کے گرد زولپیٹ کر لیٹ گئی۔

ایک خوبصورت سا باغ جہاں ہر سو رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔پرندوں کی چہچہاہٹ کی آوازیں واضح آ رہی تھیں۔اور اس باغ کے بیچ و بیچ ایک بڑے سے درخت کے ساتھ ایک جھولا بندھا ہوا تھا۔جس کی رسیوں پر خوبصورت پھول سجے ہوئے تھے۔اور زمین پر بھی پھولوں کی پتیاں گری ہوئی تھیں۔

وہ ننگے پاؤں چلتی ہوئی آ کر اس جھولے پر بیٹھ گئی۔اس نے جھولے کی رسیوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔اب وہ سامنے سے کسی کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

شربتی آنکھوں والا شہزادہ جس کی گود میں ایک چھوٹی سی پری تھی۔جس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔وہ گول مٹول سی گڑیا اس شہزادے کی گود میں کسی پرے کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔وہ مسکرا کر چلتا ہوا آ رہا تھا۔وہ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا دی۔

وہ ایک خوبصورت سفید رنگ کے لباس میں ملبوس تھی اور شربتی آنکھوں والا شہزادہ بھی سفید قمیض شلوار میں تھا۔ جبکہ اس پری نے سبز رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا۔

اس نے لا کر اس پری کو اسکی گود میں بٹھا دیا۔ اور آ کر اسکے پیچھے کھڑا ہوا۔ صفا نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اسکے جھولے کی دونوں رسیوں کو تھامے کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر صفا کے دائیں گال کو چھوا۔ اسکا چہرہ فوراً ہی لال گلاب بنا تھا۔ وہ پھر سے مسکرا دیا۔

''اس کو سنبھال کر رکھنا۔'' اس نے سرگوشی کی اور اسکا جھولا جھلانے لگا۔ اب وہ اس پری کو گود میں بٹھائے ہوئے تھی۔ اور وہ اسکا جھولا ہولے ہولے سے جھلا رہا تھا۔

''ایبو۔۔!!'' اس نے پکارا۔۔ جواب نہ آیا۔

''ایبو۔۔!!'' اس نے پھر سے پکارا۔ وہ سامنے باغ کو دیکھ رہی تھی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ وہاں سے واپس جا رہا تھا مخالف سمت میں۔ صفا نے حیرت سے اسکو دیکھا۔ وہ اسکی جانب پشت کئے جا رہا تھا۔ صفا ننگے پاؤں اسکے پیچھے ہی چل دی۔

''ایبو۔۔!!'' وہ اسکو پکارتی جا رہی تھی وہ اسکی کسی پکار کا جواب نہیں دے رہا تھا وہ بس چلتا جا رہا تھا۔

''ابا۔ اہیم۔۔!!'' اب کی بار صفا کی آواز میں گھبراہٹ شامل تھی۔ وہ اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ صفا کے قدموں کی رفتار بڑھ گئی۔ وہ اب تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔ اسکی گود میں وہ معصوم پری بھی سہمی ہوئی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی چل رہی تھی اسکی سانس پھول چکی تھی۔ ''ابا۔ اہیم۔۔!! رک جا۔'' وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ہی اسکو پکار رہی تھی۔ وہ رہی تھی وہ مڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا حالانکہ صفا کو یقین تھا کہ وہ اسکی آواز سن رہا ہے۔ پھر وہ مڑ کر کیوں نہیں دیکھ رہا تھا۔

''ایبو۔۔!!'' وہ لڑکھڑائی اور زمین پر ہی گر گئی اس نے اس پری کو مضبوطی سے اپنی آغوش میں تھام رکھا تھا۔ صفا نے جھک کر اسکا چہرہ دیکھا وہ سہمی سی ہوئی تھی۔ صفا نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ وہ دور جا چکا تھا۔ صفا کی حیرت اب غم میں تبدیل ہوئی۔ وہ اسکو چھوڑ کر جا چکا تھا۔

''ابا۔ اہیم۔۔!!'' وہ پوری قوت سے چیخی تھی۔ اس باغ میں اسکی چیخ گونجی تو ہر سو سناٹا سا چھا گیا۔ اگلے ہی پل وہاں دھواں سا بھر گیا۔ وہ باغ دھوئیں میں ہی کہیں تحلیل ہو رہا تھا۔ صفا کے چہرے پر خوف تھا، غم تھا اور بے یقینی تھی۔ وہ سہمی سی اس بچی کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ ہر چیز راکھ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ باغ راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا۔ اس نے زمین پر دیکھا جہاں ہر سو پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں وہاں اب کوئلے پڑے تھے۔ صفا کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس نے پھر سے سامنے دیکھا وہ اب کہیں نہیں تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا کہ وہ کہیں سے آ جائے۔

''ابا۔ اہیم۔۔!!'' وہ دہری ہو گئی۔ اور حلق کے بل اٹھی۔ ''واپس آ جا۔۔ ابا۔ اہیم۔۔'' اسکے حلق کی رگیں بیٹھ گئیں۔ وہ آواز سے تو چہرہ لئے اسکو پکار رہی تھی وہ واپس نہیں آیا تھا۔

''ابا۔ اہیم۔۔!!'' ایک بار پھر سے چیخ گونجی۔

''صفا۔۔!! صفا۔۔!! کیا ہوا بیٹا۔۔'' اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ باغ، وہ راکھ، وہ کوئلے۔۔ کچھ غائب تھا۔ وہ کہاں تھی؟ اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ منال نے آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ آن کیا۔ اب کمرے میں روشنی تھی۔ صفا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے منظر دیکھا۔ منال نے پانی کا گلاس اٹھایا اور اسکے پاس آ کر بیٹھیں۔ انھوں نے صفا کو سہارا دے کر بٹھایا۔ اور پانی کا گلاس اسکے لبوں سے لگایا۔ صفا کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے دو گھونٹ پانی پیا۔

منال نے گلاس رکھا اور اپنے دوپٹے سے ہی اسکے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرنے لگیں۔

''کوئی اخواب دیکھ لیا تھا؟'' وہ اسکے چہرے کو دیکھ رہی تھیں جو خوف اور بے یقینی میں مبتلا آ رہا تھا۔

''ہاں؟'' صفا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ دینا اپنے کاٹ میں سو رہی تھی۔ ''آپ۔۔ یہاں؟''

''میں یہیں سو گئی تھی تمہارے پاس۔۔ میں اب یہیں رہا کروں گی اپنی بیٹی کے پاس۔۔'' انھوں نے پیار سے اسکا گال سہلایا۔ صفا کی آنکھوں کے سامنے پھر سے وہی مناظر گھومنے لگے۔ وہ جا رہا تھا۔۔ وہ اسکو چھوڑ کر جا رہا تھا۔ صفا نے بے اختیار اپنی گود دیکھی وہ خالی تھی۔ آنکھیں مسلسل بھیگ رہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے صفا؟ کوئی اخواب دیکھ لیا؟''

منال نے پھر سے پچکارا تو وہ انکی گود میں سر رکھ کر ہچکیوں میں رو دی۔ اب منال بھی پریشان تھیں۔

''صفا۔۔!!'' وہ اسکے بالوں کو سہلا رہی تھیں۔

''وہ مجھے چھوڑ۔۔کر جا رہے تھے۔'' وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تو منال نے اچنبھے سے دیکھا۔

''کون؟''

''ا. اہیم۔۔!! وہ۔۔وہ مجھے۔۔اور۔۔اور اسکو چھوڑ کر جا رہے تھے۔میں نے ا پکارا۔۔بہت آوازیں دیں انھوں نے میری بات نہیں سنی۔''

''کس کو؟'' منال کے پوچھنے پہ وہ ہوش میں واپس آئی۔۔

''اسکو۔۔'' کہتے اس نے بے اختیار اپنی گود کو دیکھا جو کہ خالی تھی۔منال اسکی اس حرکت پہ بے اختیار مسکرا دیں۔

''ہو جاتا ہے۔۔شروع شروع میں ایسا کچھ ہوتا ہے۔۔تم پریشان نہ ہو۔سو جاؤ۔میں یہیں ہوں تمہارے پاس۔۔اور ہاں فکر نہ کرو۔ہم صبح ا. اہیم کو فون کریں گے اور تم خود اسکو یہ خوش خبری سنانا۔۔'' انھوں نے پیار سے اسکے بال سہلاتے ہوئے کہا۔اور اسکو دور لٹا دیا۔صفا یوں ہی ٹکر سی چھت کو دیکھے گئی۔منال دوسری جانب سے آ کر اسکی پاس بیٹھ گئیں۔

''سو جاؤ۔۔'' وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

خوش خبری؟ ا. اہیم؟ صبح؟

صفا کے دماغ میں الفاظ رینگ رہے تھے۔پھر اسکو یاد آیا کہ ا. اہیم سے تو کل رات سے رابطہ نہیں ہوا تھا۔اور وہ صبح سے بے ہوش تھی۔تو کیا ا. اہیم نے پورے دن میں کال نہیں کی تھی۔صفا نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔اور کال ہسٹری دیکھی۔اسکی کوئی کال نہیں آئی ہوئی تھی۔اس نے میسجز دیکھے ہمیشہ کی طرح اس نے پورا فون کھنگال لیا کچھ نہیں تھا۔

صفا نے وقت دیکھا رات کا ایک بج رہا تھا۔اس نے ا. اہیم کا نمبر ڈائل کیا نمبر کسی کے استعمال میں نہیں تھا۔اس نے بے دلی سے کال کٹ کی اور فون واپس پٹخ دیا۔ منال اسکی ساری حرکتیں دیکھ رہی تھیں۔

''وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔'' وہ خفا خفا سی منال کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

مصر میں رات کے تین بج رہے تھے۔وہ لاؤنج میں ہی بیٹھا تھا۔اپنے ایک ڈھیلے سے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس وہ ٹی وی پہ کوئی مووی دیکھ رہا تھا۔دماغ تھا کہیں تو لگا ہی تھا ورنہ اسکے سر درد کی ٹیسیں جاگ شروع ہو چکی تھیں۔

فاطمہ نے کافی لا کر رکھی۔

''کچھ اور چاہیے سر؟'' فاطمہ نے پوچھا تو اسنے ہاتھ کھڑا کر کے ہی میں اشارہ کر دیا۔اسکا سب تنے ہوئے تھے۔وہ بس وقت گزاری کر رہا تھا۔سامنے سکرین پہ کیا چل رہا تھا کیا نہیں اسکو اس سے غرض نہ تھی۔وہ تو بس اپنے اندر کے شور سے لڑ رہا تھا۔اس ٹی وی کے شور سے وہ اپنے اندر اٹھتے شور کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ شور سے شور کو کاٹ رہا تھا۔

اس نے کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ایک گھونٹ بھرتے ہوئے دفعتاً سیڑھیوں کی جانب دیکھا تو وہ اپنا نائٹ گاؤن پہنے سیڑھیاں اترتی دکھائی دی۔حسن کے بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔عینا کی نگاہ زینوں پہ تھی۔وہ مصروف سی چلی آ رہی تھی۔اس نے دیکھا کہ آخری زینے پہ کسی نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا ہے۔عینا نے بے اختیار اپنا پاؤں پیچھے کھینچا۔اس اچانک افتاد پہ وہ۔ی طرح لڑکھڑائی تھی سنبھالنے والا وہاں موجود تھا۔

''نیند نہیں آ رہی؟'' وہ اسکا ہاتھ تھامے اسکو ساتھ لایا۔

''آ رہی تھی، بس تمہیں دیکھنے آئی ہوں۔''

''یوں کہو کہ میرے بنا نہیں آ رہی تھی نیند۔۔'' وہ اسکو چھیڑتا ہوا آ کر صوفے پہ بیٹھا۔عینا اسکو اپنی گھوری سے نوازتی ہوئی ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''کیا دیکھ رہے تھے؟''

''پتہ نہیں۔۔''حسن نے تکان سے کہتے ٹیک لگا دی۔

''کیا ہوا ہے؟تم ٹھیک ہو؟''عینا نے اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔

''ہاں۔۔ پفیکٹ۔۔''حسن مسکرا دیا۔عینا اسکی آنکھوں میں دیکھے گئی۔''کیا ہوا؟''

''اَ تم پفیکٹ ہو تو۔۔میں تھکی ہوئی ہوں۔''وہ سر جھکا گئی۔

''جا ہوں۔۔اسی لئے تو میں پفیکٹ ہوں۔اَ ایسے ستون کمزور پڑ جائے تو دوسرے کو مضبوط رہنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسرے کا بوجھ بھی اٹھا سکے۔ اور فی الحال تم اپنا بوجھ مجھ پہ ڈال سکتی ہو۔''

عینا نے اسکے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔عینا کی آنکھیں بے اختیار نم ہوئی تھیں،غم سے نہیں بلکہ تشکر سے۔وہ اتنا شاندار کیوں تھا۔؟اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟''وہ مدھم سا مسکرایا۔

''تم میرے مقدر میں کیوں آن ٹھہرے؟''عینا نے دنیا جہان کی ائی۔''ہم تو سمندر کے وہ دو کنارے تھے جو کبھی مل نہیں پاتے تھے۔پھر۔۔کیوں؟ کیسے؟''وہ بے بسی سے سوال کر رہی تھی۔حسن مسکرا دیا۔عینا نے بے چارگی سے دنیا دور سری جانب دیکھا ئی۔

''اتنا مت سوچو۔۔''کہتے حسن نے اسکا ہاتھ پکڑا۔اور عینا کا سر اپنے کندھے پہ رکھا۔وہ وہیں دراز ہو گئی۔حسن نے اسکے بالوں کو اس ڈھیلے سے جوڑے سے آزاد کیا تو وہ اسکی گود میں ہی بکھر گئے۔''اس سوال کا جواب تم مجھ سے نہیں اس سے مانگنا،جو ممکنات اور ناممکنات کا رب ہے۔''وہ اسکے بالوں کو سلجھا رہا تھا۔

''وہ رب اتنا رحیم کیوں ہے حسن؟اتنا رحیم کہ اس نے تمہارا قلب ہی بدل دیا؟''عینا نے نگاہ اٹھا کر حسن کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔وہ گہرا مسکرا دیا۔

''کیونکہ اللہ نے اس دل کو عینا منصور حیات کے حوالے کرنا تھا۔اس لئے اس دل کے میل کچیل کو دھو کر اسکو صاف ستھرا کر دیا۔''

''تم پاگل ہو۔۔''وہ اسکی جانب کروٹ لے گئی۔۔حسن نے مسکرا کر ٹی وی کا ریموٹ اٹھایا اور مووی کو میوٹ کر دیا۔کافی پڑی پڑی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔پھر اس نے یوں ہی اور ریموٹ اٹھا کر لاؤنج کی ساری لائٹس آف کر دیں۔بس اب مدھم سی روشنی تھی۔جس میں عینا کا چمکتا ہوا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے تھا۔مووی چل رہی تھی حسن کو اب اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔اسکا سکون اب اسکی آغوش میں تھا۔

''سو جاؤ۔۔''وہ مدھم سا کہتا ہوا خود بھی ٹیک لگا گیا۔

کمپیوٹر پہ تیز تیز انگلیاں چلاتے ہوئے وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ختم کر دے وہ ورک اتنے طاقتور تھے کہ انہیں ختم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔وہ پچھلے آٹھ گھنٹے سے مسلسل کام کر رہا تھا۔بہرا تھیرا اجالا اسکو کوئی ہوش نہ تھا۔اس کو بس یہ دھتا تو یہ کہ اسکو یہ کام کرنا ہے اور ہر صورت کرنا ہے۔

اس نے بہت ساری ڈیٹیلز اکٹھی کر کے آگے بھیج دی تھیں۔جن میں کچھ ٹیکنیکل راز تھے۔کچھ ایسی چیزیں جن کو جان کر مستقبل میں ان یہودیوں کے حملوں کو ناکام بنایا جا سکے۔اس ٹیکنالوجی کو ناکام بنانے کے فارمولے وہ چند منٹوں میں سمجھ چکا تھا۔اسکے علاوہ کچھ خفیہ ڈیلز کی معلومات بھی وہ جمع کر چکا تھا۔وہ اتنا تو حاصل کر ہی چکا تھا کہ کم از کم اسکا یہ مشن ضائع نہیں گیا تھا۔جہاں تک اسکی رسائی ممکن ہو سکی تھی اس نے رسائی حاصل کر لی تھی اور جہاں تک اسکی رسائی ممکن نہیں ہو پائی تھی اس نے وہ ڈیٹا ضائع کر دیا تھا۔

وہ خالی ہاتھ نہیں رہا تھا اور یہی اسکے لئے کافی تھا۔

اس وقت بھی وہ کچھ ہیک کر رہا تھا۔وہ مگن سا اپنا کام کر رہا تھا۔دروازے پہ سکیورٹی سسٹم الرٹ ہوا۔یعنی کوئی اندر آ رہا تھا۔اہیم اپنی جگہ سے ہوا۔کچھ ہی لمحوں میں وہ ڈور اوپن ہوا۔سامنے وہ کنٹرول روم خالی تھا ہر چیز اپنی جگہ ویسے ہی موجود تھی۔بالکل ان چھوئی۔ایک آدمی جس کا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا وہ

چلتا ہوا آ رآ ۔اسکے دا . جا . دوسکیورٹی اہلکار تھے۔وہ لوگ یقیناً ہر موجود لاشیں دیکھ چکے تھے اس لئے وہ لوگ بے فکر تھے کہ ا رکوئی بھی داخل نہیں ہو سکا تھا۔وہ ماسک والا آدمی آ کر اپنی کرسی پ بیٹھا۔اس نے اپنا سسٹم آن کیا اور کچھ ہی ثنیے رے تھے . اسکے ماتھے پ شکنیں نمودار ہو ۔اس نے بے یقینی سے ساری سکر کو دیکھا۔اور پھر اس نے دن موڑ کر دروازے کی جا . دیکھا۔وہ سامنے کھڑا تھا۔دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے ۔ پ . زو . ھے ہوئے۔اسکا چہرہ بھی ماسک میں ڈھکا ہوا تھا شربتی آنکھوں میں فتح کی چمک واضح تھی۔

''لعنت۔۔!!'' وہ آدمی غرا ہوا اٹھ کھڑا ہوا جبکہ . وہ دونوں اہلکار ا. اہیم کو دا . جا . سے جکڑ چکے تھے۔

''اشھد ان لا الہ اللہ۔۔''ا. اہیم کے . ہلے تھے۔ماتھے پ کوئی شکن نہیں تھی آنکھوں میں کوئی ل نہیں تھا۔ا کچھ تھا تو بس سرشاری تھی خوشی تھی اور فتح تھی۔

آج اسکو پتہ تھا کہ.....

اصل خوشی کس کو کہتے ہیں۔

سرشاری کس کو کہتے ہیں۔

سر وہو کسے کہتے ہیں۔

د کو تیاگ دینا کس کو کہتے ہیں۔

فلاح کس کو کہتے ہیں۔

سکون کس کو کہتے ہیں۔

اپنے کندھوں کو ہلکا ہوتے دیکھنا کسے کہتے ہیں۔

روح کو منور ہو کسے کہتے ہیں۔

قلب کی دو ۔ کس کو کہتے ہیں۔

موت کس کو کہتے ہیں۔

اور.....

جینا کس کو کہتے ہیں۔

وہ بظاہر موت کے منہ میں کھڑا تھا۔

اسکو حیات آ رہی تھی۔

اسکو دوام دکھائی دے رہا تھا۔

آج اسکو ا زہ ہوا تھا کہ۔۔

ہمیشہ کے لئے ز ہ رہنا کسے کہتے ہیں۔

دوپہر ہو رہی تھی اور وہ ابھی ۔ اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔وہ یوں ہی ۔ ۔ سے لگائے بیڈ پ بیٹھی تھی۔موبائل سامنے پڑا تھا یوں کہ اسکی نگاہیں اس موبائل سکرین پ ٹکی ہوئی تھیں کہ کہیں کوئی میسج کوئی کال اس سے ا ازنہ ہو جائے۔دل میں عجیب و یانی چھائی ہوئی تھی۔کسی شے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔منال اسکے کمرے کے کتنے ہی چکر لگا چکی تھیں اسکو ہرلانے کی ضد کی وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

منال اب بھی اسکے لئے کچن میں کھا بنوا رہی تھیں۔اس نے شتہ بھی . ائے م ہی کیا تھا صرف دواؤں کے لئے۔وہ رو نہیں رہی تھی وہ ہنس بھی نہیں رہی تھی۔وہ بس اس موبائل سکرین کو گھورے جا رہی تھی۔

(''آپ ہر رکی طرح موبائل بند کر کے بیٹھ جا گے۔۔''

''اس رنہیں کروں گا۔۔'')

صفا کو یہ دآ یہ کہ اس رتو اس نے ایسا کوئی عہد کیا ہی نہیں تھا۔اس نے نہ تو ا ہیم سے ایسا کوئی عہد لیا نہ ہی ا ہیم نے کوئی ایسا عہد کیا تھا۔ پھر ا ہیم نے اسکو اتنا سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔وہ اس راسکو چکما دے کر جا چکا تھا۔وہ موبائل بند کر کے بیٹھا تھا۔

سوچتے ہوئے اسکے چہرے پ خفگی کے ت ات اکٹھے ہونے لگے۔اس نے سر خ ک لئے سر جھٹکا اور دل ہی دل میں اس سے عہد کیا تھا وہ اب اسکو معاف نہیں کر ے گی۔وہ اسکو دھوکہ دے کر یہ ہے۔اس نے جا کر موبائل بند کر لیا تھا۔اور اس رتو ا ہیم نے اسکو اتنا سختی کیا تھا کہ اسکی غیر موجودگی میں نہ تو کسی سے رابطہ کر ہے نہ ہی مدد مانگنی ہے۔تو وہ ہر طرف سے بے بس ہو چکی تھی۔وہ اسکو مکمل طور پ ھ کر یہ تھا۔صفا نے سوچتے ہوئے پھر سے سر جھٹکا۔وہ سخت راض ہو چکی تھی۔ سرمئی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔اس نے جلدی سے ان آنکھوں کو بے دردی سے ر ڑ ا تھا۔وہ رو نہیں چاہتی تھی۔

اسی دوران کمرے کا دروازہ کھلا تو منال ہاتھ میں کھانے کی ٹ ے لئے ا رآتی دکھائی دیں۔وہ اسکو دیکھ کر مسکرا دیں صفا کے ت ات تبدیل نہیں ہوئے تھے۔منال نے ٹ ے اسکے سامنے لا کر رکھی اور موبائل اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پ رکھا۔

''ا فون آ یہ تو اسکی ر سنائی دے جائے گی۔یوں اسکو گھورتے رہنے سے کون سا اسکا فون آ جائے گا۔'' وہ مسکرا کر کھا پلیٹ میں نکالنے لگیں۔صفا کا دل پھر سے یہ لگا تھا۔حلق میں آ اٹکنے لگے تھے۔اس نے بے بسی سے منال کی جا دیکھا۔

''کھا کھالو۔۔پھر میرے ساتھ نیچے چلو۔ہم ا یہ اچھا سا ڈرامہ دیکھیں گے اور ت بچے سکول سے آ جا گے۔پھر مرجان تمہیں خود ہی سنبھال لے گا۔'' منال نے اسکو سارا پلین بتا یا اور کھانے کی پلیٹ سامنے کی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے رخ پھیر لیا۔

''صفا۔۔!!''انھوں نے ڈ پ کے ا ازمیں پکارا۔''پ گل مت بنا کرو۔کھا کھاؤ آرام سے۔''انھوں نے خفگی سے گھورا تو صفا نے منہ بسورتے ہوئے بے دلی سے لقمے کھانے شروع کیے۔''وہ کر لے گا فون، ہمیشہ ایسا ہی تو کرتا ہے وہ کون سا اس رکچھ کر رہا ہے۔تم پ یشان ہو چھوڑ دو۔اسکا کام ہی ایسا ہے۔ دس سال میں ہم لوگ جان چکے ہیں تم بھی جان جاؤ گی۔وہ وہاں مصروف ہوتا ہے تو پلٹ کر دیکھنا بھول جاتا ہے۔''انھوں نے اسکو سمجھا چاہا۔

'' تو وہ اپنے خا ان کے پ س ہوتے تھے اور اب تو انکا خا ان یہاں ہے۔''صفا نے د حلق سے لقمہ نیچے ا رتے ہوئے بمشکل احتجاج کیا تھا۔

''وہ کہتا ہے اسکا کام ہی ایسا ہے۔۔اب نہ جانے کون سا ایسا کام ہے اسکا۔۔''منال نے بھی سر جھٹکا۔وہ خود بھی اداس تھیں وہ صفا کو پ یشان نہیں کر سکتی تھیں۔'' دیکھنا شام ے پھر رات اسکا فون آ جائے گا۔تم بلاوجہ ہلکان ہو رہی ہو۔''انھوں نے ٹیبل سے پ نی کا گلاس اسکو تھما یا۔وہ بلکل ا شفیق ماں کی طرح اسکو کھا کھلا رہی تھیں صفا بمشکل نوالے نگل رہی تھی۔''اب تم خود کو اس طرح ہلکان نہ کیا کرو اب تمہارے ساتھ ا اور ز گی بھی جڑی ہوئی ہے۔''منال نے اسکی میڈیسن نکالتے ہوئے اسکو یہ دلا یہ تو صفا کے حلق میں پھر سے نوالے اٹکنے لگے تھے۔اس نے بے دلی سے کھا وہیں رکھ دیا۔منال نے چو کر دیکھا۔

''بس۔۔مز بھوک نہیں۔'' وہ کسی بچے کی طرح منہ پھلائے بیٹھی تھی۔منال نے سر جھٹکا۔

''اچھا یہ لو۔۔میڈیسن لو اپنی۔''انھوں نے میڈیسن اسکو تھمائی۔صفا نے بے دلی سے میڈیسن کھائی منال اسکی ا ا حر دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے فی الحال کچھ نہ کہا اور کھانے کی ٹ ے اٹھائے وہاں سے چلی گئیں۔صفا نے سے آنکھوں کے کناروں پ رکی ہوئی نمی کو آزاد کیا۔

'' کچھ عجیب ہو رہا ہے۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔'' وہ اب اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔''میں آ پکو معاف نہیں کرنے والی۔۔میں سچ میں معاف نہیں کرنے والی۔۔'' وہ ہچکیوں کے ت بولی تھی۔اسکو اپنی حا سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ یہی نہیں جا تھی کہ اسکو کس طرح سے ری ا کر ہے۔کیا قبول کر ہے اور کس چیز کا انکار کر ہے۔اسکو بس ابھی ا ہیم کی ضرورت تھی۔ضرورت تو اسکو ہمیشہ ہی رہتی تھی ان دنوں اسکو یہ ضرورت کچھ حد سے ز دہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔

''مجھے آ پکو جانے ہی نہیں دینا چاہیے تھا۔'' وہ منہ پھلائے شکوہ کر رہی تھی اور ر رفون سکرین کو دیکھ رہی تھی کہ ابھی کوئی کال آ جائے ابھی کوئی میسج آ جائے فون

خاموش رہا۔

اس نے پھر سے بے اختیاری کے عالم میں موبائل اٹھایا اور اپنی گیلری اوپن کی۔

سکرین کرش زدہ فولڈ اوپن کیا اور اسکی تصاویر دیکھنے لگی۔ایک ایک تصویر کو دیکھتے ہوئے اسکے حلق میں اٹھتے درد میں اضافہ ہو رہا تھا۔سانس بھی مشکل سے آنے لگی تھی۔اس نے موبائل یوں ہی نیچے پر رکھا اور تکیے پر سر گرا گئی۔آنکھوں کے کناروں سے ہوتے ہوئے تکیے میں جذب ہونے لگے تھے۔جانے یہ انتظار اور کتنا طویل ہونے والا تھا۔

''آیت۔۔!!یہ نوٹ۔۔''

وہ اس وقت اپنے کلاس روم میں ہی بیٹھی تھی۔۔ بیل ہوئے پانچ منٹ گزر چکے تھے وہ ابھی وہیں بیٹھی تھی اپنی سکیچ میں سر دیئے۔آیت نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک خوبصورت سا اسکا ہم عمر لڑکا کھڑا تھا۔

''شکریہ سبحان۔۔'' آیت نے اپنی نوٹ بک پکڑ لی۔

''تمہیں پتہ ہے تمہاری نوٹ بک پر جو کام ہوا ہوا تھا ناں۔وہ سب سے بیسٹ تھا۔میں نے اپنی نوٹ بک دو دن میں ہی مکمل کر لی ہے۔ورنہ میرال کا ہوم ورک بہت رف سا تھا۔'' وہ اسکے پاس ہی ٹیبل پر آیت سے ٹیک لگا کر بولا۔اسکی کسی نے اتنے کھلے دل سے تعریف کی تھی آیت کے تو گال ہی سرخ ہو گئے تھے آج تک میرال اس سے اپنا ہوم ورک کرواتی آئی تھی مجال ہے جو کبھی آیت کے کام کی تعریف کر دی ہو۔

''تمہیں اگر مزید کسی ہیلپ کی ضرورت ہو تو بتانا لازمی۔'' آیت نے کھلے دل سے پیشکش کی اسی دوران کلاس روم میں آتے ہوئے کسی نے زہر آلود نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی۔وہ چلتا ہوا پاس آیا۔آیت نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اس نے بنا آیت کی جانب دیکھے ہی اپنی ڈائری اسکی ڈیسک پر پٹخ دی۔آیت اچھل کر پیچھے ہٹی۔

''یہ قوت نے بھیجی ہے۔۔'' وہ سرد سے تاثرات لئے کہہ آیت سے رہا تھا دیکھ سبحان کو رہا تھا۔

''تھینکس۔۔'' آیت نے بنا کسی تاثر کے کہتے اپنی ڈائری بیگ میں رکھی۔

''آج تم ہر نہیں آئی۔۔'' وہ آیت کی جانب مڑا۔

''کیوں؟ کوئی کام تھا؟'' آیت نے نیلی آنکھیں پٹپٹا ئیں۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ تم جیسے یوزلیس لوگوں سے مجھے کوئی کام ہو سکتا ہے۔'' وہ مزے سے کہتا آیت کو تپا گیا تھا۔آیت نے اپنی چھوٹی چھوٹی مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تو پھر؟'' وہ ٹک پھلا گئی۔

''قوت پوچھ رہا تھا۔۔'' وہ کہتا ہوا بنا مزید کوئی بات سنے وہاں سے گیا۔آیت اسکو جاتا دیکھے گئی۔

''کافی تمیز نہیں ہے یہ؟'' سبحان نے مرجان کی پشت کو گھورتے ہوئے آیت کے گوش گزار کیا تھا۔

''ہاں۔کچھ لوگ ہوتے ہیں۔'' آیت نے سر جھٹکا۔

''تم کیا بنا رہی تھی؟'' سبحان نے آیت کی سکیچ بک دیکھی۔

''یہ۔۔یہ میں ایسے ہی بنا رہی تھی ہم لوگ پارک گئے تھے مجھے یہ بہت پسند ہے۔'' اس نے سکیچ میں ایک پارک کا منظر ڈرا کیا ہوا تھا جس میں دو جھولے تھے جن پر دو بچیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور دو لڑکے جو کہ چھوٹے چھوٹے سے ہی تھے وہ ایک جھولے جھلا رہے تھے۔دو رگھاس پر دو لوگ آمنے سامنے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔آیت کی سکیچنگ بہت شاندار ہوتی تھی وہ ایک منظر کو ایسے پیپر پر اتارتی تھی کہ کچھ حقیقی معلوم ہونے لگتا۔سبحان حیران سا اسکی سکیچ دیکھ رہا تھا اور تعریفیں کر رہا تھا۔

آیت نے خوشی سے اپنے بال جھٹکے۔کوئی آج اس سے امپریس ہو رہا تھا۔وہ شارپ مائنڈڈ تھی آج پھر سے اسکو یقین ہو گیا تھا۔

''مسز کرداوی۔۔!!'' وہ ہمیشہ کی طرح اسکو پکارتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔عینا سیڑھیاں اتر رہی تھی اسکو دیکھ کر مسکرادی۔حسن نے ایک جانب کھڑا اسکو دیکھا۔وہ اسکو بہت پیاری لگتی تھی اسکو دیکھ کر حسن کو اپنا ماضی یاد آتا تھا۔جس طرح اسکا باپ آتے ہی شہرین کو پکارا کرتا تھا اور شہرین شادی سے پہلے ازمیں اپنے شوہر کو خوش آمدید کہا کرتی تھی۔وہ اس لمحے کو پھر سے جینے لگا تھا۔وہ لمحہ پھر سے کرداوی مینشن میں زندہ ہو رہا تھا۔حسن کو اپنی قسمت پر رشک آیا تھا۔

''خوش آمدید مسٹر کرداوی۔۔'' وہ خوشی سے کہتی اسکے پاس آئی۔

''کیس واٹ۔۔'' حسن نے چمکتی آنکھوں سے عینا کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔

''کیا؟'' عینا الجھن تھی۔

''اگر میں تمہیں کوئی خوش خبری سناؤں تو مجھے کیا ملے گا؟'' حسن نے پرجوش ہوتے ہوئے عینا کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

''میں آپکو کیا دے سکتی ہوں مسٹر کرداوی؟'' عینا نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔

''ویل۔۔!! آپ ہی تو ہیں کرداوی خاندان کے اثاثوں کی مالک۔۔اچھی خبر سنانے پر اس غلام پر کوئی مہر کر سکتی ہیں آپ۔۔'' وہ اسکو الجھا چکا تھا۔عینا نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔اسکے تاثرات اب بدلنے لگے تھے۔

''اوکے فائن۔۔'' حسن نے مصالحتی انداز میں کہتے اسکو قریب کیا۔''مشن کامیاب رہا ہے۔۔اور۔۔وہ لوگ واپس لوٹ آئے ہیں۔'' حسن نے اپنی بات مکمل کی عینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔''آئی مین۔۔ہاں۔۔کچھ شہادتیں ہوئی ہیں۔۔کچھ قیدی بھی بنے ہیں۔۔زیادہ تر کامیابی ہی ہوئی ہے۔'' حسن نے عینا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبائے۔

''۔۔۔۔۔'' عینا کی آنکھیں نمکین پانیوں سے لبریز تھیں۔

''وہ واپس آگئے ہیں۔۔'' حسن نے عینا کو قریب کرتے ہوئے اسکو بڑی خبر سنائی تھی۔عینا اپنے قدموں پر لڑکھڑائی۔حسن نے اسکو ہمیشہ کی طرح سنبھال لیا تھا۔

''مم۔۔مذاق۔۔نہ کرو۔۔'' عینا نے بے یقینی سے حسن کا چہرہ دیکھا۔حسن نے مسکرا کر اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔اسکی آنکھوں میں چمکتے موتی صاف کئے۔

''ایسے مذاق کئے جاتے ہیں بھلا؟''

عینا کچھ شبے میں تھی حسن کی آنکھوں کی سچائی دیکھے گئی۔اسکو یقین کرنا تھا کیسے اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اپنے باپ کو کھو چکی تھی وہ زندہ تھا۔جس پر اس نے صبر کیا تھا وہ زندہ تھا اسکے صبر کو شکر میں بدل دیا گیا تھا۔وہ اتنی خوش قسمت کیسے ہو سکتی تھی کہ ہر بار اسکے صبر کو اسکے شکر میں تبدیل کر دیا جائے۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ایسا کیسے ممکن تھا۔حسن نے اسکی ہرنی جیسی آنکھیں خود پر مرکوز پائیں جو کہ کنفیوز ڈسی تھیں۔وہ گہرا مسکرادیا۔

''یقین نہیں آرہا؟'' اس نے عینا کی ناک کو انگلی سے چھوا۔عینا نے بے یقینی سے ہی میں سر ہلایا۔''اچھا؟؟ایسا ہے کیا؟'' اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے فون جیب سے نکالا۔اور ایک کال ملائی۔

''یہ لو۔۔'' اس نے وہ موبائل عینا کے کان سے لگادیا۔

''عینا۔۔!!'' سپیکر کے پار سے جانی پہچانی آواز سنتے ہی عینا کا ہر انس پل بھر میں ٹوٹ گیا تھا۔اس نے فوراً موبائل اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کان سے لگایا۔

''۔۔۔۔۔'' عینا تقریباً چیخی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔۔'' مقابل کی تھکی سی آواز کانوں سے ٹکرائی تو عینا کو یقین نہیں آیا اس نے بے یقینی کے عالم میں پھر سے حسن کو دیکھا۔''ہمارا بہت نقصان ہوا ہے عینا۔۔'' وہ آرزدگی سے بولے۔عینا کو بس یہ یقین کرنا تھا کہ اسکا باپ زندہ تھا۔''اور ابھی کچھ کانہیں پتہ۔۔تم جانتی ہو کہ یہ اب کہاں تک جائے گی۔میں ابھی وہاں نہیں آسکتا۔ائیر پورٹ بند ہے ہر قسم کی آمدورفت بند ہے۔اور اسکے بعد میں شاید رابطہ نہ کر سکوں۔۔تم اپنا خیال رکھنا۔'' منصور اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔عینا بے یقینی سے کبھی فون پر اسکی بات سنتی تو کبھی حسن کی جانب دیکھتی۔حسن نے مسکراتے ہوئے اس سے فون پکڑ لیا۔

''ا۔ اہیم سے ۔ ۔ ۔ ت ہوسکتی ہے۔۔''اس نے ا۔ ہاتھ عینا کے ۔ دگھماتے ہوئے اسکو سہارا دیا۔ اور فون کان سے لگا۔ فون کے پ۔ رخاموشی سی چھا گئی تھی۔ حسن پھیکا سا مسکرا۔

'' ۔ ۔ ت ہوسکتی ہے؟''اس نے سوال دہرا۔ فون کے اس پ۔ رخاموشی چھائی رہی۔ حسن نے مو۔ ئل کان سے ہٹا کر دیکھا کہ کہیں کال ٹ تو نہیں ہوگئی۔ پہلے ہی بہت مشکل سے یہ ا۔ چانس تھا۔ کال چل رہی تھی۔''ہیلو۔ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔ا۔ اہیم سے ۔ ۔ ۔ ت ہوسکتی ہے؟''حسن نے اپنے تمام تر ا۔ یشوں کو کہیں دفنا کر سوال دہرا۔ تھا۔ اس۔ راسکی آواز میں وہی ر۔ تھا جو ش۔ حسن آفندی کی آواز میں ہوا کر۔ تھا۔

''وہ واپس نہیں آ۔۔''

مقابل کی آواز نے حسن کے قدموں سے روح کھینچ لی تھی۔ وہ جو عینا کو سہارا دیئے کھڑا تھا اب کی۔ رخود لڑکھڑا۔ تھا۔ حسن کا چہرہ لٹھے کی ما۔ سفید پ۔ چکا تھا۔ اسکو لگا کہ ارد۔ دکی ساری فضا آلودہ ہوچکی ہے وہ مز۔ ا۔ سانس لے گا اور اسکی سانس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے گی۔

''کیا۔۔ مطلب ہے؟''اس نے پھر بھی اپنی پوری قوت جمع کی تھی۔

''وہ واپس نہیں آ۔۔۔شا۔ ۔۔کبھی نہ آئے۔۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟؟ تم۔۔تم۔۔لوگ پ۔ گل ہو؟ دماغ ٹھیک ہے؟ تم لوگ ایسا کیسے کہہ ۔ ہو؟''حسن دیوانوں کی طرح ۔ تھا۔ عینا اچھل کر دو قدم دور ہوئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں خوف اور غیر یقینی تھی۔ اس نے حسن کو بہت عرصے بعد اس روپ میں دیکھا تھا۔

''کہاں ہے وہ۔؟؟؟ کیوں نہیں آ۔۔؟''وہ الفاظ کھینچ کھینچ کر ادا کر۔ رہا تھا۔

''وہ واپس نہیں آ۔۔''مقابل کے پ۔ س بس ا۔ ہی جواب تھا۔

''کیا۔۔ وہ قیدی؟''حسن نے بکھرے لہجے میں پوچھا۔۔

''نہیں معلوم۔۔ وہ لوگ واپس نہیں آئے اور اب تو واپسی کے تمام راستے بند ہیں۔ بلکہ وہ لوگ اب جوابی کاروائی کرنے والے ہیں۔۔ا۔ وہ ز۔ ہ ہوتو۔۔''

''شٹ اپ۔۔!!!!''وہ پوری شدت سے دھاڑا تھا۔۔''جسٹ۔۔شٹ۔۔اپ۔۔''اس نے تو ڑ تو ڑ کر الفاظ ادا کئے تھے۔ حسن کا چہرہ جو پہلے سفید پ۔ چکا تھا اب کی۔ رسرخ ہوا تھا۔ اسکی رگیں تن گئی تھیں۔ آنکھیں سرخی مائل ہوچکی تھیں۔ سیاہ آنکھوں میں سرخی شامل ہوئی تو وہ مز۔ بھیا۔ ہوچکی تھیں۔ عینا کو حسن کی حا۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی اسکا دل یہ سوچ کر بند ہوا تھا کہ یقیناً کچھ انہونی ہوچکی ہے۔

''حسن۔۔!!''عینا نے اسکی۔ زو پ ہاتھ رکھا۔ حسن ڈھے سا۔ ۔ عینا نے اسکو سہارا دیا۔ اور لا کر صوفے پ۔ بٹھا دیا۔ وہ ٹیک لگائے ۔ ٹ سا۔ ا۔ ہی نقطے کو دیکھے جا رہا تھا۔''حسن۔۔ کیا ہوا۔ ہے؟''عینا کا دل کا۔ پ۔ رہا تھا۔ وہ کا۔ پ۔ تے ہاتھوں میں اسکا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

(''تمہیں پتہ بھی ہے۔ ۔ میں جانے والے کیسے ہوتے ہیں؟''۔ ۔ کے لئے ۔ سے پہلے خواہش ہی تو ختم کی جاتی ہے۔۔ حتیٰ کہ۔ ۔ کی خواہش بھی۔۔'')

حسن کی آنکھیں سا۔ تھیں۔

(''جو۔ لے کے لئے ا۔ دکھاتے ہیں وہ کارو۔ رکرتے ہیں۔'')

(''ا۔ مرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو غزہ چلے جاؤ۔۔ تاکہ یہ بے کارز۔ گی کسی کام آجائے۔''

(''کیا چاہتے ہو؟ انہی ہاتھوں سے تمہاری جان لے لوں۔۔ جن ہاتھوں سے تمہیں بچایا تھا؟'')

حسن کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ عینا نے اسکی حا۔ دیکھی تو بھاگ کر کمرے کی جا۔ ۔ پ۔ ۔۔ وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں وہی گولیوں کی ڈبی تھی۔ عینا نے دو گولیاں نکال کر حسن کے منہ میں ر۔ چاہیں۔۔ حسن نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔ گولیاں دور جا۔ یں۔

''نہیں مر۔ اتنی جلدی میں۔۔''سفاکیت سے کہتا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔ اس نے اپنی ٹ۔ ئی کھولی شرٹ کے دو بٹن کھول کر سینا مسلا۔۔ عینا کے ہاتھ پ۔ ؤں ٹھنڈے پ۔ رہے تھے۔

''حسن۔!! پلیز۔۔ بتاؤ کیا ہوا ہے؟ کیا۔ اہیم ٹھیک ہے؟'' عینا نے سما۔ ۔ کی۔ حسن نے بے بسی سے اسکی جا۔ دیکھا۔ عینا کو اسکی آنکھوں میں سارے جواب مل گئے تھے پھر بھی وہ سوال کئے جا رہی تھی۔ ''نہیں۔۔ پلیز۔۔ وہ ٹھیک ہیں۔ ن۔۔ پلیز۔ حسن۔۔!! پلیز۔۔ صفا۔۔ دینا۔۔ قوت۔۔ مرجان۔۔ ان ۔ کا کیا حسن؟'' عینا نے حسن کے جھلستے وجود پ مز۔ پیٹرول چھڑک دیا تھا۔ اسکا۔ ن پھر سے جلنے لگا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا ہے اسکو۔۔ ہاں۔۔ وہ ٹھیک ہے۔۔'' حسن نے سینہ مسلتے ہوئے جیسے خود کو یقین دلا۔ عینا نے آ صاف کئے۔

''ہاں۔۔ وہ ٹھیک ہوں گے۔۔ دیکھنا۔۔''

''وہ ٹھیک ہوگا۔۔ وہ دھوکے ۔ ز ہے۔۔ ہمیشہ کی طرح۔۔ دھوکہ اسکی فطرت میں ہے۔ اس وقت بھی وہ دھوکہ دے رہا ہے ۔ کو۔۔ ہم ۔ کو وہ دھوکہ دے رہا ہے ضرور کسی خفیہ مشن پ لگا ہوا ہوگا اور ہمیں۔۔ ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ وہ ہے ہی دھوکے ۔ ز۔۔ فر ہے۔ میں۔۔ میں۔۔ لعنت بھیجتا ہوں ایسے دھوکے ۔ زوں پ۔۔'' حسن آ ی ۔ ت کہتے ہوئے ۔ ی طرح لڑکھڑا۔ یا تھا۔ اسکی ز ۔ ن اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی فی الحال کے لئے اسکو خود کو یقین دلا ۔ تھا۔

''ہاں۔۔ دیکھنا۔۔ وہ۔۔ وہ ٹھیک ہوں گے.....'' عینا نے اسکے ہاتھوں کو پھر سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔

واشنگٹن میں اس وقت رات ہو رہی تھی۔ روڈ کنارے وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے آ رہا تھا۔ اسکا دماغ اس وقت بند ہو چکا تھا۔ وہ کہاں جا رہا تھا کہاں نہیں اسکو کوئی ہوش نہیں تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ پ ٹی جا رہی تھیں اور جسم ۔ ف کی ما سرد تھا جس میں موجود خون کی تمام ت شر۔ منجمد تھیں۔ وہ بس سانس لے رہا تھا اور میکا ا ۔ ازمیں بس چلتا ہوا جا رہا تھا۔ کہ اچا ۔ اسکو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ سفیر چلتا جا رہا تھا بنا ء رکے قدموں کی چاپ میں اضافہ ہو۔ جا رہا تھا۔ ا۔ جگہ جا کر سفیر کے قدم تھمے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو روڈ خالی تھا۔ سفیر کے ماتھے پ شکنیں پ گئیں۔ روڈ خالی کیسے تھا؟ ابھی تو قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تھی۔

سفیر نے ادھر ادھر دیکھا کچھ نہ پ کر پھر سے چل دی۔ ابھی وہ دو قدم ہی تھا کہ اسکو ا۔ ہاتھ اپنی جا۔ ۔ ٹھتا ہوا دکھائی دی۔ سفیر جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔ حملہ آور ا۔ عورت تھی اسکے ہاتھ میں ا۔ خنجر تھا۔ سفیر کی سانس ا۔ پل کے لئے اٹکی۔ وہ پیچھے ہٹا تو اس عورت کا وار ضائع ۔ اور وہ اپنے قدموں پ نہ سنبھلتے ہوئے نیچے جا ی۔ اسکا خنجر ۔ سفیر جلدی سے آگے ۔ ٹھا۔ اس نے خنجر پ اپنا پ ؤں رکھا اور جھک کر اس عورت کو دیکھنے لگا۔

''تم لوگ دہشت ۔ دہو۔۔'' وہ عورت غرائی۔

سفیر ۔ ٹ سا اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس عورت کی کہنی چھل گئی تھی اس نے اپنا ۔ زو جھاڑا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم لوگوں نے بچوں کو مارا ہے۔۔ عورتوں کو اغواء کیا ہے۔۔ اور پھر بھی یہاں اپنی آزادی کا رو۔ رو رہے ہو۔'' وہ ئی۔ سفیر نے پ ؤں کی مدد سے ہی خنجر دور اچھال دی۔ وہ دونوں اب نہتے تھے ۔

''دیکھیں خاتون۔۔!!'' سفیر نے انگلی کھڑی کی۔ ''میں نہیں جا کہ آپ کس ۔ رے میں ۔ ت کر رہی ہیں؟'' اس نے ا ن ۔ کی کوشش کی۔

''واؤ۔۔ کیا تم واقعی نہیں جا ؟ کیا تم نہیں ہو؟ کیا تم لوگ آئے روز احتجاج نہیں کرتے ہو؟ آج تمہارے ملک نے اسرا چملہ کیا ہے اور معصوموں کو قتل کیا ہے۔'' وہ سرخ ہوتی آنکھیں لئے دھاڑی۔ سفیر پ سکون سے ا۔ ازمیں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔

''کیا واقعی؟ آپکو کیسے پتہ ؟''

''ٹی وی پ نیوز تھی ڈیم اٹ۔۔!!'' وہ پھر سے ئی۔ ''میرا خا۔ ان وہاں ہے اور میرا کسی سے رابطہ نہیں ہو پ رہا۔۔ میں قسم کھاتی ہوں ا کسی کو کچھ ہوا تو میں تم ۔ کی جان لے لوں گی۔۔'' وہ خونخوار آنکھیں لئے غرائی۔ سفیر ا ئیہ مسکرا۔

''جس ٹی وی پ آپ نے نیوز سنی ہے۔ ن۔۔ اسی ٹی وی پ اکثر خبر آتی ہے کہ فلسطینیوں کی کشی کی جا رہی ہے۔ کشی کا مطلب جا ہیں؟'' سفیر نے جبڑے بھینچ لئے۔ وہ عورت سرد۔ ت ات لئے کھڑی تھی۔ ''بچوں کو مارا جا رہا ہے۔۔ ان۔ خوراک نہیں پہنچنے دی جا رہی۔ ا ا ک کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ملک میں بھوک کی صورتحال پیدا کی جا رہی ہے۔ ا جان بوجھ کر غر۔ ۔ کیا جا رہا ہے۔ جان بوجھ کر ان لوگوں کو گھروں سے نکالا جا رہا ہے ا زمین پ قبضہ کر کے ا ہی ملک سے نکالا جا رہا ہے

۔خاتون۔۔!!'' وہ غرایا۔سفیر کا دماغ اب گم ہو رہا تھا۔

''کاش۔۔کاش۔۔!! یہ خبر بھی تم لوگ سن لیتے تو آج کی خبر کو نہ ملتی۔'' سفیر نے ہاتھ جھاڑنے کے انداز میں خود کو لاتعلق ظاہر کر دیا۔''یہ اب بحث کہ ہے۔۔اب شکوے شکایتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔'' سفیر نے کندھے اچکا دیئے۔

''یو۔۔یو۔۔بلڈی۔ٹیرارسٹس۔۔''

''شٹ اپ۔۔!! جسٹ شٹ اپ۔۔ہم لوگ ٹیرارسٹ نہیں ہیں۔۔ٹیرارسٹ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہماری زمین پہ قبضہ کیا ہے اور ہمیں ہمارے گھروں سے بے دخل کر رہے ہیں۔بلڈی چیٹرز۔۔'' سفیر نے اسی کے انداز میں جواب دیا تو وہ تلملا کر رہ گئی۔

''نیکسٹ ٹائم۔۔بی کیئر فل۔۔'' سفیر اسکو وارن کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔اسکے انداز جلتے ہوئے الاؤ میں اضافہ ہوا تھا۔جو خبر اسکو مل چکی تھی اسکے بعد وہ اپنے قدموں پہ چل رہا تھا یہی کافی تھا اور اوپر سے اس خاتون کی بکواس نے سفیر کو مزید تپا دیا تھا۔

وہ چلتا ہوا اپنے اپارٹمنٹ کے سامنے آ کر رکا۔اس نے ایک گہری سانس لی۔اور آنکھوں میں امڈتی نمی کو پیچھے دھکیلا اور ڈور اوپن کیا۔تو لاؤنج میں ہی اوپن کچن میں کھڑی عیشا آئی جو کہ ڈنر بنا رہی تھی۔سفیر کو آتے دیکھا تو وہ کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسکے پاس پہنچی۔۔سفیر دروازے پہ ہی تھا۔

''سفیر۔۔!! کوئی رابطہ ہوا؟ وہ لوگ۔؟'' عیشا کے الفاظ اٹک رہے تھے۔سفیر کی سرخ آنکھیں دیکھ کر عیشا بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی۔

سفیر نے اپنی جیکٹ وہیں ایک سٹینڈ پہ رکھی اور اسکی جانب مڑا۔

''سفیر۔۔!!'' عیشا نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔۔سفیر کے بے جان سا آ کر صوفے پہ ڈھیر ہوا۔عیشا آ کر اسکے ساتھ بیٹھی۔اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔''سفیر۔۔!! کیا ہوا؟ کچھ ہوا ہے؟ ضرار، قادر بھائی۔۔اور باقی۔۔ٹھیک ہیں ناں؟ اور ابراہیم سر؟'' عیشا اٹک اٹک کر سوال کر رہی تھی۔سفیر کے مقفل تھے۔''پلیز سفیر۔۔کچھ بتاؤ۔۔کیا تمہارا کسی سے رابطہ ہوا ہے؟ نیوز میں تو بس ایک طرفہ ہی بتا رہے ہیں.....پلیز۔۔میرا اب دل بیٹھا جا رہا ہے ضرار۔۔'' عیشا نے اسکو جھنجھوڑا۔

سفیر نے اسکی جانب رخ موڑا اور اسکی آغوش میں اپنا چھپائے بچوں کی طرح رونے لگا۔عیشا کا دل بند ہونے کو تھا۔

''سفیر۔۔پلیز۔۔'' عیشا کے ہاتھ اسکا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔وہ کس طرح اس سے پوچھتی۔

''وہ۔۔لوگ آج بھی۔۔آج بھی ہمیں ٹیرارسٹ کہہ رہے ہیں عیشا۔۔'' سفیر کی بھاری آواز گونجی۔

''میں کیا پوچھ رہی ہوں۔۔سفیر۔۔!'' عیشا اسکے جواب پہ حیران تھی۔سفیر کا دل بری طرح ٹوٹ چکا تھا۔

''کیا یہ لوگ اتنے ہیں عیشا؟ میری امو۔۔میری ادا۔۔وہ۔۔وہ معصوم جانیں چلی گئیں کسی نیوز پیپر کی خبر تک نہ چلی۔۔اور آج۔۔آج دنیا واویلا مچا رہی ہے عیشا۔۔'' سفیر کی آواز بیٹھ رہی تھی۔وہ کسی ننھے بچے کی طرح شکایت کر رہا تھا۔

''سفیر۔۔پلیز۔۔سنبھالو خود کو۔۔ہم نے حملہ لے لیا ہے ناں۔۔'' عیشا نے اسکے بالوں کو سہلایا۔

''نہیں عیشا۔۔'' وہ آنسو پونچھتا ہوا سیدھا ہوا۔''یہ کوئی حملہ نہیں تھا۔یہ ایک خودکشی تھی جو ہم نے کر لی ہے اب بس ہماری لاش باقی ہے۔۔اور۔اور تم دیکھنا۔۔وہ۔۔وہ لوگ کیسے اب حملہ کریں گے۔۔اور۔۔اور سارا دنیا انکا ساتھ دے گی عیشا۔۔اب مزید تباہی ہو گی عیشا۔۔کیوں دنیا کو ہم لوگ نہیں آتے؟ کیوں ہمارا خون نہیں آتا؟ کیا ہمارا لہو لال نہیں ہے عیشا؟'' اس نے بے بسی سے سرخ متورم آنکھیں پھیلائے سوال کیا۔عیشا کو کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔اسکو سفیر کی حالت سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ تو اتنا جنونی تھا۔وہ تو خود کو مجاہد کہتا تھا پھر آج وہ کیسے بکھر رہا تھا۔

''سفیر۔۔!!'' عیشا نے اب کی بار اسکو جھنجھوڑا تھا۔سفیر نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اسکی جانب دیکھا۔''یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔۔ہم یہ پہلے سے جانتے تھے۔پھر آج کیوں یہ واویلا کر رہے ہو؟ جو میں پوچھ رہی ہوں وہ بتاؤ۔۔'' عیشا کی اب بس ہوئی تھی۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ جو واپس آ گئے ہیں وہ بچ جائیں گے؟'' سفیر بے بسی کی انتہا قائم کیئے بولا تھا عیشا کا حلق خشک ہوا۔''جو لوگ واپس آ گئے ہیں وہ اب نشانے پہ ہیں اور آج نہیں تو کل۔۔وہ لوگ بھی ختم ہو جائیں گے۔۔'' سفیر نے تکان سے کہتے ٹیک لگا دی۔''ہم لوگ یہاں ہیں، وہ لوگ وہاں ہیں۔ہم نشانے پہ ہیں۔۔اور

مجھے اپنی فکر نہیں ہے کیو یہ لڑائی ہماری ہی تھی ہم نے ہی لڑنی تھی ۔۔ ان لوگوں کا کیا جو ہماری لڑائی کا حصہ بن گئے؟ا. اہیم کا کیا عیشا؟ جو اپنی پ سکون ز ندگی چھوڑ کر ہماری ج لڑنے آ ے؟ ضرار کا کیا جو اپنی بیمار ماں کو آ ی سلام کہہ کر ہماری ج میں شامل ہو ے۔۔؟ اور ان تمام مصریوں کا کیا جو اپنی پ سکون ز ں چھوڑ کر ہمارے راستے پ چل پ ے؟''

''سفیر.....!!''عیشا نے بے بسی سے پکارا۔

''وہ لوگ بھلے واپس آ گئے ہیں ۔۔ ۔۔وہ لوگ نے پ ہیں۔۔''سفیر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا ے۔عیشا نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''سفیر۔۔!!''وہ م سے لہجے میں بولی۔''کیا تم کمزور پ گئے ہو۔؟ کیا تمہارا ایمان بس اتنا ہی تھا؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ جو لوگ ج کے خوف سے گھروں سے نہیں ت وہ لوگ ہمیشہ ز ہ رہیں گے؟''وہ م سی آواز میں کہتی سفیر کے کندھے پ ہاتھ پھیر رہی تھی۔''کیا تمہیں لگتا ہے کہ یہ کفار ہمیشہ غا آتے رہیں گے؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ آ ت بھی ا ہے؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ اپنے حق کی لڑائی لڑ خودکشی ہے؟''اسکی میٹھی سی آواز نے سفیر کے دل میں ت ہوئے امید کے دیے کو روشنی بخشی تھی۔اسکے دل میں موجود امید کا د جو کہ ا یشوں کی آ ھیوں کی زد میں تھا ہی پل میں اسکی لو ٹھہرنے لگی تھی۔دل کے ر کونوں میں پھر سے نور بھرنے لگا تھا۔آہستہ آہستہ دل میں چھاتی ر یکی کٹنے لگی تھی۔

''جو لوگ ج سے واپس آ جاتے ہیں ا بھی آ کا رمر ہی جا ہے۔۔ ز گی کی سے ڑی حقیقت ہی موت ہے تو پھر کیسا ل؟ کیسا غم اور کیسا ن؟'' عیشا مدہم سا مسکرائی۔سفیر نے چہرہ اپنے ہاتھوں سے نکالا۔۔آ ھم چکے تھے۔اس نے عیشا کی جا دیکھا۔

''ا. اہیم بھائی۔۔وہ واپس نہیں لوٹے۔۔''اس نے بظاہر مضبوط لہجے میں خبر دی تھی وہ ا رسے کس قدر شکست خوردہ تھا وہی جا تھا۔عیشا کا اسکے کندھے پ سرائیت کر ہاتھ اسکے پہلو میں ے تھا۔

اگلا دن بھی کوئی سکون لے کر نہیں ع ہوا تھا۔ شتہ دن کی شروع ہوئی ہوئی ج اپنے عروج پ تھی مجاہدین کی جا سے مسلسل پیش رفت جاری تھی۔یہ ا. ج تھی جو دہائیوں سے چلی آ رہی تھی اور نہ جانے کتنی دہائیوں ت جاری رہنی تھی۔ اس ج میں جن کا نقصان ہو چکا تھا اس نقصان کا ازالہ ممکن نہ تھا۔ابھی تو اس سرزمین نے مزید لہو مانگنا تھا۔ابھی اس زمین پ قحط پ تھا ابھی تو اس زمین پ بھوک نے ننگا رقص کر تھا اور بے بسی نے تماشا دیکھنا تھا۔ابھی تو بہت کچھ ہو تی تھا۔

یہ تو بس ا شروعات تھی۔۔

دو دن ہو چکے تھے اور وہ آج بھی اسی کیفیت میں تھی۔وہ بس سارا دن مو ئل کو سامنے رکھ کر بیٹھی رہتی تھی۔منال لاکھ کوشش کرتیں کہ وہ ہر آ جائے ان سے کوئی ت کر لے نہیں وہ بس ا ہی نقطے پ اٹکی ہوئی تھی۔

شام ہو رہی تھی اس وقت بھی وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔ گیٹ پ ا گاڑی آ کر رکی۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا تو یجہ ہر نکلیں۔صفا نے نم آنکھیں لئے ا جا دیکھا۔وہ منال سے ملتی ہو ا رکی جا ہی ڑھ رہی تھیں۔صفا وہیں کھڑی میں کھڑی تھی کہ اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔وہ اپنی جگہ سے ہلی ت نہ تھیں۔

''صفا۔۔میری جان۔۔!!'' یجہ روہا ہوتیں اسکے پ پہنچیں۔وہ اسکے گلے لگیں۔صفا اپنی جگہ سا تھی نہ تو آنکھیں چھلکی تھیں اور نہ ہی حلق سے کوئی آواز نکلی تھی۔ یجہ نے الگ ہوتے ہوئے اسکا اداس اور بے ر سا چہرہ دیکھا۔''کیا حا بنا رکھی ہے تم نے میری ''؟''انھوں نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

''کیا کروں میں اسکا۔۔کھا کھلاتی ہوں بس. ائے م ہی کھاتی ہے نہ تو ہر آ کر بیٹھتی ہے ا ہم اسکے پ س آ کر بیٹھ جا تو مو ئل سے نگاہ نہیں ہٹاتی۔تین دن ہو چکے ہیں اور یہ لڑکی ا ہی حا میں ہے مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ ۔۔آپ ہی سمجھا اسکو۔۔۔وہ کون سا اس طرح پہلی ر ے۔۔؟ پہلے بھی جا رہتا ہے یہ لڑکی اس طرح ہلکان ہو رہی ہے جیسے وہ پہلی ر ے ہو۔۔''منال نے بھی بوجھل طبیعت کے ساتھ اسکا احوال بتایا۔وہ ماں تھیں ان کا دل ہر وقت بے چین رہتا تھا ساتھ ہی ان پ

ذمہ داری بھی تھی۔وہ صفا کو حوالے کر کے تھا وہ کیسے ہمت ہار سکتی تھیں۔

''صفا۔۔میری جان۔۔!!ایسے کون کرتا ہے؟'' بچہ نے اسکو پچکارا۔منال تکان زدہ سی کمرے سے واپس چلی گئی تھیں۔صفا نے آنکھیں گھما کر اجاڑ دیکھا۔ بچہ سوالیہ انداز میں اسکو دیکھ رہی تھیں۔

''اور امی۔۔ایسا کون کرتا ہے؟''اس نے ایک ہچکی لی۔

''صفا۔۔کیا ہوا ہے اسکو کوئی کام پڑا ہوگا۔۔''انھوں نے اسکو پھر سے ساتھ لگایا۔

''امی۔۔امی۔۔وہ مجھے دھوکہ دے کر گئے ہیں۔۔اس روہ مجھے جال میں پھنسا کر گئے ہیں وہ میرے راستے بند کر کے گئے ہیں۔۔انھوں نے مجھے بیڑیوں میں جکڑ دیا امی۔۔اور۔۔اور اپنی مرضی کا عہد و پیمان کر کے چلے گئے۔۔''وہ اب بلند آواز میں رو رہی تھی۔تین دن کا غبار نکل رہا تھا۔ بچہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا انھوں نے اسکو رونے سے روکا بھی نہیں تھا۔

''آپکو پتہ ہے امی۔۔!!''وہ آپو پونچھتی ہوئی الگ ہوئی۔''وہ۔ پچھلی رگئے تھے ں۔۔۔ انھوں نے اس طرح فون بند کیا تھا۔۔تا۔۔۔ا زخم آیا تھا۔۔یہاں۔۔یہاں یہ پ۔۔اور وہ زخم اتنا بڑا تھا''وہ پھر سے روتی ہوئی ا بتا رہی تھی۔ بچہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔''وہ۔ بھی اس طرح جا کر فون بند کرتے ہیں ں۔۔وہ کسی خطرناک کام میں ہی مصروف ہوتے ہیں امی۔۔اے۔۔امی ا کچھ ہوا تو۔۔''وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''صفا۔۔!!''انھوں نے اسکو پھر سے ساتھ لگایا۔۔ا اب صفا کا خوف سمجھ آ رہا تھا۔یقیناً ا ہیم نے اسکو کچھ بتایا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ اتنا ڈری ہوئی تھی۔اور ا ہیم مصر جا کر کیا کرتا تھا کہاں جاتا تھا کسی کو بھی تو نہیں پتہ تھا۔اب بچہ کو بھی پریشانی لاحق ہوئی۔''ہو سکتا ہے وہ واقعی کسی کام میں مصروف ہو۔تم بلاوجہ پریشان ہو رہی ہو۔۔اور ہر رایسا خطرہ تھوڑی نہ ہوتا ہے۔۔تم بلاوجہ کی ٹینشن پال رہی ہو۔۔کیا حال بنا لیا ہے تم نے۔۔اپنا نہیں تو کم از کم اس ننھی سی جان کا ہی خیال کر لو۔۔''انھوں نے اسکو ڈپٹا۔۔

صفا نے الگ ہوتے ہوئے بے دردی سے اپنا چہرہ رگڑا۔۔

''ننھی جان۔۔ننھی جان۔۔مجھے نہیں چاہیے ایسی کوئی بھی جان۔۔جس کے آنے سے میرا شوہر مجھ سے گم ہوا ہے۔۔اے ا ا ہیم کو کچھ ہوا ں امی۔۔تو۔۔تو۔۔ میں اسکی جان لے لوں گی۔۔''وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ ئی تو بچہ کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔وہ ہونق بنی اس لڑکی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جو کہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔وہ حیران تھیں کہ کیا یہ صفا ہی ہے یا کوئی اور ہے؟

''جس دن سے یہ میری زندگی میں شامل ہوا ہے اس دن سے ا ہیم مجھ سے دور ہو گئے ہیں۔آپکو پتہ ہے وہ پہلے ہی پلاننگ کر رہے تھے۔۔اور تب ہی یہ میری زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔۔اور تب سے ہی ا ہیم مجھ سے دور ہونا شروع ہو گئے تھے۔۔مجھ سے کچھ چھین لیا ہے اس ننھی جان نے امی۔۔''وہ اپنا سر پکڑ کر ئی۔تین دن کا غبار اس طرح نکلے گا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ بچہ تو اسکی باتیں سن کر ہی صدمے میں پہنچ چکی تھیں۔وہ لڑکھڑاتی ہوئی جا کر کاؤچ پہ بیٹھ گئی۔وہ اب سر ہاتھوں میں ئے رو رہی تھی۔ بچہ اسکی ہچکیاں سسکیاں سن کر اسکے پاس چلی آ۔انھوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔بس اسکے پاس بیٹھ کر می سے اسکا سر اپنی گود میں رکھا۔

وہ اس وقت جس حا میں تھی اس پ سختی کر یعنی مز اسکو نقصان پہنچا۔

''میری شہزادی۔۔میری لاڈو۔۔میری سنہری لوں والی ٹ۔۔!!''وہ پیار سے پچکارتی ہو اسکے ل سہلانے لگیں۔''تمہیں پتہ ہے۔ میں امید سے تھی تو تمہارے۔۔کا کارو ربہت نقصان میں جا رہا تھا۔۔''وہ مدھم سی آواز میں کہتیں اسکے لوں کو سہلا رہی تھیں۔صفا ہنوز سسک رہی تھی۔''میں نے شاہ صا سے کہا تھا کہ ہم لوگ اس وقت خسارے سے رر ہے ہیں اور ا اور بچے کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکیں گے۔۔''وہ بولیں تو صفا ا پل کے لئے ل خاموش سی ہو گئی۔وہ اب ا ت ٹے غور سے سن رہی تھی۔''تمہارے۔۔نے پتہ ہے کیا کہا۔۔انھوں نے کہا کہ ہم لوگ کیا اکو راض کر دیں؟ کیا ہم لوگ رزق کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیں؟ حالا اللہ نے اسکو کھلا ہ قرار دیا ہے۔۔''صفا کے چہرے کی رنگت ل چکی تھی۔وہ اب پ سی ا ت سن رہی تھی۔''حالا یہ بھی نہیں تھا کہ کھانے کے لالے پڑ گئے تھے بس نقصان تھا۔۔اور ا اور بچے کی ذمہ داری اٹھا مجھے مشکل لگا تھا۔۔زاویر کے سکول اور کالج کے اجات اور ڈھیر سارے معا ت۔۔ تمہارے۔۔نے سختی سے

کردیا اور کہا کہ ہم اللہ پہ توکل کریں گے اور تم جا ہو صفا۔۔!!'' انھوں نے پچکارا تو صفا نے نگاہ اٹھا کر انکا مہربان سا چہرہ دیکھا۔۔'' تم پیدا ہوئی تو ہم خساروں سے نکل گئے۔ ہمارا کاروبار دو سے بڑھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم پہلے سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے۔۔'' وہ مسکرا دیں۔ صفا یہ سی انکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''آنے والا اپنا مقدر لے کر آتا ہے پھر چاہے وہ رزق ہو یا رشتے۔ اس طرح کسی کو اپنے نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا اور اس روح کو جو ابھی اس دنیا میں آئی بھی نہیں، کہاں کی دانش مندی ہے؟ تم بلکہ دعا کرو کہ اللہ تمہاری اولاد کی خاطر تمہارے شوہر کو سلامت رکھے اور اسکو صحیح سلامت واپس بھیج دے۔'' وہ نرمی سے سمجھا رہی تھیں۔ صفا کی آنکھیں رو رو کر اب سوجھ چکی تھیں۔ آنکھوں میں کنکر سے چبھنے لگے تھے۔

''امی۔۔!!'' وہ پھر سے سسکی۔'' مجھے پتہ ہے کہ وہ کسی مشکل میں ہیں۔۔ میرا دل بہت پریشان ہے امی۔۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''وہ اس لئے کیونکہ تم ہر وقت یہی کچھ سوچتی رہتی ہو۔۔ ہر وقت ایسی باتوں کے بارے میں سوچتی رہو گی تو شیطان وسوسے تو ڈالے گا نا دل میں۔''

'' امی۔۔''

''اچھا کچھ نہیں۔۔ ابھی نیچے چلو۔۔ میں آئی تو دیکھا کہ دینا بے چاری اکیلی بیٹھی کھیل رہی تھی۔ منال کچن میں تھیں۔ ان بچوں کا خیال کرو۔۔ ابیہا تمہارے حوالے کر کے گیا ہے اور تم یہاں اس طرح کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی ہو۔۔ کچھ تو عقل سے کام لو۔۔'' وہ اب اسکو جھڑک رہی تھیں۔ صفا سر جھکائے بیٹھی ڈانٹ خاموشی سے سن رہی تھی۔

''مرجان اور یاقوت کہاں ہیں؟'' اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

''وہ تو شاید اپنے کمرے میں ہیں۔۔۔ تم نے باہر نہیں، دیکھنا ہی نہیں کہ کون کیا کر رہا ہے تو پھر کیسے پتہ چلے گا۔۔ اٹھو اور منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔۔ کیا سوگ ڈال رکھا ہے۔۔ توبہ ہے۔۔'' یہ اب سختی سے گویا ہوئی۔ صفا ان پہ ایک خفا سی نگاہ ڈالتی واشروم میں گھس گئی۔

وہ اپنے کمرے سے نکل کر یاقوت کے کمرے میں پہنچی دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو یاقوت اپنے بیڈ پہ ہی کوئی کتاب لئے بیٹھا تھا جبکہ مرجان اپنے پی سی کے سامنے بیٹھا تھا۔ صفا نے ایک بار پھر سے چہرہ رگڑا اور اسکو ہشاش بشاش بنانے کی ایک کوشش کی تھی۔ یہ نیچے جا چکی تھیں اور وہ مرجان اور یاقوت کو بلانے آئی تھی۔

''کیا کر رہے ہیں میرے شہزادے؟'' اس نے حلق تر کرتے ہوئے پوچھا۔ یاقوت نے کتاب سے نگاہ اٹھا کر اسکو دیکھا اور مسکرا دیا۔ صفا مسکراتی ہوئی آ کر مرجان کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اس نے جھک کر مرجان کا سر چوما اور اسکے بال سنوارنے لگی۔

''میرا شہزادہ کیا کر رہا ہے؟'' اس نے نرمی سے پوچھا۔

''بور ہو رہا ہوں۔۔'' مرجان کی بھاری سی آواز آئی تو صفا نے چونک کر دیکھا۔ وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی مرجان کی سیاہ آنکھیں حد درجہ اداس تھیں۔ وہ بس یوں ہی پی سی کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

''آپ نہیں جانتیں کہ کیا ہوا ہے؟'' مرجان نے نگاہ اٹھا کر صفا کو دیکھا وہ الجھی سی ہوئی تھی۔'' سب چلے گئے اور جا کر انھوں نے کوئی کانٹیکٹ نہیں کیا۔ آپ سارا دن اپنے کمرے سے نہیں نکلتیں۔ یاقوت کتابوں میں مصروف رہتا ہے، مرتضٰی اول جا چکا ہے، دینا اداسی سے کھیلتی رہتی ہے منال کی آنکھیں ہر وقت نم سی رہتی ہیں۔ دادو رات کو لیٹ آتے ہیں۔۔ آپ ہی بتا دیں کہ اب مزید کیا ہونا باقی ہے؟ کیا سب کے جانے کے بعد کچھ ختم ہو گیا؟'' وہ شاید دانستہ کی انتہا تھا۔ اسلئے پھٹ پڑا۔ یاقوت نے بھی اپنے ذکر پہ فوراً کتاب سائیڈ پہ رکھ دی تھی۔

صفا یہ سی اسکو دیکھے گئی۔ وہ پھر ابیہا تھا۔

''آپ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں کسی کو میری اور دینا کی پرواہ نہیں ہے۔'' وہ اب باقاعدہ سے لہجے میں بولا صفا کا دل دھک سے رہ گیا۔'' نیو بے بی کے آنے پہ تو سب خوش ہوتے ہیں اور آپ اس دن سے روئے جا رہی ہیں۔۔ دینا آنے والی تھی ماما اتنا خوش رہتی تھیں۔ نہیں آپ تو مزید اداس ہو گئی ہیں۔۔''

اس نے خفگی سے سر جھٹکا صفا کی آنکھوں کا پانی کہاں خشک ہوَا تھا اسکو اندازہ ہی نہ ہوا وہ اب مرجان کے سامنے اسکی مجرم کے طور پر کھڑی تھی اب اسکی پریشانی کہیں دور سی گئی تھی۔

وہ کتنے ہی لمحے مرجان کو دیکھے گئی۔ یاقوت بھی سر جھکائے بیٹھا تھا وہ بھی خود کو مرجان کا مجرم سمجھ رہا تھا۔ مرجان ان سب سے زیادہ حساس تھا۔ وہ جتنا سخت دل آدمی تھا اتنا ہی حساس تھا۔ وہ شوکر تھا کہ اسکو کسی سے فرق نہیں پڑتا جن سے اسکو فرق پڑتا تھا بناء وہ جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

صفا دو قدم آگے بڑھی اور کرسی پر بیٹھے مرجان کو ہی اپنے تئیں لگا۔

''آئی ایم سوری۔۔ رئیلی سوری۔۔ پلیز۔۔ معاف کر دو مرجان۔۔'' وہ رک رک کر سی آواز میں بولی۔ مرجان کے حلق میں درد تھا وہ رو نہیں رہا تھا۔ وہ اس طرح اپنے باپ کی اجازت کے بناء رو نہیں سکتا تھا۔ یہ درد قابل برداشت تھا اسکو سہنا تھا۔

''آئی نو۔۔ میں اپنی پریشانی میں تم لوگوں کو اگنور کر گئی تھی اب ایسا نہیں ہوگا۔۔ پلیز معاف کر دو۔۔'' اس نے مرجان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ یاقوت بھی اٹھ کر اسکے پاس آیا۔

''آئی ایم سوری مرجان۔۔'' یاقوت بھی منمنایا۔ صفا نے بے چارگی سے یاقوت کو دیکھا وہ دونوں اب مرجان کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ مرجان نے ان دونوں پر ایک نگاہ ڈالی۔

''ایک شرط پر۔۔''

ان دونوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

''ہم لوگ کل فارم ہاؤس جائیں گے۔۔ اور آج رات ہم لوگ آئس کریم کھانے چلیں گے۔ منظور ہے؟'' اس نے اپنی شرط سامنے رکھی تو صفا نے یاقوت اور یاقوت نے صفا کی جانب دیکھا۔ پھر وہ دونوں مسکرا دیئے۔

''منظور ہے۔۔'' وہ دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

''اور تم کتابیں نہیں پڑھو گے میرے ساتھ گیم کھیلو گے۔'' مرجان نے لگے ہاتھوں یاقوت کو بھی حکم صادر کیا۔ یاقوت نے دن میں جانے کتنی بار منظور نہیں ہے تو۔۔''

''منظور ہے۔۔'' یاقوت نے فوراً مان لیا۔

''ٹھیک ہے۔۔ معاف کیا۔'' مرجان نے کمال بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان دونوں کو معاف کر دیا وہ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ ''چلیں اب ڈنر کے لئے۔۔'' وہ اٹھ کر آگے آگے چل دیا۔ صفا اور مرجان ہونق بنے ہوئے تھے کیسے وہ آرڈرز دے رہا تھا۔

یہ اسٹڈی روم میں اس وقت دھواں سا بھرا ہوا تھا۔ ٹیبل پر ایش ٹرے اس وقت ان گنت سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھا اور مزید ایک سگریٹ اسکی انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے یوں ہی سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ فضا اتنی آلودہ تھی کہ وہاں سانس لینا محال تھا وہ شخص ہر شے سے بے نیاز اس زہریلے دھوئیں کو اپنی سانسوں کا حصہ بنا رہا تھا۔

''تم دھوکے باز ہو۔ ہمیشہ سے دھوکہ دیتے آئے ہو۔'' بھرائی سی آواز اس آلودہ سے کمرے میں گونجتی خاموش ہو گئی۔ ''ہمیشہ دھوکے کو چنا ہے تم نے۔''

کمرے میں کچھ دیر کے لئے سناٹا چھایا۔ پھر ایک سکرین روشن ہوئی سامنے لگی ایل ای ڈی میں اب کچھ تصاویر سلائڈ ہو رہی تھیں۔ دس سال قبل کی تصاویر۔۔!

قاہرہ یونیورسٹی کے کیفے پر بیٹھے لڑکے کی تصاویر جس کی آنکھیں شربتی تھیں جو ایک سیاہ آنکھوں والی لڑکی کے ساتھ بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ وہ سیاہ آنکھوں والی مصری شہزادی کسی بات پر ہنس دی تھی اور شربتی آنکھوں میں شرارت تھی۔ وہ اسکو کچھ کہہ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ مصری شہزادی بس ہنسے جا رہی تھی۔ کتنی ہی تصاویر میں وہ منظر قید تھا۔

''اب تم نے اس بار دھوکہ دیا تو معاف نہیں کروں گا۔۔'' وہ سگریٹ انگلی میں دبائے ریموٹ سے تصاویر کو سلائڈ کر رہا تھا۔ کلاک ٹاور کے سامنے بنی کیاری کے پاس

کھڑا لڑکا جو کہ سیاہ آنکھوں والے لڑکے سے کچھ کہہ رہا تھا۔ان دونوں کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ پھر سیاہ آنکھوں والا لڑکا طنزیہ ہنس دیا جس سے شرمندہ آنکھوں والے لڑکے نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

کتنے ہی مناظر سکرین پہ گھوم رہے تھے۔وہ مناظر نہیں تھے وہ ماضی تھا ایک حسین وقت جس کو ان دونوں نے ضائع کر دیا تھا۔محض ایک غلط فہمی، ایک غلط شک اور ایک شک نے ان سے اس خوبصورت رشتے کو چھین لیا تھا۔انھوں نے وہ وقت ضائع کر دیا تھا اور وہ وقت اب واپس نہیں لایا جا سکتا تھا۔حلق میں شدید درد اٹھا تھا۔اتنا کہ داشتہ سے برداشت نہ ہوا تھا۔

پھر سکرین پہ دس سال بعد کے مناظر گردش کرنے لگے جہاں وہ قاہرہ یونیورسٹی کے کسی کلاس روم میں کھڑا کوئی لیکچر دے رہا تھا۔کہیں وہ سختی سے کسی کو ڈانٹ رہا تھا تو کہیں وہ مبہم سا مسکرا کر کسی سٹوڈنٹ کو داد دے رہا تھا۔کہیں وہ خفگی سے کسی کو اسکی اسائنمنٹ لوٹا رہا تھا تو کہیں وہ کسی سے پریزنٹیشن لے رہا تھا۔

اپنے ازلی انداز میں کہنی روسٹرم پہ رکھ کر اپنی تھوڑی کے نیچے مٹھی سی بنائے وہ اب بورڈ کو دیکھ رہا تھا جہاں ایک پاکستانی لڑکی بورڈ پہ کچھ لکھ رہی تھی۔

اور اس منظر پہ اس نے ریموٹ سے انگلی اٹھا دی تھی۔وہ منظر بہت خوبصورت تھا بالکل کسی خوبصورت سانپ کی طرح جو دیکھنے میں جتنا خوبصورت تھا اتنا ہی زہریلا تھا۔دل چاہتا تھا کہ اس منظر کو دیکھتے جاؤ اور رگوں میں اترتا زہر اسکی سانسیں بھی تنگ کر رہا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟''اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو ادھ کھلے دروازے میں کھڑی لڑکی نے اسکو پکارا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

''تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔''وہ زخمی سا مسکرایا تو وہ چلتی ہوئی اندر آئی اس نے دفعتاً سکرین کو دیکھا اور پھر اس کے پاس آ کر رکی۔اسکی انگلیوں میں دبا ہوا وہ سگریٹ پکڑ کر ایش ٹرے میں مسل دیا۔پھر وہ دیوار گیر وٹ کے پاس گئی۔پردہ ہٹا کر وٹ کھول دی۔اور ایگزاسٹ آن کیا۔کمرے میں ابھی تاریکی ہی تھا بس اب وٹ کھلنے کے باعث مدھم روشنی اندر آ رہی تھی۔سکرین پہ ایک اور نگاہ ڈالتی وہ اسکے پاس آئی اور اسکے سامنے ہی میز پہ ٹک گئی۔اس نے ریموٹ پہ رکھے ہوئے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

حسن نے ایک گہری سانس خارج کی۔۔

''کیا واقعی اجازت کی ضرورت نہیں؟''وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جو کہ ماضی کی کرچیوں کے باعث خون چھلکا رہی تھیں۔حسن نے نگاہ اس کی جانب گھمائی۔

''نہیں۔''

''۔۔مجھے لگا شاید ہے۔۔''اس نے مڑ کر سکرین کو دیکھا جہاں وہ سرمئی آنکھوں والی لڑکی بورڈ کے سامنے کھڑی تھی۔وہ اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی جبکہ حسن اس پروفیسر کو دیکھ رہا تھا۔

''ضروری نہیں جو زاویہ تمہارا ہو وہی میرا ہو۔۔''حسن پھیکا سا مسکرا دیا۔عینا نے مڑ کر اسکی نگاہوں کو دیکھا اور پھر اسی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو وہ خود ہی شرمندہ ہوئی تھی۔

''سوری۔۔''وہ منمنائی۔

''اٹس اوکے۔۔''حسن نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے ریموٹ اٹھا کر وہ سکرین بند کر دی۔اب کمرے میں پھیلتی ہوئی روشنی میں کمی آ گئی تھی ان دونوں کی آنکھوں میں چمکتا کرب ان دونوں سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔

''ایمان لانے کے بعد شرک نہیں کیا جاتا۔۔''حسن نے عینا کی آنکھوں میں دیکھ کر پھر سے وضاحت دی۔عینا کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔وہ عورت تھی اور اپنی فطرت سے کیسے پیچھے ہٹ جاتی۔شک اسکی فطرت میں تھا اور سامنے اسکے شوہر کی سابقہ محبوبہ تھی تو وہ کیسے مثبت سوچ سکتی تھی۔یہ نیچرل تھا عینا کو اب شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

''تم مرد بہت مضبوط ہوتے ہو۔۔''عینا نے نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔

''ہاں۔۔شاید۔۔''حسن زخمی سا ہنس دیا۔یہ تو اس وقت کوئی اس سے پوچھتا کہ اس سے زیادہ بکھرا ہوا شخص کون ہوسکتا ہے اسکو مضبوط ہونے کا لقب دیا جا رہا تھا۔ وہ اپنی حالت پہ قہقہہ لگانا چاہتا تھا وہ تو مضبوط تھا ہی۔۔اس لئے وہ آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اس قہقہے کو بھی پی گیا تھا۔

دھواں چھٹ لگا تھا مناظر واضح ہونے لگے تھے۔حسن نے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا وہ اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔اسکے چہرے پہ اضطراب تھا بے چینی سی تھی اور کہیں نہ کہیں اسکو وہاں شرمندگی بھی آئی تھی۔

''فطرت سے بھاگتے نہیں ہیں۔''اس نے مسکراتے ہوئے عینا کا ہاتھ تھاما۔عینا کی آنسو اسکی آنکھ سے نکل کر اسکے عارض پہ بہہ گیا۔وہ مصروف سا اسکی انگلیوں کو دیکھتا ہوا اپنی انگلیوں میں دھنسا رہا تھا۔اسکی توجہ کا مرکز عینا کی وہ مخروطی انگلیاں تھیں جبکہ عینا نے اب اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا تھا۔جو کہ سیاہ تھیں وہ اب سرخی مائل ہو رہی تھیں۔

''یہ وقت گزر جائے گا۔''عینا کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کہاں سے الفاظ جمع کرے تسلی کے کون سے بول بول دے کہ مقابل کے کرب میں کمی آجائے۔وہ پچھلے دنوں میں اسکو سنبھال رہا تھا عینا اسکو کیسے سنبھالتی اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

''جانا ہوں وقت کی یہی تو ادا ہے کہ یہ رکتا نہیں ہے کسی کے لئے بھی۔۔کسی کے لئے بھی۔۔''اس نے ضبط سے کہتے ہوئے لب بھینچ لئے۔عینا کا دل مزید دکھا تھا۔''یہ وقت نہیں رکتا۔۔یہ فیصلہ کرنے نہیں دیتا۔۔یہ سوچنے نہیں دیتا یہ بس اپنا وار کرتا ہے اور نکل جاتا ہے۔۔یہ رشتے چھین لیتا ہے اور چٹکی بجا کر نکل جاتا ہے ان کو خالی ہاتھ چھوڑ کر۔۔''اسکی آواز میں رنج گھلا ہوا تھا۔عینا کی سانس اٹک رہی تھی۔مقابل کے الفاظ میں تاریکی تھی عینا کو ڈر تھا کہ کہیں پھر سے وہ تاریکی اسکو لے نہ ڈوبے۔کہیں پھر سے حسن اس تاریکی کی نہ ہو جائے۔عینا کو خوف محسوس ہوا تھا۔

''حسن۔۔!!اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''عینا نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا۔دو تسلی کے بول ہی تو تھے جو اسکو مل نہیں رہے تھے۔آج عینا کو اپنی بے بسی پہ رونا آرہا تھا جبکہ مقابل سپاٹ سا چہرہ لئے بیٹھا تھا جس کے لئے تسلی کا کوئی بول معنی نہیں رکھتا تھا۔وہ شخص خساروں سے دوچار تھا۔تسلیاں اب اسکے لئے بس الفاظ کے سوا کچھ نہیں تھیں۔

''کیا اب تم بزدل بن رہے ہو؟ مجھے اتنا سمجھا رہے تھے کہ شہید زندہ ہوتا ہے۔''عینا نے الآ ہار مانی تھی۔حسن نے بے اختیار اپنی انگلیوں سے لپٹی ہوئی اسکی انگلیوں پہ دباؤ بڑھایا تھا عینا کو اپنی انگلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔اس نے حسن کا چہرہ دیکھا جو کہ ایک بار پھر سے سرخ ہو رہا تھا۔اس نے تو بس مٹھی بھینچی تھی اسکی انگلیوں کے ساتھ عینا کی انگلیاں بھی بھنچ گئی تھیں۔

''وہ زندہ ہے۔۔''حسن غرایا۔عینا کو خوف محسوس ہوا تھا۔آج پھر سے اسکے سامنے شیطان حسن آفندی تھا۔''

''لہجے میں اتنی تاریکی تھی کہ عینا کو اپنا وجود کہیں گم ہوتا ہوا محسوس ہوا۔اسکو لگا کہ وہ کہیں گم ہو جائے گی۔۔وہ کہیں کھو جائے گی جہاں سے وہ خود کو بھی نہیں ڈھونڈ پائے گی۔عینا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔انگلیاں چھٹ گئی تھیں۔

حسن نے اسکی آنکھوں سے آنسو دیکھے تو اسکی توجہ اپنی انگلیوں میں مقید اسکی انگلیوں پہ گئی۔حسن نے فوراً اسکی انگلیوں کو آزاد کیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔عینا ہچکیوں میں رو دی۔وہ حسن کا ری ایکشن سمجھتی تھی اس نے بھی تو سلوی کو یوں ہی جھڑک دیا تھا۔اپنا دل ٹوٹ رہا ہو تو پھر انکار کرتا ہے ہر سچائی سے ہر حقیقت سے۔۔!!ان واہموں میں جینا چاہتا ہے وہ اپنے جھوٹ کو ہی سچ ماننا چاہتا تھا۔اسکو اقرار کا زہر نہیں چاہیے ہوتا۔۔اسکو انکار کی مٹھائی کی طلب ہوتی ہے۔حسن نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں اور پھر کچھ لمحوں بعد کھولیں تو وہ اسکے سامنے سر جھکائے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

''کم ہیر۔''حسن نے کہتے اسکو اپنی آغوش میں کھینچا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ رویا مت کرو۔۔''اس نے نرمی سے عینا کے آنسو صاف کئے۔عینا مزید بلند آواز میں رونے لگی۔حسن کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔وہ اسکے آنسوؤں کی وجہ کیسے بن سکتا تھا۔اسکا دل چاہا کہ وہ خود کو ہی ختم کر ڈالے۔

''پلیز۔۔روؤ مت۔۔''حسن نے سماعتیں کی تو عینا نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔وہ دونوں خاموش تھے ان دونوں کے پاس الفاظ نہیں تھے وہ وقت کے

ڈسے ہوئے تھے۔اس لئے وہ دونوں ہی خاموش تھے۔عینا نے اپنا گال اسکے ی پہ ہی ٹکا دیا۔

کچھ لمحے یوں ہی خاموشی کی ہو گئے۔

''کیا صفا کو معلوم ہے؟''عینا نے اپنی تھوڑی اسکے ی پہ ٹکاتے ہوئے چہرہ اٹھایا اور حسن کی جھکی ہوئی آنکھوں میں دیکھا۔حسن نے میں سر ہلایا۔عینا کا دل پھر سے ڈولا۔''وہ کیسے سہے گی؟''عینا نے بے بسی سے دنیا جا ئی۔

''کیا تم مجھ پہ ایا اور احسان کر سکتی ہو؟''حسن نے اسکی تھوڑی پہ اگلی رکھ کر اسکا چہرہ اپنے عین سامنے کیا۔

''احسان؟''عینا نے الجھ کر دیکھا۔

''ہاں۔۔آج تم نے بس حسن کر داوی پہ احسا ت کئے ہیں۔۔ایا اور کر دو۔''

''حسن۔۔پلیز۔۔''عینا نے خفگی سے اسکی ب ت کاٹی۔

''کیا تم پ کستان جا سکتی ہو؟''حسن نے ضبط کی شدت سے درخوا ی کی۔

''پ کستان؟''عینا الجھی۔

''ہاں۔۔میں نہیں جا سکتا۔۔تم جا سکتی ہو۔کیا تم اسکو کچھ عرصہ سنبھال سکتی ہو؟''حسن کے لئے یہ الفاظ ادا کر بے حد مشکل تھا۔اسکی آغوش میں اسکی بیوی تھی جس سے وہ اپنی سابقہ محبوبہ کو سنبھالنے کی ب ت کر رہا تھا۔اسکا دل بھلے صاف تھا وہ تو عورت تھی۔وہ کیسے اس کو جج نہ کرتی۔کچھ رشتے بے م ہو کر ہمارے دل کے قبرستان میں دفن ہو جاتے ہیں ان رشتوں ہی روحیں اس قبرستان میں کسی آ ی کی طرح گھومتی رہتی ہیں۔جو ہمیں کبھی بھی اپنے اختیار میں جکڑ لیتی ہیں۔

''پلیز۔۔مجھے جج نہ کر۔۔بس میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ عرصہ اسکے پ س رہو۔۔مرجان کے پ س رہو۔۔تا کہ میں یہاں سکون سے رہ سکوں۔۔''اس نے ب ت سمجھانے کی پوری کوشش کی۔

عینا اسکی آنکھوں کی سچائی اور پ کیز گی دیکھے گئی پھر اس نے م می سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

'' میں تمہارے بناء کیسے رہوں گی؟''عینا نے پھر سے اپنا گال اسکے ی پہ ٹکا دیا۔

''میں ملنے آؤں گا۔۔''حسن کچھ پ سکون ہو چکا تھا۔

''تم یہاں رہ کر کیا کرو گے؟''

''سیز فا ئر کی کوشش۔۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ ا ہیم ز ہ ہے؟''عینا نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں۔۔وہ ز ہ ہے مجھے یقین ہے۔۔''حسن نے مضبوط لہجے میں کہتے عینا کے ل چھوئے۔

''اتنا یقین کیسے ہے؟''عینا واقعی اسکے یقین پ حیران تھی۔

''ا اسکو ش حسن آفندی ختم نہیں کر سکا تو وہ ان غلیظ یہودیوں کے ہاتھوں تو کبھی نہیں مر سکتا۔''حسن کی آنکھوں کی مدھم ہوتی چمک لوٹ آئی تھی۔

کھا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔وہ لوگ آئس کریم کھانے گئے تھے اور کافی اچھا وقت ار کر آئے تھے۔اس وقت صفا دینا کے ساتھ اپنے کمرے میں سو رہی تھی کیو اسکی دوا ہی ایسی تھیں اسکو کسی بھی قسم کے ذہنی د وَ سے بچانے والیں۔اور یقوت اپنے کمرے میں تھا۔

لان کے عقبی حصے میں کیاری کے پ س وہ سیاہ آنکھوں والا لڑکا گھاس پ ہی بیٹھا تھا۔اسکے ہاتھوں میں ڈھیر سارے پھول تھے جن کو وہ ایا چھوٹی سی کا پ کی ت رمیں پ و رہا تھا۔رات کے تقریباً ر ہ بج رہے تھے اور وہ وہاں اکیلا لان میں بیٹھا تھا۔جہاں ٹیرس پ لگے بلبوں سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔

''۔۔!! آج مرجان نے اپنا کام کر دیا۔اس نے آپکی دی ہوئی ذمہ داری پوری کی۔آج پ یٹی لیڈی کو مرجان آئس کریم کھلانے لے کر یا تھا۔دینا کو مرجان روز

کراؤن بنا کر دیتا ہے اور یہ قوت کو بھی مرجان اپنے ساتھ مصروف رکھتا ہے۔آپ مرجان سے ناراض تو نہیں ہیں نا؟'' وہ سر جھکائے خود کلامی کر رہا تھا۔

''نہ۔۔!!! آپ ناراض نہیں ہیں تو پلیز۔۔اپنا فون کر لیں۔پیٹی لیڈی بہت پریشان ہیں۔۔اور۔۔اور میں بھی۔۔'' اس نے ٹوٹتے بکھرتے الفاظ میں جملہ مکمل کیا۔''آئی نو آپ ٹھیک ہیں۔۔پلیز۔بس اپنا ریکال کر لیں۔'' وہ یوں ہی پھول پروتا ہوا بڑبڑاتا رہا۔آسمان پر چاند دلوں میں رقص کر رہا تھا۔وہ کبھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ جاتا تو کبھی نکھر کر آسمان کو منور کر دیتا۔مرجان سر جھکائے اپنے کام میں مگن تھا۔

''مرجان۔۔!'' کہ اسکو اپنے عقب سے آواز آئی۔اس نے گردن گھما کر دیکھا تو سفیان گورسی چلے آرہے تھے۔وہ شاید ابھی ابھی آئے تھے۔اور اس طرح اسکو بیک یارڈ میں بیٹھے دیکھ کر اسکے پاس چلے آئے۔

''سلام دادو۔۔!!'' مرجان نے یوں ہی بیٹھے بیٹھے سلام کیا۔

''یہاں کیا کر رہے ہو اس وقت؟'' وہ اسکے پاس آئے تو مرجان کی جھولی میں پڑے پھول دیکھنے لگے۔

''میں دینا کے لئے کراؤن بنا رہا تھا۔صبح صبح لیٹ ہو جاتا ہے۔'' وہ پرسکون سے انداز میں بولا۔

''تم یہ صبح بنا رہے تھے مرجان۔۔اور اٹھو۔۔اس وقت یہاں بیٹھے ہو۔۔'' وہ اسکی اس حرکت پر حیران تھے۔

''نہ۔۔نے مجھے ذمہ داری دی تھی دادو۔۔!!'' مرجان نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو سفیان گورسی اپنی جگہ سا سے رہ گئے۔''آپ نے ڈن کر لیا؟'' مرجان مصروف سا بولا۔

''تم۔۔میرے پرنسپ نہ بنو۔۔'' وہ ہڑبڑائے اور مرجان کو کہنی سے پکڑ کر کھڑا کیا۔مرجان نے الجھ کر انہیں دیکھا۔''انہیں چلو۔کوئی کیڑا کاٹ لے گا۔۔'' وہ اسکو ساتھ لئے اندر کی جانب بڑھنے لگے تو مرجان نے چلنے سے انکار کر دیا۔انھوں نے اسکی جانب دیکھا تو وہ جھک کر زمین سے پھول اور کراؤن اٹھا رہا تھا۔کچھ لمحوں بعد وہ اپنا سامان اٹھائے انکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔سفیان گورسی کے لئے قدم اٹھانا محال تھا۔انہیم پر غصہ آتا تھا۔وہ کتنا سنگ دل تھا انکا بوڑھے کندھوں پر کس قدر بڑا بوجھ ڈال کر جا چکا تھا۔

وہ پی سی کے سامنے بیٹھی بیٹھی اب بور ہو گئی تھی۔آج بھی بلیک سٹون آن لائن نہیں آیا تھا۔وہ کچھ دیر یوں ہی رینڈم پلیئرز کے ساتھ کھیلتی رہی اور پھر تنگ آ کر اس نے اپنی سیکچ اٹھا لی۔اب میرال اسکو کچھ نہیں کہتی تھی وہ اسکی موجودگی میں بھی پی سی استعمال کر لیا کرتی تھی۔میرال بس اس سے لاتعلق ہو چکی تھی۔آیت کا دل کرتا تھا کہ کاش میرال اس سے کوئی بات کرے بھلے وہ اس سے لڑ لے میرال بس خاموش ہو گئی تھی۔وہ اسکے ساتھ نہ تو لڑتی تھی نہ اسکو کسی چیز کو استعمال کرنے سے روکتی تھی۔

آیت یوں ہی اپنی سیکچ میں اپنا ڈرائنگ بنانے لگی۔وہ کچھ دیر یوں ہی لکیریں کھینچتی رہی ذہن برا منتشر ہو رہا تھا کوئی بھی لکیر اسکے خیالوں کی عکاسی نہیں کر پا رہی تھی۔اس نے تنگ آ کر وہ سیکچ بھی وہیں پٹخ دی۔اس نے اپنا گہری سانس خارج کی اور پھر سے پی سی کی جانب متوجہ ہوئی۔

اس کی نیلی آنکھیں خوشی اور حیرت کے مارے پھیل گئیں۔بلیک سٹون آن لائن تھا اور اس نے خود آیت کو انویٹیشن بھیجا ہوا تھا۔

آیت نے جلدی سے انویٹیشن ایکسپٹ کیا اور کھیل شروع ہو گیا۔

''تمہارے پیرنٹس کیا کرتے ہیں۔؟'' اچانک سے اس میں سوال ابھرا تو آیت نے چونک کر دیکھا۔آیت نے سوال پڑھا تو دل کہیں ڈوب سا گیا۔آیت نے کی بورڈ سنبھالا۔

''وہ اللہ کے پاس ہیں۔'' آیت نے بجھے سے دل کے ساتھ جواب دیا۔

''تم اتنا بناء کیسے رہ لیتی ہو؟'' آج مقابل کے سوالوں میں عجیب اداسی سی گھلی ہوئی تھی۔آیت کو کچھ عجیب لگا۔

''میں اپنی مرضی سے نہیں رہتی۔۔'' آیت زخمی سا مسکرائی۔''میرا بس چلے تو آج ہی اپنے پاس چلی جاؤں۔۔ نے کہا تھا کہ اپنی مرضی سے اللہ کے پاس جانے سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اللہ بلائے تو ہی جانا چاہیے۔وہ اللہ ہے نا۔۔بہت بڑا۔۔'' آیت نے تفصیل سے جواب دیا۔

اسکا جواب پڑھ کر کچھ دیر مرجان سکرین کو دیکھتے رہے۔ وہ اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔ وہ ان الفاظ کے پیچھے چھپی اذیت کو محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دیر چیٹ باکس میں سناٹا چھایا رہا۔

''کیا تمہارے بھی اللہ کے پاس چلے گئے؟'' آریہ نے سوال کیا۔ جسے پڑھ کر مرجان کی سیاہ آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ کیسے اتنے نارمل انداز میں ایسی بات کہہ سکتی تھی۔ اسکو غصہ آیا اس نے سر جھٹکا۔

''نہیں۔۔ وہ بس دوسرے ملک گئے ہیں اور میں ایڈمس کر رہا ہوں۔'' مرجان نے اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔ وہ واپس آئے گے تو تمہارے لئے بہت سارے تحفے لائے گے۔ تمہیں پتہ ہے۔ میرے۔۔۔ ہر کسی کام سے جاتے تھے تو وہ بھی اس طرح بہت سارے تحفے لایا کرتے تھے۔'' آریہ نے شوخی سے میسج ٹائپ کر دیا۔۔ بھیجنے کے بعد اسکا دل ڈولنے لگا تھا۔ ماضی کی دھندلی سی یادوں نے اسکا دل مٹھی میں قید کیا تھا۔

''ہاں۔۔ وہ لے کر آئے گے مجھے تحفے نہیں پسند۔۔ مجھے بس۔۔ پسند ہیں۔'' مرجان نے سکون سے ٹائپ کیا۔

''کیا تم آج گیم کھیلنے نہیں آئے؟'' آریہ نے دیکھا اسکی گیم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''میرا کوئی دوست نہیں ہے دراصل۔۔'' مرجان نے نہ جانے کیا سوچ کر ٹائپ کر دیا۔ وہ بس کچھ دیر کسی سے بات کرنا چاہتا تھا۔

''اچھا؟ وہ کیوں؟'' آریہ بھی اب گیم چھوڑ چکی تھی۔

''کیونکہ میں اچھا دوست نہیں بن سکتا۔''

''کیا ایسا ہے؟ پھر تو ہم بھی کبھی دوست نہیں بن سکیں گے۔۔'' آریہ نے مایوسی سے جواب دیا۔

''ہاں۔۔ ہم لوگ پرفیکٹ نہیں۔'' مرجان نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

''پرفیکٹ اور دوست میں کیا فرق ہوتا ہے؟'' آریہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

مرجان کچھ لمحے یوں ہی سوچتے رہے۔ وہ اب اسکو کیا سمجھاتا کہ کیا فرق ہوتا ہے۔

''آئی ڈونٹ نو۔۔ بس ہم دوست نہیں ہیں۔'' مرجان نے بات سمیٹی۔

آریہ سکرین کو دیکھ کر رہ گئی۔

''کیا تمہارا کوئی بھی نہیں ہے؟'' آریہ نے اگلا سوال کیا۔

''ہیں۔۔ دوست الگ ہوتے ہے۔۔''

اب آریہ واقعی حیران سی ہوئی تھی۔ اسکو لگا تھا کہ بہن بھائی دوست سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور ہوتے ہوئے کسی دوست کی ضرورت نہیں رہتی ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہر دوستی بنانے سے پہلے میرال کا سوچا کرتی تھی اسکو لگتا تھا کہ جیسی دوستی اسکی میرال سے ہوسکتی ہے ویسی کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ دونوں بہنیں تھیں وہ بہنیں تھیں۔ انکا خون ایک تھا۔ مقابل تو اس پر نئے راز کھول رہا تھا۔

دلوں میں چھپتا چھپاتا چاند اس قید خانے کے بلند سے روشن دان سے دکھائی دیتا تھا۔ وہ کٹوں کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے اس چاند کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

''لگتا ہے آج کل جلدی سونے لگی ہو۔۔ کوئی پیغام ہی نہیں بھیجتی۔'' وہ اس چاند کو دیکھ رہا تھا۔ چاند آسمان پر رقص کر رہا تھا۔ جس کے ہاتھ میں کوئی پیغام کوئی چٹھی نہیں تھی۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ چاند کی روشنی اسکے چہرے پر پڑی۔ اسکا چہرہ شفاف تھا کسی بھی داغ سے پاک۔۔ کسی بھی شکن سے عاری۔۔ پرسکون اور روشن چہرہ۔۔!

اسی دوران اسطرح قید خانے کا دروازہ کھلا تو اسکے ساتھ روشنی بھی اندر داخل ہوئی۔ جلد ہی وہ دروازہ بند ہوا اور روشنی بھی بند ہوئی۔ ایک آدمی بھاری قدم

اٹھا ہوا اسکے پاس آیا۔ وہ چلتا ہوا اسکے سامنے جھکا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے تم یہاں سے واپس چلے جاؤ گے؟'' وہ آدمی تمسخرانہ انداز میں بولا۔

''نہیں، مجھے لگتا ہے کہ تم نے یہاں مجھے اپنا داماد بنانے کے لئے رکھا ہوا ہے۔'' وہ اسی کے انداز میں بولا تو اس آدمی نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا پھر وہ ہاتھ اپنے پہلو میں ہی گرا دیا۔

''تم مجھ پہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔'' اسکے سکون میں رتی بھی فرق نہیں آیا تھا۔ ''کتنے بے بس ہو ناں تم۔'' وہ اسکو تپا رہا تھا۔ اس آدمی نے پاس پڑا چھوٹا سا سٹول اٹھا کر دیوار میں دے مارا۔ اب وہ دیوار کے ساتھ بیٹھا قہقہے لگا رہا تھا۔

''بے بس۔۔!!'' وہ ہنستا جا رہا تھا۔

وہ آدمی پھر سے جھکا اس نے اسکا جبڑا دبوچا۔

''تم صحیح کہتے ہو۔ ہم تمہیں نہیں ماریں گے پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ تمہارا خون قیمتی ہے۔ اسکے عوض ہمارا بہت سارا نقصان پورا ہو جائے گا۔ تمہارے عوض ہم درجنوں کو آزاد کروا لیں گے اور۔۔'' کہتے ہوئے وہ رکا۔ اس نے تفصیل سے ان شربتی آنکھوں میں دیکھا۔

''اور تمہیں پھر بھی مار دیں گے۔۔''

اس نے اپنا جبڑا چھڑوایا اور اسی میں اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا۔ اسکی ہڈیاں چٹخ گئیں۔ وہ ایک وی آئی پی قیدی تھا۔ الیٹ فورس سے تھا جس کے لئے میں وہ اپنے درجنوں فوجیوں کو مجاہدین کی قید سے رہا کروا چکے تھے۔ وہ لوگ آج یہی تو کرتے آئے تھے وہ اپنے قیدی چھڑوانے کے لئے آج سودے بازی کرتے آئے تھے۔ اور اب بھی وہ لوگ سودے بازی کرنا چاہتے تھے اس لئے وہ اپنے اس قیدی پہ ہاتھ نہیں اٹھا رہے تھے۔

''تمہاری بھول ہے کہ میں خود کو استعمال ہونے دوں گا۔ میں یہاں مرنا پسند کروں گا تمہاری سودے بازی کامیاب ہونے نہیں دوں گا۔۔'' اس نے کہتے ہوئے اس آدمی کے سر سے اپنا سر ٹکرایا۔ جس سے وہ لڑکھڑا کر دو جا اسکی ناک سے خون نکل آیا تھا۔ وہ اپنا خون صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ مقابل کے سکون میں فرق نہیں آیا تھا۔ وہ یوں ہی ہاتھ جھاڑتا ہوا ٹیک لگا گیا۔

وہ آدمی اپنا خون صاف کرتا ہوا اسکے پاس پہنچا۔ اور آ کر پھر سے جھکا۔

''تمہارا بیٹا۔۔'' اس نے ایک لفظ ادا کر کے ہی مقابل کے ان سے روح کھینچ لی۔ ''ہمارے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنے گا۔ کیسا لگے گا تمہیں؟'' اب مقابل کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا وہ لوگ وار کرنے میں کامیاب ٹھہرے تھے۔ ''جو جو نقصان تم نے ہمارا کیا ہے۔۔ وہ تمہارا بیٹا بھرے گا۔۔''

وہ اسکا کوئی بھی جواب سنے بنا وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا نکل گیا۔ اسکے جانے کے بعد ابیم نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ کون سا بیٹا۔۔؟ اسکا دماغ شٹ ڈاؤن ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اسکے خاندان تک پہنچ چکے تھے آج سے نہیں بہت پہلے سے۔ اس نے بے بسی سے آسمان کی جانب دیکھا۔ چاند ہنوز آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔

''میرا انتظار کرنا۔۔'' اس نے کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

''یہ لو فروٹس کھا لو۔۔'' وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ منال اسکے لئے کچھ پھل کاٹ کر لائی۔ صفا نے دن موڑ کر دیکھا وہ اسکے پاس ہی بیٹھ گئیں۔ صفا نے میں سر ہلایا تو منال نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سختی سے ڈپٹا۔ ''بچے سکول سے آنے والے ہیں اور تم نے ابھی چینج نہیں کیا انھوں نے آتے ہی فارم ہاؤس جانے کی ضد لگا دینی ہے تم مرجان کو اچھے سے جانتی ہو۔ اس لئے جلدی سے یہ ختم کرو اور پھر جا کر تیار ہو جاؤ۔۔''

صفا نے ٹی وی سکرین کو دیکھتے ہوئے ایک کانٹا اٹھایا اور کھانے لگی۔ اس نے یوں ہی چینل تبدیل کیا تو ایک نیوز چینل پہ آ پڑا۔ صفا یوں ہی خبریں سننے لگی منال واپس کچن میں چلی گئی۔

''مجاہدین نے اسرائیل پہ حملہ کیا جس سے بڑے پیمانے پہ اموات ہوئی ہیں اور کچھ اسرائیلی فوجی اور سویلینز کو مجاہدین نے یرغمال بنا لیا ہے۔ ہمسایہ اور عرب ممالک

کی سینز فائ· کی کوششیں حالات کنٹرول سے ہر۔۔''

وہ یوں ہی ہیڈ لائن سن رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد رپورٹ یوں ہی رپورٹ سے آگاہ کرنے لگی صفا بے دھیانی میں دیکھتے ہوئے خبریں دیکھ رہی تھی۔ رپورٹ حملے کی نوعیت بتا رہا تھا اور اب اسرائیلی کی جوابی کاروائی کے متعلق بتا رہا تھا کہ یہ اب کہاں تک جاسکتی ہے۔ اسرائیل کا مؤقف تھا کہ وہ لوگ مجاہدین کے خاتمے تک اب اس کاروائی کو جاری رکھیں گے۔ امریکہ نے بھی کھلم کھلا اسرائیل کی حمایت کردی تھی جبکہ ابھی پاکستان کا کوئی سیاسی بیان سامنے نہیں آیا تھا۔ عوام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ کچھ جنونی لوگ تو اس حملے سے بے حد خوش آتے تھے کہ اسرائیل کو بھی کسی نے جواب دیا جبکہ کچھ دوراندیش لوگ اور تجزیہ نگار اسکو کسی اور نگاہ سے دیکھ رہے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ اب کی شروعات ہے اک سرد جنگ اب باقاعدہ جنگ میں تبدیل ہو چکی ہے جو کہاں جا کر رکے گی، رکے گی بھی یا نہیں اسکا کسی کو اندازہ نہ تھا۔

اس جنگ کی لپیٹ میں پورا خطہ آنے والا تھا۔ اور کمزور ایشائی ممالک تو خاموشی سے تماشا دیکھنے کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ لوگ فلسطین کے اس اقدام کی حمایت کرکے امریکہ کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے تھے اس لئے بیشتر ممالک خاموش تھے۔ وہ لوگ بس اس معاملے پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔ جبکہ بھارت جیسے ممالک کھلم کھلا اسرائیل کی حمایت کررہے تھے اور اس حملے کو ایک دہشت گرد کاروائی قرار دے رہے تھے۔ صفا مصروف سی خبریں دیکھ رہی تھی۔ ٹی وی پہ اسرائیل کے جوابی حملے کی وجہ سے ہوئی تباہ کاریاں دکھائی جانے لگیں۔

صفا کے حلق میں نوالے کے ٹکڑے اٹکنے لگے۔ انھوں نے دو دن میں ہی تباہی مچا کر رکھ دی تھی۔ وہ اداس چہرے اور بجھی ہوئی آنکھیں لئے مناظر دیکھ رہی تھی۔ اسپتالوں میں ایمرجنسی میں فدتھی ہر سو چیخ و پکار تھی۔ دھماکوں کا شور اور بچوں کی لاشیں۔ صفا نے وہ نوالے کا ٹکڑا واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ اسکا دل ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ اس نے لاشعوری طور پہ ایل ای ڈی پہ ہی نگاہیں جمائی ہوئی تھیں۔ وہ پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھی۔

پھر اچانک سے کچھ کلک ہوا تھا۔ ایک جھماکہ، ایک آگہی کا لمحہ ایسا لمحہ جس نے صفا کی آنکھوں کو ایک پل کے لئے خیرہ کردیا اسکے دل کی دھڑکن روک دی اور سانس کی نالی تنگ کردی۔ اس کو اپنا وجود محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اسکو اپنا آپ کسی تنکے سے بھی ہلکا محسوس ہوا تھا۔ جیسے کہ وہ وہاں موجود ہی نہ وہ ہوا میں ہی کہیں معلق ہو چکی تھی۔

اس نے غیر یقینی سے پلکیں جھپکیں اور پھر سے سکرین کو دیکھا۔ وہاں اب مجاہدین کے بارے میں بتایا جا رہا تھا کہ کیسے امریکہ اب کھلم کھلا انکی واپس پہ سارا ملبہ ڈال رہا تھا کہ یہ انکی وجہ سے ہو رہا ہے۔

وہ لوگ اب مجاہدین کی کاروائی کا غصہ عام اور نہتے عوام پہ اتار رہے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ وہ لوگ اب مجاہدین کا نام و نشان مٹا دیں گے کیونکہ وہ لوگ خطے کے لئے خطرہ ہیں۔

جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔۔ یہ قانون واضح دیکھا جاسکتا تھا۔!

صفا کے دماغ میں کچھ اور ہی گھوم رہا تھا۔ اس رات ابیہم نے اسکو بہت کچھ بتایا تھا اور بہت کچھ چھپا لیا تھا جو کچھ وہ بتا چکا تھا وہ کافی تھا صفا کے ان کو مفلوج کرنے کے لئے۔ اس نے تانے بانے بننا شروع کئے۔

سات اکتوبر کو حملہ ہوا تھا اور ابیہم چھ کی صبح کو آیا تھا۔ اسکے بعد اس نے جا کر بس ایک میسج کیا تھا شام کو کہ وہ پہنچ چکا ہے صفا نے اسکے بعد ہزاروں میسجز کئے جن کا کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے فون کیا تو اب نمبر بند آرہا تھا۔

صفا نے غیر یقینی سے سکرین کو دیکھا۔ آنکھیں خطرناک حد تک پھیل گئی تھیں۔

تو وہ وہاں گیا تھا؟؟ وہ اپنے مشن پہ گیا تھا؟

صفا کا دماغ اب ایک پل کے لئے سن پڑ گیا۔ اسکا پورا جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

''صفا۔۔!! لنچ میں کیا لوگی؟'' منال کچن سے نکل کر اسکے پاس آتی بولیں کیونکہ وہ آج کل مشکل سے ہی کچھ کھاتی تھی اس لئے منال اسکی مرضی کا ہی کھانا بنایا کرتی تھیں۔ وہ سن سی بیٹھی تھی۔ منال اسکے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ انھوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ سن سی بیٹھی تھی۔

''صفا۔۔!!''انھوں نے اسکا کندھا پکڑ کر ہلایا۔صفا نے چونکر اجنبی دیکھا۔اسکی آنکھیں ہنوز سرخ تھیں۔''میں نے پوچھا کہ لنچ میں کیا کھاؤ گی؟ کیا بنواؤں تمہارے لئے؟''منال نے پھر سے مسکرا کر پوچھا۔صفا نے یوں ہی سر کی سی کیفیت میں مڑ کر سکرین کو دیکھا وہاں اب کچھ کھیلوں کی خبریں چل رہی تھیں۔''صفا۔۔!! کیا ہوا ہے؟''منال نے اسکو جھنجھوڑا۔

''آ۔۔!!''صفا کے ہلے۔

''ہاں کیا ہوا؟''

''آپکو پتہ ہے۔۔۔وہ کہاں ہیں؟''وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔منال نے کندھے ادیئے اسکی بات ا. اہیم سے شروع ہو کر ا. اہیم پہ ہی ختم ہوتی تھی۔

''کہاں ہے؟''انھوں نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا۔

''وہ۔۔فلسطین میں ہیں۔۔''صفا نے بنا پلکیں جھپکے منال کی جانب دیکھتے ہوئے بتایا۔منال نے ا. وسکیڑے اور پھر اسکی جانب حیرت سے دیکھا۔وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔اب واقعی اسکی دماغی حالت پہ شبہ ہوا تھا۔''وہ اس. رفلسطین گئے ہیں مصر نہیں۔۔''صفا کھوئی کھوئی سی بولی۔تو منال نے سر جھٹکا۔

''اٹھو اور جا کر ٹھنڈے پانی سے نہا کر چینج کر لو۔۔میں کھانا بنوا رہی ہوں۔۔''انھوں نے اسکی کسی بھی بات کو سنجیدہ نہیں لیا تھا۔لے بھی کیسے سکتی تھیں۔صفا نے پلکیں جھپکیں۔

''آ۔۔!!آپ۔۔آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں؟''صفا نے اب حیرت سے انکے چہرے کو دیکھا تھا جہاں صفا کی کسی بات کو کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہو اور کچن کی جانب چل دیں۔

''اٹھ کر تیار ہو جاؤ صفا۔۔!!''انھوں نے آرڈر دیا رکھا اور کچن میں گم ہو گئیں۔صفا نے بے یقینی سے کچن کے دروازے کو دیکھا اور پھر پلٹ کر ایل ای ڈی کو دیکھا جہاں اب خبرنامہ ختم ہو چکا تھا وہاں کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔تو کیا واقعی وہ زیادہ سوچ رہی تھی؟ کیا ایسا کچھ نہیں تھا؟ کیا منال ٹھیک کہہ رہی تھیں؟

صفا نے اپنے حواس بحال کرنا شروع کئے۔جلد ہی اسکے چہرے کی رنگت لوٹ آئی۔وہ واقعی زیادہ سوچ رہی تھی ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور ا. اہیم تو بس ا. للہ کے لئے کام کرتا ہے امداد بھیجتا ہے وہ بھلا کسی بھی. میں اس طرح. اہ را. تا کیسے شریک ہو سکتا تھا۔صفا نے سارے خیالات کو جھٹکا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

شام ہو رہی تھی عصر کے بعد وہ لوگ فارم ہاؤس آ گئے تھے۔اکتوبر شروع ہو چکا تھا شام کو موسم اچھا ہو جاتا تھا۔وہ اس وقت اپنے جھولے پہ یوں ہی پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی جبکہ مرجان اور یاقوت کے ہاتھوں ایک گوش کی شامت آئی ہوئی تھی۔اور دینا پول کے پاس بیٹھی ان سوا. کو دیکھ رہی تھی۔

''آپکو کچھ چاہیے؟''صفا نے گردن اٹھا کر دیکھا تو عاصم مؤدب سا کھڑا تھا۔صفا اسکو کچھ ثانیے دیکھے گئی۔پھر اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

''تم میرے کالج کے سامنے ہوتے تھے نا؟''صفا نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔عاصم نے حلق تر کیا اور اثبات میں سر ہلایا۔صفا پھیکا سا ہنس دی۔یعنی وہ اسکی جاسوسی کیا کرتا تھا۔''وہ کہاں گئے ہیں؟''صفا نے عاصم کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔عاصم نے اس. رذرا سا سر اٹھایا تھا صفا کی سخت نگاہوں کو دیکھتا ہوا پھر سے سر جھکا گیا۔

''میں نہیں جانتا۔۔''

اسکے جواب پہ صفا نے جبڑے بھینچ لئے۔وہ لوگ کتنی صفائی سے جھوٹ بول جاتے تھے۔

''جھوٹ۔۔!تم جانتے ہو کہ وہ کہاں گئے ہیں آخر کون سا ایسا کام آ گیا ہے ا. کہ وہ رابطہ کرنا بھی منا. نہیں سمجھ رہے۔''صفا کرخت سے لہجے میں بولی۔عاصم اب اس لمحے کو پچھتا رہا تھا. وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔اس کا دل کیا کہ اپنا سر دیوار میں مار لے۔یہ عورتیں اتنی شکی مزاج کیوں ہوتی ہیں آخر؟ آخر ا. کیوں ہر چیز کے پیچھے میں جاننا ہوتا ہے؟ عاصم جبڑے بھینچے ہی سوچ رہا تھا۔

''بولو۔۔!!''پھر سے صفا کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔اس سے پہلے کہ عاصم کچھ کہتا صفا اٹھ کر ا. تی میں پول تک پہنچی۔دینا جھک کر ا. سوان کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ پانی میں گرتی وہ اسکو پکڑ کر واپس لے آئی تھی۔اس نے آ کر عاصم کی جانب دیکھا دینا اب اسکی گود میں تھی۔

''اسکے دچھوٹی چھوٹی سی .ڑسی بنوادینا۔۔دینا سکتی ہے۔۔'' صفادینا کے ہاتھ چومتے ہوئے کہاتو عاصم سرہلا کر رہ ۔

''اور کچھ؟''

''نہیں۔۔'' صفانے بناءاسکی جا. دیکھے ہی جواب دیتو عاصم اپنی جان کی خلاصی پشکر بھری سانس خارج کرتا ہوا .ہر نکل ۔دو .رہ کبھی بھی اسکے سامنے نہ آنے کا عہد کرتا ہوا۔

صبح کا وقت تھا آ۔ اپنی کلاس کے لئے جارہی تھی۔بیل ہوچکی تھی . بچے اپنی اپنی کلاسز میں جارہے تھے. . اچا سے کورٹ ورمیں آ۔ کے سامنے قوت چلتا ہوا آ۔وہ مسکراتا ہوااسی کی جا. آرہا تھا۔آ۔ بھی مسکرا کر اپنی کلاس کے دروازے میں ہی کھڑی ہوگئی۔

''کیسی ہو آ۔ ؟'' قوت نے پاس آکر پوچھا۔

''میں ٹھیک تم کیسے ہو؟'' آ۔ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔خیر۔ ہے آج کل تم. کے وقت .ہر نہیں آتی میری کوئی .ت .ی لگی؟'' اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں نہیں قوت۔۔!ہم دو ہیں مجھے تمہاری کوئی .ت کیوں .ی لگے گی۔میں بس تھوڑی مصروف تھی۔'' وہ اب اسکو کیا بتاتی کہ وہ سبحان کو کلاس ورک مکمل کرنے میں مدد کرتی ہے۔اسی لئے وہ لوگ. کے وقت بھی نہیں مل پاتے۔سبحان دوسرے سیکشن میں تھا ان لوگوں کا ہوم ورک اور کلاس ورک ایک ہی ہوتا تھا جس کی وجہ سے آ۔ اسکی مدد کیا کرتی تھی.....جبکہ مرجان اور قوت اس سے سینئرز تھے۔

''اچھا۔۔چلو آج آؤ گی ں؟'' قوت نے ا آس سے پوچھا۔

''ہاں۔۔میں آؤں گی۔۔'' وہ مسکرائی تو اسکی نیلی آنکھیں بھی مسکرائی تھیں۔قوت مسکرا کر سرہلاتا ہوا اپنے کلاس روم کی جا. .ڑھ ۔آ۔ کچھ لمحے وہاں کھڑی رہی پھر اپنی کلاس میں چلی گئی۔میرال جو کہ کچھ فاصلے پہ کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی ا وہاں سے ٹ کے بعد وہ بھی کلاس روم میں داخل ہوئی اور آکر آ۔ کے ساتھ ہی اسکے ڈ پہ بیٹھ گئی۔آ۔ نے چو کر دیکھا کیو وہ اکثر فاطمہ کے ساتھ بیٹھا کرتی تھی پھر آج آ۔ کے ساتھ کیوں؟

''تم یہاں بیٹھو گی؟'' آ۔ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں کیوں؟ کوئی مسئلہ ہے؟'' میرال نے الٹا سوال کیا تو آ۔ نے جلدی سے میں سرہلادیا۔میرال خاموشی سے بیٹھی رہی کلاس شروع ہوچکی تھی اسکے بعد ان لوگوں کی آپس میں کوئی .ت نہ ہوئی۔

آ کار. کا وقت آ۔ . بچے اپنے اپنے لنچ .کس اٹھا کر کلاس روم سے .ہر لان کی طرف چلے گئے۔آ۔ نے اپنا بیگ کھولا اور اپنی کتابیں ر لگی اسکو آج قوت سے ملنا تھا۔وہ کافی دن سے اس کے ساتھ نہیں بیٹھی تھی۔وہ پرجوش سی تھی۔

''ہائے آ۔ ۔۔!!'' اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سبحان اپنی نوٹ . اٹھائے کھڑا تھا۔آ۔ کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔میرال نے ا آ۔ کو دیکھا اور پھر سبحان کو۔ سبحان نے میرال کو مکمل طور پہ انکر دیا تھا۔وجو صرف میرال کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اب میرال سے سلام دعا کے علاوہ .ت بھی نہیں کرتا تھا۔میرال اس .ت پہ کچھ حیران ہوئی۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ کر .ہر چلی آئی۔سبحان آ۔ کے ساتھ بیٹھ کر اپنا کلاس ورک کرنے لگا۔آ۔ بھی جلدی جلدی اسکی مدد کررہی تھی۔ کہ وہ کام مکمل کر کے .ہر جاسکے ۔

میرال .ہر آئی تو بینچ پہ قوت ا کتاب اور ا ٹفن .کس رکھے بیٹھا تھا۔میرال نے ادھر ادھر دیکھا اسکو مرجان کہیں نہ آ۔وہ چلتی ہوئی قوت کے پاس آئی۔

''میرال۔۔!! آؤ۔۔'' قوت نے مزید ا طرف کھسکتے ہوئے اسکے لئے جگہ بنائی۔میرال وہیں ٹ گئی۔''آ۔ کہاں ہے؟'' قوت نے اس سمت میں دیکھا جہاں سے ابھی ابھی میرال آئی تھی۔میرال نے .بھینچ لئے۔

''وہ مصروف تھی سبحان کے ساتھ۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''سبحان؟'' یوقت نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''میرے ماموں کا بیٹا ہے۔۔وہی ماموں جو آج کی وجہ سے جیل میں ہیں۔اور آج کل بیٹے کی دوست ہے۔'' میرال نے توڑ جوڑ کر حقیقت بتائی تو یوقت کچھ شنیے یوں ہی سوچے۔

''خیر۔یہ تم نے کہاں سے لی؟'' میرال نے یوقت کے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی جو کہ بلکل لیٹسٹ ایڈیشن تھا۔یوقت مسکرادیا۔

''میں نے منگوا کر دی ہے۔۔'' وہ کتاب کو دیکھ کر ہی مسکرادیا۔اپنے بابا کے ذکر پر یوقت کے خود بخود مسکرائے تھے بھوری آنکھیں سورج کی کرنوں کے شرارت دلکش ہو رہی تھیں۔ماتھے پر بکھرے کچھ سیاہ بال۔۔وہ اپنے باپ کی طرح خوبصورت تھا۔اور اس وقت تو ویسے بھی اسکی آنکھوں میں اسکے باپ کا عکس دیکھا جا سکتا تھا۔

''کیا واقعی؟؟ یہ لیٹیسٹ ہے۔۔'' میرال متاثر آتی تھی۔

''ہاں۔۔میں نے بہت ساری کتابیں ریڈ کر دی ہیں۔۔اور اگر میں مسلسل پڑھتا رہا پھر بھی وہ میرے جوانی تک پہنچنے سے پہلے ختم نہیں ہوں گی۔'' یوقت نے چہک کر بتایا۔میرال مسکرادی۔وہ واقعی متاثر ہوئی تھی۔

''آہہہ۔۔'' میرال نے کراہ کر اپنے پیروں میں پڑا فٹبال دیکھا۔یوقت نے بھی میرال کے ساتھ ساتھ ہی سامنے دیکھا۔

''سوری گائز۔۔'' مرجان فارمل سے انداز میں معذرت کرتا ہوا پاس پہنچا اور فٹبال اٹھا کر واپس گیا۔وہ کچھ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

''سوری میرال۔۔'' یوقت نے بھی سوری کرنا لازمی سمجھا۔

''نہیں۔۔اس نے جان بوجھ کر نہیں مارا۔۔'' وہ مسکرادی۔

وہ دونوں اب اس کتاب کے بارے میں بات کر رہے تھے اور یوقت اسکو اپنی چھوٹی سی لائبریری کے بارے میں بتا رہا تھا جو اسکا باپ اسکے لئے بنوا کر گیا تھا۔اس نے میرال کو فارم ہاؤس پر موجود خفیہ گوشوں اور پانیوں کے بارے میں بھی بتایا۔

''اگر تمہارا کام مکمل ہو گیا تو میں باہر چلی جاؤں؟'' آیت نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی چھوٹی سی گھڑی پر وقت دیکھا۔کام ختم ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے۔

''بس دو منٹ۔۔یہ والا سوال سمجھا دو پلیز۔۔'' سبحان نے اپنی نوٹ بک سامنے کی۔آیت نے بے چارگی سے اس سے نوٹ بک پکڑ لی۔اور اسکو وہ سوال حل کرنے میں مدد کرنے لگی۔وہ پڑھائی میں بہت اچھی تھی اس بارے میں جانتے تھے اب سبحان بھی اچھی طرح جان چکا تھا۔

آخر کار آیت نے جلدی سے اسکا کام مکمل کروایا اور اٹھ کر کلاس روم سے نکلی۔سبحان بھی اسکے پیچھے ہی پہنچا۔آیت باہر آئی تو لان میں بینچ پر اسکو میرال اور یوقت بیٹھے آئے وہ مسکراتی ہوئی ادھر جا بڑھی۔

اس سے پہلے کہ وہ ان تک پہنچتی کام ختم ہو چکی تھی۔بیل ہوتے ہی آیت کے قدم سست ہوئے۔

''آیت میں اپنی کلاس میں جا رہا ہوں۔شام کو ماما کے ساتھ گھر آؤں گا پھر ہم کھیلیں گے۔'' سبحان آیت کو اپنا اگلا منصوبہ بتاتا ہوا وہاں سے جا چکا تھا۔وہ وہیں کھڑی رہی۔میرال اور یوقت بینچ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔یوقت کا لنچ کس ویسے ہی تھا ان چھوا۔شاید وہ کوئی چیز آیت کے لئے لے کر آیا تھا۔

میرال مسکراتی ہوئی پلٹ آئی جبکہ یوقت اب مرجان کے انتظار میں کھڑا تھا۔وہ دونوں بھائی بھی اپنی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئے۔

''کیا ہوا؟'' میرال آیت کے پاس پہنچی۔

''ہاں؟ کچھ نہیں۔'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر پائی تھی۔اسکو افسوس ہوا تھا۔

''کلاس میں چلیں؟'' میرال نے کہا تو آیت سر ہلاتی ہوئی اسکے ساتھ ہو لی۔

''بھائی کہاں ہیں؟ مجھے ان سے بات کرنی ہے۔''

ایسوسیج ڈرائینگ روم میں اپنی آواز گونجی تو وہاں کھڑے ایک فوجی وردی میں ملبوس گارڈ نے اسکی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''العجہ ۔۔! بھائی کہاں ہیں؟'' وہ اس وقت ا بھورے رَ کے مونو کروم ڈریس میں ملبوس تھی جس میں ا ٹ ں ت آتی فراک تھی اور اک بھورے رَ کا ہی ٹ اوزر تھا۔ اسکا لباس انتہائی سادہ سا تھا۔ اسکے ل کرل کئے گئے تھے جو کہ پیچھے آدھے ا چھوٹے سے کیچر میں قید تھے اور ق ل یوں ہی کمر پ بکھرے ہوئے تھے۔ تیکھے ش اور سرخ وسفید رنگت والی درمیانے قد کی وہ لڑکی بناء کسی میک اور آرائش کی چیز کے بھی بہت خوبصورت لگتی تھی۔

''گوو ۔۔! سر ابھی میٹنگ میں ہیں۔'' العجہ نے سر جھکائے ہی جواب د وہ ا نوجوان سا فوجی سپاہی تھا جو اس گھر میں ا گارڈ کی ڈیوٹی پ معمور گارڈز میں سے ا تھا۔

وہ لڑکی ۔ مزہ سی ہوتی وہیں رکھے ا عالیشان سے صوفے پ بیٹھ گئی۔ العجہ نے ا سرسری سی نگاہ اس پ ڈالی اور پھر سے اپنی فارم میں کھڑا ہو ۔ وہ کچھ د وہاں بیٹھی ٹ ٹ جمائے پ ؤں جھلاتی رہی اور پھر اس نے وہیں رکھا ا نیوز پیپر اٹھا۔ اور یوں ہی صفحے پلٹنے لگی۔

صفحے پلٹتے پلٹتے اسکی نگاہ ا خبر پ رک گئی جہاں تین دن پہلے گ فتار ہوئے فلسطینیوں کی خبر اور ا تصاو یر موجود تھیں۔ وہ یوں ہی اس تصو یر کو دیکھے گئی۔

''العجہ ۔۔!!'' اس نے پیپر پ نگاہ جمائے ہی العجہ کو پکارا۔ وہ اپنے اچا ٹ پکارے جانے پ ٹ ا تھا۔

''جی گوو ۔۔!!'' وہ فوراً متوجہ ہوا۔

''یہ فلسطینی اتنے خوبصورت کیوں ہوتے ہیں؟'' وہ اپنے بے ک ا ز کی وجہ سے جانی جاتی تھی العجہ کو ا ازہ نہیں تھا کہ کبھی اسکو بھی سارہ کے کسی بے ک سوال کا جواب دینا پڑ جائے گا۔ العجہ نے تھوک نگلا۔ ''بولو ں العجہ ۔!!'' وہ شوخ سے لہجے میں پوچھتی ا تصو یر کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

''گوو ۔ مجھے لگتا ہے کہ اسرائیلی ز دہ خوبصورت ہیں۔'' وہ بھلا کیسے اپنے ملک سے غداری کر سکتا تھا۔ سارہ ہنس دی۔ اسکو العجہ کی حا پ ہنسی آ رہی تھی جو اپنے س کے ڈر سے اپنی پسند پسند کے ر ے میں بھی نہیں بتا سکا تھا۔ اس نے سر جھٹکا۔

'' میں تمہاری طرح نہیں سوچتی العجہ ۔۔!! دیکھو ا ہیمی ہم دونوں ہی ہیں وہ ز یہ خوبصورت ہیں تمہیں نہیں لگتا کہ ا نے ا فی کر ڈالی ہمارے ساتھ۔'' وہ پھر سے شوخ ہوئی۔ العجہ کو اب اس وقت پ افسوس ہو رہا تھا۔ اسکی اس گھر میں ڈیوٹی لگی تھی۔ وہ شہزادی جس قدر حسین اور شوخ تھی اتنی ہی سخت اور ظالم بھی مانی جاتی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا گوو ۔۔!'' وہ منمنا ۔ اب سارہ کو اسکی حا پ س بھی آ رہا تھا اور ہنسی تھی۔ وہ یوں ہی نیوز پیپر کے صفحے ا ٹ پلٹ کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مز العجہ کو اپنے سوالوں کی وجہ سے ہلکان کرتی ڈرائینگ روم میں کسی کے بھاری بوٹوں کی آواز گو تھی۔ جس پ سارہ نے پیپر فولڈ کیا اور فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ العجہ نے سلیوٹ کیا۔ تو وہ آدمی چلتا ہوا سارہ کے پ س آ ۔ اسکے پیچھے آتے تین اہلکار وہیں دروازے کے پ س ہی رک گئے تھے۔

''بھائی ۔۔!!'' اس نے ہیر یوز ن میں اسکو پکارا۔ تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بہن کو ساتھ لگا ۔

''کیسی ہے سارہ؟'' اس نے اپنی بہن کو سامنے کر کے بھر کے دیکھا۔

''ہمیشہ کی طرح حسین ۔۔'' اس نے اپنے ل لوں کو ا ادا سے جھٹکا۔ تو ا ہیم نے اسکو ا گھوری سے نوازا کہ گارڈز موجود ہیں۔ جس پ سارہ نے بے پ واہی سے کندھے اچکا دیئے۔ ا ہیم گولڈ گ نے ت سف سے اپنی لاڈلی بہن کو دیکھا۔

''ڈیوٹی پ واپس جا رہی ہو؟'' وہ اب اسکے پ س ہی صوفے پ ٹ ۔ سارہ بھی بھائی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ وہ اب ٹ ٹ جمائے نہیں بلکہ ٹ ی ت سے اور ادب سے بیٹھی ہوئی تھی۔

''کل سے ۔۔ اسی لئے آج کا دن آپ کے ساتھ ا ز چاہتی تھی آپ مصروف ہیں۔'' اس نے افسوس سے اپنے بھائی کو دیکھا جس کے ساتھ اسکو ہفتوں بعد ا آدھ دن نصیب ہوتا تھا۔ ا ہیم نے دن موڑ کر دیکھا اور ہلکا سا مسکرا ۔

''تم جا ہو کچھ پھر بھی شکا ت کرتی ہو۔۔''

''بھائی ۔۔!! آپ مجھے ا دن کے لئے کنٹرول دے دیں۔ پورے غزہ کو آپکے قدموں میں ڈھیر کر دوں گی ۔۔ پھر وعدہ کریں کہ آپ میرے ساتھ چھٹیوں پ جا گے۔'' اس نے کھلے دل سے آفر کی تھی۔ ا ہم نے اسکی ت پ ا واچکائے۔ وہ پینتالیس سالہ مرد تھا جس کا چہرہ کسی بھی ل سے صاف تھا اور وہ قدرے جوان آ ت

تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ یہ ہمارے لئے مشکل ہے؟'' اس نے جیسے جتایا تھا۔ سارہ نے کندھے اچکا دیئے۔

''تو پھر اتنا وقت کیوں لگ رہے ہیں؟''

''یہی تو فرق ہے تم میں اور مجھ میں۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر سارہ کے بال بگاڑے جس پر اس نے خفا ہو کر اپنے بھائی کو دیکھا۔ اہم کا جو روپ سارہ کے سامنے ہوتا تھا وہ روپ دیکھنا ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا تھا۔ اس سے بڑا اور ظالم شخص کوئی نہ تھا اپنی بہن کے لئے اس سے بڑا نرم اور سادہ شخص کوئی نہیں تھا۔ سارہ اسکی جان دیکھے گئی۔ وہ اس وقت معصوم سی لڑکی آتی تھی جو کہ ہرگز نہیں تھی۔ وہ بس اپنے بھائی کے سامنے ہی ایسی تھی ورنہ اس سے واقف تھے۔ اپنے عہدے کی وجہ سے وہ ایسا رہتی تھی کہ اسے دیکھ کر ہی کانپ جاتی تھی۔ وہ تیس سالہ سارہ جس نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی صرف اس لئے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے ایک قابل آفیسر بن سکے اور خود کو شکر کر سکے وہ اس وقت اپنے بھائی کے سامنے کسی پندرہ سالہ دوشیزہ کی طرح بیٹھی آنکھیں مٹکا رہی تھی۔

''کسی بھی شہر کو یا ملک کو ختم کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ ہم لوگوں کے لئے نہیں۔ اسکو ہضم کرنا تھوڑا مشکل ہوتا ہے اس لئے ہم لوگ مہینوں کا کام سالوں میں اور سالوں کا کام دہائیوں میں کرتے ہیں۔''

''اور دہائیوں کا؟'' سارہ فوراً بولی تھی۔

''صدیوں میں۔'' اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

''اتنا لیٹ؟'' سارہ محظوظ ہوئی۔

''جو قومیں ایسے پالیسیاں چلتی ہیں نا ان کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ ان کا ہر شخص ہی اپنے اپنے پوسٹ پر قائم رہتے ہوئے اپنے مشن کو مکمل کرتا ہے۔ یہاں شخص معنی نہیں رکھتا مشن معنی رکھتا ہے اور جو ہمارا مشن ہے اسکی تکمیل کے لئے بھی شخص معنی نہیں رکھتا۔ میں نہیں تو کوئی اور۔ آج نہیں تو کل۔ اس دہائی میں نہیں تو اگلی دہائی میں۔ یہ مشن چلتا رہے گا۔''

اس کی بات پر سارہ نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بھلے اپنے بھائی کے سامنے بچی بن جاتی جو بات سیکھنے کی ہوتی اسکو پورے دھیان سے سنتی تھی اور ہمیشہ یاد رکھتی تھی۔

''ہم لوگ اپنے مشن اور ملک کے ساتھ ہمیشہ وفادار رہیں گے سارہ۔!!'' اس نے جیسے سارہ کو اسکا عہد یاد دلایا تھا سارہ نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''میرا سر ہمارا مشن ہے اور اس مشن میں خواہ کتنی ہی دہائیاں لگ جائیں ہماری نسلیں اس مشن کو جاری رکھیں گی۔'' وہ یوں ہی کبھی کبھی فارمل انداز میں بات کرنا شروع کر دیتا تھا۔ شاید یہ اسکا فوجی دماغ تھا جس پر ہر وقت اسکا مقصد سوار رہتا تھا۔ وہ کوئی عام سپاہی نہیں تھا بلکہ چیف تھا۔ مشن کی بات کی جائے تو وہاں کے عام سپاہی سے لے کر افسران تک ہر شخص اپنے عقائد کا پکا تھا۔ سارہ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔ ان دونوں بہن بھائی کی وہ قابلیت پھر سے کسی فارمل میٹنگ کا روپ دھار چکی تھی جس کا اندازہ نہ تو اہم کو ہو سکا اور نہ ہی سارہ کو۔ وہاں کھڑے العجہ کو اندازہ ہو رہا تھا۔

سہ پہر ہو رہی تھی سلاخوں کے پیچھے ایک قید خانے میں بیٹھے چار قیدی اس وقت سرخیوں میں دیئے ہوئے تھے۔ جن میں سے تین نوجوان سے لڑکے تھے اور ایک قدرے درمیانی عمر کا آدمی تھا۔ جیل کا دروازہ کھلا تو ان نے چونک کر دیکھا۔ ایک سپاہی کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا تھا۔ جس کی عمر لگ بھگ پندرہ برس تھی۔ اس نے لا کر اس لڑکے کو اسی کے ساتھ ہی پٹخ دیا۔ وہ چاروں چونک کر اسکو دیکھنے لگے۔ اس لڑکے کے بدن پر ایک سفید رنگ کی ٹی شرٹ تھی جو کہ جگہ جگہ سے پھٹ چکی تھی اور اسکے کندھوں سے خون رس رہا تھا۔ اسکی سیاہ پینٹ بھی جگہ جگہ سے پھٹ چکی تھی۔ اسکے بالوں کو بری طرح سے کاٹا گیا تھا اسکا سر منڈھا ہوا تھا وہ کسی نے حال میں ہی کیا تھا جس کے باعث اسکے سر پر بلیڈ اور استرے کے زخم آتے تھے۔ ہونٹوں کا ایک کنارہ بھی زخمی تھا۔

ان چاروں نے ایک ترحم بھری نگاہ اس لڑکے پر ڈالی کو کہ اب ایک کونے میں جا کر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔ ان میں سے درمیانی عمر کا آدمی اپنی جگہ سے اٹھا اور جا کر اس

لڑکے کے پ س بیٹھا۔ وہ لڑکا سہما ہوا تھا۔ اس آدمی نے اس لڑکے کے ہاتھ پ ہاتھ رکھا تو اس نے مارے خوف کے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔ اسکا پورا وجود پسینے میں ڈو . ہوا تھا۔ وہ اس لمس پ خوف زدہ ہوا تھا۔ اس خوف کو اس درمیانی عمر کے آدمی نے بخوبی محسوس کیا تھا۔ اور سوچ کر ہی اس آدمی نے اپنی آنکھیں مو· لیں اور اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ لڑکا بے حد خوبصورت تھا۔ اسکے بھورے . ل جو کہ اب منڈھ چکے تھے نئے اگتے ہوئے . ل اسکے . لوں کا رَ· بتاتے تھے۔ اسکی سبز آنکھیں اور سرخ و سفید چہرہ جس پ اب مار پیٹ کے ن موجود تھے۔ یقیناً وہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے . . دہوا تھا۔

''· م کیا ہے تمہارا شہزادے۔۔!!؟'' اس آدمی نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے شفقت سے پکارا۔ اس لڑکے نے . ڈی . ڈی آنکھوں سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ وہ شفقت سے دیکھ رہا تھا۔ ان نگاہوں میں تحفظ تھا۔ وہ لڑکا سر جھکا َ ۔۔

''عبدل۔۔'' اسکی آواز اسکے جسم کے مقابلے میں قدرے مضبوط اور ٹھوس تھی۔

''میرا· م رحمان ہے، اس کا حسین، اس دا جا· والے کا زی اور اس والے کا احسن ہے۔'' اس درمیانی عمر والے آدمی نے . قیوں کا تعارف کروا ِ جس سے اس پندرہ سالہ عبدل کو کوئی سروکار نہ تھا۔

وہ خاموشی سے کونے میں بیٹھا رہا۔

''ڈیٹینشن والوں نے کیوں پکڑا تمہیں؟'' اب کی . ررحمان نے قدرے تشویش سے پوچھا تو عبدل نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں· جانے کتنے ہی شکوے تھے کہ رحمان نگاہ پھیر َ ۔۔

''کیا ان لوگوں کو کسی وجہ کی ضرروت ہے؟'' عبدل کا زخمی لہجہ وہاں موجود لوگوں کو گھائل کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ خاموش نہیں رہا۔ ''میرے . پ کو بھی َ فتار کیا ہوا ہے۔۔ صرف اس لئے کہ ہم لوگ آزادی مانگتے ہیں۔۔ اس لئے ہمیں جس بے جا میں رکھا َ ۔ ٹ ر پ کیا َ ۔ اور . ان کا دل بھر َ ۔ تو مجھے یہاں د ۔'' وہ سخت اور بپھرے ہوئے ا· از میں کہتا پھر سے اپنا سر َ ٹ ں میں چھپا َ ۔ وہ لوگ ا ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے۔ وہ لوگ بھی تو اسی ظلم کا شکار ہو چکے تھے۔ وہاں آنے والے کی کہانی مختلف نہیں تھی۔ کیوں ا لگتا تھا کہ ا کوئی الگ کہانی ·· کو ملے گی حالا وہ . جا تھے کہ انکا کیا قصور ہے؟ انکا قصور تھا محکوم ·· کا انکار۔! اپنے حق کے لئے لڑ· اور اپنی نسلوں کے لئے آزادی مانگنا۔ ان قبضہ مافیا سے ت حاصل کر· ۔ یہی تو تھا انکا . م ۔۔ اسکے سوا انکا . م کیا ہو سکتا تھا بھلا۔؟

''ماما۔۔!! کیا میرال کے . . ہمیں اپنے گھر آنے دیں گے؟''

نوین اس وقت تیار سی لاؤنج میں کھڑی تھی . . سبحان نے آ کر پوچھا۔

''ہاں۔۔ کیوں نہیں۔'' وہ ا ادا سے کہتی اپنا بیگ اٹھا کر اپنے کندھے پ ڈالتی اسکا ہاتھ پکڑے . ہر نکل آئی۔

'' وہ تو اس دن اتنے غصے میں آئے تھے اور . . کو بھی مارا تھا۔'' وہ دونوں اب گیٹ ت آ گئے تھے۔ گیٹ کے . ہر ا ٹیکسی کھڑی تھی جو کہ نوین نے . کی ہوئی تھی۔

'' وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ کیو وہ تمہارے . . کی غلطی تھی۔'' وہ کندھے اچکاتی ہوئی گاڑی میں سوار ہوئی ساتھ ہی سبحان بیٹھ َ ۔

''میں نے آ ۔ ت سے دوستی کر لی ہے۔۔'' سبحان نے بتا ِ تو نوین نے َ دن موڑ کر دیکھا اور مسکرا دی۔

''اتنی جلدی؟''

''ہاں۔۔ وہ بہت اچھی ہے بہت جلدی دو ت بن جاتی ہے آج ت میرال کی وجہ سے میں نے اس سے دوستی نہیں کی تھی اب پتہ کہ میرال سے زی دہ آ ۔ ت ذہین ہے اور اچھی بھی ہے۔'' سبحان آ ۔ ت سے دوستی کر کے کافی خوش آ رہا تھا۔ نوین نے ماتھے پ شکنیں لئے اسکی جا· . دیکھا۔

''اس سے بس دوستی کرنی ہے۔۔'' وہ اسکو سمجھا· چاہ رہی تھی کہ اس کو پسند نہیں کر· ۔ وہ بچہ تھا۔ وہ اسکو کیسے سمجھاتی۔

''ہاں تو دوستی ہی کر رہا ہوں ماما۔۔'' سبحان نے آنکھیں مٹکا کر کہا تو نوین . بھینچ کر رہ گئی۔ پھر اس نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی کہ وقت آنے پ وہ .

سنبھال لے گی۔

اس وقت گورسی ہاؤس میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری ہو رہی تھی اس وقت لاؤنج میں صفا ایل وَل میں کسٹرڈ لے کر بیٹھی تھی اور ساتھ بیٹھی دینا اپنے دانتوں پر دانہ جمائے ہوئے تھی۔ صفا کے چہرے پر تکان واضح تھی۔

''دینا۔۔!! پلیز۔۔کھالو۔۔''اس نے کوئی دسویں بار سہ کی تھی اور ہر بار کی طرح دینا نے میں سر ہلا دیا تھا۔ صفا نے بے بسی سے اسکی جانب دیکھا۔''میرا بچہ۔۔!! پلیز کھالو ں۔۔تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔''وہ دینا کو پچکار رہی تھی جبکہ دینا بس تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہونٹ نکال لیتی تھی۔

صفا نے تکان سے وَل سینٹر ٹیبل پر رکھا اور خود بھی پاؤں سمیٹ کر دینا کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ اب وہ دونوں ایسی ہی لگ رہی تھیں۔ اداس اور بجھی بجھی سی۔

منال دفعتاً کچن سے آئی تو ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر حیرت اور بے بسی سے کندھے اچکا گئیں۔

''تمہیں اسکو کچھ کھلانے کے لئے بھیجا تھا اور تم خود اسکے ساتھ بچی بن کر بیٹھ گئی ہو۔۔''وہ وَل پکڑ کر دینا کی طرف آ کر بیٹھیں اور اسکو گود میں بٹھا کر کھانا کھلانے لگیں۔ دینا جو کہ کچھ دیر پہلے ہی کر رہی تھی اب خفا خفا سی لگنے لگی۔ صفا نے حیرت سے دینا کو دیکھا جو اسکو خوب ہی دکھا رہی تھی۔

''میں نے اتنی منتیں کی ہیں یہ کھا ہی نہیں رہی تھی۔۔''صفا نے خفا سی نگاہ دینا پر ڈالی۔ جو کہ صفا کے گھورنے پر منال کی گود میں دبک گئی۔ منال ہنس دیں۔

''بچوں پر کبھی کبھی سختی بھی کی جاتی ہے اس طرح لاڈ سے وہ اکثر بگڑ جاتے ہیں۔ اور کھانا کھلانے کے لئے سختی کر لی جاتی ہے اتنی بڑی بات نہیں ہے۔''منال دینا کا منہ ٹشو سے صاف کرتی ہوئی صفا کو نصیحت کر رہی تھیں۔ صفا نے منہ بسورتے ہوئے تھوڑی کو ں پر ٹکا لی۔

''پیٹی لیڈی آپکا فون۔۔''مرجان سیڑھیاں اتر کر اسکی جانب آتے دکھائی دیں تو صفا بے چین سی اٹھ کر اسکی جانب لپکی۔ اسکی پھرتی دیکھ کر منال نے اسکو ڈپٹنا چاہا وہ مرجان کے پاس پہنچ چکی تھی۔ صفا کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں بجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ سانس تو وہ لے ہی نہیں سکی تھی۔

اس نے فون پکڑا اور بنا نمبر دیکھے ہی کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔۔ایبو۔۔!!''اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کپکپاتے ہاتھ رکھتے ہوئے اسکو پکارا۔ مرجان بھی ریلنگ کے پاس کھڑا اسکی حالت دیکھ رہا تھا۔ منال نے امید سے اسکی جانب دیکھا کہ چلو شکر ہے کوئی فون تو آیا۔

فون کے اس پار خاموشی چھائی رہی۔۔

''ایبو۔۔!!''صفا نے پھر سے کانپتے لبوں سے اسکو پکارا۔

''صفا۔۔میں ہوں۔۔عینا۔۔!'' انی آواز نے صفا کے دل میں امید اور خوشی کا ہر جگنو بجھا دیا تھا۔

''عی۔۔عینا؟''صفا نے کچھ الجھ کر سکرین کو دیکھا۔

''ہاں۔۔کیسی ہو تم؟''وہ نارمل سے انداز میں بولی۔ صفا کو کچھ لمحے لگے تھے اپنی حالت کو سنبھالنے میں۔ اہیم سے عینا پر جانے کے لئے اسکو طویل مسافت طے کرنی پڑی تھی۔ وہ کچھ ثانیے یوں ہی کھڑی رہی۔ اور پھر آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ مرجان اسکی بجھی سی آنکھیں دیکھ کر واپس اپنے روم میں گیا۔ منال نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ صفا نے سر ہلایا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو؟''وہ خوش ہونا چاہتی تھی اگر یہ فون کال نارمل حالات میں آئی ہوتی تو صفا خوشی سے جھوم جھوم جاتی اس وقت وہ کسی اور کی منتظر تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔۔تم تو جا کر مجھے بھول ہی گئی۔''عینا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس سے کیا بات کرے اس لئے روایتی سہیلیوں کی طرح اس نے بھی شکوے سے شروعات کی تھی۔ صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''وہاں سے مجھے کچھ بھولنے کے لئے ہی بھیجا گیا تھا۔''وہ اپنی شہادت کی انگلی کے ناخن سے اپنے انگوٹھے کی پور کو کھرچ رہی تھی۔

''اچھا۔!!اتنی باتیں مت بناؤ۔۔یہ بتاؤ کہ ٹھیک ہے؟''عینا مزید الجھی تھی اسکو لگا تھا کہ صفا کوئی بات کرے گی وہ دونوں ہی خاموش تھیں اب پس الفاظ نہیں

تھے۔اس لئے وہ اب باتیں ڈھونڈ رہی تھی۔

''ہاں۔۔ ٹھیک ہے۔۔'' صفا نے پھیکے سے انداز میں کہا پھر اچانک سے کچھ کلک ہوا۔صفا نے آنکھیں سکیڑیں۔۔''تم۔۔تم نے کیا کیا ہے ہاں؟تم نے حسن سے شادی کر لی؟''اب کی بار صفا کو کوئی بات سوجھی تھی۔حسن کے ذکر پر منال نے بھی گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔

اس بات پر عینا کچھ لمحے کے لئے خاموش رہی پھر ہنس دی۔

''ہاں۔۔تم نے تو اسکو گھاس ڈالی نہیں اس لئے مجھے اس پر ترس آیا۔''ادھر کرداوی مینشن میں بیٹھی عینا محظوظ ہوئی تھی کیونکہ اسکی نگاہ مین ڈور سے داخل ہوتے حسن پر پڑ چکی تھی۔وہ ماتھے پر بل لئے اسکی جانب چلتا ہوا آرہا تھا۔قریب آکر اس نے جھک کر عینا کی پیشانی چومی اور اسکا گال تھپتھپا کر ساتھ ہی بیٹھ گیا۔وہ فون پر مصروف تھی اس لئے اس نے اسی انداز میں سلام کیا تھا۔عینا نے مسکرا کر حسن کی جانب دیکھا۔وہ اب اپنی جیب سے موبائل نکال کر بیٹھ چکا تھا۔اسی دوران فاطمہ اسکے لئے پانی اور لاٹے لے آئی۔ٹیبل پر رکھ کر وہ واپس کچن کی جانب پلٹ گئی۔حسن نے غائب دماغی سے ہی پانی اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''تم لوگ بہت بے حس ہو۔۔ہر چیز جانتے ہوتے ہوا ور مجھے ہی ہر چیز سے بے خبر رکھتے ہو۔''ادھر بیٹھی صفا نے اب شکوہ کیا تھا۔عینا اسکے اس معصوم سے شکوے پر مسکرا کر رہ گئی۔اسکو وہ قاہرہ یونیورسٹی والی دوست عزیز تھی جس کے سامنے وہ ممبئی کی ڈون تھی۔

عینا ہنسنا چاہتی تھی وہ ہنس نہیں پائی تھی۔وہ اس وقت میں ہنس نہیں سکتی تھی۔

''میں بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔زبردستی شادی کی گئی ہے مجھ سے۔۔یونو۔۔فورس میرج۔۔''عینا نے معصوم سے انداز میں کہتے ساتھ بیٹھے حسن کو منہ کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔اسکی آنکھیں پھیل گئیں حسن نے بے اختیار گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔عینا مصروف سی دکھائی دیتی تھی۔عینا نے اسکو خود کی جانب گھورتے پایا تو گردن موڑ کر مزے سے کندھے اچکا گئی کہ میں کون سا کوئی جھوٹ بول رہی ہوں۔حسن اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

''ہاں۔۔ان لوگوں کو یہی تو آتا ہے۔ہم عورتوں کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے ان مردوں کی زندگی میں۔ چاہا اپنا بنا لیا اور چاہا کسی ان چاہی چیز کی طرح اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا۔''ادھر بیٹھی صفا اب رو رہی ہوئی تھی۔اسکو تو کوئی چاہیے تھا جس کے سامنے وہ اپنے دل کا غبار نکال سکے۔منال نے کن انکھیوں سے اسکو دیکھا۔دینا کھا چکی تھی۔وہ بول لے کر کچن میں چلی گئیں۔کہ صفا کھل کر بات کر لے۔وہ اتنا تو جان ہی گئی تھیں کہ اسکی کسی سہیلی کا فون ہے جو اسکے رونے میں کچھ جا رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے صفا۔۔!!ریلیکس۔۔''عینا اب پریشان سی ہوئی۔

''کیا ریلیکس ہاں؟یہ لوگ۔۔یہ لوگ ہمیں کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔''اسکے آنسو بہنے لگے تھے۔ادھر بیٹھی عینا نے بے چینی سے حسن کی جانب دیکھا۔وہ بھی الجھا سا اسکو دیکھ رہا تھا۔''مجھے کہہ رہے تھے کہ میرا انتظار کرنا اور جا کر فون بند کر کے بیٹھ گئے ہیں۔میرا دم گھٹ رہا ہے، مجھے سانس لینے میں مسئلہ ہونے لگتا ہے۔میرا جسم کانپنے لگتا ہے سوچ سوچ کر کہ وہ کسی مشکل میں نہ ہوں۔اور وہ۔۔انکو تو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔۔اور میں جانتی ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کا ہی حصہ ہو۔۔تم بھی مجھے کچھ نہیں بتانے والی۔۔تم لوگوں سے اللہ پوچھے۔۔''اب عینا بھی اسکے عتاب کا شکار ہوئی تھی۔عینا نے بے بسی سے حسن کی جانب دیکھا جو کہ کچھ کچھ سمجھ چکا تھا۔عینا نے بے بسی سے گردن اٹھائی جانب۔حسن کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

''میں وہاں آؤں؟''عینا نے احتیاط سے پوچھا تو صفا کی چلتی زبان ایک پل کے لئے رکی۔

''کیا تم آسکتی ہو؟''صفا نے اداس سے پوچھا۔جانے کیوں اسکا دل کیا تھا کہ کوئی آجائے اسکے پاس۔دل نے شدت سے چاہا تھا اسکی چاہت اتنی جلدی پوری ہو جائے گی اسکے گمان میں نہ تھا۔

''ہاں۔۔۔تم کہو۔۔''عینا پھیکا سا مسکرائی۔کچھ پل کے لئے فون کے پرے خاموشی سی چھائی رہی۔عینا کلستی ہوئی اسکے جواب کی منتظر تھی۔

''پلیز۔۔آجاؤ۔۔''صفا کی بھیگی سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو عینا کا دل بری طرح تڑپ کر رہ گیا تھا۔اس کا دل چاہا کہ وہ اڑ کر اسکے پاس پہنچ جائے۔اسکو آج سمجھ آئی تھی کہ حسن نے اسکو کیوں صفا کے پاس جانے کا کہا تھا۔اسکو واقعی ضرورت تھی کسی دوست کی۔

''میں آرہی ہوں۔۔''عینا نے کہہ کر اسکی مزید کوئی بات سنے بناء ہی فون بند کر دیا۔اس نے فون ٹیبل پر رکھا اور حسن کی جانب دیکھا جو کہ اپنی لاٹے کا سپ لیتا

ہوئے اسی کی جا. دیکھ رہا تھا۔عینا نے بے اختیار اسکا ایـ ہاتھ تھاما اور لبوں سے لگایـ۔حسن نے پلکیں جھپکیں۔

''تھینک یو سو مچ۔۔مجھے وہاں جانے کا کہنے کے لئے۔۔اسکو واقعی میری ضرورت ہے۔''عینا کی آنکھیں نم تھیں۔حسن نے پ واپس رکھا۔اور عینا کا ہاتھ خود تھام لیا۔

''مجھے بھی تمہاری ضرورت ہے۔۔''

عینا نے الجھ کر اسکی جا. دیکھا۔وہ خود اسکو وہاں جانے کا کہہ رہا تھا اور اب خود ہی کسی بچے کی طرح اسکو جانے سے روک رہا تھا۔

''کم آن۔۔تم حسن ہو۔۔''عینا نے اسکو دلایـ۔

''اور حسن کو عینا کی ضرورت ہے۔۔''اس نے کندھے اچکا دیئے۔وہ اتنے ٹینس ماحول میں بھی ہلکی پھلکی. تیں کر لیا کرتا تھا۔وہ واقعی مرد تھا۔۔وہ مضبوط تھا۔عینا کو اچھی طرح ا. ازہ ہو چکا تھا۔ورنہ ایسے حالات میں عورتوں کو تو رونے دھونے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں سوجھتا۔

''کیا حسن کو عینا سے محبت بھی ہے؟''. جانے کیوں آج اعتراف .کا دل چاہا تھا۔حسن جو اسکے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا ایـ پل میں سا ـ ہوا۔پھر اس نے بغور عینا کے چہرے کو دیکھا۔وہ حسین تھی۔وہ اسکی محرم تھی اور اب محبوب کے درجے پ بھی فائز تھی۔وہ اسکی محسن تھی۔وہ ایسا سوال کیوں کر رہی تھی؟عینا کی آنکھوں میں مسلسل سوال دیکھتے ہوئے حسن نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایـ۔

''اب یہ سوال کیوں؟ حالا اب تو تم محبوب کے درجے پ فائ. ہو چکی ہو؟''اسکی آنکھوں میں انسیت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔جس کی تـ ب عینا ہر. نہ لا سکتی تھی۔وہ جھرجھری سی لیتی چہرہ جھکا گئی۔اسکا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔وہ اپنے محبوب کی محبوب تھی۔یعنی وہ خوش نصیب تھی۔!

چار دن ہو چکے تھے۔اس وقت جوان، بوڑھے اور معصوم بچے اس صہیونی فورس کا نہ بن رہے تھے۔ہر سو تباہی ہی تباہی تھی اور اب د اس تباہی کو سات اکتو. کا ردعمل قرار دے رہی تھی شایـ اس د کی آنکھوں پ ایـ ایسی پٹی بندھی ہوئی تھی جو صرف اور صرف مسلمانوں کے ہتھیار اٹھانے پ ہی کھلتی تھی۔پھر وہ لوگ ظلم ظلم کا شور مچاتے تھے . یہی ہتھیار وہ کفار اٹھاتے اور مسلمانوں کے بچوں کو گا. مولی کی طرح کاٹ کر دیتے تو یہی د والے سکون سے آنکھیں مو ـ تے تھے۔کوئی بھی اسکو عمل نہیں کہتا تھا ردعمل کہتا تھا۔

ان لوگوں کو سات اکتو. کی ایسکلیشن تو ـ دتھی کیا وہ ان دہائیوں کی. . ـ کو بھول بیٹھے تھے جو ان فلسطینیوں کے ساتھ ہوتی آ رہی تھی جن کے گھروں کو کھنڈر بنادیـ تھا اور سکولز کو قبرستانوں میں تبدیل کردیـ تھا۔جن پ خوراک اور پ نی کو بند کردیـ تھا۔جن کے وہا ن رب بن بیٹھے تھے اور. قی د کے لوگ امن کا گیت گا رہے تھے۔

اب بس ہر سو سات اکتو. کا رو. رو ـ یـ جا رہا تھا اور یہی انکا ہتھیار تھا سات اکتو. پ مجبور کس نے کیا؟ کسی نے. ت نہیں کی تھی۔اور جو اس پ. ت کر رہے تھے ان کو یـ تو ا. ازکردیـ جاتـ پھر خاموش کروایـ جا رہا تھا۔

آج پھر سے واشنگٹن میں ایـ چھوٹ سا قافلہ نکلا تھا جس کی سر. اہی ایـ نوجوان لڑکا کر رہا تھا۔وہ لڑکا اسی سیاہ ٹی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا اور اسکے سر پ سرخ اور سبز. کا جھنڈا بندھا ہوا تھا۔ہاتھ میں بینر اور ایـ لاؤڈ سپیکر تھا۔اسکے پیچھے درجنوں لوگ موجود تھے یہ لوگ اسکی کمائی کا نتیجہ تھے۔اس نے پچھلے چند ہفتوں میں یہی لوگ کمائے تھے۔

اب ساتھ ساتھ سوشل میڈیـ پ بھی تحریـ شروع ہو چکی تھی۔ایسی ان گنت تحریکیں تھیں جو اب جنم لے رہی تھیں۔لوگوں کی آنکھیں اَ نہیں کھل رہی تھیں تو کم از کم ا کانوں میں آواز ضرور جا رہی تھی کہ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ د میں کیا ہو رہا ہے؟ وہ ـے ان کو جھنجھوڑ رہے تھے کہ کم از کم آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔

ہر روز کی طرح یہ ر اپنی منزل یعنی اسرائیلی سفارتخانے پ جا کر ٹھہری تھی۔اب وہاں ـے. زی ہو رہی تھی۔یہ ایـ تحریـ تھی جس نے جنم لے لیا تھا اور ایسی درجنوں اور بھی تحریکیں تھیں جو امریکہ سمیت پوری د کے مختلف ممالک میں جنم لے رہی تھیں۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ اس عالیشان بنگلے کے سامنے آکر فوجی گاڑیں رکیں۔ ہیوی پوٹول ظاہر کرتا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے ایک اہم شخص ہے۔ آگے پیچھے گاڑیں رکیں جن میں سے فوجی وردیوں میں ملبوس آدمی باہر نکلے اور آکر درمیان میں کھڑی ایک سیاہ مرسیڈیز کے دھصار بنا کر کھڑے ہوگئے۔ کچھ دیر میں دروازہ کھلا تو ایک گارڈ باہر نکلا اس نے ہاتھ بڑھا کر کسی کو اندر سے نکالا۔ وہ جو کوئی بھی تھا ایک سیاہ ٹی شرٹ اور فوجی پینٹ میں ملبوس تھا۔ اسکے کسرتی بازو آستینوں سے جھانک رہے تھے۔ اسکے چہرے پر سیاہ ماسک تھا اسکا پورا منہ اور اسکی آنکھیں ڈھکی ہوئی تھیں۔ اسکے دونوں ہاتھ اسکی کمر پر بندھے ہوئے تھے۔ اسکے وجود اسکی ہر ادا سے ایک تناؤ تھا۔ ایک مغرور سا تناؤ۔ اسکی شخصیت میں ایک رعب سا تھا جو مجرموں کی شخصیت میں ہرگز نہیں ہوتا۔ وہ ہر مجاہدوں کی شخصیت میں ہوا کرتا ہے۔۔

گارڈز کے حصار میں اسکو اندر کی جانب لے جایا گیا۔ وہ کہاں جا رہا تھا کہاں نہیں اسکو کسی بات کا اندازہ نہیں تھا۔ اسکی آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اسکے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو ان دیکھے سے چھپی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ اسکو ایک وسیع کمرے میں لے گئے اور اسکو لے جا کر ایک کرسی پر بٹھایا۔ ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر اسکے دونوں پاؤں اس کرسی سے باندھ دیئے۔ ہاتھ پہلے ہی کمر پر بندھے ہوئے تھے۔ اسکے بعد جو انھوں نے رسیاں اسکے بازوؤں سے گزار کر کرسی کے بازوؤں سے باندھ دی تھیں اور اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت نہ کر سکے۔

کچھ دیر بعد بھاری بوٹوں کی آواز گونجی اور وہ آواز مدھم ہوتی چلی گئی یعنی وہ اسکو وہاں باندھ کر اب واپس جا رہے تھے۔ کمرہ خالی ہوا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

وہ اب وہاں بیٹھا تھا اور اپنی زندگی کے اگلے مرحلے کا منتظر تھا۔ آنکھوں کے سامنے بظاہر تاریکی تھی وہ اس عزائم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ شاید جانتا تھا کہ اسکو کہاں لایا گیا ہے اور کیوں لایا گیا ہے۔ وہ لوگ اس سے کوئی مفاد چاہتے تھے وہ اسکو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہتے تھے۔

وہ اپنے نقصانات کا مداوا چاہتے تھے۔ وہ اس سے بھرپائی چاہتے تھے اور وہ اپنی جان تو دے سکتا تھا اسکو کسی قسم کا کوئی مفاد نہیں دے سکتا تھا۔ اسکا عزم پختہ تھا اسکے ارادے غیر متزلزل تھے۔ وہ اپنے عہد پر قائم تھا وہ صرف نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوا تھا اور وہ نقصان پہنچا کر ہی مرے گا۔ وہ نفع تو کسی صورت نہیں پہنچا سکتا تھا۔

دروازہ کھلا تو وہ اپنی سوچوں سے ایک پل کے لئے نکلا اور اپنے کسی کی موجودگی محسوس کرتے اس نے مزاحمت کرنی چاہی۔ کوئی تھا جو چلتا ہوا اسکے پاس آ رہا تھا۔ اور پھر وہ جو کوئی بھی تھا بہت قریب آ گیا تھا۔ اسکی مہک الگ تھی وہ کسی آدمی کے پرفیوم کی مہک نہیں تھی وہ لیڈیز پرفیوم تھا۔ ابراہیم کے سب کے پیچھے ماتھے پر ہی بل پڑے تھے۔

ایک ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے کھینچ کر اسکے چہرے سے وہ سیاہ پردہ ہٹا دیا۔ آنکھوں پر الگ سے پٹی بندھی ہوئی تھی اور منہ پر بھی ٹیپ لگی ہوئی تھی۔ اسکے وجود اسکے شفاف چہرے سے پھوٹتی روشنی نے سامنے کھڑے وجود کو ایک پل کے لئے شل کر دیا تھا۔

''تو یہ ہے جس نے بھائی کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔'' وہ انی وجود زیر بڑبڑایا تو سامنے بیٹھے شخص کے مقفل لب بھی مسکرا دیئے۔ وہ کچھ بولنا چاہ رہا تھا اسکے لب ہل نہیں پا رہے تھے۔ اسکی مزاحمت دیکھ کر وہ انی وجود اسکی بے بسی پر گہرا مسکرایا۔ پھر وہ جھکی۔۔ عین اسکے کان کے پاس۔۔!

''اگر تمہیں بھائی نے چھوڑ بھی دیا تو میں نہیں چھوڑوں گی۔ کیونکہ میں ابلیس ہوں۔'' وہ اسکے کان پر سرگوشی کرتی پیچھے ہٹی۔ مقابل کی مزاحمت ایک لمحے کے لئے رکی تھی وہ اپنی جگہ پر ساکت ہوا۔

جلد ہی اسکے چہرے پر دوبارہ کپڑا ڈال دیا گیا اور دروازہ پھر سے کھلا تھا۔ اس بار کوئی بھاری قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

یعنی جو پہلے آئی تھی وہ انویسٹیگیشن کے لئے نہیں آئی تھی۔

اسکے چہرے سے کھینچ کر کپڑا ہٹایا گیا۔ پھر یوں ہی بے دردی سے اسکے لبوں سے وہ ٹیپ اتار دی گئی۔ آنکھوں سے پٹی نہیں ہٹائی گئی تھی۔ ایک تنفر سے بھرپور نگاہ ڈال کر وہ شخص سامنے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کمرے میں پھیلی زنانہ پرفیوم کی مہک نے اس شخص کو متوجہ تو کیا تھا اس وقت اسکے سامنے بیٹھا

اوبجیکٹ زیادہ اہم تھا۔لہٰذا وہ اس پر فیوم کی مہک کو اڑ کر ۔

تہجد کا وقت ہوا تو اسکی سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل نے الارم بجایا۔وہ جو کچھ دیر پہلے ہی سوئی تھی اس الارم پر اٹھ بیٹھی۔وہ کچھ ثانیے آنکھیں کھول کر یوں ہی تکیے پر سر ٹکائے لیٹی رہی۔دماغ میں آتے ہر منفی خیال کو جھٹکا اور پھر کروٹ لے کر اپنے ساتھ لیٹی ہوئی دینا کو دیکھا جو کہ اسکی جانب کروٹ لئے ہوئے تھی۔دینا کا چھوٹا سا ہاتھ اسکے چہرے کے نزدیک تھا۔

اس نے دینا کا ہاتھ اٹھا کر چوما۔اور پھر یوں ہی اچھے سے موڈ میں اپنا دوپٹہ اٹھاتی ہوئی واش روم میں گھس گئی۔وہ وضو کر کے واپس آئی جائے نماز اٹھائے وہ سلائڈنگ ڈور کے پاس چلی آئی جو لان کی عقبی سمت کی لکونی کا تھا۔اس نے سلائڈنگ ڈور اوپن کیا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسکے چہرے سے ٹکرائے۔اسکی روح تک میں سکون اتر گیا۔اس ٹھنڈی ہوا میں اتنا سکون تھا کہ اگلے پل کے لئے وہ آنکھیں موند گئی۔

اس نے وہیں کمرے کے اندر رہی ادھ کھلے سلائڈنگ ڈور کے سامنے جائے نماز بچھائی اور تہجد کے نوافل ادا کرنے لگی۔وہ پرسکون سی نوافل ادا کر رہی تھی۔کہ اچانک سے اسکا دل بے چین ہونا شروع ہوا۔ابھی اس نے آدھی نماز ادا کی تھی کہ آنکھوں میں جلن سی ہونا شروع ہو چکی تھی۔

اس نے سلام پھیرا اور کچھ ثانیے یوں ہی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھی رہی۔ان ہتھیلیوں پر آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔وہ یوں ہی سر سجدے میں گرا گئی۔اگر وہی جگہ تھی جہاں اسکو پناہ مل سکتی تھی وہ اپنی پناہ گاہ میں چہرہ چھپا چکی تھی۔وہ اپنے رب کے انتہائی قریب تھی وہ اپنے دل کی بے چینی اپنے رب کو بتا رہی تھی جو دلوں کے حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

''تمہید نہیں باندھوں گا۔سیدھا سیدھا مدعے پر آتے ہیں۔تمہیں مرض ہے یہ تو طے ہے۔اب تمہیں کم تکلیف دا شے کر کے مرض ہے یہ پھر ٹپ ٹپ کر مرض ہے یہ تم طے کرو گے۔''

گہری گمبھیر آواز گونجی تھی۔وہ شخص عربی ہی بول رہا تھا مقابل اسکی بات اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ وہ خاموش رہا۔وہ خاموشی سامنے بیٹھے شخص کو پسند نہیں آئی تھی۔اس نے اسکی کرسی سے بندھی ہوئی ٹانگ پر اپنا بوٹ والا پاؤں دے مارا۔جس سے مقابل اپنی جگہ سے ہلا تک نہ۔البتہ اسکی مسکراہٹ ضرور گہری ہوئی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے انتہائی دل کش لگ رہا تھا۔وہ دلکش مسکراہٹ کوئی اور بھی دیکھ رہا تھا۔اور وہ مسکراہٹ کسی پر آسمان گرا گئی تھی۔وہ اتنا دلکش کیسے ہو سکتا تھا۔؟

''کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خاموشی کا روزہ رکھ کر تم حقیقت سے بھاگ سکتے ہو؟''اب کی بار اہم نے اسکے منہ پر پاؤں دے مارا۔اسکی کرسی اپنی جگہ سے ذرا سا ہلی اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی یوں کہ اب اسکے موتیوں کی مانند چمکتے ہوئے دانت بھی آنے لگے تھے۔

پردے کے پیچھے وجود کو اپنا دل ہتھیلی پر دھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔تیس سالوں میں پہلی بار وہ دل اس طرح دھڑکا تھا۔اور وہ اس دھڑکن پر حیران و پریشان سی کھڑی تھی۔اسکا اپنے پیروں پر کھڑے رہنا محال ہو رہا تھا وہ وہاں سے نکل بھی نہیں سکتی تھی۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''اسکے منہ سے ہلے بھی تو ایک خوبصورت اقرار کی خاطر۔جس سے سامنے بیٹھے شخص نے مٹھیاں بھینچ لیں۔وہ اس عزم سے واقف تھا پھر بھی وہ اس پتھر سے سر پھوڑنے کے لئے تگ و دو کر رہا تھا۔

''تمہارا خانہ ان ہماری مٹھی میں ہے۔''اب کی بار اس نے ایک ساحملہ کیا جس سے سامنے بیٹھے شخص کی مسکراہٹ ایک لمحے کے لئے سمٹی۔مقابل اب اس مسکراہٹ کے سمٹنے پر خود کو فاتح سمجھ رہا تھا۔

''اور میری اولاد اس کلمے پر قربان۔''

اگلے اقرار نے انا اہم سے اسکا سارا تکبر چھین لیا تھا۔غرور چھن سے خاک ہوا تھا۔وہیں پردے کے پیچھے چھپا ہوا وجود معاف ہوا تھا۔اسکو اپنا آپ معاف ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔یہ تو نہیں ہونا تھا، یہ جواب تو نہیں چاہیے تھا، یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا۔وہ اتنا مضبوط کیوں تھا؟ وہ ابھی تک کیوں مسکرا رہا تھا کیا اسکو موت سے ڈر نہیں

لگتا تھا؟ کیا اسکے لئے اسکی اولاد بھی معنی نہیں رکھتی؟

وہ لوگ تو میرا سرا کے لئے پتھر ہو گئے تھے مقابل تو ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا پھر وہ کس کی خاطر پتھر بنا بیٹھا تھا کہ اولاد کے ذکر پہ بھی نہیں پگھلا تھا۔ پردے کے پیچھے چھپا ہوا وجود اس وقت. ف میں لگ چکا تھا۔ اسکو آج کسی میں اپنا عکس آیا تھا۔ وہ اتنی ہی مضبوط تھی کہ اپنے مشن کے لئے پتھر بن جاتی تھی صرف ا. اہم تھا جو اسکے اس م سے روپ سے واقف تھا ورنہ ہر شخص سارہ کے جا. رویے سے واقف تھا۔

ا. اہم کے جبڑے تنے ہوئے تھے اسکے ہاتھوں کی نسیں ابھر چکی تھیں۔ ایسا ان اس د میں کسی کے لئے کمزور پڑ سکتا ہے تو وہ اسکی اولاد ہے اور مقابل اس پہ بھی اپنے عزم سے نہیں ہل سکا تھا تو وہ یقیناً آسان ہدف نہیں تھا۔

ا. اہم نے آنکھیں ایک پل کے لئے موند کر اپنے غصے کو اور اپنے اشتعال کو ٹھنڈا کیا تھا۔

''یہ جنگ تمہاری نہیں ہے جن کی ہے انہیں لڑنے دو۔ کیوں خوار ہوتے ہو اس جنگ میں؟'' وہ یقیناً ا. اہیم کے جا. رے میں مکمل طور پہ جانتا تھا۔ وہ دونوں ہم قدم تھے۔ کیسا اتفاق تھا کہ وہ دونوں ہی ا. اہیمی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہم قدم ایک دوسرے کا مکمل اپوزٹ تھے۔ ایک لکیر کے اس پار تھا تو دوسرا لکیر کے اس پار تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا عکس تھے مکمل ایک دوسرے کے ا ٹ تھے۔ جیسے عکس ہوتا ہے ہمارا اور چوئل امیج۔۔!

''پھر تو یہ تمہاری بھی جنگ نہیں ہے۔'' آنکھوں پہ بھلے پٹی تھی وہ مقابل کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ مقابل کی مٹھیاں پھر سے بھنچ گئی تھیں۔

''تم جا ہو کہ تم ذرا بھی معنی نہیں رکھتے۔ تم ایک کیڑے سے بڑھ کر نہیں ہو جس کا سر میں ابھی اسی وقت کچل سکتا ہوں۔'' ا. اہم نے اس جا. رحقارت سے بھرپور لہجے میں کہا تھا۔ مقابل پھر سے مسکرایا اس جا. رو ہلکا سا ہنسا تھا۔ اسکے کندھوں میں ذرا سی لرزش پیدا ہوئی۔ وہ ہنستا گیا۔ اور مقابل انگاروں پہ لوٹتا گیا۔

''نمرود دیدہ ہے؟'' اس نے ہنستے ہوئے مقابل پہ چوٹ کی تو وہ اپنی جگہ شل رہ گیا۔ ''اگر میں کیڑا ہوں تو تم نمرود ہو۔ اور میں تمہیں ذلیل اور رسوا کر کے مار ڈالوں گا۔ لوگ تمہارے سر میں جوتے ماریں گے اور تم بے بسی سے اپنا سر بھی اٹھا نہیں پاؤ گے۔ ان جوتوں میں تمہیں تذلیل بھی ملے گی اور سکون بھی۔ سوچو کس قدر قابل رحم ہو جاؤ گے تم؟'' کہتے ہوئے اس نے دن کو ذرا سا خم دیا تھا۔

ا. اہم کی آنکھیں غصے اور اشتعال سے سرخ ہو چکی تھیں۔ اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

''آنکھوں سے پٹی ہٹا دو میں تمہارا بے بس چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔'' وہ پھر سے بولا تو پردے کے پیچھے کھڑی سارہ نے اب کی جا. ربے بسی سے اسکو دیکھا تھا جو موت کے جانور کی سواری کر رہا تھا۔

ا. اہم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اسکی کرسی کو لات دے ماری۔ ا. اہیم نے کرسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور خود کو گرنے سے بچا لیا۔ وہ اس کے ان قدموں میں نہیں گر سکتا تھا۔ ا. اہم طیش کے عالم میں وہاں سے نکلا گیا۔ اس نے جا. ہر کھڑے اہلکاروں کو کیا آرڈرز دیئے کیا نہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہاں کچھ اہلکار آئے اور اسکو وہاں سے لے گئے۔ کمرے کا دروازہ ٹھک سے بند ہوا تو پردے کے پیچھے کھڑی سارہ نے جا. سے روکی ہوئی سانس خارج کی۔ اس نے بے یقینی کے عالم میں اس کرسی کو دیکھا جہاں ابھی کچھ دیر پہلے وہ پتھر کی ما شخص بندھا ہوا تھا۔ وہ اس خالی کرسی کو کتنی ہی دیر گھورے گئی۔

اور پھر تن فن کرتی کمرے سے نکل گئی۔

کتنے ہی ثانیے گزر چکے تھے اب دھڑکنوں میں جا. پ شور اور طلاطم کچھ ٹھہر سا گیا تھا۔ اب سانسیں دو جا. رہ اعتدال میں آنے لگیں۔ آنکھ تھمنے لگے تھے آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس ہوا تو اس نے سر اوپر اٹھایا۔ ٹھنڈی ہوا مسلسل جا. لکونی سے آ رہی تھی۔ اب چاند بھی آسمان پہ اپنی آدھی منازل طے کر رہا تھا۔ وہ یوں ہی چاند کو دیکھے گئی۔

''آپ کو میں اپنے اللہ کی امان میں دیتی ہوں۔ جا. در کھیے گا کہ میں آپکی منتظر ہوں۔'' وہ پرسکون سے لہجے میں بولی تھی۔ ا. ور سکون سا ات چکا تھا۔ آنکھیں ٹھنڈی سی ہو گئی تھیں عجیب سرشاری سی تھی روح میں وہ خود حیران تھی کہ یہ کیسا احساس ہے یہ ویسا ہی احساس تھا جو دعا کی قبولیت کے وقت ہوتا ہے۔ جا. اللہ ان کے آ خود پونچھتا ہے تو کچھ ایسا ہی احساس ہوتا ہے جیسا احساس اس وقت صفا کو ہوا تھا۔ اس کا دل پہلے بوجھل تھا اب سارا بوجھ اتر چکا تھا اسکو اپنا آپ کسی پھول سے بھی ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے جائے زتہہ کی اوراٹھ کھڑی ہوئی۔اپنادوپٹہ کھولااور جائے زر تہ ہوئے آ کر دینا کے ساتھ ہی دراز ہوگئی اس نے ا موبائل سکرین پ ضرور ڈالی تھی اس . روہ بے چین نہیں ہوئی تھی۔اس نے دینا کو اپنے ۔ سے لگا۔اور پھر سے نیند اس پ طاری ہو چکی تھی۔

صبح ہو رہی تھی اور اس وقت وہ اپنی وردی میں ملبوس اپنی گاڑی میں سوار ہو کر نکلی تھی۔آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیں موجود تھیں۔اسکا رخ ڈیٹینشن ٹ کی جا . تھا جہاں غزہ کے قیدی رکھے گئے تھے۔وہ گاڑی میں بیٹھی مضطرب سی . ہر موجود عمارتوں کو دیکھ رہی تھی درختوں کو دیکھ رہی تھی۔تو کیا یہ اسکا ملک نہیں تھا؟اس کے دل میں ا واہمہ سا اٹھا جس کو اس نے فوراً جھٹک دی۔یہ اسی کا ملک تھا ہاں۔۔اسی کا ملک تھا۔اس نے جیسے خود کو یقین دلا۔وہ ا پ امسڈ لینڈ تھی وہ جگہ ہمیشہ سے ا تھی وہ شہر،وہ ملک ہمیشہ سے ہی بنی اسرا کا تھا۔ا وہاں سے ملک . رکیا ۔ تھا اب وہ لوگ واپس آ گئے تھے اپنی سرزمین حاصل کرنے کے لئے انکا صدیوں کا مشن اپنے اختتام پ تھا۔

ا ۔ٹ اسنگ میل تھا جو اپنے آ ۔ی مراحل میں تھا تو پھر کیوں ا. اہیم جیسے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے کیوں وہ ا مقصدا مشن کے ت رکاوٹ ڈال رہے تھے؟ اس نے غیر محسوس ا. ازمیں پ وں ہلاتے ہوئے ۔خن دانتوں میں د ۔۔وہ نہیں جا تھی کہ وہ اس وقت اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔وہ مسکراہٹ،وہ بے زی اور وہ چا ۔ی کی ما چمکتے دا ۔۔ اسکی اضطرابی اور بے قراری کی وجہ بن چکے تھے۔ابھی تو وہ اسکی آنکھوں سے ۔ واقف تھی۔

گاڑیں ڈیٹینشن ٹ کے سامنے جا کر رکیں تو وہاں پہلے سے موجود عملہ اسکے استقبال کے لئے کھڑا تھا وہ ا اعلیٰ عہدار ہونے کے ساتھ ساتھ ا. اہم گولڈ. گ کی بہن بھی تھی جس کے ۔ ت اسکا شمار ملک کی طاقت ور ۔ین خواتین میں ہو ۔ تھا۔

وہ اپنی گاڑی سے ا ۔ی اسکا پ کشش اور پ اعتماد سراپ کسی کو بھی ۔ٹ ۔ کرنے کے لئے کافی ہو ۔ تھا۔اسکے ا. رسے شعا پھوٹتی تھیں تکبر کی شعاعیں۔وہ زمین پ قدم ر ۔ تو زمین اسکے قدموں میں پگھل سی جاتی تھی۔ہوا ۔ محسوس ا. ازمیں اسکے دا ۔ حصار بنا لیتی تھیں۔وہ چلتی تو لوگ سانس روک لیا کرتے تھے۔

کیا کوئی مرد اس عورت کے اہل تھا؟یقیناً نہیں۔یہی وجہ تھی کہ وہ آج بھی اکیلی تھی تنہا کیو اسکے معیار کا کوئی تھا ہی نہیں۔پھر سارہ نے اپنے معیار کو کسی کے لئے نیچے کیا ہی نہیں تھا۔پھر یہ معیار سے بھی پ ے کی چیز تھی اس نے اپنے دا ۔ خول بنا لیا تھا جو ہر کمزور ا ن کے دہو ۔ ہے خود کو مضبوط ظاہر کرنے کے لئے اس نے بھی وہی خول پ ڑھا رکھا تھا۔پیار محبت، ۔ ت اور اولاد ا ن کو کمزور بنا دیتے ہیں اور کمزوری سے سارہ گولڈ. گ کو ت تھی۔شد ۔ ت۔!

اس نے آج ۔ کوئی جانور ۔ نہیں پ لا تھا کہ کہیں کسی جانور سے انس اسکو کمزور نہ بنا دے۔وہ کھوکھلی تھی اسکے دو خول بہت مضبوط تھا۔بہت ز ۔ دہ مضبوط جس کو آج ۔ کوئی نہ توڑ سکا تھا۔

''اگلے دو ۔ٹ ں ۔ مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔۔'' وہ حکم صادر کرتی خواتین والے سیل کی جا . ۔ٹھ گئی۔پیچھے چلتا ہوا اسٹاف جہاں تھا وہیں ٹھہر ۔ ۔اب ا ۔ گہری خاموشی تھی گہرا سناٹ یوں کہ کسی کے سانس ۔ کی بھی آواز نہیں آتی تھی۔اور پھر اس خاموشی کو،سناٹے کو ا دلخراش چیخ نے توڑا تھا۔اب وہاں کور ڈ ور میں موجود اہلکاروں کے چہروں پ ا مسکراہٹ تھی ا وہ اور زہر مسکراہٹ۔وہ مسرور سے اب دو . رہ اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے۔

اب اس سیل میں . قاعدہ چیخ و پکار گونج رہی تھی آج گو ۔یت سارہ گولڈ. گ ان فلسطینی خواتین پ اپنا غصہ نکال رہی تھی اور وہاں سے اٹھتی دلخراش چیخیں ان . اہلکاروں کے لئے کسی دلفر ۔ موسیقی سے کم نہ تھیں۔وہ لوگ ہر ۔ٹھتی چیخ و پکار کے ساتھ مسرور ہو جاتے تھے۔

وہاں ا ۔ قہر ۔ تھا۔جس پ بھی ہاتھ اٹھتا تھا وہ چیخ اٹھتی تھی وہ عورتیں ۔ ا کی جا . دیکھ رہی تھیں وہ ۔ ٹ ۔ ا رہی تھیں جن کو بناء کسی . م کے اس وقت جانوروں کی طرح پ ٹ جا رہا تھا۔صرف اس لئے کہ گو ۔یت سارہ گولڈ. گ کو کسی نے مضطرب کر دیا تھا آج اسکو پنا خول اپنی جگہ سے سرکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اور وہ اس خول کے سرکنے پ اپنے آپے سے . ہر ہو چکی تھی۔کوئی اس سے ز ۔ دہ مضبوط کیسے ہو سکتا تھا۔وہ جو کوئی بھی تھا اسکو اب ٹوٹنا ہی ہوگا۔ہاں اسکو ٹوٹنا ہی ہوگا۔

اس نے سوچتے ہوئے ا عورت کی کمر میں ٹھڈا مارا جو کہ دہری ہوئی پ ڑی تھی اس وار پ کراہ کر رہ گئی۔اس سیل میں چار عورتیں تھیں اور چاروں ادھ مری ہو چکی تھیں۔۔ا منہ سے خون نکل رہا تھا اور ا چہروں پ نیل کے ن موجود تھے۔اس نے اپنی ۔۔ سے اپنا رومال نکال کر اپنا ہاتھ صاف کیا اور اسکا رخ اب اگلے سیل کی طرف تھا۔

''اغارت کرے۔۔''

آواز پہ سارہ کے قدم منجمند ہوئے وہ ابھی جیل کی سلاخوں کے پاس ہی تھی کہ اسکو ایک کراہتی ہوئی عورت کی آواز آئی۔سارہ وہیں سے پلٹی۔وہ ایک جوان سی لڑکی تھی پچیس یا چھبیس سالہ۔وہ اس وقت اپنا ہر درد بھلائے اپنا حجاب درست کر رہی تھی جو مار کھانے کے دوران شکل سے تھا۔سارہ نے اسکو ایک خون آشام نگاہ سے دیکھا اور پھر چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔اس نے جھک کر اس کو بالوں سے پکڑا تو وہ پھر سے کراہ کر رہ گئی۔ سارہ کے خون میں ابال آچکا تھا۔وہ اس لڑکی کو بنا سوچنے سمجھنے کا موقع دیے ہوئے گھسیٹ کر باہر لے گئی۔کچھ فاصلے پہ دو اہلکار کھڑے تھے۔سارہ نے اس لڑکی کے سر سے حجاب کھینچ اتارا۔وہ لڑکی اپنا سر ہاتھوں میں چھپا گئی۔وہ بری طرح رو رہی تھی اس لئے نہیں کہ اسکو چوٹیں آئی تھیں بلکہ اس لئے کہ غیر مردوں کے سامنے اسکا سر کھل چکا تھا۔وہ تڑپتی ہوئی سارہ کے ہاتھ سے حجاب کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یہ لو۔تم لوگوں کی دعوت۔!! شام تک اسکی عقل ٹھکانے لگا دو'' وہ سفاکی سے حکم دیتی وہاں سے چلی گئی۔جبکہ اسکا حکم سمجھتی ہوئی وہ لڑکی اپنی جگہ پہ منجمند ہو چکی تھی۔ اسکا پورا وجود برف ہوا تھا۔یعنی؟ یعنی۔۔؟ یعنی؟ وہ سوچنا چاہتی تھی وہ سوچ نہیں پا رہی تھی۔اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے اہلکار کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔پھر اس نے مڑ کر سارہ کو دیکھا جو کہ اب کسی اور سیل میں داخل ہو چکی تھی جہاں سے اب رونے چیخنے اور چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''مت کرو۔۔یہ ظلم نہ کرو۔۔'' اس لڑکی نے ہاتھ جوڑ دیئے۔جبکہ دونوں اہلکاروں کا ایک وہ قہقہہ گونجا اور انھوں نے اس لڑکی کے جملے مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور اسکی چیخ و پکار کو اگنور کرتے ہوئے اسکو ایک ٹارچر روم کی جانب لے گئے۔کچھ دیر اس راہداری میں وہ چیخیں گونجتی رہیں اور پھر آہستہ آہستہ وہ چیخیں دم توڑ گئیں۔

سیل میں موجود باقی تین نفوس ایسے تھے جیسے مردہ۔۔ان کی سانس چل رہی تھی اور دماغوں میں اس پچیس سالہ لڑکی کی چیخیں گونج رہی تھیں جو کہ اس وقت اسرائیلی جانوروں کا لقمہ تر بننے کے لئے لے جائی جا چکی تھی۔

ایک اور دن اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔اہیم کے بغیر۔۔!!

اسکے لمس کے بغیر،اسکی خوشبو کے بغیر،اسکی سرگوشیوں کے بغیر،اسکی مسکراہٹ کے بغیر،اسکے قہقہوں کے بغیر،اسکی محبت کے بغیر،آج ایک اور دن اپنے اختتام پہ تھا۔ اور ڈھلتا ہوا سورج گواہی دے رہا تھا کہ ابھی اور بھی انتظار کرنا ہے ابھی تو یہ انتظار شروع ہوا ہے اتنی جلدی تو یہ گھڑیاں ختم نہیں ہونے والیں۔اس نے حیات انتظار کو چنا ہے ابھی تو بس دن گزر رہے ہیں ابھی تو حیات باقی ہے۔۔!

ایک ہفتہ بیت چکا تھا اور وہ ہر شام کی طرح اس وقت بھی ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتی ہوئی اپنی بالکونی میں کھڑی تھی۔وہی بالکونی جو عقبی سمت میں کھلتی تھی۔اکتوبر کا وسط تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھیں شامیں پہلے سے زیادہ اداس ہو چکی تھیں اسکے ارد گرد کی خاموشی نے اسکے ہر کے ماحول کو بھی سوگوار بنا رکھا تھا۔ہر سو سوگواری تھی ہر سو اداسی سی تھی اسکو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔وہ مسکرانے والوں کے ساتھ مسکرا رہی تھی،وہ کھانے والوں کے ساتھ کھا رہی تھی وہ پینے والوں کے ساتھ ہی رہی تھی وہ جینے والوں کے ساتھ زندہ تھی۔۔ جی نہیں رہی تھی یہی فرق تھا بس۔بس اتنا سا تو فرق تھا۔کہاں اتنا بڑا فرق تھا۔لوگوں کو تو یہی آ رہا تھا کہ وہ زندہ ہے سلامت ہے کیا وہ جی رہی ہے؟ اس بات کی پرواہ کیونکر کرنی؟

زندگی کی کتاب میں زندہ رہنے کا اصول درج تھا جینے کا تو کہیں سودا نہیں ہوا تھا۔اس لئے کوئی کسی کو جینے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔وہ زندہ تھی وہ جی نہیں رہی تھی۔ وہ جس کے ساتھ جی رہی تھی وہ جا چکا تھا اور اسکی حیات پہ اب فل سٹاپ لگ چکا تھا۔

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسکے چہرے کو چھو کر گزرا تو اس نے پل کے لئے آنکھیں موند کر اس ہوا میں خوشبو کو محسوس کیا۔وہ ہوا ایک پیام تھی کہ جس کی وجہ سے ابھی تک اسکی سانس کا تسلسل قائم ہے وہ ابھی تک زندہ ہے۔وہ خوشبو ایک نوید تھی زندگی کی نوید۔۔!

''صفا۔۔!! صفا۔۔!!'' اسکے عقب میں آواز گونجی تو اس نے یوں ہی گردن موڑ کر دیکھا۔منال اسکے کمرے میں کھڑی اسکو پکار رہی تھیں۔صفا بالکونی سے واپس کمرے میں چلی آئی۔''نیچے آؤ جلدی سے۔۔'' وہ مسکرا رہی تھیں۔

''کیوں؟'' وہ بے ت ش سا چہرہ لئے بولی۔

''کوئی آ یہ ہے۔۔'' منال نے مسکرا کر کہا تو صفا کی د وہیں رک گئی۔ ایسا کیسے ممکن تھا اسکے دل نے تو کوئی ایسی سرگوشی نہیں کی تھی۔ اسکی محبت اتنی جھوٹی تو نہیں تھی کہ اسکا محبوب آئے اور وہ ا ن رہے۔۔ تو پھر کون آ یا تھا؟

وہ یوں ہی الجھی سی ا پ س سے ہو کر ر گئی۔ دل کی ہر دھڑکن پہلے سے ز یدہ بے قرار تھی۔ سیڑھیاں ا تے ہوئے اسکی نگاہیں اپنے پیروں پ تھیں۔ منال پیچھے چلی آ رہی تھیں اور اسکو مسلسل تلقین کر رہی تھیں کہ آرام سے سیڑھیاں ا ے۔

صفا کی نگاہ سامنے لاؤنج میں پ ڑی تو دل کی پ ڑ جو کہ بے چین ہوئی تھی اب سہم کر دو رہ اپنے گھونسلے میں د گئی تھی۔

وہ نہیں تھا۔!!

وہ پھر بھی مسکرا دی اور مسکراتے ہوئے نیچے ا کر آئی۔ ا انی وجود آ کر اس سے لپٹ ۔۔

''کیسی ہو؟'' کچھ ثانیے وہ اسکے گلے لگی رہی اور پھر ز می سے الگ ہو کر پوچھنے لگی تو صفا نے نم آنکھوں سے ہی اثبات میں سر ہلا د۔ عینا نے صفا کے گال پ ہاتھ پھیرا۔

'' پ یشان مت ہو ٹھیک ہو جائے گا۔'' اسکی ت سن کر صفا کی پلکوں پ ٹھہرا تمام مائع بناء کسی رکاوٹ کے بہنے لگا۔ منال نے نم آنکھیں لئے اسکو دیکھا۔ وہ اسکے کرب سے اسکی بے چینی سے واقف تھیں وہ بے بس تھیں وہ اپنی مامتا کو سنبھال رہی تھیں ا لئے یہی بہت تھا۔

''کیا واقعی؟'' صفا نے سر جھکائے اب کی ہچکی ت ہوئے پوچھا تو۔ عینا نے پھر سے اسکو ساتھ لگا لیا۔ کتنے ہی لمحے خاموشی کی ہو گئے۔ پھر وہ دونوں آ صاف کرتی ہو اگ ہو ۔ عینا نے مڑ کر دیکھا تو ہیزل آنکھوں والی لڑکی الجھی سی اسکی جا د دیکھ رہی تھی وہ مسکرا دی۔

''صفا۔۔!! اس سے ملو یہ ہے سلویٰ۔۔!! سلویٰ ۔ عبداللہ۔۔!!'' اس نے سلویٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے تعارف کروا ی تو صفا مسکرا دی اور زمین پ بیٹھی سلویٰ کے عین سامنے اس نے سلویٰ کو سامنے کیا۔

''کسی ہو سلویٰ ۔ عبداللہ؟'' وہ ان بچوں کو جا تھی اس نے وی یو میں یوسف کو دیکھا ہوا تھا اور سلویٰ کے ر ے میں ا اہیم سے سن رکھا تھا۔ اس لئے اسکو مز کسی تعارف کی ضرورت پیش نہ آئی۔

سلویٰ نے آنکھیں پٹپٹا کر عینا کو دیکھا۔ وہ ار دو نہیں جا تھی عینا مسکرا دی۔

''سلویٰ ٹھیک ہے۔'' جواب دینا نے د صفا نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔ پھر اس نے یوسف کے سر پ ہاتھ پھیرا منال نے بھی بچوں کو پیار کیا۔ وہ لوگ وہیں بیٹھ گئے ز لیخا ا لئے پ نی اور مختلف لوازمات لے آ ۔ کچھ د ادھر ادھر کی ت کرنے کے بعد صفا ان لوگوں کو گیسٹ روم میں لے گئی انکا سامان رکھوا ے اور کمرہ ا لئے تیار کروا ے۔ گیسٹ روم اوپ فلور پ ہی تھا۔

''حسن نے بھیجا ہے مجھے۔'' عینا نے کن ا ں سے کشن کور ٹ کرتی ہوئی صفا کو دیکھا۔ وہ یوں ہی اپنا کام کرتی رہی۔ عینا نے اسکی جا د دیکھ کر ٹھنڈی سانس خارج کی اور اسکے پ س چلی آئی۔ ''اسکو معاف کر دو'' عینا نے حسن کے بی ہاف پ معافی مانگنا لازمی سمجھا۔ صفا نے چو کر سر اوپ اٹھا۔

''وہ میرا کچھ نہیں لگتا عینا جو میں اسکو معاف کرتی پھروں۔۔'' اس نے سیدھا خشک سا جواب دیا تھا عینا اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ ''کچھ لوگ اہم نہیں ہوتے جن کی معافی اور سزا کے ر ے میں سوچا جائے، حسن میرے لئے اہم نہیں ہے۔'' صفا نے عینا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ر کروا ی۔ عینا نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔

''وہ ل ے در اصل۔۔'' عینا نے ک چلتے ہوئے اسکو بتا چاہا۔

''اچھی ت ہے اسکو اپنی بیوی اور اپنے خا ان کے لئے ل جا چاہیے تھا۔'' وہ ل کل بھی کنسر ٹ نہیں آتی تھی۔

''وہ اللہ کے لئے ل ا ہے صفا۔۔''

اس کی ت پ صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا عینا کی آنکھوں میں کچھ تھا، وہاں کوئی سفر مہ درج تھا۔ ا طویل مسافت کا احوال درج تھا۔ وہ اپنا سفر مہ صفا کو سنا چاہتی تھی اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کہاں سے شروع کرے؟ کون کون سی منازل کے ر ے میں بتائے اور کون کون سی منازل کو ف کر جائے۔

''تم آرام کرلو تھوڑی دیر۔۔پھر رات کو کھانے کے بعد باتیں کریں گے۔'' صفا نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔''میں بچوں کو دیکھ کر آتی ہوں۔'' وہ مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔ عینا بند دروازے کو دیکھے گئی۔ وہ لڑکی کتنی بدلی ہوگئی تھی۔ وہ قاہرہ یونیورسٹی والی صفا ہرگز نہیں تھی۔ وہ سوچ کر رہ گئی۔

صفا سیڑھیاں چڑھ کر آئی اسکا رخ مرجان اور یاقوت کے کمرے کی جانب تھا۔ اس نے کچھ دیر ٹھہر کر اپنی سانس بحال کی اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے ایک بیڈ پر یاقوت اور مرجان بیٹھے تھے اور دوسرے بیڈ پر سلویٰ اور یوسف پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ صفا کو دیکھ کر بلاوجہ ہی مسکرا دی۔ کاش وہ لوگ اردو جانتے ہوتے تو صفا بھی ان سے باتیں کرتی۔

''ہیٹی لیڈی۔۔!!'' مرجان نے گردن موڑ کر دیکھا اور اٹھ کر اسکے پاس آئی۔''آؤ۔۔'' وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسکو اپنے پاس ہی لے آیا اور وہ تینوں اب بیڈ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ان غزہ سے آئے ننھے مہمانوں کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کوئی عجوبے دیکھ لئے ہوں۔ یوسف کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں بہت معصوم اور خوبصورت تھیں جبکہ ساتھ بیٹھی ہیزل آنکھوں والی لڑکی کے چہرے پہ بیزاری سی تھی۔

''تم لوگوں کی بات ہوئی؟'' صفا نے مرجان سے سرگوشی کی۔

''ہاں یہ غزہ سے آئے ہیں اور حسن ماموں نے ایڈاپٹ کیا ہے اس لئے اب یہ عینا آپی کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ یہ لوگ مصر میں ہی رہتے ہیں اب اور وہاں سکول جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ بڑے ہوجائیں گے تو اپنے ملک واپس چلے جائیں گے۔'' مرجان نے اب تک کی گئی گفتگو کا احوال سنایا تو صفا مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

''میں نے تو کہا تھا کہ اب ماموں کے پاس ہی رہنا۔ لیکن یہ ہیزل آنکھوں والی لڑکی۔۔ کیا تھا اسکا؟'' مرجان نے کہتے ہوئے ماتھا کھجایا۔

''سلویٰ۔۔'' یاقوت نے فوراً اسکو لقمہ دیا تو مرجان نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہاں۔۔سلویٰ۔۔یہ کہتی ہے کہ اسکا ملک فلسطین ہے اس لئے یہ غزہ واپس جائے گی۔۔'' مرجان نے کہتے ہوئے بے زاری سے کندھے بھی اچکائے تھے یعنی اسکی بلا سے وہ کہیں بھی جائے۔

''اچھا چلو ٹھیک ہے اب اٹھو اور آکر فریش ہوجاؤ۔۔عینا انتظار کر رہی ہے۔'' صفا نے اٹھتے ہوئے سلویٰ کو کہا تو وہ ان سی اسکو دیکھے گئی۔ صفا نے بے چارگی سے مرجان کی جانب دیکھا۔ مرجان اسکو بے فکر ہونے کا اشارہ کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور جا کر عربی میں سلویٰ کو سمجھایا۔ وہ اور یوسف سمجھتے ہوئے چپ چاپ صفا کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ صفا نے مسکرا کر مرجان کا شکریہ ادا کیا اور ان دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی۔

دروازہ بند ہوا تو یاقوت نے آنکھیں سکیڑ کر مرجان کو دیکھا۔

''کیا؟'' مرجان نے اچنبھے سے دیکھا۔

''آر یو شیور تمہیں اسکا نام نہیں یاد آرہا تھا؟''

''ہاں تو۔۔وہ کون سا کوئی مس ورلڈ ہے جس کا نام مجھے نہیں بھولنا چاہیے تھا۔'' مرجان کندھے اچکاتا ہوا اپنے ڈیسک پہ بیٹھا اور پی سی آن کرنے لگا۔ یاقوت اسکے الٹے جواب پہ ہمیشہ کی طرح بس تاسف سے سر جھٹک کر رہ گیا۔

مرجان نے پی سی آن کیا تو پہلے ہی بلیو آن لائن تھی۔ وہ مسکرا دیا اور اسکو گیم کے لئے انوائٹ کیا۔ انویٹیشن فوراً قبول کرلیا گیا۔

''ہائے بلیک سٹون۔۔!!'' فوراً ان باکس میں میسج آیا تھا۔

''زیادہ باتیں نہیں آج بس گیم۔۔'' مرجان نے فوراً جواب لکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ یہ گیم اسکو کبھی بھی پسند نہیں تھا اب یہ گیم اسکا فیورٹ بن چکا تھا۔

اس تہہ خانے میں روشنی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اسکے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں تھیں وہ اتنی ڈھیلی بیڑیاں تھیں کہ وہ کمرے میں ٹہل سکتا تھا اور اپنی مرضی سے اپنی جگہ بدل سکتا تھا۔ اسکے ساتھ اتنی نرمی کیوں برتی جارہی تھی ابھی اسکی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

وہ یوں ہی اس تاریک کمرے میں ٹہلتا ہوا. لآخر ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ کمرہ صاف ستھرا تھا اور ایک کونے میں چھوٹا سا بستر بھی لگا ہوا تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور آسمان کی جانب دیکھا اسکو تو وقت کا بھی اندازہ نہیں تھا کہ. ہر صبح ہو رہی ہے یا پھر شام۔!

وہ یوں ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ پچھلے دو دن سے بھوکا تھا۔ پانی دن میں بس ایک. رملتا تھا اور وہ اسی پر گزارا کر رہا تھا وہ لوگ اسکو کمزور کر رہے تھے۔

دروازہ کھلا تو ذرا سی روشنی کمرے میں داخل ہوئی۔ ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا. اہم ایک سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس ہاتھوں پہ سیاہ ہی دستانے چڑھائے اسکی جانب. بڑھا آ رہا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو کمرے کی لائٹس اپنے آپ روشن ہو گئی تھیں۔ وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا اور آ کر اسکے پاس زمین پہ بیٹھا۔ ابراہیم نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ ابراہیم کی آنکھوں میں کچھ تھا، جیسے کسی صلح کرنے والے یا کسی ڈیل کرنے والے شخص کی آنکھوں میں ہوتا ہے اسکی آنکھوں میں حقارت نہیں تھی بلکہ وہ. ابراہیم کی سطح پر. ت کرنے آیا تھا۔ ابراہیم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکا تمسخر اڑایا۔

''ڈیل کر لو۔ آسان موت مل جائے گی۔'' وہ کمال اعتماد سے بولا تھا۔ ابراہیم نے ابراہیم کا واچکا کر اسکے اعتماد کو داد دی۔ ابراہیم نے اپنی. ت جاری رکھی۔''تم نے ہمارے رازوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے ہمارا نقصان کیا ہے۔ اسکی بھرپائی کر دو۔ اسکے. لے میں ہمیں ان لوگوں کے ٹھکانوں کا بتا دو۔ قسم لے لو. اکی۔ تمہیں آسان ترین موت دوں گا۔ بلکل ویسے ہی جیسے تم کہو گے۔'' اس نے ابراہیم کی آنکھوں میں آنکھیں جمائے ہی آفر کی تھی۔

''اور تمہیں لگتا ہے کہ مجھے زندگی اور موت کی پرواہ ہے؟'' ابراہیم نے اسی بے زی سے اسکی آفر اسکے منہ پہ مار دی۔

''دو دن سے بھوکے ہو تم، ابھی تو بس دو دن ہوئے ہیں۔ اسکے بعد تمہیں سلو پوائزن دیا جائے گا جس سے تمہاری ہڈیوں سے گوشت. ات. شروع ہو جائے گا۔ تمہارے حلق میں زخم ہو جائے گے تو تمہیں کھرنڈ را کھا. دیا جائے گا جس کو تم بھوک کی شدت کی وجہ سے کھاؤ گے وہ کھا. تمہیں حلق کو لہولہان کر دے گا۔ تمہاری چمڑی گلنا سڑنا. شروع ہو جائے گی اور تم اپنی آنکھوں سے خود کو مرتا ہوا دیکھو گے تمہیں ہمیشہ موت کے منہ سے نکال لیا جائے گا۔ تمہیں موت کے حوالے نہیں کیا جائے گا تم ہر پل موت مانگو گے. تمہیں اس ڈیل کی اہمیت کا اندازہ ہو گا۔ تمہیں پتہ چلے گا کہ آسان موت کیوں چننا بہتر تھا. تمہیں بندوق کی ایک گولی، ایک زہر کے انجکشن اور ایک خنجر کے وار کی اہمیت کا اندازہ ہو گا جو تمہیں آسان ترین موت دے تھے. بہت دیر ہو چکی ہو گی اور تم اس دردناک موت زندگی کے آگے بے بس ہو جاؤ گے۔''

ابراہیم اسکو اسکے نتائج کے. رے میں آگاہ کر رہا تھا اور ابراہیم کے ماتھے پہ ایک شکن. نہ ابھری تھی اسکے سکون میں اور اطمنان میں رتی. ابھر فرق نہیں آیا تھا۔

''شاید تمہیں یہ. مذاق لگ رہا ہے۔ افسوس۔!'' کہتے ہوئے ابراہیم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے. سے آلہ نکالا وہ کسی قسم کا ریموٹ تھا اس نے وہ بٹن دبایا. تو وہاں دیوار میں ایک سکرین نمودار ہوئی۔''دیکھو ان کو اور سوچو کہ میری آفر کتنے کام کی ہے۔'' کہتے ہوئے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ ابراہیم اب ٹکٹکی سا سکرین کی جانب. دیکھ رہا تھا۔ جہاں درجنوں کی تعداد میں زندہ لاشیں موجود تھیں۔ ابراہیم چمڑیاں گل سڑ چکی تھیں ابراہیم. ن ڈھانچے بن چکے تھے اور ابراہیم. ل جھڑ گئے تھے۔ ابراہیم. سے بڑھکرا جسموں سے رستا ہوا وہ خون اور پیپ تھا جس نے ابراہیم کے حواس چند لمحوں کے لئے شل کر ڈالے۔ وہ لوگ اپنے زخموں کو کھرچ رہے تھے جس کے. شانکا گوشت بھی آتا تھا۔ وہ لوگ رونا چاہتے تھے ان میں رونے کی ہمت. قی نہ تھی۔

وہ لوگ بس زندہ تھے۔ اور یہی سزا تھی زندگی ہی سزا تھی۔ ابراہیم کا حال دیکھ کر مضبوط سے مضبوط ابراہیم ڈھے سکتا تھا۔

ابراہیم اپنی جگہ پہ سا. تھا۔ کہ سکرین کا منظر. لا۔

وہاں اب ایک سیل میں کچھ بچے تھے وہ. دس سے پندرہ. س کے درمیان تھے۔ ابراہیم نے کرب اور اضطراب سے ان بچوں کو دیکھا تو ابراہیم. ہنس دیا اس کمرے میں ابراہیم کے قہقہے گونج رہے تھے اور ابراہیم بے چینی سے کبھی ابراہیم کو دیکھتا تو کبھی سکرین کو جہاں وہ پانچ بچے سہمے سے بیٹھے تھے۔

اور پھر ان بچوں کے سیل کا دروازہ کھلا اور گھسیٹ کو اہلکار وہاں سے لے گئے۔ وہ بچے چیختے تے رہے کسی نے انہ سنی۔۔

''. . ۔۔ بچے کہاں لے کر گئے ہو تم لوگ؟'' ابراہیم اب کی. ربلند آواز میں دھاڑا تو ابراہیم. اہم کے قہقہوں میں اضافہ ہوا۔ ابراہیم ماہی بے آب کی ما تڑپ تھا۔ بچے نہیں۔!! ہرگز نہیں۔۔!! وہ تڑپ کر رہ گیا تھا۔

''حوصلہ۔۔!! وہ بس تفریح کا سامان ہیں۔ اسکے بعد جانے دیا جائے گا۔'' ابراہیم نے تڑپتے ہوئے ابراہیم کی حالت دیکھ کر قہقہہ لگایا تو ابراہیم جو اپنی بیڑیوں کو

گھسیٹتا ہوا اسکی جا٘ . ٹھہر رہا تھا اپنی جگہ پہ ہی ڈھے ے۔اسکو اپنے جسم سے روح ت ہوئی محسوس ہوئی تھی۔یہی تو ا ٹ اما تھا جو ا. اہیم کا . سے .ٹ اغم تھا۔وہ ہر ظلم کا سامنا کر سکتا تھا اسکا نہیں۔ا. اہیم کی سانس اکھڑنے لگی۔وہ وہیں اپنا سینہ مسلتے ہوئے ڈھے ے۔

''تم چا ہو تو٘ جانے ایسے کتنے لوگوں کو بچا ت ہو۔۔بس ان لوگوں کے ٹھکانے بتا دو وعدہ کرت ہوں ان لوگوں کو جانے دوں گا اور تمہیں تمہارا ا م ملے گا جو ہے آسان ت ین موت۔۔''کہہ کرا. اہیم سکرین بند کرت وہاں سے ت ے۔ا. اہیم جو اپنے بچوں کی. ت سن کر نہیں ٹ پ تھا وہ ان بچوں کی چیخ و پکار پ ٹ پ کر رہ ے تھا۔

وہ لوگ اسکو اسکے بچوں کی دھمکیاں دے رہے تھے تو کیا اسکے بچے بھی؟؟نہیں نہیں۔۔ہر٘ نہیں۔۔!!ا. اہیم شل ہوتے دماغ کے ساتھ اپنی ساری سوچوں کو جھٹک رہا تھا۔وہ یوں ہی ٹ ں میں سر دیئے بیٹھ ے۔کمرہ پھر سے ت ریکی میں ڈوب چکا تھا۔بھوک کی وجہ سے پیٹ میں درد ہو رہا تھا اسکو وہ درد ذرا بھی تکلیف نہیں دے سکا تھا۔وہ دنوں کیا ہفتوں ت کی بھوک پیاس سہہ ت جوان بچوں کے ساتھ ا خا٘ انوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔ا. اہیم نے اپنے کانوں پ ہاتھ رکھ لیا کیو ان بچوں کی چیخ و پکار اسکو ابھی ت سنائی دے رہی تھی۔اب وہاں . کچھ پیچھے رہ ے تھا،اپنا گھر،اپنی محبت،اپنے ماں . پ،اپنے بچے۔۔!ہر شے بہت پیچھے رہ چکی تھی بہت پیچھے۔۔!!

''مجھے ا موقع دیں۔''ا. اہیم تیز تیز قدم اٹھا ت ہوا راہداری سے ٘ ر رہا تھا. اسکو اپنے عقب سے آواز آئی۔وہ اس آواز پ چونکا اور پھر مڑا۔وہ سامنے کھڑی تھی ابھی ت وہ اپنے یونیفارم میں ہی ملبوس تھی یقیناً وہ ڈیوٹی سے آ رہی تھی۔ا. اہیم نے ا ٹھنڈی سانس خارج کی اور چلتا ہوا اسکے پ س پہنچا۔اس نے سارہ کے سر کا بوسہ لیا اور اسکو اپنے حصار میں لیا اور یوں ہی ا٘ رکی جا٘ . ٹھنے لگا۔

''تم تھک گئی ہو گی۔جا کر آرام کر لو۔''وہ٘ می سے بولا۔

''مجھے ا موقع دیں۔''سارہ نے٘ دن گھما کر اپنی. ت دہرائی۔

''آج کیسا رہا ڈیٹینشن کا دورہ؟''وہ٘ رمل سے ا٘ از میں. ت کر رہا تھا۔سارہ کو اب کوفت محسوس ہوئی تھی اس نے اپنے کندھے پ رکھا. اہیم کا ہاتھ ہٹا ا اور آ کر اسکے سامنے کھڑی ہوئی۔راہداری میں تعینات گارڈز چوکنا سے کھڑے تھے۔

''بھائی۔۔!!میں آپ سے ا موقع ما٘ رہی ہوں۔''وہ پختہ لہجے میں بولی تو اب کی. را. اہیم کے ا. وتن گئے۔

''وہ ا اہیم او بجیکٹ ہے۔جو کچھ وہ جا ہے٘ ہمیں اسکا اسی فیصد بھی مل ے تو ہمارا ا سال کا کام ا ماہ میں مکمل ہو سکتا ہے وہ بھی بناء کسی نقصان کے۔''

''جا ہوں اسی لئے موقع ما٘ رہی ہوں۔''وہ ڈٹی رہی۔

''میں کیا کہہ رہا ہوں سارہ۔۔!کہ وہ ا اہیم او بجیکٹ ہے اتنا اہم کہ ہماری ا سال کی محنت کو وہ ا ماہ میں سمیٹ سکتا ہے وہ بھی کم سے کم نقصان کے ساتھ کیا تمہیں میری. ت سمجھ نہیں آ رہی؟''اب کی. را. اہیم کا لہجہ کچھ سخت اور اٹل تھا۔

''اور اسی لئے میں چا ہتی ہوں کہ مجھے موقع دیا جائے۔''وہ بھی ا. اہیم کی بہن سارہ گولڈ. گ تھی۔

''سارہ۔۔سارہ۔۔سارہ۔۔!!مار پیٹ والا سسٹم ہوتا تو اب تک میں اسکی ہڈیوں سے گوشت الگ کر چکا ہوتا۔ہمیں وہ صحیح سلامت چا ہیے تم سمجھ کیوں نہیں رہی؟''وہ اب کی. ربھر پور خجلت سے بولا تھا۔

''میں مار پیٹ کی. ت نہیں کر رہی۔''سارہ نے ا پ اسرار سی نگاہ ا. اہیم پ ڈالی تو وہ ا پل کے لئے ٹ ۔

''آپ شاید عورت کا مکر و فریب نہیں جانتے۔''سارہ نے. ل جھٹکے۔تنگ یونیفارم میں اسکا ت چھا ہوا سراپا کسی کو بھی محصور کرنے کی صلا ت ر ت تھا۔ا. اہیم کو اسکی. ت سمجھنے میں ز یدہ د نہیں لگی تھی۔اس لئے وہ قہقہہ لگا کر ہنس د ے۔سارہ کو آج پہلی. را اپنے بھائی کی ہنسی. ی لگی تھی۔

''معاف کرنا مگر میری پیاری بہن۔۔!!وہ شخص شادی شدہ ہے وہ بھی دو دو بار۔۔اس لئے عورتوں والا مکر دکھا کر اسکو اپنے قابو میں کرنا تو بھول ہی جاؤ۔۔وہ تمہارے اس ہنی ٹریپ میں نہیں پھنسنے والا۔''ا. اہیم نے ہاتھ جھلا ے۔سارہ کے جبڑے تن گئے۔پہلی. ر کسی نے اسکا مذاق اڑا ا تھا صد شکر کہ وہ ا. اہیم گولڈ. گ تھا ورنہ یہ ہمت کوئی اور تو ہر٘ نہیں کر سکتا تھا۔سارہ نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔

ا. اہم نے اسکی خاموشی دیکھی تو سر جھٹک کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ سارہ نے حیرت سے اسکی پشت کو دیکھا اور پھر اس نے مڑ کر تہہ خانے کی جا. جاتی راہداری کو دیکھا۔

''میری اجازت کے بناء تہہ خانے میں نہ جا.۔!!'' آواز پہ وہ چو ۔ا. اہم ا۔ ہا. لگا کر وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ سارہ کو اچھی طرح جا تھا اس لئے اسکو وارن کر. نہیں بھولا تھا۔ سارہ نے مڑ کر دیکھا تو ا۔ اہلکار پہ نگاہ گئی جو کہ اسکی جا. دیکھ رہا تھا اور اسکے متوجہ ہونے پہ کمال مہارت سے اپنی نگاہوں کا زاویہ. لَ۔ تھا۔ یہ چیز سارہ سے چھپ نہ سکی تھی۔ اور اہلکار کا پورا وجود پسینے میں نہا۔ تھا۔

سارہ کے لبوں کو مبہم سی مسکراہٹ نے چھوا۔

''اسکو لے کر آؤ۔۔'' وہ پاس کھڑے ا۔ اہلکار کو حکم دیتی آگے بڑھ گئی۔ آ. کار اسکو شکار لَ۔ تھا جس پہ وہ اپنا غصہ ا۔ رسکے۔ وہ شان بے زی سے چلتی جا رہی تھی۔ جبکہ دو اہلکار اب اس فوجی کو پکڑے ہوئے لے کر پیچھے آ رہے تھے۔ وہ خاموش تھا اسکے بھینچے ہوئے تھے۔ وہ اپنی موت کو گلے لگانے جا رہا تھا۔ ا یہی تو سکھا۔ تھا کہ اپنی مرضی کے بناء سانس نہیں. اور اس نے تو پھر بھی اپنی مرضی سے نگاہ ڈالی تھی۔

. شتے کی ٹیبل پہ. لوگ موجود تھے اور آج کتنے دنوں بعد صفا کا موڈ بھی ہلکا پھلکا اور خوشگوار سا تھا جس کی وجہ سے وہ ان. کے ساتھ ہی. شتہ کر رہی تھی اور یہ دیکھ کر منال کافی پرسکون ہوئی تھیں۔ انھوں نے ا۔ نگاہ عینا پہ ڈالی وہ اب ا۔ ہاف وائٹ گاؤن ڈریس میں ملبوس تھی سر پہ اس نے میچنگ ہی سلک کا حجاب لے رکھا تھا اور ویسی ہی سی جیولری جو وہ اکثر پہنا کرتی تھی اسکے ساتھ سلوی اور یوسف بیٹھے تھے جن کے ساتھ وہ وقتاً فوقتاً عربی میں. ت کرتی ہوئی ا اپنی اور گھر والوں کی. تیں سمجھا رہی تھی۔ اور وہ لوگ. تیں سن کر مسکرا دیتے اور. شتے میں مصروف ہو جاتے۔

وہ واقعی شا. ار لگ رہی تھی وہ کہیں سے بھی ا۔ اکیس. سالہ لڑکی نہیں لگ رہی تھی وہ ا شہرین جیسی لگی تھی وہ اعتماد، وہی شخصیت اور وہ خوبصورتی۔ وہ دل ہی دل میں. جانے کتنی. را سکی بلا لے چکی تھیں۔ وہ حسن کی بیوی تھی یہی کافی تھا کہ وہ منال کو حد سے زیادہ عزیز. ہو چکی تھی۔ منال اچھی طرح جان گئی تھی کہ حسن نے اسکو اپنے لئے کیوں منتخب کیا۔ حسن کے لئے عینا سے بہتر انتخاب شا. ہی کوئی اور لڑکی ہوتی اور اسکا. ازہ کل شام سے منال کو کئی. رہو چکا تھا۔

''حسن آئے گا تم لوگوں کو. ''؟'' منال نے ا۔ آس سے پوچھا، عینا جو کہ صفا سے کوئی. ت کر رہی تھی اچا. سے متوجہ ہوئی۔ ''وہ آئے گا تم لوگوں کو. کے لئے؟'' انھوں نے اپنا سوال دہرا۔ وہ بس حسن کو ا۔ را ور دیکھنا چاہتی تھیں اس لئے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھنے لگیں۔ کہ دل کو تسلی ہو سکے۔

''ابھی تو آئے ہیں ہم۔۔ کیا آج ہی بلوا لیں حسن کو؟'' عینا نے مسکراہٹ د. ئے الٹا جواب دیا تو منال ہڑ. ا کر رہ گئیں۔ وہ حسن کی طرح الٹا جواب دے رہی تھی جس کو سن کر ا۔ پل کے لئے تو منال گھوم کر رہ گئیں پھر عینا کھلکھلا کر ہنس دی تو وہ بھی کچھ مسکرا دیں ا اچا. سے شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

''ارے نہیں نہیں۔!! وہ تو میں اس لئے پوچھ رہی تھی۔۔'' منال کو اپنا جملہ مکمل کر. مشکل ہو رہا تھا سفیان صا. بھی اس جملے سے اچھے خاصے محظوظ ہوئے تھے اچا. سے ماحول میں چھائی تھوڑی بہت آزردگی بھی ختم ہو گئی تھی۔ عینا کے آنے کا مقصد پورا ہو. دکھائی دیا تھا۔

''اوہو۔۔!! میں مذاق کر رہی ہوں۔ وہ آئے گا ملنے. شا. ''آئے۔'' اس نے منال کو. ی طرح سے ہڑ. ا تے دیکھا تو مسکرا کر جواب دیا۔ صفا اس پہ مسکرا کر رہ گئی۔ عینا کبھی نہیں. ل سکتی اس نے جیسے دل ہی دل میں سوچا۔ منال نے گہری سانس خارج کی۔

''تم حسن کے جیسی ہو. لکل۔۔'' منال نے اس پہ ا۔ خفا سی نگاہ ڈالی جس پہ عینا پھر سے ہنس دی۔

''پیٹی لیڈی۔۔!!'' مرجان کے پکارنے پہ. اسکی جا. متوجہ ہوئے تو مصروف سا مرجان بھی ہڑ. ا۔ ''ا۔ منٹ۔۔! میں نے بس پیٹی لیڈی کو پکارا تھا۔۔'' مرجان جھنجھلا۔۔ وہ. پھر سے ہنس دیئے۔ منال نے سر جھٹکا۔

''ہاں شہزادے۔۔!'' صفا نے مسکرا کر اور محبت سے جواب دیا۔

''وہ میں سوچ رہا تھا کہ آج مہمان آئے ہوئے ہیں تو کیوں. ں.....''

''کیوں۔ چھٹی کر لی جائے؟'' مرجان کا ادھورا جملہ یقوت نے نخوت سے پورا کیا تھا۔ کیو مرجان کو بس چھٹی کرنے کا بہانہ چاہیے تھا جس کی وجہ سے یقوت کا بھی نقصان ہو جایکرتا تھا۔ مرجان نے دن موڑ کرا یسخت سی نگاہ یقوت پ ڈالی وہ کندھے اچکا ے۔

''وہ لوگ کون سا آج ہی چلے جا گے ابھی تو رکیں گے ں۔ اس لئے تم سکول سے واپس آ جاؤ پھر ان کے ساتھ ٹ ئم سپینڈ کر ۔'' صفا نے قدرے م مضبوط لہجے میں جواب دیتھا وہ ا۔ اہیم کی غیر موجودگی میں بچوں کو بگاڑ نہیں سکتی تھی اس لئے اسکو وہی کر تھا جو ا۔ اہیم اَ یہاں ہوتو کرتا۔ مرجان نے ا گہری سانس خارج کی اور اپنے مقابل کرسی پ بیٹھے یوسف کو دیکھا جو اپنی گول گول آنکھیں پٹپٹا ہوا اسکو دیکھ رہا تھا۔ اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اس سے لطف ا وز ہو رہا تھا۔

مرجان نے یوسف کو دیکھ کر آنکھیں سکیڑیں۔ یوسف نے ہڑ ڑا کر اپنی نگاہوں کا زویہ لا۔ مرجان نے نگاہ پھیری تو اچا یوسف کے ساتھ بیٹھی سلویٰ کو دیکھا جو کہ انہی وں سے بیٹھی مرجان کو گھور رہی تھی۔ کیو مرجان نے یوسف کو گھورا تھا۔ مرجان نے ا واچکا کر سوال کیا جس پ سلویٰ نے آنکھیں گھما لیں۔ مرجان اسکی اس حر پ ہکا بکا سا رہ ے۔

''یہ کتنی پیاری ہے۔۔'' یوسف نے کچھ دیر بعد عینا سے کہا تو عینا نے اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا وہ صفا کے پ س بیٹھی دینا کو دیکھ رہا تھا جس کو صفا نشتہ کروانے میں مصروف تھی۔ عینا مسکرا دی۔

''ہاں۔۔ بہت پیاری ہے۔'' عینا نے بھی دینا کی جا دیکھا۔ یوسف اپنی گول گول آنکھوں سے دینا کو دیکھے ے۔

دوپہر ہو رہی تھی اور وہ دونوں اس وقت صفا کے کمرے میں ہی تھیں صفا اپنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھی اور عینا اسکے سامنے ہی ٹ موڑ کر ے سے لگائے بیٹھی تھی۔ وہ دونوں کچھ دیر سے ایسے ہی بیٹھی تھیں نہ صفا کچھ پوچھ پا رہی تھی اور نہ ہی عینا کچھ بتا پا رہی تھی ا سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کون سی بات کریں اور کیسے کریں۔

''مجھے کچھ کنفیس کر ہے۔۔'' عینا نے لآ شروعات کی صفا نے اسکی جا دیکھا اور پھیکا سا مسکرا دی۔ عینا کے حلق میں کچھ اٹکا اس نے اپنی بات جاری رکھی۔'' میں ا ٹ سے نہیں مصر سے ہی ہوں۔'' اس نے کن ا ں سے صفا کو دیکھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا جیسے کہ وہ ہر چیز سے بے ز ہو۔'' میں نے منصور حیات، جو حور یہ کے .. کے پی اے تھے، ا بیٹی ہوں۔'' عینا اپنا تفصیلی تعارف کروا رہی تھی۔ صفا نے کچھ ثنیے اسکی آنکھوں میں دیکھا پھر بھی اسکے چہرے پ کوئی خاص ت ظاہر نہ ہوا جیسے اسکو گھنٹہ فرق نہ پ رہا ہو۔ عینا جھنجھلا کر رہ گئی۔

''تم میری بات سن بھی رہی ہو؟'' عینا نے اسکا ٹ پکڑ کر ہلایا صفا نے اسکی جا دیکھا اور ا گہری سانس خارج کی۔

''ہاں سن رہی ہوں۔۔'' اس نے ٹیک چھوڑ دی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی وہ دونوں آمنے سامنے تھیں۔ صفا نے دونوں ہاتھوں کی ا یں۔ ہم جوڑیں اور ا یوں ہی دیکھنے لگی۔'' سن رہی ہوں کہ مجھے بے وقوف بنا کتنا آسان ہے۔ کے لئے۔'' وہ خالی سے لہجے میں بولتی عینا کے دل کی دھڑکن ت روک گئی۔ عینا کے حلق میں درد اٹھا۔

''صفا۔۔!!'' اس نے صفا کے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں رکھے۔ اب صفا کی سرمئی آنکھوں میں قاعدہ پانی آ رہا تھا عینا کو اپنا آپ غرق ہوتا محسوس ہوا۔'' پلیز۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے صفا۔۔!! وہ تو ہم لوگوں کا کام ہی ایسا تھا۔''

''ایسا کہ جس میں جھوٹ بولنا، سچ چھپا، دھوکہ دینا اور اپنی فکر میں ت پ بہت آسان ہے۔'' صفا نے ت پ کر عینا کی آنکھوں میں دیکھا۔ عینا بے اختیار نگاہ پ ا گئی۔

''بتاؤ۔۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ں میں؟'' صفا مسلسل اسکو جھنجھوڑ رہی تھی۔

''نن نہیں۔۔ ایسی بات نہیں ہے صفا۔۔ ہم لوگوں نے جان بوجھ کر اپنی مرضی سے کچھ نہیں چھپا۔۔ وقت اور حالات۔۔''

''ا اہیم کہاں ہیں؟'' صفا نے عینا کو بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔ وہ جو اپنی وضا ت کے لئے الفاظ تلاش کر رہی تھی اسکے اگلے سوال پ پھر سے اسکے الفاظ حلق میں ہی اٹ گئے۔'' بتاؤ کہاں ہیں ا۔ اہیم؟ بولو۔۔! کیا تم نہیں جا کہ ا۔ اہیم کہاں ہیں؟ کیا تمہیں نہیں پتہ کہ وہ کس مشن پ گئے ہیں؟ بولو۔۔ کیا تم بتا سکتی ہو؟'' صفا اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی عینا کو جگہ نہیں مل رہی تھی کہ وہ کہاں جا کر چھپ جائے وہ صفا کے سوالوں کے جواب کیسے دے سکتی تھی۔ وہ کچھ دیر یوں ہی نگاہیں پ اتی کترتی رہی۔ صفا اسکی حا دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ عینا نے بے بسی سے اسکی جا دیکھا۔

''تم . کے لئے جھوٹ بولنا اور سچ چھپا· بہت آسان ہے۔آج بھی میرے سامنے میری دو ۔نہیں بیٹھی بلکہ ا. اہیم کی ا۔ ایمپلائے بیٹھی ہے جو اسکا آرڈر ما ہے جو اپنے حصے کا سچ بھی کسی اور کی مرضی سے بتاتی ہے۔'' وہ بکھری اور زخمی سی آواز میں بولتی عینا کے پ س موجود بچے کچے الفاظ بھی چھین کر لے گئی تھی۔عینا بے بسی کی مورت بنے بیٹھی رہی۔

''صفا۔۔!! پلیز تم میری .ت تو سنو۔!''عینا نے پھر سے اسکے ہاتھ تھامنے چاہے۔صفا نے عینا کا ہاتھ . ی طرح سے جھٹک دی۔

''بس کرو عینا۔۔!! تم مان لو کہ تم میری دو ۔نہیں ہو۔۔تم بس ا. اہیم کے لئے کام کرتی ہو اور تم حسن کی بیوی ہو۔۔اس لئے پلیز۔۔!!''اس نے پ پ تے ہاتھوں سے اسکو . زر ہنے کا اشارہ کیا۔عینا کی سیاہ آنکھوں میں حیرت اور نمی ملی جلی تھی وہ اس وقت ت· ب کا شکار تھی کہ وہ صفا کو اپنی سچو کیسے سمجھائے۔

عینا بے بسی سے اسکو دیکھ رہی تھی جو کہ اب خفا سی اپنے آ بہنے سے پہلے ہی . ی طرح اپنی آنکھیں ر ٹ تی ہوئی ان آ وں کو پلکوں کے پیچھے دھکیل رہی تھی۔عینا کو ا· ازہ نہیں تھا کہ صفا یوں اسکو آڑے ہاتھوں ی· والی ہے ۔وہ اپنی جگہ ٹھیک تھی ان . نے اس کے سامنے اپنی پہچان چھپائی بظاہر وہ لوگ اسکے دو ۔ تھے وہ لوگ اس سے سچ چھپاتے آئے تھے۔اور ابھی تو پتہ نہیں اور کتنے سچ تھے جو صفا کے سامنے آ· . قی تھے۔

اس سے پہلے کہ عینا مز۔ کچھ کہتی دروازے پ دستک ہوئی عینا نے ا۔ نگاہ صفا پ ڈالی اور اٹھ کر دروازہ کھول دی۔سامنے سلویٰ کھڑی تھی۔عینا سلویٰ کو دیکھ کر مشکل سے مسکرائی۔

''کیا میں آپ لوگوں کے پ س بیٹھ جاؤں؟''اس نے صفا کی جا· . دیکھتے ہوئے پوچھا۔عینا مسکرا کر سلویٰ کا ہاتھ تھاما اور اسکو· رلے آئی۔''ا کیا ہوا؟''سلویٰ نے پ س· ت ہوئے صفا کی جا· . دیکھا۔وہ اور عینا عربی میں .ت کر رہی تھیں۔

''کچھ بھی تو نہیں۔''عینا نے نگاہ پ ائی۔

''یہ رو رہی ہیں۔''سلویٰ کبھی صفا کو دی ت تو کبھی عینا کو۔صفا نے آ صاف کر لئے تھے وہ بھی اب مسکرا کر سلویٰ اور عینا کو دیکھ رہی تھی۔

''نہیں تو۔۔''عینا نے مڑ کر دیکھا صفا کا چہرہ صاف تھا۔

''میں جا ہوں جو آنکھیں روئی ہوئی ہوتی ہیں وہ کیسی ہوتی ہیں، وہ آنکھیں بھی جو رونے والی ہوں، وہ بھی جورو· چاہتی ہوں اور وہ بھی جورو چکی ہوں۔''سلویٰ نے اپنی ہیزل آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے صفا کی بھیگی پلکوں کا راز عینا پ عیاں کیا تھا۔ صفا الجھی سے ا دیکھ رہی تھی۔عینا نے تھوک نگلا۔''اور یہ رو چکی ہیں۔۔ مز۔ رو· چاہتی ہیں۔''سلویٰ نے کسی نجومی کی طرح صفا کی آنکھوں کا احوال بیان کر دی۔عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

''کیا کہہ رہی ہے یہ؟ کیا اسکو بھوک لگی ہے؟''صفا نے· سمجھی سے دیکھتے ہوئے عینا سے پوچھا۔عینا نے دن موڑ کر صفا کو دیکھا اور پھیکا سا مسکرا دی۔

''ہاں۔۔یہ کہہ رہی ہے کہ آ بہت بور· ہیں ہر وقت اداس رہتی ہیں کیا یہ ہنستی نہیں؟''عینا نے مصنوعی خفگی سے صفا کو گھورا صفا نے ا۔ خفا سی نگاہ عینا پ ڈالی جو اتنی . تیں سن کر بھی صفا سے· راض نہیں ہوئی تھی بلکہ ڈھیٹ بنی الٹا اسی کو ڈپ ٹ رہی تھی۔اور پھر اس نے سر ٹ ہوئے سلویٰ کو دیکھا۔اور مسکرا دی۔سلویٰ نے عینا کو دیکھا جس نے · جانے صفا سے کیا کہا تھا کہ وہ اب ہنس رہی تھی۔

وہ تینوں وہاں سے نیچے لاؤنج میں آ گئیں جہاں منال دینا کو دلیہ کھلا رہی تھیں اور یوسف اسکے سامنے والے صوفے پ اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں میں ئے اسکو دیکھ رہا تھا۔سلویٰ آ کر یوسف کے پ س بیٹھ گئی۔عینا اور صفا منال کے ساتھ بیٹھ کر ادھر ادھر کی . تیں کرنے لگیں۔

''میرا یہاں دل نہیں لگ رہا۔''سلویٰ نے یوسف کے کان میں سرگوشی کی۔جو کہ سامنے دیکھ رہا تھا۔

''کیوں۔۔؟''اس نے مڑ کر سلویٰ کو دیکھا۔

''بس ایسے ہی۔۔یہاں مزہ نہیں آ رہا۔۔''سلویٰ نے کندھے اچکا دیئے۔

''عینا کہہ رہی تھی کہ شام کو ہم . ہر جا گے۔''یوسف نے سمجھداری سے کہا۔تو سلویٰ نے منہ بنا۔

''حسن کے ساتھ جاتے تھے تو ز۔ دہ مزہ آ تھا۔''سلویٰ نے . لآ· اپنی بے چینی بتائی تو یوسف نے بھی اثبات میں سر ہلا۔ جبکہ حسن کے ذکر پ عینا نے ان دونوں کو

دیکھا تھا ان دونوں کی . تیں عینا بخوبی سمجھ چکی تھی ۔اس نے مسکراتے ہوئے اپنا فون اٹھا یا اور نمبر ڈائل کرنے لگی ۔

دو تین بیل جانے پ ہی کال رسیو کر لی گئی تھی ۔

''السلام علیکم ۔۔!! نور العینی ۔۔!!'' مقابل کی شوخ سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تو عینا کے عارض پل میں سرخیاں چھلکانے لگے ۔منال نے دفعتاً دیکھا تو وہ سمجھ گئیں ۔عینا معذرت کرتی ہوئی اٹھ کر . ہر چلی آئی ۔لان میں رکھے گئے ا بینچ پ وہ آ کر بیٹھی در ۔ ۔ کی چھاؤں میں وہاں سکون سا تھا ۔

''وعلیکم السلام ۔۔!!'' عینا نے جواب دی ۔تو ادھر اپنے آفس روم میں دیوار گیرو ٹ و کے سامنے کھڑے حسن کے . مسکراہٹ میں ڈھلے ۔وہ ا ہاتھ اپنی پینٹ کی ۔ ۔ ۔ میں ڈالے یوں ہی سامنے بلند و . لا عمارتوں کو دیکھ رہا تھا ۔آج اسکو یہ . عمارتیں کھوکھلی معلوم ہو رہی تھیں آج ہر چیز ہی خالی ہو گئی تھی ۔

''اتنی دیر کر دی ۔۔'' وہ کھویا کھویا سا بولا ۔

''کس چیز میں؟'' عینا الجھی ۔

''اپنی آواز سنانے میں، مجھے سما ۔ سے محروم کر دیا تھا تم نے اور میری سما ۔ لوٹ نے میں اتنی دیر؟'' وہ شکوے سے بھرپور لہجے میں بولا ۔

'' . تیں بنانی کوئی حسن کرداوی سے سیکھے ۔'' عینا نے بھی اسی شوخی سے جواب دیا ۔

''اور جو میری ی ۔ ئی لے گئی ہے اس کے . رے میں کیا خیال ہے؟'' حسن . زنہیں آ یا تھا ۔عینا نے سرخ عارض لئے سر جھکا لیا وہ . دانتوں سے کاٹ رہی تھی حسن کی بے تکی . توں کا اسکے پ س کوئی جواب نہیں تھا ۔

'' . ٹھیک ہیں؟ آئی مین ۔۔ بچے؟ منال آ ؟'' حسن نے محتاط ا ۔ ازمیں پوچھا تو عینا نے سنجیدگی سے سر او پ اٹھا یا ۔

''ہاں ۔۔ . ٹھیک ہیں سوائے صفا کے ۔'' اس نے صاف گوئی کا مظاہر کیا ۔ادھر کھڑے حسن کا چہرہ پل میں سفید پ ڑا تھا ۔اسکو جیسے اپنے ی ۔ میں گھٹن سی محسوس ہوئی تھی ۔اسکو آج بھی صفا کی آنکھوں میں ا . اہیم کی محبت کا وہ ٹھاٹھیں مار ۔ سمندر دکھائی دیتا تھا ۔وہ اس لڑکی کا نقصان نہیں دیکھ سکتا تھا ۔

''میں کوشش کر رہا ہوں ابھی معا ت کنٹرول سے . ہر ہیں ۔'' حسن نے یوں ہی اپنے پیروں کو گھورتے ہوئے کہا ۔ادھر بیٹھی عینا آرزدگی سے مسکرائی ۔

''وہ مجھ پ بھی بھروسہ نہیں کر رہی ۔وہ کہتی ہے کہ ہم . جھوٹے ہیں اپنے مفاد کے لئے اسکو دھوکہ دیتے ہیں اور اس سے سچائی چھپاتے ہیں ۔'' عینا نے اپنے دل کا بوجھ خالی کیا ۔

''وہ ٹھیک ہی تو کہتی ہے ۔۔'' حسن بھی اسی کے ا ۔ ازمیں بولا ۔اسکو شا ی صفا کی حا ۔ پ تس آ رہا تھا جیسے اسکو ہر چیز سے ا ن رکھا ی تھا حسن کو اچھا نہیں لگ رہا تھا ۔کم از کم صفا کے علم میں ہو . چاہیے تھا ۔

''وہ . دا ش نہیں کر پ ئے گی حسن ۔۔!! اور جو . ت ابھی ہم نہیں جا اسکو کیسے بتا ۔ ت ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ ا . اہیم ز ہ بھی ہے ۔۔'' کہتے کہتے عینا نے دفعتاً ن دن موڑ کر دیکھا تو وہ وہیں پتھر کی ہو گئی ۔

سفیان گورسی جو گاڑی پ رک کر کے اس جا . آ ہی رہے تھے اسکی . ت پ ا قدم وہیں زنجیر ہوئے تھے ۔عینا بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ۔

''میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اب بھی کہہ رہا ہوں کہ وہ ز ہ ہے ۔کیو میں جا ہوں کہ وہ ز ہ ہے ۔۔'' حسن بلند آواز میں دھاڑا تھا ۔اسکی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اسکے گلے کی رگیں پھول چکی تھیں ۔یہ . ت . . . کوئی کر ۔ حسن اپنا آپ کھو دیتا تھا ۔وہ اپنی محدود سے د میں ا اور خسارا نہیں چاہتا تھا کسی صورت بھی نہیں ۔ عینا اسکی . ت نہیں سن رہی تھی وہ تو سامنے کھڑی سفیان گورسی کو دیکھ رہی تھی جن کا چہرہ پل میں سفید پ ڑا تھا ۔

وہ اپنی جگہ پ کھڑے تھے جامد ۔۔ سا ۔ ت ۔!!

''اسکی آنکھیں دیکھو کتنی پیاری ہیں ۔۔'' منال نے ساتھ بیٹھی صفا کے کان میں سرگوشی کی وہ دونوں اب سلوی کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں ۔سلوی ان دونوں کو اپنی طرف دیکھتا پ کر تھوڑی سی جھینپ گئی تھی ۔صفا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا یا ۔

''ہاں۔۔بہت پیاری آنکھیں ہیں اسکی۔فلسطینی ہے ن۔۔'' صفانے محبت سے کہا تو منال نے بھی محبت اور تحم بھری نگاہ سلویٰ پہ ڈالی۔سلویٰ کو یہ نگاہ پسند نہیں آئی تھی کوئی اس پہ بھلا کیوں تحس کھائے؟ سلویٰ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''لگتا ہے وہ ہماری باتوں سے ڈسٹرب ہو رہی ہے۔'' صفانے منال کے کان میں کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔

''ہاں۔۔اسکو زبان بھلے سمجھ نہ آتی ہو آنکھیں تو سمجھ آتی ہیں ن۔'' منال اور صفا سہیلیوں کی طرح سلویٰ پہ تبصرہ کر رہی تھیں اور سلویٰ اس تبصرے پہ خاصی پک گئی تھی۔اور وہ دونوں اسکے تاثرات سے مزید محظوظ ہونے لگیں۔

''یوسف۔۔!! آؤ ہم عینا کے پاس چلیں۔'' لاشعوری سلویٰ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے یوسف کا ہاتھ تھاما۔یوسف نے الجھ کر اسکو دیکھا۔سلویٰ اسکو مزید کوئی وضاحت دیئے بناء اسکا ہاتھ تھام کر باہر نکل آئی جہاں عینا گئی تھی۔منال اسکی اس حرکت پہ آنکھیں پوری کھول کر حیرت سے اسکو دیکھ رہی تھیں۔صفا بھی ہنس دی۔

''وہ ہماری شکایت لگا سکتی ہے عینا کو۔'' منال نے محتاط سے انداز میں کہا تو صفا نے کندھے اچکا دیئے کہ وہ اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔''تم دینا کو دیکھو میں دوپہر کا کھانا بنوا لوں بچے آتے ہی ہوں گے۔'' منال دینا کو صفا کے پاس چھوڑ کر چلی گئیں۔

منال کے جاتے ہی دینا صوفے سے چھلانگ لگا کر اتری اور اپنے کھلونے اٹھا کر کارپٹ پہ بیٹھ گئی۔صفا بھی اسکے پاس ہی کارپٹ پہ بیٹھ گئی۔وہ دونوں اب اپنے مشغلے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

اسی دوران مین ڈور کھلا اور سفیان گورسی تیز تیز قدم اٹھاتے اندر داخل ہوئے تو صفا نے ٹھٹک کر دیکھا۔سفیان نے اپنی نگاہ صفا اور دینا پہ ڈالی جو ہر چیز سے انجان دکھائی دیتی تھیں اور دل میں اپنی ٹیس پوری شدت سے اٹھی تھی انھوں نے جو ہمت اپنے قدموں میں جمع کی تھی وہ بھی جاتی رہی۔۔وہ ریلنگ کو تھامتے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگے۔صفا اسلام کر کے دوبارہ دینا کے ساتھ مصروف ہو چکی تھی۔

''عینا کیا حسن کا فون تھا؟'' عینا جو کہ بے چینی سی انداز میں رکی جانب دیکھ رہی تھی سلویٰ کے سوال پہ چونکی۔وہ اپنی ہیزل آنکھوں میں خوشی لئے اسکو دیکھ رہی تھی۔وہ حسن کو مس کر رہی تھی عینا کے دل کو کچھ ہوا۔وہ ان بچوں کو ساتھ لے آئی تھی وہ نہیں جانتی تھی یہاں آکر ان کو کیا کیا فیس کرنا پڑے گا۔عینا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور پھر سے فون ملایا۔

''ہاں؟ فون کیوں کاٹ دیا تھا؟'' مقابل نے فون اٹھاتے ہی سوال کیا تھا۔

''مجھے کچھ کام ہے تم سلویٰ اور یوسف سے بات کرلو وہ مس کر رہے ہیں۔'' عینا نے فون سلویٰ کی جانب بڑھا دیا۔اس سے پہلے کہ حسن مزید کچھ کہتا سلویٰ کا سلام سن کر وہ مسکرا دیا اور آکر اپنی سربراہی کرسی پہ بیٹھ گیا۔اب سلویٰ نے آدھا گھنٹہ تو اسکا سر کھانا ہی تھا۔اور وہ خود کو اس چیز کے لئے تیار کر چکا تھا۔سلویٰ اور یوسف فون سپیکر پہ ڈال کر وہیں بینچ پہ بیٹھ گئے جبکہ عینا انتظار کی جانب بڑھ گئی۔

''کوئی ڈکر رہا تھا مجھے؟'' حسن نے شوخ سے لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں تو۔۔!!'' سلویٰ نے فوراً انکار کیا تھا۔حسن نے اوہ واچھا کہا۔

''کیا واقعی؟''

''ہاں۔۔واقعی۔۔'' سلویٰ یوسف کو چپ رہنے کا اشارہ کرتی ہوئی چہکی۔

''اچھا؟ تو پھر فون رکھو۔مجھے ایک میٹنگ کے لئے جانا ہے۔'' حسن کے لہجے سے شرارت چھلک رہی تھی وہ اسکے سامنے کوئی اور ہی حسن بن جایا کرتا تھا۔اسکے کتنے روپ تھے اس سے تو وہ خود بھی ابھی تک انجان تھا۔وہ ہر شخص کے سامنے خود کو الگ انداز سے پیش کر سکتا تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟ ہم کل سے آئے ہوئے ہیں اور تم نے ہمیں فون تک نہیں کیا اور اب بھی میٹنگ کے لئے جانا ہے؟ اس سے بہتر ہے ہمیں غزہ چھوڑ آؤ۔۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح اسکو غزہ کی دھمکی دی تھی۔حسن نہ چاہتے ہوئے کھلکھلا کر ہنسا۔

''اچھا؟ واقعی؟ اور ابھی ابھی کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ مس نہیں کر رہا۔'' وہ پیپر ویٹ کو ہتھیلی پہ گھما رہا تھا۔

''ہاں تو۔۔تمہیں مس کر۔ چاہیے تھا تمہاری فیملی گھر سے۔ ہر تھی اور تم نے ہمیں مس نہیں کیا۔''

حسن اب کی۔ رلا جواب ہو چکا تھا۔سلویٰ۔:۔ یوسف نے پھر سے حسن سے الفاظ چھین لئے۔وہ اپنے معا ت میں اس قدر غرق تھا کہ خود سے ا فون۔ نہ کر سکا۔عینا سے بھی میسج پہ حال احوال پوچھ چکا تھا بچوں سے۔ ت نہیں کر سکا تھا۔

''ٹھیک ہے چھوٹی لڑکی اب کی۔ رمعاف کر دو۔۔آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''حسن نے ہتھیار ڈال دیئے تو ادھر بیٹھے یوسف کا قہقہہ بے اختیار گو تھا۔حسن نے تعجب سے سکرین کو دیکھا وہ لوگ اسکو اچھی طرح الو بنا چکے تھے۔

وہ سر جھٹک کر پھر سے ا ساتھ۔ توں میں مصروف ہو َ ۔اب سلویٰ اور یوسف اسکو چہک چہک کر یہاں ۔ کے۔ رے میں بتا رہے تھے۔

وہ اس۔ ر ۔ کمرے میں َ ٹ۔ ۔ سے لگائے یوں ہی بیٹھا تھا۔چہرے پہ تھکاوٹ کے آ ثار نمودار ہو رہے تھے اور جسم لاغر ہو۔ جا رہا تھا۔وہ پچھلے تین دنوں سے بھوکا تھا۔اور پانچ راتوں سے چند گھنٹے ہی سو۔ یا تھا وہ بھی۔ ۔ اپنے آپ دماغ بند ہو۔ تھا ورنہ وہ خود کو جگائے ر ۔ کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔صبح سے پانی کے چند گھونٹ ٹ ۔ ۔ کے علاوہ اسکو ابھی۔ کچھ نصیب نہیں ہوا تھا۔وہ لوگ اسکو لاغر کر رہے تھے۔ کہ اسکے ا ب کمزور پڑ جا ۔اور وہ بناء کسی مزاحمت کے ا ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔وہ لوگ اس سے کیا چاہتے تھے کیا نہیں وہ مکمل طور پہ سمجھ نہیں پا۔ تھا وہ اسکو مار۔ نہیں چاہتے تھے ا لئے اسکی ز۔ گی قیمتی تھی وہ اب۔ یہ تو جان َ ۔ تھا۔

دن رات کا کوئی ا۔ ازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

اس نے یوں ہی آنکھیں مو۔ لیں۔کچھ دی۔ آنکھوں کے سامنے یوں ہی ا۔ ھیرا چھا۔ رہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بند آنکھوں کے سامنے جگنو سے چمکنے لگے اور پھر یوں ہی وہ جگنوؤں کی روشنی تیز روشنی میں تبدیل ہوئی۔وہ آنکھیں کھولنا چاہتا تھا کھول نہیں پا رہا تھا کچھ تھا جو اسکو اپنی طرف کھینچ رہا تھا اور وہ بے بس ہو چکا تھا وہ اپنی جگہ سا ۔ تھا۔ لکل جامد۔۔!

وہ اس روشنی کے پیچھے خود کو چلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ وہ روشنی کسی ا ن سے راستے کی جا۔ جا رہی تھی اور وہ راستہ۔ ر یکی میں جا کر ختم ہو۔ تھا۔یوں کہ آنے والی روشنی درحقیقت۔ ر یکی تھی۔

وہ کچھ خاص دیکھ نہیں پا رہا تھا بس روشنی سی تھی تیز روشنی۔۔وہ نور تھا۔۔!ا۔ ان دیکھا نور جس کو اس نے آج۔ دیکھا نہ محسوس کیا۔چند لمحے یوں ہی اسکی آنکھیں اس نور میں کچھ تلاشتی رہیں پھر اچا۔ سے کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ نور غا۔ ہو َ ۔ آنکھوں کے سامنے پھر سے ا۔ ھیرا سا چھا َ ۔ا۔ اہیم ابھی۔ اسی نور میں ہی گم تھا۔ اور پھر وہ اس۔ ر یکی میں َ نے لگا کہ اسکو اپنا آپ وہاں سے گھسیٹ کر لا۔ مشکل لگ رہا تھا۔

پھر اچا۔ سے اسکے نتھنوں سے وہی انی۔ فیوم کی مہک ٹکرائی۔ا۔ اہیم نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ کمرہ پھر سے ۔ر ی تھا۔ا۔ اہیم نے ہڑ۔بڑا کر ادھر ادھر دیکھا کچھ خاص دکھائی نہ دی۔ کسی کی موجودگی کو وہ ہنوز محسوس کر پا رہا تھا۔وہاں اسکے علاوہ کسی کی سا ں کی آواز گونج رہی تھی اور وہ قر۔ تھی۔

''کون ہے؟''ا۔ اہیم نے عربی ز۔ ن میں ہی پوچھا۔اسکی آواز میں نہ چاہتے ہوئے بھی لغزش شامل ہوئی تھی اسکو کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔

''تمہارا عکس۔۔!!'' انی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو ا۔ اہیم نے ا ھیرے میں پھر سے اسکو دیکھنا چاہا۔وہ قر۔ ہی بیٹھ گئی بہت قر۔ کہ اب ا۔ اہیم کو کسی کا وجود انتہائی قر۔ محسوس ہوا تھا۔ا۔ اہیم بے اختیار ہی کھسک کر پیچھے ہٹا تھا۔وہ اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا۔اسکو لگا تھا کہ وہ لوگ اسکو ماریں گے، ٹ ر پ کریں گے اور ا وہ ا کام کا نہ نکلا تو اسکو مار دیں گے۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ اسکی توقع کے۔ عکس تھا۔اور وہ جھنجھلا کر رہ َ ۔ تھا۔

''تمہیں نہیں لگتا کہ تم ضرروت سے زیادہ مضبوط ہو؟''وہ شوخ سے لہجے میں کہتی قر۔ ہوئی۔

''دور ہٹو۔۔!!''ا۔ اہیم غرا۔وہ اسکی مضبوط آواز پہ ہنس دی۔

''تمہیں ا۔ ت بتاؤں؟''وہ رازداری سے بولی۔ا۔ اہیم کو اس کی کسی۔ ت میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔''تم نے اپنی اولاد کی بھی پروا نہیں کی آ۔ کیا مجبوری ہے؟''وہ روزدار نہ ا۔ ازمیں پوچھ رہی تھی۔ا۔ اہیم جو کہ مسلسل بوکھلاہٹ کا شکار تھا ا۔ پل کے لئے ٹ اور پھر اس نے ا۔ گہری سانس بھر کے خود کو۔ رمل کیا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔!اَ تمہاری قوم سے مرد ختم ہو گئے ہیں تو بتاؤ ہمارے مرد تم عورتوں کو تحفظ دینے کو تیار ہیں۔''ا. اہیم نے حقارت سے بھرپورا ' از میں جواب دیا تو سارہ کے جبڑے تن گئے۔اس نے مٹھیاں بھینچ لیں کہ اسکی انگلیوں کے چٹخنے کی آواز پیدا ہوئی۔سارہ کو اس جواب کی امید نہیں تھی۔

''مجھے لگتا ہے کہ عنقر۔ تمہاری عورتوں کو تحفظ کی ضرروت پیش آنے والی ہے۔''سارہ نے پلٹ کر وار کیا۔

''ہماری عورتیں اپنا تحفظ کر جا ہیں۔۔''ا. اہیم َ دن ٹ اَ ۔سارہ نے اسکا تمسخر اڑا یا۔''نہ۔ ّ کو نہیں جا شایتم۔۔''ا. اہیم نے اپنی. ت مکمل کی تو سارہ نے پھر سے جبڑے بھینچ لئے۔وہ ز یکیوں نہیں ہو رہا تھا۔سارہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے کمرے کی لائٹس آن کیں اور ایل ای ڈی کا ریموٹ اٹھا یا۔

اب ا. اہیم اسکو دیکھ پ رہا تھا۔وہ ا یا فوجی وردی میں ملبوس تیس سالہ عورت تھی جس کا حسن،اسکی جوانی بے مثال تھا۔اسکے ا َ ا َ سے اسکا اعتماد چھلک رہا تھا۔ اسکے پونی ٹیل میں بندھے. ل اسکی کمر ت جھولتے تھے اور اسکا شفاف چہرہ کسی کی بھی توجہ کا مر ن بن سکتا تھا۔اس عورت کا جسم عام عورتوں والا نہیں تھا۔وہ ت اشا ہوا تھا. لکل جیسے کسی. ت ت اش نے ت اشا ہو۔اسکا. ن دیکھ کر مضبوط سے مضبوط ا ب کا مالک ا ن بھی ا یک لمحے کے لئے محصور ہو سکتا تھا۔اسکے ت اشے اور بھرے ہوئے . اور سیاہ لمبی پلکیں۔وہ بلا کی خوبصورت تھی۔وہ ت اشا ہوا حسن تھا۔۔!

ا. اہیم نے ا یک نگاہ ڈالتے ہی اپنی نگاہ کا زاویہ. ل لیا تھا۔سارہ نے ریموٹ کا بٹن د یا تو ا. اہیم کے کانوں میں کسی عورت کی چیخ و پکار پ ی۔ا. اہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں پ رکھے۔وہ لوگ اسکو اسی طر سے ٹ ر پ کر رہے تھے وہ حساس ا. اہیم سے شا یا واقف تھے اس لئے اسکو اس طرح اذ ی ت دے رہے تھے۔وہاں ا یا فلسطینی عورت کی چیخیں گونج رہی تھیں۔اور ا. اہیم واضح اس چیخ و پکار کو سن اور سمجھ پ رہا تھا۔آنکھوں کے گوشے ن گ لگے تھے۔

یہ چیخیں اسکو اسکی سجل ت لے جاتی تھیں۔اسکے مضبوط ا ب ہارنے لگتے تھے اسکا جسم مفلوج ہونے لگتا تھا اور دل کی دھڑکن سست ہونے لگتی تھی۔اس وقت بھی ا. اہیم خود کو اس ت ر کنویں میں ت ہوا محسوس کر رہا تھا۔بے بسی کا کنواں۔

''دیکھو۔۔!!آنکھیں کھول کر دیکھو۔!تمہاری قوم کی عورتیں ہیں یہ۔۔ا تحفظ کی ضرورت ہے یہ نہیں؟''سارہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ا. اہیم نے اپنے کانوں میں اَ یں ٹھونس لیں وہ چیخ و پکار اسکے. ن سے اسکی روح کھینچ رہی تھی۔

ا. اہیم کا لاغر وجود جو خود کو ہر قسم کے جسمانی تشدد کے لئے تیار کئے بیٹھا تھا اس چیخ و پکار کے سامنے وہ مفلوج ہو رہا تھا۔

''بند کرو اسکو۔۔!!''وہ بھاری آواز میں غرا یا تو اسکی کنپٹی کی ا یا نس پھڑ پھڑانے لگی۔سارہ نے بے اختیار اسکی کن پٹی کو دیکھا تھا۔پھر اس نے اسکا ماتھا دیکھا،روشن بے داغ ماتھا۔پھر اس نے اسکی َ پلکیں اور بھنویں دیکھیں جن کو دیکھ کر معلوم ہو ت تھا کہ ا مصنوعی طور پ ت اشا َ تھا یا پھر ٹیوز رسے وہ. ل اپنی جگہ پ ت ت. سے رکھے گئے تھے ایسا نہیں تھا وہ . قدرتی تھا۔پھر اسکی نگاہ پھسلتی ہوئی اسکی آنکھوں پ گئی ا. اہیم کی آنکھیں سختی سے بند تھیں وہ اسکی آنکھیں نہ دیکھ پ ئی۔مایوس ہو کر اس نے نیچے نگاہ گھمائی تو اسکا چہرہ دیکھا۔اسکے رخسار،اسکے ہو ٹ ،اسکی گلے کی وہ گلٹی۔اور کسرتی َ دن۔۔!

سارہ نے جھرجھری سی ی ت ہوئے اپنی نگاہ پھیری تھی۔وہ لاغر تھا اس وقت بھی اسکا. ن کسی مضبوط چٹان کی ما تھا جس کو ز یر کر. آسان ہر ن تھا۔سارہ کچھ ثانیے اسکو دیکھے گئی حیرت سے،غیر یقینی سے اور کہیں نہ کہیں رشک سے۔

آج سے دس سال قبل۔! وشلم۔۔!

مغربی دیوار کے پ اس وہ کھڑی تھی ہاتھ میں تورات تھامے اس کی تلاوت کرتی ہوئی۔اسکے سلکی. ل اسکی کمر پ بکھرے ہوئے تھے۔وہ ا یا سیاہ سکرٹ اور ا یا ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھے جس کے او پ اس نے ا یا جیکٹ ز. تن کر رکھا تھا۔مردوں اور عورتوں کے ن ا یا پ دہ تھا اور وہ عورتوں والی جا . کھڑی اپنی عبادت کر رہی تھی۔

عبادت سے فارغ ہو کر اس نے اپنی جیکٹ سے ا یا پ ٹ نکالی اور اسکو کھول کر دیکھا۔پھر وہ مسکرا دی۔بیس سالہ سارہ کی مسکراہٹ بہت پ یزہ تھی کسی بھی فر. اور سے عاری۔

اس نے وہ پ ٹ ا یا . رچومی اور سکون سے آنکھیں مو لیں۔پھر سے اس نے وہ پ ٹ سامنے کی اور اس پ لکھی ہیبر یوز. ن میں تحر یر پ ھی۔

''میں اپنے محبوب ہمسفر کے ساتھ ایک چھوٹا سا گھر بناؤں جو کہ میرے بچوں کے قہقہوں سے گونجے۔''اس نے وہ تحریر کتنی بار پڑھی اور چومی۔بیس سالہ سارہ کے خواب بھی عام تھے کسی بھی عام سی لڑکی کی طرح۔اس نے وہ پیپر فولڈ کی اور مغربی دیوار کے بڑے بڑے پتھروں میں بنی ایک دراڑ میں رکھ دی۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہی آنکھیں موندے اور پھر اپنی جگہ پر واپس آئی۔اس نے اپنی تورات اٹھائی اور اسکو اپنے ایک چھوٹے سے ہینڈ کیری میں رکھا۔اور اپنا ہینڈ کیری اپنے کندھے پر ڈالا اور وہاں سے خوش خوش نکل گئی۔اسکی سیاہ سکرٹ کے نیچے لیدر کی پینٹ اور سیاہ ہی چمڑے کے بوٹ۔۔وہ شاذ ارلگ رہی تھی بلکل کسی مغربی لڑکی کی طرح۔

''کیا دعا مانگی؟''وہ ہڑبڑا کر پلٹی تو سامنے ایک نوجوان سا لڑکا کھڑا تھا۔سارہ جو کہ اچانک سے ہڑبڑا گئی تھی اسکو دیکھ کر گہرا مسکرائی۔اس نے ایک ہاتھ بے اختیار ہی اپنے ہینڈ کیری کی سٹرپ پر رکھا اور پرجوش ہو کر اسکی جانب دیکھنے لگی۔وہ لڑکا فوجی وردی میں ملبوس تھا جس کی ڈیوٹی یونیفارم میں ہی تھی۔

''مجھے ڈرا دیا تم نے۔۔''سارہ نے مسکراتے ہوئے کہا دن ایک جانب کھائی۔اس لڑکے نے ادھر ادھر دیکھا بازار میں رش تھا۔اس نے سارہ کو کہنی سے تھاما اور اسکو لئے دیوار کی اوٹ میں ہوگیا۔سارہ سانس تک روک گئی۔

''میرے ہوتے ہوئے بھی ڈرتی ہو؟''وہ شوخ سے لہجے میں اسکے چہرے پر جھولتی لٹ ہٹاتے ہوئے بولا۔تو سارہ شرم وحیاء سے جھینپ سی گئی۔''تمہاری یہ شرم وحیاء۔۔!بہت پیکزہ ہے سارہ۔۔''وہ مبہوت سا بولا تو سارہ نے اپنی سیاہ آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔اور کتنے ہی ثانیے اسکو دیکھے گئی۔پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے سے وہ سیاہ ماسک اتار پھینکا۔وہ مسکرادیا۔

''اس خوبصورت چہرے کو چھپا کر نہ رکھا کرو نوح۔!!''اس نے محبت سے کہا تو وہ مسکرادیا۔

''کیا مانگا؟''نوح نے اسکے چہرے کا طواف کرتے ہوئے پھر سے پوچھا۔جس پر سارہ شرارتی انداز میں کندھے اچکا گئی۔نوح نے آنکھیں سکیڑ لیں۔''بتاؤ۔۔!''وہ ڈیمانڈنگ لہجے میں بولا تو اسکے رخسار شرم تن گئے۔سارہ کچھ لمحے یوں ہی دیکھے گئی۔پھر اس نے اپنی انگلیوں کے پوروں سے نوح کے رخسار کو چھو کر دیکھا۔

''میں نے اسے کہا کہ مجھے اپنے محبوب کے ساتھ ایک گھر بنانا ہے جس میں میرے بچوں کے قہقہے گونجیں۔'' وہ اس انداز میں بولی کہ نوح کچھ لمحے یوں ہی تھم سا گیا۔وہ ہلا تک نہ تھا۔

''بس یہی مانگا؟''وہ اسکے چہرے کو نگاہوں میں لئے مدھم سے لہجے میں بولا تو سارہ نے زور وشور سے اثبات میں سر ہلایا۔نوح نے ایک گہری سانس خارج کی اور اپنی جیب سے ایک پیپر نکال کر دکھایا۔سارہ نے الجھ کر اسکی جانب دیکھا۔

''آرڈرز ہیں۔کل سے میری ڈیوٹی شروع ہو رہی ہے اور یہ ڈیوٹی ایسے علاقے میں ہے جہاں فلسطینی مجاہدین کی تعداد میں ہیں۔وہاں اکثر ایسا ہو جاتے ہیں تو تیس بتیس کر آتے ہیں۔''وہ اداسی سے اپنے آرڈرز والا پیپر اسکو دکھا رہا تھا۔

''اگر وہاں سے ایک بھی واپس آیا تو وہ ایک تم ہو گے نوح۔۔!!''سارہ بھرائے لہجے میں بولی تو نوح نے اثبات میں سر ہلایا۔آنکھوں کے گوشے نہ جانے کیوں نم ہوئے تھے۔

''یہ جنگ ختم ہو جائے پھر ہم ایک گھر بنا لیں گے۔جس میں ہمارے بچوں کے قہقہے گونجیں گے۔''نوح نے اسکی نم آنکھیں دیکھتے ہوئے اسکو اپنا عہد یاد دلایا تو سارہ روتے روتے ہنس دی۔

رات گہری ہو رہی تھی۔ایک کوارٹر میں سوئے ہوئے نوح کے کانوں سے کوئی آواز ٹکرائی۔وہ فوراً بیدار ہوا اور چوکس سا اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچا۔اس وقت وہ ایک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔پورا دن ڈیوٹی کرنے کے بعد وہ تھکاوٹ کا شکار تھا۔اس نے جمائی روکتے ہوئے دروازہ کھولا تو وہ ایک پل کے لئے دنگ رہ گیا۔وہاں ایک لڑکی سیاہ ہڈی پہنے کھڑی تھی اس نے نوح کو دیکھا تو فوراً کمرے میں داخل ہوئی اور آ کر اس نے اپنے چہرے سے نقاب اتارا۔تو نوح کا منہ کھل گیا۔

''سارہ۔۔!!کیا تم پاگل ہو؟''وہ غرایا۔

''شش۔۔!!''سارہ نے نوح کے منہ پر ہاتھ رکھا اور پھر ایڑیاں اٹھا کر اپنے بازو اسکے گلے میں حمائل کئے۔وہ شاکڈ تھا۔وہ کچھ دیر اسکے گلے لگی رہی پھر اس نے چہرہ

سامنے کیا۔نوح ابھی شاک کی کیفیت میں تھا۔''میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔''اس نے بڑے ہی رمل سے اظہار میں اپنی محبت کا اقرار کیا وہ رمل سا ازبھی نوح کی دہلا کر رکھ گیا تھا۔

''سارہ۔۔!!تم اہم گولڈ گ کی بہن ہو۔۔''اس نے جیسے اپنا سے بڑا خوف ظاہر کیا۔

''وہ میرے بھائی ہیں۔۔میری خوشی پہ جان وار دیتے ہیں تم فکر نہ کرو۔۔''

'' سارہ۔۔!!''وہ جھجھکا۔

''ان لمحات کو اندیشوں کی نہ کرو نوح۔!میں ایک لڑکی ہو کر آئی ہوں۔اور تم ایک مرد ہو کر ڈرتے ہو؟''سارہ نے طنز سکیڑی تو نوح نے لب کا کنارہ چبایا۔وہ واقعی اس وقت پریشان سا تھا۔

''فائن۔۔!!میں جا رہی ہوں۔''سارہ کہہ کر دور ہوئی اس سے پہلے کہ وہاں سے جاتی نوح نے اسکی کلائی پکڑ کر کھینچی اور وہ اسکے سینے میں سما گئی۔

''ہم ایک گھر بنائیں گے جس میں ہمارے بچوں کے قہقہے گونجیں گے۔''

نوح کے الفاظ آج بھی اسکے کانوں میں گونج رہے تھے۔وہ اس وقت اپنے واش روم میں سلیب پہ ہاتھ جمائے کھڑی تھی اور اسکے سامنے ایک پیکنینسی ٹیسٹ رکھی ہوئی تھی جس کے اوپر دو سرخ لائنیں آ رہی تھیں۔آئینے میں دکھائی دیتا سارہ کا عکس اس وقت بھیانک لگ رہا تھا۔اسکی آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں اور ریشمی بال روکھے ہو چکے تھے جو کہ اسکے چہرے پہ پھیلے ہوئے تھے۔اسکی آنکھوں کے نیچے وہ سیاہ حلقے گواہ تھے کہ وہ کتنی راتوں سے سو نہیں سکی۔

اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور اس ٹیسٹ کو اٹھایا۔وہ کچھ لمحے اسکو دیکھے گئی پھر یوں ہی اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔اس نے وہ ٹیسٹ لا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھی جہاں پہلے ہی کچھ پیپرز پڑے ہوئے تھے اور وہ پیپرز اسکی تعیناتی کے تھے۔اسکا سے بڑا خواب ایک قابل آفیسر بن اور اپنے بھائی کے شانہ بشانہ چلنا۔اس کے خواب کے تحت اسکا ہی ایک ننھا سا خواب آ گیا تھا اپنے محبوب کے ساتھ گھر بنانے کا خواب۔

وہ یوں ہی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔اور سر گھٹنوں میں چھپا لیا۔

''میں تم سے بات نہیں کروں گی نوح۔۔!!''اس نے ہچکیوں کے تحت کہا۔سائیڈ ٹیبل پہ جہاں اسکے کاغذات اور وہ ٹیسٹ پڑی تھی وہیں ایک چھوٹا سا واٹر رکھا ہوا تھا جس میں سے سارہ گولڈ گ کی تصویر جھانک رہی تھی۔نوح ایک حملے میں ہلاک ہوا تو اسکا واٹر وہ واحد چیز تھی جو کہ بچ گئی تھی۔سارہ نے یوں ہی نگاہ گھما کر واٹر دیکھا اور اسکو اٹھا لیا۔اس نے اپنی تصویر نکالی جو کہ آدھی جل چکی تھی۔وہ اس تصویر کو اور واٹر کو سینے سے لگائے پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اسکی ہچکی بندھ گئی۔

نوح اپنے مشن پہ جانے کے اٹھارہ دن بعد ہی ہلاک ہوا تھا۔سارہ اسکے غم میں نڈھال ہو چکی تھی اسکا بھائی اسکی گرتی صحت کی وجہ سے پریشان تھا وہ اب وجہ نہیں جان پایا تھا۔سارہ نے اپنی زبان کو ایسا تالا لگایا کہ وہ تالا پھر کبھی نہ کھل سکا۔

اس نے یوں ہی بیٹھے بیٹھے اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھا۔اب کی بار اس نے چہرہ اوپر اٹھایا تو اسکی آنکھوں میں بہت کچھ جل چکا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا میں تمہارے باپ کا انتقام نہیں لے سکتی۔تم نہیں لے سکتی۔تم میری کوکھ میں ہو۔تم میری کمزور بن رہے ہو۔اور سارہ گولڈ گ کو آج سے ابھی سے کمزوریوں سے نفرت ہے۔۔شدید نفرت ہے۔''وہ خونی آنکھیں لئے غرائی۔اسکا چہرہ اسکی آنکھیں بھیانک تھیں۔اور پھر سارہ نے اپنا فون اٹھایا۔اب اسکو اپنا عہد پورا کرنا تھا۔

''ہم ایک گھر بنائیں گے جس میں ہمارے بچوں کے قہقہے گونجیں گے۔''

سارہ گولڈ گ نے زیر لب دہرایا اور پھر وہ مسکرا دی۔اسکی مسکراہٹ زخمی تھی۔سکرین پہ چلتا فوٹیج بھیانک منظر پیش کر رہا تھا۔سارہ اپنی سوچوں سے نکلی اس نے ریموٹ سے وہ سکرین بند کر دی اور گردن موڑ کر پھر سے اس سیاہ ٹی شرٹ والے مجاہد کو دیکھا جو کہ اب دہرا ہوا پڑا تھا۔اسکے کانوں میں ائیر پیس تھیں اور چہرے پہ کرب کے

مارے تھا۔اسکےا ب. ی طرح سے تنے ہوئے تھے اسکا پورا. ن ا ٹ چکا تھا۔وہ چیخیں اسکو. ی طرح زخمی کر چکی تھیں۔سارہ نے حیرت سے اسکو دیکھا۔

وہ جو موت سے نہیں ڈر تا تھا،اپنے خا ان کو کھونے سے بھی نہیں کا تھا۔جس نے کلمے پ ہر شے قر ن کر دی تھی وہ ا فلسطینی لڑکی کی چیخ و پکار پ اس وقت قابل رحم حا میں پہنچ چکا تھا۔سارہ کو لگا تھا کہ ا. اہیم اسکا عکس ہے جس کی کوئی کمزوری نہیں ہے جس کو ڈرا نہیں جا سکتا وہ تو اس وقت ٹوٹ چکا تھا۔وہ بھی ا عام سی فلسطینی لڑکی کی چیخ و پکار سے۔تو کیا ا. اہیم گورسی کو ز کر اسکو توڑ اتنا آسان تھا؟ سارہ سوچتی ہوئی قدم قدم چلتی اسکے پ س آئی۔پھر وہ یوں ہی اسکے پ س زمین پ ا ٹ بچھا کر بیٹھ گئی۔وہ اسکا بغور جا ہ لے رہی تھی۔کہ اچا سے اس نے اپنی شربتی آنکھیں کھول دیں۔اس لڑکی کو اپنے قر بیٹھے پ تو وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔اس نے سارہ سے اچھا خاصہ فاصلہ قائم کیا تھا۔سارہ نے بغور اسکو دیکھا اور پھر مبہم سا مسکرائی۔ نے کیوں اسکو ا. اہیم کا یہ ا ازا چھا لگا تھا۔دل نے عجیب سی سرگوشی کی تھی۔ سارہ نے پھر سے چہرے پ وہی سرد ت ات سجا لئے۔ا. اہیم پہلے سے کافی بہتر آ رہا تھا یعنی اگلے وار کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

وہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اگلا وار کرنے سے پہلے ہی اسکا ری ایکشن سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی۔

''گیٹ آؤٹ۔۔!!''ا. اہیم کے اچا دھاڑنے پ وہ ا لمحے کے لئے اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔وہ . اچا ہوا تھا۔ پھر سارہ نے سر جھٹکا۔

''تمہارے ٹ کو گیمز کھیلنے کا بہت شوق ہے۔۔سنا ہے۔''وہ مبہم سا مسکراتی ہوئی ا. اہیم کے سر پ ہائ روجن بم اچکی تھی۔ا. اہیم کو اپنا وجود بھاپ ت ہوا محسوس ہوا تھا۔اسکو لگا کہ اسکی روح کسی پ ت کی ما ا تیز ہوا کے جھو سے اڑ کر نے کہاں گم ہو گئی ہے اور اسکا وجود تو . کا بھاپ بن کر اپنا آپ گنوا چکا تھا۔ا. اہیم کی شربتی آنکھیں پھیل گئیں۔

اسکے ت ات بغور د ت ہوئی سارہ اب کی. رقہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔وہ ہنستی چلی گئی۔آ کار وہ کامیاب ٹھہری تھی مقابل کے چہرے پ خوف دیکھنے کا اسکا مقصد کامیاب ہوا تھا۔وہ سارہ گولڈ. گ تھی اس سے ز دہ ٹ رکوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ا. اہیم گورسی نے اسکو چیلنج کیا تھا اور سارہ گولڈ. گ یہ چیلنج . ت گئی تھی۔

(''ا کوئی تم سے کہے کہ تمہارا خیمہ جل ے ہے تو مڑ کر نہ دیکھنا۔'')

وہ نہیں جا تھا کہ سفیان گورسی نے اسکو یہ جملہ کیوں کہا تھا۔ آج وہ اس جملے کی حقیقت سمجھ ے تھا۔سفیان گورسی نے اسکو وہاں جا کر تھاما تھا جہاں ا. اہیم نے خود بھی اپنا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''میں لے جاؤں چائے انکل کے لئے؟''منال چائے کا پ اٹھائے سیڑھیوں کی جا . ھیں تو عینا مسکرا کر ا سامنے آ کھڑی ہوئی۔منال پہلے تو حیران ہو پھر وہ مسکرا دیں۔

''ٹھیک ہے لے جاؤ۔''انھوں نے چائے کا پ اسکو تھما دی۔سفیان صا ت سے اب ت اپنے اسٹڈی روم میں بند تھے منال نے کھانے کا پوچھا انھوں نے کہہ دیا کہ وہ کھا کر آئے تھے۔اس لئے اب منال ا لئے چائے لے کر جا رہی تھیں. عینا بے چینی سے اٹھ کر ا سامنے آ گئی۔

دروازے پ دستک دے کر وہ وہیں کھڑی رہی۔کچھ سیکنڈز کے بعد دروازہ کھلا تو عینا نے مسکرانے کی کوشش کی مقابل کا چہرہ دیکھ کر وہ مسکرا نہ سکی۔وہ آ کر اپنی اسٹڈی کی سر. اہی کرسی پ بیٹھ گئے۔عینا نے چائے کا پ ا سامنے رکھا اور ہچکچاتی ہوئی آ کر ا سامنے رکھی ا کرسی پ ہی بیٹھ گئی۔

کتنے ہی لمحے اس خاموشی کی ہو گئے تھے۔نہ سفیان گورسی کے پ س سوال جمع ہو رہے تھے اور نہ ہی عینا کے پ س جواب۔۔!وہ دونوں ا رہی ا ر ا . میں مبتلا تھے۔

''انکل.....!!''عینا نے کچھ کہنے کے لئے . وا کئے۔

''کیا وہ ز ہے؟''سوال بے ساختہ اور اچا تھا۔عینا وہیں تھم گئی . بھنچ گئے اور آنکھوں میں کنکر سے چبھنے لگے۔عینا کے لئے وہاں رکنا محال ہوا تھا۔سوال اتنا . اہ را ہو گا وہ سوچ نہیں سکی تھی اور تیار تو. لکل نہیں تھی۔سفیان گورسی نے پھر سے عینا کی جا . ا آس لئے دیکھا۔''بتاؤ ٹ ؟ کیا وہ ز ہے؟''

''کیا آپ جا ہیں کہ وہ کہاں گئے ہیں؟''اس. رعینا نے الٹا سوال کیا تھا ت کہ ا ج کے مطابق ہی ا جواب دے سکے۔اس سوال پ سفیان گورسی ہلکا سا

مسکرائے اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔

اس دن وہ یہیں تھے اپنی اسٹڈی میں اپنا کام کرتے ہوئے۔ ا ا یہ فون کال آئی۔انھوں نے کال اٹھائی تو سامنے عاصم تھا۔عاصم سے ا تھوڑی بہت سلام دعا تھی۔وہ اسکوا. اہیم کا دو - سمجھتے تھے۔سلام دعا کے بعد کچھد یخاموشی کی ہوگئی۔سفیان گورسی اسکے فون کرنے کا مقصد پوچھنے لگے۔

''انکل۔۔!!'' عاصم کی آواز کچھ بکھرسی گئی۔سفیان اب کی. ربے چین سے ہوئے۔''کیا آپ۔۔ا. اہیم کو روک - ہیں؟'' اسکی اگلی. ت پ سفیان کے ماتھے پ شکنیں ابھری تھیں۔

''کہاں جانے سے روکنا ہے. ٹ؟'' وہ اچا. سیدھے ہوکر بیٹھے۔

''وہ وہاں جارہے ہیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔'' عاصم نے د - حلق کے ساتھ اپنا جملہ مکمل کیا۔سفیان کے چہرے کے ر. اڑ گئے تھے۔انکا چہرہ ا یلمحے میں سفید پڑا۔

''کیا مطلب ہے؟ کہاں جارہا ہے وہ؟ تم۔۔تم کھل کر بتاؤ. ٹ۔۔'' وہ بے - بی سے بولے تو عاصم نے ا یٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے بولنا شروع کیا۔

سفیان گورسی - چلے گئے اور انکا جسم مفلوج ہو - ی۔ا سانس اٹکنے لگی تھی اور دل کی دھڑکن کبھی خطر ناک حد - ٹ جاتی تو کبھی دل. لکل خاموش ہوجا - ۔ وہ شل سے حواس لئے عاصم کی. ت - جارہے تھے۔ا ا. رتو سوال کرنے کی بھی سکت نہ. قی بچی تھی۔

''پلیز۔۔ا روک لیں۔۔!!'' عاصم نے پھر سے التجا کی تو سفیان ہوش میں واپس آئے۔انھوں نے ٹشو. کس سے ٹشوز نکالے اور اپنا ماتھا، اپنا چہرہ اور اپنی آنکھیں صاف کیں۔پھر انھوں نے پ س پڑا پ نی کا گلاس اٹھایا اور ا یہی سانس میں وہ پ نی پی گئے۔انھوں نے عاصم کی کسی. ت کا جواب نہ د یبلکہ یوں ہی فون بند کر د یے۔

وہ کرسی سے ٹیک لگا گئے۔وہ ساری رات انھوں نے اس اسٹڈی میں - اری تھی اور ساری رات وہ اپنے ٹ کے فیصلوں کو لے کر سوچتے رہے۔انکا دل بند ہو رہا تھا۔سامنے چلتی ایل ای ڈی میں انھوں نے الجز یہ نیوز لگا لیا۔اس پ - فلسطین کے حالات دکھائے جارہے تھے۔انھوں نے مز ید حالات دیکھنے کے لئے انٹر پ سر پ - کی اور پھر ہر - رتے پل کے ساتھ ا. رموجود طلاطم میں اضافہ ہوا تھا۔

اب ا فیصلہ کر. تھا اپنا ٹ یپھر امت کے ٹ۔۔!

وہاں. جانے کتنے ٹ قر. ن ہوتے تھے اور وہ خود غرض ہوکر اپنے ٹ کو روکنے کی - بیریں کر رہے تھے۔وہ ا. اہیم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے واقف تھے وہ جا تھے کہ اسکو روکنا آسان ہر - نہ ہوگا۔اس لئے وہ ساری رات اسکو روکنے کے جواز تلاش کرتے رہے۔پھر ا سامنے کچھ ایسے حقائق آئے کہ ا اپنا آپ ہار - ہوا محسوس ہوا۔ . انھوں نے ا یرپورٹ میں فلسطینی عورتوں کے. رے میں جا. کہ کس طرح وہ اپنی عصمتیں گنوا چکی ہیں ان بھیڑیوں کے ہاتھوں۔تو پھر ا سارے جواز ہار گئے۔ا ا سجل کا انتقام لیا - تھا تو پھر وہ لڑکیاں، وہ عورتیں بھی حق دار تھیں کہ انکا انتقام لیا جا - ۔

دل پ ا یپتھر آن - اتھا۔وہ رات بہت طویل تھی۔۔بہت زیادہ طویل۔۔جس کے ا یلمحے میں سفیان گورسی نے خود کو موت کے منہ میں جاتے دیکھا اور محسوس کیا تھا۔ صد شکر کہ انکا وہ کامل یقین اور ایمان جو انکا آ - ت پ تھا۔اس ایمان نے ا کوئی بھی کمزور فیصلہ نہیں کرنے د یتھا۔

انھوں نے اپنے ٹ کو روکنے کی ساری - بیریں - ک کر دیں اور یوں ہی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ا سانس اکھڑنے لگی کیو وہ اپنے ٹ پ جیتے جی فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ا یہ ٹ قر. ن ہو. ہی تھا تو پھر ہونے دو۔۔انھوں نے کرب سے آنکھیں مو. لیں۔اس دن انھوں نے ا. اہیم کے جیتے جی اس پ فاتحہ پڑھ ڈالی تھی۔

اور آج عینا سے پوچھ رہے تھے کہ وہ ز. ہ ہے یا نہیں۔۔!

''بس اتنا بتادو کہ وہ ز. ہ ہے؟'' انھوں نے ملتجی نگاہ عینا پ ڈالی عینا سر جھکا گئی۔

''ہمیں امید ہے کہ وہ ز. ہ ہیں۔'' عینا نے مضبوط - ین جواب د یتھا۔اسکے جواب پ سفیان گورسی ہلکا سا مسکرائے اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئے۔کچھ ثانیے خاموشی کی ہوگئے عینا نے کچھ د یبعد سر اٹھا کر دیکھا تو وہ بے آواز رو رہے تھے۔ا بوڑھی آنکھوں سے آ - بہتے ہوئے ا سفید داڑھی میں. ب ہو رہے تھے۔

''وہ۔۔وہ میرا. زو تھا۔۔میرا ہاتھ ٹ - ی آج۔۔'' وہ بے بسی سے چور لہجے میں بولے عینا کا دل کا - پ - ی۔۔'' ٹ۔۔! میں اپنی سجل جیسی بیٹیوں کے انتقام کی

خاطر اپنا پورا وجود قربان کر سکتا ہوں۔ میرا ایک ہزار بیٹے ہوتے میں وہ بھی قربان کر دیتا۔''

عینا بت سی رہ گئی۔۔

''تمہیں پتہ ہے؟'' وہ اچانک سیدھے ہو کر بیٹھے اور اپنا چہرہ صاف کیا۔''وہ اتنا سا تھا۔۔'' انھوں نے ہتھیلیاں پھیلا دیں۔۔''چھوٹا سا۔۔ سے وہ تلواروں کا شوقین تھا۔ اسکے ارد گرد کچھ تھا جس سے ہم انجان تھے۔ میں نے اپنے بیٹے کو ہر اس شے سے دور رکھا جو اسکو اس جنون کی جانب لے کر جاتی۔ میں نے اسکو کبھی کھلونے والی گن نہیں لے کر دی تھی۔ میں نے اسکو اتنا حساس بنا دیا کہ وہ ایک تتلی بھی نہ مار سکے۔۔'' کہتے ہوئے انھوں نے ایک گہری سانس خارج کی۔

'' میں اسکو اسکی فطرت سے نہ ہٹا سکا۔۔ وہ جس فطرت پہ پیدا ہوا تھا اس فطرت پہ واپس گیا اور میں۔۔ میں انجان رہا۔ میں یہی سوچتا رہا کہ میرا بیٹا آج وہی حساس انسان ہے جس نے کبھی ایک تتلی تک نہ ماری۔۔ جس دن اس نے زاویار کا قتل کیا۔۔ اس دن سے میں ٹھٹک گیا تھا کہ شاید میں اسکو حساس بنانے میں ناکام ٹھہرا۔۔''

''انکل۔۔!! وہ ایسے نہیں ہیں۔۔'' عینا نے ایک کمزور سی وضاحت دینی چاہی انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو خاموش کروا دیا۔

''مجھے اسکو مصر نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔ وہیں جا کر یہ جنون ہوا۔۔'' اب کی بار لہجے میں تھکان تھی۔ عینا بے بسی سے انکو دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی اپنے فیصلے پہ مضبوطی سے ڈٹے ہوئے آتے تھے تو کبھی یوں ہی بکھر جاتے تھے۔ وہ اس وقت کشمکش کا شکار تھے۔ انتہا کا شکار تھے۔ وہ اس وقت کشمکش کا شکار تھے۔ انتہا کہہ رہے تھے کہ وہ ایک مجاہد کے باپ ہیں اور یہ انتہا لئے شخص فخر ہے انکا باپ۔۔ وہ کہاں جاتا۔۔ وہ تو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ وہ باپ بکھر رہا تھا جس کی بیٹی کو پہلے ہی موت کا جانور نگل چکا تھا اور شاید بیٹے کو بھی۔ انسان کتنا ہی مضبوط کیوں نہ بن جائے وہ کتنے ہی بڑے فیصلے کیوں نہ کر لے وہ کہیں نہ کہیں اپنے اندر کے انسان سے ہار جاتا ہے۔ اس انسان سے جو باپ ہے، بیٹا ہے، بھائی ہے اور شوہر ہے۔

''انکل۔!! کیا پاکستان کچھ نہیں کر سکتا؟'' عینا نے بالآخر تکان سے پوچھا تو سفیان گورسی جو کہ اپنے چلتی گاڑی میں مبتلا تھے اسکے سوال پہ چونکے اور اسکی آنکھوں میں جلتے امید اور آس کے دیئے کو دیکھنے لگے۔'' ۔ء میں چھڑی گئی میں مصر، اردن اور شام متاثر ہوئے تھے۔ سے زیادہ نقصان مصریوں کا ہوا۔ جانی نقصان کے ساتھ ساتھ انکا ہاتھ سے سینائی گیا۔۔ اور فلسطین نے غزہ کو گنوا دیا۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ بن گوریان نے کیا کہا تھا؟'' آج عینا کا مصری خون جوش مار رہا تھا۔ اسکو مصری ہوتے ہوئے ہر وقت ایک شرمندگی کا سامنا رہتا تھا کہ وہ لوگ سرحد کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکے کیا یاد بھول گئی تھی کہ کوئی بھی نہیں تھا مصر نے سے بڑی گئی لڑی اور سے زیادہ نقصان اٹھایا تھا۔ عینا کی آنکھوں میں شکوہ تھا اور نمی تھی۔ سفیان گورسی اس چھوٹی سی لڑکی کو تکتے رہے۔

''بن گوریان نے کہا تھا مجھے کسی بھی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ پاکستان ہے انکل۔۔!'' عینا کی آواز رندھ گئی وہیں سفیان صاحب نے امت سے سر جھکا لیا۔''میں جانتا ہوں کہ اس وقت بھی پاکستان کا نام خبروں میں تھا سیف العظم کی وجہ سے۔ انکل۔۔!! سیف العظم اردن میں تعینات نہ کیا گیا ہوتا تو پاکستان کا کہیں کوئی کردار ہوتا؟''

سفیان گورسی جہاں امت سے سر جھکائے بیٹھے تھے وہیں وہ مسکرا دیئے۔

''تو سیف العظم پاکستانی ہی تھا ناں۔۔'' انھوں نے جواز پیش کیا۔

'' وہ پاکستان نہیں تھا انکل۔۔!!''

''نہیں۔۔ بیٹا۔۔! پاکستان، پاکستانی ہیں اور پاکستانی ہی پاکستان ہیں۔'' انھوں نے نگاہ اٹھا کر عینا کو دیکھا۔

''وہ بنگالی تھا۔۔'' اب کی بار جیسے عینا نے ضدی انا زمیں ہارا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے ایک پل کے لئے کچھ بھول بھال کر مسکرا دیئے۔

''بنگالی نژاد پاکستانی پائلٹ۔۔ اس کو پاکستان نے دی تھی اور وہ اردن میں تعینات دیئے گیا ہوا تھا۔ جنگ ہوئی تو پاکستان نے اسکو فضائی حدود کا محافظ بنا دیا۔ اس طرح اس نے پاکستان، بنگال اور اردن تینوں ممالک کی نمائندگی کی۔'' اب کی بار سفیان گورسی نے واضح کیا۔ تو عینا نے سر ہلایا۔ یعنی اب مزید بحث نہیں کرنی تھی۔

''یعنی پاکستان ہمارا مدد نہیں کر سکتا؟'' عینا نے پھر سے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''مستقبل کس نے دیکھا ہے۔۔''

''اوران ڈائریکٹلی ؟''عینا نے ا آنکھوں میں جھانکا۔

''مخفی سے اللہ واقف ہے۔'' وہ ہر رعینا کو خاموش کروا دیتے۔عینا ا سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

''تم بتاؤ۔وہ کہاں ہے؟'' وہ پھر سے مدعے پہ آئے تو عینا نے کاٹے۔

''وہ مشن پہ گئے تھے واپس نہیں آئے۔ہمیں لگتا ہے کہ وہ قیدی ہیں۔اس لئے حسن سیز فائر کی کوشش کر رہا ہے تا کہ تبادلے کے ذریعے ا حاصل کیا جا سکے۔''عینا نے جلتے ہ امید کے دیئے کی روشنی میں ا بتایا تو سفیان گورسی کے ڈولتے دل کو کچھ را ملی۔''آپ فکر نہ کریں ایسا ہوتا آیا ہے۔جو قیدی ہوتے ہیں ا قیدیوں کے عوض رہا کروالیا جاتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس میں ہم لوگ کامیاب ہوں گے۔''عینا نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''تمہیں پتہ ہے بیٹا۔۔!! ہمارا پورا محلّہ زاویر سے خوف زدہ رہتا تھا۔'' وہ پھر سے ماضی میں جا چکے تھے۔'' میں جانتا تھا کہ ا ہیم زاویر کا توڑ ہے۔۔اس لئے میں ہمیشہ ا ہیم کو مار پٹائی سے دور رکھتا تھا میں چاہتا تھا کہ میرے بیٹے کے ا ر کا جنون دب کر رہ جائے اور وہ کسی کے لئے ضرر رساں نہ ہو۔۔میں اسکو بے ضرر بنانا چاہتا تھا۔''

''وہ اب بھی بے ضرر ہیں انکل۔۔''

''ہاں۔۔وہ بس ضرر کار توڑ ہے۔۔جیسے پاکستان اسرا کا توڑ ہے۔۔'' ا ر جانے کیا چل رہا تھا۔کبھی وہ اپنے بیٹے کی فکر اور اسکے غم میں نڈھال ہونے لگتے تو کبھی انکا پاکستانی خون جوش مارنے لگتا۔ا اس وقت اپنی حا خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔'' جس طرح زاویر کا شر ہمارے گھر میں پہنچ اور ا ہیم کا جنون مزید نہ چھپ سکا۔۔مجھے خوف آتا ہے اس دن سے اسرا کا شر پاکستان میں داخل ہو جائے اور پھر ہمارا جنون مزید خفیہ نہ رہ سکے۔'' وہ ٹوٹے دل ا ازمیں بڑبڑ ت کہہ گئے تھے۔ عینا انکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔

''میں دعا کروں گا کہ میرا بیٹا پوری عزت سے واپس آئے۔۔پا وہ اپنی غیرت پہ سودے بازی کر کے واپس آیا تو میں اسکو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا سمجھوں گا۔'' وہ سخت گیر لہجے میں کہتے عینا کو سا تکر گئے تھے۔وہ جو سمجھ رہی تھی کہ یہ بات سن کر وہ واویلا مچا دیں گے بکھر جائیں گے،وہ تو اسکے برعکس ا چٹان بن گئے تھے۔ ا مجاہد کے باپ کی طرح جو ا رسے تو ریزہ ریزہ تھا ہر سے وہ ا مضبوط چٹان تھا جس کو کوئی نہیں توڑ سکتا تھا۔

عینا آج پاکستانی خون سے واقف ہوئی تھی۔آج اسکو پتہ تھا کہ بن گورین کیوں پاکستان سے خوفزدہ تھا؟ کیوں وہ پاکستان کو اسرا کا توڑ سمجھتا تھا۔۔؟ کیوں پاکستانیوں کے پاس سفیان گورسی جیسے باپ اور ا ہیم گورسی جیسے بیٹے موجود تھے۔

کتنے ہی پل گزر گئے اسکی جانب سے کوئی جواب نہ تو سارہ یوں ہی اسکو دیکھے گئی۔وہ یوں ہی بیٹھا تھا کٹے ہوئے درختوں کے تنے کی طرح اسکی آنکھوں میں کچھ نہیں تھا، نہ خوف،نہ تاسف اور نہ ہی بے چینی۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ شہزادہ اپنا وطن تیاگ چکا ہے۔سارہ نے کچھ ہی لمحوں بعد اسکے بکھرے وجود کو سمٹتے ہوئے دیکھا تھا۔اسکو پھر سے مایوسی نے آن گھیرا تھا۔وہ تو اتنی جلدی نہیں سمٹی تھی۔اسکو آج بھی یاد تھا کہ ا رشن کے بعد وہ چھ مہینے تک روتی رہی تھی۔شدید ڈپریشن،ذہنی تناؤ اور غم نے اسکو جکڑ رکھا تھا۔وہ کس طرح سے زندگی کی طرف آئی تھی بس وہی جانتی تھی یا پھر ا ہیم گولڈ برگ۔اس دن سے بعد ا ہیم نے کبھی اپنی بہن سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی تھی۔وہ جانتا تھا کہ اسکی بہن بھلے دنیا کے سامنے ا چٹان تھی ا ر سے وہ ا نرم روئی کے گالے کی مانند تھی۔اور سارہ کو اس روئی کے گالے سے محبت تھی۔!

''کیا تمہیں اپنے بیٹے کی بھی پروا نہیں؟'' سارہ نے قدرے نرم ا ز میں پوچھا۔ا ہیم بنا کسی تاثر کے بیٹھا رہا۔''بس چند ا راز دے دو۔پھر تمہیں آزاد کر دیں گے میں تمہیں تمہاری زندگی کی قسم دیتی ہوں۔'' سارہ نے کیا سوچ کر اتنی بڑی بات کہہ ڈالی تھی۔ا ہیم مڑ کر اسکو دیکھ پہ مجبور ہوا تھا۔''تم مجھے میرے جیسے لگتے ہو۔۔اس لئے۔'' سارہ نے اسکی نگاہوں کو سمجھتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔ا ہیم کے جبڑے بھنچ ہوئے۔اسکو سارہ کی زبان کی وہ نمی زہر سے بھی بدتر لگی تھی۔ اسکو ان یہودیوں سے نرمی کی نہ امید تھی اور نہ ہی اسکو وہ نرمی چاہیے تھی۔

''بکواس بند کرو۔اَ انویسٹی گیشن کرنی ہے تو کسی مرد کو بھیجو۔''ا. اہیم غرا۔تو سارہ بے ساختہ مسکرادی۔اور پھر وہ شرارتی ا· ازمیں مسکراتی اسکے قر۔ ہوئی۔

ا. اہیم نے حقارت سے بھرپور نگاہ اس پ ڈالی۔

''کیوں؟ مجھ سے خوف آ· ہے؟ ۔اپنے سے ڈر لگتا ہے کہ وہ میرے سامنے ز ہو جائے گا؟''وہ شوخ آواز میں بولی۔ا. اہیم اسکو دیکھے ۔وہ ا۔ راستہ تھی جس کو استعمال کر کے وہ وہاں سے نکل سکتا تھا۔وہ ا۔ عورت تھی جس کی آنکھوں کو ا. اہیم بخوبی پ ھ چکا تھا۔عورت کی آنکھوں کا پیغام مرد نہ پ ھ سکے؟ ممکن۔۔!

پھر اگلے ہی لمحے اسکو اپنا وہ خواب یاد آ۔۔روشنی کا وہ راستہ جو· ھیرے ٹ ھے کی جا· جا· تھا۔ا. اہیم نے بے اختیار آسمان کی جا· دیکھا اور اپنے ذہن میں آتی ہر سوچ کو جھٹک دی۔سارہ اسکے چہرے کو کسی کھلی کتاب کی ما پ ھ رہی تھی۔ اسکا یوں اپنی جا· دیکھنا اور پھر اسکی آنکھوں میں کچھ ابھر· اور پھر اسکا آسمان کی جا· دیکھنا۔وہ ہر شے سے واقف تھی۔ا۔ پل کے لئے سارہ کو اپنے ن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔وہ وہاں مز نہیں رک سکتی تھی۔اَ وہ وہاں مز رکتی تو عین ممکن تھا کہ آج پھر سے کسی یوسف کو دیکھ کر کوئی زلیخا اپنی ا· ں کاٹ لیتی۔

وہ جھٹکے سے اٹھی اور لائٹس آف کرتی ہوئی وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی نکل گئی۔

پیچھے ا. اہیم نے ا۔ گہری سانس لی تھی۔آج پھر سے ا۔ یوسف شیطان کے شر سے بچ ۔ تھا۔اس نے نم ہوتی آنکھیں مو· لیں اور یوں ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا ۔

آنکھوں کے سامنے مرجان کا کھلا کھلا سا چہرہ آ۔۔جہاں وہ ا. اہیم کے کندھے پ الٹا لٹک رہا تھا۔۔اور کہیں پ وہ بیڈ پ ا. اہیم کے عتاب کا نہ بنا ہوا تھا۔کہیں ا. اہیم اسکو گدگدی کر رہا تھا تو کہیں مرجان کے سفید گال ا. اہیم کے دانتوں کے وار سے سرخ ہو چکے تھے۔مرجان کی ز· گی کے آٹھ سال ا۔ لمحے میں سما گئے تھے۔

ا. اہیم آنکھیں مو· ے ہوئے تھا پچھلے ا۔ گھنٹے سے وہ جس ضبط کی انتہا پ تھا وہ ضبط اب پھر سے ر ہ ر ہ ہونے کو تھا۔اسکے پ پنے لگے۔اس نے آنکھیں کھول دیں اور آسمان کی جا· ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔وہ اپنی اولاد کے لئے بے حس نہیں تھا نہ کبھی ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے خیمے کے جلنے کا سن کر مڑ کر نہیں دیکھ سکتا تھا ورنہ وہ اپنی ·ہار جاتا۔

''میرا انتظار کر· ۔۔''کہتے ہوئے وہ بے بسی سے ٹیک لگا ۔

پچھلے دو ہفتوں سے جاری جار ۔ نے مسلم د کو دہلا کر رکھ دی تھا۔اتنی ٹ ی تعداد میں شہادتیں ہو تھیں کہ د ا۔ پل کے لئے لرز کر رہ گئی۔بے حس سے بے حس ا ن بھی ا۔ لمحے کے لئے ت پ کر رہ ۔ تھا۔معصوم بچوں کی لاشیں جن کو کفن بھی نصیب نہیں ہو رہا تھا۔عورتوں کی آہ و بکا اور مردوں کی بے بسی۔پوری د اس جار ۔ کو آج کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

واشنگٹن میں آج صبح ہوتے ہی ا۔ احتجاجی قافلہ نکلا تھا۔وہ احتجاج اب صرف ا۔ ہی َ وپ نہیں تھا بلکہ وہ بہت سارے چھوٹے چھوٹے َ وپس تھے جو مختلف مقامات سے ۔ آمد ہوئے تھے اور پھر گلی گلی پھرتے ہوئے وہ لوگ متحد ہو چکے تھے۔

اس قافلے کی سر۔ اہی ہمیشہ کی طرح وہ فلسطینی لڑکا کر رہا تھا جسنے ا۔ ملبے کے نیچے اپنی اموا اور اپنی ادا کو مرتے ہوئے دیکھا تھا۔سفیر کی آنکھیں آج ۔ ر۔ نم ہو رہی تھیں۔وہ ے نہیں لگا رہا تھا بلکہ وہ آج چیخ رہا تھا رہا تھا۔وہ آج ماتم کناں تھا امت کی بے حسی پ د کی ·ن آنکھوں کو وہ ۔ ت بصارت بخشا۔۔وہ آج تکان کا شکار معلوم ہو· تھا۔آج سفیر کا وجود درد کی شدت سے چور تھا۔آج اسکا پورا وجود درد کی لپیٹ میں تھا۔آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ تھیں۔

وہ کرد کو بتا رہا تھا کہ اسکے وطن میں کیا ہو رہا ہے۔وہ بتا رہا تھا کہ وہ لوگ دہشت َ د نہیں ہیں۔وہ چیخ رہا تھا کہ مظلوم وہ ہیں جو د ہائیوں سے پس رہے ہیں· وہ جن پ سات اکتو۔ کو حملہ ہوا ہے۔وہ آج نئے سرے سے اپنا مقدمہ لڑ رہا تھا۔

قافلہ ہمیشہ کی طرح سفارتخانے پ پہنچا تو معمول سے ہٹ کر آج وہاں سخت سکیورٹی موجود تھی وہاں پولیس کی بھاری ی تعینات تھی۔ان لوگوں کی نگاہوں میں آج غیظ و غضب دکھائی دیتا تھا۔وہ لوگ آج سفیر اور اسکے ساتھیوں کو دہشت َ دوں کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔سفیر آنکھیں پ ھنا جا تھا اس کا دل ا۔ ر پھر سے ٹوٹ ۔تو وہ

لوگ د کے لئے دہشت دبن چکے تھے وہ لوگ تھر ۔ ٹ بن چکے تھے؟ کیا وہ اپنی ۔ ز لڑتے لڑتے خود ہی ظالم ٹھہرا دیئے گئے تھے۔

دوسری جا ۔ د کے ۔ ٹے ۔ ٹے ۔ م اسرا کا دورہ کر رہے تھے ۔ د کی ہمدردیں اسرا کے ساتھ کھل کر سامنے آ چکی تھیں ۔ وہ لوگ اسرائیلوں کو پسہ دینے پہنچ چکے تھے ا آنکھوں نے آج ۔ نہ تو کسی فلسطینی کی خون میں لپٹی لاش دیکھی تھی اور نہ ہی کسی معصوم بچے کا کٹا ہوا سر دیکھا تھا۔ ا اسرا کے دکھ واضح آ رہے تھے۔

سفیر کی آنکھیں نم تھیں اسکا وجود زخم خوردہ تھا اسکا دل کٹا ہوا تھا۔ وہ پھر بھی خود کو گھسیٹ رہا تھا۔ اس پتھر د سے وہ سر ٹکرا رہا تھا اور اسکے سر سے بھی لہو بہہ رہا تھا۔ اس لہو کا ر ۔ ز کسی کو نہیں آ رہا تھا۔

رات کے نو بج رہے تھے صفا کے کمرے کا بلب ابھی ۔ روشن تھا۔ وہ بے چینی سے کروٹیں ۔ ل رہی تھی آج کسی صورت اسکو چین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے خود کو گھسیٹا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ اسکا جسم لاغر ہو ۔ جا رہا تھا۔ وہ دن ۔ ن کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اب ہر وقت نہ تو موبائل کو دیکھا کرتی تھی اور نہ روتی تھی۔ وہ ا ۔ ر سے ختم ہو رہی تھی جیسے وہ آہستہ آہستہ موت کے منہ میں جا رہی ہو۔ وہ یوں ہی لمبے لمبے سانس ۔ ز لگی ۔ ز میں شد ۔ د گھٹن کا احساس تھا۔ دل کی بے قراری ۔ ڑھی تو آنکھوں کے کناروں پ ۔ جمی ۔ ف بھی پ ۔ ز لگی اور نمکین مائع رخساروں پ ۔ بہنے لگا۔ کچھ د ۔ وہ بے آواز روتی رہی پھر وہ د ہری ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

دل جیسے پھٹنے کو تھا۔ سارے صبر کے پیمانے چھلک گئے تھے۔ آنکھیں آج پھر سے ۔ س پڑی تھیں دل کا بوجھ ۔ قبل ۔ دا ۔ ت ۔ ہو رہا تھا۔ اسکو اپنا پورا وجود جان چھوڑ ۔ ت ہوا محسوس ہو رہا تھا اسکو لگا کہ شا ۔ د اسکی جان نکل جائے گی۔ اور پھر درد کی ا ۔ شد ۔ د لہر اٹھی تھی جس نے صفا کے ۔ ن سے روح کھینچ لی تھی۔ اس شد ۔ د لہر نے اسکو نچوڑ کر رکھ دی۔

''عینا ۔ ۔!!'' وہ ئی ۔ ۔ آواز تھی کہ نکل ہی نہیں رہی تھی ۔ ۔ ''عینا.....!!!!'' وہ پھر سے چیخی ۔ ۔ آواز حلق سے نکل ہی نہیں پ رہی تھی۔ دروازہ بند ہونے کے ۔ ٹ آواز ۔ ہر نہیں جا رہی تھی۔ اسکی شام سے ہی طبیعت بوجھل تھی جس کے ۔ ٹ وہ دوا کھا کر سو چکی تھی۔ منال نے بھی اسکو نہ جگا ۔ ا۔ اب آ کھلی تو اسکی حا ۔ ز اب ہو رہی تھی۔

''آ ۔ ۔!!'' وہ پوری قوت سے ئی۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ کسی کا کوئی جواب نہ آ ۔ وہ بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ''کیا کوئی نہیں ہے؟'' وہ درد کی شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اسکی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ آنکھوں سے ۔ ز مائع میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ ا ب شل ہونے لگے۔

دھندلاتی آنکھوں کے سامنے ا ۔ ہی چہرہ لہرا ۔ تھا۔

''صفا ۔ ۔!!'' کسی بھاری مردانہ آواز نے اسکو پکارا تو صفا وہیں تھم گئی۔ درد جیسے کہیں غا ۔ ہو ۔ تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کوئی دروازے میں کھڑا تھا۔ وہی جس کی وہ منتظر تھی ۔ ۔ ''صفا ۔ ۔!! یہاں آؤ ۔ ۔'' وہ محبت سے اپنی ۔ نہیں وا کئے اسکو پکار رہا تھا۔ چہرے پ ۔ وہی مسکان جس پ صفا اپنی کائنات لٹا د ۔ کرتی تھی۔

''ایبو ۔ ۔!!'' وہ کسی ٹ انس کے تحت بولی۔

''ہاں ۔ ۔ ایبو ۔ ! صفا کا ایبو ۔ ۔!! یہاں آؤ ۔ ۔'' اس نے محبت پ ش لہجے میں کہا۔

صفا اپنی جگہ سے اٹھنے لگی درد کی شد ۔ د لہر پھر سے جسم میں دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے اپنے آ صاف کئے اور دروازے کی جا ۔ پ ۔ ۔ وہ دروازے سے دو قدم کی دوری پ ۔ تھی۔ ۔ وہ درد کی شدت سے د ہری ہوئی ۔ ۔ وہ وہیں زمین پ بیٹھتی چلی گئی ۔ ۔

''یہاں آؤ صفا ۔ ۔!!'' وہ وہیں کھڑا اسکو پکار ۔ رہا۔ صفا نے دھندلائی آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھا وہ مسکرا کر اسکو اپنے پ ۔ س بلا رہا تھا۔ صفا نے خود کو گھسیٹا اور دروازے پ پہنچی ۔ ۔ اس نے ہاتھ آگے ۔ ٹھا ۔ ا اسکا ہاتھ ہوا میں ہی پلٹ آ ۔ صفا نے اپنی آنکھیں ر ۔ ڑیں اور یوں ہی بیٹھے بیٹھے سامنے دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا ۔ ۔

''ایبو ۔ ۔!!'' وہ بے بسی سے اسکو ڈھونڈ ۔ نے لگی۔ اس نے ڈور ۔ ب گھمائی ۔ ۔ ۔ ہر بھی کوئی نہ تھا۔

''ایبو ۔ ۔!!'' ا ۔ دلخراش چیخ گو ۔ تھی جس نے نیچے لاؤنج میں بیٹھے س کو دہلا کر رکھ د ۔ تھا وہ ا ۔ پل ضائع کئے بنا ء سیڑھیاں پ ۔ ھ گئے۔

''سارہ۔۔!!''۔ اہم تن فن کرتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جہاں سارہ اپنے گھر لباس میں مصروف سی ایک نئی پڑھ رہی تھی۔ اہم کی آمد پہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جی بھائی۔۔!!'' وہ مسکرا کر بولی۔ جبکہ اہم نے اسکی ڈھٹائی دیکھتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تم۔۔تم تہہ خانے میں گئی تھی؟'' وہ خود پہ ضبط کرتا ہوا آگے بڑھا اور اسکے روبرو آیا۔

''امم۔۔سچ بتاؤں یا جھوٹ؟'' وہ شوخی سے بولی تو اہم کے جبڑے تن گئے۔ ''کم آن بھائی۔۔وہ اتنا بھی مضبوط نہیں ہے مجھے یقین ہے میں اسکو زیر کرلوں گی۔ آپ دیکھنا وہ دن دور نہیں۔ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرے گا۔ اور ہم ان مجاہدین کے ٹھکانوں تک پہنچ جائیں گے پھر دیکھنا دہائیوں کا کام کیسے ہفتوں میں ہو جائے گا۔۔'' سارہ نے پرسکون انداز میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا تو اہم کی آنکھوں میں طیش اور خواری امڈ آئی۔

''سارہ۔۔سارہ۔۔!!''۔ اہم نے اسکو دونوں بازوؤں سے جھنجھوڑا۔ ''ہم لوگ دیکھ لیں گے یہ معاملہ۔۔تم۔تم اس سے دور رہو۔۔''

''کیوں بھائی؟''

''اس نے تمہارے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بننے کی بجائے تمہیں شیشے میں اتار لیا تو؟''

اس بات پہ سارہ کا ایک زوردار قہقہہ گونجا تھا۔ وہ قہقہہ بہت بلند تھا اتنا بلند کی اہم نے خواری سے آنکھیں سکیڑیں تھیں۔ وہاں ایک کونے میں کھڑے العجہ نے بھی ایک نگاہ اٹھا کر اس ظالم حسینہ کو دیکھا تھا جس کے قہقہے نے چاروں طرف کوئی سحر سا طاری کر دیا تھا۔ کوئی نہ جان سکا کہ وہ قہقہہ کتنا کھوکھلا اور ادھورا تھا۔

''بھول ہے آپکی۔۔'' سارہ نے اچانک سرد تاثرات جمائے کہا تھا۔ آنکھوں میں اچانک سے برف جم گئی تھی چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔ ''سارہ گولڈ برگ کو کمزوریوں سے نفرت ہے۔ اس لئے اسکی کوئی ایسی کمزوری نہیں جس کو استعمال کر کے مجھے شیشے میں اتار لے۔'' اس نے نخوت سے کہتے سر جھٹکا تھا۔

''سارہ۔۔!!'' اس سے پہلے کہ اہم اسکو کچھ کہتا وہ وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتی نکل گئی۔ پیچھے اہم مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

''میں نے کچھ میڈیسن چینج کی ہیں۔ آپ انکا پلیز خیال رکھیں اگر کسی قسم کا سٹریس نہیں ہونا چاہیے ورنہ ماں اور بچے دونوں کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے اور کیا یہ کچھ کھاتی نہیں ہیں؟ اگر صحت اسی طرح گرتی رہی ہے اور انکا واسطہ ایسا ہی چلتا رہا تو ہمیں کوئی سخت فیصلہ کرنا ہوگا۔'' ڈاکٹر نے سامنے کرسی پہ بیٹھی منال پہ ایک تنبیہی نگاہ ڈالی۔ منال تو پہلے ہی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے اب مزید خوفزدہ ہوئی تھیں۔

''نہیں نہیں۔۔ایسا نہیں ہوگا۔ میں اسکا پورا خیال رکھوں گی۔''

''آخر کس بات کا سٹریس ہے انہیں۔؟ مجھے ان میں زندگی کیوں نہیں آتی؟ ایسی خبر کے بعد تو عموماً لڑکیاں خوش ہوتی ہیں اور انہیں نئی زندگی سے بھر جاتی ہے۔۔'' ڈاکٹر نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

منال کی آنکھیں بے اختیار نم ہوئیں۔

''میرا بیٹا۔۔یعنی اسکا شوہر۔۔وہ بیرون ملک ہے۔'' وہ اتنا ہی کہہ پائی۔

''تو اس میں اتنے سٹریس کی کیا بات ہے؟ ان سے کہیں کہ آ سکتے تو کچھ عرصے کے لئے پاکستان آجائیں۔ بیوی بچوں کے لئے ہی تو کما رہے ہیں آخر بیوی بچے کو کچھ ہو گیا تو کس کے لئے کمائیں گے۔'' ڈاکٹر نے دوا لکھتے ہوئے سر جھٹکا۔ منال کا دل پھر سے دکھا تھا۔ کاش وہ اسکو کہہ سکتیں کہ واپس آجائے۔۔کاش۔۔!!

وہ لوگ صبح چار بجے ہاسپٹل سے واپس آئے تھے۔

''عینا تم جا کر سو جاؤ بیٹا۔'' منال نے صفا کو لٹاتے ہوئے پاس کھڑی عینا سے کہا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔'' وہ وہیں کھڑی رہی۔

''بچے نہ اٹھ جائیں ایسے پریشان ہوں گے۔'' منال نے پھر سے کہا تو عینا سر ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ بچوں کو زلیخا نے سنبھالا تھا۔ عینا اور منال سفیان کے ساتھ

صفا کو پتال لے کر گئے تھے۔اور اس وقت بچے سو رہے تھے۔ وہ لوگ واپس آئے۔

''صفا۔!! کچھ کھاؤ گی؟''انھوں نے صفا کے بجھے سے چہرے پہ بکھری سنہری لٹوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔صفا نے یوں ہی میں سر ہلا دیا۔''صفا۔۔!! میں نے کہا تھا ناں بیٹا۔۔کہ اس طرح مت کرو۔''انھوں نے تکان سے کہا تو صفا نے اپنا چہرے کو دیکھا۔''میرے بس میں ہو تو میں اسکو ابھی پل میں یہاں حاضر کر دوں صفا۔ کیا تمہیں ہم دکھائی نہیں دیتے؟ ہم ماں باپ ہیں اسکے صفا۔۔اور ماں باپ کے لئے اولاد کیا ہوتی ہے تمہیں جلد اسکا اندازہ ہو جائے گا۔اگر ہم لوگ اللہ پہ توکل کر کے اس کا انتظار کر رہے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتی؟اگر ہم صبر کر رہے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتی۔۔صفا؟''اسکی آواز بھرا گئی۔صفا نے پپوٹے ہوئے لئے بے بسی سے دنیا جانا شروع کر دی تھی۔

''بس۔۔!!اب نہیں رونا۔۔اب بالکل بھی نہیں۔''انھوں نے اسکی آنکھوں کی نمی صاف کی۔''دیکھنا وہ آ جائے گا۔۔اور آئے گا ناں۔میں اسکے کان کھینچوں گی۔۔اور ہم مل کر اسکو پیٹیں گے۔۔ٹھیک ہے ناں۔۔''انھوں نے خفگی سے مسکراتے ہوئے صفا سے عہد کیا تو صفا نے نم آنکھیں لئے ہی اثبات میں سر ہلایا۔

منال نے اسکا سر اپنی گود میں رکھا اور یوں ہی اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔صفا نے انکا ہاتھ پکڑ کر چوما۔۔منال کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے صفا کے سنہری بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

''آپکو پتہ ہے۔۔وہ۔۔وہ آئے تھے۔۔''صفا نے ہچکیوں کے بیچ کہا تو منال نے اسکی جانب دیکھا۔''وہ۔۔وہ وہاں کھڑے تھے۔میں نے خود دیکھا تھا۔انھوں نے مجھے پکارا تھا۔میں یہاں سے اٹھ کر وہاں گئی۔۔''وہ دروازے کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بتا رہی تھی۔منال کا دل ہچکولے کھا رہا تھا۔

''صفا۔۔!!''آواز لرزی۔۔''پپو ہو جاؤ۔''انھوں نے صفا کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔صفا اپنی ہچکیاں روکتی ہوئی آنکھیں موند گئی۔وہ تھک گئی تھی شاید رو رو کر۔۔!

آج خفیہ کمروں میں پھر سے ایک بیٹھک ہوئی تھی۔کوئی کہہ رہا تھا کہ پچھلی ان گنت قناتوں کی طرح یہ قنات بھی بے نتیجہ ختم ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوا تھا۔آج کسی کی کوششوں سے وہ قنات بے نتیجہ نہیں رہی تھی۔

آج آنکارا معاہدہ طے پایا تھا جس کے نتیجے میں اسرائیلی فوجیوں اور سول قیدیوں کے بدلے میں فلسطینی قیدیوں کی رہائی ہونی تھی۔اسرائیلی فوجی کے عوض دس سول فلسطینی قیدی آزاد ہونے تھے۔جن میں تین خواتین اور دو بچے۔۔باقی پانچ مرد شامل تھے۔تعداد طے پا گئی تھی قیدی چننے کا حق نہیں دیا گیا تھا۔یعنی رینڈم قیدی رہا کئے جانے تھے۔

وہ اپنے آفس میں اپنی سر براہی کرسی پہ موجود تھا۔اس تک یہ معلومات پہنچی تھیں۔پیپر ویٹ پہ انگلیاں گھماتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں غرق دکھائی دیتا تھا۔اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو یحییٰ مضطرب سا اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

''ایلیٹ کے لئے کیا قانون طے پایا ہے؟''

''سر وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پاس کوئی ایلیٹ نہیں ہے۔سول ہیں۔''

جواب پہ حسن کے جبڑے بھنچ گئے۔اس نے وہ پیپر ویٹ اٹھا کر سامنے چلتی ہوئی ایل ای ڈی پہ دے مارا۔۔جس سے وہ ایل ای ڈی کرچی کرچی ہوئی تھی۔

''بکواس کرتے ہیں وہ۔۔''وہ غرایا۔

''ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔''یحییٰ نے بے بسی سے مڑ کر سکرین کو دیکھا۔

''ان لوگوں کا کیا کہنا ہے؟''حسن نے یحییٰ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''وہ لوگ راضی ہو چکے ہیں۔''

''کیا؟''اب کی بار حسن کی آواز بے ساختہ بلند ہوئی تھی۔آواز میں بے یقینی اور بے بسی کا عنصر نمایاں تھا۔''وہ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟؟وہ لوگ اہیم کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں؟ کیسے۔؟''حسن پوری قوت سے دھاڑا۔اس نے پوری قوت سے ٹیبل پہ ہاتھ دے مارا۔دماغ کی شریانیں پھٹنے کو تیار تھیں۔اسکی آنکھیں سرخی مائل ہو

رہی تھیں۔یحییٰ کو اس سے خوف محسوس ہوا۔

''سر۔۔وہ لوگ معصوموں کی جانوں کو بھی فراموش نہیں کر ۔ نے کتنے معصوم حق قید ہیں۔کیا وہ ا۔ ا۔ اہیم کے لئے ان سینکڑوں فلسطینیوں کو فراموش کر دیں؟''یحییٰ نے بکھرے سے لہجے میں سامنے و ۔ ش کی تصو۔ بنے شخص کو۔ ور کروا۔ چاہا۔۔

''میری طرف سے ۔ بھاڑ میں جا ۔ مجھے صرف اور صرف ا۔ اہیم گورسی سے غرض ہے۔۔اَ ا۔ اہیم واپس نہیں آئے گا تو کوئی نہیں آئے گا.....''وہ اپنے آپ سے ۔ ہر ہو رہا تھا۔یحییٰ کو اسی حا ۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اسکی کوششوں سے آج یہ مذاکرات کامیاب ہوئے تھے اور وہ خود ہی اب ۔ ج سے خوش نہیں تھا۔اسکو تو خوش ہو۔ چاہیے تھا۔

''میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔۔''حسن نے ٹیبل پ ۔ پڑی ہر شے زمین بوس کر دی تھی اور وہاں سے تن فن کرتا ہوا۔ ہر نکل ۔ ۔ پیچھے یحییٰ ششدر رہ ۔ ۔

صبح صفا کی آ ۔ اپنے ماتھے پ ۔ ٹھنڈے سے لمس سے ہوئی تھی اس نے دھندلی سی آنکھیں کھول کر دیکھا تو مرجان اسکے سرہانے کھڑا تھا۔صفا نے پلکیں جھپکیں تو مرجان کا مرجھا۔ سا چہرہ واضح ہوا۔صفا نے ٹیک لگائی اور مرجان کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''وہ اداس سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''ہاں شہزادے۔۔!!میں ٹھیک ہوں۔''صفا نے اسکو اپنے پ ۔ س ہی بٹھا لیا۔

''آپ کل رات کو بے ہوش ہو گئی تھیں پتہ ہے میں کتنا پ ۔ یشان تھا منال مجھے ساتھ ہاسپٹل نہیں لے کر گئیں۔میں ساری رات بے چین رہا پھر میں نے آپ کے لئے دعا مانگی اور مجھے پھر۔۔پھر۔۔مجھے نیند آ گئی۔۔''وہ ساری روداد سنا کر آ ۔ ی۔ ت پ ۔ شرمندہ ہوا تھا کہ اسکی پ ۔ یٹی لیڈی ٹھیک نہیں تھی اور وہ سو رہا تھا۔صفا بے اختیار مسکرا دی ۔تو کیا اسکو بھیجا ۔ تھا صفا۔ا۔ اہیم کا مرہم بنا کر؟ وہ مرجان تھا۔۔وہ واقعی صفا کے لئے شفا تھا۔''آپ آج جتنا مرضی ڈ۔ ٹ لیں۔بے شک۔۔ کی طرح ڈ۔ ٹ لیں میں سکول نہیں جانے والا۔۔''وہ ضدی ا۔ ازمیں بولا تو صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

'' سکول تو جا۔ ہے۔ ں مرجان۔۔''اس نے مرجان کے سیاہ۔ ل ماتھے سے ہٹائے۔

''نہیں۔۔ا۔ دن کی چھٹی سے کوئی فرق نہیں پ ۔ جائے گا۔آپ ۔ قوت کو بھیج دیں سکول بے شک۔۔ میں نہیں جانے والا۔۔''وہ آج سے پہلے اتنا ضدی نہیں ہوا تھا جتنا آج لگ رہا تھا۔صفا پلکیں۔ پ ۔ تہ ہوئے اسکو دیکھے گئی۔

'' مرجان۔۔!!''

''پ ۔ یٹی لیڈی پلیز۔۔!''اس نے سما۔ ۔ کے ا۔ ازمیں ۔ دن ا۔ جا۔ ۔ ائی تو صفا نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ مجھے پھر سکول سے کوئی شکا۔ ۔ نہیں ملنی چاہیے۔''اس نے انگلی کھڑی کی تو مرجان نے فوراً اسکی انگلی تھام لی۔

''اب چھوٹی چھوٹی شکایتیں تو بچوں کی آتی ہیں۔ ں۔۔''وہ منمنا۔ ۔تو صفا نے مسکراہٹ د۔ ئی وہ کوئی بھی وعدہ کر کے خود کو۔ ٹھنا نہیں چاہتا تھا۔وہ الفاظ کا اچھا کھلاڑی تھا اس لئے الفاظ کی قدر بھی جا ۔ تھا۔

صفا نے اسکی چالاکی دیکھتے ہوئے ۔ دن ا۔ جا۔ ۔ ائی مرجان نے کندھے اچکا دیئے وہ دونوں ہلکے پھلکے موڈ میں تھے۔

''آپکو پتہ ہے کل رات میں پ ۔ یشان تھا اس لئے دینا کے لئے کراؤن بھی نہیں بنا سکا۔''مرجان نے افسوس سے کہتے سر جھکا۔ جیسے کہ اس نے۔ جانے کوئی ۔ا۔ م کر د۔ ہو۔

''دینا کہاں ہے؟''صفا کو اچا۔ ۔ د آ۔ تھا۔

''وہ دادو کے پ ۔ س ہے کل رات ہمارے پ ۔ س ہی سوئی تھی۔''مرجان نے اسکو بے فکر کر د۔ تو صفا نے آرزدگی سے سر ہلا د۔ ''آپ پلیز بیمار نہ ہوا کریں۔''مرجان نے اپنی سیاہ آنکھیں اٹھا کر صفا کی سرمئی آنکھوں میں دیکھا تھا۔صفا وہیں ٹھہر گئی۔''پلیز۔۔!میری ر ۔ ئسٹ ہے۔۔آپ بیمار نہ ہوا کریں۔''مرجان نے صفا کا ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں پکڑا۔'' آپ بیمار ہوتی ہیں۔۔ پتہ ہے۔۔ مجھے عجیب سا لگتا ہے۔۔ مجھے۔ ں۔۔ لگتا ہے کہ آپ۔۔ آپ ا پ ل چلی جا گی اور۔۔ اور پھر ماما کی طرح۔۔ واپس نہیں آ گی۔'' اس نے د حلق کے ساتھ اڑ اڑ کر اپنی ب ت مکمل کی۔

صفا اپنی جگہ پ جم گئی وہ ہل نہ سکی۔ تو کیا مرجان اتنا خوفزدہ ہو چکا تھا؟ اس نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر مرجان کی جا ۔ دیکھا وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں زور سے د ئے ہوئے تھا کہ کہیں یہ ہاتھ چھوٹ نہ جائے۔

''میں آپکی حفاظت کروں گا ہمیشہ، کا کرو سے، ٹ کرا لرز سے، بگڑ سے، ہر طرح کی چیزوں سے پلیز..... آپ بیمار ہوتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میں آپکی حفاظت نہیں کر سکتا۔ پھر مجھے لگتا ہے کہ میں فیل ہو یا اور۔۔۔'' کہتے ہوئے وہ ا پل کے لئے رکا کیو حلق کے درد پ بھی تو قابو تھا۔ صفا کی آنکھوں سے پ نی بہنا شروع ہو چکا تھا سا منے کا منظر دھندلا ہوا تھا۔ مرجان نے کچھ حلق سے نیچے ا را، شا وہ ضبط کا کوئی گھو ٹ تھا جس سے حلق کچھ د کے لئے ہوا اور ب ت کر آسان ہو ۔۔ ''اور۔ کا پ امس، مجھے لگتا ہے کہ پھر میں۔ سے کیا ۔ پ امس پورا نہیں کر پ وں گا۔'' اس نے آ کار اپنی ب ت مکمل کی ابھی اس نے صفا کی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا وہ ہنوز اپنے ہاتھوں میں مقید صفا کے ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ اسکے ننھے ہاتھ صفا کو تحفظ کا احساس دلا رہے تھے۔ صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ پھر مرجان نے نگاہ او پ اٹھائی اور اپنی سیاہ آنکھوں سے صفا کی بھیگی ہوئی سرمئی آنکھوں میں دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں نمکین پ نی تیر رہا تھا جیسے کہ وہ ابھی ۔ ہو جائے گی۔ ''کیا آپ میری یہ ر ئسٹ مان سکتی ہیں؟ کیا آپ ماما کی طرح مجھے چھوڑ کر تو نہیں جا گی؟ کیا آپ بیمار ہو چھوڑ نہیں سکتیں؟ پلیز۔۔!'' آ میں اسکا لہجہ سما ت سے بھرپور تھا۔

صفا نے بے اختیار ا ہچکی لی۔ اور پھر اس نے جلدی سے اپنے رخساروں پ بہتا وہ نمکین پ نی صاف کیا جو کہ مرجان کے لئے مز تکلیف کا ش بن رہا تھا۔ اس نے دھندلائی آنکھوں سے مرجان کا شفاف اداس سا چہرہ دیکھا۔ پھر وہ مسکرا دی۔ نم پلکیں لئے وہ مسکرا دی تو مرجان نے بھی اسکو غور سے دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔۔!'' صفا نے مرجان کا خوبصورت سفید ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوما۔ اور پھر اس نے وہ ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا ۔ اس ہاتھ میں تحفظ تھا سکون تھا۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا اور صفا سمجھ بیٹھی تھی کہ اکیلی ہو گئی ہے۔ وہ اکیلی کیسے ہو سکتی تھی۔ آج پھر سے مرجان نے اپنی ت ثیر دکھائی تھی آج پھر سے وہ صفا کے لئے شفاء بن چکا تھا۔ ''آئندہ بیمار نہیں پ وں گی آئندہ مضبوط رہوں گی کیو میرے پ س مرجان گورسی موجود ہے جو میری حفاظت کرے گا۔'' وہ ۔ مسرور سے لہجے میں کہتی مرجان کے دونوں ہاتھوں کو ری ری چوم رہی تھی۔

مرجان کچھ ثنیے اسکی آنکھوں کو دیکھے ۔ جن میں اب غم کی رمق کم سے کم ہو چکی تھی اور وہ آنکھیں بھی اب اسکے لبوں کی طرح ہی مسکرا رہی تھیں۔ صفا نے ا گہری سانس لی۔ مرجان بھی اسکو دیکھ کر مدھم سا مسکرا دیا۔

''آپ ماما کی طرح۔؟'' اسکا خوف قائم تھا۔ صفا کے حلق میں پھر سے درد اٹھا۔ اس نے مرجان کو کھینچ کر اپنے ۔ سے لگا ۔ وہ اپنی ز گی کی ضما نہیں دے سکتی تھی وہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ ہمیشہ ز ہ رہے گی کیو ز گی موت کا فیصلہ اسکے ہاتھ میں نہیں تھا۔ وہ اسکو احساس دلا سکتی تھی کہ وہ۔ ت ز ہ ہے وہ مرجان کے ساتھ رہے گی اسکے لئے موجود رہے گی جیسے مرجان صفا کے لئے موجود رہتا تھا۔

کمانڈر کو آج ا پیغام موصول ہوا تھا جس میں واضح لکھا ہوا تھا کہ اَ انھوں نے ا. ایم کی ڈیمانڈ کئے بناء کوئی معاہدہ کیا تو ا سنگین نتائج کا سامنا کر ہوگا۔ نہ صرف ا ایٹ بند کر دی جائے گی بلکہ ا ہر قسم کی سپورٹ بھی ختم کر دی جائے گی۔ یہ پیغام ا مصر سے تھا اور وہ پیغام بھیجنے والے کو جا تھے کہ اَ انھوں نے اسکی ب ت نہ مانی تو وہ ایسا کر رے گا۔ اس وقت کمانڈر اپنے روم میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ ا کمرے کے دروازے پ دستک ہوئی۔ کمانڈر نے چو کر دیکھا تو دروازے میں ضرار کھڑا تھا۔ کمانڈر نے ا رآنے کا شارہ کیا وہ سلام کرتا ا ر داخل ہوا۔ کمانڈر نے اپنی کرسی سنبھال لی۔ کچھ د وہ خاموش رہے پھر آ کار انھوں نے ضرار کی جا ۔ دیکھا جو کہ ا ب ت کا منتظر تھا۔

''اَ ا. ایم کو ا. ایم اور غزہ میں سے کسی کو چننا ہو تو وہ کس کو چنتا؟'' کمانڈر نے پوچھا تو ضرار نے الجھ کر کمانڈر کی جا ۔ دیکھا۔ وہ ا ب ت سمجھ نہیں پ یا تھا۔

''کمانڈر آپ اب بھی یہ سوال پوچھ رہے ہیں؟ جبکہ وہ آپکے سامنے غزہ کو چن چکا ہے اس نے اپنا آپ لٹا دیا ہے ایسے میں آپکا یہ سوال میری سمجھ سے ہر ہے۔'' ضرار

الجھ کر رہ گیا تھا۔

''اگر آج کوئی تم سے کہے کہ اے ایم غزہ تو تم کیا کرو گے؟'' کمانڈر نے گیند ضرار کی جانب اچھال دی۔ ضرار کا دل پہلو میں شدت سے دھڑکا تھا۔ اے ایم اسکا دوست تھا۔ اسکا رستہ تھا وہ دونوں ایک ہی راستے کے مسافر تھے۔ جن کے راستے میں ہر وقت موت کا جال پھن پھیلائے بیٹھا ہوتا تھا ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے آئے تھے وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

''میں؟'' ضرار نے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔

''ہاں۔۔تم۔۔'' کمانڈر نے بات دہرائی۔ ضرار نے تھوک نگلا۔ وہ جواب سوچ رہا تھا۔

''اگر میں اپنے دل کی بات مانوں گا تو مجھے اے ایم سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں چاہیے، مجھے ہر صورت اے ایم چاہیے ہوگا کیونکہ میں اسکے بناء ادھورا ہوں، میرا سفر اسکے بغیر مکمل ہے، مجھے سفر طے کرنے کے لئے اے ایم چاہیے۔'' ضرار نے کہنا شروع کیا۔ ''اگر میں اے ایم کی تعلیمات کے مطابق سوچوں جو اس نے آج ہمیں دی ہیں تو میں اپنی جان، مال، کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دوں اور مظلوم کا ساتھ دوں گا۔ پھر ایک اے ایم کیا، میری اولاد ہوتی تو وہ بھی قربان کر دیتا۔'' ضرار کا لہجہ مضبوط تھا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل کی جیلوں میں سینکڑوں، ہزاروں فلسطینی قید ہیں جو ہر روز نئی قسم کا تشدد برداشت کرتے ہیں، بچے، خواتین بوڑھے جوان، لوگ اپنے اپنوں سے دوران کال کوٹھڑیوں میں پڑے ہیں۔ وہ اپنے ماں باپ کے شہزادے شہزادیاں جانوروں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی پوچھتا کہ اب بتاؤ وہ قیدی ایک اے ایم؟ تو؟'' اب کی بار کمانڈر نے اپنا سوال واضح کیا۔ اور ضرار بری طرح سے الجھا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے اسکو سانس لینے میں دشواری پیش آرہی تھی غالباً۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ چوٹ لگنے پر وہیں اسپتال میں لے جایا جاتا ہے تو ڈاکٹرز علاج کرنے کے بجائے مزید تشدد کرتے ہیں؟'' کمانڈر کی باتیں ضرار کی دھڑکنیں روک رہی تھیں۔ کاش وہ یہاں سے غائب ہو جاتا، کاش اسکو یہ سب نہ پتہ، کاش یہ فیصلہ اسکی جان نہ اچھالا جاتا۔ ضرار نے دل سے تمنا کی تھی فرار کے راستے بند تھے۔ ''چلو میں تمہارا جواب آسان کر دیتا ہوں۔'' کمانڈر نے کہتے ٹیک لگائی۔ ''اگر تم اے ایم کی جگہ قید ہوتے تو اے ایم کیا فیصلہ کرتے؟'' اب کی بار کمانڈر نے ضرار کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ضرار نے تاسف سے کمانڈر کو دیکھا۔ ''وہ جو اپنی اولاد کو پیچھے چھوڑ کر آئے، اپنی بیوی کو، اپنے ماں باپ کو، کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ غزہ والوں کے سامنے تمہیں منتخب کرتے؟'' کمانڈر نے ٹھوس لہجے میں کہا تو ضرار سر جھکائے۔ ''بولو۔۔!!'' انھوں نے ٹیک چھوڑتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تو ضرار نے ہولے سے میں سر ہلا دیا۔

کمانڈر نے ایک گہری سانس خارج کی۔ اور پھر سے ٹیک لگالی، وہ خاموش ہو گئے اور اس وقت خاموشی کا وقفہ تھوڑا طویل تھا۔ ضرار بھاری دل کے ساتھ بیٹھا رہا۔ اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جو وہ سوچ رہا تھا، اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ ضرار نے شدت سے دعا مانگی تھی۔

''ہم لوگ معاہدہ کرنے جا رہے ہیں جس میں ابتدائی طور پر آٹھ اسرائیلیوں کے بدلے تیس فلسطینی آزاد کئے جائیں گے۔'' کمانڈر نے کچھ دیر بعد کہا تو ضرار نے بے اختیار سر اٹھا کر دیکھا۔ آنکھوں میں امید کے دیئے روشن ہوئے۔

''کیا ان میں اے ایم بھی ہوگا؟'' ضرار نے ایک آس لئے پوچھا۔ کمانڈر اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔ پھر انھوں نے میں سر ہلاتے ہوئے ضرار کی آنکھوں میں جلتے امید اور آس کے سارے دیئے بجھا دیئے۔ ''ایسے کیسے؟؟'' ضرار کی آواز بکھر سی گئی۔

''تم نے ابھی تو کہا کہ اے ایم کو فلسطینیوں پر فوقیت دینا کسی بھی ایک شخص کو معصوم فلسطینیوں پر فوقیت دینا اے ایم کے سکھائے گئے قوانین کے خلاف ہے، ایک مجاہد کی منزل شہادت ہے تو پھر واپس کیوں مڑے؟'' کمانڈر نے سرد سے انداز میں کہتے کندھے اچکا دیئے۔ ضرار کو آج پہلی بار سامنے بیٹھا شخص سفاک لگا تھا۔ اسکو لگا کہ شاید اس شخص کے سینے میں دل نہیں ہے وہ اتنی سفاکیت کیسے کہہ سکتا تھا؟ وہ لوگ جو اسکی خاطر لڑنے آئے تھے وہ امید ان میں کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ پھر ضرار کو یاد آیا کہ اس شخص نے تو اپنی بیوی کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا تھا جو کہ اسکی راہ میں حائل ہوئی تھی تو پھر اے ایم کیا چیز ہے۔

ضرار نے تکان سے سر جھٹکا۔

''یہ مسئلہ ہے۔'' کمانڈر نے ضرار کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔ ضرار نے بے بسی سے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''حسن چاہتا ہے کہ ہر صورت اے ایم کو زیب کروا

جائے اور اسکی زیبی کا مطالبہ منوانے۔ کوئی قیدی نہ تو غزہ سے اسرا جا گے اور نہ ہی اسرا سے کوئی غزہ لوٹے گا۔''

ضرار کی آنکھیں پھیل گئیں۔کیا واقعی یہ حسن نے کہا تھا؟

'' اسکا حل ہے میرے پ س، اور تمہیں اس میں میرا ساتھ دینا ہوگا۔'' کماٹ رنے پ اسرارا از میں کہا تو ضرار نے چو کر دیکھا کہ آ وہ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

'' پ یٹی لیڈی۔۔!! پ یٹی لیڈی۔۔!!'' اس نے ہمیشہ کی طرح سکول سے آتے ہی شور مچا دیا تھا۔وہ آگے آگے جبکہ یقوت پیچھے آ رہا تھا۔

'' آ گئی۔۔آ گئی۔۔!!'' صفا مسکراتے ہوئے کچن سے ا لئے جوس کے گلاس لئے ہر آئی۔یقوت نے سلام کرتے ہوئے گلاس پکڑ لیا۔اور مرجان نے سوالیہ وں سے صفا کو دیکھا۔''کیا ہوا؟'' صفا نے چو کر پوچھا۔

'' آپکا جوس؟'' مرجان نے ا تھی نگاہ ڈالی۔

''میں نے پی لیا تھا۔'' صفا نے نگاہ پ ائی۔

''منال.....!!'' وہ اب گلا پھاڑے منال کو آوازیں دے رہا تھا۔۔

''اچھا۔۔۔!! پ پ ہو جاؤ۔۔لا رہی ہوں میں بھی۔۔'' صفا ہڑ ٹ اکر گلاس اسکے پ س ر ت کچن کی جا ٹھی۔وہ واپس آئی تو اب اسکے ہاتھ میں بھی ا گلاس تھا۔وہ آ کر ا سامنے والے صوفے پ ہی بیٹھ گئی۔

'' و یی گڈ۔۔!!'' کہتے مرجان نے گلاس لبوں سے لگا یا۔صفا نے سر جھٹکا اور وہ بھی ا ساتھ ہی جوس پ نے لگی۔آج کل وہ مرجان کے ہاتھوں قابو آئی ہوئی تھی۔ منال کے سامنے جتنے ے کرتی تھی مرجان اسکو اتنا ہی آڑے ہاتھوں ی تھا۔اس لئے اب منال کو جو ت منوانی ہوتی مرجان کے کان میں پھو دیتیں۔بس پھر مرجان جانے اور صفا۔وہ کھانے پ ے میں بہت سست ہو گئی تھی جس کی وجہ سے منال نے مرجان کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی اور مرجان کو تو بس بہانہ چاہیے تھا۔وہ اب سارا دن صفا کے د منڈلا اور اسکو کچھ نہ کچھ کھلا رہتا۔

''آپ کے مہمان نہیں آ رہے۔'' مرجان نے گھو ٹ بھرتے ہوئے خالی سے لاؤنج کو دیکھا۔

''کیوں؟ تم ا مس کر رہے تھے؟'' صفا نے شوخ سے لہجے میں پوچھا مرجان نے ٹ اکر فوراً میں سر ہلا یا۔''وہ لوگ تیار ہو رہے ہیں ہمیں مارکیٹ جا تھا۔'' صفا نے ہنستے ہوئے ت مکمل کی۔

''مارکیٹ؟'' اب کی ر یقوت نے پوچھا تھا۔

''ہاں، موسم ل رہا ہے ں، اس لئے ا سردی کے کپڑے دلانے تھے۔عینا کہہ رہی تھی کہ وہ ز دہ د رکنے کے لئے نہیں آئے میں نے کہا کہ کوئی ت نہیں وہاں جا کر پہن ا سی بہانے پ کستان کی ثقافت مصر میں آئے گی۔''

''کیا حسن ماموں نہیں آ رہے؟'' یقوت نے گلاس واپس ٹیبل پ رکھا۔صفا کی کھلی سی مسکان سمٹی۔

''ابھی تو نہیں۔۔'' اس نے کندھے اچکا دیئے اور اچا سے سنجیدہ ہو گئی۔''تم لوگ چینج کر لو میں کھا لگوا رہی ہوں۔'' وہ کہتی کچن کی جا ٹھ گئی۔

''آ ۔۔!!'' یقوت کے پکارنے پ صفا اچا سے پلٹی۔''کیا ہم بھی ساتھ چلیں؟'' یقوت نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا تو صفا پھر سے مسکرا دی۔

''کیوں نہیں۔۔کھا کھا لو پھر چلتے ہیں۔'' وہ کچن کی جا چلی گئی۔یقوت اور مرجان نے اپنے بھاری بھرکم بیگ اٹھائے اور سیڑھیاں پ ڑھنے لگے۔

''تمہاری کیا آ ت سے لڑائی ہوئی ہے؟'' مرجان کے سوال پ یقوت نے چو کر اسکو دیکھا وہ مگن سا سیڑھیاں پ ڑھتا جا رہا تھا کہ جیسے اسکو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

''نہیں تو۔'' یقوت نے فوراً جواب دیا تھا۔وہ لوگ اب سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے کوری ور میں چلے جا رہے تھے۔

''اچھا؟ آج کل وہ تمہارے ساتھ کم ہی آتی ہے۔'' مرجان نے لاپ واہ سے ا از میں کہتے یقوت کو دن موڑ کر دیکھا تھا۔

''پتہ نہیں شا مصروف ہو گی۔'' یقوت کا لہجہ اچا بجھ سا تھا۔جس کو مرجان نے محسوس کیا تھا۔

''وہ آجکل اپنے اس ن کے ساتھ مصروف ہوتی ہے جس کے .. نے آ ۔ کوکڈ کیا تھا۔'' مرجان نے جبڑے پیس کر کہتے ہوئے دروازہ کھولا اور ۔ قوت کے ا ردا خل ہونے پ دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند ہوا تھا۔ اس نے اپنا بیگ لا کر اپنے اسٹڈی ڈ پ تقریباً پٹخا تھا۔ ۔ قوت اسکو دیکھ کر رہ َ ۔ ''لوگ کتنے بیوقوف ہوتے ہیں ۔۔'' مرجان ب ڑا ۔

''اس میں سبحان کی کوئی غلطی نہیں تھی مرجان۔'' ۔ قوت نے بھی وہی دلیل دی جو . دیتے تھے۔ اسکے کہنے پ مرجان نے مڑ کر اسکو دیکھا تھا۔ ۔ قوت نے نگاہ پھیر لی اور اپنا بیگ رکھ کر ڈریسنگ روم میں َ ۔ کچھ د ۔ بعد وہ چینج کر کے نکلا تو مرجان اپنا پی سی آن کئے بیٹھا تھا۔ ''تم چینج تو کر لو۔۔'' وہ َ دن ا ۔ جا ن . َ ائے ت سف کے ساتھ مرجان کو دیکھ رہا تھا۔

''تم چلو میں آ رہا ہوں۔'' مرجان نے مصروف سے ا ن از میں جواب د ۔ تو ۔ قوت واشروم میں گھس َ ۔

جبکہ اب مرجان اپنے پی سی کے سامنے بیٹھا اپنے ہو ٹ . ی طرح سے کچل رہا تھا۔ سکرین پ ا ۔ نوٹی فیکیشن جگمگا رہا تھا اور مرجان شد ۔ الجھن کا شکار تھا۔

(''تم آج کے بعد ٹ ۔ اول سے . ت نہیں کرو گے۔'')

ا ۔ اہیم کے الفاظ دماغ میں گونج رہے تھے سامنے کھلا میل . کس اسکو شد ۔ کشمکش میں مبتلا کئے ہوئے تھے۔

''کیا تم جا ہو کہ تمہارے .. کہاں ہیں؟''

یہ وہ سوال تھا جو اس ای میل میں پوچھا َ تھا۔ اور مرجان . کتر ت ہوا یوزر دیکھ رہا تھا۔ ''ٹ ۔ اول''۔ پی سی میں ا ۔ اہیم کا ای میل لگا ہوا تھا اور ٹ ۔ اول ا ۔ اہیم کے ای میل پ ہی میسج کر رہا تھا۔

''ہو سکتا ہے ٹ ۔ اول .. کو جا ہو۔ اور وہ .. کے ای میل پ میسج کر رہا ہے اور .. نے اس سے اکیلے میں . ت کرنے سے کیا تھا َ میں ان کا ای میل یوز کروں گا تو .. کو پتہ چل جائے گا۔ اور َ .. کو پتہ چل َ ۔ تو.....'' مرجان سوچتے سوچتے پھر سے ا ۔ نقطے پ ا ٹ َ ۔ واشروم کا دروازہ کھلا ۔ قوت تولئے سے منہ خشک کرتا ہوا ن ردا خل ہوا۔

''۔ قوت۔۔!'' مرجان نے اسکی جا ن . رخ موڑا۔

''ہاں؟'' ۔ قوت تولیہ ر ت اسکی جا ن . آ ۔

''ا َ .. نے کسی سے . ت کرنے سے کیا ہوا اور ا ن .. کے ای میل کے تھ وہی رابطہ کر رہا ہو؟''

''اسکا مطلب ہے وہ .. کو جا ہے۔۔'' ۔ قوت نے کندھے اچکا دیئے۔

''پ ا َ میں .. کے ای میل سے جواب دوں گا تو .. جان جا گے۔ کیا وہ ن راض ہوں گے؟'' مرجان نے . کتر ے۔

''ا َ .. جان جا گے تو وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ کیا . ت کی گئی ہے، ا َ تمہاری غلطی نہیں ہوگی تو وہ ن راض نہیں ہوں گے ۔۔''

'' ؟''

'' بہتر ہے کہ تم ایسا کچھ نہ ہی کرو کہ .. ن راض ہوں۔'' ۔ قوت اسکو تنبیہ کرتا وہاں سے نکل َ ۔ مرجان کچھ د ۔ یوں ہی بیٹھا رہا کہ ا ۔ اور نوٹی فیکیشن پ وہ چونکا۔

''کیا تم جاننا نہیں چاہو گے کہ تمہارے .. کہاں ہیں؟''

سوال پڑھ کر مرجان نے تھوک نگلا۔

''ا َ میں پتہ لوں کہ .. کہاں گئے ہیں اور . آ گے تو پ یٹی لیڈی بھی خوش ہو جا گی اور وہ .. کو ۔ دکر کے نہیں را گی اس طرح وہ بیمار نہیں ہوں گی۔''

مرجان نے صفا کو سوچتے ہوئے فیصلہ کر ہی لیا۔ پھر اس نے ای میل پ کلک کیا اور ا کس او پن کیا۔ ''اور .. اس چیٹ کو پڑھ لیں گے تو غصہ نہیں کریں گے۔ کیو میں ا سامنے ہی . ت کر رہا تھا۔'' مرجان نے خود کو ا ۔ اور دلیل دی۔

''کہاں ہیں ..؟'' اس نے ڈا ئ سوال کیا تھا۔ کچھ د ۔ ت میل . کس میں سناٹ چھا ۔ رہا۔

''کیا تم جاننا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔۔اسی لئے میں نے جواب دیہے۔'' مرجان نے فوراً میسج ٹائپ کیا۔دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

''کیا تم نہیں جا کہ تمہارے۔۔ کہاں ہیں؟'' مقابل نے پھر سے سوال کیا۔مرجان نے بھینچ لئے۔اسکو غصہ آیا تھا۔

''اَ تمہیں نہیں معلوم کہ۔۔ کہاں ہیں تو وقت۔ دنہ کرو۔۔ خود ہی آ کر تمہیں دیکھ لیں گے۔'' مرجان نے غصے میں جواب دیا۔

''ارے ارے۔۔!! لگتا ہے تم ٹائپ اول سے ناراض ہو۔۔''

''ہاں میں ناراض ہوں۔۔تم نے میری پیٹی لیڈی کے رے میں غلط بولا تھا پچھلی دفعہ۔۔'' مرجان کو جیسے یاد آیا کہ وہ تو ناراض تھا۔

''اچھا اب نہیں بولوں گا۔''

مقابل نے ہتھیار ڈال دیئے۔۔مرجان کا کترتا ہوا سکرین کو دیکھے گیا۔

''کیا تم طاقت کا کھیل کھیلنا چاہتے ہو؟'' کچھ دیر بعد میسج آیا تو مرجان نے اپنی آنکھیں پھیلا دیں۔وہ بناء پلکیں جھپکے سکرین کو دیکھے گیا۔پھر اس نے میسج ٹائپ کیا۔

''میرے۔۔ نے کیا ہے۔وہ مجھے خود طاقت ور بنا گے جم میں لے جا کر۔۔'' مرجان نے ڈن ٹالی۔مقابل گہرا سکوت چھا گیا۔مرجان کچھ دیر سکرین کو دیکھے گیا۔کوئی جواب نہ آیا تو اس نے یوں ہی پی سی آف کر دیا اور اپنے کپڑے ڈریسنگ کی جا۔ٹھ گیا۔

کھانے کے بعد وہ شام کو مارکیٹ گئے تھے جہاں سے صفا نے عینا اور بچوں کے لئے شاپنگ کی۔سلویٰ اور یوسف کافی پرجوش آتے تھے۔لاہور کی گلیاں پسند آئی تھیں۔جبکہ مرجان صفا کی ساری توجہ سلویٰ اور یوسف کی جا۔ دیکھ کر منہ بسور کر رہ گیا۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اس لئے بس ساتھ ساتھ چلتا رہا۔یا قوت وقفے وقفے سے سلویٰ اور یوسف کے ساتھ باتیں کرتا تھا۔وہ جلدی گھل مل جاتا تھا اس لئے سلویٰ بھی اسکے ساتھ گھل مل گئی تھی جبکہ مرجان کی آنکھیں دیکھ کر ہی سلویٰ پہلو بدل کر رہ جاتی۔

اس وقت بھی وہ لوگ مال کے کیفے میں ہی بیٹھے تھے۔شاپنگ کر کے وہ لوگ کافی تھک چکے تھے اور سورج بھی غروب ہو رہا تھا۔اس لئے صفا نے وہیں کھانا آرڈر کر لیا۔وہ لوگ کھانے کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک وہاں دوسری ٹیبل پر آیان آئی۔جس پر نظر سے پہلے یاقوت کی ہی نگاہ گئی تھی۔

''آیان۔۔!!'' وہ تقریباً خوشی سے چیخا تو مرجان نے اسکی جانب دیکھا۔

''کہاں؟'' صفا نے مڑ کر دیکھا تو پچھلی ٹیبل پر آیان ایک عورت اور اپنے ہم عمر لڑکے کے ساتھ بیٹھی آئس کریم کھا رہی تھی۔مرجان نے بھی اس جانب دیکھا ماتھے پر تیوری ڈال کر۔''یہ کس کے ساتھ آئی ہے۔؟'' صفا بڑبڑائی۔

''یہ سبحان ہے آیان۔۔! آیان کے ماموں کا۔۔آئی مین میرال کے ماموں کا بیٹا۔'' یاقوت پرجوش سا تعارف کروا رہا تھا۔

''کڈنیپر کا بیٹا۔۔'' مرجان نے لقمہ دیا تو یاقوت نے افسوس سے اسکی جانب دیکھا جو اتنی آسانی سے نہیں بھولنے دیتا تھا۔صفا نے بھی اچنبھے سے دیکھا۔

''آ ان لوگوں نے معافی مانگی ہے اور وہ انکل تو ویسے بھی جیل میں ہیں۔آیان کی دوستی سبحان سے ہے بس۔۔'' کہتے کہتے یاقوت کی مسکراہٹ سمٹ سی گئی کیونکہ آیان نے اسکی جانب دیکھا اور پھر سے سبحان کی کسی بات پر متوجہ ہو گئی۔یاقوت ابھی پرجوش سا ہاتھ ہلاتا پہلے ہی وہ دن موڑ کر سبحان کی بات سننے لگی۔

''ہمم۔۔آؤ۔۔ملتے ہیں اس سے۔۔'' صفا اٹھنے لگی۔

''مجھے لگتا ہے ہمیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔۔'' یاقوت نے مرجھائے سے لہجے میں جواب دیا تو صفا نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر وہ اسکے تاثرات جلد ہی سمجھ گئی تھی اس لئے مسکراہٹ دبا گئی کیونکہ سجل اسکو چھوڑ کر کسی اور لڑکی کے پاس تھوڑی دیر کے لئے بھی جاتی تھی، جا کر بیٹھ جاتی تھی۔ صفا کی آنکھوں میں بھی وہی ہوتا تھا جو اس وقت یاقوت کی آنکھوں میں تھا۔وہ یہ سوچ ہی رہی تھی۔ کھانا آیا۔

''تم نے کوک آرڈر کی تھی؟'' عینا نے صفا کی جانب دن موڑ کر دیکھا۔جس نے کندھے اچکا دیئے۔''سوری میں کوک نہیں پی سکتی۔'' اس نے بیرے سے کہا تو وہ بھی ٹھٹک گیا۔

''کیا ہوا عینا؟ اسکا ٹیسٹ پسند نہیں؟'' صفا نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ عینا پھیکا سا مسکرا دی۔

''ٹیسٹ کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہٹ کرتی ہیں۔''

''مثلاً؟'' صفا نے تعجب سے پوچھا۔

''مثلاً، ایسا کارو بار جس کے منافع کا ایک خاص حصہ قاتل کی ہتھیلی پر رکھا جائے جس سے وہ قاتل ہتھیار بنائے اور مظلوم پر مزید ظلم ڈھائے اور معصوموں کو بے دردی سے مار ڈالے، ماؤں کی کوکھ اجاڑ دے، بچوں کو یتیم کر دے اور اپنا پیٹ لوں کو بموں سے اڑا دے۔ ایسے کاروبار کی بنیاد بن کر میں ان ڈائریکٹلی کیسے اس قاتل کو نفع پہنچا سکتی ہوں؟'' عینا نے بے بسی سے کہا تو صفا کچھ لمحے سوچ کر رہ گئی پھر وہ جلد ہی اسکا حوالہ سمجھ گئی۔

''اوہ۔۔ دماغ سے یکدم نکل گیا تھا آئی ایم سوری۔۔ اب تو بنا لیا ہے نا۔۔'' صفا نے شرمندگی اور بے چارگی کے ملے جلے تاثرات لئے کہا تو عینا نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا۔

''اب بنا لیا ہے تو ہم اسکو پی لیں؟ تمہیں پتہ ہے اس میں سے خون کی بو آتی ہے۔ ہم لوگ بائیکاٹ کو بہت لائٹلی لے رہے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑا ہتھیار ہے اور اسکو اٹھانے کے لئے نہ تو ہمیں ہماری حکومتوں سے اجازت نامہ درکار ہے اور نہ کسی لائسنس کی ضرورت ہے، اس لئے ہمیں اس ہتھیار کو دل کھول کر استعمال کرنا چاہیے۔ یہ وقت احتجاج ہے صفا۔۔!''

''ہمم۔۔ آئی ایم سوری۔۔ بھائی یہ لے جا اور ہمیں کسی لوکل برینڈ کی کولڈرنک لا دیں۔'' صفا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''میڈم؟'' ویٹر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اب وہ ان کو لڈرنک کو دیکھ رہا تھا کہ انکا کیا کرے۔

''ویسٹ کر دو۔'' صفا نے فوراً جواب دیا۔ اسی دوران اسکی نگاہ ریسٹورنٹ کے گلاس ڈور کے سامنے کھڑے ایک فقیر پر گئی۔ ''ایک منٹ۔۔!'' صفا نے ویٹر کو روکا۔'' عینا۔۔ کیا ہم اسکو کسی فقیر کو دے سکتے ہیں؟'' اس نے معصومیت سے سوال کیا۔

''آج تم اسکو یہ پلا دو گی، اسکو یہ رمل لگے گا کل اسکے پاس بھی ایک کولڈرنک لینے کے پیسے آ جائیں گے وہ اسی ٹیسٹ کی کولڈرنک پسند کرے گا۔'' عینا نے صفا کی معصومیت دیکھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا تھا وہ شاید اتنے ہارش الفاظ سے پریشان ہو رہی تھی۔ آج اسکو سمجھ آیا کہ ابیہم اسکو کیسے ہینڈل کرتا رہا ہے وہ تو الفاظ کی بھی چوٹ نہیں سہہ سکتی تھی۔

''ہمم۔۔ میں اسکے لئے اور آرڈر کر دیتی ہوں۔۔'' صفا مسکرا دی تو اب کی بار عینا نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ ویٹر منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا واپس گیا۔ اس نے وہ کولڈرنک لے جا کر کچن میں واپس پٹخیں اور ایک ڈسپوزآف کرنے لگا۔ ''پتہ نہیں کیا سمجھتی ہیں یہ لڑکیاں خود کو، ایسا لگتا ہے کہ اس ایک بوتل سے اسرائیل جیسے بڑے ملک کو کوئی فرق پڑ جائے گا۔ اسکی پیٹھ پیچھے امریکہ کھڑا ہے اسکو ڈھائی ممکن ہے اور یہ لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ اس چالیس پچاس روپے سے وہ ایک کاروبار بند کروا سکتی ہیں۔'' اس نے جی بھر کے عینا اور صفا کا تمسخر اڑایا۔ اور یہ بھی رمل تھا یہ ہم میں سے ہر چوتھے پانچویں بندے کی سوچ کی عکاسی تھی۔

مرجان اور یاقوت اب آپس میں کو یکسر بھول کر صفا اور عینا کی باتیں سن رہے تھے۔

''پوری اسی کو کہتے ہیں پیٹی لیڈی۔۔!!'' مرجان اچانک بولا تو ان لوگوں نے چونک کر اسکو دیکھا۔ ''آپ لوگ مان لیں کہ آپ لوگ کمزور ہیں، وہ لوگ طاقت ور ہیں آپ کے ان چھوٹے چھوٹے ایکٹس سے انہیں فرق نہیں پڑنے والا۔ اسکے لئے آپکو وہی پاور چاہیے جو اس وقت آپ ایس ڈی کر کے، وہی پاور حاصل کر کے ایسا ہوا ہیں۔ ورنہ یہ چھوٹے چھوٹے ایکٹس بس سیلف سیٹیسفیکشن کے علاوہ کچھ نہیں۔'' وہ لوگ بغور مرجان کا چہرہ دیکھ رہے تھے اسکی آنکھیں عجیب سی تھیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود سے نہیں بول رہا وہ کسی اور کے الفاظ من وعن دہرا رہا تھا۔

''مرجان۔۔!!'' اس سے پہلے کہ صفا اسکو ٹوکتی ویٹر پھر دوسری ڈرنک کے آیا۔

''جانے دو۔ ابھی وہ سمجھ ہے۔۔'' عینا نے صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور سرگوشی کی۔ تو صفا نے سر ہلا دیا۔ وہ اب کھانے میں مصروف ہو چکے تھے۔

''ہائے یاقوت۔۔!!'' انی آواز پہ وہ چونک آیا۔ نوین کی انگلی تھامے کھڑی تھی۔

''ہائے آ۔ ۔۔'' قوت نے فوراً جواب دیا۔ آ۔ نے ایک نگاہ صفا پر ڈالی تو صفا اپنی کرسی چھوڑ کر اسکے پاس چلی آئی۔ ''ہائے آ ۔'' آ۔ نے کچھ حلق سے نیچے اتارا۔ صفا ہمیشہ کی طرح زمین پر بیٹھی اور آ۔ کو اپنے بارے سے لگا۔ آ۔ کچھ لمحے یوں ہی اسکے حصار میں کھڑی رہی۔

''کیسی ہو؟'' صفا نے اسکو سامنے کیا اور اسکے گھنگریالے بال ٹھیک کرتے پوچھا۔ آ۔ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ ''کیسی ہیں آپ؟'' صفا اب اٹھ کر نوین سے ملی اور اس نے سبحان سے بھی اسکا حال احوال پوچھا۔

''میں بالکل ٹھیک، بس بچے ضد کر رہے تھے کہ آئس کریم کھانی ہے اس لئے لے آئی۔ آپ۔؟'' وہ بتاتے بتاتے الجھی کیونکہ وہ صفا کو نہیں جانتی تھی۔

''قوت۔۔ اور مرجان آ۔ کے فرینڈز ہیں۔'' صفا نے پیچھے بیٹھے قوت اور مرجان کی جانب دیکھا۔ قوت تو اٹھ کر پاس آیا جبکہ مرجان وہیں بیٹھا رہا۔

''میں نہیں ہوں دوست۔۔'' مرجان بڑبڑایا۔ اسکے یوں بڑبڑانے پر سلویٰ نے اسکو چونک کر دیکھا تھا۔ اسکو سمجھ تو نہ آئی وہ اسکو دیکھتی رہی وہ اسکے تاثرات سمجھ رہی تھی۔ پھر اس نے سامنے کھڑے لوگوں کو دیکھا۔ اس نے قوت کو دیکھا جو کہ آ۔ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے سلویٰ اور نوین کو دیکھا۔

''یہ لوگ کون ہیں؟'' اس نے عینا سے پوچھا۔

''وہ بچی جو ہے وہ قوت اور مرجان کی دوست ہے اس لئے وہ اسکو ملنے گئے ہیں۔'' عینا نے مسکرا کر تعارف کروایا۔

''یہ تو نہیں کہہ سکتے۔'' سلویٰ نے ایک نگاہ مرجان پر ڈالی۔

''کیونکہ میں کسی کا دوست نہیں۔'' اس سے پہلے کہ جواب عینا دیتی مرجان نے تلخ کر جواب دیا تھا۔ سلویٰ نے پلکیں جھپکیں عینا مرجان کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔ وہ سر جھٹک کر کھانے لگا۔ صفا اور قوت کچھ دیر آ۔ کے پاس کھڑے رہے پھر وہ اسکو الوداع کرتے واپس آ گئے۔ عینا ان لوگوں کو آ۔ اور قوت کی دوستی کا بتاتی رہی۔ اور یوں ہی وہ لوگ ہلکی پھلکی باتیں کرتے رہے۔ سلویٰ کو کوئی بات دلچسپ لگتی تو وہ عینا سے اسکا مطلب پوچھ لیتی ورنہ خاموش رہتی۔ اسکا یہاں دل نہ لگنے کی ایک وجہ زبان کا مختلف ہونا بھی تھا۔

نومبر شروع ہو چکا تھا پہلا ہفتہ اپنے اختتام پر تھا۔ اب موسم میں خنکی بڑھ رہی تھی۔ واشنگٹن میں بھی اس وقت رات ہو رہی تھی۔ سفیر اپنی جیکٹ پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے یوں ہی روڈ کنارے چلتا جا رہا تھا۔ آج بھی ایک طویل دن تھا آج بھی اس نے اپنی کیمپین کا ایک طویل دن گزارا تھا۔ اسکی جیب میں پڑا موبائل رنگ ہوا تو اس نے فون نکال کر دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

''عیشا کالنگ۔''

سفیر نے مسکرا کر فون کان سے لگایا۔ ''آ رہا ہوں گھر۔۔'' اس نے چھوٹتے ہی جواب دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ ہم ہو رہی ہوگی۔

''سفیر۔۔!! اگلے پندرہ منٹ میں تم گھر ہونے چاہیے ہو۔۔ اور ہاں۔۔''

''اور کیا؟'' سفیر مسکرایا ہوا فون کان سے لگائے جا رہا تھا۔ موسم میں خنکی تھی اس پہر پیدل چلنے میں مزہ آ رہا تھا۔

''اور یہ کہ میں نے کھانے میں کچھ نہیں بنایا تم اپنے فون سے پیزا آرڈر کر دو، ایک چیز۔ ،اور کچھ ڈر ۔۔'' اس نے فوراً مینیو گنوایا۔ سفیر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''میں نے سنا تھا کہ مشرقی بیویاں بہت فرماں بردار ہوتی ہیں میری قسمت میں انوکھا ہی پیس لکھا ہوا تھا۔'' اسکے لہجے میں عجیب بے چارگی سی تھی۔ ادھر بیٹھی عیشا اچھی خاصی محظوظ ہوئی تھی۔ ''خیر۔!! جو بھی پیس میرے حصے میں آیا مجھے وہ دل و جان سے قبول ہے۔ اس لئے میری بیگم کو کھانا بنانے کی کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں آرڈر کر دیتا ہوں۔'' وہ کھلکھلایا۔ آج جانے کتنے دنوں بعد وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ کیونکہ نومبر کے اختتام پر سیز فائر کی ایک امید سی ملی تھی۔ سیز فائر کے نتیجے میں قیدیوں کے تبادلے ہونا تھے۔ نہ جانے کتنے فلسطینی اپنے گھروں کو واپس لوٹتے اور اپنے پیاروں کو گلے لگاتے۔ یہ سوچ کر ہی سفیر خوش ہو گیا تھا۔

''اور میں نے سنا تھا کہ عرب اپنی بیویوں کو بگاڑتے ہیں۔ مجھے ایک انوکھا پیس ہے جو مجھ سے تن دھلوا رہا ہے۔'' عیشا اسی کے انداز میں بولی تو سفیر کا فلک شگاف قہقہہ گونجا۔

''وہ اس لئے کہ آپکا عربی کوئی شیخ نہیں ہے وہ بس ا۔ فلسطینی ہے جو دو وقت کی روٹی کما لے وہی بہت ہے۔''

''ہونہہ، بگاڑنے کے لئے شیخ ہو۔ ضروری نہیں۔تم میرے حصے کے۔ تن دھو۔ کرو میں اتنے میں ہی خوش ہو جاؤں گی۔''

''یعنی بیگم صاحبہ نے آج بھی۔ تن نہیں دھوئے۔'' سفیر نے ا۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''ہاں۔۔اور جلدی آجاؤ۔۔میرا سنک تمہیں مس کر رہا ہے۔۔اور اس میں پڑے۔ تن بھی۔'' عیشا شوخ ہوئی۔

سفیر ہنستا جا رہا تھا۔''اپنی خوبصورت، اور خطر۔ک مشرقی بیوی کے لئے۔ تن کیا، میں بندے بھی دھو سکتا ہوں۔''

''ہاہاہا۔۔فی الحال۔ تن ہی دھولو۔۔'' وہ ہنستی جا رہی تھی۔سفیر بھی ہنس د۔۔

''اچھا سنو۔۔!!'' سفیر اچا۔ بولا۔

''ہاں؟''

''ا۔ احبک۔۔'' سفیر اچا۔ بولا تو عیشا کے گلال سرخ ہوئے۔اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے ازلی ا۔ از میں محبت کا اظہار کیا تھا۔''آئی لو یو عیشا سفیر۔۔!! آئی ریئلی لو یو.....'' وہ اب انگر۔ی ز۔ن میں بھی دہرا رہا تھا۔''میں اپنی شر۔ حیات سے بہت محبت کر۔ ہوں۔۔'' اب اس نے اردو میں کہا تھا۔

''سفیر۔۔!! خیر۔ ۔ ہے؟ آج ہی سارے اعتراف کر لو گے؟'' عیشا جھینپ سی گئی۔

''ز۔ گی کبھی کبھی تو موقع دیتی ہے اس لئے۔ ۔ بھی موقع دے کھل کر اعتراف کر۔ چاہیے۔''

''اور اَ ز۔ گی موقع نہ دے؟'' عیشا کسی ٹ انس کے تحت بولی۔

''تو موقع پیدا کر۔ چاہیے۔۔'' سفیر پھر سے ہنس د۔۔عیشا جو کہ کچھ د۔ پہلے ایموشنل ہو رہی تھی ہنس دی۔اسکی ہنسی واشنگٹن کی سڑکوں پ گونج رہی تھی ہر سوا۔ خوبصورت سا احساس قائم ہوَ۔ تھا۔وہ اپنی بیوی سے اظہار محبت کر رہا تھا۔کائنات ا۔ پل کے لئے جھوم سی اٹھی تھی۔

۔۔!!

یہ خوشی بس اسی لمحے میں قید ہو کر رہ گئی تھی اسی ا۔ پل میں، اور اگلے ہی پل کائنات تھم گئی، کائنات کا رقص وہیں رک َ۔، اور سفیر کو زمین آسمان گھومتے ہوئے دکھائی دیئے۔

''سفیر۔!!'' روڈ سائیڈ پ پڑے فون کی سکرین ٹوٹ چکی تھی کال چل رہی تھی جہاں سے عیشا کی چیخیں گونج رہی تھیں۔وہ مسلسل سفیر کو پکار رہی تھی۔گاڑی دور کہیں جا نکلی تھی سفیر مڑ کر دیکھ۔ نہ سکا کیو اسکی َ دن مڑ چکی تھی سر سے خون بہتا جا رہا تھا اور ت۔ رکول کی سڑک کر وہ سرخ مائع سرخ کر َ۔ تھا۔اس کو ابھی ت۔ اس مو۔ئل سے چیخوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔اس نے بند ہوتے دماغ کے ساتھ ان چیخوں کو سنا تھا۔پھر ان چند لمحوں میں اس نے اپنی ز۔ن کو کلمہ ادا کرتے محسوس کیا۔یہ جیسے خود بخود ہوا تھا۔پھر اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے چند مناظر دیکھے، ان مناظر میں امو تھیں، ا۔ ساتھ ادا تھی، اسکے اپنے۔ پ کے ساتھ َ۔ ارے بچپن کے کچھ پل تھے۔پھر اس نے ا۔ اہیم کو دیکھا، اس نے اپنے خا۔ ان کے بعد اَ کسی کو دیکھا تھا تو وہ ا۔ اہیم تھا۔اور اسکی آنکھوں کے سامنے لہرانے والا آ۔ ی چہرہ عیشا کا تھا جو کہ اپنا عکس اسکی آنکھوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ َ۔ تھا۔یہ عکس اب قیامت کے روز ت۔ کے لئے سفیر کی آنکھوں میں قید ہو چکا تھا۔اس عکس کو اب قیامت کے دن کھلتی آنکھوں نے پھر سے پہچاننا تھا اور اسکو ۔۔ میں بھی اس عکس کو اپنا شر۔ سفر چننا تھا۔

آسمان پ۔ دل چکا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان۔ سنے لگا۔ ت۔ رکول کی سڑک پ۔ مائع بہتا جا رہا تھا اس مائع کا رَ۔ لال تھا۔سفیر کے لہو کا رَ۔ لال ہی تھا۔وہ سمجھتا تھا کہ شا۔ فلسطینیوں کا لہو بے رَ۔ ہے نہیں اسکا لہو بے رَ۔ نہیں تھا وہ تو لال تھا۔ پھر لہو سے بھی لال تھا۔۔!

وہ ا۔ روڈا ٹ کا شکار ہو چکا تھا جیسے کوئی بھی ا۔ ٹ ہو جا۔ ہے.....!!

کچھ ہی د۔ میں روڈ پ ا۔ لینس کا شور ہو رہا تھا۔کوئی بھاگ کر اسکی جا۔ آ رہا تھا انھوں نے اسکی دیکھی اور ہڑ۔ا کر ا۔ دوسرے کا منہ دیکھا۔پھر ا۔ سٹر لا۔ َ۔ اور سفیر کا مردہ جسم اس پ۔ رکھ کو اسکو اگلے سفر کے لئے لے جا َ۔۔فون اب خاموش ہو چکا تھا۔ا۔ آدمی آ۔ اور اس نے فون اٹھا۔ اور آ۔ ی کال کو دیکھا۔

شام ہو رہی تھی اور وہ اس وقت اپنی لکونی میں کھڑی تھی وہی جولان کی عقبی سمت میں کھلتی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھو اسکی سنہری لٹوں کو اڑا رہے تھے۔

(''ا ت کان کھول کر سن لو۔۔ میں تمہیں ہاسپٹل لے کر نہیں جانے والا..... مجھے کوفت ہوتی ہے ا پ ل سے۔۔اس لئے یہ بھول جاؤ کہ تم آ جان بوجھ کر بیمار پڑو گی تو میں تمہیں ا پ ل لے کر جاؤں گا۔اور ا ت۔۔ تم ہزار کوشش کر لو مرنے کی ا. اہیم گورسی تمہیں مرنے نہیں دے گا۔۔)

ماضی ذہن کی کھڑکیوں سے اچا سے جھانکنے لگا تھا۔ وہ پھیکا سا مسکرا دی۔ اسکی مسکراہٹ دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ زخمی بھی تھی۔ کتنی اذ تھی اسکی اس مسکراہٹ میں، یہ صرف وہ جا تھی، سامنے کھلتے گیندے کے پھول پھر چلتی ہوا ۔اسکے علاوہ کوئی نہیں جا تھا کہ صفا قریشی کی وہ مسکان کس قدر اذ ک تھی۔

سرد ہوا کا جھونکا آ تو اس نے بے اختیار اپنے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر مسلے۔ خنکی ٹھہر رہی تھی۔ اسکو لگا جیسے ا. اہیم اسکو کھڑا گھور رہا ہے کہ وہ ایسے سردی میں بناء کسی شال کے کھڑی ہے۔ وہ مسکرا کر اندر چلی آئی۔ اس نے ا ڈا ئری اٹھائی اور اپنے کمرے میں رکھے کاؤچ پہ آ کر بیٹھی۔ وہ اسی کاؤچ پہ سوتی تھا، وہ اس کو انتقام کی خاطر لایا تھا اسکو اپنا بیڈ بخش کر خود اس چھوٹے سے کاؤچ پہ بے آرام ہو کر سوتی تھا۔ صفا نے سر جھٹکا۔

''جھوٹے ہیں آپ۔۔'' اس نے زیر لب کہا اور ڈا ئری کھول کر بیٹھی کچھ صفحوں پہ کچھ تحریریں تھیں اس نے بے اختیار ان تحریروں کو پڑھنا شروع کیا۔

پہلے صفحے پہ بس ا ہی سطر تھی۔۔

''صفا۔ اہیم کا انتظار کرے گی.....''

اس نے صفحہ پلٹا۔۔

''صفا۔ اہیم کا انتظار کرے گی، بہار میں، خزاں میں، سات میں، تپتے سورج کی تپش میں اور خون جما دینے والی سردی میں۔'' پھر سے صفحہ خالی تھا۔ ہر صفحے پہ ا ایک سطر تھی ہر سطر پہلے سے زیادہ طویل ہو جاتی اور اس میں کسی چیز کا اضافہ ہو جاتا، کبھی موسموں کا تو کبھی بیماری اور صحت کا۔

آخر کار اس نے ا صفحہ پلٹا تو وہ کورا کاغذ تھا۔ اس نے اپنا اٹھایا اور ا گہری سانس بھری۔ پھر اس نے لکھنا شروع کیا۔

''صفا۔ اہیم کی منتظر ہے، اس انتظار کے دوران صفا مر گئی تو بھی صفا کی مندی ہوئی آنکھیں ا. اہیم کا انتظار کریں گی۔ میں ہر روز، ہر پل یہ عہد خود سے دہراتی ہوں ا. اہیم کیونکہ یہ وہ واحد عہد تھا جو آپ نے مجھ سے لیا تھا۔ اور میں مرتے دم تک یہ عہد نبھاؤں گی۔ ا. اہیم۔!! میں نے اب روتے ہوئے کہ دیا ہے کیونکہ میرے آنسو آپکے بچوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ میں اب اپنا خیال رکھتی ہوں کیونکہ میری ذرا سی صحت سے مرجان پریشان ہو جاتا ہے۔ اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے لئے آپکی جدائی سہنا آسان ہے۔''

لکھتے لکھتے اچانک سے قلم کی رفتار سست ہوئی تھی۔ ہاتھوں کی جنبش میں اضافہ ہوا جس کے باعث اس قلم کو تھامنا مشکل ہو رہا تھا۔

''میرے لئے ا. اہیم کی جدائی سہنا بہت محال ہے۔۔! بہت۔۔ بہت زیادہ۔۔ا. اہیم۔۔!! آجا ا. اہیم۔۔اس سے پہلے کہ۔۔صفا مر جائے۔۔آجا۔۔''

آخری سطر اس نے کتنی مشکل سے مکمل کی تھی۔ کتنی دیر قلم اٹھایا کتنی دیر رکھا۔ کتنی دیر قلم اسکے ہاتھوں سے چھوٹ اور کتنی دیر اس نے وہ قلم تھاما۔ اور اس دوران ایک آنسو، صفا قریشی کے جھکے گئے تمام بندھ توڑ کر اس سفید کاغذ میں جذب ہوئے۔ اسکے باعث سیاہی پھیل گئی۔ صفا نے جلدی سے اپنے آنسو رگڑے اور وہ ڈا ئری بند کر کے اپنے سینے سے لگا لی۔

''آجا ا. اہیم۔۔!! اس سے پہلے کہ میری منتظر آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں اور میرے دل کی دھڑکنوں میں گونجتا آپکے نام کا ورد اچانک سے خاموش ہو جائے۔'' اس نے ضبط سے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے اور آنکھوں پہ تو کر فیو لگا رکھا تھا کہ خبردار جو کسی آنسو نے اسکے حکم کی خلاف ورزی کی ہو تو۔۔

اگلے دن شام سفیر کی تدفین واشنگٹن میں ہی کر دی گئی تھی۔ اسکی ہمیشہ سے خواہش تھی کہ جہاں بھلے جہاں مرضی دفن اپنے وطن میں ہو۔ ان حالات میں اسکی لاش کا غزہ پہنچنا ناممکن تھا۔ اس وقت مسلم قبرستان میں ا لڑکی بیٹھی تھی۔ قبر کی مٹی ابھی تازہ گیلی تھی، اس پہ تازہ پھول رکھے گئے تھے۔ وہ قبر کسی گلدستے کا

سامنظر پیش کررہی تھی۔سیاہ لباس میں ملبوس وہ لڑکی قبر کے سرہانے ٹھال سی بیٹھی تھی اس نے ایک ہاتھ قبر پر رکھا ہوا تھا اور سر قبر کے قطبے سے ٹکا رکھا تھا جس پر سفیر کا نام اور اسکی تاریخ وفات لکھی ہوئی تھی۔

''سفیر۔۔!!''اسکے ہلے۔وہ آنکھیں تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔وہ مشرقی حسن آج مانو پڑا تھا۔آنکھیں رو رو کر سوجھ چکی تھیں اور چہرہ بے رنگ و نور تھا۔وہ مردوں کے سے اسب والی لڑکی اس وقت نڈھال آتی تھی۔وہ کسی اجڑے باغ کا پھول تھی جس کا حسن وقت کی سنگینی نے چھین لیا تھا۔جس کو تسلی کا پانی تک دستیاب نہ تھا۔اسکی پنکھڑیاں مرجھا چکی تھیں۔اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔

''میری ماں نے مجھے جیتے جی خود سے دور کردیا اور کبھی میری خبر تک نہ لی۔۔وہ اپنی زندگی میں خوش ہے وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ بہت خوش ہے۔میرے باپ نے۔۔'' کہتے کہتے عیشا کے لبوں پر ایک تمسخرانہ مسکراہٹ امڈ آئی۔''اس نے تو مجھے پہچاننے سے ہی انکار دیا تھا سفیر۔۔!!''عیشا کی آواز رندھ گئی۔'' دیکھو۔!!تم بھی دغا باز نکلے،اور چلے گئے عیشا کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر ان خساروں سے دوچار کر کے جن کا ازالہ اب ناممکن ہے سفیر۔۔!!''وہ یوں ہی قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیرتی اپنا غم اس مٹی کے ڈھیر کے سامنے بہاتی رہی۔اسکے وہ بے رنگ آنسو بے مول ہوتے اس مٹی کے ڈھیر میں جذب ہوتے رہے۔اور وہ اپنے آنسو بہاتی رہی کیونکہ اب ان آنسوؤں کو پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔وہ جو اسکے آنسوؤں پر تڑپ جاتا تھا،جس نے اسکو جینا سکھایا تھا،جس نے سنگین سے سنگین حالات میں بھی اسکو ہنسنا مسکرانا سکھایا تھا وہ آج اسکو روتا ہوا چھوڑ کر جا چکا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ آفیسر کا اپنا سیاہ سکارف سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے ایک نگاہ قبر کے قطبے پر ڈالی۔اور پھر سے ایک ہچکی لی،دل نے جیسے یقین کرنے سے انکار کردیا ہو کہ۔۔کہ۔۔وہ نہیں رہا۔۔دل نے ضد کی تھی ایک بار۔۔بس ایک بار آواز دو۔۔۔پھر دیکھنا وہ آجائے گا۔عیشا نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ دبائی تھی۔دل نے التجا کی تھی کہ ایک بار پکار کر دیکھو۔۔دیکھنا وہ۔۔وہ آجائے گا۔۔وہ کہیں چھپا ہوا ہوگا۔وہ شاید اسکو تنگ کر رہا ہو۔۔پھر اسکو ستا رہا ہو۔۔وہ آجائے گا۔عیشا نے اپنے سکارف کا کونہ منہ میں دبایا اور اپنی بلند ہوتی ہچکیوں پر قابو پایا۔

''کیوں۔؟؟؟ کیوں چلے گئے؟؟؟''وہ ایک بار پھر سے پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی وہیں قبر کے سرہانے ڈھے سی گئی۔قبرستان کے باہر کھڑی گاڑی کا دروازہ کھلا وہ جو سے اسکو یوں ٹوٹتا بکھرتا ہوا دیکھ رہا تھا آفیسر کا اپنی گاڑی سے نکلا اور چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔وہ آکر قبر کے سامنے کھڑا ہوا۔عیشا کی اسکی جانب پیٹھ تھی۔اس نے ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھی۔چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور اس لڑکی کو دیکھا۔

''اندھیرا ہو رہا ہے چلو یہاں سے۔''

اپنے عقب سے مردانہ آواز سنائی دیتے عیشا ٹھٹکی اور پھر اس نے جھٹکے سے گردن موڑی۔دیکھا تو سامنے انکا ازلی دشمن کھڑا تھا۔ایک سیاہ فور پیس پہنے،جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔چہرے پر بلا کی سی سنجیدگی سجائے۔عیشا نے اسکو دیکھ کر سر جھکا لیا اور پھر سے رخ پھیر گئی۔

''چلو یہاں سے۔۔اندھیرا ہو رہا ہے۔''اس نے پھر سے دہرایا۔

''میں اندھیرے سے نہیں ڈرتی تم جاؤ۔''وہ سخت گیر انداز میں بولی تو اس نے ایک تاسف بھری نگاہ اس لڑکی پر ڈالی۔

''یہاں کوئی اور ہے جس کے پاس تم رہ سکو؟''

''میں پہلے بھی اکیلی رہتی تھی اب بھی رہ سکتی ہوں۔وقتی سہاروں کی ضرورت نہیں ہے عیشا کو۔''اسکی آواز بھیگی ہوئی ضرور تھی وہ مضبوط تھی۔بے حد مضبوط۔!

''مصر واپس چلو۔۔''اس نے کچھ دیر بعد کہا تو عیشا اب کی بار اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سمجھ نہیں آتا۔؟؟میں نہیں جانا چاہتی تمہارے ساتھ کہیں بھی۔مجھے تمہاری ان ہمدردیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اگر تمہیں اپنے دھونے ہیں تو اور جگہ جا کر دھو لو۔میرے ساتھ ہمدردی دکھا کر اپنے گناہوں کا مداوا مت کرو۔''وہ اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھ کر مضبوط لہجے میں کہتی اسکے پاس سے گزر کر چلی گئی۔حسن مڑ کر اسکو دیکھ نہ سکا۔

اس نے سامنے قبر کو دیکھا۔وہ ایک مجاہد کی قبر تھی وہ شخص اپنی سرزمین پر دفن بھی نہ ہو سکا۔حسن کو سفیر کی موت کا انتہائی دکھ تھا۔وہ عیشا کو سنبھالنے یہاں خود آیا تھا

کیو وہ ا. اہیم کی غیر موجودگی میں اسکے .تی کے ساتھیوں پ رکھے ہوئے تھا اورا ز گی میں ا. اہیم کی کمی کو پورا کر چاہتا تھا۔ شا ۔!اسکے ہ اتنی آسانی سے لوگ بھول نہیں تھے۔

کیو اللہ ہوں کو بھول جا ہے ا ن نہیں بھولتے اور نہ بھولنے دیتے ہیں۔حسن اذ سے مسکرا ۔اس نے ا گہری سانس خارج کی اورا آ ی نگاہ اس قطبے پ ڈال کر وہاں سے ۔

اس ر کمرے میں وہ اپنی آنکھوں کو کھلا رکھنا کی کوشش کر ہوا اس ر یکی میں بھی کچھ نہ کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔اب تو اسکو ر یکی کی اتنی عادت ہوگئی تھی کہ اسکو لگتا تھا کہ وہ اجالا دیکھے گا تو شا پ گل ہو جائے گا۔وہ جوا روشن دان تھا وہ بھی اسکے وہاں آنے کے دوسرے دن ہی بند کر ۔ تھا۔اسکی آنکھیں ر یکی کی عادی ہو چکی تھیں۔کبھی اس تہہ خانے میں روشنی جلا بھی تو ا. اہیم آنکھیں بند کر اور بند ہی ر تھا۔اسکو لگتا تھا کہ روشنی اسکی ئی کو ختم کر ڈالے گی۔آج بھی اسکو کھا ۔ تھا۔وہ اسکو ہفتے میں بس ا دو رکھا کھلاتے تھے محض اسکو ز ہر کے لئے ورنہ بس پ نی کے دو گھو ٹ مل جاتے تھے۔اسکا جسم پہلے سے کافی کمزور آ تھا۔سر کے ل کچھ ڑھ گئے تھے اتنے نہیں۔ ہاں داڑھی ضرور کچھ ز دہ ڑھ چکی تھی۔ وہ انتہائی ی جگہ پ رہ رہا تھا جہاں رہ کر ا ن ہر وقت موت کا انتظار کر ہے ا. اہیم موت کا منتظر نہیں تھا۔وہ تو اس لمحے کا منتظر تھا جس لمحے وہ اپنے خا ان کے پ س لوٹے گا۔وہ اپنے ماں پ کو محسوس کرے گا،اپنی اولاد کو سے لگا کر میں ٹھنڈک کو محسوس کرے گا۔۔اور وہ منتظر تھا ان سرمئی آنکھوں کا جن میں ہمیشہ کی طرح اپنی تصو دیکھ کر وہ خود کو مکمل تصور کرے گا۔وہ اسکو سے لگائے اور اس د کے ہر غم، ہر آزمائش اور ہر تکلیف کو فراموش کر دے گا۔اس منفی جگہ پ اور منفی حالات میں وہ اپنی سوچوں کو منفی رکھ کر اپنے ب کمزور نہیں کر سکتا تھا۔وہ لوگ ہر روز اسکو کسی نئی حقیقت سے آگاہ کرتے۔وہ ہر روز اسکو نئی قسم کا ڑ پ کرتے جس سے کہ اسکے ا ب کمزور ہو جا اور وہ ا سامنے ہار مان جائے۔وہ لوگ خود کو طاقت ور ش کر رہے تھے ہر طرح سے کہ وہ ہار مان جائے۔اور مان لے کہ د انکا کچھ نہیں بگا ڑ سکتی۔

ا. اہیم نے ہار نہیں مانی تھی وہ ہر روز ا نئے ا از میں ز کر دیتا تھا۔

وہ اسوقت بھی دیوار سے ٹیک لگائے ز اپنے ا کو ید کر رہا تھا کہ وہ اسکو ش قدم رہنے میں مدد کرے اور اسکے دشمنوں کے دلوں پ ہیبت طاری کر دے۔وہ لوگ بھلے اسکو مار دیں ا. اہیم گورسی سے ا کوئی نفع نہ پہنچے۔اسکی سوچوں کے تسلسل کو پ اتے دروازے نے توڑا تھا۔کسی کے بھاری بوٹوں کی آواز پ اس نے مندتی ہوئی آنکھیں کھول دیں۔

وہی مانوس سی انی پ فیوم کی مہک نتھنوں سے ٹکرائی تو ا. اہیم نے بے زاری سے بھینچ لئے۔وہ قر آتی گئی اور اس ر اس نے لا ٹ آن نہیں کی بلکہ یوں ہی اپنے ہاتھ میں موجود ا چھوٹی سی ٹ رچ سے آگے ڑھتی رہی۔اس نے ٹ رچ کی روشنی ا. اہیم کی آنکھوں میں ماری تو ا. اہیم نے اذ سے آنکھیں مز سختی سے بند کر لیں۔ وہ ہنس دی اور آ کر اسکے پ س ہی زمین پ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ٹ رچ اسکے ہاتھ میں ہی تھی جس کے ش تہہ خانے میں مدھم سی روشنی پھیل رہی تھی۔

''کیوں ضد کرتے ہو؟'' وہ مدھم سے لہجے میں بولی۔

ا. اہیم کے مسکرائے اس ر یکی میں مونچھوں تلے اسکے مسکراتے ہوئے دکھائی دیئے تھے سارہ کی نگاہ سامنے والی دیوار پ جمی ہوئی تھیں۔وہ اسکی مسکراہٹ کو نہ دیکھ سکی۔

''کیوں؟ تم لوگ تھک گئے ہو؟'' وہ ہنس دی۔لہجے میں طنز واضح تھا۔سارہ اس ر نہ تو غصہ ہوئی نہ ہی اس نے جبڑے بھینچے۔بلکہ وہ بھی مبہم سا مسکرائی۔

''نہیں دراصل مجھے اتنے مضبوط لوگ اچھے نہیں لگتے۔۔کیا ہے ں کہ مجھے پھر اپنا آپ کم لگنے لگتا ہے۔''

''اچھا؟ پھر تم لوگ مار دو مجھے۔۔ا مضبوط ا ن اس د سے ختم ہو جائے گا اور یہ ڈ سارہ گولڈ گ کے پ س محفوظ رہے گا۔'' وہ بے فکری سے کہتا کندھے اچکا ۔

''نہیں۔۔مار مقصود ہو تو مار چکی ہوتی۔تمہیں ز کر چاہتی ہوں۔چاہتی ہوں کہ تم۔۔'' اس نے ا گہری سانس خارج کی اورا ر دن موڑ کر اسکو دیکھا

جس کی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔۔''کہ تم میرے سامنے بھیک مانگو، زندگی کی، اپنی اولاد کی، اور اپنے تمام اثاثوں کی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم میرے قدموں میں گر کر معافی مانگو۔۔اور پھر۔۔'' کہتے وہ مسکرائی۔''پھر میں تمہیں سہارا دوں کھڑا کروں۔اور تمہیں ہر شے بخش دوں۔۔جو جو تم چاہتے ہو تمہیں . کچھ دے دوں۔۔بس۔ایسا رمیرے پیروں میں گر کر ٹ اؤ۔۔قسم کھاتی ہوں۔۔تمہیں . کچھ دے دوں گی۔''

''دینے اور چھین لینے والی ذات اللہ کی ہے، تم تو اسکی مرضی کے بناء مجھے مار نہیں سکتی۔'' وہ پھر سے ہنس دیا۔سارہ کو نہ جانے کیوں آج اسکی باتوں پہ غصہ نہیں آرہا تھا۔''وہ واحد اور یکتا اس قابل ہے کہ اسکے سامنے جھکا جائے ،اسکے سامنے ٹ ٹ ا جائے، اس سے مانگا جائے۔۔''ابراہیم نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

''اگر ایسا ہے تو ماننا لوں اس سے آزادی۔۔'' سارہ کے ہتک آمیز جواب پہ ابراہیم نے پہلی بار گردن موڑی اور اسکو دیکھنے کی کوشش کی۔اس نے ہلکی سی آنکھیں کھول کر اسکا چہرہ دیکھا وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔وہ اسکے چہرے کو دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ واقعی یہ کہہ رہی ہے؟

''کیا تم واقعی کنوئیں کا مینڈک ہو؟''ابراہیم نے کیا سوچ کر پوچھا۔

''کنوئیں کا؟'' سارہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔۔کنوئیں کا مینڈک۔۔جہاں تک مجھے اندازہ ہے یہودی بھی اسی کنوئیں کا ایمان رکھتے ہیں جس پہ تم رکھتے ہیں۔''ابراہیم نے کندھے اچکائے۔وہ اب مدھم سی روشنی میں اسکو دیکھ پا رہا تھا۔وہ مدھم سی روشنی ابراہیم کو تکلیف نہیں دے رہی تھی۔

''ہاں۔۔یہودی مانتے ہیں ۔۔میں نہیں مانتا۔''

''تم ملحد ہو؟''ابراہیم نے ابروسکیڑے۔سارہ نے جواب میں کندھے اچکا دئے۔''ہمم۔۔''ابراہیم نے میں سر جھٹکا۔اور رخ پھیر لیا۔وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

''کیوں؟ تم امید نہیں کر رہے تھے؟'' وہ ہنس دی۔

''نہیں، کنوئیں کا مینڈک ہوتی تو زیادہ حیران ہوتا۔اب کم حیرت ہو رہی ہے۔''

''اوہ کم آن۔۔یہ مذہب کارڈ کھیل کھیلنا کرتے ہیں نہیں تم لوگ؟؟ بھائی بھی ہر وقت مجھے مذہب پہ لیکچر دیتے رہتے ہیں۔اور اب تم شروع ہو جاؤ۔'' سارہ نے سر جھٹکا۔

''کیا ہمارے درمیان اتنی سی ہی ہے کہ میں تمہیں تبلیغ کروں گا؟''ابراہیم نے پھر سے گردن موڑ کر دیکھا۔سارہ نے اسکی جانب دیکھا اور کندھے اچکائے۔

''جتنی سی میں بات رہی ہوں اور کوئی بات نہیں سکتا۔اس سے زیادہ سی کیا ہوگی کہ تم ابھی تک صحیح سلامت ہو نہ تم پہ کسی قسم کا تشدد کیا گیا ہے اور نہ تمہیں قتل کیا گیا۔''

سارہ کو لگا تھا۔ابراہیم کو آج سارہ کا یہ لاہوا ازکھٹک رہا تھا۔یقیناً وہ اسکو ٹوکنے کرنے آئی تھی۔''ویسے۔۔!'' سارہ اسکو متوجہ کرتی ہوئی اسکی جانب پوری گھوم گئی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔''تم مجھے بتاؤ اپنے مذہب کے بارے میں۔اگر میں تمہارے ساتھ اپ۔۔یعنی اپنے ساتھ اپ۔۔ایمان لے آؤں۔۔پھر سے جیسے پہلے رہتی تھی۔۔تو ہو سکتا ہے ہمارے درمیان مزید سی پیدا ہو جائے۔'' وہ دلکش مسکراہٹ لئے بولی۔ابراہیم نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔وہ آنکھیں سکیڑے اسکو دیکھ رہی تھی۔وہ اسکے چہرے پہ لکھا واضح پڑھ چکا تھا۔اس لئے پھیکا سا مسکرا دیا۔

''میں کوئی داعی نہیں ہوں۔جا کر کسی داعی سے رابطہ کرو۔میرا دماغ نہ کھاؤ۔''

سارہ کا منہ کھل گیا۔۔وہ کیسے اسکی آنکھوں میں چھپے فریب کو پڑھ لیا کرتا تھا۔وہ اس پہ ہر حربہ آزما چکی تھی یہ آنی تھا کہ وہ اسکے ثابت کی تردید کرتے ہوئے اسکے قریب جاتی اور پھر اسکو شیشے میں اتار لیتی۔ ہر بار کی طرح وہ ناکام ٹھہری تھی۔وہ موت سے نہیں ڈرتا تھا، وہ کسی بھی طرح سے بلیک میل ہونے سے انکاری تھا۔وہ بھوکا رہ رہا تھا، وہ تین جگہ پہ تھا۔تین حالتوں میں پھر وہ بھی بات کرتا اپنے لفظوں سے ہی زیر کر دیتا تھا۔سارہ پہلے اس سے نفرت کرتی تھی پھر اسکے دل میں اسکو زیر کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اب۔۔اب کچھ بدل رہا تھا۔وہ نہ چاہتے ہوئے اس سے متاثر ہو رہی تھی اسکے دل میں ایمان گوشہ بن رہا تھا اسکی اپنی اجازت کے بناء۔

صبح صفا دینا کا ہاتھ تھامے سیڑھیاں اتری تو نشستگی کی میز پہ پہلے ہی لوگ موجود تھے۔اس نے مسکرا کر ان کو دیکھا جو کہ ہمیشہ کی طرح مرجان اور یوقوت کی نوک جھونک سے محظوظ ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔سلویٰ اور یوسف بھی خوش سے بیٹھے تھے۔وہ لوگ بھی اب گھلنے ملنے لگے تھے۔سلویٰ کی یوقوت سے کچھ اچھی بحث ہو

گئی تھی۔ یہ قوت ٹھہرا یروں کا یر۔ ہمیشہ کی طرح اس نے سلویٰ کے دل میں بھی جگہ بنالی اور وہ دونوں کافی اچھے دو ۔ بن گئے تھے۔اس لئے یہ قوت اکثر اسکو بھی اپنی. توں میں شامل کیا کرت۔ جس پ سلویٰ کھل اٹھتی تھی۔ یہ قوت جو پہلے سلویٰ کو کچھ سڑیل سمجھتا تھا اب اسکی سوچ. لنے لگی تھی۔ وہ سڑیل نہیں تھی وہ بس ز. ن نہیں جا تھی۔اور اب یہ قوت کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ تو بہت ہی ٹم دل کی مالک ہے انتہائی ٹم دل کی۔ وہ لوگ کسی. ت پ ہنس رہے تھے۔ صفا اور دینا نے ان . کو سلام کیا۔ مرجان فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور آ کر اس نے کسی جینٹل مین کی طرح صفا کی کرسی کھینچی۔۔ صفا نے مسکرا کر اسکو دیکھا اور اپنی کرسی پ بیٹھ گئی۔

''کیا. ت ہے، آج . اتنے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔'' صفا نے خوشگوار حیرت سے ان . کو دیکھا۔

'' پ یٹی لیڈی۔!! کل میری اور یہ قوت کی سالگرہ ہے۔''

''کیا واقعی؟'' صفا بھی خوش سے چہکی۔

''جی اور میں بتا رہا تھا کہ میں مرجان سے . ڑا ہوں۔۔ پورے دو منٹ اور دس سیکنڈ۔۔'' آج یہ قوت نے ا یہ انکشاف کیا تھا۔ جس پ مرجان نے پھر سے پہلو . لا۔

'' میری ہائیٹ یہ قوت سے . ڑی ہے اس لئے مجھے . ڈ اگفٹ ملے گا۔'' مرجان نے فوراً اپنی دلیل پیش کی۔ تو یعنی اس . ت پ بحث ہو رہی تھی۔ صفا مسکرا کر رہ گئی۔

''ہائیٹ کا کیا ہے، وہ تو کسی بھی . ڑی ہو سکتی ہے۔ . کی ہائیٹ دادو سے . ڑی ہے وہ . ڑے نہیں ہو جاتے۔ ا ن . ڈ اعمر سے ہی ہوتا ہے۔'' یہ قوت نے مضبوط دلیل دی۔ اسکی دلیل سن کر ا یہ پل کے لئے سناٹا سا چھا گیا۔ وہ . ا یہ دوسرے سے نگاہیں پ انے لگے۔ سفیان گورسی نے . بھینچ لئے تھے وہ اپنی آنکھوں میں چھپی نمی کو چھپا چھپا کر تھک چکے تھے اس لئے کوشش کرتے تھے کہ ا. اہیم کا ذکر کم سے کم ہو اس گھر میں۔ اور یہی حال . قیوں کا بھی تھا ان لوگوں نے فرار کو چنا تھا۔ . ر. رذ کر کرنے سے انتظار کی مدت تو کم نہیں ہو رہی تھی البتہ یہ . کی گھٹن . ڑھ جاتی تھی۔

''اہمم۔۔ اہمم۔۔'' سفیان گورسی نے اس سناٹے کو محسوس کرتے گلا کھنگارا تھا۔ ''بھئی میرے دونوں بیٹوں کو ا یہ جیسے تحائف ملیں گے نہ کم نہ ز. دہ۔۔ بس۔۔'' انھوں نے فیصلہ سنا یا تو قوت نے کندھے اچکا دیئے جبکہ مرجان مطمئن نہ آ. تھا۔

ا یہ . رپھر سے موضوع تبدیل ہو چکا تھا۔ ا یہ . رپھر سے ماحول پ چھائی آرزدگی کی دھند چھٹ چکی تھی۔ وہ لوگ پھر سے مصروف ہو گئے تھے۔

بچے سکول جا چکے تھے زلیخا کچن سمیٹ چکی تھیں اور منال لاؤنج میں ایل ای ڈی لگائے بیٹھی تھیں۔ وہ یوں ہی سکرین کو گھورے جا رہی تھیں ا کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ انھوں نے نیوز پیپ پ. ریخ دیکھی۔ نومبر۔۔! اسکو گئے ہوئے اڑ. لیس دن ہو چکے تھے۔ اور ان اڑ. لیس دنوں میں کتنے گھنٹے، کتنے منٹ اور کتنے سیکنڈز تھے یہ بس منال جا تھیں۔ انکا دل ہر وقت ا. یشوں کی زد میں رہتا تھا۔ وہ . کے سامنے مضبوط ی. ین عورت تھیں۔ وہ . کو سنبھال رہی تھیں وہ . کا خیال رکھ رہی تھیں اب ا بھی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی۔ کیو وہ پہلے کبھی اتنی د. نہیں لگا تھا۔ ز. دہ سے ز. دہ ا یہ ہفتہ، اسکے بعد وہ ان سے . ت ضرور کیا کرت تھا۔ وہ مصر میں رہتے ہوئے بھی ان سے ہر روز . ت کرت تھا۔ اَ کبھی کسی مشن پ جا تا بھی تو ہفتے کے ا. را اپنی ماں سے . ت لازمی کیا کرت تھا۔ اسکا نمبر ا یہ ہفتے سے ز. دہ د. بند نہیں رہتا تھا۔ منال یہ . ت کہہ کر ان . کو مز. پ یشان نہیں کر سکتی تھیں۔ انھوں نے پھر سے اپنے دل کو گہرا سمندر بنا لیا تھا انھوں نے کتنے ہی غموں کو اس سمندر کی تہہ میں چھپا لیا تھا۔ کیو ا آ کا ا یہ آ بھی اس گھر کی عمارت کو اَ سکتا تھا۔

وہ اس گھر کا مضبوط ستون تھیں وہ کیسے کمزور پ جاتیں۔ انھوں نے مضبوط رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے فیصلے پ قائم تھیں۔ ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کر کے انھوں نے یوں ہی صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں مو. لیں۔ دل کے مقام پ درد سا اٹھا تھا۔ یہ . میں گھٹن ہوئی تھی۔ انھوں نے ا. ازکیا۔

کچھ ہی د. یہ بعد ا ماتھے پ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھیں۔ اب گھٹن پہلے سے ز. دہ تھی پھر سر میں بھی شد. درد اٹھا تو وہ اٹھ کر کچن میں آ گئیں۔ زلیخا اماں اپنے کوا. میں تھیں۔ منال نے پ نی کا گلاس بھرا اور وہیں ا یہ کیبنیٹ میں رکھی اپنی بلڈ پ کی میڈیسن نکال کر کھائی۔ کیو انکا . بھی بی پی ہائی ہوتا یوں ہی گھٹن کا احساس ہوتا اور کبھی کبھی سر درد کی بھی شکا. ہوتی تھی۔ اس لئے انھوں نے بنا کسی کو پ یشان کئے اپنی دوا کھالی۔ اور واپس آ کر یوں ہی صوفے پ ڈھے سی

گئیں۔

سکول میں آج ۔ کے وقت ۔ قوت اور مرجان لان میں آئے تو ا بینچ پہ آ ۔ پہلے سے موجود تھی جس کو دیکھ کر ۔ قوت کھل کر مسکرا ۔ تھا۔ آ ' کا راسکی دو ۔ اس سے ملنے آ گئی تھی۔ وہ نیلی آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی ا دیکھ رہی تھی۔ مرجان نے ا ۔ نگاہ بینچ پہ ڈالی تو کچھ فاصلے پہ ہی رک ۔ ۔

''کیا ہوا؟'' ۔ قوت نے مڑ کر پوچھا ۔

''تم جاؤ۔۔ مجھے فٹ ۔ ل پریکٹس کرنی ہے۔'' مرجان کہتا دوسری جا ۔ ۔ ۔ جہاں کچھ لڑکے فٹبال کھیل رہے تھے۔ ۔ قوت آنکھیں سکیڑے اسکو جا ۔ دیکھے ۔ اور پھر وہ آ ۔ ۔ کی جا ۔ آ ۔

''ہائے ۔ قوت۔۔!!'' آ ۔ ۔ نے مسکرا کر اسکو پکارا اور ا ۔ طرف کھسک کر بیٹھتی ہوئی اسکے لئے جگہ بنا گئی۔

''ہائے۔۔!! کیسی ہو آ ۔ ۔ ۔'' ۔ قوت نے مسکرا کر ۔ ۔ ہوئے آ ۔ ۔ کی جا ۔ رخ کیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسے ہو؟'' وہ آج اچھے موڈ میں لگ رہی تھی۔ ۔ قوت کو اسکی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک بھلی لگی تھی اسکو وہ اداس، پ پ اور بجھی سی آ ۔ ۔ پسند نہیں آتی تھی۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔ کل ہمارے گھر میں پ رٹی ہے کیا تم آؤ گی؟'' ۔ قوت نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ آ ۔ ۔ نے آنکھیں سکیڑیں۔ ''ہمارا ۔ تھ ڈے ہے۔۔'' ۔ قوت نے ۔ ت مکمل کی تو آ ۔ ۔ پ جوش سی ہوئی۔

''کیا واقعی؟ کیا تم مجھے انوا ٹ کرو گے؟ میں ضرور آؤں گی۔۔ ۔۔'' کہتے کہتے وہ اچا ۔ سے اداس ہوئی۔

'' کیا؟''

''میرے پ س گفٹ کے پیسے نہیں ہیں۔'' اس نے بلا کی معصومیت سجائے نیلی آنکھیں پٹپٹا تو ۔ قوت کے لئے اپنی ہنسی ضبط کر ۔ مشکل ہو ۔ ۔

''تو پھر کیا ہوا۔۔ ویسے بھی تم ا آ ۔ ؤ گی تو مجھے خوشی ہوگی۔ اور گفٹ سے بھی خوشی ہی ہوتی ہے۔ تو جو چیز اصل میں ۔ ٹ کرتی ہے وہ ہے خوشی۔ اس لئے تمہارے آنے سے سمجھو کہ وہ خوشی مل جائے گی جو کسی گفٹ سے ملتی۔'' وہ کندھے اچکا ۔ ۔ آ ۔ ۔ خوشی کا فارمولہ سمجھتی ہوئی گھوم کر رہ گئی۔ وہ اسکی ۔ ت میں اتنا سمجھ گئی تھی کہ ا وہ گفٹ کے بناء بھی شر ۔ کرے گی ۔ ۔ بھی ۔ قوت کو خوشی ہی ہوگی۔ اسکے لئے اتنا کافی تھا۔

''تم اتنے دن کہاں مصروف تھی؟ میں نے تم سے بہت ساری ۔ تیں کرنی تھیں۔'' ۔ قوت نے آ ۔ ۔ کو کافی دنوں بعد دیکھ کر شکوہ سا کیا تھا۔ ا ۔ ننھا سا شکوہ۔ آ ۔ ۔ کچھ د ۔ نیلی آنکھوں سے اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھے گئی۔ وہ اسکو کیسے بتاتی کہ وہ نئے دو ۔ ۔ کی خوشی میں اپنے پ انے دو ۔ ۔ کو فراموش کر بیٹھی تھی۔

''وہ بس تھوڑی مصروفیت تھی۔'' آ ۔ ۔ پھر سے سر جھکائے اپنی انگلیوں کو دیکھتے بولی۔

''اچھا چھوڑو۔۔!! میں تمہیں اپنی بکس کولیکشن کا بتا ۔ ہوں۔'' ۔ قوت نے اسکی جا ۔ ۔ رخ پھیرا تو آ ۔ ۔ بھی ۔ کچھ سر سے جھٹک کر اسکی جا ۔ ۔ دیکھنے لگی۔ وہ اب محو سی اسکی ۔ تیں سن رہی تھی۔

''کیا میں بکس بور و کر سکتی ہوں؟'' کچھ د ۔ بعد ۔ قوت کی کولیکشن سے متا ۔ ہو کر آ ۔ ۔ نے ا ۔ آس لئے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔۔'' ۔ قوت نے کھلے دل سے پیش ۔ ش کی۔ ''کل تم آؤ گی تو میں تمہیں دکھاؤں گا۔ اپنی ساری بکس۔۔'' اس نے پ جوش ہو کر بتا ۔ تو آ ۔ ۔ بھی خوشی سے مسکرا دی۔

کچھ فاصلے پ فٹ ۔ ل کھیلتے مرجان نے ا ۔ اچٹتی نگاہ ان دونوں پ ڈالی اور پھر اپنے کھیل میں مگن ہو ۔ ۔

ممبئی ائیر پورٹ پ وہ اپنا ا ۔ سوٹ کیس ۔ ٹ ہوئی نکلی۔ وہ ا ۔ کھلے سے کرتے اور ڑ اوزر میں ملبوس تھی۔ سر پ حجاب بندھا ہوا تھا۔ جو حجاب ۔ ائے ۔ م ہوا کرتا تھا وہ

آج مکمل طر سے اسکو ڈھا پ رہا تھا۔ چہرے پ آرزدگی کے ن واضح تھے اسکی چال مضبوط تھی۔ وہ چلتی ہوئی ہر آئی تو لاؤنج میں کھڑی لڑکی کو دیکھ کر مسکرادی۔

وہ لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی اسکے پ س آئی اور اسکے گلے لگ گئی۔ کچھ ثنیے خاموشی کی ہو گئے پھر وہ سسکیوں میں رودی۔

''بس کرو عیشا۔۔!! شا بھگوان کو یہی منظور تھا۔'' وہ لڑکی اسکی پیٹھ تھپک رہی تھی۔

''نہیں نی۔!! ان لوگوں نے مارا ہے میرے سفیر کو۔۔'' وہ نی کے د فت مز تنگ کرتی اسکو ہچکیوں میں بتا رہی تھی۔

''عیشا۔۔!! پلیز۔۔ خود کو سنبھالو۔۔'' اس نے الگ ہوتے ہوئے عیشا کا آ وں سے چہرہ صاف کیا۔ عیشا نے بھی اپنے آ صاف کئے اور اثبات میں سر ہلا۔

''چلیں؟''

''ہاسٹل؟'' عیشا نے نی کی جا دیکھا۔ وہ مسکرادی۔

''نہیں اپنے گھر۔۔'' کہتے نی نے اپنی جینز کی پینٹ سے ا چابی نکال کر دکھائی۔ عیشا حیرت سے مسکرائی۔ ''تیری بہن جاب کرنے لگی ہے اب اپنا گھر لے لیا ہے۔ اس لئے اب دھڑلے سے رہیں گے۔'' اس نے آ د ئی تو اس قدر تناؤ میں بھی عیشا مسکرادی۔ نی ا جینز ٹ پ میں ملبوس تھی۔ سیاہ لیئرز میں کٹے ہوئے ل کندھوں پ سٹر ٹ کر کے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں وہاں سے چل دیں۔

نی عیشا کی ممبئی میں واحد دو تھی۔ عیشا نہ اپنی ماں کے پ س ہوتی تھی اور نہ ب پ کے پ س تو وہ نی کے پ س چلی جاتی تھی۔ نی پ ڑھائی کے سلسلے میں ہاسٹل مقیم تھی اس لئے عیشا کو بھی وہاں کسی نہ کسی طرح پناہ مل جاتی تھی۔ اب نی نے جاب شروع کر دی تھی جس سے وہ ا گھر کے قابل ہو چکی تھی۔ ا چھوٹ سا گھر جو عیشا اور نی کے لئے کافی تھا۔ وہ دونوں ا دوسرے کے لئے کافی ہو جاتی تھیں۔ اس قدر آزاد ماحول میں بھی نی اپنی اقدار کا خیال ر تھی۔ جس کی وجہ سے عیشا اس پ ہمیشہ اعتماد کرتی تھی۔ اب عیشا کو کچھ عرصے کے لئے ا گھونسلہ مل چکا تھا۔ جہاں وہ اپنی تھکن ا ر سکتی اور اپنا غم بہا سکتی تھی۔

وہ کرداوی مینشن میں داخل ہوا تو خالی گھر اسکو کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ اس کا موڈ ی طرح آف ہوا تھا۔ وہ اپنی ٹ ئی ڈھیلی کر ہوا سیڑھیاں پ ڑھنے لگا۔

''السلام علیکم سر۔۔!! آپکے لئے کافی لاؤں؟'' حسن کے قدم رکے اس نے مڑ کر دیکھا تو لاؤنج میں فاطمہ کھڑی تھی۔

''وعلیکم السلام۔۔! نہیں بس میں اپنے کچھ پیپرز ے آ ہوں۔۔'' وہ سپاٹ ا از میں کہتا سیڑھیاں پ ڑھ ے۔ عینا کے جانے کے بعد وہ آج کرداوی مینشن میں قدم رکھ رہا تھا۔ ورنہ خالی گھر کا سوچ سوچ کر ہی اسکا دل بجھ جا تھا۔ وہ اپنے دوسرے ا رٹمنٹ میں تھا جہاں سے عینا کی کوئی د نہیں جڑی ہوئی تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو بے اختیار نگاہ سامنے لگی ٹ ی سی وال پینٹنگ پ گئی۔ حسن کے بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھلے ا د کا جھونکا سا آ کر ٹکرا تھا۔ وہ چلتا ہوا وال پینٹنگ کے سامنے آ۔ اس نے وہ پینٹنگ ا ری۔ اسکے پیچھے دیوار تھی، خالی دیوار جس نے اس دن عینا کو مایوس کیا تھا۔ جس ہک کے ساتھ پینٹنگ ہینگ کی گئی تھی حسن نے مسکراہٹ د ئے اس ہک کو ذرا سا گھما تو ا پ دہ ساہٹ ے اور وہاں واقعی ا لاکر نمودار ہوا۔ حسن نے پینٹنگ وہاں پ ی ا ٹیبل پ رکھی اور ہنستے ہوئے اس نے وہ لاکر کھولا۔ اس میں اسکا ا پ ا موبائل پ ا تھا۔ اسکے ساتھ ا چابی پ ی تھی۔ حسن نے وہ چابی اٹھائی وہ ا گاڑی کی چابی تھی۔ ا سایہ سا آ کر ر ا۔

(''ا اہیم گورسی اپنی عورت کو نہیں ہار ۔ اس لئے آ میں یہ۔۔ پ ریس۔۔ ے تو تم یہاں سے دفع ہو جاؤ گے اور آئندہ مجھے اپنی شکل نہیں دکھاؤ گے۔'')

یہ چابی اس۔۔ پ کی تھی جس میں بیٹھ کر حسن کرداوی ا اہیم گورسی سے ہارا تھا۔ وہ ہنستا ہوا اس چابی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو پ س ہی ا یو ایس بی پ ی ہوئی تھی۔ حسن کے چہرے کی مسکراہٹ ما پ گئی۔ حلق ٹ وا ہوا۔ اس نے وہ ڈرائیو اٹھائی۔

''ا تم مجھے اس دن دھوکہ نہ دیتے تو آج یہ ڈرائیو مکمل ہوتی۔ اس میں خالی آ ی ثبوت کی جگہ آج فل ہوتی اور میرا مجرم جیتے جی اپنی سزا کاٹ رہا ہوتا۔'' اس نے جبڑے بھینچ لئے اور یو ایس بی کو مٹھی میں د ۔۔ ''کتنی محنت سے یہ سارے ثبوت میں نے اکٹھے کئے تھے کرداوی کے خلاف ۔۔ ۔۔ تم نے ضائع کر دیا۔'' اس نے ضبط سے مٹھی کو مز بھینچا۔ وہ دھاتی ڈیوائس اسکی ہتھیلی میں چبھ رہی تھی حسن کے جلال میں کمی نہیں آئی تھی۔ اسکی آنکھیں انگارے سا رہی تھیں۔ ''تمہیں پتہ ہے مجھے دکھ نہ تو اپنا مجرم کھو دینے کا ہوا نہ ہی دھوکے کا۔۔ دکھ تمہارا تھا۔۔ تم نے دھوکہ دیا تھا۔۔ میں نے تمہیں اپنے راز بتائے اور تم نے۔۔ میری پیٹھ میں چھرا گو ۔۔ ۔۔ ۔۔ میں پھر بھی تم

سے ت نہ کرسکا۔۔میں نے بہت کوشش کی تم سے ت کروں،تم سے ہر وہ چیز چھین لوں جو تمہیں خوشی دیتی ہے ۔۔ میں ہار گیا۔میں نے ہار مان لی اور اس دن میں نے تمہاری زندگی سے دور جانے کا فیصلہ کرلیا کیونکہ میں تمہیں چاہ کر بھی اپنا نہیں پہنچا پا رہا تھا۔''حسن نے وہ ڈیوائس واپس اس لاکر میں پٹخ دی۔اور اسکو بند کیا۔پھر یوں ہی اس نے وہ وال پینٹنگ اپنی جگہ پہ جما دی۔

اس نے اپنی دراز سے ایک فائل نکالی اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے نکلتا اسکے موبائل پہ آتی کال نے اسکو روک لیا۔اس نے موبائل نکال کر دیکھا تو عینا منصور حیات کی کال آرہی تھی۔

چہرے پہ موجود اذیت،ناگواری،ماضی کی تکلیف کی حدت ایک پل میں غائب ہوا تھا۔وہاں کچھ تھا تو بس سکون اور بے چینی کا امتزاج۔سکون اس چیز کا کہ عینا منصور حیات اب اسکا مقدر ہے۔اور بے چینی تھی کہ وہ اس سے دور تھا۔

اس نے موبائل کان سے لگایا اور وہیں رکھے اپنے صوفے پہ ڈھے گیا۔

''نور عینی۔۔!!۔ودۃ عینی۔۔!!مجھے تکلیف نہ دو۔۔''وہ بے بسی سے بولتا ہوا دوسری جانب فون پہ موجود عینا کو بھی بے چین کر گیا تھا۔

''تم نے خود بھیجا تھا۔''عینا منمنائی۔

''تو تم خود آجاؤ۔۔''حسن نے بے قرار ہوتے ہوئے کہا۔تو عینا مسکرادی۔اسکی سیاہ آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔کبھی کبھی اسکو اپنی قسمت پہ یقین نہیں آتا تھا کہ جس کی محبت میں وہ تڑپی تھی آج وہ اسکی محبت میں تڑپتا ہے۔

''تم پکارو۔۔!!آجاؤں گی۔''وہ شوخ ہوئی۔

''بے بس کرنا جانتی ہو تم۔۔''

''تم بے بس ہو جاؤ۔۔آجاؤں گی۔''وہ اپنی بات پہ قائم رہی البتہ لہجے میں شوخی ہر لحظہ بڑھ رہی تھی۔حسن نے ایک گہری سانس خارج کی اور خاموش ہو گیا۔وہ خود غرض نہیں ہونا چاہتا تھا۔

''کیسے ہیں؟''

''بظاہر نارمل ہیں،اندر سے نہیں۔''

''تم کیسے جانتی ہو؟''

''عینا منصور حیات کو آنکھیں پڑھنی آتی ہیں۔''

''اچھا؟کبھی میری آنکھیں پڑھ کر دکھانا۔''وہ مسکرادیا۔

''یہ تھوڑا مشکل ہے۔''عینا نے ہتھیار ڈال دیئے۔

''کیوں؟''

''تمہاری آنکھیں۔۔یہ۔یہ بہت گہری اور ترچھی ہیں ابھی پڑھنے کی کوشش میں،میں اپنا تشخص گنوانے لگتی ہوں۔میں دقت کی مشکل سے مشکل آنکھیں پڑھ سکتی ہوں حسن کرداوی کی سیاہ آنکھوں کا راز نہیں جان سکتی۔''حسن کی آنکھوں میں حیرت اتری۔

''کم آن۔۔میری آنکھیں ہیں یا اہرام مصر کے قدیم راز؟''اس نے سر جھٹک دیا۔

''وہ راز بھی ڈھونڈے جاتے ہیں حسن کرداوی کی آنکھوں کا راز نہیں پایا جاسکتا۔''عینا کسی ٹرانس کے تحت بولے جارہی تھی۔وہ اسکو آنکھوں میں قید نہیں کئے ہوئے تھا وہ محصور معلوم ہوتی تھی۔حسن نے سر جھٹکا۔یقیناً اسکی بیوی کو باتیں بنانا آگئی تھیں۔وہ باتیں حسن کو پیاری لگ رہی تھیں۔وہ ٹیک لگا گیا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟''صفا منال کے کمرے میں آئی۔دوپہر سے شام ہونے کو آئی تھی اور وہ ابھی تک کمرے میں ہی تھیں۔صفا ماتھے کو ہاتھ لگا کر

ا پس ہی ٹ گئی۔

''ہاں۔۔ٹھیک ہوں۔صبح بی پی تھوڑا ہائی ہو یا تھا۔اب بہتر ہوں۔''

''آپ نے بتایا کیوں نہیں ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ں۔''صفانے تاسف سے ا جا دیکھا۔

''اب ٹھیک ہوں ں۔۔تم بتاؤ بچوں کے تھڈے کی تیاری کر لی؟''انھوں نے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کی طبیعت اب ہے پہلے ہی۔۔میں کیسے۔۔''صفانے دنا جا ئی۔

''میں ٹھیک ہوں اور مز ٹھیک ہو جاؤں گی۔ اپنے بچوں کو خوشیاں مناتے دیکھوں گی۔اس لئے تم تیاری کرو۔میرے بچوں کا دل نہیں ٹوٹنا چاہیے۔وہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ا ماں اور انکا پ یہاں موجود نہیں تھے تو کسی نے ا خوشی کا خیال نہیں کیا۔اب سے ا لئے ماں بھی تم ہی ہو اور پ بھی تم ہی ہو صفا۔''انھوں نے صفا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

''اللہ ا پ کو سلامت رکھے۔۔''صفا فوراً بولی تھی۔سرمئی آنکھیں لبا پانیوں سے بھر گئیں۔دل تھا کہ د کر ہی بیٹھے جیسے دھڑکنا بھول چکا ہو۔

''ہاں۔۔ہاں۔۔میں کہہ رہی ہوں کہ اسکی غیر موجودگی میں۔''وہ بمشکل مسکرا ۔صفانے نم آنکھوں سے ہی اثبات میں سر ہلا یا۔''اب جاؤ شا ش۔۔عینا کو ساتھ لگا لو۔۔اور تیاری کرو۔۔ لکل ویسے ہی جیسے۔۔'' کہتے کہتے پھر سے منال خاموش ہو گئیں۔صفانے نگاہ اٹھا کر دیکھا منال کی آنکھوں میں بن روئے آ تھے۔صفانے پلکیں جھپکیں تو پلکوں کے کناروں پ ٹھہرے موتی اسکے رخساروں کی ز بن ہی گئے۔

''میں عینا کو دیتا ہوں۔۔بہت تیاریاں کرنی ہیں۔''صفا اپنے گال رگڑتی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔پیچھے منال اسکو جاتا دیکھے گئیں حتیٰ کہ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ منال نے آنکھوں میں قید ان آ وں کو آزاد کیا۔

''جیسے۔۔میری سجل اپنے ابو کی سالگرہ منا یا کرتی تھی۔۔''انھوں نے اپنی بات کو مکمل کیا۔اور پھر ہچکیوں میں رو دیں۔ا بلند ہچکیاں ا کمرے میں گونج رہی تھیں۔ا ماں کی تڑپتی ہچکیوں پ پورے ماحول پ سوگ طاری ہو یا تھا۔ در و دیوار سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ہر شے غمگین تھی۔

ممبئی میں رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔وہ نی کے اپارٹمنٹ میں اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے کھڑی تھی ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتے ہوئے ۔آنکھوں میں کوئی رونق باقی نہ تھی۔

''عیشا۔۔!!'' نی دستک دیتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔تو اسکو وہ ٹو کے سامنے کھڑی پا۔''یہ لو چائے پی۔۔''اس نے چائے کا پ لا کر میز پ رکھا۔عیشا جو کہ ا سبز رنگ کے کرتے پ جامے میں ملبوس کندھوں پ ا ہلکی سی شال اوڑھے کھڑی تھی۔اس نے مڑ کر دیکھا نی آرزدگی سے مسکراتی ہوئی اسکے پاس چلی آئی۔''تم ٹھیک ہو؟''اس نے عیشا کے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''ہاں۔۔مجھے کیا ہونا ہے۔جس کو ہونا تھا ہو چکا۔''

''عیشاء۔۔پلیز۔۔خود کو سنبھالو۔۔تمہارے سامنے پوری زندگی پڑی ہے۔ا یک شخص پر زندگی تمام نہیں ہو جایا کرتی۔''

اسکی بات پ عیشا نے تڑپ کر نی کو دیکھا۔

'' نی۔۔!!وہ شخص میری کل کائنات تھا۔۔اور تم کہہ رہی ہو کہ اسکے جانے سے زندگی ختم نہیں ہوئی۔۔''عیشا اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔آنکھیں خشک تھیں وہ سرخ تھیں غالباً رو رو کر تھک ہار کر خشک ہو چکی تھیں۔''تمہیں میرے ارزدگی آتی ہے؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں زندہ ہوں؟تم اسکو زندگی کہتی ہو نی؟''اسکی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

نی نے حلق تر کیا۔آنکھوں میں نمی امڈ آئی وہ عیشا کے سامنے رو کر اسکو رونے کا ا اور موقع نہیں دے سکتی تھی۔اس کا دل کیا کہ وہ عیشا کو سمجھائے اسکو دلیلیں دے،اسکو بتائے کہ زندگی بہت وسیع ہے،کسی ا ان کے جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔۔!! نی نے تمام دلائل کو ا طرف لپیٹ کر رکھ دیا۔اس نے ا

قدم آگے بڑھ کر سن سی کھڑی عیشا کو گلے لگا لیا۔ عیشا جو اسکے دلائل کی منتظر تھی وہ سا - رہ گی۔ نی اب آہستگی سے اسکی پیٹھ تھپک رہی تھی۔

''تم اس سے نکل جاؤ گی عیشا۔۔ مجھے اپنی عیشاء پ بھروسہ ہے میری عیشاء کمزور نہیں ہے وہ بہت بہادر ہے وہ مضبوط ہے۔'' وہ اسکی پشت پ ہاتھ پھیرتی ہوئی اسکو پسکون کرنے لگی۔ ''تمہیں وقت لگے گا۔ اس لئے جتنا چاہے وقت لے لو۔۔ میں تمہیں نہیں سمجھاؤں گی نہ ہی کوئی دلیل دوں گی۔ تمہیں صبر خود آئے گا۔ کیو تم ہی تو کہتی ہو ں کہ تم لوگ بھگوان کے لئے جیتے مرتے ہو۔۔ اس لئے اب بھگوان خود تمہارے دل کو سکون دے گا۔'' وہ اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق عیشا کو صبر کی تلقین کر رہی تھی۔'' . - تمہیں میری ضرورت ہے میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں تمہارے پ س ہوں۔ میرا کندھا حاضر ہے۔ . چاہے، جتنا چاہے رو لیا کرو۔ پلیز۔ اپنے من کو خالی کر دو۔''

عیشا نے پہلو میں ے ہاتھ نی کے د ۔ ھے۔ اور اسکے کندھے پ تھوڑی ٹکا گئی۔ اور پھر اس کی سرخ خشک آنکھیں پھر سے . سنے لگی تھیں۔ اسکو اپنی دو - کا کندھا میسر تھا تو وہ کیسے اس موقع کو جانے دے سکتی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اتنا روئے اتنا روئے کہ اسکی آنکھیں آ وں سے ہی محروم ہو جا ۔ وہ ان آ وں کو بہا دینا چاہتی تھی جو ہر وقت اسکے حلق میں اٹکے رہتے تھے۔ جو اسکو تکلیف میں مبتلا ر - تھے۔ وہ ان آ وں سے چھٹکارا پ ۔ چاہتی تھی۔ ان آ وں سے چھٹکارا پ ۔ کہاں ممکن تھا۔؟

ے قوت کتاب ۔ پ رکھے سو رہا تھا جبکہ مرجان اپنے پی سی پ بلیو کے ساتھ آج پھر سے کوئی گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔

''تمہیں پتہ ہے کل ہمارا . تھڈے ہے۔'' مرجان نے اچا ۔ سے بلیو کو بتا ے۔

''کیا واقعی؟ کل میرے ا ے دو - کا بھی . تھڈے ہے۔'' آ ے - حیران بھی تھی اور خوش بھی۔

''تمہارا دو - ؟ کتنے دو - ہیں تمہارے؟'' مرجان کے چہرے سے واضح تھا کہ وہ خوش ہر ۔ نہیں ہوا تھا۔

''وہ میرے سکول کا دو - ہے۔''

''خیر۔۔! مجھے تمہارے دوستوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' مرجان نے آ ے - کو مز ے تفصیلات بتانے سے روک دے۔ آ ے - اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

''اچھا؟ پھر میں . رہ بجے تمہیں . تھڈے وش کروں؟'' بلیو کا میسج دیکھ کر مرجان کی آنکھیں بجھ سی گئیں۔

''یونو۔۔!! میں بس اپنے گھر والوں کی وجہ سے سیلبر ے ٹ کر رہا ہوں۔۔ مجھے اس . تھڈے کی کوئی ایکسائٹمنٹ نہیں ہے۔''

''وہ کیوں؟'' آ ے - نے پوچھا حالا وہ خود بھی اپنی سالگرہ نہیں مناتی تھی۔

''۔۔ گھر نہیں ہیں ں۔۔ مجھے وہ چاہیئے تھے۔ ا بناء میرا کسی چیز میں دل نہیں لگتا اور . تھڈے سیلبر ے ٹ کر ۔ تو ممکن تھا ۔۔ میں پ یٹی لیڈی کے لئے، ے قوت اور دینا کے لئے کر رہا ہوں کیو ۔۔ نے مجھے ان . کا گارڈین بنا ہے ں۔۔ تو ا خوشیوں کا خیال رکھنا ہوگا۔۔ ورنہ ۔۔ راض ہو - ہیں۔'' مرجان نے تفصیلی جواب دے جس کو پ ھ کر آ ے - کچھ ثانیے یوں ہی سکرین کو دیکھے گئی۔

''تم اچھے ہو بلیک سٹون۔''

''میں بس اپنی فیملی کے لئے اچھا ہوں۔ ق کسی کے لئے نہیں۔'' مرجان نے اسکے علم میں اضافہ کیا۔ ''ویلیٹس پلے۔'' اس نے اچا ۔ سرد سے لہجے میں کہا تو آ ے - جو کچھ دیر پہلے بلیک سٹون سے متا ث آتی تھی پھر سے اسکا دل . اہوا تھا۔

رات کے . رہ بجے تو ے قوت اور مرجان کے کمرے کے دروازے پ دستک ہوئی۔ مرجان نے دن موڑ کر دیکھا۔ تو دروازہ کھلا ۔

''ہیپی . تھڈے ٹو یو۔۔ ہیپی . تھڈے ٹو یو۔۔'' گنگناتے ہوئے صفا، دینا، عینا اور سلویٰ ہاتھوں میں کیک پکڑے ان پ موم ت یاں جلائے چلے آ رہے تھے۔ مرجان حیران سا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ شور سن کر ے قوت بھی ہڑ ۔ اکر اٹھا تھا۔ جس پ صفا اور عینا ہنس دیں۔ دینا . سے ز دہ اچھل رہی تھی۔ یوسف سوچکا تھا عینا نے اسکو نہیں جگایا تھا۔

ہپی. تھڈے میرے شہزادو۔۔!!'' صفا نے مسکرا کر ان دونوں کے گال چومے ا ی ٹیبل کھینچ کر کیک اس پر رکھا۔ مرجان اور ی قوت ٹیبل کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ی قوت مسکرا ی۔ جبکہ مرجان بس ان . کو دیکھ رہا تھا کنفرم کرنے کے لئے کہ وہ مسکرا رہے ہیں؟ . کو مسکراتے ہوئے پ تو وہ بھی مسکرا ی۔

''چلو بھئی وش مانگو۔۔ اور کینڈلز بلو کرو۔۔'' صفا نے پ جوش ہو کر ان دونوں سے کہا۔ ی قوت نے َ دن موڑ کر ساتھ کھڑے مرجان کو دیکھا۔ اور پھر ان دونوں نے ی ز بن ہو کر ر ی . دعا کی تھی۔

''.. جلدی سے آ جا ے'' اور پھر انھوں نے پھو مار دی۔ . نے ت لیاں بجا اور کیک ٹ کر د ی َ۔ مرجان اور ی قوت نے پہلی ٹ صفا کو پھر دینا کو اور عینا کو کھلائی تھی۔ ی قوت نے کیک کا پیس سلوی کے سامنے کیا۔ وہ پہلے ہچکچائی۔ عینا نے سلوی کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلا ی تو اس نے بھی کھا لیا۔ جبکہ مرجان نے یہ منا . نہ سمجھا اور کیک کا پیس واپس رکھ د ی۔

''پ یٹی لیڈی۔۔!! منال کہاں ہیں؟'' وہ اب صفا کی جا . متوجہ تھا۔

''ا تھوڑی طبیعت ٹھ اب تھی اس لئے جلدی سو گئی ہیں۔''

''اور دادو؟'' مرجان نے اداسی سے پوچھا۔۔

''دادو یہاں ہیں۔۔'' اچا ٹھ سے دروازے سے آواز آئی تو وہ . چو ۔ سفیان گورسی ہاتھوں میں دو بڑے بڑے گفٹ پیکس پکڑے کھڑے تھے۔

''دادو۔۔!!'' مرجان اور ی قوت بھاگ کر ا پ س پہنچے۔ وہ زمین پ بیٹھے اور ان دونوں کو گلے لگا ی۔

''ہمیشہ سلامت رہو۔۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم دونوں۔۔ میرے شیرو۔۔ سدا سلامت رہو۔'' انھوں نے نے کتنی دعا دیتے ہوئے ا گلے لگا ی تھا۔ آنکھیں نم ہونے کو بے قرار تھیں آج پھر سے سفیان گورسی کا ضبط ی ت َ ی۔

''تھینک یو دادو۔۔!!'' ان دونوں نے سفیان گورسی کے گال چومے۔ وہ مسکرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس چھوٹی سی سیلیبر کو بھی رات کے دو بج گئے تھے۔ سفیان گورسی نے ان دونوں کو ا جیسے گفٹس دیئے تھے جن میں ا لئے آئی پیڈ، کچھ گیمنگ سیڈ ی اور کچھ کتابیں تھیں۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئے تھے۔

اب اصل پ رٹی اگلے دن تھی۔ یہ چھوٹی سی فیملی پ رٹی بہت حسین تھی، کسی بھی دکھاوے سے پ ک اور کسی بھی مصنوعی مسکراہٹ سے عاری۔ خالص ب بوں اور سچے رشتوں سے سجی یہ چھوٹی سی پ رٹی گورسی ہاؤس کو مہکا گئی تھی۔

اگلے دن گورسی ہاؤس میں رونق لگی ہوئی تھی۔ مرجان اور ی قوت کے سکول کے دو ت انوائیٹڈ تھے۔ اس لئے پ رٹی شام کے وقت ارینج کی گئی تھی۔ لان میں سیاہ اور سنہری تھیم پ رٹی ارینج کی گئی تھی۔ پورے لان کو سجا ی َ تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انھوں نے یہ چھوٹی سی خوشی منائی تھی کیو وہ . ہی اپنی اپنی ذات کی کرتے ہوئے ا ی دوسرے کو خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ صفا بچوں کی خوشی دیکھنا چاہتی تھی۔ مرجان اور ی قوت صفا کو مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے جبکہ منال اور سفیان ان . کو ہی مسکراتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔

کبھی کبھی اپنے ذاتی غم کو پس پشت ڈال کر اپنوں کے لئے جینا پ ت ہے اپنوں کے لئے خوش ہو پ ت ہے۔ وہ لوگ بھی اپنوں کے لئے خوش ہو رہے تھے اپنوں کے لئے مسکرا رہے تھے۔ بھلے ا مسکراہٹیں مصنوعی تھیں، ان مسکراہٹوں کے پیچھے وہ زخم تھے جن سے ہر وقت لہو ٹپکتا تھا وہ لوگ اس . کو بھلائے اپنے اپنوں کے لئے مسکرا رہے تھے خوش ہو رہے تھے۔

یہی ز ندگی ہے.....!

وہ . اس مصنوعی خوشی میں گم تھے یہ جانے بنا ء کہ ا اور درد ناک غم کا گ ا خوشیوں کی راہ میں پھن پھیلائے بیٹھا ہے۔ وہ ن گ جو خوشیوں کے موقع پ ڈس ت ہے جس کا زہر آپکی روح میں سرائیت کر جا ت ہے۔ اسکے بعد ا ن خوشیوں سے بھی خوفزدہ ہو جا ت ہے۔ اسکے بعد مسکراہٹوں سے ڈر لگنے لگتا ہے۔ اس کے بعد ہر آنے والی

خوشی کے ساتھ انتظار کسی انہونی کا منتظر ہو جاتا ہے۔جس کے بعد واہمے اور اندیشے سر اٹھانے لگتے ہیں۔جس کے بعد دل کی دھڑکنوں سے اعتماد اور بھروسے کا پنچھی ہجرت کر جاتا ہے۔ جس کے بعد ہر قہقہے سے خوف آنے لگتا ہے۔وحشت محسوس ہونے لگتی ہے۔۔!

''ہائے یاقوت۔۔!!'' گیدرنگ میں ٹیبل کے پاس کھڑے یاقوت کو پیاری سی آواز میں متوجہ کیا۔وہ جو اپنی کسی کلاس فیلو سے دینا اور صفا کا تعارف کروا رہا تھا اچانک سے پلٹا۔

''آیت۔!!'' وہ خوشی سے تقریباً چیخا تھا۔اس نے دیکھا کہ آیت اور میرال سبحان اور نوین کے ساتھ کھڑی تھیں۔ننھی جان نہیں آئی تھیں یاقوت کچھ ڈسٹرب سا اسکو اس سے کیا اسکو تو اپنے دوستوں سے غرض تھی۔اس نے آیت کا دوست ہونے کے ناطے سبحان کو بھی بلایا تھا۔وہ آگے بڑھ کر یاقوت اور صفا سے ملے۔صفا بھی مسکرا کر نوین سے ملی تھی۔میرال نے بھی صفا سے ہاتھ ملایا۔

''ردا آپ نہیں آئی؟'' صفا نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

''ردا آجکل تھوڑی طبیعت خراب رہتی ہے اس لئے بچوں کو اکیلا ہر کہیں جانا ہوتا ہے تو میں لے جاتی ہوں۔'' نوین مسکرا رہی تھی۔

''اوہ اچھا۔!!'' صفا نے آیت کے بالوں پہ ہاتھ پھیرا۔وہ یوں ہی وہاں کھڑے تھے کہ مرجان لان میں داخل ہوا اس نے ایک نگاہ آیت پہ ڈالی اور رسماً سلام دعا کرتا آگے بڑھا۔اس نے آکر صفا کا ہاتھ پکڑا اور اسکو لئے سائیڈ پہ آیا۔

''کیا ہوا مرجان؟'' صفا نے کچھ فاصلے پہ آکر پوچھا۔

''میری ویسکوٹ نہیں مل رہی۔۔'' وہ منہ پھلائے کھڑا تھا۔صفا نے دیکھا کہ وہ ایک سفید رنگ کے کڑھائی والی کرتا پہ جامہ میں ملبوس تھا اور اب اسکو اسکے اوپر ویسکوٹ چاہیے تھی۔

''تمہاری وارڈروب میں ہوگی ناں۔۔''

''نہیں ہے آپ چلیں میرے ساتھ۔۔'' وہ صفا کا ہاتھ پکڑ کر اسکو گھسیٹ کر لے گیا۔وہ لوگ اندر کی جانب بڑھے تو آیت اس جانب دیکھ کر چھاسا مسکرائی۔

''کہاں ہے..... یہاں نہیں ہے۔۔'' مرجان نے اپنے کمرے میں آتے ہی بیڈ کی جانب اشارہ کیا جہاں اسکی ساری وارڈروب ہی نکال کر بکھیری پڑی تھی۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''مرجان۔۔!! یہ کیا ہے؟'' وہ بیڈ پہ بکھرے کپڑوں کو دیکھ کر تیزی میں چلی گئی۔

''مجھے میری ویسکوٹ چاہیے ہر صورت۔۔'' اس نے ضدی سے انداز میں کہا تو صفا نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے اسکی جانب رخ کرتے اسکو خفگی سے گھورا۔مرجان نچلا کاٹتا ہوا سر جھکا گیا۔۔'' مجھے اپنے سے زیادہ ہینڈسم لگنا ہے کیونکہ آج میرا تھرڈ ڈے ہے۔آج تو میں سے زیادہ پیارا لگ سکتا ہوں ناں۔'' وہ منمنایا۔جہاں کے ذکر پہ صفا کی پلکیں لرزی تھیں وہیں مرجان کی بات اور اسکے انداز پہ وہ بے ساختہ ہنس دی۔

''میرا شہزادہ بہت ہینڈسم ہے۔۔ سے زیادہ ہینڈسم۔۔'' صفا نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔''اس لئے وہ ویسکوٹ نہ بھی پہنے تو بھی شہزادہ ہی لگے گا کیونکہ وہ اہیم گورسی کا بیٹا ہے۔'' صفا نے دل کی دھڑکنوں پہ قابو پاتے اپنی بات مکمل کی۔

''دیکھا دیکھا۔۔!! پھر بھی سے منسوب کیا کہ انکا بیٹا ہوں اس لئے پیارا لگتا ہوں آپکو، ورنہ میں ہینڈسم نہیں۔'' وہ منہ پھلائے پیچھے ہٹا زولپیٹ گیا۔صفا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''مرجان تم چیز کیا ہو؟'' صفا نے سر جھٹکا اور بیڈ سے اسکا بکھرا ہوا سامان کھنگالنے لگی کیونکہ اسکو ویسکوٹ چاہیے تھی تو چاہیے تھی۔ وہ کہیں نہیں تھی۔''میرے روم میں دیکھتے ہیں۔'' صفا اسکو ساتھ لئے اپنے کمرے میں آئی۔وہ لوگ ڈریسنگ میں گئے صفا نے اپنے حصے کی بورڈ کھولی تو اس میں مرجان کا کوئی کپڑا نہ تھا۔اس نے حلق سے کچھ نیچے اترا اور پھر لرزتے ہاتھوں سے اہیم کے حصے کا کمپارٹمنٹ کھولا۔ایک مانوس سی مہک اسکے نتھنوں سے ٹکرائی تو صفا نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔وہ کچھ ثانیے یوں ہی کھڑی رہی۔

''پیٹی لیڈی۔۔!!''مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جھلایا۔صفا ہوش کی دنیا میں آئی۔''وہ رہی۔۔''مرجان نے اشارہ کیا تو اسکو انہیں کپڑوں میں مرجان کی ویسکوٹ بھی نظر آ گئی۔صفا نے ایک لمبی سانس خارج کرتے ہوئے اسکو وہ پکڑا دی۔مرجان وہیں کھڑا ہو کر پہننے لگا۔

صفا نے بے اختیار اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ابھی کچھ دیر پہلے سفید کرتے کی جانب بڑھتے پیلے۔اس نے اس کرتے کی والی جگہ پر ہاتھ پھیرا۔وہ جس دن آئی تھا اس دن اس نے یہی کرتا پہنا ہوا تھا اور صفا نے ہمیشہ کی طرح اسکا وہ ان دھلا کرتا سنبھال کر رکھا ہوا تھا جس میں آج بھی اسکے کلون کی مہک رچی بسی سی تھی۔صفا نے قریب ہو کر وہ مہک محسوس کی تو وہ اسکو اپنے انتہائی قریب محسوس ہوا۔مرجان اپنی ویسکوٹ پہنتا وہاں سے جا چکا تھا۔صفا نے یوں ہی اس کرتے کے والے حصے پر سر ٹکا لیا۔

وہ اب اس کرتے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔اسکو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس کرتے کے نہیں بلکہ ابیہم کے حصار میں کھڑی ہے۔وہ اسکی بانہوں کا حصار محسوس کر رہی تھی بالکل ویسے ہی جیسے جانے سے پہلے کیا تھا۔وہ آج بھی وہی مہک، وہی حصار محسوس کر رہی تھی۔کچھ تو تھا وہ دھڑکن نہیں گونج رہی تھی جو وہ سنا کرتی تھی۔کبھی ابیہم کے سینے پر سر رکھا کرتی تھی۔

دھڑکنوں کا وہ ساز آج کوئی دھن نہیں بنا رہا تھا،آج سانسوں کی وہ مدھم سی سرگوشی کوئی گیت نہیں گنگنا رہی تھی نہ ہی لبوں کی کوئی خوبصورت میٹھی سحر طاری کرنے والی کوئی سرگوشی تھی۔وہاں بس سناٹا سا تھا سوائے مہک اور لمس کی یاد کے کچھ بھی تو نہ تھا وہاں۔وہ کتنے ہی لمحے وہاں کھڑی رہی۔کہ اسکو ہوش آیا۔کوئی اسکے کمرے میں داخل ہوا۔

''صفا۔۔صفا۔۔!!''کوئی پکارتا ہوا آیا تو وہ اپنی آنکھوں کے سے کنارے رگڑ کر باہر نکلی۔سامنے بیجہ کھڑی تھیں۔

''امی۔۔!!''صفا بے چین ہو کر انکے پاس پہنچی اور انکے گلے لگ گئی۔انکے یوں کیوں ماں کے لگتے ہی اسکی آنکھوں پر لگا وہ کرفیو فوراً سے ٹوٹ گیا،آنکھوں نے بغاوت کی تھی اور پلکوں نے سازش میں شامل ہو کر قیدی آنسوؤں کو فرار ہونے میں مدد فراہم کی تھی۔اس تخریب کاری کی سمجھ صفا کو بھی نہ آ سکی ہوش آیا۔وہ آنسو پلکوں کی دیواریں پھلانگ کر فرار ہو چکے تھے اور اب انکو روکنا مشکل ہوا تھا۔وہ بے آواز روتی رہی۔کچھ دیر بیجہ نے اسکو الگ نہیں کیا تھا پھر انھوں نے کچھ دیر بعد اسکو شانوں سے تھام کر سامنے کیا۔اور اسکے آنسو صاف کئے۔

صفا ایش گرے کنگ پنک رنگ کے میکسی ڈریس میں ملبوس تھی جو اسکے پیروں کو بھی ڈھک دیتا تھا۔آستینیں کہنیوں سے ذرا اوپر آتی تھیں۔اسکی بانہوں کے وہ داغ کسی پھول کی طرح واضح ہو رہے تھے۔ایک بڑا سا کامدار دوپٹا ایک کندھے پر پھیلا ہوا تھا جبکہ بالوں کو ایک فرنچ چوٹی میں قید کر کے ان میں بیڈز لگائے گئے تھے۔وہ آج بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی جس رنگ میں ابیہم اسکو کرتا تھا۔اس نے وعدہ خلافی نہیں کی تھی اس نے رنگوں سے دوستی نہیں توڑی تھی۔

''کیسی ہو؟''انھوں نے صفا کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

''کھانا وقت پر کھاتی ہوں،نیند پوری کر لیتی ہوں،دوا وقت پر کھاتی ہوں،اپنا خیال رکھتی ہوں،اچھے کپڑے پہنتی ہوں،ہمیشہ مسکراتی رہتی ہوں۔''اس نے زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا احوال بتایا اسکا ہر ہر لفظ کسی نشتر کی طرح بیجہ کے دل کو کاٹ رہا تھا۔

''اور خوش؟''انھوں نے جانے کیا سوچ کر پوچھ لیا حالانکہ وہ جواب جانتی تھیں۔صفا نے بے بسی اور بے یقینی سے انکو جانا دیکھا۔وہ حیرت زدہ تھی کہ انھوں نے ایسا سوال کیا تو کیسے کر لیا؟''مطلب۔۔تم ٹھیک تو ہو ناں؟''انھوں نے صفا کی آنکھوں سے اٹھتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تھا۔صفا پھیکا سا مسکرا دی اور پھر اس نے سر جھٹک دیا۔

''جیسے وہ صفا قریشی کو دیکھنا چاہتے تھے ویسی ہی دکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔اور یقین کریں اس حلیے میں بالکل ٹھیک لگتی ہوں کہ میرے دل سے قطرہ قطرہ ٹپکتا لہو کسی کو دکھائی ہی نہیں دیتا۔''وہ ہنس دی۔وہی زخمی ہنسی گونجتی تھی جو کسی کے بھی دل کا خون نچوڑ سکتی تھی۔بیجہ اسکا چہرہ دیکھ کر رہ گئیں۔وہ واقعی صحت مند تھی،چہرے کی سرخی قرار تھی اور جسم بھی پہلے سے بھرا بھرا سا تھا۔شاید اچھی خوراک اور سپلیمنٹس کا نتیجہ تھا۔''ہر چلیں؟کیک کاٹنے کا وقت ہو گیا۔''صفا نے انکو خاموش پا تو خود ہی کہہ کر آگے آگے چل دی۔بیجہ کچھ پل وہیں کھڑیں اسکی حالت کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہیں صفا قریشی آجکل ایک پہیلی بن چکی تھی جو کسی کی سمجھ میں اتنی آسانی سے نہیں آتی تھی۔

حسن ابھی واشنگٹن میں ہی تھا۔وہ اس وقت اپنے آفس پہنچا ہی تھا گاڑی سے ابھی یحییٰ جو اسکے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اسکے ہاتھ میں ایک ٹیبلٹ تھا جس پر آتے

نوٹیشن نے یحییٰ کو اپنے قدموں کی رفتار سست کرنے پہ مجبور کر دیا۔ حسن لفٹ میں سوار ہوا تو یحییٰ ابھی لاؤنج میں ہی پہنچا تھا۔ حسن نے اسکیٹر کو اسکو دیکھا وہ مصروف سا کود یکھتا ہوا آ رہا تھا۔ یحییٰ کے چہرے کے تاثرات پل پل بدل رہے تھے۔ وہ غائب دماغی سے چل آ رہا تھا۔ حسن نے لفٹ کا ہولڈ بٹن پریس کیا ہوا تھا۔ یحییٰ لفٹ میں سوار ہوا تو اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑے حسن کو دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

''سس۔۔سر۔۔!!'' یحییٰ کے بولے۔ حسن نے اسکیٹر اور چہرے پہ سنجیدگی سجائے آنکھوں سے ہی استفسار کیا یحییٰ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہے۔ آج چوبیس نومبر تھا اور آج کے دن ہی سیز فائر کا اعلان ہونا تھا۔ صبح صبح ایسی خبر کا ملنا ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین تھا۔

''ان سنگل سینٹینس۔۔!!'' حسن نے اب کی بار سختی سے تاثرات لئے کہا۔ یحییٰ نے تھوک نگلا۔

''سر۔۔!! آپ دیکھ لیں۔۔'' اس نے پرتے ہاتھوں سے سکرین سامنے کی تو وہاں ایک خفیہ پیغام تھا اور وہ پیغام پڑھ کر حسن کی آنکھیں پہلے غیر یقینی سے پھیلیں، پھر ان آنکھوں میں شدید غصے اور اشتعال کی سرخی امڈ آئی۔ اور پھر اسکے جبڑے ضبط کی شدت سے بھنچ گئے۔ ہم پیوستہ ہو گئے۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور ہاتھوں کی نیلی اور سبز رگیں ابھر آئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا یا سمجھنے کی کوشش کرتا لفٹ رک گئی۔ ڈور اوپن ہوا تو یحییٰ بھرنکلا جبکہ حسن ایک ہاتھ میں پکڑے یوں ہی ساکت کھڑا رہا۔

''سر آجا پلیز۔۔!'' یحی نے اسکو ہوش دلایا تو وہ ایک نگاہ یحییٰ پہ ڈالتا لفٹ سے نکلا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے آفس میں داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ یحییٰ بھی اسکے پیچھے اندر داخل ہوتا اس نے دھاڑ کی آواز کے ساتھ آفس کا ڈور بند کیا تھا اور اندر سے لاک کر لیا۔ یعنی اب کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔ یحییٰ بند دروازے کو دیکھ کر رہ گیا۔

وہ اپنی سربراہی کرسی کی بجائے اپنے آفس میں رکھے گئے بڑے سے صوفہ کم بیڈ کی جانب بڑھا۔ یہ تبھی اس نے پائیں۔ کچھ ہی دیر میں کسی کے ساتھ ویڈیو لنک کے ذریعے رابطہ بحال ہوا تھا۔

''یہ جو بھی بکواس بھیجی گئی ہے میں اس کے پیچھے کی کہانی جاننا چاہتا ہوں۔۔'' اس نے سخت تاثرات لئے تنے جبڑوں سے مقابل کو مخاطب کیا۔ سکرین میں سامنے کوئی بیٹھا تھا جس کا چہرہ ایک سیاہ اور سفید ڈبوں والے تین کونوں والے سکارف سے ڈھکا ہوا تھا۔ اسکے پیچھے ایک بڑی سی پینٹنگ تھی جس پہ واضح جہادی آیت لکھی ہوئی تھیں۔

''یہی سچ ہے۔'' مقابل مضبوط تر لہجے میں بولا۔

''سچ کیا ہے، یہ میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی جانتے ہو۔'' حسن غرایا۔ مقابل کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے خوف سا ابھرا وہ کیسے ان لوگوں کی ہر چال کو پہچان لیا کرتا تھا۔

''یہی سچ ہے ہمیں کل رات پیغام ملا ہے اس لئے۔۔''

''اس لئے تم نے سوچا کہ یہ من گھڑت کہانی تم حسن کرداوی کو سناؤ گے اور وہ مان جائے گا اور اپنے مطالبے سے پیچھے ہٹ جائے گا؟'' حسن پوری قوت سے غرایا تھا۔

''مت بھولو کہ تمہارے سامنے کون بیٹھا ہے میں حسن کرداوی ہوں۔۔'' وہ غرایا۔ ''تم ابھی شاید تمہارا تعارف شیطان حسن آفندی سے نہیں ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم میرے اندر کا شیطان آفندی نہ جگاؤ۔ اگر وہ جاگ گیا تو تم کو ابدی نیند سلا دے گا۔'' حسن کی سیاہ آنکھیں سرخی مائل تھیں۔ وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ مقابل کیا کہہ رہا ہے۔ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسکو بس یہ پتہ تھا کہ جو بھی خبر اسکو ملی ہے وہ ایک جھوٹی کہانی ہے اور وہ اس کہانی پہ یقین ہرگز نہیں کرنے والا تھا۔

''دیکھو۔!! اس میں ہمارا کوئی ذاتی مفاد شامل نہیں ہے ہم لوگ اللہ کی راہ میں جیتے اور مرتے ہیں اور ابھی ایک اکیلا ایسا نہیں ہے آج ہمارے سینکڑوں جوان شہید ہو چکے ہیں اور سویلینز کا تو نہ ہی پوچھا کیونکہ انکی تعداد ہزاروں، لاکھوں میں ہے۔''

''مجھے تو ان سینکڑوں سے غرض ہے نہ ہی ان ہزاروں اور لاکھوں سے غرض ہے، مجھے صرف اور صرف ابھیمانیو گورسی سے غرض ہے، اس لئے اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ جھوٹی کہانی سنا کر تم مجھے مایوس کرنے ہو اور مجھے میرے مطالبے سے ہٹانے ہو تو تم بھول ہے تمہاری۔'' حسن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اسکو خود نہیں اندازہ تھا کہ وہ اس وقت کس قدر بھیانک لگ رہا تھا۔

''تم جانتے ہو کہ برسے پہلے والے اور برسے بعد والے کبھی بھی انہیں ہوتے۔ اس کا عملی نمونہ آج دیکھ رہا ہوں۔'' کہتے ہوئے اس شخص کی آنکھوں میں لمحہ تھا۔ حسن پہلو بدل کر رہ گیا۔

''مجھے کسی بھی چیز سے، کسی ۔ت سے فرق نہیں پڑ۔ ۔''حسن کی آواز قدرے مدھم سی تھی شاید وہ مقابل کی ۔ت سمجھ چکا تھا۔

''جو ہوا وہ تمہیں بتا دیا ۔ ہے آج اسکے گھر بھی اطلاع پہنچ جائے گی۔اللہ ہم ۔ کا حامی و۔ صر ہو۔۔''

حسن نے جھٹکے سے ۔ دن اٹھائی۔اس نے مقابل کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں۔

''واٹ؟؟؟ ایسا سوچنا بھی مت۔۔!! اسکی بیوی۔۔''حسن کی سانس کی ۔لی تنگ ہونے لگی۔''وہ۔۔وہ مر جائے گی۔تم جا ہو کہ وہ۔۔وہ۔۔''حسن اپنے الفاظ مکمل نہیں کر پا رہا تھا۔

''مرنے والوں کے ساتھ کوئی نہیں مرتا جینا ہی پڑتا ہے۔''مقابل نے مدھم سی آواز میں کہتے وہ وڈیو کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

''نہیں.....!!''حسن بے حال سا بولا۔''وہ۔۔وہ۔۔مر جائے گی۔۔ ۔۔ختم ہو جائے گا۔۔میں جا ہوں کہ یہ ایسا چال ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ لوگ۔۔وہ نہیں جا ۔۔''حسن نے اپنی ٹ ئی ڈھیلی کی۔اسکو سانس ۔ میں دشواری ہونے لگی۔اس نے جلدی سے اپنا فون اٹھایا اس سے پہلے کہ ا ۔ ہر سے کوئی خبر پہنچتی حسن ان ۔ کو اعتماد میں ۔ چاہتا تھا۔

حسن نمبر ڈائل کر رہا تھا سکرین دھندلانے لگی۔وہ ڈائلر میں کال کے آپشن پ کلک کرتا تو سرخ ن پ کلک ہو جاتا۔اس نے اپنی آنکھوں کو کھلا ر کی حد درجہ کوشش کی۔اس نے پھر سے نمبر دیکھا اور سبز آپشن پ کلک کیا پھر سے کال ٹ گئی۔

''ڈیم اٹ۔۔!!''حسن نے ایا ہاتھ سے اپنی کن پٹی مسلی، اسکے سر میں اٹھتی درد کی شدید لہریں اسکی ۔ئی چھین رہی تھیں۔حسن ب ر کوشش کر رہا تھا فون نے کی پھر ایا درد کی شدید لہر اٹھی جس کے بعد ہر سو سناٹا چھا گیا اور آنکھوں کے سامنے ا ھیرا چھا گیا تھا۔

کیک کاٹا گیا ہر سو تالیوں کی گونج تھی ۔ بچے ۔ڑے مسکرا رہے تھے۔منال بھی تیار سی ساتھ ہی کھڑی تھیں۔ قوت اور مرجان نے کیک ٹ کیا اور اپنے ۔ڑوں کو کھلایا۔کوئی ہنس رہا تھا کوئی ۔تیں کر رہا تھا وہ ۔ کے ۔ مصروف تھے ۔ نے قوت اور مرجان کو تحائف بھی دیئے۔ پرٹی شروع ہو چکی تھی اب مختلف قسم کے ڈر اور کچھر یفشمنٹس سرو کی جا رہی تھیں اسکے بعد کھا کھایا جا تھا۔

''دادو۔۔!! بتا کون زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہے؟''مرجان قوت کا ہاتھ تھامے کھڑا سفیان گورسی سے پوچھ رہا تھا۔وہ مسکرا دیئے۔

''میرے دونوں شہزادے ہی حسین ہیں۔''انھوں نے ان دونوں کے گال چھوئے۔

''نہیں ایسا کا بتا جو۔۔ کی طرح لگ رہا ہو۔''مرجان نے اپنی ویسکوٹ کو دیکھتے ہوئے سفیان کو اشارہ کی وہ اسکی اس چالاکی پ مسکرا کر رہ گئے۔''جو۔۔ کی طرح لگ رہا ہو گا وہ زیادہ ہینڈسم ہو گا ں۔''اس نے اپنی سیاہ آنکھیں مٹکا ۔ قوت ہنس دیا۔

''تم سیدھی طرح کہہ دو کہ قوت زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہے۔''قوت نے بھی شوخ سے ا از میں تو مرجان نے دن موڑ کر دیکھا۔ قوت ہنس رہا تھا۔''۔۔اینوٹس پ ویسکوٹ نہیں پہنتے تھے، وہ فور پیس پہنتے تھے جیسے میں نے پہنا ہوا ہے۔اس لئے تم نے غلط کوشش کی ہے مرجان۔۔''قوت ہنستے ہوئے اس پ انکشاف کرتا ہوا اب اسکی حا ت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

''نہیں تو.....۔۔۔نے اس دن پہنا تھا۔۔''مرجان کو یاد آیا۔

''وہ ایا شادی تھی، شادی میں اور پرٹیز میں فرق ہوتا ہے کیا تم مصر میں اٹینڈ کی گئی پرٹیز بھول گئے مرجان؟''قوت اب مزے سے مرجان کی حا ت دیکھ رہا تھا جو کہ ہینڈسم لگنے کے چکر میں ایسے تیار ہوا تھا جیسے اپنے ولیمے میں آیا ہو۔پھر کسی سیاسی پرٹی کا کوئی ٹکٹ ہولڈر۔ایم این اے ہو۔مرجان کو جگہ نہیں مل رہی تھی پ کے لئے۔وہ تو۔ کی طرح ہینڈسم بن کر تیار ہوا تھا صرف وہی جا تھا کہ اس نے وہ ویسکوٹ ڈھونڈتے ہوئے کتنی خواری کا سامنا کیا تھا۔پھر کہیں تھک ہار کر وہ صفا کے پاس پہنچا تھا۔

آہستہ آہستہ سرمئی شام پھیلتی جا رہی تھی آسمان پ بکھرے ۔ر ر کہیں غائ ہو چکے تھے ہر سو سرمئی اور سیاہ رنگوں نے اپنا پہرہ بٹھا لیا تھا۔ر جیسے آسمان سے روٹھنے لگے تھے۔فضا میں خنکی ۔ڑھی تو صفا نے بے اختیار اپنا کامدار دوپٹہ اپنے دونوں کندھوں کے گرد لپیٹ لیا۔

''جا کر اب ریسٹ کرو۔۔کل سے لگی ہوئی ہو تھک جاؤ گی۔''عینا نے اسکو یوں سمٹتے دیکھا تو بولی ۔

''نہیں میں۔ لکل ٹھیک ہوں۔۔ بچے کہاں ہیں انجوائے کر رہے ہیں۔ن؟''اس نے سلویٰ اور یوسف کو ڈھونڈ۔ چاہا۔

''ہاں کچھ کچھ اردو کے الفاظ سمجھنے لگے ہیں۔انجوائے کر رہے ہیں۔''عینا بے فکری سے مسکرادی۔

''شفا۔۔!!شفا۔!!''ان دونوں نے جھک کر دیکھا تو دینا۔نہیں واکئے کھڑی تھی۔وہ ا۔ سفید پ یوں والے ڈریس میں ملبوس۔لکل ا۔ پ ی لگ رہی تھی۔

''مائی پ ۔۔!!''صفا کہتے اسے جھک کر اٹھانے لگی تو عینا نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھے اسکو روکا۔

''پ گل ہو کیا؟''عینا نے اسکو آنکھوں ہی آنکھوں میں ڈپٹا۔

'' ۔۔!!''

''دینا۔۔!!عینا اٹھائے گی دینا کو۔۔''عینا نے مسکرا کر دینا کا گال کھینچا اور اسکو اٹھالیا۔وہ اب اسکے پھولے ہوئے گال چوم رہی تھی۔ دینا نے منہ بسور لیا تھا کیو اسکو صفا نے نہیں اٹھا۔ تھا۔صفا نے قر۔ ہو کر اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما اور پھر اسکے گال۔

''شفا۔۔!!..؟''دینا نے مدھم سی آواز میں ادھر ادھر دیکھتے پوچھا۔آج چو ا۔ گیدر۔ تھی اس لئے وہ . کو دیکھ کر شا۔ اپنے. پ کی کمی کو محسوس کر رہی تھی کیو ایسی گیدرنگز میں دینا ا. اہیم کی گود میں ہی پ ڑھی رہتی تھی۔

''..آجا گے۔''صفا مدھم سا مسکرائی۔عینا نے صفا کی آنکھوں میں جلتے یقین کے دیئے کو دیکھا۔

''شفا لکس پ یتی۔۔''دینا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ چھلا۔ لگا کر صفا کی گود میں پ ڑھ جائے۔اسکی اس. ت پ وہ دونوں چونکیں اور پھر ہنس دیں۔ان دونوں کی کھنکھناتی ہنسی نے سرمئی شام کو دلکش بنادی۔

'' . کچھ کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ن؟''ا۔ طرف منال اور سفیان کھڑے تھے وہ اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے. سفیان گم سم سے بولے۔

''.مکمل۔۔''منال نے ا۔ ہی لفظ میں ہر چیز کا اظہار کر دی۔سفیان صا . نے حلق میں اٹھتے درد پ قابو پ یا اور آنکھوں سے جھانکتی نمی کو پیچھے ہی کہیں دھکیل دی۔ انھوں نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ منال کی جا. دیکھا اور ا۔ ہاتھ ا۔ دھمائل کیا۔

''وہ بھی آجائے گا۔''

'' .؟''منال نے دن اٹھا کر ا جا. دیکھا۔وہ نگاہ۔ نہ پ اسکے۔ ا اس سوال کا جواب نہیں تھا سفیان کے پ س۔وہ کچھ لمحے منال کی آنکھوں کے سوال کو پ ڑھتے رہے۔ر ر۔۔جیسے کہ وہ سوال ا آنکھوں سے سفیان کے دل میں ا۔ رہا ہو۔اور وہ سوال کسی. چھی کی ما ا دل کو لہولہان کر رہا تھا۔وہ اپنے دل کا بہتا ہوا لہو دیکھتے رہے۔

''آجائے گا۔۔''وہ بس اتنا ہی کہہ سکے۔منال کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔لان کی ڈ ر لائٹس میں ا آنکھوں سے جھانکتی نمی کسی سے چھپ نہ سکی۔''. میرا دل بند ہو جائے گا۔ ؟وہ اتنی د۔ کھی نہیں لگا۔ ۔اور آپ خود بتا کہ ا ن اتنا مصروف کیسے ہو سکتا ہے کہ ڈ۔ ھ مہینہ اسکو ا۔ فون کال کا بھی وقت نہ ملے؟ سفیان۔۔!!''ا بے اختیار ہچکی بلند ہوئی۔سفیان یوں ہی کھڑے رہے سا ۔ جامد۔۔''وہ کسی مصیبت میں ہے۔میں ماں ہوں اور ماں کے دل کی گواہی جھوٹی نہیں ہوتی اور جہاں۔ مجھے ا. ازہ ہے آپ کو بھی پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے۔''ا اچا. جملے پ سفیان نے ہڑ۔ اکر منال کی جا. دیکھا وہ شکورہ کناں نگاہوں سے ا دیکھ رہی تھیں۔

''میں مہمانوں کو دیکھ لوں۔''وہ نگاہیں پ اتے چلے گئے انھوں نے فرار کو چنا تھا۔

''قوت کیا تم مجھے اپنی بکس کو لیکشن نہیں دکھاؤ گے؟''آ۔ ۔ جو کہ ی قوت اور سبحان کے ساتھ کھڑی تھی اچا. سے بولی تو وہ متوجہ ہوا۔کچھ ہی دوری پ مرجان سلویٰ اور یوسف کے پ س تھا وہ سلویٰ کا ٹ انسلیٹر بنا ہوا تھا۔آج. جانے اسکو کیا سوجھی تھی جو وہ سلویٰ کے ساتھ. توں میں مگن ہوا ہوا تھا۔سلویٰ خود ہکا بکا سی تھی پھر جلد ہی اس نے . کچھ دماغ سے جھٹک دی۔آ۔ ۔ نے فرمائش کی تو مرجان. چاہتے ہوئے متوجہ ہوا تھا۔

''کیوں نہیں۔۔!چلو۔۔''قوت نے مسکرا کر پیش ش کی وہ تینوں ا. رکی جا. چل دیئے۔تو صفا اور عینا نے بھی مڑ کر دیکھا۔مرجان ا جا. دیکھے ی۔''آؤ۔۔''

یقوت نے اپنے روم کا ڈوراوپن کیااوران دونوں کواندر آنے کا کہا۔وہ لوگ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔''یہ میری بکس کی کولیکشن ہے۔!اوروہ مرجان کا گیمنگ ایریا اپ ہے۔''وہ ان دونوں کواپنا روم دکھارہا تھا جو آتے ہی نے توکئی بار دیکھ رکھا تھا سبحان پہلی بار دیکھ رہا تھا۔اورسبحان یقوت کے روم سے بے حد متاثر دکھائی دیتا تھا۔

''واؤ۔!!یہ واقعی کمال ہے۔''آتے ہی نے یقوت کی اس چھوٹی سی لائبریری کو دیکھا۔جس میں ڈھیروں کتابیں تھیں۔جبکہ سبحان جا کر مرجان کے پی سی کے پاس کھڑا ہو گیا۔اس نے بے اختیار اسکے پی ایس فائیو کو چھو کر دیکھا جو کہ کسی بھی گیمر کا ایک خواب ہوتا ہے۔

''اس سے گیمنگ کا کتنا مزہ آتا ہوگا ناں۔''سبحان کسی ٹرانس کے تحت بولا تو آتے ہی یقوت بھی متوجہ ہوئے۔

''ہاں۔۔!اس سے بہت مزہ آتا ہے سمجھ لو کہ گیمنگ کا نیکسٹ لیول ایکسپیرینس ہوتا ہے۔''یقوت کی بجائے آتے ہی چہک کر بتا رہی تھی۔

''آجکل آتے ہی تو گیمز کھیل رہی ہیں ناں۔''یقوت نے مسکرا کر آتے ہی کی جانب دیکھا۔اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا اور ایک نگاہ مرجان کے پی سی پر ڈالی۔وہ مسکرائے جا رہی تھی۔''اور میرا جو پرسنل ہے وہ بہت شارپ مائنڈڈ ہے۔''وہ مسکراتی ہوئی بتا رہی تھی جبکہ اسکی بات پر سبحان اور یقوت دونوں کی ہی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

''آتے ہی گیمنگ میں پرسنل نہیں ہوتے،اپونینٹس ہوتے ہیں۔''سبحان نے داتے ہی کو کچوکا لگایا۔

''ہاں۔۔میرا والا اپونینٹ پرسنل بھی ہے کیونکہ وہ مجھے مختلف ٹیکنیکس سکھاتا ہے پھر میرے ساتھ پریکٹس کرتا ہے اس طرح ہم لوگ ساتھی ہی ہوئے ناں۔''اس نے مسکرا کر بتاتے ہوئے نیلی آنکھیں مٹکائیں۔یقوت نے ایک خفا سی نگاہ آتے ہی پر ڈالی۔تو کیا آتے ہی کو کوئی اور دوست ملا تھا؟پہلے سبحان اور اب ایک اور۔۔یقوت نے سر جھٹکا۔پہلی بار یقوت کھل کر جیلس ہوا تھا۔جبکہ آتے ہی اب مسکرا کر اپنے اور بلیک سٹون کے گیمز کے قصے سنا رہی تھی جس کو نہ میں تو سبحان کو دلچسپی تھی اور نہ ہی یقوت کو۔وہ بس بلیک سٹون کا نام نہیں لے رہی تھی وہ اسکو اپنا پرسنل کہہ رہی تھی اور بار بار اسکے منہ سے پرسنل کا لفظ سن کر یقوت کا حلق تواہو رہا تھا۔وہ تو اسکو اپنی کتابیں دکھانے لایا تھا شاید آتے ہی کی دلچسپی اب گیمز میں زیادہ ہو چکی تھی۔وہ بھی مزہ ہوا۔

''آتے ہی کہاں ہے؟''مرجان نے مڑ کر دیکھا تو میرال کھڑی تھی۔

''کیوں۔؟''مرجان نے الٹا سوال کیا۔سیدھا جواب دینا تو اس لڑکے نے سیکھا ہی نہیں تھا جیسے۔

''ممانی کہہ رہی ہیں کہ واپس جانا ہے۔''میرال نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''یہ کون ہے؟''سلویٰ نے مسکرا کر میرال کی جانب اشارہ کیا۔

''آتے ہی کا فرینڈ ہے۔''مرجان نے میرال کی بجائے سلویٰ کی بات کا جواب دیا۔میرال اسکے جواب کا انتظار کرتی رہی۔

''آتے ہی جو یقوت کی دوست ہے؟''سلویٰ نے پھر سے پوچھا۔

''ہاں۔۔وہ یقوت کی دوست ہے۔''مرجان نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ دونوں عربی میں بات کر رہے تھے۔میرال اسکے جواب کا انتظار کر رہی تھی مرجان پھر سے سلویٰ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو چکا تھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے اور حسن کی دوستی کیسے ہوئی تھی؟''سلویٰ پھر سے اسی ٹاپک پر آگئی تھی جہاں سے انھوں نے بات ختم کی تھی۔یعنی یہ تھا موضوع جس کی وجہ سے مرجان بھی دلچسپی دکھا رہا تھا۔حسن کی باتیں کرنا مرجان کو بھی پسند تھا اور سلویٰ کو بھی اس لئے وہ ان دونوں کا مشترکہ موضوع بنا ہوا تھا۔جبکہ یوسف آنکھیں مٹکا مٹکا کر کوئی تیسری باریک کھا رہا تھا۔میرال نے انھیں مصروف دیکھا تو وہاں سے واپس چلی گئی۔

''مجھے سفیان گورسی سے ملنا ہے۔''گیٹ پر کوئی آدمی آیا جس کے پاس ایک چھوٹا سا سوٹ کیس تھا۔اس نے آکر گارڈ سے کہا تو گارڈ سر ہلاتے ہوئے سفیان گورسی کو بلانے اندر آیا۔کچھ ہی فاصلے پر وہ کھڑے آگئے۔

''صاحب۔۔!!ہرکوئی ملنے آیا ہے۔''

''تو لے آؤ ناں اندر۔۔کوئی مہمان لیٹ ہو گیا ہوگا۔''وہ مسکرا دیئے۔

''وہ آپکو بلا رہا ہے۔''

''اچھا چلو۔۔'' سفیان گورسی اپنے کچھ دوستوں سے معذرت کرتے ساتھ چلے آئے۔ گیٹ پہ آئے تو وہ ا حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ''ضض۔۔ضرار۔۔!!'' وہ حیرت زدہ سے آگے بڑھے۔

''السلام علیکم انکل۔۔!'' وہ آگے بڑھ کران سے گلے ۔

''وعلیکم السلام۔۔!! آؤ! رآؤ۔۔'' وہ خوش دلی سے ملے تھے۔

''میں بس ا پیغام دینے آیا ہوں۔'' کہتے ضرار نے وہ سوٹ کیس ا سامنے کردیا۔ سفیان گورسی الجھے سے مسکرائے۔

''تو! رآجاؤں۔۔ویسے بھی مجھے تم سے بہت کچھ پوچھنا ہے، ا. اہیم۔۔تم۔۔تم ا. اہیم کے ساتھ ہی ہوتے ہو ں۔ وہ ۔ تو واپس آرہا ہے؟'' وہ خوشی اور بے چینی کی سی کیفیت میں پوچھ رہے تھے۔ آنکھوں میں امید کے ان گنت دیئے روشن ہو چکے تھے جن سے انکا چہرہ بھی جگمگا اٹھا تھا۔ ا آنکھیں روشن تھیں انکا چہرہ پُر نور تھا۔

سامنے کھڑے ضرار کا دل کیا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے۔ وہ کہیں غا ۔ ہو جائے۔ اسکو اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس لمحے ضرار کو اپنا آپ ا مجرم سے کم نہ لگا تھا۔ وہ کیا کرنے جا رہا تھا؟ ضرار کا دل اسکو بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اسکی ا ۔ت، فقط ا جملہ سامنے کھڑے ۔پ کی آنکھوں میں روشن امید کے تمام پ اغ گل کر سکتا تھا۔ اسکی ا ۔ت سے سامنے کھڑا شخص ڈھے جاتا۔ شا مر ہی جاتا۔ اسکے ا پیغام پہ مقابل کی وہ بے چین سی مسکراہٹ ٹکی ہوئی تھی۔ ضرار نے سوچا کہ وہ بناء کچھ کہے واپس جائے۔ وہ ان لوگوں کو کچھ نہ بتائے، ا وہ ا سچ نہیں بتا سکتا تو کم از کم جھوٹ بتا کر ا زندگیوں کو مختصر نہ کرے۔ وہ لوگ ا امید پہ زندہ تھے وہ امید ا زندگی بخش رہی تھی وہ اس امید کو نہ پا اور ا زندگی کی ڈور کو نہ کاٹے۔ ۔۔!! کیا وہ خود سے کوئی فیصلہ کر سکتا تھا؟ ان لوگوں نے آج تک کما ڑ کے ا ڑ رہنا سیکھا تھا۔ وہ لوگ فیصلے ما آئے تھے پھر وہ خود سے کیسے کوئی فیصلہ کرتا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک نہیں تھا اسکو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ پیغام اسے ہر صورت پہنچانا ہی تھا۔

ا ھیرے تر کمرے میں وہ دوزانو بیٹھا تھا۔ اسکی ہتھیلیوں اسکے ٹخ ں پہ دھری ہوئی تھیں اور انکا رخ آسمان کی جا ۔ تھا۔ وہ یوں ہی خاموش سا بیٹھا تھا۔ وہ اس قید خانے میں ا ازے کے مطابق زادا کیا کرتا تھا۔ وہ جو تھوڑا بہت پانی اسکو ملتا تھا وہ اسکو اپنی پاکیزگی کی ضروریت کے لئے استعمال کیا کرتا تھا۔ اور پینے کے لئے بس چند گھونٹ بچایا کرتا تھا۔ اسکے دنوں میں اب درد رہنے لگا تھا اسکو پرواہ نہیں تھی۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا وہ یوں ہی بیٹھا بناء لبوں کو کوئی جنبش دیئے۔ وہ بیٹھا رہا کہ تہہ خانے کا دروازہ کھلا وہی ٹارچ کی روشنی چاروں طرف گھمائی گئی جس سے جلد ہی دوزانو بیٹھا شخص آگیا۔ وہ مسکرادی۔ اسکے ہاتھ میں آج کچھ تھا۔ وہ ا لفافہ تھا وہ چلتی ہوئی اسکے پاس آئی اور اسی طرح بیٹھ گئی جس طرح ا. اہیم بیٹھا تھا۔ وہ گردن موڑے اسکو دیکھے گئی وہ آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔

''میڈیٹیشن کر رہے ہو؟'' وہ مدھم سی آواز میں بولی ا. اہیم نے آنکھیں نہیں کھولیں تھیں۔ وہ اسکو دیکھے گئی پھر اسکے لبوں پہ شرارت مچلنے لگی اس نے مسکراتے ہوئے ٹارچ کا رخ ا. اہیم کی جا ۔ کیا نہ اسکی آنکھیں تھیں۔ ا. اہیم کے ماتھے پہ بل پڑ گئے اس نے بے زاری سے رخ موڑا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ اس تہہ خانے میں اسکی خوبصورت کھنکھتی ہنسی کسی موسیقی سے کم نہ تھی۔ ا. اہیم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ ا. اہیم کا سامنا بڑی مضبوطی سے کیا کرتا تھا اس سے وہ لڑکی اس طرح ڈاٹ نہیں ہوتی تھی عجیب کوفت محسوس ہوتی تھی اسکو اس عورت سے۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ بے شک مار مار کر اسکی چمڑی ادھیڑ دیں اس کو اس عورت کا چہرہ دیکھنا نہ پڑے۔ وہ اسکی مکاری سے ہر بار رنج جایا کرتا تھا وہ خوفزدہ تھا کہ وہ آخر تک اس شر سے بچا رہے گا۔ اگر کبھی اس پہ اس عورت کا شر حاوی ہو گیا تو؟ یہ سوچ ہی ا. اہیم کو پاگل کردیا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اپنے ضبط کی انتہا پہ تھا۔

''کھانا کھاؤ گے؟'' کہتے اس نے لفافہ سامنے کیا۔ ا. اہیم نے اس مدھم سی روشنی میں ذرا سی آنکھیں کھولیں اور اسکی جانب گھور کر دیکھا۔ وہ ہنس دی۔ ''حلال ہے۔۔ کھالو۔۔'' ا. اہیم نے سر جھٹکا اور پھر سے ایسے ہی بیٹھ گیا۔ ''ا خبر ہے، کھانا کھاتے ہوئے زیادہ مزہ آئے گا۔'' وہ چہک کر بولی تو ا. اہیم نے گردن موڑ کر دیکھا۔ دل ہی دل طرح سے کا تھا۔ وہ ہنس رہی تھی۔

''کیسی خبر؟''

''تم کھانا کھاؤ ں۔۔ پھر بتاتی ہوں۔۔'' اس نے پھر سے وہ پیکٹ سامنے کیا۔ ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔

''ضرورت نہیں۔۔بتاؤ کیا خبر ہے؟''

''ارے۔۔!!تمہیں ضرورت پڑے گی ں۔۔وہ کیا ہے ں کہ اس خبر کو ہضم کر تھوڑا مشکل ہو جائے گا۔پیٹ میں کھا ہوگا تو آسانی رہے گی۔سمجھا کرو ں۔ ۔اب سارہ گولڈ گ اتنی بھی سفاک نہیں ہے۔''اس نے مصنوعی معصومیت سے کہتے ا اہیم کو مز تپا تھا۔

''کیا خبر ہے؟''وہ پھر سے بولا۔

''پہلے کھا ۔۔''اس نے پیکٹ سامنے کیا تو ا اہیم نے پ کے ا ازمیں پیکٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹا تھا۔

''بتاؤ اب۔''

''کھاؤ پہلے۔''اسکی شوخی قرار رہی۔ا اہیم نے ضبط سے وہ پیکٹ کھولا اس میں ا تھا۔ا اہیم نے مدھم سی روشنی میں اس کو مکمل طور پ کھول کر دیکھا کہ کہیں اس میں کوئی ایسی ویسی چیز تو نہیں۔پھر اس نے وہ سونگھا تو سارہ ہنس دی ۔''کم آن ا مار ہوگا تو شوٹ کروں گی فکر نہ کرو۔''وہ دوستانہ ا ازمیں کہتی ہوئی ہنس رہی تھی۔ا اہیم نے ا قہر بھری نگاہ اس پ ڈالی اور ا لقمہ کھا۔لقمہ حلق میں اٹکنے لگا تھا۔کیو حلق میں اچا سے پ بھرنے لگا،آ حلق میں ا نے لگے تھے وہ جو اس دن سے ا چٹان بنا ہوا تھا ا لقمہ کھاتے ہی آج اسکے آ اسکے حلق سے نیچے ا تے ہوئے اسکو محسوس ہو رہے تھے۔

(''آ۔۔آپ کچھ نہیں کھا گے؟''صفا نے خود کو کہتے سنا۔۔

''نہیں۔۔''

''آپ۔۔بھی کھا لیں.....''کہتے صفا نے اسکی جا ٹھا۔۔

''تم کھا لو۔۔مجھے بھوک نہیں ہے۔۔''

''میں کھا چکی ہوں۔۔آپ کھا لیں۔۔''

''اٹس اوے۔۔آئی نو۔یہ میرا جھوٹ ہے تو۔۔''وہ ابھی بول رہی تھی کہ ا اہیم نے اسکے ہاتھ سے وہ پکڑ لیا۔۔

''وہ۔۔مجھے کافی پسند نہیں ہے۔۔فکر نہ کریں میں نے ا بھی سپ نہیں لیا تھا۔۔'')

ا لمحہ سا آ کر را۔کتنی ہی دیں تازہ کر ۔وہ لمحے کتنے اذ ک تھے اس لڑکی نے ان لمحوں میں بھی زگی بھر دی تھی۔ا اہیم کو آج بھی اپنے پ سوئی ہوئی صفا کی وہ چھوٹی چھوٹی سانسیں محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ جہاز میں بیٹھ کر گھبرا گئی تھی۔وہ اس سے خوفزدہ ہو کر بھی اسی کی پناہ تلاش کیا کرتی تھی۔

ا اہیم کی آنکھوں میں نمی چمکی وہ کچھ لمحوں کے لئے ہر چیز فراموش کر چکا تھا وہ کہیں اور ہی پہنچ چکا تھا۔وہ جہاں کہیں بھی تھا وہاں بس سکون تھا،وہاں کسی کا لمس تھا کسی کی دیں تھیں کسی کی معصوم سی دیں۔ا معصوم سے وجود سے لپٹی درد ک دیں،کچھ دیں ہمدردی کی تھیں،کچھ تشکر کی،کچھ قرض داری کی تو کچھ محبت کی۔اس ا لڑکی سے اسکا ہر بہ،ہر احساس جڑ چکا تھا۔وہ لڑکی اسکی سے بڑی آزمائش تھی تو وہ اسکا سے بڑا اا م بھی تھی۔ا اس لڑکی سے اسکا سے بڑا غم جڑا ہوا تھا تو وہ لڑکی اسکا مرہم بھی ٹھہری تھی۔وہ لڑکی تضاد کا مجموعہ تھی۔اس سے جڑے بے م ح ب ت اور ع ش ق کے حروف سے بھی آگے نکل چکے تھے۔وہ اسکو محسوس ہوتی تھی۔وہ قاعدہ اسکی مہک کو محسوس کیا کرتا تھا۔وہ اسکی دھڑکنوں کو بھی اس قید خانے میں سنا کرتا تھا۔وہ اس سے دور ہوتے ہوئے اسکے قر تھی بہت قر !

کتنے ہی لمحے رگئے وہ اس ا لقمے سے جڑی تمام دیں تازہ کر چکا تھا وہ ہر اس احساس،اور بے کو محسوس کر چکا تھا جو اس لڑکی سے جڑا ہوا تھا۔

''کہاں کھو گئے؟''سارہ نے اسکو یوں دیکھا تو الجھی۔ا اہیم نے چو کر پہلے کو دیکھا اور پھر دن موڑ کر ساتھ بیٹھی سارہ کو دیکھا۔سارہ نے اسکی آنکھوں میں کچھ دیکھا تھا کچھ الگ سا احساس۔اور سارہ اس نگاہ سے واقف تھی۔اس نے بھی محبت کی تھی اور محبت کے لمس سے آشنا لوگ ا دوسرے کی آنکھیں پڑھ ں میں مہارت ر تے ہیں۔وہ پھیکا سا مسکرا دی۔''کیسی د تے ہے وہ؟''سارہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہی بولی۔ا اہیم نے پلکیں نہیں جھپکیں۔

''اسکی آنکھیں جیسے کوہ طور کے سرمئی پتھر۔اسکے ل جیسے سورج کی شفاف اور سنہری کر ۔اسکے رخسار جیسے آسمان پ رقص کرتی لیاں۔اسکی پیشانی جیسے روشن افق۔اسکے ہاتھ جیسے کسی سازکا کوئی صدیوں میں تاشا شاہکار،اسکے پاؤں جیسے کومل کونپلیں جو کا ں پ جیتی رہیں ا پ کیزگی میں فرق نہ آ سکا۔اور اسکے

. ۔۔!!'' کہتے ا. اہیم اب خاموش ہو َ ۔۔وہ کہیں کھو َ ۔۔سارہ اسکے الفاظ پ کسی اور ہی د میں پہنچ چکی تھی۔اور ا. اہیم کسی اور د میں تھا۔وہ دونوں اپنے اپنے تخیل میں اپنے اپنے محبوب سے مل رہے تھے۔

''اور . ؟''سارہ نے ا۔ گہری سانس خارج کرتے جیسے خود کو ماضی سے آزاد کیا تھا۔

'' . ؟''ا. اہیم نے اسی کے ا. از میں سوال دہرا۔سارہ نے اثبات میں سر ہلا۔

''اسکے لبوں کا نہ مل سکا مماثل کوئی
میں نے کائنات کی ... کھنگال ماری''

ا. اہیم ز . اردو میں بولا۔سارہ نے ا. واچکائے۔

''کیا مطلب تھا اسکا؟''سارہ نے تجسس سے پوچھا۔ا. اہیم کا ٹ انس ٹوٹ اور اس نے سر جھٹکا۔

''تمہاری سمجھ سے . ہر کی . ت ہے۔''اس نے کوفت سے کہتے ہوئے ا۔ اور لقمہ لیا۔واقعی اسکو کھانے کی شد ید ضرورت تھی ورنہ اسکے آرگنز کام کر. چھوڑ دیتے۔وہ خودکشی نہیں کرسکتا تھا، کھا. سامنے تھا اور وہ ٹھکرا دیتا یہ ا. اہیم نے نہیں سیکھا تھا۔وہ ا َ اللہ کے لئے مرنے کا جگرہ ر ت تھا تو جینے کی ذمہ داری سے بھی واقف تھا۔

اس نے دو تین نوالے کھائے تو سارہ کے چہرے پ پھر سے وہی مسکان امڈ آئی، وہی شیطانی مسکراہٹ جو اگلے سے اسکا سکھ چین، اسکی مسکراہٹ . کچھ چھین ۔ کی طاقت ر ت ہو۔

''خبر نہیں سنو گے؟''وہ آنکھوں میں چمک لئے بولی۔ا. اہیم نے چوتھا لقمہ ۔ ت ہوئے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔''سفیر جو تمہارا ساتھی تھا۔۔''سفیر کے ذکر پ ا. اہیم نے وہیں لقمہ نگل لیا۔وہ وہیں سا ت ہوا تھا۔''وہ افسوس کے ساتھ۔۔ا۔ کار حادثے میں مارا َ ۔''سارہ نے مصنوعی افسوس سے کہتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔ا. اہیم کے ہاتھوں سے وہ. َ َ کر زمین بوس ہوا تھا۔وہ ت ر کمرہ اچا ٔ سے ت ر ہو َ تھا۔ہر چیز ت ر ہو چکی تھی ہر منظر دھندلا چکا تھا کچھ د پہلے کے مناظر بھاپ ۔ت ہوئے محسوس ہوئے تھے، ہر چیز مندمل ہو چکی تھی۔اس ت ر تہہ خانے میں آج صحیح معنوں میں آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی تھی۔''افسوس تو ہوا۔۔ کیا کرتے۔۔ ک میں دم کر رکھا تھا ہر روز بینر اٹھا کر چل پ ت تھا۔بھئی ہم نے کون سا ملک ہڑپ لیا تمہارا۔۔؟ جاؤ جا کر یو این میں . ت کرو۔۔ہم نے کسی پ کوئی قبضہ نہیں کیا۔''وہ بے زار لہجے میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ا. اہیم کی آنکھوں کی پ یں سا ت تھیں۔

''اور تم بھی سوچ لو۔۔سفیر پ بس کر دیں ۔ پھر؟ ضرار، قادر، عیشا، عینا، حسن، اور.....''اس نے رک کر سن سے بیٹھے ا. اہیم کو دیکھا۔''۔ پھر مرجان بھی؟''وہ تمسخرانہ ا. از میں ہنسی۔وہ اس . راسکوز ۔ کرنے میں کامیاب ٹھہری تھی وہ اسکو ٹوٹ ہوا دیکھنا چاہتی تھی اور وہ آج اسکو ٹوٹ ہوا دیکھ پ رہی تھی۔وہ جا تھی کہ اس وقت بیٹھا ہوا ا. اہیم ا. ر سے ر ۔ہ ر ۔ہ ہو چکا ہے وہ ہلے گا تو ڈھے جائے گا کسی ر ۔ت کی دیوار کی طرح۔وہ ا۔ نگاہ اس پ ڈالتی اپنے پونی ٹیل میں بندھے . ل جھٹکے سے پیچھے کرتی وہاں سے . ہر کی جا . ٹھی۔ تہہ خانے کے زینوں پ رک کر وہ پھر سے مڑی تھی۔

''اس خبر کو ہضم کر لو۔۔پھر ا۔ سرپ ائز ہے تمہارے لئے۔''ا. اہیم نے َ دن موڑ کر اسکی جا . دیکھا۔وہ ا۔ آ د تی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔پیچھے اس تہہ خانے میں پھر سے ت ر یکی چھا گئی۔ا. اہیم نے پلکیں جھپکیں اور وہیں کسی ر ۔ت کی دیوار کی ما ڈھے ۔ ۔وہ مضبوط ا ب والا ا. اہیم سفیر کو فراموش نہیں کرسکتا تھا اس سفیر کو جس سے حساس ا. اہیم تھا۔

غزہ کی گلیوں میں چلتی وہ سفیر کی کھٹارا ٹیکسی میں بیٹھا ہوا حساس ا. اہیم، سفیر کے نقصان کو. دا ۔ نہیں کرسکا تھا۔کچھ د بعد وہ یوں ہی دوزانو بیٹھا بیٹھا سجدے میں ۔ ۔ ۔

لمحے َ رے، اور پھر وہ اس تہہ خانے میں ا. اہیم کی و ۔ ت ۔ ک دھاڑ گو تھی۔ا۔ ایسی دھاڑ جس میں اس نے اپنا غم، اپنا اشتعال . کچھ نکالنے کی کوشش کی تھی۔ درد تھا کہ ہر َ رتے پل . ڑھتا ہی جا رہا تھا۔

واشنگٹن کے ا۔ پ ائیو۔ ٹ ا پ ت ل کے بیڈ پ پ اوہ شخص اس وقت ا۔ ان چاہی صورتحال سے دوچار تھا۔ اسکو وہاں لائے دو گھنٹے سے ز۔ دہ کا وقت ہو چکا تھا وہ ابھی ت بے ہوش تھا۔ ڈاکٹرز نے ہر ممکن کوشش کر لی تھی وہ ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔ ں میں جکڑا ہوا وہ شخص ا۔ رسے بھر پور کوشش کر رہا تھا جاگنے کی اسکی ہر کوشش رائیگاں جا رہی تھی۔

یحییٰ کور ٹ ورمیں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ ہر آتے جاتے ڈاکٹر سے وہ حسن کی کنڈ کا پوچھتا وہی ا۔ جواب سن سن کر اب وہ بے چین سا ٹہلنا شروع ہو چکا تھا۔ ا پ ت ل کے ۔ ہر حسن کے گارڈز موجود تھے۔ ا۔ روہ اپنی ز۔ گی کی ۔ سے ۔ ٹ ی ۔ ٔ لڑ رہا تھا۔

کچھ د۔ بعد اسکو ٹیسٹس کے لئے لے جا ٔ۔ جس میں اسکی دماغی حا ت کا مکمل ا۔ ازہ لگا۔ جا۔ تھا۔ اسکی ۔ ین سکیننگ سے ہی پتہ چل سکتا تھا کہ آ۔ کس وجہ سے وہ اس وقت بے ہوشی میں ہے۔ پہلے تو ڈاکٹرز کو یہ۔ رمل کیس لگا تھا اب ا تشویش میں اضافہ ہو۔ تا جا رہا تھا۔

مہمان جا چکے تھے اور وہ لوگ اس وقت ڈرائینگ روم میں موجود تھے۔ سامنے صوفے پ ضرار بیٹھا تھا جس کے سامنے ٹیبل پ پ نی کا گلاس خالی رکھا ہوا تھا۔ اس نے اب ت کوئی پ نچواں گلاس پ نی کا پیا تھا جبکہ کھانے پ ٔ کی ۔ قی کی ہر شے وہ ٹھکرا چکا تھا وہ اپنا حلق ت کرنے کے لئے پ نی پ ٔ جا رہا تھا۔ سفیان گورسی بے چینی سے اس سے ہر تھوڑے سے وقفے کے بعد پوچھتے کہ ا۔ اہیم ۔ ت واپس آئے گا۔ ا امیدوں کے پ اغ روشن ہو چکے تھے۔ ا ٔ ضرار واپس آ ٔ۔ تھا تو ا۔ اہیم بھی واپس آ جائے گا۔ ا اب مکمل یقین تھا دل میں ہر پل ا۔ نئی امید ا۔ یقین جا ت تھا اور سرشاری کی ا۔ لہر سی ا وجود میں دوڑ جاتی۔

''لاؤ میں لے جاتی ہوں۔ ٹ ہے وہ میرا۔'' منال نے زلیخا کے ہاتھ سے ٹ ے پکڑی جس میں چائے اور کچھ لوازمات تھے اس نے کھانے سے انکار کر د۔ تھا اس لئے وہ اب چائے لے کر جا رہی تھیں۔ منال نے مسکرا کر ٹ ے تھام لی۔ صفا او پ بچوں کے کمرے میں تھی وہ ۔ لوگ ۔ قوت اور مرجان کے گفٹس کھول کر دیکھ رہے تھے۔

''بتاؤ ں ۔ٹ ۔۔!ا۔ اہیم ۔ ت واپس آ رہا ہے؟'' سفیان نے ا۔ ۔ر پھر سے پوچھا تو ضرار نے بے بسی سے ا جا۔ ۔ دیکھا۔

''انکل ۔۔!!'' اس نے ہمت کی۔ آ۔ کار اسکو ہمت کر۔ تھی وہ جس کام کے لئے بھیجا ٔ۔ تھا اسکو یہ کام کر۔ ہی تھا وہ ا۔ اہیم کے مشن کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا تھا۔ جس مشن کے لئے ا۔ اہیم نے اپنے جان و مال کی پ واہ نہیں کی تھی وہ کیسے اسکے مشن کو اس طرح ۔ کام ہونے دیتا۔ پہلے بھی ا۔ ۔ر حسن ان لوگوں کو گہرے زخم دے چکا تھا اور اب بھی اس سے کوئی بعید نہ تھی وہ ا مشن کے لئے ٹ اخطرہ ش ۔ ت ہو۔ رہا تھا۔ یہ جہادی جوش و ۔ ٔ بہ ا ا۔ رتھا حسن کے ا۔ رفی الحال یہ ۔ ٔ بہ نہیں تھا۔ ۔ پھر وہ ۔ ٔ بہ ابھی پ وان نہیں پ ٹھا تھا۔ انھوں نے دس سال سے اس ۔ ٔ بے کو سینچا تھا حسن کا ۔ ٔ بہ ا ۔ ٔ بے کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا حسن ا سامنے ایسے تھا جیسے کل پیدا ہوا بچہ۔ جہادی ۔ ٔ بے سینچنا آسان نہیں ہوتا یہ ۔ ٔ بہ خون مانگتا ہے۔ یہ ۔ ٔ بہ ہر شے کی مانگتا ہے، اپنی ذات کی ،خواہش کی ،حتیٰ کہ اپنوں کی بھی ۔ اسی لئے جہاد دین کا ۔ سے آ۔ ی ستون ہے۔ حج کے بعد جہاد کی ۔ ری آتی ہے۔ اتنی مہلت دی جاتی ہے ا ن کو سوچنے کے لئے۔ اتنا وقت دی۔ جا۔ ت ہے ا۔ مومن کو فیصلہ کرنے کے لئے اتنی مدت کے بعد ۔ ۔ اسکا ایمان پ نچ ارکان سے مکمل ہو جائے پھر ۔ ری آتی ہے جہاد کی۔ جہاد کمزور ایمان والوں کی شے نہیں ہے یہ ا شے ہے جو پہلے پ نچ ارکان کو مکمل کریں پھر ۔ ری آتی ہے جہاد کی۔

کچھ لوگ حج تو کر ۔ ت ہیں پہلے چار ارکان کو فراموش کر دیتے ہیں جس کے ۔ ش وہ طواف۔ ائے طواف کرتے ہیں اور اللہ کے گھر جا کر بھی اللہ کو نہیں پ ۔ ت۔ اللہ کو پ نے کے لئے خود کی تسخیر ضروری ہے۔ جس نے خود کو فتح کر لیا اس نے ٔ اکو پ لیا۔ اور جو ا ن اپنی اوقات سے واقف ہو جائے پھر وہ جہاد کے لئے بھی تیار ہو جا۔ ت ہے ۔ حسن کے سامنے ۔ طویل سفر تھا جسے اسکو طے کر۔ تھا۔

''بولو بھی ضرار ۔۔!!'' وہ اب بے چینی کی انتہا پ تھے۔

''انکل میں جو کہوں گا اسکے بعد آپکو پلیز۔ خود کو سنبھالنا ہوگا نہ صرف خود کو بلکہ پورے گورسی خا ٔ ان کو۔'' سفیان کا چہرہ متغیر ہو۔ رہا تھا۔ ''میں جا ہوں کہ یہ ا۔ بہت ٹ اصدمہ ہے آپکو سنبھالنا ہوگا خود کو۔'' اب سفیان کا دل ۔ ٔ لگا تھا۔

''ضرار ۔۔!!'' وہ پکارا تھے ا سانس ا۔ ٹ رہی تھی۔ ضرار اپنی جگہ سے اٹھا اور ا قدموں میں بیٹھا ٔ امت کے ۔ ش وہ ان سے نگاہیں نہیں پ رہا تھا۔ اس نے

ا ہاتھ تھامے۔سفیان کا دل کسی بھی انہونی کے خوف سے بند ہونے کو تھا۔

''ا. اہیم۔۔وہ۔۔شہید ہو َ ی۔۔''

الفاظ آج پھر سے موت ش. ۔ ہوئے تھے۔الفاظ بے رحم ہوتے ہیں ا ی تیز دھار خنجر سے بھی زی دہ بے رحم الفاظ ہوتے ہیں جو خاموشی سے ہی وار کر جاتے ہیں اور ا وار سے جو زخم ب ۔ ہے اس سے تو خون ۔ نہیں رستا۔اس لئے الفاظ کے لگائے گئے زخم ۔ قابل علاج ہوتے ہیں۔ان زخموں کی رفو َ ی ممکن نہیں ہوتی۔دروازے میں کھڑی منال کے ہاتھ سے چائے اور لوازمات والی ٹ ے زمین بوس ہوئی تھی۔اور ا ی درد ۔ک چیخ گورسی ہاؤس میں گو تھی اسکے بعد اس گھر میں بہت کچھ ہوا تھا۔رو ۔ دھو ۔ ،چیخنا ۔ ،وہاں شور تھا عجیب شور جو کسی سے اسکی قوت سما ۔ ت بھی چھین لے۔ ان . میں صرف ا ی وجود تھا جو خاموش تھا جس کی امید کا دی نہیں بجھا تھا جس نے اپنے یقین کو ڈگمگانے نہیں دی تھا۔وہ جا تھی کہ ا َ وہ عہد کر کے َ ی ہے تو لوٹ کر ضرور آئے گا اس نے اپنی آ سے ا ی آ ۔ ت نہیں بہا ی تھا۔وہ جا تھی کہ یہ . ا ی دھوکہ ہے،کوئی چال ہے کیو وہ کچھ نہ کچھ جا تھی جبکہ . تی گھر والے کچھ نہیں جا تھے۔سفیان صا . صبر کی تصو ی بنے ہوئے تھے انکا جگر چھلنی تھا ا دل سے خون رس رہا تھا وہ ہر لمحہ خاموش موت مر رہے تھے۔وہ موت کے قر ی . سے قر ی ۔ ت جا رہے تھے شا ی ا حیات مختصر ہو چکی تھی۔ضرار مز ی وہاں نہیں رک سکا تھا۔وہ اسکا سامان ا حوالے کر کے جا چکا تھا۔

اگلے دن شام ہو رہی تھی گھر میں لوگوں کا نہ ختم ہونے والا ہجوم تھا۔ . کو آہستہ آہستہ علم ہو َ ی تھا اور لوگ افسوس کے لئے آ رہے تھے۔ا بس یہی معلوم تھا کہ ا. اہیم بیرون ملک ہی کسی حادثے کا شکار ہو َ ی ہے اور لاش بھی پ سکستان نہیں لائی گئی تھی کچھ وجوہات کی بناء پ ۔ضرار نے گھر والوں کو ا. اہیم کے فلسطین کے مشن کے . رے میں کسی کو بھی بتانے سے کیا تھا ورنہ ان لوگوں کے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔کیو ر ی ۔ ت کی اجازت کے بناء اس طرح کسی بھی تنظیم کا حصہ ب ۔ قابل قبول نہیں سمجھا جا ۔ ت۔عین ممکن تھا کہ ا. اہیم کے خلاف ا ائ ی کی جاتی اور اسکے گھر والوں کو بند کر دی جا ت۔اور ا ی عرصے ت ا مختلف قسم کی پ بندیوں کا سامنا کر ن پ ت۔

کچھ طاقتیں ا. اہیم کو ا ی دہشت گ ش ۔ ت کر دیتیں اور پھر اسکا خا ان ختم ہو جا ت۔ان . چیزوں کے . رے میں کما ٹ ر کو علم تھا اس لئے انھوں نے ضرار کو خاص ت کید کی تھی کہ یہ خبر کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔سفیان جا تھے۔گھر میں بھی کچھ لوگ جان گئے تھے۔ اس سے . ہر اس خبر کو ن نہیں دی َ ی تھا۔اسی میں اس خا ان کی بقاء تھی۔

منال ہر شے سے بے خبر ا پ ل میں تھیں۔ا دل کا دورہ پ ڑا تھا ا ی ۔ ت اب تھی ز ن گی کی لکیر ہنوز رواں تھی۔جیسے ا آنکھیں منتظر تھیں وہ کیسے یقین کر لیتیں انکا دل ا ی ماں کا دل تھا اور ماں کے دل پ الہام ہوا کرتے ہیں۔انکا دل اس . ت سے یکسر انکاری تھا کہ وہ اپنے ب ٹے کو کھو چکی ہیں تو دماغ ہر قسم کی دلیل گھڑے بیٹھا تھا۔وہ کشمکش میں تھیں حقیقت اور خواب کے درمیان کی کشمکش میں۔وہ آج پھر سے انکار ' چاہتی تھیں وہ سچ سے بھا ' چاہتی تھیں۔شا ی آج وہ ٹھیک تھیں کیو جو لوگوں کے لئے سچ تھا وہ دراصل ا ی ما ی جال تھا وہ جھوٹ تھا۔وہ سچ تھا ہی نہیں۔!

ا پ ل کوری ڈور میں عینا بے چینی سے ٹہلتی ہوئی فون رہی تھی۔اس نے کوئی بیسویں . رنمبر ڈائل کیا اور کال نہ اٹھائے جانے پ اس نے بے بسی سے فون کاٹ ۔اسکی نگاہ آئی سی یو کے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی صفا پ گئی تو آنکھوں میں امڈتی نمی کو دھکیلتے ہوئے وہ اسکے پ س پہنچی۔صفا اس دروازے میں لگے چھوٹے سے شیشے سے سامنے ں میں جکڑی ہوئی منال کو دیکھ رہی تھی۔عینا نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا تو صفا نے بجھے سے چہرے کے ساتھ اسکو مڑ کر دیکھا۔

''صفا۔۔!!''عینا کی آواز لرز گئی تھی اسکی یہ حا ت دیکھ کر۔۔''پلیز۔۔صفا۔۔!!رو لو۔۔''اس نے بے بسی سے التجا کی۔صفا نے ا. وسکیڑے۔اور پھر اسکے سامنے آئی۔

''کیوں؟''اسکے یوں پوچھنے پ عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''پلیز صفا رو لو ا ی . ر، ورنہ تم مر جاؤ گی۔۔پلیز۔۔''اس نے صفا کو دونوں شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''کیوں رو لوں؟''صفا نے استفسار کیا۔

''صفا تم اچھی طرح جا ہو کہ میں کس . رے میں کہہ رہی ہوں۔تم مان کیوں نہیں لیتی کہ ا. اہیم اب نہیں رہے وہ۔۔وہ۔''

''شٹ اپ۔۔!!''اس سے پہلے کہ عینا کچھ اور کہتی صفا نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹا دیئے۔''ایسی بات دوبارہ اپنی زبان پہ لائی تو میں بھول جاؤں گی کہ میرے سامنے کون کھڑی ہے۔''صفا کی آنکھوں میں سرخی اتر رہی تھی۔عینا کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔وہ شدید شاک میں تھی صفا کا یہ ایکشن اسکی سمجھ سے باہر تھا۔ اوپر سے حسن سے بھی کوئی رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔عینا شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو چکی تھی۔

''صفا۔۔!!میری جان۔۔''عینا نے اسکی باہوں اور اسکے رویے کو اگنور کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اسکو بانہوں سے لگا لیا۔صفا نے اسکے گرد بازو نہیں باندھے تھے وہ یوں ہی کھڑی رہی بنا کسی حرکت کے۔

''قوت کچھ کھا لو پلیز۔۔!''اس وقت بیجا اسکے سرہانے بیٹھیں تھیں۔بخار میں تپتا ہوا قوت اس وقت بے ہوشی میں تھا۔ اسکے سرہانے بیٹھی بیجا نے کوئی تیسری بار اسکو دلیہ کھانے کا کہا تھا کہ وہ اسکو دوا دے سکیں۔

''کوبلا لیں۔''وہ بے ہوشی میں بس ایک ہی لفظ دہرائے جا رہا تھا۔بیجا کی آنکھیں جو کچھ دیر پہلے ہی خشک ہوئی تھیں ایک بار پھر سے برسنے لگیں تھیں۔انھوں نے دوسرے بیڈ پہ پاؤں لٹکا کر بیٹھے مرجان کی جانب دیکھا جو کہ اپنا کھولے بیٹھا تھا۔ وہ اسکی آنکھوں میں اہیم کا عکس دیکھ پا رہی تھیں وہ یقیناً اسکی تصاویر دیکھ رہا تھا۔ بیجا کو لگا کہ انکا دل پھٹ جائے گا وہ مزید کیسے سہہ سکیں گی۔وہ ان بچوں کے آگے کیسے دیکھ سکیں گی؟

''مرجان۔۔!!جاؤ دینا کو دیکھو کہاں ہے وہ۔''انھوں نے مرجان کو کسی کام میں لگانا مناسب سمجھا۔مرجان بناء سکرین سے نگاہ ہٹائے اسکو احتیاط سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتا چھلانگ لگا کر اٹھا اور ننگے پاؤں سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔وہ یوں چل رہا تھا جیسے کوئی روبوٹ ہو۔بیجا اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔مرجان اور صفا دو لوگ تھے جو ابھی تک نہیں روئے تھے۔جبکہ اب تو دینا بھی کو روتا دیکھ کر جانے کتنا رو چکی تھی۔

بیجا نے بازو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور وہاں سے ٹھنڈے پانی والا بازو اٹھا کر پھر سے قوت کے ماتھے پہ ٹھنڈی پٹیاں رکھنے لگیں کہ اسکا بخار کسی صورت کم ہو جائے۔ بخار تھا کہ ٹوٹ ہی نہیں رہا تھا۔ڈاکٹر اسکو چیک کر کے دوا لکھ کر دے گیا تھا قوت پہ کوئی دوا اثر نہیں کر رہی تھی۔

مرجان چلتا ہوا نیچے گیسٹ روم میں آیا۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے بیڈ پہ سلویٰ اور یوسف دینا کو بہلانے کی کوشش کر رہے تھے وہ لوگ دینا کے کھلونے رکھے بیٹھے تھے دینا بس روئے جا رہی تھی۔

''آپ۔۔!!یہ کیوں رو رہی ہے؟''یوسف نے بجھے سے چہرے کے ساتھ پوچھا۔

''کیو اسکے پیرنٹس چلے گئے۔''سلویٰ نے مایوسی سے کہا۔

''جیسے ہمارے پیرنٹس چلے گئے تھے؟''یوسف نے سیاہ گول گول آنکھیں مٹکائیں۔

''نہیں۔۔!!''جواب وہاں کسی اور نے دیا تھا انھوں نے دیکھا مرجان سخت تاثرات لئے دروازے میں کھڑا تھا۔سلویٰ نے تھوک نگلا۔وہ تن فن کرتا انکے پاس پہنچا۔

''میری بات کان کھول کر سن لو۔۔میرے پیرنٹس نہیں گئے۔وہ وہاں نہیں گئے جہاں تمہارے پیرنٹس رہتے ہیں۔کیونکہ پیٹی لیڈی نے کہا ہے اس لئے مجھے ان پہ یقین ہے۔میری پیٹی لیڈی کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔اس لئے۔۔''اس نے انگلی کھڑی کی۔''آئندہ میری بہن کے سامنے ایسی کوئی بات نہ کرنا۔''وہ سخت لہجے میں وارن کرتا دینا کو بیڈ سے اتار کر اسکا ہاتھ پکڑے وہاں سے لے جا چکا تھا۔پیچھے سلویٰ اور یوسف ہکا بکا بیٹھے رہ گئے۔وہ آندھی کی طرح آیا اور وارننگ دیتا طوفان کی طرح جا چکا تھا۔پیچھے وہ لوگ سانس روکے رہ گئے۔یوسف نے ہونٹ گول کئے۔

''آپ۔۔!!آپ ٹھیک کہتی ہیں ہمیں حسن کے پاس جانا چاہیے۔''یوسف سلویٰ کے پاس کھسکا۔اسکا دل دکھا تھا اتنے سخت ردعمل پہ۔سلویٰ نے یوسف کو اپنے پاس کیا۔اور اسکے بال سہلائے۔

''یوسف۔۔!!میرے بھائی۔۔یہاں بھی اچھے ہیں تمہیں پتہ ہے۔مجھے اموکا پتہ تھا میں بھی یقین نہیں کر رہی تھی اور غصہ کر رہی تھی۔تم فکر نہ کرو عینا آئے گی تو ہم اسکو واپس جانے کا کہیں گے۔''اس نے سمجھداری سے یوسف کو سمجھایا۔

وہ دینا کو لئے لاؤنج میں پہنچا تو وہاں کچھ خا· ان کی عورتیں بیٹھیں تھیں جن کے پ س پلوشہ خالہ اور زلیخا موجود تھیں۔ مرجان نے ا۔ سخت نگاہ ان پ ڈالی۔

''ادھر آؤ۔ ٹ۔'' ا۔ عورت نے مرجان کو پچکارا۔ تو زلیخا اماں نے بھی اشارہ کیا وہ دینا کو لئے ہی ا پ س پہنچا۔ ''کتنا پیارا بچہ ہے۔۔'' وہ عورت مرجان کے سر پ ہاتھ ر ت روپ ڈی۔ ''اللہ ان کو صبر دے اور ا ماں۔ پ کو۔· ۔ میں جگہ دے۔'' وہ روہا ہو ۔ مرجان جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔ اسکے ۔ پ ئے۔ دل مٹھی میں آ۔

''مم۔ میرے۔۔ کو کچھ نہیں ہوا ہے۔۔ پ یٹی لیڈی نے کہا ہے۔ یوا· رسٹوڈ؟'' وہ پ تے لبوں سے کہتا دینا کا ہاتھ تھامے وہاں سے نکل ۔ پیچھے پلوشہ نے دوپٹہ منہ میں د ئے اپنی ہچکیاں روکیں تھیں۔

''بچے شدی صدمے میں ہیں۔ قوت بخار میں ت پ رہا ہے یہ۔۔ یہ تو پتہ نہیں کیا کہے جا رہا ہے۔'' پلوشہ خالہ کا دل۔ ی طرح سے سسکا تھا۔ وہ خواتین بھی آ رونے لگیں۔

''بھائی۔۔!۔۔؟'' دینا اور وہ لان کی عقبی سمت میں آئے تو دینا نے مرجان سے پوچھا۔

''۔۔ آ جا گے۔۔ آؤ ہم پ کے لئے کراؤن بنا گے۔'' وہ اسکا ہاتھ پکڑے ہی کیاری سے کچھ پھول چننے لگا۔

''بھائی شفا۔۔ کہاں ہے؟'' دینا نے اپنے توتلے سے لہجے میں استفسار کیا۔ اسکی سیاہ آنکھیں ہنوز بھیگی ہوئی تھیں۔ اب مرجان کے پ س آ کر وہ رو نہیں رہی تھی۔ اسکا ننھا سا ہاتھ اب اسکے بھائی کے ہاتھ میں تھا۔

''شفا۔۔ پ یٹی لیڈی منال کے ساتھ ہاسپٹل گئی ہیں وہ لوگ آ جا گے دینا۔'' وہ پھول جھولی میں ر ت اسکے پ س بیٹھا۔ پ س ہی ا۔ چھوٹ سا۔ کس رکھا ہوا تھا جس میں ا۔ · م دھاتی ت رتھی۔ جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے ہوئے تھے کہ ان سے دینا کا کراؤن آسانی سے بن جا ت۔ مرجان نے اپنی آسانی کے لئے صفا سے وہ ٹکڑے کروا لئے تھے کہ اسکو روز روز اس وا ئر کو کاٹنا نہ پ ے۔ وہ اس میں ا۔ ا کر کے پھول پ ونے لگا۔

''بھائی۔۔!! دینا سٹرا ۔۔'' دینا نے اپنی آنکھیں ر ٹ تے ہوئے اس کراؤن کو دیکھ کر اپنا عہد دہرا۔ مرجان نے سر جھکائے ہی زور زور سے اثبات میں ہلا۔

''یس آئی نو۔۔ مائی پ ازسٹرا ۔''

''بھائی دینا لوز۔۔۔'' وہ۔ بھی مرجان کے ساتھ بیٹھا کرتی تو کراؤن ت دیکھ کر وہ ا۔ اہیم سے کئے گئے عہد دہرا کرتی تھی اسکو لگا کہ شا۔ یہ بھی اس پ اسس کا حصہ ہے۔ کراؤن بنانے کے لئے ۔ سے کئے گئے وعدے دہرا· شا۔ اس کراؤن کی تکمیل کا حصہ تھا۔

''دینا ۔ کاو۔ ٹ کرے گی۔'' دینا نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو مرجان نے ا۔ رنگاہ اٹھا کر دینا کو دیکھا وہ اسکے سامنے بیٹھی اس کراؤن کو دیکھ رہی تھی۔ مرجان دو۔ رہ اپنے کام میں مگن ہو ۔

''ہاں۔۔ ہم ۔ ۔ کاو۔ ٹ کریں گے۔'' مرجان نے ز۔ ہولے سے کہا۔

''بھائی۔۔!! شفا؟'' اس نے پھر سے جیسے د آنے پ پوچھا۔ مرجان نے گہری سانس لی۔ اور کراؤن دینا کے سر پ رکھا۔

''دینا کھا· کھائے گی؟'' اس نے· می سے پوچھا۔ کراؤن ملتے ہی دینا خوش ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا۔ مرجان اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مین ڈور سے لاؤنج میں جانے کی بجائے پچھلے دروازے سے کچن میں آ تھا۔ وہ ان خواتین کا مز۔ سامنا نہیں کر· چاہتا تھا۔

ہاسپٹل میں اس وقت ڈاکٹرز میٹنگ روم میں موجود تھے۔ ان ۔ کے سامنے کچھ فائلز رکھی ہوئی تھیں جن میں ا۔ وی آئی پی کی رپورٹس تھیں۔ وہ تین لوگ تھے۔

'' ہم ا فیملی کے کنسینٹ کے بناء آپ ٹ نہیں کر ت۔'' ان میں سے ا۔ بولا۔

''ڈاکٹر جان۔۔!!۔ ۔ ت پیشنٹ کی جان بچانے کی آتی ہے تو ہم ا خا· ان کی مرضی کا ا اجازت· مے کا انتظار نہیں کر ت۔'' وہ ا۔ سینئر ڈاکٹر تھے۔ جن کے ل بھی سفید تھے۔

'' ہمیں اس طرح کوئی رسک نہیں· چاہیے آپ جا ہیں کہ مصر میں اس وقت حسن کرداوی کی کیا پوز ہے۔ ا ہم کسی وی آئی پی سے متعلق اس طرح خود

سے کوئی فیصلہ کرلیں گے تو ہمیں کچھ بھگتنا پڑ سکتا ہے مسٹر مائیکل۔۔'' ڈاکٹر جان نے تفصیلی عذر پیش کیا۔

''ہم لوگ پوری کوشش سے اجازت لینے کی کوشش کریں گے۔'' ڈاکٹر مائیکل نے تسلی دی۔

''میں نے فیملی کا کہا ہے ڈاکٹر مائیکل۔!!'' جان نے اپنی بات پر زور دیا۔ جبکہ ان کے برعکس ڈاکٹر ہارون خاموش تھے۔ ''ڈاکٹر ہارون آپ کچھ کیوں نہیں کہتے؟'' ڈاکٹر مائیکل نے ان کو خاموش دیکھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا دکھائی دیتے تھے۔

''کیا آپ لوگوں کو اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں؟'' ڈاکٹر ہارون نے ان دونوں سے سوال کیا وہ چونکے۔ ''آپکو کیوں لگتا ہے کہ اس فیملی میں سے کوئی ہمارے لئے مشکلات پیدا کرے گا؟ آپکو اپنی قابلیت پر یقین کیوں نہیں؟ کیا آپکو یقین نہیں کہ ہم یہ آپریشن کامیابی سے کر سکتے ہیں؟'' انھوں نے مختلف جواب دینے بلکہ جواب کی صورت میں سوال ہی پوچھے تھے۔ ڈاکٹر جان اور ڈاکٹر مائیکل دونوں ہی الجھ چکے تھے۔

''کنسینٹ۔۔!'' ڈاکٹر جان اپنی بات پر قائم تھے۔

''ایک آفیشل ای میل جائے گا ملکی سربراہ کو، اسکے علاوہ اسکی بیوی سے رابطہ کریں اور بلواتے ہیں مریض کی حالت دیکھتے ہوئے فیصلہ لینے میں دیر نہ کریں۔ اس سے مریض کومہ میں جا سکتا ہے پھر وہ مر بھی سکتا ہے۔'' ڈاکٹر ہارون نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کی ڈسکشن کے بعد آپریشن کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔

اگلے دن شام تک منال کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ ان کا ٹیسٹ آیا تھا اس کسی بھی قسم کے صدمے سے دور رہنے کا کہا گیا تھا کیا پتہ تھا کہ جسے صدمہ تو وہ اپنے دل پر لے چکی تھیں۔ وہ تو ماں کا دل تھا جس نے اسے زندہ رکھا ہوا تھا۔ جو ہر گواہی دیتا تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔

کمرے میں صفا پاس بیٹھی اسے سوپ پلا رہی تھی۔ ادویات سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی تھیں۔ صفا کا چہرہ پرسکون سا تھا۔ وہ غائب دماغی سے سوپ پیتے ہوئے اسکے چہرے کو دیکھے جا رہی تھیں۔ صفا نے دفعتاً چہرے کو دیکھا وہ بہت بوڑھی لگ رہی تھیں۔ دو ہی دن میں وہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ انکا چہرے کی ساری رونق ختم ہو چکی تھی۔ ان کو وہ دو دن لگ رہے تھے منال تو اسی دن سے انہیں رگھٹ رہی تھیں جس دن سے وہ گئی تھا۔ اسے واپسی، اسے شادی انہیں رسے مار رہے تھے۔ وہ تو سکون کی کچھ دوائیں تھیں جنھوں نے اب تک اسے سنبھالا ہوا تھا۔

''کیا دیکھ رہی ہیں؟'' صفا نے مسکرا کر چمچ اگے بڑھایا۔ انھوں نے اسے گھونٹ لیا۔

''تم اس طرح پاگل کیوں ہو؟''

''کس طرح؟'' وہ مسکراتی ہوئی اور چمچ بھر رہی تھی۔

''ایسے؟ مسکرا کیوں رہی ہو؟ تم جانتی ہو؟ کیا تمہیں پتہ ہے؟ میرا۔۔ میرا بیٹا مر گیا ہے۔۔'' وہ خشک آنکھیں لئے کسی پاگل کی طرح کہہ رہی تھیں۔ انکا چہرہ سپاٹ تھا کسی بھی تاثر سے عاری۔ صفا نے مسکرا کر میں سر ہلایا۔

''نہیں تو۔۔ وہ زندہ ہیں۔'' اس نے ٹشو سے اسکا ہونٹ تھپتھپائے۔

''تمہیں کیسے پتہ؟'' منال نے غائب دماغی سے پوچھا۔

''کیونکہ میں زندہ ہوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی اب ادویات نکال رہی تھی۔ اس نے دوا نکال کر ہتھیلی پر رکھی اور پانی کا گلاس تھمایا۔ منال نے ایک نگاہ اپنی ہتھیلی پر ڈالی اور ایک نگاہ صفا کو دیکھا جو کہ نارمل تھی جس کے چہرے پر غم کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ منال نے غصے اور غم سے آنکھیں بھینچ لئے۔ انھوں نے دوا دور اچھال دی اور اسکے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر بھی دور پھینکا۔ کانچ کمرے میں بکھر گیا۔ صفا نے ہڑبڑا کر منال کا چہرہ دیکھا۔

''تمہیں میں پاگل آتی ہوں؟ کیا تم کہنا چاہتی ہو کہ میں پاگل ہوں؟؟ کیا ساری دنیا جھوٹ بولتی ہے؟ کیا ضرار جھوٹ بولتا ہے؟ کیا وہ خون آلود کرتہ جھوٹ ہے؟'' منال پوری قوت سے چیخی تھیں۔ صفا ہڑبڑا کر اٹھی اور ان سے لپٹ گئی۔ وہ مسلسل اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ''میں پاگل نہیں ہوں۔۔ وہ مر گیا ہے۔۔

میرا۔۔میرا۔۔بیٹ مر گیا ہے۔۔اور۔۔اور تم؟''انھوں نے جھٹکے سے صفا کو سامنے کیا۔اسکا سرخ دوپٹہ اتر کر دور اچھال دیا۔''تم یہ رنگ کیوں پہن کر گھوم رہی ہو؟ میرا بیٹ مر چکا ہے۔۔تم۔۔تم یہ رنگ نہیں پہن سکتی۔''وہ ہیجانی کیفیت میں چیخ رہی تھیں۔صفا پھٹی پھٹی آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔شور شرابا سن کر زلیخا اور سفیان بھی کمرے میں پہنچ گئے۔انھوں نے کانچ دیکھا تو احتیاط سے منال کے پاس پہنچے۔

''کیا ہوا ہے؟''انھوں نے منال کو اپنے حصار میں لیتے صفا سے پوچھا جو کہ شاک کی حالت میں بناء دوپٹے کے کھڑی تھی زلیخا نے دوپٹہ اٹھا کر صفا کے سر پر رکھا۔

''وہ۔۔پتہ نہیں۔۔میں تو دوا دے رہی تھی۔''صفا کی دھڑکن تیز تھی۔اسکی سانس پھول رہی تھی۔وہ منال کی حالت سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔

''اچھا۔۔تم جاؤ۔میں دے دوں گا دوا۔''انھوں نے نرمی سے کہا تو صفا سر ہلاتی ہوئی وہاں سے نکل آئی۔وہ بناء پلکیں جھپکے اپنے کمرے میں پہنچی۔اس نے دروازہ بند کیا اور بند دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔۔اس نے چند گہری سانسیں خارج کیں۔اپنی سانس بحال کی،دل کی دھڑکن کچھ حد تک نارمل ہو چکی تھی۔وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔دروازے سے ٹیک لگائے ہی وہ فرش پر بیٹھی تھی اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں چھپائے حیرت اور شاک کی مورت بنے ہوئے۔وہ کچھ دیر پلکیں نہ جھپک سکی پھر اس نے ایک لمبی سانس کھینچی۔وہ سانس لینے میں ہی اٹک گئی۔حلق میں شدید درد اٹھا تھا۔اسکو لگا کہ اس نے کوئی زہر جیسی چیز کھالی ہے جس سے اسکا حلق انگارے سے جھلس گیا ہے اور اب سانس بھی نہیں آ رہی تھی۔اسکو اپنی سانس کی نالیاں تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

''ابو۔۔!!''اس نے پپوٹے لبوں سے اسکا نام ادا کیا۔''دیکھیں۔۔ابو۔۔!!یہ۔۔یہ۔۔۔لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ واپس آ جائیں گے تو پھر یہ لوگ کیوں میری بات نہیں سمجھتے؟''اس نے اپنا زرد پڑتا چہرہ رگڑا۔اور اپنی سانس بحال کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

''میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ زندہ ہیں تو یہ لوگ یقین کیوں نہیں کر رہے۔؟ایک یقین کرنا چاہیے۔ابو۔۔!!''وہ سسکی۔''لوگوں کا کیا ہے لوگ تو کچھ بھی کہتے ہیں۔اور ضرار جھوٹ بول رہا ہو گا یقیناً۔۔مجھے یقین ہے۔جیسے آپکو چوٹ لگی تھی نا ضرار نے جھوٹ بولے اسی طرح ضرار بھی جھوٹ بولتا ہے۔اور۔۔اور خون آلود کرتے کا کیا ہے وہ۔۔وہ تو کسی بھی طرح بنایا جا سکتا ہے۔ن۔۔میں۔۔میں جا رہی ہوں۔۔آپ۔۔آپ بہت چالاک ہیں اپنے کسی خفیہ مشن کی وجہ سے یہ ڈرامہ کر رہے ہیں۔میں آپکو اچھی طرح جانتی ہوں۔''وہ کہتے ہوئے مسکرا دی۔اس نے جیسے خود کو تسلی دی تھی۔

پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی ٹانگیں سمیٹیں اور اپنے گھٹنے اپنے سینے سے لگائے۔اپنا گال اپنے گھٹنے پر ٹکایا اور اپنے بازو اپنے گھٹنوں کے گرد لپیٹ۔وہ یوں ہی بناء پلکیں جھپکے فضا میں گھورے جا رہی تھی۔

''صفا۔ابھی غلط نہیں ہوتی۔۔ہاں۔۔ابھی گورسی زندہ ہے۔۔کیونکہ صفا۔ابھی زندہ ہے۔۔''اس نے پھر سے دہرایا۔وہ یہی جملے دہرائے جا رہی تھی۔اب اسکے کمرے میں اسکی ان سرگوشیوں کی بازگشت گونج رہی تھی۔وہ خود کو یقین دلا رہی تھی۔

''منال۔۔!!''سفیان اسکے سرہانے بیٹھے تھے۔انھوں نے مشکل سے ہی سہی منال کو دوا کھلا دی تھی۔وہ اب کچھ حد تک پرسکون تھیں۔

''ہمم۔۔''

''تم جانتی ہو ں کہ ہم ایک مجاہد کے ماں باپ ہیں۔ہم اتنے کمزور اچھے نہیں لگتے۔''ابو کی بوڑھی آنکھیں نم تھیں کندھوں پر آئی ذمہ داری نے انھیں نہیں دیا تھا۔وہ خود کو اور ابھی کے خاندان کو سنبھال رہے تھے۔

''وہ کہتی ہے کہ وہ زندہ ہے۔''وہ مدھم سی لہجے میں بولیں۔

''وہ بچی ہے منال۔۔!''

''مجھے بھی لگتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔''منال نے اجازت دیکھا۔وہ بے بسی سے نگاہ پھیر گئے۔''میں چاہتی ہوں کہ وہ کسی خوش فہمی میں نہ رہے۔وہ مر گئی تو۔۔تو میرے ابھی کی بھی مر جائے گی۔''منال نے دوبارہ رخ سیدھا کیا وہ چھت کو گھورے جا رہی تھیں۔سفیان ابھی پر الجھ کر رہ گئے۔

''اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔۔وہ سمجھ جائے گی آہستہ آہستہ منال۔۔!ہمیں صبر کرنا ہو گا ن۔۔''انھوں نے منال کے سر پر ہاتھ رکھا۔منال نے سر ہلا دن موڑ کر ا

جا. دیکھا۔

''جیسے سجل کی .ری کرلیا تھا؟''انھوں نے ہچکی ۔تے ہوئے سوال کیا تو سفیان کا کلیجہ ٹ ۔ا . پ نے لگے۔'' اس وقت میرا ا. اہیم تھا ہمارے پ س۔۔ سفیان۔!!ہم غر۔ . ہوگئے۔۔دیکھیں۔۔میری گود .لکل خالی ہوگئی سفیان۔۔اور آپ کہتے ہیں کہ میں صبر کرلوں؟ کیسے۔کیسے کہہ ۔تے ہیں آپ اتنی آسانی سے؟''وہ پھر سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

سفیان نے ضبط پ تے ہوئے ا اپنے ساتھ لگا ۔تھا منال کا۔ پ رہی تھیں۔ا ہچکیاں گونج رہی تھیں۔وہ اَ ا۔ لمحے کے لئے یہ سوچ کر پ سکون ہوجاتیں کہ وہ ز۔ ہ ہے تو اگلے ہی لمحے وہ حقیقت کو مان کر ٹ پ اٹھتی تھیں۔ا اپنی حا ۔ خود ہی سمجھ نہیں آرہی تھی۔سفیان گورسی کی کمر ٹوٹ چکی تھی وہ مرد تھے اور مرد کو کھڑے رہنا ہوتا ہے پھر چاہے اسکی ر ۔ڑھ کی ہڈی کا چورا ہی کیوں نہ ہوجائے اسکو کھڑے رہنا ہوتا ہے۔اور وہ کھڑے رہے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ . عینا کے موبائل پ کال آئی۔وہ نیند سے ہڑ۔ اکر اٹھی وہ پچھلے تین چار دنوں سے حسن سے رابطہ کرنے کی کوشش کررہی تھی رابطہ نہیں ہو پ رہا تھا۔اور وہ اب کافی پ یشان تھی کیو حسن کے علاوہ اسکا مصر میں کسی کے ساتھ رابطہ نہیں تھا اور ا. اہیم کے ساتھی اس وقت کہاں تھے کہاں نہیں ا تو کوئی خبر نہ تھی۔ضرار کو بھی حسن کے . رے کوئی علم نہ تھا۔اس لئے وہ بس اب اسی کی فون کال کی منتظر تھی۔اس نے لیمپ آن کیا اور فون دیکھا تو ان نمبر سے کال تھی اور وہ بھی کسی مغربی ملک سے۔۔ عینا نے آنکھیں سکیڑیں۔اسکے پ س سلویٰ اور یوسف گہری نیند میں تھے وہ ا نیند کا خیال کرتی اپنے جوتے پہنتی کمرے سے . ہر نکل آئی۔اس نے فون کان سے لگا۔

''ہیلو۔۔!!حسن؟''عینا بے ۔تابی سے بولی۔

''مسز حسن کرداوی . ت کررہی ہیں؟''کسی مردانہ آواز نے اسکو چونکا دیا تھا۔عینا ٹھٹکی اس نے فون نمبر دیکھا۔اور پھر سے فون کان سے لگا۔لاؤنج خالی تھا۔

''جی۔۔میں مسز کرداوی . ت کررہی ہوں۔''

''کیا آپ واشنگٹن آسکتی ہیں؟''سوال انتہائی غیر متوقع اور اچا ۔ تھا۔عینا . ی طرح ٹ ۔ائی۔

'' کیوں؟اور آپ کون ہیں؟حسن کہاں ہے مجھے کیوں فون کررہے ہیں؟''عینا سخت ۔ ات لئے ماتھے پ تیوری پ ڑھائے بولی۔اس سے پہلے وہ مز۔ سوال پوچھتی مقابل نے اسکو بتا۔ شروع کیا۔عینا نے اپنے قدموں پ کھڑے رہنے کے لئے دیوار کا سہارا لیا تھا۔اسکے . خشک ہوگئے تھے آنکھوں کی پ ۔یں سا ۔تھیں۔

''آ۔۔آپ۔۔رکیں۔مم۔۔میں۔۔میں پہنچ رہی ہوں۔۔''فون بند کرکے اس نے غیر یقینی سے سکر ین کو دیکھا۔اور ا . رپھر سے نمبر ڈائل کیا کہ کہیں کوئی ٹ ۔پ نہ ہو۔ حسن نے فون نہ اٹھایا۔اسکا چہرہ پسینے سے بھیگ چکا تھا۔اس نے ا ہاتھ سے اپنا چہرہ رَ ا۔اور پھر کچھ سوچتی ہوئی سیڑھیاں پھلا ۔ گئی۔اس نے صفا کے دروازے پ دستک دی۔وہ کچھ د ۔دستک دیتی رہی کسی نے دروازہ نہ کھولا عینا نے ڈور ۔ب گھمائی تو دروازہ کھلتا ۔ ۔

''صفا۔۔!!''عینا نے ۔ر ۔ کمرے میں اسکو تلاش کر۔ چاہا وہ بیڈ پ نہیں تھی اور نہ ہی کاؤچ پ ۔واش روم کا دروازہ بھی ہلکا سا کھلا تھا یعنی وہ وہاں بھی نہیں تھی۔

''شا۔ بچوں کے کمرے میں ہو۔۔''وہ مڑنے لگی تو اسکو کچھ محسوس ہوا۔عینا نے بے اختیار قدم .لکونی کی جا . ۔ٹھا دیئے۔دیکھا تو سلا ٹ ۔ ڈور کے سامنے .لکونی میں ہی کھلی فضا میں سجدے کی حا ۔ میں تھی وہ شا۔ تہجد پ ڑھ رہی تھی۔عینا ٹھٹک کر اسکو دیکھنے لگی۔وہ پ سکون سی اپنی چادر اپنے چہرے کے دحجاب کی صورت پ ۔ نوافل ادا کررہی تھی۔اس نے سکون سے ز ادا کی اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔عینا ۔ ٹ سی اس لڑکی کو دیکھے گئی۔ اس نے ہاتھ جھولی میں دیئے اور سر سجدے میں رکھ دیا۔شا۔ وہ اپنے رب کے مز۔ قر۔ . ہو کر اس سے مانگنا چاہتی تھی۔عینا ۔ ٹ سی اسکی ا۔ ا۔ حر ۔ کو دیکھ رہی تھی۔

''یا اللہ۔۔!!میرے شوہر کو سلامت رکھنا۔''اسکی ٹ ۔ سی آواز گو ۔ وہ آواز اتنی ضرور تھی کہ دو قدم کی دوری پ کھڑی عینا سن سکتی تھی۔عینا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔اس نے بے یقینی سے صفا کو دیکھا۔''میں جا ہوں کہ وہ ز۔ ہ ہیں۔بس ا اپنے امان میں رکھنا اور ا صحیح سلامت ا خا ان ۔ پہنچا دے۔''وہ ۔ ۔ سے لہجے میں دعا کررہی تھی اسکا لہجہ مضبوط تھا جیسے وہ کچھ ما ۔ رہی تھی جو ما ۔ رہی تھی اسکو یقین تھا کہ اسکو کیا جائے گا۔لازمی کیا جائے گا۔یہ اسکا توکل تھا۔

عینا گم سم سی کھڑی تھی۔وہ اس لڑکی کے الفاظ سے پ ۔ ایمان اور یقین پ حیران تھی۔وہ ششدر رہ گئی۔کیسے ساری د کہہ رہی تھی کہ ا. اہیم مر ۔ رہے اسکے ماں . پ

نے بھی تسلیم کرلیا تھا وہ لڑکی اپنے شوہر کی سلامتی مانگ رہی تھی۔آج ایسی بھی کیا محبت کہ ان سچائی کو ہی نہ دیکھ سکے؟عینا نے تاسف سے سوچا۔اسکو صفا پہ حیرت بھی ہو رہی تھی اور اس پہ ترس بھی آرہا تھا۔ وہ ہر چیز سے انجان اپنی دعا مانگ رہی تھی۔۔ اسکو تسلی ہوگئی تو اس نے اپنا بھیگا ہوا سرشار سا چہرہ اوپر اٹھایا۔اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسکے چہرے کو چھو کر گزرے۔یہ ہوا نئی تھی زندگی کی نوید تھی۔صفا نے مسکرا کر آنکھیں موندتے ہوئے اس ہوا کو محسوس کیا۔سکون کی ایک لہر اسکی روح میں اتر گئی۔

''صفا۔۔!!''عینا نے مدھم سی آواز میں پکارا تو وہ پلٹی۔

''ہاں؟''اس نے بڑے ہی نارمل انداز میں استفسار کیا۔عینا نے خود کو اس لمحے کے سحر سے نکالا اور ایک جھرجھری سی لی۔

''وہ۔۔مجھے جانا ہوگا۔۔''اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔حقیقت نے اسکو پھر سے ہٹ کیا تھا۔عینا کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔صفا نے جائے زتہہ کی اور اٹھ کر اسکے پاس آئی۔اس نے عینا کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''کیا ہوا؟ کہاں جانا ہے؟ کیا حسن نے واپس بلوالیا؟''وہ نمی سے پوچھ رہی تھی۔عینا نے میں سر ہلایا اور اگلے ہی لمحے صفا کے کندھے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔صفا ٹھٹکی۔''عینا۔۔!! کیا ہوا ہے؟''وہ اسکے بال سہلاتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔اسکا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔

''صفا۔۔!! وہ ٹھیک نہیں ہے صفا۔۔!!''عینا ہچکیوں میں رو دی۔

''کون ٹھیک نہیں ہے؟ کیا ہوا ہے؟ تم ادھر آؤ۔۔''اس نے عینا کو کاؤچ پہ بٹھایا اور پانی کا گلاس تھمایا۔۔''یہ لو پانی پیو اور بتاؤ کیا ہوا ہے؟''عینا نے دو گھونٹ پانی پیا اور ایک ہچکی لیتے سانس بحال کی۔اس نے نم آنکھوں سے صفا کی جانب دیکھا۔صفا نے پاس بیٹھتے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔

''حسن۔اسے برین میں کلاٹنگ ہوئی ہوئی ہے بہت دیر سے۔۔پچھلے دس سالوں سے۔۔وہ دو دن سے بے ہوش پڑا ہے اور ڈاکٹرز سرجری کا کہہ رہے ہیں اسکا کلاٹ بڑھ رہا ہے۔اگر سرجری نہ کروائی تو۔۔تو۔۔''وہ پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''تو کچھ نہیں ہوگا عینا۔۔!!''صفا نے اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔بیڈ پہ دینا سو رہی تھی۔صفا نے اسکو مزید رونے نہ دیا۔ عینا کیا کرتی اسکو رونا آرہا تھا۔''تم پریشان مت ہو۔تم جانتی تو ہو کہ آجکل کتنے نئے علاج نکل آئے ہیں۔پریشان نہ ہو تم۔۔تم جانا چاہتی ہو؟''صفا نے اسکا چہرہ سامنے کرتے اسکے آنسو صاف کئے عینا نے اثبات میں سر ہلایا۔''ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔''

''ابھی۔۔!!''عینا نے تڑپ کر کہا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر حسن کے پاس پہنچ جائے۔

''ٹھیک ہے تم تیار ہو جاؤ۔۔میں عاصم سے کہتی ہوں وہ تمہاری اور بچوں کی ٹکٹس کروا دے گا۔ارینجمنٹ ہو جائے گا۔ کچھ تم بے فکر ہو کر تیاری کرو۔''صفا نے اسکا کندھا سہلایا۔عینا نے بھیگی پلکوں سے اسکی جانب دیکھا۔

''تم ایسا کیسے کر لیتی ہو صفا؟''

''کیسا؟''

''تم۔۔اتنی مضبوط کیسے رہ لیتی ہو۔حالانکہ تم ہم میں سے سب سے زیادہ کمزور ہو۔۔''عینا جتائے بنا نہ رہ سکی تو صفا پھیکا سا مسکرا دی۔'' تم نے بڑے سے بڑے غم کو ایسے پی لیا جیسے وہ کچھ تھا ہی نہیں۔۔میں۔۔میں اسکو کیا سمجھوں؟ کیونکہ اگر تم صدمے میں ہوتی تو اس طرح رات کے پچھلے پہر نوافل نہ ادا کر رہی ہوتی۔اگر تم اپنے حواس میں نہ ہوتی تو اس طرح مضبوط لہجے میں دعا نہ مانگ رہی ہوتی۔کچھ تو ہے، کچھ الگ ہے، جس سے ہم واقف ہیں۔''عینا کو آج صفا ایک پہیلی لگی تھی۔وہ پھیکا سا مسکرا دی۔پھر اس نے سر جھکایا اور اپنے ہاتھوں میں موجود عینا کے ہاتھوں کو دیکھا۔

''تم جانوں میں تم سے زیادہ کمزور ہوں۔۔''عینا نے اثبات میں سر ہلایا۔'' آج جو صفا۔اہیم تمہارے سامنے بیٹھی ہے وہ ایک عہد سے بندھی ہوئی ہے۔اس لئے وہ مضبوط ہے۔''

'' کوئی بھی عہد موت کو نہیں ٹال سکتا صفا۔!''

''جا ہوں۔۔ میں اپنے شوہر کو بھی جا ہوں۔ میں نے بہت دفعہ ان سے زندگی کی ضمانت مانگی۔ انھوں نے ہر بار ہنس کر ٹال دی کیونکہ وہ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتی ہوں کہ زندگی اللہ کی امانت ہے۔ وہ کبھی بھی کوئی بھی غیر حقیقی وعدہ نہیں کرتے۔'' کہتے کہتے صفا کی آنکھوں میں چمک اتر آئی۔'' انھوں نے ایک عہد کیا تھا کہ وہ واپس آئیں گے۔ اگر انھوں نے عہد کیا تھا تو وہ آجائیں گے۔ انھوں نے مجھے صبر کرنے کا نہیں بلکہ انتظار کرنے کا کہا تھا۔ وہ جانے سے پہلے جانتے تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں کس مقصد کے لئے جا رہے ہیں۔۔ وہ ہر چیز سے واقف تھے پھر بھی انھوں نے انتظار کرنے کا کہا عینا۔'' اسکی آنکھوں میں امید تھی، یقین تھا۔ عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔'' اگر انھوں نے انتظار کرنے کا کہا ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ میں اپنی آخری سانس تک انکا انتظار کروں پھر خواہ ہم ہمیشہ میں ہی کیوں نہ ملیں۔ ملیں گے ضرور اور یہ انتظار رائیگاں نہیں جائے گا۔ میرا توکل ہے یہ۔'' اس نے سرشاری سے کہا تو عینا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہاں۔۔ نہیں جائیگا رائیگاں۔۔'' عینا نے بھی اسکی تائید کی۔ وہ اب صفا کا نقطہ سمجھ چکی تھی۔ وہ بس ابراہیم کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ وہ اسکی منتظر تھی کیونکہ وہ اسکو اپنے منتظر ٹھہرا کر آیا تھا۔ وہ بس وہی کر رہی تھی جو کرنے کو ابراہیم نے اسکو کہا تھا۔ آج عینا کو اس دیوانی پر پھر سے پیار آیا تھا اور اسکے کامل یقین کو دیکھ کر اسکو رشک بھی آیا تھا کہ وہ ان سے چھوٹی ہو کر ابی طور پر کمزور ہو کر بھی ان سے آگے نکل گئی۔

دو دن بعد عینا واشنگٹن پہنچ گئی تھی۔ اسکا رابطہ یحییٰ سے ہو چکا تھا۔ وہ اسکو ہاسپٹل لے گیا جہاں حسن زیر علاج تھا۔ عینا اور بچے ہاسپٹل پہنچے تو راہداری میں چلتی ہوئی عینا کو اپنے دل دھڑکن مدھم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ زمین پر چل رہی تھی اسکو اپنے پیروں تلے زمین محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسکو لگا کہ وہ کہیں ہوا میں ہی معلق ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ایک روم کے باہر آ کر رکی۔ یحییٰ نے سلویٰ اور یوسف کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ عینا نے رک کر اپنی سانس بحال کی۔ اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

سامنے کا منظر دیکھ کر عینا نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہچکیاں دبائی تھیں۔ وہ جو آنسوؤں کے روکے بیٹھی تھی اب اسکی کسی بھی اجازت کے بناء بہنے لگے تھے۔ آنکھیں کسی آبشار کا منظر پیش کرنے لگیں۔ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ چلتی ہوئی اسکے بیڈ کے قریب پہنچی اور اسکے سرہانے آ کر کھڑی ہوئی۔ وہ اس میں جکڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ عینا کا حسن نہیں لگ رہا تھا وہ تو کوئی بیمار شخص تھا جس کو عینا نہیں جانتی تھی۔

عینا کا حسن تو بہت مضبوط تھا بہت طاقت ور تھا وہ اس طرح بے بس تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ عینا کو وہ رات یاد آئی جس رات اسکو نارمل ملک کی کافی پینے سے الرجی ہوئی تھی۔ اس وقت بھی اسکی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی جیسی اس وقت تھی۔ وینٹیلیٹر پر چلتی زندگی کی لکیر بار بار بکھر رہی تھی۔ اور ہر بار عینا کی سانس اٹک جاتی تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر اسکے ماتھے کو چھونا چاہا اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ وہ وہیں اسٹول پر بیٹھی اس نے اپنا لرزتا ہاتھ حسن کے ہاتھ پر رکھا۔ اسکا لمس پا کر عینا کو لگا کہ وہ جی اٹھی ہے اور اگلے ہی پل اس لمس کی دوری پر اسکو لگا کہ وہ مر جائے گی۔ اگر اس سے وہ ہاتھ چھوٹا تو وہ کیا کرے گی؟ عینا سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''حسن۔۔!!'' عینا بے بسی سے پکاری حسن کے بدن میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔'' اٹھ جاؤ ناں۔۔ پلیز۔'' عینا نے روتے چہرے کے ساتھ سماجت کی۔ اس نے حسن کا ہاتھ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ اسکے آنسو حسن کے ہاتھوں کی سرخ و سفید پشت پر گر رہے تھے۔ وہ جو اسکے ایک آنسو پر بے چین ہو جایا کرتا تھا اب اسکی آنکھوں سے بہتیں آبشاریں دیکھتے ہوئے بھی انجان بنا ہوا تھا۔ عینا بے بسی کی شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حسن کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ہی جگا لے۔

عینا کے رونے میں ہر لمحہ شدت بڑھ رہی تھی آنسو تھے کہ تھم ہی نہیں۔ وہ بلند آواز میں رونے لگی کہ شاید اس دشمن جاں کو اس پر رحم آ جائے اور وہ آنکھیں کھول دے اور اسکو اپنی آغوش میں کھینچ کر کہے کہ کیوں روتی ہو؟ تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ وہ یوں ہی روتا رہا بناء حس و حرکت۔!

ہاسپٹل روم کا دروازہ کھلا تو ڈاکٹر ہارون ہاتھ میں ایک فائل لئے اندر بڑھے۔ عینا نے اپنے آنسو پونچھے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سوری مسز کرداوی۔۔!! آپکو یوں بلانا پڑا ہمارے پاس آپشنز کم تھے اس لئے سرجری واحد حل ہے اگر ابھی سرجری نہ کی گئی تو بلاکیج بڑھ سکتی ہے جس سے۔۔'' انھوں نے جملہ ادھورا چھوڑا تھا۔ عینا کی سانس اٹک گئی۔ وہ مزید انہونی کے بارے میں سوچ نہیں سکتی تھی۔

''اب۔۔ اب۔۔ کیا کرنا ہے؟ ہے سرجری؟'' عینا نے آنسو رگڑتے پوچھا جو کہ بار بار منظر کو دھندلا رہے تھے۔

''ایک گھنٹے بعد ا شفٹ کیا جائے گا آپ سائن کر دیں۔'' انھوں نے ایک فائل بڑھائی۔ عینا نے کپکپاتے ہاتھوں سے فائل پکڑی۔ جس پر سرجری کی کامیابی اور

کامی کے چا لکھے ہوئے تھے ساتھ اجازت نامہ تھا کہ اس سر ی کے دوران حسن کرداوی کی موت ہوجاتی ہے تو پ ل ذمہ دار نہ ہوگا۔آ ی لائن پ ھ کر عینا کی روح کا پ گئی۔اس نے غیر یقینی سے نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑے ڈاکٹر ہارون کو دیکھا۔جو کہ پ کستانی ادامریکی ڈاکٹر تھے۔

''کیا مطلب ہے اس لائن کا؟''اس نے فائل کا رخ ا جا ب کیا اور انگلی رکھ کر دکھائی۔

''یہ بس فارمیلٹی ہے آپ فکر نہ کریں ا ءاللہ ب ٹھیک ہوگا۔''وہ نگاہ پ ا گئے۔

''اس سطر کو ختم کریں پھر سائن کروں گی میں۔''عینا نے مضبوط لہجے میں کہتے فائل ا جا ب ڑھائی۔ڈاکٹر ہارون ہکا بکا رہ گئے۔''آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ یہ سائن کروالیں گے اور بعد میں میرے حسن کو مار ڈالیں گے تا کہ میں کچھ نہ کرسکوں؟''عینا ت پ کر رہ گئی۔اسکی آنکھیں اچا ک سے سرد ہوئی تھیں۔ڈاکٹر نے حیرت سے اسکی جا ب دیکھا۔

''دیکھیں مسز کرداوی ایسا نہیں ہوتا یہ رول ہے اور آپکو ماننا ہی ہوگا۔''

''حسن کرداوی کی بیوی کسی رول،کسی قانون کو نہیں ما ۔اس سطر کو ریموو کریں اور ڈاکیومنٹ بنوا ۔اور اس بحث کے دوران میرے شوہر کو کچھ ہوا تو ذمہ دار پھر آپکا ادارہ ہوگا۔''عینا نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔ڈاکٹر اسکو دیکھ کر رہ گئے۔''ہری اپ۔۔!!''عینا نے جیسے حکم دیا تھا۔وہ اس لمحے عینا منصور حیات نہیں وہ اس لمحے صرف اور صرف مسز حسن کرداوی بن چکی تھی۔اس نے ڈاکٹر کا متغیر سا چہرہ دیکھا۔تو عینا کی آنکھوں میں طنز ا۔''کیا آپکو اپنی قابلیت پ بھروسہ نہیں ہے ڈاکٹر؟''عینا نے پوچھا تو ڈاکٹر ہارون ی طرح ہڑ ب ائے کیو یہی وہ سوال تھا جو انھوں نے اپنے ساتھی ڈاکٹروں سے پوچھا تھا۔وہ اب عینا کی ب ت سمجھ چکے تھے۔انھوں نے اثبات میں سر ہلا ۔اور فائل لیے واپس چلے گئے۔دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو عینا کی سرد اور سخت آنکھیں ا ۔رپھر سے نمکین مائع کی آ ش ر بہانے لگیں۔

وہ حسن کے سرہانے جا کھڑی ہوئی اور اس نے جھک کر حسن کی پ ش نی کو چھوا۔کچھ د ے کے لئے اس نے اپنے ب اسکی روشن پ ش نی پ ہی جمائے رکھے۔عینا کی آنکھوں سے ت م نمکین مائع حسن کے رخساروں میں ج ب ہو رہا تھا۔وہ اسکی پ ش نی سے پ ش نی ٹکائے آ بہانے لگی۔کتنے ہی ث نیے ن رگئے۔عینا نے چہرہ اٹھا ۔اور اپنی آنکھیں ر ڑ یں۔اس نے حسن کے چہرے پ ے اپنے آ دونوں ہاتھوں سے صاف کئے۔

''دیکھا یہ لوگ کتنے چالاک بن رہے تھے حسن۔۔!!مجھ سے میرے حسن کو پ ن کی سازش کر رہے تھے میں ان کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔تمہیں پتہ ہے میں صفا سے مل کر آ رہی ہوں۔وہ کامل یقین اور صبر کی تصو ر بنی ہوئی تھی۔تم نے مجھے اس کے پ س بھیجا کیو تمہیں لگا کہ وہ بکھر گئی ہوگی ۔بکھر جائے گی۔''وہ حسن کے سیاہ ب لوں میں ا ں ی ں تی اس سے کہہ رہی تھی۔''تم جا ہو؟وہ تو ہم ب سے آگے نکل گئی ہے۔اسکے ا ر ا ۔گہرا سکوت چھا ہے۔وہ لڑکی ہم ب سے الگ ہے،وہ ز گی کو ر ے گئی ہے حسن۔۔!!وہ ہم ب سے آگے نکل گئی ہے۔اور اب سے میں بھی صفا کی طرح بنوں گی۔میں بھی اپنے اللہ پ کامل یقین رکھوں گی۔میں جا ہوں کہ میرا اللہ مجھ سے اتنا ڑ امتحان نہیں لے گا۔''کہتے ہوئے عینا کے ب پ ئے۔''کیو میں عیشا کی طرح مضبوط نہیں ہوں حسن۔!!''اسکی آواز لرزی۔

شام ہو رہی تھی نی کے گھر کے چھوٹے سے لان میں دو بید کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔اسکے ساتھ ہی ا ۔گیراج تھا جس میں نی کی ا ۔سکوٹی پ رک کی گئی تھی۔سامنے رکھی میز پ ا ۔موبائل فون اور ا ۔لیپ ٹ پ رکھا ہوا تھا۔بید کی کرسی پ ا ۔سفید اور لا ٹ پنک کے کمبیشنین کا کرتا پ جامہ پہنے گلے میں لا ٹ پنک ہی دوپٹہ ڈالے اپنے ب لوں کو ا ۔ڈھیلے سے جوڑے میں قید کئے وہ ڈا ری پ کچھ پڑھ لکھ رہی تھی۔

ا ر سے نی آئی جس کے ہاتھ میں دو پ کافی کے تھے۔اس نے مسکرا کر عیشا کو دیکھا جو کہ آج کافی فریش لگ رہی تھی۔اور آ کر اسکے مقابل بیٹھی۔اس نے پ لبوں سے لگا ۔اور ا ۔گھو ٹ بھرا۔وہ ابھی ابھی آفس سے آئی تھی اس لئے اس نے دونوں کے لئے کافی بنالی تھی۔

''کیا کر رہی ہو؟''نی نے مسکرا کر پوچھا۔

''جو کام اتنے دنوں سے پینڈ ن پ تھا وہی کر رہی ہوں۔''عیشا نے مصروف سے ا از میں جواب دیا۔نی نے ا وسکیڑے۔

''کیسا کام؟تم نے تو ابھی کوئی جاب شروع ہی نہیں کی۔''

عیشا مسکرائی۔اس نے ڈائری اور رکھا اور لیپ ٹاپ پہ آتی کچھ لو کو مارک کیا اور پھر کافی کا پ اٹھاتے لبوں سے لگایا۔کافی کا گھونٹ بھرتے ہی شاید اسکی روح کی بھی تھکاوٹ اتر چکی تھی۔اس نے ٹیک لگالی۔

''ہر کام ا. ت کے لئے نہیں کیا جاتا کچھ کام ' اکی رضا کے لئے کئے جاتے ہیں اور میں وہی کر رہی ہوں۔''

''میں سمجھی نہیں۔۔!تم لوگوں کا کام تو ختم ہو ں؟'' نی نے الجھ کر دیکھا۔اسکو لگا تھا کہ سفیر کی موت کے بعد عیشا نے اپنے سارے کام چھوڑ دیئے ہیں اور وہ اپنی ا نئی ز گی شروع کرنے ممبئی آئی ہے۔عیشا پھیکا سا مسکرائی اور میں سر ہلایا۔

''یہ کام روز قیامت جاری رہے گا۔ہم امام مہدی کا لشکر ہیں نی۔۔!ہم لوگ اپنی . وجہد ہمیشہ جاری رکھیں گے قدس کے آزاد ہونے ''نی نے ا. و سکیڑے۔اسکو شاید عیشا کا یہ آئیڈیل پسند نہ آیا تھا۔عیشا ہنس دی۔آج پہلی . رعیشا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ نی کو اس پہ بہت پیار آیا تھا۔

'' تم لوگ کیا ہی کر لو گے عیشا۔!آئی ایم سوری یہ ممکن نہیں ہے وہ لوگ بہت طاقت ور ہیں ا پیچھے د کے طاقتور ین ممالک کھڑے ہیں۔''عیشا اسکی . ت پہ مسکرائی۔

''تم جا ہو کہ ایران بھی کبھی سپر پور ہوا کرتا تھا دیکھو مسلمانوں نے اسکو فتح کر لیا۔تم شاید ہمیں جا نہیں ہو۔ہماری قوم میں صرف ایک چیز کی کمی ہے جو ہماری . سے بڑی طاقت ہے اور اسی چیز کا فقدان ہمیں کمزور بنائے ہوئے ہے۔''

''کون سی چیز؟''

''اتحاد۔!'' یہ لفظی جواب دیتے عیشا نے نی کو سوچنے پہ مجبور کر دیا۔''ہم لوگ امت واحد ہیں۔سمجھتی ہو امت واحد؟ہم لوگ جسد واحد کی طرح ہیں۔یعنی ہم د کے کسی بھی ملک سے طاقتور تک ہیں ہمارے ا ارا ہی دل دھڑکتا ہے ہماری سوچ ایک ہے ہمارا عقیدہ ایک ہے۔اسی لئے تو . سے زیادہ تفرقہ مسلمانوں میں پھیلایا جاتا ہے۔پوری منصوبہ سازی کے ساتھ صدیوں سے ہمیں کمزور کیا جا رہا ہے۔ہمارے عقیدے کو کمزور کر کے،ہمیں غریب کر کے،ہمیں مقروض کر کے اور ہمیں آپس میں لڑوا کر۔'' نی اسکی . تیں تمہوت سی رہ گئی۔

''کیا کسی نے ہندو ازم کے ا ر پوری کسی منصوبہ سازی کے تحت کوئی تفرقہ ڈالا ہے؟''عیشا نے سوال کیا تو نی نے کچھ سوچتے ہوئے میں سر ہلایا۔''کیو تم لوگ متحد ہو ہی نہیں۔اتحاد تم لوگوں کے لئے ہے ہی نہیں۔اتحاد اسکے لئے ہوتا ہے جس کا یا ہوا اور یا ہونے کے لئے ' اکا ہو ضروری ہے۔ہم ا ' ا کوما ہیں اس لئے ہم . جسد واحد ہیں۔اور ہمیں توڑنے کی سازشیں صدیوں سے رچی جا رہی ہیں۔''عیشا نے کہتے ایک گہری سانس خارج کی۔ نی اسکے یت سن کر تھوڑا جھینپ سی گئی۔جو بھی تھا اسکے عقیدے پ . ت کی گئی تھی۔ نی نے تھوک نگلا۔

''عیشا۔۔!!''وہ منمنائی۔نگاہیں میز پہ پڑے کافی کے پ جمی ہوئی تھیں۔

''ہاں؟''عیشا پھر سے ڈائری پہ کچھ لکھنے لگی۔

''تم مجھ سے ت کرتی ہو؟''اس نے د حلق کے ساتھ سوال کیا۔عیشا نے چو کر دیکھا اور حیرت سے مسکرا دی۔

'' ت؟ کیوں نی؟تم اس د میں میری واحد دو ہو میں بھلا تم سے ت؟تم نے سوچ بھی کیسے لیا؟''

نی کے حلق میں پانی سا بھرنے لگا۔اس نے آنکھوں کی نمی کو پیچھے دھکیلا اور میں سر ہلایا۔

''ہمارے عقائد کی وجہ سے۔'' نی نے نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔

'' نی۔۔!!شاید تم ہمیں جان ہی نہیں پائی۔ہم لوگ کسی ا ان،کسی مذہب سے ت نہیں کرتے نہ ہی یہ ہماری تعلیمات ہیں۔تمہیں پتہ ہے ہم تو ماضی میں یہودیوں کے ساتھ بھی معاہدے کر کے رہتے رہے ہیں۔ا ساتھ کاروبار کرتے رہے ہیں۔بھلے انھوں نے ہمیشہ ہماری پیٹھ میں چھرا ہی کیوں نہ گھونپا ہو۔ ہم کسی سے ت نہیں کرتے۔کیونکہ لوگ ا ان ہیں۔اور ہمارا دین تو جانوروں، پانی کے ساتھ بھی رحم کرنے کا حکم دیتا ہے پھر جیتے جاگتے ا ان سے ت کیوں؟تمہارا عقیدہ الگ ہے اس سے تم قابل ت نہیں ہو جاتی۔البتہ تم اگر میری دوست ہو تو میں تمہیں تبلیغ کرنا پسند کروں گی۔کیونکہ ہمیں انبیاء کا وارث بنایا گیا ہے۔ہمیں تبلیغ کرنی ہوتی ہے

۔ہم ضرور چاہتے ہیں کہ اللہ کا پیغام د کے ہر کونے میں پہنچے جو اس پیغام کو نہیں ما وہ قابل ت نہیں بلکہ۔۔ بلکہ۔۔ قابل رحم ہوتے ہیں۔'' عیشاء نے آرزدگی سے ت مکمل کی۔ اسکی تیں نی کے سر سے اوپ رگئیں۔ قابل رحم کیوں؟ وہ پوچھنا چاہتی تھی۔ عیشا کو مصروف دیکھ کر اس نے مزید سوال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اسکے لئے یہی کافی تھا کہ اسکی دو ت اس سے محبت کرتی ہے عقائد کے فرق کے باوجود وہ اس سے نفرت نہیں کرتی۔ فی الحال نی کے لئے یہی کافی تھا۔ وہ اسی میں خوش تھی۔

''میں سفیر کے کام کو جاری رکھوں گی۔ یہ میری محبت کا ثبوت ہوگا۔ قیامت کے روز میں اسکا ہاتھ تھاموں گی تو وہ مجھ پہ فخر کرے گا۔ وہ اپنی عیشا سے ناراض نہیں ہوگا کہ سکے غم میں عیشا نے اسکو ہی بھلا دیا۔ وہ جس مشن پہ قربان ہوا میں اس مشن کو ہمیشہ جاری رکھوں گی۔ تم دیکھنا جواب اسرائیل کا سے بڑا حمایتی ہے اسی کی عوام اپنی حکومت پہ تھوکے گی اور ایک دن عام عوام اپنے فلسطینی بھائیوں کے لئے نکلے گی۔ اور وہ ا کے نکلیں گے بنا کسی مذہب یا عقیدے کی زنجیر کے وہ لوگ فلسطینیوں کے حق میں بول اٹھیں گے۔ اس دن اسرائیل ذلیل و رسوا ہو جائے۔'' وہ مسکراتی ہوئی ڈائری پہ کچھ لکھتی جا رہی تھی اور مدھم سی آواز میں کہتی جا رہی تھی۔ اسکے چہرے پہ آرزدگی کی جگہ سرشاری نے لے لی تھی۔

نی اسکو دیکھ کر مسکرا دی۔

بے شک وہ عیشا تھی۔ مردوں کے ا ب والی مضبوط لڑکی۔۔

جو ٹوٹی بھی تھی تو اپنے محبوب شخص کے لئے اور سنبھلی بھی تھی تو اپنے محبوب شخص کے لئے۔۔!

صفا بے چینی سے لان میں ٹہل رہی تھی اسکے ہاتھ میں موبائل فون تھا۔ اس نے کوئی تیسری کال ئی جو کہ اٹھا لی گئی۔

''عینا۔۔!!'' صفا نے تڑپ کر پکارا۔ عینا فون اٹھاتے ہی رو شروع ہو چکی تھی۔ ''عینا۔۔!! حسن کیسا ہے؟ کہاں ہے وہ؟ تم ٹھیک ہو؟ تم رو کیوں رہی ہو؟؟'' صفا نے سانس لئے بنا ہی سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ دوسری جا عینا بس ہچکیوں میں ہی روئے جا رہی تھی۔ ''عینا پلیز کچھ تو بولو۔۔!''

''صفا۔۔!!'' عینا نے ہچکیوں کے ب صفا کو پکارا۔

''ہاں عینا۔۔!! میری جان پلیز۔۔ کچھ تو بولو۔!!'' وہ بے چین ہوئی۔

''وہ۔۔ وہ۔۔ سر ی ہو گئی ہے۔'' عینا نے آ پو ت ہوئے بتایا۔ صفا نے سانس روکی ۔'' وہ ابھی ہوش میں نہیں آ رہا۔۔ ڈاکٹرز نے ر گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ دو گھنٹے رہ گئے ہیں صفا۔۔!! صفا۔۔ وہ ہوش میں نہیں آ رہا۔۔ اسکو کچھ ہو تو۔۔ تو۔۔ صفا؟؟ صفا۔۔۔!!!'' عینا کوئی بات مکمل نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ وہاں اکیلی تھی اسکا باپ بھی اسکے پاس نہیں تھا۔ نہ کسی دوست کا کوئی کندھا میسر تھا۔ وہ آج کی طرح بکھری ہوئی تھی۔

''عینا۔۔!! رو بند کرو۔ میری بات سنو۔۔!!'' صفا نے مضبوط لہجے میں پکارا۔ عینا کے رونے میں کمی نہیں آ رہی تھی۔ ''تمہیں اپنے اللہ پہ یقین ہے نا؟''

'' صفا۔۔!! اللہ نے سفیر کو، ابراہیم کو۔۔ ۔۔کو۔۔'' عینا کے آ پ رہے تھے۔ جبکہ سفیر کا ذکر سن کر ایک رتو صفا لڑکھڑائی تھی۔ وہ جو اسکو حوصلہ دینے چلی تھی اب خود اسکو حوصلے کی ضرورت تھی۔ کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ صفا کا دل کسی طرح سے کا تھا۔ عینا خاموش ہو گئی۔ ''اللہ ٹھیک کر دے گا کچھ۔'' عینا نے خود کہتے سنا۔

''ہمم۔۔ اللہ ٹھیک کر دے گا عینا۔۔!'' صفا نے جو الفاظ جمع کئے تھے سارے جیسے ہوا میں ہی تحلیل ہو گئے۔ اسکے الفاظ ختم ہو گئے۔ اسکے تمام احساسات مندمل ہو گئے۔ تو کیا سفیر بھی؟ صفا آج پہلی بار لڑکھڑائی تھی۔ ان لوگوں نے اس سے سفیر کی موت بھی چھپائی۔ وہ لوگ کیا کیا چھپا رہے تھے؟ تو کیا وہ بس پاگل تھی جو ابراہیم کا انتظار کر رہی تھی؟ کیا اسکو پھر سے بے وقوف بنایا گیا تھا؟ کیا پھر سے اسکو دھوکے میں رکھا گیا تھا؟ کیا جو ضرار نے کہا تھا وہ سچ تھا؟ صفا کی آنکھوں میں جما ہوا پانی بہنے لگا تھا۔ پلکوں کے پیچھے جمی برف جیسے پگھلنے لگی تھی۔ وہ کتنی بے وقوف تھی جو ابراہیم کے عہد کو دل سے لگائے بیٹھی تھی اور اس حقیقت سے بھی انکاری تھی جس کا اعتراف ہر ا ن کر رہا تھا۔

''ڈاکٹر آ رہے ہیں میں بعد میں بات کرتی ہوں۔'' عینا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ اب سامنے سے آتے ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔

صفا نے بند فون سکرین کو دیکھا اور آ کر وہاں لان میں رکھی ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔ سرمئی شام ہر سو پھیل رہی تھی۔ دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ دل ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ آج اسکا یقین ڈگمگایا تھا۔ آج پھر سے اسکو اپنا آپ کسی سمندر کی گہرائی میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اسکو لگا کہ وہ اس مایوسی کے تاریک

سمندر میں ڈوب جائے گی اور اسکو وہاں سے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے والا کوئی نہ ہوگا۔ کوئی بھی اسکو وہاں سے نکال نہیں سکے گا۔ کوئی اسکی مدد کو نہیں آنے والا تھا۔ کیو اس نے . کو پہلے ہی جھٹلا دیا تھا۔

وہ بید کی کرسی کی پشت سے ٹ لگا گئی۔ سرمئی آنکھیں مند گئیں۔ نومبر کی آ ی شام میں کچھ زیادہ ہی اداس ہوگئی تھیں جن میں سے ایک یہ شام تھی۔ جس نے اس سے اسکا یقین چھین لیا تھا۔ اسکو آج اپنے سر سے آسمان اور پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ حلق میں پانی سا بھرنے لگا۔ اسکو اپنا آپ زمین میں ڈھتا ہوا محسوس ہوا۔ اسکا غرور چھن سے خاک ہوا تھا جس عہد پہ وہ غرور کر رہی تھی جس عہد کے سہارے وہ آج خود کو اور اپنے خان کو سنبھالتی آ رہی تھی آج وہی عہد مشکوک ہو گیا تھا۔ آج دل پھر سے اجڑ چکا تھا۔

اسکے کرسی کے بازو پہ رکھے ہاتھ پہ ٹھنڈا سا لمس محسوس ہوا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ یوں ہی ہر آہٹ پہ، ہر لمس پہ چونک جایا کرتی تھی۔ دیکھا تو سامنے دینا کھڑی تھی۔ صفا اسکو دیکھے گئی۔ دینا کے سر پہ کراؤن تھا۔ جو شاید ابھی ابھی مرجان نے اسکے لئے بنایا تھا۔ دینا نے اپنا کراؤن ہاتھ میں پکڑا اور صفا کو دکھایا۔ صفا نے آرزدگی سے مسکراتے ہوئے وہ کراؤن دیکھا۔ ایسا ہی کراؤن ابیہم اسکے اور سجل کے لئے بنایا کرتا تھا۔ وہی کراؤن آج مرجان نے دینا کے لئے بنایا تھا۔ پانی دوں کا طوفان سا اس کے وجود سے ٹکرایا تھا۔

''شفا۔۔!! پیتی؟'' دینا اپنے کراؤن کی تعریف چاہتی تھی۔

''یس۔۔سو پیٹی۔۔جسٹ لائک مائی پیٹی پ۔۔!!'' صفا نے دینا کے گال چومے۔

''شفا۔۔ بھائی نے بنایا۔۔ٹ۔۔دینا۔۔کا وی۔۔ کرے گی۔'' اس نے کراؤن کو دیکھ کر اپنے پ سے کیا عہد دہرایا۔ صفا کے چہرے کا سارا خون جیسے نچڑ گیا تھا۔ تو وہ صرف صفا سے نہیں دینا سے بھی وہی عہد کر کے آیا تھا۔ صفا نے بے اختیار آسمان کی جانب دیکھا یعنی وہ غلط نہیں تھی۔ اس کو مایوس نہیں ہونا تھا۔ اسکو یقین کرتے رہنا تھا، اسکو امید پہ قائم رہنا تھا۔ اسکو توکل کرنا تھا۔ پھر چاہے اس میں دن، ماہ یا سال لگ جاتے۔ وہ سوال نہیں کر سکتی تھی وہ بس انتظار کر سکتی تھی۔ اور وہ انتظار کرے گی۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرانے لگی۔ اس نے دینا کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اور کراؤن اسکے سر پہ جمادیا۔ اس نے دینا کے گال چومے۔

''یس.....دینا۔۔کا وی۔ٹ کرے گی۔۔شفا بھی ابیہم کا وی۔ٹ کرے گی۔ہم ابیہم کا انتظار کریں گے کیونکہ ہمیں ایسا کرنے کا ابیہم نے کہا ہے ہم اسکی ہر بات مانتے ہیں نا؟'' دینا نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تو پھر یہ بات بھی مانیں گے۔ ہم انکا انتظار کریں گے کیونکہ انھوں نے خود کہا تھا انتظار کرنے کا۔ اس لئے اب یہ انکا مسئلہ ہے کہ وہ آتے ہیں۔ وہ اپنا عہد کیسے نبھاتے ہیں یہ انکا مسئلہ ہے۔ ہمارا کام بس انتظار کرنا ہے اور ہم کریں گے۔ ہے نا دینا؟'' صفا نے پھر سے دینا کے گال چومے۔ دینا نے آنکھیں مٹکا۔ صفا اسکو اپنے سے لگائے وہیں بیٹھ گئی۔ سرد ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا تو اس نے اپنی شال دینا کے دلپیٹ لی۔ وہ دونوں گیٹ کی جانب رخ کیئے بیٹھی تھیں۔ گیراج میں ابیہم کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے حلق میں اٹھتے درد پہ قابو پایا اور دینا کا سر چومنے لگی۔ اے یہ صفا! ابیہم کا امتحان تھا تو امتحان ہی سہی۔ وہ اپنے امتحان میں کامیاب ٹھہرے گی۔ وہ کام نہیں ہوگی۔ وہ اپنا یقین نہیں ٹوٹنے دے گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

وہ ہاسپٹل روم میں اسکے سرہانے کھڑی تھی۔ وہ ہنوز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ اسکے سر پہ سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اسکے سارے بال نہیں کاٹے گئے تھے۔ سر کے پچھلے حصے میں ہوئی تھی جس سے اسکے ماتھے پہ سیاہ بال آج بھی ویسے ہی بکھرے ہوئے تھے۔ عینا نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسکے بال ہٹائے۔ اسکا پورا وجود ں میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر کھڑی رہی اور پھر وہیں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس نے حسن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''اٹھ جاؤ ں۔۔پلیز۔!''

(''لا أرید أن أموت الآن ''(میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔)

''أرید أن أبنی بیتا معک''(میں تمہارے ساتھ ایک گھر بنانا چاہتا ہوں۔)

''أرید أن أعیش معک''(میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔)

''اُریدُ بعضَ المسائلۃ من الحیاۃ'' (میں زندگی سے کچھ احتساب چاہتا ہوں۔)

''اُریدُ تعویضَ خسائری'' (میں اپنے خساروں کا ازالہ چاہتا ہوں۔)

''اُریدُ بیتاً معک'' (میں تمہارے ساتھ ایک گھر چاہتا ہوں)''

آج بے اختیار عینا کو حسن کے الفاظ یاد آئے تھے۔ وہ اس کے ساتھ جینا چاہتا تھا پھر وہ کیسے خود کو موت کے حوالے کر سکتا تھا۔ عینا نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔

''حسن۔۔!! تم نے کہا تھا کہ تم جینا چاہتے ہو، میرے ساتھ ایک گھر بنانا چاہتے ہو۔۔ تو پھر اس طرح کیوں چپ ہو کر لیٹ گئے ہو؟ کیوں اپنی نورعینی کی بصارت چین کے در پے ہو تم؟'' وہ خفگی سے بولی۔ ''کیا تم اپنے سارے وعدے بھول گئے؟ تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگ ایک خوبصورت سے پیارا اپنا گھر بنائیں گے۔ جہاں کوئی بھی ہمیں ڈسٹرب نہیں کر سکے گا۔ اور دیکھو تم یہاں سارے وعدے بھلا کر لیٹ گئے ہو۔'' عینا نے خفگی سے سر جھٹکا۔

حسن کی انگلیوں میں جنبش ہوئی۔ عینا دیکھ نہ پائی۔

''تم ایک نمبر کے جھوٹے، دغاباز، اور خودغرض انسان ہو۔ تمہیں میری کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے۔ عینا حاصل ہو گئی تو کیا قدر رہے گی اسکی۔ اب تو تمہیں اپنے آفس میں موجود وہ خوبصورت لڑکیاں مجھ سے زیادہ اچھی لگتی ہوں گی۔ اس لئے سوچ رہے ہو گے کہ جانے دو عینا کو رونے دو۔۔ تم درکھنا میں ہر اس لڑکی کی آنکھیں نکال دوں گی جو میرے شوہر پہ گندی نگاہ ڈالے گی۔ اور ساتھ ساتھ تمہاری بھی سمجھے۔؟ میں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں۔ میں عینا منصور حیات ہوں۔'' وہ غائب دماغی سے اسکا ہاتھ لبوں سے لگائے بولتی جا رہی تھی۔

''اتنی خطرناک بیوی اللہ میرے کسی دشمن کو بھی نہ دے۔'' مدھم سی سرگوشی گونجی۔

''ہونہہ۔۔ تو میں کسی اور کو میسر بھی نہیں ہو سکتی.....'' عینا غائب دماغی سے جواب دیتے دیتے اچانک سے خاموش ہوئی۔ اسکو لگا کہ اسکا وہم تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں مقید حسن کا ہاتھ دیکھا۔ پھر اس نے بے یقینی سے نگاہ اٹھا کر حسن کا چہرہ دیکھا۔ وہ اسی کی جانب دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ''حسن۔۔ حسن.....!!!'' عینا نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ دبائی۔

''بڑے خطرناک ارادے ہیں آپکے مسز کرداوی۔۔!!'' وہ پھر سے مدھم سے لہجے میں بھاری ہوتے لہجے میں بولا تو عینا نے اپنی بھیگی آنکھیں رگڑیں۔۔ اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ایک لمحہ ضائع کئے بنا حسن کے سینے پہ سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ حسن کی آنکھیں نم تھیں۔ اس کے ہاتھوں میں ڈرپس لگی ہوئی تھیں۔ پھر بھی اس نے ہر چیز کو فراموش کر کے عینا کے دائیں فت بنائی۔ عینا مزید اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ وہ ننھے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اسکے آنسو اور کسی قدر حسن کے سفید مریضوں والے لباس کو بھگو رہے تھے۔ وہ بے اختیار اپنے سینے پہ نمی محسوس کر مسکرا دیا۔ وہ بس روئے جا رہی تھی۔

''یقین مانو مسز کرداوی میں زندہ ہوں۔۔ اس لئے یہ بین ڈالنا بند کریں۔'' وہ اپنے ازلی انداز میں کہتا اسکو تپا گیا۔ ''آپکی سسک بہہ رہی ہے۔'' وہ چپ نہیں ہوا تھا۔ عینا نے خفگی سے اپنا چہرہ اور اپنی سسک اسی کی اس ڈھیلی سی شرٹ سے پونچھی تھی۔ حسن ہنسنا چاہ رہا تھا اس سے ہنسا نہیں جا رہا تھا۔ عینا حسن کے سینے پہ ایک ہلکا سا مکا مارتے پیچھے ہٹی۔

''آؤچ۔۔!! ابھی ابھی ٹانکے سی ہوئی ہے کیا چاہتی ہیں کہ سینہ بھی چاک کروالوں؟'' عینا اسکو گھور کر رہ گئی۔ ''ایسے کون گھورتا ہے؟ میرا دل ہے ڈرجانا ہے۔'' وہ معصومیت کی انتہا قائم کر گیا۔ عینا کو اس پہ شدید پیار آیا تھا۔ اس نے جھک کر حسن کے چہرے کا ہر نقش چوما تھا۔ حسن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''کوئی ڈاکٹر کو بلوائے، ایک مریض کی عزت خطرے میں ہے۔'' عینا نے اسکے گلے پہ مکا مارا۔ حسن ہنس دیا۔ اسی دوران روم میں ڈاکٹر ہارون داخل ہوئے حسن کو ہوش میں دیکھ کر وہ مسکرا دیئے۔ عینا آنسو صاف کرتی پیچھے ہٹی۔

''مبارک ہو مسٹر کرداوی۔۔!!'' وہ مبہم سا مسکرائے۔

''سر خیریت؟'' حسن نے پوچھا چاہی۔

''نہیں۔۔!! ایسی خطرناک بیوی ملنے پہ۔'' وہ ہنس رہے تھے عینا نے دانت کاٹے اور سر جھکا لیا۔ اب ڈاکٹر ہارون حسن کو عینا کا کارنامہ سنا رہے تھے کہ اس لڑکی نے ا

اپنے قانون . لنے پ مجبور کر د ۔ عینا . کاٹتی ا . تیں سن رہی تھی جبکہ حسن کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ فخر بھی ا ت رہا تھا۔ وہ حسن کرداوی کی بیوی تھی ۔ وہ کیسے اپنا آپ نہ منواتی ۔ ڈاکٹر اسکی فائل دیکھ کر اسکو کچھ ہدایت دے کر ۔ پیچھے عینا سر جھکائے . کاٹ رہی تھی ۔ حسن نے اسکی جا . دیکھا تو وہ مز سر جھکا گئی ۔ اس لمحے میں بہت کچھ تھا۔ محبت، رشک، فخر، یقین۔

''تو میری بیوی نے یہاں بھی . کی ک میں دم کر رکھا تھا؟'' وہ چھا سا مسکرا ۔ عینا نے . کاٹتے رخ پھیرا۔ ''میری طرف دیکھو ۔ ۔!! میری بصارت کو دوام بخشو ۔ ۔!! مجھے ی ئی سے محروم نہ کرو۔'' حسن نے التجا کی تو عینا نے اسکی جا . دیکھا۔ عینا کی آنکھوں میں پھر سے پ نی بھرنے لگا۔

''ا اہیم ۔ ۔!!'' حسن نے کچھ د بعد اسکا م لیا تو عینا نے سر جھکا لیا۔ ''وہ ز ہ ہے۔'' حسن کے اگلے انکشاف پ عینا نے چو کر سر او پ اٹھا ۔ ''وہ خبر جھوٹی ہے۔ صرف اس لئے کہ حسن کرداوی اپنے مطالبے سے ہٹ جائے اور ان لوگوں کے لئے مشکلات کھڑی نہ کرے۔'' عینا بناء پلکیں جھپکے اسکو سن رہی تھی ۔ یعنی صفا غلط نہیں تھی ۔ اسکا دل سچی گواہی دے رہا تھا۔ اور وہ ساری د کو جھٹلا رہی تھی ۔ وہ غلط نہیں تھی ۔ سوچ کر ہی عینا کو صفا پ رشک محسوس ہوا۔ عینا نے چہرہ ر ڑ ا۔

''تو ۔ ۔ تو ۔ ۔ کیا ہم صفا اور . کو بتا دیں؟'' عینا نے پ جوش ہو کر پوچھا۔

''نہیں ۔ ۔'' حسن نے ا گہری سانس خارج کی ۔ عینا نے بے بسی سے اسکی جا . دیکھا۔ ''وہ لوگ ا . رصبر کر لیں گے، بکھر کر سنبھل جا گے۔ ہم ا. اہیم کی ز گی کی گار نہیں دے ت ۔ وہ ابھی ت موت کے منہ میں ہی ہے۔ ا ا امید دے کر پھر سے ا امید تو توڑا ی تو وہ . داش نہیں کر پ گے۔ اس لئے بس انتظار کرو ۔ ۔''

'' صفا اسکی منتظر ہے ۔ ۔'' عینا نے بے بسی سے کہا۔

''کیو ا. اہیم نے اسکو کہا ہوگا۔ وہ بس ا. اہیم کا حکم مان رہی ہے۔ ا وہ نہیں آ ۔ یچ میں ۔ ۔'' حسن نے جملہ ادھورا چھوڑا۔ ''تو بھی وہ اسکی منتظر رہے گی اور عینا ۔ ۔!! وقت مرہم ہوتا ہے وہ صفا کے زخموں کو آہستہ آہستہ بھر دے گا۔ انتظار اسکو بکھرنے نہیں دے گا۔ اور وقت چپکے سے مرہم رکھ دے گا۔'' حسن کی آواز مدھم ہوتی جا رہی تھی ۔

''تم ز دہ نہ سوچو ۔ ۔!! اللہ . ٹھیک کر دے گا۔ ا اب ت اللہ نے اسکے یقین کو نہیں توڑا تو آگے بھی نہیں توڑے گا۔ تم ۔ ۔ پلیز ۔ ۔ اب اپنے دماغ پ زور نہ دو ۔ ۔ آرام کرو ۔ ۔ ڈاکٹر نے بھی آرام کا کہا ہے۔''

'' بچے کہاں ہیں؟''

''وہ لوگ یحییٰ کے ساتھ تمہارے مینشن پ ہیں ۔ وہاں ز مین ہیں جو انکا خیال رکھ رہے ہیں ۔ میں نے ا سمجھا د تھا۔ وہ بچے بہت سمجھدار ہیں وہ تمہاری صحتیابی کے لئے دعا کر رہے ہیں ۔ اس لئے جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔'' عینا نے اسکے ماتھے پ ہاتھ پھیرا۔ حسن سکون سے آنکھیں مو ۔

تین دن مز ر چکے تھے ۔ گورسی ہاؤس میں ابھی ت لوگ افسوس کے لئے آ رہے تھے ۔ گھر کا اکلو اور جوان ٹ تھا جو بھی ت اسکا دل ا . رتو مٹھی میں آ جا ۔ منال غم سے ٹ ھال تھیں کبھی وہ خود کو یقین دلاتیں کہ صفا ٹھیک کہتی ہے اور انکا ٹ ز ہ ہے پھر وہ اپنے دل کا کیا کرتیں ہر لمحے ایسے ایسے ہول اٹھتے کہ ا اپنی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہوتی تھی ۔ وہ بس دواؤں کے اث میں تھیں ۔ سفیان صا . اپنے معا ت کو مکمل طور پ فراموش کر چکے تھے ا دو ت ہر وقت ا پ س بیٹھے رہتے ا دل کو بہلاتے رہتے ۔ وہ ز دہ وقت تو منال کے پ س ہی ٹ ارتے تھے . . وہ دوا کھا کر سو جاتیں تو اپنے دوستوں کے پ س بیٹھ جاتے ۔ ا وقت آ ت . وہ لوگ بھی چلے جاتے ۔ وہ صفا اور بچوں کو دیکھتے تو دل نئے طر سے کٹتا تھا۔ ا سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ صبر لا تو لا کہاں سے ۔ خود کو، اپنے غم کو، اپنے خسارے کو مکمل فراموش کئے وہ اس وقت اپنے خا ان کی فکر میں ٹ ھال تھے ۔ دن . ن وہ کمزور ہوتے جا رہے تھے ۔ کھا ۔ ینا بس . ائے ٹ م تھا۔

وہ ہی تھے جو . سے ز یہ خاموش تھے کیو . سے ز دہ شورا ہی دل میں . پ تھا۔ وہ اس شور کے سامنے ہتھیار ڈالتے خاموش ہو جاتے ۔ کبھی وہ خود کو تسلی دینے لگتے کہ ا ٹ ٹ کی موت ضائع نہیں گئی وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہے۔ انکا ا ہی ٹ اور وہ بھی جوان، او سے ابھی ت سجل کا خسارا نہیں بھولا تھا۔ یہ . مل کر ا

دن. ن ٹ ھال کرر ہے تھے۔ وہ فارغ وقت میں جا کر اپنے اسٹڈی روم میں بند ہو جاتے اور وہاں بس وہ ہوتے اور انکا سگار ہوتا، اور اپنے بچوں کی لاتعداد یں دیں۔ وہ اکثر خود سے سوال کرتے کہ وہ کیوں زن ہ ہیں؟ کیا وہ. پ کے ن م پ کوئی دھبہ ہیں کہ ا سامنے ا اولاد مر گئی اور وہ ابھی ت حیات ہیں؟ ا ا رسے ہی ا جواب ملتے رہتے تھے۔ انکا دل ہمیشہ ا سمجھا ت کہ ایسی ب ت نہیں ہے ن جانے کتنے. پ تھے جنھوں نے اپنی اولاد کو قبروں میں ا ر ا تھا۔ د میں ایسے ان گنت لوگ ہیں جو صبر و استقامت کی تصو یں بنے ہوئے ہیں جن میں سرفہر ت تو ہمارے آقا ﷺ ہی ہیں جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی پھول جیسی اولاد کو مٹی کے حوالے کر د۔ ان سے. ٹھ کر اولاد کا غم کس نے اٹھا یا ہوگا۔ بس یہی. تیں تھیں جو سفیان گورسی کو ان حالات میں بھی سنبھالے ہوئے تھیں۔ وہ آ ا عام بشر تھے ا ں میں ا یک عام دل تھا جو غلطیوں سے داغدار تھا اس لئے وہ دل کامل صبر حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ا . وجہد تھی مسلسل . وجہد۔ جس میں کبھی وہ ن کام ٹھہرتے تو کبھی خود کو تھامنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ وہ اپنے ٹ کی موت پ صبر اختیار کرنے کی کوشش کرر ہے تھے۔ جو کہ زن ہ تھا۔!

صبح کے چھ بج رہے تھے اور وہ ز پ ڑھ کر اپنے اسٹڈی روم میں ہی آ گئے تھے۔ انھوں نے اپنا سگار سلگا یا اور یوں ہی انگلیوں میں د ئے سامنے اخبار پ لکھی ا سرخی پ نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

''کارو. ری شخصیت سفیان گورسی کے ٹ بیرون ملک حادثے کا شکار۔''

وہ یوں ہی اس سرخی کو دیکھے جا رہے تھے وہ تو د کو یہ ت نہیں بتا ت تھے کہ انکا ٹ کسی حادثے کا شکار نہیں ہوا بلکہ وہ تو اپنا عہد نبھا ت ہوا اپنی جان لٹا ت ہے وہ عہد جو کہ امت کا تھا۔ امت ا جسد واحد کی ما تھی اس جسم کے ا حصے کو گلنے سڑنے کے لئے چھوڑ د ت تھا۔ اس حصے سے خون رس رہا تھا اس جسم کا کوئی بھی حصہ اس حصے کا نہ تو علاج کرر ہا تھا اور نہ ہی اسکے لئے کسی دوا کا بندوبست کرر ہا تھا۔ بلکہ اس جسم کے بقیہ حصوں نے تو اس حصے کو سن ہی کر د یا تھا کہ اسکا درد کسی اور حصے کو محسوس نہ ہو۔ اس پورے جسم نے اس ا حصے سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی اور وہ انتظار میں تھا کہ . وہ حصہ خود ہی جھڑ کر جائے۔ شا وہ جسم اس ب ت سے واقف نہیں تھا کہ ایسے زخم خوردہ حصے ن سور بن جاتے ہیں۔ پھر ا کاٹ کر بھی د یا جائے تو پھر بھی اس کے ا ثرات پورے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ جس بیماری کو. قی جسم نے ا ز کر د یا تھا وہ بیماری اب. قی کے جسم کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور جلد ہی پورا جسم اس سرطان میں مبتلا ہو جائے گا اور ت بہت د یر ہو چکی ہوگی۔ ا. اہیم نے بس ا یک کوشش کی تھی اس سرطان کو پھیلنے سے روکنے کی، جسم کے اس حصے کی مرہم پٹی کی اور بہتے لہو کی روک تھام کی وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا تھا. ت کہ پورا جسم ا ساتھ کوشش نہ کرت۔ ا. اہیم بس ا یک سیل کی ما تھا جس نے بھرپور کوشش کی۔ اس لئے وقت رہتے پورے جسم کو حر ت کرن ہوگی، علاج تلاش کرن ہوگا، متا ہ حصے کی مرہم پٹی کرن ہوگی اور بیماری پھیلانے والے. اثیم کو جڑ سے ختم کرن ہوگا۔

''دادو۔۔!!'' کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا اور ساتھ ہی کسی نے پکارا تو سفیان گورسی نے وہ اخبار فولڈ کر د یا اور سامنے دیکھا۔ سامنے یقوت کھڑا تھا سفید کرتے پ جامے میں ملبوس وہ یقیناً ز پ ڑھ کر یہاں آ یا تھا۔ سفیان صا . نے اپنا سگار بجھا د یا اور یقوت کو پ س بلا یا۔ وہ پ س آ کر کھڑا ہوا تو سفیان نے اسکو اٹھا کر کرسی پ ہی اپنی گود میں بٹھا لیا۔ انھوں نے اسکے. ل چومے۔

''میرا ٹ کیسا ہے؟ دو. رہ بخار تو نہیں ہوا ں؟'' انھوں نے اسکی پیشانی کو ہاتھ لگا کر چھوتے ہوئے پوچھا تو یقوت نے میں سر ہلا یا اور اپنا گال ا ں پ ٹکا یا۔ وہ خاموش تھا وہ اس دن سے خاموش ہی تھا وہ بس ب ت کا جواب د یا کرتا تھا۔ اسکے علاوہ وہ کوئی ب ت نہیں کرتا تھا۔ تین دن مسلسل بخار میں ت ن کے بعد اب جا کر اسکا بخار ٹوٹا تھا۔

''ٹھیک ہوں۔ زبھی پڑھی ہے میں نے، پہلے بس ماما کے لئے دعا کرتا تھا آج . . کے لئے بھی کرنی تھی اس لئے زلمبی ہو گئی۔'' وہ مدھم سی آواز میں کہتا ہوا مز ا ں میں گھس رہا تھا۔ سفیان صا . کے لئے سانس ن محال ہوا تھا۔ انکا دل چاہا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رو ۔ وہ خود کو فنا کر لیں، اپنا سینہ پیٹ لیں اور اپنے. لوں میں راکھ ڈال لیں۔ رو رو کر اپنی جان دے دیں۔ وہ ضبط کی تصو یں بنے بیٹھے رہے۔ انھوں نے ن می سے یقوت کے ماتھے سے. ل ہٹائے اور اسکی پیشانی چومی تو یقوت کو تمباکو کی مہک آئی۔ اس کی آنکھوں میں بے اختیار پ نی جمع ہونے لگا۔

''کیا ہوا؟'' انھوں نے ن می سے پوچھا۔

''..دن کے وقت سگر ٹ نہیں پیتے تھے۔اَ پیتے بھی تو ہم سے چھپ کر، مجھے پتہ تھا کہ وہ رات کو پیتے تھے۔کیو . . بھی وہ آدھی رات کو ہمارے روم میں آتے اور ہمیں کس کرتے تھے یہاں، گال پ تو مجھے ایسی ہی مہک آتی تھی اور مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ انھوں نے سگر ٹ پیا ہے۔'' قوت آرزدگی سے کہتا پھر سے گال ا ٹکا ۔وہ سفیان گورسی کا ضبط آزمار ہا تھا۔انکا دل پھٹ سکتا تھا قوت اس بات سے بے خبر تھا۔''میں اور مرجان پھر ماما کو شکا لگا دیتے تھے اور وہ ا خوب ڈا کرتی تھیں۔'' وہ ہلکا سا مسکرا۔سفیان گورسی کے پ پر رہے تھے ا دل کی دھڑکن خطرناک حد بڑھ چکی تھی۔''..ہر رماما سے وعدہ کرتے کہ آئندہ نہیں پئیں گے ہر روہ پکڑے جاتے تھے۔'' وہ ا بٹن کے ساتھ کھیلتا ہوا ان سے ا سانسیں چھین رہا تھا۔''آپ کیوں نہیں روکتے تھے..کو؟'' قوت نے اب کی رپو چھتے ہوئے چہرہ او پ اٹھا۔سفیان صا کا چہرہ حد درجہ لال تھا۔وہ ضبط کی لالی تھی۔''آپ ٹھیک ہیں؟'' اس نے سفیان گورسی کے گالوں پ اپنے ننھے ننھے ہاتھ رکھے تو انھوں نے ضبط سے اثبات میں سر ہلا۔

دروازے پ دستک ہوئی ان دونوں نے چو کر دیکھا۔دروازہ کھلا تو سامنے صفا کھڑی تھی۔قوت کو سفیان صا کی گود میں بیٹھے دیکھ کر اس نے دن ا جا۔ ئی۔سفیان صا نے سوالیہ ا ز میں صفا کو دیکھا۔

''سکول نہیں جا؟'' صفا سنجیدگی سے کہتی قر آئی۔

''نہیں۔'' قوت مز سفیان گورسی کی آغوش میں گھس ۔

''ایسے کیسے نہیں؟ پہلے ہی اتنا نقصان ہو ہے سکول کا۔۔چلو ورنہ تمہیں سٹرک آف کر دیں گے اور میں ہر ری سٹور کروانے نہیں جاؤں گی۔'' صفا نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔سفیان صا اسکو دیکھ کر رہ گئے۔وہ ا سامنے بہت کم ہی آتی تھی وہ. . . اسکو دیکھتے ا صفا کی دماغی حا پ شک ہونے لگتا۔اس وقت بھی ہوا تھا۔

''پہلے کون سا آپ جاتی تھیں۔'' قوت نے منہ بسورا۔''..جاتے تھے۔'' وہ منمنا۔

''..تمہیں سٹرک آف ہونے بھی نہیں دیتے ہیں۔اس لئے پ چاپ اٹھو اور تیار ہو جاؤ۔تم لوگوں کو سکول میں چھوڑنے جاؤں گی۔مرجان ریڈی ہو رہا ہے۔ اٹھو'' صفا نے قوت کی مز نہ ت ہوئے اسکو زو سے پکڑ کر کھینچا۔وہ سفیان کی جا بھیگی پلکوں سے دیکھے انھوں نے اثبات میں سر ہلا کر صفا کی ت مانننے کا کہا۔وہ منہ ٹ ئے ہر کی جا چل دی۔

''آپ کے لئے چائے بھجواؤں؟'' صفا نے مڑ کر سفیان سے پوچھا۔تو انھوں نے میں سر ہلا دی۔''آ کو شتہ کروا دی ہے اور دوا بھی دے دی ہے۔آپ بھی نیچے ا جا بچوں کے ساتھ شتہ کریں اور کوئی بہانہ نہیں چاہیئے۔'' صفا انگلی کھڑی کر کے وارن کرتی وہاں سے ہوا کی طرح غا ہو گئی۔وہ شل حواصوں کے ساتھ بیٹھے رہ گئے۔

''..تمہیں سٹرک آف ہونے بھی نہیں دیتے ہیں۔''

وہ ابھی اسکے جملے پ غور کر رہے تھے۔وہ لڑکی کیا واقعی پ گل ہو چکی تھی؟

قریشی ہاؤس میں خاموشی سے شتہ کیا جا رہا تھا۔سعدیہ کے بعد ئ زمہ آ گئی تھی۔زاو ر کے بعد انھوں نے کوئی مرد نہیں رکھا تھا بس ا دو عورتیں ہی تھیں جو گھر کے کام کاج دیکھا کرتی تھیں۔خیام قریشی سادہ کھا کھاتے تھے اس لئے ا کسی پ وفیشنل کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔یہ تو زاو ر کے شوق تھے شا اسکو غصہ نکالنے کے لئے کوئی نہ کوئی چاہیے ہو تھا اس لئے اسکے ہوتے ہوئے زمین کی تعداد زیادہ رہتی تھی اور اب بس گنتی کے زمین تھے۔

''میں آج صفا کی طرف جاؤں گی۔'' یجہ نے شتہ کرتے ہوئے کہا تو خیام قریشی نے چائے کا گھو ٹ ت ہوئے ا جا دیکھا۔

''کل گئی تھی تم۔۔'' جیسے انھوں نے یاد دلا۔

''پ سوں۔۔'' انھوں نے تصحیح کی۔

''روز روز کیوں؟ صفا کو یہاں لے آؤ۔'' انھوں نے بے زاری سے کہتے ا اور گھو ٹ بھرا۔ یجہ چو کوا دیکھنے لگیں۔

''کیا مطلب یہاں لے آؤں؟ وہ اسکا گھر ہے وہ اپنا گھر چھوڑ کر یہاں کیوں آئے گی بھلا؟''

''وہ جس کے ہونے سے تھا گھر۔۔وہ مر چکا ہے۔۔اس لئے وہاں اب صفا کا کوئی نہیں ہے بہتر ہے اسکو واپس لے آؤ اسکو خوش دیکھنا چاہتی ہو، ورنہ وہ ساری زندگی ان لوگوں کی منتیں کرتی رہے گی اور خود کو یکسر بھلا دے گی۔'' وہ سرد لہجے میں کہتے یحیٰ بیگم کو شاک کر گئے تھے۔ا حلق میں نوالہ اٹکا۔

''شاہ صاحب۔۔!!'' وہ ٹپ کر رہ گئیں وہ اس دن سے خاموش تھے یحیٰ کو ا منہ سے اتنے سخت الفاظ کی امید نہ تھی۔خیام قریشی نے نگاہ پھیر لی۔''آپ۔۔آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ وہ آپکی بیٹی ہے۔جو بیوہ ہوئی ہے، جس کی خوشیاں اجڑی ہیں، جس کی زندگی لمحے بھر میں خالی ہوگئی وہ آپکی بیٹی تھی۔کیا آپ بھول گئے؟'' خیام قریشی نے پانی واپس رکھا۔

''وہ میری بیٹی ہے اور مجھے اس سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہے۔اس وقت وہ میری کل متاع ہے۔۔''

''؟'' یحیٰ ہنوز صدمے میں تھیں۔

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا اسکی خوشی کے لئے بھی نہیں۔اور سچ یہ ہے کہ مجھے ابراہیم کے مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔''

''مم۔۔۔مجھے لگا آپ اسکو معاف۔۔'' یحیٰ کے الفاظ ختم ہوئے۔

''معاف؟'' وہ طنزیہ ہنس دیئے۔'' یحیٰ۔!! بیٹوں کے قاتلوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔'' وہ مضبوط اور اٹل لہجے میں بولتے یحیٰ کو سن کر گئے تھے۔''میری بیٹی کے فیصلے، اسکی محبت نے مجھے خاموش کروا دیا۔میں مجبور تھا اس لئے اسکو قتل نہ کر سکا اب وہ مر چکا ہے تو مجھے اسکے مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔''

''تو کیا آپکو اسکے مرنے کی خوشی ہے؟'' یحیٰ نے کانپتے لہجے میں پوچھا۔انھوں نے سر جھکا لیا۔وہ سامنے پانی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

''پتہ نہیں۔مجھے نہیں معلوم کہ میں خوش ہوں یا نہیں۔کیونکہ وہ جو مرا ہے اس سے میری بیٹی کی خوشیاں جڑی ہوئی تھیں۔ وہ جو مرا اس نے میرے بیٹے کو ذبح بھی کیا تھا۔اس لئے اس وقت مجھے نہیں معلوم کہ کون سا جذبہ غالب آ رہا ہے۔ابراہیم سے محبت کا یا پھر اپنی بیٹی کی محبت کا۔'' وہ واقعی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ ا غمگین ہونا ہے یا خوش ہونا ہے۔وہ بس خاموش تھے ا اپنی بیٹی عزیز تھی اسکی خوشیاں اجڑ جانے پر وہ غمگین تھے اپنے بیٹے کے قاتل کے مر جانے پر ا ارا سکون بھی اتنا تھا۔وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی سے کیا کہیں کہ وہ کیسا محسوس کر رہے ہیں۔

ڈائننگ ٹیبل پر سناٹا چھا چکا تھا یحیٰ میں مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں بچی تھی۔خیام قریشی اپنا موبائل اور چابیاں اٹھاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں جلد سے جلد اپنی بیٹی کو واپس لے آؤں گا۔ورنہ وہ لوگ اس سے اسکی جوانی بھی چھین لیں گے۔'' وہ ایک نگاہ یحیٰ پر ڈالتے وہاں سے چلے گئے۔یحیٰ نے ا جاتے ہوئے دیکھا۔دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی تو کیا صفا کا غم ا نہیں آتا تھا؟ا بیٹی پاگل ہو چکی تھی ا اسکا پاگل پن نہیں آتا تھا؟ وہ صدمے میں سچ جھوٹ کو پہچاننے کے قابل نہ رہی تھی آج بھی خیام قریشی کو اپنا انتقام دیتا تھا۔وہ سوچ سوچ کر ہلکان ہوگئی تھیں۔

شیشے کی ٹیبل پر مرجان، قوت اور دینا موجود تھے۔صفا دینا کے ساتھ بیٹھی اسکو شیشہ کروا رہی تھی۔مرجان اور قوت اپنے سکول یونیفارم میں ملبوس تھے۔قوت کا چہرہ زرد سا تھا شاید اتنے دن بخار کی وجہ سے وہ کمزور ہو چکا تھا۔شیشہ بھی ٹھیک سے نہیں کر رہا تھا۔مرجان دینا کو دیکھ رہا تھا جو شیشہ کرتے ہوئے صفا سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی۔اتنی دیر میں سفیان گورسی وہاں سے گزرے۔

''انکل شیشہ۔۔!!'' صفا نے ا مین ڈور کی جانب بڑھتے دیکھا تو پکارا۔

''میں آفس میں کر لوں گا۔'' وہ مڑے بناء جواب دیتے آگے بڑھ گئے۔صفا دو پل رہ بچوں کی جانب متوجہ ہوگئی۔

''پیٹی لیڈی۔۔!! آپکا شیشہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔میں دینا کو فائر کروا دیتا ہوں۔'' مرجان نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔صفا نے چونک کر دیکھا۔وہ آ کر دوسری جانب بیٹھا اور دینا کو احتیاط سے شیشہ کروانے لگا۔صفا نے اسکو دیکھا اور پھر مسکرا کر اس نے جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

''زلیخا اماں۔!!'' شیشہ ختم کر کے صفا نے ا آواز دی تو وہ کچن سے آئی۔''آپ یہ سمیٹ لیں میں بچوں کو سکول چھوڑ کر آتی ہوں۔'' صفا ہونٹ چبھتپاتی اٹھ کھڑی

ہوئی۔مرجان اور یقوت خاموشی سے اپنے اپنے بیگ اٹھا رہے تھے جبکہ دینا بھی ہر جانے کو بے تاب تھی۔ زلیخا اماں اسکی بات سن کر ہی طرح ہڑبڑائی تھیں۔

'' صفا۔۔!!''

''کیا ہوا اماں؟''اس نے بڑے ہی نرمل انداز میں پوچھا اور اپنی چادر کو سر پہ اچھی طرح سے جما لیا۔''اچھا باقی باتیں آ کر کریں گے بچوں کو سکول سے دیر ہو جائے گی۔چلو بچو۔۔!!''وہ آگے لگائے لاؤنج میں داخل ہوئی۔

''صفا۔!!''

اس سے پہلے کہ وہ لوگ مین ڈور سے ہرنت سیڑھیوں سے آواز آئی۔وہ لوگ رک گئے۔صفا نے مڑ کر دیکھا منال سیڑھیاں اتر رہی تھیں۔صفا بے اختیار اجانب بڑھی۔

''آپ نیچے کیوں آ رہی ہیں کوئی کام تھا تو آواز دے دیتیں؟''اپھولتی سانس دیکھتے صفا آگے بڑھی اور انکا ہاتھ تھام کر لئے نیچے اتارنے لگی۔لا کر صوفے پہ بٹھایا۔کچھ دیر بعد سانس بحال کر کے منال نے سخت نگاہ صفا پہ ڈالی تو وہ پھر سے الجھی۔

''کہاں جا رہی تھی؟''

''بچوں کو سکول چھوڑنے۔''اسنے بے فکری سے جواب دیا تو منال اسکا منہ دیکھ کر رہ گئیں۔

''زلیخا۔۔!!''منال نے اسکو کچھ کہنے کے بجائے زلیخا کو پکارا۔

''جی بی بی۔۔!!''

''ڈرائیور سے کہو بچوں کو سکول لے جائے۔''

'' آ۔۔!!''صفا نے کچھ کہنا چاہا انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو خاموش کروا دیا۔زلیخا یقوت اور مرجان کو ساتھ لئے ہر نکل گئی۔یقوت کو تو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ کون ساتھ جا رہا ہے اور کون نہیں البتہ مرجان مایوس ہوا تھا۔وہ ان دنوں کچھ حد سے زیادہ ہی صفا کے قریب ہو گیا تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا صفا کو سکول لے جائے اور اسکو اپنی کلاس میں بٹھا کر رکھے۔ہر وقت صفا اسکے ساتھ ہوتی اسکو اہیم کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔اسکے یقین کی ڈور سلامت رہتی تھی کہ آ گے واپس۔ جیسے ہی وہ نگاہوں سے اوجھل ہوتی مرجان کے یقین کی کشتی ڈولنے لگتی اسکو ہر سو جیسے اندھیرا سا آنے لگتا۔اسکو لگنے لگتا کہ واقعی اسکا باپ مر گیا ہے،لوگ صحیح کہتے ہیں، وہ یتیم ہو چکا ہے اور اب اسکا باپ کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

''کہاں جا رہی تھی؟''بچوں کے جانے کے بعد صفا دینا کو پکڑ کر اندر لے آئی اور الجھی سی انکے سامنے بیٹھ گئی۔انھوں نے اپنا سوال دہرایا۔

''آ۔۔!!بتایا تو تھا کہ بچوں کو چھوڑنے جا رہی تھی آج اتنی چھٹیوں کے بعد جا رہے تھے اس لئے میں نے سوچا کہ ایک بار پرنسپل اور ٹیچرز سے مل آؤں تاکہ کوئی ان سے کوئی سوال نہ کرے اور وہ لوگ ان کمفرٹیبل محسوس نہ کریں۔''اس نے اپنی بات کی وضاحت کی۔منال اسکا پرسکون چہرہ دیکھ کر رہ گئیں۔

''کیا تم پاگل ہو چکی ہو؟ کیا تمہیں ہماری بات سمجھ نہیں آتی؟ کیوں چاہتی ہو کہ میں سختی کروں؟''انھوں نے اب کی بار قدرے مدھم سخت لہجے میں کہا تھا صفا کنفیوزڈ سی آتی تھی۔''صفا۔۔!! کیوں نہیں سمجھتی تم؟ وہ جا چکا ہے۔۔وہ۔۔وہ مر گیا ہے صفا۔۔''

''آ۔۔!!''صفا نے تڑپ کر بات کاٹی۔

''تمہارے جھٹلانے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔تم بیوہ ہو اب اہیم کی،اس لئے عدت پوری ہونے تک بہتر ہے کہ اپنے کمرے میں رہو۔گھر کی چار دیواری سے ہرگز کی کوشش نہ کرو۔''انھوں نے اپنے دل کو مضبوطی سے تھام کر صفا کو تنبیہ کی تھی۔بات اتنی سخت تھی کہ صفا کو اپنی سانس اکھڑتی محسوس ہوئی۔وہ کیسے اسکا یقین توڑ سکتی تھیں۔اس نے نم آنکھوں سے ہی میں سر ہلایا۔''سچائی کو قبول کر لو.....ہم بیوہ ہو چکے ہیں،میرا بیٹا جو اس خاندان کا ستون تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔تم بیوہ ہو چکی ہو اور یہ.....''انھوں نے تلخ زخمی سے لہجے میں کہتے ہوئے دینا کی جانب دیکھا۔جو کہ صفا کی آغوش میں کھڑی تھی۔''یہ یتیم ہو چکی ہے۔''انھوں نے اپنی بات مکمل کی۔

''آ ۔۔!!'' صفا کی آواز کا ۔''اللہ نہ کرے۔۔آ۔۔آپ۔۔آپ ایسا کیسے؟'' صفا نے بھاری ہوتی سانس کے ساتھ ہی دینا کو اپنے ۔ میں بھینچا۔''اسکا پ ز ہ ہے اور وہ واپس آئے گا۔۔'' صفا نے دینا کو مز ۔ میں بھینچا۔منال بے بسی سے اب اسکو دیکھ کر آ بہار ہی تھیں۔یہ ۔ ۔ تیں انھوں نے کہہ ڈالی تھیں یہ۔ تیں کس قدر مشکل تھیں ا لئے کہنا یہ صرف وہ جا تھیں۔ انکا ا۔

''تم اس عدت پوری ہونے ۔ گھر سے نہیں نکلو گی۔یہ حکم ہے میرا۔اور اَ تمہیں اس گھر کی عزت کا پ س نہیں تو تم اپنے۔ پ کے گھر چلی جاؤ۔۔'' وہ کہتی اٹھ کھڑی ہو ۔صفا دینا کو ۔ میں بھینچے بیٹھی اپنی جگہ پ شل ہوئی تھی۔اس نے بے اختیار نگاہ اٹھا کر دیکھا۔وہ مز ۔ کچھ کہے سنے بناء سیڑھیاں پ ڑھ گئیں۔صفا ا دیکھ کر رہ گئی تو وہ اسکو اس گھر سے جانے کا کہہ رہی تھیں؟ کیا اسکی اس گھر کو کوئی ضرورت نہیں تھی؟ کیا اسکا اپنا اس گھر پ کوئی حق نہ تھا؟ تو کیا یہ گھر اسکا گھر نہیں تھا جہاں وہ اپنی مرضی سے رہ سکتی؟

(''یہ گھر صفا قریشی کا ہے۔صرف اور صرف صفا قریشی کا۔وہ گھر سفیان گورسی اور منال آفندی کا ہے اور یہ صفا قریشی کا ہے۔'')

آج ا۔ اہیم کے الفاظ کی۔ زگشت ا ۔ ر پھر سے سنائی دی تھی اور اس۔ زگشت نے اس سے اسکی۔ قی کی بچی کچی سانسیں بھی چھین لی تھیں۔

''زز۔۔زلیخا۔۔اماں۔۔!!'' اس نے ٹوٹتی سا ں کے ت ا پکارا تو وہ جو مین ڈور سے ا ر داخل ہو رہی تھیں اسکی۔ ت پ وہاں پہنچیں۔انھوں نے صفا کے چہرے کی سفید پ تی رنگت د ت تو پ یشان ہو ۔''دینا۔!! دینا کو دیکھ لیں۔'' اس نے دینا کو ا حوالے کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم ٹھیک ہو صفا؟'' انھوں نے اسکو پکارا وہ ا کوئی۔ ت سنے بناء ہی سیڑھیاں پھلا َ گئی۔زلیخا نے ۔ پ ہاتھ رکھا۔دینا سیڑھیوں کی جا ۔ دیکھتے ہوئے اب ہو ٹ نکالے کھڑی تھی۔

ا پ ل کے کمرے میں اس وقت وہ پیشنٹ گاؤن میں ہی بیڈ پ بیٹھا تھا۔اس نے کوئی تیسری۔ را اپنا فون مانگا تھا جس پ عینا نے میں سر ہلاتے ہوئے۔ وَل سے ا چمچ بھر کے سوپ کا اسکے منہ میں ا ٹ یلا تھا۔حسن نے ا سلگتی نگاہ عینا پ ڈالی اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''بچے کہاں ہیں؟'' اس نے اس۔ مزہ سوپ کو مز ۔ ا راٹ یلنے کے بجائے عینا کو۔ توں میں لگا َ ز یدہ بہتر سمجھا تھا۔عینا نے اسکی چالاکی دیکھتے ہوئے آنکھیں سکیڑیں اور کوئی بھی جواب دیئے بناء ا ۔ اور چمچ سوپ کا بھرا اور اسکے سامنے کیا۔حسن نے بے چارگی سے َ دن ا ۔ جا ۔ َ ائی۔

''کم آن بچے نہیں ہو تم حسن۔۔!!'' عینا نے خفگی سے گھورتے ہوئے ا ۔ اور چمچ آ ٓ کار اسکے منہ میں ا ٹ یل دیا۔اور پھر اس نے نیپکن سے حسن کے ۔ تھپتھپائے۔ حسن اسکی ا ۔ ا ۔ حر ت دیکھ رہا تھا۔پھر وہ ت چھا سا مسکرا ۔عینا۔ وَل رکھ کر پلٹی تو اسکو ہنستے ہوئے دیکھ کر عینا کا دل کیا کہ اسکا سر جو ڈاکٹرز نے حال ہی میں کھول کر بند کیا تھا ا ۔ ر پھر سے کھول دے۔وہ دا ت کچکچا کر رہ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ اسکو کچھ کہتی دروازے پ ک ہوئی تو ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔ادھ کھلے دروازے میں سلویٰ اور یوسف کھڑے تھے۔عینا جو کہ حسن کے بیڈ پ ہی اسکے سامنے بیٹھی تھی اٹھ کھڑی ہوئی۔یحییٰ دروازہ بند کر کے َ سلویٰ اور یوسف بھاگ کر حسن سے آ کر پ ٹے۔وہ ا ۔ پل کے لئے تو ہل کر رہ َ ۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ لوگ اسکو۔ ی حا ت میں دیکھیں اس لئے اس نے عینا کو کیا ہوا تھا۔آج وہ کچھ بہتر ہوا تھا تو عینا نے یحییٰ سے کہا تھا کہ وہ بچوں کو لے آئے۔اور اس وقت وہ دونوں اسکے ساتھ پ ہوئے تھے۔یوسف تو بلند آواز میں رونے لگا جبکہ سلویٰ خاموش سی تھی۔عینا ا ۔ کرسی کھینچ کر وہیں بیٹھ کر ان ۔ کا یہ۔ قی سا منظر دیکھ رہی تھی۔

''بس کرو ر۔۔!! اتنا کون رو ت ہے۔'' حسن نے یوسف کے۔ لوں میں ہاتھ پھیرا وہ اسکی گود میں چہرہ چھپائے روئے جا رہا تھا۔سلویٰ نے چہرہ اٹھا کر حسن کو دیکھا۔ حسن نے تعجب سے سلویٰ کو دیکھا۔سلویٰ نے ہاتھ ٹ ھا کر حسن کے ماتھے پ بندھی پٹی کو چھونے کی کوشش کی تو حسن جھک َ ۔وہ اسکی پٹی پ ہاتھ پھیر رہی تھی۔

''یہاں کیا ہوا ہے؟'' سلویٰ نے پوچھا۔

''چوٹ لگی تھی۔'' حسن مسکرا ۔

''جیسے۔۔کو لگی تھی؟'' اب کی۔ ر یوسف نے سر اٹھا کر حسن کا چہرہ دیکھا۔اسکی۔ ت پ ا لمحے کے لئے جیسے سناٹ سا چھا َ ۔''۔۔کو بھی چوٹ لگی تھی ہے۔ ن آ پ؟'' وہ اب سلویٰ سے ت ما َ رہا تھا۔سلویٰ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''اَ حسن بھی۔۔کی طرح مر جا ت تو؟'' یوسف نے۔ ٹی۔ ٹی گول آنکھیں گھما کر دیکھا تو حسن کی مسکراہٹ

سمٹ گئی۔عینا کے لئے وہاں رکنا محال ہو رہا تھا۔

''نہیں یوسف۔۔!! حسن نہیں مرتا کیونکہ حسن غزہ میں نہیں تھا وہ یہاں تھا۔ جہاں ڈاکٹر تھے اور پاتال تھا۔ جہاں اسکے دو ساتھی تھے جنھوں نے اسکو اپاتال پہنچایا۔ اس لئے وہ نہیں مرا۔'' سلویٰ نے یوسف کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو حسن کے لیے میں درد اٹھا۔

''تو کیا غزہ والے مرجاتے ہیں؟'' یوسف نے دنیا جانا کر معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں۔۔'' سلویٰ نے جواب دیا تو یوسف نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پہ رکھے۔

''شکر ہے آپ۔۔!! ہم لوگ غزہ سے یہاں آ گئے آپ بھی مرجاتیں تو۔'' یوسف نے بڑی بڑی آنکھوں سے سلویٰ کو دیکھا۔اب عینا کی بس ہوئی تھی جبکہ حسن کے سر میں درد کی لہر اٹھی تھی۔اسکے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ تکلیف کا شکار ہو رہا ہے۔عینا بمشکل مسکرا کر اٹھی اور یوسف اور سلویٰ کو کھینچ کر اپنے پاس لے آئی۔اس نے حسن کو اشارہ کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر ٹیک لگا گیا۔ڈاکٹر نے فی الحال اسکو کسی بھی قسم کا سٹریس لینے سے منع کیا تھا۔اس لیے عینا اسکا خیال ایسے رکھ رہی تھی جیسے کوئی نومولود بچہ ہو۔

''اچھا یوسف تم بتاؤ کہ تمہیں دینا اچھی لگی تھی؟'' وہ اسکا دھیان بٹانا چاہتی تھی۔یوسف نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

'' اسکے بھائی کافی عجیب تھے شروع میں تو وہ مرجان بہت ہی عجیب تھا۔ پھر کچھ ٹھیک ہو گیا۔'' اب کی بار سلویٰ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔مرجان کا ذکر سن کر حسن نے ان کی جانب رخ کر لیا۔۔وہ ان لوگوں کی باتیں سنتا ہوا اب محظوظ ہو رہا تھا۔عینا اب ان لوگوں کی رائے جان رہی تھی اور وہ لوگ دل کھول کر گورسی خاندان کے ایک ایک فرد کے متعلق اپنی رائے دے رہے تھے۔حسن محظوظ سا باتیں سنتا رہا۔

وہ اپنے کمرے میں آئی اور کمرے کو بند کر کے دروازے کے ساتھ ہی ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔وہ کچھ دیر یوں ہی پیٹ پہ ہاتھ رکھے کھڑی رہی۔اسکا چہرہ سپاٹ تھا، بے رنگ بے نور۔اسکو لگ رہا تھا کہ وہ اپنی بقاء کی جنگ تن تنہا لڑ رہی ہے جبکہ ہر شخص اسکو سنگسار کرنے کا خواہش مند تھا۔وہ یوں ہی کھڑی رہی منال کی باتوں کو ابھی تک اپ سیٹ کرتی ہوئی وہ لوگ اسکو توڑنا چاہتے تھے وہ کیوں اسکو یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ پاگل ہے، وہ ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہے؟ وہ لوگ کیوں اسکو اس خواب میں نہیں رہنے دینا چاہتے تھے جس خواب میں اسکو سکون ملتا تھا جس خواب نے اسکو آج تک تھامے رکھا تھا۔جس خواب کے حقیقت میں بدلنے کی وہ منتظر تھی۔وہ تو ابیہم کے عہد پہ یقین کر رہی تھی وہ تو اپنے اللہ پہ یقین کر رہی تھی کہ وہ اسکا انتظار ضائع نہیں کرے گا تو پھر کیوں وہ لوگ اسکا یقین اسکا ایمان توڑنے کے درپے تھے؟

اسکو یکدم میں شدید گھٹن محسوس ہوئی وہ جا کر اسی کاؤچ پہ بیٹھ گئی۔جہاں اکثر ابیہم اور وہ بیٹھ کر دیر تک باتیں کیا کرتے تھے جہاں وہ باتیں کرتے کرتے اکثر اسکی گود میں سر رکھ کر دراز ہو جایا کرتا تھا۔جہاں اس نے پہلی بار اسکے گلے لگ کر اپنا غم بہایا تھا۔جہاں اس نے صفا کو اپنی بیوی قبول کیا تھا۔وہ اس کاؤچ پہ ہاتھ پھیرتی رہی جو ان گنت قاتوں کا گواہ تھا۔اور پھر یوں ہی وہ اچھی سی اس کاؤچ پہ دراز ہو گئی۔اس نے آنکھیں آسمان کی جانب کیں۔سرمئی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا تھا۔حلق میں اٹھتا درد اور یکدم کی گھٹن اب برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔تو کیا اسکو رونا چاہیے تھا؟

اس سے پہلے کہ وہ فیصلہ کر پاتی برسات شروع ہو چکی تھی۔آنکھوں سے اس نمکین پانی کی آبشار بہنا شروع ہوئی اور پھر بہتی چلی گئی۔وہ آنکھیں جو ابیہم کی منتظر تھیں وہ درد کی شدت سے سرخ ہو چکی تھیں۔انتظار کی کرچیاں ان آنکھوں میں چبھ رہی تھیں اور وہ سرخ متورم آنکھیں گواہ تھیں کہ انتظار آسان نہ تھا۔اور ایسا انتظار جس کے ضائع ہونے کی گواہی زمانہ دے رہا ہو۔ایسا انتظار کرنا تو پاگلوں کا کام ہوتا ہے۔تو کیا صفا پاگل تھی؟

ہاں۔۔وہ پاگل تھی۔۔وہ پگلی تھی ابیہم کی پگلی۔۔!!

وہ خاموش آنسو بہتے رہے۔۔!! دل کی گھٹن کم ہونا شروع ہو گئی حلق کا درد بھی زائل ہو گیا۔کافی دیر بعد وہ باتھ روم گئی تو اس نے اپنی آنکھیں رگڑیں اور ایک لمبی سانس خارج کرتی ہوئی سیدھی ہو کر بیٹھی۔

اسنے کمرے میں نگاہ دوڑائی تو سرمئی درودیوار اسکی جانب دیکھ کر محبت سے مسکرا رہے تھے۔اسکے شانوں پہ بکھرے بال اسکے گالوں کو چومنے لگے۔وہ مسکرا دی۔نم

آنکھوں والی وہ لڑکی بے اختیار ہی مسکرا کر اٹھی اور اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا دیا۔ پڑھتے سورج کی شفاف سنہری کرنوں نے اسکو گلے لگا لیا تھا۔ اسکو ایک ماہٹ کا احساس ہوا تھا۔ ایک پرسکون سی ماہٹ کا احساس۔

اس نے بے اختیار آنکھیں موند لیں۔ اہیم کو محسوس ہوا سورج پسند تھا اور آج اندازہ ہوا کہ کیوں پسند تھا کیونکہ وہ سورج خوش خبریاں لے کر آتا تھا، امید کی، یقین کی، زندگی کی۔ اس سورج کی ہر کرن میں ایک آس ہوتی تھی کہ آج کا دن کل سے اچھا ہوگا۔ وہ کرنیں ثبوت ہوتی تھیں کہ انتظار کی ایک اور رات کٹ چکی ہے اب آگے روشنی ہے، اب رات ختم ہوئی اب اجالے کا وقت ہے۔ وہ مسکرا کر اپنے گرد بازوؤں کا حصار بنا کر آنکھیں موند گئی۔

ایک بار پھر سے صفا کے یقین کی ڈولتی کشتی کو سہارا ملا تھا۔ جس کو وہ لوگ عدت کا نام دے رہے تھے وہ تو صفا کے لئے انتظار تھا۔ اور انتظار پھر چاہے کمرے میں کرتی یا کسی ساحل کنارے۔۔ انتظار تو انتظار ہی تھا۔ اور صفا یہ انتظار کرے گی۔ اس نے اپنے یقین کو مزید پختہ کیا۔!

وہ لوگ آج واشنگٹن والے مینشن میں ہی آ گئے تھے آج پورے ایک ہفتے بعد اسکو پارٹل سے ڈسچارج کیا گیا تھا۔ اب وہ کافی حد تک ٹھیک تھا وہ ابھی مصر واپس نہیں گئے تھے کیونکہ اسکو ابھی ایک مہینے تک تو ڈاکٹرز نے ریگولر چیک اپس کے لئے کہا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سلویٰ اور یوسف بھاگ کر آئے اور اسکی ٹانگوں سے ہی لپٹ گئے۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔ عینا جو اسکے ساتھ چلی آ رہی تھی وہ بھی سر جھٹک کر ان کو دیکھنے لگی حالانکہ وہ روز اسکو ملنے ہاسپٹل جاتے تھے پھر بھی سارا دن بس حسن حسن ہی کرتے رہتے تھے۔

''کیسے ہیں میرے گینگسٹرز؟'' حسن نے جھک کر ان دونوں کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''ہم ٹھیک ہیں تم اب ٹھیک ہو ناں؟'' سلویٰ نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔ وہ بچے کافی ڈر گئے تھے اگر لگ رہا تھا کہ کہیں حسن بھی ماں باپ کی طرح انکو چھوڑ کر نہ جائے۔ اسلئے حسن بہت اہم ہو چکا تھا۔ ''تم اب مر تو نہیں جاؤ گے نا؟'' سلویٰ نے پریشانی سے اپنی ہیزل آنکھیں مٹکاتے ہوئے حسن سے پوچھا تو حسن نے اداس ہو کر اپنا دل کانپ کر رہ گیا۔

''ابھی تو نہیں، پر مجھے لگتا ہے کہ تمہارے ارادے ہیں مجھے مارنے کے۔'' حسن سلویٰ کے سر پہ ایک چپت لگاتا ان دونوں کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گیا۔ وسیع لاؤنج میں لگژری صوفہ کم بیڈ پہ وہ آ کر دراز ہو گیا۔

''نہیں نہیں۔۔ میں تمہیں نہیں ماروں گی۔۔'' سلویٰ نے فوراً میں سر ہلایا۔ تو حسن ہنس دیا۔ یوسف اسکے پاس ہی ٹک گیا۔

''تم جا کر فریش ہو جاؤ اور چینج کر لو پھر میں کھانا بنواتی ہوں۔'' عینا نے اسکو یوں ہی باتوں میں لگتے دیکھا تو یاد دلانا ضروری سمجھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔۔ تم آرام کر لو جا کر۔۔'' حسن نے پاس کھڑی عینا کا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ عینا نے خفگی سے اسکو گھورتے ہاتھ پیچھے کھینچا۔ وہ پھر سے ہنس دیا۔

''کیوں بھئی بچو۔۔!! بیوی کا ہاتھ چومنا چاہیے نا؟'' اس نے شرم کھانے کی بجائے بے شرمی سے ان دونوں کو بھی شامل کر لیا۔

''ہاں۔۔ ہاں۔۔ بالکل۔!!'' یوسف نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں نے دیکھا تھا کہ بیوی چومتی ہے ہاتھ۔'' سلویٰ نے قدرے سمجھداری سے جواب دیا۔ عینا کے عارض سرخ ہو رہے تھے وہ کیسے بچوں کے سامنے یہ کہہ سکتا تھا۔

''ہاں بالکل۔۔ چلو بیوی۔۔!! تم بھی چومو۔۔!!'' حسن نے اچھا سا مسکراتے اپنا ہاتھ سامنے کیا۔ عینا جھینپ گئی۔ اسکو جگہ نہیں مل رہی تھی کہ وہ کہاں جا کر گم ہو جائے۔

''تم۔۔ تم بچ جاؤ۔۔ ورنہ دو پر سر کھول دوں گی تمہارا۔۔'' وہ اسکے ہاتھ پر زور سے چپت لگاتی وہاں سے چلی گئی۔ اس نے منظر سے غائب ہونے میں ہی عافیت جانی تھی۔

حسن کا بے ساختہ قہقہہ اس گھر میں گونجا تو سیاہ اور سرمئی رنگوں کے امتزاج میں سجا وہ وسیع مینشن جو کچھ دنوں سے خالی کھنڈر معلوم ہو رہا تھا پھر سے گھر بن گیا تھا۔ وہ

اب یوسف کو اپنے ی پ بٹھائے اس سے چھوٹی چھوٹی ت یں کر رہا تھا جبکہ سلوی بھی اب عینا کے پیچھے ہی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ کیو وہ جا تھی کہ یوسف اور حسن مل کر اب اسکی ٹ ک کھینچنے والے ہیں۔

اسی دوران حسن نے اپنی.. سے موبائل فون نکالا اور ای میل ٹ پ کیا۔ اور موبائل پھر سے ی پ رکھے یوسف کے ساتھ. توں میں مگن ہو ی۔

آج پھر سے ی یجہ صفا سے ملنے آئی تھیں۔ وہ اسکے کمرے میں ہی تھیں وہ منال سے مل کر آئی تھیں اور اب کچھ دی سے صفا کے پ س بیٹھی تھیں۔ صفا بیڈ پ بیٹھی دینا کو الفاظ لکھنے کی مشق کروا رہی تھی۔ ی یجہ اسکو دیکھے جا رہی تھیں۔

''تم چاہو تو۔۔ میرے ساتھ چل سکتی ہو۔'' انھوں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ خیام قریشی کی اس دن کی کہی ہوئی. تیں ان کے دماغ میں گ دش کر رہی تھیں۔ اور منال کا صفا سے روٹھا روٹھا سا ا ازہ دیکھ کر انھوں نے یہ. ت کہنے کی کوشش کی تو صفا نے سر اٹھا کر ا دیکھا۔ اسکی نگاہیں الجھی تھیں یعنی وہ ا .ت کی وضا ت چاہتی تھی۔ ''تمہارے.. چاہتے ہیں کہ تم اپنی. قی کی ز گی۔۔ یعنی۔۔ اب۔۔ تم واپس آ جاؤ۔۔'' وہ الفاظ جمع کر رہی تھیں کہیں سے مل ہی نہیں رہے تھے۔ صفا نے ا. وسکیڑے۔

''تو.. چاہتے ہیں کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر ا گھر آ جاؤں؟''

''وہ بھی تمہارا گھر ہے صفا۔۔''

''نہیں امی۔!! پہلے وہ گھر میرا تھا۔ اب یہ گھر میرا ہے کیو یہ میرے شوہر کا گھر ہے۔ اور میں اسکی غیر موجودگی میں اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ کر اپنے ماں. پ کے گھر نہیں جا سکتی۔ اسکے ماں. پ، اسکی اولاد، اسکا گھر۔۔ یہ . اب میری ذمہ داری ہیں۔. . ت وہ واپس نہیں آ جاتے میں اس گھر سے قدم بھی. ہر نہیں نکالوں گی۔ ہاں البتہ وہ آ جا تو ہم ملنے آ گے۔'' آ ی. ت کہتے کہتے صفا کے چہرے پ امید اور کامل یقین کے ر سے بکھر گئے۔ آنکھوں میں جلتے امید کے دیئے کی لو اچا سے. ڑھ گئی تھی جس سے اسکے ارد درو شنی میں اضافہ ہوا تھا۔

ی یجہ نے بے بسی سے اسکو دیکھا۔ ''صفا۔۔!! یہ بچے تمہاری ذمہ داری نہیں ہیں۔ ہاں البتہ وہ بچہ ضرور تمہاری ذمہ داری ہے جس کو تم مکمل طور پ ا ازکر رہی ہو۔'' وہ سخت لہجے میں گو ہو تو صفا کا چہرہ متغیر ہوا۔

''نہیں امی۔۔!! ایسا ہر نہیں ہے۔ پہلی. ت یہ بچے میری ہی ذمہ داری ہیں۔ دوسری. ت میں اپنی اولاد۔۔'' اس نے غا. دماغی سے اپنے پیٹ پ ہاتھ رکھا۔ ''میں اپنی اولاد کو۔۔ اپنے ایبو کی اولاد کو۔۔ کیسے ا ازکر سکتی ہوں۔'' آنکھوں میں نمی سی تھی۔ ''ہاں۔ میں وقتی طور پ اس طرح ری ا کر گئی تھی کیو یہ میرے کسی بھی پلین کا حصہ نہیں تھا۔ میں اپنی ز گی بس ا. اہیم اور اسکی اولاد کے لئے جینا چاہتی تھی۔ ۔۔ ۔۔ اب ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ میری ز گی ہے۔ اس سے میری ز گی جڑی ہے ۔۔ آ پکو پتہ ہے امی۔۔!!'' اس نے آنکھیں ر یں اور ی یجہ کی جا. گھومی۔ ''میں ساری ساری رات کیا سوچتی رہتی ہوں۔۔'' وہ اب کسی سہیلی کی طرح ی یجہ کو بتا رہی تھی۔ ''میں سوچتی رہتی ہوں کہ ا دن ایسا بھی آئے گا۔. . یہ ننھی سی جان میری گود میں ہوگی اور ا. اہیم۔۔ وہ اسکے کان میں اذان دیں گے۔ ہم دونوں اسکو دیکھ کر مسکرا گے۔ پھر. . یہ. ڑی ہو جائے گی تو. . . میں اسکو کسی. ت پ ڈا کروں گی تو ا. اہیم اسکی ڈھال بن جا کریں گے۔'' وہ آنکھوں میں خواب لئے ی یجہ سے اپنے خواب بیان کر رہی تھی۔ اسکی. تیں ی یجہ کے لئے سانس. محال کر رہی تھیں۔ ا بیٹی واقعی پ گل ہو چکی تھی۔ یعنی منال ٹھیک کہتی تھیں کہ صفا کی یہ خواب خیالی نہ صرف اسکی دماغی حا ت کو اب کر رہی ہے بلکہ اسکا اثر بچے پ بھی ہوگا۔ آج ی یجہ کو منال کی ساری. تیں سمجھ آ رہی تھیں کہ وہ کیوں صفا کو یقین دلا چاہتی تھیں۔ کیوں وہ اسکو کسی خواب میں نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں۔ کیو خواب جتنا طویل ہوگا اسکے ٹوٹنے پ تکلیف بھی اتنی ہی ز دہ ہو تھی۔'' میں پھر بھی اسکے کان کھینچا کروں گی نہ صرف اسکے بلکہ اسکے. پ کے بھی۔'' وہ بناء ی یجہ کے چہرے کے ت ات کی پ واہ کئے بولے جا رہی تھی۔ ''آ پکو پتہ ہے وہ بیٹوں کو نہیں بگاڑتے، ہمیشہ میں نے دیکھا ہے وہ مرجان اور ی قوت کو کسی نہ کسی. ت پ ٹو کتے رہتے ہیں جبکہ دینا چاہے انکا کتنا ہی. ڑا نقصان کر دے وہ اسکو کچھ نہیں کہتے۔ اس لئے مجھے اپنی بیٹی کو خود ہی سیدھا کر کے رکھنا پ ے گا۔ ورنہ وہ تو بگاڑ دیں گے۔'' اس نے کہتے کہتے دینا کی جا. دیکھا۔ جو کہ ا حرف لکھ کر خوشی سے اسکو اپنا رائٹنگ پیڈ دکھا رہی تھی۔

''ارے واہ۔۔!! مائی پ ۔۔!!'' اس نے دینا کے گال چومے۔'' میں جا ہوں کہ میری دینا بہت سمجھدار ہے میری سجل کی طرح اس لئے مجھے اس پ کوئی سختی

نہیں کرنی پڑتی مجھے اپنی اولاد پہ کوئی بھروسہ نہیں۔اور میں اور دینا مل کر اسکی کلاس لگایا کریں گے۔ہے نا دینا۔۔دینا اسکی بہ سسٹر ہوگی اور ہم دونوں مل کر اسکے باپ کی سازش کو ناکام بنا دیں گے اسکو بگاڑنے کی سازش کو۔۔ہے نا دینا؟'' صفا نے دینا کی تھوڑی کو تھام کر پوچھا تو دینا نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔

''بہ ششٹر۔۔'' دینا نے من وعن دہرایا۔

''ہاں۔دینا بہ سسٹر۔۔'' صفا نے پیار کرتے اسکے گال چومے۔بچی کی آنکھوں کی پتلیاں سا کت تھیں۔ایسا لگا وہ کسی پاگل خانے میں بیٹھیں کسی پاگل مریض سے ملنے آئی ہیں جس کا علاج ناممکن ہے۔ایسا صفا سے اور اسکی باتوں سے عجیب خوف سا محسوس ہوا۔تو کیا واقعی وہ صدمہ اسکے لئے اتنا ناقابل برداشت تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھی تھی؟ بچی کے حلق میں درد اٹھا۔وہ جلدی سے بیڈ سے اتریں۔صفا نے الجھ کر دیکھا۔

''میں۔۔میں۔۔منال آپ سے مل لوں۔۔'' وہ اپنی چادر سنبھالتی ہوئی وہاں سے برق رفتاری سے نکل گئیں۔دروازہ بند ہوا تو صفا زخمی سا مسکرادی۔اس نے دینا کو اپنی گود میں کھینچا اور اسکے گال چومے۔

''دیکھا دینا۔۔!! کوئی بھی میری بات کا یقین نہیں کرتا۔ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔میری ماں بھی۔ ہم پھر بھی انتظار کریں گے ہے نا؟'' اس نے جھک کر دینا کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔تو دینا نے سر ہلایا۔

''یس۔۔!! دینا ول کاوٹ کرے گی۔'' دینا نے آنکھیں مٹکا تو صفا نے مسکرا کر اسکو اپنے میں بھینچا۔

'' یہ انتظار مشکل ہو جائے گا دینا۔! کیونکہ ہمارے اپنے ہی ہماری امیدیں توڑنے پہ تلے ہوئے ہیں۔''

اس تاریک قید خانے میں اسکے بعد کوئی نہیں آیا تھا۔سفیر کا غم اسکے لئے بڑا تھا وہ اسکو بھی پی نہ بھی پیتا تو کیا کرتا؟ کچھ صبر کرنے پڑتے ہیں کیونکہ وہاں صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اب اسکی آنکھیں ہر وقت نم رہتی تھیں۔وہ تاریکی اس سے آہستہ آہستہ اسکی بینائی چھین رہی تھی۔اسکو کبھی کبھی گمان ہونے لگتا کہ شاید وہ اپنی بینائی کھو چکا ہے۔ پھر کوئی تہہ خانے میں کھانا پینی دینے آتا تو اسکو یقین آجاتا کہ نہیں ابھی اسکی بینائی باقی ہے۔

وہ یوں ہی ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ تہہ خانے کا دروازہ کھلا سیڑھیوں پہ کسی کے قدموں کی چاپ ہوئی تو اس نے گردن موڑ کر دیکھا وہ کوئی گارڈ تھا جس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔اسکو یاد آیا کہ آج اسکو تین دن ہو چکے تھے کچھ بھی کھائے ہوئے اسی لئے اسکے لئے کھانا بھیجا گیا تھا۔وہ لوگ اسکو ابھی تک زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے۔ابراہیم نے اپنی امید نہیں ہاری تھی تو ہاری ابراہیم نے بھی نہیں تھی۔ابراہیم اسکے کام آسکتا تھا وہ بہت اہم تھا اسکے لئے اس لئے وہ ابراہیم کو ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ابراہیم کی زبان سے نکلے چند الفاظ ابراہیم کو فاتح قرار دے گئے تھے۔اور وہ بس ان چند الفاظ کا ہی منتظر تھا۔

گارڈ نے لا کر کھانا اسکے سامنے رکھا۔ابراہیم ہنوز ٹیک لگائے بیٹھا تھا اسکی آنکھیں مندھی ہوئی تھیں۔ اسکے کانوں سے ایک سا شور ٹکرایا تو اس نے ماتھے پہ بل ڈالے۔

''یہ شور کیسا؟'' اس نے پوچھا تو گارڈ جو کھانا رکھ کر جا رہا تھا اسکی بات پہ پلٹا۔

''احتجاج۔'' اس نے لفظی جواب دیا۔

''کیسا احتجاج؟ وہ بھی ہیڈ کوارٹر کے سامنے؟'' ابراہیم حیران ہوا تھا۔

''وہ بندی چاہتے ہیں کیونکہ لوگ تمہارے لوگوں کے قبضے میں ہیں۔'' گارڈ نے چہرے پہ گواری سجائے کہا تو ابراہیم کے لبوں پہ مسکراہٹ سی پھیل گئی۔

'' کچھ دن پہلے تو ہوا تھا ایک معاہدہ۔۔'' ابراہیم نے اب قدرے مزے لے کر پوچھا تھا۔

''وہ جلد ہی ختم ہو گیا تھا اور ابھی تک قیدیوں کا مکمل تبادلہ نہیں ہوا۔''

''تم اتنے پریشان کیوں ہو؟'' ابراہیم نے ایک لقمہ لیتے گارڈ کو تپانا نہ سمجھا۔

''میرا بھائی اسرا میں ہے۔اور یقین مانو۔!! جس دن میرا بھائی واپس آیا اس دن میں اہل غزہ پہ قیامت برپا کروں گا۔'' وہ اچانک مشتعل ہوا۔اب

ا. اہیم کو سمجھ آ رہا تھا کہ وہ کیوں اسکو تفصیلات بتا رہا ہے۔ا. اہیم مزے سے کھا٘ کھا٘ رہا۔''ویسے۔۔'' کہتے ہوئے گارڈ قر۔ آ۔ا. اہیم نے ا. واچکا کر دیکھا اس کے ہاتھوں میں ٹ رچ تھی جس کا رخ دوسری جا٘ . تھا یعنی روشنی سیدھا ا. اہیم کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔''تم چاہو تو چیف کی . ت مان لو۔۔اسی بہانے تمہیں بھی رہائی مل جائے گی۔''ا. اہیم کچھ ثنیے اسکو دیکھے ۔۔پھر ہنس د۔۔

''یعنی واقعی تم لوگوں کے پ س مرد ختم ہو گئے ہیں۔کبھی عورتوں کو بھیجتے ہو ا. اہیم گورسی کو قائل کرنے کے لئے تو کبھی غلاموں کو۔۔''اس نے حقارت سے کہتے سر جھٹکا۔ گارڈ مٹھیاں بھینچ کر رہ ے۔''جاؤ اپنی ڈیوٹی کرو۔۔ز۔دہ چیف ٘ کی کوشش نہ کرو۔۔ورنہ مسلے جاؤ گے یوں ہی میرے ہاتھوں۔''اس نے سر ٹ ہوئے کھا٘ جاری رکھا۔ گارڈ ا۔ قہر بھری نگاہ اس پ ڈالتا ہر نکل ے۔۔وہ سیڑھیاں پ ڑھ رہا تھا تو ا۔ انی وجود سے ٹکرا۔گارڈ نے فوراً نگاہ جھکا لی۔وہ اپنی وردی میں ہی ملبوس تھی۔

''مجھے دس۔ٹ کی دوری۔ کوئی سکیورٹی نہیں چاہیے۔''وہ حکم دیتی سیڑھیاں ا٘ آئی۔ا. اہیم نے دن گھما کر دیکھا اور پھر سے کھا٘ کھانے لگا۔اس نے گارڈ سے وہ ٹ رچ پکڑ لی تھی اور اب آ کر اسکے سامنے کھڑی ہوئی۔اس نے شرارتی ا٘ ازمیں ہمیشہ کی طرح ٹ رچ کا رخ ا. اہیم کے چہرے کی جا٘ . کیا۔اسکی آنکھوں میں جلن ہوئی۔

''لعنت ہو۔۔''ا. اہیم ب۔ا۔تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی اور پ س آ کر ہی بیٹھ گئی۔ٹ رچ کا رخ . ل دی۔اب کمرے میں مدہم سی روشنی تھی۔''یعنی واقعی مرد ختم ہو گئے؟'' ا. اہیم کو اس کے وجود سے عجیب کراہت ہوتی تھی۔وہ ہنستی رہی۔

''تمہیں کچھ بتا٘ تھا۔۔کیا ہے٘ ں کہ یہاں جتنے بھی لوگ ہیں ان میں سے میں الگ ہوں۔مجھے تم سے کوئی راز نہیں اگلوا٘ ۔''وہ کندھے اچکا کر بولی تو ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی جا٘ . دیکھا۔''سچ کہہ رہی ہوں۔مجھے تم سے تمہارے رازوں سے کوئی ٘ دینا نہیں۔مجھے تو کچھ اور چاہیے۔''

''کیا چاہیے۔۔''ا. اہیم بے ساختہ ہی پوچھ اٹھا۔تو اس نے آنکھوں میں شوخی لئے ا. اہیم کی جا٘ . دیکھا۔ا. اہیم نے دل ہی دل میں ا۔ . رپھر سے اس عورت پ لعنت بھیجی اور رخ پھیر ے۔

''ویسے مجھے کافی دکھ ہوا۔۔ا. اہیم گورسی کی شہادت کا سن کر۔''وہ اسکو لاتعلق ہوتے دیکھ کر ب۔ائی۔ا. اہیم نے جھٹکے سے دن موڑ کر دیکھا۔''ہاں۔۔کیا تمہیں نہیں پتہ کہ ا. اہیم گورسی جو مصر میں مقیم تھا، رحمان کرداوی کا داماد تھا۔وہ شہید ہو ے؟''وہ محظوظ سی اسکو بتا رہی تھی۔ا. اہیم کی کنپٹی کی نسیں ابھریں۔اسکو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ا. اہیم نے ا۔ لمحہ ضائع کئے بنا٘ اس عورت کی دن دبوچی۔سارہ کی سانس کی٘ لی تنگ ہوئی تو وہ کھانسنے لگی اسکی آنکھوں کی وہ شوخی ہنوز قائم تھی۔

''کون سی سازش رچائی ہے تم لوگوں نے؟ کیا کیا ہے اب ہاں؟ بتاؤ ٹ ے عورت ورنہ تمہارے ٹکڑے کرنے کے لئے مجھے کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''وہ آ ج ب۔ڑے عرصے بعد یوں غرا۔تھا۔سارہ کی آنکھوں میں ا۔ لمحے کے لئے خوف ا٘ ا پھر اگلے ہی لمحے ستائش۔وہ اتنے دنوں سے بھوکا پیاسا تھا پھر بھی اسکی فت مضبوط تھی۔سارہ پھر سے ہتے ہوئے متا٘ ثر ہوئی تھی۔ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکی دن چھوڑی تو وہ لڑکھڑائی اور پھر اپنی دن مسلتی ہوئی گہرے گہرے سانس ۔لگی۔ا. اہیم خونخوار آنکھیں لئے اسی کی جا٘ . دیکھ رہا تھا۔

''بتاتی ہوں۔۔صبر تو کر لیا کرو۔''اس نے اپنی دن کے بل نکالتے ہوئے محظوظ سے ا٘ ازمیں کہا۔اس سے پہلے کہ ا. اہیم پھر سے اسکا جبڑا دبوچتا وہ کر ٹ کھا کر پیچھے ہٹی اور ہاتھ کے اشارے سے اسکو روکا۔''سازش ہم نے نہیں تمہارے ان چہیتے ساتھیوں نے رچائی ہے۔ہم تو بس تماشا دیکھ رہے ہیں کہ کیسے تمہاری ماں ا۔ت ل پہنچ گئی، ب۔ٹ ھال تھا اور۔۔''وہ مزے لے لے کر بتا رہی تھی جبکہ ا. اہیم کے چہرے کا سارا خون جیسے نچڑ ے ہو۔''تم جا ہو اس . میں پیش پیش کون تھا؟''سارا نے تجسس سے پوچھا تو ا. اہیم شل سے ا ب لئے بیٹھا رہا۔''میں ہوں٘ ں۔۔میں بتاتی ہوں تفصیل سے۔''وہ ا۔ . رپھر سے اسکے قر۔ ہو کر بیٹھی۔ا. اہیم کے جبڑے تنے ہوئے تھے۔''وہ کیا ہے٘ ں کہ تمہارے کمانڈ رنے تمہیں ڈس اون کر دیا ہے جن لوگوں کی خاطر تم گھر ر، ماں ب۔پ، اپنے بچے اور وہ چھوٹی سی خوبصورت سی بیوی بھی چھوڑ کر آ گئے ان لوگوں نے تم سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا ہے۔''وہ بتا رہی تھی ا. اہیم کا چہرہ سفید پڑ ت جا رہا تھا۔وہ لوگ اسکے ساتھ ایسا کیسے کر تے آ٘ ؟ ا. اہیم کا دماغ چکرا رہا تھا۔'' افف۔۔افسوس ہوا۔ وہ لوگ ایسے ہی ہیں کیا کر تے ہیں۔اسی لئے ا۔ مشورہ دوں؟''وہ قر۔ کھسکی۔''ان لوگوں کو چھوڑ دو۔۔وہ تم جیسے مرد کو ڈ٘ رونہیں کرتے۔تم ہمارے لئے کام کرو تمہیں . ملے گا، سکیورٹی، ٘ م، پیسہ، شہرت، . کچھ۔۔اتنا کہ تمہاری سوچ ہے اور ہم تمہیں ڈس اون نہیں کریں گے کبھی بھی۔۔ . بھی پکارو گے ہم لوگ تمہاری مدد کو پہنچیں گے۔''وہ بظاہر٘ می سے کہہ رہی تھی اسکے لہجے میں موجود . چھیاں ا. اہیم کا سینہ چیر رہی تھیں۔''دیکھو کیسے بیٹھے بٹھائے تمہیں مار د۔کہ کہیں تمہیں کلیم

کرنے کے لئے اکسی بات پہ سمجھوتہ نہ کرنا پڑ جائے۔'' سارہ کو محسوس نہیں ہوا تھا اسکو۔ اہیم کا بجھا سا چہرہ پسند نہیں آیا تھا۔

''مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' ا۔ اہیم کی خالی سی آواز گونجی تو سارہ نے چونک کر دیکھا۔ ''میں خود کو اللہ کے راستے میں قربان کرنے ہی تھا۔ اس لئے ایسے تو ایسے ہی سہی۔۔ تم لوگ بھول جاؤ کہ میں تمہارے کسی بھی کام آسکوں گا۔ بھلے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ سارہ اسکے چہرہ کو دیکھے گئی وہ اسکی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ہوا میں ہی کہیں گھور رہا تھا۔ وہ شاید سوچ رہا تھا ان لوگوں کے بارے میں جن پہ اسکی موت کی خبر ایک قہر بن کر ٹوٹی ہوگی۔ اسکو کچھ وقت چاہیے تھا اپنے ساتھ۔ اپنے اللہ کے ساتھ۔ وہ اپنے اندر اٹھتے غم کے الاؤ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔

'' تمہارا چہرہ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔'' سارہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ خاموش رہا۔ ''دیکھو۔۔!! تم اب فکر نہ کرو وہ لوگ تمہارے بنا جینا سیکھ گئے ہیں۔ میں یقین دلا سکتی ہوں۔ وہ لوگ تمہارے مرنے کے بعد بھی سکون سے جی رہے ہیں تو پھر کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ کس کے لئے؟ کم آن اب یہ نہ کہنا کہ اپنے اللہ کے لئے۔'' سارہ نے آخری جملہ کہتے خفت سے ہاتھ جھلایا۔

''وہ لوگ میرا انتظار کریں گے میں جا رہا ہوں۔'' ا۔ اہیم نے ہوا میں ہی گھورتے ہوئے زیر لب مدھم سی سرگوشی کی جس کو سارہ نے بمشکل سنا۔

''بھول جاؤ اب۔۔!! وہ لوگ تمہارے بنا جینا سیکھ گئے ہیں۔۔ سچ کہہ رہی ہوں میں۔'' سارہ نے اسکو یقین دلانے کی کوشش کی۔ اسکی بات پہ ا۔ اہیم نے گردن موڑ کر سارہ کی جانب دیکھا۔ اور پھر مبہم سا مسکرایا۔ اسکی مونچھوں تلے وہ مسکراہٹ تقریباً دکھائی بھی نہ دی تھی محسوس ضرور ہوا تھا کہ وہ مسکرایا ہے۔

''ساری دنیا میرے بنا رہ سکتی ہے، جی سکتی ہے۔۔'' کہتے کہتے وہ کھو سا گیا۔

(''ایک عہد چاہیے۔''

''کیسا عہد؟''

''میرا انتظار کرو گی۔''

''میں تو ہمیشہ ہی آپکی منتظر ہوتی ہوں۔۔ کبھی آپ گھر سے باہر جاتے ہیں۔''

''اس بار انتظار تھوڑا لمبا ہو جائے گا۔ کر لو گی؟''

''حیات۔۔!'')

یہ الفاظ ا۔ اہیم کے دماغ میں تکرار کر رہے تھے۔ وہ بار بار اس عہد کو دہرا رہا تھا جو صفا نے اس سے کیا تھا۔

'' ؟'' سارہ اسکے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

'' سرمئی آنکھیں ہمیشہ ا۔ اہیم کی منتظر رہیں گی۔'' وہ کہہ کر ٹیک لگا گیا۔ آنکھیں موند لیں تو باریکی میں آنسو چھپتا چھپاتا اپنا راستہ بناتا پلکوں کی اوٹ سے جھانکتا ہوا چپکے سے اسکے گال پہ بہتا ہوا اسکی بڑھی ہوئی داڑھی میں جذب ہو گیا۔ سارہ کچھ نہ بولی یوں ہی بیٹھی رہی۔ وہ تو کہتا تھا کہ اسکی کوئی کمزوری نہیں تو پھر؟

''کیا اتنی محبت کرتی ہے وہ؟'' سارہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

''عشق کرتی ہے۔'' وہ یوں ہی ٹیک لگائے آنکھیں موندے جواب دے رہا تھا۔

''وہ انتظار کرے گی؟''

''حیات۔۔!!'' ا۔ اہیم پھیکا سا مسکرایا۔

''اسکی کوکھ میں تمہاری اولاد ہوئی تو؟ کیا وہ اس اولاد کو پالے گی؟'' سارہ نے جانے کیا سوچ کر پوچھا تھا۔ جبکہ یہ بات سن کر ا۔ اہیم نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے حیرت اور غیر یقینی سے سارہ کے چہرے کو دیکھا وہ کہیں اور ہی کھوئی ہوئی تھی۔ ''بتاؤ۔۔!! کیا وہ اس بچے کو پالے گی۔ مار ڈالے گی۔ مضبوط انسان کے لئے؟'' سارہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے جا رہی تھی۔ اس نے نوح کی نبی کو قتل کر دیا تھا۔ ایک بھاری پتھر سارہ کے سینے پہ آن گرا تھا۔ ا۔ اہیم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''اس نے تو میری اس اولاد کو بھی محبت دی جو اسکی نہیں تھی۔ پھر وہ اپنی کوکھ میں پلتی میری اولاد کو کیسے قتل کر سکتی ہے؟'' وہ مبہم سا مسکرایا۔ کاش کہ یہ سچ ہو۔۔ وہ سوچنا

چاہتا تھا اس رے میں وہ ا یہ خواب دیکھنا چاہتا تھا۔

''یعنی وہ۔۔کسی بھی وجہ سے تمہیں مرا ہوا سمجھ کر تمہاری اولاد کو قتل نہیں کرے گی؟''

''پاگل ہو کیا تم؟ ہماری عورتیں اپنی اولاد کو قتل نہیں کرتیں۔''

''اور مرد؟'' سارہ نے بے اختیار پوچھا۔

''ہم لوگ اولاد کو قتل نہیں کرتے۔'' ا. اہیم نے اجتماعی. ت سمیٹی۔

''اور اگر شادی کے بناء ہوا ولاد؟'' سارہ آج اپنے آپ میں نہیں تھی۔ا. اہیم نے جبڑے بھینچ لئے۔

''زنا حرام ہے۔۔تو پھر اولاد کے قتل کرنے کی. ت نہیں آتی۔''

'' مسلمان کرتے ہیں۔'' سارہ نے اسکی جا. . دیکھا۔

''میں نے اسلام بیان کیا ہے مسلمان کو نہیں۔'' ا. اہیم نے دو. وجواب دیا۔

''تو کیا مسلمان ہی اسلام نہیں؟''

''نہیں۔۔اسلام مکمل ہے، وہ پرفیکٹ ہے مسلمان نہیں۔اس لئے تم کسی مسلمان کے عمل کو جج کر کے اسلام کو جج نہیں کر سکتی۔ہم اولاد کو قتل نہیں کرتے نہ ہی حرام اولاد پیدا کرتے ہیں۔'' ا. اہیم نے دوٹوک ا. ازمیں جواب دیا۔

''میں مسلمانوں کی. ت کر رہی ہوں۔۔''

''اور میں اسلام کی۔۔'' ا. اہیم نے ذرا سختی سے جواب دیا۔

''اور اگر کوئی عورت زنا کر بیٹھے تو؟ تو کیا کہتا ہے تمہارا اسلام؟'' وہ کٹ کے دز ولپیٹ کر بیٹھ گئی۔یعنی اسکا ابھی وہاں سے جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ا. اہیم پہلو. ل کر رہ گیا۔

''عورت ہو یا مرد۔۔زنا کی توبہ کر لے تو معافی مل جاتی ہے۔'' اس نے ماتھے پہ تیوری پڑھائے مختصر جواب دیا۔

''اور. پہلے جیسا ہو جاتا ہے؟'' سارہ نے کن انکھیوں سے جا. ائی۔

''اگر ان واپس. ائی کی جا. نہ پلٹے تو اللہ نہ صرف گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ ا نیکیوں کے ساتھ. ل دیتا ہے۔اس لئے مجھے نہیں لگتا کہ یہ سودا گھاٹے کا ہوگا۔ا. ائی چھوڑ. اور اپنا راستہ. ل۔۔'' ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''مجھے معافی مل جائے گی؟'' سارہ کھوئے کھوئے ا. ازمیں پوچھنے لگی۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔

''کس. ت کی؟''

''میں نے اپنی اولاد کو قتل کیا۔'' وہ اسی طرح کھوئے کھوئے ا. ازمیں اعتراف کر رہی تھی۔''مجھے لگتا تھا کہ میرے آگے. ڑھنے میں وہ بچہ رکاوٹ بنے گا۔میں اسکے. پ کا انتقام. چاہتی تھی۔''

''اسلئے تم نے اپنے اس فیٹس کے ساتھ ساتھ ہزاروں جیتے جاگتے فلسطینی بچوں کو مار ڈالا۔'' ا. اہیم کی آنکھوں میں سرخی ا. ی۔

''وہ فیٹس نہیں تھا۔۔اولاد تھی میری۔۔!!'' وہ جیسے چیخ اٹھی۔

''وہ بس ایک فیٹس تھا۔۔جن کو تم نے قتل کیا وہ جیتے جاگتے ان تھے۔تمہیں اس فیٹس کو ضائع کرنے پہ افسوس ہے ان جانوں کے ضیاع پہ افسوس نہیں؟ جن کی آنکھوں میں ان گنت خواب تھے؟'' ا. اہیم کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔سارہ نے جبڑے بھینچ لئے۔

''وہ میری اولاد تھی۔۔وہ فیٹس نہیں تھا۔وہ میرا اور نوح کا بچہ تھا۔اور۔۔اور۔۔نوح کے انتقام کے لئے میں نے اپنے بچے کو مار ڈالا۔۔اور اب۔۔اب مجھے کوئی نہیں ہرا سکتا۔۔کوئی زنہیں کر سکتا۔۔پتہ ہے کیوں؟'' وہ اچا. سے. ک گئی تھی۔اسکی آنکھوں میں سرخی ا. آئی۔''کیونکہ میری کوئی کمزوری نہیں ہے۔سارہ گولڈ. گ کی

کوئی کمزوری نہیں ۔۔'' وہ جنونی ا۔ از میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔'' ۔ درکھو۔۔!!'' اس نے انگلی کھڑی کی۔''تمہاری بہت ساری کمزوریں ہیں۔تم بھلے اعتراف نہ کرو وہ لوگ تمہاری کمزوری ہیں۔'' وہ کہتے ٹ رچ اٹھائے قدم اٹھانے لگی۔

''کیا واقعی تمہاری کوئی کمزوری نہیں؟'' ا۔ اہیم نے ہا۔ لگائی۔سارہ گولڈ۔گ اپنی جگہ فری۔ ہوئی۔''تمہیں پتہ ہے تمہاری ۔ سے۔ڑی کمزوری کیا ہے؟'' ا۔ اہیم نے۔ت جاری رکھی۔سارہ اپنی جگہ کھڑی رہی کسی۔ف کے مجسمے کی طرح جس کو کسی کے بھی الفاظ کی حدت پگھلا سکتی تھی۔''تمہاری کمزوری ہے محبت۔'' ا۔ اہیم نے کاری ضرب لگائی۔سارہ نے بے اختیار اپنے ۔ پ دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔''جن کے دل ا۔ ۔رمحبت کا جام پی لیں۔پھر وہ ہمیشہ۔م رہتے ہیں اور۔م دلوں پ ضمیر کی ضرب ہمیشہ کاری لگتی ہے۔وہ دل ضمیر کی ضربوں سے نہیں بچ ۔۔'' ا۔ اہیم نے۔ت مکمل کی۔سارہ کو اپنا وجود بھاپ۔ ہوا محسوس ہوا۔ وہ ز۔دہ د۔وہاں نہیں رکی تھی۔

سارہ جا چکی تھی ا۔ ۔رپھر سے اس تہہ خانے میں۔ ریکی نے پہرہ بٹھالیا۔ا۔ اہیم نے دیوار سے ٹیک لگادی۔اسکے پیروں میں ابھی۔ بیڑیں تھیں۔اب تو زخم سوکھ چکے تھے اور ن بن چکے تھے وہاں۔وہ یوں ہی ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

''کیا واقعی؟'' ا۔ اہیم نے خود کو کہتے سنا۔اور پھر جیسے ا۔ ٹھنڈی سی پھوار اسکے۔ ن پ پڑی تھی۔روح میں سکون سرائیت کر۔ تھا۔وہ جا تھا کہ وہ لوگ اسکے خا۔ان پ رکھے ہوئے ہیں ضرور سارہ کو کچھ پتہ تھا تبھی اس نے یہ۔ت کی۔ وہ نہیں جا تھی کہ یہ۔ت ا۔ اہیم میں ا۔ نئی ز۔گی بھر دے گی۔ ساتھ ساتھ ا۔ ہول سا بھی اٹھا تھا دل میں کہ کیا وہ کبھی اس ننھی جان کو دیکھ پ۔ئے گا؟ کیا وہ اسکی سانسیں کبھی محسوس کر سکے گا؟ کیا وہ اسکی آواز سن سکے گا؟ کیا اسکی دھڑکن اپنے ۔ میں محسوس کر پ۔ئے گا؟ پھر وہ اسی تہہ خانے میں گھٹ گھٹ کر مر جائے گا اور اسکی اولاد اسکو دیکھنے کے لئے ۔س جائے گی۔ ق بچوں کو اس نے محسوس کیا ہوا تھا ۔دیں تھیں ا۔ اہیم کے پ۔س اور شا۔ا پ۔س بھی کچھ کچی پکی اور کچھ دھندلی ۔دیں تھیں ا۔ اہیم کی جو وقت کے ساتھ ساتھ بھلے دھندلا جاتیں پھر بھی ا پ۔س کچھ نہ کچھ رہ جا۔۔ وہ وجود جس کو ابھی د میں آ۔ تھا، اسکے پ۔س تو اسکے۔پ کی کوئی دھندلی ۔دبھی نہ تھی اس نے تو اپنے۔پ کی آواز۔ نہ سنی تھی اور۔ جانے وہ کبھی سن بھی سکتا۔ نہیں۔

یہ سوچ دماغ میں آتے ہی ا۔ اہیم آنکھیں مو۔ ۔۔دل میں چھا۔ سکوت جیسے ٹوٹنے لگا تھا۔ا۔ رپھر سے شور۔ڑھنے لگا تھا تکلیف میں اضافہ ہوا تھا۔

''اسکی آنکھیں سرمئی ہوں گی۔'' وہ ز۔ ۔ ۔ڑ۔ا۔''اور اسکے۔ل سنہرے ہوں گے۔'' وہ جیسے اپنے دماغ میں کوئی نقشہ کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ا۔نے میں ہی دوسری صفا کو تخلیق کر رہا تھا۔کچھ د۔بعد اسکو۔ ازہ ہوا تو اپنی تخلیق پ دل کھول کر مسکرا۔ تھا۔''تم جیسے بھی ہو گے ۔درکھنا۔۔!! تمہارے۔۔ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔اور ا۔ ۔ تمہارے۔۔ مر گئے تو۔درکھنا کہ تمہارے۔۔ تم سے ہمیشہ پیار کرتے رہیں گے۔تمہارے۔۔ نے اپنا عہد نبھا۔ہے وہ تم لوگوں سے کبھی غافل نہیں ہوا۔وہ ہر لمحہ، ہر گھڑی تم لوگوں کو۔دکر۔ ہے۔ہر وجود تمہارے۔۔ کے دل پ نقش ہے۔ہر وجود۔۔وہ بھی جو میرے منتظر ہیں اور وہ بھی جو اس د کو چھوڑ کر کہیں دور جا چکے ہیں۔اتنے دور کہ۔۔ا ا پ۔س جاتے ہیں تو تم لوگوں سے دور ہو۔ پڑے گا۔اور میں فیصلہ ۔ کا مجاز نہیں۔'' وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔یوں معلوم ہو رہا تھا کہ اسکے ا ب تھکاوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔اسکی بند آنکھوں کے سامنے اس جھیل کنارے کھڑیں ان دو لڑکیوں کے وجود ظاہر ہوئے جن کو اس نے کبھی خواب میں دیکھا تھا۔وہ ان سے بھی غافل نہیں ہوا تھا۔ وہ کسی سے غافل نہ تھا۔بلکہ اس تنہائی میں اسکو ادراک ہوا تھا کہ رشتے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔اپنے کیا معنی ر۔ ہیں۔محبتیں کتنی خاص ہوتی ہیں۔آپکی منتظر آنکھیں کتنی حسین ہوتی ہیں۔

اس دن کے بعد سارہ گولڈ۔گ کئی مہینوں۔ اسکے پ۔س نہیں آئی تھی۔البتہ ا۔ اہیم چکر لگا۔ اور ہر۔ راسکو نئے طر سے اذ۔۔ دیتا تھا۔وہ ان لوگوں کا پسند۔ہ آبجیکٹ بن۔ ۔ تھا جس کو اسی کے لوگ ڈس اون کر چکے تھے۔وہ لوگ اسکو کسی صورت واپس نہیں کر۔ چاہتے تھے ۔ا جیسے یقین تھا کہ ا۔ نہ ا۔ دن ا۔ اہیم ہار جائے گا۔ وہ ابھی۔ نہیں ہارا تھا۔

دوسری جا۔ ۔حسن نے پہلے تو مجاہدین پ غصہ نکالنے کے لئے ا ہر ممکن امداد بند کر دی۔ پھر اسکے دل میں نور نے جگہ بنالی اور ا۔ اہیم کی قر۔نی کو اس نے ضائع نہیں ہونے دی۔اس نے ش۔ ش کا مشن سنبھالا تھا تو وہ کیسے اپنے دل کو۔ ریکیوں میں۔ نے دے سکتا تھا۔اسکو ڈ۔ی آزمائش کا سامنا رہا۔ا۔ طرف اسکی ضد اور ا۔ تھی تو دوسری جا۔ ۔ مقصد تھا۔اس دوران عینا اسکی ڈھال بنی رہی اور اسکو شیطانی وسوسوں کے خلاف لڑنے کی طاقت فراہم کرتی رہی۔حسن ہر لمحہ عینا کا مشکور ہو۔ تھا۔جس جس لمحے عینا اسکو

تاریکیوں میں نے سے روکتی تھی اسی لمحے حسن کو عینا سے پہلے سے بھی زیادہ محبت ہو جاتی تھی۔

اس نے طاقتوروں کے ایوانوں میں آوازیں اٹھا تحاریر کا آغاز کیا اور دکے سامنے اسرا کو ننگا کر کے رکھ دیا۔ وہ حکومت کے ہر رہ کر یہ کچھ کر رہا کیو حکومتوں کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں حسن کرداوی کو آزادی پسند تھی اس لئے وہ حکومت میں رہ کر یہ نہیں کر سکتا تھا۔ حکومت میں آنے کے بغیر ہی وہ اپنے مقصد کے بہت قریب پہنچ چکا تھا۔ اور اسکا مقصد تھا ا. اہیم کی زیبی۔ وہ جا تھا کہ ا. اہیم کسی عام جیل قید خانے میں نہیں ہے۔ اَ ا. اہیم کے زندہ ہونے کے دو فیصد بھی چا ہوئے تو وہ یقیناً کسی خاص جگہ پہ تھا ایسی جگہ جہاں کسی بھی خارجی کی رسائی ممکن نہ تھی۔ اس لئے وہ اس معاملے کو تحمل کے ساتھ ا م دینا چاہتا تھا۔ وہ وہاں انوٹ نہیں کرنا چاہتا تھا ا۔ رمجاہدین کے انتقام کی وجہ سے فلسطینی ا۔ بہت بھاری قیمت ادا کر چکے تھے اور وہ ابھی مسلسل یہ قیمت ادا کر رہے تھے۔ ایسا حسن اور حسن جیسے بہت سارے لوگوں کو لگتا تھا حقیقت کچھ اور تھی۔ اور حقیقت تھی ان شیطانی بھیڑیوں کا خونخوار اور وہ مقصد۔ وہ لوگ غزہ پہ حکومت نہیں چاہتے تھے وہ اب غزہ کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ وہ لوگ اب غزہ کے سیوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے اور اسکے لئے وہ ہر حد سے تجاوز کر رہے تھے اور کر چکے تھے۔ انکا کوئی جنگی قانون نہ تھا وہ بس خونخوار درندے تھے جو بس مار دینا چاہتے تھے۔ جو بس خون پینا چاہتے تھے۔ دشمن بھی ہو تو نسلی ہو۔ وہ ا. نسلا دشمن تھا۔ اور ا. نسلے دشمن سے جنگ نہیں لڑی جاتی نہ سیاسی نہ عسکری کیو وہ کسی جنگی قانون کو نہیں ما۔ اور اس ملک کے پیچھے کھڑا تھا ا۔ ایسا جانور جس کے پہ کسی تتلی کی طرح خوبصورت تھے، جس کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی تھی، اسکو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ پوری دنیا میں امن کا ٹھیکیدار بس یہی ا۔ کبوتر ہے۔ حقیقت اسکے برعکس تھی جو ا۔ بھدا خونخوار جانور تھا۔ تتلی کے روپ میں ا۔ درندہ جس کے پروں پر نہیں تھے خون تھا، جس کی زبان سے مٹھاس نہیں مکاری ٹپکتی تھی جو امن کا نہیں مفاد کا ٹھیکیدار تھا۔ وہ مفاد کا کاروبار کرتا تھا۔ اور لوگ اسکے اس جال میں خوشی خوشی پھنس جاتے تھے کیو وہ بھی مفاد کی سیاست کرتے تھے۔ جہادی خون پسند ہوتا جا رہا تھا اب بس مفاد پرست لوگ جنم لے رہے تھے جو اپنا مفاد پورا کر کے ا۔ عدد حج کر کے، کچھ عمرے کر کے اور کچھ رقم زکواۃ کے نام پہ ادا کر کے مر جاتے تھے۔ جن کو لوگ بہشتی کہتے تھے۔

اپریل کا وسط تھا۔ شام ہو رہی تھی وہ ا۔ شیفون کے پیروں کو چھوتے ہلکے گلابی رنگ کے فراک میں ملبوس تھی ہم رنگ دوپٹہ لئے وہ لان کے عقبی حصے میں رکھی ا۔ کرسی پہ بیٹھ گئی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ ا۔ اور دن تمام ہوا تھا۔ وہ اپنی عدت میں تھی جس کو اس نے ا۔ دن بھی عدت تسلیم نہیں کیا تھا کیو وہ کہتی تھی کہ اسکا شوہر زندہ ہے اور زندہ لوگوں کی بیویاں ہوتی ہیں بیوا نہیں۔ اسکے ہر ریت کرنے پہ تکرار کرنے پہ منال کی حالت بگڑ جاتی تھی۔ اس لئے اس نے کچھ مہینوں سے پپ سادھ لی تھی۔ اس وقت بھی وہ ا۔ بید کی کرسی پہ بیٹھی تھی سامنے ا۔ لکڑی کی میز تھی جس پہ اسکی ڈائری اور اسکا رکھا ہوا تھا۔ اس نے خود پہ اپنا دوپٹہ اچھے سے پھیلا رکھا تھا۔ بھرا بھرا سا۔ ن پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔ چہرے پہ مامتا کا روپ دکھائی دیتا تھا۔ وہ ما نہیں تھی مرجان اسکو ہمیشہ کہتا تھا کہ وہ زیادہ پیٹی ہو گئی ہے۔ اسکے خیال میں وہ بس دن۔ ن موٹی ہوتی جا رہی تھی۔ جس کے لئے اس نے پورا ڈائٹ پلان بھی بنا رکھا تھا کہ ڈلیوری کے بعد وہ اس ڈائٹ پلان پہ سختی سے عمل پیرا ہو گی۔

عینا کا اکثر فون آتا تھا ا۔ وہی تھی جو اسکی باتوں پہ غصہ نہیں کرتی تھی۔ اَ صفا کہتی کہ ا. اہیم زندہ ہے تو عینا ان شاءاللہ کہہ دیتی جس سے صفا کا یقین مزید پختہ ہو جاتا اس میں ا۔ نئی زندگی سی بھر جاتی تھی۔ عینا اسکی امید کو پانی دے رہی تھی جس پہ حسن اسکو کرتا تھا کہ اَ امید کا پودا بڑا ہو کر جڑ سے اکھڑا تو وہ اپنے ساتھ ساتھ دل کی سرزمین کو بھی اکھاڑ دے گا اور وہ سرزمین تہس ہو جائے گی۔ پر اَ یہ پودا مزید نہ بڑھا اور بنا پانی ملے ہی مرجھا تو زمین کو زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔ بس وہ چند دن دیمک زدہ رہے گی اور زمین کے زخم بھر جائیں گے۔ وہاں نئے پودے لگائے جائیں گے تو اگر زمین جگہ دے گی اور اپرورش کرے گی۔ حسن اپنی جگہ ٹھیک تھا عینا صفا کا دل نہیں توڑ سکتی تھی۔ یہی فرق تھا ا۔ مرد کی اور ا۔ عورت کی سوچ میں۔ وہ رحمدل تھی حسن حقیقت پسند تھا۔

اس نے قلم اٹھایا اور ڈائری کا آخری ورق کھولا۔ وہ کورا تھا۔ وہی ا۔ خالی ورق تھا۔ اس نے ا۔ گہری سانس خارج کی اور مبہم سا مسکرائی۔ اور پھر قلم خود بخود جیسے چلنے لگا۔

''صفا ا. اہیم کا انتظار کرے گی۔'' اس نے عنوان کی جگہ پہ اپنا عہد لکھا۔ اور پھر اسکے نیچے دو لکیریں کھینچ دیں۔

''آپکو پتہ ہے آج کیا ہوا؟'' اس نے سوال لکھا اور پھر ہوں میں دبائے ہنس دی۔ ''آج میں اور آپ ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں۔ آج ڈاکٹر نے ہمارے بے بی کا

جینڈر بتادیا۔میں نے تو کیا تھا آپکی ماما کو پتہ نہیں کیوں تجسس ہو رہا تھا۔'' وہ لکھتے لکھتے ہونٹ گول کر گئی جیسے کہ اسکا سر پائین اب ہوا ہو۔'' مزے کی بات۔۔! ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بیٹی ہوگی۔ا. اہیم۔۔!! ہماری سجل واپس آجائے گی۔۔'' وہ لکھتے لکھتے اتنی پرجوش ہوئی کہ وہ ساتھ ساتھ کھل کر مسکرا رہی تھی۔'' آپکو پتہ ہے۔۔میری۔۔ میرل سجل واپس آجائے گی۔آپ دیکھنا میں اپنی سجل کو اس.رسنبھال کر رکھوں گی۔اسکو اب کبھی بھی خود سے دور نہیں ہونے دوں گی۔وہ ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔بہت پاس۔کیونکہ اب اسکی صفا کمزور نہیں ہے۔اس.رصفا اپنی سجل کی حفاظت کرے گی۔اس.رصفا اپنی سجل کا خیال رکھے گی۔اگر وہ خفا ہوگی تو میں مناؤں گی۔اگر وہ اداس ہوگی تو میں ہنساؤں گی اسکو۔اگر وہ روئے گی تو میں اسکے آنسو صاف کر کے اسکو زور سے گلے لگالوں گی۔'' وہ اپنی رو میں لکھتی جا رہی تھی۔

''اسکی آنکھیں سیاہ ہوں گی ان میں ستارے چمکیں گے جیسے سجل کی آنکھوں میں چمکتے تھے۔اسکے بال بھورے ہوں گے میری سجل جیسے میں اسکو کبھی ڈائی نہیں کروانے دوں گی۔وہ۔۔وہ میری سجل ہوگی ا. اہیم۔۔ہماری سجل۔۔ہاں تھوڑی سی آپکی بھی ہوگی اس.روہ زیادہ میری ہوگی۔'' اس نے لکھتے لکھتے منہ بسورا۔

اس نے پھر سے پیپر پہ جما یا تو اس.رآنکھوں نے چھوٹی سی گستاخی کر ڈالی۔ان سے نمکین مائع بہتا ہوا اس کاغذ پہ گرا تو کچھ الفاظ مسخ ہوئے۔اس نے جلدی سے اپنی آنکھوں کو رگڑا۔اور پھونک مار کر کاغذ کو خشک کیا۔

''اس.رسجل بھی میری ہوگی اورا. اہیم بھی میرا ہوگا۔اس.رصفا امیر ہوگی،اس.رصفا کے پاس کچھ ہوگا۔بس۔۔آپ جلدی آجا۔پلیز۔۔!!'' دل نے آخری سطر پہ اپنی من مانی کر ہی ڈالی۔

اس نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے وہ ڈائری بند کر دی۔اس پہ رکھا اور وہیں اپنے سر کو پیچھے زولپیٹ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔اب آنکھیں پھر سے احتجاج پہ اتر آئی تھیں انھوں نے کرفیو کی خلاف ورزی کر دی اور اتنا برسیں کہ خشک ہو گئیں۔

سرمئی شام رفتہ رفتہ رات میں تبدیل ہونے لگی صفا.ا. اہیم اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

''پیٹی لیڈی۔۔!! پیٹی لیڈی۔۔!!'' وہ اسکو پکارتا ہوا وہاں بھی آپہنچا۔اسکی آواز پہ صفا نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔وہ تقریباً بھاگتا ہوا اسکے پاس پہنچا۔

''کیا ہوا ہے؟'' صفا نے اپنی حالت درست کرتے ہوئے پوچھا۔مرجان نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں صفا کے ہاتھ تھامے۔وہ مسکرا دی۔

''آپ۔۔پلیز پامس کریں آپ مرجان کی بات مانیں گی۔'' وہ پریشان سا لگ رہا تھا۔صفا سیدھی ہو کر بیٹھی اس نے مرجان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے اور اپنا ہاتھ اسکے گال پہ رکھا۔

''کیا ہوا ہے شہزادے؟''

''آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔ناں۔۔آپ نے کہا تھا کہ آپ مرجان کے لئے موجود رہیں گی۔'' اسکی آواز میں خوف کی آمیزش تھی۔صفا حیران و پریشان تھی۔'' آپ پامس کریں پلیز۔۔بے بی بھی پامس کرے گا کہ وہ مرجان کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔'' اس نے صفا کے ہاتھ کو زور سے تھاما۔

''پامس۔۔!! میں اپنے شہزادے کو چھوڑ کر بھلا کہاں جاؤں گی۔کیا ہوا ہے؟'' صفا نے اسکو کھینچ کر اپنے ساتھ لگایا۔مرجان کی سانس تیز ہو رہی تھی۔صفا حیران تھی کہ آخر کس بات نے اسکو اتنا خوفزدہ کر دیا۔'' کیا ہوا ہے؟'' صفا نے اسکی پیٹھ پہ ہولے ہولے سے پوچھا۔

'' بچہ آئی ہیں۔'' وہ منمنایا تو صفا نے اسکا چہرہ سامنے کیا۔

''کیا سچ میں؟امی آئی ہیں؟'' وہ خوشی سے اٹھنے لگی مرجان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر پھر سے بٹھایا۔'' کیا ہوا ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا تو مرجان نے ملتجی نگاہوں سے میں سر ہلایا۔صفا نے ا. وسکیڑے۔

''وہ آپکو لے جانے آئی ہیں۔'' مرجان کی آواز کھوکھلی تھی۔

''کیا۔؟''

''ہاں۔۔وہ کہتی ہیں کہ وہ آپکو لے جانے آئی ہیں اور اب آپ اپنی پاس رہیں گی۔'' مرجان سسکا۔صفا کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا کیونکہ اسکی صبح بچے سے بات ہوئی تھی انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ اسکو ملنے نہیں آرہی ہیں۔'' پلیز۔!! آپ نے پامس کیا ہے آپ نہیں جائیں گی ناں؟'' مرجان کا خوف کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

''آ کہاں ہیں؟'' صفا نے ا۔ ت ہوئے پوچھا۔

''منال پ س ہی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ جو مرضی آ پکی ہوگی وہی انکا فیصلہ ہے۔ بتا آ پکی مرضی کیا ہے؟ آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا گی۔ ں؟'' وہ کسی خوفزدہ پ ے کی طرح سہما ہوا تھا۔ صفا نے پھر سے اسکو اپنے قر۔ کیا۔

''نہیں جاؤں گی میرے شہزادے۔۔!! تم نے سوچ بھی کیسے لیا ہاں؟'' صفا نے اسکا ماتھا چوما۔

''وہ۔۔ مجھے ہو رہی ہے۔'' مرجان نے تھوک ' ت ہوئے بتا۔

''کہاں؟'' صفا نے پ یشانی سے پوچھا۔

''یہاں۔۔'' مرجان نے اپنے گلے پ ہاتھ رکھا۔'' ۔ بھی ہوتی تھی پہلے تو۔۔ کو بتا ت تھا۔ وہ رونے دیتے تھے تو پھر کم ہو جاتی تھی۔ کیا میں تھوڑا سا رو لوں؟'' مرجان نے معصومیت سے کہتے صفا کے ۔ ن سے روح کھینچ لی۔ صفا نے اسکو ی سے لگا لیا۔

'' ۔ میں کہیں جا ہی نہیں رہی تو رو۔ کیوں ہاں؟'' وہ ۔ می سے بولی۔

''ہاں۔۔ پھر رہنے دیتے ہیں رونے کو۔۔ ہم پ نی پی ت ہیں۔'' مرجان نے اسکے دونوں گالوں پ ہاتھ رکھے صفا مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اسکا ہاتھ پکڑ کر ا۔ رکی جا۔ چل دی۔

وہ دونوں لاؤنج میں داخل ہوئے تو ۔ یجہ اور منال وہیں تھیں۔ صفا ۔ یجہ کو سلام کرتی ہوئی آگے ب ھی۔ ۔ یجہ نے اٹھ کر صفا کو ی سے لگا۔ کتنے ہی آ خاموشی سے ۔ یجہ کی آنکھوں سے نکل کر صفا کے کندھے پ ے تھے۔ مرجان نے جلدی سے ٹیبل پ پڑے جگ سے ا گلاس پ نی کا بھرا اور حلق میں ا ٹ یل لیا۔ وہ رو۔ نہیں چاہتا تھا۔ اب تو ہر نہیں۔ ۔ اسکی پ یٹی لیڈی پ امس کر چکی تھیں۔

''صفا۔!!'' ۔ یجہ نے ۔ می سے پکارتے ہوئے اسکے ہاتھ تھامے۔ وہ ہنوز کھڑی تھیں۔ منال سر جھکائے بیٹھی تھیں انکا چہرہ ہر قسم کے ر سے عاری تھا۔ وہ بیمار معلوم ہوتی تھیں وہ جسمانی طور پ ٹھیک تھیں۔ بس روح جا بجا زخمی تھی۔

''میں تمہیں ۔ آئی ہوں؟'' انھوں نے ۔ می سے کہا۔ مرجان ہو ں کی طرح بس صفا کو دیکھ رہا تھا۔

''کیوں؟'' صفا نے ا ن ت ہوئے پوچھا۔

''کیو تمہارے ۔۔ چاہتے ہیں۔۔ اور میں بھی۔'' وہ کہتے ہوئے نگاہیں پ ا گئیں۔

'' امی ابھی رات ہو رہی ہے۔ ہم لوگ کل آپ سے ملنے آ گے۔'' صفا نے مسکرا کر ت گھما دی۔ ۔ یجہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''میں تمہیں لے جانے آئی ہوں۔ واپس۔۔ تم اب یہاں نہیں قریشی ہاؤس رہو گی۔ ا تمہیں اپنی ۔ ق کی ز ۔ گی ا۔ اہیم کے ۔ م پ بسر کرنی ہے تو بھی ہمیں اعتراض نہیں۔ تم پ کوئی زور ز۔ دستی نہیں کریں گے ہم چاہتے ہیں کہ تم واپس آ جاؤ۔''

'' میں نہیں چاہتی۔'' اسکے دوٹوک ا۔ از پ منال نے بھی نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ ا زخمی روح پ جیسے کسی نے مرہم رکھا تھا۔ ۔ یجہ اسکو دیکھ کر رہ گئیں۔ ''یہ میرا گھر ہے۔ میرے شوہر کا گھر ہے، یہ میرے شوہر کی ماں ہے جو کہ میری بھی ماں ہے، یہ میرے شوہر کا ٹ ہے، جو کہ میرا بھی ٹ ہے۔ اور یہ۔۔'' کہتے اس نے اپنے پیٹ پ ہاتھ رکھا۔'' بھی میرے شوہر کی اولاد ہے۔ ا ا۔ اہیم کے ۔ م پ ز ۔ گی بسر کرنے پ آپکو اعتراض نہیں تو اس سے جڑے رشتوں کے ت رہنے پ کیسے آپکو اعتراض ہو سکتا ہے؟'' صفا مضبوط لہجے میں سوال کر رہی تھی۔

''ہم بس چاہتے ہیں کہ تم وہاں سکون سے رہو۔۔'' ۔ یجہ نگاہ پھیر گئیں۔ منال نے بھی بے بسی سے ۔ یجہ کو دیکھا۔ تو کیا صفا ا گھر بے سکون تھی؟ منال کا دل دکھا تھا۔

''اور آپکو لگتا ہے کہ اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ کر، اپنے رشتوں سے نگاہ پھیر کر، اپنے شوہر سے کیا ہر عہد توڑ کر میں سکون سے رہ لوں گی؟'' صفا ت کی بات ۔'' نہیں امی۔۔!! میرا اسکون ان لوگوں سے وابستہ ہے۔ میں آپ لوگوں سے بہت بہت محبت کرتی ہوں آپ میرے ماں ۔ پ ہیں۔ میرے نکاح کے بعد مجھ پ پہلا حق

میرے شوہر کا ہے اسکی۔ فرمانی کر کے میں سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔''

''صفا۔۔!! وہ مر۔۔''

''امی پلیز۔۔'' اس سے پہلے کہ اپنی۔ ت مکمل کرتیں صفا نے ا روک دی۔ منال سے مز۔ دا ۃ ۔ نہ ہوا وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی جا۔ چل دیں۔ اب انکا کمرہ اوپر فلور پہ ہی ہو۔ تھا سیڑھیاں چڑھنے پہ ا سانس پھولنے لگتی تھی۔ ''مرجان دادو کو روم میں لے جاؤ۔'' صفا نے پتھر بنے کھڑے مرجان سے کہا تو وہ بے بسی سے منال کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گ۔ ۔ اب لاؤنج میں وہ دونوں تھیں۔ ''آپ بیٹھیں پلیز۔'' صفا نے۔ یجہ کو بٹھا یا اور خود بھی بیٹھ گئی۔ ۔ یجہ اس سے خفا آتی تھیں۔

''آپکو پتہ ہے ا۔ اہیم مجھ سے عہد لے کر گئے ہیں کہ میں انکا انتظار کروں۔'' اس نے کہنا شروع کیا۔

'' صفا۔۔!!''

'' انھوں نے اس انتظار کی مدت نہیں بتائی کہ ۔ ۔ کروں۔ اس لئے یہ مدت میں نے خود طے کر لی۔ ۔ حیات۔'' وہ سرشاری سے کہہ رہی تھی۔'' میں اس کے ساتھ ساتھ ان ذمہ داریوں سے بھی نہیں بھاگ سکتی جن کا بوجھ کبھی کسی نے میرے کندھوں پہ ڈالا ہی نہیں میں اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں امی۔!! امی میں ا اولاد کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں جبکہ وہ پہلے ہی ماں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور ابھی۔ ۔ وہ اپنے۔ پ کے منتظر ہیں۔''

''تم وہاں رہ کر بھی انکا خیال رکھ سکتی ہو۔ کون سا دور ہے بھلے روز چکر لگا لیا کر۔'' یجہ م پڑیں۔

''آپکو پتہ ہے۔۔ نے مجھ سے خلع کے پیپرز سائن کروا لئے تھے اس ارمان کی وجہ سے۔''

'' اب وہ کوئی ز۔ دستی نہیں کریں گے صفا۔۔'' یجہ نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

''کوئی کر بھی نہیں سکتا امی۔! آپ جا ہیں کہ بیٹیاں پورے زمانے سے تن تنہا۔ لڑ جاتی ہیں اپنے۔ پ کے سامنے ہار جاتی ہیں۔ اور میں اپنے۔۔ کے ہاتھوں شکست نہیں کھا۔ چاہتی۔'' اسکی آواز میں نمی گھل رہی تھی۔ ''میں وہاں ہر وقت رہوں گی تو۔۔ اور آپکو ا بیٹی نہیں ا بیوہ اور بے سہارا لڑکی آئے گی۔ آپ جلد سے جلد مجھے کوئی مضبوط سہارا دینے کی کوشش کریں گے۔ آپ مجھے کسی سے شادی کا کہیں گے۔''

''نہیں صفا۔۔'' یجہ شرمندہ ہو کیو وہ لوگ یہی سوچ رہے تھے کہ صفا کو وقت دے کر آہستہ آہستہ قائل کریں گے۔ صفا پھیکا سا مسکرائی۔

''۔۔ کوا۔ اہیم کا کوئی دکھ نہیں ہے میں جا ہوں۔ اس لئے ا بس میری پ واہ ہے پلیز امی۔۔!! ان سے کہہ دیں کہ آپ اپنے گھر ا بیوہ کو مت لا ۔ وہ کسی کی بیوہ نہیں بیوی ہے جو انتظار کی ڈور سے بندھی ہوئی ہے۔ اس لئے آپ لوگ ا میرے لئے کچھ کر۔ چاہتے ہیں تو دعا کر دیں کہ میرا انتظار ز۔ دہ طویل نہ ہو۔ یہ مدت ۔ حیات نہ ہو۔ یہ وقت جلدی ۔ رجائے اور میں اور میری بیٹی ہم دونوں اپنے ا۔ اہیم کے ساتھ جئیں۔'' اسکی آنکھیں پھر سے بھر آ ۔ اسکے ۔ پ پر رہے تھے۔ ''میں کیسے اپنی بیٹی کو اسکے اتنے قیمتی رشتوں سے الگ کر سکتی ہوں؟؟'' صفا نے بھرائی آواز میں کہا تو ۔ یجہ کا کلیجہ منہ کو آ۔ ا بیٹی وقت سے پہلے ۔ ڑی ہو گئی تھی۔ وہ اسکو اپنی۔ توں میں نہیں الجھا ۔ تھے۔ وہ اب ا ہر۔ ت کے پیچھے چھپا مطلب سمجھ جا۔ کرتی تھی۔

کچھ د۔ بعد لاؤنج کا دروازہ بند ہوا تو منال کے کمرے کے دروازے سے لگا سہما سا ہوا مرجان بھاگ کر آ۔ اور صفا سے لپٹ ۔ ۔ وہ جو ۔ یجہ کو الواع کہہ کر پلٹ رہی تھی اچا۔ سے ہل کر رہ گئی۔

''تھینک یو۔۔ تھینک یو۔۔ تھینک یو سو مچ پیٹی لیڈی۔۔ تھینک یو سو مچ۔۔ مرجان کو چھوڑ کر نہ جانے کے لئے اور ہم دونوں ہی۔۔ کا و۔ ٹ کر رہے ہیں یونو۔ ں؟'' اس نے صفا کے د ہاتھ۔ ھتے ہوئے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ بھیگی پلکوں سے مسکرا دی۔ اس نے اثبات میں سر ہلا۔

''ہاں۔۔ ہم ۔ ہی انکا انتظار کر رہے ہیں۔'' اس نے مرجان کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

''میں بے بی کا آئیڈیل ۔ ۔ وں گا۔۔ پ امس۔۔'' اس نے لگے ہاتھ بے بی کا بھی شکریہ ادا کرنے کا سوچا تو صفا کھلکھلائی۔

''ہاں۔ لکل۔۔!! مرجان گورسی از دا آئیڈیل ۔ ۔ وآف دس لٹل بے بی۔'' صفا نے بھی اسی کے ا از میں کہا اور اسکا ہاتھ تھام کر اسکو لئے سیڑھیاں پڑھنے لگی۔

کچن میں کھڑی زلیخا نے نم آنکھیں رگڑیں۔ اور مسکرا دیں۔ وہ بھی پریشان تھیں کہ صفا کا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

وہ دونوں مرجان اور قوت کے کمرے میں پہنچے تو قوت دینا کو بیڈ پہ بٹھائے اسکو لکھنے کی پریکٹس کروا رہا تھا۔ دینا آجکل کتابی کیڑا بنی ہوئی تھی۔ صفا اپنی ضد پہ قائم تھی کہ اسکو پانچ سال سے پہلے اسکول نہیں بھیجنا۔ دینا ہر وقت نئے الفاظ سیکھنے کی جستجو میں رہتی۔ اس لئے وہ اپنی ہوم سکولنگ بہت انجوائے کر رہی تھی۔ اور اس ہوم سکول میں اسکی زیادہ تر ٹیچر صفا ہی ہوتی شام کے وقت مرجان اور قوت بھی اسکے ٹیچر بن جایا کرتے تھے۔

''میری پ کیا کر رہی ہے؟'' صفا نے ان دونوں کو مگن دیکھا تو کھل کر مسکرا دی۔ مرجان کے بیڈ پہ ت ہوئے اس نے دینا کو دیکھا تو دینا نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر رائٹنگ پیڈ پہ اپنا لکھا لفظ دیکھا۔ اور مسکرا کر پیڈ اٹھا کر صفا کو دکھایا۔

''دینا۔۔۔!'' اس نے دونوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ ا۔ ا ہیم کو دینا۔ یعنی دینا کے۔ کہا کرتی تھی اس لئے اس نے اپنے پ کا نام بھی اسی انداز میں لکھا تھا۔ ٹیڑھی سی لکیروں سے کھینچا وہ نام وہاں موجود ہر شخص کے دل پ نقش تھا۔

اور ہر دل میں ہی ایک ٹیس اٹھی تھی۔ صفا نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی دینا کو دیکھے گئی۔

''ہاں۔۔دینا۔۔۔'' صفا نے سر ہلایا تو دینا داد وصول کرتی خوشی سے دوہرہ کچھ لکھنے لگی۔

''آ ۔۔!کل ہماری پیرنٹ ٹیچر میٹنگ ہے۔'' قوت نے صفا کی جانب دیکھ کر مدھم سے لہجے میں کہا تو صفا نے مرجان کی جانب دیکھا کیونکہ مرجان نے اسکو نہیں بتایا تھا۔ ''یہ نہیں چاہتا کہ آپ سکول آئیں۔'' ساتھ ہی قوت نے مرجان کا بھانڈا پھوڑ دیا جس پہ مرجان تلملا کر رہ گئی۔

''کیوں؟'' صفا نے تعجب سے پوچھا۔

''کیونکہ۔۔'' قوت نے جملہ ادھورا چھوڑا تو صفا کبھی قوت کو تو کبھی مرجان کو۔ مرجان نے ایک ٹوی سی نگاہ قوت پہ ڈالی اور پھر ایک گہری سانس خارج کرتا صفا کی جانب متوجہ ہوا۔

''اس رزلٹس میں اچھے مارکس نہیں آئے۔ اور ٹیچر آپکو شکایت لگائے گی۔'' وہ وہونٹ گول کئے معصومیت کے رکارڈ توڑ رہا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ اسکے سے واقف تھے۔

''تو کیا ہوا؟'' صفا جانتی تھی کہ اسکی ڈانٹ سے ٹیچر کی شکایت سے ہرگز پریشان نہیں تھا۔ وہ آنکھیں سکیڑے اسکا جائزہ لے رہی تھی۔

''وہ۔۔میں نے کہا تھا ناں کہ میں بے بی کا آئیڈیل بنوں گا؟'' اس نے تائید چاہی تو صفا نے اثبات میں سر ہلایا۔'' ٹیچر میری شکایت لگائے گی تو بے بی بھی سن لے گا۔ اس طرح میرا آئیڈیل امیج اب ہو جائے گا۔۔سمجھیں ناں۔ پلیز۔۔!!'' اس نے بات کے اختتام پہ التجا کی۔ صفا جو بمشکل اپنی ہنسی پہ قابو پائے ہوئے تھی مرجان کی بے تکی بات پہ وہ ہنسی چھوٹ گئی۔ قوت بھی ہنسنے لگا۔ اور دینا کو شامل ہونے میں دیر نہیں لگی تھی۔ اب وہ تینوں ہنس رہے تھے جبکہ مرجان بے بسی کی مورت بنے بیٹھا تھا۔

''میں بس اپنے امیج کو پروٹیکٹ کر رہا ہوں۔۔'' وہ منمنایا۔ صفا اور قوت مزید ہنس دیئے۔ مرجان کچھ دیر دیکھے اور پھر بیڈ سے اتر کر اپنے پی سی کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ وہ ان لوگوں سے خفا ہو چکا تھا۔

''مسز کرداوی۔۔!!'' وہ ہمیشہ کی طرح صدا لگاتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا۔ ایک فورپیس پہنے وہ تیار سا تھا۔ معلوم نہیں پتا تھا وہ کہیں سے آ رہا تھا یا پھر کہیں جا رہا تھا۔ وہ لاؤنج میں پہنچ کر سیڑھیوں پہ نگاہ ٹکائے ہوئے پکار رہا تھا وہ کچن سے برآمد ہوئی۔ اسکو ایک نگاہ دیکھتے ہی حسن نے نہیں واکیں اور دن ایک جانب رکھ دی۔ عینا اپنے ازلی شاہی حلیے میں مسکرا کر سر جھٹکتی ہوئی اسکے پاس آئی اور بناء کسی مزاحمت کے اسکی محبت وصول کر گئی۔

''کہیں جا رہے ہو؟'' وہ پوچھتی الگ ہوئی۔

''کیسے پتہ؟'' اس نے آنکھیں سکیڑیں۔

''کہیں سے آتے ہو تو تکان زدہ ہوتے ہو یعنی اب گھر لوٹ آئے۔ کہیں جا رہے ہوتے ہو تو فریش ہوتے ہو یعنی ابھی ایک اور پاون بھرنی ہے۔''

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا مسکرا کر بولی۔حسن نے اثبات میں واچکائے۔''کیوں صحیح اندازہ لگایا ہے ناں؟''عینا نے آبرو اچکائی۔حسن نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔اور اسکے بازو لپیٹ کر اسکو اپنے قریب کھینچا۔عینا نے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے ہوئے ذرا سا فاصلہ بنایا۔حسن نے اثبات میں واچکائے۔'' زمین کا خیال کیا کرو۔''وہ سرخ ہوتے ہوئے بولی۔تو حسن کا قہقہہ گونجا۔

''وہ حسن کرداوی کے زمین ہیں اپنی نگاہوں کی حدود کا علم ہے۔''وہ محظوظ سے انداز میں بولا تو عینا خاموش ہوگئی۔''مسز کرداوی آپ یہ بتائیں کہ آجکل آپکی ریسرچ کیا صرف حسن کرداوی پر ہی ہو رہی ہے؟اور کوئی کام نہیں آپکو؟ جو میرے آنے جانے کی بھی خبر رکھنے لگی ہیں۔''وہ اسکی نوک پلک درست کرتا بولا تو عینا خود میں ہی سمٹ گئی۔

''اونہوں۔۔جس کے پاس اتنا حسین شوہر ہو اسکو کسی اور چیز پر ریسرچ کرنے کی کیا ضرورت۔''عینا نے اسکے سینے پر انگلی جمائی۔حسن نے داد دیتی نگاہوں سے اسکو دیکھا۔

''میرے ساتھ رہتے ہوئے فلرٹ کرنا سیکھ گئی ہیں آپ مسز کرداوی۔۔''

''نہیں تو۔۔یہ میرا ہڈن ٹیلنٹ تھا۔جو کہ اب عود کر ہر آرہا ہے۔''عینا شوخی سے مسکرائی۔وہ اسی طرح اپنی شوخ مسکراہٹ اور چنچل اداؤں سے حسن کی تھکان اتارنے کی کوشش کرتی تھی۔وہ جو مسلسل آفس کی ٹینشن سے تھک جاتا تھا۔اسکے پاس سے گفتگو کر کے یوں تازہ ہو جاتا کہ اب مزید وہ اڑتالیس گھنٹے کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔

''اچھا سنو۔۔!!''حسن نے سنجیدگی سے کہتے اسکا سر اپنے سینے سے لگایا۔عینا ٹھٹکی۔''ایک ہفتے کے لئے یو ایس جا رہا ہوں۔''اس نے نرمی سے بتایا تو عینا نے سر اٹھا کر دیکھا۔اسکی تھوڑی ابھی تک حسن کے سینے پر ہی ٹکی ہوئی تھی۔''تم ساتھ جانا چاہو گی؟''حسن اسکی آنکھیں پڑھ کر پوچھنے لگا۔عینا نے اداسی سے اثبات میں سر ہلایا۔''بچوں کے ایگزامز ہو رہے ہیں۔سوچ لو ورنہ مجھے تو پہلے بھی اپنی پڑھائی میں دلچسپی نہیں تھی۔میرے ایک حکم پر ڈگری ہتھیلی پر رکھ دی جائے گی۔''حسن نے مسکراہٹ دبائے ہوئے آبرو اچکائی۔عینا نے اسکو گھور کے دیکھا۔

''ڈگری بس ایک کاغذ کا ٹکڑا ہو گا حسن۔۔!!''

''تو وہی تو کرتا ہے ناں۔۔ایک کاغذ کا ٹکڑا۔''حسن نے کندھے اچکا دیئے۔عینا نے مزید بحث نہیں کی اور پھر سے اپنا گال اسکے سینے پر ٹکا گئی۔''کتنا ضروری ہے؟''وہ اداسی سے بولی۔

''ابھی دو گھنٹے تک۔۔''حسن نے اسکے سر پر بڑے آرام سے بم پھوڑا تھا۔عینا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔''پھر میں جلدی واپس آؤں گا۔''حسن نے دونوں ہاتھوں میں اسکا چہرہ تھاما اور شدت سے اسکی پیشانی چومی۔

''وی ول مس یو۔۔''عینا منمنائی۔۔

''اور تمہیں لگتا ہے میں نہیں کروں گا اپنی جلی ہوئی روسٹڈ مصری بیوی کو؟''حسن نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔عینا نے سینے پر ہاتھ مارا۔''افف۔۔!!یہ تشدد بھی یاد آئے گا۔سات دن کیسے اس تشدد کے بنا کٹیں گے؟''حسن نے اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔

''جانا ضروری ہے؟''عینا نے سنجیدگی سے پوچھا۔حسن نے ایک گہری سانس خارج کی اور اسکو لئے صوفے پر آیا۔اس نے ایک ہاتھ اسکے دونوں ہاتھ اسکو ساتھ لگایا۔

''اگر ضروری نہ ہوتا تو جاتا؟''

''کتنا ضروری ہے؟''عینا نے سیاہ آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

''جتنا اہم ضروری ہے۔''حسن نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر مضبوط لہجے میں جواب دیا۔یعنی وہ اپنے کسی بزنس ٹور پر نہیں جا رہا تھا۔بلکہ اہم کے کسی معاملے کے لئے جا رہا تھا۔

''فی امان اللہ۔''عینا نے کہتے اسکا کندھا چوما۔

''اتنی محبت سے رخصت کرو گی تو کیسے جاؤں گا۔۔''وہ عینا کا گال کھینچتا ہوا اسکو پھر سے سرخ گلاب بنا گیا تھا۔

''کہ تم وہاں کسی گوری میم کے سامنے بہک نہ جاؤ۔۔اور تمہیں عینا منصور حیات ہمیشہ یاد رہے۔''

''اوہ۔۔یاد آیا۔۔'' اس نے جان بوجھ کر چہرہ سنجیدہ کیا آنکھوں سے شرارت ٹپک رہی تھی۔''یو ایس کے پرنسٹن کی اسٹوڈنٹ ہے نا۔۔۔اسی کے ہاں جا کر رکوں گا۔سنا ہے کافی خوبصورت ہے وہ۔۔چانس بن تو سکتا ہے۔۔'' وہ آنکھیں سکیڑے جان بوجھ کر مزے لے لے کر بتا رہا تھا۔عینا نے جبڑے بھینچ لئے اور اسکے پرمکا دے مارا۔حسن بلند آواز میں ہنسا۔

''تو جاؤ۔۔اسی پرنسٹن کی اسٹوڈنٹ کو اپنی نیکسٹ بنالو۔۔'' وہ پرتی اٹھنے لگی۔ حسن نے اسکو آزاد نہیں کیا تھا۔وہ اسکی گرفت سے کبھی آزاد نہیں ہو سکتی تھی۔وہ کسمسا کر رہ گئی۔حسن ہنستے ہوئے اسکو قریب کر رہا تھا۔

''اب تو رنیکسٹ آپ ہی ہیں مسز کرداوی۔۔! آپکے بعد کوئی نہیں۔۔کوئی بھی نہیں۔۔'' وہ عقیدت سے اسکی ہتھیلیاں چوم رہا تھا۔عینا منصور حیات کو حسن کرداوی ہمیشہ معتبر کردیا کرتا تھا۔اسکا وہ مصنوعی غصہ بھی زائل ہوگیا۔

''میں دعا کروں گی کہ تمہاری کوششیں کامیاب ہوجائے۔'' عینا کی آنکھوں میں نمی سی اتری تھی۔

''آمین۔۔'' حسن نے اسی کے انداز میں کہا تھا۔

وہ عالیشان بنگلہ تھا۔اسکو پورے پروٹوکول کے ساتھ اندر لایا گیا۔وہ اپنی شاہانہ چال چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔گیٹ سے لے کر ہر اریوں تک سخت پہرہ تھا۔وہ ایک نوجوان سی لڑکی کے ساتھ چلتا ہوا اندر آرہا تھا۔وہ ایک تھری پیس سیاہ سوٹ میں ملبوس تھی اور وہ فور پیس سیاہ سوٹ میں تھا۔اس لڑکی کی عمر لگ بھگ تیس کے آس پاس ہی تھی وہ ایک پراعتماد اور خوبصورت لڑکی تھی۔وہ اسکا حال احوال پوچھتی دوستانہ ماحول میں اندر کی جانب بڑھ گئی۔وہ لوگ ایک بڑے سے ہال میں داخل ہوئے جو کہ واقعی شاندار تھا۔وہ اسکو لئے ایک مہمان خانے میں آئی۔پیچھے چلتے ہوئے گارڈز وہیں ہال کے دروازے پر رک چکے تھے۔اس لڑکی نے مسکرا کر خود اسکے لئے دروازہ کھولا۔ایک پل کے لئے حسن ٹھٹکا اور پھر خوشگوار حیرت لئے مسکرایا۔

''آ مسٹر کرداوی۔۔!!امید ہے آپکو ہماری میزبانی پسند آئے گی۔'' وہ مسکرا کر کہتی اسکو اندر آنے کی دعوت دے رہی تھی۔وہ مہمان خانہ ایک عرب مجلس کی طرح تیار کروایا گیا تھا۔جہاں ہر چیز حسن کی پسند کی تھی پھر چاہے وہ ہر سو پھیلی عود کی خوشبو ہو یا پھر وہاں لگی عالیشان نشستیں۔نوجوان زمانجن کا لباس بھی عربی طرز کا تھا وہ دونوں جانب قطار میں کھڑی تھیں سر جھکائے اسکے استقبال کے لئے۔حسن واقعی متاثر ہوا۔

''شکریہ مس میلن۔۔!'' حسن نے سر کو ذرا سا جانب خم دیتے اسکو داد دی تھی۔وہ کھلے دل سے مسکرائی۔اور نشست کی جانب اشارہ کیا۔حسن نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات یکدم تبدیل ہوئے۔

''کیا ہوا مسٹر کرداوی کیا آپکو ہماری مہمان نوازی پسند نہیں آئی؟ میں معذرت خواہ ہوں۔'' وہ شرمندہ ہوئی۔

''نہیں مس میلن۔۔!! مجھے آپکی مہمان نوازی بہت پسند آئی ہے کیا ہے کہ میں اپنی ثقافت اپنے ملک میں چھوڑ کر آپ سے یہاں ملنے آیا ہوں۔اگر مجھے صرف ثقافت دیکھنا ہوتی تو اپنے ملک میں رہتا زیادہ سے زیادہ آپکو دبئی بلوا لیتا۔ میں یہاں آیا ہوں تو مجھے میری نہیں اپنی ثقافت دکھائیے آپ۔'' اس کے الفاظ نے سامنے کھڑی لڑکی کو تھوک نگلنے پر مجبور کیا۔یعنی حسن کرداوی کسی صورت متاثر نہیں ہوا تھا۔

''آف کورس۔۔!!! آیئے۔'' وہ پھر بھی مسکرا کر اسکو لئے آگے بڑھ آگئی۔اب وہ لوگ ایک دوسرے ہال میں جا رہے تھے۔اس نے دروازہ کھولا تو وہ ایک میٹنگ روم تھا۔

''دیٹس پرفیکٹ۔!'' حسن مسکرا دیا تو وہ بھی پھیکا سا مسکرا دی۔اس نے ایک کرسی کی جانب اشارہ کیا وہ دونوں سر ہلا کر کرسی چھوڑ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔وہ اسکا آفیشل میٹنگ روم تھا جہاں کوئی سپائے کیمرہ کام نہیں کرتا تھا۔پھر خواہ وہ خود ہی کیوں نہ لگانا چاہتی تھی۔یہ اسکی اور اس سے ملنے والوں کی سکیورٹی کی وجہ سے تھا کہ اس کمرے کی باتیں یہیں دفن ہوجائے نہ تو کوئی ہرکا اس کمرے میں ہوئی باتوں کو سن سکے اور نہ ہی ان باتوں کو ریکارڈ کر کے کوئی ثبوت بنا سکے۔وہ ایک قبر تھی رازوں کی قبر۔۔!! سیاہ اور سرمئی رنگوں کے امتزاج میں رنگا وہ میٹنگ روم کافی کشادہ تھا جس میں ایک بڑی سی شیلف بھی تھی۔حسن نے یوں ہی نگاہ دوڑائی۔

''مس میلن ۔وشلم میں بھی گئی تھیں؟''حسن نے مسکرا کر دیکھا تو مس میلن نے اسکی نگاہوں کا تعاقب کیا۔حسن کی نگاہ وہاں ای ر ی میں رکھی ای تصو ی پ گئی جس میں مس میلن کے ساتھ ای لڑکی کھڑی مسکرا رہی تھی۔وہ دونوں ت ۔ کافی کم عمر معلوم ہوتی تھیں۔

''جی۔۔''وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔ وہ ابھی ت حیران تھی کہ اسکو کیسے پتہ کہ وہ تصو ی ۔وشلم میں لی گئی تھی؟

'' ۔وشلم کی ہر گلی کوچے سے واقف ہوں۔یہ مسلم کوارٹر کی ای پرانی گلی کی تصو ی ہے۔''وہ آج ای ر پھر سے ش ۔حسن آفندی کی طرح ما ریٹ کر رہا تھا۔ مقابل کے ماتھے پ پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔

''کافی؟''اس نے دوستانہ ا ازمیں پوچھا۔

''یس۔۔!!ٹکش پلیز۔۔''حسن نے اسی کے ا ازمیں جواب دی۔وہ مسکراتی ہوئی اب کافی آرڈر کر رہی تھی۔جبکہ حسن اس میٹنگ روم کا جائ ہ لے رہا تھا بلکہ وہ کسی ا رے مشین کی طرح ای ای چیز کو ا رت جاننے کی کوشش میں تھا۔

''مسٹر کرداوی۔۔!!''اس نے حسن کو متوجہ کیا۔حسن مسکرا کر اسکی جا ب دیکھنے لگا۔''مجھے امید ہے کہ یہ پراجیکٹ ہمارے لئے منافع لائے گا۔میں اس کو لے کر کافی پ جوش ہوں کیو مجھے عربوں کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ نہیں آپ سے مل کر لگتا ہے کہ یہ تجربہ اچھا ر ے گا۔''وہ اب اسکی توجہ اس تصو ی سے ہٹانے کی کوشش میں تھی۔

''سارہ گولڈ۔گ۔۔''حسن نے م لیا۔۔

''جی؟''

''سارہ گولڈ۔گ ہیں ں اس تصو ی میں؟ا۔اہم گولڈ۔گ کی بہن؟''وہ بناء چہرے پ کوئی سنجیدہ ت لائے کسی دو ت کی طرح اس سے پوچھ رہا تھا۔اس لڑکی نے ز ن دانتوں میں د ئی۔اسکو ہزار ر کھا ی تھا کہ وہ تصو ی وہاں سے ہٹا دے وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے جانی جاتی تھی۔اور آج اسکو اپنی ہٹ دھرمی پ غصہ آ ی تھا۔

''جی۔۔وہ سارہ گولڈ۔گ ہے۔''وہ مسکرا نہ سکی۔

''کافی قر تعلقات ہیں آپکے گولڈ۔گ خا ان سے۔''وہ محظوظ نگاہوں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔۔بس سارہ سے دوستی ہوئی تھی ایسے ہی ای ٹ پ۔۔ پھر ہم دو ر نہیں مل سکے۔''اس نے ای گہری سانس خارج کی۔حسن نے اسی ا ازمیں ثبات میں سر ہلا ی۔

'' مجھے لگتا ہے کہ وہ کچھ دن پہلے ہی آ تھیں آپ سے ملنے اور یہیں اسی میٹنگ روم میں تھے آپ دونوں۔''اسکے انکشاف نے واقعی اس لڑکی کو اب خود پ لعنت بھیجنے پ مجبور کر دی تھا۔''ا مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو تو معذرت۔''وہ محتاط ا ازمیں بولا۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''نہیں۔۔!!اسکے بعد ہماری ۔وشلم میں قات نہیں ہوئی سارہ کبھی یہاں آئے تو مل لیتی ہے مجھ سے۔''اس نے اپنی پچھلی ت کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

''صحیح صحیح۔۔!!''وہ سر ہلانے لگا۔''یقیناً کافی گہری دوستی ہے آپکی۔''اب کی ر اسکی آنکھوں میں ت ریکی ا ی تھی۔اور مقابل اس ت ریکی میں ڈوب گئی۔

ای ایسی سرزمین جو آ پ ہے اور لہو بہاتی ہے۔

وہ سرزمین جو تین مذاہب کی اقوام کے لئے مقدس ہے اسی سرزمین پ قیامت ڈھائی جا رہی تھی۔ہر سو ظلم کا ا ھیرا چھا ہوا تھا اور موت کا جانور بے لگام گھوم رہا تھا۔ عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی تھیں اور بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔ہر طرف بلا کیڈ تھی کہیں سے امداد نہیں پہنچنے دی جا رہی تھی۔اور جو امداد پہنچائی جا رہی تھی وہ ق تھی۔ پھر بھی وہ معصوم اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں ت تھے۔غزہ شا ختم ہو جائے غزہ کی زمین پ جو لہو بہا ہے وہ اپنی داستان ہمیشہ سنا ت رہے گا۔اور جس طرح سے اس دھرتی پ لہو بہا ی جا رہا تھا اسکی نظیر نہیں ملتی تھی۔بچے،بوڑھے جوان،کوئی بھی تو ظالم کے شر سے محفوظ نہ تھا۔ یہ خون کی ہولی ں جانے ں جا کر رکنی تھی کبھی رکنی بھی تھی یا نہیں۔ کسی کو ا ازہ نہ تھا۔

جو چیز ای فرق پیدا کرتی ہے اہل غزہ میں اور ب ق د کے درمیان وہ چیز ہے مزاحمت۔کیو مزاحمت ا ن اکثر ت ں کرتا ہے۔ اسکے پ وسائل ہوں اور

طاقت ہو۔ غزہ کے بچوں نے ہاتھوں میں پتھر اٹھا کر بھی مزاحمت کی تھی انھوں نے کسی ا بم کے ن کا انتظار نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ اپنی حفاظت بھلے نہیں کر پ رہے تھے وہ لوگ مزاحمت جاری رکھے ہوئے تھے کیو یہ ا ایمان کا حصہ تھی۔ اور جن کے پ س ہجرت کا آپشن تھا وہ ہجرت بھی کر رہے تھے کیو ا اَ اپنے وطن میں مظالم ب ڑھ جا تو ہجرت کا بھی حکم آ ہے۔

جولائی کی دوپہریں ت پ رہی تھیں۔ لاہور کی ت رکول کی سڑک بھی اس وقت کسی بھٹی کی ما ت پ رہی تھی جس پ قدم رکھا جائے تو جوتوں میں بھی حدت محسوس ہوتی تھی۔ وہ ا ن م سی چپل پہنے خود پ چادر اوڑھے ا پ ت ل کے بیرونی گیٹ کی جا ب ڑھ رہی تھی اسکے ساتھ منال تھیں۔ وہ لوگ آج پ اپ کروا کر واپس لوٹ رہی تھیں۔

''اب اپنا بہت سارا خیال رکھنا ہے تم نے، اَ میں نے تمہیں کوئی پ ہیزی کرتے دیکھ لیا ن صفا۔ تو دیکھ ی ۔'' منال ساتھ ساتھ چلتی ہو اسکو ڈپ ٹ رہی تھیں۔ وہ دونوں سست چال چلتی ہو ب ڑی سی روش عبور کرتیں ہوئی گیٹ کی جا ب چلی آ رہی تھیں۔

''دل کر رہا تھا۔ اور کیا کروں مجھے کیا پتہ تھا کہ سانس کا مسئلہ اس طرح بن جائے گا۔'' وہ سست قدم اٹھا رہی تھی پھر بھی اسکی سانس پھول رہی تھی۔

''ڈاکٹر نے کہا تو تھا کہ بس پ یگینسی ت رہے گا اسکے بعد ٹھیک ہو جائے گا۔''

'' آ ۔۔!!! اتنی مَ می میں م پ نی نہیں پیا جا ت میرا دل کرتا ہے ٹھنڈا پ نی اور ٹھنڈا جوس پ ی کو۔'' اس نے منال کی جا ب دیکھ کر کسی بچے کی طرح ضد کی تھی۔

''اپنی اولاد کے لئے لوگ کس حد چلے جاتے ہیں صفا۔!! یہ بس چند دنوں کا پ ہیز ہے۔'' منال نے ن می سے پچکارا تو وہ منہ بسورے پھر سے سست چال چلنے لگی۔

''فکر نہ کرو ڈاکٹر نے کہا ہے ن کہ ڈلیوری کے بعد یہ مسئلہ نہیں ہوگا۔'' انھوں نے اسکے کندھے پ ہاتھ رکھا۔

''اور اَ ڈلیوری کے دوران مسئلہ ب ڑھ ی تو؟'' وہ چلتے چلتے اچا ن رکی اسکے سر پ سورج اپنی پوری آب سے چمک رہا تھا وہ اس کی پ واہ کئے بناء کھڑی تھی۔ ''اَ مجھے کچھ ہو ی تو؟ اَ مجھے سانس نہ آئی؟ تو۔۔ تو ابو۔۔ وہ۔۔ میں ا کیسے دیکھوں گی۔ وہ میری سجل کے کان میں اذان دیں گے؟'' صفا اچا ن سے اپنی پ انی ٹون پ واپس آئی تھی۔ منال کا حلق خشک ہوا۔ وہ اس وقت کیا کرتیں؟ اسکی ب ت پ غمگین ہوتیں؟ اسکو اتا منفی سوچنے پ ڈانٹ ی پھر ابھی ت ا ہیم کے انتظار کا سن کر اپنا غم غلط کرتیں؟ ا کچھ سمجھ نہ آئی اور وہ سامنے ہونق بنے کھڑی تھی۔ منال نے ساری گڈمڈ ہوتی سوچوں کو ایک طرف جھٹکا اور مضبوطی سے اسکا ہاتھ تھاما۔

''میں ہوں ن ۔۔ اپنی بیٹی کو کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ چلو ابھی دھوپ بہت ہے۔'' وہ اس سے کوئی بھی بحث کئے بناء اسکو ساتھ لئے چل دیں۔ صفا کا چہرہ ہنوز زرد سا تھا۔ وہ آجکل ایسے کبھی بھی کچھ بھی سوچنے لگتی تھی اور ہر ب رائیسی ب ت کرتی کہ منال اپنا سر پیٹ کر رہ جاتیں۔ وہ اس سختی کرنے کی بجائے بس حوصلہ د ی کرتی تھیں۔ وہ بس یہ احساس دلا دیتیں کہ ب اسکے ساتھ ہیں اسکے پ س ہیں۔ وہ نہ لمبی چوڑی نصیحت کرتیں اور نہ ہی اسکی کسی ب ت کی کرتی تھیں۔ ا ہمیشہ سے صفا کی ذہنی حا ت کو لے کر ن شات تھے اور اس کنڈ میں وہ بس اسکو پ سکون ر ن کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ کیو اس حا ت میں کوئی ڈ پ کی ہیوی ڈوز میڈیسن بھی نہیں دی جا رہی تھی۔ بس وہ لوگ اسکو ب توں سے ہی سنبھالنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ہر وقت نہیں بس کبھی کبھی کسی ب ت کی وجہ سے اس منفی سوچ پ اٹ جا ی کرتی تھی۔

منال اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے ہی گیٹ ت پہنچیں ڈرائیور پ رکنگ سے کار لے آ تھا۔ انھوں نے اسکو کار میں بٹھا ی تو اے سی کی خنکی نے ان دونوں کو را ت بخشی تھی۔ منال نے صفا کا کندھا سہلا ی تو اس کے چہرے کی رنگت بحال ہونے لگی۔ اب گاڑی واپسی پ روانہ ہو چکی تھی۔ صفا نے نگاہ گھما کر منال کو دیکھا تو وہ مسکرا کر اسی کی جا ب دیکھ رہی تھیں۔

''شاپنگ پ چلیں؟'' منال نے ن می سے پوچھا۔ صفا آج کل ان کے ساتھ بہت اٹیچ ہو چکی تھی۔ ن یجہ ہر دو دن میں ا ی ر چکر لگاتی تھیں۔ صفا کا ز ی دہ خیال منال ر تھیں جس پ ن یجہ بھی پ سکون تھیں۔ ا بھلا اور کیا چاہیے تھا کہ ا بیٹی کی اتنی پ واہ کرنے والے لوگ موجود تھے۔

''مَ می ہے بہت ب ہر۔۔'' صفا ہونٹ گول کر کے کہتی ا کندھے سے ٹیک لگا گئی۔

''اچھا ٹھیک ہے پھر کبھی چلیں گے۔'' منال نے اسکا کندھا ت پ ۔ کچھ ہی د یں میں ا چھوٹے چھوٹے ن اٹوں کی آواز آئی تو انھوں نے اَ دن موڑ کر دیکھا وہ ا کندھے پ سر ٹکائے پ سکون سی سو رہی تھی۔ منال مسکرا کر رہ گئیں۔ پھر اگلے ہی لمحے صفا کی کہی گئی ب توں کسی ہتھوڑے کی طرح ا دل و دماغ پ ب سی تھیں۔ انھوں نے ضبط

سے اپنے . . ہم پیو - کئے۔آنکھوں سے آ بے مول ہوکرا جھریوں والے گال پ بہہ نکلے۔انھوں نے ا ہاتھ سے جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔گاڑی ٹ وَن میں داخل ہوچکی تھی۔صفا اس آدھے گھنٹے کے سفر میں ہی سوگئی تھی۔وہ اسکی معصومیت پ بے بسی سے مسکرائی تھیں۔دل نے شدت سے ا دعا مانگی تھی۔کہ وہ ربِ رحیم صفا قریشی کے انتظار کو ضائع نہ کرے۔

''پ یٹی لیڈی۔۔!آپکو پتہ ہے یہ بلیو بہت تیز ہے مجھ سے ٹیکنیکس سیکھ کر مجھے ہی ہرانے لگتی ہے۔''وہ اپنے پی سی کے سامنے بیٹھا تھا۔اور اس وقت وہ گیم کھیل رہا تھا۔صفا دینا کو لئے اسکے بیڈ پ ہی ٹیک لگائے درازسی تھی۔مغرب پڑھنے کے بعد وہ دل بہلانے ا کمرے میں آ گئی تھی۔

''اچھا؟ تو تم نہ سکھا یا کرو اسکو۔''وہ دینا کے ساتھ کھیلتی ہوئی مگن سی بولی۔

'' وہ. . ر ئسٹ کرتی ہے تو نہیں کیا جا - ں۔''مرجان مگن سا تھا اسکو صفا سے . تیں بھی کر تھیں۔

''تو تم سارے سیکریٹس نہ بتا یا کرو۔۔''صفا دینا کو اک کھلو اٹھا کر دی وہ بیڈ سے چھلا لگا کرا ی اور مرجان کے اسٹڈی ٹیبل سے پ ا اپنا رائٹنگ پیڈ لے آئی۔ صفا قدرے سیدھی ہوکر بیٹھی اور اسکے ساتھ مصروف ہوگئی۔

''وہ بہت چالاک ہے۔ لکل لومڑی۔۔ . توں . توں میں پوچھ لیتی ہے۔''مرجان خفت سے بولا تو صفا ہنس دی۔

''تو یوں کہو کہ تم بھی چاہتے ہو کہ وہ سیکھ جائے۔''

''ایکچو لی ہاں۔۔کیو پھر مجھے اسکے ساتھ کھیلنے میں مزہ آ ہے۔یونو ا کا گیم لگتا ہے پھر۔۔''مرجان نے مزے سے کہتے کندھے اچکائے۔صفا کھلکھلائی۔وہ اسی طرح کھیلتے ہوئے صفا کو بلیو کی شکایتیں لگا کرتا تھا ساتھ ساتھ اسکی حما - کر بھی نہیں چھوڑ تا تھا۔

دروازے پ دستک ہوئی تو صفا نے چو کر دیکھا۔

''آپ سے ملنے کوئی آ ہے۔''ا ر یقوت داخل ہوا تو صفا قدرے سیدھی ہوئی اگلے ہی لمحے وہ خوشی سے مسکرا اٹھی تھی۔سعدیہ آ کر اس سے لپٹ گئی۔سعدیہ شادی کے بعد زر یب کے ساتھ کراچی چلی گئی تھی کچھ عرصہ وہیں رہی اور وہ اب مل رہی تھی صفا سے۔وہ خاموشی سے صفا کے گلے لگی رہی۔کچھ د یعد سعدیہ ا لگ ہوئی تو اسکی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''مجھے معاف کر دو میں آ نہیں سکی۔زر یب کو ملک سے . ہر جا تھا اور ایمان آپی بیمار ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے میں آ نہیں سکی۔''وہ کس . رے میں . ت کر رہی تھی صفا سمجھ گئی۔

''کوئی . ت نہیں اب آ گئی ہو۔''صفا نے مسکرا کر سر ہلا یا۔سعدیہ نے ا ان . کو دیکھا اور ان . سے . ری . ری ملی مرجان اور دینا سے مل کر وہ واپس آ کر صفا کے پ س بیٹھی۔

''کیسی ہو؟''سعدیہ نے ' می سے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔''صفا نے . لکل ' رل ا ' از میں جواب دی۔ یقوت اب دینا کو اپنے بیڈ پ لے یٹھا تھا اور اسکو لکھنے کی پ یکٹس کروانے لگا۔مرجان اپنی گیم میں مگن ہو چکا تھا۔

''تمہارے روم میں چلیں؟''سعدیہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔تو صفا سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔سعدیہ نے اسکو سہارا دینا چاہا تو صفا نے مسکرا کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ دونوں صفا کے روم میں چلی آ ۔

''اپنا خیال کیوں نہیں ر تم؟''سعدیہ نے کمرے میں آتی ہی اسکی کلاس لینی چاہی۔

''ر تی ہوں۔۔کیوں نہیں رکھوں گی؟ میں اپنا خیال نہیں رکھوں گی تو کون رکھے گا۔ . - ا اہیم نہیں آجاتے مجھے اپنا خیال خود رکھنا ہے۔''وہ خالی سی آواز میں کہتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی۔اسکی . ت سن کر سعدیہ کا دل . ی طرح ڈو تھا۔ منال نے اور ' یجہ نے اسکو پہلے ہی صفا کی حا - کے . رے میں آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اس سے

بحث نہ کرے۔اس لئے وہ بس سر ہلا کر رہ گئی۔

''شاپنگ کی بے بی کی؟'' سعدیہ نے موضوع بدلنا بہتر سمجھا۔

''کچھ کر لی ہے کچھ ا. اہیم کے ساتھ کروں گی۔'' وہ مگن سی بولی۔سعدیہ نے تھوک نگلا۔

''ہاں۔۔اچھی بات ہے۔'' سعدیہ کو اب کوئی بات نہیں سوجھ رہی تھی۔وہ جو سمجھ کر آئی تھی کہ صفا کے پاس جائے گی اسکا غم بانٹے گی اسکے آنسو پونچھے گی وہ اس وقت خود شاکڈ تھی۔ ساتھ ساتھ اسکو بھی صفا کی دماغی حالت پہ شک ہوا۔اسکو یوں چپ چاپ بیٹھے دیکھا تو صفا ہنس دی۔سعدیہ نے ٹکر ٹکر اسکی جانب دیکھا۔

''تم بھی باقی کی طرح مجھے پاگل سمجھ رہی ہو؟'' وہ خالی سے لہجے میں بولی تو سعدیہ نے اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا اور جلدی سے میں سر ہلایا۔''اٹس اوکے۔! سمجھتے ہیں۔'' صفا نے سر جھٹکا۔سعدیہ کے حلق میں آنسوؤں کا پھندہ لگا۔اس نے آگے بڑھ کر صفا کو گلے لگایا۔

''نہیں میں تمہیں پاگل نہیں کہوں گی۔کیونکہ میں نے صفا۔ ا. اہیم کی محبت اور اسکی دیوانگی دیکھی ہے اس لئے میں تمہیں جج نہیں کروں گی۔اس نے انتظار کا کہا تھا نا۔ ہی تم اسکی منتظر ہو۔اور میں یہ بھی کہتی ہوں کہ تمہارا انتظار رائیگاں نہیں جائے گا۔وہ واپس آئے گا۔'' اس نے صفا کی پیٹھ تھپکی۔وہ مسکرا دی۔''میں اب ڈلیوری تک تمہارے پاس ہی ہوں۔'' سعدیہ کہتے ہوئے الگ ہوئی۔

'' زریاب؟'' صفا نے چونک کر دیکھا۔

''ا شاہ صاحب نے دبئی کسی کام سے بھیجا ہے اور اب ایمان آپی ٹھیک ہیں اس لئے میں تمہارے پاس رک سکتی ہوں۔'' اس نے بات مکمل کی تو صفا نے نم اور تشکر بھری نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا۔اس وقت سعدیہ کا وہاں ہونا اسکے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوا تھا۔کم از کم وہ اب تھی جو اسکی دیوانگی پہ کوئی فتویٰ نہیں لگا رہی تھی۔جو اسکے انتظار کو اسکا پاگل پن نہیں کہہ رہی تھی۔صفا کو واقعی سعدیہ کی صورت میں کوئی پناہ گاہ مل گئی تھی۔

وہ آج کئی مہینوں بعد اسکے پاس آئی تھی۔اس تہہ خانے میں اتنی خوشبو مہکی تو ا. اہیم جو ستانے کی خاطر سے آنکھیں بند کر ہی رہا تھا اچانک سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔اسکے ہاتھ میں برش تھی ا. اہیم نے آنکھیں بند ہی رکھیں۔اس نے ہمیشہ کی طرح اس برش کا رخ ا. اہیم کی جانب کیا۔ا. اہیم آنکھیں مزید سختی سے بند کر گیا تو وہ مسکرائی۔ آج وہ ہنسی نہیں تھی وہ بس مسکرائی تھی اور آ کر ہمیشہ کی طرح اسکے پاس بیٹھ گئی۔برش کا رخ اب مقابل دیوار کی جانب تھا۔جس سے ٹکرا کر روشنی پورے تہہ خانے میں پھیل رہی تھی۔ وہ روشنی تیز نہیں تھی مدھم سی تھی۔

''کیا کرنے آئی ہو؟''ا. اہیم نے دن موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔وہ اسی کے انداز میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ا. اہیم نے دیکھا اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اسکا ڈھکن ہٹایا اور وہ شیشی لبوں سے لگا کر اس میں موجود مشروب گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔ا. اہیم نے اس مشروب کی بو محسوس کرتے اس سے فاصلہ قائم کیا تھا۔وہ کچھ دیر اسکی عجیب سی حرکات کو دیکھے گیا۔پھر اس نے خالی شیشی وہیں گرا دی۔

''تم چاہتیں تو کسی اچھے سے رہیں جا کر انجوائے کر سکتی تھی تم نے اس میرے اس تہہ خانے کو پلید کرنا ضروری سمجھا۔''ا. اہیم کو اس پر شدید غصہ آیا تھا۔ وہ کچھ کہنے کی بجائے یوں ہی بیٹھی رہی۔ا. اہیم کچھ ثانیے اسکو دیکھے گیا پھر وہ بھی رخ پھیر گیا۔

''میں تمہیں یہاں سے نکال سکتی ہوں۔'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔ا. اہیم نے ا. وسکیڑے۔''یہ کوئی چال اور کوئی فریب نہیں ہے۔۔ہاں میں سارہ گولڈ. گ تمہیں یہاں سے رہائی دلوا سکتی ہوں۔'' اس نے یہ انگلی رکھتا۔ا. اہیم کی جانب دیکھا جو کہ پہلے ہی ششدر سا اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

''اتنی جلدی تو میں نے کسی شراب کو دماغ پہ اثر کرتے نہیں دیکھا جتنی جلدی اس نے کیا ہے۔''ا. اہیم نے اس خالی شیشی کو گھورتے ہوئے متاثر کن لہجے میں کہا تھا۔

''تمہیں لگتا ہے کہ میں ہوں؟ اس لئے ایسا کہہ رہی ہوں؟'' اس نے ا. واچکا کر پوچھا۔ا. اہیم نے تسلی سے اثبات میں سر ہلایا۔''ہاں۔۔میں ہوں۔۔ وہ اس شیشی میں نہیں تھا۔وہ اپنی ا. اور اپنے غرور کا ہے۔اس لئے اگر تم اپنا غرور ہار جاتے ہو تو میں تمہیں جانے دوں گی۔اور مجھے تم سے کوئی نفع نہیں چاہیے۔''

ا. اہیم نے. مزہ ہوکر رخ پھیرا۔وہ اس وقت واقعی سٹھیائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

''اَ وہ تمہارے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے مار دے گی تو میں تمہیں جانے دوں گی۔'' تہہ خانے میں گونجتے الفاظ نے ا. اہیم کے سر پہ ساتوں آسمان گھما دیئے تھے۔

ا. اہیم نے جھٹکے سے اسکی جا. دیکھا۔''میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا مجھے تم سے کوئی راز نہیں اگلوا۔ مجھے تمہیں ٹوٹ ہوا دیکھنا ہے۔اَ تم ٹوٹ گئے تو میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گی۔''

''اور مجھے ٹوٹ ہوا دیکھنے کا خواب لے کر تم مر جاؤ گی یہ خواب تمہاری اگلی سات نسلیں بھی پورا نہیں کر پ گی۔''ا. اہیم کا دل کسی سوکھے پتے کی ما لرزرہا تھا۔ دل کا. پ کررہَ یا تھا۔

''اسکا فیصلہ وہ کرے گی جس پ تمہیں ا. ھا یقین ہے۔اَ وہ تمہارے بچے کی سانس بند کر دے گی تو تم ٹوٹ کر بکھر جاؤ گے اور سارہ گولڈ. گ.. جائے گی۔''وہ مجنون معلوم ہوتی تھی۔

''تم ہوش میں نہیں ہو۔۔اس لئے دفع ہو جاؤ۔''وہ غرا۔

''تم نے میرے بچے کو فیٹس کہا تھا. ں۔۔ تمہاری اولاد میں تو دل بھی دھڑکتا ہے اور اسکی سانسیں بھی چلتی ہیں۔اب بتاؤ اَ اب وہ تمہاری اولاد کو مار ڈالے تو کیا کرلو گے تم؟ کیا پھر بھی اسکی سرمئی آنکھوں کے قصیدے پڑھو گے؟ کیا پھر بھی کہو گے کہ اس کلمے پ میری اولاد قر. ن؟ کر دو اولاد قر. ن.....'' کہتے اس نے دن ا. جا. ئی۔ا. اہیم کی آنکھوں میں ا. دم سے سرخی امڈ آئی تھی۔

''وہ ابھی پیدا نہیں ہوئی اور تم۔۔''ا. اہیم کے پ س الفاظ جمع نہیں ہو پ رہے تھے۔وہ خود کو بندھا ہوا تصور کر رہا تھا۔سارہ کے چہرے پ سکون تھا۔

''دیکھو۔۔!! سیدھی سی. ت ہے اَ ہم لوگ تمہاری اولاد کو مار دیتے تو تمہارا غرور نہ ٹوٹتا۔تم اپنی اولاد کو شہید کہہ کر صبر اختیار کرتے اور خود بھی مر جاتے ۔۔'' کہتے ہوئے اس نے بغور ا. اہیم کے متغیر ہوتے چہرے کو دیکھا۔'' پ اَ جس سے تم محبت کرتے ہو۔وہی تمہاری اولاد کو مار ڈالے صرف تمہیں حاصل کرنے کے لئے۔تو۔۔کیسا لگے گا تمہیں؟''وہ آنکھیں سکیڑ کر ا. اہیم کی حا سے محظوظ ہو رہی تھی۔''اور اتنا ہی نہیں۔۔پھر تمہیں رہا کر دیا جائے اور تم ایسے ہو جاؤ جیسے بناء روح کے جسم، بناء پ وں کے پ ہ، بناء پ نی کے مچھلی۔۔اتنے ہی بے بس۔۔اور تم واپس جا کر اس عورت کو گلے لگاؤ جس نے تمہاری ز. گی کے. لے تمہاری ہی اولاد کا سودا کیا ہو وہ بھی اس اولاد کا جو اسکے ا. رپل رہی تھی؟''وہ اس قدر سفا کی سے کہتی ہوئی ا. و ش. ک سی منظر کشی کر رہی تھی۔وہ اپنے ہوش میں نہیں لگ رہی تھی۔ا. اہیم کا دل چاہا اسکا گلا د. دے۔

''بکواس بند کرو۔۔اور دن کے وقت یوں شراب پی کر خواب دیکھنا بند کر دو۔۔''ا. اہیم نے تنفر سے کہتے رخ پھیرا۔

کچھ لمحے تہہ خانے خاموشی چھائی رہی پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

''آج اسکو سر پ ائز مل جائے گا۔کل وہ سودا کر لے گی۔ا. اہیم کی اولاد کے. لے۔ا. اہیم۔۔!!''سارہ کے سفاک الفاظ نے اس. ر تہہ خانے کو مز. ر بنا دیا۔

''بکواس بند کرو۔۔میری صفا ایسا کچھ نہیں کر سکتی اس لئے دفع ہو جاؤ اور آئندہ یہاں دکھائی دی تو سچ میں تمہیں کچلنے کے لئے مجھے کسی آلے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''وہ سخت لہجے میں بولا۔سارہ ہنستی جا رہی تھی جیسے کہ اس پ ا. اہیم کی کسی. ت کا اث نہ ہوا ہو۔

''بی بی آپکا پ رسل آ یا ہے۔''وہ. شتہ کر کے ابھی لاؤنج میں بیٹھی ہی تھی۔ . چوکیدار ا چھوٹا سا لفافہ لے کر آ یا۔صفا اٹھ کر اسکے پ س پہنچی۔

''میرے لئے؟''

''جی یہ سائن کر دیں۔۔وہ ڈلیوری والا. ہر کھڑا ہے۔''چوکیدار نے آگے کیا تو صفا نے اسکے ہاتھ میں موجود ا پیپر پ دستخط کر دیئے اور لفافہ کھولتی ہوئی آ کر لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی۔منال اپنے کمرے میں ہی تھیں اور سعد یہ زلیخا کے ساتھ مارکیٹ چلی گئی تھی کچھ سامان لانے کے لئے۔اس لئے وہ اس وقت وہاں اکیلی ہی تھی۔

اس نے. ت ہوئے لفافہ کھولا تو اس میں کچھ تصو تھیں۔اور ا لیٹر تھا۔صفا نے لیٹر کھول کر پ ڑھا اور تصا و کو یوں ہی لیٹر کے نیچے ہی رکھ لیا کہ بعد میں دیکھے۔اس

نے لیٹر کھولا۔اور ا ۔ ا حرف پڑھتے ہوئے صفا کے چہرے کے ت ات میں تبدیلیاں آئی تھیں۔وہ تبدیلیاں اس قدر تیزی سے رو ہوئی تھیں کہ چند پلوں میں ہی اسکے چہرے کی ساری ت زگی اور سرخی جیسے ختم ہوگئی۔اسکے ہاتھ. ی طرح کا پ رہے تھے سانس تو ی میں ہی اٹ گئی تھی۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے اب ان تصاو یکو دیکھا تھا۔ وہ ا ت ر اور سنسان سے کمرے کی تصاو یتھیں۔ اگلے ہی لمحے صفا نے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھو تھا۔وہ اس شخص پہچاننے میں کیسے غلط ہوسکتی تھی۔اس نے وہ مختلف تصاو یدیکھیں۔ان میں ا. اہیم ا ۔ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا آنکھیں بند تھیں۔سر اور داڑھی کے ل ہر اگلی تصو یمیں پہلے سے ز دہ. ڑھے ہوئے تھے۔ اور جسم ہر اگلی تصو یمیں پہلے سے ز دہ کمزور اور لاغر ہو تھا۔وہ ڑ رچ کی فلیش لائٹس صرف ا. اہیم کو تپانے کے لئے اسکے چہرے پ نہیں ماری جاتی تھی بلکہ وہ فلیش ہر. راسکا عکس قید کیا کر تھا۔اور اس وقت صفا وہی تصاو یدیکھ رہی تھی۔

صفا کا پورا. ن مفلوج ہو چکا تھا. لکل جیسے سلیپ پ السز ہو ہے جس میں ا ن اپنے ساتھ بہت کچھ ہوتے ہوئے کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو وہ نہ تو ہل جل سکتا ہے اور نہ اسکی آواز ت ہے۔وہ بھی اس وقت اسی طرح کے سلیپ پ السز کا شکار ہو چکی تھی۔ز. ن ت لو سے چپک گئی تھی اور جبڑے پ پ رہے تھے حلق سے ا ۔ آواز بھی. آمد نہیں ہوئی تھی۔

اس نے پھر وہ وہ لیٹر اٹھا ۔

''اَ تم فیصلہ کر لو تو ا ۔ را. اہیم سے. ت بھی کروائی جاسکتی ہے تم صرف اسکو اپنے فیصلے سے آگاہ کرو گی اسکے علاوہ ا ۔ لفظ نہیں۔تم اس کو دیکھ سکو گی اور وہ تمہیں سن بھی سکے گا۔اَ تم نے فیصلہ میں لیا تو تم ساری ز گی نہ اسکی صورت دیکھ سکو گی نہ اسکی آواز سن سکتی ہو۔ہم لوگ تم پ پوری طرح رکھے ہوئے ہیں اس لئے یہ. ت کسی اور کو بتا کر اپنے خا ان کے لئے اور ا. اہیم کی اولاد کے لئے کوئی مشکل نہ. ڑھا ۔''اس نے بقیہ حصہ پڑھا۔وہ لیٹر اتنی عام سی ز. ن میں لکھا ہوا تھا کہ یہی ت جائے کہ بس ا. اہیم کو کسی نے اغواء کیا ہوا ہے کس نے اس کا ت نہ دیا جائے۔وہ بیٹھی پ پ رہی تھی اسکے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔آ ایسا کون کر سکتا تھا جو صرف صفا کے بچے کی جان چاہتا تھا۔یہ کیسا مطالبہ تھا؟

''ا ۔ روہ بس فون کرے اور تمہیں کہے کہ وہ تمہارے بچے کی جان لے رہی ہے بس۔۔!!اسکے بعد آزاد کر دوں گی تمہیں۔''وہ اس وقت اپنے کشادہ لاؤنج میں بیٹھی ا ۔ ین دیکھ رہی تھی۔گارڈ ڈیوٹی پ تعینات تھا۔آج وہ بہت ہشاش. ش آتی تھی۔اسکے چہرے پ آج ا ۔ الگ ہی سکون سا تھا جیسے آج اسکی ا. کو تسکین ملنے جا رہی ہو۔وہ آج الگ ہی سرور میں تھی کیو وہ جا تھی کہ صفا فون ضرور کرے گی اور یہیں وہ ا. اہیم کو توڑ دے گی۔ادھر ا. اہیم کا غرور خاک ہوگا اور ادھر سارہ کی دن پھر سے ا ٹ جائے گی۔وہ ا ۔ نفسیاتی مریضہ لگ رہی تھی جس کو بس اپنی آبسیشن پوری کرنی تھی اسکو ا. اہیم کو اپنے پیروں میں ا تھا۔اسکا ایمان، اسکا یقین اور اسکا غرور خاک کر تھا۔اسی لئے اس نے ا. اہم کو ا. اہیم کے حوالے سے بہت پہلے ہی مایوس کر دیا تھا کہ وہ کچھ نہیں بولے گا۔وہ لوگ بھلے اسکو مار دیں۔ ا. اہم نے اسکو مارنے کی بجائے ز ہ رکھ کر ٹ پنے کا فیصلہ کیا تھا اور اسکو ٹ پنے کی ذمہ داری اس نے اپنی سائیکو بہن کو ہی دے رکھی تھی۔

کیو آج ت کتنے ہی قیدی ا قید خانوں میں اپنے رازوں کے ساتھ ہی مر چکے تھے اور ا. اہیم کا غیر متزلزل ایمان ا مایوس کر چکا تھا۔اللہ نے ا دلوں کو مایوس کر دیا تھا اور یہی مایوسی ا. اہیم کے لئے ا ۔ نو تھی۔

''العجہ۔۔!!''اس نے اپنے عقب میں کھڑے سپاہی کو پکارا۔

''گوو ی ت ۔۔!!''وہ فوراً متوجہ ہوا۔

''کیا تم جا ہو سکون کس چیز میں ہے؟''

''گوو ی ت بہتر جا ہیں۔''وہ مؤدب سا تھا۔اسکے جواب پ سارہ کھلکھلا کر ہنسی۔اسکو العجہ کی بے بسی پ اکثر ہنسی آ کرتی تھی۔

''کسی کا سکون چھین ی میں۔''وہ ت ر سے لہجے میں بولی۔العجہ میں ہمت نہ تھی کہ اس وقت سارہ کی جا. دیکھ بھی سکے اس لئے وہ بس سر جھکا کر اسکی. ت سے اتفاق کر ۔وہ ڑ ٹ جمائے پ ؤں جھلاتی ہوئی بے چینی سے جیسے کسی کی فون کال کا انتظار کر رہی تھی۔ دو گھنٹے ہونے کو آئے تھے اور ابھی ت اسکو مطلوبہ کال رسیو

نہیں ہوئی تھی۔

وہ کیسے اپنی جگہ سے اٹھی تھی کیسے سیڑھیاں چڑھی تھی اور کیسے اپنے کمرے میں پہنچی تھی یہ بس وہی جانتی تھی۔ رہ بجنے کو آئے تھے اور وہ ہنوز اپنے کمرے میں بند دروازے سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی تھی۔ ان پسینے میں شرابور تھا اور وہ ابھی تک کانپ رہی تھی۔ اسکے سامنے اسکا موبائل رکھا ہوا تھا اور اسکے ہاتھوں میں وہ تصاویر پکڑی ہوئی تھیں۔

وہ خالی ذہن کے ساتھ بیٹھی سامنے کارپٹ پر پڑے موبائل اور اسی کے ساتھ پڑے اس کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھ رہی تھی جس پر ایک نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس نے جھولتے ہوئے ایک بار پھر سے ابیم کی ایک تصویر کو سامنے کر کے دیکھا۔ کہ ہوسکتا ہے وہ پہچاننے میں غلطی کر رہی ہو۔ نہیں ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ پہچاننے میں غلطی نہیں کر رہی تھی وہ ابیم ہی تھا اسکا ابیم۔ اس کی آنکھیں جمود کا شکار تھیں اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ آج زندگی نے اسکو کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ اس نے تو اسکا نام بھی سوچ لیا تھا جس دن سے اسکو بچے کی جنس کا پتہ تھا اسی دن سے وہ اسکو سجل کہتی تھی۔ منال شروع میں پریشان ہوئی تھیں اسکے اس طرح اپنے بچے کو سجل کا نام دینے سے۔ سفیان صاحب نے منال کو کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔ وہ اسکی کسی بات کی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

''سجل۔۔!!'' اس کی زبان سے بے آواز پہلا لفظ ادا ہوا۔ ''تم۔۔سن رہی ہو؟'' وہ اس وقت کس حالت میں تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ کو لگا کہ وہ آرام کر رہی ہے وہ اپنی زندگی کی جنگ سے بڑی لڑ رہی تھی۔ ''دیکھو۔۔یہ لوگ پھر سے تمہیں مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔'' اسکے الفاظ خالی خالی سے تھے جیسے کسی خالی تن سے آواز آرہی ہو۔ کچھ بھی نہیں تھا ان الفاظ میں۔ کوئی جذبہ نہیں تھا۔۔بس ایک خالی پن تھا۔ ''وہ چاہتے ہیں کہ میں ابیو کے لئے تمہیں مار دوں۔۔'' اسکی آنکھوں میں وحشت در آئی۔

اسکے خالی دماغ میں بس دو نام گونج رہے تھے۔ سجل اور ابیو۔۔!

سجل۔ پھر ابیو۔۔!!

''سجل۔ ابیو؟''

پر دماغ خالی ہوتا بس ان دو ناموں پر اٹک جاتا تھا۔

ایک سرکاری گاڑی آکر اس عمارت کے سامنے رکی۔ وہ ایک ہیڈ کوارٹر کی عمارت تھی۔ اس میں سے ایک شخص سیاہ تھری پیس پہنے ہاتھ میں ایک لفافہ لئے اترکر جانب بڑھا۔ اسکو دیکھتے ہوئے گارڈز نے سر کو خم دیا اور اسکے لئے ہر دروازہ کھلتا گیا۔ تیسری منزل کی راہداری میں وہ چلتا ہوا آکر ایک آفس روم کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس نے ایک بار اپنے ہاتھ میں موجود لفافے کو دیکھا اور اس پر لگی ایک مخصوص مہر کو دیکھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس لفافے میں کیا ہے کیا نہیں وہ بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ پیغام بس چیف کے لئے ہی تھا۔ اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوا۔ اور مؤدب سے انداز میں اس نے وہ لفافہ لا کر میز پر رکھا۔ اور ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔ ابیم نے ایک لفافے کو دیکھا اسکی مہر دیکھی اور سامنے کھڑے شخص کو ہاتھ سے ہی واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جیسے آیا تھا خاموشی سے، ویسے ہی واپس گیا۔

ابیم نے لفافہ اٹھایا اور اسکو کھولنے لگا۔ لفافہ کھولا تو اس میں کچھ پیپرز تھے۔ ایک پیپر پر ہیبریو میں ہی ایک تحریر تھی یقیناً وہ پیغام تھا جبکہ ایک اور پیپر تھا۔ ابیم نے وہ پیپر دیکھا تو اسکی آنکھوں کی پتلیاں حیرت کے مارے پھیل گئیں۔ وہ ایک پوسٹل کی رپورٹ تھی اور اسکے ساتھ اور دو اور پیپر اٹیچ تھے۔ ابیم اس رپورٹ پر لکھا ''سارہ گولڈ برگ'' کا نام پڑھتے ہی کرسی سے ٹیک لگا کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اس نے جلدی سے ان کاغذات کو دیکھا اور جلد ہی اسکو اندازہ ہو چکا تھا کہ سارہ نے کیا کیا ہے اور اب ان لوگوں کی ایک کمزوری کسی کے ہاتھ لگ چکی ہے۔

ابیم نے جبڑے بھینچے ہم پیچ کئے اور ہاتھ کی مٹھی بنا کر ٹیبل پر دے ماری۔ اسکا چہرہ غصے اور بے بسی سے سرخ ہوا تھا۔ اس کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ اس بلیک میلر کا پیغام کھول کر پڑھتا مجبوری تھی۔ اس نے بے آواز ہیبریو میں لکھی وہ تحریر پڑھی۔

''یہ دھمکی نہیں تھی بس پیشگی اطلاع تھی۔ اس لئے اسکو دھمکی نہ سمجھنا، پوری دنیا کے سامنے پرفیکٹ امیج، ابیم گولڈ برگ اپنی ہی بہن کے کرتوت نہ چھپا سکا۔ افسوس

کہ تم ان ر رڈز کو ختم نہ کروا سکے۔ شاید۔۔اس جا۔ تمہاری کبھی توجہ ہی نہیں گئی۔'' لکھنے والے کا انداز تمسخر سے بھرپور تھا۔''خیر ہے،اس وقت خیال نہیں رہا ہوگا۔ ہر کوئی پرفیکٹ نہیں ہوتا مان جاؤ۔۔تمہاری بھی کچھ غلطیاں ہیں جو ماضی میں ہوئی ہیں۔''ابراہیم کی کن پٹی کی ایک نس پھڑک رہی تھی۔اسکا چہرہ سرخی چھلکا رہا تھا۔

''چلو اب ڈیل کا وقت ہوا چاہتا ہے۔'' آخری سطر پڑھنے کے بعد ابراہیم نے اس کاغذ کو مٹھی میں ہی رول کر لیا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس پیغام بھیجنے والے کی گردن بھی اسی طرح مروڑ دے۔

۔۔اس سے مزید انتظار نہ کیا گیا تو وہ بے چینی سے اٹھ کر تہہ خانے کی جانب چل دی۔گارڈ نے دروازہ کھول دیا وہ چلتی ہوئی اندر آئی۔ہاتھ میں ٹارچ تھی آج اس نے آتے اس تہہ خانے کی لائٹس روشن کر دیں۔جس سے تشہد کی حالت میں بیٹھا شخص۔ کی طرح زچ ہوا تھا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں کیونکہ تیز روشنی میں آنکھ کھولتے ہوئے اسکو اب تکلیف ہوتی تھی۔وہ چلتی ہوئی قریب آ رہی تھی۔اسکے فوجی بوٹوں کی دھمک تہہ خانے میں گونج رہی تھی اور ہر قدم کے ساتھ وہ ابراہیم کے قریب آتی گئی۔

وہ آ کر اسی طرح ابراہیم کے۔ا تشہد کی حالت میں بیٹھ گئی۔اور گردن موڑ کر اسکو دیکھنے لگی۔

''یہ کون سی نماز ہے؟''اس نے گھڑی دیکھی تو ابھی دس بج رہے تھے صبح کے۔اور اسکو پتہ تھا کہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔اور ابراہیم اکثر اوقات سے زیادہ کرتا تھا پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ ٹھیک وقت پہ پڑھا کرتا تھا آج وہ جیسے غلطی پہ تھا۔اس لئے سارہ کو تعجب ہوا۔ابراہیم نے جبڑے بھینچے ہوئے ہی سلام پھیرا۔اور اسکی جانب دیکھے بنا ہی دوبارہ سر سجدے میں گرا دیا۔وہ دعا مانگ رہا تھا۔

''بالکل اسی طرح۔۔بس ایسے رمیرے سامنے جھک جاؤ۔۔قسم کھاتی ہوں کہ جانے دوں گی۔تمہیں کوئی روک نہیں پائے گا میرا بھائی بھی نہیں۔بس ایسے رہو۔۔!!''وہ ملتجی ہوئی اسکی آنکھوں میں شرارت تھی اور لہجے میں تمسخر تھا۔

ابراہیم اسکی کوئی بھی بات کو خاطر میں لائے بنا سجدے میں دعا کرتا رہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔۔کیا وعدہ کرو گے،وہ بس ایسے رفون کر لے اور تمہیں کہہ دے کہ وہ ہمارا فیصلہ مان رہی ہے تو تمہیں جانے دوں گی۔''ابراہیم نے سجدے میں ہی آنکھیں کھول دیں۔یعنی وہ عورت بس اسکو توڑنا چاہتی تھی چاہے پھر کسی بھی طرح۔کیا بس اتنی سی بات تھی؟ ابراہیم نے سجدے سے سر اٹھایا۔وہ آنکھیں بند کئے ہی تشہد کی حالت میں بیٹھا رہا۔سارہ اسکا سکون دیکھ کر بے سکون ہوئی تھی۔واقعی اسکو ابراہیم گوری کا سکون چھین کر ہی سکون ملنے والا تھا۔

''وہ فون نہیں کرے گی۔''ابراہیم نے پرسکون چہرے کے ساتھ جواب دیتے سارہ کے سارے سکون کو آگ لگا دی تھی۔''وہ مر جائے گی،شاید وہ سانس نہ لے سکے تمہارے اس پیغام کے بعد۔ شاید وہ اپنا عہد نہیں توڑے گی۔وہ تمہیں کیا کسی کو بھی کچھ نہیں کہے گی وہ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگے گی۔''سارہ اسکا غرور پہ آئی تھی وہ تو مزید تن کر بیٹھ گئی۔

''کیا واقعی؟''اس نے شوخ لہجے میں استفسار کیا۔

''ہاں۔۔!!صفا مر جائے گی شاید اسکے ساتھ میری اولاد بھی مر جائے گی وہ تمہارے سامنے بھیک نہیں مانگے گی۔کسی کے سامنے بھی نہیں گڑگڑائے گی۔اور وہ مر جائے گی۔۔تو میں بھی مر جاؤں گا۔اور میرا غرور خاک کرنے کا تمہارا خواب محض خواب بن کر رہ جائے گا۔''وہ اتنے سکون سے یہ بات کہہ رہا تھا کہ سارہ کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔اس کو آج کسی سے خوف محسوس نہیں ہوا تھا آج اس شخص سے اسکو خوف آیا تھا۔اسکے ایمان سے خوف آیا تھا۔وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا وہ سارہ گولڈ برگ کو اتنی آسانی سے کیسے شکست دے سکتا تھا؟

''تمہیں پتہ ہے ہم آخری رسول ﷺ پہ ایمان رکھتے ہیں۔جن پہ نبوت تمام ہوئی ان سے پہلے آنے والے تمام رسولوں اور انبیاء اکرامؑ پہ بھی ہمارا پختہ ایمان ہے۔ہم جانتے ہیں کہ کیسے بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کو ایذاء دی،کیسے انھوں نے اپنی طرف بھیجے گئے نبیوں کو قتل کیا اور اذیتیں دیں۔تم کوئی انوکھی نہیں ہو سارہ گولڈ برگ۔۔اس لئے مجھے تمہاری کوئی بھی چال نئی نہیں لگتی۔میں تمہارے خون سے واقف ہوں تمہاری فطرت سے واقف ہوں۔تم لوگوں نے اپنے رہبر کو بھی تنہا چھوڑا تھا جنھوں نے تم لوگوں کے لئے اللہ کے حکم سے سمندر میں سے راستہ بنایا۔تم لوگوں پہ اللہ نے اتنے انعام کئے کہ کسی اور قوم کو ویسا شرف نہیں تھا۔ تم لوگوں کی مکاری اور نافرمانی میں

کبھی فرق نہ آسکا۔تم لوگوں نے حضرت موسیٰ کو دھوکہ دیا غیر موجودگی میں اپنے دین سے پھر گئے۔تم لوگوں کی میں ہی مکاری اور دغا زی ہے۔اس لئے تم جو بھی چال چلتی ہو مجھے اس میں کچھ بھی نہیں آتا۔وہی گھسی پٹی چالیں ہیں تم لوگوں کی۔میں انہی انبیاء اکرامؑ پہ ایمان رکھنے والا ہوں جن کو تم لوگوں نے اذیتیں دیں۔اور میں انہی کا طریقہ اختیار کر کے صبر کروں گا۔پھر بھلے تم لوگ مجھے حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں ہی کیوں نہ پھینک دو۔''اس نے سر جھٹکتے ہوئے سارہ گولڈ برگ کو اسکا ماضی ایک ہی جھلک میں دکھا دیا۔سارہ سانس نہ لے سکی۔

''کس.....کس لئے کر رہے ہو یہ سب؟''سارہ کے منہ سے پہلے۔وہ آج پہلی بار اس طرح ہکلائی تھی۔

''اللہ کے لئے۔''اس نے مختصر جواب دیا۔

''تمہیں کسی چیز سے خوف کیوں نہیں آتا؟''سارہ آج واقعی جاننا چاہتی تھی۔

''کیونکہ جو دل اللہ کے خوف سے بھرے ہوں ان کے دلوں پہ کسی اور کا خوف غالب نہیں آسکتا۔''کہتے ابراہیم نے ذرا سی آنکھیں کھولیں وہ سارہ کا خوف زدہ چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔''اور میرا رب ہے جو ہمارے دشمنوں کے دلوں پہ ہماری ہیبت طاری کر دیتا ہے اور پھر تین سو تیرہ بھی ہزاروں کے لشکر پہ غالب آتے ہیں۔سارہ گولڈ برگ۔۔!!''ابراہیم کے لب مسکرائے۔''تم کیسے سمجھو گی؟یہ تب تم کیسے سمجھ سکتی ہو؟تم پیاز اور ککڑی مانگنے والے کہاں سے لاؤ گے وہ ایمان جس میں روزے کی حالت میں رب کریم دعا میں مانگا جائے۔''وہ جو کچھ دیر پہلے تمسخر سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی اب سانس تھی۔اور ابراہیم کے لبوں پہ اب مسکراہٹ تھی۔جیسے کہ وہ اپنا آخری خوف بھی زائل کر چکا ہو۔اب کچھ بھی کھونے کو نہیں تھا۔اسے لگا تھا کہ وہ اسکے گھیرا تنگ کر کے اسکو قید کر رہے ہیں اسکے اپنوں کو اسکی کمزوری بنا بنا کر۔۔وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اسکو آزاد کر رہے ہیں ہر رشتے سے،ہر تعلق سے۔وہ ہر چیز تیاگ چکا تھا۔اور تیاگ دینا ہی ابراہیم کی آزادی تھی۔وہ آج اس قید خانے میں آزاد تھا آج اسکا اپنا آخری کمزور خوف بھی ٹوٹ گیا تھا۔

''وہ فون کرے گی۔۔''سارہ بمشکل بولی۔اسکو اپنی آواز آتی سنائی نہیں دی تھی۔

''نہیں کرے گی۔البتہ وہ شاید مر جائے گی۔میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور وہ اسکو حیات بخشے گا تو میں اسکا مشکور ہوں گا اور اور وہ مجھ سے یہ قربانی مانگ لے گا تو میں اپنی اولاد کی گردن پہ چھری چلانے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔اور اسکے ہر فیصلے پہ صبر کروں گا۔''سارہ بے اختیار لڑکھڑائی تھی وہ تشہد میں بیٹھے بیٹھے ہی پیچھے کو گری تھی۔وہ آج خود کو ہر خوف سے آزاد سمجھ رہی تھی اسکو اندازہ ہوا کہ کمزوریاں جلا دینے کا نام آزادی نہیں بلکہ ان کمزوریوں کو اپنے رب کی امان میں سونپ دینے کا نام آزادی ہے۔آج سارہ گولڈ برگ کی دنیا میں بھونچال پیدا ہوا تھا۔آج اسکے سچ اور جھوٹ الگ الگ ہو گئے تھے۔

''کس کے لئے کر رہے ہو؟''وہ پھر سے بولی۔ابراہیم سر دھنائے مسکرا دیا۔

''اللہ کے لئے۔''اسکا یہی جواب تھا۔

''تمہیں خوف کیوں نہیں آتا؟''

''کس چیز کا خوف؟''ابراہیم نے دن موڑ کر بکھری سی بیٹھی سارہ کو دیکھا۔''مر جانے کا خوف؟موت کا کیوں خوف ہو؟موت کے بعد تو حیات ملے گی۔ابدی حیات تو پھر اس عارضی زندگی کو کیوں نہ اس ابدی سکون کے لئے تیاگ دیا جائے۔اور تمہیں لگتا ہے کہ میں اپنوں کو کھو دینے سے خوفزدہ ہو جاؤں گا تو یہ بھی تمہاری خام خیالی ہے۔تم کیا دنیا کی کوئی طاقت اللہ کے حکم کے بناء میرے اپنوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ہاں اگر اللہ کی رضا مجھے تنہا کر کے موت دینے میں ہوئی تو میں اس پہ بھی راضی۔''

''جھوٹ بولتے ہو تم۔۔تم۔۔انبیاء کرام کی طرح ڈرے ہوئے ہو۔۔میں جانتی ہوں تم خوفزدہ ہو۔۔''وہ ہیجانی کیفیت میں چلائی۔ابراہیم کو اسکی حالت دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔''ابھی۔۔دیکھنا۔۔تم۔۔ابھی فون آئے گا اسکا۔۔''اس نے ایک موبائل ابراہیم کے سامنے لہرایا۔ابراہیم کو اسکی حالت پہ ترس آیا اس نے سر جھٹکا۔موبائل پہ ایک ٹائمر سیٹ تھا۔اور کچھ ہی سیکنڈز رہتے تھے۔صفا کو دیئے فیصلے کا وقت ختم ہونے کو تھا۔ابراہیم نے ضبط سے آنکھیں بند کر لیں۔

''تم نے جو اپنا نقصان کیا اس پہ تمہیں خود سے معافی مانگنی چاہیے۔اور اللہ سے بھی۔اسکے علاوہ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

سارہ گولڈ. گ کو اپنے سر پ آسمان گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور موبائل دیوار پ دے مارا۔ اسکا دی ہوا وقت ختم ہو چکا تھا۔ صفا نے فون نہیں کیا تھا۔

کمرے میں سناٹ تھا۔ دروازے پ دستک ہوئی۔ پھر کسی نے ڈور ب گھمائی اور کمرے کا دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتا ی اور ایا خوفناک چیخ آج پھر سے گورسی ہاؤس میں گو تھی۔ جس نے اس گھر کی ی دوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تر ی کمرے میں دھواں بھرا ہوا تھا۔ سعدیہ نے ا رآتے ہی اسکا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔
''کیا ہوا؟'' دروازہ کھلا اور منال ہانپ تی ہو ا ردا خل ہو ۔ سعدیہ اسکا چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔ کار پ ٹ جل رہا تھا۔
''یا اللہ۔۔!!'' منال نے چیختے ہوئے ٹیبل سے پ نی کا جگ اٹھایا اور کار پ ٹ پ ڈال دیا۔ جس سے وہ تھوڑی سی آگ وہیں بجھ گئی۔ کار پ ٹ سے کچھ فاصلے پ فرش پ کوئی کاغذ جل رہے تھے جن کے ش کار پ ٹ نے بھی آگ پکڑ لی تھی۔ اور کمرے میں دھواں بھر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ آگ پھیلتی سعدیہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔
''اسکو ا ٹ ل لے کر چلیں۔۔'' سعدیہ چیخی۔ منال کے ہاتھ پ وں پھول رہے تھے۔ ا ر پھر سے گورسی ہاؤس میں شور سا پ ہوا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے ا ا لینس نکلی تھی۔

شام گہری ہوئی تو مصر کی فضاؤں میں بھی چھائی می کی تپش میں کمی آئی۔ وہ لان کے عقبی حصے میں کھڑا تھا ا سیاہ ٹی شرٹ اور ے ٹ اوزر میں ملبوس۔ پ سکون سا فضا اس فضا کو اپنی سگر ٹ کے دھو سے آلودہ کرتا ہوا۔ ا ہاتھ ٹ اوزر کی ی میں تھا۔ وہ وہاں چہل قدمی کرتا ہوا ا نگاہ وہاں لان میں رکھی ہوئی کرسیوں کے درمیان میں رکھی میز پ ا موبائل پ ڈال تا تھا۔
او پ لکونی میں وہ آنکھیں سکیڑے اسکی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے میں چھ سگر ٹ ختم کر چکا تھا۔ اب وہ ٹیبل پ جھکتا ہوا اپنا لا اٹھا کر ساتویں سگر ٹ سلگا رہا تھا اور ادھر لکونی میں کھڑے وجود کے ماتھے پ بل پڑے تھے۔ وہ اب سخت ش ات لئے کمرے سے نکلی تھی۔
اس نے دو گہرے کش لئے اور دھو کا مرغولہ اڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ تیسرا کش ی تا کسی نے اسکی انگلی میں د ہوا سگر ٹ کھینچا اور غصے سے وہیں کر اس پ وں دے مارا۔ وہ اس اچا ہوئی افتاد کو سمجھتا اس سے پہلے وہ دونوں ہاتھ کمر پ رکھے اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
''کیا مسئلہ ہے؟'' اس نے حق سے پوچھا۔ تو وہ کچھ ش نیے اسکی آنکھوں میں دیکھے ی۔
''حسن کرداوی کے پ س مسائل آنے سے پہلے اجازت ی تا ہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں کہتا انگلی سے اسکی اٹھی ہوئی ٹ ک کو چھو ی۔
''تو پھر اس طرح اپنے پھیپھڑوں کو زہر آلود کرنے کا مقصد؟''
''دل کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے پھیپھڑوں کو کر رہا تھا۔'' وہ پ سکون لہجے میں جواب دے رہا تھا۔ عینا اسکی آنکھوں کے ا ھیرے کو دیکھے گئی۔
''کچھ ہوا ہے کیا؟'' وہ اب فکرمندی سے اسکے ز و پ ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی۔
''ہو جائے گا۔''
''کیا ہو جائے گا؟'' وہ الجھی۔
''اپنی آ ی چال چلنے کے بعد ان پھر یوں ہی پ سکون سا کچھ ہو جانے کا انتظار کیا کرتا ہے۔ اس لئے میں بھی انتظار میں ہوں۔''
''مجھے تمہاری کوئی ت سمجھ نہیں آ رہی اس وقت تم مز سموکنگ نہیں کرو گے۔'' عینا نے انگلی کھڑی کر کے وارن کیا۔ وہ اسکی جا دیکھے ی۔ پھر اس نے عینا کا ہاتھ تھاما اور اسکو لئے یوں ہی چہل قدمی کرنے لگا۔ وہ الجھی سی اسکے ساتھ چلتی رہی۔ وہ خاموش تھا۔ یشا ا رسے اٹھتے شور کی وجہ سے پ یشان تھا۔ ''تم ٹھیک ہو ں؟'' عینا نے چلتے چلتے دن اٹھا کر دیکھا۔
''ہاں۔۔'' وہ ی لفظی جواب دیتا چلتا رہا۔ عینا غا دماغی سے اسکا رخ دی تا اسکا ہاتھ تھامے اسکے ساتھ چلتی رہی۔ یعنی اب اسکی سگر ٹ کا متبادل عینا تھی وہ

اب اسکا ہاتھ تھامے چہل قدمی کر رہا تھا کیو اس ہاتھ کو تھام کر دل میں اٹھتے شور اور دماغ میں الجھتی سوچوں میں کچھ حد کمی ہوئی تھی۔ وہ شاید کسی چیز کا منتظر تھا یہ انتظار اسکے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ عینا ہر چیز سے بے خبر تھی وہ ہر چیز سے خبر تھا۔ جن دو لوگوں سے اس نے اپنے ماں باپ کے بعد محبت کی تھی آج وہ دونوں وقت کی منجدھار میں پھنسے ہوئے تھے۔ حسن نے حوریہ کو گنوا دیا تھا اب مزید خسارے جھیلنے کی ہمت نہ تھی۔ اسکا پورا وجود ارسے کر چی کر چی تھا پھر بھی ہم جڑا ہوا تھا بس ایک جھٹکا، ایک طوفان، ایک بھونچال اسکی شخصیت کو آج ریزہ ریزہ کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ آج وہ کمزور ترین حالت میں تھا۔

صبح کے چار بج رہے تھے۔ سینائی کی خاموش رات میں ہلچل محسوس ہوئی۔ ایک گونج، جیسے گاڑیوں کا کوئی قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو۔ اور اس ٹھنڈی رات کے ٹیلوں میں چھائے سکوت کو توڑتی ہوئی ان گاڑیوں کی گونج آکر تھم گئی۔

آسمان زمین کو دیکھ رہا تھا آج اس سرحد پر دو ویسے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایک طرف گاڑیوں کی لمبی قطار تھی تو مقابل بس ایک ہی گاڑی تھی۔ لمبی قطار کے درمیان میں کھڑی گاڑی سے گارڈز نکلے اور اس گاڑی کا دروازہ کھولا۔ باقی گاڑیوں سے بھی گارڈز نکل کر اپنی اپنی پوزیشنز سنبھال چکے تھے۔ اس نے قدم زمین پر رکھا۔ اور اپنے عقب میں گاڑی کا دروازہ ٹھک سے بند کیا۔ مقابل کھڑی گاڑی ابھی تک بند تھی اس میں سے نہ تو کوئی باہر نکلا تھا اور نہ ہی کسی نے کوئی حرکت کی تھی۔

اسکا دل آج پہلی بار لرزا تھا۔ کچھ انہونی ہونے کے خطرے سے۔ اس نے تاریک سمندر سے موتی تلاش کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہوا تھا۔ اب تو وہ موتی اسکے ہاتھ لگتا پھر اس تاریک سمندر سے ہوا مکاری کا ایک خوفناک جانور اسکو بھی نگل لیتا۔ اس نے ہاتھ پیچھے نہیں کھینچا تھا خود پر بھروسہ تھا موتی پر کہ وہ اسکی ہتھیلی تک ضرور پہنچے گا۔

آئی سی یو کے باہر بیٹھی عجیبہ اور منال اس وقت نڈھال تھیں۔ سعدیہ عجیبہ کے ساتھ جبکہ زلیخا منال کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں مائیں تھیں جو اس وقت اپنی بیٹی کے لئے دعا گو تھیں۔ اور جس کے لئے وہ لوگ نڈھال ہوئی پڑی تھیں وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ اس بستر پر پڑی تھی۔

وہیں راہداری میں رکھے ایک بینچ پر سفیان گورسی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت اسپتال میں کم ہی گہما گہمی تھی، اور راہداری میں کچھ خاموشی سی تھی کیونکہ مریضوں کے تیماردار زیادہ تر سو رہے تھے۔ اور عملہ اپنی شفٹ کے مطابق خاموشی سے کام کر رہی تھیں۔ اسپتال کے عملے کا کوئی بندہ وہاں سے گزرتا تو قدموں کی چاپ واضح سنائی دیتی تھی۔ بھاری قدموں کی چاپ پر سفیان گورسی نے سر اٹھا کر دیکھا۔ خیام قریشی انہی جانب چلے آرہے تھے۔ وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے، خیام قریشی بناء کچھ کہے آکر ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ ان دونوں کے بیچ خاموشی کا طویل وقفہ در آیا۔

''وہ ٹھیک ہو جائے گی۔'' سفیان نے خود کو کہتے سنا۔

''اگر ڈاکٹرز نے بچے یا ماں سے کسی ایک کو بچانے کا کہا تو؟'' خیام قریشی سرد تاثر لئے پوچھنے لگے تو سفیان نے بے اختیار گردن موڑ کر دیکھا۔ ''مجھے خود غرض سمجھو یا جو مرضی، میں اپنی بیٹی کو قربان نہیں کروں گا۔ ابراہیم کی اولاد کے لئے تو ہرگز نہیں۔'' انکا لہجہ سرد تھا اتنا سرد کہ انکے لفظوں نے سفیان کے خون کو جما دیا۔

''فکر نہ کریں۔۔! ہمیں صفا کی زندگی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔'' سفیان گورسی نے ضبط سے جواب دیا۔

''اچھی بات ہے ہونی بھی چاہیے۔ جس طرح اس نے خود کو تم لوگوں پر قربان کیا ہے آج تک تم لوگوں کو آج اسکی قدر ہونی بھی چاہیے۔۔'' وہ ان کے خاندان پر کئے گئے صفا کے احسان جتا رہے تھے۔ سفیان گورسی کے پاس الفاظ کا کوئی وسیع ذخیرہ موجود نہ تھا جو وہ اسکی قسم کا کوئی جواب دے پاتے۔

''آپ تسلی رکھیں ہم خود غرضی نہیں دکھائیں گے۔'' انھوں نے ضبط کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔

''اگر صفا خود بھی کوئی ایسا بے وقوفی والا فیصلہ کرے گی تب بھی میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ وہ اسکا فیصلہ مانے۔ مجھے میری بیٹی کی زندگی ہر صورت چاہیے پھر چاہے اسکے لئے مجھے صفا سے ہی کیوں نہ لڑنا پڑے۔'' خیام قریشی اسی سرد مہری سے کہتے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سفیان گورسی انکو دور جاتا دیکھ رہے تھے یعنی وہ بس یقین دہانی کرنے آئے تھے کہ وہ لوگ صفا اور بچے میں سے صفا کو چنیں گے۔

''فکر نہ کریں۔۔گورسی خا۔ ان اپنے اصل کو سود پ قر۔ ن نہیں کرے گا۔'' وہ بے بسی سے مسکراتے ہوئے پھر سے سر جھکا گئے۔ وہ لوگ کل دوپہر سے ا پ ت ل میں تھے ۔کھا۔، پ نی، نیند ہر چیز سے وہ لوگ ا ن صرف اور صرف صفا کی ز۔ گی کی دعا کر رہے تھے۔ خیام قریشی کو ضما۔ ت چاہیے تھی کہ وہ ا بیٹی کے ساتھ۔ ا فی نہیں کریں گے ۔آنے والے چوبیس گھنٹے بہت اہم تھے۔اور ہر۔ ر ت لمحہ ان لوگوں کو اس کٹھن فیصلے کے قر۔ ب کرتا جا رہا تھا۔ا حلق ا۔ ر سے چھل چکے تھے اب رونے کی سکت کس میں ب۔ قی تھی۔کسی میں بھی نہیں۔

پلوشہ خالہ گھر میں بچوں کے ساتھ تھیں۔وہ اس وقت بھی نوافل پ ڑھ رہی تھیں۔ ا کمرے میں آوازیں سی محسوس ہو ۔وہ اپنا دل تھام کر جائے ز سے اٹھیں اور دیکھا تو مرجان کا وجود لحاف میں کا۔ پ رہا تھا۔انھوں نے مرجان پ سے لحاف ا۔ ر اتو وہ۔ ی طرح پ پ ہٹ کا شکار تھا۔پلوشہ خالہ کا دل بیٹھ ۔ ۔وہ اسکے سرہانے بیٹھ کر اسکا ماتھا چھو کر دیکھنے لگیں تو اسکو بخار بھی نہ تھا۔پھر وہ کیوں کا۔ پ رہا تھا۔کہیں نیند میں تو کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا؟؟انھوں نے سوچتے ہوئے مرجان کے گال تھپتھپائے۔

''مرجان۔۔!!مرجان ہوش کرو۔۔اٹھو۔۔'' وہ اسکو پکار رہی تھیں۔ مرجان کا۔ پ تہ ہوا پسینے میں ڈوب رہا تھا۔''مرجان۔!!'' انھوں نے اسکو پوری قوت سے جھنجھوڑا تو مرجان نے پ ٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

'' پ یٹی لیڈی۔!''

''مرجان.....!!ی ٹ ہوش کرو۔۔'' انھوں نے مرجان کے ماتھے سے ب ل ہٹائے جو پسینے سے ت تھے۔

'' پ یٹی.....لیڈی کہاں ہیں؟'' وہ کھو۔ کھو۔ سا بولا۔

''وہ آ جا گی تم ٹھیک ہو؟اٹھو پ نی پیو۔'' انھوں نے سائیڈ ٹیبل سے پ نی کا گلاس اٹھاتے اسکو سہارا دیتے ہوئے بٹھاتے اسکے لبوں سے لگا۔ مرجان نے ا۔ گھو۔ ٹ بھرا۔

'' پ یٹی لیڈی ب آ گی؟'' وہ خوفزدہ سا تھا۔پلوشہ خالہ نے گلاس واپس رکھا اور اسکا سر اپنی گود میں رکھا۔

''وہ بے بی کو لے کر جلدی آ جا گی۔'' ان لوگوں نے بچوں کو کچھ نہیں بتا۔ تھا وہ لوگ سکول سے آئے تو پلوشہ خالہ نے ا یہی بتا۔ کہ صفا ا پ ت ل گئی ہے اور وہ اب بے بی کو لے کر ہی آئے گی۔اس لئے وہ لوگ بے بی کے استقبال کی تیاری کریں۔منال نے یہی ت۔ کید کی تھی اس لئے پلوشہ نے اسی طرح ا ہینڈل کیا تھا۔ اس وقت مرجان کا اس طرح خوفزدہ ہو کر صفا کے ب۔ رے میں پوچھنا ا مشکل میں ڈال ۔ تھا۔

''کل سے گئے ہوئے ہیں؟ ب واپس آ گے اور۔۔ پ یٹی لیڈی نے تو کہا تھا کہ ہم ب جا گے ا ساتھ پھر وہ اکیلی کیوں گئیں؟''

''وہ دراصل ابھی وقت نہیں ہوا۔ ں۔۔تو وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور تم ز۔ یدہ سوال نہ کرو۔۔اور سو جاؤ۔۔پھر صبح ہمیں بے بی کے لئے اسکا کمرہ بھی سجا۔ ہوگا۔'' وہ خالی اور کھوکھلی تسلی دیتیں اسکو پ سکون کرنے لگیں۔

'' پہلے ہم ان سے ا پ ت ل مل کر آ گے۔'' مرجان ضدی سے ا۔ از میں بولا۔تو پلوشہ کا چہرہ متغیر ہوا۔

''نہیں۔۔ڈاکٹرز نے کیا ہے۔اور ویسے بھی بے بی کو سر ا۔ دینا ہے۔ ں۔۔تو ہم اسکی تیاری کریں گے۔'' وہ اسکو بہلا رہی تھیں۔ مرجان کو بہلا۔ آسان نہیں تھا۔

وہ چلتا ہوا اس گاڑی کے پ س پہنچا۔دروازہ خود بخود کھلا۔وہ وہیں رک ۔ ا قدم پ ۔ ے میں دھڑکتا وہ خون کا لوتھڑا آج پھٹنے کو تیار تھا۔ا آج وہ ہار ۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے ہار جائے گا۔آج وہ حسن کرداوی اور ش۔ حسن آفندی دونوں کو ہی ہار دے گا۔وہ اسی ر۔ ۔ میں تحلیل ہو جائے گا اور یہ ہوا اسکے وجود کو اڑا کر لے جا گی۔آج اسکا تشخص بکھر جائے گا۔وہ آج اپنے ہی وجود سے خوفزدہ تھا کہ ا وہ اپنے وجود کی کرچیاں سنبھالنے میں ۔ کام رہا تو؟ ا کوئی طوفان، کوئی بھو ل اسکو ڈھیر کر ۔ تو۔آج اسکا اپنا ہاتھ تھامنے کے لئے وہ خود ہی اپنے لئے میسر نہیں تھا۔وہ جیسے خود کو ان ہواؤں کے سپرد کر چکا تھا۔

گاڑی سے ا۔ لاغر وجود نکل کر اسکی ب نہوں میں جھول ۔ تھا۔اور حسن کے دماغ پ چھائی دھند پل میں چھٹ گئی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اس نے اس وجود کو اپنی

. نہوں میں سنبھال لیا تھا۔اس نے اپنی سانسیں۔ روک لیں۔ کہ مقابل کی دھڑکن سن سکے۔وہ اسکے کندھے پ اتھا۔اسکی دھڑکن ۔ ہی حسن کو جیسے زن گی مل گئی تھی۔

گارڈز آگے ۔ڑھے اور اسکی. نہوں میں لڑھکتے وجود کو سنبھالنے لگے تو حسن نے ا روک دی۔

''حسن کرداوی کے. زوؤں میں ابھی۔ اتنی طاقت ہے کہ وہ ا. اہیم کے وجود کو سنبھال سکے۔''اسکی بھاری سرگوشی گو تور۔ کے ٹیلوں میں جیسے پھر سے سکوت چھا ۔چلتی ہوا بھی تھم سی گئیں۔گارڈز نے گاڑی کے ا رجھانکا تو وہاں بس ا ڈرائیور تھا جو کہ ۔ ٹ پ اب او ھے منہ اہوا تھا۔وہ یقیناً اپنا کام مکمل کر کے حکم کے مطابق خود کو ختم کر چکا تھا۔

''اس گاڑی کا م و ن مٹا دینا۔''وہ کہتا ہوا ا. اہیم کو سنبھالتا اپنی گاڑی کی جا . ۔ڑھا۔

''نمرود ۔ دہے؟اَ میں کیڑا ہوں تو تم نمرود ہو۔۔اور میں تمہیں ذلیل اور رسوا کر کے مار ڈالوں گا۔لوگ تمہارے سر میں جوتے ماریں گے اور تم بے بسی سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا پ ؤ گے۔ان جوتوں میں ۔ لیل بھی ملے گی اور سکون بھی۔سوچو کس قدر قابل رحم ہو جاؤ گے تم۔''

آج اس کی قید سے ا. اہیم ا مچھر کے جتنا کمزور ہو کر ہی نکلا تھا پیچھے کھڑے نمرود کو وہ زلیل و رسوا کر کے جا چکا تھا۔تہہ خانے میں العجہ کی لاش پ ڑی تھی جس کے . ن پ ا. اہیم کا لباس موجود تھا۔اور کچھ فاصلے پ ٹ ں پ تھوڑی ٹکائے سارہ گولڈ. گ بیٹھی تھی۔

''آپ مجھے مار ڈالیں۔''سارہ نے تہہ خانے کا سکوت توڑا۔تو ا. اہم نے مڑ کر اسکی جا . دیکھا۔''مجھے آزاد کر دیں اس اذ ۔ سے۔میں نے اپنے بچے کو مار ڈالا۔۔ پھر بھی مجھے میری کمزوریوں سے آزادی نہ مل سکی۔اب مجھے آزادی چاہیے۔''وہ خالی سے لہجے میں بول رہی تھی۔اسکے چہرے پ تھپڑ کا ن موجود تھا۔ا. اہم گولڈ . گ کی بہن اسکے لئے ۔ لیل کا سامان بنی تھی وہ بہن جس پ اسکو غرور تھا۔وہ ابھی۔ شاک اور صدمے میں تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ آگے ۔ڑھ کر سارہ کو مز۔ کچھ کہتا سیڑھیوں پ گارڈ آ۔وہ اسکے لئے کوئی پیغام لا تھا۔ا. اہم ا نگاہ سارہ پ ڈالتا وہاں سے نکل ۔وہ چلتا ہوا اپنے آفس میں پہنچا تو وہاں پہلے ہی ا سیاسی شخصیت کو دیکھ کر ا. اہم کے جبڑے تن گئے تھے۔وہ بمشکل مسکرا کر اس سے ۔ اس شخص نے کچھ کہنے کی بجائے ۔۔ سے ا لفافہ نکال کر ا. اہم کی جا . ۔ڑھا۔

''یہ کیا ہے؟''اس نے الجھ کر دیکھا۔

''تمہارا استعفیٰ۔۔!!''

''کیا؟''ا. اہم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تم صرف دستخط کرو گے۔''اس آدمی نے اٹھا کر سامنے کیا۔ا. اہم نے پیپر پ ڑھا تو اس تحر یکو پ ڑھ کر ا. اہم کا دماغ شل ہوا تھا۔

''میں ا. اہم گولڈ. گ اب مز۔ اپنی پ وفیشنل ذمہ داریں نہیں نبھا سکتا کیو میری رپورٹس کے مطابق میں دماغی طور پ اس قابل نہیں رہا۔میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو ۔ ہوں۔''

''واٹ از دس۔۔!!''وہ غیر یقینی سے غرا۔

''اس پ دستخط کرو۔اور اپنا ا جعلی میڈ بنوا کر اسکے ساتھ اٹیچ کرو جس کے مطابق تم دماغی طور پ اپنی ذمہ داریں نبھانے کے اہل نہیں رہے۔''

''کیا بکواس ہے یہ؟ میں پوری طرح اہل ہوں۔مجھے کوئی دماغی بیماری نہیں ہے۔میرے ساتھ ایسا کیسے کر ۔ ہیں آپ لوگ؟ میں نے اپنی ساری ز گی اس ادارے کو دے دی ہے۔اب مجھے اس طرح لاتعلق کر کے میری قر۔ نیوں کو ا ازکر کے مجھے اور میری محبت کو فراموش کیسے کیا جا سکتا ہے؟''اسکی آواز بلند ہوئی۔

''آواز نیچے۔۔!تمہاری بہن کی رپورٹس پوری کابینہ کو ارسال کی جا چکی ہیں۔تم اور تمہاری بہن ہمارے ادارے پ ا داغ ہیں۔ایسا سکینڈل ہم لوگ ابھی افورڈ نہیں کر ۔ جبکہ ہم . ۔ میں ہیں اور ہمیں ہر طرف سے مدد چاہیے۔اس لئے خاموشی سے اپنی بہن کو لے کر ا طرف ہو جاؤ۔''

''وہ اس وقت بچی تھی اور کیا کر دیا اس نے؟ یہ . عام ہے۔کیا تم لوگوں کے افیئر ز نہیں تھے؟''وہ غرا۔

''ا یچیف کی بہن کا ا یعام سپاہی کے ساتھ تعلق اور پھر اپنے ہی بچے کو ختم کر دینا۔ یہ چیز فی الحال ہمارے ایوان نہیں جھیل ت۔ہم پ د وئیں۔ جو چیف اپنی بہن کی غلطی کو نہ کور کر سکتا ہو وہ ہمارے اتنے ٹ ے ادارے کو نے کا اہل نہیں ہو سکتا۔''

ا. اہم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ کچھ د یبعد اس درود یوار نے ا. اہم گولڈ. گ کو اپنے ہی استعفے پ دستخط کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جس مقصد کے لئے اس نے پوری حیات قر ن کر دی آج اسکو اس مقصد سے اس طرح ہٹا د ی ے تھا جیسے وہ کبھی معنی ر ت ہی نہیں تھا۔ اسکی کمزوری غلطی کو جواز بنا کر اس سے اسکا مقام و مرتبہ چھین لیا ی ے تھا۔

مسئلہ یہ نہیں تھا کہ سارہ نے نوح سے محبت کی ی اسکا بچہ مار د ی ے۔ مسئلہ یہ تھا کہ یہ ر پورٹس آج ت ضائع کیوں نہ کروائی گئیں تھیں؟ کیوں سارہ کے بھائی نے اسکی غلطی کو کور نہیں کیا تھا؟ کیسے اسکی بہن کا ٹ ہ اسی ملک کے ا پ ت لوں کے ر رڈز میں محفوظ رہا تھا۔ یہ تھی ا. اہم گولڈ. گ کی غلطی۔

سارہ نے اپنی ر پورٹس تو جلا ڈالی تھیں اس نے ا پ ت ل میں اپنا ر ڈ ختم نہ کروا ی تھا۔ اس وقت کم عمری میں اسکو جو سمجھ آ ت ی وہ کرتی چلی گئی۔ اور اسکا ساتھ د ی اسکی سہیلی مس میلن نے۔ ا. اہم کو اپنی بہن کی غلطی بہت عرصہ پہلے معلوم ہو گئی تھی ت ۔ ت سارہ بہت آگے ب ھ چکی تھی اور وہ اپنی بہن سے محبت کر ت تھا۔ اسکو اسکی غلطی ی د دلا کر وہ اسکو پھر سے ماضی میں نہیں پھینکنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے بھی معاملہ مز ی نہ کر ی ا۔ وہ دونوں جس ب ت کو اتنا لا ٹ لے گئے تھے وہی ب ت ا لئے نمرود کا مچھر بن گئی تھی۔ اور وہ لوگ اس چھوٹی سی غلطی کے ہاتھوں رسوا ہو گئے تھے۔

سارہ گولڈ. گ نے اپنی کمزور یں جلا دیں ا ثبوتوں کو ا ازکر د ی۔ وہ ایسے ن اپنے ماضی میں چھوڑ گئی جن پ چلتے ہوئے ا دشمن نے ان دونوں کو منہ کے بل ا د ی تھا۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔'' انی آواز تہہ خانے میں گو تو اس نے مڑ کر دیکھنا چاہا۔ آج اسکے ساتھ ا ی نوعمر سا سپاہی بھی تھا۔ جس کے جسم پ سکیورٹی کا لباس تھا۔

ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑیں۔ وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ''العجہ ۔۔!!'' اس نے اشارہ کیا تو وہ کسی روبوٹ کی طرح اسکے پ س پہنچا۔ سارہ نے رخ پھیر لیا۔ ا. اہیم سمجھ نہیں پ رہا تھا۔ العجہ نے اپنا یونیفارم نکال کو اسکی جا ب ٹھا تو ا. اہیم کی آنکھیں آج پہلی ر روشنی میں پوری طرح کھلی تھیں۔ ''وقت نہیں ہے تمہارے پ س۔ یہ یونیفارم پہنو۔'' سارہ نے مڑے بنا ء حکم صادر کیا۔

''یہ کون سی نئی چال ہے؟'' ا. اہیم نے سر جھٹکا۔

''یقین تو تم کرو گے نہیں ۔۔ کیو مکار قوم سے ہوں ں میں..... لیکن خیر۔۔ اسکے علاوہ کوئی آپشن نہیں ہے۔ پہن لو یہ یونیفارم۔۔'' اسکی آواز میں آج ا. اہیم کو آرزدگی محسوس ہوئی تھی۔ وہ اسکی ب توں پ حیران ہو ت الجھتا ہوا بنا ء مز ی بحث کئے یونیفارم پہننے لگا۔ کچھ ہی د یمیں وہ تھکاوٹ کا شکار ہو چکا تھا۔ العجہ نے ا. اہیم کا پھٹا پ ا اور بوسیدہ لباس اٹھا ی۔ ا. اہیم کے جبڑے تن گئے۔ کیسے وہ ا ی مجاہد کا لباس پہن سکتا تھا۔ اسکو العجہ پ غصہ آ ی تھا۔ فی الحال مصلحت کی وجہ سے خاموش رہا۔

سارہ اسکو مز ی کوئی جواب دیئے بنا ء اسکو اپنے ساتھ تقریباً گھسیٹ کر لے گئی۔ ہر موجود اہلکاروں نے اپنی نگاہ کا زاویہ ت نہ ب لا۔ وہ اسکو ا ی سیاہ گاڑی میں بٹھاتی ہوئی ا ر جھکی۔ ا. اہیم ابھی ت شاکڈ تھا۔

''ا کوئی تم سے تمہاری ب کی کامیابیاں پوچھے تو کہنا کہ سارہ گولڈ. گ کا غرور خاک کر کے آ ہوں۔ یقیناً یہ تمہاری ب سے ب ڑی کامیابی ہے۔'' وہ سرد سپاٹ ا از میں کہتی گاڑی کا دروازہ ب ند کر چکی تھی۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔ اور سارہ کتنے ہی ث نیے وہاں کھڑی رہی۔

گیٹ ت بنی اس روش پ سارہ گولڈ. گ کے قدم لڑکھڑائے تھے۔ وہ سنبھلتی ہوئی واپس اسی تہہ خانے میں آئی۔

''کیا حکم ہے گوو ی ت ؟'' العجہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

''بھائی تمہیں درد ناک موت دے گا۔ جس پ مجھے افسوس ہو گا۔'' سارہ کا لہجہ اداس تھا۔

''آپ جو فیصلہ کریں گی مجھے منظور ہو گا گوو ی ت ۔۔'' العجہ آج پہلی ر مسکرا ی تھا۔ سارہ گولڈ. گ کو پہلی ر کسی پ رحم آ ی تھا اور وہ رحم العجہ کے حصے میں آ ی۔ سارہ نے مز ی کچھ کہے بنا ء اپنی گن نکال کر العجہ کے دماغ کے ٹ ونٹ فا ئر کر د ی۔

''سارہ۔۔!!!'' سیڑھیوں پہ کوئی جا تھا۔سارہ نے مڑ کر نہیں دیکھا۔العجہ زمین بوس ہوا۔تو اس نے اپنی گن کی سرخ ہوتی نالی پہ پھو ماری۔اور اسکو اپنی کنپٹی پہ رکھ لیا۔وہ مسکرا رہی تھی اس سے پہلے کہ وہ ڈ دبتی ایہ زوردار تمانچہ اسکے گال پہ سا تھا۔جس سے سارہ کے ہاتھ میں پکڑی گن دور جا ی اور وہ خود بھی لڑکھڑا کر ی تھی۔ آج سارہ گولڈ گ کے غرور کے ساتھ ساتھ اسکا مان بھی خاک ہوا تھا۔اپنے بھائی کی نگاہ میں اس نے اپنے لئے ت دیکھی تھی۔اور یہ لمحہ سارہ کے لئے موت سے ت تھا۔

''یہ تم نے کیا کیا؟'' ا. اہم العجہ کو دیکھ رہا تھا۔وہ ا پل میں سمجھ تھا کہ وہ ا. اہیم کو آزاد کر چکی ہے۔

''اسکو جانے دیں بھائی۔!! آج اسکو آزاد کر کے میں نے خود کو آزاد کر دیہے۔وہ قید میں نہیں تھا اس نے ہم لوگوں کو قید کیا ہوا تھا۔میرے ا ب میرا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔اسکے الفاظ مجھے ہر وقت ددلاتے تھے کہ میں اسکو ز کرنے میں کام ٹھہری ہوں۔

''سارہ۔۔سارہ۔۔!!'' ا. اہم نے وہاں پڑی ا سٹول کو ٹھڈا دے مارا۔''اسی لئے اس سے دور ت تھا تمہیں۔۔تم عورت کے کی ت کرتی تھی میں عورت کی عقل سے واقف تھا۔'' وہ دھاڑا۔سارہ سر جھکا گئی۔آج اسکا بھائی ہی اسکے وجود کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔آج وہ اپنے غرور کو خاک ہوتے دیکھ رہی تھی۔

''کیا وہ مر گئی؟'' وہ بے ہوشی میں بس ا ہی سوال دہرائے جا رہا تھا۔سارے راستے حسن کی آنکھیں بس نم رہی تھیں۔اور اسکے حلق سے ا لفظ نہ نکل سکا تھا۔ اسکے کندھے پہ جھولتا وہ وجود ر ر بس ا ہی سوال دہرا رہا تھا۔

''کیا وہ مر گئی؟'' اب کی ر اس نے پوچھا تو حسن نے دن موڑ کر دیکھا۔وہ اسکے کندھے پہ سر ٹکائے ہوئے تھا گاڑیاں اپنی منزل کی جا ر واں دواں تھیں۔''بتا دو۔۔ا وہ مر گئی ہے تو بتا دو۔۔'' ا. اہیم حسن کی خاموشی پہ بے بس ہوا تھا۔جیسے اس نے اپنے سارے ہتھیار دیے ہوں۔وہ دشمن کی حبس بے جا میں، وہاں قید میں تو اپنے حواس بحال ر تھا اس قید سے آزاد ہوتے ہی اسکی آنکھیں، اسکا پورا وجود جیسے تھکن کی زد میں آ تھا۔اسکے ا ب تھک چکے تھے وہ اب بس خود کو موت کے حوالے کرنے کو تیار تھا۔

حسن نے اس ا ھیرے صحرا میں اسکا چہرہ غور سے نہیں دیکھا تھا۔ اب گاڑی میں موجود مدھم سی روشنی میں وہ اسکا چہرہ دیکھ پہ رہا تھا۔حسن کی سیاہ تیز تلوار کی دھار جیسی آنکھوں کے گوشے ر ر بھیگ رہے تھے۔وہ اس شخص کو اس حا ت میں دیکھ کر کس طرح ر مل رہ سکتا تھا بھلا۔ا وہی تو تھا جو حسن پر ڈالتا تھا۔وہی تو تھا جو حسن کر داوی اور ش حسن آفندی کو ا ہی ت میں منہ کے بل ا جا تھا۔ا وہی تو تھا جو حسن کا بھائی تھا اور ش حسن آفندی کا حریف تھا۔اور وہ ا ہی شخص ان دونوں کو بیک وقت قابو کر لیا کر تھا۔آج وہ شخص اس قدر ر حالی کا شکار تھا کہ وہ اپنی آنکھیں نہیں کھول پہ رہا تھا۔

سینائی میں موجود حسن کا کمپاؤنڈ ختم ہو چکا تھا۔وہاں اب نہ تو ا. اہیم کی کوئی ایجنسی تھی نہ ہی ش حسن آفندی کا کوئی کمپاؤنڈ موجود تھا۔آج وہ دونوں اس صحرا میں خالی ہاتھ تھے۔آج وہ صحرا ان دونوں کے سامنے کھڑا ہنس رہا تھا کہ ان دونوں کے اثاثے ا آپسی رنجشوں کی ر ہو گئے۔آج ان دونوں کے اثاثے وہاں دفن تھے۔ان دونوں نے ا دوسرے کے ز وؤں کو کاٹ تھا آج وہ دونوں ہی ا دوسرے کے رحم و کرم پہ تھے۔

حسن نے حلق تکیا اور ڈرائیور کو گاڑی تیز کرنے کا حکم دیا۔کچھ ہی دیر بعد گاڑیاں ا ہیلی پیڈ کے سامنے آ کر رکیں۔وہاں سے قاہرہ ا اس ہیلی پہ ہی جا تھا۔

صبح سے دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ ڈاکٹرز ابھی تکوئی فیصلہ نہیں کر پہ رہے تھے۔صفا کی حا ت کبھی ر مل ہو جاتی تو کبھی وہ پھر سے اسی کنڈ میں پہنچ جاتی۔کسی کو کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آ وہ کس ذہنی د ؤ کا شکار ہے کہ ر ر ز گی سے روٹھ رہی ہے۔دواؤں نے ابھی تک اسکے بچے کو محفوظ رکھا ہوا تھا وہ اپنی ز لڑ ہی نہیں رہی تھی وہ جیسے ہوش میں آ ہی نہیں چاہتی تھی۔کیو وہاں موجود کوئی شخص بھی صفا کی حا ت سے واقف نہ تھا۔ان ر کو لگ رہا تھا کہ وہ دھو کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہے۔ شا کہیں آگ لگ گئی ہو۔جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی۔اور ڈاکٹرز کو بھی یہی وجہ بتائی جا رہی تھی اسکی ذہنی حا ت کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔کیو اس حا ت سے صفا ہی واقف تھی۔اور وہ ہوش میں نہیں آ چاہتی تھی اگر وہ ہوش میں آتی تو اسکو فیصلے کے لئے تختہ دار پہ ڈ دیا جا ت۔اور وہ بے ہوشی میں ہی فرار تلاش کر رہی تھی۔اسکے ا ب ہر دوا کی کر رہے تھے وہ بس فرار چاہتی تھی۔

اس چیز نے وہاں موجود ہر شخص کو بے بس کیا ہوا تھا۔ پیرا ۔ ٹ ز ۔ مل ہو جاتے تو ۔ پ سکون ہو جاتے۔ پھر اچا ۔ کبھی دل کی دھڑکن ۔ ڑھ جاتی تو کبھی سست ہو جاتی۔ کبھی بلڈ پ اتنا جا ۔ کہ دواؤں سے اسکو بیلنس کر ۔ پڑ ۔ اور کبھی اتنا ۔ ڑھ جا ۔ کہ بچے کی صحت کو بھی خطرات لاحق ہو جاتے۔ اس غیر یقینی کی صورتحال نے ان ۔ کو بے چین کر رکھا تھا۔

منال اور ۔ یجہ اس وقت وہیں لابی میں ۔ ڈھال سی بیٹھی تھیں۔ سفیان گورسی آئی سی یو کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے تھے۔ ۔ ا ۔ رسے ڈاکٹر ۔ ٹ دکھائی دیں۔

''میں اسی لئے چاہتی تھی کہ وہ سچائی کو قبول کر لے۔ اس لڑکی نے تو قسم کھا رکھی تھی کسی کی بھی ۔ ت ۔ ۔ کی۔ اور اس وقت دیکھیں کیسے موت کی آغوش میں پڑی ہے ۔'' منال ۔ ڈھال سی بولیں۔ ۔ یجہ کے تسبیح کرتے ہاتھ رکے۔ دل میں ہول اٹھا۔ ''میں ماں ہوں۔۔ پھر بھی کر کے بیٹھی ہوں ۔ ں صبر۔۔ پہلے اپنی بیٹی پ کیا اور پھر اپنے شیر جیسے ۔ ٹے کی موت کو بھی قبول کر لیا۔ تو پھر وہ لڑکی کیوں نہیں مان جاتی؟؟؟ کیا مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہے وہ ا ۔ اہیم سے؟'' منال اب ہچکیوں میں رو رہی تھیں۔ ا ہمت جواب دے چکی تھی۔ ۔ یجہ خاموش آ بہا رہی تھیں۔ ''مجھے ڈر تھا کہ جتنی د ۔ وہ یقین کرنے میں لگائے گی اتنا ہی ۔ ڈھچکا اسکو لگے گا۔۔ اور آج ..... ۔ کچھ ۔ کے سامنے ہے ۔'' منال بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ ا صفا کی بھی فکر تھی اور اسکی کوکھ میں پلتی اپنے ۔ ٹے کی آ ۔ ی ۔ نی کی بھی فکر تھی۔ وہ دوہری تکلیف میں مبتلا تھیں۔ ۔ یجہ کی بے بسی کا کوئی عالم نہ تھا۔ وہ تو بس اپنے رب کے حضور دعا کر رہی تھیں۔ کیو ۔ وہ یہی کر سکتی تھیں۔

''کیسی ہے وہ۔۔'' سفیان صا ۔ نے بے بسی سے پوچھا کیو ا ۔ ہی طرح کا جواب سن سن کر اب ان لوگوں کی امید ٹوٹتی جا رہی تھی۔

''ہم اب مز ۔ انتظار نہیں کر ۔ تے اور نہ ہی مجھے لگتا ہے کہ کر ۔ چاہیے۔ اَ ہم بچے کو سیف ر ۔ ہیں تو صفا کی دماغی حا ۔ ت کا صحیح سے علاج نہیں کر ۔ ت۔ اور اَ ہم اسکی دماغی حا ۔ ت کو بہتر کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ دوا ۔ بچے کی جان کے لئے خطرہ ہیں۔ اس لئے ہمیں ان دونوں کو الگ کر کے ہی اگلا کوئی فیصلہ کر ۔ ہوگا۔ ہمیں آ ۔ پ ۔ ٹ کر ۔ ہوگا۔'' ڈاکٹر نے ۔ لآ ۔ ت مکمل کی۔

''ماں ۔ بچے میں سے کسی کو کچھ ہوگا تو نہیں ۔ ں؟'' سفیان صا ۔ کا دل ۔ ی طرح کا تھا۔

''آپ کو نسینٹ پیپر سائن کر دیں۔ اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ دونوں کو بچا لیں۔''

''مجھے میری بیٹی چاہیے۔۔'' سفیان گورسی نے مڑ کر دیکھا تو خیام قریشی ا ۔ عقب میں آن کھڑے ہوئے اور سرد لہجے میں بولتے ڈاکٹر کو بھی خاموش کروا گئے۔

''کونسینٹ پیپرز۔۔'' ڈاکٹر نے ۔ ری ۔ ری ان دونوں کو دیکھا کہ کون سائن کرے گا۔

''میں ۔ پ ہوں۔۔ میں کروں گا دستخط اور میری بیٹی کو کچھ نہیں ہو ۔ چاہیے۔'' وہ تنے جبڑے لئے بولے تو منال اور ۔ یجہ جوان دونوں کو یوں دیکھ کر وہاں چلی آئی تھیں انھوں نے ا ۔ دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔ سفیان گورسی نے ا ۔ ٹھنڈی سانس خارج کی۔

''ہمیں ماں کو بچا ۔ ہے۔'' انھوں نے اپنے دل کے ہزاروں ٹکڑوں کو ا ۔ ر پھر سے ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا تھا۔ منال لڑکھڑا کر رہ گئیں۔ ''اس کو کچھ نہیں ہو ۔ چاہیے۔'' انھوں نے اب کی ۔ ر مضبوط لہجے میں کہا تو خیام قریشی نے لاتعلق ہوتے رضامندی دی تھی۔ جبکہ سفیان گورسی کا لہجہ بکھر چکا تھا۔

''س ۔۔ سجل۔۔'' منال ز ۔ ۔ ڑ ۔ ا ۔ وہ جن کو اعتراض تھا کہ صفا نے اپنی بچی کو سجل کا ۔ م کیوں د ۔ آج بے اختیار ا ۔ منہ سے بھی سجل کا ۔ م ادا ہوا تھا۔ تو کیا ا ۔ ر پھر سے ان سے ا ۔ سجل کو چھین لیا جائے گا۔ ا ۔ لئے اپنے قدموں پ کھڑے رہنا محال ہوا تھا۔ ڈاکٹر سر ہلاتے جا چکی تھی۔ اب ا ۔ سر ۔ ی کی تیاری کرنی تھی۔

کیا سجل سے شروع ہونے والی داستان سجل پ ہی ختم ہو جائے گی ..... ۔!!!!

کبھی اعتبار نہ کر ۔ اپنے سائے پ ۔۔!
کہ اک دو ۔ ، اک ہم راز
کافی ہے تمہیں ۔ ڈ کرنے کے لئے
دشمن جو سامنے ہو نہیں خطر ۔ ک اتنا

جتنا دو ۔ کی چمڑی میں چھپا دشمن ۔۔!
شر جن کا خمیر ہو وہ کبھی نہیں ۔ لتے
کہ ۔ لتے ہیں وہی جن کے قلب ہوں روشن
ضمیر ہوں جن کے آ ۔ ی سا ں پ
ممکن ہے کہ ا ۔ ہچکی سے وہ ضمیر جاگ جائے
بشرطیکہ وہ ضمیر ہو۔۔!

کرداوی مینشن کے ۔ ہر اس وقت گاڑیوں کی ا ۔ قطار موجود تھی۔گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس سے ۔ ٔ والی روشنیوں نے اردَ گرد روشنی سی کر دی تھی۔رات کے وقت بھی دن کا گماں ہو ۔ تھا۔رات کا آ ۔ ی پہر تھا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دن پ ۔ ھ آ ۔ تھا۔گیٹ کھلا تو ا ۔ سیاہ شیشوں والی گاڑی گیٹ کے ا ۔ ر داخل ہوئی۔ پ ۔ وٹوکول کی گاڑ ۔ یں کچھ د ۔ یر بعد وہاں سے واپس چلی گئیں۔گاڑی پ ۔ رکر کے ا ۔ ر سے ڈرائیور نکلا اور پچھلی دو گاڑیوں سے گارڈز نکل کر اس گاڑی کے پ ۔ س پہنچے۔انھوں نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو ا ۔ ر ا ۔ شخص حسن کرداوی کے کندھے پ ۔ بے ہوشی کی حا ۔ ت میں تھا۔ا ۔ گارڈ نے ہاتھ آگے ب ۔ ڑھایا تو حسن نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو وہیں روک دی ۔ا۔اس نے ذ ۔ ن جھکا کر ا ۔ ہیم کی جا ۔ ۔ دیکھا۔اسکی شربتی آنکھیں مندی ہوئی تھیں ماتھے پ ۔ اضطراب کی شکنیں موجود تھیں۔

''کیا وہ مر گئی؟'' وہ پھر سے ب ۔ ڑ ا ۔ تو حسن نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

''ا ۔ ر چلو۔۔'' حسن نے اسکا سر اپنے کندھے سے ہٹا کر اسکو ہوش دلا ۔ نا چاہا۔

''وہ۔۔وہ مر گئی؟''

''تمہیں کیوں لگتا ہے کہ وہ مر گئی ہے؟'' حسن اب کی ۔ ر سخت لہجے میں بولا تھا۔ا ۔ ہیم نے تکان سے زدہ سی بوجھل آنکھیں بمشکل کھولیں۔''کیوں کہہ رہے ہو کہ وہ مر گئی ہوگی؟ کیا تمہارا سارا ایمان، سارا توکل اسی قید خانے میں دم توڑ ۔ ؟ کیوں لگتا ہے کہ اللہ تمہیں ا ۔ قید سے رہا کرنے کے بعد اس غم سے ۔ ارے گا؟'' حسن کا لہجہ مضبوط تھا۔ا ۔ ہیم ۔ ٹ سا اسکی آنکھوں میں دیکھے ۔ ۔''ا ۔ ر چلو۔۔اپنی حا ۔ ت در ۔ ست کرو۔۔اور خود جا کر دیکھو کہ وہ زن ۔ ہ ہے ۔ نہیں۔'' حسن اب اسکو ڈا ۔ ٹ رہا تھا کسی ب ۔ ڑے بھائی کی طرح۔ ۔ لکل جیسے ا ۔ ہیم آج ۔ ۔ اسکو ڈا ۔ ٹ آ ۔ تھا۔ا ۔ ہیم نے اسکے ا ۔ ز پلکیں جھپکیں۔آنکھوں کے کناروں پ ۔ جمی مایوسی کی ذ ۔ جیسے صاف ہونے لگی تھی۔

''چلو ا ۔ ر۔۔اپنی حا ۔ ت در ۔ ست کرو۔۔'' حسن نے ا ۔ گہری نگاہ اسکے چہرے پ ۔ ڈالی۔اور گاڑی سے ا ۔ ت کر دوسری جا ۔ ۔ آ ۔ اس نے دروازہ کھولا اور اپنا ہاتھ آگے ب ۔ ڑھایا۔ا ۔ ہیم نے مڑ کر دیکھا۔''تھام لو۔'' حسن نے ن ۔ می سے کہا تو ا ۔ ہیم نے حسن کا ہاتھ تھاما۔وہ آج کچھ نہیں کہہ رہا تھا کوئی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔آج یوں لگ رہا تھا کہ حسن نے ا ۔ ہیم کو اپنے سحر میں ب ۔ ھ لیا تھا۔وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر ب ۔ ہر نکلا۔ا ۔ ہیم لڑکھڑایا تو حسن نے اسکو کندھے سے تھام لیا۔اور اسکو لئے ا ۔ ر کی جا ۔ ۔ ب ۔ ڑھ ۔ ۔ حسن کی کوشش کی تھی کہ وہ کم سے کم شور کرے لاؤنج میں قدم ر ۔ ت ہی حسن ٹ ۔ ۔ عینا سیڑھیوں پ ۔ کھڑی تھی ان دونوں کو آتے دیکھ کر وہ وہیں جم گئی۔عینا نے حسن کو دیکھا اور پھر الجھ کر ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا۔ا ۔ ر دیکھنے پ ۔ وہ پہچان میں نہیں آ ۔ تھا۔حسن نے اسکو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ا ۔ ہیم کو لئے آگے ب ۔ ڑھ ۔ ۔ اسکا رخ گیسٹ روم کی جا ۔ ۔ تھا جو کہ اوَ ۔ ٹ فلور پ ۔ ہی تھا۔عینا کچھ د ۔ ا لجھی کھڑی رہی۔پھر لاؤنج میں ا ۔ گارڈ کے ساتھ حسن کا فیملی ڈاکٹر ا ۔ ر داخل ہوا۔اور اسکے پیچھے کچھ اور گارڈز آئے اور وہ ۔ کے ۔ گیسٹ روم کی جا ۔ ۔ ب ۔ ڑھ گئے۔عینا کی الجھن میں اضافہ ہوا تو وہ بھی پیچھے ہی چل دی۔

وہ ا ۔ ر ہیڈ پ ۔ پ ۔ ٹ ہوا تھا۔ڈاکٹر نے اسکا معائنہ کیا اور ا ۔ پسکر پیشن لکھ دی۔ا ۔ گارڈ نے وہ پ ۔ چھی تھامی اور ۔ ق رفتاری سے وہاں سے نکلا۔وہ ۔ ہر آ ۔ تو عینا نے اسکو روکا۔

''کون ہے وہ ا ۔ ر؟''

''میڈم۔۔وہ سر کے مہمان ہیں۔'' گارڈ نے ۔ ت گھمائی۔

''مجھ سے جھوٹ بولنے کا ا م معلوم ہے؟'' عینا نے انگلی کھڑی کی۔

''ا. اہیم گورسی ہے وہ۔۔'' گارڈ عجلت میں جواب دیتا وہاں سے ۔ اسکو جلد از جلد وہ دوا لانی تھیں۔ عینا کی پلکیں سا تھیں۔ اسکی سانس رک گئی۔ تو کیا وہ ا. اہیم تھا؟ اس قدر ابتر حا میں؟ عینا کو اپنے دل کی دھڑکن سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس شخص کو ہمیشہ طاقت ور دیکھا تھا۔ ہمیشہ حکم دیتے دیکھا تھا وہ اس قدر. ی حا میں تھا کہ عینا اسکو پہچان نہ سکی؟ عینا نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ وہ گیسٹ روم کے دروازے پہ پہنچی تو وہاں سے حسن عجلت میں نکلا۔ وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

''دھیان سے۔'' حسن نے اسکو شانوں سے تھام کر ایک طرف کیا۔۔

''وہ۔۔وہ۔۔ا. اہیم؟'' عینا نے لرزتی آواز میں پوچھا تو حسن جو کہ اوپر جانے لگا تھا اسکی آواز پہ پلٹا۔ اس نے مسکرا کر عینا کی جانب دیکھا۔ اور پھر اس نے بنا کسی کی پرواہ کئے عینا کو اپنے سے لگایا۔ عینا دم سادھ گئی۔ حسن کے دل کی دھڑکن اس قدر تیز تھی کہ عینا خوفزدہ ہوئی۔

''ہاں عینا۔۔وہ ا. اہیم ہے۔۔میں۔۔ یہ۔۔میں۔۔اور میرا یقین۔۔ہم دونوں ہی۔۔ گئے۔ صفا بھی۔۔ گئی صفا کا یقین بھی۔۔ یہ۔۔ہم لوگ۔۔ گئے عینا۔۔'' حسن کی آواز میں نمی گھل رہی تھی۔ عینا نے اسکی پیٹھ تھپکی۔ حسن نے اسکو خود میں ہی بھینچ لیا تھا کہ عینا کو سانس میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ ''ساری دنیا نے کہہ دیا تھا کہ ا. اہیم مر چکا ہے میں نہیں مانا عینا۔۔اور۔۔اور صفا بھی نہیں مانی پتہ ہے کیوں؟'' وہ بھیگی آواز میں کہتا جا رہا تھا۔ ''کیونکہ ہمیں ا. اہیم پہ یقین تھا ہمیں ا. اہیم کے رب پہ یقین تھا۔ کہ وہ ا. اہیم کے لئے معجزہ کرے گا۔ ا. اہیم کی۔۔ نہیں ہوئی بلکہ ہمارے یقین کی۔۔ ہوئی ہے۔'' وہ پگلوں کی طرح اپنی خوشی بیان کر رہا تھا۔ بنا اس. ت کی پرواہ کئے کہ اسکے میں چھپی وہ لڑکی سانس کی دشواری کا سامنا کر رہی ہے۔

''حـ۔۔حسن۔۔سا۔۔سانس۔۔نہیں آ رہی۔۔'' وہ بمشکل بول پائی۔

''اوہ.....آئی۔۔آئی ایم سوری۔۔'' حسن نے جلدی سے اسکو الگ کیا۔ اور شدت سے عینا کی پیشانی چومی۔ حسن کا چہرہ گیلا تھا۔ عینا نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اسکے رخسار کو چھوا۔ اسکے گال نمی تھی۔ ''خوشی کے آنسو ہیں۔'' وہ مسکرا دیا۔ اور عینا کا ہاتھ چومتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

عینا وہیں سن سی کھڑی رہ گئی۔ کیا واقعی ان لوگوں کا یقین۔۔ یہ تھا؟ کیا واقعی ا. اہیم کی پگلی ٹھیک کہتی تھی؟ کیا واقعی وہ سچی تھی؟ کیا اسکو کوئی الہام ہوتا تھا؟ عینا نے ایک جھرجھری سی لی۔

رات لمحہ۔۔ رہی تھی۔ آئی سی یو کے ہر موجود وہ خا ان ا عجیب سی کشمکش کا شکار تھا۔ نیند کا غلبہ ر ر رچھا رہا تھا وہ لوگ اپنی سرخ بوجھل آنکھیں لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ منال نے زلیخا کے کندھے پہ سر رکھا ہوا تھا۔ جبکہ یحیہ سعدیہ کے ساتھ بیٹھیں تھیں ہاتھ میں تسبیح تھامے۔ کچھ فاصلے پہ سفیان گورسی اپنے بکھرے سے آشیانے کی آ ی ا کی بقاء کی دعا کر رہے تھے۔ ا کمر ٹوٹ چکی تھی۔ واقعی ا بیٹے نے ا کمر توڑ دی تھی۔ ا اولاد کے غم نے ا لاچار کر دیا تھا۔ لاچاری میں بھی اتنی بے بسی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے نہ تو ڈھے تھے اور نہ ہی تھک کر بیٹھ تھے۔ وقت کی ستم ظریفی کہ ا اپنی ٹوٹی ہوئی کمر پہ بھی بوجھ لاد پڑ رہا تھا۔

''ابھی شروع نہیں کیا آپ۔۔؟'' سفیان صا نے پلٹ کر دیکھا تو خیام قریشی ماتھے پہ تیوری چڑھائے کھڑے تھے۔ سفیان کے دل میں عجیب سا ہول اٹھا تھا۔ الفاظ حلق میں ہی اٹ گئے تھے۔ ''ڈاکٹر کس. ت کی دی کر رہے ہیں؟ اَ میری بیٹی کو کچھ ہوَ یہ تو؟ جلد از جلد اس کو دور کریں میری بیٹی سے۔۔'' وہ خجلت بھرے لہجے میں بولے۔ سفیان گورسی جو مہینوں سے اپنے دل کو ٹھے ہوئے تھے ا اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ ا اپنا. ن مفلوج ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کیسے وہ ا بیٹے کی اولاد کو کسی پ ک. کی طرح صفا سے الگ کرنے کی. ت کر رہے تھے۔ وہ کچھ نہ بولے بس ضبط سے یوں ہی بیٹھے رہے۔ خیام قریشی کچھ دیر وہاں کھڑے رہے پھر وہ وہاں سے. ہر چلے گئے۔ سفیان صا نے ا جاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے پھر دن گھما کر آئی سی یو کے دروازے کو دیکھا۔ اور تیسری نگاہ آسمان کی جا. اٹھی تھی۔ ا خاموش نگاہ جس میں جانے کتنی التجا تھیں۔ ا پ رہے تھے اور آنکھیں نم تھیں اور وہ آسمان کی جا. دیکھ رہے تھے۔ اپنے اسے خاموشی سے اپنے بچے کچے آشیانے کی سلامتی کی بھیک مانگتے ہوئے۔ لبوں سے ا لفظ بھی ادا نہ ہوا تھا آنکھوں سے چند آ ا ضبط کی توہین کرتے ہوئے بہہ نکلے تھے اور ا. وی سفید داڑھی میں. ب ہو گئے۔

یقوت ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔اس نے اپنے جا. دیکھا تو مرجان نیند میں تھا۔پلوشہ خالہ کمرے میں نہیں تھیں۔نہ ہی دینا شا یہ وہ دینا کو لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھیں۔یقوت سیدھا ہو کر چھت کو گھورے یہ۔کتنے ہی مناظر اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔وہ لوگ مصر میں تھے اپنی ماں کے ساتھ،اپنے .پ کے ساتھ،انکا یہ گھر تھا،گھر کم محل زیادہ جس میں وہ لوگ شہزادوں کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ا ماں کی کھنکھناتی آواز اس گھر کے در و دیوار میں گونجتی تھی اورا .پ کی محبت بھری باتیں جو وہ ا ماں سے اکثر کیا کرتا۔جس پہ وہ دونوں بھائی سرشار ہو کر اس جوڑی کو دیکھا کرتے تھے۔

وہ گھر مکمل تھا ہر لحاظ سے مکمل تھا،جس میں خوشیاں،رزق سکون ہر نعمت میسر تھی اور اب۔۔!!اب وہ لوگ کہاں تھے۔وہ جس گھر میں تھے اس گھر میں نہ تو ا ماں ساتھ آئی تھی اور نہ ہی اب .پ کا سایہ موجود تھا۔ا زندگی گذشتہ مہینوں میں یکسر بدل کر رہ گئی تھی۔زندگی نے ان معصوم آنکھوں سے خواب چھین کر ان آنکھوں میں وقت کی کڑی حقیقتوں کی کرچیاں چبھو دی تھیں۔یقوت کی بھوری آنکھیں اداس تھیں۔

اس نے کروٹ لی وہ پھر سے سونا چاہتا تھا نیند تھی کہ آنکھوں سے دور تھی۔کچھ ہی دیر میں فجر کی اذا گونجیں تو یقوت اٹھ بیٹھا۔کمرے میں مدھم سی روشنی تھی وہ کچھ ثانیے یوں ہی بیٹھا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر واشروم میں گیا۔واپس آیا تو اسکے چہرے اور کہنیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔اس نے چیسٹر کی دراز سے اپنی جائے نماز اور سفید جالی دار ٹوپی نکالی اور کمرے میں ہی ایک کونے میں جائے نماز بچھا کر ادا کرنے لگا۔

وہ کمرہ ان معصوم سجدوں کا گواہ ٹھہرا تھا۔ہر سجدے کے ساتھ یقوت کے بے چین سے دل کو سکون مل رہا تھا۔وہ کم عمر تھا ا عقل بہت پختہ تھی جس کی بڑی وجہ ا ماں کی تربیت اورا .پ کے سکھائے گئے اصول تھے۔وہ لوگ ا بچوں کی طرح سمجھتے ہی نہیں تھے وہ ا ہر چھوٹی بڑی بات میں شامل کرتے تھے۔ا سوالوں کے جواب دیتے تھے۔ان سے مشاورت بھی کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ کم عمری میں ہی اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی باتوں کو سمجھنے لگے تھے۔بچوں کی ذہن سازی ماں .پ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔اورا .اہیم اور حوریہ نے یہ ذمہ داری اچھے طرح سے نبھائی تھی جس کے ثمر آج ا بچوں کا دل اداس ہوتا تھا تو وہ گیمز کھیلنے کی بجائے اپنے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔

یقوت نے زمکمل کی اور دعا کے لئے پنے ننھے ننھے سے ہاتھ اٹھائے۔وہ کچھ دیر اپنی خالی سی ہتھیلیوں کو دیکھتا رہا پھر اسکے لب ہلے۔

''یا اللہ۔۔!!آپ کے پاس ماما اور بابا دونوں ہیں۔وہ دونوں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ میں خوبصورت لوگوں کی ضرورت تھی۔اللہ۔۔!!'' کہتے کہتے وہ رکا۔اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور حلق میں جمع ہوتے پانی کو حلق سے نیچے اتارا'' پلیز۔۔!!کسی اور کو وہاں مت بلوانا۔کیونکہ پھر تو ہم اکیلے ہو جائیں گے۔''اس نے معصومیت سے کہتے آسمان کی جانب دیکھا۔''مجھے عجیب سا ڈر لگ رہا ہے،ویسا ہی ڈر جیسا اس دن لگا تھا جس دن ماما اس دنیا سے چلی گئی تھیں۔اور ویسا ہی ڈر جس دن بابا نے بتایا کہ بابا بھی چلے گئے ہیں۔آج ویسا ہی ڈر لگ رہا ہے۔''اسکا دل بے چین تھا وہ بتا نہیں پا رہا تھا کہ اسکے دل کو کیسی بے چینی ہے۔''بس آپ مزید کسی کو اپنے پاس نہ بلوانا۔نہ صفا آ کو اور نہ ہی۔۔'' کہتے کہتے وہ خاموش سا ہوا۔دل میں ہول سا اٹھا''اور۔۔اور نہ ہی بے بی کو۔۔میں کہتا نہیں ہوں میں بے بی سے پیار کرتا ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ وہ جلدی سے ہمارے پاس آ جائے۔اور میں اسکو دینا کی طرح پیار کروں گا۔میں اسکا خیال رکھوں گا۔اور اسکا۔۔اسکا۔۔آئیڈیل بنوں گا۔جیسے مرجان کہتا ہے۔کیونکہ بابا نے مجھے کہا تھا کہ میں بڑا ہو جاؤں۔'' کہتے ہوئے یقوت نے ہونٹ گول کیئے۔کچھ دیر وہ یوں ہی اپنے اللہ کے سامنے معصوم سی فرمائشیں کرتا رہا۔پھر اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور جائے نماز تہہ کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اٹھا تو اپل کے لئے ٹھٹکا۔

''کیا ہوا؟''بیڈ پہ مرجان بیٹھا اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔یقوت نے تھوک نگلا۔

''کچھ نہیں زکا وقت ہو رہا تھا۔'' وہ نگاہ پھیرتا ہوا جائے نماز چیسٹر میں رکھنے لگا۔

''تم پریشان ہو؟''مرجان نے اسکی پشت کو دیکھا۔

''کیا تم نہیں ہو؟''یقوت نے مڑ کر مرجان کو دیکھا۔مرجان نے میں سر ہلایا۔یقوت اسکو دیکھ کر رہ گیا۔وہ کتنی صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔حالانکہ وہ جانتا تھا کہ کیسے مرجان رات کو بابا حال ہوا تھا اور پلوشہ خالہ نے اسکو سنبھالا تھا۔مرجان نے اسکی نگاہوں کو سمجھتے ہوئے نگاہ پھیر لی۔

''پیٹی لیڈی کہتی ہیں کہ.. جلدی ہی آجا گے۔''اس نے اپنا عہد دہرایا۔

''کتنی جلدی؟'' آج قوت نے اسکی بات کی نہیں کی تھی بلکہ اسکا بھی دل چاہا تھا کہ کاش مرجان اور صفا آ کی باتیں سچ ہوں۔وہ پوچھ رہا تھا کہ کتنی جلدی۔

''جتنی جلدی وہ آئیز بلنک کریں گی۔''مرجان نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے قوت کو جواب دیا تو قوت کو مرجان کی دماغی حا پہ شک ہوا۔

''اور وہ آئیز بلنک کریں گی؟''اس نے ہونٹ بھینچے ہی مرجان سے پوچھا۔

''یہ تو پیٹی لیڈی کو پتہ ہے۔''اس نے کندھے اچکا دیئے۔قوت اسکو دیکھ رکر رہ گیا۔اسکا بھی دل چاہا تھا کہ مرجان کی طرح سچائی سے انکار کر دے اور خوابوں میں ہی جیئے جہاں وہ اپنے باپ کا انتظار کرے جہاں اسکا دل نہ دکھے یہ سوچ کر کہ اسکا باپ مر گیا ہے اور وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ مرجان کی لاجک کے بعد جیسے اس نے ارادہ ترک کر دیا۔اور سر جھٹک کر اپنی اسٹڈی ڈیسک کے پاس آیا۔جبکہ مرجان بیڈ سے چھلانگ لگا کر اگلے کمرے سے باہر نکل آیا۔اسکا رخ لان کی جانب تھا۔اسے دینا کے لئے کراؤن بنانا تھا۔

سنہری سی صبح ممبئی پہ طلوع ہوئی تو سمندر کی لہروں نے بلند ہو کر سورج کو خوش آمدید کہا تھا۔وہ شہر جو کبھی سویا ہی نہیں تھا ذرا سی اوس کے بعد جاگ گیا تھا۔زندگی نے ایک بار پھر سے انگڑائی لی تو پورے شہر میں رونق سی بھر گئی۔

اس نے اپنی کھڑکی کا پردہ ہٹایا اور ایک انگڑائی سی لی۔وہ کچھ ثانیے اس پہ طلوع ہوتے سورج کو دیکھے گئی جس میں زندگی کی نوید تھی اسکو وہ صبح نئی نہیں لگی تھی وہ ہر دن کی طرح ہی ایک اداس سی صبح تھی۔عیشا کے ہر روز اب ایسے ہی تھے۔جن میں محبت کے علاوہ ہر مصروفیت شامل تھی۔اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ ٹیبل کے پاس رکھی ایک چھوٹی سی گول میز پہ اسکا اور لیپ ٹاپ اٹھا پاس ہی ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔وہ ساری رات کام کرتی رہی تھی۔

کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی تو عیشا نے مڑ کر دیکھا دروازہ کھلا اور نینی اندر داخل ہوئی۔اسکے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پیالی تھی۔عیشا نے بھنویں سکیڑیں۔وہ مسکرا کر چلتی ہوئی اسکے پاس آئی۔

''منہ کھولو۔''اس نے ایک چمچ اسکی جانب بڑھایا۔

''یہ کیا ہے؟''عیشا حیرت سے ہنس دی۔

''دہی شکر۔آج تمہارا نئے آفس میں پہلا دن ہے۔اس لئے اچھی شروعات کے لئے تم یہ دہی شکر کھا کر جاؤ۔'' نینی نے اپنے کسی عقیدے کے مطابق اسکو گڈ لک وش کرنا چاہا۔عیشا نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔''کھالو ناں۔۔'' نینی نے ضد کی تو عیشا نے مسکرا کر آگے بڑھتے وہ چمچ کھالیا۔''بیسٹ آف لک۔'' نینی پیالی رکھ کر اسکے گلے لگی تو عیشا کی مسکان سمٹ سی گئی۔''تم دیکھنا تمہاری زندگی پھر سے شروع ہوگی۔''نہ جانے نینی نے کیا سوچ کر کہا تھا۔

عیشا پھیکا سا مسکراتی ہوئی اس سے الگ ہوئی۔''نہیں نینی۔!!زندگی رکر شروع نہیں ہوتی۔یہ بس ایک رشروع ہوتی ہے اور رکر اپنے اختتام پہ پہنچ جاتی ہے۔''اسکے لہجے میں اداسی سے اٹ آئی تھی۔

''تم تو کہتی ہو کہ مایوسی کوہ ہے۔'' نینی نے اسکو گھورا۔عیشا مسکرا کر وہاں سے ہٹی اور اپنی وارڈروب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

''میں مایوس نہیں ہوں۔میں نے قبول کر لیا ہے۔جو کچھ میری قسمت تھا اسکو۔''

'' عیشا۔۔!!اتنی ادھوری زندگی کسی کی نہیں ہوتی۔مجھے یقین ہے کہ تمہاری زندگی میں ابھی بھی خوشیاں باقی ہیں اور صحیح وقت آنے پہ وہ تمہارے دل پہ دستک دیں گی۔'' نینی اسکے پاس آ کھڑی ہوئی۔جبکہ اب عیشا اپنے دو سوٹ بیڈ پہ پھیلائے کھڑی سوچ رہی تھی کہ کون سا پہنے۔''ریڈ والا۔۔'' نینی نے جھک کر ایک سرخ اور کلی ڈریس اٹھایا۔

''نہیں۔۔یہ ہاف وائٹ ٹھیک ہے۔''عیشا نے دوسرا سوٹ اٹھایا جو کہ ایک لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ تھا۔سادہ سا سوٹ تھا ساتھ دوپٹہ شاکنگ پنک تھا جس پہ کام ہوا ہوا تھا۔ نینی نے دیکھا اور پھر سرخ جوڑا واپس رکھ دیا۔

''اور میں اس دستک پہ اپنے دل کا دروازہ کبھی نہیں کھولوں گی۔''عیشا غائر دماغی سے اس سفید جوڑے کو دیکھتے بولی تو نی نے چونک کر دیکھا۔''میرے دل کے دروازے پہ سفیر کے نام کی مہر لگ چکی ہے۔اور یہ دروازہ اب کسی اور کی دستک سے نہیں کھلنے والا۔'' وہ کہتے ہوئے اپنے کپڑے اٹھائے واشروم میں گھس گئی۔ نی اسکو دیکھ کر رہ گئی۔

وہ ایک پانچ منزلہ عمارت تھی۔ایک بڑا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس بڑے بڑے حروف میں ہندی میں''مسلم بلڈرز'' لکھا ہوا تھا۔ایک آٹو رکشہ روڈ کنارے آ کر رکا تو اس میں سے عیشا اپنا فائل فولڈر سنبھالتے ہوئے نکلی۔اسکے کندھے پہ اسکا لیپ ٹاپ بیگ جھول رہا تھا اور ہاتھ میں ایک فائل فولڈر تھا۔وہ اسی ہاف وائٹ جوڑے میں ملبوس تھی۔دوپٹا ایک کندھے پہ ٹکا تھا اور چہرے کے گرد ایک ہاف وائٹ ہی سلک کا حجاب تھا۔کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس عمارت کی جانب بڑھنے لگی۔وہ اندر داخل ہوئی تو وہاں پہلے ہی ریسپشن پہ ایک بھیڑ تھی۔عیشا کا حلق خشک ہوا۔وہ ساری لڑکیاں ماڈرن طرز کے لباس میں موجود تھیں۔وہ سب آج انٹرویو دینے آئی تھیں۔عیشا کے ہاتھ میں بھی اسکی سی وی تھی۔

اس نے غیر محسوس انداز میں اپنے فائل فولڈر کی گرفت مضبوط کی۔وہ آ کر لاؤنج میں ہی رکھے صوفوں میں سے ایک صوفے پہ بیٹھ گئی۔عجیب گھبراہٹ سی ہوئی تھی۔ نی نے اسکو یہ کمپنی سجیسٹ کی تھی۔کیونکہ یہاں نئے سٹاف کی ضرورت تھی۔عیشا نے سیکرٹری کے لئے اپلائے کیا تھا۔ یہاں آ کر اندازہ ہوا تھا کہ یہ مسلم بلڈرز بس نام کے ہی مسلم ہیں۔عیشا ایک گہری سانس بھرتی وہاں بیٹھی لاشعوری طور پہ ٹانگ ہلا رہی تھی۔

لاؤنج کا عقبی دروازہ کھلا تو ایک آدمی ٹو پیس پہنے آنکھوں پہ چشمہ لگائے مصروف سے انداز میں ساتھ چلتے ہوئے لڑکے سے کوئی بات کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔اسکا رخ اپنے کیبن کی جانب تھا۔اس نے لاؤنج میں رش دیکھا تو ٹھٹک گیا۔

''آج انٹرویو کے لئے لوگ آئے ہیں۔'' ساتھ چلتے لڑکے نے آگاہ کیا۔

''اوہ۔۔ذہن سے نکل گیا تھا۔''اس نے ماتھے کی پشت کھجائی۔

''آپ کریں گے انٹرویو؟''لڑکے نے پوچھا تو اس نے ٹھٹک کر ایک نگاہ لاؤنج میں ڈالی۔وہ عقبی سمت میں کھڑا تھا امیدواروں کی اسکی جانب پشت تھی۔ سامنے لگے وال مرر میں وہ ان امیدواروں کو دیکھ سکتا تھا۔وہ خود اتنے عام سے حلیے میں تھا کہ کسی کو اسکے عہدے کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔کسی جانے پہچانے سے چہرے پہ نگاہ رکی تو وہ حیرت زدہ سا مسکرایا۔اور پھر وہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اس بلیک فولڈر والی کو میرے آفس بھیج دو۔۔اور باقیوں کو واپس بھیج دو۔''

''کیا سر؟ انٹرویو؟''وہ لڑکا بھی طرح ہڑبڑایا۔

''سلیکشن ہو گیا ہے۔''وہ کہتا بنا کوئی جواب سنے اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔وہ لڑکا وہیں کھڑا رہ گیا حیرت کا مجسمہ بنے۔پھر اس نے سر جھٹکا اور واپس آیا۔

''لیڈیز۔۔!! آپ لوگ جا سکتی ہیں سلیکشن ہو چکا ہے۔''اس نے اونس کیا تو ان کے چہروں پہ مایوسی پھیل گئی۔جبکہ عیشا کا خون کھول اٹھا تھا۔

''ایسے کیسے؟ ہم لوگوں کے ماتھے پہ گل لکھا ہوا ہے؟ جو ہمیں اس طرح بھیڑ بکریوں کی طرح بلوا لیا اور اب اس طرح بنا انٹرویو کئے بھیج رہے ہو۔''وہ تلخ کر اونچی آواز میں بولی تو اس لڑکے نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔باقی لڑکیاں بھی اسی طرح اسکو گھور رہی تھیں۔

''میڈم۔۔!! آپ پلیز شور نہ کریں۔فیصلہ بس نے کرنا ہوتا ہے۔اور انھوں نے کر لیا ہے۔''

''کون ہے بس؟ کہاں ہے؟ یہ کون سا اصول ہے؟''عیشا اب لڑنے پہ تلی آئی تھی۔اس لڑکے نے کان کھجایا۔

''آپ آئیں میں آپکو ملوا دیتا ہوں بس سے۔''

اسکی بات پہ عیشا ٹھٹکی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا ساری لڑکیاں اسی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ایک پل کے لئے اسکو شرمندگی نے آن گھیرا۔

''مم۔۔مجھے نہیں ملنا کسی بس واس سے۔'' کہتے اس نے اپنا فولڈر اٹھایا۔اور ہر کی جانب قدم بڑھائے۔

''آپ سلیکٹ ہوئی ہیں۔'' وہ لڑکا بولا تو عیشا کے قدم تھم گئے۔اس نے غیر یقینی سے مڑ کر دیکھا۔''ہاں۔۔پلیز۔۔!!'' اس لڑکے نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔عیشا نے ان لڑکیوں پر ایک نگاہ ڈالی جو کچھ دیر پہلے اسکے شانہ بشانہ کھڑی آتی تھیں اب وہ اس سے جیلس اور گمان دکھائی دیتی تھیں۔عیشا کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔آخر کون ہے وہ۔بس جس نے عیشا کو سلیکٹ کر لیا وہ بھی کسی انٹرویو کے بناء۔وہ تلملا کر رہ گئی۔اور پھر چار و ناچار اس نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

''آپ لوگ جا سکتی ہیں۔'' اس لڑکے نے پھر سے کہا تو وہ لڑکیاں اپنے بیگ اٹھاتی منہ بنائے وہاں سے چلی گئیں۔اس لڑکے نے ایک گہری سانس خارج کی اور عیشا کے پیچھے ہی قدم بڑھا دیئے۔

وہ لوگ تیسرے فلور پر ایک آفس کے سامنے کھڑے تھے۔اس لڑکے نے دستک دی۔

''آجاؤ۔'' اندر سے بھاری آواز گونجی تو اس نے عیشا کی جانب اشارہ کیا۔عیشا نے داخل ہوتے پیسے اور پھر اپنے فولڈر پر گرفت جمائے اندر کی جانب بڑھ گئی۔اس نے اندر آ کر دروازہ زور سے بند کیا تھا۔سامنے وہ شخص دیوار کی جانب رخ کیے بیٹھا تھا۔

''لگتا ہے آپ کو نہ تو بنیادی اصولوں کا پتہ ہے اور نہ ہی بنیادی ایٹیکیٹس کا۔'' وہ غرائی۔وہ یہاں بس اس کا دماغ ٹھکانے لگانے آئی تھی۔

''اچھا؟ ایسا ہے کیا؟'' وہ اچھا سا مسکرایا۔عیشا نے دانت کچکچائے۔

''ہاں۔۔اس طرح لوگوں کو انٹرویو کے لئے اکٹھا کر اور پھر اس طرح بناء کسی وجہ کے ڈس مس کر دینا۔کہاں کا اصول ہے؟''

''آپکو تو ڈس مس نہیں کیا۔ں۔۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔چہرہ ہنوز دیوار کی جانب تھا۔

''ہاں کیونکہ عیشا خود آپکی کمپنی اور آفر کو ریجیکٹ کرے گی۔''

''اچھا؟ واقعی؟'' اب کی بار اس نے کہتے ہوئے اپنی کرسی گھمائی۔اور عیشا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔گورسی ہاؤس میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔گھر کے در و دیوار نے خاموشی کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔کچن سے کھانے کی مہک اٹھ رہی تھی۔اور وقفے وقفے سے کسی برتن کی کوئی آواز آ جاتی تھی۔سیڑھیاں اترتے ہوئے مرجان کا رخ کچن کی جانب ہی تھا۔

''کتنا ٹائم ہے کھانے میں زلیخا اماں۔؟'' وہ تیار سا تھا ایک ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں۔اس نے کچن میں آ کر پوچھا تو زلیخا اماں نے ایک ٹفن بند کرتے ہوئے اسکی جانب دیکھا اور اداسی سے مسکرا دیں۔

''بس کر لیا ہے کھانا تیار۔''

''میں آپکے ساتھ چلوں گا۔''

''آپ گھر پر رہیں یہ قوت اور دینا کے پاس۔'' وہ جلدی سے بکھرا سامان سمیٹنے لگیں۔ابھی آنکھیں شدید بیداری کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔منال کی طبیعت پہلے ہی خراب تھی اسلئے گھر کا کھانا بنانا ضروری تھا اس لئے زلیخا ڈرائیور کے ساتھ آ گئی تھیں۔اور اب مرجان اسکے ساتھ ہاسپٹل جانے کی تیاری میں تھا۔

''پلوشہ ہیں اس پاس۔۔'' مرجان نے ضدی انداز میں پاؤں پٹخے۔

''تمہاری دادو نے کیا ہے کہ کسی کو نہ لے کر آؤں۔'' زلیخا نے پریشانی سے اسکے ضدی انداز کو دیکھا۔منال نہیں چاہتی تھیں کہ بچے اس غیر یقینی کی سی صورتحال سے گزریں۔جن سوالوں کے جواب ابھی تک کسی کے پاس نہیں تھے وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بچے آ کر ان سے وہ سوال کریں۔سر دی کا وقت ہو چکا تھا اور اس لئے لوگ بے چین تھے۔اور اس حالت میں وہ لوگ بچوں کو تو بلکل بھی فیس نہیں کرنا چاہتے تھے۔

''میں جاؤں گا۔'' مرجان پاؤں پٹختا کوئی بھی بات سنے بناء ہر نکل گیا۔اسکا رخ گیٹ کی جانب تھا۔زلیخا کا دل بے چین ہوا۔انھوں نے جلدی سے کھانے کا ڈبہ بیگ میں رکھا اور اپنا دوپٹہ درست کرتیں ہر آواز پر۔

''گارڈ انکل دروازہ کھولیں۔'' مرجان نے گیٹ پر پہنچ کر گارڈ سے کہا۔اس نے ایک پل کے لئے مرجان کا ستا ہوا چہرہ دیکھا۔ہر گاڑی تیار کھڑی تھی۔پھر اس نے

گیٹ کھول دیا۔اس سے پہلے کہ مرجان قدم بڑھاتی اس کی نگاہ کسی کے قدموں پر گئی۔مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا وہاں دو لوگ کھڑے تھے۔مرجان کی سیاہ آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

سامنے کھڑے شخص کی شربتی آنکھیں بے بسی اور تکلیف کے شدت سرخی مائل ہو رہی تھیں۔سامنے کھڑے مرجان کو دیکھ کر اسکو اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔وہ لڑکھڑایا تو ساتھ کھڑے لڑکے نے اسکو سنبھال لیا۔

''آپ آ گئے؟''مرجان نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔اسکے چہرے پر کہیں بھی شاک نہیں تھا بس تھکاوٹ تھی انتظار کی تھکاوٹ۔''اتنے دن لگا دیئے آپ نے۔''وہ روٹھے پن سے کہتا ہوا آگے بڑھا۔اس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسکی پشت پر بوسہ دیا۔''آپ کمزور ہو گئے ہیں بہت زیادہ کمزور۔''کہتے ہوئے مرجان اس کی ٹانگوں سے ہی لپٹ گیا۔جبکہ ابیہم اپنی جگہ پر ساکت تھا۔وہ مرجان سے اس ری ایکشن کی توقع نہیں کر رہا تھا۔وہ تو ان کے لئے مر چکا تھا۔

''صص۔۔صابر۔۔!!''گارڈ کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔''آپ۔۔زندہ؟''اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔جبکہ گیٹ کی جانب آتیں زلیخا کے ہاتھ سے وہ کھانے کا بیگ گرا۔ایک چیخ بلند ہوئی۔زلیخا اپنے حواس کھونے کو تھیں۔حسن اس کی توقع کر رہا تھا مرجان کا اتنا نارمل ری ایکشن دیکھ کر وہ بھی ڈگمگا گیا تھا۔

''آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟''مرجان نے سر اٹھا کر دیکھا۔ابیہم جو کہ غشی کی سی کیفیت میں تھا بے اختیار زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔وہ لوگ گیٹ کے اندر تھے۔گیٹ کھلا تھا۔اور ہر گارڈ منہ پر ہاتھ جمائے کھڑے تھے۔ڈرائیور کا بھی یہی حال تھا۔سب کی آنکھوں میں بس غیر یقینی تھی اور ان گنت سوال تھے جن کا جواب صرف ابیہم کے پاس تھا۔

''آپ کمزور کیوں ہو گئے ہیں؟''مرجان نے ابیہم کے دونوں گالوں پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ جمائے۔ابیہم کے آنسو بہہ رہے تھے۔تو کیا یہ اسکے صبر کا ثمر تھا؟ یہ اسکے صبر کا ثمر تھا؟

حسن مسکرا دیا۔اس نے مرجان کے سیاہ بال سہلائے۔

''ماموں؟ کمزور کیوں ہو گئے ہیں؟''مرجان نے سر اٹھا کر حسن سے سوال کیا۔حسن نے کندھے اچکا دیئے۔اس وقت وہ کچھ بھی بولنے کی حالت میں نہیں تھا۔وہ بس اس لمحے کو جینا چاہتا تھا۔وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جو اس ذات پر یقین کرتے ہیں ان کو اللہ کس طرح انعام سے نوازتا ہے۔آج زندگی کا یہ اور روپ اسکے سامنے تھا۔اور یہ روپ نہایت خوبصورت اور مکمل تھا۔اس روپ میں امید کی روشنی تھی اور یقین کا ثمر تھا۔وہ آج رحمت کا یہ روپ دیکھ رہا تھا۔اس لئے اسکے لب مقفل تھے۔

''تمہاری ماں کہاں ہے؟''ابیہم نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا۔مرجان نے پلکیں جھپکیں۔سیاہ آنکھوں میں تغیر تھا۔وہ کچھ الجھا۔

''وہ ہاسپٹل میں ہیں۔''مرجان سمجھا تھا۔ابیہم کی اٹکتی ہوئی سانس مزید تنگ ہوئی تھی۔''وہ بے بی لینے گئی ہیں۔اور میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔''مرجان نے ابیہم کے چہرے کی اڑتی رنگت دیکھتے ہوئے اسکے گال سہلائے۔ابیہم نے پلکیں جھپکیں۔مرجان نے اسکے گلے میں بانہیں حمائل کیں۔

''آئی مسڈ یو۔۔۔پیٹی لیڈی کہتی تھیں کہ آپ آ جائیں گے۔میں جانتا تھا کہ آپ آ جائیں گے اتنی دیر بعد آئیں گے ہمیں نہیں پتہ تھا۔آپکو پتہ ہے یہاں کے لوگ کیا کہتے تھے؟''وہ سسکتا ہوا۔ابیہم کو خود پر بیتی داستان سنا رہا تھا۔

''ابیہم۔۔!!''زلیخا اماں بمشکل قدم اٹھاتیں اسکے پاس پہنچیں تھیں۔

قوت اس وقت کمرے میں دینا کے ساتھ کارپٹ پر بیٹھا اسکے ساتھ کھیل رہا تھا۔وہ بس دینا کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہا تھا جو ہر تھوڑی دیر بعد ہونٹ نکال کر رونے لگتی تھی۔

''۔۔دینا۔۔۔''دینا نے کھیلتے ہوئے پھر سے ہونٹ نکالے۔

''دینا۔۔!!''قوت نے بے بسی سے ایک کھلونا روتے ہوئے دینا کو اپنے قریب کیا۔اور اسکو اپنے سینے سے لگایا۔''۔۔چلے گئے ہیں دینا۔''دینا روئے جا رہی تھی۔کمرے کے ایک کونے میں پڑھتی ہوئی پلوشہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ان چند دنوں میں وہ ان بچوں سے مانوس ہو گئی تھیں۔اور وہ جان گئی تھیں کہ ان بچوں کی روحیں کس قدر زخمی ہیں۔انھوں نے دل کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر صفا کی سلامتی کی دعا کی تھی۔

''نو بھائی۔۔دینا۔۔۔'' دینا ضدی انداز میں کہتی بلند آواز میں رونے لگی۔

''دینا پلیز۔۔ پپ ہو جاؤ۔۔یہ مرجان کہاں گئی؟'' قوت بے بسی سے دینا کو خاموش کروا تا ہوا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔پھر وہ یوں ہی دینا کا ہاتھ پکڑے باہر نکل آیا۔لاؤنج سنسان تھا۔وہ یوں ہی اسکو لئے مین ڈور تک آیا تو لان سے آتے گیٹ کے منظر پر قوت کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

سامنے وہ زمین پر بیٹھا تھا مرجان کو گلے سے لگائے۔زلیخا اماں رو رو کر اسکو کچھ بتا رہی تھیں۔ساتھ کھڑے حسن کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔

''۔۔۔!! دینا۔۔۔!!'' دینا نے ایک دم رونا لگایا اور قوت کا ہاتھ چھوڑتی ہوئی باہر کی جانب بھاگی۔جبکہ قوت ہنوز وہیں تھا۔تو کیا واقعی مرجان اور صفا ٹھیک کہتے تھے؟ آج ہر چیز الٹ پلٹ ہو چکی تھی۔قوت کے سر پر ساتوں آسمان گھومے تھے۔وہ اس وقت یہ سوچنے میں وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا کہ کون صحیح تھا اور کون غلط۔

''۔۔۔!!'' دینا بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔مرجان ایک طرف ہو گئی اور اس نے حسن کا ہاتھ تھام لیا۔ابیہم کی اب بس ہوئی تھی۔وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھا رہا۔اور دینا آ کر اسکے سینے میں سما گئی۔اولاد کا لمس۔ابیہم آج ایک طویل عرصے کے بعد اولاد کے لمس کو محسوس کر رہا تھا۔

''دینا۔۔۔'' دینا خوشی سے روتی ہوئی اسکے سینے میں چھپ رہی تھی۔وہ کمزور ہو گیا تھا اسکی اولاد تو اسکو سات پردوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔وہ اسکے لمس کو پہچانتی تھی۔قوت سست قدم اٹھاتا ہوا اسکے پاس پہنچا۔وہ ابھی تک یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ابیہم نے بے اختیار دینا کا چہرہ چوما۔اسکی کنپٹی۔اسکے گال۔۔اسکی پیشانی۔ابیہم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔اس نے دفعتاً پیچھے کھڑے قوت کو دیکھا۔

''قوت۔۔!'' ابیہم نے دینا کو سینے سے لگائے ہی نم آواز میں قوت کو پکارا۔قوت کی بھوری آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔اس نے اپنے کمزور باپ کو دیکھا اور پھر غیر یقینی سے مرجان کو دیکھا جس کے چہرے پر قوت جیسی غیر یقینی ہر گز نہیں تھی۔مرجان مطمئن تھا۔اور قوت ہار کر مطمئن تھا۔

''یہاں آؤ۔۔'' ابیہم نے تپتی آواز میں قوت کو پکارا تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بنا اس کی آغوش میں سما گیا۔آج سارے اندیشے سارے وہمے ہار گئے تھے۔آج مرجان کا یقین مطمئن تھا۔اس سے قوت بھی مطمئن تھا۔آج قوت کو اپنی ہار پر جی جان سے پیار آیا تھا۔کبھی کبھی ہار جانا مطمئن ہو جانے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔اور قوت کو یہ ہار ہر مطمئن سے زیادہ عزیز تھی۔ابیہم اپنی اولاد کو اپنے سینے سے لگائے بلند آواز میں رو رہا تھا۔اسکی اولاد کو اسکی آزمائش بنایا جاتا تھا۔اسکو توڑنا مقصود ہوتا تھا وہ لوگ اسکی اولاد پر ضرب لگاتے تھے۔وہ ہر ضرب کو جھیل جانے والا اس ضرب پر ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا یہ صرف وہ جانتا تھا کہ کیسے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی ذات کو سامنے چٹان بنائے رکھتا تھا۔وہ اندر سے ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔وہ شکست خوردہ شخص آج اپنی کل متاع کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔

اور یہ لمحہ ان در و دیوار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔کائنات اس لمحے کی گواہ ٹھہری تھی۔

''کیسی ہو؟'' وہ صبح سے کوئی دس بار پوچھ چکا تھا۔اور دسویں بار بھی وہ بس سر ہلا کر رہ گئی تھی۔اس وقت وہ دونوں آفس میں رکھے صوفوں پر بیٹھے تھے۔سامنے ٹیبل پر کھانے کے برتن پڑے تھے۔یقیناً وہ لوگ لنچ کر کے فارغ ہوئے تھے۔

''میں یہاں جاب کے لئے آئی ہوں تمہاری مہمان بن کر نہیں۔'' عیشا نے سر جھٹکا۔سامنے بیٹھا ضرار ہنس دیا۔

'' آج تو مہمان ہو تم۔کل سے ڈیوٹی شروع کر دینا۔'' وہ دوستانہ انداز میں بولا تھا۔عیشا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

'' کچھ بکھرے ہیں؟'' عیشا کے لہجے میں پھر سے آرزدگی امڈ آئی تھی۔ضرار نے سر جھکا لیا کتنے ہی لمحے آنکھوں کے سامنے سے ہو کر گزر گئے تھے۔''ہم کچھ بھی نہ بچا سکے۔۔ختم ہو گئے۔'' وہ بے بسی سے مسکرائی۔

'' عیشا۔۔!! ہم مرنے کے لئے ہی جیتے ہیں۔پھر موت سے کیسا خوف؟'' اسکی آواز میں آرزدگی اور سرشاری ملی جلی سی تھی۔''جو اللہ کا ہے اسکو اللہ کے حوالے کر نے کے بعد کیسا غم؟ کیسے آنسو؟'' وہ پھیکا سا مسکرایا۔

''ہاں۔۔بے شک۔۔کچھ اللہ کا ہے اور اسی کی جانب لوٹ جائے گا ضرار۔۔'' کہتے ہوئے عیشا کی آواز رندھ گئی۔'' کچھ خسارے ایسے ہوتے ہیں جو ہماری روح کو لہولہان کر دیتے ہیں۔کچھ خسارے ہماری روح کے اتنے ٹکڑے کر دیتے ہیں کہ ساری زندگی ہم ان ٹکڑوں کو سمیٹ نہیں پاتے۔اور اسی رفو گری میں ہماری عمر بھی

ٹ جاتی ہے۔''

ضرار اسکی خالی آنکھوں کو دیکھے ۔۔وہ کتنا ۔ل گئی تھی۔وہ ا ۔ وپ کی ۔ سے ز۔ ہ دل اور بہادر لڑکی تھی اور آج اسکے منہ سے یوں مایوسی بھری ۔ تیں ۔۔ ضرار کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا۔وہ اس لڑکی کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا تھا۔

'' تم تو عیشا ہو ں ۔۔جس نے ز۔ گی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیشہ ز۔ گی کو جواب دیہے اور مشکلات کو عیشا کا سامنا کرنے پ منہ کی کھانی پ ڑی ہے۔'' وہ مسکرا۔ ہوا اسکو امید کا جگنو تھمانے کی کوشش کر رہا تھا۔عیشا پھیکا سا مسکرا دی۔

''تمہیں پتہ ہے ہر شکاری ا۔ دن بوڑھا ہو جا۔ ہے۔پھر وہ تمام جانور جو اس سے کبھی خوفزدہ پھرتے تھے وہ اسکے سر پ ۔ چنے لگتے ہیں اور وہ شکاری مسکرا۔ ہے اپنی بے بسی پ ۔ وہ جانور اس پ رحم نہیں کھاتے بلکہ اسکی بے بسی پ قہقہے لگاتے ہوئے اسکو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔''

'' تم جوان ہو عیشا ۔۔!!''ضرار نے اسکو ڈپٹا۔وہ ہنس دی۔

''جلد جوان ہے میری ۔۔ روح ۔۔روح بوڑھی ہو چکی ہے۔''عیشا نے سر جھٹکا۔

''افف ۔۔!! مجھے کیا پتہ تھا کہ میری قسمت میں ا۔ بوڑھی سیکرٹ ی رکھی ہوئی ہے۔''ضرار نے ہنستے ہوئے دن ا۔ جا۔ ائی۔عیشا نے اسکو خفگی سے گھورا۔

''اب تو مل گئی ۔۔''عیشا نے اسی کے ا۔ ازمیں کندھے اچکا دیئے۔

''نہیں ۔۔ ..... میں پھر سے انٹرویو کروں گا۔''

''خبردار ۔۔!!''عیشا نے انگلی کھڑی کی۔''ہم ا۔ ٹیم ہیں اس لئے تمہارا سایہ ۔ کا حق صرف مجھے ہے۔اور مجھ سے بہتر ہم راز نہیں مل سکتا تمہیں۔''اس نے آنکھیں سکیڑیں۔ضرار ہنس دیے۔

''یقیناً ۔۔!!''

ا پ ۔ ل کی راہداری میں بے چینی ۔ڑھ چکی تھی۔ا۔ روہ ز۔ گی اور موت کی کشمکش میں تھی۔سر۔ ی جاری تھی۔ ہر منال ۔ڑھال سی دکھائی دیتی تھیں ۔ یجہ بھی ۔ حال تھیں۔سعدیہ کبھی منال کو دیتا ۔ تو کبھی ۔ یجہ کو۔سفیان گورسی بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔انکا دل ۔ نہیں دھڑک رہا تھا۔ا سانس بھی ۔ر ۔ را کھڑ رہی تھی۔ا سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کریں کہاں جا ۔کس سے مدد مانگیں۔وہ آج تنہا تھے۔آج ا کندھے پ ہاتھ ر ۔ والا انکا ۔ٹ نہیں تھا۔

انتظار کی وہ گھڑیاں ا لئے محال تھیں۔ ۔ لوگ صفا کی ز۔ گی ما۔ رہے تھے اس سے جڑی وہ ننھی جان کسی کو دیتا ۔ نہ تھی آج بس صفا اہم تھی۔وہ ننھی جان صفا کے لئے و ۔ل جان ۔ دکھائی دے رہی تھی۔ا۔ پل کے لئے تو منال کا دل بھی اس ننھی سی جان سے غافل ہوا تھا۔آج وہ ا۔ ان چاہا وجود بن چکی تھی ان ۔ کے لئے وہ لوگ بس صفا کی سلامتی چاہتے تھے۔کہ کسی طرح بس صفا کی جان بچ جائے۔

وہ لوگ نہیں جا تھے کہ وہ ننھی جان اپنے ۔۔ کے لئے کس قدر اہم تھی۔وہ قید خانے میں بھی اس سے مخاطب ہوتا تھا۔وہ کیسے اس کے وجود کا انکار کر سکتا تھا۔ چاہے ساری د بھی اس وجود کو ٹھکرا دیتی اسکے ۔۔ اسکو کبھی نہیں ٹھکرا تے تھے۔

آ پ تھیٹر میں معصوم کلکاریں گونجیں۔وہاں موجود سٹاف نے خوشی اور پ یشانی کے ملے جلے ۔ ات لئے ا۔ دوسرے کو دیکھا تھا۔وہ ۔ لکل صحت مند تھی۔وہ لوگ اب اسکی ماں کی جا۔ ۔ متوجہ تھے جو کہ جینے کی ہر امید کھو چکی تھی۔جو ز۔ گی کی جا۔ ۔ شا۔ لوٹنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

ا پ ۔ ل کی راہداری کے شور میں اٹھتے ان قدموں کی چاپ وہیں جیسے دم توڑ رہی تھی۔ورنہ کبھی وہ بھی دن تھا کہ ا۔ اہیم گورسی ان راہداریوں میں چلتا تو لوگ سہم کر ا۔ جا۔ ہو جا۔ کرتے تھے۔آج وہ کمزور جسم چلتا تو دو قدم کے بعد اسکی سانس پھولنے لگتی تھی۔اسکے ساتھ چلتے ہوئے مرجان اور ۔ قوت نے اسکو دونوں ۔ زوؤں سے تھام رکھا تھا۔دینا ساتھ چلتے حسن کی گود میں تھی۔زلیخا اور پلوشہ آ پوچھتی ہو ا پیچھے چلی آ رہی تھیں۔

''سعدیہ ۔۔!!''منال نے غیر ہوتی حا ۔ میں سعدیہ کو پکارا۔وہ ۔ یجہ کو چھوڑ کر ا پس پہنچی۔منال کی آنکھیں سامنے ٹکی ہوئی تھیں۔''میرا وقت قر۔ ۔ آ ۔ ہے

ے۔''انھوں نے اپنا سینہ مسلا۔

''اللہ نہ کرے۔۔''سعدیہ کا دل ڈوبا۔

''دیکھو تو۔۔میرا بیٹا مجھے آیا ہے۔۔تم کیسے کہہ سکتی ہو سعدیہ۔۔وہ آیا ہے۔۔یقیناً وہ مجھے آیا ہے۔''وہ سامنے راہداری میں دیکھتے ہوئے بولیں تو سعدیہ نے بے اختیار دن موڑ کر اس جا دیکھا۔سعدیہ کی چیخ بلند ہوئی جس کو اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر دبا لیا۔سفیان گورسی اپنی جگہ سا ہو چکے تھے۔منال دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی ان لوگوں کو دیکھ رہی تھیں۔وہ اسکو اپنا کوئی وہم سمجھ رہی تھیں۔پھر موت کی گھڑی۔وہ گھڑی تو زندگی کی تھی۔

وہ چلتا ہوا آیا اور آ کر زمین پہ بیٹھتا منال کی گود میں سر رکھ دیا۔منال نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔لوگ حیرت کا مجسمہ بنے ہوئے تھے۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھیں۔وہ تو اسکو اپنا وہم سمجھ رہی تھیں تو پھر باقی لوگ ایسے کیوں دیکھ رہے تھے۔انھوں نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اسکے لبوں پہ رکھا۔اور پھر کرنٹ کھا کر اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔

''ماما.....ماما۔۔''وہ ہچکیوں میں رو رہا تھا۔اسکی بھاری سسکیاں اس راہداری پہ سکوت طاری کر گئی تھیں۔ہر سو سناٹا چھا گیا تھا بس اسکی بھاری سسکیاں گونج رہی تھیں۔منال نے اسکے چہرے کی جانب دیکھا۔وہ بھی حیرت کی مورت بنے ہوئے تھے۔انھوں نے پھر سے غیر یقینی کی سی کیفیت میں اپنی گود میں سر رکھے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

''دادو۔۔!!''سفیان گورسی نے نیچے دیکھا مرجان انکا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔''واپس آ گئے ہیں۔میں کہتا تھا ناں۔دیکھیں آ گئے ہیں۔''مرجان خوشی سے لبریز لہجے میں اتبار رہا تھا۔''کافی کمزور ہو گئے ہیں۔اٹس اوکے ہم لوگ جم کریں گے تو پھر سے سٹرانگ ہو جائیں گے۔''مرجان نے سیاہ آنکھیں مٹکائیں۔وہی تھا وہاں جس کو حیرت کی بجائے صرف خوشی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسکا باپ واپس آئے گا۔وہی تھا جس نے اسکی موت کی کسی بھی خبر کا یقین نہیں کیا تھا۔پھر وہ تھی جو اس وقت خود موت کے سامنے سارے ہتھیار ڈال کر بیٹھ گئی تھی۔جس نے جینے کی ہر امید چھوڑ دی تھی۔وہ کسی کے سامنے اتنا کمزور موت کے سامنے ہار رہی تھی۔

سفیان گورسی کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔منال اب ابیہم کا سر چومتی ہوئی بلند آواز میں رو رہی تھیں۔سفیان نے اپنا چہرہ رگڑا اور آ کر ابیہم کے عقب میں کھڑے ہوئے انھوں نے ابیہم کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔تو ابیہم کی سسکیاں بلند ہوئیں وہ ایک دم سے میں اٹھ کر انکے گلے لگا تھا۔اپنا پن میں ایک الگ ہی ماحول سا بن گیا تھا۔وہ دونوں بلند آواز میں رو رہے تھے۔سفیان گورسی بڑھاپے سے نڈھال تھے۔ابیہم کے اندر جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی تھی کہ اس نے اپنے باپ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔اسکا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔وہاں موجود کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا کی آنکھیں نم نہ ہوں۔حسن نے دینا کا سر چوما۔وہ اپنی آنکھوں سے ایک خوبصورت منظر دیکھ رہا تھا۔اسکو وہ دن یاد آیا جس دن اس نے اپنے باپ کو کھو دیا تھا۔اس دن کتنا خوش تھا وہ۔اسکے ماں باپ اپنی شادی کی سالگرہ منا رہے تھے وہ لوگ اپنی زندگی کی خوشی مناتے مناتے اسکو زندگی بھر کا روگ تحفے میں دے کر چلے گئے۔وہ بھی تو آج اپنے باپ کے گلے لگا تھا۔آج بھی اسکو اپنے باپ کا وہ لمس یاد تھا۔اسکو آج بھی اپنی ماں کی خوشبو محسوس ہوتی تھی جو اس نے آج اپنی ماں کے آنچل میں چہرہ چھپاتے ہوئے محسوس کی تھی۔

ایسے اس جا بڑھی تو منال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اسکے ہاتھ میں ایک ننھا سا وجود تھا۔منال کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔تو کیا وہ چلی گئی تھی؟ کیا اسجل ایک بار پھر سے چھوڑ کر جا چکی تھی؟ کیا سجل کو صفا سے الگ کر دیا گیا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے؟

''بیٹی ہوئی ہے۔''

الفاظ زندگی ہوا کرتے ہیں۔۔!!

آج پھر سے ان الفاظ نے وہاں کھڑے ہر شخص میں زندگی بھر دی تھی۔ابیہم جھٹکے سے اپنے باپ سے الگ ہوا۔اس نے اپنی آستین سے اپنا چہرہ رگڑا۔مرجان بھاگ کر نرس کے پاس پہنچا۔اس نے ہاتھ پھیلا دیئے۔نرس نے جھجکتے ہوئے وہ بچی اس نو سالہ بچے کی آغوش میں تھما دی۔

''یہ جائے گی۔''قوت پریشان حال سا مرجان کے پاس پہنچا۔

''نو۔۔میں نہیں جانے دوں گا۔''کہتے مرجان نے محبت پاش نگاہ اس ننھی سی گڑیا پہ ڈالی جو کہ ہلکے گلابی رنگ کے بے بی سوٹ میں سمٹی پڑی تھی۔اسکا سرخیاں چھلکاتا چہرہ اس وقت اس قدر خوبصورت اور پرنور لگ رہا تھا کہ مرجان اسکو دیکھ کر رہ گیا۔''یہ تو پرنسیس لیڈی سے بھی زیادہ پرنسیس ہے۔''مرجان نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے

ت ات لئے مڑ کر کہا تو وہاں موجود ہر شخص اپنا اپنا غم بھول کر ا . رتو مسکرا یا تھا ''. . . !! دیکھیں ن . . یہ اتنی پ یٹی کیوں ہے؟'' وہ احتجاج پ ا آ یا تھا۔ کوئی اسکی پ یٹی لیڈی سے پیارا کیسے ہوسکتا تھا بھلا۔ مرجان کے لئے یہ . ت . قابل قبول تھی۔ وہاں موجود ہر شخص اسکی اس . ت پ یا تھا۔ اس لمحے میں ز . گی سی بھر گئی تھی۔

''میری بیٹی کیسی ہے؟'' یجہ اٹھ کر ن س کے پ س پہنچیں۔ جبکہ منال نے آگے . ھ کر مرجان سے بچی کو تھام لیا اور آ کرا. اہیم کے پ س کھڑی ہو گئیں۔

''ابھی کچھ کہہ نہیں ت .''ا. اہیم جو کہ اس ننھی پ ی کی جا . لرز ت ہاتھ . ٹھا رہا تھا ن س کی . ت پ اسکا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ یا۔ ''ڈاکٹرز ٹ کر رہے ہیں آپ بس دعا کریں۔''

''ایسا . . کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم نے کہا تھا ن کہ صفا کو بچا ہے۔'' یجہ اچا . سے طیش میں آئی تھیں۔ ا اس وقت اس ننھی سی جان پ غصہ آ یا تھا۔ منال کے دل کو ہاتھ پ ڑا۔ ا. اہیم کے چہرے کی ساری رنگت جیسے اڑ چکی تھی۔ اسکا بچا کچا خون جیسے خشک ہو یا تھا۔ اسکو اپنے قدموں سے صحیح معنوں میں جان ت ہوئی محسوس ہوئی۔

''میڈم۔!! اللہ جس کو چاہے ز . گی دیتا ہے۔ ڈاکٹرز کوشش کر رہے ہیں۔'' س بمشکل مسکرا کر کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ یجہ نے ا یک خفا سی نگاہ وہاں موجود ہر شخص پ ڈالی تھی۔ ا ان لوگوں کی خوشی ز ہر لگی تھی۔ وہ کیسے صفا کو بھلائے اس بچی کے آنے پ خوش ہو ت تھے۔ آج ماں کا دل ٹ پ ٹھا وہ اس ٹ پ میں وہاں موجود ہر کسی کی وفا اور محبت کو بھلا بیٹھی تھیں۔

''کیا . . کیا . . مطلب تھا اس . ت کا؟''ا. اہیم پہلی . ر کچھ بولا تھا۔ سفیان گورسی نے اسکے کندھے پ مضبوطی سے ہاتھ رکھا۔ ''وہ . . ن س ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟ کیا مطلب تھا اس . ت کا؟ اور کس نے کہا تھا صفا کو بچا ہے۔ بچے کو نہیں . . کیا..... کیا مطلب کیا تھا اس . کا؟'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ا چہروں کو دیکھتا ہوا سوال کر رہا تھا۔ وہ لوگ کیسے اسکی بیٹی کی ز . گی کا سودا کیے بیٹھے تھے۔

''تم حوصلہ رکھو . . ٹھیک ہو جائے گا۔ ا یہ ٹھیک ہے تو صفا بھی ٹھیک ہو جائے گی۔'' سفیان گورسی نے اس مخملی لباس میں پ ڑا ننھے سے وجود کی جا . اشارہ کیا۔

''حوصلہ؟ کیسے . . ؟ آپ نے سنا نہیں . . وہ . . وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟''ا. اہیم کا چہرہ ہر پل متغیر ہو رہا تھا۔ اسکو اپنا وجود . ف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اب کی . ر حسن بھی بے چین سا ہو کر ان کے پ س پہنچا تھا۔ وہ بھی الجھا ہوا تھا۔

''صبر رکھو . ٹ . . اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔'' سفیان گورسی نے نم سے لہجے میں کہتے . ٹ کا کندھا ت پ تھا۔

''. . . . . ''ا. اہیم کے . پ ئے اس نے بے بسی سے دن ا یا جا . ئی . .

''شش . . !! تم تو میرے ا. اہیم ہو ں . . تم تو صا . ہو ں۔ تم تو توکل ر . والے ہو ں۔'' انھوں نے ا. اہیم کے کندھے پ د . ؤ . ڑھا یا۔ ا. اہیم نے بے بسی سے . . ہم پیو ت کئے۔

''وہ تمہاری منتظر تھی۔ ہم . نے مان لیا تھا کہ تم . .'' منال کہتے کہتے پ پ ہو گئیں۔ انھوں نے اس ننھی سی جان کا ماتھا چوما اور اسکو اپنے ی سے لگا یا۔ ''وہی تھی جو نہیں ما تھی۔ وہ ڈٹی رہی پتہ ہے کیوں؟'' انھوں نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے ا. اہیم کی جا . دیکھا۔ وہ سوالیہ آنکھوں سے ا دیکھے ی۔ ''کیو تم جاتے ہوئے اس پگلی کے ساتھ کوئی وعدہ کر گئے تھے انتظار کا۔ اور وہ تمہارا انتظار کرتی رہی۔ ا وہ ت . تمہارا انتظار کر سکتی ہے تو اب وہ کیسے تمہیں چھوڑ کر کہیں جا سکتی ہے؟'' وہ مسکرا دیں۔ ا. اہیم کی آنکھوں سے نمکین پ نی ہنوز رواں تھا۔

''اس نے اپنے صبر کا امتحان دے دیا ہے۔ اب تم صبر کرو۔'' منال نے ا. اہیم کا کندھا چومتے ہوئے اسکی گود میں اس ننھی سی جان کو ڈال دیا۔ ا. اہیم نے پ پ تے ہاتھوں سے بمشکل اسکو تھاما تھا۔ ''دیکھو . . !! صفا نے اسکا م سجل رکھا ہے۔'' منال اسکی گود میں موجود اس ننھی پ ی کے چہرے کو انگلی سے چھو رہی تھیں۔ ''اور دیکھو یہ سجل ہی کی طرح ہے . لکل۔'' وہ مسکرا رہی تھیں ا آنکھوں سے نمکین مائع بہہ رہا تھا۔ خوشی، آزمائش، بے قراری اور سکون کا عجیب وغر . سا ملغوبہ سا بن چکا تھا۔ احساسات کا وہ امتزاج اس قدر عجیب تھا کہ وہ لوگ خود نہیں جا تھے کہ کس . بے کو محسوس کریں اور کس کو نہیں۔

''یہ . . ا جائے گی۔''ا. اہیم کے ہاتھ مسلسل پ پ رہے تھے۔ یقوت اور مرجان ا دن اٹھائے اسکو دیکھ رہے تھے۔ حسن بھی اس ننھی سجل کو دیکھ کر مسکرا دیا . کے

لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔ ۔ یجہ ٹ ھال سی تھیں۔ا نگاہیں بس آپ تھیڑ کی جا ۔ ٹی تھیں جہاں سے ابھی۔ کوئی خبر نہیں آئی تھی۔

''تم سجل کو اٹھاتے ہوئے بھی ایسے ہی ڈرتے تھے۔'' منال مسکرادیں۔

''سجل ہی تو ہے یہ۔''ا. اہیم نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے سجل کے سرخیاں چھلکاتے گال پ بوسہ دیا۔

''چلو جلدی سے اسکے کان میں اذان دے دو۔'' منال نے کہا تو ا. اہیم نے چو کر دیکھا۔''مجھے تو یقین نہیں آرہا کہ اس لڑکی کے یقین پ۔'' منال واقعی اس وقت حیران تھیں۔

''کہتی تھی کہ آپ دیکھنا ا. اہیم واپس آ گے اور میری سجل کے کان میں اذان دیں گے۔'' منال نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں کے کنارے صاف کئے۔

ا. اہیم نے ا. واچکائے۔کیا اتنا پکا یقین تھا صفا ا. اہیم کا۔۔!وہ خود حیرت زدہ تھا۔''جلدی کرو۔۔میں تو چاہتی تھی کہ وہ دیکھے۔ خیر ہم ویڈ یو بنالیں گے وہ دیکھ لے گی۔اس نیک کام میں دیر نہ کرو۔'' منال نے عجلت میں کہا تو ا. اہیم نے سفیان کی جا ۔ دیکھا انھوں نے اثبات میں سر ہلا یا تو وہ اس ٹ زک سے وجود کو خود میں سمو ۔ وہیں رکھی ا کرسی پ بیٹھ ۔

''آ پیشنٹ رسپونڈ کیوں نہیں کر رہیں؟'' اب ا سینیئر ڈاکٹر کی بس ہوئی تھی۔صفا کے پیرا ٹ رز مسلسل متغیر ہو رہے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹرز کو لگتا کہ اب کچھ کنٹرول میں ہے ۔ ۔ کچھ ایسا ہو جا ۔ کہ ساری محنت پ پانی پھر جا ۔

''ا ایسے ہی چلتا رہا تو یہ کومہ میں جا سکتی ہیں۔'' ا لیڈی ڈاکٹر نے پ یشانی کے عالم میں کہا تو قی سٹاف نے بھی ۔ سف سے صفا کی جا ۔ دیکھا تھا۔جس کا بے ر چہرہ ز گی کی کسی بھی رمق سے عاری تھا۔

''اللہ اکبر.....!اللہ اکبر۔۔!!''اسکی لرزتی آواز ا ۔ ل کی راہداری میں گو تو وہاں موجود ہر شخص اپنا دل تھام کر رہ ۔ یہ وہ منظر تھا جس کا خواب جس نے دیکھا تھا اسکی تعبیر اسکے علاوہ ۔ دیکھ رہے تھے۔اسکا یقین ۔ ۔ ۔ تھا وہ خود ہار رہی تھی۔اس نے اس یقین کو اپنے خون پ پلا تھا۔اور اب اس کی ہمت ختم ہو چکی تھی اسکے ا راتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر اپنے خواب کی تعبیر دیکھ سکے۔

وہ اپنی سجل کے کان میں اذان دے رہا تھا۔آج اسکی سجل اسکی جھولی میں آن سمائی تھی۔سجل سے شروع ہونے والی داستان سجل آن پہنچی تھی جس کے وجود پ یہ داستان رقم ہوئی تھی جس کی روح نے اس داستان کو تحر کیا تھا وہ خود اس داستان کا ا ن دیکھنے سے قاصر تھی۔

''ہر اسکا شوہر آ ہے اور وہ ۔ لوگ بہت ز دہ رو رہے تھے۔'' س نے ساتھ کھڑی ا سٹاف سے کہا تو اس نے حیرت سے اس س کو دیکھا۔

'' یہ بیوہ ہے۔''اس نے جوا ً سرگوشی کی۔

''نہیں تو۔۔وہ اسکا شوہر ہے میں نے خود سنا ہے۔'' وہ دونوں بحث کر رہی تھیں کہ صفا نے ا سانس کھینچ کر لی۔وہاں موجود ہر شخص سہم ۔اس نے وہ سانس کئی ثانیے اپنے ۔ میں قید کئے رکھی۔اور پھر اس نے اپنا آپ جیسے وقت کے حوالے کر دیا۔اسکی دا آ سے ا آ نکل کر اسکی کنپٹی میں ۔ ب ہو ۔ڈاکٹرز اور سارہ عملہ اسکی جا ۔ متوجہ ہو چکا تھا۔

وہ اپنی بیٹی کو بتا رہا تھا کہ اسکا رب ا ہے۔اور وہ ۔ اسکے رسول محمد ﷺ پ ایمان ر تے ہیں۔وہ اسکے کان میں اس عہد کو دہرا رہا تھا جو وہ ننھی سی روح عالم ارواح میں اپنے رب سے کر کے آئی تھی۔اسکا ۔ پ اسکے عہد پ مہر لگا رہا تھا۔وہ اسکو اسکی پہچان تھما رہا تھا کہ وہ کون ہے اور کس کی جا ۔ لوٹ جائے گی۔اس کی جان پ کس کا حق ہے اور اسے کس کو اپنا مالک کہنا ہے۔وہ اپنی بیٹی سے عہد و پیماں کر رہا تھا۔اذان مکمل ہوتے ہی ا. اہیم کی آ سے ا آ نکل کر سجل کے سرخ و سفید گال پ بہ ۔وہ جو ۔ سے سو رہی تھی اب ہلکا سا کسمسائی تھی۔اور پھر اگلے ہی پل وہ بلند آواز میں رونے لگی۔منال مسکرادیں۔ا. اہیم نے ہڑ ا کر منال کو دیکھا۔

''سنبھالو اسکو اب۔۔'' منال نے ہنستے ہوئے کندھے اچکا دئے۔

''نہیں۔۔''ا. اہیم کہتے سجل کے کان پ جھکا۔''روتی رہو۔اتنی بلند آواز میں روؤ کہ تمہاری ماں بے چین ہو کر تمہارے پ س بھاگی چلی آئے۔بہت ٹ پ لیا ہے اس نے مجھے اب تم ہی ہو جو رو رو کر اسکو یہاں بلاؤ۔'' وہ اسکے کان میں کہہ رہا تھا اور وہ بھی جیسے اپنے ۔ پ کی ۔ ت من و عن مان رہی تھی اور اسکے رونے میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا

تھا۔منال نے ا. وسکیٹر کرا. اہیم کوگھورا جواسکو پ کروانے کی کوشش نہیں کررہا تھا۔ بلکہ ٔ جانے اسکے کان میں کیا کہہ رہا تھا کہ وہ مز۔ روئے جارہی تھی۔

اس کی کلکاریوں نے ا. اہیم میں جیسے ز ٔ گی سی بھردی تھی۔وہ جو . سے کمزوری کی وجہ سے پ رہا تھا اب جیسے وہ پوری د کوشکست دینے کے لئے تیار ہورہا تھا۔ اسکے جسم میں خون کی روانی جیسے ٹ ھ گئی تھی۔اسکو اپنے جسم میں توا ئی بھرتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔وہ سجل کو اپنے ی سے لگائے ہی اٹھا تھا۔اسکا رخ اب آ پ تھیٹر کی جا ٔ تھا۔ . لوگ ی ٹ سے اسکو دیکھ رہے تھے۔وہ گلاس ڈور کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ا ٔ رکا منظر دکھائی نہ دیتا تھا وہ اس دھندلے شیشے کے پ رجیسے اسکو دیکھ سکتا تھا۔ وہ اسکو محسوس کرسکتا تھا۔سجل ہنوز رو رہی تھی۔

''بلاؤ اپنی ماں کو۔''اس نے سجل کے کان پ جھکتے ہوئے پھر سے کہا۔ا ٔ رکوئی آواز نہیں جارہی تھی صفا کے پیرا ٹ زا دفعہ پھر سے اعتدال میں آ ٔ شروع ہوچکے تھے۔ڈاکٹرز اب حیران سے اسکو دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگ کسی بھی چیز کے لئے تیار تھے کیو اس سے پہلے تین . راسکے پیرا ٹ ز ٔ رمل ہوئے تھے پ نچ منٹ بعد پھر سے وہی کریٹیکل کنڈ بن جاتی تھی۔ڈاکٹرز اب . کترتے ہوئے اسکے پیرا ٹ ز دیکھ رہے تھے۔دس منٹ سے ز یدہ وقت ہوچکا تھا۔اور وہ پ سکون تھی۔ڈاکٹرز نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے ت ثرات لئے ا دوسرے کی جا ٔ دیکھا۔

وہ اپنی بیٹی کو ی سے لگائے مسلسل دروازے کو دیکھ رہا تھا۔وہ پچھلے بیس منٹ سے وہیں کھڑا تھا۔کچھ فاصلے پ اسکا خا ٔ ان ت حم بھری نگاہیں لئے ا. اہیم کو اور اسکی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹرز؟''

وہاں ا ٔ اور آواز گو تو وہ . متوجہ ہوئے۔ ٔ یجہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو ۔

''شاہ صا . ۔۔!!دیکھیں ٔ ں۔۔میری بیٹی ابھی ت ٹھیک نہیں ہوئی۔''وہ انکا یبان پکڑ کر رو دیں۔خیام قریشی نے ا سخت سی نگاہ سفیان گورسی پ ڈالی ابھی ت ا. اہیم کی آمد کا علم نہیں ہوا تھا۔

''آ پ ہوا نہیں ابھی؟''

''ہو ٔ ی ہے اور۔۔اور بیٹی کو پکڑا گئے ہیں صفا ٹھیک نہیں ہے۔'' ٔ یجہ آ پو پ ت ہوئے الگ ہو ۔خیام قریشی کے ماتھے پ بل پ ڑ گئے۔انھوں نے ٔ یجہ کے ہاتھوں سے اپنا یبان چھڑوا ا اور جا کر سفیان کے پ س کھڑے ہوگئے۔

''میں نے اپنی بیٹی کو بچانے کا کہا تھا۔''وہ غرائے۔حسن کے ماتھے پ بل پ ڑ گئے۔''تو پھر کیسے وہ لوگ اس کو بچا ت ہیں اور میری بیٹی کو موت کے منہ میں دھکیل ت ہیں؟''انکا غصے سے . احال ہورہا تھا۔منال بھی پ یشان ہو ۔

''دیکھو خیام۔۔!''سفیان نے ا کندھے پ ہاتھ رکھا انھوں نے سفیان کا ہاتھ جھٹک د۔وہ . بھینچ کر رہ گئے۔''ز ٔ گی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اس نے بچی کو ز ٔ گی بخش دی ہے تو ہم کیا جان بوجھ کر اسکی جان لے لیں؟ اور صفا۔۔وہ بھی ٹھیک ہوجائے گی تم اللہ پ بھروسہ رکھو۔''انھوں نے ضبط سے بھرو پور لہجے میں کہا۔

''ایسے کیسے؟ . سائن کئے تھے تو۔۔''وہ کہتے کہتے خاموش ہوگئے۔ . ا کچھ فاصلے پ سر ی روم کے سامنے کھڑے ا. اہیم پ گئی۔وہ اسکا رخ دیکھ پ رہے تھے وہ پہچان گئے تھے۔

''ا. اہیم ز ٔ ہ ہے خیام۔۔اور وہ واپس آ ٔ ی ہے۔''سفیان نے ا نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے کہا تو خیام قریشی نے مٹھّیاں بھینچ لیں۔

''یقیناً اسی کا کیا دھرا ہے . ۔۔''وہ غرائے تو وہاں کھڑا ہر شخص ا سوچ پ د ٔ رہ ٔ ی۔''پہلے دن سے میری بیٹی کی جان کا دشمن ہے۔اسی نے ڈاکٹرز سے کہا ہوگا۔ اور۔۔اس لئے اب اپنی بیٹی کو ی سے لگائے کھڑا ہے اور میری بیٹی کو موت کے منہ میں دھکیل دی ہے۔''وہ مٹھّیاں بھینچے غراتے ہوئے ا. اہیم کی جا ٔ . ٹ ھے۔اس سے پہلے کہ وہ ا. اہیم کے پ س پہنچتے ا اپنا ز ٔ و کھینچتا ہوا محسوس ہوا۔وہ گھوم کر رہ گئے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پ تے وہ ا گھسیٹ کر . ہر لے ٔ ی۔ا. اہیم جو کہ اپنی بیٹی کے ساتھ ٔ جانے کون سے عہد و پیمان کررہا تھا اس نے دفعتاً مڑ کر دیکھا کور ڈ ور میں وہی لوگ تھے۔وہ دو . رہ سجل کی جا ٔ . متوجہ ہوا۔

وہ لوگ راہداری میں دور نکل آئے تھے۔

''چھوڑو مجھے۔۔'' خیام قریشی نے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کی وہ اسے گھسیٹتا ہوا ہرلان میں لے آیا۔اس نے لاکر جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا وہ لڑکھڑا کر رہ گئے۔

''کون ہوتم۔۔؟ ہوتے کون ہو مجھے ہاتھ لگانے والے۔'' وہ اپنا کندھا سہلا رہے تھے اس نے اسکا بازو ہلا کر رکھ دیا تھا۔وہ اب قدم قدم چلتا ہوا اسکی جانب آرہا تھا۔ سیاہ ڈریس شرٹ اور سیاہ ڈریس پینٹ میں وہ بظاہر ایک معمولی سا جوان لگ رہا تھا۔اس نے قریب ہوکر خیام قریشی کا گریبان دبوچا۔وہ ہڑبڑا کر رہ گئے۔

''میں کون ہوں یہ تو میرا سایہ بھی آج تک نہیں جان پایا۔ تمہیں ہاتھ لگانے والا میں ابیہم کا بھائی ہوں۔اسکی بیوی اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم اسی کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہو؟'' حسن کی سرخ آنکھیں مزید سرخ ہوگئی تھیں۔وہ ہر لمحہ خیام قریشی کے گلے پر دباؤ بڑھا رہا تھا۔اب سانس لینے میں دشواری پیش آرہی تھی۔''وہ تمہاری بیٹی ہے۔اور آج تمہیں وہ یاد آگئی ہے اس دن یہ محبت کہاں تھی۔ اپنے گنہگار بیٹے پر اسکو قربان کردیا تھا۔کیا ہوتا اگر ابیہم اسکی روح اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتا۔؟ کیا ہوتا اگر وہ ابیہم نہ ہوتا وہ کوئی وحشی درندہ ہوتا۔تو کیا آج تم اپنی بیٹی کو زندہ بھی دیکھ پاتے؟؟ تم نے اسکو موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔اس دن سے تم اسکے باپ ہونے کا ہر حق کھو چکے ہو۔اس لئے آج اپنی یہ جھوٹی فکر اور محبت کی پوٹلی اٹھاؤ اور جاتے دکھائی دو یہاں سے۔'' کہتے حسن نے جھٹکے سے اسکا گریبان چھوڑا تھا۔وہ اپنے گلا مسلتے دو قدم پیچھے ہٹے۔اس شخص سے خوف محسوس ہوا تھا آنکھوں کی تپش ہنوز قائم تھی۔

''ابیہم اور تم۔!'' کہتے حسن دو قدم آگے بڑھا۔''صفا پر اور اسکی اولاد پر اب صرف اور صرف ابیہم کا حق ہے۔تو مجھے یہاں تم دکھائی نہ دو تو بہتر ہے۔''

''تم۔۔تم ہوتے کون ہو مجھے دھمکانے والے۔'' وہ اسکی ہمت پر حیران تھے۔حسن نے چھا سا مسکرایا۔

''مصر کا پرنس ہوں۔'' اس نے کہا تو خیام قریشی کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔''میرے جوتے صاف کرتا ہے۔'' اس نے بات مکمل کی تو ماتھے پر بل پڑے۔''میری ایک فون کال سے تمہاری ذات کے اتنے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے کہ خود تمہاری بیوی بھی تمہاری شناخت نہیں کر پائے گی۔اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری نظروں سے اوجھل ہو جاؤ۔'' حسن نے چٹکی بجائی۔خیام قریشی نے تھوک نگلا۔'' نہ آ مجھے۔۔'' وہ آندھی وار ننگ دیتا وہاں سے انکی جانب بڑھ گیا۔وہ وہیں کھڑے رہ گئے حیرت کی مورت بنے۔

''عینا۔۔!!'' سلویٰ لنچ کر رہی تھی ٹیبل پر وہ تینوں موجود تھے آج۔

''ہاں؟'' عینا نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا۔

''حسن کہاں ہے؟ کیا وہ آج رات بھی کھانے پر ہمارے ساتھ نہیں ہوگا؟'' سلویٰ نے نوالہ کھاتے ہوئے اداسی سے پوچھا تو عینا مسکرا دی۔''لگتا ہے تم اسکو گھر سے نکال کر ہی خوش رہتی ہو۔'' سلویٰ عینا سے بھی خفا ہوئی تھی۔عینا ہنس دی۔اب تو سلویٰ کو مزید غصہ پڑھا تھا۔

''نہیں نہیں۔میں اسکو کیسے گھر سے نکال سکتی ہوں۔وہ دراصل پاکستان گیا ہے۔آجائے گا ایک دو دن تک۔'' عینا نے ہاتھ جھلاتے ہوئے بتایا تو سلویٰ نے حیرت سے دیکھا۔

''کیا مطلب وہ اکیلا گیا ہے؟'' وہ مایوس ہوئی تھی۔

''کیوں تمہیں بھی جانا تھا؟'' عینا محظوظ ہوئی۔

''امم۔۔چلے جاتے ہم بھی۔۔کیوں یوسف؟'' سلویٰ نے یوسف کی جانب دیکھ کر پوچھا تو اس نے بھی زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

'' مجھے کسی نے کہا تھا کہ وہ پاکستان جا کر بہت بور ہوئی تھی۔'' عینا نے ایک تیکھی سی نگاہ سلویٰ پر ڈالی۔سلویٰ کھانا کھاتی رہی۔

''ہاں۔۔پر حسن اکیلا گیا ہے وہ زیادہ بور ہو جائے گا۔ہم ساتھ ہوتے تو نہ خود بور ہوتے نہ اسکو ہونے دیتے۔'' وہ مزے سے کہتی عینا کو مزید حیران کر گئی۔

''تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم ہر وقت حسن حسن کرتی ہو۔کیا میں اچھی نہیں لگتی تمہیں؟'' عینا نے مصنوعی خفگی سے پوچھا تو سلویٰ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''تم اچھی لگتی ہو۔۔ اسکے ساتھ مزہ آتا ہے۔'' سلویٰ نے کندھے اچکا دیئے۔

''ہاں کیونکہ وہ پڑھائی کی بات نہیں کرتا ں۔۔اسی لئے اسکے ساتھ مزہ آتا ہے تم لوگوں کو۔'' عینا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''تم جیلس ہورہی ہو؟''سلویٰ نے ا. واپچکائے۔

''میں کیوں ہوں گی جیلس بھلا؟''عینا نے نگاہ پ ائی۔

''یوسف مجھے لگتا ہے کہ عینا ہم سے جیلس ہورہی ہے۔ٹھیک ہے ہم لوگ واپس غزہ چلے جاتے ہیں۔''اس نے یوسف کو بھی اپنے کھیل میں شامل کرلیا۔یوسف نے اثبات میں سر ہلا یا تو عینا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کتنے شاطر ہو تم لوگ۔۔چلو جلدی سے کھا. ختم کرو اور مجھے ذرا ٹیسٹ دو آج۔''

''اسی لئے ہمیں حسن زیادہ پسند ہے۔''سلویٰ نے. لآ. اپنے دل کی. ت بتائی تو عینا ٹھ کر رہ گئی۔

''آج پچھلا بھی سارا سلیبس ریوائز کر. ہے۔''اس نے ا سزا ڈبل کردی۔

''نہیں ہمیں تو بس عینا ہی پسند ہے۔''یوسف نے جلدی سے عینا کی طرف داری کی اس سے پہلے کہ وہ مزید ان کی سزا بڑھاتی۔

''نہیں نہیں۔۔اب حسن ہی فیورٹ رکھو تم لوگ۔اور آج شام کی ساری گیمز بھی بند. . ت ساری رویژن نہیں ہوجاتی۔''عینا نے انگلی کھڑی کرکے یوسف کے پلین پ پانی پھیر دیا۔یوسف کندھے اَ یا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ سست قدم اٹھا. ا. ر داخل ہوا۔سامنے وہ. لیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ہاتھ پ ڈرپ لگی ہوئی تھی۔اسکا چہرہ سفید پڑ چکا تھا یوں معلوم ہو. تھا کہ سارا خون ہی نچڑ. یا ہو۔وہ ا. طویل. لڑ کر واپس آئی تھی۔اس. میں . سے زیادہ نقصان اسکی روح نے اٹھا یا تھا۔. ن تو اب جا کر تھکن سے چور ہوا تھا۔روح تو . سے گھائل تھی۔روح کے وہ زخم نہیں آرہے تھے . ن کی تھکاوٹ اس. ت کا ثبوت تھی کہ روح . سے اس کٹھن سفر میں ہے۔اس نے. تے پڑتے اپنا سفر طے کیا تھا اور اب آ. کار تکان زدہ سی وقت کے سامنے سارے ہتھیار ڈال گئی تھی۔وہ. میں رہ جانے والی آ. ی سپاہی تھی جس نے نہ صرف اپنے حصے کی. لڑی تھی بلکہ اپنے ساتھیوں کا بوجھ اپنے کندھوں پ بھی ڈھو یا تھا۔اس لئے اسکا پورا. ن اور اسکی روح زخموں سے چور تھی۔

وہ اپنے ہاتھ میں امید اور یقین کی مشعل جلائے تنگ و. ر راستوں پ سفر کرتی رہی تھی۔اسکے پیروں میں چھالے پڑ چکے تھے اسکا لباس خاردار جھاڑیوں میں الجھ کر. . ر ہو چکا تھا۔اسکا جسم وقت کی ضربیں جھیل جھیل کر اب خون آلود ہو چکا تھا۔وہ اب تھک گئی تھی۔

ا. اہیم نے لرز. ہاتھ اسکی پیشانی پ رکھا تو اسکی پیشانی ٹھنڈی تھی۔ا. اہیم کو ٹھنڈا لمس ہمیشہ تکلیف دیتا تھا۔دل میں ا. کا سا چبھ. یا تھا۔اس نے اپنے لبوں سے اسکی پیشانی کو حرارت دینے کی ا. کام سی کوشش کی تھی۔پیشانی کے بعد اسکی مندی ہوئی آنکھیں،اسکی. ک،اسکے رخسار اور اسکے . ۔ا. اہیم نے اپنی محبت کا اظہار کھل کر کیا تھا۔اس دوران اسکی شربتی آنکھوں سے آ. نکل کر صفا کے بے. ر سے چہرے پ. تے جا رہے تھے۔بلآ. اس نے اپنی پیشانی صفا کی پیشانی سے جوڑ دی۔

''اٹھ جاؤ۔۔''اسکی بھیگی سی سرگوشی گو. ''تم. . . گئی ہو۔تمہارا یقین. . . ہے۔اب تو اٹھ جاؤ۔''اسکی ہچکیاں بلند ہو رہی تھیں۔''مجھے. . . کر خود کو ہارنے چلی تھی؟ایسا سوچا بھی کیسے تم نے؟''ا. اہیم نے ذرا سا اٹھ کر اسکے چہرے پ. ے اپنے آ. صاف کئے۔وہ اسکے رخساروں کو صاف کرتا ہوا. ر. رچوم رہا تھا۔

''اٹھ جاؤ ہماری سجل تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''وہ پھر سے اسکے کان پ جھکا۔''ا. میں نے سجل کو تمہارے خلاف بھڑکا دیا تو پھر نہ رو. ۔''وہ مسکراہٹ د. ئے بھیگی سی آواز میں کہہ رہا تھا۔صفا کی پلکوں میں لرزش ہوئی وہ نہ دیکھ سکا۔''میں نے اسکو بتا. ہے کہ اسکی صفا بہت ہی ڈرپوک ہے۔اور وہ. لکل بھی اچھا کھا. نہیں بناتی۔اور اسکی ہائیٹ تو بہت ہی چھوٹی ہے۔اس لئے تم اس پ مت جا. تم مجھ پ جا. ۔اپنے. . کی طرح. : مضبوط،اور کھا. بھی. . کی طرح بنا. کر. اور ہائیٹ بھی اپنے. . جیسی ہی نکالنا۔''وہ مسکرا. ہوا اسکے کانوں میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔

''د. کردی آپ نے۔''

''نہیں۔۔نہیں کی د. ۔۔میں نے سجل کے کان میں اذان دی ہے۔تو د. کیسے کردی؟''وہ اب اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔وہ خالی خالی نگاہوں سے اسکو دیکھ رہی تھی۔''کمزور ہو. یں ہوں. ں؟''ا. اہیم نے بستر کنارے ہی ٹکتے ہوئے پوچھا۔البتہ ابھی. وہ اسکے چہرے پ جھکا ہوا تھا. کہ وہ قریب. سے اسکو دیکھ سکے محسوس کر سکے۔وہ

ابھی۔ ۔ مجھی سے اسکو دیکھ رہی تھی شاید وہ کوئی خواب تھا۔ اور اگر یہ خواب تھا تو وہ اس خواب سے کبھی نہیں جاگ۔ چاہتی تھی۔ ''اگر اچھے اچھے کھانے بنا کر کھلاؤ گی تو پہلے جیسا ہو جاؤں گا۔ پھر تم پونچوں کو ایسا ساتھ اپنی گود میں اٹھالیا کروں گا۔'' وہ مسلسل اسکے چہرے پہ آتے جاتے رنگ دیکھ رہا تھا۔

''خواب ہے۔'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ ابھی اسکی اس حرکت پہ گہرا مسکرادیا۔ اسکی آنکھوں کی نمی بھی چمک اٹھی تھی۔ صفا نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں۔ منظر جوں کا توں رہا۔ اس نے پھر سے آنکھیں موند لیں۔ ابھی کی مسکراہٹ ہر پل گہری ہو رہی تھی۔

''تم نہیں جا سکتی۔'' ابھی نے کہتے ہوئے پھر سے شدت سے اسکی پیشانی چومی۔ اسکے لمس پہ صفا نے آنکھیں کھول دیں۔ ''کھول لو آنکھیں۔ یہیں ہوں میں اور اب کہیں نہیں جاؤں گا اپنی پگلی کو چھوڑ کر۔'' اس نے محبت سے کہتے صفا کے گال پہ ہاتھ پھیرا۔ وہ اب آنکھیں پٹپٹا رہی تھی۔ ''پوچھو گی نہیں کہ کہاں تھا میں؟ ہمم؟''

صفا نے پلکیں جھپکیں۔ وہ خواب نہیں تھا وہ اسکے پاس تھا اسکی مہک اسکا لمس۔۔ وہ اصلی تھا وہ اسکا وہم نہیں تھا۔ وہ اسکے پاس تھا۔ بہت قریب۔ اتنا قریب۔ کہ صفا کو اسکے دل کی دھڑکن بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ دھڑکن آج صفا کا نام لے رہی تھیں۔ آج وہ ان دھڑکنوں پہ اپنا نام تحریر کرنے میں کامیاب ٹھہری تھی۔ صفا نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابھی کے چہرے کو چھو کر دیکھا۔ وہ یقین کرنا چاہتی تھی۔ ابھی نے اسکا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔ صفا کی سرمئی آنکھیں پوری طرح پھیل گئیں۔

''ایبو۔؟'' اسکے منہ سے نکلا۔

''ہاں۔۔ ایبو۔۔! صفا کا ایبو۔۔!'' اس نے کہتے صفا کی انگلیوں پھر سے چومیں۔ صفا نے بے اختیار ابھی کے رخسار کو چھو کر دیکھا وہ واقعی وہاں موجود تھا۔ صفا نے اسکی پلکوں کو چھوا۔ اور پھر اسکے لبوں کو۔ وہ وہیں تھا۔ وہ واقعی وہاں تھا۔

''آپ۔۔ آ گئے؟'' وہ اب ہوش میں آئی تھی۔

''ہاں۔۔ میں آ گیا ہوں۔'' ابھی کی آنکھوں کے گوشے پھر سے نم ہونے لگے۔

''دیکھا۔۔ میں نے کہا تھا۔۔ لوگوں سے کہا تھا۔ ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی۔۔ کہاں ہیں۔۔۔'' وہ پاگلوں کی طرح کہتی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر وہ ٹھٹکی۔ اسکی مسکراہٹ سمٹی۔ اسکا چہرہ پل میں زرد ہوا۔ وہ خط جو اسکو موصول ہوا تھا۔ وہ تصاویر۔۔ ابھی اسکے پاس تھا۔۔ تو کیا اسکی سجل؟ صفا کا حلق خشک ہوا۔ اسکی آنکھیں جیسے پتھرا گئیں۔

''کیا ہوا۔۔؟ صفا۔۔ ادھر دیکھو میری طرف۔۔'' ابھی نے اسکا چہرہ تھپتھپایا۔

''وہ۔۔ وہ۔۔ ان لوگوں نے میری سجل کو مار دیا۔'' وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی تو ابھی کو سارہ کی باتیں یاد آئیں۔ اسکے دماغ میں جھماکے ہوئے تو یہی وجہ تھی صفا کی اس حالت کی۔ اسی لئے وہ اس وقت اتنی بیحال میں تھی۔ ابھی کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔

''نہیں۔۔ نہیں صفا۔۔ سجل ٹھیک ہے۔۔ میں ابھی اسکو ہر چھوڑ کر آیا ہوں۔'' ابھی اسکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے اسکی سانس بحال کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''نہیں۔۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔۔ اگر۔۔ آپ یہاں ہیں۔ تو۔۔ تو۔۔'' وہ مزید نہ بول سکی۔ اسکی سانس اکھڑنے لگی۔

''نہیں صفا۔۔'' ابھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ صفا کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ اسکو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اسکو کیسے یقین دلائے۔ وہ اس وقت اسکی کوئی بات نہیں سن رہی تھی۔ ابھی کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ وہ ایسے میں کمرے سے نکلا۔ ڈاکٹر راؤنڈ پہ ہی تھا جلد ہی وہ لوگ روم میں پہنچ گئے۔ انھوں نے ابھی کو باہر نکال دیا۔ وہ بے بس سا کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ منال سجل کو لئے اسکے پاس پہنچیں۔ باقیوں کو حسن کھانا کھلانے لے گیا تھا۔ باقی سے ڈاکٹرز نے صفا کی بحالی کا بتایا تھا ان میں جیسے زندگی لوٹ آئی ہو۔

''کیا ہوا؟'' انھوں نے ابھی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ جھٹکے سے پلٹا۔ اسکی آنکھیں پھر سے نم تھیں۔

''ماما۔۔!!'' وہ کندھے پہ سر گرا گیا۔ ''ان لوگوں نے بہت وار کئے ماما۔۔ میں نے ہر وار سہہ لیا۔۔ ماما۔۔'' وہ بتا نہیں پا رہا تھا کہ اسکو کس کس اذیت سے گزارا گیا تھا۔

''میرا بیٹا بہادر ہے۔ ں۔'' انھوں نے ابھی کی پشت تھپکی۔

''میں تھک گئی ہوں ماما۔۔اب اسکو کچھ ہوا تو میں مرجاؤں گا۔میں قسم سے مرجاؤں گا ماما۔۔''منال تڑپ کر رہ گئیں۔

''اسکو کچھ نہیں ہوگا۔''منال نے اسکی پشت پہ ہاتھ پھیرا۔ابیہم آنسو پونچھتا ہوا الگ ہوا۔اسکی سجل پہ گئی۔دماغ میں کچھ کلک ہوا۔اس نے سجل کو ان سے لیا اور بناء ڈاکٹرز کی اجازت کے ہی انجیکشن لگا دیئے۔

''آپ کو کہا تھا ہرٹ کریں۔''ابیہم ڈاکٹر بس پڑیں۔ابیہم نے کسی کی سنے بناء ہی سجل کو لا کر صفا کے اوپر لٹا دیا۔سجل کسمسائی۔سجل کا لمس محسوس کرتے ہی صفا نے ایک گہری سانس لی۔اسکا پورا وجود لرز رہا تھا سجل کا لمس پاتے ہی وہ جیسے پرسکون ہوگئی۔ڈاکٹرز جو کچھ دیر پہلے ابیہم پر ہنس رہے تھے اب وہ بھی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔صفا کی سانس بحال ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسکی دھڑکن نارمل ہوئی۔اسکے چہرے کی رنگت بحال ہوئی تو ابیہم نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔سجل کے رونے کی آواز آئی تو صفا نے آنکھیں کھول دیں۔اس نے پلکیں جھپکیں۔ابیہم نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔ڈاکٹرز نے شکر کا سانس لیا اور صفا کی آئی وی میں انجکشن دینے لگے۔ابیہم نے جھک کر سجل کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔اور صفا کی پیشانی چومی۔

''یہ دیکھ لو۔تمہارے پاس ہے یہ۔کہیں نہیں گئی۔بھلا سجل بھی صفا سے دور ہو سکتی ہے؟''ابیہم نے کہتے ہوئے سر جھٹکا اور سجل کا گال کھینچا۔وہ ننھی سی پری اپنے باپ کے لمس پہ خفا سی ہوتی کسمسائی تھی۔صفا کی آنکھیں گھومیں۔ڈاکٹرز کچھ دیر اسکے پیرامیٹرز دیکھتے رہے۔وہ کچھ ہی دیر میں نارمل ہوگئی تو عملہ وہاں سے گیا۔ابیہم نے ایک گہری سانس لی اور سجل کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر اسکے پاس ہی ٹک گیا۔صفا بناء پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گئی۔وہ اسکے سرہانے بیٹھا اسکے سنہری بالوں میں انگلیاں چلا رہا۔

''کیا آپ سچ میں آ گئے ہیں؟''وہ اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

''ابھی بھی شک ہے؟''ابیہم نے کہتے وہاں پاس رکھے کریڈل میں سجل کو لٹا دیا کیونکہ وہ پھر سے سونے کی تیاری کر رہی تھی۔

''اسکو پاس رہنے دیں۔''صفا کا دل ڈوبا تھا۔

''اسکو نیند پوری کرنے دو۔''ابیہم سجل کو لٹا کر واپس پلٹا اور صفا کا سر اٹھا کر اپنے اوپر رکھا۔''کہیں کوئی تکلیف تو نہیں؟''ابیہم نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔تو صفا نے میں سر ہلایا۔اب جا کر تو اسکی ساری تکالیف ختم ہوئی تھیں۔

''میں سو جاؤں؟''وہ کسمسائی۔

''ابیہم اپنی امی سے مل لو۔۔بہت پریشان تھیں وہ۔۔پھر سو جانا۔۔''ابیہم نے نرمی سے کہا۔صفا نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔دل میں ہول سے اٹھے تھے ابھی وہ کچھ نہیں پوچھنا چاہتی تھی۔وہ بس اسکو دیکھنا چاہتی تھی محسوس کرنا چاہتی تھی۔

سرمئی شام ہر سو پھیل رہی تھی۔آسمان پر رنگ بکھر رہے تھے اور صفا کے کمرے میں اب ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا۔سجل جو کی مزے سے نیند پوری کرنے کا سوچ رہی تھی اب وہ پٹر پٹر آنکھیں کھولے مرجان اور یاقوت کو دیکھ رہی تھی جو کہ اسکو گود میں لئے وہاں رکھے ایک صوفے پہ ڈھے بیٹھے تھے۔جبکہ دینا ابیہم کی گود میں تھی وہ اسکے کندھے سے لگی اب سونے کی تیاریوں میں تھی۔اسکی نیند کا شیڈیول ابھی تبدیل نہیں ہوا تھا۔ابیہم کچھ دیر دینا کو کندھے پہ ڈالے وہاں کھڑا رہا پھر وہ اسکو لئے باہر نکل آیا۔اب منال اور نیچہ تھیں صفا کے پاس۔جبکہ پلوشہ،سعدیہ اور زلیخا واپس جا چکی تھیں۔

وہ کوریڈور میں آیا تو حسن اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ابیہم اسکو دیکھ کر مبہم سا مسکرا دیا۔حسن نے اسکے ساتھ ہی باہر لان میں نکل آیا۔وہ لوگ چلتے ہوئے لان میں رکھی ایک بینچ پہ بیٹھ گئے۔دینا ہنوز اسکے کندھے پہ سو رہی تھی۔ابیہم نے دینا کو سیدھا کر کے اپنی گود میں لٹا لیا۔

''یہ کون سا سونے کا ٹائم ہے اسکا۔''حسن نے پاس سوتی ہوئی دینا کا گال کھینچا۔وہ کسمساتی ہوئی ابیہم کی آغوش میں ہی سمٹ گئی۔ایک طویل عرصے بعد اسکو اپنے باپ کا لمس نصیب ہوا تھا۔

''میری بیٹی اپنی مرضی کی مالک ہے بھئی۔۔''ابیہم نے جھک کر دینا کا گال چوما۔

''اب تو تمہارے پاس ایک اور بیٹی آ گئی ہے۔اب دینا تم مجھے دے دو۔''حسن نے ہنستے ہوئے شرارت سے کہا۔

''کیوں بھئی؟ میں اپنی بیٹی کیوں دوں۔۔دو کیا میرے پاس بھلے درجن بیٹیاں بھی آجا میرا دل نہیں بھرنے والا ان پہ یوں سے۔''ا. اہیم نے پھر سے دینا کا گال چوما۔وہ نیند میں ہی مسکرادی۔

''ہاں ہاں۔۔تمہارا تو شروع سے ہی فٹ بال ٹیم بنانے کا ارادہ رہا ہے۔''حسن نے اسکو اسکی پہلی قات کا حوالہ دیتوا. اہیم ہنس دیے۔

''ہاں۔۔بھلے درجن بھر آجا ے۔''وہ مدھم سا مسکرایا۔سایہ سا آکر رہا۔وہ کچھ ثانیے یوں ہی دینا کے چہرے کو دیکھتے رہا۔اور وہ واپس نہ آپائے۔تو کیا وہ کبھی اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھ پائے؟ا. اہیم کا دل مٹھی میں آیا تھا۔''شکریہ۔''وہ مدھم سے لہجے میں بولا تو حسن جو کہ دور کسی بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا چونکا۔

''اگر تم نہ ہوتے تو۔۔شاید میں اپنے بچوں کو کبھی نہ دیکھ پاتے۔''ا. اہیم کا لہجہ خالی سا تھا۔

'' مجھے لگتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔سارہ گلڈ گ کو تم نے اور تمہارے ایمان نے شکست دی ہے۔ورنہ ایسے الزام اور ایسے سکینڈلز تو وہ شتے میں کھا جائے۔''حسن نے سر جھٹکا۔ا. اہیم نے ا. وسکیٹر کر اسکی جانب دیکھا۔

''اسکو کوئی فرق نہ پڑتا کہ دنیا اسکے بارے میں کیا سوچتی ہے۔اسکو صرف خود سے فرق پڑتا ہے۔وہ اپنی پجارن خود ہے۔تم نے اسکا تکبر توڑ دیا تو اس نے تمہیں آزاد کردیا۔''حسن نے کندھے اچکا دیئے۔

''تم یہ کیسے کیسے؟''ا. اہیم حیران تھا کہ وہ کیسے یہ جانتا ہے۔

''کچھ جنگیں خاموشی سے لڑی جاتی ہیں۔کچھ حملے اگر جا کر کئے جاتے ہیں۔ہر سے دفاع ہر کوئی کرتا ہے اگر گھس کر ا دلوں کے بھید جان کر ان پہ حملہ کرو تا کہ وہ سنبھل بھی نہ پائے۔''حسن تھکا سا مسکرایا۔

''اگلا الیکشن تم ہی کیوں نہیں لڑتے؟''ا. اہیم آج حسن سے متاثر دکھائی دیتا تھا۔حسن ہنس دیے۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میں الیکشن کیوں نہیں لڑتا؟''حسن نے آنکھیں تیکھی کر کے ا. اہیم کو جتایا۔

''کیونکہ حسن کو آزادی پسند ہے۔''ا. اہیم اسی کے انداز میں بولا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔اس نے ا. اہیم کے کندھے پہ ہاتھ دے مارا۔آج وہ دونوں بالکل ویسے ہی بیٹھے تھے جیسے دس سال قبل وہ لوگ کسی پارک کے بینچ پہ بیٹھا کرتے تھے۔وہ دونوں آج اسی طرح ایک دوسرے کے دل کا احوال جان رہے تھے اور بیان کر رہے تھے۔

''میں حیران ہوتا ہوں کہ جوا. اہیم اپنے انتقام کے لئے اتنا جنونی ہوسکتا ہے وہ میرے انتقام کی راہ میں رکاوٹ کیسے بن سکتا ہے؟''کچھ دیر بعد حسن نے مدھم سی آواز میں اپنے پیروں کو گھورتے ہوئے کہا تو ا. اہیم نے چونک کر دیکھا۔شاید کچھ کانٹا دلوں سے کبھی نہیں نکالے جاتے تھے۔ا. اہیم اسکا رخ دیکھتے رہا۔اسکا دل کیا تھا کہ وہ اپنی صفائی دے دے اور بتادے کہ وہ اسکے انتقام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنا تھا۔اس نے پولیس کو وہاں نہیں بھیجا تھا وہ تو خود اسکی مدد کے لئے پہنچا تھا وہاں ا. اہیم بس ایک ٹھنڈی سانس خارج کر کے رخ پھیر گیا۔کچھ لمحے خاموشی سی ہوگئے۔'' اب اندازہ ہوتا ہے کہ ا. اہیم نے وہ فون کال نہیں کی تھی۔''حسن دوبارہ بولا تو ا. اہیم نے حلق تر کیا اور اسکی جانب دیکھا۔حسن نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا۔''رحمٰن کردا وی اتنا بڑا گیم کھیل سکتا ہے تو پھر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔بس اتنا مان چکا ہوں کہ ا. اہیم پوری دنیا کو دھوکہ دے سکتا ہے حسن کو نہیں۔''اسکی آنکھوں میں کچھ تھا۔کچھ ایسا جو دوستی سے بڑھ کر تھا جو ہر رشتے سے بڑھ کر تھا اور وہ مان تھا۔ا. اہیم کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے وہ چاہ کر بھی اسکو سچائی نہیں بتا سکتا تھا۔وہ بس خاموشی سے سر جھکا گیا۔

'' کیا ا. اہیم حسن کو معاف کر سکتا ہے؟''وہ شاید آج کچھ کہہ دینا چاہتا تھا۔ا. اہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو حسن مسلسل اپنے پیروں کو گھورے جا رہا تھا۔''محبت کرنا کا حق ہوتا ہے حسن نے کر لیا۔''ا. اہیم کو آج حسن میں مرجان آتی تھا جو غلطی کرنے کے بعد اسی کی طرح اپنا اعتراف بھی کر رہا تھا اور معافی مانگ رہا تھا۔آج اسکے پاس کوئی جسٹیفیکیشن نہیں تھی بس وہ معافی مانگ سکتا تھا۔اور وہ معافی مانگ رہا تھا۔

''بھول جاؤ کچھ۔''ا. اہیم نے اسکا رخ دیکھتے ہوئے کہا۔اسکو آج اپنے سامنے حسن نہیں مرجان بیٹھا آرہا تھا۔اسکا دل کیا کہ وہ اس کو اپنے سینے سے لگا لے اور اسکا ہر گناہ اسکی ہر غلطی معاف کردے۔کیونکہ یہ شخص حسن آفندی نہیں تھا جس کے پاس اپنے ہر عمل اور ہر گناہ کی جسٹیفیکیشن ہوا کرتی تھی۔یہ تو بس حسن تھا جس کے پاس کوئی دلیل نہ تھی وہ بس سر خم کئے معافی مانگ رہا تھا خلوص کے ساتھ۔

''کیا تم بھول ت ہو؟''حسن نے پہلی ر رخ موڑ کر ا. اہیم کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میری بیوی کا کردار پ ک ہے، وہ مجھ سے عشق کرتی ہے، اور وہ اسی قابل ہے کہ اس سے عشق کیا جائے۔ وہ میرے مقدر میں تھی وہ میری تھی اور میں اس پ کسی کی نگاہ. دا ش نہیں کر سکتا۔ نہ پہلے کبھی کر سکتا تھا نہ اب کر سکتا ہوں۔ جو تم نے کیا وہ قابل معافی نہیں تھا وہ بھلا یا جا سکتا ہے۔''حسن بناء پلکیں جھپکے اسکو دیکھے ۔''آگے ٹ ھنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، معاف کر. اور بھول جا۔ لوگ معاف کر دیتے ہیں بھولتے نہیں ہیں۔ میں بھول جاؤں گا معاف نہیں کروں گا کیو یہ میری غیرت کے خلاف ہے۔''ا. اہیم کا لہجہ دوٹوک تھا۔ حسن کی آنکھوں میں جلتے ت امید کے دیئے کی لو کم ہونے لگی۔'' میں تم سے محبت کر. نہیں چھوڑ سکتا۔ تم مجھے عز ہو جیسے ا بھائی ہوتا ہے۔ میں بھائی ہونے کے ط تمہاری خطاؤں کو بھلا سکتا ہوں۔ وہ بھی صرف اس لئے کہ تم اپنی ز گی میں آگے ٹ ھ چکے ہو۔ تم نے اپنی بیوی کو وہ مقام د جس کی وہ حق دار تھی۔ اس لئے مجھے اب تم سے کوئی شکوہ نہیں۔''ا. اہیم کہتا ہوا مبہم سا مسکرا د تو حسن کی آنکھوں میں جلتے امید کے دیئے کی لو اچا ٹ ھ گئی۔ اسکی سیاہ آنکھوں میں چمک ا ی تھی جیسے ت ر آسمان پ چمکتی کوئی کہکشاں۔

''میں بھی نہیں چاہتا کہ تم مجھے معاف کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہ میں ساری ز گی د رکھوں۔ یہ ا ایسا زخم ہے جو میں بھر نہیں چاہتا کیو اس سے اٹھتی ٹیس مجھے میرے حلال رشتے کے قر ت کر دیتی ہے۔ میں ساری ز گی اپنی بیوی کو دلائل دے سکتا ہوں۔ کیو وہ اس قابل ہے کہ اسکو دلائل دیئے جا سکیں۔ وہ میری بیوی ہی نہیں میری محسن ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اس سے صرف محبت نہیں عقیدت بھی رکھی جائے۔''حسن بھی سر جھکائے کہتا مسکرا د۔ا. اہیم کو اسکے کہے گئے ہر ہر لفظ سے خلوص ٹپکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں خاص کر اَ وہ غلطی محبت کی صورت میں کی گئی ہو۔ کیو محبت ا ایسی غلطی ہے جس کی جسٹیفیکیشن ا ن کے پ س ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اس محبت کو اپنی ا غلطی تسلیم کر کے اپنے حلال رشتے کے ساتھ آگے ٹ ھ جا. ہی دانش مندی ہے۔ اور اسی میں ت ہے۔

یہ غلطی حسن نے کی تھی یہ جا ہوئے کہ صفا. اہیم کے نکاح میں ہے اس نے اسکو حاصل کرنے کی کوشش کی، نہ صرف کوشش بلکہ اس نے ا. اہیم کے قتل کا منصوبہ بھی بنا۔ اس لئے یہ اسکی ا غلطی ہی رہے گی یہ اسکا ا ہ ہی رہے گا۔ اور ا. اہیم اسکو بھول تو سکتا ہے معاف نہیں کر سکتا تھا۔

''یہاں رہ رہی ہو تم؟'' گاڑی کی پیسنجر ٹ پ عیشا بیٹھی تھی اور ضرار خود اسکو ڈراپ کرنے آ تھا۔ کالونی کے. ہر گاڑی رکی تو ضرار نے ا کالونی پ ڈالتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''ہاں میں اپنی ا دو ت کے ہاں رکی ہوئی ہوں۔''عیشا نے مسکرا کر بتا۔

''کمپنی تمہیں ا گھر اور گاڑی دے گی۔ اس لئے پیکنگ کر. یہاں مز رکنے کی ضرورت نہیں۔''ضرار کے ماتھے پ بل پڑے تھے۔

''ایکسیوزمی۔۔!!''عیشا نے مڑ کر اسکی جا. دیکھا۔ ضرار نے ا. واچکائے۔''میں اپنی دو ت کے ساتھ رہتی ہوں۔ اور تم شا بھول رہے ہو کہ تم میرے دو ت نہیں. س ہو۔ اس لئے یہ مہر ں مت کرو۔ میں افورڈ نہیں کر سکتی یہ مہر ں۔''عیشا نے اچھے خاصے طر سے جتا تھا۔

''میں دو نہیں. س ہوں۔ اور تمہیں گھر اور گاڑی میں اپنی. . سے نہیں دے رہا۔ یہ تمہیں کمپنی ہی دے رہی ہے۔ اَ تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو اسکو یہ چیزیں آفر کی جاتیں عیشا میڈم۔۔!!اس لئے آپ اپنے دماغ سے کوئی بھی خوش فہمی نکال دیں۔ اور کل اَ آپ آفس ا منٹ بھی لیٹ ہو تو ئج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔''اچا ٹ سے ضرار کی ٹون تبدیل ہوئی تھی۔ عیشا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔''اب آپ جا سکتی ہیں۔''اس نے سٹیئر پ فت مضبوط کی تو عیشا دا ت کچلچا کر رہ گئی۔ وہ گاڑی سے نکلی اور دھاڑ سے گاڑی کا دروازہ بند کیا۔ ا ر بیٹھا ضرار اچھل پڑا۔

''سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔ ہونہہ۔۔ا. اہیم سر ہوتے تو بتاتی اسکو میں۔''عیشا پ ؤں پٹخ جا رہی تھی۔ا. اہیم کے ذکر پ آنکھوں کے گوشے بلاوجہ ہی نم ہوئے تھے۔''کاش آپ نہ جاتے۔ دیکھیں ہم لوگ کیسے بکھر گئے ہیں۔''عیشا نے دا آ کا کونہ صاف کیا۔ اور چلتی گئی۔ ا پارٹمنٹ کے دروازے پ پہنچ کر اس نے چابیاں نکالیں تو اسکا فون بج رہا تھا۔ اس نے چابیاں نکال کر اپنا مو ئل نکال کر دیکھا۔ ماتھے پ بل پڑے اس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا بلڈ میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ا ت ہوئے اپنا فون اٹھا۔

''ہیلو۔۔! کیا ہوا؟'' وہ مسلسل مڑ کر دیکھ رہی تھی۔

''ا خو ی ہے۔مل کر دوں ایسے ہی؟'' ضرار کی چہکتی سی آواز گو توعیشا نے آنکھیں سکیڑیں۔

''ابھی ابھی تمہاری گاڑی سے ا کر آئی ہوں۔ نہیں تھی وہ خو ی؟''

''ابھی ابھی ملی ہے ں۔'' اسکی آواز میں شوخی تھی۔

''اچھا تو پھر بتا دو۔''

''ا اہیم ز ہ ہے۔''

''واٹ.....!!!!!'' عیشا تقریباً چیخی تھی۔

''ہاں۔۔وہ ز ہ ہے اور واپس آ ہے۔'' ضرار پھیکا سا مسکرایا۔عیشا کا تو خوشی سے احال تھا۔اس سے پہلے کہ ضرار کچھ اور کہتا اسکو روڈ کی دوسری جا سے وہ بھاگتی ہوئی اس جا آتی دکھائی دی۔وہ حیران ہوتا گاڑی سے ہر نکل آیا۔وہ خوشی سے تی ہوئی آ رہی تھی۔آج ضرار کو وہی عیشا دکھائی دی تھی جو ان لوگوں سے کہیں کھو گئی تھی۔وہ کھڑا مسکرا دیا۔

''آرام سے۔۔آرام سے۔۔'' وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ضرار نے اسکو دونوں زوؤں سے تھام کر کھڑا کیا۔وہ گہرے سانس لے رہی تھی۔

''تم۔۔تم۔۔سچ کہہ رہے ہو ں؟'' اسکی آنکھیں نم تھیں۔

''ہاں۔۔وہ آج ہی واپس پاکستان پہنچے ہیں۔'' ضرار نے مسکرا کر جواب دیا۔عیشا کو کچھ کھٹکا۔اس نے آنکھیں سکیڑیں تو ضرار نگاہ پا ا۔

''تم جا تھے کہ وہ ز ہ ہیں۔'' ضرار نے حلق تک کیا جیسے کہ اسکی سے بڑی چوری پکڑی گئی ہو۔''ڈو ٹ ٹیل می۔'' عیشا کی آواز لرزی تھی۔ضرار مسلسل نگاہیں پا رہا تھا۔''اوہ مائی گاڈ۔۔تم۔۔تم۔۔لوگ ایسا کیسے کر تا ہوا ساتھ ضرار؟'' عیشا کی آواز اب بھیگ گئی تھی۔ضرار نے ہم پیو تا کر لئے۔''ضرار جواب دو۔۔تم۔تم لوگ کیسے ا اس قید خانے میں چھوڑ تا ہو۔۔تمہیں ا ازہ بھی ہے ا خا ان پ کیا ری ہوگی؟ ا ز ہ ا ن کو تم لوگوں نے مردہ ۔ کر دیا۔کیا اتنا آسان تھا یہ ؟ کیوں۔کیوں بھول جاتے ہو تم لوگ کہ پیچھے رہ جانے والوں پ کیا بیتتی ہے؟'' عیشا اب بلند آواز میں رونے لگی تھی۔روح پ لگے سارے زخم جیسے تا زہ ہو گئے تھے۔ضرار نے ہڑ بڑا کر اسکو دونوں زوؤں سے تھاما۔عیشا نے جھٹکے سے خود کو چھڑوایا۔

''پلیز۔۔مجھے موقع تو دو۔۔میں ایکسپلین کر سکتا ہوں۔اس وقت ا ا اہیم میری جگہ ہوتا اور میں اسکی جگہ ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔پلیز عیشا۔۔!!'' اسکی آواز میں پچھتاوا اور بے بسی تھی۔اس نے چاہتے ہوئے اپنے دو تا کو تنہا چھوڑا تھا۔

''تم لوگ کیسے کر تا ہو یہ؟'' عیشا منہ پ ہاتھ رکھے اپنی ہچکیاں د رہی تھی۔

''مقاصد بڑے ہوں ں عیشا۔۔تو ایسی قر ں دینا پڑتی ہیں۔پھر اپنی ذات بہت پیچھے رہ جاتی ہے۔'' ضرار اب کی ر رہا رے ہوئے لہجے میں بولتا گاڑی کے بو ٹ سے ٹیک لگا ۔عیشا نے بھیگی پلکوں سے اسکو دیکھا۔وہ سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑا تھا۔''اس وقت ا ہم لوگ یہ فیصلہ نہ کرتے تو حسن اس سیز فائر کی حما تا نہ کرتا اور سینکڑوں فلسطینی اپنے گھروں کو نہ لوٹ تا۔ا اہیم کی منشاء بھی یہی تھی ا اسکوا ہزار ر موقع تو وہ ا ہزار ر بھی خود کو قر ن کرنے کی صلا تا ہے۔اور تمہیں کیا ہوا ہے عیشاء؟ تم تو ہم میں سے ا تھی تم کیسے ہماری پ شک کر سکتی ہو؟ کیسے تم ہماری کاز پ کمپرومائز کر سکتی ہو؟'' اب ضرار کا رخ عیشا کی جا تھا۔عیشا نے پلکیں جھپکیں۔''جس راہ پ چلتے ہوئے سفیر نے اپنی جان تا دے دی۔تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ ہم ذاتی مفاد کو اس کاز پ ترجیح دے تا ہیں؟ کیسے ہم سفیر اور سفیر جیسے ہزاروں جوانوں اور بچوں کی اموات کو فراموش کر تا ہیں؟'' اب ضرار کا لہجہ مضبوط تھا۔اب عیشا کے پ اس اسکے سوالوں کے جواب نہیں تھے۔اس نے اپنا چہرہ ر ڑا۔

''جو بھی ہے۔۔تم لوگوں کو ایسا نہیں کر چاہیے تھا۔'' عیشا نے نگاہ پ ائی۔ضرار پھیکا سا مسکرایا۔

''یہی فرق ہے ہم میں اور تم لڑکیوں میں۔تم لوگ دل سے سوچتی ہو اور ہم دماغ سے۔'' ضرار کچھ دیر عیشا کا تا اسا چہرہ دیکھے ۔اسکے پ اس کوئی جواب کوئی دلیل نہ تھی۔آ کار ضرار نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔''کیا میں اب جا سکتا ہوں۔مزید عدا تا لگانی ہے تم نے؟'' اس نے ذرا سا جھک کر عیشا کی نم آنکھوں میں جھانکا۔عشا

نے ٹ .ڑا کر رخ پھیر لیا۔ وہ مسکرا دی۔

''کل آفس ٹ ئم پ پہنچ جا· ورنہ میں عدا ۔ لگانے میں د نہیں کروں گا۔'' وہ اسکا سر تھپک کر گاڑی میں جا بیٹھا۔ عیشا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ کچھ ہی د میں وہ گاڑی زن سے بھگا کر لے ۔ عشا روڈ پ کھڑی اسکو جا· دیکھے گئی۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ کیسے اتنی .ڑی کاز پ خود کو ا اپنی ذات کو ج دے ۔ تھے۔ وہ لوگ جس مقام پ تھے وہ مقام بہت بلند تھا وہ مجاہدوں کا مقام تھا جو عاشقوں سے بھی .ڑھ کر تھا۔ وہاں اپنی ذات کی کی جاتی ہے اور . لے میں کچھ نہیں مانگا جا· ۔ عیشا مبہم سا مسکرائی اور سر جھٹک کر بلڈ· کی جا· . چل دی۔ یقیناً یہ ا۔ طویل دن تھا۔

رات لمحہ .۔ رہی تھی۔ آج جواد ۔ گھر واپس آئے تھے آتے آتے ا رات ہو چکی تھی۔ لاؤنج کا مین ڈور کھلا تو ا نگاہ سامنے کلاک پ گئی رات کے ۔ رہ ہو رہے تھے۔ انھوں نے ۔ سف سے گھڑی کو دیکھا اور اپنے ہاتھ میں موجود . کس کو دیکھا جس میں ا۔ چاکلیٹ کیک تھا اور کچھ چاکلیٹس تھیں۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرا دیئے۔ انھوں نے اپنا لیپ ٹ پ بیگ وہیں ٹ ٹیبل پ رکھا اور دوسرا پیکٹ اٹھائے کچن کی جا· . چل دیئے۔ انھوں نے چاکلیٹس نکال کر فریج میں رکھ دیں۔ اور کیک کا ا۔ پیس کاٹ اور پلیٹ میں رکھا۔ دو چمچ رکھے اور اسی طرح سیڑھیاں پ ڑھ گئے۔ انھوں نے دستک دی کوئی جواب نہ آ۔ وہ مایوس ہو کر لوٹنے لگے ابھی دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ ا عقب میں دروازہ کھلا۔ وہ مسکرا کر پلٹے تو ا۔ ہلکے گلابی ر· کے ·ٹ سوٹ میں گھنگھر یلے .لوں اور نیلی آنکھوں والی لڑکی کھڑی تھی۔

''۔ یجان۔!!'' اسکی آواز میں خوشی کی رمق اور ادسی دونوں شامل تھیں وہ مسکرا کر زمین پ بیٹھ گئی تو وہ آ کر ان سے لپٹ گئے۔

''میرا بیٹ جاگ رہا تھا۔؟'' انھوں نے شفقت سے پوچھا۔ اور اسکے .ل سہلائے۔ آ۔ ۔ نے نم نیلی آنکھیں مٹکاتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔ ''چلو پھر آج پ رٹی کرتے ہیں۔'' وہ مسکرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''مجھے لگا تھا آپ آج نہیں کل آ گے۔'' وہ دونوں اس وقت سیڑھیوں پ بیٹھے تھے۔ . آ۔ ۔ نے کیک کا چمچ کھاتے ہوئے پوچھا۔

''اور ایسا کیوں لگا تھا۔؟'' وہ مسکرا کر کیک کھا رہے تھے۔

''آپ اتنا لیٹ نہیں ہوتے · ں۔'' آ۔ ۔ نے فکرمندی سے جواب دیا۔

''راستے میں کہیں رک ۔ تھا۔''

''کہاں؟''

''ہاسپٹل ۔۔'' انھوں نے مصروف سے ا· ازمیں جواب دیا۔

''ہاسپٹل؟ کیا ہوا؟'' آ۔ ۔ نے چمچ واپس رکھ دیا۔

''تمہیں نہیں پتہ؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگے تو آ۔ ۔ نے میں سر ہلا۔ ''آج ۔ قوت اور مرجان سکول آئے تھے؟''

''نہیں ۔۔ مجھے لگا وہ لوگ کہیں گئے ہوں گے۔'' آ۔ ۔ نے کندھے اچکا دیئے۔

''نہیں ۔۔ صفا آ ۔۔'' انھوں نے آ۔ ۔ کی جا· . دیکھا تو آ۔ ۔ کی آنکھیں فکرمندی سے پھیل گئیں۔ ''ا طبیعت· اب تھی مجھے سفیان نے بتا۔''

''کیا ہوا ا؟ کیا وہ ٹھیک ہیں؟'' آ۔ ۔ کا دل ڈو· تھا۔ نیلی آنکھیں پ نیوں میں ڈوب گئیں۔

''وہ اب ٹھیک ہیں۔ تمہیں پتہ ہے مرجان لوگوں کی ا۔ اور بہن آ گئی ہے۔'' وہ مسکرا کر بتا رہے تھے۔ آ۔ مسکرا نہ سکی۔ ''تم خوش نہیں ہو؟'' انھوں نے آ۔ ۔ کے ۔ ٹ ات دیکھے۔ آ۔ ۔ نے میں سر ہلا دیا۔ ''کیوں؟''

''کیو وہ بھی میری طرح بنا ءا اپنے ۔۔ کے .ڑی ہو گی۔'' آ۔ ۔ کی اداس سی آواز گو تو جواد چوہان کے ہاتھ سے پلیٹ ۔ تے بچی۔ ''دینا اسکو پیار نہیں کرے گی۔ اور وہ ہمیشہ روتی رہے گی کیو اسکو اپنے ۔۔ کی ضرورت ہو گی۔۔ ۔۔ اسکے پ اس اسکی ماما ہوں گی۔'' جیسے آ· ی ب ۔ د آنے پ آ۔ ۔ کی اداسی میں کمی ہوئی تھی۔

''آ۔ ۔۔!!'' ۔جان کی آواز لرزی تھی۔وہ کیا کیا سوچ رہی تھی۔کیا وہ٠ کام رہے تھے اسکو وہ محبت اور توجہ دینے میں جس کی آ۔ ۔حق دار تھی؟انھوں نے تو ہمیشہ ا ف کیا تھا۔محبت بھی کی تھی کمی کہاں رہ گئی تھی؟ وہ سوچ کر رہ گئے۔ وہ ارد َ د دیکھتے دیکھتے اپنے قر۔ دیکھنا بھول گئے کہ ا غیر موجودگی میں ا بیوی اور بیٹی تھیں جو اس بچی سے اسکی پہچان اسکا تشخص چھین چکی تھیں۔وہ محبت دیتے تھے ہفتے میں بس ا۔ دن۔ دو دن آ کر اس کی خبر ۔ تھے .قی کے دن۔ان میں کتنے گھنٹے تھے کتنے منٹ اور کتنے لمحے جن میں آ۔ ۔اذ۔ ۔کا شکار رہتی تھی۔وہ آ۔ ۔کو محبت تو دیتے تھے اپنی بیوی اور بیٹی کی ۔ ۔ ۔کر٠ شا۔ بھول گئے تھے کہ ا یتیم کے ساتھ کیسا سلوک کر٠ ہے۔انھوں نے اپنی تمام ۔ سوچوں کو جھٹکا۔اور مسکرا کر آ۔ ۔کے گال سہلائے۔''اسکے ۔ ز٠ ہ ہیں۔اور وہ واپس آ گئے ہیں۔وہ بس کسی مشن پ گئے تھے۔وہ ز٠ ہ ہیں۔'' انھوں نے مسکرا کر آ۔ ۔کو خو ی سنائی۔آ۔ ۔کی نم آنکھیں چمک اٹھیں۔

''ا۔ اہیم انکل ز٠ ہ ہیں؟'' آ۔ ۔نے خوشی کے مارے اپنے منہ پ ہاتھ رکھ لیا۔جواد ۔ نے اثبات میں سر ہلا۔''واؤ۔ ۔میں ان سے ملنے جاؤں گی۔'' آ۔ ۔خوشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ۔جان نے اچنبھے سے دیکھا۔وہ کیسے خوش ہو گئی تھی کیا وہ لوگ اسکو اتنے عز٠ تھے؟ وہ کچھ الجھ گئے تھے۔''۔ ۔جان ہم جا گے٠ ں؟'' وہ اب اچھل اچھل کر پوچھ رہی تھی۔

''ہاں۔ ۔جا گے۔''انھوں نے پیار سے آ۔ ۔کا گال سہلا۔ آ۔ ۔کا چہرہ متغیر ہوا۔''کیا ہوا؟اب کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ مسکرا دیئے۔اسکا پل پل .لتا روپ ا مسکرانے پ مجبور کر رہا تھا۔

''کیا میرے ۔ واپس نہیں آ ۔ جیسے مرجان کے ۔ آ گئے ہیں؟'' آ۔ ۔نے نیلی آنکھیں مٹکا کر ا۔ ممکن سی خواہش کا اظہار کیا تو جواد ۔ کا حلق خشک ہوا۔وہ جو اسکے سر پ د ۔ شفقت رکھنا چاہتے تھے کچھ د ا اسکے ساتھ وقت َ ار کر اسکو تحفظ کا احساس دلا٠ چاہتے تھے اب خود انکا دل ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔شا۔ اس بچی کا نقصان بہت .ٹا تھا۔وہ چاہ کر بھی ساری ز٠ گی اس نقصان کا مداوا نہیں کر ۔ تھے۔انھوں نے بناء کچھ کہے پلیٹ ا۔ جا٠ رکھی اور آ۔ ۔کو کھینچ کر اپنے قر۔ کیا۔کچھ د ۔وہ اسکے اپنے ساتھ لگائے بیٹھے رہے۔پھر اسکو لئے اسکے کمرے میں چلے گئے۔اسکو سلا کر وہ واپس آئے اور پلیٹ اٹھا کر کچن میں رکھی۔

انکا رخ اب ا کمرے کی جا٠ تھا۔کمرے میں داخل ہوئے تو پہلے ہی کمرے سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔وہ ا٠ ۔ ہوئے بیڈ کے پ س پہنچے تو دیکھا کہ ردا ۔ ئی بخار میں دہک رہی تھیں۔انھوں نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور اپنے فیملی ڈاکٹر کو کال کی۔

''ماما آپ ابھی ۔ جاگ رہی ہیں؟''لاؤنج میں صوفے پ بیٹھی نوین نے َ دن موڑ کر دیکھا تو سبحان آنکھیں ملتا ہوا اسکے پ س آ رہا تھا۔نوین جو کہ ٹی وی دیکھ رہی تھی مسکرا دی اور سبحان کو اپنے پ س آنے کا اشارہ کیا۔وہ آ کر اسکی گود میں سر رکھ کر صوفے پ ہی دراز ہو َ ۔''آپ سو نہیں؟''

''نہیں۔ ۔مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔'' وہ پ سکون سی ٹی وی سکرین کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''۔ ۔ دآ رہے ہیں؟'' سبحان نے نوین کی آنکھوں میں دیکھا۔نوین نے ا۔ سبحان کے چہرے کو دیکھا اور پھر ہولے سے اثبات میں سر ہلا۔''ہم صبح ۔ سے ملنے چلیں؟'' وہ اچا٠ سے اٹھ کر بیٹھا۔

''ہاں چلیں گے۔ جنھوں نے تمہارے ۔ کو اس حا ۔ میں تنہا چھوڑ د ۔ ہے ا بھی تو سبق سکھا٠ ہے٠ ں؟''اس نے سبحان کے ماتھے سے .ل ہٹائے۔تو وہ پلکیں . پ ۔ ہوا اپنی ماں کو دیکھے َ ۔۔

''یعنی؟''اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''تمہاری پھپھو نے ہمیں تنہا چھوڑ د ۔''نوین کا لہجہ سخت ہوا۔

'' وہ ہمیں پیسے دیتی ہیں٠ ں۔''سبحان نے پلکیں جھپکیں۔

'' انھوں نے تمہارے ۔ کو جیل میں سڑنے کے لئے چھوڑ د ۔ ہے اور خود اس لڑکی کے مال پ عیش کر رہی ہیں۔ وہ بھول گئی ہیں کہ میں بھی نوین ہوں۔اتنی آسانی سے . کچھ ہڑپنے نہیں دوں گی۔''سبحان پلکیں . پ ۔ ہوا معصومیت سے الجھا سا اپنی ماں کو دیکھے َ ۔نوین نے اسکا ماتھا چوما اور پھر سے اسکو اپنی گود میں لٹا لیا۔''تم فکر نہ

کرو۔تمہاری ماں . کو دیکھ لے گی۔جن لوگوں نے ہمیں مشکل وقت میں تنہا کیا ا بھی اور جن کی وجہ سے ہم ان حالات میں پہنچے ا بھی۔بس صحیح وقت آنے دو۔اب کھیل میرے ہاتھ میں پہنچ چکا ہے۔کون سا مہرہ کہاں لگا ہے اب یہ نوین شیراز طے کرے گی۔'' وہ ہوا میں کسی غیر مرعی نقطے کو گھورتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔جبکہ سبحان پھر سے نیند میں جا چکا تھا۔

. دی کے کھیل میں مزید شرا ۔ دار شامل ہو چکے تھے۔کچھ کھیل کبھی ختم نہیں ہوتے۔کچھ لوگوں کی . ی سے . ی جنم لیتی ہے اور وہ . ی کا تن آور درخت . کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جنھوں نے وہ درخت لگایا ہوتا ہے ا بھی اور جو اسکی چھاؤں میں ا ن بنے بیٹھے ہوتے ہیں ا بھی۔پھر اس . ی کے شجر کے شر سے کوئی محفوظ نہیں رہتا۔

وہ فجر پڑھ کر واپس آیا تو کوریڈور اب قدرے خالی ہو چکا تھا۔اکا دکا لوگ تھے جو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے او رہے تھے اور کچھ لوگ زادا کرنے جا چکے تھے۔کچھ دیر بعد پھر سے اس راہداری میں رش لگ جانا تھا۔وہ سست قدم اٹھاتا ہوا آ رہا تھا۔منال اور بچہ کو اس نے گھر بھیج دیا تھا۔سفیان گورسی بھی بچوں کو لے کر چلے گئے تھے۔وہ اور حسن تھے ا پتال میں۔حسن کو اس نے لاکھ . رکھا تھا جانے کے لئے وہ ڈھیٹ بنا رہا۔حسن کو اسکی فکر تھی کیونکہ وہ خود ابھی مکمل ر نہیں ہوا تھا۔ اپنی بیوی اور بچوں کو دیکھ کر تو ا. اہیم میں ایسی طاقت بھر گئی تھی کہ حسن بھی حیران رہ گیا تھا۔

وہ مبہم سا مسکرایا ہوا رکی جا . ٹھہر رہا تھا۔اس وقت وہ ا سفید ڈریس شرٹ اور سیاہ میں ملبوس تھا۔یہ یقیناً حسن کے کپڑے تھے۔اسکا جسم حسن سے زیادہ چوڑا اور کسرتی ہوا کرتا تھا آج وہ شرٹ اسکو ڈھیلی محسوس ہو رہی تھی۔قد کاٹھ دونوں کا تقریباً ا. ہی تھا۔شرٹ کی آستینیں اس نے کہنیوں تک چڑھا رکھی تھیں اور گریبان کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔سیاہ بال جو بڑھ چکے تھے حسن نے اضافی بال کٹوا دیئے تھے کہ وہ کچھا نوں والے حلیے میں آ جائے وہ اب بھی ماتھے پر بکھرے سے ہوئے تھے۔اس کمزور اور بکھری سی حالت میں بھی اسکے چہرے پر اطمینان،سکون اور خوشی کی دو دیکھی جا سکتی تھی اسکی آنکھوں میں نور سا نور تھا۔جیسے وہ کوئی بہت بڑی جنگ جیت کر آیا ہو۔اور اب اپنا مال غنیمت دیکھنے جا رہا ہو۔

وہ مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو اس ننھی پری نے روتے ہوئے اسکا استقبال کیا تھا۔اس نے ہڑبڑا کر دیکھا تو صفا سو رہی تھی اور کریڈل میں پڑی وہ ننھی سجل گلا پھاڑ کر رونے میں مصروف تھی۔ا. اہیم فوراً اس تک پہنچا اور اسکو گود میں اٹھا لیا۔اس نے سہمتے ہوئے ا نگاہ صفا پر ڈالی کہ اسکی نیند اب نہ ہو جائے۔کیونکہ وہ شام سے سونے کا کہہ رہی تھی گھر والوں کے ہجوم کی وجہ سے اسکو سونے کا وقت نہیں مل سکا تھا۔اسی لئے ا. اہیم نے تمام عورتوں کو ہی گھر بھیج دیا تھا تاکہ وہ کچھ دیر سکون کر سکے۔اور وہ جا تھا کہ صبح ہوتے ہی وہ لوگ پھر سے ٹپک پڑیں گے۔

''ارے ارے۔۔!! میری پری۔۔!! کیا ہوا ہے؟'' وہ اسکو محبت سے پچکارتا ہوا پورے کمرے میں لئے چکر کاٹ رہا تھا وہ تھی کہ روئے جا رہی تھی۔وہ شاید بھول گیا تھا کہ اسکو رونے کا سبق اسی نے پڑھایا تھا۔ا. اہیم کچھ دیر اسکو بہلانے کی تگ ودو کرتا رہا۔پھر اس نے صفا کے ماتھے پر ابھرتی شکنیں دیکھیں۔اس سے پہلے کہ وہ جاگتی وہ سجل کو لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔وہ باہر آیا تو کوریڈور میں آتے ہی سجل نے رونا بند کر دیا۔ا. اہیم نے حیرت سے اسکو دیکھا وہ اب آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ا. اہیم نے مسکرا کر اسکی آنکھیں دیکھیں۔اسکی آنکھیں واقعی سجل جیسی تھیں سیاہ جن میں ستارے چمکتے تھے۔ اسکے بال سنہری تھے۔اپنی ماں جیسے۔ا. اہیم کچھ دیر اسکو دیکھتا پھر سر جھٹک کر وہیں ٹہلنے لگا۔

کچھ دیر بعد حسن اس جانب آتا دکھائی دیا تو وہ اسکو دیکھ کر مسکرا دیا۔حسن کے ہاتھ میں دو کافی کے کپ تھے وہ اسی کی جانب آ رہا تھا۔ا. اہیم کو یوں دیکھا تو حسن گہرا مسکرایا۔

''فوجی آن ڈیوٹی۔۔!!'' حسن جملہ کستا ہوا آ کر ہنسنے لگا۔ا. اہیم نے تیکھی سی نگاہ اس پر ڈالی۔'' کافی پیو گے؟ مجھے نہیں لگتا کہ تمہاری بیٹی تمہیں پینے دے گی۔اس لئے میں ہی پیتا ہوں۔'' حسن مزے سے کہتا وہیں رکھے بینچ کر بیٹھ گیا۔ا. اس نے ساتھ والی کرسی پر رکھا اور ا سے کافی پینے لگا۔ا. اہیم نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو دیکھا۔اور خود بھی اسکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔اس نے سجل کو نرمی سے اپنی گود میں ایڈجسٹ کیا اور کافی کا کپ اٹھا لیا۔ا. اہیم کو پرسکون سا کافی پیتا دیکھا تو حسن نے ا. و

اچکا کر دادی۔

''پیکٹس میکس آمین پفیکٹ۔۔''ا. اہیم نے اسی کے ا ٔ ازمیں جتا۔

''مان گئے جناب۔''حسن نے سجل کو دیکھا جو کہ پسکون سی آنکھیں مٹکاتی ہوئی اپنے. پ کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

''تین بچے پلے ہیں۔یہ تو میرے لئے کچھ بھی نہیں۔یہ تو میری پیاری سی لاڈلی سی ٔ ہے۔جو.. کی ہر. ت ما ہے۔''ا. اہیم اب اچھے خاصے ا ٔ ازمیں اسکو جتا رہا تھا۔حسن واقعی متاٗ ہوا تھا۔ا. اہیم نے ابھی دو گھونٹ ہی بھرے تھے کہ حسن کے ماتھے پ بل پڑے۔ا. اہیم نے حسن کی جا ٔ. دیکھا۔وہ دونوں اب ا ٔ دوسرے کو سوالیہ وں سے دیکھ رہے تھے۔اور پھر حسن کا زوردار قہقہہ گو ۔جبکہ ا. اہیم کی رہی سہی مسکراہٹ بھی سمٹ چکی تھی۔حسن ہنستا جا رہا تھا۔

''یقیناً تمہیں ڈا . لنے کا بھی اچھا خاصہ تجربہ رہ چکا ہوگا۔''حسن پیٹ پ ہاتھ رکھے ہنستا ہوا دہرا ہو رہا تھا۔ا. اہیم نے ت سف سے اپنی لاڈلی کو دیکھا جو کہ آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی اسکو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔ا. اہیم نے. مزہ ہو کر پ وہیں رکھا اور اسکو اٹھائے واپس کمرے میں ٔ ۔حسن پیچھے ہنستا رہ ٔ ۔ہنستے ہنستے دل میں عجیب لہر سی اٹھی۔اس نے کافی کا پ ا ٔ طرف رکھا۔اور اپنا مو بئل نکالا۔ہو ں پ شرارت ٔ چ رہی تھی۔

''مسز کرداوی۔۔!!میں یہاں ڈا . لنے کی ٹ ینگ لے رہا ہوں۔جیسے ہی ڈ ٔ ی حاصل کرلوں گا۔مجھے ا ٔ جونیئر کرداوی چاہیے جس پ میں پیکٹس کر سکوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے اس ایکسپیر سے محروم نہیں کریں گی۔''اسکے . . ر. رمسکرا رہے تھے۔اس نے میسج بھیج کر مو بئل. . . میں رکھا اور گھونٹ گھونٹ کافی پ ٔ لگا۔ ابھی دو گھونٹ ہی پ ٔ ئے تھے کہ مو بئل ر ٔ ہوا۔اس نے مسکراہٹ د ٔ ئے ہی مو بئل نکالا۔

''مسٹر کرداوی شا ٔ آپکو ٔ دہوگا کہ میں نے کھو پڑی کھولنے کی ٹ ینگ یوٹیوب سے بہت عرصہ پہلے لے لی تھی۔مجھے امید ہے کہ مجھے پ یکٹس کے لئے. ہر سے کسی کی کھو پڑی نہیں ڈھونڈ نی پڑے گی۔''

حسن کا ا ٔ اور زوردار قہقہہ گو تھا۔ا پ ت ل کی راہداری میں او ٔ ت ہوئی ا ٔ خاتون نے ا ٔ نگاہ حسن پ ڈالی تھی۔حسن اپنی جان بچانے کی غرض سے جلدی سے دونوں پ اٹھائے. ہر کی جا ٔ. پ تھا۔

وہ واش روم سے نکلا تو صفا جاگ چکی تھی۔وہ اب اٹھ کر ٹیک لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''رکو۔۔!!''ا. اہیم ہاتھ خشک کر ت ہوا فوراً اسکے پ س پہنچا۔اسکو سہارا دے کر بٹھا ٔ اور اسکے پیچھے تکیہ در ت کیا۔

'' . سے رو رہی ہے یہ؟''صفا نے کر ٹ ل میں پڑی سجل کو دیکھا جو کہ پھر سے ہو ٹ نکالے رونے میں مصروف تھی۔

''ابھی ابھی اٹھی ہے۔میں دیکھ ت ہوں اسکو۔تم بتاؤ کچھ کھاؤ گی؟''وہ سجل کو اٹھائے اسکے پ س ہی ٹ کر پوچھنے لگا۔

''لا اسکو مجھے دیں۔''صفا نے اسکو اپنی گود میں اٹھا ٔ تو ا. اہیم یوں ہی دیکھنے لگا۔''دیکھ کیا رہے ہیں وہ ڈ بہ پڑا ہے دودھ کی بوتل بنا کر دیں۔''صفا نے سخت سے ا ٔ ازمیں کہا تو ا. اہیم نے تھوک نگلا۔وہ لڑکی اسکو حیران کر رہی تھی۔خیر وہ چارو ٔ چار دودھ کی بوتل بنانے لگا۔

''میری ٔ کو بھوک لگی تھی؟''صفا اس سے چھوٹی چھوٹی سی . تیں کر رہی تھی۔اور وہ بھی اب رو ٔ دھو ٔ چھوڑ کر اپنی ماں کی . تیں ٔ میں مصروف ہو چکی تھی۔ا. اہیم نے کن ا ٔ یوں سے ان دونوں کو دیکھا جو اسکو یکسر بھلائے ا ٔ دوسرے میں مگن تھیں۔ا ٔ نے اس سے ڈا چینج کروا ٔ تھا اور دوسری اس سے دودھ بنوا رہی تھی۔اور شکر یہ ادا کر ٔ تو دور وہ اسکو ا ٔ ازکر رہی تھیں۔''کتنی د ٔ لگانی ہے؟''صفا نے پوچھا تو ا. اہیم اپنی سوچوں سے نکل کر ہڑ ٔ بڑا۔

''ہاں؟''

''آج کی ڈ ٔ ٹ میں بن جائے گا یہ؟''صفا نے احسان جتانے کے ا ٔ ازمیں پوچھا تو ا. اہیم نے ا. واچکا کر اسکو دیکھا۔''آنکھیں بعد میں بھی نکال ت ہیں۔فی الحال یہ بوتل دے دیں میری ٔ بھوکی ہے۔''صفا نے اسکی آنکھوں کی پ واہ کئے بناء پھر سے ڈپٹا تو ا. اہیم اب صدمے سے دوچار ہو ت ہوا اسکے پ س آ ٔ تھا۔اس نے شل سے حواس کے ساتھ وہ بوتل صفا کی جا ٔ. ٹھا دی۔صفا نے مسکراتے ہوئے سجل کو مخاطب کیا اور اسکو دودھ پلانے لگی۔وہ پھر سے اس کے ساتھ . توں میں مگن ہو چکی تھی۔ا. اہیم مایوس ہو کر کچھ فاصلے پ رکھے صوفے پ ہی جا کر بیٹھ ٔ ۔وہ کچھ دیر تھوڑی کے نیچے مٹھی سی بنائے ان ماں بیٹی کو دیکھ ٔ ۔جنھوں نے اسکو پھر سے مکمل طور پ ا ٔ ازکر دیا تھا۔اور

پھر تھک کر وہیں دراز ہو گئی۔

صفا نے دفعتاً دیکھا تو وہ ہمیشہ کی طرح ایک بازو آنکھوں پر رکھے اس چھوٹے سے صوفے پر دراز تھا۔ صفا اسکو دیکھے گئی۔ کتنے ہی لمحے کتنے ہی ثانیے۔ سجل دودھ پی کر اسکی آغوش میں ہی سو گئی تھی۔

سرمئی آنکھیں اپنے محبوب کا دیدار کر رہی تھیں بناء کسی رکاوٹ کے، بناء کسی زمان و مکاں کی قید کے۔ وہ اسکو اپنی آنکھوں میں ہی کہیں بسانا چاہتی تھی۔ وہ اسکے دل کا مکین تو ہمیشہ سے تھا اب وہ اسکو ہر وقت اپنی آنکھوں میں اترتی رہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ہمیشہ اسکی آنکھوں کے سامنے رہے۔

ابیہم کے واپس آنے پر ہر کوئی حیران تھا وہ بس خوش تھی مطمئن تھی۔ جس کا انتظار رائیگاں نہیں گیا تھا۔ جس کو حیات انتظار کی سوغات نہیں دی گئی تھی۔ اسکے حصے کی خوشیاں اسکی جھولی میں ڈال دی گئیں تھیں۔ وہ دعا کے ان چند لوگوں میں شامل تھی جن کو انکا محبوب کر دیا گیا تھا۔ ایسا کہیں دور۔۔!

ایسا وہ اسکی زندگی میں شامل ہوئی تھی اور دوسری بار وہ اسکی زندگی میں لوٹ کر آئی تھا موت سے بھی لڑ کر۔ ہر امتحان سے گزر کر وہ اسکے پاس پہنچی تھا۔ اور صفا ابیہم کا یقین بنی تھی۔ پہلے اسکا صبر بنی تھی اور اب اسکا یقین۔!

''اگر جی بھر کر گھور لیا ہو تو کیا میں آنکھیں کھول سکتا ہوں؟'' بھاری آواز نے کمرے کا سکوت توڑا تو صفا ہڑبڑا کر رہ گئی۔ اس نے پلکیں جھپکیں تو وہ اب بازو آنکھوں سے ہٹا کر اپنے سر کے نیچے رکھے ہوا اسکی جانب کروٹ لئے تھا۔ ہونٹوں پر شرارتی سی مسکان رقصاں تھی۔ صفا کے عارض پل میں سرخ ہوئے تھے۔ اس نے سرخی چھپانے کی غرض سے سجل کے گال چومے۔ اور اسی کے ساتھ مصروف ہونے کا بہانہ کیا۔ ''میں پھر سے آنکھیں بند کر لیتا ہوں پر۔۔تم رخ تو نہ پھیرو۔'' ابیہم نے بے چارگی سے اسکی جانب دیکھا۔ صفا نے اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ''مت کوشش کرو۔۔ میری موجودگی میں یہ رخسار سرخیاں چھلکاتے ہی اچھے لگتے ہیں۔ یہ سرخیاں تمہارا سنگھار ہیں۔ اور یہ سنگھار میرے نام کا ہے جو تم پر بے تحاشہ جچتا ہے۔'' ابیہم مسلسل اسکو خود میں ہی کہیں سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اسکے بولے گئے چند جملے ہی کافی ہوتے تھے صفا کے گالوں کو سرخ کرنے کے لئے۔

وہ کچھ دیر اسکو یوں خود میں ہی پناہ چھپاتے دیکھتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا تو صفا کو اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دیں۔ پہلے عارض سرخ تھے اب کان بھی تپنے لگے تھے۔ اسکا پورا چہرہ اب سرخ ہو رہا تھا۔ ابیہم نے آگے بڑھ کر نرمی سے سجل کو اٹھایا اور اسکو کریڈل میں لٹا دیا۔ وہ اب جھک کر سجل کی پیشانی چوم رہا تھا۔ اتنی نرمی سے کہ جیسے کسی پھول کو چھوا جاتا ہے۔ وہ ایک پھول ہی تو تھی ابیہم اور صفا کا پھول۔

اس کا رخ صفا کی جانب تھا۔ اس نے اپنے چہرے پر آتی سنہری لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا۔ ابیہم اسکی ان حرکتوں سے اچھا خاصہ محظوظ ہوا تھا۔ اس نے سر ٹکائے ہوئے صفا کا تکیہ ہٹایا اور اسکو سیدھا کر کے لٹا دیا۔ وہ اس پر لحاف درست کر رہا تھا۔ صفا بناء پلکیں جھپکے اسکو دیکھے گئی۔

''سو جاؤ۔ صبح ہوتے ہی لوگ ٹپک پڑیں گے اور پھر تمہیں نیند پوری کرنے کا موقع نہیں ملنے والا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفا اسکو دیکھ کر رہ گئی۔ ''پھر کہو گی۔۔ ایسو۔۔!! میں سو جاؤں؟'' ابیہم نے اسکی حیرانی تو صفا نے بے چارگی سے ابیہم واچکائے۔

''یقین مانو۔۔!! اگر پھر سے ایسے کہا تو سارا پتال خالی کروا دوں گا۔ تاکہ میری چھوٹی سی بیوی کی نیند میں خلل نہ پڑے۔'' اس نے بات مکمل کرتے ہوئے جھک کر صفا کو اجازت پیش کیا تھا۔ وہ سرخ عارض لئے آنکھیں موند گئی۔ ''سو جاؤ ورنہ وہ پٹاخہ اٹھ جائے گی۔'' ابیہم نے سجل کی جانب اشارہ کیا تو صفا نے ہونٹ گول کئے۔

''پٹاخہ نہیں ہے وہ۔۔ میری شہزادی ہے۔'' اس نے احتجاج کرنا لازمی سمجھا۔

''ہاں۔ میرے لئے تو پٹاخہ بن جاتی ہے۔'' ابیہم نے آنکھیں سکیڑ کر سوئی ہوئی سجل کو گھورا۔

''ایسو۔۔!!'' صفا نے اسکی گھوری کو نوٹ کرتے ہوئے اسکو ڈپٹا تھا۔

''زیادہ گھوریوں سے نوازو۔!! ٹھیک ہو جاؤ تم کو جم کرواؤں گا اپنے ساتھ۔۔ ڈول چھوڑ کر تھا ڈھول بن گئی ہو۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا صوفے کی جانب بڑھا۔

صفا کو اسکی بات سمجھ میں آئی تھی وہ آنکھوں پر زور رکھ چکا تھا۔ صفا دانت پیس کر رہ گئی۔

دن ہفتوں کی ہوئے اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہو گئے اور وقت کا پ ہ جیسے بناء پ پھڑ پھڑائے پ واز بھر رہا تھا۔ ا الو کی طرح جواڑ ہے تو اسکے پ وں کی پھڑ پھڑاہٹ بھی سنائی نہیں دیتی۔ اسی طرح خاموشی سے وقت ر نے لگا تھا۔ اس خاموشی کے پیچھے ا شور. پ تھا۔ اتنا شور کہ اسکو ن کے لئے اپنے کان نہیں اپنا دل کھولنا پ تھا۔ اور. دلوں پ مہریں لگ جا تو پھر دل نہیں کھلتے۔ پھر نہ دل کی آ کھلتی ہے اور نہ دل کے کان۔ بس پھر وہ دل ا لہو سپلائی کرنے والی موٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہو ۔ جن کے قلب روشن ہوں، ا وہ شور سنائی بھی دیتا ہے اور اس شور میں چیختے معصوم چہرے دکھائی بھی دیتے ہیں۔

ہر کوئی اس ظلم اور. . . کو یہ سوچ کر ا ازکر رہا تھا کہ میں نہیں۔ کوئی اور کر لے گا۔ ان کے ہمسائے ہیں ں۔۔! ویسے بھی ہمسائیوں کا حق پہلا ہو ہے اس ملک کے ہمسایہ ممالک خاموش ہیں تو ہم کیونکر بولیں بھلا؟ وہ لوگ بس چلتے جا رہے تھے اپنی اپنی ز گی کے سفر میں۔ لکل کسی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح جن کی آنکھوں پ بھی پ دے تھے اور ا کانوں میں بھی روئی ٹھو گئی تھی کہ وہ حق کو نہ دیکھ سکیں نہ ہی سن سکیں۔ ا دیکھ اور سن نہیں سکیں گے تو بیان کیسے کر پ گے۔

د کو آپس میں ہی الجھا جا رہا تھا جنھوں نے مل کر ا ہو کر اس ظالم کا زور و کنا تھا ان کو ا مٹھی ن ہی نہیں دے جا رہا تھا۔ وہ آپس میں لڑ لڑ کر آپس میں الجھ کر ہی ا دوسرے کے ہاتھ پ وں کاٹ رہے تھے۔ اس طرح وہ خونخوار درن ہ کسی کے سامنے آئے بناء ہی پوری د کو اپنے اشاروں پ رہا تھا اور د خوشی خوشی ن چ رہی تھی۔ ا جو کوئی اس بھیڑ چال کو روکنے کی کوشش کر تا کسی کو جگانے کی کوشش کر تا کسی کے دل پ دستک دینے کی کوشش کر تا تو اسکو وہیں خاموش کروا دیا جا ۔

ساری د کے سامنے بس سات اکتو کا ا ٹاسا ٹیگ ڈ دیا تھا مظلومیت کا ٹیگ اس سے پہلے جو ہوا اور جو اسکے بعد ہو رہا تھا وہ نہ تو کسی کو دیکھنے دیا جا رہا تھا نہ ن دیا جا رہا تھا۔ اور جو حق کی تلاش میں وہاں پہنچتے تھے کہ ان مظلوموں کی آواز د کے عظیم محلوں میں بیٹھے فیصلہ سازوں تک پہنچائی جائے ا بھی ا ی نیند سلایا جا رہا تھا۔ جانے کتنے صحافی اس ا چھوٹی سی کاوش کی ہو چکے تھے۔ ہتھیار تو دور ا کیمرہ بھی اٹھانے نہیں دیا جا رہا تھا۔ آ ۔ ؟

ظلم کو ا ازکیا جا ہے اسکو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ ایوانوں میں کچھ آوازیں گونجنے لگیں۔ سفیر کی ئی ہوئی تحار نے زور پکڑا اور د کی آنکھوں پ بندھی ہوئی پٹی ا ا کر کے کھلتی چلی گئیں۔ لوگوں نے جانوں پ کھیل کر رپورٹنگ شروع کی۔ انھوں نے اپنی جان دے دی کیمرہ کی آ سے د کو ا سچ دکھا دیا۔ کم از کم اب ظلم آنے لگا تھا ا ۔ رپھر سے ظالم کو ظالم کہا جانے لگا تو اس خونخوار درن ے کو اپنا تشخص خطرے میں آ ۔

اور ا ۔ رپھر سے سیز فائ کا اعلان کیا ۔

جنوری میں آ کر کارا سرا اور مجاہدین کے درمیان ا سیز فائ معاہدہ طے پ جس میں کچھ ہمسایہ ممالک کی کاوشیں کارفرما تھیں۔ اور ان ممالک میں مصر بھی شامل تھا۔ اس سیز فائ کے دو مرحلے تھے پہلے مرحلے میں چھ ہفتوں ت کے لئے ن بندی شامل تھی اور اس دوران اسرائیلی اور فلسطینی قیدیوں کا تبادلہ ہو طے پ تھا۔ جس میں اسرائیلی قیدیوں کے ل لے میں تقریباً دو ہزار فلسطینی رہا ہو کر اپنے وطن اپنوں کے پ س لوٹے تھے۔ یہ ا ٹی کامیابی تھی جو مجاہدین کے حصے میں آئی تھی۔ اسکی بہت ٹی قیمت بھی تھی جو مجاہدین سمیت پورے غزہ نے چکائی تھی۔ پندرہ ماہ کی مسلسل تباہی کے بعد یہ معاہدہ فلسطینیوں کے زخموں پ مرہم کا کام کر ۔ وہ لوگ جو زخموں سے چور تھے ن بندی پ خوشیاں منانے لگے۔

وہ امن کے خواہاں تھے وہ اپنی غیرت پ سودا کرنے کو بھی تیار نہ تھے۔ وہ اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ اور امن کے ساتھ رہنا چاہتے تھے جیسے د کا کوئی بھی شہری رہنا چاہتا ہے ا اس خواہش کو شدت پسندی کا م دیا جا تھا۔ وہ لوگ اپنے حقوق کی اور اپنی آزادی کی ن تن تنہا لڑ رہے تھے۔ اور ہمسایہ ممالک ا قاتلوں کی آؤ بھگت کرنے میں مصروف تھے۔ وہ لوگ شا یہ بھول گئے تھے کہ یہود اور ری بس ا دوسرے کے ہی دو ت ہیں یہ مسلمانوں کے دو ت ہر نہیں ہو ت۔ وہ لوگ آج مسلمانوں کا ساتھ دینے کی بجائے اپنے بھائی کی آواز ن کی بجائے یہود اور ری کی گود میں بیٹھے تھے۔ وہ شا یہ بھول گئے تھے کہ جو میزائل غزہ کی جھونپڑیوں پ داغے جاتے ہیں ا منزل ان امراء کے محل بھی ہو تے ہیں۔ فی الحال وہ لوگ خوش تھے کیو ا امن کا پ ہ سلامت تھا۔ ۔۔!! ۔ ت ؟

یہ آگ پھیلی ہے اور اس نے کو اپنی لپیٹ میں لے ن ہے۔ ا وقت رہتے اس سرطان کو ختم نہ کیا تو یہ سرطان پوری امت مسلمہ کے جسم کو متا ثر کرے گا اور پھر اس جسم کا ا حصہ ن کارہ ہو کر جھڑنے لگے گا۔ ۔ ت ہم وطن پ ستی کے خول سے ہر نہیں نکلیں گے ت۔ اس سرطان کا خاتمہ ممکن نہیں۔

''سیون۔۔ایٹ .....ئن۔۔ٹین۔۔''

گورسی ہاؤس کے لان میں کوئی پورے جوش و خروش سے گنتی گن رہا تھا۔سورج کی کرنیں زمین پر اتر رہی تھیں ایک سرور سا تھا جو ہر سو چھا رہا تھا۔

وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی تھی سامنے پانچ ماہ کی سجل خوشی خوشی اپنے کپڑے تبدیل کروا رہی تھی۔اس نے اپنی بیٹی بیٹی کو اچھے سے تیار کیا۔اسکو ایک سرخ رنگ کا بے بی سوٹ پہنایا اور ساتھ میچنگ ہی ٹوپی پہنا دی۔یہ سوٹ منال نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ہاتھ سے بنے اس بے بی سوٹ میں سجل کا رنگ نکھر رہا تھا۔اسکی رنگت شفاف تھی اپنی ماں اور پاپ کی طرح۔آنکھیں سجل جیسی تھیں اور بال سنہری تھے۔اس سیاہ اور سرمئی رنگوں کے امتزاج میں رنگے اس کمرے میں ایک اور چیز کا اضافہ ہوا تھا اور وہ تھا سجل کا سنہری رنگ کا بے کاٹ۔وہ خوبصورت سا کاٹ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے سونے کا بنا ہوا ہو۔اسی طرح کچھ ڈریپسز تھے جن کے رنگ سنہری تھے۔دیوار گیر وٹ وکا پردہ ہٹا ہوا تھا سورج کی کرنیں چھن کر اندر آ رہی تھیں۔بیڈ پر پڑی سجل نے آنکھیں سکیڑ رکھی تھیں۔صفا نے مسکراتے ہوئے اسکی آنکھوں میں کاجل لگایا تو وہ مزید خوبصورت لگنے لگی۔اس نے نہال ہوتے تھوڑا سا کاجل سجل کے کان کے پیچھے بھی لگا دیا۔اور پھر اپنی اس حرکت پر خود ہی ہنس دی۔

وہ ہنسی تو سجل بھی کھلکھلائی۔صفا نے نہال ہوتے اسکے گال چومے۔اور اسکو لئے بیڈ سے اتری۔وہ خود بھی ایک مسوٹ میں ملبوس تھی کندھوں پر ہمیشہ کی طرح شال لپیٹ رکھی تھی۔سنہری بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

''یہ ریڈی ہوگئی؟'' دروازہ کھلتے ہی کوئی اندر آیا۔

''ہاں۔۔ہوگئی ریڈی۔'' صفا نے مسکرا کر جواب دیا۔

''لاؤ میں اسکو لے جاتا ہوں نیچے۔'' اس نے آگے بڑھ کر سجل کو تھام لیا۔وہ اس کی آغوش میں آ کر پرسکون سی ہوگئی۔وہ اسکو کچھ دیر دیکھتا رہا پھر اس نے جھک کر سجل کے گال چومے۔''آج اسکو ریڈ کلر نہ پہنایا کریں۔'' قوت کی بھوری آنکھوں میں فکر سی تھی۔

''کیوں کیا ہوا؟'' صفا نے الجھ کر دیکھا حالانکہ سجل اس سرخ سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی پھر قوت نے ایسا کیوں کہا۔؟

''یہ اس کلر میں بہت زیادہ پیاری لگتی ہے۔اور دادو کہتی ہیں کہ جن بچے بہت پیارے لگتے ہیں تو نظر لگ جاتی ہے اور پھر وہ روتے رہتے ہیں۔'' وہ آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اسکو بتا رہا تھا۔صفا جو کچھ دیر پہلے الجھی سی کھڑی تھی قوت کی منطق سن کر ہنس دی۔''اور یہ روتی ہوئی بالکل بھی اچھی نہیں لگتی۔پلیز۔۔'' اس نے جیسے درخواست کی تھی۔

''فکر نہ کرو جس کے اتنے پیارے پیارے بھائی ہوں اس بچے کو نظر نہیں لگتی۔'' صفا نے سر جھٹکتے ہوئے قوت کے ماتھے سے بال ہٹائے۔اور وہ دونوں نیچے سیڑھیاں اترنے لگے۔منال نشتے کی میز لگوا رہی تھیں۔

''ابیہم اور مرجان کو بھی لے آؤ۔'' انھوں نے ڈائننگ ایریا سے ہی ہانک لگائی تو قوت اور صفا ہر لان کی جانب بڑھ گئے۔اور سامنے کا منظر دیکھ کر وہ دونوں شاک میں چلے گئے۔

''واپس آؤ گے؟'' وہ اس وقت لاؤنج میں تیار سا کھڑا تھا اور عینا اسکی ٹائی درست کر رہی تھی۔صبح کے چھ بج رہے تھے۔

''آؤں؟'' وہ مسکراہٹ دبائے اسکو چھیڑ رہا تھا۔عینا نے خفگی سے اسکو گھورا۔

''جاؤ ہی نہ۔۔'' وہ منمنائی تو حسن گہرا مسکرایا۔

''سوچ لو۔لوگ تو پہلے ہی مجھے زن مرید کرداوی کہتے ہیں۔کہتے ہیں کہ جورو کا غلام بن گیا ہے کرداوی۔'' حسن نے بے چارگی سے دنیا جہان کی۔

''تو کیا نہیں ہو؟'' عینا نے ابرو اچکائے۔

''سچ بتاؤں؟'' حسن نے جھک کر سرگوشی انداز میں پوچھا تو عینا نے اثبات میں سر ہلایا۔

''زن مر ۔ پ ومیکس ۔۔''حسن نے سرگوشی کرتے ہوئے اسکے کان کی لوکو چھوا تو وہ سرخ رخسار لئے وہیں سمٹ گئی۔''اب جاؤں ۔زن مر ۔ ی کا کوئی اور ثبوت دوں؟''اس نے عینا کے دا ۔ ز وحمائل کرتے اسکو قر ۔ کھینچا۔

''شٹ اپ ۔۔''وہ تقریباً ئی تھی۔حسن کا جا ۔ ارقہقہہ گو ۔

''بچے کہاں ہیں؟''حسن نے پھر سے سرگوشی کی۔

''اٹھ گئے ہیں آرہے ہیں نیچے تھوڑی دی ۔ ۔''عینا نے اسکے ۔ ۔ پ دونوں ہاتھ ر ۔ ہوئے اسکو پیچھے دھکیلنے کی ا ۔ ۔ کام سی کوشش کی۔

''یعنی ثبوت دے جاسکتا ہے۔''وہ پھر سے مسکرا ۔عینا کے کان ۔ پ گئے۔

''حسن میں تمہاری جان لے لوں گی۔''

''وہ تو لے چکی ہو آلریڈی۔!اب تو ریٹرن میں مجھے ا ۔ جان چاہیے۔''اسکی ۔ت پ عینا نے اچنبھے سے دیکھا۔''ا ۔ جونیئر کرداوی۔''اس نے ۔ت مکمل کی تو عینا نے اسکے ۔ ۔ پ زوردار مکا جڑا تھا۔حسن کراہ کرا ۔ قدم پیچھے ہٹا۔

''عینا ۔۔!! کیوں مار رہی ہو اسکو؟''ان دونوں نے مڑ کر دیکھا تو سیڑھیوں سے سلویٰ اور یوسف آتے دکھائی دیئے اور سلویٰ ہمیشہ کی طرح حسن پ ظلم ہوتے دیکھ کر تڑپ گئی تھی۔عینا نے ۔ بھینچ لئے جبکہ اب حسن چہرے پ معصومیت سجائے مظلومیت کے ر ۔ رڈ توڑ رہا تھا۔یوسف سیڑھیاں ا ۔ ۔ آرہا تھا حسن نے آگے ۔ ھ کر اسکو اچک لیا۔اور گود میں اٹھالیا۔

''خود مار کھانے والی حرکتیں کرتا ہے یہ۔''عینا نے سلویٰ کو وضا ۔ دی۔وہ آکر عینا کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''تم بہانے ڈھونڈتی ہو اسکو مارنے کے۔جیسے ہمیں پڑھانے کے بہانے ڈھونڈتی ہو۔''سلویٰ نے دا ۔ ۔ پیسے تو عینا اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔حسن نے مز ۔ بے چارگی سے دن ا ۔ جا ۔ ئی۔عینا دا ۔ ۔ کچکچاتے ہوئے ان تمام ڈرامے ۔ زوں کو دیکھ رہی تھی۔

''فائن ۔۔!! مجھے اپنی ٹیم بلڈ کرنی ہی ہوگی۔''وہ حسن کو آنکھیں دکھاتی ہوئی کچن کی جا ۔ ۔ ھ گئی۔حسن کے قہقہے مسلسل کرداوی مینشن میں گونج رہے تھے جبکہ ان قہقہوں کی وجہ یوسف اور سلویٰ کے سر کے اوپ سے ۔ رگئی تھی۔

آج پھر سے کرداوی مینشن ز ۔ ہو ۔ تھا۔آج پھر سے ا ۔ شہرین اور ش ۔ اس مینشن کو ز ۔ ہ کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔وہ اینٹوں اور گارے کی بنی عمارت آج گھر معلوم ہو رہی تھی۔یہ عمارت اسی دن گھر بن گئی تھی جس دن اس میں عینا منصور حیات نے اس عمارت میں قدم رکھا تھا۔بے شک عورت کھنڈروں میں بھی ز ۔ گی بھر دیتی ہے۔

''آج میں نے صفا کو کھانے پ بلوا ۔ ہے۔''۔ شتے کی میز پ ۔ یجہ نے خیام قریشی پ ا ۔ نگاہ ڈالتے ا ۔ آگاہ کیا تھا۔

''کون کون آئے گا؟''وہ مصروف سے ا ۔ از میں بولے تھے۔

''فکر نہ کریں وہ نہیں آئے گا۔''۔ یجہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔خیام قریشی نے چائے کا ۔ پ واپس رکھا اور دونوں ہاتھ میز پ ٹکاتے ہوئے ا ۔ بھرپور نگاہ ۔ یجہ پ ڈالی ۔ ۔ یجہ سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ہر ساس کی طرح ا ۔ بھی خواہش تھی کہ وہ اپنے داماد کی دعوت کرتیں اسکے لئے اچھے اچھے کھانے بناتیں۔ا ۔ بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر ان سے ڈھیروں ۔ تیں کرے۔وہ اپنے شوہر کی کسی ۔ت پ شرما جائے تو کبھی وہ اپنی ماں سے اسکی کوئی شکا ۔ ت کردے۔جس پ وہ فوراً اپنی صفائی پیش کرے۔ وہ نہ تو ا ۔ رمل شادی تھی اور نہ ا ۔ یہ عام سی خواہشات پوری ہوسکتی تھیں۔کبھی کبھار بہت عام سی خواہشات بھی کسی کے لئے کوئی لاحاصل سی تمنا بن جاتی ہیں۔

''بلوا لو اسکو بھی۔''خیام قریشی نے ۔ یجہ کے چہرے پ نگاہ جمائے ہی کہا تو انھوں نے بھیگی پلکیں اٹھا کر خیام کا چہرہ دیکھا۔ان کے ت ۔ ات سرد ہی تھے۔ ۔ یجہ الجھ کر رہ گئی۔''میں آج کراچی جا رہا ہوں۔دو دن بعد واپس آؤں گا۔تم چاہو تو اپنے داماد کی دعوت کرسکتی ہو۔''وہ نگاہ پ ا گئے۔ ۔ یجہ کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

''کیا کبھی کچھ ٹھیک نہیں ہوسکتا؟''۔ یجہ کی آواز بھیگ گئی تھی۔

''یجہ۔۔!!''انھوں نے نمی سے پکارا تھا۔''کچھ کا دل میں بہت گہرے پیو ت ہو جاتے ہیں کہ ا نکالنے پ بھی لہو بہتا ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ ان پ خون اور گوشت کی تہہ پڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے مزید خون رسنا بند ہو جاتا ہے ا چھن ختم نہیں ہوتی اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔میں اس کا کو نکالنے کی کوشش کروں گا تو مزید لہو رسنے لگے گا۔اور میں نہیں چاہتا کہ مزید خون بہے۔میں بس چاہتا ہوں کہ اس کا پ گوشت پڑھ جائے۔بے شک یہ مجھے اذیت سے ختم کر دے اس سے رستا ہوا خون میرے اپنوں کو تکلیف نہ دے۔کم از کم مزید تکلیف نہ دے۔اس لئے میں بس خاموش ہوں۔اور مجھے خاموش رہنے دو یجہ۔۔!!میں اس کا کو دل میں لئے ہی مر جانا چاہتا ہوں۔۔''کہتے انھوں نے ایک نگاہ یجہ کے متغیر ہوتے چہرے پ ڈالی۔ا چہرے پ مایوسی پھیل گئی تھی۔''میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کی تکمیل کو ترسو۔اس لئے تم ان کو دعوت پ بلوالو۔مجھے کوئی اعتراض نہیں۔بس میں اس میں شامل نہیں ہو پاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ تم میری تکلیف کو سمجھو گی اور مجھے اس پ مجبور نہیں کرو گی۔''اب ا چہرے کے تاثرات الگ تھے۔وہاں سرد مہری کی بجائے بے بسی سی تھی۔

''جو خواہش آپکو تکلیف دے کر پوری ہو میں اس خواہش کی تکمیل پ لعنت بھیجتی ہوں۔''یجہ نے نم ہوتی آنکھوں سے اپنے شوہر کی بات کا مان رکھا تھا۔وہ پھیکا سا مسکرا دیئے۔

''میں اس قابل نہیں ہوں کہ میرے لئے اپنی خواہشات کو مارا جائے۔اس لئے تم ابلوالو۔۔اور ہاں۔۔میری بیٹی کے لئے اچھا سا کھانا بنانا۔''وہ مسکرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔اب چہرے پ کوئی کرب نہیں تھا۔وہاں بس سرشاری سی تھی۔اپنی قسمت کو قبول کرنے کی سرشاری۔جو بچ گیا تھا اسکو سنبھالنے کی سرشاری۔جو تباہ ہو چکا تھا اسکو رب کی خاطر بھول جانے کی سرشاری۔یجہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو ۔انھوں نے خیام قریشی کے ہاتھ کی پشت پ بوسہ دیا تو وہ گہرا مسکرا دیئے۔

''میں آپکی پیکنگ کر دیتی ہوں۔''وہ مسکراتی ہو وہاں سے چلی گئیں۔وہ کھڑے ا جاتا دیکھے گئے۔وہ ایک بہترین ماں اور بیوی ثابت ہو تھیں۔جبکہ خیام قریشی نہ تو ایک اچھے باپ ثابت ہو سکے تھے اور نہ ہی ایک اچھے شوہر۔۔!

وہ لان میں پش اپس کر رہا تھا اور مرجان اور دینا اسکی پشت پ بیٹھے ہوئے تھے۔دینا نے ہمیشہ کی طرح اسکی گردن کی پشت پ اسکے بڑھے ہوئے بال پکڑ رکھے تھے جبکہ مرجان مگن سا گنتی گن رہا تھا۔

آج اتوار تھا اس لئے وہ لوگ سکول کی فکر چھوڑ چھاڑ کر اپنے باپ کی ورزش میں مدد کر رہے تھے۔بقول مرجان کے اس طرح ابیم زیادہ سٹرانگ بنے گا۔صفا اور قوت ان کو دیکھ کر ہنسے جا رہے تھے۔

''شفا۔۔!!کم.....بے بی کم۔۔''دینا نے ان دونوں کو بھی کھلے دل سے دعوت دی تو ابیم نے گردن موڑ کر ا دیکھا۔وہ کھڑے ہنس رہے تھے۔

''نہیں نہیں۔۔آپکے گھٹنے کی کمر ٹوٹ جائے گی۔''صفا نے ہنستے ہوئے کہا دینا نے ہونٹ گول کئے۔

''نو پرابلم لیڈی۔۔!!بہت سٹرانگ ہو گئے ہیں۔''مرجان نے بھی اسکو دعوت دی تو ابیم نے گردن موڑ کر اپنی پشت پ سوار اپنے سپوت کو دیکھا جو خود تو اسکی کمر توڑ رہا تھا اب مزید لوگوں کو بھی دعوت دے رہا تھا۔

''کیا سچ میں؟''صفا نے شرارت سے ابیم کی جانب دیکھا جو کہ ہمیشہ کی طرح اپنے سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا۔اسکی بات سن کر ابیم جھٹکے سے اٹھ بیٹھا جس سے مرجان تو لوٹ پوٹ ہوتا ہوا اٹھا جبکہ دینا کو ابیم نے تھام لیا تھا۔وہ گرنے سے بچ گئی تھی۔

''آہہہ۔۔۔!!مجھ پ ہی ترس نہیں آتا آپکو بس۔۔''مرجان اپنے کپڑے جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ابیم نے اپنے سوٹ کے اوپ کی زپ کھول دی۔کیونکہ وہ پسینے سے تر ہو چکا تھا۔اب وہ بس ایک بنا آستینوں کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔''واؤ۔۔دیکھا پرنسیز لیڈی۔۔!!کتنے بڑے بڑے ہو گئے ہیں۔''مرجان نے اپنی نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔صفا کی ہنسی تھمی تھی۔اس نے تھوک نگلا۔''پتہ نہیں ان میں اتنی پاور بھی ہے یا نہیں۔''مرجان نے جتانے کے انداز میں ابیم کو دیکھا تھا۔

''کیا مطلب ہے؟ابھی تمہیں میری پاور پ کوئی شک ہے؟''ابیم نے اسکو اچھی خاصی گھوری سے نوازا تھا۔مرجان نے کندھے اچکا دیئے۔

''پیٹی لیڈی اور بے بی کو بٹھا کر ایسوسپش اپس لگا تو مان لوں گا آپکی پوز۔'' مرجان نے بیٹھے بیٹھے ہی ا. اہیم کا حلق خشک کر دیا تھا۔ ابھی وہ اور دینا اس سے پچاس پش اپس کروا چکے تھے اور اب مزید سو کا چیلنج دے دیا تھا وہ بھی صفا کو بٹھا کر۔ ''اٹس اوکے۔۔ ابھی وہ والی پوز نہیں آئی آپ میں۔۔ کوئی بات نہیں میں بڑا ہو جاؤں گا تو یہ چیلنج میں خود ہی پورا کر کے دکھا دوں گا۔'' مرجان نے مزے سے کہتے ہوئے اپنے پپ کو آگ لگائی تھی۔ ''ویسے بھی آپ بوڑھے ہو رہے ہیں تو اب ٹائی سپیس میں وہ والی پوز تھوڑی نہ آئے گی۔'' مرجان نے تاسف سے کہتے سر جھٹکا۔ صفا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا قوت مرجان کی اداکاری اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

''اوئے۔۔ یہ بوڑھا کس کو بولا ہاں۔۔'' ا. اہیم کے ماتھے پہ بل پڑے۔ دھوپ اسکی شربتی آنکھوں پہ پڑتی تو اسکی آنکھیں مزید دلکش ہو جاتی تھیں۔

''اپنے باپ کو۔۔'' مرجان نے معصومیت سے جواب دیا۔

''تمہیں میں بتاتا ہوں۔'' ا. اہیم اٹھنے لگا تو مرجان صفا کے ساتھ جا کر چپک گیا۔ کیونکہ اسکی واحد جائے پناہ وہی تھی۔ ''اور تم دانت نکال کر کیا شو کرنا چاہتی ہو کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں؟'' ا. اہیم نے ساتھ ہی ہنستی ہوئی صفا کو بھی لپیٹ لیا۔ اس نے جلدی سے سر میں ہلایا۔ وہ آج بھی اسکو اسی طرح کنٹرول کر لیا کرتا تھا۔

''ڈرا کر نہیں آپ اپنی پوز دکھا کر پووکریں ناں۔۔'' مرجان نے دن موڑ کرا. اہیم کو جتایا تو وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

''آؤ۔۔!!'' ا. اہیم نے صفا کو اشارہ کیا تو وہ ہڑبڑا گئی۔

''نہیں۔۔ نہیں۔۔''

''پیٹی لیڈی جا ں۔۔ دیکھتے ہیں کہیں واقعی بوڑھے تو نہیں ہو گئے؟'' مرجان نے صفا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ وہ بی طرح پھنس گئی تھی۔ ''بیٹھیں۔'' اس نے لا کر صفا کو ا. اہیم کی پشت پہ بٹھا دیا۔ ا. اہیم نے ہم پیو کیئے۔

''اس ڈھول کا بھی بندوبست کرتا ہوں آج۔۔'' ا. اہیم بڑبڑایا۔

''ڈھول کس کو بولا ہاں؟'' صفا نے اب صحیح سے ٹیوشن ہوئے دینا کی طرح اسکے بال پکڑے تھے۔ ا. اہیم کراہ کر رہ گیا۔

''مم۔۔ مرجان کو کہا ہے۔۔ تو نکل آئی ہے اسکی۔'' ا. اہیم نے کراہتے ہوئے بندوق کا رخ مرجان کی جانب کیا۔ مرجان نے روہانسا ہوتے اپنے پیٹ پہ ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ وہ صدمے سے دوچار تھا اسکو موٹا کہہ دیا تھا۔

''یہ لیں آپ اپنی بیٹی کو بھی ساتھ بٹھا لیں۔'' قوت نے آگے بڑھ کر سجل کو بھی صفا کی گود میں ڈال دیا۔

''جائے گی یہ۔۔!!'' مرجان فوراً سجل کو پکڑنے آگے بڑھا تھا۔ اسکی موجودگی میں قوت کو کم ہی موقع ملتا تھا سجل کو اٹھانے کا۔ جب بھی وہ مصروف ہوتا تو قوت وہ موقع ضائع نہیں جانے دیتا تھا۔

''نہیں تو۔'' صفا نے اپنی پی کے گال چومے۔ ''چلیں آپ شروع ہو جائیں۔'' صفا نے ا. اہیم کی پشت پہ پیٹ لگائی تو وہ دانت بھینچ کر رہ گیا۔

''ون۔۔ ٹو۔۔ تھری۔۔!'' قوت پوری جوش سا پھر سے گنتی گننے لگا تھا۔ اب قوت اور دینا بھی اچھل اچھل کر اسکا ساتھ دے رہے تھے۔ ان کے قہقہے گورسی ہاؤس کے آنگن میں گونج رہے تھے۔ وہ صبح بہت خوبصورت تھی۔

''کافی۔۔!!'' وہ اس وقت اپنے آفس میں تھا۔ عیشا ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے آفس میں داخل ہوئی تھی۔

''دو منٹ پندرہ سیکنڈ لیٹ ہو تم۔۔'' ضرار نے گھڑی دیکھتے اسکو وارن کروایا۔

''جو گاڑی تم نے دی تھی اسکی سروس بھی کروا دیتے تو لیٹ نہ ہوتی۔'' وہ مگ اسکی میز پر پٹخ دھپ سے آ کر سامنے بیٹھ گئی۔

''کیا مطلب ہے اب سروس بھی میں ہی کروا کر دوں؟'' ضرار نے کافی کا گھونٹ بھرتے احتجاج کیا تھا۔

''ہاں تو۔۔ ساری ذمہ داری کمپنی کی ہے تو پھر سروس بھی وہی کروا کے دیا کرے۔'' عیشا نے ترکی بہ ترکی زوردار پٹخ۔ ضرار نے کافی کا مگ واپس رکھا۔ اور ایک بھرپور نگاہ عیشا پہ ڈالی۔ عیشا اسکی نگاہ سمجھتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''کیا کبھی نہیں؟'' ضرار نے نہ جانے کیا سوچ کر پوچھا تھا۔ لہجے میں اچا ٔ سے آرزدگی امڈ آئی تھی۔

''کبھی نہیں۔'' عیشا نے پیپرو۔ ٹ پہ انگلی پھیرتے ہوئے سرد سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ وہ اسکے سوال سمجھتی تھی۔

''میں انتظار کروں گا۔ اس دن کا۔ تم حق سے میری گاڑی میں آ۔ کروگی۔'' ضرار کی آنکھوں میں امید تھی۔

''وہ دن کبھی نہیں آ سکتا ضرار۔۔!!'' عیشا نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر سرد مہری سے جواب دیا تھا۔

''مستقبل کس نے دیکھا ہے۔'' ضرار نے کندھے اچکا دیئے۔

''مجھے لگتا ہے مجھے مصر چلے جا ٔ چاہیے۔ وہاں کام دیکھنا چاہیے ورنہ تم نے اپنی حرکتوں سے ٔ زنہیں آ ٔ۔'' عیشا نے دا ٔ۔ کچکچائے تو ضرار کا قہقہہ گو ۔'' شادی کروالو اور میری جان چھوڑو۔۔'' عیشا نے اسکے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''شادی تو میری ہو چکی ہے میرے مقصد سے۔۔ ہاں اس مقصد میں کوئی ہمسفر مل جائے جو میری طرح ہی سوچتی ہو تو کوئی مضا نہیں۔'' ضرار نے مزے سے کہتے کافی کا ایٔ اور گھو ٹ بھرا۔

''میں مصر جا رہی ہوں۔۔ رہو تم یہاں اپنی بیوی کے ساتھ۔'' عیشا اپنا مو بٔل اٹھانے لگی۔

''اچھا اچھا۔ نہیں کر۔ آئندہ یہ ٔ ت۔۔ ہمسفر ہی چاہیے تو ہم ایٔ ہی منزل کے مسافر ہیں۔ اس طرح ہم دونوں ہمسفر ہی ہیں۔ پھر چاہے تم میری گاڑی میں آفس آؤ ٔ اپنی گاڑی میں۔'' ضرار نے مصالحت سے کہتے عیشا کو روک لیا تھا۔ عیشا نے ایٔ خفا سی نگاہ اس پہ ڈالی۔ ''تمہیں پتہ ہے یہاں کے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہمارے مؤقف کی۔ کرنے لگے ہیں۔'' ضرار نے کافی پیٔ ہوئے ٹیک لگائی۔ اسنے ٔ ت۔ لنا ہی منا ٔ سمجھا۔

''ہاں۔۔ اور اس میں ہم ٔ کی محنت شامل ہے۔'' عیشا ہلکا سا مسکرائی۔ ضرار اسکو دیکھے ٔ ے۔ ''سفیر کی بھی یہی خواہش تھی کہ مشرق والے ا ساتھ ہو جا ۔ وہ بھی ا مؤقف کی۔ کریں۔ اور ا مدد کے لئے نکلیں۔ کیو اہلِ مشرق انقلاب کی علامت ہیں۔'' وہ پیپرو۔ ٹ پہ انگلی پھیرتی کہتی گم سی ہو گئی۔

ضرار اسکی آنکھوں میں موجود سفیر کے لئے بے پناہ محبت دیکھ کر رہ ٔ ے۔ واقعی ا ن مرجاتے ہیں محبتیں نہیں مرتیں۔ عیشا سفیر کے مشن کو لے کر آگے ٔ ھ رہی تھی اور یہی اسکی محبت کا جیتا جا ٔ ثبوت تھا۔ سفیر نے مختلف ممالک میں اپنی تحار ٔ کے پودے لگائے تھے ا ٹ ٔ میں نہیں لگا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ا ٹ ٔ پہلے ہی اسکے ساتھ ہے کیو اسکی عیشا اسکے ساتھ ہے۔ اور اب عیشا وہ پودا بن چکی تھی جس کو تنا آور درٔ ت ٔ: تھا۔ اور سفیر کا مؤقف اہلِ مشرق کے بچے بچے کی زٔ بن پہ عام ہو تھا۔ یہ محبت کا ایٔ الگ رٔ تھا جس سے ضرار واقف ہوا تھا۔

''جا ٔ ضروری ہے کیا؟'' وہ اسکے کوٹ کے بٹن بند کر رہی تھی۔ اور اب ت اس نے کوئی بیس دفعہ یہ ٔ ت پوچھ لی تھی۔

''ہاں۔۔ ضروری نہ ہو ت تو جا ٔ بھلا؟'' وہ بیسیوں ٔ ر بولا تھا۔ ہر ٔ ر کی طرح اس ٔ ر بھی یہی جواب پہ کر وہ اب اداس ہو گئی تھی۔ ا۔ اہیم نے مسکرا کر اسکا ا ٔ اسا چہرہ دیکھا۔ اور پھر اسکو اپنے حصار میں ٔ ے ا ٔ اپنے قر ٔ ٔ ے کر لیا۔ وہ اسکے ٔ ے پہ اپنا گال ٹکا گئی۔ ا۔ اہیم کے ٔ ے میں دھڑکتے دل پہ اپنے ٔ م کی تسبیح سن کر اسکی روح میں تسکین ا ٔ ی تھی۔

'' ٔ واپس آ گے۔'' وہ اسکے بٹن کے ساتھ کھیلتے ہوئے بولی تو ا۔ اہیم نے اسکے سنہری ٔ ل چھوئے۔

'' ٔ کہو گی آجاؤں گا واپس۔۔'' وہ مدہم سا مسکرا ٔ ے۔

''اور ا میں کہوں کہ جا ہی ٔ ں۔۔'' اس نے تھوڑی ا۔ اہیم کے ٔ ے پہ ٹکائی اور اسکی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اسی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''کیا میری بیوی ٔ دل ہے؟'' ا۔ اہیم نے اسکی ٔ ک کو چھوا۔

''آپکی بیوی بس آپ سے محبت کرتی ہے۔ وہ کبھی بہادر بن ہی نہیں سکتی کیو اسکو ا۔ اہیم چاہیے ہر وقت، ہر لمحہ، اپنے ساتھ اپنے قر ٔ ۔'' اسکی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔ ا۔ اہیم ایٔ گہری سانس بھر کر رہ ٔ ے۔ وہ صحیح کہتا تھا کہ وہ اس سے عشق کرتی ہے۔ اور وہ واقعی اس قابل تھی کہ اس سے عشق کیا جائے۔

''تو کیا بیوی کو اپنی محبت کے معجزوں پہ کوئی شک ہے؟'' وہ اسکی آنکھوں کی نمی چن رہا تھا۔صفا نے اسکا کالر تھام لیا۔

''ہر معجزے نہیں ہوتے۔'' وہ سسکی۔

'' ہم ہر یقین تو کر تے ہیں ں۔ایمان تو رکھ تے ہیں ں۔انتظار تو کر تے ہیں ں۔'' وہ انگوٹھے سے اسکا گال سہلا رہا تھا جو آ وؤں سے تر ہو چکا تھا۔

''کیا کبھی کچھ بھی مستقل نہیں ہو سکتا؟ کیا ہمیشہ کچھ عارضی ہی رہے گا؟'' وہ ے لہجے میں بولی تو اہیم اسکی ت پہ مسکرا دیا۔

''اس عارضی د میں مستقل خوشیاں تلاش کر بیوقوفی ہے۔''

''اور آپ ہی کہتے ہیں کہ آپکی بیوی بیوقوف ہے۔'' وہ ہو ٹ گول کر گئی تو اہیم کو اس پہ بے تحاشہ پیار آیا تھا۔

''اور اہیم اپنی اس بیوقوف بیوی پہ قر ن جس کی بیوقوفی، جس کا عشق مجھے ہر مصیبت سے، ہر بلا سے لڑا جاتا ہے۔ ۔ ۔ میں ہارنے لگتا ہوں مجھے یاد آ جاتا ہے کہ میری جھلی، پگلی میری منتظر ہے۔اور پھر میں ہر بلا کا سامنا کر جاتا ہوں۔موت سے بھی ٹکرا جاتا ہوں۔تم اور تمہاری محبت میری طاقت ہیں۔تم ہو تو مجھے کسی چیز کی فکر نہیں کرنی پڑتی، میرا گھر، میری اولاد محفوظ ہوتی ہے اور میں بے فکر ہو جاتا ہوں۔تم میری طاقت ہو۔'' کہتے اس نے صفا کا دایاں گال چھوا۔اسکے آ اب زار و قطار بہنا شروع ہو چکے تھے۔

''یہ تو بتا کہ کہاں جا رہے ہیں؟'' اس نے آ صاف کرتے پوچھا۔وہ کچھ دیر اسکی آنکھوں میں دیکھے۔

''لبنان۔'' لفظی جواب پہ صفا نے ایک ہچکی لی تھی۔''فکر نہ کرو دھول چٹا کر واپس آ جاؤں گا۔پھر ہم طویل چھٹیوں پہ جا گے۔ اکی زمین پہ بکھرے اسکی قدرت کے کرشمے دیکھیں گے اور اپنی محبت کی ں اس روئے زمین پہ چھوڑ کر جا گے۔آنے والی نسلیں ہماری محبت کے قصے ایک دوسرے کو سنا گی۔اور لوگ محبت کے معجزوں پہ پھر سے یقین کر شروع کر دیں گے۔''

''آپ وعدہ کر کے جا رہے ہیں۔'' صفا نے اسکے کوٹ کے دونوں کالر تھام کر دلایا۔

''اور اہیم گورسی اپنے وعدے کا پکا ہے۔'' وہ مضبوط لہجے میں کہتا اسکی آنکھوں پہ محبت کی مہر ثبت کر ۔

''پھر صفا اہیم بھی اپنے عہد کی پکی ہے۔وہ اہیم کا انتظار کرے گی ہمیشہ۔۔!'' اس نے اپنے عہد پہ بھی مہر لگا دی۔اہیم مسکرا دیا۔سنہرے بے بی کاٹ میں بیٹھی سجل ان دونوں کو ٹ دیکھے جا رہی تھی۔اہیم مسکرا کر آگے ٹ ھا۔اس نے جھک کر سجل کو اٹھایا۔اور صفا کو اپنے ے سے لگائے ہی ہر نکل آیا۔لاؤنج میں اسکے ماں پ اور اسکی اولاد اسکو الوداع کہنے کے لئے کھڑے تھے۔اسکی آزمائشیں اب اسکی طاقت بن چکی تھیں۔

ماہ بعد.....۔!!

وہ ایک پیازی رنگ کا گاؤن ڈریس پہنے تیار سی سیڑھیاں ا رہی تھی۔چہرے پہ ایک الگ ہی نور سا تھا۔رخساروں کی سرخی بتا رہی تھی کہ وہ جس کی منتظر ہے وہ واپس آ رہا ہے۔کلائیوں میں ہمیشہ کی طرح قیمتی نفیس جیولری پہنے وہ سج سج کر قدم رکھ رہی تھی۔ ٹیبل پہ پڑا اسکا فون بج اٹھا تھا۔وہ گہرا مسکرائی اور آ کر اس نے فون کان سے لگایا۔

''مسز کرداوی۔!!'' وہ کسی اجنبی آواز کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

''جی؟'' وہ ٹھٹکی۔

''مسٹر کرداوی کو گولی لگی ہے۔''

فون سے آتی آواز نے عینا منصور حیات کا خون خشک کر دیا تھا۔اسکے چہرے کی تمام سرخیاں زائل ہو چکی تھیں۔دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔اس سے پہلے کہ سانسیں بھی منجمد ہوتیں اور وہ اپنا توازن کھوتی ہوئی زمین بوس ہوتی کسی نے اسکو اپنی آہنی گرفت میں لیا تھا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو اسکی آنکھیں سا ر رہ گئیں۔

''آئی ایم سوری مسز کرداوی۔۔!! وہ آپ آج کل بہت تشدد کر رہی ہیں تو مجھے لگا شاید آپ مجھ سے اب محبت نہیں کرتیں۔''

''اور تم نے میرے ساتھ یہ کر دیا؟'' عینا نے بند ہوتی آنکھوں سے اسکو دیکھا۔حسن نے ا ہوئے اسکو دیکھا۔اور اگلے ہی لمحے حسن کے سر پہ ساتوں آسمان گھوم

گئے تھے۔اسکی سانس بند ہوئی تھی۔عینا ہوش کی د سے بیگانہ ہوچکی تھی۔

''عینا۔۔!!عینا۔۔!!میری۔۔میری۔۔جان۔۔!!پلیز۔۔نو۔۔نو۔۔نہیں۔۔'' وہ اسکو گود میں اٹھائے ہر کی جا پ تھا۔اگلے ہی لمحے گاڑیں کرداوی مینشن سے نکلی تھیں۔وہ پچھلی ٹ پ اسکا سر گود میں رکھے بیٹھا تھا۔آنکھوں سے نمکین مائع نکل کر اسکی ہلکی داڑھی میں ب ہو رہا تھا۔

''آئی ایم سوری۔پلیز۔۔آنکھیں کھول دو۔۔میں۔۔میں پ امس کرتا ہوں۔۔تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔'' وہ اسکا چہرہ اپنے ی میں چھپاتا ہوا بچوں کی طرح رو رہا تھا۔پورا پ تل حسن کرداوی کی ا فون کال پ ہی الرٹ ہو چکا تھا۔

''تمہیں کس بیوقوف نے کہا تھا اتنا ٹ یندا ق کرنے کے لئے؟'' فون کے پ ر گونجتی دھاڑ نے حسن کو مزی بے بس کر دیا تھا۔وہ اپنا سر ہاتھوں میں ئے وہیں لابی میں بیٹھتا ی۔

''مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ ہو جائے گا۔'' وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔وہ مکمل طور پ حسن بن چکا تھا۔اب اسکی ذات سے کہیں سے بھی ش حسن آفندی کا کوئی پہلو نہیں آ تھا۔

''ا نہیں پتہ تھا پھر بھی کیوں کیا یہ ؟تمہیں نہیں پتہ کہ عورتیں کتنی کمزور ہوتی ہیں؟'' وہ مسلسل دھاڑ رہا تھا۔

'' وہ تو عینا ہے ن۔۔وہ کمزور نہیں ہے۔'' حسن منمنایا۔تو ا. اہیم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''عورت،عورت ہوتی ہے حسن کرداوی۔!اس سے ی سے پیش آؤ۔اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔''

''اچھا تم یہ تبلیغ بعد میں کر ۔پلیز۔۔آجاؤ۔۔'' حسن نے سما ت کی تھی۔

''لبنان میں ہوں۔۔میں اتنی جلدی نہیں آ سکتا۔'' وہ غرایا۔

''میں تو آ جاتا تھا تمہارے لئے چاہے د کے کسی بھی کونے میں ہوتا تھا۔'' حسن کسی بچے کی طرح اسکو پکار رہا تھا۔ا. اہیم نے سر جھٹکا۔

''اچھا آ رہا ہوں۔۔اب رو بند کرو۔'' وہ اب کی ب ر م پ ا تھا۔حسن نے آ صاف کر لئے اسی دوران ڈاکٹر ہر آتی دکھائی دی۔حسن اٹھ کر اسکے پ س پہنچا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا ڈاکٹر نے تسلی کے ا از میں ہاتھ کھڑا کیا۔

''مسٹر کرداوی آپ فکر نہ کریں آپکی بیوی اور آپکا بچہ دونوں صحیح سلامت ہیں۔ ۔''

'' ؟'' حسن بے چین ہو کر بولا ابھی ت ا. اہیم فون پ ہی تھا۔وہ بھی پ یشان ہوا۔

'' آپکو انکا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ایسا حادثہ دو ر ہوا تو۔۔''

''نہیں۔۔نہیں ہوگا۔۔اب کچھ نہیں ہوگا۔میں۔۔میں اسکو کچھ ہونے ہی نہیں دوں گا۔'' حسن کوئی دیوانہ مجنون لگ رہا تھا۔ڈاکٹر مسکرا دی۔

''فکر نہ کریں وہ اب خطرے سے ہر ہیں۔تھوڑی دی ت روم میں شفٹ کر دیں گے۔آپ مل لیجئے گا۔'' ڈاکٹر اسکو تسلی دیتی جا چکی تھی۔حسن وہیں زمین پ بیٹھتا ی۔

''میں آ رہا ہوں۔۔سنبھالو خود کو۔۔اور ہاں۔۔اسکے سامنے رونے نہ بیٹھ جا ۔۔مردوں کی ک نہ کٹوا دینا۔'' ا. اہیم اسکی حا ت کے پیش اسکو پہلے ہی وارن کر رہا تھا۔

اگلے دس منٹ بعد حسن کرداوی عینا منصور حیات کے پ وں پکڑے بیٹھا تھا۔مردوں کی ک کو مزے سے کاٹ کر ا مطمئن زن مر کا ثبوت دیتا ہوا۔

''پلیز معاف کر دو۔۔'' وہ دسویں ر ٹ ا۔عینا نے نم آنکھوں میں خفگی لئے اسکو گھورا تھا۔حسن نے دفعتاً اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر سے کسی مجرم کی طرح سر جھکا ی۔

شام تا ا. ابہیم وہاں پہنچ چکا تھا۔اور صفا بھی دو ٹ ں تا وہاں پہنچنے والی تھی۔ا. ابہیم نے حسن کی اچھی خاصی کلاس لے لی تھی جس پ عینا کافی حد تا مطمئن آتی تھی ابھی تا اسکا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔وہ مز ید اسکی کلاس لگا چاہتی تھی۔اور حسن اسی کی کلاس سے خوفزدہ تھا۔

رات کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔اس نے آج تقریباً دو سال بعد مصر کی سرزمین پ قدم رکھا تھا۔وہ اکیلی تھی بس اسکی گود میں سجل تھی۔ ق بچوں کو وہ نہیں لے کر آئی تھی۔

وہ ائیر پورٹ کے لاؤنج میں داخل ہوئی تو سامنے کھڑا شخص کھلے دل سے مسکرا تھا۔صفا کی آنکھوں میں بھی خوشی کی نمی تھی۔اسی ائیر پورٹ پ وہ اسکو الوداع کر کے گئی تھی جو ساتھ قسمت میں لکھے ہوں وہ کبھی نہیں چھوٹتے خواہ ا کتنی ر ہی الوداع کہہ لیا جائے۔وہ مسکرا ہوا اسکی جا آ رہا تھا۔

''مرحبا۔۔!''اس نے خالص عربی ز ن میں کہتے صفا کو ے سے لگا یا تھا۔صفا اور سجل دونوں ہی اسکے چوڑے ے میں سما گئی تھیں۔کتنی ہی ساعتیں وہ ان دونوں کو محسوس کر رہا تھا۔اپنے مقصد کے حصول کے لئے اور جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا اس راستے پ چلتے رہنے کے لئے اس نے ا ی بڑی قیمت چکائی تھی۔۔جس میں سے ی بڑی قیمت اپنے خا ان سے دوری تھی۔صفا اسکے ے میں دھڑکتے دل میں اپنے م کے کی تکرار تلاش کرنے میں کامیاب ٹھہری تھی۔وہ اب اس دل کی مکین تھی جس دل میں رہنے کی اس نے ا ی بڑی قیمت چکائی تھی۔کچھ خواہشات حاصل تو بن جاتی ہیں خواہش سے حصول تا کا سفر بعض اوقات ا ن کو تھکا کر رکھ دیتا ہے۔

صفا الگ ہوئی۔۔ا. ابہیم نے اسکا چہرہ جو کہ اس اب قدرے ہشاش ش ش ہو چکا تھا۔آنکھوں کے کناروں پ نمی تھی۔۔شاید وہ تشکر کی نمی تھی اس لئے وہ اس نمی پ ہم ہونے کے بجائے مسکرا ی۔اس نے انگلیوں کے پوروں سے اس نمی کو چن لیا۔چہرے کے علاوہ سارا جسم تو داغدار تھا اسکا۔۔ چہرہ پ نور تھا ہمیشہ کی طرح معصومیت سے بھرا ہوا شفاف چہرہ۔۔۔وہ ا ی رسے اسکی سرمئی آنکھوں میں مقید ہو چکا تھا۔ یہ وقت کسی فلم کی ما نگاہوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ پھر سے پچھتاوے کی بھٹی میں جا تا صفا کی آواز نے اسکو ہوش دلا یا تھا۔

''عینا کیسی ہے؟''اس نے الگ ہوتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

''ٹھیک ہے اب تو۔۔۔ سے سنا ہے کہ تم آ رہی ہو بہت خوش ہے وہ۔''ا. ابہیم نے سجل کو اسکی گود سے لیا اور اسکا چھوٹا سا سوٹ کیس جس میں ز یدہ تر سجل کا ہی سامان تھا وہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔وہ اور صفا دونوں چلے آ رہے تھے۔اس نے گاڑی میں سامان رکھا۔اور آ کر ڈرائیونگ ٹ سنبھال لی۔صفا سجل کو گود میں لئے اسکے ساتھ بیٹھی تھی۔

''پ کستان چلیں گے بچے بہت اداس ہیں۔''

''لے آتی ابھی۔''ا. ابہیم نے سٹیرنگ پ ہاتھ جمائے ہی کہا۔

''ا ایگزامز شروع ہو رہے تھے۔ایسے میں بہت حرج ہو جاتا۔اب آپ ساتھ ہی چلیں۔''صفا نے اسکو گھورا۔

''اچھا خاصہ آزاد جی رہا ہوتا ہے بندہ۔۔اور پھر شادی کر تا ہے۔''اس نے مسکراہٹ د ئے جملہ کسا۔صفا نے آنکھیں سکیڑ کر اسکو گھورا۔'' کبھی کبھی قفس آزادی سے ز یدہ حسین ہوتا ہے۔''ا. ابہیم نے اسکی جا دیکھ کر آ د ئی۔

''یہ حرکتیں چھوڑ دیں اب۔۔بچے ٹ ے ہو رہے ہیں آپکے۔''صفا نے سرخ عارض چھپانے کی سعی کی۔

''بچے ٹ ے ہو رہے ہیں ہونے دو۔۔ تا بیوی ٹ ی نہیں ہو جاتی میں ز نہیں آنے والا۔''وہ ہنس د ی۔صفا جھینپ کر رہ گئی۔

''تم اسکو چھوڑو۔۔میرے ساتھ چلو پ کستان۔۔میں خود تمہارا خیال رکھوں گی۔اسکو قدر ہی نہیں ہے تمہاری۔''صفا نے عینا کے پ س بیٹھے ہوئے کہا تو کچھ فاصلے پ بے چینی سے کرتے حسن نے صدمے سے صفا کی جا دیکھا۔ا. ابہیم وہیں رکھے صوفے پ اپنی بیٹی کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھا۔

''ہاں۔۔میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔''عینا نے ا ی خفا سی نگاہ حسن پ ڈالی۔

''ا منٹ۔!!یہ۔۔یہ کیا بات ہوئی بھلا؟''حسن بھی بے چارگی سے عینا کو دیکھتا تو کبھی ا. اہیم کو۔ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے۔

''تم اسکا خیال نہیں رکھ تو کوئی حق نہیں ہے اسکو اپنے پاس ر کا۔''صفا نے دانت بھینچے جتایا۔

''ویٹ آمنٹ۔!!یہ۔۔زیادتی ہے۔۔مسز کرداوی۔!!''وہ اب ہارما ہوئے عینا کے پاس پہنچا تھا۔عینا نے رخ موڑ لیا۔ ''فائن میں سلویٰ اور یوسف کو لے کر آتا ہوں۔پھر دیکھتا ہوں کیسے تمہاری یہ ڈیڑھ فٹی دو تمہیں یہاں سے لے کر جاتی ہے۔''

''اوئے۔۔!!یہ ڈیڑھ فٹی کس کو بولا۔۔''ا. اہیم جو بظاہر تو سجل میں مگن تھا اپنی بیوی کی توہین پر فوراً متوجہ ہوا تھا۔وہیں صفا کے تن بدن میں آگ لگ چکی تھی۔

''اب تم اسکو روک کر دکھاؤ۔۔''صفا نے دانت کچکچائے۔حسن نے آنکھیں سکیڑ کر صفا کو گھورا۔''ابیو۔۔!!''صفا نے فوراً ا. اہیم کو پکارا تھا۔

''ہاں۔۔!!ہاں میری بیوی ٹھیک کہہ رہی ہے۔مجھے لگتا ہے عینا کو پاکستان چلنا چاہیے۔وہاں لوگ ہیں۔ماما اسکا اچھے سے دھیان رکھیں گی۔''

''کوئی مجھے زن مریدی کے طعنے دے رہا تھا۔''حسن نے صدمے سے ا. اہیم کا. لتا ہوا روپ دیکھا تھا۔

''ہاں تو پوں پکڑ کر تو تم ہی بیٹھے تھے۔میں تو بس اپنی بیوی کی بات کی تائید کر رہا ہوں جو کہ صحیح بات ہے۔''ا. اہیم نے کندھے اچکا دیئے حسن اسکو دیکھ کر رہ گیا۔اسکو اب پھر سے صفا پہ غصہ آ رہا تھا جو کہ آنکھیں سکیڑے حسن کو گھور رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا عینا بول پڑی تھی۔

''پلیز۔۔!!پلیز ہو جاؤ تم لوگ۔۔''عینا کا سر درد کرنے لگا تھا۔صفا نے ہڑبڑا کر دیکھا۔ا. اہیم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ لوگ مسلسل عینا کو پریشان کر رہے تھے۔

''مجھے لگتا ہے اسکو آرام کرنے دینا چاہیے۔اب تو اسکی طبیعت اب ہے اوپر سے تم لوگوں نے اپنی چک چک لگائی ہوئی ہے۔چلو صفا تم بھی اٹھو۔۔''ا. اہیم نے اپنا زور سجل کو اٹھائے ہی صفا کا. زو پکڑ کر اسکو کھڑا کیا۔وہ چار و ناچار اٹھ کھڑی ہوئی۔''اور تم۔۔!!اسکو مزید تنگ کیا تو دیکھنا۔۔میرا ہاتھ پہلے سے بھی بھاری ہو چکا ہے۔''ا. اہیم نے حسن کو اچھے خاصے الفاظ میں وارن کروایا تھا۔وہ اسکو دیکھ کر رہ گیا جس کو اپنی مدد کے لئے بلایا تھا اب اسی کے ہاتھوں مسلسل ذلیل ہو رہا تھا۔ا. اہیم صفا اور سجل کو لئے وہاں سے جا چکا تھا۔دروازہ بند ہوا تو عینا نے آنکھیں موند لیں۔حسن کتنا ہوا اسکے قریب آیا۔اور اسکے سرہانے ہی ٹک گیا۔اس نے نرمی سے عینا کا سر اٹھا کر اپنے زانو پہ رکھا۔عینا نے مزاحمت نہیں کی تھی۔

''مجھے معافی مل سکتی ہے؟''حسن کی آواز گیلی سی تھی۔عینا نے پلکیں اٹھائیں تو آج ا. ر پھر سے سیاہ کا سیاہی سے تصادم ہوا تھا۔وہ نگاہ ہٹانا بھول چکی تھی۔حسن کی آنکھوں میں نمی تھی۔عینا کی دا آ سے ا. آ پھسلا تو حسن نے فوراً اسکو اپنی انگلیوں کے پوروں پہ چن لیا۔وہ کبھی بھی اسکے آ وں کو بے مول نہیں ہونے دیتا تھا۔

''اتنی محبت کرتی ہو؟کہ کچھ ہی داؤ پہ لگا دیا؟''وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''کوئی شک ہے میری محبت پہ؟''عینا بھیگی سی آواز میں بولتی سیدھا اسکے دل میں ا. رہی تھی۔حسن نے نم آنکھوں سے ہی میں سر ہلایا۔''تو پھر آزمایا کیوں؟''عینا نے ا. ہچکی لی۔

''آئی ایم سوری۔۔آزمانے کے قابل نہیں ہوں میں۔۔میں تو۔۔بس۔۔مذاق کر رہا تھا۔''حسن کی آواز پ پائی۔عینا کو اس پہ ٹوٹ کر پیار آیا۔''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟''حسن نے آ پو ت ہوئے اب خفگی سے پوچھا۔

''بتانے ہی والی تھی۔تمہیں سرپرائز دینا تھا۔تم نے ہی مجھے سرپرائز دے دیا۔''عینا نے غصے سے اسکی جا. کروٹ تا اسکے ی پہ مکا جڑا تھا۔

''آئی ایم سوری۔۔!مجھے لگتا ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کی قسمت ا. جیسی ہے وہ بھی ساری زندگی اپنی بیوی سے معافی مانگتا رہا ہے اور اب میں بھی مانگتا رہوں گا۔''حسن بچوں کے سے ا. ز میں بولا تو عینا ہنس دی۔

''تو ایسی حرکتیں ہی نہ کیا کرو کہ بعد میں معافیاں مانگنی پڑیں۔''وہ اب ذرا سا دن اٹھا کر اسکے ی پہ سر رکھ گئی تھی۔

''میری توبہ میرے پورے خاندان کی توبہ جو کبھی عینا منصور حیات سے مذاق بھی کروں۔''حسن وہیں دراز ہوتا نم آواز میں کہتا اسکا سر چوم گیا تھا۔

کمپیوٹر سکرین پہ بلیو کے نام کا نوٹیفیکیشن آیا ہوا تھا۔جس کو بلیک سٹون نے فوراً ایکسپٹ کرلیا۔گیم شروع ہوئی۔

''آج ٹیسٹ کیسا رہا تمہارا؟'' میسج بلیو کا تھا۔

''اچھا رہا۔تم جاؤ ہوکہ میں شارپ مائنڈڈ ہوں۔'' مرجان دانستہ لکھا۔

''جا رہا ہوں۔۔ مجھ سے زیادہ شارپ نہیں ہو تم۔''

''مجھے چیلنج نہ کیا کرو۔۔پھر ہارنے لگتی ہو تو رونے لگ جاتی ہو۔''

''کون رو رہا ہے؟''

''لگتا ہے آج پھر سے رونے کا ارادہ ہے۔چلو پھر آج ہو جا دو دو ہاتھ۔'' مرجان نے میسج بکس بند کیا اور پوری دلجمعی سے گیم کھیلنے لگا۔وہ آج بلیو کو مات دینے پہ تلا ہوا تھا۔وہ گیم میں پوری طرح مگن ہو چکا تھا۔جبکہ یہ قوت بیڈ پہ بیٹھا دینا کو ہوم ورک کروا رہا تھا۔پی سی سکرین پہ میل بکس کھلا تو کسی کا میسج آیا ہوا تھا۔

''لگتا ہے آج کل کافی مصروف ہو گئے ہو۔۔''

مرجان نے گیم وقتی طور پہ کو منی مائز کیا اور میل بکس اوپن کیا۔کچھ دیر وہ سکرین کو دیکھتا رہا۔

''ہاں۔۔اور اب میں ساری زندگی مصروف رہنے والا ہوں۔اس لئے آئندہ مجھے میسج نہ کرنا۔'' مرجان نے اسکو میسج بھیجتے ہی اس آئی ڈی کو بلاک کر دیا تھا۔اب بلاک لسٹ میں ایک اور آئی ڈی کا اضافہ ہو چکا تھا۔پہلے پچاس تھیں اب اکیاون ہو گئی تھیں۔

''ہار گئے نا۔۔'' گیم بکس میں میسج آیا تو مرجان نے میل بکس کلوز کیا اور گیم وقتی طور کو میکسی مائز کیا۔بلیو گیم چھوڑ چکی تھی۔مرجان نے دانستہ ایسا جانا۔

''اب نہیں چھوڑوں گا۔'' کہتے اس نے نیو گیم شروع کر دی۔

وہ اب اپنے شر سے خود لڑ رہا تھا۔منفی انرجی سے لڑ کر خود کو مثبت انرجی فراہم کر رہا تھا۔وہ ہر اس شخص سے فاصلہ اختیار کر لیا کرتا تھا جو اس سے کوئی منفی بات کرتا تھا۔

ابراہیم نے دو رہ اسکو کنٹرول کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اسکو صحیح اور غلط میں فرق بتانا نہیں بھولتا تھا۔وہ اپنے بیٹے کی مثبت ذہن سازی کر رہا تھا کیونکہ وہ اسکی زندگی میں سے نہ تو منفی لوگوں کو نکال سکتا تھا اور نہ ہی اسکو ساری زندگی اپنے پروں میں چھپا کر رکھ سکتا تھا۔تو پھر وہ کیا کر سکتا تھا؟ وہ اسکی ذہن سازی کر سکتا تھا۔لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔

ابراہیم نے اسکی ہر منفی بات کو اسکے ذہن سے زائل کر دیا تھا۔وہ اپنے بیٹے کے ذہن کو شفاف بنانے میں کامیاب ہو رہا تھا۔مرجان کی معصومیت لوٹ رہی تھی۔وہ ایک نارمل انسان بن رہا تھا۔ایک نارمل سے رہ سالہ بچہ۔

نجانے کتنے ہی مرجان ہیں جو ان طاغوتی قوتوں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔کوئی مرجان سے رہ سال کا ہے تو کوئی اکیس سال کا ہے۔فرق ہے ذہن سازی کا۔وہ لوگ اگر کسی مرجان کی منفی ذہن سازی کریں تو ہرابراہیم کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مرجان کو کنٹرول کرنے کی بجائے اسکی مثبت ذہن سازی کرے تاکہ کوئی بھی طاغوتی طاقت کسی بھی مرجان سے اسکی معصومیت نہ چھین سکے۔

''اس نے یہ آئی ڈی بھی بلاک کر دی۔'' ادھر کنٹرول روم میں بیٹھے شخص کے ماتھے پہ بل پڑے تھے۔

''کوئی بات نہیں تم اکاؤنٹ بناؤ۔'' اسکے کان میں لگے ائیر پیس سے آواز آ رہی تھی۔

''مجھے لگتا ہے کہ ہمیں آبجیکٹ تلاش کرنا چاہیے۔اسکا باپ اسکو کنٹرول کر رہا ہے۔'' کنٹرول روم والا آدمی ہار مان رہا تھا۔

''وہ اس دور کے چند ذہین ترین بچوں میں سے ایک ہے۔اگر تم ایک نیا ہیرا گنوا کر کسی کوئلے کو تراش کر ہیرا بنانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔'' فون کے پار سے آتی آواز نے کنٹرول روم والے آدمی کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔

''ویسے تمہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔تم کتنے کمینے ہو۔'' کنٹرول روم والا آدمی ہنس دیا۔

''مجھے بھی حیرت ہوتی ہے پر ورحاصل کرنے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کسی درخت کو کاٹ ہی جائے۔اسکی جڑوں میں ایسا پودا لگا دو جس کے زہر سے وہ تنا

سوکھ جائے۔اوراس در ۔ ۔ کے ساتھ ساتھ وہ پورا . غ ہی تباہ ہوجائے۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔''ا. اہیم کولگتا ہے کہ وہ بہت ذہین ہےاورحسن کولگتا ہے کہ اس کا مقابلہ تو کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ احمران . سے .ڑی چیز ہے۔جوکنارے کنارے چلتا ہے۔دوسروں کی کمزوریوں کے ساتھ کھیلتا ہےاورا۔ تیر سے دودوشکار کرتا ہے۔'' وہ اب کی . ر پ اسرار آواز میں بولا تھا۔

''. . ۔ تمہارے جیسے کمینے دو ۔ موجود ہیں ا نوں کودشمنوں کی ضرورت نہیں۔'' کنٹرول روم والے آدمی نے ہنستے ہوئے اپنے کان میں لگا وہ آلہ نکال پھینکا۔

﴿.....ختم شد.....﴾